قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (۳-۶۴)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ادارۂ تحریر
عبد الحق

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہمیں جا مے بود

اعراض و مقاصد

(۱) مذاہب عالم کو دعوت اسلام۔
(۲) فضائل اسلام اور قرآن کی نشر و اشاعت
(۳) مسلمانوں کی باہمی تکفیر کو مٹا کر آپس میں رواداری کی تلقین کرنا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ہمہ ایمان ہمہ بر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر ملائک و ز خبرہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست — منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

اعراض و مقاصد

(۴) مجدد وقت حضرت مسیح موعود کی تعلیم اور خدمات اسلام سے دنیا کو روشناس کرنا۔

شرح چندہ سالانہ چندہ ۶ روپیہ ششماہی تین روپیہ طلباء سے چار روپیہ اور دو روپیہ

جلد ۱۹ — لاہور یوم ہفتہ مطبوعہ ۲۳ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۳۱ عیسوی — نمبر ۱

ہمارا سالانہ اجتماع

تخلیق کائنات کی حقیقت سوائے اس کے کچھ نہیں کہ چند ایک مختلف کارکن قوتیں کسی ایک مہر ایک سلسلے ایک جو دیں اپنی قدرتی اور مناسب ترتیب ساتھ اکٹھی ہو کر مصروف عمل ہو جاتی ہیں اور ہر چیز کے ذرات جب تک متصل اور متحد رہتے ہیں اس وقت تک شے کی ہستی قائم رہتی ہے لیکن جب ان کے اندر انتشار، جدائی اور تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے اس شے پر زندگی بلکہ موت، تکوین کی بجائے فساد اور عدم و فنا کا اطلاق ہونے لگتا ہے جس طرح کائنات عالم کی ہر شے پر تکوین و فساد کے دور آتے رہتے ہیں۔ اشیاء بنتی اور بگڑتی، جاندار پیدا ہوتے اور مرتے ہیں اسی طرح قوموں کی زندگی اور موت بھی افراد کے اجتماع اور انتشار پر موقوف ہے۔ قرآن کریم نے بھی قوموں کی زندگی پر بحث کرتے ہوئے اجتماع اور ائتلاف کو زندگی اور تفرقہ و انتشار کو اقوام موت کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور اقوام کی زندگی میں ہر مقصد کے حصول کے لئے سب سے بڑا گر واعتصموا بحبل اللہ جمیعا یعنی سب کا اکٹھے مل کر اپنے نصب العین پر مضبوطی سے قائم ہونا بتایا ہے اور اس اجتماعی زندگی کی روح کو پیدا کرنے کے لئے سب سے زیادہ جس چیز کی تاکید فرمائی وہ نماز باجماعت ہے۔ ہر شخص با دنیٰ غور اور تامل سمجھ سکتا ہے کہ خدا کو ہماری نماز کی ضرورت نہیں وہ مستغنی عن الحاجات ہے۔ لہٰذا اس کے لئے اجتماع ہمارے اندر اجتماعی زندگی کی روح پیدا کرنے کے لئے ایک عملی تدبیر ہے۔ اس زمانہ کے مجدد اور مصلح اعظم نے بھی قوم کے جمود اور سکون کو دور کرنے کے لئے نماز باجماعت کی تاکید کے علاوہ سال میں ایک مرتبہ اپنے بھولے ہوئے سبق کو نئے سرے سے یاد کرنے کے لئے ایک قومی اجتماع کی بنیاد ڈالی تھی جس کا مقصد نہ تو مریدوں سے نذرانہ وصول کرنا تھا نہ کسی قسم کا عرس کر کے پیری مریدی کی یاد کو تازہ رکھنا تھا بلکہ وہ عظیم الشان مقصد اور محور عمل کہ جس کے لئے وہ خود اس صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا۔ اسی کی خاطر وہ قادیان تبلیغ اور پروانۂ شمع رسالت بنا رہا تھا وہ اپنے دل کی آگ سے قوم کے دلوں میں بھی آتش زنی کرنا چاہتا تھا اس نے اپنے دلی سوز سے اپنے پاس بیٹھنے والوں کو بھی حصہ دیا اور ان میں سے اکثر دلوں میں وہ آگ بھڑکی کہ جس نے ان کے اندر سے متاع دنیا کی ہوا و ہوس کو جلا کر بھسم کر دیا۔ وہ مجدد اعظم اگرچہ اب ہم میں اپنے مادی جسم کے ساتھ موجود نہیں تاہم اس کا کام اور اس کا دیا ہوا عشق اب بھی سروں میں موجود ہے کہ جس کی طرف لوگوں کو ہر سال بلایا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اس مصلح دوراں کے وصال کے بعد اپنا دل کسی اور غمزہ فروش کے حوالہ نہیں کر دیا۔ دیوانہ وار اسی کی یاد میں دوڑتے ہیں اور اسی محور عمل اور نکتہ مرکزی کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اس سال ہمارے اس سالانہ اجتماع میں لوگ گذشتہ سال کی نسبت کثرت سے شامل ہوئے کہ جو یقیناً قادیان والوں کی جھوٹی خوشی کو پامال کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل تھا۔ احمدیہ خواتین کا جلسہ تو گذشتہ سالانہ جلسوں کی نسبت بہت ہی کامیاب رہا۔ لوگوں نے اس سال جلسہ میں شامل ہو کر کس قدر روحانی مسرت اور قلبی اطمینان کو حاصل کیا۔ اس کا اندازہ ہر شخص اپنے وجدانی ذوق کے مطابق کر سکتا ہے۔

تقاریر جلسہ سالانہ پر ایک نظر

تقاریر کے لحاظ سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی دونوں تقریریں (ایک خطبہ جمعہ اور دوسری تقریر تحریک احمدیت) اس قدر ولولہ انگیز، موثر، جامع، مدلل اور حقائق و معارف دینیہ سے پُر تھیں کہ لوگوں کے دلوں پر ایک مسلسل برقی رو کی طرح اپنا اثر ڈال رہی تھیں۔ ان کے اندر دلوں کو تھکا دینے والی طوالت نہ تھی بلکہ اُن کو سن کر دلوں کا شوق اور کچھ سننے کے لئے بیقرار تھا۔ یہ تقریریں اگرچہ نوٹ کر لی گئی ہیں اور انشاء اللہ بہت جلد صاف کر کے شائع کر دی جائیں گی تاہم تقریروں کو لکھ کر پڑھنے میں وہ لطف سامع نوازی کہاں جو دلوں کو گرما دیا کرتا ہے اور اس سے انسانی فطرت کے بعض سوئے ہوئے جذبات بیدار اور ہوشیار ہو جایا کرتے ہیں

اس کے بعد مولانا صدر الدین صاحب کی بصیرت افروز تقریر ہے کہ جو اسلام کی مذہبی اور سیاسی نکتہ نوازیوں پر مشتمل تھی کہ جنہوں نے ایک وقت اقوام عالم کے قلوب کو مسخر کر لیا تھا قرآن کریم کی وہ بےنظیر رواداری کی تعلیم اور مسلمانوں کی علمی فتوحات کا بیان کہ جس نے یورپ کے دل پر اسلام کا سکہ بٹھا دیا۔ مولانا نے اسے کچھ ایسے دلآویز پیرایہ میں بیان فرمایا کہ لوگوں کے دل وجد سے جھوم جھوم جاتے تھے افسوس ہے اس تقریر کو ہم بتمامہ ضبط نہیں کر سکے تاہم کچھ اشارات اخذ کر لئے گئے جن کی بنا پر آپکی تقریر کا ملخص درج اخبار ہو سکے گا۔

قبلہ میر مدثر شاہ صاحب کی دو باطل کش تقریریں بھی سننے کے قابل تھیں۔ شاہ صاحب اپنی تقریر کے اثر کے لحاظ سے زہر تکفیر کا بہترین تریاق سمجھے گئے ہیں ان کی تقریر شستہ اور سوالات کے جوابات ہمیشہ برجستہ ہوتے ہیں۔ ان کی پہلی تقریر پر مولانا عمر الدین المعروف "شملوی مولانا" نے کچھ خردہ گیری بھی کی اور اپنے خیالات اور اعتقادات کے خلاف ہی کی مگر میر صاحب نے ان کی اپنی گذشتہ قلمزار سے انہیں قائل نہیں تو پشیمان تو ضرور کر دیا (قائل اس لئے نہیں کہ یہ ان کی مولانائی شان کے خلاف ہے) مولانا عمر الدین صاحب نے خود حضرت مسیح موعود کی نبوت کو اس وقت محدثیت قرار دیا تھا کہ جب حسب تصریح خلافت مآب قادیان حضرت صاحب محدثیت کی کھڑکی سے گذر کر نبوت کے وسیع میدان میں پہنچ چکے تھے۔

ڈاکٹر جرمنوس کا انگریزی لیکچر "ہنگری میں اسلام" کے موضوع پر ایک دلچسپ لیکچر تھا کہ جس میں فاضل لیکچرار نے گذشتہ اسلامی فتوحات کے زمانہ میں مسلمانوں کا ہنگری میں اثر۔ ان کی بےنظیر رواداری۔ مہمان نوازی۔ اور یورپ پر مسلمانوں کے علمی احسانات کو کھول کھول کر بیان کیا اور

بالآخر دارالخلافہ ہنگری میں ایک مسجد کی ضرورت کو ظاہر فرمایا۔ کہ جس کے لئے وہ بطور خود کوشش کر رہے ہیں۔
ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب مولانا عصمت اللہ صاحب اور باقی حضرات کی تقاریر کا ملخص انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں درج کیا جائے گا۔

جلسہ کی کامیابی پر ایک طائرانہ نگاہ

۱۔ جلسہ اپنی رونق کے لحاظ سے سالہائے ماسبق کے جلسوں کی نسبت بڑھا ہوا تھا۔ باہر سے احباب کثرت سے شامل ہوئے۔ بالمقابل انجمن حمایت اسلام کا جلسہ منعقد ہونے کے باوجود لوگ کثرت سے شامل ہوئے اور تقاریر کو نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ سنا۔

۲۔ اس مرتبہ احمدیہ انجمن خواتین اسلام کا جلسہ مردانہ جلسہ سے پہلے منعقد ہوا۔ معزز تعلیمیافتہ اور اعلیٰ طبقہ کی خواتین نے اس میں نہایت شوق سے حصہ لیا۔ مختلف مسائل اور حالات حاضرہ پر تقاریر ہوئیں۔ برلن مسجد میں قالینوں اور انجمن کے دیگر اہم مقاصد کے لئے دل کھول کر چندہ دیا۔ مردانہ جلسہ کے موقعہ پر باہر سے باکثرت مستورات تشریف لائیں۔ مفصل رپورٹ کسی دوسری جگہ درج ہے۔

۳۔ جماعت میں شامل ہونیوالے یا نئے بیعت کرنے والوں کی تعداد ۶۲ تھی انہیں ہر حیثیت اور طبقہ کے لوگ موجود ہیں۔

۴۔ قادیانی جماعت کے ایک مبلغ، مولوی فاضل اور بی اے کے طالب علم نے اور ایک اور صاحب نے میاں صاحب کی بیعت فسخ کی۔ مولانا نظیر الاسلام مولوی فاضل نے اپنی فسخ بیعت کے وجوہات پر ایک مختصر سی تقریر کی کہ جس میں قادیانی فتنہ و فساد اور ان کے خلاف اسلام جہاد کی مذمت کرتے ہوئے اپنی بیزاری کا اعلان کیا۔

۵۔ اپیل اور دیگر تحریکات کے پیش کرتے وقت جماعت میں ایک زندگی کی روح نظر آتی تھی اور لوگ اس میں نہایت دلی جوش کے ساتھ حصہ لیتے ہوئے نظر آئے۔ چندہ کی تفصیلات کسی دوسری جگہ درج ہیں جنکا کل تخمینہ پچاس ہزار روپیہ ہے۔

۶۔ غیر از جماعت احباب نے بھی انجمن کی خدمات کا پر زور اعتراف فرمایا۔ چندوں میں شامل ہوئے تقاریر میں دلچسپی لی۔ گویا دامے درمے قدمے سخنے اظہار ہمدردی فرمایا۔

۷۔ مجلس مشاورت۔ جنرل کونسل میں جو امور پیش کئے گئے اس کے دوران میں احباب کا عشق حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کے ساتھ اکثر والہانہ نظر آتا تھا۔

۸۔ مہمان خانہ اور مہمانوں کی دوسری ضروریات کے لحاظ سے انتظام نہایت تسلی بخش رہا۔

۹۔ نوجوانوں نے بھی اپنی یونین کو کامیاب بنانے کے لئے الگ جلسہ کیا۔ پرجوش تقریروں کے علاوہ فراہمی چندہ میں سرگرمی کا اظہار کیا گیا۔

۱۰۔ باہر کی جماعتوں کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ نے لوگوں میں سلسلہ اور جماعت کے لئے ایک جوش اور تڑپ کو ملاحظہ فرمایا۔

شب برات کی آگ سے اپنے اموال کو بچایئے

احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کا پانچواں سالانہ جلسہ

چوبیس دسمبر کو احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ زیر صدارت خدیجہ بیگم صاحبہ ایم۔اے۔ ایم۔او۔ایل۔ ایچ پی۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لنڈن) پی۔ ای۔ ایس۔ دس بجے صبح شروع ہوا۔ وسیع پنڈال خواتین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا لاہور میں خواتین کا یہ عظیم الشان اجتماع بے نظیر تھا۔ حاضرین میں لیڈی ذوالفقار علی۔ لیڈی عبدالقادر۔ بیگم جسٹس شاہ دین۔ بیگم بشیر احمد۔ بیگم نواب سعادت علی خاں۔ بیگم راجہ ظفر حسین خاں۔ مسز جرمنوس۔ خدیجہ بیگم صاحبہ۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او ایل و دیگر معزز خواتین بھی تھیں۔ سب خواتین نے جلسے کی کاروائی نہایت خاموشی اور توجہ سے سنی۔ سب سے پہلے فاضل صدر نے جلسے کا افتتاح قرآن کریم کی صورت فاتحہ سے کیا۔ اور اس کا ترجمہ و تفسیر پہلے اردو اور پھر انگلش میں سنایا۔ اس کے بعد دو لڑکیوں نے نہایت سریلی و مؤثر آواز سے نعت پڑھی اور پھر خطبہ صدارت شروع ہوا۔ فاضل محترمہ صدر نے شکریہ ادا کرنے کے بعد احمدیہ جماعت کی خدمات دین اور ایثار کی تعریف کی۔ اس کے متعدد مشن کا ذکر کر کے اہل اسلام کو اس میں حصہ لینے کی تحریک کی۔ اور مسلمانوں کی بے حسی۔ تفرقہ بازی اور کفر بازی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالی۔ پھر اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں ان کا ذکر کیا۔ اور پردے پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلامی پردے میں منہ چھپانا ضروری نہیں بلکہ زینت چھپانا اصل مقصد ہے۔ منہ کھلا رکھ سکتے ہیں مگر بالوں و آرائش کا چھپانا ضروری ہے۔ اس کے بعد محترمہ تاج بیگم نے مسلم خواتین جادا کی طرف سے انجمن کے نام ایڈریس انگریزی اور اردو میں پڑھا جس پر خواتین نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ پھر بیگم مولانا محمد علی نے انجمن خواتین اسلام کی سالانہ رپورٹ پڑھی۔ اور انجمن کے متعدد کام مثلاً ترقی نسواں، معاشی صلاح اور اشاعت اسلام میں مدد دینے کے لئے جو سعی خواتین کی طرف سے ہوئی اس کا ذکر کیا۔ اور انجمن کی ترقی پر اظہار مسرت کرتے ہوئے سب خواتین کو اس میں حصہ لینے کی تحریک کی اور خصوصیت سے برلن مسجد کی طرف متوجہ کیا۔ اس پر چھ سو روپیہ چندہ ہوا اس کے بعد متعدد مفید تقریروں کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ آخر میں چند صاحبان کے لئے دعا کی گئی۔ جلسے کے ختم ہوتے ہی نمائش کا افتتاح ہوا۔ جس میں ہاتھ سے بنائی ہوئی عمدہ اشیاء کا معقول ذخیرہ تھا۔ انجمن کی طرف سے چاء و دیگر فواکہات کا نفیس اہتمام بھی تھا۔ جس کی آمدنی اشاعت اسلام کے لئے وقف تھی۔ اور سب بہنیں دیر تک باہم تبادلہ خیالات سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔

نوٹ خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

سائز کی تبدیلی

بہت سے احباب اخبار کا باقاعدہ فائل رکھتے ہیں بڑے سائز کے اخبار کے فائل رکھنے میں بہت سی دقتیں ہوتی ہیں اس لئے کافی عرصہ سے تقاضا تھا کہ سائز چھوٹا کر دیا جائے۔ جلسہ پر ان کا یہ مطالبہ جنرل کونسل میں پیش ہو کر منظور ہو گیا اسی فیصلہ کے مطابق پیش نظر پرچہ ۱۸×۲۲ کے چھ صفحوں کی بجائے ۲۰×۳۰ کے آٹھ صفحوں پر شائع کیا جاتا ہے آئندہ بھی اسی پر عمل ہوگا۔ بہت سے مقتدر اور ترقی یافتہ انگریزی اردو اخبارات کا یہی سائز ہے۔ ہمیں امید ہے کہ تمام احباب اس تبدیلی کو پسند کریں گے فی الحال اخبار آٹھوں پر ہی شائع ہوا کریگا۔ لیکن اخبارات کی موجودہ اہمیت و ترقی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس ضخامت کو تسلی بخش نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس میں کافی اضافہ کی ضرورت ہے۔ مگر ایسا ہونا تمام تر ناظرین کرام کی توجہ و سعی پر منحصر ہے۔ اگر وہ زیادہ نہیں تو چند سو ہی نئے خریدار فراہم کر دیں اور تمام بقایاجات ادا فرما دیں تو صفحات میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

نئے سال کی آمد

سن ۳۰ء کے ختم ہونے کے بعد سن ۳۱ء شروع ہو چکا۔ نئے سال کی آمد پر عموماً طبائع میں ایک جوش عمل پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے کام لیا جائے تو بہت سے ارادے تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں بہت سی مفید تجاویز عمل کی صورت اختیار کر سکتی ہیں ضرورت ہے کہ خریداران پیغام صلح اس جذبہ کو جو قدرت کا ایک بہترین عطیہ ہے ضائع نہ ہونے دیں۔ آج ہم ایک ایسے نازک دور سے گذر رہے ہیں کہ ہر مسلمان کو سراپا سعی بن جانے کی ضرورت ہے۔ آج ہر ایک فرزند توحید سے اس کا مذہب۔ اس کی قوم۔ اور حالات زمانہ عمل و حرکت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ہم دست بدعا ہیں کہ خداوند کریم خریداران پیغام صلح کو بھی نیک سعی و عمل کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

اس کے بعد ہم ان سے صرف اس قدر اور کہنا چاہتے ہیں کہ ان کی قوم کا واحد اردو آرگن پیغام صلح بھی ان کی توجہ کا مستحق ہے اور معمولی کوشش سے اس کی حالت میں ایک مفید اور خوشگوار انقلاب پیدا کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ پیغام صلح کے خریدار صاحبان جو اصلی معنوں میں اخبار کے سرپرست ہیں نئے خریدار فراہم کرنے کی کوشش کریں گے۔

اخبار احمدیہ

ذیل کے احباب کو خانصاحب کے سرکاری خطاب گورنمنٹ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔
(۱) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر
(۲) شیخ فضل الٰہی صاحب پنجاب سول سروس سپیشل ڈپٹی سیکرٹری
(۳) شیخ [illegible] الواحد صاحب انسپکٹر پولیس دہلی۔ ان اصحاب کو تہنیت
اخبار پیغام صلح مبارکباد پیش کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱

انجمن کا مستقل سرمایہ

ان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان کا جو نظارہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر دکھایا ہے وہ اتنا عظیم الشان ہے کہ سجدہ شکر میں آستانہ الٰہی سے انسان سر اٹھانا چاہے تو اٹھا نہیں سکتا۔ جیسا کہ احباب کو علم ہے۔ اس سال کے خاص افضال الٰہی میں سے اکتالیس مربعے زمین ہے جو انجمن نے حاصل کی ہے جن ضروریات کے لئے یہ اراضی حاصل کی گئی ہے وہ اشاعت اسلام سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ یہ انجمن کی ایک مستقل بنیاد ہے۔ اور اگر ہم اسے انجمن کا ایک مستقل سرمایہ قرار دیں تو یہ اراضی ایسی ہی ہے جیسے ہم نے چار یا پانچ لاکھ روپے کا مستقل سرمایہ جمع کر لیا ہو۔ کیونکہ اوسط آمدنی فی مربع چار یا پانچ سو روپے سمجھ کر اس اراضی کی کل آمد سولہ اور بیس ہزار سالانہ کے درمیان قرار دی جا سکتی ہے۔ اور سولہ یا بیس ہزار روپے کی سالانہ آمد کے لئے چار یا پانچ لاکھ روپے بنک میں جمع ہونے چاہیئے تھے۔ پس اس اراضی کا حصول اغراض انجمن کے لئے ایسا ہی ہے جیسے چار یا پانچ لاکھ روپے سرمایہ کا جمع کر لینا۔

اب اگر چار یا پانچ لاکھ روپے کہ مستقل سرمایہ کے لئے اپیل کی جاتی تو ہماری قوم کی موجودہ مالی حالت کے لحاظ سے اس رقم کا جمع کرنا ناممکن سا ہی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے یہ سامان کر دیا۔ اس پر ہمارا زیادہ سے زیادہ بیس ہزار روپیہ خرچ ہوگا۔ جس میں قسط اول کی ادائگی اور قبضہ لینے کے اخراجات اور کچھ اور اخراجات ہوں گے جن کی ضرورت فوری ہے۔ چنانچہ اس وقت تک قریباً چودہ ہزار روپیہ خرچ بھی ہو چکا ہے۔ مگر بیس ہزار کے خرچ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس زمین کی آمد ہی اس کے اخراجات اور اقساط کی ادائگی کے لئے کافی ہوگی تو گویا ایک بیس ہزار روپے کے خرچ سے ہم نے انجمن کے لئے یہ مستقل سرمایہ حاصل کر لیا جس کا اندازہ چار پانچ لاکھ روپے ہے۔ اس سے بڑھکر فضل اور کیا ہو سکتا ہے۔

اس بات کو پیش کرتے ہوئے میں نے جلسہ سالانہ پر اپیل کی کہ یوں بھی انجمن اس وقت سخت مالی مشکلات میں ہے اور اس پر یہ مزید ضرورت بغیر خاص چندہ کے پوری نہیں ہو سکتی۔ احباب نے اس اپیل پر جس اخلاص اور خوشی سے لبیک کہا وہ میں سمجھتا ہوں کہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ ملک کے لئے قربانی کرنا آسان ہے۔ پیر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دینا بھی آسان ہے لیکن محض خدا کی رضا کے لئے دینا بہت ہی مشکل کام ہے۔ مگر جس انشراح صدر سے احباب نے خدا کی راہ میں مالی قربانی کا نمونہ دکھایا وہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض احباب نے

. . . .

. . . . جن کے نام کوئی رقم لکھنے کی جرأت میں خود نہ کر سکتا تھا خود ایک ایک دو دو ہزار کی رقم اپنے ذمہ لی اس بارے میں بالخصوص قابل ذکر نام ڈاکٹر حکیم اللہ خاں صاحب پشاور کا ہے جنہوں نے خود بخود ایک ہزار روپیہ نقد اور اس کے علاوہ غالباً اسی قدر جمع کر دینے کا وعدہ فرمایا۔ اسی طرح ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے دو ہزار روپے کا وعدہ فرمایا۔ حالانکہ میں نے ان کے نام پر صرف ایک ہزار روپیہ تجویز کیا تھا۔ ایک ایک یا دو دو ہزار روپے کی رقم احباب ذیل کے نام پر ہے جن میں سے اکثر احباب جو اس وقت موجود تھے منظوری دے چکے ہیں اور باقی احباب سے درخواست ہے کہ وہ بھی اپنی منظوری سے بہت جلد مطلع فرمائیں۔

نام	رقم
ڈاکٹر حکیم اللہ خاں صاحب	۲۰۰۰
ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	۲۰۰۰
فرزندان شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم / شیخ عبد الرحمٰن صاحب مع فرزندان	۱۰۰۰
محمد علی مع برادران و دیگر اعزہ	۱۰۰۰
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مع متعلقین	۱۰۰۰
شیخ محمد اسمٰعیل صاحب لائل پور	۱۰۰۰
حاجی شیخ مولا بخش صاحب "	۱۰۰۰
شیخ جان محمد صاحب "	۱۰۰۰
شیخ نیاز احمد صاحب مع برادران وزیر آباد	۱۰۰۰
خان بہادر میاں غلام رسول صاحب مع فرزندان	۱۰۰۰
حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹ	۱۰۰۰
میزان	۱۳۰۰۰

پانچ پانچ سو روپے کی رقوم حسب ذیل احباب کے نام ہیں:-

نام	رقم
مخدوم محمد اشرف صاحب شملہ	۵۰۰
ملک غلام محمد صاحب لاہور	۵۰۰
ملک شیر محمد صاحب جموں	[illegible]
ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	[illegible]
ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب لاہور	۵۰۰
قاضی ثناء اللہ صاحب لاہور چھاؤنی	۵۰۰
مولوی عالم دین صاحب وکیل شیخوپورہ	۵۰۰
میاں شمس الدین صاحب جبلی افریقہ	۵۰۰
چوہدری محمد اسمٰعیل فیروز پور	۵۰۰
شیخ محمد حسین صاحب ٹھیکیدار فیروز پور	۵۰۰
مولوی عبد الہادی صاحب مئوں	۵۰۰
شیخ نظام الدین صاحب شاہ پور	۵۰۰
میزان	۶۰۰۰

ان کے علاوہ حسب ذیل رقوم ہیں جو اس وقت وعدے ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:-

نام	رقم
ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ	۳۰۰
حافظ محمد حسن صاحب وکیل گجرات	۲۵۰
مولوی غلام ربانی صاحب وکیل ماشہرہ	۲۰۰
میاں غلام محمد صاحب دفتری لاہور	۵۰
منشی محمد بخش صاحب ڈیرہ غازیخاں	۴۰
چوہدری اللہ دتہ صاحب	۲۰
میزان	۸۶۰

باقی احباب جو موجود تھے ان سب نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی دس یوم کی آمد اس غرض کے لئے دیں گے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ رقم دس اور پندرہ ہزار کے درمیان ہونی چاہیے میں نے اس وقت بھی احباب سے یہ کہا تھا اور اب بھی دہراتا ہوں کہ ایسے موقعے قوموں کی زندگی میں ہمیشہ نہیں آتے۔ ایک عظیم الشان مستقل فنڈ کی بنیاد ہے اور خدا کے اس فضل کے شکریے میں ہمیں یہ مالی قربانیاں کر کے اس کے مزید فضلوں کا مستحق اپنے آپ کو ثابت کرنا چاہیئے۔

یہ تحریک محض ایک الفاء کے طور پر میرے دل میں ڈالی گئی اور میرے لیکچر سے صرف چند منٹ پیشتر ہی ڈالی گئی اس لئے میں کسی دوست سے اس کے متعلق مشورہ بھی نہیں کر سکا مگر جس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرمایا اس سے صاف نظر آ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے دروازے کھل گئے ہیں اور تمام قلوب اللہ تعالیٰ کے اس فضل کو دیکھ کر اس کے آگے جھکے جا رہے تھے۔ میں امید کرتا ہوں کہ غیر حاضر احباب بھی اسی خوش دلی سے اس آواز پر لبیک کہیں گے۔ جس دوست یا عزیز کے نام جو رقم میں نے ڈالی تھی اس نے اس سے بھی بڑھ کر دینے پر خوشی ظاہر کی فجزاہم اللہ احسن الجزاء چنانچہ شیخ محمد حسین صاحب ٹھیکیدار فیروز پور نے اپنے نام کی رقم بجائے کر اسی وقت پانچ سو روپے کا چیک میرے حوالہ کیا جزاہ اللہ خیرا اور بھی بعض احباب نے اسی وقت اس رقم کو ادا کر دیا۔ باقی احباب جن کے نام پر رقوم مندرجہ بالا ہیں یا جو اپنی دس یوم کی آمد دیں گے ان سے درخواست ہے کہ وہ جنوری فروری مارچ تین ماہ کے اندر اندر ان رقوم کو ادا کر دیں اگر اخراجات زمین سے رقم بڑھ گئی تو اس کا بقیہ بنک میں محفوظ کر کے صرف کیا جائے گا۔ [illegible]

خطبہ جمعہ جلسہ سالانہ مؤرخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۰ء

حصول ترقی کے دو ذرائع

قل لعبادی الذین اٰمنوا یقیموا الصلوٰۃ الخ

میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں کہہ دو نماز کو قائم کریں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کریں چھپ کر بھی اور علانیہ بھی اس سے پیشتر کہ وہ دن آئے کہ جس میں کوئی بیع نہیں اور نہ کوئی دوستی اور سفارش کام آسکے گی۔

یہ پہلی آیت کا ترجمہ ہے جس میں دو چیزوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نماز اور خدا کے دیئے میں سے خرچ کرنا اس کے بعد انسان کے اوپر اپنے ظاہر انعامات کو گنا ہے۔ آسمان اور زمین کو پیدا کیا آسمان سے پانی اتارا۔ اس کے ذریعہ زمین سے پھل نکالے پھر تمہارے لئے کشتیاں مسخر کردیں۔ انکو تمہارے کام میں لگا دیا۔ دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کردیا۔ سورج اور چاند کو بھی مسخر کردیا ان کو بھی تمہارے کام میں لگا دیا۔ رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کردیا، یہ تو چند چیزیں ہیں جن کو ہم نے گنا ہے وہ تو اتنا بڑا صاحب فضل خدا ہے جو کچھ بھی تم مانگو وہ اس میں سے ضرور کچھ نہ کچھ تمہیں دیتا ہے جس چیز کا سائل انسان بنے یا اس کے حصول کے قوانین پر چلے وہ ضرور اسے مل جاتی ہے اور وہ نعمتیں ساری کی ساری جو ہم نے دیں کون ان کو گن سکتا ہے۔ ان تعدوا نعمت اللّٰہ لا تحصوھا اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے بیٹھو تو ہرگز تم انہیں گن نہیں سکتے۔ ان الانسان لظلوم کفار۔ انسان خود ہی ظالم اور ناشکرا ہے جو اپنے آپ کو گھاٹے میں رکھتا ہے۔

یہ ان آیات کا ترجمہ ہے جو میں نے پڑھی ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں جن کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے۔ ایک یقیموا الصلوٰۃ نماز قائم کرنا اور دوسرے اس مال کا خرچ کرنا جو انسان کو خدا نے دیا ہے۔ ان دو باتوں کی طرف خصوصیت سے توجہ کیوں دلائی درحقیقت اگر غور کرکے دیکھا جائے تو صرف یہی دو ذرائع ہیں جن سے اللہ تعالیٰ انسان کو بلندی مراتب عطا فرماتا اسے بہتر انسان بناتا اور ترقی کی منزل مقصود تک پہنچاتا ہے دو ہی ذرائع ہیں جن سے مذہب کی حقیقی غرض پوری ہوتی ہے مذہب کی غرض ہے انسان کو بہتر انسان بنانا بلند تر انسان بنانا قل لعبادی الذین اٰمنوا۔ ایمان تو دراصل اصول کے طور پر ہے۔ اصل ترقی کے ذرائع دو ہی ہیں۔ خدا کے آگے جھکنا اور جو خدا نے دیا ہے اسے خرچ کرنا۔ حصر ہے ان دو ذریعوں پر انسان کی تمام ترقیات کا۔ قرآن کریم کے شروع میں بھی انہی دو ذریعوں کا ذکر کیا ہے ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون۔ پہلے ایمان کا ذکر کیا جو بطور اصول کے ہے۔ عملی باتیں دو ہی ہیں۔ نماز قائم کرنا اور خدا کے دیئے میں سے خرچ کرنا آگے پھر ایمان ہی کا ذکر کیا ہے اور پھر فرمایا ہے اولئک علیٰ ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ یہی لوگ ہیں۔ جو خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ ترقیات کی انتہائی منازل پر پہنچتے ہیں۔ اس میں بھی صاف طور پر دو ہی ذرائع ترقی کے بتائے ہیں۔ ایمان کا بھی بے شک ذکر کیا لیکن ایمان تو ہے اصول کو دیکھ کر ایک رستہ اختیار کرلینا اس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچنے کے دو ہی ذرائع ہیں نماز کا قائم کرنا اور خدا کے دیئے میں سے خرچ کرنا۔

نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیّت

اس مجمع میں جو آپ دور دور سے چل کر آئے ہیں میرا فرض ہے کہ میں حق بات کہدوں اگر آپ کوئی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو خوب یاد رکھیں ان دو ذرائع نماز اور خرچ کرنے کے بغیر کوئی ترقی نہیں کرسکتے نہ اخلاقی نہ روحانی نہ دنیوی۔ دنیوی ترقی کے لئے بھی یہی دو ذریعے ہیں اور دینی کے لئے بھی۔ اگر تاریخ پر غور کرکے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ رجوع الی اللہ اور انفاق یہ دو سب سے بڑی طاقتیں ثابت ہوئی ہیں۔ وہ خدا کے بندے انبیاء اور اولیاء جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے مراتب عطا فرمائے ہیں وہ بھی ان دو ذریعوں پر ہی چل کر فائز المرام ہوئے ہیں۔ یہی دو بڑی طاقتیں ہیں اور ان کو کام میں لائے بغیر آپ کوئی ترقی نہیں کرسکتے۔ اگر کوئی شخص مذہب کی اصل غرض کو پانا چاہتا ہے تو ان دو کے سوائے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر آپ کی زندگی کا مطالعہ کرو تو یہی دو چیزیں وہاں بھی کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں وہ کونسی بات تھی جس سے آپ نے بیس سال کے عرصہ میں سارے عرب کی کایا پلٹ دی وہ نماز اور انفاق کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ وہ سب سے بڑا حربہ جس سے بڑی بڑی طاقتیں آپ کے سامنے جھک گئیں وہ نماز اور انفاق ہی کا حربہ تھا ان چیزوں کا باہم تعلق بھی بڑا ہے۔ صلوٰۃ ہے خالق کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا نام اور انفاق ہے مخلوق کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا نام۔ بے شک غور کرلو۔ دو ہی ذریعے ہیں ترقی کے ایک خدا کے ساتھ صحیح تعلق اور دوسرے مخلوق کے ساتھ صحیح تعلق۔ تمہارا خدا کی طرف جھکنا اس کی عبادت کرنا اس کی طرف رجوع کرنا یہ دراصل رجوع کرنا ہے اس کے اخلاق میں سے حصہ لینے کے لئے تخلقوا باخلاق اللّٰہ اگر کسی سے کچھ لینا چاہو تو بغیر تعلق کے آپ نہیں لے سکتے اور جتنا کسی سے زیادہ تعلق قائم کرتے ہو اتنا ہی ان چیزوں میں سے زیادہ حصہ لیتے ہو جو اس کے پاس ہوں۔ خدا سے تعلق پیدا کرکے تم اس کے حسن کو لیتے ہو اور مخلوق کے ساتھ تعلق قائم کرکے احسان کی صفت اپنے اندر لیتے ہو۔ دو ہی چیزیں ہیں حسن اور احسان جنکو انسان لینا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا ہے کہ جس چیز کو انسان حاصل کرنا چاہتا ہے بغیر کوشش کے اسے حاصل نہیں کرسکتا ان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ ان آیات میں بھی فرمایا ہے اٰتاکم من کل ما سالتموہ تم جو کچھ لینا چاہتے ہو آؤ خدا کی طرف اس سے مانگو وہ تمہیں دینے کے لئے تیار ہے

صراط المستقیم کو بار بار کیوں طلب کیا جاتا ہے

خود ہی دعا سکھائی اھدنا الصراط المستقیم۔ سیدھا رستہ دکھا صراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ معنے تو سیدھے ہیں مگر جانتے ہو بار بار دہرانا دن رات یہی کہتے جانا کیا معنے رکھتا ہے۔ دن میں چالیس پچاس مرتبہ جو یہ الفاظ کہلائے جاتے ہیں تو یہ بے مطلب نہیں غرض صرف یہ ہے کہ تمہارے اندر سچی تڑپ پیدا ہو کہ تم بھی ان لوگوں کی طرح محبوب بن جاؤ جن پر اللہ تعالےٰ کے انعامات ہوئے۔ انسان کے اندر اگر یہ خواہش سچے طور پر پیدا ہو جائے کہ وہ انبیاء اور اولیاء کے رستہ پر چلے تو وہ یقیناً چل پڑے گا۔ تمہارے دلوں کے اندر خواہش پیدا ہونا یہ غرض ہے نماز کی۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو لوگ ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں ہم انہیں اپنا رستہ دکھاتے ہیں۔ جب کبھی تمہارے دل میں خدا سے کچھ حاصل کرنے کی خواہش اور تڑپ پیدا ہو اس وقت وہ دے دیتا ہے۔ خدا اپنی نعمتوں کو بند کرکے نہیں رکھتا۔ لیکن جس طرح سے خدا کی طرف جھکنے اور اس سے کچھ حاصل کرنے کی تڑپ مشکل سے پیدا ہوتی ہے اسی طرح سے مال کو خرچ کرنے کی خواہش بھی انسان کے اندر مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔ مال کیساتھ انسان کو طبعی محبت ہے۔

خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا

اس لئے خدا جو چاہتا ہے کہ اس کی محبت جو سب محبتوں سے اعلیٰ ہے انسان کے اندر پیدا ہو۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کا مال دوسری مخلوق پر خرچ ہوتا رہے کیا خوبی دیکھتے ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے اندر! ان کے پاس بھی مال آتا تھا۔ لیکن وہ سمجھتے تھے کہ مال جو آتا وہ خدا کے رستے میں خرچ کرنے کے لئے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات دیکھو ہم تمہارے آزمائش کرتے رہیں گے کبھی خوف کے ذریعہ سے کبھی بھوک سے اور کبھی مال۔ جان اور پھلوں کا نقصان کرکے ان ذرائع سے ہم تمہارا امتحان لیتے رہیں گے۔ "وبشر الصابرین"۔ ایسے موقعوں پر صبر کرنیوالوں کیلئے خوشخبری ہے۔ یہ کیوں کہا۔ ایک شخص بیمار ہو جاتا ہے اس کا روپیہ بیماری پر صرف ہوجاتا ہے یا اور بہتیرے ذریعے ہیں جن سے انسان کا مال اس کے ہاتھ سے نکلتا رہتا ہے مگر یہ جبر کا لینا ہے یہ قضا و قدر کا رنگ ہے۔ جب ایسے موقعہ پر بھی فرماتا ہے وبشر الصابرین تو جب تم اپنی خوشی کے ساتھ اس کے رستہ میں خرچ کرو۔ تو کس قدر بشارت تمہارے لئے ہوگی۔ درحقیقت یہ تمہاری بہتری کا موجب ہے۔ نقصانات انسان کو پیش آتے ہی رہتے ہیں لیکن کوئی شخص ان نقصانات کی وجہ سے مر نہیں جاتا۔ میں نے تو نہیں دیکھا کہ کسی کے چوری ہو جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے مفلس ہوجاتا ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک شخص کے مال کو آگ لگ جاتی ہے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ بیٹھ گیا لیکن جلد ہی وہ پہلے سے بھی زیادہ خوشحال نظر آتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نشانات میں ہے اور غور کریئے کہ وہ مال جو تمہارے ہاتھوں سے زبردستی لیا جاتا ہے اس پر بھی خوشخبری دی ہے۔ تو جو تم خود دوگے اس پر کس قدر تمہیں فوائد حاصل ہوں گے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے اقسم باللّٰہ علیٰ ثلاث میں تین چیزوں کے لئے قسم اٹھاتا ہوں۔ ان میں سے ایک یہ ہے ما نقص مال من صدقۃ۔ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔

محبوب پر مال خرچ کرنیسے دل خوش ہوتا ہے

یہ آپ کو علم ہے کہ یہ موجودہ نظام چل نہیں سکتا بغیر اس کے کہ آپ اپنے مالوں کو قربان کریں۔ مجھے بار بار اس بارہ میں تحریک کرنی پڑتی ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر قرآن پڑھ کر تاریخ پر نظر ڈال کر کوئی اور ذریعہ نظر آجاتا تو میں یقیناً تمہیں اس کی تکلیف نہ دیتا۔ لیکن سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ تمہاری قوم کی ترقی کا نظر نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ میں ایک کشف لکھا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ میں تلاش ہو رہی ہے کہ کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو دین کو زندہ کرے تو ایک نے حضرت مسیح موعود کی طرف اشارہ کرکے کہا ھذا رجل یحب رسول اللہ یہ شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے آپ کو اس درجہ پر پہنچایا۔ کیا آپ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہے قاعدہ ہے کہ جس چیز کے ساتھ انسان کو محبت ہو اس کے اوپر مال خرچ کرنیسے دل نہیں دکھتا بلکہ اس پر خرچ کرکے دل خوش ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی محبت کیا ہے آپ پر جو حملے ہوتے ہیں۔ اگر ان کے جواب میں مال خرچ کرتے ہوئے آپ کا دل نہیں دکھتا تو تم رسول اللہ صلعم سے محبت کرتے ہو۔ خوب یاد رکھو کہ حقیقی خوشی تو اس بات کی ہوتی ہے۔ جس کی محبت انسان کے دل میں ہو اور اس پر خرچ کرنے سے انسان دریغ نہ کرے۔ دیکھو اگر تم فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو خدا کے رستے میں خرچ کرو من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلال۔ قبل اس کے کہ وہ دن آئے جب نہ کوئی بیع منظور ہوگی اور نہ دوستی اور سفارش انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے ہمارے ایک دوست چوہدری سلطان محمد صاحب بیرسٹر سیالکوٹ بالکل اچھے بھلے اور تندرست تھے۔ رات کو راہی عالم بقا ہو گئے۔ ایسا ہی ایک اور مخلص دوست چوہدری نظام الدین صاحب سکنہ لویری والا بھی فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انسان کچھ چیز نہیں ایک بلبلا ہے پانی کے اوپر کوئی پتہ نہیں کس وقت کوئی بلبلا پانی میں غائب ہو جائے۔ بہت ہی انسان کی زندگی بے ثبات چیز ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں مسجد میں کھڑا ہوں کہ خدا کے رستہ میں خرچ کرنا ہی تمہارے لئے مفید ہو سکتا ہے یہ ایک ہی ذریعہ ہے جس سے تم ترقی کر سکتے ہو

خدا کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال ضائع نہیں جاتا

سولہ سترہ سال سے تمہاری قوم کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو چکا ہے اگر کہو کہ اس کے معاوضہ میں کیا ملا تو اس کا اجر تو فی الحقیقت آخرت میں ہی ملنے والا ہے۔ اگر تمہارا ایمان ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی ہے تو یقیناً تمہارا مال ضائع نہیں گیا بلکہ بڑھ رہا ہے۔ جس شخص کے پندرہ سولہ سال سے دو چار روپیہ ماہوار بنک میں جمع ہوتے ہوں وہ آج کس قدر خوش ہوگا کہ وہ ایک خاصی رقم کا مالک بن گیا۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی ذہنیت آج یہ ہوگئی ہے کہ اگر سو روپیہ آمد ہے تو دو سو خرچ کرنا ہے۔ کم خرچ کرنے اور جمع کرنے کی عادت ان میں نہیں رہی۔ ورنہ انہیں معلوم ہوتا کہ اس سے کس قدر فائدہ اور خوشی انہیں حاصل ہوتی ہے اور اگر ایک شخص بنک کے اندر چند رُپے ماہوار پندرہ سولہ سال تک جمع کرکے خوشی حاصل کر سکتا ہے کہ وہ ایک بڑی رقم کا مالک ہو گیا تو جس کا روپیہ خدا کے بنک میں جمع ہوتا ہوا سے کس قدر خوشی حاصل ہونی چاہیئے کہ آخرت میں سے کتنے بڑے منافع کے ساتھ ملے گا۔

تو میں نے کہا تمہاری قوم کے لاکھوں رُپے خرچ ہو گئے اور شاید ان کے خرچ کی سب سے بڑی ذمہ داری مجھ پر ہے دینے والے کون ہیں اور خرچ کی ذمہ داری کس پر ہے لیکن کیا کیا جائے آپ نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔ آپ جانتے ہیں میں نے یہ منصب مانگ کر نہیں لیا مجھ سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور میں افسوس کرتا ہوں کہ خدا نے تم کو مجھ سے بہتر انسان دیا ہوتا تو وہ ان قربانیوں کے ذریعہ سے جو تم نے کی ہیں کسی بہتر مقام پر تمہیں پہنچاتا۔

ختم نبوت کو قائم رکھنے والی جماعت

مگر پھر بھی سب سے بڑا کام جو تم نے کیا وہ دو چار باتیں ہیں جن کو میں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو تمہاری قوم کی خصوصیات بن چکی ہیں اور تمہاری قوم کے بغیر وہ قائم نہیں رہ سکتیں۔ ان میں سے ایک ختم نبوت کا مسئلہ ہے آج ختم نبوت کو صحیح معنوں میں قائم کرنیوالے تم لوگ ہو۔ دوسرے لوگ باوجود اس کے کہ کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے قائل ہیں پھر بھی ایک نبی کے آنے کے قائل ہیں مسلمانوں کا عام اعتقاد یہی رہا ہے کہ ختم نبوت کے باوجود حضرت عیسیٰ جو نبی تھے دنیا میں آئیں گے۔ اس اعتقاد کو دور کرنے کے لئے ایک شخص اٹھا اور اس نے نہایت صفائی سے ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں نہ نیا نہ پرانا لیکن اس کے بعد اس کی قوم کا کتنا بڑا حصہ ہے جس نے پھر نبوت کا دروازہ چوپٹ کھول دیا اور اگر دوسرے لوگ ایک نبی کے آنے کے قائل تھے تو انہوں نے ہزاروں کے آنے کا اعلان کر دیا اس کے بالمقابل ایک تمہاری قوم ہے جس نے بڑے زور سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ختم نبوت ایک حقیقی چیز ہے اور یقیناً رسول اللہ صلعم کے بعد ایک بھی نبی آنیوالا نہیں گویا ختم نبوت کو آج صحیح معنوں میں قائم کرنے والے تم ہو۔ اس لئے ہم بڑے زور سے اپنے اعلانات اپنی تعلیمی خصوصیات میں یہ لکھتے ہیں کہ ختم نبوت کو صحیح معنوں میں اس جماعت نے قائم کیا ہے۔

تکفیر اہل قبلہ کو مٹانیوالی جماعت

دوسری بات کلمہ کو قائم کرنا ہے یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو صحیح معنوں میں قائم کرنیوالے بھی آپ ہی ہیں۔ کلمہ قائم تو پہلے بھی تھا لیکن اسلام میں ایسے علما پیدا ہو گئے جنہوں نے بعض باتوں کو ضروریات دین کا نام دیکر کلمہ کی قیمت کو قائم نہ رکھا حالانکہ بات صاف تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر ایک شخص مسلمان ہو جاتا ہے خواہ اس میں دوسری کمزوریاں کتنی ہی ہوں لیکن علما نے اس کا کوئی خیال نہ کیا اور اس بات پر زور دیا کہ جو شخص فلاں بات نہ مانے وہ بھی کافر اور جو فلاں نہ مانے وہ بھی کافر۔ اس کے بالمقابل ہمارے حضرت مسیح موعود اٹھے اور آپ نے بڑے زور سے اعلان کیا کہ جس شخص میں ۹۹ وجوہ کفر کی ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو وہ بھی مسلمان ہے اور کافر اسے نہیں کہا جا سکتا مگر دیکھئے آپکے پیروؤں میں سے جماعت پیدا ہوگئی جس نے کلمہ کو منسوخ قرار دیدیا۔ نبوت کا جھگڑا تو ہوتا ہی رہیگا کوئی مجھے یہ بتائے کہ اگر مسیح موعود پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا تو کلمہ کہاں باقی رہ گیا کیونکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے وہ غرض حاصل نہیں ہوتی جو تیرہ سو سال تک حاصل ہوتی ہے یعنی دائرہ اسلام کے اندر آجانا تو یہ دوسری خصوصیت ہے جو تمہاری جماعت نے قائم کی ہے کہ کلمہ کا قائل کافر نہیں ہو سکتا یہ ایک ٹکٹ ہے جس کو اپنے پاس رکھتے ہوئے کسی شخص کو دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا

تعلیم مسیح موعود کی حفاظت کرنیوالی جماعت

تیسری بات حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی حفاظت ہے یہ بھی اس چھوٹی سی قوم نے ہی کی ہے آپ جانتے ہیں مسیح موعود کی تعلیم۔ اگر قائم رہی تو اسلام کی حقیقی شکل قائم رہیگی جس کو دنیا میں پھیلانا آپ کا کام ہے۔ تو میں وہ مسیح موعود جس کے ہاتھ میں ہاتھ آپ نے دیا اس کے احسان کو تم یونہی مانو کہ اس کے کام کو تکمیل تک پہنچاؤ اس لئے میں تم سے بمنت التجا کرتا ہوں کہ مسیح موعود کی تعلیم کو مٹنے نہ دینا تمہاری جماعت کے اندر اگر زیادہ نہیں تو چار حصے اس وقت بمنزلہ اعضائے معطل ہیں اور صرف ایک پانچواں حصہ کام کر رہا ہے۔ یہ صحیح رستہ نہیں۔ اس سے تمہاری قوم کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ ساری جماعت اپنے فرائض کو سمجھ کر پورے طور پر کام میں لگ جائے کہ اس میں حقیقی فائدہ ہے اور مسیح موعود کی تعلیم کی حفاظت کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

تعلیمات قرآن کی اشاعت کرنیوالی جماعت

چوتھی بات دین کا صحیح علم ہے جو تم نے دنیا میں پھیلایا اور آج دین اسلام کی جو عزت تمہاری قوم سے وابستہ ہے وہ کسی دوسری قوم سے نہیں تم نے وہ لٹریچر پھیلایا ہے کہ غیر لوگ اس کے سامنے سر جھکے ہیں میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ ہمارے حضرت صاحب نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ قرآن کا ترجمہ اور تفسیر انگریزی میں ہو اور آگے لکھا ہے یہ کام مجھ سے ہوگا یا اس سے جو میری شاخ ہے آج ہمارے دوست شیخ محمد جان صاحب وزیرآبادی نے ایک اور بات دکھائی۔ اگر یہ نہ سمجھو کہ میں اپنے نفس کے لئے پیش کرتا ہوں تو غور کرنے کی بات ہے کہ تمہارا کام کس قدر مقبول ہے۔ براہین احمدیہ میں ایک کشف حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ میرے سامنے ایک کتاب لائی گئی اور مجھے کہا گیا کہ یہ وہ تفسیر ہے جو علی نے کی ہے اور وہ تفسیر اس نے مجھے دیدی۔ میں تو بسا اوقات حیران ہوتا ہوں کہ جن دنوں میں ترجمہ کرتا تھا تو بڑی زبردست تحریک بھی کہ اس کے بالمقابل اُردو ترجمہ بھی شائع ہو ایک کمیٹی بنائی گئی اور چندے بھی ہوئے اور پھر حضرت مولوی نورالدین صاحب کے پاس درخواست کی گئی کہ ہم اردو ترجمہ شائع کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک ہی ترجمہ ہماری جماعت سے شائع ہوگا اور وہ وہی ہوگا جو محمد علی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا

کہ اگر انگریزی ترجمہ سے سینکڑوں اور ہزاروں کو فائدہ ہوا ہے تو اردو سے اس سے کم لوگوں کو فائدہ نہیں ہوا۔ میرے سامنے لوگوں نے بیان کیا کہ اس ترجمہ سے ہمیں قرآن کا صحیح علم حاصل ہوا اور اسلام کی پورے طور پر سمجھ آئی۔

تمہاری جماعت میں بہت ہیں جنہوں نے اس علم کا درثہ پاکر اسے پھیلایا۔ مثلاً خواجہ کمال الدین صاحب۔ مولانا صدرالدین صاحب۔ مولانا یعقوب خاں صاحب۔ مولوی مصطفٰے خاں صاحب اور بھی بہت سے ہمارے دوست ہیں جو اس علم کو دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ اور اس سے دنیا کو بہت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ ان باتوں کو قائم رکھنے کے لئے تمہارا اس کو استحکام دینا نہایت ضروری ہے۔

نکتہ چینی کرنیوالے حضرات

یہ تو تمہارے کام ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی جو کچھ مجھ کو جماعت میں نقص نظر آئے اس کو بھی بیان کرتا ہوں آپ جانتے ہیں کہ ہم انسان ہیں فرشتے نہیں انسانوں سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں ایک دوسرے پر زیادتیاں بھی ہوجاتی ہیں لیکن یہ باتیں وہ نہیں کہ ان کو تم پھیلاؤ۔ یا تمہاری ہمتیں پست ہو جائیں یہ بیٹھنا کہ ووکنگ مشن کا جھگڑا یوں ہے اور فلاں عہدیداریوں کرتا ہے۔ بالکل صحیح طریق نہیں۔ اگر کچھ ہو سکتا ہے تو آپ خدمت کیجئے اگر کسی کے اندر کوئی غلطی نظر آئے تو اس کو لاکر کونسل میں پیش کیجئے۔ اعتراض کے معنے ہیں سامنے لانا جو پیٹھ کے پیچھے بیان ہوتا ہے وہ غیبت ہے۔ اعتراض تو در اصل قوم کو بنانے کا موجب ہوتا ہے۔ اس لئے اگر اعتراض ہے تو اس کو لاکر پیش کرو۔ اگر کہو کہ ہمیں لحاظ آجاتا ہے تو جس بات کو تم منہ پر بیان نہیں کر سکتے اس کا ذکر کیوں کرتے ہو۔ فی الحقیقت تمہاری قومی تعمیر پر یہ ایک کلہاڑا کا کام دیتا ہے کہ تم ایسی باتوں کو پھیلاؤ۔ اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ اگر کوئی غلطی دیکھتے ہو تو آؤ اپنی برادری میں پیش کرو۔ ہم بھائی ہیں میں اپنے لئے تم سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں لیتا۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ ہماری ناتوانی اور کمزوری کو دیکھ کر ان باتوں کو ترک کر دو۔ اگر جھگڑے دیکھتے ہو تو کیا پہلے جھگڑے نہیں ہوئے؟ اگر جھگڑے دیکھ کر چھوڑتے ہو تو یہ ہوا وحرص ہو گئی۔ تم لوگ جنہوں نے ہزاروں اور لاکھوں خرچ کر دیئے کیا ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو دیکھ کر پیچھے ہٹ سکتے ہو آؤ ہاتھ اٹھا کر دعا کر لو:۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تبلیغی خدمات کا اعتراف

مخدوم مکرم معظم جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ

السَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آج ہم مسلمانان سامانہ اس قابل ہیں کہ جناب والا کی خدمت بابرکت میں مبارکباد عرض کرتے ہوئے یہ مژدہ روح افزا سنادیں کہ جناب والا نے ہم خاکساران کی بہت دیرینہ تمناؤں اور آرزوؤں کو بار آور فرماتے ہوئے مولانا مولوی عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری و شیخ بشیر احمد صاحب نومسلم کو بموقعہ جلسۂ اسلامیہ سامانہ ۲۳-۲۴-۲۵ نومبر ۱۹۳۰ء اجازت شمولیت مرحمت فرماکر جملہ اہل اسلام کی روح کو تازگی بخشی۔ منجملہ ان مسرت بخش و روح پرور تقاریر کے جو ہر سہ بزرگان نے فرمائیں۔ ایک مناظرہ بھی آریہ سماج سامانہ سے ہوا جس میں خداوند تعالیٰ نے محض اپنے فضل و احسان سے اسلام اور قرآن پاک کی عظمت کا سکہ اہل اسلام کے دلوں پر بالخصوص اور عام لوگوں کے دلوں پر بالعموم بٹھا دیا اور ایسی شاندار اور نمایاں فتح ہوئی کہ ایک عرصہ تک وہ مناظرہ روح افزا آنکھوں کے سامنے رہے گا۔ خداوند کریم نے اس کامیابی اور فتح مندی کا سہرا پہلوان اسلام جناب مرزا مظفر بیگ صاحب مسلم مشنری کے سر باندھا۔

مرزا صاحب موصوف کے دلائل و براہین اس قدر معقول اور زبردست اور ایسے اچھوتے طریق کے تھے کہ آریہ مناظر باوجود کہنہ مشق ہونے کے تمام دم خم بھول گیا اور آخر میں ایسا مبہوت اور پریشان ہوا کہ اس کی زبان نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور لکنت پیدا ہونے کے سبب کہتا کچھ تھا اور زبان سے کچھ نکلتا تھا۔ وید کی صداقت پر مناظرہ کرتے کرتے خود بھی بید سے ثمر کی طرح لرزنے لگا۔ غرضیکہ سناتنی پنڈتوں نے بھی اس بات کو مان لیا کہ آریہ مناظر کو اسلامی مناظر کے مقابلہ میں سخت ندامت اور ذلت اٹھانی پڑی بلکہ چند آریہ سماجی ممبران نے بھی اپنی ذلت کا اظہار کیا۔ غرض جس شان اور خوبی سے یہ مناظرہ ہوا وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ سامانہ میں اس سے قبل کبھی کوئی ایسا شاندار معرکۃ الآرا مناظرہ نہ ہوا تھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ اللھم زد فزد

آپ اور آپ کے ہم خیال جس قدر خدمت اسلام کر رہے ہیں وہ واقعی قابل تحسین اور قابل تقلید ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ان نیک ارادوں میں مدام کامیاب فرمادے اور آپ کی ان تمام کوششوں کو جو ترقی اسلام کے لئے کر رہے ہیں بار آور فرمادے۔ آمین ثم آمین والسلام

مکرر آنکہ ہم نہایت شرمندہ ہیں کہ آپ کے مبلغین کی خدمت جیسا کہ حق تھا ادا نہ کر سکے جس کا ہمیں نہایت ہی افسوس اور رنج ہے۔ امید ہے کہ جناب بھی مبلغان ممدوح کو بعض وجوہ سے معذور سمجھ کر معاف فرمادیں گے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سال اگر زندگی نے وفا کی خداداد توفیق کے موافق حق خدمت ادا کریں گے۔ نیز بعد ملاحظہ اصل ہذا کو اخبار پیغام صلح میں شائع فرمادیا جائے۔ والسلام

سید محمد رضا رضوی۔ سید باقر حسین زیدی سامانہ۔ محمد اسلم سید تصدق حسین سیکرٹری انجمن حسینیہ۔ حکیم و لبر حسین۔ سید تسلیم حسین۔ سید سرور حسین سامانہ۔ غفار داد خاں انچارج شفاخانہ پرائیویٹ سامانہ۔ مرزا الیاس بیگ پوسٹماسٹر سامانہ۔ سید امیر حیدر ذیلدار سامانہ۔ ملک فضل محمد خاں پنشنر سابق تحصیلدار ساکن تلونڈی ملک۔ سید کاظم حسین۔ اختر حسین منشی خاں بندر شین ٹیچر سٹیٹ ہائی سکول سامانہ۔ محمد رمضان بی۔ اے۔ ایس۔ اے۔ این۔ عبداللطیف خاں راجپوت۔ سردار محمد بیگ کپتان پنشنر۔ سید اقبال حسین نمبردار عبدالعزیز۔ سید سجاد حسین جوائنٹ سکرٹری انجمن حسینیہ سامانہ۔ سید محمد حسین بخاری۔ لائق حسین۔ حافظ شیخ احمد حسین اہلمد سابق۔ عبدالحمید۔ محمد اتفاق خاں۔ خان محمد اشرف خاں۔ گڑھی نذیر متصل سامانہ۔ سرفراز حسین محرر دفتر چونگی سامانہ۔ خدا بخش۔ شیخ نتھو شوز مرچنٹ۔ محمد اسحٰق خاں محرر چونگی سامانہ۔ شیخ محمد حنیف۔ محمد حسین۔ قادر بخش ساکن ماجری۔ محمد علی شاہ تار بابو خان محمد اکبر خاں گڑھی نظر

جلسہ سالانہ کی وصولیاں

خریداران پیغام صلح کے خاص توجہ کے قابل

۱۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں جن احباب نے دفتر پیغام صلح میں باخذ رسید چندہ ادا فرمایا ان کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ کسی صاحب کا نام رہ گیا ہو یا رقم کم و بیش ہو تو فوراً منیجر اخبار کو اطلاع دی جائے۔ اس قسم کی تمام اطلاعات ۲۰ر جنوری ۱۹۳۱ء تک آجانی چاہئیں۔ بعد میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔

۲۔ جن اصحاب نے دفتر محاسب میں پیغام صلح کا چندہ ادا فرمایا ہے وہ اس فہرست کے علاوہ ہیں۔ ان کو دفتر محاسب کی طرف سے رسید ملے گی۔ اگر ان کو وہاں سے رسید نہ ملے وہ بھی ازراہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیں۔ تحقیقات کے بعد جواب دیا جائے گا۔

۳۔ جلسہ سالانہ پر بہت کم اصحاب نے چندہ اور بقایا ادا فرمایا۔ ان کے علاوہ جن اصحاب کا چندہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں ختم ہو چکا ہے یا جنوری ۱۹۳۱ء میں ختم ہوتا ہے ان کو وی۔ پی کئے جارہے ہیں ازراہ کرم ان کو وصول فرماکر اپنے اخلاقی و قومی فرض سے سبکدوش ہوں۔

۴۔ جلسہ کے ایام میں جن اصحاب نے اپنی شکایات نوٹ کرائی تھیں وہ سب رفع کر دی گئی ہیں ان میں اگر کسی صاحب کو بدستور شکایت ہو تو وہ بھی بواپسی اطلاع دیں۔

۵۔ جلسہ کے ایام میں وصول شدہ ڈاک کی تعمیل کر دی گئی ہے۔ اگر کسی صاحب کے ارشاد کی تعمیل اب تک نہیں ہو سکی تو وہ بھی جلد مطلع فرمائیں۔ جلسہ کی وجہ سے دفتر اپنی عمارت سے جلسہ گاہ کے قریب عارضی طور پر منتقل ہو گیا تھا ممکن ہے کہ کسی پوسٹ مین کی غلطی سے کوئی خط ادھر ادھر ہو گیا ہو۔

نوٹ ۔ خط و کتابت میں چٹ نمبر کا حوالہ لازمی چیز ہے۔

خاکسار منیجر

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جن احباب نے اخبار پیغام صلح کا چندہ ادا کیا ہے ان کی فہرست آئندہ اشاعت میں شائع ہوگی۔

منیجر

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعات مندرجہ اناجیل پر ناقدانہ نظر

زمانہ حال کے ایک نہایت مشہور اور بلند پایہ مؤرخ نے کتنے پتہ کی بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں "فلسفہ تاریخ کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑ جاتے ہیں اسی قدر اُن کی صحت زیادہ مشتبہ ہو جاتی ہے۔ دلوار قہقہ، چاہِ بابل، آبِ حیواں، مارِ ضحاک، جامِ جم سے بڑھ کر کس واقعہ نے شہرت عام کی سند حاصل کی ہے لیکن کیا ان میں سے ایک بھی اصلیت سے کچھ علاقہ رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کے منظر پر آجاتے ہیں پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاصہ انسانی ہے شہرت عام کی بنا پر لوگ اس پر یقین کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو تنقید یا تحقیق کا خیال تک نہیں آتا یہاں تک کہ وہ رفتہ رفتہ مسلمات عام میں داخل ہو جاتے ہیں"۔

بعینہٖ یہی حال واقعہ صلیب مسیح علیہ السلام کا ہے۔

ہم نے تنقیدی رنگ میں دیکھنا ہے کہ اس واقعہ کی اصلیت کیا ہے۔ اس معاملہ میں درایت اور روایت کی رو سے یہاں تک تو ہماری راہبری ہوتی ہے کہ فی الواقعہ حضرت ممدوح کو یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ یہودیوں کے استغاثہ کے بموجب معہ گورنمنٹ کے حکم سے ضرور صلیب پر کھینچے گئے۔ اس بات کی تائید نہ صرف انجیلوں کے بیان سے ہوتی ہے بلکہ یہودیوں اور رومیوں کی تاریخیں بھی اس واقعہ کی شاہد ہیں پس اتنا بڑا اور اہم واقعہ جو تین مختلف العقائد اور عظیم الشان اقوام کی تاریخ میں مندرج ہے اس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا۔ جہاں تک صحیح تاریخ سے اس واقعہ کا تعلق ہے ہم اس کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس سے اگلا قصہ یعنی یہ کہ مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان بھی دے دی تھی، بوجوہات و دلائل ہم قبول نہیں کرتے اور جو شخص بھی محققانہ طور پر ان حالات کو پرکھے گا وہ یقیناً ہماری رائے سے متفق ہوگا قبل اس کے کہ ہم واقعات پر غور کریں سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس مقدمہ میں فیصلہ پر پہنچانے کے لئے ہمارے سامنے شہادت کس پایہ کی ہے سو اس کے متعلق دو قسم کی شہادتوں پر غور ہونا چاہیئے۔ اوّل بائیبل کی الہامی حیثیت۔ دوئم امر واقعہ کی شہادت مندرجہ اناجیل۔ قسم اول کی نسبت کتاب استثنا باب ۳۴ آیت ۵-۶ میں حضرت موسیٰ پر وحی ہوتی ہے "سو خدا کا بندہ موسیٰ خداوند کے حکم کے مطابق موآب کی سرزمین میں مرگیا اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغفور کے مقابل گاڑا پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا"۔

معلوم نہیں ہوتا کہ بعد مرگ موسیٰ پر یہ الہام کس طرح ہوا اور پھر کس طرح موسیٰ نے اپنی کتاب میں یہ الہام درج کیا اس سے کتاب کی الہامی حیثیت کا پتہ لگ سکتا ہے۔

دوم۔ کتاب یرمیاہ نبی باب ۳۶ آیت ۳۲ میں لکھا ہے "تب یرمیاہ نے دوسرا طومار لیکے باروک بن نیریاہ مسافر کو دیا اور اس نے اس کتاب کی ساری باتیں جسے یہوداہ کے بادشاہ نے آگ میں جلایا تھا۔ یرمیاہ کے منہ سے اس میں لکھیں اور ان کے سوا ویسے ہی بہت سی باتیں اس میں ملائیں۔

یہ تو پرانے عہدنامہ کا حال ہے اب ایک دو حوالے نئے عہدنامہ سے عرض کرتا ہوں۔ لوقا کی انجیل اس طرح پر شروع ہوتی ہے ۱/۱

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقعہ ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے انہیں ہم کو پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیوفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کرکے انہیں تیرے لئے ترتیب سے لکھوں"

مطلب اس عبارت کا صاف ہے۔ لوقا کہتا ہے چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقعہ ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ کمر باندھنے سے مطلب یہ ہے کہ الہام سے نہیں بلکہ اپنی محنت اور کوشش سے انجیل کا سلسلہ تالیف و تصنیف عمل میں آیا ہے اور جس طرح دیگر انجیل نویسوں نے اپنی اپنی کوششوں سے نہ الہام سے اناجیل مرتب کیں ٹھیک اسی نہج پر لوقا نے دریافت کرکے اپنی اس کتاب کو لکھا۔ ناظرین لوقا کے اس بیان سے اندازہ لگائیں کہ اناجیل کا الہامی پایہ کس رتبہ کا ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی واضح تر پولوس رسول (۱) کرنتھیوں باب ۷ آیت ۲۵ میں ارشاد فرماتے ہیں

"کنواریوں کے حق میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں۔ لیکن دیانت دار ہونے کے لئے جیسا کہ خداوند کی طرف سے مجھ پر رحم ہوا اس کے موافق اپنی رائے دیتا ہوں"۔ اس سے آگے الہام الٰہی سے نہیں بلکہ اپنی رائے لکھی ہے۔

پس اس قسم کے الفاظ سے کہ "میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں اپنی رائے دیتا ہوں"۔ اس سے الہامی کتاب کی کیا وقعت اور حیثیت رہ جاتی ہے۔ ناظرین خود اندازہ لگائیں۔ دوسری قسم کی شہادت کی نسبت ہم نے دیکھنا ہے کہ اناجیل نے نتیجہ صلیب کے متعلق چشم دید شہادت کون سی پیش کی ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق متی باب ۲۶ آیت ۵۶ مرقس باب ۱۴ آیت ۵۰ میں ہے کہ بوقعہ گرفتاری سارے شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور لوقا باب ۲۳ آیت ۴۸ میں ہے اور جتنے لوگ اس نظارے کو دیکھنے کے لئے آئے تھے لوٹ گئے۔ یہاں تک کہ بوقعہ صلیب مسیحؑ نے اپنی ماں کو بھی ایک شاگرد کے سپرد کردیا۔ جو لکھا ہے کہ اس کو اسی وقت لیکر چلا گیا یوحنا $\frac{19}{27}$۔

یہی وجہ ہے کہ جب میں نے دیکھا کہ صلیب پر کھینچے جا چکنے کے بعد شاگردوں کی کوئی چشم دید شہادت آئندہ واقعہ کے متعلق نہیں ہے۔ اور الہامی شہادت اور حیثیت کی طرف بھی میں نے اوپر حوالہ درج کئے ہیں۔ ان حالات نے مجھے مجبور کیا کہ میں مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعات مندرجہ اناجیل پر اور ان سے جو نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے اس پر ناقدانہ نظر ڈالوں۔

(باقی دارد)

بقیہ صفحہ ۳

میں نے جو رقوم ایک ہزار اور پانچ سو کی لکھی ہیں۔ وہ فہرست مکمل نہیں۔ صرف یادداشت سے کام لے کر ایک فوری فہرست بنائی تھی۔ مجھے امید ہے کہ دیگر احباب میں سے بعض اصحاب اس کار خیر میں سبقت کرکے اپنی دس یوم کی آمد سے زیادہ رقم عطا فرمائیں گے۔ اگر اس وقت ہمارے احباب تھوڑی سی ہمت سے کام لیں تو انجمن کی کل مشکلات مالی دور ہوسکتی ہیں۔ معاونین انجمن سے بھی یہی التماس ہے کہ وہ اس انجمن کی جس کا اشاعت اسلام کا کام دنیا کے کناروں تک پہنچا ہوا ہے بنیادیں مضبوط کرنے کے لئے امداد فرمائیں۔

میں انجمن میں بھی یہ تجویز پیش کر رہا ہوں کہ بیس ہزار کے اس مستقل سرمائے کے ساتھ اراضی اکاڑہ کا کام شروع کرکے اس کی آمد و اخراجات کو بالکل الگ رکھا جائے جیسے کہ مستقل فنڈ کی صورت ہوتی ہے اور یہ روپیہ انجمن کی معمولی ضروریات پر خرچ نہ ہو مجھے یقین ہے کہ جو احباب اس کار خیر میں سبقت فرمائیں گے۔ ان کے دل آج سے پندرہ بیس سال بعد اس راحت کے ساتھ لبریز ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ذریعہ سے اس انجمن کے کام کو کس قدر مستحکم کردیا ہے۔

محمد علی

نادر موقع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام و دیگر بزرگان سلسلہ کی تصنیفات

میں

حیرت انگیز رعایت

صرف ایک ماہ کیلئے
از ۱۵ دسمبر ۱۹۳۰ء
تا ۱۵ جنوری ۱۹۳۱ء

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول اعلیٰ کاغذ جو براہین احمدیہ کے ہر چار حصص پر مشتمل ہے	عہ	۱۲عہ
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول ادنیٰ کاغذ	۱۲عہ	۱۵ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتب سرمہ چشم آریہ، شحنۂ حق، ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے۔	عار	عہر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم جو تین کتب فتح الاسلام، توضیح المرام اور ازالہ اوہام ہر دو حصص پر مشتمل ہے۔	عار	۱۲ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم جو چار کتب الحق مباحثہ لدھیانہ، الحق مباحثہ دہلی، آسمانی فیصلہ، نشان آسمانی پر مشتمل ہے۔	۱۲ر	۱۲ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد پنجم جو پانچ کتب آئینہ کمالات اسلام، برکات الدعا، جنگ مقدس، حجۃ الاسلام، سچائی کا اظہار پر مشتمل ہے۔	۱۲ر	۱۲ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ششم جو سات عربی کتب، تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، حمامۃ البشریٰ، نور الحق حصہ اول، نور الحق حصہ دوم، اتمام حجت اور سر الخلافت پر مشتمل ہے۔ قیمت	۱۲ر	۱۲ر
ملفوظات احمدیہ جلد اول حضرت صاحب کی تقاریر کا مجموعہ، قیمت	عہر	عہر
حمامۃ البشریٰ	عہر	۸ر
کرامات الصادقین	۱۲ر	۶ر
آسمانی فیصلہ	۵ر	۲ر
اتمام حجت	۴ر	۲ر
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب	۶ر	۳ر
درثمین۔ حضرت مسیح موعود کی اردو اور فارسی نظموں کا مجموعہ۔	۱۱ر	۸ر
الحق مباحثہ لدھیانہ	۱۳ر	۴ر

بیان القرآن

یعنی

اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن (نصف قیمت پر)

تالیف۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ

اس تفسیر میں ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کیگئی ہے۔ موجودہ زمانہ کی بہترین تفسیر ہے۔ جس کے متعلق بڑے بڑے لوگوں نے بہت عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا ہے ضخامت ۲۹×۲۲ کے دو ہزار صفحات علاوہ فہرست مضامین و انڈکس تین جلدوں میں۔ اصل قیمت مجلد بیس روپیہ (۲۰) رعایتی قیمت دس روپیہ (۱۰)
" مجلد پچیس روپیہ (۲۵) " " (۱۵) روپیہ

حمائل شریف مترجم معہ حواشی

مترجمہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر مختصر تفسیری نوٹ درج ہیں تفسیر بیان القرآن کا مختصر ایڈیشن ضخامت ۲۰×۳۰/۱۶ ایک ہزار صفحات اصل قیمت مجلد سفید ولایتی کاغذ للعہ رعایتی ۸ر۔ حنائی مصری کاغذ اصل قیمت مجلد للعہ رعایتی تین روپیہ دس آنہ

عقائد احمدیہ

مصنفہ سید مدثر شاہ صاحب

حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا اور محمودیوں کے غلط عقائد کی تردید کیگئی ہے

اصل قیمت عہر - رعایتی قیمت عہر

النبوت فی الاسلام

نبوت، رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت پر ختم ہوگئی۔

اصل قیمت عار - رعایتی قیمت عہر

محمد اینڈ کرائسٹ انگریزی

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور معجزات پر مدلل کتاب۔

اصل قیمت عہر - رعایتی ۱۲ر

حمائل مطبوعہ جرمنی

نہایت بینظیر حمائل شریف جو جرمنی میں طبع کرائی گئی ہے کاغذ اور جلد نہایت خوبصورت۔ حفاظ کلام اللہ کیلئے عجیب تحفہ ہے

اصل قیمت عار - رعایتی عہر

اسلامی اصول کی فلاسفی

پانچ معرکۃ الآراء مذہبی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے

اصل قیمت - - ۱۲ر
رعایتی - - ۸ر

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
الحق مباحثہ دہلی	عہ	۶ر
حجۃ الاسلام	۴ر	۲ر
سر الخلافت	۸ر	۴ر
جنگ مقدس	۱۲ر	۸ر
شحنۂ حق	۸ر	۴ر
نور الحق حصہ اول	عہر	۸ر
" حصہ دوم	۸ر	۴ر
برکات الدعا	۴ر	۲ر
القول المجید	۸ر	۲ر
اعلام الناس	۵ر	۲ر
اعجاز القرآن	۱ر	۰ر
عصمت انبیاء	۹ر	۳ر
غلامی	۴ر	۲ر
الوصیت	۲ر	۱ر
الطبی	[illegible]	[illegible]
سراج الوہاج	۴ر	۱ر
اظہار النصائح	۵ر	۱ر
القول المبین	۲ر	[illegible]
ستہ ضروریہ مباحثہ رامپوری	۳ر	۱ر
تبلیغ الحق علیٰ عبد الحق	۱۰ر	۵ر
رسالہ نماز	۸ر	۴ر
" روزہ	۴ر	۲ر
" زکوٰۃ	۳ر	۱ر
" تربیت اولاد	۵ر	۲ر
مرآۃ الحقیقت	۵ر	۲ر
نکات القرآن حصہ سوم	۱۰ر	۲ر
" " چہارم	۸ر	۲ر
آیت اللہ	۳ر	۱ر
احمد مجتبیٰ	۴ر	۱ر
حدوث مادہ	۵ر	۲ر
حقیقت اختلاف	۵ر	۲ر
شناخت مامورین	۳ر	۱ر
رسالہ نجات	۱ر	[illegible]

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
ویدوں کا بہشت	۸ر	۴ر
مسئلہ بہشت	۲ر	۱ر
مسئلہ تقدیر	۷ر	۲ر
اسماء الٰہیہ	۷ر	۲ر
احمدیہ مومنٹ	۱۰ر	۵ر
النبوت فی الاسلام انگریزی	عہ	۲ر

یجر وید

یجر وید کے بیس ابتدائی ادھیاؤں کا مستند ترجمہ

اصل قیمت - - - عہر
رعایتی - - - ۱۰ر

جمع قرآن

اسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب آیات رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق ہوئی اور جو اعتراضات قرآن پاک کی جمع اور ترتیب کے متعلق ہوئے ہیں انکی تردید کی گئی ہے۔ اصل قیمت ۱۲ر - رعایتی - ۸ر

مسیح موعود

سلسلہ عالیہ احمدیہ پر مفصل بحث کیگئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنیوالے کیلئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

اصل قیمت عہر - - - - رعایتی ۱۲ر

عسل مصفّٰی ہر دو حصص

حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعویٰ مجددیت پر مفصل بحث ہے

اصل قیمت للعہ - رعایتی عہ

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
فتح اسلام انگریزی	عہ	۳ر
بیان القرآن پارہ اول تا ہفتم فی		۴ر
الہدیٰ اول تا ہفتم		۴ر
رباعیات حامد	۳ر	رعایتی -
اسلام اور دیگر مذاہب	۲ر	-

مطلب کا پتہ

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

تمام آرڈر ۱۵ جنوری ۱۹۳۱ء تک بھیجنے چاہئیں۔ اس کے بعد کے آرڈر اس رعایت کے ماتحت نہ آسکیں گے۔ تعمیل آرڈر قیمت طلب پارسل یا پیشگی روپیہ آنے پر کی جائیگی۔ فرمائش کے ہمراہ ہدایت بھی ضروری

ہے کہ پارسل بذریعہ ریل بھیجا جائے یا ڈاک خانہ۔ اول الذکر صورت میں قیمت کا کچھ حصہ پیشگی آنا چاہئے۔ محصول ڈاک و دیگر مصارف ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوں گے۔

ہماری تبلیغی ڈاک

جرمنی میں اشاعت اسلام

پروفیسر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن تحریر فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے برلن مسجد میں اسلامی لکچروں کا سلسلہ بڑی کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔ بعض وقت حاضرین کی تعداد اس قدر زیادہ ہو جاتی ہے کہ قلت گنجائش کی وجہ سے اسے معین کرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک لیکچر کے بعد اعتراضات کا موقعہ دیا جاتا ہے اور حتی الوسع معترض کی تسلی کی جاتی ہے۔ گذشتہ ایام میں دو لیکچر اسلام اور جنگ پر ہو چکے ہیں۔ گذشتہ دو سال کے تجربہ سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ پادریوں کے اسلام کے خلاف پروپگنڈے سے اور بعض کم فہم مسلمانوں کے غلط خیالات کی وجہ سے ان لوگوں کے دماغوں میں سے ذیل کے اعتراضات نکلتے رہتے ہیں۔ اوّل مرد اور عورت کے تعلقات کے بارہ میں۔ یعنی شادی۔ بیاہ۔ ورثہ۔ طلاق پردہ کاروباری۔ دنیا میں عورت کا حصہ لینا۔ بچوں کی پرورش۔ لونڈیوں کا رکھنا۔ دوم۔ اسلام اور جنگ کے بارہ میں یعنی اسلام نے جنگ کی کن صورتوں میں اجازت دی۔ قیدیوں اور غلاموں سے سلوک۔ معاہدات کی پابندی۔ جہاد فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے۔ مرتد کی سزا وغیرہ۔ گذشتہ سال چند لکچروں میں اعتراض اوّل کے ہر پہلو پر اسلامی نکتہ خیال سے روشنی ڈالی گئی۔ اعتراض دوم کو اب لکچروں میں بیان کیا جا رہا ہے۔ چونکہ مخالف پروپگنڈہ کے باعث ان کے دماغوں میں ایسے اعتراضات قریباً راسخ ہو چکے ہیں۔ اس لئے عموماً ہر لکچر کے بعد بعض لوگ سوال کر دیتے ہیں کہ اسلام نے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور قرآن میں لکھا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کو جہاں پاؤ۔ قتل کردو۔ اور اگر کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کا سر اڑوا دو۔ وغیرہ وغیرہ ایسے سوالات کے جوابات تو فوراً دیئے جاتے ہیں لیکن ان مضامین پر وضاحت سے روشنی ڈالنی نہایت ضروری تھی۔ اس لئے گذشتہ ماہ سے ان مضامین پر لکچروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ لکچر اول میں جنگ کے متعلق تعلیم قرآن کو پیش کیا گیا اور ثابت کیا گیا کہ اسلام نے کبھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ جب تک کہ دشمن پہلے حملہ آور نہ ہو۔ حضرت نبی کریمؐ اور آپ کے صحابہ کی تمام جنگیں دفاعی تھیں۔ پھر جہاد فی سبیل اللہ اور جہاد کبیر کے معانی پر روشنی ڈالی گئی۔ اور معاہدات کی پابندی اور مرتد کے متعلق احکام اسلامی کی وضاحت کی گئی اور حضرت نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ سے ثابت کیا گیا کہ آپ نے دین ترک کرنے کی وجہ سے کبھی کسی کو قتل نہیں کیا۔ ہاں جو لوگ مسلمانوں سے نکل کر دشمن سے جا ملتے چلے جاتے اور اسلام کے خلاف جنگ کرتے پکڑے جاتے ایسے لوگ بطور باغی کے سزا پاتے اور یہ ہر ایک متمدن سلطنت کے قوانین میں داخل ہے پھر اسلام اور جزیہ کے مسئلہ کو حل کیا گیا اور لکچر کے اخیر پر اجازت دی گئی کہ جسے شک ہو وہ مضمون زیر بحث پر اعتراض کر سکتا ہے۔ لیکن کسی شخص کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوئی۔ اور اگر کسی نے کہا تو یہ کہ اس نے ایسا سنا ہوا یا پڑھا ہوا تھا یا یہ کہ اگر اسلام کی حقیقی تعلیم وہی ہے جو لکچر میں بیان کی گئی ہے تو حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہؓ و مسلمان بادشاہوں نے کیوں ایسی جنگیں کیں جو تعلیم اسلام کے خلاف تھیں۔ ان اعتراضات کا یہ جواب دیا گیا کہ حضرت نبی کریم صلعم نے کوئی ایسی جنگ نہیں کی جو اندفاعی نہ ہو۔ یہی حال صحابہؓ کی جنگوں کا تھا۔ دوسرے لکچر میں حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہؓ کی جنگوں کا سلسلہ شروع کیا گیا جنگ بدر اور ابو سفیان کے قافلہ کے ساتھ جنگ پر اعتراض کیا گیا۔ جس کا مختصر اور مدلل جواب دیا گیا۔ اور تفصیل کے لئے آئندہ لکچر کا اشارہ کیا گیا۔ چنانچہ تیسرے لکچر میں جنگ بدر کی وجوہات اور ابو سفیان کے قافلہ کے ساتھ جنگ کے واقعات کو تفصیلاً بیان کیا گیا اور مزید اعتراضات کی اجازت دی گئی لیکن کسی کو اعتراض کی جرأت نہ کی۔ ایک نے یہ اعتراض کیا کہ بعد کے زمانے میں مسلمانوں نے جارحانہ جنگیں کیں۔ جواب دیا گیا کہ اسلام زید بکر کے افعال کا ذمہ دار نہیں وہ اپنی تعلیم کا خود ذمہ دار ہے۔ یا وہ شخص یعنی حضرت نبی کریم صلعم جو اس تعلیم کو لایا اور ہم انہیں باتوں کے جوابات دینے کے ذمہ دار ہیں دوسرے لوگوں کی شخصی کارروائیوں کا اسلام ذمہ دار نہیں ان اعتراضات کے علاوہ دیگر عام سوالات یہ ہیں جو یورپین پبلک کرتی ہے۔ قرآن وانا جیل کی تعلیم۔ آنحضرت صلعم و حضرت مسیح کا مقابلہ۔ قسمت اور اسلام۔ غلامی اور اسلام وغیرہ۔ اس لئے ضرورت ہے کہ یورپ کی مختلف زبانوں میں اسلام کی طرف سے ان مضامین پر کتابیں لکھ کر عام طور پر شائع کی جائیں۔ لیکن یہ کام سرمایہ چاہتا ہے اگر اہل دل اور متمول مسلمان ذرہ سی توجہ سے کام لیں تو نہایت مفید لٹریچر تیار ہو سکتا ہے۔ اور یہ ان کے لئے بطور صدقہ جاریہ کام دے گا۔ مسلمان اگر اپنی بنیادی عزتوں اور ناموسوں پر حضرت نبی کریم صلعم اور اسلام کی عزت کو مقدم کر لیں تو ان کاموں کے لئے سرمایہ پیدا ہو جانا کوئی مشکل امر نہیں۔ ہر ایک مسلمان ہر سال مختلف قسم کی رسموں اور غیر منظم خیراتوں میں بہت سا روپیہ خرچ کر دیتا ہے اگر ایسا روپیہ کسی تنظیم کے نیچے آکر خرچ ہو تو اس سے نہایت مفید نتائج نکل سکتے ہیں۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں دس غیر مسلم جرمن داخل اسلام ہوئے۔

خاکسار

محمد منظور الٰہی جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

نقد و نظر

جماعت احمدیہ لاہور نے مذہبی دنیا میں جو کام کیا ہے۔ وہ اپنے اثر اور نوعیت کے لحاظ سے اس قدر بے نظیر ہے۔ کہ کسی اور بڑی سے بڑی انجمن یا تبلیغی مشن کو باوجود ریاستوں کی لاکھوں روپیہ کی آمد کے کرنا نصیب نہیں ہوا۔ قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ اور دنیا میں اس کی قبولیت محتاج بیان نہیں۔ اس کا ایک ادنے سا ثبوت مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوتے چلا جانا اور سینکڑوں فضلاء دہر اور مدیران اخبارات کے ریویو ہیں۔ کہ جو اس پر کئے گئے ہیں۔ اردو تفسیر بیان القرآن کے متعلق جو آراء تعلیمیافتہ اصحاب ہندوستان نے دی ہیں۔ وہ اس کے ہمہ گیر اثر اور لطافت معانی پر کافی گواہ ہیں۔ سیرت خیر البشر کا ترجمہ متعدد زبانوں میں خود غیر ممالک کے مسلمانوں نے شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ درجنوں کتابیں ایسی ہیں۔ کہ جو ہزارہا کی تعداد میں ہندوستان افریقہ اور دیگر غیر ممالک میں شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے دو ہی کام تھے۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر۔ دوسرے حصہ کے متعلق بھی ہندوستان میں جو کام ہوا ہے۔ وہ بھی اپنی نظیر کسی جگہ نہیں رکھتا۔ پنجاب اور ہندوستان میں اس کثرت سے آریہ سماج کے ساتھ معرکتہ الآرا مناظرے ہوئے ہیں۔ کہ خود مخالف پکار اٹھا ہے۔ کہ ہم میں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی آدمی نہیں ہے۔ اور بذریعہ ایک سرکلر کے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے مناظروں کو بند کر دیا ہے۔ ویدوں کا ترجمہ کچھ شائع ہو چکا ہے۔ اور باقی کیا جا چکا ہے۔ ویدوں کی ہسٹری۔ ویدک سائنس۔ اسماء الہیہ اور دوسرے چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ اس قدر محققانہ لکھے جا چکے ہیں۔ کہ ان کا جواب آریہ سماج کی طرف سے اب تک نہیں آیا۔ حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ جو مکالمہ پادری عبد الحق اور سلطان محمد پال وغیرہ کا ہوا تھا اور اس کو وہ شائع کر کے چھوڑے نہیں سماتے تھے۔ اس کے جواب میں ارتقاء نسل انسانی شائع ہوئی۔ کہ جس کے سامنے پادری پال نے اقرار کیا۔ کہ ہم اس کا جواب نہیں لکھ سکتے۔ خواجہ صاحب کی دوسری کتاب ینابیع المسیحیت کہ جو فی الحقیقت ایک رشلسٹ کی کتاب تھی۔ تاہم پادریوں نے اس کے دو جواب لکھے۔ ان کے جواب الجواب کا سلسلہ بھی سر دست اخبار میں شروع کیا جائے گا۔ حال ہی میں دو کتابیں ایک ہستی باری تعالےٰ پر دلائل کے سلسلہ میں اور دوسری ولادت مسیح از روئے قرآن و اناجیل دہریت اور غیر مذاہب کے بالمقابل نہایت ہی بے نظیر کتابیں شائع کی ہیں۔

ہستی باری تعالیٰ

فی الحقیقت مقدمۃ القرآن کا پہلا حصہ ہے۔ کہ جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے اس معرکتہ الآرا درس کے سلسلہ میں بیان کیا۔ اس کے اندر حقائق اور معارف کے دریا کو کوزہ میں بند کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ اس کا نامکمل سا خاکہ اخبار میں بھی شائع ہوتا رہا ہے۔ اب نئے سرے سے ترتیب پا کر مکمل شکل میں یکجا شائع کر دیا گیا ہے۔ قیمت ۸ آنے فی کاپی ہے۔ کاغذ کتابت اور طباعت کے لحاظ سے قیمت بہت ہی کم ہے۔

دوسری تازہ تصنیف جو اس وقت ہمارے زیر ریویو ہے وہ **ولادت مسیح** ہے

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو اللہ تعالےٰ نے جو زور قلم عطا فرمایا ہے۔ وہ اخبار پیغام صلح کے قارئین کرام سے پوشیدہ نہیں۔ ولادت مسیح جیسا مسئلہ اور پھر ڈاکٹر صاحب کا اس پر قلم اٹھانا۔ ان کی تحریرات کا مطالعہ کرنے والوں کے نکتہ نگاہ سے جس قدر بھی روح پرور کہا جا سکے۔ کم ہے۔ طرز استدلال اس قدر اچھوتا اور دلکش ہے۔ کہ انسان بے اختیار اس کا قائل ہو جاتا ہے۔ قیمت صرف ۴ ضخامت ۲۰۰ صفحات۔ کاغذ کتابت اور طباعت نہایت موزون ہے۔ دونوں کتابیں دار الکتب احمدیہ بلڈنگس لاہور سے مل سکتی ہیں۔

رنج و راحت

چودھری سردار خانصاحب سابق ایڈیٹر پیغام صلح کو ہمارے دوست بھولے نہ ہوں گے۔ آپ نے پونا کے ملٹری آفس میں بیٹھ کر فلسفہ رنج و راحت پر ایک کتاب لکھی ہے۔ کتاب نہایت معقول مگر اس کے ساتھ ہی اشعار کی چاشنی سے بھی پر لطف ہے ٹائیٹل پر قیمت ایک روپیہ درج ہے۔ سردار خانصاحب سے فاضل گھوڑپڑی بیریکس پونہ سے مل سکتی ہے۔

ویدوں کی قدامت

مولانا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی بھی کسی زمانہ میں ایڈیٹر پیغام صلح رہ چکے ہیں۔ آج کل تاریخی کتب کی تالیف میں مصروف ہیں۔ بعض کتابیں آپ نے نہایت معقول اور مفید لکھی ہیں۔ زیر ریویو کتاب ایک چھوٹا سا ٹریکٹ ہے جو ویدوں کی قدامت پر لکھا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ وید کوئی بہت پرانے زمانہ کی کتب نہیں۔ بلکہ ان کی اندرونی شہادت ان کو قریب کے زمانہ کی تالیفات قرار دیتی ہے۔ محلہ پچھاپنور نجیب آباد ضلع بجنور کے پتہ پر مصنف سے مل سکتی ہے۔ آپ کی ایک اور کتاب "گائے کی عظمت" بھی مفید معلومات سے پر ہے۔ اور انہی سے مل سکتی ہے۔

ایک ہمدرد قوم کا قابل قدر عطیہ

جناب سردار محمد نواز خاں صاحب رئیس کوٹ فتح خاں نے اشاعت اسلام کیلئے ہماری انجمن کو مبلغ ۵۰۰ روپیہ نقد عطا فرمایا ہے۔ اور آئندہ ہر سال پانچسو روپیہ سالانہ مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بزرگ کو جزاءِ خیر دے۔ اور اپنے فضل سے بہت بڑا اجر بخشے۔

ہر احمدی یاد رکھے کہ ہمارا اس سال کا خاص جہاد اشاعت اسلام کے علاوہ مسلمانوں کو قرضہ لینے سے بچانا ہے۔

جلسہ سالانہ کی وصولیاں

ان خریداران پیغام صلح کی فہرست کہ جنہوں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر دفتر پیغام صلح میں چندہ ادا کیا:۔

۲۶ دسمبر ۱۹۳۰ء

نمبر خریداری	نام و پتہ	رقم وصول شدہ
۱۵۴۳	خانصاحب عبد القیوم خانصاحب ریاست پھلرہ ضلع ہزارہ	۔۔۔۔۴
۹۵	جناب محمد صدیق صاحب ڈاکخانہ سارو کے ضلع گجرات	۔۔۔۔۴
۶۷۳	شیخ عبد الحق صاحب اڈیٹر وائرسکو اثر بنی دہلی	۔۔۔۔۵
۷۳	قاضی ظہور الحق صاحب سوداگر چوب پسرور	۔۔۔۔۴
۳۷	جناب محمد سلطان صاحب موضع شاہجہانی ضلع گجرات	۔۔۔۔۳
۶۱۱	جناب ماسٹر رحیم بخش صاحب سیالکوٹ	۔۔۔۔۶
۱۷۷۶	منشی غلام نبی صاحب نویریوالہ ضلع گوجرانوالہ	۔۔۔۔۶
۴۵۷	شیخ الہ بخش صاحب عرائض نویس لائلپور	۔۔۔۔۶
۱۵۷۲	جناب امام الدین صاحب پشاور شہر	۔۔۔۔۶

۲۷ دسمبر ۱۹۳۰ء

نمبر خریداری	نام و پتہ	رقم وصول شدہ
۱۳۳	جناب چودھری خیر الدین صاحب منڈی بہاؤالدین	۔۔۔۔۳
۸۴۴	جناب سید احمد صاحب بدوملہی	۔۔۔۔۶
۲۷۷	چودھری محمد حسین صاحب نمبردار چک نمبر ۸ا جنوبی ضلع شاہپور	۔۔۔۔۶
۳۴۲	جناب میاں احمدین صاحب درزی ۳۴۲	۔۔۔۔۴
۵۲	ملک امرالہی صاحب کنجاہ ضلع گجرات	۔۔۔۔۶
۶۴	جناب مفتی نور محمد صاحب شجاع آباد ضلع ملتان	۔۔۔۔۶
۱۷۷۷	مرزا محمد بیگ صاحب مدرس اول بھورال ریاست پٹیالہ	۔۔۔۔۱
۸۱۲	جناب چودھری غلام حیدر خاں صاحب بدوملہی	۔۔۔۔۶
۱۶۶۹	جناب عبد الرحیم صاحب ڈیرہ غازی خاں	۔۔۔۔۶
۲۳۴	جناب مولوی عبد العزیز صاحب شملہ	۔۔۔۔۶
۵۶	جناب بابو جلال احمد صاحب بنوں	۔۔۔۔۱۸
۱۶۴۳	جناب ڈاکٹر سید رضا حسین صاحب فتح گڑھ ضلع لاہور	۔۔۔۔۶
۶۴۴	جناب چودھری نصیر احمد صاحب قبولہ ضلع منٹگمری	۔۔۔۔۴
۵۶۸	جناب محمد اسمعیل صاحب ٹیلر راولپنڈی	۔۔۔۔۶
۱۷۷۷	عبد الستار صاحب گانگو لویہ ضلع پشاور	۔۔۔۔۱
۱۷۷۹	مرزا احمد تقی بیگ صاحب بٹھنڈہ	۔۔۔۔۱

۲۸ دسمبر ۱۹۳۰ء

نمبر خریداری	نام و پتہ	رقم وصول شدہ
۷۴۶	جناب میر اکبر صاحب پشاور	۔۔۔۔۶
۱۲۵	ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ	۔۔۔۔۳
۵۷۲	مرزا نصر اللہ بیگ صاحب کلانور ضلع گورداسپور	۔۔۔۔۳
۵۸۵	مستری عبد العزیز صاحب نیا بازار جہلم	۔۔۔۔۴
۱۷۲۳	جناب ماسٹر علی محمد صاحب رد یو چک ضلع سیالکوٹ	۔۔۔۔۴
۱۲۸۹	غلام سرور صاحب پنجابی ایوان سی۔ آئی	۔۔۔۔۶
۱۷۳۹	بخدمت جناب محمد عالم صاحب ڈیکسی ٹیڑ جھاوریاں ضلع شاہپور	۔۔۔۔۱

یہ فہرست چندہ صرف ان اصحاب کی ہے کہ جنہوں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر دفتر پیغام صلح میں چندہ ادا کیا۔ جن اصحاب نے دفتر محاسب میں اخبار کا چندہ جمع کرایا ہے انکو دفتر محاسب سے براہ راست رسید ارسال ہوگی۔ اگر کسی صاحب کا نام اس فہرست میں درج ہونے سے رہ گیا ہو تو ۲۰ جنوری تک اس سے اطلاع دیں ورنہ اس کے بعد دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۷ شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ | نمبر ۲

ہمارا سالانہ اجتماع

(۲)

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ اسلام کا مذہبی دنیا پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان تمام عداوتوں دشمنیوں اور اختلافات کے دور کرنے کی طرف رہنمائی کی کہ جو دنیا میں نسل انسانی کی تباہی اور بربادی کا موجب ہو رہی تھیں اسلام سے پیشتر نہ صرف بڑے بڑے مذاہب ہی ایکدوسرے کی صداقتوں سے انکار کر کے باہم برسرپیکار تھے بلکہ ہر مذہب کے اندرونی فرقے بھی اپنے اندر کوئی اصول مشترک اور امر متحد نہ رکھتے تھے کہ جس کی بنا پر وہ ایک جگہ جمع ہو کر دینی اور دنیوی فلاح کو حاصل کر سکتے۔ عیسائیوں کے فرقے یہودیوں کے فرقے اور ہندوؤں کے فرقے فی الحقیقت کوئی فرقے نہ تھے بلکہ وہ الگ الگ مستقل مذاہب تھے کہ جن میں عیسائیت، یہودیت اور ہندویت کے نام کے سوا کوئی اصولی اتحاد نہ تھا۔ اور نہ کبھی اصول مذہب کی بنا پر یہ کوشش کی گئی کہ ان کو کسی ایک محورِ عمل یا نقطۂ مرکزی پر جمع کیا جائے۔ اسلام آیا اور اپنے ساتھ اتحاد مذاہب عالم کے اصول لایا اور اس نے بتایا کہ مذہب جو دنیا میں تفرقہ، فساد اور انتشار کا موجب ہو رہا ہے فی الحقیقت اس کا مقصد اجتماع و ائتلاف نسل انسانی تھا۔ ہاں آج سے پیشتر ہر قوم اور ہر ملک کے اندر مذہب نے محدود زمانہ اور محدود قوم کے اندر اس مقصد کے حصول کے لئے جد وجہد کی ہے آج کے بعد اس کا مقصد وسیع بلکہ وسیع تر ہوگا کہ کل اقوام عالم اور کل نسل انسانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک ہی جھنڈے کے نیچے جمع ہوگی اور کل مذاہب عالم کی صداقتوں کے بکھرے ہوئے اور منتشر شیرازہ کو ایک ہی حبل اللہ میں منسلک کر کے رکھ دیا اور حکم دیا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اس رشتہ اتحاد کو کہ جو تمام مذاہب عالم میں مشترک ہے مضبوطی کے ساتھ تھام لو ولا تفرقوا۔ اس حبل اللہ اخوت انسانی کو مت توڑو واذکروا نعمۃ اللہ الخ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو۔ جب تم باہم دشمن تھے تو تمہارے دلوں میں ہم نے الفت پیدا کر دی اور ساری کی ساری نسل انسانی اسکی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئی وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تہتدون گویا تم حسد اور عداوت کے دہکتے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بچا لیا اللہ تعالیٰ تمہارے لئے دلائل اور نشانات کو کھول کھول بیان کرتا ہے تا کہ تم کامیابی کی راہ پا لو۔

فرداً فرداً ہر ایک مذہب کی صداقت کے دلائل کو ایک دہریہ اور معقول پسند (ریشنلسٹ) انسان بڑی آسانی کے ساتھ اسی طرح توڑ سکتا ہے کہ جس طرح ایک کمزور اور ناتوان انسان ایک تنکے کو توڑ سکتا ہے۔ لیکن مذہب کی صداقت پر وہ مجموعی شہادت کہ جو اسلام نے حبل اللہ کے رنگ میں پیش کی ہے اس قدر مضبوط اور ناقابلِ شکست ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو توڑ نہیں سکتی۔ یہ مضمون اپنی وسعت کے لحاظ سے ایک بہت بڑی تفصیل کا محتاج ہے لیکن ہم اس وقت اس وسیع میدان میں چلنے کے لئے تیار نہیں۔ ہمارا مقصد اس وقت صرف اس قدر ہے کہ اسلام سے پیشتر جس طرح تمام مذاہب فسادات اور بدامنیوں کا ایک مکروہ منظر بنے ہوئے تھے اور اسلام نے ان سب اجزاء متفرقہ اور مختلفہ کو ایک کیمیاوی تحلیل سے ایک ناقابلِ شکست حبل اللہ بنا دیا۔ اسی طرح اور ٹھیک اسی طرح احمدیت سے پیشتر اسلامی فرقے تکفیر کی چھری کو لیکر اسی حبل اللہ کی شکست میں اپنی پوری قوت کے ساتھ مصروف تھے حضرت مسیح موعود نے ازسرنو اپنی کوشش اور جماعت کی طاقت سے اس حبل اللہ کو دوبارہ مضبوط کر دیا۔ اور ایک ایسی جماعت کو تیار کیا کہ جو بیرونی دشمنوں سے بھی اس حبل اللہ کی حفاظت کرتی تھی اور اندرونی فسادات کو بھی مٹانیوالی تھی۔ اگر وہ غیر مذاہب کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا حقیقی مقصد اور آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت کرتی تھی تو اندرونی فرقہ بندیوں میں تکفیر کی چھری کو بھی پھینک دینے کی تلقین کرتی تھی۔ ہمارے خیال میں معجزات اور پیشگوئیاں کسی مامور من اللہ کی صداقت کا کوئی معیار نہیں۔ ہاں ان امور کو زیادہ سے زیادہ مؤیدات کی ذیل میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلۂ احمدیت کی صداقت کی دلیل اس کا وہ کام ہے کہ جو اس نے کیا حنفی ہوں یا اہل حدیث اور شیعہ کسی کو بھی اس کام کی توفیق نہیں ملی کہ بحیثیت جماعت وہ فتاویٰ تکفیر کے خلاف جہاد کرتے مجھے یاد ہے کہ امرتسر میں اہل حدیث کی کتنی پارٹیاں تھیں کہ جو ایک دوسرے کو کافر کہتی تھیں۔ حنفیوں کی حالت اس سے بھی گئی گذری تھی اور پھر ان اہل حدیثوں اور حنفیوں میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جو خونریز مظاہرے ہوتے تھے الامان والحفیظ ایک اچھے بھلے آدمی کو مذہب سے بیزار کر دینے کا نہایت مؤثر ذریعہ تھے۔ اُمت مسلمہ پر حضرت صاحب کا یہ احسان کچھ کم احسان نہیں کہ اب ان اہل حدیث حنفیوں اور حنفی اہل حدیثوں کو بھی ان باتوں سے شرم آنے لگی ہے۔ یہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کا ہی اثر ہے کہ تکفیر سے اب مولاناؤں کو کچھ جھجھک سی ہونے لگی ہے۔

کیسی پاک جماعت اور کیسا پیارا مشن تھا کہ جو اتحاد مذاہب عالم اور مسلمانوں کی باہمی تفرقہ بازی کی اصلاح کے مقاصد کو لیکر اٹھا لیکن باد مخالف ہوا و ہوس نے اس جماعت کو بھی دو ٹکڑے کر دیا اور اس کا ایک کثیر حصہ احمدیت کے اس مقصد کے خلاف مصروفِ عمل ہو گیا کہ جس کے لئے اس کو مبعوث کیا گیا تاہم یہ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ مسیح موعود کا مشن کلیتہً ناکام نہ ہوا بلکہ ایک حصہ جماعت نے اس مقصد عظمیٰ کو اپنے سامنے رکھا کہ جس کے لئے جماعت کی تاسیس کی گئی تھی۔ ہم نہیں سمجھتے کہ احمدیت کے ان اغراض و مقاصد سے کسی شخص کو بھی انحراف ہو کہ اسلام کو بیرونی دشمنوں سے بچا کر آگے بڑھایا جائے کہ جو دنیا میں حقیقی امن و طمانیت کا موجب ہوگا اور مسلمانوں کے اندرونی مفاسد خصوصاً مسئلہ تکفیر کی بیخکنی کی جائے۔ جماعت لاہور کی ساری کوششیں ان دو مقاصد کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ہر وہ شخص کہ جو دنیا کے فسادات مذاہب اور مسلمانوں کے اندرونی جھگڑوں کو مہلک سمجھتا ہے اس کو ہم اس جماعت میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ سال بھر کی پیہم اور مسلسل جد وجہد کے علاوہ ہمارا سالانہ جلسہ بھی انہی دو اغراض کو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتا ہے۔ سالانہ جلسہ کے پروگرام کو ایک نظر اٹھا کر دیکھئے کہ ان تمام تقاریر کا ماحصل صرف یہی دو باتیں ہیں۔ مجھے ہمیشہ اس امر پر حیرت رہی ہے کہ جو لوگ تکفیر اہل قبلہ کے قائل ہیں وہ خواہ قادیان کی نئی نسل کے متوالے ہوں یا پرانے خیال کے اکھاڑہ بند مولوی وہ اپنے جلسوں میں تکفیر کے برکات اور فضائل پر کیوں تقریریں نہیں کرتے۔

تقاریر جلسہ سالانہ پر ایک طائرانہ نگاہ

۲۷ر دسمبر کو دوسرے اجلاس میں مولانا عصمت اللہ صاحب کی تقریر ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے خطرات پر ہوئی مولوی صاحب موصوف جیسا کہ ہندوستان کے اکثر حصہ کو معلوم ہے ایک رنگین بیان اور پردلیل تقریر

ہیں۔ آپ نے اپنے مخصوص انداز میں احمدیوں کو اس سردی کے موسم میں خوب گرمایا۔ اور اپنی جدوجہد کو زیادہ تیز کرنے کے لئے اپیل کی اور اس بات پر بہت زور دیا کہ ہمارے گھروں میں بال بچوں اور مستورات کے اندر احمدیت کی روح یعنی تبلیغ اسلام اور رسم و رواج کی بیخکنی کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور درد و رعافرہ کے امرا اللہ راحمدیت) کو لوگوں تک پہنچانے کا مؤکد قسم اقرار لیا اس کے بعد سالانہ رپورٹ اور اپیل کا وقت تھا اپیل کو لوگوں نے اپنے گذشتہ معمول کے مطابق لبیک کہا اور ۲۸۔ دسمبر کے چندہ کے علاوہ اس روز بھی ایک معقول رقم قومی خزانہ میں جمع کر دی کہ جس سے قوم کی زندگی کا ثبوت ملتا تھا۔

رات کے اجلاس میں ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب کی تقریر "سیام میں اسلام" کے موضوع پر ہوئی کہ جس میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے سیام میں مسلمانوں کی حالت زار اور علماء کی حرکات شنیعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کوششوں کا ذکر کیا۔ ان کی تقریر مسلمانوں کی موجودہ حالت اور علماء کی ذہنیت کا ایک دردناک نقشہ تھا کہ جس کو دیکھ کر ایک سنگدل انسان کے دل میں بھی رقت پیدا ہو کر آنکھوں میں آنسو اُتر آتے تھے۔ اس سیامی مشن کے لئے آپ نے اپنی تمام جائداد وقف کر دی ہے۔ اس مشن میں سردست ہمارے نوجوان دوست محمد عرفان صاحب تبلیغ کے لئے پہنچ چکے ہیں۔ اس ہونہار فرزند اسلام کے دلی خلوص سے ہمیں امید ہے کہ وہاں انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو۔

۲۸ دسمبر کو جناب میر مدثر شاہ صاحب گیلانی کی تقریر "کیا حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی مسلمان کافر ہو سکتا ہے؟" کے موضوع پر ہوئی۔ آپ نے قرآن کریم کی آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ کی آیت سے استدلال کرتے ہوئے پہلے حضرت مرزا صاحب کے درجہ کو قائم کیا کہ ان کا دعویٰ اس آیت کی بنا پر اولوالامر کا ہو سکتا ہے نبوت اور رسالت کا نہیں ہو سکتا اور پھر متعدد آیات قرآن مجید سے یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا اور نہ قرآن کے بعد کوئی وحی ایسی آ سکتی ہے کہ جو مؤمن بہ ہو کہ جس کے انکار سے کوئی شخص کافر ہو جائے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن مجید میں تیس آیات ایسی موجود ہیں کہ جن سے ختم نبوت ثابت ہے۔ اس لئے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ میری وحی وحی ولایت ہے اور آپ کی کتب میں یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ میری وحی وحی نبوت ہے۔ اس پر ۱۵۰۰ روپیہ انعام کا وعدہ بھی کیا۔ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا اس پر آپ نے تریاق القلوب سے لیکر حقیقۃ الوحی تک کے متعدد حوالجات پیش کئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی تقریر "دنیا کا آئندہ مذہب" کے عنوان پر ہوئی کہ جس کا ذکر ہم گذشتہ نمبر میں کر چکے ہیں اور اس دن کی آخری تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی "تحریک احمدیت" پر ہوئی۔ اس کا ذکر بھی گذشتہ اشاعت میں ہو چکا ہے۔ مفصل تقریر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں شائع ہو سکے گی۔

وقت کی ناسازگاری کے باعث خاکسار ایڈیٹر کی تقریر ہو سکی

سنہ ۱۹۳۱ء کیلئے

ہمارا قومی پروگرام

(ہر ایک دوست اس مضمون کو اول سے آخر تک پڑھ کر ضروری امور نوٹ کرے جن میں وہ حصہ لے سکتا ہے اور اگر کسی امر میں اسے مرکز سے امداد کی ضرورت ہو تو اس کی اطلاع مجھے دے)

کامیابی کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے اول اپنے اغراض و مقاصد کو اپنے سامنے رکھنا دوسرے ان کے لئے سب افراد قوم کا جدوجہد کرنا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے احباب کے سامنے اس پروگرام کو رکھ دوں جو اس نئے سال میں ہمارے مد نظر ہو اور ان سے درخواست کروں کہ ہر ایک دوست جہاں تک ممکن ہو ان اغراض کے حصول کیلئے کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں ہلاتا رہے ایک ایک فرد کی تھوڑی تھوڑی حرکت کا مجموعی اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے قطرہ قطرہ مل کر دریا ہو جاتا ہے مگر قبل اس کے کہ میں اپنے احباب کے سامنے اس پروگرام کو رکھوں میں اس بات کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا دل احباب کرام کی ان قربانیوں کے احساس سے لبریز ہے جو انہوں نے سالانہ جلسہ پر کیں۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے زندگی کی اس زبردست لہر کو دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ہماری قوم کو عطا فرمائی ہے اس بات پر نہ مجھے فخر ہو سکتا ہے اور نہ ہمارے کسی قومی کارکن کو بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا جس نے احباب کرام کو ان قربانیوں کی توفیق دی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے دل اپنے مالک کے سامنے جھکے ہیں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کے ایفا کا یہ ایک ایسا نقشہ تھا جو اس دنیا کی مادی کششوں کے اندر کبھی کبھی ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ ہاں جہاں ہمارے لئے زیبا نہیں کہ اس کامیابی پر نازاں ہو بیٹھیں کیونکہ اس کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ قوم کا قدم سست ہو جائیگا اس کے ساتھ ہی میں اس بات کا ظاہر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قوم کے اندر ان قربانیوں کا نمونہ دیکھنے کے بعد جو شخص ہماری قوم کو ناکام خیال کرتا ہے وہ حقیقت سے بے خبر ہی نہیں اپنی قوم پر اور خود اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ ہاں جس طرح ایک عارف کے دل پر یہ احساس ہوتا ہے کہ ماعرفناک حق معرفتک اسی طرح کام کرنیوالی قوم کے دل پر اس احساس کا ہونا ضروری ہے کہ جو حق خدمت تھا وہ ہم سے ادا نہیں ہوا یہی احساس ہے جو کام کے لئے انسان کے دل کے اندر نئی قوت پیدا کرتا ہے

اوّل سنہ ۱۹۳۱ء کے پروگرام میں سب سے پہلے میں **اشاعت اسلام** کے کام کو لیتا ہوں کیونکہ یہی ہماری اصل غرض ہے۔ اشاعت اسلام کا ایک کام تو وہ ہے جو انجمن کر رہی ہے۔ مثلاً ہمارے بیرونی مشن، ہندوستان کے مشن، اشاعت لٹریچر وغیرہ مگر قومی پروگرام میں رکھنے سے میرا مطلب کام کے اس حصے کو احباب کے سامنے لانا ہے جو وہ اپنے طور پر کر سکتے ہیں۔ اور اسی ذیل میں میں تین باتیں احباب کے سامنے پیش کرونگا

۱۔ ہمارے پاس کم و بیش ہر مذہب کے متعلق کچھ ٹریکٹ وغیرہ مفت اشاعت کے ہیں جن کو پھیلانے میں ہمارے احباب ہماری اعانت کر سکتے ہیں۔ دوسری قومیں اور ممالک تو کیا خود جو لوگ ہمارے بھائی ہیں ہندو ہوں یا سکھ یا عیسائی وہ بھی مذہب اسلام کے اصول سے اور پیغمبر اسلام کی صحیح تصویر سے بہت حد تک ناآشنا ہیں۔ ان کو ان امور سے واقف کرنا اسلام کی خدمت ہی نہیں بلکہ ملک اور قوم بلکہ انسانیت کی خدمت بھی ہے ہم میں سے بہت لوگوں کو یہ علم بھی نہیں کہ انجمن اس علمی رنگ میں کس قدر خدمت اسلام کر رہی ہے اور خود بے خبر ہونے کی وجہ سے وہ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ انجمن کچھ کام ہی نہیں کر رہی۔ وہ خود اپنے آپ کو کام میں لگائیں اور پھر جس چیز کی ضرورت ہو ان کے متعلق اطلاع دیں جو ٹریکٹ وغیرہ تیار ہوں گے وہ بھیج دیئے جائیں گے اور جن اور ٹریکٹوں کی ضرورت اس طرح پر محسوس ہو گی وہ تیار کرائے جائیں گے۔

۲۔ علاوہ ان ٹریکٹوں کے قیمتی لٹریچر ہے اس کی اطلاع دوسروں کو پہنچانا ضروری ہے کیونکہ خود مسلمانوں میں سے بہت سے لوگوں کو علم نہیں کہ کیا کیا لٹریچر یہاں سے نکل رہا ہے۔ تو دوسرے مذاہب والوں کو کیا واقفیت ہو گی۔ قرآن کریم کا ترجمہ یا آنحضرت صلعم کی بڑی اور چھوٹی سیرت تو مشہور کتابیں ہیں مگر ان کے علاوہ بھی بہت سا لٹریچر ہے جس کا علم دوسروں کو ہونے پر ممکن ہے کہ وہ اسے منگوا کر فائدہ اٹھائیں۔ اس کا آسان طریق یہ ہے کہ بکڈپو سے فہرست کتب منگوا کر جہاں موقعہ ہو پہنچا دی جائے یہ بھی ایک خدمت کا کام ہے

۳۔ تیسرا کام جس کی طرف میں احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ دوسرے مذاہب کی تحریکات کی طرف توجہ رکھنا اور جہاں ضرورت ہو ان کے متعلق مرکز میں اطلاع دینا ہے۔ بعض وقت یہی تحریکات اسلام کی اشاعت کے کام میں معاون ہو جاتی ہیں اور اس طرح سے عام طور پر مسلمانوں میں ایک بیداری پیدا کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔

میں نے یہ چند باتیں ان کی اہمیت کے لحاظ سے لکھدی ہیں۔ میری اصل غرض یہ ہے کہ ہماری جماعت کے ہر ایک فرد کے دل میں یہ پورا پورا احساس ہو کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں درحقیقت اشاعت اسلام کا ایک مرکز ہے اور وہ تھوڑی سی توجہ سے بہت سا فائدہ مسلمانوں کو پہنچا سکتا ہے

دوم۔ دوسرا بڑا امر ہمارے پروگرام میں **توسیع و استحکام جماعت** ہے کیونکہ اسی پر یہ انحصار ہے کہ ہم اپنی اصل غرض اشاعت اسلام میں کس حد تک کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک ایک آدمی جو جماعت میں شامل ہوتا ہے وہ ہمارے کام میں ایک مستقل معاون ہو جاتا ہے بلکہ اور بہت سے مستقل معاون پیدا کرنے کا موجب ہو جاتا ہے اور اسی طرح جماعت کے باہم تعلقات اخوت کو بڑھا کر جس قدر یہ جماعت مضبوط ہوگی اسی قدر زیادہ کام ہو سکے گا۔ پس توسیع و استحکام جماعت درحقیقت اشاعت اسلام کے کام میں استقلال اور قوت پیدا کرنیکا موجب ہے اگر کسی شخص کا یہ خیال ہو کہ ہم صرف

چندوں سے کام چلا سکتے ہیں تو وہ غلطی پر ہے یہ جماعت کی قوت ہی ہوتی ہے جو بڑی بڑی مشکلات پر غالب آجاتی ہے اور پھر جماعت بھی وہ جس کی بنیاد امام وقت اور مسیح اُمت نے رکھی ہے۔ توسیع و استحکام جماعت کے لئے ذیل کے امور کی طرف اپنے احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اگر ان امور کی طرف توجہ ہوئی تو اس سال ہماری جماعت کی حالت تعداد اور مضبوطی کے لحاظ سے بہت ترقی کر جائے گی۔

۱۔ ہر ایک احمدی کو اسے اپنا فرض اولین سمجھنا چاہیئے کہ وہ جہاں ہے ایک مبلغ احمدیت ہے اور یہ تبلیغ حسب سنت انبیاء اپنے گھر اور اپنے قریبیوں اور عزیزوں سے ہی شروع ہونی چاہیئے سو سب سے پہلے ہر ایک احمدی اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو سلسلہ میں شامل کرے سہل ترین کام ہونے کے باوجود ہمارے اکثر احباب اس سے لاپرواہیں اور اسی لاپروائی کا نتیجہ ہے کہ جہاں دوسرے لوگ احمدیت کی خدمات اسلام کو دیکھ کر اس میں شامل ہو رہے ہیں اور اس کے لئے قربانیاں کر رہے ہیں۔ ہمارے بعض اپنے عزیز دوستوں کی اولاد اس سے بےخبر ہونے کی وجہ سے بہت دور جا پڑی ہے بچے جب پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں جو سن تمیز ہے تو انہیں بیعت کرا کر جماعت میں شامل کرنا چاہیئے یہ خیال چونکہ ہم احمدی ہیں اس لئے ہماری اولاد بھی احمدی ہے صحیح نہیں۔ احمدیت تو فی الحقیقت ایک خدمت دین کا اقرار ہے جو شخص اس اقرار میں سے ہو گذرتا ہے اس کے دل پر اس کا کم یا زیادہ احساس بھی ہوتا ہے اور جو اس اقرار میں سے نہیں گزرتا اس کی لاپروائی عموماً روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے جس شخص نے خود بیعت کی ہے اس کا فرض ہے کہ سب سے پہلے اپنی بیوی اور بچوں کو بھی بذریعہ بیعت سلسلہ میں داخل کرے اس کے بعد اپنے دوسرے عزیزوں رشتہ داروں دوستوں زیر اثر لوگوں اپنے حلقۂ واقفیت والوں کو تبلیغ کرے اس غرض کیلئے بھی ہمارے پاس بہت سے ٹریکٹ مفت اشاعت کے ہیں وہ ہر ایک دوست جب چاہیں مفت منگوا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ قیمتی کتب کا سلسلہ ہے۔ خود حضرت مسیح موعود کی کتب کے چار ہزار سے زیادہ صفحات دوبارہ چھپوائے گئے ہیں اور ایک جامع کتاب مسیح موعود ہے جس کا کثرت سے پڑھنے والوں نے اعتراف کیا ہے کہ اس کو پڑھ کر وہ صداقت سلسلہ کے قائل ہوئے ہیں۔

۲۔ توسیع جماعت کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اس غلط تعلیم کا مقابلہ کیا جائے جو فریق قادیان پھیلا رہا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود نے دعویٰ نبوت کیا ہے یا دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے قسمیں کھا کھا کر دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور کسی کلمہ گو کی تکفیر کو جرم عظیم قرار دیا ہے اور خود فرمایا ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا چونکہ مسلمانوں کی تکفیر اور آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھولنا جماعت کی ترقی میں بھی سخت روک ہے اور یہ مسائل مسلمانوں کی قوت کو بھی پاش پاش کرتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود پر یہ دو عظیم الشان بہتان ہیں اس لئے ان کا مقابلہ بھی ہر ایک احمدی کے فرائض میں داخل ہے۔ اس کے متعلق بھی مفت اشاعت کے کثرت سے ٹریکٹ موجود ہیں اور ایک قیمتی کتاب النبوۃ فی الاسلام ہے

۳۔ ہر جگہ اپنی لائبریری قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ انجمن اس غرض کے لئے اپنی کل کتب نصف قیمت پر دیتی ہے اور وہ نصف قیمت بھی باقساط وصول کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر ہر شہر میں اپنی لائبریری بنانی چاہیئے۔ ہمارا سلسلہ ایک علمی سلسلہ ہے اور اس کی ترقی کا دارومدار ہی علم کی ترقی پر ہے۔ جس شہر میں احباب لائبریری بنائیں اس کی اطلاع یہاں بھی دیں تاکہ دوسروں کی تحریک کے لئے اخبار میں بھی اس کا نوٹ کیا جائے جہاں لائبریریاں بنی ہوئی ہیں وہ احباب بھی اطلاع دیں

۴۔ ہر جماعت میں امور ذیل کا انتظام ہونا ضروری ہے۔ نماز جمعہ کا اپنا انتظام کرنا، درس قرآن کریم کا انتظام کرنا۔ ہفتہ میں ایک بار ایسے اجتماع کا انتظام کرنا جس میں اہم مضامین پر جو اشاعت اسلام یا تبلیغ احمدیت سے تعلق رکھتے ہوں تقریریں کرنا۔ جمعہ یا عیدین میں قریب قریب کے احباب کو ایک جگہ اکٹھا ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۵۔ ہر ایک ضلع یا ریاست کے ہیڈ کوارٹر کے احباب نہ صرف اپنے شہر کی جماعت کی تنظیم کریں بلکہ جو مضافات ان اضلاع کے متعلق ہیں وہاں بھی تنظیم جماعت کا انتظام کریں اور کبھی کبھی دیہات میں جایا کریں

۶۔ تعلقات اخوت کو مضبوط کرنے کیلئے حتی الوسع احمدی احباب کو آپس میں رشتہ داریاں کرنی چاہئیں۔

۷۔ اخبار "پیغام صلح" ہر ایک دوست کے پاس جانا چاہیئے اور اخبار "لائٹ" بھی ہر ایک انگریزی خواں دوست اور بالخصوص سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے والے نوجوانوں کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے اور والدین کو خود اس کا انتظام کرنا چاہیئے تاکہ ان کی اولاد کے دلوں میں اسلام کی عزت و احترام باقی رہے

سوم۔ عام طور پر مسلمانوں کی اصلاح یا بہتری کا ہر ایک کام بھی درحقیقت ہمارے اغراض و مقاصد کے اندر شامل ہے اور بعض کام اس وقت انجمن اس قسم کے کر بھی رہی ہے لیکن ایک کام جس کو میں اپنے قومی پروگرام میں اہمیت دینا چاہتا ہوں وہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کی اصلاح ہے اور اس اقتصادی اصلاح میں بھی بالخصوص ۱۹۳۱ء کے لئے میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے بے سوچے سمجھے قرضہ اٹھاتے چلے جانے کی ذہنیت کے خلاف ایک جہاد عظیم کی ضرورت ہے نبی کریم صلعم نے دو باتوں سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے اعوذ بك من غلبة الدين وقهر الرجال۔ ایک قرضہ کا غلبہ دوسرے لوگوں کی حکومت کے ماتحت اخلاق فاضلہ اس قدر تباہ نہیں ہوتے جس قدر قرضہ کے نیچے آنے سے تباہ ہوتے ہیں۔ اس بات کی شاید ہی کوئی نظیر مل سکے کہ جہاں کوئی شخص بلا کے قرضہ میں گرفتار ہو گیا ہو اس کا دین یا اس کی دنیا دونوں میں سے کوئی چیز بچی ہو حالانکہ غیر حکومت کے نیچے انسان کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس سال ایک خاص جہاد ہماری قوم کی طرف سے قرضہ لینے کے خلاف ہو۔ اس بارے میں میرا ارادہ ہے۔ کہ ایک سلسلہ پوسٹروں اور ٹریکٹوں کا نکالا جائے۔ اور ان کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے نہ صرف احمدی احباب کی امداد طلب کی جائے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں سے بھی ایسی مدد لی جائے۔ اور یہ مدد دو طرح پر ہوگی۔ ایک یہ کہ ان پوسٹروں اور ٹریکٹوں کو لوگ لاگت پر منگوا لیں۔ اور دوسرے یہ کہ وہ یہ ذمہ لیں کہ انہیں خاص علاقوں میں تقسیم کر دیں گے۔ بعض احباب پوسٹروں اور اشتہاروں کی اشاعت کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے

بقیہ بر صفحہ ۹

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعات پر ناقدانہ نظر

گذشتہ سے پیوستہ

انجیلی بیان کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کو اس مسافرخانہ ہستی میں کل ۳۳ سال تک کام کرنے کی مہلت ملی یا یہ کہ یہ ناگوار واقعہ یعنی واقعہ صلیب ان کو زندگی کے تینتیسویں سال میں پیش آیا۔ افسوس ہے کہ اناجیل میں ان کے کام کی تیس سال کی تفصیل نہیں ملتی ہے واللہ عالم دانستہ یا نادانستہ یہ اغماز عمل میں آیا۔ ہاں عیسائی لٹریچر سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس عرصہ میں انہوں نے پرانے عہد نامہ کا نہایت غور اور خوض سے گہرا مطالعہ کیا اور بلحاظ حالات ان کو ارامی۔ یونانی اور عبرانی زبانوں کو پڑھنا اور سیکھنا پڑا۔ عبرانی زبان اس لئے کہ عہد نامہ عتیق اس میں نازل ہوا تھا یہ گویا مذہبی زبان تھی مگر اس زمانہ میں جس میں کہ مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ عبرانی زبان مٹ چکی تھی اور پرانا عہد نامہ یونانی زبان میں ترجمہ ہو چکا تھا اس لئے علاوہ عبرانی زبان کے یونانی زبان کا سیکھنا بھی ضروری تھا۔ علاوہ براں ملکی زبان اس زمانہ میں ارامی یعنی ایرمیک تھی جس طرح کہ آج کل ہندوستان میں زبان اُردو ملکی زبان تصور ہوتی ہے۔ اور جب تیس سال زندگی کے ختم ہوئے تو انہوں نے پبلک زندگی میں قدم رکھا اور اپنا دعوےٰ پیش کیا۔ اس وقت یہودیوں میں بہت سے فرقے تھے۔ جن میں قابل ذکر یہ ہیں۔ فریسی یہ فرقہ نسبی شرافت کا دلدادہ تھا اور محض یہودی ہونا ہی باعث نجات خیال کرتا تھا۔ ان میں سے کچھ فقیہہ تھے جو تفاسیر اور روایات پر مٹے ہوئے تھے اور پرانی روایات کو مذہب کا اصل الاصول قرار دیتے تھے۔ ایک فرقہ صدوقی تھا جو اپنے آپ کو کتاب اللہ کے متن کا حامل ظاہر کرتا تھا جیسا کہ ہمارے ملک میں اہل قرآن ہیں۔ فریسی اور فقیہہ متوسط طبقے کے لوگ تھے اور صدوقی فارغ البال اور خوشحال طبقہ تھا۔ علاوہ ازیں ایک فرقہ ہیرودی تھا اس فرقہ کا ذکر بھی انجیلوں میں ہے یہ گروہ صدوقیوں کے خیر خواہ سلطنت اور رست بجلیوں کا گروہ تھا۔ ان سب فرقوں کی ایک مجلس صدر مجلس کے نام سے موسوم تھی۔ جس کا مستقر یا ہیڈ کوارٹر یروشلم تھا۔ صدر مجلس کا ایک پریذیڈنٹ تھا جس کو سردار کاہن کہا جاتا تھا۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان دنوں ایک بزرگ کائفا نام سردار کاہن تھے یہ مختصر سی حالت اس زمانہ کی ہے جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، اس دعویٰ کی نشر و اشاعت کے لئے حسب تصریح اناجیل ان کو تین سال کا موقعہ ملا۔ ہم نے اس وقت اپنے آپ کو ان کے دعویٰ اور کام کی تفصیل سے الگ رکھا ہے۔ مگر تسلسل بیان کے لئے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہودیوں نے آپ کو مسیح موعود تسلیم نہ کیا اور اگرچہ حسب اندراج اناجیل انہوں نے معجزات بھی دکھائے مگر یہودی معجزات کو معیار صداقت نہیں سمجھتے تھے کیونکہ بموجب استثنا جھوٹے نبی بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔ . . . .

اس لئے یہودیوں نے نعوذ باللہ ان کو جھوٹا مسیح قرار دے کر اور ان پر فتوے کفر لگا کر واجب القتل قرار دیا۔ اس قسم کے مجرموں کی سزا یہودی شریعت میں صلیب تھی کیونکہ مصلوب لعنتی تصور ہوتا تھا۔ جیسا کہ استثنا باب ۲۱ آیت ۲۳ میں درج ہے۔ یہودی اپنے مذہب کی رو سے فتویٰ قتل تو دے سکتے تھے جیسا کہ انہوں نے دیا۔ مگر وہ صلیب دینے کے خود مجاز نہ تھے کیونکہ سلطنت رومیوں کی تھی دیکھو یوحنا باب ۱۸ آیت ۳۲۔ اس لئے یہودیوں نے جہاں مذہبی طور پر فتویٰ قتل تیار کیا ساتھ ہی ایک دوسرا الزام بھی لگایا کہ مسیح علیہ السلام رومی سلطنت کے باغی ہیں اور خود سلطنت کے دعویدار ہیں تاکہ موجودہ گورنمنٹ کو ان کے برخلاف کارروائی کرنے کا موقعہ ملے۔ یہ منصوبہ یہودیوں نے اپنی عید فسح کے موقعہ پر کیا۔ عید سے چند یوم پیشتر مسیح علیہ السلام معہ شاگردوں کے یروشلم میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس عید کی تقریب پر عیسائی فضلا کے اندازہ کے مطابق یہودی ۲½ لاکھ کی تعداد میں یروشلم میں آ کر جمع ہوا کرتے تھے۔ گویا یہ دن یہودیوں کے لئے حج اکبر تھا۔ اس وقت علماء یہود نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری اور قتل کی تجویز کی مگر شورش کی وجہ سے علانیہ اس تجویز کو عمل میں لانا پسند نہیں کرتے تھے۔ دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی یہودیوں کے اس منصوبہ کا کسی نہ کسی طرح علم ہو گیا۔ اس لئے بجائے اس کے کہ وہ شہر میں رہائش اختیار کرتے وہ شہر سے باہر ایک باغ گتسمنے نام میں شب باشی کی خاطر معہ چند شاگردوں کے تشریف لے جاتے تھے۔ اس خلوت نشینی اور گوشہ عزلت اختیار کرنے کی بظاہر یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک دو ایام جو بقایا عید فسح کے تیوہار کے باقی تھے وہ بے کھٹکے گذر جائیں اور ریاضت اور یاد الٰہی کے لئے تنہائی کا وقت بھی دستیاب ہو جائے مگر قضا و قدر کے آگے یہ مآل اندیشی کام نہ آئی۔ اور اپنے ہی شاگردوں میں سے ایک یہودا اسکریوطی نام طمع نفسانی کی خاطر یہودیوں کے ساتھ مل گیا۔ تیس روپے اجرت گرفتاری مقرر ہوئے۔ یہودا اسکریوطی کو جائے رہائش کا سارا حال معلوم تھا وہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات کو سپاہیوں کی گارد ہمراہ لے کر گرفتاری کی خاطر موقعہ پر پہنچا۔ آگے حضرت مسیح علیہ السلام یا تو اس واقعہ کی نسبت مقامی حالات کی وجہ سے اطلاع پا چکے تھے یا وحی الٰہی سے متنبہ کئے گئے تھے۔ بہرحال وہ آنیوالے خطرہ کا تصور کر کے اور ہمہ تن استغاثہ بن کر دعا اور مناجات میں مصروف تھے۔ انجیلوں میں اس واقعہ کو ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔

"وہ غمگین اور بیقرار ہونے لگا۔ اس وقت شاگردوں سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے یہانتک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی۔ تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ پھر تھوڑا آگے بڑھا۔ اور منہ کے بل گر کے یہ دعا مانگی اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہو۔ پھر شاگردوں کے پاس آ کر انہیں سوتے پایا اور پطرس سے کہا تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے۔ جاگو اور دعا کرو تاکہ آزمائش میں نہ پڑو۔ روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے۔ پھر دوبارہ اس نے جا کر یہ دعا مانگی۔ اے میرے باپ اگر میرے پئے بغیر یہ نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو اور آ کر انہیں پھر سوتے پایا کیونکہ ان کی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں اور انہیں چھوڑ کے پھر چلا گیا اور وہی بات پھر کہہ کر تیسری بار دعا مانگی۔"

متی ۲۶/۳۶-۴۴ مرقس ۱۴/۳۲-۴۲ لوقا ۲۲/۴۰ یوحنا ۱۲/۲۷

مسیح علیہ السلام کی یہ دعا چاروں اناجیل میں درج ہے مگر لوقا کی انجیل میں کچھ وضاحت ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ "پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دلسوزی سے دعا مانگنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔"

ناظرین حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا کے ان کلمات کو اچھی طرح ذہن میں رکھیں کیونکہ مضمون کے اخیر پر میں نے اس پر کچھ عرض کرنا ہے۔

غرضیکہ آدھی رات کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کر لئے گئے اور صبح تک پولیس کی حراست میں رہے کیونکہ یہودیوں کے دستور کے مطابق رات کے وقت کارروائی مقدمہ نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اگلے دن جمعہ کے روز صدر مجلس کا انعقاد ہوا۔ اس مجلس نے اول آپ کو حنا نام کاہن کے پاس پیش کیا۔ حنا گو ان ایام میں کہانت کے عہدے پر نہ تھا مگر ایک تو بزرگانہ حیثیت کی وجہ سے دوئم اس وجہ سے کہ پہلے کاہن رہ چکا تھا اور موجودہ سردار کاہن کا خسر تھا۔ اس لئے حضرت مسیح اس کے روبرو پیش کئے گئے۔ حنا نے معمولی بات چیت کے بعد ان کو موجودہ سردار کاہن کائفا کے پاس بھیج دیا۔ جہاں سماعت مقدمہ عمل میں آئی اور ان کے برخلاف شہادت لی گئی۔ پھر اس کے بعد سردار کاہن کائفا نے دوبارہ صدر مجلس میں ان کو واپس کیا تاکہ حاکم وقت یعنی پلاطوس کے پاس پیش کئے جائیں اور جب پلاطوس کے پاس پیش کئے گئے تو مطابق بیان لوقا باب ۲۳ پلاطوس نے یہ بات معلوم کر کے کہ مسیح یہودیہ کا رہنے والا ہے جو ہیرودیس کی عملداری میں ہے مقدمہ ہیرودیس کے پاس بغرض سماعت منتقل کر دیا۔ ہیرودیس ان ایام میں بتقریب عید فسح یروشلم میں ہی مقیم تھا۔ اس نے حضرت مسیحؑ کے اظہار لینے چاہے مگر انہوں نے کسی وجہ سے خاموشی اختیار کی اس پر اس سے جس قدر ہو سکا تفریحاً ہنسی اور ٹھٹھا کیا اور پھر ارجاع مقدمہ کی خاطر پلاطوس کے پاس واپس کر دیا۔ یہاں باضابطہ شہادت استغاثہ کی سماعت عمل میں آئی۔ شہادت استغاثہ کے بعد پلاطوس جس نتیجہ پر پہنچا وہ الفاظ میں اناجیل سے اس جگہ نقل کرتا ہوں۔ چاہیئے کہ ہر ایک عقلمند ان پر غور کرے کیونکہ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے یہ حالات بطور مشعل راہ ہیں۔

دوران مقدمہ میں سب سے اول پلاطوس کو اس کی بیوی ان الفاظ میں سفارش کرتی ہے "جب وہ تخت عدالت پر بیٹھا ہوا تھا تو اس کی بیوی نے اسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ کیونکہ میں نے آج خواب میں اس کے سبب سے بہت دکھ اٹھایا ہے" متی باب ۲۷ آیت ۱۹ ۔ یہ خواب پلاطوس کو آئندہ مسیح علیہ السلام کے برخلاف آئندہ کوئی کارروائی کرنے کے لئے ایک تازیانہ اور تحدید تھی اور یہ بھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ مشیت ایزدی اور ارادہ الٰہی اس سے کیا تھا۔ پس کیا عین اس حالت میں کہ مقدمہ کی تجویز عمل میں آ رہی ہو پلاطوس کی بیوی کی یہ سفارش جو کہ ایک خواب کی بنا پر تھی اس کا کچھ اثر نہ ہوا ہوگا۔ ضرور اثر ہوا جس کا ثبوت آئندہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ بعد سماعت شہادت استغاثہ پلاطوس نے جو رائے اس مقدمہ کی نسبت ظاہر کی وہ انجیل متی باب ۲۷/۱۷-۲۴ اور لوقا باب ۲۳ آیت ۱۲ تا ۱۵ میں اس طرح پر درج ہے۔

"تم لوگ اس شخص کو لوگوں کا بہکانے والا ٹھہرا کے میرے پاس لائے ہو۔ دیکھو میں نے تمہارے سامنے ہی اس کی تحقیقات کی مگر جن باتوں کا الزام تم اس پر لگاتے ہو ان کی نسبت نہ میں نے اس میں کچھ قصور پایا نہ ہیرودیس نے کیونکہ اس نے اسے ہمارے پاس واپس بھیجا ہے۔ اور دیکھو اس سے کوئی ایسا فعل نہیں ہوا کہ وہ قتل کے لائق ٹھہرتا۔ پس میں اسے پٹوا کے چھوڑ دیتا ہوں۔ تب سب چلا اٹھے ...... پلاطوس نے یسوع کے چھوڑ دینے کے ارادہ سے پھر ان سے کہا لیکن وہ چلا کر بولے کہ اسے صلیب دے۔ اس نے تیسری بار ان سے کہا کیوں اس نے کیا برائی کی ہے میں نے اس کے قتل کی کوئی وجہ نہیں پائی۔ پس اسے پٹوا کے چھوڑ دیتا ہوں مگر وہ چلا چلا کر سر ہوتے رہے کہ اسے صلیب دی جائے۔"

دیکھئے پلاطوس نہ صرف ایک یا دو بار بلکہ بار بار مسیح کے بے گناہ ہونے کا علانیہ اعتراف کرتا ہے اس اعتراف اور یقین کا اثر جو کچھ اس کے دل و دماغ اور ضمیر پر ہوا ہوگا وہ محتاج بیان نہیں مگر چونکہ وہ قیصر روم کا ماتحت تھا اس خدشہ سے کہ یہ سڈیشن کیس ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اگر وہ مسیح علیہ السلام کو چھوڑ دے تو یہودی اس کی شکایت قیصر کے پاس کر دیں وہ ان کو یہودیوں کے حوالہ کر دیتا ہے جو کہ ان کو صلیب پر لیجاتے ہیں۔

اس جگہ ایک ضمنی بات قابل گذارش ہے کہ قتل کا یہ مقدمہ ۶ مختلف عدالتوں میں ایک ہی دن میں پیش ہوتا ہے۔ خیال فرمایا جائے کہ کس قدر وقت اس کی سماعت اور تحقیقات کے لئے صرف ہوا ہوگا۔ پھر انفصال مقدمہ اور انصرام کار صلیب کے لئے بھی کچھ وقت درکار ہے۔ کیونکہ فوجداری اور دیوانی کے خفیف سے خفیف مقدمات کے انفصال کے لئے عرصہ درکار ہوتا ہے۔ آخر رومی عدالتیں بھی باضابطہ عدالتیں تھیں اس کے ساتھ ہی جاننا چاہیئے کہ وہ دن سردیوں کے دن تھے۔ جیسا کہ گرفتاری کی رات پطرس کا آگ تاپنا مرقس ۱۴/۵۴ ۱۴/۶۷ لوقا ۲۲/۵۵ یوحنا ۱۸/۱۸ میں درج ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آگ کا تاپنا سردی کے موسم میں ہی ہوتا ہے میرا مدعا اس تمہید سے یہ ہے کہ واقعات اور حالات سے پایا جاتا ہے کہ سردی کے موسم میں دن کے وقت ایسا سنگین کیس جس کی کئی کئی مختلف عدالتوں میں سماعت ہو جس کا ملزم نہ صرف مذہبی فتویٰ کی رو سے ہی قابل دار ہو بلکہ جرم بغاوت کی وجہ سے بھی سزائے موت کا مستوجب ہو۔ ایسا مشہور اور دلچسپ مقدمہ اگر تفریحاً بھی کسی حاکم کے سامنے پیش ہو تو اسے حالات اور واقعات کی سماعت کے لئے کئی کئی گھنٹے بکار ہیں اس روئیداد پر نظر کرنے سے پایا جاتا ہے (باقی دارد)

شذرات

"آریہ گزٹ" کی تازہ اشاعت میں "کیا اسلام بڑھ رہا ہے" کے زیر عنوان ایک افتتاحیہ لکھا گیا ہے جس میں مدیر صاحب نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ چونکہ

الف۔ مرزا غلام احمد کے اسلام اور محمدؐ صاحب کے اسلام میں مشرق اور مغرب کا فرق ہے۔

ب۔ احمدی غیر احمدیوں کو اور غیر احمدی احمدیوں کو کافر کہتے ہیں۔

ج۔ مخالف اور موافق مصنفین دونوں کا فیصلہ ہے کہ اسلام روحانیت کے زور سے نہیں بلکہ تلوار کے زور سے پھیلا۔

د۔ جہاں جس ملک سے اسلام کی تلوار اٹھ گئی اسلام وہاں صرف چند دن رہا۔

ہ۔ اسلام کی تاریخ جنگی تاریخ ہے کوئی ملک ایسا دکھلاؤ کہ جہاں اسلام تلوار کے بغیر پھیلا ہو۔

و۔ ٹرکی۔ مصر۔ ایران۔ افغانستان وغیرہ سے اسلام اٹھ گیا۔

ز۔ زیادہ بیویاں کرنا اور پردہ اسلام کا اصول تھا۔ مگر اب عورتیں اس کے خلاف ہیں۔

لہذا

اسلام بڑھ نہیں رہا بلکہ گھٹ رہا ہے مگر ویدک دھرم دنیا میں بڑھ رہا ہے۔

وہ جو ہم کسی کتاب میں پڑھا کرتے تھے کہ ماں بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے اور باپ انگوٹھا چوس رہا ہے۔ آریہ مہاشہ کے اس مضمون نے ہمارے دل میں اس کی یاد کو تازہ کر دیا۔

آریہ سماج کی تعلیم یافتہ کالج پارٹی کا اخبار اور اس میں یہ طفلانہ توتلے کیا بہار دکھا رہے ہیں۔ مہاشہ جی نے لکھ دیا کہ مرزا صاحب کے اسلام میں اور محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسلام میں مشرق اور مغرب کا فرق ہے۔ ماں باپ خوشی میں آ کر اچھل پڑے۔ غلط سلط اچھی بری کچھ بھی کہو برخوردار نے بات تو کرنی سیکھی یہ بھی کیا ضرور ہے کہ وہ کوئی عقل کی بات کہے۔

انہوں نے یہ سمجھا کہ جب سوامی دیانند جی کے وید بھاشیہ پر یونیورسٹی کے تمام پنڈتوں نے بالاتفاق یہ فیصلہ دے دیا تھا کہ "یہ وید کی تفسیر نہیں بلکہ سوامی جی نے نئے وید گھڑ لئے ہیں" اسی طرح کا کوئی معاملہ یہاں بھی ہوگا۔ ہمارے لکھ دینے سے ہی دنیا مان لے گی کہ فی الواقعی مرزا صاحب نے کوئی نیا اسلام گھڑ لیا ہے۔ کس کو معلوم ہے کہ احمدی اور غیر احمدی تو کیا مسلمانوں کے تمام فرقوں میں اصولاً کوئی اختلاف نہیں۔ توحید کے سب قائل۔ رسالت کے سب قائل۔ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے سب ماننے والے۔ تمام الہامی کتب کو سب الہامی سمجھتے ہیں۔ قیامت۔ بہشت و دوزخ کو سب مانتے ہیں۔ یہ وہ بات ہے کہ جو کسی دنیا کے دوسرے مذہب کو نصیب نہیں۔ ذرا ویدک دھرم کے اصول وید سے بتا کر تمام ہندو فرقوں کو اس پر جمع کر کے تو دکھائیے تاکہ پتہ چلے کہ ماں بچے کو گود میں لئے بیٹھی ہے یا بچہ ہی اتنا بڑا ہوگیا ہے کہ باپ اس کی گود میں انگوٹھا چوس رہا ہے۔ کوئی زمانہ ہوگا کہ ویدک دھرم آریوں کے لئے تربیت کا گہوارہ ہوگا لیکن اب ویدک دھرم ویدک دھرمیوں کی گود کا کھلونا ہو رہا ہے۔ "رہا اسلام کا تلوار کے زور سے پھیلنا" اس کو بھی ہم "دھوبی کپڑے دھو رہا ہے" کی طرح مدت سے سنتے چلے آ رہے ہیں۔ اگرچہ پروفیسر آرنلڈ کی کتاب "پریچنگ آف اسلام" نے اس مضحکہ انگیز کہانی کا مدت ہوئی جواب لکھ دیا ہوا ہے یعنی۔ ہندوستان۔ چین۔ جاوا۔ ایران۔ ٹرکی۔ مصر میں اسلام نے اسوقت سب سے بڑھ کر ترقی کی ہے کہ جب مسلمانوں کی تلوار بے آب ہو چکی تھی۔

تلوار چمکا کر سر دبانا یہ قدیم آریوں کا شیوہ تھا۔ کیا دسیوؤں اور آریوں کی جنگ رگوید اور اتھروید میں مذکور نہیں۔ اور جو کچھ اس کا نتیجہ نکلا وہ ہندوستان کی صدیوں کی مقہور اور مظلوم اچھوت اور انتیج جاتیوں کی تاریخ میں خونیں حرفوں سے مرقوم ہے کم از کم لالہ لاجپت رائے کی تاریخ ہند اور اناش چندر کی رگویدک انڈیا کو ہی پڑھ کر دیکھ لو۔ زیادہ بیویاں کرنا اور پردہ اسلام کے کوئی اصول نہیں۔ یہ مجبوری، اضطرار اور رسم و رواج کی چیزیں ہیں اور بس البتہ لڑکیوں کو حصہ نہ دینا۔ رات دن کی خانہ جنگی اور ایک دوسرے کی جان لیوا کوششوں کے باوجود میاں بیوی کو باندھ رکھنا اور طلاق نہ دینا دلوانا۔ بیاہ شادی کے موقعہ پر فحش منتر پڑھنا۔ ویدوں میں تحریف اور وہ اصول ویدک دھرم کہ جن کی شکست کا ذکر ہم پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں کر چکے ہیں۔ ویدک دھرم کو آریوں اور ویدک دھرمیوں کے گھروں سے نکال رہا ہے۔ ؎

سنائیں گے ہم تم کو یہ داستاں پھر بھی

کئی دنوں سے آریہ اخبارات میں اخبار الفضل کا ایک اقتباس چکر کھا رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ بیویاں تھیں اور آپ میں قوت بہت زیادہ تھی۔ الفضل کے نامہ نگار مولوی فاضل صاحب نے اس مضمون کے متعلق اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اظہار افسوس کر دیا تھا۔ شرافت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آریہ اخبارات ان کی اس معذرت کو بھی شائع کرتے مگر آریوں سے یہ امید رکھنا بانجھ کی گود میں بیٹا دیکھنا ہے۔ آریہ گزٹ نے اس مضمون کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نفرت کا اظہار کیا ہے مگر کیا فرماتے ہیں مہاشہ ایڈیٹر آریہ گزٹ رگوید کے اس منتر کے بارہ میں کہ جس میں ایک رشی دن میں تین مرتبہ کسی کی فریاد اور ہانسے پکار کے بازو جو جبر کرتا ہے دیکھو رگ وید ۵⁄۹ ۔۔۔ امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب رگوید سے بھی اظہار نفرت کر کے انصاف پسند لوگوں کو مشکوری کا موقعہ دیں گے

قادیان کا سالانہ جلسہ تو صحیح معنوں میں جلسہ ہے اس لئے کہ جلسہ اپنے اشتقاق کی بنا پر بیٹھنے کا نام ہے کہ جس کی ضد کھڑے ہونا ہے۔ جناب خلافت مآب نے اپنی لا انتہا اور بے پایاں تقریر میں لوگوں کو ایک دفعہ جو بٹھایا تو کئی کئی لوگوں کے اعضا مارے سردی کے اکڑ گئے پچاس فیصدی کو نزلہ اور زکام کا عارضہ لاحق ہوا۔ درجن بھر نمونیہ سے بیٹھ گئے اور خدا جانے کتنوں کا کیا کیا شل ہو گیا دیہ روایت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب کی زبانی روایت ہے ہمیں اس کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کسی دانا سے پوچھو تو اس قسم کی تقریر بھی ایک بہت بڑا جرم ہے کہ جس میں مخلوق خدا کی ذہنیتوں کو مجروح کرنے کے علاوہ ان کی جان پر بھی حملہ موجود ہے۔

اس مسلسل تقریر پاشی اور برف بار جلسہ میں لوگوں کو گرمانے کے لئے حضور نے "پیغام صلح" کے خلاف لوگوں کو بہت تاؤ دیا کہ "پیغام صلح" میں مرزا مظفر بیگ ساطع نے ؛ مریاں کے بارہ میں سو فیصدی جھوٹ لکھا ہے کہ آنیوالی خلافت کے نگینہ میں ھوالناصر کا نقش کندہ ہوگا۔ یہ بالکل غلط اتہام ہے ثبوت کے لئے دیکھئے مجلس مشاورت کا فلاں فیصلہ۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ایک نوآموز چھوٹے ایڈیٹر تھے ان سے کسی غلطی کا سرزد ہو جانا بہت ممکن بلکہ عین اقتضاء عمر تھا۔ اگر خلافت مآب ہمیں اسی وقت اطلاع دے دیتے تو ہم اس کی تصحیح کر دیتے۔ اس کی کیا ضرورت تھی کہ ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں مختصر سے مرزا کے خلاف یوں اظہار غیض و غضب کیا گیا۔ اب رہا "ھوالناصر" کے موافق پروپیگنڈا اس کو ہم الفضل میں ہی کئی رنگوں میں پڑھ چکے ہوئے ہیں ضرورت پڑی تو پیش کریں گے۔ مجلس مشاورت کے فیصلہ کی بھی ایک ہی کہی یہ تو کہئے کہ قادیان میں ؎

کیا ان کو وعدہ کر کے مکرنا نہیں آتا؟

کی روایات اور نظائر موجود نہیں کیا اسی قسم کے پروپاگنڈہ کے لئے انصار اللہ کبھی نہیں بنی؟

حضرت خلافت مآب نے مرزا مظفر بیگ صاحب پر تو اس قدر غیض و غضب کا اظہار فرمایا لیکن مدیر الفضل پر کبھی اس قدر تاؤ نہ آیا کہ جس نے مولانا یعقوب خاں صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ اور دیگر بزرگان سلسلہ پر ایسے ایسے صریح بہتان تراشے کہ بعد میں بصد خجلت و شرمساری معافی بھی مانگنی پڑی۔ اگر حضرت خلافت مآب مدیر الفضل پر ایسا غیض و غضب ظاہر فرمانے کے لئے تیار ہوں تو ہم قصر خلافت کی بلندی کے برابر ان کے اکاذیب کی فہرست پیش کرنے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔

مدیر الفضل نے ہمیں کار خاص کے معاوضہ میں اہم مربعے ملنے کا طعنہ دیا ہے۔ لوگوں کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ بلاشبہ اہم مربعے تو ہمیں ملے ہیں لیکن قادیانیوں کے کار خاص کے معاوضہ میں آپ حیران نہ ہوں تو ایک دلیل عرض کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے۔ فتہجد بہ نافلۃ لک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نفل پڑھو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک شخص تیری امت میں سے مقام محمود پر کھڑا کیا جائے گا یعنی نفل تو پڑھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام محمود ملے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ! اگر شبہ ہو تو اخبار الفضل کی پیشانی اور حکیم محمد حسین قریشی کا اشتہار ملاحظہ ہو۔ کچھ ایسا ہی معاملہ یہاں بھی ہو گیا ہے ورنہ دنیا جانتی ہے کہ کار خاص کن کا مشغلہ ہے اور رہا ہے ہم نہ گورنمنٹ کے خوشامدی ہیں نہ مخالف؟

اس ذریت طیبہ کا ایک ورغرد غلام احمد مجاہد قادیانی ہے کہ جنہوں نے ماشاء اللہ آجکل راستی اور صدق کے خلاف جہاد

شروع کر رکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ چندر کے مگوے میں (جہاں مولانا محمد یار اور غلام احمد کو حسب شہادت ایک معزز محمودی شکست ہوئی تھی) مولوی حبیب اللہ صاحب سے حضرت مسیح موعود پر ناپاک اعتراضات کرائے یہ ایسا ہی جھوٹ ہے جیسا مولوی صاحب کا مجاہد ہونا۔

نہ مولوی حبیب اللہ نے اس وقت حضرت مسیح موعود پر کوئی اعتراضات کئے نہ کسی نے کرائے ہاں آپ کی جماعت کے خلاف انہوں نے چند ایک باتیں کہی تھیں جن کا جواب دینا آپ کا فرض تھا۔ اے محمودیو بتاؤ تو سہی کہ حق کی عداوت تمہیں کہاں سے کہاں لیجا رہی ہے۔ اگر آپ لوگ حق پر ہوتے تو یہ تمامہ مجاہد اور مولوی کہلانے والے اس قدر جھوٹ نہ بولتے کیونکہ کسی فرقہ کے صدق و ثبات کی سب سے بڑی نشانی یہی ہوتی ہے کہ وہ راستی کے خلاف جہاد نہ کرے۔

قادیان میں ایک اور مولانا قمر الدین ہیں کہ جنہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے ایک گذشتہ جمعہ کی تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے یہاں یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب حصول نبوت یا اکتساب نبوت کے بارہ میں یہ تھا کہ سورہ فاتحہ کے پڑھنے سے بغیر اعمال صالحہ اور انبیاء و اولیاء کی صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے پہلے تو جھٹ پٹ نبوت مل جاتی ہے اور بعد میں اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے ورنہ مکالمہ مخاطبہ ملنے کے نہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور نہ کوئی اور جماعت احمدیہ میں سے منکر ہے البتہ ہم اس دعا کو دعاء حصول نبوت نہیں سمجھتے اور اسی کے دلائل اس خطبہ جمعہ میں دیئے گئے ہیں کہ جن پر کچھ لکھنے کی آپ کو جرأت نہیں ہوئی۔

بقیہ صفحہ ۵

ہیں۔ حالانکہ پوسٹروں اور اشتہاروں سے بعض وقت وہ کام نکلتا ہے جو بڑی بڑی کتابیں نہیں کر سکتیں۔ ان کا مضمون مختصر ہوتا ہے اور جلد ذہن نشین ہو جاتا ہے اور یہ خاص و عام تک پہنچ جاتے ہیں۔ راہ چلتا اور گھر بیٹھا آدمی بھی ان کو پڑھ لیتا ہے اور بات تو اگر دل پر اثر کر جائے تو مختصر ہی ہوتی ہے۔ اگر غرض اصلاح قوم ہے۔ تو جس طریق سے اصلاح قوم ہو جائے۔ وہی طریق درست ہے۔ اگر ہر مضمون پر بڑی بڑی کتابیں لکھ کر ان کی چند کاپیاں چند دولت مندوں کی بدولت مفت تقسیم کر دی جائیں۔ یا کتب خانوں میں بند پڑی رہیں تو قوم ترجیح تعلیم سے محروم رہ جائے گی۔

پس اس حصہ میں میری یہ خواہش ہے کہ ایسے احباب اپنے اسمائے گرامی سے اطلاع دیں جو (۱) پوسٹروں اور اشتہاروں کو لاگت پر خرید کریں گے (۲) جو خاص خاص علاقوں میں انہیں تقسیم کر دینے کا ذمہ لیں گے۔

محمد علی

آہ رئیس الاحرار

اے خدا! اس قحط الرجال کے زمانہ میں بدنصیب و مظلوم مسلمان اس درد انگیز اور منحوس خبر کو کس طرح سنیں کہ رئیس الاحرار شہید ملت مولانا محمد علی جوہر ایڈیٹر کامریڈ و ہمدرد کا ۴ جنوری کو لنڈن میں انتقال ہو گیا۔ آہ عالم اسلامی کا مایہ ناز فرزند مسلمانان ہند کا جلیل القدر رہنما۔ اتحاد اسلامی کا علمبردار رشتہ اسلامی کا ماہر چل بسا۔ شمع ملت کا پروانہ جل بجھا۔ دین و وطن کا شیدائی آخر دین و وطن پر قربان ہو گیا۔ انا للہ

آہ اب محمد علی مرحوم کے بعد کون ہے۔ جو مسلمانان ہند کی سیاسی قیادت کا دم بھر سکے۔ معزز معاصر "انقلاب" کے یہ الفاظ بالکل سچ ہیں۔ کہ آج ملت اسلامیہ ہند بیوہ ہو گئی۔ اس کا سہاگ لٹ گیا۔ اور اس کا دولہا سے گرداب حیات میں تھپیڑے کھانے کے لئے چھوڑ گیا۔ مرحوم کے سیاسی و مذہبی عقائد و مسلک سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ ان کے طریق کار پر اعتراضات ممکن ہیں۔ لیکن ان کی غیرت دینی، حب وطن۔ بے نظیر علمی و ادبی قابلیت۔ سیاسی تدبر، استقلال، تحمل شدائد اور جوش و ایثار کے دشمن اور مخالفین بھی قائل ہیں

مرحوم کا وطن ریاست رام پور تھا۔ آپ ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے علیگڑھ اور آکسفورڈ میں تحصیل علم کے بعد ریاست رام پور اور بڑودہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ اس کے بعد کلکتہ سے اپنا مشہور انگریزی اخبار "کامریڈ" نکالا جو بعد کو دہلی میں منتقل ہو گیا۔ آغاز جنگ یورپ میں آپ نظر بند کر لئے گئے۔ ۱۹۱۹ء میں رہا ہونے کے بعد تحریک خلافت و کانگرس میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۲۰ء میں وفد خلافت کے صدر کی حیثیت سے انگلستان تشریف لے گئے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ کو ایک تقریر کی بنا پر دو سال قید کی سزا ہوئی۔ ۱۹۲۳ء میں آپ کوکناڈا کانگرس کے صدر منتخب ہوئے ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ کی بنا پر کانگرس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور مردانہ وار تحفظ حقوق المسلمین اور ہندو مسلم اتحاد کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہے گذشتہ سال سے آپ امراض قلب اور ذیابیطس کی وجہ سے بیمار تھے لیکن اپنی علالت کی پروا نہ کرتے ہوئے گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے اور آج کل اسی کانفرنس کے سلسلہ میں لنڈن میں مقیم تھے کہ فرشتہ اجل نے ان کو ہم سے ہمیشہ کے لئے چھین لیا۔

اس حادثہ عظیم میں ہمیں محترمہ بیگم محمد علی۔ علی برادران اور مرحوم کے دیگر اعزہ و احباب سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے۔ کہ خداوند کریم مرحوم کو اپنے دامن رحمت کے سایہ میں جگہ دے۔ پس ماندگان اور تمام مسلمانان ہند کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ثم آمین۔

—— پشاور ۵ جنوری۔ مولانا محمد علی کے انتقال پر غم و ماتم کے اظہار کرنے کے لئے کل پشاور میں ہڑتال منائی جائے گی۔

—— احمد آباد ۵ جنوری۔ آج یہاں مولانا محمد علی کی وفات کی وجہ سے ہڑتال کی گئی۔

—— کلکتہ ۵ جنوری۔ آج مولانا محمد علی مرحوم کے احترام میں یہاں ہڑتال کی گئی۔

—— لاہور ۵ جنوری۔ مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر موصول ہوتے ہی شہر کے اسلامی حصوں میں ہڑتال ہو گئی میونسپل کمیٹی کے دفاتر اور مدارس اور انجمن حمایت اسلام کا دفتر اور درسگاہیں سب بند کر دی گئیں۔ نوجوانان اسلام نے ایک مختصر جلوس کی صورت میں اسلامی محلوں اور بازاروں میں مولانا مرحوم کے انتقال کا اعلان کیا۔ ۵ بجے شام باغ بیرون دہلی دروازہ میں مسلمانوں کا ایک جلسہ عام زیر صدارت آغا محمد صفدر منعقد ہوا جس میں صاحب صدر کی مختصر تقریر کے بعد مولانا ظفر علی صاحب اظہر نے اظہار افسوس و ہمدردی کی ایک قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد کی تائید میں متعدد ہندو مسلم سکھ صاحبان نے تقریریں کیں۔ اور متفقہ طور پر پاس ہوئی۔ آخر میں مولانا غلام مرشد صاحب نے فاتحہ پڑھی۔ اور دعائے مغفرت کی۔

رئیس الاحرار کا انتقال اور ماتم!

لنڈن ۴ جنوری۔ مولانا محمد علی آج ساڑھے نو بجے انتقال کر گئے۔ آپ کا جنازہ ہندوستان بھیجا جائے گا۔ شب گذشتہ آپ آدھی رات تک کام کرتے رہے۔ آپ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے نام ایک اپیل لکھی تھی۔ کہ وہ اپنے اختلافات کو دفن کر کے قومیت ہند کے لئے کام کریں۔ رات آپ اس اپیل پر نظر ثانی کرتے رہے۔

گمان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کی موت کسی شریان کے پھٹ جانے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ آج ۵ بجے صبح سے آپ بالکل بے ہوش تھے۔ مولانا شوکت علی نے یہ ہفتہ آئرلینڈ میں بسر کیا۔ آپ آج صبح ہی لنڈن پہنچے۔ افسوس کہ مرتے دم بھائیوں میں گفتگو نہ ہو سکی۔ مولانا شوکت علی نے فرمایا۔ کہ میرا بھائی بہت شجاع سپاہی تھا۔ اور وہ لڑتے لڑتے شہید ہوا ہے۔ مولانا مرحوم کی نعش کل تابوت میں بند کی جائے گی۔ اور جمعہ کے روز گیلری پہنچائی جائے گی برطانی ہند کے تمام مندوبین ہائیڈ پارک ہوٹل میں مرحوم کی میت کے اعزاز کے لئے آئے۔ سب ہم زبان ہو کر کہہ رہے تھے۔ کہ محمد علی کا انتقال ہندوستان کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔

—— لنڈن ۴ جنوری۔ مولانا مرحوم کے بستر مرگ کے پاس آپ کے بڑے بھائی آپ کی بیگم صاحبہ اور دو داماد موجود تھے۔ آپ کی نعش کل تابوت میں بند کی جائے گی۔ اور پہلے ہی جہاز میں ہندوستان روانہ کی جائے گی۔ آج وزیر ہند مسٹر ویجوڈ بین۔ سر تیج بہادر سپرو۔ مسٹر جیکر۔ سر اکبر حیدری۔ سر راماسوامی۔ لارڈ پیل وغیرہ نے مرحوم کی وفات پر اظہار افسوس کیا۔ اور اس کو متفقہ طور پر ناقابل تلافی نقصان بتلایا۔ کانفرنس میں جو والیان ریاست شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے وزراء اور نمائندوں کو بھیجا۔ تاکہ مرحوم کے متعلقین سے تعزیت اور اظہار ہمدردی کریں۔

—— لنڈن ۵ جنوری۔ رائٹر کو معلوم ہوا ہے۔ کہ مولانا محمد علی کا جنازہ سرکاری طور پر اٹھایا جائے گا۔ ابھی تاریخ اور مقام کا تقرر نہیں ہوا۔ آج مرحوم کے احباب و اعزہ رات میت خانے میں جہاں مرحوم کا تابوت پڑا ہے۔ جمع ہو کر نماز جنازہ ادا کریں گے۔

ہندوستان میں ماتم

—— نئی دہلی ۵ جنوری۔ مولانا محمد علی مرحوم کی وفات کی خبر تمام شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ کانگرس کمیٹی نے اپنے سابق صدر (مولانا مرحوم) کے انتقال کے متعلق شہر میں اشتہار تقسیم کئے اور ان کے احترام میں جامعہ ملیہ بند کر دی گئی۔ ملدیہ کے آئندہ اجلاس کے التوا کی تحریک بھی پیش کی گئی۔

—— بمبئی ۵ جنوری۔ مولانا محمد علی کے اظہار ماتم کے لئے بمبئی میں مکمل ہڑتال کی تیاریاں کی گئی ہیں۔ موٹروں۔ لاریوں اور ٹریم گاڑیوں کی آمد و رفت بند کر دی گئی ہے۔ شہر کے تمام ہوٹل بھی بند ہیں۔ مسلمانان بمبئی کے جتھے دوکانداروں کو مولانا محمد علی کے احترام میں دوکانیں بند کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔ روئی کے سپاس کارخانے جن میں ایک لاکھ مزدور کام کرتے ہیں۔ آج مولانا کے احترام میں بند رہے۔ اسد میدان میں مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہو گا نیز آج جمعیۃ کونسل کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ایک قرارداد منظور کی کہ مولانا محمد علی مرحوم کی حب وطن کا اعتراف اور ان کے اعزہ سے اظہار ہمدردی کیا گیا۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۸۳

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۳:۶۴

الصُّلْحُ خَيْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
عبد الحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا

۲ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

۳ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

۴ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر ست خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ لاہور۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۲۱ شعبان سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۳۱ عیسوی نمبر ۳

اخبار احمدیہ

۱۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ ۹ جنوری جمعہ گذشتہ کو لائل پور تشریف لے گئے اس کے بعد گوجرہ اور شیخوپورہ تشریف لے جائیں گے۔ اس سے اگلا جمعہ سیالکوٹ پڑھائیں گے۔ اور وہاں سے جموں تشریف لے جائیں گے۔

۲۔ مولانا صدر الدین صاحب رہتک کے مسلمان معززین کی درخواست پر ڈاکٹر سٹینلے جونس کے ۱۷ جنوری کے لیکچر کی صدارت کے لئے تشریف لے جائیں گے اور ۱۸ جنوری کو آپ کا ایک لیکچر اسلام اور عیسائیت پر ہوگا۔ ڈاکٹر سٹینلے جونس مشہور پادری ہیں کہ جو افریقہ سے چل کر سارے ہندوستان میں لیکچر دینے کے لئے آئے ہیں۔ اس لیکچر بازی سے کامیابی تو ان لوگوں کو جو کچھ ہوتی ہے وہ معلوم ہی ہے مگر ان کی ہمت ضرور قابل داد ہے اس سے پیشتر پادری زویمر امریکہ سے چل کر یہاں لیکچر بازی کے لئے آیا تھا اور پھر اس کی جو گت یہاں لاہور میں بنی وہ لاہور کی پبلک کو معلوم ہے۔

۳۔ مولانا محمد علی برادر مولانا شوکت علی صاحب کی وفات کی خبر حسرت آیات سن کر انجمن نے اپنے مسلم ہائی سکول لاہور میں تعطیل کر دی۔ ووکنگ میں امام مسجد ووکنگ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی نماز میں ہر طبقہ اور خیال کے لوگ موجود تھے۔

۴۔ میاں عبد العزیز صاحب ریٹائرڈ سول سرجن جو اس جماعت کے کاموں میں بڑی دلچسپی لیتے تھے اور ہمیشہ نیک تحریکات میں اعانت کرتے تھے ۲۔ جنوری کو باغبانپورہ میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون

آفتاب اسلام کی ضیاء پاشیاں

راجن پورہ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ہمارے مبلغ مولوی نیاز احمد صاحب ظاقی کی کوشش سے ۲۵ اشخاص حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

کوٹ آدیاں میں چالیس کس مسلمان ہوئے تھے ان کی اب درخواست آئی ہے کہ ان کی دینی تعلیم کیلئے کوئی معلم بھیجا جائے

دورہ مبلغین

مولانا عصمت اللہ صاحب کا ہیڈ کوارٹر اس سال سیالکوٹ رہے گا اور مفصلہ ذیل مقامات میں وہ اپنا دورہ رکھینگے گوجرانوالہ، وزیر آباد، پسرور، جمول، چانگڑیاں، گجرات، جہلم راولپنڈی معہ مفصلات یہاں کی جماعتوں کو جس وقت ضرورت ہو ان کو بلا سکتے ہیں۔

ملک لال حسین صاحب کے سپرد شیخوپورہ، لائل پور سرگودھا، جھنگ، بدوملہی چندر کے منگولے (جہاں محمودیوں کو ہندو، مسلمان، عیسائی اور ایک معزز محمودی کی رائے میں شکست فاش ہوئی تھی) من (شاہدرہ) نواں کوٹ۔ علاوہ اس کے ان کے ذمہ مردم شماری اور تحصیل چندہ کا کام بھی ہوگا

قاضی شیر محمد خاں اور مولوی نیاز احمد صاحب ظاقی اضلاع ڈیرہ غازی خاں، مظفر گڑھ، ملتان کی جماعتوں میں تنظیم و تبلیغ کریں گے

مرزا مظفر بیگ صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب سابق روشن لعل متفرق دورہ پر رہیں گے جہاں ضرورت ہوگی وہاں ان کو بھیجا جائے گا۔

مصر کے اللطائف المصورہ میں سلسلہ احمدیہ کا ذکر

مصر کے عربی مجلہ اللطائف المصورہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ۔ برلن میں مجلس مولود۔ مسجد برلن اور جناب بابو منظور الٰہی صاحب کی عکسی تصاویر شائع ہوئی ہیں محفل مولود میں جرمن نومسلمین مصری اور ہندی طلبا بھی موجود ہیں۔ اور ایک کثیر حصہ جرمنی کے معززین کا بھی ہے اس کے نیچے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ جماعت احمدیہ لاہور کا مشن ہے کہ جس نے جرمنی میں اپنا تبلیغی مشن قائم کیا ہے۔ یہ جماعت لاہور الگ ہے قادیان کی اس جماعت سے جس کو امیر شکیب ارسلان نے دشمن اہل سنت والجماعت لکھا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی عکسی تصویر

اس کے نیچے یہ نوٹ لکھا ہے کہ یہ عالم جلیل و فاضل مفخم جماعت احمدیہ کا امیر ہے وہ جمعیۃ احمدیہ کہ جو دین اسلام کی تبلیغ کے لئے لاہور میں قائم ہے کہ جنہوں نے برلن میں مسجد بنانے کا فخر حاصل کیا ہے۔ صاحب تصویر دینی تاریخی اور مختلف علوم کی کتابوں کا مؤلف ہے۔ آپ نے زبان انگریزی میں قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر سات سال کی متواتر محنت کے بعد کیا ہے۔ آپ کا ترجمہ نہایت بے نظیر اور ضرورت زمانہ کے مطابق ہے۔ دنیا کے شرق اور غرب سے اس ترجمہ کے لئے صدائے تحسین بلند ہوئی ہے۔

خانصاحب بابو منظور الٰہی صاحب کی تصویر

اس پر لکھا ہے کہ یہ تصویر بہت بڑے فاضل محمد منظور الٰہی صاحب کی ہے کہ جو اس جمعیۃ احمدیہ کے سکرٹری ہیں کہ جو اشاعت اسلام کے لئے لاہور میں قائم ہے۔ آپ محکمہ ٹیلیگراف میں ایک عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں باوجود اس کے آپ جمعیۃ احمدیہ کی خدمت دلی اخلاص اور خوشی کے ساتھ کرتے ہیں۔ آپ نے اپنا فارغ وقت اور مال اشاعت اسلام کے لئے قربان کیا ہوا ہے اور آپ مسجد برلن کی تعمیر میں بہت بڑھ کر حصہ لینے والوں میں سے ہیں

مسجد برلن کا فوٹو

اس پر نوٹ ہے کہ یہ اس مسجد کا بیرونی منظر ہے کہ جس کو جماعت احمدیہ لاہور نے جرمنی میں بنا کیا ہے۔ احمدی جماعت نے اس پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے اور یہ عالم جلیل اور فاضل حکیم امیر جماعت محمد علی کی ہمت اور کوشش کا نتیجہ ہے۔

مؤرخہ ۱۰ جنوری کو شہزادہ محمد اسلم خان صاحب بی۔ اے کیمبرج ایبٹ آباد سے تشریف لائے اور حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ سے ملاقات کی۔ آپ انگلینڈ اور جرمنی میں اپنی عمر کا بہت سا حصہ گذار چکے ہیں جرمنی میں ہی آپ کو حضرت امیر کی بلند پایہ تصانیف کو دیکھ کر آپ کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔

آپ حضرت صاحب کے دعویٰ کے متعلق جماعت لاہور اور جماعت قادیان کا زاویۂ نگاہ دریافت فرماتے رہے اس کے بعد اسلام میں لونڈیوں کے نکاح یا عدم نکاح وغیرہ پر گفتگو کرتے رہے آپ نے فرمایا کہ مجھے آپ کی جماعت کی خدمات سے بہت دلچسپی اور ہمدردی ہے۔ دوسرے دن پھر آپ نے حضرت امیر کی خدمت میں ملاقات کا ارادہ ظاہر کیا۔

قریب کے ایک مقام کے چند ایک عیسائی جو افراد نے حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ ان کو بہت جلد حلقہ بگوش اسلام بنایا جائے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ان کی قوم کی تعداد کم از کم دس ہزار ہے کہ جو مسلمان ہونے کے لئے تیار ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی افسوس کیا کہ عام مسلمانوں اور ملانوں کی بدسلوکی کی وجہ سے وہ عیسائی بھیڑوں میں شامل ہونے پر مجبور ہو گئے تھے۔

ریاست بہاولپور کے ایک معزز عہدہ دار رکھارام صاحب نے اسلامی رواداری کے اصول سے متاثر ہو کر قبول اسلام کر لیا ہے۔

مولوی لال حسین کے ہاتھ پر ایک عیسائی سانسی نے قبول اسلام کیا۔

ایک بزرگ قوم کا درد دل

ڈاکٹر نبی بخش صاحب بہت ہی ضعیف اور بزرگ احباب سلسلہ میں سے ہیں۔ اس بڑھاپے میں بھی آپ جوان ہمت ہیں اور اکثر جماعت کی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ آپ نے ایک مختصر سی تحریر اخبار میں شائع کرنے کے لئے بھیجی ہے کہ جو اس بزرگ کے دلی جوش اور درد دل کا ایک ادنےٰ سا ثبوت ہے

"جنگ احد کا واقعہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے نرغہ میں گھر گئے۔ دشمنوں نے چاروں طرف سے آپ پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی یہ دیکھ کر جاں نثار صحابہ نے چاروں طرف سے حلقہ باندھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اپنے زندہ جسموں سے ایک بنیان مرصوص قائم کر دی۔ اپنے جسموں پر تیر کھائے جانیں دیں اور شمع رسالت پر پروانہ وار قربان ہو گئے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی آنچ نہ آنے دی ایک ہم ہیں جو دیکھ رہے ہیں کہ چاروں طرف سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپ کے پیارے دین پر اعتراضوں کے تیر اور بم چلائے جاتے ہیں اور اس کوشش میں ہیں کہ نعوذ باللہ دنیا سے نابود کر دیا جائے۔ دہریہ آریہ اور عیسائی شب و روز اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ہم چپکے بیٹھے دیکھ رہے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اے مدعیان عاشق رسول اللہ آج تمہاری غیرت کو کیا ہوا خدا کے لئے اٹھو اور اپنے دعویٰ کا کوئی عملی ثبوت دو اور اس جماعت کے ساتھ شامل ہو جاؤ کہ جو اس غرض کیلئے قائم ہوئی ہے کہ وہ ہر ایک غلط اعتراض جو دشمنان اسلام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں دور کر کے اصلی اور نورانی چہرہ اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا کے سامنے لایا جائے۔ آپ لوگ اس میں شامل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بنیان مرصوص کا کام دیں۔ اسلام کی محبت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا عملی ثبوت دیں"

نقد و نظر

"محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نام کی سیرت کو ہمارے نوجوان مبلغ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے گورمکھی کا لباس پہنایا ہے۔ اور اس کا نام پوتر جیون رکھا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اس کو سکھ بھائیوں اور گورمکھی دان حضرات میں مفت تقسیم کر رہی ہے بعض سکھ حضرات نے ادھر ادھر سے مصالح جمع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنی قوم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بری تصویر پیش کی ہے۔ قوموں میں ہمیشہ غلط فہمیاں تباہی کا باعث ہوئی ہیں۔ اس زہر کو دور کرنے کے لئے کہ جو بعض ناعاقبت اندیش بھائیوں نے سکھوں میں پھیلایا ہے۔ یہ کتاب بہت حد تک مفید ہو گی ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ اس تبلیغی جہاد میں حصہ لے۔ اور اس کتاب کو ہر ایک سکھ کے ہاتھ تک پہنچانے کی کوشش کرے سردست یہ کتاب تقسیم کے لئے مفت ملتی ہے۔ اگر ضرورت ہو۔ تو اس کو زیادہ سے زیادہ چھپوا کر اس کی اشاعت کو وسیع کیا جائے

مساجد اور باجہ کے مسئلہ پر حضور نواب صاحب بہادر والئے مانگرول نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور اس اظہار خیال سے پیشتر حضور نے اکثر علماء سے بھی تبادلہ خیالات اور استصواب آراء کیا ہے۔ کتاب نہایت مدلل معقول اور ہندوستان کی دو اقوام میں صلح اور امن کے جذبات پیدا کرنے والی ہے۔ اسی طرح سے ایک ٹریکٹ بدعت تعزیہ کے عنوان سے حضور نے سپرد قلم فرمایا ہے۔ یہ بدعت مسلمانوں کے لئے جس قدر تباہ کن اور بربادی بخش ثابت ہوئی ہے۔ اس سے کسی شخص کو انکار نہیں۔ تاہم بعض غلط فہمیوں کی بنا پر مسلمانوں کا اکثر حصہ اس میں مبتلا ہے۔ حضور نواب صاحب بہادر نے اس بدعت کے خلاف قلم اٹھایا ہے۔ اور نہایت پسندیدہ طریق پر اس کی برائیوں کو کھول کھول کر بیان کیا ہے دونوں کتابیں عنقریب مفت تقسیم کے لئے دفتر میں وصول ہونے والی ہیں۔ دوست ان کو کثرت سے دوسرے لوگوں میں تقسیم کریں

ہمارے دوست میر حسن صاحب احمدی بنگلور (مدراس) نے ایک عرصہ کے بعد ہمیں یاد کیا ہے اور ایک مضمون مولوی عبد اللہ صاحب تیماپوری کا جو انہوں نے میسور مسلم کانفرنس میں بیان کیا۔ اشاعت کیلئے ارسال فرمایا ہے۔ جو آئندہ اشاعت میں درج اخبار ہو گا افسوس ہے۔ کہ ہمارے مدراس کے دوستوں نے ایکا کر کے ایک مدت سے ہمیں بھلا رکھا ہے۔ نہ تو کبھی احمد بادشاہ صاحب کچھ لکھتے ہیں۔ اور نہ عزیز اللہ صاحب۔ کہ جو مدراس کے قیس تبلیغ ہیں اپنی مساعی سے اطلاع دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں اس امر کا پورا یقین ہے کہ یہ حضرات نچلا بیٹھنے والے نہیں ہیں۔

ہمارے سلسلہ کی احمدی خواتین بہت کم اخبار پیغام صلح میں حصہ لیتی ہیں۔ اگر وہ اپنی دلچسپی اور قوم کے نصف حصہ کی بہتری کا سامان اخبار میں بھیجا کریں۔ تو وہ اپنے اخبار کو خود اپنے لئے دلچسپ بنا سکتی ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں تعلیم یافتہ خواتین کی کمی نہیں۔ مگر اس حصہ میں غفلت ضرور ہے

ہر احمدی یاد رکھے کہ ہمارا اس سال کا خاص جہاد اشاعت اسلام کے علاوہ مسلمانوں کو قرضہ لینے سے بچانا ہے۔

اخبار پیغام صلح کا ماہوار ایڈیشن

پیغام صلح کے سائز کی تبدیلی اور کتابت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ایک اور دلچسپی کا بھی اضافہ ہونے والا ہے۔ اور وہ اس کا ماہوار ایڈیشن ہے یعنی اس میں کسی خاص موضوع پر مختلف اصحاب کے مضامین شائع ہوا کریں گے۔ کہ جس کو زیادہ تعداد میں چھپوا کر مزید تبلیغ کا کام بھی لیا جایا کرے۔ سردست یہ انتظام ہے۔ کہ ہر مہینہ کے آخری دو پرچے یعنی ۲۷۔ اور ۳۰ تاریخ کے اکٹھے کر کے اس پر کچھ اور ورق زائد کر کے شائع کئے جائیں پہلے ماہوار ایڈیشن میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی معرکۃ الآراء تقریر شائع ہو گی۔ کہ جو تحریک احمدیت کے موضوع پر سالانہ جلسہ کے دوران میں ہوئی تھی۔ احباب اس کی زائد کاپیاں منگوا کر دوسرے لوگوں میں تقسیم کریں ہر ایک دوست پیشتر سے اطلاع دے۔ کہ کس قدر نسخے وہ اس تقریر کے منگوانا چاہتے ہیں۔

قادیانی دوستوں کی ذہنیت کا نمونہ

الفضل نے ۲۰ جون ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں ایک عنوان "حضرت مسیح موعود کی علمی وراثت کے مدعی" کے ماتحت ہم پر اعتراض کیا تھا۔ کہ چونکہ ہم حضرت اقدس کی تعلیم کے خلاف (بقول محمودیاں) حضرت مسیح کے باپ کے قائل ہیں۔ اس لئے ہم آپ کے علمی وارث نہیں ہو سکتے۔ اس کا جواب ہمارے اخبار مورخہ ۱۱ جون ۱۹۳۰ء میں مدلل طور پر نکل چکا ہے۔ جس میں حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے حوالے سے ثابت کیا گیا تھا۔ کہ ان کا بھی مذہب وہی تھا۔ جو ہمارا ہے۔ پھر اسی مضمون میں محمودیوں کو بدیں الفاظ چیلنج دیا گیا تھا۔ کہ :-

> حضرت مسیح موعود کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسٰے بن باپ تھے۔ کوئی الہامی عقیدہ نہ تھا۔ بلکہ ایک اجتہادی عقیدہ تھا۔ اجتہاد میں غلطی لگ سکتی ہے۔ آپ کوئی ایسی عبارت پیش کریں۔ جہاں یہ لکھا ہو۔ کہ حضرت صاحب الہاماً ایسا مانتے تھے۔ اور پھر وہ الہام بھی نقل کرنا ہو گا۔ مگر یاد رہے۔ کہ آپ نہ کوئی ایسی عبارت پیش کر سکتے ہیں نہ الہام
>
> (پیغام صلح ۱۱ جون ۱۹۳۰ء صہ کالم ۲)

اس چیلنج پر محمودی کیمپ میں خاموشی چھا گئی۔ لیکن اب قریباً چھ ماہ کے بعد ایڈیٹر صاحب ایک مضمون کا عنوان "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف پیغامیوں کی بیہودہ سرائی" دیکر لکھتے ہیں :-

> "لاہوری جماعت کے ممبر اس کا کیا جواب دیں گے۔ کچھ نہیں۔ چنانچہ اس وقت تک نہ تو پیغام کے حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قبلہ بولے ہیں۔ اور نہ پیغام نے کوئی جواب دیا ہے۔"

آپ گواہ **اہلحدیث** کا مذہب تو مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو آپس میں لڑانا ہے نہ تحقیق حق۔ اس لئے ایسے بے اصول اخبار کو ایسے امور میں مخاطب کرنا فضول ہے۔ جب وہ مسیح کے بے پدر ہونے کی دلائل قرآن سے دیگا۔ تو ہم اس کا جواب دے لینگے۔ لیکن جو شخص بار بار مواہب الرحمٰن کے حوالے دیتا ہے۔ وہ کیوں اخبار پیغام صلح ۱۱ جون ۱۹۳۰ء کا معقول جواب نہیں دیتا۔ اور پھر بیہودگی سے کہتا ہے۔ کہ پیغام صلح نے اس کے اعتراضات کا جواب نہیں دیا۔ اگر الفضل میں جرأت اور ہمت ہے۔ تو ۱۱ جون ۱۹۳۰ء کے مضمون کا معقول جواب دے۔

قرآن اور دیگر کتب مقدسہ

دہریوں کے بالمقابل ہمارے نزدیک صداقت مذہب کی سب سے بڑی دلیل مذاہب عالم کا باوجود اختلاف ملک و زبان اور بعد زمانہ مذہب کے بنیادی اصولوں میں متحد اور متفق ہونا ہے۔ مثلاً خدا کی ہستی پر ایمان تمام مذاہب میں توحید باری تعالیٰ کا غائر خیال، سزا اور جزائے اعمال پر اعتقاد اس عالم موجود کے علاوہ کسی آنیوالے دوسرے اور تیسرے عالم پر یقین۔ خدا کی طرف سے کسی علم یا کلام کا انسانی رہنمائی کے لئے ملنا اور ملہم کے درجۂ رسالت کو قبول کرنا ہے۔ مذاہب عالم کی قدیم سے قدیم کتب میں خواہ وہ ژند اوستا ہو ویدیں ہوں یا مصریوں کی کتاب الاموات، اور ان کے بعد کی الہامی کتب سب میں ان بنیادی اصولوں کا ذکر موجود ہے ان کی تفصیلات میں اختلاف ضرور ہے لیکن اصولاً کوئی اختلاف نہیں۔ اگر سنسکرت، پالی، فارسی، ارامی، عربی اور یونانی وغیرہ زبانوں کی کتب مقدسہ میں ایک دوسرے سے ہزارہا میلوں کی مسافت مکانی اور ہزاروں برسوں کے بعد زمانی کے باوجود تعلیمات میں یہ اصول اتحاد موجود نہ ہوتا تو ایک معقول پسند انسان کی نگاہ میں مذہب کی صداقت کی قطعاً کوئی دلیل نہ تھی۔

ہمارے لئے اسلام کی صداقت کی ایک مخصوص دلیل یہ ہے کہ زمانۂ تاریک میں مختلف مذاہب کے اندر بعض صداقتیں دھندلی اور دخان باطل میں چھپی ہوئی تھیں۔ اسلام نے ان صداقتوں کو کچھ ایسے دلا ویز اور دلربا طریق پر بیان کیا کہ غیر مذاہب کے لوگ انکی معقولیت کا لوہا مان گئے اور اپنے ہاں کی کتابوں پر سے گرد وغبار ہٹا کر ان صداقتوں کو تلاش کرنے لگے اگر یہ حق و حقانیت کے سنہرے اصول ان کے اندر موجود ہیں گو وہ غبار آلودہ ہی کیوں نہ ہوں تاہم وہ اس قابل ہیں کہ ان کی قدر کی جائے اس لئے کہ وہ اصول اتحاد مذاہب کا آئندہ زمانہ میں مضبوط رشتہ ثابت ہوں گے اور مذہب کی صداقت پر ایک نہایت محکم برہان سمجھے جائیں گے۔ اگر ہم مطلع آفتاب کے نہیں بلکہ آفتاب صداقت کے پرستار ہیں تو وہ خواہ کہیں سے طلوع ہو ہمارے لئے قابل پرستش ہے کسی وقت اس آفتاب کا مطلع ہندوستان تھا پھر ایک وقت آیا کہ وہ ایران سے طلوع ہوا کبھی اس کی رونمائی شام سے ہوئی تو کبھی عرب اس کا جلوہ گاہ ناز تھا۔ آفتاب کو ایسا ہونا تھا اور ضرور ایسا ہی ہوا پر تم لوگ جو مذہبی آدمی کہلاتے ہو کیا ہندوستان، ایران یا شام اور عرب کی اس لئے پرستش کروگے کہ وہ کبھی طلوع آفتاب کی جگہ تھا۔

کیا وہ موسم بہار جو آج سے تین چار ہزار سال پہلے ہندوستان میں رونما ہوا تمہارے دلوں اور دماغوں کو تو سہانا معلوم ہوتا ہے پر وہ عہد گل کہ جو اس کے بعد کبھی نمودار ہوا تمہاری آنکھوں کو طراوت نہیں بخشتا اگرچہ موسم گل ہونے کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہ تھا کیونکہ دونوں نے زمین کو اس کی موت کے بعد حیات تازہ بخشی تھی۔ گلاب کا پھول خواہ مشرقی ہو یا مغربی ایک لطافت پسند انسان کے لئے قابل قدر ہوگا نہ ہندوستانی اور محض ایرانی ہونے کی وجہ سے پس تم آفتاب کو اس کے نور سے بہار کو اس کی تازگی سے اور شمع کو اس کی روشنی سے شناخت کرو نہ ان کے ہندوستانی، ایرانی یا شامی اور عربی ہونے کے لحاظ سے یہ ہو سکتا ہے کہ ایک وقت آفتاب ابر غلیظ سے دھندلا ہو انتظار کرو تو یہ پردے اس کے سامنے سے چھٹ جائیں گے اور اس کا نورانی چہرہ دنیا پر ظاہر ہو کر رہے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تاریکی میں زیادہ دیر تک رہنے کی وجہ سے تمہاری اپنی ہی آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں پر اس کی روشنی میں تمہاری زندگی ہے اس کی حرارت سے تمہارے خون میں روانی ہے۔ اس کی ضیا سے آنکھوں میں نور ہے یہ ناممکن ہے کہ تم اس سے دور رہ کر زندہ رہ سکو اور یہ ہو نہیں سکتا کہ تم اس کے بغیر آگے بڑھ سکو۔

اگر تمہارا دور معرفت سمجھ نہیں گیا تو تم یہ سمجھ سکتے ہو کہ کوئی مصنوعی روشنی دائمی اور دیرپا نہیں ہو سکتی اور نہ اس میں وہ صفائی ہو سکتی ہے کہ جو آفتاب میں موجود ہے جہاں کہیں بھی بناوٹی طور پر قدرت کا منہ چڑایا جاتا ہے بالآخر شرمندگی اور ندامت اٹھانی پڑتی ہے ہم نے یہ دیکھا کہ ویدوں میں تحریف ہوئی مگر کیا اس کا سلسلہ کسی حد پر آ کر رک گیا نہیں اس وقت جو کچھ لکھا جا رہا ہے اور آئندہ جو کچھ لکھا جائے گا وہ اس لباس پارینہ کا قابل رفو ہونا ہی ثابت کرے گا قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ جو اس کے منجانب اللہ ہونے کی ایک زبردست دلیل ہو سکتا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ ونسوا حظاً مما ذکروا بہ ولا تزال تطلع علیٰ خائنۃ منھم الا قلیلاً منھم (المائدہ ۲)

یہ لوگ کلام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں اور ایک حصہ اس کا جو ان کو یاد دلایا گیا تھا انہوں نے بھلا دیا ہے اور تو ہمیشہ ان کو اپنی کتابوں میں خیانت کرتے ہوئے دیکھے گا۔ نہ صرف ان اہل کتاب نے گذشتہ زمانہ میں ہی تحریف کی ہے بلکہ یہ ہمیشہ آئندہ بھی تحریف کرتے رہیں گے ویدوں کی تحریف پر ہمیں اس وقت کچھ کہنے کی فرصت نہیں البتہ عیسائیوں کی دیدہ دلیری کا ایک نمونہ پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

اخبار نور افشاں میں ایک سرکلر جاری ہوا ہے جس کا عنوان ہے جو کہنا ہو اب کہہ لو۔ اس کا مختصر ملخص یہ ہے

موجودہ صورت یہ ہے

کہ اب بائبل سوسائٹی نے کمال دوراندیشی سے نئے ترجمہ کی تھوڑی سی جلدیں اس غرض سے شائع کی ہیں کہ اس ترجمہ پر جو اعتراض موصول ہوں ان کو پیش نظر رکھ کر مناسب تبدیلیاں کر لی جائیں اور اس کے بعد بائبلوں کی تیاری شروع کی جائے لہذا ہم ہندوستان کی تمام مشنوں تمام کلیساؤں۔ تمام مسیحی انجمنوں۔ تمام مکاتب الہیات تمام ادارہ ہائے اشاعت و تالیف اور ہر مسیحی کے کانوں تک بہ بردقت اور بہ جد ضروری خبر پہنچا کر التجا کرتے ہیں کہ نئے ترجمہ کے ایک ایک لفظ کو بغور پڑھیں اور آپ کی نگاہ میں جن جن مقامات پر اغلاط یا اصلاح طلب الفاظ یا فقرات نظر آئیں۔ فہرستیں بنا بنا کر فی الفور جناب سکرٹری صاحب برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور کی خدمت میں بذریعہ ڈاک بھیج دیں۔ معلوم حق کو چھپانا بھی گناہ ہے اور یہ ایک اہم ایمانی امر ہے۔ اس لئے کسی رو و رعایت تساہل یا غفلت سے کام لینے کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ بائبل سوسائٹی کسی واجب اور مفید مشورہ سے محروم رہ جائے اور آئندہ صدہا برس تک اردو ترجمہ بائبل میں کوئی ایسی غلطی یا نقص رہ جائے جو آج آپ کے دو پیسہ کے پوسٹ کارڈ سے دور ہو سکتا ہو۔ آپ کا احسان نہ صرف موجودہ مسیحیوں اور غیر مسیحیوں پر ہی ہوگا بلکہ متعدد آئندہ نسلوں پر بھی۔

امید ہے کہ بائبل سوسائٹی بائبلوں کی تیاری کا کام اس وقت تک ہاتھ میں نہ لے گی جب تک کہ ہر چہار اطراف کے جوابات موصول نہ ہو جائیں۔ اور جب کافی تعداد میں مشورتی مکاتیب موصول ہو جائیں تو بورڈ آف ریوائزرز (یعنی انجمن مصححان) کا ایک خاص اجلاس اس غرض سے منعقد کریگی کہ آمدہ تجاویز سے کس قدر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(نور افشاں مورخہ ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۳۰ء صفحہ کالم ۲ و ۳)

نور افشاں کا یہ اعلان پڑھ کر ہمیں یہ جرأت ہوئی ہے کہ ہم بائبل کی اصلاح میں کچھ حصہ لیں۔ اس لئے چند ایک گذارشات عیسائی حضرات کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

مذہبی دنیا کا نقطۂ مرکزی اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے وہ ایک ہی ذات ہے اور ایک ہی ہونی چاہئے ورنہ دو اور تین کا تصور اس کی مخلوق کو بھی مختلف شذرات میں تقسیم کر دے گا۔ خدا باپ سب کا ہے پر بیٹا صرف ان کا ہے کہ جو اس کے صلیب پا جانے پر ایمان لائیں باپ کا وجود کل مذاہب کے نزدیک اور ان کی کتب مقدسہ کی رو سے مسلم ہے مگر بیٹے کی ہستی کل مذاہب کی مجموعی شہادت کے خلاف ہے سوائے مسیحی مذہب کے۔ بعض خاص

بقیہ صفحہ ۱۴ کالم ۱

برادران قادیان سے اپیل

اس اخوت کے لحاظ سے جو اسلام میں ہم سب کو حاصل ہے اور پھر مسیح موعود کو ماننے میں ہم ایک ہیں۔ ہمارا (جماعت احمدیہ لاہور کا) حق ہے کہ آپ ہماری بات کو سنیں اور اس پر غور کریں۔ اور مجھے اس سے بھی انکار نہیں کہ آپ کا بھی ہم پر حق ہے کہ ہم آپ کی بات سنیں اور غور کریں۔ آج ہمیں آپ سے جدا ہوئے قریباً ستر۷۰ سال گذر گئے یہ کافی لمبا عرصہ ہے جس میں آپ نے دیکھ لیا ہے کہ ہم کیا کام کر رہے ہیں اور یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری کوششوں کو جو اس کے دین کی خدمت کے لئے تھیں بارآور کیا ہے ہمارے متعلق ابتدا میں شاید آپ کو یہ بدگمانی رہی کہ ہم نے مسیح موعود کو چھوڑ دیا ہے یا کم سے کم یہ کہ ہم سلسلہ کو لوگوں کے سامنے پیش نہیں کرتے۔ ان دونوں خیالات کی غلطی آپ میں سے ان احباب پر جن کو ہمارا کام دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے کھل چکی ہے۔ آج خدا کے فضل سے اس ترقی کے علاوہ جو ہندوستان میں ہماری جماعت کو ملی ہے۔ دس بیرونی ممالک میں ہمارے ہاتھوں سے سلسلہ احمدیہ کی بنیاد قائم ہو چکی ہے۔ اور وہاں جماعتیں بن چکی ہیں۔ علاوہ اس اسلامی لٹریچر کے جسنے اسلام کی عزت کو دنیا میں بہت بڑھایا ہے چار ہزار سے زیادہ صفحات حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے ہم دوبارہ چھپوا کر اسکا بڑا حصہ تقسیم کر چکے ہیں اور ٹریکٹ تیس تیس چالیس چالیس بلکہ اسی اسی صفحات کے بھی۔ دس دس پندرہ پندرہ۔ بیس بیس ہزار کی تعداد میں مفت شایع کر چکے ہیں صرف اردو و انگریزی میں ہی نہیں بلکہ دنیا کی اور کئی زبانوں میں بھی آپ کو علم ہے کہ جب ہم آپ سے جدا ہوئے تھے۔ تو اس وقت ہم کتنے آدمی تھے۔ لیکن اب آپ ہی غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسقدر کام خدمت دین کا ہمارے ہاتھوں سے لیا۔ یہ محض اسکا فضل ہے اور پھر کسقدر نصرت عطا فرمائی کہ وہ علوم جو ہم کو حضرت مسیح موعود سے ورثہ میں ملے تھے۔ انہیں ہم نے دنیا کے دور دور کے کناروں تک پہنچایا ہے۔ یورپ اور امریکہ کی ہزارہا لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر پہنچایا مشن قائم کئے وسط یورپ میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی سینکڑوں بلند پایہ فضلا و مبلغین کی وساطت سے اسلام میں داخل ہوئے پانچ اخبار اور رسالے صرف انجمن کی طرف سے اسوقت پانچ مختلف زبانوں میں نکل رہے ہیں۔ دو ہائی سکول کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ ۴۶ ممالک کے مسلمانوں میں خط و کتابت کے ذریعہ سے بیداری پیدا کی ہے۔ ابتدائی سال کے پندرہ ہزار سے بھی کم روپوں کے چندے سے کام شروع کر کے آج ساٹھ ستر۔ اسی اور نوے ہزار کے قریب قریب پہنچایا اور کم و بیش دو لاکھ روپے کا سالانہ بجٹ ہے کیا ایک بے سرو سامانی کی حالت میں نکل کر اللہ تعالیٰ کی خاص نصرتوں اور تائیدات کے بغیر یہ کام ہم کر سکتے تھے؟ آپ غور فرمائیں تو پہلی بات جو آپ کو نظر آئیگی وہ یہی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور معیت کا ہاتھ ہے۔

رہا اختلاف کا سوال۔ تو یہ خیال آپ لوگوں کے دلوں میں ڈالا جاتا رہا ہے کہ اسکی غرض محض اسقدر تھی کہ میں اپنے لئے نمبرداری حاصل کر لوں آپ جانتے ہیں کہ ایسی نمبرداری کی خواہش اُسے ہو سکتی ہے جسے اس سے کچھ ذاتی منفعت بھی پہنچے اور یہ بھی آپ میں سے اکثر لوگوں کو معلوم ہوگا اور جسے نہیں وہ آسانی سے دریافت کر سکتا ہے کہ مجھے ان امارات سے ذاتی منفعت کوئی نہیں۔ اختلاف ان امور پر تھا جو عقاید سے تعلق رکھتے تھے ان پر بھی آپ غور کریں۔ میں مختصر باتیں ہی کہوں گا اوّل ہم میں اختلاف ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود نے دعوٰے نبوت کیا؟ اس کا جواب صحیح وہی ہوگا جو حضرت مسیح موعود خود دیں۔ اگر حضرت صاحب نے دعوٰے نبوت کیا ہو تو ہمیں اس کا انکار نہ ہونا چاہیے۔ اور اگر حضرت صاحب نے دعوٰے نبوت سے خود انکار کیا ہو تو آپ کے لئے زیبا نہیں کہ ان کی طرف ایسا دعوٰے منسوب کریں۔ ہماری بحث اس بات میں نہیں کہ حضرت صاحب نے لفظ نبی مجاز یا استعارہ کے رنگ میں یا اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے استعمال کیا ہے۔ بلکہ اس لفظ کے استعمال کے متعلق جس طرح آپ نے پہلی کتابوں میں صاف طور پر لکھا ہے کہ آپ نے مجاز اور استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے اسیطرح آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی لکھا ہے کہ میرا نام نبی محض مجاز کے طور پر رکھا گیا ہے

اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ حضرت مسیح موعود نے دعوٰے نبوت کیا ہے یا نہیں؟ آپ کے ذمہ یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کس کتاب میں دعوٰے کیا ہے۔ اور اگر صریح الفاظ میں نہ دکھا سکیں تو ہمارا دعوٰے کہ حضرت صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا خود ہی ثابت ہو جاتا ہے تاہم ہم اس بات کو ایک دو نہیں متعدد تحریرات سے ثابت کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نے کھلے الفاظ میں دعوٰے نبوت سے انکار کیا ہے۔ بلکہ ایسے دعوے کو اپنے اوپر افترا قرار دیا ہے نیچے دو کالم بنا دئے ہیں ایک کے حوالجات تو مجھے ملے ہیں۔ مگر دعوٰے نبوت کا حوالہ حضرت صاحب کی تحریرات میں سے مجھے کوئی نہیں ملا

کیا حضرت مسیح موعود نے دعویٰ نبوت کیا؟	کیا حضرت مسیح موعود نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا؟
(۱) کوئی حوالہ نہیں	(۱) ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا
(۲) کوئی حوالہ نہیں	(۲) حمامۃ البشرٰی صفحہ ۸ اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوٰے کرتا ہے۔
(۳) کوئی حوالہ نہیں	(۳) حمامۃ البشرٰی صفحہ ۷۹ ایک یہ اعتراض ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے میں نے نبوت کا دعوٰے نہیں کیا۔
(۴) کوئی حوالہ نہیں	(۴) حمامۃ البشرٰی صفحہ ۷۹ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں
(۵) کوئی حوالہ نہیں	(۵) یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں مسلمان ہو کر نبوت کا ادعا کروں۔
(۶) کوئی حوالہ نہیں	(۶) حمامۃ البشرٰی صفحہ ۸۱ یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے
(۷) کوئی حوالہ نہیں	(۷) حمامۃ البشرٰی صفحہ ۹۶ مت گمان کرو کہ میں نے جو بات کہی ہے اس میں ادعائے نبوت کی کچھ بو پائی جاتی ہے
(۸) کوئی حوالہ نہیں	(۸) جنگ مقدس صفحہ ۶۷ میرا نبوت کا کوئی دعوٰے نہیں آپ کی یہ غلطی ہے۔
(۹) کوئی حوالہ نہیں	(۹) انوار اسلام صفحہ ۳۴ اور اگر یہ اعتراض ہے کہ میں نے نبوت کا دعوٰی کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین
(۱۰) کوئی حوالہ نہیں	(۱۰) انجام آتھم صفحہ ۱۲۲ یہ سراسر افتراء ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم خود دعوٰے نبوت کرتے ہیں۔
(۱۱) کوئی حوالہ نہیں	(۱۱) انجام آتھم صفحہ ۲۷ کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوٰے کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔
(۱۲) کوئی حوالہ نہیں	(۱۲) اس عاجز نے کبھی اور کسیوقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوٰی نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ

بقیہ صفحہ ۳

فرقوں کے کوئی اس کا قائل نہیں اور ابتدائے عیسائیت میں تو بہت سے فرقے اس کے منکر تھے مثلاً

۱۔ یونیٹیرین ۴۔ سنارشینز ۷۔ مونونسٹس
۲۔ انٹی ٹرینٹیرین ۵۔ سیونیز اور ان کے ہمخیال نوبادس
۳۔ ایرینیز ۶۔ سبیلینز اور فرقے کہ جو تثلیث کے منکر تھے

ان فرقوں کی تحقیقات میں اناجیل کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں کہ خدا تین ہیں۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے علماء عیسائیت کی رائے تثلیث کے بارہ میں یہ ہے کہ

۱۔ پاک تثلیث کا راز فہم انسانی سے بالاتر ہے اور دلائل عقلی سے اس کا ثبوت اور بطلان دونوں ناممکن ہیں۔ (مسیحی منطق ہے) کیونکہ یہ امر منطق کے مسلمات کے خلاف ہے کہ ایک جز اپنے کل کے برابر ہو۔ ہم تثلیث پر ایمان رکھتے ہیں اور اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس کے سمجھنے اور سمجھانے سے قاصر ہیں۔ میزان الحق مصنفہ پادری فنڈر صفحہ ۱۸ مطبوعہ لنڈن سنہ ۵۲۔

۲۔ تثلیث ان مسائل میں سے ہے جن میں عقل کو دخل نہیں۔
(مفتاح الاسرار مصنفہ فنڈر صفحہ ۲۹)

۳۔ تثلیث پر دلائل عقلی طلب کرنا خلاف عقل ہے۔
(نغمہ طنبوری پادری عماد الدین صفحہ ۴۲)

۴۔ خلقت کے استدلال اور دلائل عقلیہ تثلیث کے ثبوت میں نہیں چل سکتے (تشریح التثلیث ڈبلیو ڈی ٹامس ایم۔اے)

۵۔ مسئلہ تجسم مسیح عیسائیت کا اہم ترین راز ہے۔
(تفسیر یوحنا جے لے مک کلیمانٹ ڈی ڈی)

۶۔ مسئلہ تجسیم مسیح عیسائیت کا اہم ترین راز ہے۔
(پادری آئی ڈبلیو ایس ڈی ڈی)

۷۔ کس طرح الوہیت مجسم ہوئی اس کا ہم سے بیان نہیں ہو سکتا
(پادری ایل ایپٹ ڈی ڈی)

جو مسئلہ نہ تواتر قومی سے ثابت ہوا اور نہ عقلی معیار پر پورا اترے اس کا ماننا فضول ہے بائیبل کا ترجمہ کرتے ہوئے براہ مہربانی کسی آیت کا ترجمہ خواہ مخواہ تثلیث کے حق میں نہ کیجئے گا باقی گذارشات کے..

کا استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔	
۳) کتاب البریہ صفحہ ۱۸۲ افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوٰے کیا ہے ،،	۳) کوئی حوالہ نہیں
۴) مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۳۲۲ دوسرے الزامات جو میرے پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے ،،	۴) کوئی حوالہ نہیں

غور فرمایئے کہ حضرت صاحب نہ صرف دعویٰ نبوت سے بار بار شدت سے انکار کر رہے ہیں بلکہ ایسا دعویٰ کرنے کو صریح کفر قرار دیتے ہیں۔ اور اپنے قلم سے ایسا دعویٰ کرنے کو کفر قرار دیتے ہیں اور اپنی طرف ایسا منسوب کیا جانے کو کذب اور افترا قرار دیتے ہیں۔ اور ایسے کذب پر لعنت بھی کرتے ہیں تو کیا آج آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا انہی دفعیوں کے ماتحت نہیں؟ کیا آپ ان حوالجات کو غلط اور منسوخ قرار دیتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو جوانمردی سے صفائی کے ساتھ یہ اعلان کر دیں کہ حضرت صاحب نے مخالفوں سے خطاب کر کے یہ جو کچھ کہا تھا وہ سب غلط تھا۔ اور مخالف دعویٰ نبوت آپ کی طرف منسوب کرنے میں سچے تھے۔ مگر یہ یاد رکھئے کہ حضرت صاحب اس شدت کے انکار کے بعد کبھی دعویٰ نبوت نہ کر سکتے تھے ورنہ ان کی اپنی تحریرات کی رو سے کفر ہوتا اس کو بھی چھوڑیئے اگر نبی ہونے کے باوجود وہ نبوت کا انکار کرتے رہے جیسے جناب میاں صاحب کا خیال ہے تو یہ بھی یقینی کفر ہے خواہ غلطی سے ہی انکار کیا ہو۔ کیونکہ انکار نبوت عمداً ہو یا غلطی سے آپ کے نزدیک بھی کفر ہے بلکہ خود نبی اگر اپنی نبوت کا انکار کرے تو وہ دوسرے کے کہنے سے شدید تر کفر ہے۔ دو باتیں اور بھی غور طلب ہیں یہ الفاظ کہ ”نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے“! بتاتے ہیں کہ دعوے محدثیت اور انکار نبوت دونوں خدا کے حکم سے ہوئے تو یہ حضرت صاحب کی ہی غلطی نہ ہوئی بلکہ خدا کو بھی غلطی لگی۔ نعوذ باللہ۔ کہ اس نے غلط حکم دیدیا اور حکم ہی غلط نہیں دیا بلکہ خدا کا علم بھی غلط نکلا۔ کیونکہ سراج منیر میں صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں کہ بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں میں اطلاق نہیں پاتا یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا۔ کیا نبوت کا دعویٰ آپ کی طرف منسوب کر کے ایک طرف خدا کے حکم کو غلط قرار دیں گے؟ اور دوسری طرف خدا کے علم کو غلط قرار دیں گے

دوسرا اختلافی مسئلہ کفر ہے۔ یعنی آپ لوگ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ سے بے خبر مسلمانوں کو بھی کافر قرار دیتے ہیں مگر حضرت صاحب اس کے خلاف اپنے دعوے کا انکار کرنیوالوں کو بھی کافر قرار نہیں دیتے ”ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا“ (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰) حضرت صاحب کے ان صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے آپ کس طرح یہ عقیدہ رکھ سکتے

بقیہ کالم ۳ صفحہ ہذا

اسلام کا احسان دنیا پر

(از محترمہ جناب زکیہ سلطانہ تمیمہ صاحبہ بنت جناب محمد بخش صاحب تمیم پنشنر انسپکٹر جھنگ)

دنیا پر جس قدر انبیاء علیہم السلام ظاہر ہوئے وہ اپنی اپنی قوم کی اصلاح اور بہبودی کی خاطر پوری تندہی اور کوشش سے توحید کی تعلیم دیتے رہے مگر لوگوں کی طبائع میں اس قدر ضلالت تھی کہ ان کو اپنی بھی ایک اور واحد قوم جیسا کہ چاہیئے تھا راہ راست پر نہ آئی۔ کسی نے انکار کیا کسی نے اقرار کے بعد انکار کر دیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چند یوم علیحدگی کی وجہ سے بچھڑا کی پرستش قوم نے شروع کر دی علٰے ہذا القیاس اور انبیاء کی قوم کا بھی اسی طرح سے حال ہے۔ دور کیوں جلتے ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا حال دیکھ لیں۔ قوم نے ان کے ساتھ اس قدر ظلم اور غلو کیا کہ خدا کا بیٹا بنا دیا اور پاک دامن بی بی مریم پر ایسا ... بہتان باندھا جن کی تردید کے واسطے خود خدا کو دنیا کے سامنے قرآن مجید کے ذریعہ عیسٰی ابن مریم کے متعلق اعلان کرنا پڑا یعنی کہ مریم پاک دامن ہے۔

ہر ایک نبی کی زندگی اسی طرح مصائب سے پُر ہے۔ لیکن وہ اسپنے اپنے فرائض کو پورا کرتے چلے گئے ہیں۔ مگر تاہم تکمیل تعلیم توحید نہ ہوئی کیونکہ وہ تمام دنیا کے واسطے مامور نہ ہوئے تھے صرف اپنی اپنی قوم کی اصلاح مدنظر تھی اور یہ اپنی قوم کی خدمت بھی ایک عظیم الشان خدمت تھی اس لئے وہ اپنے اپنے زمانہ کے عظیم الشان نبی تھے۔

مگر ان سب کی صفات کا مجموعہ حضرت سرور دو عالم افضل الانبیاء .... حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو رحمت العالمین اور ختم المرسلین کا لقب خداوند تعالیٰ سے پا کر جلوہ افروز ہوئے ہیں۔ جنہوں نے کہ ان تمام انبیاء کی تصدیق کی جن کی تصدیق ان کی قوم نے بھی بہت کم کی تھی یہ غیر مذاہب پر کتنا بھاری احسان ہے۔ جس کا بدلہ وہ تا قیامت ادا نہیں کر سکتے بلکہ یہ ان کی ناشکری اور کفران نعمت کی ہی دلیل ہے کہ الٹا آپ کو بُرا بھلا کہتے ہیں

حضور پُر نور کا ظہور

ایسے گمراہی کے وقت میں ہوا جب کہ یورپ بدبختی اور تثلیث پرستی میں مبتلا تھا اور ایشیا آتش اور بت پرستی میں ڈوبا ہوا تھا اور خاص کر ملک عرب جو دنیا کا مرکز ہے جہاں حضور کا ظہور ہوا ایسی حالت میں گرا ہوا تھا کہ چوری ڈاکہ قتل غارت، خونریزی، قماربازی، بےحیائی شراب خوری، بردہ فروشی، عصمت دری، ان کا معمولی روزانہ مشغلہ تھا اور جنگ و جدال و قتال کا تو یہ حال تھا کہ معمولی سی معمولی بات پر قبائل کے قبائل میدان جنگ میں مسلح ہو کر نکل آتے اور آن واحد میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کا سر تن سے جدا کر دیتے تھے۔

آپ ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں جو شرافت، عزت اور بہادری میں اس قدر مشہور تھے کہ سارے کا سارا عرب انکی عظمت اور شان و شوکت کا قائل تھا اور نیز اس لحاظ سے بھی کہ خانہ خدا ان کی تحویل نگرانی اور حفاظت میں تھا۔ جہاں ہزاروں بتوں کی پرستش ہوتی تھی اور تمام ملک عرب بت پرست تھا۔

عیسائی سلطنتوں اور پادریوں کی تبلیغ

عیسائیت کا بلحاظ سلطنت بڑا زور تھا وہ تبلیغ پر روپیہ پانی کی طرح بہاتے تھے اور طرح طرح کے لالچ عرب والوں کو دیتے تھے مگر عرب والوں نے اپنی عادات اور بت پرستی کو نہ چھوڑا۔ اگر کوئی قبیلہ عیسائیت میں داخل ہو جاتا تھا تو انہیں سے اکثر آدمی اپنے پرانے عقائد پر واپس آ جاتے تھے۔

حضور کی تعلیم کا اثر

جب حضور نے توحید کی تبلیغ شروع کی تو تمام قبائل مخالف ہو گئے۔ حتیٰ کہ اپنے خاندان کے آدمی بھی سوائے ابی طالب کے آمادہ فساد ہوئے اور ان میں سے چند آدمی جو اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کو سخت عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ مگر باوجود اس قدر روکاوٹ کے اسلام ترقی کرتا گیا۔ آخر سرداران قریش نے کہا کہ اگر چاہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ کریں یا آپ چاہیں تو نہایت پاکیزہ اور خوبصورت لڑکی سے شادی کر دیتے ہیں یا جس قدر خزانہ درکار ہو پیش کر دیتے ہیں۔ مگر آپ بتوں کی مذمت چھوڑ دیں حضور نے جواب دیا کہ اگر سورج اور چاند کو میرے ہاتھوں پر رکھ دو میں تو بھی تبلیغ توحید کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سبحان اللہ کیا استقلال تھا اور خدا پر یقین کس قدر مضبوط اور کامل تھا۔ آخر ان کے قتل کی تجویز پاس ہوئی۔ اور بموجب حکم خداوندی مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار فرمائی۔ غرضیکہ تمام کا تمام عرب جس کو عیسائی بادشاہ بادشاہت

بقیہ کالم ۳ صفحہ ہذا

ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں یا تو حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کو آپ غلط قرار دیں یا ان کا منسوخ ہونا حضرت صاحب کی کسی تحریر سے ثابت کریں۔ تیسری صورت آپ کے لئے کوئی نہیں۔ اور ویسے بھی غور فرمایئے کہ کیا اس عقیدہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کے نزدیک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ منسوخ ہے کیونکہ تیرہ سو سال تک اسی کلمہ کو پڑھ کر لوگ مسلمان ہوتے تھے مگر اب اس کو پڑھنے سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا تو کلمہ تو منسوخ ہی ہوا تو جس دین کا کلمہ منسوخ ہے وہ دین کہاں باقی رہا۔ باتیں تو بہت صاف ہیں اگر اللہ تعالیٰ آپ کے سینے کو کھول دے تو حضرت مسیح موعود کی صحیح تعلیم کی حفاظت میں آپ ہمارا ساتھ دیں۔ ایسا نہ ہو کہ جس طرح مسیح کے حق میں غلو ہو کر اس کی اصل تعلیم ہی دنیا سے مٹ گئی وہی حالت پھر ہو۔ اس غلو سے خود حضرت صاحب نے ڈرایا ہے ”چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ..... جو شخص انکار میں حد سے گزرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے۔ اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے“

محمد علی

آبائی مذہب نہ ہٹا سکے۔ چند سالوں کے عرصہ میں ایک بے سرو سامان انسان کی حمایت میں اپنے بتوں اور تمام بد رسومات اور جنگ و جدال کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوگیا اور ایک جان دو قالب ہوگئے یہ صداقت کا کیا عظیم الشان نشان ہے اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد مصر، ترکستان، اندلس، ہندوستان، چین جاپان وغیرہ دور دراز ممالک میں اسلام پھیل گیا کیا یہ حضور کے رحمت العالمین ہونے کا ثبوت نہیں؟ کیا کوئی کسی نبی کی زندگی میں ایسا اعجاز پیش کرسکتا ہے؟ یہ بھی اسلام کی صداقت کا بھاری نشان ہے۔

حضور کا رحم

مکہ معظمہ سے جو حضور کا آبائی وطن تھا دشمنان اسلام نے نہایت دکھ اور اذیت دیکر نکال دیا۔ آپ نے اُن کی سختی کی وجہ سے ہجرت اختیار فرمائی۔ خوشا شان ربی۔ وہی مکہ معظمہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوتا ہے اور وہی دشمنان اسلام پیش کئے جاتے ہیں۔ جن کو خوف ہے کہ ایک ہی اشارہ سے سرتن سے جدا ہونیوالا ہے مگر حضور پرنور کے رحم اور عفو کی یہ شان ہے کہ بغیر کسی معاوضہ یا قصاص کے اعلان عفو عام ہوتا ہے کیا کوئی تاریخ کسی بادشاہ یا جرنیل کے متعلق کوئی ایسی مثال پیش کرسکتی ہے ہرگز نہیں۔

مساوات

زید آپ کا غلام ہے اور عرب یا اہل عرب میں سے نہیں آپ اس کو آزاد فرماتے ہیں۔ ایران کی طرف مہم درپیش ہے بڑے بڑے صحابہ کرام اور سرداران فوج موجود ہیں حکم تیاری ہوتا ہے اور زید کو اس عظیم الشان فوج کا جس میں حضرت ... حضرت علی حضرت زبیر حضرت خالد جیسے جری اور بہادر جرنیل اور بڑے بڑے سرداران قریش اور عرب قبائل موجود تھے سپہ سالار اعظم بنایا جاتا ہے گویا ہزاروں سرداران فوج کو اس آزاد شدہ غلام کے زیر حکم کیا جاتا ہے اور تابعداری کا ایسا سبق پڑھایا گیا ہے کہ کسی کو چون و چرا کی جرأت نہیں۔ کیا کوئی مذہب ایسی مثال پیش کرسکتا ہے ہرگز نہیں؛

عالم نسواں پر احسان!

ملک عرب میں دستور تھا کہ اکثر لڑکیوں کو بوقت پیدائش یا اس کے چند ماہ یا سال بعد زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ ان کے والدین گڑھا کھود کر ان معصوم بچیوں کو دیکھتے دیکھتے اوپر مٹی ڈال دیتے تھے۔ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کو جو عمر میں کچھ زیادہ اور سمجھ دار تھی جنگل میں لیجا کر اس کی موجودگی میں گڑھا کھودا اور لڑکی کو اس میں کھڑا کر دیا اور اوپر سے مٹی ڈالنی شروع کردی۔ جب مٹی زانوں تک آگئی تو لڑکی نے چلا کر کہا کہ ابا جان خدا کے لئے رحم کریں مگر وہ شخص مٹی ڈالتا گیا جب مٹی کمر تک آگئی تو لڑکی نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ ابا جان اب تو بس کرو مگر اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور مٹی ڈالتا گیا جب مٹی گلے تک ڈال چکا تو لڑکی نے سر ہلا کر کہا کہ کس پیار سے پالا تھا اور اماں جان نہلا دھلا کر کیسے عمدہ کپڑے پہناتی تھیں اور میوہ دانہ کھلاتی تھیں۔ میرا کیا تصور اور گناہ ہے کہ مجھ کو زندہ گڑھا میں دفن کیا جاتا ہے میں نے تو خدا کو نہیں کہا تھا کہ مجھ کو لڑکی بنا کر پیدا کرتا لیکن اس نے کچھ پرواہ اور توجہ نہ کی اور لڑکی دفن کرکے سیدھا سردار کائنات کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا اور کہا کہ تو نبی کہلاتا ہے کیا یہ میرا کوئی

بقیہ دیکھو صفحہ ۷

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعات مندرجہ اناجیل پر ناقدانہ نظر

(گذشتہ سے پیوستہ)

دن کے آخری حصہ میں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور جیسا کہ قدرتی اسباب میں سے دو کا پہلے اوپر ذکر کیا ہے یعنی پلاطوس اور اس کی بیوی کا مسیح علیہ السلام کی صریح طرفداری کرنا ایسا ہی چند اور سامان ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جن سے صریح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کو منظور ہی نہ تھا کہ یہودیوں کا یہ منصوبہ بار آور ہو بلکہ یہ منظور تھا کہ مسیح علیہ السلام اس جانگداز سانحہ سے نجات حاصل کریں۔ اول بموقعہ صلیب ایک خطرناک آندھی اور بھونچال کا آنا جس سے سورج کی روشنی کا جاتے رہنا اور ملک میں اندھیرا چھا جانا متی باب ۲۷ مرقس ۱۵ لوقا ۲۳ میں مرقوم ہے۔ ایسی دہشتناک تاریکی میں مسیح علیہ السلام کو امداد پہنچ سکنا غیر ممکن نہ تھا۔ دوئم اس کی ٹانگوں کا نہ توڑا جانا جس کے متعلق یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۳ تا ۳۶ میں فخریہ لکھا ہے "نوشتہ پورا ہوا کہ اسکی کوئی ہڈی توڑی نہ جائیگی"۔

دن کے آخری حصہ میں صلیب دیا جانا۔ آندھی اور بھونچال کا آنا، ہڈیوں کا نہ توڑا جانا اور سب سے بڑھکر عجیب اتفاق یہ میسر آتا ہے کہ موجب استثنا باب ۲۱ آیت ۲۳ "رات کو کوئی نعش صلیب پر رکھنی منع تھی"۔ اس کے ساتھ ہی سر شام سبت شروع ہونیوالا تھا اور بحوالہ انجیل یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۱ سبت کو کوئی نعش صلیب پر نہیں رہ سکتی تھی اب حامیان صلیب خود ہی غور فرمائیں کہ اس قدر مراعات کے باوجود چند لمحہ میں صلیب پر موت کا واقعہ ہونا کس طرح ممکن ہوسکتا ہے۔

اس مقام پر یعنی صلیب کے وقت مسیح علیہ السلام کا چند الفاظ بولنا اناجیل میں مندرج ہے اور وہ یہ ہیں "ایلی ایلی لما سبقتنی"۔ ان الفاظ کا مفاد شارحان اناجیل نے بحوالہ زبور باب ۲۲ قرار دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ زبور کا یہ حوالہ واقعہ صلیب کو حل کر دیتا ہے کہ ایسے وقت میں زبور کے ان الفاظ میں دعا کرنے سے جناب روح اللہ کا مدعا کیا تھا۔ زبور کے اصل الفاظ یہ ہیں:-

اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے تو میری رہائی سے اور میرے کراہنے کی باتوں سے کیوں دور رہا۔ اے میرے خدا میں دن کو چلاتا ہوں پر تو نہیں سنتا رات کو بھی اور مجھے قرار نہیں مگر تو قدوس ہے تو اسرائیل کی مدح میں سکونت کرنیوالا ہے۔ ہمارے باپ دادوں نے تجھ پر توکل کیا انہوں نے توکل کیا اور تو نے انہیں چھوڑایا انہوں نے تجھ سے فریاد کی اور رہائی پائی انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور شرمندہ نہ ہوئے۔

ان الفاظ کے وظیفہ سے مطلب صاف ظاہر ہے کہ جنہوں نے خدا پر توکل کیا خدا نے انہیں چھڑایا اور جنہوں نے خدا کے حضور فریاد کی انہوں نے رہائی پائی۔

پس صاحبو! ایسا ہی میرا بھی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا پر توکل کیا اور خدا نے انہیں صلیبی موت سے چھڑایا اور انہوں نے خدا سے فریاد کی اور خدا نے انہیں صلیبی موت سے رہائی بخشی۔ یہ تکلف اور بناوٹ نہیں نہ یہ کوئی من گھڑت تاویل ہے بلکہ زبور کے اصلی الفاظ ہیں اور کسی ایماندار کو اس کے انکار کی مجال نہیں ہونی چاہئے۔ پھر گذشتہ واقعات کا سلسلہ اس طرح پر ہے کہ جب گذشتہ حالات رونما ہوچکے تو ایک شخص یوسف آرمتیا نام جو مسیح کا شاگرد تھا اور صدر مجلس یہودیوں کا ممبر اور سلطنت کا بھی مشیر تھا اس نے قبل از غروب آفتاب پلاطوس سے جسم مسیح علیہ السلام کا مطالبہ کیا۔ اب اس سے آگے اس درخواست کے جواب میں پلاطوس کے الفاظ مندرجہ مرقس باب ۱۵ آیت ۴۴ نقل کرتا ہوں "پلاطوس نے تعجب کیا کہ وہ ایسا جلد مرگیا"۔ یہ تعجب حالات حاضرہ کی بنا پر تھا کیا اس حقیقت کا راز طشت از بام نہیں ہوتا یہاں پر بس نہیں بلکہ صوبہ دار کو جو صلیب کی ڈیوٹی پر متعین تھا اس کو بلا کر پوچھا کیا اس کو مرے ہوئے دیر ہوگئی ہے۔ جب صوبہ دار سے حال معلوم کر لیا تو لاش یوسف کو دلا دی۔ مرقس باب ۱۵ آیت ۴۵ اس جگہ اس بات کا اظہار کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہ صوبہ دار جس کا ذکر ہوا اور اس کے سپاہی مسیح پر ایمان لا چکے ہوئے تھے مرقس ۱۵/۱۹ متی ۲۷/۵۴ لوقا ۲۳/۴۷ میں اس صوبیدار اور اس کے سپاہیوں کے متعلق لکھا ہے "پس صوبہ دار اور جو اس کے ساتھ یسوع کی نگہبانی کرتے تھے بھونچال اور تمام ماجرا دیکھ کر بہت ہی ڈرے اور بولے کہ بے شک یہ خدا کا بیٹا تھا"

غور کرنیوالے غور کریں کہ پلاطوس، پلاطوس کی بیوی، یوسف آرمتیا، صوبہ دار، صوبہ دار کے سپاہی یہ سب طرفداران مسیح کا گروہ ہے اور باقی لوگ بحوالہ لوقا ۲۳/۴۹ وہاں سے جا چکے تھے اس قسم کا تخلیہ تائید الٰہی کے سوائے کس طرح میسر آسکتا ہے۔

ایسے وقت میں یقیناً جس قدر سہولتیں بجا لائی ہوسکتی تھیں ان بزرگوں نے اس سے دریغ نہیں کیا ہوگا۔ اب اس مزید مکالمے کو پھر ایک دفعہ ان حالات کی روشنی پڑھ جائیں۔ ایک دولتمند شاگرد جس کا رسوخ نہ صرف یہودی سوسائٹی سے ہی ہے بلکہ گورنمنٹ کا مشیر ہے۔ موقعہ پاکر شام سے پہلے پلاطوس سے جسم مضروب کا مطالبہ کرتا ہے۔ حاکم کے مدنظر نہ صرف اپنی بیوی کا خواب ہے بلکہ تحقیقات سے مجرم کو بے گناہ قرار دے چکا ہے ہر قسم کی مراعات پر آمادہ ہے۔ دعویداروں سے میدان خالی ہے۔ بلحاظ حالات درخواست پر تعجب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسی جلدی موت واقعہ ہوگئی۔ پلاطوس کا تعجب کرنا سرسری نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں اپنے استعجاب کا ازالہ صوبے دار کے ذریعہ کرنا چاہتا ہے مگر اتفاق سے صوبہ دار بھی ایماندار ہے۔ جب صوبہ دار سامنے حاضر ہوتا ہے تو وہ اس سے ان الفاظ میں پوچھتا ہے کہ اس کو مرے ہوئے دیر ہوگئی عجیب الفاظ ہیں پھر آگے لکھا ہے کہ جب صوبہ دار سے حال معلوم کر لیا۔ کیا حال معلوم کر لیا اس کا کوئی ذکر نہیں اس کے بعد لکھا ہے کہ لاش یوسف کو دلا دی۔ کیا یہ سب کے سب اسباب اور سامان حضرت روح اللہ کے واقعہ صلیب سے بچنے کے لئے تائید غیبی نہیں

ماسوائے اس کے یوحنا کی انجیل کے انیسویں باب ۳۴ آیت میں ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ زندہ تھے اور وہ یہ ہے کہ اس وقت بطور آزمائش کسی نے مسیح کی پسلی چھیدی تو اس میں سے خون اور پانی نکلا اب خون کا نکلنا صریح علامت زندگی کی ہے

باقی دارد

کیا کلمہ گو کی تکفیر جائز ہے؟

از قادری حافظ مولانا نورالدین صاحب سرینگر کشمیر

اسلام محبت کا مذہب تھا۔ صلح و امن اور آشتی کا مذہب تھا۔ شدید ترین مخالفوں کو بھی بھائی بھائی بنانیوالا تھا۔ مگر آج اسی اسلام کے مدعی۔ اسی کے رہبر۔ اسی کے پیشوا۔ اسی کے علماء۔ اسی کے مولوی۔ اسی کے پیر اور سجادہ نشین آپس میں ایک دوسرے پر نہایت بیرحمی کے ساتھ تکفیر بازی کے تیر چلا رہے ہیں۔ اپنے بھائی کی تذلیل و تحقیر کرنے میں بالکل کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ حالانکہ انہیں یہ تعلیم دی گئی تھی انما المومنون اخوۃ کہ مومن آپس میں بھائی ہیں اور انہیں یاد دلایا گیا تھا کہ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو تمہارے دلوں کے اندر خداوند تعالیٰ نے الفت و محبت ڈالی۔ پس تم اس کی نعمت اسلام کی بدولت بھائی بھائی بن گئے۔ لیکن آہ! آج پھر وہی نقشہ جگہ جگہ نظر آرہا ہے۔ محبت کا کہیں نام و نشان تک نہیں بھائی۔ بھائی کے خون کا پیاسا ہے۔ اس کا باعث صرف مولویوں کی تکفیر بازی ہے یا تو ان کا کام یہ تھا کہ غیروں کو اپنے میں شامل کرتے تھے یا آج یہ لوگ اپنے بھائیوں کو ہی حکم کفر دے کر اپنی برادری سے نکالے جاتے ہیں اور روز بروز فتوے پر فتوےٰ جاری کرتے رہتے ہیں کہ لوگو خبردار! فلاں مسلمان کافر ہے۔ اس سے کوئی بات چیت نہ کرنا۔ نہ اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا۔ بلکہ اس سے الگ رہنا۔ اپنے کوئیں کے قریب اسے آنے نہ دینا۔ اپنی مجلسوں میں اس کو نہ بلانا۔ رشتہ و ناطہ اس کے ساتھ بند۔ دوکان پر چیز خریدنے کو آوے تو نہ دینا۔ مرے تو اس کا جنازہ نہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

گو ان کافر ساز ملانوں کا طائفہ از ابتدا ساتھ ساتھ چلا آتا ہے۔ جنہوں قوموں کی قوموں۔ سلطنتوں کی سلطنتوں کو تباہ اور ویران کر ڈالا۔ جنہوں نے ملکوں کے گوشہ گوشہ کے اندر فتنہ و فساد پھیلایا۔ جنہوں نے شہر و دیہہ میں جگہ جگہ ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور بغض و عداوت کو پھیلایا جنہوں نے محض اور صرف اپنی ذاتی اغراض اور خواہشوں کی خاطر قوموں کے لوگوں کو باہم لڑا کر ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اور انہیں تباہ کر دیا جنہوں نے محض فروعی اور اختلافی باتوں پر بڑے بڑے عظیم الشان لوگ جہلاء اور عوام الناس کے ذریعہ حقیر و ذلیل کرائے۔ اور جنہوں نے بڑے بڑے بزرگان دین اور مصلحان و پیشوایان قوم کو قسم قسم کے ایذا و تکالیف پہنچائے جیلخانوں میں بھجوایا بلکہ موت کے گھاٹ انکو اتارا۔ شہید کیا سنگسار کرایا کتب تواریخ کو پڑھئے۔ آپ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا۔ کہ خود غرض ملاؤں نے علمائے دین اور پیشوایان و غمخواران قوم کو کسقدر ظلم اور ستم پہنچایا ہے۔ کوئی بھی زمانہ آپ کو ایسا نظر نہیں آئیگا جس میں نہ کسی نامور مصلح۔ اور رہبر کی انہوں نے مخالفت نہ کی ہو۔ ان مفسدوں سے دنیا واویلا کرتی ہے۔ اور نالاں ہے حضرت مولانا سید الطاف حسین صاحب حالی مرحوم و مغفور رسالہ کلمۃ الحق میں فرماتے ہیں ؎

پہنچایا جس نے پیغام تیرا … جمہور ہی میں وہ بدنام ٹھہرا
کتنوں نے جانا ساحر نبی کو … کتنوں نے مانا کافر علی کو
طوفان اٹھائے اہل بدا پر … بہتان باندھے زین العبا پر
نعمان کو وہی بدعت سے نسبت … کی شافعیؒ پر برپا قیامت
مالکؒ یہ لائے آفت جفا جو … یہاں تک کہ اکثر افضل سے نعمان
کی ابن حنبلؒ کی یہ مدارا … چہرہ پہ نقد کا کوڑوں سے مارا
نکلے آئمہ اکثر وطن سے … خالی ہوا سعد بن حسن سے
کتنوں کی باندھیں ذلت سے مشکیں … کتنوں کے رسی ڈالی گلے میں
مرتد ہے یا اہل یقین کو … ٹھہرایا زندیق ارباب دین کو
اے کلمہ حق تیری بدولت … مردوں پہ گذری کیا کیا مصیبت
ٹھہرے جہاں بیگانے سب سے … تجھ پہ ہوئے وہ دیوانہ جب سے
دنیا نے ان پہ گو ظلم توڑا … دامن انہوں نے تیرا نہ چھوڑا

اسی طرح کتاب مدوجزر اسلام میں فرماتے ہیں ؎

بڑھے جس سے نفرت وہ تحریر کرنی … جگر جس سے شق ہو وہ تقریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی … مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ … یہ ہے ہادیوں کا ہمارے طریقہ

جناب مولانا عرشی فرماتے ہیں ؎

درجہ معاش بین علمائے زمانہ را … برگشت قوم باتش تحقیر میکنند
قومے بقتل درجم مونذ صرف نطق … قومے دگر اشاعت تکفیر میکنند
از حق گسستہ دل بہ باطل بستہ اند … مسجد شکستہ بتکدہ تعمیر میکنند
مے خور کہ شیخ و صوفی و مفتی و مولوی … چوں نیک بنگری ہمہ تزویر میکنند

اسلامی اخبارات بھی ان ملانوں کا واویلا کرتی ہے چنانچہ پنجاب کا مشہور معروف اخبار روزنامہ "زمیندار" ان کے متعلق لکھتا ہے" ان اوہام پرست پیروں۔ ان ہوسناک ملاؤں نے جو غیروں کے دانستہ یا نادانستہ حلیف بنکر مدتہائے مدید سے اسلام کو ذلیل کرتے چلے آئے ہیں۔ انہوں نے امان اللہ خاں (شاہ کابل) پر بھی اپنی دیرینہ عادات کے مطابق کفر کا فتویٰ جڑ دیا (زمیندار ۲ جنوری ۱۹۲۹ء) مولانا حافظ عبداللہ صاحب جلال آبادی تحریر فرماتے ہیں "افغانستان کے فتنہ انگیز اور زر پرست ملاؤں اور پیروں کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے کافر کہدینے سے شاہ امان اللہ اور دوسرے مسلمان کافر نہیں ہو جاتے ہیں۔ بلکہ مکفر خود کفر کی لعنت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی مومن یا مسلم کو کافر کہدے۔ تو اس کا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ اور جن لوگوں کو بصارت کے علاوہ بصیرت بھی عطا ہوئی ہو وہ جانتے تو جان لیں کہ شاہ امان اللہ خاں اور ان کے رفقاء ہرگز کافر نہیں ہیں کیونکہ ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے پس شاہ موصوف اور ان کے رفقاء جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ زبان سے کہکر دل سے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ کور باطن ملانوں کے کہنے سے کیونکر کافر ہو سکتے ہیں۔ ان ملانوں کے دل کی آنکھیں بند ہیں۔ اور مطابق ارشاد خداوندی فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (یہ بصارت تو رکھتے ہیں لیکن ان کے دل کی آنکھیں اندھی ہیں) کے مصداق ہیں۔ اس گروہ میں سے ہیں۔ جسے حضور نے شر الشر کہکر پکارا ہے۔" اخبار زمیندار ۲۲ اگست ۱۹۲۹ء

ان ملانوں نے ایکدوسرے کی تکفیر بازی میں صدہا و ہزارہا کتب و رسائل لکھے لاکھہا اشتہارات شائع کر کے ایک طوفان عظیم برپا کیا۔ ذیل میں نمونتہً چند ایک تردیدی کتب کا نام درج کرتا ہوں۔ اور یہ مشتے از خروارے۔ حسام الحرمین۔ ازالۃ العار۔ رماح القہار علی کفر الکفار۔ جامع الشواہد۔ لاصلوٰۃ خلف المقلدین۔ ہلاک الوہابیین۔ کفریات وہابیہ۔ نجوم الشہابیہ در رد وہابیہ۔ صمصام الموحدین۔ انوار آفتاب صداقت در رد وہابیہ اربعین غزنوی۔ فیصلہ مکہ و فتنہ ثنائیہ۔ شرعی بم کا گولہ بر مہر شاہی ٹولہ۔ خانپوری تفنگ بر گولڑوی ملنگ۔ مدافع الٰہی بر قلعہ مہر شاہی۔ کلام المبین در جواب اربعین۔ فتح المبین رد مذاہب المقلدین۔ عداوۃ الحق حدیث الغاشیہ۔ فتح الباب۔ علمائے خلف۔ المہند علی المفند در رد بریلویاں وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا وہ کتابیں اور رسالے ہیں۔ جو خود مسلمانوں نے ایک دوسرے کے خلاف لکھی ہیں۔ اور باہمی تکفیر و تفسیق کرتے ہوئے لکھی ہیں۔ گویا مسلمان کے نزدیک دوسرا مسلمان مسلمان ہی نہیں۔ وہ اس کے نزدیک کافر ہے یہ اس کے نزدیک کافر ہے بھلا جب ایک دوسرے کے نزدیک سب کافر ہی ہیں تو مسلمان پھر کون لوگ ہیں؟؟؟ مسلمانو! خدارا اس معمہ کو حل کرو!!! اور سب ملکر اسے حل کرو۔ گھروں میں بیٹھ کر حل کرو۔ درس خوانو حل کرو۔ مجلسوں میں بیٹھ کر حل کرو۔ اور عام جلسوں میں جمع ہو کر اس مسئلہ کو حل کرو۔ اور خوب غور کرو اور سوچو کہ کدھر کو چلے جا رہے ہو ؎ کیں رہ تو میروی بترکستان است۔ حالانکہ تمہیں کہا گیا تھا لا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم کہ مسلمانو! تم جھگڑوں میں نہ پڑنا نہیں تو تمہارا پاؤں پھسل جائے گا۔ اور یہ سب تمہارا جاہ و حشمت اور شان و شوکت تم سے چلا جائے گا۔ اور عقلاء کی نظروں سے گر جاؤ گے۔ خداوند کریم تم سے ناراض ہوگا تم سے کہا گیا تھا کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔ تم قرآن کو ملکر پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔ مگر تم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اور تفرقوں میں پڑے نتیجہ یہ نکلا کہ تمہارے ... اندر روز بروز نار عداوت بھڑکتی جاتی ہے۔ اب بھی اگر بجلدی ہوش میں نہ آجاؤ گے۔ تو قریب ہے کہ تم راکھ ہو کر فنا ہو جاؤ گے۔ اور دنیا سے نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ اور خداوند کریم اپنی سنت کے مطابق تمہارے بدلے کوئی اور فہیم و سمجھدار مخلوق لائے گا یذھبکم ویات بخلق جدید آہ! کیا پاک مذہب! کس محبت اور صلح و آشتی۔ اور امن و سلامتی کا مذہب یہ اسلام تھا۔ اسی کو یہ لوگ کیا بنا رہے ہیں۔ یا تو غیر لوگ مسلمانوں کی خوبیوں کو دیکھ دیکھ کر اسلام کے فریفتہ ہو کر اس میں داخل ہو جاتے تھے اور یا اس وقت مسلمانوں کی بد اخلاقی و بدکرداری کو دیکھکر وہ لوگ اس سے بہت ہی متنفر ہو رہے ہیں۔ اور اسے ایک ہوا سمجھ کر اس سے کوسوں دور بھاگ رہے ہیں۔ اور اسلام دین اللہ الاسلام بزبان حال اسوقت یوں نالاں ہے کہ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

مسلمانو! آخر تم نے مرنا ہی ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ کس منہ سے تم خدا کے حضور جاؤ گے اور کیا لیکر اس کے حضور جاؤگے۔ یہی اعمالنامہ؟ کہ جس میں تمہارے کراماً کاتبین نے یہ لکھا ہو۔ کہ اس شخص نے اتنے مسلمانوں کو کافر بنایا۔ جناب محمد رسول اللہ صلعم کے اتنے نام لیواؤں کو ملعون۔ زندیق۔ فاسق۔ بے ایمان اور جہنمی ٹھیرایا۔ اور جناب آنحضرت صلعم کے عمل کے خلاف کیا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

وہ بھی ایک وقت تھا جبکہ ایک مسلمان کے دل میں یہ شوق اور یہ تڑپ ہوا کرتی تھی کہ کسی نامسلمان کو مسلمان بناؤں۔ اسی بات کو وہ اپنی زندگی کا ایک عظیم الشان فرض خیال کرتا تھا۔ لیکن آہ! آج اس کے برخلاف سب سے بڑا فرض بس یہی خیال کیا جاتا ہے کہ کس طرح اگر کوئی مسلمان ہے یا مسلمانوں کا کوئی ہمدرد و غمخوار ہے تو اسے کسی طرح نکال کر دائرہ اسلام سے باہر کر دیں۔

بقیہ صفحہ ۶ کالم اول

گزاہ ہے کہ لڑکی کی روئداد بالا پر میں نے کچھ پرواہ نہیں کی۔ عربی کی یہ داستان سن کر حضور پُرنور کا چہرہ غم سے مرجھا گیا اور زار زار قطار رونے لگے۔ عربی نے آپ کی یہ ہمدردی اور بچیوں سے محبت دیکھ کر کلمہ توحید پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ اسلام سے پہلے لڑکیوں کی یہ حالت تھی اور عورتوں کی تمام زندگی مصائب کا مجموعہ تھی۔ فحش، بدکاری، بے حیائی اور حیوانوں جیسے سب کام ان سے لئے جاتے تھے۔ خاوند کے مرنے کے بعد وہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کی مانند رہ جاتی تھی اور وارث جائداد جس طرح چاہتا تھا اس سے سلوک کرتا تھا عورت کو کوئی آزادی یا خودمختاری مطلق نہ تھی وہ دیگر مال مویشی یا دیگر جائداد کی طرح بازار میں فروخت کر سکتا تھا گویا عورت ایک مملوکہ چیز تھی۔ حضور سرور دوجہان کا کتنا بڑا بھاری احسان ہے کہ عورت کے حقوق مردوں پر ایسے قائم ہوئے جیسے کہ مرد کے عورت پر۔ اور یا تو عورت جائداد منقولہ تھی یا خود جائداد میں حصہ دار بن گئی کیا عظیم الشان احسان اور تغیر ہے کہ مملوکہ مالک ہو گئی اور بے حیائی و بدکاری کی بجائے طاہرہ، پاکیزہ، عصمت دار اور پردہ نشین ہو گئی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

یہ نمونہ حضور نے اپنی زندگی میں احکام خداوندی کے ماتحت عملی طور دکھا دیا ہے جو آج تک قائم چلا آتا ہے۔ کیا کوئی دوسرا مذہب اسلام کے اس عظیم الشان احسان متعلق نسواں کا نمونہ پیش کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔

عام حالات

اسلام ایک سادہ مذہب ہے جس کی تکمیل کے بعد حضور پرنور نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی اور خداوند کریم نے اسلام کی تکمیل کے متعلق اعلان فرما دیا کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور تمام نعمت ہا پوری کی گئی ہیں۔ حضور نے اپنی زندگی میں ہی ہر ایک نمونہ پیش کر دیا ہے۔ ایک وقت مزدور بنے اور دوسرے وقت بادشاہ۔ ایک وقت سپاہی بنے تو دوسرے وقت جرنیل غرضیکہ کوئی امر ایسا نہیں جو چھوڑا گیا ہو۔ عبادت الٰہی کے ایسے طریقے جس سے کہ ہر انسان مدارج طے کر کے منزل اعلیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ جیسے کہ متقی، پرہیزگار، زاہد، سالک، واصلان خدا کاملان اور اولیا اللہ کی زندگیوں میں پایا جاتا ہے۔ امانت دیانت، ملک داری، بود و باش خانہ داری، کسب حلال کے وہ تمام طریقے سکھا دیئے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان خداوند تعالیٰ کے روبرو سرخرو ہو کر الطاف خداوندی کا امیدوار ہو سکتا ہے۔ رحمۃ للعالمین اور ختم المرسلین آپ ہیں تمام انبیاء اور کتب سماوی کی تصدیق حضور نے فرمائی ہے۔ اور حضور کے دین اسلام اور ختم نبوت کی تصدیق اللہ نے کر دی ہے۔ پس اس جگہ معاملہ دین اور نبوت ختم ہو گیا۔ میرے بھائی اور والدین اکثر گھر میں ذکر خیر جناب اقدس حضرت مرزا صاحب کا کرتے رہتے ہیں کہ حضرت کے وجود مبارک سے دین اسلام میں بہت نمایاں ترقی ہو رہی ہے اور دشمنان اسلام نے جو حملے کئے تھے وہ رد کئے گئے ہیں اور جماعت احمدیہ نہایت جانفشانی سے ترقی کر رہی ہے اور میرے والد ماجد بعض اوقات چندہ بھی دیتے رہتے ہیں لیکن سلسلہ میں ابھی تک داخل نہیں ہوئے۔

مجدد زمان مانتے ہیں لیکن متامل ہیں صرف اس وجہ سے کہ قادیان سے نبی کیوں مشہور ہو رہے اور ہو رہے ہیں۔

خبریں

— لندن ۸ جنوری۔ آج ڈیفنس سب کمیٹی کا پہلا اجلاس مسٹر ٹامس کے زیر صدارت منعقد ہوا جنہوں نے حسب ذیل عنوانات بحث کے لئے پیش کئے:۔

(۱) فوجوں کا ہندوستانی بنانا۔ جس میں ہندوستانی سینڈہرسٹ کا قیام بھی شامل ہے۔

(۲) یہ مسئلہ آیا کہ باقاعدہ فوج سے الگ ان اصولوں پر جو سائمن رپورٹ کے پیرا نمبر ۲۰۱ اور حکومت ہند کی مراسلت کے پیرا نمبر ۱۶۷ میں درج ہے۔ ایک علیحدہ فوج قائم کی جائے

(۳) فوجی کونسل کا قیام۔

(۴) ڈیفنس کے مصارف کے لئے ہندوستان کی مالی ذمہ داری عام بحث و تمحیص کے بعد سب کمیٹی ۹ر جنوری پر ملتوی ہو گئی

— لندن ۸ جنوری۔ آج فیڈریشن سب کمیٹی میں لارڈ سینکی نے گول میز کانفرنس کے سلسلے میں ایک اہم انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ آئندہ ہفتے کے خاتمہ پر اس سے اگلے ہفتے کے شروع میں وزیر اعظم گول میز کانفرنس کے کھلے اجلاس میں حکومت کی حکمت عملی کا اعلان کریں گے۔

مولانا محمد علی صاحب کی وفات حسرت آیات

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا اظہار افسوس

اس مضمون کا ایک تار مولانا شوکت علی صاحب کے نام لنڈن روانہ کیا گیا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جملہ ممبر مولانا محمد علی صاحب کی وفات کو ایک بہت بڑا قومی نقصان سمجھتے ہیں اور ان کے مصیبت زدہ پسماندگان کے ساتھ اپنی انتہائی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

محمد علی پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

— حج کمیٹی نے صدر حاجی عبدالغنی صاحب نے حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا ہے:۔

"مغل کمپنی کا جہاز "ترکستان" ۲۱ جنوری (مطابق ۱۰ رماہ رمضان المبارک) کو کراچی سے روانہ ہوگا۔ جہاز کا واپسی کرایہ ۱۶۰ روپیہ ہے۔

— لندن ۸ر جنوری۔ مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے خویش و اقارب نے حضرت مفتی اعظم یروشلیم کی اس درخواست کو منظور کر لیا ہے کہ مولانا مغفور کی نعش مبارک کو یروشلیم میں مشہور عالم مسجد عمر میں مدفون کیا جائے۔

— نیو دہلی ۱۴ جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ ایوان والیان ریاست کا آئندہ اجلاس جو ماہ فروری میں منعقد ہونے والا تھا ماہ مارچ پر ملتوی کر دیا گیا ہے غالباً اس التوا کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ بڑے بڑے والیان ریاست گول میز کانفرنس سے واپس آکر کچھ وقت اپنی اپنی ریاستوں میں گذارنا پسند کریں گے اور پھر ایوان کے

سالانہ جلسہ اور میری التجا

برادران جماعت کو شاید علم ہوگا کہ عرصہ تقریباً دو سال ہوا جبکہ خاکسار نے یہاں کی مسجد اور مشن کا چارج لیا تب ایک نہایت ہی ضروری اپیل پیش خدمت کی۔ اور وہ یہ تھی کہ اگرچہ مسجد بظاہر پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی مگر بوجہ قالین نہ ہونے کے وہ اپنی حقیقی مقصد کو حاصل نہ کر سکی یعنی باقاعدہ نمازوں کا انتظام نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ہمیں عیدین کے موقع پر قالین ہمیشہ کرایہ پر لینے پڑتے تھے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ بزرگان و برادران جماعت نے میری اپیل پر لبیک کہا اور یہ کمی پوری ہوگئی۔ اس وقت مجھے ان قالینوں کے واسطے ۲۰۰ پونڈ کی ضرورت تھی اور میری تجویز یہ تھی کہ اگر انجمن نصف رقم یعنی یکصد پونڈ وہاں سے جمع کرکے ارسال کردے تو بقیہ یکصد پونڈ کی فراہمی کا میں خود ذمہ دار ہوتا ہوں اور کوشش کروں گا کہ یہ رقم یہاں سے جمع کروں۔ سو الحمد للہ علیٰ ذٰلک کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا۔ ان یکصد پونڈ میں جو میں نے جمع کیا ایک بڑی رقم مبلغ پانچ صد روپے جناب ایس۔ اے صادق صاحب آف خان بہادر شیخ غلام حسین صاحب رئیس و سوداگر امرتسر کا عطیہ تھا۔ درد دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو عمر دراز تک زندہ رکھے اور وہ اور ان کا خاندان اسلام اور مسلمانوں کے لئے باعث برکت ہوں۔ آمین ثم آمین۔ شیخ صاحب کا یہ عطیہ ایسا صدقہ جاریہ ہے جو ان کا نام جب تک برلن مسجد قیام ہے زندہ اور تازہ رکھے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بڑھ کر خدمت اسلام کی توفیق دے آمین

برلن مسجد کا فرش اب بفضلہ تعالیٰ مکمل ہوگیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک سال رواں میں مجھے اب تھوڑی سی رقم اور درکار ہے اور وہ مسجد و مکان کی اشد ضروری مرمت کے واسطے جب سے (یعنی ۱۹۲۳ء سے) مسجد و مکان طیار ہوئے ہیں آج تک کسی قسم کی مرمت نہیں ہوسکی۔ اب حالت یہ ہے کہ اگر موسم گرما کے شروع میں ہی فوری مرمت کی طرف توجہ نہ کی گئی تو ہر دو عمارات کو نقصان پہنچنے کا بڑا بھاری اندیشہ ہے۔ لہٰذا یہ خرچ ایسا ہے جس کا انتظام ابھی سے ہونا چاہیئے۔ سالانہ جلسہ پر مختلف اقسام کے کام پیش نظر ہوں گے۔ اور برادران جماعت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کی خاطر اپنے اوپر مالا یطاق تکلیف برداشت کریں گے۔ خاکسار کی عاجزانہ ایک مختصر سی درخواست ہے اور وہ یہ کہ اس خانہ خدا کی (جو کہ تثلیث کے گھر کے عین وسط میں واقع ہے) مرمت کے واسطے یکصد پونڈ درکار ہے۔ میں پھر وہی تجویز پیش کرتا ہوں کہ جماعت کم از کم نصف رقم یعنی ۵۰ پونڈ کی متحمل ہو تو نصف بوجھ میں اپنے اوپر لیتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔ گو اتنی بڑی رقم کا یہاں فراہم کرنا اشد مشکل ہے۔ مگر میں تاہم اس کا ذمہ دار بنتا ہوں۔ سال رواں کے شروع میں میں نے یہاں ایک جرمن مسلم سوسائٹی کی بنیاد رکھی جو کہ بفضلہ بڑا کام کر رہی ہے۔ امید واثق ہے کہ میں اس سوسائٹی کی مدد سے یہ رقم فراہم کرنے میں کامیاب ہو جاؤنگا۔ برادران وطن سے درخواست ہے کہ وہ بقیہ ۵۰ پونڈ کا فوراً انتظام کردیں۔ اگر ۵۰ آدمی ہی ایک ایک پونڈ دیں تو یہ رقم پوری ہو جاتی ہے مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح سے اس مسجد کی تعمیر میں ساری قوم نے حصہ لیا اسی طرح اب اس کی ضروری مرمت میں کم از کم ایک شیر حصہ شرکت کرے۔ یعنی ہر شخص خواہ مرد ہو اور خواہ عورت۔ کم از کم ایک روپیہ اس فنڈ میں دے۔ اگر ہزار آدمی بھی خاکسار کی اپیل پر توجہ کریں تو بجائے ۵۰ پونڈ کے ۷۵ پونڈ جمع ہوسکتے ہیں

(خاکسار عبد اللہ مر)

ڈاکٹر کے اے خان صاحب ضیا خان کے سائز کی تبدیلی پر اظہار مسرت کرتے ہیں اس خوشی کے نتیجہ میں کیا ہم امید کریں کہ وہ دو تین نئے خریدار اخبار بھی پیدا کرنیکی کوشش فرمائیں گے۔

جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب پٹیالہ والے بھی بڑی ہمت کے بزرگ ہیں انجمن کیلئے فراہمی چندہ کے علاوہ وہ اخبار کی توسیع خریداری کے لئے بھی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے اب بھی ضلع جالندھر سے دو خریدار مہیا کئے ہیں فجزاہم اللہ احسن الجزاء

اخبار احمدیہ

۱۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ لائل پور اور گوجرہ سے واپس تشریف لے آئے

۲۔ مولانا عصمت اللہ صاحب اور مولوی خدا بخش صاحب گوجرانوالہ اور سیالکوٹ تبلیغ کیلئے تشریف لے گئے۔

۳۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ایک دو دن تک لاہور اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہونے والے ہیں۔

۴۔ ڈاکٹر عبد الوہاب صاحب اپنی اہلیہ صاحبہ کے ہمراہ لاہور سے واپس تشریف لے گئے۔

۵۔ ڈاکٹر احمد سعید صاحب پشاور میں اب تک بیمار ہیں۔ احباب اس سعید نوجوان کے لئے درد دل سے دعا کریں

۶۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی موٹر باہر سے واپسی کے وقت ایک چھکڑے کے ساتھ ٹکرا گئی جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں پر ضرب اور خراش آگئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کو کچھ زیادہ تکلیف نہیں پہنچی۔

۷۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بخیریت خدمات دین میں مشغول ہیں۔ لاہور میں مسلمانوں کے ایک با موقعہ پرانے قبرستان کی حفاظت آپ کی کوشش و مساعی سے ہوگئی۔ ورنہ اس کی زمین دن بدن ضائع ہو رہی تھی۔

۸۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب خیریت سے اپنے مشاغل میں سرگرم ہیں۔

۹۔ پیر جوان ہمت مولانا محمد عبد اللہ صاحب زنانہ مدرسہ میں باقاعدہ درس دیتے ہیں۔ لاہور کی خواتین کو آپ سے علمی فیض حاصل کرنے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ ایسے فارغ بزرگوں کا فیضان دینی اتفاق سے ہی میسر آتا ہے۔

ہمارے دوست ماسٹر انعام اللہ خاں سالاری بھی علم دوست آدمی ہیں آپ اخبارات اور کتب کا خواہ وہ ہندوؤں کے ہوں یا مسلمانوں کے نہایت غور سے مطالعہ کرتے ہیں۔

اور کبھی کبھی نہایت مفید نوٹ اور استفسارات لکھ بھیجتے ہیں۔ آپ نے مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری کی تازہ تصنیف تفہیمات ربانیہ کی طرف توجہ دلائی ہے کتاب ہمارے پاس نہیں پہنچی انشاء اللہ تعالیٰ منگوا کر اس پر کچھ لکھا جائے گا۔

ہمارے ایک بزرگ عبدالاکبر صاحب نے بھی ایک قابل تقلید نمونہ پیش کیا ہے یعنی حضرت امیر کی تحریک "ہمارا قومی پروگرام" پڑھ کر آپ نے اپنی دونوں لڑکیوں کی بیعت کا خط لکھ بھیجا ہے اور ان کی طرف سے چندہ ماہوار کا وعدہ بھی کرایا ہے ہمیں یقین ہے کہ بہت سا حصہ ہمارے دوستوں کا ایسا ہے کہ جنکی اولاد نے نہ تو بیعت کی ہے اور نہ ہی وہ قومی تعمیر میں کوئی حصہ لے رہے ہیں۔

درخواست جنازہ غائبانہ

شیخ محمد امین صاحب اینڈ برادرس سوداگر چشمہ صدر بازار راولپنڈی اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی والدہ ماجدہ کا مؤرخہ ۱/۱ کو انتقال ہوگیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ شیخ صاحب کے ساتھ ہمیں ان کے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ احباب جنازہ غائبانہ جمعہ کے روز پڑھ کر مرحومہ کے لئے دعاء مغفرت کریں۔

اسی طرح ہمارے ایک دوست عبدالقدوس صاحب نورنگ سرائے سے لکھتے ہیں کہ ان کی چچی صاحبہ ۹/۱ کو فوت ہوگئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا جنازہ غائبانہ بھی احباب پڑھیں اور مغفرت کی دعا کریں۔

۱۰ رجنوری ۱۹۳۱ء کو ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے ایڈووکیٹ ہائی کورٹ دریا بی سے اراضی اوکاڑہ کے مقدمہ کی پیروی کے لئے منٹگمری تشریف لے گئے۔ اراضی اوکاڑہ کے عیسائیوں نے ۱۴۵ دفعہ کے ماتحت زبردست کوشش رکھی تھی کہ گورنمنٹ زمین پر . . . . خود قابض ہو جائے تاوقتیکہ کوئی عدالت دیوانی قبضہ کے متعلق فیصلہ نہ دے۔ اس سے بڑی تشویش پیدا ہو چکی تھی۔ ملک صاحب نے بڑی محنت اور قابلیت سے اس مقدمہ کی پیروی کی ہے نتیجہ یہ ہوا ہے کہ تشویش دور ہو گئی ہے۔ اب معمولی سا حصہ مقدمہ کا باقی ہے۔ ملک صاحب کا شکریہ ہے کہ وہ ایک دو دفعہ پہلے بھی بلا معاوضہ تشریف لیگئے۔

ہمارے مکرم دوست مسٹر عبدالحمید صاحب منیجر پیپلز بنک کپورتھلہ ہماری جماعت کی خدمات کے معترف ہیں۔ جلسہ سالانہ سے پیشتر انہوں نے عنـ۲۰ـہ روپے چندہ عنایت فرمایا تھا۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے دستکاری فنڈ میں حصہ لیا تھا۔ انہوں نے ایک زنانہ سٹور حمیدیہ زنانہ سٹور کپڑا اور دیگر ضروریات آرائش کا کھول رکھا ہے پہلے وہ برکت علی روڈ بیرون موچی دروازہ پر تھا اب مُل روڈ متصل دفتر انقلاب گلزار ہاؤس میں آگیا ہے۔ ہماری جماعت کے معاونین ہونے کی وجہ سے ہمارا بھی اخلاقی فرض ہے کہ ہم حسب ضرورت اشیاء ان سے خرید کر ان کی مدد کرتے رہیں۔ سٹور چونکہ زنانہ ہے اس لئے مستورات ہی وہاں سے اشیا خرید کر سکتی ہیں + (ایڈیٹر)

ہمارے سلسلہ کے ایک دوست

میاں محمد صدیق سب انسپکٹر پولیس پنجاب کو او۔ بی ای کا سرکاری خطاب ملا ہے۔ پیغام صلح مبارکباد عرض کرتا ہے

قابل تقلید نمونے

میری تحریک سالانہ جلسہ پر حاضر احباب نے جس شرح صدر سے لبیک کہا وہ بہت ہی دل خوش کن نظارہ تھا مگر مجھے خوشی ہے کہ جو احباب بعض مجبوریوں کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے وہ بھی نہ صرف مطلوبہ رقوم کو پورا کرنے کیلئے تیار ہیں بلکہ اپنی خوشی سے اس سے بہت بڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ جس قدر ان سے مطالبہ تھا ابھی مجھے دو خط ملے ہیں ایک چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کا خط فیروزپور سے ہے جنہوں نے پانچ سو روپے کے مطالبہ کو جو ان سے تھا خود کم قرار دیا ہے اور دو ہزار کا مزید وعدہ فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ دوسرا خط شیخ عبدالرحمٰن صاحب سب جج کا ہے جن کے ذمے میں نے دو سو روپیہ ڈالا تھا جو ان کی دس یوم کی آمد سے زیادہ تھا انہوں نے اسے خوشی سے قبول کیا اور اس کے ساتھ ہی ان کی بیگم صاحبہ کا خط ملا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ بھی اس تحریک میں حصہ لینے سے محروم رہنا پسند نہیں کرتیں اور اس دو سو کے علاوہ پچاس روپے اپنی طرف سے پیش کرینگی یہی قربانی کے نمونے ہیں جن کی آج اسلام اور مسلمانوں کو ضرورت ہے

اس وقت میں اپنے احباب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اس وقت سب احباب اسی طرح قربانیاں کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو نہ صرف مستقل فنڈ کا روپیہ حسب ضرورت جمع ہو سکتا ہے بلکہ انجمن کا تیس ہزار روپے کا قرضہ بھی پورا ہو سکتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کئی احباب مشکلات میں ہوں گے۔ کئی مقروض ہوں گے کئی مشکل سے اپنا گذارہ کر سکتے ہوں گے۔ لیکن میرا یہ ایمان ہے کہ جو انسان خدا کے دین کی خدمت کے لئے مشکلات میں پڑتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی مشکلات کو آسان کر دیتا ہے اور جو خدا کی راہ میں دینے کے لئے مقروض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وسعت عطا فرماتا ہے اور جو اپنے آپ کو تنگی میں ڈال کر خدا کے دین کی تنگی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کشائش عطا فرماتا ہے۔ میں جملہ احباب سے عرض کروں گا کہ یہ وقت افضال الٰہی کے نزول کا ہے۔ اس وقت تمام مشکلات کو دور کرنے کے لئے سب کی ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے۔ اگر انسان دنیا کے لئے مشکلات میں پڑ سکتا ہے تو دین کے لئے مشکلات میں پڑنا کیوں ناگوار ہے۔ بہت سے آسودہ حال احباب ہیں جن کے لئے میرے دل میں تڑپ ہے کہ وہ اپنی مطلوبہ رقم سے بڑھ کر دیں۔ بات بڑی نہیں مگر اس سے ان کی اپنی روح کو بھی خوشی ہوگی اور قوم بھی بن جائے گی۔ اور قربانیوں کا ایک ایسا نمونہ پیش ہوگا جن کو دیکھ کر دوسروں کے دلوں میں بھی امنگ پیدا ہوگی۔

عنقریب جملہ احباب کے نام دفتر سے خطوط جاری ہوں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے دلوں میں اپنے دین کے عشق کا ایسا جذبہ پیدا کرے کہ وہ تمام پست خیالات پر غالب آجائیں اور دنیا کو نمونہ دکھائیں کہ ایک سچا مسلمان خدا کی راہ میں کس طرح قربانی کر سکتا ہے۔

میں یہ مضمون لکھ چکا تھا جو مجھے اطلاع ملی کہ ہمارے پرانے اور مخلص دوست سعادت علی خاں صاحب نے رامپور سے پانچ سو روپیہ اس مد میں بھیج دیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ سب احباب بھی اس باہمت بزرگ کے لئے دعا کریں۔ میں خاں صاحب کو جانتا ہوں وہ ایک قلیل پنشن پر گذارہ کر رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنا عمر کا اندوختہ راہ خدا میں دیدیا ہے یہ پاک نمونے قوم کی زندگی کا ثبوت ہی نہیں دے رہے بلکہ قوم کے اندر ایک نئی زندگی کی لہر پیدا کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی احباب کے دل میں بھی یہ ڈالے کہ وہ اس وقت تھوڑی سی بلند ہمتی سے کام لیکر قوم کو قرضہ کے بوجھ سے آزاد کر دیں۔

اشاعت اسلام کی امداد کا ایک نیا طریق

عاشقان اشاعت اسلام کیلئے ایک لائحہ عمل

مسلمانوں کو اس وقت اقتصادیات کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے ہر ایک دور اندیش انسان کا فرض ہونا چاہیے کہ جو چیز اس کے پاس ہے اس کی حفاظت کرے۔ اس کے لئے دیگر ذرائع کے ساتھ ایک ظاہری طریق جو عقلمند اقوام میں رائج ہے کہ انسان اپنے مال۔ جائداد، مکان، کارخانے کا چوری۔ آگ وغیرہ سے جو نقصان کا اندیشہ ہو اس کے خلاف بیمہ کرالے۔ چنانچہ کل سمجھدار لوگ جو دنیا میں عزت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں اور سوداگر۔ بیوپاری اپنے سامان مال۔ مکان اور کارخانوں کا بیمہ کراتے ہیں۔

بیمہ کراتے وقت سب کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ کسی معتبر کمپنی میں بیمہ کراویں۔ جس کا علم ہر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم نے بہت تحقیقات کے بعد معلوم کیا ہے کہ مفصلہ ذیل کمپنیاں بہت معتبر ہیں:۔

سب سے اول درجہ دنیا میں Commercial Union Assurance Comp Ltd Calcutta ہے اور ولائتی کمپنی ہے۔ ہیڈ آفس اس کا لندن میں ہے

دوئم London Lancashire Assurance Co Ltd Calcutta ہے یہ کمپنی دنیا میں پانچویں درجہ کی کمپنی تسلیم کی جاتی ہے۔

Royal Xchange Assurance Corporation یہ کمپنی دنیا میں گیارھویں درجہ پر تسلیم کی گئی ہے۔ اور ڈیڑھ صدی سے کام کر رہی ہے۔

مذکورہ بالا کمپنیاں۔ ہر ایک قسم کے آگ۔ موٹروں کا۔ موٹر سائیکلوں کا۔ انسان کی زندگی کے خلاف حادثات کا چوری۔ ڈاکہ زنی کا بیمہ کرتی ہیں۔ ان کے متعلق نہایت ہی مہربانی سے اور محض خدمت دین کے لئے ہمارے مکرم دوست رحمت علی خاں صاحب نے جو ان کمپنیوں کے ایجنٹ ہیں ہمارے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ جو لوگ ان کمپنیوں میں سے کسی ایک میں کسی قسم کا بیمہ کرانا چاہیں وہ جناب خان رحمت علی خاں صاحب کمیشن ایجنٹ بیرون موچی دروازہ کی معرفت کرادیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو خانصاحب معمولی اخراجات دفتر نکال کر جو کمیشن انہیں ایجنسی کی ملے گی وہ کل باقی اشاعت اسلام کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو دیں گے۔ شرط یہ ہے کہ بیمہ کراتے وقت جب پریمیم ادا کریں

بقیہ کیلئے دیکھو صفحہ ۷ کالم ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۹ | ۲۵ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۴

جناب یسوع کا دعویٰ خدائی

حضرت مسیح موعود اور ہم احمدی لوگ جب کبھی بھی جناب یسوع کی زندگی پر نظر کرتے ہیں اس سے بعض لوگ ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ہم ایک اولوالعزم نبی (علیہ السلام) کی ہتک کرتے ہیں ایک مسلمان اور ایک نبی اور رسول کی ہتک کرے یہ اس کے ایمان کے صریحاً خلاف ہے وہ قرآن شریف میں پڑھتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام رسولاً الیٰ بنی اسرائیل وجیھا فی الدنیا والاخرۃ اور صاحب کتاب نبی تھے۔ جب تک اس کا ایمان قرآن شریف پر ہے وہ اس کے خلاف اپنا اعتقاد رکھنا کفر سمجھتا ہے۔ تاہم بعض اوقات لوگ ہماری اس تصریح کے خلاف ہم پر ہتک مسیح علیہ السلام کا الزام لگاتے ہیں اگرچہ وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک کے متعلق بعض ایسی باتیں لکھتے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ان کی عصمت کے خلاف ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اولوالعزم فرشتوں اور قدسیوں تک پر الزام اور بہتان باندھنے سے ان کے پرانے اور نئے سے نئے مفسرین نے باک نہیں کیا مگر ہمارا اعتقاد اور یقین اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان انبیاء کے متعلق بہت بلند اور پاک ہے یعنی ہم ان کے بالمقابل عصمت انبیاء کے قائل ہیں اس صراحت کے بعد بھی جو شخص ہمارے اوپر افترا اور بہتان باندھتا ہے اس کا معاملہ ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ وھو احکم الحاکمین۔

یہ کہنا کہ ہم یسوع کے متعلق کچھ لکھتے ہیں اور یسوع جناب مسیح علیہ السلام ہی تھے جیسا کہ پادری ایس ایم پال نے ثابت کرنے کی تکلیف اٹھائی ہے دوسروں کو ہی غلط فہمی میں نہیں ڈالنا بلکہ اپنی خوش فہمی کا ثبوت بھی دینا ہے۔ ہمارے ڈاکٹر اقبال نے "بلبل کی فریاد" ایک نظم لکھی کسی نے اس پر اعتراض کیا کہ اس نظم میں جن احساسات کا اظہار منقار بلبل سے ہوا ہے وہ بلبل کے دل میں تو پیدا نہیں ہوتے یہ اڑتی سی خبر ہمارے دوست پادری پال کے کان میں بھی جا پہنچی۔ انہوں نے جھٹ مونی خاں کو آواز دی لانا ہمارا قلمدان ہم یہ ثابت کرکے چھوڑیں گے کہ اس بلبل سے مراد وہی پرندہ ہے کہ جس کو عرف عام میں لوگ بلبل، عندلیب، اور نائٹنگیل کہتے ہیں کیونکہ اس میں اس کے اڑنے دانہ چگنے اور گھونسلہ بنانے کا ذکر ہے۔ یا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے "دال کی فریاد" لکھی کوئی لال بجھکڑ اس بات پر تل جائیں کہ واقعی یہ نخود کی دال ہے کہ جو دال بگھارنے والی لڑکی سے فریاد کرتی ہے۔ بعض لوگ لکھ دیتے ہیں آجکل کے ظفر علی سے ۱۵ سال پہلے کے ظفر علی کا مکالمہ اب اس پر کوئی صاحب یہ ثابت کرنے لگ جائیں کہ یہ دونوں ظفر علی الگ الگ ہیں یا ایک ہی ظفر علی ہے تو ایسے دعوی یا اور مجموعہ کی سی عقل والے لوگوں کو کہ جن کی سمجھ میں اپنے مقدس استاد کی کوئی بات سیدھی طرح سے نہ آئی (انجیل) ہم کیونکر کہیں سے عقل خرید کر دے سکتے ہیں۔

بات درحقیقت کیا ہے۔ جناب مسیح کی ایک تصویر انجیل پیش کرتی ہے اور اس کا ایک تصور قرآن شریف نے پیش کیا ہے۔ قرآن شریف کا زاویۂ نگاہ مسیح کے متعلق یہ ہے کہ وہ نبی اولوالعزم اور رسول برحق تھا لیکن انجیل ہمیں بتاتی ہے کہ وہ خدائی کا دعویدار تھا۔ قرآن انسان ہو کر خدائی دعویٰ کرنیوالے کو مردود کافر اور ملحد قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک نبی اللہ کے دعویٰ سے بڑھ کر کوئی اشد اور لعنتی دعویٰ نہیں۔ قرآن آپ کی والدہ ماجدہ کو صدیقہ اور ملہمہ قرار دیتا ہے لیکن انجیل بتاتی ہے کہ وہ ہرگز ایماندار نہ تھی قرآن بتاتا ہے کہ مسیح کو اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کا حکم تھا۔ لیکن انجیل بتاتی ہے کہ مسیح نے اس کو "عورت" جیسے حقارت آمیز سوقیانہ لفظ سے خطاب کیا کہ جس کی سزا بائیبل کی بنا پر سنگساری ہے۔

نہ صرف قرآن کریم بلکہ بائیبل بھی ایسے مسیح کو جو خدائی کا دعویٰ کرے قتل اور صلیب کا مستحق سمجھتی ہے اور اگر یہود نے اپنی کتب مقدسہ کی بنا پر اسے صلیب دیا تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ ایسے شخص کا صلیب پا جانا ہی ان کی کتاب کی بنا پر اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل تھا اس پیشگوئی یا قانون کے الفاظ قابل غور ہیں۔ استثنا رباب ۱۳

"اگر کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا نشان یا معجزہ دکھائے اور بات واقعہ کے مطابق ہو پھر وہ معجزہ دکھانے والا نبی اگر ایسے معبودوں کی طرف بلائے جنہیں تم نے نہیں جانا تو اس کے کہنے پر کان مت دھرو کیونکہ وہ آزمائش ہے اور ایسا نبی قتل کیا جائے گا۔" اس پیشگوئی کے اجزاء یہ ہیں:-

الف:- کاذب اور جھوٹے نبی بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔

ب:- بنی اسرائیل جن معبودوں کو نہیں جانتے اگر ان کی طرف کوئی بلائے تو وہ جھوٹا ہے۔

ج:- جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ انجیلی یسوع نے معجزات دکھائے تو بھی۔ چونکہ اس نے غیر معبودوں باپ بیٹا۔ روح القدس کی طرف لوگوں کو بلایا کہ جن کو بنی اسرائیل مطلق نہیں جانتے تھے اس لئے وہ سچا نہیں مجسم خدا بھی یہود کا جانا ہوا نہ تھا اس لئے بھی وہ صادق نہ ٹھہرا۔

یسوع قتل ہوا پس اس میں کوئی شبہ نہ رہا کہ وہ کتاب استثنا کی بنا پر سچا نہ تھا۔

میسور مسلم کانفرنس کا اجلاس

(از میر حسن صاحب احمدی ٹمکور، مدراس)

مورخہ ۳۰ و ۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء کو بمقام ضلع ہاسن علاقہ میسور میں قرار پایا تھا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ علاقہ میسور کے ڈاون گیرہ میں اہل ہنودوں نے اہل اسلام کے مسجدوں کو توڑا اور ان میں سوروں کو ذبح کرکے خون چھڑکا اور قرآن پاک جلا دیا وغیرہ جس کا مقدمہ چل رہا ہے۔ اب گورنمنٹ میسور اس مقدمہ میں معززسا ہو ہنودوں پر رحم کرکے مسلمانوں سے یہ کہتی ہے کہ مقدمہ واپس لیکر آپس میں سمجھوتہ کر لیا جائے اس کے خلاف کانفرنس مذکور نے رزولیشن پاس کرکے جناب مہاراجہ صاحب بہادر میسور کو ۳۵ روپیہ کے صرفہ سے اسی روز تار دیا اس جلسہ میں اکثر احباب کی تقریریں ہوئیں ان میں ایک صاحب کی تقریر بہت مقبول ہوئی جن کا نام نیچے درج ہوگا۔ امید کہ اخبار میں جگہ دی جائے گی۔ تقریر یہ ہے:-

حمد اور صلوٰۃ کے بعد حاضرین کانفرنس السلام علیکم" یہ کانفرنس اس لئے قرار پائی ہے کہ علاقہ میسور کے اہل اسلام کا نفاق و شقاق دور کرکے ان میں تنظیم قائم کی جائے۔ سب سے بڑھ کر تنظیم کا مرکز حج بیت اللہ ہے جہاں تمام دنیا کے اہل اسلام اپنے اپنے ملکی لباس اور وضع کو چھوڑ کر ایک سادہ لباس بغیر سلائے بطور یادگار کفن پہن لیتے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ محبت الٰہی میں ہر ایک شخص اپنے کو فنا کرکے بیوی بچوں وطن اور مال کی محبت سے مر کر ایک نئی زندگی میں زندہ ہوتا ہے جس کو حیاۃ طیبہ کہا جاتا ہے

حج کے احکام میں جو کچھ فلاسفی ہے اس کو بیان کیا جاتا ہے عبادت حج کے بڑے بڑے ضروری احکام یہ ہیں۔ احرام باندھنا طواف کعبہ اور میدان حج میں پہنچکر خطبہ کے بعد لبیک لبیک کہتے ہوئے پھرنا۔ وہاں سے لوٹ کر قربانی کرنا۔ پھر طواف کعبہ کرنا کچھ سر کے بال اتارنا۔ وغیرہ۔

ان سب امور میں تنظیم اسلام کا عجیب و غریب راز روحانیت ہے وہ یہ ہے کہ میدان حج میں سب اکٹھے ہو کر لا شریک لبیک کی صدا بلند کرتے ہوئے یہ کہنا کہ لہ الحمد و النعمۃ والملک اس میں یہ حقیقت ہے کہ اگر کل جہان کے مسلمان اسی طرح آپس میں اتفاق کرکے مرنے کے پہلے راہ حق میں قربان ہونے کے لئے تیار ہو جائیں تو سب خدا کی نعمتیں اور ملکی حکومت

کا تاج اسلام کے سر پر ہوگا۔ چونکہ اس میدان میں اگر بادشاہ بھی ہے تو برہنہ سر ہے گویا سب کے برہنہ سروں پر توحید کی وحدت کا تاج ہے۔

اسی وحدت کو مدنظر کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اہل قبلہ مسلمانوں کو ہرگز کافر نہ کہیں اسلام میں ایسا کون سا فرقہ ہے جس نے اپنا قبلہ ایک جداگانہ مقرر کر کے حج کا مقام بھی دوسرا بنا لیا ہے۔ ہرگز نہیں اور نہ یہ ممکن ہے۔

لاکھوں بکروں کو ذبح کرنا یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر خدمت اسلام کا وقت آ پڑے تو ہم سب اپنے نفسانی جذبات پر بخوشی چھری پھیر دیں گے۔

کیا بیت اللہ کی چار دیواری کا طواف کرنا بھی کوئی عبادت ہو سکتی ہے اس میں یہ راز ہے کہ اللہ پاک کے نام کے نشانات و مکانات کو دشمنان اسلام سے بچائے رکھنے کے لئے اپنے آپ کو تصدق کر دیں گے۔ کاش ڈاون گیرے کے چند مسلمان بھی اسی طرح اپنی ایمانی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے میدان میں نکل کھڑے ہوتے تو خدا کے مکانوں کی یہ بے حرمتی ہونے نہ پاتی۔ لیکن وہاں کے مسلمان بھی اس امر میں مجبور دیکھے گئے یہ خاکسار اس واقعہ کے ساتھ ہی ڈاون گیرے پہنچا معلوم ہوا کہ اہل ہنود وں نے رات بھر مشورہ کر کے جاہلوں کو مسیدی شراب پلا کر دھاوا کر دیا جس سے مسلمان بے خبر تھے ورنہ کم سے کم حج میں سر کے بال کٹوانے کی طرح ہتھوڑے سے زخموں کے کھانے پر راضی ہو کے ضرور دشمنان دین کا مقابلہ کرتے۔

(مقرر مولوی عبد اللہ صاحب (تیماپوری))

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیبی واقعات

مندرجہ اناجیل پر ناقدانہ نظر

(از شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری حمایت انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ)
(گذشتہ سے پیوستہ)

اس مقام پر میں ایک خاص امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جس پر غور کرنے سے ایک اصول اور معیار ہمارے ہاتھ آجاتا ہے اور اس اصول اور معیار کو تسلیم کر کے واقعہ صلیب کی حقیقت پورے طور پر روشنی میں آجاتی ہے۔ متی کی انجیل کے باب ۲۷ آیت ۵۲ میں لکھا ہے۔

" اور قبریں کھل گئیں اور بہت سے جسم ان مقدسوں کے جو سو گئے تھے (یعنی مر چکے ہوئے تھے) جی اٹھے اور جی اٹھنے کے بعد قبروں سے نکل کر شہر میں گئے اور بہتوں کو دکھائی دیئے"

مردوں کا زندہ ہو کر یروشلم میں آجانا اتنا بڑا واقعہ ہے کہ اگر فی الحقیقت ایسا وقوع میں آیا تھا تو اس کے متعلق اس وقت کے یہودیوں یا رومیوں کی تاریخوں میں ضرور اس امر کا ذکر ہونا چاہیئے تھا۔ اگر کوئی صاحب یہ ثبوت ان اقوام کی تاریخ سے پیش کر سکیں تو ان کی نہایت مہربانی ہوگی۔ خود یروشلم میں ۲۰/۲۴ لاکھ نفوس کا اجتماع عید فسح پر ہوا کرتا تھا کیا اتنا بڑا معجزہ کہ بہت سے مردے قبروں سے نکل کر شہر میں آ گئے تھے ان کو دیکھ کر ۲۰ لاکھ کے ۲۰ لاکھ انسان ہی ایمان نہ لے آتے۔ اور یہ اتنا بڑا حیرت ناک واقعہ دنیا کی تاریخ میں جلی حروف سے لکھا جاتا۔ دستور خداوندی یہ ہے کہ مردے دنیا میں کبھی دوبارہ واپس نہیں آتے۔ ایوب نبی نے اس بارے میں کیا خوب نصرت فرمائی ہے "جو گور میں اترا پھر نہ آئیگا" (کتاب ایوب باب ۷ - ۱۴ - ۱۲)

ایوب نبی کی وحی میں نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ تین بار مردوں کے دوبارہ آنے کی نفی کی گئی ہے۔ ان معقولی اور منقولی شواہد کی موجودگی میں جو واقعات بطور قصہ اور کہانی کے بیان ہونگے ان کی یا تو تاویل کی جاوے گی یا بوجہ خلاف عقل و نقل ہونے کے مسترد کر دیئے جائیں گے۔ اس اصول کے لحاظ سے بھی ہم مسیح علیہ السلام کی دوبارہ زندگی کے عقیدے کو غلط سمجھتے ہیں کیونکہ واقعات اور اصول کا جہاں تضاد ہو۔ چاہیئے کہ اصول کو برقرار رکھ کر واقعات کی تاویل کر لی جائے۔ مثلاً اوپر جو لکھا ہے کہ مردے قبروں میں سے نکل کر شہر میں آ گئے یہ واقعہ فی الحقیقت وقوع پذیر نہیں ہوا بلکہ کسی بزرگ انجیل نویس کا خواب یا کشف ہے۔ اس تاویل سے اور ایوب نبی کے حوالہ جات محولہ بالا سے کہ مردے واپس نہیں آیا کرتے اس مقام کی مطابقت بھی ہو جاتی ہے۔ ورنہ عند العقلاء یہ بات قابل پذیرائی نہیں ہے کہ مردے دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں۔

پھر ہم نفس مضمون کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ علاوہ مراعات مندرجہ بالا کے ایک قدرتی رعایت یہ ہوئی کہ جہاں حضرت مسیح کے جسم کا رکھنا بیان ہوا ہے وہ کوئی قبر نہیں تھی بلکہ ایک ہوادار چٹان تھی۔ دوئم اس جگہ پہلی رات کو کوئی پہرہ مقرر نہیں ہوا بلکہ بحوالہ انجیل متی باب ۲۷ آیت ۶۲ اس فروگذاشت کو محسوس کر کے پہرہ دوسرے دن متعین کرایا جاتا ہے۔ جائے غور ہے کہ طرفداران جناب مسیح کو یہ کتنا بڑا موقعہ ملا۔ ان جملہ مراعات کا یہ نتیجہ ہوا کہ تیسرے دن علی الصبح جب دیکھا گیا تو حضرت مسیح کا جسم اس چٹان میں ندارد تھا۔ دیکھو متی باب ۲۸ آیت ۱ تا ۱۰ مرقس باب ۱۶ لوقا باب ۲۴۔

جب جسم قبر میں نہ ملا تو لکھا ہے کاہنوں نے پہرہ داروں کو رشوت دی اور کہا یہ کہہ دینا کہ رات کو جب ہم سوتے تھے تو اس کے شاگرد آ کر اسے چرا لے گئے پس انہوں نے روپے لیکر جیسا کہ سکھائے گئے تھے ویسا ہی کہا اور یہ بات آج تک یہودیوں میں مشہور ہے۔ متی باب ۲۸ آیت ۱۲ تا ۱۶ یہ فقرات متی کی انتہائی سادگی پر دلالت کرتے ہیں۔

پہرہ داروں کی فروگذاشت پر بجائے اس کے کہ ان کو زجر و توبیخ کی جاتی اور ان کی غفلت کی پاداش میں سزا دی جاتی۔ الٹا ان کو رشوت دینے کا کیا مفاد تھا۔ دوئم اس بیان کا اختراع کرنا کہ اس کے شاگرد آ کر اسے چرا لے گئے" یہ بھی سادہ لوحی کی حد ہے کیونکہ اگر فی الحقیقت حضرت مسیح مر گئے ہوتے تو مردہ جسم کو چوری کرنے کی شاگردوں کو ضرورت نہ تھی کیونکہ مردہ جسم بیکار تھا۔ اور نعش کے متعلق شاگردوں کو یہودیوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ جسم کا چوری جانا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ اس میں آثار زندگی ہنوز باقی تھے اس لئے مرہم پٹی کی خاطر سربرآوردہ شاگردوں نے اس کو اڑا لیا۔ اگر یہ بات مدنظر نہ ہوتی تو مردہ جسم کی خاطر اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا عقلمندی کا فعل نہ تھا۔ اس موقعہ پر دوبارہ جی اٹھنا یا آسمان پر چڑھ جانا جو بیان ہوتا ہے وہ اگر سچ ہے تو مخالفین یہود اور رومیوں کی آنکھوں کے سامنے یہ نظارہ ہونا چاہیئے تھا نہ کہ پوشیدہ طور پر تاکہ کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہ ہوتی۔ چونکہ مخالفوں اور موافقوں میں سے کسی نے بھی ایسا کوئی واقعہ بچشم خود نہیں دیکھا اس لئے یہ گمان کہ زندہ ہو گیا تھا صحیح نہیں اور صحیح بات وہی ہے جو اوپر لکھی گئی۔

واقعات صلیب کے بعد جو حالات انجیلوں میں مندرج ہیں ان سے اور بھی صفائی کے ساتھ اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ صلیب پر موت وارد نہیں ہوئی تھی۔ اور بحوالہ انجیل یوحنا باب ۲۰ آیت ۱۶ تا ۲۰ اور باب ۲۲ آیت ۲۷ مختلف موقعوں پر حضرت مسیح کا واقعہ صلیب کے بعد شاگردوں سے ملنا ان کے ساتھ کھانا کھانا صریح اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صلیب پر مرے نہیں تھے۔ انجیل لوقا باب ۲۴ آیت ۳۵ تا ۴۲ میں ان کا مکالمہ شاگردوں کے ساتھ اس طرح پر لکھا ہے "میرے ہاتھ اور میرے پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں۔ مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے ہڈی نہیں ہوتی جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو۔ یہ کہہ کر انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھلائے ...... اور انہیں کہا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے انہوں نے اسے ایک بھونی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا اس نے لیکر ان کے روبرو کھایا"

سارے بیان کی مختلف کڑیوں کو ملا کر اگر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ زخموں کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ اسی حالت میں شاگردوں نے اپنے اثر اور رسوخ سے ان کا مضروب جسم حاصل کر لیا۔ اور شورش کے خوف سے پہلے ان کو ایک ہوادار چٹان میں رکھا اور پھر خفیہ طور سے وہاں سے بھی نکال لیا۔ اور کچھ اس قدر دلسوزی اور سرعت کے ساتھ معالجہ عمل میں آیا کہ وہ تھوڑے دنوں میں سفر کے قابل بھی ہو گئے۔ حسن اتفاق سے شاگردوں میں سے لوقا طبیب بھی تھے۔ دیکھو کلسیون باب ۴ آیت ۱۴) بالآخر صحتیاب ہو کر پھر اپنے شاگردوں سے ملتے اور کھاتے پیتے رہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد جتنا عرصہ وہ گلیل کی طرف رہے پوشیدہ رہے۔

ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ مسیح نے اپنے قتل اور دوبارہ جی اٹھنے کے متعلق پیشگوئی کی تھی اور کہ انجیلوں میں لکھا ہے کہ اس نے صلیب پر جان دی۔

بجواب اس کے عرض ہے کہ ان سب حالات اور واقعات کی موجودگی میں جو ہم نے اس مضمون میں شروع سے اخیر تک اناجیل سے بیان کئے اس خیال کی سراسر تردید ہوتی ہے مشیت ایزدی نے قدم قدم پر ایسے سامان پیدا کئے کہ دشمن اپنے منصوبے میں ہرگز کامیاب نہ ہوا۔ اور خدا کا مقدس رسول اس حالت سے نجات پا گیا جس کا نتیجہ لعنت اور خدا سے محرومی تھی۔ علاوہ بریں اگر حضرت مسیح کی موت اور دوبارہ زندگی کی تفسیر مطلوب ہو تو اس مشکل کو بھی آپ کی ایک دوسری پیشگوئی نہایت صفائی کیساتھ حل کر دیتی ہے۔ فرماتے ہیں "اس زمانہ کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پر یونس نبی کے نشان کے سوا اور کوئی نشان ان کو نہ دیا جاوے گا۔ کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا"

اس پیشگوئی کے مطابق صاف ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت یونس بحالت زندگی رہے اس طرح پر یہ پیشگوئی مسیح علیہ السلام کے صلیب سے زندہ رہنے کی صریح دلیل ہے۔ علی ہذا القیاس جو دعا مسیح علیہ السلام نے گتسمنے باغ میں بحوالہ متی ۲۶/۳۶ تا ۵۷ اور مرقس ۱۴/۳۲ تا ۴۲ اور لوقا ۲۲/۴۰ اور یوحنا ۱۲/۲۷ مانگی جس کے متعلق جناب کا فرمودہ ہے کہ میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے اور منہ کے بل گر کے دعا کی اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ اس دعا کی قبولیت کی نسبت عبرانیوں باب ۵ آیت ۷ میں اس طرح پر لکھا ہے " اس نے اپنی

کیا کلمہ گو کی تکفیر جائز ہے

گذشتہ سے پیوستہ

(از قاری حافظ نورالدین صاحب، سری نگر کشمیر)

اسے کسی طرح سے ذلیل و خوار کردیں۔ اسے اگر کوئی عزت شان ہے تو اس کو گرادیں سے بریں عقل و دانش بباید گریست۔

حالانکہ اسلام تکفیر بازی کرنے کے برخلاف ہے وہ کسی مسلمان۔ کسی کلمہ گو۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نام لیوا کو کافر کہنا جائز نہیں رکھتا۔ نہ اس کا ایسا کوئی حکم ہے نہ کوئی فرمان و ارشاد ہے۔ بلکہ وہ اگر تعلیم دیتا ہے تو یہی دیتا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔ کہ مسلمان وہی ہے جو دوسرے مسلمانوں کو اپنی زبان اور اپنے ہاتھ کے شر سے بچائے اور انہیں سلامت رکھے۔ انہیں کسی رنگ کا کوئی دکھ اور کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ والمومن للمومن کالبنیان۔ یشد بعضہ بعضاً اور کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے۔ بنیاد کی طرح ہے۔ جس کا ایک پتھر دوسرے پتھر کے لئے موجب تقویت و درستی ہوتا ہے لیکن آج ہم دیکھتے ہیں۔ یہی مسلمان ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی بنیاد کو گرا کر برادری و اخوت کی عمارت کو مسمار کرنے کے درپے ہیں

اس تکفیر بازی کے خلاف خدا تعالیٰ بھی ہے اور اس کا رسول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ اور آنجناب کے متبعین علمائے دین متین بھی۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ قرآن شریف میں ایک جگہ فرماتا ہے لا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومناً۔ کہ جو کوئی تمہیں اسلامی رنگ میں سلام کہے اسے ہرگز تم یہ مت کہو کہ تم مومن نہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق اسلامی رنگ میں سلام کہنے والا بظاہر مسلمان ہی ہوا کرتا ہے۔ کافر نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کفوا عن اھل لا الٰہ الا اللہ۔ لا تکفروا بذنب (در علم الکتاب مصنفہ حضرت خواجہ درد دہلوی) یعنی کہ کلمہ گوؤں سے بچو۔ کسی غلطی کی وجہ سے ان کی تکفیر بازی نہ کرو۔ اور فرمایا ہے۔ لا تکفروا احداً من اھل القبلۃ بذنب۔ وان عملوا الکبائر (عن عائشۃ) کہ اہل قبلہ میں سے غلطی پر کسی کی بھی تم تکفیر بازی نہ کرو۔ اگرچہ انہوں نے بڑے بڑے جرم کئے ہوئے ہوں۔ ایک اور حدیث اس طرح پر ہے۔ کہ ایک دفعہ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ من السواد الاعظم۔ کہ اے رسول خدا صلعم! سواد اعظم کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا من لم یکفر احداً من اھل التوحید (طبرانی و دیلمی) کہ جو اہل توحید میں سے کسی ایک کی بھی کبھی تکفیر نہ کرے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں وارد ہے من شھد ان لا الٰہ الا اللہ۔ واستقبل قبلتنا۔ وصلّے صلوٰتنا۔ واکل ذبیحتنا۔ فھو المسلم یعنی کہ جو شخص کلمہ توحید کی گواہی دے۔ ہمارے قبلہ کو اپنا قبلہ سمجھے۔ ہماری نماز پڑھے۔ ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھائے۔ وہ مسلم ہے کسی کو حق نہیں کہ اس کی تکفیر کرے۔ ایک حدیث میں یوں آیا ہے۔ من رمٰی مومناً بکفر۔ فھو کقتلہ۔ کہ جو شخص کسی مومن پر کفر کا حکم لگاتا ہے۔ تو گویا اس نے اس کو قتل کر دیا۔ طبرانی کے اندر یہ حدیث ہے من کفر اھل لا الٰہ الا اللہ۔ فھو الی الکفر اقرب۔ کہ جو شخص کلمہ گو کی تکفیر کرتا ہے۔ وہ خود کفر کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے۔ زمانہ نبوی میں ایک صحابی نے کسی دوسرے صحابی کو کافر کہا تھا۔ تو وہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ! جبکہ میں اسلام کو سچا مذہب جانتا ہوں۔ اور مسلمان ہوں۔ تو یہ شخص مجھے کافر کیوں کہتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ ناراض ہو گئے۔ اور اس کافر کہنے والے صحابی سے فرمایا الا شققت قلبہ۔ کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا جو کافر اسے کہا؟ پس احادیث مذکورہ سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص اسلام کا دعویدار ہو وہ مسلمان ہے کسی دوسرے کے کہنے سے وہ ہرگز کافر نہیں بنتا۔

علمائے دین متین رحمہم اللہ بھی مسلمانوں کی تکفیر بازی کے سخت برخلاف ہیں۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے طرفدار خوارج تھے۔ انہوں نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے طرفداروں کو حکم کفر دیا جائے اور انہیں خارج از دائرہ اسلام کیا جائے۔ مگر جناب علیؓ نے ان کی ایک نہ مانی۔ بلکہ صاف فرما دیا۔ اخواننا بغوا علینا لا نکفرھم ولا نفسقھم کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم پر بغاوت تو کی ہے لیکن ہم ان کی تکفیر و تفسیق ہرگز نہیں کریں گے۔ حضرت امام اعظم جناب ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں لا نکفر احداً من اھل القبلۃ (النعمان) اہل قبلہ میں سے ہم کسی کی بھی تکفیر نہیں کر سکتے۔ شامی شرح درالمختار کے اندر باب حکم المرتدین لکھا۔ اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر۔ وواحد یمنعہ۔ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ۔ یعنی کہ اگر کسی مسئلہ کے اندر بہت سے وجوہات کفر ہوں۔ اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اسی ایک اسلامی وجہ کا خیال کرکے اس شخص کو مسلمان ہونے کا حکم دے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر تحریر فرماتے ہیں وقد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسعۃ و تسعین احتمالاً للکفر۔ واحتمال واحد فی نفیہ۔ فالاولیٰ للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی۔ مطلب کہ اگر کسی مسئلہ کے اندر کسی شخص کے ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں اور صرف ایک ہی وجہ اسلام کی ہو تو بھی قاضی اس کے متعلق مسلمان ہونے کا ہی فتویٰ دے۔ کافر ہرگز نہ بنائے۔ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کتاب التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں لکھتے ہیں۔ ینبغی الاحتراز عن التکفیر ما وجد الیہ سبیلاً۔ فان استباحۃ دماء المصلین المقرین بالتوحید خطاءٌ۔ یعنی جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی تکفیر بازی سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ نمازگزاروں اور کلمہ توحید کا اقرار کرنے والوں کا خون مباح سمجھنا گناہ کبیرہ ہے علامہ سید محمد بن عابدین اپنی کتاب رفع الاشتباہ عن عبارۃ الاشباہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ قد نصوا علیٰ انہ اذا کان فی المسئلۃ وجہ فی عدم التکفیر۔ لا یفتی بالتکفیر۔ ولو کان ذلک الوجہ ضعیفاً۔ کہ ائمہؒ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی مسئلے کے اندر عدم تکفیر کی کوئی وجہ موجود ہو خواہ وہ وجہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ تو بھی حکم کفر نہیں دینا چاہیئے۔ علامہ مولوی احمد بن مصطفےٰ کتاب مفتاح دارالسعادۃ ومصباح السیادۃ میں لکھتے ہیں۔ ان بعضاً من المتعصبین من الاشاعرۃ یکفرون الحنابلۃ۔ وبعض الحنابلۃ یکفرون الاشاعرۃ الا ان ھذا منکر من القول وزوراً۔ اذا الائمۃ المعتبرون من الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ والحنابلۃ والاشاعرۃ مذاھبھم علیٰ ان لا یکفر احداً من اھل القبلۃ یعنی کہ اشاعرہ میں سے بعض متعصب لوگ حنبلیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور بعض حنبلی اشاعرہ کو۔ حالانکہ اس قسم کی سب باتیں غلط ہیں جھوٹ ہیں اور ناپسند ہیں۔ کیونکہ حنفیوں۔ شافعیوں۔ مالکیوں۔ حنبلیوں اور اشاعرہ کے معتبر اماموں کا یہ مذہب ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر جائز نہیں۔ کتاب محبوب الفقہ میں بحوالہ نافع المسلمین لکھا ہے کہ تمام عمر میں الفاظ ایمان زبان پر لانے فرض ہیں۔ اور ان کا تکرار کرنا سنت۔ لہذا اگر کسی شخص نے تمام عمر کے اندر سچے دل سے ایک مرتبہ کلمۂ شہادت پڑھا ہو اور اس کا اقرار بھی کیا ہو۔ اسے مسلمان سمجھنا چاہیئے۔ جب وہ مرے تو اس کا جنازہ بھی پڑھنا چاہیئے۔ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ التفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ والحق الصریح ان کل من اعتقد ما جاء بہ الرسولؐ واشتمل علیہ القرآن اعتقاداً جزماً۔ فھو مومن۔ وان لم یعرف ادلتہ۔ یعنی یہ بالکل سچی بات ہے کہ جو شخص اس تمام پر پختہ اور کامل اعتقاد رکھے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلعم لیکر آیا۔ اور جس پر قرآن کریم مشتمل ہے۔ وہ شخص مومن اور مسلمان ہے۔ اگرچہ اسے اس کی ادلہ سمجھ میں نہ آویں۔ مولانا حضرت عبدالرحمٰن جامی اپنے مشہور منظوم رسالہ اعتقاد نامہ میں فرماتے ہیں ؎

ہر کہ شد بر تو ز اہل قبلہ پدید　　کہ باوردہ نبی گروید
گرچہ صد بدعت و خطا و خلل　　بینی از وے ز روئے علم و عمل
مکن او را بسرزنش تکفیر　　مشمارش ز اہل نار سعیر

یعنی کہ جو شخص تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ اہل قبلہ سے ہے اور کلام اللہ و سنت رسولؐ پر اس کا ایمان ہے۔ اگرچہ اس شخص سے صدہا بدعت۔ صدہا خطا اور صدہا خلل اور نقص بھی از روئے علم و عمل تجھے معلوم ہو جائیں تو بھی تم اس کی تکفیر نہ کرو وہ اسے ہرگز جہنمی سمجھو۔ بلکہ اس کا معاملہ تو اللہ کے سپرد کرو کہ وہی اس کا مالک ہو کتاب احیاء العلوم میں مرقوم ہے لا یکفر احداً الا بجحودہ لما اقر بہ۔ کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں سمجھنا چاہیئے تاوقتیکہ وہ خود نہ ان باتوں کا انکار کرے۔ جن کا اسے در حالت مسلمانی اقرار تھا۔ حضرت مجدد صدی چہارم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سراج المنیر میں تحریر فرماتے ہیں ؎

مومنے را کافرے دادن قرار　　کار جانباز نیست نزد ہوشیار
زانکہ تکفیرے کہ از ناحق بود　　واپس آید بر سر اہلش فیتد
سفلۂ کو غرق در کفر نہاں　　ہرزہ نالد بہر کفر دیگراں
گر خبر زاں کفر باطن داشتے　　خویشتن را بدترے انگاشتے

پس اے مسلمانو! یاد رکھو۔ جس کسی شخص کے ہاتھ میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ؐ کی سند ہو وہ بلاشبہ دائرہ اسلام کے اندر ہے۔ اس دائرہ کے اندر غلط کار بھی ہوں گے۔ کمزور بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے لوگ بھی ہوں گے۔ غرض ہر قسم کے لوگ اس کے اندر ہوں گے۔ لیکن اس کلمہ شریف کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ جس کسی شخص کے پاس یہ سرٹیفکیٹ موجود ہو وہ دائرہ اسلام کے اندر ہے۔ اس دائرہ سے اسے کوئی خارج نہیں کر سکتا۔

(بقیہ صفحہ ۱۱ کالم ۳)

مسلمانوں کے چند مہلک امراض

افلاس، جہالت، قدامت پسندی، کاہلی

(جناب مولوی فتح الدین صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر تعلیمات گوجرانوالہ)

اس وقت مسلمان من حیث القوم چند مہلک امراض میں مبتلا ہیں جن کا علاج اگر وقت پر نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ قوم پستی اور ذلت کے گڑھے میں پڑ کر اپنی مستقل ہستی کھو بیٹھے گی۔ ہم ذیل میں چند امراض کا ذکر کرتے ہیں۔

افلاس

یہ مرض اس قدر عام ہو گیا ہے۔ کہ آئے دن اس کا رونا رویا جاتا ہے۔ درد دل رکھنے والے اصحاب نے مسلمانوں کے روز افزوں افلاس کے اسباب و وجوہ پر مضامین لکھ کر قوم کی توجہ دلائی ہے۔ مگر افسوس اس کا کچھ اثر ہوتا نظر نہیں آتا۔ بنکنگ انکوائری کمیٹی کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ گذشتہ دس سال میں زمینداروں کا قرضہ نوے (۹۰) کروڑ سے بڑھ کر ایک ارب بتیس کروڑ تک جا پہنچا ہے یعنی قرضے میں تقریباً پچاس فیصدی کی بیشی ہوئی ہے۔ اس نسبت سے وہ سود جو زمیندار طبقہ کو سالانہ ادا کرنا پڑتا ہے پندرہ کروڑ کے بجائے بیس کروڑ ہو گیا ہے۔ یہ حالت بڑی یاس انگیز ہے۔ جائے غور ہے۔ کہ جس قوم سے اس قدر سالانہ رقم نکل کر غیر قوم کے ہاتھوں چلی جائے۔ اس کا حشر کیا ہو گا۔ اور یہ رقم ان قرضوں کی ہے جن کا اندراج باقاعدہ رجسٹروں میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسی رقوم بھی ہوتی ہیں جن کے متعلق کوئی تحریر وغیرہ نہیں ہوتی۔ غرض جو اندر ہی اندر دیمک کی طرح قوم کی تازگی اور نشو و نما کو کھا رہا ہے۔ اب مسلم کا امتیازی نشان بن گیا ہے جیسا خواجہ حالی مرحوم فرماتے ہیں۔

فلاکت جسے کہئے ام الجرائم   نہیں بنتے ایماں پہ دل جس سے قائم
بناتی ہے انساں کو جو بہائم   مقبل ہیں دل جمع جس سے نہ ہمایم

وہ یوں اہل اسلام پر چھا رہی ہے
کہ مسلم کی گویا نشانی یہی ہے

علاج کے طریقے

مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ محنت اور ہمت کر کے اپنے ذرائع آمدنی بڑھائیں۔ خرچ آمدنی سے کم ہو۔ نمائش اور عارضی شہرت اور واہ واہ کی خاطر اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی ضائع نہ کریں مسلمان اور دوکانداروں سے اپنی ضروریات زندگی خرید کر قوم میں تجارت کو فروغ دیں صغیر سنی کی شادی اور دیگر غیر شرعی اور مسرفانہ رسوم سے پرہیز کریں۔ اور اپنی اولاد کو حسب استطاعت تعلیم دلا کر زندگی کی جد و جہد کے لئے تیار کریں۔ یہ میں چند نسخے جنکے استعمال سے ہم افلاس کے مرض سے بڑی حد تک نجات پا سکتے ہیں۔

جہالت

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ گذشتہ دس سال سے مسلمانوں میں تعلیم کا شوق پیدا ہو چلا ہے۔ اور عام بیداری کے نشان نظر آتے ہیں۔ مگر ہمسایہ قوم کے مقابلہ میں اب بھی مسلمان تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ اور آبادی کے مقابلہ میں ان کا تناسب خواندگی آٹے میں نمک کے برابر نہیں۔

خصوصاً تعلیم نسواں میں ان کا اوسط بہت کم ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ کوئی ملک اصلاحی و تمدنی ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک عورتیں بھی خواندہ نہ ہوں حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر حکم دیا ہے کہ علم کا پڑھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ مگر عمل اس پر غیر مسلم اقوام خصوصاً یورپین کا ہے۔ جہاں خواندہ اشخاص کی تعداد فی صدی نوّے سے پچانوے تک ہے۔ اور صرف پانچ یا چھ فی صدی ناخواندہ ہیں۔ ہمارا حال بمصداق مسلمانان در گور مسلمانی در کتاب ہے۔

جہالت کے نقصانات

بوجہ عام جہالت کے مسلمان نہ صرف زمانہ کی موجودہ ترقی سے بے خبر ہیں۔ اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ بلکہ وہ ان فوائد اور رعایات سے بھی کماحقہ فایدہ نہیں اٹھا سکتے جو گورنمنٹ وقتاً فوقتاً رعایا کی بہبود اور خوش حالی کے لئے دیتی ہے مثلاً مفت پرائمری تعلیم۔ روپیہ کی حفاظت کیلئے گورنمنٹ سیونگ بنک اور کواپریٹو بنک لوکل سلف گورنمنٹ۔

ایک زمانہ تھا۔ کہ تعلیم انسان کے لئے محض زیور و زینت تصور کی جاتی تھی۔ مگر اب زمانہ سرعت سے ترقی کر رہا ہے کہ تعلیم خصوصاً پرائمری تعلیم زینت کے درجہ سے نکل کر دیگر اہم ضروریات زندگی کیطرح ضرورت کے درجہ کو پہنچ گئی ہے جس کے بغیر دنیا میں عزت کی زندگی محال ہے۔ اندریں حالات ضروری ہے۔ کہ دیہات میں کوئی بچہ بغیر پرائمری تعلیم کے نہ رہے تاکہ وہ نوشت خواند کر سکے آسان اخبار پڑھ سکے۔ اپنا حساب سود و قرضہ سمجھ کر سکے۔ اور اپنے بڑھاپے کے وقت اچھا شغل پیدا کر سکے۔ ورنہ زمیندار بھائیو یاد رکھو آپ قعر گمنامی میں پڑ کر اپنا رہا سہا وقار بھی کھو بیٹھیں گے

قدامت پسندی

مسلمان بھائی کچھ ایسے قدامت پسند واقع ہوئے ہیں کہ ہر ایک نئی ایجاد ہر نئی اصلاح اور طریقہ ترقی کو بدظنی و شبہ سے دیکھتے ہیں۔ خواہ وہ فی نفسہ کیسی ہی اچھی چیز ہو اس کے قبول یا اختیار کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ چنانچہ ابتداء میں جب گورنمنٹ نے انگریزی تعلیم چیچک کا ٹیکہ اور انگریزی ہسپتال جاری کئے تو مسلمان ان کے نام سے کوسوں بھاگتے تھے۔ بعض تنگ دل تو ان کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ حالانکہ اسلام سچا اور فطری مذہب کبھی اصلاح اور ترقی کے رستہ میں حائل نہیں ہوتا اس قدامت پسندی کا نتیجہ لازمی طور پر یہ ہوا کہ کئی مرد و زن ٹیکہ نہ لگنے سے بدشکل یا فکار اجل ہوئے اور مسلمان تعلیم میں ہمسایہ قوموں سے پیچھے رہ گئے یہی حال زراعت کا ہے۔ زمیندار پرانی لکیر کے فقیر ہیں۔ عمدہ بیج حاصل کرنے کی تکلیف گوارہ نہیں کرتے اور نہ زمانہ حال کے آلات کشاورزی کا استعمال جانتے ہیں۔ اس لئے غیر ممالک کے مقابلہ میں وہ گر رہے ہیں مسلمان بھائیوں کو چاہیے۔ کہ میدان ترقی میں ہمسایہ قوموں کے دوش بدوش چلیں زمانہ کا ساتھ دیں اور سائینس کی ایجادات سے پورا پورا فایدہ اٹھا کر اپنی زندگیوں کو زیادہ خوشحال اور مفید بنائیں۔

کاہلی

کاہلی اور سستی مسلمان بھائیوں میں اس درجہ سرایت کر گئی ہے کہ اب یہ ان کا امتیازی نشان ہے۔ جدھر نظر اٹھاؤ مسلمان ڈھیلے ڈھالے سست اور بے جان دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں اس بات کا مطلق احساس نہیں ہے۔ کہ ہم دنیا میں رہیں گے اور عزت سے رہیں گے۔ اس مقصد کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے اور ہر کام میں ہمت مردانہ سے کام لے کر کامیابی حاصل کریں گے۔

توکل کا غلط تصور

توکل علی اللہ کے کچھ ایسے غلط معنی سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ جسم ہلانے کی ضرورت نہیں۔ خدا کارساز ہے۔ سب کچھ پہنچا دے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے إن خلقنا الانسان فی کبد۔ یعنی انسان کو اس دنیا میں محنت اور مشقت کے لئے پیدا کیا گیا ہے بغیر محنت نہ کھانے پینے کا لطف نہ سونے کا مزا۔ کاہل و بیکار کے لئے زندگی وبال ہو جاتی ہے سچ ہے مرد بیکار یا شود دیوانہ یا بیمار۔ مسلمان بھائی ہندو مرد عورتوں کو دیکھیں۔ ان کی چستی۔ چالاکی اور ایثار میں زندگی کی علامتیں پائی جاتی ہیں وہ دن رات محنت کرتے ہیں۔ خوب روپیہ کماتے ہیں۔ دل کھول کر قومی کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ اپنے حقوق ملکی کی حفاظت کرتے ہیں اور ان پر مر مٹتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ بھی ان سے خم کھاتی ہے اور ہر امر میں ان کا خاص لحاظ کرتی ہے۔ سچ ہے خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

بقیہ صفحہ ۵

پس جو کوئی ملاں اس کے اس سارٹیفکیٹ کی قدر نہیں کرتا۔ اور اسے عظمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ بلکہ اسے خارج از دائرہ اسلام سمجھتا ہے۔ تو وہ ملاں دراصل اس شخص کی تحقیر نہیں کرتا بلکہ وہ اس سارٹیفکیٹ دینے والے یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تحقیر کرتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے اسی کلمہ شریف کو سنگ بنیاد قرار دیا ہوا ہے۔ آپ اسی کے ذریعہ سے غیر مسلموں کو اسلام کے اندر داخل فرمایا کرتے تھے اور اعلان فرماتے تھے۔ ایها الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ کہ لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو اور کامیاب ہو جاؤ۔ ومن قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔

(بقیہ وارد)

پنجاب کی کوٹ آف وارڈس

پنجاب کی کورٹ آف وارڈس کی سالانہ رپورٹ بابت سال ختم شدہ بتاریخ ۳۰۔ ستمبر ۱۹۲۹ء پر گورنر پنجاب باجلاس کونسل کا تبصرہ ہماری نظر سے گذرا۔ اس تبصرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ زیر بحث تبصرہ مختصر ہونے کے باوجود سیر حاصل ہے اور اس کو اپنا دستور العمل بنانے سے کوٹ آف وارڈس کے نظم و نسق میں بہت کچھ خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ ہم نے اس سلسلہ میں کورٹ آف وارڈس کی وہ رپورٹ بھی پڑھی ہے جس پر زیر بحث تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ تبصرہ میں کوئی بحث طلب امر تشنہ نہیں رہا ہے۔

سال زیر بحث میں ان جاگیروں یا جائدادوں کی تعداد جو کوٹ آف وارڈس کے زیر انتظام تھیں پچاس رہی ہو دوسرے الفاظ میں بمقابلہ سال ماسبق کے دو کا اضافہ ہوا۔ اعداد و شمار کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ ان جائدادوں کی مجموعی آمدنی ۲۰ لاکھ روپیہ سے اوپر رہی اور مجموعی خرچ ۱۶ لاکھ روپیہ سے متجاوز نہ ہوا۔ اس ضمن میں یہ امر بھی کچھ کم قابل ذکر نہیں کہ جہاں نقد مالگزاری میں کمی واقع ہوئی وہاں بٹائی کے ذریعہ وصول شدہ مالگزاری میں اضافہ ہو گیا۔ سال کے خاتمہ پر وہ رقبہ جو کورٹ آف وارڈس کے زیر انتظام تھا وہ کم و بیش دو لاکھ ایکڑ تھا جس میں تقریباً ایک ثلث ممدوٹ سے متعلق تھا۔

گورنر باجلاس کونسل نے اپنے تبصرہ میں ظاہر کیا کہ جہاں ۵۰ لاکھ روپیہ قرضہ جات پیشگی اور سیکورٹیوں میں لگا ہوا ہے

وہاں پونے گیارہ لاکھ روپیہ خزانوں اور بنکوں میں بیکار پڑا ہوا ہے اس حالت کو قابل اطمینان نہیں کہا جا سکتا اور ضرورت ہے کہ روپیہ کو زیادہ مفید کاروبار میں لگایا جائے۔ اس ضمن میں گورنر باجلاس کونسل نے توقع ظاہر کی ہے کہ فنانشل کمشنر اس خرابی کو دور کرنے کے لئے ضروری تدابیر عمل میں لائیں گے۔ کاشتکاروں سے جو رقم بطور زر تقاوی لی جاتی ہے وہ ہر سال معتدل مقدار میں مقرر کی جاتی ہے اور بقایا کی مقدار بڑھ جانے کے یہ معنے ہرگز نہیں لئے جا سکتے کہ کاشتکار رقم ادا نہیں کر سکتے بلکہ ان حالات سے جو بات مفہوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انتظام میں کچھ خرابی ہے۔ اس بات میں گورنر صاحب کی تجویز ہے کہ ڈپٹی کمشنر اور کمشنر صاحبان کبھی کبھی معائنہ کیا کریں اور فنانشل کمشنر ایسا انتظام کریں کہ منیجر سٹینڈنگ آرڈرس کے مطابق مقرر کئے جایا کریں۔

تبصرہ کا سب سے زیادہ دلچسپ اہم اور قابل توجہ حصہ وہ ہے جس میں گورنر باجلاس کونسل نے کورٹ آف وارڈس کو زرعی ترقی کے متعلق توجہ دلائی ہے۔ انہوں نے جو خیال ظاہر کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ جاگیروں یا جائدادوں کی زرعی ترقی کا دارومدار زیادہ تر ان کے سائز اور دولت پر ہے۔ پھر بھی ضروری ہے کہ کوئی جاگیر یا جائداد خواہ کتنی چھوٹی اور مفلوک الحال کیوں نہ ہو زراعت کے اصلاح یافتہ طریقے اختیار کرے تاکہ اسکی مالی حالت جلد بحال ہو سکے۔ درحقیقت جناب گورنر نے جو علاج تجویز کیا ہے اس سے بہتر اور کوئی علاج خیال میں نہیں آ سکتا۔ اصلاح یافتہ طریق زراعت سے کام لینے سے زرعی ترقی کہیں سے کہیں پہنچ سکتی ہے۔ دنیا میں جن زرعی ممالک نے ترقی کی ہے ان کی ترقی کا راز بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ انہوں نے فرسودہ اور کم فائدہ مند طریق زراعت کو ترک کر کے اصلاح یافتہ طریقہ اختیار کیا جس سے جہاں پیداوار زیادہ ہونے لگی وہاں اس کی عمدگی میں اضافہ ہونے کے یافتہ طریق زراعت یہ ہے کہ صحت مند مویشی عمدہ کھاد بہتر آلات زراعت اور منتخب تخم سے کام لیا جائے یہ ایسا کام نہیں جس میں کوئی خاص مشکل پیش آتی ہو۔ البتہ توجہ اور عزم اور اصلاحی ذہنیت کی ضرورت ہے۔ ہمیں امید ہے کہ گورنر باجلاس کونسل کی تجویز پر توجہ کی جائے گی۔

(اصلاح پرست)

بقیہ صفحہ ۳

تو انجمن کو خط لکھ دیں کہ انہوں نے فلاں چیز بیمہ کرائی ہے۔ اور اس قدر روپیہ کمپنی کو عوضانہ دے دیا ہے اور ایک کارڈ خان صاحب کو لکھ دیں کہ وہ اس کا کمیشن احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو دیں۔

اس طرح سے ایک طرف تو مسلمانوں کی جائدادیں نقصان سے بچ جائیں گی اور ساتھ ہی وہ اشاعت اسلام کی امداد کر کے درگاہ الٰہی میں اپنی نجات کا بھی کر لیں گے۔ احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ آخر بیمہ تو کراتے ہیں اور یہ بھی پریمیم کے طور پر ضرور دیتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ ان کمپنیوں میں جو نہایت معتبر ہیں بیمہ کرا دیں اور بجائے کسی اور کے خان برادرز کے معرفت یعنی خان رحمت علی خان صاحب بیرون موچی دروازہ کے ذریعہ کرا دیں۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے خان صاحب کے اشتہار کے لئے نہیں بلکہ محض اشاعت اسلام کی امداد اور لوگوں کی اپنی بھلائی کے لئے لکھا گیا ہے۔

شذرات

(از محمد انعام الحق ہوشیارپوری)

امسال شب برات ۱۴ جنوری کو تھی۔ اس تیوہار کی تاریخی اور مذہبی حقیقت کیا ہے؟ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اس وقت صرف اس قدر بتلانا مقصود ہے کہ اس "اسلامی" تیوہار کو مسلمانوں نے کس طرح منایا۔ گو شب برات کی تیاریاں اسلامی آبادیوں اور گھروں میں شعبان کے چاند کے ساتھ ہی بلکہ اس سے بھی پہلے شروع ہو جاتی ہیں لیکن ہم صرف مسلمانوں کے شب برات کے دن ہی کے مشاغل کی اجمالی کیفیت بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ کاش قارئین کرام مندرجہ ذیل سطور کو غور سے مطالعہ کریں اور سوچیں کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں اور ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

آہ اس روز بازاروں کے کھلنے کے ساتھ ہی بنیوں اور پنساریوں کی دوکانوں پر مسلمانوں کی بھیڑ لگ گئی۔ بنیوں کے ہاں سے میدہ، سوجی، گھی اور کھانڈ کی خریداری تھی۔ پنساریوں کی دوکانوں سے بادام، گری اور پستہ وغیرہ لیا جا رہا تھا۔ مسلمانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی نہایت سرعت سے ان کی جیبوں سے نکل کر سودخواروں بنیوں اور پنساریوں کی صندوقچیوں میں منتقل ہو رہی تھی۔ ان مسلمان خریداروں میں بہت سے ایسے بھی ہونگے جنہوں نے کہیں سے قرض دام لئے ہوں گے۔ بعض نے بنیوں کی منت سماجت کر کے ادھار پر سودا لیا ہوگا۔ کیا اس وقت کسی مسلمان کے دل میں اسلامی تجارت کو فروغ دینے اور مسلمانوں کی دوکانیں کھلوانے کا بھی خیال تھا؟ کیا ان میں سے کسی نے یہ بھی سوچا تھا کہ سودخوار بنیوں کے ہاں سے سودا خریدنے اور حلوا کھانے اور تقسیم کرنے کے بغیر بھی شب برات منائی جا سکتی ہے؟ دلوں کی کیفیت کا خدا کو علم ہے لیکن عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سوال کا جواب بالکل نفی میں ہے۔

تیسرے پہر گھر گھر کڑاہیاں اور پتیلیاں چڑھ گئیں قسم قسم کے پرتکلف حلوے اور پوریاں تیار ہوتی گئیں بعض لوگ گھر کی تیار شدہ چیزوں سے مطمئن نہ ہوئے۔ حلوائی کی دوکان پہنچے آج لالہ جی کی بھی چاندی ہے۔ ان کے ہاں بھی کڑاہیاں چڑھی ہوئی ہیں۔ مسلمان گاہک کھڑے ہوئے ہیں حلوا پوری بک رہا ہے۔ یہ سب ہو چکنے کے بعد فاتحہ دلائی گئی۔ مسجد کے ملا کو جگہ جگہ سے بلاوا آ رہا ہے۔ خوشنما خوان پوشوں سے ڈھکے ہوئے خوان گلیوں میں گشت کرنے لگے۔ کہیں سے حلوا پوری آ رہا ہے کسی کے ہاں بھیجا جا رہا ہے۔ گھر میں کھاتے کھاتے سب کا جی بھر گیا لیکن پھر بھی انبار لگے ہوئے ہیں لیکن اس وقت کتنے مسلمان ہوں گے جن کو قوم کے یتیموں یتیم خانوں، مدرسوں انجمنوں اور دوسرے مفید اور ضروری اداروں کا خیال آیا ہوگا؟ اگر یہ روپیہ حلوے پوری پر ضائع کرنے کی بجائے قومی کاموں پر خرچ کیا جاتا تو کیا اچھا ہوتا۔

آتشبازی کی دوکانوں کا ذکر بھی باقی ہے۔ ان پر شعبان کی پہلی سے ہی چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن آج بہت زیادہ رونق ہے۔ مسلمان بچوں اور نوجوانوں کا جمگھٹا ہے انار، پٹاخے چھچھوندریں وغیرہ وغیرہ قسم قسم کی آتشبازیاں بک رہی ہیں۔ بہت سے شفیق باپ اپنے عزیز و ہونہار بچوں کو خوشی خوشی آتشبازی دلوا رہے ہیں۔ بہت سی مامتا کی ماری مائیں بازار سے آتشبازی منگوا کر اپنے مچلتے ننھوں کو بہلا رہی ہیں۔ بے فکرے نوجوانوں کا کیا کہنا آتشبازی کے مقابلے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ شرطیں بدی جا رہی ہیں ان کے والدین اگر بیکار اور مقروض ہیں، اگر ان کی نوجوان ناکتخدا بہنیں محض جہیز نہ ہونے کی وجہ سے بن بیاہی بیٹھی ہیں اور ان کی مائیں اسی فکر میں گھلی جا رہی ہیں۔ اگر ان کی نئی نویلی دلھنوں کے زیور اور رہائشی مکان تک ساہوکاروں کے پاس گروی ہیں تو ان کو کیا پروا۔ آتشبازی کا مقابلہ فرض ہے ورنہ یار دوستوں میں ناک کٹ جائے گی۔

چند سال پیشتر آتشبازی کی تمام تر دوکانیں مسلمانوں کی ہوتی تھیں اور ان پر عموماً مسلمان آتشبازوں کی تیار کردہ دیسی آتشبازی فروخت ہوتی تھی۔ آجکل مسلمانوں کو لوٹنے کی خاطر غیر مسلموں نے بھی آتشبازی کی دوکانیں نکال لی ہیں۔ اور پہلے کی نسبت ولایتی آتشبازی کا رواج زیادہ ہو رہا ہے گویا پہلے جو چند پیسے مسلمان آتشبازوں کو مل جاتے تھے اب وہ بھی غیر مسلم دوکانداروں اور ولایتی کمپنیوں کو چلے جاتے ہیں۔ ماہرین کا تخمینہ کے مطابق ہر سال کم از کم دو کروڑ روپے کی ولایتی آتشبازی آتی ہے زیادہ نہیں اسی قدر دیسی سمجھ لیجئے۔ اگر یہ چار کروڑ روپیہ مسلمان آگ میں پھونکنے کی بجائے قومی اداروں پر خرچ کریں تو اس سے کس قدر شاندار اور مفید نتائج مرتب ہو سکتے ہیں؟ اس پر کتنے مسلمانوں کتنے مولویوں اور پیروں نے غور کیا ہے؟

شب برات آئی اور گذر گئی لیکن اس سے مسلمانوں کو کیا حاصل ہوا ان کا چار کروڑ روپیہ آتشبازی کی نذر ہو گیا۔ اس سے زیادہ بنیوں، پنساریوں اور حلوائیوں کی جیب میں چلا گیا۔ ان کے افلاس میں اضافہ ہو گیا۔ جن مسلمانوں نے قرض دام لے کر حلوا پوری کا سامان اور آتشبازی خرید کی تھی ان کا انجام جو ہوگا سو ہوگا لیکن آتشبازی سے بچوں، آتشبازوں اور مکانوں کے جلنے اور مرنے کی خبریں تو آپ اخباروں میں پڑھ ہی رہے ہونگے یہ ہیں ہمارے صرف ایک تیوہار کے نتائج۔

روم کے مشہور ظالم اور عیاش بادشاہ نیرو کی نسبت تاریخوں میں لکھا ہے کہ ایک بار اس نے شہر کو آگ لگوا دی اور خود قریب کی پہاڑی پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ جس وقت شہر کی عمارتوں سے آگ کے جانسوز شعلے اور جلنے والوں کی دردانگیز چیخیں فضا میں بلند ہوئیں تو وہ جھوم جھوم کر اپنی بانسری بجانے لگا۔ درحقیقت یہ ظلم کی انتہا ہے لیکن اگر اجازت دی جائے تو میں کہوں گا کہ آتشبازی اور حلوے کے شوقین مسلمان نیرو سے بھی زیادہ ظالم ہیں۔ ان کی اقتصادی حالت کافی طور پر تباہ ہو چکی ہے اور روز بروز ہو رہی ہے۔ سیاسی اور مذہبی لحاظ سے وہ بے شمار خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان کا مستقبل نہایت تاریک نظر آ رہا ہے لیکن وہ اس حالت میں بھی فضول رسم و رواج اور مشاغل میں اپنا روپیہ اور وقت ضائع کر کے خوش ہو رہے ہیں۔ دعا ہے خدا ہماری حالت پر رحم کرے اور ہمیں اصلاح ذات اعمال حسنہ کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

خبریں

—— یلم ۱۰۔ جنوری جب یہاں مسٹر قادر حسین کپتان مسلم والنٹیر کور نے مولانا محمد علی کے انتقال کی خبر سنی۔ تو اسی وقت زمین پر گر کر جان بحق ہو گئے۔ انہیں کوئی بیماری نہ تھی۔ ان کی نعش کا عظیم الشان جلوس نکالا گیا

—— دہلی ۱۰۔ جنوری۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے۔ باخبر حلقوں کی تحقیقات مظہر ہے آجکل از سر نو جو یہ افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں۔ کہ افغانستان میں عام بد امنی اور بدنظمی کا ایک طوفان برپا ہے۔ ان میں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔ یہ افواہ بھی سراسر بے بنیاد ہے کہ شاہی خاندان کے افراد کابل سے چلے گئے ہیں

—— بمبئی۔ ۹ جنوری۔ حکومت ہند نے پولیس کے ان تین ملازموں کی پنشنوں میں اضافہ کی منظوری دے دی ہے۔ جو ۲ ستمبر کو فساد کے دوران میں بمقام جیہ زمقتول ہوئے تھے۔

—— روم ۹ جنوری پاپائے روم نے ۱۶ ہزار الفاظ کا ایک طویل فرمان شایع کیا ہے جس میں دنیا کی توجہ شادی کے رشتہ کے تقدس اور پاکیزگی کی طرف دلائی ہے۔ اس فرمان میں بتایا گیا ہے کہ اس رشتہ کی توہین صرف اسی زمانہ کی کتابوں، تھیٹر، سینما اور ریڈیو کے ذریعہ ہی نہیں کیجاتی بلکہ اس وقت کے لوگوں کی معاشرت بھی کھلم کھلا ان ناروا امور کو روا ٹھہراتی ہے۔ اس کے علاوہ اس فرمان میں طلاق وقتی شادیوں، برتھ کنٹرول وغیرہم کے خلاف نہایت غضب آلود خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ پاپائے روم کا خیال ہے کہ صنعتی تعلیم میں لوگ حد سے زیادہ تجاوز کر چکے ہیں۔ حکومت کو نوجوان ماؤں کی مدد کرنی چاہیے۔ یورپ ان بچوں کی پرورش تو کرتا ہے جو کسی جائز جنسی رشتہ کا نتیجہ نہیں ہوتے لیکن مستحق بچے مدد سے محروم رہ جاتے ہیں

—— پشاور ۱۲ جنوری: سول اینڈ ملٹری گزٹ کا نامہ نگار خصوصی رقمطراز ہے۔ کہ کابل کے ارک سلطانی میں بم پھٹنے سے ایک آدمی ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ یہ بم بچہ سقہ کے وقت سے یہاں مستور تھا۔ لیکن حال میں ایک معمار اور دو مزدور ارک کی دیواروں کی مرمت کر رہے تھے۔ کہ وہ پھٹ گیا۔ اعلیحضرت غازی محمد نادر شاہ نے مقتول و مجروحین کے لئے پنشن کی منظوری دے دی

—— لنڈن ۱۲۔ جنوری۔ آج صبح ملک معظم اور ملکہ معظمہ نے گول میز کانفرنس کے قریباً ایک سو مندوبین کو قصر بکنگھم میں الوداع کہنے کے لئے شرف باریابی بخشا۔ وزیر ہند نے جب مندوبین کو پیش کیا۔ تو بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ نے ہر ایک مندوب کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اور انہیں الوداع کہا۔

—— لاہور ۱۰ جنوری ہوم سیکرٹری حکومت پنجاب رقمطراز ہیں۔ کہ ۱۰ جنوری کے ٹریبیون اور مسلم آوٹ لک میں فری پریس کا جو پیغام شایع ہوا ہے۔ کہ گجرات سپیشل جیل کو توڑنے کی افواہ ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے۔

—— لنڈن ۱۲ جنوری۔ گول میز کانفرنس کا ایک مندوب اٹلی روانہ ہو گیا۔ آپ وہاں دس روز بسر کریں گے جس کے بعد نیپلز سے ہندوستان روانہ ہو جائیں گے۔

مسٹر پال نے وکٹوریہ ملیشن پر رائٹر کے نمایندہ کے دوران ملاقات میں کہا۔ میں لنڈن سے خوش و خرم جا رہا ہوں۔ کانفرنس کے آخری منازل اور انکے متوقع نتائج میرے لئے بالخصوص مسرت خیز ہیں۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"
رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۲۸

الصلح خیر
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن
پیغام صلح
ایڈیٹر
عبد الحق ودیارتھی

جلد ۱۹ لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۹ شعبان سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۳۱ عیسوی نمبر ۵

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۳:۶۴

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
۲ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
۳ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
۴ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

ہماری تبلیغی ڈاک

(احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ملک ایران کی سالانہ رپورٹ بابت سنہ ۱۹۲۹-۱۹۳۰ء)

احباب کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ گذشتہ کئی سال سے ایرانی نوجوان سلسلہ میں داخل ہو کر اشاعت اسلام و تبلیغ سلسلہ میں مصروف ہیں انہوں نے اپنے کام کی سالانہ رپورٹ خود تیار کر کے بذریعہ ہوائی جہاز بھیجی ہو تا کہ ہمارے سالانہ جلسہ پر سنائی جا سکے۔ لیکن افسوس کہ اس کا موقعہ نہ مل سکا۔ اس لئے اس انگریزی رپورٹ کا اردو ترجمہ شائع کیا جاتا ہے جسے برادران منوچہر اور محمد گوہریان نے مرتب کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے:۔

اگر ہمیں سال زیر رپورٹ کے آخری حصہ میں چند ایک نئے نوجوان ممبروں کی ایزادی میں کامیابی نہ ہوتی تو یہ سال بالکل ناکامی کا سال ہوتا۔ لیکن ایک مبارک تحریک جیسا کہ ہماری ہو یقیناً ہمیشہ خدا کے افضال کی امیدوار ہے جیسا کہ ہم پر وہ فضل کرتا رہا اور کرتا رہتا ہے اس طرح محض اس کے فضل سے ہماری جماعت کے آٹھ ممبر بن چکے ہیں اور ہماری جماعت کی ترقی کیلئے ایک وسیع میدان کھل گیا ہے۔ سال رواں میں ہمارے ممبران حسب ذیل خدمات اسلام میں مصروف رہے۔

۱۔ تبلیغی لٹریچر کی اشاعت (الف) نہایت ہی قابل قدر کتاب رسالہ اسلام مصنفہ حضرت امیر کا فارسی ترجمہ چھپوا کر سارے ملک ایران میں مفت تقسیم کیا گیا (ب) مرکز سے آئے ہوئے انگریزی پمفلٹ تمام ملک میں پھیلائے گئے۔ خصوصاً ان لوگوں میں جنہیں اسلام سے دلچسپی تھی۔

۲۔ طہران کی عیسائی مشنریوں کی جدوجہد کو بند کیا گیا

(الف) عیسائی مشنریوں سے زبانی مباحثات کئے گئے اور ان کے تبلیغی اثر کو بے اثر کیا گیا۔ اور ان کے بہت سے اجتماعات کو قریباً اسلامی معبد گاہوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ موقعہ پا کر بعض ایسے نوجوان کو جو ان کے زیر اثر آ چکے تھے ان کے حلقہ اثر سے نکال لیا گیا اور ان کے نومریدوں کے سامنے ان کے غلط اصولوں کو واضح کر کے ان سے برگشتہ کیا گیا۔ ہماری اس سرگرمی سے عیسائی پادریوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے ہماری جماعت کے ممبروں کو اپنی مذہبی مجالس میں آنے سے روک دیا اور اپنے ہم مذہبوں کو ہمارے ساتھ مباحثات کرنے سے روک دیا۔ . . . .

. . . . (ب) بعض بابیوں سے بھی تبادلہ خیالات ہوتا رہا اور ان کو اپنے مذہب کا مخالف پہلو بھی دکھایا گیا (ج) بعض بے تعصب علماء سے بھی تبادلہ خیال کیا گیا اور حضرت مسیح موعودؑ کے دعاوی کی سچائی اور آپ کی تعلیم ان کے سامنے پیش کی گئی اور جماعت میں شمولیت کی ضرورت بتائی گئی۔ انشاء اللہ اس کے نتائج امید افزا نظر آتے ہیں۔

۳۔ اجلاس اور اجتماع (الف) جماعت کے ممبران کے باہمی میل ملاپ اور باقاعدہ جلسوں کی خاطر ایک مختصر سا مکان کرایہ پر لیا گیا تھا۔ جو مسجد اور تبلیغی مرکز کا کام بھی دیتا تھا لیکن تین ماہ کے بعد گورنمنٹ کے بعض افسران کے ڈر سے جو ہر جلسہ کو مشتبہ کی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں مالک مکان نے اپنے معاہدہ سے روگردانی کر لی تا کہ وہ کسی آئندہ کے خطرہ سے محفوظ رہ سکے اس لئے ہمارے اجتماع پھر برادرم منوچہر کے مکان پر ہونے لگے لیکن یہ جگہ آرام دہ نہیں ہے ایسے کام کے لئے ایک بالکل علیحدہ جگہ درکار ہے جہاں ہر ایک دوست آزادی سے آ جا سکے۔ لیکن آمد کی کمی کے باعث ہم ابھی اس قابل نہیں۔ اس لئے ہم گورنمنٹ کے ہاں اپنی انجمن کی رجسٹری کرانے کے درپے ہیں۔ تا کہ یہ مشکلات دور ہو جائیں۔ (ب) چونکہ ہمارے اجتماعات غیر منظم تھے اس لئے ان کے نتائج خاطر خواہ نہ نکلے اول تو اس لئے کہ ہمارا مرکز مختلف جگہ تبدیل ہوتا رہا۔ دوم ہمارے دو سرگرم ممبروں کی غیر حاضری کی وجہ سے جو ملازم ہو کر جنوبی حصہ ملک میں چلے گئے ہیں اور تیسرا ہمارے باقی ممبروں کی مصروفیات کی وجہ سے جو اپنی پوری توجہ تبلیغی کام پر نہ لگا سکے لیکن اب اس بارہ میں بہت اصلاح ہو چکی ہے۔ اور ہمیں آئندہ کیلئے بہت امید ہے۔

۴۔ سال زیر رپورٹ میں ممبران میں زیادتی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ہماری مختصر برادری جو طہران میں ہے اس کے آٹھ ممبر ہیں۔ اور ہمارے ان دو ممبروں کو ملا کر جو جنوبی حصہ ملک کو چلے گئے ہیں ہمارے ممبروں کی تعداد دس ہے جو گذشتہ سال سے دوگنی ہے۔ اگر اسی حساب سے جماعت کی ترقی ہوتی رہی تو نتائج حیرتناک ہوں گے۔

۵۔ مالی حالت۔ ہماری باقاعدہ جماعت کے ماہواری چندوں تک محدود ہے جو بباعث غریب ہونے کے زیادہ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ سال رواں میں ماہوار چندوں کی مقدار دس (۱۰) روپیہ ماہوار تک رہی ہے جسے تبلیغی لٹریچر کی چھپوائی اور تقسیم پر خرچ کر دیا جاتا رہا۔

ہم مرکز کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے دار الکتب میں فروخت کے لئے بہت سی کتابیں روانہ کیں۔ یہ اشاعت اسلام کے لئے ایک نئی روشنی کا ظہور ہے۔ امید ہے کہ مرکز اس شاخ کی طرف خاص توجہ رکھے گا اور اپنی طرف سے ہم اسلام کے سبز جھنڈے کو ملک ایران میں سنبھالے رکھنے کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ اور خدا کے فضل سے اسلام کے شاندار سلف کو واپس لانے کی کوشش کریں گے۔ آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری عاجزانہ کوششوں میں برکت عطا کرے اور ہمیں کامیابی عطا کرے۔

(راقمان) منوچہر بزرگ مہر و محمد گوہریان از طہران (ایران)

نامۂ بغداد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے گذشتہ خطوط ملے ہونگے۔ کراچی سے بھائی محمد ابراہیم صاحب نے "رجوع الی القرآن" والا بکس بھیجدیا ہوگا۔ وصول ہونے پر اطلاع فرما دیں۔ خاکسار کے گھر کل اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا۔ دعا کا خواستگار ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اس کی عمر دراز کرے اور خادم دین بنائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں بھی یہ خبر پہنچائیں اور دعا کے لئے گذارش کریں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ جملہ احباب کو السلام علیکم پہنچا دیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مولود مسعود کو خادم دین بنائے

(خاکسار) تصدق حسین قادری از بغداد۔ مورخہ ۹ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ گذشتہ اتوار کو شیخوپورہ تشریف لے گئے وہاں ایک معززین کی پارٹی میں مختصر سی تقریر فرمائی اسکے بعد جمعہ کو خطبہ جمعہ سیالکوٹ میں پڑھا۔

پنجشنبہ مؤرخہ ۱۵ کو مسٹر ریورنڈ جونس۔ ریورنڈ براؤن پرنسپل مشنری تھیالوجی سمنری لاہور اور مسز جونس حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ یورپ میں مذہبی سپرٹ کے زوال، سیاسیات ہند اور پردہ سسٹم پر بات چیت ہوتی رہی۔ مسز ریورنڈ جونس نے بیگم صاحبہ حضرت امیرؒ سے بھی ملاقات کی۔

شنبہ کی صبح کو حضرت مولانا صدرالدین صاحب ڈاکٹر سٹینلے جونس کے لیکچر کی صدارت کیلئے رہتک تشریف لے گئے۔

جمعہ کی نماز کے بعد مولانا محمد علی مرحوم۔ ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب مرحوم۔ والدہ مرحومہ شیخ محمد امین اور صاحبزادہ عبدالقیوم کی چچی صاحبہ کا جنازہ غائبانہ مسجد احمدیہ میں پڑھا گیا۔

ایک نکاح جو اگرچہ پرانا ہو چکا ہے مگر اس کا اعلان اخبار میں نہیں ہو سکا تھا اس لئے اب اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ ہمارے دفتر کے کلرک ملک عبدالغنی صاحب کا نکاح گذشتہ دسمبر میں ہوا تھا۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کسی قدر علیل ہیں انکی صحت کیلئے دعا کی جاوے۔

قاضی حافظ نورالدین صاحب اپنے وطن کشمیر تشریف لیگئے ہیں۔ تکفیر کے خلاف ان کا مضمون نہایت عمدہ اور سیر حاصل ہے ضرورت ہے کہ اس کو ہزارہا کی تعداد میں چھپوا کر عام مسلمانوں میں تقسیم کیا جائے۔

شیخ غلام حسین کا مضمون "واقعات صلیب مسیح پر ناقدانہ نظر" ختم ہو چکا ہے۔ قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے انکے کلمہ "روح اللہ" کا تعاقب کیا ہے جو ماہواری نمبر میں انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوگا۔

ہمارے سابق نشین دوست محمد شفیع صاحب علوی سالانہ جلسہ والے مضمون "اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام" سننے کے بہت شائق ہیں انہوں نے متعدد مرتبہ زبانی بھی شوق ظاہر کیا تھا اب خط میں بھی لکھتے ہیں۔ میں ان کو مایوس تو کرنا نہیں چاہتا البتہ فرصت کا منتظر ہوں۔

مکرمی ڈاکٹر محمد امین صاحب بھی میرے ایک خاص مضمون کے لئے چشم براہ ہوں گے۔ موسمی سردی کی وجہ سے اخبار بھی سکڑ گیا ہے کوشش کروں گا کہ کسی مناسب وقت میں اس کو لکھ سکوں۔

مؤرخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۳۱ء بروز شنبہ قریباً ۱۱ بجے دن۔ پشاور میں بابو فضل کریم صاحب کی دختر نیک اختر مسماۃ سکینہ بیگم کا نکاح خان بہادر معراج الدین ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور کے فرزند مرزا السلیم الدین کے ساتھ مبلغ پانچ ہزار روپیہ مہر پر باندھا گیا حضرت مولانا غلام حسن صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ گو خطبہ مختصر تھا مگر ایسے پردرد نصائح سے لبریز تھا کہ حاضرین پر بے ساختہ رقت سی طاری ہو گئی۔ خان بہادر معراج الدین صاحب نے مبلغ پچاس ۵۰ روپیہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کیلئے عنایت فرمایا اور اس خطبہ کی وجہ سے آپ نے اور بھی دس روپیہ کا اضافہ کر کے مبلغ ساٹھ روپیہ کا چک اسی وقت عنایت فرمایا۔ جزاک اللہ

محمد سلطان پنشنر انسپکٹر پولیس سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام پشاور

نامہ جہلم

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ذیل کی چند سطور درج اخبار فرما کر مشکور فرما دیں۔ ہم نوجوانان جہلم نے ایک احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن قائم کی ہے جسکے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں گے۔ میں یہ مضمون اس لئے اخبار میں درج کرنے کے لئے ارسال کرتا ہوں تاکہ دوسرے شہروں کے نوجوانوں میں بھی ایک رَو اور جوش پیدا ہو۔ تاکہ وہ بھی اسی طرح ایسوسی ایشن قائم کریں اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا دیں۔ اغراض مقاصد حسب ذیل ہیں

۱۔ اس انجمن کا نام احمدیہ ینگ من ایسوسی ایشن ہوگا۔

۲۔ اس انجمن یا ایسوسی ایشن کے اغراض مقاصد حسب ذیل ہونگے

(الف) مسلمانوں کی مذہبی حالت کو درست رکھنا۔

(ب) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا صحیح فوٹو پیش کرنا

(ج) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین صحیح معنوں میں ثابت کرنا۔

(د) غیر مذاہب میں مفت لٹریچر کے ذریعے اشاعت اسلام کرنا۔

(ہ) حضرت مسیح موعود کے صحیح دعویٰ سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا

(و) رفاہ عام کے لئے ایک لائبریری کا قائم کرنا جس میں حتی المقدور مذہبی کتب رسالہ جات اور اخبارات کے علاوہ عام اخبارات وغیرہ بھی مہیا کرنا۔

۳۔ ایسی انجمن کے ممبروں کے لئے ضروری ہے:۔

(ا) کہ وہ مسلمان ہوں۔

(ب) وہ داخل ہونے پر ۸ر فیس داخلہ اور کم از کم ۴ر ماہواری چندہ ادا کریں۔

(ج) وہ رجسٹر ممبران پر دستخط کریں۔

عہدہ داران حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بابو فضل حق صاحب پریزیڈنٹ۔

(۲) سیٹھ سخاوت دین صاحب وائس پریزیڈنٹ۔

(۳) شیخ عبدالعزیز صاحب سکرٹری۔

(۴) بابو عبدالرحیم صاحب خزانچی۔

(۵) حکیم محمد نواز صاحب ممبر انتظامیہ

دیگر لائبریری کے لئے میرے والد صاحب نے جتنی کتابیں ان کے پاس تھیں دیدی ہیں اور ماسٹر محمد عالم صاحب پنشنر مدرس نے بھی وعدہ فرمایا ہے کہ جتنی مذہبی کتابیں ان کے پاس ہیں وہ بھی لائبریری کو دیویں گے۔ اسی طرح بابو محمد عالم صاحب پنشنر کلرک پیر اغیب نے بھی وعدہ فرمایا ہے کہ جو کتابیں میرے پاس ہیں میں بھی دوں گا۔ اور لوگوں نے بھی ہم سے وعدے کئے ہیں۔ ہم سب ایسوسی ایشن کے ممبران ان بزرگوں کے شکر گذار ہیں جنہوں نے ہمیں کتابیں دیکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ دیگر ہم نے لیکچروں کا سلسلہ بھی شروع کیا ہے۔ ہفتہ میں دو بار مختلف مضمونوں پر لیکچر ہوا کریں گے بلکہ بدھ وار اور اتوار کو لیکچر بھی ہوئے ہیں۔ زیادہ خیریت۔ والسلام۔

نیازمند شیخ عبدالعزیز سکرٹری۔ احمدیہ ینگ من ایسوسی ایشن جہلم۔

برادران اسلام سے اپیل

اس نام کا ایک چھوٹا سا رسالہ حضرت امیرؒ نے لکھا تھا جس میں نہایت مدلل اور مختصر طور پر دعوت سلسلہ دی گئی تھی۔ انجمن نے صرف اس کی دو ہزار کاپیاں چھپوائی تھیں گو ارادہ تو یہ تھا کہ کم از کم دس ہزار شائع ہو لیکن اس وقت انجمن کی مالی حالت نے اجازت نہ دی۔ چونکہ اس کی مانگ کثرت سے آ رہی ہے اس لئے اگر احباب کچھ تھوڑا تھوڑا چندہ اس کام کے لئے بھیج دیں تو اسکی پندرہ بیس ہزار کاپی چھپوالی جائے۔ پانچ ہزار کا تخمینہ ایک سو پینتیس ۱۳۵ روپیہ لگایا گیا ہے گویا پانصد روپیہ میں بیس ہزار کاپی شائع ہو سکتی ہے۔ یا تیس ۳۰ روپیہ فی ہزار اور فی روپیہ تینتیس کاپیوں کے حساب سے جتنی درکار ہوں اس کی قیمت پیشگی بھیجدی جائے۔ یہ طریق بھی نہایت آسان ہے۔ (محمد منظور الٰہی)

مسلمانوں کی امداد

مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں بوجہ سرکاری دفاتر میں ہندو حکومت ہونے کے بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ انٹرنیس ایف اے۔ بی اے پاس مسلمان کثرت سے بیروزگار پھر رہے ہیں میں اپنے ان دوستوں سے خاص طور پر التجا کروں گا جو کچھ بھی امداد مسلمانوں کو کسی روزگار پر لگانے کی کر سکتے ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے ہمیں اس بارہ میں مدد دیں۔ جس قسم کے امیدواروں کی ضرورت سرکاری محکمہ جات میں یا پرائیویٹ طور پر ہو اس سے ہمیں اطلاع دیتے رہیں۔

(خاکسار) آنریری جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

السابقون السابقون

سالانہ جلسہ پر جو تحریک کی گئی تھی اور جس پر احباب نے بڑی خوشدلی سے لبیک کہا تھا اس کے متعلق میری اپنے احباب سے خواہش ہے کہ دس یوم کی آمدنی تو ضروری ہے اس کے لئے دفتر سے چٹھیوں کے جاری ہونے کا انتظار نہ کیا جائے۔ اپنی اپنی جگہ سارے احباب اپنی آمدنیوں کا حساب لگا کر جنوری سے ہی اقساط کی ادائگی شروع کر دیں اور دفتر میں بھی اطلاع دیدیں کہ ان کے ذمے کس قدر رقم ہوگی اور وہ اسے کس طرح ادا کریں گے یکمشت یا باقساط۔ اور اگر باقساط دیں گے تو کتنی اقساط میں ادا کریں گے۔ لیکن اس کے علاوہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح چند احباب نے نیک نمونے قائم کئے ہیں اور دس یوم کی آمدنی سے بہت بڑھ کر قربانیاں کی ہیں ان نیک نمونوں کی تقلید دوسرے احباب بھی کریں اور ایک دفعہ ہمتوں کو بلند کر کے انجمن کو مالی مشکلات سے باہر نکال دیں۔ ان نیک نمونوں کی جو لوگ پیروی کریں گے اس کا ثواب بھی ان بزرگوں کو ملیگا۔ قربانیوں میں سبقت بھی انسان کو سابقون میں داخل کر سکتی ہے۔

(خاکسار) محمد علی

درخواست دعا

ہمارے نہایت ہی مخلص دوست بابو عبدالحمید صاحب کلرک اوف دی کورٹ میانوالی بعض شریر مخالفوں کی وجہ سے بہت ستائے جا رہے ہیں احباب ان کے لئے دردِ دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے

مرزا مظفر بیگ صاحب احباب پٹیالہ کی درخواست پر پٹیالہ پہنچ چکے ہیں ایک دو روز تک انشاء اللہ تعالیٰ لاہور پہنچ جائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۲۹- شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ سنہ ہجری | نمبر ۵

میری تحریرمیں لفظ نبی کا استعمال

اس نام کا ایک ٹریکٹ میری طرف سے جنوری ۱۹۱۸ء میں شائع ہوا تھا اور اس سے بھی تین سال پیشتر ۱۹۱۵ء میں اسی مضمون پر ایک ٹریکٹ بعنوان "تبدیلِ عقیدہ کا الزام کس فریق پر عائد ہوتا ہے" میں نے لکھا تھا مگر جس طرح ہر معترض کا قاعدہ ہے قادیانی اصحاب میرے جواب کی طرف توجہ کئے بغیر اپنی بات کو بار بار دہراتے جاتے ہیں اور آجکل اس بات پر خصوصیت سے زور دیا جا رہا ہے اس لئے کہ جواب شائع ہوئے دیر ہوگئی ہے اور پہلا ٹریکٹ اب دفتر میں موجود بھی نہیں۔ مجبوراً مجھے اس مضمون پر دوبارہ قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

ایک بہت ہی موٹی بات ہے جس کو اگر ہمارے دوست سمجھ لیں تو نبوت کے متعلق تمام مباحثات ختم ہو جاتے ہیں لغت میں ایک لفظ کے معنے میں وسعت ہوتی ہے اور مذہبی اصطلاح میں اس کے معنے محدود ہو جاتے ہیں۔ مثلاً صلوٰۃ لغت میں دعا ہے اور اس وسیع معنے میں قرآن کریم میں بھی استعمال ہوا ہے مگر مذہبی اصلاح میں صلوٰۃ نماز کی وہ صورت ہے جو رسول اللہ صلعم نے سکھائی۔ کافر لغت میں عام ہے۔ اصطلاحی معنوں میں مراد خارج از اسلام ہے اور اس کی مثالیں جتنی چاہیں دے سکتے ہیں۔

اسی طرح لفظ نبی نبأ سے مشتق ہے جس کے معنے خبر ہیں اور لغوی معنے کی رو سے اس شخص پر بھی بولا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ خبر پا کر پیشگوئی کرتا ہے مگر اصطلاح میں اس سے مراد ایسا شخص ہے جو انسانوں کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام لاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم سے صراحت سے ثابت ہے کہ بنی آدم کو مخاطب کر کے ایک جگہ فرمایا فاما یاتینکم منی ھدیً فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (البقرہ-۳۸) اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کریگا نہ ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور دوسری جگہ فرمایا اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم ایاتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (الاعراف-۳۵) اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو میری آیتیں تم پر پڑھیں تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی ڈر نہیں نہ وہ غمگین ہوں گے۔ پس اصطلاح مذہبی میں رسالت اور نبوت ہدایت کا لانا ہے اور اصطلاح لغت میں نبوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی غیب کی خبر پانا ہے گو وہ محض پیشگوئی ہو۔ اس موٹے فرق کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے قادیانی اصحاب کو حضرت مسیح موعود کی نبوت کے مسئلہ میں ایسی ٹھوکر لگی ہے کہ انہیں تمام کلمہ گو مسلمانوں کو جو حضرت مسیح موعود کے نام سے بھی بے خبر ہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا پڑا ہے جو اسلام میں ایک خطرناک تفرقہ کی بنیاد ہے اور اسی فرق کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے وہ بار بار مجھ پر بھی اعتراض کر رہے ہیں جس طرح اس سے پہلے دوسرے لوگ اسی فرق کو مدنظر نہ رکھنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود پر بھی معترض ہوئے۔

جو بات آج مجھے پیش آئی ہے وہی بات اس سے پیشتر خود حضرت مسیح موعود کو اور اس کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی پیش آچکی ہے یہی لفظ نبی حضرت مسیح موعود نے بھی اپنی تحریروں میں اسی لغوی معنے میں استعمال کیا۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہوئی اور آپ کو مدعی نبوت قرار دیکر آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اس کے جواب میں آپ نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا۔ مدعی نبوت کو کافر اور کاذب فرمایا۔ اور اپنا ایمان محکم اس بات پر ظاہر فرمایا کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہے ۱۸۹۲ء میں جب لاہور میں آپ میں اور مولوی عبدالحکیم صاحب میں بحث ہو رہی تھی تو مولوی صاحب کی طرف سے جب یہ اعتراض پیش ہوا کہ آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو حضرت صاحب کی طرف سے ذیل کی تحریر پہنچی جس کی بنا پر مباحثہ ختم ہو گیا۔ یہ واقعہ اور یہ تحریر آٹھ معزز اصحاب کے دستخطوں سے اسی وقت شائع ہوگئی۔ میں حضرت صاحب کی اس تحریر کا کچھ حصہ نقل کرتا ہوں:-

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالۃ الاوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنے میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے۔ یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے انکے **لغوی** معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں..... سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں جس حالت میں ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلعم نے مکلم لئے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے قد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء..... سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے **لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں** اور اس کو یعنی **لفظ نبی کو** کاٹا ہوا خیال فرما لیں"

پھر ۱۷- اگست ۱۸۹۹ء کو حضرت مسیح موعود نے ایک دوست کو خط لکھا جو اسی تاریخ کے "الحکم" میں چھپا ہوا ہے جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آگیا ہے... لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کے معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے۔ جو شخص انکار میں حد سے گذرتا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے اسی طرح وہ شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذر جاتا ہے جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے.... اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت **لغت عرب** میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں اور نبوت یہ ہے کہ خدا سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھ کر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں مگر چونکہ **اسلام کی اصطلاح** میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے" الخ

پھر اس مشہور تقریر میں جو وفات سے صرف نو دن پیشتر آپ نے عمائد لاہور کے سامنے کی اور جو ۲۵ رجون ۱۹۰۸ء کے اخبار بدر میں چھپی ہوئی ہے آپ فرماتے ہیں:-

"آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک برابر دمی ہوتی ہی پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجدد پیدا کرنے کا وعدہ ہے...... یہ الزام کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور مجھے کافر کہا

ہوئی ہے کہ میں الگ قبلہ بنا لیں اور نئی شریعت ایجاد کر دیں ان
تہمتوں کا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کیا دوں۔ میرا دعویٰ
تو صرف یہ ہے کہ چونکہ دین زندہ ہے اس لئے ہر صدی کے
سر پر موجودہ مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے جس سے
خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ جب خدا کسی سے بکثرت ہم کلام
ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اس پر ظاہر کرے تو یہ
نبوت ہے مگر یہ حقیقی نبوت نہیں نباء کا لفظ خود اس پر
شاہد ہے..... تم جسے مکالمہ الٰہیہ کہتے ہو ہم اسے نبوت
کہہ لیتے ہیں..... حضرت مجدد سرہندی بھی ایسے مکالمہ کے
قائل ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرتا
ہے تو اسے **عربی میں نبوت کے سوا اور کیا کہیں گے**
تعجب ہے کہ جب وہی بات پنجابی میں کہی جائے تو مانتے ہیں
اور جب پنجابی کی بجائے عربی لفظ اختیار کیا جائے تو نہیں مانتے۔"

ایسا ہی اخبار عام کے نام خط میں جو وفات سے صرف
تین روز پیشتر لکھا ہے فرماتے ہیں:۔

"میں صرف اسی وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان
میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیش گوئی
کرنے والا۔"

اب ان چاروں جوابوں پر غور کرو جن میں سے ایک دعویٰ
مسیحیت کے ابتدائی زمانہ کا ایک درمیانی زمانہ کا اور دو آخری ایام
کے ہیں کہ کس صفائی سے یہ بتا دیا ہے کہ آپ نے لفظ نبی اپنے لئے
صرف اس کے لغوی معنے سے استعمال کیا۔ جس معنے سے ہر ایک
محدث اور مجدد نبی کہلاتا ہے بلکہ اس معاملہ کو یوں صاف کر دیا کہ
جہاں آپ نے اپنے آپ کو نبی کہا ہے اسے کٹا ہوا سمجھ کر وہاں لفظ
محدث رکھ لیا جائے پھر یہ بھی بتا دیا کہ یہ صرف لغوی معنے ہیں ہو اسلئے
عام بول چال میں آپ کو نبی نہ کہا جائے کیونکہ اصطلاح اسلام کے
معنے الگ ہیں اور عام استعمال سے لوگوں کو غلطی لگ کر فتنہ پڑتا
ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس سے مراد صرف پیشگوئی کرنیوالا ہے حالانکہ
انبیاء صرف پیشگوئیاں کرنے کے لئے نہیں آتے جیسا کہ اوپر قرآن
شریف سے دکھایا جا چکا ہے۔ آپ کے بعد بھی سلسلہ کے بڑے
بڑے آدمیوں پر جب کبھی کسی نے یہ اعتراض کیا کہ تم لوگ حضرت
مرزا صاحب کو نبی مانتے ہو تو یہی جواب یہ لوگ دیتے رہے کہ ہم نبی
صرف لغوی معنے کے لحاظ سے کہتے ہیں ورنہ ہم آنحضرت صلعم کے
بعد کسی نبی کا آنا نہیں مانتے ان کی تحریروں کے حوالے میں اپنے رسالہ
"مسیح موعود اور ختم نبوت" میں دے چکا ہوں۔ مولوی سید سرور شاہ
صاحب، مفتی محمد صادق صاحب، میر محمد سعید صاحب حیدرآبادی
مولوی عمر الدین صاحب شملوی، مولوی غلام نبی صاحب، میر قاسم علی
میاں صاحب کے مرید ہیں۔ مگر میاں صاحب کی مریدی میں داخل
ہونے سے پہلے سب اس اعتراض کا کہ تم لوگ مرزا صاحب کو نبی
کہتے ہو یہی جواب دیتے رہے کہ وہ استعمال بمعنی محدث و مجدد ہے
چنانچہ مولوی سرور شاہ صاحب کے لفظ ہیں:۔

"لفظ نبی کے معنے اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں
(اول) اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا (دوم) عالی رتبہ شخص
جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے
اور غیب کی خبروں سے مطلع کرے وہ نبی ہے۔ اس رنگ میں
میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء
گذرے ہیں۔"

مفتی محمد صادق صاحب کے لفظ ہیں:۔

"شبلی نے دریافت کیا کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے
ہیں میں نے عرض کیا کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں
کی طرح ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد
کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہیں نہ نیا اور نہ پرانا..... مرزا صاحب
ایک پیشگوئی کرنیوالے تھے اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔"

باقی حوالجات کو میں اختصار کی خاطر چھوڑتا ہوں۔ مجھ پر
اعتراض کرنے والوں کو یہ سب علم ہے کہ حضرت صاحب نے خود
لفظ نبی استعمال کیا اور جب اعتراض ہوا کہ نبوت کا دعویٰ ہے
تو جواب دیا کہ آپ نے صرف لغوی معنے سے اسے استعمال کیا ہے
سلسلہ کے دوسرے مصنفین پر جب یہ اعتراض ہوا کہ تم مرزا صاحب
کو نبی کہتے ہو تو انہوں نے یہی جواب دیا۔ مگر اس علم کے باوجود آج انکو
ایک سبق یاد ہے کہ جب اور کوئی جواب نہ ملے تو یہ کہہ دیا جائے
کہ تم پہلے مرزا صاحب کو نبی مانتے رہے ہو۔ یہ حق تو بے شک
ہر شخص کو ہے کہ وہ میری تحریر میں لفظ نبی دیکھ کر یہ سوال کرے
کہ تم نے مرزا صاحب کے لئے لفظ نبی کیوں استعمال کیا۔ مگر جب
میں اس کا جواب بارہا انہی الفاظ میں دے چکا جن الفاظ میں حضرت
مرزا صاحب نے اپنے معترضین کو۔ مولوی سرور شاہ صاحب نے اپنے
معترض کو مفتی محمد صادق نے اپنے معترض کو۔ اور باقی لوگوں نے
اپنے اپنے معترضین کو دیا۔ تو کیا یہ دیانتداری ہے کہ بجائے اس
جواب کی صحت کو تسلیم کرنے کے اسی اعتراض کو رٹتے چلے جائیں
کیوں اپنے موجودہ پیشرو سے نہیں پوچھتے کہ حضرت مسیح موعود کا
یہ جواب جو انہوں نے اپنے مخالف معترضین کو دیا صحیح ہے یا غلط؟
کیوں اپنے بڑے بڑے لیڈروں سے دریافت نہیں کرتے کہ تم نے
جو کچھ جواب میاں صاحب کی بیعت سے پہلے دیا تھا وہ صحیح تھا یا
غلط؟ اگر وہاں سے یہ جواب ملے کہ یہ سب جواب غلط تھے یا محض معترضین
کو دھوکا دینے کے لئے تھے۔ اور فی الحقیقت مرزا صاحب اپنے
آپ کو نبی سمجھتے اور ان کے مریدین بھی ان کو نبی سمجھتے تھے تو پھر
بے شک، میرے لفظ نبی کے استعمال پر اعتراض کریں۔ اعتراض ایک
ہی ہے جو تین جگہ پر ہوتا ہے یعنی حضرت مسیح موعود پر۔ میاں صاحب
کے مریدین پر مرید ہونے سے پہلے اور سب سے آخر مجھ پر۔ اور میرا
جواب وہی ہے جو حضرت مسیح موعود نے دیا۔ جو میاں صاحب کے
مریدین نے مرید ہونے سے پہلے دیا۔ مجھ پر اعتراض اس وقت
نہیں ہوا۔ آج ہوتا ہے اور آج میں جواب اپنے الفاظ میں نہیں
دیتا۔ حضرت مسیح موعود کے ۱۸۹۲ء کے الفاظ میں دیتا ہوں تو میری
تحریر میں "**بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ
لیں**۔"

یہ وہ الفاظ تھے جنہوں نے مولوی عبدالحکیم جیسے مخالف کا منہ
بند کر دیا اور انہوں نے بحث کو چھوڑ دیا۔ مولوی عبدالحکیم کے سامنے
تو ایک ایسے شخص کے لفظ تھے جن کی مخالفت پر کھڑے ہو کر وہ
بحث کر رہے تھے۔ لیکن میں قادیانی اصحاب کے سامنے ان کے
مرشد و ہادی کے الفاظ رکھتا ہوں جن کی قدر کرنا ان کا فرض ہے
اور اب بھی اگر وہ اس بحث کو فیصلہ شدہ نہ سمجھیں تو سوائے اس
کے کیا کہا جائیگا کہ وہ مسیح موعود کو چھوڑ کر اپنی حرص و ہوا کی اتباع
کر رہے ہیں۔ وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ اس بات پر صلح ہو سکتی ہے
اور وہ تمام جھگڑوں کو چھوڑ دیں گے کہ میں اپنی سابقہ تحریرات کو
جن میں لفظ نبی استعمال کیا گیا ہے ایک جگہ کر کے اپنے دستخط سے
شائع کر دوں۔ میں اس شرط پر اس کے لئے تیار ہوں کہ اس رسالہ
کے جس میں ایسی تحریریں اکٹھی کی جائیں۔ پہلے صفحہ پر جلی قلم سے حضرت
مسیح موعود کے یہ الفاظ کہ "بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک
جگہ سمجھ لیں۔" لکھ دیئے جائیں اور دوسرے صفحہ پر خاتم النبیین کی
وہ تفسیر درج کر دی جائے جو میاں صاحب نے اپریل ۱۹۱۰ء میں اپنے
رسالہ "تشحیذ الاذہان" میں کی ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کے بعد تیرہ سو برس
گذر گئے ہیں کہ کسی نے آج تک نبوت کا دعویٰ کر کے کامیابی
حاصل نہیں کی...... ہم نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور
ہم جانتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور کوئی جھوٹا
آدمی بھی ایسا دعویٰ نہ کرے گا کہ ہم اس کو ہلاک نہ کر دیں۔
چنانچہ یہ ایک تاریخی پیشگوئی ہے کہ اس کا رد کسی سے ممکن نہیں
اگر ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ مگر اس طرح نہیں کہ کسی
نے دعویٰ کیا ہو اور لاکھ دو لاکھ آدمی اس کے پیرو ہو گئے
ہوں بلکہ ایسا آدمی کہ جس نے آنحضرت یا اس سے پہلے
نبیوں کی طرح کامیابی حاصل کی ہو۔ مگر کوئی نہیں جو ایسی
نظیر پیش کر سکے۔"

اور اس کے تیسرے اور چوتھے صفحہ پر میاں صاحب کے
مریدین کی شہادت مندرجہ رسالہ "مسیح موعود اور ختم نبوت" ہو
اور ان چاروں صفحوں پر میاں محمود احمد صاحب کے تصدیقی دستخط
ہو جائیں۔ ان چاروں صفحات کا خرچ میں ادا کر دونگا۔ اور باقی
میری تحریروں میں سے جو کچھ وہ دینا چاہیں دیدیں اس پر اپنے
تصدیقی دستخط میں کر دونگا۔ اب میں دیکھوں گا کہ کیا اس قوم کے
اندر حق گوئی کے لئے کچھ بھی جرأت باقی ہے یا نہیں میرا جواب تو
یہی کافی ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود کو اصطلاح شرعی میں کبھی
بھی نبی نہیں مانا۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ پھر میں نے لفظ نبی کے
استعمال میں غلطی کی تو اس غلطی کی ذمہ داری بھی مسیح موعود پر ہی
آئے گی۔ جنہوں نے اس لفظ کے لغوی استعمال کی اجازت دی
اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر کسی کو اس پر اعتراض ہو تو اسے یہ کہہ دو کہ وہ
نبی کے لفظ کی جگہ محدث کا لفظ سمجھ لے اور نبی کا لفظ کٹا ہوا تصور
کرے۔ مسیح موعود کے مخالف اگر اس تشریح کو قبول نہ کریں تو ان کا
اختیار ہے۔ مگر مسیح موعود کے متبع کہلانے والوں کو ان الفاظ سے
انکار کی ادنیٰ سے ادنیٰ گنجائش بھی نہیں۔ میں کہتا ہوں تم دن
رات جتنی دفعہ چاہو حضرت مسیح موعود کو نبی کہا کرو لیکن ایکدفعہ
اس اقرارنامہ کو بھی دوہرا لیا کرو جو آپ کے ہادی و رہنما نے
کیا تھا کہ "**بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ
سمجھ لیں**۔" مسلمانوں میں تو ادنیٰ سپاہی بھی اگر دشمن سے
اقرار کرتا تھا تو ان کا جرنیل اس اقرار کی عزت کرتا تھا لیکن
تم کیسے مسلمان ہو کہ تمہارے جرنیل یعنی تمہارے ہادی نے جو
اقرار اپنے مخالف سے کیا تھا تم ادنیٰ سپاہی ہو کر اس اقرار کی
عزت نہیں کرتے۔ خدا کے لئے مسیح موعود کو بیوقوف نہ بناؤ اور
اس کے اقرار کی عزت کرو اور آج دنیا میں صرف یہی ایک سطر
شائع کر دو۔ نہ میاں صاحب کی تحریروں کی ضرورت ہے نہ میری
تحریروں کی ضرورت ہے نہ ان پر کسی بحث کی ضرورت ہے۔ یہ
ایک ہی سطر تمہیں دنیا اور آخرت میں عزت کے مقام پر پہنچا
دیگی۔ اور اگر میری ہی تحریروں کو زیر بحث لانا مقصود ہے تو پھر
ان کو بھی سب کو پڑھو کیا یہ دیانتداری ہے کہ ریویو آف ریلیجنز
میں سے اپنے مطلب کے حوالے نکال کر پیش کر دیئے اور جو اپنے
خلاف تھے ان کا نام نہ لیا مجھے تو اس قدر فرصت نہیں کہ میں
ساری ریویو کی جلدوں کو اب دوبارہ پڑھوں کیونکہ میں اپنی تحریروں
کی بنا پر کوئی عمارت بنانی نہیں چاہتا میں تو حضرت مسیح موعود کا
خادم ہوں۔ اور اگر میرے ہزاروں صفحے بھی حضرت صاحب کی
تحریر کے خلاف ہوں تو ان کی کچھ وقعت نہیں۔ لیکن چونکہ بعض

لوگوں نے پبلک کو یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ میں گویا حضرت مسیح موعود کو حقیقی معنوں میں نبی مانتا تھا اس لئے صرف ایک جلد ۳ ریویو ۱۹۰۴ء میں سے چند عبارتیں یہاں نقل کر دیتا ہوں تا لوگوں کو ان بحث کرنیوالوں کی دیانتداری کا پتہ لگ جائے جو اپنے ہادی و مرشد کے الفاظ کی بھی پروا نہیں کرتے۔ ان تحریروں میں سے بعض میری اپنی لکھی ہوئی ہیں اور بعض حضرت مسیح موعود کی تحریرات ہیں:۔

صفحہ ۱۴ "صوفی کہتے ہیں کہ مجدد دین کے اسماء آنحضرت صلعم کے نام پر ہی ہوتے ہیں یعنی ظلی طور پر۔ وہی نام ان کو کسی ایک رنگ میں دیا جاتا ہے"۔

صفحہ ۱۵ "اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں رکھے ہیں مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے۔ اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر اپنا پرتو ڈالتے رہیں گے"۔

صفحہ ۱۷ "اور اگر **باب نبوت مسدود نہ ہوتا** تو ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا اور اس قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے یعنی کہہ سکتے ہیں المحدث نبی ..... ومثل هذا الحمل شائع متعارف فی عبارات القوم"۔

صفحہ ۱۲۰۔ "اور ہر ایک صدی کے سر پر جو ایمان اور دیانت سے دور پڑ گئی ہے اور بہت سی تاریکیاں اپنے اندر رکھتی ہے ایک قائم مقام نبی کا پیدا کر دیتا ہے جس کے آئینہ فطرت میں نبی کی شکل ظاہر ہوتی ہے اور وہ قائم مقام نبی متبوع کے کمالات کو اپنے وجود کے توسط سے لوگوں کو دکھلاتا ہے"۔

صفحہ ۱۳۱۔ "یہی امت ہے کہ اگرچہ **نبی تو نہیں** مگر نبیوں کی طرح خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہو جاتے ہیں اور اگرچہ **رسول نہیں** مگر رسولوں کی مانند خدا تعالیٰ کے روشن نشان ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں"۔

صفحہ ۲۰۰ "صدی کے سر پر مجدد کا آنا سب نے تسلیم کیا ہے اور یہی مانا ہے کہ مسیح بھی بطور مجدد صدی کے سر پر آئیگا"۔

صفحہ ۳۳۸ "ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں **نبی اور رسول اور محدث** کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں"۔

ان تحریرات میں **باب نبوت کو مسدود** بھی قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ محدث کی استعداد باطنی کی وجہ سے اس پر نبی کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے اور یہ بھی صفائی سے بیان کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ بھی اس امت میں آئیں گے وہ **نبی نہیں** مگر نبیوں کے ہمرنگ ہوں گے اور **رسول نہیں** مگر رسولوں سے مشابہ ہونگے انہی تین باتوں سے میرا مذہب صاف ہو جائیگا۔ جس ریویو میں حضرت مرزا صاحب کیلئے لفظ نبی استعمال کیا گیا ہے اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ باب نبوت مسدود ہے اور محدث کو ایک معنے سے نبی کہا جا سکتا ہے اور اس امت میں نبی نہیں آئینگے پس میرا حضرت مرزا صاحب کو نبی لکھنا بمعنی محدث یا لغوی معنے میں تھا اور یہ حضرت صاحب کے اقرار شائع کردہ کے مطابق ہے جس سے قادیانی اصحاب منحرف ہیں بلکہ انہے پس پشت پھینک دیے ہیں۔ دوسری دلیل اس بات کی کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو اصطلاحی معنے میں کبھی نبی نہیں لکھا یہ ہے کہ میں کلمہ گویوں کی تکفیر کا کبھی قائل نہیں ہوا جو نبوت قادیانی والے حضرت مرزا صاحب کیطرف منسوب کرتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر مانا جائے جیسا کہ میاں محمود احمد صاحب نے صاف طور پر اپنی کتاب آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ میں لکھ بھی دیا ہے "کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں"۔ مگر میری تحریریں وہ کبھی نہیں دکھا سکیں گے کہ میں نے بھی مسلمانوں کو اس طرح کافر ٹھیرایا۔ محمد علی۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ ۴ فروری ۱۹۲۹ء

کیا جماعت احمدیہ کا وجود ضروری ہے؟

(از قلم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب میڈیکل افیسر گورنمنٹ کالج لاہور)

(۱)

یہ سوال ان شکوک و شبہات کا ایک واضح پیرایہ ہے جو مختلف قلوب میں اکثر دفعہ اٹھتے ہیں۔ ہماری جماعت احمدیہ لاہور کیطرف سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی اخوت میں ہر وہ شخص داخل ہے جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے تو ایک تو ہمارے قادیانی احباب ہم سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر یہ صحیح ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے تو پھر تم لوگوں کو جماعت احمدیہ میں شمولیت کی دعوت کس لئے دیتے ہو؟ اسی طرح پر غیر احمدی احباب بھی کئی دفعہ سوال کرتے ہیں کہ جب جماعت احمدیہ لاہور کسی نئے نبی کو تسلیم نہیں کرتی نہ ہی اس کے نزدیک کوئی نئی شریعت اور نیا مذہب آیا ہے وہی کتاب وہی شریعت وہی رسول ہے تو یہ الگ جماعت کا بنانا کیا مطلب رکھتا ہے اور اس میں مسلمانوں کو داخل ہونے پر کس لئے زور دیا جاتا ہے؟ صرف قادیان اور غیر از جماعت اصحاب ہی ایسے ایسے اعتراضات نہیں کرتے بلکہ یہی باتیں ہماری جماعت کے کئی کمزور دلوں میں بھی مختلف رنگوں میں موجزن ہوتی ہیں اور ہماری جماعت کی ترقی و وسعت میں عملی طور پر ایک رکاوٹ کا باعث بن گئی ہیں۔ اگر ایک طرف یہ افراط ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ کو مسلمانوں سے ایک الگ چیز قرار دیا جاتا ہے تو دوسری طرف اس بات کا خطرہ لاحق حال ہے کہ اس جماعت کے وجود کو غیر ضروری خیال کیا جائے اور عملی رنگ میں تو یہ بات جماعت احمدیہ لاہور کی توسیع میں ایک بڑی روک ہو رہی ہے۔ ان وجوہ سے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلو کو واضح کیا جائے۔

مسئلہ کفر و اسلام

پہلا سوال قادیانی اصحاب کا ہے جس کا حل اس مضمون کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ اگر جماعت احمدیہ میں شمولیت کے بغیر بھی ایک شخص دائرہ اسلام میں ہے تو جماعت احمدیہ کے وجود کی ضرورت نہیں یہ قادیانی منطق کا خلاصہ ہے۔ ادنیٰ تدبر بھی اس نتیجہ کو صحیح تسلیم کرنے میں مانع ہے میرا خیال ہے کہ جن لوگوں کو واقعی یہ بات سمجھ نہیں آئی انہوں نے دو الگ الگ باتوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہو جانا ایک چیز ہے اور اسلام کے اعلیٰ مدارج طے کر کے مسلمانی کے کمال کو حاصل کر لینا دوسری شے۔ اسلام ایک مدرسہ کا حکم رکھتا ہے اور اس میں داخلہ کی شرط حضرت محمد صلعم کی رسالت پر ایمان اور قرآن کو اپنا ہادی تسلیم کر لینا ہے۔ جو شخص بھی یہ شرط پوری کر دیتا ہے وہ اس مدرسہ کا طالب علم تصور ہوگا۔ اگر ایک شخص باوجود ساری عمر اس مدرسہ میں داخل ہونے کے روحانی مدارج میں بہت اعلیٰ ترقی نہیں کر سکا تب بھی وہ اسلام کے سکول سے خارج نہیں ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس نے وہ نفع نہیں اٹھایا جو اسے حاصل کرنا چاہیے تھا۔ پس شریعت کے نزدیک اسلام میں داخل ہونے کی شرط صرف یہی ہے کہ کلمہ طیبہ کا اقرار کیا جائے ورنہ اگر اسلام میں داخل ہونے کیلئے اعمال شرط قرار دیدیئے جائیں تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ کیونکہ جہاں کسی نے اسلام کے رکن کو بجا لانے میں سستی و غفلت کی جھٹ وہ کافر ہو گیا اور جب اصلاح کر لی تو مسلمان تصور ہونے لگا۔ گویا کہ اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ ہم معلوم کر سکیں اس لئے کہ ہر وقت اعمال کے معیار سے کئی لوگ اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور کئی نکل جاتے ہیں۔ غرض کہ دائرہ اسلام میں آنے کے لئے اعمال کو معیار قرار دینا قطعاً ناممکن ہے اور نہ ہمارے قادیانی اصحاب خود اس کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ اس معیار پر خود قادیانی مسلمانوں کی تعداد بھی ہم نہیں جان سکتے اور نہ ہی خود قادیانی اصحاب آپس میں ایک دوسرے سے مسلمانی کا سلوک روا رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ جہاں کسی قادیانی نے جھوٹ بولا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اب نہ وہ مسلمان کہلا سکتا ہے اور نہ دوسرا قادیانی اس سے مسلمانوں کا رویہ رکھ سکتا ہے۔

عالمگیر اخوت کی بنیاد

کس قدر واضح اور روشن اصول ہے کہ اسلام سے قبل ہر ایک مذہب صرف اپنی اپنی قوم میں مساوات سکھلانے آیا لیکن اسلام نے تمام دنیا کے لئے ایک اخوت کا پیغام دیا۔ اگر محمد رسول اللہ صلعم کو کوئی خصوصیت دوسرے انبیاء سے ممیز کرتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ جہاں دوسرے انبیاء کا مقصد ایک قوم یا ایک ملک کو متحد کرنا تھا وہاں حضرت خاتم الانبیاء نے تمام قوموں اور ملکوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرنا ہے۔ اسلام نے قومیت سے اوپر اتحاد نسل انسانی کا سبق دیا۔ اب جبکہ یہ اصول اس قدر محکم ہے تو چاہیئے یہ کہ ہم کچھ بھی اعتقاد رکھیں لیکن کوئی اعتقاد ایسا نہ ہو جو اس اخوت نسل انسانی کو جو حضرت خاتم المرسلین کے وجود سے قائم ہوتی ہے توڑنے والا ہو اب میں پوچھتا ہوں کہ جو لوگ اس دائرہ اخوت اسلامی میں داخل ہونے کے لئے محمد رسول اللہ کے بعد کسی اور پر ایمان لانا ضروری قرار دیتے ہیں کیا وہ اس محکم اور بنیادی اصول کو نہیں توڑتے؟ کیا جب ایک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پڑھنے والا اس اخوت اسلامی کے دائرہ میں نہیں آتا تو اس کا یہی مطلب نہیں کہ اب محمد رسول اللہ کا وجود تمام اقوام کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع نہیں کر سکتا؟ مذاہب کا ارتقاء محمد صلعم کے وجود سے کمال کو پہنچا کہ تمام بنی نوع انسان کو بغیر امتیاز نسل و رنگ کے عالمگیر سلسلہ اخوت میں لانا ہے۔ اب کیا یہی کمال باطل نہیں ہو جاتا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت پر ایمان لانے کے باوجود ابھی اس سلسلہ اخوت میں نہیں آیا لتنا بین اور بنیادی اصل الاصول ہے کاش ہمارے قادیانی حضرات رکیک تاویلات سے اوپر اٹھ کر اصولوں کو قائم کرنا سیکھیں۔

ترقی کے مدارج

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اگر ایک شخص حضرت خاتم الانبیاء پر ایمان کے اقرار سے اس دائرہ اخوت میں آ جاتا ہے جس کا قائم کرنا قرآن کا مقصد ہے تو اس کے بعد اس شخص کو کسی اور بات کی کیا ضرورت ہے۔ دائرہ اسلام میں آ جانا اور مدارج روحانیت میں کمال حاصل کرنا الگ الگ چیزیں ہیں یہ لازم نہیں آتا کہ چونکہ ایک شخص ایک مدرسہ میں داخل ہو کر اس مدرسہ کا طالب علم کہلاتا ہے اب اسے اس مدرسہ کی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ ایک مسلمان کو

ہر وقت یہ ضرورت ہے کہ وہ اپنے اخلاقی اور روحانی درجوں میں ترقی کرے۔ خود قرآن میں آیا ہے:۔ یاایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا اے ایمان لانے والو ایمان لاؤ۔ اس لئے یہ بھی صحیح نہیں کہ اقرار کلمہ کے بعد جد وجہد ختم ہو جانی چاہیئے بلکہ اقرار کلمہ تو خود سعی اور کوشش کے میدان کو کھولنے کا نام ہے۔ جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص بغیر جماعت احمدیہ میں شمولیت کے بھی مسلمان ہے تو پھر جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ لوگ ایسا ہی کہتے ہیں جیسا کوئی یہ کہہ دے کہ ایک مسلمان کو سچ بولنے یا کسی اور عمل صالح کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ وہ بغیر ان کے بھی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ تو یہ صحیح ہے کہ کوئی شخص اعمال صالحہ میں کمزوری کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور نہ ہی یہ صحیح ہے کہ کسی شخص کو اعمال صالح میں ہر آن ترقی کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ دائرہ اسلام میں آگیا ہے۔ اب ہمارے سامنے یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ ایک شخص کو جماعت احمدیہ میں شامل ہونے سے کیا حاصل ہو جاتا ہے اور آیا جماعت احمدیہ اسلام کے لئے باعث قوت ہے یا اس جماعت کے ہونے سے اسلام میں تفرقہ پڑتا ہے؟

کیا کلمہ گو کی تکفیر جائز ہے؟

(از قاری حافظ نور الدین صاحب سری نگر کشمیر)

گذشتہ سے پیوستہ

چنانچہ یہی تو وجہ ہے جس کے سبب ہماری گورنمنٹ عالیہ کو مذہب کے بارہ میں یہ قانون بنانا پڑا کہ "مذہب کسی شخص کا وہ ہے جس کو وہ ظاہر کرے اگرچہ اس مذہب کے دیگر اشخاص اس کو تسلیم نہ کریں"۔ (ملاحظہ ہو۔ انڈین کیسز۔ جلد ۵، صفحہ ۲۴)

پس ان مندرجہ بالا تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ حکم کفر دینے پر خدا بھی ناراض ہے۔ اس کا رسول رحمتؐ بھی۔ آنحضرتؐ کے متبعین علمائے دین متین بھی۔ اور گورنمنٹ بھی اسی کی طرفدار ہے۔ اب خدارا بتلایئے ان کافر ساز ملانوں کی تکفیر بازی کا کیا اعتبار رہا۔ اور کیا وقعت رہی خالق کے ہاں بھی مردود۔ اور مخلوق کے ہاں بھی۔ اسی لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی مفتن اور مفسد ملانوں کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ لوگ بدترین مخلوق ہیں۔ علماءھم شر من تحت ادیم السماء۔ منھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں ان کو قوم کے دجال فرمایا ہے۔ علماء السوء دجاجلۃ القوم۔ ان علماء کی شناخت یہ بھی فرمائی ہے کہ دینھم دیناڑھم۔ ان کا دین صرف درہم و دینار کمانے کے اور کچھ بھی نہیں ہوگا

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ المبادرۃ الی التکفیر انما تغلب علی طبائع من تغلب علیھم الجھل (التفرقہ) کہ تکفیر بازی میں جلد بازی کرنا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جن کی طبیعت پر جہالت نے غلبہ کیا ہو۔ ان کے سوا اور کوئی دوسرا آدمی تکفیر بازی نہیں کر سکتا۔ نیز فرمایا ہے من اشد الناس غلوا واسرافا طائفۃ من المتکلمین کفروا عوام المسلمین۔ وزعموا ان من لا یعرف الکلام معرفتنا ولم یعرف العقائد الشرعیۃ بادلتنا التی حررناھا فھو کافر۔ فھولاء ضیقوا رحمۃ اللہ الواسعۃ علی عبادہ (التفرقہ) یعنی لوگوں میں سے شدید ترین غلو اور اسراف کرنے میں اگر کوئی ہے۔ وہ صرف متکلمین کا طائفہ ہے جنہوں نے عام مسلمانوں کو کافر کہا اور بجائے خود انہوں نے یہ خیال کیا کہ جو شخص ہماری کلام کو نہ جانتا ہو اور شرعی عقائد کو ہماری مرقومہ دلائل کے ساتھ نہ پہچانتا ہو۔ وہ کافر ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے وسیع رحمت الٰہی کو مخلوق الٰہی پر تنگ سمجھا۔

اللہ اللہ! کس امن اور محبت کے مذہب کے اندر یہ خود غرض ملا لوگ عداوت اور بدامنی ڈالتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ کسی غیر مسلم کو وہ مسلمان بناتے۔ خود مسلمانوں ہی کو کافر بنا رہے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء نیز تمام بزرگان دین متین کسی غیر مسلم کو مسلمان بنانا نہایت غنیمت سمجھتے تھے مگر یہ بدبخت ایسے خبیث باطن ہیں کہ روزانہ صدہا و ہزارہا مسلمانوں کو کافر بناتے جاتے ہیں۔ جب تک یہ لوگ مسلمان کو کافر بنا کر نہیں چھوڑتے تب تک انہیں کوئی آرام نہیں آتا۔ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھتا نہیں کہ دشمنان اسلام عیسائی اور آریہ لوگ تھوڑا مسلمانوں کو کافر بنا رہے ہیں کہ اب تم ان کا ہاتھ بٹانے لگے ہو گویا یہ ملاں لوگ ان کے بے تنخواہ ایجنٹ ہیں۔ نہ انہیں کوئی خوف خدا ہے نہ کوئی شرم و حیا۔ عیسائی اور آریہ لوگ بھی مسلمانوں کو کافر بنانے میں مشغول ہیں اور یہ ہمارے ملاں لوگ بھی اس میں مشغول ہیں مسلمانو! اب خدارا بتلاؤ کہ ان میں اور ان میں دشمن اسلام ہونے کے لحاظ سے کیا فرق رہا؟

کسی مسلمان کو حکم کفر دینے پر ان ملاں لوگوں کے پاس خدا و رسول خدا صلعم کی کونسی سند ہے؟ کوئی نہیں۔ اور ہرگز ہرگز (قطعاً) کوئی بھی نہیں۔ ہاں البتہ مسلمانوں کی تکفیر بازی کرنے کی بنیاد اگر کسی نے ڈالی ہے تو وہ صرف خارجی ہی ہیں۔ ان کے سوا اور کسی نے نہیں ڈالی۔ پس یہ سب ملاں خوارج کے پیرو ہیں۔

تحریک یوم النبیؐ کا آیندہ پروگرام

غیر ممالک کے ہندوستانی مسلمانوں سے گذارش

تحریک یوم النبیؐ کے سلسلے میں اس وقت تک جو کام انجام پا چکا ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۹۲۹ء میں ایک تقریر سیرت لکھی گئی۔ ملک کی اکثر زبانوں میں اس کا ترجمہ شایع ہوا۔ تمام ملک کے طول و عرض میں سیرت نبویؐ پر ہزارہا جلسے منعقد ہوئے۔ اور ہر صوبے میں تقریر سیرت کی ہزارہا کاپیاں مسلموں اور غیر مسلموں میں مفت تقسیم کی گئیں

۱۹۳۰ء میں تمام ملک کے طول و عرض میں اسی مقررہ پروگرام کا پھر اعادہ ہوا۔ اس سال غیر مسلم اصحاب نے بھی سیرت کے جلسوں میں نمایاں حصہ لیا۔ اس وقت تک ہندوستان کی چودہ زبانوں میں تقریر سیرت کا ترجمہ شایع ہو چکا تمام تراجم کی مجموعی کاپیاں جو مسلموں اور غیر مسلموں میں مفت تقسیم کی گئیں۔ ۴ لاکھ سے زیادہ ہیں۔

ملک کی کئی ایسی زبانیں تھیں جن میں صدہا سال سے سیرت نبوی کی کوئی کتاب موجود نہ تھی۔ الحمد للہ کہ اس تحریک کی برکت سے ان زبانوں کا دامن مراد بھی سیرت نبویؐ کے موتیوں سے ہمیشہ کے لئے لبریز ہو گیا

۱۹۳۰ء میں ممالک نے بھی یوم النبی کے پروگرام سے خاطر خواہ دلچسپی ظاہر کی۔ ماریشس۔ ٹانگانیکا۔ جزائر فجی اور ٹرینیڈاڈ میں بڑی قوت سے یوم النبی منایا گیا۔ شام کے ممتاز عربی رسالہ "المرشد العربی" نے نہایت ہی شاندار الفاظ میں اس تحریک کا عربی ممالک میں تعارف کرایا ہے۔ ہانگ کانگ کی اطلاع ہے۔ کہ وہاں کے ہندوستانی مسلمانوں نے تقاریر سیرت کے چینی ترجموں کی اشاعت اور مفت تقسیم کا انتظام کر لیا ہے۔ ٹانگانیکا سے ایک اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ آیندہ تقریر کا افریقہ کی سواحلی زبانوں میں ترجمہ شایع کرائیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء بے شک اس وقت تک کا کام تشکر و امتنان کے قابل ہے لیکن ابھی ہم اپنی منزل مقصود سے ہزارہا میل دور ہیں۔ دنیا میں اس وقت نو سو کے قریب زبانیں رائج ہیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ العالمین اور کافۃ للناس ہونے کی حیثیت صرف اسی صورت میں نمایاں ہو سکتی ہے۔ جب کہ دنیا کی ہر ہر قوم اور ہر ہر زبان میں حضور سید کائنات کا ذکر رفیع نور آفتاب کی طرح اشاعت پذیر ہو جائے اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ:۔

(۱) ہر ایک ملک میں اشاعت سیرت کا ایک مرکز ہو۔

(۲) ہر مرکز ابھی سے یہ تہیہ کرے۔ کہ وہ آیندہ ۱۲ ربیع الاول کو اپنے حلقے کی ہر ہر آبادی میں یوم النبی کے جلسے کرے گا اور ہر ہر زبان میں تقریر سیرت کے ترجمے اور اشاعت کا انتظام کرے گا۔

اس غرض کے لئے کہ اس سال دنیا کی زیادہ سے زیادہ زبانوں میں تقریر سیرت کا ترجمہ ہو۔ ہم نے ابھی سے تحریک و تحریض کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ دنیائے اسلام کے مشہور و ممتاز نو مسلم جناب لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ کو دعوت دی گئی ہے۔ کہ وہ آیندہ یوم النبی کی تقریر سیرت رقم فرمائیں۔ اگر موجودہ انتظامات اپنی جگہ پر قائم رہے تو توقع ہے۔ کہ آیندہ۔ ان کی تقریر اخیر جنوری ۱۹۳۱ء تک شایع ہو جائیگی اور بغرض تراجم دنیا کے مختلف اطراف میں بھیج دی جائیگی۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر مسلمان کی جان ہیں لیکن چونکہ اس تحریک کو مسلمانان ہندوستان نے شروع کیا ہے۔ اس واسطے ہندوستانی مسلمانوں کا خواہ دنیا کے کسی حصے میں ہوں خاص فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک میں اس تحریک کی علمبرداری کریں جو کچھ ہم یہاں ہندوستان میں انجام دے رہے ہیں۔ وہ غیر ممالک میں انجام دیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنے اپنے ممالک میں اشاعت سیرت کے مراکز قائم کر کے مقامی اخبارات کے ذریعہ سے بلغوا عنی ولو اٰیۃ کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل اور اس تحریک کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع فرما دیں۔

یہ اعلان صرف اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی اطلاع کے لئے شائع کیا گیا ہے۔ ہندوستانی زبانوں کے ترجمہ و اشاعت کا تمام انتظام بفضل خدا مکمل ہو چکا ہے۔ غیر ممالک کے مسلمان گذشتہ یا آیندہ تقاریر سیرت (برائے تراجم) حسب ذیل سے بالکل مفت طلب فرما سکتے ہیں

(عبد المجید قریشی۔ پٹی۔ ضلع لاہور۔ ہندوستان)

لاہور میں عید کمیٹی

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم:۔ عید سیلہ کمیٹی لاہور کے ایک نہایت ضروری جلسہ کی مندرجہ ذیل روئداد کو اپنے قیمتی اخبار میں شائع فرما کر اراکین کو ممنون فرمائیں۔

۱۱ر جنوری ۱۹۳۱ء کو مسلم اکابرین لاہور کا ایک جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر حافظ خلیفہ شجاع الدین صاحب ایم اے ایل ایل ڈی بیرسٹر ایٹ لاء وسینیئر کمشنر لاہور منعقد ہوا۔ جس میں قرار پایا کہ لاہور میں ایک مستقل عید کمیٹی قائم کی جائے جو ہر سال اسلامی میلوں اور تہواروں کا موزوں اور احسن طریق پر انتظام کیا کرے چنانچہ اس سال عید الفطر کے موقع پر اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع میدان میں ایک عظیم الشان میلہ منعقد ہوگا۔ جس میں اسلامی مصنوعات اور دستکاریوں کی نمائش۔ کھیل اور ورزش کے مقابلے خورد سال بچوں کے لباس کا مقابلہ اور انعامات۔ اسلامی سبق آموز اور

ہاسن ڈسٹرکٹ مُسلم کانفرنس میں

خطبۂ استقبالیہ

(از جناب حاجی اے محمد حسین صاحب کانی پلانٹر)

حضرات! آپ اس کانفرنس کے اغراض و مقاصد سے ناواقف نہیں ہیں۔ اس کی تفصیل کو بانیان کانفرنس کے لئے چھوڑتے ہوئے اس بات کو عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اگر کانفرنس تنظیم قومی کو اپنے ذمہ نہ لے تو کچھ نہ کیا۔ ہمارا فرض ہے کہ تمام قوم کو ایک مرکز پر جمع کریں۔ ایک لائحہ عمل ان کے روبرو رکھیں۔ ایک آواز سے مطالبہ کریں۔ متفقہ کوشش سے ہمارے مطالبات حاصل کریں۔ ہاسن ڈسٹرکٹ مسلم کانفرنس کا انعقاد بھی اسی غرض سے ہوا ہے۔ پھر آپ کے روبرو آج اور کل کی نشستوں میں نہایت اہم قومی مسائل پیش ہوں گے جن کے تصفیہ پر آئندہ قومی عمارت تعمیر ہوگی۔

مجھے عرض کرنے کی اجازت دیجیے۔ کہ آج ہمارے کل مسائل کو صرف دو ہی الفاظ میں ادا کر دیا جاسکتا ہے۔ یعنی حفاظت و اشاعت اسلام۔ مگر ان دو الفاظ کے تفصیلی پہلو پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ کام جس قدر آسانی سے زبانی ادا کر دیا جاتا ہے اتنا آسان عمل میں نہیں آسکتا۔ مسلمان سرزمین ہند میں جہاں وہ آٹھ سو سال حکومت کر چکے ہیں اور جس کی اپنے ہی خون سے آبیاری کی ہے آج پردیسی خیال کئے جانے لگے ہیں۔ یہ محض اس لئے کہ انہوں نے اس دین کو اختیار کیا جو جغرافیائی لحاظ سے عرب سے اٹھا۔ مگر تھا تمام دنیا کے لئے اور ہے۔ آج ہم اپنے ہم وطنوں میں اس لئے بدنام و رسوا ہیں کہ ہم ایک خدا کے ماننے والے اور تمام بنی نوع انسان کی برادری کے علمبردار ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اپنے زمانہ حکومت میں اپنے غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ منصفانہ و بے تعصبانہ زندگی بسر کی۔ نہ ان کے مذہب میں دخل دیا نہ پیشوں میں نہ تجارت میں۔ صرف اسی تعصب کی بنا پر قلیل التعداد ہونے سے آج ہمارے تمام حقوق مارے جا رہے ہیں۔ اس کی ذمہ داری دوسروں پر ہی دھرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ کیونکہ اس تعصب کے بھڑکانے میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ اور میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ؎

آنچہ بر ماست از ماست۔ کیونکہ جس کام کے لئے مسلم دنیا میں آیا وہ کام نہ کیا تو خدا کی مار اس پر پڑی اور آج وہ دنیا کے ہر ہر گوشہ میں ٹھکرایا جا رہا ہے۔ غنیمت ہے کہ آج ہم اس مقام سے واقف ہو چکے ہیں اور خواب غفلت سے جاگ اٹھے ہیں اب ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ ہم کون ہیں؟ کیا تھے؟ اور کیا بننا چاہئے۔

اگر ہم میں کچھ زندگی کی لہر موجود ہے تو ان سوالات کے جوابات دیتے ہوئے جس مقصد کے لئے دنیا میں آئے اور جو وعدہ خدا کی طرف سے ہمیں ملے وہ پورے ہونا لازمی ہیں۔

حضرات! مذکورہ بالا سوالات کا صحیح جواب ہی ہمیں منزلِ مقصود کی طرف لے جائیگا۔ ان سوالات کے حل کرنے میں مختلف لوگ مختلف رائے پیش کریں گے مگر ہمیں بحیثیت مسلمان اس بات کو دیکھنا چاہئے کہ وہ خالق ارض و سما۔ رب العالمین کا فرمان اس کے متعلق کیا ہے۔ کیونکہ وہی ان سوالات کا جواب دے سکتا ہے جس نے ہمیں بنایا۔ اس سے زیادہ صحیح جواب ہماری اپنی عقل [illegible] دینا اگر اٹکل پچو نہیں تو پھر کیا۔ پہلے سوال کا جواب نو بالکل آسان ہے۔ ہر ایک متنفس جو یہاں موجود ہے کہہ اٹھیگا کہ میں مسلمان ہوں مگر اسلام کا دعویدار کس بار امانت کا حامل ہے سمجھ لے تو اس کا دل بھی طور کی چوٹی کے موافق جل اٹھے گا۔ دعویٰ تو مسلمان ہونے کا ہے مگر اس کا ثبوت ؎

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اس کی مزید تشریح کو کسی اور مجلس کے لئے موقوف رکھتے ہوئے میں سرسری طریق پر آپ کو اس کانفرنس کے مقصد کیا تھے مذکورہ بالا سوالات کیطرف لے چلوں گا۔ مسلمان کیا تھے اور کیا ہوئے ان ہر دو سوالات کے جواب ایک تاریخ دان کی نظر سے اوجھل نہیں ہیں۔ مختصر جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مسلمان سب کچھ تھے مگر اب کچھ نہیں۔ اب ہمارا پیشہ صرف یہ ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو بیچتے پھریں۔ اب ہماری حالت ہر طرح زبون ہو چکی۔ ہماری سیاسی اہمیت دن بدن گھٹ رہی ہے ہمسایہ اقوام جو کل تک ہمارے خوشہ چین تھے۔ اب ہم پر برسر حکومت ہوتے نظر آرہے ہیں ہمارے حقوق یکے بعد دیگرے ضبط ہو رہے ہیں حتیٰ کہ ہمیں اب اپنی فریاد کو خود پیش کرنے کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔ ذرا دیکھنا چاہئے کہ جو قومیں کہ خود اپنی حکومت، نیابت اور ذمہ داری کی طلبگار ہیں وہی ایک ہمسایہ قلیل التعداد قوم کے حقوق کو تسلیم کرنے میں کوتاہی کر رہی ہے اس سے زیادہ بدنصیبی اور کیا ہوگی کہ اس ترقی یافتہ، مہذب ملک میسور میں آج مسلمانوں کا حق نیابت تک تسلیم نہیں ہوا ہے اس صورت میں یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کے اور حقوق محفوظ رہ سکیں۔

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے نشستیں اسمبلی۔ اور کونسل میں محفوظ کی گئی ہیں۔ مانا۔ مگر اس کے انتخاب کرنے والے کون یا تو وہ ہندو رائے دہندے ہیں۔ یا حکومت کے حکام۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو نام کی نشستیں مسلمانوں کے لئے رکھی گئی ہیں وہ دراصل یا تو ہندوؤں کی نمائندگی کریں گی یا حکومت کی جی حضوری میں رہیں گی۔ میرا رخ سخن موجودہ نمائندوں کی طرف نہیں ہے بلکہ میں ایک اصول پیش کر رہا ہوں۔ اور ہر انصاف پسند شخص سے داد کا طلبگار ہوں۔ یوں تو بہت سی باتیں ہیں جن کو ایک ایک کرکے گننا ایک عرصہ کا خواہاں ہے مگر وقت کوتاہ ہے اور ناظرین کے پیمانہ صبر کا بھی اندازہ کرنا میرا فرض ہے۔ اس لئے میں صرف ایک اور اہم مسئلہ کی طرف اشارہ کرکے آپ بزرگوں کی عقل سلیم پر چھوڑتا ہوں کہ قوم کے نہایت اہم مسائل پر آپ کی رائے زنی ہو۔

آج ہندوستان میں خواہ وہ دیسی ریاستیں ہوں یا برٹش حدود اصل تنازعہ تمدن کا ہے۔ ایک خالص قدیم ہندوستانی تمدن جس کے علمبردار ہمارے ہمسایہ ہم وطن بھائی ہیں۔ دوسرا موجودہ مغربی تمدن جس کا یورپ اور امریکہ بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ تیسرا وسطی یعنی اسلامی تمدن جس کا چراغ آج جھلملا رہا ہے۔ ان تینوں کی کشمکش میں ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ آپ غالب رہے اس کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ دور جدید میں یورپین تمدن تیغ و تفنگ ہی نہیں بلکہ ہر ایک مہلک حربے سے اس ملک میں مروج ہو چکا جس میں انگلش زبان ایک ہے۔ سیاسی ماہرین کا خیال ہے کہ ہندوستان کی بدنصیبی کی ذمہ داری اسی موجودہ تعلیم انگریزی پر ہے۔ اسی کا نشہ ڈیڑھ سو سال سے ہندوستان کو غلامی کا نشہ پلا رہا ہے۔ اسی لئے برادران وطن نے جہاں ہند کی آزادی کی تحریک کی وہاں اپنی دیسی زبان کو مروج کرنے میں ہر طرح کوشاں ہیں۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ ہندوستان کی قومیت اور قدیم تمدن کے احیا کے لئے ہند کی قدیم زبانوں کا از سر نو مروج ہونا لازمی ہے اسی لئے ہر خطہ زمین میں جہاں کوئی دیسی زبان بولی جاتی ہو اسی کو زور دیا جا رہا ہے۔ اسی طرح ملک میسور میں بھی ہمسایہ قوم نے اپنی تہذیب کو اپنے تمدن میں دوسروں کو جذب کرنے کا یہ طریقہ سوچ رکھا ہے کہ ملک میں کنڑی زبان ایک ہی باقی رہ جائے۔ آپ اب اندازہ لگالیں کہ جب انگریزی کو اس ملک سے خیرباد کہہ دیا جائے اور کنڑی اس کی جگہ لے لے۔ اور مسلمانوں کی قومی زبان اردو کو بتدریج کم کرتے کرتے کنڑی کو ہم پر تسلط کر دے تو بتاؤ کہ مسلمان کہاں رہے ان کے قومی و مذہبی روایات کہاں رہے اور ان کا مذہب بھی کہاں رہا۔ دور سے یہ بات نظر آرہی ہے کہ مسلم کو جذب کرنے کے لئے ان تمام حربوں کا استعمال ہو جائے گا۔ اس لئے ہماری قومی زندگی کے اہم مسائل ہیں۔ ہمارے تنظیمی پروگرام کے ساتھ ہی، ہماری صحیح تعلیم و تربیت کا خیال ہونا چاہئے۔ کیونکہ بجز صحیح تعلیم کے ہماری کوشش کوئی نتیجہ نہ پیدا کرے گی۔

اب ہمارا فرض ہے کہ اپنے تعلیمی مسئلہ کو بہت غور و خوض سے دیکھیں اور اپنے تہذیب اور تمدن کو غیروں کے ہاتھوں میں دفن ہونے سے بچالیں۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

میں نے حق نیابت اور زبان کے متعلق اس لئے ذکر کیا کہ یہ باقی کل مسائل ان دو کی تحت میں لائے جاسکتے ہیں۔ جن کی تفصیل کے لئے آپ حضرات کے قیمتی خیالات کی از حد ضرورت ہے۔

اپنے ان پریشان خیالات کو بند کرنے سے پیشتر ایک اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ کو مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ جتنی باتیں اب تک گذر چکی ہیں وہ حفاظت اسلام کی ہیں۔ مگر جب کوئی قوم زندہ رہنا چاہتی ہے تو لازم ہے کہ وہ ترقی کرے۔ جب ترقی رک جاتی ہے تو اس میں لازماً انحطاط اور تنزل شروع ہو جاتا ہے۔

خلافت مآب کی تازہ گل افشانیاں

جناب میاں صاحب نے ۹ر جنوری کے خطبہ جمعہ میں جو الفضل ۱۵ر جنوری میں شائع ہوا ہے۔ جماعت لاہور کے متعلق نہایت تفصیل کے ساتھ اظہار خیالات فرمایا ہے، افسوس ہے کہ اس کے اقتباسات اس اشاعت میں درج ہونے سے رہ گئے صاحبزادہ صاحب کی تلخ نوائی اس قابل ہے کہ محمودی احمدی اور دوسرے مسلمان مل کر اس بے مثال شاعری کی داد دیں ✤

خبریں

—— گذشتہ دوشنبہ کو لاہور چھاؤنی میں ایک انگریز کپتان کیورٹ کمان افسر نمبر املٹری ٹرانسپورٹ کمپنی کی ہوی کو ایک سکھ نے نہایت بیدردی سے قتل کردیا اور مقتول کی دو معصوم بچیوں کو سخت زخمی کیا۔ قتل کپتان مذکور کی کوٹھی پر بعد دوپہر ہوا۔ ملزم دلشو ضلع لاہور کا سکھ ہے فوج میں بھی ملازم رہ چکا ہے۔ اس نے قتل کرنے وقت اپنے تئیں کانگریسی ظاہر کیا۔

—— اخبار رسول رقمطراز ہے کہ قاتل نے پولیس کو مندرجہ ذیل بیان میں موضع دلشوہا کا رہنے والا ہوں اور کانگریس کا رکن ہوں۔ گذشتہ سال کے آغاز میں اس غرض سے ایک پلٹن میں شامل ہوا کہ کسی انگریز افسر کو قتل کروں لیکن ملازمت کے تین مہینوں میں مجھے ایسا موقع نہیں ملا موقوف ہونے کے بعد میں کانگریس میں شامل ہوگیا بعد میں کانگریسیوں کی وجہ سے مجھے ۶ ماہ قید مشقت کی سزا ملی تین ماہ ہوئے کہ میں رہا ہوا۔ اسی وقت سے میں کسی انگریز کے قتل کا منصوبہ باندھ رہا تھا۔ افسوس ہے مجھے گولی کا نشانہ نہیں بنایا گیا میرے گاؤں میں بہت سے مرد اور عورتیں میری تقلید کرنے پر آمادہ ہیں۔

—— شولاپور کے چاروں ملزموں کو پھانسی دے دی گئی۔

—— گول میز کے مسلمان مندوبین نے اعلان کیا ہے کہ تصفیہ حقوق کے بغیر انہیں کوئی اعلان قبول نہ ہوگا۔

—— معلوم ہوا ہے کہ گورنر پنجاب پر حملے کے مقدمے کی سماعت جیوری کے ذریع ہوگی۔

—— رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کی میت حکومت کے خرچ پر جہاز ترکنڈا میں پورٹ سعید جارہی ہے ۱۹ جنوری کو جہاز مذکور کو رٹل بری سے روانہ ہوا تھا۔ اس امر کا انتظام کرلیا گیا ہے کہ پورٹ سعید پر جہاز سے میت کو اتار کر بیت المقدس بھجوا دیا جائے۔ جہاں مسجد اقصیٰ میں آپ کو دفن کیا جائیگا۔ مولانا شوکت علی اور خاندان کے باقی افراد مارسیلز سے جہاز "ترکنڈا" سے جائینگے۔ اور وہ مرحوم کی تجہیز و تکفین کے بعد ہندوستان واپس آجائیں گے

—— بمبئی ۱۳ جنوری حجاج کا سنتھو آرضوانی جو ہندوستان کے حاجیوں کو لیکر ۳ جنوری کو کراچی سے روانہ ہوا تھا آج جدہ پہنچ گیا ہے۔

—— امسال بنگال کے میزانیہ میں ۸۶ لاکھ کا خسارہ ہے۔

—— پشاور ۱۴ جنوری آج یہاں چارسدہ کے تیرہ رضاکار غیر ملکی پارچہ کی دوکانوں پر پکٹنگ کرنے کے جرم میں گرفتار کرلئے گئے ہجوم نے ایک پولیس والے پر جو سفید کپڑوں میں تھا حملہ کر دیا۔ اس کے بعد بڑے بڑے بازاروں میں پولیس کا زبردست پہرہ لگا دیا۔ شہر کے بڑے بڑے دروازے بند کردے گئے۔

—— نئی دہلی ۱۲ جنوری۔ آج چوتھی اسمبلی کا اجلاس زیر صدارت مسٹر چیٹی شروع ہوا ایک سو گیارہ ممبروں نے حلف وفاداری اٹھایا سر جارج ومنی نے اعلان کیا کہ کل وہ چار سرکاری مسودات پیش کرینگے

—— رنگون ۱۴ جنوری۔ سرکاری اعلان مظہر ہے کہ کل رات زیوگن ریلوے اسٹیشن پر تقریباً پچاس آدمیوں نے حملہ کیا سٹیشن ماسٹر مارا گیا اور سٹیشن کو بھی کچھ نقصان پہنچا۔ تار کاٹ دئے گئے۔ نقصان کیمتعلق صحیح اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

—— علامہ اقبال کے خطبہ صدارت کے متعلق ہندو جرائد و رسا بدستور زہر چکانی میں مصروف ہے۔

—— رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کی المناک موت پر اظہار افسوس کے جلسے ہندوستان کے اکثر مقامات پر ہوے۔

—— لندن ۱۰ جنوری۔ وزیر اعظم ۹ جنوری کو کانفرنس کے کھلے اجلاس میں حکومت کی حکمت عملی اور ارادوں کے متعلق ایک اعلان کرینگے

—— سر محمد شفیع نے مصالحت کی غرض سے مسلمانان پنجاب کیلئے ۴۹ اور مسلمانان بنگال کیلئے ۴۶ فیصدی نیابت کا مطالبہ کیا تھا اس پر اکثر مسلم جرائد نے اظہار ناراضگی کیا ہے۔

—— سکھوں نے سر محمد شفیع کی مذکورہ بالا تجویز کو مسترد کردیا۔ وہ بدستور ۲۴ فیصدی مانگ رہے ہیں۔

—— بعض سرکردہ ہندو مندوبین نے ہندو مسلم مسئلہ کو ثالثوں کے سپرد کردینے کی تجویز پیش کی ہے۔ چونکہ سر محمد شفیع کی تجویز اقلیتی کمیٹی میں پاس ہوچکی تھی۔ اس لئے مسلمان مندوبین نے ثالثی کی تجویز پر کوئی رائے نہیں دی۔ اور فیصلہ محفوظ رکھا لیکن جب سر شفیع کی تجویز مسترد کردی گئی تو مسلمانان مندوبین نے ذیل کا بیان دیا۔

—— یہ تجویز کی گئی ہے کہ ہندو مسلم مسئلہ بعض اشخاص کے سامنے ثالثی کیلئے پیش کیا جائے لیکن مندوبین کے نزدیک یہ طرز عمل غیر آئینی ہوگا کیونکہ طرفین کے درمیان معاہدہ نہ ہونے کی صورت میں صرف برطانوی پارلیمنٹ ہی اس مسئلہ کا فیصلہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔

—— لندن ۱۰ جنوری۔ آج فرقہ وارانہ مسئلے کے حل کیمتعلق کوئی نمایاں کاروائی نہیں کی گئی معلوم ہوا ہے کہ کل غیر رسمی گفت وشنید میں جو آخری تجاویز پیش کی گئی تھیں وہ پنجاب کونسل کی نشستوں کے متعلق تھیں تجاویز یہ تھیں کہ نشستیں حسب ذیل ترتیب سے تقسیم کیجائیں مسلمان ۸۷ سکھ ۲۵ ہندو ۲۵ اچھوت ۳ مزدور ۱ - اینگلو انڈین یورپین اور ہندوستانی عیسائی ۳ - اسیطرح پورے ایوان میں مسلمانوں کو ۵۰ فیصدی نیابت دے دی جائے گی۔

—— لاہور ۱۴ جنوری۔ کل آل انڈیا ویمنز کانفرنس میں بمبئی کی ایک بے پردہ خاتون مسز حامد علی نے تعداد ازدواج اور پردے کے خلاف قرارداد پیش کی جس کی تائید متعدد ہندو مسلم خواتین نے کی اور بالآخر یہ قرارداد اتفاق رائے سے منظور ہوئی

تارکا پتہ "مسلمان لاہور"

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

رجسٹرڈ ال نمبر

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱- ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

۲ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

۳ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

۴ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
عبد الحق ودیارتھی

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

۴- سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

۵- اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۳- رمضان سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۳۱ عیسوی نمبر ۶

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی تنظیم جماعت کے سلسلہ میں مساعی جمیلہ

خاکسار ۱۶- ۱۷- ۱۸- ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی معیت میں سیالکوٹ۔ جموں اور وزیرآباد رہا۔ حضور نے جمعہ سیالکوٹ میں پڑھایا جہاں اپنی تمام جماعت اور کچھ معاونین وغیرہ بھی موجود تھے اور خوب رونق ہوگئی تھی اس روز نماز مغرب کے بعد حاجی محمد اسمٰعیل صاحب کنٹریکٹر کے مکان پر مستورات کو جمع کرکے لیکچر ہوا۔ حضور نے اپنے ان مواعیظ حسنہ میں اسلامی دنیا کی حالت اور تحریک سلسلہ احمدیہ اور اس کے کاموں کی طرف توجہ دلاکر ہر ایک کو مرد ہو یا عورت۔ جوان ہو یا بوڑھا قوت کے ساتھ اس کام کے لئے اٹھ کھڑے ہونے اور اس میں لگ جانیکی دعوت دی اور ہر ایک کو اس کے تبلیغ اسلام اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے فرض کی طرف توجہ دلائی۔ دوسرے دن اپنی جماعت میں تنظیم کا کام مکمل کیا گیا۔ نومبر ۱۹۳۰ء میں اس جماعت کے ماہوار چندہ کی میزان ۶۷ روپے ہوئی تھی جو ۸۲ روپے ماہوار آئندہ کے لئے مقرر ہوئی۔ جن دوستوں نے اس اضافہ میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین بدلہ اپنی جناب سے عطا فرمائے

اس موقعہ پر ماسٹر اللہ دوک صاحب گورنمنٹ ہائی سکول۔ آفتاب عالم ولد حکیم خورشید احمد صاحب متعلم جماعت نہم، محمد آصف خاں متعلم جماعت دہم ولد ڈاکٹر میر خاں صاحب نے حضرت کے ہاتھ پر سلسلہ میں شمولیت کے لئے بیعت کی۔ اور حافظ محمد شفیع صاحب کا، صاحبزادہ اور چوہدری محمد یوسف علی صاحب کا ملازم بھی داخل سلسلہ ہوا

حاجی محمد اسمٰعیل صاحب کا بے نظیر ایثار تعریف کے قابل ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک سلیم دل دیا ہے جس میں خدا کے کاموں پر خرچ کرنے کے لئے پورا انشراح موجود ہے۔ آپ نے مکمل ڈیڑھ سو روپیہ نقد پیش فرمایا اور زمین اور کالج کے مستقل فنڈ کے لئے جو ایک ہزار روپیہ آپ کے نام ڈالا گیا تھا اسے خوش دلی سے فروری میں ادا کرنا منظور کیا۔ آپ فرمانے لگے کہ دل میں یہ خواہش اور ارادہ رکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنا فضل کرے تو اس کی راہ میں پورا ایک لاکھ روپیہ ایک ہی وقت انجمن کو دوں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی بعید نہیں کہ وہ آپ کی پاک خواہش کے پورا کرنے کے سامان پیدا فرمادے۔ ضرورت ہے کہ قوم کا ایک ایک ممبر مرد ہو یا عورت شروع سے ہی اپنے اندر یہ ولولہ اور جوش پیدا کرے جب دل کے اندر یہ حرکت اور تڑپ موجود ہو تو اس کے پورا ہونے کے سامان بھی بیسیوں مرتبہ زندگی میں نکلتے رہتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں قربانیاں جہاں کوئی فوری فائدہ سامنے موجود نہیں ہوتا ایک دن کی عادت سے نہیں ہوتیں بلکہ اس کے لئے ایسے جذبات کا دلوں کے اندر موجود رہنا ضروری ہے۔ اور جس حالت میں بھی انسان ہو اپنی طاقت کے مطابق اپنے عمل سے اس کا اظہار کرتا رہے تو بڑے بڑے موقعے بھی اس کی زندگی میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مال و دولت کا بافراط انسان کے ہاتھ میں آنا خدا کے فضل پر منحصر ہے۔ جو لوگ خلوص نیت سے خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی عادت ڈالتے ہیں خدا ان کے مالوں کو واقعی بڑھاتا ہے اور ان کے لئے ضرور اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہے۔ کوئی شخص خدا کی راہ میں مال خرچ کرکے نقصان میں نہیں رہا یہ زندہ شہادتیں اس وقت بھی ہماری جماعت میں موجود ہیں۔ صرف دل کو سمجھانے اور اپنے آپ کو عملی طور پر اس راہ پر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

سیالکوٹ میں علاوہ جماعت کے درس میں باقاعدہ شمولیت کے نمازوں میں شریک ہونے کا انتظام کیا گیا۔ نوجوانوں کو مل کر ہفتہ وار اجلاس کرکے لیکچر کرنے کی عادت ڈالنے اور عملی طور پر جماعت اور مسلمانوں کی عام بہبودی کے کام کرنے کی ہدایت کی گئی مستورات میں مہینہ میں دو بار مولوی عصمت اللہ صاحب کے لیکچر کا انتظام کیا گیا اور جماعت کے احباب کو مہینہ میں ایک بار کمیٹی کرکے کام کرنے پر لگایا گیا۔

جموں میں بھی مستورات اور احباب جماعت میں حضرت نے اس قسم کی تقریر فرمائی اور اپنے قیام اور نیک اثر سے جماعت کے قلوب کو بھائیوں کی طرح جوڑ دیا۔ جماعت میں جو سستی نظر آتی تھی وہ کافور ہوگئی اور ان کے درس اور نمازوں میں شمولیت وغیرہ کا انتظام کیا گیا۔ اسی طرح نوجوانوں سے کام پر لگنے کا اقرار لیا گیا۔ جنہوں نے ہر قسم کی مستعدی دکھائی اور مستورات سے درخواست کی گئی کہ وہ اشاعت اسلام کے کام میں تین طرق پر بالضرور مدد پہنچائیں۔

اول۔ اپنے گھروں کو رسم و رواج سے پاک کریں۔ اپنے اور اپنے خاوندوں کے مالوں کی حفاظت کریں۔ کیونکہ یہ حصہ زیادہ تر ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

دوم- اپنی اولاد کی تربیت میں اس بات کا پورا خیال رکھیں کہ ان کے دلوں میں اسلام کی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے اور جب وہ بڑے ہوں تو دین کیلئے ان کے سینے فراخ ہوں۔ اور اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے خود اس کام میں پورے حصہ دار بنیں جس طرح کہ صحابہ کرام رضی کے زمانہ میں مستورات بھی شامل تھیں۔

سوم- ہر سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنے ہاتھ سے کوئی نہ کوئی چیز تیار کرکے دستکاری فنڈ میں بھجوائیں (قریباً یہی باتیں سیالکوٹ میں بھی مستورات کو کہی گئی تھیں۔ بالخصوص یہ کہ ہر ایک عورت دستکاری فنڈ میں اپنے ہاتھ سے کچھ چیز تیار کرکے بھیجے)

اس جماعت کے ماہوار چندہ کی تعداد جو بہت ہی کم ہو چکی تھی ۵۰ روپے ماہوار قائم ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اس دورہ میں بہت راحت کا سامان موجود تھا۔ صبح ۹ بجے سے رات کے گیارہ بجے تک ہم اور ساری جماعتیں مل کر بیٹھی رہیں اور دین اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم اور قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے کے عظیم الشان کام پر سوچ و بچار کرتی رہیں اور اپنی جماعت کو جو منظم طور پر صرف ایک ہی جماعت ہے جو دشمنان اسلام کے مقابل اس وقت سینہ سپر ہو کر آگے بڑھنے اور اس میں قوت پیدا کرنے کے وسائل سوچتی رہی اور اس کے لئے ہر ایک نے اپنی طاقت کے مطابق اس کام کو قوت دینے کے لئے ہر طریق پر حصہ لیا۔ [illegible]

کے لوگ موجود تھے اور نظر آتا تھا کہ واقعی حضرت اقدس مسیح موعود جس مقصد کے لئے تشریف لائے تھے وہ پورا ہو رہا ہے اور آپکے تاثرات کام کر رہے ہیں۔

واپسی پر حضرت امیر ایدہ اللہ لوہری والا میں چوہدری غلام حسن صاحب کی خبرگیری کے لئے تشریف لے گئے۔ چوہدری صاحب کی حالت پہلے سے اچھی ہے اگرچہ کمزوری ابھی بہت ہے۔ ان کیلئے احباب دردِ دل سے دعا فرمادیں۔

(خاکسار) غلام محمد محصل و آڈیٹر انجمن (۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء)

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ سیالکوٹ اور جموں سے واپس لاہور تشریف لے آئے۔ اس دورہ کی مختصر رپورٹ اوپر درج کر دی گئی ہے۔

مولانا صدرالدین صاحب نے رہتک میں ڈاکٹر سٹینلے جونس کے لیکچر کی صدارت فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ایک فصیح اللسان مقرر ہیں مگر شیر اسلام کے خوف سے وہ اسلام کے خلاف کچھ نہ کہہ سکے۔ بعدہٗ مولانا کی ایک تقریر برعام مجمع میں وادای اسلام پر اور ایک تقریر مسجد میں مسلمانوں میں ہوئی۔ حاضرین پر آپ کے بیان کردہ دلائل اور براہین کا بہت اچھا اثر پڑا۔ آپ ۲۰ کی شام کو واپس لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

ہمارے عزیز دوست مرزا مظفر بیگ صاحب بندہ دلان سامانہ کی درخواست پر وہاں تشریف لے گئے تھے۔ جہاں آپ کی تقریر نہایت مؤثر ہوئی۔ ۵ اکس سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ فالحمد للہ علےٰ ذٰلک۔

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب جو عنقریب مہاجر فجی بننے والے ہیں بخار میں مبتلا ہیں اور احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

شیخ محمد یوسف صاحب گرنمتی اپنی گذشتہ شادی کے سلسلہ میں الہ آباد جارہے ہیں۔

مسجد احمدیہ میں حافظ محمد شفیع صاحب عشاء کے وقت تراویح پڑھاتے ہیں۔ مسجد میں آجکل خوب رونق رہتی ہے۔ لاہور کے جو دوست اس میں شامل ہو سکتے ہوں وہ ضرور شامل ہونے کی کوشش کریں۔

ہمارے جواں ہمت مبلغ مرزا ولی احمد بیگ نے جاوا سے سالانہ رپورٹ اپنی مساعی اور کامیابیوں کی ارسال کی ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں اس کا ترجمہ دے دیا جائے گا۔

گجرات میں بیداری

"ہمارا قومی پیغام برائے ۱۹۳۱ء" جزو ۵ کے ماتحت گجرات میں نماز جمعہ کا انتظام کیا جا چکا تھا۔ باقی تقریروں وغیرہ کے انتظام کے لئے ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن کا قیام کیا گیا جس کا جلسہ ہر اتوار کو ہوا کرے گا جس کے صدر حافظ چوہدری محمد حسن صاحب بی اے ایل ایل بی مقرر ہوئے جلسے بھی فی الحال ان کے دردولت پر ہوا کریں گے۔

ایسوسی ایشن کا نام پہلے ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن رکھا گیا تھا لیکن قادیانی جماعت کی ایک اسی نام کی جماعت ہے جن کا ہفتہ وار جلسہ ہوتا ہے اس لئے یہی مناسب خیال کیا گیا کہ نام تبدیل کر کے اشاعت اسلام پر نام رکھا جائے۔

ایسوسی ایشن کے پہلے جلسہ کی کارروائی ارسال خدمت ہذا ہے آپ اس کو پیغام صلح میں شائع کرا دیویں تاکہ ہمارے دوسرے نوجوان بھائی بھی متحد ہو کر اپنے فرائض کے سرانجام دینے میں کوشاں ہوں۔ اور ہمارے لئے آپ دعا فرماویں کہ خداوند کریم ہماری اس کمزور سی جماعت کو مستحکم کرے اور ہمیں خدمت اسلام کی توفیق عطا فرماوے۔

مورخہ ۱۸ - جنوری ۱۹۳۱ء بروز اتوار ۴ بجے شام ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن کا پہلا جلسہ بصدارت چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ بی اے ایل ایل بی پلیڈر گجرات منعقد ہوا۔

صاحب صدر نے جلسہ کا افتتاح فرماتے ہوئے نفس مضمون "احمدیت کا پیغام" کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اور فرمایا کہ جس طرح اسلام نے آکر تمام مذاہب کے تفرقات کو مٹا کر اور دنیا کے تمام فسادوں کا قلع قمع کر کے ایک یونیورسل دین پیش کیا۔ اسی طرح چودھویں صدی کے مجدد نے جس کی نسبت ہمارے آقا و مولا محمد صلعم نے فرمایا تھا کہ "آنیوالا مسیح موعود ایمان کو اگر وہ ثریا پر بھی ہوا تو ڈھونڈ نکالیگا۔ اپنا کام کیا۔ اور اسلام میں ایک ایسی تحریک پیش کی جو ان کے باہمی تفرقات کو مٹانیوالی تھی اور جو انہیں چاہ ضلالت سے نکال کر بام ترقی پر پہنچانے والی تھی تاریخ گواہ ہے کہ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پیرووں میں مختلف فرقوں کے لوگ تھے جو اس بات کے شاہد ہیں کہ تحریک احمدیت اسلام میں نئی تحریک نہ تھی بلکہ مسلمانوں کی بیماریوں کا علاج تھا۔

حافظ محمد حسن صاحب نے اپنے مضمون "احمدیت کا پیغام" پر بوضاحت تقریر فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ اسلام میں وحدت کے سوا انسان کی تمدنی اور سیاسی حالتوں کی درستی بھی شامل ہے چونکہ ہمارے خواجہ کونین سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اس لئے خداوند کریم نے آپ کی امت میں مجددین کا سلسلہ جاری کیا جو ہر صدی میں امت کی بیماریوں کا علاج لیکر آتے رہے چودھویں صدی کے ریفارمر نے آکر مسلمانوں کو اپنے ان فرائض سے آگاہ کیا جن کو وہ بھول چکے تھے۔ احمدیت دراصل اشاعت اسلام کا دوسرا نام ہے۔

صاحب مقرر نے "احمدیت" نام رکھنے کے متعلق مختصراً بیان کیا ذاں بعد ½ ۵ بجے جلسہ برخاست ہوا۔

(شیر محمد سکرٹری ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن گجرات) پنجاب

نامۂ مدراس کا ضروری اقتباس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخبار ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۴۹ ہجری میں خاکسار کے نسبت جو کچھ یاددہانی کی گئی ہے اس کا شکریہ۔

عزیزم ہم نے مرکز لاہور کو بھلا نہیں دیا۔ تبلیغ کا بوجھ پہلے سے زیادہ ہمارے سر پر ہے۔ حضرت مولانا صدیق دیندار عرف چن بشویشر جن کو حضرت امیر سے قرآن سیکھنے کا فخر حاصل ہے وہ ادہم تبلیغ کر رہے ہیں۔ آجکل صاحب موصوف حیدرآباد میں ہیں۔ ترجمہ قرآن کنٹری زبان میں ۱۳ پارہ تک ہو چکا ہے۔ خدا کرے مکمل ہو کر طبع ہو جائے۔

اب تک کئی سو ہندو آپ کی صداقت کو مان کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور ہزاروں اسلام کی توحید کے قائل ہیں۔ بت پرستی سے توبہ کر کے اسلام کے قریب ہو رہے ہیں۔ اب نومسلموں کے لئے مرکز بنا کر مدرسہ جاری کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اب تک کئی انجمنیں بنام دیندار انجمن قائم ہیں۔ ہیں دس پندرہ مبلغ کام کر رہے ہیں۔ ایک اخبار دیندار بزبان کنٹری گدگ سے نکل رہا ہے۔ چونکہ علاقہ میسور میں مہاراجہ بہادر کے ہندو ہونے کی وجہ سے اہل ہنود کی اکثر مل جاتی ہے۔ وہ لوگ شر و فساد کشت و خون کی دھمکیاں دیتے ہیں تو سرکار کو مجبوراً انتظام کرنا ہوتا ہے۔ حال میں بمقام دھاڑوار جلسہ ہوا تو وہاں کے مسلمانوں نے ہندوؤں سے مل کر صدیق صاحب کی زبان بندی کرا دی کہ یہ قادیانی ہے در پردہ ہندوؤں کو مسلمان کرانے کے بہانے سے لوگوں کو قادیانی بنا رہا ہے۔ حاصل یہ کہ ہم نچلے نہیں بیٹھے۔ ماہوار کئی سو روپے تبلیغ میں صرف ہو رہے ہیں۔ پانچ کتابیں کنٹری زبان میں طبع ہو کے شائع ہوئی ہیں اور ایک کتاب آنحضرت کی سوانحعمری حضرت امیر کی سیرۃ النبی کے انتخاب سے ترجمہ کر کے دس ہزار کی تعداد میں طبع کرا کے شائع کی ہے۔ صدیق اس عقیدہ کے سخت مخالف ہیں کہ آنحضرت کے بعد بھی کوئی نبی آئے ہندوؤں کی کتابوں کی پیشگوئیوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ قادیان اپنے غالی عقیدہ سے توبہ کریں گے۔ مولوی عبداللہ صاحب تیماپوری بھی آپ کے ساتھ ہو کر کام کرتے ہیں۔ **ان کی کتابوں اور تقریروں سے قادیانی غلو کی بہت کچھ اصلاح ہو چکی ہے اور ہوتی جاتی ہے۔ اکثر محمودی اس سلسلہ میں داخل ہوتے رہتے ہیں اور غیر احمدی احمدیت کو قبول کر رہے ہیں۔**

(میر حسن از گمکور)

جرمن مسلم مشن

پروفیسر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ آپ یہ معلوم کر کے خوش ہوں گے کہ علاوہ قرآن اور عربی کے میں نے اب نماز کا درس بھی شروع کر دیا ہے۔ یہ نومسلم جرمنوں کو عربی میں نماز یاد کرانے اور طریق نماز کے لئے ہے۔ ہر جمعہ کے دن قرآن و عربی کا درس ہوتا ہے اور یہ درس ہر اتوار ۱۱ بجے سے ۱ بجے دوپہر تک ہوا کریگا۔ نماز کے درس کے ساتھ ہی جرمن نومسلموں کو اسلام کی تربیت اور تمدنی تعلیم سے آگاہ کیا جائے گا۔

افسوس ہے کہ میں اکیلا ہوں اور مجھے خود ہی ہر چیز کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جہاں تک ہو سکتا ہے کام کئے جاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری مدد کرے۔ آپ کی مخلصانہ دعاؤں کی ہر وقت ضرورت ہے

(محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکرٹری)

ایک قابل قدر عطیہ

جی۔ ایچ مسلم ہائی سکول بدوملہی میں کچن کی سخت ضرورت تھی۔ چنانچہ چوہدری غلام حیدر خاں صاحب نے اپنی گرہ سے بہ لاگت دو ہزار (۲۰۰۰) روپیہ کو نہایت عمدہ دو کچن ایک مسلمان طلبا کے لئے اور ایک ہندو طلبا کیلئے بنا دیا ہے۔ بورڈنگ کا کرایہ بشاہرہ ۱۰ روپیہ اور ۵ روپیہ تنخواہ سپرنٹنڈنٹ اب یہ ۱۵ روپے انجمن کو ماہ فروری ۱۹۳۱ء کو ادا نہیں کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ سکول کی بلڈنگ میں جس جگہ مسلمان طلبا کا کچن تھا وہ اب ہندو طلبا کا بورڈنگ ہو جاویگا۔ اب مسلمان و ہندو طلبا کے لئے بورڈنگ یہی کافی ہو گیا ہے۔ اور کچن بھی اچھے پیمانہ پر ہو گئے ہیں۔ چوہدری صاحب کے اس قابل قدر عطیہ کے ہم بہت ہی مشکور ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۳- رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ | نمبر ۶

خلافت مآب کی گل فشانیاں

اُٹھے ہیں وہ محفل سے لے فتنۂ دوراں اُٹھ
آتے ہیں وہ مقتل میں قدموں پہ فدا ہو جا

جلسہ سالانہ سے شروع کر کے میاں محمود احمد صاحب نے جو ہم لاہوریوں اور پیغامیوں پر نظر عنایت مبذول کر رکھی ہے وہ اس قابل ہے کہ انصاف پسند دنیا اس پر اظہار نفرت کرے اور وہ لوگ جن کے دماغ پیغام صلح کی مدھم ہلکی بھینی بھینی خوشبو والے مضامین سے برہم ہو جایا کرتے ہیں خلافت مآب کی تند اور تیز دماغ پاش سموم کی داد دیں۔ ہم اس پر کوئی حاشیہ اور نوٹ دینا نہیں چاہتے کیونکہ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

نیز ان کے اپنے الفاظ ہمارے آراء اور افکار سے مستغنی ہیں ارشاد ہوتا ہے:-

"ابھی مجھے ایک رقعہ دیا گیا ہے اور خواہش کی گئی ہے کہ اس میں جو سوال تحریر ہے اس کے متعلق کچھ بیان کروں ۔۔۔۔ غیر مبایعین کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

مجھے اس سوال پر ہمیشہ حیرت ہوتی ہے اور جب بھی یہ میرے سامنے پیش ہوا مجھے حیرت ہوئی ..... جائز کا لفظ تمہارے دل میں گدگدیاں لے رہا ہے جب تک کوئی ایسی رگ تمہارے اندر نہیں پھڑکتی جو ان کی طرف مائل ہے۔ کیا ایسے لوگوں میں سے کسی نے کبھی یہ فتویٰ بھی پوچھا ہے کہ گوبھی اور شلجم وغیرہ کے چھلکے جو لوگ اتار کر باہر پھینک دیتے ہیں انہیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر پوچھے تو میں کہونگا۔ ہاں جائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی پوچھے کہ سوکھے ہوئے ٹکڑے جنہیں لوگوں نے باہر پھینک دیا ہو کھانے جائز ہیں تو میں کہونگا ہاں جائز ہیں کیونکہ اب وہ پھینکنے والے کا مال نہیں رہا۔ مگر ایسے فتوے کبھی کسی نے نہیں پوچھے۔ پس کیوں باقی جائز امور کے متعلق ایسے فتوے نہیں پوچھتے اور صرف غیر مبایعین کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا جاتا ہے ..... یہ نفس کا دھوکا ہے اور جواز کا فتویٰ نہیں فساد کا فتویٰ پوچھا جاتا ہے اگر ایسا فتویٰ پوچھنے والا پہلے میلے کے ڈھیر سے اٹھا کر سڑے ہوئے ٹکڑے کھائے شلجم اور گوبھی کے چھلکے کھائے۔ بوسیدہ کپڑے پہنے اور باوجود استطاعت کے ایسے بوسیدہ مکان میں رہے کہ جو معمولی سی بارش میں بھی ٹپکنے لگے۔ جس وقت اس کی خوراک نجس ہوگی پوشاک نجس ہوگی اور رہائش کی جگہ نجس ہوگی۔ اس وقت اگر آکر وہ یہ سوال پوچھیگا تو میں کہونگا چونکہ تیرا ہر کام نجس ہے اس واسطے تیرے لئے یہ نجس بھی جائز ہے۔ تیرا کھانا پینا۔ اوڑھنا بچھونا رہنا سہنا سب نجس ہے۔ اس لئے بے شک تو نماز کو بھی نجس کرلے لیکن جس شخص میں غیرت ہے اور جو سمجھتا ہے کہ جائز ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں طیب بھی دیکھنا چاہیئے۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا۔

..... امام وہ ہونا چاہیئے جو اتقیٰ ہو۔ تو دیکھنا چاہیئے کیا غیر مبایعین اتقیٰ ہوسکتے ہیں اگر خلافت کا احترام ادنیٰ نیکی بھی سمجھی جائے تو یقینی بات ہے کہ ایک غیر مبائع اسے ترک کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خلافت کا احترام کوئی معمولی بات نہیں پھر اس کے علاوہ وہ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس میں کیا شک ہے کہ وہ آپ کو اصل درجہ سے نیچے گراتے ہیں۔

..... جو شخص خدا کے روحانی سورج کو دیکھ کر کہتا ہے کہ جگنو ہے اور ایک شخص کہتا ہے یہ چونکہ روشنی کا تو اقرار کرتا ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں کیا ہرج ہے وہ کس طرح سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائیگا۔ کیا خدا تعالیٰ اس سے یہ نہ پوچھیگا کہ اور کونسی تمام جائز چیزوں کو تم نے اختیار کیا کہ اسی پر عمل کرنا ضروری سمجھا ..... اور ایسے شخص کا ایمان کبھی سلامت نہیں رہ سکتا اس کی روحانی صحت ضرور خراب ہو جائے گی..... شائد ہی چند مقامات ایسے ہوں۔ جہاں یہ لوگ کچھ نمایاں ہوں۔ وگرنہ اول تو کہیں ان کا نشان ہی نہیں ملتا۔ اور اگر کہیں ہوں بھی۔ تو بالکل غیر اہم حیثیت میں ہیں۔ اور اگر بیس پچیس مقامات پر بھی ہوں تو بھی مبایعین کے مقابلہ میں ان کی حیثیت ہی کیا ہے ..... اگر ایک بدترین دشمن ہندوؤں میں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن پیغامیوں میں سے لیا جائے۔ ایک بدترین دشمن عیسائیوں میں سے لیا جائے ایک بدترین دشمن دہریوں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن پیغامیوں سے لیا جائے تو یقیناً پیغامی دشمنی اور بغض میں دہریہ عیسائی اور ہندو سے بھی بڑھا ہوا ہوگا۔ ان کے عالی ممبر بغض کے مجسمے ہیں اگر کسی نے زمین پر چلتی پھرتی دوزخ کی آگ دیکھنی ہو تو ان لوگوں کو دیکھ لے۔ میں نہیں سمجھتا۔ ان سے زیادہ بغض اور کینہ والے لوگ کبھی دنیا میں ہوئے ہوں۔ ممکن ہے کبھی ہوئے ہوں۔ اور تاریخ والوں نے دوزخ کی اس آگ سے آئندہ نسلوں کو محفوظ اور بے خبر رکھنے کے لئے ان کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا ہو مگر جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے ان لوگوں کا بغض سب سے بڑھا ہوا ہے ....

گندی ذہنیت رکھنے والے لوگوں کے متعلق کرید کرید کر یہ پوچھنا ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ سوائے اس کے کچھ معنی نہیں رکھتا کہ اپنے دل کا گند ظاہر کیا جائے۔ شریعت کی حدود کو میں توڑ نہیں سکتا۔ اور چونکہ میرا مذہب بندوں کی خاطر نہیں، اس لئے میں کہونگا کہ جائز ہے جائز ہے جائز ہے مگر اسی طرح جس طرح سڑی ہوئی گوبھی یا شلجم کے ٹکڑے اٹھا کر کھانا یا گلی میں پڑے ہوئے ٹکڑے کھانا۔ جو شخص ان چیزوں کے جواز پر عمل کرتا ہے پہلے اس جواز پر عمل کرے گا بھی جو یہ ہے کیا کسی نے قصاب کی دوکان پر جا کر یہ کہا ہے کہ کل کا گوشت ہو تو دیدو اور اگر پرسوں کا ہو تو وہ اور بھی بہتر ہے۔ اور اگر پندرہ بیس یوم کا پڑا ہوا ہو جس میں کیڑے بھی پیدا ہو گئے ہوں تو وہ بہت ہی اچھا ہے وہ جس دن یہ طریق عمل اختیار کریں گے اس وقت میں موٹے حروف میں ان کے سوال کا یہ جواب لکھوا کر انہیں بھجوا دوں گا کہ جائز ہے تم اپنا رستہ چھوڑ کر بھی ان کے پیچھے نماز پڑھا کرو۔ لیکن جب وہ ایسی اشیاء کے متعلق بھی جن کا مزا ایک منٹ سے زیادہ قائم نہیں رہ سکتا جواز کو استعمال نہیں کرتے تو نماز جیسی چیز کے لئے وہ مجھ سے رسول اللہ صلعم کا یہ فرمان کیوں تڑواتے ہیں کہ امام وہ ہونا چاہیئے جو اتقیٰ ہو۔"

صاحبزادہ صاحب نے اپنی اس شعلہ بیانی کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے محمودی پبلک کو سب سے پہلے اس بھول بھلیاں میں ڈالا ہے کہ گویا ہم نے ان کے متعلق کسی قسم کے فتویٰ کی ابتدا کی ہے یہ وہی سو فیصدی والا معاملہ ہے ورنہ جس قصر خلافت کی رنگین فضا میں بیٹھ کر صاحبزادہ صاحب ہم پر شہر یار و مہابیں اسکی بنیادی اینٹ کو کھود کر دیکھیں تو اس پر موٹے حروف میں یہ کندہ ہے کہ منکرین خلافت فاسق ہیں، ابلیس ہیں، ان کے ساتھ مواکلت مجالست مناکحت مکالمت وغیرہ وغیرہ حرام ہیں، اور مولوی محمد علی واجب القتل ہے، احمدیہ بلڈنگس منحوس ہے۔ قادیان سے جانیوالے یزیدی ہیں اور جن بزرگان ملت کی آج آپ تقیۂ بریت کر رہے ہیں ان کو شی الذین انعمت علیھم، قرار دے چکے ہیں۔ ایمان پر ایمز قنھم کی وعید صور خلافت میں پھونک چکے ہیں۔ پس اس لئے خلافت کی پہلی افتاد سے لیکر اس وقت تک آپکا تو

حسن کی برق ہے تو عشق کا حاصل ہوں میں

والا معاملہ رہا ہے۔

مرزا مظفر بیگ کا آپ نے پھر ذکر کیا اور ہمارے جواب پر خردہ گیری کی۔ جس کو پڑھ کر ہم آپ کے ذوق مناظرہ کی داد دیتے ہیں۔ کہ اگر مولانا عبدالغفور مولوی فاضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سو فیصدی جھوٹ بولیں تو مولانا بھلا ہی ہوئے دس فیصدی سچ ملا لیتے ہیں مگر جناب نے اس بات کا کیا جواب دیا کہ اگر مدیر الفضل کے ہم سو فیصدی اباطیل کی فہرست پیش کریں تو کیا اسی شان کا ایک اور جلسہ بلا کر حضور خلافت مآب اس پر بھی اتنے ہی ڈگری کا غیظ و غضب نازل فرمائیں گے کہ جو ہم پر نازل کیا گیا۔ آہ ؎

یہ منہ چھپائے جاتے ہیں جو سوئے میکدہ
کچھ منہ بھی ان جناب سے کچھ ہم ورا ہے

ے جس کا انہوں نے الفضل میں اقبال بھی کر لیا۔

شاہزادہ یوز آسف نبی مدفون سرینگر

یقیناً عیسیٰ بن مریم ہی ہیں

کہاں آئے گا وہ جو مرچکا سرینگر میں ہے پڑا ہوا
ہے نشان قبر یہ کہہ رہا کہ مسیح کی میں مزار ہوں
ہے نقیض ختم یہ مدعا کہ مسیح ناصری آئے گا
ہے یہ منتر فکرت نارسا میں خلاف طبع شرار ہوں
یہی حق ہے میں نے جو کہہ دیا یہی راستی ہے یہی ضیا
ہو عدو اگرچہ بدل خفا میں تو صاف صدق شعار ہوں

(از جناب حافظ [illegible] الدین صاحب [illegible])

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی بعد از واقعہ صلیب تقریباً تاریکی میں ہیں۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ واقعہ صلیب تک حضرت مسیح کے پیروؤں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی اور پھر ان میں اکثر بے علم اور غریب طبقہ کے لوگ تھے اور تیسری وجہ یہ تھی کہ واقعہ صلیب کے وقت یہ معاملہ بالکل سیاسی رنگ اختیار کرچکا تھا۔ مسیح کی گرفتاری کے لئے جو وارنٹ نکلا ہے اس میں مسیح کو سلطنت کا باغی قرار دیکر گرفتار کرایا گیا ہے اور ایسی حالت میں کمزور گروہ کی جو حالت ہوتی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مثلاً پطرس جیسا مخلص حواری اپنی جان کے خوف سے اپنے خدا یا اپنے نبی یا مرشد کے خلاف تین دفعہ لعنت بھیجکر اپنی بے تعلقی ظاہر کرتا ہے (متی باب ۲۶) اور یہودا اسکریوطی صرف تیس روپیہ لیکر مسیح کو گرفتار کراتا ہے اور باقی حواری مخلصین بھی بھاگ گئے اور بظاہر کوئی بھی ان کا یار اور مددگار انصار میں سے نہ رہا۔

اور چوتھی وجہ یہ بھی ہے کہ مسیح کے حواری خلاف واقعہ باتیں لکھنے اور لکھنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ جیسے کہ یوحنا حواری اپنی انجیل کے خاتمہ پر لکھتا ہے۔ اگر یسوع کے سب معجزات لکھے جائیں تو یہ کتابیں دنیا میں نہ سما سکیں مختصراً۔ مگر خود یوحنا حواری کو مسیح کے ۵۰ معجزات بھی نہیں مل سکے جو اپنی اس انجیل میں لکھ دیتا یہ کس قدر ایک قابل شرم مبالغہ ہے حالانکہ بالمقابل علمائے یہود نے مسیح کی تحقیر اور تکذیب میں کتب تواریخ میں ہزارہا اوراق لکھ ڈالے اسی کمزوری کی وجہ سے بعد از واقعہ صلیب مسیح چالیس روز تک یروشلیم اور اس کے مضافات میں چھپ چھپ کر ادھر ادھر پھرتے رہے مگر جب کوئی جائے پناہ اور مددگار نہ مل سکا تو بصد حسرت رات کے وقت یروشلیم سے نکل کر کوہ زیتون پر سے ہوکر ممالک مشرقیہ کی طرف ہجرت کر گئے اور ادھر یروشلم میں حواریوں نے یہ مشہور کر دیا کہ مسیح بادلی میں ہوکر آسمان پر چلے گئے تاکہ یہودی آپ کی تلاش میں آپ کا تعاقب نہ کریں پھر اس کے کئی سال بعد حواریوں نے جو کچھ کہ مناسب وقت سمجھا لکھ مارا اور بدبختی سے بعض مسلمان مفسرین اور محدثین نے انہیں توہمات یا موضوعات حواریین و غیر مسیحیین کو بلاکسی تنقید اور تحقیق کے اپنی اپنی تالیفات میں درج کر دیا اور ان مسیحی توہمات رفع و نزول مسیح کو عقائد اسلامیہ ایمانیہ کا جزو قرار دیدیا ہے اور اسی لئے قرآن مجید میں کئی آیات اس مذہب مسیحی کی تردید میں نازل ہو چلی ہیں مگر پھر بھی بعض ...... مسلمان فہم قرآن سے بیگانے اس مسئلہ میں پادریوں کے طرفدار ہیں اور مسجدوں میں ان مسیحی روایات کو اپنے کم فہمی سے نبی کریم کا فرمودہ بلکہ احادیث میں متواتر سمجھ رہے ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن مجید کی روشنی میں حضرت عیسیٰ کے حالات زندگی تلاش کریں اور تاریخ صحیح اور آثار قدیم جو قرآن کے موافق ہوں اسے صحیح تسلیم کریں۔ اللہ فرماتا ہے رسولاً الی بنی اسرائیل یعنی ہم نے مسیح کو بنی اسرائیل کے تمام قبائل کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے خواہ بنی اسرائیل مشرق میں ہوں خواہ مغرب میں ہوں اور یہ مسلم ہے کہ حضرت مسیح کے تولد سے پہلے بخت نصر بابلی کے جور و ظلم سے بنی اسرائیل شام سے بھاگ کر ممالک مشرقیہ۔ ایران، افغانستان، ہندوستان، کشمیر میں آکر آباد ہو چکے تھے اس لئے حضرت عیسیٰ بحکم الٰہی بغرض تبلیغ حق ان ممالک میں آئے اور یوحنا کی انجیل باب ۱۰ میں بھی لکھا ہے کہ میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں مجھے ان کا لانا بھی ضرور ہے یعنی ان کے پاس جانا۔ پھر خدا فرماتا ہے و یکلم الناس فی المھد وکھلا یعنی مسیح زمانہ میں بھی لوگوں کو تبلیغ حق کریں گے اور زمانہ کہولت میں بھی۔ یہاں لفظ مھد بمقابلہ کھل کے آیا ہے اور کھل کا زمانہ ۳۱ سال سے شروع ہوتا ہے اس لئے تیس سال سے پہلے زمانہ کو مھد قرار دیا گیا ہے۔ یہاں زمانہ شیر خواری اور ارذل العمر کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور یہاں کلام سے مراد بیان شریعت ہی ہے نہ کہ عام بات چیت جیسے کہ عوام کا خیال ہے قرآن میں یہ کلام یوں نقل کیا گیا ہے انی عبد اللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا الخ (مریم)۔ یوحنا کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے یہود نحن ابناء اللہ و احبائہ کے دعویدار اپنے بمقابل پچاس سالہ کو بھی طفل مکتب ہی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ یوحنا باب ۸ میں لکھا ہے کہ مسیح کے ایک فاضلانہ تقریر کے دوران میں علمائے یہود نے مسیح سے پوچھا کہ تیری عمر تو ابھی پچاس سال کی بھی نہیں ہے پھر تو نے یہ علوم کہاں سے سیکھے۔ مختصراً یعنی پچاس سے کچھ کم ہے ۴۹ نہ سہی ۴۸ سہی اسی وجہ سے یہ مریم صدیقہ کہتے ہیں۔ کیف نکلم من کان فی المھد صبیا۔ کتاب لغات القرآن عبد الحی مرزی میں صبیا کے معنے یوں لکھے ہیں من لم یبلغ الحلم۔ و یستعار للشخص الذی یمیل و یشتاق و یفعل کفعل الصبیان فیقال لہ طعنا صبیا ومنہ قولہ تعالیٰ حکایتا عن الطاعنین بعیسیٰ بن مریم علیہ السلام قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا اور قرآن میں مسیح کا یہ قول موجود ہے انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر۔ اور معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر میں لکھا ہے کہ مسیح کے بنائے ہوئے مٹی کے کھلونے اڑکر اور پھر گر کر مٹی کے مٹی ہو جاتے تھے پس یہود کا مسیح کو ایسے کام کرتے ہوئے دیکھکر صبی کہہ دینا بالکل بجا تھا۔ خواہ مسیح بجائے ۵۰ سالا تو کیا ۶۰ سالہ سال کیوں نہ ہو جاتے پھر مسیح فرماتے ہیں وجعلنی مبارکا این ما کنت یعنی جہاں کہیں بھی میں جاکر رہوں گا میرا وجود دنیا کیلئے بابرکت ہی ہوگا۔ ان الفاظ سے صریحاً پایا جاتا ہے کہ مسیح کا کئی ملکوں میں جانے کا پختہ ارادہ تھا اور یہ بھی یقین کامل تھا کہ ہر ملک میں با اقبال ذی عزت اور وجیہ رعب دار ہوکر رہوں گا۔ پھر فرمایا وجیھا فی الدنیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مسیح کو دنیا میں ذی عزت صاحب وجاہت و اقبال رعب دار بنایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کو سرزمین شام میں یہ وجاہت نصیب نہیں ہوئی بلکہ ممالک مشرقیہ میں ہوئی ہے۔ پھر فرمایا ولم یجعلنی جبارا شقیا اس آیت سے صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح مطابق پیشگوئی یسعیاہ باب ۱۱ اپنے آپ کو امام حکم عدل یعنی حاکم عادل یقین کرچکے تھے ورنہ ایک غریب بیکس کس طرح یہ کہہ سکتا ہے کہ میں کوئی جابر ظالم شقی نہیں ہوں بلکہ حاکم عادل، حق گو، راستباز منجانب اللہ بنی اسرائیل کے لئے رسول ہوں اور یہ یاد رہے کہ جتنے نبی اور رسول خدا کی طرف سے کسی قوم میں آئے ہیں وہ حاکم عادل ہی ہوکر آئے ہیں اور جنہوں نے ان کی اطاعت سے انکار کیا ہے وہ باغی کافر کہلائے ہیں اس لئے مسیح موعود حاکم عادل ہوئے۔ پھر خدا فرماتا ہے ما المسیح ابن مریم الا رسول اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کا لقب اسی وجہ سے ملا ہے کہ آپ نے تبلیغ حق کے لئے مختلف ممالک کی سیر کی ہے اور اسی وجہ سے ان کو امام السائحین لکھا جاتا ہے سراج الملوک صفحہ ۱۳ برحاشیہ مقدمہ ابن خلدون۔ اب ان آیات کی تصدیق کیلئے مندرجہ ذیل حوالہ کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

قسطنطنیہ کے عثمانی دار الآثار میں یمن کے ایک کتبہ کا ٹکڑا ہے جو رحمان اور کرستوس غلبان کے نام پر ختم ہوتا ہے۔ رحمان نصاریٰ عرب میں خدا کا نام تھا۔ کرستوس بعینہ کرائسٹ حضرت مسیح کا یونانی نام ہے۔ غلبان۔ فاتح و غالب حضرت عیسیٰ کی صفت ہے۔ بلفظہٖ دیکھو کتاب ارض القرآن مولفہ علامہ سید سلیمان صاحب ندوی صفحہ ۳۱۳ اور کتاب آسف کے خاتمہ پر لکھا ہے۔ اس کے بعد یوز آسف نے وہاں سے کوچ کیا اور بہت سے شہروں میں گیا اور لوگوں کو ہدایت کی۔ آخر کو شہر کشمیر میں پہنچا۔ وہاں پہنچکر زمین کشمیر کو آباد کیا اور اس ولایت کے سب لوگوں کو ہدایت کی اور وہیں رہا یہاں تک کہ اس کا وقت مرگ آن پہنچا الخ

....

.... بعد آیات مذکورہ بالا کو اور باقی شواہد مندرجہ پر نظر رکھ کر اس بات پر ایمان لاؤ کہ یہ یوز آسف شاہی نبی در حقیقت وہی عیسیٰ موعود بادشاہ ہے۔

اب پادری صاحبان اور ان کے ہم عقیدہ ......
... مسلمان اثبات حیات مسیح کے لئے ....
.... قرآن شریف کی آیات مذکورہ بالا اور کتاب ارض القرآن کا صفحہ ۳۱۳ میں یہ کتبہ پڑھ کر بتا دیں کہ مسیح واقعی صلیب کے وقت آسمان پر گئے یا کہ یمن کے بنی اسرائیل کو تبلیغ حق کرنے آئے اور بادشاہ تسلیم کئے گئے۔ پھر خود ایک عیسائی فاضل سیاح نے کتب خانہ تبت سے ایک انجیل نقل کر کے شائع کی ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ مسیح۔ ایران، افغانستان، سندھ، نیپال، جگن ناتھ، ہمالہ۔ میں مدتوں رہے۔ پھر قصہ یوز آسف اور حکیم بلوہر کے بغور دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستان میں عیسائی مذہب عام طور پر پھیل گیا تھا۔ مگر پھر کچھ مدت بعد ابنیر بادشاہ نے کچھ تو مسیحی لوگوں کو قتل کر دیا اور بقیۃ السیف کو ملک بدر کر دیا۔ دیکھو کتاب یوز آسف صفحہ ۱۴ تا ۲۰ وغیرہ۔

عیسائی مؤرخ تسلیم کرتے ہیں کہ یوز آسف نبی دین مسیحی کا معلم اور مبلغ ہے اور بجائے یوز آسف کے اصل نام جوز آسف بتاتے ہیں۔ دیکھو غیر معمولی پرچہ رسالہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین علیگڈھ جلد ۴ نمبر ۹ و ۱۰ صفحہ ۳۸۲ ستمبر اکتوبر ۱۸۹۶ء

مسیحی مؤرخ بلوہر کا نام بارلام لکھتے ہیں جس کی قبر کوہ لعمان میں ہے اور پاس ہی یوز آسف نبی کی نشستگاہ بھی ہے مسیحی لوگ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت توما حواری کی قبر مدراس میں ہے اس پر اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ حواری حضرت مسیح کے ساتھ ہی شام سے آئے تھے تو کوئی انکار کی گنجائش

نہیں ہے۔ اگر ہم باقی سب شواہد کو نظر انداز کر دیں تو بھی قصہ یوزآسف میں یوزآسف نبی کی تعلیم اور اناجیل کی تعلیم ایک ہی ہے جس سے یہ یقین کامل ہو جاتا ہے کہ (جوزآفٹ نبی) یوز آسف نبی اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔ کتاب یوزآسف نبی صلا۳۱۔ اور مرقس کی انجیل باب ۴ میں جو کسان کی تمثیل درج ہے اس میں الفاظ کا بھی بہت ہی کم فرق ہے اور مفہوماً تو کچھ بھی نہیں ہے۔ (بقیہ دارد)

ہاسن ڈسٹرکٹ مسلم کانفرنس میں خطبہ استقبالیہ

گذشتہ سے پیوستہ

مسلمان اس جہان میں قلیل تعداد میں ہیں۔ مقابل میں جو قومیں ہیں وہ تعداد میں زیادہ ہونے کے سوائے اپنی تعداد کو اور زیادہ کرنے میں کوشاں ہیں۔ وہ یوں کہ جو مسلمان ہیں ان میں ارتداد کا فتنہ پھیلا کر ان کو کم از کم نام کے لئے تو ہندو بنالیں اس کے لئے جگہ جگہ آریہ سماج قائم ہو چکے ہیں۔ اس ملک میسور میں بھی نہایت مقتدر ہستیاں ان سماجوں کی بنا ڈالنے، اور ان کو ہر طرح کی مدد دینے میں کوشاں ہیں کیا مسلمان اس کے تدارک کا کوئی طریقہ سوچ رہے ہیں۔ اگر معلوم ہے تو کیا عمل کر رہے ہیں۔ صرف یہ کہہ لینا کہ مسلمان کبھی مرتد نہیں ہوتا ایک دل خوش کن خیال ہے۔ نعوذ باللہ سینکڑوں ہو گئے اور آئندہ بھی ہوں گے۔ کیا یہ پورے نشان مٹنے تک ہم آنکھیں نہ کھولیں گے ذرا سوچنا چاہیئے کہ دنیا کے تمام مذہبوں میں صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کو دوسروں کی طرف جانے کی خدائے تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ اور دنیا کی تمام قوموں میں صرف مسلمان ہی اس کام کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں کہ دوسروں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلائیں۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بنی اسرائیل کو دوسروں کی طرف تبلیغ کرنے کی تلقین کی ہو۔ اور نہ ہند کے کسی رشی۔ منی یا اوتار نے کبھی یہ کہا ہے کہ دوسروں کو اپنے دین کی طرف بلاؤ پھر وہ اپنی تبلیغ میں مشغول اور مسلمان جن کو خدائے خاص اس کام کے لئے انتخاب کیا تھا اس سے فراموش۔ پھر بتایئے کہ اگر خدا تعالیٰ نے سزا کے طور پر مسلمانوں کو دوسری قوموں کے روبرو ذلیل و رسوا نہ کرے تو پھر کیا کرے۔ تاریخ کا ایک کھلا سبق آپ کے روبرو ہے۔ مسلمان جب تک اشاعت اسلام کے لئے دوسرے ملکوں کو جاتے رہے تو خلافت ارضی ان کے حصہ میں آئی تھی۔ اور جب سے انہوں نے اس اہم فرض سے غفلت کی تو وہیں سے ان کا انحطاط شروع ہوا۔ اس کا ثبوت دہلی و بیجا پور کے ان ویران شاہی مقبروں سے پوچھو جن میں مکڑیاں جالا تن رہی ہیں۔ اور اگر اسلام کی زندگی دیکھنا چاہتے ہوں تو ان فقیروں کی چھوٹی چھوٹی ڈھیریوں کو دیکھو جہاں عرس منائے جاتے ہیں نوبت بجتی ہے اور آج بھی اس گئے گذرے زمانے میں اپنے و بیگانہ وہاں سر تسلیم خم کرتے نظر آتے ہیں۔ کیا ان باتوں سے ہمیں کوئی سبق حاصل ہو سکتا ہے اور ہم میں کم از کم اسلام کے متعلق اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں کم از کم ان کے انسداد کے متعلق ایک محکمہ قائم کریں گے کہ نا فہمی کی وجہ سے یا غلط فہمی کی وجہ سے جو نفرت ہمسایہ قوموں میں مسلمانوں سے ہے وہ دور ہو جائے قوموں کی زندگی کی یہی ایک دلیل ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے ہم خیال بنالینے میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ خواہ اس کو آپ صحیح طریق پر تبلیغ کہیں، یا جہاں اس کا غلط استعمال ہے وہاں پر وپگنڈا کہیں

مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری تقریر آپ کی خاطر پر بار نہ ہو اور آپ کے پیمانۂ صبر کو ٹھیس لگ جائے۔ مکرر عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ ہمیں سب سے اول اتحاد قومی، تعلیم قومی، ارتقائے قومی کی طرف توجہ کرنا بہت ہی ضروری ہے۔

اس لئے میں آپکے اخلاق حسنہ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہوا اتمام کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپنے ہماری دعوت قبول کی اور یہاں تک تشریف لانے کی تکلیف گوارا کی علی الخصوص میں عالی جناب مولوی مودی **محمد عبدالغفور صاحب** رئیس اعظم بنگلور کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اس کانفرنس کی صدارت کو قبول فرمایا۔ آپ کی ذات ستودہ صفات سے ملک میسور کا ہر ایک مسلمان واقف ہونے کے سوائے آپ کی قومی و دینی خدمات کی وجہ سے نہایت درجہ کی محبت رکھتا ہے۔ اس صورت میں ہمیں جو آپ کی صدارت نصیب ہوئی ہے تو ہمیں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہونا چاہیئے۔ اب میں آپسے التماس کرتا ہوں کہ کرسی صدارت کو زینت بخشیں۔

خدائے پاک سے دعا ہے کہ وہ آپ سب کو جزائے خیر دے آمین۔ الحمد للہ رب العلمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا وشفیعنا محمد وعلیٰ سیدنا محمد وبارک وسلم

بیگناہ قتل

(از قلم حاجی کرم الٰہی راجپوت عرضی نویس گوجرانوالہ)

لاہور چھاؤنی میں جس ظالم بزدل مرد نے ملک یورپین کمزور عورت کو ناحق قتل کر دیا ہے اور اس کے پیارے بچوں کو زخمی کر دیا ہے اس نے بے حد ظلم کیا ہے یہ کونسی مردانہ وار بہادری ہے۔ کہ چپکے سے نہتی عاجز عورت کو نہایت بے رحمی کے ساتھ تلوار سے اچانک قتل کر دیا جائے اور اس کے بعد یتیم بچوں پر بھی رحم نہ کیا جائے گو مرحومہ نے بہادرانہ طور پر مقابلہ کرتے ہوئے پہلے اپنے بازو کٹائے اور پھر بچوں کی حفاظت کرتے ہوئے جان دی تاہم اگر اس وقت خدا بچوں کو نہ بچاتا تو یک لخت تین قتل ہوتے۔ اسلام میں خصوصاً جنگوں کے وقت بھی عورتوں اور بچوں پر حملے نہیں ہوا کرتے تھے۔ اور ان کی حفاظت اور پرورش لازمی ہوا کرتی تھی بحکم خدا قاتل اگر مسلمان بھی ہوتا تو وہ قابل لعنت تھا۔ وہ لازماً اب پھانسی کے بعد ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائیگا۔ اور بے گناہ مقتولہ بہشت میں آرام کرے گی اس گہرے دردناک قتل اور معصوم زخمیوں کا جہاں تک ماتم کیا جائے کم ہے کیونکہ ہندوستان میں جس قدر ایسے صدمات گذرے ہیں یہ ان سب میں لاثانی ہے۔ اور اس صدمہ سے ضرور ان مائی عورتوں کے دل زخمی ہوئے ہوں گے جو مشریف صاحب اولاد ہیں۔ یوں تو یونیورسٹی میں گورنر پر حملہ سب سے بڑھ کر گنا جاتا ہے مگر وہ مجھے یقیناً کم درجے کا نظر آتا ہے کیونکہ اس میں معصوم بچے زخمی نہیں ہوئے تھے۔ خدا کرے وہ نازک بچے جلد صحتیاب ہوں۔ ان کے لواحقین کے دل کو چین ہو۔ اور اسلام میں مثل مرحومہ بہادر عورتیں پیدا ہوں۔ اس قسم کے ظالمانہ بزدلانہ حملے خدا ہم کو آئندہ نہ دکھلائے۔ آمین۔

زمین بے گناہ تو بھی ظالم کسی کا خانہ خراب کرکے

ہم اشاعت اسلام میں کسطرح حصہ لے سکتے ہیں

(از قلم محترمہ بیگم صاحبہ حضرت مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور)

آغاز اسلام سے لیکر آج تک صنف نازک کو مذہب سے بہت لگاؤ رہا ہے اگرچہ بعض وقت لاعلمی کی وجہ سے وہ اس کے مناسب اظہار سے قاصر رہی ہوں موجودہ زمانے میں اسلام پر ویسا ہی شدائد کا زمانہ گذر رہا ہے جیسا کہ ابتدا میں تھا۔ عیسائیت تو عرصے سے فرزندان توحید کو تثلیث کے جال میں پھنسانے کی کوشش میں سرگرم ہے مگر اب اہل ہنود بھی شدھی کا ہتھیار لیکر میدان تبلیغ میں آن کودے ہیں "رنگیلا رسول" اور "ورتمان" جیسے ناپاک رسائل لکھ کر مسلمانوں کے دل و جگر پر نمک پاشی کر رہے ہیں۔ یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں۔ خدا را اس حقیقت کو بے نقاب نہ کریئے۔ شبلی مرحوم کا یہ شعر ہی کافی ہے

دن رات کیا کرتے ہیں تکفیر مسلمان
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

علمائے دین جن کا کام اعلائے کلمۃ اللہ تھا وہ تو باہم لڑنے لڑانے میں مشغول ہیں اور مذہب کو تنگ نظری اور فرسودہ خیالی کا ایک مجموعہ بنا رکھا ہے کہ تعلیم یافتہ و روشن خیال طبقہ ان حرکات سے بیزار ہو کر مذہب ہی کو خیرباد کہنے کو تیار ہے۔ مگر ان مصائب کے بادلوں کی تاریکی میں کہیں کہیں روشنی کی چمک بھی نظر آ رہی ہے یہ بعض دردمندان اسلام کی وہ کوششیں ہیں جو وہ حفاظت اسلام کے لئے کر رہے ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام بھی تبلیغ دین کا ایک درخشندہ ستارا ہے جس کی روشنی ہندوستان کے علاوہ مغربی ممالک کو بھی اسلام کے نور سے منور کر رہی ہے جس کے اردو و انگریزی ترجمۃ القرآن و تفسیر سے ہزارہا بندگان خدا نے فیض پایا ہے جس کے بے نظیر اور زمانہ حاضرہ کے موزون حال لٹریچر نے اسلام کا اصلی و روشن چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور جو ہندوستان میں ہزارہا اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام کرکے مسلمانوں کی تقویت کا موجب ہو رہی ہے۔

چونکہ ہندوستان کے تعلیمیافتہ طبقے سے اس انجمن کی خدمات مخفی نہیں ہیں۔ اس لئے میں اس وقت اس تفصیل میں نہیں پڑتی۔ البتہ اپنی مسلمان بہنوں سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اپنی روائتی شان کو برقرار رکھنے کے لئے تبلیغ و خدمت دین میں اس سرگرمی سے حصہ لیں جیسا کہ ان کی بزرگ ماؤں نے قرون اولیٰ میں نمونہ دکھایا تھا۔ آپ یہ پوچھ سکتی ہیں کہ ہم چار دیواری میں رہنے والیاں کس طرح اشاعت اسلام میں حصہ لے سکتی ہیں۔ اس کے کئی طریق ہیں۔

اوّل - ہر بہن کے پاس کچھ نہ کچھ زیور ہے وہ اپنی زکوٰۃ کا ایک ایک حصہ اشاعت اسلام میں دے سکتی ہیں۔

دوم - جن بہنوں کا روپیہ بنکوں میں جمع ہے وہ اس کا سود تبلیغ دین کے لئے دیدیں۔

سوم - جب خدانخواستہ کوئی موت ہو جائے تو بجائے دیگیں پکا کر برادری کو کھلانے کے وہی روپیہ مرحوم کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے ترقی اسلام پر صرف کریں۔

چہارم - شادی بیاہ اور خوشی کے موقعوں پر انعامات تقسیم کرتے وقت بھی اپنے پیارے مذہب کو نہ بھولئے۔

پنجم - وصیت کرتے ہوئے اپنی جائداد کا ایک حصہ اشاعت

اسلام کے لئے وقف کر کے صدقہ جاریہ کو قائم کریں۔ آپ کے مرنے کے بعد بھی آپ کو ثواب پہنچتا رہے گا۔

ششم۔ صدقے و خیرات میں سے کچھ رقم انجمن اشاعت اسلام میں بھیجیں جو غریب نومسلموں پر خرچ کی جائے گی۔

ہفتم۔ اپنے ماہوار خرچ میں سے کچھ پس انداز کر کے خدا کی راہ میں دیجئے اور عقبیٰ میں وصول کر لیجئے۔

ایسے ہی اور بھی کئی ایک طریقے ہیں جن کے ذریعہ ہم مستورات نہایت آسانی سے خدمت دین کر کے خدا اور رسول کے سامنے سرخرو ہو سکتے ہیں مگر یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب ہمارے دلوں میں مذہبی اہمیت کا احساس ہو۔ افسوس کہ ہم مذہب کی حالت اور اس کی ضرورت کی طرف سے غافل ہیں۔

اسی لئے لاہور میں ایک انجمن خواتین قائم کی گئی ہے۔ جس کا مقصد طبقہ نسواں میں مذہبی بیداری و اتحاد پیدا کرنا ہے۔ انجمن پانچ سال سے قائم ہے اور ہر فرقے اور ہر طبقے کی خواتین اس کی معاون ہیں۔ اس کا سالانہ جلسہ ماہ دسمبر میں ہوتا ہے اور اسی موقعہ پر دستکاری کی نمائش بھی کی جاتی ہے۔ "دستکاری" ایک خصوصی تحریک ہے جو احمدیہ انجمن خواتین اسلام نے اشاعت دین میں مدد دینے کے لئے شروع کی ہے۔ یعنی ہر بہن جو اشاعت اسلام میں مدد دینا چاہیں۔ سال بھر ہفتے میں ایک گھنٹہ کچھ دستکاری جو وہ جانتی ہوں بنائیں اور شروع دسمبر میں خاکسار کے پاس بھیج دیں۔ سالانہ جلسے پر یہ دستکاری فروخت کر کے روپیہ اشاعت اسلام میں دیدیا جاتا ہے۔ ہر دختر اسلام کا فرض ہے کہ وہ اس مبارک تحریک میں حصہ لے اور اپنی دیگر بہنوں کو بھی ترغیب دے تاکہ مستورات کی طرف سے ان کے عزیز مذہب کے لئے ایک معقول رقم پیش کی جا سکے۔ اپنی چھوٹی چھوٹی بچیوں کو بھی شامل کریں۔ کہ بچپن سے ان کے دلوں میں مذہب کی محبت اور خدمت کا شوق پیدا ہو۔ غریب سے غریب بہن کو بھی اس سے محروم نہ رہنا چاہیے کہ اس وقت اسلام کے لئے ایک پیسہ بھی اشرفی کی قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اور ہماری متمول بہنوں کو بھی حسب حیثیت اس میں حصہ ڈالنا چاہیے کہ دولت خدا کا عطیہ ہے اور اس عطیہ میں قوم کا بھی کچھ حق ہے۔ اگر آپ "دستکاری" میں شامل نہیں ہیں تو آج ہی ایک کارڈ لکھ کر خاکسار کو اپنا نام درج رجسٹر کرنے کی اطلاع دیجئے۔ نیکی کی تحریک جلد زائل ہو جاتی ہے۔ اس لئے وقت کو غنیمت سمجھ کر اسی وقت خدمت اسلام میں عملی حصہ لینے کا عہد کر لیجئے۔ یہ دنیا کے دھندے اور خانہ داری کی مصروفیتیں تو تمام عمر یونہی رہیں گی۔ اور خواہ کتنی لمبی عمر ملے آخر خدا کے حضور حاضر ہونا ہے تو وہاں کیا جواب دیں گی کہ ساری عمر اپنے نفس کی آسائش میں گذاری اور خدا کے کام کے لئے کوئی وقت نہ نکالا جو آج کام آتا۔

مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

پیاری بہنوں عقبےٰ کی شرمساری سے بچنے کے لئے یہی موقعہ ہے کہ اپنی مصروفیتوں میں سے کچھ نہ کچھ وقت بچا کر اور دستکاری کر کے مجاہدات اسلام میں شامل ہوں۔

کئی بہنیں اس سوچ میں ہوں گی کہ وہ کیا چیز بنائیں۔ اندازے کے لئے ہیں چند اشیاء کے نام لکھتی ہوں۔ململ کے کڑھے ہوئے دوپٹے اوڑھنیاں، ریشمی ازار بند، کامدانی کے دوپٹے، بچوں کے فراک، گرم سویٹر، موزے، میزپوش، لیڈیز رومال، بچوں کی ٹوپیاں، دیواروں پر آویزاں کرنے کے قطعے، بچوں کے کھلونے، گدیاں، کاتا ہوا سوت، مقصد پر ریشم کے کام کے پروے، مخملی فیتے۔ ٹی کوزی، پلنگ کی چادر، کاغذ اور موتیوں سے پھول گلدستے، مصنوعی پھل وغیرہ وغیرہ۔

نقد و نظر

انجمن خدام الدین لاہور واقع دروازہ شیرانوالہ نے ایک سالہ **فلسفۂ روزہ** شائع کیا ہے۔ رسالہ نہایت مختصر اور مفید معلومات سے پُر ہے مولانا احمد علی صاحب ناظم انجمن اس کے لئے شکریہ کے مستحق ہیں۔ رسالہ ایک آنہ کا ٹکٹ برائے محصول ڈاک بھیجنے پر دفتر انجمن خدام الدین سے مفت مل سکتا ہے۔

رسالہ دستکاری ڈاکٹر شفیع احمد صاحب (مولانا ابوالبرکات) دہلی سے شائع کرتے ہیں جس میں مختلف قسم کی دستکاریوں اور صنعت و حرفت کے مفید مضامین شائع ہوتے ہیں رسالہ ماہوار ہے قیمت تین روپیہ سالانہ، منیجر رسالہ دستکاری بلیماران دہلی سے مل سکتا ہے۔

تعلیمات مرزا تمسخر، ضلالت، کذب، بطالت ان چار اجزا کا معجون مرکب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے شائع کیا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص لم یکذب ابراھیم الا ثلاث کا قائل ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام پر دھوکا دہی کا بہتان باندھتا ہے۔ جھوٹ بول کر متقی بنے رہنے پر ایمان رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مباحثہ جبل پور میں مرتکب ہوتا ہے۔ خود منافقانہ تفسیر کرنے کا حرم پاک میں اقرار کرتا ہے وہ اگر اپنی دوکان چلانے کے لئے مسیح موعود پر اعتراض نہیں کرتا تو اس کی اور غرض کیا ہو سکتی ہے؟ مولوی **دوست محمد** صاحب مہربانی کر کے وہ کتاب جو ثناء اللہ کے کردار پر ۵۰۰ صفحہ کی لکھی گئی ہے شائع کرنے کا انتظام کریں تاکہ دنیا میں مسیح موعود کے اشد ترین دشمن کا گندہ کیرکٹر بھی آئندہ نسلوں کے حق و باطل میں فیصلہ کرنے کیلئے باقی رہے۔

ایک دیو سماجی (دہریہ) کا خراج تحسین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق

بابو ہیرانند صاحب دیو سماجی اپنی بے تعصبی کا ذکر کرنے کے بعد حضرت امیرؓ کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ:۔

دلی عزت کے مستحق جناب مولوی صاحب جی

میں نے کچھ سال ہوئے دیو سماج کی اخبار آتمک اتہن اور جیون میں خلیفہ ابو بکر صاحب کی زندگی کے مختصر حالات پڑھے ان کی کمال درجہ کی قربانی اور دیانت داری اور سادہ زندگی اور اپنے دین یا ہادی کے لئے مر مٹنے کا ارادہ وغیرہ خوبیوں نے میرے دل کے اندر گھر کر لیا ہے یعنی سینکڑوں شخصوں کے روبرو ان کی اتنی قربانیوں کا دلی جوش سے ذکر خیر کیا ہے اور ایسی تمام اعلیٰ خوبیوں کو اپنی زندگی میں پہلے کے مقابل بڑھایا ہے اور سچ مچ سبق حاصل کیا ہے کچھ دن ہوئے میرے ایک لڑکے کے جو مشن سکول میں نویں جماعت میں تعلیم پاتا ہے اپنے کسی مسلمان دوست نے آپ کی تصنیف کردہ چھوٹی سی کتاب سوانح عمری حضرت محمد صاحب دی۔ جس کو میں نے اپنے گھر میں دیکھ کر چند دنوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھا۔ یوں میرا پہلے سے خیال تھا کہ میں باقی کے خلیفہ صاحبان کی زندگی کو مطالعہ کر کے ان سے بھی لطف اٹھاؤں مگر مجھے کوئی ایسا موقعہ نہیں ملا۔ میرا یہ یقین ضرور تھا کہ جس ہادی نے اپنے اثروں سے خلیفہ اول کو اس قدر اعلیٰ خوبیوں کا وارث بنا دیا ہے وہ خود ان سے بدرجہا زیادہ خوبیوں کے صاحب ہوں گے اس لئے میں نے اس کتاب کو دل کی لگن کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ گو بعض باتوں کے لحاظ سے میرا آپ سے اتفاق نہیں مگر تاہم اس کتاب کے مطالعہ سے جو مجھے اچھے اثر ملے ہیں میں ان کی داد دیتا ہوں آپ نے اس کتاب کی تصنیف میں ہماری بہت بڑی تعظیم کے مستحق جناب حضرت محمد صاحب کی زندگی کے روشن پہلوؤں کو جس سنجیدگی کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اس سے آپکے اچھے دل کا زندہ ثبوت ہے کہ آپ نے اپنے ہادی کی شان کو بڑھانے اور ان کے متعلق غلط فہمیوں کو دفع کرنے کا جو سوہانا کام کیا ہے وہ ہر طرح سے بجا ہے ہر کسی نیکدل اور شریف انسان کا فرض ہے کہ جس ہادی سے ان کو کوئی فیض ملا ہو اس کی وہ داد دیوے۔ سو آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ جس کے لئے میں آپ کو آفرین کہتا ہوں۔

یعنی حضرت صاحب کی مختلف زندگی کے خوبصورت پہلوؤں کو آپ کی لکھی ہوئی کتاب سے دیدار کیا ہے۔ جس سے میرے دل کے اندر ان کی عزت بڑھی ہے۔ خاص کر حضرت محمد صاحب کے حسب ذیل روشن پہلو قابل ذکر ہیں:۔ سادہ اور صاف جسمانی زندگی، جفاکشی، فاقہ کشی، بردباری، استقلال، امانت داری، منصف مزاجی، مہمان نوازی، دولت دنیا سے بے پرواہی، یتیم اور قابل مدد انسانوں کی مدد، اپنے رشتہ داروں کی ناواجب محبت سے اوپر رہنا، کسی چھوٹے درجہ کے کام کو کر دینے میں کوئی جھجک یا تکلیف محسوس نہ کرنا۔ حد درجہ کی شرمیلی زندگی ایسی ہی چوٹی کی خوبیوں کی بدولت مسلمانوں نے دنیا میں اقبال حاصل کیا ہے۔ میں یہ بھی سچی شہادت دینے کو مجبور ہوں کہ ایسے ہی اپنے ہادی کے اثروں سے کتنے ہی اچھے دل والے مسلمان ہیں جو مذہبی اختلاف رکھ کر بھی میرے ساتھ بہت نیک سلوک کرتے رہے ہیں یا اب بھی کرتے ہیں۔ خصوصاً بابو محبوب عالم صاحب مرحوم سابق تحصیلدار راولپنڈی جو مجھے ہمیشہ یاد آتے ہیں اور تادم زندگی یاد رہیں گے میں یہ بھی شہادت دینے سے نہیں رک سکتا کہ عیسائی مذہب کے مقابل میں آپ کا درجہ دوسرا ہے۔ وہ لوگ زیادہ بردبار ہیں آپ لوگوں سے کمتر تھا اور سب سے گھٹیا درجہ کے ہندو اور ان میں سے بھی دیانندی جو دل جن میں مذہبی بردباری جنتا ہے یہی وجہ ہے کہ بردباری کی سپرٹ کے باعث ہندوؤں کے مقابل میں سب قومیں افضل اور صاحب اقبال ہیں۔

صدق دل سے

(ہیرانند دیو سماجی کمیشن ایجنٹ چائنا بازار راولپنڈی)

ہر احمدی یاد رکھے کہ احمدیت دور حاضرہ کی نافع الناس تحریک ہے اگر آپ نوع انسانی کی بہتری اور خیرخواہی کیلئے کوشاں ہیں تو آپ یقیناً احمدی ہیں۔

ڈاکٹر محمد دین صاحب کی تقریر جلسہ سالانہ

اس دنیا میں موجودہ زمانے کہ آدم علیہ السلام سے لیکر پے در پے نبیوں کا ظہور اپنے اپنے وقت پر ہوتا رہا مگر وہ رسول اپنے علاقہ میں تبلیغ کرتے رہے۔ حتےٰ کہ ان کی تعداد اس کثرت سے ہوئی واللہ اعلم ایک لاکھ چوبیس ہزار بتلائی جاتی ہے۔ آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ محمد رسول اللہ جو تمام روے زمین کے نبی اور سلطان الانبیا مانے گئے ہیں انکے بعد قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں تمام کتابیں الہامی اور شریعت اور نبوتیں ان کا جامع نبی رسول کریمؐ اور جامع کتاب قرآن کریم اور جامع شریعت اب قیامت تک یہی کافی ہے۔ نہ کسی نبی اور نہ کسی الہامی کتاب اور نہ ہی نئی شریعت کی ضرورت باقی ہے ہاں قیامت تک اولیا اللہ یعنی وحی ولایت کا جاری رہنا کتب صحیحہ سے ثابت ہے۔ انبیا سابقہ اور محمد صلعم کی وحی نبوت میں اور متابع ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں بلحاظ کام اور کثرت وحی نبوت محمد صلعم سب سے زیادہ فوقیت اور فضیلت رکھتے تھے کیونکہ آپ انبیا میں سلطان الانبیا ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ خاتم النبین ہیں۔ حدیث ؐ میں اسی لئے لکھا گیا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا مگر لا نبی بعدی کا جملہ صاف ظاہر کرتا ہے۔ کہ نبوت کا دروازہ قیامت تک بند ہوگیا اب وحی نبوت محمد صلعم کے بعد اس قدر عرصہ گذر چکا ہے کسی کا دعوے نہیں ہاں وحی ولایت امت محمدیہ میں اب تک جاری ہے۔ اور یہی ہم کو کتب صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے جس طرح آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر نبیوں کا سلسلہ محمد صلعم پر ختم ہوا ہے اسی طرح اولیا اللہ کا سلسلہ بھی چلا جاویگا۔ اس ادم سے لے کر دنیا کا دور ہزار ہا سال کا کتب الہامی سے ثابت ہوتا ہے جس میں چھ دور ختم ہوکر ساتواں دور شروع ہوگیا ہے معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کس وقت اس دور کو ختم کرنیوالا ہے۔ یہ دن بہت خطرناک ہیں جہاں تک ہوسکے بڑی احتیاط کرنی چاہیے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے اس صدی کا مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا اور ساتھ اس کے مسیح موعود کا دعوےٰ بھی تھا۔ اکثر علماے کرام قرآن اور حدیث کو مدنظر رکھ کر اور زمانہ پہچان کر اس شخص کے پیرو ہو گئے۔ اور اس قدر کتابیں اسلام کی تائید اور اپنے دعاوی کے ثبوت اور غیر مذاہب کے جواب میں تصنیف کیں کہ دنیا میں مشرق سے لیکر مغرب تک اور شمال سے جنوب تک شور پڑگیا۔ کوئی مخالف مرزا صاحب مسیح موعود کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوسکا۔ حالانکہ سب مذاہب کو مقابلہ اسلام کا چیلنج دیا گیا کہ اسلام زندہ مذہب ہے۔ وہ شخص اپنا کام کرکے اور دنیا سے جس ڈیوٹی پر لگایا گیا تھا کامیاب ہوکر رخصت ہوگیا۔ اور اس کے بعد ایک جماعت قادیانی جنکا خلیفۃ المسیح میاں محمود احمد جانشین خلافت مرزا صاحب مرحوم ہونے کا دعوے کرتا ہے سخت اوھم مچا دیا ہے کہ مرزا صاحب نبی تھے نفس نبوت مرزا صاحب اور سابقہ انبیا میں کوئی فرق نہیں جسطرح سابقہ انبیا کا منکر کافر تھا اسیطرح مرزا صاحب کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کی وحی اور سابقہ انبیا کی وحی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کسی نے یہ عقیدہ موجودہ قادیانی جماعت اور موجودہ خلیفہ کا دیکھنا ہے تو جو کتابیں موجودہ خلیفہ صاحب نے تصنیف کی ہیں مثلاً حقیقت النبوۃ اور قول الفصل اور خلیفہ صاحب کے چھوٹے بھائی صاحب میاں بشیر احمد صاحب کی تصنیف اور اخبار الفضل جو قادیان سے جاری ہے۔ اس کے فائل دیکھئے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے متعلق اس کثرت سے مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں جسکی تعداد قریباً ۸۶ تک ہے اور اس کثرت سے اشتہارات رسائل دنیا میں شایع کئے کہ محمد صلعم کے بعد نبوت کا دعویدار لعنتی اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اس قدر لیکچر اور خاصکر دہلی جامع مسجد میں عام مسلمانوں کے روبرو اور جب تک زندہ رہے اخبارات میں اپنا مذہب شایع کرتے رہے کہ میں محمد صلعم کا خادم غلام اُمتی ہوں۔ بھلا پھر کس کا کیا حق ہے۔ کہ مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہوکر اور ایک نیا عقیدہ تراش کرے وجہ حضرت مرزا صاحب پر الزام لگا دے۔ یہ سخت غلطی ہوگی۔ کہ اگر قرآن شریف اور حدیث شریف اور حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات کو نظر انداز کرکے اور لوگوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالکر ایک عقیدہ منوایا جاوے۔ کون عقلمند انسان ہوگا جو یہ تسلیم کرے کہ تمام دنیا کے چالیس کروڑ سے زیادہ مسلمان کافر ہیں اور یہ تھوڑی سی جماعت قادیانی مسلمان ہیں حالانکہ غیر مامور کی کوئی دلیل یا اس کا عقیدہ یا تحریر مسلمانوں کیلئے قابل سند تسلیم کرنا سخت جہالت ہے۔ بلکہ اسلامی عقیدہ میں سوائے نبیوں کی الہامی کتب کسی بشر کو یقیناً نہیں دیا گیا کہ دنیا میں کوئی نئی شریعت یا نئی کتب یا نیا عقیدہ پیش کرکے مخلوق خدا کو گمراہ کرے یہ سابقہ نبوتوں اور اولیا اللہ کی سخت بے حرمتی۔

باقی دارد

شہر لاہور کیلئے نقشہ افطار و سحری

(منقول از اخبار وطن)

ایام	تواریخ قمری (رمضان ۱۳۴۹ھ)	تواریخ شمسی (۱۹۳۱ء)	انتہائے سحری گھنٹہ	انتہائے سحری منٹ	وقت افطار گھنٹہ	وقت افطار منٹ
چہارشنبہ	۱ رمضان	۲۱ جنوری	۶	۰	۶	۱
پنجشنبہ	۲	۲۲	۶	۰	۶	۲
جمعہ	۳	۲۳	۶	-	۶	۴
شنبہ	۴	۲۴	۵	۵۹	۶	۵
یکشنبہ	۵	۲۵	۵	۵۹	۶	۶
دوشنبہ	۶	۲۶	۵	۵۸	۶	۷
سہ شنبہ	۷	۲۷	۵	۵۸	۶	۸
چہارشنبہ	۸	۲۸	۵	۵۷	۶	۹
پنجشنبہ	۹	۲۹	۵	۵۷	۶	۱۰
جمعہ	۱۰	۳۰	۵	۵۶	۶	۱۲

ہدایات (۱) یہ نقشہ لاہور کے ۱۴-۱۵ میل گرد و نواح میں کام آسکتا ہے (۲) سحری کے وقت میں احتیاطاً پانچ منٹ کم درج کئے گئے ہیں اور افطار میں پانچ منٹ زاید۔ افطار میں اس سے زیادہ تاخیر کرنے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے (۳) اس نقشہ کے اوقات تارگھر کے وقت کیمطابق ہیں شام کے ٹھیک چار بجے تارگھر سے روزانہ گھڑی ملا لینی چاہیے (۴) اس نقشہ کا دار و مدار حساب اور گھڑی پر ہے بعض اوقات ان دونوں میں سہو اور غلطی ہو سکتی ہے۔ اس لیے وقت پہچاننے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔

تفاوت سحری و افطار دیگر اضلاع پنجاب

اضلاع	سحری	افطار	اضلاع	سحری	افطار
سیالکوٹ	-۳	+۱	شملہ	-۱۰	-۱۹
فیروزپور	×	-۳	دہلی	-۱۳	-۹
گوجرانوالہ	-۱	۱×	کرنال	-۰۶	-۱۲
گجرات	۱	+۳	انبالہ	-۷	-۱۰
راولپنڈی	+۱	+۹	گوڑگانواں	-۴	-۱۶
لائل پور	+۵	+۴	رہتک	-۳	-۱۴
منٹگمری	+۶	+۲	ہوشیارپور	-۷	-۷
اٹک	+۳	+۲	لدھیانہ	-۴	-۸
شاہپور	+۵	+۹	جالندھر	-۴	-۶
جھنگ	+۱۰	+۵	گورداسپور	-۶	-۴
پشاور	+۶	+۱۶	سری نگر	-۷	-۲
میانوالی	+۱۰	+۱۲	حصار	-۱	-۱۰
ملتان	+۱۵	+۸	جموں	-۴	-۰
مظفرگڑھ	+۱۶	+۹	امرتسر	-۲	-۲
ڈیرہ غازیخان	+۱۷	+۱۰	جہلم	-۱۲	-۲۰

خبریں

— نئی دہلی ۱۲ جنوری معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے سیاسی قیدیوں کو عام معافی دینے کے معاملے پر غور فرما رہے ہیں۔ وائسرائے کو خود تاج برطانیہ کیطرف سے رحم اور نرمی سے کام لینے کا اختیار حاصل ہے۔

— نواب رام پور مرحوم کی میت دفن کرنے کیلئے کربلا معلیٰ جا رہی ہے۔

— ۔۔اردو روزناموں کی تقلید میں اخبار مسلم آؤٹ لک نے بھی سنڈے ایڈیشن شایع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

— آل ایشیا کانفرنس میں جاوا کی دو مسلم مندوبات بھی آئی تھیں لیکن وہ اس بات پر ناراض ہوکر چلی گئیں کہ اس کانفرنس میں یورپین خواتین کو کیوں شریک کیا گیا۔ انہوں نے کانفرنس میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ صرف ایک بار عام تماشائی کی حیثیت سے شریک ہوئیں۔

— لاہور ۲۱ جنوری۔ آج مسٹر اینڈرسن سشن جج کی عدالت میں مسٹر ہری کرشن کے خلاف یونیورسٹی کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر گورنر پر قاتلانہ حملے اور چنن سنگھ سب انسپکٹر کے قتل کے سلسلے میں زیر دفعہ $\frac{302}{307}$ تعزیرات ہند مقدمہ پیش ہوا سماعت جیوری کے ذریعہ ہوگی۔

— لندن ۲۰ جنوری معلوم ہوا ہے کہ وزیر اعظم کی خدمت میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ برطانوی مندوبین کی ایک کمیٹی حتی الامکان بہت جلد ہندوستان جائے اور ریاستوں کے ساتھ گفت و شنید کرے نیز والیان ریاست کے عہد ناموں کا مطالعہ کرکے ایسی سہولتیں بہم پہنچائے کہ وہ فیڈرل میں شامل ہونے کیلئے تیار ہو جائیں۔

— بنارس ۲۲ جنوری۔ کل صبح پنڈت مالویہ کانگریس کی مجلس عاملہ کے جلسے میں شریک ہونے کے لیے الہ آباد روانہ ہو جاویں گے جو وزیر اعظم کے بیان پر غور و خوض کرنے کیلئے طلب کیا گیا ہے۔

— پشاور ۲۱ جنوری۔ سول کا نامہ نگار خصوصی کی اطلاع ہے کہ افغان باغیوں کا آخری سرغنہ احمد شاہ اندادی جس نے امان اللہ خان کی دست برداری کے بعد اضلاع کُہر اور غزنی کے درمیان لوٹ مار مچا رکھی تھی حال میں اپنے علاقہ میں افغانی لشکر کے ہاتھوں گرفتار کیا گیا اسے کابل لایا گیا جہاں اس کے مقدمہ کی سماعت ہونے کے بعد توپ سے اڑا دیا گیا بعض باغیوں کو معافی دیدی گئی ہے۔

— لندن ۲۲ جنوری۔ گول میز کانفرنس کے مسلم مندوبین نے ایک قرارداد کے ذریعہ سر آغا خان کی گران بہا خدمات کا اعتراف کیا جو انہوں نے گول میز کانفرنس کے دوران میں اس ملک کے مفاد کیلئے انجام دیں نیز انکے اعزازی سیکرٹری کا بھی شکریہ ادا کیا گیا۔

—— نئی دہلی ۹ اجنوری حکومت کی طرف سے اسمبلی میں جو پریس بل پیش ہونے والا تھا وہ ملتوی کر دیا گیا لیکن حکومت نے اس مسودہ پر حسبِ منشا مزید کارروائی کرنے کیلئے اپنا حق محفوظ رکھا۔

—— نیویارک ۸ اجنوری۔ امریکہ کے ضلع گوٹلا پودا میں زلزلے سے گرجے کا ایک مینار گر پڑا جس سے ۱۷ آدمی ہلاک ہو گئے۔

—— لندن ۸ اجنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی قوم اور دوسری اقلیتوں کے حقوق و مفاد کے تحفظ سے متعلق ہنگامہ خیز رویہ سے جو صورت حال پیدا کر دی تھی اب اطمینان بخش طریق پر اس کا تصفیہ ہو گیا اور اس قرار داد میں جو اب کانفرنس کے کھلے اجلاس میں اس مسلہ کے متعلق پیش ہے تفصیلات درج کیجائینگی۔

—— وزیر اعظم نے ۹ اجنوری کو اپنا اعلان کر دیا لیکن اس میں خلاف توقع درجہ نوآبادیات اور سیاسی قیدیوں کی رہائیوں کا کوئی ذکر نہ تھا۔ اقلیتوں کو یقین دلایا کہ ان کے حقوق کے تحفظ کا خیال رکھا جائیگا۔

—— لاہور میں ایرانڈیا مسلم کانفرنس کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

—— ریلوے نے ویک اینڈ واپسی ٹکٹ واپس کر دیے ہیں ان کے دوبارہ اجرا کی کوشش ہو رہی ہے بعض مقامات پر جلسے بھی ہوئے ہیں

—— نئی دہلی ۹ اجنوری۔ گزٹ کی ایک غیر معمولی اشاعت میں اعلان کیا گیا ہے کہ نیو دہلی کی افتتاحی رسوم ۹ رفروری کو شروع ہونگی اس سلسلہ میں وائسرائے ۱۳ رفروری کو دربار منعقد کریں گے۔

—— مسٹر پٹیل سابق صدر اسمبلی عنقریب یورپ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

—— مدراس میں غیر ملکی کپڑے پر پھر پکٹنگ شروع ہو گیا ہے۔

—— روما ۱۸ اجنوری۔ برطانیہ اور اطالیہ کے درمیان اس امر کا معاہدہ ہو گیا ہے کہ ہندوستان کی ہوائی ڈاک جینوا اور نیپلز کے راستے آئیگی۔

—— گورنر پنجاب پر حملے اور مسٹر کرنن کے قتل کی جگہ جگہ مذمت ہو رہی ہے

—— رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کے تعزیت کے جلسے ابھی تک ہو رہے ہیں بعض جگہ ۱۷ جنوری کو سارد ایکٹ کے خلاف بھی جلسے ہوئے

—— بمبئی ۱۹ اجنوری۔ یہاں افواہ پر بھگت سنگھ راجگرو پھانسی کے لئے پونا لائے گئے ہیں۔ فوراً ہڑتال ہو گئی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس افواہ میں کوئی صداقت نہیں۔

—— خیال کیا جاتا ہے کہ نئے وائسرائے لارڈ ولنگڈن جون کے آغاز کے قبل ہندوستان نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے ذاتی کاموں کے لئے چند ماہ انگلستان میں بسر کرنا چاہتے ہیں۔

—— موجودہ وائسرائے لارڈ اروِن کی میعاد ۳۱ مارچ کو ختم ہوجانی تھی افواہ ہے کہ ان کی میعاد میں کم از کم ایک ماہ زیادہ سے زیادہ تین ماہ کی توسیع کی جائیگی۔

—— گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے وزیر اعظم کو تار دیا ہے کہ سکھ پنجاب میں مسلم اکثریت ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔

—— ۱۹ اجنوری۔ عدالت سشن گورداسپور نے مسمی محمد علی مرید خلیفہ قادیان کو حاجی محمد حسین کے قتل کے جرم میں سزائے موت اور منشی عبدالکریم آف مباہلہ پر قاتلانہ حملہ کے جرم میں عبور دریائے شور کی سزا دی تھی ملزم نے اس فیصلے کے خلاف عدالت عالیہ ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی۔ عدالت عالیہ نے اپیل خارج کر دی اور سزا بحال رکھی۔

—— سیاسی قیدیوں کی رہائی کیلئے وزیر اعظم نے سول نافرمانی بند کر دینے کی شرط پیش کی ہے۔

—— لندن ۱۹ اجنوری۔ آج گول میز کانفرنس کا کھلا اجلاس وزیر اعظم کی صدارت میں منعقد ہوا۔

—— لندن ۱۹ اجنوری صبح کے اجلاس میں وزیر اعظم نے رواداری اور تعاون کی سپرٹ کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ جو قرار داد پیش ہونے والی تھی۔ اس میں خفیف تبدیلی کر دی گئی تاکہ وہ تمام تقریروں سے مطابقت رکھ سکے۔ آخر کار مندرجہ ذیل قرار داد اتفاق رائے سے منظور ہوئی:۔

—— کانفرنس کی رائے میں عارضی رپورٹیں اور ان کے منسلکہ نوٹ ہندوستان کے دستور کی ترتیب کا بیش بہا مواد ہیں۔ ان میں دستور کے عام خاکے کے متعلق مضامین کا کافی سامان ہے۔ نیز ان تفصیلات کی صراحت موجود ہے جن کی پابندی ترتیب دستور میں ضروری ہوگی کانفرنس محسوس کرتی ہے کہ اس کا شروع کیا ہوا کام جس میں یہ اب تک مصروف رہی ہے بلا انقطاع جاری رہنا چاہیے اور دستور اساسی میں مسلمان اچھوتوں سکھوں اور دوسری اہم اقلیتوں کیلئے کافی تحفظات کا بندوبست ہونا چاہیے

—— لاہور ۲۰ رجنوری۔ آج لاہور میونسپلٹی نے ال انڈیا زنانہ کانفرنس کے اعزاز میں شاندار ٹی پارٹی دی جو نہایت کامیاب رہی۔

—— بغداد کا ایک پیغام مظہر ہے کہ شریف حسین والد امیر فیصل کے لئے یہاں خاص محل تعمیر ہو رہا ہے۔ توقع ہے ماہ جنوری میں شریف حسین بغداد چلے جائیں گے۔

—— لندن ۲۱ رجنوری۔ آج گول میز کانفرنس کا کھلا اجلاس ختم ہو گیا

—— لندن ۲۱ رجنوری۔ گول میز کانفرنس کے کھلے اجلاس میں مندوبین نے جو تقریریں کیں وہ اس لحاظ سے قابل تعریف ہیں کہ ان میں کانفرنس کی کامیابیوں کو اہمیت دیتے ہوئے ان مشکلات کو بھی حقیر نہیں سمجھا گیا جن کا مقابلہ کرنا پڑا

—— بعض اقتصادیات ہے کہ گیہوں کا نرخ اور گر جائیگا بلکہ بعض کے خیال میں گیہوں دو من فی روپیہ تک فروخت ہوگا کیونکہ ہندوستان تین کروڑ بوری گندم ضرورت سے زیادہ پیدا کرتا ہے۔ جو فروخت نہیں ہوتی اور باہر سے بے شمار گندم آنے کی توقع ہے۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"
رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵۳

جلد ۱۹ لاہور- یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۷ رمضان سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۳۱ عیسوی نمبر ۷

جاوا مشن کی سالانہ رپورٹ سنہ ۱۹۳۰-۱۹۲۹ء

(از مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ اسلام)

مختصر تاریخ جاوا مشن

مولانا احمد اور میں ۵ ا نہ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء کو جاوا کی بندرگاہ بٹاویا پر اترے۔ مولانا احمد صاحب ناسازی صحت کے باعث تین ماہ کے بعد ہندوستان واپس تشریف لے گئے اور میں نے یکہ و تنہا جزائر جاوا میں اشاعت وحفاظت اسلام کا کام شروع کر دیا۔

ابتدائی تین ماہ میں نے اپنے کام کے لئے زمین کی تیاری میں خرچ کئے۔ ملک کی زبان سیکھی۔ لوگوں کے اوضاع واطوار اور خیالات کے میلان کی دیکھ بھال کی کہ جن میں میں نے کام کرنا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے کئی ایک اسلامی تحریکات کا جو وہاں موجود تھیں بغور مطالعہ کیا۔ ان میں سے دو شرکت اسلام اور محمدیہ قابل ذکر ہیں۔ شرکت اسلام تو سیاست اور مذہب دونوں سے ملی جلی تحریک ہے اور ہمارے سلسلہ کے ساتھ اس کا طرز عمل ہمیشہ دوستانہ رہا ہے۔

جاوا میں میرے وارد ہونے سے لیکر آج تک ہمارا مذہبی لٹریچر اس تحریک کی تعلیم میں زیادہ تر شامل رہا ہے۔ اس کے صدر صاحب حاجی عمر سعید نہایت ہی وسیع القلب انسان ہیں اور ملائی زبان میں ہماری تعلیمات کا ترجمہ کرنے میں اور جاہل زمیندار میں اس لٹریچر کو تقسیم کرنے میں بہت حد تک ممد رہے ہیں۔ یہ وہی صاحب ہیں کہ جنہوں نے حضرت امیر کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو ملائی زبان میں ترجمہ کرنے کا کام شروع کیا ہے جس کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں۔ اور باقی کا حصہ فنڈز کی کمی اور جاہل ومتعصب ملانوں کی مخالفت کی وجہ سے بند کرنا پڑا

دوسری تحریک محمدیہ مذہبی جماعت ہے اس کی بنیاد حاجی احمد دحلان نے رکھی تھی جو یہاں کے نہایت مشہور علامہ تھے۔ اور ہمارے دوست محمد عرفان مسلم مشنری سیام کے والد تھے یہ وہ جماعت ہے کہ جس نے ہمارے اس ملک میں پہنچنے پر دل سے خوش آمدید کہی۔ دو سال تک اس انجمن کے [illegible] ہمارے تعلقات دوستانہ رہے کہ جس کے دوران میں ہمارے خیالات اس انجمن کے ممبروں میں اثر پذیر ہو گئے یہانتک کہ مسٹر جوہر جسوجیٹ اور محمد حسنی کہ جو اس انجمن کے یکے بعد دیگرے اعزازی سکرٹری تھے انہوں نے کھلم کھلا ہمارے مقاصد کے پورا کرنے میں حصہ لیا اور نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ہمارے سلسلہ کی حمایت میں تقاریر کیں اس نے اس انجمن کے تنگ دل ممبروں کے دلوں میں دشمنی پیدا کر دی۔ یہاں تک سنہ ۱۹۲۸ء میں یہ شعلہ پورے زور کے ساتھ بھڑک اٹھا کہ جب ایک ہندوستانی متعصب ملا میرٹھ سے اس ملک میں آیا اور ہماری جماعت کے خلاف تقریریں کرنے لگا۔

جاوا میں جماعت احمدیہ کا قیام

اس علی الاعلان مخالفت نے ہمارے مقصد کو بہت فائدہ پہنچایا کہ اس کی وجہ سے احمدیہ جماعت جزائر شرق الہند کی بنیاد پڑ گئی۔ سلسلہ احمدیہ لاہور کی جاوی شاخ ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء کو قائم ہوئی اور ڈچ گورنمنٹ میں ۱۴- اپریل سنہ ۱۹۳۰ء کو یہ انجمن رجسٹرڈ ہو گئی۔ اس کی مجلس انتظامیہ کے مندرجہ ذیل عہدیدار ہیں۔

۱- ایم۔ این جی منہاج جسوجیٹ صدر
۲- حاجی احمد شعرانی، نائب صدر
۳- محمد حسنی، جنرل اینڈ فنانشل سکرٹری
۴- محمد سعید اعزازی نائب سکرٹری

دیگر ممبران محمد ثابت، محمد ادریس، محمد ارشاد وغیرہ

جماعت کے دو عظیم الشان کام

اس انجمن کے پہلے سالانہ اجتماع میں کہ جو ۲۲ لغایت ۲۵ جون منعقد ہوا مندرجہ ذیل دو ضروری تجاویز منظور کی گئیں۔

۱- ایک کتاب فنڈ قائم کیا جائے
۲- اور ایک مطالعہ فنڈ کھولا جائے۔

یہ دونوں شعبے نہایت عمدگی کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں۔ شعبہ مطالعہ کا مقصد یہ ہے کہ ان نادار مگر قابل مسلمان جاوی طلبا کو وظائف دیئے جاویں کہ جو اعلیٰ تعلیم کو جاوا یا بیرون جاوا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور کتاب فنڈ کا مقصد اپنے لٹریچر کا ڈچ اور جزائر کی زبانوں میں ترجمہ کرکے شائع کرنا اور اہل زبان لوگوں میں تقسیم کرنا ہے۔ مندرجہ ذیل کتب کا ترجمہ اب تک ہو چکا ہے

(۱) نسل انسانی کا مذہب اسلام	(۵) تقدیر
(۲) سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	(۶) مرزا غلام احمد کی شخصیت
(۳) دعوت اسلام	(۷) حقیقت سلسلہ احمدیہ
(۴) قرآن کریم کی روشنی میں امور ضروریہ	(۸) اسلامی نماز

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتب اور رسائل ملائی زبان میں شائع کئے گئے ہیں۔ ڈچ زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ ٹیچنگ آف اسلام اور محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تیار ہیں مگر فنڈ کی کمی کی وجہ سے جلدی شائع نہیں ہو سکتے۔

کتاب فنڈ کے جوان ہمت ممبران کتابوں کے ترجمہ کے لئے سخت کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی ناقابل شکست مساعی سے امید ہے کہ یہ دونوں کتابیں جلد روشنی میں آ جائیں گی۔

جاوی اور ڈچ زبان میں سلسلہ احمدیہ کے رسائل

سلسلہ کے دو ماہوار رسالے جاری ہیں۔ ایک ڈچ زبان میں اور دوسرا رسالہ احمدیہ جاوی زبان میں۔ ۱۲، ۱۷ اعزازی مبلغ اشاعت وحفاظت اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اور صاحب کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ جن کا نام مالح سیبوطی ہے کہ جو نہایت ہی مخلص مسلمان بھائی ہیں کہ جن کا مہینہ میں دو بار اخبار "دیوان" ہمارے خیالات کو عرض وطول ملک میں پھیلاتا رہتا ہے۔

احمدی خواتین کی انجمن

جزائر شرق الہند کی احمدی خواتین بھی اشاعت وحفاظت اسلام کے پاک مقصد میں حصہ لینے سے اپنے بھائیوں سے پیچھے نہیں ہیں انہوں نے بھی اپنی تنظیم کرکے ایک انجمن احمدی خواتین کے نام سے قائم کر رکھی ہے ان کی مجلس انتظامیہ کے ممبروں کی فہرست سالانہ جلسہ کے موقعہ پر محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر کی خدمت میں بھیج دی گئی ہے۔ اس لئے میں اس کا اس وقت ذکر نہیں کرتا

اخبار احمدیہ

(۱) احمدیہ ینگ مسلم ایسوسی ایشن کا ہفتہ واری جلسہ گذشتہ ہفتہ اور اس اتوار کو مسلم ہائی سکول لاہور میں منعقد ہوا۔ گذشتہ ہفتہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کا ایک معنی خیز اور نہایت مؤثر لیکچر بعنوان تنظیم نوجوانان ہوا۔ اس اتوار کو مولوی آفتاب الدین صاحب کی تقریر شیلانگ میں مسلم مشن کے موضوع پر ہوئی۔ کہ جس کی گذشتہ تین سال کی مختصر رپورٹ کو پیش کرتے ہوئے انہوں نے اپنے ذاتی تجربات اور بعض مفید تبلیغی نکات کو نہایت شرح اور بسط کے ساتھ بیان کیا۔ مولوی صاحب موصوف کی جوان ساعی اور تبلیغ کوششوں نے مشرقیہ بنگال میں بایں مخالف کے تیز و تند حملوں کا مقابلہ کرکے جس حکمت عملی کے ساتھ اپنے مشن کو کامیاب کیا وہ انہی کی علو ہمتی کا نتیجہ تھا مولوی صاحب۔ ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے کہ جب آپ عدم تعاون کی تحریک میں نہایت سرگرمی کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ لیکن آپ کی فطرت سلیمہ نے ان کو اس کام کی طرف مائل کر دیا۔ کہ جس کے وہ حقیقی طور پر اہل تھے۔ آپ ایک عرصہ تک احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقیم رہے ہیں اور یہاں سے انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کے زیر تربیت رہ کر تبلیغ اسلام کی چنگاری اپنے دل میں روشن کی کچھ عرصہ لائٹ اخبار میں کام کیا اور پھر اس کے بعد انجمن کے شیلانگ مشن میں بطور مبلغ تشریف لے گئے کہ جہاں انہوں نے نہ صرف غیر مسلموں کو مسلمان ہی بنایا بلکہ اپنے دل کی آگ سے دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی اشاعت اسلام کی تڑپ پیدا کر دی اور اب انہی مقامی لوگوں کے ہاتھوں میں مشن کو سونپ کر آپ ووکنگ مشن میں تبلیغ کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں، احمدیہ ینگ مسلم ایسوسی ایشن نے آپ کو گذشتہ اتوار ایک الوداعی پارٹی دی اور ان کے دلی ارادوں اور خلوص بھرے مقاصد میں برکت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ مولوی صاحب موصوف دوشنبہ مؤرخہ ۲۶۔ ماہ رواں کو لاہور سے بمبئی روانہ ہو گئے۔

(۲) شنبہ مؤرخہ ۲۴- جنوری کو لاہور میں خوب زور سے بارش ہوئی اور کئی گھنٹوں کے لئے احمدیہ بلڈنگس کی گلیوں میں پانی لہراتا رہا۔ ژالہ باری بھی بہت زور کے ساتھ ہوئی۔

ہمیں اس امر کا نہایت ہی افسوس ہے کہ کار خاص میں انتہائی شغف کے باوجود ہمارے قادیانی دوستوں کے سینوں پر او کاڑہ کی زمین کا سانپ لہرا رہا ہے۔ اور میاں "الفضل" دانت پیس پیس کر غصہ سے پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اگر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد میں نوافل پڑھنے پر میاں محمود احمد صاحب مقام محمود پر کھڑے ہو سکتے ہیں تو میاں صاحب کے آستانہ ہشملہ پر جبہ سائی سے کسی دوسرے کو چند قطعات کا مل جانا ان کے لئے سوہان روح کیوں ہو رہا ہے۔ رہا ان کا کار خاص میں انہاک سے انکار اس کے لئے ان کے خطبے مبلغین کے دورے اور جماعتوں کے نام خفیہ سرکلر اور گورنمنٹ کے نیم حکام پر داڑھی منڈوا ڈالنے کا فتویٰ اور محمودیوں کی خفیہ چٹھیاں سب کا ذکر اخبار میں ہو چکا ہے کہ جس کا دوبارہ ذکر تحصیل حاصل ہے

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ اور کسی دوسرے صاحب کے اس الزام کے جواب میں کہ اخبار پیغام صلح کا ایڈیٹر جھوٹ بولتا ہے ہم کیا لکھیں۔ اگر یہ لکھیں کہ ہم نے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا اور ہم جھوٹے پر لعنت بھیجتے ہیں تو یہ سب باتیں جہاں تعلقات اس قدر فساد پذیر ہو گئے ہوں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔ ہم اپنے لئے بھی اور اپنے دوستوں کے لئے بھی اگرچہ وہ ہمیں کتنا بھی برا کیوں نہ سمجھیں یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ سچ پر قائم رہنے کی توفیق عطا کرے۔ حکیم صاحب میرے بہت ہی پرانے دوست ہیں اور مجھ سے عمر میں بڑے بھی ہیں۔ اگر انہوں نے مجھ پر غصہ کا اظہار کر کے زیادتی بھی کی ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔

• میرے علم میں یہ لایا گیا ہے کہ کوئی صاحب اخبار فاروق میں ہمارے خلاف مضامین لکھ کر جواب کا مطالبہ کرتے ہیں میں ان کی خدمت میں نہایت ادب سے درخواست کروں گا کہ اگر ان کو تحقیق حق کا شوق ہے تو وہ اپنے مطالبات اخبار الفضل میں شائع کریں۔ ہم ان کا جواب دینے کے لئے تیار ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے آپ کو فاروق کا مطالعہ کرنے کے قابل نہیں پاتا۔

جناب میر اکبر صاحب پشاور کے مخلص کارکن میو ہسپتال لاہور میں بعارضہ بخار و کھانسی بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔ نہایت صالح نوجوان ہیں۔

پیغام صلح کا ماہوار ایڈیشن

اس سے پیشتر جیسا اعلان کیا جا چکا ہے۔ ۳۰ جنوری اور ۳- فروری کا پرچہ یکجا ماہوار ایڈیشن کے نام سے شائع ہوگا سردست اس میں مفصلہ ذیل مضامین کے شائع ہونے کی توقع ہے۔

(۱) حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی سالانہ جلسہ کی تقریر بعنوان "تحریک احمدیت"۔

(۲) جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک نہایت لطیف مضمون "روح اللہ" کے موضوع پر۔

(۳) مکرمی شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کا دلچسپ تبصرہ۔ میاں صاحب کے فتویٰ نماز کی حقیقت پر۔

(۴) مرزا مظفر بیگ صاحب کے شذرات یا ماصر میاں کی خلافت کے "ننھے منھے موہے"

(۵) قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت پر پادری پال کے اعتراضات کا جواب از ایڈیٹر۔

ضروری تصحیح

میں احباب سامانہ کی تار کے مطابق وہاں گیا تھا اس دفعہ وہاں میری پبلک تقریر نہیں ہو سکی کہ اتنی جلدی ریاست سے منظوری کا حاصل کرنا مشکل تھا۔ اخبار احمدیہ میں سامانہ میں میری تقریر کے متعلق جو نوٹ نکلا ہے صحیح نہیں۔ ہاں پرائیویٹ محفلوں میں متعدد مسائل پر گھنٹوں تبادلہ خیالات ہوا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے فضل سے پندرہ دوست سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اللہ کریم ان تمام احباب کو استقامت دے کر شوکت اسلام کا باعث بنائے۔ بیعت کنندگان میں سے جناب مرزا محمد الیاس بیگ صاحب پوسٹماسٹر کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ ایک پردرد اور مخلص بزرگ ہیں۔ اور محض ہماری خدمات اسلام کو دیکھ کر گرویدہ ہوئے ہیں۔

خاکسار۔ مرزا مظفر بیگ سابق مسلم مشنری حال مقیم لاہور

فہرست چندہ

جناب ماسٹر احمد دین صاحب سٹیشن ماسٹر کامل پور ضلع کیمبل پور نے نہایت کوشش اور خلوص کے ساتھ جد و جہد کرکے مفصلہ ذیل رقوم فراہم کرکے ارسال فرمائی ہیں ماسٹر صاحب کی اس خدمت قومی کا اجر اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر کے رنگ میں مرحمت فرماوے اور آئندہ انہیں اس کار خیر کی توفیق بخشے۔

جناب مرزا جلال احمد صاحب بنوں کی فراہم کردہ فہرست آئندہ اشاعت میں شائع ہوگی۔ (محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

نمبر شمار	نام	پتہ	رقم
(۱)	ملک محمد سرفراز خاں صاحب نمبردار	کامل پور سردار شیر جنگ	۱—۰
(۲)	سردار حسو خاں صاحب رئیس	؍	۱—۰
(۳)	بابو حاجی محمد خاں صاحب گڈس کلرک	کیمبل پور	۱—۰
(۴)	سردار خداداد خاں صاحب رئیس	کامل پور سردار شیر جنگ	۱—۰
(۵)	دوست محمد خانصاحب	کھنڈہ ضلع کیمبل پور	۱—۰
(۶)	ماسٹر علی محمد صاحب	؍	۰—۸
(۷)	ماسٹر غلام محمد صاحب	؍	۰—۴
(۸)	محمد اسلم خاں صاحب	؍	۱—۰
(۹)	سردار محمد اقبال خانصاحب رئیس	کھنڈہ ؍	۳——
(۱۰)	سردار غلام محمد خانصاحب رئیس	کامل پور سردار شیر جنگ	۲——
(۱۱)	سردار احمد خان صاحب	؍	۲—۰
(۱۲)	بابو طفیل محمد صاحب گارڈ	کوہاٹ چھاؤنی	۱۵—۰
(۱۳)	احمد الدین اسٹیشن ماسٹر ریلوے	اسٹیشن کامل	۲۰—۰
(۱۴)	ملک سعد اللہ خانصاحب رئیس	ضلع کیمبل پور	۱—۰
(۱۵)	ملک محمد خاں صاحب رئیس	؍	۱—۰
			۵۰—۱۲

آٹھ آنہ فیس منی آرڈر اور پچاس روپے کا منی آرڈر کیا گیا اور موازی ۴ر میرے پاس امانت باقی ہے۔

میرے بیس روپے میں سے تین روپیہ آٹھ آنہ میرا چندہ واسطے نومبر ۱۹۳۰ء ہے اور سولہ روپے آٹھ آنے زکوٰۃ ہے
خاکسار۔ احمد الدین اسٹیشن ماسٹر ریلوے اسٹیشن کامل پور ضلع کیمبل پور

جناب ڈاکٹر عبد الوہاب خان صاحب ۱۸ جنوری کو مدراس سے روانہ سیام ہو گئے ہیں۔ آپ نے تازہ خط میں سب احمدی بھائیوں السلام علیکم لکھا ہے اور اسلام کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

ایک ضروری اعلان

رمضان مبارک کے بعد باہر کی مختلف جماعتیں جہاں اپنے سالانہ جلسے کرنے ہوں۔ تاریخوں کا فیصلہ کرکے اطلاع دیں تاکہ تقسیم آسانی ہو کوشش کی جائے گی۔ کہ جماعتوں کی تجویز کردہ تاریخوں میں ہی ہر جگہ جلسے ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۷- رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ | نمبر ۷

خطبہ جمعہ

(فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

فلسفہ صوم

یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

اے ایمان والے لوگو روزے تم پر فرض کئے گئے ہیں جیسا تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ یہ آجکل مسلمانوں کے ایک طبقہ میں کہ جو انگریزی خوانوں کا طبقہ کہلاتا ہے ان میں یہ ایک رو چلی ہے کہ اصول مذہب کو صرف اسی صورت میں ماننے کو تیار ہوتے ہیں کہ جب کوئی یورپین فلاسفر یا کوئی لکھا پڑھا انگریز اس کی تصدیق کر دے اور یہ مغربی ہوا کچھ ایسی آجکل لوگوں پر مسلط ہو گئی ہے کہ وہ کسی چیز کے فائدہ یا نقصان پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ اندھا دھند جو کچھ مغرب سے آتا ہے اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ

عقلمندی اور دانشمندی کا طریق

یہ تھا کہ وہ صرف اس چیز کو قبول کرتے کہ جو تجربہ اور آزمائش سے مفید ثابت ہو یہ ایک ایسا اصول ہے کہ جس پر اگر مسلمان عمل کریں تو ان کی قوم دنیا میں کامیاب ہو سکتی ہے ہر ایک اصول اور حکم کو قبول کرنے یا رد کرنے سے پیشتر اس کی خوبی اور نقصان کو اچھی طرح سے دیکھ لیا جائے اس طرح انسان دنیا میں بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے اس کا فائدہ یہ بتایا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے تم متقی بن جاؤ گے۔ عربی زبان میں

تقویٰ کے معنی

نقصان سے بچنا اور فائدہ کی چیز کے لینا ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ رکھنے کا حکم دینے میں حکمت اور فائدہ کیا ہے۔ وہ نقصان سے بچنا اور فائدہ کی چیز کو لے لینا ہے یعنی روزہ بدیوں اور نقصانات سے بچانے اور نیکی کی شاہراہ پر ڈال دینے میں معاون ہے اسلئے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ روزہ کس کو کہتے ہیں اس میں پہلی بات کھانے پینے وغیرہ کا وقت معین تک ترک کرنا ہے یا طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے وغیرہ سے باز رہنا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے محض بھوکے رہنے سے خوش نہیں ہوتا اور نہ اس کو ہماری فاقہ کشی کی ضرورت ہے بلکہ اس کا اصل مقصد انسان کے اندر اس عادت کو پیدا کرنا ہے کہ وہ خدا کی رضا کے لئے یا اس کے احکام کی تعمیل کے لئے بدیوں سے بچ جائے اور یہ سب سے پہلی اور سب سے موٹی بات ہے جس کی طرف لعلکم تتقون میں اشارہ ہے یہ عادت روزہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ کھانا پینا وغیرہ افعال باوجود جائز ہونے کے چھوڑ دیتا کہ جن پر انسان کی زندگی کا انحصار ہے۔

انسان خدا کا حکم سمجھ کر ہی چھوڑتا ہے

پھر اس میں یہ جتنی جتنی زیادہ تکلیف ہوتی ہے اسی قدر انسان کو زیادہ ہمت اور صبر سے کام لینا پڑتا ہے اور یوں الٰہی احکامات پر چلنے کی عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ آجکل تو چونکہ سردی کے دن ہیں اور کچھ زیادہ تکلیف محسوس نہیں ہوتی مگر گرمیوں میں جب دن لمبے ہوتے ہیں سخت گرمی کی وجہ سے انسان سخت تکلیف کے وقت تنہائی میں بھی پانی کی ایک بوند حلق میں نہیں ڈالیگا۔ روزہ دار کی طبیعت اور فطرت اس کو پسند نہیں کرتی۔ گویا تنہائی میں اور سخت تکلیف کے وقت بھی وہ خدا کے حکم کو مقدم کرتا ہے اور اس کی ہستی کا خیال دل پر ایسا غالب آ جاتا ہے اور یہ اسکی زندگی میں ایک ایسی حقیقت بنجاتی ہے کہ

خدا کی رضا اس کیلئے سب چیزوں سے مقدم

ہو جاتی ہے۔ یوں آہستہ آہستہ انسان کے اندر ایک عادت پختہ ہوتی چلی جاتی ہے کہ وہ خدا کی رضا کے لئے ہر برائی کو چھوڑ سکے اور ہر طاعت کو اختیار کر سکے۔ اور جب ایک امر بطور عادت کے انسان کے اندر داخل ہو جائے تو پھر اس کی طبیعت کا میلان خود اس طرف ہو جاتا ہے۔ پس سب سے پہلا فائدہ روزے کا یہ ہے کہ انسان کے اندر بدی سے بچنے اور نیکی کو اختیار کرنے کی عادت پختہ ہوتی ہے۔ انہی الفاظ لعلکم تتقون میں

روزے کا ایک اور فائدہ

بھی نظر آتا ہے۔ انسان ایک تو کسی دنیوی مفاد کے لئے تکلیف اٹھاتا ہے اور دوسرے اخروی زندگی کی بہتری کے لئے اسلام صرف آئندہ آنیوالی دوسری زندگی کے لئے ہی تعلیم نہیں دیتا بلکہ دنیا کی زندگی کو بہتر بنانے کے طریق بھی بتاتا ہے۔ پھر جس طرح سے انسان ورزش کر کے آہستہ آہستہ باقاعدگی کے ساتھ جسمانی طاقت حاصل کرتا ہے اسی طرح ہر ایک اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے دکھوں اور تکلیفوں کے برداشت کی عادت کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ انسان خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو کوئی دولتمند ہو یا امیر اور بادشاہ اس کو بھی دکھوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے مگر جس شخص کو تکلیف برداشت کرنے کی عادت نہ ہو اس کی زندگی بہت جلد ختم ہو جاتی ہے

یہ ایک ماہ کے روزے کیا ہیں

انسان کو دکھ اور تکلیف کی برداشت کا عادی بنانے کیلئے ایک ورزش ہے تاکہ انسان جو وقت پر کھانے اور پینے کا محتاج ہے وہ اپنے آپ کو عادی بنائے کہ کبھی اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا دنیا کے کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کیلئے بھوک پیاس یا اور کسی دکھ کا مقابلہ کرنا پڑے تو وہ کر سکے کیونکہ انسان کی ترقی کیلئے دکھ اور مصائب آنا ضروری ہے۔ اور جب تک کوئی شخص دکھوں میں سے ہو کر نہیں گذرتا ترقی کر نہیں سکتا۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد

انسان پیدا ہی مشقت میں کیا گیا ہے

بغیر مشقت کے انسان انسان نہیں بن سکتا اور نہ کوئی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ سہولت اور آرام کی زندگی کا انجام ہمیشہ دکھ ہوتا ہے اور مشقت اور محنت کی زندگی کا نتیجہ سکھ ہوتا ہے۔ اس لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان کے اندر یہ قوت پیدا کی جائے کہ جب اس پر مصیبت اور تکلیف آئے اس کا مقابلہ کر سکے۔ انسان جب کسی بات کا اپنے آپکو عادی کر لیتا ہے تو پھر وہ بات اس کے لئے معمولی چیز ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مہینہ کے روزوں کا حکم دیا گیا ہے ان کو سال میں تقسیم کرنے نہیں رکھا کہ ہر مہینہ میں دو دو چار چار کر کے سال بھر میں رکھ لئے جائیں کیونکہ اصل مقصد تو مشقت اٹھانے کی عادت پیدا کرنا ہے وہی شخص جو متواتر ایک مہینہ بھر روزے رکھتا ہے وہ بھوک اور پیاس کی شدت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ مسلمان قوم دنیا سے مر نہیں سکتی کہ جس کو اس قدر دکھوں اور مصائب کے مقابلہ کی ورزش کرائی جاتی ہے اسلام کا یہ حکم یعنی روزہ مصائب کے مقابلہ کی طاقت انسان میں پیدا کرتا ہے۔ اور جس شخص میں یہ طاقت پیدا نہ ہو وہ مصیبتوں کے مقابلہ کے وقت بچ نہیں سکتا

روزہ سے انسان کی قوت ارادی ترقی کرتی ہے

اس کے علاوہ روزہ سے ایک اور فائدہ بھی ہوتا ہے اور وہ انسان کی قوت ارادی کا ترقی کرنا ہے۔ دنیا کے مشکل سے مشکل کام سب انسان کی قوت ارادی کے ماتحت ہیں انسان جب کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو پھر اس کام کا کرنا اس کے لئے مشکل کام نہیں رہتا۔ روزہ میں انسان کھانے پینے وغیرہ کے ترک کا ارادہ کر لیتا ہے اور درحقیقت یہ اس کا ارادہ ہی ہے جس کی وجہ سے وہ خطرناک پیاس اور سخت بھوک کا مقابلہ کر لیتا ہے۔ پس روزے سے انسان کی یہ قوت ارادی عمل میں آتی رہتی ہے۔ اور جو قوت انسان کے عمل میں آئے گی وہ لازماً ترقی بھی کریگی۔ اور قوت ارادی کی ترقی انسان سے انہونے کام بھی کرا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میں بھی ارادہ کی صفت ہے اور یہ کل مخلوقات اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ کا کرشمہ ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ ہر کام کی بنیاد انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ ضرور ہو جاتی ہے پھر وہ رک نہیں سکتی اور ہو کے رہتی ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا فعال لما یرید وہ جس بات کا ارادہ کرے وہ اس کو کر کے چھوڑتا ہے۔ انسان بھی اپنے اخلاق اور اوصاف چونکہ اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے اور اس کی صفات پر ایمان لانے کا یہی مطلب ہے کہ وہ اس کی صفات کا ایک رنگ اپنے اندر پیدا کرے چنانچہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ۔

اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرو

انسان جتنے بھی نیک کام کرتا ہے ان سب کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اس کی صفات میں ارادہ بھی ایک بہت بڑی صفت ہے کہ جس کے ماتحت خلق اشیاء اور ان کی آئندہ نشو و ترقی کا کام

ہوتا ہے اسی لئے یہ قوت ارادہ بہت بڑی زبردست چیز ہے انسان کے اندر بھی جب یہ پختہ ہو جاتی ہے تو پھر جس کام کو کرنا چاہے کر سکتا ہے اگر یہ ارادہ کر لو کہ ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے تو فتح کر لو گے صرف ارادہ کی پختگی درکار ہے اگر یہ ارادہ کر لو کہ ہم نے زندہ رہنا ہے تو زندگی کے سب اسباب تمہارے لئے جمع ہو جائیں گے۔ اور جو شخص لیٹے رہنے کا ہی ارادہ کر لیتا ہے اس کا انجام بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

کوئی بھی کام دین یا دنیا کا کرنا چاہو اگر ارادہ میں پختگی ہوگی تو ضرور اس کو کر لو گے۔

صحابہ میں جس وقت یہ قوت ارادی پختہ ہوگئی

تو پھر ایک بے سروسامان قوم کے سامنے ایران اور روما کی عظیم الشان سلطنتیں کچھ وقعت نہ رکھتی تھیں۔ یوں کہنے کو تو ایران والوں نے طنزاً ان کو غریب اور بادیہ نشین دیکھ کر یہ بھی کہہ دیا کہ دو دو دینار لیکر واپس چلے جاؤ اور ان کے جرنیلوں کے سامنے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں مگر انہوں نے اسلام کی حفاظت کے سامنے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ وہ وہ ترک اور لیڈر نہ تھے کہ جو دنیا کے مال کے بدلے حکومتیں اور سلطنتوں کو بیچتے رہے وہ دین اور اپنے عزم کے سامنے روپیہ پیسہ پر تھوکتے تھے وہ صاف طور پر دشمن کو للکار کر کہہ دیتے تھے کہ یہ شرائط ہیں ان کو قبول کرو تو بہتر ورنہ یہ تلوار موجود ہے۔ کوئی کسی قسم کا سامان ان کے پاس نہ ہوتا تھا مگر ایک اطمینان اور عزم و ارادہ سے لبریز دل اور ہاتھ میں چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی تلوار۔ ان کے بالمقابل غیر سلطنتوں میں کس قدر شان و شوکت تھی اور کس قدر سامان تھا کہ جس کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ ڈیڑھ دو لاکھ کی فوج سامنے ہے کہ جو ان کی اپنی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہوتی تھی۔ لیکن ان کے اٹل ارادوں کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ جدھر منہ اٹھاتے تھے فتح کرتے ہوئے چلے جاتے تھے تاریخ میں

مدائن کی فتح کا واقعہ

لکھا ہے کہ مسلمانوں نے جب مدائن کا مغربی حصہ فتح کر لیا تو اب آگے دریائے دجلہ سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا کشتیاں چونکہ ایران والوں کی تھیں اس لئے وہ دریا کے دوسری طرف لے گئے تھے۔ دریا سے پار ہونے کا کوئی سامان نہ دیکھ کر سپہ سالار فوج نے ایک روز ساری فوج کو تیار کر کے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور اس کے بعد فوج نے بھی ایک ایک دو دو کر کے اپنے گھوڑے ڈال دیئے اور ان پر دریا سے پار ہو گئے۔ دشمن کی فوج نے جب دور سے اس فوج کو دریا پر سوار آتے ہوئے دیکھا تو وہ دیواں آمدند دیواں آمدند کہتے ہوئے بھاگ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کے ارادوں کے سامنے کوئی بات انہونی نہ تھی۔ آج بھی

اگر مسلمانوں کا ارادہ متحد اور پختہ ہو

تو یہ نظارہ اب بھی نظر آسکتا ہے۔ اسلام نے نماز روزہ کی تعلیم اس لئے دی ہے کہ اس میں قوم کی زندگی ہے۔ ایک مشہور مصنف کا قول ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلا وہ شخص ہے کہ جس نے پبلک پریئر یعنی باجماعت نماز مقرر کر کے مسلمانوں کی قوم کے اندر قوت اتحاد پیدا کر دی ہے یہ نماز اور روزہ صرف ثواب اور آخرت کے لئے ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی انسان کو زندہ رہنے کے قابل بناتے ہیں۔ روزہ فرمانبرداری، احکامات الٰہی کی تعمیل کی روح اور مشقت کو برداشت کرنے کی طاقت پیدا کرتا ہے۔ جس طرح انسان بھوک اور پیاس جیسے طبعی جذبات پر غالب آجاتا ہے اسی طرح باقی مشکلات پر غالب آنے کی بھی ہمت پیدا ہوتی ہے۔

روزہ سے کس قدر ہمت پیدا ہوتی ہے

اس کو شاید آجکل اچھی طرح نہ سمجھا جا سکے لیکن گرمیوں کے دنوں میں زمینداروں کو دیکھو کہ وہ کس طرح شدت کی دھوپ میں روزہ رکھ کر سخت مشقت کے کام ہل جوتتے اور فصل کو کاٹتے ہیں اور روزہ کا ایک بہت بڑا فائدہ قوت ارادی کو مضبوط کرنا ہے

اسی قوت ارادی کا آپ بھی ایک کرشمہ ہیں

کہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ میں نے اسلام کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ اس کی قوت ارادی نے ہی ایک جماعت کی شکل اختیار کی کہ جس نے اس قدر کام کر دکھایا پھر اس کے اپنے ارادہ کی مضبوطی پر غور کرو کہ وہ ایک معمولی گاؤں کا رہنے والا جو دنیا کی اکثر زبانوں [illegible] ناواقف ہے لیکن وہ یہ عزم رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ میں

قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ

کر کے ولایت میں پھیلاؤں چنانچہ اس کی قوت ارادی غالب آئی اور اس کا ترجمہ ہو کر دنیا میں پھیل گیا۔ اسی طرح اگر تم بھی یہ ارادہ کر لو کہ تم نے دنیا کے کناروں تک اسلام کو پہنچانا ہے اور دنیا کے ہر ملک میں قرآن شریف کو پہنچانا ہے تو یقیناً تم اس کو کر لو گے لیکن دنیا میں ہر کام عزم اور ہمت کے ساتھ وابستہ ہے اور اس کے لئے ایک وقت اور کوشش درکار ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ سوئے ہوئے کوئی کام ہو گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی خلق کا کن فیکون کے ماتحت ہونا فرمایا ہے۔ مگر اس کا کن فیکون بھی فی ستۃ ایام ہے یعنی چھ مختلف اوقات میں پیدا کرنے کا ذکر ہے اور یہ چھ خلق کے درجات ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تھک جانے کی وجہ سے آہستہ آہستہ بناتا ہے بلکہ اس کے متعلق تو فرمایا وما مسنا من لغوب۔ اس کو اتنے بڑے بڑے عظیم الشان کرے پیدا کرنے سے تکان نہیں ہوتی بلکہ اس کے اس طرح بتدریج پیدا کرنے میں حکمت ہے۔ اسی طرح سے اگر تم بھی

کسی کام کا ارادہ کر لو گے تو وہ ہو جائے گا

ہمت نہ ہارو اور عزم کو پختہ رکھو۔ تو جس قدر بھی مشکلات سامنے آئیں گی ان پر غالب آجاؤ گے۔ اس وقت آریہ اور عیسائی پادری اسلام کے خلاف کتابیں لکھ لکھ کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور دن رات اسلام کی تباہی کی فکر میں ہیں۔ تم بھی ان کے مقابلہ کیلئے آمادہ ہو جاؤ۔ ورنہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور قوم کی اس حالت کے لئے جوابدہ ہو گے تو کیا کہو گے کہ کیا اس وقت تمہارا اٹھنا ضروری نہ تھا کہ جب اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کے اندر اس قدر کمزوری نہیں کہ جتنی ان کی ہمت پست ہے۔ اگر وہ اٹھنے کا ارادہ کر لیں تو اٹھ سکتے ہیں۔ انسان جس چیز کا بھی ارادہ کرے وہ اسے کر لیتا ہے مگر

سستی کی وجہ سے ہر کام میں کمزوری

آتی چلی جا رہی ہے اور غفلت دن بدن بڑھ رہی ہے صبح سویرے اٹھنا معمولی بات ہے مگر مسلمانوں کو نماز کے لئے اٹھنا مشکل ہو رہا ہے۔ آنکھ نہ کھلنے کا محض بہانہ ہے اگر تمہارا ارادہ ہو کہ نماز پڑھنا ہے اور صبح ضرور اٹھنا ہے تو ضرور وقت پر آنکھ خود بخود کھل جائے گی۔ میں نے کبھی الارم والا ٹائم پیس نہیں رکھا گرمیوں کی چھوٹی چھوٹی راتیں ہوں یا سردیوں کی اپنے وقت پر آنکھ کھل جاتی ہے۔ جو صبح اٹھنا چاہتا نہیں البتہ اس کی آنکھ نہیں کھلتی۔ یہ نماز روزے تمہارے اپنے اندر باقاعدگی اور تکالیف پر غالب آنیکی ہمت پیدا کرنے کیلئے ہیں وان تصوموا خیر لکم۔ اگر روزہ رکھو تو یہ تمہاری اپنی بھلائی کا موجب ہے۔ تمہارے اپنے اندر طاقت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اگر اس پر عمل کرو تو تمہارے لئے کامیابی ہے جس قوم کے اندر قوت ارادی مضبوط ہے وہ قوم دنیا میں زندہ رہ سکتی ہے۔

شہزادہ یوزآسف نبی مدفون سرینگر یقیناً عیسیٰ ابن مریم ہیں

(بسلسلہ گذشتہ)

(از قلم مولینا محمد یمین صاحب دانہ ضلع ہزارہ)

اسی طرح اس کتاب کے صفحہ ۱۲۹ پر جو یوزآسف نبی کا وعظ درج ہے بالکل اناجیل اور قرآن مجید کی ان آیات کا خلاصہ ہے جن میں مسیح کے فضائل اور نبوت کا ذکر ہے۔

البتہ اس کتاب میں ایک فاش غلطی یہ ہوئی ہے کہ یوزآسف نبی کو شولایت کے راجہ کا بیٹا لکھا ہے لیکن یہ اسی طرح کی غلطی ہے کہ جس طرح تبتی انجیل میں حضرت موسیٰ کو فرعون مصر کا بیٹا لکھا ہے یا جیسا کہ بعض مفسرین اور مؤرخین نے ذوالقرنین اور سکندر رومی کو ایک کر دیا ہے اور ایسی غلطیاں ہر ایک ملک کی تاریخوں اور تفسیروں میں موجود ہیں جس سے کوئی ذی علم انکار نہیں کر سکتا۔

دراصل یوزآسف نبی شامی نبی ہے۔ یروشلیم کے مضافات میں ایک جگہ وادی یوزآسف کے نام سے مشہور اور موجود ہے۔ دیکھو کتاب واقعہ صلیب کی چشم دید گواہی مطبوعہ امریکہ اور اس کا اردو ترجمہ صفحہ ۹۰ مطبوعہ لاہور ۱۹۱۳ء۔

اور خود لفظ یوزآسف عبرانی یا یونانی ہے ہندی ہرگز نہیں ہے پھر اسی ملک پنجاب میں سے ایک سکہ ملا ہے اس پر پالی زبان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لکھا ہے۔ دیکھو کتاب مسیح ہندوستان میں ص۱۱۵

مختلف ملکوں اور زبانوں کے ناموں میں کمی بیشی تغیر تبدیل واقعات مشہورہ میں سے ہے اور اسماء الرجال کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ خود قصہ یوزآسف نبی کے وفات کے وقت سرینگر میں جو حواری پاس موجود تھا اس کا نام بابد لکھا ہے اور دوسری کتابوں میں اس مرید کا نام ابابیل لکھا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۸۷ رسالہ محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین علیگڑھ۔

خود مسیحی اور اسلامی کتب میں مسیح کے کئی مختلف نام موجود ہیں مثلاً شیلا۔ کتاب پیدائش باب ۴۹۔ مسیح۔ یسوع۔ یشوع۔ عمانوئیل۔ ماہر شالال۔ حاش بز۔ ابن یوسف۔ ابن آدم۔ ابن داؤد۔ ابن مریم۔ خولتس۔ جیزس کرائسٹ۔ روح اللہ۔ مسیحی۔ روحان خدا آوند۔ سلامتی کا شاہزادہ۔ یاشوع۔ یہواہ۔ اسرائیل کی تسلی یہودیوں کا بادشاہ۔ کرستوس۔ اسرائیل کا قدوس خدا کا برہ۔

پھر یوزآسف کا دوسرا نام جوزآفت بھی ہے۔ اور جوزا اور جیزس قریب المخرج ہونے کے علاوہ ہم معنے بھی معلوم ہوتے ہیں تو پھر کیوں نہ انہی بالا شواہد کو مدنظر رکھ کر جوزآفت کو جیزس کرائسٹ یعنی مسیح نشان لیا جائے اور یہ بھی مسلم اور میرے اپنی تحقیق ہے کہ پہلی دفعہ جب میں نے حضرت مرزا صاحب کی تحریروں میں یہ پڑھا کہ سرینگر میں کسی نبی کی قبر ہے تو مجھے از حد تعجب ہوا اور اس تحقیق کے لئے میں خود ۱۸۹۶ء میں سرینگر گیا اور جب اس قبر کے مجاور سے میں نے پوچھا کہ اس نبی کا نام کیا ہے تو اس معمر سفید ریش مسمی محمد خان مجاور نے کہا کہ کوئی اس قبر کے مدفون کو عیسیٰ صاحب کہتے ہیں اور کوئی یوزآسف اور ایسے ہی کئی اور لوگوں سے مختلف نام سنتا رہا۔

نیز یوزآسف نبی شامی کی تعلیم اور تقریر بعینہ حضرت مسیح کی ہی تعلیم اور تقریر ہے چنانچہ قصہ یوزآسف کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھا ہے۔ اور سنو جس طریق کے طرف میں بلاتا ہوں یہ وہ دین حق ہے جو حق تعالیٰ نے اگلے زمانہ میں پیغمبروں اور رسولوں کے لئے بھیجا ہے

اور خدا نے اسی دین حق کے ساتھ مجھ کو اب مخصوص کیا ہے اور اپنی رحمت و کرم و مہربانی کے سبب سے جو کہ مجھ پر اور ساری دنیا پر ہے امتیاز دیا ہے اور اس دین کی پیروی سے دوزخ سے رہائی حاصل ہوتی ہے .....

یہاں فقرات زیر لکیر میں صاف طور پر انبیاء بائیبل کی طرف اشارہ ہے اور ستی باب میں لکھا ہے یہ نہ سمجھو کہ میں **توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں .... بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔** اگر یوز آسف کوئی ہندی نبی ہوتا تو یہ نبی۔ رسول۔ دین حق۔ حق تعالیٰ وغیرہ ذالک کے الفاظ استعمال نہ کرتا بلکہ وہی الفاظ استعمال کرتا جو ویدوں وغیرہ کتب ہنود میں مستعمل ہوتے ہیں۔ جیسے رشی۔ ایشور۔ اوتار۔ گرو۔ پروہت وغیرہ

پھر اسی صفحہ پر آگے لکھا ہے کہ تم میں سے جو شخص ایمان لائے تو اس کا ایمان زندگانی دنیا کی طمع میں یا بادشاہی زمین کی امید میں یا انعام بخشش دنیوی کی ہوس میں نہ ہونا چاہئے بلکہ ایمان تمہارا سلطنت آسمانی اور بادشاہی سے زوال آخرت کے حاصل کرنے کے لئے ہو الخ

اس تقریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس شاہی اسرائیلی نبی یوز آسف کے پیرو ہندوستان میں راجے مہاراجے اور دولتمند باثروت ہیں اس لئے غیروں کو سمجھاتے ہیں کہ کسی طمع دنیوی کے خیال سے **اہل قادیان کی طرح اختلاف عقیدہ رکھ کر میری بیعت** نہ کریں کہ اس سے زمرہ منافقین میں داخل ہو کر تمہاری آخرت بھی تباہ ہو جائے گی۔ اور پھر اخبار زمیندار۔ گرو گھنٹال مباہلہ وغیرہ کے ذریعہ سے دنیا میں بھی رسوائی ہوگی۔

اور ان سب واقعات مذکورہ بالا کی تصدیق کے لئے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شہادت کافی ہے واخبرنی ان عیسی ابن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ۔ ورجالہ ثقاۃ۔ ترجمہ۔ نبی کریم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عیسیٰ بن مریم دنیا میں ایک سو بیس سال رہے ہیں اور پھر فرماتے ہیں:۔ ولا ارانی الا ذاھبا علی رأس الستین۔ اور میں اس کے نصف عمر یعنی ساٹھ کے بعد فوت ہو جاؤں گا۔ نبی کریم کا ساٹھ سال کے بعد فوت ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ بے شک حضرت مسیح کی عمر اس دنیا میں ایک سو بیس سال ہو چکی ہے اور ناقل حدیث نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث صحیح اور تاریخ اس بات پر گواہ ہیں کہ مسیح ابن مریم آسمان پر ہرگز نہیں گئے بلکہ اپنی طبعی عمر پوری کرکے سرینگر میں فوت ہو گئے ہیں۔

جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب کی تقریر جلسہ سالانہ

گذشتہ سے پیوستہ

دنیا میں خلافت دو ہی قسم کی ہمیشہ سے آتی رہی ایک روحانی اور دوسری سیاسی اگر غور سے دیکھا جائے تو میاں صاحب دونوں قسموں سے ابتک محروم ہیں نہ تو ان کو مصلح ہونے کا دعوے اور نہ ہی کسی ملک کی بادشاہت انکو ملی پھر کیسے ہیں خلیفہ خدا بنا ہے ہم کہاں کہتے ہیں کہ خلیفہ کرم شاہ بنا ہے اسلئے بہتر ہوگا کہ میاں صاحب قادیانیوں کے پیر بننے کے سوائے دوسرا کوئی دعوے نہ کریں جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص احکام نازل نہ ہو دیں۔ اور کثرت سے مکالمہ مکاشفہ اور وحی ولایت اور کسی خاص ماموریت پر خدا تعالیٰ کھڑا نہ کرے۔ یہی حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں بار بار لکھا ہے۔ کہ ایک آدھ خواب یا کوئی جھوٹی سچی کشف پر انسان کو مغرور نہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے ایسے سلسلے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ یہ سب گمراہی کا موجب ہیں۔ اس میں اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ گو اللہ تعالیٰ کا دین کوئی بگاڑ نہیں سکتا اللہ تعالیٰ کے کامیابی میں بہت سوچ کر قدم رکھنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کو نبی اور ولی بھی بڑی احتیاط کرتے رہے ہیں۔ اگر موجودہ رفتار زمانہ میں غور کیا جاوے۔ تو اچھی طرح دیکھ لو اور غور سے مقابلہ کر لو کہ حضرت مرزا صاحب جس کام پر مامور کئے گئے۔ وہ تجدید دین اور تبلیغ اسلام اور غیر مذاہب کا حملہ جو دین اسلام پر چاروں طرف سے ہوتا تھا۔ سا یاوقت گذار کر اس فانی دنیا کو چھوڑ کر اپنا کام پورا کر گئے اور اپنے پیروؤں اور آنیوالی نسلوں کے لئے لٹریچر چھوڑ گئے کہ زندہ مذہب دنیا میں اسلام ہے۔ اور یہ طریقہ تبلیغ اسلام ہے یعنی روے زمین کیلئے تبلیغ کے جو جو ہتھیار محمد صلعم سے ورثہ میں لئے تھے سب تمہارے لئے اچھی طرح دوبارہ تیز کرکے چھوڑ چلا ہوں سوائے اس کے دوسری راہ میں نہ جانا۔ یہ وہی اوزار ہیں جو میرے آقا رسول سیدنا محمد صلعم نے تاکید دئے ہیں مسلمانو ' اس میں تمہاری کامیابی ہے جو کچھ میں نے حاصل کیا وہ محمد صلعم کی برکت اور تابعداری سے حاصل کیا ہے میرا اس میں کچھ نہیں افسوس اسقدر تاکید کے باوجود میاں صاحب نے ایک نیا عقیدہ تیار کرکے تبلیغ اسلام میں رخنہ اندازی شروع کر دی ایسا اختلاف ڈالدیا کہ احمدیہ جماعت تو درکنار تمام دنیا میں جسقدر مسلمان تھے ان میں سخت تفرقہ ڈالدیا۔ جو حکم تاکیدی حضرت مرزا صاحب کا تھا اس کو چھوڑ کر کے فضول جھگڑوں میں پڑ گئے۔ دنیا کے تمام مذاہب جنکو تبلیغ کا حکم تھا مثلاً یہود و نصارا و ہندو وغیرہ وغیرہ اب دنیا کے مذاہب تو یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ احمدیہ جماعت اپنے گھر کا فیصلہ کر لیوے تو پھر ہم کو تبلیغ کا حق رکھتی ہے۔ واقعی معقول جواب تو ہے جب اپنے گھر میں ہی جنگ ختم نہیں ہوتی تو دوسروں کو یہ کسطرح میدان میں بلا سکتے ہیں خدانخواستہ غیر مذاہب کو مقابلہ میں بلا بھی لیں تو یقیناً کامیابی مشکل ہے

اس لئے سب سے مقدم یہ ہے کہ قادیانی جماعت پہلے مسلمانوں سے نبوت اور کفر اسلام کا فیصلہ کرکے میدان میں نکلے۔ ورنہ تبلیغ کے نام پر مخلوق خدا سے روپیہ جمع کرکے مختلف فنڈوں میں خانہ پوری کرکے مسلمانوں کی تسلی نہیں کر سکتی اور ہر جگہ ہنسی کا موقعہ بیفائدہ دے رہی ہے۔ کیونکہ دنیا میں اس وقت سخت روشنی ہو گئی ہے لوگ تو اب چھوٹے کے گھر میں پہنچکر سخت نکتہ چینی کے عادی ہو گئے ہیں۔ کوئی فعل کیا جائے فوراً اس کو جبتک پبلک نہ کریں اور اچھی طرح اس کا پردہ فاش نہ کریں صبر نہیں کرتے اسلئے سردست جس قدر روپیہ جمع کیا جاتا ہے احتیاط سے خرچ کریں۔ تاکہ آئندہ مسلمانوں کے دل اسلامی تحریکوں کے لئے مردہ نہ ہو جاویں۔ اب تو لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ ہم اپنا پیٹ کاٹ کر ایسے لوگوں کو چندے اسلام کے نام پر دیتے ہیں جو اس بے رحمی سے ہماری کمائی لہو و لعب پر صرف کر دیتے ہیں جس کا صدمہ اب ہر مسلمان محسوس کرنے لگ گیا ہے۔ یہ وقت سیر و سیاحت اور عیش عشرت کا نہیں ہے بلکہ دنیا پر ثابت کر دینا چاہیے کہ ہماری زندگی طریقہ معاشرت صحابہ کرام رضو کے مشابہ ہے گو ابھی تک وہ روحانی رنگ تو ہم سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم کو عملی جامہ پہنا کر صحابہ کرام کے رنگ میں رنگین کر دے پھر انشاء اللہ لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی ورنہ موجودہ روش جو خلیفہ صاحب قادیان نے اختیار کر رکھی ہے یہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کو منظور نہ ہوگی کیونکہ ایسی روش کا آخر نتیجہ بد ہی نکلتا ہے اور غالباً ساتھ ساتھ نکلتا بھی جاتا ہے۔ یہ کوئی خوبی کی بات نہیں کہ میاں صاحب شملہ میں وائسرائے سے اور کمانڈر انچیف سے اور وزیر تعلیم سے یا گورنر سے ملے۔ اور فلاں دعوت میں اس قدر بڑے بڑے لوگ دعوت طعام اور ٹی پارٹی میں شریک ہوئے اور حضرت میاں صاحب سے بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ سبحان اللہ وائسرائے صاحب اور گورنر صاحب سب حیران تھے کہ ایسی تقریر آج تک کسی سے نہیں ہوئی۔ ایسے پر چھتے روز حضرت صاحب قادیان معہ جنرل سٹاف صرف دو روز کے لئے ریزرو ٹرین میں ایک ضروری اور اہم کام پر تشریف لا کر اسٹیشن پر عام معززین معہ بیگمات ٹرین کے انتظار میں کھڑے تھے حضرت نے حکم دیا عورتیں سب جنت میں مصافحہ کریں گی اور مرد دنیا اس اسٹیشن پر مصافحہ کر لیویں۔ کیا کبھی حضرت مرزا صاحب مسیح موعود بھی وائسرائے گورنر اور کمانڈر انچیف اور وزیران برطانیہ کی مہمان نوازی اور جھگڑوں میں پڑے تھے مال مفت دل بیرحم خدا کے واسطے اپنی اس روش کو چھوڑ دے اور حضرت مرزا صاحب کے نقش قدم اور محمد صلعم کی تابعداری اور خدا کے خوف سے آپ کو کچھ ملے گا باقی سب فضول۔ یہ چندروزہ دنیاوی لذات ہیں۔ میری اس زبردست نصیحت پر عمل کر تاکہ تیرا دین دنیا اچھا ہو۔

جب سے میاں محمود احمد صاحب نے خلافت قادیانی کا ڈنکا بجانا شروع کیا ہے واقعی عزت لوگ جماعت احمدیہ کے تو حضرت میاں صاحب کے پیرو ہو گئے۔ ایک جنگ تو خدا خدا کرکے اب کچھ سست ہوئی تھی کہ مرزا صاحب نے اسلام کی عزت رکھ لی۔ بڑے بڑے اہل علم مان گئے کہ واقعی مرزا صاحب اسلامی فوج کا کمانڈر چیف تھا۔ اپنا کام کرکے خوب تمام پر فتح پا کر اور اچھا کامیاب ہو کر دنیا سے رخصت ہوا۔ اب دوسری جنگ حضرت میاں صاحب نے اپنے گھر میں ایسی چھیڑ دی کہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں میں ازسرنو ایسی حرارت پیدا ہوئی ہے ہزار سمجھاؤ کہ مرزا صاحب ہرگز ہرگز نبی نہ تھے ان کی تحریروں میں صاف لکھا ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا کیونکہ میں امتی ہوں نبی نہیں ہوں نہ کوئی نئی شریعت لایا ہوں نہ کوئی نیا کلمہ اور نہ ہی میری کوئی کتاب الہامی اور نہ ہی مجھے وحی نبوت کا دعویٰ صرف وحی ولایت کا دعویٰ۔ بھلا میں کسی کلمہ گو کو کس طرح کافر کہہ سکتا ہوں یہ سب مجھ پر افترا ہے۔ خدا کے لئے غور کرو۔ ملکی سست اور گواہ چست۔ خدا استیاناس کرے اس نفسانیت کا کہ جو انسان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب تو یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ اگر میری کوئی تحریر قرآن اور حدیث شریف کے خلاف ہو وے تو اسکو ردی کی ٹوکری میں پھینک دو۔ کیونکہ میں دنیا کی اصلاح کرنے کو آیا ہوں نہ اختلاف ڈالنے کے لئے میں اللہ اور رسول کے حکموں کے تابع ہوں

مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور نے واقعی اپنی لائف تو دین اسلام کی خاطر وقف کر دی تھی اور بہت سی کتابیں تائید اسلام اور قادیانی عقیدہ کے رد میں اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت میں تصنیف کیں اور جہاں تک ہو سکا اپنی صحت کو بھی بالائے طاق رکھ کر اچھی خدمت اسلام کی۔ مگر نہ ہی قادیانیوں نے اور نہ ہی جماعت احمدیہ لاہور نے اس شخص کی قدر کی بلکہ میں تو کہوں گا کہ دنیا کے مسلمانوں کو ایسے شخص کی قدر کرنی چاہیے۔

حضرت مرزا صاحب احمدیوں کو تبلیغ اسلام کا گر سکھلا کر فوت ہو گئے اب ایسے شخص کا دوبارہ ہم بدقسمتوں کو نصیب

بقیہ کیلئے دیکھو صفحہ نمبر ۶ کالم نمبر ۲

ووکنگ مشن اور انجمن کے تعلقات

”مجدد کامل“ میں جناب خواجہ صاحب کا اظہار خیالات

مجھے جناب خواجہ صاحب کی نئی تصنیف ”مجدد کامل“ کے بعض حصوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس سے پہلے خواجہ صاحب نے اسی کتاب کے اشتہار میں بھی بعض خیالات کا اظہار کیا تھا جس پر بعض احباب کو بہت رنج ہوا اور انہوں نے بالمقابل کچھ لکھنا چاہا مگر یہ خیال کر کے کہ ان معاملات کو طول دینے سے اصل کام کو نقصان پہنچتا ہے۔ انہیں روک دیا گیا۔ مگر افسوس ہے کہ خواجہ صاحب نے ان امور کو نہ صرف پھر شروع کر دیا بلکہ کتاب مجدد کامل کے کئی اوراق اس ذکر سے بھر دیئے۔ اگر ان کا اور انجمن کا بعض معاملات میں اختلاف رائے تھا تو اختلاف رائے دوستوں میں ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن اس اختلاف رائے کو اتنی اہمیت دینا کہ اسے ایک مستقل کتاب کا حصہ بنا دیا جائے قوم کے لئے بہت نقصان رساں ہے۔ اور پھر وہ کتاب جس کی غرض یہ تھی کہ اسے کثرت سے مفت تقسیم کیا جائے اور جس کے ذریعہ سے تبلیغ احمدیت مقصود تھی اس میں اس قسم کی باتوں کو درج کرنے سے اسی تبلیغ کو ہی نقصان پہنچتا ہے۔ عقائد کے متعلق جس قدر ذکر فریق قادیان اور فریق لاہور کے اختلاف کا ہے وہ تو بلاشبہ تبلیغ کے لئے ضروری تھا۔ لیکن جو چند دوستوں میں تبلیغ کے طریق کار کے متعلق اختلاف تھا اسے کتاب میں لانا اور پھر بعض جگہ نامناسب الفاظ میں انجمن اور اس کے کاموں کی طرف اشارہ کرنا بہت احباب کے لئے رنج کا موجب ہوا ہے کیونکہ انجمن اور قوم دو چیزیں نہیں اور علاوہ ازیں بہت سا وہ اثر جو کتاب کے پہلے حصہ کے مطالعہ سے ایک اجنبی کے دل پر پیدا ہو گا پچھلے حصہ سے وہ اثر دور ہو جائے گا افسوس یہ ہے کہ اس اختلاف کا نفس مضمون کتاب سے ادنیٰ تعلق بھی نہ تھا اور علاوہ ازیں جو اور بعض امور اعتراض کے رنگ میں انجمن کے متعلق اس کتاب میں لکھے ہیں وہ بھی قابل افسوس ہیں اسلئے کہ جناب خواجہ صاحب خود اس انجمن کے ارکان میں سے ایک ہیں اور جو اعتراض انہیں انجمن کے کسی کام پر تھا اسے انجمن میں پیش کرنا چاہیئے تھا نہ کتابوں اور اشتہاروں میں لانا۔ میں سمجھتا ہوں کہ خواجہ صاحب کی طویل بیماری ایک حد تک ان امور کا موجب ہے لیکن کیا اچھا ہوتا کہ مطبع میں بھیجنے سے پیشتر تو وہ مسودہ پر کسی اور کی نظر ڈلوا لیتے۔ ان باتوں کا نقصان خود اس کام کو پہنچتا ہے جو وہ اور ہم کر رہے ہیں۔ اس قوم کو پہنچتا ہے جسکی تائید کے لئے انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے اور اس تبلیغ کو پہنچتا ہے جو کتاب کے لکھنے میں ان کے مدنظر تھی۔ چونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اب ان امور پر جماعت میں کوئی بحث چھڑے اس لئے میں ووکنگ مشن اور انجمن کے تعلقات کے صرف آخری واقعہ کا ذکر کر کے احباب سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ وہ ان امور کی طرف زیادہ توجہ نہ دیں اور نہ اس بحث میں پڑیں کہ فلاں نے فلاں وقت کیا کیا اور فلاں نے کیا کیا بلکہ ان باتوں کو چھوڑ کر اپنے کام کی طرف پوری توجہ کریں۔ مجھے اس قدر لکھنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی اگر بعض امور میں غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ باقی جو اعتراضات خواجہ صاحب کو اس امر کے متعلق ہوں کہ انجمن کو فلاں کام یوں کرنا چاہیئے اور فلاں یوں نہ کرنا چاہیئے۔ یہ کتابوں اور اشتہاروں میں لکھنے کی باتیں نہیں بلکہ خود گھر میں سوچنے کی باتیں ہیں خدا کے فضل سے ہماری انجمن میں مشکل سے مشکل مسائل پر بھی بعض وقت بحث ہوئی ہے۔ اور آخر کار ساری قوم ایک ہی نتیجہ پر پہنچی ہے ایک اکیلے شخص کی رائے غلط ہو سکتی ہے۔ لیکن جب مشورے میں ایک بات آ جائے تو اس کے مضرات یا منافع کھل کر سامنے آ جاتے ہیں اور اگر دل ذاتی اغراض سے خالی ہوں تو عموماً سب ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

۱۹۲۹ء کے آخر میں ووکنگ مشن کا تعلق انجمن سے منقطع ہوا گو اس سے پہلے بھی ایکدفعہ ایک ایسی ہی صورت پیش آ گئی تھی اس آخری علیحدگی کے واقعات کا علم ہماری جنرل کونسل کے ممبران کو تو ہے لیکن ان کی عام اشاعت کو مفید نہ سمجھا گیا تھا صرف آخری فیصلہ اخبار میں شائع کر دیا گیا تھا۔ بات صرف اس قدر ہے کہ خواجہ صاحب کا یہ خیال تھا کہ مشن کا انتظام ایک ایسی کمیٹی کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے جس کا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو اور انجمن کا یہ خیال تھا کہ ایسا تعلق کسی نہ کسی رنگ میں ضرور رہنا چاہیئے کیونکہ انجمن نے بحیثیت جماعت مشن کے لئے ایسی قربانیاں کی ہیں جو مسلمانوں کی کوئی دوسری جماعت نہ کر سکتی تھی۔ اپنے بہترین آدمیوں کو ایسے وقت میں مشن کے چلانے کے لئے بھیجا جب خواجہ صاحب کی غیر حاضری اور پھر بیماری کی وجہ سے مشن کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اور کم و بیش دس سال سے مشن کا انتظام انجمن کے ہاتھ میں تھا اور گو اس میں شک نہیں کہ اس عرصہ میں خواجہ صاحب اور انجمن کے درمیان بعض امور میں اختلاف رائے ہوتا رہا مگر کام کو اس کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور آخر دسمبر ۱۹۲۸ء میں تمام اختلافات کا آخری فیصلہ کر کے خواجہ صاحب نے اپنی تحریر انجمن کو دیدی تھی کہ آئندہ انجمن کی جنرل کونسل کے تمام فیصلے ان کے لئے قطعی ہوں گے تو ان امور کی بنا پر انجمن نہ چاہتی تھی کہ اس کا تعلق ووکنگ مشن سے منقطع ہو گو وہ اس بات پر راضی ہو گئی تھی کہ بعض دوسرے اشاعت اسلام کے کام میں دلچسپی لینے والے بزرگ اس انتظام میں شامل ہو جائیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب مشن کا انتظام انجمن کے ہاتھ میں تھا تو خواجہ صاحب نے افریقہ میں دورہ کر کے کوئی قریباً چالیس ہزار روپے کی رقم جمع کی تھی مگر اس رقم کو انہوں نے ایک الگ ٹرسٹ بنام لٹریری ٹرسٹ بنا کر اس کے سپرد کیا ۱۹۲۹ء کے غالباً اپریل میں انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ مشن اور ٹرسٹ کا الحاق کر دیا جائے اور اس کے متعلق انہوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ اور کہا کہ میں نے مشن اور ٹرسٹ کے الحاق کی ایسی تجویز سوچی ہے کہ آٹھ ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ہوں گے اور چار اصحاب ایسے ہوں گے جو احمدی نہ ہوں۔ اس الحاق سے انہوں نے دو فائدے بتائے۔ ایک یہ کہ یہ ٹرسٹ والا چالیس ہزار روپیہ مشن کے مزید استحکام کا موجب ہو جائے گا اور دوسرے یہ کہ مشن کے انتظام میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ممبران کے علاوہ بعض دوسرے اصحاب کے آ جانے سے یا ان دوستوں کی امداد جاری رہنے کا بہتر سامان ہو جائے گا۔ اور کسی کو اس شرارت کا موقعہ نہ رہیگا کہ یہ کام صرف احمدیوں کا ہے میں نے اس وقت ان کی اس تجویز کو پسند کیا۔ البتہ خواجہ صاحب نے میری طرف جو الفاظ منسوب کئے ہیں کہ ”اگر مشن موجودہ حالت میں رہا تو مر جائے گا“ اس میں کچھ غلط فہمی معلوم ہوتی ہے۔ میں یہ لفظ نہ کہہ سکتا تھا مشن انجمن کے انتظام میں کم و بیش دس سال رہا اور گو بہت دفعہ انجمن اور خواجہ صاحب میں اختلاف رائے سے بدمزگی پیدا ہوتی رہی مگر مشن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اس اثنا میں بلکہ اس سے چھ سال پیشتر بھی ۱۹۱۴ء سے انجمن اپنے بہترین آدمی اپنے دوسرے کاموں کو نقصان پہنچا کر بھی مشن کی خدمت کے لئے بھیجتی رہی۔ اور فی الحقیقت نیک آدمی تھے۔ یعنی مولانا صدرالدین، مولوی محمد یعقوب خاں۔ مولوی مصطفےٰ خاں جنہوں نے مشن کو خواجہ صاحب کی عدم موجودگی میں سنبھالا ہی نہیں بلکہ مشن کی زندگی ہیں۔ وہ زمانہ بالخصوص مولانا صدرالدین صاحب کے کام کا زمانہ نو مسلمین کی تعداد کے لحاظ سے اور رونق کے لحاظ سے بہترین زمانہ نظر آتا ہے ہاں میرا خیال ضرور تھا کہ اس نئی تجویز سے مشن کا استحکام بہتر ہو جائے گا اور ایسے ہی کوئی لفظ میں نے کہے ہوں گے۔ بہرحال اس تجویز کو ہماری مجلس منتظمہ کے اکثر ممبروں نے بھی پسند کیا لیکن اس کی آخری منظوری جنرل کونسل نے دینی تھی۔ غالباً اگست کا مہینہ تھا اور میں ڈلہوزی میں تھا۔ خواجہ صاحب کشمیر میں تھے کہ انہوں نے مجھے لکھا کہ جنرل کونسل فوراً ہو کر ٹرسٹ ڈیڈ کو مکمل کیا جائے۔ اس کے جواب میں میں نے انہیں لکھا کہ اس وقت تو کونسل کا ہونا مشکل ہے مگر ادھر سے تو ایک حد تک معاملہ طے ہو چکا ہے۔ آپ ان مجوزہ ممبران ٹرسٹ سے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ممبر نہیں خط و کتابت کر کے ان کی منظوری لے لیں تو میرے لاہور جانے پر جنرل کونسل کا اجلاس ہو جائے گا۔

اسی اثنا میں خواجہ صاحب نے ایک اعلان بھی کرایا جس پر مجھے اچھی طرح یاد ہے میں نے انہیں یہ بھی لکھا کہ آخری

بقیہ صفحہ ۵

ہونا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی تحریر میں کسی جگہ ہے کہ میرے بعد سب لوگ مل کر اس سلسلہ کو پھیلا ویں تاوقتیکہ تم میں کوئی مصلح موعود پیدا نہ ہو جائے۔ مصلح موعود تو بھی واللہ اعلم اپنے وقت پر نمودار ہوگا۔ یہاں مصنوعی مصلح موعود اس قدر پیدا ہو گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ ایک موجود خلیفہ نے ہی اپنی موجودہ جماعت کو وعدے وعید دیکر اس قدر گستاخ کر دیا ہے کہ اگر موجودہ وقت میں مصلح موعود پیدا ہو جائے تو اس کا شناخت کرنا سخت مشکل ہو جائے گا۔ مگر یہ بات غلط ہے خدا تعالیٰ کے مصلح جب نمودار ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ اس قدر برکات اور زبردست طاقت ہوتی ہے کہ اس قسم کے نسیفہ کا نام و نشان ہی مٹ جاتا ہے۔ اور بناوٹی طاقتیں اور مصنوعی جلال اور جھوٹے وعدے سب ناپید ہو جاتے ہیں

منظوری سے پہلے ایسا اعلان درست نہ تھا۔ بہرحال جب اکتوبر میں یہ معاملہ جنرل کونسل میں پیش ہوا تو جنرل کونسل نے اس تجویز کو پسند نہ کیا کہ انجمن کا تعلق مشن سے منقطع ہو اور اس کی وجہ وہی تھی جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے کہ اتنی مدت تک ایک کام کے لئے اس قدر قربانی کر کے اس کام سے الگ ہونا ممبران جنرل کونسل کو ناپسند تھا۔ اور آخر بڑی بحث کے بعد جنرل کونسل نے صرف اس قدر تعلق پر اکتفا کیا کہ جو ممبران ورکنگ کمیٹی کے ممبران میں سے اس وقت نئے ٹرسٹ میں لینے منظور کئے جا رہے ہیں وہ انجمن کی طرف سے نامزد شدہ متصور ہوں اور باقی تجویز سب وہی رہے جو خواجہ صاحب نے کی ہے۔ بظاہر اس وقت یہی سمجھا گیا تھا کہ اس تجویز پر خواجہ صاحب متفق ہو جائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا۔ اگر خواجہ صاحب چاہتے تو اتنا تغیر ٹرسٹ ڈیڈ میں آسانی سے ایک ڈیڑھ ماہ کے عرصہ میں ہو سکتا تھا مگر قریباً ڈیڑھ ماہ گذرنے کے بعد ان کی تحریر پہنچی جس میں انہوں نے یہ لکھا کہ جنرل کونسل کی اس تجویز کو وہ منظور نہیں کرتے۔ اس لئے دسمبر میں یہ معاملہ پھر جنرل کونسل میں پیش ہوا۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ انجمن خواجہ صاحب کی دسمبر ۱۹۲۰ء کی تحریر کو اصل قرار دے کر اسی فیصلہ پر قائم ہے جس کی رو سے مشن کو دوبارہ انجمن کے سپرد کیا گیا تھا یہ فیصلہ ۲۵ دسمبر کو ہوا اور چونکہ یہ جلسہ سالانہ کا موقع تھا اس کے بعد کچھ اور احباب بھی آئے اور ادھر خواجہ صاحب کی طرف سے مزید تحریک ہونے پر دوبارہ معاملہ ۲۸ دسمبر کو پیش ہوا جس میں خواجہ صاحب کی وہ تحریر بھی پڑھی گئی جو انہوں نے اخبار مدینہ میں لکھی تھی اور جس میں انہوں نے بہت نامناسب الفاظ میں انجمن کے تعلق کا ذکر کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب احباب نے یہی پسند کیا کہ خواجہ صاحب کو آزادی دے دی جائے کہ وہ جس طرح چاہیں مشن کو چلائیں غرض صرف یہ تھی کہ کام چلتا رہے۔ چنانچہ اس آخری فیصلہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"چونکہ خواجہ صاحب نے کونسل ہذا کے فیصلہ مؤرخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو منظور نہیں کیا اور یہ لکھا ہے کہ ان کے پیش کردہ تجاویز کی نامنظوری کی صورت میں وہ اپنی ذمہ داری پر مشن کے متعلق خود مناسب کارروائی کر لیں گے اور کونسل ان کی تجاویز کو منظور نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ان میں مزید جھگڑے پیدا ہوں گے۔ اس لئے ان تمام جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے کونسل ہذا ان کو اجازت دیتی ہے کہ وہ جس طرح بہتر سمجھیں مشن کا انتظام کر لیں"

اگر خواجہ صاحب کا اس وقت بھی یہ ارادہ ہوتا کہ مشن انجمن سے علیحدہ نہ ہو تو کچھ مشکل نہ تھا۔ انجمن نے ان کو اجازت دی تھی کہ وہ جو انتظام بہتر سمجھتے ہیں کریں اور انہوں نے بہتر یہی سمجھا کہ انجمن کے نام کا اس قدر تعلق بھی مشن کے ساتھ نہ رہے کہ نئے ٹرسٹ کے احمدی ممبر انجمن کی طرف سے نامزد ہوا کریں۔ احمدی ممبر انہوں نے اب بھی کچھ رکھے ہیں مگر اب انہوں نے خود انہیں نامزد کیا ہے۔ اگر وہ جنرل کونسل کی تجویز کو منظور کر لیتے تو بات پھر بھی وہی تھی مگر انجمن کا تعلق مشن سے منقطع نہ ہوتا۔

یہ صرف واقعات کا اظہار ہے جو مجھے مجبوراً کرنا پڑا ہے میں نے شروع سے پسند نہیں کیا کہ یہ چھوٹے چھوٹے اختلافات منظر عام پر لا کر قلوب میں بدمزگی پیدا ہو۔ اب ان کے ایک کتاب کی صورت میں آنے سے یہ چند واقعات لکھنے پڑے ہیں۔ ہم گو بعض طبائع پر شاق بھی گذریں گے لیکن اگر وہ غور کریں تو بات تو صرف اسقدر ہے کہ انجمن مشن کے ساتھ تعلق قطع کرنا پسند نہ کرتی تھی اور خواجہ صاحب اسے رکھنا پسند نہ کرتے تھے۔ اگر وہ قوم کی آواز کے آگے سر جھکا دیتے تو یہ قوم کے لئے خوشی کا موجب ہوتا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک سے زیادہ دفعہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں بھی اس نئے ٹرسٹ کی ممبری منظور کر لوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ٹرسٹ میں تغیر و تبدل کا انحصار ان کی رائے پر ہے اور ممکن ہے پھر کبھی انجمن کی تجویز کو منظور کر لیں۔ لیکن میرا طریق عمل یہی ہے کہ اگر قوم کا فیصلہ میری رائے کے خلاف بھی ہو تو مجھے قوم کا فیصلہ منظور کرنا چاہئے۔ صرف یہی ایک اصول ہے جس پر کاربند رہنے سے ہمارا قومی نظام درست رہ سکتا ہے۔ اور ہم سب نے اس انجمن کو اسی اصول پر بنایا تھا جو حضرت صاحب نے قادیان کے صدر انجمن کے لئے مقرر کیا تھا کہ

"میرے بعد ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا"

محمد علی

ایک معزز غیر مسلم خاتون کے خیالات

اسلامی پردے کے متعلق

(از بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ)

گذشتہ دسمبر میں مشہور فاضل مستشرق مسٹر جرمنوس اور ان کی میم صاحبہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسے کی شرکت کے لئے کلکتے سے آئے تھے۔ احمدیہ انجمن خواتین اسلام کے جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۴ دسمبر میں مسز جرمنوس موجود تھیں اور ان کی خاطر سورہ فاتحہ کا ترجمہ و تفسیر انگریزی میں بھی سنائی گئی تھی بعد فراغت جلسہ مسز جرمنوس مجھ سے ملنے آئیں۔ مسز عبدالوہاب جو کنسولٹر (مدراس) سے تشریف لائی تھیں اس وقت موجود تھیں۔ مختلف موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ پردے کا ذکر آیا تو میں نے اسلامی پردے کی وضاحت کی۔ مسز جرمنوس کہنے لگیں کہ اتنا پردہ تو سوسائٹی کو خراب اخلاق سے بچانے کے لئے ضروری ہے۔ انہوں نے بیان کیا جنگ عظیم تک یورپ میں اس قدر بے حیائی نہ تھی۔ اور ایک جوان لڑکی کسی غیر مرد کے ساتھ شام کے اندھیرے میں سیر کو نہ نکل سکتی تھی مگر جنگ کے بعد کایا پلٹ گئی اور حیاسوز نظارے منظر عام پر آ گئے۔ مسز موصوفہ نے کہا کہ یورپ میں لو میرج (Love marriage) یعنی محبت کی شادی کا رواج ہے اور ہندوستان میں شادی کا اہتمام الدین کے ہاتھ میں ہوتا ہے مگر یورپ کی ہندوستانی شادی شدہ زندگی زیادہ خوش و خرم اور کامیاب ہوتی ہے اس کی وجہ بھی پردہ ہے۔ ہندوستان کی شادی باہم وفاداری سے بسر کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ مگر یورپ و امریکہ میں صرف طلاق کے لئے متعدد عدالتیں قائم ہیں جن میں ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر طلاق کی درخواستیں آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ میرا شوہر میرے کتے کو پیار نہیں کرتا یا کھاتے وقت چپڑ چپڑ کی آواز نکالتا ہے اس لئے مجھے طلاق دلوائی جائے۔ یہ سب خرابیاں بے پردگی اور مرد و عورت کے خلا ملا کا نتیجہ ہیں کہ ایک چیز پر قناعت کر کے وفاداری اور اتحاد سے زندگی بسر کرنا معدوم ہو چلا ہے۔ اور مخلوط سکولوں و کالجوں کی بدولت بارہ سال کی عمر میں لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے سے واقف ہو جاتے ہیں

مسز موصوفہ کے بیان میں ہمارے ان بھائیوں اور بہنوں کے لئے درس عبرت موجود ہے جو محض یورپ کی تقلید میں نہ صرف پردے کے مخالف ہیں بلکہ مخلوط پارٹیوں میں عورتوں کے بن سنور کر جانے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بے شک اسلام نے عورت کو قید نہیں کیا نہ صرف تفریح سے منع نہیں کیا تعلیم و تدریس خرید و فروخت سے نہیں روکا اور اپنی زیبائش کو چھپا کر باہر نکلنے کی اجازت دی ہے۔ مگر اب تک جنہوں نے موجودہ پردے کو اڑایا اور اپنی خواتین کو برقعہ کی قید سے آزاد کیا ہے وہ عموماً اسلامی پردے کی حد سے بھی باہر نکل گئے ہیں۔ ان کی خواتین خوبصورت بھڑکیلے لباس میں مردانہ مجالس میں آزادی سے جاتی ہیں بلکہ بعض غیر مرد کے ساتھ ناچتی بھی ہیں۔

کیا ہمارے یہ آزاد خیال بہن بھائی اپنی قوم کو کچھ فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ تو پردے کے حامیوں کے ہاتھ میں یہ زندہ دلیل دیتے ہیں کہ پردہ توڑ کر انسان اس حد تک پہنچ جاتا ہے۔

میری معزز بہنو! کانفرنسوں میں پردے کے ریزولیشن پیش کر کے غیر مسلم اقوام کو اسلام پر ہنسی کا موقع دینے سے یہ بہتر ہے کہ ہم لوگ غیر اسلامی پردے سے نکل کر اسلامی پردے کا نمونہ پیش کریں۔ گذشتہ ہفتے آل انڈیا ویمنز کانفرنس میں پردے پر قرارداد پیش ہوئی۔ میں اس اجلاس میں موجود تھی۔ اگرچہ ہر سمجھدار مسلمان خاتون اس سخت پردے کے خلاف تھی جو ہندوستان کے بعض حصوں میں اب تک موجود ہے۔ مگر تقریباً تمام بہنوں کی رائے تھی کہ اس قسم کے ریزولیشن ایسی مجالس میں پیش نہیں ہونے چاہئیں۔ جن کے ڈیلیگیٹ جن کو رائے دہی کا حق ہوتا ہے ان میں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہو۔ یہ مانا کہ پردہ مختلف اقوام میں کم و بیش موجود ہے یا موجود رہا ہے مگر عموماً یہ اسلامی مسئلہ سمجھا جاتا ہے اس لئے اپنی مسلمان بہنوں سے میری یہ گذارش ہے کہ وہ نہ صرف باہمی مجالس میں ان تجاویز پر بحث کریں بلکہ اپنا عملی نمونہ بھی پیش کریں کہ اسلامی پردہ یہ نہیں کہ عورت ایک تنگ چار دیواری میں قید ہو کر تازہ ہوا قدرتی مناظر اور تعلیم و تفریح سے محروم کر دی گئی ہو اور نہ ہی یہ اسلامی شعار ہے کہ ایک مسلمان خاتون باریک دلکش زرق برق لباس میں آراستہ ہو کر مخلوط کلب یا پارٹیوں میں شریک ہو۔ غیر مردوں سے ہاتھ ملائے اور کسی غیر شخص کے ساتھ ناچے۔ مرد و عورت کی پارٹیوں کو علیحدہ علیحدہ رہنے دو۔ اور اپنے اپنے حلقے میں ہر فرد [illegible] سے حصہ لینے کا حق دار ہے۔

شہر لاہور کیلئے نقشہ افطار و سحری

تواریخ			ابتدائے سحری		وقت افطار	
ایام	قمری	عیسوی	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ
ہفتہ	۱۱	۳۱	۶	۱	۶	۱۰
اتوار	۱۲	۱ فروری	۶	۱	۶	۱۱
پیر	۱۳	۲	۶	۰	۶	۱۲
منگل	۱۴	۳	۶	۰	۶	۱۳
بدھ	۱۵	۴	۵	۵۹	۶	۱۵
جمعرات	۱۶	۵	۵	۵۹	۶	۱۵
جمعہ	۱۷	۶	۵	۵۸	۶	۱۶
ہفتہ	۱۸	۷	۵	۵۸	۶	۱۷
اتوار	۱۹	۸	۵	۵۷	۶	۱۸
پیر	۲۰	۹	۵	۵۷	۶	۱۹

خبریں

—— بندر سعید۔ ۲۱ جنوری رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم کی میت آج جہاز ترکنڈہ کے ذریعے سے بندر سعید وارد ہوگئی۔ حکومت مصر کے نمایندوں نے خشکی پر لے جانے کے انتظامات کر رکھے تھے۔ نعش مبارک پولیس گارد کی معیت میں مسجد عباس میں پہنچائی گئی جہاں آج صبح نماز جنازہ ادا کی گئی جس کے بعد جنازہ بڑے بڑے بازاروں اور کوچوں میں پھرایا گیا۔ راستہ پر لوگوں کے ہجوم احتراماً صف بستہ کھڑے تھے۔ ایک بہت بڑا جلوس مرتب کیا گیا۔ شاہ فواد کا نمایندہ بھی استقبال کے لئے موجود تھا۔ اس کے علاوہ وزیر اعظم، ہائی کمشنر اور مذہبی شیوخ قاہرہ سے آئے ہوئے تھے۔ مقامی رؤساء عمائد اور حکام بھی موجود تھے۔ مصری پولیس نے گارڈ آف آنر پیش کی۔

جنازہ پولیس افسروں نے کندھوں پر اٹھایا اور ریلوے اسٹیشن پر لے گئے۔ جہاں اسے گاڑی میں رکھدیا گیا یہ ٹرین ۲۲ جنوری کی قنطار کے راستے فلسطین کو روانہ ہوگئے۔

—— لاہور۔ ۱۲ جنوری۔ حکومت پنجاب نے سرکلر جاری کیا ہے کہ یکم جنوری ۱۹۳۱ء سے جو نئی اسامیاں پر کی جائیں۔ ان کی تنخواہ پہلے کی نسبت ۱۵ فیصدی کم کردی جائے اگرچہ یہ سرکلر جنوری کے وسط میں جاری کیا گیا ہے لیکن اس پر عمل درآمد یکم جنوری سے ہوگا جن ملازموں کو حکومت نے ایک خاص مقررہ تنخواہ پر مقرر کیا تھا۔ ان کی تنخواہ میں تخفیف کی جائے گی لیکن اس سرکلر کا اثر پیش قرار متاثر سے حاصل کرنے والے بعد زاد پر نہیں ہوگا ان کی تنخواہیں اسی قدر رہیں گی۔ اس کا اثر قلیل تنخواہیں پانیوالے کلرکوں اور دیگر سرکاری ملازموں پر پڑے گا۔

سنا گیا ہے۔ کہ نارتھ ویسٹرن ریلوے بھی ملازموں کی تنخواہوں میں تخفیف کرنیوالی ہے۔

—— کلکتہ ۲۴ جنوری۔ مسٹر سوبھاش چندر بوس میر کلکتہ کو جنہیں سات یوم کی سزا قید دی گئی تھی۔ انہیں آج رہا کر دیا گیا

—— لندن ۲۲ جنوری۔ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ۔ مسٹر بیجوڈ بین لارڈ پیل لارڈ پارمور۔ ارل رسل۔ سر سموئیل ہور اور راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے کئی ایک مندوبین۔ نے لندن تھیٹر میں ایک متکلم فلم دیکھا جسے برٹش فلم کمپنی نے کانفرنس کے اختتام پر وزیر اعظم کی تقریر کے وقت تیار کیا تھا۔ یہ فلم اپریل ایرویز کے ہوائی جہاز کے ذریعہ ہندوستان روانہ کردی گئی ہے

—— عدالت عالیہ الہ آباد کے جج مسٹر۔ دلال۔ ریاست کشمیر میں جج مقرر کئے گئے ہیں۔

—— پشاور۔ ۲۰ جنوری کل یہاں ۲ بجے شام زلزلے کا ایک جھٹکا محسوس ہوا۔ اور چند منٹ تک رہا۔

—— ۲۳ اور ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء کی درمیانی شب سے ضلع پشاور سے مارشل لاء اٹھا دیا گیا ہے۔

—— لاہور ۲۵ جنوری۔ آج شام کو لارڈ ارون نے نیو دہلی میں مصرحہ ذیل اعلان شائع کیا۔

۱۹ جنوری کو وزیر اعظم انگلستان نے جو بیان شائع کیا تھا۔ اس پر غور کرنے کیلئے کانگرسیوں کو موقعہ بہم پہنچانے کی خاطر حکومت ہند نے مقامی حکومتوں کے مشورے سے مناسب خیال کرتی ہے۔ کہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی مجلس عاملہ کے ارکان کو آپس میں اور ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے یکم جنوری ۱۹۳۰ء سے مجلس مذکورہ میں بحیثیت ارکان کام کیا ہے بحث و تمحیص کا کامل موقعہ بہم پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس فیصلے کے ... اس مقصد کے پیش نظر اور اس غرض سے کہ وہ لوگ جلسے منعقد کرنا چاہیں تو ان کے راستے میں کسی قسم کی قانونی رکاوٹ حائل نہ ہو۔ حکومت ہذا اعلان کرتی ہے۔ کہ وہ اعلانات جو مجلس عاملہ کانگرس کی خلاف قانون خلاف قرار دینے کیلئے مقامی حکومتوں نے قانون ترمیم ضابطہ فوجداری کے ماتحت جاری کئے تھے۔ واپس لے لئے جائیں۔ نیز ان لوگوں کو جو اس وقت مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ یا یکم جنوری ۱۹۳۰ء سے کسی وقت اس کے رکن رہ چکے ہیں رہا کرنے کی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ ان لوگوں کی رہائی پر کسی قسم کی شرائط عاید نہیں کی جائیں گی۔

—— اعلیٰحضرت قدر قدرت حضور نظام حیدرآباد دکن نے یہ حکم صادر فرمایا ہے۔ کہ رمضان المبارک میں تمام دفاتر و مدارس کے اوقات بلا تفریق و امتیاز چھ گھنٹے کی بجائے صرف تین گھنٹے ہوا کریں۔

—— حکومت ہند کو معلوم ہوا ہے کہ ایران اور جدہ میں ہندوستان کے جعلی نوٹ چلائے جا رہے ہیں۔ اس لیئے ان حکومتوں نے ہندوستانی نوٹوں پر بھاری پابندیاں عاید کردی ہیں۔ اسلئے اُن نوٹوں کا ان ممالک میں روپیہ ملنا تقریباً ناممکن ہوگیا ہے جس کی وجہ سے ہندوستانی زائرین کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایران اور جدہ جانیوالے ہندوستانی زائرین کو مشورہ دیا جاتا ہے۔ کہ سردست ان ممالک میں نوٹ نہ لیجائیں بلکہ نقد روپیہ ساتھ لے جایا کریں۔

—— مدراس ۲۳ جنوری۔ ہفتہ مختتمہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۱ء میں شہر مدراس ہیضہ کی ۱۷ واردتیں اور ۱۲ اموات ہوئیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۔۔۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

۲ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

۳ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

۴ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
عبد الحق ودیارتھی

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

۴۔ سب صحابہ اور اہلبیت قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

جلد ۱۹ لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۴ ۔ رمضان سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۳ ۔ فروری سنہ ۱۹۳۱ عیسوی نمبر ۸

پیغام حیات

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اے کہ تکفیر مسلماناں کنی از جہل و کیں
شرمت آید از خدائے عادل و ذی اقتدار

سہل باشد از زبان خویش تکفیرے کہ
مشکل افتد آنزماں چوں پرسد آں آمرزگار

گر تو داری خوف حق رو بیخ کفر خود برار
اے کہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی

ایزدت بخشد چو پیراں صدق و سوز و اضطرار
پیروی خلق پیراں را نمیدانی ہنوز

رو اگر مردی جہودے را باسلام اندر آر
ترک تکفیرے قوم خود چہ کار است کردہ ام

کیست کافر کیست مومن؟ خود بگردد آشکار
چوں نسیم صبح محشر پردہ بردار روزگار

گر خردمندی بروکن فکر نفس خود نخست
لاف ایماں خود چہ چیزے نور ایماں ابیار

چند بر تکفیر نازی چند استہزا کنی
رو بہ ایمان خود و ما را بکفر ما گذار

نے ز فردوسم حکایت کن نہ از آلام نار
کز غم دین محمدؐ مے زیم شوریدہ وار

اندراں وقتیکہ یاد آید مہم دیں مرا
بس فراموشم شود ہر عیش و رنج ہزو وار

نامۂ برلن

اسلامی دنیا کے مشہور فاضل علامہ امیر شکیب ارسلان کے خیالات جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدت سے جناب کا کوئی خط موصول نہیں ہوا۔ وجہ نامعلوم ہے۔ امید ہے جلسہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و خوبی گذر گیا ہوگا۔ ازراہ کرم رپورٹ کی چند کاپیاں ارسال فرماکر مشکور فرمائیں۔ نیز جلسہ کی رونق و کارروائی سے بھی مطلع فرمادیں۔

سال تو بفضلہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ امیر شکیب ارسلان صاحب برلن تشریف لائے تھے۔ میں نے چند ماہ ہوئے ان کو دو خطوط لکھے تھے جن میں جرمن مسلم سوسائٹی کی اعزازی ممبری کی درخواست کی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا جس کی وجہ اب معلوم ہوئی۔ اور وہ یہ کہ عرصہ کم و بیش چھ ماہ ہوا کہ اخبار پیغام صلح میں ان کا ایک خط شائع ہوا۔ یہ خط چونکہ یہاں کے مشن و مسجد سے بالخصوص تعلق رکھتا تھا۔ لہذا خاکسار نے اس کا ترجمہ اپنے ریویو میں شائع کر دیا۔ ایک مقصد و حاسد مسلمان نے اس خط کا بالکل غلط ترجمہ (بزبان عربی) امیر شکیب ارسلان موصوف کو بھیجا۔ جس کی وجہ سے وہ ناراض تھے اب حسن اتفاق سے وہ برلن آئے تو ایک روز نماز جمعہ میں تشریف لائے۔ اور پھر سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ الغرض ان کو ریویو میں شائع شدہ خط کا ترجمہ لفظ بلفظ عربی زبان میں کر کے سنایا گیا۔ جس پر فرمانے لگے کہ وہ بالکل وہی خط ہے جو کہ میں نے ان کو لکھا تھا۔ اور میں خوش ہوں کہ آپ نے اس کو جرمن زبان میں شائع کر دیا ہے۔ جو ترجمہ مجھے یہاں سے دمشق میں بھیجا گیا تھا وہ بالکل اور تھا۔ جس پر میں ناراض تھا۔ اب میں خوش ہوں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس کے بعد مجھے یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل میں چائے کی دعوت دی۔ اور پھر دوسرے جمعہ میں نماز کے واسطے تشریف لائے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ جرمن نو مسلموں کو دیکھنا اور ملنا چاہتے ہیں۔ جس پر ہم ۱۱ ماہ حال کو دو بجے شام کو جرمن مسلم سوسائٹی کی طرف سے ایک ٹی پارٹی دی گئی جس میں علامہ صاحب موصوف کے افغانی اور ایرانی سفیر بھی شامل ہوئے۔ ایجوکیشن منسٹر اور یونیورسٹی کے Rector صاحب بوجہ علالت طبع اور مصروفیت کے تشریف نہ لا سکے۔ اور بذریعہ خطوط معذرت پیش کی۔ جلسے پر کم و بیش ۸۰ اشخاص تشریف لائے اور صاحب موصوف جرمن مسلمانوں کو مل کر بہت ہی خوش ہوئے۔ ڈاکٹر حمید مارقوس صاحب صدر سوسائٹی نے بزبان المانوی ایک مختصر سی تقریر کی۔ جس کا جواب امیر صاحب موصوف نے بزبان فرانسیسی دیا۔ اور ہماری انجمن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں اگر کوئی جماعت خدمت اسلام کا کام کر رہی ہے تو یہ جماعت ہے۔ اس کے بعد خاکسار نے بحیثیت جنرل سکرٹری سوسائٹی و امام مسجد حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ یہ پر لطف اور کامیاب جلسہ ۸ بجے شام کو بخیر و خوبی ختم ہوا۔

دوسری خوشخبری یہ ہے کہ حال ہی میں دو اور نفوس حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ایک خاتون نے ماہ حال کے لکچر کے بعد عام مجمع میں مسلمہ ہونے کا اعلان کیا۔ اسلامی نام فاطمہ رکھا گیا۔ یہ خاتون برلن میں ہی رہتی ہیں۔ ایک اور یورپ سے معزز صاحب ہیں جن کا اسلامی نام ابراہیم رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت دے۔ آمین۔

ریویو کا نیا نمبر بفضلہ شائع ہو گیا ہے۔ افسوس ہے کہ بوجہ قلت سرمایہ صرف ۵۰۰ کی تعداد میں شائع کر سکا ہوں۔ ریویو کی توسیع کا فکر اب ہر وقت دامنگیر رہتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ رسالہ پر باقاعدہ کم از کم ایک ہزار کی تعداد میں اور ۴۰ صفحات پر شائع ہوتا رہے۔ یہ دل کی تڑپ ہے۔ خدا کرے کہ کوئی صاحب دل وہاں حضرات نکلیں اور اس کام کو مستحکم کر دیں۔ رسالہ کا وجود بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر یہاں کی ساری تحریک مرجائے گی خدارا اس کے واسطے کوشش فرمادیں۔ میں بھی ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کوئی سبیل پیدا کر دے۔ آمین۔

ایک اور خوشخبری۔ اس دفعہ ہماری عید کی نماز اور خطبہ بذریعہ Radio (بے تار برقی) کے سارے جرمنی میں سنایا جائے گا۔ یہاں کے Radio دفتر نے اس کو اپنے پروگرام میں رکھ لیا ہے۔ نماز ٹھیک ½۱۰ بجے (۱۸ فروری) کو شروع ہوگی خطبہ ¾۱۰ بجے۔ اور Radio کا آلہ ½۱۰ بجے سے ½۱۱ بجے تک مسجد میں رہے گا۔ الحمد للہ کہ تبلیغ کا ایک اور سامان نکل آیا۔ میں اب اپنے خطبہ کی تیاری میں مصروف ہوں۔ اگر آپ وہاں سننا چاہیں تو بذریعہ Radio سن سکتے ہیں۔ یہاں کا وقت ½۱۰ بجے دن کا ہے۔ وہاں کا حساب لگالیں۔ (خاکسار۔ عبداللہ)

جاوا کی احمدی خواتین کا تعارف نامہ

اپنی ہندوستانی احمدی بہنوں کے نام

مندرجہ ذیل تحریر جاوا کی احمدی خواتین کی انجمن کی طرف سے سالانہ جلسے پر بیگم صاحبہ حضرت امیر کی خدمت میں موصول ہوئی۔ اور احمدیہ انجمن خواتین اسلام کے جلسے میں انگریزی اور اردو میں پڑھ کر سنائی گئی۔ جس پر سب بہنوں نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری جاوا کی احمدی بہنوں کی ہمت میں برکت دے اور خدمت دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ اصل خط انگریزی میں ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

ہماری لاہور کی احمدی بہنوں کی خدمت میں

پیاری بہنو بے شک ہمالیہ ایک بہت اونچا پہاڑ ہے لیکن اس بات کو محسوس کر کے ہم اپنے آپ کو ہمالیہ سے بھی بلند تر خیال کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہزار ہا حمد و ثنا ہے ہمیں یہ موقعہ عطا کیا کہ ہم ممبران احمدیہ انجمن خواتین جاوا اپنی لاہور کی احمدی بہنوں کی خدمت میں یہ پہلا تعارف نامہ ارسال کریں ہماری ہندوستانی احمدی بہنیں اور ہم ایک ہی جماعت کے افراد ہیں، اور ہمارے مقاصد بھی ایک ہی ہیں یعنی (۱) حق کی تلاش کرنا (۲) حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی پاک تعلیم کے سچے موتیوں کو جن کو لوگوں نے معمولی کنکروں کی طرح پھینک رکھا ہے اکٹھا کرنا اور دنیا کو ان کی صحیح قدر و قیمت سے آگاہ کرنا (۳) تمام روئے زمین پر اسلام کا جھنڈا بلند کرنا (۴) نسل انسانی کی ایک برادری قائم کرنا۔ قرآن کے اصولوں پر جو نبی کریم پر نازل ہوا اور جس کی تفسیر کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح و مہدی موعود نے نہایت احسن رنگ میں پیش کیا۔

ہم پورہ کرو (؟) کی احمدی بہنیں خدا تعالیٰ سے دعا کرتی ہیں کہ وہ ہماری لاہور والی بہنوں کے سالانہ جلسے کو کامیاب بنائے خدا کرے کہ یہ سالانہ اجتماع ہمارے دلوں میں ایک نئی روح پھونک دے تاکہ ہم اشاعت اسلام کا نیک کام پہلے سے زیادہ تندہی سے کریں۔ ہماری دعا ہے یہ وسیع سمندر جو ہمارے درمیان حائل ہے اخوت کا ایک مضبوط رستہ ہمارے درمیان قائم کرے اور ہندوستان کو انڈونیشیا سے بالخصوص پورو کرتو کو لاہور سے پیوست کر دے۔

ہم اس تعارفی خط کو خدا تعالیٰ کی حمد کے بعد ختم کرتی ہیں اور امید کرتی ہیں کہ مستقبل میں یہ سلسلہ اخوت اور زیادہ مضبوط ہو جائے گا۔ (آپکی احمدی بہنیں) پریذیڈنٹ۔ مارکوجیوس

(پیغام ستارہ) اس ایڈریس کا جواب کسی دوسری جگہ درج ہے۔ (ایڈیٹر)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت اپنے دینی مشاغل میں مصروف ہیں۔

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب خاص طور پر اوکاڑہ کی زمین کے انتظام میں نہایت تندہی سے کوشاں ہیں۔

حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی بخیریت اپنے فرائض کی ادائیگی میں منہمک ہیں۔

مولانا عصمت اللہ صاحب سیالکوٹ سے اپنا ٹھنڈا پروف لینے کے لئے لاہور تشریف لائے اور واپس گئے۔ آپ وہاں کی جماعت میں صبح کی نماز کے بعد درس قرآن مجید دے رہے ہیں کہ جس میں نہ صرف سیالکوٹ کی جماعت بلکہ دوسرے دوست بھی دلچسپی سے حصہ لے رہے ہیں۔ مولانا کے بیان میں ایک شیرینی ہے کہ جو دوسرے لوگوں کو کھینچ لیتی ہے۔

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع امروز فردا رمضان کے بقیہ ایام راجن پور گذارنے کے لئے جا رہے ہیں۔

ایک ضروری اعلان

رمضان المبارک کے بعد باہر کی مختلف جماعتوں نے جہاں جہاں سالانہ جلسے کرنے ہوں وہ بہت جلد مشورہ کر کے تاریخیں کے فیصلہ سے دفتر سکرٹری میں اطلاع دیں تاکہ تاریخوں کی تقسیم میں آسانی ہو سکے۔ کوشش یہ کی جائے گی کہ جماعتوں کی تجویز کردہ تاریخوں میں ہی ہر جگہ جلسے منعقد ہوں۔

احمدیہ ینگ مسلم ایسوسی ایشن ابھی بہت کم شہروں میں قائم ہوئی ہیں۔ ہر جگہ کے نوجوان احباب بہت جلد قائم کر کے مرکز میں اطلاع دیں۔ اور اخبار میں شائع کرنے کے لئے مختصر رپورٹ بھجوا دیں۔

ہمارے دوست مسٹر امیر علی صاحب سابق متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور کا ایک خط مصر سے آیا ہے کہ جس میں انہوں نے اپنے سیر یا دشام کے سفر کے حالات مفصل لکھے ہیں۔

گذشتہ ہفتہ ملک عبدالقیوم صاحب بی اے بیرسٹر ایٹ لاء نے وائی ایم سی اے ہال میں اسلام پر ایک تقریر فرمائی۔ دوران تقریر میں جماعت احمدیہ اور اس کے بانی علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۱۴- رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ | نمبر ۸

تقریر حضرت امیر برموقع جلسہ سالانہ

"تحریک احمدیت"

قیام وثبات صرف نافع الناس چیزوں کے لئے ہے

تشہد اور تعوذ کے بعد آیات انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرها فاحتمل السیل زبدا رابیا ومما یوقدون علیه فی النار ابتغاء حلیة او متاع زبد مثله کذلک یضرب الله الحق والباطل فاما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب الله الامثال (الرعد) ایحسبون انما نمدهم به من مال وبنین نسارع لهم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ ان الذین هم من خشیة ربهم مشفقون۔ والذین هم بآیات ربهم یؤمنون۔ والذین هم بربهم لا یشرکون۔ والذین یؤتون ما اتوا وقلوبهم وجلة انهم الیٰ ربهم راجعون۔ اولئک یسارعون فی الخیرات وهم لها سابقون (المومنون) کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ حضرات! میں نے اس وقت قرآن مجید کے دو مختلف موقعوں سے آیات پڑھی ہیں۔ ان میں سے پہلی آیات سورۂ رعد کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انزل من السماء ماء۔ اللہ تعالیٰ نے بادلوں سے پانی برسایا۔ فسالت اودیة بقدرها۔ اس بارش کے قدر کے موافق ندی نالے اور دریا بہ نکلتے ہیں۔ فاحتمل السیل زبدا رابیا پھر اس پانی کے ریلے نے اوپر چڑھی ہوئی جھاگ کو اٹھا لیا۔ یا اس سیل پر جھاگ چڑھ گئی۔ ومما یوقدون علیه فی النار ابتغاء حلیة او متاع زبد مثله۔ جس طرح یہ ایک قدرتی نظارہ ہے کہ جو انسان کو بارش کے موقع پر نظر آتا ہے۔ ایسا ہی طریق انسان کی اپنی بعض کارروائیوں میں بھی نظر آتا ہے۔ یا وہاں بھی یہی کیفیت پیدا ہوتی ہے جب کبھی اس نے زیور بنانا ہوتا ہے تو سونے چاندی وغیرہ کو آگ میں ڈھالتے ہیں تو اس میں بھی جھاگ اٹھتی ہے۔ ان دو نظاروں کو ایک قدرتی اور دوسرا تمہاری اپنی صنعت کو پیش کرکے فرماتا ہے کہ ان دونوں کے پیش کرنے کا یا انکی طرف توجہ دلانے سے ہمارا مطلب کیا ہے۔ کذلک یضرب الله الحق والباطل۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ جھاگ تو ضائع ہو جاتی ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض مگر وہ چیز جو لوگوں کے لئے نفع دینے والی ہوتی ہے وہ زمین میں موجود رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔ حق اور باطل کی یہ مثال اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے جو چیز نافع الناس ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے مگر جو باطل ہوتا ہے وہ ضائع چلا جاتا ہے۔ مثال اسلئے بیان فرمائی ہے کہ تم غور اور فکر سے کام لو یہ بات **قرآن کریم کے اُن کمالات** سے ہے کہ جن کو کوئی شخص گن نہیں سکتا کہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں ان عظیم الشان صداقتوں اور باتوں کو بیان کر جاتا ہے کہ جن کے سامنے دنیا کو بالآخر سر جھکانا پڑتا ہے۔ یہ امر کہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ جو چیز نافع الناس ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے انہی نافع الناس چیزوں اور فضول چیزوں کی مثال **حق اور باطل کی مثال** ہے۔ باطل کتنا ہی اوپر چڑھ جائے مگر وہ ضائع ہوئے بغیر رک نہیں سکتا۔ اور حق کے خلاف کوئی کتنا ہی زور لگائے مگر کوئی **اسکو مٹا نہیں سکتا**۔ نفع دینے والی چیز زمین میں ٹھہر جاتی اور قائم رہتی ہے۔ یہ بھی **خدا کی ہستی کا بہت بڑا ثبوت** ہے کہ وہ جو ان چیزوں کے نازل کرنے والا، بنانے والا، یا پیدا کرنے والا ہے وہ ان چیزوں کو ضائع ہونے سے بچا لیتا ہے اور **حق کو کبھی ضائع** ہونے نہیں دیتا اور باطل کو کبھی قائم نہیں رہنے دیتا۔

اسلام کی صداقت کا ایک بیّن ثبوت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام **کے سچا ہونے کا** اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل کیے گئے کہ جس وقت مسلمانوں کی حالت نہایت کمزور تھی اور ان پر **مصائب اپنی انتہا** کو پہنچ چکے تھے اور خطرہ تباہ کر دینا کچھ مشکل نظر نہ آتا تھا۔ صحابہؓ نے کفار کے آئے دن کے مصائب سے تنگ آکر حبش میں پناہ لی تھی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سال سے گویا چھپے تھے۔ کوئی شخص آپ کی بات سننے کے لئے تیار نہ تھا۔ اور آپ کے پیچھے لوگ لگے ہوئے تھے۔ کوئی آپ کو مجنون کہتا تھا تو کوئی ساحر اور کاہن ایسی حالت میں کوئی نشان نہ تھا کہ یہ کمزور سی چیز **کامیاب یا غالب** ہوگی بلکہ حق کے مٹانے کے لیئے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ اسوقت یہ کہنا کہ **اسلام حق اور نافع الناس** ہے اور وہ یقیناً زمین میں قائم رہیگا۔ اور اہل گو اس وقت غالب ہے مگر یہ جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا یقیناً انسانی **کا علم نہ تھا**۔ لوگوں نے اسکے تباہ کرنیکے لیے کتنا زور لگایا اور مخالفوں کی طاقت اسکے بالمقابل کتنی زبردست تھی مگر کیا وہ اسکو تباہ کر سکی؟ نہیں وہ زبردست **طاقتیں مٹ گئیں** اور **اسلام** دنیا میں تمام مخالف طاقتوں پر **غالب** آگیا۔ اسکے بعد اسلام کی تاریخ کے اندر بھی اگر غور کروگے تو سینکڑوں تحریکات پیدا ہوئیں ان میں سے **بعض نافع الناس** تھیں اور بعض بیہودہ اور سراسر لغو تھیں۔ ان میں سینکڑوں بے فائدہ اور فضول بحثیں پیدا ہوئیں اور فرقہ پر فرقہ بنتا چلا گیا۔ مگر آج وہ فضول بحثیں، اور **جھگڑے** کہاں ہیں۔ دنیا میں تو وہ آج کہیں نظر نہیں آتے بالکل گمنامی کی حالت میں، پرانی تاریخوں کے اوراق پر پڑے ہوئے ہونگے۔ لیکن وہ تحریکات کہ جو **نافع الناس** تھیں وہ دنیا میں ٹھہری رہیں۔ اور جو فضول اور بے فائدہ تھیں وہ تباہ و بے نام و نشان ہو گئیں۔ لیکن مفید تحریکات کو یوں سمجھیئے کہ ایک عمارت تھی جو بنتی چلی گئی یا اسلامی عمارت کی تکمیل ہوتی چلی گئی۔

تحریک وہابیت

ہمارے اس زمانے سے کچھ عرصہ پیشتر **مسلمانوں میں ایک تحریک** پیدا ہوئی کہ جو نافع الناس تھی وہ **تحریک فی الواقع مفید** تحریک تھی۔ لوگوں نے اس تحریک کا نام تحقیر کے طور پر جو رکھا ہوا وہ **وہابیت** ہے مگر خود ان لوگوں نے اپنا نام **اہل حدیث** رکھا **الگ نام رکھنے** پر لوگ خواہ مخواہ جھگڑا کرتے ہیں۔ دیکھئے یہ **تحریک** پیدا ہوئی۔ لوگوں نے اس کا حقارت آمیز نام رکھ دیا اسلیئے ان کو خود اسکے بالمقابل اپنا **نام رکھنا پڑا**۔ **اسی طرح جہاں** کہیں بھی کوئی **تحریک** پیدا ہوگی اگر وہ خود اپنا نام نہ رکھے گی تو دوسرے خواہ مخواہ اسکا کوئی نہ کوئی نام رکھدیں گے۔ **تحریک احمدیت** کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔

بہرحال **وہابیت** ایک تحریک تھی کہ جسکو میں **نافع الناس** سمجھتا ہوں میں اس نام کو تحقیر کے لیے نہیں سہولت کیلیے استعمال کرتا ہوں۔ لوگوں نے اس تحریک کی بڑی **سخت مخالفت** کی۔ اور اسکو مٹانا چاہا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی نظریں بہت تنگ ہو گئی ہیں۔ وہ کسی مفید تحریک کا کھلے دل سے **اقرار کرنے سے بچکچاتے** ہیں۔ غرض مسلمانوں نے اس تحریک وہابیت کو بھی بہت بُری نگاہ سے دیکھا۔ لیکن دوسرے مذاہب کے باریک بین علماء نے شہادت دی ہے کہ اس **وہابیت کی تحریک** نے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ وہابیت سے میری مراد **رفع یدین، آمین** اور ہاتھوں کا نماز میں اوپر باندھنا نہیں یہ مسائل **تحریک وہابیت** کی اصل نہیں یہ چھوٹے چھوٹے فروعی امور ہیں۔ اس تحریک کی اصل غرض یہ ہے کہ اُسنے مسلمانوں کو اس **تقلید کے پھندے** سے نکالا جسکے نیچے مسلمانوں کی گردن پھنسی ہوئی تھی جسنے **مسلمانوں کے دماغ** کو برباد اور بیکار کر دیا تھا۔ پس اس تحریک کا **اصل پیغام نافع الناس** تھا اسلیئے یہ تحریک زندہ اور قائم رہی۔ اور اسنے یہ کام کرکے دکھا دیا۔ کسی چیز کے حق ہونے کی یہی دلیل ہے کہ وہ چیز دنیا میں قائم رہتی اور لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے۔

اہل قرآن کی تحریک

ایک اور تحریک ہندوستان میں آج سے **قریباً ۴۰ سال** پیشتر

مسلمانوں میں پیدا ہوئی۔ یہ اہل قرآن کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں سوائے ایک فضول جھگڑے کے کچھ نہیں میں اسکو نافع الناس نہیں سمجھتا۔ اس ۳۰ سال کے عرصہ میں اس نے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچایا ہے۔ ہاں قوم کی بہت طاقت کو برباد کیا اور غلط رستے پر لگایا ہے۔ تحریک وہابیت ایک نیک تحریک تھی کہ جس نے مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کی۔ میں اس بزرگ کی جس نے اس تحریک کو شروع کیا عزت کرتا ہوں اسلئے کہ اس تحریک نے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچایا ہے مگر اسکا فائدہ صرف قوم کی اندرونی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے اسکا مقابلہ اعدائے اسلام سے نہ تھا۔

تحریک احمدیت کا فائدہ

لیکن وہ تحریک جسکو ہم تحریک احمدیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اسکا نفع دو پہلوؤں سے ہے۔ ایک مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کے لحاظ سے، دوسرا اس لحاظ سے کہ اس نے اعدائے اسلام کے بالمقابل حفاظت اسلام کا بیڑا اٹھایا۔

اس لئے تحریک احمدیت کا فائدہ مسلمانوں کے لئے دونوں رنگوں میں مفید اور نفع دینے والا ہوا۔ اگر مسلمانوں کو ایک طرح سے فائدہ دینے والی تحریک نہیں مٹی تو میں نہیں خیال کر سکتا کہ وہ تحریک جو مسلمانوں کو دو طرح سے نفع پہنچانے والی ہے وہ کیونکر مٹ سکتی ہے خواہ اُسکے بالمقابل کتنی ہی اشد مخالفتیں کیوں نہ موجود ہوں۔ اگر یہ حق ہے تو یہ یقیناً غالب آکر دنیا میں زندہ اور باقی رہنے والی چیز ہے۔ گو اس وقت کوئی ہماری بات سنے یا نہ سنے۔ ہماری کتابوں کو پڑھیں یا پھینک دیں دلائل کو مانیں یا نہ مانیں۔ کام کو دیکھیں یا آنکھیں بند کر رکھیں۔ مگر کل وہ وقت آئے گا کہ اسکے نفع کو تسلیم کریں گے اور افسوس کرینگے کہ ہم نے اس وقت اسکا ساتھ کیوں نہ دیا یہی معاملہ پہلے بھی ہوتا رہا

نافع الناس تحریک مٹ نہیں سکتی

حضرت نوح علیہ السلام کی تاریخ میں ہمارے لئے سبق ہے:-

قال رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا فلم یزدھم دعاءی الا فرارا وانی کلما دعوتہم لتغفر لھم جعلوا اصابعھم فی اذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا ثم انی دعوتہم جھارا ثم انی اعلنت لھم واسررت لھم اسرارا ..... الخ ..... مالکم لا ترجون للہ وقارا

کہا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات اور دن تیری طرف بلایا۔ مگر میری دعا اور پکار نے اُن کو دور بھاگنے اور پرے ہٹنے میں ہی بڑھایا۔ جتنا میں انکو بلاتا تھا وہ اور دور ہٹتے چلے گئے۔ اور جب کبھی میں نے انکو تیری بخشش کے لئے بلایا۔ انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور اپنے کپڑے لپیٹ لئے۔ انہوں نے ضد کی اور بہت ہی بڑا تکبر کیا۔ کانوں میں انگلیاں ڈالنے سے مراد یہ نہیں کہ انہوں نے اپنے کانوں میں واقعی انگلیاں ڈال لیں بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ انہوں نے میری باتیں سننے سے انکار کر دیا یا یہ کہ بات ایسے طریق پر سنا کہ وہ دل تک نہ پہنچے۔ ثم انی دعوتہم جھارا۔ پھر میں نے انکو پکار پکار کر بلایا۔ ثم انی اعلنت لھم۔ پھر میں نے انکو اعلان کر کے ظاہر کر کے کھول کھول کر سمجھایا۔ واسررت لھم اسرارا۔ خفیہ طور پر آہستہ آہستہ بھی سمجھایا۔ فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا۔ میں نے انکو کہا کہ تم اپنے رب کی پناہ میں آجاؤ۔ وہ عفو کرنے والا اور پناہ دینے والا ہے۔ یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انھرا۔ اگر تم دنیا پر ہی مرتے جاتے ہو تو بھی اسکی طرف آؤ تو وہ تمہیں دنیوی آرام و آسایش کے سامان بھی دیدے گا۔ تم پر برسنے والے بادل بھیجے گا۔ تم کو مال اور اولاد سے مدد دے گا اور تمہارے لئے فراخی کر دے گا۔ مالکم لا ترجون للہ وقارا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے ہاں سے عزت اور توقیر کی امید اور آرزو نہیں رکھتے۔ وہ ایک قوم تھی کہ جس نے نوح علیہ السلام کی کسی بات کو نہ مانا مگر کیا اس سے وہ تحریک مٹ گئی تھی؟ سننے کے لئے نہیں آتا نفع دینے والی چیز کبھی مٹ نہیں سکتی۔ اسکے قبول نہ کرنیوالے لوگ مٹائے جاتے ہیں مگر وہ تحریک کبھی مٹ نہیں سکتی۔ اسیطرح فرمایا:

طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی۔ اے مرد کامل ہم نے تجھپر قرآن کو اس لئے نازل نہیں کیا کہ تو ناکام ہو۔ یہ تو جو شخص پاسداری اختیار کرتا ہے اُسکے لئے نفع رساں نصیحت ہے۔ اسی طرح میں بھی اپنی قوم کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ بھی اگر قرآن کو اپنے سامنے رکھیں گے تو ہرگز ناکام نہ ہونگے۔ مخالفتیں خواہ اندرونی ہوں یا بیرونی ہوں۔ جب تک قرآن ہمارے سامنے ہے ہم ناکام نہیں ہو سکتے۔

تحریک احمدیت کی ضرورت

یہ تحریک احمدیت کیا چیز ہے۔ اسکے سمجھنے کیلئے میں ایک حدیث آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الاکلۃ الی قصعتھا فقال قائل ومن قلۃ نحن یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المھابۃ منکم ولیقذفن اللہ فی قلوبکم الوھن قالوا وما الوھن قال حب الدنیا وکراھیۃ الموت:- اس حدیث امت مسلمہ کا اس زمانہ کا نقشہ کھینچا ہے۔ کہ قومیں مسلمانوں کی طرف اس طرح دوڑیں گی جس طرح بہت کھانے والے آدمی گوشت کے پیالے کی طرف اس کوشش کر صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا اس وقت مسلمان تھوڑے ہونگے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ بہت زیادہ ہونگے۔ مگر ان کی حالت ایسی ہوگی کہ جیسے کوڑا کرکٹ پانی کے سیل پر بہتا جاتا ہے۔ ان کے دشمنوں کے دلوں سے ان کا رعب جاتا رہے گا۔ اور ان کے دلوں میں وھن یا کام کرنے کی ناقابلیت پیدا ہو جائیگی۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وھن کیا ہے فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت کی کراہیت

صداقت حدیث کی ایک زبردست دلیل

لوگ تو آج حدیث کی بے قدری کرنے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ کوئی کہتا ہے بخاری کو کنویں میں ڈال دو اور کوئی کہتا ہے صحیح مسلم اور صحاح ستہ کو پھینک دو مگر یہ حدیث معجزہ ہے صداقت حدیث کا اور اس قدر عظیم الشان معجزہ ہے کہ اس قدر بڑا نہ عصائے موسےٰ علیہ السلام کے سانپ بن جانے کا معجزہ ہے نہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے مردہ زندہ کر دینے کا اور مٹی کے پرند بنانے کا۔ اس پر غور کیجئے کہ یہ حدیث آج نہیں بنی ہے اور نہ کہیں سے اب نکلی ہے بلکہ یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دو سو سال بعد سے کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہے جس زمانہ میں یہ حدیث لکھی گئی وہ زمانہ تھا جب تمام ممالک پر مسلمانوں کا رعب اس طرح کام کر رہا تھا کہ لوگ ان سے دور بیٹھے ہوئے کانپتے تھے۔ افریقہ۔ ایشیا اور یورپ کے ایک حصہ پر مسلمانوں کی حکومت اور سلطنت قائم تھی۔ مسلمانوں کی اس وقت کی شان پر غور کرو کہ کس طرح چاروں طرف ان کی شوکت اور سلطنت کا رعب تھا اور یہ شوکت و رعب دن بدن بڑھتا ہوا چلا جاتا تھا اور کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ایک وقت مسلمانوں کا یہ رعب جاتا رہے گا۔ ایسے وقت میں وہ اس حدیث کو لکھ دیتے ہیں کہ یہ رعب ایک وقت آئے گا کہ دور ہو جائے گا اور اس کی جگہ مسلمانوں کے دلوں میں وھن سستی بیکاری اور پست ہمتی آجائے گی۔ دنیا کی قومیں ان کو کھانے اور ہڑپ کرنے کے لئے دوڑ پڑیں گی۔ کیا یہ حدیث۔ حدیث کی صداقت کی دلیل نہیں؟ کیا آج وہ زمانہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں آگیا؟ اس وقت کی حالت پر غور کرو کہ لوگ کس طرح اسلام کو نگلنے کے لئے دوڑ پڑے ہیں۔ جب مسلمانوں کا چاروں طرف دنیا میں رعب تھا سلطنت اور حکومت تھی۔ اس وقت کے یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں کہ لوگوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دیا جائے گا اور قومیں تمہاری طرف اس طرح دوڑیں گی جس طرح بھوکے ایک پیالہ گوشت پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ مسلمانوں کا آج کا نقشہ دیکھو اور اس وقت کو دیکھو جب یہ الفاظ لکھے گئے۔ اگر اس پر بھی کسی کے اندر حدیث پر ایمان پیدا نہیں ہوتا تو پھر اس کا اللہ ہی حافظ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نقشہ اس وقت کے مسلمانوں کا کھینچا ہے وہ ہو بہو ہمارے سامنے ہے۔ یہ یاد رکھو کہ مسلمانوں کی

اس مصیبت کا علاج احمدیت ہے

اس بات کو سمجھو یا نہ سمجھو مگر میں "انی اعلنت لھم واسررت لھم اسرارا" کی طرح علی الاعلان اور خفیہ ہر طرح اس کو بتا دینے کے لئے تیار ہوں کہ یہ تحریک احمدیت اسی وھن کا علاج ہے جو مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہو چکا ہے اور وھن نہیں دور ہو سکتا جب تک کہ وہ اس تحریک احمدیت کو قبول نہیں کر لیتے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بیماریاں متعدد ہیں کہیں ان کو افلاس نے گھیر رکھا ہے اور کہیں جہالت کا دور دورہ ہے مگر یہ یاد رکھئے کہ ان تمام بیماریوں کی اصل جڑ وھن ہے اگر وھن نکل جائے تو اور سب بیماریاں خود بخود دور ہو جائیں گی مسلمانوں کی اصل بیماری وھن ہے مسلمانوں کے اندر سستی پست ہمتی اور بیکاری کی بیماری پیدا ہو گئی ہے ورنہ کیا ضرورت تھی کہ انکی اصلاح کے لئے مجدد پیدا کیا جائے۔ کیا علماء قرآن اور علم دین موجود نہ تھا اس کی کیا ضرورت تھی کہ اللہ آسمان سے کسی کے ساتھ باتیں کرے۔ علماء قرآن کریم اور علم دین کو پڑھ کر مسلمانوں کی بیماریوں کا علاج کر سکتے تھے مگر اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان صرف دلائل سے پیدا نہیں ہوتا اور نہ نیچر پر غور کرنے سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ایمان تو خدا کو دیکھ کر پیدا ہوتا ہے جب تک کوئی اس کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ کے ذریعہ سے اس کی ہستی کا نشان نہ دکھائے اس وقت تک اس پر ایمان پختہ نہیں ہوتا۔

مسلمانوں میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے انکار

دوسرے خود مسلمان اس کے منکر ہو گئے تھے کہ خدا کے ساتھ کوئی مکالمہ اور مخاطبہ بھی کر سکتا ہے۔ اہل حدیث بھی منکر ہو گئے حالانکہ حدیث کی کتابوں میں صاف لکھا تھا کہ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء یعنی ایسے لوگ بھی اس امت میں ہونگے کہ وہ انبیاء تو نہ ہونگے تاہم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہوگا مگر خود مسلمانوں نے کہا کہ خدا کا کلام اس زمانہ میں نہیں ہو سکتا۔ پہلی امتوں میں تو عورتوں اور غیر انبیاء کو یہ نعمت نصیب ہو مگر اس نعمت سے یہ خیر امت بے نصیب رہے پس مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے خیال اور اعتقاد کو از سر نو زندہ کرنے

کی ضرورت تھی دلوں سے یہ خیال اُٹھ چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں نہیں بلکہ ہر زمانہ میں کلام کر سکتا ہے اس لئے سب سے پہلے دلوں کے اندر مضبوط ایمان پیدا کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ **اصل چیز دل ہے** وہ اگر ٹھیک ہو جائے تو انسان کے سارے معاملات ٹھیک ہو جاتے ہیں اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے ان فی الجسد مضغۃ ان صلح صلح الجسد کلہ و ان فسد فسد الجسد کلہ انسان کے اندر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم بگڑ جاتا ہے جب وہ بگڑ گیا تو پھر کچھ نہیں بن سکتا اس کے درست کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس امت میں **مجددین کا سلسلہ** رکھا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے **ہر ایک صدی کے سر پر** ایسے لوگوں کو پیدا کرتا رہے گا۔ جو **تجدید دین کا کام** کرتے رہیں گے۔ مسلمانوں کے دلوں سے فساد کو دور کر کے لوگوں کے اندر حرکت پیدا کر دیا کریں گے

ابناءِ فارس میں سے ایک مصلح کے متعلق پیشگوئی

اور پھر اس زمانہ کے متعلق خاص طور پر تاکید کر کے فرمایا لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس ایمان اگر ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو ابناءِ فارس میں سے **ایک شخص اس کو نیچے اتار لائے گا** غور کیجئے کہ دونوں باتوں کی بنیاد حدیث پر ہے یعنی مسلمانوں میں دھن آجانے کا ذکر بھی حدیث میں ہے اور اس کے علاج کے لئے ابناءِ فارس میں سے ایک شخص کا پیدا ہونا بھی حدیث میں ہے یعنی وہ مسلمانوں کی اس بیماری اور وہن کا علاج آسمانی تعلق سے کرے گا۔ گویا ان احادیث میں تین باتیں مذکور ہیں ایک تو مسلمانوں کے اندر وھن کی بیماری دوسرے ابناءِ فارس سے ایک شخص کا مبعوث ہونا ۔ ۔ ۔ اور تیسرے آسمانی تعلق سے اس کا مسلمانوں کی اصلاح کرنا پس **احمدیت کی تحریک کیا چیز ہے** وہ اسی ایمان کو دوبارہ مسلمانوں کے اندر پیدا کرنے کا نام ہے۔ ایمان ہی سے زندگی اور حرکت پیدا ہوتی ہے جس سے انسان مردوں میں سے اٹھ کر آگے چلتا اور ترقی کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا۔

یایھا الذین اٰمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم ۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی بات کو مانو جب وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے بلائے جس شخص کو اسلام کے متعلق شبہ ہو وہ دیکھے کہ اسلام کے ظہور سے عرب میں ایک قلیل عرصہ میں کس قدر زندگی پیدا ہوئی دنیا کی تاریخ میں فی الحقیقت یہ **ایک عجیب نظارہ** ہے۔ بیس سال کا عرصہ کیا چیز ہے کہ اس کے اندر زندگی کی اتنی بڑی لہر پیدا کی جس کو کوئی پہاڑ کوئی دریا بلکہ سمندر بھی نہ روک سکا اور ایک اقل قلیل مدت میں سارے کے سارے ملک کو زندہ کر دکھایا۔ احمدیت کی تحریک میں بھی وہی زندگی کی لہر تھی۔ تیرہ سو سال کے عرصہ میں جس قدر نیک تحریکات اسلام کے اندر پیدا ہوئیں وہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدا کردہ زندگی کی لہر کے اثر ہی سے تھیں۔ حضرت مرزا صاحب خود فرماتے ہیں۔

واو یک ثمرہ است از باغ او ویک قطرہ از بارش او وسایہ تنک از روشنی او ۔ میں اس کے باغ کا پھل ہوں اور اس کے باران رحمت سے ایک قطرہ ہوں اور اس کی روشنی میں سے ایک ہلکا سایہ ہوں۔ مگر یہ قطرہ بھی اپنے اندر وہی کیفیت رکھتا ہے جو سمندر رکھتا ہے کہ وہ بھی مردہ اقوام کو زندگی دے دیتا ہے جس طرح سے ظاہری پانی کا قطرہ اپنے اندر زندگی رکھتا ہے اسی طرح روحانی سمندر کا قطرہ بھی زندگی کی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے جس طرح سے ایک چنگاڑی بھی وہی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہے جو آگ رکھتی ہے۔

احمدیت کی تحریک نے مسلمانوں کے اندر حرکت پیدا کی

پہلی بات جو میں احمدیت کے اثر کے متعلق کہوں گا وہ یہی ہے کہ احمدیت کی تحریک نے مسلمانوں کے اندر حرکت پیدا کی ہے اس سے پیشتر مسلمانوں کی عام ذہنیت کیا تھی۔ اصول دین کو بھول چکے تھے اور فروع میں پڑتے پڑتے یہاں تک پہنچ گئے کہ ادنٰے سے ادنٰے فروع پر **لڑائیاں اور جھگڑے** اور **مقدمہ بازیاں**۔ اور لوگ شاید آج اس کو بھول گئے ہوں مگر وکیلوں کو تو ضرور معلوم ہوگی۔ ججوں اور مجسٹریٹوں کو بھی معلوم ہوگی کہ کس قدر روپیہ مسلمانوں نے ان فضول مقدمات پر ضائع کیا۔ کتنے بھائی اپنے بھائیوں کے دشمن ہو گئے کتنے خاندان اس فساد کی آگ میں تباہ و برباد ہو گئے۔ اس تفرقہ کو دیکھ کر کتنے **غیر مذاہب کا شکار** ہو گئے۔ یہ جھگڑا نماز پر نہ تھا کہ ایک فریق پڑھتا ہو ایک نہ پڑھتا ہو۔ نماز کے اوقات پر نہ تھا۔ نماز کی رکعتوں پر نہ تھا۔ رکعتوں قیام رکوع سجدہ وغیرہ کی ترتیب پر نہ تھا۔ اس پر نہ تھا کہ نماز میں کیا پڑھنا ہے اور کیا نہیں پڑھنا۔ آمین کہنے نہ کہنے کا جھگڑا نہ تھا۔ ہاتھ باندھنے اور نہ باندھنے کا جھگڑا نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ دونو فریق کرتے تھے حتیٰ کہ آمین دونوں فریق کہتے تھے اور ہاتھ بھی دونوں باندھتے تھے صرف **اونچی نیچی آمین** اور اوپر نیچے ہاتھ باندھنے کے جھگڑے تھے جنہوں نے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ ایماندار اور بے ایمان بنا دیا کافر اور مسلمان بنا دیا۔ احمدیت کی تحریک سے پہلے یہ ذہنیت عام مسلمانوں کی تھی۔ ایک شخص صبح کی نماز پڑھنے لگا ہے۔ صرف دو رکعت فجر کی نماز پڑھنی ہیں۔ ایک شخص نے سورہ فاتحہ کے بعد آمین بلند آواز سے کہدی۔ بس مسجد میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور اکثر جان بوجھ کر دوسروں کو اکسانے کے لئے آمین بلند آواز سے کہہ دیتے تھے اور ایک میدان کارزار بپا ہو جاتا تھا۔ اسی طرح ہاتھ اوپر نیچے باندھنے کا جھگڑا تھا اور اس پر نماز کے قبول ہونے اور نہ ہونے کے فتاوے ملتے تھے۔ گویا خدا نے بھی ایک ناپ رکھا ہوا ہے کہ اس ناپ سے ذرا ہاتھ اوپر نیچے کھسک گئے تو وہ ڈھیروں ڈھیر ثواب جو ملنا تھا۔ نہ صرف وہی نہ ملا بلکہ نماز ہی سرے سے ضائع چلی گئی۔

احمدیت سے پہلے مولویوں کے مشاغل

اس کے علاوہ فضول فقہی مسائل نے قوم کی حالت کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ قرآن جو مسلمانوں کے لئے زندگی کا پیغام تھا۔ اسے بالائے طاق رکھ کر ہمارے لئے کیا چیز تھی۔ حدیث نہیں اس سے بھی نیچے اتر کر فقہ بلکہ اس فقہ حنفیہ سے بھی نیچے فتاوے عالمگیری اور قاضی خاں اور ان سے بھی نیچے چلتے چلتے شریعت کا دارومدار راہ نجات اور کی روٹی پر تھا اور پھر بڑی بڑی فتاوے کی کتابوں میں مسائل کیا کیا نکال رکھے ہیں۔ ان کو کسی مجلس میں بیان کرنا تو کجا میں اپنے عزیز سے عزیز دوست کے سامنے تنہائی میں بھی بیان نہیں کر سکتا۔ اگر کسی کو زیادہ تحقیقات منظور ہو تو وہ مولوی عصمت اللہ صاحب سے ان کتب کے حوالجات پوچھ سکتا ہے۔ غرض اس وقت کی مسلمانوں کی ذہنیت یہ تھی کہ ان باتوں پر لڑائی ہوتی ہے آمین کے اونچے نیچے کہنے پر لڑائی تھی ہاتھ اٹھانے پر لڑائی تھی اوپر نیچے باندھنے پر لڑائی تھی تراویح کی تعداد پر لڑائی تھی یا جابوں پر لڑائی تھی۔ انگریزی پڑھنے پر فتاوے تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ اردو پڑھنا کیوں منع نہ تھا۔ یہ ان لوگوں کی ذہنیت تھی اور دن رات یہی ان کے جھگڑے اور مسائل تھے۔ وہ دوسری طرف اسلام کے باہر آریہ۔ عیسائی اور غیر مذاہب کی طرف توجہ کر ہی نہیں سکتے تھے۔ مسلمانوں کو ان مولویوں کے بات بات پر کفر کے فتووں نے باہم لڑا لڑا کر تباہ کر رکھا تھا۔ یہاں ایک مرتبہ ہمارے چند معزز دوستوں نے مولوی کفایت اللہ صاحب سے ان فتاوے کے بارہ میں توجہ دلا کر کہا کہ مسلمان جو باہمی تکفیر کی چھری سے قتل ہو رہے ہیں۔ اس کو روکنے کی بھی کوشش کیجئے مولینا نے اس پر کیا خوب جواب دیا کہ فتوے کفر کے سوا عام لوگوں کو ڈرانے کے لئے ہمارے پاس اور کونسا ہتھیار ہے اپنی طرف سے یہ لوگوں کی بہتری کر رہے ہیں مگر قوم کو ان کفر کے فتووں نے تباہ کر رکھا۔

حضرت مسیح موعود کا زریں کارنامہ

مرزا صاحب نے اگر اور کوئی کام نہیں کیا تو کیا ان کا یہ کارنامہ کم ہے کہ آپس کے چھوٹے چھوٹے مسائل کے جھگڑوں سے باہر نکال کر دشمنان اسلام کے محاذ میں لا کھڑا کیا وہ فضول بحثیں اور مباحثے چھڑوا دیئے۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت صاحب کا زمانہ دیکھا ہے اور ان کے ساتھ کبھی نماز پڑھی ہے انہوں نے یہ نظارہ دیکھا ہوگا کہ دو شخص پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں ان میں سے ایک مرشد ہے اور ایک مرید۔ مرشد نے ہاتھ اوپر باندھے ہوئے ہیں اور مرید نے نیچے۔ مرید بلند آواز سے آمین کہتا ہے اور مرشد آہستہ کبھی کوئی کسی کو برا نہ کہتا تھا۔ پھر یہ روزمرہ کی بات تھی کہ مرشد اور مرید گھٹنے سے گھٹنا لگا کر بیٹھے ہیں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی بات ہے اس کو میں اس لئے نہیں بیان کرتا کہ وہاں مرشد اور مرید برابر بیٹھ جایا کرتے تھے بلکہ وہاں تو اس سے بھی بڑھ کر نظارے نظر آتے تھے کہ کبھی مرشد فرش پر بیٹھا ہے تو مرید چارپائی پر بیٹھ گیا ہے۔ وہ شخص جو گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھا ہے اس کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے کیونکہ اس زمانے میں مونچھیں منڈوانے کا ابھی فیشن نہ نکلا تھا۔ ایک مرید کو جو اہل حدیث میں سے تھا یہ دیکھ کر غصہ آگیا اور کہا کہ یہ بے ایمان ڈاڑھی منڈا آپ کے ساتھ گھٹنا ملائے بیٹھا ہے یہ کیا بات ہے۔ آپ نے مسکرا کر اس بات کا جواب دیا کہ آپ کو داڑھیوں کی فکر ہے مجھے دلوں کی فکر ہے۔

احمدیت کی کامیابی کا راز

چھوٹی چھوٹی باتوں اور جھگڑوں سے کس قدر بلند سطح پر اٹھایا ہے۔ یہی احمدیت کی کامیابی کا راز ہے کہ فروع سے نکل کر اصول پر قائم ہو گئے۔ اپنی طاقت کو آپس میں جھگڑ کر برباد کرنے کے بجائے دشمنان اسلام کے بالمقابل لگایا۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت صاحب کو دیکھا ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہوں گے جس وقت کوئی شخص آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آتا تھا تو آپ خود مسئلہ نہیں بتاتے تھے۔ کبھی آپ حضرت مولینا نور الدین صاحب مرحوم سے فرماتے کہ آپ بتا دیجئے اور کبھی حضرت سید محمد احسن صاحب مرحوم سے کہہ دیتے کہ آپ ان کو مسئلہ بتا دیں اور خود کبھی ان فقہی مسائل کے اندر نہیں پڑے۔ آج کل تو ان کو نبی بنایا جاتا ہے اور انبیاء سے بھی افضل ٹھہرایا جاتا ہے مگر غور کا مقام ہے کہ مسئلہ نبی سے پوچھا جائے تو وہ اپنے کسی مرید کا حوالہ دے۔ بعض لوگ یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اس سے بڑھ کر کیا کیا کہ مسلمانوں میں ایک فرقہ اور بڑھا دیا مگر ان کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تحریک احمدیت فرقہ کی تعریف میں نہیں آتی

اس کی بناء اشاعت اسلام پر ہے ۔ یاں حنفی۔ شافعی۔ مالکی اور حنبلی وغیرہ وغیرہ فرقوں کی طرح کسی فقہی مسئلہ پر نہیں بلکہ مرزا صاحب نے آکر لوگوں کو ان فقہی مسائل کے جھگڑوں سے نکالا کہ جن میں پڑ کر مسلمانوں کی طاقت اور قوت برباد ہو رہی ہے ۔ مرزا صاحب کا یہ کام کوئی معمولی کام نہیں ۔ ایک بہت بڑے مشہور عیسائی مصنف نے لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا کمال یہ تھا کہ وہ عرب کی قوم جو ادنےٰ ادنےٰ بات پر لڑتے تھے اور ایک معمولی سی بات پر قبیلوں کے قبیلے کٹ مرتے تھے ۔ اس کو آپس کی خانہ جنگی سے نکال کر غیر اقوام کے مقابل میں لا کھڑا کیا اور ان کے اندر اتحاد اور اتفاق کی وہ روح پھونکی کہ وہ بیس سال کے عرصہ میں دنیا کو فتح کر گئی ۔ وہ تحریک جن کی نسبت شروع میں یہ خیال تھا کہ تھوڑے سے لوگ ہیں ان کا جلد خاتمہ ہو جائیگا مگر حق ترقی کرتا گیا ۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ جھگڑے جو قوم میں بھائی کو بھائی کا دشمن بنانے والے تھے نکل گئے ۔ آمین بالجہر اور آمین بالخفی رفع یدین اور ضاد اور دواد کے سب جھگڑے نکل گئے۔ یہ چھوٹا سا کام نہیں ہے کہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کے اندر سے وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ مرنے کی ذہنیت نکال دی ہے ۔ کوئی آمین بلند آواز سے کہہ دے یا آہستہ کہہ دے ۔ رفع یدین کرے یا نہ کرے ۔ ہاتھ اوپر باندھ کر نماز پڑھ لے یا نیچے باندھ کر بلکہ اگر کوئی ہاتھ چھوڑ کر بھی نماز پڑھ لے گر نماز پڑھ لے تو نماز رد نہیں ہو جاتی ان باتوں میں میں وسعت سمجھتا ہوں۔

احمدیت کا دوسرا کارنامہ

غرض حضرت مرزا صاحب نے باہمی خانہ جنگی اور لڑائی کی ذہنیت کو نکالنے کی طرف قدم اٹھایا ۔ اور بتایا کہ اگر لڑنا ہے تو عیسائیت سے لڑو ۔ شدھی کے مقابل پر لڑو ۔ گویا اس ذہنیت کو نکال کر دشمن کے مقابلہ کی ذہنیت کو دلوں میں ڈال دیا ۔ اس لئے ہم میں وہ فقہ کے چھوٹے چھوٹے مسائل پر جھگڑے نظر نہیں آتے بلکہ ہمارے علماء بھی شاید اس کو بھول گئے ہوں گے کیونکہ ان تمام فقہی مسائل کی جگہ قرآن کو ہمارے سامنے رکھ دیا گیا ہے اور بتا دیا کہ تمہارے اپنے سامنے بھی صرف قرآن کو اور اسی کو دشمن کے سامنے رکھو ۔ عیسائی کے سامنے بھی اسے ہی پیش کرو اور آریہ کے سامنے بھی اسی کو رکھو ۔ تمام کتابوں کو چھوڑ کر قرآن اور سب جگہ قرآن سامنے رکھنے کا خیال پیدا کر دیا ہے جو لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ مرزا صاحب اور تحریک احمدیت نے کیا کیا سوائے اس کے کہ مسلمانوں میں ایک فرقہ اور بڑھا دیا ۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ مرزا صاحب اور تحریک احمدیت نے فرقہ کوئی نہیں بنایا بلکہ فرقہ بندی کو توڑنے کے لئے فروع پر جھگڑے کرنے کی ذہنیت کو مٹا کر اصول کے ساتھ عشق اور محبت کی ذہنیت کو پیدا کیا اور یوں کل فرقوں کے لئے ایک ہی ذہنیت پیدا کر دی فروعات پر لڑنے جھگڑنے کو دور کیا ۔

احمدیت نے مسلمانوں کی پرانی ذہنیت کو بدل دیا

دوسری ذہنیت تحریک احمدیت نے جمود سے حرکت کی پیدا کی ۔ اس سے پیشتر مسلمان اپنے پیروں اور موعود اماموں کے پیچھے تکیہ لگائے بیٹھے تھے ۔ احمدیت نے اس خیال کو دور کیا اور بتایا کہ تم نے خود ہی جو کچھ کرنا ہے کرنا ہے اور اس کے لئے اپنی طاقت اور مال کو خرچ کرنا ہے ۔ یہ ایک حرکت کی حالت ہے ۔ گویا وہ قوم جو تقدیر اور قسمت کے بھروسہ پر بیٹھی تھی اس میں کام کرنے کی قوت طاقت اور حمیت پیدا کر دی ہے ۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ لاہوری احمدی اب پیچھے ہٹ گئے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ملتے جاتے ہیں ۔ یہ اعتراض عام لوگ بھی کرتے ہیں اور قادیان والے بھی کرتے ہیں ۔ بہت اچھا اگر ہم مسلمانوں کی ان پرانی ذہنیتوں کی طرف جا رہے ہیں تو بلاشبہ ہم احمدیت سے پیچھے ہٹ رہے ہیں ۔ اگر ہم حرکت سے جمود کی طرف آ رہے ہیں تو ہم یقیناً دوسرے لوگوں کی طرف جا رہے ہیں اور اگر خود ان میں ہی حرکت پیدا ہو رہی ہے اور ان کی ذہنیت ہی بدلتی جا رہی ہے تو وہ یقیناً ہماری طرف آ رہے ہیں اب غور کیجیے کہ مسلمانوں کی ذہنیت کس قدر بدل گئی ہے ۔ وہ بات بات پر کافر کہنے کی عادت اب کہاں ہے ۔ بڑے سے بڑے کٹر لوگوں کو دوسرے کو کافر کہتے ہوئے شرم آ جاتی ہے وہ فروع پر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے اب اس کثرت سے نہیں ۔ قرآن کریم کی طرف توجہ روز بروز زیادہ ہے ۔ گویا مسلمانوں میں اب صحیح ذہنیت پیدا ہو رہی ہے ۔

احمدیت نے دوسرے مسلمانوں کے خیالات پر کیا اثر ڈالا

مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں پر جو غلط خیالات کا نقشہ کھچا ہوا تھا صحیح خیالات کے کھلے کھلے نقش وہاں بھی پڑ رہے ہیں ۔ بڑی بڑی باتیں جو احمدیت کے ساتھ مخصوص ہیں ۔ مثلاً وفات و حیات مسیح وغیرہ ۔ اب تعلیم یافتہ اور روشن خیال لوگ کھلم کھلا وفات ماننے لگے ہیں اور علماء بھی روز بروز اس کو قبول کرتے چلے جا رہے ہیں ۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اگر یہ کہا جائے کہ تم قریب آ گئے ہو تو لوگوں کو برا کیوں لگتا ہے ۔ یہاں ہی دیکھ لیجے کہ جتنے مسلمان ہماری تقریریں سننے کے لیے آ جاتے ہیں ۔ آج سے دس سال پہلے کہاں آتے تھے ۔ کسی چھوٹی اور باریک بات کو لے کر دیکھ لو کہ لوگوں کے دلوں کا رجحان احمدیت کے مسائل کی طرف ہے ایک وقت تھا کہ مولوی دجال اور خر دجال کو عیسائی اور ریل ماننے کے لئے قسم کھائے بیٹھے تھے مگر اب عیسائیت کو دجال خود اخباروں اور رسالوں میں لکھتے ہیں ۔ دجال کے متعلق اخبار تیج نے کوئی پچاس اقوال نقل کئے تھے کہ وہ یہی عیسائیت ہے ۔ مسیح کے آنے کا انتظار بھی اب کم ہوتا جا رہا ہے اور یہ خیال اب مضحکہ سمجھا جاتا ہے کہ جناب مسیح دمشق کے مینارہ پر فرشتوں کے پروں پر سوار پہنچ جائیں گے اور مسلمان وہاں سے ان کو اتارنے کے لئے سیڑھی پکڑ دوڑیں گے یہ خیال اب بدلتا جا رہا ہے اور بڑے بڑے مولانا بھی اب اس سے مایوس ہو چکے ہیں اسی طرح ایک خیال یہ بھی تھا کہ امام مہدی تشریف لا کر کافروں کو تلوار کے ذریعہ خوب قتل کریں گے اور مسلمانوں میں خوب مال اور روپیہ تقسیم کریں گے یہ خیال بھی اب بدلتا جا رہا ہے اگر یہ ذہنیت بدل گئی تو کوئی بری بات نہیں ہوئی ۔ یوں کوئی اپنے منہ سے کہتا رہے کہ احمدی ہمارے قریب آ گئے ہیں یوں ہی سہی مگر حقیقت یہ ہے کہ عام مسلمانوں کی ذہنیت بدل رہی ہے ۔ یوں تو کسی نیک بات یا تحریک کا قبول کر لینا کوئی بری بات نہیں مثلاً میں نے ابھی تحریک وہابیت کی تعریف کی ہے اور میرے دل میں اس کا احترام ہے اور ہم تمام مجددوں بزرگوں اور ائمہ کو خواہ وہ سنی ہوئے ہوں یا شیعہ مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں ۔ اور اصولاً اس امر کے قائل ہیں کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والے کی تکفیر نہیں کرتے اور بموجب حدیث من کفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب ۔ کسی کلمہ گو کی تکفیر کرنیوالا خود کفر کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے یا جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے وہ کفر اسی پر الٹ پڑتا ہے کسی کلمہ گو کو کافر کہنا حدیث اور قرآن کریم کی بنا پر جائز نہیں ۔ بعض لوگوں نے جو ضروریات دین کا فرضی ڈھونگ رچا کر ان کے منکر کو کافر کہا ہے یہ بھی غلط خیال ہے اور مولویوں نے خود ہی اسے پیدا کیا ہے ہم ہرگز کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے اور نہ ان جھگڑوں میں پڑتے ہیں ۔ احمدیت کا پیغام اسلام کو دنیا میں پہنچانا ہے مگر اسلام کا پیغام دنیا میں نہیں پہنچ سکتا ۔ جبتک کہ مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد پیدا ہو کر آپس کے فضول جھگڑے ختم نہیں ہو جاتے

نمازوں کی علیحدگی تکفیر سے انتہائی بیزاری کی وجہ سے ہے

پھر یہ ایک سوال کیا جاتا ہے کہ جب کسی کلمہ گو کو کافر نہیں سمجھتے تو دوسرے لوگوں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو کافر نہ کہا گیا ہوتا تو یہ تفریق کبھی پیدا ہی نہ ہوتی خود حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ کے پانچ سال بعد تک قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو اپنے مسلمان ہونے کا یقین دلاتے رہے اور دوسرے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے مگر بایں علماء آپ کو کافر ہی کہتے رہے اور اپنی ضد سے باز نہ آئے ۔ تب نمازوں کے علیحدہ کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ آپ اس امر کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ مسئلہ تکفیر سے آپ کس قدر بیزار ہیں اور اس غلطی کو نکالنا چاہتے تھے کہ کلمہ گو کو کافر کہنا ہرگز جائز نہیں ہر چند آپ نے لوگوں کو سمجھایا اور ان کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے رہے مگر جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ عمداً انکار کر رہے ہیں اور اس انتہائی ظلم سے باز نہیں آتے ۔ اور اس تکفیر کے مسئلہ نے ہی مسلمانوں کو پاش پاش کر دیا ہے ۔ تو آپ نے اس سے بیزاری کا اعلان کرنے کے لئے جماعت کی نمازوں کو علیحدہ کر لیا ۔ فی الحقیقت یہ تکفیر کا مسئلہ جب سے مسلمانوں میں شروع ہوا ہے اس نے مسلمانوں کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے ۔ چنانچہ سب سے پہلے خوارج نے اہل قبلہ کو کافر کہا ۔ اسی لئے ان کے متعلق کہا گیا ہے ۔ قد شقوا عصا المسلمین انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو شق کر دیا ۔ جماعت کو عصا یا سوٹا کیوں کہتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عصا کے اصل معنی اجتماع کے ہیں ۔ سوٹے پر بھی چونکہ انگلیاں جمع ہوتی ہیں اس لئے اس کو عصا کہتے ہیں ۔ مسلمانوں کی جمعیت کو ان مکفرین نے پاش پاش کر دیا اس کا کوئی علاج بھی کرو گے یا نہیں ۔ ہم تو ہر کلمہ گو کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے تیار ہیں مگر جب ایسے شخص کو امام بنایا جائے کہ جو مسلمانوں کو کافر کہتا ہے تو گویا مسلمانوں کی جماعت کو پاش پاش کرنیوالے کو ہم نے امام جماعت بنایا ۔ مسلمانوں کی جماعت کو توڑنے والا ان کی تکفیر کر کے امت میں تفرقہ کی بنیاد رکھنے والا کیا اس قابل ہے کہ اس کو امام بنایا جائے میں کہتا ہوں ایک شخص نے سؤر کھایا شراب پی یا اور کوئی ایسا ہی گناہ کیا اس نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی پھر ایک شخص ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا گناہ کرتا ہے مگر اس کے گناہ کا اثر اس کی اپنی ذات تک ہے مگر جس نے کسی کلمہ گو جماعت کی تکفیر کی یا کسی مسلمان کو کافر کہا یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ جس کا اثر صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رہا اس نے مسلمانوں کی جماعت کے اندر تفرقہ کی بنیاد رکھی مسلمانوں کی جمعیت کو پاش پاش کر دیا ۔ اسلام کی قوت اور شوکت کو نقصان عظیم پہنچایا ۔ اور خدا کے اس حکم کی توہین کی لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومناً جو تمہیں السلام علیکم کہے اس کو بھی مت کہو کہ تو مومن نہیں فرمایئے قرآن کریم کے اس صریح حکم کی مخالفت ہو رہی ہے یا نہیں ۔

مسلمانوں کی تکفیر کرنیوالا قومی غدار ہے

ہم صرف مرزا صاحب کے مکفروں کے ہی پیچھے نماز نہیں

پڑھتے بلکہ جو کوئی بھی کسی مسلمان کی تکفیر کرتا ہے خدا کے حکم اور قوم کے اجتماع کو توڑتا ہے وہ سب سے بڑھ کر قومی غدار ہے اور خدا کے حکم کا نافرمان ہے ہمارے ہاں ؛ دو دن تک اس مسئلہ پر بحث رہی مگر فیصلہ یہی رہا کہ ہم کسی مکفر اور مکذب کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے تکفیر کرنے والا اس قابل نہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا اس کو جماعت کو جماعت کا امام بنایا جائے ایسے لوگ مرد میدان بن کر آئیں اور ہم پر سے اپنا فتویٰ واپس لے لیں تو میں اور میری جماعت اس جگہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہے۔ غیروں کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کو بطور علاج اختیار کیا ہے علاج ہو جائے تو ہم سو دفعہ پڑھنے کو تیار ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کا انکار مستلزم کفر نہیں

حضرت مرزا صاحب کے آنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوا اس پر حضرت مرزا صاحب نے کئی ایک مضامین لکھے۔ اشتہار عام لکھ کر اعلان کئے۔ اور اپنی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳۰ پر نہایت صفائی سے لکھا کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا بے خبر لوگوں کو مرزا صاحب کو نہ مان کر کفر کے فتویٰ کے نیچے آجانا تو اور بھی ظلم ہے۔

قبول احمدیت کی راہ کے دو پتھر

احمدیت کے قبول کرنے میں لوگوں کو جو دو پتھر نظر آتے ہیں یعنی ایک وفات مسیح کا مسئلہ اور دوسرے مہدی کا خیال تو یہ فی الحقیقت اشاعت اسلام کے راستے میں دو رکاوٹیں تھیں اور اس مجدد کا جسے دنیا میں اشاعت اسلام کے لئے خاص طور پر مامور کیا گیا تھا یہ فرض تھا کہ ان دو رکاوٹوں کو دور کرتا۔ حیات مسیح کا عقیدہ۔ عیسائیت کی قوت اور اسلام کی کمزوری کا موجب ہو رہا تھا۔ مہدی کا تلوار لیکر لوگوں کو مسلمان کرنے کا قیاس اسلام سے نفرت پیدا کر رہا تھا۔ ان دو خیالوں کو دور کئے بغیر اشاعت اسلام کے کام کی صحیح بنیاد نہ رکھی جا سکتی تھی۔ غیروں کے دلوں میں جو اسلام کی تصویر تھی وہ یہ تھی کہ اسلام اپنی صداقت کی بنا پر نہیں بلکہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور مسلمانوں کا یہ خیال کہ امام مہدی آکر تلوار کے زور سے کافروں کو مسلمان کرے گا گویا اس اعتراض کی تائید کرتا تھا۔ اسلام کی یہ کتنی بدنما تصویر ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس خیال کو دور کیا اور بتایا کہ نہ تو پہلے اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور نہ آئندہ کبھی پھیلے گا بلکہ اس کی صداقت تلوار سے بے نیاز ہے۔ اسی طرح حیات مسیح بھی چونکہ اشاعت اسلام میں بہت بڑی رکاوٹ تھی اس لئے اس کے خلاف وفات مسیح کے عقیدہ پر زور دینا پڑا۔

جماعت کا نام الگ کیوں رکھا

اپنی جماعت کا نام الگ رکھنے پر بھی بحث فضول ہے حضرت صاحب نے جماعت کا کوئی نام دس سال تک نہیں رکھا مگر لوگوں نے اس کے پیدا ہوتے ہی اس کا نام رکھ لیا اور مرزائی قادیانی لکھنا شروع کر دیا تھا۔ اگر مرزا صاحب کو یہ شوق ہوتا کہ اپنے نام کو شہرت دیں یا اپنے مولد کے نام کو شہرت دیں تو انہی ناموں میں سے ایک رہنے دیتے مگر آپ نے جماعت کا نام احمدی رکھ کر گویا اپنے نام کو درمیان سے مٹا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محمدؐ اور احمدؐ دونوں نام تھے آپ نے اپنی جماعت کا نام احمدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام احمد پر رکھا۔ اور صاف لکھا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نام احمدؐ پر اپنا اور اپنی جماعت کا نام احمدی رکھتا ہوں یعنی نہ صرف میری جماعت ہی کا نام احمدی ہے بلکہ میں خود بھی احمدی ہوں۔

احمدیت اسلام کی غربت کا زمانہ ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ غلبہ اور شوکت کے زمانہ کو ظاہر کرتا ہے اور احمدؐ بیکسی کے زمانہ پر دلالت کرتا ہے مسیح موعودؑ کا زمانہ چونکہ بیکسی اور دین کی غربت کا زمانہ ہے جیسا کہ پیشگوئی میں بھی آتا ہے بدء الاسلام غریبًا وسیعود کما بدء اسلام کی شان و شوکت کا زمانہ چونکہ ختم ہو گیا اور پھر کئی زمانہ عود کر آیا اور اسلام از سر نو مظلوم ہو گیا۔ اس لئے اس جماعت کو احمدی نام سے یاد کیا گیا کہ جو اشاعت اسلام کو بے سرو سامانی کی حالت میں لیکر آگے بڑھی ہے گویا اس کے نام سے ہی اس کا مقصد ظاہر ہے۔ اس کو نرمی آشتی اور محبت سے ہی اپنا کام کرنا چاہیئے اور لوگوں کے طعن و تشنیع سے مشتعل نہیں ہونا چاہیئے۔ میں اس قیاس کو دور کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ احمدی کوئی فرقہ ہے۔ فرقوں کی بنیاد جن امور پر ہوتی ہے ان امور پر جماعت احمدیہ کی بنیاد نہیں۔ بلکہ فقہی مسائل ہیں جن کی بنا پر عام طور پر فرقے بنتے ہیں جماعت احمدیہ کا مسلک آزاد ہے۔ دین کو پھیلانے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی اور کسی جماعت کو ممیز کرنے کے لئے اس کو نام دینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی تمیز کے لئے اس اشاعت اسلام کرنیوالی جماعت کا نام ان امور کی بنیاد پر جو اسے دوسرے لوگوں سے ممیز کرتے ہیں احمدی رکھا گیا۔

جماعت احمدیہ میں بیعت کا مقصد

جماعت احمدیہ میں بیعت کا مقصد بھی صرف تحریک اشاعت اسلام کو قوت دینا ہے یہ کوئی پیری مریدی کی بیعت نہیں۔ یہ امر جماعت کے طریق عمل سے ظاہر ہے۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے شروع میں کسی سے کوئی بیعت نہیں لی لوگوں نے بارہا بیعت کے لئے کہا بھی مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے لوگوں سے بیعت لینے کا کوئی حکم نہیں۔ آپ سے پیشتر مسلمانوں میں بیعت کا سلسلہ صوفیوں کے ہاں جاری تھا۔ اور یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہ تھی مگر آپ نے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ مگر ۱۸۸۹ء میں جب آپ کو اشاعت اسلام کے لئے جماعت تیار کرنے کا حکم ملا تو آپ نے اس غرض لئے لوگوں سے بیعت لینی شروع کی اگر آپ کو بیعت لینے کا یا پیری مریدی کا شوق ہوتا تو پہلے بیعت لینے سے انکار کیوں کرتے کہ جب بہت سے لوگ اس کے لئے تیار بھی تھے آپ نے صرف اشاعت اسلام کی غرض سے ایک جماعت بنائی اور ان سے اس لئے بیعت لی کہ وہ اس کام کے کرنے کا عہد کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زندگی میں مسلمانوں سے کئی دفعہ بیعت لی۔ جیسے مثلاً بیعت عقبہ اور بیعت رضوان۔ پہلی بیعت میں آپ نے انصار مدینہ سے یہ عہد لیا تھا کہ جب آپ اور آپ کے صحابہ ہجرت کر کے مدینہ جائیں تو انصار ان کی حفاظت اسی طرح کریں گے جس طرح اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوسری بیعت مسلمانوں سے آپ نے اس وقت لی کہ جب آپ کو خانہ کعبہ کے حج سے روکا گیا اور قریش کی نیت مسلمانوں کے خلاف فاسد نظر آئی تو وہ مسلمان گھروں سے جنگ کے لئے تیار ہو کر نہ گئے تھے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے یہ بیعت لی کہ اگر قریش جنگ کریں تو وہ پیچھے قدم نہیں ہٹائیں گے۔ ہماری بیعت بھی ایسی ہی دینی ضرورت کے لئے ہے یہ اشاعت اسلام کے لئے ہے جب تک کسی قوم میں قربانی کی روح پیدا نہیں ہوتی وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ دین کا عشق پیدا کرنے کے لئے یہ بیعت ہے اور فی الحقیقت یہ عظیم الشان مقصد اشاعت اسلام کرایہ کے اور تنخواہ دار مبلغوں کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کی ضرورت ہے جن کے دلوں میں اس کی آگ لگ گئی ہے ان کے سامنے خواہ کیسی ہی مشکلات کیوں نہ آجائیں وہ اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹاتے اس کے سوا احمدیت میں بیعت کا اور کوئی مطلب نہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بیعت سے ایک روحانی تعلق بھی پیدا ہوتا ہے مگر اصل غرض اس کی یہی ہے کہ انسان میں یہ عزم پیدا ہو کہ وہ کس حالت میں اشاعت اسلام کے کام میں قدم پیچھے نہ ہٹائے گا۔

اپنی جماعت کو خطاب

اب میں چند ایک باتیں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اگر تم لوگ بیعت کی اس حقیقت پر قائم ہو تو یقیناً تمہاری بیعت درست ہے ورنہ خالی اقرار کر لینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں اس وقت مشکلات کا سامنا ہے۔ کل سالانہ رپورٹ میں آپ نے ان مشکلات کی تفصیل کو سن لیا ہوگا اس وقت تمہاری انجمن بوجھ کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ مخالف بھی ہماری اس حالت پر خوشیاں منا رہے ہیں۔ میں ذاتی طور پر کسی مخالف کے گرنے پر خوشی منانا بہت ہی برا فعل سمجھتا ہوں۔ مسلمانوں کی خواہ کوئی بھی جماعت کیوں نہ ہو اس کی مصیبت پر خوشی منانا ایک کمینہ فعل ہے۔ اگر تم لوگ اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم ہو تو اس وقت مشکلات کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم اس وقت مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے احسانات کو دیکھئے کہ کس قدر ہیں وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ اگر تم ان نعمتوں کو گننا بھی چاہو تو گن نہیں سکتے۔ عین اس وقت جبکہ ہماری انجمن اس قدر مشکلات کے نیچے آگئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے فضل سے اس کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔ بظاہر اس کی کوئی حقیقت نہیں معلوم ہوتی کہ اہم مربعہ زمین کیا چیز ہے۔ لیکن اگر تم غور کرو تو یہ تمہاری انجمن کا ایک مستقل سرمایہ ہے۔ اس وقت کیا تم میں یہ طاقت تھی کہ تم اپنی انجمن کے لئے چار یا پانچ لاکھ روپے کا سرمایہ جمع کر لیتے۔ یہ کئی لاکھ کا مستقل سرمایہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں دے دیا ہے۔ یہ اہم مربعہ زمین ہے اور اس کی سالانہ آمد ۲۰ ہزار روپیہ ہے۔ کم از کم بھی بارہ ہزار سالانہ سے کم نہیں تو یہ گویا کم سے کم بارہ ہزار روپیہ سالانہ آمد کا ایک مستقل ذریعہ مل گیا۔ بارہ ہزار سالانہ کی مستقل آمد کے لئے اگر نقد روپیہ جمع کرنا ہوتا تو تین لاکھ روپیہ چاہیئے تھا اور سولہ ہزار کی آمد کے لئے چار لاکھ اور بیس ہزار کے لئے پانچ لاکھ نقد سرمایہ درکار تھا۔ یہ ہماری طاقت سے باہر تھا۔ پس یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے تمہاری جماعت کو اتنے بڑے سرمایہ کے جمع کرنے جو تمہاری طاقت سے باہر تھا مستغنی کر دیا۔ اور اپنے فضل سے ایک پندرہ بیگھی روپے سالانہ کی مستقل آمد کا انتظام کر دیا۔ اس قدر سالانہ رقم کا مل جانا خدا کا بہت بڑا انعام ہے۔ اب اس زمین پر قبضہ لینے اور دوسری ضروریات کے لئے بیس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین اس وقت ہماری مشکلات میں ایک اور اضافہ ہے یعنی ہم کو اس پر بیس ہزار روپیہ خرچ کرنا پڑیگا مگر اس سے جو آمد ہوگی وہ بہت بڑی آمد ہے

اپنی انجمن کی مشکلات کو حل کرو

ہمیں اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی جائداد اپنے فضل سے دی ہے۔ اس کا احسان بہت بڑا ہے مگر بغیر قربانیوں کے احسانات کا پورا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ مختلف اوقات میں میں نے اس کے لئے اپیلیں کی ہیں مگر مصائب کا پہاڑ اب تک کھڑا ہے۔ آپ لوگ بھی کوشش کریں کہ ہمیں اس سے نجات ملے۔ لیکن خدا کے

اس نئے نفضل کے لینے ہم مستحق نہیں ہوسکتے جب تک کہ کم سے کم اتنی قربانی نہ کریں کہ بیس یا تیس ہزار روپے کی رقم جمع کرکے یہاں سے اٹھیں۔ تاکہ اس زمین کے ابتدائی اخراجات پورے ہوجائیں۔ یہ تمہارے بیس یا تیس ہزار روپے چار یا پانچ لاکھ روپے کے قائم مقام ہیں۔ پس آپ اپنے دلوں کو اس قربانی کے لئے تیار کرلیں ورنہ یہ خدا کی دی ہوئی نعمت نہیں مل سکتی۔ دین کی ضرورت کے لئے اپنے دلوں کو مال کی محبت سے پاک کردو۔ دل جو خدا کا گھر ہے اس خدا کے گھر کو دولت کی محبت سے خالی کردو۔ دوسری آیات جو میں نے شروع میں پڑھی ہیں وہ سورہ المومنون کی یہ آیات ہیں ایحسبون انما نمدھم بہ من مال وبنین نسارع لھم فی الخیرات بل لا یشعرون ○ ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون .... الی .... وھم لھا سٰبقون۔ کیا وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو ان کو مال اور اولاد سے مدد دے رہے ہیں ہم ان کے لئے اچھی چیزیں جلدی بھیج رہے ہیں۔ نہیں وہ اصل حقیقت کو محسوس نہیں کرتے۔ وہ لوگ جو کہ اپنے رب کے خوف کی وجہ سے ڈرتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ کہ وہ دیتے ہیں اس حالت میں کہ ان کے دل خوف سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور وہ ان نیکیوں کی وجہ سے سبقت لے جانیوالے ہیں۔ مال و دولت فی الحقیقت کوئی حقیقی اطمینان قلب کا ذریعہ نہیں۔ جو لوگ دین کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے نکلتے ہیں وہ مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے تنگدل نہیں ہوتے بلکہ مال تو کیا چیز ہے وہ تو جانیں دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کہ اپنی ہر ایک چیز اس پر قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنیکا عہد کیا ہے تو آپ اس عہد کو پورا کرکے دکھایئے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس ضرورت کو پورا کرکے یہاں سے گھروں کو جائیں جب آپ لوگوں نے مجھے امیر بنایا ہے تو میرا کام ہے کہ جس کام میں میں قوم کی بہتری سمجھوں اس کی طرف آپ کو بلاؤں اور آپ کا فرض ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور میری آواز پر لبیک کہیں۔ میں نے جو کچھ دوستوں کے نام اس فہرست چندہ میں اپنے طور پر لکھے ہیں باقی دوستوں کو کم از کم دس دن کی اپنی آمدنی اس مقصد کے لئے دینا ہوگا (یہ فہرست علیحدہ شائع ہوئی ہے جس کی مجموعی میزان انیس ۱۹ ہزار کے قریب ہے) اور یہ رقوم اور یہ دس دن کی آمدنی تین ماہ جنوری فروری مارچ میں ادا کرنی ہوگی ٭

اعتذار

ماہوار ایڈیشن جیسا کہ تجویز تھی بعض مشکلات کی وجہ سے دیا تیار نہیں ہوسکا۔ خاکسار ایڈیٹر درد داڑھ کی وجہ سے تین چار روز تک سخت تکلیف میں رہا۔ بالآخر اس تیس پینتیس سال کے رفیق کو بصد افسوس جدا کرنا پڑا اس لئے اپنا مضمون لکھ نہ سکا۔ مرزا مظفر بیگ صاحب نے اپنے موعودہ شذرات لکھے مگر کسی طرح حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کو اس کا پتہ چل گیا اور اس پیکر حلم و رافت نے انکے شائع کرنیکی اجازت نہ دی۔ سچ تو یہ ہے کہ جناب خلافت مآب کے ہنگامہ پرور پروپاگنڈے و مدیر الفضل او رحامیان خلافت کی تیز چلیاں اور طراریاں بہت جلد بند ہوسکتی ہیں مگر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی آئے دن کی ہدایات اور فہمائشوں نے ایک عرصہ سے قلم کو تو دم بخود رکھا ہے اور دل کی پژمردگی یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ سخت ضرورت کے سوا اس میدان میں آنا نہیں چاہتی ٭   (ایڈیٹر)

"روح اللہ"

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی قلم سے)

اخبار پیغام صلح میں متواتر کئی نمبروں میں ایک مضمون نکل رہا ہے جس کا عنوان ہے "حضرت مسیح علیہ السلام کے عیسوی واقعات پر ایک ناقدانہ نظر" قابل مضمون نگار صاحب کی نظر انجیل پر بہت وسیع اور محیط نظر آتی ہے اور وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں نہایت محققانہ طریق پر لکھ رہے ہیں اور بہت خوب لکھ رہے ہیں۔ لیکن مجھے اس امر سے حد درجہ تعجب ہوا جب میں نے انہیں اسی مضمون میں حضرت مسیح کو حضرت "روح اللہ" بار بار لکھتا ہوا پایا۔ کچھ شک کچھ شک نہیں کہ حضرت مسیح بڑے اولوالعزم نبی تھے مگر یہ "حضرت روح اللہ" کیا ہوا۔ اس کی جگہ نبی اللہ لکھئے۔ رسول اللہ لکھئے یہ "روح اللہ" کیا محاورہ ہے جسے وہ بار بار زیب رقم فرماتے ہیں۔

بچپن میں میں نے ایک دفعہ ایک چھوٹی سی کتاب میں جو ایک مولوی کی بنائی ہوئی تھی اور جس کا نام زبردستی دعا گنج العرش رکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ لکھا ہوا پڑھا تھا اور مجھے خوب یاد ہے جب میں نے اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا تو مجھے سخت صدمہ ہوا اور مجھے سخت غیرت آئی کہ ہمارے نبی صلعم تو رسول اللہ ہی رہے اور عیسیٰ روح اللہ بن گئے اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ عیسیٰ خدا تھے کیونکہ خدا کی روح کے اور کیا معنے ہوں گے مشن اسکول اور کالج میں تعلیم پانے کی وجہ سے رات دن پادریوں کو کہتے سنا کہ مسلمانوں کے قرآن میں عیسیٰ روح اللہ لکھا ہوا ہے جس کو سن سنکر میں سوائے پیچ و تاب کھانے کے اور کچھ نہ کرسکا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کے دامن سے وابستہ کیا اور میں نے قرآن پر خود تدبر کیا تو مجھے قرآن میں کہیں حضرت عیسیٰ کو روح اللہ لکھا ہوا نظر نہ آیا جس سے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ حد بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ مجھے ایک مشنری لیڈی سے اسی روح اللہ پر بحث کرنے کا موقعہ ملا جسے میں اپنے الفاظ میں اپنے احباب کی دلچسپی کے لئے عرض کئے دیتا ہوں ٭

راولپنڈی میں میرے مکان پر ایک مشنری لیڈی انگریزی پڑھانے آیا کرتی تھے۔ ان لوگوں کا جس طرح دستور ہے کہ چند سطریں انگریزی کی پڑھائیں اور پھر انجیل کھول کر بیٹھ گئیں۔ وہی وہ کیا کرتی تھی۔ ہمارے ہاں مستورات چونکہ عیسائیت کے تار و پود سے خوب واقف تھیں اس لئے خوب گرما گرم بحث ہوا کرتی تھی۔ ایک دن جو میں باہر سے آیا۔ تو دیکھتا کیا ہوں کہ آج خلاف معمول مس صاحبہ کا پالا زبر ہے۔ وہ بار بار للکار کر کہہ رہی تھیں کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کو روح اللہ لکھا ہے اور تمہارے پیغمبر کو صرف رسول اللہ لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ روح اللہ تو خدا کی روح ہوئی اور رسول تو محض ایک فرستادہ ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہماری مستورات ذرا زچ پڑی ہوئی ہیں۔ اس لئے میں نے بلند آواز سے کہا کہ مس صاحبہ قرآن میں حضرت عیسیٰ کو کہیں روح اللہ نہیں لکھا ہے"۔

مس صاحبہ (چونک کر) "کیا کہا آپنے! کیا قرآن نے مسیح کو روح اللہ نہیں کہا؟ ضرور کہا ہے۔ سب مسلمان کہتے ہیں"۔

میں۔ "مسلمانوں کے کہنے کی سند نہیں۔ مسلمان تو مسیح کو آسمان پر زندہ بھی مانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ وہ مرگئے اسیطرح مسلمان جو مرضی چاہے پڑے کہیں۔ قرآن مسیح کو روح اللہ نہیں کہتا ہرگز نہیں کہتا۔ ہرگز ہرگز نہیں کہتا"۔

مس صاحبہ "ہائیں نہ ہائیں نہ ہائیں۔ آپ ایسا غضب تو نہ کریں"۔

میں "غضب تو آپ کررہی ہیں جو قرآن کی طرف ایسی بات منسوب کررہی ہیں جو وہ نہیں کہتا"۔

مس صاحبہ "ہم آپ کو قرآن میں مسیح کو روح اللہ لکھا ہوا دکھائینگے"

میں "اگر آپ دکھا دینگی تو پھر میں بپتسمہ بھی لیلونگا۔ کیونکہ مجھے روح اللہ کو چھوڑ کر رسول اللہ کے ماننے کی ضرورت نہیں"۔

مس صاحبہ "اچھا ؟؟؟"

میں "جی!"

مس صاحبہ۔ "یہ تو بڑی عجیب بات ہے"

میں۔ "میں اس سے بھی عجیب تر بات سناؤں کہ قرآن مجھے اور آپ کو ہر ایک انسان کو روح اللہ کہتا ہے اور مسیح کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کرتا"

مس صاحبہ "یہ کیسے ہوسکتا ہے"

میں۔ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ قرآن کی آیت سن لو۔ الذی احسن کل شیءٍ خلقہ وبدا خلق الانسان من طین ○ ثم جعل نسلہ من سللۃٍ من ماءٍ مھین ○ ثم سوٰہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون ○ (السجدہ)

خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور انسان کی پیدائش کو گیلی مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصہ سے چلائی۔ پھر اسے ٹھیک ٹھاک بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنایا۔ تھوڑے ہیں جو ان نعمتوں کی قدر کرتے ہیں۔

کہئے مس صاحبہ یہاں ہر ایک انسان میں خدا نے اپنی روح پھونکنے کا ذکر کیا ہے یا نہیں۔ پھر ہر ایک انسان خواہ میں ہوں یا تم ہو اس حساب سے روح اللہ ہوئے یا نہیں۔ اسی طرح انسان کو جب بناکر ملائکہ کو اس کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا تو وہاں بھی یہی فرمایا کہ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین۔ جب میں اسے ٹھیک ٹھاک بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تو تم سب اس کی فرمانبرداری کرو۔ پس جب سب انسانوں میں خدا نے اپنی روح پھونکی تو ہر ایک انسان روح اللہ ہؤا۔ مسیح کی اس میں کیا خصوصیت ہوئی۔ اگر وہ انسان تھے تو وہ بھی ایسا ہی روح اللہ تھے جیسا کہ ہر ایک انسان ہوتا ہے۔ اگر مسیح کو روح اللہ کہو گی۔ تو ہر ایک انسان کو روح اللہ کہو کیونکہ سب میں خدا کی روح پھونکی گئی ہے۔ اور قرآن نے تو اتنا اہتمام کیا ہے کہ مسیح کو عام انسانوں کی طرح یہ بھی نہیں کہا کہ ان میں خدا نے اپنی روح پھونکی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل سے جانتا تھا کہ مسیح کے متعلق غلو ہونا ہے اور انہیں انسان سے اٹھاکر خدا بنا دینا ہے۔ اسلئے قرآن نے مسیح کے متعلق صرف اتنا کہا کہ روحٌ منہ (النساء) کہ وہ ایک روح تھی جو خدا کی طرف سے آئی تھی یعنی نہ خدا تھا نہ خدا کا بیٹا۔ جس طرح دنیا میں انسانی روحیں آتی ہیں اور اپنی عمر گذار کر چلی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ بھی خدا کی طرف سے ایک روح تھی جو آئی اور دوسرے انسانوں کی طرح اپنا کام کرکے چلتی ہوئی لفظ روح کو نکرہ رکھ کر کس طرح مسیح کی خصوصیت توڑی ہے۔ کہ انسان قرآن کی اس طرز ادا پر قربان ہوجاتا ہے"

مس صاحبہ "ہر ایک انسان میں خدا نے اپنی رُوح پھونکی ہے اس کا کیا مطلب"؟

میں۔ "اس کا یہ مطلب کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو روحانی حصہ رکھا ہے وہ بالقوہ ان تمام اخلاق الٰہیہ کا پرتو اپنے اندر رکھتا ہے۔ جن کے نشوونما پانے پر انسان انسان کامل بن جاتا ہے اور یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ مسجود ملائکہ بن جاتا یعنی ملائکہ بھی اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور وہ اخلاق الٰہیہ میں اس طرح رنگین نظر آتا ہے جس طرح لوہا آگ میں پڑ کر آگ کی طرح سرخ نظر آتا ہے۔ پس روحی سے مراد یہ نہیں کہ خدا کی روح جسم انسانی میں حصول کر آتی ہے۔ بلکہ یہاں روح کو اضافت جو جناب الٰہی سے دی گئی ہے وہ بوجہ اس شرف کے ہے جو اخلاق الٰہیہ کا پرتو اپنے اندر رکھنے سے اسے حاصل ہے اور جس شرف کے اظہار کے لئے جناب الٰہی نے اُسے اپنی طرف مضاف کیا۔ یہ اضافت جناب الٰہی سے بسبیل تشریف ہے نہ کہ بوجہ تملیک کے جس طرح ان طھر بیتی للطائفین۔ کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو۔ یہاں بیتی سے مراد یہ نہیں کہ خدا کا وہ گھر ہے جس میں وہ رہتا ہے بلکہ بیت کی اضافت خدا سے بوجہ اس کے شرف اور عزت کے ہے۔ پس روحی میں بھی اضافت بوجہ شرف اور عزت ہے جو انسانی روح کو اپنے اندر اخلاق الٰہیہ کو منعکس کرنے کی استعداد رکھنے سے حاصل ہے۔ ورنہ ہر ایک انسان کی روح حضرت مسیح کی روح کی طرح روح منہ ہی ہے"

مس صاحبہ (کھڑے ہو کر) "ہم نے یہ بالکل نئی باتیں سنی ہیں۔ ایسا ہم نے کبھی نہیں سُنا۔ ہم پادری صاحب سے پوچھ کر آئیں گے پھر آپ سے گفتگو کریں گے"۔

میں نے دل میں کہا کہ اب تم نہ آئیں۔ چنانچہ وہ نہ آئیں۔ ایک دن رستہ میں ملیں تو میں نے پوچھا بھی کہ آپ نے پادری صاحب سے کچھ نہ پوچھا۔ وعدہ کر کے پھر نہ آئیں۔ کہنے لگیں "ہاں ہاں۔ ہم آئیں گے ہم آئیں گے"۔ یہ کہہ کر یہ جا وہ جا غائب شد ہو گئیں۔

پس بڑے ادب سے حضرت مضمون نگار کی خدمت میں عرض ہے کہ مہربانی فرما کر یہ "حضرت روح اللہ" "حضرت روح اللہ" کی تکرار کو اگر بس کر دیں تو بڑی عنایت ہو۔ لوگوں کو ناحق کی غلط فہمی ہوتی ہے۔ میرے دل میں حضرت مسیح کی بڑی عزت ہے۔ وہ خدا کے رسول تھے نبی تھے مقربین الٰہی میں سے تھے۔ مگر یہ روح اللہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر آپ نے اسی طرح روح اللہ کی تکرار قائم رکھی تو ڈر ہے کہ جذبہ توحید و وحدت مجھے ایک مجذوب کی طرح رٹ لگا دینے پر مجبور نہ کر دے کہ ہمارے فاضل نامہ نگار روح اللہ! ایڈیٹر پیغام صلح روح اللہ! میں روح اللہ! آپ روح اللہ۔ سب روح اللہ۔

ایک ہمدرد قوم کی دلی آرزو

جناب مرزا رحمت بیگ صاحب حضرت امیر کی خدمت میں مردان سے لکھتے ہیں کہ جناب کا ارشاد نسبت "انجمن کا مستقل سرمایہ" مطبوعہ پیغام صلح مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۱ء میں نے مطالعہ کیا آپ کی تحریک پر محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے مذکورہ فنڈ میں مبلغ یکصد روپیہ ارسال خدمت ہے بیل بنک نارتھ ان انڈیا شاخ سے وصول فرمالیں اور میرے لئے دعا فرما دیں۔

میری مدت سے خواہش تھی کہ یہ فنڈ قائم ہو اللہ تعالیٰ اس

جہاد کرنے والوں کی ضرورت

انفروا خفافا وثقالا وجاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

ہلکے اور بوجھل نکل پڑو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو

بیشتر احباب تو ایسے ہیں کہ اپنے معاش کے لئے یا اپنے عیال کے فکر کے لئے انہیں اپنی اپنی جگہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ خدمت دین کے کام کو جس قدر ان سے ہو سکتا ہو اسی جگہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں خواہ ان کی تعداد بہت ہی کم ہو جو مرکز میں جمع ہو کر دین اور قوم کے لئے قوت کا موجب ہو سکتے ہیں خواہ ہمارا کام اس وقت کتنا ہی بڑا نظر آتا ہو اور یہ سچ ہے کہ اللہ کے فضل سے یہ چھوٹی سی جماعت محض اپنی تنظیم اور قوت عمل کی وجہ سے اشاعت اسلام اور مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کا عظیم الشان کام سرانجام دے رہی ہے۔ جس کا احساس مسلمانوں اور غیر مسلموں کے دلوں پر یکساں ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ جماعت کے کام کی قوت کا انحصار مرکز میں کام کرنیوالوں کی جمعیت پر ہے۔ اور اس پہلو میں ہم میں اب تک بڑی کمی ہے جس کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کو دور کرنے کے لئے چند احباب کی تھوڑی سی توجہ درکار ہے۔

یہ تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہاں چند احباب ایسے بھی موجود ہیں جو اپنے دنیوی کاموں کے ساتھ ساتھ دینی خدمات کے کام کو بھی جوش کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں۔ اور پھر ساتھ ساتھ ہی مالی خدمات میں بھی قابل قدر نمونہ دکھا رہے ہیں۔ اور انہوں نے سخت ترین جدوجہد سے اس کام کو اس ترقی کی حالت تک پہنچایا ہے کہ آج دنیا کے کناروں تک ہماری انجمن کا کام پہنچا ہوا ہے۔ لیکن جس قدر کام ہمارے سامنے ہے اس کے لئے ضرورت ہے کہ اب وہ ہمارے احباب یہاں جمع ہو جائیں جن کے لئے دنیا کے تفکرات کم ہو گئے ہیں۔ میری مراد ایسے احباب سے ہے جو ایک طرف اولاد کی فکر سے فارغ ہو چکے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے کچھ سامان معاش کا بھی ان کے لئے کر دیا ہے۔ جیسے مثلاً وہ احباب جو سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو گئے ہیں یا اور کسی وجہ پر فکر معاش سے آزاد ہیں۔

میری آرزو یہ ہے

کہ ایسے احباب محض اللہ کی رضا کے لئے یہاں مرکز میں جمع ہو جائیں اور سب فکر ان کو چھوڑ کر بقیہ حصہ عمر صرف خدا کے دین کی خدمات کے فکر میں گذار دیں۔

میں ایسے احباب کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنی اپنی جگہ پر ان کے لئے کتنی ہی دلچسپیاں ہوں اگر فی الواقع دلچسپیاں ہیں۔ انہیں ابھی اور دنیا کمانے کا کتنا ہی خیال ہو۔ اگر ایسا خیال ہے مال اور جائداد بڑھانے کی فکر ہو۔ اگر فکر ہے لیکن اگر وہ غور کریں گے تو انہیں معلوم ہوگا کہ وہ اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کہ جو خدا جانے کتنے باقی رہ گئے ہیں بہت کم قیمت پر بیچ رہے ہیں۔ وہ اگر ایک دفعہ اپنی ان چھوٹی چھوٹی خواہشات کی قربانی کر کے اور ایک جست لگا کر اس خلیج کو عبور کر لیں جو ان میں اور خدمت دین میں حائل ہے تو انہیں معلوم ہوگا کہ ان کے لئے تمام دلچسپیوں سے بڑھ کر یہاں ایک دلچسپی موجود ہے اور تمام جائدادوں سے بڑھ کر پھلنے کے قابل ایک جائداد ہے ہاں وہ ایسی دلچسپی ہے جو ان کے قلوب کو راحت سے بھر دے گی اور قوم میں زندگی کی ایک زبردست لہر چلا دے گی۔ مسلمان قوم کے اندر اس قدر قوت برداشت ہے کہ یہ نہ تو نیچے دب کر رہ سکتی ہے اور نہ ہی مر سکتی ہے اور قوت برداشت سے ہی قوت عمل پیدا ہوتی ہے ہاں اس کو کام میں لگانے کے لئے کچھ آدمی نکلنے چاہئیں اور وہ آدمی وہی ہو سکتے ہیں جو پہلے خود قربانی کا نمونہ دکھائیں اور اپنی قلیل آمدنیوں پر گذارہ کرتے ہوئے خدا کے دین کی خدمت کی تڑپ اپنے اندر پیدا کریں۔

کیا افسوس کا مقام نہیں کہ آج دنیوی اغراض کے لئے ملکی اغراض کے لئے لوگ قربانیاں کر رہے ہوں اپنی آمدنیوں پر لات مار رہے ہوں تکلیفیں جھیلنے کے لئے اپنے آپ کو جیلخانوں کی آگ میں ڈال رہے ہوں اور وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد خدا کے دین کی خدمت کو قرار دیا تھا جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا تھا کسی معمولی انسان کے سامنے نہیں خدا کے مامور کے ہاتھ پر کیا تھا۔ وہ بیٹھے سوچ رہے ہوں کہ ہم اگر اپنے گھر کو چھوڑیں تو ہمیں یہ تکلیف ہوگی وہ بے آرامی ہوگی۔ آسائش میں یوں کمی آ جائے گی اور قبر میں جانے سے پیشتر خیرا اور سونے اور چاندی کی ٹھیکریاں ہمارے قبضے میں نہ ہوں گی اور اپنی آنکھوں سے یہ بھی دیکھ رہے ہوں کہ ان کی قوم ان کے سامنے بظاہر جان توڑتی نظر آتی ہے۔ وہ کونسی چیز ہے جس نے دلوں کو اس قدر سخت کر دیا ہے کہ وہ خدا کے دین کی مصیبت پر قوم کی ہلاکت پر بھی نرم نہیں ہوتے الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ اے عزیزو یہ زندگی کے لمحات گذر جائیں گے اور جب یہاں سے چلنے کا وقت آئے گا تو کیا یہ آواز تو دل کے کسی کونے سے نہ نکلے گی یاحسرتی علیٰ ما فرطت فی جنب اللہ۔

ہجرت تو بڑی چیز ہے اور اس کی شان بہت بلند ہے لیکن جو شخص خدا کے دین کی خدمت کے لئے اپنے گھر سے نکل پڑتا ہے وہ ہجرت کا ثواب ہی حاصل کر لیتا ہے آؤ اور یہاں جمع ہو کر دیکھو کہ تمہارے ایک ایک قدم اٹھانے سے خدا کا دین کس طرح دنیا میں پھیلتا ہے اور قوم کس طرح ترقی کے منازل کیسے طے کرتی ہے اور تمہاری زندگیاں کس قدر کام کی ثابت ہوتی ہیں۔

میرے دوستو! دنیا کی فکر کب تک تمہارے دلوں کو کھاتی رہیگی کیوں اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے جس سے نہ صرف تمہارے اپنے کام زندہ رہ جائیں بلکہ تمہاری قوم زندہ ہو جائے۔ آخر جب تک آپ کی یہ جائداد بنانے کی خواہش ختم نہ ہوگی دین کی خدمت کی وہ زبردست خواہش کس طرح پیدا ہوگی جس سے قوم کی زندگی وابستہ ہے۔ اس کو اب ختم کر دو اور اپنی زندگیاں خالص خدا کے لئے کر دو۔ ان جائدادوں کو آج ہی ان کے سپرد کر دو جو کل کو ان کے مالک ہونگے اور خود ایسے مجاہد فی سبیل اللہ بن جاؤ جن کے سامنے سوائے دین کی ترقی اور قوم کی خدمت کے اور فکر نہ ہو۔ اگر آپ لوگ یہاں آ جائیں تو ایک قوم کی خدمت یا اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام آپ کے سپرد ہو سکتا ہے۔ اور یہ عمارت جس کی بنیاد آپ آج کمزور سے ہاتھوں سے رکھیں گے اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کل کو سر بفلک عمارت نظر آئے گی۔ اگر نیک نمونہ آپ آج قائم کر دیں تو کل کو یا مدت سے لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوگا۔

خاکسار۔ محمد علی

اچھوت جاتیاں مردم شماری میں اپنی اپنی ذات ضرور لکھوائیں

ورنہ ان کو بہت بھاری نقصان پہنچیگا

چونکہ موجودہ زمانے میں کسی قوم یا فرقہ کے ملکی۔ تمدنی اور مجلسی حقوق کا انحصار زیادہ تر اس قوم یا فرقہ کے لوگوں کی تعداد پر ہے۔ اس لئے تمام جاتیوں کو اپنی حالت بہتر بنانے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ آئندہ مردم شماری کے موقعہ پر شمار کنندگان کی فارموں میں اپنے اپنے کنبہ کی تعداد و ذات کسی پڑھے لکھے شخص کے سامنے صحیح طور پر درج کرائیں۔ تاکہ مہذب دنیا پر بخوبی روشن ہو جائے۔ کہ اس ملک میں کثیر التعداد اچھوت جاتیاں بدستور بے کسی کی حالت میں گرائی پڑی ہیں۔ اور یہ کہ ہندوستان کی کل آبادی کا تقریباً چوتھا حصہ ہیں۔ پھر اس حقیقت کے زیادہ واضح ہو جانے پر اچھوتوں کی حالت بہتر بنانے کی مناسب تدابیر جلد عمل میں آسکیں گی۔

کاغذات مردم شماری میں اندراج کراتے وقت

خاص توجہ اس بات پر دی جائے۔ کہ مردم شماری کی فارموں پر خانہ ملک میں آپ اپنے تئیں ہندوستان کے قدیم اصلی باشندے یعنی یعنی آدی ہند و یا آدھرمی لکھوائیں۔ اور خانہ ذات میں اپنی اپنی خاص ذات مثلاً چمار۔ جیبوار۔ جھنیا۔ کوری۔ کھٹیک۔ پاسی۔ بانگرو۔ گڈریا۔ کول۔ کمہار ملاح بھیل۔ آہیر۔ بالمیکی پنچم وغیرہ ان جاتیوں میں سے جو ذات آپ کی ہو۔ وہ ضرور لکھوائیں۔ ورنہ ہماری غریب ان پڑھ جاتیوں کو بہت بھاری نقصان پہنچیگا

اچھوت جاتیوں کیلئے ایک نہایت ضروری آگاہی

آج کل اکثر ہندو اخبارات ظاہر میں تو اچھوتوں کی ہمدردی میں دگر در اصل اپنی مطلب براری) کے کئی ایک مضامین مردم شماری کے متعلق ایسی رنگت دے کر شائع کر رہے ہیں۔ کہ جس سے اچھوت لوگ جلد مغالطہ میں پڑ جائیں۔ اس لئے کسی اونچی ذات کے ہندو اخبار یا لیڈر کی اوپر سے ایسی میٹھی میٹھی باتوں میں آن کر کوئی اچھوت غلطی نہ کھائے کیونکہ اونچی ذاتوں کی باتیں عموماً ہماری غریب جاتیوں کے نقطۂ خیال کے بالکل برعکس ہی ہوتی ہیں۔ دیکھئے اناج کے بڑے بڑے ذخیرے جمع کرنے والے مہاجن ساہوکار اکثر یہی دعا مانگتے ہیں۔ کہ بارشیں وقت پر نہ ہوں۔ تاکہ اناج مہنگا ہونے سے ان کو بھاری منافع ہو۔ مگر برعکس اس کے غریب لوگ ہمیشہ یہی دعا کرتے ہیں۔ کہ بارشیں مناسب وقت پر ہوں۔ تاکہ فصلیں اچھی ہونے سے اناج میں کوئی گرانی نہ ہو۔ اسی طرح دیگر امورات میں بھی امیر سرمایہ داروں کے خیال ہم غریبوں کے حق میں اکثر سخت نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں۔ لہذا غریبوں کو اس دنیا میں اپنے جان و مال کی مناسب حفاظت کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے نقطۂ خیال کیطرف بھی خاص دھیان رکھیں۔

اونچی ذات کے ہندوؤں کا وسیع پراپیگنڈہ

ادھر مردم شماری کی تاریخ نزدیک آرہی ہے۔ ادھر اونچی ذاتوں کے ہندو لیڈر۔ سادھو۔ سنیاسی گرکلوں کے ادھشٹاتا۔ کالجوں کے پرنسپل اور ہزار ہا ہندو اخبارات یہ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ اچھوت جاتیاں کسی طرح اپنی ذات ظاہر نہ کر سکیں۔ اور یہ کہ اچھوت اس طرح سے اپنی اصل تعداد سے کم ظاہر ہو دیں۔ کیونکہ وہ غریب اچھوت جاتیوں کو ہی ایسا آسان شکار خیال کرتے ہیں۔ اس لئے کوئی اچھوت کسی غلطی یا لالچ میں پڑ کر اپنے تئیں خالی ہندو نہ لکھوا بیٹھے۔ اور پھر وہ اس طرح بیرونی طور پر اپنی ذات چھپا کر ایسے نقصانات کا باعث ہو۔ جن کی تلافی کرنا بعد ازاں ناممکن ہو۔

نظروں سے دور۔ دلوں سے دور

اس وقت مہذب دنیا کے آگے ہماری ایسی دکھ بھری حالت پر کچھ غور ہو رہا ہے۔ اور ہمارے دکھوں کو کمتر کرنے کے لئے کچھ طریق علاج سوچے جا رہے ہیں۔ ذرا ہمارا نام اور ہماری تعداد دنیا کی نظروں سے اوجھل ہوئی۔ تب فوراً یہ موجودہ بچے اور طریق علاج پبلک کے دلوں سے دور ہو جاوینگے۔ علاوہ ازیں کوئی اچھوت بیرونی طور پر اپنی ذات چھپانے سے کبھی کوئی برہمن۔ کھتری یا اگروال بنیں بن جاوے گا۔ بلکہ یہ اغلب ہے۔ کہ پھر منوسمرتی کے بہت سے یکطرفہ اور انصاف سے بعید احکامات غریب اچھوتوں پر اور بھی زیادہ سختی سے عائد کئے جاویں

اچھوتوں کی پنچایتی جائدادوں کو نقصان کا خطرہ

موجودہ حالت میں اچھوت جاتیوں کے قبضہ میں جہاں کہیں بھی کوئی مندر ڈیرے یا پنچایتی مکانات ہیں۔ اگر ہمارے اچھوت بھائی کہیں غلطی میں پڑ کر کسی شمار کنندہ کی سرکاری کتاب میں۔ یا کسی تمسک میں۔ یا کسی سرکاری سند میں۔ یا کسی مکان کی رجسٹری وغیرہ کے اندر اپنی اپنی خاص ذاتوں کو واضح کر کے درج نہیں کروائیں گے تو ممکن ہے۔ کہ پھر یہ سب ہمارے پنچایتی مکانات آخرکار زیادہ ہوشیار اور زبردست اونچی ذاتوں کے امیر ہندوؤں کے قبضہ ہی میں چلے جائیں۔ کیونکہ اچھوت لوگ عموماً ان پڑھ اور سادہ لوح ہیں۔ وہ اپنے آپ کو خالی ہندو کا مہمل لفظ لکھوا کر پھر اپنی جائدادوں کی ایسی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ جیسا کہ وہ اب اپنی اچھوت جاتیوں کی ہستی اور ذاتوں کو عام پبلک کے سامنے صاف اور واضح طور پر علیحدہ ظاہر کرنے سے کر رہے ہیں۔ نیز یہ بھی ممکن ہے۔ کہ پھر ہمارے موجودہ پنچایتی مکانوں کے کھنڈروں پر اونچی ذات کے ہندوؤں ہی کی شاندار عمارتیں شاید تعمیر ہو جائیں۔ اس لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم سب اچھوت اپنی پنچایتی جائدادوں کی مناسب حفاظت کے لئے بھی مردم شماری میں اپنی اپنی خاص ذاتیں ضرور لکھوائیں۔

سکھ قوم کی ایک اعلیٰ مثال

جب ہمارے سامنے سکھ قوم کے پیرو (ہندوؤں کے زیادہ نزدیک ہوتے ہوئے اور ان کے ساتھ اکثر اوقات بیاہ شادی کے ناطے و نسبت رکھتے ہوئے بھی) اپنے تئیں علیحدہ سکھ قوم سمجھتے اور درج کرواتے ہیں۔ اور اسی طرح جینی اور بدھ بھی علیحدہ علیحدہ قوم ہیں۔ مگر ہم اچھوت تو در حقیقت خود ہندو شاستروں کے بموجب رواجاً اور عملاً عام ہندوؤں سے بالکل علیحدہ ہی ہیں۔ اور خصوصاً جبکہ ہمارے چھونے سے یا ہمارا سایہ پڑنے سے ہی اونچی ذات والے ہندوؤں کو بھاری پاپ لگتا ہے۔ تب ان حالات کے اندر ہمیں اپنے تئیں علیحدہ اچھوت اقوام درج کروانے میں کیسے تامل ہو سکتا ہے۔

اچھوت جاتیاں اونچی ذات کے ہندوؤں سے بالکل علیحدہ ہیں

دیکھئے (۱) تاریخ ہند کے ماہرین پر یہ بات بخوبی روشن ہے کہ اچھوت کہے جانے والی سب جاتیاں ہندوستان کے قدیم اصلی باشندے ہیں۔ جو شمالی ہند میں آدی ہندو کے نام سے اور دکن میں آدی دراوڑ کے نام سے مشہور تھیں۔ اس وقت ہمارے آدی ونش کی بڑی بڑی راجدھانیاں تھیں۔ لیکن جب وسط ایشیا سے آریہ فتحیاب ہند میں آئے۔ تب انہوں نے سب مقبوضات چھین لئے۔ اور ہماری تہذیب اور تجارت کو مٹا کر ہمیں دسیو داس اور شودر کے نام دے کر بنا پورا پورا غلام بنالیا

(۲) بعد ازاں سمرتی کاروں نے اپنی سمرتیوں کے اندر ہمارے خلاف بہت سے نفرت آمیز اشلوک بطور پروپیگنڈہ کے درج کردیئے

(۳) رامائن کے اندر بھی بہت سے فقرے ایسے درج ہیں۔ کہ جو غریب جاتیوں کی طرف سخت نفرت اور حقارت کا مادہ بڑھانے کا باعث بن رہے ہیں۔ مثلاً۔ ڈھول۔ گنوار۔ شودر۔ پشو ناری یہ سب تاڑن کے ادھیکاری۔

(۴) اونچی ذاتوں کے بالمقابل ہماری اچھوت جاتیوں کے اندر مذہبی رسومات اور فرائض بہت سی باتوں میں ایسے مختلف ہیں کہ کروڑہا اچھوت لوگ تو قدرتاً اپنی اپنی مختلف جاتوں کو ہی اپنا اپنا خاص دھرم سمجھتے ہیں۔

(۵) ہندوستان کے تقریباً ہر ایک شہر اور قصبہ میں اچھوتوں کے گھر عموماً عام آبادی سے نہ صرف بہت دور فاصلہ پر اور بالکل کردہ واقع ہیں بلکہ وہ اکثر جگہ تو گندے نالوں اور بد رراہوں کے متصل ہی پائے جاتے ہیں۔ اخیر وقت تک ہماری مرگھٹیں بھی علیحدہ کردہ پڑی ہیں۔ (دیوید یال)

(۶) جن پبلک کنوؤں پر گوکے چمڑے کے بوکوں سے پانی کھینچنے کی عام اجازت ہے۔ وہاں پر اچھوتوں کو پیتل کے لوٹوں اور سوت کی ڈوریوں سے بھی پانی کھینچنے کی بدستور سخت ممانعت موجود ہے

(۷) ہندوؤں کی دھرم شالاؤں اور براتیں اتارنے کے ستھانوں میں بھی اچھوتوں کی براتوں کو کبھی کوئی جگہ مل نہیں سکتی

(۸) جیسے بھیڑیں شہروں سے جس قدر دور فاصلہ پر رہیں۔ اسی طرح امن کے ساتھ اپنے دن گذارتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح سے اچھوتوں کے غریب بچے اونچی ذاتوں کے امیر لڑکوں سے اکثر دور فاصلہ پر ہی رہنے سے باسلامت رہتے ہیں۔ اگر اتفاق سے کسی اچھوت کا گھر کہیں اونچی ذات کے ہندوؤں کے متصل ہوتا ہے۔ تو اس اچھوت کے غریب بچے وہاں پر دن رات بڑی دہشت اور پریشانی ہی میں کاٹتے ہیں

(۹) ہندوؤں کے ڈھابوں اور تنوروں پر بھی اچھوت جاتیوں کے لوگ بامن بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتے۔ لہذا ہر وجہ سے مردم شماری میں ہم اچھوت جاتیوں کو اپنی علیحدہ اچھوت اقوام اور اپنی اپنی خاص ذاتیں لکھوانی نہایت ضروری ہیں۔ تاکہ پھر ہم اپنی بڑی بھاری تعداد آبادی کی بنا پر اپنے انسانی حقوق کا اس ملک سے پورا پورا مطالبہ کر سکیں۔ جب ایکدفعہ ہمارے انسانی حقوق قائم ہو جائیں گے۔ تب اونچی ذات کے ہندو ہمیں انسانیت کا درجہ دینے کے لئے خود بخود تیار ہو جاوینگے۔

دیو ید یال

باقی دارد

مردم شماری ہو رہی ہے ہر ایک مسلمان اپنے اپنے اہل و عیال کی صحیح صحیح تعداد درج کرائے + نرگسی کو دھوکہ دو اور نہ کسی کا دھوکا کھاؤ

سورہ فاتحہ کی تفسیر
یا
جناب میاں صاحب کے فتویٰ نماز کی حقیقت

از قلم جناب شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ

۹- جنوری [illegible] کو جمعے کے دن جامع مسجد قادیان میں جناب میاں صاحب نے ایک خطبہ تلاوت فرمایا جس کو اخبار الفضل مورخہ ۱۵- جنوری میں شائع کرنے کا فخر حاصل ہو رہا ہے۔ خطبہ ان کلمات سے شروع ہوتا ہے۔

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اس عبارت سے آگے لازماً سامعین و ناظرین سورہ فاتحہ کی تفسیر اور اس کے حقائق و معارف سننے کے خواہشمند ہوں گے۔ مگر افسوس کہ یہ خواہش شروع سے آخیر تک اس مضمون سے پوری نہیں ہو سکتی بلکہ جن نکات کا انکشاف فرمایا گیا ہے بظاہر اس استنباط کا تعلق سبعاً من المثانی کی ساتوں آیات سے معلوم نہیں ہوتا ہاں کسی وحی اور الہام کے ذریعہ ہو تو ہم کو دم زدن کی جا نہیں۔ اور شائد یہی وجہ ہے کہ تفسیر نویسی کے اعلان کے باوجود کسی مولوی یا مفسر کو کبھی مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ہاں ہم اپنے معلومات کی بنا پر یہ عرض کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ اس قسم کی تفسیر اور یہ انداز تکلم اپنی نظیر آپ ہی ہے۔

اس خطبہ یا تفسیر کا محرک خدا بھلا کرے۔ آپ کے ایک مرید کا رقعہ ہوا جس نے غیر مبایعین کے پیچھے نماز کا فتویٰ آپ سے دریافت کیا بس پھر کیا تھا ہم نیازمندوں کی تضحیک تفسیق تضلیل و تکفیر کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا اور اس مطلب کی ادائیگی میں جس قدر زبان و بیان نے یاوری فرمائی اس میں سر مو فرق نہیں۔ فرمایا۔ بلکہ ایڑی چوٹی کا پورا زور لگایا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ الفضل جو آئے دن اڈیٹران پیغام صلح کی تلخ نوائیوں کے شکوے کرتا رہتا ہے اس کے جواب میں خود بدولت نے جو حربہ استعمال فرمایا ہے اس کا ایک ہی وار جملہ شکایات کا منہ بند کرنے کو کافی ہے یہ فتویٰ کچھ پہلی بار ہی معرض بیان میں نہیں آیا۔ بلکہ جیسا کہ خود فرمایا ہے۔ بیسیوں بار اس پر اظہار خیال ہو چکا ہے۔ گویا بار بار گالیوں کے تکرار میں ہم خاکساروں کے صبر و تحمل کا امتحان مطلوب ہے۔

تیر پر تیر چلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
سینہ کس کا ہے میری جان جگر کس کا ہے

افسوس ہے کہ الفضل باوجود اس علم کے ہوتے ہوئے ناحق ہمارے اخبار کی درایہ کا شکوہ کرتا ہے۔

سارے فتویٰ کو غور سے پڑھ جاؤ اس کے اندر قطعاً مذہبی رنگ نہیں۔ قرآن اور حدیث سے استدلال نہیں بلکہ صرف قلبی خیالات کا اظہار ہے۔ جس کی غرض محض اس قدر ہے کہ اراد تمندوں کو ترک موالات یا عدم تعاون کا سبق دیا جائے ایسی غرض کو لباس الفاظ میں ملبوس کیا گیا ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کی ہے یہ خطبہ خانہ خدا میں کھڑے ہو کر اور سورۃ فاتحہ کے فضائل اور برکات کی تفسیر کے متعلق تھا۔ اس لئے انداز تکلم بھی نہایت عجیب قسم کا تھا۔ اس غرض سے کہ پیغام صلح کے بعض ناظرین اس سے محروم نہ رہیں۔ اس کے چند اقتباس ہدیہ کئے جاتے ہیں۔ وھو ھذا

وہ لوگ جو یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا غیر مبایعین کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے کبھی اپنی لڑکی کسی لولے، لنگڑے، بہرے اور اندھے کو دی ہے۔ اگر نہیں تو کیوں نہیں کیا یہ حرام ہے۔ کیوں کبھی انہوں نے مجھ سے یہ فتوے نہیں پوچھا کہ کسی ایسے مسلمان کو جس کی ناک کٹی ہوئی ہو۔ دانت ٹوٹے ہوئے ہوں۔ بہرہ ہو، لولا لنگڑا ہو اور اندھا ہو اسے لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ پوچھیں تو میں یہی کہوں گا کہ ہاں جائز ہے اور اگر جواز معلوم ہو جانے کے بعد وہ لڑکی دیدیں گے تو میں کہوں گا کہ بے شک تمہیں سوال کرنے کا حق تھا"

"پس غیر مبایعین کے پیچھے نماز کے متعلق فتویٰ پوچھنا بھی ایسا ہی ہے۔ اور لاکھوں جائز باتوں کے کرنے کے لئے تو کوئی فتویٰ نہیں پوچھتا۔ مگر یہ پوچھتے ہیں۔ یہ نفس کا دھوکا ہے جواز کا فتویٰ نہیں۔ فساد کا فتویٰ ہے"

اسی طرح غیر مبایع کے پیچھے نماز پڑھنا بھی نماز تو ہے مگر اندھی اور لنگڑی اور لولی۔ اور اگر تم باقی چیزیں بھی لنگڑی اور لولی اختیار کرتے ہو تو اسے بھی اختیار کر لو"

"اگر ایک بدترین دشمن ہندوؤں میں سے لیا جائے ......اور ایک بدترین دشمن عیسائیوں میں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن دہریوں سے لیا جائے اور ایک بدترین دشمن پیغامیوں سے لیا جائے تو یقیناً پیغامی دشمنی اور بغض میں دہریہ۔ عیسائی اور ہندو سے بھی بڑھا ہوا ہوگا۔

ان کے غالی ممبر بغض کے مجسمے ہیں۔ اگر زمین پر چلتی پھرتی دوزخ کی آگ دیکھنی ہو تو ان لوگوں کو دیکھ لے۔ میں نہیں سمجھتا ان سے زیادہ بغض اور کینہ والے لوگ کبھی دنیا میں ہوئے ہوں۔ ممکن ہے کبھی ہوئے ہوں اور تاریخ والوں نے دوزخ کی آگ سے آئندہ نسلوں کو محفوظ اور بیخبر رکھنے کے لئے ان کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا ہو۔ مگر جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے ان لوگوں کا بغض سب سے بڑھا ہوا ہے"

ان حقائق میں جہاں ہم لوگوں کی دشمنی کا پایہ۔ ہندوؤں عیسائیوں اور دہریوں سے بلند بتایا ہے وہاں ہماری آئندہ زندگی کا نقشہ بھی کھینچکر رکھ دیا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں اگر زمین پر چلتی پھرتی دوزخ کی آگ دیکھنی ہو تو ان لوگوں کو دیکھ لو۔ یہ مکاشفہ ہماری تمام جماعت کی آئندہ زندگیوں کے متعلق ہے۔ جو گویا کہ لوح محفوظ کی نقل اس صافی قلب پر القا ہوئی ہے۔

اس سے آگے ایک اور حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ان سے زیادہ بغض اور کینے والے لوگ کبھی دنیا میں نہیں ہوئے ہوں۔ جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے ان لوگوں کا بغض سب سے بڑھا ہوا ہے۔

اس غیب دانی اور تاریخی کمال کا کس کو ہوس سکتا ہے۔ مگر بشری حیثیت کی وجہ سے اس جگہ ایک وسوسہ پیدا ہوتا ہے جس کا اظہار ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے بغض اور کینے کی مثال تو شائد تاریخ دنیا میں نہ ہو مگر اس ضمن میں اللہ میاں نے مباہلہ والوں اور اخبار زمیندار کی استثنا کس مصلحت سے فرمائی۔

ہم اخبار الفضل کے اڈیٹر اور ان کی تمام جماعت کو ببانگ دہل کہتے ہیں کہ جناب میاں صاحب بالمقابل اسی ایک تحریر کو ایک کالم میں جلی حروف سے لکھوا اور دوسرے کالم میں ہمارے امیر حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سلمہ ربہ کی حال ہی کی ایک تحریر برادران قادیان سے اپیل۔ درج کرو۔ اور ان ہر دو تحریرں کو غیر مذاہب کے علما کے سامنے لے جاؤ۔ اس طرح پر شرافت و تہذیب اور علم و فضل کا امتحان ہو کر نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

قادیانی دوستو! اس تہذیب کی موجودگی میں سرفرازی کا دعویٰ کرنا واقعات کو جھٹلانا اور حقائق کا انکار کرنا ہے

پچھلے دنوں اڈیٹر الفضل نے حضرت مولانا مدظلہ تعالیٰ کی کوٹھی کی تعمیر کے متعلق اناپ شناپ جو دل میں آیا اخبار میں لکھ مارا۔ بخدا جس متانت اور تہذیب سے حضرت مولانا نے جواب لکھا وہ اخلاق اور شائستگی کا بہترین نمونہ تھا۔ اور حق یہ ہے کہ یہی پاکیزہ نفس انسان حقیقی طور پر ذریت مسیح موعود کہلانے کا حقدار ہے۔ میرا یہی خیال تھا کہ اڈیٹر صاحب اس معقولیت اور راستبازی کا اعتراف فرمائیں گے۔ مگر وہاں تو معاملہ کی صورت ہی دیگر ہے۔ بہرحال خوب ہوا کہ جناب میاں صاحب نے دل کی خوب بھڑاس نکالی کتنے تعجب کی بات ہے کہ ہمارے ہاں کا تنکا بھی ان کو شہتیر نظر آتا ہے۔ مگر اپنی طرف کا شہتیر بھی انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ بقول شخصیکہ

ہم جو چپ ہوں تو نہیں سودائی
شیخ چپ ہوں تو توکل ٹھہرے

ننانویں فیصدی کا ادعا اگر ہماری طرف سے ہے تو کوئی استبعاد کی بات نہیں۔ مسائل کفر و اسلام۔ نبوۃ اور خلافت کی حقیقت جوں جوں واضح ہوگی کوئی مغائرت ہم میں اور مسلمانوں میں ہرگز نہ رہے گی۔ اس وقت ننانویں فیصدی کا حل عملی طور سے نظر آ جائے گا۔

کثیر حصہ جماعت کی گمراہی کے متعلق بھی ارشاد ہوا۔ افسوس ہے کہ اس کی بنیاد بھی سوائے خوش اعتقادی کے کسی دلیل پر نہیں ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات پر اختلاف اور انقلاب کا ہونا تو قرآن کریم اور صحیح تاریخ سے ثابت ہے۔

انتخاب خلافت پر اختلاف موجود۔ پھر تیسری اور بالخصوص چوتھی خلافت میں تو مسلمانوں نے لسان سے گذر کر سنان سے اختلاف کا ثبوت دیا۔ قرآن کریم میں ومن ینقلب علی عقبیہ اور دوسری جگہ ولیمکنن لھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا جوابات ہیں وہ انہی واقعات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں اور اس امر کی نسبت کتب ہائے سلسلہ میں صراحت موجود ہے۔ علاوہ ازیں صحیح تاریخوں میں تو صاف طور پر یہ الفاظ مرقوم ہیں۔ ارتدت العرب علی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں فرمایا ہے کہ نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا آجاتا ہے۔ اور دشمن زور میں آجاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ کام بگڑ گیا اور یقین کرتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ ترددمیں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونیکی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ ان تصریحات کے ہوتے میاں صاحب کا یہ فرمانا کہ یہ کہنے سے کہ آپ کی جماعت کے اکثر افراد گمراہ ہوگئے آپ پر وہی اعتراض نہیں آتا جو شیعوں کے عقیدے کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آتا ہے" درست نہیں ہے

اس خطبے میں نکات تو اس قدر ہیں کہ جن پر اگر تفصیل کے ساتھ مباحثہ کیا جائے تو وسعت مضمون کے لحاظ سے چھا [illegible] کے نبت سے نمبر بکار ہیں مگر اس قدر طوالت شاید اڈیٹر صاحب

فہرست چندہ برائے اشاعت اسلام

از جناب مرزا جلال احمد صاحب بنوں

نام و پتہ	روپیہ - آنہ - پائی
خان محمد خان صاحب، بیرسٹر بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
بابو محمد حسین صاحب سب اوورسیر بنوں	۱۰ ــ ۰ ــ ۰
میر منشی امیر جان صاحب بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
گل محمد خان وکیل بنوں	۲ ــ ۰ ــ ۰
مردل خان ڈاکٹر بنوں	۲ ــ ۰ ــ ۰
خانصاحب غلام حسن خانصاحب مہتمم خزانہ بنوں	۱۰ ــ ۰ ــ ۰
خان محمد نواز خان کنڈی وکیل بنوں	۴ ــ ۰ ــ ۰
خان محمد اکرم خان ـ ٹھیکہ دار بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
خان فیض اللہ خان ٹھیکہ دار بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
سرفراز خان ـ ویٹرنری اسسٹنٹ سرجن بنوں	۲ ــ ۰ ــ ۰
مستری عبدالرحیم ـ بارک ماسٹری بنوں	۱۰ ــ ۰ ــ ۰
مستری نعمت علی 〃 〃 〃	۱۰ ــ ۰ ــ ۰
داروغہ شیر خان ـ انسپکٹر جنگی ـ بنوں	۳ ــ ۰ ــ ۰
مستری برکت علی ـ بارک ماسٹری بنوں	۳ ــ ۰ ــ ۰
سردار لطف اللہ خان ـ وکیل ـ بنوں	۲ ــ ۰ ــ ۰
ملک حیات خانصاحب عظیم تاجر ـ بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
شیخ عبدالکریم صاحب سپرنٹنڈنٹ لوکل ملٹری آڈٹ ـ رزمک	۵ ــ ۰ ــ ۰
میاں چراغ الدین ـ ایم ـ ای ـ ایس ـ ایس ـ ڈی ـ او ـ دوشلی	۵ ــ ۰ ــ ۰
اہلیہ صاحبہ 〃 〃 〃	۵ ــ ۰ ــ ۰
حافظ عبدالغنی ـ اسسٹنٹ سکرٹری نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی بنوں	۲ ــ ۰ ــ ۰
شیخ منظور احمد مینیجر باردن موٹر لمیٹڈ ـ بنوں	۲ ــ ۰ ــ ۰
چوہدری محمد عبداللہ ـ انسپکٹر سکول ـ بنوں	۲ ــ ۰ ــ ۰
میاں صالح خان ـ لوہار ـ بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
شیخ محمد عبداللہ صاحب انسپکٹر آف ورکس ریلوے کالاباغ	۵ ــ ۰ ــ ۰
میر احمد خان ـ ٹھیکہ دار بارک ماسٹری ـ بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
بابو قمر الدین سب اوورسیر بارک ماسٹری ـ بنوں	۱۰ ــ ۰ ــ ۰
شیخ عبدالغنی صاحب ـ اکونٹنٹ رسالہ ۵ بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
مرزا عبدالعزیز انسپکٹر سی ـ ڈی ـ بنوں	۳ ــ ۰ ــ ۰
بابو قمر الدین صاحب ـ ہیڈ کلرک برگیڈ سپلائی بنوں	۲ ــ ۰ ــ ۰
فیض محمد صاحب ـ ٹھیکہ دار کالاباغ باڑی	۱۰ ــ ۰ ــ ۰
مستری کریم بخش ـ بارک ماسٹری ـ بنوں	۵ ــ ۰ ــ ۰
مستری سراج الدین 〃 〃 〃	۲ ــ ۰ ــ ۰
محمد رمضان خان ـ سپرنٹنڈنٹ ضلع کچہری ـ بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
محمد حسین ـ درزی ـ بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
قاضی فقیر اللہ ـ کلرک ضلع کچہری ـ بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
نور مبارک شاہ ـ ماسٹر اسلامیہ سکول ـ بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
بہادر خان ـ انسپکٹر پولیس ـ ایبٹ آباد حال بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
〃 〃	۱ ــ ۰ ــ ۰
حکیم محمد عبدالقیوم ـ سند یافتہ دہلی ـ حال وارد بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
سیف اللہ خان ـ موٹر ورکس بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
مستری غلام حیدر ـ بارک ماسٹری ـ بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
مستری علم الدین 〃 〃 〃	۱ ــ ۰ ــ ۰
مستری حسن محمد 〃 〃 〃	۱ ــ ۰ ــ ۰
مستری محمد شفیع 〃 〃 〃	۱ ــ ۰ ــ ۰
مستری عمر الدین بارک ماسٹری ـ بنوں	۱ ــ ۰ ــ ۰
مستری محمد حسین 〃 〃 〃	۱ ــ ۰ ــ ۰
مستری نور حسن 〃 〃 〃	۱ ــ ۰ ــ ۰
مستری محمد امین، مستری عبدالرحمن، مستری ابراہیم	۳ ــ ۰ ــ ۰
معرفت اہلیہ مرزا جلال احمد ایس ـ ڈی ـ او و مختلف مستورات سے بغیر رسید کے وصول کیا گیا	۲۶ ــ ۴ ــ ۰
معرفت مستری کریم بخش ـ بارک ماسٹری بنوں	۳ ــ ۹ ــ ۱
معرفت اہلیہ مرزا جلال احمد ایس ـ ڈی ـ او ـ بنوں	۷ ــ ۴ ــ ۰

جملہ میزان وصول شدہ ۲۱۶ ــ ۸ ــ ۰

بقیہ صفحہ ۱۲

نوٹ: افسوس ہے کہ یہ حصہ مضمون متعلقہ صفحہ ۱۶ اپنی جگہ پر درج ہونے سے رہ گیا۔ قارئین کرام صفحہ ۱۲ کے پہلے کالم کے بعد اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

ہفتم: یعنی اے مسلمانوں تم اس طرح پر ایمان لاؤ ـ اور یہ کہو کہ ہم اس خدا پر ایمان لائے جس کا نام اللہ ہے ..... اور ہم اس کلام خدا پر ایمان لائے ـ جو ابراہیم نبی پر نازل ہوا اور ہم اس کلام خدا پر ایمان لائے جو اسمٰعیل نبی پر نازل ہوا ..... اور اس کلام خدا پر ایمان لائے جو عیسیٰ نبی کو دیا گیا تھا ـ اور ان تمام کتابوں پر ایمان لائے جو دنیا کے کل نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھیں۔" (چشمہ معرفت ص۲۶۵)

ہشتم: کہ نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہو سکتا ہے۔ بعد میں نہیں ہو سکتا ـ جیسا کہ ذیل کے دو حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے

الف: اللہ وہ پاک ذات ہے جس نے چھ دن میں زمین و آسمان کو پیدا کیا اور نبی بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور کل نبیوں کے آخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تا تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرے۔ (حقیقۃ الوحی)

ب: اور اس خدا نے ہی یہ خبر دی جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا۔ (حقیقۃ الوحی)

آخر میں میں پھر عرض کروں گا کہ ان معیاروں کو پڑھو اور ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ چونکہ مضمون بہت لمبا ہو گیا ہے اسلئے

انجمن خواتین ہند کی بعض تجاویز

انجمن خواتین ہند کے اجلاس منعقدہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۱ء میں کئی اہم تجاویز منظور ہوئیں۔ ایک تجویز کا مفہوم یہ تھا۔ کہ کونسلوں مقامی مجالس کمیٹیوں اور کمیٹیوں میں عورتوں کی مناسب نمایندگی چاہیئے۔

ایک تجویز میں اسمبلی اور کونسلوں کے ممبروں سے درخواست کی گئی تھی۔ کہ موجودہ ہندو دھرم شاستر کے اس حصہ میں جو عورتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ مناسب ترمیم کیجائے۔ اور مسلمان عورتوں کے حقوق کے بارے میں رواج کی بجائے قرآن کے احکام کو مدنظر رکھا جائے

مسز حامد علی نے تعدد ازدواج اور پردہ کے متعلق ایک تجویز پیش کی جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ انجمن اس امر پر زور دیتی ہے کہ تعدد ازدواج اور مروجہ پردہ کے متعلق رائے عامہ کی اصلاح کی جائے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا۔ کہ پردہ کے متعلق رائے عامہ میں تبدیلی ہو رہی ہے

جب پردہ کے متعلق مس فیروزالدین کی رائے دریافت کی گئی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ میں عورتوں کی چہار دیواری میں قید رکھنے کے خلاف ہوں۔ لیکن مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ عورتوں اور مردوں میں اختلاط روا رکھا جاوے۔

۱۶ جنوری کے اجلاس میں کئی اور اہم تجویزیں منظور کی گئیں۔ ایک تجویز عورتوں کی مرکزی درسگاہ کے متعلق تھی۔ جو دہلی میں قائم کی جائے گی اس تجویز میں درسگاہ مذکور کی اسکیم پر خوشنودی ظاہر کرکے تمام خواتین درخواست کی گئی تھی۔ کہ اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

اس مقصد کے لئے ایک لاکھ روپیہ جمع ہو چکا ہے۔ ایک اسپشل کمیٹی جس میں تمام صوبوں کی نمایندہ خواتین شریک ہیں قائم کی گئی ہے۔

مس خدیجہ فیروزالدین نے ایک پرزور تقریر کی۔ اور کہا۔ کہ اس درسگاہ میں انگریزی کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے۔ کہ کوئی قوم اسوقت اقبال و کامرانی حاصل کر نہیں سکتی جب تک اس نے اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل نہ کی ہے

مسز حکم نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ لڑکیوں کو حفظان صحت کھانا پکانے کپڑے دھونے۔ سینے پرونے کے لئے تعلیم دینا نہایت ضروری ہے۔

مس خدیجہ فیروزالدین نے کہا۔ کہ اگر ایک عمارت کی بنیاد ہی غلط رکھی جائے۔ تو بعد میں اسکی اصلاح ناممکن ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ جو لڑکیوں کو انگریزی کے ذریعے تعلیم دیجائے گی وہ آگے چل کر اردو میں تعلیم کے قابل ہو سکیں گی میں نے دیکھا ہے۔ کہ اکثر انگریزی جاننے والی لڑکیاں اردو کے چند جملے بھی صحیح نہیں بول سکتیں۔ یہ خیال غلط ہے۔ کہ انگریزی کو عالمگیر زبان کی حیثیت حاصل ہے تعلیم یافتہ عورتوں میں ۹۹ فی صدی انگریزی نہیں جانتیں۔ یہ درست ہے کہ ہندوستان میں اس وقت تین سو زبانیں موجود ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان میں ایک اور زبان یعنی انگریزی کا اضافہ کرکے ۳۰۱ زبانیں کیوں بنا دی جائیں (اس تقریر پر دیر تک صدائے تحسین بلند ہوتی رہی)

ڈاکٹر ریڈی صدر نے ووٹ لے کر اس بحث کا خاتمہ کر دیا۔ انگریزی کی مخالفت میں صرف سات ووٹ تھے۔ اس لئے یہ تجویز بکثرت رائے پاس ہو گئی۔ کہ فی الحال انگریزی کو ہی واسطہ تعلیم قرار دیا جائے۔

صدر انجمن کی جانب سے ایک تجویز پیش کی گئی جس کا مفہوم یہ تھا کہ اگر ضرورت پڑے۔ تو حضور وائسرائے کے پاس دو وفد بھیجے جائیں جو اُن کی خدمت میں درخواست کریں۔ کہ قانون شاردا کو عملی جامہ پہنا دیا جائے ایک وفد صرف مسلم خواتین پر مشتمل ہو۔ اور دوسرے میں تمام جماعتوں کی عورتیں شامل ہوں۔

خواتین ایشا کی کانفرنس

افتتاحی تقریب

خواتین ایشیا کی کانفرنس کا افتتاحی اجلاس ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء کو ساڑھے چار بجے شام ٹون ہال کے باہر ایک عظیم الشان پنڈال میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں ہندوستان کے علاوہ ایران چین جاپان افغانستان اور سیلون وغیرہ ممالک کی مندوبات موجود تھیں۔

مسز فریدوں جی نے اپنی تقریر میں کہا کہ وقت آگیا ہے۔ کہ ہندوستانی عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش ہو کر سود و بہبود ملک کے کاموں میں حصہ لینے کا مطالبہ کریں۔

پہلا اجلاس

خواتین ایشیا کی کانفرنس کا پہلا اجلاس زیر صدارت مس جی لونگ ۲۰ جنوری کی صبح کو منعقد ہوا۔

ڈاکٹر متو لکشمی ریڈی نے اپنی تقریر میں اس قدیم عہد کا ذکر کیا جب ایک خاندان کے سارے افراد آپس میں مل جل کر رہتے تھے۔ اگرچہ باپ کنبے کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ماں کی عزت و احترام میں بھی کمی نہیں کی جاتی تھی لیکن جب سے انگریزی تمدن کا قدم آیا ہے۔ خانہ داری کے پرانے نظام کا تار پود بکھر گیا ہے۔

مسز حامد علی نے مسلمان عورتوں کے حقوق کے متعلق تقریر کی۔ انہوں نے فرمایا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسلمان عورتوں سے بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔ اب بھی مسلمانوں کے ہاں یہی دستور ہے۔ کہ گھر کا سارا انتظام عورتوں کے سپرد ہے اسی طرح یہ خیال بھی غلط ہے کہ قرآن نے تعدد ازدواج کا حکم دیا ہے۔ وراثت کے متعلق شریعت اسلامی کے قوانین نہایت واضح ہیں۔ اور ان کی نظیر کسی دوسری ملت میں نہیں ملتی

لیڈی عبدالقادر نے فرمایا۔ کہ اسلام نے عورتوں کو تین بڑے حقوق عطا کر رکھے ہیں۔ ان میں ایک تو حق وراثت ہے۔ دوسرا حق شوہر کے انتخاب میں آزادی ہے۔ اور تیسرا حق یہ ہے۔ کہ اگر کم سنی میں ان کی شادی کر دی گئی ہو۔ تو انہیں اختیار ہے۔ کہ بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرالیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ہندوستان میں مسلمان عورتوں کو یہ حقوق حاصل نہیں۔ مسلمان عورتوں کو چاہیئے۔ کہ ان حقوق کے حصول کا پرزور مطالبہ کریں۔

مسز سوامی نادھن (مالا بار) نے کہا۔ کہ ہمارے علاقے میں عورتوں کو وراثت کے حقوق حاصل ہیں۔ اور وہ ہر بات میں مردوں کی طرح آزاد ہیں۔ کنبہ کا نظام ایسا ہے کہ بیوی کو گھر میں پورا پورا اختیار ہے۔ شوہر اور بچے کسی بات میں دخل نہیں دے سکتے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب مالا بار میں مغربی تمدن کے اثرات نمایاں ہو رہے ہیں۔

عورتوں اور مردوں کو اس بارہ میں پورا پورا اختیار ہے۔ کہ جب چاہیں۔ کہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ بچوں کے نام کے ساتھ ان کی ماں کا خاندانی نام شریک کیا جاتا ہے۔ غرض مالا بار کی عورتوں کو وہ تمام حقوق و اختیارات حاصل ہیں جن کیلئے دنیا کے دوسرے ممالک کی عورتیں جدوجہد میں مصروف ہیں۔

مسٹر ماما شوے (برما) نے کہا۔ کہ برما کی عورتوں کو بھی مساوی حقوق حاصل ہیں۔ برما میں عورتیں مردوں کی دست نگر نہیں۔ بلکہ ان میں اکثر ایسی ہیں۔ جو مالی اعتبار سے شوہر کی محتاج ہیں ہمارے ملک میں شادی کو مذہبی حیثیت حاصل نہیں۔ اور یہ ضروری نہیں سمجھا کہ کوئی مذہبی پیشوا نکاح کی رسوم ادا کرے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ سرے سے برما میں شادی کی کوئی رسم ہی ادا نہیں کی جاتی لیکن کسی فاتر العقل یا نابالغ مرد یا عورت کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا اختیار نہیں طلاق بھی رائج ہے جانبین کو قطع تعلق کرنیکا اختیار حاصل ہے

مسز لنگا کون (سیلون) نے مغربی تمدن کی مذمت کی۔ اور کہا کہ جب سے ہم یورپ کی معاشرت سے متاثر ہوئے ہیں۔ طلاق کے واقعات بکثرت ہو رہے ہیں۔ بیوی اور خاوند کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو رہی ہے۔

مسز گوورہانہ (سیلون) نے کہا۔ کہ ہماری رسمیں ہندوؤں کی رسموں سے ملتی ہیں ہم اپنی ماؤں کا ویسا ہی احترام کرتی ہیں جیسا کہ مہاتما بدھ کا احترام کیا جاتا ہے ہمارے ہاں شادی ایک معاہدہ سمجھی جاتی ہے

مسز شیریں فوجدار (ایران) نے کہا۔ کہ ایران میں یہ دستور ہے کہ شادی لڑکیوں کی رضامندی سے کی جائے۔ مسلمان زرتشتی اور بہائی سب کے اسی طریق پر عمل کرتے ہیں ہمارے ہاں صغرسنی کی شادی کا استیصال ہو رہا ہے۔ اور اب لڑکیوں کی شادی اٹھارہ ۱۸ سال کی عمر کے بعد کی جاتی ہے۔ ایران میں شریعت اسلامی کی رو سے لڑکیوں کو وراثت کے حقوق بھی دیئے جاتے ہیں۔ ایرانی عورتیں گھر کا سارا کام خود کرتی ہیں۔ کھانا بھی پکاتی ہیں۔ اور کپڑے بھی بنتی ہیں

مس کمال الدین (افغانستان) نے اپنی تقریر میں کہا۔ کہ افغانستان میں صغرسنی کی شادیاں شاذ و نادر ہی ہوتی ہیں۔ اب تو خیر اٹھارہ انیس سال کی عمر میں لڑکیوں کو بیاہ دیا جاتا ہے لیکن آج سے پچاس سال پیشتر کہیں تیس سال کی عمر میں شادی ہوتی تھی۔ افغان عورتوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں۔ جو شریعت اسلامی نے انہیں عطا کر رکھے ہیں +

مادام ہوشی (جاپان) نے اپنی مادری زبان میں ایک مختصر تقریر کی جس کا ملخص یہ تھا۔ کہ جاپان میں کبھی تو لڑکیاں اپنی مرضی سے شوہر کا انتخاب کر لیتی ہیں۔ اور کبھی والدین یہ فیصلہ کر لیتے ہیں۔ شادیاں علی العموم ۱۴ سے ۲۰ سال تک کی عمر میں ہوتی ہیں۔ کنبہ کے نظام کی یہ کیفیت ہے۔ کہ بڑا بیٹا تو والدین کے ساتھ رہتا ہے۔ اور چھوٹے بیٹے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

مس خدیجہ فیروزالدین نے کہا۔ کہ اسلام عورتوں کو جو درجہ عطا کر رکھا ہے۔ اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ وراثت کے بارے میں اسلام کے احکام بہترین ہیں۔ مسلمانوں میں صغرسنی کی شادی کا رواج نہیں۔ مسلمان عورتوں کو خلع کا حق بھی حاصل ہے۔

قرآن شریف سے اجرائے نبوت کا عقیدہ قادیانی بابیوں کی اقتدا کر رہے ہیں

(از حکیم اللہ دتا صاحب مدرس۔ بدوملہی)

اس سے قبل میں لکھ چکا ہوں کہ اگر حضرت مسیح موعود نبی ہوتے تو نبوت کا انکار نہ کرتے اور جس طرح انہوں نے مسئلہ وفات مسیح، مسیح موعود و مہدی معہود کے دعا کے ثابت کرنے پر زور دیا ہے۔ مناظرے کئے ہیں کتابیں لکھی ہیں۔ اس زمانے میں ایسے شخص کے پیدا ہونے کے علامات لکھے ہیں۔ ان میں ایک بھی دعویٰ ایسا نہیں جس میں انہوں نے نبوت کے اجرار کے متعلق کوئی دلیل دی ہو۔ حالانکہ انہوں نے اسی کے قریب کتابیں لکھی ہیں اور اگر کہیں لفظ نبی استعمال کیا بھی ہے تو اس کے ساتھ اس قدر قیود ہیں کہ معمولی عقل کا انسان بھی سمجھ لیتا ہے کہ فی الحقیقت حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کہیں مجاز کے لفظ کی قید ہے کہیں ظل کی کہیں بروز اور غیر مستقل کی کبھی لکھتے ہیں کہ لفظ نبی کو کاٹ کر محدث لکھ دیا جائے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص نبی ہو اس کو اس قدر قیود اور اپنے دعوےٰ کو کمزور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح آپ نے زندگی میں قرآن شریف کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں کیا کہ میں نبی ہوں۔ یا فلاں آیت سے نبوت کا اجرا ثابت ہوتا ہے یہ تو ان کے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا کہ قرآن سے نبوت کا اجرا ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ تو صرف قادیانی دوستوں کی نکتہ فہم نوازی ہے۔ جنہوں نے بابی اور بہائی مذہب کی تقلید کرکے وحدت کے اسلامی شیرازہ کو پاش پاش کرنا چاہا ہے۔ دلائل کی کمزوری اس قدر ہے کہ اگر ان شائقین نبوت سے دریافت کیا جائے کہ انہی آیات قرآنی سے جن سے یہ لوگ نبوت ثابت کرتے ہیں اور نبوت بھی غیر شرعی۔ کیا انہی آیات سے نبوت تشریعی ثابت نہیں ہو سکتی؟ نبوت تشریعی کو کیوں بند کیا جاتا ہے اور اگر کہا جائے کہ نبوت تشریعی کی ضرورت نہیں کیونکہ شریعت کامل ہو چکی ہے۔ تو اس کے جواب میں کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جس طرح شریعت انتہائی کمال تک پہنچ چکی ہے۔ اسی طرح نبوت بھی انتہائی کمال تک پہنچ چکی ہے اس لئے جس طرح شریعت کی ضرورت نہیں رہی اسی طرح نبوت کی بھی حاجت نہیں رہی۔

ہاں بابیوں کے دلائل قادیانیوں سے قوی ہیں۔ کیونکہ وہ جس طرح اجرائے نبوت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح شریعت کے اجرار کو بھی مانتے ہیں۔ اور در حقیقت نئی شریعت یا بعض نئے احکام لانے کے بغیر کس مرض کا علاج ہو سکتا ہے اور ایسے نبی کی ضرورت بھی کیا ہے سوائے اس کے کہ مسلمانوں میں تفرقہ کی بنیاد قائم ہو ہاں اگر نبی کے آنے کا کوئی ایسا فائدہ ہوتا تو اس کے آنے کی ضرورت بھی ہوتی۔ نبوت کے ساتھ شریعت ہوتی تو مفید بھی تھوڑی سی باتیں اور ہوتیں۔ مثلاً آجکل لوگوں میں نماز کے متعلق جھگڑے پڑے ہوئے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سینہ پر ہاتھ باندھے تھے بعض کہتے ہیں آپ نے زیر ناف ہاتھ باندھے تھے۔ اور بعض کھلے ہاتھوں نماز کا جواز سمجھتے ہیں۔ اس کمی کو پورے کرنے کے لئے کیا ضرورت نہ تھی کہ ایک نبی آتا تو ایک ایسا حکم بتاتا جس سے یہ تمام رکاوٹیں دور ہو جاتیں۔

باقی زمانہ نا اقتصادی ضروریات و مدنظر رکھتے ہوئے بعض علماء سود کے لین دین کو اس ملک میں جائز سمجھتے ہیں۔ اور بعض اسکو سخت گناہ کا موجب سمجھتے ہیں اس وقت کا بھی کوئی حل ہو جاتا۔ الغرض اگر نبی آئے تو کسی غرض کے لئے آئے۔ نہ اس طرح جس طرح ایک عالم دین۔ قادیانیوں نے سب سے پہلے سورۂ فاتحہ سے نبوت کا اجرا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یعنی انعمت علیھم میں چونکہ انبیار۔ صدیقین، شہدا، صالحین کا گروہ شامل ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ جس طرح صالحین، شہدا، صدیقین بننے یا ان کے گروہ میں بھی شامل ہونے کی دعا ہے۔ اسی طرح نبی بننے کی بھی دعا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب اس آیت سے نبوت کا اجرا ثابت کرتے مگر ان کو باوجود نبی (بقول قادیانیوں کے) ہونے کے اس آیت کی سمجھ نہ آئی۔ اور جناب میاں صاحب کو آگئی اور دوسرے مرید تو بیچارے ہاں میں ہاں ملانے والے تھے۔ جو پیر کہے وہ درست ہے ؎ "بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید"۔ حالانکہ بعض مرید جناب میاں صاحب کے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں مسیح موعود کو نبی تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ جناب میاں صاحب خود مدت تک نبوت کا انکار کرتے رہے ہیں۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میاں صاحب کو کسی بابی کی صحبت کا اثر ہوا ہوگا۔ جس نے میاں صاحب کے خیال میں یہ تبدیلی پیدا کر دی۔ ہاں ایک کمی رکھی۔ کہ نبی شرعی کا انکار کیا۔ حالانکہ نبوت کا مطلق اجرا ہو گیا تو صاحب شرع نبی کو بھی کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ جب بڑے آدمی پیر کی اس نئی نکتہ نوازی پر خاموش ہو گئے اور انہوں نے جناب میاں صاحب کو ارباباً من دون اللہ تسلیم کر لیا۔ تو عوام بیچارے تو مذہب کو اچھی طرح سمجھ بھی نہیں سکتے۔ ہم نے بعض گاؤں کے قادیانی حضرات کو پوچھا ہے تو وہ حضرت مرزا صاحب کو مجازی نبی ہی مانتے ہیں۔ اور جناب میاں صاحب کی طرح ان کو حقیقی نبی نہیں مانتے اور نہ ان کو میاں صاحب کے عقیدہ کا علم ہے۔ گویا ان کا عقیدہ بالکل ہماری طرح ہے۔ لیکن وہ دوسروں کی دیکھا دیکھی مرید ہوتے چلے گئے ہیں۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا میں اصل بحث کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو ایک اصولی غلطی لگی ہے اور وہ یہ ہے کہ نبوت کسب اور محنت سے مل سکتی ہے جس طرح دوسرے مدارج کسب سے حاصل ہو سکتے ہیں نبوت ایک وہبی شے ہے اور ایسے لوگ خدا تعالیٰ سے ایک خاص فطرت لاتے ہیں خدا سے دعائیں کرنے سے کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا بلکہ خود اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے کسی کو نبوت کے مقام پر کھڑا کر دیتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ پس نبوت کے حصول کے لئے دعا کرنا اصول دین سے ناواقفی کا نتیجہ ہے۔ اب نبوت اور شریعت تمام دنیا کی اقوام کی صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو سکتی ہے اس کے بعد نبوت و شریعت کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ دونوں چیزیں اپنے انتہائی کمال کو پہنچ چکی ہیں۔ دوسری آیت جس سے اجرائے نبوت ثابت کیا جاتا ہے یہ ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ یعنی جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے اور فرمایا کہ رسول اللہ کی اطاعت سے انسان کو کامل انسانوں کی رفاقت حاصل ہو جاتی ہے گو وہ اس کمال کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ کمال ایمان حاصل کرنے والے بہت تھوڑے لوگ ہوتے ہیں اور اکثر دنیا کے اشغال وغیرہ کے اس کمال کو نہیں پا سکتے۔ اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کا احسان اور فضل ہے کہ جن لوگوں نے حتی الوسع نبی کریم صلعم کی اطاعت کی کوشش کی ہے گو انہوں نے ان کمالات کو حاصل کیا ہو تاہم ان کمالات والوں کی رفاقت عطا فرمائی چنانچہ قرآن کریم کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔ اول معیت کا ذکر کیا پھر حسن اولٰئک رفیقا کہہ کر بتایا کہ ان کی رفاقت ان کو ملے گی۔ اور آخر میں فرمایا ذٰلک الفضل من اللہ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے کہ صرف اطاعت پر ہی اتنا بڑا اجر عطا فرمایا۔ حدیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء تاجر صادق امین نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نبی بن جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلعم سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو ایک قوم سے محبت کرتا ہے اور ان میں ملا نہیں یعنی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچا تو آپ نے فرمایا المرء مع من احب یعنی آدمی ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے۔ اور انسؓ سے ایک روایت ہے انی لاحب رسول اللہ صلعم واحب ابابکر وعمر رضی اللہ عنہما وارجوا ان اللہ یبعثنی معھم وان لم اعمل کعملھم میں رسول اللہ صلعم سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر و عمرؓ سے محبت کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے ساتھ مبعوث کریگا۔ گو میں نے ان کے سے عمل نہیں کئے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جنت کے بعض اونچی منازل کا ذکر کیا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ انبیار کی منزلیں ہیں جن پر ان کے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا تو آپ نے فرمایا والذی نفسی بیدہ رجال امنوا باللہ وصدقوا المرسلین۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ لوگ بھی ان کو حاصل کریں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو غمگین دیکھا تو دریافت فرمایا اس نے عرض کیا کہ اب تو ہم صبح شام آپ کے ساتھ ہوتے ہیں آپ کے چہرہ کو دیکھتے ہیں۔ آپ کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ لیکن بعد وفات آپ اعلیٰ مقام پر ہوں گے جہاں ہم نہیں پہنچ سکیں گے تو یہ آیت نازل فرمائی اور یہ رفاقت آخرت کی ہے ہاں جو لوگ آنحضرت صلعم کی اطاعت کرتے ہیں ان کو دنیا میں بھی کچھ حصہ ہر انعام کا ملتا ہے مگر نبی نہیں بنتا کیونکہ یہ اصول کے خلاف ہے لہٰذا انبیار کے کمالات کو تو حاصل کر لیتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ محدث بھی بالقوہ نبی ہوتا ہے اور معیت میں عینیت تو نہیں ہو سکتی۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے ان اللہ معنا تو کیا آنحضرت اللہ ہو گئے تھے۔ پھر میں اسی پہلی بات کی طرف بھی ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر بالفرض نبی بھی ہو سکتا ہے تو باشریعت نبی کیوں نہیں ہوتا اس کی نفی کہاں آئی ہے۔ قادیانی اگر بابی ہوتے تو ان کے پاس آخر کوئی دلیل تو ہوتی وہ تو بیچارے اس حالت میں ہیں کہ؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں لیکن کلمۂ شہادت میں گواہی محمد رسول صلعم کی دیتے ہیں اور حضرت مسیح کی موعود نبوت کو بھول جاتے ہیں۔

(باقی دارد)

کیا جماعت احمدیہ کا وجود ضروری ہے

(۳)

از قلم جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب میڈیکل آفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

سب سے بڑا اعتراض جماعت احمدیہ پر غیر احمدی حضرات کا یہ ہوا ہے وہ اپنے سوال کو اس طرح مدلل و معقول پیرایہ دیتے ہیں کہ جب جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ ہے کہ سب کلمہ گو مسلمان ہیں حضرت نبی کریمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں جس کا انکار کفر ہو ایک کتاب، ایک رسول، ایک شریعت ہے تو کس لئے ایک الگ جماعت بنائی جاتی ہے اور کیوں مسلمانوں میں تفرقہ کی خلیج کو وسیع کیا جا رہا ہے۔ اشاعت اسلام کا کام تو ایک مبارک کام ہے اور ہم اس میں حتی الوسع حصہ لینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اگر آپ اس جماعت کو مسلمانوں سے اس طرح الگ صورت نہ دیں۔ اس کا احمدی نام نہ رکھیں تو بہت سے مسلمان اس میں شامل ہو جائیں۔

نظام کی اہمیت

اکثر ایسے معترضین تعلیم یافتہ اشخاص ہوتے ہیں۔ ایسے حضرات کی خدمت میں اگر کبھی یورپ کی ترقی کا ذکر آ جائے تو آپ فرمائیں گے کہ اہل یورپ کی ترقی کا ایک ہی راز ہے اور وہ ہے ان لوگوں میں نظام کی روح۔ جس کام کو یورپ کے لوگ کرنا چاہیں چھوٹی ایک سوسائٹی قائم کر کے ایک نظام کے ساتھ اس کام میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ کاموں کیلئے سوسائٹیاں قائم ہیں لیکن ... سے کوئی انکار ہی نہیں۔ بس آدمی اگر آج ایک مقصد کے لئے جمع ہوتے ہیں تو کل ہی ان میں وہ جھگڑے اور فساد نمودار ہو جاتے ہیں کہ اس مقصد کا نام و نشان ہی نہیں رہتا۔ تو چونکہ ایسے حضرات نظام اور سوسائٹی پر ایسی اعلیٰ تقریر کریں گے کہ انسان دنگ رہ جائیگا لیکن اگر اسی وقت ساتھ ہی یہ کہا جائے کہ جناب یہ احمدیہ جماعت لاہور بھی تو ایک سوسائٹی کا نام ہے جو ایک مقصد اعلیٰ کو اپنے سامنے لے کر کام کر رہی ہے اور اس عظیم و مبارک مقصد کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ بہت لوگ اس میں شامل ہو جائیں لہٰذا آپ بھی بسم اللہ کر کے اس میں شمولیت اختیار کریں تو پھر فوراً ایسے حضرات پہلو بدل لیتے ہیں اور فرمانے لگتے ہیں کہ بھئی ہم تو سیدھے سادھے مسلمان ہیں سب کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ کسی قید میں پڑنا نہیں چاہتے نہ کسی فرقہ میں داخلہ ضروری سمجھتے ہیں۔

آزادی و قید

غور کا مقام ہے کہ ایک ہی بات یورپین اقوام میں اعلیٰ خوبی اور ترقی کا باعث بن جاتی ہے لیکن جب عمل کی دعوت میں شامل ہونا پڑتا ہے تو وہی شے قید اور تفرقہ کے نام سے موسوم ہونے لگتی ہے۔ اتنا نہیں سوچا جاتا کہ آخر وہ کون سی بات ہے جس کے لئے بار بار یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ سے حکم پا کر ایک جماعت بنائی جس کا **واحد مقصد اشاعت اسلام** ہے اور آپ نے اس جماعت کو ایک نظام میں وابستہ کر دیا۔ نہ انہوں نے یہ فرمایا کہ جو شخص اس میں داخل نہ ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ نہ انہوں نے کوئی نئی شریعت اور نئے احکام دین اپنی جماعت کو دیئے۔ محض ایک اہم کام کی طرف مسلمانوں کی بے توجہی کو دیکھ کر انہوں نے دعوت دی کہ جو مسلمان اس زمانہ میں اشاعت اسلام کے ذریعہ سے اسلام کی کامیابی وابستہ خیال کرتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس نظام میں شامل ہو کر اس کام کے لئے قوت و طاقت کا موجب ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ اس طرح مسلمانوں کو نظام میں اشاعت اسلام پر لگا دینا کیا تفرقہ بازی ہے؟ یا یہ وہ مبارک فعل ہے جس کی وجہ سے آج دنیا میں اسلام کا نام بلند ہو رہا ہے؟ بیشک اگر سلسلہ احمدیہ نے دنیا میں ان اصولوں کو ترویج دی ہے جن کی وجہ سے اسلام پر حرف آتا ہے۔ یا سلسلہ احمدیہ نے ان امور کو لیا ہے جن کی بنا پر اسلام بدنام ہو رہا ہے تب تو یہ سلسلہ اور نظام تباہ ہونے کے لائق ہے لیکن اگر حقیقت یہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ کی وجہ سے ہی اسلام مدلل و معقول دکھائی دینے لگا ہے۔ اور یہ اسی جماعت کی برکت ہے کہ قرآن شریف کے واضح اور اعلیٰ اصولوں و الم نشرح کیا گیا ہے اگر یہ اسی کی بدولت ہے کہ دنیائے علم میں اسلام کی عزت و عظمت قائم ہو گئی ہے تو پھر یہ کیا لغو اعتراض نہیں کہ جس نظام کی وجہ سے مذہب اسلام اور قرآن مجید کی توقیر قائم ہوئی ہو اس کو اسلام میں تفرقہ اور باعث ننگ و عار خیال کیا جائے۔ یہ آزادی نہیں کہ انسان کسی نظام میں وابستہ نہ ہو بلکہ یہ بزدلی اور کم ہمتی کی دلیل ہے کہ جب ایک اعلیٰ مقصد کے لئے نظام میں بلایا جائے تو اسے قید اور تفرقہ بازی کہہ کر ٹال دیا جائے۔

اعلیٰ ترین نصب العین

گذشتہ تیس سال کے تجربہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کا نقطۂ نگاہ اسلام کے متعلق اگر بدل سکتا ہے تو وہ محض اشاعت اسلام کے ذریعہ سے۔ اگر مسلمان قوم کو کوئی تقویت و شوکت حاصل ہو سکتی ہے تو وہ بھی اسلام کے خوبصورت چہرہ کو بے نقاب کرنے سے۔ غرض آج اسلام کو دنیا کے سامنے اصل رنگ میں پیش کرنے پر تمام مسلمان یک زبان ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ عملی طور پر ایک نظام میں داخل ہو کر اس بات میں حصہ لو تو اس کا نام قید اور تفرقہ بازی رکھا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ اسلام کو ہر رنگ میں بدنام کیا گیا اس زمانہ میں جبکہ محمد رسول اللہ کی ذات پر ہر طرح کے افترا و دجل تراشے گئے اس زمانہ میں جبکہ تمام اقوام عالم نے اعلیٰ جذبات ایثار و بے نفسی کو ٹھکرا دیا اور ادنیٰ جذبات طمع و حرص کی کامل طور پر پرورش کی اس وقت جبکہ ہر قوم اس انتہائی استغراق میں ہے کہ تمام دنیا کا سیم و زر اس کے پاس اکٹھا ہو جائے اس وقت جبکہ مادیت کے اس جہنم کی پکار ھل من مزید پورے زوروں سے سنائی دے رہی ہے۔ ایسے زمانہ میں اسلام کے پیغام اخوت نسل انسانی کو بلند کرنا اور اسلام کے پرامن پرسکینت اصولوں کو دنیا کے سامنے لانا یقیناً ایک ایسا مقصد ہے جس سے بلند تر کوئی اور مقصد نہیں ہو سکتا پھر کیا اس مقصد کے لئے عملی جد و جہد کرنا اور نظام کے ساتھ رات دن اس میں منہمک رہنا قید اور فرقہ بازی ہے؟ اگر بنی نوع انسان کو مادیت اور دہریت کی زنجیروں سے نجات دلانا ایک قید ہے تو اس پر تمام آزادیاں قربان ہونی چاہئیں۔ اگر اسلام اور محمد رسول اللہ کے علم کو بلند کرنا تفرقہ ہے تو اس پر لاکھ اتحاد و ایمان نثار کر دیئے جا سکتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرت مسیح موعودؑ کے مقرر کردہ نبوت کے معیار
یا
راجہ غلام محمد سکرٹری جماعت احمدیہ ... ضلع سرینگر کشمیر کے تین سوالوں کا جواب

(از شیخ عبد العزیز صاحب سکرٹری احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن جہلم)

اخبار فاروق مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۳۷ء جس میں ایک مضمون بعنوان "مولوی محمد یامین صاحب سے" تیسری دفعہ مطالعہ میری نظر سے گذرا پڑھ کر حیرانی ہوئی کہ اڈیٹر فاروق جس نے دین الحق۔ یا ہمارا مذہب کے نام سے کتاب لکھی تھی جس میں اس نے ثابت کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کا نبوت کا دعویٰ نہیں ہے یہ ایک افترا ہے جو آپ پر باندھا گیا اس کو بھی اتنی جرأت ہے کہ وہ اس قسم کے مضمون اپنے اخبار میں شائع کرے دوسرے لفظوں میں گویا اب وہ خود آپ پر افترا کرتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا کیا دیانتداری اسی چیز کا نام ہے۔ اس مضمون میں نامہ نگار نے مولوی صاحب محمد یامین پر تین سوالی کئے ہیں اول یہ کہ آپ نے اور آپ کے مسٹر امام ...[1] نے ...دربارہ نبوت مسیح موعود عقیدہ بدلدیا۔ اور اب آپ نبوت سے انکار کرتے ہو۔ ... کیا حضرت مسیح موعود آپکے سامنے نہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا دعویٰ ہے کہ نبی اور رسول ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کی کتابیں ہوتے ہوئے آپ نے کوئی حوالہ نہ دیا۔ صرف یہ کہہ دیا کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میں آج میاں صاحب اور میر قاسم علی۔ اور نامہ نگار اور تمام محمودیوں کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ وہ حضرت صاحب کی کسی کتاب یا خط یا کسی اشتہار میں سے یہ دکھا دیویں کہ حضرت صاحب نے کسی جگہ لکھا ہے۔ کہ میرا نبوت کا دعویٰ ہے۔ یا میری وحی نبوت ہے۔ ڈائری کو مستند اور ثقہ آپ بھی نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ زید اور بکر کی لکھی ہوتی ہے۔ خود حضرت صاحب کی اپنی تحریر ہونی چاہیئے یہ کوئی دلیل نہیں کہ حضرت صاحب یوں فرمایا کرتے تھے۔ اس کے برخلاف کئی ایک حوالے ہیں۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ صفحہ ۴۲۲ آنکھیں کھول کر پڑھو جہاں صاف لفظوں میں لکھا ہوا ہے۔ کہ نبوت کا دعویٰ نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ ایسے صریح الفاظ ہوتے ہوئے بھی آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔

دوسرا سوال کفر کے متعلق ہے۔ اس میں آپ نے چار حوالے دیئے ہیں۔ دو حوالوں کا پتہ ہی نہیں۔ کہ کس جگہ لکھے ہوئے ہیں۔ ایک حوالہ خط بنام عبد الحکیم خان کا ہے۔ اس میں نامہ نگار نے چالاکی کی ہے کیونکہ حوالے تو بتلاتے ہی نہیں اور یہ بھی نہیں لکھا کہ عبد الحکیم کا خط کس جگہ درج ہے۔ حالانکہ حضرت صاحب ڈاکٹر عبد الحکیم کے متعلق حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "عبد الحکیم خان اپنے رسالہ مسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر الزام لگاتا ہے۔ کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائیگا۔ گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گو وہ ایسے ملک میں ہو گا۔ جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی۔ وہ کافر ہو جائیگا۔ جیسا کہ محمودیوں کا آج کل مذہب ہے[۱] یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے۔ ایسا ہی تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ پر لکھا ہے کہ ابتدا سے میرا مذہب یہی ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو جاتا۔" پھر حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۶۵ دیکھو کہ میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ اس قسم کے اور بہت سے حوالے ہیں اگر ضرورت پڑی تو عرض کرونگا۔ بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء پر بھی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "ہم کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے"۔

تیسرا سوال آپ کا غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینے کے بارے میں ہے

[۱] محمودی تہذیب

اخبار احمدیہ

احمدیہ خواتین جاوا مشن

تعارف نامہ کا احمدیہ انجمن خواتین لاہور کی طرف سے جواب

پیاری بہنو!

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

آپ کے دس دسمبر ۱۹۳۰ء کے خط ملنے ہمیں بے حد خوشی ہوئی اور اس کے لئے ہم آپ کا شکریہ ادا کرتی ہیں۔ جس گہری محبت اور شفقت سے وہ خط لبریز تھا اس سے ہم بہت متاثر ہیں ہم کو اس بات سے نہایت مسرت ہوئی کہ اس قدر دور دراز ملکوں میں بھی ایسے قلوب موجود ہیں۔ جن کے سینوں میں اسلام کے نور کی روشنی چمک رہی ہے۔ ہم اس بات کے لئے خداتعالیٰ کے سجدات شکر بجا لاتی ہیں۔ اور اس سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں متحد ہو کر اسلام کی خدمت بجا لانے کی بڑھ چڑھ کر ہمت و قوت عنایت کرے۔

ہمارا سالانہ جلسہ گذشتہ ماہ کے آخر میں منعقد ہوا۔ اور آپ کا خط خواتین لاہور کے ایک بڑے مجمع میں پڑھا گیا۔ سب خواتین نے اس کو از حد پسند کیا اور اس خلوص کا ایک خاص اثر محسوس کیا جس سے یہ خط لکھا گیا۔

میں مختصراً آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتی کہ وہ ان سے ذرائع ہیں جن سے احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور (مسلمان خواتین کی ایک سوسائٹی) اسلام کی خدمت کے اعلےٰ مقصد کو سر انجام دے رہی ہے۔

(۱) ہر مہینہ ہمارا ایک جلسہ ہوتا ہے جب علاوہ اور باتوں کے مفید مطالب مضامین پر لیکچر ہوتے ہیں۔

(۲) ہر جمعہ کے روز ہم مسجد میں جمع ہوتی ہیں اور باجماعت نماز پڑھتی ہیں۔ یہ آپس میں محبت و رابطہ بڑھانے کا ایک نہایت ہی مفید ذریعہ ہے۔

(۳) ہماری لڑکیوں کو قرآن پڑھانے کے لئے ایک عربی کلاس کھولی ہوئی ہے۔ قرآن شریف اور ہمارے پیغمبر کی زبان عربی ہے۔ پھر یہ کس قدر ضروری ہے کہ ہم اس زبان سے آشنا ہوں جس میں خداوند کریم کی سب سے آخری وحی نازل ہوئی۔

(۴) ہماری دیہاتی بہنوں میں اسلام کی تعلیم کے متعلق بہت بے خبری اور جہالت ہے اس لئے ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ ہم مختلف دیہات میں جا کر وہاں وعظ و نصیحت کریں۔

(۵) ایک گھنٹہ روزانہ ہم صنعت و حرفت کے کام پر دیتی ہیں۔ اس طرح جو اشیا بنتی ہیں وہ جمع کر کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ان کی نمائش کی جاتی ہے۔ اور وہ وہاں فروخت ہوتی ہیں۔ اس طرح جو رقم حاصل ہوتی ہے وہ اشاعت اسلام پر خرچ کی جاتی ہے۔ یہ نمائش گذشتہ دو سال سے جاری ہے اور اس کے نتائج بہت ہی حوصلہ افزا ہوئے ہیں۔ اس سال کی نمائش بہت ہی کامیاب ہوئی۔ اس کی وجہ سے سالانہ جلسہ کی رونق بہت بڑھی۔ مفصلہ ذیل اشیا کی نمائش اس سال ہوئی تھی

(۱) سلمہ ستارا کا کام
(۲) بچوں کی گرم ٹوپیاں اور بنیان
(۳) بچوں کے فراک اور نکر
(۴) کرسیوں کے گدیلے
(۵) چائے پوش
(۶) کاڑھے ہوئے دوپٹے
(۷) چادر بسترہ
(۸) میز پوش
(۹) مجمع پوش
(۱۰) غلاف سرہانہ
(۱۱) بچوں کیلئے ریشمی ٹوپیاں
(۱۲) جھالردار پردے
(۱۳) رومال
(۱۴) عورتوں کی بنیانیں
(۱۵) ریشمی جھالر
(۱۶) جگ پوش
(۱۷) ریشمی ازار بند
(۱۸) کروشیا کا کام
(۱۹) بٹوے
(۲۰) عورتوں کیلئے قمیصیں
(۲۱) خوبصورت قطعات دیوار پر لگانے کے لئے
(۲۲) بچوں کے کھلونے
(۲۳) مٹی کے چولہے

آپ کی بہنیں

بیگم محمد حسین پریزیڈنٹ ۔ بیگم محمد علی سکرٹری

کاروائی جلسہ مؤرخہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء

ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن گجرات

مؤرخہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء بروز جمعۃ المبارک ۱/۲ ۷ بجے شام ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن کا ہفتہ وار جلسہ بصدارت چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ بی۔ اے ایل ایل بی وکیل منعقد ہوا۔

حاضرین میں جماعت کے علاوہ اور اصحاب بھی تشریف فرما تھے محمد حسین صاحب متعلم ففتھ ہائی کلاس نے تلاوت قرآن مجید کے بعد حضرت مرزا صاحب مسیح موعود رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظم پڑھ کر سنائی۔

پہلا لیکچر چوہدری فتح محمد صاحب ایف اے کلاس سٹوڈنٹ گورنمنٹ کالج گجرات کا "احمدیت کی خصوصیات" پر تھا۔ آپ نے اپنا مضمون شروع کرتے ہوئے۔ بیان فرمایا کہ احمدیت کی تحریک کب اور کن حالات میں شروع کی گئی۔ اور اس کا آئندہ پروگرام کیا ہے۔ عیسائی مشنری کس طرح اسلام کی ہیبت ناک تصویر کھینچ کر دنیا کو بتاتے ہیں کہ مسلمان ایک خونخوار انسان ہے۔ جس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار ہے۔ جو قرآن کو نہیں مانتا وہ اسے بزور شمشیر منواتا ہے۔ لیکن اس تحریک نے کس طرح دنیا کو ثابت کر کے دکھایا کہ اسلام کے اصول انسانی فطرت پر مبنی ہیں جس کا ثبوت آج تاریخ دے رہی ہے۔ کتنے بڑے بڑے عیسائی فضلاء حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ احمدیت کی سب سے بڑی خصوصیت مسلمانوں کے تفرقات مٹا کر ان میں ایک مرکز پر لانے

والی ہے اور وہ مرض تکفیر جو اسلام کو اندرہی اندر سے کھا رہا تھا۔ اس کا علاج اگر کوئی کر سکا تو وہ بانی سلسلہ احمدیہ ہی تھا

اسلام کی مکڑیاں جن کا دوسرا نام پیر ہے ان کے کارنامے بیان کرتے ہوئے صاحب مقرر نے اس اعتراض کا جواب دیا۔ جو مخالفین جماعت احمدیہ کو بھی پیری مریدی کا سلسلہ کہتے ہیں۔ آپ نے احمدیہ بیعت کا مقصد "دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" واضح طور پر قرآنی آیات سے بتایا۔ اور صاحب سلسلہ کے اقوال سے بیعت کی تشریح فرمائی۔

آپ نے اخیر میں جماعت احمدیہ کی سب سے بڑی خدمت یعنی اس کے لٹریچر پر تفصیل سے بحث کی۔ اور بتایا کہ اس لٹریچر نے اس قدر کام کیا ہے۔ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

دوسرا لیکچر صاحب صدر کا "اسلامی عبادات" پر تھا۔ آپ نے سب سے پہلے عیسائیوں کے شغل عبادت اور اس کے نتائج کا ذکر فرمایا۔ زاں بعد آپ نے اپنا مضمون آیت "ذٰلک الکتاب ..... اللمتقین الخ کی تشریح اور تفسیر کرتے ہوئے شروع کیا۔ لفظ تقویٰ کی تفسیر بیان فرمائی۔ اور ہر ایک اسلامی عبادت نماز، روزہ۔ حج۔ قربانی وغیرہ کا علیحدہ علیحدہ مفصل ذکر فرمایا۔ اور آیات قرآنی سے ثابت کیا کہ ہر عبادت روح کے لئے غذا اور تقویٰ کی تعلیم ہے۔ اور انسان میں قوت ارادہ جو کہ خداوندی صفت ہے پیدا ہوتی ہے۔ تاریخی واقعات نے ثابت کیا کہ اسلامی عبادات نے ہی عرب کے جاہل، اور وحشیوں کو قوت دی جس سے انہوں نے دنیا کی سلطنتوں کو الٹ دیا۔ ہر ایک اسلامی عبادت ہمیں تنظیم اور قومیت کا سبق دیتی ہے۔

اسلامی عبادت کا مقصد خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ اور وہ انسان جس کا تعلق خدا سے ہو وہ دوسروں کے حقوق کو کبھی پامال نہ کرے گا۔

جلسہ میں حسب ذیل دو تجاویز پاس ہوئیں۔

(۱) مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب قبلہ سے استدعا کی جاوے کہ وہ گجرات تشریف لا کر ماہ رمضان کے بقیہ ایام یہاں ٹھیریں۔

(۲) ایک ویران مسجد کو آباد کیا جاوے جس کے لئے صاحب صدر کو عرض کیا گیا۔ کہ وہ مناسب انتظام فرماویں۔

آئندہ جلسہ کے لئے حسب ذیل دو مضامین رکھے گئے

(۱) قرآنی معجزات	صاحب صدر
(۱) اسلام کی تباہی کے باعث اور ان کا تدارک۔	چوہدری فتح محمد صاحب ایف اے کلاس گورنمنٹ کالج گجرات

محمد حسن صاحب نے اخیر میں حضرت صاحب کی ایک اور نظم سنائی اور جلسہ برخاست ہوا۔

(بشیر محمد سکرٹری ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن گجرات)

اختلافات

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

اس راز کو مخبر صادق علیہ السلام نے ہی سمجھا کہ اختلاف آراء انسانی شعور کی روح رواں اس کی بالیدگی کا موجب ہے۔ اختلاف ہی ترقی کا موجب ہوتا ہے ہر قدم اختلاف صحیفہ قدرت میں قدم ترقی نظر آتا ہے۔ عالم نباتات کو ہی دیکھ لیجئے باثمر اشجار کی جڑ ایک کونپل ہوتی ہے جو اپنی ابتدائی شکل میں گویا اتفاق کا مجسمہ ہوتی ہے۔ لیکن وہی کونپل چند دن کے بعد دو شاخیں پھر ان شاخوں پر کئی شاخیں پھر شاخوں پر پتے پتوں میں پھول۔ پھولوں میں سے پھل پھر ذائقہ۔ ریاح پیدا کر لیتی ہے۔ اور خدا جانتا ہے کہ اسے اور کتنے ارتقائی مراحل طے کرنے ہوتے ہیں۔ گویا قدم قدم پر اختلاف نظر آتے ہیں۔ یہ اختلاف ہی درختوں کی زندگی اور درختوں کے استفادہ اور افادہ کا موجب ہے۔ یہ ترقی اختلاف عالم نباتات سے ہی مختص نہیں بلکہ ہر جگہ یہی رنگ ہے۔ نطفہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ تو پھر ایک جامعیت اتفاق کا اظہار ہے۔ لیکن اس کے بعد کی ترقی حالت جنین میں اختلافات کا ہی مجموعہ ہے۔ مضغہ میں تب ریڑھ کی ہڈی پیدا ہوتی ہے تو اس استخوان واحد میں سے دو بازو دو ٹانگیں آہستہ آہستہ پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر ہاتھ اور پاؤں اور پھر ان کی انگلیاں ایک سے ایک جدا نقشے نظر آتے ہیں لیکن اسی اختلاف کا نام ترقی ہے۔ ترقی تمدن انسانی بھی اسی اختلاف کی رہون منت ہے۔ ابتدائی سے ابتدائی سوسائٹی ایک خاندان ہوتی ہے جس کے کل افراد اپنی اپنی احتیاجات پورا کرتے ہیں۔ باورچی، درزی۔ دھوبی۔ موچی وغیرہ خود ہی بن جاتے ہیں۔ لیکن جس وقت تمدن اپنی ابتدائی شکل میں پیدا ہوتا ہے تو یہ کام جدا جدا مختلف خاندان کرتے ہیں۔ پھر اس سے گاؤں، گاؤں سے قصبے، قصبوں سے شہر، شہروں سے ملک پیدا ہو جاتے ہیں یہ سب کچھ اختلاف ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

دوسری طرف اختلاف ہی موجب تباہی ہو جاتا ہے۔ اور یوں تو خدا کی کونسی چیز ہے جس کا صحیح یا غلط استعمال دنیا میں نہ ہو۔ وہی چیز جو ایک صورت میں حسنات کے اندر شامل ہوتی ہے وہی چیز کسی بد استعمال یا بے محل ہونے کے باعث سیات بن جاتی ہے۔ یہی حال اختلاف کا ہے لیکن اختلاف میں زندگی اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جب کسی شجر کی شاخیں ایک طرف ایک دوسرے سے مختلف ہوں لیکن دوسری طرف تنے سے جدا نہ ہوں بالفاظ دیگر انسانی سوسائٹی میں اختلاف تو ہو لیکن رائے تک محدود ہو اس کو نہ اصول سے تعلق ہو اور نہ ذاتی معاملات پر اس کا اثر ہو اس حقیقت کو سامنے رکھ کر جہاں آنحضرت صلعم نے جماعت کے برکات پر زور دیا وہاں اختلاف کا نام جماعت کے لئے رحمت رکھا ہے۔ میرے نزدیک تو اختلاف ہی ایک قسم کی زندگی ہے۔ لیکن مسلمان بدقسمتی سے جہاں اور بہت سی اسلامی خوبیاں کھو بیٹھے ہیں ویسے ہی ہم حقیقی اختلاف کی عزت کرنا نہیں جانتے یا تو ہم میں استبداد پیدا ہو جاتا ہے یا یہی اختلاف موجب عناد ہو جاتے ہیں۔ یہی دو باتیں آج مسلمانوں کی تباہی کا موجب ہیں اور اس غلطی سے اور تو اور مجدد وقت کی جماعت بھی ابھی نہیں نکل سکی۔ ایک حصہ جماعت نے تو شخصی حکومت کو پسند کیا اور اس جمہوریت کو نہ سمجھا جو اسلام دنیا میں لایا۔ چنانچہ اس کی بنیاد بعثت مجدد دینی دائرہ میں حضرت مرزا صاحب نے پھر رکھی آنحضرت صلعم نے تو دینی دنیوی سلطنت جمہوریت سے وابستہ کی لیکن خلافت راشدہ کے بعد دنیوی سلطنت میں پھر ملوکیت پیدا ہو گئی۔ اس پر صدیاں گزر گئیں۔ آخر دنیا ہمارے وقت اسلامی جمہوریت کی طرف آ گئی۔ اگرچہ یہ جمہوری سلطنتیں اس تعریف کے ماتحت نہیں آتیں جو خلیفہ ثانی جناب عمرؓ نے خلافت یا سلطنت کی کی تھی۔ مگر دینی حلقے میں جس جمہوریت کو آنحضرت صلعم چھوڑ گئے وہ پھر شخصیت سے منتشکل ہو گئی۔ اسلامی دنیا نے بہتر سے بہتر صالحین دیکھے ان صالحین نے جمہوریت کو ہی مقدم رکھا لیکن خاندان پرستی اور آثار پرستی نے پھر جمہوریت کو توڑ کر کسی بزرگ کی صلبی اولاد کے ساتھ اپنی دینی تحریک کو وابستہ کر دیا۔ اس وقت میرے سامنے قادیان کے جناب میاں صاحب ہیں وہ اچھے ہوں یا برے یہ امر زیر بحث نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی مجددانہ نگاہ نے اسلام میں جو دینی حلقہ کے اندر تجدید کرنی چاہی وہ قادیان میں نظر نہیں آتی۔ لاہور کی جماعت اسی جمہوریت کو سامنے رکھ کر پیدا ہوئی۔ البتہ ہم میں بھی نقص ہیں ہم بھی اختلاف کی رحمت کو آج تک نہیں سمجھ سکے۔ یہ ضروری نہیں کہ زید یا بکر خالد اور محمود کی رائے کے آگے جھک جائے لیکن مشکل یہ پڑتی ہے کہ جہاں اختلاف ہوا وہاں ذاتیات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ میں نے اپنی رائے کو بعض قومی معاملات کے متعلق شائع کر دیا۔ وہ حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی نگاہ میں صحیح نہ تھے انہوں نے اس کی تردید کر دی۔ میرے خیال میں اس میں کوئی ہرج نہیں ہوا اگر ہم اختلاف آراء کی حقیقی عزت کر سکیں۔ لیکن اگر ہم نے اس اصول کی عزت بھی کی تو اس اختلاف سے بھی دو گروہ پیدا ہو گئے۔ ایک نے تو تالیاں بجائیں اور اظہار خوشنودی کیا کہ لاہوری کیمپ میں فساد پیدا ہو گیا۔ دوسری جماعت میں ایک قسم کا انتشار نمودار ہو گیا۔ بعض نے رنج و تکلیف سے بعض نے محبت سے اور بعض نے تنگ ظرفی سے اس اختلاف کو دیکھا۔ بہت ہی تھوڑے اس تلخ تجربے میں ایسے نظر آئے جنہوں نے اختلاف رائے کو ذاتیات سے متمیز رکھنا چاہا۔ مجھے اکثر ایسے خط آئے جن میں دوستوں نے تشویش اور خوف ظاہر کیا۔ چونکہ انکی تحریر کا موجب محض محبت اور یگانگت تھی۔ بلکہ جذبہ یگانگت اس مقام پر پہنچا ہوا ہے کہ وہ اس اختلاف کی برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلئے میں نے ان چند سطور کا لکھنا ضروری سمجھا۔ حضرت قبلہ مولوی صاحب ویسے ہی میرے لئے مقتدا راہ اور جائے ادب انسان ہیں جیسے کہ میں انکی نگاہ میں ایک سچا خادم اور دل سے احترام کرنیوالا دوست ہوں۔ میری اس تحریر سے ہمارے احباب سمجھ لیں کہ ہمارے تعلقات اخوت آج بھی وہی ہیں۔ ہم آج بھی خدمت اسلام میں متحد ہیں اور بالفرض اگر کسی نگاہ میں اس امر کے خلاف وہم ہو تو ان کی خاطر میں حافظ کا یہ شعر پڑھتا۔

شکر صد شکر میان من و تو صلح افتاد

حوریاں رقص کناں ساغر مستانہ زدند

ہاں میں ان دوستوں کو بھی جنہوں نے ہمارے اختلاف پر خوشیاں منائیں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہم کو جمہوریت کا راستہ حضرت مرزا صاحب نے الہاماً سکھلایا۔ جس الہام کے ماتحت آپنے اپنی زندگی میں تیس سال تک عمل کر کے دکھلایا۔ ہم آج بھی اس کے پابند ہیں۔ آئندہ بھی ہم میں اختلاف ہوگا۔ وہ اختلاف خدانخواستہ امور ذاتیہ پر حاوی نہ ہوگا وہ اختلاف آراء ہوگا۔ اور جس دن ہم میں وہ نہ رہا اس وقت ہم پر موت ضرور واقع ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۱۸۔ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ | نمبر ۹

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ۔ مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء

فلسفہ صوم

وشھر رمضان الذی انزل فیه القراٰن ھدًی للنّاس وبیّنٰتٍ من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمه۔ ومن کان مریضًا اوعلیٰ سفرٍ فعدّۃٌ من ایّامٍ اُخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدّۃ ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون (البقرہ۔ ۱۸۵)

روزوں کے بارے میں جو آیت میں نے گذشتہ خطبہ میں پڑھی تھی اس کے بعد یہ دوسری آیت ہے کہ جس میں روزہ رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے ان دونوں آیتوں میں فرق یہ ہے کہ جس بات کو وہاں اجمالی طور پر بیان کیا تھا اس کو یہاں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ وہاں فرمایا تھا وہ گنتی کے دن ہیں اب فرماتا ہے وہ گنتی کے کون سے دن ہیں "شھر رمضان" رمضان کا مہینہ ہے الذی انزل فیه القراٰن جس میں قرآن شریف اتنی بڑی نعمت نازل ہوئی۔ وہ قرآن کیا ہے؟ ھدًی للنّاس وبیّنٰتٍ من الھدیٰ لوگوں کے لئے ہدایت اور اس ہدایت کے دلائل والفرقان اور اس کا آخری نتیجہ حق و باطل کی تمیز کے دلائل وہ بھی اس میں ہیں۔ فمن شھد منکم الشھر تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے جہاں مہینہ نہیں وہاں یہ روزے بھی نہیں ہاں جہاں مہینہ ہو وہاں روزے رکھیں مریض اور مسافر بعد میں کمی کو پورا کرے۔ یرید اللہ بکم الیسر اللہ تو تم پر سہولت اور آسانی کا ارادہ کرتا ہے۔ ولا یرید بکم العسر تم کو تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ ولتکملوا العدّۃ اور تم گنتی کو پورا کرو ولتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم۔ اللہ کی بڑائی کرو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی ولعلکم تشکرون تاکہ تم شکر کرو اس آیات میں یہ دو جملے قابل غور ہیں یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر اللہ تعالیٰ تم کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ تمہارے لئے آسانی اور سہولت کا ارادہ کرتا ہے یہ سہولت لعدہ سہولت مسافر اور مریض کے معاملہ میں خاص نہیں بلکہ خود روزہ رکھنے کے حکم میں یہی مصلحت ہے کہ روزے تو چاہتے ہیں کہ انسان بھوکا رہے پیاسا رہے اور مشقت اٹھائے مگر بجائے بھوکا اور پیاسا رہنے سے خوش ہوتا ہے نہیں اس کے خلاف فرماتا ہے

یرید اللہ بکم الیسر الخ اللہ تنگی اور تکلیف کو تم سے دور کرنا چاہتا ہے اور تمہیں راحت اور آرام پہنچانا چاہتا ہے۔ اس میں یہ تبلایا ہے کہ ہر ایک تکلیف کا نتیجہ کامیابی اور راحت ہوتی ہے۔ پس روزہ کے حکم سے بھی جو بظاہر تکلیف اور مشقت کا موجب ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے راحت اور آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دوسری جگہ یوں بھی فرمایا۔ ان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا۔ ہر تنگی کے ساتھ آسانی اور سہولت ہے ہر تنگی کے ساتھ آسانی اور سہولت ہے۔ یہاں آیت کے الفاظ قابل غور ہیں۔ کہ ان مع العسر یسرا فرمایا ہے عسر کے بعد یسر نہیں فرمایا بلکہ عسر کے ساتھ یسر ہے۔ جب تک کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نہ ہوں آیت کا مطلب پورا نہیں ہوتا یوں تو جہاں اپنے اوپر تنگی ڈالو گے اس کا نتیجہ یسر ہوگا مگر اللہ تعالیٰ ایسی تعلیم دیتا ہے کہ جو انسانی تجربہ سے بالا ہو کیونکہ خدا انسان کی فطرت کا جاننے والا ہے۔ وہ جو تکلیف اور عسر دیتا ہے اس عسر میں آسانی ہوتی ہے۔ یہ روزوں کی تنگی جو اٹھانے کے لئے کہا گیا ہے یہ کیسے آرام کا موجب ہے۔ گذشتہ خطبہ میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ پہلا سبق روزہ میں حصول رضاء الٰہی کی ورزش ہے یہ ایک مشق ہے محض رضاء الٰہی کے لئے۔ انسان اپنے نفس پر مشقت اٹھاتا ہے یعنی اس کے سامنے دنیا کا کوئی فائدہ اور لالچ نہیں ہوتا۔ بلکہ محض رضاء الٰہی کا حصول ہوتا ہے۔

انسان کی فطرت ایسی ہے

کہ جس قسم کے خیالات اس کے سامنے بار بار آئیں گے وہی اس کے دل اور دماغ پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک عام تجربہ کی بات ہے جو کام کرنا ہو اس کو بار بار اپنے سامنے لاؤ تو وہ دل اور دماغ پر مسلط ہو جاتا ہے۔ رمضان کے پورے مہینے کے روزے اسی لئے رکھے ہیں اور ان سے پہلا سبق یہ دینا مقصود ہے کہ تمہارا ہر ایک کام حصول رضاء الٰہی کے لئے ہو۔ اس سبق کو بار بار اپنے سامنے لانا چاہیئے ورنہ روزہ کی جو غرض ہے وہ پوری نہیں ہوتی۔ انسان روز سینکڑوں کام کرتا ہے مگر ان کی اصلیت اور حقیقت کی طرف اس کی نگاہ نہ جائے تو ان کا کوئی بھی نقش دل پر نہیں پڑتا۔ روزانہ ہزاروں باتیں اس کے سامنے آتی ہیں اگر ان کی حقیقت کی طرف توجہ نہ کرے تو ان کا ہونا نہ ہونا اس کے لئے برابر ہوتا ہے۔ لیکن کبھی ایک چیز سامنے آتی ہے اور انسان اس کی باریکیوں کو دیکھ لیتا ہے تو وہی اس کے لئے ہزارہا فوائد کا موجب ہو جاتی ہے۔ جب تک حقیقت پر نظر نہ ہو اس وقت تک دل میں ذوق اور شوق پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں اس کام کو کیوں کرتا ہوں تو پھر اس میں ایک دلچسپی اور راحت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک شخص جو روزہ رکھتا ہے وہ اس پر غور کرے کہ میں کیوں اس مشقت کو لیتے اور پڑتا ہوں کیوں بے وقت اپنی نیند کو خراب کر کے اٹھتا ہوں کیوں ٹھنڈا ور سردی میں یہ تکلیف اٹھاتا ہوں۔ کیوں بے وقت صبح کھانا کھاتا ہوں کیوں ایک عرصہ تک بھوکا اور پیاسا رہتا ہوں۔ اگر اس کے سامنے یہ تصور ہو کہ

یہ سب کچھ حصول رضاء الٰہی کے لئے ہے

تو کس قدر سرور اور راحت اس کے دل میں پیدا ہوگی جتنا زیادہ اور بار بار یہ سبق اس کے سامنے آئے گا اتنا ہی زیادہ اس سے نفع اٹھائے گا۔ اس کو میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا کہ روزہ کیوں ایک دن دو دن یا ہر مہینہ میں تین تین چار چار دن کر کے رکھنے کا حکم نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کی خو ایک دو دن کا سبق بھول جانے کی ہے۔ اس کے دل پر اس کا نقش پختہ کرنے کیلئے ایک مہینہ کے روزے رکھے ہیں کہ یہ سب مشقت اور تکلیف محض رضاء الٰہی کے لئے ہے تو سبق اس کے دل میں پیوست ہو جائے "شھر رمضان" کیوں فرمایا یا ایک خاص مہینہ کو کیوں مقرر کر دیا تاکہ تم سب متفرق طور پر نہ رکھو کسی نے آج رکھ دیا تو کسی نے اگلے مہینے شروع کر دیا۔ بلکہ سب ایک ہی وقت شروع کرنیوالے اور ایک ہی وقت ختم کرنیوالے ہوں اس کا فائدہ یہ ہے کہ بعض وقت انسان کے اپنے فعل سے دل پر اثر پڑتا ہے اور بعض وقت سا تھیوں کے فعل سے اور بسا اوقات دوسروں کے عمل سے انسان متاثر ہوتا ہے جب اس کے دائیں بائیں باہر اندر گھر میں مسجد میں سب جگہ خدا کی رضاء کے لئے بھوک اور پیاس برداشت کرنے والے نظر آتے ہیں تو قلب پر اس کا ایک اور اثر پڑتا ہے اور زیادہ جوش کے ساتھ اس سبق کو حاصل کرتا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ جماعت کا اخلاقی اثر افراد پر بڑا زبردست پڑتا ہے اس لئے

اسلام کے سب اصول جماعت کے رنگ میں رکھے گئے ہیں

نماز جماعت کے ساتھ ہے روزہ سب ایک ہی وقت میں رکھتے اور افطار کرتے ہیں ایک ہی مہینہ میں رکھتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی جماعت کے رنگ میں ہے۔ سب کا روپیہ ایک جگہ جمع ہو اور وہاں سے خرچ کیا جائے اگرچہ بعض صدقات میں یہ بھی حکم ہے کہ دائیں سے دے اور بائیں کو خبر نہ ہو لیکن زکوٰۃ کی صورت میں سب کا روپیہ ایک ہی بیت المال میں جمع ہوتا ہے۔ اکیلا حج بھی نہیں جماعت کے ساتھ ایک خاص دن میں خاص جگہ پر اور ایک خاص حیثیت میں ہی ادا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بغیر جماعت اور اجتماع کے دن کے وہاں جائے تو حج نہیں عمرہ کہلاتا ہے غرض تمام ارکان اسلام میں جماعت کا رنگ ہے اور ہر ایک میں جماعت بنانے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جماعت سے قوم کے اندر قوت پیدا ہوتی ہے اس لئے خدا کا کام کرنے کے لئے بھی جماعت رکھ دی ہے تاکہ اس کا اثر دوسرے لوگوں کے دلوں پر پیدا ہو۔ لوگوں نے اس جماعت کے فائدہ کو نہیں سمجھا۔ اگر جماعت ضروری نہ ہوتی تو اپنے طور پر جب کبھی بھی کوئی چاہتا نماز پڑھ لیتا روزہ رکھ لیتا۔

اور سفر کی تکلیف اٹھا کر زیارت کر لیتا۔ مگر اسلام نے ان کو جماعت کے برابر نہیں رکھا اور جماعت کیلئے ہی اہمیت ہے لوگ اس سر کو نہیں سمجھتے کہ اکٹھا مل کر کام کرنے میں کتنا فائدہ اور برکت ہوتی ہے کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتے ہیں۔ بڑے بڑے اشد مخالف بھی ان کی خدمات دین کے قائل ہیں۔ اور آج تعلیم یافتہ پبلک کو جو دنیا کے حالات سے واقف ہے اگر اعتراض پیدا ہوتا ہے تو وہ مجددیت کے دعویٰ پر نہیں بلکہ مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر ہوتا ہے لیکن ما ایں بہت لوگ ہیں جو آج آپ کے مسیح موعود ہونے کو بھی مانتے ہیں مگر جماعت میں شامل نہیں ہوتے اس کی اور کوئی وجہ نہیں بجز اس کے کہ جماعت کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اسلام کی ساری کامیابی اس جماعت کے ساتھ وابستہ تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جماعت بنائی کوئی کام کبھی بغیر نظام کے نہیں ہو سکتا کسی نے اسی لئے کہا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت کلا وقوم جماعت نہیں بھیڑ ہے۔ جماعت سے قوم ایک نظر آتی ہے نظام اسی طرح پیدا ہوتا ہے کہ ساری کی ساری جماعت ایک اشارہ پر چلتی ہے

جیسا کہ نماز میں یہ نظارہ نظر آتا ہے

ایک شخص خواہ لنگڑا لولا اور نابینا ہو جب اس کو امام مقرر کر دیا جاتا ہے تو پھر سب لوگ جوں جوں وہ حرکت کرے گا اس کے پیچھے چلتے جائیں گے۔ کھڑا ہے تو کھڑے رہیں گے بیٹھا ہے تو بیٹھے رہیں گے جس طرح سے نماز کے اندر یہ رنگ نظر آتا ہے اسی طرح باہر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا ہے۔ اگر ایک حبشی بھی تمہارے اوپر امیر مقرر کر دیا جائے تو تم اس کی اطاعت سے سر نہ پھیرو۔ عرب کے نزدیک حبشی کی حیثیت کیا تھی وہ اس سے بدتر تھی کہ جو آج یورپ کے نزدیک ایشیا کے آدمی کی ہے عرب خوبصورت رنگ اور چہرے کے تھے حبشی کالے سیاہ اور موٹے موٹے ہونٹوں والے عرب آقا تھے حبشی غلام تھے مگر جماعت کی اہمیت بتانے اور ایک نظام کے اندر چلنے کی ضرورت سمجھانے کے لئے فرمایا کہ حبشی بھی امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کے اشارے پر چلو

فرمانبرداری کی وہ روح صحابہ کے اندر پیدا کی

کہ بڑے بڑے خاندانی اور اعلیٰ رتبے کے لوگوں پر بھی جب ایک ادنیٰ درجے کے آدمی کو حاکم مقرر کر دیا جاتا تھا تو وہ اس کے ماتحت کام کرنے سے انکار نہ کرتا تھا۔ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما جیسے اعلیٰ مرتبہ والوں پر جب ایک معمولی آدمی کو جنرل بنا دیا جاتا تھا تو وہ اس کے ماتحت ہو کر لڑتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی آخری مہم میں جو شام کے لئے تیار کی تو اس کی کمان ایک غلام زادے اسامہؓ کے سپرد کر دی۔ اس کی کمان کے ماتحت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو کر دیا۔ فرمانبرداری کی یہ روح تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اندر پیدا کی۔ ایسی جماعت ہو اس پر کیسا بھی آدمی کیوں نہ مقرر کر دیا جائے کہ جس کے اشارہ سے وہ حرکت میں آ جائے۔ ان باتوں سے یہ ظاہر ہے کہ اصل اسلام جماعت ہے اور ہر شخص یہ سمجھ لے کہ مجھ پر جو بھی مقرر کیا جائے میں نے اس کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔

جس طرح خارج میں ایک جماعت کا اصول ہے اسی طرح فرداً فرداً ہر انسان کے اندر بھی ایک جماعت کا اصول رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کے سارے قویٰ ایک ارادہ ایک حکم کے ماتحت ہوں یہی اصل توحید ہے کہ انسان ہر کام میں صرف ایک خدا کی رضا کو مدنظر رکھے۔ اس کے تمام کام صرف اسی خیال سے ناشی ہوں کہ میرے مولیٰ کی خوشی اسی امر میں ہے۔

اس سے انسان کے کام میں بڑی سہولت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی نظر صرف ایک نقطہ پر ہوتی ہے اور ایک نقطہ پر نظر رکھ کر انسان کیلئے آگے قدم بڑھانا بہت آسان ہے

اگر انسان کسی مقام پر پہنچنا چاہتا ہے

تو اس کے لئے سہولت اس میں ہوتی ہے کہ وہ ایک مقصد اس کی نظر کے سامنے ایک ستارے کی طرح ہو اور وہ دوسری طرف توجہ کئے بغیر ادھر بڑھتا چلا جاوے اگر اسے ایک کی رضا مطلوب نہیں بلکہ کبھی ایک کی رضا چاہتا ہے تو کبھی دوسرے کی تو اس کا قدم بھی آگے اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر ایک خدا کی رضا کا سبق پختہ کرنے میں اصل غرض یہی ہے کہ انسان آسانی سے قدم آگے بڑھا سکے اور مشکلات در تاریکیاں اس کو مذبذب نہ کریں کہ اب کدھر کو جانا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ایک جگہ آتا ہے وبالنجم هم يهتدون۔ کہ وہ ستارے سے راہ پاتے ہیں۔ غور کیجئے کہ ایک جہاز ہے کہ جو سمندر میں چلا جا رہا ہے سمندر کے اندر کوئی درخت نہیں کوئی میلوں کا نشان نہیں۔ چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ رات کا اندھیرا ہے مگر جو جہازران اپنا حساب رکھتا ہے وہ منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی رضا الٰہی کے ستارہ کو سامنے رکھ لو تو تمہارا کچھ نہیں بلکہ سب چیزیں اس کے ماتحت ہو جاتی ہیں۔ بیوی بچوں سے سلوک کرو دوستوں سے سلوک کرو یا اپنے متعلقین سے سلوک کرو مگر اس منزل مقصود کو سامنے رکھ لو کہ رضا الٰہی کو حاصل کرنا ہے جن لوگوں نے توجہ کے اس راز کو سمجھا ہے کہ وہ انسان کے کاموں میں کس قدر اثر انداز ہوتی ہے منزل مقصود ان کے سامنے ہوتی ہے ان میں باہم جھگڑے ہوں جنگ ہوں کچھ ہوں مگر وہ اپنی منزل مقصود کو نہیں چھوڑتے جھگڑے اور جنگ کو بعض اوقات صحابہ میں بھی ہو جاتے تھے مگر ان جھگڑوں میں ان کے مدنظر رضا الٰہی ہوتی تھی

حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ سے بڑھ کر کیا جنگ ہوگی

کہ اسلام کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مسلمانوں کی جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے مگر یہاں بھی رضاء الٰہی کا حصول مدنظر معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن اس اندرونی تفرقہ سے فائدہ اٹھا کر اسلام کی سلطنت کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ تو حضرت معاویہؓ اسے کہلا بھیجتے ہیں کہ اگر تمہارے مقابل پر نکلنے کی ضرورت ہوگی تو معاویہ علیؓ کا پہلا جرنیل ہوگا۔ ایک طرف حضرت علیؓ سے بغاوت بھی اختیار کی اور اپنا ملک علیحدہ کر لیا۔ ہمارے حضرت صاحب نے بھی اس کو بغاوت ہی لکھا ہے۔ جب دشمن اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے تیار نظر آیا تو اپنی خواہش کو الگ کر دیا اور حضرت علی کے ماتحت ہو کر جنگ کرنے کو تیار ہو گئے۔ کاش آج ہم لوگ حضرت معاویہ کے ان الفاظ سے بھی فائدہ اٹھائیں۔ فی الواقع یہ الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں غرض یہی سبق ہمارے سامنے بار بار آتا ہے نماز روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ کل باتوں میں رضاء الٰہی مدنظر ہو حصول رضاء الٰہی کا یہ سبق روزوں سے پختہ ہوتا ہے۔ روزہ میں رات کو جاگنا پڑتا ہے یا دن کو مشقت کرنی پڑتی ہے۔ اگر حصول رضاء الٰہی اس سے مقصود نہ ہو تو بھوکا رہنے کا نام تو روزہ نہیں اگر کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو رضاء الٰہی کے اس خیال کو اپنے سامنے رکھ لو اور یہ خیال کرو کہ جب میں اپنا کھانا پینا ترک کرتا ہوں اپنے آرام و راحت کے اوقات کو بدل دیتا ہوں حالانکہ یہ میرے لئے ناجائز نہ تھے جب میں نے اس کی رضا کے حصول کے لئے جائز کو چھوڑ دیا ہے تو ناجائز سے کیوں نہ بچوں۔ اور ان عظیم الشان کاموں کو بجا لاؤں کہ جن کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا ایک زرین کارنامہ اور اہل حدیث کا گمراہ کن عقیدہ

ناشکر انسان کبھی کسی کے احسان کا قائل نہیں ہوتا۔ امرتسر میں ایک صاحب بابو حبیب اللہ کلرک ہیں جن کو حافظ کتب احمدیہ ہونے کا ادعا ہے۔ انہوں نے بڑی مغز زنی سے توڑ جوڑ لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ مراق تھا اور چونکہ یہ بیماری از قسم جنون ہے اس لئے آپ ملہم نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں کو الفاظ پر بحث کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ کسی کے عمل اور کارہائے نمایاں کو دیکھ کر کبھی حق اور باطل میں فیصلہ کرنے کی طرف نہیں آیا کرتے کیا وہ عظیم الشان دلائل کا سلسلہ کہ جو اسی کتب میں حضرت صاحب نے سپرد قلم فرمایا ہے کسی مجنون انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ کیا کبھی کسی مجنون نے بھی ایسی اسلام کی جان نثار جماعت پیدا کی کہ جس نے اپنے دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا ہو کیا اس نے بحالت جنون کبھی ایسی کتاب لکھی کہ اس کے اشد مخالفین نے اس کے شوکت دلائل کا لوہا مان لیا ہو۔ جیسا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے ریویو میں تسلیم کیا ہے۔ کیا کسی مجنون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن الزامات سے اس طرح پاک کیا ہے کہ جس طرح حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ بخاری اور مسلم کے بیچاریوں کو بھی یہ خدمت عظمیٰ نصیب نہ ہوئی۔ آپ نے خود یا اہل حدیث نے مسلم اور بخاری کی اس حدیث کا کیا جواب دیا کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا اثر ہو جانے کا ذکر ہے جواب نقل کیا تو وہ جو حضرت مرزا صاحب نے دیا ہے۔ کیا آپ کو بھی سوائے امام وقت کے آگے جھکنے کے کوئی جواب سوجھا؟ قارئین پیغام صلح کے لئے اس جواب کو ہم اہل حدیث سے ہی نقل کرتے ہیں (منقول حوالہ اہل حدیث ص ۹)

ایک شخص نے سوال کیا کہ آنحضرت صلعم پر کافروں نے جو جادو کیا تھا اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لا يفلح الساحر حيث اتى (۱۶/۱۲) دیکھو حضرت موسیٰ کے مقابل پر جادو تھا۔ آخر موسیٰ غالب ہوا کہ نہیں یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت صلعم کے مقابلہ پر جادو غالب آ گیا۔ ہم اس کو کبھی بھی نہیں مان سکتے۔ آنکھ بند کر کے بخاری اور مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے خلاف ہے یہ تو عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ ایسے عالی شان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو۔ ایسی ایسی باتیں کہ اس جادو کی تاثیر سے (معاذ اللہ) آنحضرت صلعم کا حافظہ جاتا رہا یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملا دی ہیں۔ گو ہم نظر تہذیب سے احادیث کو دیکھتے ہیں۔ لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف

فہرست چندہ مستقل فنڈ اور آمد دس یوم

وصول شدہ از ۲۸ جنوری ۳۱ء لغایت ۱ فروری ۳۱ء

نوٹ۔ جن احباب کا روپیہ وصول ہو چکا ہے ان کے اسماء گرامی ذیل میں درج ہیں۔ باقی اصحاب سے درخواست ہے کہ وہ بہت جلد اس کار خیر میں حصہ لیں اور ایک مہینہ کے اندر اندر اپنی دس یوم کی آمد داخل خزانہ کرا دیں۔

نمبر شمار	نام وپتہ	رقم
۱	حافظ محمد حسین صاحب وکیل گجرات	۲۵۰-۰-۰
۲	شیخ محمد حسین صاحب تحصیلدار فیروز پور	۵۰۰-۰-۰
۳	چوہدری اللہ دتا صاحب بھلوال	۳۰-۰-۰
۴	نور حسین صاحب دربند	۲-۰-۰
۵	شیخ علی بخش صاحب لاہور	۱۰-۰-۰
۶	عبدالشکور بٹ۔ لاہور	۲-۰-۰
۷	مرزا محمد سلطان صاحب گجرات	۵-۰-۰
۸	بابا نور الدین صاحب۔ لاہور	۴-۰-۰
۹	بابو خیر علی صاحب۔ گورداسپور	۵-۰-۰
۱۰	بابو عبدالرحمٰن صاحب جہلم	۲۰-۰-۰
۱۱	مولوی نیاز علی صاحب۔ پسرور	۱۰-۰-۰
۱۲	شیخ احمد الدین صاحب جہلم	۲-۰-۰
۱۳	ملک نور حسین صاحب بھلوال	۵-۰-۰
۱۴	صاحب گل صاحب شیخ محمدی پشاور	۲-۰-۰
۱۵	اہل خانہ حافظ غلام رسول صاحب وزیر آباد	۲۰-۰-۰
۱۶	عبدالرحمٰن صاحب ودیگران	۳-۰-۰
۱۷	احمد خاں صاحب چک ۸ جنوبی سرگودھا	۴-۰-۰
۱۸	داؤد صاحب۔ دیگران	۱-۰-۰
۱۹	بہادر صاحب 〃	
۲۰	شیخ محمد حسین صاحب امرتسر	۲۳-۰-۰
۲۱	شیخ اللہ دین صاحب۔ تمار	۱-۰-۰
۲۲	شیخ غلام سرور صاحب کیجاہ	۵-۰-۰
۲۳	جماعت برار	۱۵-۰-۰
۲۴	مستری دین محمد صاحب لاہور۔	۱۰-۰-۰
۲۵	مولوی محمد یعقوب صاحب ودیگراں	۱۰-۰-۰
۲۶	سید بیگم صاحبہ لاہور	۱۰-۰-۰
۲۷	منشی رحمت اللہ صاحب مدرس تحصیل قصور	۴-۰-۰
۲۸	چوہدری غلام حسین صاحب ڈیری والا	۲۵۰-۰-۰
۲۹	حاجی احمد الدین۔ جان۔ جالپور جٹاں	۲-۰-۰
۳۰	شیخ رحمت الٰہی صاحب جوگندر نگر	۱۰۰-۰-۰
۳۱	خان بہادر ڈاکٹر کلیم اللہ خاں صاحب پشاور	۱۰۰۰-۰-۰
۳۲	شیخ محمد ابراہیم صاحب گوجرہ	۵-۰-۰
۳۳	چوہدری محمد عبداللہ صاحب چک ۱۷۱ ر ب	۱۰-۰-۰
۳۴	خان سعادت علی خاں صاحب رامپور	۲۵۰-۰-۰
۳۵	کرنل خاں صاحب سنہری مسجد پشاور	۳۸-۰-۰
۳۶	ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب دربند	۲۸-۰-۰
۳۷	دلاور خاں صاحب پشاور۔	۱۲-۰-۰
۳۸	ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	۵۰۰-۰-۰
۳۹	شیخ نظام الدین صاحب چک شیخاں ضلع لائل پور	۵۵-۰-۰
۴۰	معرفت حافظ محمد شفیع صاحب سیالکوٹ	۵-۰-۰
۴۱	ڈاکٹر وزیر احمد صاحب جموں	۴۰-۰-۰
۴۲	منشی عطاء الٰہی صاحب بٹالہ۔ جموں	۷-۰-۰
۴۳	ماسٹر محمد اسحاق صاحب گجرات ضلع پشاور	۴-۰-۰
۴۴	مرزا جلال احمد صاحب ایس۔ ڈی بنوں	۵۳-۰-۰
۴۵	ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لدھیانہ	۱۵۰-۰-۰
۴۶	ڈاکٹر سعید احمد صاحب پشاور	۱۰۰-۰-۰
۴۷	مولوی رحیم بخش صاحب سپرنٹنڈنٹ اچھیانہ	۱۵۰-۰-۰
۴۸	چوہدری فضل احمد صاحب اوورسیر راولپنڈی	۱۰۰-۰-۰
۴۹	چوہدری فتح محمد صاحب انسپکٹر پولیس ملی	۳۸-۰-۰
۵۰	مولوی عبدالحق صاحب طالبعلم اسلامیہ کالج لاہور	۵-۰-۰
۵۱	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب میڈیکل افیسر گورنمنٹ کالج۔ لاہور۔	۴۰-۰-۰
۵۲	ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب لاہور	۵۰۰-۰-۰
۵۳	صاحبزادہ عبدالقدوس صاحب بنوں	۹-۴-۰
۵۴	مستری یعقوب علی صاحب جموں	۱۰۰-۰-۰
۵۵	چوہدری سلطان علی صاحب جالندھر	۹۰-۰-۰
۵۶	میاں خاں محمد صاحب انبالہ	۳۵-۰-۰
۵۷	سید شاہ محمد صاحب مری گوبند پورہ	۴-۰-۰
	میزان	۴۶۱۳-۴-۰

یورپ کی تقلید کا افسوسناک نظارہ

جہاں آل ایشیا زنانہ کانفرنس میں عالمانہ تقریریں اور اصلاح رسوم قبیحہ کی کوشش پر دھواں دھار لیکچر ہوئے۔ وہاں ۲۰ کی شب کو مرد اور عورتوں کے مخلوط گانے سے یورپ کی پوری تقلید ہو گئی۔ افسوس کہ ہندوستانی اپنی بھیڑ چال کو کبھی نہ چھوڑینگے۔ اور مسلمان حدیث پاک خذ ما صفا ودع ما کدر پر ہرگز عمل نہ کریں گے

۲۰ کو دن کی کانفرنس کا نہایت اچھا اثر لے کر میں قیام گاہ پر واپس ہو رہی تھی۔ تو رضا کار لڑکیوں نے شب کو گانا سننے کے واسطے ٹکٹ خریدنے کی درخواست کی میں صرف حالات دیکھنے کی غرض سے شب کو ٹاؤن ہال گئی۔ وہاں جا کر دیکھا۔ کہ ہال میں مرد و عورتوں کا مخلوط مجمع ہے البتہ ایک ایک کونے میں دو پردے لگا کر پردہ نشین خواتین کی نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ گر پردہ خاک نہ تھا اسٹیج جس پر گانے بجانے والے اور منتظمین مرد بیٹھے تھے۔ یہ پردہ نشین مستورات کے بالکل مقابل تھا جہاں سے دونوں جانب بے پردگی ہوتی تھی۔ سنتی ہوں۔ ایک شب پہلے آل انڈیا زنانہ کانفرنس کیلئے بھی اسی طرح گانے بجانے کا سامان ہوا تھا۔ اس شب بھی مسلمان پردہ دار خواتین کو اسی طرح اسٹیج پر بیٹھنے والے مرد منتظمین کے روبرو بیٹھنا پڑا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ مسلمان خواتین لاہور جن کے پردہ کی پابندی کا ہم نے بہت شہرہ سنا تھا کس طرح اس محفل رقص و سرود میں شامل ہوئیں۔ اور احتجاج کے بغیر بیٹھی رہیں علاوہ اس کے ہر دو کانفرنسوں میں کالجوں کے شوخ اور غیر ذمہ دار لڑکوں کو انتظامیہ معاملات میں اس قدر دخل دیا گیا۔ کہ اس قسم کی حرکت پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھی جا سکتی تھی۔

اس شب کی محفل سرود کی صدارت ایک مسلمان خاتون کو دی گئی میں ان سے ذاتی طور پر واقف نہیں ہوں۔ اور کوئی ہندو صاحب بھی اسٹیج پر بہت پیش پیش تھے۔ اور صدر صاحبہ کو بار بار سمجھاتے بتلاتے تھے

میں نے نہایت قلق کے ساتھ دیکھا۔ کہ جس قدر بھی ہوا نہایت لغو غزلیں گائی گئیں۔ پھر طرفہ یہ کہ ہر چیز اور ہر گیت کی درخواست نہایت شیطانی طریقہ سے ہوتی رہی۔ گانے والے زیادہ تر مرد تھے لیکن جن دو تین خواتین نے گایا۔ نہایت شریفانہ طریقہ سے اور نیز کوئی ناشائستہ لفظ ان کے منہ سے نہ نکلا مگر مردوں نے تقریباً اخلاق سوز غزلیں چن چن کر گائیں

یورپ کی یہ اندھی تقلید ہرگز ہم کو لازم نہیں ہے جس کیواسطے یورپ خود بھی آج سر پکڑ کر رو رہا ہے۔ کیا اخلاق شکنی ہی ایک طریقہ ترقی کا ہے اگر ایسا ہی ہے۔ تو کم سے کم مسلمانوں کو ایسی ترقی میں حصہ لینے کی ہرگز ضرورت نہیں جس زمانہ میں اسلام کی ترقی روز روشن کی طرح تھی۔ یہ اصول ہم نے ہرگز نہ سیکھے تھے۔ اور یہ اصول ہمارے واسطے کبھی بہتر نہیں ہو سکتے۔ پردہ میں اصلاح کا شور جوان دونوں کانفرنسوں نے اٹھا رکھا ہے۔ تو کیا ان ہی باتوں کو رائج کرنیکے واسطے ہو رہا ہے

ہم ہندو خواتین سے یہی کہیں گے کہ اگر آپ پردہ سے باہر ہیں۔ اور ترقی کے زینہ پر نہایت تیز رفتاری سے جا رہی ہیں۔ تو بھی آپ کو ہرگز یہ لازم نہیں۔ کہ اس قسم کی بیباک سوسائٹیوں میں شریک ہوں خفیہ ہے۔ مسلمانوں پر کہ معدودے چند انگلیوں پر گننے کے لائق کو کام کرنیکی ہمت کر رہی ہیں اور وہ بھی بالکل نشیب و فراز کو بھول کر اس راستہ پر دوڑنے لگیں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ آپ نے سامان تفریح کیوں کیا۔ یا سماع کی مجلس کیوں ہوئی۔ بلکہ میں کہتی ہوں۔ اور نہایت افسوس کے ساتھ کہنے پر مجبور ہوں۔ کہ بیہودہ غزلیں گائی گئیں اور اس پر نہ تو صدر صاحبہ نے نہ کسی دوسرے معزز بھائی یا بہن نے نوٹس لیا۔ اور برابر آوازے کستے رہے مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا یہ خرافات دیکھ کر میں گھر واپس لوٹ آئی۔

کیا اس مجلس میں اخباری نمایندے نہ تھے۔ ؟ ضرور ہونگے مگر کیا اخبارات اس طوفان بے تمیزی کو گوارہ کریں ؟ اگر کرینگے۔ تو ہندوستان کے برابر بدبخت میں تو کسی ملک کو نہ سمجھونگی۔ کیونکہ یورپ کی ترقی کو سینکڑوں برس گذر گئے اور اس کی برائی بھلائی ظاہر ہے علاوہ اس کے یورپ ترقی تعلیم میں کافی فروغ حاصل کر چکا ہے مگر ہم نے تو ابھی الف۔ ب۔ بھی ختم نہیں کی اور لگے ایسی خرافات کرنے ابھی تو ہم کو بہت بہت مراحل طے کرنے ہیں۔

اگر کھیل ہوتا۔ تو اخلاقی یا تاریخی ہوتا۔ اگر گانا ہوتا۔ تو قومی یا ملکی ترانے گائے جاتے جس سے دوسرے دن زیادہ جوش خروش سے کام کرنیکی امنگ پیدا ہوتی۔ یہ کیا حماقت ہے۔ عورتوں پر آوازے کسنے کو محفل گرم کی گئی۔ اور عاقبت نااندیش عورتوں نے اس کو خوشی سے منظور کیا ان کو اگر علم و عقل ہوتی تو اس معاملہ میں خود ہی سوچ سمجھ کر قدم رکھتیں ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں کو ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہئے

(راحیل خاتون شروانیہ دہلی گڈھ)

ایڈیٹر پرکاش ہم سے پوچھتے ہیں آجب اسلام ایک

اور پاک زندگی بسر کرنے کا مترادف ہے۔ اور جنت امن اور اطمینان کی حالت ہے جو نیک لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے۔ تو کیا فاسق اور فاجر جو کلمہ محمدی کے ٹکٹ پر اسلامی جنت میں داخل ہونے کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں ان کی امیدیں موہوم ہیں یا ان کی کچھ حقیقت ہے"؟ یہ سوال مسلمانوں سے ہی خاص نہیں ایک آریہ اور ویدک دھرمی پر بھی ہو سکتا ہے۔ کہ آیا محض آریہ سماج، سوامی اور ویدک دھرمی کہلانا اگر مکتی نجات دلا سکتا ہے تو مسلمان کہلانا کیوں نہیں دلا سکتا اگر ویدک دھرمی ہونے کے لئے اچھے کرموں (اعمال) کی ضرورت ہے تو وہ لوگ جو

آریوں کے بڑے بڑے لیڈر ہوتے ہوئے اپنے دھرم کو دھوکے کی ٹٹی بنائے بیٹھے ہیں تو ان کے ویدک دھرمی کہلانے یا بنے رہنے کا فائدہ کیا ہے؟ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہم صرف کلمہ پڑھ کر فسق و فجور کرتے ہوئے جنت میں چلے چلے جائیں گے۔ قرآن کریم نے ایمان اور اعمال صالحہ ان دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے۔ اعمال صالحہ کے بغیر ایمان مردہ ہے اور صحیح ایمان کے بغیر اعمال صالحہ کی توفیق ملنی مشکل ہے کتنی نیکیاں ہیں کہ جن کے کرنے سے ایک ویدک دھرمی اور عیسائی اپنے عقائد کی بنا پر معذور ہے اور کتنی باتیں ایک ویدک دھرمی اچھی سمجھتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان قطعاً ان کو نیکی نہیں سمجھتا۔ پس صحیح اور کامل ایمان ہی اعمال صالحہ کا محرک ہوتا ہے اس لئے ایمان اعمال صالحہ کی اصل اور بنیاد ہے ◆

اسلامی اوقاف کی تباہی کا دردناک منظر

اسلام کے ایک مادی نظام پر عیسائی حکومتوں کا قبضہ

امیر شکیب ارسلان کا پیغام عالم اسلامی کے نام

صاحب السیف والقلم حضرت امیر شکیب ارسلان نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں اسلامی اوقاف کی پامالی کا دردانگیز مرثیہ لکھا ہے اور بتایا ہے۔ کہ اسلامی اوقاف کو خود مسلمانوں نے جسطرح برباد کیا ہے۔ اور عیسائی حکومتوں نے ان کو غصب کر کے اسلامی املاک پر جو قیامت توڑی ہے۔ اس نے مسلمانوں کی ریڑھ کی ہڈی پر کاری ضرب لگائی ہے۔ اور اسلامی سیاست کو اس سے سخت نقصان پہنچا ہے۔ اسلامی اوقاف کے ساتھ دول صلیبیہ نے جو سلوک کیا ہے۔ اس پر امیر موصوف نے کمال تدبر سے تبصرہ فرمایا ہے۔ ہم اصل مضمون کا ترجمہ ذیل میں درج کیا ہے۔

امیر موصوف فرماتے ہیں "۔ آج دنیا میں مسلمانوں کے اوقاف اس کثرت سے ہیں۔ جن کا مقابلہ دنیا میں بڑی سے بڑی حکومت بھی نہیں کر سکتی جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں۔ وہاں آپ کو اوقاف کا ایک بے پناہ سلسلہ نظر آ گیا۔ اور تھوڑے سے غور و فکر کے بعد آپ یہ بات ماننے پر مجبور ہونگے۔ کہ کہ اسلامی اوقاف کا لا متناہی سلسلہ دراصل اسلامی حکومت کی ایک دوسری شکل ہے جن سے عالم اسلام کی مادی اور معنوی منفعت وابستہ ہے لیکن افسوس تو اس بات کا ہے۔ کہ خود مسلمانوں نے اور اسلامی حکومتوں نے اوقاف کے نظام کو جسطرح تباہ کیا ہے۔ اس کا شکوہ سوائے خدا کے اور کسی سے نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مسلمان یا اسلامی حکومتیں اسلامی اوقاف کی تنظیم اور ان کی آمدنی کے صحیح مصارف پر باقاعدہ توجہ مبذول کریں۔ تو باللہ الحق عالم اسلامی سیاسی اخلاقی مادی۔ اور معنوی اعتبار سے پختہ چٹانوں اور غیر متزلزل بنیادوں پر قائم ہو سکتا ہے۔ جس کے بعد دولت و ثروت کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا لیکن اس جانب نہ تو اسلامی حکومتیں توجہ کرتی ہیں۔ اور نہ مسلمان ہی اس کی اہمیت کا احساس رکھتے ہیں

اسلامی اوقاف سے کلیسا کی پرورش!

جب اسلامی ممالک کے اکثر حصص پر دول یورپ نے غلبہ اور استیلا حاصل کر لیا۔ تو انہوں نے اسلامی اوقاف کے ساتھ اس سے بدتر سلوک کیا جو خود مسلمانوں کی جانب سے کیا جا چکا تھا۔ اور جب کبھی مسلمانوں نے اس غاصبانہ پورش کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تو ان کو یہ جواب دے کر خاموش کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ ہم بھی اسلامی اوقاف کے ساتھ وہی سلوک کر رہے ہیں۔ جو سلوک خود مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں نے اب تک کیا ہے چنانچہ میں ایسی سینکڑوں نظریں پیش کر سکتا ہوں کہ عیسائیوں نے اسلامی اوقاف کو کلیسا اور عیسائی خلقوں کی طرح منتقل کر دیا ہے اور ان کی آمدنی سے عیسائی مبلغین کی پرورش کی جاتی ہے۔ اسلامی اوقاف سے عیسائی۔

حکومتوں کو جو دشمنی ہے اسکے دو سبب ہیں:—

اوّل سبب تو یہ ہے۔ کہ وہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ جس روز بھی مسلمانوں کے اوقاف کی باضابطہ نگرانی اور اس کے تحفظ کا جذبہ پیدا ہو گا اسی روز اسلامی سیاست میں زندگی اور مسلمانوں کے تن نیم جان میں حیات تازہ کی لہر پیدا ہو جائے گی اور مسلمانوں کی اقتصادی حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہو جائے گا چنانچہ وہ اسی خوف سے اسلامی اوقاف کی تباہی کے درپے رہتے ہیں۔ اور ان کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکال کر فتنہ پرور عیسائی مشنریوں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

دوسرا سبب یہ ہے۔ کہ اس طریقہ سے عیسائی مبلغوں اور مکار راہبروں کی امداد کیجاتی ہے۔ تاکہ وہ یورپین طاقتوں کا آلہ کار بنکر اسلامی ممالک میں جائیں اور تبلیغ کے پردہ میں اسلامی سیاست کا پردہ الٹ دیں۔ چنانچہ اس قسم کے تجربات ہم نے اپنی ساری عمر کئے ہیں۔ اور مکار پادریوں کے ہاتھوں اسلامی حکومتوں کی بساط لٹتے دیکھی ہے۔

یورپ کے مستعمرین میں فرانس اس قسم کی دست درازیوں میں سب سے بڑھا ہوا ہے اس نے شام کے اسلامی اوقاف پر جس بیدردی سے ڈاکہ ڈالا ہے۔ اس کا تصور کر کے ہماری آنکھوں سے خون ٹپکنے لگتا ہے۔ حالانکہ شام میں عیسائی اور یہودیوں کے بھی اوقاف ہیں جن کو کامل آزادی کے ساتھ اپنے اوقاف میں تصرف کا حق حاصل ہے! اور فرانسیسی حکومت ان میں کوئی مداخلت نہیں کرتی لیکن مسلمانوں کے اوقاف پر خود فرانس نے قبضہ جما رکھا ہے! اور مسلمان ان سے کوئی تمتع نہیں کر سکتے۔

ہم نے کئی بار جمعیۃ الاقوام کو اس جانب توجہ دلائی ہے! اور اس کو بتایا ہے۔ کہ فرانس نے آج تک یہود و نصارٰی کے اوقاف میں کوئی مداخلت نہیں کی ہے۔ مگر مسلمانوں کے اوقاف میں اس کی دیدہ دلیری حد سے تجاوز کر چکی ہے۔ اور وہ برابر اسلامی اوقاف کو عیسائی مشنریوں کے حوالہ کرتا جاتا ہے حالانکہ فرانس کی مجلس انتداب نے بھی فرانس کو بارہا تنبیہ کیا ہے۔ اور درخواست کی ہے۔ کہ وہ انتداب فلسطین کیطرح اسلامی اوقاف کو مسلمانوں کے لئے چھوڑ دے۔ مگر فرانس اس تنبیہ کے بعد بھی مسلمانوں کے ساتھ انصاف کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس معاملہ میں اصل خطا مسلمانوں کی ہے کیونکہ اسلامی حکومتوں میں اوقاف کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے وہ سراسر شریعت اسلامیہ کے مخالف اور اخلاق و امانت کے منافی ہے۔ اور عیسائی حکومتیں بھی مسلمانوں کے اس طرز عمل کو حجت ٹھہرا کر اسلامی اوقاف کے ساتھ من مانی کارروائیاں کرتی رہتی ہیں اگر مسلمان اپنے اوقاف کی نگرانی میں تساہل سے کام نہ لیتے تو عیسائیوں کو اس قسم کے اقدام کا حوصلہ نہ ہوتا

(دستخط، امیر شکیب ارسلان (لوزان))

اچھوت جاتیاں مردم شماری میں اپنی اپنی ذات ضرور

لکھوائیں ورنہ ان کو بہت بھاری نقصان پہنچیگا

گذشتہ سے پیوستہ

ہندو لیڈران نے ہمارے لئے کیا کیا

(۱) ہندو لیڈر لگاتار عرصہ دراز سے اپنی اونچی ذاتوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اعلےٰ اعلےٰ یونیورسٹیاں، گروکل کالج ہائی سکول، اور بے شمار مڈل اور پرائمری سکول قائم کرتے چلے آ رہے ہیں اور ان کی امداد میں وقتاً فوقتاً لاکھوں روپے کے دان دیتے ہیں۔ اور لاکھوں روپے کے مکانات اور زمینیں وقف کرتے ہیں۔ بہت سے ہندو دیوتا اور ہندو دیویاں اپنی اپنی خاص پرتگیا میں باندھ کر ان دھگا بیول کے لئے بھاری بھاری فنڈ جمع کرنے کے واسطے آمادہ ہوتے ہیں۔ کیا کسی دیوتا سروپ پرش یا دیوی نے کبھی اچھوتوں کے غریب بچوں کے لئے بھی کوئی پرائمری سکول تک قائم کرنے کرانے کے لئے ایسی پرتگیائیں کی ہیں؟

(۲) انسانی حقوق کا دینا یا دلانا تو درکنار۔ موجودہ ذہنیت کے ہزار ہا ہندو اخبارات ہمیں اپنے دکھ دردوں کا اظہار کرنے کے لئے بھی اپنے اخباروں کے اندر کبھی کوئی جگہ چند سطور تک کی دینا پسند نہیں کرتے۔ تس پر ہندو لیڈر اور اخبارات مہذب دنیا کے آگے یہ ظاہر کرنے کی جرأت کر رہے ہیں۔ کہ اچھوتوں کو اٹھانے کے لئے بہت کافی اور مؤثر کوششیں کی گئی ہیں (ملاحظہ کیجئے نہرو رپورٹ) معمولی ہندوؤں کا تو کہنا کیا ہے۔ بہت سے اعلےٰ تعلیمیافتہ ہندو گریجویٹ اور کئی ہندو ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹر تک بھی ایسے ہیں۔ جو اکثر اوقات اپنے ہم جماعتی ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز کے کانوں میں ایسے ایسے مخالف خیال پرونے سے دریغ نہیں کرتے۔ کہ "اگر چوہڑے چماروں کے بچے پڑھنے لگ جائیں گے، تو پھر ہماری اونچی ذاتوں کو کون پوچھے گا" اور نیز یہ کہ اچھوتوں کے لئے علیحدہ پاٹ شالائیں قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے"۔ دیکھئے ہماری قسمتوں کے کھیل۔ ایک طرف تو اونچی ذات کے ہندو اصحاب ان موجودہ سکولوں کے اندر ہمارے اچھوتوں کے بچوں کو عملاً داخل کرنا پسند نہیں کرتے۔ دوسری طرف ہمارے لئے پرائمری سکول علیحدہ جاری کرنے کرانے کے لئے ہماری غریبانہ کوششوں کو بھی بار آور دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ تس پر باہر کی دنیا کے آگے یہ مشہور کیا جاتا ہے۔ کہ اچھوتوں کے بچے خود ہی پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ جہاں کہیں کچھ تعداد اچھوتوں کی پڑھنے کے لئے آمادہ ہوتی ہے۔ تو وہاں ان کو بے التفاتی اور لاپرواہی سے شکستہ دل کر کے پیچھے ہی کو دھکیل دیا جاتا ہے

(۳) ہمارے غمناک دکھ دردوں کے دور کرنے کرانے کے لئے خود کوئی سچی آواز اٹھانا تو درکنار اگر کوئی باہر کا صداترس رحم دل شخص ہمارے ایسے دکھوں کا کبھی اظہار کرتا ہے۔ تو ہندو لیڈر جھٹ اس کے برخلاف ایک جہاد سا کھڑا کر دیتے ہیں۔

کیا جات پات توڑک سبھا نے بھی ہمارے لئے کچھ کیا؟

(۱) جو اصحاب اپنے آپ کو جات پات توڑک منڈل کا حامی ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم بڑے شوق سے یہ جاننے کی خواہش کرتے ہیں۔ کہ کم از کم ایسے اصحاب کے اندر تو ضرور کچھ تعداد ایسے اصحاب کی ہونی چاہیئے۔ کہ جنہوں نے کبھی اچھوتوں کے ساتھ بیاہ شادیوں میں برابر کا رشتہ (یعنی لڑکی لینے اور دینے کا بھی) قائم کیا ہو۔ یا جنہوں نے اچھوتوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی اپنے دان پن کا کچھ حصہ وقف کیا ہو۔ یا جنہوں نے اپنی وصیتوں کے اندر جہاں وہ اپنی اونچی ذاتوں کے خیراتی کاموں کے لئے لاکھوں روپے وصیت کر چھوڑ جاتے ہیں۔ وہاں انہوں نے اپنی ایسی وصیتوں کے اندر اچھوتوں کی بہتری کے لئے بھی کچھ حصہ اپنے دانوں کا کبھی مقرر کیا ہو۔ یا جنہوں نے اپنے خاص اخبارات کے اندر مظلوم اچھوتوں کے اپنے نقطہ خیال سے لکھے ہوئے کسی خط یا مضمون کو کبھی جگہ دی ہو۔ یا جنہوں نے ایسی منو سمرتی رکھ جس کے اندر ظلم کھلا اچھوتوں

بقیہ کیلئے دیکھو صفحہ ۸ کالم نمبر ۱

الفضل کے پیٹ میں اکتالیس مربعوں کا درد

۳- فروری کے الفضل میں "غیر مبائعین کو حکومت کی طرف سے اہم مربعے" کا ایک عنوان ہے اس کا جواب ہم کیا دیں اگر ہمارے پاس کوئی ایسی دوائی ہوتی جس سے الفضل کے پیٹ کا یہ درد دور ہو سکتا تو ہم خوشی سے اسے اس مصیبت سے باہر نکالنے کے لئے انسانی ہمدردی سے کام لیتے ہوئے وہ دوائی بھیج دیتے مگر اس درد کا کسی دوائی سے دور ہونا مشکل ہے۔ کوئی گز دو گز زمین کا درد ہوتا تو شاید نکل جاتا مگر ایک نہ دو۔ پورے اکتالیس مربعوں کا درد ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اُسے دور کرے۔ کسی گذشتہ پرچہ میں تجویز ہماری نظر سے گزری تھی کہ اس بات کو ٹریکٹ کی صورت میں شائع کیا جائے گا اور ایک باہمت مرید نے جو عقل و ایمان کو بیچ کر صحیح معنی میں مرید ہے۔ ایک سو ٹریکٹ کا خرچ دینا بھی منظور کیا تھا شاید اسی طرح یہ درد کچھ کم ہو جائے۔ کس قدر تعجب ہے کہ عیسائیوں کو اس سے دو چند مربعے ملیں تو الفضل کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ آریہ سماج کو مربعے ملیں تو اس کو خبر تک نہیں ہوتی۔ مگر ایک مسلمان جماعت کو مل جائیں تو الفضل کے پیٹ میں بل پر بل پڑتا ہے اور یہ درد کسی طرح کم ہونے میں نہیں آتا۔ خدا جانے کتنے ورق اخبار کے اور کتنے کاغذ اپنے نامۂ اعمال کے سیاہ کر چکے ہیں اور کتنے ابھی اور سیاہ کرنے باقی ہیں مگر کس بلا کا درد ہے کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اگر اس طرح یہ درد کم ہو جاتا تو ہم بھی خاموش رہتے۔ مگر جس ذلیل شیوہ کو الفضل نے اختیار کیا ہے اسے اختیار کر کے کبھی انجام اچھا نہیں ہوا۔ اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھا تو خوش ہو گئے[1] جیسے پہلے انجمن کے مالی مشکلات پر الفضل نے بغلیں بجائیں اور جب کوئی کامیابی دیکھی تو حسد کی آگ میں جلنے لگے جیسے اب جل رہے ہیں۔ اس بیچارے کو ہر جگہ قادیانی آقاؤں کا نقشہ ہی نظر آتا ہے کہ جو کچھ حاصل ہو سکتا ہے خوشامد اور جاسوسی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ گورنمنٹ کو اس قدر ذلیل سمجھتا ہے کہ اس کا خیال ہے کہ گورنمنٹ صرف جاسوسی سے خوش ہو کر ہی کام کرتی ہے۔ شاید اس لئے قادیان سے کار خاص اور جاسوسی کی ہدایات مریدوں کے لئے نکلتی رہتی ہیں اور یہی سب سے اعلیٰ کام سمجھا جاتا ہے اس لئے دوسروں میں بھی انہیں یہی کچھ نظر آتا ہے اور ہر جگہ آئینہ میں اپنی شکل ہی دیکھتے ہیں۔ وہ شکل کیا ہے وہ میاں صاحب نے اپنے ہاتھ سے کھینچی ہے۔ میاں صاحب کا اپنا ارشاد ہے کہ

۱- ہم نے گورنمنٹ کی وہ خدمت کی جو اس کے پانچ پانچ ہزار کے تنخواہ دار ملازم نہیں کرتے۔ غور فرمایئے۔ وہ کونسی خدمت ہے اس کا نام کیوں نہیں لیا جاتا۔ میاں صاحب نے گورنمنٹ کو خدا اور اس کے رسول سے بڑھ کر رتبہ دیا اور فرمایا کہ گو خدا اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ ڈاڑھی رکھو۔ لیکن اگر گورنمنٹ "نیم حکم" بھی دیدے کہ "داڑھیاں منڈوا دو"[2] تو یہ "نیم حکم" خدا اور اس کے رسول کے سالم حکم پر مقدم ہوگا۔ اگر برابر کا رتبہ بھی دیتے تو نیم حکم پورے حکم پر مقدم نہ ہو سکتا تھا۔ یہ جاسوسی اور کار خاص سے بھی ایک مرتبہ آگے ہے۔ کیونکہ یہ خدا کی بجائے حکومت کی پرستش ہے۔

۳- قادیان سے تمام قادیانی جماعتوں کے نام حکم جاتا ہے کہ ان عہدیداروں کا خیال رکھو جو کانگریس کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں اور اس کی اطلاع قادیان میں دو۔ کیوں؟ تاکہ قادیان سے کوئی سکرٹری یہ اطلاع گورنمنٹ کے کسی سکرٹری کو پہنچا سکے معلوم نہیں جاسوسی کس چیز کا نام ہے۔

۴- مرید جگہ جگہ حکام کو لکھتے ہیں کہ ہم کار خاص انجام دے رہے ہیں ہمارا خیال رکھو۔ کوہ مری کی تحریر پہلے چھپ چکی۔ اور ایک تازہ خفیہ تحریر آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔ اب اگر اس ساری جاسوسی اور کار خاص کے بعد گورنمنٹ کے نیم حکم کو خدا اور رسول کے حکم پر مقدم کرنے کی تعلیم کے بعد بھی نامرادی اور ناکامی ہو تو ہم نہیں جانتے اس کو کس کا قصور کہیں۔ سب کچھ تو گورنمنٹ کی خاطر قربان کر دیا اس کے نیم حکموں کے سامنے خدا اور رسول کے حکم کو پس پشت پھینکنے کا اعلان کر دیا پھر بھی کچھ نہ ملے تو ہم کیا مشورہ دیں[3] سوائے اس کے کہ کہیں اس ناکامی پر اور اس حسد کی آگ کو جو ہمارے اکتالیس مربعوں کے نہر کے پانی سے نہیں بجھ سکتی۔ اپنے آنسوؤں سے بجھانے کی کوشش کرو۔

اچھا ہم ایک اور وعدہ کرتے ہیں کہ جس دن آپ گورنمنٹ کے نیم حکم کو خدا اور اس کے رسول کے حکم پر مقدم کرنے کا عقدہ حل کر دیں اسی دن ہم آپ کے اکتالیس مربعوں کے درد کو بھی دور کر دیں گے اور اگر آپ ٹریکٹ سے اس درد کو کم کرنے کی کوشش کریں گے تو نیم حکم کا ٹریکٹ اسے دو چند کر دیگا۔ خیر یہ تو جو ذلیل حرکت تھی سو تھی اس سے بڑھ کر ایک اور ذلیل حرکت الفضل نے کی ہے کہ اسی پرچے میں ایک یہ عنوان بھی باندھا ہے "بیگم صاحبہ مولوی محمد علی صاحب کو سرکاری سند" کہ مسٹر اے اے لنسن رابرٹس ڈپٹی کمشنر لاہور نے جن لوگوں کو سندات عطا کیں ان میں بیگم صاحبہ موصوفہ کا نام بھی ہے اور تعجب ظاہر کیا ہے کہ پیغام صلح نے "حضرت امیر کی بیگم صاحبہ کے اس طرح سرافراز کئے جانے اور اتنا بڑا اعزاز حاصل ہونے کا اس وقت تک ذکر کیوں نہیں کیا"؟ اور پھر اپنے تجربات بیان کئے ہیں کہ سرکاری حکام سفارش کرتے وقت پہلے پوچھ لیا کرتے ہیں چنانچہ (غالباً خاں صاحب کے خطاب کیلئے) میاں صاحب کے سکرٹری صاحب سے بھی دریافت کیا گیا تھا تو انہوں نے کہا اس میں میاں صاحب کی ہتک ہے۔ ورنہ بھلا "سر" یا "سی ایس ای" کا خطاب ملتا تو میاں صاحب دونوں ہاتھ آگے نہ پھیلاتے جو اپنے سارے تقدس کو تمہر خلافت میں چھوڑ کر گورنروں اور وائسرائے کے دروازوں پر ملاقات ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اور اندر سے جھاڑ کھا کر بھی نکلیں تو باہر آکر کہتے ہیں ہمارا بڑا احترام ہوا ہے اور آخر میں پوچھا ہے کہ بیگم صاحبہ کو سرکاری سند کن خدمات اور کن کارہائے خاص کے صلہ میں عطا ہوئی ہے۔ اور پھر اس سے استدلال کیا ہے کہ یہ مرد اور عورتیں سب اس کام میں لگے ہوئے ہیں[1]۔ لیکن اگر یہی مربعے قادیانی جماعت کو مل جاتے یا خلیفہ صاحب کی چاروں بیگمات یا ان میں سے کوئی ایک سرافراز کی جاتیں تو کیا پھر بھی یہ سوال اُٹھتے۔ کیا ممکن نہیں کہ کسی شخص کو یوں اچھا اور رفاہ عام کا کام کرنے کے لئے بھی کوئی خطاب یا سند ملے کیا آپ کی جماعت میں جتنی سندیں یا خطابات ملے ہیں وہ سب جاسوسی کی وجہ سے ملے ہوئے ہیں۔ اور پھر جیسا آپ نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ خطاب یا سندات کسی شخص کی رضامندی لینے کے بعد دیئے جاتے ہیں کیا آپ کو اتنی موٹی بات سمجھ نہ آئی کہ جو شخص خطاب یا سند اپنی رضامندی دے کر لیتا ہے وہ تو خود چاہتا ہے کہ اس کا اعلان دنیا میں ہو پیغام صلح میں اس کا ذکر کیوں نہ ہوا؟ اور اگر یہ بات ہی غلط ہو کہ ڈپٹی کمشنر نے بیگم صاحبہ کو کوئی سند دی ہے تو اس قدر یاوہ گوئی کے بعد آپ کو کچھ اپنی روسیاہی محسوس ہوگی یا نہیں؟ لیجئے ہم اپنی تحقیقات کا نتیجہ آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں کہ آج تک بیگم صاحبہ موصوفہ کو ڈپٹی کمشنر کی طرف سے کوئی سند نہیں ملی[2]

اور اگر آپ ہماری بات کو نہیں مانتے تو اپنے سارے جاسوسی کے محکمہ کے کارکنوں کو ان سمیت جو قادیان میں مولوی سید سرور شاہ صاحب سے لیکر ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی تک لگے ہوئے ہیں یہ ہدایت کیجئے کہ وہ مسٹر اے اے لنسن رابرٹس کے دفتر کو چھان ماریں اور اس سند کا پتہ نکالیں۔ یہ نہ کہہ دیجئے گا کہ اس کی ہم کو کیا ضرورت ہے یہ تو اس نیم سرکاری اخبار میں لکھا ہے جس کی سرکار کا "نیم حکم" خدا اور اس کے رسول کے حکم سے بڑھ کر ہے۔ ہم آپ کو یہیں چھوڑ کر اس وقت رخصت ہوتے ہیں اور منتظر رہتے ہیں کہ آپ اپنے پانچ لاکھ مریدوں کو جو میاں صاحب کے قادیان سے لنڈن پہنچنے تک دس لاکھ ہو گئے تھے اور اب معلوم نہیں کتنے لاکھ ہیں تلاش میں لگا دیں کہ وہ لنسن رابرٹس صاحب والی سند کا پتہ لگائیں۔ دس لاکھ آدمی کے لئے جو جاسوسی میں طاق بھی ہو چکے ہوں یہ کیا مشکل کام ہے جب آپ اس کا پتہ لگا کر الفضل میں شائع کر دیں گے تو ہم بھی آپ کو پتہ بتا دیں گے کہ یہ کن خدمات کے عوض میں ہے ورنہ ابھی سے کہہ چھوڑتے ہیں۔ موتوا بغیظکم۔

---

[1] شلاً عیسائیوں نے عراق عرب یا شام فتح کیا تو قادیان میں گھی کے چراغ جل گئے۔

[2] بیگانی چھاچھ کے لئے مونچھیں منڈوانے کا محاورہ تو تھا ہی یہاں ڈاڑھیاں بھی صفاچٹ ہونے لگیں [3] مونچھوں کے ساتھ ڈاڑھی بھی گئی اور گورنمنٹ کی چھاچھ بھی نہ ملی۔

[1] شرم! شرم!! شرم!!!

[2] کیا۔ الفضل پھر بھی کبھی ہمیں منہ دکھائیں گے۔

بقیہ صفحہ ۱

تے سافقہ بے رحمانہ سلوک بڑھانیوالے بہت سے اشلوک و راز صیولیا نے جاری شدہ آج تک برابر قائم ہیں کبھی منسوخ کرنے کرانے کیلئے کوئی مناسب تجاویز لیجسلیٹو اسمبلی کے سامنے پیش کی ہوں براہ مہربانی کوئی معزز اصحاب پبلک مفاد کے لئے مذکورہ بالا پانچ امورات پر روشنی ڈال کر ہم اچھوتوں کو شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔

(۲) علاوہ ازیں جب جات پات توڑک سبھا کے سب سے بڑے فراخ دل حامی سشریان بھائی پرمانند جی کا یہ خیال ہے۔ کہ "میں جات پات کے تو بہت برخلاف ہوں۔ لیکن میں۔ . . . مذہبی پابندیوں کو توڑنے کے حق میں نہیں ہوں" (روزانہ ملاپ مورخہ ۲ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء) تو پھر اوروں کا تو کیا کہنا ہے کیا اسی فرضی طور پر ذات چھپانے سے کبھی ذات پات دور ہو سکتی ہے تاوقتیکہ ساری اونچ نیچ کی جڑ منوسمرتی یا اُس پر مبنی موجودہ ہندو لا کی ضروری ترمیم کرنے کرانیکے لئے کوئی مناسب تدابیر عمل میں نہ لائی جاویں

(۳) جب آریہ سماج تک کے اندر اچھوتوں کی ایسی مصائب کو دور کرنے کرانیکا کوئی عملی علاج موجود نہیں۔ جیساکہ اسکے گذشتہ پچاس سالوں کے کاموں سے صاف ظاہر ہے۔ تو پھر دیگر ہندو فرقوں سے کیا توقع کیجا سکتی ہے۔ دیکھئے ستیارتھ پرکاش۔ باب سوم۔ دربارہ تعلیم ضمن ۲۵۔ پر اچھوتوں کے بارہ میں کیسی مخالفانہ آواز ہے

"جو خاندانی اور نیک چلن شودر ہو۔ تو اس کو منتر سنگھتا چھوڑ کر (دیگر) شاستر پڑھا دے۔ اور شودر پڑھے لیکن اُس کا اوپنین سنسکار نہیں کرانا چاہیئے۔ اور یہ رائے کئی ایک اچاریوں کی ہے"

موجودہ ذہنیت کے ہندؤں میں اچھوتوں کو اٹھانے کے لئے کوئی جگہ نہیں !!

دیکھئے (۱) ہندو دھرم میں یہ ایک عام عقیدہ ہے کہ اچھوت جاتیاں پرمیشر کی طرف سے اونچی ذاتوں کی محض خدمتگاری کیلئے ہی پیدا کی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اونچی ذاتیں اچھوتوں کو علم و ہنر سے ہمیشہ محروم رکھتی رہی ہیں۔

(۲) ہندو دھرم کا یہ ہی ایک بڑا اصول ہے کہ اچھوت جاتیاں اپنے پہلے جنموں کے کھوٹے کرموں کے مطابق پرمیشر کی دی ہوئی سزا کے طور پر ایسے عذاب اس دنیا میں آن کر بھوگ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اچھوتوں کی موجودہ تکلیفات کو دور کرنے کرانے میں کوئی امداد پہنچانا۔ ایسی ذہنیت کے نزدیک شاید پرمیشر کی مرضی کے خلاف چلنے کے برابر ہے۔

(۳) ویدک زمانہ سے لیکر آج تک ہمارے علم میں کوئی رشی منی ایسا پیدا نہیں ہوا۔ کہ جس نے اچھوتوں کے ایسے مصائب کو دور کرنے کے لئے کہیں واضح طور پر اپنی کچھ آواز اٹھائی ہو۔

(۴) اب تک آریہ پرشوں نے اچھوتوں کے لئے جو کام کئے ہیں۔ ان کا بیان کچھ ... اشاید بے محل نہ ہوگا۔ اور وہ کام یہ ہیں کئی آریہ لیڈر اچھوتوں کے چند ان پڑھ ممبران کو محض گائتری منتر طوطوں کی طرح زبانی رٹلانے ہی میں اُن کی نجات سمجھتے ہیں۔ کئی اُن کو محض جنیو دینے ہی میں اور کئی مندر میں اُن کو خاص موقع پر مورتی کے درشن کرا دینے ہی میں ان کی پوری مکتی سمجھتے ہیں۔ کیا ان سب حالات سے یہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ کہ عموماً آریہ لیڈران کو اچھوتوں کی دماغی جسمانی اور مجلسی بہتری کا کوئی ایسا خیال نہیں۔ انہیں اگر کوئی فکر ہے۔ تو محض اپنی تعداد میں اضافہ کرنے کی ہی فکر ہے۔ اور وہ بھی اپنی ذاتی عظمت کی خاص مزید ترقی کیلئے۔ جیسے کونسلوں کی ممبری کے لئے کوئی اُمیدوار اپنے ذاتی اقتدار کیلئے غریب ووٹروں کو اپنانے کی ایک سیاسی چال چلتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے کئی اونچی ذات والے ہندو دلت اودھار اور ہندو سماج سدھار جیسے دلفریب ناموں کے ساتھ غریب اچھوتوں کو آج کل عارضی طور پر اپنانیکی نمایش کر رہے ہیں۔

محکمہ مردم شماری کے افسروں کی خدمت میں

ہماری ایک باادب درخواست ہے۔ کہ وہ براہ رعیت پروری اپنے اپنے ضلعوں کے اندر کام کرنیوالے جملہ شمار کنندگان مردم شماری کو اس کی بابت خاص ہدایات جاری فرماویں۔ کہ کوئی اچھوت جاتیوں کو محض طور پر خالی ہندو لکھنے کی غلطی نہ کریں بلکہ اچھوتوں کی مختلف ذاتیں بغور تحقیق کر کے درست درج کریں۔ اور مردم شماری کا مدعا بھی یہی ہے۔ کہ مطلوبہ امورات کی بابت صحیح صحیح طور پر سچے اندراج کئے جاویں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ تاوقتیکہ کسی ملک کے اندرونی حالات یا امراض کی بھی تشخیص نہ ہو۔ تب تک اُن کا علاج کرنا نہایت مشکل ہے

اور جملہ مذاہب کے انصاف پسند اور فرشتہ سیرت معزز اصحاب سے اُمید کیجاتی ہے۔ کہ وہ از راہ غربا پروری ہماری اِس بیکسی پر رحم کھا کر مذکورہ بالا مضمون کو فراخدلی کے ساتھ اپنے اپنے اردو۔ کیا گورمکھی۔ کیا ہندی اور کیا انگریزی اخبارات میں درج فرماکر ہم پر بڑا احسان فرماویں جس کے لئے ہم سب اور ہمارے غریب بچے آپ صاحبان کے ہمیشہ شکر گذار ہونگے

(نوٹ) :- کیا کوئی معزز ہندو ایڈیٹر اصحاب بھی براہ مہربانی ہماری اس عاجزانہ عرضداشت کو اپنے قیمتی اخبارات میں جگہ دے کے ہم غربا کے ساتھ اپنی عملی ہمدردی کا ایک ثبوت دینگے۔ اور اس طرح آپ اپنے عام ناظرین کو بھی معمہ اچھوت کے اوپر دونوں پہلوؤں سے مناسب غور کرنے کے لئے کافی موقع دیں گے؟

المشتہر

دیوی دیال سکرٹری آدی اچھوت سبھا چھاؤنی فیروزپور

خبریں

پنڈت موتی لال لکھنؤ میں پہنچکر فوت ہوگئے

لکھنؤ ۴ فروری - پنڈت موتی پنڈت جواہر لال اور ڈاکٹر بی۔ سی رائے کی معیت میں آج رات لکھنؤ پہنچے۔ انہیں موٹر کار میں یہاں لایا گیا ہے پنڈت جی کو سفر میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی - دوسری موٹر میں گاندھی جی۔ ڈاکٹر جیوراج مہتہ۔ میرا بائی اور مسز موتی لال تھیں - جو پہلی موٹر سے ایک گھنٹہ بعد لکھنؤ پہنچے مسٹر نائیڈو اور خاندان نہرو کے باقی ماندہ ارکان بھی یہاں پہنچ گئے ہیں اور راجہ کلیشکر کے ہاں فروکش ہوئے ہیں۔

—— پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر نے خان بہادر مرزا مظفر علیخان کو ۱۰ فروری ۱۹۳۱ء سے یونیورسٹی مذکور کا معمولی فیلو مقرر کیا ہے۔

—— بمبئی ۷ فروری۔ صنعت و حرفت کے ہندوستانی ایوانوں کے فیڈریشن کی کمیٹی نے آج لالہ سری رام کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں وزیر اعظم کی تقریر کے بعد جو سیاسی حالت پیدا ہوگئی ہے ... پر غور کیا گیا۔ تمام دن بحث و مباحثہ کرنیکے بعد کمیٹی نے باتفاق ... قراردادیں منظور کیں۔

(۱) فیڈریشن کی یہ کمیٹی وزیر اعظم کے بیان کو سائمن کمیشن کی سفارشات اور حکومت ہند کی مراسلات سے بہتر تصور کرتے ہوئے اسے بہم اور بعض اہم تفصیلات میں قاصر سمجھتی ہے۔ کمیٹی کی رائے میں کوئی ایسا دستور ملک اور تجارت پیشہ طبقہ کیلئے قبول نہیں ہوگا - جس میں حکومت ہند کو موثر اور ذمہ وارانہ اختیارات نہ دیئے گئے ہوں - اور گاندھی جی کے گیارہ نکات نہ پورے کئے گئے ہوں اور جس میں ہندوستانی مجلس مقننہ کو مالیات کے اختیارات عطا نہ کئے جائیں۔

(۲) یہ کمیٹی گاندھی جی اور دیگر رہنماؤں کی رہائی کو تعریف و امتنان سے دیکھتی ہے۔ لیکن اس کی رائے ہے۔ کہ وزیر اعظم کے بیان اور تمام متعلقہ کاغذات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنیکا موقعہ بہم پہنچانیکے لئے تمام سیاسی قیدیوں اور حوالاتیوں کو جو تشدد کے مرتکب ہوئے ہیں۔ عام معافی دیدی جاوے تمام آرڈیننس منسوخ کئے جائیں۔ (۳) کانگرس اور اس کی حلیف مجالس پر قیود عاید ہیں نہیں دور کر کے متشددانہ کارروائیاں بند کر دیجائیں۔

برائے خرمن جانِ عدو برقِ فنا ہوجا

(از خواجہ غلام نبی صاحب مہجور سپرپری)

حجابِ بیخودی کو پھاڑ دے ہاں خود نما ہوجا — نکل کر کُلِّ "مَن" سے وارثِ سرِّ بقا ہوجا

سنانِ خالدی اور شانِ حیدر یاد کر غافل — بیا در فتگاں ہیچیدہ و رو برقِ فنا ہوجا

تماشائے یدِ قدرت میں ہے مشغول خالق بھی — حیاتِ جاوداں چاہے تو محوِ ماسوا ہوجا

خدا کا فضل ہیں نعمائے دنیا ان کو حاصل کر — ہمہ تن آرزو بن جا سراپا مدعا ہوجا

تڑپ جن میں نہیں ہے چھوڑ دے اُن ہم نشینوں کو — اٹھا لے رنجِ فرقت اور اُن سے بیوفا ہوجا

خودی اور بیخودی میں زندگی و موت پنہاں ہے — خودی کا درس لیکر واقفِ رمزِ خدا ہوجا

ملے گر نوشدارو بھی نہ لے ہرگز رقیبوں سے — شفا گر چاہتا ہے تو مریضِ لادوا ہوجا

عزیزوں کیلئے ہر وقت دل میں جوشِ اُلفت ہو — برائے خرمنِ جانِ عدو برقِ فنا ہوجا

بظلمت رو سبق از کرمکِ شب تاب حاصل کن
خودت را با کنارِ شاہدِ مقصود واصل کن

یسوع مسیح کی قبر مل گئی

مسلم اوٹ لک میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ایک جرمن مستشرق کو یوروشلم میں کھدائی کرتے ہوئے ایک قبر ملی ہے کہ جس پر یہ کتبہ کندہ کہ یہ یسوع ابن یوسف کی قبر ہے۔

اخبار احمدیہ

۱- حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت اپنے دینی مشاغل میں مصروف ہیں۔ فلسفہ صوم پر آپ کا تیسرا خطبہ اس اخبار میں شائع ہورہا ہے۔ احباب غور سے پڑھیں اور نصائح پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ مختلف اخبارات میں فلسفہ صوم پر مضامین شائع ہوچکے ہیں۔ لیکن حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے یہ خطبات حقائق و معارف میں اپنی نظیر نہیں رکھتے

۲- امید ہے جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا مضمون "اختلافات" نہایت ذوق کے ساتھ پڑھا گیا ہوگا۔ اختلاف آراء کا احترام بہت حد تک مسلمانوں میں سے اٹھ گیا ہے۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں کہ جو اپنے خلاف رائے سن کر ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں حالانکہ جیسا خواجہ صاحب نے فرمایا ہے۔ فی الحقیقت اختلاف آراء جماعت کی ترقی و دانش و حکمت کے لئے صیقل گری کا کام کرتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اختلاف آراء جہاں رحمت کا موجب ہے۔ وہاں میاں "انفضل" کی ذہنیت والے لوگوں کے لئے ان کی دلی بیماری کو ترقی دینے والا بھی ہوجاتا ہے۔ انہوں نے اختلاف آراء دیکھا اور خوش ہو ہو کر بغلیں بجانی شروع کیں۔ مگر یہ زہر خندہ آخر دلی تمناؤں اور آرزوؤں کے لئے ہلاکت کا موجب بن جایا کرتی ہے

۳- بنگلور سے مولوی عبد اللہ صاحب نے پادری ایس ایم پال کے رسالہ "مبدء نسل انسانی" کا جواب لکھ کر اخبار میں شائع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس رسالہ کا جواب مدت ہوئی "ارتقاء نسل انسانی" کے عنوان سے . . . . اخبار میں ہم نے شائع کردیا تھا۔ پھر ایک ٹریکٹ کی شکل میں شائع ہوا۔ پادری صاحب نے جواب لکھنے سے معذوری ظاہر کی۔ مولوی صاحب کا تازہ جواب بھی بہت حد تک اس سے ملتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ملخص بھی اخبار میں درج کردیا جائے گا۔

۴۔ لدھیانہ میں کوئی صاحب اخوندزادہ پیر محمد حسین خاں ہیں کہ جنہوں نے چند ایک اشتہارات اور ٹریکٹ یعنی سلسلۂ اتحاد کے متعلق ریویو کے لئے ارسال کئے ہیں۔ آپ اس سلسلۂ اتحاد کے پیر و مرشد ہیں۔ انہوں نے اپنے باطنی انوار سے یہ معلوم کیا ہے کہ "ہمارے امام مرزا غلام احمد صاحب نے بہت سی اسلامی خدمات کی ہیں اور اُمت محمدی کو ذلت سے بچانے کیلئے بہت کوششیں کی ہیں جن علماء نے مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے ان کو وہ غلطی پر سمجھتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مولانا دُں کے اس شغل تکفیر کی سزا کے متعلق پیر صاحب کا کیا خیال ہے۔ ؟

میاں محمود احمد صاحب سے ہم نے ان کی برکات خلافت کو پیش کر کے موجودہ اشتغال کے متعلق فتویٰ پوچھا تھا جس کا کوئی جواب اب تک نہیں ملا۔ میاں الفضل کے متعلق بھی دریافت کیا گیا تھا کہ اگر ان کے سو فیصدی جھوٹ شائع کئے جائیں تو کیا جناب خلافت مآب اسی طرح غیض و غضب کی بے تحاشا شکر برسائیں گے۔ گرچہ ہمارے نوجوان ایڈیٹر مرزا مظفر بیگ صاحب پر برسائی گئی تھی ابھی تک خلافت مآب نے اس پر لب کشائی نہیں کی۔

ایک اور قادیانی مولوی فاضل جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت تراشی کی تھی کہ حضور مشک اور مقویات استعمال کرتے تھے تاہم معاذ اللہ اپنی سات بیویوں کے پاس ایک رات میں ہو آتے تھے (یہ الفاظ ہم نے سوئے ادبی کے خوف سے احتیاطاً لکھے ہیں) اس پر انہوں نے معذرت کی کہ یہ مجھ سے غلطی ہوگئی۔ مگر اب پھر اس بات پر مصر نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان لوگوں کو ان فاسد خیالات سے باز رکھے۔ انہوں نے اس خوفناک دروغ بافی کو چھپانے کے لئے یہ لکھا ہے کہ ہم نے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ پر کوئی تہمت تراشی ہے۔ کیونکہ حکیم صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ ایڈیٹر پیغام ہمیشہ جھوٹ لکھا کرتا ہے۔ قبلہ حکیم صاحب بڑے بزرگ آدمی ہیں ان کی باتیں ہمیشہ بزرگانہ ہی ہوتی ہیں۔ انہوں نے ایک مرتبہ نہیں بیسیوں مرتبہ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ مدیر الفضل جھوٹوں کے قبلہ گاہ ہیں۔ لیجئے صاحب اگر حکیم صاحب پر ہی فیصلہ کرنا ہے تو کر لیجئے۔

عبث یہ جھوٹ سچ کی چھیڑ ہی کیشان دنوں
جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ

ایک اور قادیانی مولانا جب سے چندر کے گولے سے شکست کھا گئے ہیں بہت پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ سونے پر سہاگہ کہو یا کریلا اور نیم چڑھا۔ آپ خیر سے اپنے منہ میاں مٹھو یعنی مجاہد بھی ہیں گو قادیان کا مذبح ان جہادیوں کی جہادی سپرٹ کا مدت سے نوحہ خواں ہے۔ آپ کو ماہ بماہ یہ دورہ اُٹھتا ہے کہ "پیغام صلح" حضرت مسیح موعود کی تحریرات پر تمسخر کرتا ہے۔ ایک مرتبہ نہیں کئی دفعہ اس کا جواب لکھا گیا مگر ان کے اس موقت مرض کا کیا علاج۔ میاں مجاہد اور اگر خدا تجھے جہادی جذبہ کے ساتھ عقل بھی دے تو سمجھ بھی لے کہ حضرت صاحب کی تحریرات کو کسی مضمون میں محض نقل کرنا ان پر تمسخر اڑانا نہیں ہوتا۔ جب تک کہ ان تحریرات پر کوئی حملہ نہ ہو۔ ہاں اگر آپ اپنے آپ کو اور دوسرے حامیانِ خلافت کے حامیوں کو ہی حضرت صاحب کی تحریرات کے قد آدم پوسٹر سمجھے بیٹھے ہیں تو میں آپ کی سمجھ اور عقل کی داد دیتا ہوں۔

ہمارے دفتر کا چپڑاسی عبد الکریم شمع علم کا پروانہ ہے جب دیکھو کسی نہ کسی کتاب کو سامنے تانے بیٹھا ہوتا ہے۔ مولانا ثناء اللہ کے اخبار اہل حدیث کے ساتھ بھی اس کو ایک خاص شغف ہے۔ تاہم ایک سیدھا سادہ دیہاتی آدمی ہے۔ اس کو ہر وقت یہ شوق بھی دامنگیر رہتا ہے کہ اس کا کوئی مضمون اخبار میں شائع ہو۔ اس قسم کی باتیں سن کر دفتر والے ہنستے ہیں مگر وہ خود نہایت متانت اور سنجیدگی سے اپنی دلی تمنا کو ظاہر کرتا ہے۔ کل پرسوں ہی اس نے کہا کہ میں مولوی ثناء اللہ کے جواب میں کچھ لکھتا ہوں میری طرف سے ان کو یہ چیلنج ہے کہ وہ اپنی ساری شان، مولانائی اور فضیلت تامہ کو کام میں لا کر اس بات کا جواب دیں کہ انہوں نے تعلیمات مرزا تو کسی نالائق معمار سے تعمیر کروائی ہے اس کے مضمون "توہین مسیح" میں بنیادی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھی گئی ہے۔ کوئی مناظر کسی مذہب پر بحث کرتا ہے تو وہ کہتا ہے آریوں کا یا عیسائیوں کا ایشور اور پرمیشور یا خدا ایسا ہے ویسا ہے۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب کی کتاب تغلیب الاسلام میں بیسیوں جگہ آریوں کے خدا کا مذاق اڑایا گیا ہے ... ہر ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ آریوں کا ایشور اور ہمارا خدا دو خدا نہیں۔ اب اگر مولوی ثناء اللہ کے توہین مسیح والے مقرر کردہ معیار سے سوت کا ڈورا سیدھا مولوی صاحب کی تغلیب الاسلام تک پھیلایا جائے تو مولوی ثناء اللہ کا پیٹ بھی دہریت الحاد اور خداوند عزوجل کی توہین کے جراثیم سے پھولا ہوا نظر آتا ہے کہ جہاں عبد اللہ معمار کو اپنا لیولہ اور کانڈی لیکر پچکاری کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ امید ہے مولانا بغیر کسی قسم کی فیس وصول ہونے سے پہلے ... ہی اس کا جواب دیکر ہاتھوں ہاتھ شکریہ قبول کریں گے۔

سیالکوٹ میں مقبرہ بہشتی نیلام کرنے والوں اور یسوع مسیح کو خالق خدا کے گناہوں کے عوض فروخت کرنیوالوں میں مناظرہ تھا فریق اول کی جانب سے مولانا سرور شاہ صاحب مناظر اور کلیسا کی خستہ حالی کے پادری احمد مسیح جواب دہ تھے۔ مولانا کی بارکیاں منطق پر پادری کا شگفتہ مذاق ہر لحظہ جاروب کشی کا کام کرتا تھا محمودی دل اس پر ہر بار تلملا تلملا اُٹھتے تھے مگر وہ جو روزِ ازل سے قسمت میں لکھی ہوئی بات ہوتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔ مولانا کی نرم اور نازک راگنی پادری کے پھٹے ہوئے بانس کے ساز پر کیسے غالب آسکتی تھی اس پر بے اختیار مولانا کا ایک حواری بلند آواز سے بول اُٹھا کہ اس بھانڈ پادری کے بالمقابل مولوی صاحب کی بجائے میر قاسم علی کو کھڑا کرو۔ پادری اپنے فن میں مشاق تھا۔ اس نے فوراً نہایت برجستہ اور مسکت جواب دیا کہ الحمد للہ الحمد للہ اب میرے سامنے سید بھانڈ آنے لگا کیا کوئی صاحب جرأت کو کام میں لا کر اس مشکل کو حل کریں گے کہ محمودی صاحب کے اس فقرہ کا اصلی مطلب کیا تھا؟

ایڈیٹر صاحب پرکاش اس امر پر ہم سے پرکاش (روشنی) چاہتے ہیں کہ اگر اسلام نے عورت اور مرد کو مساوی حقوق عطا کئے ہیں تو جس طرح ایک مسلمان مرد ایک اہل کتابیہ عورت سے شادی کر سکتا ہے کیا ایک مسلمہ عورت بھی اہل کتاب مرد سے شادی کر سکتی ہے۔ اگر نہیں تو اسلام نے دونوں کو یکساں حقوق نہیں دیئے۔ سوامی دیانند جی مہاراج نے اپنی کتابوں میں منوسمرتی کے سات سو حوالجات استعمال کئے ہیں۔ ویدوں کے حوالجات اس کے بالمقابل دسواں حصہ بھی نہیں مگر اگر اس دھرم شاستر کو آریہ بھی ماننے والے ہوتے تو ہمارے لئے جواب دینا کچھ مشکل نہ تھا مگر اب جبکہ وہ اس کو چھوڑ چکے ہیں تو ہم اسلامی نقطۂ نگاہ سے ہی ایک سیدھا سا جواب دیتے ہیں۔

اسلام کا مقصد وحید دنیا میں ہر نوع انسانی کی حیثیت کو بلند کرتا کرتا ہے۔ اس بنا پر اسلام نے جو حقوق عورت کو دیئے ہیں وہ کسی مذہب نے نہیں دیئے لیکن مردوں کے حقوق ہر مذہب میں جابرانہ ہیں پس ایک مسلمہ عورت کا کسی غیر مذہب والے مرد کے ساتھ نکاح کر کے اپنی حیثیت کو گرا دینا اسلام کی آمد کے اصل مقصد کو ہی فوت کرتا تھا اس لئے اس کی اجازت نہیں لیکن دوسری طرف غیر مذاہب میں عورت ایک ذلت کی حالت اور حیثیت میں رکھی گئی ہے اس لئے اس کو ایک مسلم مرد کے نکاح میں لا کر بلند حیثیت اور اعلیٰ رتبہ پر پہنچایا جاتا ہے۔ آزادی اور مساوات کے یہ معنی نہیں کہ ایک نادان کے ہاتھ میں اپنا گلا کاٹنے کے لئے چھری دے دی جائے۔

مسٹر فضل کریم خاں درانی نے جن پر انجمن کی طرف سے مقدمہ چلایا گیا تھا انجمن کی خدمت میں ایک مفصل معافی نامہ لکھ کر پیش کیا ہے جس میں برلن مسجد کو رہن کر دینے کے گناہ کا اعتراف کیا ہے اور اظہار ندامت کیا ہے۔ اس کے علاوہ نو ہزار روپے کا پرونوٹ لکھ دیا ہے۔ ... ... اور تقریباً دو ہزار روپے کی کتابیں انجمن کے حوالہ کر دی ہیں۔ اس طرح ان سے مصالحت ہو گئی ہے۔

نوٹ۔ انہوں نے سولہ ہزار مارک پر مسجد کو رہن رکھا تھا جو گیارہ ہزار سے کچھ زائد کی رقم بنتی ہے۔ اس مقدمہ میں ملک محمد امین صاحب ایم اے ایڈووکیٹ لاہور نے بڑی محنت اور قابلیت سے کام کیا ہے۔ ان کا شکریہ ہے

کیا محمودیوں کے جاسوس اور کار خاص کا پرزہ ہونے میں اب بھی کوئی اشتباہ رہے گا۔

محمودیوں کی جاسوسی اور کار خاص کے متعلق ایک اور خفیہ چٹھی کی نقل

خدمات خاندان کے متعلق مختصر نوٹ

۱۔ کمترین کے بزرگ ابتدائی عملداری انگلشیہ میں وفادار گورنمنٹ انگلشیہ رہے۔ بصلہ خدمات اراضی عطا ہوئی۔ ملاحظہ ہوں۔

پرٹ مثل معافی از دفتر ہوشیارپور۔ ردیف ۲۶۴

تاریخ فیصلہ اجلاس مسٹر برکس صاحب۔ ۱۸۶۷-۷-۱۶ ڈی سی ہوشیارپور

۲۔ کمترین کے والد کی خدمات۔ (ا) اکالی موومنٹ میں ببر اکالیوں کے قتل پر آمادہ رہے۔ اشتہار قتل لگائے حفاظت جان کیلئے لائسنس اسلحہ عطا ہوا (ب) جنگ عظیم میں بھرتی میں مدد دی (ج) تحریک عدم تعاون میں بحیثیت ممبر ڈسٹرکٹ لیگ مقابلہ کیا (د) کار خاص میں ڈائریاں دیتا رہا اور لیکچرز خلاف موجودہ کانگرس دیتا رہا ملاحظہ ہوں۔ ڈائریاں روئداد اجلاس از دفتر صاحب ڈی سی ہوشیارپور (ز) محکمہ پولیس میں آنریری کام کیا ملاحظہ ہو۔ ڈائری پولیس گڑھ شنکر مورخہ ۳-۶-۲ (س) بحیثیت پریذیڈنٹ و سکرٹری سوسائیٹیز آنریری خدمات کرتا رہا۔ سرٹیفکیٹ جملہ خدمات لف ہیں۔

۳۔ کمترین کے دادا نے بھی خدمات سوسائیٹیز آبادی کیں۔

۴۔ درخواست کیساتھ ۳۶ کاپی شامل ہیں۔ (نقل مطابق اصل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۲۲- رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱۰

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

مؤرخہ ۶- فروری ۱۹۳۱ء

فلسفہ صوم

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلهم یرشدون ۵ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم هن لباس لکم وانتم لباس لهن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم ..... الی لعلهم یتقون (سورۃ البقرہ- ۱۸۶) رمضان کے روزوں کے حکم میں یہ دو اور آیات ہیں واذا سالك عبادی عنی فانی قریب جب میرے بندے تجھ سے میری نسبت سوال کریں پس میں تو ان کے قریب ہوں وہ قرب کس طرح ظاہر ہوتا ہے۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فرمایا میں جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب وہ مجھ کو پکارتا ہے فلیستجیبوا لی پس چاہئیے کہ لوگ میری فرمانبرداری کریں و لیؤمنوا بی اور مجھ پر ایمان لائیں لعلهم یرشدون تا کہ وہ ہدایت کو پالیں یہ آیت قرآن کریم کی ان آیات میں سے ایک ہے کہ جو انسان کو ایک بہت بڑا مژدہ دیتی ہیں اور ایک عظیم الشان خوشخبری سناتی ہیں کتنی بڑی خوشخبری ہے وہ خدا کہ جس کی تلاش کے لئے انسان جنگلوں میں پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں اور کوٹھڑیوں میں بند ہو کر اس کا ذکر کرتے ہیں اور دنیا سے منہ موڑ لیتے ہیں ان کو کہہ دو کہ خدا کو اس قدر دور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں انی قریب میں تو تمہارے قریب ہی ہوں۔ مفسرین نے اس جگہ اس طرز بیان کا ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ سوال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کا ذکر ہے لیکن جواب میں قل کا فرق بھی نکال دیا ہے یعنی جب تجھ سے میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو یہ نہیں کہا کہ تم ان کو کہہ دو میں قریب ہوں بلکہ بندے کے ساتھ اپنا انتہائی قرب ظاہر کرنے کے لئے جواب میں رسول کا واسطہ بھی نکال دیا ہے اور براہ راست جواب دیا ہے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں میرے اور میرے بندوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں یہاں قل کا حذف کر دینا اسی غرض کے لئے ہے ورنہ قرآن کریم کا عام قاعدہ سوالات کے جواب میں یہی ہے کہ جواب رسول کے واسطہ سے دیا جاتا ہے جیسا یسئلونك عن المحیض قل هو اذی۔ یسئلونك عن الاهلة قل هی مواقیت للناس والحج۔ یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فیه قل قتال فیه کبیر۔ یسئلونك عن الیتامی قل اصلاح لهم خیر۔ ان تمام آیات میں جوابات رسول کے واسطہ سے دیئے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال ہوا تو اس کے انتہائی قرب کو ظاہر کرنے کے لئے قل کو حذف کر کے براہ راست بتا دیا کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں۔ کون بندے؟ بعض اوقات قرآن کریم کی آیات میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک بے جوڑ سی باتوں کو اکٹھا کر دیا ہے مگر وہاں ایک عجیب قسم کا رابطہ ہوتا ہے۔ اس آیت سے پہلے رمضان کے مہینہ میں روزوں کا حکم تھا اور اس کے بعد فرمایا احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم روزوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز ہے یا ان سے میل جول رکھنے کی اجازت ہے۔ ان دونوں کے درمیان میں یہ قرب والی آیت رکھ دی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے بہت قریب ہے کہ جس کا کوئی تعلق سیاق و سباق کی آیات سے معلوم نہیں ہوتا۔ مگر فی الواقع بڑا بھاری تعلق ہے۔ ایک طرف یہ ہے روزوں سے قرب الٰہی کی راہیں کھلتی ہیں۔ دوسری طرف یہ کہ یہ راہیں کن کے لئے کھلتی ہیں۔

وہ کون لوگ ہیں جن سے اللہ اتنا قریب ہے

وہ جنگلوں و پہاڑوں میں ترک دنیا کر کے جا بسنے والے لوگ نہیں کہ جو اپنے نفس کو مار کر ریاضتہائے شاقہ کر کے پالیں نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں۔ یہی دنیا کے تعلقات رکھنے والے لوگ ہیں۔ یہ میرے بندے ہیں اور میں ان کے قریب ہوں اگر میرے بندے تجھ سے پوچھیں تو میں ان کے بہت ہی قریب ہوں۔ پہلے رمضان کا ذکر کیا یعنی ایک طرف جسمانی غذا کے استعمال سے اُن کو روک دیا۔ لمبے عرصہ کے لئے نہیں تو کچھ عرصہ کے لئے ہی سہی۔ انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے دوسری قرب الٰہی کی خوشخبری دیکر گویا اس کے بدلہ میں روحانی غذا دی ہے جو قرب الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ پھر بتایا کہ یہ خوشخبری اور مژدہ خاص خاص لوگوں کیلئے نہیں بلکہ سب بندوں کیلئے ہے چنانچہ قرآن کریم کے دیگر مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر بندے کا خدا کیسا ہے کس قدر قریب کا تعلق ہے قد سمع اللہ قول التی تجادلك فی زوجها وتشتکی الی اللہ۔

اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کی بات کو سُنا

ایک عورت رسول اللہ صلعم کے پاس اپنی شکایت لیکر آئی کہ خاوند نہ اس کو طلاق دیتا ہے اور نہ اس کے ساتھ بیوی سا سلوک رکھتا ہے۔ اس کو نہ آزادی حاصل تھی اور نہ اس کے ساتھ خاوند کے تعلقات تھے یعنی ظہار کے متعلق فتویٰ پوچھنے کے لئے آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بارہ میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ یہ سن کر اس عورت نے آپ سے جھگڑا کیا کہ عورتوں پر اس قدر ظلم ہوتا ہے۔ ایک معمولی عورت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جو افضل البشر تھے جھگڑا کرتی ہے اس کی بات کو بھی اللہ سنتا ہے اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا قد سمع اللہ اللہ نے سن لیا اس عورت کی بات کو۔ اسی طرح ایک اور جگہ ایک نابینا کا ذکر کیا۔ عبس وتولی ان جاءه الاعمی۔ ایک نابینا معمولی سی حیثیت کا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے تو آنحضرت صلعم اس وقت رؤسائے قریش سے باتیں کر رہے تھے اس نے آکر درمیان میں دخل دیا اس کی یہ حرکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گذری۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس پر یہ وحی آئی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فروگذاشت پر گویا تنبیہ ہے۔ تیوڑی چڑھائی اور منہ پھیر لیا جب کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا اور پھر اس وحی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قرآن میں محفوظ کر دیا۔ اور جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان پڑھتے ہیں غرض اللہ تعالیٰ نے اپنا تعلق اپنے بندوں کے ساتھ عجیب رکھا ہے

کوئی بھی ہو جو اس کی طرف رجوع کرے

اس نے یہ عہد کیا ہے کہ اس کا تعلق اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہر ایک پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہے اس کے لئے کوئی خصوصیت نہیں رکھی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض لوگ مستجاب الدعوات بھی ہوتے ہیں یہ ان کے اللہ تعالیٰ سے زیادہ قرب رکھنے کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ سوائے ان کے اور کسی کو نہیں ملتا بلکہ اذا سالك عبادی عنی فانی قریب یعنی کوئی بھی میرا بندہ میری تلاش کرے میں اس کے قریب ہوں اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کوئی بھی پکارنے والا ہو میں اس کی پکار کو سنتا ہوں بالخصوص یہاں اسی دعا کا ذکر ہے جو قرب الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے ہو۔ اور غرض یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو بڑھاؤ۔ دنیا کے ساتھ اپنے تعلقات کو قائم رکھو کسی کام سے تمہیں نہیں روکا۔ دنیا کے تعلق کو بھی قائم رکھو خدا کے ساتھ ملنے کی بھی رغبت اپنے دل کے اندر پیدا کرو۔ اہل اللہ کہتے ہیں کہ جس قدر پیٹ کھانے سے خالی ہو اسی قدر دل اس کی طرف زیادہ لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

رات کے آخری حصہ میں توجہ زیادہ لگتی ہے

اور عبادت میں خوب دل لگتا ہے عام تجربہ بھی یہی ہے کہ جو کام کرنا ہو اس کیلئے صبح کا وقت نہایت عمدہ ہے۔ پڑھنے والے کے لئے، نماز کے لئے دعا کے لئے ہر کام کے لئے یہ وقت نہایت موزوں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچھلے وقت اٹھ کر دعائیں کرتے تھے رمضان میں اور بھی دعائیں کرنا خاص کر لیتے تھے۔ اور ان دنوں میں پچھلے وقت تہجد کا بالخصوص التزام رکھتے تھے۔ اپنی بیویوں کو بھی نماز کے لئے اٹھا دیتے تھے اور اس کی بہت تاکید کرتے تھے۔ تراویح جو فی الحقیقت تہجد کی نماز ہی ہے اس کو مسلمانوں کی سستی کی وجہ سے عشا کے بعد رکھ دیا گیا ہے ورنہ اصل نماز تہجد ہی ہے۔ کہ جس کو رمضان میں بالالتزام پڑھنا چاہئیے پھر اسکے ساتھ ہی اس مہینہ کا آخری عشرہ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے اور دن رات عبادت میں

مصروف رہتے تھے۔ ہمارے احباب کو بھی رمضان کو دعاؤں کیلئے خاص کر دینا چاہیئے۔ دس دن کے لئے یعنی آخری عشرہ میں تو اسے بہت ہی ضروری کرلیں کہ تہجد کی نماز ضرور ادا کریں۔ خواہ پہلے وقت تراویح بھی پڑھتے ہوں اس کا فائدہ سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ انسان کو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں انسان اپنی کوشش سے جتنا بھی چاہے اپنی قیمت کو بڑھا سکتا ہے حدیث میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری طرف ایک قدم اٹھاتا ہے میں اس کی طرف دو قدم قریب آتا ہوں۔ جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ آتا ہوں۔ اور یہ سچ بھی ہے کہ اگر دل کی رغبت پیدا کر کے اس کی طرف قدم اٹھایا جائے اگر بظاہر دنیوی نقصان بھی ہو تو بھی اس سے فائدہ ہوتا ہے یہ کوئی خوش اعتقادی کی چیز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خدا سے تعلق پیدا کر کے کس قدر فائدہ دنیا میں ہی اٹھا لیا اور یہ تعلق کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس سے بعض خاص لوگ ہی مخصوص ہیں بلکہ ہر شخص براہ راست اس تعلق کو پیدا کر سکتا ہے۔ میں بالخصوص احباب سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے پر اس کوشش کو لازم کرلیں اور رمضان میں سب سے بڑی چیز کہ جو کرنے کے قابل ہے وہ قرب اور تعلق الٰہی کی تلاش ہے۔ جس کا ذکر اس آیت میں کیا ہے اذا سالک عبادی عنی فانی قریب۔ جس انسان کے اندر قرب بڑھانے کی تڑپ نہیں اس کا اپنا قدم آگے بڑھانا اور برائی سے بچنا مشکل ہے لیکن جس کے اندر یہ قرب بڑھانے کی تڑپ موجود ہو تو اس کے لئے یہ دونوں باتیں آسان ہیں۔ پس تم آخری رات میں اٹھ کر دعائیں کرو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ تہجد کی تو آٹھ رکعت ہیں جو جلدی ختم ہو جاتی ہیں۔ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کے حالات سے واقف ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو دو رکعت میں آدھ گھنٹہ گھنٹہ تک گذار دیتے تھے اور اس کا زیادہ حصہ سجدے میں پڑے رہتے تھے۔ کہ جس میں دعا ہوتی تھی سجدہ صرف تسبیح کے لئے ہی نہیں۔ جب انسان خدا کے حضور گر جاتا ہے تو انتہائی عبودیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت کی دعا قبولیت سے بہت قریب ہوتی ہے اسلئے سجدہ میں بالخصوص دعا کرنی چاہیئے میں سمجھتا ہوں کہ

وہ دعا جو انسان کے دل کو پگھلاتی ہے

وہی اصل دعا ہے اور اس وقت انسان خدا کے بہت قریب ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایک انسان کے دل کو دکھ بھی پگھلا دیتے ہیں اور انسان درد سے اپنے لئے دعا کرتا ہے لیکن سب سے زیادہ پگھلانے والی چیز قوم کی حالت ہے جس کی بہتری کے لئے ایک شخص دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو ایک قوم کا باہمی تعلق بنایا ہے اس کے لئے درد دل رکھنے والے بڑے بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں قوم کی اصلاح اور بہتری کا کس قدر درد تھا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین کیا تو اپنی جان کو اسلئے ہلاک کر دیگا کہ وہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ حضرت صاحب نے اپنے اشعار میں اس درد و غم کا نقشہ کھینچا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں لے گیا اور وہاں خدا کے حضور لوگوں کی حالت سامنے رکھ کر ان کی نجات اور اصلاح کے لئے دعائیں کیں۔

اندراں وقتیکہ دنیا پر ز شرک و کفر بود
ہیچکس را خوں نشد دل جز دل آں شہریار
ہیچکس از خبث شرک و رجس بت آگہ نشد
ایں خبر شد جان احمد را کہ بود از عشق زار
کس چہ میداند کہ زاں نالہ ہا باشد خبر
کاں شفیع کرد از بہر جہاں در کنج غار
من نمے دانم چہ دردے بود و اندوہ و غمے
کاندراں غارے در آورد ش حزین و دلفگار

درحقیقت قرآن کریم میں وہ جو آتا ہے ووجدک ضالاً فھدیٰ وہ یہی تھا کہ قوم کے غم سے مقام فنا تک پہنچے ہوئے تھے تاکہ لوگوں کو اس ذلت کی حالت سے نکالیں۔ ہماری قوم کی حالت بھی اس وقت ایسی ہی ہے۔ مسلمانوں کی قوم کو ہر جگہ مصیبت کا سامنا ہے اور چاروں طرف سے مصائب میں گرفتار ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قوم کے اندر خوبیاں بھی ہیں باوجود بے شمار عیوب کے اوروں کی نسبت خدا سے زیادہ قریب ہیں اس کی شہادت ہیاں سے پا ہوئے لو۔ خدا کے موجود ہونے کا جو احساس اور یقین اس قوم کو ہے اور کسی قوم کے اندر موجود نہیں۔ پانچ وقت نماز کی طرف آنا اور روزوں کی مشقت برداشت کرنا اور پھر رات کو سردی کے وقت تکلیف اٹھا کر قرآن سننا یہ باتیں بتاتی ہیں کہ

ان کا ایمان خدا پر کس طرح مضبوط ہے

ایک انگریز سیاح نے ایران میں اپنے ایک سفر کا قصہ بیان کیا ہے کہ ایک دن کچھ ایرانی سپاہی اس کے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے جب شام ہونے کو آئی تو جنگل میں رات کے وقت رستہ نہ ملنے کا خوف تھا مگر ان مسلمان سپاہیوں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہ اپنی اپنی سواریوں سے اتر کر میدان میں نماز پڑھنے لگ گئے اور اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی کہ رات کے اندھیرے میں ان کو رستہ کہاں ملے گا۔ اس نے لکھا ہے کہ یہ وہ قوم ہے کہ جن کے اندر خدا کی ہستی ایک حقیقت اور ایک امر واقع کے طور پر نظر آتی ہے۔ باوجود کمزوریوں کے یہ ایک خوبی ان کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس پر تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے کہ دل کے اندر قوم کی ترقی اور اصلاح کی تڑپ ان کے دل کے اندر پیدا ہو جو دعا دلی تڑپ سے نکلے گی وہ یقیناً قبول ہوگی پچھلی رات کو اٹھ کر خصوصیت سے رمضان میں دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ آنیوالی مصائب سے ہمیں محفوظ رکھے اور اس رستہ پر دوبارہ چلائے جس پر محمد رسول اللہ صلعم نے چلایا تھا۔ ایک اور دعا بھی ہے کہ اس اس چھوٹی سی قوم کی جو اشاعت اسلام کے لئے بنی ہے قوت استحکام کو اللہ تعالیٰ بڑھائے اور مضبوط کرے۔ اگر خدمت اسلام کرنی ہے تو اس مقصد کو اپنا نصب العین ٹھہرا لو۔ اس قوم کی ترقی میں اسلام کی ترقی ہے۔ اگر اسلام کے ساتھ پیار ہے اور خدا کا قرب حاصل کرنا ہے تو جس قدر ہو سکے اس کے لئے دعا کرو کہ اسلام کی ترقی ہو اپنی جماعت کی کمزوریوں کی اصلاح ہو۔

تاریخ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کا ذکر آتا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری قوم کو بیرونی دشمنوں سے اتنا نقصان نہیں پہنچے گا وہ خود یعنی تیری امت آپس میں ایک دوسرے کی جڑیں کاٹ دیں گے۔ تاریخ کو پڑھو تو اس کی ہمیشہ تصدیق ہوتی رہی ہے۔ مسلمانوں کا جہاں آپس میں تفرقہ اور دشمنی ہوئی اس نے مسلمانوں کو بے حد نقصان پہنچایا ہے پس یہ پہلو ہمیشہ مدنظر رکھو کہ آپس میں کوئی فتنہ اور فساد نہ پیدا ہو اللہ تعالیٰ اس سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ بعض لوگ کہتے ہی اور کبھی کبھی کوئی نوجوان بھی کہہ دیتا ہے کہ کام میں فلاں نقص ہے میں ان کو کہتا ہوں کہ وہ آگے بڑھ کر اس کام کو سنبھالیں عمارت جو بنائے اس کی بن جائے گی۔ دوسرے کی نہیں وہ آگے آئیں اور اس کام کو کریں تو وہ کام ان کا ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کے اندر اور نوجوانوں میں بالخصوص غلط خیالات پیدا ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو دنیا کا تجربہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ کام کو لینا چاہتے ہیں تو اس کے کرنے پر پورا زور لگائیں۔ آخر بڑے لوگوں کے بعد وہی اس کام کو کریں گے تو باتیں کرنیوالے نوجوان آگے بڑھیں اور اس کو سنبھال لیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ جنکے متعلق دعائیں کرنی چاہئیں اپنے بیوی بچوں کے صحیح رستہ پر چلنے کے لئے دعا کرو۔ دلوں کا پھیرنا اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اپنے دوسرے دوستوں کے لئے بھی دعائیں کریں یہ دس دن فائدہ اٹھانے کے ہیں۔ ان میں دعاؤں پر خوب زور دیں کہ اسلام کے اور مسلمانوں کے اعداء کے منصوبوں سے اسلام اور مسلمان بچے رہیں جماعت کے ساتھ مل کر دعائیں کریں دین کی اصلاح کے ساتھ ان کی دنیا بھی بہتر ہو۔ نوجوان خاص طور پر سحری سے پہلے اٹھیں اور دعا کریں۔ یہ ان کے لئے بہتری کا موجب ہوگا۔

شذرات

از شیخ محمد انعام الحق

بسنت ایک خالص ہندو تہوار ہے۔ لیکن آج کل اکثر مقامات پر مسلمان بھی اسے بڑے شوق سے مناتے ہیں۔ اگر ہمسایہ اقوام کی تہوار میں جائز و مناسب طریق پر حصہ لیا جائے تو کوئی قابل اعتراض بات نہیں لیکن اس روز مسلمان جو کچھ کرتے ہیں۔ وہ بیحد قابل اعتراض اور ان کے لئے ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے اس اجمال کی تفصیل کے لئے بسنت کے دن ہندو اور مسلمانوں کے مشاغل پر ایک نظر کیجیے امسال ۲۴ جنوری جمعہ کے روز بسنت تھی۔ اس دن لاہور شہر میں خاکسار راقم الحروف کو جو کچھ نظر آیا عرض کئے دیتا ہوں۔

اکثر قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ شمالی ہند میں اکثر مقامات پر بسنت کا دن مسلمانوں کی پتنگ بازی کیلئے مخصوص کئی کئی ہفتے بلکہ بعض شوقین کئی کئی مہینے قبل تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ڈور میں بڑیا مانجھے چڑھائے جاتے ہیں۔ رنگین و خوبصورت گڈیاں تیار کی جاتی ہیں۔ مقابلے کے چیلنج دیئے جاتے ہیں شرطیں بدی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کا مزدور طبقہ اس کارخیر میں سب سے پیش پیش رہتا ہے۔ بعض حضرات تو قرض دام لے کر اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر پتنگ بازی کے "فن شریف" کی سرپرستی فرماتے ہیں اگر دوسری اقوام طیارہ رانی کے فن کی طرف توجہ دے رہی ہیں۔ اور ان کے نوجوان ہوا بازی کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تو کیا ہوا۔ مسلمان بھی پتنگ بازی میں جی جان سے مصروف ہیں۔

میں شہر کی آبادی سے ذرا فاصلے پر رہتا ہوں۔ سحری کے بعد مطالعہ میں مصروف تھا۔ کہ شہر کی طرف سے کچھ شور سا سنائی دینے لگا۔ جو لحظہ بلحظہ بلند ہوتا گیا۔ اس شور کا آغاز پتنگ بازی کی ابتدا تھی جو صبح کاذب ہی سے جاہل مسلمانوں نے شروع کر دی تھی۔ آٹھ بجے کے قریب شہر کی طرف گیا۔ قدم قدم پر دل پاش منظر دیکھے فضائے آسمانی میں بے شمار رنگ برنگ کے پتنگ نظر آئے جن کو اس شدت کی سردی میں مسلمان کوٹھوں پر کھڑے اڑا رہے تھے۔ ایک دوسرے کے پتنگ کو کاٹنے کی اس طرح کوشش ہو رہی ہے گویا اس مقابلے کے نتیجہ پر کائنات کی فنا و بقا کا انحصار ہے۔

مگران پتنگ اڑانے والوں سے زیادہ افسوسناک منظر بسنے والوں کا تھا۔ شہر کی سڑکوں، باغوں، اسلامی محلوں کے گلی کوچوں میں بے شمار مسلمان بچے، لڑکے اور نوجوان گشت لگا رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں بڑی بڑی چھڑیاں یا بانس تھے جن پر خشک جھاڑیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور نظریں آسمان کی طرف تھیں۔ جہاں کسی کا پتنگ کٹا۔ یہ بالکل بھوکی چیلوں کی طرح اس پر جھپٹے۔ ایک پتنگ کے پیچھے بیسوں لگے ہوئے ہیں۔ خوب کھینچا تانی اور دھکم دھکا ہو رہا ہے زبان پر بلا تکلف فحش ترین گالیاں جاری ہیں۔ کبھی کبھی ہاتھا پائی بھی ہو جاتی ہے بعض جگہ اس کشمکش میں فریقین کو زخمی ہوتے بھی دیکھا۔ ثابت پتنگ شاید ہی کسی کے ہاتھ آتا ہو۔ اس کے پرزے پرزے ہو جاتے۔ ڈور ٹکڑے ٹکڑے ہو کے رہ جاتی۔ اگر کسی "خوش نصیب" کے ہاتھ ثابت پتنگ لگ گیا تو وہ مال غنیمت کے طور پر اس کو فخریہ دکھاتا پھرتا

سارا دن یہ طوفان بے تمیزی برپا رہا۔ مسلمانوں نے، آہ بدنصیب و فاقہ مست مسلمانوں نے، مقروض و نادار مسلمانوں نے صرف ایک شہر میں ایک دن میں ہزاروں روپیہ پتنگ بازی پر ضائع کر دیا۔ بہتوں کو کوٹھوں سے گر کر، آپس کی ہاتھا پائی سے چوٹیں آئیں۔ اور سینکڑوں سردی کی شدت سے بیمار ہو گئے۔ یہ بتلانے کی تو کچھ ضرورت ہی نہیں۔ کہ امسال بسنت کا تہوار جمعہ کے روز اور رمضان کے مبارک مہینے میں پڑا۔ آہ مسلمانوں کو مسجدوں میں خدا کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن وہ پتنگ بازی میں مصروف تھے کس کا روزہ کہاں کی نماز۔ اس روز موذن کی آواز بھی عالم بدمن مسلمانوں کی غفلت پر ایک نالہ ماتم، ان کی حیات قومی کا ایک مرثیہ معلوم ہوتی تھی۔ آہ جب رمضان کے پہلے جمعے کی نماز کے لئے اذان ہو۔ اور مسلمان نونہال مسجد میں آنے کی بجائے پتنگ بازی اور دشنام طرازی میں مصروف رہیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جائے

فرزندان توحید کی اس پتنگ بازی پر ذرا اقتصادی حیثیت سے بھی غور کیجئے۔ ان کا سارا دن ضائع ہوا۔ یہ لوگ دن بھر کام کر کے لاکھوں روپیہ پیدا کر سکتے تھے ان میں بہت سے ایسے تھے۔ جو روز کے روز کما کر کھانے پینے کا سامان لاتے ہیں۔ آج اُن کے گھر فاقہ رہا یا انہوں نے منت سماجت کر کے قرض سودا لیا۔ ان کی گڈیوں کے لئے کاغذ، ڈور وغیرہ کہاں کی تھی؟ غیر ممالک کی بنی ہوئی۔ کن کی دکانوں سے خرید کی؟ ہندوؤں کی دوکانوں سے۔ چند سال قبل پتنگ بنانے والے قریباً تمام مسلمان ہی تھے۔ لیکن اب برادران وطن نے اس میدان میں قدم رکھ دیا ہے۔ مسلمان خوشی خوشی ان کی دکانوں سے پتنگ خریدتے ہیں۔ گویا جو چند پیسے کسی غریب مسلمان کی جیب میں رہ جاتے تھے اب وہ بھی غیر مسلموں کے پاس پہنچ جاتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر ہماری اقتصادی تباہی مکمل نہیں ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں کے کارنامے آپ ملاحظہ فرما چکے۔ اب ہندوؤں کے مشاغل کی کیفیت بھی سنئے انہوں نے بسنت منائی۔ کئی روز پہلے اس کی تیاریاں کیں۔ ہندو اخبارات و رسائل۔ نے اپنے خاص نمبروں کی اشاعت میں اعلان کیا۔ کتب فروشوں نے خاص خاص کتب کا اشتہار دیا۔ مختلف سبھاؤں نے جلوس اور جلسوں کا اہتمام کیا۔ بسنت کے روز صبح سویرے ہر ایک ہندو کے ہاتھ میں اخبارات کے "بسنت نمبر" ان کی زبانوں پر قومی چرچے تھے۔ اور دلوں میں ترقی و بیداری کی ایک امنگ۔ شام کو بہت سے جلسے ہوئے لیکن ان میں سے گورودت بھون کا جلسہ خاص طور پر قابل ذکر ہے بے شمار آریہ سماجی اور ہندو مرد و عورت اس میں شریک ہوئے نوجوانوں نے جسمانی کرتب دکھلائے مختلف ورزشوں کے مقابلے ہوئے۔ لیکچروں میں حقیقت رائے کے فرضی قصے کو ولولہ انگیز طریق پر بیان کر کے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہونے پر ابھارا گیا۔ دیگر جلسوں، جلوسوں، اخبارات کے خاص نمبروں کا بھی مقصد یہی تھا۔

مسلمان اپنے تیوہاروں پر جو کچھ کرتے ہیں اس کی ایک جھلک آپ شب برات کے بیان میں دیکھ چکے ہیں دوسروں کے تیوہاروں پر ان کے جو مشاغل ہوتے ہیں وہ مندرجہ بالا سطور سے معلوم ہو سکتے ہیں اور اسکے بالمقابل برادران وطن کا طرز عمل بھی آپ کے سامنے ہے۔ اس کا نتیجہ جو کچھ ہوگا وہ بھی ہر ایک سمجھدار شخص کو معلوم ہے۔

ایک نا قابل و عیش پسند بادشاہ کی نسبت مشہور ہے کہ غنیم نے اسکی سلطنت پر چڑھائی کر دی اور ملک پر ملک شہر پر شہر فتح کرتا ہوا پایہ تخت کے قلعہ کی دیواروں کے نیچے آن پہنچا۔ بادشاہ اس وقت شطرنج کھیلنے میں مصروف تھا۔ امراء وزراء نے خبر دی کہ جہاں پناہ غنیم قلعہ کے پھاٹک کے سامنے موجود ہے۔ خبر لیجئے۔ بادشاہ نے بے پروائی سے کہا ایک بازی اور کھیل لینے دو۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو اس قصہ کو سن کر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ لیکن کیا ہماری قوم کی بے پروائی اور غفلت اس عیش پسند و نالائق حکمران سے بدرجہا بڑھی ہوئی نہیں؟ قوم کی کشتی حیات فنا و بربادی کی چٹان سے ٹکرا رہی ہے۔ مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔ حریف اپنی پوری قوت سے ہمارے مقابل۔۔۔۔ صف آرا ہو چکا ہے۔ خطرات نے چاروں طرف سے ہمارا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ مگر ہمارے نونہال پتنگ بازی اور آتشبازی ایسی حرکتوں میں مصروف ہیں

میں اس سلسلہ میں جو کچھ عرض کرتا ہوں اس کا مقصد اصلاح و عبرت ہے۔ قوم کو مایوس و مضمحل کرنا مقصود نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ہمیشہ تاریک پہلو ہی کو نہیں اپنا چاہیئے لیکن اس کے ساتھ ہی میرا اس بات پر بھی یقین ہے کہ حقائق خواہ کتنے ہی افسوسناک کیوں نہ ہوں اُن کو چھپانا یا چھپانے کی کوشش کرنا کسی لحاظ سے بھی مفید نہیں۔ کسی بھیانک منظر کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لینے سے کچھ نہیں ہوا کرتا بلکہ اس وقت غور و فکر اور عمل و حرکت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری قومی پستی و ذلت کے بھیانک منظر بھی ہم سے اصلاح کے لئے انہی چیزوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کاش ہم اس مطالبے کو پورا کریں۔

آریوں کی تبلیغی کوششیں

دہلی ۱۹ جنوری، سکرٹری آل انڈیا شردھانند دلت ادھار دہلی تحریر کرتے ہیں۔ کہ ماہ دسمبر ۳۰ء میں دہلی روہتک میرٹھ۔ بلند شہر کے ملحقہ دیہاتوں نیز علی گڑھ کے قرب و جوار گاؤں میں شوشل سدھار، انسو پار کے تیاگ اور بیگار کے خلاف پرچار کیا گیا۔

خواص پور ضلع بلند شہر میں بالمکی اور براہمنوں کے درمیان کچھ کشیدگی ہو گئی تھی۔ سبھا نے باہمی تصفیہ کر دیا۔ اس کے علاوہ اطلاع موصول ہوئی تھی۔ کہ موضع منکھو کے عیسائی شدہ مہتر دوسروں کو بہت تنگ کرتے ہیں۔ اوپدیشک بھیج کر جھگڑے کو رفع دفع کیا گیا۔

جنرل پرچارک گوردھاری روہتک کے چماروں کو بہت سے زمینداروں نے پولیس نے مل کر تنگ کرنا چاہا تھا۔ اطلاع ملنے پر زمینداروں کو لکھنے سے معاملہ ٹھیک ہوا ہے۔

اگلاس سے پرشادی درد پرام کی رپورٹ آئی کہ جب وہ پولیس چوکی سے اپنی لکڑی سے بھری گاڑی لئے جا رہے تھے تو پولیس کے ایک آدمی نے اُن کی گاڑی سے لکڑیاں اُتار لیں اور انکے منع کرنے پر اُن کو پیٹا معاملہ چل رہا ہے۔

دہلی کے کچھ لوگوں میں ہندو لکھنے کا پرچار کیا مگر کوئی اثر نہیں ہوا۔

مہالیور دہلی میں کچھ جاٹو عیسائی اور باقی آریہ۔ عیسائی لوگ تو کوشاں ہیں کہ ڈر ان کو بھی عیسائی بنا لیا جائے مگر ان کا کوئی اثر نہیں ہوا وہ لوگ کٹر آریہ ہیں پنچگای۔ تالم پور۔ بلند شہر کے جاٹو کٹر بختی ہیں ان میں پرچار کیا گیا۔

مٹی جنگیلی میں کچھ جاٹو عیسائی تھے۔ ان میں سے تین گھر شدھ کر لئے گئے ہیں۔ باقی کیلئے کوشش ہے۔ کہ وہ بھی شدھ ہو جائیں۔

بالی فتحگڈھ (روہتک) میں دلت ادھار کانفرنس ہوئی جہاں مختلف سماج سدھار بیگا کے خلاف اور مردم شماری میں آریہ ہندو لکھانے کے پرستاؤ پاس ہوئے۔ سونی پت کے مہتروں میں آپس جھگڑا تھا۔ ان کی پنچایت کر کے پرچار کرایا گیا۔ وہاں کی کمیٹی نے اُن کا ایک ایک روپیہ کم کر دیا ہے۔

شاہ پور۔ میں جاٹوں کا جو جھگڑا تھا وہ ٹھیک کرایا گیا۔ اور اُن کے ۷ لم بھائی شدھ کئے۔ سمنگاسی۔ پی کے ہندو دلت بھائیوں کو پاس نہیں آنے دیتے۔ اور ان کو سمجھایا گیا۔ تو ہندوؤں نے اُن کو اپنانے کی پرتگیا کی۔ اور مردم شماری میں آریہ ہندو لکھانیکو کہا۔ تیلی باندھا مارلے پور۔ بھنگاؤں۔ دوگاؤں جھلا، رنیو رہا اور پانی منولی۔ کساریڈی۔ بھلائی میں شدھ ہوئے۔ شراب وغیرہ تیاگ گئے۔ اور بچوں کو پڑھانیکی پرتگیا کرائی۔

ہم فتح پور۔ سندھ پور۔ کھونٹی وغیرہ مقامات پر میجک لالٹین سے ویاکھان کرائے گئے۔

مردم شماری کے متعلق مختلف مقامات سے خبریں آ رہی ہیں کہ بعض لوگ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ کہ دلت بھائی اپنے آپ کو ہندو نہ لکھائیں کیونکہ ہندو کانگریسی ہیں۔ کہیں کہا جاتا ہے۔ کہ دیکھو تمہارا نام ہمارے رجسٹر میں لکھا ہے۔ اس لئے تم آریہ ہندو نہیں لکھا سکتے۔ لوگوں کو سمجھایا گیا کہ وہ ڈنڈیا لالچ میں نہ آویں۔ اور اپنے دھرم پر قائم رہیں۔ خورجہ میں عیسائی لوگوں نے غلط فہمی پھیلائی تھی۔ مردم شماری میں ہندو لکھانے سے تم پر ٹیکس وغیرہ لگیگا۔ اس کے متعلق لوگوں کو سمجھایا گیا۔ کہ مردم شماری کی غرض کیا ہے۔ جس سے لوگ سمجھ گئے۔

جہانگیر آباد۔ عیسائیوں نے مہتروں کو خوف دلایا کہ ہمارے رجسٹر میں تمہارا نام عیسائی لکھا ہے۔ اس لئے اگر تم نام لکھاؤ گے۔ تو صاحب سے رپورٹ کی جائے گی۔ ان سے پرچار کر کے سمجھایا گیا۔ اور افسر مردم شماری کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی۔

انوپ شہر میں ایک مہتر نے عیسائیوں کے تنخواہ کا لالچ دینے پر اپنے محلہ کے تمام مہتروں کو عیسائی لکھا دیا پتہ لگنے پر لوگوں کو سمجھا دیا گیا جس سے وہ مہتر شرمندہ ہوا۔ اور گرداور کے یہاں اُن کے نام درست کر دیئے گئے

دائیور میں عیسائی ماسٹر شمار کنندہ نے وہاں کے مہتروں کو عیسائی لکھایا۔ اور پتہ لگنے پر وہاں کے پٹواری کے پاس جا کر ان کے نام درست کرائے گئے

ڈھاک میں راما شنکر پٹواری وہاں کے چماروں کو جاٹو نہیں

ایک متلاشی حق کے اعتراضات
اور
ان کے جوابات

ایک صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کی روش پر چند ایک اعتراضات کیے ہیں۔ جناب مولانا احمد صاحب نے ان کا مندرجہ ذیل جواب دیا ہے

برادر مکرم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ خیال کہ جماعت لاہور کے عقیدہ میں کھلی اور نمایاں تدریجی تبدیلی کھلے طور پر معلوم ہوتی ہے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اگر آپ یہاں چند دن اور رہتے اور جو خیالات آپ نے قلمبند کیے ہیں ان کا ازالہ زبانی کر لیتے تو یہ طریق بہت مفید ہوتا کیونکہ زبانی گفتگو میں سارے پہلوؤں پر بحث ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو نبوت کے لغوی معنوں کے رو سے نبی کہا۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ لغوی معنی کی رو سے نبی ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو مجدد، محدث مسیح موعود، مہدی کہا۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ مجدد ہیں محدث ہیں مسیح موعود ہیں مہدی ہیں حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو ظلی نبی یا بروزی نبی کہا۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ ظلی نبی ہیں بروزی نبی ہیں۔ اس معنے میں کہ نبوت محمدیہ کا انعکاس آپ میں ہوا۔

جس طرح لوہے پر آگ کا رنگ چڑھ جاتا ہے اور وہ فی الواقع آگ نہیں ہوتا آگ کا رنگ لے لیتا ہے۔ یا آئینہ میں کسی کا عکس آجاتا ہے لیکن عکس اور اصل الگ چیزیں ہوتی ہیں۔ شباہت ایک ہوتی ہے ورنہ اصل اصل ہے اور فرع فرع ہے دونوں نہ ایک ہوتے ہیں نہ دونوں کا حکم ایک ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی نبوت کو نبوت ناقصہ یعنی نبوت کی ایک جزو ٹھیرایا ہے اور اسے جزوی نبوت کہا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ کی نبوت جزوی نبوت ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ و اربعین جزء من النبوۃ اور حضرت صاحب نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مجھ میں نبوت کی ساری اجزاء پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہم حسب تحریرات حضرت صاحب آپ کو جزوی نبی یا آپ کی نبوت کو جزو نبوت کا ملہ سمجھتے ہیں۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں **ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ** اور ہم مانتے ہیں کہ حضرت صاحب کی نبوت صحف اولیٰ والی نبوت نہیں ہے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے نبوت کے لفظ کا استعمال صوفیوں کی اصطلاح میں کیا ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ حضرت صاحب کی نبوت صوفیوں کی اصطلاح والی نبوت ہے۔

جس طرح ہم اس وقت حضرت صاحب کو لغوی، مجازی ظلی، بروزی، جزوی، صوفیوں کی اصطلاح میں نبی مانتے ہیں۔ اسی طرح پہلے ہی مانتے تھے اور ہمارے عقائد میں تدریج آج تک نہیں آئی۔ شروع سے ہمارا جو عقیدہ تھا وہ اب بھی ہے جس طرح حضرت صاحب کی طرف یہ نسبت کرنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے دعویٰ میں تدریجی ترقی کی اسی طرح ہماری طرف یہ نسبت صحیح نہیں ہے کہ ہم نے تدریجی تبدیلی کی جس طرح حضرت صاحب کا دعویٰ شروع سے آخر تک ایک ہی رہا ہے اسی طرح ہمارا عقیدہ شروع سے اب تک ایک ہی رہا ہے۔

ہاں ایک لفظ میں بھول گیا وہ بھی لکھ دیتا ہوں۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ مجدد بھی اسی طرح بھیجا جاتا ہے۔ جس طرح نبی بھیجا جاتا ہے۔ اور اسی طرح محدث بھی بھیجا جاتا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ آپ کی رسالت مجدد والی رسالت ہے محدث والی رسالت ہے اور آپ ایسے ہی رسول ہیں جس طرح مجدد اور محدث رسول ہوتے ہیں۔

مسیح موعود کے وقت میں ہمارا یہی عقیدہ تھا مولینا نورالدین صاحب کے وقت بھی ہمارا یہی عقیدہ رہا اور اب بھی ہمارا یہی عقیدہ ہے اس میں تدریجی تبدیلی کا خیال صرف قیاس پر مبنی ہے جو واقعات سے مطابق نہیں ہے نبی اور رسول کے لفظ حضرت صاحب کے الہامات اور تحریروں میں بھی ہیں اور ہماری تحریروں میں بھی ان سے کوئی انکار نہیں لیکن جو مفہوم ان الفاظ کا حضرت مسیح موعود لیا کرتے تھے وہی مفہوم ہم بھی لیتے تھے یعنی مجدد اور محدث کی رسالت کا مفہوم لفظ رسول سے لیتے تھے اور لفظ نبی سے مراد جزوی نبوت ظلی نبوت، بروزی نبوت، نبوت ناقصہ، مجازی نبوت یہی مفہوم ان لفظوں کا ہماری تحریروں میں بھی ہے۔

حقیقی طور سے نبوت شریعت اسلام والی نبوت صحف اولیٰ والی نبوت اصلی نبوت نبوت کاملہ کا دعویٰ نہ حضرت صاحب نے کبھی کیا نہ کسی نے مانا بلکہ حقیقی طور سے مدعی نبوت کو حضرت صاحب نے کافر کاذب دائرہ اسلام سے خارج کہا۔

حضرت صاحب کے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا

حضرت صاحب کی طرف کسی قسم کی بھی نبوت منسوب کرو جو ان کی تحریروں کے مطابق ہو اور جس کا نتیجہ کلمہ گو مسلمانوں کی تکفیر اور دائرہ اسلام سے خارج کرنا نہ ہو ہم اسے مانتے ہیں مگر اس قسم کی نبوت منسوب کرنا جس کا نتیجہ تکفیر اور کلمہ گو مسلمانوں کا دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہو نہ اس کا دعویٰ حضرت صاحب نے کیا نہ ہم نے مانا نہ اب مانتے ہیں نہ حضرت صاحب کے وقت مانتے تھے۔

اول سے لے کر آخر تک حضرت صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معنے کے ساتھ خاتم النبیین سمجھتے رہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا۔ اسی کو ہم پہلے بھی مانتے تھے اور اب بھی مانتے ہیں کہ حقیقی طور سے کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ مجازی طور سے اگر کوئی نبی کے لفظ سے پکارا جائے تو یہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔

اس تحریر سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ کسی قسم کی نبوت کو کفر اور الحاد قرار دیا جاتا ہے کا فقرہ جو آپ کے خط میں ہے وہ صحیح نہیں ہے اور یہ آپ کو کسی نے دھوکا دیا ہے۔

حضرت صاحب کے وقت میں ہم نے نہ یہ آپ کی زبان سے سنا نہ آپ کی تحریروں میں ہمیں نظر آیا کہ جو بھی آپ کو نہ مانے آپ کے دعویٰ سے انکار کرے وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چاہے ان کا نام بھی نہ سنا ہو۔

اس لئے نبی اور رسول کا لفظ ان معنوں کے رو سے جو لغوی اور مجازی ہیں آپ کی نسبت استعمال ہوا ہے لیکن ان الفاظ پر تکفیر کی عمارت کھڑی نہیں کی گئی تھی بلکہ اپنے ایسے معنوں میں استعمال ہوئے تھے جس کے انکار سے تکفیر المسلمین کا مفہوم اس وقت کسی ذہن میں نہ آسکتا تھا۔

یہ کافرانہ قدم کب اٹھایا گیا

مگر حضرت مولینا نورالدین صاحب کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے تکفیر کا چرچا ہونے لگا اور سوائے احمدی جماعت کے باقی تمام غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا گیا اور یہ تکفیر کی عمارت اسی لفظ رسول اور نبی پر بنائی گئی جو حضرت صاحب کے الہامات یا تحریرات میں استعارہ اور مجاز کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور وہ الفاظ جو صرف حضرت مسیح موعود کی عظمت شان کے لئے آپ کے الہامات یا تحریرات میں استعمال ہوتے . . . .

. . . . یا آپ کی عظمت شان کے لئے ہم استعمال کرتے تھے وہ اس وقت ایک بڑے فتنے کے موجب بنائے گئے اور دنیا میں حضرت مسیح موعود کی حیثیت کو گرانے کے موجب بنائے گئے۔ مولویوں کے فتویٰ تکفیر کو جو وہ حضرت مسیح موعود کے خلاف دیتے تھے اور جو غلط تھا اسکو درست اور صحیح ٹھہرانے کے موجب بنائے گئے مولویوں کا فتویٰ آپ کے خلاف دعویٰ نبوت کی بنا پر تھا آپ اپنی زندگی میں دعویٰ نبوت سے انکار کرتے رہے اور اسی بنا پر مولویوں کے فتویٰ کو غلط قرار دیتے تھے کیونکہ مدعی نبوت کو تو حضرت صاحب بھی کافر کاذب دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔ جب بقول میاں صاحب حضرت صاحب کا دعویٰ نبوت کا تھا تو حضرت صاحب کے الفاظ کی رو سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت کو میں کافر کاذب سمجھتا ہوں۔ مولویوں کا فتویٰ درست ٹھیرتا ہے۔ اور جس کے دل میں مسیح موعود کی کچھ بھی عزت ہو وہ اس بات کو گوارا نہیں کرے گا۔

تکفیر مسلماناں ایک بدترین لعنت ہے

پس چونکہ نبی اور رسول کے لفظ کو اس وقت موجب فتنہ قرار دیا گیا اور اس پر تکفیر کی عمارت بنائی گئی جو مسلم قوم کو تباہ کرنے والی ہے اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کے بالکل خلاف ہے۔ اور قرآن و حدیث کے نصوص کے خلاف ہے حضرت صاحب کی تحریرات کے خلاف ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا تریاق القلوب۔ اس لئے ہمارا بحیثیت مبلغ اور مجاہد اسلام یہ فرض بھی تھا کہ ہم اس مذہب باطل کے خلاف آواز بلند کرتے جہاد کرتے اور چونکہ بنیاد تکفیر حضرت مسیح موعود کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا تھا اسلئے ہم نے حضرت مسیح موعود کی طرف ایسے دعویٰ نبوت منسوب کرنے کے خلاف جہاد شروع کیا جس کا نتیجہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے کی تکفیر ہو اور لفظ رسول اور نبی کا استعمال بھی اس کے بعد بہت کم کر دیا گیا نہ اس لئے کہ حضرت صاحب کے کثرت مکالمہ کے منکر ہو گئے اور اس لئے کہ آپ کے الہامات یا تحریرات میں لفظ نبی نہیں ہے ہم کثرت مکالمہ کے بھی اسی طرح قائل ہیں آپ کی پیشگوئیوں کے بھی اسی طرح قائل ہیں۔ آپ کی ظلی بروزی مجازی لغوی طور سے نبوت کے بھی قائل ہیں جیسے پہلے تھے بلکہ اس لئے کہ ان الفاظ سے ایک فتنہ اٹھایا گیا اور ایسا مفہوم لیا گیا جو نہ اللہ تعالیٰ کا منشا تھا نہ حضرت مسیح موعود کی مراد تھی۔ اور حضرت صاحب نے خود بھی لکھا ہے کہ میرا ہرگز مسلمانوں میں فتنہ ڈالنے کا مقصد نہیں اور چونکہ ان الفاظ رسول اور نبی سے فتنہ اٹھتا ہے اس لئے انہیں کٹا ہوا سمجھیں اور اس کی بجائے محدث کا لفظ لکھ لیں اور لفظ نبی رسول کو میرے متعلق عام بول چال میں نہ لائیں پس

ہمارے عقائد میں تدریجی ترقی کا الزام غلط ہے

خلاف واقعہ ہے۔ دھوکا ہے۔ (باقی دارد)

بقیہ اخبار احمدیہ

میاں خان محمد سب انسپکٹر پولیس انبالہ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ میاں صاحب نے اس خوشی میں انجمن کو عہ روپے بھیجے ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس مولود کو مسعود بنائے

ایک صاحب جن کو لکڑی کے کام کا ۳۰ سالہ تجربہ ہے اور وہ ٹھیکیداری کا کام کرتے رہے ہیں۔ اگر کوئی احمدی بھائی اُن کو اپنے ساتھ شریک کار بنا دے یا تنخواہ پر فیصلہ کرنا چاہے تو ہو سکتا ہے۔ زیادہ حالات زبانی یا بذریعہ خط و کتابت۔

ش م معرفت سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور

درخواستِ دعا

جالندھر چھاؤنی مشن ہسپتال میں صوبیدار نیاز علی صاحب بیمار ہیں۔ احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی کا دوسرا ریزولیوشن

دنیائے اسلام کو ناقابل تلافی نقصان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی برانچ نے حضرت رئیس الاحرار کی وفات حسرت آیات پر اظہار ماتم اور ان کے متعلقین سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے اپنے ۱۹ جنوری ۱۹۳۱ء کے ایک خاص جلاس میں جو کہ اسی لئے کیا گیا تھا مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی (برانچ لاہور) کا یہ اجلاس حضرت رئیس الاحرار کی وفات حسرت آیات کو دنیائے اسلام کیلئے ایک ناقابل تلافی نقصان محسوس کرتے اس سانحہ ارتحال پر رنج و الم کے عمیق جذبات کا اظہار کرتا ہے اور امید کرتا ہے آپکی تابناک زندگی جس کا نمایاں پہلو محبت و خدمت اسلام تھا قوم کے لئے اسوہ ہوگی۔ اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور متعلقین نیز قوم کو صبر جمیل عطا فرمادے

نیاز مند الہاشمی سیکرٹری

دس یوم کی آمد

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو مدنظر رکھیں

ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ

دیکھو تم وہ لوگ ہو جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔

فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ

مگر تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنی جان سے ہی بخل کرتا ہے۔

واللہ الغنی وانتم الفقراء

اللہ (اس سے) بے نیاز ہے (کہ تم اس کیلئے خرچ کرو) تم خود ہی (اس کے) [محتاج ہو]

وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم

اور اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو کھڑا کر دیگا۔

ثم لا یکونوا امثالکم

اور وہ تمہاری طرح بخیل نہ ہوں گے

خاکسار۔ محمد علی

ریزولیوشن دوم۔ ۲ انجمن احمدیہ دہلی (برانچ لاہور) کا یہ اجلاس حضرت مولانا مولوی سید حنیف ہاشمی دام اقبالہٗ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپ نے آئندہ کرایہ دفتر انجمن اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ نیز یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ آئندہ آپ ہی سیکرٹری شعبہ تبلیغ ہونگے۔ نیز ممبران انجمن ہذا کو امید ہے آپ بعد رمضان المبارک کے درس قرآن مجید دیا کریں گے جو آپ نے بسر و چشم منظور فرمایا۔ احباب جماعت نے یک زبان جناب کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد جلسہ بخیریت تمام ختم ہوا۔

خاکسار

(ابن علی)

چودہری غلام حسن صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر لویری والا سے یہ خوشخبری دیتے ہیں۔ کہ حضرت امیرؓ اور تمام احباب کی دعاؤں کی برکت سے اب میری صحت میں نمایاں فرق ہے صرف گلے کی شکایت باقی ہے اور کوئی تکلیف نہیں۔ احباب اپنی دعاؤں میں اس مخلص بزرگ کو ضرور یاد رکھیں

پیغام صلح کے آئندہ
ماہوار ایڈیشن

میں جو انشاء اللہ ۳۱۔ مارچ ۱۹۳۱ء کو شائع ہوگا دیگر مفید و دلچسپ مضامین کے علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت معرکتہ الآراء مضمون ہوگا جس کا میاں محمود احمد صاحب کے مریدوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ اسلئے تمام احباب کو چاہیئے کہ اس کی زائد کاپیاں خرید کر قادیانی اصحاب میں بکثرت تقسیم کریں اس خیال سے کہ اس نمبر کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو سکے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے یعنی ایک روپے کی سولہ کاپیاں علاوہ محصول ڈاک

دنیائے اسلام میں قادیانی فتنہ سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں کہ جنہوں نے ختم نبوت کو توڑ کر اساس ملت کی تخریب کی ٹھانی ہے اسلئے اس فتنہ کا سدباب اشد ضروری ہے

اس نمبر کی ضخامت کم از کم سولہ صفحے ہوگی سرورق نہایت دیدہ زیب و رنگین۔ تمام فرمائشیں ۲۸ فروری تک آجانی چاہیئیں قیمت فرمائش کے ساتھ آنی لازمی ہے +

خاکسار۔ منیجر اخبار پیغام صلح لاہور

افلاس مسلمین کا سبب عظیم

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ کہ افلاس و ناداری میں کوئی وسیع ملک ہندوستان کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ لیکن ہندوستان میں بسنے والی مختلف قوموں کو جب مالی حیثیت کے معیار پر پرکھا جاتا ہے تو مسلمانوں کی زبون حالی پر خصوصیت کے ساتھ خون رونے کو جی چاہتا ہے۔

فی الحقیقت مسلمان تعداد انمول اور تعلیم کے معاملہ میں برادران وطن سے منزلوں پیچھے ہیں۔ اور اگر ان کو اپنے مستقبل کیطرف اب بھی کوئی توجہ نہ ہوئی تو ان حالات کے پیدا ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ جن کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہمارے نزدیک اگر مسلمان صرف اپنے مال کا صحیح استعمال سیکھ لیں۔ تو اپنی بہت سی خرابیوں کو دور کر سکتے ہیں۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں برادران وطن کے دوش بدوش کھڑے ہو جاتے ہیں۔

یہ کسقدر افسوسناک امر ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمان ہر سال کم و بیش ۲۸ کروڑ روپیہ مختلف رسوم پر صرف کر دیتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے:-

مصارف ولادت	۸	کروڑ روپیہ
،، ختنہ	۲	،، ،،
،، شادی	۶	،، ،،
،، موت	۱۰	،، ،،
،، مختلف رسوم	۲	،، ،،

احمدی نوجوانوں کو اپنے اپنے شہروں میں مسلمانوں کو اس خطرناک تباہی سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ سمجھا بجھا کر اس کا انجام بد بتا دینا چاہئے۔

حدیث میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں سب سے بڑھ کر سخاوت کرتے تھے۔ احباب اس مہینہ میں دارالعلوم کی امداد کر کے حب رسول کے دعویٰ کا عملی ثبوت دیں۔

خبریں

—— لاہور ۶ فروری۔ آج ۲ بجے بعد دوپہر پنڈت موتی لال نہرو کے انتقال پر رنج و الم کا اظہار کرنے کیلئے باشندگان لاہور کا ایک جلوس جس میں زیادہ تر ہندو شامل تھے۔ باغ بیرون موری دروازہ سے شروع ہوا۔ اور لوہاری دروازہ پاپڑ منڈی شاہ عالمی دروازہ، بچھی ہٹہ سوہا، رنگ محل بزاز ہٹہ، سوہا بازار اور کشمیری بازار سے ہوتا ہوا۔ باغ بیرون موچی دروازہ میں ختم ہوا۔

جب جلوس کشمیری بازار میں پہنچا۔ تو ہندوؤں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی دوکانیں کھلی ہیں چنانچہ وہ مسلمان دوکانداروں کی طرف اشارہ کر کے "شیم شیم" کے آوازے کہنے لگے۔ اور انہیں غدار ٹوڈی بچے اور غیر مہذب الفاظ سے مخاطب کیا۔ مسلمانوں نے کہا کہ جب ہمارے نہایت جلیل القدر اور عظیم المرتبت رہنما رئیس الاحرار مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ سارے ہندوستان کے مسلمہ قائد تھے۔ اور جن کے انتقال نے دنیا بھر میں ایک قیامت برپا کر دی تو لاہور کے ہندو دوکانداروں نے ہڑتال انکار کر دیا تھا پس آج تم ہمیں کس منہ سے دوکانیں بند کرنیکے لئے کہ رہے ہو۔ اس پر ہندو مشتعل ہو گئے۔ اور انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ مسلمانوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ جب مسلمانوں میں ضبط کی طاقت نہ رہی۔ تو وہ لاٹھیاں لیکر بازار میں نکل آئے اس پر چند مسلمان اکابر نے بیچ بچاؤ کر کے صلح کرا دی۔ ورنہ نہایت ہولناک فساد برپا ہونیکا اندیشہ تھا۔

—— رگبی ۵ فروری۔ برطانیہ عظمیٰ اور شمالی آئرلینڈ کے جدید رجسٹر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انتخاب ۱۹۲۹ء کے مقابلہ میں ۱۹۷ ہزار ۶۶۴ ووٹروں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ پارلیمنٹری ووٹروں کی کل تعداد ۲ کروڑ ۵ لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور مردوں کی نسبت عورت ووٹروں کی تعداد بقدر ۱ کروڑ ۷۰ لاکھ زیادہ ہے۔

—— گورداسپور ۹ فروری خان بہادر شیخ عبدالعزیز سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور کے بنگلے میں کوئی شریر اجنبی گھس گیا۔ پولیس پہرہ کے کنسٹیبل نے اسے تاڑ لیا۔ چونکہ اجنبی نے جواب دینے سے انکار کر دیا تھا اس لئے ہیڈ کنسٹیبل نے اس پر فیر کر دیا۔ تاریکی کے پردہ میں اجنبی بھاگ گیا۔ اور باوجود سخت تلاش کے نہ مل سکا۔ شہر میں اس خبر سے سنسنی پھیل گئی۔

—— نیو دہلی ۹ فروری ارکان اسمبلی نے فیصلہ کیا ہے کہ اسمبلی کے ایوان کونسل میں سر ابراہیم رحمت اللہ صدر کو ۲۳ فروری کے روز گارڈن پارٹی دی جائے

نایاب تصاویر

۱- برلن مسجد کی تازہ تصویر جو $\frac{20 \times 30}{8}$ پر چھپوائی گئی ہے اور مسجد کا نہایت شاندار نظارہ ہے۔ مکانات کی سجاوٹ کے لئے عمدہ چیز ہے۔ قیمت - - - ۲ر فی تصویر

۲- حضرت مسیح موعودؑ کی پورے قد کی تصویر۔ جو نایاب تھی ایک بزرگ سے حاصل کر کے چھپوائی گئی ہے۔
قیمت - - - ۲ر فی تصویر

۳- حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی پورے قد کی تصویر جو آجتک مفقود تھی نہایت کوشش سے حاصل کر کے چھپوائی گئی ہے۔ قیمت - - - ۲ر فی تصویر

دیگر بزرگان سلسلہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب مرحوم۔ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر سلسلہ احمدیہ اور دیگر بزرگان سلسلہ کے فوٹو تیار ہو رہے ہیں جو بتدریج شائع ہوتے رہیں گے۔

جملہ درخواستیں بنام
منیجر دارالکتب اسلامیہ۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

مورخہ ۱۳ فروری سنہ ۱۹۳۱ء

فلسفہ صوم

ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها إلى الحكام لتأكلوا فريقا من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون (البقرة) اور تم لوگ اپنے مال کو آپس میں جھوٹ سے یا باطل طریق پر نہ کھا جاؤ۔ اور نہ ہی ان کو وسیلہ بنالو حکام کی طرف پہنچنے کا اس غرض کیلئے کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ کھا جاؤ گناہ کے ساتھ درآنحالیکہ تم اس کو جانتے ہو یہ رمضان کے رکوع کی آخری آیت ہے بظاہر تو اس آیت کا کوئی تعلق رمضان کے حکم کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہاں تو روزوں کا ذکر تھا اور اس آیت میں کسی کا مال ناحق نہ کھانے کا بیان ہے فی الحقیقت قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیات ہیں کہ جن کا اپنے سیاق و سباق سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن ان میں اگر ادنٰی غور بھی کیا جائے تو ایک لطیف تعلق نظر آتا ہے۔ یہاں بھی اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق رمضان کے احکام سے روزوں کی اصل غرض کے لحاظ سے ہے بلکہ اس میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس کا تعلق نہ صرف اس رکوع کے ساتھ ہے بلکہ اگلے رکوع کے ساتھ بھی ہے کہ جس میں قتال یا جنگ کا ذکر ہے۔ میں نے بسا اوقات دیکھا ہے کہ رکوع کے آخر پر جو آیت آتی ہے اس کا تعلق ہر دو رکوع کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی پہلے سے بھی اور بعد کے رکوع سے بھی۔ اب یہاں حکم تو یہ ہے کہ مال ناحق مت کھاؤ۔ اسکو رمضان کے ساتھ کیوں بیان کیا؟ قرآن شریف کوئی متفرق اور پراگندہ ہدایات کا مجموعہ نہیں اس کے اندر ایک ترتیب اور نظام ہے روزوں کے حکم میں۔

دو باتیں موٹی نظر آتی ہیں

ایک یہ ہے کہ روزہ میں یہ مشق کرائی جاتی ہے کہ انسان بھوک پیاس اور مشقت برداشت کرے اور جو اس کو برداشت کرلے وہ ہر قسم کی تکلیف برداشت کرسکتا ہے تو گویا روزے میں ایک بڑی موٹی غرض یہ بھی ہے کہ انسان بوقت ضرورت ہر قسم کی تکلیف اٹھانے کا عادی ہو جائے۔ دوسری طرف انسان جو دوسروں کا مال ناحق کھاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی ضروریات کو اپنی آمدنی کی حد کے اندر نہیں رہنے دیتا۔ اور یوں ضروریات کو پورا کرنے کا جو اصل ذریعہ ہوتا ہے اس سے تجاوز کر جاتا ہے اور ناجائز وسائل کو اس کے پورا کرنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔ تو یہاں یہی بتانا مقصود ہے کہ اگر تم مشقت اور تکلیف اٹھانے کا اپنے آپ کو عادی کرلو تو تمہیں ناحق کسی کا مال کھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سادہ زندگی سے اس کی ضروریات اس کی آمد کے اندر ہی پوری ہو جاتی ہیں۔ اور سادہ رہنے کے لئے ضرورت ہے کہ انسان تکلیف برداشت کرنے کا عادی ہو۔ آیت کے حصہ وتدلوا بها الى الحكام میں یہی بتایا ہے کہ رشوت لینے والا اور رشوت دیکر دوسرے کا حق مارنے والا دونوں اس پر غور کریں تو سادہ زندگی اختیار کرنے سے دونوں اس ناحق مال اڑانے کو چھوڑ سکتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے

کہ روزوں کا حکم اس مقصد کے لئے ہے کہ انسان اپنی مرضی اور خواہش پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرے۔ اور اس کی یہ عادت ہو جائے کہ وہ رضائے الٰہی پر راضی ہو جائے۔ اور یہی رمضان کی اصلی غرض ہے۔ اس مقصد کے حاصل ہونے میں سب سے بڑی مشکل جو پیش آتی ہے وہ مال کی محبت ہے۔ مال کی محبت سے بڑھکر کوئی خطرناک بت انسان کے اندر نہیں ہے۔ جب رمضان کے حکم میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دکھ اور تکلیف برداشت کرنے کا سبق دیا تو ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ مال کی محبت سب سے زیادہ رضاء الٰہی کے حصول میں روک ہے۔ اگر ایک شخص اس کا مقابلہ کرے تو وہ اپنے اصل مقصد کو بھی حاصل کرے گا۔ اور اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جب انسان وہ چیزیں بھی خدا کی رضا کے لئے چھوڑ دیتا ہے جو اس کے لئے جائز ہیں تو پھر اس کے لئے یہ کس قدر آسان ہے کہ اس رضا کے حاصل کرنے کے لئے ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جو نا جائز ہیں بلکہ ان سے تو بدرجہ اولٰی بچنا چاہیے کیونکہ ناجائز امر سے تو انسان کی اپنی فطرت بھی اسے روکتی ہے۔ اگر یہاں ناجائز سے نہ روکتا تو رمضان کی غرض ہی مفقود ہو جاتی۔ کیونکہ اس کی اصل غرض تو انسان کو بدی کا مقابلہ کرنے کے لئے ہی تیار کرنا ہے۔ اب اس کے بعد دوسرے رکوع میں احکام جنگ کا ذکر ہے۔ اس میں فرمایا وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا۔ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرو کہ جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔

جنگ کی ضرورت اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت

کے لئے پیش آئی تھی مگر جنگ کے لئے مال کی ضرورت ہے۔ جنگ بغیر مال کے ہو نہیں سکتا اس لئے اس صورت کے آخر تک انفاق مال پر زور دیا ہے یعنی اسلام اور مسلمانوں کو بچانے کے لئے جنگ کی ضرورت ہے اور جنگ کے لئے مال ضروری ہے اس لئے اپنی جانوں کے ساتھ اپنے مالوں کو بھی خرچ کرو۔ اور مسلمانوں کو تباہی سے بچاؤ۔ پس اس آیت میں چونکہ مال کی حفاظت کا ذکر ہے۔ اس لئے اس کو دونوں رکوعوں کے درمیان میں رکھ دیا ہے۔

اپنے مال کی حفاظت کرنا

اس کی قرآن کریم نے بہت تاکید کی ہے۔ دنیا میں کسی قوم کی زندگی کے لئے پہلی ضرورت قوم کے مال کی حفاظت ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اضاعۃ المال کو سخت ناپسند کرتا ہے اور قرآن کریم بڑے صریح الفاظ میں فرماتا ہے ولا تؤتوا السفهاء

اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما

اپنے مال کم عقل لوگوں کے سپرد مت کردو

وہ مال جو اللہ نے تمہارے قیام کا موجب بنایا ہے۔ سفیہ وہ ہے جو صحیح طور پر مال خرچ کرنا نہیں جانتا۔ یہاں بھی نہ صرف مال کو قیام یا زندگی کا موجب کہا ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ مال کو ضائع کرتے ہیں ان کے سپرد مالوں کو مت کرو۔ دوسری جگہ عباد الرحمٰن کا ذکر کرتے ہوئے جہاں اور بڑی بڑی خوبی کی باتیں بیان کی ہیں کہ وہ فروتنی سے چلتے راتوں کو اٹھتے، خدا کی عبادت کرتے ہیں یہ بھی فرمایا کہ وہ مال کو خوبی سے خرچ کرتے ہیں والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما۔ وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اس میں اسراف نہیں کرتے۔ اور جب خرچ کرنے کا موقعہ آتا ہے تو اس میں تنگی نہیں کرتے۔ گویا جو لوگ مال کو صحیح طور پر خرچ کرتے ہیں وہ عباد الرحمٰن میں داخل ہو جاتے ہیں اس قدر تاکید کے ہوتے ہوئے مسلمانوں میں مال کی حفاظت کوئی نہیں بلکہ اس معاملہ میں مسلمانوں نے اپنے آپ کو برباد کر رکھا ہے۔ اب یہ

مال برباد ہو رہے ہیں رسم و رواج میں

اور فضول خرچیوں میں دوسری قومیں اپنے اخراجات میں سادگی پر آگئیں مگر مسلمان دن بدن اس میں تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔ شادی اور موت کے موقعہ پر جو فضول خرچ ہوتا ہے اس میں دوسری قومیں سادگی اختیار کر رہی ہیں مگر مسلمان آنکھیں بند کر کے ذلت کی طرف جا رہے ہیں اور اپنی جائدادیں دوسروں کے سپرد کرتے جاتے ہیں۔ وہ مال جس کو قرآن کریم نے جعل اللہ لکم قیاما فرمایا تھا کہ وہ زندگی کا موجب ہے۔ مسلمان اُسے اپنی تباہی اور بربادی کا موجب بنا رہے ہیں اور اس کو اپنے ہاتھوں سے برباد کرتے جاتے ہیں۔

تحقیقات کر کے دیکھ لو

اکثر مسلمان جو مقروض معلوم ہوں گے جن کی جائدادیں قرضوں میں فروخت ہو کر وہ اور ان کی اولاد افلاس کی ذلت میں گر گئی ہو گی تو یہی معلوم ہو گا کہ یہ قرضہ شادی رچانے پر برباد ہوا۔ برادری کی بھاجیوں اور دعوتوں پر برباد ہوا اور ایک بہت بڑا حصہ مسلمانوں کا ان رسم و رواج سے برباد ہوتا جا رہا ہے مگر کوئی اس طرف توجہ نہیں دیتا۔ اسلام نے مسلمانوں کے تمام امور میں ایسا اعلیٰ نظام مقرر کیا ہے کہ جس کی نظیر دوسرے مذاہب اور اقوام میں کہیں نہیں ملتی اس نے جس طرح سے عبادات میں ایک جماعت کا رنگ رکھا ہے اسی طرح خیرات میں بھی جماعت کا رنگ پیدا کر دیا ہے۔ خیرات کو نظام میں لانا یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے۔ قرآن کریم میں نہایت کھلے احکام موجود ہیں اور رسول اللہ صلعم کا یہی عملدرآمد تھا کہ

ساری زکوٰۃ ایک جگہ جمع کرتے

یہ کسی کو اختیار نہ تھا کہ اپنے طور پر جس کو چاہے دیدے۔ مسلمانوں میں سب سے پہلی جنگ جو ہوئی وہ اس بات پر نہیں ہوئی کہ زکوٰۃ کا اسلام میں حکم ہے یا نہیں۔ کسی نے نہیں کہا کہ ہم اس حکم کو نہیں مانتے بلکہ وہ اس بات پر ہوئی تھی کہ ان لوگوں نے زکوٰۃ خلیفۃ المسلمین کو دینے سے انکار کیا۔ زکوٰۃ کا اصل اصول یہی تھا کہ وہ ایک جگہ پر جمع ہو اور قومی ضروریات پر خرچ ہو۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی وہ اس بات کے منکر تھے وہ اپنے طور پر اس کو خرچ کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن آج وہی نقص مسلمانوں میں عام ہے کہ ان کی زکوٰۃ کسی ایک جگہ جمع نہیں ہوتی۔ اپنے طور پر ہر مولوی اور ملا اس کو وصول کر کے کھا چھوڑتے ہیں۔ جن لوگوں کو ضرورت ہے ان لوگوں تک وہ روپیہ نہیں پہنچتا اور جن لوگوں کا حق نہیں ہے ان کو وہ مل جاتا ہے۔ مسلمانوں کا بہت سا روپیہ اس بدنظمی کی وجہ سے ضائع چلا جاتا ہے اور قوم دن بدن مرتی چلی جا رہی ہے۔ قوم میں بھیک مانگنے والوں بیکار مولویوں کی تعداد بڑھ رہی ہے کیونکہ جب ان کو یہ آسان پیشہ روٹی کمانے کا مل گیا ہے کہ گھر سے نکلے اور در بدر زکوٰۃ وصول کرتے پھرے تو وہ محنت کیوں کریں گے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج جو مسلمان زکوٰۃ دیتے بھی ہیں وہ آدھا حکم زکوٰۃ کا مانتے ہیں۔ تومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض اور اس کا نتیجہ بھی بجائے قومی قوت بڑھنے کے جو اصل مقصد تھا قومی ذلت کا بڑھنا ہے۔ فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیٰوۃ الدنیا

زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ فطر ایک چھوٹی سی چیز ہے

کہ جس کو ہر مسلمان پر فرض کر دیا گیا ہے خواہ کوئی دودھ پیتا بچہ یا ایک ہی رات کا پیدا ہوا ہوا کیوں نہ ہو اس کا صدقہ مقرر ہے۔ صدر اسلام میں جو چیز کسی کو میسر آتی تھی وہ دے دیتا تھا۔ عام طور پر ایک پیمانہ جو کا دیتے تھے کہ جس کو صاع کہا جاتا تھا۔ اس کو ماپ کر جو کا دیتے تھے کشمش۔ پنیر۔ کھجور کا بھی وہی پیمانہ دیتے تھے حضرت معاویہؓ کے وقت میں جب جو کی بجائے گیہوں ملنے لگی تو جو چونکہ سستی چیز تھی اور گندم گراں چیز اس لئے انہوں نے اس کا پیمانہ نصف فی کس مقرر کر دیا۔ موجودہ نرخ سے صدقہ فطر ۳ر یا ۴ر رہتا ہے۔ بہرحال عید کے موقعہ پر یہ صدقہ کہلاتا ہے اور اس کا دینا ہر مسلمان چھوٹے بڑے پر ضروری ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں اس کو بھی جمع کیا جاتا تھا اور مستحقین کو تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ حدیث میں صاف الفاظ ہیں کانوا یعطون لیجمع لا للفقراء وہ اس کو ایک جگہ جمع کرتے تھے۔ اپنے طور پر فقیروں میں تقسیم نہ کر دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زکوٰۃ الفطر کی حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا۔ ایک جگہ پر جمع ہونے سے اس سے بہت سے کام نکل سکتے ہیں لیکن متفرق طور پر تقسیم کر دینے سے قوم کو بہت کم فائدہ پہنچتا ہے۔ مسلمان صدقہ فطر تو ادا کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی اس کو جو جمع کرنے کا حکم ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایک حصہ کی تعمیل کرتے ہیں اور دوسرے کی نہیں کرتے۔ مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے اگر صرف پنجاب کا فطرانہ ہی ایک جگہ جمع ہو تو اس کی رقم پچیس تیس لاکھ روپیہ ہو سکتی ہے مگر مسلمانوں کی غفلت ہے سے اس قدر رقم کس طرح برباد ہو جاتی ہے کہ جس سے بڑے بڑے قومی کام نکل سکتے ہیں ضرورت ہے کہ کچھ مسلمان اٹھیں اور اس سنت کو زندہ کریں کہ یہ روپیہ ایک جگہ پر جمع ہو سکے۔ یہ روپیہ جو مسجدوں کے درودوں پر ضائع جاتا ہے اس کے ایک جگہ جمع کرنے سے نظام کے ماتحت کتنا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے

کہ آپ اس قسم کے روپیہ کو اپنی انجمن کے سپرد کریں تاکہ وہ اس کی وساطت سے مستحقین کو پہنچے مسکینوں اور بیواؤں کو یہاں سے وظائف دینے پڑتے ہیں۔ اور جب کسی شخص کو روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے جواب دینا پڑتا ہے تو دل کو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ آپ اپنے صدقات کو ایک جگہ جمع کر کے قوم کے مستحقین کی مدد کریں۔ سب سے پہلی ضرورت اس امر کی ہے کہ قوم کی قوت بڑھے۔ عام مسلمانوں سے بھی میں یہی کہتا ہوں کہ وہ اپنے نظام صدقہ کو ٹھیک کریں اور کسی انجمن کو جو مسلمانوں کی اصلاح اور بہبودی کا کام کرتی ہو اس کے سپرد کریں۔ بجائے اس کے کہ وہ یوں بدنظمی سے برباد ہو اتنی بڑی لاکھوں روپیہ کی رقم ہر سال ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کا ایک جگہ جمع کر لینا کوئی مشکل کام نہیں اپنے احباب بھی ہر جگہ کوشش کریں کہ روپیہ قوم کے خزانہ میں پہنچے۔ اسی طرح ایک اور بڑا بھاری کام قربانی کی کھالوں کا ہے اس کی بھی لاکھوں روپیہ کی رقم غیر مستحق لوگوں پر ضائع چلی جاتی ہے کہ جو سوائے پانچ وقت کی نماز پڑھا دینے کے اور کوئی کام نہیں کرتے۔ اس قسم کے قوم کے صدقات کے روپیہ کو سنبھالنے کی کوشش کریں اور اس کو محفوظ کر کے اس کو قوم کی ترقی کا موجب بنائیں ورنہ اس وقت جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ تو یہی ہے کہ قوم دن بدن دوسروں کی غلام ہوتی چلی جا رہی ہے اگر قوم نے اپنے آپ کو نہ سنبھالا تو اس کا انجام اچھا نہ ہو گا۔

خطبہ ثانیہ

عید کیلئے ہلال کا دیکھنا ضروری نہیں

(منازل قمر کے حساب سے بھی عید کی جا سکتی ہے)

اس کے بعد حضرت امیر نے اسلام کی ترقی اور نصرت کیلئے دعا کی اور احباب سے کہا کہ وہ بلند آواز سے آمین کہتے جاویں اور پھر عید کے متعلق ذکر کرتے ہوئے کہ کس دن ہو گی اس امر پر افسوس کیا کہ مسلمانوں میں سے علم کے فقدان سے اسمیں بھی آئے سال اختلاف اور جھگڑے پیدا ہوتے رہتے ہیں کبھی تاروں کا انتظار کرتے ہیں کہ باہر سے آتی ہیں یا نہیں کبھی آدھی رات ڈھنڈورے پیٹے جاتے ہیں کہ کل عید ہو گی اور کبھی روزہ رکھنے کے بعد دن کو روزے افطار کئے جاتے ہیں کہ آج عید ہے۔ غرض ایک عجیب بدنظمی کا عالم اس عید پر بپا ہوتا ہے۔ حالانکہ احادیث کے بغور مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عید کیلئے دونوں طرح کے احکام موجود ہیں۔ یعنی ایک جگہ یوں بھی فرمایا کہ ہم امی قوم ہیں یعنی عرب کے لوگ حساب کتاب نہیں رکھتے تو جب انتیس کو چاند نظر نہ آئے تو تیس پورے کر لو اور دوسری جگہ حدیث میں ایسے ہی سوال پر کہ اگر ۲۹ تاریخ کو بادل ہو تو کیا کریں۔ فرمایا فاقدروا لہ یعنی اندازہ کے مطابق حساب کر لو وہ یہی جنتری وغیرہ کا حساب ہے۔ امام شافعی سے یہ روایت منقول ہے کہ آپ نے ان الفاظ کی تشریح یوں کی کہ فاقدروہ بحساب المنازل یعنی چاند کے منازل کی رو سے حساب کر لو۔ گویا جس دن حساب سے چاند نکلتا ہو اسکو درست مان لو اور ابن شریح نے کہا ہے کہ یہ خطاب فاقدروا لہ یعنی منازل سے حساب کر لینا ان لوگوں کیلئے ہے جو اس کا علم رکھتے ہیں اور دوسرا حکم تیس پورا کرنے کا عام لوگوں کے لئے ہے۔ بہرحال اس وقت چونکہ ہم سب کے ساتھ ہیں اس لئے جس دن بھی عید ہو اس دن آپ لوگ دس بجے سے پیشتر یہاں پہنچ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر عید کے لئے یہی حکم دیا ہے کہ اس نماز کے لئے عورتیں بھی نکلا کریں تاکہ کبھی ان کے کان میں بھی وعظ و نصیحت کی کوئی بات پڑ جائے۔ اس موقعہ پر صدقہ کے علاوہ ہماری جماعت نے عید فنڈ بھی اشاعت اسلام کیلئے مقرر کیا ہے کہ جو اس خوشی کے موقعہ پر شکرانہ خرچ کرنا ہے اشاعت اسلام اور خدمت اسلام کیلئے دیا جاتا ہے کم از کم عہ روپیہ اس کے لئے مقرر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۴۹ سنہ ہجری | نمبر ۱۱

تحفہ شوراتری
اور
بانی آریہ سماج سوامی دیانند کا ہوش سنبھالا

شو ہندو الہیات میں تریموری (تثلیث) کا ایک دیوتا ہے کہ جس کی غالب صفت تباہ و برباد اور فنا کرنا ہے اس کے علاوہ دو دیوتا برہما پیدا کرنے والا اور وشنو حفاظت کرنے والا ہے ویدوں میں جس دیوتا کو رُودر یعنی رونے اور رلانے والا کہا گیا ہے۔ اسی کو ہندو انسانوں میں شو کہا گیا ہے یا یوں سمجھو کہ ویدوں کے رُودر دیوتا اور شو جی کی صفات باہم ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ ہندو مذہب میں جس طرح دیوتا الگ الگ صفات کے مظہر ہیں اسی طرح ان کی پرستش کرنیوالوں کے گروہ بھی الگ الگ فرقوں یا مذاہب میں منقسم ہیں خصوصیت سے شو جی کے پیرووں کو شومت یا شیوؔ کہتے ہیں کہ جو شو جی کے .... کی پوجا کرتے ہیں۔ شو جی کی مورتی یا ان کا بت سیاہ رنگ کا گلے میں کھوپریاں اور سانپ کی مالا پہنا ہوا سر پر چپکے ہوئے لمبے لمبے بالوں کے اندر گنگا کی دھار کو تھامے ہوئے تاکہ آسمان سے گرتی ہوئی گنگا کے بوجھ سے زمین دب نہ جائے۔ پیشانی میں تین آنکھیں ایک درمیانی آنکھ کے اوپر ہلال کی شکل گلا زہر نوشی کے اثر سے نیلا۔ ہاتھ میں ترسول اور اس کے ساتھ ہی ایک ڈمرو بنا ہوا ہوتا ہے شاکت مذہب یا وام مارگی لوگ اس کی بیوی کالی کی پوجا کرتے ہیں۔ اس کا بت اس شکل کا بنایا جاتا ہے کہ وہ شراب پی کر اپنے خاوند کی چھاتی پر رقص کر رہی ہے شو جی کو عشق اور محبت کا دیوتا بھی سمجھا جاتا ہے شو جی کے اس مختصر سے تعارف کے بعد اب شوراتری کی وجہ تسمیہ بھی سن لیجئے سنسکرت میں راتری رات کو کہتے ہیں یہ ایک خاص رات کا نام ہے کہ جو ہندو مہینہ ماگھ میں چاند کی آخری تیرھویں رات ہوتی ہے۔ دن کو تمام دن ہندو شو جی کی پوجا کا روزہ رکھتے ہیں قماربازی کرتے ہیں اور اشنان کرتے ہیں۔ چھوٹی موٹی اور بھی بہت سی رسوم ہیں کہ جو اس موقعہ پر ادا کی جاتی ہیں۔

ہندو دھرم کی تاریخ میں ایک اہم واقعہ

ایسی مقدس رات میں کہ جس کی تاریکی میں شاکت مت والے یا وام مارگئے اور شیوؔ مت کے لوگ پوجا اور پرستش کے نام سے وہ وہ کام کرتے ہیں کہ جن کے بیان کرنے کا قلم کو یارا نہیں آج سے سو سال پیشتر ایک نوجوان لڑکا اپنے باپ کے ساتھ شو جی کی پوجا میں مصروف تھا۔ شو جی کے بت کے سامنے نذر نیاز کی نعمتیں موجود تھیں کہ یکایک اس نوجوان نے اونگھ سے آنکھ جھپک کر دیکھا کہ ایک موش (چوہا) شو جی کی اس مورتی کے آگے نذر نیاز کے تحائف پر اچھل کود کر قلابازیاں کھا رہا ہے اور وہ بڑی ارادتمندی سے شو جی کے حضور پیش کی ہوئی شیرینیاں اپنے تصرف میں لئے جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر نوجوان کے دل میں یہ خیال گدگدایا کہ کیا ایسے شو جی کی پوجا کرنی چاہیے کہ جو ایک چوہے سے بھی زیادہ کمزور اور اپاہج ہے اس کے دل سے وہ بات نکلی کہ جس سے بڑھ کر ۱۳۰۰ سال پیشتر قرآن کریم نے فرمایا تھا وان یسلبھم الذباب شیئاً لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب ما قدروا اللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیز۔ ان بتوں سے ایک مکھی اگر کوئی چیز چھین لے جائے تو اس سے اس کو چھڑا نہ سکیں مانگنے والا اور جس سے وہ مانگتا ہے دونوں کمزور ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی وہ قدر نہیں کہ جو اس کی قدر کا حق ہے۔ اللہ تو بہت قوی اور غالب ہے۔ یہ کمزور بت انسان کو کیا دے سکتے ہیں کہ جو اپنی حرکت کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہیں۔

بت کی اس کمزوری کے نظارہ نے اس کو بت پرستی سے ایک وقت کے لئے بیزار کر دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ توحید کا جذبہ لیکر گھر سے نکل آیا لیکن افسوس فطرت کی یہ آواز اس کے اندر ابھی مضبوط نہ ہوئی تھی وہ ایک مدھم سا نقش تھا اور ہلکا سا ہوا کا جھونکا کہ جس نے اس کو اپنے گھر سے تو نکال دیا لیکن بت پرستی سے اُسے کامل نجات نہ دی کیونکہ ایک عرصہ بعد بھی ہم اس نوجوان کو دوبارہ شیوؔ مت میں پاتے ہیں کہ جس کا وہ نہ صرف ایک ممبر ہی تھا بلکہ اس کا پرجوش مبلغ تھا یہ شخص کہ جس کے اصلی اور یقینی نام سے آج کوئی شخص واقف نہیں اور نہ اس کے ماں باپ اور جائے پیدائش کا کوئی شناسا ہے۔ مختلف مذاہب و خیالات ہندو دھرم بلکہ برہمو سماجیوں اور تھیوسوفسٹوں تک کی سیر کرتا ہوا بالآخر ایک سنیاسی کے روپ میں دیانند کے نام سے تاریخ ہندوستان کے اندر پکارا گیا۔ اس کی خودنوشت سوانحعمری لالہ لاجپت رائے کی تالیف اور آریہ سماج کے اقتباس مرتبہ پنڈت دیوشاستری پرنسپل گورو کل جوالاپور سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی زندگی سراپا انقلاب خیالات اور عقائد کی زندگی تھی وہ ایک کامیاب مناظر تھے لیکن ایسے کامیاب کہ جو ہر مناظرہ سے ایک نیا سبق اور نیا عقیدہ حاصل کرتے تھے۔ ان کے دل میں سچائی کی تلاش کے لئے ایک تڑپ تھی کہ جو ساری عمر قائم رہی۔ نہیں کہہ سکتے کہ اگر وہ اب تک زندہ رہتے تو بقول نر دیوشاستری کن خیالات اور عقائد کی فضا میں موجود ہوتے۔ افسوس ہے کہ حالات کی ناسازگاری اور اُردو فارسی اور عربی سے ناواقفیت کی وجہ سے اسلام کی صحیح تعلیم ان تک نہیں پہنچ سکی۔ ہمارے حضرت مرزا صاحب نے ابتدا میں ان کو دو تبلیغی خط رجسٹری کر کے بھیجے پھر ایک انعامی اشتہار طبع کرا کے بھیجا مگر

زبان یار من ترکی و من ترکی نمے دانم

والا معاملہ رہا۔ حضرت صاحب سنسکرت نہ جانتے تھے اور سوامی جی اُردو نہ جانتے تھے اور یہ ہمعصری کا وقفہ بھی بہت ہی محدود نکلا ورنہ سوامی جی نے جس طرح ہندو مذہب میں چند ایک اسلامی تعلیمات کا پیوند لگایا تھا اس سے امید تھی کہ اسلام سے کہیں یقیناً وہ حق کو پا لیتے۔

سوامی جی کے کام پر ایک نظر

موسم کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ جس طرح زمین اور اس کی روئیدگیوں میں تر و تازگی اور پژمردگی کے دور آتے رہتے ہیں اسی طرح قوموں کی تاریخ میں بھی زندگی اور موت کے پیغام آتے ہیں بعض مصلحین زمانہ کی آمد سے قومیں زندہ ہوتی اور بعض کے ہاتھوں موت سے ہم آغوش ہوتی ہیں۔ ہندو دھرم ان پرانے مذاہب میں سے ایک مذہب ہے کہ جس کی تاریخ زمانہ تاریخ نویسی سے بہت پہلے کی ہے اس لئے یہ آسانی سے نہیں بتایا جا سکتا کہ اس مذہب کی داغ بیل کس نے ڈالی خود اس کی اپنی تاریخ افسانوں اور دور از قیاس خیالات اور استعاروں میں گم ہے تاہم اس قدر وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس دھرم کے قدیم سے قدیم لٹریچر سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس مذہب کی روح رواں چند ایک اصول ہیں جن پر اس کی عمارت ہزارہا سال سے کھڑی ہے ایمانیات میں سب سے اول درجہ ویدوں کا ہے کہ جن کی تشریح برہمن گرنتھوں کے اندر موجود ہے۔ ویدبذات خود مظاہر قدرت کے تعصیدہ خواں ہیں اور برہمن گرنتھ عملی رنگ میں ان کی پرستش عبادت اور نذر و نیاز پیش کرنے کے طریق بیان کرتے ہیں۔ گذشتہ مفسرین وید نے اپنی کتب کی مدد سے ویدوں کے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں بھاشیہ کئے ہیں۔ ان سب کے ترجموں اور معانی میں ایک یگانگت پائی جاتی ہے لیکن آج سے قریباً نصف صدی پیشتر سوامی دیانند جی مہاراج نے اس میں مغربی خیالات کا پیوند لگا کر اس کو زمانہ کے حسب حال بنانے کی کوشش کی اور یوں اس خالص اور قدیم مذہب کو جدید خیالات میں خلط ملط کر کے مذہب کی اصلی روح کو بدل دیا۔ ان کے ارادہ اور نیت کو شاید اس قدر بُرا نہ سمجھا جائے کیونکہ وہ ہندو دھرم کو زمانہ کی چال کے ساتھ ساتھ چلانا چاہتے تھے۔ ان کے سامنے متعدد جدید تحریکات تھیں کہ جو ہندو دھرم کے نقشہ کو یکسر ملیٹ دینا چاہتی تھیں۔ لیکن سوامی جی کی کوششیں پرانے ڈھانچہ کو قائم رکھ کر

نئے ساز و سامان سے منڈھ دیا تھا اور بس۔

انہوں نے مذہب کا نام تو وہی ویدک دھرم رکھا لیکن اس کے بڑے بڑے ارکان کو اپنے زعم میں بوسیدہ سمجھ کر بدل دیا۔ ویدوں کا اصل موضوع مظاہر قدرت کی ستائش پرستش اور ان سے اپنا مایحتاج طلب کرنا تھا۔ ایک شخص کی پیدائش سے لیکر موت تک کے جس قدر بھی رسم و رواج انسانی تخیل نے اس وقت تجویز کر رکھے تھے ان میں کسی نہ کسی دیوتا کی پرستش کے یگیہ رچائے جاتے تھے۔ نذریں پیش کی جاتیں۔ اور دعائیں مانگی جاتی تھیں چھ چھ مہینے تک یہ یگیہ جاری رہتے اور ان کے اندر بیشمار رسومات کا ایک سلسلہ تھا کہ جو برہمن گرنتھوں کی تصریحات کے مطابق انجام تک پہنچایا جاتا۔ سوامی جی نے ویدوں کی انہی تعلیمات کو اپنی دماغی قابلیت اور قوت ایجاد سے مشینری توپ۔ بندوق۔ حکومت کے طور طریقے۔ احکام جنگ۔ قوانین صلح۔ زمین کی گردش۔ تار برقی اور ہوائی جہازوں کی شکل میں اڑا کر دکھا دیا۔ ہون کی کڑچھیاں بڑے بڑے کارخانوں کے پرزے بن گئے۔ ویدی کی اینٹیں لکھی پڑھی خوبصورت استریاں یگا کے اپنے کھونٹے کے اردگرد پھرنا۔ زمین کا سورج کے گرد چکر کاٹنا۔ ثابت کر دیا۔ فضلاء سنسکرت انگشت بدنداں تھے اور حیرت سے کہتے تھے سوامی جی ویدوں کا ترجمہ کر رہے ہیں یا اپنے خیالات کے نئے وید بنا رہے ہیں خیر یہ تو ویدوں کی اصلاح کا ایک پہلو تھا جو سوامی جی نے بحسن و خوبی انجام دیا۔

عقائد اور ایمانیات میں انہوں نے جو اصلاح کی وہ اس سے زیادہ عجیب ہے۔

۱۔ تمام دیوتاؤں کو جمع کر کے ایک ایشور کے گن یا صفات بنا دیا۔

۲۔ ویدوں کے متعلق یہ خیال پیدا کیا کہ وہ چار رشیوں پر نازل شدہ ہیں

۳۔ ویدوں کے نزول کی جگہ ہندوستان کی بجائے تبت قرار دی۔

۴۔ الہام کو صرف چار ویدوں تک محدود کر دیا۔

۵۔ الہام کو آکاش بانی کی بجائے اندرونی خیالات کی موج قرار دیا۔

۶۔ اوتاروں کے خیال کو باطل قرار دیا۔

۷۔ پرانے اور طولانی یگیوں سے قوم کو نجات دے دی۔

۸۔ خدا کو مشین کی طرح فاعل بالاضطرار قرار دیا۔

۹۔ نجات اور مکتی کو پہلے دائمی پھر میعادی ٹھہرایا۔

۱۰۔ نرک اور سورگ (دوزخ اور بہشت) کو محض اس دنیا کی کیفیات قرار دیا۔

۱۱۔ ذات پات کو ضروری مگر صفات کے لحاظ سے مخصوص کر دیا

۱۲۔ رسم ستی کے خلاف کچھ نہ لکھا۔ بیوہ کا نکاح ناجائز قرار دیا

۱۳۔ عورتوں کے حقوق وراثت وغیرہ میں کوئی اصلاح نہ کی بلکہ اسی طرح لڑکوں کی موجودگی میں لڑکیوں کو غیر وارث رہنے دیا

۱۴۔ تعلیم برہمن۔ چھتری اور ویش تک محدود رکھی شودروں کو رسم زنا سے کہ جو حصول تعلیم کا لائسنس ہے محروم رکھا

غرض عقائد میں اس قسم کی بیسیوں نئی نئی تعلیمات داخل کیں کہ جن میں سے بعض ابھی تک گلے کا ہار ہو رہی ہیں۔ اور آریہ ان سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اور ہو چکے ہیں۔

غیر مذاہب کے ساتھ آپ کا سلوک متشددانہ تھا تمام غیر مذاہب کے بزرگوں کو فحش اور سخت دل آزار گالیاں دیں ان کے مذہب ان کی کتابوں اور ان کے خیالات کا مذاق اڑایا اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں کہ جن کو وہ مذاہب ہرگز نہیں مانتے چنانچہ مہاتما گاندھی لکھتے ہیں:۔

میں نے آریہ سماجیوں کی بائیبل ستیارتھ پرکاش کو پڑھا ہے جب میں یرودا جیل میں آرام کر رہا تھا تو احباب نے اس کی تین کاپیاں بھیجی تھیں۔ میں نے اتنے بڑے ریفارمر کی تصنیف کردہ اس سے زیادہ مایوس کن کتاب کوئی نہیں پڑھی۔ سوامی دیانند نے محض منہ سے سچ پر کھڑا ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن انہوں نے جانتے ہوئے جین دھرم۔ اسلام۔ عیسائیت اور خود ہندو دھرم کا غلط طور پر ذکر کیا ہے جس شخص کو ان مذاہب کا سرسری علم بھی ہے وہ بآسانی ان غلطیوں کو معلوم کر سکتا ہے۔ انہوں نے صفحہ دنیا پر بردبار اور آزاد مذہب میں سے ایک کو تنگ بنانے کی کوشش کی ہے اگرچہ وہ بت پرستی کے خلاف تھے لیکن وہ ایک نہایت لطیف صورت میں بت پرستی کا بول بالا کرنے میں کامیاب ہوئے کیونکہ انہوں نے ویدوں کے الفاظ کی مورتی بنا دی ہے اور ویدوں میں ہر ایک علم کو جو سائنس نے معلوم کیا ہے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے“

”بانی سماج نے چونکہ غیر مذاہب کو گالیاں دینے کی طرح ڈالی تھی اس لئے سماج نے بھی اس میں خوب دل کھول کر ترقی کی چنانچہ مہاتما گاندھی جی لکھتے ہیں۔

”آریہ سماجی اپدیشک کو اتنی خوشی کبھی نہیں ہوتی جتنی کہ دیگر مذاہب کی بدگوئی کرنے کے وقت ہوتی ہے“

آریہ سماجیوں نے اس کے جواب میں مہاتما گاندھی کو گالیاں دیں اور بیسیوں مضامین لکھے اس کے جواب میں گاندھی جی لکھتے ہیں ”میں نے جو کچھ لکھا وہ پوری سوچ بچار کا نتیجہ تھا لیکن اگر کوئی آریہ سماجی مجھے یقین دلا سکتا ہے کہ کسی ایک امر میں بھی میں نے غلطی کی ہے تو میں خوشی سے اپنی غلطی کو قبول کر لوں گا اور معافی مانگتے ہوئے اپنی رائے واپس لے لونگا“ لیکن ابھی تک مہاتما جی نے آریوں اور سوامی دیانند جی کے متعلق یہ اپنی رائے واپس نہیں لی۔

صدقہ فطر کا نظام قائم کرنیکی ضرورت

آنحضرت صلعم کی سنت کی خلاف ورزی سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ کس طرح تباہ ہو رہا ہے

بدقسمتی سے آج مسلمانوں کا بیکر ہم اس نظام کی حالت کو چھوڑ چکا ہے جو نبی کریم صلعم نے ضروری ٹھیرایا تھا۔ اور مسلمانوں کی تمام قوت اور طاقت اور ان کا روپیہ اور مال محض نظام کے ماتحت نہ ہونے کی وجہ سے برباد ہو رہا ہے یہی حال صدقہ فطر کا ہے۔ حدیث بخاری میں ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہ فرض النبی صلعم صدقۃ الفطر او قال رمضان علی الذکر والانثیٰ والحر والمملوک صاعا من تمر او صاعا من شعیر یعنی نبی صلعم نے صدقہ فطر یا صدقہ رمضان مرد اور عورت اور آزاد اور غلام سب پر فرض ٹھیرایا۔ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو اور بعض احادیث میں ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر بھی آتا ہے۔ اور بخاری میں ہی ایک باب ہے۔ صدقۃ الفطر عن الصغیر والکبیر صدقہ فطر چھوٹے اور بڑے سب پر ہے اور یہی شہادت صحابہ کا تھا کہ چھوٹے سے چھوٹے بچوں کی طرف سے بھی دیتے۔ صاع ایک حساب کے رو سے تقریباً چار سیر اور ایک حساب سے قریباً تین سیر بنتا ہے مگر مختلف اشیاء کے وزن کے لحاظ سے قیمتیں مختلف ہوں گی۔ آجکل کے نرخ کے لحاظ سے جو اور گندم کو ایک ہی حکم میں رکھ کر اس کا اندازہ قریباً تین آنے فی کس ہوگا۔

اسی حدیث کے آخر پر ہے کانوا یعطون لیجمع لا للفقراء۔ صدقہ فطر صحابہ اکٹھا کرنے کیلئے دیتے تھے اپنے اپنے طور پر فقیروں کو نہ دیتے تھے۔

اور دوسری جگہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ابوہریرہ کہتے ہیں وکلنی رسول اللہ صلعم بحفظ زکوۃ رمضان رسول اللہ صلعم نے مجھے سپرد یہ کام کیا تھا کہ میں صدقہ رمضان کی حفاظت کروں جس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم خود بھی اسے جمع کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور سارا مال ایک جگہ جمع ہو کر حسب ضرورت تقسیم کیا جاتا تھا۔

اور حدیث ابن عمر میں ہے کانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین یعنی یہ صدقہ عید سے ایک یا دو دن پہلے ادا کرتے تھے۔ ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صدقہ فطر کو رسول اللہ صلعم نے جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور وہ اسطرح نہ دیا جاتا تھا۔ جس طرح آج مسلمانوں کی بدنظمی کی وجہ سے۔ ہر ایک شخص جہاں چاہے دے چھوڑتا ہے۔ اس طرح الگ الگ سے تقسیم کر دینے کا نتیجہ ہوتا ہے کہ یہ روپیہ ضائع جاتا ہے۔ کچھ بھیک مانگنے والوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے۔ اگر سنت نبوی کی پیروی کی جائے۔ تو صدقہ فطر کو ایک جگہ جمع کر کے اس میں سے حسب ضرورت خرچ کرنا چاہیئے

غور کیا جائے۔ تو مسلمان صدقہ فطر کے اس نظام کو توڑ کر جو رسول اللہ صلعم نے قائم کیا تھا۔ اپنا روپیہ جو ان کی قوم کیلئے عظیم الشان قوت کا موجب ہو سکتا ہے۔ برباد کر رہے ہیں۔ مثلاً لاہور کو ہی ہم لے لیں اگر ایک لاکھ آدمی بھی صدقہ فطر ادا کرتا ہو تو اس کی کل میزان بیس ہزار روپیہ ہوتی ہے یہ بیس ہزار روپیہ اگر ایک جگہ آئے۔ جیسا رسول اللہ صلعم کا ارشاد تھا۔ تو کس قدر قومی کام اس سے نکل سکتے ہیں۔ کس قدر غرباء کی تعلیم کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن ہم اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہے ہیں اور اپنی قوم کو کمزور کر رہے ہیں۔ صرف ایک پنجاب کو ہی لے لو۔ اگر اس کی نصف آبادی نہ سہی۔ ایک تہائی بھی صدقہ ادا کرنے والی ہو اور یقیناً ہے تو ہر سال پنجاب کے مسلمان پندرہ سولہ لاکھ روپیہ برباد کرتے ہیں۔ جس سے ایک یونیورسٹی بن سکتی ہے۔ یا قوم کی عام حالت سدھر جاتی ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں کتنی انجمنیں موجود ہیں اگر مسلمان بھائی اپنے صدقہ فطر کو بجائے ادھر ادھر پھینکنے کے اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی خلاف ورزی کرنے کے ان انجمنوں کے سپرد کریں۔ جیسے مثلاً حمایت اسلام ہے۔ یا انجمن اسلامیہ ہے۔ یا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام یا اور کوئی انجمن ہو تو وہ ان انجمنوں کی قوت کو بڑھا کر اپنی قوم کو کس قدر طاقت ور بنا سکتے ہیں۔ مگر موجودہ حالت میں کیا ہو رہا ہے مسلمانوں کی جیبوں سے روپیہ نکلتا ہے۔ اور اپنی طرف سے وہ ایک فریضہ ادا بھی کرتے ہیں۔ لیکن آدھا حکم مانتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان کا روپیہ بھی گیا۔ اور حکم نبوی کی اصل غرض بھی پوری نہ ہوئی

میری دردِ دل سے سب مسلمان بھائیوں کی خدمت میں یہ درخواست ہے۔ کہ وہ اپنے مال کو جسے اللہ تعالیٰ نے قوم کی زندگی کا موجب بنایا ہے۔ ضائع ہونے سے بچائیں اور سنت نبوی کے مطابق اپنا روپیہ قومی ضروریات کیلئے کسی انجمن کے سپرد کریں۔

(خاکسار) محمد علی پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

۲۰۔ رمضان المبارک

پیغام صلح ۔ صدقہ فطر ہر جگہ احباب جمع کر کے ضرورت ہو تو مقامی مساکین پر مناسب رقم تک خرچ کر کے باقی یہاں عید فنڈ کے ساتھ بھیجی جائے۔ نیز عید فنڈ جو اس زمانہ کے مجدد نے اشاعت اسلام کیلئے ضروری قرار دیا ہے۔ عمر رتی کس کے حساب سے جمع کر کے بنت جلد انجمن میں بھجوا دیں۔

خواتین کی آل انڈیا کانفرنس

ساردا ایکٹ پردہ اور تعدد ازدواج کی بحث

(از جناب سید عبدالمجید صاحب پنشنر جج کپور تھلہ)

مجھے ۱۸ جنوری کا انقلاب نہیں مل سکا جس کا حوالہ محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ نے اپنے اس خط میں دیا ہے جو ۲۲ جنوری کے انقلاب میں شائع ہوا ہے اور جس خط میں انہوں نے اپنی ذات کی نسبت انقلاب کی بے جا نکتہ چینی کے متعلق شکایت کی ہے لیکن چونکہ ۲۲ جنوری کے انقلاب میں امور زیر بحث کے متعلق مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس لئے انہیں امور پر محفوظ طریقے سے رائے کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔

سب سے پہلے یہ امر دیکھنے کے قابل ہے کہ حزم و احتیاط اس امر کی کہاں تک اجازت دیتے ہیں کہ بغیر صحیح حالات معلوم کئے کسی ایک خاتون یا بہت سی خاتونوں کی نسبت ایسے امور منسوب کر دیئے جائیں جو بالکل خلاف واقعہ ہوں اور پھر جوش میں آکر ایسے کلمات ان کی نسبت درج کر دیئے جائیں جو عام تہذیب کے خلاف ہوں اور جن سے سخت دل شکنی ہوتی ہو۔ اگرچہ آخر میں معافی بھی مانگ لی گئی ہے مگر پھر بھی یہ دیکھنا ہے کہ اخباری ذمہ داریاں کچھ معنی رکھتی ہیں۔ مدیران اخبار خود اپنی ذات کی نسبت ہرگز پسند نہ کریں گے۔ کہ کوئی شخص ان کے متعلق محض سنی سنائی باتوں پر رائے زنی کر کے ان کے خلاف فتویٰ صادر کرنا شروع کر دے اور جمہور میں بدنام کرے۔

اخبار ایک پر برکت طاقت ہے لیکن اگر اس کا استعمال بے جا طور پر کیا جائے تو وہی لعنت سے کم ثابت نہیں ہوتی۔ اب میں ان امور پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتا ہوں جو مابہ النزاع ہیں۔

ساردا ایکٹ

میں نہیں جانتا کہ اگر بعض خواتین نے ساردا ایکٹ کی حمایت میں تقریریں کیں تو کیا جرم کیا جبکہ خود علمائے اسلام میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف ہے۔ پچھلے سال کے ہی اخبار "لائیٹ" لاہور کے پرچے اٹھا کر دیکھے جائیں یا پیغام صلح کو دیکھا جائے۔ یا بلاغ امرت سر اور دیگر اخبارات کے فائل دیکھے جائیں تو انہیں اول سے آخر تک ساردا ایکٹ کو شریعت اسلامی کے ایک حکم کی تعمیل ثابت کیا ہے اور اس کے نفاذ کی سخت ضرورت ظاہر کی ہے اسی طرح لاہور کے حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ جو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ممالک اسلامی میں اپنے علم و فضل کے لحاظ سے ایک خاص درجہ رکھتے ہیں ساردا ایکٹ کے حق میں اپنی رائے ظاہر کر چکے ہیں اور وہ ساردا ایکٹ کو احکام قرآنی کے لئے خراج تحسین سمجھتے ہیں۔ مسٹر مظہر الحق مرحوم جو قوم کے مسلمہ بہی خواہ اور اسلام کے لئے حقیقی درد رکھنے والے تھے انہوں نے بھی اس ایکٹ کی نہایت معقول طور پر حمایت کی ہے ان کے علاوہ اور دوسرے اصحاب مثلاً مسٹر تصدق حسین خان شروانی اور خواجہ حسن نظامی صاحب وغیرہ نے بھی اس کی تائید کی۔ انہیں بھی چھوڑ دیجئے خود جمعیۃ العلمائے کے ناظم مولوی احمد سعید صاحب نے اس ایکٹ کے متعلق پہلے استفسارات میں اس کے حق میں رائے ظاہر کی ہے جب یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ تھا تو پھر کسی خاتون کی طرف سے اس مسئلہ میں تائید ہونے پر کیوں برا بھلا کہا جاتا ہے۔ عورتوں سے الجھنے سے پہلے ان مردوں سے سلجھنا چاہئے تھا لیکن یہ ضرب المثل ہمیشہ درست ہی ہوگی کہ نزلہ بر عضو ضعیف می ریزد۔

ابھی ایک سال کا واقعہ ہے کہ حیدرآباد میں ایک لڑکی صغرا بی بی جس کی عمر ۱۳ برس کی تھی اپنے خاوند حمید اللہ خاں کی ہوس رانی کا شکار ہو کر مر گئی تھی۔ نہیں معلوم ایسے اور کتنے واقعات ہوتے ہوں گے یا پوشیدہ رکھے جاتے ہوں گے۔ اگر عورتوں نے اس قسم کے واقعات دیکھ کر ساردا ایکٹ کی تائید کی تو کیا برا کیا میں نہیں جانتا کہ صغرا بی بی کی وفات پر اس کے والدین کی کیا حالت ہوئی ہوگی یا کون سا باپ اتنا بے درد ہو سکتا ہے کہ کسی ضرورت کی وجہ سے بھی بلوغ اور سن رشد سے پہلے پہنچی ہوئی لڑکیوں کو خاوندوں کے سپرد کرے۔ تعجب یہ ہے کہ جو شخص اصولاً ساردا ایکٹ کے خلاف بھی ہیں وہ خود اپنی لڑکیوں اور بہنوں کے متعلق کبھی پسند نہ کرینگے کہ وہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں بیاہ دی جائیں اور کسی کے ہاں ایسی نظیر موجود ہوگی۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ دوسروں کے لئے اسے کیوں پسند کیا جاتا ہے۔ بعض صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ساردا ایکٹ ہے تو قرآن شریف کے مطابق مگر مداخلت فی الدین ہے۔

اس کا آسان جواب یہ ہے کہ اگر یہ مداخلت فی الدین ہے تو خود علمائے دین نے صغرا بی بی کی مثال کو دیکھ کر کیا انتظام کیا۔ خلع کو ہی لیجئے کئی مسلمان عورتیں اپنے خاوندوں کی سختیوں سے تنگ آکر اس لئے مرتدہ ہوتی جا رہی ہیں کہ خلع کا حق رواج نہیں پایا۔ علمائے دین نے اس کے متعلق کیا کیا۔ اس قسم کی درجنوں باتیں ہیں جن میں علمائے دین نے ہمیشہ مجرمانہ غفلت سے کام لیا ہے۔

تعدد ازدواج

میں رسم تعدد ازدواج کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کے معاملے میں نہیں پڑنا چاہتا۔ لیکن یہاں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اس کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی قوم کو یا چند افراد قوم کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کے رواج کو ملتوی کر دیں کیونکہ تعدد ازدواج کا کوئی حکم نہیں بلکہ ایک اجازت ہے۔ ہر ایک کو حق حاصل ہے کہ کسی اجازت سے فائدہ نہ اٹھائے۔ یا اگر اس اجازت کے استعمال سے خرابیاں پیدا ہوتی ہوں تو انہیں روک دے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں اسلام کی توہین کیا ہے۔ امرود اور پھوٹیں حلال بھی ہیں اور طیب بھی مگر ہیضہ کے ایام میں ان کا کھانا حکماً بند کر دیا جاتا ہے۔ کیا یہ بھی مداخلت فی الدین میں شمار ہوگا۔ یا حج جیسا فرض شعار اسلام حالت امن کے اٹھ جانے کی وجہ سے ملتوی کیا جا سکتا ہے۔ یا اس قسم کے اور احکام ... اور تعدد ازدواج تو فرض نہیں ہے۔ میری رائے تعدد ازدواج کی نسبت خواہ کچھ ہو۔ لیکن بفرض محال یہ تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ اسی کی اجازت قرآن شریف نے دی ہے میری یہ رائے ہے کہ اس اجازت کا نہایت برا استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس واسطے یہ اجازت اس قابل ہے کہ اسے روکا جائے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ محترمہ خدیجہ بیگم کا یہ فرمانا کہ تعدد ازدواج نے متعدد گھروں کو برباد کر ڈالا اور خواتین کو چاہیے کہ شادی شدہ آدمیوں کو لڑکیاں دینے سے انکار کر دیں کیوں غیر مستحسن ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جناب خلیفۃ المسیح ... قادیان نے اسی معاملے کے متعلق یہ فرمایا تھا کہ ہر ایک بیوی کو حق حاصل ہے کہ نکاح کے وقت خاوند سے یہ شرط لکھوا لے کہ وہ پہلی بیوی کی موجودگی میں نکاح ثانی نہ کرے گا۔ پس اگر یہ رائے شریعت اسلامی کے خلاف تھی تو ان کو علمائے دین کو بحث کرنا چاہیے تھی۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت کا استعمال نہایت برے طریق پر کیا جاتا ہے۔ اور یقیناً ۹۹ فیصدی ان گھروں کا امن بالکل اٹھ جاتا ہے۔ جہاں ایک سے زیادہ بیویاں موجود ہوتی ہیں بیسیوں نظیریں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جہاں ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں پہلی بیویاں موت کے دن پورے کر رہی ہیں اور عالم بیوگی سے بھی بدتر حالت میں ہوتی ہیں۔ اور جب کوئی صورت مفر کی نظر نہیں آتی تو وہ یا تو عیسائی ہو جاتی ہیں یا آریہ۔ اور اس طرح اپنی مصیبتوں کا خاتمہ کرتی ہیں۔

مجھے اس میں بھی شبہ ہے کہ جو شخص تعدد ازدواج کے حامی ہیں یا جن کے ہاں خود دو دو چار چار بیویاں ہیں انہوں نے خود اپنی لڑکیوں یا اور قریبی رشتہ دار لڑکیوں . . . . . . کو ایسے شخصوں کے ساتھ بیاہ دیا ہو جن کی پہلی بیویاں موجود تھیں۔ سرے سے یہ مسئلہ بھی بجائے خود متنازعہ ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے پہلے سرسید مرحوم نے اس تعدد ازدواج کو خلاف اسلام ثابت کیا تھا۔ اور ابھی ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کو ملک برکت علی صاحب ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور نے "انسانی دنیا پر اسلام کا احسان" کے عنوان سے ایک تقریر فرمائی تھی اس میں انہوں نے بتایا تھا کہ اسلامی سوسائٹی کا حقیقی تصور جو اسلام نے وضع کیا ہے وہ وحدت ازدواج ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "آپ کو معلوم ہے کہ جس آیہ کریمہ کے رو سے ایک سے زیادہ بیویاں کرنی جائز قرار دی گئی ہیں اس کے ساتھ عدل کی شرط لگائی گئی ہے اور پھر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ تم عدل نہیں کر سکتے۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ "یہ اجازت ایسی سخت قیود و شرائط کے ساتھ ہے کہ بمنزلہ غیر اجازت کے ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ اگر تعدد ازدواج کی رسم اتنی ہی پسندیدہ تھی تو مدیران انقلاب پہلے ملک صاحب موصوف سے سلجھ لیتے پھر بیچاری عورتوں کو گمراہ اور مضل بتاتے۔

ریلوے ڈویژن راولپنڈی اور مسلمان ٹھیکیدار

ہمارے پاس ریلوے ڈویژن راولپنڈی کے مسلمان ٹھیکیداروں کی تکالیف کے متعلق ایک طویل مراسلہ موصول ہوا ہے۔ جسے ہم بخوف طوالت من وعن درج کرنے سے قاصر ہیں۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ بعض ہندو ملازمین نے بیچارے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے ریلوے دفتر کی اعلیٰ اسامیوں پر سوائے ایک مسلمان اور چار انگریز افسروں کے باقی سب ہندو ہیں۔ ۲۲۵ کلرکوں میں سے صرف ۲۵ مسلمان ہیں یہاں یہ ظاہر کرنیکا موقع نہیں۔ کہ ان غریب مسلمان کلرکوں پر کیسے گذرتی ہے۔ مسلمان ٹھیکیدار سخت نالاں ہیں۔ ہندو افسروں نے ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ریلوے کے تمام ٹھیکے ہندوؤں کو دیدیئے جاتے ہیں مابس ڈی او ہندو ہیں ڈویژنل اکاونٹنٹ کے عہدہ پر ایک متعصب "پنڈت" صاحب براجمان ہیں جو مسلمانوں کو تنگ کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں ٹھیکوں کی نعمت کا مستحق صرف ایک جعلی ٹھیکیدار لالہ حکم چند کو سمجھ لیا گیا ہے۔ اس قوم پروری کے جوش میں جو بدعنوانیاں کی جاتی ہیں۔ انہیں دیکھکر تعجب ہوتا ہے تخمیناً ایک سال کا ذکر ہے۔ کہ محکمہ ریلوے راولپنڈی ڈویژن کو منفرکی روڈی کی ضرورت تھی۔ یہ کام ستر اسی ہزار روپے کا تھا۔ آدھا جعلی کے حوالے کیا گیا۔ آدھا ایک ملتانی ہندو کو دیا گیا۔ پنڈت صاحب

کی "گریا" سے ہر ایک کو بل میں ہزار روپے پیشگی رقم بھی مل گئی بلتانی صاحب باہر کے آدمی تھے۔ ان کے پاس روڈی کہیں کبھی موجود نہ تھی انکو واہ حسن ابدال ٹیکسلا۔ سنگ جانی۔ عثمان کھٹر اور راولپنڈی میں کوئی مسلمان ٹھیکیدار نہ ملتا تھا۔ جو اس کام کو سرانجام دے سکتا گذشتہ سیلابات کی وجہ سے عثمان کھٹر کا پل ٹوٹ گیا۔ اور اس کا ٹھیکہ بھی جہلی صاحب کو کم سے کم نرخ پر دیا گیا۔ اور زیادہ سے زیادہ بل کی ادائیگی ہوئی۔ پچاس فیصدی کا بونس اس پر مزید پشاور میں پانچ لاکھ روپے کا کام نکلا۔ وہ بھی حکم چند کو دیدیا گیا جہلم راولپنڈی کامل پور نوشہرہ۔ کندیاں۔ ملک وال۔ جہاں دیکھئے آپ کو یہی لالہ حکم چند نظر آئیں گے"۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کیا اندھیر ہے۔ کیا اسمبلی کے کوئی مسلمان ممبر یہ سوال کرینگے۔ کہ اس ڈویژن میں کتنے کام ہندو ٹھیکہ داروں کو دیئے گئے اور کتنے مسلمانوں کو۔ ہم ایجنٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے چیف انجنیر صاحب اور ڈی ایس صاحب کی خدمت میں درخواست کرینگے کہ اگر واقعات یہی ہیں جو بیان کئے گئے ہیں۔ تو وہ مسلمانوں کی اس جائز شکایت کا انسداد کریں۔

ہم اس موضوع پر آیندہ کبھی تفصیل کیساتھ روشنی ڈالینگے انشا اللہ

مردم شماری کے متعلق اہم ہدایات

(۱) جس وقت مردم شماری کرنیوالے آئیں۔ اپنے گھر کے آدمیوں کی پوری اور صحیح تعداد اپنے سامنے درج کروا

(۲) اگر گھر میں عورتیں اور بچے ہیں ان کی بھی پوری اور صحیح تعداد درج کرو مہمانوں کے نام اور اپنے اور مہمانوں کے ملازموں کے نام بھی درج کراؤ

(۳) خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہو۔ پہلے اپنے آپ کو مسلمان لکھاؤ

(۴) اگر گھر میں کوئی پڑھا لکھا نہیں۔ کسی محلہ دار کی معرفت تسلی کرالو کہ تمہاری تعداد اور مذہب درست لکھے گئے ہیں۔

(۵) شمار کرنیوالے کو صحیح حالات کی پوری امداد دو

(۶) اگر آپ کے مکان، احاطہ یا کوٹھی میں کوئی چوہڑا یا چمار، بھنگی، یا اور اچھوت قوم کا شخص رہتا ہو تو اس کو کہیں۔ کہ وہ درست طور پر اپنے آپ کو اچھوت لکھائے

بہت سے مقامات سے اطلاعیں موصول ہوئی ہیں۔ کہ بہت مسلمانوں میں یہ غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے۔ کہ جو شخص نام درج کرائیگا اس پر مختلف قسم کے ٹیکس عائد کئے جائیں گے۔ اس قسم کی افواہیں قطعاً غلط ہیں ان سے کسی قسم کا تاثر نہ لینا چاہیئے

یہ امر بالکل غیر ضروری ہے۔ کہ ہم ان لوگوں کو مطعون کریں جو مسلمانوں کی تعداد کو کم دکھانے کے خواہشمند ہیں۔ مسلمان ہمیشہ اس طرز عمل سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اور وقتی طور پر مشتعل ہو کر دوسری قوم کو برا بھلا کہنے لگتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اصل مقصد کو نقصان پہنچ جاتا ہے ہر قوم کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے اگر دوسرے اس قدر دانش مند ہیں کہ وہ تمہیں سیاسی نقصان پہنچانیکے لئے اپنی تدابیر عمل میں لاتے ہیں تو تمہارے لئے کونسی چیز مانع ہے۔ کہ تم اپنی قومی نجات کیلئے مفید ذرائع اختیار نہ کرو۔ مخالفوں کی ریشہ دوانیوں سے مشتعل ہو کر بیہودہ بکواس کرنا یا چند متعصب اشخاص کے فعل کو تمام قوم کا فعل قرار دینا دانشمندی نہیں بلکہ دانشمندی یہ ہے۔ کہ تم بھی دوسروں کی طرح اپنی قومی زندگی کے لئے کام کرو اور زیادہ سے زیادہ مشکل حالات میں بھی پریشان نہ ہو

اب مسلمانوں کو یہ احمقانہ سیاست ختم کر دینی چاہیئے یہ طریقہ بیکاری بے عملی، اور بزدلی کی علامت ہے مشتعل جذبات سے مجبور ہو کر مخالف ہو کر برس پڑنا بہت بڑی حماقت ہے۔ اب تک مسلمان اس پر عمل کرتے رہے ہیں لیکن اب اس حماقت کا خاتمہ ہو جانا چاہیئے خاموش ہو لیکن کام کرو پھر دیکھو کامیابی کسطرح تمہارا ساتھ دیتی ہے۔

ایک متلاشی حق کے اعتراضات اور ان کے جوابات

(گذشتہ سے پیوستہ)

یہ بھی غلط ہے کہ "ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ غیر احمدی لوگوں کو ملنے دیا جائے خواہ ہم کو اپنے اصول بھی چھوڑنے پڑیں" اس بات کی کوئی سند چاہیئے کہ ہم نے کون سا اصول غیر احمدیوں کی خاطر چھوڑا۔ ہم حضرت صاحب کو مسیح موعود سمجھتے تھے۔ اور اب بھی سمجھتے ہیں مہدی سمجھتے تھے اب بھی سمجھتے ہیں اور اسی کی تبلیغ کرتے ہیں چاہے ہمیں کوئی کافر کہے۔ دجال کہے جو چاہے کہے اس کے لئے ہم نے اپنی عزت تباہ کی رشتہ دار چھوڑے تکلیفیں اٹھائیں اور اٹھارہے ہیں

کفر باز مولویوں سے ہماری صلح نہیں ہو سکتی

مولویوں اور پیروں سے ہماری صلح نہیں ہو سکتی۔ نہ ان کی اصلاح ہو سکتی ہے نہ ہم ان سے مل سکتے ہیں نماز کے مسئلہ میں اگر ایک آدھ شخص کا اختلاف ہو تو جماعت پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا نہ اس کے لئے جماعت کو کمزور یا ملزم ٹھہرایا جا سکتا ہے جماعت کا مسلک بحیثیت مجموعی یہ ہے کہ مکفرین مکذبین کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ جماعت قادیان میں اس سے بڑھ کر خفیہ رو چل رہی ہے کہ **غیر احمدیوں کو کافر بھی کہتے ہیں اور اپنی لڑکیاں بھی ان کو دیتے ہیں۔** حالانکہ کافر کو لڑکی دینا شرعاً ناجائز ہے اور میاں صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ طلب کرنے پر ایسی مثالیں دی جا سکتی ہیں کہ میاں صاحب کے مریدوں نے غیر احمدیوں کو لڑکیاں دی ہیں

حضرت صاحب کا حکم اور عدل ہونا

حضرت صاحب حکم اور عدل ہو کر آئے ہیں۔ اور ہم بھی آپ کو حکم عدل مانتے ہیں اگر حکم عدل کے معنی یہ ہیں کہ جس آیت یا حدیث کو چاہے رد کریں خواہ باقی رکھیں تو ہم اس معنے کے رو سے انہیں حکم عدل نہیں مانتے نہ آپ نے اس قسم کے حکم عدل ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ حمامۃ البشریٰ میں صاف طور سے لکھا ہے کہ میں اپنے الہامات کو قرآن و حدیث یا سنت پر پیش کرتا ہوں تب ان کو مانتا ہوں۔ جو شخص اپنے الہامات کی صحت کا معیار قرآن و حدیث کو ٹھہراتا ہے وہ قرآن و حدیث کے ماتحت حکم و عدل ہے۔ قرآن و حدیث کے اوپر حکم و عدل نہیں۔ البتہ میاں صاحب کے نزدیک گو مریدِ مخالف ہوں حضرت صاحب کے الہامات کو چھوڑ آپ کی تحریرات بھی حدیثوں پر مقدم ہیں۔ اور پچھلے دنوں میر اسحٰق صاحب کا درس بھی اسی لئے میاں صاحب نے بند کرایا تھا کہ انہوں نے درس میں یہ بیان کر دیا تھا کہ حضرت صاحب کی تحریرات حدیث پر مقدم ہیں۔ ہمارے ہیاں یہ اصولی اختلاف نہیں ہے صرف حضرت صاحب کی تحریرات پر ہی دین کی ساری عمارت کھڑی کرنا جماعت کو تباہ کرنا ہے۔

چند شکوک کا ازالہ

آپ کی جماعت میں اتفاق نہیں۔ یہ غلط ہے۔ قوم کے بڑے بڑے فرد خود نما ہیں۔ یہ غلط ہے۔ امیر برائے نام ہے یہ غلط ہے۔ ان تمام باتوں کی کوئی سند نہیں صرف دھوکا اور مغالطہ ہی ہے۔

ہمارے ہیاں اطاعت نہیں یہ بھی غلط ہے اگر اطاعت کے یہ معنے ہوں کہ اندھا دھند ایک شخص کے پیچھے چلنا چاہیئے تو یہ اصول غلط ہے یہ عقل کو جرأت کو قوم کو تباہ کرنے والا اصول ہے۔ اگر اطاعت کے یہ معنے ہیں کہ مشورے کے بعد قوم جس فیصلہ پر پہنچے اور اس فیصلہ کو امیر جماعت چلا دے اور قوم اس کی اطاعت کرے تو یہ ہمارے ہیاں ہے اور اسی طرح ہوتا ہے قوم کا نظام ایک جماعت کے ہاتھ میں ہے جسے مجلس شوریٰ کہتے ہیں۔ تو یہ جماعت اتفاق سے یا کثرت رائے سے جس بات کا فیصلہ کرتی ہے امیر جماعت اس کے ماتحت قوم کو چلاتے ہیں۔ اکثر فیصلے اتفاق سے ہوتے ہیں کثرت رائے کی نوبت کم آتی ہے آج تک تو یہی ہو رہا ہے کہ قوم جو فیصلہ کرتی ہے امیر جماعت اسے چلاتا ہے اور ساری جماعت اسے جانتی ہے مستثنیات ہماری جماعت کی نسبت قادیان میں زیادہ ہے۔ ابھی چند دن کی بات ہے کہ میاں صاحب نے داڑھی منڈانے کا حکم دیا۔ یہاں لاہور میں قادیان کا احمدیہ ہوسٹل ہے اس میں جو لڑکے داڑھی منڈانے کے حکم کو نہ مانتے تھے وہ سب ہوسٹل چھوڑ کر چلے گئے اور اس پر میاں صاحب کا ایک لمبا چوڑا خطبہ یا تقریر الفضل میں پچھلے دنوں چھپا تھا۔ اور شکایت کی کہ جنہوں نے داڑھی نہ منڈانے کی تحریک کی تھی یا مشورہ دیا تھا انہوں نے ہی اپنے لڑکے ہوسٹل سے نکال دیئے۔ یہ ہے واجب الاطاعت خلیفہ صاحب کا حال۔ باقی دارد

خبریں

—— نیو دہلی ۱۰ فروری۔ آج بعد دوپہر وائسرائے اور لیڈی ارون کیطرف سے ایک شاندار گارڈن پارٹی دی گئی جس میں ۸ سو مہمان شریک تھے

—— بنارس ۱۱ فروری۔ گذشتہ رات محمد خان خان آغا بزاز کو جب وہ اپنے مکان کی طرف جا رہے تھے۔ کسی نے گولی ماردی وہ زخموں سے جانبر نہ ہو سکے۔ چنانچہ آج صبح ان کا انتقال ہو گیا۔ مقتول کی دوکان پر پکٹنگ جاری تھا۔ صرف کل ان کی دکان پر بیندراں رضاکار گرفتار کیئے گئے جن میں ہم رضاکارنیاں بھی شامل تھیں۔ مقتول نے اپنے آخری بیان میں لکھایا۔ کہ مقامی کانگرسی رضاکاروں کا کپتان میرا قاتل ہے چنانچہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس مصروف تفتیش ہے +

—— جیسا کہ اس سے قبل اعلان کیا جا چکا ہے عید کے روز اسلامیہ کالج لاہور کے وسیع میدان میں عید میلہ بہت دھوم دھام سے منایا جائیگا مصنوعات کی نمائش کے علاوہ بہت سے مسلمان نوجوان اپنے اپنے کرتب دکھائیں گے۔ ہمیں یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی ہے کہ جالندھر کے مشہور گتکا کے ماہر سید نصیر الدین شاہ رستم ہند اپنے شاگردوں کے ہمراہ تشریف لا دیں گے اور گتکے کے جوہر دکھا کر خراج تحسین حاصل کریں گے

قبول اسلام کی پاداش میں ضبطی جائداد

قارئین کرام کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ - ریاست کشمیر میں قبول اسلام کی سزا ضبطی جائداد ہے - اور یہ وہ ریاست ہے جس کے والی سری حضور مہاراجہ بہادر اپنی تاجپوشی کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرما چکے ہیں - کہ گو میں ہندو قوم سے ہوں لیکن میرا مذہب انصاف ہے - اور میں ہندو مسلم رعایا کو ایک نظر سے دیکھتا ہوں - اور عملاً بھی سری حضور عید کی نماز کے موقع پر تشریف لا کر مسلمان رعایا سے اپنی محبت کا اظہار فرماتے رہے ہیں لیکن افسوس ہے - کہ مہاراجہ بہادر کے ہندو ملازم حضور کے اس اعلان انصاف کی ہمیشہ خلاف ورزی کرتے ہیں اور اپنے آقا کی حکومت کو ہندوستان بھر میں بدنام کر رہے ہیں

اگرچہ یہ بات بے انتہا عجیب معلوم ہوتی ہے - کہ آج کل کی روشنی اور تہذیب کے زمانے میں کسی مقام پر قبول اسلام کی سزا ضبطی جائداد ہو لیکن ہم قارئین کو یقین دلاتے ہیں - کہ کشمیر کے متعلق یہ بالکل صحیح ہے - اس اجمال کی تفصیل کے لئے ایک نومسلم کی سرگذشت سنیئے - ریاست جموں کی تحصیل اودہم پور میں ایک موضع سنگو تہ واقع ہے - اس موضع کے نمبردار کا نام اندر تھا - اس نمبردار کے دو بیٹے تھے - موتی رام اور سنتو - اندر ۵۸۳ کنال اراضی کا واحد مالک تھا - اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنی جائداد دونوں بیٹوں میں تقسیم کر دی - اور خود موتی رام کے ہاں رہنے لگا - اور موتی رام ہی بطور سربراہ نمبردار ان کے فرائض انجام دیتا رہا - تقریباً دو سال کے بعد اندر کا انتقال ہو گیا جس پر دونوں بھائیوں کے نام ان کے حصے کی اراضی کا داخل خارج حسب ضابطہ ہو گیا [illegible] کنال ہر ایک کے حصے میں آئی -

اندر کی وفات کے تقریباً بارہ سال بعد موتی رام برضا و رغبت مشرف باسلام ہو گیا - اس کا مسلمان ہونا تھا - کہ لالہ نند کشور تحصیلدار نے کاغذات مال سے اس کا نام خارج کر دیا - ابھی موتی رام (جو اب نظام الدین تھا) اس اخراج کے خلاف چارہ جوئی ہی میں مصروف تھا - کہ اس کے بھائی سنتو نے ریاست کے ہندو حکام کی امداد سے اس کو اراضی مذکور سے جس پر وہ دس سال تک اپنے باپ کی زندگی میں اور بارہ سال تک اس کی وفات کے بعد قابض تھا - جبراً بیدخل کر دیا - اور اس کے مکانات اور اثاث البیت پر بھی قبضہ کر لیا نتیجہ یہ ہوا - کہ نظام الدین جو کبھی ۲۶۸ کنال اراضی کا مالک اور معزز زمیندار تھا - روٹیوں تک کا محتاج ہو گیا - دس سال کا عرصہ گذر چکا ہے - اس غریب کو سر چھپانے کی جگہ بھی میسر نہیں - اور حقیقتاً ایک گداگر کی سی زندگی بسر کر رہا ہے - اس دس سال کے دوران میں اس نے مسلمانوں کی مالی امداد سے صدہا روپیہ صرف کر کے حکم بیدخلی کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی - آخر لالہ بندرا بن سب جج اودہم پور کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا جس کی سماعت کے دوران میں نظام الدین مذکور سے صاف طور پر کہا گیا - کہ اگر تم آج شدھ ہو جاؤ - تو نہ صرف تمہاری جائداد واپس دیدی جائے گی - بلکہ جو کچھ تمہارا خرچ ہوا ہے اس سے کئی گنا روپیہ ہندوؤں سے چندہ فراہم کر دیا جائے گا - لیکن اس سچے مسلمان نے شدھ ہونے سے صاف انکار کر دیا -

اب پچھلے مہینے کا ذکر ہے - سب جج صاحب نے مقدمے کا فیصلہ کر دیا ہے جس میں آپ نے لکھا ہے - کہ برطانوی ہند میں قانون نمبر ۲۱ ۱۸۵۰ء اور قانون نمبر ۲ ۱۸۵۰ء نافذ ہوئے تھے جن کا منشا یہ تھا - کہ دھرم شاستر کے رو سے جو شخص ہندو دھرم ترک کر دے - وہ دیوانی نقطہ نگاہ سے مردہ تصور کیا جائے اور اس کی جائداد چھین لی جائے - یہ قانون اب برطانوی ہند میں تو منسوخ ہو چکے ہیں لیکن ریاست میں شاستر کا یہ قانون رائج ہے - کہ اگر کوئی ہندو مذہب تبدیل کرے تو اس کی جائداد ضبط کر لی جائے - لہذا مدعی کا دعوے دخل یابی خارج کیا جاتا ہے -

کیا رواداری یہی ہے

اب قارئین کرام کو یقین آگیا ہوگا - کہ ریاست کشمیر میں قبول اسلام کے جرم کی سزا ضبطی جائداد ہے - اب سوال یہ ہے - کہ اگر فی الواقع دھرم شاستر کا قانون یہی ہے جو لالہ بندرا بن نے بیان کیا ہے اور برطانوی ہند میں یہ قانون منسوخ العمل ہو چکا ہے - تو پھر کیا وجہ ہے - کہ ریاست کشمیر میں اسے بدستور نافذ رکھا جائے جس حالت میں اس ریاست کی ۹۰ فیصدی آبادی مسلمان ہے - شاستر کے جو قوانین آجکل کے مہذبانہ خیالات کے خلاف ہیں ان کو کوئی روشن خیال ہندو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتا - اور خود سری حضور مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر بھی ان معاملات میں بہت بالغ نظر واقع ہوئے ہیں مثلاً چھوت کا مسئلہ ہندو دھرم شاستر کا ایک مسلمہ مسئلہ ہے - لیکن سری حضور کا حکم ہے - کہ جو اچھوت شدھ ہو کر ہندوؤں میں شامل ہو جائیں - انہیں ہندوؤں کے کنوؤں سے پانی بھرنے کی اجازت دینی چاہیئے - سناتن دھرمی ہندوؤں نے اس پر بہتیری چیخ پکار کی لیکن سری حضور نے اپنی پولیس کی نگرانی میں اس حکم کی تعمیل کرا دی - اور حق و انصاف کے سامنے دھرم شاستر کے ایک بڑے فرسودہ قاعدے کی کچھ پروا نہ کی - پھر خدا جانے لالہ بندرا بن ایسے کہاں کے راسخ العقیدہ ہندو ہیں - کہ انہیں سری حضور سے بھی زیادہ دھرم شاستر کا پاس ہے جس کی پابندی میں وہ حق و انصاف کو پس و پشت ڈال رہے ہیں -

اچھوتوں سے تو یہ رعایت - کہ اگر وہ شدھ ہو جائیں - تو ہندوؤں کے کنوؤں سے پانی تک بھر لیں - اور مسلمانوں سے یہ پرخاش - کہ گر کوئی ہندو مسلمان ہو جائے - تو اس کی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ ضبط کر کے اسے بھوکا پیاسا اور بے خانماں بنا دیا جائے - کیا یہی انصاف ہے ؟ کیا اسی کا نام رواداری ہے ؟ کیا یہی وہ انداز حکومت ہے جس سے کام لیکر ہندو حکام اپنے مہاراجہ کا نام دنیا میں بلند کر رہے ہیں ؟ کہاں ہیں وہ ہندو اخبارات جو آئے دن مذہبی آزادی اور ہندوؤں کی رواداری کے راگ الاپا کرتے ہیں - ؟ اگر انصاف کوئی چیز ہے اگر رواداری کے کوئی معنی ہیں تو کیا اس موقعہ پر محض حق و انصاف کی خاطر ہندو اخبارات اور ہندو رہنما ریاست کشمیر کے اس ظالمانہ قانون کے خلاف آواز بلند کرنے میں ہمارے ہم آہنگ ہونگے ؟

تمام اسلامی اور علی الخصوص تبلیغی انجمنوں کا فرض ہے - کہ اس قانون کے خلاف شدت سے صدائے احتجاج بلند کریں - تمام مسلمان اخباروں کو چاہیئے کہ ہمارے اس مقالہ کو نقل کریں - اور خود بھی اس ظالمانہ قانون کے خلاف اظہار خیالات کریں -

---

دس یوم کی آمد

کا مطالبہ خیرات یا صدقہ کا مطالبہ نہیں

جہاد فی سبیل اللہ

کی دعوت ہے - جو شخص اس چھوٹے سے مالی جہاد میں ساتھ دینے سے انکار کرتا ہے

وہ غور کر لے

کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتا تو مال اور جان دونوں حاضر کرنے پڑتے ورنہ مسلمان نہ رہ سکتا تھا -

خدا کے دین

کی حفاظت کی آج بھی وہی ضرورت ہے جو پہلے تھی اور سب برادران کے ساتھ دینے کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح پہلے تھی ء

(خاکسار) محمد علی

اعلان تعطیل

آئندہ اشاعت کا اخبار عید الفطر کی تقریب کی وجہ سے شائع نہ ہو سکے گا - قارئین اخبار اسے نوٹ کر لیں -

(منیجر)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بحریت خدمات دینیہ میں مصروف ہیں اس جمعہ مبارکہ کا خطبہ دوسری جگہ درج ہے احباب کے لئے اس میں اپنے صدقات کو نظام کے ماتحت لا کر خرچ کرنے کا سبق ہے - مسلمانوں میں قومی بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں اور لاکھوں روپیہ فضول رسموں پر دل دردگداگروں پر ضائع جاتا ہے کہ جو فی الحقیقت قوم کے لئے باعث ننگ اور ذلت ہیں - اللہ کا کسقدر احسان ہے کہ ہم احمدیوں کا اپنا ایک قومی خزانہ موجود ہے - جو قوم کی بہت سی ضروریات کو پورا کرتا ہے لہذا اپنے صدقات اور خیرات کے مواقع پر سب سے پہلے مرکزی اور قومی بیت المال کو مضبوط بنانے کا خیال رکھئے -

صدقہ فطر اور عید فنڈ کے لئے دوسری جگہ ایک تحریک درج ہے احباب اس تقریب پر روپیہ فراہم کر کے بھجوا دیں

جمعۃ الوداع کے دن مسجد میں خاصی رونق رہی کیونکہ یہ عموماً دفاتر میں تعطیل کا دن ہوتا ہے خواتین کا جلسہ بھی نہایت کامیاب اور بارونق ہوا عید کے موقعہ پر احمدیہ خواتین نے ایک ڈنر (دعوت) کی تجویز کی ہے - کہ جس میں کل بہنیں شامل ہونگی - اسی طرح سے احمدی احباب کے لئے بھی ایک ڈنر کی تحریک ہے ایسے مواقع پر احباب ایک دوسرے کی ملاقات سے دلوں میں محبت بڑھا سکتے ہیں

ایک ضروری اعلان - رمضان المبارک کے بعد - ہر کی مختلف جماعتوں نے جہاں جہاں سالانہ جلسے کرنے ہوں وہ بہت جلد شوریٰ کر کے تاریخوں کا فیصلہ سے دفتر سکرٹری میں اطلاع دیں تا کہ تاریخوں کی تقسیم میں آسانی ہو سکے - کوشش یہ کی جائے گی کہ جماعتوں کی تجویز کردہ تاریخوں میں ہی ہر جگہ جلسے منعقد ہوں

قل یاہل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
عبدالحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
۲ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
۳ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
۴ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ آئیندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۴۔ شوال ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۲۳ فروری ۱۹۳۱ عیسوی | نمبر ۱۲

مدارِ زندگی اب رہ گیا ہے نانِ ہندو پر

ہمیں ہوتا بھروسہ کاش اپنے زورِ بازو پر
سمجھتے کیوں براتِ عاشقوں کو شاخ آہو پر

سرِ منزل شکستہ دست و پا رنجور بیٹھے ہیں
ہماری آبرو اب رہ گئی موقوف آنسو پر

خدا جانے وہ دن کیوں ہو گئے ناپید عالم سے
لوائے شوکتِ اسلام تھا جب عرش کے اوپر

ریاکاری میں ہم نے کر دیئے اعمال سب ضائع
ہوئے ہیں مست ہم ان کاغذی پھولوں کی خوشبو پر

ہماری زندگی وابستۂ دار و رسن ہوتی
نہ آتی مرگ ہوتے گر نہ شیدا قد و گیسو پر

کبھی اپنے مقدر میں تاج ہفت کشور تھا
مگر اب سر ہمارا رات دن رہتا ہے زانو پر

کبھی کٹتی تھی تیغوں کے تلے اپنی مگر اب تو
ہلالِ عید کا منظر شکن لاتا ہے ابرو پر

تجارت چھوڑ کر ہم نے بہت ذلت اٹھائی ہے
مدارِ زندگی اب رہ گیا ہے نانِ ہندو پر

دگر بارہ ز خاکِ ما یکے اخگر ہویدا کن
الٰہی آں تب و تابے کہ ما را بود پیدا کن

مہجور پسروری

اخبار احمدیہ

۱۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا عید الفطر کا خطبہ نہایت بصیرت افروز اور مسلمانوں کے لئے پیغام حیات ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں شائع ہو سکے گا ایک آئندہ کی تحریک بھی احباب کی فوری توجہ کے قابل ہے۔

۲۔ دیگر بزرگان سلسلہ بھی بخیریت اپنے اپنے مشاغل میں مصروف ہیں۔ عید الفطر کی تقریب پر بہت سے دوست باہر سے بھی تشریف لائے خواتین کا اجتماع بھی پر رونق تھا۔

۳۔ ہمارے ایک غریب بھائی علی محمد صاحب ٹیچر روپوچک کی یہ ہمت قابل تعریف ہے کہ آپ نے حضرت امیر کی دس یوم کی آمد والی تحریک کے سلسلہ میں اپنی قلیل تنخواہ کا نصف ادا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے کہ جو ان کی نصف ماہ کی آمد ہوگی فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

۴۔ ہمارے دوست مولوی حبیب الرحمٰن صاحب جمشید پور بنگال سے تحریر فرماتے ہیں کہ انہوں نے وہاں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے اشتہارات اور ٹریکٹوں کا سلسلہ شائع کرنا شروع کیا ہے۔ جو بہت ہی مبارک اور مفید کام ہے اس کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے سرکاری ملازمتوں کے حصول کے بارہ میں بھی بہت ہی مفید کام شروع کر رکھا ہے۔ آپ کو ضلع سنگھبوم میں ۱۹۳۱ء کے لئے سشن مقدمات میں اسیسر منتخب کیا گیا ہے۔ اس عزت افزائی کے لئے ہم مولوی صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔

۵۔ یہ خبر نہایت رنجدہ ہے کہ ہمارے دوست منشی عبد المجید صاحب سپرنٹنڈنٹ بستی جرائم پیشہ حال مقیم زمینداد کا لڑکی اہلیہ صاحبہ فوت ہو گئی ہیں۔ احباب جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

ہمارے عزیز دوست مرزا مظفر بیگ صاحب ساکن ڈیرہ غازی خاں سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر ۱۱ اشخاص نے اسلام قبول کیا ہے۔

لله الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

پانچ اصحاب کی قابل قدر قربانی
زندگی وقف کرنے کیلئے میری تحریک کا جواب

از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و احسان کا شکریہ کس طرح ادا کیا جائے کہ اگر ایک طرف وہ مالی رنگ میں قوم کی نصرت فرما کر اسے مشکلات سے باہر نکال رہا ہے تو دوسری طرف قوم کو مخلص کارکن بھی عطا فرما رہا ہے۔ جو ما اسئلکم علیہ من اجر کہنے والے کے سچے متبع اپنے آپ کو ثابت کر رہے ہیں۔ چند روز ہوئے میں نے ان اصحاب کی خدمت میں جو پنشن لے چکے ہیں یا عنقریب اپنی ملازمت سے سبکدوش ہونے والے ہیں اپنی دلی آرزو پیش کی تھی کہ وہ آئندہ نسلوں کے لئے اور مسلمانوں میں کام کرنے والوں کے لئے ایک نمونہ قائم کریں۔ اور قوم پر کوئی بار ڈالنے کے بغیر اور اپنے اجر کو صرف اللہ سے لیتے ہوئے یہاں آ کر اس دینی کام کے ایک ایک حصہ کو اپنے ذمہ لیں۔ الحمدللہ کہ کل ۲۶۔ رمضان المبارک کے دن چار بزرگان سلسلہ کی طرف سے یہ خوشخبری ملی کہ وہ محض حصول رضائے الٰہی کے لئے میری آواز پر لبیک کہتے ہیں

اول سب سے پہلے ڈاک میں خط ان بھائی میاں غلام رسول خان صاحب پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس رئیس جھنگ کا خط ملا۔ میاں صاحب موصوف کی خوبیوں سے ہمارے احباب واقف ہیں۔ اثنائے ملازمت میں وہ جہاں رہے لوگ ان کے نمونے کو دیکھ کر جماعت میں شامل ہوتے رہے اور ایک کثیر تعداد ان کے ذریعہ سے سلسلہ میں داخل ہوئی علاوہ اس کے مالی رنگ میں جو کچھ ان کی خدمات ہیں وہ اس قدر بیش قیمت ہیں کہ ہماری قوم ان کے احسان سے کبھی عہدہ برا نہیں ہو سکتی نہ صرف وہ خود اپنی آمد کا دسواں حصہ باقاعدہ ادا کرنے والوں اور ہر قسم کے وقتی چندوں میں سب سے بڑھ کر حصہ لینے والوں میں سے ہیں بلکہ اپنے اثر اور رسوخ سے انجمن کی بڑی بڑی بیش بہا مالی خدمات سر انجام دیتے رہے ہیں۔ برلن مسجد کے لئے سب سے بڑی رقم انہوں نے ہی چندہ کر کے پیش کی تھی۔ کچھ خانگی مشکلات کی وجہ سے میاں صاحب موصوف نے ابھی ہر ماہ میں دس یوم قومی اور دینی خدمت کے لئے وقف کئے ہیں۔ جن ایام میں وہ لاہور رہ کر اپنی مفوضہ خدمات کو بجا لایا کریں گے۔ اور اس قربانی کے لئے میں ساری قوم کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوا دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جلد ایسی صورت حالات پیدا کر دے کہ وہ اپنا سارا وقت ہی اس راہ میں دیدیں۔

دوم۔ اسی ڈاک میں دوسرا خط مجھے اپنے بڑے بھائی مولوی عزیز بخش صاحب بی۔ اے کا ملا جو ایک مختصر سی پنشن پر عرصہ چار پانچ سال ہوئے ریٹائر ہو کر اس وقت امرتسر میں سکونت پذیر ہیں۔ اور انجمن ترقی تعلیم کے سیکرٹری ہیں۔ انجمن ترقی تعلیم کا کام مولوی صاحب موصوف نے اس وقت سنبھالا جب اس کی حالت بہت ہی خراب ہو چکی تھی۔ اور اس کا مفید کام قریب تھا کہ بالکل ہی رک جاتا۔ انہوں نے جس تن دہی سے اور جس محنت سے اس مردہ کام کو زندہ کیا وہ بجائے خود ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مولوی صاحب موصوف ایک درویش منش خاموشی سے کام کرنے والے آدمی ہیں۔ اثنائے ملازمت ڈیرہ غازی خان میں انہوں نے جو وہاں مکان بنوایا تھا کسی سالانہ جلسہ میں اپیل پر وہ انجمن کی نذر کر دیا تھا۔ اب اس وقت وہ انجمن ترقی تعلیم میں ڈیڑھ سو روپے ماہوار پر کام کر رہے تھے محض رضائے الٰہی کے لئے اور اشاعت اسلام کے کام کو قوت پہنچانے کے لئے وہ اس کو چھوڑتے ہیں اور صرف اپنی نہایت ہی قلیل رقم پنشن پر گذارہ کرنے کا فیصلہ کر کے لاہور آنے کے لئے تیار ہیں۔

سوم۔ تیسرے خان صاحب چوہدری منظور الٰہی صاحب ہیں۔ انہوں نے اثنائے ملازمت میں بھی قوم کی ایسی قابل قدر خدمت کی ہے جس کو ہم میں سے کوئی دوسرا نہ کر سکتا تھا۔ تمام روئے زمین کے مسلمانوں سے خط و کتابت کر کے اور لٹریچر بھیج کر ہر جگہ ایک بیداری پیدا کی ہے۔ اور دس ممالک میں احمدیہ جماعتوں کا وجود صرف انہی کی محنت کا نتیجہ ہے جو انہوں نے بغیر کسی معاون کے کی ہیں۔ آیندہ جنوری ۱۹۳۲ء میں وہ بھی اپنی ملازمت سے ریٹائر ہونے والے ہیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ اپنے وطن میں جا کر قیام کریں اور اپنی زمینوں وغیرہ کا انتظام کریں۔ مگر کل ان خطوط کے آنے پر انہوں نے بھی اپنے اس خیال کو قومی فوائد پر قربان کر دیا۔ اور یہ وعدہ کیا کہ وہ لاہور میں ہی ٹھیر کر اپنا سارا وقت دینی خدمات پر دیں گے۔

چہارم۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی ہمیشہ اپنے وقت کا کافی حصہ خدمات دینی کے لئے دیتے رہے ہیں اور اس انجمن کی بنیاد رکھا جانے کے دن سے وہ اس کے لئے بمنزلہ ایک ستون کے رہے ہیں۔ اپریل ۱۹۳۲ء میں انکی ملازمت بھی ختم ہوتی ہے۔ ان کی زندگی کو تو میں پہلے سے ہی خدمات دینی کے لئے وقف شدہ سمجھتا ہوں۔ کل انہوں نے بھی اپنے پرانے ارادہ کو حتمی وعدہ کا رنگ دے کر اس چوتھی خوشخبری کا اضافہ کیا۔

پنجم۔ سب سے آخر جس بزرگ کا میں ذکر کرتا ہوں وہ عالم قرآن ڈاکٹر بشارت احمد ہیں جو خود ہی دیر سے ارادہ کئے بیٹھے ہیں کہ ملازمت سے فارغ ہو کر دین کی خدمت میں لگ جائیں۔ وہ اگرچہ مرکز میں نہیں ہیں لیکن ان کا قلم اخبار میں مرکزی بزرگوں سے بھی بڑھ کر حرکت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور جہاں جہاں رہے ہیں جماعت کی توسیع اور استحکام کا ایسا کام کیا ہے کہ جو ایک باقاعدہ مبلغ بھی نہ کر سکتا تھا۔ درحقیقت ان کا یہ ارادہ ہی تھا کہ وہ اب پنشن لے کر خدمت دین پر لگ جائیں گے جس نے میرے دل میں یہ تحریک پیدا کی کہ دوسرے احباب سے بھی خواہش کروں۔

اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے اور ان کی پیشکش کو قبول فرما کر ان کے اوقات کو دین کے استحکام اور قوم کی زندگی کا موجب بنائے اور خود ان نافع الناس وجودوں کو طول حیات اور دین و دنیا کے حسنات سے متمتع فرمائے۔

ابھی کچھ اور احباب بھی ہیں جن پر میری نظر ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ جن لوگوں کی عمریں ایک نہ ایک رنگ میں خدمت اسلام میں ہی گذری ہیں ان کے یہ فراغت کے اوقات اب ضائع نہ جائیں بلکہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو کر خدا کے کام کو قوت دینے کا موجب بنیں۔ یہ ایک قدم ہے کہ جب انسان اٹھائے تو اسے پتہ لگتا ہے کہ زندگی کا اصل لطف اور دل کی حقیقی راحت اسی کام میں ہے۔ اور ایسے لوگوں کا ایک جگہ اکٹھا ہونا اور ایک کام میں مصروف ہونا صرف ان کے اندر ہی نہیں قوم کے اندر بھی انشاء اللہ تعالیٰ ایک نئی زندگی پیدا کر دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ایک طرف ہماری قوم کو عرصہ دو تین سال سے مشکلات میں ڈال کر اپنی طرف جھکایا تو اس کے ساتھ ہی اپنے فضل سے اس کی زندگی کے بھی ایسے سامان کر دیئے جو یرزقہ من حیث لا یحتسب کے مصداق ہیں۔

یہ جو سامان اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پیدا کر رہا ہے ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمارے دلوں میں ایک بات کے لئے سچی تڑپ پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی آنے میں دیر نہیں لگاتی۔ اور جو کبھی مشکلات آ جاتی ہیں تو ان کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے آگے اور زیادہ جھکیں۔

آخر میں پھر دیگر اصحاب سے جو پنشن پر ہیں یا عنقریب پنشن پر آنے والے ہیں یہ درخواست ہے کہ وہ میری عرضداشت پر توجہ فرمائیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی ایسے سامان پیدا کر دے کہ ان کے باقی ماندہ ایام سوائے اعلائے کلمۃ اللہ کی فکر اور دین کی حفاظت و اشاعت کے خیال کے اور کسی فکر اور خیال میں نہ گذریں تا کہ جب اپنے مولیٰ سے ملنے کا وقت آئے تو دل میں ایک راحت ہو کہ ہم اپنی ناچیز کوشش کو اس کی راہ میں لگا کر اور یہ چھوٹا سا توشہ ساتھ لے کر آخری سفر اختیار کر رہے ہیں۔

ایک ضروری تصحیح

گذشتہ دنوں ایک خبر کے دو مختلف ذریعوں سے پہنچنے کی وجہ سے یہ غلطی ہو گئی کہ ایک ہی خبر دو بار شائع ہو گئی۔ مولوی نیاز احمد صاحب نے عرصہ ہوا اس کی تصحیح ارسال کی تھی مگر وہ اب تک شائع نہ ہو سکی۔ پہلے ۲۳ اچھوتوں کے علاوہ ان کے ہاتھ پر اور کوئی اچھوت مسلمان نہیں ہوئے۔

رسید مضامین

۱۔ جذبات درد (نظم) از سیف محمود حیدری متعلم اسلامیہ کالج لاہور۔

۲۔ احمدی بھائیوں سے اپیل از جناب محمد عزیز اللہ صاحب مسلم گھر

۳۔ رپورٹ مناظرہ علی پور۔

۴۔ جناب سید عبد المجید صاحب رکیور تھلہ مطمئن رہیں ان کا بقیہ حصہ مضمون شائع ہو گیا ہے غلطی سے گذشتہ اشاعت میں باقیدار دہنیں لکھا جا سکا۔

۵۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا مضمون ماہوار ایڈیشن کے لئے وصول ہو چکا ہے۔ شکریہ

۶۔ کسی صاحب نے "قرآنی نکاح کا فلسفہ" بھیجا ہے مضمون پر نامہ نگار صاحب کا اسم گرامی تحریر نہیں۔

۷۔ جناب مکرم عبد الرحیم صاحب (مانگر دل) اپنے سوال کا حل مولانا احمد صاحب کے مضمون میں پائیں گے۔

شیخ غلام حسین صاحب کا مضمون انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ اشاعت میں درج ہو سکے گا۔

ایک غلطی کی تصحیح

گذشتہ اشاعت میں صفحہ ۶ کالم ۳ سطر ۱۲ کے اصل الفاظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۴ - شوال ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۱۲

ایک آنے سے پچّاس ہزار روپے

مستقل سرمایہ کی ایک اور تجویز

(از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ)

مستقل سرمایہ کی ایک تجویز احباب کے سامنے ہے جو میں نے سالانہ جلسہ پر پیش کی تھی وہ ایک فوری ضرورت کی چیز تھی، اور اس لئے میں نے احباب سے اسی وقت یہ کہہ دیا تھا کہ یہ رقم جنوری، فروری، مارچ تین ماہ کے اندر اندر ادا ہو جانی چاہئے ورنہ انجمن کے کام کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے چند احباب نے اپنے وعدے کو ایسی مستعدی سے پورا کیا کہ ان پر رشک آتا ہے۔ ان میں خان بہادر ڈاکٹر حکیم اللہ خان صاحب کا ایکہزار روپیہ بالخصوص قابل ذکر ہے اس لئے کہ یہ بزرگ حالانکہ روحانی رنگ میں بہت سے احمدی احباب سے آگے نکلے ہوئے ہیں۔ ابھی ظاہر طور پر ہماری جماعت میں شامل نہیں گو ان الفاظ پر بھی مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے المرء مع من أحب۔ اور انہوں نے اپنی محبت کا عملی ثبوت بھی دیدیا ہے۔ بہت سے احباب اقساط سے یا یکمشت اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر رہے ہیں۔ کئی ایک اپنی دس یوم کی آمد سے بڑھ کر دے رہے ہیں۔ ان کی تازہ ترین مثالیں ڈاکٹر سعید احمد صاحب پشاور، مرزا رحمت بیگ صاحب مردان اور مخدوم محمد اشرف صاحب شملہ ہیں۔ بہت سے ہیں جنہوں نے اپنی غربت کے باوجود اپنی بساط سے بہت بڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

جو احباب ابتک خاموش ہیں

ان سے درخواست ہے کہ یہ کام تو بہرحال کرنا ہے۔ اگر آپ خود ہی اس میں حرکت کریں تو اس سے آپ کے قلب کو بھی زیادہ خوشی پہنچے گی اور میرے دل کو بھی۔ ورنہ جب آپ اقرار کر چکے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے تو اس دینی جہاد میں مجھے آپ کو پیچھے چھوڑنا گوارا نہیں۔ آپ میری محنت کو کم یا زیادہ کر سکتے ہیں مگر اس دینی جہاد میں شمولیت سے انکار نہیں کر سکتے۔

جموں میں مجھے ایک دوست نے کہا کہ بڑی بڑی رقوم دینے والوں کی قدر ہے مجھے اس سے تو انکار نہیں کہ دولت بھی اللہ کا ایک فضل ہے اور جب اس دولت کا مالک اپنی حیثیت کے مطابق اس میں سے زیادہ دیتا ہے تو وہ زیادہ قابل قدر بھی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ تھوڑی رقم کی یا اس کے دینے والے کی قدر نہیں بلکہ ممکن ہے کہ بعض وقت عنداللہ ایک غریب جو اپنی بساط سے بڑھ کر دیتا ہے اس دولتمند سے زیادہ قابل قدر ہو جو اپنی بساط کے مطابق حصہ نہیں لیتا۔ اس لئے کسی شخص کو یہ حق نہیں کہ ایک پیسے کے دینے والے کی بھی تحقیر کرے یا اسے عزت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ جہاں تک مجھے نظر آتا ہے آج مسلمانوں میں (اور ہم بھی مسلمان ہیں) غریب اور متوسط طبقہ دینے میں قومی اور دینی کاموں میں حصہ لینے میں بہت وسیع دل رکھتا ہے اور بڑے آدمیوں اور امرا کا طبقہ الا ماشاءاللہ بہت تنگ دل واقع ہوا ہے۔ اور خدا کے رستے میں خرچ کرتے وقت ان کے دل میں قبض پیدا ہوتی ہے بلکہ انکار ہی کر دیتے ہیں۔ اور خدا چاہے گا تو مسلمانوں میں سے یہی غربا کا طبقہ امرا کے بخل کی کمی کو پورا کر دیگا طوبیٰ للغرباء غربا کے لئے خوشخبری ہے کیونکہ گو ان کے پاس تھوڑا مال ہے مگر

غربا مال کے مالک ہیں

اور وہ امرا جو خدا کے رستے میں دینے میں بخل کرتے ہیں یا اپنے دلوں میں قبض پاتے ہیں وہ

امرا مال کے غلام ہیں

اور غلام غلام ہی ہے گو مال کا غلام ہو یا انسان کا غلام ہو۔ اور گو وہ غلامی کی ذلت کو محسوس کرے یا نہ کرے۔

بہرحال اب میں احباب کے سامنے اپنی اس تجویز کو رکھتا ہوں جو اس رمضان میں اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ اور جو احباب کی ہی ان دعاؤں کا نتیجہ ہے جو وہ قوم کی مالی مشکلات کے دور ہونے کے لئے کرتے رہے ہیں۔ اور جسے میں نے لاہور کی جماعت میں خطبہ عید میں پیش کیا اور وہ تجویز یہ ہے کہ ہم ایک مستقل فنڈ کی بنیاد ایک آنہ چندہ سے رکھیں۔ ظاہر ہے کہ ایک آنہ ایک غریب سے غریب آدمی پر بھی بوجھ نہیں۔ ایک مزدور پر بھی بوجھ نہیں ایک گھر میں بیٹھنے والی خاتون پر بھی بوجھ نہیں۔ ایک مدرسہ میں پڑھنے والے بچے پر بھی بوجھ نہیں۔ بوجھ یہ کسی پر نہیں مگر اس ایک آنے سے قوم بن جاتی ہے شرط صرف ایک ہے کہ کل کے کل احباب اس میں حصہ لیں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ہمارے سب احباب اس کام میں شامل ہونے کا تہیہ کر لیں تو دس سال کے عرصہ میں کم سے کم رقم اس

ایک آنے سے پچاس ہزار

بن سکتی ہے بلکہ اگر پوری ہمت اس کی کامیابی پر صرف کی جائے تو ایک لاکھ کی رقم کا جمع ہونا بھی مشکل نہیں میں اس کے لئے ذیل کی تجاویز پیش کرتا ہوں

۱۔ ہر ایک احمدی مرد ہو یا عورت بڑا ہو یا چھوٹا۔ کماتا ہو یا خرچ کرتا ہو۔ ایک آنہ ماہوار مستقل فنڈ میں دے۔ اگر چار ہزار ایسے آدمی بھی نکل آئیں۔ تو اڑھائی سو روپیہ ماہوار کی آمد اس ذریعہ سے ہو سکتی ہے جو سال میں تین ہزار تک پہنچ جائے گی۔

۲۔ چند احباب جن کی تعداد کم سے کم تین سو ہو ایسے ہوں جو سال میں ایک ایک کاپی ایک ایک آنے والی سو رسیدوں کی بیرون از جماعت کوشش کر کے پورا کر دیں اس ذریعہ سے دو ہزار روپے سالانہ کی آمد ہو سکتی ہے۔

یوں ایک آنے سے پانچ ہزار روپیہ سالانہ کی رقم مستقل فنڈ میں جا سکتی ہے۔ چونکہ یہ چندہ ایسا ہے کہ یہ کسی پر بھی بوجھ نہیں۔ اس لئے اس سے کسی پہلے چندہ پر یا تحریک پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ۱/ ماہوار کی صورت یہ ہے کہ اگر مثلاً ایک شخص دو روپے ماہوار چندہ دیتا ہے تو پھر اسے صرف ۲/۲ ماہوار دینا ہوگا۔ اگر ۸/ دیتا ہے تو ۹/ ماہوار دینا ہوگا۔ البتہ جو شخص مثلاً بیس پچیس روپے ماہوار چندہ دیتا ہے۔ وہ اگر پسند کرے تو بجائے ۱/ زیادہ دینے کے ایک روپیہ ماہوار زیادہ دیدے اور سولہ آدمی کا قائم مقام ہو جائے یا جو شخص ۴/ ماہوار زیادہ دیدے تو چار آدمیوں کا قائم مقام ہو جائے یہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے لئے ایک روپیہ یا چار آنے کوئی بوجھ نہیں ورنہ عام طور پر یہ چندہ صرف ایک آنہ ماہوار ہوگا۔ اسی طرح ایک طالب علم جو کالج یا سکول میں فیس ادا کرتا ہے اس کے لئے یہ کوئی بوجھ نہیں کہ ایک آنہ ماہوار اس پر بڑھا لے۔ یا جس خاتون کے ہاتھ میں گھر کا خرچ ہے اس کے لئے کچھ مشکل نہیں کہ وہ ۱/ ماہوار کسی خرچ سے بچائے خواہ کتنے بھی چھوٹے پیمانے پر وہ خرچ ہو۔

یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ تجویز صرف اس صورت میں کامیاب ہو سکتی ہے کہ ہر مرد اور عورت اور بچہ اس پر عامل ہو ہر جگہ جماعتوں کے سکرٹریوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ چندہ وصول کرتے وقت چندہ دہندگان سے ایک ایک آنہ زیادہ وصول کریں۔ اور خواتین سے اور نوجوانوں سے بھی جو خود کچھ نہیں کماتے ۱/ ماہوار کے حساب سے وصول کریں۔ اور مرکزی دفتر میں چندہ بھیجتے وقت صرف اس امر کی تصریح کر دیں کہ مستقل فنڈ کا چندہ اس میں اس قدر ہے۔ اس تجویز کو کامیاب کرنے کی صورت یہ ہے کہ احباب اس کی اہمیت کو پہلے خود محسوس کریں کہ کس طرح اس ایک ایک آنے سے جو کسی پر بوجھ نہیں قوم کے لئے

متنا بڑا بھاری ذریعہ آمد کا ہو سکتا ہے کہ دس سال کے عرصہ میں پچاس ہزار روپیہ جمع ہو جائیگا یہ ایک آسان سا کام ہے اور پھر اس پچاس ہزار روپے کو کسی کام میں لگا کر اس سے تین چار ہزار روپے سالانہ کی آمد ہو سکتی ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آج سب مسلمان اپنی غربت کی حالت میں اگر اس تجویز پر ہی عامل ہو جائیں تو ان کی قوم لاکھوں روپوں کی مالک ہو کر بڑے بڑے قومی کام اس سے سرانجام دے سکتی ہے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ ہماری جماعت میں ایک نظام موجود ہے جس کے ماتحت یہ آنئیاں وصول کرنا کسی مزید خرچ کو نہیں چاہتا اور جہاں ان کے وصول کرنیوالوں پر خرچ کرنا پڑے وہاں ان آنئیوں کی وہ اہمیت نہیں رہتی جو ایک صاحب نظام جماعت میں ہو سکتی ہے۔

میں دوبارہ اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ ہر بڑے اور چھوٹے اور مرد اور عورت کو اس میں شامل کرنا ضروری ہوگا اور چونکہ یہ بوجھ کچھ نہیں اس لئے صرف کارکن احباب کی تھوڑی سی توجہ درکار ہے اور ان کی اس تھوڑی سی توجہ سے قوم کے لئے عظیم الشان سرمایہ پیدا ہو سکتا ہے۔

ایسا ہی جو احباب اس تجویز کے مطابق کا پیاں لیں انہیں بھی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر وہ ذراسی توجہ بھی کریں گے تو اس سے ان کی قوم کو بڑا بھاری فائدہ پہنچے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ آج کسی کھاتے پیتے آدمی کو یہ کہا جائے کہ ایک آنہ اشاعت اسلام مستقل فنڈ قائم کرنے کے لئے دیں تو وہ انکار کر دے گا۔ بلکہ بالکل قرین قیاس ہے کہ ایک آنے کے بجائے وہ چار آنے دیدے۔ ایک سال میں سو رسیدوں کی ایک کاپی ختم کرنے کے لئے ایک ماہ میں صرف آٹھ شخصوں سے ایک ایک آنہ وصول کرنا ہوگا بلکہ میرا خیال ہے کہ روزانہ اگر ایک آنہ کسی سے وصول کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ بھی کوئی مشکل امر نہیں اور اس صورت میں تین ماہ میں ایک رسید بک سو پرت کی ختم ہو سکتی ہے اور سال میں چار کاپیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کا اثر اس عام تحریک پر نہ پڑے جو جرمن مشن یا اچھوتوں میں کام یا مفت لٹریچر کی اشاعت وغیرہ کے لئے پہلے سے ہو رہی ہے۔ بلکہ یہ صرف ایک زائد کام کے طور پر ہو۔

ہر جگہ احباب سے یہ التماس ہے کہ وہ اس کام کو فوراً شروع کر دیں۔ اور اس میں ایک دن کا بھی توقف نہ ہو سردست جو رسید بکیں ارسالی موجود ہیں وہ دے دی جائیں گی اس کے بعد اس کے لئے خاص رسیدات چھپوائی جائیں گی۔ جہاں جماعتیں ہیں وہ جمعہ میں اس تحریک کو پیش کر کے دو کام کریں۔ اول سب احباب سے عہد لیں کہ وہ خود بھی اس تجویز پر عامل ہوں گے اور اپنی خواتین اور بچوں کو بھی اس پر عامل ہونے کے لئے کہیں گے اور دوم ان احباب کے نام لکھ لیں جو ایک ایک سو پرت کی رسید بک ایک آنہ والی لینے کی آمادگی ظاہر کریں۔ اور پھر وہ سارے نام یہاں میرے پاس بھیج دیں تاکہ ان کے نام یہاں سے رسید بکیں بھجوا دی جائیں۔ آخر میں پھر اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے آج تک جو تحریک کی ہے اس پر خود بھی عمل کیا ہے اور اب بھی میں اس تجویز پر اسی وقت سے عملدرآمد کرتا ہوں۔ آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ یکم مارچ سے جسقدر چندے وصول کئے جائیں ان سب کے ساتھ یہ ایک آنہ ماہوار یا حسب توفیق مستقل طور پر زیادہ دے اس قدر زیادہ وصول کیا جائے۔

اور حتی الوسع کوئی مرد کوئی عورت کوئی بچہ اس سے باہر نہ رہے۔

ایمان کا معیار بروئے قرآن کریم

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

یہ خط حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اپنے ایک عزیز کے نام مستقل فنڈ کی تحریک کے متعلق لکھا تھا مگر چونکہ اس کا مضمون عام ہے اس لئے جماعت کے فائدے کیلئے آپنے اسکی نقل اخبار میں بھیجدی ہے۔ (ایڈیٹر)

محبی اخویم۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ انجمن کے مستقل فنڈ کے چندہ پر آپ کا یہ عذر ٹھیک نہیں کہ اخراجات بہت ہیں روپیہ بچتا نہیں۔ اور مطلب تو صدقہ و خیرات سے ہے سو ہم کرتے ہی رہتے ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کو کچھ نہ کچھ دیتے رہتے ہیں۔ لہذا انجمن کے چندہ کے لئے اس شدومد سے اصرار کچھ سمجھ نہیں آتا۔

جو کچھ آپ نے صاف صاف فرمایا یہی غلط فہمی بعض اور دوستوں کو بھی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انجمن کا چندہ زکوٰۃ کی طرح فرض تو نہیں محض نفل ہے۔ دیا تو ثواب مل گیا نہ دیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ہماری جماعت کے بعض احباب کی چندوں میں سستی کا اصل موجب بھی یہی ہے کہ ان کی نگاہ میں اس چندہ کی اتنی اہمیت نہیں۔ حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے حضرت مسیح موعود نے جو جماعت بنائی وہ خدا کے حکم سے بنائی اور جو کام حفاظت و اشاعت اسلام کا شروع کیا وہ خدا کے حکم سے کیا۔ خدا کا حکم بھی دُہرا دُہرا۔ ایک تو قرآن کا حکم جاھدھم بہ جھادا کبیرا یعنی قرآن کو ہاتھ میں لے کر اس کے ساتھ بہت بڑا جہاد کرو۔ دوسرے خود حضرت اقدس کو بھی وہی الہام ہوا جو آنحضرت صلعم کو حدیبیہ کے بیعت رضوان کے متعلق ہوا تھا کہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ ید اللہ فوق ایدیھم۔ کہ بے شک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ خدا کی بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ آپ کو معلوم ہے اس بیعت کی اہمیت کس قدر تھی۔ یہ بیعت ایک ایسے جان جوکھوں کے وقت لی گئی تھی جب اسلام کے نیست و نابود ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کفار کے نرغہ میں تھی۔ اس وقت صحابہ سے جان نثاری اور ہر ایک قسم کی قربانی کا اقرار لیا گیا تھا۔ اور اس بیعت کو آنحضرت صلعم نے اتنی اہمیت دی کہ حضرت عثمان چونکہ موجود نہ تھے اس لئے آنحضرت صلعم نے خود اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے تا حضرت عثمان اس بیعت سے محروم نہ رہ جائیں۔ اور آخر کار خدا کی وحی نے اس بیعت پر اپنی کمال رضامندی کا اظہار فرمایا اسی قسم کا نازک وقت آج پھر اسلام پر آتا ہے

اسلام پھر نرغہ میں ہے

چاروں طرف سے اسلام پر حملے مذاہب باطلہ اور دہریت و مادہ پرستی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پھر ایک نائب رسول کو کھڑا کیا اور اس نے اسی قسم کی بیعت پھر مسلمانوں سے لینی چاہی جیسا کہ الہام مذکورہ بالا سے ظاہر ہے اور اس نے اسی لئے اپنے نام غلام احمد سے بیعت نہیں لی بلکہ احمد کے نام سے بیعت لی جو آنحضرت صلعم کا اسم گرامی ہے اور بوجہ فنافی الرسول ہونے کے بروزی اور مجازی طور پر آپ کو اس نام سے پکارا گیا تھا تا کہ ظاہر ہو کہ اس بیعت کی اہمیت بھی اسی بیعت کے رنگ میں ہے جو حدیبیہ کی بیعت کو حاصل تھی۔ یہ بیعت اسی قسم کی جان نثاری اور قربانی کو چاہتی ہے جس کی حدیبیہ کے موقعہ پر ضرورت تھی۔ فرق یہ ہے اس وقت جان و مال دونوں کی قربانی کی ضرورت تھی آج چونکہ دشمن تلوار سے حملہ نہیں کر رہا اور تحریر و دلائل سے حملہ کر رہا ہے اس لئے مال اور دل و دماغ کے خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ پس جس طرح قربانی کی ضرورت اس وقت تھی اسی طرح قربانی کی ضرورت آج ہے جس طرح اس وقت یہ بیعت اور قربانی تمام فرائض پر مقدم تھی اسی طرح آج بھی یہ بیعت اور قربانی ہر فرض پر مقدم ہے۔ اور عین خدا کے حکم جاھدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ (کہ اللہ کے رستہ میں جہاد مال اور اپنی جانوں کے ساتھ کرو) کے مطابق ہے اسی جہاد کے لئے خدا نے اپنے مامور کو بھیجا۔

جہاد منسوخ نہیں ہوا

بدقسمتی سے ہمارے بعض دوستوں نے سمجھ لیا ہے کہ حضرت صاحب نے جہاد منسوخ یا ملتوی کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ حضرت صاحب نے تو یہ فرمایا تھا کہ چونکہ دشمن تلوار سے مذہب پر حملہ نہیں کر رہا۔ اس لئے قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا۔ کے ماتحت (کہ اللہ کے رستہ میں صرف انہی لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو یعنی ان لوگوں سے نہ لڑو جو تم سے نہیں لڑتے) ہم مجبور ہیں کہ ان سے تلوار سے نہ لڑیں اور ان سے اسی رنگ میں مقابلہ کریں جس رنگ میں وہ حملہ کر رہے ہیں یعنی دلائل و براہین سے۔ چنانچہ جب حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ نے بیعت کی تو حضرت اقدس سے دریافت فرمایا کہ آپ کے ہاں وظیفہ کیا ہے جو میں کیا کروں فرمانے لگے جہاد۔ مولانا مرحوم حیران رہ گئے عرض کیا کہ جہاد کس طرح کروں۔ فرمایا عیسائیوں کے خلاف کوئی کتاب لکھو۔ چنانچہ اسی ارشاد کے ماتحت مولانا نے "فصل الخطاب" کتاب لکھی جس میں عیسائیوں کے اعتراضات کو رد کیا ہے اس کے بعد حاضر ہوئے تو فرمایا اب آریوں کے خلاف کتاب لکھو۔ چنانچہ آپ نے پھر کتاب "تصدیق براہین احمدیہ" لکھی۔ غرضیکہ مامور من اللہ کی بعثت کا مقصد ہی جہاد ہے اور جو کچھ حفاظت و اشاعت اسلام کے رنگ میں انجمن کام کر رہی ہے یہ سب جہاد ہے نفل نہیں۔ اگر نفل ہے اور فرض نہیں تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ مامور من اللہ کی بعثت ہی بے معنی ہے۔ ایک ایسے کام کے لئے جس کا کرنا چنداں ضروری نہیں تھا۔ خدا کا ایک شخص کو کھڑا کرنا اور اس کی بعثت کے ساتھ لعن طعن اور تکفیر کا طوفان اٹھنا سب کچھ بے معنی اور لا حاصل تھا۔ اگر خدا تعالیٰ نے سچ مچ کسی مجدد کو مامور من اللہ بنا کر بھیجا ہے اور اس کی بعثت میں مشیت الٰہی کام کر رہی ہے تو پھر اس شخص کی بیعت میں داخل ہو کر عملی طور پر

اس جہاد میں حصہ نہ لینا اسی طرح قابل مواخذہ ہے

جس طرح زمانہ نبوی میں یا بعد میں جہاد کے وقت مسلمانوں کا گھر میں بیٹھے رہنا گناہ کبیرہ تھا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا نام عملی منافق نہیں رکھا۔ کیا قرآن ان عملی منافقین کے حالات سے بھرا ہوا نہیں کیا ان کا خاص طغرائے امتیاز ہی نہیں تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ

مل کر عملی طور پر جہاد میں حصہ لینے سے ہچکچاتے تھے۔ جاؤ سورۃ انفال اور سورۃ توبہ پڑھو اور غور کرو کیا جہاد کے وقت بیٹھ رہنے والے وعید کے نیچے نہیں ہیں؟ کیا تین صحابی جو مختلف جہادوں میں جان نثاریاں کرتے رہے صرف غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے مورد عتاب نہ ہوئے؟ کیا ان سے بائیکاٹ نہ ہوا اور جب تک انہوں نے سچی توبہ نہ کی ان کا قصور معاف نہ ہوا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم قرآن پر غور کر کے اپنے آپ کو ان راہوں سے نہ بچائیں جن سے ایک مسلمان وعید کے نیچے آجاتا ہے اور ان راہوں کو اختیار نہ کریں جن سے ایک مسلمان خدا کی رضا کو حاصل کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے خود حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ جو شخص تین ماہ چندہ نہیں دیتا وہ میری جماعت سے نہیں ہے بعض لوگوں نے مرزا کو اس وقت لالچی سمجھا نعوذ باللہ لیکن حق یہ ہے کہ ایسا سمجھنے والا پرلے درجہ کا احمق تھا۔ وجہ یہ کہ

حضرت کی بعثت کا منشا جہاد تھا

اور وہ جہاد انفاق فی سبیل اللہ کے رنگ میں یہی چندہ ہے۔ پس جو چندہ نہیں دیتا وہ اس جہاد میں عملی حصہ نہیں لیتا اور مسیح موعود کی بعثت کو لایعنی سمجھتا ہے۔ پس کس طرح اسے جماعت کا ممبر کہا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے تو ایسے لوگوں کو جو روپیہ رکھتے ہوئے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے ہچکچاتے اور بہانے بناتے ہیں بڑے سخت لفظوں میں یاد کیا ہے فرمایا ومنھم من عٰھد اللہ لئن اٰتٰنا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصلحین ۝ فلما اٰتٰھم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وھم معرضون ۝ فاعقبھم نفاقًا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون ۝ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا سے عہد کرتے ہیں کہ اگر خدا ہمیں اپنے فضل یعنی مال و دولت سے حصہ دے تو ضرور خدا کے رستہ میں دیں گے اور صالحین میں بن جائیں گے۔ پھر خدا نے اپنے فضل سے دیا تو بخل کرنے لگے اور پیٹھ پھیرا اور اعراض کیا۔ پس اپنے وعدہ کے خلاف کرنے کی وجہ سے خدا نے ان کے دلوں میں نفاق بطور نتیجہ پیدا کر دیا اس دن تک جب وہ خدا سے ملیں گے۔

ذرا اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور اس وعید پر نظر دوڑائیں اور غور کریں کہ ہم جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کئے ہوئے ہیں کہاں تک اس وعدے پر ٹھیک اترے اور کہاں تک خدا کی راہ میں مال دیکر ہم اپنے عہد کو پورا کرنے والے ٹھیرے۔ میں مفتی نہیں۔ ہر ایک بندہ کا معاملہ خدا سے الگ ہوتا ہے۔ اپنے معاملہ کو خدا سے صاف رکھو اور اس جوابدہی کو مدنظر رکھو جو خدا کے حضور میں ہمیں کرنی ہوگی۔

اور سنو فرح المخلفون بمقعدھم خلٰف رسول اللہ وکرھوا ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حرًا لو کانوا یفقھون۔ پیچھے رہ گئے ہوئے لوگ اللہ کے رسول کے خلاف پیچھے گھروں میں بیٹھ رہنے پر بہت خوش ہوئے اور انہیں ناپسند ہوا کہ اللہ کے رستہ میں مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور کہنے لگے کہ گرمی میں نہ نکلو۔ کہدے کہ جہنم کی آگ اس سے بہت زیادہ گرم ہے کاش کہ لوگ سمجھ سے کام لیتے"۔ ذرا غور کیجیے۔ ان کو کچھ عذر تھا کہ گرمی بہت ہے ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ فرمایا اس کا نتیجہ جہنم ہے جو بہت زیادہ گرم ہے۔ وجہ خود بتلائی کہ جب خدا کے رسول کو تمہارے جان اور مال کے ساتھ جہاد کی ضرورت ہے تو پھر پیچھے بیٹھ رہنا کیا معنی! اب فرمائیے کہ جان کے جہاد سے بچنے کے لئے تو عذر گرمی کا ہوا مال کے جہاد نے بچنے سے سوائے اس کے کیا عذر ہو سکتا ہے کہ

ہمارے اخراجات زیادہ ہیں

لیکن جو جواب وہاں ملا وہی جواب یہاں سمجھ لیجیے۔ اگر وہاں گرمی کی شدت کا عذر نہیں سنا گیا تو یہاں روپیہ نہ بھیجنے کا عذر کس طرح قابل قبول ہو سکتا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ قربانی تو اس امر کی متقاضی ہے کہ انسان کچھ دکھ اور تکلیف اور نقصان اور خسارہ برداشت کر کے بھی اپنے فرض اور ڈیوٹی کو ادا کرے۔ جب تک انسان اپنے اوپر تکلیف نہ اٹھائے اور اپنے نفس کی ضروریات کو پس پشت ڈال کر خدا کے دین کی خدمت کے لئے نکل کھڑا نہ ہو اور اپنی مالی ضروریات کو ذبح کر کے خدا کے دین کے لئے مال خرچ نہ کرے۔ اس وقت تک اس کا نام قربانی نہیں رکھا جا سکتا۔ قربانی کہتے ہی ہیں ادائیگی فرض کے وقت اپنے مال یا جان پر کھیل جانے کو۔ ادائیگی فرض کے وقت منطق اور فلسفہ نہیں چلا کرتا۔ دشمن تلوار لئے سامنے ہو اور سپاہی منطق اور فلسفہ سے کام لیکر باتیں بناوے اور تلوار لیکر مقابل پر کھڑا نہ ہو وہ سپاہی یقینًا ایک بزدل انسان ہے اور سپاہی کہلائے جانے کا مستحق نہیں بلکہ محکمہ جنگ اس قسم کے سپاہی کو گولی سے اڑا دیتے ہیں۔ سپاہی وہ ہے کہ قربانی کے وقت حکم کے ماتحت اپنی جان پر کھیل جائے۔ اسی طرح دینی ضرورتوں کے لئے جب مالی قربانی کا موقعہ ہو تو وہاں اگر کوئی منطق چھانٹنے لگے اور باتیں بناتا رہے اور اپنی قربانی کا ثبوت اپنے عمل سے نہ دے تو وہ خدا کے یہاں کا سپاہی ہرگز نہیں۔ منطق اور دلائل کا وقت ہوتا ہے جب اصول اور عقائد پر بحث ہو لیکن ادائیگی فرض اور قربانی کے وقت منطق اور دلائل سے کام نہیں چلتا۔ وہاں خدا کا سپاہی وہی ہے جو مال اور جان کی قربانی کر کے اپنے ایمان اور اخلاص کا ثبوت اپنے عمل سے دے آپ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی قربانی کا واقعہ یاد ہوگا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کہا میں رویا میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اب تمہاری کیا رائے ہے۔ اللہ اللہ

بیٹے نے کیا پر از ایمان جواب دیا

کہ یٰابت افعل ما تؤمر کہ ابا جان جو حکم ہوتا ہے کر ڈالو۔ اس کا نام ہے قربانی! آج کے مسلمان ہوتے تو بیٹے صاحب باپ سے بڑی زبردست بحث کرتے اور کہتے کہ "آپ کو دن رات مذہبی شغف کی وجہ سے ایسی ہی لایعنی خوابیں آتی رہتی ہیں۔ آپ بہتر ہوگا اپنے دماغ کے متعلق کسی ڈاکٹر سے مشورہ لیں"۔ لیکن حضرت اسماعیل نے جو نمونہ قربانی کا دکھایا وہ بے نظیر ہے ایمان اور اخلاص کی شان ہی یہی ہے کہ ادائیگی فرض کے وقت مومن باتیں نہ بنائے اور عذر معذرت نہ کرتا پھرے بلکہ جان اور مال کی قربانی سے اپنے ایمان پر مہر لگا دے۔ چنانچہ قرآن نے انہی قربانیوں کو ایمان کا معیار ٹھیرایا ہے۔ سورہ الحدید پڑھو۔ فرماتا ہے۔ اٰمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ۔ اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو جس کے تم وارث بنے ہو"۔ ذرا کمال ملاحظہ ہو مما جعلکم مستخلفین فیہ فرما کر اشارہ کیا۔ مال تو ایسی چیز ہے کہ اگلے چھوڑ گئے تم اس کے وارث ہو گئے۔ تم چھوڑ جاؤ گے اور لوگ اس کے وارث بن جائیں گے۔ پس تمہارا وہی ہے جو تم خدا کے رستہ میں خرچ کر جاؤ اور اس طرح اپنے ایمان پر مہر لگا جاؤ۔ یہاں ایمان باللہ اور انفاق فی سبیل اللہ کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔

مطلب یہ کہ خدا پر ایمان کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اس کی راہ میں مال اور جان قربان کرنے میں دریغ نہ کرے۔ گویا اللہ پر ایمان کی عملی شکل انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ چنانچہ اس کے آگے فرماتا ہے۔ فالذین اٰمنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر۔ جو تم میں سے ایمان لائے اور خدا کے رستہ میں خرچ کرے اسکے لئے بہت بڑا اجر ہے گویا اجر کے لئے ضروری ہے کہ ایمان لائے اور ایمان لا کر خدا کے رستہ میں خرچ بھی کرے

بغیر اسکے دعوئ ایمان بیکار ہے

دوسرے لفظوں میں یہ کہ انفاق فی سبیل اللہ درحقیقت ایمان کی عملی شکل کا ہی نام ہے۔ آگے پڑھو تو بات زیادہ صاف ہو جاتی ہے فرماتا ہے وما لکم لا تؤمنون باللہ والرسول یدعوکم لتؤمنوا بربکم وقد اخذ میثاقکم ان کنتم مومنین اور تمہیں کیا ہو گیا جو تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تمہیں بلاتا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک خدا تم سے عہد لے چکا ہے اگر تم مومن ہو"۔ اب ذرا انصاف سے فرمائیے کہ مخاطب یہاں کافر تو نہیں بلکہ مومن ہیں جیسا کہ ان کنتم مومنین سے ظاہر ہے۔ پس یہاں رسول کی دعوت سے جو اللہ پر ایمان لانے کے متعلق تھی یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ کافر سے مسلمان بن جاؤ کیونکہ یہ تو مومنوں کو خطاب ہے۔ غور کیجیے کہ مومنوں کو رسول جو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا تھا وہ کونسا ایمان تھا جس حالت میں کہ وہ اللہ اور رسول پر پہلے ہی ایمان رکھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ عملی ایمان تھا جس کو یہاں انفاق فی سبیل اللہ کے نام سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں اٰمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا فرما کر ایمان باللہ کو انفاق فی سبیل اللہ کے ساتھ لازم طور پر بیان کیا تھا اور ایمان کا نتیجہ عملی انفاق فی سبیل اللہ کو قرار دیا تھا۔ اس آیت میں دونو کو مترادف قرار دے کر بجائے انفقوا فرمانے کے اٰمنوا بربکم فرما دیا۔ اور جس عہد کا یہاں ذکر کیا ہے وہ بھی وہی عہد ہے جو اللہ تعالیٰ مومنوں سے لے چکا تھا کہ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے مال اور جان اس وعدے پر خرید لئے ہیں کہ ان کے لئے جنت ہے"۔ اس عہد کی یاددہانی سے بات اور بھی صاف ہو گئی۔ مومنوں کو یاد دلایا کہ جب رسول تمہیں عملی ایمان کی طرف بلاتا ہے تو

اب اس ایمان کو عمل سے ثابت کرو

جس کے تم مدعی ہو اور اس عہد کو پورا کرو جو تم خدا سے کر چکے ہو۔ یعنی خدا کے رستہ میں مال خرچ کرو اور ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پس ان آیات کے رو سے ایمان کی عملی شکل کا نام انفاق فی سبیل اللہ ہے اور دونو کو ایک دوسرے کا مترادف قرار دیا ہے۔ پس جو جس قدر قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ کرتا ہے اتنا ہی اس میں خدا پر ایمان بھی ہے۔ اور یہ معنے میرے نہیں بلکہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی معنے کئے ہیں۔ ان قرآنی احکام کے ماتحت جب آپؐ نے صحابہ کو انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا نصف مال لے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے تو آپ نے کیا ارشاد فرمایا۔ یہی کہ "عمر کا ایمان بھی ابوبکر سے آدھا ہے"۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ انفاق فی سبیل اللہ اور قربانی ایمان کے ناپنے کا پیمانہ ہے۔ جس کسی کے ایمان اور اخلاص کو ناپنا منظور ہو تو اس کا انفاق فی سبیل اللہ اور قربانی دیکھ لو۔ پتہ لگ جائیگا کتنا ایمان اس کے اندر ہے گویا یہی قربانی اور انفاق فی سبیل اللہ ایمان کا معیار ہوا۔

اور سچ بھی یہی ہے جتنا خدا پر ایمان ہوگا اتنا ہی اس کی راہ میں انسان قربانیاں کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ جتنی کمزوری ایمان میں ہوگی اتنا ہی قربانی میں پس و پیش انسان کرے گا۔ ایک تاجر جس سودے میں جتنا زیادہ نفع تصور کرے گا اتنا ہی سرمایہ اس میں لگائے گا۔

ممکن ہے آپکے دل میں وسوسہ گذرے

کہ قرآن میں قل العفو بھی تو آیا ہے کہ جتنا تم آسانی سے خرچ کر سکو۔ سو اول تو وہ جہاد کے لئے نہیں اور اگر مان بھی لیا جائے تو جتنا ایمان جس میں زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی آسانی اسے مال اور جان قربان کرنے میں ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ کو نصف مال دے دینے میں آسانی معلوم ہوئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے لئے سارا مال دیدینے میں بھی آسانی ہی تھی۔ یاد رکھو جہاد ادائگی فرض کا نام ہے۔ جب خدا کے دین کو ضرورت ہو جان کی اس وقت کوئی یہ آیت پڑھنے لگ جائے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کہ اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور خدا کے دین کو ضرورت پڑے مال کی تو قل العفو کوئی پڑھنے لگ جائے کہ آسانی سے دینے کا حکم ہے ہمیں تو ایک پیسہ بھی دینا مشکل ہوتا ہے۔ اور سچ بھی ہے بخیل کو تو ہزاروں روپے ہوتے ہوئے بھی ایک پیسہ دینا مشکل ہوتا ہے تو فرمایئے دنیا میں اس طرح کبھی جہاد فی سبیل اللہ ہو سکتا ہے جہاد کے موقعہ کے تو احکام ہی الگ ہیں وہ ایک قربانی کو چاہتے ہیں اور قربانی نام ہے اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر اپنا نقصان کر کے خدا کے رستہ میں مال اور جان کو لگا دینا جس چیز کی ضرورت نہیں اسے خدا کے رستہ میں دیدیں گو نیکی تو ضرور ہے مگر اسے قربانی نہیں کہا جا سکتا۔ قربانی تبھی کہلائے گی جب ہمیں مال کی ضرورت ہے اور پھر اپنی ضرورت پر دین کی ضرورت کو ہم مقدم رکھیں تو ہمارا عہد بھی دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا سچا اور ہمارا ایمان کا دعویٰ بھی صحیح۔

پس خلاصہ اس سب تحریر کا یہ ہے

کہ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے مامور کیا اور آپ کے مشن کا کام ہے جہاد کرنا یعنی اپنی زندگی اور مال کو خدا کے دین کی حفاظت کے لئے لگا دینا۔ پس جو چندہ آپ کے مشن میں دیا جاتا ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کے ماتحت فرض ہے۔ اور فرض بھی وہ جو تمام فرضوں پر مقدم ہے کیونکہ جہاد تمام فرضوں پر سبقت رکھتا ہے اور ایسے جہاد میں جو قربانیاں کی جاتی ہیں۔ وہ درحقیقت ایمان اور اخلاص کے موازنہ کے لئے معیار ہیں۔ جس کے ذریعہ مومن کے ایمان کا اندازہ لگ جاتا ہے پس اپنے ایمان کو اس پیمانہ سے ناپو۔ اگر پورا اُترے تو اپنے نفس کو مبارکباد دو اور اگر پورا نہ اُترے تو عاقبت کی فکر کرو اور اپنے ایمان کے دعوے سے شرماؤ۔ جہاد ادائیگی فرض کا نام ہے۔ اس موقعہ پر منطق اور دلائل سے حیلے اور عذر تراشنے کی کوشش نہ کرو کہ یہ خدا کے ہاں مقبول نہیں ہیں۔ فرض کی ادائگی کے وقت ایک ہی چیز ہے جو رضائے الٰہی کو جذب کرتی ہے اور وہ ہے قربانی۔ اپنی منطق اور دلائل کو عقائد اور اصول کی بحثوں کے لئے تہ کر رکھو۔ فرض کی ادائیگی قربانی کو چاہتی ہے اور بس اور قربانی اس بات کی مقتضی ہے کہ اپنے نفس کی تکلیف اور مال کے نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدا کے دین کی خدمت کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ علیٰ ہذا القیاس اشاعت اسلام کے لئے مستقل فنڈ کا چندہ کس قدر اہم ہے۔ مقصود تو یہ ہے کہ اشاعت اسلام کا کام اپنے پاؤں پر مضبوط طریقہ پر کھڑا ہو جائے جس سے اس کے مٹنے کا اندیشہ نہ رہے انشاء اللہ

تعالیٰ خدا کے دین کے لئے یہ کتنا بڑا جہاد ہے اس جہاد میں حصہ لینا اور ٹال مٹول سے بتانا کیا ہمیں مخلصوں میں سے تو نہیں بنا دیتا۔ اور ہم قل نار جہنم اشد حرا کے وعید کے نیچے تو نہیں آجاتے برادران! یہ نفلی چندہ نہیں ہے یہ مالی جہاد ہے جس میں حصہ نہ لینے والا سن لے۔ ھٰانتم ھٰؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللہ الغنی وانتم الفقراء وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ (سورہ محمدؐ) سنو جی تم کو بلایا جاتا ہے کہ اللہ کے رستہ میں مال خرچ کرو مگر تم میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتے ہیں وہ اپنے نفس سے ہی بخل کرتے ہیں اور اللہ بے نیاز ہے اور تم اس کے محتاج ہو۔ اور اگر تم اس حکم سے منہ پھیرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا دوسری قوم کو تمہاری جگہ بدل کرے آئیگا اور وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خواتین کی آل انڈیا کانفرنس

سارداایکٹ پردہ و تعدد ازدواج کی بحث

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از جناب سید عبدالمجید صاحب پنشنر ہیڈ کلرک کپور تھلہ)

پردہ

خود اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ اور آج سے نہیں بلکہ زمانہ قدیم سے ہے " ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا (سورہ نور آیت ۳۱) میں ظھر منھا سے منہ اور ہاتھ مراد لئے گئے ہیں کہ یہ کھلے رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ یہی استنباط امام رازی اور روح المعانی۔ قفال۔ اور کشاف نے کیا ہے۔ اور خود مولانا محمد علی میر جماعت احمدیہ لاہور نے بھی اس رائے سے عین تقاضائے فطرت کے مطابق فائدہ اٹھانا چاہا تو کیا گناہ کیا۔ اگر اس میں تنازع برپا کرنے کی ضرورت تھی تو ان صاحبوں سے تھی جنہوں نے قرآن شریف سے وہ معنی مستنبط کئے جسے خواتین اپنا انسانی حق سمجھتی ہیں۔ موجودہ پردہ بھی عجیب صورت کا ہے عزیزوں اور جان پہچان والوں سے پردہ ہوتا ہے ناواقفوں سے بالکل نہیں۔ چنانچہ سٹیشنوں اور ریلوے گاڑیوں میں ایسے ہی منظر روز دیکھنے میں آتے ہیں میں نہیں جانتا کوئی بھی شخص جسے عقل سلیم سے بہرہ ملا ہو موجودہ پردہ کا جو بالکل غیر اسلامی ہے کبھی حامی ہو سکتا ہے۔ پردہ کی صورت موجودہ حبس محض سے کسی حالت میں بھی کم نہیں ہے ڈولیوں میں زیادہ سفروں اور برقعوں سے مستورات کو زہریلی ہوا میں بار بار سانس لینا پڑتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے تنفس سے کاربانک ایسڈ گیس کا ذخیرہ ڈولیوں اور برقعوں میں بڑھاتی رہتی ہیں۔

ایسی ہی وجوہات ہیں کہ جہاں ہندو مستورات میں دق کے مرض سے شرح اموات ۳ فی ہزار ہے۔ وہاں مسلمان مستورات میں ۵ء۸ فی ہزار یعنی دوگنی کے قریب ہوا اور افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ شرح اموات ہندوستان میں بڑھتی جا رہی ہے۔ اور اس کا اثر مسلمان مستورات پر ہی زیادہ ہوگا۔ اس سے میری مراد یہ ہی نہ سمجھی جائے کہ میں اس آزادی کا حامی ہوں جو یورپ میں رائج ہے۔ بلکہ اعتدال کی صورت میں پردہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

علمائے کرام سے فیصلہ

زیادہ زور انقلاب نے اس پر دیا ہے کہ اگر خواتین کو کوئی شکائتیں ہیں تو علمائے کرام سے فیصلہ کرائیں۔ غالباً "انقلاب" کو خبر نہیں ہے کہ علمائے کرام کو تو تکفیر مومنین کے شغل سے فرصت نہیں ہے وہ بیچارے ایسے کاموں کے لئے وقت کہاں سے دیں گے۔ وہ یا تو مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرنے پر آمادہ کر کے ان کی تباہی و بربادی کے سامان پیدا کر سکتے ہیں یا سارداایکٹ کی مخالفت میں یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ لوگوں کی سات سات آٹھ آٹھ برس کی بچیوں کا بیاہ کرا کر ان کے مستقبل کو برباد کر سکتے ہیں۔

نکتہ چینی کا انداز

یہ بھی کم حیرت کا مقام نہیں ہے کہ ان مسائل پر جو خاص اہمیت رکھتے ہیں بجائے متین اور مہذب پیرایہ بحث کرنے کے کچھ ایسا طرز طریق اختیار کیا جا رہا ہے جو ایک حد تک متانت سے گرا ہوا ہے۔ ۷ فروری کے انقلاب میں "افکار و حوادث" کے عنوان میں جو انداز یا طریق بحث اختیار کیا گیا ہے احسن نہیں کہا جا سکتا۔ اختلاف رائے ایک قدرتی امر ہے لیکن اس کے بیان کا انداز تو ایسا اختیار کیا جا سکتا ہے جن سے دل شکنی نہ ہو۔ اول تو ایسے مسائل کو افکار و حوادث میں جگہ نہ ملنی چاہیے تھی کیونکہ وہ تمسخر و استہزا یا دل لگی کا کام ہے۔ مجھے زیادہ حیرت حامیٔ اسلام پر ہے جو باوصف متین اور سنجیدہ پرچہ ہونے کے اس بحث میں اپنی متانت اور سنجیدگی کو قائم نہ رکھ سکا۔ اور "گلکدہ" کے عنوان سے ۵ فروری کے پرچے میں "چراغ خانہ" اور "شمع محفل" جیسے محاورے استعمال کئے ہیں "غض بصر" کے متعلق بجائے اس کے کہ کوئی عالمانہ بحث کی جاتی جس میں آغا حیدر کے اس لغونا نہ جملے پر ہی کفایت کی گئی ہے کہ اس صورت میں تو زندگی بالکل بے کیف ہو جائیگی۔ میری رائے میں غض بصر کی آیت کو اچھی طرح نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے کہ غض بصر پر عمل کرنے کو ایک بے کیف زندگی کا مترادف کہہ دیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ غض بصر بدنظری سے روکنے کے لئے ہے یعنی بدنظری کی نیت سے نہ دیکھا جائے۔ ورنہ ویسے ایک دوسرے کو نہ دیکھنا ناممکنات سے ہے اور ایسا حکم بے معنی بھی ہو جائے گا۔ اور غض بصر اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ لوگوں کے چہرے کھلے ہوں۔ ورنہ اگر چہرے چھپے ہوئے ہوں تو غض بصر بھی بے معنی سی بات رہ جاتی ہے۔ اب یہ سوال قدرتی طور پر ہو سکتا ہے کہ ادھر تو منہ پر برقع ہے اور دوسری طرف عورتیں آنکھیں نیچی رکھیں تو نتیجہ کیا ہوگا روز حادثے ہوں گے اور جانیں تلف ہوں گی۔ برقعہ والی دوسروں کو دیکھتی ہوئی چاہتی ہیں اور مردوں کو دیکھتی رہتی ہیں۔ تو غض بصر کی تعمیل ان سے بھی نہ ہو سکی۔ لیکن معاملہ یہ ہے یہی نہیں حکم دونوں کے لئے یکساں ہے۔ مردوں کے یغضوا من ابصارھم ہے اور عورتوں کیلئے یغضضن من ابصارھن ہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ مردوں اور عورتوں کے کچھ ایسے حصے بھی کھلے ہوئے ہوں جن کی وجہ سے دونوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ حصے وہی ہیں جو قدرتاً کھلے رہنے چاہئیں۔ ہاتھ اور منہ۔

اس کے متعلق مولانا محمد علی صاحب بیان القرآن میں ۲۲۔۲۳ نوٹ پر لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں بڑی بھاری کثرت

انہیں لوگوں کی ہے جن میں مردوں اور عورتوں دونوں کو اشغال زندگی سے جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ اور بغیر منہ اور ہاتھ کھلے رکھنے کے یہ کام قطعاً نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ زینتوں کو ظاہر نہ کرنا چاہیئے۔

افسوسناک نظارہ

جہاں میں نے ان امور کے متعلق خواتین کی حمایت میں لکھا ہے وہاں "یورپ کی تقلید کا افسوسناک نظارہ" کے عنوان سے محترمہ راحیل خاتون خمروانہ نے جو تحریر اخباروں میں شائع کرائی ہے اسے دیکھنے کے بعد حسرت و افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو تصویر محترمہ موصوفہ نے بعض خواتین اہالیان مجلس کی کھینچی ہے وہ یقیناً قابل شرم ہے۔ دراصل قابل ہے کہ مسلمان خواتین تو درکنار، ہندو خواتین کو بھی وہ منظر پیش نہ کرنے چاہئیں۔

آخری درخواست

لیکن میں آخر میں مدیران اخبارات اور مضمون نگاران سے یہ التماس ضرور کرونگا کہ ان مباحث پر قلم فرسائی کرتے وقت ایسا انداز ضرور اختیار کریں کہ محترمہ خدیجہ بیگم جیسی قابل تعظیم خواتین کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ "یہ رسم صدیوں کے خودمختارانہ تسلط کی یادگار ہے۔ جبکہ عورتوں کو لونڈیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔" اور اگر غور سے دیکھا جائے تو جہاں مقابلہ برابر کا نہ ہو وہاں ایک زبردست شخصیت کو اپنی ساری طاقت کا مظاہرہ کر دینا بھی کوئی موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ مردوں کے ہاتھوں میں اخبار ہیں وہی لکھنے والے ہیں اور وہی سب کچھ بنے بیٹھے ہیں۔ پس یہ کوئی بہادری نہیں کہ صنف نازک کو برے اور سخت لفظوں میں مخاطب کیا جائے۔

حضرت میاں صاحب خلیفہ قادیان سے ایک سوال

(از مولانا عبد اللہ صاحب تیما پوری)

میں نے آپ کا وہ طویل خطبہ الفضل میں دیکھا جو کہ غیر محمودیوں کی اقتدا میں نماز پڑھنے کی بابت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک احمدی کا غیر احمدی کی اقتدا میں نماز پڑھنا ایسا ہی ہے جیسا ایک عمدہ چیز کو چھوڑ کر ناقص اور ردی چیز مول لینا یا سڑا گلا کھانا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ امام متقی کو بناؤ۔ گویا آپ کے نزدیک کل غیر محمودی متقی نہیں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایک شخص آپکی بیعت کرتا ہی متقی بن جاتا ہے خواہ نمازیں کبھی پڑھے اور کبھی چھوڑ بھی دے اور سینڈی پئے یوں ہی بہت سے امور ہیں جن کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں اور نہ ان کی بداعمالیوں کے ثبوت کی ضرورت ہے۔ فقط اس سوال کا جواب ملنا چاہیئے کہ جو محمودی متقی نہ ہو کیا وہ احمدیوں کا امام بن سکتا ہے۔ امید ہے کہ اخبار کے ذریعہ سے جواب عنایت ہوگا کہیں ایسا تو نہیں کہ جو وصیت کرے وہ بہشتی مقبرے میں داخل ہے اور متقیوں میں شمار ہے اسی طرح جو محمودی کہلائے وہ امامت کے لائق ہے خواہ اس کے اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

آیندہ ۳- مارچ کا پرچہ

ماہوار ایڈیشن ہوگا۔ اس میں ۲۷ فروری سنہ ۱۹۳۱ء کا پرچہ بھی شامل ہوگا۔

ایک استفسار اور اسکا جواب

(از مولانا احمد صاحب م)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا

کلمہ زید بکر کا وضع کیا ہوا کلام نہیں ہے۔ اسلام میں توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے تسلیم کرنے کو تمام عقاید اسلامیہ کا قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ ملائکہ انبیاء اور آسمانی کتابوں یوم آخر پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ توحید تمام مذاہب خصوصاً مذہب اسلام کی بنیاد ہے۔ اس کا مفہوم نفی اور اثبات کے رنگ میں پورے طور سے لا الٰہ الا اللہ میں آجاتا ہے کیونکہ اس میں اللہ کے سوا باقی ہر ایک قسم کے الٰہ کی نفی ہے اور اللہ کا اثبات ہے۔ محمد رسول اللہ پر ایمان لانا باقی ان تمام عقاید پر ایمان لانیکے قائم مقام ٹھہرایا گیا جن پر از روئے قرآن کریم ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ کی رسالت پر ایمان لانے میں باقی ایمانیات بھی آجاتے ہیں۔ اسلئے کہ آپ کی رسالت کا ایک حصہ ان باتوں پر ایمان لانا بھی ہے۔ جو قرآن کریم میں بطور ایمانیات مذکور ہیں لا الٰہ الا اللہ چونکہ توحید کے مفہوم کو پورے طور سے ادا کرتا ہے اس لئے قرآن کریم میں عقیدہ توحید کے اظہار کیلئے خاص کر دیا ہے۔ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ قرآن کریم میں نہیں۔ اور باقی عقاید ایمانیہ کا قائم مقام محمد رسول اللہ قرار دیا گیا فرمایا محمد رسول اللہ (قرآن کریم) اب ایک شخص اسلام میں آنا چاہتا ہے تو اسے اسلام میں داخل ہونے یا داخل کرنے کیلئے انہی دو لفظوں کا اقرار لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ تمام عقاید اسلامیہ کا قائم مقام ٹھہرایا گیا۔ کیونکہ توحید اور رسالت پر ایمان لانے میں تمام امور ایمانیہ آجاتے ہیں۔ اصل جو عقیدہ توحید اور رسالت پر ایمان لانے کا ہے اسکا اظہار لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے ہو جاتا ہے۔ اس اظہار میں اور کوئی کلمہ اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ اذان میں لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کے شروع میں اشھد کا لفظ زیادہ ہے مگر وہ اس کلمہ کا جزو نہیں ہے اشھد کا لفظ ساتھ ہو یا نہ ہو بہرحال جب ایک شخص اپنی زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے۔ وہ مومن اور دائرہ اسلام میں داخل سمجھا جائیگا۔ اشھد کا لفظ بڑھانے سے صرف مفہوم ادا ہو جاتا ہے کہ میں خلوص دل سے توحید اور رسالت کا اقرار کرتا ہوں۔ اگر یہ لفظ ساتھ نہ بھی ہو تو بھی یہی سمجھا جائیگا کہ وہ خلوص دل سے توحید اور رسالت کا اقرار کرتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا خود ہی توحید اور رسالت کی شہادت کا قائم مقام ہے۔ گو لفظ اشھد ساتھ نہ بھی ہو۔

بخاری کی کتاب الایمان کی پہلی حدیث میں آتا ہے۔ بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ اسلام کی بنا پانچ امور پر ہے۔ ایک لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت ہے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کیا جائے۔ اس حدیث میں بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تمام عقاید کا قائم مقام ٹھہرایا گیا ہے اور شہادت کا لفظ کلمہ کی جزو نہیں ہے۔ تو اس حدیث میں جو کلمہ پڑھ لینے سے ایک مسلمان سمجھا جائے گا یا دائرہ اسلام میں داخل سمجھا جائیگا وہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اور اسکی شہادت سے مراد ہے اسکا کہنا نہ یہ کہ لفظ شہادت بھی اس کے ساتھ بولا جائے۔ لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ دونوں الگ الگ قرآن کریم میں موجود ہیں اس حدیث میں انہیں اکٹھا کر کے تمام عقاید اسلامیہ کا قائم مقام ٹھہرایا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ کلمہ زید بکر کا کلمہ نہیں ہے بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کیا ہوا ہے۔ یعنی آنحضرت نے ان دونوں جملوں کو جوڑ کر تمام ایمانیات کا قائم مقام اور نتیجہ ٹھہرایا۔

شکریہ احباب

میں اپنے معزز دوستوں سے معافی چاہتا ہوں کہ میں دیر کے بعد انکی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔

میرا لڑکا عبد القادر تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ بیمار رہا۔ اور گو خدا کے فضل سے وہ موت کے پنجے سے نجات پا چکا ہے مگر تا حال چارپائی پر ہے۔ گذشتہ سال فروری سے جون تک اس پر سخت حملہ تھا۔ بیماری پورے زور پر تھی گویا بحران کا زمانہ تھا۔ بعض وقت اسکی حالت نے ہمارے اوسان خطا کر دیئے بظاہر اسباب تمام منقطع ہو چکے تھے۔ مکرم معظم ڈاکٹر محمد شریف صاحب منشیر سول سرجن نے کسی قدر زندگی کی امید دلائی لیکن ٹانگوں نے قطعی جواب دیدیا۔ اسوقت میرے دل پر جو صدمہ ہوا اسے خدا ہی جانتا ہے تاہم انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا مگر ایک منٹ کیلئے میں بارگاہ ایزدی سے مایوس نہ ہوا تھا۔ اور یہی ایک بات تھی کہ جوں جوں ظاہر اسباب مجھے مایوس کرتے تھے اسی قدر خدا تعالیٰ کی قدرت پر میری امید بڑھتی جا رہی تھی۔ اور میں نے سول ہسپتال ٹبالہ میں ڈیڑھ دو ماہ بار پورے زور کے ساتھ علاج کیا گیا۔ آخر اس شافی مطلق نے رحم کیا اور آہستہ آہستہ بیماری گھٹنے لگی۔ اور اب یہ حالت ہے کہ کوئی ماہ سے بخار دور ہو چکا ہے۔ زخم اچھے ہو گئے ہیں گو زمین پر چل پھر نہیں سکتا۔ تاہم چارپائی پر خود بخود اٹھتا بیٹھتا ہے اور ٹانگیں جن سے جواب مل گیا تھا۔ کھولتا بند کرتا ہے۔ ہاں گھٹنوں میں ابھی کچھ بیماری ہے۔ اور اس سبب سے صاف کھلتی نہیں اور چلا پھرا نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے پوری امید ہے کہ وہ اپنے فضل سے کامل شفا دیگا یہاں کی آب و ہوا اسے بہت مفید پڑی ہے حقیقی بات تو یہ ہے کہ مردہ زندہ ہوا ہے اور اسی کو مردے سے زندہ کرنا کہتے ہیں۔ میں اپنے ان تمام معزز دوستوں اور ڈاکٹروں کا جنہوں نے اس کے علاج معالجہ میں امداد کی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

(محمد نصیب)

ضرورت خادم مسجد

چک 7/1-2 متصل اکاڑہ ضلع منٹگمری میں احمدیہ مسجد کے لئے خادم مسجد کی ضرورت ہے۔ جو مسجد کی حفاظت و صفائی وغیرہ کا کام کرے۔ وقت پر ہر نماز کی اذان دے اور میری عدم موجودگی میں نماز بھی پڑھائے۔ بوقت پیدائش بچہ اذان دینا۔ نماز جنازہ علاوہ نکاح پڑھانا بھی اسی کا کام ہوگا۔ معاوضہ میں دو گھماؤں اراضی زرعی اور دو روپیہ نکاح خوانی کے اور بوقت فوت اور پیدائش کے وقت بھی حسب توفیق لوگ خدمت کرتے ہیں۔ کھانا بھی گاؤں سے مل جاتا ہے۔

علاوہ اس کے مسجد میں بچوں کو قاعدہ یا قرآن مجید پڑھانے کے عوض ہر فصل پر ہر گھر سے غلہ ملے گا۔

جو صاحب آنا چاہیں وہ خط و کتابت کریں۔ اور جلد آنے کی کوشش کریں۔

(خاکسار محمد نصیب سپرنٹنڈنٹ ایگریکلچرل چک 7/1-2 آبنہ اکاڑہ)

پیغام صلح کے آئندہ
ماہوار ایڈیشن

میں جو انشاء اللہ ۳ - مارچ ۱۹۳۱ء کو شائع ہوگا دیگر مفید و دلچسپ مضامین کے علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک نہایت معرکۃ الآراء مضمون ہوگا جس کا میاں محمود احمد صاحب کے مریدوں تک پہنچنا ضروری ہے۔ اسلئے تمام احباب کو چاہیے کہ اس کی زائد کاپیاں خرید کر قادیانی اصحاب میں بکثرت تقسیم کریں اس خیال سے کہ اس نمبر کی اشاعت زیادہ سے زیادہ ہو سکے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے یعنی ایک روپے کی سولہ کاپیاں علاوہ محصول ڈاک

دنیائے اسلام میں قادیانی فتنہ سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں کہ جنہوں نے ختم نبوت کو توڑکر اس ملت کی تخریب کی ٹھانی ہے اسلئے اس فتنہ کا سد باب اشد ضروری ہے

اس نمبر کی ضخامت کم از کم سولہ صفحے ہوگی سرورق نہایت دیدہ زیب و رنگین۔ تمام فرمائشیں ۲۸ فروری تک آ جانی چاہیئیں۔ قیمت فرمائش کے ساتھ آنی لازمی ہے +

خاکسار - منیجر اخبار پیغام صلح لاہور

بھنور والی منگرول

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

عالیجاہا گذشتہ سال ہم خاکساروں نے بدہلی - جی - ایچ مسلم ہائی سکول میں ایک مسجد کی ضرورت ظاہر کرتے ہوئے ایک عریضہ حضور کی خدمت عالیہ میں ارسال کیا تھا جس کے جواب میں جناب نے خرچ کا اندازہ دریافت فرمایا تھا - جو اسی وقت بمعہ نقشہ خدمت اقدس میں روانہ کر دیا گیا تھا - مگر اسوقت کسی وجہ سے جناب نے ملتوی کر دیا تھا - اور ارشاد یوں فرمایا تھا کہ آئندہ سال یاد دلایا جاوے اس لئے حسب ارشاد جناب والا یاد دلایا جاتا ہے ؎

بر کریما کارہا دشوار نیست

اس جگہ مسجد کی ضرورت کے متعلق اتنی بات گوش گذار کر دینی ضروری ہے کہ مسلم ہائی سکول کے جاری ہونے سے پہلے اس جگہ عیسائیوں کا مرکز قائم تھا - اور علاقہ بھر میں ان کا بہت زور تھا - مسلمانوں پر عالمان تثلیث کا رعب چھایا ہوا تھا - حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور شہنشاہ عرب کے زمین میں دفن ہونے کا مسئلہ عوام الناس کو الوہیت مسیح کے عقیدہ کے قریب لا رہا تھا - یہ اب کسی دلیل کا محتاج نہیں رہا کہ حضرت مسیح کی موت ثابت ہو جانے سے عیسویت مر گئی ہے - اور اب اس کے بڑے بڑے پادری بھی ہم لوگوں کے مقابل آنے سے ہچکچاتے ہیں یہاں تک کہ احمدیوں سے مقابلہ کرنا ممنوع قرار دیا جاتا ہے - ہمارے سکول کے اساتذہ کے یہاں آنے پر فضا درست ہو گئی -

سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں عمارت بڑھانے کی اشد ضرورت تھی - تقریباً دو ماہ گذرے کہ جناب چوہدری غلام حیدر خاں صاحب بانی مدرسہ ہذا نے تقریباً دو ہزار روپیہ خرچ کر کے ہندو مسلم طلباء کیلئے دو کمرے کچن کے بنوا دیے ہیں - اب صرف مسجد رہ گئی ہے - سو حضور کے درد اسلامی کو دیکھتے ہوئے امید ہے کہ گذشتہ سال کی تجویز کو عملی جامہ پہنا کر ہم سب غریب مسلمانوں کی دعائیں لیں گے - اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کو بھی جو بوجہ کثرت مشاغل اسلامیہ کیوجہ سے اس طرف توجہ نہیں دے سکتی مشکور فرما دیں گے -

بہر چمن ز نسیم بہار شور افتاد   بہ یک نوید طرب رفت قصر غم برباد
صدا رسید مگر زترنم بلبل   کہ غنچہ غنچہ تبسم کناں گرہ بکشاد
زحسن شبنم و گل جوش من بجائے رسید   کہ جام توبۂ زہدم و گر بسنگ افتاد
بہ یاد والئی منگرول بادہ می نوشم   کہ کار بستۂ من او بہ یک اشارہ کشاد
بنائے مسجدے و مدرسہ اگر کردہ است   مگر سعادت اخری بنام او افتاد
بجز تنا بسوائے سخا و لطف و کرم   شنیدہ ام زلب قدسیاں مبارکباد
مثال شاہ جہانگیر نام او روشن   خجستہ بیکر و ہم پاکباز و پاک نہاد
دگر حدیث مراں تو بجز دعا مہجور   بگو نواب ذوالاقتدار زندہ باد

شب برات شود ہر شبے ز نہالت
نشاط عید ترا ہر سحر مبارک باد

(خواجہ غلام نبی مہجور سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ مسلم ہائی سکول بدہلی)

تصحیح ضروری

میرے مضمون مورخہ ۳ فروری حضرت مسیح موعود کے مقرر کردہ معیارات نبوت از راجہ غلام محمد سیکرٹری چک ایمرچ ضلع سرینگر کشمیر کے جواب میں" یہ درستی بذریعہ اخبار پیغام صلح فرما دیویں -

معیار دوم صفحہ ۳۳۹ ہے اخبار میں ۳۳۴ ہے -

معیار نبوت سوئم صفحہ ۳۳۴ ہے اخبار میں ۴۴۵ لکھا ہوا ہے - آئینہ کمالات اسلام پہلا اڈیشن ہے -

ہفتم ضمیمہ چشمہ معرفت صفحہ ۴ و ۵ ہے اخبار میں ۵۰۴ ہے -

ہشتم اسی طرح پر کہ ایک ذات ہے - جو رب العالمین اور رحمن اور رحیم ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ دن میں بنایا - اور آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے ، اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے - صفحہ حقیقۃ الوحی نمبر ۱۴۱

پھر اسی کی جز ب ۱۱ اس طرح ہے "مگر کسی نے یہ خبر نہ دی کہ موسم بہار میں یہ غیر معمولی بارشیں ہونگی اور برف پڑے گی - صرف اس خدا نے ہی خبر دی جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر بھیجا تا تمام قوموں کو آپ کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرے تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴ و ۴۴ - والسلام

(خاکسار شیخ عبد العزیز سیکرٹری احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن جہلم)

پادری پال صاحب روشنی ڈالیں

ایک صاحب اخبار پرکاش کے ایک پرانے کٹنگ کی بنا پر تحریر فرماتے ہیں کہ پادری پال صاحب ایک مرتبہ ننکانہ (یو - پی) میں شدھ بھی ہوگئے تھے یا ہونے کی تیاری مکمل کر چکے تھے - جیسا کہ مہاشہ شانتی سروپ کے خط سے ظاہر ہے اس پر مزید پادری پال صاحب کا جواب موصول ہونے پر لکھا جاوے گا +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۹۳

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۳:۶۴

الصُّلحُ خَیرٌ

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

ماہوار ایڈیشن

ایڈیٹر

عبد الحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱- ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

۲- ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

۳- آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

۴- یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر ست خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

۴- سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵- اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۲۔ شوال سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۳۔ مارچ سنہ ۱۹۳۱ عیسوی نمبر ۱۳

خطاب بہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

(از محمد مرتضیٰ خاں صاحب بی اے مانگرول)

بر در و بامت بہ بینم نورِ حق تابندہ — زانکہ تاباں عالمے از نورِ قرآں کردۂ
در شبِ تاریک و تیرہ مشعلے افروختی — مجلسِ اسلامیاں را مر چراغاں کردۂ
ہاں رہینِ منتِ تو ہند و ہیں زنگ و فرنگ — اسود و احمر ز لطفت زیرِ احساں کردۂ
گلشنِ اسلام را دادی بہارِ تازۂ — خانۂ الحاد و کفر و شرک ویراں کردۂ
از رموزِ معنوی کردی شناسا عالمے — آشکارا در جہاں اسرارِ پنہاں کردۂ
رشحِ کلکِ تو بہ بخشد چشمۂ آبِ حیات — فیض را نازم کہ ارزاں آبِ حیواں کردۂ
دولتِ دنیا چہ ارزد پیشت اے مردِ خدا — چوں متاعِ جان و دل ہم نذرِ جاناں کردۂ
سیر گاہت گلشنِ علم و عمل صبح و مسا — از حقائق و ز معارف گل بداماں کردۂ
قربِ تو جویند شاہانِ زماں با صد نیاز — زانکہ حاصل قربتے با شاہِ شاہاں کردۂ
ہاں بعہدت شد علےٰ وجہ الاتم کسرِ صلیب — داغِ ناکامی نصیبِ قسیساں کردۂ
کامیاب و کامراں گشتی علےٰ رغمِ عدو — دشمنانت را اسیرِ یاس و حرماں کردۂ
احمدیت را وجودت مایۂ صد افتخار — قومِ احمدؐ را بعالم فخرِ دوراں کردۂ
تیرہ بختاں کجرواں قدرِ ترا نشناختند — جان و دل را در غمِ شاں گرچہ بریاں کردۂ

شعلۂ از آتشِ خود در دلم انداختی
ذرۂ ناچیز را مہرِ درخشاں کردۂ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی پُر درد اپیل پر جماعت سے اپیل

حضرت امیرایدہ اللہ کی اپیل اور اس پر پانچ بڑے بڑے اعلیٰ اراکین انجمن کی طرف سے لبیک کہنا اور اپنی بقیہ زندگیوں کو خدا کے دین کیلئے اور اشاعت اسلام کے ان کاموں کے لئے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور شب و روز سرانجام دے رہی ہے وقف کر دینا جماعت کے لئے مبارک ہو۔ اور اس کے لئے پھر مبارک ہو کہ خدا تعالیٰ مشکلات کے اندر وہ سامان پیدا کر رہا ہے کہ بہت حوصلہ رکھنے والوں کیلئے تسلی کا موجب ہو اور خدا کے مامور کی صداقت کا بار بار عینی مشاہدہ ہو۔ اے وہ جماعت جو ایک مامور کے ہاتھ سے کھڑی کی گئی ہے تجھے معلوم ہو کہ تیرا نصب العین کیا رکھا گیا۔ اور تو کس کام کیلئے کھڑی کی گئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی نصرت اور مدد کیلئے تیرا وجود ظہور میں آیا۔ اور یہ وہ ذات پاک اور وہ دین ہے جس کو خدا نے اس وقت نصرت فرمائی جب دشمن مسلح ننگی تلواریں لٹکائے ہوئے سر پر کھڑے تھے۔ اور وہ خدا کا محبوب اور پیارا وہ دنیا کا لال اور غم کھانیوالا محمد اپنے رفیق حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے پہاڑ کے اندر ایک غار میں چھپے بیٹھے تھے اور اس وقت ان کا کوئی بھی مددگار سوائے اس ذات کے نہ تھا جس کا راج واقعی زمین و آسمان پر ہے۔ اور جو واقعی سب پر غالب ہے۔ کیا پُر زور اور طاقتور اور دلوں کو ہلا دینے والے وہ الفاظ ہیں جو اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض .... الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا ۔ لیکن کیا یہ واقعہ یہ ذکر صرف کہانی کی طرح ہی ہے۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ ہر زمانہ میں ہدایت اور عرفان کیلئے وہ جادو کے الفاظ ہیں کہ اگر ایک دل پر بھی ان کا حقیقی اثر ہو جائے تو یقیناً اسی قسم کے نظارے اور عجائبات ہر زمانہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اور اس قسم کی خدا کی راہ میں قربانیوں اور استقامتوں کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ھی العلیا۔ خدا کی جناب سے ایک اطمینان ایک سکینت نازل ہوتی ہے اور خدا واقعی ایسے لشکروں سے ایسے انسانوں کی مدد فرماتا ہے جنکو یہ ظاہری آنکھیں نہیں دیکھتیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں اور کافروں کے ارادوں اور کوششوں کو خدا ناکام کرتا اور اپنی بات اور اپنے مددگاروں کو کامیاب اور بامراد فرماتا ہے۔

اے میرے محسنو! اور میرے بزرگوار میری جماعت کے غم خوارا یہ وقت بھی واقعی دین اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اسی طرح نصرت کا وقت ہے جسطرح ابتدائے اسلام میں اس کی نصرت کی ضرورت تھی جس وقت صحابہ کی نہ تجارتیں باقی رہی تھیں۔ نہ گھر باقی رہے تھے۔ نہ وطن باقی رہے تھے۔ اور ان کی ان قربانیوں اور ان بے حد اور ان تھک کوششوں کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ خدا نے وہ بے نظیر کامیابی انہیں اپنی زندگیوں میں دکھادی جس کے لئے تم ترستے ہو اور حیران ہوتے ہو کہ فلاں چیز بھی جھٹ پٹ ہو جائے اور فلاں نتیجہ بھی ہم فوراً دیکھ لیں۔ اگر جرات انگیز نتیجے دیکھنے ہیں اگر دلوں کی راحت کے سامان حاصل کرنے ہیں۔ اگر خدا کے ان لشکروں کا اور اس کی اس خاص مدد کا ملاحظہ کرنا ہے تو صحابہ کرامؓ جیسی زندگی اختیار کرو ہاں تو کسی کو بھی اس میں مایوس ہونیکی وجہ نہیں چھوٹا ہو یا بڑا امیر ہو یا غریب خدا کے دربار میں۔ خدا کی جناب میں سب کیلئے دروازہ کھلا ہے اور اس کا ارشاد سب کے لئے یکساں ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم ۔ اس کی نگاہ میں ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ہے۔ اور واقعات ہیں ہمارے سامنے اگر بڑے بڑے صحابہ اور بڑے بڑے نامی گرامی حضرات نظر آتے ہیں تو حضرت خالدؓ اور حضرت زبیرؓ بھی ایک سپاہی ہو کر اپنے زور بازو سے وہ وہ کارنامے نمایاں کر جاتے ہیں۔ کہ آج ہمیں ان کی زندگیوں پر فخر ہے۔ میرا دل آج لذت سے بھرا ہوا ہے کہ کس کی خفیہ اور پُر درد دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ میرے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی ہے۔ کہ علاوہ تقریروں وغیرہ کے قلمی طور پر ٹریکٹوں کے ذریعہ جو کسی خاص نظام سے انجمن کیطرف سے شائع ہوں سلسلہ اس کے مددگاروں اور دیگر اہل اسلام اور مخلوق کو کوئی خدمت کروں۔ کیا پاک ارادے اور پاک جذبات اور دل کی پاک تصویریں ہیں جو گذشتہ پرچے میں میرے مکرم محترم قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اپنے ایک عزیز کو خط لکھتے ہوئے قلمبند فرمائے ہیں بسوائے خادمان دین اسلام اور غیرت مندان ملت وحمیت اپنے جرنیل کی آواز پر غور کر اور جسقدر تیری زندگی کی گھڑیاں باقی ہیں انہیں ہمہ تن دین کی نصرت میں لگا دے۔ اور اسکے علاوہ انجمن کی کوئی خاص امداد کر کہ جسکے ساتھ وہ بیش از پیش خدمت اسلام کر سکے

(خاکسار۔ غلام محمد محصل واؤ میڈ انجمن)

ایک ضروری گذارش

جماعت کے جس بھائی کو کوئی راحت یا خوشی کا موقع آتا ہے میرا دل اس کے ساتھ اس کی راحت اور خوشی میں شامل ہونا بھی فخر کا موجب سمجھتا ہے۔ اگر کوئی بزرگ اور دوست اس تعلق کو عزت کی نگاہ سے دیکھے تو میرے لئے دعا کرے کہ میں ان کا اور ان کی قوم کا خادم ثابت ہوں اور اگر کوئی مجھے براہ راست یاد فرمانا چاہے تو انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی اسے اپنے دینی سفروں کی دعاؤں میں ضرور یاد رکھوں گا۔

خاکسار

غلام محمد محصل و آڈیٹر انجمن

فہرست چندہ مستقل فنڈ یا آمد دس یوم بابت ماہ فروری ۱۹۳۱ء

نمبر	نام	رقم
۱	میر بہادر علی صاحب دہلی	۱۰۰-۰-۰
۲	مرزا رحمت بیگ صاحب ہیڈ منشی نہر مردان ضلع پشاور	۱۰۰-۰-۰
۳	ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ	۲۲۷-۰-۰
۴	ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب ربند	۲۶-۰-۰
۵	مخدوم محمد اشرف صاحب	۲۰-۰-۰
۶	بابو دلاور خانصاحب پشاور	۱۲-۰-۰
۷	سید شاہ محمد صاحب سری گوبند صاحب پور ضلع گورداسپور	۱۵-۰-۰
۸	مولوی عزیز بخش صاحب امرتسر	۲۰-۰-۰
۹	بابو عبدالحمید صاحب ٹوپی ضلع پشاور	۱۱-۰-۰
۱۰	میاں علی محمد صاحب ملازم حضرت امیر	۵-۰-۰
۱۱	جناب عبدالعزیز صاحب سب انسپکٹر پولیس کشمیر	۴-۰-۰
۱۲	منشی تاج محمد صاحب کنسٹبل پولیس رہتک	۲-۱۲-۰
۱۳	ماسٹر محمد اسحاق صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ہوتی ضلع پشاور	۴-۰-۰
۱۴	مرزا غلام ربانی صاحب وکیل مانسہرہ ضلع ہزارہ	۵-۰-۰
۱۵	مولوی محمد صدیق صاحب نقل نویس سرگودہا	۱-۰-۰
۱۶	منشی محمد بخش صاحب چک ۲۵۵	۲۵-۰-۰
۱۷	صفیہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لاہور	۱۰-۰-۰
۱۸	ڈاکٹر کے۔ اے۔ خانصاحب سکندر آباد (یو۔پی)	۳۲-۰-۰
۱۹	ماسٹر انعام اللہ خان صاحب لورالائی	۵-۰-۰
۲۰	شیخ محمد یامین الدین صاحب بی اے انسپکٹر پولیس کیملپور معرفت حضرت امیر	۴-۰-۰
۲۱	بابو عبدالرزاق صاحب حیدر آباد دکن	۲-۰-۰
۲۲	قاضی فیض احمد صاحب سرگودہا	۱۲-۰-۰
۲۳	مولوی محمد ابراہیم صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ سکول سرگودہا	۷-۸-۰
	میزان	۹۹۳-۴-۰
	سابقہ	۴۶۱۳-۴-۰
		۵۶۰۶-۸-۰

احباب سے درخواست

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس فنڈ کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ جن احباب کے ذمہ کوئی رقم لگائی گئی ہے یا جو رقم انہوں نے خود اپنی منظور کی ہے آخر ماہ مارچ ۱۹۳۱ء تک خزانہ انجمن میں پہنچ جانی چاہئیے۔ جن احباب نے کوئی مقرر رقم اپنے ذمہ نہیں لی تھی انہوں نے آمد دس یوم بھیجنے کا وعدہ کیا تھا مگر اس ذیل میں ابھی تک بہت کم رقوم وصول ہوئی ہیں۔ احباب اس طرف بہت جلد توجہ فرماویں اور اختتام مارچ ۱۹۳۱ء تک ایسی تمام رقوم خزانہ انجمن میں بھیج دیں۔

عبدالمجید امین

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ۔ مولانا عصمت اللہ صاحب شیخ غلام محمد صاحب اور شیخ محمد یوسف صاحب گرمتی جماعت پسرور کے سالانہ پر تشریف لیگئے مورخہ ۲۸ فروری کو مولانا عصمت اللہ صاحب اور خاکسار ایڈیٹر کی تقاریر ہوئیں شیخ غلام محمد صاحب نے بھی اپنا مضمون سنایا ۲ مارچ سے بدوملہی کا جلسہ شروع ہے۔ حضرت امیر اور مولانا عصمت اللہ صاحب شامل ہونگے۔

۷ اور ۸ مارچ کو جماعت جہلم کا جلسہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ بزرگان مذکور اس میں بھی تقاریر فرمائیں گے ۱۳-۱۴-۱۵ ماہ رواں کو آریہ سماج علی پور (مظفر گڑھ) کا جلسہ ہے چیلنج بازی بھی ہو رہی ہے مرزا مظفر بیگ صاحب اس میں اپنا حصہ وصول کر چکے

پروفیسر محمد عبداللہ صاحب برلن مسلم مشن سے لکھتے ہیں کہ احمدیت پر ایک عیسائی پادری نے ڈچ زبان میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ہمارے تبلیغی کاموں اور رسالجات کا ذکر کیا ہے۔ ۲۴ فروری کو ایک یہودی سوسائٹی میں اسلام پر لیکچر دینے کا بھی ذکر ہے۔

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

۱۱۰ نفوس کے بعد ۶۰ اور اشخاص کا قبول اسلام

ہمارے نوجوان عزیز مرزا مظفر بیگ صاحب ضلع ڈیرہ غازیخاں سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے ہاتھ پر ۶۰ اور اشخاص نے قبول اسلام کیا ہے۔ اللھم زد فزد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۱۲ شوال ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۱۳

جماعت قادیان سے اپیل
(نمبر ۲)

چند یوم ہوئے میں نے آپ لوگوں سے اپیل کی تھی کہ آپ اس نفرت اور تحقیر کو جو ایک غلط راہ اختیار کر کے یا کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہماری طرف سے آپ کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے دور کر کے ہمارے حالات پر غور کریں کہ آخر اللہ تعالیٰ نے ہم سے اپنے دین کی خدمت کا اور تبلیغ سلسلہ کا اس قدر کام لیا ہے اگر ہم نے حضرت مسیح موعود کو چھوڑ دیا ہوتا تو اس کام سے ہمارا تعلق کس طرح رہ سکتا تھا جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود نے رکھی تھی۔ حالانکہ ۱۹۱۴ء میں اس کام کو شروع کرتے وقت ہم بالکل خالی ہاتھ تھے اور صرف چند آدمی تھے مگر آج خدا کے فضل سے شاید ہی دنیا کے ممالک میں سے کوئی ایسا ملک ہوگا جہاں مسلمان رہتے ہوں اور جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات کا اعتراف نہ کرتے ہوں اور مسائل نبوت اور تکفیر کی طرف توجہ دلائی تھی جو ہم میں مابہ النزاع ہیں

قادیان کا ہمارے ساتھ سلوک

اس کے جواب میں کچھ مضامین اخبار الفضل میں نکلے ہیں۔ انہی کے متعلق میں کچھ مزید باتیں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں ان کے لکھنے والوں نے اگر کچھ نامناسب الفاظ استعمال کئے ہوں تو مجھے شکایت نہیں کیونکہ ان سے اور کوئی توقع رکھنا ہی فضول ہے ان میں سے میں صرف وہ حصہ لوں گا جس کا تعلق مسائل نبوت و تکفیر مسلمین سے ہے مگر اس سے پیشتر میں آپ کو اس خطبہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو جناب میاں صاحب نے ۹۔ جنوری کو دیا اور الفضل ۱۳۔ جنوری میں شائع ہوا ہے۔

میاں صاحب کا خطبہ

بلحاظ اس کے کہ ہمارے ساتھ تنفر کو انتہا تک پہنچاتا ہے درحقیقت اسی تحریک کا جواب ہے کہ ہم دو فریق کے آپس کے تعلقات بہتر بنیں یا ہم ایک دوسرے کی باتوں کو سنیں اور ان پر غور کریں۔ اس خطبہ کا محرک جناب میاں صاحب کے کسی مرید کا ہی ایک سوال ہوا ہے کہ ہم لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔ ان کا حق تھا جواز کا فتویٰ دیتے یا عدم جواز کا۔ ان کا حق تھا کہ ہمارے طریق عمل پر کوئی اعتراض کرتے اور اس سارے خطبہ میں ایک ایسا اعتراض ہے بھی یعنی یہ کہ میں نے اپنی جماعت کے کسی آدمی کو بغداد میں یہ لکھا تھا کہ وہ میاں صاحب کے مبائعین کے پیچھے نماز نہ پڑھیں یہ کتنا تو خود کہتے ہیں کہ میں نے کیا لکھا لیکن جو ہمارا طریق عمل ہے اسے میں اب بیان کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہو کہ مکفر اور مکذب کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھتے

اقتدائے نماز میں ہمارا طریق عمل

یعنی جو لوگ حضرت مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں یا آپ کو کاذب اور مفتری قرار دیتے ہیں ان کے پیچھے ہم حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت صاحب نے اس سے کیوں روکا۔ اس لئے کہ تکفیر اسلام میں ایک خطرناک فتنہ کا موجب ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس تکفیر کی ابتدا اس لئے ہوئی کہ مسلمانوں کا خون مباح کیا جائے جیسا کہ خوارج نے اس کی ابتدا کی اور حضرت معاویہ کو کافر اور واجب القتل قرار دیکر آخر حضرت علی کو بھی اس وجہ سے کہ انہوں نے حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کی تکفیر سے انکار کیا واجب القتل سمجھا اور اس کے بعد بھی کفر کے فتویٰ عموماً اسی غرض کے لئے لگائے گئے ہیں کہ کسی مسلمان کو یا مسلمانوں کے کسی گروہ کو واجب القتل قرار دیا جائے اور اس طرح اسلام کی قوت پاش پاش ہوتی ہے اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہونے کی بجائے اس کا دشمن بنتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو جو کلمہ گو کو کافر کہہ کر مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے والے ہوں، حضرت مسیح موعود نے اس قابل نہیں سمجھا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کے امام ہوں کیونکہ نماز وہ چیز ہے جو مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے . . . .

اور درحقیقت مسلمانوں کی وحدت کا راز ہی ان کی پنج وقتہ نماز باجماعت ہے تو امامت کا اہل وہ شخص کس طرح ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کی وحدت کو توڑتا ہے اور حضرت مسیح موعود نے مسلمانوں کی وحدت کے اس حقیقی راز کو سمجھ کر ہی یہ فرمایا کہ جو لوگ ہمیں باوجود اس کے کہ ہم کلمہ پڑھتے ہیں اور مسلمان ہیں کافر کہتے ہیں انہیں اپنا امام نہ بناؤ۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

> اگر ایسے لوگ ہوں کہ وہ صفائی ثابت کرنے کے لئے اشتہار دیدیں کہ ہم ان مکفر مولویوں کے پیرو نہیں ہیں تو پھر ان کے ساتھ نماز پڑھنا روا ہے ورنہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے وہ آپ کافر ہو جاتا ہے پھر اس کے پیچھے نماز کیونکر پڑھیں

(بدر مؤرخہ ۲۴ و ۳۱ دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ...)

تو محض اس وجہ سے کہ حضرت صاحب کا فتویٰ عام ہے کہ جو شخص بھی مسلمان کو کافر کہتا ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے مجلس شوریٰ نے چند سال ہوئے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اگر میں نے کسی کو لکھا ہوگا تو صرف یہی لکھا ہوگا کہ جماعت والے ان لوگوں کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھتے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ عام طور پر اس جماعت کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ کبھی نہیں دیا۔ البتہ جو لوگ مسلمانوں کی تکفیر کریں خواہ وہ احمدی ہوں یا نہ ہوں ان کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھتے۔

ہم نے کبھی میاں صاحب یا ان کی جماعت کو کافر نہیں کہا

اس پر بھی جناب میاں صاحب بہت برہم ہوئے ہیں کہ ان کو اسلام بھی انہیں کفر نظر آتا ہے" حالانکہ یہ غلط ہے۔ ہم نے کبھی میاں صاحب یا ان کے ساتھیوں کو کافر نہیں کہا بلکہ بارہا اس سے انکار کیا ہے۔ رہا یہ کہ حدیث میں جو آتا ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے کفر اس پر الٹ کر پڑتا ہے یا حضرت صاحب نے جو لکھا ہے کہ "جو شخص مسلمان کو کافر کہے وہ آپ کافر ہو جاتا ہے" تو یہ ایک سزا کے طور پر ہے تاکہ قوم کے اندر سے یہ تکفیر کی بلا دور ہو اور یہ اصل کفر نہیں جس کے رو سے انسان اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ اگر ایک مسلمان کی تکفیر سے بھی ایک شخص امامت کا اہل نہیں رہتا تو چالیس کروڑ مسلمانوں کی تکفیر کے باوجود ہم اسے کس طرح اپنا امام نماز بنا سکتے ہیں۔ جناب میاں صاحب عجلت میں پھر کہہ اور لکھ گئے ہیں کہ

> وہ روزانہ اس امر پر بحثیں کرتے ہیں کہ کلمہ گو کافر نہیں ہو سکتا مگر کوئی ان سے اتنا نہیں پوچھتا کہ جب مبائع کلمہ گو ہیں تو وہی فتویٰ جو وہ دوسروں کے متعلق دیتے ہیں مبائعین کے متعلق کیوں بھول جاتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے فتوے محض بغض کی وجہ سے ہیں نہ کہ خدا اور اسلام کے لئے"

معلوم نہیں میاں صاحب کو یہ خیال کس طرح پیدا ہوا حالانکہ میں خود بارہا ان کی تحریروں کا یہ جواب دے چکا ہوں کہ ہم مبائعین کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں جس طرح ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں جناب میاں صاحب کی اس اپنی تحریر کے رو سے ہمارے فتوے خدا اور اسلام کے لئے ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ہم ہر فرقہ سے یکساں معاملہ کرتے ہیں نہ کسی کلمہ گو کے مسلمان ہونے سے انکار نہیں کرتے۔ احمدی ہو یا نہ ہو البتہ جو کلمہ گو کی تکفیر کرے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے خواہ وہ احمدی ہو یا نہ ہو۔ کیا میاں صاحب یا کوئی اور شخص ہماری کوئی تحریر دکھا سکتا ہے کہ ہم نے کبھی میاں صاحب کو کافر کہا ہو۔ افسوس ہے کہ میاں صاحب نے محض اپنی جماعت کے دل میں ہمارے خلاف تنفر اور اشتعال پیدا کرنے کے لئے اتنی بڑی غلط بیانی سے کام لیا ہے اور انہیں اس بات کا علم ہے کہ جب انہوں نے مجھے مباہلہ کے لئے بلایا تھا تو میں نے یہی جواب دیا تھا کہ میں آپ کو کافر نہیں مسلمان سمجھتا ہوں۔ اگر ان کو علم نہ ہوتا تو بھی ایسی بات ہماری طرف منسوب کرنے سے دریافت ہی کر لیتے لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے ہمارے خلاف محض تنفر پیدا

کرنے کے لئے ایسے ہتھیار کا استعمال کیا جو ایک قوم کے لیڈر کے لئے موزوں نہ تھا۔

میاں صاحب کے نزدیک ہم کون ہیں؟

اس کو بھی چھوڑ کر آپ ان الفاظ پر غور کریں تو میاں صاحب نے اسی خطبہ میں ہمارے متعلق استعمال کئے ہیں۔ ہمیں ایسا نجس اور ناپاک قرار دینے "میلے کے ڈھیر" "سڑے ہوئے ٹکڑوں" "شلجم اور گوبھی کے ٹکڑوں" سے مشابہت دینے کی بجائے یہ بہتر تھا کہ وہ ہمارے پیچھے نماز کو ناجائز کہہ دیتے۔ کاش جس قدر زور میاں صاحب نے کھانے پینے رہنے وغیرہ میں طیب پر دیا تھا وہ خود بھی اس مضمون کو ادا کرنے کے لئے طیب الفاظ استعمال کرتے۔ میں صرف چند لفظ نقل کرتا ہوں:۔

"ایسا فتویٰ پوچھنے والا ہے میلے کے ڈھیر سے اٹھا کر سڑے ہوئے ٹکڑے کھائے شلجم اور گوبھی کے چھلکے کھائے۔ جس وقت اس کی خوراک نجس ہوگی پوشاک نجس ہوگی اور رہائش کی جگہ نجس ہوگی اس وقت اگر آکر وہ یہ سوال پوچھے گا تو میں کہوں گا کہ چونکہ تیرا ہر کام نجس ہے اس واسطے تیرے لئے یہ نجس بھی جائز ہے۔ تیرا کھانا، پینا، اوڑھنا، بچھونا، رہنا سہنا سب نجس ہے اسلئے بے شک تو نماز کو بھی نجس کرے۔"

ہم کتنے بھی نجس سہی اور جناب میاں صاحب کے لئے بے شک یہ بات زیبا ہے کہ وہ اپنے والد کے پرانے خدام کو جو اسلام کو دنیا میں پھیلانے والوں کو، اعلائے کلمۃ اللہ کرنیوالوں کو اس قدر نجس اور ناپاک قرار دیں۔ لیکن کیا اس کے لئے کوئی بہتر لفظ نہ مل سکتے تھے۔ اس سے بھی اور ترقی کی ہے:۔

"اگر ایک بدترین دشمن ہندوؤں میں سے لیا جائے
اور ایک بدترین دشمن عیسائیوں سے لیا جائے۔
ایک بدترین دشمن دہریوں سے لیا جائے۔
اور ایک بدترین دشمن پیغامیوں سے لیا جائے
تو یقیناً پیغامی دشمنی اور بغض میں دہریہ عیسائی
اور ہندو سے بھی بڑھا ہوا ہوگا۔"

حق اور صداقت اگر دنیا میں کوئی چیز ہے تو میں آپ کو اس کا واسطہ دیکر دریافت کرتا ہوں کہ کیا آپ کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ ہم لوگ جو مسیح موعود کی صحبت میں بیٹھے اور کچھ نہ کچھ آپ سے فیض حاصل کیا۔ آریوں اور عیسائیوں کو چھوڑ دہریوں سے بھی ہم بدتر ہیں۔ ابھی آگے چلئے ارشاد ہوتا ہے:۔

"اگر کسی نے زمین پر چلتی پھرتی دوزخ کی آگ دیکھنی ہو تو ان لوگوں کو دیکھ لے۔"

جب دنیا پر ہمارے لئے چلتی دوزخ کی آگ کا فتویٰ ہے تو آخرت میں تو خدا جانے ہمارے لئے کیا کچھ میاں صاحب کے ذہن میں ہوگا۔ اب ہم کیا کہیں۔ مگر دوسرے لوگ تو یہی کہیں گے کہ واقعی مسیح موعود اور مجدد وقت کے پاس بیٹھنے اور آپ کی صحبت میں رہنے کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ جب بدتر سے بدتر آدمی سے بھی ہم بدتر ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اگر ہم حضرت مسیح موعود کے پاس نہ جاتے تو میاں صاحب کے نزدیک موجودہ حالت سے اچھے ہوتے لیکن اس پر بھی کفایت نہیں کہ ہمیں اس زمانہ کی بدترین قوم سمجھا جائے۔ ان لوگوں سے بھی بدتر سمجھا جائے جو رسول اللہ صلعم کو گالیاں دیتے ہیں بلکہ کل زمانوں اور کل ملکوں کے معاندین حق سے ہمیں بدتر قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اور تصریح کرتے ہوئے کہا ہے:۔

"ان سے زیادہ بغض اور کینے والے لوگ کبھی دنیا میں ہوئے ہوں ممکن ہے پیدا ہوئے ہوں، اور تاریخ والوں نے دوزخ کی اس آگ سے آئندہ نسلوں کو محفوظ اور بے خبر رکھنے کے لئے ان کا ذکر مناسب نہ سمجھا ہو مگر جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے ان لوگوں کا بغض بہت بڑھا ہوا ہے۔"

گویا جن لوگوں کا ذکر قرآن شریف نے کیا ہے کہ وہ بدترین دشمن حق تھے جنہیں تباہ یا ذلیل کر دیا گیا۔ جن پر اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے عذاب دنیا میں آئے ان کا ذکر تو چونکہ باقی ہے اس لئے ان سے ہم بہر حال بدتر ہیں۔ اب یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جناب میاں صاحب کے خیال میں حق اور صداقت کے اور کون سے دشمن تھے جو محمد رسول اللہ کے دشمنوں سے اور تمام انبیاء کے دشمنوں سے بھی بدتر تھے جن کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ دوزخ کی اس آگ سے آئندہ نسلیں محفوظ رہیں۔ بہر حال ان تمام دشمنان حق سے جن کا ذکر قرآن شریف نے کیا ہے یا اور کسی تاریخ یا کتاب میں محفوظ رکھا گیا ہے۔ یا ان دشمنان حق سے جو آج بھی محمد رسول اللہ صلعم کو گالیاں دیتے ہیں۔ بدتر وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہ کر سپید ہوئے، اور جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں سلسلہ کے سب کاروبار کو چلانے کے اہل سمجھے گئے اور جنہیں حضرت مسیح موعود نے اس انجمن کے ممبر تجویز کیا جس انجمن کو اپنا جانشین قرار دیا۔ حضرت صاحب اپنی ایک کتاب میں فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان (یورپ اور امریکہ کے لوگوں) کے پاس بھیجی جائے میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں داخل ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۷۳) مگر جناب میاں صاحب۔ حضرت صاحب کی اس شاخ کو دنیا کے تمام ناپاک لوگوں سے زیادہ ناپاک بتاتے ہیں!

خطبہ کی غرض محض ہمارے خلاف تنفر پیدا کرنا ہے

ایک امر جو نہایت غور طلب ہے یہ ہے کہ اس قدر حد سے بڑھے ہوئے غیظ و غضب کا اظہار جناب میاں صاحب نے کس بات پر کیا ہے۔ اگر ہماری کسی تحریر پر یہ ہوتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ کسی نقا سے طبیعت میں اشتعال پیدا ہو گیا اور یہ باتیں منہ سے نکل گئیں مگر نہیں یہ خطبہ محض اس بات پر ہوا کہ میاں صاحب کے اپنے کسی مرید نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تھا کہ جماعت لاہور کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اس لئے یہ کوئی اشتعال کا موقعہ نہ تھا۔ اگر اس خطبہ کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ محض میری اس اپیل کا جواب تھا کہ ایک دوسرے کی بات پر غور کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ میاں صاحب بار بار اس سائل کو یوں دھتکارتے ہیں کہ ایسا سوال دریافت کرنیوالے میں کوئی رگ پھڑک رہی ہے جو ان کی طرف مائل ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میاں صاحب کے مدنظر صرف یہ بات ہے کہ ان کے مریدوں میں ہماری طرف کوئی میلان پیدا نہ ہو۔ یہ تو اختیار ہے کہ جس قدر چاہیں اس تنفر کو بڑھاتے جائیں۔ مگر اس کا نتیجہ کسی صورت میں اچھا نہیں۔ گو پیری مریدی کے تعلق میں مریدوں کو میاں صاحب سے کوئی ایسی بات کہنے کی جرأت نہ ہو جو ان کے خلاف منشاء ہو مگر بہتیرے ایسے لوگ ہوں گے جو اندر ہی اندر ان باتوں کو برا سمجھتے ہوں گے۔

پیغام صلح کا رویّہ

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اخبار پیغام صلح کا رویّہ اچھا نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جو کچھ اخبار پیغام صلح میں ذاتی امور کے متعلق لکھا جاتا ہے وہ بھی نہ لکھا جائے تو اچھا ہے۔ لیکن سوال صرف یہ ہے کہ موجودہ حالات میں زیادتی کس طرف سے ہو رہی ہے۔ بہت دنوں کا واقعہ نہیں جب "مباہلہ" میں میاں صاحب کی بیگمات کے متعلق اور ان کی صاحبزادی کے متعلق ناپاک باتیں نکلیں تو اخبار پیغام صلح نے کس قدر شریفانہ رویہ اختیار کیا۔ اس کے لئے ذیل کا نوٹ پڑھ لیں جو ۱۹۔ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء کے اخبار میں شائع ہوا تھا۔

"ہمیں شدید اختلاف کے باوجود مباہلہ کے معاملہ میں جہاں تک کہ مقامی اور ذاتی جھگڑوں کا تعلق تھا ہم نے خاموش رہنا مناسب سمجھا مگر جب یہ دیکھا کہ ایڈیٹر مباہلہ نے نہایت شرمناک اور فحش پیرایہ میں قادیان کی احمدی خواتین پر حملے کئے ہیں تو ہم اس امر کا اظہار کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں کہ انسانیت کا کوئی ضابطہ اور اخلاق کا کوئی قانون کسی شخص کو خواتین کے متعلق خواہ وہ کسی جماعت یا مذہب سے تعلق رکھتی ہوں دل آزار الفاظ لکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہر غیور اور شریف مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خواتین کے ننگ و ناموس کا محافظ ہو..... پردہ نشین عورتوں پر ایک مرد کا غیر مہذب اور ناشائستہ تحریر کی شکل میں حملہ کرنا اللہ کی حدود کو دیدہ دانستہ اور علانیہ توڑنا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایسا بزدلانہ اور غیر شریفانہ فعل ہے جسے کوئی انسانی سوسائٹی مستحسن خیال نہیں کرے گی۔"

الفضل کا رویّہ

لیکن اس کا معاوضہ اخبار الفضل نے جو دیا ہے وہ یہ ہے کہ میری بیوی پر جاسوسی کا اتہام باندھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک پردہ نشین خاتون پر جاسوسی کا الزام کوئی کم ناپاک الزام نہیں۔ اخبار پیغام صلح تو میاں صاحب کی بیویوں پر اتہام کو کمینگی قرار دے۔ اور اخبار الفضل ہمارے متعلق اس کمینگی کا ارتکاب کرے اس سے دونوں اخباروں کے رویے کا فرق معلوم ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس وضاحت کو دیکھئے کہ پیغام صلح میں اسے کمینہ حرکت قرار دینے پر سوال کیا جاتا ہے کہ اس میں کیا کمینگی ہے۔ گویا الفضل کے نزدیک ایک شریف عورت پر جاسوسی کا الزام دینا کوئی برا فعل نہیں۔ جن لوگوں کو الفضل کا یہ مضمون دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ان کے لئے اس میں سے چند الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں:۔

"پیغام صلح نے حضرت امیر کی بیگم صاحبہ کے اس طرح سرفراز کئے جانے اور اتنا بڑا اعزاز حاصل ہونے کا اس وقت تک کیوں ذکر نہیں کیا..... ساتھ ہی یہ بھی بتا دے کہ مولوی صاحب کی بیگم صاحبہ کو سرکاری سند کن خدمات اور کن کارہائے خاص کے صلہ میں عطا ہوئی ہے..... سرکاری حکام کی خوشامدیں کرنے ان کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے اور ان کے لئے کار خاص سرانجام دینے کا سلسلہ غیر مبائعین میں اس قدر وسعت اختیار کر چکا ہے کہ مردوں سے گذر کر عورتوں تک بھی پہنچ گیا ہے۔"

ان الفاظ کو آپ لوگ خدارا غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ ایک شریف پردہ نشین عورت پر جس کی عزت کرنا ان کا فرض تھا اگر کچھ شرافت ان میں باقی تھی کیسا ناپاک حملہ کیسے ناپاک الفاظ میں کیا گیا ہے۔ پیغام صلح کی اس شرافت کو کہ اس نے میاں صاحب کی بیویوں پر ایک ناپاک الزام دیکھ کر بغیر کسی بیرونی تحریک کے اس جوش سے اس کے خلاف لکھا اور اس تحریر کو شرمناک اور

اور فحش قرار دیا۔ اس فعل کو بزدلانہ اور کمینہ قرار دیا۔ آپ ہی غور فرمائیں کیا ہی جواب تھا کہ ایسا کمینہ حملہ ایسے ناپاک الفاظ میں کیا جاتا۔ اور ایک جھوٹا الزام میری بیوی پر دیا جاتا۔ اور پھر نہ خود میاں صاحب کو میرے لئے اتنی غیرت پیدا ہوئی کہ اس کمینہ تحریر پر دو حرف ہی اسے کہتے نہ جماعت میں سے کوئی شخص بولا بلکہ دوبارہ پھر شد و مد سے اس الزام کو دوہرایا گیا۔ مجھے انکار نہیں کہ پیغام صلح میں بھی بعض وقت ایسے مضامین نکل جاتے ہیں جن کا نہ نکلنا ہمارے قومی وقار کے لئے بہتر ہے۔ ۔ ۔ پیغام صلح اور الفضل کے رویہ میں فرق معلوم کرنا ہو تو اس ایک واقعہ سے ہی کر لیں۔

سند کی اصل حقیقت

اور وہ سند کیا تھی جس کی بنا پر ایک شریف عورت پر جاسوسی کا ناپاک الزام لگا کر یہ ظاہر کیا ہے کہ گویا ہم لوگ ایسے کمینے ہیں کہ ہماری عورتیں حکام کے دروازوں پر ماری ماری پھرتی ہیں۔ اور پھر ایک میری بیوی تک اسے محدود نہیں رکھا بلکہ ہماری سب خواتین کے متعلق یہی رائے ظاہر کی ہے کہ ان کی عورتیں یہی کام کر رہی ہیں۔ میرے دوستو! غور کرو کیا یہی اخلاق ہیں جو آپ کو سکھائے گئے تھے کہ آپ کے اخبار میں ہماری جماعت کی شریف مستورات پر اتنا بڑا بہتان باندھا جائے اور آپ لوگوں کی زبان پر نفرین تک نہ آئے۔ اس سند کو میں نیچے نقل کر دیتا ہوں اور میاں صاحب سے اور ان کی جماعت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر آپ کے دلوں میں شریف عورتوں کے لئے کوئی عزت ہے جن کا صرف یہ قصور ہے کہ وہ عقائد میں آپ سے اختلاف رکھتی ہیں تو دو لفظ ملامت کے ہی اخبار الفضل کی اس کمینگی پر لکھ چھوڑیں۔ سند حسب ذیل ہے

از ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائیٹیز لاہور

بخدمت مسز محمد علی احمدیہ بلڈنگس لاہور

"میں تہ دل سے اس خدمت کا اعتراف کرتا ہوں جو آپ نے ۳۰-۱۹۲۹ء میں کوآپریٹو تحریک میں کی ہے"

(دستخط ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائیٹیز)

کیا یہ خیانت انسانیت نہیں جو اس سند کی بنیاد پر جماعت کی معزز خواتین پر جاسوسی کا اتہام باندھتا ہے۔ کیا نہ جانے اس ذلیل حرکت پر افسوس کا اظہار کرے گا کہ اس نے ایک شریف عورت کے متعلق ایسی ناپاک بات کہہ کر کہ وہ جاسوسی کرتی ہیں میرا اور میرے متعلقین اور بیسیوں احباب کا دل دکھایا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ نہ میاں صاحب ان کے اس ناپاک فعل پر اسے کوئی ملامت کریں گے نہ کوئی اور شخص کریگا نہ وہ خود اظہار افسوس کریگا اسلئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ایک پردہ دار عورت ان ناپاک باتوں کا وہ علاج نہیں کر سکتی جو ایک دفعہ پہلے الفضل کے ایک فرضی خط بنانے اور میرے متعلق جھوٹ کا طومار باندھنے پر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا کر کیا گیا تھا۔ اس وقت بار بار یہ درخواست کی گئی کہ یہ ایک فرضی خط ہے اور اس کی بنیاد جھوٹ پر ہے اس کی تردید کر دی جائے مگر نہ میاں صاحب نے توجہ کی نہ جماعت میں سے کسی نے توجہ کی اور آخر مجبور ہو کر عدالت میں ہمارے ایک دوست کو جانا پڑا۔ لیکن چونکہ ایک پردہ دار عورت عدالت تک نہیں جائے گی اسلئے اب ہماری مستورات کے متعلق بہتان باندھے جاتے ہیں۔ کوآپریٹو تحریک میں اگر کسی نے مردانگی سے اور اپنی بہنوں کو ان کی بہتری کی راہ بتائی ہے تو کیا اس کا صلہ یہ تھا کہ اسے جاسوسی قرار دیکر اس پر اتنی بڑی ناپاک عمارت بنائی جاتی کہ اس جماعت کی سب عورتیں جاسوسی کر رہی ہیں۔

اراضی اوکاڑہ

بعینہٖ یہی حالت اس دوسرے معاملہ میں ہے جو اکتالیس مربعہ اراضی کے متعلق ایک مدت سے الفضل میں پروپیگنڈا جاری ہے کہ یہ جاسوسی کا معاوضہ ہے۔ اب آپ ہی غور فرمائیں کہ سولہ سال تو اس شغل میں گذر گئے کہ ہمارے متعلق یہ کہا جاتا رہا کہ ہم گورنمنٹ کے باغی ہیں گورنمنٹ کو بار بار چٹھیاں لکھی جاتیں۔ مارشلا کے دنوں میں تو ہر وقت یہ انتظار تھی کہ کب ان کے معزز اراکین گرفتار ہوں اور قادیان میں گھی کے چراغ جلیں۔ ہماری علیحدگی کی وجہ بھی یہ بتائی جاتی رہی کہ یہ گورنمنٹ کے خلاف سڈیشن کرنیوالے گروہ کے ساتھ مل گئے ہیں اور سترھویں سال میں ہم جاسوس بن گئے! میں نہیں سمجھتا کہ قادیان کے ارباب حل و عقد اس قدر بے خبر ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اس زمین کا معاملہ کیا ہے کیونکہ یہ بات گورنمنٹ کے ایک مطبوعہ مینول کے مطابق ہے۔ ۱۹۲۶ء یا ۱۹۲۷ء میں ہمیں یہ علم ہوا کہ گورنمنٹ نے ہندو اور عیسائی سوسائٹیوں کو جو اچھوت اقوام کی اصلاح کا کام کر رہی ہیں گو وہ بذریعہ تبدیل مذہب ہی ہو زمینیں دی ہیں۔ اس پر ہماری طرف سے بھی درخواست دی گئی کہ مسلمان سوسائٹیوں کا بھی وہی حق ہے بلکہ بوجہ کثرت میں ہونے کے پنجاب میں ان کا زیادہ حق ہے اس وقت اس درخواست پر صرف یہ جواب دیا گیا کہ نیلی بار میں تقسیم اراضی کے وقت اس درخواست پر غور ہوگا۔ جب وہ وقت آیا تو سر میلکم ہیلی نے انکار کر دیا اور کہا کہ آئندہ گورنمنٹ اس طریق کو جاری رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان میں سے ایک سوسائٹی کے نمائندہ رومن کیتھولک بشپ صاحب لاہور تھے۔ ان کے اور عیسائی چوہڑے مزارعین کے درمیان کچھ تنازعات پیدا ہو کر اس حالت تک پہنچ گئے کہ بشپ صاحب نے درخواست دی کہ گورنمنٹ وہ زمین واپس لے لے۔ اس پر ہماری طرف سے پھر درخواست کی گئی کہ چونکہ یہ ان زمینوں میں سے ایک زمین ہے جو اسی غرض کے لئے گورنمنٹ مخصوص کر چکی ہے اس لئے اس معاملہ میں جو مسلمانوں کی حق تلفی ہوئی ہے اب اس کی اصلاح کر دی جائے۔ چنانچہ گورنمنٹ نے ہماری اس درخواست کو معقول سمجھ کر وہ زمین انہی شرائط پر جن شرائط پر بشپ لاہور کو دی گئی تھی۔ اور جن شرائط پر ایسی ہی اراضی اور دو سوسائٹیوں کو دی گئی تھی ہمیں دینا منظور کیا۔ ان تمام باتوں کا ذکر اور ان شرائط کا ذکر جن پر یہ زمین دی گئی ہے پنجاب کالونی مینول جلد ۲ صفحہ ۲۳ پر موجود ہے۔ وہیں شرائط بھی موجود ہیں اور وہاں ذیل کی تین سوسائٹیوں کے نام بھی موجود ہیں

۱۔ سلویشن آرمی پراپرٹی کمپنی۔

۲۔ آریہ سنگھ ادھار سبھا۔

۳۔ رومن کیتھولک بشپ لاہور۔

اب خود ہی غور فرمالیں کہ اس پر لگاتار دو ماہ سے مضامین چل رہے ہیں اور اخبار کے اوراق سیاہ ہو رہے ہیں کہ یہ جاسوسی کا صلہ ہے۔ الا ناء یترشح بما فیه برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہو۔ ایک شریف خاتون کو کوآپریٹو کام پر ایک شکریہ کی چٹھی آتی ہے تو وہ ہماری عورتوں کی جاسوسی کا ثبوت بن جاتا ہے۔ ایک گورنمنٹ کا اعلیٰ عہدہ دار سول سروس کے عہدے سے ریٹائر ہونیوالا ہے اور گورنمنٹ اسے خان صاحب کا خطاب دیتی ہے تو یہ ہماری جاسوسی کا ثبوت ہے۔ اچھوت اقوام کی اصلاح کے لئے گورنمنٹ سے ہماری انجمن کو کچھ اراضی ملتی ہے تو وہ ہماری جاسوسی کی شہادت ہے۔ اب تو جو کام ہم کریں گے وہ الفضل کے سامنے ایک شیشہ ہی ہوگا مسلمانوں کی بدقسمتی دیکھئے کہ ان کے حقوق تلف ہوتے جائیں۔

دوسری قومیں جس چیز پر چاہیں قبضہ کرتی جائیں تو یہ خاموش ہیں لیکن جبھی ایک اسلامی انجمن کو وہی فائدہ پہنچتا ہے جو اس سے پہلے عیسائی اور آریہ دونوں اٹھا چکے ہیں تو ایک طرف واویلا اور ماتم شروع ہو جاتا ہے کہ اسے فائدہ کیوں پہنچا۔ عیسائیوں کو تو بھلا چھوڑ دیئے کیا آریہ سماجی بھی جاسوسی کا کام کر رہے تھے؟ لیکن جب قوم کی ذہنیت خراب ہو چکی ہو تو اس کی اصلاح خدا کے ہاتھ میں ہی ہے۔

پیغام صلح کا آئندہ رویہ

کاش ہم اپنی اتنی قوت کو برباد کرنے کے بجائے یہی اوراق مسلمانوں کی بہتری اور اسلام کی خدمت پر لگائیں۔ ایک دو سال کے لئے یہ انتظام ہوا بھی تھا مگر افسوس ہے کہ وہ قائم نہ رہا۔ میں اس تشریح کے بعد اخبار پیغام صلح کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ ان معاملات میں بالکل خاموشی اختیار کرے اور الفضل کو اس کے حال پر چھوڑ دے البتہ نبوت اور مسلمانوں کی تکفیر کے مسائل ایسے ہیں کہ انہیں ہم اسلام کے اتحاد کے لئے سخت خطرناک سمجھتے ہیں اس لئے ان پر شائستہ الفاظ میں بحث ہوتی رہے گی۔

۲۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ نبوت کیا؟

اب [۱] میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود نے دعویٰ نبوت کہیں نہیں کیا بلکہ دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے۔ اس کا جواب مولوی فاضل محمد یار صاحب نے الفضل میں دو طرح پر دیا ہے:۔

[۱] بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ایسی ہیں جو میری اپیل کے جواب میں لکھی گئی ہیں جن کی طرف میں توجہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا مثلاً یہ بات کہ میں نے لکھا ہے کہ ابتدا میں ہم صرف چند آدمی تھے اس پر میاں صاحب نے بھی بڑے زور سے لکھا ہے اور الفضل نے بھی کہ ہم شروع شروع میں اپنی کثرت پر فخر کیا کرتے تھے میاں صاحب کے الفاظ اس خطبہ میں جس کا اوپر حوالہ دیا ہے یہ ہیں:۔ "ایک زمانہ تھا جب یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ننانوے فیصدی احمدی ہمارے ساتھ ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کا فضل ہم پر ہوا اور ان سے ہمیں زیادہ کر دیا تو اب وہی لوگ جو کبھی اپنی کثرت کو نہایت فخر سے پیش کرتے تھے" ہم نے کبھی بھی نہیں کہا کہ ننانوے فیصدی احمدی ہمارے ساتھ ہیں اور اس ابتدائی تاریخ کی جن لوگوں کو خبر ہے وہ جانتے ہیں کہ شروع میں ہماری غرض علیحدہ جماعت بنانے کی نہ تھی۔ اگر ہماری یہ غرض ہوتی تو ہم ڈیڑھ ماہ تک انتظار کیوں کرتے رہتے۔ میں خود قادیان سے اختلاف کے ایک ماہ بعد لاہور آیا۔ اور لاہور سے پہلا پیغام جو میاں صاحب کو بھیجا گیا تھا یہ تھا کہ اگر وہ ہمارے خلاف "فاسق" کا فتویٰ واپس لے لیں جو انہوں نے بیعت نہ کرنیوالوں کو دیا تھا تو ہم ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار ہیں مگر اس کا جواب نفی میں ملا جب پہلے احباب کو مشورہ کے لئے بلایا تو غالباً صرف ساٹھ آدمی جمع ہوئے تھے۔ بات صرف اس قدر تھی کہ جب میاں صاحب نے اپنی کثرت پر فخر کیا تھا تو اس وقت یہ لکھا گیا تھا کہ اگر جماعت چار لاکھ ہے تو آپ بیس ہزار آدمی کی بیعت بھی مشکل سے دکھا سکیں گے اس کے یہ معنے تھے کہ باقی لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ جو عبارت الفضل میں نقل کی گئی ہے اس کے الفاظ ہی یہ بتاتے ہیں: "کیسا وہ بات جو خلیفہ اول کے لئے جائز نہ تھی حالانکہ ساری قوم ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکی تھی۔"

بقیہ بر صفحہ کالم نمبر ا

اول۔ کیا ہر نبی کیلئے ضروری ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا لفظ دعویٰ استعمال کئے بغیر بھی وہ نبی ہو سکتا ہے۔

دوم۔ باوجودیکہ یہ ضروری نہیں پھر بھی حضرت مسیح موعود نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

ان میں سے اول ان کے دوسرے جواب کو لیتا ہوں۔ مولوی صاحب نے جو حوالجات اس کے ماتحت پیش کئے ہیں ان میں سے اول اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کے دو حوالے ہیں جہاں کسی شخص نے حضرت صاحب کی کسی تقریر کو قلمبند کیا ہے حالانکہ میرا مطالبہ حضرت صاحب کی کتب کے متعلق تھا۔ جو بات حضرت صاحب کی اپنی کتابوں میں نہ پائی جاتی ہو اس کے لئے ایک تقریر کا سہارا تلاش کرنا ڈوبتے کے لئے تنکے کا سہارا ہے۔ اور تقریر بھی وفات سے دو ماہ پیشتر کی ہے۔ حالانکہ دعویٰ کا اظہار کرنے کا وہ وقت نہ تھا جب دعویٰ پر سترہ سال گذر چکے تھے۔ دعویٰ کی وضاحت دعویٰ کے وقت یا اس کے قریب ہوتی ہے نہ یہ کہ ساری عمر گذر گئی اور وفات سے دو ماہ پیشتر کہہ دیا کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے اور ظاہر ہے کہ تقریر کے قلمبند کرنے میں نہ تو اصل الفاظ بولنے والے کے محفوظ ہوتے ہیں نہ پورا مضمون محفوظ ہوتا ہے اور بسا اوقات سامع کے خیالات کا عکس اس میں راہ پا جاتا ہے۔ اگر حضرت صاحب نے کتاب کوئی نہ لکھی ہوتی تو تقریر کی طرف توجہ کرنے کی بھی کچھ ضرورت ہوتی۔ مگر اسی کتابوں کے مصنف کے دعویٰ کا وفات سے دو ماہ پیشتر کی دوسرے کی قلمبند کردہ تقریر سے پتہ لگانا خود ہی بتاتا ہے کہ قادیانی علماء کے ہاتھ میں کچھ نہیں۔

تحریر کا پہلا حوالہ اس میں نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں

تیسرا حوالہ حضرت صاحب کے اس خط سے پیش کیا گیا ہے جو آپ نے وفات سے تین یوم پیشتر اخبار عام کو لکھا۔ اول تو یہ بات کہ وفات سے دو ماہ یا دو دن پیشتر دعویٰ کیا جائے بجائے خود ہی ایک بے معنی بات ہے۔ لیکن جب ہم اخبار عام کے اس حوالے کو دیکھتے ہیں تو اس میں دعویٰ کہیں بھی نہیں بلکہ دعویٰ سے انکار ہے۔ ظاہر ہے کہ اس شق کے نیچے صرف وہی تحریر پیش کی جا سکتی ہے جس میں صاف طور پر یہ الفاظ موجود ہوں کہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے۔ اور جہاں اور الفاظ سے دعویٰ نبوت کا استدلال کرنا ہو تو وہ مولوی صاحب کی پیش کردہ شق اول کے نیچے آنے چاہیئے تھے مگر صریح الفاظ دعویٰ کی شق قائم کرکے پھر اس میں عبارت وہ پیش کرنا جس میں یہ لفظ قطعاً موجود نہیں کہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے جس کی طرف میں اوپر توجہ دلا چکا ہوں کہ علمائے قادیان کے ہاتھ میں کوئی حوالہ نہیں۔ مولوی محمد یار صاحب نے ذیل کی عبارت اخبار عام کے خط سے نقل کی ہے:۔

"میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا...... یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔"

اتنی عبارت کو نقل کرکے مولوی صاحب نے استدلال کیا ہے کہ آپ دوسری قسم نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں حضرت صاحب کے اپنے الفاظ چھوڑ دیئے اگر وہ اس حوالہ کی دو سطریں اور نقل کر دیتے تو ان سے مولوی صاحب کے دعویٰ کی خود ہی تردید ہو جاتی۔ چنانچہ آگے الفاظ ہیں:۔

"اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے۔"

اب جائے غور ہے کہ بجائے وہ بات کہنے کے جو مولوی محمد یار صاحب نے استدلال کیا ہے کہ "اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا" حضرت صاحب خود لکھتے ہیں . . . .

کہ "جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں" کیا یہ طریق آپ کے نزدیک جائز ہے کہ خود جو بات مصنف لکھتا ہے اس کے صریح خلاف اس کی طرف منسوب کریں۔ اس شق میں تو مولوی صاحب نے یہ دکھانا تھا کہ حضرت صاحب نے کسی تحریر میں صریح الفاظ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ نبی نام پانے یا نبی کہلانے کے الفاظ پر بحث نہ تھی جس کے متعلق میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ کہلانا مجاز اور استعارہ کے رنگ میں ہے یا لغوی معنے کے رو سے جس کا اقرار حضرت صاحب نے خود بار بار کیا ہے اور اس خط میں بھی آگے چل کر بھی اقرار کیا ہے:۔

"سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنیوالا۔"

پھر فرمایا ہے:۔

"اور اس زمانہ میں کثرت مکالمۂ مخاطبہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔"

جس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے اور لوگ بھی گذر چکے ہیں جن کو اسی طرح اپنے اپنے زمانے میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا شرف ملا تھا۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ وضاحت کی ہے:۔

"جس حالت میں عام طور پر لوگوں کو خوابیں بھی آتی ہیں بعض کو الہام بھی ہوتا ہے اور کسی قدر ملونی کے ساتھ علم غیب سے بھی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ الہام مقدار میں نہایت قلیل ہوتا ہے اور اخبار غیبیہ بھی اس میں نہایت کم ہوتی ہیں۔ اور باوجود کمی کے مشتبہ اور مکدر اور خیالات نفسانی سے آلودہ ہوتی ہیں تو اس صورت میں عقل سلیم خود چاہتی ہے کہ جس کی وحی اور علم غیب اس کدورت اور نقصان سے پاک ہو اس کو دوسرے معمولی انسانوں کے ساتھ نہ ملایا جائے بلکہ اس کو کسی خاص نام کے ساتھ پکارا جائے تاکہ اس میں اور اس کے غیر میں امتیاز ہو اس لئے مجھے محض امتیازی مرتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا۔ اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے تاکہ ان میں اور مجھ میں فرق ہو جائے۔"

کیا ان عبارتوں کو پڑھنے کے بعد ادنیٰ شبہ کی گنجائش بھی باقی رہتی ہے کہ یہ نبوت کا دعویٰ ہے۔ مولوی محمد یار صاحب کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم صریح الفاظ دعویٰ نبوت کے حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے دکھا سکتے ہیں۔ مگر اس ساری تحریر میں ایک جگہ بھی حضرت صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے۔ اگر کہا ہے تو یہ کہا ہے کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں۔ اگر یہی صریح الفاظ میں نبوت کا دعویٰ ہے جس پر قادیانی علماء کا تکیہ ہو سکتا ہے تو پھر بقول معترضین خدائی کا دعویٰ بھی آپ ثابت کر سکتے ہیں۔ کیا نبی کو صرف عزت کے خطاب کے طور پر ہی نبی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس شخص کو مدعی نبوت کہا جاتا ہے وہ اسے محض ایک عزت کا خطاب قرار دیتا ہے۔ اور آج مرید کہہ رہے ہیں کہ یہ حضرت صاحب کا صریح الفاظ میں دعویٰ نبوت ہے۔ اگر نبی کہلانے یا نبی نام پانے کو ہی دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرنا تھا تو یہ شق کیوں قائم کی کہ دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے ان الفاظ کی ضرورت نہیں ہوتی کہ فلاں شخص یہ دعویٰ کرتا ہے مگر ہم ایسے الفاظ بھی دکھا سکتے ہیں۔ نہیں ایک سطر اور آگے چلئے:۔

"ان معنوں سے میں نبی ہوں اور اُمتی بھی ہوں تاکہ ہمارے سید و آقا کی پیشگوئی پوری ہو کہ آنیوالا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔"

اب حضرت صاحب کی ساری کتابوں کو تلاش کر لیجئے "امتی اور نبی" کے ایک معنے کے سوائے دوسرے معنے آپ کی تحریریں نہ ملیں گے اور وہ معنے کیا ہیں:۔

"یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں اُمتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام اُمتی بھی رکھا اور نبی بھی۔"

(ازالہ اوہام ص ۵۳۳)

میرے دوستو! خدا کے لئے غور کرو کہ صریح دعویٰ نبوت کی یہ حقیقت ہے کہ حضرت صاحب کے اپنے الفاظ میں وہ نبی کا نام پانا بھی بمعنی محدثیت ہے۔ اور یوں یہ آخری تحریر اس پہلی تحریر کے مطابق ہوئی۔ جہاں لکھا ہے کہ

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام ص ۴۲۱)

حضرت صاحب اور میاں صاحب کی تحریر میں کھلا تضاد

سوچو اور تنہائی میں بیٹھ کر سوچو کہ حضرت صاحب نے

(بقیہ صفحہ ۵ کالم نمبر ۳) آج ایک ایسے خلیفہ کے لئے جائز ہو گئی جس کو ابھی مشکل سے قوم کے بیسویں حصہ نے تسلیم کیا ہے۔" یہ تحریر ۹ مئی کی ہے اور ۲ مئی کو ہم نے یہاں الگ جماعت بنائی ہم تو اس وقت سو سے نیچے آدمی تھے۔ ہمارے تھوڑے ہونے کی گواہی ان ایام کا اخبار الفضل بھرا پڑا ہے۔ میاں صاحب اپنی جماعت کو اٹھانویں ننانویں فیصدی اور ہمیں ایک یا دو فیصدی کہتے رہے ہیں۔ اب انہوں نے غلطی سے جو بات خود کہتے تھے ہماری طرف منسوب کر دی ہے ہم کتنے تھے اور اب بڑھے ہیں یا گھٹے ہیں اس کا اندازہ کام سے لگا لیجئے۔ پہلے پہلے دو سال کی ہماری آمد بیس ہزار کے قریب تھی اب سالانہ ڈیڑھ اور دو لاکھ کے درمیان ہے ظاہر بات ہے کہ جب ہمارے پاس نہ محرر نہ مبلغ تو ہم جماعت کو اپنے ساتھ نہ ملا سکتے تھے اور ادھر قادیان سے جتھوں کے جتھے ساری جماعتوں میں پھر کر انہیں یہ کہہ کر کہ صرف چند لنگ آدمی الگ ہیں میاں صاحب کی بیعت لے رہے تھے۔ بہرحال ۲ مئی کو انجمن کی بنیاد رکھ کر ۹ مئی کو ہم یہ نہ لکھ سکتے تھے کہ ہمارے ساتھ ننانوے فیصدی آدمی ہیں۔

اس آخری اخبار عام والے خط میں کس قدر زور اس بات پر دیا ہے کہ جو بات وہ اب وفات سے تین دن پیشتر کہہ رہے ہیں وہ وہی بات ہے جو "آپ ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع "دیتے رہے ہیں اور" اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ یہی لکھتے آئے ہیں" کہاں یہ حضرت صاحب کے آخری الفاظ کہ وہ ہمیشہ اور ہر ایک کتاب میں یہی لکھتے رہے ہیں اور کہاں جناب میاں صاحب کا ارشاد جس نے حضرت صاحب کی تین چوتھائی کتابوں پر خط نسخ کھینچ دیا ہے کہ ان میں وہ بات لکھی ہے جو پچھلی تحریروں کے خلاف ہے

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے ...... یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔"

(حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۱)

اگر ہمارے قادیانی دوست غور کریں تو یہ ایک ہی بات فیصلہ کن ہے کہ حضرت مسیح موعود عین وقت وفات تک یہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ ایک ہی بات لکھتے رہے ہیں اور میاں صاحب کہتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے تمام حوالے جن میں نبوت سے انکار ہے یا جن میں دعویٰ نبوت کو اپنے اوپر افترا قرار دیا ہے وہ سب منسوخ ہیں۔ اور حضرت صاحب نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے گویا آپ پہلے کچھ اور لکھتے تھے بعد میں کچھ اور لکھنے لگے۔ اس کا جواب مولوی محمد یار صاحب نے یوں دیا ہے کہ

"نبوت کے مفہوم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شروع سے ہی انکار نہیں کیا ہاں نبوت کی تعریف اپنے اوپر صادق آنے کے باوجود ۱۹۰۱ء تک اپنے نبی ہونے کی تاویل فرماتے رہے۔"

مجھے سمجھ نہیں آیا کہ اس لفظی ہیر پھیر سے کیا حاصل ہے سوال یہ ہے کہ جو تاویل نبی ہونے کی فرماتے تھے وہ صحیح تھی یا غلط؟ اگر وہ تاویل صحیح تھی تو ایسے حوالے منسوخ کیونکر ہوئے۔ پس میاں صاحب کا قول صحیح نہیں ٹھیرتا۔ اگر تاویل غلط تھی تو حضرت صاحب کی یہ تحریر غلط ہوئی کہ میں اپنی کتابوں میں ہمیشہ سے ایک ہی بات لکھتا رہا ہوں۔ خدا کے لئے غور کرو کہ کیا اس کھلے تضاد کو دور کرنے کا کوئی ذریعہ آپ کے پاس ہے؟ منسوخ کوئی تحریر تب ہوگی جب وہ دوسری تحریروں کے خلاف ہو۔ پس حضرت صاحب کی یہ تحریر کہ میں اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ ایک ہی بات لکھتا رہا ہوں۔ اور میاں صاحب کی یہ تحریر کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے تمام حوالے منسوخ ہیں قیامت تک ان میں تطبیق نہیں دی جا سکتی۔ آنکھیں بند کرکے مانتے چلے جانا امر دیگر ہے۔

صریح دعویٰ نبوت کا دوسرا حوالہ

دوسرا تحریر کا حوالہ جس میں صریحاً نبوت کا دعویٰ بنایا گیا ہے سراج منیر سے نقل کیا گیا ہے اور مجھے اس جرأت پر حیرت ہے کہ جن حوالوں کو میاں صاحب منسوخ قرار دے چکے ہیں انہی کو مولوی محمد یار صاحب پیش کر رہے ہیں کیونکہ سراج منیر ۱۸۹۷ء کی کتاب ہے۔ اس حوالہ کے الفاظ بھی قابل غور ہیں۔

"پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اے نادانو! بھلا بتاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول کہیں گے یا کچھ اور کہیں گے مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔"

مولوی صاحب نے یہ حوالہ نقل کرکے لکھا ہے کہ کیا اب میں اپنی اپیل کے اندر دعویٰ نبوت کے خالی خانہ میں ان حوالجات کو نوٹ کر دوں گا؟ اگر مولوی محمد یار صاحب انکار نبوت کے حوالجات کو صریح دعویٰ نبوت کے حوالجات سمجھتے ہیں تو ایسے حوالے تو میں بہت سے پیش کر چکا ہوں کیا یہاں انکار نبوت ہے یا دعویٰ نبوت؟ مگر اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مولوی صاحب نے اس عبارت کے عین اوپر کی دو سطریں چھوڑ دی ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہاں یہ ذکر ہے کہ آپ کا دعویٰ محدثیت کا ہے:-

"جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے کیا قرأت وما محدث کی یاد نہیں رہی۔"

حقیقی نبوت کے انکار سے غیر تشریعی نبوت کے دعویٰ کا استدلال

اب جائے غور ہے کہ ایک عبارت کو اس غرض کے لئے پیش کیا جاتا ہے کہ اس میں صریحاً دعویٰ نبوت موجود ہے مگر اس سے پہلی دو سطریں جن میں لفظ مرسل کی صراحت موجود ہے کہ اس سے مراد محدث ہے کیونکہ محدث بھی مرسل ہوتا ہے اسے حذف کر دیا جاتا ہے اس سے ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ لکھنے والے کو اپنی کمزوری کا علم ہے اور اس کے چھپانے میں پورا زور لگایا گیا ہے۔ پھر نبوت کے دعویٰ کا استدلال صرف ان الفاظ سے کیا جاتا ہے کہ یہاں حقیقی معنے مراد نہیں۔ استدلال یہ ہے کہ حقیقی معنوں کے رو سے نبوت کا انکار کرنے کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ "دوسرے معنوں کے رو سے اقرار کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے بغیر صاحب شریعت نبی ہونے کے نبوت کا دعویٰ کیا دعویٰ کیا ہے" یہ کس قدر دلیری ہے کہ جو صراحت لفظ مرسل کی محدث سے کی ہے اسے تو چھوڑ دیا اور اپنی طرف سے ایک تشریح بڑھا دی جائے کہ حقیقی معنوں کے رو سے نبوت کا انکار گویا غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ ہے اور عجیب تر یہ کہ حضرت صاحب نے اس عبارت سے تین سطر اور آگے خود بتایا ہے کہ اگر حقیقی معنے مراد نہیں تو کیا مراد ہے فرماتے ہیں:-

"ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ ..... عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی مرسل کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔"

اب قادیانی دوست انصاف سے غور فرمائیں کہ کیا انہی استدلالوں اور شہادتوں پر دعویٰ نبوت کا مدار ہے۔ ایک عبارت کا پہلا حصہ کاٹ دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں لفظ مرسل کی تشریح محدث سے مصنف نے خود کی ہے پچھلا حصہ چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں بتایا ہے کہ حقیقی معنوں کے مقابل مجازی معنے ہیں۔ اور اسی مجازی معنے میں لفظ مرسل استعمال ہوا ہے۔ ادھر ادھر پاؤں کاٹ کر باقی عبارت کو اپنا جامہ پہنایا جاتا ہے کہ دیکھو جب مرسل کے حقیقی معنے مراد نہیں تو پس یہ یقینی نتیجہ ہے کہ یہاں صراحت سے دعویٰ نبوت موجود ہے! کیا قدر ان الفاظ کی کی ہے جو حضرت صاحب نے اسی عبارت میں چار سطر اور آگے لکھے ہیں:-

"یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے"

مگر آہ! آپ کو کیا علم تھا کہ آپ کے الفاظ سے خود آپ کے پیرو کہلانے والے یہ سلوک کریں گے جو عملاً یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنی تشریح محدث کو اپنے پاس رکھیں اور مجاز کو جہاں چاہیں لے جائیں۔ ہم تو آپ کو ان الفاظ سے نبی بنا کر چھوڑیں گے۔ آپ سو دفعہ کہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔ ہم ایک کیا ہزاروں نئے نبی آپ کے بعد لائیں گے۔

کیا نبی کیلئے دعویٰ نبوت کی ضرورت نہیں!

یہ تو بقول مولوی محمد یار صاحب وہ حوالجات ہیں جن میں صراحت سے دعویٰ نبوت موجود ہے۔ اب آپ خود غور فرمائیں کہ جب صراحت سے دعویٰ نبوت کی عبارتوں کا یہ حال ہے تو جہاں صراحت نہیں۔ کیا اس کے دریافت کرنے کی بھی ضرورت ہے؟ کس قدر بھولا پن سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ "کیا ہر نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں"؟ مولوی صاحب نے یہاں غلطی کھائی ہے۔ سوال تو یوں کرنا چاہئے تھا کہ کیا نبی اس کے بغیر بن سکتا ہے کہ بار بار نبوت کا انکار کیا جائے اپنی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کیا جانے کو باطل اور دروغ کہا جائے، افترا کہا جائے صریح کذب کہا جائے۔ ایسا دعویٰ منسوب کرنیوالوں کو کاذب اور مفتری قرار دیکر لعنۃ اللہ علی الکاذبین المفترین کہا جائے۔ دعویٰ نبوت کو کلمہ کفر کہا جائے؟ اگر یہی کچھ کہنے سے نبی بن جاتا ہے تو پھر شوق سے حضرت مسیح موعود کو نبی بنائیں کیونکہ یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود کہتے ہیں۔ اور آپ لوگ باایں آپ کو نبی بنا رہے ہیں۔ کیا پہلے نبی بھی اسی طرح کیا کرتے تھے کیا کسی نبی کا ذکر قرآن شریف میں حدیث میں یا کسی پہلی کتاب میں یوں ہے کہ لوگوں نے اسے کہا کہ یہ نبی ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ اسے ایسا تو تم مجھ پر کیوں افترا کرتے ہو تہمتیں لگاتے ہو، جھوٹ بکتے ہو، میں نے کبھی دعویٰ نبوت نہیں کیا یہ تمہارا افترا ہے۔

مولوی محمد یار صاحب نے ایک بات بڑے پتے کی لکھی ہے۔

"جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مخالف علماء نے یہ لکھا تھا کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس وقت یہ الفاظ فرمائے تھے کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں، یا ان لوگوں نے حضور کے الہامات اور انبیاء کی خصوصیات اپنے متعلق ظاہر کرنے سے آپ کو مدعی نبوت قرار دیا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ باوجود دعویٰ کا لفظ استعمال نہ کرنیکے بھی کوئی شخص مدعی نبوت ہو سکتا ہے"

اس سے معلوم ہوا کہ اسی وقت سے حضرت مسیح موعود کا دعویٰ نبوت تھا۔ اور مخالف علماء آپ کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کرنے میں حق بجانب تھے۔ کیونکہ بغیر ادعائے نبوت بھی دعویٰ نبوت ہو سکتا ہے یعنی کسی شخص کا خود یہ کہنا ضروری نہیں کہ اسے نبوت رسالت کا منصب عطا ہوا ہے یا اسے دعویٰ نبوت ہو بلکہ یہ کافی ہے کہ دوسرے لوگ اس کے الہامات سے خود نتیجہ نکال لیں کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے! خواہ وہ اپنے الہامات

کے ساتھ ساتھ یوں بھی کہتا جائے

"یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں"
"وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی
اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہوگئی"
"حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے
مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر یقین کرتا ہوں"

(اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

اور چالیس دفعہ نہیں چار سو دفعہ انکار کرے کہ میرے دعویٰ نبوت کا نہیں مگر یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے کہ اس کے الہامات کو دیکھ کر پتہ لگا لیں کہ اس کا دعویٰ نبوت کا ہے۔ چنانچہ علماء نے ایسا ہی کیا۔ حضرت مسیح موعود انکار ہی کرتے رہے مگر علماء نے کہا کہ ہم نے تمہارے الہامات سے پتہ لگا لیا ہے کہ تم مدعی نبوت ہو۔ آپ کہتے ہی رہے کہ میں مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں انہوں نے کہا یوں ہی سہی مگر ہو تم مدعی نبوت۔ رہا انکار نبوت سو وہاں علماء کا قیاس بھی سن لیں۔ انکار کے متعلق پھر وہ یوں کہنے میں بھی حق بجانب ہوں گے۔

"اہل اسلام کو چاہیے کہ ان جملہ دعاوی میں آپ کو دروغ گو سمجھیں اور آپ کے اقرار اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو محض تقیہ اور نفاق پر حمل کریں"

(دین الحق صفحہ ۳۰)

احباب قادیان غور فرمائیں کہ ان کی دلائل کس طرح انہیں مخالف علماء کے نقش قدم پر لے جا رہی ہیں۔

میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا ان اصحاب نے جو نبوت کی نئی بنیادیں اٹھا رہے ہیں اور خود نبی کے لئے ادعائے نبوت کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ اس کے انکار کی بھی پروا نہیں کرتے کبھی اصل فتویٰ کفر کو بھی دیکھا؟ اور کیا فتویٰ کفر کو دیکھ کر یہ لکھا تھا کہ علماء کے "حضور کے الہامات" دیکھ کر نتیجہ نکال لیا تھا کہ یہ شخص مدعی نبوت ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ باتیں جن سے ایک قوم گمراہ ہو رہی ہے اور امت محمدیہ میں نئی نبوت کا تفرقہ پڑ رہا ہے اٹکل پچو لکھی جا رہی ہیں۔ کفر کا فتویٰ ان تین کتابوں کی بنا پر تیار ہوا ہے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، اور حضرت صاحب کے وہ الہامات جن میں لفظ نبی یا رسول آتا ہے اس سے سات سال پیشتر براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے تھے اگر ان الہامات کی بنا پر فتوے کفر تیار ہوتا تو ۱۸۸۴ء میں تیار ہو جاتا۔ مگر اس کتاب براہین پر رئیس المکفرین مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ریویو لکھا کہ اس کے مصنف کو اسلام کا بہترین خادم بتایا تھا۔ اور جن الہامات سے لوگوں کو شبہ پیدا ہوتا تھا ان کی تاویل کی تھی اور استفتاء جو مولوی محمد حسین نے ۱۸۹۱ء میں تیار کیا اس میں کسی الہام کا ذکر تک نہیں بلکہ اس کی تمام کا ئنات حضرت صاحب کی تحریروں پر ہے۔

کیا دعویٰ مدعی کو کرنا چاہئے یا دوسرے لوگ خود استدلال کریں کہ فلاں شخص کا یہ دعویٰ ہے

اب میں مولوی محمد یار صاحب کے اصل سوال کے جواب کی طرف آتا ہوں کہ کیا نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ یوں کہے کہ "میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں"۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اگر وہ کوئی ایسے الفاظ نہ کہیگا تو لوگ کس طرح معلوم کریں گے کہ وہ نبی ہے۔ مدعی سست گواہ چست کی مثل تو پرانی تھی مگر یہاں تو مدعی سست چھوڑ خاموش ہی نہیں بلکہ نبوت سے انکار کر رہا ہے اور گواہ اسے نبی بنا رہا ہے یہ بھی کبھی ہوا؟ نبی تو اپنے منہ سے کچھ نہ کہے کہ میں کون ہوں لوگ خود اس کے الہامات کو دیکھ پتہ لگا لیں کہ یہ کون ہے۔ مولوی صاحب اتنا ہی غور فرماتے کہ حالانکہ مجدد تو ہر صدی کے سر پر آتا ہے لیکن اس کے لئے بھی لوگوں نے حضرت صاحب کے الہامات کو دیکھ کر پتہ نہ لگایا تھا کہ یہ شخص مجدد ہے بلکہ حضرت صاحب نے خود مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور نہ ہی الہامات کو دیکھ کر کسی نے یہ پتہ لگایا کہ یہ شخص مسیح موعود ہے اور نہ الہامات کو دیکھ کر آپ کے مہدی ہونے کا پتہ لگایا گیا کہ یہ شخص مہدی ہے بلکہ آپ نے خود ہی مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مگر تعجب ہے کہ یہ سب باتیں جو امت محمدیہ میں جائز تھیں ان کا تو حضرت صاحب صاف الفاظ میں دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن نبوت جس کا دروازہ بند ہو چکا تھا اس کا پتہ لگانے کے لئے مخالف علماء رہ گئے کہ وہ آپ کے الہامات سے پتہ لگائیں کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور جس کی طرف دعویٰ منسوب ہے وہ کہتا جائے یہ افترا ہے جھوٹ ہے کذب ہے۔ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں محدثیت کا ہے میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کاذب کافر ہے یہ واقعی انوکھی نبوت ہے

مولوی صاحب کو یہ غلطی لگتی ہے کہ قرآن شریف میں تو کوئی ایسی وحی نہیں جس میں آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا ہو کہ ادعی النبوۃ۔ اگر مولوی صاحب ذرا غور فرماتے تو ان کو اس سے بھی بڑھ کر ایک بات کا پتہ لگتا کہ قرآن شریف کی سب سے پہلی وحی میں تو آنحضرت صلعم کو نبی بھی نہیں کہا اور میاں صاحب نے اپنی کتاب حقیقت النبوۃ میں اس بات کو نبی کی ضروری شرط ٹھیرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا نام نبی رکھے۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۶۲)

اب پہلی وحی یوں ہے اقرأ باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقرأ وربك الاكرم الذی علم علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ اور دوسری وحی یوں ہے یا یھا المدثر قم فانذر وربك فکبر وثیابك فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر ولربك فاصبر۔ ان دونوں میں آپ کا نام نبی نہیں رکھا گیا۔ تو کیا آنحضرت صلعم اس وقت نبی تھے یا نہیں؟ اس کے بعد بھی بہت سی وحی ایسی ہے کہ اس میں لفظ نبی نہیں۔ تو کیا اس سارے عرصہ میں آنحضرت صلعم نبی نہ تھے اور اگر نہ تھے تو یہ وحی قرآن شریف میں کیوں آئی؟ قادیانی احباب اس بات پر غور فرمائیں یا تو میاں صاحب کی تعریف نبوت کو غلط قرار دینا پڑے گا اور یا قرآن کریم کو اور آنحضرت صلعم کی نبوت کو جواب دینا پڑے گا۔ خوب غور کر لیجئے کہ ان دونوں میں سے ایک بات آپ کو ماننی پڑے گی یا میاں صاحب نے نبوت کی تعریف غلط کی ہے اور یا آنحضرت صلعم پہلی وحی کے نزول کے وقت نبی نہ بنے تھے

نبوت کی پہلی ضرورت نبی کا کام اسکے سپرد کیا جاتا ہے

اس جگہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جس صورت میں آنحضرت صلعم کی ابتدائی وحی میں آپ کو نبی کر کے بھی نہیں پکارا گیا تو دعویٰ نبوت جس کا میں مطالبہ کر رہا ہوں اس کا تو وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک غلط فہمی ہے۔ دعویٰ نبوت ایسی چیز نہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ کو یہ کہنے کی ضرورت ہو کہ اے فلاں تو اٹھ اور نبوت کا دعویٰ کر۔ نہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی میں ایک شخص کو لفظ نبی سے یاد فرمائے تو پھر وہ شخص لغت وغیرہ کو تلاش کر کے سمجھ لے کہ مجھے نبی بنایا گیا ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نبی بناتا ہے وہ اسے یہ علم بھی دے دیتا ہے کہ اسے اس منصب جلیل پر کھڑا کیا گیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے جو خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ کے درمیان ہوتا ہے۔ لیکن دو باتیں ہمیں قرآن شریف سے اور حدیث سے نظر آتی ہیں۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ نبی کے سپرد نبوت کا کام کیا جاتا ہے اور جس شخص کے سپرد نبوت کا کام کیا جاتا ہے اسے فوراً یہ علم بھی ہو جاتا ہے کہ مجھے نبوت کے مقام پر کھڑا کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کے آنے سے یہ بات کھل گئی کہ آپ کے سپرد اصلاح عالم کا کام ہوا ہے اور آپ اسی کام کی عظمت سے ڈرتے ہوئے کہ آپ اتنے بڑے کام سے کس طرح عہدہ برا ہوں گے کانپتے ہوئے گھر پہنچے یہی مطلب خشیت علیٰ نفسی کا ہے۔ جو الفاظ حدیث میں آتے ہیں اور جن سے بعض لوگوں نے یہ خیال کر کے ٹھوکر کھائی ہے کہ گویا آپ کو یہ خطرہ تھا کہ کوئی جن بھوت آپ پر آگیا ہے اور وہ آپ کو ہلاک کر دے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ محمد رسول اللہ صلعم جیسا حکیم انسان ایسی لچر بات آپ کے وہم میں بھی نہ آسکتی تھی خود حضرت خدیجہ کو آپ نے جب سارا واقعہ سنایا تو حضرت خدیجہ نے تسلی دی کلا واللہ لا یخزیك اللہ ابداً اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ناکام نہیں کریگا کیونکہ آپ میں ایسی خوبیاں ہیں کہ ان خوبیوں کا مالک اس کام میں ناکام نہیں رہ سکتا۔ غرض سب سے پہلی بات جس سے نبی کو اپنی نبوت کا پتہ لگتا ہے وہ کسی خاص لفظ کا استعمال نہیں بلکہ وہ کام اس کے سپرد کیا جاتا ہے جو نبوت کا کام ہے۔ حضرت موسیٰ کے ذکر میں بھی یہی بات نظر آتی ہے۔ انہیں بھی یہ نہیں کہا گیا تھا کہ ہم تمہیں نبی بناتے ہیں بلکہ ان کے سپرد نبوت کا کام کیا گیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ مجھے نبی بنایا گیا۔ اگر حضرت مرزا صاحب کو بھی نبوت کا کام سپرد کیا جاتا تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ انکار نہ کر سکتے تھے کہ میں نبی نہیں ہمارے قادیانی احباب کو یہ غلطی لگتی ہے کہ نبوت محض ایک نام ہے جو دے دیا جاتا ہے۔ یہ نام نہیں یہ درحقیقت کام ہے اور ابتدا ہمیشہ اسی کام سے ہوتی ہے۔ جب نبی کے سپرد ایک کام کر دیا جاتا ہے جسے وہ جانتا ہے کہ یہ نبوت کا کام ہے تو اسے خود باواز بلند کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ مقام دیا ہے پھر انکار کے معنے کیا۔ ہمارے قادیانی دوست جانتے ہیں اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا کوئی کام باقی نہیں رہا۔ اگر نبوت کا کام باقی ہوتا تو الیوم اکملت لکم دینکم کی آواز نہ آتی۔ اس وحی نے بتا دیا کہ نبوت کا کام ختم ہو گیا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب بار بار فرماتے ہیں نہ نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔ کیونکہ نبوت کا کام باقی نہیں تو نبی کیوں آئے۔ صرف یہی ایک بات ہے جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے میاں صاحب نے غلطی کھائی کہ جس کی وحی میں لفظ نبی آجائے وہ نبی بن جاتا ہے اور جب تک کسی کو نبی کہہ کر نہ پکارا جائے اس وقت تک وہ نبی نہیں ہوتا حالانکہ قرآن کریم ان کے سامنے تھا مگر وہ جلدی میں اپنی طرف سے بنا کر نبی کی ایک تعریف لکھ گئے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب قدم قدم پر ٹھوکر ہے۔ پس نبی کے لئے صرف اسی قدر ضروری ہے کہ نبوت کا کام اس کے سپرد کیا جائے۔ جب اللہ تعالیٰ یہ کام اس کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ اسی لمحہ نبی بن جاتا ہے اس کام کے سپرد کیا جانے سے پیشتر خواہ اس کو کتنی خوابیں آئیں الہام ہوں مگر ان سے نبی نہیں بنتا نبی نبوت کا کام سپرد کیا جانے سے بنتا ہے۔ ہمارے دوست جتنا چاہیں اس پر غور کر لیں۔ ان کو سوائے اس کے کوئی مفر کی صورت نظر نہ آئے گی۔

دوسری بات جس سے نبی کو اپنی نبوت کا علم ہوتا ہے

یہ ہے کہ وحی نبوت کی کیفیت ہی الگ ہے اور وہ وحی نبی پر حضرت جبرئیل لاتے ہیں۔

نبوت کی دوسری ضرورت وحی نبوت جبرئیل لاتا ہے

احادیث سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ حالانکہ آنحضرت صلعم کو سچی خوابیں کثرت سے پہلے سے آتی تھیں اور آپ الہامی آوازیں بھی سنا کرتے تھے لیکن اس کو آپ نے منصب نبوت سے تعبیر نہیں فرمایا لیکن جب غار حرا میں حضرت جبرئیل آپ پر اللہ تعالیٰ کا کلام اقرأ باسم ربك الذی خلق لائے تو آپ کو فوراً پتہ لگ گیا کہ آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے مقام نبوت پر کھڑا کیا گیا ہے یہ نادانی ہوگی اگر ہم یہ خیال کریں کہ نبی کو نبوت کا پتہ نہیں لگتا۔ حضرت جبرئیل کا وحی لانا ہی نبوت ہے اور اس کو صاحب وحی ہی سمجھتا ہے کہ اس پر وحی کا نزول جبرئیل کے ذریعہ سے ہے یا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بعثت کا دن وہ دن تھا جب آپ پر جبرئیل کا نزول ہوا اسی وقت آپ نے سمجھ لیا کہ مجھے نبوت کے مقام پر کھڑا کیا گیا ہے۔ اور لوگوں کو دعوت دی۔ چنانچہ حضرت خدیجہ اور ورقہ اسی وقت آپ پر ایمان لائے۔ اور ورقہ نے یہی شہادت دی کہ یہ وہی فرشتہ وحی لانیوالا ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا۔ آپ نے خوابوں اور الہامات پر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ جبرئیل کے نزول پر دعویٰ کیا۔ حضرت مسیح موعود پر بھی اگر جبرئیل وحی لاتے تو آپ فوراً نبوت کا دعویٰ کرتے مگر آپ کی کھلی کھلی تحریریں موجود ہیں کہ آپ پر وحی نبوت نہ آتی تھی نہ جبرئیل آپ پر وحی لاتے تھے بلکہ یہ وحی ولایت تھی۔ چنانچہ دیکھو ازالہ اوہام۔ جہاں صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ آپ پر جبرئیل وحی نہیں لاتا۔

> "حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی؟"
>
> (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴)

> "ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷)

> "اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔"
>
> (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷)

> "جس طرح یہ ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اس کیساتھ روشنی نہ ہو اسی طرح ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق اللہ کے لئے آوے اور اس کے ساتھ وحی الٰہی اور جبرئیل نہ ہو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۸)

> "اور یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرئیل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے ..... اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳)

> "رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے۔ کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منع ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴)

> "رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔"
>
> (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

بعض وقت حضرت صاحب کا ایک الہام جاءنی ائل پیش کیا جاتا ہے اور اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ گویا آپ پر جبرئیل وحی لاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ کی وحی وحی جبرئیلی ہوتی تو اس کا علم تو آپ کو پہلے دن سے ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ یہاں اس قدر اصرار سے جبرئیل کے وحی الٰہی لانے کا انکار ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ آخری حوالہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے اور دوسری جگہ بھی حضرت صاحب نے لکھا ہے جبرئیل کا مومنین کی تائید کے لئے آنا منع نہیں جو چیز منع ہے وہ بالفاظ حضرت مسیح موعود "نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت" ہے اور اس کو آئینہ کمالات اسلام میں بھی صاف کیا ہے جہاں صفحہ ۱۰۴ پر فرمایا کہ "حضرت جبرئیل حسان کے ساتھ رہتے تھے اور ہر دم ان کے رفیق تھے اور ایسا ہی یہ آیت کریمہ کہ ایدھم بروح منہ صاف اور کھلے کھلے طور پر بتلا رہی ہے کہ روح القدس مومنوں کے ساتھ رہتا تھا۔" اور آگے صفحہ ۱۰۶ پر فرمایا "بخاری نے اپنی صحیح میں اور ایسا ہی ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ایسا ہی مسلم نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے کہ نزول جبرئیل کا وحی کے ساتھ انبیاء پر وقتاً فوقتاً آسمان سے ہوتا ہے۔" اسی کے بالکل مطابق جہاں آپ کا الہام ہے جاءنی ائل واختار وادار اصبعہ واشار ان وعد اللہ اتی۔ ائل آیا اور ان سے مجھے چن لیا اور اپنی انگلی کو گردش دی اور یہ اشارہ کیا کہ خدا کا وعدہ آگیا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳) یہاں جبرئیل کی وحی لانے کا ذکر قطعاً نہیں بلکہ صرف اشارہ کیا ہے۔ میری احباب قادیان سے یہ درخواست ہے کہ وہ ان امور پر ٹھنڈے دل سے غور کریں جلدی نہ کریں۔ ورنہ ایسا طریق اختیار کریں جس سے حضرت مسیح موعود دنیا کے لئے ایک مضحکہ بن جائیں۔ کہ بیسیوں جگہ صریح ترین الفاظ میں یہ کہیں کہ جبرئیل بعد آنحضرت صلعم وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے اور یہ بھی کہیں میری وحی ولایت ہے نہ وحی نبوت (آئینہ کمالات صفحہ ۲۲۳) اور ایک جگہ یہ کہہ دیں کہ جبرئیل مجھ پر وحی لاتا ہے۔ حالانکہ حضرت صاحب نے ایک دفعہ بھی اپنی کسی کتاب میں ایسا نہیں لکھا اور نہ کسی اور کتاب میں یہ لکھا کہ میری وحی وحی نبوت ہے حالانکہ اس کے وحی نبوت ہونے کا انکار اور وحی ولایت ہونے کا اقرار صاف الفاظ میں موجود ہے۔ پس نہ آپ کے سپرد نبوت کا کوئی کام ہوا نہ جبرئیل آپ پر وحی لایا تو نبوت کس طرح ہوتی اسی لئے آپ انکار نبوت کرتے تھے۔

دعویٰ نبوت کی سب سے بڑی ضرورت اقرار نبوت لینا ہے

پس جہاں نبوت ہوگی اور اس کا علم کام سے دیا جائے گا جو نبی کے سپرد کیا جاتا ہے اور جبرئیل کے حامل وحی ہونے سے دیا جائیگا وہاں دعویٰ بھی ہوگا اور جہاں نبوت نہیں وہاں دعویٰ کوئی کس طرح کر سکتا ہے۔ ہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا نبی کو نبوت مل جائے تو پھر یہ ضروری ہے کہ وہ اس کا دعویٰ بھی کرے اور وہ دعویٰ کس طرح ہو سکتا ہے۔ سو واضح ہو کہ اصل دعویٰ یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو کہتا ہے کہ میری نبوت کا اقرار کرو اور یہ بات احادیث سے قطعی ثبوت کو پہنچتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کو اسلام میں داخل کرتے تھے اس سے لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا بھی اقرار لیتے تھے۔ کوئی شخص محض لا الٰہ الا اللہ کہنے سے مسلمان نہ ہوتا تھا جب تک کہ وہ ساتھ محمد رسول اللہ کا بھی اقرار نہ کرے۔ میں یہاں مضمون کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔ اسلئے باقی باتوں کا ذکر چھوڑ کر دعویٰ کی صرف اس ایک پہلو کو پیش کرتا ہوں کہ جو شخص اس کو صادق مانتا ہے وہ اس سے اپنی نبوت کا اقرار بھی کھلے الفاظ میں لیتا ہے۔ اب آپ خود دیکھ لیں کہ کیا حضرت مسیح موعود نے بھی کسی اپنے مرید سے نبوت کا اقرار لیا یا جب اقرار لیتے تھے تو محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کا اقرار لیتے تھے بیعت کے الفاظ اس کی دس شرطیں اور مختصر صورت دونوں موجود ہیں ان میں ایسا ذکر ہوتی نہیں۔ اور کوئی مرید نہیں کہہ سکتا کہ اس سے اقرار نبوت لیا گیا۔ خصوصاً اس صورت میں کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا انکار کفر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے تو تعجب ہے کہ انکار تو کفر ہو حالانکہ اقرار بھی کرنیوالا کوئی نہیں ملتا خوب یاد رکھو کہ اصل اقرار وہ ہے جو نبی خود سے جب وہ اقرار نہیں لیتا تو نبوت کہاں ہے؟ جس نبوت کا اقرار دنیا میں ایک انسان سے بھی نہ لیا گیا ہو اس کے انکار کے معنے ہی کیا ہیں۔ اس کا جواب بعض وقت یہ دیا جاتا ہے کہ الفاظ بیعت میں نہ مجدد کا اقرار بھی نہیں لیا جاتا۔ مگر مجدد کا اقرار کیوں لیا جائے۔ مجدد پر ایمان نہ لانے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا تو جس کے انکار سے کافر نہ ہو اس کے اقرار کی بھی ضرورت نہیں۔ مجدد پر ایمان اصول ایمان میں سے نہیں لیکن نبی کے انکار سے جب انسان کافر ہو جاتا ہے تو لازم ہے کہ اس کے مقابل اس کی نبوت کا اقرار ہو۔ اور نبی پر ایمان بھی اصول ایمان میں سے ہے پس حضرت صاحب کا کسی سے اقرار نہ لینا صاف بتاتا ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

دعوئے مجدد دعوئے مسیح موعود دعوئے مہدی آپ کرتے ہیں مگر دعوئے نبوت نہیں کرتے

یہ تینوں باتیں نہ ہونے کی صورت میں یعنی نہ تو آپ کے سپرد نبوت کا کوئی کام ہوا نہ آپ پر جبرئیل وحی نبوت لیکر آئے نہ آپ نے کبھی کسی سے اقرار نبوت لیا۔ صرف ایک ہی اور امر تھا جس سے دعویٰ نبوت ثابت ہو سکتا اور وہ یہ تھا کہ آپ فرماتے کہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے مگر یہ بھی آپ نے کبھی نہ فرمایا حالانکہ اس کے مقابل پر دعویٰ مجدد کا ذکر بار بار آپ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً

> "اس عاجز کے دعویٰ مجدد اور مثیل مسیح ہونے اور دعویٰ ہمکلام الٰہی ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارھواں برس جاتا ہے۔" (نشان آسمانی صفحہ ۳۴)

> "اس شخص کا تیرے نزدیک جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردود اپنے فضل سے یہ حال رویا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرمایا۔" (نشان آسمانی صفحہ ۳۷)

> "چودھویں صدی کا مجدد ہونے کے لئے بجز اس احقر کے اور کس نے دعویٰ کیا ہے ...... اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۰)

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ مجدد کا دعویٰ مسیح موعود کا دعویٰ مہدی کا دعویٰ ملہم ہونے کا دعویٰ مکالمہ مخاطبہ کا دعویٰ یہ الفاظ تو بار بار استعمال کئے۔ لیکن یہ ایک دفعہ بھی نہ لکھا کہ میرا نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ ہے۔ یہ بھی کہیں نہیں لکھا کہ میرا غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ ہے اگر ہمارے قادیانی دوست توجہ کریں تو

بات بڑی صاف ہے جس مرتبہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا تھا مجدد۔ مسیح۔ مہدی ان سب کا دعویٰ موجود ہے۔ مگر نہ نبوت کے منصب پر آپ کو کھڑا کیا گیا نہ نبوت کا آپ نے دعویٰ کیا۔

آخر یہ واقعات ہیں آج آپ لوگ ان پر غور نہیں کرینگے تو کل کو حضرت مسیح موعود کی کتابیں پڑھنے والے کیا آپ پر یہ الزام نہ دیں گے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے صریح خلاف ایک نیا مذہب دنیا میں قائم کیا۔

لفظ نبی کا استعمال

بار بار یہ کہنا کہ آخر حضرت صاحب نے لفظ نبی استعمال کیا ہے تو لفظ تو آپ نے اور بھی استعمال فرمائے ہیں۔ مثلاً یہی الہام کہ انت منی بمنزلۃ ولدی۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت صاحب نے ولد اللہ ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ جب ایک مخالف اس الہام کی بنا پر یہ بات کہتا ہے تو آپ اسے کس قدر برا مناتے ہیں مگر خود اسی کام کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور سوچتے نہیں کہ ہم کیوں محض ایک لفظ کی وجہ سے جو حدیث یا الہام میں آگیا ہے ایسا دعویٰ حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ حضرت صاحب نے بار بار فرمایا پہلے بھی درمیان میں بھی۔ آخر میں بھی کہ یہ لفظ نبی اور رسول جو حدیث میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے یا جو آپ کے الہامات میں آگیا ہے وہ بطور

مجاز اور استعارہ

ہے۔ اور ایک لفظ کو مجاز کے طور پر استعمال کرنے سے "دعویٰ نبوت لازم" نہیں آتا۔ یہ حضرت صاحب کے اپنے الفاظ ہیں۔

"آنے والا مسیح محدث ہونیکی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۹)

"محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے ... تو کیا اس سے دعویٰ نبوت لازم آگیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)

"مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے" (سراج منیر صفحہ ۳)

"اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے۔ یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے" (حاشیہ اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۵ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴)

"جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا۔ اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزون نہیں ہے۔ بلکہ نہایت فصیح استعارہ ہے ..... بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے" (حاشیہ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴)

"وسمیت نبیا من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ" (استفتا ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

حضرت صاحب ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ حدیث میں جو آنیوالے مسیح کے متعلق لفظ نبی آیا ہے یا آپ کے الہام میں یہ لفظ آیا ہے تو یہ استعمال بطور مجاز اور استعارہ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا صراحت ہو سکتی ہے۔ آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں بھی یہی لکھا ہے یہی وجہ تھی کہ آپ نے صاف طور پر اس لفظ کے عام استعمال کو بھی منع فرمایا۔

"چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کے معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے"

مکتوب حضرت مسیح موعود مؤرخہ ۷۔ اگست ۱۸۹۹ء
مندرجہ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء

میں احباب قادیان سے بمنت درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے حضرت صاحب کے ان کھلے کھلے الفاظ پر غور کریں۔ جو لفظ الہام اور حدیث میں استعارہ اور مجاز کے طور پر آگئے ہیں انہیں بنائے دعویٰ نہ ٹھیرائیں ورنہ ان کے پاس اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں کہ کیوں مخالفین حضرت صاحب کو ابن اللہ ہونے کا مدعی قرار نہ دیں۔ جب الہام میں موجود ہے انت منی بمنزلۃ ولدی۔ حضرت صاحب خود فرماتے ہیں کہ لفظ نبی مجاز استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے اسے معمولی بول چال میں نہ لاؤ اور دلی ایمان سے یہ سمجھو کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی۔ آپ کے اس کھلے ارشاد سے آگے قدم نہ بڑھاؤ۔

حضرت مسیح موعود نے کہیں نہیں لکھا کہ میرا دعوےٰ غیر تشریعی نبوت کا ہے

گو اس قدر صفائی کے بعد اور کوئی حاجت باقی نہیں رہتی لیکن میں آخر پر اس بات کا جواب بھی دینا چاہتا ہوں کہ تشریعی نبوت کے انکار سے غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ ثابت کرنا مکفرین کا آپ پر افترا تھا جہاں حضرت صاحب کے ایسے الفاظ آتے ہیں کہ "خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں" تو ان کا یہ منشا نہیں کہ آپ غیر تشریعی نبوت کے مدعی تھے۔ سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ یہ منطق ہی نرالی ہے کہ جو شخص تشریعی نبوت کا مدعی ہونے سے انکار کرتا ہے اس کے سر پر غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ تھوپا جائے۔ اگر کوئی شخص غیر تشریعی نبوت کا مدعی ہے تو وہ اپنی ساری تحریروں میں ایک دفعہ بھی یہ کیوں نہیں کہتا کہ میرا دعویٰ غیر تشریعی نبوت کا ہے میں نے جب صریح حوالجات دعویٰ نبوت مانگے تھے تو اس میں یہ شرط نہ لگائی تھی کہ آپ لوگ تشریعی نبوت کا دعویٰ دکھائیں۔ یہ تو مجھے علم ہے کہ آپ غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ ہی حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کرتے ہیں تو میرا سوال تو یہی تھا کہ حضرت صاحب کی تحریرات میں کہیں دکھا دیں کہ آپ نے یہ لکھا ہو کہ میرا دعویٰ غیر تشریعی نبوت کا ہے۔ مگر یقیناً ایسا دعویٰ نہیں نہ آپ کو اب تک مل سکا ہے نہ آئندہ کبھی ملے گا۔ کیا اس طرح آج تک کسی شخص کی طرف کوئی دعویٰ منسوب کیا گیا کہ وہ کہے میں نے فلاں دعویٰ نہیں کیا تو اس سے نیچے اتر کر یا اس کے مقابل پر ایک اور دعویٰ اس کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ مثلاً کوئی شخص نبوت کے دعویٰ سے انکار کرے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ بھی نہیں کہ اس کا دعویٰ محدثیت یا مجددیت کا ہے چہ جائے کہ صاحب الشریعت ہونے کے دعویٰ کے انکار سے غیر صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نکالا جائے محض انکار نبوت سے ہم حضرت صاحب کو محدث اور مجدد نہ مان سکتے تھے جب تک کہ محدث مجدد ہونے کا دعویٰ نہ ہوتا اور محض انکار صاحب شریعت ہونے سے ہم آپ کو غیر صاحب شریعت نبی نہیں مان سکتے . . . . جب تک کہ غیر صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہ ہو۔ آج بہتیرے مدعیان نبوت خود جناب میاں صاحب کی جماعت میں نظر آتے ہیں۔ اگر کل کو وہ نبوت سے انکار کر دیں اور یہ کہیں کہ ہماری بات سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ہمارا دعویٰ نبوت کا نہیں تو کیا آپ لوگ انہیں محض اس انکار سے محدث ماننے لگ جائیں گے! یہ بہت ہی کچی بنیاد ہے۔ دعویٰ جس امر کا ہو وہ صاف الفاظ میں ہونا چاہئے بلکہ جب ایک دعویٰ کا انکار ہے تو پھر تو اور بھی زیادہ صراحت سے یہ کہنے کی ضرورت تھی کہ میرا یہ دعویٰ نہیں یہ دعویٰ ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ حضرت صاحب اتنا زور اس بات پر دے کر کہ میرے الہام میں صاحب شریعت مراد نہیں آگے یہ نہیں لکھتے کہ میرا دعویٰ غیر صاحب شریعت ہونے کا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ جب دعویٰ نبوت کا انکار کرتے ہیں تو انکار کو گول مول نہیں چھوڑتے بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا ہے کہ اگر نبوت کا دعویٰ نہیں تو کس چیز کا ہے۔ کاش ہمارے قادیانی احباب ذرا بھی توجہ کریں تو نبوت کا مسئلہ ایک منٹ میں صاف ہو جاتا ہے تعجب ہے کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ جب نبوت کا انکار کیا تو اس سے مراد بھی صرف تشریعی نبوت کا انکار تھا اور اس میں غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ مخفی تھا۔ مگر حضرت صاحب تو خود اس کو صاف کرتے ہیں اور بار بار نبوت کے انکار کے ساتھ ولایت۔ مجددیت۔ محدثیت کا دعویٰ کرتے ہیں

"ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں ...... اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت ..... کے ہم قائل ہیں ..... نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے" (اشتہار مؤرخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ ہجری)

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

"لست بنبی ولکن محدث اللہ" میں نبی نہیں بلکہ اللہ کا محدث ہوں (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸۳)

حضرت مسیح موعود نے تشریعی نبوت کے انکار کے مقابل پر محدثیت کے دعویٰ کو رکھا ہے

"وما قلت للناس الا ما کتبت فی کتبی من اننی محدث ویکلمنی اللہ کما یکلم المحدثین واللہ یعلم انہ اعطانی ھذہ المرتبۃ ..... وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین" اور میں نے لوگوں کو اور کوئی بات نہیں کہی سوائے اس کے جو اپنی کتابوں میں لکھی ہے کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس نے مجھے یہ مرتبہ دیا ہے .... اور یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں سے جا ملوں۔ (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹)

آپ کا دعویٰ کیا نہیں یہ بھی بتا دیا اور کیا ہے یہ بھی بتا دیا۔ نبوت کا دعویٰ نہیں محدثیت کا دعویٰ ہے۔ میں حیران ہوں کہ اس صفائی کے باوجود یہ کس طرح کہا جاتا ہے کہ نبوت کے انکار میں مراد صرف تشریعی نبوت کا انکار ہے اور اس کا لازمی نتیجہ غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ ہے۔ جب کہ حضرت صاحب خود نبوت کا انکار کر کے محدثیت

کا دعویٰ بتاتے ہیں۔ یہ چھلانگ پر چھلانگ مارتے جانا اور حضرت صاحب کی صریح تحریرات کے خلاف عقائد بناتے جانا کیا حدِ درجہ کی جرأت نہیں؟ مولوی محمد یار صاحب نے اس کے جواب میں کمال ہی کر دیا۔ حضرت صاحب کی اس عبارت کو کہ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" لکھتے ہیں:-

"اس کے متعلق آپ نے ایک غلطی کے ازالہ میں تشریح کر دی کہ نبوت کے انکار سے میرا یہ مطلب تھا کہ میرا شریعت والی نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ اس نبوت کا دعویٰ ہے جو اس کے مقابل غیر تشریعی ہے۔"

میں قادیانی اصحاب سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ مولوی صاحب کی اس جرأت اور اپنی خاموشی پر غور کریں۔ کیا غلطی کے ازالہ میں کہیں ہے کہ میرا

"اس نبوت کا دعویٰ ہے جو اسکے مقابل غیر تشریعی ہے"

اگر یہ لفظ غلطی کے ازالہ میں نہیں اور مولوی صاحب نے خود بنائے ہیں اور حضرت صاحب کی اس کھلی تحریر کو اوپر نقل کر کے بتائے ہیں کہ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔" جس کے آگے یہ بھی لفظ ہیں کہ وہ محدثیت کا دعویٰ خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے تو آپ خود ہی انصاف فرمائیں کہ اتنی بڑی تحریف پر ساری جماعت کی خاموشی مجرمانہ ہے یا نہیں؟ اور جب میرا مطالبہ ہی یہ تھا کہ نبوت کا دعویٰ صریح الفاظ میں دکھایا جائے تو یہ الفاظ کیوں نہ نقل کر دیئے۔ ہاں جناب میاں صاحب نے بھی ایک جواب اس کا دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود

میاں صاحب کا الزام حضرت مسیح موعود پر کہ آپ محدث اور نبی کے فرق کو نہ سمجھتے تھے

"گو ان ساری باتوں کا دعویٰ کرتے رہے جن کے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے لیکن چونکہ آپ ان شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعویٰ کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں جو نبیوں کے سوائے اور کسی میں نہیں پائی جاتی اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں"

یہ اس کی تصویر کھینچی ہے جسے نبی بنایا جاتا ہے زیادہ واضح الفاظ میں یوں ہو گا کہ قسمیں کھا کھا کر نبوت سے انکار کرتے جاتے تھے۔ مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اسے کاذب اور کافر کہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ میں خود نبی ہوں یعنی یہ سب کچھ میں اپنے آپ کو کہہ رہا ہوں: العیاذ باللہ۔ اور تعجب ہے کہ بات میاں صاحب کے منہ سے وہی نکلی جو مکفرین مسیح موعود نے ۱۸۹۱ء میں کہی تھی۔ (دیکھو فتویٰ کفر صفحہ ۶۔۷)

"اگرچہ قادیانی نے یہ بات کہہ دی ہے کہ جس نبوت کا اس کو دعویٰ ہے اور اس کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا اس کا دوسرا نام محدثیت ہے۔" اور اسی محدثیت کے معنے سے نبوت کا وہ مدعی ہے مگر ساتھ اس کے اس نے محدثیت کے معنے لیسے بیان کئے ہیں اور اس کی حقیقت کی ایسی تشریح کر دی ہے کہ اس سے بجز نبوت اور کچھ مراد نہیں ہو سکتا۔"

میں احباب قادیان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ غور کریں کہ کس طرح ازالہ اور تفریط ایک ہی نتیجہ پر پہنچے ہیں کیا یہ آپ کے وہم میں آ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی اور محدث میں فرق نہ سمجھتے تھے محدث کا نام لیکر نبی کے شرائط بیان کرتے تھے گویا نہ نبی کا مفہوم صحیح بیان کر رہے تھے نہ محدث کا۔ کیا یہی مسیح موعود کی شان ہے کہ اسے نہ یہ خبر ہو کہ نبی کسے کہتے ہیں اور نہ یہ کہ محدث کسے کہتے ہیں؟ فرق دونوں میں صرف یہ ہے کہ دشمن کہتا ہے عمداً لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایسا کرتے تھے۔ میاں صاحب کہتے ہیں علم کے نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور پھر اس تشریح کا نتیجہ کیا ہے کہ حضرت صاحب پہلے کچھ اور لکھتے رہے بعد میں کچھ اور کہنے لگے۔ اسی لئے میاں صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں۔ حالانکہ حضرت صاحب کی آخری تحریر میں پہلے نقل کر چکا ہوں کہ میں اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ سے ایک ہی بات لکھتا رہا ہوں۔

حضرت صاحب کا الزام مخالف علماء پر کہ وہ نبی اور محدث کے فرق کو نہیں سمجھے

مگر اس ضمن میں یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ اس جہالت کا ازالہ کہ محدث اور نبی میں فرق حضرت صاحب کو معلوم نہ تھا۔ حضرت صاحب کی اپنی تحریروں میں موجود ہے اور تعجب یہ ہے کہ جو الزام جناب میاں صاحب نے حضرت صاحب پر دیا ہے کہ آپ نبی اور محدث میں فرق نہ سمجھتے تھے وہی الزام حضرت صاحب نے اپنے مخالف علماء پر دیا ہے کہ یہ لوگ نبوت اور محدثیت کے فرق کو نہیں سمجھے

"وانی کتبت فی بعض کتبی ان مقام التحدیث اشد تشبھا بمقام النبوۃ وانہ لا فرق الا فرق القوۃ والفعل ما فھموا قولی وقالوا ان ھذا الرجل یدعی النبوۃ واللہ یعلم ان قولھم ھذا کذب بحت ...... نعم قلت ان اجزاء النبوۃ توجد فی التحدیث کلھا ولکن بالقوۃ لا بالفعل فالمحدث نبی بالقوۃ ولو لم یکن سد باب النبوۃ لکان نبیا بالفعل"

اور میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ محدث کا مقام مقام نبوت سے شدید مشابہت رکھتا ہے اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں **لیکن ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا** بلکہ یہ کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے ...... ہاں میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں، لیکن بالقوہ نہ بالفعل اور محدث بالقوہ نبی ہے اور **اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا!!**

اب حضرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ علمائے مخالف نے اس فرق کو نہیں سمجھا جو محدث اور نبی میں ہے اور جناب میاں صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب خود نبی اور محدث کے فرق کو نہ سمجھتے تھے۔ ذرا بتلائیے کہ ان دونوں میں سے آپ کس کو سچا سمجھتے ہیں؟

مکفر علماء نے حضرت صاحب پر یہی الزام دیا تھا کہ آپ غیر تشریعی نبوت کے مدعی ہیں

ایک تیسری وجہ اور بھی ہے کہ حضرت صاحب کا دعویٰ غیر تشریعی نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت صاحب نے انکار اس نبوت کا کیا ہے جس کا الزام فتوے کفر میں آپ پر دیا گیا اگر تو مکفرین نے اپنا فتوے اس بنیاد پر تیار کیا ہو کہ حضرت مرزا صاحب تشریعی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو انکار بھی تشریعی نبوت کا ہو گا اور اگر انہوں نے صریح الفاظ میں فتوے اس بنیاد پر تیار کیا ہو کہ حضرت صاحب غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو پھر آپ ہی فرمائیے کہ حضرت صاحب کے انکار کا کیا مطلب ہو گا؟ افسوس یہ ہے کہ قادیان سے جو لوگ ان مسائل پر لکھتے ہیں انکو یہ بھی علم نہیں کہ اصل بحث کیا ہے حضرت صاحب نے جو الفاظ صاحب شریعت ہونے کے متعلق بعد میں لکھے ہیں۔ وہی الفاظ سب سے پہلی کتاب توضیح مرام میں بھی لکھے ہیں، جہاں آپ فرماتے ہیں۔ الحدیث یدل علی ان النبوۃ التامۃ الحاملۃ لوحی الشریعۃ قد انقطعت ولکن النبوۃ التی لیس فیھا الا المبشرات فھی باقیۃ الی یوم القیامۃ لا انقطاع لھا ابدا یعنی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبوت تامہ کاملہ جس میں وحی شریعت ہو وہ منقطع ہے لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے کبھی منقطع نہ ہو گی۔ اس پر فتوائے کفر میں یہ عبارت ہے۔

"قادیانی کا ختم نبوت کو نبوت تشریعی اور کلی سے مخصوص کرنا اور اپنے آپ کو محدث قرار دے کر اپنے لئے جزئی نبوت اور ایک نوع نبوت کو تجویز کرنا اور ایک قسم کا نبی کہلانا صاف مشعر ہے کہ وہ اپنے آپ کو انبیائے بنی اسرائیل کی مانند (جو نئی شریعت نہ لاتے بلکہ پیروی شریعت سابق کے کرتے۔ اور نبی کہلاتے) نبی سمجھتا ہے یہی امر اس کے قصیدہ الہامیہ کے اشعار ذیل سے ... سمجھ میں آتا ہے۔" (فتوائے کفر صفحہ ۱۲)

اور ان اشعار میں یہ شعر بھی ہے

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

حضرت مسیح موعود کا علماء کے اس الزام کو افترا قرار دینا غیر تشریعی نبوت کے دعویٰ کا کھلا انکار ہے

بات تو صاف ہے اگر جو کچھ علمائے قادیان کہہ رہے ہیں وہ درست ہے تو پھر مکفر علماء کی تحریر بھی بالکل درست ہے۔ اور اگر مکفر علماء کا فتوے غلط ہے۔ تو پھر جو کچھ علمائے قادیان کہہ رہے ہیں وہ بھی درست نہیں کیونکہ دونوں بات ایک ہی کہہ رہے ہیں کہ صاحب شریعت کا انکار کر کے نفس غیر صاحب شریعت کا دعویٰ کیا ہے۔ ضمناً میں اسلئے کہتا ہوں کہ آپ یہ دعویٰ کہیں دکھا نہیں سکتے لیکن اب غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت صاحب نے ان تحریرات کا کیا جواب دیا کیا خاموش رہے کیا یہ فرمایا کہ ہاں تم نے جو نتیجہ نکالا ہے کہ میرا دعویٰ غیر صاحب شریعت نبی ہونے کا ہے وہ درست ہے۔ نہیں ایک دو جگہ نہیں بیسیوں مرتبہ انکار کیا قسمیں کھا کر انکار کیا۔ دعویٰ نبوت کو اپنے اوپر افترا قرار دیا کس دعویٰ نبوت کو؟ اسی کو جو مکفرین نے آپ کی طرف منسوب کیا تھا۔ وہ کیا تھا کہ آپ غیر صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ صاحب شریعت نبی ہونیکا دعویٰ کرنے سے انہوں نے خود آپ کے دامن کو پاک کیا ہے۔ اس کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہ تھی ضرورت اسی الزام کو دور کرنے کی تھی جو آپ پر لگایا گیا۔ مکفرین کو یہ کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو جو مجھ پر دعویٰ نبوت کرنے کا الزام لگاتے ہو۔ اور وہ الزام غیر تشریعی نبوت کا تھا

تشریعی نبوت کا الزام ہی کوئی نہ تھا۔ ہرغور کیجئے۔ اور ذرا یہ بتائیے مسیح موعود کے دامن کو اس الزام سے پاک کرنے کا اعلان کیجئے جو مکفرین نے آپ پر لگایا تھا۔ کہ آپ محدث کے معنے کی آڑ کیا غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں اور حضرت صاحب کی تحریرات کو قبول کر کے یوں اعلان کیجئے کہ

ان لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہی کہا کہ یہ شخص (غیر تشریعی) نبوت کا مدعی ہے اور ساتھ ہی کہا کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے اور اس میں ذرا بھی سچائی کی ملاوٹ نہیں اور نہ کوئی اس کا اصل ہے۔

لفظ غیر تشریعی جو میں نے قوسین میں رکھا ہے۔ وہ مخالفین کے منقولہ بالا سے لیا ہے۔ کہ وہ کہتے ہی تھے کہ یہ شخص غیر تشریعی نبوت کا مدعی ہے

حضرت صاحب کا اقرار کہ جہاں میں نے لفظ نبی لکھا ہے اس سے مراد محدث لیا جائے

چوتھی بات اس بحث میں حضرت صاحب کا وہ اقرار ہے جو آپ نے مولوی عبدالحکیم کے ساتھ بحث ختم کرنے کو لکھ دیا جب آپ پر نبوت کے دعویٰ کا الزام دیا گیا وہ اقرار مسیح موعود ہونے کی حالت میں دیا اور حکم ہونے کی حالت میں دیا آپ آج اسکے پابند کیوں نہیں مسیح موعود کو ماننے کا دعویٰ کر کے آپ کے اقرار سے اعراض کیونکر ہو سکتا ہے آپ نے اس اقرار نامہ میں لفظ نبی سے اپنی مراد خود محدث قرار دیا اور اسی کو حقیقی نبی کے مقابل پر لا کر بتا دیا ہے کہ حقیقی نبوت کی نفی ہے۔ آپ نے سوائے محدثیت کے اور کچھ مراد نہیں لیا

"جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جسکو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جسکے معنے آنحضرت صلعم نے مکلم مراد لئے ہیں ..... تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے سو وہ دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمائیں"

اگر واقعی حضرت مسیح موعود کا مذہب آپ صحیح سمجھتے ہیں تو ان کھلی تصریحات سے باہر کس طرح جا سکتے ہیں اور اپنی طرف سے یہ تشریح کس طرح کر سکتے ہیں کہ انکار نبوت میں غیر تشریعی نبوت کا دعوےٰ چھپا ہوا موجود ہے

مجاز استعارہ بنائے دعویٰ نہیں ہو سکتا

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے دعویٰ نبوت کبھی نہیں کیا نہ تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا نہ غیر تشریعی کا۔ اور جب غیر تشریعی نبوت کے دعویٰ کا الزام آپ پر لگا تو اس کا انکار کیا اور اس الزام کو افترا قرار دیا اور اپنا دعویٰ صاف الفاظ میں محدث ہونے کا بیان کیا اور اس دعویٰ کو حکم خدا کے ماتحت قرار دیا اور یہ بھی سمجھا دیا کہ حدیث میں جو لفظ نبی مسیح موعود کے متعلق آیا ہے یا خود آپ کے الہامات میں آیا ہے تو وہ بطور مجاز اور استعارہ ہے۔ کیونکہ محدث جس میں بالقوہ کمالات نبوت پائے جاتے ہیں۔ مگر بوجہ باب نبوت مسدود ہونے کے وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ مجازاً اور استعارہ کے طور پر نبی کہلا سکتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت کی اصطلاح میں تو محدث بنا کر ہی بھیجا۔ لیکن مجاز کے رنگ میں آپ پر لفظ نبی بھی بولا۔ اور جو لفظ بطور مجاز کسی کے متعلق کہا جائے وہ دعویٰ کی بنا نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جہاں لکھا ہمیشہ یہی لکھا کہ

میں نبی اس بنا پر کہلا سکتا ہوں یا اس معنے سے کہلا سکتا ہوں لیکن یہ کبھی نہیں کہا کہ میں اس بنا پر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں حتی کہ جہاں یہ بھی کہا کہ میرا دعویٰ ایسی نبوت کا نہیں وہاں بھی آگے یہ کبھی نہیں لکھا کہ میرا دعویٰ فلاں قسم کی نبوت کا ہے بلکہ یوں فرمایا کہ ہاں فلاں معنے سے میں نبی کہلا سکتا ہوں۔ مثلاً انہی دو عبارتوں کو لے لیجئے جو مولوی محمد یار صاحب نے غیر تشریعی نبوت کے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ سراج منیر کی عبارت یوں ہے:۔

"پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے ..... یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں"

تو آگے بعد یوں نہیں فرمایا کہ میرا دعویٰ تو غیر صاحب شریعت نبی ہونے کا ہے۔ بلکہ یوں فرمایا:۔

"بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ..... مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے"

اور اخبار عام والے خط میں ہے

"ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا رہا ہوں۔ کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے"

اس کے بعد یوں نہیں فرمایا۔ کہ جس بنا پر میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں وہ یہ ہے۔ بلکہ فرمایا:۔

"اور جس بنا پر میں اپنے تئیں **نبی کہلاتا ہوں** وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں"

پھر آگے بھی اسی طرح ہی انکار نبوت کے بعد یہی لفظ بار بار آتے ہیں:۔

"میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیشگوئی کرنے والا"

"پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا" "محض مجھے امتیازی رتبہ بخشنے کے لئے خدا نے میرا نام نبی رکھ دیا" "اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے"

غرض حضرت صاحب کی تمام تحریروں کو چھان جائیے۔ دعویٰ کے ذکر میں صرف یہی باتیں آئیں گی۔ دعویٰ محدثیت۔ دعویٰ مجددیت دعویٰ مسیح موعود۔ دعویٰ مہدی معہود۔ اور نبوت کے دعوے سے ہمیشہ انکار۔ خواہ لفظ مطلق نبوت ہو۔ خواہ حقیقی نبوت ہو۔ خواہ مستقل نبوت ہو۔ خواہ تشریعی نبوت ہو۔ اور انکار نبوت حقیقی یا تشریعی کے بعد کبھی یوں نہ ہوگا کہ میرا دعویٰ غیر تشریعی نبوت کا ہے بلکہ یوں ہوگا۔ کہ میرا دعویٰ محدث ہونیکا ہے، اور نبی میرا نام صرف فلاں بنا۔ یا فلاں وجہ پر رکھا گیا ہے اور وہ وجہ کیا ہے یا تو یہ استعارہ ہے۔ لغوی معنے ہیں۔ فنا فی الرسول ہے۔ یہاں تک کہ تمام بحثوں کا خاتمہ حقیقۃ الوحی کے ضمیمہ استفتاء کے ان الفاظ پر ہوتا ہے

سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی

وجہ الحقیقۃ (ص ۶۵)

اور میرا دعویٰ قائم ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کبھی کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ دعویٰ نبوت سے ہمیشہ انکار کیا ہے اور آپ نبی مجازاً کہلائے۔

مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ

حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳ کا سوال و جواب

میں نے حضرت صاحب کے الفاظ ذیل تریاق القلوب سے نقل کر کے:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

لکھا تھا کہ (۱) یا تو حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کو آپ غلط قرار دیں" (۲) یا ان کا منسوخ ہونا حضرت صاحب کی کسی تحریر سے ثابت کریں"

مولوی محمد یار صاحب نے اس کے جواب میں حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳ کا حوالہ دیا ہے مگر افسوس ہے کہ سوال کا پہلا حصہ چھوڑ دیا جس میں اس بات کی صراحت تھی کہ حضرت مسیح موعود ہزاروں جگہ فرما چکے ہیں کہ کلمہ گو کو کسی صورت میں کافر کہنا صحیح نہیں۔ اپنے جواب کا پچھلا حصہ ترک کر دیا ہے جس میں صراحت تھی کہ اس جگہ آپ نے منکر سے مراد صرف مکذب ہے یعنی وہ لوگ جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں اس لئے میں سوال و جواب کو ذرا وضاحت سے لیتا ہوں۔ سوال یوں ہے:۔

"حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ ان مومنوں کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا لیکن عبدالحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے"

اس کا جواب آپ نے یوں دیا ہے:۔

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھیراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے **مفتری** قرار دیتا ہے ..... پس جبکہ میں نے ایک **مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے** تو اس صورت میں میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہؤا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا"

حضرت مسیح موعود تناقض کو قبول نہیں کرتے

اس سوال و جواب میں چند باتیں غور طلب ہیں۔ سوال میں کہا گیا ہے کہ آپ کے پہلے محکم بیانات میں کہ کلمہ گو کافر نہیں ہوتا اور عبدالحکیم والے خط میں کہ جو بے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں تناقض ہے۔ تو تناقض کا جواب دو ہی طرح پر ہو سکتا تھا یا یہ کہ حضرت صاحب تناقض کو تسلیم کر لیتے اور کہہ دیتے۔ کہ ہاں تناقض ہے۔ مگر میرا پہلا بیان جو تریاق القلوب وغیرہ میں تھا وہ منسوخ ہے۔ دوسرا یہ کہ تناقض نہیں بلکہ دونوں تحریروں میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے۔ اب سب سے پہلا سوال جس کا میں بار بار

جواب طلب کر چکا ہوں یہ ہے کہ کیا آپ تناقض کو تسلیم اور

تریاق القلوب کی تحریر کو منسوخ قرار دیتے ہیں

جواب کو جو ایک بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت صاحب نے تناقض کو تسلیم نہیں کیا اور دونوں حوالوں میں تطبیق دی ہے۔ پس اس سوال و جواب سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو گئی کہ

حضرت مسیح موعود نے تریاق القلوب کی عبارت محولہ بالا کو منسوخ قرار نہیں دیا۔ اس کے علاوہ ایک اور دلیل بھی اس بات پر ہے کہ حضرت صاحب تریاق القلوب کی تحریر کو آخر تک غیر منسوخ سمجھتے تھے۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں ہی دوسرے موقعہ پر (دیکھو صفحہ ۲۶۶) ایک مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

> "فریق ثانی کے وکیل نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ آپکی شان اور آپ کا مرتبہ ایسا ہے۔ جیسا کہ تریاق القلوب کتاب میں لکھا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں خدا کے فضل سے یہی مرتبہ ہے"

تریاق القلوب کے غیر منسوخ ہونے پر یہ دوسری مہر ہے۔ کاش علمائے قادیان بھی ایک دفعہ تو یہ اعلان کر دیں کہ ہم حضرت مسیح موعود کی اس تحریر کو کہ :-

> "میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا"

میاں صاحب کے نزدیک دونوں حوالوں میں تطبیق بھی ہے اور تناقض بھی ہے

غیر منسوخ مانتے ہیں۔ گول مول باتیں کی جاتی ہیں۔ کبھی کہہ دیا جاتا ہے، حضرت صاحب نے خود تطبیق دے دی ہے۔ اور کبھی کہا جاتا ہے کہ بعد کی تحریر کے مقابلہ میں پہلی تحریر پیش کرنے کا کوئی حق نہیں اور تریاق القلوب والا فتویٰ حضرت صاحب کا اپنا خیال ہے اور عبدالحکیم والے خط کا فتویٰ الہامی ہے اس کو الہامی قرار دینا بھی محض خوش فہمی ہے۔ حضرت صاحب کے الفاظ صرف اس قدر ہیں کہ "خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے" اور یہ لفظ بہت عام ہیں۔ حضرت صاحب نے ہرگز اس خط میں یہ نہیں لکھا کہ مجھے اب کوئی وحی ہوئی ہے یا الہام ہوا ہے۔ پہلے بھی آپ اللہ تعالیٰ کی ظاہر کردہ باتوں کو ہی تحریر فرماتے تھے میاں صاحب نے بڑی جرأت سے کام لیا ہے جو یہ کہا ہے کہ پہلے تریاق القلوب میں اور ہزاروں جگہ جو حضرت صاحب لکھ چکے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں وہ محض اپنا خیال تھا۔ گویا میاں صاحب کے نزدیک خیال باطل تھا۔ اور عبدالحکیم کو خط لکھتے وقت آپ کو الہام ہو گیا کہ وہ میرے خیالات غلط ہیں۔ تو صفحہ ۱۶۳ پر یوں ہی تحریر فرما دیتے کہ گو میں نے ہزاروں جگہ اہل قبلہ کی تکفیر کو برا فعل قرار دیا ہے مگر وہ محض میرا اپنا خیال تھا اب خدا نے الہام کر دیا ہے۔ اور پھر کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ حضرت صاحب کو جب صحیح عقیدہ معلوم ہوتا ہے اور بالہام سے معلوم ہوتا ہے تو اس کا اظہار کسی کتاب میں نہیں کرتے حالانکہ کتابوں میں اس کے خلاف لکھ چکے تھے اور ہزار ہا جگہ لکھ چکے تھے۔ بلکہ ایک ایسے خط میں کرتے ہیں جو ایک مخالف کو لکھے ہیں۔ کیا یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے؟ اگر وہ شخص اس خط کو ظاہر نہ کرے تو یہ عقیدہ بھی مخفی رہے اور وہ الہام کب ہوا تھا؟ ۱۹۰۱ء میں جب میاں صاحب کے زعم میں عقیدہ نبوت تبدیل ہوا تو اسے ۱۹۰۱ء میں ظاہر کرنا چاہیئے تھا۔ نہ ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء میں جب کسی شخص نے کوئی اعتراض کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی وحی نے حضرت صاحب کے پہلے عقیدہ کو کہ صرف میرے مکفر کافر ہیں اور میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ بدل دیا۔ یہ سب کچھ میاں صاحب نے اپنے مضمون تکفیر مندرجہ تشحیذ الاذہان میں کہا ہے۔ اور اس کے بعد آج تک علمائے قادیان کا بھی یہی طریق ہے۔ وقت پر جس طرح کام نکل گیا نکال لیا یہ کبھی غور نہیں کرتے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت صاحب نے دونوں کو تطبیق دی ہے تو پھر حضرت صاحب کے نزدیک تریاق القلوب کا حوالہ منسوخ نہیں۔ اور اگر حضرت صاحب کا عقیدہ مندرجہ تریاق القلوب بدل گیا تھا تو پھر تطبیق کے کیا معنے ہوئے اس کے یہ معنے ہوں گے کہ عقیدہ بدل بھی گیا اور پھر ویسے کا ویسا بھی رہا۔ مگر میاں صاحب نے یہ کمال کیا ہے کہ پہلے تو وہ وجوہ دی ہیں کہ دونوں باتوں میں تطبیق ہے اور آخر پر اور وجوہ دی ہیں کہ دونوں میں تناقض ہے اور آخری فتویٰ صحیح ہے۔

> "بے شک شروع میں حضرت صاحب کا یہی فتویٰ تھا کہ صرف میرے مکفرین کافر ہوتے ہیں۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا"

اب کیا عقل انسانی میں یہ بات آ سکتی ہے کہ دو تحریریں ہیں ایک دوسرے کی نقیض بھی ہوں اور ایک دوسرے کے مطابق بھی ہوں لیکن ہمارے قادیانی دوست دونوں باتوں کو درست مان رہے ہیں کہ فی الواقع دونوں میں تناقض بھی ہے اور تطبیق بھی ہے اس کی وجہ کیا ہے کہ اس قدر صریح خلاف عقل بات مانی جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ صفحہ ۱۶۳ حقیقۃ الوحی پر سارا دارومدار ہے اور وہاں حضرت صاحب نے تطبیق دی ہے اور تناقض کو قبول نہیں کیا لیکن چونکہ میاں صاحب حضرت صاحب کی عبارت کا صحیح مفہوم نہیں لیتے اس لئے تطبیق میں عاجز آ جاتے ہیں تو پھر کہنے لگ جاتے ہیں کہ فلاں تحریر پہلے کی ہے اور فلاں بعد کی۔ یعنی پہلی تحریر دوسری سے منسوخ ہے اور مثال یہ دی ہے کہ پہلے حضرت صاحب مسیح کو زندہ مانتے تھے اور بعد میں وفات یافتہ ماننے لگ گئے مگر سوال یہ ہے۔ کہ اگر کوئی حضرت صاحب کے سامنے یہی سوال پیش کرتا تو کیا آپ یوں جواب دیتے کہ تم نادان ہو دونوں باتیں درست ہیں حضرت مسیح زندہ بھی ہیں اور وفات بھی پا گئے۔

میاں صاحب کی تطبیق کے دو پہلو

میاں صاحب نے تطبیق کا پہلو لیکر دو طرح پر تشریح کی ہے۔ اول یہ کہ "ایک نبی کو نہ ماننا اور اسے کافر کہنا ایک ہی چیز ہے اس لئے جو کوئی اسے نہیں مانتا وہ اسے خدا کے نزدیک کافر قرار دیتا ہے گو زبانی نہ کہے پس اس طرح کل نہ ماننے والے مکفر ہوئے اور کل مکفر کافر ہوئے پس تریاق القلوب کا فتویٰ بھی درست رہا"

دوم یہ کہ "میرے نہ ماننے سے ایک شرعی نبی کا انکار بھی لازم آتا ہے ..... پس اس صورت میں بھی جو کل آپ کے نہ ماننے والے ہیں کافر ٹھیرے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہوئے" (تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۱۵۶)

اب تریاق القلوب میں تو حضرت صاحب نے یہ لکھا تھا کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ اور میاں صاحب اس کو عبدالحکیم والے خط سے تطبیق دیکر یہ ثابت کرتے ہیں کہ دعویٰ کے انکار سے کافر ہو جاتا ہے۔ تو یہ "تطبیق" بھی اپنی نظیر آپ ہی ہے کیونکہ دونوں باتوں میں تطبیق بھی کر دی گئی اور تریاق القلوب کی عبارت غلط بھی ثابت ہو گئی اور پچھلی تحریر سے اس کا تناقض بھی قائم رہا۔ تریاق القلوب میں حضرت صاحب نے یہ لکھا تھا کہ میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ میاں صاحب نے ایک "تطبیق" یوں کی کہ حضرت صاحب کے دعویٰ کا انکار اور آپ کو کافر کہنا ایک ہی چیز ہے اور چونکہ کافر کہنے سے کافر ہو جاتا ہے اس لئے دعویٰ کے انکار سے بھی کافر ہوا اور دوسری تطبیق یوں کی کہ چونکہ حضرت صاحب کے نہ ماننے سے ایک شرعی نبی کا انکار بھی لازم آتا ہے اور شرعی نبی کا انکار کفر ہے اس لئے آپ کے دعویٰ کے انکار سے بھی ایک شخص کافر ہو جائے گا۔ گویا دعویٰ کے انکار سے .... کافر نہ ہونے اور کافر ہونے میں تطبیق ہے۔ اس کے بعد میں سمجھتا ہوں دنیا میں کوئی بھی دو باتیں ایسی نہیں رہ جائیں گی جن میں تطبیق نہ ہو سکے کیونکہ جب ایک چیز کے ہونے اور نہ ہونے میں تطبیق ہے تو اور کہاں نہ ہو گی۔ اور اس کے ساتھ ہی حضرت صاحب نے حاشیہ تریاق القلوب پر جو عبارت لکھی تھی کہ :-

> "اپنے دعویٰ کا انکار کرنیوالوں کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

اس کی قرآن شریف کے ساتھ اسی قسم کی تطبیق کر دی ہے اور فرمایا ہے کہ "حضرت صاحب کا کلام قرآن شریف کے ہرگز خلاف نہیں ہوتا ہے اور قرآن شریف میں ایک رسول کو نہ ماننے والے اور دوسروں کو ماننے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ اور وہاں کوئی شرعی نبی کی شرط نہیں لگائی گئی بلکہ داؤد و سلیمان اور ہود اور صالح اور مسیح علیہم وعلیٰ نبینا السلام کے منکرین کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے اور عقل بھی یہی چاہتی ہے ..... ایسا خیال رکھنے والے بتائیں تو سہی کہ وہ مسیح و داؤد اور ہود اور یعقوب اور اسحاق اور لوط کے منکرین کی نسبت کیا فتویٰ دیتے ہیں اور ان کے مخالفین کو جو خدا نے کافر کہا ہے تو اس کی کیا تاویل کرتے ہیں"

یہ خیال تو حضرت مسیح موعود کا پیش کیا ہوا خود ہی میاں صاحب نقل کر چکے ہیں تو یہ سوال حضرت صاحب پر ہی ہے۔ پس ایک "تطبیق" تو میاں صاحب نے حضرت صاحب کے دو اقوال میں کی تھی۔ یہ دوسری ویسی ہی "تطبیق" حضرت صاحب کے قول اور قرآن شریف میں کر دی۔ اس بات کو چھوڑ کر کہ یہ میاں صاحب کے الفاظ ہیں [illegible] قادیانی دوست غور کریں کہ کیا یہ حضرت صاحب کی تحریروں کے ساتھ ہنسی نہیں؟

دونوں اقوال میں تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے

تھوڑا سا غور کرنے کی اگر آپ لوگ تکلیف کریں تو تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ تطبیق دو اقوال میں اس بات کا نام نہیں کہ ایک کو غلط ثابت کر دیا جائے اور دوسرے کو صحیح۔ میاں صاحب نے کیا تو یہی ہے کہ تریاق القلوب والے قول کو غلط ثابت کیا ہے مگر وہ اس کو ساتھ تطبیق کہتے جاتے ہیں تطبیق یہ ہوتی ہے کہ ایک یا دونوں کے معنے کو مقید کر کے یعنی ان پر کوئی حد بندی لگا کر دونوں کو صحیح ثابت کیا جائے۔ اب فرض کرو کہ حضرت صاحب کے یہ دو قول ہیں ایک یہ کہ میرے دعویٰ کے انکار

سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور دوسرا یہ کہ مجھے نہ ماننے سے ایک شخص کافر ہو جاتا ہے تو اگر آپ ان میں سے ایک کو منسوخ یا غلط نہیں کہتے تو تطبیق یوں ہوگی کہ پہلے قول میں "انکار" سے وہی مراد نہیں جو دوسرے میں "نہ ماننے" سے ہے یا یوں کہ پہلے میں "کافر" سے وہی مراد نہیں جو دوسرے میں ہے۔ میں مثال سے واضح کرتا ہوں قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا۔ ما ضل صاحبکم وما غوی اور دوسری جگہ فرمایا ووجدك ضالاً فهدی۔ تو ان دونوں میں تطبیق یوں ہی ہو سکے گی کہ ضال میں وہ معنے مراد نہیں جو ضل میں ہیں۔ گو لفظ دونوں جگہ ایک ہیں مگر مفہوم میں ضرور کچھ فرق ہے ورنہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہو سکتیں۔ یا ایک جگہ ہے انك لتهدی الی صراط مستقیم اور دوسری جگہ ہے انك لا تهدی من احببت تو یقیناً هدی کے معنے دونوں جگہ ایک نہیں۔ اب ان دونوں قولوں کو لیجئے۔ تو یقینی بات ہے کہ دونوں اقوال میں جو ہم نے اختصار کے لئے اوپر فرض کر لئے ہیں۔ تطبیق یا تو یوں ہو سکتی ہے کہ دونوں میں "انکار" کا مفہوم الگ الگ ہے یا یوں کہ کفر کا مفہوم الگ الگ ہے۔ پہلے میں صورت ثانی کو لیتا ہوں۔ کفر کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ وہ لغوی معنے کے لحاظ سے منکر ہے۔ تو ایک تطبیق تو ان دونوں اقوال میں یہ ہو سکتی تھی کہ ایک قول میں "کافر" سے مراد دائرہ اسلام سے خارج لیا جائے اور دوسرے میں محض لغوی معنے سے منکر اسی طرح دونوں قول صحیح ہیں اور یہ لفظ بھی دونوں معنے میں آیا ہے۔ دوسری صورت میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ قول اول میں "دعوی کے انکار" سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ انکار دعوی سے بڑھ کر اور کسی بات کا ارتکاب نہیں کرتا۔ مثلاً آپ کو کافر نہیں کہتا یا مفتری نہیں کہتا۔ دعوی میری سمجھ میں نہیں آیا اور دوسرے میں "انکار" سے مراد یہ ہے کہ وہ آپ کو اپنے دعوی میں مفتری قرار دیتا ہے۔

نہ ماننے والے کئی گروہ ہیں

اگر ادنیٰ تامل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تطبیق کے لئے یہی دوسری توجیہ ہے جو حضرت مسیح موعود نے اختیار فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کے لفظ یہ ہیں:-

"جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے"

اب غور کیجئے کہ اگر ان الفاظ کو عمومیت پر لیا جائے تو نہ ماننے والوں میں ذیل کے نہ ماننے والے آئیں گے۔

۱- وہ لوگ جنہوں نے اس لئے نہیں مانا کہ ان کو حضرت مسیح موعود کے نام کی بھی خبر نہیں۔ اور یہی گروہ کثیر ہے جو نوے فیصدی سے بھی زیادہ ہوگا۔

۲- وہ لوگ جو آپ کو دل سے سچا مانتے ہیں [illegible] بھی اقرار کرتے ہیں مگر بیعت میں شامل نہیں اس گروہ کا وجود میاں صاحب نے تسلیم کیا ہے۔

۳- وہ لوگ جو آپ کو مجدد مانتے ہیں مگر مسیح موعود کا دعوی انکی سمجھ میں نہیں آیا۔ ایسے بھی بہتیرے لوگ ہیں۔

۴- وہ لوگ جو آپ کو مجدد مانتے ہیں۔ مگر چونکہ آپ کی طرف دعوی نبوت منسوب کیا جاتا ہے اسلئے وہ قدم آگے نہیں اٹھاتے

۵- وہ لوگ جو آپ کو مسلمان خادم اسلام مانتے ہیں مگر دعوی کو تسلیم نہیں کرتے گو آپ کو مفتری بھی نہیں کہتے

۶- وہ لوگ جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ میں کن نہ ماننے والوں کا ذکر ہے

اب ان الفاظ کو لیجئے کہ "جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے"۔ ذرا خدا کے لئے انصاف کیجئے کہ کیا یہ لکھتے وقت حضرت صاحب کے ذہن میں کروڑہا مسلمان بھی آ سکتے تھے جن کو آپ کے نام کی بھی خبر نہیں جن کے متعلق اسی حقیقۃ الوحی کے دوسرے مقام پر آپ نے یہ لفظ لکھے ہیں

"ڈاکٹر عبد الحکیم خاں اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا"

کیا ان بے خبر لوگوں کو اسی ذیل میں شامل کیا جائے گا کہ وہ بھی حضرت صاحب کو مفتری قرار دے رہے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہو؟ اور کیا یہ بات عقل میں آ سکتی ہے کہ ایک شخص آپ کے نام سے بے خبر ہونے کے باوجود آپ کو مفتری قرار دے رہا ہے اور یہ کوئی ایک دو آدمی نہیں بلکہ ابھی مسلمانوں میں نوے فیصدی لوگ ایسے ہیں۔ کیا جو شخص ایسے قول کو پڑھے گا کہ جو لوگ میرے نام سے بے خبر ہیں وہ مجھے مفتری قرار دے رہے ہیں۔ وہ اسے محض بیہودگی قرار نہ دے گا اور پھر اسی بیہودگی کے اختیار کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یہی کہ حضرت صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ ڈاکٹر عبد الحکیم کا مجھ پر افترا ہے کہ میں اپنے نام سے بے خبر لوگوں کو کافر کہتا ہوں اس افترا کے مرتکب وہ سب لوگ ہونگے جو وہی بات کہیں یعنی یہ کہ آپ کے نام سے بے خبر مسلمان کافر ہیں۔ پھر دوسرے گروہ کو لیجئے جنکے متعلق خود میاں صاحب کو یہ اعتراف ہے کہ ایسا گروہ موجود ہے دیکھو تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۱۴۱

"وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے۔ اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے"

اب غور فرمائیے کہ میاں صاحب اس گروہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں تو کیا جو دل میں آپ کو سچا قرار دیتا ہے وہ بھی اس لئے نہیں مانتا کہ وہ آپ کو مفتری قرار دیتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص دل میں سچا بھی قرار دے اور مفتری بھی قرار دے تو یہ گروہ بھی یقیناً آپ کو مفتری ماننے والوں میں نہ ہوا تو یہ دونوں گروہ جن میں نوے فیصدی سے زیادہ مسلمان آ جاتے ہیں حضرت صاحب کے ان الفاظ کی عمومیت سے یقیناً نکال کرنے پڑیں گے "وہ مجھے نہیں مانتا وہ اسی لئے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے" اور جب آپ سمجھ گئے کہ اس حصہ کثیر کو حضرت صاحب کے الفاظ کی عمومیت سے باہر رکھیں تو فرمائیے (۳) اور (۴) اور (۵) جن گروہوں کا ذکر ہے اور یقیناً وہ لوگ بھی موجود ہیں انکو اس عمومیت سے باہر رکھنے میں کیا نقصان ہے۔ صرف ایک گروہ ہے جس کا ذکر (۶) میں ہے جو آپ کو اس لئے نہیں مانتا کہ وہ آپ کو مفتری قرار دیتا ہے اور یہ بات کہ حضرت صاحب کا یہاں منشاء ہی ان نہ ماننے والوں کا ذکر ہے جو آپ کو مفتری قرار دیتے ہیں اس جواب کے ذیل کے فقرات سے بھی ظاہر ہے۔

"جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے"

"وہ مجھے مفتری قرار دیکر مجھے کافر ٹھیراتا ہے"

"مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھیراتا ہے"

"کیونکہ میں انکی نظر میں مفتری ہوں"

"کھلے کھلے طور پر خدا کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں"

"پھر بھی ہی تکذیب سے باز نہیں آتے"

"وہ میری تکذیب اور تکفیر کے بعد کافر ہوئے"

خدارا غور کیجئے کہ جو لوگ مسیح موعود کے نام سے بے خبر ہیں یا جو دل سے سچا مانتے ہیں وہ کس طرح مکذب بن گئے۔ کسطرح انہوں نے حضرت صاحب کو مفتری قرار دیا وہ کس طرح خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والے ٹھیرے کسطرح وہ تکذیب سے باز نہ آنیوالے ہیں الفاظ کے معنی اتنے صریح واقعات کے خلاف آپ لوگ کرینگے تو اپنے آپ کو دوسروں کی نظر میں مضحکہ بنالیں گے۔

اور زیادہ غور کیجئے تو جو بات حضرت صاحب نے یہاں لکھی ہے کہ کافر کہنے والے اور مفتری کہنے والے ایک حکم میں ہیں وہی بات تریاق القلوب میں بھی لکھی ہے۔ کیونکہ وہاں بھی مولوی محمد حسین بٹالوی کے دو اقرار موجود ہیں ایک یہ کہ آپ کو کافر نہیں کہوں گا دوسرا یہ کہ آپ کو کاذب یعنی مفتری نہیں کہوں گا۔ اگر ذرا بھی فکر کیطرف اپنی طبائع کو مائل کریں تو حضرت صاحب کے کلام میں تو ایک حکمت نظر آتی ہے کہ جو بات ایک جگہ کہی وہی دوسری جگہ کہی مگر جو طریق علمائے قادیان نے یا خود جناب میاں صاحب نے اختیار کر رکھا ہو اس سے خود حضرت صاحب پر زد پڑتی ہے کہ کہیں کچھ لکھدیا اور کہیں کچھ لکھ دیا تو تریاق القلوب کے اس موقعہ پر جس اقرار نامہ کا ذکر ہے وہ اگر مولوی محمد حسین بٹالوی کیطرف سے ہے تو حضرت صاحب کیطرف سے بھی تو ہے مولوی محمد حسین آپکو کافر اور مفتری کہتا تھا مگر عدالت میں اقرار نامہ لکھ دیا کہ آئندہ نہ کافر کہوں گا نہ مفتری تو حضرت صاحب اسکو اسکی توبہ کا موجب قرار دیتے ہیں اور پھر خود یہی سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ میں نے بھی تو اقرار لکھدیا کہ میں بھی آئندہ اسے کافر کہوں گا تو فرماتے ہیں کہ اس سے مجھ پر کوئی الزام نہیں آتا اسلئے کہ میرا ابتدا سے یہی مذہب ہے کہ میرے دعوی کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا۔ گویا جب مولوی محمد حسین نے تکفیر اور تکذیب چھوڑ دی تو اب میرا انکار دعوی رہ گیا اور میرے انکار دعوی سے کوئی کافر نہیں ہوتا پس میرا اقرار صحیح ہے اور میرے مذہب کے مطابق ہے اگر میاں صاحب کی توجیہ کو درست مانا جائے تو حضرت صاحب باوجود اقرار کے بھی اسے کافر ہی سمجھتے رہے۔ کیا اس سے حضرت صاحب پر نعوذ باللہ کذب کا الزام نہیں آتا؟ مگر نہیں حضرت صاحب آخر عمر تک اس اقرار پر قائم رہے چنانچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھتے ہیں "اگر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب مجھے... ایمان کافر دجال قرار نہیں دیتے اور صاحب الحق نہیں سمجھتے تو ہم ان کو یہودی نہیں کہتے" (صفحہ ۱۱۴)

نام سے بے خبر لوگوں پر کفر کا فتویٰ

رہے وہ لوگ جو نام سے بے خبر ہیں میں نے تو اوپر حقیقت الوحی کی عبارت پیش کی ہے کہ حضرت صاحب کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو کافر کہنا ڈاکٹر عبد الحکیم خاں کا مجھ پر افترا ہے اور میں نے اپنی کسی کتاب میں ایسا نہیں لکھا مولوی محمد یار صاحب نے بہت جرأت سے کام لیا جو اسی حقیقت الوحی کی عبارت پیش کی ہے کہ اس سے آپ کا بے خبر لوگوں کو کافر کہنا ثابت ہوتا ہے! تو گویا وہ کام مولوی صاحب نے کر دیا جس کے کرنے کا چیلنج حضرت مسیح موعود نے ڈاکٹر عبد الحکیم کو دیا تھا۔ غور کیجئے کہ آپ کا قدم کدھر جا رہا ہے اور پھر وہ عبارت کیا ہے جو پیش کی ہے وہ صفحہ ۱۸۰ کی عبارت ذیل ہے:-

جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب و منکر

ہے تو گو شریعت نے جس کی بنا ظاہر پر ہے کہ اس کا نام بھی کافر رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباع شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔"

آپ لوگ ہی انصاف فرمائیں کہ اس حوالہ میں تو ذکر مکذب و منکر کا ہے اور مولوی صاحب اس سے استدلال یہ کر رہے ہیں کہ اس کے روسے حضرت مسیح موعود کے نام سے بے خبر لوگ بھی کافر قرار پاتے ہیں۔ ان دلائل کا نام آپ کیا رکھیں گے؟ کہاں مکذب جو آپ کو مفتری قرار دیتا ہے۔ کہاں نام سے بے خبر۔ اس کے بالمقابل میں پھر حضرت صاحب کی عبارت کو پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہوگا اور گو وہ ایسے ملک میں ہوگا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار میں ایسا نہیں لکھا اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔"

ڈاکٹر عبدالحکیم خان تو پیش نہ کر سکا اب مولوی محمد یار صاحب ہی پیش کر دیں۔

میاں صاحب کے ابتدائی خیالات کہ مسلمانوں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے

میں اس بحث کو سردست یہیں ختم کرتا ہوں اور اپنے احباب قادیان سے اپیل کرتا ہوں کہ اس مسئلہ تکفیر مسلمین کو خدا کے لئے چھوڑ دیں ابتدا میں جو میاں صاحب کا خیال اس مسئلہ کے ایجاد میں تھا وہ تو پورا نہ ہوا۔ وہ تو اس وقت مسلمانوں سے کلی قطع تعلق کے حامی تھے اور صلح اور دوستی کے خیال کو ایک لعنت سمجھتے تھے ذیل کے الفاظ جو اسی تشحیذ صفحہ ۱۵۲ پر ہیں قابل غور ہیں:۔

"جو شخص غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے یا غیر احمدیوں سے تعلق رکھتا ہے وہ ایسے فعل کا مرتکب ہے جو قطعی حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم غیر احمدیوں سے قطعی طور سے الگ رہیں۔ تیسرے یہ کہ جو ایسا نہیں کرتا اس پر خدا کا الزام ہے۔ چوتھے یہ کہ ایسے شخص کے اعمال حبط ہو جائیں گے۔"

اور صفحہ ۱۵۳ پر ہے:۔

"اور ان سے بکلی قطع تعلق نہ کرنیوالا شیطان کے پنجہ میں ہے اور آپ پر ایمان نہیں رکھتا اور اس کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور آسمان پر اس کی عزت نہ ہوگی بس ہمارے لئے کیسا خطرناک ابتلا ہے ایک طرف تو ظاہری چین اور امن نظر آ رہا ہے دشمنوں کی نظروں میں ایک عزت ہوتی ہے اور شاید گورنمنٹ کی نظروں میں بوجہ سرگروہ سے تعلق ہو جانے کے زیادہ وقعت پانے کی امید ہے۔ ۔۔۔۔ ہم ان لوگوں سے صلح کرتے ہوئے ان آیات قرآنی کو کہاں چھپائیں۔ الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ۔۔۔۔ یا یھا الذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین۔"

مسلمانوں کی تکفیر خدا اور اس کے رسول کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہے

اب آپ خود ہی انصاف کرلیں کہ اس پرانے مسلک میں جناب میاں صاحب کو کس قدر تبدیلی کرنی پڑی ہے۔ کیا آج بھی آپ ان الفاظ کو دہرا سکتے ہیں اور ان آیات کے حوالے سے مسلمانوں کو کفار کی ذیل میں شامل کرسکتے ہیں؟ کیا آج یہ ضرورت نہیں سمجھی گئی کہ اسلام کا بچاؤ اسی میں ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کریں کیا آج مسلمانوں کے ساتھ ملنے کی کوشش نہیں ہو رہی۔ ان سے اپنی مسجدوں کا افتتاح نہیں کرایا جاتا۔ ان کے ساتھ مل کر مذہبی جلسے نہیں کئے جاتے ان کو ان جلسوں کے صدر اور لیکچرار نہیں بنایا جاتا۔ ان سے اشاعت اسلام کیلئے چندے نہیں لئے جاتے انہیں دعوتوں پر نہیں بلایا جاتا یہ سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے مگر سب بے نتیجہ جب تک کہ تکفیر کو چھوڑا نہیں جاتا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ قوم کی تباہی کا موجب ہے۔ یہ تنگ و تاریک خیالات میں مبتلا علماء کا کام تھا ایک روشن خیال جماعت جو تبلیغ اسلام کے کام کو لیکر نکلی ہے اس کے لئے کہاں یہ باتیں موزوں ہیں۔

(۱) قرآن کریم کے صریح احکام کی خلاف ورزی اس مسئلہ تکفیر میں ہے لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا

۲۔ حدیث کے صریح حکم کی خلاف ورزی اس مسئلہ تکفیر میں ہے۔ لا تکفروا اھل قبلتک۔

۳۔ حضرت مسیح موعود کی غیر منسوخ اور محکم تحریر کی کھلی خلاف ورزی اس میں ہے:۔

"ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔"

۴۔ مسلمانوں کی بربادی اس مسئلہ تکفیر میں ہے

۵۔ احمدیت کے مفید کام کو یہ مسئلہ تکفیر سخت نقصان پہنچا رہا ہے۔

۶۔ احمدیت کی ترقی میں یہ خود سب سے بڑی روک ہے۔

۷۔ سوائے احمدیوں کے جملہ مسلمانان عالم کی تکفیر سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ ماننا پڑتا ہے کیونکہ اسی کلمہ کے ذریعہ سے لوگ اسلام میں داخل ہوتے تھے مگر اب اس کے اقرار سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا یہ عملاً ایک نئے دین کی بنیاد ہے۔

مسیح موعود کا ارشاد کہ میری بعثت مسلمانوں میں سے مرض تکفیر دور کرنے کیلئے ہے

یہ مسیح موعود کا ایک کام تھا کہ وہ مسلمانوں کے اندر سے تکفیر کی بیماری کو دور کریں۔ میں آپ کے ہی الفاظ پر ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اگر میرے دلائل آپ کے قلوب پر کچھ اثر ڈالنے کے قابل نہیں تو اللہ تعالیٰ مامور کے ان الفاظ سے آپ کے دلوں میں وہ روشنی عطا فرمائے جس سے آپ دیکھ لیں کہ مسلمانوں کی تکفیر ایک خطرناک فتنہ دین اسلام میں ہے۔ اور آپ کو یہ سمجھ آ جائے کہ جس چیز کو حضرت مسیح موعود دوسروں میں ایک خطرناک بیماری بتلاتے ہیں وہ احمدیوں میں اور بھی وسعت اختیار کرکے زیادہ خطرناک بیماری ہو گئی ہے۔

"واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی اسی کام کے لئے آئے تھے اور اس زمانہ میں آئے تھے جب کہ یہودیوں کے مسلمانوں کی طرح بہت فرقے ہو گئے تھے ۔۔۔۔۔ سو آنحضرت صلعم نے اس اُمت کو بشارت دی تھی کہ آخری زمانہ میں تمہارا بھی یہی حال ہوگا بہت سے فرقے تم میں نکل آئیں گے ۔۔۔۔۔ اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو یہودیوں کی طرح کافر سمجھے گا اور اگر ننانوے وجوہ اسلام کی موجود ہوں تو صرف ایک وجہ کو کفر کی وجہ سمجھ کر کافر ٹھیرایا جائے گا سو باہمی تکفیر کی وجہ سے سخت نفرت اور بغض اور عداوت باہم پیدا ہو جائے گی اور بوجہ اختلاف رائے کے کینہ اور حسد اور درندوں کی سی خصلتیں پھیل جائینگی اور وہ اسلامی خصلت جو ایک وجود کی طرح کامل اتحاد کو چاہتی ہے اور محبت اور ہمدردی باہمی پر ہوتی ہے بکلی تم میں سے دور ہو جائے گی اور ایک دوسرے کو ایسا اجنبی سمجھ لیگا کہ جس سے مذہبی رشتہ کا بکلی تعلق ٹوٹ جائے گا اور ایک گروہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش کرے گا جیسا کہ مسیح ابن مریم کی بعثت کے وقت یہی حال یہود کا ہو رہا تھا اور اس اندرونی تفرقہ اور بغض اور حسد اور عداوت کی وجہ سے دوسری قوموں کی نظر میں نہایت درجہ کے حقیر اور ذلیل اور کمزور ہو جائیں گے اور اس معکوس ترقی کی وجہ سے جو اندرونی جھگڑوں کی طفیل سے کمال کو پہنچے گی فنا کے قریب ہو جائیں گے اور کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کے کھا جانے کا قصد کریں گے اور بیرونی حملوں کو اپنے اوپر وارد ہونے کا موقعہ دیں گے جیسا کہ اس زمانہ میں یہودیوں کے ساتھ ہوا جو اندرونی نفاقوں کی وجہ سے ان کی ریاست بھی گئی اور قیصر کے تحت میں غلاموں کی طرح بسر کرنے لگے سو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی معرفت فرما دیا کہ آخری زمانہ میں ایسا ہی تمہارا حال ہوگا۔ تمہاری مذہبی عداوتیں اپنے ہی بھائیوں سے انتہا تک پہنچ جائیں گی۔ بغض اور حسد اور کینہ سے بھر جاؤ گے اس شامت سے نہ تمہاری دنیا کی حالت اچھی رہے گی نہ دین کی نہ انسانی اخلاق کی۔ نہ خدا ترسی باقی رہے گی نہ حق شناسی اور پورے وحشی اور ظالم ہو جاؤ گے اور وہ علم جو دلوں پر نیک اثر ڈالتا ہے تم میں باقی نہیں رہیگا ۔۔۔۔ سو ان ممالک مشرقیہ میں سے ملک ہند جب زیادہ تر محل کفر اور فسق اور نفاق اور بغض اور کینہ ہو گیا ہے ایسا ہی وہ زیادہ تر اس بات کے لائق تھا کہ مسیح بھی اسی ملک میں ظہور کرے۔ ۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے کھلے طور پر اپنی امت کے حق میں فرما دیا تھا کہ تم آخری زمانہ میں بکلی یہودیوں کے قدم پر قدم رکھ کر یہودی بن جاؤ گے ۔۔۔۔۔ تب اس یہودیت کی بیخکنی کے لئے مسیح ابن مریم نازل ہوگا یعنی مامور ہو کر آئے گا۔"

قال اور حال

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

(نتیجہ فکر شیخ غلام حسین صاحب از سیالکوٹ)

آیہ مندرجہ عنوان مسلمانوں کو قال اور حال کی یکسانیت کا سبق سکھلا رہی ہے۔ عباسی خلیفہ مامون الرشید کے تذکرے میں لکھا ہے کہ آپ کا استاد تھا کسائی کی تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ مامون کو پڑھنے کے لئے کہتا تھا اور آپ سر جھکائے بیٹھا رہتا تھا مامون کہیں غلط پڑھ جاتا تو فوراً کسائی کی نگاہ اٹھ جاتی اتنے سے اشارے سے مامون متنبہ ہو جاتا اور عبارت کو صحیح کر لیتا۔ ایک دن سورہ صف کا سبق تھا کسائی حسب عادت سر جھکائے سن رہا تھا جب مامون اس آیت پر پہنچا۔ یاایھا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں تو بے اختیار کسائی کی نظر اٹھ گئی مامون نے خیال کیا کہ میں نے شاید آیت کے پڑھنے میں کچھ غلطی کی۔ مگر جب پھر مکرر پڑھا تو معلوم ہوا کہ صحیح پڑھی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسائی چلا گیا تو مامون ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر حضور نے کسائی کو کچھ دینے کیلئے کہا تو ایفائے وعدہ فرمایئے ہارون نے کہا ہاں اس نے قاریوں کیلئے کچھ وظیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی جسکو میں نے منظور بھی کیا تھا کیا اس نے تم سے کچھ تذکرہ کیا۔ مامون نے کہا نہیں۔ ہارون نے پوچھا پھر تم کو کیونکر معلوم ہوا۔ مامون نے اسوقت کا ماجرا عرض کیا اور کہا خاص اس آیت پر کسائی کا دفعۃً چونک پڑنا بے وجہ نہیں ہو سکتا ناظرین غور فرمائیں شہزادے کا استدلال کتنا دلچسپ اور لطیف ہے۔ آیت زیر مطالعہ سے کس عمدگی کے ساتھ اس کا ذہن قال سے حال کیطرف منتقل ہوا ہے اور جب تک عملی طور پر اسکو حل نہیں کر لیا بس نہیں۔ قانون پر ہی یہ خصوصیت منحصر نہ تھی بلکہ بزرگان سلف میں سے ہر ایک کے اندر یہ ممتاز وصف جلوہ گر تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے جہاں علم و فضل کے جوہر ان میں ودیعت فرمائے تھے وہاں عملی قوی کا وافر حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔ برعکس اسکے ہمارے زمانے کے پیشواؤں نے عملی حالت کو اپنے پروگرام سے خارج کر کے صرف قال کے ذریعے سے ہی زیر اثر طبقہ کی صلاح اور فلاح کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور اگرچہ متصوفین نے اس قال کی تشریح میں ہی کتابوں کی کتابیں لکھی ہیں مگر اس ساری تشریح کو فضول اور ناقابل عمل سمجھ کر اور فیشن زمانہ کے مطابق اس کا مفہوم محض از راز بیان اور طرز تحریر تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کا ثبوت لیکچروں خطبوں۔ ایڈریسوں اور مختلف تقریبوں کے موقعوں پر تقریر اور تحریر کے ذریعے نہایت شد و مد کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ جس کو سن کر اور پڑھ پڑھ کر خوش اعتقاد سر ہے اور عقل اور ایمان نذر کرتے ہیں ہمیں شوق ہی رہا کہ حضرت کے اخلاق فاضلہ کی کوئی قوی یا خفیف روایت ہی ہم تک ایسی پہنچتی جو ہماری عملی حالت میں نیکی کی تحریک کا نمونہ بنتی مگر افسوس کہ امید کے تعمیر پر ڈراپ ہی رہا۔ لمبی اور طویل بحثیں کرنے والوں نے نہ صرف اپنا ہی سر کھپایا بلکہ کام کرنے والی جماعت کے راہ میں ہی ہارج بنے بات سہل اور آسان ہے۔ جہاں منطقی بقول پہیلیوں سے کام نہ چلے تو عملی زندگی اس مشکل کو باآسانی حل کر سکتی ہے۔ مگر زمانہ صرف لفظی موشگافیوں سے ہی ایک متنازعہ کا تصفیہ چاہتا ہے اور اپنی تگ و دو کو لچھے دار تقریروں اور منحصر بروں تک محدود کرتا ہے۔ مگر جب تک عملی سارٹیفکیٹ اس کے ساتھ نہ ہو تو یہ معیار ایک ناٹک کے پلاٹ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جس کی تہ میں لفاظی کے سوا حقیقت کا شائبہ تک نہیں ہوتا اس طرز پر اگر بڑی سے بڑی شخصیت بھی معرض امتحان میں لائی جائے تو بہت جلد حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھ جائے اور صاف نظر آ جائے کہ وجود کو ایک عظیم الشان پہاڑ سمجھا ہوا تھا۔ وہ ایک تنکے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اسلاف کا نمونہ اس راہ میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ ان کے سوانح۔ اخلاق حسنہ کا عملی آئینہ ہیں۔ ان کا حال انکے قال کی عملی تفسیر ہے۔ مگر آج کل کے بزرگ تو ردہ نشینان عفاف بن کر زندگی بسر کرتے ہیں کہ تا عملی زندگی پبلک کی نظر سے اوجھل رہے۔ دوئم یہ پردہ نشینی بھی محض نام و نمود کی غرض سے ہے۔ ذیل کے شعر میں ذوق نے اسی مفہوم کو واضح کیا ہے۔

> عنقا نے گم کیا ہے نشاں کیلئے
>
> گمگشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے

اس سلسلہ میں انسب ہوگا کہ اجلہ صحابہ میں سے صرف حضرت عمر رضی اللہ علیہ کے چند واقعات زندگی اس جگہ درج کئے جائیں تاکہ کسی مدعی کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ کیوقت یہ حوالے مدنظر ہوں۔

اس جگہ یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ جو صاحب اپنے کسی بزرگ پیشوا کے حالات اور سوانح کو بالمقابل پیش کرنے کا ادعا کریں تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ کوئی ایک آدھ اتفاقی واقعہ ایسا پیش نہ کیا جائے جو النادر کالمعدوم کا مصداق ہو بلکہ ان عادات اور اخلاق کا اظہار کیا جائے جو روزانہ زندگی کا معمول ہوں اور بلا تصنع ان کا اظہار عمل میں آئے۔ اگر کوئی بزرگ اس معیار میں پورے نہ اتریں بلکہ انہیں اس مقابلہ میں دور کا واسطہ بھی نہ ہو تو پھر کم از کم انکو اور انکے مریدوں کو آئے دن کی سمع خراشی سے پبلک کو معاف رکھنا چاہیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کے نام ایک سٹینڈنگ آرڈر نافذ فرماتے ہیں ولا تغلقوا ابوابکم دونھم فیاکل قویھم ضعیفھم ولا تستاثروا علیھم فتظلموا ترجمہ اپنے دروازے بند نہ رکھو کہ زبردست کمزوروں کو کھا جائیں ان سے کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح مت دو۔ جو بزرگ اپنے آپ کو آج کل اس منصب کا اہل ظاہر فرماتے ہیں۔ کیا اس ہدایت پر ان کا دستور العمل ہے۔ ان کے محل کے دروازے پر حاجب اور دربان کیوں متعین ہیں اور ان کی ملاقات کے لئے مخلوق خدا کو کیوں مشکلات اور دقتوں کا سامنا ہوتا ہے۔

دوسری بات اس نصیحت کے اندر یہ ہے کہ دوسروں سے کسی بات میں اپنے آپ کو ترجیح مت دو۔ اس کے متعلق ان لوگوں کی ہر حرکت و سکون مثلاً۔ کھانا۔ پینا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ سونا۔ جاگنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ غرضیکہ ہر شان اور ہر ادا میں وہ اپنے اندر ایک مخصوص انداز رکھتے ہیں گویا خدا نے انہیں بنی آدم سے ایک نرالی مخلوق پیدا کیا ہے جس کو نوع انسان سے صرف نام کا اشتراک ہے۔ باقی عادات اور خصائل میں انہیں سب طرح سے ترجیح حاصل ہے۔ خدا کے بندوں سے عام معانقہ کو عار سمجھتے ہیں نشست و برخاست سب سے علیحدہ ہے ہم کو اس ملک کے ایک خاص بزرگ کے سالانہ عرس میں شامل ہونیکا فخر حاصل ہوا حضور محلسرا سے نزول فرما کر سواری کے ذریعہ باڈی گارڈ کے ساتھ اس طرح جلسہ گاہ میں تشریف لائے جیسے گورنمنٹ برطانیہ کا کوئی سرکاری عہدیدار وائسرائے یا گورنر اپنے خدم و حشم کے ساتھ نہایت تزک و احتشام سے کسی دربار میں آتا ہے۔ اس نظارے کو دیکھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور خلافت راشدین میں سے حضرت عمرؓ کا یاد آ گیا لکھا ہے کہ ہرمزان جب مدینہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے پوچھا کہ امیر المومنین کہاں ہیں وہ سمجھتا تھا کہ جس شخص کے دبدبے نے دنیا میں غلغلہ ڈال رکھا ہے۔ اس کا دربار بھی بڑے ساز و سامان کا ہوگا حضرت عمرؓ اسوقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور فرش خاک پر لیٹے ہوئے اسی طرح ایک اور روایت میں ہے۔

ایک دفعہ احنف بن قیس رؤسائے عرب کے ساتھ حضرت عمرؓ کے ملنے کو گئے۔ ایک تو آستین چڑھائے ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ احنف کو دیکھ کر کہا۔ آؤ تم بھی میرا ساتھ دو۔ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے۔ تم جانتے ہو ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ امیر المومنین آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں کسی غلام کو حکم دیجئے۔ وہ ڈھونڈ لائیگا۔ فرمایا۔ ای عبد اعبد منی یعنی مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے۔

"اسی طرح مولانا امام محمد کے حوالے سے منقول ہے کہ سنہ ۲۳ھ میں سفر حج کیا۔ اور یہ زمانہ تھا کہ ان کی سطوت اور جبروت کا آفتاب نصف النہار پر آ گیا تھا۔ سعید بن المسیب جو کہ مشہور تابعی گذرے ہیں۔ وہ بھی اس سفر میں شریک تھے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ حضرت عمر جب ابطح میں پہنچے۔ تو سنگریزے سمیٹ کر اس پر کپڑا ڈال دیا۔ اور اس کو تکیہ بنا کر فرش خاک پر لیٹ گئے۔

ان واقعات کو پڑھو۔ اور غور کرو۔ اتنا بڑا انسان کہ جس کی حکمرانی نہ صرف عرب تک ہی محدود تھی۔ بلکہ عرب کے علاوہ ایران اور شام کی سب سے بڑی سلطنتیں زیر نگیں ہو چکی تھیں۔ اس قدر وسیع ممالک پر تسلط ہونیکے بعد اس کے وجود میں سادگی۔ کسر نفسی۔ فروتنی۔ عجز انکساری۔ نرم لینت بردباری۔ اور تحمل وغیرہ۔ اوصاف حسنہ کی انتہائی مثالیں پائی جاتی ہیں اور یہ مثالیں شاذ و نادر کے طور پر نہیں۔ بلکہ کتب سیر کے ذخائر ان سے بھرے پڑے ہیں اب خدارا جو لوگ اپنے آپ کو اس منصب جلیلہ کا اہل ظاہر کرتے وہ خود یا ان کے خدام و توابع میں سے کوئی صاحب ہمت کر کے بطور تقابل اپنے پیشوا کے سوانح حیات پیش کریں۔ تا موازنہ کیا جائے۔ کہ ایسا بزرگ اپنے دعویٰ میں کہاں تک حق بجانب ہے ہمارا روئے سخن ان خاموش ہستیوں سے نہیں ہے۔ جو کنج عزلت میں زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ ان معدودے چند سے ہے جو اپنے آپ کو اس منصب کا اہل بتلاتے ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کے معلومات کی رسائی محض قال و قیل تک ہی محدود رکھنا نہیں چاہتے بلکہ ہم عملی سوانح کا مشاہدہ چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ آج تک اس مضمون پر طبع آزمائی کے لئے ہمارے کسی حریف کو جرأت نہیں ہوئی۔ علمی کشت و خون کی نسبت یہ طریق بہت جلد فیصلے کے قریب لانیوالا ہے۔ اس لئے اس پہلو کو بھی ضرور روشنی میں آنا چاہیئے

ہمارے سلسلہ کو خلفائے راشدین کے ساتھ مفاد الہم معاذ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی دعویٰ ہی نہیں ہے مالیت علامانہ کے لحاظ سے بطور تحدیث بالنعمت ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ امیر حضرت سلمہ ربہ کی سیرت انہی بزرگوں کے نقش قدم کا نمونہ ہے۔ ہم چند حالات ایسے لکھنا چاہتے ہیں۔ جو آپ کے روزانہ معمولات میں سے ہیں۔ اور جو کوئی چاہے اس کے مشاہدے میں آ سکتے ہیں۔

حضرت امیر سلمہ ربہ بفضلہ تعالیٰ علوم مروجہ میں ایم اے کی سند رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو مدت مدید تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیر تربیت رہنے کا شرف حاصل ہے۔ جہاں آپ نے اشاعت اسلام کا کام نہایت وسیع پیمانے پر انجام دیا۔ اور آپ پہلے بزرگ ہیں جن کی محنت اور کوشش سے انگریزی زبان میں عظمت اقدس کا لٹریچر امریکہ اور یورپ میں پہنچا۔ اور اب اسی کا اثر ہے۔ کہ یورپین اقوام سے افراد حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں حضرت مسیح موعود کے وصال کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں انگریزی ترجمۃ القرآن کا وہ بے نظیر کام کیا جسکی مثال زمانہ پیش نہیں کر سکتا۔ اسی طرح پر خدا کا کلام دنیا کے کناروں تک پہنچایا گیا۔ پھر حضرت مغفور کی وفات کے بعد سلسلے میں ایک خطرناک اختلاف پیدا ہوا جس میں آپ نے سال ۱۹۱۴ء سے آج

بقیہ بر صفحہ ۱۹

تکلم فی المہد

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

میرے ایک دوست مجھے لکھتے ہیں کہ عام طور پر حضرت عیسیٰ میں عجوبات بھی مانی جاتی ہے کسی نہ کسی نرالے رنگ میں مانی جاتی ہے پیدائش ہے تو عجوبہ۔ آسمان پر چڑھنے کی اوا ہے تو نرالی معجزے ہیں تو انوکھی قسم کے۔ پنگوڑے میں بولنا ہے تو سب دنیا جہاں سے نرالا۔ ولادت۔ حیات وفات معجزات پر تو کافی بحثیں ہو چکیں کچھ اس تکلم فی المہد یعنی پنگوڑے میں بولنے کی بھی تھوڑی سی تشریح ہو جانی چاہئے۔

تشریح۔ پنگوڑے میں تو سب ہی بچے بولا کرتے ہیں تو مسیح اگر پنگوڑے میں بولے تو کون محل تعجب ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہوتا تھا کہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ حضرت مریم کو جب بیٹے کی خوشخبری دیتا ہے تو جہاں اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم بتلاتا ہے اور اس کو مقربین میں سے بتلاتا ہے وہاں یہ بھی خبر دیتا ہے کہ یکلم الناس فی المھد وکھلاً۔ کہ وہ لوگوں سے باتیں کریگا اور پنگوڑے میں اور کہولت یعنی ادھیڑ عمر میں۔ پس مریم کو خصوصیت سے یہ بتلانا کہ وہ مہد میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور کہولت میں بھی لوگوں سے باتیں کریگا۔ کیا معنی رکھتا ہے۔ محض یہ جواب دینا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گونگا نہ ہوگا تسلی بخش نہیں کیونکہ ماں کو ایک عظیم الشان مولود کی خوشخبری دی جارہی ہے۔ اسے یہ کہہ دینا کہ وہ گونگا نہ ہوگا یا اندھا نہ ہوگا کوئی بشارت نہیں ہو سکتی۔ اس بشارت کو ہمارے مولویوں نے جنہیں **اعجوبہ پرستی** کی بیماری ہے یوں لیا کہ وہ پنگوڑے میں اسی طرح کلام کریگا جس طرح کہولت میں کریگا ظاہر ہے کہ اس طرح اپنی طرف سے الفاظ اور معانی ملا ملا کر معنے کرنے لگیں تو پھر قرآن پر سے امان ہی اٹھ جاتا ہے۔ یہاں کسی لفظ کے یہ معنی نہیں کہ مہد اور کہولت میں یکساں کلام کریگا یا مہد میں اسی طرح کلام کرے گا جس طرح کہولت میں کرے گا۔ یہ بالکل اپنی طرف سے اپنے خیالات کو زبردستی قرآن میں ٹھونسنا ہے جو گناہ ہے اور تحریف معنوی ہے۔ واقعات بھی اس کے خلاف ہیں۔ حضرت مسیح کو ان کی والدہ لیکر ہیرودیس کے خوف سے مصر بھاگ گئی تھیں۔ وہ جوان ہو کر واپس فلسطین میں آئے تھے۔ حضرت مسیح کی کسی قسم کی انوکھی گفتگو کا جو آپ نے پنگوڑے میں پڑے پڑے کی ہو کہیں انجیل میں ذکر نہیں۔ نہ کسی تاریخ میں مذکور ہے۔ واقعات کے خلاف ایسے معنے کرنے جس کے قرآن کے الفاظ متحمل نہیں کس طرح جائز ہو سکتے ہیں۔

ایک لطیف نکتہ

پھر پنگوڑے میں تو کلام کرنے میں عجوبہ یہ پیدا کیا کہ وہ ادھیڑ آدمیوں کی طرح بولیگا۔ مگر کہولت یعنی ادھیڑ عمر میں کلام کرنے میں کیا خصوصیت ہوگی جس کا بیان ضروری ہے۔ مولویوں کے قاعدہ کے ماتحت تو یوں ہونا چاہئے کہ جس طرح وہ **بچپن** میں ادھیڑ آدمیوں کی طرح پکی پکی باتیں کرے گا اسی طرح ادھیڑ عمر میں بچوں کی طرح توتلی توتلی باتیں کرے گا۔ اعجوبہ پرستی ہو تو مکمل ہو۔ ادھوری کس کام کی۔ آخر کلام کرنے کی خوشخبری پنگوڑے میں بھی ہے۔ اور کہولت یعنی ادھیڑ عمر میں بھی۔ تو پھر اعجوبہ پیدا کرو تو دونو میں کرو۔ ایک میں کرنا اور دوسرے کو اسی طرح چھوڑ دینا بالکل بے معنی بات ہے۔

میں نے جہاں تک غور کیا ہے بات بالکل صاف ہے۔ ماں کو خوشخبری دی جاتی ہے کہ تیرا بچہ پنگوڑے میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور کہولت یعنی ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ باتیں ایسی ہوں گی جن کے ساتھ ماں کی خوشی وابستہ ہے۔ ایک ماں کو اپنے بیٹے کی باتوں میں دو رنگ میں خوشی ہو سکتی ہے ایک تو بچپن میں جب وہ بھولی بھالی پیاری پیاری باتیں کرتا ہے اور لوگ اس کی پیاری اور بھولی باتیں سن کر ہنستے ہیں اور ماں خوشی سے پھولی نہیں سماتی۔ اور دوم اس وقت خوشی ہوتی ہے جب وہ کہولت میں لوگوں سے **دانائی اور علم و حکمت** کی باتیں کرتا ہے اور لوگ سن سن کر حیران ہوتے ہیں۔ وہ وقت بھی ہوتا ہے کہ ماں کا دل خوشی سے بلیوں اچھلتا ہے۔ اللہ اللہ اس وقت مریم کا دل کتنا خوش ہوا ہوگا۔ جب انہوں نے لوگوں کو مسیح کے پر از حکمت کلام پر تعجب کرتے ہوئے سنا ہوگا۔ متی باب ۱۳ - ۵۵ - ۵۶ پڑھو۔

"وہ حیران ہو کر بولے کہ اس کو یہ حکمت اور معجزے کہاں سے مل گئے؟ کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم نہیں اور اس کے بھائی یعقوب اور یوسف اور شمعون اور یہوداہ نہیں؟ اور کیا اس کی سب بہنیں ہمارے ہاں نہیں؟ **پھر یہ ساری باتیں اس کو کہاں سے آگئیں**"۔

لوگ مسیح کی پُر از حکمت باتیں سن کر حیران ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ یوسف بڑھئی کا بیٹا اور مریم کا لخت جگر ہے اگر انہوں نے پنگوڑے میں مسیح کا پر از حکمت کلام سنا ہوتا تو تعجب کیوں ہونا تھا۔ البتہ بچپن میں بھولی بھالی باتیں کرنیوالا بچہ جب بڑا ہو کر سامنے آتا ہے اور ایسا پُر از حکمت کلام کرتا ہے جس سے ان کے نقیبی فریسی بند پڑ جاتے ہیں تو انہیں تعجب ہونا لازمی امر تھا۔ اور ان کا تعجب اور بھی بڑھ جاتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ مسیح کا باپ کوئی اہل علم لوگوں میں سے نہ تھا بلکہ بیچارہ ایک بڑھئی تھا جبھی تو وہ کہتے ہیں کہ اس کو یہ حکمت اور معجزے کہاں سے مل گئے؟ کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں"؟

پس اس پیشگوئی میں **حضرت مریم کو چار خوش خبریاں** دی ہیں۔ یکلم الناس فی المھد وکھلاً ومن الصلحین ایک تو بچپن میں بچہ کا لوگوں سے بھولی بھالی پیاری پیاری باتیں کرنا اور ماں کا خوش ہونا۔ دوم کہولت میں لوگوں سے پُر از حکمت کلام کرنا اور ماں کا سن سن کر خوش ہونا۔ سوم من الصلحین فرما کر یہ بھی بتایا کہ تیرا بیٹا محض باتیں ہی بنانے والا نہ ہوگا بلکہ جو کہے گا اس پر عمل کرنے والا بھی ہوگا۔ جس سے ماں کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے۔ چہارم ماں کی زندگی کی خوش خبری دی کہ وہ اپنے بیٹے کے دونوں رنگ دیکھے گی اور خوش ہوگی یعنی بچپن کا رنگ بھی دیکھے گی اور کہولت کی شان بھی دیکھے گی۔

اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے لئے جو پیشگوئی کی گئی اور اس میں مسیح کی ان دو حالتوں کا ذکر کیا گیا یعنی بچپن کی اور کہولت کی۔ یہ دو حالتیں تو ہر نبی پر آتی ہیں اور ہر ایک نبی جہاں **بچپن** میں بھولی بھالی باتیں کرتا ہے وہاں کہولت میں پر از حکمت و معارف کلام کرتا ہے پھر مسیح کے متعلق خصوصیت سے کیوں یہ جتلایا اور قرآن میں اس پیش گوئی کے ذکر کرنے کا کیا مطلب تھا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں اس سورت کا نزول درحقیقت عیسائیوں پر حجت تمام کرنے کی غرض سے تھا ایک ایک لفظ میں عیسویت کے غلط عقیدہ کی تردید کرتے چلے گئے ہیں۔ اس پیشگوئی میں جو لفظ بھی مسیح کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اس میں مسیحیت کے کسی نہ کسی غلط عقیدہ کی تردید مقصود ہے۔ فرماتے ہیں وجیھًا فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین۔ ویکلم الناس فی المھد وکھلاً ومن الصلحین۔

وجیھا فی الدنیا کہہ کر بتایا کہ

عیسائیوں کا یہ عقیدہ درست نہیں

کہ دنیوی طور پر حضرت مسیح کو کوئی عزت حاصل نہیں ہوئی اور ان کا خاتمہ ماریں کھاتے کھاتے ہو گیا اور آخرت میں وجیہ کہہ کر بتایا کہ یہودی بھی غلطی پر ہیں۔ اور مقرب کہہ کر یہودیوں اور عیسائیوں کے اس خیال کی تردید کی کہ آپ نعوذ باللہ ملعون ہوئے کیونکہ ملعون تو راندۂ درگاہ ہوتا ہے۔ آپ ملعون نہ تھے بلکہ مقرب تھے۔ اسی طرح یکلم الناس فی المھد وکھلاً فرما کر اس بات کی تردید کی کہ مسیح خدا یا خدا کا بیٹا تھا کیونکہ کلام سے اس علم کا پتہ چلتا ہے جو کسی شخص کو ہوتا ہے۔ جس شخص کی حالت پیدائش کے وقت لا یعلم شیئًا کی تھی یعنی انسانوں کے معمولی بچوں کی طرح وہ شخص ایک بے علم ہستی تھا اور اسی لئے بچوں کی طرح اس کی بھولی بھالی باتیں تھیں اور وہ شخص بتدریج ان تمام مراحل اور منازل سے گذر کر اس علم کو حاصل کرتا ہے جس کو انسان کے بچے گذر کر حاصل کیا کرتے ہیں یعنی بتدریج مختلف حالتوں لڑکپن اور جوانی میں سے گذر کر اور دنیا کا علم اور تجربہ حاصل کرکے اس مقام تک پہنچا جہاں پہنچ کر انسان کی عقل پختہ اور علم مکمل ہوتا ہے۔ وہ شخص خدا یا خدا کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی انسانی خصوصیت ہے کہ ایک نبی کو بھی اس کے سوا چارہ نہیں جبتک وہ کہولت کی عمر کو نہ پہنچ لے۔ روح القدس کا نزول بھی اس پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے حتیٰ اذا بلغ اشدہٗ و بلغ اربعین سنۃ (الاحقاف) یہاں تک کہ وہ اپنی کمال بلوغت کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال کو پہنچ جاتا ہے پھر فرمایا۔ لما بلغ اشدہٗ اٰتینٰہ حکمًا وعلمًا۔ جب وہ اپنی کمال بلوغت کو پہنچ گیا تو ہم نے نبوت اور علم عطا فرمایا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کو

نبوت ملنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے

کہ وہ کہولت کی عمر کو پہنچ جائے تا اس کی عقل پختہ ہو جائے اور علم بھی کافی حاصل ہو جائے تب روح القدس کا نزول ہوتا ہے اور وہ خدا کی طرف سے علم و حکمت پاتا ہے۔ چنانچہ سورۃ مائدہ میں بطور انعام کے حضرت مسیح کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلا۔ واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل۔ وہ وقت یاد کرو۔ جب میں نے تیری روح القدس سے مدد کی تو لوگوں سے باتیں کیا کرتا تھا۔ مہد میں اور باتیں کرتا تھا۔ کہولت میں۔ اور یہ بھی یاد کرو کہ تجھے میں نے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائی"۔ یعنی تو خود بھی اس پر گواہ ہے اور وہ لوگ بھی گواہ ہیں جنہوں نے تیری باتیں مہد میں بھی سنیں اور کہولت میں بھی سنیں کہ تو کیا تھا اور کیا بن گیا۔ بچپن میں کلام کس علم کو ظاہر کرتا تھا اور کہولت میں کس علم کو ظاہر کرتا تھا۔ یہ ترقی جو تہنے کی وہ روح القدس یعنی خدا کی وحی سے کی اور اس علم سے کی جو اللہ تعالےٰ نے کہولت تک پہنچتے پہنچتے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل کے ذریعہ تجھے سکھایا۔ گویا حضرت مسیح کے علم کی تکمیل کا بتدریج ہونا ان کے خدائی کے منافی ہے۔ ان کا علم کچھ تو توریت اور انجیل کے ذریعہ تکمیل کو پہنچا اور کچھ بذریعہ وحی الٰہی۔ لہٰذا وہ خدا نہیں ہو سکتے۔ خدا کا علم فی نفسہٖ کامل ہوتا ہے اسے نہ کسی کتاب و حکمت یا

توریت و انجیل کی ضرورت ہے اور نہ کسی روح القدس یا وحی کی ضرورت ہے تا اس کا علم تکمیل کو پہنچے پس حضرت مسیح کو ان تمام چیزوں کی ضرورت کا ہونا اور ان کے علم کا بتدریج ترقی کرنا بتلاتا ہے کہ وہ خدا نہ تھے بلکہ ایک انسان تھے۔ کہولت تک پہنچتے پہنچتے انہوں نے خارج سے بذریعہ توراۃ و انجیل اور دیگر کتب حکمت سے بھی علم حاصل کیا اور کہولت پر پہنچ کر بذریعہ وحی بھی علم حاصل کیا۔ اس کا ثبوت ان کے بچپن کی بے علمی کی بھولی بھالی باتوں اور کہولت کی پُر از حکمت و معارف باتوں سے صاف عیاں ہے۔ اسی لئے بطور احسان اور انعام فرمایا کہ وہ باتیں بھی یاد کر جو تو بچپن میں لوگوں سے کیا کرتا تھا۔ اور وہ باتیں بھی یاد کر جو کہولت میں کرتا تھا پھر دونو کا فرق خود دیکھ لو کیا یہ تھوڑا انعام تھا کہ کیا تھا اور کیا بنا دیا۔ پس جو شخص علم میں تدریجی ترقی کرتا ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ خدا کا تو علم کامل ہے اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کے علم میں یہ تدریجی ترقی اور تغیر کیا معنی۔

جناب مریم علیہا السلام کو ایک بشارت عظمیٰ

پس جہاں یکلم الناس فی المھد وکھلا کی پیشگوئی میں حضرت مریم کو بشارت دی کہ وہ زندہ رہیں گی اور اپنے بیٹے کے دونو رنگ دیکھیں گی۔ اگر بچپن کی بھولی بھالی باتیں سن کر خوش ہونگی تو کہولت میں اپنے بیٹے کے علم کی ترقی اور پُر از حکمت باتوں کو دیکھ کر بھی باغ باغ ہوں گی۔ وہاں تکلم الناس فی المھد وکھلا بطور انعام اور احسان کے حضرت مسیح کو فرما کر ان کے علم اور حکمت کی ترقی کو نمایاں کر کے کہا کہ یہ میری وحی کی امداد ہے جو تو اس عالی مقام پر پہنچا۔ ورنہ اپنے اس کلام پر بھی نظر ڈالو جو تو بچپن میں کیا کرتا تھا اور اس کلام پر بھی نظر ڈالو جو اب کہولت میں کرتا ہے۔ اور اس وحی کے نزول سے پہلے میرے علم کی تکمیل کے لئے ہم نے تجھے کتاب و حکمت توریت و انجیل کے ذریعہ بھی علم سکھایا۔ پس مسیح پر واقعی خدا کا بڑا احسان تھا کہ ان کے علم کی ترقی و تکمیل کے لئے سامان فراہم کر دیے اور مسلمانوں پر بھی خدا کا احسان ہے کہ اس فرق نمایاں کو جتلا کر مسیح کی خدائی کو توڑ دیا اور عیسائیوں پر حجت تمام کر دی۔ کہ جو شخص اپنے علم کی تکمیل کے لئے بچپن سے کہولت تک ان تمام منازل میں سے گذرا جن میں ایک انسان کا بچہ گذرتا ہے اور ایک طرف خدا کی وحی ان کی امداد کو آتی ہے تو دوسری طرف حکمت کی کتابوں اور توریت و انجیل سے انہیں علم حاصل کرنا پڑا وہ شخص خدا نہیں ہو سکتا جس کا علم ابتدا سے ہی کامل ہونا چاہیے تھا اور اسے اس کی تکمیل کے لئے کسی خارجی امداد کی ضرورت نہ ہونی چاہئے تھی۔

گذشتہ مفسرین کی ایک مشکل کا حل

قرآن کریم میں تکلم فی المھد کی یہی دو آیتیں ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا۔ سورہ مریم میں جو آیت ہے قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا۔ کہ یہود کہنے لگے کہ ہم اس سے کس طرح بات کریں جو پنگوڑے میں لڑکا تھا وہاں یہ نہیں کہا ہے کہ لڑکا کس طرح بات کرے گا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ ہم اس سے کس طرح باتیں کریں جو پنگوڑے میں لڑکا تھا۔ یہاں پنگوڑے کے لڑکے کے بولنے کا ذکر نہیں بلکہ یہود نے ایک ایسے شخص کو مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا جو پنگوڑے میں لڑکا رہ چکا تھا۔ اس میں مفسرین کو مشکل پیش آئی ہے وہ یہ کہ ہر ایک آدمی پنگوڑے میں لڑکا رہ چکا ہوتا ہے۔ پھر مسیح کی کیا خصوصیت ہے۔ اگر اس وقت حضرت مسیح لڑکے یا بچے ہوتے تو آیت کی شکل یوں ہونی چاہئے تھی کہ من ھو فی المھد صبیا کہ جو پنگوڑے میں بچہ ہے مگر یہاں کان بصیغہ ماضی فرما کر بات کو صاف اور عجوبہ پرست مفسرین کو مشکل میں ڈال دیا ہے چنانچہ امام رازی صاحب بھی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں واستشکلت الآیۃ بان کل من یکلمہ الناس کان فی المھد صبیا قبل زمان تکلیمہ۔ یعنی اس آیت نے مشکل میں ڈال دیا ہے اس لئے کہ ہر ایک شخص جس سے انسان بات کرتے ہیں اس سے پہلے پنگوڑے میں لڑکا رہ چکا ہوتا ہے۔ پس یہ بات کیا ہوئی۔ اس مشکل کا حل تو بہت آسان ہے وہ یہ کہ محاورہ کے وقت لفظی معنی لینا محاورہ کی سلاست اور خوبصورتی کو برباد کر دیتا اور کلام کو مہمل کر دیتا ہے۔ ہم جب اردو زبان میں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کل کا لڑکا ہے اب یہاں لفظی معنے لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ کل وہ لڑکا تھا اور آج جوان یا بڈھا ہو گیا جو بالکل مہمل بات ہوگی۔ محاورہ کے یہ معنے ہیں کہ ہمارے سامنے اس کی طفولیت کا زمانہ گذرا اب بڑا ہو گیا تو کیا ہوا یہی بات یہاں تھی یہودیوں کے بزرگ لوگوں نے حضرت مریم کو مخاطب کیا اور کہا کہ یہ کس قسم کا عجیب و غریب شخص تم لے آئی ہو تم اسے سمجھاؤ چونکہ حضرت عیسیٰ مسیحیت اور نبوت کے مدعی تھے اس لئے حضرت مریم نے ان سے کہا کہ تم خود مدعی سے ہی بات کرو۔ وہ کہنے لگے کہ یہ کل کا لڑکا ہم اس سے کیا بات کریں۔ حضرت مسیح نے خود ہی کلام شروع کر دیا کہ انی عبد اللہ وجعلنی نبیا۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب وہ نبی بن چکے تھے۔ کوئی شخص نبی ہونے سے پہلے اپنے منصب نبوت پر ممتاز ہونے کا علم نہیں رکھتا۔ حضرت موسیٰ کو علم نہ تھا آگ لینے گئے تھے جو نبوت مل گئی۔ آنحضرت صلعم کو اپنی نبوت کا نزول قرآن سے پہلے کچھ علم نہ تھا۔ پس مسیح میں یہ خدائی صفت کس طرح مانی جا سکتی ہے کہ پیدا ہوتے ہی انہیں سب کچھ علم تھا۔ ان آیات پر میں مفصل بحث اپنی کتاب ولادت مسیح میں کر چکا ہوں۔

ایک اور لطیف معنی

مجھے محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ نے تکلم الناس فی المھد وکھلا کی ایک اور معنی کی طرف حال ہی میں توجہ دلائی ہے جس نے مجھے تو بڑا مزا دیا اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اسے بھی لکھ دوں۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ فی المھد وکھلا حال حضرت مسیح کا نہیں ہے بلکہ الناس کا ہے یعنی تو باتیں کرتا تھا لوگوں سے جو پنگوڑے میں تھے اور لوگوں سے جو کہولت کی حالت میں تھے۔ مسیح پنگوڑے میں نہیں بلکہ لوگ پنگوڑے میں۔ لوگوں کے پنگوڑے میں ہونے سے کیا مراد ہے اسے یہ روایت صاف کر دیتی ہے اطلبوا العلم من المھد الی اللحد۔ کہ علم طلب کرو پنگوڑے سے شروع کر کے قبر میں پہنچنے تک۔ پس پنگوڑے میں ہونے سے مراد وہ عمر ہوئی جس میں انسان علم سیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ لہذا جو لوگ ابھی نشوونما کی حالت میں ہیں اور علم سیکھنے کی ابتدائی حالت میں ہیں وہ محاورہ کے لحاظ سے فی المھد کا حکم رکھتے ہیں اور جو لوگ پڑھ پڑھا کر اب پختہ مغز ہو چکے وہ وہی ہو سکتے ہیں جو کہولت کو پہنچ چکے۔ پس حضرت مسیح اپنی تعلیم ان لڑکوں اور بچوں کو بھی پیش کرتے تھے جو سیکھنے کی ابتدائی حالت میں تھے گویا مہد کی حالت میں تھے اور ان لوگوں کو بھی پیش کرتے تھے جو کہولت کی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ حضرت مسیح کے حالات کو انجیل میں پڑھو تو صاف نظر آتا ہے کہ ان کی نگاہ بچوں کی طرف بہت تھی۔ وہ مختلف مجمعوں میں کہتے نظر آتے ہیں کہ بچوں کو میرے پاس آنے دو کہ خداوند کی بادشاہت بچوں کی ہے۔ وجہ یہ کہ ان کی نگاہ دوربین نے دیکھ لیا تھا کہ بچوں کی طبیعت نرم ٹہنیوں کی طرح ہوتی ہے ان کو جس طرف چاہو مروڑ لو۔ اور بڈھے طوطوں کو پڑھانا آسان کام نہیں ہوتا۔ بڈھے بڈھے مولوی یہودی قوم کے سخت دل اور درشت مزاج ہو چکے تھے ان پر اثر ہوتا نظر نہ آتا تھا البتہ نوجوانوں اور لڑکوں پر کچھ امید تھی کہ غالباً ان کی نرم طبائع آپ کی تعلیم سے متاثر ہو جائیں۔ اس لئے آپ ان کی طرف زیادہ توجہ دیتے تھے آج بھی یہی حال ہے یہ پولیٹیکل لیڈر نوجوانوں میں تحریک پھیلا کر ان سے وہ کام لے لیتے ہیں جو پختہ مغز بڈھے نہیں کر سکتے۔ اور دیکھ لو جگہ جگہ ینگ مین ایسوسی ایشن بنتی ہیں جن میں نوجوان لوگ تقریریں کرتے اور وہ جوش و خروش دکھلاتے ہیں جو پختہ مغز نہیں دکھا سکتے۔ پس حضرت مسیح کو مخاطب کر کے بطور احسان کے فرمایا کہ تیری میں نے روح القدس سے مدد کی اور تو ان لوگوں سے بھی کلام کرتا تھا جو حالت مہد میں تھے یعنی نشوونما کی حالت میں تھے اور جن پر تعلیم جلدی اثر کر سکتی تھی اور ان لوگوں سے بھی کلام کرتا اور خدا کا پیغام پہنچاتا تھا جو کہولت پر پہنچ پختہ کار اور خرانٹ ہو چکے تھے کیونکہ نبی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر طبقہ کے آدمی کو خدا کا پیغام پہنچائے۔ اور نوعمر اور نئی پود کو نظر انداز نہ کرے کہ خداوند کی بادشاہت انہی سے بنتی ہے۔

کاروائی جلسہ مؤرخہ ۶ فروری ۱۹۳۱ء

ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن (گجرات)

آج مورخہ ۶ فروری ۱۹۳۱ء ہفتہ وار جلسہ حسب معمول صدر صاحب کے دفتر میں بوقت ۱/۲ ۶ بجے شام شروع ہوا۔ مولانا مولوی محمد عصمت اللہ صاحب قبلہ بھی ایک دن کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حاضرین میں طلباء کالج اور چند اور رسول کے صاحبان بھی مدعو کئے گئے تھے۔

حافظ محمد حسین صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی۔ اور چوہدری محمد حسین صاحب متعلم نے حضرت مسیح موعود کی ایک نظم نہایت پرسوز لہجہ میں پڑھ کر سنائی۔

صاحب صدر نے جلسہ کا افتتاح فرماتے ہوئے۔ جنگ خندق کا ایک منظر بیان فرمایا۔ کہ جب صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے۔ تو ایک بڑا بھاری پتھر کسی سے نہ ٹوٹا جس پر حضرت سرور کائنات آقائے نامدار حضرت محمد صلعم نے خود اپنے دست مبارک سے ضرب لگائی تو پتھر سے ایک چنگاڑا نکلا۔ اور جناب نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کسریٰ و قیصر کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ دوسری دفعہ آپ نے فرمایا مجھے انکی سلطنت خداوند کریم نے عطا فرمائی ہے۔ حضور کے یہ الفاظ اس وقت کے ہیں جب آپ نہایت عسرت کی زندگی بسر فرما رہے تھے لیکن اسی مختصر جماعت کے استقلال نے دنیا کو دکھا دیا۔ کہ ان کے آقا و مولا کے وہ متبرک الفاظ کس طرح پورے ہوئے یہی حالت ہماری آج اس اشاعت اسلام ایسوسی ایشن کی ہے جس کا پاک مقصد صرف اسلام کی خدمت ہے۔ اور اسے دوسروں تک پہنچانا ہے۔ اس لئے کوئی ہماری جماعت کو کسی خاص فرقہ کی جماعت نہیں۔ بلکہ ہر کلمہ پڑھنے والا اس میں شامل ہو سکتا ہے۔

صاحب صدر کی اس مختصر تقریر کے بعد مولانا مولوی محمد عصمت اللہ صاحب قبلہ کا مضمون "اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے" شروع ہوا۔ آپ نے زندگی کے متعدد پہلوؤں کو لیکر دیگر مذاہب کے اقوال اور اسلام کے احکام کا مقابلہ کر کے ثابت کیا۔ کہ اسلام ہی فقط عالمگیر مذہب ہے۔

آپ کا لکچر ۱½ گھنٹہ تک رہا۔ چونکہ ماہ رمضان کی وجہ سے زیادہ دیر تک جلسہ نہ ہو سکا اسلئے ۹½ بجے چوہدری محمد حسین صاحب نے ایک اور نظم حضرت صاحب کی پڑھ کر سنائی اور جلسہ برخاست ہوا (وقت کی تنگی کیوجہ سے بقیہ دو مضمون ۱۔ قرآنی معجزات ۲۔ مسلمانوں کا افلاس اور اس کا علاج آیندہ جلسہ کے لئے رکھے گئے)

(رشیر محمد ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن گجرات)

بقیہ صفحہ ۱۶

تک تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ سے جو خدمت انجام دی اس کا حال زمانہ سے پوشیدہ نہیں۔ اور اسکی جزا سوائے خدا کے اور کون دے سکتا ہے اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کا اردو ترجمہ معہ ایک بہترین تفسیر کے شائع کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے متعلق ایک نہایت اعلیٰ اور عمدہ کتاب لکھی جو کئی ایک زبانوں میں ترجمہ ہو کر شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے علاوہ ازیں صحیح بخاری کا اردو ترجمہ معہ حاشیہ زیر تصنیف ہے جس کے چند پارے شائع ہو چکے ہیں۔ اور بھی کئی ایک نادر کتب تالیف فرمائیں جو کہ سب کی سب شہرت عام حاصل کر چکی ہیں۔ غرضیکہ مذہبی اور علمی رنگ میں اس زمانہ میں جو تفوق آپ کی ذات گرامی کو حاصل ہے اس کی نظیر اس زمانہ کے دوسرے پیروں میں تلاش کرنی عبث ہے۔ یہ تو تصنیف و تالیف کا نہایت مجمل اور مختصر خاکہ ہے اور ہمیں اس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔

بلکہ ہم نے اس مفسر القرآن و حدیث اور مجاہد اسلام کی عملی زندگی کی طرف بلحاظ تعلق مضمون ایک نظر کرنی ہے جس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ باوجود کسی مشیخت یا پیری وغیرہ کا دعویٰ نہ ہونے کے اور باوجود اس علم و فضل کے آپ کی روزانہ زندگی کتنی سادہ اور تکلف اور تصنع سے بالکل مبرا اور شرافت اور تہذیب کا بہترین نمونہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصلی اور حقیقی شاگرد اور وارث اگر کوئی کہلانے کا حقدار ہے تو لاریب وہ یہی انسان ہے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر علم مہمانوں کے ساتھ دن رات نشست و برخاست فرماتے۔ کوئی امتیاز اور خصوصیت اپنے لئے نہ تھی۔ شہرت کے دلدادہ پیر ایسے موقعوں پر گوشہ نشین نہیں بلکہ پردہ نشین بن جاتے ہیں۔ مگر حضرت امیر حلقہ خدام میں دیگر مہمانوں کیطرح صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ جب آپ کے لیکچر کا وقت آیا۔ تو پلیٹ فارم پر حضور کی دیکھ بھال ہوئی۔ آواز دینے پر معلوم ہوا۔ کہ عام دوستوں کے ساتھ صحن مسجد میں تشریف فرما ہیں نہایت بے تکلفی سے فرمایا کہ میں اسی جگہ کھڑے ہو کر لیکچر شروع کرتا ہوں چنانچہ اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور لیکچر شروع کر دیا۔ میز کرسی اور پلیٹ فارم تک کی پرواہ نہ کی۔ ملاقات کا اتنا اچھا اور سادہ طریق ہے۔ کہ جس وقت اور جب کوئی چاہے۔ بے تکلف ملاقات کر سکتا ہے۔ اس قدر عظیم الشان مطالعہ اور تصنیف و تالیف کا کام ہے۔ مگر ملاقات سے کسی کو مایوس نہیں فرماتے۔ پچھلے دنوں سیالکوٹ تشریف لائے کثیر التعداد احباب استقبال کیلئے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے باوجود سواری ہونیکے اسٹیشن سے قیام گاہ تک پاپیادہ دوستوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ اور جتنا عرصہ قیام فرمایا کوئی علیحدہ جگہ رہائش کے لئے تجویز نہ فرمائی۔ بلکہ ایسی جگہ مقام فرمایا جہاں دن رات احباب آپکی خدمت میں موجود رہے۔ خطبوں اور لیکچروں اور ہر ایک تقریر و تحریر میں سادگی اور اختصار آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ تکلف اور بناوٹ کا نام نہیں ہوتا۔ جس انسان کے تبحر علمی کا یہ حال ہو۔ کہ علوم دینی میں انتہائی کمال حاصل ہو۔ اور دنیوی علوم پر نہایت وسیع نظر ہو۔ وہ جس قدر چاہے اپنی تقریر و تحریر کو دلچسپ بنا سکتا ہے۔ مگر اس

طرف آپ کے قلب کو قطعاً رغبت ہی نہیں برخلاف اس کے دیگر واعظوں اور سپیکروں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے واعظوں اور لیکچروں کے سجانے اور رحلا دینے کے لئے ہفتوں اور مہینوں سے پہلے مشق اور تیاری کرتے رہتے ہیں۔ یہ باتیں معمولی اور سرسری نظر سے دیکھنے کے قابل نہیں۔ بلکہ ہمارے مذہبی پیر اور لیڈر اس قابل ہی نہیں کہ اپنی عملی سیرت کو پبلک کے سامنے پیش کر سکیں اور وہ بدل چاہتے ہیں۔ کہ اُن کی یہ حالت پردہ خفا میں رہے کیونکہ اُن کی زندگی کے معمولات تکلفات اور تعیشات سے مملو اور سادگی سے عاری ہیں۔ ایک نفس بزرگ نے زمانہ کی حالت کا مرثیہ لکھتے ہوئے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

سب عضو سست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی
قوت تمام نوک و زبان میں ہی آ گئی

اس تحریر سے کسی نوع کی خودستائی مطلوب نہیں بلکہ حقیقت نفس الامری کا اظہار ہے۔ اور نہ بزرگان سلف سے خدانخواستہ تقابل منظور ہے بلکہ ہم اپنا فخر اسی میں سمجھتے ہیں کہ ہمارا قدم ان بزرگوں کے نقش پا پر ہو ہاں جن رگوں کو اس مقام کا ادعا ہو۔ اور نہیں یا اُن کے ماننے والوں کو اس مقابلے کے لئے اپنے پیشوا کی عملی زندگی کو پبلک کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ مگر وہ اچھی طرح سے سن رکھیں۔ کہ یہ امتحان نہایت تلخ ہے اور اس سے عہدہ برآ ہونا ناممکن ہے ؎

سینے میں بوالہوس کے بھی آبلہ تھا مگر
نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہو گیا

ایک متلاشی حق کے اعتراضات
اور ان کے جوابات
(گذشتہ سے پیوستہ)

جماعت احمدیہ لاہور کی چند خصوصیات

مجلس شوریٰ میں جھگڑے بھی ہوتے ہیں اور اختلاف رائے بھی اور مشاورت کے ساتھ یہ لازمی امر ہے۔ بڑے بڑے پارلیمنٹوں میں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ جمہوریت میں یہی ایک خوبی ہے جو استبداد میں نہیں کہ ہر ایک آزادی سے اپنی رائے کی حمایت پر زور دیتا ہے تو تو میں میں تک تو نوبت پہنچتی نہیں اور اگر ایک شخص بالفرض اپنی رائے کی حمایت سختی سے کرے بھی تو کیا حضرت ابوبکر اور عمر میں اختلاف نہ ہوتا تھا۔ ایک موقعہ پر دونوں میں کسی بات پر سخت اختلاف ہوا جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر پر ناراضگی کا اظہار کیا باغ فدک کے انتظام کے متعلق حضرت عباس اور حضرت علی میں سخت کلامی نہیں ہوئی۔ مہاجرین اور انصار میں ایکمرتبہ یاللمہاجرین یاللانصار کی پکار نہیں ہوئی کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست ہے کہ ان میں اتفاق نہیں تھا۔ جہاں مجلس شوریٰ ہوگی وہاں اختلاف بھی ہوگا اور بشریت سے سخت کلامی بھی ہوگی۔ یہ تو خوبی ہے اسے نقص اور عیب سمجھنا غلط ہے۔ صحابہ کی جماعت میں تو کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچتی ہے بے اتفاقی کی جو مثالیں قادیان سے ملتی ہیں اس کا نمونہ یہاں ڈھونڈنے

سے بھی نہ ملے گا بعض کو بہائی بن کر نکالا جانا اور بعض پر نفاق کا فتوی لگا کر انہیں جماعت سے خارج کرنا اور اس کا ظہور مباہلہ اور مستریوں کے ہنگامے کی شکل میں نظر آنا اور قتل و مقاتلہ تک نوبت پہنچنا۔ حالانکہ یہ جھگڑے ذاتیات کی بناء پر ہیں۔ قطعاً اختلاف رائے کی بناء پر نہیں ہیں۔

نماز کے متعلق بعض میں سستی ہے تو یہ مثالیں کہاں نہیں ملتیں کیا قادیان کی جماعت میں ایسی مثالیں نہیں بعض تو پڑھتے ہی نہیں قلت اور کثرت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ کافی ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیلہ قلت تعداد کا سبب یہ ہے کہ ہمارے پاس تبلیغ کے لئے کافی آدمی نہیں ہیں۔ یہاں لاہور میں ہر ایک کام کی از سرِ نو بنیاد ڈالی ہے اور سرمایہ کے ناکافی ہونے کی وجہ سے بعض کام پورے نہیں ہوتے۔

بھائی صاحب جو باتیں آپ خط میں لکھتے ہیں یہ تو لکھنے کی باتیں نہیں ہیں اور نہ آپ کی تحقیق کا نتیجہ معلوم ہوتی ہیں۔ اگر تو قادیان کی عمارت یا کثرت تعداد یا گلی کوچوں میں دیکھنے پر طلب حق منحصر ہے تو اسے تو ہم سمجھ نہیں سکتے اگر حضرت صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے بھی حق معلوم ہو سکتا ہے تو قادیان جانے کی ضرورت کیا ہے۔ ہمارے یہاں معجون مرکب بالکل نہیں ہیں نہ ہمارے یہاں یہ نظام ہے کہ اختلاف عقیدہ رکھ کر بیعت کرو۔ بہت سے لوگ میاں صاحب سے عقیدہ میں اختلاف کے باوجود ان کے مرید ہیں جو لوگ یہاں لاہور میں جمع ہوئے وہ مختلف وجوہات کی بناء پر جمع نہیں ہوئے یہ صرف وہم اور پروپیگنڈا ہے۔ جو لوگ حضرت صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ مجدد مانتے ہیں محدث مانتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والوں کی تکفیر نہیں کرتے اور جن کے دلوں میں

اشاعت اسلام کی تڑپ ہے وہ یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اور باوجود اس فرضی اختلافات اور فرضی وجوہات کے جو آپ کے دل میں کسی نے ڈالی ہیں۔ یہ کام وہ کر رہی ہے کہ وہ بڑی جماعت اب تک نہ کر سکی۔ اتنی بڑی جماعت اب تک قرآن کریم کا انگریزی یا اُردو تفسیر و ترجمہ شائع نہ کر سکی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا بعید نہیں ہوگا کہ ان میں یکجہتی اور اتحاد یا قوت عمل نہیں ہے۔ اگر یہاں یکجہتی اور اتحاد نہ ہوتا تو یہ اتنا بڑا کام کس طرح چل رہا ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ افسوس کہ آپ کے خط میں کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ صرف چند سنی سنائی باتوں پر اتنا بڑا خط لکھا۔

جس کے جواب میں مجھ کو کچھ لکھنا پڑا۔ اگر آپ کے دل میں صحیح اصولوں کی بناء پر اشاعت اسلام کی تڑپ ہے تو جماعت لاہور کے علاوہ آپ کو اور کہیں ایسی جماعت نہیں مل سکتی۔ آیئے

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

اَلصُّلْحُ خَیْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر

عبد الحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

۲ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام

۳ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

۴ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آ کے رہیگا۔

جلد ۱۹ ‖ لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۱۶۔ شوال ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۷۔ مارچ ۱۹۳۱ عیسوی ‖ نمبر ۱۴

راجن پور میں تبلیغ اسلام

(از نیاز احمد خاں نظامی مسلم مشنری)

مار گزیدہ از ریسمان مے ترسد فارسی کی ایک مثل مشہور ہے کہ سانپ کا ڈسا رسی سے بھی ڈرتا ہے بعینہٖ یہی حال غیر احمدیوں کا ہے۔ ہمارے قادیانی دوستوں نے احمدیت کو جو عین اسلام ہے ایسی گھناؤنی صورت دے رکھی ہے کہ جونہی زبان سے نکلا "میں احمدی ہوں" لوگ فوراً کہہ اٹھتے ہیں کہ اچھا یہ وہ بے ایمان ہے جو نبی کریم صلعم کے بعد ایک نئے نبی کا قائل ہے اور ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام سمجھتا ہے وغیرہ"

یکم جون ۱۹۳۰ء کو انجمن نے مجھے، راجن پور ضلع ڈیرہ غازیخاں اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا میں جب اس علاقہ میں پہنچا تو بہت ہی بری طرح میرا استقبال ہوا غیر مسلم تو ہمارے مخالف ہیں ہی۔ یہاں کے مسلمانوں نے بھی غیرت اسلامی کے مظاہرے کر کے مجھے خالی دامن لوٹانا چاہا اس کی وجہ محض یہی ہے کہ مسلمان اگرچہ گئے گذرے ہیں مگر پھر بھی محمد رسول اللہ فداہ ابی وامی کے بعد کسی دوسرے نبی کو ماننا ان کی غیرت کو گوارا نہیں۔ مجھے قادیانی اور مرید محمود سمجھ کر ہر طرح ناکام و رسوا کرنا چاہا مگر ادھر میں بھی مصداق ؎

ملک الموت کو ضد ہے کہ میں جاں لیکے ٹلوں
اور مسیحا کو یہ کد ہے کہ مری بات رہے

راجن پور ضلع ڈیرہ غازیخاں میں ایک کٹیا سی بنا کر بیٹھ ہی گیا۔ اول اچھوت اقوام کے اسلام قبول کرنے سے پیشتر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے صحیح عقائد کی نشر و اشاعت ضروری تھی۔ چنانچہ اس عرصہ میں حضرت میاں غلام رسول صاحب سجادہ نشین حاجی پور سے بھی ملاقات کا فخر حاصل ہوا۔ آپ ایک دردمند بزرگ اور مسلمانوں کی ترقی کے تہ دل سے خواہشمند ہیں۔ آپ نے میرے حالات سنے تو نہایت ہی شاندار الفاظ میں میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے مجھے ہر ممکن امداد کا وعدہ دیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مقامی حالات سے مجبور ہو کر میں نے انجمن سے درخواست کی کہ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو کچھ عرصہ کے لئے راجن پور بھیج دیا جائے۔ چنانچہ انجمن نے جناب مرزا صاحب کو میری درخواست کے مطابق فوراً بھیج دیا۔ مرزا صاحب نے آتے ہی راجن پور میں لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا اور ہندو مسلم پبلک کو نظر آنے لگا کہ احمدی کس خوبی سے اسلام کو پیش کرتے اور اسلام کو دیگر مذاہب سے مقابلہ کرتے ہوئے سربلند کر کے دکھلاتے ہیں

ان ہی ایام میں آریوں کا ایک پنڈت منو دیوجی راجن پور آ نکلا بس پھر کیا تھا مرزا صاحب کو شکار خدا نے اپنے گھر لا دیا۔ راجن پور کی آریہ سماج کو چیلنج پر چیلنج دیئے گئے مگر منو دیو کی جرأت نہ ہوئی کہ میدان میں نکلتا۔ آخر اپنی اپنی جگہ جوابی لیکچر ہوئے اور لوگوں نے دیکھ لیا کہ احمدی سپاہی کس شان سے مخالف فریق کو دباتے ہوئے انہیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

جناب مرزا صاحب کی ان قابل قدر خدمات نے میرے لئے یہاں کی فضا کو بالکل صاف کر دیا۔ دشمن دوست بن گئے۔ غیر اپنے ہو گئے اور مجھے توقع پیدا ہو گئی کہ راجن پور کا مشن انشاء اللہ ضرور کامیاب ہو کر رہے گا۔

اتفاق کی بات ہے مردم شماری کی تقریب بھی سر پر آ گئی۔ مسلمانوں میں اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام کی اہمیت کا احساس ہو چکا تھا اور میدان تبلیغ میرے لئے کام کا منتظر تھا۔

میں جناب سجادہ نشین صاحب حاجی پور دام اللہ فیضہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اچھوت اقوام میں تبلیغ کی ضرورت و اہمیت بیان کر کے آپ سے مناسب امداد حاصل کی اور گرد و نواح میں پھر سرگرم پیکار ہو گیا۔

خدا نے بزرگوں کی دعائیں سن لیں۔ سجادہ نشین صاحب حاجی پور کی سعی و کوشش بارآور ہوئی۔ جناب میرزا مظفر بیگ صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب کی دوبارہ تشریف آوری مبارک ثابت ہوئی اور میں آخر اس قابل ہو گیا کہ بذریعہ اخبار بزرگان سلسلہ کو اپنی حقیر سی خدمات پر مبارکباد کہہ سکوں اور حضرت میاں غلام رسول صاحب سجادہ نشین حاجی پور کی مساعی جمیلہ کا بجا طور پر شکریہ ادا کروں۔ جنہوں نے اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام کے لئے بہت حد تک میری مشکلات حل کرنے کی کوشش فرمائی۔ نیز اپنے ایک ہم قوم بزرگ جناب سردار غلام سرور خاں صاحب رئیس اعظم رنگ پور کا بھی شکریہ بجا لاؤں۔ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف ہمارے تبلیغی پروگرام کے ماتحت صرف کیا اور بہت بڑی امداد بہم پہنچائی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

آج تک ہمارے ذریعہ اس علاقہ میں قریباً دو سو پچاس نفوس داخل اسلام ہوئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس ساری کامیابی کا سہرا میرے واجب الاحترام بزرگ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری کے سر ہے۔ سچ ہے ؎

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانیکے دن

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

فہرست نو مسلمین

جو ہمشیرہ صاحبہ جان بی بی نو مسلمہ ضلع کانگڑہ کے ذریعہ سے داخل اسلام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور نو مسلمین کو اپنے دین پر استقامت عطا کرے

تاریخ داخلہ اسلام	اصل نام	اسلامی نام
۱۶ جنوری ۱۹۳۱ء	کالی	رحمت بی بی
"	کھیمی	حشمت بی بی
۲۷ جنوری ۱۹۳۱ء	رنجنوں	دین محمد
"	تابلک رام	محمد شفیق

مرسلہ۔ اخویم فتح دین صاحب

اخبار احمدیہ

اکاڑہ کی زمین کے سلسلہ میں جن عیسائیوں نے دنگہ فساد کیا تھا ان کی زیر دفعہ ۱۰۷ جو دہ اشخاص کی پانچ پانچ سو کی نیک چلنی کی ضمانت سال کے لئے طلب ہوئی ہے بصورت عدم ادخال ضمانت ایک سال قید سخت کا حکم ہوا۔

شیخ عبدالعزیز صاحب دہلی سے اطلاع دیتے ہیں کہ گذشتہ رمضان میں ان کی اہلیہ صاحبہ کا دہلی میں انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون احباب سے درخواست ہے کہ وہ مرحومہ کے لئے دعا مغفرت کریں اللہ تعالیٰ شیخ صاحب اور ان کے خورد سال بچوں کو ناقابل برداشت صدمات سے محفوظ رکھے۔

ہمارے دوست عزیز اللہ صاحب مدراس سے اپنی مساعی کے متعلق اور روزانہ اخبار نوجوان کی مدد کے لئے احباب سے اپیل کی ہے اسی اشاعت میں ان کی اپیل کسی دوسری جگہ درج ہے احباب اس نوجوان کی ضرور امداد کریں۔

جناب ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب سیام پہنچ چکے ہیں کہ جہاں انہوں نے اپنے تبلیغی مشن کا کام شروع کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔

قومی ضیافت

ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن لاہور کے زیر اہتمام عید الفطر کے موقع احمدیہ بلڈنگ میں بروز اتوار مورخہ ۲۲ فروری تمام احمدی بھائیوں کی ایک ضیافت کی گئی جس میں مقامی جماعت کے تمام اصحاب کے علاوہ بیرونجات کے چند معزز مہمان بھی شامل تھے۔ یہ ضیافت اپنی نوعیت کے لحاظ سے پہلی ضیافت تھی۔ انتظام معقول تھا۔ اسلامی اخوت کا صحیح منظر اسی وقت نظر آتا ہے جب امیر و غریب چھوٹے بڑے ایک ہی جگہ بیٹھ کر ایک ہی دسترخوان پر کھاتے ہیں مسلمانوں میں مساوات کا یہ رنگ بڑی خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے جس کے بغیر ہم واقعی سچے مسلمان نہیں کہلا سکتے نہ صرف یہ کہ ہماری قومی روایات زندہ ہوتی ہیں اور ایسی دعوتوں سے اخوت اور محبت زیادہ بڑھتی ہے۔ بلکہ ایسے موقعوں پر ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے رنجش ہونے کے باوجود جب وہ اکٹھا کھاتے ہیں تو ان کی رنجش دور ہو جاتی ہے۔ ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن اس مفید تجویز کو ایک مستقل رنگ دینا چاہتی ہے یعنی ہر سال ایک یا دو دفعہ تمام جماعت ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا کرے ہمیں امید ہے کہ ہمارے بیرونجات کے احباب اس مثال سے فائدہ اٹھا کر آپس میں رابطہ اتحاد بڑھانے کی خاطر اس کا انعقاد کیا کریں گے

احباب توجہ فرمائیں

علی محمد ولد نور الدین قوم مغل سکنہ چک سادہ برادر حافظ محمد حسین بوٹ مرچنٹ گجرات موٹر ڈرائیوری کا کام اچھی طرح جانتے ہیں بھائی کو ان خدمت کی ضرورت ہو تو خط و کتابت حافظ محمد حسین بوٹ مرچنٹ سے کرے یہ ہر دو صاحب احمدی ہیں۔

پیغام صلح میں اشتہار دینا کلید کامیابی ہے

احمدی برادران کی خدمت میں التماس

فہرست ممبران جماعت دیکھنے سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بہت سے احباب اخبار پیغام صلح کے خریدار نہیں ہیں۔ اور اس طرح اس کے نیک اثرات سے محروم رہتے ہیں۔ جو ہمیں بہت شاق گذر رہا ہے۔ اس لئے تجویز کی گئی ہے۔ کہ آئندہ کے لئے ہر احمدی اخبار کو خریدے اور تمام احباب کو اس کے لئے مجبور کیا جائے۔ تاکہ اس کے مطالعہ سے وہ قومی حالات سے آگاہ رہیں اور قومی تحریکات میں حصہ لے سکیں ان سب احباب کی خدمت میں جن کے نام اخبار جاتا ہے عرض ہے کہ وہ اس کی قیمت مبلغ چھ روپیہ سالانہ خود بخود بھیج دیں اور انجمن کو خط و کتابت کے اخراجات سے بچا کر عنداللہ ماجور ہوں جہاں دیگر جسمانی ضروریات کے لئے اخراجات مہیا کئے جاتے ہیں۔ وہاں اس روحانی غذا کے لئے ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ کم از کم آٹھ آنہ ماہوار ضرور خرچ کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ یہ سمجھ لے کہ اس کی روح قومیت کے شیرازہ سے بمراحل دور ہے۔

(خاکسار سید محمد حسین افسر اخبارات)

ایک قابل تقلید مثال

جناب چوہدری فضل داد صاحب کیمپ کلرک کواپریٹو سوسائٹیز گجرات ہماری جماعت کے ایک نہایت پرجوش باہمت اور مخلص ممبر ہیں۔ آپ دیگر تبلیغی و اصلاحی امور کے علاوہ پیغام صلح کی توسیع اشاعت کے لئے بھی ہمیشہ ساعی رہتے ہیں۔ اور ہر سال اپنی مسلسل دوڑ دھوپ کوشش سے خریداروں کی ایک معقول تعداد فراہم کر دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے وہ بسلسلہ ملازمت ضلع گجرات میں مقیم ہیں انہوں نے خود لکھ کر ضلع گجرات کے خریدار صاحبان کی فہرست منگوائی ہے تاکہ جو احباب خریدار نہیں ان کو خریدار بنایا جائے یہ ایک قابل قدر اور قابل تقلید مثال ہے۔ کاش دیگر احباب بھی چوہدری صاحب موصوف کی پیروی کریں۔ اور اپنے ضلع کی فہرستیں ہم سے طلب کریں۔ اور جو خریدار پیغام صلح نہ ہوں ان کو مجبور کریں۔ کہ وہ خریدار بنیں ہر ایک شخص اپنا ایک حلقہ اثر رکھتا ہے۔ اور کوشش سے وہ ضرور چند خریدار فراہم کر سکتا ہے۔ ہم تمام احباب سے پرزور درخواست کریں گے کہ وہ مذکورہ بالا نیک مثال کی پیروی کرتے ہوئے اخبار کی توسیع اشاعت کی کوشش کریں۔ عندالطلب ان کو ان کے ضلع یا شہر کی فہرست خریداران اور نمونہ کے پرچے ارسال کر دیئے جائیں گے مضامین اور ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے پیغام صلح پہلے سے بہتر نکل رہا ہے ماہوار ایڈیشن کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا ہے جس کے اخراجات میں کافی اضافہ ہو گیا ہے ضرورت ہے۔ کہ احباب بھی اپنے فرض کو ادا کریں جس کی طرف ان کو اس سے قبل کئی مرتبہ توجہ دلائی جا چکی ہے +

(خاکسار سید محمد حسین افسر اخبارات)

ماہوار ایڈیشن کے متعلق ضروری اطلاع

جن اصحاب کو ماہوار ایڈیشن کے زائد پرچے اپنے طور پر ارسال کئے گئے ہیں وہ ازراہ کرم ان کی قیمت جلد ارسال فرما دیں۔ ایسے تمام احباب کو قیمت اور محصول ڈاک کی اطلاع بذریعہ خطوط دی جا چکی ہے۔ اگر کسی صاحب کی خدمت میں اطلاعی کارڈ پہنچا ہو اور پرچے نہ پہنچے ہوں تو وہ بواپسی مطلع فرمائیں تاکہ مناسب تحقیق کی جائے۔ ہم نے تمام فرمائشوں کی تعمیل نہایت احتیاط سے کی ہے۔ اور تمام بنڈلوں کی رسید ڈاک خانہ سے حاصل کر لی ہے۔ ماہوار ایڈیشن کی قیمت لاگت کے بالکل قریب قریب بلکہ اس سے بھی کچھ کم رکھی گئی ہے امید ہے کہ اس کی قیمت وصول کرنے کیلئے ہمیں بار بار یاد دہانی کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔

خاکسار۔ مینیجر

ایک ضروری اعلان

(۱) مجلس معتمدین نے ممبران انجمن کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک مجلس مشاورت سال میں ایک یا بار حسب ضرورت زیادہ دفعہ منعقد کئے جانے کی منظوری دی ہے۔

(۲) ہر ایک ممبر انجمن کو حق حاصل ہے کہ اس مجلس میں پیش کرنے کے لئے تجاویز بھیجے جو مجلس منتظمہ کی منظوری کے بعد مجلس مشاورت میں پیش ہوں گے۔

(۳) یہ تجاویز معمولی رنگ میں ہونی چاہئیں جن کا اثر قوم کی سود و بہبود پر پڑے

(۴) مجلس مشاورت کا انعقاد مجلس منتظمہ کی منظوری سے لاہور سے باہر بھی ہو سکے گا۔

(۵) مجلس مشاورت میں ذیل کے احباب شریک ہو سکیں گے

ا - ہر وہ شخص جس نے کوئی تجویز بھیجی ہو۔

ب تمام ممبران مجلس معتمدین۔

ج ہر شاخ انجمن کا سیکرٹری اور پریزیڈنٹ۔

د ہر ایسا شخص جسے مجلس منتظمہ یا وہ شاخ نامزد کرے جسے ایسا کرنے کا مجلس منتظمہ نے حق دیا ہو۔

۶ مجلس مشاورت کی تاریخ انعقاد کا نوٹس اخبار پیغام صلح میں دو ہفتے پہلے شائع ہوگا جس میں تمام تجاویز کا مجملاً ذکر کر دیا جائیگا

چونکہ اس دفعہ مجلس مشاورت کا انعقاد ماہ اپریل ۱۹۳۱ء کے آخر ہونا قرار دیا ہے جو صاحب کوئی تجویز بھیجنی چاہیں وہ فوراً دفتر سیکرٹری میں بھیج دیں تاکہ باقاعدہ مجلس منتظمہ کی منظوری لے کر اخبار میں شائع کی جائیں۔

مبارک مبارک مبارک

اخویم قاری نور الدین صاحب کشمیری سرینگر کے ہاں اللہ تعالیٰ نے ۱۴ فروری ۱۹۳۱ء مطابق ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ ۵ پھاگن ۱۹۸۷ بکرمی بروز دوشنبہ بوقت صبح نو بجکر پچیس منٹ پر فرزند عطا فرمایا ہے۔ مولود مسعود کا نام عبدالحی رکھا گیا۔ جملہ احباب اسکی صحت تندرستی و عمر درازی کیلئے دعا فرماویں۔ اس خوشی کی تقریب پر قاری صاحب کا ترجمہ تفسیر یعنی کشمیری تفسیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ — ۱۶ شوال ۱۳۴۹ ہجری — نمبر ۱۴

خطبہ عید الفطر

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ (مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۳۱ء)

رمضان ہمیں حکومت کرنا سکھاتا ہے

آیات۔ ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر علیٰ شیٔ ومن رزقنٰہ منا رزقاً حسناً فھو ینفق منہ سراً وجھراً ھل یستوٗن۔ الحمد للہ۔ بل اکثرھم لا یعلمون ○ وضرب اللہ مثلاً رجلین احدھما ابکم لا یقدر علیٰ شیٔ وھو کلٌّ علیٰ مولٰہ اینما یوجھہ لا یات بخیر ھل یستوی ھو ومن یأمر بالعدل وھو علیٰ صراطٍ مستقیم (النحل) پڑھکر فرمایا دو باتیں کو سب لوگ جانتے ہیں ایک تو یہ کہ آج کوئی خوشی کا دن یا عید کا دن ہے دوسری کہ یہ دن ۳۰ دن مشقت کے گذارنے کے بعد آیا ہے۔ ۳۰ دن روزہ رکھنے کے بعد یہ خوشی کا دن ہے لیکن آج کے دن خوشی کس بات کی ہے دو چیزیں ہیں جن سے انسان کو حقیقی خوشی ہوتی ہے۔ ایک تو یہ جب انسان کسی مصیبت سے نکل جائے تو اس کو راحت پہنچتی ہے کہ الحمد للہ وہ دکھ اور تکلیف سے باہر نکل گیا دوسری یہ کہ جب اس کو کوئی آرام نفع یا راحت پہنچے ان دو کے علاوہ اور کوئی تیسری چیز نہیں کہ جس سے انسان کو خوشی میسر آئے یہ انسان کی فطرت ہے کہ اسے دکھ سے چھٹکارا یا کوئی نفع پہنچانے والی چیز میسر آئے تو اس سے اس کو خوشی ہوتی ہے۔ آج خوشی کا دن ہے لیکن آیا اس لئے کہ آج مہینہ بھر کے روزوں سے چھٹکارا پایا۔ رات کو بے وقت اٹھنا۔ سارا دن بھوکا اور پیاسا رہنا اور رات کو خدا کے حضور کھڑا ہونا کیا یہ ایک ایسی تکلیف نہیں جس سے نکلنے پر انسان کو خوشی ہو سکے۔ بلاشبہ یہ ایک مشقت تو ہے لیکن اس مشقت میں ایک راحت بھی تھی ورنہ اپنی خوشی سے اسے کیوں اختیار کیا جاتا۔ یہ مشقت کوئی جبری مصیبت نہ تھی کہ کسی نے اس کے لئے مجبور کر دیا ہو بلکہ اپنی اختیار کی چیز تھی۔ یہ تیس دن کے روزے اپنی مرضی سے ہی رکھنے اختیار کئے تھے مجبور کرنیوالا کوئی نہیں اگر مجبوری ہوتی تو البتہ اس سے چھٹکارا حاصل کر کے خوشی ہوتی۔ پس ظاہر ہے کہ ہماری عید کی خوشی کی وجہ یہ تو نہیں ہو سکتی کہ ہم کسی مصیبت سے باہر نکل آئے ہیں لیکن اگر یہ سمجھتے ہو کہ مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر کے خوشی نہیں ہوئی تو پھر حقیقی خوشی تو ہو سکتی ہے کہ ہمیں تیس دن روزے رکھ کر فی الواقع کوئی نفع پہنچا ہے۔ جب تک اس نفع کا احساس طبیعت پر نہ ہو عید کی اصلی خوشی کو ہم نہیں پا سکتے یہ سچ ہے کہ

ایک خوشی تو اس بات کی ہے

کہ ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں یقیناً اجتماع بھی بہت بڑی خوشی اور راحت کا موجب ہے آج کے دن کو یوم العیدین کہا گیا ہے یعنی دو عیدوں کا دن کیونکہ ایک آج عید ہے اور ایک جمعہ کا دن ہے اور جمعہ کو بھی اجتماع کی وجہ سے یوم العید کہا گیا ہے کیونکہ جہاں اجتماع ہوتا ہے وہاں طبیعت کو راحت پہنچتی ہے لیکن کیا اجتماع کے سوائے اور بھی کوئی راحت کا سامان ہمیں ملا ہے کیونکہ اجتماع تو محض ایک آدھ گھڑی کی بات ہے مگر عید کی راحت دیرپا ہونی چاہیئے۔ اگر آج محض اجتماع کی وجہ سے ہمیں خوشی ہوئی ہے تو پھر یہ ظاہری خوشی کا صرف ایک دن ہے جو آج کے بعد ختم ہو جائے گی لیکن اگر حقیقی خوشی اور راحت چاہتے ہو تو دل کو محسوس کرنا چاہیئے کہ وہ کون سا فائدہ پہنچا ہے یا ہم نے مہینہ بھر روزے رکھ کر کونسا فائدہ اٹھایا ہے۔ روزوں سے کیا فائدہ ہے اس فائدہ کو رمضان کے خطبوں میں بیان کر چکا ہوں اسکے علاوہ ایک حقیقی اور دیرپا فائدہ روزوں سے یہ بھی پہنچا ہے کہ رمضان ہمیں حکومت کرنا سکھاتا ہے اور حکومت ایک ایسی اعلیٰ چیز ہے کہ اس سے بڑھکر اور کوئی دنیا میں اعلیٰ چیز نہیں۔ ظاہری حکومت کا نشہ بھی بہت بڑا نشہ ہوتا ہے کہ جس کے لئے انسان سب کچھ کر گذرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے کس قدر قربانیاں کی جاتی ہیں شاید اور کسی مقصد کے لئے اسقدر قربانیاں نہ کی جاتی ہوں گی

رمضان ہمیں کس طرح حکومت کرنا سکھاتا ہے

اگرچہ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن وہ بڑی باتوں کی بنیاد ہیں سب سے پہلے تو نیند پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ نیند ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کو کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑتی جب آتی ہے تو انسان کو مردے کی طرح لٹا دیتی ہے مگر اللہ تعالےٰ نے روزہ میں مسلمان کے لئے یہ سامان رکھ دیا ہے کہ وہ نیند پر حکومت کرنا سیکھے۔ اس لئے کہ وہ ہر چیز پر حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے اسی طرح سے بھوک کہ جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے اور پیٹ کے لئے انسان کیا کچھ نہیں کرتا اس پر بھی حکومت روزے کے ذریعہ سے سکھائی ہے۔ پھر پیاس پر حکومت کرنا بھی سکھایا۔ اور جذبات پر حکومت کی مشق بھی کرائی یہ تعلیم ہے جو روزہ کے ذریعہ سے انسان کو دی ہے اور بتانا چاہتا ہے کہ اس کو حکومت کرنے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے یہاں تک اس کو عام حکومت کے علاوہ اپنے جذبات پر بھی حکومت کرنا سکھایا ہے اور یہ حکومت ہر ایک قسم کی حکومت سے مشکل ہے اور کسی چیز پر حکومت کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا اپنے جذبات پر حکومت کرنا پس روزوں کے ذریعہ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انسان حکومت کے لئے پیدا کیا گیا ہے غلام بننے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا یہ ایک بہت بڑا سبق ہے جو انسان کو دیا گیا ہے اس سے جس نے فائدہ اٹھایا وہ دنیا میں کامیاب ہو گیا۔ ایک شخص ادنیٰ حالت میں پیدا ہوتا ہے مگر

وہ اپنے بلند ارادہ اور خیال سے

کس قدر ترقی کر جاتا ہے اس کے لئے تاریخ کو دیکھو تو اس میں ہزاروں مثالیں اس قسم کی ملتی ہیں کہ کس طرح سے ایک شخص خستہ حالت میں پیدا ہوتا ہے مگر اس راز کو سمجھ کر کہ وہ حکومت کے لئے پیدا ہوا ہے کس قدر بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ ابھی میں نے ایک شخص کا قصہ پڑھا ہے کہ اس کے پاس ابتدا میں صرف چند مرلے زمین تھی یتیم رہ گیا تھا مگر اپنی لگاتار محنت سے امریکہ کا پریزیڈنٹ بن گیا وہ اپنی ایک تقریر میں اپنی اس کامیابی کا راز یوں بتاتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص ایک جرنیل اعظم ہے وہ خواہ کتنا ہی ادنیٰ کیوں نہ ہو اس کو یہ سیکھنا چاہیئے کہ وہ اردگرد پر حکومت کرنا سیکھے۔ مسلمانوں کی یہ کس قدر بدقسمتی ہے کہ انہوں نے اعلیٰ جواہر کو بھلا دیا ہے کہ جو ترقی کے لئے ان کو دیئے گئے تھے یہی باتیں جب وہ انگریزی کتابوں میں پڑھتے ہیں تو ان پر فدا ہو جاتے ہیں اور قابل عمل سمجھتے ہیں لیکن انہی کو قرآن کریم اور حدیث میں نہایت اعلیٰ رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں موجود ہے کلکم راعٍ وکلکم مسئول عن رعیتہٖ۔

ہر ایک تم میں سے حاکم ہے

اور وہ اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا تو جرنیل کیا یہاں ہر انسان کو یہ بتایا ہے کہ وہ بادشاہ ہے اور کوئی نہ کوئی چیز اسے حکومت کے لئے دی گئی ہے عورت کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی اپنے گھر میں ایک بادشاہ ہے۔ قرآن کریم نے بھی انسان کے بلند مرتبہ کے متعلق بڑا بھاری انکشاف کیا ہے اور انسان کو خلیفۃ اللہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات تو بدون وحی معلوم ہو ہی نہ سکتی تھیں مگر حق یہ ہے کہ

انسان کے مرتبہ کو بھی قرآن شریف نے ہی دنیا پر ظاہر کیا ہی

اسلام سے پیشتر غیر مذاہب نے انسان کو کتنا ذلیل سمجھا تھا۔ ہندوؤں کے ہاں انسان گذشتہ جنم کے گناہوں کی زنجیر میں جکڑا ہوا آتا ہے ہر شخص جو پیدا ہوتا ہے وہ گناہوں کی پاداش میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ عیسائیوں کے ہاں بھی کوئی انسان کا بچہ بے گناہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسلام کا کمال یہ ہے کہ اس نے ان تمام مذاہب کے خلاف یہ بتایا کہ ایک مسلمان کا بچہ ہی نہیں بلکہ عیسائی یہودی اور ہندو مجوسی ہر ایک کا بچہ فطرۃ سلیمہ پر اور بے گناہ پیدا ہوتا ہے اور نیک پیدا ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا کل مولودٍ یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ ہر ایک بچہ بے گناہ اور فطرتاً نیک پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا لیتے ہیں نصرانی بنا لیتے ہیں یا مجوسی ہندو بنا لیتے ہیں۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنا ایک رویا بیان فرمایا ہے

کہ میں نے ایک بزرگ کو جنت میں دیکھا اس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے بچے جمع ہیں۔ فرشتہ نے کہا کہ یہ بزرگ جو نظر آتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور یہ بچے جو اس کے اردگرد

جمع ہیں اولاد الناس ہیں یہاں لوگوں کے بچے کہا ہے مسلمانوں کے نہیں کہا اس میں مشرکوں یہودیوں عیسائیوں اور ہندوؤں کے سب بچے شامل ہیں۔ گویا جو بچے نابالغی کی حالت میں فوت ہو جائیں وہ سب جنتی ہیں خواہ وہ مسلمانوں کے ہوں یا غیر مسلموں کے یہ سب سے پہلا احسان ہے کہ جو قرآن کریم نے انسان پر کیا کہ اس کو اس ذلت کی حالت سے باہر نکالا اس کے بعد فرمایا اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ کہ میں زمین میں ایک حکمران پیدا کرنے والا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کسی کا بھی محکوم نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان ایک کا محکوم اور باقی سب کا حاکم ہوگا اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ میں ایک خلیفہ بادشاہ اور حاکم بنانے والا ہوں کہ جو خدا کے آگے تو جھکے اور باقی سب پر حکومت کرے۔ ان دونوں آیات میں بھی کہ جن کو میں نے شروع میں پڑھا ہے اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے فرمایا ضرب اللہ مثلاً اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے عبداً مملوکاً لا یقدر علیٰ شئ ایک مملوک بندہ کی کہ جو حاکم نہیں اور نہ اس کو کسی قسم کا اختیار ہے ومن رزقناہ منا رزقاً حسناً فھو ینفق منہ سراً وجھراً۔ اور ایک اور شخص ہے کہ جس کو ہم نے رزق حسنہ عطا کیا ہے پھر وہ اس مال میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے ھل یستوٗن کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں۔ عبد مملوک اور حاکم۔ محکوم اور مالک دونوں برابر نہیں ان میں سے حاکم کون ہے اور محکوم کون ہے وہ شخص جو حسب دلخواہ خرچ کرتا ہے جو کچھ اس کو ملا ہے اس کو خرچ کرتا ہے وہ تو حاکم ہے

خرچ کرنے والے کو حاکم کیوں کہا

اس لئے کہ دنیا میں ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں کہ ان کے پاس مال و دولت کے خزانے ہیں لیکن وہ اس پر کوئی اختیار نہیں رکھتے بلکہ اس معاملے میں گویا بے دست و پا ہیں وہ اپنے مال کے مالک نہیں کیونکہ اگر وہ مالک ہوتے تو خرچ کیوں نہ کر سکتے وہ لوگ دولت کے غلام اور اس کے مملوک ہیں وہ چونکہ خرچ نہیں کرتے اس لئے گویا وہ اس کے حاکم نہیں رہے بلکہ محکوم ہو گئے ہیں بل اکثرھم لا یعلمون مگر اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مالک ہیں لیکن فی الحقیقت وہ مالک نہیں مملوک ہیں۔

ان دو شخصوں کی مثال کے علاوہ

دو اور شخصوں کی مثال بھی بیان فرمائی وضرب اللہ مثلاً رجلین احدھما ابکم لا یقدر علیٰ شئ اللہ تعالیٰ دو شخصوں کی مثال بیان کرتا ہے ان میں سے ایک ابکم یعنی گونگا ہے لا یقدر علیٰ شئ کسی شے پر اس کو قدرت حاصل نہیں وھو کل علیٰ مولاہ اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے مملوک ہے مگر مملوک بھی وہ کہ جو اپنے مالک پر بوجھ ہے۔ انسان کبھی دوسرے کا غلام بھی ہو جاتا ہے مگر وہ غلام کہ جو اپنے مالک پر بوجھ ہو وہ بدترین غلام ہے این ما یوجھہ لا یات بخیر جہاں کہیں بھی اس کو بھیجا جائے کوئی اچھا کام کر کے نہیں آتا۔ ھل یستوی ھو ومن یامر بالعدل وھو علیٰ صراط مستقیم کیا وہ برابر ہے اس کے جو انصاف کے ساتھ حکومت کرتا ہے اور وہ صراط مستقیم پر ہے۔ بعض احادیث کو پڑھ کر بڑا لطف آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

قرآن کا کس قدر باریک فہم دیا گیا تھا

آج ہی ان دونوں آیات کو پڑھتے ہوئے ایک حدیث یاد آ گئی۔ فرمایا لا حسد الا فی اثنین رجل آتاہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا ورجل آتاہ اللہ مالاً فسلطہ علیٰ ھلکتہ فی الحق۔ رشک کے قابل دو ہی شخص ہیں ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت اور دانائی عطا کی ہو اسے عمل میں لاتا ہو اور وہ اسے دوسروں کو سکھاتا ہو یا کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس پر یہ قدرت رکھتا ہو کہ اس کو کار خیر میں خرچ کرے۔ پہلا علم والا اور دوسرا مال والا کہ جو اس کو خرچ کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی دونوں آیات میں بھی پہلی میں مال کے اور دوسری میں علم کے خرچ کرنے کا ذکر ہے۔ جو لوگ مال کو خرچ نہیں کرتے وہ مال کے مملوک ہیں مگر وہ لوگ جو علم کو خرچ نہیں کرتے وہ بھی علم کے محکوم ہیں۔ دوسروں کے بالمقابل عاجز اور ناکارہ ہیں یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے ہیں۔ ایک گروہ کے متعلق فرمایا فھو ینفق منہ سراً وجھراً وہ ظاہر اور پوشیدہ خرچ کرتا ہے۔ دوسرے کے متعلق فرمایا کہ وہ علم کو خرچ کرتا ہے خود اس پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے وھو یامر بالعدل سے ظاہر ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا ہے۔ پیدائش کے لحاظ سے تو کسی کو بھی محکوم پیدا نہیں کیا مرد ہو عورت ہو۔ انسان کو قرآن کریم کا

یہ سبق یاد رکھنا چاہئے کہ وہ حاکم ہے

محکوم نہیں پیدا کیا گیا۔ مسلمانوں کو روزہ بھی یہی سبق سکھاتا ہے کہ تم حاکم ہو محکوم نہیں ہو۔ میں رمضان کے خطبات میں بتا چکا ہوں کہ روزے تمہیں کس طرح سے حکومت کرنا سکھاتے ہیں۔ اگر تم نے اس پر عمل کیا اور اپنی عملی زندگی میں لا کر دکھا دیا تو تم نے روزوں سے فی الواقع فائدہ اٹھایا۔ روزوں نے تمہیں پیٹ پر حکومت کرنا سکھایا مگر تم اس کے پھر محکوم بن جاتے ہو آرام اور آسائش پر بھی حکومت کرنا سکھایا کہ جب تم حی علی الصلوٰۃ کی آواز سنو اپنے آرام کو چھوڑ کر نماز کی طرف آ جاؤ۔ اگر تم اس وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہو تو تم نے اس پر حکومت کرنا سیکھ لی ورنہ تم اس کے محکوم ہو گئے اسی طرح سے روزوں نے تمہیں جذبات پر بھی حکومت کرنا سکھایا تھا۔ اگر تم اس پر حکومت کرنا سیکھ گئے تو تم ان پر حاکم ہو ورنہ تم جذبات کے غلام ہو مسلمانوں کی حالت آج کل بہت خراب ہے وہ روزے تو شاید رکھتے ہیں مگر روزوں سے جو سبق حاصل کرنا چاہئے وہ نہیں حاصل کرتے اس لئے ان کی حالت کل علیٰ مولاہ تک پہنچ گئی ہے کہ وہ نہ صرف غلام ہیں بلکہ ایسے غلام ہیں کہ جو اپنے مالک پر بھی بوجھ ہو جن کو وہ اپنے آقا سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ تو انگریز ہی مسلمانوں کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہندو بلکہ وہ ھو کل علیٰ مولاہ یعنی اپنے مالک کے لئے بھی بوجھ ہونے کے مصداق ہو رہے ہیں۔ کوئی خبر نہیں پوچھتا اخباروں کو پڑھ کر دیکھو کہ اس قوم کی حالت کہاں تک پہنچ چکی ہے۔ غیروں کی حکومت کے علاوہ اپنی خواہشات کے بھی غلام ہو چکے ہیں۔ یہ جسمانی طور پر محکوم ہو کر بھی حاکم بن سکتے تھے مگر افسوس ہے کہ ان کے اپنے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں اور ہر طرف سے دھکے کھا رہے ہیں یہ ایک مسلم بات تھی کہ مسلمانوں میں شجاعت اور بہادری ایسی ہے کہ وہ جنگی خدمات بہترین ادا کر سکتے ہیں مگر اب وہ فوج کے قابل بھی نہیں سمجھے جاتے۔ ابھی جو تیرہ نوجوان فوجی تعلیم کے لئے چنے گئے ہیں ان میں سے صرف ایک مسلمان ہے۔ مسلمانوں کی حالت بہت تھوڑے عرصہ میں یہاں تک پہنچ گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

ان کے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں رہی

جب تک کوئی آپ اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش نہیں کرتا اس وقت تک اس کی حالت بدل نہیں سکتی۔ جہاں مسلمانوں کی سلطنتیں تھیں وہاں اب یہودی مسلمانوں پر غالب ہو گئے ہیں۔ فلسطین میں یہاں تک حالت گر گئی ہے کہ وہاں مسلمان اپنے بچے تک بیچ کر گزارہ کرتے ہیں اور دن بدن دوسروں کے غلام ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ باتیں تو بہت سی کہنے والی تھیں مگر آج چونکہ جمعہ ہے دوبارہ بھی لوگوں نے مسجد میں جمع ہونا ہے اس لئے میں زیادہ آپ لوگوں کو نہیں روکتا صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں

تم ایک ایسی قوم ہو جسکو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ عقائد پر کھڑا کر دیا ہے

مگر جب تک تم میں کام کی قابلیت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک یہ تمہارا صرف منہ کا دعویٰ ہوگا۔ قومیں بغیر روپیہ اور سرمایہ کے نہیں بنتیں۔ جتنا روپیہ تمہارے گھروں میں پڑا ہے وہ قوم کا مال نہیں قوم کا مال وہی کہلا سکتا ہے کہ جو قوم کے بیت المال میں موجود ہو۔ اس وقت میں قومی بیت المال کے لئے آپ لوگوں کے سامنے ایک چھوٹی سی تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم قومی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے

ایک نئے مستقل فنڈ کی بنیاد رکھیں

اس وقت میں دس دس دن کی آمد کا ذکر نہیں کرتا وہ تو ایک الگ مطالبہ ہے البتہ یہ ایک ایسی تجویز ہے کہ آپ پر بوجھ بھی نہ ہو اور قوم بھی بن جائے۔ قوم کے ہر مرد عورت اور بچہ سے مستقل فنڈ کے لئے صرف **ایک آنہ** کا مطالبہ ہے۔ ایک آنہ کی وقعت ہی کتنی ہوتی ہے لیکن اگر مرد عورت اور بچہ اس کے ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو صرف دس سال میں اس سے **پچاس ہزار (۵۰۰۰۰)** روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ پھر آپ اس کے ساتھ مشن کھولیں کالج بنائیں جو چاہیں کریں لیکن ہر شخص اس کے ادا کرنے کے لئے پختہ عہد کرے مگر یہ ایک آنہ اس چندہ کے علاوہ ہوگا کہ جو آپ ماہوار ادا کرتے ہیں اس سے دینے والوں پر کوئی زائد بوجھ بھی نہیں پڑے گا جو شخص ایک روپیہ ماہوار دیتا ہے اس کو ایک روپیہ ایک آنہ (عہ/) دینا پڑے گا۔ جو شخص دو روپیہ دیتا ہے اس کو دو روپیہ ایک آنہ (عہ/۲) دینا ہوگا۔ ایک عورت بھی گھر کے خرچ سے ا/ آسانی سے ہر ماہ نکال سکتی ہے۔ ایک طالب علم اپنی مدرسہ کی فیس کے ساتھ ایک آنہ کو بوجھ کے طور پر محسوس نہیں کرے گا۔ ایک دفعہ یہ سب لوگ صرف عزم کر لیں تو ان ایک ایک آنے سے قوم کا خزانہ بھر سکتا ہے۔ یہ آنہ مستقل طور پر جمع ہوتا چلا جائیگا۔ اس کو ہم ایک عرصہ تک کسی جگہ خرچ نہیں کریں گے اس کے لئے میں چاہتا ہوں کہ علاوہ اپنی جماعت میں اسے عام کرنے کے دوسرے مسلمان بھائیوں سے بھی یہ ایک آنہ وصول کرنے کی کوشش کی جائے جو لوگ میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں وہ ایک سو کاپی اس ایک آنہ فنڈ کی لیں اور سال بھر میں مجھے جمع کر کے دیدیں باقی انجمن کے چندہ سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا وہ چندہ انجمن جانے اور آپ جانیں مگر یہ ایک آنہ فی کس میں آپ سے لوں گا

ایک آنہ فی کس سے میری مراد نہیں

کہ ہر شخص ایک ہی آنہ ماہوار دے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ اپنے آپ کو سولہ آدمیوں کے برابر سمجھ کر ایک روپیہ ماہوار بھی دے سکتے ہیں۔ اس ایک آنہ سے انشاء اللہ تعالیٰ میں زندہ رہا تو آپ کی انجمن کو دس سال میں پچاس ہزار روپیہ جمع کر دوں گا اگر مر گیا تو خیر میں نے اس کی بنیاد تو رکھ دی ہے اور میں نے بتا دیا ہے کہ قوم بنانا چاہتے ہو تو ایک آنہ سے بھی بن سکتے ہو ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے اپنے سترہ سال ضائع کر دیئے۔ اگر ابتدا سے یہ تجویز کی جاتی تو اس وقت تک ایک معقول رقم قومی خزانہ میں جمع ہو جاتی ہر فرد کے پاس اگر بظاہر کچھ حیثیت نہیں رکھتا لیکن یہی ایک قومی حیثیت اختیار کر کے قوم کی قوت کا موجب ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ سب احباب اس میں فوراً شامل ہو کر اسے کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔

کُن فیکون

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

ولادت مسیح پر جو رسالہ میری طرف سے نکلا تو بعض مقامات پر ملا اون اس نے تلاطم بپا کر دیا۔ لے دے کر اس آیت پر بڑا زور دیا گیا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہٗ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون۔ کہ خدا فرماتا ہے عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی مانند ہے۔ خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر کہا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ مولوی لوگوں کا زور اس بات پر پڑا ہے کہ کہا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ وہ بن باپ تھے۔ میرے ایک دوست مجھے لکھتے ہیں کہ کن فیکون کچھ نہیں کہنے دیتا۔ ملا کو تنکے کا سہارا اگر ہے تو اس پر ہے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ کن فیکون پر کچھ تھوڑا سا عرض کر دوں۔

کن فیکون کے معنے ہیں ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ عام طور پر معنے یوں سمجھے جاتے ہیں کہ "کہا ہو جا پس وہ فوراً ہو گیا"۔ یہ معنے قطعی غلط ہیں۔ کسی لفظ کے معنے نہیں کہ "پس وہ فوراً ہو گیا"۔ یہاں فکان تو نہیں فیکون ہے۔ جس کے معنے ہیں "پس وہ ہو جاتا ہے"۔ خواہ وہ فوراً ہو جائے یا رفتہ رفتہ بتدریج ہو جائے۔ مطلب یہ کہ وہ ضرور ہو جاتا ہے یہ ممکن نہیں کہ وہ نہ ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے (۱) کہ خدا سچ مچ منہ سے اور آواز سے کہا کرتا ہے کُن تب وہ چیز عدم سے معرض ظہور میں آتی ہے یا محض ارادۂ الٰہی حرکت میں آتا ہے (۲) دوم کیا حکم کُن مخلوق کی پیدائش کے ساتھ ہی وابستہ ہے یا ہر ایک حالت جو انسان یا کسی ذرہ پر وارد ہوتی ہے وہ سب کُن کے حکم کے نیچے ہی ہوتی ہے۔

(۱) یہ کہنا کہ خدا منہ سے کُن کُن کرتا جاتا ہے اور مخلوق ظہور پذیر ہوتی جاتی ہے۔ صریح عدم معرفت الٰہی کی دلیل ہے۔ کُن جس کے معنے ہیں "ہو جا" وہ محض ارادہ الٰہی کے حرکت میں آنے کا دوسرا نام ہے اس کا مطلب تو فقط اس قدر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کے وجود میں لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کو معرض وجود میں آنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ ارادۂ الٰہی کے ساتھ ہی وہ چیز ظہور میں آنے لگتی ہے اور آخرکار وجود میں آ کر رہتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ آتا ہے فعال لما یرید۔ اللہ تعالیٰ جو ارادہ کرتا ہے کر کے رہتا ہے۔ گویا یہ کُن زبان قال سے نہیں بلکہ زبان حال یا زبان فعل سے ہوا کرتا ہے اس چیز کو مخاطب کر کے کہنا جس نے ابھی پیدا ہونا ہے کہ "ہو جا" ظاہر کرتا ہے کہ درحقیقت مراد اس سے اس قدر ہے کہ ارادہ الٰہی نے اس چیز کو وجود میں لانے کے لئے حرکت کی۔ یہ اور بات ہے کہ ارادۂ الٰہی اسے فوراً پیدا کر لے یا صفت ربوبیت کے ماتحت بتدریج پیدا کرے (جیسے ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ اسباب کے ساتھ پیدا کیا) یا محض عدم سے پیدا کرے یا پہلے کسی موجود چیز میں سے پیدا کرے

(۲) قرآن میں آتا ہے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ بے شک اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی چیز بھی جو ارادۂ الٰہی کے ماتحت دنیا میں ظہور پذیر ہوتی ہے وہ حکم کن کے ہی ماتحت ہوتی ہے۔ اگر کسی کی پیدائش ہوتی ہے یا اس پر موت وارد ہوتی ہے کوئی ترقی کرتا ہے یا تنزل کرتا ہے۔ غرضکہ جو کچھ بھی ارادۂ الٰہی کے ماتحت وقوع میں آتا ہے وہ حکم کن کے نیچے ہی آتا ہے۔ اگر دنیا کو عدم سے وجود میں لانا حکم کُن کا تقاضہ تھا۔ تو آسمان و زمین کی بتدریج پیدائش اور ہر ایک نئی حالت جو اس پر وارد ہوتی رہی سب حکم کن کے ماتحت تھی کیونکہ سب کچھ ارادۂ الٰہی سے ہی ظہور میں آیا بغیر ارادہ الٰہی کے ظہور پذیر ہونا ناممکن تھا۔ آسمانوں اور زمین کو چھ دور یا چھ مراتب میں بتدریج پیدا کیا جیسا کہ قرآن کریم فرماتا ہے خلق السموٰت والارض فی ستۃ ایام۔ پس اس تدریجی پیدائش میں جو بھی نئی چیز یا نئی حالت معرض وجود میں آئی وہ ظاہر ہے کہ ارادۂ الٰہی کے ماتحت ہی آئی یعنی حکم کُن کے ماتحت پیدا ہوئی۔ ہمارے علماء جو آدم کو مٹی سے براہ راست پیدا شدہ مانتے ہیں وہ بھی کُن فیکون سے یہی مراد لیتے ہیں کہ مٹی سے پیدا ہو گیا۔ اور مٹی سے پیدا ہونے کو بھی دو درجوں میں بالترتیب مانتے ہیں یعنی پہلے مٹی کا پتلا بنا پھر اس میں روح پھونکی گئی واذا سویتہٗ ونفخت فیہ من روحی کے وہ یہی معنے کرتے ہیں۔ یہی عدم سے یک بیک ایک مجسم زندہ آدمی کا وجود میں آ جانا تو وہ بھی نہیں مانتے۔ گو ہمارا ایمان ہے کہ خدا اگر ارادہ کرے تو وہ عدم سے یک بیک بھی ایک انسان کو فوراً معرض وجود میں لا سکتا ہے۔ بلکہ میرا مطلب فقط یہ ہے کہ کن فیکون کے مفہوم میں کسی چیز کے بتدریج وجود میں آنے اور رعایت اسباب کے ساتھ اس کے خلق ہونے کو ہمارے علماء بھی مانتے ہیں آخر آدم کی پیدائش کے متعلق جو ارادۂ الٰہی ہوا تو پہلے چھ دن میں زمین و آسمان بنائے گئے۔ مٹی بنائی گئی۔ پانی بنایا گیا۔ اس سے گارا بنایا گیا اس سے آدم کا پتلا بنا۔ پھر اس میں روح پھونکی گئی تب کہیں جا کر آدم بنا۔ تو آخر یہ سب کچھ بتدریج اور رعایت اسباب کے ساتھ ہوا۔ اور ایک آدم پر کیا موقوف ہے ہمارے علماء ہر چیز کے متعلق مانتے ہیں کہ وہ کُن فیکون کے ماتحت ہی پیدا ہوئی اور ہو رہی ہے اور آئندہ ہوگی مثلاً ہر ایک درخت۔ حیوان۔ انسان کن فیکون کے ماتحت ہی پیدا ہو رہا ہے۔ کیونکہ بغیر ارادۂ الٰہی کے تو کوئی چیز وجود میں آ سکتی نہیں پس ہر ایک چیز جو پیدا ہو رہی ہے اور ظاہر ہے کہ بتدریج اور اسباب کے ماتحت ہی پیدا ہو رہی ہے یہ سب کن فیکون کے ماتحت ہی پیدا ہو رہی ہے ہمارے علماء کو اس سے انکار نہیں پر تو حضرت مسیح کی ہی ایک شخصیت ایسی ہے کہ ان کے متعلق وہ سیدھی سی بات کو بھی جب تک انوکھی اور نرالی نہ بنا لیں اور اس میں کوئی خلاف عادت اللہ بات نہ پیدا کر لیں انہیں تسلی ہی نہیں ہوتی۔ دنیا کے کسی انسان۔ نبی حتٰی کہ سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق توفّی کا لفظ آئیگا وہ ہمیشہ معنے قبض روح یا موت کے کریں گے لیکن حضرت مسیح کے متعلق یہی لفظ توفّی کا اگر آ جائے گا تو وہاں ساری لغت عرب کو دریا برد کر کے فوراً آسمان پر مع جسم زندہ چڑھنے کے کر لیں گے۔ اسی طرح کُن فیکون کے ماتحت ہر ایک بنی آدم پیدا ہوتا ہے اور ماں اور باپ کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہ وہ ارادۂ الٰہی سے حکم کن کے ماتحت پیدا ہوا ہے۔ لیکن یہی کن فیکون اگر حضرت مسیح کی نسبت آ جائیگا تو بس یہ ان کے بن باپ ہونے کی دلیل ٹھہر جائیگا۔ سمجھ نہیں آتا کہ جب تمام دنیا کے لوگ حکم کُن کے نیچے پیدا ہوتے ہیں اور سب کے باپ اور ماں موجود ہوتے ہیں تو پھر یہی لفظ کُن اگر مسیح کی نسبت استعمال ہو جائے تو ان کا باپ کس طرح اڑ جائیگا اور انکی پیدائش بن باپ کے کس طرح ہو جائیگی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ہمارے مولوی لوگ صرف باپ کو اڑا کر ہی کیوں رک گئے ماں کو بھی اڑا دیا ہوتا اور جب قرینہ پیدائش آدم کا موجود تھا تو بن باپ اور بن ماں کے حضرت مسیح کی پیدائش بنا کر انہیں خدائی کے تخت پر اچھی طرح بٹھا دیتے جب کن سے پیدا ہونے کا مطلب یہی تھا کہ اسباب کے ماتحت نہیں پیدا ہوا۔ لہذا باپ کا ذریعہ نہیں استعمال ہوا تو پھر ماں کا ذریعہ کیوں استعمال کیا گیا۔ ذرائع ہٹائے تھے تو سارے ہٹاتے۔ یہ کیا کہ آدھے ہٹائے اور آدھے رکھے۔ اسباب کی رعایت تو پھر بھی رہ گئی۔ ساری نہ سہی۔ آدھی سہی۔ الغرض کُن فیکون کے یہ معنے قطعاً غلط ہیں کہ بغیر اسباب کے فوراً پیدا ہو گیا۔ اب میں اصل آیت کو لیتا ہوں۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہٗ من تراب ثم قال لہٗ کُن فیکون۔ لفظی معنی کرو۔ بے شک عیسیٰ کی مثل یا حالت یا وصف اللہ کے حضور میں ہے مانند مثل یا حالت یا وصف آدم کے۔ آدم کو اس نے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے

آیت کے پہلے حصہ میں دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو یہاں مطلق یہ نہیں فرمایا کہ عیسیٰ کی پیدائش آدم کی پیدائش کی مانند ہے پیدائش کا کوئی ذکر نہیں۔ مثل کے معنے ہیں صفات۔ حالت کمثل میں ک مشابہت کے لئے ہے تو گویا مشابہت عیسیٰ کی حالت یا مثل کی ہے آدم کی حالت یا صفت سے۔

دوسری بات قابل غور ہے عند اللہ کا لفظ۔ عند اللہ کے معنے ہیں خدا کے نزدیک یا خدا کے حضور میں۔ اس عند اللہ کے لفظ نے مسیح کی صفات یا حالت کو مخصوص کر دیا اس امر سے کہ وہ کوئی حالت ایسی ہے جس کا تعلق قرب الٰہی سے ہے۔ غور کرو۔ اگر یہ بات کہنی تھی کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش حضرت آدم کی پیدائش کی طرح تھی تو عند اللہ کہنا کیا ضرور تھا کہ خدا کے حضور میں ان کی پیدائش ایسی تھی۔ کیا خدا کے نزدیک عیسیٰ کی پیدائش آدم کی پیدائش کی طرح تھی اور لوگوں کے نزدیک نہ تھی۔ اور اگر لوگوں کے نزدیک نہ تھی تو انسانوں کے سامنے اس مثال کو پیش کرنا بے معنی بات تھی اور اگر لوگوں کے نزدیک بھی عیسیٰ کی پیدائش آدم کی پیدائش کی طرح تھی تو پھر عند اللہ کی خصوصیت کے کیا معنی؟

پس عند اللہ کا کلمہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس مشابہت کا یہاں ذکر ہے وہ مسیح کی حالت قرب الٰہی کا ذکر ہے اور یہ بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ جب ہم اس آیت کے دوسرے حصہ پر غور کرتے ہیں وہاں صاف طور پر فرمایا ہے کہ خلقہٗ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون کہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ یہاں ثم کا لفظ جو تعقیب اور ترتیب کے لئے آتا ہے قابل غور ہے۔ خلق کے بعد ثم فرمایا یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کر چکنے کے بعد پھر اسے کُن کہا کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے جب آدم پیدا ہو چکا اس کے بعد کن کا حکم ہونا ظاہر ہے کہ اسکی پیدائش کے لئے تو نہیں ہو سکتا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آدم کی پیدائش بھی حکم کن کے ماتحت ہی ہوئی ہوگی۔ مگر یہاں ذکر اس کا نہیں۔ یہاں ذکر تو اسی کن کا ہے جو پیدائش کے بعد ہوئی ہے جیسا کہ ثم سے ظاہر ہے پس یہاں کُن کسی اور حالت کے وجود میں آنے کے متعلق ہے جو آدم کی پیدائش کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔ اب ہم قرآن کو دیکھتے ہیں تو اس میں آدم کی پیدائش کے بعد اس کا خلیفۃ اللہ بننا ہی وہ اہم حالت ہمیں نظر آتی ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر فرمایا ہے کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ کہ میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے لگا ہوں۔ پس آدم کی پیدائش کے بعد جو ارادہ الٰہی معرض فعل میں آیا وہ اس کا خلیفہ بننا ہے۔ پس اس کی پیدائش کے بعد جس امر کُن کا یہاں ذکر ہو سکتا ہے وہ اس کی حصول خلافت الٰہی کے متعلق ہی ہو سکتا ہے۔ اب اس آیت کا مطلب صاف ہے۔

سورۂ آل عمران کے پہلے چند رکوع عیسائیوں سے مباحثہ کے وقت نازل ہوئے تھے اور ان میں عیسوئیت کی تردید خاص طور پر مدنظر تھی۔ ساری بحث کے بعد مباہلہ کی دعوت دینے سے قبل حضرت عیسیٰ کے اصلی مقام کا خلاصہ ایک آیت میں بتلا دیا۔ اور وہ یہ کہ عیسیٰ کا مرتبہ خدا کے حضور میں اس کے بیٹے ہونے کا نہیں ہے

بقیہ بر صفحہ ۶ کالم ۳

سلسلے کی ترقی کیونکر ہو

(از محترمہ بیگم صاحبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب)

قریباً ہر سال احمدیہ کانفرنس میں سلسلہ احمدیہ کی توسیع واشاعت کے کام پر غور و فکر کیا جاتا ہے۔ اس سال تو خصوصیت سے برادران کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تھی۔ کہ وہ جماعت کی ترقی کے متعلق تجاویز پیش کریں مجھے معلوم نہیں۔ کہ کانفرنس میں کیا کیا تجاویز آئیں۔ اور کیا فیصلہ ان پر ہوا۔ مگر کسی بھی مفید اور اعلیٰ تجویز پر جب تک عمل نہ ہو کسی فائدے کی توقع عبث ہے۔ اور نہ ہی قوم کو اس سے کوئی نفع پہنچ سکتا ہے۔ ہم نے عملاً کیا کیا؟ ہر شخص اپنے مشاہدے سے اندازہ کر سکتا ہے ظاہر ہے کہ سلسلے کی مزید ترقی موجودہ جماعت کے جوش اور حرکت پر منحصر ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ جب تک بیداری پیدا نہ ہو۔ کسی تجویز کا بارور ہونا مشکل ہے جنہوں نے جماعت کی حالت پر غور کیا ہے۔ انہوں نے محسوس کیا ہوگا۔ کہ ہماری نئی پود میں وہ جوش اور تڑپ نہیں ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کے صحبت یافتہ اصحاب میں تھی یا ہے۔ اس وقت تنخواہ دار مبلغ نہ ہوتے تھے۔ بلکہ ہر احمدی بجائے خود مبلغ تھا اور یہ حقیقت ہے۔ کہ جس خاندان میں سے ایک فرد احمدی ہوا اس نے تمام گھر لینے کو اپنا اہم خیال بنا لیا تھا کیونکہ اس وقت مخالفت زوروں پر تھی۔ اس لئے مدافعت کی قوت بھی پوری طاقت پر موجود رہتی۔ اور جب کہ دنیا نے ان صحیح اسلامی اصولوں کے سامنے سر جھکا دیا جو کبھی صرف احمدیت سے مخصوص سمجھے جاتے تھے۔ اور ہر سمجھدار مسلمان نے ہمارے کام کی قدر اور وقعت سے دیکھا۔ تو نظر آیا ہم بھی مطمئن اور فکر سے بیفکر ہو گئے۔ یہانتک کہ اب خود اس کام کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ جو ہمارا نصب العین ہے یہ غلطی ہے کہ ہم اشاعت اسلام کی وسعت اور اہمیت میں محو ہو کر اپنے وجود سے لاپرواہ ہو رہے ہیں۔ یہ ہمارا وہ کام ہے جس نے اس عظیم الشان بوجھ کو اٹھا رکھا ہے۔ اور جو اس راہ میں تمام مسلمانوں کی راہبر ہے اسکی طاقت اور سلامتی کی ہمیں فکر چاہیئے تھی یعنی جماعت احمدیہ کی ترقی ہی اشاعت اسلام میں کامیابی کی کلید ہے اور اس کلید کو تلاش کرنا ہر احمدی کا فرض ہے وہ کہیں جائیں۔ پہلے اپنے گھر پر نظر ڈالیں ماں باپ بیوی بچے بہن بھائی عزیز و اقارب سب مستحق توجہ ہیں جس کو خدا نے اس صدی کے مجدد کو پہچاننے کی توفیق دی اور مسلمانوں کی مصیبت کا صحیح علاج جاننے کی سمجھ عطا کی ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے لواحقین کو بھی اس سے محروم نہ رکھے احمدیت کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ کہ مسلمان کا بچہ بھی مسلمان سمجھا جائے۔ بلکہ یہ تو ایک اقرار ہے جو ہر فرد بشر کو خود کرنا چاہیئے کس کا دل نہیں چاہتا کہ ان کی اولاد دین و دنیا کے حسنات کی وارث نہ بنے مگر جو بھلائی کی طرف سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔ تو اس کا کیا علاج۔ نبی کریم کا ارشاد ہے کہ الرجال راع فی اهله و مسئول عن رعیته ہر مرد اپنے گھر کا حاکم ہے۔ اور اس سے اپنی رعیت یعنی گھر والوں کے متعلق باز پرس ہوگی۔ یہ قول کس قدر حکمت اور سچائی پر مبنی ہے۔ واقعی والدین خصوصاً باپ اپنی اولاد کی تربیت کا ذمہ وار ہے بیوی کو ہم خیال بنانا بھی شوہر کا فرض ہے اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ بچے پر ماں کا اثر نہایت گہرا ہوتا ہے جب ماں ہی احمدیت سے بیگانہ ہوگی تو بچوں پر کسی پختہ رنگ کی امید ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اگر بیوی ہم مذاق نہ ہو تو گھر میں کسی اصلاح کی تحریک بھی دشوار ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی کاوشیں پیش آتی ہیں [illegible] طبیعت کی طاقت اور گھری راحت میں خلل پڑ جاتا ہے [illegible] بلکہ اولاد بھی [illegible] احمدی [illegible] نہیں ہوتی [illegible] ہم احمدی ہیں

تو ہماری بیوی بچے تو سب احمدی ہی ہوئے۔ فرداً فرداً ہر ایک سے بیعت کرائیے۔ اور کبھی کبھی نیک کلمہ ان کے کانوں میں ڈالتے رہیئے۔ آپ گھر میں اپنے بچوں میں بیٹھتے ہیں۔ تو بیسیوں قسم کی گفت گو ہوتی ہے کبھی سلسلے کے متعلق بھی ذکر کریں۔ ترغیب و تحریص دیں۔ حوصلہ دلائیں احمدیہ لٹریچر کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائیں پڑھ کر سنائیں اور اگر کوئی قومی تحریک ہو مثلاً جلسہ نماز جمعہ وغیرہ تو اپنی بیویوں کو ہمراہ لیجائیں چندے کی تحریک ہو تو بچوں کے جیب خرچ میں سے دلوائیں۔ یہ معمولی باتیں ہیں۔ مگر نتیجہ نہایت اہم ہے ہماری جماعت میں عورتوں کی کم ہمتی اثر پذیر ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ خواندہ بہنیں ادھر اُدھر کے رسائل اخبارات پڑھتی ہیں۔ مگر اخبار پیغام صلح نہیں دیکھتیں کبھی نظر پڑ گیا۔ تو اٹھا کر دیکھ لیا۔ ورنہ پرواہ تک نہیں میں اپنی بہنوں اور تعلیم یافتہ نوجوان لڑکیوں سے ملتی ہوں۔ تو اکثر یہ سوال کرتی ہوں۔ کہ آپ پیغام صلح دیکھتی ہیں۔ تو عموماً مجھے نفی میں جواب ملتا ہے وہی جس کو خدا نے اپنے گھر کا حاکم بنایا۔ وہ زمانہ گیا کہ جس طرف گھر کے مالک نے منہ کیا۔ بیوی بچے بھی ادھر چل پڑے اب تو نرمی محبت دلائل اور ہمت سے بات منوانے کا زمانہ ہے۔ یہ نفس پرستی ہے۔ کہ عورت کو مرد کے آرام آسائش اور گھر کے انتظام کی مشین سمجھ لیا جائے۔ خواہ اس کی روح اندھیرے میں بھٹکتی پھرے۔ خدا کے لئے احمدیت کا بیج اپنے گھروں میں بیٹھے اپنی سعی و کوشش کے پانی سے سینچیئے۔ تاکہ آپکی اولاد بھی وہ پھل چکھے جو اپنے حضرت مسیح موعود سے پایا ہے جماعت کی ترقی سلسلے کی شان و شوکت اور آپکی عزت و راحت کا یہ ایک ہی راز ہے۔ مقلب القلوب سے التجا ہے کہ آپکے دل میں اس بات کی اہمیت کا خیال ڈالے۔

احمدی بھائیوں سے اپیل

پیارے لاہوری احمدی بھائیو السلام علیکم

آج میں آپ کی خدمت میں چند الفاظ لکھنے کی جرأت کرتا ہوں۔ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی اڈیٹر پیغام صلح نے چند دن ہوئے ہیں مجھے قیس تبایجی کہہ کر اخبار کے کالموں میں مخاطب کیا ہے اور اس کا خاص شکریہ اور آپ نے صحیح لکھا ہے۔ کہ ہم کبھی یہاں نچلے نہیں بیٹھے یہ خطاب مجھے اس قدر مرغوب اور پسند ہے کہ مجھے نائٹ اور اس سے بھی اعلیٰ تر خطاب مل جائے تو اس کی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہ ہوگی۔ اور میں اس خطاب کو عزیز رکھکر ہمیشہ استعمال کیا کرونگا۔ میں مدراس میں نوجوان مشہور ہوں اور اب تو سارے شہر میں نام سے زیادہ نوجوان ہی شہرت پا چکا ہے۔ اپنی ایک سوسائٹی ہے۔

مسلم ویوس ایکسچینج

اور اس کی تقاریر کے حلقہ اثر کو وسیع کرنے کے لئے ایک پندرہ روزہ اخبار نوجوان میں نے نکلوایا۔ اس کا اڈیٹر ایک نوجوان احمدی ہے محمد ناصر الدین۔ نہایت مخلص نہایت نیک نیت اور نہایت متقی اور وہ حضرت مولانا محمد علی کا عاشق ہے خاندان کرناٹک کا وظیفہ خوار ہے تعلیم یافتہ ہے اخبار کی ہر دلعزیزی نے اخبار کو پندرہ روزہ سے ہفتہ وار بنا دیا اور مطبع اپنا ہو گیا پھر نوجوان ہفتہ وار سے ہفتہ میں دو بار ہو گیا ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ اخبار کے چلانیوالے کام کرنیوالے لوگ ہیں۔ اخبار کے سارے خریدار چونکہ اب تک غیر احمدی رہے اخبار میں پیغام صلح کو سامنے رکھ کر [illegible] خیالات کے مضمونکو علیحدہ کر کے شائع ہوتے ہے گو یہ بات ناپسند بھی رہی کیونکہ نوجوان کا اصل کام حق کیلئے صداقت کی لیڈر داری پیدا کرنا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ انجمن کو ایک پریس ایک روزانہ اخبار اور ایک حلقہ اثر پیدا کرنے کے لئے کس قدر محنت درکار

تھی جب یہ باتیں خودبخود پیدا ہو گئی ہیں۔ تو ان آلات سے فایدہ اٹھانا کیا اس کیلئے ضروری نہیں اگر کم از کم سو احمدی بھائی ماہوار ایک روپیہ دیکر اس کے خریدار ہوں۔ تو تبلیغ کے لئے ایک بڑا ذریعہ پیدا ہو سکتا ہے اور ہم ایک ہفتہ وار انگریزی اخبار بھی یہاں نکال سکیں گے۔ مسلمانوں کا کوئی پرچہ یہاں انگریزی میں نہیں گو یہاں کی زبان انگریزی ہی ہے۔ اور یہ کام تو یقیناً ہم کر سکتے ہیں کیونکہ روزانہ اخبار نکال کر ہمیں خریداروں کے اشتہارات کا اندازہ ہو گیا ہے۔ اور خدا چاہے تو کیا عجب کہ جس طرح ہفتہ وار روزانہ ہوا ہفتہ وار انگریزی بھی روزانہ ہو اور جب احمدی اس کے ایڈیٹر اور مالک اڈیٹر ہوں تو کس قدر تقویت تبلیغ کے کام میں اضافہ ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ احمدی بھائی اس اپیل کو دیکھکر جوق در جوق خریداری کیلئے خطوط بھیج دیں گے۔

خاکسار محمد عزیز اللہ ۲ فروری ۱۹۳۱ء

بقیہ صفحہ ۵

بلکہ وہی مقام جناب الٰہی میں اسے حاصل ہے جو آدم کو حاصل تھا یا ایک انسان کو حاصل ہو سکتا ہے یعنی خلافت الٰہیہ کا۔ اس کی پیدائش بھی آدم یا ہر ایک انسان کی طرح ذلیل مٹی سے تھی اور ظاہر ہے کہ جو مٹی سے پیدا ہوگا وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ ہاں ارادہ الٰہی نے جیسا کہ آدم یا انسان کے متعلق چاہا تھا کہ وہ خلافت الٰہیہ پہنچے مسیح نے بھی بحیثیت انسان ہونے کے اس سے حصہ لیا اور آدم کی طرح یا ایک انسان کی طرح وہ بھی ارادہ الٰہی کے ماتحت اس مقام خلافت الٰہیہ پر پہنچ گیا۔ جس کے لئے ہر ایک انسان پیدا کیا گیا ہے۔ پس مسیح کا مقام اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس سے بڑھکر کچھ نہیں جو آدم کو ملا تھا یا ہر ایک انسان کو مل سکتا ہے۔

جناب مسٹر برٹ لینچ کا اعلان اسلام

جناب مسٹر آر۔ ای۔ ڈاکٹر نے گذشتہ سال اسلام قبول کیا تھا ان کا فوٹو رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے جنوری نمبر میں شایع ہو چکا ہے۔ جناب ڈاکٹر موصوف نے مسٹر لینچ کو اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ جناب مسٹر ڈاکٹر رقمطراز ہیں کہ: "یہ نوجوان (؟) مذہب سے بیزار و متنفر ہو چکے ہیں جس کی بنیاد اساطیر الاولین پر ہے انہیں کشمکش حیات میں ایک ایسی بنیاد مخصوص کی ضرورت تھی جس پر وہ اپنا قیام کر سکیں۔ اس جویا حق کو یہ امور کلیسائی مذہب میں دکھائی نہ دیئے اس لئے انہوں نے آستانہ اسلام پر ناصیہ سائی کی۔

ذیل میں لینچ کا اعلان اسلام ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے

میں فریڈرک لینچ کا بیٹا ارنسٹ لینچ۔ اپنی رضا و رغبت سے صمیم قلب کے ساتھ اسلام قبول کرتا ہوں میں ایک ہی خدائے واحد کی عبادت کرتا ہوں میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلعم اللہ تعالیٰ خدا کے سچے پیغمبر اور اس کے بندہ ہیں۔ میرے دل میں تمام انبیائے کرام حضرت ابراہیم۔ جناب موسیٰ جناب عیسیٰ علیہم السلام کی مساویانہ عزت و احترام ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مخلص مسلم کی زندگی آئیندہ بسر کروں گا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(خادم خواجہ عبدالغنی ۲۳ فروری)

مسلمان ٹائپسٹوں کی ضرورت

اول درجہ ڈویژن میٹرک پاس مسلمان ٹائپسٹوں کی ایک سرکاری محکمہ میں ضرورت ہے۔ امیدوار جلد درخواستیں مع نقول اسناد بھیجیں مقابلہ کا امتحان دینا پڑیگا تو درخواستوں پر پتہ لکھا جائے۔

[illegible]

چند مجربات ادویات

بعض دوستوں کے مجبور کرنے پر اخبار میں اعلان کیا جاتا ہے ہر مرض کا علاج کیا جاتا ہے۔ چالیس ۴۰ سال کے تجربہ میں جو ادویات زود اثر اور اکثر بے خطا ثابت ہوئی ہیں چند ایک بطور نمونہ پبلک کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ زیادہ تعریف فضول ہے۔ خود تجربہ سے تصدیق ہوجائے گی۔

(۱) **اکسیر البدن**۔ معدہ و جگر کو طاقت دیتی ہے۔ اور خون صالح پیدا کرتی ہے۔ اور بہت سے فوائد ہیں۔ قیمت فی شیشی .. .. .. عہ

(۲) **مارہ العجائبات**۔ بہت سی امراض اور ہر قسم کے دردوں کیلئے مفید ہے کھانے اور لگانے سے سب شکایات دور ہوجاتی ہیں قیمت فی شیشی .. .. عہ

(۳) **اکسیر حافظہ**۔ وکلا و طلبا کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے بھولی ہوئی باتوں کو بھی یاد دلاتی ہے۔ قیمت فی ڈبیہ .. .. ہے

(۴) **مفرح راحت افزا**۔ مقوی دل و دماغ .. .. للعہ

(۵) **سُرمہ مقوی بصر**۔ دافع ضعف بصر و کثیر امراض چشم .. .. .. فی شیشی عہ

(۶) **حبوب الطہرا**۔ جس عورت کے حمل ساقط یا بچہ مردہ ہوتے ہوں۔ یا پیدا ہو کر مرجاتے ہوں اس کیلئے بمنزلہ اکسیر ہے قیمت یکصد گولی .. صہ

(۷) **اکسیر ضیق النفس**۔ یہ دوائی دمہ و تنگی نفس کے لئے بے حد مفید ہے۔ .. .. قیمت فی شیشی (دو صد گولی) لعہ

(۸) **اکسیر امراض باردہ**۔ فالج۔ لقوہ۔ وجع مفاصل وغیرہ کے لئے بسیار مفید .. .. قیمت فی شیشی عہ

محصول ڈاک وغیرہ کے اخراجات بذمہ خریدار۔ المعلن: زبدۃ الحکما حکیم مرزا خدا بخش لنگے منڈی۔ کوچہ سیٹھاں۔ لاہور

ہر گھر کی ضروریات
سالانہ جلسہ کی رعایت سے فائدہ اٹھاؤ
۱۲ مارچ کو نصف قیمت امرت دھارا ۸؍ قیمت
وہ سب چیزیں معہ اصل قیمتوں کے نیچے لکھتے ہیں یہ سب یا جونسی بھی آپ چاہیں ۱۲ مارچ کو خط ڈالکر ضرور منگوا کر کہیں آپ کو یہ کام دینگی اور اتنا خرچ اور تکلیف سے بچاوینگی آپ خوش ہونگے۔ مندرجہ ذیل ادویات کے علاوہ اپنی ضروریات کے مطابق اور جو چیز ضروری ہو وہ اسی دن منگوالیں۔ اگر آپ کے پاس فہرست نہیں ہے تو فوراً منگوالیں۔ ۱۲ مارچ کو امرت دھارا و اس کے مرکبات ۸؍ قیمت پر اور باقی ادویات وکتب نصف قیمت پر دی جاوینگی۔ لیٹر بکس میں خط ۱۲ مارچ کو ڈالیں اور خط میں ۱۲ مارچ کی رعایت یہ الفاظ لکھ دیں۔
۱۔ امرت دھارا رجسٹرڈ
دنیا جانتی ہے کہ امرت دھارا ہر گھر میں کیا ہر جیب میں رہنی چاہیئے کوئی سمجھدار شخص اس کے بغیر نہیں رہتا ہے۔
قیمت سالم شیشی دو روپے آٹھ آنے نمونہ آٹھ آنے
۲۔ امرت دھارا مرہم
پھوڑے پھنسی۔ داد چنبل خارش ہر قسم کا حکمی علاج ہے کوئی مرہم اسکا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے۔ ہر گھر میں ہمیشہ رہنی چاہیئے۔
قیمت ایک روپیہ
۳۔ امرت دھارا صابن
روزانہ استعمال کی چیز۔ جلد کو صاف کرتا ہے۔ جنہوں نے اس صابن کو استعمال کیا سب چھوڑ دیئے۔
قیمت فی بکس تین ٹکیہ ۱۴ آنے۔ فی ٹکیہ پانچ آنے۔
۴۔ امرت دھارا نور بخش
بچوں اور نازک مزاجوں کو امرت دھارا دینے کا خوشگوار طریقہ
قیمت
سو ٹکیہ چار آنے
۵۔ امرت گولی
قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ دو آنے
۶۔ بال سکھ
اور بخار۔ دست قے۔ قبض۔ پسلی وغیرہ دور ہوتے ہیں
قیمت
ایک روپیہ۔ نصف آٹھ آنے
۷۔ لال جواہر
نہایت ہی اعلیٰ چورن جو صرف ہاتھی کھانے سے بدہضمی بیتلی۔ قے۔ درد اجیرن کا حکمی علاج ہے
قیمت دو روپے
نمونہ چار آنے
۸۔ اکھ ٹھنڈ
روزانہ استعمال کے واسطے ٹھنڈا مفید سرمہ
قیمت
آٹھ آنے نمونہ ایک آنہ
۹۔ اکھ روشن
آنکھوں کی تمام تکالیف دھند جالا وغیرہ کا علاج ہے
قیمت
بارہ آنے
۱۰۔ اناری
دکھتی آنکھ کو فوراً آرام دینے والی دوائی
قیمت
آٹھ آنے
۱۱۔ گندھارس
پیچش دست وغیرہ کا حکمی علاج۔ ایک پڑیہ سے آرام
قیمت
ایک روپیہ نمونہ دو آنے
۱۲۔ وٹ نسوار
قیمت
ایک روپیہ نمونہ چار آنے
۱۳۔ خرماکی
قیمت
ایک روپیہ نمونہ چار آنے
۱۴۔ منجن نمبرا
دانتوں کو صاف کرتا ہے مسوڑھوں کا درد و پانی لگنا وغیرہ کو دور کرتا ہے
قیمت
چار آنے نمونہ ایک آنہ
۱۵۔ محافظ دہن
منہ کے چھالے بڑے چھوٹے کیسے ہوں۔ اس کے لگانے سے جلدی آرام ہوتا ہے
قیمت
آٹھ آنے نمونہ چار آنے
۱۶۔ گولی کھانسی
منہ میں رکھ کر چوسنے سے کھانسی خشک ہو یا تر۔ فوراً کم ہونی شروع ہوتی ہے
قیمت
ایک روپیہ نمونہ دو آنے
۱۷۔ عرق بخار
قیمت
آٹھ آنے
۱۸۔ درد شکن
ہر قسم کا درد ایک پڑیہ کھانے سے
قیمت ایک روپیہ۔ نمونہ چار آنے
۱۹۔ طلسم تپ بخار
صرف انگلی پر باندھنے سے بخار نہیں آتا
قیمت
آٹھ آنے
۲۰۔ کشتہ گودنتی ہڑتال
ہر قسم کے بخار میں بچے سے بوڑھے تک سب کو بلا خوف دے کر فائدہ اٹھائیں!
قیمت
فی تولہ آٹھ آنے
۲۱۔ پران داتا
ہیضہ کا حکمی علاج امرت دھارا اور یہ ملا کر استعمال ہو بفضل خدا ۹۹ فیصدی آرام ہوگا
قیمت
ایک روپیہ
۲۲۔ کرن پیڑا ناشک
کان میں درد کسی کو کسی وجہ سے ہو اس کو ڈالیں بس آرام ہوگا
قیمت
ایک روپیہ نمونہ چار آنے
۲۳۔ جوڑ ناشک
قیمت
ایک روپیہ نمونہ آٹھ آنے
۲۴۔ آگ سے جلنے کی دوائی
لگاتے ہی ٹھنڈک پڑتی ہے۔ جلدی آرام آتا ہے۔
مفت
منگوائیں!
خط وکتابت و تار کیلئے پتہ
امرت دھارا ۴۹ لاہور
المشتہر
مینجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ امرت دھارا ڈاک خانہ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳۸

قُلْ یٰاَہْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْہَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۳:۶۴

الصُّلحُ خَیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
عبدالحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
۲۔ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
۳۔ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
۴۔ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر ست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئیندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۰ شوال سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۳۱ عیسوی | نمبر ۱۵

بنارس کا خونین ہنگامہ

صوبہ یو۔پی کی مسلم کانفرنس نے ایک وفد جو مولانا حسرت موہانی مولانا عبدالماجد قادری و دیگر ذمہ دار اصحاب پر مشتمل تھا بنارس کے فسادات کی تحقیق کے لئے بھیجا تھا اس وفد کی مفصل رپورٹ تو عنقریب شائع ہوگی لیکن جو واقعات اراکین وفد نے بیان کئے ہیں وہ بہت ہی رنج دہ ہیں۔ فساد کی اصل وجہ ایک مسلمان پارچہ فروش کی شہادت ہے جسکو مرحوم کے بیان کے مطابق کانگریسی والنٹیروں کے کپتان نے گولی مار دی۔ مرحوم کی میت کو ریلوے اسٹیشن لے جاتے وقت اس پر ہندوؤں نے پتھر پھینکے اور باقاعدہ فساد شروع ہوگیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ وحشت و بربیت کے نہایت مکروہ اور ظالمانہ مظاہرے تھے۔ جگہ جگہ مسلمان عورتوں بچوں بوڑھوں اور راہگیروں کو شہید کیا گیا جن محلوں میں مسلمانوں کے جو اکے دکے گھر تھے وہ تباہ کر دئے گئے۔ ان کے رہنے والوں کو شہید کر دیا۔ پردہ نشین عورتوں کو دیواریں پھاند پھاند کر بے عزت و شہید کیا گیا۔ مسجدوں اور کلام اللہ کی بے حرمتی کی گئی۔ بعض مسجدوں کے کتب خانے جن میں نایاب قلمی کتب تھیں جلا ڈالے۔ مسلمان مقتولین میں دیگر بے شمار افراد کے علاوہ کئی شیر خوار بچے اور ایک سو آٹھ سال کی عمر کا بوڑھا بھی شامل ہے۔ اس قتل و غارت میں تعلیم یافتہ ہندوؤں اور پنڈت مالویہ کی ہندو یونیورسٹی کے نوجوانوں نے کافی حصہ لیا۔ نوجوان مسلمان لڑکیوں کے اغوا کے بھی واقعات ہوئے ہیں۔

آج کل جبکہ ہندوستان نازک ترین دور سے گذر رہا ہے اور ہندو مسلم اتحاد کی بے انتہا ضرورت ہے۔ ہم ان واقعات پر کچھ زیادہ لکھنا نہیں چاہتے حالانکہ بنارس کے فرشتہ امن پنڈت مالویہ کے وہ مبالغہ آمیز اور شر انگیز بیانات ہمیں یاد ہیں جو انہوں نے کوہاٹ اور ملتان کے ہندو مسلم فسادات پر دئے تھے۔ اور اس موقعہ پر حکیم اجمل خان مرحوم نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے جو کچھ کہا وہ بھی ہندوؤں کو فراموش نہ ہوا ہوگا۔ پنڈت مالویہ کے خاص پایہ تخت میں مسلمانوں پر قیامت صغرا برپا ہو جاتی ہے۔ ان کے خون سے پنڈت بھگوان کی یونیورسٹی کے نوجوان ہولی کھیلتے ہیں لیکن کسی ہندو رہنما حتیٰ کہ گاندھی جی جنکو ہندوستان کے ۳۱ کروڑ باشندوں کا نمائندہ بننے کا شوق ہے کی زبان سے ہندوؤں کے ان شرمناک ظالمانہ افعال کی مذمت کے لئے ایک لفظ نہیں نکلتا۔ یہی وہ ذہنیت اور طرز عمل ہے جو ہندو مسلم اتحاد کی راہ میں سب سے بڑی روک ہے۔

مسلمانوں کا فرض

بنارس کے مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے ان کی سب سے زیادہ ذمہ داری خود مسلمانوں پر ہے۔ اگر ان میں بھی اتحاد و تنظیم ہوتی تو ہندوؤں کو اسقدر ظلم کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ کسی کو برا بھلا کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بنارس کے ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور ہندو رہنما اپنی خاموشی سے گویا ان کو حق بجانب قرار دے رہے ہیں۔ لیکن جو قومیں غیر متحد اور غیر منظم ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ ہمیشہ یہی سلوک ہوتا ہے۔ اگر مسلمانوں نے اب بھی اپنی تنظیم نہ کی تو جگہ جگہ بنارس کے خونیں واقعات کا اعادہ ہوگا اور اسکی زیادہ ذمہ داری ہندوؤں اور حکومت کی بجائے خود ہم پر ہمارے لیڈروں اور مولویوں پر ہوگی جنکی تمام کوششیں قوم کو متحد کرنے کی بجائے اس میں افتراق پیدا کرنے کے لئے وقف ہو رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی عرض کرنی چاہتے ہیں کہ بنارس کے مسلمانوں کے مصائب کا ابھی خاتمہ نہیں ہوا۔ ان کی جان و مال ابھی تک غیر محفوظ ہے اور ان کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جھوٹے مقدمات میں پھنسانے کی کوشش ہو رہی ہے تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مالی اور قانونی مدد کریں۔

مسلمانان پنجاب کی تعلیمی حالت

مسلمانان پنجاب کی حالت ہندوستان کے دیگر تمام صوبوں سے نسبتاً بہتر ہے لیکن جب ان کا مقابلہ پنجاب کی دیگر اقوام سے کیا جائے تو ان کی تمام ترقی بمنزلہ صفر نظر آتی ہے۔ اسوقت ہمارے سامنے پنجاب کے ہائی اسکولوں کی ایک فہرست موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ برٹش پنجاب میں کل ۳۲۲ ہائی اسکول ہیں جن میں اسلامیہ اسکول صرف ۳۸ ہیں اور ان کے مقابلہ میں ہندوؤں کے ۱۰۱ اور سکھوں کے ۴۵ اسکول ہیں۔ باقی گورنمنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈ اسکول ہیں جن میں سے اکثر پر پنجاب یونیورسٹی کیطرح برادران وطن کا قبضہ ہے پیش نظر فہرست سے ایک اور افسوسناک حقیقت کا پتہ چلا کہ راولپنڈی اور ملتان ڈویژن میں جہاں مسلمانوں کی آبادی تین چوتھائی کے قریب ہے کل ۱۱۔ اسلامیہ اسکول ہیں بخلاف اس کے ہندو۔ سکھ اور عیسائی جن کی آبادی ایک چوتھائی ہے۔ ۴۷ اسکولوں کے مالک ہیں۔ حالانکہ ان ڈویژنوں میں ایسے بڑے بڑے مسلمان زمیندار موجود ہیں جو ایک ایک دو دو ہائی اسکولوں کے اخراجات کے کفیل ہو سکتے ہیں۔

کامیاب طلبا کی تعداد

اسکولوں کے تناسب سے زیادہ کامیاب طلباء کا تناسب افسوسناک اور غیر تسلی بخش ہے۔ سال گذشتہ کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ پنجاب کے کل ۳۶ ۔ اسلامیہ اسکولوں سے ۷۵۸ طلبا امتحان انٹرنس میں کامیاب ہوئے۔ برخلاف اس کے لاہور لدھیانہ ملتان جالندھر موگا اور راولپنڈی کے صرف چھ ہندو اسکولوں سے ۷۹۶ طلباء کامیاب ہوئے اس سے دوسرے سرکاری و غیر سرکاری اسکولوں کے ہندو طلبا کا اندازہ کر لیجئے۔ پنجاب کی اسلامی ریاستوں اور صوبہ سرحد کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت اس سے بھی زیادہ بدتر ہے۔

تعلیم پر ہی ہر قسم ترقی کا انحصار ہے۔ اس میں جو مسلمانوں کی حالت ہے وہ مذکورہ بالا اعداد سے ایک حد تک ظاہر ہو گئی ہوگی سکھ اور ہندو پنجاب میں ۴۳ فیصدی سے زیادہ نہیں۔ لیکن ان کے اسکول مسلمانوں سے چار گنا سے بھی زیادہ ہیں سرکاری اسکولوں پر بھی قریب قریب ان کا قبضہ ہے۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ ان حالات میں مسلمانوں کا ۵۶ فیصدی کا دعوےٰ کہاں تک ان کے حقوق کے تحفظ کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کاش مسلمان اپنی موجودہ پست حالت سے نکلنے کی کوشش کریں۔

رپورٹ تبلیغ میں اشاعت اسلام ایسوسی ایشن گجرات

ویران مسجد جس کے آباد کرنے کے لئے صدر محترم جناب چوہدری محمد حسین صاحب وکیل سے استدعا کی گئی تھی۔ خدا کے فضل سے آباد کر دی گئی ہے۔ مسجد بہت بری اور خستہ حالت میں تھی۔ اس لئے مقامی فنڈ کھولکر اس مسجد کی مرمت کروائی گئی۔ اور قرار پایا کہ نماز عید اسی مسجد میں ادا کی جاوے تاکہ اسی مبارک دن اس مسجد کا افتتاح ہو جاوے

باقی صفحہ ۳ پر ملاحظہ ہو

حسیاتِ مہجور

میرے دل پر ابھی طاری وہی کیفِ توہم ہے

آلہی ہر طرف بحرِ جہاں میں اک تلاطم ہے　　میری کشتی پسندِ لطمۂ امواجِ قلزم ہے
کنارِ عافیت سے دور گردابِ بلا ہر سو　　ہوائے ناموافق جوشِ طوفاں ناخدا گم ہے
زبانِ بیکسی یارائے گفتن ہم نمیدارد　　رگِ جانِ حزیں پر قبضۂ دستِ تظلّم ہے
زدستِ خود بلائے ناروا بر سر بیاوردم　　مری ہستی سراسر نغمۂ سازِ ترحّم ہے
مرے نالے الجھ کر رہ گئے شورِ تلاطم میں　　لبِ ساحل نصیبِ دشمناں گوشِ ترنّم ہے
چگونہ آسیائے گردشِ دوراں مرا سائد　　بنا ہوں نقشِ حیرت رخصتِ تابِ تکلّم ہے
کشاکش عقدۂ دشوار کی بے دست و پائی میں　　درخشاں طالعِ اغیار کی برقِ تبسّم ہے
کوئی آئیگا جسکی پھونک سے مرجائینگے دشمن　　میرے دل پر ابھی طاری وہی کیفِ توہم ہے

ازاں آبے کہ درمن لالہ کاردساتگینے دہ
کفِ خاکِ مراساقی بباد فرو دینے دہ

مہجور پسروری

بدوملھی میں نماز عید اور تنظیم جماعت

للہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپسِ پردۂ تقدیر پدید

نماز عید کوٹ والی مسجد میں پڑھی گئی۔ جناب مولوی مسیح الزمان صاحب نے واضح طور پر خطبہ میں جماعت کی یکجہتی پر بیان کیا اور ضمناً معاشرتی اتحاد و اتفاق کی برکات کا بھی ذکر کیا۔ خطبہ کے بعد حسب قرار داد سب دوست بیٹھے رہے اور جناب چوہدری غلام حیدر خان صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد سب کے سامنے رکھ دیا۔ اور جماعت کو اللہ کی رسی مضبوط پکڑنے کی حضرت امیر کے الفاظ میں نصیحت کی۔ جمعہ کی نماز جو ایک مدت سے دو جگہ ہو رہی تھی سردست اندرون قصبہ والی جامع مسجد میں قرار پائی اور ہر ماہ کے آخر میں مسلم ہائی سکول کے اندر ایک جلسہ کا ہونا بھی قرار پایا۔ چندہ باقاعدگی کے ساتھ ادا کرنے اور آپس کے میل جول کے متعلق سب تجاویز بالاتفاق پاس ہو گئیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طاقت عمل میں برکت عطا فرماوے اور ہماری کمزوریوں کو دور کرے۔ آمین۔

مہجور پسروری

پسرور اور بدوملھی کے جلسے

یکم مارچ صبح ۱۱ بجے حضرت امیر پسرور پہنچے۔ اسٹیشن پر کثرت کے ساتھ احباب استقبال کے لئے موجود تھے۔ مولوی نیاز علی صاحب، چوہدری محمد ابراہیم صاحب و دیگر دوست سارشہر استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ہر پہنچنے کے بعد کچھ دیر تک مذہبی گفتگو دو مختلف جماعتوں سے ملاقات ہوتی رہی۔ سیالکوٹ۔ چانگڑیاں کوٹ موکھل، چندر کے منگولے وغیرہ مقامات سے جماعت کے لوگ بکثرت آئے تھے۔ چوہدری یوسف علی صاحب معہ اپنی دکان و سامان کے تشریف لائے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا۔ پہلے مولانا عصمت اللہ صاحب کی تقریر دل پذیر ہوئی پھر مولوی نیاز علی صاحب پریذیڈنٹ جلسہ نے قریباً آدھ گھنٹہ تک ایک مدلل اور مؤثر تقریر کر کے حضرت امیر کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد حضرت امیر نے وعظ فرمایا جس میں مسلمانوں کی بہتری کی تجاویز پیش کیں۔ آپکا وعظ کسی دوسرے نمبر میں شائع ہوگا۔ احباب منتظر رہیں۔ مجمع کافی تھا امام صاحب کا میدان قریباً بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف مستورات کے لئے بھی انتظام تھا جہاں بکثرت مستورات آپ کا وعظ سننے آئی ہوئی تھیں۔ آپ کے وعظ کا جو مسلمان و غیر مسلم پبلک پر بے حد اثر ہوا۔ شب کو حاضری دن سے بھی زیادہ تھی۔ مولوی عصمت اللہ صاحب کی تقریر ہوئی اور ایک پادری صاحب سے کچھ سوال و جواب بھی ہوئے ایک مختصر سی تقریر شیخ محمد یوسف کی بھی ہوئی۔

مورخہ ۲ کو صبح ۱۱ بجے حضرت امیر بدوملھی پہنچے۔ بارش ہو رہی تھی۔ مگر باوجود بارش کے بھی اسٹیشن پر ایک مجمع کثیر آپ کے استقبال کے لئے موجود تھا۔ بعض احباب نے آپ کی آمد کی خوشی میں گولے بھی چلائے۔ اللہ اکبر اور اسلام زندہ باد کے نعروں سے لوگوں نے آسمان کو گونجا دیا۔ سکول کے طلبا قیام گاہ تک خواجہ غلام نبی صاحب مہجور کی قیادت میں

پیارے محمد کی اولاد ہم ہیں　　کہ ہر فرقہ بندی سے آزاد ہم ہیں

کی نظم پڑھتے اور اسلام زندہ باد کے نعرے لگاتے گئے۔ ۲ بجے مسجد توکھانوالی میں جلسہ شروع ہوا۔ پہلے شیخ غلام محمد صاحب نے تقریر کی ازاں بعد ایک مختصر سی تقریر پنجابی زبان میں شیخ محمد یوسف صاحب نے کی۔ اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ قریب ڈیڑھ گھنٹہ تک وعظ فرمایا اور سلسلہ عالیہ کی خدمات اور احمدیت کو پیش کر کے لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ آپ کے خطبہ کے بعد ایک مولوی صاحب نے اٹھ کر اعلان کیا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو مسلمان مانتا ہوں۔ مرزا صاحب سچے تھے۔ آپ نے دین اسلام کی بے حد خدمت کی ہے۔ میرے دل میں ان کی قدر ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ اس وقت چونکہ لڑائیوں اور ہتھیاروں کا زمانہ ہے لہذا کوئی سامان حرب سے کام لیکر دشمنان اسلام کا سر کچلنے والا مجدد آتا اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ جب کوئی ایسا نبی آجاوے گا تو ہم مان لیں گے مگر اس چودھویں صدی کا تو اور کوئی مجدد نہیں لہذا موجودہ کو آپ مان لیں پھر اگر آپ کی اور میری زندگی نے وفا کی اور ہماری زندگی میں پندرھویں صدی کا مجدد آگیا اور ضرورت زمانہ کے لحاظ سے اس نے جنگ کی تعلیم دی تو ہم ضرور مان لیں گے مگر سردست اس صدی کا مجدد تلاش کریں اور کونوا مع الصادقین کے ماتحت اس کا ساتھ دیں۔ جو سوا مرزا صاحب کے اور کوئی نہیں۔ اس کے بعد جلسہ حضرت امیر کی دعا پر نہایت کامیابی سے برخاست ہوا۔

اخبار احمدیہ

مقدمہ اراضی اوکاڑہ

اس وقت تک عیسائیوں میں سے چودہ آدمی قید ہو چکے ہیں۔ ابھی اور بھی ان پر مقدمات ہیں۔

یہ خدا کا شکر ہے کہ آج تک کوئی جھوٹا مقدمہ بھی انجمن کے کسی کارندے پر نہیں ہوا۔ منٹگمری کے ادنیٰ اور اعلیٰ حکام پر اس بات کا بڑا اچھا اثر ہوا ہے کہ انجمن کے کارندوں نے باوجود طاقت کے اور باوجود پولیس کی حفاظت کے کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جس میں ظلم ہو یا خلاف قانون ہو۔ ان مقدمات کی پیروی کے لئے شروع سے لیکر اس وقت تک ملک محمد امین ایم اے ایڈووکیٹ برابر جا رہے ہیں۔ ان کا شکریہ ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری نظر آتا ہے کہ اراضی اوکاڑہ کے قبضہ لینے میں مولانا عبد الستار صاحب اور منشی عبد المجید صاحب دونوں نے اپنے تئیں خطرات میں ڈالا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے ان کی جان کو محفوظ رکھا۔ مقدمات میں ساری تگ و دو منشی عبد المجید صاحب کے ذمے رہی ہے۔

بدوملھی کے دو غیر از جماعت علماء کا فتوی تکفیر سے بیزاری کا اعلان

ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسلمان سمجھتے ہیں بتحت اس حدیث کے کہ فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نماز پڑھی ہماری نماز کی طرح اور ہمارا قبلہ اس کا قبلہ ہے عصموا من دماءھم واموالھم الخ اور نیز فرمایا حضور نے جو شخص کے واسطے اپنے مسلمان بھائی کے کافر ہیں اگر وہ مستحق کفر کا نہ ہو تو وہ خود کافر ہوتا ہے۔ نیز نص صریح ہے ولا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ اس لئے ہم مرزا صاحب کو مسلمان مانتے ہیں جو لوگ کفر کا فتویٰ دے کر مسلمانوں میں نفاق ڈالتے ہیں ہم ان کو برا سمجھتے ہیں۔

العبد	العبد
حکیم نورالدین اہل سنت الجماعت	حافظ بدرالدین صاحب سکنہ
بدوملھی ضلع سیالکوٹ	بھیسی ضلع لاہور حال وارد بدوملھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ١٩ | ٢٠ شوال ١٣٤٩ ہجری | نمبر ١٥

مولوی ثناء اللہ کا فتویٰ مولوی ثناء اللہ کے متعلق

وہ اپنی مراد کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے نیچہ مارا زباں سے آفریں نکلی

مولانا ثناء اللہ جیسا کہ حکیم ابو تراب عبد الحق امرتسری اور خود مولانا کی باہم اشتہار بازی سے پتہ چلتا ہے۔ بچپن سے ہی طبیعت کے چونچال واقع ہوئے ہیں۔ ان کے ابتدائی پیشہ ڈوگری کے لئے شاید یہ ادائیں کوئی ناموزوں نہ ہوں۔ لیکن مولوی فاضل اور عالم دین ہونے کی حیثیت سے ان کا بیچ مجلس کے گانا اور پھر ہاتھوں سے تا تا کر عشقیہ اشعار کا پڑھنا صرف سلطان واجد علی شاہ کی روح کو خوش کرتا ہو تو کرتا ہو اور پھر اس بڑھاپے کے عالم میں

پیرے کہ دم ز عشق زند بس غنیمت است

سلطان مرحوم کے کنبے کے ہی لوگوں کا سوانگ ہو تو ہو ورنہ ایک مولوی اور ایک فرقہ کے پورے نہ سہی ادھورے لیڈر کی یہ ادائیں اس کے لئے ہی نہیں بلکہ اس کی قوم کے لئے بھی باعث ننگ و عار ہیں ان کی تحریر اور تقریر کا تمسخرانہ انداز انہیں محسوس ہو یا نہ ہو لیکن متین اور مہذب لوگوں کی نگاہ میں بدنام کنندۂ مولویت ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی جلسہ سالانہ کی بصیرت افروز تقریر معقولیت اور مسائل مذہبی پر متانت اور سنجیدگی کے ساتھ نقد و نظر کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی مگر وہ لوگ کہ جن کی طبیعت میں شرارت اور ظرافت کے سوا کچھ نہیں۔ ان حقائق اور معارف سے کیا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ حضرت امیر نے اس تقریر میں تحریک وہابیت کے نافع الناس ہونے کا اعتراف فرمایا اور اس سے جو مسلمانوں کو فائدہ پہنچا اس کا انشراح صدر کے ساتھ اظہار کیا مگر یہی تقریر مولوی ثناء اللہ کے لئے جو اپنے آپ کو وہابیت کا بت سمجھے بیٹھے ہیں دماغ پاش ثابت ہوئی اس کو پڑھ کر ان کا توازن عقل یکسر رخصت ہو گیا اور بجائے شکریہ کے ہولی کے وہ بن کر تمسخر اڑانے لگے تقریر مذکور کے تحریک وہابیت والے حصہ کا ایک طویل اقتباس نقل کرنے کے بعد آپ اہل حدیث ٦ مارچ کے افتتاحیہ میں لکھتے ہیں

"کہ آپ کی اس تقریر کو پڑھنے سے میرے دل میں القا ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی نے جو آخری فیصلہ کی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ مرزا اور ثناء اللہ میں سے جو خدا کے نزدیک جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ آخر وہ پہلے فوت ہو گئے اور پیچھے رہنے والا اس لئے رہا کہ وہ نافع الناس تھا لہ الحمد"

یہ ایک تازہ گدگدی ہے کہ جو مولانا کے دل میں اٹھی ہے اور ہر منافق کے دل میں ہمیشہ اسی طرح زمانہ کی ہوا کے مطابق گدگدی ہوا کرتی ہے۔ اگر مولانا کو ہمارے یہ الفاظ ناپسند ہوں تو اپنے مندرجہ ذیل عقیدہ کو دوبارہ پڑھ کر اپنے لئے خود ہی کوئی فتویٰ تجویز کر لیں۔

"یہ تحریر تمہاری (حضرت مرزا صاحب کی) مجھے منظور نہیں اور یہ کہ نہ کوئی دانا اس کو قبول کر سکتا ہے۔ آپ اس دعویٰ میں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں[1]۔ قرآن شریف تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمن مدا (١٦/٨) انما نملی لهم خیر لانفسهم انما نملی لهم لیزدادوا اثما (پ ٤) ویمدهم فی طغیانهم یعمهون (پ ١) بل متعنا هؤلاء وآباءهم حتی طال علیهم العمر (پ ١٧) وغیرہ آیات تمہاری اس دلیل کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور سنو جن کے صاف یہی معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے دغاباز۔ مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔ پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتلاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو لمبی عمریں نہیں ملتیں"

(اخبار اہل حدیث مورخہ ٢٦ اپریل ١٩٠٧ء)

مولانا نے ہمارے عبد الکریم چپڑاسی کے سوال کا ابتک کوئی جواب نہیں دیا اس سوال کے ساتھ ہی اب اس کے اس دوسرے سوال کا جواب بھی عنایت ہو کہ پیچھے رہنے والا دغاباز مفسد اور نافرمان شخص ہے یا نافع الناس۔ پہلا سوال اگر مولانا کو بھول گیا ہو تو اس کے لئے دیکھو پیغام صلح مورخہ ١١ فروری ١٩٣١ء نمبر ١

[1] مولانا کی خوش فہمی ہے ورنہ حضرت صاحب نے یہ ہرگز نہیں لکھا کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی۔ ہاں جب مفسد اور کذاب کسی مامور کے مقابل پر مباہلہ کریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ مفسد اور کذاب کو مہلت نہیں دیتا یہ قرآن کریم کا ارشاد اور حضرت صاحب کا عقیدہ ہے کہ جسکو مولانا اپنے کاذب ہونیکے ثبوت میں یوں تحریف کر کے پیش کر رہے ہیں۔

سلہ اردو؟

مولوی ثناء اللہ کی قرآن دانی

لغت عرب میں جَیب سے مراد قمیص کا گریبان ہے۔ لسان العرب میں قلب اور سینہ کے لئے بھی اس کا استعمال بتایا ہے۔ بعض کے نزدیک جَوب بمعنی قطع ہے۔ گریبان چونکہ کترا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کا نام جیب رکھا۔ اہل عرب ایک تھیلی گریبان سے لٹکا لیتے تھے بعد میں اس کا نام بھی جیب ہو گیا۔ فارس میں وہ تھیلی گریبان سے ڈھلک کر کرتے کے نیچے آ گئی اور نام وہی جیب رہا۔ پتلون والوں نے اس کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا مگر نام پھر بھی جیب ہے۔ تاہم عرب میں جیب وہی گریبان اور سینہ ہے۔ مگر ہمارے دوست ماسٹر انعام اللہ خان صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ کے علم و فضل کی برکت سے اس جیب کے معنی اب منہ کے ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اخبار اہل حدیث مورخہ ٢٣ جنوری صفحہ ١٣ کالم ٣ پر درج ہے۔

س۔ ٦١ عورتوں کو پردہ کہاں تک کرنا چاہیئے۔

ج۔ ٦١ عورتوں کو پردہ اتنا ہی چاہیئے جو قرآن مجید میں حکم ہے ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن۔ خمار سر کی اوڑھنی کو کہتے ہیں۔ اس کی بابت ارشاد ہے کہ عورتیں اپنی اوڑھنی غیر محرموں کے سامنے منہ پر ڈال لیا کریں۔ عربی دانی کا کمال یہ ہے کہ "جیوب" کے معنی منہ کئے گئے ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہیں ڈبل مولوی فاضل ہونے کا دعویٰ ہے۔

بقیہ صفحہ اول

١٠ بجے صبح ٢٠ کو نماز عید تمام برادران سلسلہ نے ادا کی قبلہ چوہدری محمد حسین صاحب نے خطبہ پڑھا۔ آپ نے سورۃ والشمس کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے انسان کامل کی تعریف بیان فرمائی اور نہایت فصیح و بلیغ زبان سے انسان کامل کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔

نماز عید پر مبلغ ٨/ روپیہ بتفصیل ذیل چندہ جمع کیا گیا جو مرکز کو بھجوایا جائے گا۔

١ چوہدری محمد حسین صاحب وکیل —— ٣
٢ مرزا اکرم بیگ صاحب پنشنر گجرات —— ١
٣ شیخ کریم اللہ صاحب پنشنر گجرات ——
٤ چوہدری فضل داد صاحب کمپ کلرک گجرات ——
٥ حافظ محمد حسین صاحب پوسٹ ماسٹر گجرات ——
٦ ملک نظام الدین ٹھیکیدار گجرات برادر قمر الدین صاحب گنڈی پار جہلم —— ١
٧ مرزا سردار بیگ صاحب ڈسٹرکٹ ناظر گجرات —— ١

٢ بجے نماز جمعہ ادا کی گئی۔ قبلہ صدر محترم نے خطبہ میں جماعت کو اپنے فرائض سے آگاہ کیا۔ اور انہیں قلیل ہونے کے خوف سے بیدل نہ ہونے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے دعا کی کہ "اے اللعالمین اگر تیری یہ قلیل جماعت جو تیرے نام کی اشاعت کے لئے کمربستہ ہو کر نکلی ہے اگر مٹا دی گئی تو تیرا نام لیوا کوئی نہ رہیگا۔

نماز کے بعد مرزا سردار بیگ صاحب ڈسٹرکٹ ناظر نے ٤ روپیہ صدقہ عید الفطر فنڈ میں عطا فرمایا۔ جو کہ مرکز کو بھجوایا جائے گا۔

چوہدری محمد حسین صاحب قبلہ کے چند ایک ذاتی مقدمات تھے جن کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ خدا نے اپنا فضل و کرم کیا اور تمام مقدمات کا تصفیہ ہو گیا ہے۔ اور تمام مقدمات واپس لئے گئے ہیں۔

باقی بر صفحہ

منقولات

تکفیر مدگر کا شوق ہندوستان کے تمام مدعی اسلام فرقوں کی ایک صنعت مشترک ہے۔ بظاہر ہر ایک جماعت اس فن لطیف میں دوسری جماعتوں سے بازی لے جانا چاہتی ہے۔ یہ اسلام کو رسوا کرنے والی جماعتیں کمال مشق تکفیری میں اپنی ترقی کا راز مضمر جانتی ہیں۔ ہر سال شائقین کی خواہش اور حالار کے پیش نظر ملک کے مناسب مقامات میں تکفیر ٹورنامنٹ منعقد کئے جاتے ہیں۔ جو باصطلاح مکفرین مجالس مناظرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

ان مذہبی اکھاڑوں میں جو فریق اپنے حریف کا کفر بیش از پیش وجوہ سے ثابت کر دیتا ہے۔ وہی فاتح سمجھا جاتا ہے۔ علماء سوء نے جہاد بالقلم اور جہاد باللسان کے لئے ان دائروں کو مخصوص و منتخب کر لیا ہے۔ عامۃ المسلمین ہمیشہ فیصلہ کن مقابلہ کی خبر سننے کے لئے گوش بر آواز رہتے ہیں لیکن زوال اقتدار اسلام کے بعد سے آج تک جس قدر عالمانہ دنگل ہوئے کسی ایک کا نتیجہ بھی حق و باطل میں ناقابل انکار امتیاز نہیں ہو سکا۔ زبان درازی کے ہر مقدس مقابلہ کے بعد فریقین بلند آہنگی سے اپنی فتح مندی اور غلبہ کا دعا کرتے ہیں۔ اور جہاں تک مالی حالات اجازت دیتے ہیں۔ اپنے محرم مقصود کے حق میں وسیع پیمانہ پر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ کسی جماعت کی نسبت یہ کہنا کہ اس کے ممتاز ارکان حق تکفیر میں دستگاہ تام نہیں رکھتے اس کی تحقیر و تذلیل اور خدمات دینی سے انکار کے مترادف سمجھا جاتا ہے

اگر مختلف جماعتوں کی مساعی تکفیر کا جائزہ لینے کے لئے کوئی غیر جانبدار کمیشن مقرر کیا جائے۔ تو ہمیں یقین ہے کہ وہ آخر کار بریلی کے تکفیر پیشہ ملانوں کی ہفتاد سالہ مکفرانہ دینی خدمات کا اعتراف کرنے کے لئے مجبور ہوگا۔

مذہب کی تاریخ صدیوں سے لیٹ کر ان خونخوار اژدھوں نے جو زہر چکانی کی ہے۔ اس نے عوام کالانعام کی ذہنیت کو اس قدر مسموم کر دیا ہے۔ کہ مہدی موعود کی تقریر کا آبحیات بھی شائد اس کے مہلک اثرات کو زائل نہ کر سکے جمعیۃ العلماء ہند کی تعریف میں ارشاد ہوتا ہے۔

"جمعیۃ العلماء ہند نام ہے۔ اس ہوا پرست جماعت کا جو مسلمانوں کے ملی و قومی مفاد کو مشرکین ہند کے قدموں پر قربان کر دینے کا ارادہ کر چکی ہے۔ الحمد للہ ابھی قربان نہیں کیا۔ مدیر نکات)

صدر جمعیۃ العلماء ہند مولانا مفتی کفایت اللہ اور دیگر ارکان جمعیۃ کے متعلق اس طرح گوہر فشانی کی جاتی ہے۔

"وہ کانگرسی مولوی نہیں۔ برادران مالوی ہیں۔ اللہ و رسول پر مفتری ہیں۔ بے حد بے باک نہایت جری ہیں۔ جب تو اللہ و رسول کے خلاف چلتے۔ ان سے لڑائی لیتے۔ ان کے بدترین مخالفوں کے یار و یاور بنتے۔ با طاعت مشرکین گوبیوں کے لئے اپنے سینے تانتنے والوں کو شہید بتاتے۔ (مطلب یہ ہے کہ شہدائے پشاور کو ہم نے جنت سے محروم کر دیا۔ مدیر نکات) یہ غافل جاہل نہیں جانتے کہ ایسے ہر احمق بلید۔ بلید کے بھون دینے پھونک دینے کو نقد ہی سا عذاب اللہ کفایت اللہ کفایت کرے گا۔ اللہ اکبر یہی وہ ناہنجار۔ بدکردار شہید ہیں سجودین پر مٹنے والوں کی شہادت کو حرام موت بتاتے ہیں"

یہ ہے ان مدعیان علم و فضل کی برکاتی تہذیب۔ یہ ہے رسوخ فی العلم کا دعا کرنے والوں کی رضوی شائستگی۔ از کوزہ ہماں تراود کہ [illegible] ستون چشم بد دور میں آپ دین کے نمونہ ہیں خلق رسول امین کے

انسانیت ان طاغوتیوں کی بدزبانی پر پیشی ہے۔ تہذیب ان کی یاوہ گوئی پر شرافت کا ماتم کرتی ہے۔ یہ جبل دعز و مکر و زور کی منڈیریں رنگینے والے تنگ وجود لٹیرے اسلامی تہذیب کے مطہر و مصفا دامن پر گندگی اچھالتے ہیں۔ مسلمانوں کی روایتی اخلاقی عظمت و متانت کے علم کو اوج ثریا سے تحت الثریٰ پر ڈالتے ہیں۔ ان کی بے مغزی کا یہ عالم ہے کہ جس فتوے میں برادران وطن کو حربی کافر بتاتے ہیں۔ اسی فتوے میں دوسری جگہ آیہ قتال کو منسوخ ٹھہراتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قتال کا اس وقت تو یہاں حکم بھی نہیں۔ کہ جلو چھٹی ہوئی قتال کے جھمیلوں سے بچے۔ قصہ کوتہ شد و گر زرد و سر بسیار بود۔ رہی جدال اس کے لئے بہادر ہاتھیوں کو اپنی ہی فوج کافی ہے۔

تیر پر تیر نگاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے
سینہ کس کا ہے میری جان جگر کس کا ہے　　(زمیندار)

روئداد جلسہ پسرور

مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۱ء و یکم مارچ ۱۹۳۱ء بمقام پسرور ضلع سیالکوٹ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام پسرور کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ غیر از جماعت دوستوں نے اس جلسہ کو کامیاب بنانے اور ہر قسم کا سامان متعلق جلسہ جمع کرنے میں جس تپاک سے حصہ لیا۔ اس کے لئے ہم نہایت خلوص دل سے جماعت پسرور کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے خصوصیت سے قابل ذکر چوہدری محمد ابراہیم صاحب ٹھیکیدار مستری شاہ محمد صاحب شیخ عصمت اللہ خاں صاحب وکیل اور میاں عبد اللطیف صاحب خیاط ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے

مختصر روئداد جلسہ

۲۸ فروری ۱۹۳۱ء ۱ بجے دوپہر جلسہ منعقد ہوا۔ اتفاقاً علماء مقررین وقت پر نہ پہنچ سکے شیخ غلام محمد صاحب محصل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے (جو صرف اکیلے یہاں موجود تھے) بصدارت جناب شیخ محمد علی صاحب تحصیلدار پنشنر بعد تلاوت قرآن مجید و اشعار در زمین۔ اپنا تحریر کیا ہوا لیکچر پڑھنا شروع کیا لیکچر پر اثر تھا شیخ صاحب نے نہایت پرجوش طرز میں اس کو پڑھا جس میں آپ نے مسلمانوں کی حالت موجودہ۔ اور سلسلہ احمدیہ کی حقانیت پر بحث کی ہوئی تھی۔ ساڑھے تین بجے جناب مولوی عصمت اللہ صاحب سیالکوٹ سے تشریف لے آئے۔ اور پونے چار بجے کی گاڑی میں مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی بھی پہنچ گئے۔ مولوی عصمت اللہ صاحب کا لیکچر شروع ہوا۔ مولوی صاحب نے اپنے لیکچر میں مفصل طور پر اس بات پر روشنی ڈالی کہ اصل اور صحیح اسلام کیا ہے۔ وہ وہی ہوتا ہے جو خدا کے مامور اور مجدد پیش کرتے ہیں جس طرح امت کے برگزیدوں نے اسے اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی ضروریات کے مطابق پیش کر کے نمایاں ترقی حاصل کی پھر آپ نے بتایا کہ اصل اسلام یہی ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی تکفیر باقی نہ رہے۔ اور سب کلمہ گو مسلمان قرار دیئے جائیں۔ مولوی صاحب کی سحر بیانی تو مشہور ہے سب حاضرین سن سن کر وجد میں آ رہے تھے اور دل یقین کر رہے تھے کہ یہی وہ باتیں ہیں جن کی آج ہمیں ضرورت ہے ان کے بعد دوسرا اجلاس شام کے آٹھ بجے شروع ہوا جس میں مجمع کافی ہو گیا۔ مولوی عصمت اللہ صاحب نے پھر تقریر فرمائی اور ن والقلم وما یسطرون کی تفسیر فرمائی اور دنیا کی موجودہ ترقی بذریعہ قلم و دوات کا ذکر مبسوط فرمایا۔ ان کے بعد مولانا عبد الحق کی فضائل اسلام پر تقریر ہوئی جس میں آپ نے اس امر پر کافی روشنی ڈالی کہ مذہب کا حقیقی مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ وہ دوسروں کو اپنے ساتھ ملائے لیکن سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے تمام سابقہ کتب سماوی میں تحریف اور ملاوٹ کا ہو جانا ثابت کیا جس کے متعلق ایک مسیحی سے بعد میں کچھ گفتگو بھی ہوئی۔ مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں بتایا کہ نور افشاں میں جو مسیحیوں کا اخبار ہے یہ چھپا تھا کہ آئندہ بائبل کو چھاپنے کے لئے ضروری ہے کہ سب طرف سے اس کے اندر مناسب تصحیح یا تبدیلی کیلئے رائیں آ جائیں۔ مسیحی مشنری نے اخبار میں ایسا اعلان ہونے سے انکار کر دیا چنانچہ دوسرے دن مجمع میں انہیں ۲۸۔ نومبر کے پرچہ نور افشاں میں دکھایا گیا۔

اتوار کے روز حضرت امیر ایدہ اللہ کے تشریف لانے کے باعث سب دوست اسٹیشن پر استقبال کے لئے تشریف لے گئے اور خیر مقدم کے بعد دو بجے اجلاس شروع ہوا۔ مولوی عصمت اللہ صاحب کی مختصر تقریر کے بعد مولوی نیاز علی صاحب نے حضرت امیر قوم رضا کا تعارف کرایا جس کے بعد حضور کی ایک بصیرت افروز تقریر ہوئی جس میں اول مسلمانوں کو قرضوں کی غلامی۔ رسومات سے بچنے۔ اسراف سے بچنے اور آمدنیوں کے اندر گزارہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور اس کے بعد اپنے مرشد حضرت مسیح موعود کا آنا اور آپ کا مشن پیش فرمایا اور اس کی کامیابی کو پیش فرمایا یہ تقریر اور ریمارک صدر جلسہ علیحدہ مولوی دوست محمد صاحب نے نوٹ کر لئے تھے جو پھر کسی وقت پیش نظر ہوں گے) رات کو پھر مولوی عصمت اللہ صاحب اور پنڈت شیخ محمد یوسف صاحب کی تقاریر ہوئیں جن میں مسلمانوں کے اتحاد اور صداقت اسلام تکفیر سے بیزاری اور کام کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ نہایت کامیابی اور امن سے جلسہ پر درود دعاؤں پر ختم ہوا۔ اہالیان شہر میں سے بعض دوستوں نے مخالفت کے سامان کھڑے کرنے کی کوشش کی اور بعض نے جلسہ کے اندر بھی شاخسانے کھڑے کرنے چاہے لیکن سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دب گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

سامعین ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ بہت سے احباب سیالکوٹ و دیگر مضافات سے تشریف لائے ہوئے تھے

(از سکرٹری جماعت پسرور)

ماہوار ایڈیشن کے متعلق ضروری اطلاع

جن اصحاب کو ماہوار ایڈیشن کے زائد پرچے اپنے طور پر ارسال کئے گئے ہیں وہ از راہ کرم ان کی قیمت جلد ارسال فرما دیں۔ ایسے تمام احباب کو قیمت اور محصول ڈاک کی اطلاع بذریعہ خطوط دی جا چکی ہے۔ اگر کسی صاحب کی خدمت میں اطلاعی کارڈ نہ پہنچا ہو اور پرچے نہ پہنچے ہوں تو وہ بواپسی مطلع فرما دیں تاکہ مناسب تحقیق کی جائے۔ ہم نے تمام فرمائشوں کی تعمیل نہایت احتیاط سے کی ہے۔ اور تمام بنڈلوں کی رسید ڈاک خانہ سے حاصل کر لی ہے۔ ماہوار ایڈیشن کی قیمت لاگت کے بالکل قریب قریب بلکہ اس سے کچھ کم رکھی گئی ہے۔ امید ہے کہ اس کی قیمت وصول کرنے کے لئے ہمیں بار بار یاد دہانی کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی۔

(خاکسار مینیجر)

کیا جماعت احمدیہ کا وجود ضروری ہے

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب - میڈیکل افیسر گورنمنٹ کالج - لاہور)

(۳)

اس سوال کے حل کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد اپنے دل سے یہ سوال پوچھے کہ کیا جماعت احمدیہ کا وجود ضروری ہے اور اگر وہ اس کا جواب اپنے قلب سے مثبت میں پائے تو وہ غور کرے کہ کیا اس کی روزمرہ کی عملی زندگی بھی اس سوال کا جواب ہاں میں دے رہی ہے جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں جماعت احمدیہ نہ تو اس لئے قائم کی گئی کہ ایک شخص اس میں داخل ہوئے بغیر مسلمان نہیں ہوتا اور نہ اس لئے کہ کسی فرقہ کا اضافہ ضروری تھا .... بلکہ حضرت مسیح موعود نے خدا تعالیٰ سے حکم پاکر ایک جماعت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار کی۔ اس سے لازم آگیا کہ اگر یہ جماعت تمام کی تمام جہاد کو عملی رنگ میں کر رہی ہے تب تو اس کی ضرورت ہے اور اگر اس جماعت نے عملی زندگی میں جہاد ضرورت زمانہ سے انحراف کیا ہے تو اس کی ضرورت نہیں رہی بہت سے لوگ اس دھوکہ میں ہیں کہ جہاد کا حکم حضرت محمد رسول اللہ کے وقت کے مسلمانوں کے لئے مخصوص تھا اور یہ کہ حضرت مسیح موعود نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے پھر بعض اصحاب اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے جس جہاد پر جماعت کو لگایا وہ جان کی قربانی نہیں چاہتا۔ افسوس ایسے اصحاب ذرا غور کرتے کہ کیا خدا کے قانون کبھی بدل جاتے ہیں اگر پہلے کوئی قوم نہیں بنی جب تک کہ اس کے افراد نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کی قربانی نہ کی تو اب کوئی قوم کس طرح بن سکتی ہے جب تک وہی قربانیاں اور وہی ایثار موجود نہ ہوں ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ یہ ایک نفس کو دھوکا دینا ہے کہ اس وقت کے جہاد زمانہ یعنی اشاعت اسلام سے ہم عہدہ برآ ہوسکیں گے درانحالیکہ ہم اپنی جانوں اور نفسوں کی قربانی نہ کریں۔

زندگی کے خون کی ضرورت

وہ سستی اور غفلت جو جماعت احمدیہ کے افراد پر چھا رہی ہے الا ماشاء اللہ۔ اس تمام کی جڑ صرف یہی بات ہے کہ اس جماعت کے افراد کے دلوں میں یہ غلط عقیدہ سما گیا ہے کہ ہم دین کی خدمت اس وقت چند پیسوں کے دینے سے کرسکتے ہیں اور اس وقت دین کو ہماری جانوں اور ہمارے نفسوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اگر اس وقت کوئی قوم تلوار لیکر اسلام کو مٹانا نہیں چاہتی تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ ہم قوم اور دین کی خدمت بغیر جانوں کی قربانی کے ادا کرسکتے ہیں؟ اگر دوسری اقوام کے افراد اپنی اپنی قوم کے تعمیری کام میں اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں تو کیا مسلمانوں کی قومی تعمیر اور اشاعت اسلام کا کام بغیر ایسی قربانیوں کے ظہور پذیر ہوسکتا ہے؟ اگر وہ لوگ جن کے عقائد بطلان کا پتلا ہیں۔ اپنے عقائد کی خاطر ہر طرح کی مصیبت و دکھ اٹھاتے اور تمام عمر کو اس راہ میں وقف کر دیتے ہیں تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم بغیر ایسی جان نثاریوں کے کامیاب ہو جائیں محض اس لئے کہ ہمارے اصول صحیح ہیں۔ اس وقت بھی جان کی قربانی کی ویسی ہی ضرورت ہے جیسے کہ پہلے تھی اور اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے رستے میں جہاد زندگی کے خون کو چاہتا ہے جس طرح پہلے اس کی ضرورت تھی اس وقت اگرچہ ایسی لڑائی نہیں جس میں ہم حصہ لیکر سر کٹا دیں۔ لیکن وہ لڑائی ہے جس کے لئے زندگی کے خون کی ضرورت ہے ہم کبھی زندہ نہیں ہوسکتے جب تک ہم اپنے اوپر موت وارد نہ کریں ہم کبھی جہاد زمانہ یعنی اشاعت اسلام سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے جب تک ہماری نفسانی خواہشات اور دنیاوی زندگی پر ایک موت وارد نہ ہوجائے اور جب تک ہم میں سے ہر ایک فرد ہمہ تن اپنی دنیاوی حرص و طمع کو چھوڑ کر اس جہاد میں کود نہ پڑے۔

"میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"

حضرت مسیح موعود کی نظر بھی کس قدر تیز تھی کہ جس نے مرض کی جڑ کو معلوم کرلیا۔ آپ نے بیعت کا لب لباب ان الفاظ میں ادا کردیا "میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" جماعت کا ہر فرد اپنے نفس سے پوچھے کہ جب ہم چوبیس گھنٹے اپنے دنیاوی کاموں میں منہمک رہتے ہیں اور اپنی تمام دماغی طاقتوں اور قوتوں کو دنیاوی اغراض کے حصول پر لگا دیتے ہیں تو کیا ماہوار چند پیسوں کے دیدینے سے اور وہ بھی ہم میں سے تھوڑے ہیں جو بانشراح صدر اور بپابندی التزام ادا کرتے ہیں۔ کیا ایسی موہوم امید سے ہم یہ خیال جمائے بیٹھے ہیں کہ دین کی خدمت کرلی یہ دین کے ساتھ پہلے درجہ کا استہزا اور اس کی ذلت کرنا ہے۔ کیا ہماری جماعت کے افراد اس خیال میں ہیں کہ مرکز سے چند کتابوں کا شائع ہو جانا یا مرکز میں مبلغوں کی موجودگی ہمارے سروں سے دین کی خدمت کا بوجھ ٹال دے گی؟ حضرت مسیح موعود کا زمانہ یاد کرو کہ اس وقت جماعت کا امتیازی فرق کیا تھا۔ اس وقت احمدی کا یہ نشان تھا کہ وہ دین کے احکام کی پابندی اور علم دین کے حصول اور اس کی اشاعت میں دوسرے مسلمانوں سے ممتاز تھا۔ کیا آج بھی دنیا ایک احمدی کو اسی نگاہ سے دیکھتی ہے؟ اگر آج دنیا کی نظر میں ایک احمدی دوسروں سے اس معیار پر ممیز نہیں رہا تو پھر منطق اور دلائل سے ہم ہرگز دوسروں کو اس جماعت کے وجود کی ضرورت کا قائل نہیں کرسکتے۔ کوئی جماعت کبھی منطقی دلیلوں سے آج تک نہیں بنی اور نہ ہی اس لئے بنی کہ اس کے عقائد صحیح ہیں بلکہ برخلاف اس کے غلط عقائد پر بھی جماعتیں بن جاتی ہیں اور ترقی کرتی ہیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ جماعت کے افراد کی عملی زندگیوں میں ایک انقلاب ہے۔ ضرورت اس عشق اور محویت اور فنا کی ہے جس کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک فرد دینی علوم کو حاصل کرے اور اس کی اشاعت میں غرق نظر آوے۔

دنیا دین پر مقدم ہوگئی

آج ہماری جماعت کی حالت مجموعی رنگ میں نظر آرہی ہے کہ اگرچہ ہم خواہش تو یہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ دین کو قوت و شوکت حاصل ہو اور دین اسلام بلند مقام پر دکھلائی دے لیکن اس خواہش کے ساتھ ہم یہ بھی خواہش رکھتے ہیں کہ ہماری طرف سے قربانی نہ کرنی پڑے۔ عجیب تضاد ہے ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کی خواہش بھی ہے مگر خدا تعالیٰ کے قانون قربانی و ایثار پر چل کر نہیں بلکہ محض دل کی خواہش سے ہم چاہتے ہیں کہ دین کی عمارت بن جائے مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہ ہمیں کچھ قربانی دینی نہ پڑے نہ ہم اپنا وقت دین کے علم اور اس کی اشاعت کے لئے دے سکتے ہیں نہ اپنی کوئی طاقت و قوت نہ اپنا اثر اور رسوخ اس راہ میں لگانا پسند کرتے ہیں۔ اور وہ بھی بہت کم ہیں جو اپنے خرچوں کو کم کرکے اپنے مال کو اس راہ میں لگانے کے لئے تیار ہیں۔ یہ نظارہ دنیا کو دین پر مقدم کرنیکا ہے اور حضرت مسیح موعود کی راہ۔ کی عین ضد۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کے نقش قدم پر چلیں مگر دنیا کو دین کے تابع نہ کرنا پڑے کیا یہ ممکن ہے؟

مادیت کا زمانہ

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض مادیت کے پردہ کو چاک کرنا ہے۔ اگر ہم اپنا وقت جماعت کی ترقی پر نہیں لگا سکتے اس لئے کہ ہمارے دنیوی کام رہ جائیں گے اگر ہم اپنی دماغی طاقتیں اور قلبی قوتیں اسلام کا دین سیکھنے میں اور پھیلانے میں صرف نہیں کرتے اس واسطے کہ ہم دنیاوی مراتب کے حاصل کرنے میں رہ جائیں گے اگر ہم اپنے آراموں اور عیشوں کو قربان کرکے اور اپنی جائدادوں اور مالوں کو کاٹ کر اشاعت اسلام میں نہیں لگا سکتے مبادا کہ ہماری اولادیں بھوکی نہ مر جاویں اور اگر ہم اپنی اولادوں کو دینی علم نہیں سکھلاتے بلکہ ہماری اولادیں باقی لوگوں کی مانند دین سے منحرف اور بے علم ہیں تو پھر کس برتے اور قوت سے ہم دوسروں کو اس راہ میں آنے کی دعوت دے سکتے ہیں؟ جب ہم من حیث الجماعت اشاعت اسلام کے کام سے ہٹ کر دنیاوی اغراض کے حصول کے پیچھے پڑ جائیں گے تو ہم منطق سے جماعت احمدیہ کے وجود کی ضرورت نہیں بتلا سکیں گے۔ جماعت احمدیہ ایک سپاہیوں کی جماعت ہے جو ایک لڑائی کیلئے نکلی ہے اور جس کی دعوت اس کا نمونہ اور اس کا عمل ہے اگر اس کے افراد کی کثرت لڑائی سے منہ موڑ بیٹھی ہے تو وہ کس طرح اپنے قیام کی ضرورت ثابت کر سکتی ہے۔ اور وہ کیونکر دوسروں کو اس میں شمولیت کیلئے بلا سکتی ہے ؎

من از بیمہ رویت گفتم تو خود ہم فکر کن بارے
خرد از بہر ایں روز است لے اما د ہوشیارے

احمدی برادران کی خدمت میں التماس

فہرست ممبران جماعت دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے احباب اخبار پیغام صلح کے خریدار نہیں ہیں اور اس طرح اس کے نیک اثرات سے محروم رہتے ہیں جو ہمیں بہت شاق گذر رہا ہے اسلئے تجویز کی گئی ہے کہ آئندہ کے لئے ہر احمدی اخبار کو خریدارے اور تمام احباب کو اس کے لئے مجبور کیا جائے تاکہ اس کے مطالعہ سے وہ قومی حالات سے آگاہ رہیں اور قومی تحریکات میں حصہ لے سکیں۔ ان سب احباب کی خدمت میں جن کے نام اخبار جائے عرض ہے کہ وہ اس کی قیمت مبلغ چھ روپیہ سالانہ خود بخود بھیج دیں اور انجمن کو خط و کتابت کے اخراجات سے بچا کر عند اللہ ماجور ہوں۔ جہاں دیگر جسمانی ضروریات کے لئے اخراجات مہیا کئے جاتے ہیں وہاں اس روحانی غذا کے لئے ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ کم از کم آٹھ آنہ ماہوار ضرور خرچ کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ یہ سمجھ لے کہ اس کی روح قومیت کے شیرازہ سے بمراحل دور ہے۔

(خاکسار سید محمد حسین افسر اخبارات)

قرآنی نکاح کا فلسفہ

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

(از ڈاکٹر وزیر احمد صاحب)

قرآن مجید کے نزدیک انسان اشرف المخلوقات ہے۔
اس نے ابتدائے آفرینش سے اس کو مرد و زن میں منقسم کیا۔
پھر ان کو جوڑنے کے لئے نکاح کی ترویج Institution کو قائم کیا۔ جس کے بعد مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا لباس ٹھہرایا۔ یعنی نکاح باعث بنا ان کو اس لباس کے رنگ میں تبدیل کرنے کا۔ اور ساتھ ہی بہترین لباس تقویٰ ٹھہرایا گیا ہے۔ پس زن و شوہر کے تعلقات کا بہترین مقصد دنیا میں تقویٰ ہی کا قائم کرنا ہے۔ اور نکاح کا مقصد وحید ہی انسان کو متقی بنانا ہے۔ جس نکاح سے یہ مقصد حاصل نہ ہو وہ قرآن کریم کی نگاہ میں نکاح ہو ہی نہیں سکتا
قرآن مجید نے تقویٰ پر اتنا زور اسی لئے دیا ہے کہ انسان ہر جگہ جنت کی حالت میں رہے۔ آدم اور حوا کا قصہ بھی صاف طور پر یہی بیان کرتا ہے کہ جب مرد اور عورت کی بھول سے دونوں کے لباس اُتر گئے تو دونوں میں پہلی سی یگانگت نہ رہی۔ اور اس طرح دونو جنت کی حالت سے نکل گئے۔ پس دنیا و آخرت میں جنت کی حالت میں رہنے کے لئے اس فلسفہ کا سمجھنا ضروری ہے اور مسلمانوں کی ساری ذلت کا باعث اس فلسفہ سے بیگانگی ہے۔ جب سے نکاح کی رسم Institution ان کے ہاتھ میں آن کر ذلیل ہوئی ہے اس وقت سے مسلمانوں کا ادبار نہ صرف شخصی رنگ میں بلکہ قومی رنگ میں شروع ہوا۔ بادی النظر میں میرا یہ مقولہ مضحکہ خیز معلوم ہو مگر غور کرنیوالی طبیعتیں اس کی سچائی کے قائل ہوئے بغیر نہ رہیں گی۔ آخر قرآن نے بھی آدم اور حوا کے قصے کو سب سے پہلے کیوں رکھا۔ اس کو اتنی وقعت کیوں دی کہ اس کو بار بار دہرایا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اس فلسفہ کے سمجھنے ہی میں ہماری راحت اور ترقی پنہاں ہے۔

اگر ہم دنیا میں حکمران بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ اگر ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم راحت کی زندگی گذاریں تاکہ ہمارے لئے یہاں بھی جنت ہو اور آگے بھی بہشت میں رہیں تو ہمارے لئے اشد ضروری ہے کہ ہم متقی بنیں لیکن متقی ہونے کے لئے تقویٰ کا بطور لباس کے ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ لباس مذکور رہے۔ آیت بالا میں۔ پس جس وقت ہم اس آیت کو سمجھ لیں گے اور جیسے ہی ہم میں . . . مرد عورت کے لئے اور عورت مرد کے لئے عملی رنگ میں لباس بن جائے گا۔ اس وقت راحت و جنت بطور خادم کے ہمارے سامنے ہوں گے۔

آؤ ذرا غور تو کریں۔ کیوں خداوند جل و علےٰ نے مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا لباس قرار دیا۔ ذرا لفظ لباس کی ماہیت پر غور تو کریں اور دیکھیں کہ . . . اس لفظ کا اطلاق اس تعلق پر واقعی ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ واقعی اس تعلق کو ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ لباس اور انسان کا آپس میں تعلق ہے تو پھر لباس کی ضروریات پر نکاح کی ضروریات کو ڈھال کر دیکھا جائے! اور اس پر عامل ہو کر ابدی راحت کے حاصل کرنے والے بنیں۔

لباس کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو انسان کے نقائص کو ڈھانپ کر اس کے لئے زینت کا موجب بنے اور انسان کے اندر تسکین قلب پیدا کرے چنانچہ خود قرآن میں وارد ہے۔ یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سواتکم وریشا۔ ولباس التقویٰ ذالك خیر۔ ذلك من اٰیات اللہ لعلھم یذکرون۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے لباس کی ماہیت کو سمجھنے پر ہی نصیحت کے قبول کرنے کا انحصار رکھا ہے۔ اور تب ہی بنی آدم دکھ سے بچ سکتا ہے جیسا کہ آگے اس کے ساتھ ہی فرمایا۔ یٰبنی آدم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سوٰتھما۔

آخر لباس کا مقصد تو اتنا ہی ہے نہ کہ

۱۔ ہمارے عیوب اس کی وجہ سے چھپ جائیں۔
۲۔ اس کی وجہ سے ہمارے جسموں کی حفاظت ہو
۳۔ سردی گرمی ہمیں دستائے۔
۴۔ یہ ہمارے لئے زینت ثابت ہو۔
۵۔ ہماری عزت کی ابزادی کا باعث بنے تاکہ دوسروں میں ہم ممتاز اور قابل وقعت ٹھہریں۔
۶۔ بعض یا خاص حالتوں میں یہ ہمارا قومی نشان یا دوسری طرح کا نشان ثابت ہو۔
۷۔ ہمارا لباس ہماری تہذیب و شائستگی پر شاہد ناطق ہوتا ہے
۸۔ ہماری قلبی اور روحانی کیفیت کا یہ غماز ہے۔

اور جب ہم لباس حاصل کرنے لگتے ہیں تو ہماری کوشش یہ یہ ہوتی ہے کہ ہم ایسا لباس لیں جو کہ

۱۔ ہماری ان ضروریات کے لئے مکتفی ہو۔
۲۔ دیرپا ہو
۳۔ وہ اچھی جنس سے تیار کیا گیا ہو
۴۔ کسی اچھی کمپنی نے اس کو تیار کیا ہو۔
۵۔ اس کا تانا بانا دونوں اچھے ہوں۔
۶۔ آگے چل کر وہ باکفایت بھی ثابت ہو۔
۷۔ اس کی تراش خراش کرنے والا اچھے سے اچھا ماہر فن ہو
۸۔ اگر ہم خود اس طرح کی چیز چننے میں ناقابل ہوتے ہیں تو کسی تجربہ کار سے صلاح مشورہ لیتے ہیں۔

پھر جب ہم چاہتے ہیں کہ اس سے حسب منشا مطلب حاصل ہو۔ تو

۱۔ اس کی صفائی کا خاص طور پر اہتمام کرتے ہیں۔
۲۔ اس کی پورے طور پر حفاظت کی جاتی ہے۔ دشمن جانور سے بچاتے ہیں۔
۳۔ اگر کہیں کھونچ لگ جائے تو ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ایسا رفو کیا جائے یا ایسی مرمت ہو تاکہ یہ بے داغ ہی معلوم ہو۔ کیونکہ اسکے نقص کے ظاہر ہونے میں ہم اپنی سبکی محسوس کرتے ہیں
۴۔ حتی الوسع اسکو اپنے آپ سے جدا نہیں کرتے مجبوریوں کی صورت علیحدہ ہے

لیکن یہ تمام باتیں تب ہی حاصل ہو سکتی ہیں۔ جب لباس کو ہم اپنی چیز سمجھتے ہوں۔ وہ ہمارے پاس عاریتاً رہنے کی شئے نہ ہو کیونکہ مانگی ہوئی چیز نہ تو اتنی کشش کا باعث ہو سکتی ہے اور نہ اصولاً مندرجہ بالا فوائد اس سے مکمل طور پر حاصل ہو سکتے ہیں۔ نہ ہی یہ راحت کا سامان بن سکتا ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس لباس پر ہمیں حق ملکیت حاصل ہو۔

پس مرد عورت کے لئے اور عورت مرد کے لئے اسی وقت تک لباس کا مفہوم اپنے اندر رکھیں گے۔ جب تک عورت کو مرد پر اور مرد کو عورت پر ایک حد تک حق ملکیت حاصل ہوگا۔ اور یہ رنگ نکاح کے بعد ہی سے ظہور پذیر ہونا چاہیئے۔ اس وقت کے بعد سے مرد عورت کی ملکیت میں اور عورت مرد کی ملکیت میں چلے جانے چاہئیں۔ اسکے بعد ہر ایک کا اپنا نفس اس کے اپنے پاس فریق ثانی کی امانت متصور ہوگا۔

نکاح کے بعد نکاح کی غرض تب ہی حاصل ہو سکے گی۔ اگر یہ ایک دوسرے کے عیب پوش ثابت ہوں گے ایک دوسرے کے امر تلبیح کے استعمال کا موجب نہیں گے۔ جب وہ ایک دوسرے کو آفات سے بچانیوالے بنیں گے۔ اگر اپنے افعال سے اقوال سے علم سے عمل سے دوسرے کے لئے راحت کا سامان بہم پہنچائیں گے۔ جب کہ مرد کی عزت نہ اس کی اپنی وجہ سے بلکہ اس کی عورت کی وجہ سے بڑھیگی اور اسی طرح اس عورت کی عزت نہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے بلکہ اس کے خاوند کی نیکی کی وجہ سے دوسرے کی نگاہ میں ابزاد ہوگی۔ ایک غیر شخص کو اس میں کوئی مشکل پیدا نہ ہونی چاہیئے۔ کہ اگر وہ ایک مرد کو دیکھے۔ تو اس کے اعمال سے اس کی بیوی کی صلاحیت اور مسلمہ ہونا روشن ہوجائے۔ اور ایک عورت کو دیکھ کر اسکو فوراً معلوم ہو جانا چاہیئے کہ یہ ایک مسلم مرد کی بیوی ہے۔ اور وہ مرد ان خوبیوں کا مجموعہ ہے غرضیکہ نکاح کے بعد عورت کو مرد کا انڈکس اور مرد کو عورت کا انڈکس بن جانا عین منشا قرآن ہے۔ اگر یہ بات حاصل نہ ہو۔ تو سمجھو کہ نکاح کا قرانی مقصد ہی حاصل نہیں ہوا۔ اگر نکاح کے بعد بھی ایک اونے اخلاق اور علمیت کے مالک فریق کا ساتھی بد اخلاق اور جاہل کندہ ناتراش رہے۔ تو سمجھو نکاح کا مقصد ہی عنقا ہو رہا۔ اقتصادی لحاظ سے اگر کچھ فائدہ حاصل ہو جائے تو ہو جائے۔ مگر قرآن حکیم کی غرض ایسے نکاحوں سے پوری نہیں ہوتی جس نکاح سے ایک فریق کی قلبی و روحانی کیفیت کا اظہار دوسرے فریق کے قول و فعل سے نہیں ہوتا۔ تو سمجھو کہ یہاں صرف نیوندہ کھاتہ ہی ڈالا گیا ہے۔ قرآن کریم کو پس پشت پھینک دیا گیا ہے۔ تو کیوں نہ ایسے لوگوں پر ادبار و نکبت کا زمانہ آئے۔

یہ تو ہے حالت جو نکاح کے بعد حاصل ہونی چاہیئے۔ لیکن کیا ان امور کا بھی قبل از نکاح خیال رکھا جاتا ہے جن کو ایک ادنے سے ادنے عام لباس کا خریدار پیش نظر رکھتا ہے۔ ہم کب دیکھتے ہیں کہ جو جوڑا اس وقت بندھنے لگا ہے۔ اس سے ایک دوسرے کی یہ ضروریات پوری ہو جائیں گی۔ اور یہ پیوند تمام عمر کا مستحکم ثابت ہوگا یا ہر روز نئے دن یہ طلاقوں کا تانتا کیوں لگا رہتا ہے۔ ان ہی اصولوں پر کاربند نہ ہونے کی وجہ سے کب ہم عموماً نکاح کے وقت جسمانی، اخلاقی حالت گھریلو زندگی گھر کی تعلیم و تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ کب ہم دونوں فریق کے والدین کی اخلاقی یا قرآنی حالت کو جانچنے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں جب ان بنیادی امور کو ہی شروع میں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ تو کس طرح امید ہو سکتی ہے کہ اس طرح سے حاصل شدہ لباس ہمارے لئے راحت کو بہم پہنچائیگا کب اس کی کما حقہ حفاظت ہو سکتی ممکن ہے۔ کب اس کو بنا بنا کر سنوار سنوار کر رکھا جائیگا۔ کب اسے لباس کے عیوب و نقائص کو رفو کرنا ضروری سمجھا جائے گا۔ جب یہ بات ہی حاصل نہ ہوگی تو کہاں کی عزت کہاں کی راحت۔ جب اس سے راحت ہی نہ ملی تو جنت پھر کیسی۔ پھر کب وہ تقوےٰ کا لباس قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب یہ تقوےٰ کا لباس ہی نہ ٹھہرا تو یہ سب ڈھکوسلہ کہاں قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق ہوا۔ پھر اس سے اگر نکبت و ادبار نہ آئے تو کیا تعجب کا مقام ہو سکتا تھا۔ اگر اس طرح کے اتصال سے اعلےٰ پود پیدا ہو تو حیرت کی جا ہوگی۔ آخر احادیث نے کفو اور نجیب الطرفین کے معاملے کو کیوں زیر بحث رکھا ہر عورت کے اپنے انتخاب پر کیوں اتنا زور دیا۔ قرآن حکیم نے آدم و حوا کے قصے کو سب سے پہلے لا کر ہمیں کیا سبق دینا چاہا۔ عورت مرد کے تعلقات پر آدھے قرآن کے احکام کیوں وقف کئے۔ ہم اپنے گھروں میں دیکھیں کتنی شادیاں ہیں۔ جو بے جوڑ شادیاں نہیں کہلا سکتیں۔ کتنے جوڑے ہیں جو ایک دوسرے کی حیا تست سے باخبر ہیں۔ کتنے مرد ہیں جنکو پڑھ کر کوئی پتہ لگا سکتا ہے کہ اسکی گھر والی کی اخلاقی حالت کیسی ہے عموماً دیکھا گیا ہے کہ ہمارا رفیق عموماً الٹ ہی پڑتا ہے۔ ایک سلسلہ ہے دنیا میں سادہ زندگی

بسر کرنے کی تبلیغ کرتا ہے۔ مگر اس کے گھر میں رہنے والی بیوی ہوگی جو کہ ولداد فیشن و اخراجات ہوگی۔ وہ کہے گا۔ تو یوں۔ کہ سب کو یہاں چند دن کے لئے رہنا ہے۔ ایک پاکیزہ سادہ مکان رہائش کے لئے کافی ہے۔ مگر بیوی کے ہاتھوں مجبور ہوگا۔ کہ کم از کم رہنے کے لئے مزین کوٹھی میسر کرے ایک بیوی ہے۔ جو کہ حلیمی کا پتلا ہے۔ مگر ان کے گھر والے ہیں کہ غیض و غضب کا مجسمہ ہیں۔ اب ان سے جو اولاد ہوگی۔ ان کی نسبت کیا قیاس لگایا جا سکتا ہے۔ یہ ہیں بے جوڑ شادیاں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان مبلغ صاحب کی بیوی تقریر کا مجسمہ ہوں۔ مگر مسلمانوں میں یہی بات عنقا ہے۔ ایک بڑا اخلاقی معلم ہو۔ مگر اس کی بیوی کا وقت ہمیشہ عیب جوئی میں کٹے گا۔ تو کیا ایسا جوڑ قرآنی جوڑ کہلا سکتا ہے۔ کیا قرآن نہیں کہتا۔ کہ صالح عورت صالح مرد کے لئے اور پلید مرد پلید عورت کے لئے ہے۔ تو پھر کیا غضب ہے کہ مسلمان باوجود حامل قرآن ہونے کا دعوے رکھنے کے تو ایسی ٹھوکر کھاتے ہیں۔ اسلئے کہ مقصد نکاح ہی سے ناواقف ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کہیں دنیا میں لاانتہا طلاقوں کا سلسلہ ہے۔ تو کہیں برتھ کنٹرول کا رونا ہے۔ اور کہیں نیوگ پر جان دینے والے موجود ہیں۔ کیونکہ کسی نے اس تعلق کا مقصد یا تو بچہ کشی سمجھ رکھا ہے۔ یا صرف وسنت کا حظ نفس لیکن قرآن کا مقصد Institute ان سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے یعنی اس کا مقصد اسی ملاپ سے جنت پیدا کرنا ہے۔ مسلمان تب کامیاب ہوں گے جب ان کے گھروں میں جنت پیدا ہوگی۔ قرون اولےٰ کی تواریخ پڑھو معلوم ہوگا۔ کہ گنگے رہنے والے۔ زمین پر سونے والے ایک جنت میں رہتے تھے جنہوں نے اس مقصد نکاح کو سمجھا تھا۔ جہاں نکاح ایک ایسی کیفیت پیدا کرتا تھا۔ جیسے کسی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

جہاں کی دنیا آج کی دنیا سے نرالی نظر آتی تھی۔ جہاں یہ حالت تھی۔ کہ ایک فریق دوسرے کو راحت پہنچانے کے لئے مٹا جاتا تھا۔ جہاں دوسرا فریق بھی پہلے ۔ ۔ ۔ ۔ فریق پر اپنی جان فدا کرنا ہی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا۔ جہاں وہ ایک دوسرے کی حیات کو مجروح ہوتے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور ان کا ایمان یہ تھا۔ کہ کسی ایک غلطی کی وجہ سے کہیں دوسرے کی سبکی نہ ہو۔ جب قدم قدم پر ایسی احتیاط ہوگی۔ تو سمجھ لو کہ کس طرح جنت ایک خیالی کیفیت ہو سکتی ہے۔ آؤ ہم بھی آج یہ کیفیت پیدا کریں اس ایک امر میں ہی رسول اللہ کے اسوہ حسنہ پر چلیں۔ تو میں دیکھوں گا کہ کس طرح ہمیں دنیا پر چھا جانے سے کوئی روک سکتا ہے۔ برتھ کنٹرول پر اسی کو شیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ جو کہ رنج و راحت کے فلسفہ کو نہیں سمجھتا۔ جو نکاح کے قرآنی مقصد سے نابلد ہے۔ نیوگ کو وہی فخر سے پیش کرے گا جو کہ حیات عالم کے سمجھنے ۔ ۔ ۔ کوراہے جس کے نزدیک نکاح کے معنے بیٹے کا کھاتہ ڈالنا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ سود حاصل کرنا۔ طلاق کی کثرت وہاں نظر آئے گی۔ جہاں قرآن کے بنیادی اصولوں کو ہی مد نظر نہ رکھا جائے۔ آؤ ہم ملکر کوشش کریں اس غیر قرآنی رسم کو کم از کم ہم اپنے ہاں سے مٹا دیں جہاں اس وقت تک ہم سب کچھ دنیا کے دکھاوے کے لئے کرتے تھے۔ وہاں اب ہم اپنی خاطر کچھ کریں۔ قرآن کو اس لئے پڑھیں کہ کس طرح وہ ہمارے لئے یہاں جنت پیدا کرتا ہے۔ نکاح کرنے کا مقصد وحید ہی یہ ہو کہ دنیا پر ہی اپنی جنت بنا کر ساتھ لے جائیں گے۔ جب قرآن اس نظر سے پڑھا جائے گا۔ تو چند ہی سالوں میں ہمیں یہاں ہی جنت مل جائے گی۔ اور ہم کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ جنت کے ملنے کے ساتھ ہی ہم خدا کی نگاہ میں متقی ٹھہریں گے۔ تب ہم مصلح ہوں گے۔ اور مصلح ہونے سے بڑھ کر اور کونسی کامیابی ہے جس کے لئے روح تڑپتی ہو۔

بقیہ صفحہ ۳ کالم ۳

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہماری گجرات جماعت کو بھی روح عطا فرمائی اور ہم کو توفیق دی کہ ہم ایک مرکز پر جمع ہوگئے۔ پہلے بھی نماز جمعہ کا انتظام چوہدری صاحب کے مکان پر کیا گیا تھا لیکن بعض حضرات کو اس پر اعتراض تھا اس لئے کسی مسجد کا ہونا ضروری سمجھ کر ایک ویران مسجد کو مرمت کرا کر اس میں نماز جمعہ کا انتظام کیا گیا!

نماز عید کے متعلق بہت سے حضرات کا خیال تھا۔ کہ عام عیدگاہ میں پڑھی جاوے لیکن اُن سے استدعا کی گئی یہ نماز تو کم از کم یہاں ادا کر لی جاوے۔ تاکہ مسجد کا افتتاح اسی مبارک نماز سے کیا جاوے چنانچہ سب بزرگوں نے قبول فرمایا اور نماز عید اور نماز جمعہ پڑھا گیا۔

قبلہ مولینا مولوی محمد عصمت اللہ صاحب بھی چند یوم تک تشریف لے آئیں گے اور پھر سلسلہ درس شروع کر دیا جاویگا اور ساتھ ہی تین چار پبلک لیکچر بھی کروانے کا ارادہ ہے!

(آپ کا خادم شیر محمد سکرٹری ینگ مین اشاعت اسلام ایسوسی ایشن گجرات)

پیغام صلح میں اشتہار دینا کامیابی ہے

مولانا ثناء اللہ بحیثیت وکیل

مولانا ثناء اللہ صاحب کو ہر مذہب کا وکیل بننے اور ان سے فیس وصول کرنے کا بہت شوق ہے۔ چنانچہ اہل حدیث مورخہ ۳۰۔ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء میں آپ رقم طراز ہیں کہ آپ لوگ اپنے خادم "اہل حدیث" کو اپنا وکیل بنا دیا کریں بات کیا ہے جہاں اور کام کرتے ہیں آپ کا بھی کر دیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ حسب قواعد دفتر اہل حدیث غریب فنڈ میں کچھ دینا پڑیگا!! مختصر یہ کہ آپ کا مذہب مبلغ علیہ السلام ہے۔

درخواست دعا

میرے نہایت ہی عزیز دوست جناب چودھری جلال الدین صاحب اکبر نمونیا سے بیمار ہیں۔ حالت خراب ہے۔ نمونیا کے اثر کی وجہ سے آنکھیں بھی خراب ہوگئی ہیں ایک آنکھ کی بینائی بالکل جاتی رہی ہے۔ اور قریباً لا علاج ہے۔ میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ احباب درد دل سے انکی صحت کے لئے دعا کریں نہایت صالح اور قابل نوجوان ہیں۔

(خاکسار محمد انعام الحق ہوشیار پوری)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

الصُّلْحُ خَيْرٌ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
عبدالحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱۔ ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا

۲ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

۳ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

۴ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر ست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی

۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ || لاہور۔ یوم یک شنبہ مطبوعہ ۲۴ شوال سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۳۱ عیسوی || نمبر ۱۰۶

مراسلات

ایک ضروری گذارش

از جناب حاجی عبداللہ ہارون صاحب

نوٹ۔ یہ مضمون حاجی صاحب موصوف کیطرف سے عید کے بعد موصول ہوا تھا۔ اس کا درج کردینا اب بھی فائدہ سے خالی نہیں اسلئے مسلمانوں کے لئے مفید سمجھکر درج کردیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

عید کی خوشیاں مناتے وقت ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ بیپست و افتادہ قوم کو یاد رکھے جو روز بروز مذہبی اخلاقی اقتصادی اور سیاسی حیثیت سے تنزل کیطرف تیزی سے جارہی ہے۔ جس کی وجہ میرے نزدیک سوائے اس کے کچھ نہیں کہ قوم کے کسی طبقہ نے خواہ وہ علماء و صوفیاء کرام کا ہو خواہ دولتمند دل کا اور خواہ متوسط درجہ کے تعلیم یافتہ لوگوں کا زمانہ کے انقلاب کو ابھی تک نہیں سمجھا ہے سب نے قومی خدمت میں بے توجہی اور بے پروائی سے کام لیا اور لے رہے ہیں۔

اگر اب بھی قوم کے ہر فرد اور ہر طبقے نے توجہ نہ کی (خدا نکرے) لیکن جیسا کہ علامات بتلارہی ہیں ہمارے لئے ایک باعزت قوم کی حیثیت سے ہندوستان میں رہنا مشکل ہو جائیگا۔ نہ صرف یہ بلکہ ہم انفرادی حیثیت سے بھی باعزت زندگی سے محروم ہو جائیں گے۔

قوم کی بہتری اور ترقی کے لئے میں حسب ذیل تجاویز پیش کرتا ہوں جن پر ہر مسلمان کو غور کرنا چاہیئے۔ اور اگر اتفاق ہو تو ان پر یا ان میں سے کسی ایک پر حسب استطاعت عمل کرنا چاہیئے۔

۱۔ سب سے اول محلہ یا گاؤں وار پنچایتیں (کمیٹیاں) قائم کی جاویں جن کے ممبر قومی خدمت کا شوق رکھنے والے بے غرض اور ایماندار ہوں اور مندرجہ ذیل طور پر کام کریں:۔

ا۔ خیرات و صدقہ ہمیشہ دو فقیروں پر جو تندرست ہیں اور قوم پر بار بنے ہوئے ہیں خرچ نہ ہونے دیں۔

ب۔ تمام خیراتیں اور صدقات جو جمع ہوں پنچایت کے زیر انتظام حسب ذیل طور پر خرچ کی جاویں۔

(۱) محلہ کے یتیم و بیواؤں کی خبر گیری پر۔

(۲) محلہ کے کثیر الاولاد و قلیل الآمدنی لوگوں کے بچوں کی تعلیم پر

(۳) مساجد کو آباد کرنے اور ان میں لائق امام رکھنے پر

ج:۔ سودی قرضوں سے مسلمانوں کو بچایا جاوے جس کی وجہ مسلمانوں کی جائدادیں اور ملکیتیں ساہوکاروں کے ہاتھوں میں جارہی ہیں نیز جو لوگ اس جال میں پھنس گئے ہیں سمجھدار لوگ ان کی رہنمائی کریں اور قانونی چارہ جوئی کرکے جہانتک ممکن ہو ساہوکاروں کی زیادتیوں سے اپنے بھائیوں کو بچائیں۔

د۔ محلہ اور گاؤں میں پرچونی اور دیگر ضروریات کی دوکانیں کھلوائی جائیں۔ مسلمان دکانداروں کا فرض ہے کہ دوسرے بیوپاریوں سے اچھا اور سستا مال دیں۔

ہ:۔ شادی اور غمی کی غیر اسلامی رسموں سے مسلمانوں کو بچایا جاوے کہ ان رسومات نے مسلمانوں کو دیوالیہ کردیا ہے۔

س:۔ آپس کے جھگڑے آپس میں طے کرانے کی کوشش کیجاوے اور عدالتوں میں جاکر روپیہ خرچ نہ کیا جاوے۔

ص:۔ کواپریٹو سوسائٹیز قائم کی جاویں۔

ط:۔ مسلمانوں کو سمجھایا جاوے کہ وہ اپنے بچوں کو سرکاری یا غیر سرکاری میونسپل یا ملا اسکولوں میں سے کسی ایک میں ضرور داخل کرائیں اور جاہل نہ رہنے دیں۔

ع:۔ محلہ کی کسی مسجد میں نائٹ اسکول کھولیں اور بچوں و بڑوں کی پڑھائی کا انتظام ہو۔ اسکے لئے محلہ کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو خواہ وہ کلرک ہوں۔ یا اونچی جماعتوں کے طالب العلم اپنی خدمات مفت پیش کرنی چاہیئے

اسکے علاوہ

(۲) محلہ اور گاؤں کے سربرآوردہ لوگوں کا فرض ہے کہ حسد بغض اور کینہ ایک دوسرے سے نہ رکھیں۔ نہ آپس میں اختلاف رائے کے باعث ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں۔ اور نہ حکام سے ملتے وقت ایک دوسرے کی چغلی اور غیبت کریں۔ اور نہ کمزوروں اور زیردستوں کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ جمانے کی کوشش کریں۔ بلکہ دوسروں کے لئے نمونہ بنیں قومی خدمت اپنا شعار بنائیں۔ اور کسی یتیم بیوہ یا غریب کے حقوق کو تلف نہ ہونے دیں۔

(۳) ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنی آمدنی کو بڑھائے اور خرچ کم کرنے کی کوشش کرے۔ آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ ماہوار پس انداز کرے تاکہ عید کے وقت اپنا جمع کیا ہوا روپیہ کام آوے اور قرضہ لینا نہ پڑے۔

(۴) محلے کے سمجھدار اور تعلیم یافتہ لوگ روزانہ شام کو کسی مسجد یا کسی جگہ میں ملکر بیٹھنے کا انتظام کریں اور اپنے ان پڑھ بھائیوں کو بھی جمع کریں اور ان کو اخبارات کی خبریں نیز دوسری دینی و دنیوی باتیں سنائیں اور بتائیں اور قوم کی حالت کو سدھارنے کی تجویزوں پر غور و فکر کریں۔

اگر مندرجہ بالا باتوں پر مسلمانوں نے عمل کیا تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ عید حقیقی عید ہوگی۔ اور ہماری قوم تعلیم تنظیم، مال اور دولت میں کسی سے پیچھے نہ رہیگی۔

مجلس مشاورت

ایک ضروری اعلان

مجلس معتمدین نے ممبران انجمن کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک مجلس مشاورت سال میں ایک مرتبہ یا حسب ضرورت ایک سے زائد مرتبہ منعقد کیجانی منظور کی ہے چنانچہ امسال مجلس مشاورت کا انعقاد ماہ اپریل ۱۹۳۱ء کے آخر ہونا قرار پایا ہے جو صاحب کوئی تجویز بھیجنی چاہیں مندرجہ ذیل امور کو مدنظر رکھتے ہوئے فوراً بھیج دیں۔

(۱) ہر ایک ممبر انجمن کو حق حاصل ہے کہ اس مجلس میں پیش کرنے کیلئے تجاویز بھیجے جو مجلس منتظمہ کی منظوری کے بعد مجلس مشاورت میں پیش ہوں گی۔

۲۔ یہ تجاویز ایسے رنگ میں ہونی چاہئیں جن کا اثر قوم کی بہبود پر پڑے۔

۳۔ مجلس مشاورت کا انعقاد مجلس منتظمہ کی منظوری سے لاہور سے باہر بھی ہو سکے گا۔

۴۔ مجلس مشاورت میں ذیل کے احباب شریک ہو سکیں گے۔

ا۔ ہر وہ شخص جس نے کوئی تجویز بھیجی ہو۔

ب۔ تمام ممبران مجلس معتمدین۔

ج۔ ہر شاخ انجمن کا سیکرٹری اور پریزیڈنٹ۔

د۔ ہر ایسا شخص جسے مجلس منتظمہ یا وہ شاخ نامزد کرے جسے ایسا کرنیکا مجلس منتظمہ نے حق دیا ہو۔

۵۔ مجلس مشاورت کی تاریخ انعقاد کا نوٹس اخبار پیغام صلح میں دو ہفتے پہلے شائع ہوگا جس میں تمام تجاویز کو مفصلاً ذکر کردیا جائیگا۔ سیکرٹری

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

مورخہ ۲۶ فروری سنہ ۱۹۳۱ء

قل یا قوم اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون من یاتیہ عذاب یخزیہ ویحل علیہ عذاب مقیم پڑھ کر فرمایا قرآن کریم میں چار مختلف مقامات پر اس آیت کے پہلے حصہ کو دہرایا ہے قل یا قوم اعملوا علیٰ مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون۔ کہ دو اے قوم اپنی قوت و استطاعت کے مطابق کرو جو کچھ کر تم کر سکتے ہو میں بھی اپنا کام کر رہا ہوں عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہمارے اعمال اور کوششوں کا انجام اور نتیجہ کیا ہے یہ آیت اس وقت کی نازل شدہ ہے کہ جب آپؐ قریبًا قریبًا تنہا تھے یا بہت تھوڑے آدمیوں کے ساتھ مکہ معظمہ میں تھے اس وقت یہ ارشاد ہوتا ہے اور پھر ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ بار بار یہ ارشاد ہوتا ہے گویا قوم کو ایک کھلا چیلنج دیا جا رہا ہے کہ ساری قوم مل کر آپ کے خلاف خوب زور لگائے آپ بھی اپنے کام کئے جا رہے ہیں وقت نزول کے لحاظ سے گویا ایک طرف ایک یکہ و تنہا آدمی ہے اور اس کے مقابلے پر سارا ملک اور قوم ہے لیکن اس ایک اکیلے انسان کے اندر کس قدر ایمان اور یقین کی قوت ہے کہ وہ ان سب کے مقابلے پر اتنا بڑا دعویٰ کرتا ہے میرے خلاف خوب زور لگاؤ اور سب مل کر لگاؤ۔ فسوف تعلمون بہت جلد تمہیں اپنے اعمال کا کل معلوم ہو جائیگا اس دعوی کی بنا پر یہ ظاہر ہے کہ اسلام کی صداقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تائید الٰہی اور آپ کے ساتھ نصرت الٰہی کے ہونے کا کھلا اور بین ثبوت نظر آ رہا ہے لیکن اصل بات جو اس آیت کے اندر ہے اور جس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ قوت عمل ہے اعملوا علیٰ مکانتکم اپنی طاقت اور قوت استطاعت کے مطابق تم زور لگاؤ یقینًا تم ناکام ہوگے اور میں کامیاب ہو جاؤنگا یہ ایک پیشگوئی ہے مگر اس پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے جو قوت کام میں آنے والی تھی اس کا بھی ذکر کر دیا کہ وہ آنحضرت صلعم کی قوت عمل ہے اگرچہ اس رنگ کی پیشگوئیوں میں کامیابی کے کھلے کھلے وعدے موجود تھے مگر خود آپ نے کبھی ان سے یہ خیال نہیں کیا کہ یہ خود بخود پورے ہو جائیں گے مجھے کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے نہیں آپ اپنی پوری قوت عمل کے ساتھ مخالفوں کا مقابلہ کرتے جاتے تھے اور ان کو بھی چیلنج دیتے جاتے تھے کہ وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں یہی قوت عملی تھی کہ جس کے سامنے مخالفوں کی طاقتیں اور کوششیں ہیچ نظر آتی تھیں صحابہ کے اندر بھی یہی قوت عملی سرایت کر گئی تھی اور یہ ایک اس قسم کی طاقت ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں میں جب تک یہ قوت موجود رہی اس وقت تک مسلمان دنیا میں کامیاب اور سربلند رہے لیکن اب مسلمانوں میں سے یہی قوت مفقود ہو گئی ہے اسی کے نہ ہونے سے وہ اس ذلت کی حالت کو پہنچے ہیں جس سے بچنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی تھی اللھم انی اعوذبک من الھم والحزن واعوذبک من العجز والکسل واعوذبک من الجبن والبخل واعوذبک من غلبۃ الدین وقھر الرجال یہ آٹھ چیزیں ہیں یعنی ہم۔ حزن۔ عجز۔ کسل۔ بزدلی۔ بخل۔ قرضہ کا غالب آجانا اور لوگوں کے زیر تسلط ہو جانا جن سے پناہ

مانگنی سکھائی گئی ہے یہی انسان کی قوت عمل کو بیکار کرنیوالی چیزیں ہیں مسلمانوں کی یہ ذلت کی حالت انہی کمزوریوں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور آج اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان قہر الرجال کے نیچے پسے جا رہے ہیں اور ہندوستان میں مسلمان کی تعریف قریبًا قریبًا مقروض ہونا ہو گئی ہے۔ قریبًا ہر شخص جو کچھ اس کو ملتا ہے اس کو ناکافی سمجھتا ہے اور باقی روپیہ قرض لیکر اپنی بڑھی ہوئی ضروریات کو پورا کرتا ہے اس کے بالمقابل ہندوؤں کی یہ حالت ہے کہ وہ روپیہ پس انداز کر کے مسلمانوں کی جائدادیں خرید کر رہے ہیں مسلمانوں کی یہ حالت کہ جو کچھ ان کو ملتا ہے اس میں سے کچھ بچانے کے بجائے کچھ زیادہ خرچ کرتے ہیں اس میں معمولی تنخواہ والوں سے لیکر ہزاروں کی تنخواہ والوں تک شامل ہیں سب کے سب نہیں تو سو میں سے ۹۵ ضرور مقروض ہیں حالانکہ یہ وہ قوم ہے کہ جس کو سب سے زیادہ قرض سے ڈرایا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا جنازہ لایا گیا لوگوں نے بتایا کہ یہ مقروض مرگیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اس کا جنازہ پڑھ لو یعنی خود جنازہ پڑھنا بھی پسند نہ کیا۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ آپ نے قرض کو کس قدر ناپسند کیا ہے مقروض ہونے کی حالت آپ کو اس قدر ناپسند یدہ تھی کہ اس کا جنازہ بھی خود نہ پڑھا لیکن اس وقت کتنے مسلمان ہوں گے کہ جو اس قابل ہیں کہ اگر رسول اللہ صلعم آج دنیا میں تشریف لائیں ان کا جنازہ پڑھیں اور پھر یہ قرضہ بھی جو لیا جاتا ہے تو کوئی مجبوری کی ضروریات کے لئے نہیں لیا جاتا بلکہ اس کا بیشتر حصہ فضول خرچ یا رسم و رواج کی پابندیوں کے لئے لیا جاتا ہے۔ شہروں میں دیکھو تو مسلمانوں کی حالت تباہی اور بربادی کی نظر آتی ہے اور جائدادیں ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہیں۔ اور اگر گاؤں کو دیکھو تو مسلمانوں کی حالت اس سے خراب ہے جو کچھ کماتے ہیں وہ سب سود میں ساہوکار کو چلا جاتا ہے۔ غرض جدھر دیکھو یہی حالت نظر آتی ہے۔ . . . . جب تک ان میں قوت عمل پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک یہ قوم قرضہ سے باہر نہیں نکل سکتی۔

میں احباب کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ ہر جگہ مسلمانوں کو اس بلا سے بچانیکی کوشش کریں۔ کوئی بڑے سے بڑا خزانہ بھی مسلمانوں کو قرضہ سے باہر نہیں نکال سکتا۔ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ کوئی بڑا خزانہ مل جانے سے یہ حالت بدل جائے گی یہ غلط اور خیال خام ہے خزانہ ملنے سے بھی حالت وہیں کی وہیں رہیگی۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کہیں بھی امدادی بینک اور سوسائٹیاں بنتی ہیں مسلمان زیادہ سے زیادہ مقروض ہونیکی کوشش کرتے ہیں اگر اس قرضہ کی لعنت سے نکلنا چاہتے ہو تو اس کے لئے مسلمانوں کے دل اور دماغ میں یہ تبدیلی پیدا کرنیکی ضرورت ہے اور ان کے اندر یہ ذہنیت پیدا ہونی چاہیے کہ وہ اپنا خرچ آمدنی کے اندر رکھیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مجبوریاں ہر شخص کو پیش آتی ہیں کبھی بیماریاں آجاتی ہیں کبھی مقدمات چل جاتے ہیں لیکن یہ جو مسلمانوں کو آخرت پر ایمان لانے کی اس قدر تاکید کی گئی ہے کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان ہر بات میں انجام کار کو سوچ لے اور جو آنیوالا وقت ہے اس کے

لئے پہلے سے تیاری کرے۔ غور کیجیئے یہاں دو اور چار سال پیچھے کے حالات پر ایمان لانے کا ذکر نہیں بلکہ انجام کار کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اسلام کے ایمانیات اپنے اندر بہت بڑے بڑے سبق رکھتے ہیں یہ بات میرے مدنظر ہے کہ ان میں سے ایک ایک کو پیش کیا جائے۔ پھیلانے کی کوشش کی جائے کہ ہمارے یہ معتقدات ہماری عملی زندگی پر کیا اثر ڈالتے ہیں غرض انجام پر نگاہ نہ ڈالنے سے ہی قرض لینے کی بھی ضرورت پڑتی ہے اس سے بچنے کے لئے ہمیں کوشش شروع کر دینی چاہیئے لیکن یہ کام اکیلی کسی جماعت کے کرنے کا نہیں اس کے لئے مسلمانوں کی مجموعی کوشش کی ضرورت ہے اس لئے میں اپنی جماعت سے ہی نہیں بلکہ سب مسلمانوں سے درخواست کروں گا کہ اپنی قوم کو سنبھالئے اس کے لئے بڑا سخت مقابلہ ہے جب تم غلامی کی حالت سے نکل جاؤگے تو پھر کسی قوم کے ساتھ مقابلہ کے قابل ہوگے اپنے مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی حالت کی طرف توجہ دیجئے اس کا علاج تمہارے اپنے اندر موجود ہے اپنے اخراجات کو کم کرو روپیہ کو بچاؤ اور قرضہ کے چنگل سے نکلنے کی کوشش کرو قوم دن بدن مفلس اور قلاش ہوتی چلی جا رہی ہے کسی شہر میں جا کر دیکھو مسلمانوں کے سکول مدرسہ اور انجمنیں نہیں چلتے روپیہ کہاں سے آئے۔ قوم خود عاجز ہو گئی ہے اور اب بغیر مقابلہ کے اس کا زندہ رہنا محال ہے اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے مقابلہ کی سخت ضرورت ہے اور اس مقابلہ میں سب سے پہلی چیز جو ایک زبردست ہتھیار کا کام دیتی ہے وہ یہی ہے کہ مسلمان اپنے اخراجات کو کم کریں اور میری یہی درخواست ان لوگوں سے بھی ہے کہ جو اس وقت میرے سامنے نہیں کہ وہ اپنے کھانے پینے اور دوسری ضروریات میں بھی کفایت سے کام لیں اور اپنی آمدنی میں سے کچھ بچانے کی فکر کریں ورنہ ان کی زندگی دن بدن معرض ہلاکت میں گرتی جا رہی ہے اور مسلمانوں میں ۹۵ فیصدی کی یہ حالت ہے کہ وہ قرض کے نیچے ایسے دبے ہوئے ہیں کہ ان کا اس سے نکلنا محال سا نظر آ رہا ہے۔ دکھ اور تکلیف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ صرف پانی اور کھجور پر گذارہ کر لیتے تھے۔ اگر اس طرح گذر کرنا ہو تو ہر شخص کر سکتا ہے لیکن یہاں تو یہ حالت ہے کہ اعلیٰ درجہ کے کوٹ اور چوں چوں کرنیوالے بوٹ پہنے جا رہے ہیں لباس دیکھو تو لوگ دنگ رہ جائیں مگر انہی کی اولاد کا یہ حال ہے کہ ان کا گلا کاٹا جا رہا ہے ان کی تعلیم کے لئے روپیہ نہیں لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق کے نیچے امام راغب لکھتے ہیں کہ قتل اولاد یہ بھی ہے کہ ان کو تعلیم نہ دی جائے یہ وہ معنی ہیں کہ جو آج سے کئی صدی پہلے کئے گئے ہیں۔ اب مسلمانوں کی نجات کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ تنگی کے ساتھ گذارہ کریں اور قرضہ کو ایک بہت بڑی لعنت سمجھیں کہ جس کے نیچے وہ دن بدن دبتے چلے جاتے ہیں بغیر سادہ زندگی اختیار کرنے کے وہ کبھی اس کے نیچے سے نکل نہیں سکتے اور نہ اپنا حق دوسروں سے لے سکتے ہیں۔ مسلمان کبھی بھی اس مقابلہ میں کامیاب نہ ہوں گے جب تک کہ وہ قرضہ کو ایک بدترین لعنت نہ سمجھ لیں گے اور یہ نہ سمجھ لیں کہ مقروض کا جنازہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا پسند نہیں کیا جہاں تک ہو سکے اپنی آمدنی سے کچھ نہ کچھ بچانے کی کوشش کرو تاکہ وہ تمہاری تکلیف کے وقت کام آئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ضروریات پر بھی روپیہ خرچ نہ کیا جائے جیسا پیدائش کے وقت یہ کفایت سوچی جائے کہ ڈاکٹر کو بلا کر کیا کرنا ہے نہیں اس قسم کی ضروریات پر روپیہ خرچ کرنے میں حرج نہیں لیکن ان رسوم کو ترک کرو کہ جو بھاجی کی۔ آمین کی۔ بسم اللہ کی۔ ختنہ کی۔ بیاہ شادی اور موت کی رسومات ہیں ان پر قرضہ اٹھانا چھوڑ دو اور سودی قرض کو ایک بہت بڑی لعنت قرار دو۔ حدیث میں سود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ ۲۴ شوال ۱۳۴۹ ہجری نمبر ۱۶

زمانہ کی آخری مہلت

فرزندان توحید کے اتحاد و تنظیم کی ضرورت

(از محمد انعام الحق ہوشیارپوری)

ملک میں آجکل جو کچھ ہو رہا ہے اور حالات نے غیر متوقع طور پر جو پلٹا کھایا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ حکومت اور برادران وطن کے عزائم ورو‌ش ایک کھلی حقیقت کی طرح صاف دکھائی دے رہے ہیں بشرطیکہ ہم اپنی آنکھیں جان بوجھ کر بند نہ کریں۔ بتکدۂ بنارس کے بازاروں کے خونین ہنگامے اور دیسرائیکل لاج دہلی میں دو عظیم الشان اور ذمہ دار ہستیوں کی گفتگو یکساں طور پر اس وقت کے آنے کا پتہ دے رہی ہے جو ہندوستان میں مسلمانوں کی زندگی و موت کے فیصلے اور ان کی غیرت و حمیت کے امتحان کا آخری وقت ہوگا۔ موجودہ حالات و واقعات کی تشریح و تنقید بلا ضرورت ہوگی۔ غیروں سے انصاف۔ شرافت اور رواداری کی امیدیں بھی اس زمانہ میں بے حقیقت چیزیں ہیں کیونکہ آجکل ہم جن لوگوں سے ان چیزوں کی توقع کرتے ہیں اگر ان میں یہ اوصاف موجود ہوتے تو دنیا شر و فساد اور بے چینی کی جہنم کی بجائے اطمینان و مسرت اور اتحاد کی جنت نظر آتی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم بے فائدہ گلے شکوے کرنے اور دوسروں کو برا بھلا کہنے کی بجائے اپنی حالت پر غور کر کے کمزوریوں کی اصلاح کی فکر کریں کیونکہ اس کے بغیر ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے عزت کی زندگی ناممکن ہے۔

آجکل مسلمانوں میں سب سے زیادہ اتحاد و تنظیم کی کمی ہے اور اور اتحاد و تنظیم ہی ہمارے تمام قومی عوارض کا قطعی علاج ہے۔ اس کے لئے آجتک بے شمار آوازیں بلند ہو چکی ہیں اور بیسیوں مرتبہ کوششیں کی گئی ہیں جو قریبًا سب بے نتیجہ رہیں۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے بغیر ہمارا زندہ رہنا بھی محال ہے۔ اگر فرزندان توحید کا اتحاد و تنظیم مشکل ہے تو پھر اس کے بغیر ان کی زندگی اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ انتشار و نااتفاقی ایک ایسا زہر ہلاہل ہے جس کی موجودگی میں ہماری قومی موت یقینی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ اور اپنی گذشتہ کوششوں کی ناکامی پر پریشان ہونے اور اپنی عظمت رفتہ اور موجودہ بدنصیبی پر ماتم کرنے کے بجائے ایک عزم راسخ اور ہمت مردانہ کے ساتھ اٹھیں۔ کیونکہ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ کامران و فتح مند انسانوں کی زبانوں پر ناموافق سے ناموافق حالات اور انتہائی مشکلات کے وقت بھی پست ہمتی اور عجز کے اظہار کی بجائے فتحیابی و اولوالعزمی کے اعلان جاری رہے ہیں کیونکہ اسی کا نام زندگی ہے اور ہر ایک زندہ قوم کے لئے اس قسم کے حالات میں زندگی کا ثبوت دینا لازمی ہے۔

اس کے بعد میں اپنے بزرگوں سے یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اس وقت اتحاد و تنظیم کے لئے عملی طور پر کوئی گروہ کام کر سکتا ہے تو وہ نوجوانوں کا گروہ ہے۔ نوجوانان اسلام کی حالت کیسی ہی کیوں نہ ہو لیکن ان کے بغیر آپ یہ مقصد حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ ہندوستان بلکہ تمام دنیا کی جدید و قدیم تحریکات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں کسی تحریک کو اس وقت تک پوری قوت حاصل نہیں ہوئی جب تک نوجوانوں نے اس میں حصہ نہیں لیا۔ آج اگر مسلمانوں کا یہ خوابیدہ گروہ بیدار ہو جائے اور آپ اس کی رہنمائی صحیح طریق پر کریں تو بہت تھوڑے عرصہ میں حالات بدل سکتے ہیں۔

میں نے جو کچھ اوپر عرض کیا دراصل یہ ایک تمہید کا درجہ رکھتا ہے، میرا اصل مقصد تو احمدی نوجوانوں کو متوجہ کرنا ہے میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ قومی مصائب اور آنے والے خوفناک وقت کیطرف سے انکی آنکھیں کب تک بند رہیں گی؟ آریہ سماج طول و عرض ہند میں سرگرمی کر رہا ہے۔ ہندو سبھا اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہی ہے۔ اکالی تحریک زندہ ہے؟ کانگرس کا اثر بڑھ رہا ہے۔ مہابیر دلوں کا ملک بھر میں جال پھیل رہا ہے۔ یہ سب ہندو اور سکھ نوجوانوں کے کارنامے ہیں تو پھر کیا وہ قوم جس نے کبھی خالد بن ولیدؓ، طارق، محمد بن قاسم ایسے اولوالعزم نوجوان پیدا کئے تھے آج بالکل ناکارہ ہو چکی ہے؟ کیا محمد رسول اللہ صلعم کی نام لیوا مجدد وقت کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالی جماعت احمدیہ کے نوجوان مسلمان قوم کو اپنی آنکھوں کے سامنے تباہ ہوتا دیکھیں گے اور حرکت نہ کریں گے؟ الفاظ بہت سخت ہیں لیکن مجھے کہنے کی اجازت دی جائے کہ اگر ہم احمدی نوجوانوں نے یہ سب کچھ خاموشی سے برداشت کر لیا تو تاریخ ہمیں ذلیل ترین قومی غداروں کی صف کے علاوہ اور کہیں جگہ نہ دے گی۔ اٹھو دیکھو تمہاری قومی کشتی گرداب مصائب میں پھنسی ہوئی ہے تمہارے دین کا وقار و رعب تباہ ہو رہا ہے۔ غیروں کے کیمپ میں تمہاری تباہی و ذلت کے منصوبے ہو رہے ہیں۔ میں تم کو کسی قوم یا جماعت کے خلاف بھڑکانا یا صف آرا نہیں کرنا چاہتا لیکن تمہارے بدستور و فاموش و خوابیدہ رہنے کی صورت میں عنقریب جو کچھ ہونے والا ہے وہ ضرور بتا دینا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے فورًا اپنی قوم کو نااتفاقی و انتشار سے بچانے کی کوشش نہ کی تو تمہاری قوم کے ساتھ وہ سب کچھ ہوگا جو آریوں نے گونڈوں اور بھیلوں کے ساتھ کیا، جو یونانیوں نے ایرانیوں کے ساتھ کیا، جو گوری قوموں نے حبشیوں کے ساتھ کیا، جو بہت سے ممالک میں عیسائی و تاتاری خود تمہارے ساتھ کر چکے ہیں۔ میں کسی پر حملہ نہیں کر رہا بلکہ تاریخ کا بار بار کا دہرایا ہوا سبق تمہیں سنا رہا ہوں۔ اگر تم اب بھی بیدار نہ ہوئے تو اس کفر زار ہند میں تمہارے لئے عزت کی زندگی بالکل ناممکن ہو جائیگی تمہارا مذہب، تمہارا وقار، تمہاری عزت و ناموس، تمہاری جان تمہارا مال و زر سب کچھ غیر محفوظ ہوگا۔ کیونکہ کم ہمت مفلس، بے علم، کمزور، غیر منظم اور غیر متحد قوموں کے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا ہے اور ہمیشہ یہی ہوگا۔

احمدی نوجوانو! اٹھو قوم کے بکھرے ہوئے دانوں کے لئے ایک تار بن جاؤ۔ نااتفاقی و انتشار کو قلع قمع کر دو۔ دشمن کے تیروں کے سامنے اپنے سینے تان دو۔ قوم کے زوال کو اپنی اولوالعزمیوں سے عروج میں بدل دو۔ اپنی بیداری و عمل سے مخالفوں کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دو اور اپنی ان تھک عدو جہد کو قوم کی باعزت زندگی کا ضامن بنا دو۔ زمانہ تمہیں یقینًا یہ آخری مہلت دے رہا ہے۔ اس کو صحیح طور پر استعمال کر کے اپنے مستقبل کو محفوظ و شاندار بنا لو یا اپنی قوم کو ہمیشہ کے لئے تباہی و غلامی میں پھینک دو۔ اس وقت تمہارے ذمہ کیا فرائض ہیں؟ اس کے لئے موجودہ واقعات کا گہری نظر سے مطالعہ کرو۔ تم ان فرائض کو کس طرح ادا کر سکتے ہو اس کے لئے قرآن و حدیث اسلامی تاریخ، مجدد وقت اور حضرت امیر کی کتابوں اور خطبات کو پڑھو۔

"رنگیلا رشی" اور آریہ اخبارات

کچھ عرصہ ہوا ایک سناتنی پنڈت نے "رنگیلا رشی" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں سوامی دیانند جی بانی آریہ سماج و مصنف ستیارتھ پرکاش کے حالات زندگی اور تعلیمات پر تنقید کی گئی ہے۔ یہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گذری لیکن آریہ اخبارات کے بیان کے مطابق اس میں سوامی جی اور آریہ سماج پر ناروا اور غیر مہذبانہ طریق پر حملے کئے گئے ہیں جس سے آریہ سماجیوں کے جذبات سخت طرح مجروح ہوئے ہیں۔ اگر آریہ اخبارات کے بیان میں کچھ بھی صداقت ہے تو ہم اس کتاب کے مصنف اور ذمہ دار سناتن دھرمی لیڈروں سے درخواست کریں گے کہ وہ امن امان اور تہذیب و اخلاق کی حفاظت کی خاطر آئندہ کے لئے اس کتاب کی اشاعت و فروخت فورًا بند کر دیں کیونکہ اس قسم کی افسوسناک تحریروں کا نتیجہ سوائے فتنہ و فساد کے اور کچھ نہ ہوگا۔ تمام مذاہب کی تعلیمات و عقائد پر مہذبانہ انداز میں اعتراضات و اظہار رائے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے لیکن بانیان مذاہب اور مذہبی پیشواؤں

کی تذلیل و تحقیر ایک نامناسب فعل ہے۔ جس سے ہم سب کو احتراز کرنا چاہیئے۔ یہی مشورہ ہم نے ہمیشہ آریہ سماجی اصحاب کو دیا ہے۔ اور یہی ان کی تقلید کرنے والے سناتنی پنڈت جی دیتے ہیں۔ ہمارے سماجی دوستوں نے تاحال اس مخلصانہ مشورہ پر عمل نہیں کیا۔ کاش ان کے مقلد سناتنی پنڈت جی ہی اسکو قبول کرلیں۔

آریہ سماجی غور کریں

آریہ اخبارات میں اس کتاب کے خلاف دھواں دھار مضامین نکل رہے ہیں۔ جگہ جگہ کی آریہ سماجیں اس کے متعلق اظہار نفرت کے ریزولیوشن پاس کر رہی ہیں۔ غالباً حکومت کو بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ اگر اس کتاب میں وہی کچھ ہے جو آریہ اخبارات بیان کر رہے ہیں تو ہمیں آریہ سماجی بھائیوں سے دلی ہمدردی ہے مگر ہم ان کی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش کرینگے کہ اس قسم کی حرکات کے موجد وہ خود ہیں۔ آج رنگیلا رشی کے خلاف شور مچاتے وقت انہیں "رنگیلا رسول" کو فراموش نہ کردینا چاہیئے۔ آریہ سماج کا نصف سے زیادہ لٹریچر کسی صورت میں بھی رنگیلا رشی سے بہتر نہیں۔ ہمارے خیال میں اس قسم کے تمام ناپاک لٹریچر کو فوراً ضائع کرکے آئندہ کے لئے اس ذلیل پیشہ کو بالکل روک دینا چاہیئے۔ یہ کام جو ملکی امن وامان اور ہندوستان کی ترقی و خوشحالی کے لئے ازبس ضروری ہے۔ اس وقت تک انجام پانا مشکل ہے۔ جب تک آریہ سماج کے مقاصد، مشاغل اور ذہنیت میں یکسر انقلاب نہیں ہوجاتا۔ کاش یہ مبارک دن بہت جلد آئے

آریہ سماجی حضرات کو "رنگیلا رشی" کی اشاعت سے یہ بات تو معلوم ہوگئی ہوگی کہ اس وقت تک جو کام ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد رہا ہے وہ کس قدر نقصان دہ، دل آزار اور غیر شریفانہ ہے۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ آئندہ کے لئے رنگیلا رشی ایسی کتابیں نہ لکھی جائیں تو انہیں ستیارتھ پرکاش پر نظرثانی کرکے ان ابواب کو فوراً خارج کردینا چاہیئے۔ جن میں مختلف مذاہب پر نامناسب طریق سے تنقید کی گئی ہے۔ کیونکہ دل آزار مذہبی کتابوں کی اشاعت کی ابتدا ستیارتھ پرکاش کے انہی ابواب سے ہوئی ہے۔

مجلس مشاورت

اس عنوان سے ایک ضروری اعلان آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ شائع ہورہا ہے۔ ہم تمام احباب کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ اس اعلان کو بغور ملاحظہ فرماکر اس کی شرائط کا خیال رکھتے ہوئے فوراً اپنی اپنی تجاویز سکرٹری صاحب کو بھیج دیں۔ ہمارے خیال میں مجلس مشاورت کی تجویز بہت مفید اور مبارک ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تمام احباب کماحقہ اس قومی پارلیمنٹ کو کامیاب بنانے اور اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

عالم اسلام

کابل کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ حکومت اور تجار کے مشترکہ سرمایہ سے ایک بنک قائم کیا گیا ہے تاکہ افغانی روپیہ کی قیمت کے استحکام اور تجارت کی توسیع میں اس سے امداد لی جائے۔ بنک کے مراکز قندھار، مزار شریف، پشاور اور کوئٹہ ہوں گے

ایران کے سرکاری اخبار کو انگورہ سے اطلاع ملی ہے کہ غازی مصطفٰے کمال پاشا ترکی کی اقتصادی تباہی سے کافی طور پر متاثر ہیں۔ آپ نے مراجعت سفر کے بعد یہ طے کیا ہے کہ جمہوریت کے صدارتی امور کے علاوہ تمام امور مملکت کی از سر نو تشکیل کی جائے۔ لیکن عام طور پر یہ خیال موجود ہے کہ موجودہ حالت میں یہ اقدام بھی کچھ زیادہ مفید ثابت نہ ہوگا۔

دولت ترکیہ کی شہری پارٹی کے لیڈر عبدالقادر کمال بے نے ترکیہ کی موجودہ سیاسی صورت حالات کی موجودگی میں جلاوطنی کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ جلاوطنی خود اختیاری ہے۔ کمال بے ترکی سے سوریہ پہنچ چکے ہیں۔ آپ کے احباب نے اس سفر کو بہت مخفی رکھا اور کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ کمال بے نے ترکی سے روانہ ہونے سے پیشتر اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے پُر زور الفاظ میں کہا کہ اب میں کچھ عرصہ کے لئے وطن کو چھوڑ رہا ہوں۔ فی الحال سوریہ جاؤں گا وہاں سے ایران ترکیہ کا آفتاب روزانہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور اس کے بعد میں بھی مشرق ہی کی جانب سے اپنے وطن میں داخل ہوں گا۔

کردی شورش کے سلسلہ میں حکومت ترکیہ نے دولت ایران سے شکایت کی تھی کہ وہ کردی شورش کی بالواسطہ پشت پناہی کررہی ہے۔ دولت عظمٰے ایران نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حکومت ایران نے اس سلسلہ میں باغیوں کی کوئی مدد نہیں کی۔ حکومت نے سرحدات کے لئے مزید احکام جاری کئے ہیں تاکہ خاطر خواہ اطمینان کرلیا جائے۔

ترکیہ اور بلغاریہ میں تجارتی معاہدہ کے لئے جو گفت وشنید ہورہی تھی وہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ اور معاہدہ مرتب ہوگیا ہے

بحرین کے عربوں کو شیخ کے اس حکم نے سخت متعجب کردیا ہے کہ ان کی خواہش کے مطابق کوئی عرب آئندہ عبا استعمال نہ کرے۔ بحرین کے عرب اپنے لباس میں سخت قدامت پسند واقع ہوئے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ اپنے قدیمی لباس کو ترک کرکے کسی اور لباس کو اختیار کریں ان کا مخصوص لباس معاشرتی زندگی میں ایک ضروری چیز سمجھا جاتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر بحرین کے شیخ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو ان کی قومی روایات کی سخت توہین ہوگی۔ بحرین کے ایرانی نیم یورپین لباس پہنتے ہیں اور بہت کم عرب ایسے ہوں گے جو قومی لباس پر یورپین لباس کو ترجیح دیتے ہوں خیال کیا جاتا ہے کہ یورپین لباس جلد یا بتاخیر سے بحرین میں عام مقبولیت حاصل کریگا۔ کیونکہ ایران اور عراق کے اعلیٰ طبقہ کے لوگ بکثرت مغربی لباس پہنتے ہیں۔

دوسرے ممالک کی طرح بحرین میں بھی تجارت زوال پذیر ہے۔ بمبئی اور پیرس کے موتیوں کی مارکیٹ کی خبروں سے بحرین سخت مایوسی پھیلی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہاں کا تمام کاروبار موتیوں کی تجارت پر موقوف ہے۔ سوائے معمولی کاروبار کے بڑے بڑے کاروبار بند ہیں۔

معلوم ہوا کہ حکومت نجد نے ڈالر کی درآمد پر بیس فیصدی ٹیکس لگادیا ہے تاکہ مقامی سکہ کی ترویج ہو اور غیر ملکی سکوں کے باعث اپنے سکوں پر کوئی اثر نہ پڑے۔

سلطان ابن سعود نے ریاض (پایہ تخت نجد) جانے سے قبل جدہ میں جو تقریر کی تھی وہ اب عربی اخبارات میں شائع ہوگئی ہے۔ یہ تقریر بھی سلطان موصوف کی دیگر تقریروں کی طرح نصیحت و موعظت سے بھری ہوئی تھی۔ اس میں آپ نے مغربی تہذیب اور عورتوں کی بے جا آزادی کی پرزور اور مدلل الفاظ میں مخالفت کی۔

اخبار لبرٹی کلکتہ کا خاص نامہ نگار متعینہ ایران رقمطراز ہے کہ ایران میں شادی کا جدید قانون مرتب ہوا ہے جس کی رو سے ۲۵ سالہ ایرانی کے لئے شادی کرنی لازم ہوگی جو نہیں کریگا اسے ٹیکس ادا کرنا پڑیگا۔ یہ قانون اس لئے بنایا گیا ہے کہ ایران کی آبادی کم ہوگئی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ غازی محمد نادر شاہ نے آفریدی ملکوں کو آئندہ موسم بہار میں کابل آنے کی دعوت دی ہے۔ غازی امان اللہ خاں کے وقت انہیں وظائف ملا کرتے تھے جو شورش افغانستان کے زمانہ میں بند ہوگئے۔ موجودہ بادشاہ افغانستان کا خیال ہے کہ ان کے وظائف کو حتی الامکان جلد جاری کردیا جائے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ و دیگر بزرگان سلسلہ بخیر عافیت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی مدیر اخبار پیغام صلح علی پور ضلع مظفرگڑھ آریہ سماج سے مناظرہ کیلئے تشریف لے گئے ہیں۔

— جماعت جہلم کا سالانہ جلسہ ۷ و ۸ ماہ حال کو نہایت کامیابی سے منعقد ہوا جس میں شمولیت کیلئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مولانا صدرالدین صاحب۔ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی شیخ غلام محمد صاحب کھیال شیخ محمد یوسف صاحب گرتھی اور مولوی عبدالحمید صاحب جہلم تشریف لے گئے تھے جلسہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا ہے۔ تمام تقریریں بہت پسند کی گئیں۔ قادیانی اصحاب نے حسب عادت جلسہ کو خراب کرنیکی کوشش کی لیکن انہیں سوائے نامرادی اور ذلت کے اور کچھ نہ حاصل ہوا۔ مفصل روئداد انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج کی جائے گی۔

— ۱۵ مارچ کو جہلم میں قادیانی اصحاب سے مناظرہ ہوگا ہماری طرف سے مولانا عصمت اللہ صاحب تشریف لے جائیں گے۔

— بابو عزیز احمد صاحب ہیڈ کلرک دفتر کمشنر انبالہ بیمار ہیں احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بربادی سے بچنے کی راہ

برادران مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں نے شروع جنوری میں آپ کے سامنے اپنا سال ۱۹۳۱ء کا پروگرام رکھتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ جو امور مسلمانوں کی تباہی کا موجب ہو رہے ہیں ان میں بالخصوص ہم اس سال کوشش کریں گے۔ اس سلسلہ میں پہلا ٹریکٹ اب شائع ہوتا ہے جس کی تعداد پچاس ہزار ہے۔ اس ٹریکٹ کو نہ صرف پھیلا دینا مقصود ہے بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ اس کے مطابق مسلمانوں سے عہد لیا جائے۔ کیونکہ عہد سے انسان کے اندر ایک کام کرنے کے لئے قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس غرض کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہے جو اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ اس کام کو بھی اپنا فرض منصبی سمجھے۔ جو لوگ اس خدمت اسلام کے کام کو اپنے ذمہ لیں وہ حقیقتاً خدام اسلام ہیں۔

سب سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے نوجوان اس کام کے لئے کھڑے ہو جائیں اور پھر وہ دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کریں۔ اور جو احباب اس تحریک میں شامل ہوں وہ اپنے نام یہاں لکھوا دیں تاکہ ابتدا میں جس جس تحریک کی ضرورت سمجھی جائے وہ ان کے ذریعہ سے کی جا سکے۔ ہر کام کرنیوالے کو پہلے خود اس کے مطابق اقرار کرنا ہوگا۔ جو جو احباب اس کام میں حصہ لینا چاہیں وہ اطلاع دیکر حسب ضرورت ٹریکٹ منگوالیں۔ پچاس ہزار کی تعداد بہت تھوڑی ہے اگر ہمارے احباب ہمت کریں اور فی پانچ سو ٹریکٹ ایک روپیہ انجمن کو بھیج دیں تو یہ ٹریکٹ کئی لاکھ کی تعداد میں آسانی سے شائع ہو کر ہر کہ و مہ کے ہاتھ تک پہنچ سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہر جماعت کے احباب خود بھی اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں گے اور ان کے تعلق اور واقفیت والوں میں اگر ادر ایسے مسلمان دوست ہوں جو مسلمانوں کی عام بہتری کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے ہوں تو انہیں بھی اس طرف متوجہ کریں گے اور اس تحریک میں شامل کریں گے۔ اسوقت کثرت سے کارکنوں کی ضرورت ہے۔

خاکسار محمد علی

مسلمان قوم پر جو پریشانی کی حالت اس وقت آئی ہوئی ہے اسے ہر ایک مسلمان کا دل محسوس کر رہا ہے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ بحیثیت قوم ہم میں کوئی قوت نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اپنی موجودہ حالت میں ہم قوم کہلانے کے مستحق نہیں۔ کیونکہ **قوم** کے معنے ہیں کھڑا ہونے کے یا اپنے معاملات کے متکفل ہونے کے یا اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کے اور اس وقت ہم اپنے پیروں پر نہیں کھڑے نہ اپنے حقوق کی خود حفاظت کر رہے ہیں بلکہ ہم دوسری قوموں کا سہارا تلاش کر رہے ہیں اور جس راہ پر دوسرے ہمیں لے چلیں ادھر چلنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ دوسری جگہ دو دو تین تین ملکوں کو ملا کر بھی اس قدر تعداد نہیں بنتی۔ ہم سات کروڑ ہیں اور اپنے آپ کو ایک قوم کی حیثیت نہیں دیتے۔ اسی ہندوستان میں جو قومیں ہمارا بیسواں حصہ بمشکل ہیں وہ بھی ایک قوم کی حیثیت رکھتی ہیں اور اپنی قلت کے باوجود اپنے حقوق کی حفاظت آپ کرتی ہیں بلکہ اپنے حقوق سے بہت بڑھ کر مطالبات پر اڑی بیٹھی ہیں۔ اگر مسلمان بھی یہ عزم کر لیں کہ پنجاب میں ہم اپنی کثرت کو قلت یا مساوات میں تبدیل نہ ہونے دیں گے تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو ان کے حقوق ان سے چھین سکے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ نہ موجودہ گورنمنٹ مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرے گی نہ کانگریس کی اکثریت ان کے حقوق کی حفاظت کرے گی۔ گورنمنٹ کو اپنی فکر ہے اور وہ جس بات میں اپنے حقوق کا تحفظ سمجھتی ہے اسی بات کو اختیار کرتی ہے۔ اگر ایک طاقتور قوم کو خوش کر کے اور اپنے ساتھ ملا کر وہ اپنا بچاؤ کر سکتی ہے تو اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایک کمزور قوم کے حقوق کی حفاظت کی خاطر طاقتور قوم سے بگاڑے۔ مسلمانوں نے ملازمتوں کے متعلق دیکھ لیا ہے کہ بڑی بڑی کھلی ناانصافیوں کے باوجود جو ملازمتوں کے معاملہ میں ان کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ گورنمنٹ ان کا بچاؤ نہیں کر سکتی۔ اگر دو چار مقابلہ کے امتحانوں میں دس بیس

اسامیاں مل گئیں تو یہ کونسی بات ہے۔ جب مسلمانوں پر وہ دروازے بند ہیں جہاں ان کے ہزارہا بیکار نوجوانوں کو روٹی مل سکتی ہے۔ کونسل میں نمائندگی کے متعلق بھی سائمن کمیشن یا گورنمنٹ نے مسلمانوں کے حقوق ان کو دلانے کی کوئی تجویز نہیں کی۔ اس لئے کہ مسلمان آپ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے پورا زور نہیں لگا رہے۔ کانگریس کا غالب عنصر بھی اس بات کے صریحاً خلاف ہے کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں انکی اکثریت قانوناً قائم رکھی جائے۔ یہ کام مسلمانوں کا اپنا ہے کہ وہ اپنی اکثریت کو قائم رکھیں۔ کانگرس کے ساتھ مل کر کام کریں یا الگ رہ کر کام کریں اپنی زندگی کی اس شرط کو تو مٹنے سے بچا لیں کہ جہاں ہماری اکثریت ہے وہ اکثریت قانوناً قائم رکھی جائے اور اسے مساوات یا اقلیت میں تبدیل کرنے کی تمام کوششوں کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے۔

خوب یاد رکھئے کہ جو مسلمان اس وقت پنجاب یا بنگال میں اقلیت یا مساوات پر راضی ہو جائے خواہ اس کا نام قوم پرست رکھا گیا ہو یا سرکار پرست وہ مسلمان قوم کے ساتھ غداری کا مرتکب ہے۔ یہ سوال ہماری اسلامی زندگی کی حیات و ممات کا سوال ہے اور مسلمان ہو کر زندہ رہنا، مسلمان ہو کر ترقی کرنا یہ ہمارے لئے سب دوسری باتوں پر مقدم ہے۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ سات کروڑ ہونے کے باوجود ہم اپنے ان حقوق کی حفاظت بھی نہیں کر رہے جن پر ہماری زندگی کا مدار ہے۔ اس کی وجہ ہماری قومی قوت کی بربادی ہے۔ قومی قوت دو باتوں سے پیدا ہوتی ہے ایک قومی مال سے، اور ایک قومی اتحاد سے۔ مگر جس قوم کے افراد کی حالت یہ ہو گئی ہو کہ افلاس کی گھٹائیں ان پر منڈلا رہی ہوں۔ جائدادیں ان کے ہاتھ سے نکل رہی ہوں۔ ان کی ساری کمائی اپنی نہیں بلکہ دوسری قوموں کی قوت کا موجب ہو رہی ہو اس کا قومی مال کہاں سے آئے گا اور قومی قوت کے کام کس طرح سرانجام پائیں گے جہاں ہر قوم قومی ترقی کے کاموں پر کروڑہا روپے سالانہ صرف کر رہی ہے۔ مسلمان بغیر پیسے کے ویسے ہی کام اپنی ترقی کے لئے کس طرح کر سکیں گے۔ اس وقت پنجاب میں صرف مسلمان زمینداروں پر ایک ارب سے بہت زیادہ قرضہ ہے اور مسلم پنجاب کا سارا قرضہ غالباً ڈیڑھ ارب سے کم نہ ہوگا جس کا سود کم سے کم اٹھارہ کروڑ روپیہ ہوگا بلکہ بنیوں کی شرح سود کے لحاظ سے پچیس اور تیس کروڑ کے درمیان ہوگا اور پنجاب کے ایک کروڑ چودہ لاکھ مسلمانوں کی کل سالانہ آمدنی پچاس کروڑ سے زیادہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اوسط آمدنی ہر ہندوستانی کی صرف پچاس روپے سالانہ ہے اور مسلمانوں میں گداؤں کی غربا کی مزدوری پیشہ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے تو ان کی اوسط آمدنی یقیناً چالیس روپے فی کس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اب جس قوم کی پچاس کروڑ آمد میں سے بیس یا پچیس کروڑ یعنی نصف صرف سود کی ادائگی میں نکل جائے اور وہ سارے کا سارا سود دوسری قوموں کی جیب میں جا رہا ہے اس کے پنپنے کا سامان کیا ہے؟ صرف یہی نہیں کہ مسلمان اپنی آمدنی کے مالک آپ نہیں۔ صرف یہی نہیں کہ ہمارے زمینداروں کی کل کی کل کمائی ساہوکاروں کے گھر میں چلی جاتی ہے۔ بلکہ ہماری شہری جائدادیں نصف سے زیادہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل کر ساہوکاروں کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں اور باقی نصف بھی سرعت کے ساتھ نکلی جا رہی ہیں اور اپنی نصف کمائی یوں اپنے ہاتھوں سے گنوا کر باقی نصف کا بھی کوئی سامان اپنے ہاتھ میں رکھنے کا نہیں کیونکہ جو کچھ ہم کماتے ہیں وہ ہمیں ضروریات زندگی پر صرف کرنا ہوتا ہے جیسی بری بھلی وہ پوری ہو سکیں مگر ضروریات زندگی ہم کہاں سے لیتے ہیں وہ بھی قریباً کل کی کل دوسری قوموں سے لیتے ہیں کیونکہ تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ تو اس کا صاف صاف مطلب کیا ہوا کہ:

جو کچھ ہم کماتے ہیں اس کے مالک دوسرے لوگ ہیں

یا یوں کہئے کہ:

ہماری حیثیت اس ملک میں محض غلام کی ہے

کیونکہ غلام کی کمائی اپنی نہیں ہوتی اس کے آقا کی ہوتی ہے۔ یہ واقعات ہیں اور اگر ہم کبوتر کیطرح آنکھیں بند کر کے فلک شگاف نعروں پر ہی خوش ہوتے رہیں گے تو واقعات کی منطق کچھ نتائج ہماری آنکھوں کے سامنے لا چکی ہے اور کچھ کل کو سامنے آجائیگا۔

اگر مالی لحاظ سے جو ہماری قومی قوت کا بیرونی سامان ہے ہماری یہ غلامی کی حالت ہے۔ تو کیا قومی قوت کا اندرونی سامان کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے یعنی کچھ اتحاد ہمارے اندر ہے؟ نہیں بلکہ اس اندرونی سامان کو جو بیرونی سامان کے نہ ہوتے ہوئے بھی ہمیں زندہ رکھ سکتا تھا ہمارے علماء نے مسلمانوں کی تکفیر کا ہتھیار چلا کر برباد کر رکھا ہے۔ اور ایک دوسرے کو بیدریغ کافر بنایا گیا ہے۔ کہ اگر آج وہ مسلمان تلاش کرنا چاہیں جس کو کسی دوسرے مسلمان نے کافر نہ کہا ہو۔ تو شاید ساری دنیا میں نہ مل سکے اپنی کمائی تو اپنے ہاتھوں سے یوں دے چکے ہیں اور اب ایک دوسرے کی دشمنی اور بدخواہی سے اور بھی ایک دوسرے کو نیچے گرانے کی کوشش میں ہیں۔ جب ہم خود ہی ایک دوسرے کو نیچے گرانے کی کوشش میں ہیں تو دوسرے کو ہماری بربادی کے لئے بہت قوت خرچ کرنے کی ضرورت نہیں اس کا محض ایک اشارہ یا تھوڑا سا ہاتھ ہلا دینا ہی کافی ہوگا بلکہ جس طرح پہلے مسلمانوں نے جہاں حکومت کھوئی یا مٹے گئے وہ باہمی تفرقہ سے ہی ہوا۔ اس طرح اب بھی ہماری قوم کو ہمارے نادانوں کے ہاتھوں سے برباد کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ اور ہم نہیں سمجھتے کہ ہم اسی شاخ کو کاٹ رہے ہیں جس

پر خوش بیٹھے ہیں۔

ہماری یہ حالت خدا اور اسکے رسول کے کھلے احکام کو چھوڑ کر۔ اللہ تعالیٰ نے مال کو ہمارے لئے زندگی کا موجب بنایا تھا ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاماً۔ ہم نے اپنے اس قومی خون کو خود بہایا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرضہ کے غلبہ سے ڈرایا۔ ہمدردعا سکھائی تھی انی اعوذ بک من غلبۃ الدین وقہر الرجال۔ اے خدا میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ قرضہ ہم پر غالب آجائے اور دوسرے لوگ ہم پر مسلط ہو جائیں۔ آپ نے مقروض کا جنازہ پڑھنے سے انکار کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ سود دینا سود لینے کی طرح حرام ہے آپ نے ہمیں تعلیم دی تھی کہ اسراف سے بچنا خدا کے راستباز بندوں کی صفت ہے اور اسراف کیا ہے یہ کہ اپنی آمدنی سے زیادہ اپنا خرچ رکھا جائے یا مصیبت کے وقت کیلئے کچھ بچا کر نہ رکھا جائے اور جو کچھ ہے سالہا سال تباہ کر دیا جائے۔ آپ نے نمونہ سے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ہمیں یہ سکھایا تھا کہ سادہ زندگی بسر کرو۔ سادہ غذا ہو۔ سادہ لباس ہو۔ سامان عیش اور بڑھانے کی بجائے اپنے آپ کو بچایا جائے آپ نے رسم و رواج پر مال تباہ کرنے سے یہ کہہ کر ڈرایا تھا کہ یہ ریاکاری کی باتیں ہیں جو مسلمان کے اندر نہ ہونی چاہئیں کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یومن باللہ والیوم الاخر۔ آپ نے اتحاد کی تعلیم پر اسقدر زور دیا کہ قرآن شریف میں اسلام کی نشانی محض السلام علیکم کہنا ہے اور جو شخص ہمیں السلام علیکم کہے اسے کافر کہنے سے منع کیا ہے ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا۔ آپ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا کہ جس طرح مسلمان بھائی کا خون کرنا اور اس کا مال لینا جائز نہیں اسی طرح اس کی عزت پر حملہ کرنا بھی جائز نہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص کلمہ کا قائل ہو اسکو کافر کہنے والا خود کفر کے قریب ہو جاتا ہے من کفر اھل لا الہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب۔ آپ نے فرمایا تھا کہ کسی اہل قبلہ کو کافر نہ کہو لا تکفروا اھل قبلتک۔ آپ نے فرمایا تھا تسعۃ اعشار رزق فی التجارۃ یعنی ۹ حصہ رزق تجارت میں ہے مگر ہم کیا کر رہے ہیں ہم اپنے ہی اور نادانی سے یا چند پیسوں کے لئے یا ایک جھوٹے خطاب عزت کے لئے یا چند گز زمین کے لئے اپنی قوم کو اور اپنے دین کو بیچ دیتے ہیں۔ ہم کلمہ پڑھنے والوں ایک خدا کے ماننے والوں محمد رسول اللہ پر ایمان لانیوالوں۔ قرآن کریم کی پیروی کرنیوالوں کو کافر کہہ رہے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ ہم خدا اور اس کے رسول کے حکم کی کھلی خلاف ورزی بھی کر رہے ہیں۔ اور اپنی قوم کو بھی تباہ کر رہے ہیں ہم دس دس بیس بیس روپے قرض لیکر ہزارہا روپیہ سود کا ادا کرتے چلے جاتے ہیں ہم محض زبان کے چٹخارہ کے لئے یا اپنے نفس کی خوشی کے لئے میٹھا میوہ اور لذیز کھانوں پر فاخرہ لباسوں پر روپیہ برباد کرتے چلے جاتے ہیں اور اس مال کو جو ہماری اولاد کی بہتری پر صرف ہونا چاہیئے تھا یوں تباہ کر کے اپنی اولاد کو مفلس اور دوسروں کے دروازے پر دھکے کھاتے چھوڑ جاتے ہیں۔ ہمارے سامنے اپنی اولاد کے ختنے منگنی بیاہ کا سوال ہو تو جائداد بیچ کر رہن رکھکر سودی قرضہ لے کر اپنی ناک رکھنے اور اپنی اولاد کو اور اس کے ساتھ ہی قوم کو تباہ کرنیکے لئے پورا زور لگاتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو برباد کر کے خوش ہوتے ہیں۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق کیا ابھی بھی ہلاکت اور بربادی کے کھلے نشانوں کو دیکھ کر بھی ہم پر یہ وقت نہیں آیا کہ ہمارے دل خدا کے اور اسکے کلام کے آگے جھک جائیں اگر وقت آگیا ہے تو ہر ایک مسلمان اٹھے اور آج یہ اقرار کرے اور دیکھے کہ بیس سال کے عرصہ میں قوم کس طرح ان تمام ذلتوں سے نکل کر کامیابی کی منزل مقصود پر پہنچ جاتی ہے اور جو کام دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ اور جو قرضہ دنیا کا کوئی بنک ادا نہیں کر سکتا وہ کس طرح ادا ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ اقرار کرلے :-

اول۔ میں اسلام اور مسلمانوں کے فائدے کو دوسرے تمام فوائد پر مقدم کروں گا۔

دوم۔ میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہوں گا اور جہاں تک میری طاقت ہوگی بلا لحاظ فرقہ ہر مسلمان کی اعانت اور ہمدردی کروں گا۔

سوم۔ میں حتی الوسع اپنے اخراجات کو اپنی آمدنی کے اندر رکھنے کی کوشش کروں گا۔

چہارم۔ میں مسلمانوں میں تجارت کو فروغ دینے کے لئے پوری کوشش کروں گا اور جہاں تک ممکن ہوگا اپنی ضروریات کو اپنے مسلمان بھائیوں سے خرید کروں گا۔ یا ان کے ذریعہ سے پورا کروں گا۔

پنجم۔ میں پیدائش یا ختنہ یا منگنی یا بیاہ یا موت کی کسی رسم کے ادا کرنے کے لئے یا شادی پر کسی خرچ کے لئے کوئی قرضہ سود پر نہ لوں گا۔ اور نہ کوئی جائداد اس غرض کے لئے رہن یا فروخت کروں گا۔

خاکسار محمد علی۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور ۱۲۔ مارچ ۱۹۳۱ء

ایک ضروری حوالہ

ماہوار ایڈیشن مورخہ ۳۔ مارچ ۱۹۳۱ء میں حضرت امیر کے مضمون میں صفحہ نمبر ۱۵ کالم ۲ و ۳ پر حضرت صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر نقل کی گئی ہے۔ جس کا حوالہ غلطی سے رہ گیا۔ بہت سے احباب نے خطوط کے ذریعہ استفسار کیا ہے ان سب کی اطلاع کیلئے عرض کیا جاتا ہے کہ یہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۰ سے نقل کی گئی ہے ماہوار ایڈیشن میں یہ تحریر ص ۱۵ کے دوسرے کالم کی آخری سطر سے شروع ہو کر تیسرے کالم کے آخر پر ختم ہوتی ہے احباب کو استفسار کی جو زحمت ہوئی۔۔۔ اس کیلئے ہم معافی کے خواستگار ہیں۔ (ایڈیٹر)

"واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی اسی کام کے لئے آئے تھے اور اس زمانہ میں آئے تھے جب کہ یہودیوں کے مسلمانوں کی طرح بہت فرقے ہو گئے تھے۔۔۔۔ سو آنحضرت صلعم نے اس بات کو بشارت دی تھی کہ آخری زمانہ میں تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ بہت سے فرقے تم میں۔۔۔ نکل آئیں گے۔۔۔۔ اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو یہودیوں کی طرح کافر سمجھے گا اور اگر ننانوے وجوہ اسلام کی موجود ہوں تو صرف ایک وجہ کو کفر کی وجہ سمجھ کر کافر ٹھیرایا جائے گا سو باہمی تکفیر کی وجہ سے سخت نفرت اور بغض اور عداوت باہم پیدا ہو جائے گی۔ اور بوجہ اختلاف رائے کے کینہ اور حسد اور درندوں کی سی خصلتیں پھیل جائیں گی اور وہ اسلامی خصلت جو ایک وجود کی طرح کامل اتحاد کو چاہتی ہے اور محبت اور ہمدردی باہمی سے پر ہوتی ہے بکلی تم میں سے دور ہو جائے گی اور ایک دوسرے کو ایسا اجنبی سمجھیگا کہ جس سے مذہبی رشتہ کا بکلی تعلق ٹوٹ جائیگا اور ایک گروہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش کرے گا جیسا کہ مسیح ابن مریم کی بعثت کے وقت یہی حال یہود کا ہو رہا تھا اور اس اندرونی تفرقہ اور بغض اور حسد اور عداوت کی وجہ سے دوسری قوموں کی نظر میں نہایت درجہ کے حقیر اور ذلیل اور کمزور ہو جائیں گے اور اس معکوس ترقی کی وجہ سے جو اندرونی جھگڑوں کی طفیل سے کمال کو پہنچے گی فنا کے قریب ہو جائیں گے اور کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کے کھا جانے کا قصد کریں گے اور بیرونی حملوں کو اپنے پر وارد ہونے کا موقع دیں گے جیسا کہ اس زمانہ میں یہودیوں کے ساتھ ہوا جو اندرونی نفاقوں کی وجہ سے ان کی ریاست بھی گئی اور قیصر کے تحت میں غلاموں کی طرح بسر کرنے لگے سو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی معرفت فرما دیا کہ آخری زمانہ میں ایسا ہی تمہارا حال ہوگا۔ تمہاری مذہبی عداوتیں اپنے ہی بھائیوں سے انتہا تک پہنچ جائیں گی۔ بغض اور حسد اور کینہ سے بھر جاؤ گے۔ اس شامت سے نہ تمہاری دنیا کی حالت اچھی رہے گی نہ دین کی نہ انسانی اخلاق کی نہ خدا ترسی باقی رہے گی نہ حق شناسی اور پورے وحشی اور ظالم ہو جاؤ گے۔ اور وہ علم جو دلوں پر نیک اثر ڈالتا ہے تم میں باقی نہیں رہیگا۔۔۔۔ سو ان ممالک مشرقیہ میں سے ملک ہند جب زیادہ تر محل کفر اور فسق اور نفاق اور بغض و کینہ ہو گیا ہے ایسا ہی وہ زیادہ تر اس بات کے لائق تھا کہ مسیح بھی اسی ملک میں ظہور کرے۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے کھلے طور پر اپنی امت کے حق میں فرما دیا تھا کہ تم آخری زمانہ میں بکلی یہودیوں کے قدم پر قدم رکھ کر یہودی بن جاؤ گے۔۔۔۔۔ تب اس یہودیت کی بیخکنی کے لئے مسیح ابن مریم نازل ہوگا یعنی مامور ہو کر آئے گا"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۰)

اعتذار

پیغام صلح کے فاضل مدیر قبلہ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی آریہ سماج سے مناظرہ کے لئے علی پور ضلع مظفر گڑھ تشریف لے گئے ہیں۔ چند روز تک اخبار کی ترتیب کا کام میرے متعلق رہے گا۔۔۔۔۔ تمام ناظرین کرام کی خدمت میں جن کو مولانا موصوف کے فاضلانہ اور شگفتہ مقالات کی "چاٹ" لگی ہوئی ہے درخواست ہے کہ ان کو پیش نظر یا آئندہ پرچہ میں کوئی خامی نظر آئے تو خاکسار راقم الحروف کی ناتجربہ کاری اور عدیم الفرصتی کو مدنظر رکھتے ہوئے معاف فرمائیں۔

پیغام صلح کی اشاعت میں حصہ لیکر اپنا قومی فرض ادا کریں

قادیانی بابیوں کی اقتدا میں

مسئلہ اجرائے نبوت بروئے قرآن کریم

(از جناب حکیم اللہ دتا صاحب بڈھیمی)

(۴)

تیسری یہ آیت اجرائے نبوت میں پیش کی جاتی ہے یعنی ادم امّا یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے آدم کے بیٹو اگر تمہاری طرف پیغمبر آدیں۔ اور تم پر میری نشانیاں بیان کریں پس جو کوئی پرہیزگاری کرے۔ اور نیکی کرے۔ تو انہیں نہ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے قریباً جب کبھی مجھے ریویو آف ریلیجز ماہواری رسالہ ملنے کا اتفاق ہوا ہے اس میں کسی نہ کسی قادیانی مولوی فاضل نے اس مذکورہ آیت کو لیکر نبوت کے اجراء کے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ اور اپنا مولویانہ صرفی زور دکھانے کے لئے یاتینکم کے نون ثقیلہ سے ثابت کیا ہے۔ کہ جب یہ نون مضارع پر واقع ہو۔ تو مستقبل کے معنی دیتا ہے۔ گویا ان کے خیال میں قیامت تک آئندہ نبی آتے رہیں گے۔ اس کا جواب دینے سے پیشتر میں اپنے قادیانی دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ اول تو اس آیت کا خطاب تمام بنی آدم کو ہے۔ نہ صرف مسلمانوں کو۔ اس لئے اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ نبوت تا قیامت جاری رہے گی۔ تو اس سے لازم آئیگا۔ کہ تمام قوموں میں بدستور سابق نبی آئیں گے کیا عیسائی کیا ہندو۔ آریہ بودھ چینی وغیرہ۔ اور یہ بات آپ کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ ہمارے ان قادیانی احباب کے نزدیک نبوت تو جاری ہوگی مگر آنحضرت صلعم کی کامل پیروی سے۔ اور نبوت بھی غیر تشریعی ہوگی نہ کہ تشریعی حالانکہ اس سے تو ہر دو کا اجراء ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ نہ تو اس میں آنحضرت صلعم کی اطاعت شرط ہے۔ اور نہ غیر تشریعی کا ذکر ہے۔ پھر اگر نبوت غیر شرعی کا اجراء جائز ہے تو کیوں شریعت کو بند کیا جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی وساطت اور واسطہ کا کوئی ایسا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور یا اس کو ایک اصول کے ماتحت رکھا جائے تو یہ مشکل پیش نہیں آتی۔ اور وہ اصول یہ کہ آنحضرت صلعم سے پیشتر ہر ایک قوم میں خدا تعالیٰ انبیاء اور کتب بھیجتا تھا کیونکہ وہ نہ تو کامل تعلیم تھی اور نہ وہ نبی ساری دنیا کے لئے آتے تھے جیسے کہ ہمارے نبی کریم صلعم تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے ہیں بعینہٖ اسی طرح ایک اور آیت ہے وہاں رسل کی جگہ ھدی آتا ہے اور وہ یہ ہے۔ یعنی ادم امّا یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ اے اولاد آدم میری طرف سے تم پر ہدایت آیا کرے گی پس جو میری پیروی کریگا۔ ان پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ یہاں بھی یاتینّ پر نون ثقیلہ موجود ہے لیکن ہدایت یا شریعت کے آنے سے یہ قادیانی کیوں گھبرائے ہیں۔ نیز رسل بغیر رسالت اور پیغام کے کس کام کے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے تو صاف انکار کیا چنانچہ فرماتے ہیں من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ یہاں تو انہوں نے رسالت اور کتاب دونوں کی نفی کر دی ہے۔ اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک جگہ نبوت اور رسالت سے انکار کریں اور دوسری جگہ اقرار۔ ایک جگہ محدث کے معنی لیں اور دوسری جگہ حقیقی نبوت کے۔ نبی تو کیا دوسرے کسی عوام کا بھی ایسا عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ایسی عقیدہ کی غلطی کسی نبی میں خدا رہنے دیتا ہے کیونکہ اس سے تمام لوگوں کے عقاید میں فساد ہوتا ہے۔ اور اگر حضرت مسیح موعود کو پہلے اپنے عقیدہ کی سمجھ نہ آئی تھی۔ تو جب بعد میں سمجھ آگئی تھی تو پہلے اپنے غلط عقیدہ کے متعلق کیوں نہ اعلان کر دیا گیا جس طرح انہوں نے نبی کی جگہ کاٹ کر محدث لکھنے کا ارشاد فرمایا ہے اور نبی کے معنی محدث کے جس ۔ ۔ ۔ ان کو اس غلطی کا بھی علم ہوگیا۔ کہ درحقیقت نبی ہے محدث نہیں۔ تو وہ اس تحریر کا بھی جواب دے سکتے تھے۔ اور جب انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو قادیانیوں کا کیا حق ہے کہ وہ خود یہ سمجھ لیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے دعویٰ کو صحیح طور پر نہ سمجھا تھا چوتھی آیت سورۂ حج کی جو اجرائے نبوت کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس ان اللہ سمیع بصیر۔ یعنی اللہ پسند کرتا ہے۔ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانیوالا اور آدمیوں میں سے بتحقیق اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اگر سیاق کلام کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ اس آیت سے پہلے بت پرستی کی تردید ہے یعنی ان بتوں سے اگر مکھی کچھ چھین لے جائے تو یہ چھڑا نہیں سکتے۔ کیونکہ طالب اور مطلوب ہر دو ضعیف ہیں پھر فرمایا۔ کہ ان کافروں نے اللہ کی قدر نہیں جانی جیسا ان کی قدر جاننے کا حق تھا۔ اللہ غالب اور زبردست ہے اسکے آگے یہ آیت ہے۔ اللہ پسند کر لیتا ہے فرشتوں اور آدمیوں سے پیغام پہنچانیوالا۔ گویا ان کافروں کو جو بت پرستی میں مبتلا تھے ملزم کیا جاتا ہے۔ کہ تم غلط راستے پر چل رہے ہو۔ اور اللہ کی قدر جو چاہئے تھی وہ تم نے کوئی نہیں کی۔ اللہ چونکہ سمیع اور بصیر ہے۔ اس نے تمہاری ہدایت کے لئے۔ آدمیوں میں سے آنحضرت محمد صلعم کو چن لیا ہے۔ اور جبرائیل امین کو وحی لانے کے لئے چن لیا ہے۔ تاکہ اللہ کی حقیقی قدر کرنا تمہیں سکھاویں اس آیت سے کہاں ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسالت ہمیشہ قیامت تک جاری رہے گی۔ بلکہ اس رسالت اور پیغام کے ماننے کی تو قادیانی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ وہ صرف نبیوں کے آنیکے قائل ہیں خواہ کچھ لائیں یا نہ لائیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ آیت عام ہے جس کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ آدمیوں میں سے اور فرشتوں میں جس کو چاہے چن لے پیغام پہنچانیوالا۔ تو پہلے رسول بھی پیغام پہنچاتے رہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے بھی آخری پیغام پہنچایا لیکن یہاں مراد آنحضرت صلعم کی ہی معلوم ہوتی ہے جو عربوں کی بت پرستی کی تردید کر رہے ہیں۔ اور خدا کی قدر اور اس کا صحیح مفہوم مشرکین سمجھا رہے ہیں۔ کیونکہ کافر شرک کی وجہ سے خدا کی حقیقی قدر نہیں کرتے اور محمد رسول اللہ صلعم کو اور جبرائیل کو نہیں مانتے۔ ان کو بتلایا گیا ہے کہ اللہ نے مجھے تمہاری ہدایت کے لئے چن لیا ہے۔ اگر کہا جائے کہ اس سے مراد حضرت مرزا صاحب کی ہے۔ تو حضرت مرزا صاحب کونسی ہدایت لائے جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ وہ قرآن میں موجود تھا۔ قرآن کو ہی انہوں نے ایسے رنگ میں پیش کیا جو صحیح تھا۔ کوئی نئی بات تو وہ لائے نہیں نئی بات تو تب ہوتی جب وہ بت پرستی کی تائید کرتے۔ اور جب یہ پہلے ہی تردید قرآن شریف میں موجود ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس آیت سے مراد آنحضرت صلعم سے ہے نہ کسی اور سے اور نہ اس سے اجرائے نبوت ثابت ہوتا ہے۔ پانچویں آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس سے جناب میاں صاحب نے جو انوکھا استدلال کیا ہے یعنی خاتم النبیین کے معنی ہی وہ نبی جسکی مہر سے نبی بنیں میاں صاحب کوئی پیغمبر تو ہیں نہیں اور نہ ہم انکو خلیفۃ المسیح مانتے ہیں۔ کہ انکی ہر ایک بات کو کالوحی سمجھ لیں دیکھنا یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود نے اس آیت کا مطلب کیا سمجھا وہ فرماتے ہیں۔ کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳) اس عبارت سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اگر آ سکتا ہے۔ تو محض امتی۔ یا وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا۔ یا اگر حضرت مرزا صاحب کو نبی مان لیا جائے۔ تو سلسلہ وحی نبوت کا بھی جاری ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔ یا دوسری صورت یہی ہے۔ کہ لوازم نبوت سے الگ ہوں۔ اور یہی ہم مانتے ہیں۔ کہ اگر نبوت کو جاری کیا جائے تو وحی نبوت یعنی شریعت کے اجرا کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ نیز حضرت مرزا صاحب خاتم النبیین کے بعد نبوت کے اجرا کو موجب فساد سمجھتے ہیں۔ اور یہی معنی تمام مفسرین اور اولیاء و علماء امت کرتے چلے آئے ہیں۔ لغت بھی انہی معنوں کی تائید کرتی ہے۔ ہاں اس کے خلاف جو میاں صاحب معنی کرتے ہیں اسکی سند وہ کوئی پیش نہیں کرتے محض ان کا دعویٰ اور خیال ہے جس کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیا آیت خاتم النبیین کے معنی حضرت مرزا صاحب نے بھی ایسے کئے ہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ خاتم النبیین کے معنی جسکی مہر سے نبی بنتے ہیں۔ اور میاں صاحب خود بھی مدت تک اجرائے نبوت کے قائل نہ تھے۔ اور غیر تشریعی نبوت کے اجرا میں جو میاں صاحب نے امام شعرانی وغیرہ کے اقوال سے مراد لی ہے۔ انہوں نے غیر تشریعی نبوت کو جزوی نبوت سمجھا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں جس نے قرآن کو حفظ کیا نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں داخل ہوگئی۔ اور سچی خواب بھی تو اجزائے نبوت سے ہے۔ تو اس صورت میں حضرت مرزا صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی بلکہ یہ نبوت عام ہے۔ اور جس نبوت کو میاں صاحب اور ان کی جماعت پیش کرتی ہے۔ وہ امام شعرانی کی غیر تشریعی نبوت نہیں بلکہ بابیوں کی نقل فھل من مدکر۔

(بقیہ صفحہ ۲)

دینے اور لکھنے کو بھی ناجائز ٹھہرایا ہے۔ اضطرار کی حالت الگ ہے لیکن کیا یہ بھاجی اور دوسری رسوم اضطرار کی رسوم ہیں میت پر تو کفن کے لئے بھی نئی چادر کی ضرورت نہیں پرانی چادریں دھو کر استعمال ہو سکتی ہیں۔ نئی چادروں کی زندوں کے لئے ضرورت ہے مردوں کے لئے اس کی بھی نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا ایک گھر سے آدمی چلا گیا اور پھر اس پر قرضہ اٹھا کر بیسویں اور چالیسویں اور برسیاں ہوتی ہیں۔ خود ہم اپنے آپ کو دکھوں اور تکلیفوں میں ڈالتے جاتے ہیں مسلمانوں کو اس بات کا عہد کر لینا چاہئے کہ ہم آئندہ قرضہ اور خصوصاً سودی قرضہ ہرگز نہیں لیں گے۔ ان رسومات بد میں اضطرار کی حالت کہاں یہ تو سب اپنے ہاتھوں بلائیں خریدی ہوئی ہیں قوم اگر ان بلاؤں سے نجات پا جائے اور اس کے ہاتھ مضبوط ہو جائیں تو بڑا کام دے سکتی ہے۔

میں نے عید کے موقعہ پر ایک چھوٹی سی تجویز کی تھی جس کا نام ایک آنہ فنڈ رکھا گیا ہے۔ لاہور کی جماعت کے حصہ میں اس کی سو رسیدیں ڈالی گئی ہیں جسے آپ لوگوں کو پورا کرنا چاہئے۔ اور باقی کی رسیدیں باہر کی جماعتوں میں تقسیم ہوں گی۔ میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ دس سال کے عرصہ میں اس مستقل فنڈ کی ۔ ۔ ۔ ۵ کی رقم انشاء اللہ جمع ہو جائیگی اور یہ سرمایہ جماعت کے لئے ایک بہت بڑی قوت اور برکت ثابت ہوگا جو شخص تکلیف اور تنگی میں ہے اس کے لئے بھی ایک آنہ ماہوار دینا مشکل نہیں۔ طلباء بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں کہ طالب علم دو روپے (۲) فیس ماہوار دیتا ہے وہ دو روپے ایک آنہ (۱/۲) جو تین روپے (۳) دیتا ہے وہ روپے (۱/۳) دے یہ دینا بوجھ نہیں۔ ویسے بھی ہیڈ ماسٹر صاحب فیس کے ساتھ پانچ سات آنے ماہوار کھیلوں وغیرہ کے لئے لیتے ہیں۔ ایک آنہ یہ دین کے لئے بھی سہی۔ اس ایک آنہ کو آپ اپنے حلقہ اثر میں ہر ایک جگہ رواج دیں سالانہ جلسہ کی تحریک دس یوم کی آمد کے لئے بھی آخر مارچ تک میعاد مقرر کی تھی فروری تو ختم ہو گیا اب مارچ شروع ہونے والا ہے اس کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔

(نوٹ۔ جماعت لاہور نے اسی وقت سو کا پیالہ حصہ رسدی اپنے ذمے لیں باہر کے احباب کو بھی ۔ اس طرف بہت جلد توجہ کرنی چاہئے تاکہ یہ مفید اور بابرکت تجویز بہت جلد کامیاب ہو کر قوم کی مضبوطی کا باعث بنے۔ ایڈیٹر)

خبریں

—— احمد آباد۔ ۹ مارچ۔ آج گاندھی جی ایک سال کے بعد اپنے وطن مالوفہ کو واپس آئے۔ اس موقعہ پر عدیم النظیر جوش و خروش کے نظارے دیکھنے میں آئے۔ دیرسے لوگوں کا انبوہ کثیر گاندھی جی کے انتظار میں ریلوے اسٹیشن پر جمع تھا۔ لیکن آپ کھلے باغ پر گاڑی سے اتر گئے۔

—— لنڈن ۷ مارچ۔ ایرانی فنون لطیفہ کی نمائش ختم ہوگئی ہے نمائش دو ماہ تک کھلی رہی۔ اس اثنا میں ڈھائی لاکھ آدمیوں نے نمائش کی سیر کی۔

—— مدراس۔ ۹ مارچ۔ انجمن خواتین ہند مدراس نے لارڈ اروِن اور گاندھی جی کو تار دیئے ہیں جن میں صلح پر اظہار مسرت کیا گیا اور آئندہ دستور کے متعلق جو بحث و تمحیص ہونے والی ہے۔ اس میں شمولیت کی خواہش ظاہر کی ہے۔

—— جموں۔ ۹ مارچ جموں کا ایک برقی پیغام مظہر ہے کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کے ہاں جنوبی فرانس میں بیٹا پیدا ہوا اس خبر کو سن کر شہر میں خوشیاں منائی گئیں۔ اور ۲۱ توپوں کی سلامی سر ہوئی۔

—— پورٹ لوئیس ۹ مارچ۔ ماریشس پر تباہ کن آندھی آئی جس سے ۱۱ آدمی ہلاک ہوگئے۔ نقصان کا اندازہ اس حقیقت سے ہو سکتا ہے۔ کہ ضلع موکا کا جنوبی حصہ ایسا ہی برباد اور تباہ شدہ نظر آتا ہے جیسا کہ جنگ عظیم میں جرمنی کی گولہ باری سے فرانس کے دیہات برباد ہوگئے تھے۔

—— لنڈن۔ ۸ مارچ۔ سارجنٹ ولیم قدیم ترین سپاہی و ۱۸۵۷ء کے غدر کی آخری نشانی تھا مر گیا ہے۔ اس کا ۸۰ ویں کناٹ رجمنٹ کے ساتھ تعلق ہو ٹوٹ چکی ہے۔

—— ناگپور ۹ مارچ سی پی کونسل میں میزانیہ کی بحث کا آخری دن تھا وزرا کی تنخواہوں میں تخفیف منظور ہوگئی۔ اب انہیں ۵ ہزار کی بجائے ۲۲۵۰ روپیہ ماہوار ملا کریں گے۔ اس سے ۴۲ ہزار سالانہ بچت ہو جائے گی۔

—— چالیس سال ہوئے برلن میں ایک شخص کو ایک عورت کے قتل کے الزام میں عمر قید کی سزا ہوئی تھی۔ اب اس عورت کا اصلی قاتل مل گیا ہے۔ اور اس نے اقبال جرم بھی کر لیا ہے پہلے ملزم کے بے قصور ہونے کا ثبوت پہنچ گیا ہے اور اسے جیل سے رہا کر دیا گیا۔ اس کی دماغی اور جسمانی حالت سخت خراب ہے

—— لاہور۔ ۱۱ مارچ آج چار بجے بعد دوپہر باشندگان لاہور کا ایک عظیم الشان جلوس نیلہ گنبد سے فخر سرحد خان عبدالقادر، خان عبدالاکبر خان اور خان علی گل خان کا خیر مقدم کرنے کیلئے۔ جو جیل سے رہا شدہ نمایاں قوم کی خدمت میں جذبات عقیدت پیش کرنے کیلئے نکالا گیا جلوس میں ہزاروں کی تعداد میں مرد و زن شامل ہوئے۔ بازار تکلف سے سجائے گئے تھے جلوس کے آگے بینڈ باجہ تھا اس کے پیچھے نوجوان بھارت سبھا ظفر والنٹیر کور جمعیت شبان مسلم نیشنل والنٹیر کور وغیرہ انجمنوں کی منڈلیاں تھیں جو خود بھی ہزاروں کی تعداد میں شامل تھیں شہر نہایت شان سے سجایا گیا تھا۔

—— انارکلی بازار میں دکانداروں کی طرف سے خان عبدالغفار خاں اور آپ کے رفقا کو خیر مقدم کا ایڈریس دیا گیا۔ جو مولوی مظہر علی اظہر نے پڑھا۔ ایک ایڈریس ادارہ کانگرس کمیٹی کی طرف سے دیا گیا ... دل بھلائے گئے۔ اور گوئی جگہ اہل جلوس کو پھول و مٹھائی پیش کی گئی۔

—— امسال میلہ چراغاں بمقام شالا مار باغ ۲۸، ۲۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو منعقد ہوگا۔ اور اسی سلسلہ میں نمائش مویشیاں ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء کو شروع ہوگی۔ اور میلہ کے ساتھ ختم ہوگی۔

—— لاہور۔ ۱۱ مارچ۔ جلوس کے بعد شام کو موچی دروازہ میں ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر گوپی چند منعقد ہوا

خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا۔ خان عبدالغفار خان نے تالیوں کے شور اور قومی نعروں کے درمیان کھڑے ہو کر۔ تقریر شروع کی۔

—— ۷ مارچ کو بنارس یونیورسٹی کے مندر کا سنگ بنیاد قوم کے ایک مشہور پنڈت شیو شری پتونڈی جی مہاراج نے رکھا جنہیں خاص اسی غرض کے لئے گنگوتری سے بلایا گیا تھا۔ مندر کے لیے ایک لاکھ روپے کی رقم مہاراجہ دربھنگہ نے پہلے سے دے رکھی تھی۔ مالوی جی نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ مندر پر چھ لاکھ روپے صرف ہونگے۔ اور جو قوم یونیورسٹی کے لئے ایک کروڑ تیس لاکھ روپیہ دے چکی ہے۔ اس کے لئے چھ لاکھ کی رقم دینا ہرگز مشکل نہیں ہے۔

—— بنارس۔ ۷ مارچ۔ آج شب کو شاہی مسجد گیان باپی کی تین برجوں کو صدر دروازہ کے اوپر تھیں ہندوؤں نے مسمار کر دیا ایک برجی بالکل گر گئی۔ اور دو برجوں کو شدید نقصان پہنچا ایک منٹ میں تمام دکانیں بند ہوگئیں۔ اور سارا شہر ویران ہوگیا۔ اسی وقت میں مسجد کو بچشم خود دیکھنے گیا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اگر ہندوؤں کو موقع ملتا۔ تو نقصان ناقابل تلافی ہو جاتا۔ اور شہر میں سکون کی کوئی صورت نہ رہتی۔ نامہ نگار

—— میاں سر فضل حسین وزیر تعلیمات حکومت ہند کے منجھلے صاحبزادے میاں نعیم حسین صاحب جو ولایت میں بیرسٹری کی تعلیم پا رہے تھے ذات نمونیہ کے عارضہ میں مبتلا ہو کر اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نہایت نیک صالح خوش اخلاق اور ہونہار نوجوان تھے۔

—— پشاور ۱۲ مارچ۔ خان عبدالغفار خان، اور سید اول بادشاہ اور ان کی پارٹی آج صبح فرنٹیر میل پر یہاں پہنچی۔ لوگ استقبال کیلئے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ تمام پارٹی موٹر کاروں میں سوار ہو کر شہر کو روانہ ہوئے۔ جہاں ان کا جلوس نکالا گیا جس نے شہر کے تمام بڑے بڑے بازاروں میں گشت لگایا

—— اعلان شائع ہوا ہے۔ کہ حکومت ہند نے ایڈریس حجاز کی مجلس مستقل ...

... کے مشورے ... کو جائیں گی لئے مستقل طور پر طلب کیا ہے۔

—— لاہور ۱۲۔ مارچ۔ ایک سرکاری بیان مظہر ہے۔ کہ پنجاب کونسل کا ایک جلسہ ۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ قانون انتقال اراضی کی ترمیم کا مسودہ ایسی انجمنوں یا افراد کے پاس رائے زنی کے لئے بھیجا جائے جن کا اس کے ساتھ تعلق ہو۔ یا جو اس میں دلچسپی رکھتے ہوں۔ اور ایسی انجمنوں اور افراد کو دعوت دی جاتی ہے کہ حتی الامکان جلدی اپنے اپنے خیالات اور آرا کو سیکرٹری پنجاب کونسل لاہور کے نام بھیج دیں۔ مسودہ قانون مذکور کی نقول پنجاب کونسل کے دفتر سے درخواست کرنے پر مل سکتی ہیں۔

—— لنڈن ۱۲۔ مارچ۔ اب فیصلہ ہوگیا ہے۔ کہ دارالعلوم میں ہندوستان پر مباحثہ کا افتتاح ارل ونٹرٹن کی جگہ مسٹر بالڈون کریں گے۔

—— پشاور ۹ مارچ۔ سرحد کے سرکاری گزٹ کی ایک غیر معمولی اشاعت میں صوبہ سرحد کی کانگرس کمیٹیوں۔ نوجوان بھارت سبھاؤں اور ان کے ماتحت شاخوں سے وہ تمام قیود اٹھالی گئی ہیں جن کے ذریعے سے انہیں خلاف قانون قرار دیا گیا تھا۔ پشاور سے دوسرا آرڈیننس بھی اٹھا دیا گیا جس کے ماتحت لئے ترغیب مجرمانہ کے لئے رقبہ مشہرہ قرار دیا گیا تھا۔

—— الہ آباد۔ ۹ مارچ عدالت عالیہ الہ آباد کے چیف جسٹس سر گرڈ میر و رخصت پر ولایت چلے گئے ہیں۔ ان کی جگہ آج سے سر ایس ایم سلیمان نے قائم مقام چیف جسٹس کی حیثیت سے کام شروع کر دیا

—— بمبئی ۹ مارچ۔ اخبار بمبئی کرانیکل رقمطراز ہے کہ میرٹھ کے قیدی ایک ہفتہ کے اندر اندر رہا کر دیے جائیں گے۔

—— بلغراد۔ ۸۔ مارچ۔ یوگوسلافیہ میں گزشتہ ۴۸ گھنٹوں میں زلزلہ سے جو نقصانات ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق سرکاری اعداد و شمار کے

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸ء

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
عبدالحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

۱۔ ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفٰے ما را امام و پیشوا

۲ ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

۳ آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست

۴ یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں اور نہ آئندہ ہوگی

۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۸۔ شوال سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۹۔ مارچ سنہ ۱۹۳۱ عیسوی | نمبر ۱۷

ہماری تبلیغی ڈاک

چین

چینی نوجوانوں کی جماعت کے سکرٹری صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ سابقہ خط کے سلسلہ میں اطلاع دیتا ہوں کہ علاوہ آپ کے رسالہ اسلام کے چینی ترجمہ کے اب ہم نے رسالہ نماز اور سوال و جواب اسلام کے چینی تراجم بھی شائع کر دیئے ہیں جنکی کاپیاں ارسال ہیں انگریزی دعوت عمل کے ساتھ جو اقرار بیعت آپ نے روانہ کیا ہے ہم نے اس کو بھی رسالہ سوال و جواب اسلام کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔ تاکہ لوگوں پر جماعت احمدیہ کے صحیح خیالات ظاہر ہو جائیں۔ جن دوسری کتابوں کے چینی تراجم شائع کرنا مناسب سمجھیں وہ بھی بھیجدیں۔ ہم آپ کی کتب کے تراجم کے ذریعہ سے اس ملک میں تبلیغ اسلام پر پورا زور لگانا چاہتے ہیں تاکہ مسلمانان چین کی عملی اور اعتقادی خرابیاں دور ہو جائیں اور غیر مذاہب کے لوگ اسلام کی صحیح تصویر دیکھ لیں۔ اس کام پر ہم پورا زور صرف کرنا چاہتے ہیں۔ گو ہم ذرا آہستگی سے کام کر رہے ہیں تاہم ہم نے چین کے اسلامی رسالوں اور مطابع پر اپنا اثر بٹھا لیا ہے اور وہ سب احمدیت کے رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ چین کے ملاں لوگ جن کو اہونگ کہتے ہیں اب حیران و پریشان اور خوفزدہ نظر آتے ہیں اور سوائے فضول اعتراضات اور نکتہ چینی کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن ان باتوں سے ہماری ہمت نہ پست ہوئی ہے نہ انشاء اللہ ہوگی۔ کیونکہ ہمارا مقصد سچائی کا پھیلانا ہے۔ تعداد کی کمی ہماری کوششوں کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں اور ہم خدا کے بھروسہ پر اسلام کی تعلیم کو اس ملک میں پھیلانے میں کوئی کمی نہ کریں گے اور یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنے ساتھ ملا لیں گے۔ یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ رسالہ سوال و جواب اسلام (دی مسلم کیٹیکزم) کو چین کے اسلامی سکولوں میں بطور ٹکسٹ بک کے جاری کرنے کی تجویز در پیش ہے

امید ہے کہ مرکزی جماعت لاہور اشاعت اسلام کے کام کو یورپ اور امریکہ میں پورے زور کے ساتھ جاری رکھے گی۔ کیونکہ ان لوگوں کو اسلام کے ساتھ ذرا بھی واقفیت نہیں۔ اور گذشتہ کئی صدیوں سے وہ اسلام کی صحیح تعلیم سے ناواقف چلے آتے ہیں۔ تبلیغ کے علاوہ ہماری جماعت کو دیگر رفاہ عام کے کاموں کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے۔ مثلاً غربا کی امداد اور تعلیم وغیرہ (جیسا کہ عیسائی سوسائٹیاں کر رہی ہیں)

ٹیونس

مسٹر وحید کا رتیج (ٹیونس) سے لکھتے ہیں کہ:۔

کچھ عرصہ ہوا کہ مسٹر عبدالحی (فرنچ نومسلم) نے آپ کا خط مجھے دکھایا تھا جس میں آپ نے سلسلہ احمدیہ کو اس ملک میں پھیلانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ میں پہلے ایک فرانسیسی رسالہ شائع کیا کرتا تھا اور اب انگریزی رسالہ شائع کر رہا ہوں جو تمام مذاہب کی روحانیات پر مشتمل ہے۔ اس لئے آپ بڑی خوشی سے اس رسالہ میں اسلام کی فلاسفی اور روحانی امورات پر مضامین شائع کر سکتے ہیں۔ رسالہ کے آئندہ نمبر میں میرا ارادہ آپ کے رسالہ نماز سے کچھ اختصار درج کرنے کا ہے۔ میں اس امر سے بخوبی واقف ہوں کہ گو اسلام کو دوسرے لوگوں نے تو کیا خود رسول کریم صلعم کے پیرووں نے (خصوصاً شمالی افریقہ کے مسلمانوں نے) بہت کم سمجھا ہے تاہم اس میں نہایت اعلیٰ درجہ کی روحانی تعلیم موجود ہے جس سے مغربی لوگ بہت کم واقف ہیں۔ اگر آپ اپنی اسلامی کتابیں مجھے بھیجتے رہیں تو میں ان پر تقریظ لکھ دیا کروں گا۔

فلپائن

مسٹر اسحاق صاحب پریزیڈنٹ انجمن مسلمان نوجوانان لکھتے ہیں کہ:۔ آپ کے رسائل و اخبارات جو آپ نے ہماری جماعت کے ممبروں میں تقسیم کرنے کے لئے روانہ کئے تھے پہنچ گئے ہیں۔ وہ یہاں ایسے وقت آئے کہ میں نارمل سکول میں تعلیم کے لئے دارالخلافہ میں گیا ہوا تھا۔ واپسی پر میں نے وہ سب اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیئے۔ جو آپ کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے دور افتادہ بھائیوں کی مذہبی اصلاح کے لئے اتنی کوشش جاری کی ہے میں اور میرے تمام دوست انشاء اللہ آپ کے اسلامی لٹریچر کو یہاں کے مسلمانوں اور عیسائیوں میں پورے زور سے پھیلاتے رہیں گے۔ اور اسلام کی ترقی میں کوشاں رہیں گے۔

دارالخلافہ میں مجھے عیسائی طلباء سے تبادلہ گفتگو کا موقعہ ملا۔ اور میں نے نہایت مدلل طور پر اسلام کی صداقت پر ان کے سامنے گفتگو کی کہ وہ لاجواب ہو گئے۔ مہربانی کر کے آئندہ بھی ایسی کتابیں اور اخبارات بھیجتے رہا کریں تاکہ ہم اپنے مذہب سے پورے طور پر واقف ہو جائیں۔ اور مخالفین اسلام سے عہدہ برآ ہو سکیں ہماری سوسائٹی ابھی ابتدائی حالت میں ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے لٹریچر سے مدد دیتے رہیں۔

ایران

برادر گوہریان لکھتے ہیں کہ میں اس دلی خوشی اور امتنان کا الفاظ میں اظہار نہیں کر سکتا جو مجھے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت سے حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس نے اس زمانہ کی بزرگ و پاک ہستی یعنی بانی سلسلہ احمدیہ کی شناخت عطا کی۔ جب سے کہ میں جماعت احمدیہ میں شامل ہوا ہوں میری روحانی حالت میں عظیم الشان اور معجزانہ تبدیلی واقع ہو گئی ہے اور میرے نزدیک یہ سب سے بڑھ کر سلسلہ احمدیہ کی سچائی کی دلیل ہے۔

اپنے سابقہ عقائد رکھتے ہوئے میں برائے نام مسلمان تھا لیکن اب احمدیت نے نہ صرف میرے بلکہ ہزارہا لوگوں کے دلوں میں اسلام کی بے مثال شان و شوکت اور نورانی پرتو ڈال دیا ہے اور اب میں سابقہ بے دست و پا اور کمزور مخلوق کی بجائے ایک زبردست معقول آدمی بن گیا ہوں جس سے باطل دور بھاگتا ہے۔ اور یہی امر میری دلی مسرت کا موجب ہے۔

ہم مالدار اور سرمایہ دار عیسائی مشنوں کے مقابلہ پر پوری تن دہی سے کام کر رہے ہیں۔ اور اس وقت تک چھ بیعت کنندگان کے نام بھیج چکے ہیں۔ ہم چند کتب سلسلہ کے تراجم فارسی

بھی شائع کر چکے ہیں جو آپ نے ملاحظہ کر لئے ہونگے۔ ہم ایران کے دوسرے شہروں کے سمجھدار طبقہ میں بھی خط وکتابت کے ذریعہ اپنی جماعت کے خیالات کو پھیلا رہے ہیں جس سے انشاء اللہ بہتر نتائج پیدا ہونے کی امید ہے۔ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ نے مجھ پر خاص اثر ڈالا ہے۔ اور یہ تاریخ اسلام کا ایک زرین کارنامہ ہے جو اسلام کی سچائیوں کو معجزانہ طور پر ظاہر کرتا ہے اور دلوں میں نور اور روشنی پیدا کرتا ہے۔ میں اس کا خاص طور پر مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ قرآن کریم کے ترجمے کے علاوہ ہمارا انگریزی اخبار بھی ایک بےنظیر چیز ہے اور اپنی قسم کا خاص اخبار ہے جو ہماری تبلیغ نہایت خاموشی سے نوجوان طبقہ میں کر رہا ہے۔ نوجوان مسلمان طبقہ اسے نہایت شوق سے پڑھتا ہے۔

چین

مسٹر لی لکھتے ہیں کہ:۔ جاپان سے واپس آکر میں نے آپ کا مطالعہ کیا۔ دو ماہ ہوئے آپ کی مرسلہ کتابیں میرے گھر پہنچ گئی تھیں۔ گھر سے غیر حاضری کے باعث آپ کے خط کا جواب اور کتب کی رسیدگی کی اطلاع نہ دی جا سکی جس کا مجھے دلی افسوس ہے۔ چینی اسلامی رسالہ جات کی فہرست ارسال خدمت ہے۔

چینی مسلمانوں کی موجودہ حالت یہ ہے کہ اکثر ان میں سے بےعلم ہیں لیکن مذہب میں پر جوش۔ اور اب وہ تعلیم کے لئے اپنے بچوں کو سکولوں میں بھیجتے ہیں اور باہمی اتحاد اور انجمنوں کے فوائد سے آگاہ ہو کر سکولوں۔ لائبریریوں اور انجمنوں کے قیام میں مصروف ہیں۔ پبلک لکچر دیتے اسلامی کتب اور رسائل شائع کرتے ہیں۔ مرد و عورتیں ہر دو روزانہ نمازوں میں جمع ہوتے ہیں۔ اور غیر اسلامی اعتقادات۔ عادات اور رسومات کے دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ گویا مسلمانان چین کا اکثر حصہ بیدار ہو رہا ہے۔ تمام ملک میں مسلمان انجمنیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور ہر شہر میں مسلمان الگ محلوں میں آباد ہیں۔ مساجد ان کے اجتماعوں کی جگہیں اور روحانی مرکز ہیں۔ مساجد کے امام ان کے لیڈر ہیں۔ اس لئے تعلیم یافتہ اور سمجھدار اماموں کی چین میں سخت ضرورت ہے۔

چین کے مسلمانوں کی زیادہ تعداد ملک کے شمال مغربی حصہ میں ہے لیکن یہ علاقہ ابھی تک علم و ہنر میں بہت پیچھے ہے اس لئے اس علاقہ کے مسلمانوں کی بیداری کے لئے یہاں سے کئی مسلمان نوجوان اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ اور یہ تحریک مسلمانان چین کے لئے نہایت مفید ہے چونکہ یہ عام ہو گئی ہے جس سے تمام دنیا واقف ہے اس لئے اس پر مزید لکھنا تحصیل حاصل ہے۔

آپ کی اسلامی کتابوں کے چینی تراجم نے اسلام کی شوکت و شان کو دوبالا کر دیا ہے اور ضرورت ہے کہ اب آپ ایسی کتابیں مہیا کریں جو اسلامی تہذیب و تمدن۔ تاریخ۔ سیاست و اقتصاد پر حاوی ہوں۔ اور جو مسلمانان عالم کی موجودہ حالت کا نقشہ ہوں۔ آپ کی فہرست میں سے مناسب حال کتب خرید کر لی جائیں گی۔

انگلستان

مسٹر خالد شلڈرک صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ آپ کا خط ملا۔ اور آپ کی مبارکبادی کے لئے تہ دل سے مشکور ہوں۔ جسے میں جناب سر آغا خاں صاحب تک پہنچا رہا ہوں (یہ نئی مسجد لنڈن کے بارہ میں مبارکباد دی گئی تھی) الحمد للہ کہ آخر کار اس رحیم و کریم نے میری عاجزانہ کوششوں کو بارآور فرمایا۔ سر آغا خاں صاحب ہمیشہ میری مدد کرتے رہے ہیں۔ جب کبھی میں نے آپ سے غریب مسلمانوں کی امداد کے لئے درخواست کی اور مجھے اس بات سے مسرت ہوئی کہ میں غریب مسلمانوں کے لئے مسجد کا انتظام کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مسجد آغا خاں کا ساوتھ شیلڈ میں بنایا جانا میری خاص توجہ کا مستحق ہوگا۔ دوسری خوشی مجھے اس بات سے ہوئی کہ میں مسلمان بحری ملازمین کے معاملہ میں بھی کامیاب ہو گیا۔ مجھے آپ کے اس ریمارک سے دلی مسرت ہوئی جو آئندہ نسلوں کے متعلق تھا۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ یہ مسجد ہم نہ صرف آئندہ نسلوں کے مسلمانوں کے لئے بنا رہے ہیں بلکہ مسلمان بحری ملازمین کی موجودہ کثیر التعداد کیلئے بھی یہ موجب برکت ہوگی جو اب ساؤتھ شیلڈ میں آباد ہیں مجھے عرب، ملائی، سندی، سومالی، مصری اور ترک بھائیوں کی انگریز بیویوں سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اور مجھے ان کی اولاد کی اسلامی تعلیم کا سخت فکر لگ رہا ہے۔

آپ کی چھوٹی سی کتاب بڑی مفید ثابت ہوئی اور میں نے اس کی کاپیاں مسلمان انگریز بیویوں اور بچوں میں تقسیم کر دی ہیں تاکہ وہ اپنے مذہب سے واقف ہو جائیں۔ میری بیوی کچھ مزید کاپیاں خریدنے کے لئے آپ کو کچھ روانہ کر رہی ہے۔ میں ابھی ملاحوں اور فائرمینوں کی نیشنل یونین اور بحری ملازمین کی فیڈریشن کے جلسوں سے واپس آیا ہوں۔ ہر دو انجمنوں نے مجھے مسلمان بحری ملازمین کا نمائندہ تسلیم کر لیا ہے۔

(نوٹ) انگلستان اور دیگر ممالک یورپ میں غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے علاوہ خود ان مسلمانوں اور ان کی یورپین بیویوں اور بچوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کا نہایت اہم کام ہمارے سامنے ہے جو تجارت یا ملازمت کے سلسلہ میں ہزاروں کی تعداد میں ان ممالک میں آباد ہیں۔ اگر اس طرف توجہ نہ کی گئی۔ تو ان مسلمانوں کی آئندہ نسل سخت خطرہ میں ہے۔

الجیریا (شمالی افریقہ)

برادر عبداللہ بن مصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔ آپ کے خط سے دلی مسرت حاصل ہوئی۔ جماعت احمدیہ لاہور تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے تمام دنیا میں جو جدوجہد کر رہی ہے ہم اس سے پورے طور پر واقف ہیں۔ اور یہ مبارک کام ایسا ہے کہ سب مسلمانوں پر آپ کی امداد لازمی ہو جاتی ہے اور ان پر آپ کا شکریہ ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ آپ کے عزم اور ارادے بڑے قوی ہیں اور ہر مسلمان جس میں غیرت اور حمیت اسلامی باقی ہے وہ آپ کے ان ارادوں کی تکمیل میں آپ کی امداد کرنا ضروری سمجھے گا۔ یہاں کے علماء میں سے اکثر نے آپ کی کتابوں کو پڑھا اور سنا اور ان کے لئے میں آپ کے پاکیزہ خیالات اور دلائل معلوم کر کے اطمینان قلب کا اظہار کیا۔ اور آپ کی جماعت کی خدمات اسلام کا اعتراف کر کے جزائے خیر کی دعا دی۔

تبلیغ اسلام کا مسئلہ اسلام کے نہایت اہم مسائل میں سے ہے۔ بلکہ اگر اسے اسلام کا بنیادی اصول قرار دیا جائے تو مناسب ہے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے عام طور پر اس اہم مسئلہ سے غفلت برت رکھی ہے اور اسے فراموش کر دیا ہے اور اسے ایک ذلت کا کام سمجھ لیا ہے حالانکہ اسی سے دین و دنیا میں عزت حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے نوجوان یورپین اقوام کی صحبت سے اپنے علوم دینی سے بالکل ناواقف ہو چکے ہیں اور صرف چند معمولی باتوں کے سوائے اسلام سے بالعموم ناواقف ہیں اور ہم صرف اسی بات پر قانع ہیں کہ خدا اپنے دین کا خود محافظ ہے لیکن خود کچھ جدوجہد نہیں کرتے۔ خدا کرے کہ آپ کی جماعت کا اثر تمام ممالک اسلامیہ پر پڑ جائے تاکہ ان میں بیداری کی روح پیدا ہو جائے۔ آپ کے یہ اصول کہ سیاسات ملکی سے علیحدگی اور تکفیر اہل قبلہ سے بیزاری نہایت ہی قابل قدر ہیں اور میں خود بھی اسی خیال کا ہوں۔ آپ کی انگریزی کتب و رسائل بھی پہنچے تھے لیکن اس زبان سے ناواقفیت کے سبب میں ان سے مستفید نہ ہو سکا اگر آپ کے پاس قرآن کا فرانسیسی اور اسپانوی ترجمہ ہو۔ تو وہ ہمارے لئے زیادہ مفید ہوں گے۔

مسقط (عرب)

مسٹر ویمین (نومسلم) لکھتے ہیں کہ:۔ ایک عربی اخبار میری نظر سے گذرا ہے جس میں مسٹر فلبی کے داخلہ اسلام کی خبر درج ہے۔ میں مسٹر موصوف سے اچھی طرح واقف ہوں وہ عرصہ سے اسلام کا دلی شوق سے مطالعہ کر رہا تھا۔ اور میں ایسے ذہین اور سمجھدار آدمی کے اسلام کو قبول کر لینے سے ذرہ بھر بھی متعجب نہیں ہوا جس نے ایسے پاکیزہ مذہب کو اپنے سابقہ عقیدہ شمس پرستی اور دہریت جسکا دوسرا نام عیسویت ہے پر ترجیح دی۔ لیکن اس بات سے مجھے فی الواقعہ تعجب ہوا کہ بعض نام نہاد مسلمان جن کے دلوں کی آنکھیں اندھی ہیں اسکے اسلام پر شک لاتے ہیں۔ ایسے معترض برائے نام مسلمان ہیں جو اسلام کی خوبصورتی اور محبت بھری تعلیم سے کچھ بہرہ نہیں۔ اس لئے جب کوئی غیر مسلم اسلام میں داخل ہوتا ہے وہ اسے خود غرضی پر مبنی سمجھتے ہیں۔

اٹلی

برادر عثمان کلاجا (البانوی) لکھتے ہیں کہ:۔ میں ابھی تک فوجی تعلیم حاصل کر رہا ہوں۔ آپ کا خط ملنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی آپ نے لکھا ہے کہ میں اٹلی میں اسلامی لٹریچر تقسیم کر سکونگا یا نہیں سو اس بارہ میں عرض ہے کہ میں یہاں کسی اطالین کو نہیں جانتا سوائے اپنے ہم جماعت طلباء کے۔ چونکہ ہمیں رات دن بہت کام کرنا پڑتا ہے اسلئے باہر پھرنے کا وقت بہت کم ملتا ہے۔ البتہ میں اپنے البانوی دوستوں کو جو اٹلی کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں جانتا ہوں۔ اس سکول میں البانوی طلباء کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ اسوقت تک ہم بارہ طلباء ہو چکے ہیں۔ کئی لڑکے میلان اکیڈیمی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اطالین پیدائشی رومن کیتھولک ہیں جو اپنے مذہب کو تبدیل نہیں کرتے اور نہ دلائل کو سنتے ہیں۔ وہ مسیح کو خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے گفتگو کرنا جو مذہب کی حقیقت سے بے خبر ہیں مشکل ہے کیونکہ وہ دلائل کی بجائے اندھی تقلید کے قائل ہوتے ہیں۔ کئی دفعہ بعض طلباء سے گفتگو بھی ہوئی لیکن ان کا سارا زور اسی بات پر ہے کہ مسیح ان کا خدا ہے جب ان کو میں یہ کہتا ہوں کہ مسیح ہم تمام انسانوں کی طرح انسان تھا۔ تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہمیں گفتگو مت کرو۔ کیونکہ مسیح کو انسان کہنا گناہ ہے مسیح کی الوہیت کے رد میں کچھ لٹریچر بھیج دیں۔

وکٹوریہ (آسٹریلیا)

مسز چوہدری صوبہ (جو ایک ہندی مسلمان کی انگریز بیوی ہے) لکھتی ہے کہ:۔ آپ مجھے براہ راست خط لکھنے سے معاف فرمائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام رقوم بذریعہ منی آرڈر بمعرفت گورنمنٹ ارسال

باقی بر صفحہ ۳ کالم نمبر ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۲۸ شوال ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۱۷

کیا آریہ دھرم تبلیغی مذہب ہے

اسلام اور صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے کہ جس نے سب سے پہلے نسل انسانی کے سارے کنبہ کی مساوات کا اعلان کیا ورنہ اس سے پیشتر جس قدر بھی مذاہب تھے وہ صرف اپنی قوم کو ہی خدا کا برگزیدہ اور ملوٹھا بیٹا سمجھتے تھے اور اس کے علاوہ دنیا کی ساری اقوام کو راندۂ درگاہ شودر ملیچھ۔ وس کتے اور سؤر سے پست اور ذلیل سمجھتے تھے۔ کیا انجیل خدائے محبت کے دلفریب تصور اور اپنی انتہائی حلم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کنعانی وغیرہ غیر اقوام کے افراد کو کتے کتیا اور سؤر کے مہذب خطاب سے مخاطب نہیں کرتی اسیطرح ہندو آہنسا پر مودھرما (کسی کا دل نہ دکھانا ہی اعلیٰ دھرم ہے) کے اعلان کے باوجود اپنے ویدوں، دھرم شاستروں اور دوسری مقدس کتب کی بنا پر شودروں ملیچھوں اور اناریوں (جو اقوام آریہ نہیں) کو کسطرح اشتنی اور اور گردن زدنی سمجھتا ہے وہ ان کتابوں کا مطالعہ کرنیوالوں سے پوشیدہ نہیں۔ جن مذاہب نے غیر اقوام کو انسان ہونے کا حق بھی عطا نہیں کیا۔ کیا ان کو یہ حق پہنچ سکتا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کریں کہ سارے سنسار کو آریہ بناؤ ویدوں میں قطعاً اس قسم کا کوئی منتر موجود نہیں ہے کہ جس میں یہ حکم دیا گیا ہو کہ تم لوگوں کو آریہ بناؤ۔ سوامی دیانند جی سے لیکر جو اس تخیل کے بانی ہیں آج سے چار سال پیشتر تک آریوں کو کل دنیا کو دعوت ویدک دھرم کا منتر نہ ملتا تھا۔ دیکر یجروید کا ایک منتر جیسے ماما واچم الخ سوامی جی نے پیش کیا تھا۔ اس منتر کے سیاق و سباق سے ہر شخص بادنیٰ غور سمجھ سکتا ہے کہ اس میں ویدوں کی تبلیغ کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اس کو ایشور کا کلام یا حکم سمجھنا ہی اپنی خوش فہمی اور ویدک دھرم میں خدا کے عجیب و غریب تصور کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ اب اس منتر کو چھوڑ کر آریوں نے ایک طویل منتر کا ایک چھوٹا سا فقرہ رٹنا شروع کیا ہے "کرنونتو وشوم آریم" ساری دنیا کو آریہ بناؤ۔ آریوں نے آج تک اس منتر کو پورا کبھی نہیں نقل کیا اور نہ اس کے سیاق و سباق کو سمجھنے کی کبھی کوشش کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آئندہ اشاعت میں اس منتر پر تفصیلی روشنی ڈال کر اس کی حقیقت کو ظاہر کر دیا جائے۔

بقیہ صفحہ ۲

کی جاتی ہیں ۔۔۔ تاہم اُمید ہے کہ میرے خاوند کی روانگی کی ہوئی رقم آپ کو مل گئی ہوگی میں مشکور ہونگی اگر آپ مجھے کوئی انگریزی کتاب اسلام پر روانہ کریں گے۔ عرصہ سے یہاں کے ملاں لوگوں کی وجہ سے میرا ایمان متزلزل ہوگیا ہے۔ ان کے خیال میں ہم یورپین عورتیں قابل نفرت مخلوق ہیں اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اگر ہم غریب ہوں اور انکو کچھ نہ دے سکیں تو وہ ہمیں سؤر اور مختلف برے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ یہاں دو ہی بہت برے ملاں ہیں جنکا کام محض مسلمان بھائیوں کو باہم لڑاتے رکھنا ہے انہوں نے ہر ایک ہندی بھائی کا خون چوس لیا ہے مجھے اس خط میں تفصیلاً لکھنے کی فرصت نہیں لیکن آیندہ کسی خط میں مفصل حالات لکھوں گی کیونکہ میں بعض ضروری مسائل کا حل چاہتی ہوں جو اس ملک کی یورپین لیڈیوں کو مسلمان مردوں سے شادی کرنے پر پیش آتے ہیں۔ ایک طرف ہم اپنی یورپین برادری کو ترک کرکے مسلمانوں سے شادی کرتی ہیں دوسری طرف مسلمان قوم ہم سے نفرت کرتی اور ہماری پوزیشن کو پست گرا دیتی ہے یہ ظلم عظیم ہے جو ہم بیچاریوں پر مسلمانوں کیطرف سے روا رکھا جاتا ہے گو ذاتی طور پر مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ گو میں مذہب اسلام کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتی تاہم میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا مذہب ہے بچپن کی عمر سے میں اندھیرے میں سرگرداں رہی ہوں لیکن آخر کار خدا نے میری رہبری کی اور میں نے سچے خدا کو پا لیا اور میرا ایمان ہے کہ حضرت محمدؐ خدا کے سچے رسول ہیں اور میں اپنی موجودہ غربت کی حالت میں حتی المقدور اس کی خدمت کرتی رہوں گی۔ آپ کا خط اپنے خاوند سے سن کر میں بہت مشکور ہوئی۔ ایک دوست کا پتہ لکھتی ہوں جو ایک اخبار کے سٹاف میں ہے۔ اس کو اسلامی لٹریچر بھیجنا مفید ہوگا مفصل حالات پھر لکھوں گی۔

برطانیہ میں اسلام کا بڑھتا ہوا سیلاب

دین اسلام کی حیرت انگیز اشاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے "سنڈے پوسٹ" کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ برطانی دنیا میں اسلام نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور ان انگریزوں کا بڑھتا رغبت آئے دن حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اوسط ہر روز ایک کا ہے۔

اخبار مذکور رہنے اسلام کی اس حیرت انگیز اشاعت کی روک تھام کے لئے ایک طویل مقدمہ میں مسیحی مبلغین کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اس کا تدارک کریں اور اپنی جدوجہد سے برطانی دنیا کو حلقہ بگوش اسلام ہونے سے روکیں ایک جماعت ایسی بھی موجود ہے۔ جو نومسلموں کو بہکاتی ہے اور آمادہ کرتی ہے کہ دین اسلام کو ترک کر دیں لیکن اس کا مطلق اثر نہیں ہوتا مثلاً

باوجود کہ اس قسم کی کوئی تحریک نہیں کرتے لیکن باوجود اس کے جوق جوق لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔

نومسلم انگریزوں کی تعداد

جزائر برطانیہ میں تقریباً ایک ہزار نومسلم ہونگے جن میں دو بہت مشہور ہیں۔ ایک لارڈ ہیڈلے اور دوسرے سر آرچیبالڈ ہملٹن جو خاندانی رشتہ کے لحاظ سے جیمس ثانی شاہ سکاٹ لینڈ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

ووکنگ میں ایک مسجد ہے جہاں نومسلم انگریز اپنے مشرقی بھائیوں کے ساتھ جو لنڈن میں مقیم ہیں نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں اور امام نماز جسکو شیخ المسجد کہا جاتا ہے خطبے اور تقریریں سنتے ہیں۔

مسجد ووکنگ کے پیش نماز کا نام آغا شیخ نذیر احمد ہے یہی قاضی کا کام بھی کرتے ہیں نہایت شریف اور تعلیم یافتہ انسان ہیں۔ ایک بار نکاح خوانی کے وقت میں بھی موجود تھا انہوں نے اسلامی طرز بیان سے کام لے کر عقد کر دیا۔ اور بعد ازاں چند نصائح بھی کئے دلچسپ تمثیلیں جو میاں بیوی کے لئے مفید تھیں نکاح کے بعد وہ موثر انداز میں شوہر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ کسی خاوند کو کسی طرح سے اپنی رفیقہ حیات کو مارنا نہیں جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ اور جو پہنو تو اس کو بھی پہناؤ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کرو اس سے زیادہ دیر کے لئے جدا مت ہو۔

اس کے بعد انہوں نے دلہن کی طرف متوجہ ہو کر چند نصیحت آمیز باتیں کہیں آپ نے کہا تمہارا فرض ہے کہ نیک بی بی ہو جب تمہارا شوہر آئے تو اس کو خوش کرو جب تم کو کوئی بات کہے تو اسے کان لگا کر سنو اور سر اطاعت خم کرو شوہر کی عدم موجودگی میں ہر چیز کی حفاظت کرو ان تمام باتوں سے فارغ ہونے کے بعد صندوق سے دو "دستاویز" نکالے جن پر میاں اور بی بی ہر دو نے دستخط کر دئے شیخ موصوف نے ایک شوہر کو اور ایک بی بی کو دے کر رخصت کیا۔

لارڈ ہیڈلے کا بیان

"الجامعۃ الاسلامیہ" کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ لارڈ ہیڈلے نے مجھ سے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا کہ میں ایک مدت سے مسلمان ہو چکا تھا لیکن اس اعلان کا وقت جب آگیا میں نے اعلان کر دیا لارڈ مذکور کا اسلامی نام عبدالرحمن فاروق ہے۔ انہوں نے لندن کی مشہور و معروف درسگاہ کیمبرج میں تعلیم پائی ہے قبول اسلام کے بعد انہوں نے مشرقی دنیا کی خوب سیاحت کی ہے اور پوری طرح سے مشہور ہیں۔

تھوڑے دن ہوئے وہ حج بھی کر آئے طواف کعبہ کی خبر سے بعض حلقوں میں شبہ پیدا ہوگیا تھا کہ وہ ممالک حجاز میں کسی سیاسی مہم کو سرانجام دینے کے لئے گئے ہیں لارڈ ہیڈلے نے بیان کیا کہ میں پہلا ... نو مسلم ہوں جس نے خانہ کعبہ کی زیارت کی مجھ سے پیشتر اور لوگ بھی گئے ہیں لیکن لباس بدل کر۔ اور میں نے علانیہ اس فضیلت کو حاصل کیا ہے۔

اتحاد اسلامی کا روح پرور نظارہ

اسلام میں رنگ و نسل اور قومیت کوئی چیز نہیں اس لئے مساجد میں چینی، روسی، زنگی ہندی اور انگریز تمام لوگ ایک صف میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور خدا کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔

اکثر لوگ اس وجہ سے اسلام لائے ہیں کہ اس مذہب میں ایسا انسانی جذبہ موجود ہے جس کی کوئی مذہب مثال پیش نہیں کر سکتا۔

سر ہملٹن نے اپنے اسلام لانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ میرے نزدیک صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ہمہ گیر ہو سکتا ہے مسیحی ہفتہ میں صرف ایک بار گرجا میں جا کر عبادت الٰہی کرتے ہیں لیکن مسلمان دن میں ۵ بار اپنے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ امید ہے کہ سر ہملٹن جلد خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ عنقریب اسکاٹ لینڈ میں ایک مسجد بننے والی ہے۔

اخبار ’’سچ‘‘ کی غیر منصفانہ روش

(ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

’’سچ‘‘ لکھنؤ کا ایک ہفتہ وار اخبار ہے۔

میرے دل میں اس اخبار کی وقعت اس دن سے پیدا ہوئی تھی جس دن سے اس میں دجال اور یاجوج ماجوج کا سلسلہ مضامین جو کسی علامہ کا لکھا ہؤا تھا شائع ہؤا تھا میں سمجھتا تھا کہ واقعی یہ اخبار اسم بامسمّٰی ہے اس نے جمہور علماء و مسلمانوں کے خلاف ان چیزوں کی وہ تاویل و تشریح دنیا میں شائع کر دی جو احمدیت کا امتیاز خصوصی تھا اور جسے علماء زمانہ سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن میری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب میرے رسالہ ولادت مسیح کو پڑھ کر ایڈیٹر صاحب سچ اس پر ریویو فرماتے ہیں اور اپنے ۶ مارچ ۱۹۳۱ء کے اخبار میں خوب زہر اگلنے کے بعد فرماتے ہیں کہ آخر اس بحث کے چھیڑنے سے بجز اسکے کہ اجماع مسلمین میں ایک نئی وجہ تفریق کا اضافہ ہؤا نفع کیا ہؤا؟ آج انہیں اس بحث کو چھیڑنے سے اجماع مسلمین میں تفرقہ پیدا ہو جانیکا خدشہ ہے اور جب اپنے اخبار میں دجال اور یاجوج ماجوج کی بحث چھیڑی تھی اسوقت اجماع مسلمین میں تفرقہ کا اندیشہ نہ تھا۔ پوچھتے ہیں اس سے نفع کیا ہؤا؟ میں پوچھتا ہوں اُس سے نفع کیا تھا؟ اس کا نفع تو ظاہر ہے کہ عیسائیت کی بنیاد اکھڑ جاتی ہے کیونکہ مسیح کی خدائی کی بنیاد ان کی بن باپ ولادت اور آسمان پر زندہ بجسد العنصری چڑھ جانا ہے۔ کسر صلیب کا یہ بھی ایک حربہ تھا جو چلا دیا گیا۔ مگر دجال کی بحث کا مطلب کیا تھا۔ مطلب صاف ہے وہ یہ کہ وہاں تعصب کا جذبہ موجزن نہ تھا اور یہاں ہے وہ تشریح ایک علامہ کی تھی اور یہ ایک احمدی کی ہے۔ وہی دجال پر لکھنے والے علامہ ولادت مسیح پر لکھتے تو ایڈیٹر صاحب غالباً برداشت کر لیتے۔

اس جذبہ تعصب سے ایڈیٹر صاحب نہ صرف خود متاثر ہوئے بلکہ اپنے قارئین اخبار کو بھی اس سے متاثر کرنا چاہا ہے۔ آپ نے جو کچھ ریویو کیا ہے وہ سرتاپا محض جذبات کو ابھارنے کی کوشش ہے پہلے تو میری احمدیت کا رونا رویا ہے کہ ’’مذہب احمدیت یا قادیانیت کے ایک پرجوش مبلغ ہیں‘‘ کچھ شک نہیں کہ میں احمدیت کا ایک پرجوش مبلغ ہوں۔ مجھے اللہ کے فضل سے اس پر فخر ہے مگر احمدیت کو میں کوئی ’’مذہب‘‘ نہیں سمجھتا بلکہ خدمت اسلام کرنے والوں کی ایک بہترین جماعت سمجھتا ہوں جس کے ہاتھ میں اسلام کی وہ معقول اور پر از حکمت شکل ہے جس کو ہاتھ میں لیکر ایک احمدی تمام دنیا کے مذاہب باطلہ پر خدا کے فضل سے فتح حاصل کر سکتا ہے اور یہی مجدد وقت کا کام تھا۔ لیکن کیا ایڈیٹر صاحب سچ نے اسی فقرہ کو لکھ کر اپنے قارئین اخبار کے جوش تعصب کو ابھارنا نہیں چاہا؟ ورنہ اس فقرہ کا مطلب کیا تھا؟ ولادت مسیح کو احمدیت یا ’’قادیانیت‘‘ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے ولادت مسیح کے مسئلہ کو نہیں چھیڑا۔ وہ عام مسلمانوں کی طرح ان کی ولادت کو بن باپ ہی مانتے تھے ان سے ذکر ہونے پر آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہماری راہ میں نہیں اس لئے ہم اس میں دخل نہیں دیتے۔ پس مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کو ’’قادیانیت‘‘ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پھر مسیح کی ولادت پر ریویو کرتے وقت میری احمدیت سامنے لائی جاتی ہے تو صرف اس لئے کہ پڑھنے والے کا دل فوراً تعصب سے برگشتہ ہو جائے۔

کچھ شک نہیں کہ اس مسئلہ کے پہلے مدعی سر سید مرحوم تھے جس کا اعتراف ایڈیٹر موصوف کو بھی ہے۔ لیکن ان کا یہ فقرہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا فرماتے ہیں ’’اس قسم کے دلائل سر سید مرحوم کے زمانہ تک تو فی الجملہ سنجیدگی کے ساتھ سنے جا سکتے تھے لیکن آج تو ان کے پیش کرنے والوں کی جسارت پر حیرت ہو جاتی ہے‘‘ کیوں صاحب سر سید مرحوم کے زمانہ تک کیا بات تھی جو ایک بچہ بغیر باپ کے پیدا ہونا ناممکن نظر آتا تھا اور اب وہ کیا بات پیدا ہو گئی جس سے بن باپ کے بچے پیدا ہونے کا مسئلہ ایسا حل ہو گیا ہے کہ بچہ کی بغیر باپ کی ولادت کا انکار کرنیوالے پر حیرت ہوتی ہے اور اسے بڑی بھاری جسارت سمجھی جاتی ہے۔ کیا سر سید مرحوم کی وفات کے بعد دنیا میں بہت سے بچے بن باپ پیدا ہونے لگے ہیں یا دنیا کی ترقی یافتہ سلطنتوں اور حکومتوں نے کوئی قانون ایسا بنا دیا ہے کہ اگر کوئی کنواری حاملہ پائی جائے تو یہ ضروری نہیں قرار دیا جا سکتا کہ وہ کسی مرد سے حاملہ ہوئی ہے کیونکہ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت بغیر مرد کے بھی حاملہ ہو سکتی ہے یا ائمہ مجتہدین یا محدثین کا اجتہاد کردہ قانون کوئی شریعت اسلام میں مل گیا ہے کہ کسی کنواری لڑکی کے حمل کی نسبت یہ کہنا کہ وہ کسی مرد سے ضرور حاملہ ہوئی ہے گناہ ہے کیونکہ یہ دراصل خدا کی قدرت کا انکار کرنا ہے۔ اگر ان میں سے کچھ بھی نہیں ہؤا تو پھر وہ کونسی بات ہے جس کی وجہ سے ایڈیٹر صاحب کو اس شخص کی جسارت پر آج حیرت ہے جس نے بدقسمتی سے یہ کہہ دیا کہ حضرت مسیح کا بھی باپ تھا جس طرح تمام نبیوں اور انسانوں کے باپ ہوتے ہیں۔

’’ولادت مسیح‘‘ پر جو ریویو کیا گیا ہے

وہ معلوم ہوتا ہے ایڈیٹر صاحب موصوف نے محض ایک سرسری نظر ڈال کر کیا ہے۔ اگر اس رسالہ کو نظر تعمق سے پڑھتے تو ہرگز مندرجہ ذیل تحریر ان کی قلم سے نہ نکلتی۔ فرماتے ہیں:۔ ’’ڈاکٹر صاحب کا استدلال لے دے کے یہ ہے کہ کوئی ولادت سنت الٰہی کے خلاف نہیں ہو سکتی ہے اور سنت اللہ یہ ہے کہ ہر بچہ کا باپ ہو اس لئے حضرت مسیح کے بھی لامحالہ کوئی تھے ...... ظاہر ہے کہ اس دلیل میں اگر کچھ وزن ہے تو چاہیئے کہ سرے سے سارے معجزات سارے خوارق۔ سارے عجائبات سارے نوادر کا انکار کیا جائے۔ معجزہ نام ہی اس عمل کا ہے جو عام و متعارف سنت الٰہی کے معارض کسی دوسری سنت الٰہی کے ماتحت واقع ہو۔ کیا ڈاکٹر صاحب اس کے مدعی ہیں کہ انہیں کل سنن الٰہیہ کا علم ہے‘‘ اس تحریر کو پڑھ کر صدمہ ہوتا ہے۔ ریویو کرنیوالے کا کام ہوتا ہے کہ جس کتاب پر ریویو کرے اسے غور سے پڑھ تو لے۔ مگر تعصب وہ بری بلا ہے جو غور سے پڑھنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ میں نے کس دن دعویٰ کیا تھا کہ مجھے کل سنن الٰہیہ کا علم ہے اور میں نے کب کہا تھا کہ میرے علم کے مطابق سنت اللہ یہ ہے کہ ہر بچہ کا باپ ہو۔ کتاب کے چودہ ۱۴ صفحے اسی بات کے ثابت کرنے میں صرف کئے ہیں کہ قرآن کریم سے سنت اللہ یہ ثابت ہوتی ہے کہ ہر ایک بچہ مرد و عورت کے مرکب نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور مرد کے نطفہ کو اس میں اتنا دخل ہے کہ قرآن نے بعض جگہ محض مرد کے نطفہ کے ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے۔ آیتوں پر آیتیں پیش کیں جن سے صاف سنت اللہ نظر آتی ہے کہ بغیر جوڑے کے اور مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں پہنچے بغیر بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ میرا علم تو ناقص ہے مگر خدا کا علم تو کامل ہے۔ پس سنت اللہ کی بنا میں نے اپنے علم پر نہیں رکھی تھی بلکہ خدا کے علم پر یعنی قرآن پر رکھی تھی۔ یا وہ بھی مولویوں کی نگاہ میں ناقص ہے۔ کاش کہ ایڈیٹر صاحب سچ اس کتاب کے صفحہ ۲۸ کو پڑھ لیتے تب ریویو کرتے۔ میں چند سطریں نقل کئے دیتا ہوں:۔

> ’’شاید کوئی کہے کہ سنت اللہ جو ہمیں نظر آتی ہے اس کے علاوہ بھی انسانی پیدائش کا کوئی قانون ہو جس کا ہمیں علم نہ ہو۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو دنیا میں کوئی ایسی مثال نہیں جس میں بغیر باپ کے کوئی انسانی بچہ پیدا ہؤا ہو۔ اور وہ بات پایہ ثبوت کو بھی پہنچ گئی ہو۔ یہ بار ثبوت اس کے ذمہ ہے جو کسی قانون کے استثنا کو یا نئے قانون کو پیش کرے دوئم ہم خود خدا کا قانون اس کی کتاب سے تلاش کرتے ہیں۔ آخر خدا کا علم تو کامل ہے یا وہ بھی ہماری طرح ناقص علم رکھتا ہے؟ پس جب خدا خود یہ کہے کہ میرا یہ قانون ہے تو پھر اس کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ ممکن ہے کوئی قانون اور بھی ہو۔ کیونکہ خدا کا علم کامل ہے اور سب قوانین پر حاوی ہے‘‘

کسی کتاب پر ریویو کرنے سے قبل

اسے غور سے پڑھ تو لینا چاہیئے۔ مجھے تو شبہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے اس کتاب کو پڑھا بھی ہے یا نہیں یا ایمان کے زائل ہو جانے کے خوف سے ڈرڈر کر نظر ڈال لی ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ صفحہ ۲۸ کو جہاں سے یہ بحث شروع ہوتی ہے پڑھتے نہیں اور میری طرف وہ باتیں منسوب کر جاتے ہیں جس کا میں مدعی نہیں۔ میری رائے میں تو انہوں نے جو کچھ اپنے دماغ میں فرض کر لیا تھا کہ یہ لکھا ہوگا اس پر ریویو کر دیا اور اگر پڑھا ہے اور سمجھا ہے تو کیا یہ تجاہل عارفانہ کی کوئی نئی ادا ہے جو اس زمانہ ایجادات میں معرض وجود میں آگئی ہے۔ مجھے اس ریویو سے جس بات کا بڑا صدمہ ہؤا وہ یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب سچ کی معقول پسندی کے متعلق جو مجھے حسن ظن تھا وہ جاتا رہا۔ کمال ہے کہ مسیح کے بن باپ ولادت کو اگر قرآن سے سنت اللہ کے خلاف ثابت کیا جائے تو بقول ایڈیٹر صاحب موصوف اس سے تمام معجزات کا انکار لازم آجاتا ہے۔ اول تو مسیح کے بن باپ ولادت کو معجزہ قرار دینا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ایسے بزرگ کو معجزہ کا ہی پتہ نہیں کہ وہ ہوتا کیا ہے؟

معجزہ کا تو یہ مطلب ہوتا ہے

کہ ایک نبی جو ہدایت قوم کے سامنے پیش کرتا ہے اسکے منجانب اللہ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ کے ساتھ عامۃ الناس سے بڑھ کر اپنا معاملہ کرے اور اس کی تائید اور نصرت میں ایسی خارق عادت طریق پر کرے جس سے اسکا منجانب اللہ ہونا قوم پر واضح ہو جائے۔ حضرت مریم بیچاری نہ نبی نہ رسول۔ نہ کوئی قوم ان کے سامنے جس پر منجانب اللہ ہونے کا ثبوت واضح کرنے کی انہیں ضرورت ہو۔ بیت المقدس میں رہنے والی ایک لڑکی اگر بغیر مرد کے حاملہ ہو بھی جائے تو قوم کے لئے یہ معجزہ ہؤا

یا ایک فتنہ برپا ہو گیا۔ صفحہ ۴۵ سے ۴۷ تک اپنی کتاب میں میں نے اس پر بحث کی ہے مگر ایڈیٹر صاحب موصوف نے یا تو پڑھا نہیں اور اگر پڑھا تو تعصب کے جوش میں اس سے اعراض کر جانا ثواب سمجھا۔ غور کرو آج ایک لڑکی بیت المقدس یا حرم کعبہ کے اندر رہنے والی حاملہ پائی جائے تو وہ قوم کے لئے معجزہ ہو گا یا فتنہ برپا ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہی معجزہ ہوا کرتا ہے تو بہتر ہو کہ ایسے معجزے نہ ہی ہوا کریں کیونکہ قوم کو تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اس بیچاری عفیفہ کا نقصان ہے جو ناکردہ گناہ بدنام ہو گئی۔

دوسری بات معجزہ کی نسبت یہ ہے کہ اگر کوئی سنت اللہ ہمیں قرآن سے نظر آ رہی ہے گی تو اس کے خلاف ہم کسی معجزہ کو مان نہیں سکتے خواہ وہ کسی نبی کی طرف ہی منسوب کیوں نہ ہو۔ مثلاً ہم کو قرآن کریم سے سنت اللہ یہ نظر آتی ہے کہ مرنے کے بعد پھر کوئی شخص اس دنیا میں واپس نہیں آتا۔ اگر کوئی کہے گا کہ فلاں نبی نے مردہ زندہ کیا تو ہم مجبور ہیں کہ اس کا انکار کریں یا تاویل کریں۔ کیونکہ سنت اللہ کی نسبت خدا کا ارشاد ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ کہ سنت اللہ میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ ہم مجبور ہیں کہ اگر اس معجزہ کو مانیں گے تو روحانی رنگ میں مانیں گے یعنی ہمیں یہ معنے کرنے پڑیں گے کہ ایک مردہ دل انسان کو روحانی زندگی عطا کی۔ ہم یہ معنے نہیں کر سکتے۔ کہ ایک شخص جو اس جہان سے گذر گیا تھا وہ پھر واپس اس عالم میں آ گیا۔ پس سنت اللہ جو قرآن میں مذکور ہے وہ محکمات میں سے ہوتی ہے۔ اس کے خلاف کوئی متشابہ بات خواہ وہ معجزہ ہو یا کچھ اور ہو قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اس میں عجائبات اور نوادرات کا انکار ہوتا ہے تو پڑا ہو۔ ہم عجائبات و نوادرات کی خاطر قرآن نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ عجائبات و نوادرات کے ہی شوق نے اس قسم کے افسانے گھڑوا دیئے۔ جس کا شوق ابھی تک ہمارے ایڈیٹر صاحب سچ کے دل سے گیا نہیں۔ اور اسی لئے بغیر پڑھے اپنے ذہن سے بعض باتیں میری طرف منسوب کر کے ان پر اعتراض کر دیا۔ اور اگر پڑھا ہے تو میرے استدلال کو یا تو سمجھا ہی نہیں اور اگر سمجھا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دانستہ اس کا ذکر تک نہیں کرتے۔ اور بڑے فخریہ لہجہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

> "مصنف کے ضعف استدلال پر حیرت ہوتی ہے۔ کلام مجید میں ایک جگہ نہیں دو جگہ حضرت مریم صدیقہ کی زبان سے بتصریح منقول ہے کہ مجھے مرد نے چھوا تک نہیں میرے اولاد کیسے ہو سکتی ہے اور دونو جگہ جواب دیا گیا ہے کہ "اللہ کی قدرت سے ایسا ہو جانا کیا بعید ہے"۔"

پہلے تو مجھے ایڈیٹر صاحب سچ کی اس جرأت پر "حیرت" ہوتی ہے کہ قرآن کی طرف وہ بات منسوب کر دی جو قرآن میں موجود نہیں اور وہ یہ ہے کہ "اللہ کی قدرت سے ایسا ہو جانا کیا بعید ہے"۔ یہ کس آیت کے معنے ہیں؟ کم سے کم قرآن میں تو نہیں صرف ایڈیٹر صاحب کے دماغ میں ہے۔ اور قرآن میں ہو بھی کیسے سکتی تھی قرآن تو سارے کا سارا اللہ کی قدرت کو انسان کی پیدائش میں بتاتا ہے۔ ہاں ہاں اسی پیدائش کو جو باپ اور ماں دونوں سے ہوتی ہے بار بار اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کا ثبوت انسان کی پیدائش میں دیا ہے۔ اللہ کی قدرت کا نظارہ جو انسان کی پیدائش میں نظر آتا ہے وہ ایسا ہے جس کے آگے دہریوں کے بھی سر جھک گئے ہیں۔ کسی قدرت نے [illegible] کسی کی بن باپ ولادت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ قدرت بن باپ کے [illegible] ظاہر ہوتی ہے اور ماں باپ والی ولادت میں نہیں ہوتی یہ خیال مولویانہ ہے عارفانہ نہیں عرفی نے کیا خوب کہا ہے:۔

> ہر کس نہ شناسندہ راز است وگرنہ
> ایں ہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

قرآن میں تو فقط اتنا ہے کہ قال کذلک۔ قال ربک ھو علی ھین۔ کہا اسی طرح ہے۔ تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔ جس سے یہ تو پتہ لگ گیا کہ کچھ مشکلات تھیں جو حضرت مریم کے ذہن میں تھیں اور جس کی تائید جناب الٰہی نے کذلک فرما کر کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ جو تیری نگاہ میں مشکل ہے وہ تیرے رب کے لئے آسان ہے۔ اب حضرت مریم کی نگاہ میں کیا بات مشکل تھی جو جناب الٰہی کے نزدیک آسان تھی اس کو میں اپنی کتاب میں صفحہ ۳۷ سے شروع کر کے صفحہ ۴۵ تک بحث میں لایا ہوں مگر ایڈیٹر صاحب موصوف اس کا ذکر تک نہیں کرتے۔ بجائے اس کے کہ وہ میرے ان دلائل کو توڑتے۔ پرانی مولویانہ رٹ لگا دی کہ خدا نے مریم کو کہہ دیا تھا کہ میری قدرت سے یہ کیا بعید ہے۔ انہیں یہ یاد نہیں رہا کہ حضرت ذکریا کو بھی تو جب انہوں نے کہا تھا کہ میرے لڑکا کس طرح ہو گا میری عورت بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے گیا گذرا ہوں یہی فرمایا تھا کہ قال کذلک قال ربک ھو علی ھین کہ اسی طرح ہے تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے۔ پھر وہاں کیوں اصلحنا لہ زوجہ فرما کر بتلایا کہ ایسے اسباب جمع کر دیئے جس سے ان کی بیوی کا بانجھ پن جاتا رہا اور ذکریا میں بھی قوت آ گئی اور آخر ماں باپ دونوں سے حضرت یحییٰ پیدا ہوئے پس جب اللہ تعالیٰ نے خود ایک جگہ تشریح کر کے بتا دیا کہ قال ربک ھو علی ھین کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کو بدل دے گا بلکہ یہ معنے ہیں کہ ان کے لئے جن اسباب کے جمع ہونے میں مشکلات ہیں وہ مشکلات دور کر دیگا۔ تو پھر دوسری جگہ بھی اسی طریق پر اگر تشریح کی جائے تو اس کا نام "ضعف استدلال" رکھا گیا قرآن اور خود علم الٰہی کی ہتک نہیں؟ خدا کی شان۔ ایک ہی آیت قال ربک ھو علی ھین دو جگہ مذکور ہے۔ صرف لک کے زبر اور زیر کا فرق ہے اور وہ مخاطب کے مذکر اور مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے۔ ایک حضرت ذکریا کے ذکر میں اور دوسرے حضرت مریم کے ذکر میں۔ ایک جگہ یعنی حضرت ذکریا کے ذکر میں اس آیت کی تشریح جناب الٰہی خود فرماتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ کیا قدرتی اسباب کے مطابق کیا صرف جو مشکلات رستہ میں تھیں دور کر دیں۔ جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ دوسری جگہ بھی یہی طریق معنی کرنے کا اختیار کرو۔ پس جب دوسری جگہ یعنی حضرت مریم کے ذکر میں اس آیت کی تشریح خود جناب الٰہی کی تشریح کے مطابق کی جاتی ہے کہ جو کچھ ہوا قدرتی اسباب کے ماتحت ہوا۔ صرف جو مشکلات رستہ میں حائل تھیں وہ دور کر دی گئیں تو ایڈیٹر صاحب سچ اس کا نام "ضعف استدلال" رکھنے لگ گئے۔ کیونکہ وہ معنی ان کی عجائبات اور نوادر پسندی کے خلاف پڑتی تھی۔ گویا ان کے نزدیک استدلال کی قوت عجائبات اور نوادر پسندی پر موقوف ہے نہ کہ تفسیر قرآن بالقرآن پر۔

ایڈیٹر "سچ" کا آخری تیر

سب سے آخر میں ایڈیٹر صاحب موصوف نے جو اپنی ترکش میں سے آخری تیر چلایا ہے وہ بھی سوائے جذبات ابھارنے کے اور کسی مصرف کا نہیں۔ کتاب کے انداز بیان پر ارشاد ہوتا ہے فرماتے ہیں:۔

> "رہی انداز بیان کی متانت سو اس کے نمونہ کے لئے مصنف ممدوح کا یہ ایک فقرہ کافی ہے فرماتے ہیں کہ ولادت مسیح بہ طریق متعارف ہو جانے سے مسیحیوں کے خدا کی آخری ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے"۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

مطلب یہ کہ لوگ اس فقرہ سے بھڑک جائیں اور پہلے سے ہی بدظن ہو کر سچ بات سننے کے لئے تیار ہی نہ ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ متنازعہ فیہ فقرہ میں نے جس رنگ میں لکھا تھا وہ انہوں نے پبلک کے سامنے پیش نہیں کیا بلکہ اسے ایسے طریق پر پیش کیا ہے جس سے کسی ناواقف انسان کو غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ اصل عبارت یوں ہے:۔

> "ساری دنیا ماں باپ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء اور اولیاء تک ماں اور باپ سے پیدا ہوتے ہیں ہمارے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلعم بھی ماں باپ سے ہی پیدا ہوئے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت عیسیٰ کی نسبت اتنا کہہ دینے سے کہ وہ بھی ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے لوگوں کو اس قدر برا کیوں معلوم ہوتا ہے۔ اگر عیسائیوں کو یہ بات ناپسند ہو تو وہ حق بجانب ہو سکتے ہیں کیونکہ اس سے ان کے خدا کی آخری ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے مگر مسلمانوں کو کیوں برا معلوم ہو۔ یہ انسانی فہم سے بالاتر ہے"۔

میری سمجھ میں اب بھی نہیں آتا کہ اس فقرہ میں کیا بات ہے جس کیلئے مولانا کو تعوذ پڑھنے کی ضرورت پیش آئی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ مسیحیوں نے جو خدا کا تخیل بنا رکھا ہے وہ یہی ہے کہ خدا کنواری کے پیٹ میں داخل ہوا۔ روتا ہوا پیدا ہوا۔ جوان ہوا۔ صلیب پر چڑھ کر مر گیا۔ ملعون ہوا پھر زندہ ہو کر آسمان پر بجسدہ العنصری بیٹھا ہوا ہے۔ پس اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کنواری کوئی حاملہ ہی نہیں ہوئی تو وہ خدا کا تخیل جو مسیحیوں کا بنایا ہوا ہے ٹوٹ کر گر گیا یا نہیں اور مسیحیوں کے فرضی خدا کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا نہیں۔ جن ٹانگوں پر یہ بت کھڑا ہے وہ ولادت مسیح اور حیات مسیح کی ہے۔ حیات مسیح کی ٹانگ مدت ہوئی ٹوٹ چکی۔ اب ولادت مسیح کی ٹانگ اگر ٹوٹ جائے تو خدا کا یہ فرضی تخیل ہمیشہ کے لئے فنا ہو گیا یا نہیں۔ پھر ایڈیٹر صاحب نے تعوذ کیوں پڑھی صرف اپنے ناظرین اخبار کو اشتعال دلانے کے لئے۔ یا مولانا کو ناگوار ہوا کہ مسیحیوں نے خدا کا جو تخیل بنا رکھا ہے اسے توڑا جائے اور اس کے توڑنے کو نفس کی شرارتوں میں سے سمجھتے ہیں یا مولانا یہ سمجھ گئے کہ اس سے نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ کی جسمانی ٹانگ ٹوٹ جانا مراد ہے یا خدائے واحد ذوالجلال کی کوئی ٹانگ ہے جس کے ٹوٹ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ نعوذ باللہ اگر ایسا ہے تو مجبوراً کہنا پڑے گا کہ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد۔ حضرت مسیح کی جو عزت میرے دل میں ہے وہ اس کتاب کی تمہید میں ہی عرض کر دی گئی تھی:۔

> "حضرت مسیح کو تخت الوہیت سے اتار کر انسانی سطح پر لانے میں میرا منشا اور میری نیت قطعاً یہ نہیں کہ خدانخواستہ حضرت مسیح کی عالمگیر عزت و محبت میں کمی واقع ہو۔ جو انسانی قلوب میں اس عظیم الشان ہستی کے لئے ہے۔ ہر مسلمان عقیدۃً حضرت مسیح کو خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ انسان اور اولوالعزم نبی مانتا ہے اور یہ بڑی سے بڑی عزت ہے۔ جو کسی مسلم قلب میں کسی فرد بشر کے لئے ہو سکتی ہے"۔

جس نے مذہبی مناظروں اور مباحثوں کو پڑھا ہو گا وہ خوب جانتا ہے کہ اس قسم کی اضافت ادبی ملاحت کی ہوتی ہے۔ مسیحی کے خدا یا آریوں کے خدا سے یہ مراد نہیں ہوا کرتی کہ اس کا [illegible]

اور ہے اور مسلمانوں کا خدا کوئی اور ہے بلکہ ہمیشہ یہ مراد ہوتی ہے کہ خدا کا وہ تخیل جو مسیحیوں نے پیش کیا یا آریوں نے پیش کیا۔ اسی طرح یہاں مسیحیوں کے خدا سے مراد وہ تخیل تھا جو مسیحیوں نے خدا کا پیش کر رکھا ہے۔ ایک بچہ بھی جس نے مذہبی مناظروں کو سنا اور لٹریچروں کو پڑھا ہوگا وہ اس کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ تو کیا ہمارے ایڈیٹر صاحب سچ اسے سمجھتے نہ ہوں گے۔ خوب سمجھتے ہیں مگر صرف ایک ایسے شخص سے انتقام لینا مراد و مقصود خاطر تھا جس کے طرز استدلال سے ایڈیٹر صاحب موصوف کا جوش تعصب ہیجان میں آگیا تھا اور اسی خاطر نہی کی طرح ساری کتاب میں سے کسی گندہ فقرہ کی تلاش میں تھے۔ جب کچھ نہ مل سکا تو ایک فقرہ ایسا انتخاب کیا جس میں کچھ اپنی طرف سے ملا کر اور کچھ آگے چھوڑ کر ناواقف لوگوں کو متنفر کر سکتے تھے درج کر دیا۔

شعر ؎ بدم گفتی و خورسندم جزاک اللہ نکو گفتی

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی اسلام پرستی

ہم اسلام کے سچے پرستار ہیں اور اسلام کی خاطر جہاد کرتے ہیں

استاذ امین آفندی مدیر المعقد غازی مصطفیٰ کمال پاشا سے اپنی ملاقات کے کوائف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غازی پاشا نے میرے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہم اسلام کے سچے پرستار ہیں۔ اور ہمارے قلب میں اسلامی تعلیمات کا احترام جاگزیں ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ ہم پر اعتراض کرنیوالے اسلام کی خاطر کبھی میدان میں نہیں نکلے اور ہم نے اسلام کی حفاظت کے لئے مسلسل جہاد کیا ہے۔ اب اگر اسلام کے لئے کوئی نازک وقت آ جائے تو یہ معترض کرنیوالے سب اپنے جبہ و دستار کے اپنے حجروں میں جا چھپیں گے۔ اور ہم خون کے ساتھ اسلام کی حمایت کریں گے۔ میں اب یہ حقیقت واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت اسلام پر فدا ہے۔ اور اسلام ہماری عزیز ترین متاع ہے لیکن وہ اسلام نہیں جو ملاؤں کے پاس ہے۔ وہ اسلام جو قرآن کریم میں موجود ہے ان بیہودہ صفت ملاؤں کے پاس چند ظاہری مراسم، ریاکاری کے مظاہرے اور تکبر پروری کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور ہمارے نزدیک اسلام نام ہے اپنے تمام قویٰ کے ساتھ احکم الحاکمین کے حضور میں جھک جانے اور اس کے احکام پر عمل کرنیکا۔ اسلام کسی خاص لباس کا نام نہیں۔ اسلام نام ہے خدا کی آواز پر لبیک کہنے اپنی حرکت کو اس کی رضا اور منشا کے مطابق بنانے کا ہم مجلس وطنی کے تمام ارکان قرآن و حدیث سے واقف ہیں ہم فرائض کے پابند ہیں اور فریب کار پیشواؤں کے دشمن ہیں اور اسی وجہ سے ہم کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم ان کے اثر و اقتدار سے بالاتر ہیں۔ اور وہ ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ (مدینہ)

ترکی کی سابق ملکہ حیدر آباد دکن میں

سلطان وحید الدین خان سابق سلطان کی ملکہ سینہ سلطانہ حیدر آباد تشریف لائی ہیں جو حضور نظام سے مستقل اعانت چاہتی ہیں۔ آور ... سے میرے ہاں مہمان ہیں۔

ان کو ترکی۔ عربی اور فرانسیسی زبان میں مہارت ہے انگریزی اردو فارسی نہیں آتی۔ ایک عورت کو میں نے ترجمہ کرنیکے لئے رکھا ہے۔

سلطان وحید الدین۔ سلطان عبد الحمید خاں اور سلطان محمد خامس تینوں بھائی تھے۔ اور یکے بعد دیگرے تینوں نے سلطنت و خلافت کی۔ کمال پاشا نے جمہوری سلطنت قایم کرکے خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ تو خاندان شاہی کے جتنے فرد تھے۔ سب ترکی سے نکال دیے گئے۔ ان میں سے کسی نے اٹلی میں پناہ لی۔ کسی نے سویٹزرلینڈ میں اور کسی نے مصر میں۔ یہ بی بی مصر سے آرہی ہیں۔ ترکی زبان میں شعر بھی کہتی ہیں۔

ان کی صورت ان کے حسن اور ان کے طریق زندگی سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ ملکہ ہیں۔ سعدی نے سچ کہا ہے ع

سعدیہ روز ازل حسن بہ ترکان دادند

عید الفطر کے روز یہ لوگ بہت اداس تھے۔ میرے دل کو بھی سخت تکلیف تھی کہ ایک زمانہ ہوگا۔ عید کے دن دربار ہوتا ہوگا۔ ملکہ اپنے شاہی محل میں عید مناتی ہوں گی۔ نذریں گزرتی ہوں گی۔

ترکی زبان میں فارسی کے الفاظ بہت ہیں لکھنے میں زیادہ الفاظ آتے ہیں۔ بولتے وقت کم استعمال کرتے ہیں صبح کے سلام کو یوں کہتے ہیں صباح شریف خیر اول سن۔ ماں کو ... باپ کو۔ ... بڑی بہن کو ... نانی کو ... دادی کو ... بابا۔ جلدی کی جگہ چابک۔ بہت کی جگہ چوک۔ پانی کو ... کو سوپ کھانا کھانے آؤ۔ ... سرکار کی جگہ آفندی بیگم جی کی جگہ خانم آفندی۔ ہندوستان میں رسول اللہ کی قسم کہتے ہیں۔ یہ لوگ پیغمبر پاک کی قسم کھاتے ہیں۔ ہم لوگ یا اللہ کہتے ہیں یہ لوگ اکثر یا نبی یا رسول اللہ کہتے ہیں۔ نماز روزہ کے پابند ہیں۔ پردہ شرعی کرتے ہیں۔

ان کا لباس ایک لانبا کرتہ۔ پاجامہ چھوٹا۔ جراب لانبے۔ سر پر چھوٹی سی چوکونی اوڑھنی۔

یہ لوگ روٹی تو کھاتے ہیں میوہ نہیں کھاتے۔ پلاؤ یا پلاؤ کھاتے ہیں سادہ چاول پکے ہوئے نہیں کھاتے۔ خوش مزاج ہیں۔ اور ہر وقت دعا دیا کرتے ہیں۔ ان کی دعا اور شکریہ سن کر میرا دل کانپ اٹھتا ہے۔ کہ خدا کی شان جو ملکہ ولایۃ عہد ترکی کا شاہی محل جس کی سطح ... بلوری تھیں۔ جس میں ایک ایک پلنگ لاکھوں روپے کا رکھا ہوا تھا عیش کرتی تھی آج اس عالم میں ہے۔

میں نے ان سے دریافت کرکے شادی وغیرہ کے متعلق ترکی رسومات لکھی ہیں۔ انشاء اللہ۔ تہذیب کے لئے بھیجوں گی۔ ملکہ کے ہمراہ ان کی ایک عزیز ہیں ... ایک ترجمہ کرنیوالی بی بی۔ (تہذیب النسواں)

قانون انتقال اراضی میں ترمیم

قانون انتقال اراضی پنجاب غریب مظلوم کاشتکاروں کو سود خوار ساہوکاروں کے مظالم سے محفوظ رکھنے کے لئے نافذ کیا گیا تھا جس سے کاشتکار طبقہ کو بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ لیکن گذشتہ چند سال میں پنجاب ہائی کورٹ نے بعض ایسے فیصلے کئے ہیں جس سے اس مفید قانون کے مقاصد پر زد پڑتی ہے۔ پنجاب کے زمینداروں نے اس کی طرف حکومت پنجاب کو کئی بار توجہ دلائی۔ آخر پنجاب گزٹ کی ۲۷۔ فروری کی غیر معمولی اشاعت میں حکومت پنجاب کا مندرجہ ذیل اعلان شائع ہوا ہے۔

چونکہ قانون انتقال اراضی کی حسب ذیل ترمیم ضروری ہے جس کے لئے زیر دفعہ ۸۰ الف مد ۳ قانون حکومت ہند گورنر جنرل کی منظوری حاصل کر لی گئی ہے۔ اس لئے مندرجہ ذیل قانون نافذ کیا جاتا ہے۔

(۱) ا۔ یہ قانون انتقال اراضی پنجاب (ترمیم شدہ) ۱۹۳۱ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

ب۔ اس کا نفاذ فی الفور عمل میں آئے گا۔

(۲) قانون انتقال اراضی پنجاب کی دفعہ ۱۷ (۲) کو اب ۱۷ (۳) سمجھا جائیگا اور دفعہ ۱۶ (۲) کی جگہ حسب ذیل مد ایزاد کی جاتی ہے۔

باوجود اس کے کہ کسی قانون مروجہ میں اس کے خلاف درج ہو۔ زراعت پیشہ اقوام کے کسی رکن کو کوئی اراضی کسی عدالت دیوانی یا مال کے حکم یا ڈگری سے خواہ وہ حکم اس قانون کے نفاذ سے پیشتر کیا گیا ہو یا بعد میں کیا جائے۔ بیس سال سے زیادہ عرصہ کے لئے فارم یا اجارہ کی صورت میں منتقل نہیں کیجاسکیگی اور نہ وہ اراضی سوائے ان صورتوں کے جو دفعہ ۱۶ میں درج ہیں رہن کی جاسکے گی۔ قانون دان حضرات کا خیال ہے کہ یہ ترمیم ان نقائص کو دور کر دے گی جو ہائی کورٹ کے محولہ بالا فیصلوں سے اس مفید قانون میں پیدا ہو گئے ہیں۔

متفقہ جد و جہد کی ضرورت

پنجاب کونسل کے ۳۔ مارچ کے اجلاس میں ممبر مالیات کی تحریک پر اس ترمیم کو حصول رائے عامہ کے لئے مشتہر کرنے کی تجویز پاس ہوئی ہے۔ ظالم ساہوکار جو عرصہ دراز سے کاشتکاروں کا خون چوس رہے ہیں قانون انتقال اراضی کے سخت مخالف ہیں۔ وہ اس ترمیم کے خلاف بھی بہت شور مچائیں گے۔ اس لئے اب ضرورت ہے کہ کاشتکار اور ان کے تمام بہی خواہ اس ترمیم کی تائید میں ایسی زبردست اور منظم جد و جہد کریں جو ساہوکاروں اور ان کے حامیوں کی طوفان مخالفت کا کامیابی سے مقابلہ کر سکے۔

پنجاب ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی طرح ایک زراعتی صوبہ ہے اس کی ترقی کا تمام تر انحصار کاشتکاروں کی خوشحالی پر ہے اس لئے ہر بہی خواہ وطن کا فرض ہے کہ وہ سود خوار ساہوکاروں کے مقابلہ میں کاشتکاروں کی حمایت کرے علاوہ ازیں مسلمانوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ پنجاب کے کاشتکاروں کی اکثریت مسلمان ہے اس لئے ملکی خدمت کے علاوہ ان کا یہ مذہبی فرض بھی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تمام مسلمان اس سلسلہ میں کاشتکاروں کی پوری پوری مدد کریں گے۔

حاجیوں کیلئے ضروری معلومات

نارتھ ویسٹرن ریلوے کی پبلسٹی برانچ نے سفر حج کے متعلق مفید معلومات کے نام سے ایک باتصویر ٹریکٹ شایع کیا ہے جس میں سفر حج کے متعلق قریباً تمام ضروری معلومات درج ہیں۔ اس کے چند اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ ٹریکٹ اسپرنٹنڈنٹ پبلسٹی نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور سے مفت مل سکتا ہے۔ ہمارے خیال میں نازیان حج کے لئے اس کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ (ایڈیٹر)

پاسپورٹ اور ٹیکے کا سرٹیفکیٹ

جو لوگ حج کرنے کے خواہشمند ہوں ان کو چاہیئے۔ کہ سب سے پہلے اپنے ضلع کے ڈپٹی کمشنر سے درخواست کرکے پاسپورٹ یعنی پروانہ راہداری حاصل کریں لیکن اگر مصروفیت یا کسی اور وجہ سے ایسا نہ کر سکیں تو کوئی حرج نہیں کراچی پہنچ کر بھی پاسپورٹ حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن چیچک کے ٹیکے کا سرٹیفکیٹ ان مقامات سے جو حکومت کے نزدیک تسلیم شدہ ہوں۔ ضرور روانگی سے پہلے حاصل کر لینا چاہیئے۔

کتنا روپیہ ساتھ لینا چاہیئے

حج کے لئے تیسرے درجے کے مسافر کو جو جہاز میں اونٹ پر سفر کرے کم از کم ساڑھے چھ سات سو روپے کی ضرورت ہے۔ اگر جدہ پہنچ کر باقی سفر موٹر لاری پر طے کرنے کا ارادہ ہو۔ تو مسافر کو تقریباً آٹھ نو سو روپے تک ضرورت ہوگی۔ سیکنڈ۔ اور فرسٹ درجے والوں کو ایک ہزار دو سو۔ اور ڈیڑھ ہزار کا انتظام کرنا چاہیئے۔

روپے کی حفاظت

جہاز پر سوار ہوتے وقت جس قدر روپیہ پاس ہو۔ اس کو جیب میں یا ہمیانی ہرگز نہ رکھنا چاہیئے کیونکہ چوری ہو جانیکا خطرہ رہتا ہے اس کی حفاظت کا بہترین طریقہ یہ ہے۔ کہ وہ ساری رقم جہاز کے کپتان کے پاس بطور امانت رکھوا کر رسید لے لی جائے۔ اور جدہ میں اترتے ہی واپس لے لی جائے۔

اٹھنیاں چونیاں۔ دونیاں۔ اور پیسے ہندوستان سے حجاز نہ لے جانے چاہئیں۔ دہاں صراف اور دکاندار اس کو کم دام پر خریدتے ہیں۔ اور حاجی کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ نوٹ اور پاؤنڈ اگر پاس ہوں۔ تو ان کو لے جانا بہت مفید پڑتا ہے۔ جدہ یا مکہ شریف پہنچ کر ان نوٹوں اور پونڈوں کو حجازی سکوں میں تبدیل کرا لینا چاہیئے۔ چاندی کا حجازی سکہ مجیدی دو چونی کے برابر ہے

ساتھ کیا لے جانا چاہیئے

جہاں تک ہو سکے زیادہ بوجھل سامان اپنے ساتھ نہ رکھنا مگر حج کے سفر میں یہ چیزیں اپنی ضرورت کے مطابق ضرور ساتھ لے جانی چاہئیں۔ قران شریف مصلیٰ۔ سفری چارپائی۔ بالٹی۔ چاقو۔ چھری۔ ضروری برتن۔ دست پناہ۔ پھکنی توا۔ آئینہ۔ سرمہ۔ رنگ دار عینک۔ چھتری۔ مسواک۔ استرا۔ قینچی۔ چٹنی۔ لیموں کا اچار۔ الائچی۔ سیاہ مرچ۔ سبغول کا چھلکا۔ سوڈا بائی کارب۔ موٹی دو صافہ موم بتیاں۔ ہری کین لالٹین۔ بن۔ کوئلہ۔ صابن۔ انگیٹھی۔

ضروری معلومات حاصل کرنا

ان میں سے کسی کے نام جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیج کر سب ضروری باتیں دریافت کر لینی چاہئیں :-

(۱) سیکرٹری صاحب۔ خلافت کمیٹی۔ کراچی۔

(۲) حافظ سید شریعت حسین صاحب سوداگر کوٹ۔ مینیر روڈ کراچی

(۳) کابیتہ گوہر کراچی۔

جہاں تک حاجیوں کی خدمت اور امداد کا تعلق ہے۔ ان دونوں پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ یہ ضروری معلومات بھی بہم پہنچائیں گے اور ٹکٹ بھی خرید دیں گے لیکن جواب کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ بھیجنا بہت ضروری ہے۔

حاجیوں کو لے جانیکا انتظام جن کمپنیوں کے سپرد ہے۔ ان کے دفتر بمبئی اور کراچی دونوں جگہ موجود ہیں۔ کمپنیوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) میسرز ٹرنر ماریسن اینڈ کمپنی مغل لائن بمبئی۔ کراچی۔

(۲) میسرز شوستری اینڈ کمپنی جہازران بمبئی۔ کراچی۔

(۳) میسرز نمازی اینڈ کمپنی " " " "

اگر ضرورت ہو۔ تو ٹکٹ اور تاریخ روانگی کے لئے ان کمپنیوں سے بھی خط و کتابت کی جا سکتی ہے۔ جہازوں کی روانگی کی تاریخیں لاہور کے اخباروں میں وقت سے پہلے چھپ جاتی ہیں۔ ان سے معلوم کر لینی چاہئیں

کراچی یا بمبئی پہنچ جانیکے بعد

اگر خلافت کمیٹی اور دیگر ہمدردان حجاج کو اطلاع دے دی جائے تو وہ بندرگاہوں کے ریلوے اسٹیشنوں پر حاجیوں کا استقبال کرتے ہیں۔ اور ان کے قیام و آرام کا بندوبست کر دیتے ہیں۔ ان بندرگاہوں پر گورنمنٹ کی طرف سے بھی حج کمیٹیاں قائم ہیں۔ اور ایک ایک افسر محافظ حجاج مقرر ہے آمدورفت کے ٹکٹ کی قیمت اس طرح مقرر ہے :-

درجہ	ایک طرف کا کرایہ		واپسی کرایہ	
	معہ خوراک	بغیر خوراک	معہ خوراک	بغیر خوراک
	روپیہ	روپیہ	روپیہ	روپیہ
اول	۴۵۰	۳۷۵	۶۵۰	۵۵۰
دوم	۳۵۰	۳۰۰	۵۲۵	۴۵۰
سوم تختہ جہاز	۱۵۵	۱۲۵	۲۵۰	۱۹۵

جہاز پر سوار ہونے سے پہلے

جہاز کی روانگی سے عام طور پر چوبیس گھنٹے پہلے حاجیوں کا سامان جہاز پر چڑھایا جاتا ہے۔ جہاز پر سامان نمبر قلیوں کے ہاتھ جو ساحل پر موجود رہتے ہیں بھجوا دینا چاہیئے۔ سامان کے ہر عدد کو مضبوط باندھ کر اس پر سیاہی سے اپنا پورا نام اور پورا پتہ لکھ کر قلیوں کے حوالے کرنا چاہیئے۔ احتیاط کی غرض سے قلی کا نمبر نوٹ کر لینا مفید ہوتا ہے۔

دوسرے روز جس وقت کے متعلق پہلے اعلان ہو چکا ہوتا ہے اس وقت "کھیارہ" دیا جاتا ہے جس میں ڈاکٹر اور محافظ حجاج پولیس کے ذمہ دار افسر حاجیوں کی صحت اور ان کے پروانہ ہائے راہداری یا پاسپورٹوں کا معائنہ کرتے ہیں۔ ضروری تحقیقات کے بعد جہاز پر سوار ہونے کی اجازت مل جاتی ہے۔ حاجیوں کو چاہیئے کہ اپنا ٹکٹ اور پاسپورٹ ساتھ لیکر اور کپڑے پہن کر وقت مقررہ پر وہاں پہنچ جائیں اس کے بعد جہاز پر ہر حاجی اپنی جگہ پسند کرکے اپنا بستر جما دیتا ہے اور جہاز روانہ ہو جاتا ہے۔

جہاز میں

جہاز میں آرام حاصل کرنا زیادہ تر حاجی کی اپنی ہمت پر موقوف ہے کمپنیوں کی طرف سے یہ انتظامات ہیں۔ کہ ہر حاجی کو پینے کے لئے اور کھانا پکانے کے لئے لکڑی مفت ملتی ہے۔ نہانے کے لئے کھاری پانی کے نل لگے ہوتے ہیں۔ پاخانے بنے ہوئے ہیں۔ درجہ اوّل اور درجہ دوم کے مسافروں کے لئے کیبن موجود ہیں جن میں فرنیچر اور بستر کا انتظام جہاز والوں کی طرف سے ہوتا ہے

جہاز پر کھانے کا انتظام

اس سے پہلے جہازوں پر صرف انگریزی طرز کا کھانا مل سکتا تھا جس کی قیمت درجہ بدرجہ۔ ڈیڑھ روپیہ ڈھائی روپیہ۔ ساڑھے تین روپیہ روزانہ وصول کی جاتی تھی۔ اور یہ انتظام اب بھی ہے لیکن ہندوستانی کھانے کا کوئی معقول بندوبست نہ تھا۔ اب ٹرنر ماریسن کمپنی (مغل لائن) اور نمازی کمپنی نے اپنے جہازوں پر لوہے کے بڑے بڑے باورچی خانے بنا دئے ہیں جہاں دونوں وقت تازہ کھانا مل سکے گا۔ اس کے علاوہ چٹنی۔ اچار مربہ مٹھائی لیموں کا شربت سکنجبین۔ بسکٹ۔ جام جیلی۔ اور ضروری ہندوستانی دوائیں بھی موجود رہیں گی۔

حجاز پہنچنے سے ذرا پہلے ایک مقام مران آتا ہے۔ جہاں حاجیوں کو اتار کر غسل کرایا جاتا ہے۔ اور ان کے کپڑوں کو بھپارہ دیا جاتا ہے تاکہ امراض کے جراثیم فنا ہو جائیں۔ اس قرنطینہ میں چوبیس گھنٹے رہنا پڑتا ہے۔

جدہ میں پہنچنے کے بعد

جدہ سے مکہ ۴۸ میل ہے۔ موٹر تین گھنٹے میں اور اونٹ چھتیس گھنٹے میں پہنچتے ہیں۔ اونٹ پر سفر کرنیوالوں کو ایک درمیانی مقام بحرہ میں بارہ تیرہ گھنٹے قیام کرنا پڑتا ہے حجاز میں گدھا بھی سواری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو ایک رات چوبیس گھنٹے میں جدہ سے مکہ شریف پہنچتا ہے لیکن اس پر صرف ایک آدمی سوار ہو سکتا ہے اسباب نہیں لادا جا سکتا۔

مکہ شریف سے مدینہ شریف ۲۷۵ میل ہے موٹر سے یہ سفر ۲۴ سے ۳۶ گھنٹے میں طے ہوتا ہے۔ اور اونٹ کے سفر میں ۱۱ روز صرف ہوتے ہیں بارھویں دن قافلہ مدینہ پہنچتا ہے۔

جدہ سے مدینہ شریف کا فاصلہ ۲۸۰ میل ہے موٹر ۱۷ سے ۲۰ گھنٹے میں پہنچتی ہے۔ اور اونٹ ۹ دن میں پہنچتے ہیں قافلہ گیارویں دن پہنچتا ہے لیکن حاجیوں کا کوئی قافلہ جدہ سے مدینہ منورہ نہیں جاتا۔

جدہ پہنچتے ہی سب سے پہلا کام یہ ہے کہ کشتی پر سوار ہو کر بندرگاہ تک پہنچیں۔ اس کے بعد معلم یا مطوف کا انتخاب کرنا ضروری ہے یہ لوگ حکومت حجاز کیطرف سے نامزد شدہ ہوتے ہیں۔

حجاز میں حاجیوں کو ہر قسم کا آرام بہم پہنچاتے ہیں۔ ان کے قیام وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ ان کو حج و زیارت کراتے ہیں جو عالم ہوتے ہیں۔ حج کرنیکا طریقہ بتلاتے ہیں۔ ان معلمین میں سے مولوی عبدالرحمن مظہر ہندوستان میں زیادہ مشہور ہیں۔ چونکہ یہ خود ہندوستانی ہیں۔ اس لئے ہندوستانی حاجیوں کی ضروریات کو خوب سمجھتے ہیں۔

حجاز میں حاجیوں کے مصارف

حکومت حجاز نے اپنے حکم سے ہر قسم کی خدمت کی اجرت اور ہر سفر کا کرایہ مقرر کر رکھا ہے۔ کوئی شخص اس شرح سے زیادہ وصول نہیں کر سکتا۔

جدہ اور مکہ شریف میں موٹروں کا نہایت اچھا انتظام ہے متعدد کمپنیاں نہایت محنت اور سرگرمی سے کام کر رہی ہیں۔

چند ضروری مشورے

حجاز میں ہر چیز کا نرخ مقرر ہے۔ ہر خدمت کی اجرت مقرر ہے حکومت کیطرف سے ایک پمفلٹ تقسیم کیا جاتا ہے جس کی کاپیاں اردو اور عربی میں مل سکتی ہیں۔ اس میں سب اجرتیں درج ہوتی ہیں حاجیوں کو چاہیئے کہ وہ پمفلٹ اپنے پاس رکھیں۔ اور ہر ایک بل ادا کرتے وقت اصل

کو دیکھ لیں۔ باقی انعام اکرام۔ صدقہ خیرات پر کوئی پابندی نہیں جس قدر رضی ہو دیا جائے۔

حجاز میں جو سکے رائج ہیں۔ ان کی ہندوستانی سکوں میں قیمت ذیل میں دی جاتی ہے۔

مجیدی	سوا دو روپیہ	قرش مصری	اڑھائی آنہ
نصف مجیدی	دس آنے	قرش امیری	دو آنہ
پاؤ مجیدی	۵ ر آنے	قرش سعودی	ایک آنہ

حجاز میں ڈاکٹر مقرر ہیں۔ ذرا سی شکایت بھی ہو۔ تو فوراً ان سے رجوع کرنا چاہیے۔ تاکہ تکلیف بڑھ نہ جائے۔ باقی مکہ شریف میں منیٰ اور عرفات میں اپنے معلم و مطوف کے مشورے پر چلنا چاہیے۔ اور کسی قسم کی شکایت پیدا ہو تو حکومت کے افسروں سے کہنا چاہیے۔

متفرق معلومات

ڈاک کا انتظام۔ ہندوستان اور حجاز کے درمیان خط و کتابت کے لئے لفافہ استعمال ہوتا ہے۔ اور معمولی خط کا محصول تین آنے ہے اس کے علاوہ ہندوستان یا حجاز میں اور کوئی محصول نہیں دینا پڑتا۔

(۲) جدہ۔ مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں حاجی علی جان دہلی والے کی کوٹھیاں ہیں۔ مقیمان حجاج اپنے خطوط ان سوداگروں کی معرفت منگوا سکتے ہیں مگر ایسے خط لینے کے لئے مکتوب الیہ یا اس کے ہمراہی کو خود جانا ہوگا۔

(۳) جزیرہ کامران میں جہاں حاجی قرنطینہ کے لئے ٹھہرتے ہیں خط کا محصول ۱۔ آنہ ہے۔ اور ایک آنہ والا لفافہ استعمال ہو سکتا ہے۔

(۴) مکہ معظمہ میں ڈاک خانہ باب الوداع کے قریب ہے۔

(۵) اب ریلوے سفر کے لئے بلا محصول اسباب کے وزن کی مقدار اس طرح ہے کہ مسافر تیسرے درجے کے لئے ۲۵ سیر درمیانے کے لئے ۳۰ سیر اور دوسرے کے ۴۰ سیر اسباب ہمراہ رکھ سکتا ہے۔ نیز ٹھٹھہ سے کراچی تک کرایہ کی شرح جو اس رسالہ میں درج ہے وہ ہر سال صرف یکم اکتوبر سے ۳۱ مئی تک جاری رہتی ہے۔

(۶) ریلوے سفر میں مسافروں کو منشیات مثلاً افیون چرس وغیرہ یا ان چیزوں کا ست اپنے استعمال یا ناجائز فروخت کیلئے اپنے ہمراہ نہیں رکھنا چاہیے

(۷) حجاج کیمپ کراچی میں تقریباً ایک ہزار مسافر قیام کر سکتے ہیں۔ محافظان حجاج کا دفتر اسی کیمپ میں ہے۔ اور یہاں چیچک کے ٹیکے اور علاج وغیرہ کے لئے شفاخانہ بھی ہے۔

(۸) جہازوں کی آمد و رفت کی تاریخ محافظان حجاج۔ حاجی کیمپ کراچی سے بھی معلوم کی جا سکتی ہے۔

(۹) ریلوے رعایت کے برعکس دو برس سے اوپر عمر والے بچوں کا تیسرے درجے کا جہاز کا کرایہ ۱۰۵ روپے ہے۔

(۱۰) مئی جون۔ جولائی اور اگست میں بحیرہ عرب۔ اور بحیرہ قلزم میں قدرے تلاطم کا زور ہوتا ہے۔ جو مسافر سمندری بیماری سے بچنا چاہتے ہیں۔ انہیں اس عرصے میں سفر نہیں کرنا چاہیے۔

(۱۱) حاجیوں کو جہاز سے ریوالور پستول وغیرہ ناجائز طریق پر اپنے ہمراہ ہندوستان میں نہیں لانے چاہئیں۔ اور اگر کسی نے ایسا کر ہی لیا ہو تو اسے بے تکلف افسران چنگی کے روبرو پیش کر دینا چاہیے۔ ورنہ اس معاملہ میں تکلف اور ناجائز کوشش خلاف ورزی قانون تصور کی جاتی ہے۔

(۱۲) واپسی پر ریلوے حاجیوں کی آسائش کے لئے بعض بڑے بڑے اسٹیشنوں تک کراچی سے سپیشل ٹرینیں چلا دیتی ہے۔

—— نئی دہلی۔ ۱۷ مارچ۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مجودی میدان سے راولپنڈی بریگیڈ واپس بلا لیا گیا ہے۔ اب وہاں صرف ایک بریگیڈ اور توپ خانہ باقی ہیں۔

خبریں

—— چٹاگانگ۔ ۱۷ مارچ مسٹر ساسنکا بھٹا اچاریہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس پر جو آج کل مقامی سی آئی ڈی میں کام کر رہے ہیں چٹاگانگ سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں کسی نے گولی چلا دی گولی ان کے پیٹ میں لگی۔ ان کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔

—— نئی دہلی ۱۷ مارچ۔ آج اسمبلی میں سر جارج شسٹر نے ہندوستان میں نمک کی درآمد پر مزید ٹیکس لگانے کا مسودہ قانون پیش کیا۔ اور کہا کہ اس مزید ٹیکس سے جو آمدنی ہوگی۔ اسے خرچ کرنے کی سکیم منظوری کے لئے اسمبلی میں پیش کی جائے گی۔

—— پرنسپل طبیہ کالج دہلی اطلاع دیتے ہیں۔ کہ کالج کا جلسہ تقسیم اسناد ۱۹ مارچ کو ہوگا۔ نواب صاحب بہاولپور اس تقریب کو اپنے زیر صدارت مفتخر فرمائیں گے۔

—— لندن۔ ۱۶ مارچ۔ ایوان عام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر بن نے کہا۔ کہ گاندھی ارون مفاہمت کے تابع ہندوستان کے مختلف جیلوں سے اسوقت تک ۱۳۹۲۷ مرد ستیہ گرہی قیدی اور ۴۰۸ عورتیں رہا کی گئی ہیں۔

—— لندن۔ ۱۷ مارچ۔ آج ایوان عام میں ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مسٹر بن نے کہا کہ اس سلسلے میں ۱۲ مارچ کو انہوں نے جو بیان دیا تھا اس میں وہ فی الحال کوئی اضافہ نہیں کر سکتے۔

الصلح خیر

مٹا دو اختلافِ قوم کو معجز نما ہوکر

(از منشی غلام نبی صاحب مہجور)

بنے ہیں گرچہ دشمن دست و بازو بھی جدا ہوکر
ستم کرتے ہیں مجھ پر آشنا نا آشنا ہوکر

تسلی دے رہی ہے آیتِ لا تقنطو لیکن
دوا پاتا ہے اکثر درد میرا لا دوا ہوکر

سرت گردم، مسیح موعود کا دیرینہ عاشق ہوں
مجھے "ناپاک" چھلکا کہہ رہا ہے تو خفا ہوکر

غلام میرزا ہوں، اور پھر نارِ جہنم ہوں
ذرا سوچو تو کیا کہتے ہو پیرِ میرزا ہوکر

ملینگے میرے شیدا چار سو اقصائے عالم میں
بہت رونق بڑھی میری سزا وارِ سزا ہوکر

چھپی ہیں لذتیں مرگِ غمِ احبابِ ملت میں
ملا ہے مجھ کو لطفِ زندگی درد آشنا ہوکر

دعا مانگو کہ آخر تم تو اولادِ مسیحا ہو
مٹا دو اختلافِ قوم کو معجز نما ہوکر

نبی کا نام پانے سے اگر پائی نبوت ہے
تو پھر اس نے جہاں کو بھی بنایا ہے "خدا ہوکر"

تکلف برطرف کہ دو خدا تھا اور نہیں تو پھر
نبوت بھی تو رہ جاتی ہے اک لفظِ نبا ہوکر

نمایاں فرق ہے لفظِ حقیقی اور مجازی میں
ملی ہے روشنی اس کو محمد میں فنا ہوکر

یہ مانا آپ کا دل سخت ہے فولاد کی صورت
مرا جذبہ دکھائے گا مگر آہن ربا ہوکر

رہی جاتی ہے خدمت دین کی بھی خانہ جنگی میں
ادا ہونگی نہ ہرگز یہ نمازیں پھر قضا ہوکر

"دربیا تا گل برافشانیم و مے در ساغر اندازیم"
"فلک را سقف بشگافیم و طرحِ نو در اندازیم" حافظ

شکریہ بحضور والی مانگرول

ہر سرو کہ در چمن برآمد ۔ پیش الفِ قدت چو نون باد

نیاز کیش مہجور عالیجناب خان خانان عبد الرحیم خان صاحب صوبہ دار گجرات کاٹھیا واڑ کی مہربانیاں اور فیض رسانیاں جو شہنشاہ نظیری نیشاپوری کے حال پر تھیں اچھی طرح جانتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس علم نے ہی خاکسار کو اپیل لکھنے پر آمادہ کیا کہ جب نظیری نے لاکھوں روپے محض اپنی نعت زیارت کے لئے دربار گجرات سے حاصل کرلئے تو مجھے ایک خانۂ خدا کی تعمیر کے لئے دست سوال دراز کرنے میں نا امیدی کیوں ہو؟

کنم ہیزن زوال لا تقنطوا ۔ استغفر اللہ استغفر اللہ

ابر رحمت الٰہی پژمردہ دلوں کو ایک لحظہ میں سرسبز و شاداب کر دیتا ہے حضور کا والا نامہ مع ملا سکول کا ... حضور کی اس فیاضی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور صدق دل سے شکریہ بجا لاتا ہے۔

بسوال ہنوز لب نہ بستہ لطف باز کردی ۔ زہے دست جود و بخشش کہ چنین دراز کردی

بشارتے کہ وادی سزد ار بجویش نازم ۔ کہ بلند درد و عالم سرشن و باز کردی

ہمت نوید فرحت کہ زبانت شنیدم ۔ کہ تقبلت رضائے شب بے نیاز کردی

زرہ کرم نہادی چو اساس مسجد را ۔ سر عرش کبریائی طلب نماز کردی

بتخیلم نیاید دگرے مثال تشبیہ ۔ مگر آنکہ غزنوی تو کہ مرا ایاز کردی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

(مہجور پسروری از بادو کھی)

آئندہ ماہوار ایڈیشن

۳۰۔ مارچ اور ۳۔ اپریل کا پرچہ یکجا ماہوار ایڈیشن کے نام سے شائع ہوگا اس میں مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح اور رسوم قبیحہ کے استیصال کے متعلق مضامین شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جناب شیخ غلام حسین صاحب۔ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور دیگر بزرگ اس طرف توجہ فرمائیں۔ مضامین ۲۸۔ مارچ تک موصول ہوجانے چاہئیں۔

(خاکسار۔ ایڈیٹر)

مختصر روئداد مناظرہ جہلم

از ملک فضل الٰہی صاحب (جہلم)

یہاں جہلم میں ہماری جماعت کا قادیانی جماعت سے بتاریخ ۱۵ ماہ حال کو مناظرہ ہونا قرار پایا تھا۔ ہماری طرف سے مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام اور سید میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور قادیانی جماعت کی طرف سے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری تھے چونکہ شرائط مناظرہ قادیانی جماعت سے طے نہ ہو سکیں۔ اسلئے ہماری جماعت احمدیہ جہلم نے یہ فیصلہ کیا کہ میر صاحب کی تقریر کرا دی جائے۔ ۱۵ تاریخ ۲ بجے میدان متصل مسجد قصابہ میں آپ کی تقریر کا انتظام کیا گیا۔ وقت مقررہ پر جب ہم وہاں پہنچے۔ تو حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ جب میر صاحب تقریر کیلئے کھڑے ہوئے۔ تو قادیانی اصحاب نے شور ڈالا۔ کہ ہم سے مناظرہ کرو۔ ان کو بہت کچھ کہا گیا کہ چونکہ شرائط مناظرہ طے نہیں ہو سکیں۔ اسلئے میر صاحب صرف تقریر کریں گے۔ اور تقریر کے اختتام پر آپ کو سوال وجواب کا موقع دیا جاوے گا۔ مگر وہ کب کسی کی مانتے تھے۔ مناظرہ بغیر شرائط طے ہونے کے ساڑھے تین بجے دن کو شروع ہوا۔ پہلی تقریر نصف گھنٹہ کی میر صاحب نے فرمائی جس میں آپ نے بتایا۔ کہ مرزا صاحب کا نبوت کا دعوےٰ نہیں ہے۔ آپ نے کئی ایک حوالجات خود حضرت صاحب کی کتابوں سے پڑھکر سنائے جس میں صاف طور پر حضرت صاحب نے نبوت سے انکار کیا ہے۔ میر صاحب نے قادیانی مناظر سے سوال کیا۔ کہ کیا آپ حضرت صاحب کی کسی کتاب سے دعوےٰ نبوت بتلا سکتے ہیں۔ کہ آپ نے یہ کہا ہو۔ کہ میری وحی وحی نبوت ہے۔ میر صاحب نے اثنائے تقریر میں کئی ایک سوال کئے جن کے جواب میں قادیانی مناظر سے کچھ نہ بن آیا۔ یوں ہی ادھر اُدھر کی باتوں سے وقت کو پورا کیا۔ میر صاحب کی تقریر اور سوالوں کا تعلیمیافتہ اور زیرک اصحاب پر اچھا خاصہ اثر ہوا۔ میر صاحب کے سوال دعوےٰ نبوت کے جواب میں مولوی صاحب نے براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۳۰۵ کے حاشیہ کا وہ حوالہ جہاں حضرت صاحب نے لکھا ہے۔ کہ میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ تھا جس کے جواب میں میر صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ کتاب حضرت صاحب کی وفات کے چھ ماہ بعد چھپی ہے اور وفات حضرت صاحب مئی ۱۹۰۸ء میں ہوئی اور کتاب اکتوبر ۱۹۰۸ء میں چھپی۔ رسالت کے لفظ میں محدث بھی شامل ہیں۔ یہ بھی کتاب دعوےٰ کے لئے آپ نے پیش کی جو کہ مدعی کے بعد دعوےٰ پیش کرتی ہے۔ اور آپ کیسے نبی تھے جنہوں نے زندگی میں دعوےٰ پیش نہ کیا اور بعد میں مریدوں کو فرمایا۔ کہ میرے بعد میرا دعوےٰ لوگوں کو سنا دینا۔ افسوس سوال دیگر جواب دیگر۔

(خاکسار ملک فضل الٰہی جہلم)

نامہ پونچھ

چند روز ہوئے کہ مرزا عبد الکریم صاحب تاجر پونچھ نے اخبار الفضل قادیان میں مجھ کو اور بعض دیگر معزز ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پونچھ کو جن شیریں اور مہذب الفاظ میں یاد فرمایا ہے۔ یہ تمام تحریر ان کی ایک ذاتی رنج کی بنا پر ہے۔ جو کہ ان کو کچھ عرصہ سے ہم سے پیدا ہو گیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس رنج کے متعلقہ واقعات کا ذکر اخبارات میں آوے۔ گو مرزا صاحب نے ہماری بزعم خود کمزوریوں کا ڈھنڈورا اخبار الفضل میں خوب پیٹا اور جو جو خطابات ان کی زبان قلم نے ہمارے لئے پسند کئے وہ ہمیں عطا کر دیئے۔ اگر اس غیظ و غضب کی وجہ صرف حساب و کتاب ہوتا تو یہ معاملہ صدر انجمن احمدیہ لاہور کو لکھا جا سکتا تھا۔ یا حضرت امیر کی خدمت میں ان کی شکایت کی جا سکتی تھی۔ نہ کہ اخبار الفضل میں اس کا اشتہار دیا جاتا۔ نیز ہر دو حسابات سال متنازعہ کے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پونچھ کے ممبران کے جنرل اجلاس میں پیش ہو کر پاس ہو گئے ہوئے ہیں کو اس اجلاس میں مرزا صاحب موصوف کو بحیثیت صدر بلایا گیا تھا۔ مگر وہ اس میں نہ آ سکے۔

باقی رہا اخبار الفضل کی نظر میں ہمارا خار ہونا سو یہ خار تو ہمیشہ ان کی آنکھ میں کھٹکتے رہتے ہیں اور کھٹکتے رہیں گے۔ ہمارے پاس اسکا کوئی علاج نہیں اب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جو انکی اس دیرینہ بیماری کو دور کرے

خاکسار محمد عبد اللہ سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام پونچھ

چک ۲۷/۲ بی میں مقابلہ رسہ کشی

چک ۲۷/۲ بی سیٹلمنٹ میں فٹ بال۔ ہاکی۔ والی بال اور رسہ کشی کی کھیلیں یہاں کے زمیندار نوجوان ہر سال کھیلتے ہیں ٹورنمنٹ ہوتی ہیں۔ جیتنے والی ٹیمیں فائینل کے لئے امرتسر یا لاہور جاتی ہیں چنانچہ اسی سال پاک سیٹلمنٹ کا سرکل ٹورنمنٹ چک ۲۷/۲ بی میں قرار پایا ہے ۱۹ تا ۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء یہاں میچ ہونگے۔ اس کے بعد اس محکمہ کی کل جیتنے والی ٹیمیں ۲۵ مارچ سے ۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء تک ریفارمیٹری امرتسر میں مقابلہ دکھائیں گی۔ ۲۸ مارچ ۱۹۳۱ء پانچ بجے شام انعام تقسیم ہونگے ۷ و ۸ مارچ منڈی مال مویشی منٹگمری پر ضلع منٹگمری کے زمینداروں کا ہلوں کا فائینل مقابلہ محکمہ زراعت کرا رہا ہے جہاں ہر تحصیل میں کامیاب زمیندار اپنے ہل لے جائیں گے۔ اور جدید ہلوں کے ذریعہ اپنے جوہر دکھائیں گے۔ رسہ کشی کا بھی مقابلہ ہے۔ یہاں سے بھی نوجوان جائیں گے۔ وہاں بھی کامیاب ہونے والے انعام حاصل کریں گے۔

یہاں قریب ہی ایک انگریز جناب میجر ڈی وینٹن صاحب بہادر ہیں جنہوں نے اعلیٰ نسل کی گھوڑیوں پر ۲۰ مربعے لے رکھے ہیں گویا ان کی ایک خاصی اسٹیٹ ہے۔ اس سال انہوں نے زمینداروں کی حوصلہ افزائی کے لئے یکم ۲ مارچ ۱۹۳۱ء کو مویشی منڈی لگائی کھیلیں اور رسہ کشی کی ٹیمیں اور کبڈی ہمارے چک کی رسہ کشی کی ٹیم گئی۔ آٹھ ٹیم صاحب بہادر کے اپنے چکوک کی تھیں۔ ہماری ٹیم نے خدا کے فضل وکرم سے تمام ٹیموں کو شکست دی اور رسہ کشی کا چالیس روپے کا انعام حاصل کیا۔

(خاکسار محمد نصیب سپرنٹنڈنٹ چک نمبر ۲۷/۲ بی ڈاکخانہ اکاڑہ)

اخبار احمدیہ مبارک

عزیزم چوہدری محمد اقبال صاحب شیدائی بی۔ اے کا وسیع حلقۂ احباب یہ سن کر بہت خوش ہوگا۔ کہ انہوں نے ایک ترک لیڈی سے شادی کر لی ہے۔ لیڈی موصوفہ پیرس یونیورسٹی کی گریجوایٹ اور اب میڈیکل کالج میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ شیدائی صاحب کا ارادہ ہے۔ کہ لیڈی صاحبہ کی تعلیم ختم ہو جانے پر وہ ہندوستان تشریف لے آئیں تاکہ وہ اس ذریعہ سے ہی مسلمانوں کی خدمت کر سکیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے دینی دنیاوی برکات کا موجب بنائے۔ اور شیدائی صاحب کو جنہوں نے محض اسلام کے دلی درد کی وجہ سے گھر بار اقارب و وطن چھوڑا ہوا ہے بخیریت واپس آکر قوم کی خدمت کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

بقیہ کیلئے دیکھو صفحہ کالم ۲

پردہ اور اہل حدیث

وہی اہل حدیث جس میں جیبوب کے معنی منہ کرکے عورتوں کو منہ پر اوڑھنیاں ڈالنے کی تلقین کی گئی تھی اسی اہل حدیث میں ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

"عورتوں کو اسلام باہر نکلکر کام کاج کرنے سے مانع نہیں۔ پردہ کے ساتھ اپنے باہر کے کام کو انجام دے سکتی ہیں۔ جیسا کہ اس کا ثبوت آیات سے ثابت ہے جو پردے کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔

(یعنی عورتیں اپنے زینت کے مقام کو ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر وہ مقام جس کا کھلا رہنا ضروری ہے۔ مثلاً ہاتھ اور چہرہ جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے الا ما ظھر منھا کی تفسیر ہاتھ اور چہرہ کے ساتھ کی ہے اور تمام مفسرین نے بھی الا ما ظھر کی تفسیر یہی کی ہے۔ چنانچہ اسکی تائید میں ایک واقعہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جس کا ماحصل اور خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ اسماء بنت ابوبکر ایک نہایت باریک کپڑے میں ملبوس ہو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب میں حاضر ہوئیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ بالکل باریک کپڑا پہنے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اے اسماء بنت ابوبکر اپنے سائر زینت کے مقام کو چھپائے ہوئے رکھنا چاہیئے تاکہ بے پردگی نمایاں نہ ہو سوائے ہاتھ اور چہرے کے۔

غرض اسکی آیت مذکورہ سے ہاتھ اور چہرہ کھلا رہنے کا ثبوت ہوا۔ چونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حکیم تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ کام کاج کا دارومدار ہاتھ اور چہرہ پر ہے"

ایک اور قابل تقلید مثال

اس سے قبل ان کالموں میں ایک قابل عزت اور پرجوش بھائی چوہدری فضل داد صاحب کیمپ کلرک انسپکٹر کوآپریٹو سوسائیٹیز گجرات کا تحدیث توسیع اشاعت کے سلسلہ میں ذکر چکا ہوں خدا کے فضل وکرم سے آج مجھے پھر ایک ایسا ہی خوشگوار فرض ادا کرنیکا موقع میسر آیا ہے۔ الحمد للہ جناب شیخ اللہ بخش صاحب ---- لائل پور چوہدری فضل داد کی طرح ہی پیغام صلح کے خاص مربیوں میں ہیں جلسہ سالانہ پر انکی خدمت میں توسیع اشاعت کیلئے عرض کیا گیا تھا انہوں نے اس سال دو خریدار دینے کا وعدہ فرمایا تھا اس وعدہ کی ایفا میں وہ ایک خریدار اس سے قبل دے چکے ہیں تین خریدار اب عنایت فرمائے ہیں اور انشاء اللہ وہ عنقریب اور دینگے۔ جزاک اللہ دعا ہے کہ خدا انکی ہمت میں برکت دے اور وہ قوم و دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ کاش ہمارے دیگر احباب بھی ان نیک مثالوں کی تقلید کریں۔

(شکر گزار سید محمد ---- انچارج اشتہارات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | سنہ ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۱۸

بنارس کے بعد مرزاپور میں مسلمانوں کا قتل

بنارس کا خونی ہنگامہ کہ جس کی روئداد یوپی مسلم کانفرنس نے حال ہی میں اخبارات میں بھجوائی ہے اس قدر درد انگیز حالات سے پُر ہے کہ جس کو پڑھکر ہندوؤں کی وحشت بربریت اور انتہائی درندگی کا سماں آنکھوں کے آگے کھنچ جاتا ہے۔ کہ یہ مذہب اور قوم کہ جو زمین میں رینگنے والے کیڑوں کے حق میں بھی حد سے زیادہ رحمدلی ظاہر کیا کرتی ہے نسل انسانی کا خون بہانے میں کس قدر دلیر ہے۔ سو برس سے زیادہ بُوڑھا شخص کہ جو تمام مذاہب کے نزدیک واجب العزت اور قابل احترام ہے کس بیدردی کے ساتھ محض اس جرم میں ذبح کر دیا گیا کہ وہ مسلمان ہے کتنے شیرخوار بچوں اور ان کی کمزور اور بے بس ماؤں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ مذہبی مقامات مساجد اور مقدس کتب کو جلا دیا گیا۔ بنارس کی سرزمین میں ابھی مسلمانوں کا بہتا ہوا خون خشک نہ ہوا تھا کہ مرزاپور میں خون مسلم کی ارزانی کا ایک اور دردناک منظر رونما ہوا۔ پایونیر کی خبر ہے کہ ۱۱ اور ۱۶ مارچ کو ضلع مرزاپور کے دو دیہات میں جو فرقہ وارانہ فساد ہوا اس میں ۱۱ آدمی مارے گئے اور دو زخمی ہوئے۔ معلوم ہوا ہے کہ ایک زمیندار نے ہندو مزارعہ کے ہاں مردہ بچھڑا بھیجدیا تھا جس پر ہندو مشتعل ہوگئے چنانچہ انہوں نے بندوقوں نیزوں اور لاٹھیوں کے ساتھ مسلح ہوکر زمیندار مذکور اور دیگر مسلمانوں کے مکانوں پر حملہ کر دیا۔ انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر باہر نکالتے اور قتل کرتے گئے اور بعد میں مقتولین کے مکانوں کو بھی آگ لگا دی۔" یہ ہے اس قوم کا وحشیانہ پن کہ جو ایک معمولی سی بات پر چھوٹے بناکر بیگناہ مسلمانوں کو ذبح کرنے پر تلی بیٹھی ہے۔ مردہ بچھڑے کو کسی کے گھر بھیجدینا کیا یہ اتنا بڑا جرم اور گناہ تھا کہ جس کے بدلہ میں مسلمانوں کو یوں تہ تیغ کیا گیا۔

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندو قوم کی یہ ذہنیت ایک سو سال کی تیاری کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کے خلاف ہندی میں نہایت خطرناک لٹریچر شائع کیا گیا ہے۔ کہ جس کا نتیجہ آئندہ ہندوستان بھر میں نظر آتا رہے گا سوامی دیانند سے لیکر اس وقت تک گائے کے نام پر مسلمانوں کو قتل کرنا وید منتروں کی بنا پر تاکیدی حکم بتایا گیا ہے چنانچہ سوامی دیانند نے رگوید منڈل اول کے سوکت ۱۲۱ منتر ۱۰ یجروید ادھیائے ۳۳ منتر ۱۴ اور ادھیائے ۳۰ منتر ۱۸ میں صاف صاف گائے کے بدلہ میں مسلمانوں کے قتل کی تعلیم دی گئی ہے۔ اصل وید منتر میں اس تعلیم کا شائبہ تک بھی موجود نہیں لیکن سوامی دیانند نے وید کی تفسیر کو ضرورت زمانہ کے مطابق بنانے کے لئے ان خیالات کو وید کے اندر گھسیڑ دیا ہے۔

دوسری بات جو مسلمانوں کو یاد رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ اس وقت ہندوؤں کی نگاہ میں مسلمان قوم ایک بدترین قوم دکھائی جا رہی ہے کسی زمانہ میں یہ لوگ وہ مظالم جو اچھوتوں پر توڑتے تھے اب ان تمام ستم رانیوں کے مستحق ہندی کتابوں میں مسلمانوں کو قرار دیا گیا ہے۔ ہندی لٹریچر میں ان کی تمام تر کوشش آجکل اس امر میں صرف ہو رہی ہے کہ بھنگی اور چمار چنڈال اور دوسری اچھوت جاتیاں ہمارے بھائی ہیں لیکن مسلمانوں سے بڑھ کر کوئی ذلیل اور نیچ نہیں میرے سامنے اس ہندی لٹریچر کا بہت سا حصہ موجود ہے اس میں سے صرف ایک نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

پونا ستارہ کے علاقہ میں ایک بہت بڑی جماعت ویدوں کے ترجمہ یا ویدک تعلیمات کی تحقیقات میں مصروف ہے اس میں معمولی پنڈت نہیں بلکہ نہایت اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال علماء کام کر رہے ہیں۔ وہاں کے صدر پنڈت سات ولیکر نے ایک کتاب چھوت اور اچھوت کے نام سے شائع کی ہے۔ اس کتاب میں یہ ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے کہ ہندو اقوام میں اچھوت کوئی نہیں۔ لیکن ایک جگہ مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے دلوں میں تعصب کا زہر بھرنے کے لئے صاف لکھا ہے۔

"نانیچو یونات پرہ"

یعنی ہمارے گرنتھوں میں لکھا ہے کہ مسلمانوں سے بڑھ کر کوئی ذلیل نہیں۔ مسلمانوں کو اگر ہندوستان میں رہنا ہے اور ایک باعزت قوم بن کر رہنا ہے تو اس وقت سب سے بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ اپنے تمام اندرونی اختلافات کو ترک کرکے اپنا ایک مشترکہ محاذ تجویز کریں۔ ہندو ایک اہل حدیث احمدی، حنفی اور شیعہ میں اور گاندھوی نہروانی اور لوڈی میں کوئی امتیاز قائم نہیں کرتے ان کی نگاہ میں سارے مسلمان یکساں کشتنی اور گردن زدنی ہیں۔ وقت اور موقعہ کی تلاش ہے۔ اس کے آثار ابھی سے پرتاپ اور دوسرے ہندو اخبارات میں نظر آرہے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو کس قدر ذلیل اور حقیر بنانے کی فکر میں ہیں۔ یکم فروری کا پرتاپ اٹھا کر دیکھیئے اور اس میں یہ سطور ... حیثیت کے متعلق پڑھ جائیے۔

"اب کہ انگلستان، ہندوستان کو سوراجیہ دینے کو تیار ہے تم تو بازار میں کوڑی کوڑی کو بک جاؤگے اور کوئی یہ بھی نہ پوچھیگا کہ بھیا کون ہو؟"

پس اس سے پیشتر کہ وہ نازک وقت مسلمانوں کے سر پر آجائے مسلمانوں کو اپنی اندرونی تنظیم کی سخت ضرورت ہے اس تنظیم کی عمارت مندرجہ ذیل ستونوں پر قائم ہونی چاہیئے۔

۱۔ مسلمان اپنی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لیں۔

۲۔ کوئی مسلمان اپنی جائداد کسی غیر مذہب کے پاس نہ رہن رکھے اور نہ بیع کرے۔

۳۔ سودی قرضہ کو جیسا کہ وہ شریعت میں حرام ہے حرام سمجھا جائے۔

۴۔ گھروں کی زندگی نہایت سادہ ہو۔

۵۔ رسومات بد کو ترک کرکے جائز اخراجات میں بھی کفایت اور فوائد قومی کو مدنظر رکھا جائے۔

۶۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے حتی الامکان ہر رنگ میں طاقت اور قوت کا باعث ثابت ہو۔

۷۔ سودی قرضہ سے بچنے کے لئے باہمی امدادی کمیٹیوں کو زیادہ رواج دیا جائے۔

ترقی اسلام کے متعلق دو کارآمد حوالے

دسمبر ۱۹۲۷ء کو لاہور میں آریہ شتابدی کا بڑی دھوم دھام سے جلسہ ہوا جس میں لالہ گنگارام وکیل سیالکوٹ نے ایک میٹنگ میں:-

"یہ غلط ہے کہ کروڑ مسلمان تلوار کے زور سے ہی ہوئے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ ان مسلمانوں کی تعداد کی بڑھوتی صرف آپ (آریہ جاتی) کی غلطی کی وجہ سے ہوئی۔ آپ نے اپنے اچھوتوں کو دھکے دیئے وہ مسلمان ہوگئے۔ اگر صرف تلوار ہی سے مسلمان بنے ہوتے تو گوڑگانواں، حصار دہلی کے ضلع کے سب مسلمان بنے ہوتے۔ لیکن نہیں آپ کے سلوک سے تنگ آکر ان دلتوں (اچھوتوں) نے مساوات کے لئے اسلام گرہن (قبول) کیا ۱۸۵۷ء تک اسلامی تلوار بند ہو گئی تھی۔ لیکن تب سے لیکر نصف سے زیادہ مسلمان آجتک نظر آتے ہیں"

۲ "مسلمان ہندوؤں کی اکثریت تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ تبلیغ ہے بلاشبہ یہ (تبلیغ) بڑا زبردست طریقہ ہے اور تبلیغ کی ہی طفیل ہے کہ آٹھ نو صدیوں کے عرصہ میں مسلمان ہندوستان کے اندر صفر سے سات کروڑ کی تعداد تک پہنچ گئے" پرکاش ۲۵ جنوری ۱۹۳۱ء

(اہلحدیث)

شذرات

قرآن حکیم نے جہاں اقوام عالم کی رہنمائی کے لئے کتابوں کے نازل ہونے کا ذکر کیا وہاں انبیاء کو میزان دینے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ میزان وہ انصاف کی ترازو ہے کہ جس کو ہادیان مذاہب نے اپنی اپنی قوم میں رکھا تا کہ لوگ غیروں کے حق میں عدل اور انصاف پر قائم ہوں اور باہم امن اور سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ قرآن کریم نے اس میزان کو مستقیم رکھنے کے لئے متعدد آیات میں تاکید فرمائی ہے۔ کہیں فرمایا ولا تخسروا المیزان "میزان میں کمی نہ کرو" اور کہیں فرمایا وزنوا بالقسطاس المستقیم "سیدھی ڈنڈی سے وزن کیا کرو" اور کہیں فرمایا اقیموا الوزن بالقسط یعنی وہ انصاف کے ساتھ وزن کو قائم کریں۔ فی الحقیقت دنیا کا امن مذاہب عالم کی سلامتی اور قوموں کی زندگی اسی قیام انصاف کے ساتھ وابستہ ہے۔ بدقسمتی سے اسی میزان انصاف کی اس زمانہ میں سب سے زیادہ مٹی پلید کی گئی ہے۔ اقوام سے بڑھ کر مذاہب نے اس میزان کو اور بھی غیر مستقیم بنا رکھا ہے۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ امن کی راہ نہیں بلکہ فساد کا رستہ ہے اب اس کے نتائج سامنے

گذشتہ دنوں ایک مولانا کے متعلق یہ چرچا رہا کہ آپ ہندوستان کی اُمت مسلمہ میں صرف ساڑھے تین نفوس کے مسلمان ہونے کے قائل ہیں جن میں سے ایک وہ خود دوسرے ان کا بیٹا اور نصف ان کی اہلیہ صاحبہ ہیں۔ ہمیں تعجب تھا کہ بیوی پر بیٹے کی ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ بالآخر معلوم ہوا کہ چونکہ ان کی بیوی صاحبہ فتویٰ تکفیر کی اشاعت میں ان کا ہاتھ بٹانے سے معذور رہیں اور رشید بیٹا اس امر میں ان کا نہ صرف معاون بلکہ شریک غالب ہے اس لئے بیٹے کو اپنی سعادت مندی والدہ پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ مولانا کے سعید فرزند نے یہ فتویٰ دیدیا کہ جس شخص کی ڈاڑھی میرے والد کی ڈاڑھی کے ناپ سے کم و بیش ہو وہ کافر مطلق ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی ایک خاص شخص کو ڈاڑھی بیجر قرار دینا یا مولانا کے نیلے تہبند کو شعار اسلام قرار دینا یہ چند ایک قل اعوذی ملاؤں کا ہی کام نہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو بڑے بڑے مولانا فاضل بھی اس دام فریب سے لوگوں کے اسلام کا شکار کرتے ہیں۔ ہندوستان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اس بات کو شہرت دی گئی کہ جناب مرزا صاحب نے مسیح علیہ السلام کی توہین کی۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب کی عبارات پیش کی گئیں کہ حضرت صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ عیسائیوں کے مسیحی تخیل کی بنا پر لکھا ہے مگر مولانا اور خصوصاً ذیل مولوی فاضل مولانا بھلا کب ماننے والے تھے لگے حیلہ حجت سے کام لینے بالآخر ان کے سامنے آریوں کے ایشور پرماتما اور عیسائیوں کے خدا کے محاورات رکھے گئے کہ اگر آپ ان الفاظ میں آریوں اور عیسائیوں کے خدا کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان کا خدا تو وہی ہے جو ہمارا خدا ہے تو آپکی نسبت کیوں نہ سمجھا جائے کہ آپ دہریہ اور منکر ہستی باری ہیں۔
جس میزان سے آپ دوسروں کو وزن کرتے ہیں کیوں نہ آپ کو بھی اس سے وزن کیا جائے۔ یہ اعتراض سن کر مولانا نے ایسی چپ سادھی کہ گویا مردہ اند۔

یادش بخیر پادری پال صاحب ایک رسالہ "یسوع اور عیسیٰ" کے مصنف ہیں۔ جس میں آپ نے یہ ثابت کرنے کی زحمت اٹھائی ہے کہ یسوع مسیح اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی بزرگ ہیں حضرت مرزا صاحب نے اگر یسوع کی توہین کی تو گویا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی۔

برین عقل و دانش بباید گریست۔

جو لوگ میدان مناظرہ سے ایسے نابلد ہیں وہ زمانہ کے مسیح اور سلطان القلم پر اعتراض کرنے چلے ہیں اگر پادری صاحب ذرا صبر اور تحمل سے کام لیتے تو انہیں اپنے اخبار میں انکی اپنی قلم سے ہی انکا جواب مل سکتا تھا۔ آپ اپنے اخبار کی کئی اشاعتوں سے مسلسل ایک عنوان قائم کر رہے ہیں

"قادیانیوں کے خدا کی نطق"

اگر جناب یسوع کو عیسیٰ علیہ السلام ثابت کیا جا سکتا ہے تو قادیانیوں کے خدا اور مسیحیوں کے خدا میں یقیناً کوئی دوئی نہیں۔ اس پیمانہ کو ہاتھ میں لیکر جس سے پادری صاحب نے ہمیں ماپا ہے امید ہے کہ اپنے آپ کو بھی ماپ کر منکر خدا اور خدا کی توہین کرنے والا اقرار دیکر حسب فتویٰ بائیبل سنگساری کی سزا کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں گے۔

مولوی ثناء اللہ نے قرآن کی تفسیر کیا لکھی معاذ اللہ ایسا کسی فحش گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا کہ نہ صرف عام علماء اسلام بلکہ ان کے اپنے معلمین اور ہم مشربوں نے ان کو کفر کی خلعت عنایت کی۔ اس پر بھی خیر گذرتی اگر مولانا خود اس تفسیر میں منافقانہ چال چلنے کا اقرار حرم پاک میں نہ کر لیتے۔ اب اس پر مولانا کو شرمندہ کرنا بے سود ہے الفاظ تھے جو ان کے منہ سے نکل گئے۔ اب وہ مولانا کی گردن پر سوار ہیں اور ان کی گرفت سے باہر ہیں۔ ایک ایسا شخص جو اقبالی مجرم ہو کیا حق رکھتا ہے کہ وہی الزام دوسروں پر لگائے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی تفسیر پر ان کو وہی شکایت ہے کہ جو علماء اہل حدیث کو تفسیر ثنائی پر ہے۔ البتہ مولانا اقبال جرم کر کے اقبالی مجرم نہ بنتے تو یقیناً معذور سمجھے جا سکتے تھے۔

یہ کہنا کہ حضرت امیر نے کسی آیت کی تفسیر حضرت مرزا صاحب کی تفسیر سے مختلف کی ہے اور اس پر یہ فقرہ چست کرنا کہ وہ ذرا بھی کیسے! اہل حدیث کے منہ سے زیب نہیں دیتا۔ ہمارے نقطہ نگاہ سے آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ کی بنا پر حضرت صاحب کی حیثیت اولی الامر کی ہے کہ جس کے آگے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول پڑا ہوا ہے۔ یعنی ان سے تنازع بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کا ہی حجت ہوگا۔ کوئی مسئلہ خواہ وہ ولادت مسیح کا ہو یا یونس کا مچھلی کے پیٹ میں جانا ہم اس میں قرآن اور حدیث صحیح کو مقدم سمجھتے ہیں۔ حضرت صاحب کی تحریرات ہمارے لئے قابل صد عزت ہیں۔ لیکن جہاں اصول کا سوال ہوگا وہاں ہم حضرت صاحب کی تحریرات تو کجا حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو بھی حدیث صحیح کے ماتحت رکھیں گے۔ اور یہ حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ کی بنا پر ہے۔

تازہ اہل حدیث سے معلوم ہوا کہ مولانا ثناء اللہ نے ہمارے عبدالکریم چپڑاسی کے دونوں سوالات غور سے پڑھ لئے ہیں لیکن مولوی فاضل کو ابھی تک جواب کوئی نہیں سوجھا مولانا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عبدالکریم بڑا بے ڈھب آدمی ہے اور اپنے سوالات کو یوں بے ڈکار ہضم کرنے نہ دیگا۔ اس کے سوالات پھر سن لیجئے۔

پہلا سوال

آپ نے اپنی کتب میں جو آریوں کے جواب میں لکھی ہیں آریوں کے خدا یا ایشور کا مذاق اڑایا ہے (مطالبہ کرنے پر سب حوالجات پیش ہوں گے) اب آریوں کا خدا اور ہمارا خدا دو نہیں مگر یسوع اور مسیح دو نہیں بقول آپکے جس نے یسوع کی توہین کی اس نے مسیح کی توہین کی۔ اب اگر عیسائیوں کے یسوع کی توہین سے مسیح علیہ السلام کی توہین لازم آتی ہے تو آریوں کے خدا کا مذاق اڑانے سے آپ کو دہریہ ناستک اور ملحد کیوں نہ سمجھا جائے۔

دوسرا سوال

پیچھے رہنے والا دغاباز مفسد اور نافرمان شخص ہے یا نافع الناس اس کے متعلق قرآن کا کیا فتویٰ ہے۔ لیکن اپنے یہ الفاظ بھول نہ جایئے گا۔ "یہ تحریر تمہاری (حضرت مرزا صاحب کی) مجھے منظور نہیں اور یہ کہ نہ کوئی دانا اس کو قبول کر سکتا ہے۔ آپ اس دعویٰ میں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں۔ قرآن شریف تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے سنو من کان فی الضلالۃ الخ وغیرہ آیات تمہاری اس دلیل کی تکذیب کرتی ہیں۔ اور سنو جس کے صاف یہی معنی ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں"

(اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

آریہ گزٹ کا دھرم

گذشتہ دنوں ریاست جموں اور کشمیر کے ایک ظالمانہ قانون کی طرف مسلم اخبارات نے حضور مہاراجہ صاحب کو توجہ دلائی تھی کہ تبدیل مذہب پر کسی شخص کو ضبطی جائیداد کی سزا دینا اس بیسویں صدی میں کم از کم انتہا درجہ کا ظلم سمجھا جاتا ہے گو وہ والیان ریاست کہ جو رواداری کے پُر امن اصول سے ناواقف ہیں اگر وہ اپنی ریاستوں میں غیر مذاہب پر اس قسم کے مظالم روا رکھیں تو ان سے شاید کسی کو وجہ شکایت نہ ہو لیکن مہاراجہ صاحب بہادر والئی ریاست جموں اور کشمیر تعلیم یافتہ اور روشن خیال مہاراجہ ہیں۔ ان کی ریاست میں ہندو مسلم نقطۂ نگاہ کا اس درجہ متفاوت ہونا نہایت ہی قابل افسوس ہے آریہ گزٹ اس انصاف طلبی کو مسلمان اخبارات کی بوکھلاہٹ سے تعبیر کرتا ہے یہ ہے ان لوگوں کا دھرم کہ جس کی اشاعت وہ کل دنیا میں کرنا چاہتے ہیں کہ جو تلاش انصاف کو بوکھلاہٹ جیسے مکروہ محاورہ میں ادا کرتے ہیں۔

آج سے کچھ دنوں پیشتر آریہ گزٹ آریہ ساہتیہ منڈل اجمیر کی مخالفت میں ادھار کھائے بیٹھا تھا لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ ساہتیہ منڈل والوں نے کسی روپہلی لقمہ سے آپ کے منہ کو بند کر دیا ہے۔ اب ان کے کام کی اسی اخبار میں تعریف ہو رہی ہے۔ حالانکہ پرکاش کے خلاف اس کا یہ اعتراض تھا کہ وہ ساہتیہ منڈل کے خلاف کیوں نہیں لکھتا۔ اب خلاف چھوڑ کر خود ہی اس کی تعریف کرنے لگ گئے۔ سچ ہے۔

دہن ۔۔۔۔ بہ لقمہ دوختہ بہ

شاہجہان مسجد ووکنگ میں اسلامی اخوت کا عملی نمونہ

عید الفطر کا اسلامی تہوار اس سال نہایت تزک و احتشام سے شاہ جہان مسجد ووکنگ انگلستان میں مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۳۱ء بروز جمعرات منایا گیا۔ عید سے ایک رات پیشتر ہوا سرد اور تیز تھی خفیف سی برف بھی پڑی فروری کا سرد مہینہ پھر اس پر برف کے پڑنے نے طبیعتوں میں تشکیک پیدا کر دی۔ کہ موسم کی نا ملائمت کہیں تقریب عید کی خوشی میں حائل نہ ہو اسلئے موسمی حالات کو سامنے رکھ کر ہر ممکن احتیاط برتی گئی۔ خیمے اس قدر وسیع لگائے گئے کہ اس کے اندر جملہ متعلقات عید بآحسن وجوہ سر انجام پا سکیں خیموں کے اندر کی فضا کو گرمانے کے لئے بجلی کی انگیٹھیوں کا اہتمام کیا گیا۔ لیکن اگر عید کے روز موسم خوشگوار نہ ہوتا تو یہ سب اہتمام خاک میں مل جاتا خوش قسمتی سے عید کی صبح نہایت ہی خوشگوار نمودار ہوئی۔ نماز کی ادائیگی کے وقت تک تمازت آفتاب اس قدر تھی کہ مجبوراً خیموں کے ایک طرف کے پردے اٹھانے ہی پڑے۔

صبح دس بجے کے قریب مسجد میں دوستوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی اس تقریب عید میں تین صد سے زیادہ نفوس شامل ہوئے کئی ایک پہلو سے یہ اجتماع عظیم اپنے رنگ میں عدیم النظیر تھا۔ یہ عظیم الشان اجتماع تین بر اعظموں کی نمایندگی کر رہا تھا۔ اسلام کے جھنڈے تلے اس جگہ نہ صرف پیروان اسلام ہی تھے۔ بلکہ سکھ۔ ہندو۔ پارسی اور عیسائی تک بھی شامل ہوئے۔ جو اسلام سے ذرا بھی تعلق نہیں رکھتے اس طرح اس ملی و قومی اجتماع نے دنیا پر اسلام کا تمدنی و معاشرتی نقطہ نگاہ عملاً پیش کر دیا۔

عالیجناب ہز مجسٹی سلطان ابن سعود دام ملکہا کے نمایندے۔ سفیر و منسٹر عالیجناب ہز ایکسیلنسی حضرت شیخ حافظ وھبہ بالقابہ مقیم لندن کی اقتدا میں نماز عید ادا کی گئی۔ آپ نے عید کا خطبہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی زبان عربی میں پڑھا۔

جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم اے۔ بی۔ ٹی۔ امام شاہجہان مسجد ووکنگ کی استدعا پر ہز ایکسیلنسی عالیجناب حافظ شیخ وھبہ صاحب نے عید کی نماز کی امامت قبول فرمائی۔ جناب مولوی عبد المجید صاحب موصوف نے امامت کے انتخاب میں روایات ووکنگ کو قائم کیا۔ اور معاملہ امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہ رکھا۔ اور انہوں نے حقیقی اخوت اسلام کے قائم کرنے کیلئے ایک ایسے امر کی تجدید کی جس کے نہ ہونے سے مسلمان تباہ ہو رہے ہیں پچھلے سال ہی ووکنگ مسجد میں نماز عید کا ایک حنفی مفتی اعظم فلسطین نے ادا کی۔ اور آج ہم حضرت حافظ شیخ وھبہ صاحب کی اقتدا میں کل فرقہائے اسلام کو شاہجہان مسجد ووکنگ میں نماز ادا کرتے ایک ہی صف میں دیکھ رہے ہیں۔ جہاں اخوت اسلامی کا عملی نمونہ نظر آ رہا ہے جماعت ہی درحقیقت اسلام میں ایک بندھن ہے۔ جو ہم میں ادغام و اتحاد پیدا کر دیتی ہے۔ جو لوگ اسلام کو فرقی مصائب سے آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ وہ پہلے مسلمانوں میں امامت کی تمیز کو دور کریں تبلیغ اسلام کے لئے گھر سے باہر نکلنا۔ اول اس امر کا متقاضی ہے۔ کہ ہم اس فرقی تمیز کو اپنے اندر سے نکال دیں کیونکہ فرقی اسلام غیر قوموں میں نہیں پھیل سکتا۔

الغرض مختلف فرقہائے اسلام اور مختلف اقوام کے مسلمانوں نے عید کی نماز میں شامل ہو کر اسلام کی ایک عظیم الشان و نمایاں خصوصیت کہ "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" اور اسلام میں فرقی اختلاف مانع اقتداء نماز نہیں ہو سکتے۔ دنیا پر عملاً ثابت کر دیا۔

ہز ایکسیلنسی کا شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید کی نماز کی امامت کرانا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اسلام فرقہ بندی سے بالاتر ہے۔ واحد اور زمانہ تشتت و افتراق نے خواہ کتنے ہی نام نہاد فرقے اسلام میں پیدا کر دیئے لیکن ہر ایک فرد محکم اصول پر قائم ہے۔ اور محکمات میں ایک دوسرے سے بالکل متفق ہے۔ مذہب۔ تمدن کی جان ہے تمدن کے لئے مذہب آیا کرتا ہے حقیقی تمدن کی بنیاد۔ اتفاق و اتحاد ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر اخوت ہے۔ اس راز کو حضرت نبی کریم نے خوب سمجھا۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو پانچ وقت مسجد میں جمع کیا لیکن بدقسمتی سے ہم نے امامت کے سوال کو سامنے رکھ کر تشتت و افتراق کو اپنے اندر پیدا کر لیا۔

اسلام میں مذہب کی تلقین کرنیوالی پیشہ ور جماعت کا وجود ہی نہیں رکھا گیا مذہبی قیادت ہر اس مسلم شخص کا حق سمجھا گیا ہے۔ جو اسلام کے حقائق و معارف سے واقف ہو اس کے برخلاف دنیا کے دیگر مذاہب میں اہل دین ہونا ایک خاص فرقہ کا پیشہ قرار پا چکا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام اپنی اصلی شکل و صورت میں جیسا کہ ایک سیاست دان کے لئے۔ برکت۔ راحت و بھلائی کا موجب ہو سکتا ہے۔ ویسے ہی ایک کاروباری آدمی کیلئے موزون و مفید ہے۔ اسلام میں جو نام نہاد فرقے ہیں۔ ان میں اس قدر تشتت و افتراق نہیں جو عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں موجود ہے۔ اور اسی اختلاف نے وہاں مختلف گرجاؤں اور کلیساؤں کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جو اصولاً ایک دوسرے کے نقیض واقع ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر عیسائیت میں یہ امر وہم و قیاس سے بالاتر ہے کہ ایک کیتھولک عقائد کا پادری۔ ایک نن کنفارمسٹ پادری کی جگہ۔ ان کی مذہبی رسومات کو ادا کرے یا ایک پادری دوسرے کے ممبر سے خطبہ دے سکے لیکن اسلام میں اس کے برعکس اس قسم کی اجازت کوئی عجیب امر نہیں۔ ایک شیعہ بزرگ مسجد میں اگر امامت کراتا ہے۔ تو ایک وہابی مسلم بھائی اس کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس طرح اگر ایک وہابی مسلم بھائی مسجد میں اگر امامت نماز کرا رہا ہو۔ تو ایک شیعہ مسلم بھائی اس کی اقتدا میں نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور اسی عملی عالمگیر اخوت کی وجہ سے اسلام غیر قوموں میں قابل امتیاز سمجھا جاتا ہے۔

جوں ہی کہ ہز ایکسیلنسی نے خطبہ عید ختم فرمایا۔ تو اس کا انگریزی ترجمہ سامعین میں مفت تقسیم کیا گیا۔ یہ زیادہ موزوں ہوتا اگر اس کا انگریزی ترجمہ سامعین کو پڑھ کر سنایا جاتا لیکن قلت وقت اور موسم کی نا ملائمت کیوجہ سے اکثروں نے امام مسجد ووکنگ کو یہی مشورہ دیا کہ اسکو مفت تقسیم کر دیا جائے

خطبہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا تھی۔ اسکے بعد اسلامی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا گیا۔ پھر روح اسلام زیر بحث رہی۔ اور اس انقلاب عظیم کا ذکر کیا گیا۔ جو بعثت اسلام نے عربوں کی زندگی میں پیا کر دیا پھر مسلمانوں کی توجہ اس محیر العقول سیاسی اور تمدنی تفوق کیطرف منعطف کرائی گئی جس نے انسانوں کے درمیان تمام قسم کے امتیازات کو اڑا کر تقویٰ اللہ اور اعمال صالحہ کو ہی فقط ذریعہ نجات قرار دیا۔ اور اخیر پر ہز ایکسیلنسی نے واضح فرمایا کہ مسلمانوں کی تمام شان و شکوہ عظمت و جلال کیوجہ یہ فقط مذہب اسلام کی انقیاد و فرمانبرداری ہے۔ اور اس کے موجودہ انحطاط و تنزل اور قومی فرسودگی اور زوال کیوجہ اس صراط مستقیم انحراف ہے۔ جو اسلام نے تجویز کیا ہوا ہے۔ پھر خطبہ کو خدا تعالیٰ کی تحمید و تمجید اور حضرت نبی کریم اور صحابہ کرام پر برکات کے نازل ہونے اور مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کے لئے دعا پر ختم کیا گیا۔

خطبہ کے بعد دوست و احباب نے آپس میں معانقہ کیا۔ اور ایک دوسرے کو عید کا ہدیہ تبریک پیش کیا گیا۔ کل مہمانوں کی چار سے تواضع کی گئی۔ دوستوں میں اکثر تو چار بجے شام تشریف لے گئے لیکن ان میں سے بعض رات تک اس برادرانہ اجتماع کی خوشی میں شرکت کیلئے ٹھہرے رہے

ذیل کے احباب نے اس تقریب میں حصہ لیا۔ جناب ہز ایکسیلنسی شاہ ولی خاں صاحب منسٹر افغانستان۔ ہز ایکسیلنسی۔ ڈاکٹر حافظ عفیفی پاشا منسٹر مصر۔ ہز ایکسیلنسی۔ ڈاکٹر اسکر کیلاس منسٹر فارس میڈیم نوری اسفندری۔ ایم ذوالفقار خاں۔ افغان کونسلر سو مجیرس سیڈورس پاشا۔ لیڈی بلو مفیلڈ۔ اینڈ مسز بیل حال سردار اقبال علی شاہ صاحب معہ اہلیہ۔ مسز بوکیفن ہملٹن۔ مسٹر عبد اللہ یوسف علی صاحب۔ مسٹر حبیب اللہ لوگرد۔ پروفیسر ہارون لیون۔ ڈاکٹر زادہ ڈاکٹر سلامہ۔ ڈاکٹر عبد المجید۔ کپتان گورڈن کینن۔ پرنس گے ایس۔ محمد صادق اینڈ مسز کیسن ٭

(خادم۔ خواجہ عبد الغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور عزیز منزل۔ لاہور۔ ۱۶ مارچ ۱۹۳۱ء)

پنڈت رام چندر دہلوی کا مناظرہ سے فرار
آریہ سماج علی پور کا سالانہ جلسہ و اسلام کی فتح

۱۳-۱۴-۱۵ مارچ ۱۹۳۱ء کو آریہ سماج علی پور ضلع مظفر گڑھ کا سالانہ جلسہ تھا آریوں نے بڑے بڑے پوسٹروں پر بعنوان

نقارہ دھرم کا بجتا ہے آئے جس کا جی چاہے
صداقت دید اقدس آزمائے جس کا جی چاہے

لکھ کر تمام مذاہب کو دعوت مناظرہ دی تھی۔ آریوں کی طرف سے سوامی یوگا نند۔ پنڈت ستیارام۔ پنڈت وشوناتھ۔ مہاشہ چرنجی لال پریم۔ پنڈت رام چندر دہلوی۔ وغیرہ بلوائے گئے مسلمانوں کی طرف سے مولانا عبد الحق صاحب۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع۔ شیخ بشیر احمد صاحب نو مسلم علی پوری۔ مولوی نیاز محمد صاحب نظامی پہنچے۔ غیر متوقع طور پر اور بروقت اسلامی علماء و مناظرین کی آمد نے سماج مندر میں صف ماتم بچھا دی۔ اور آریوں کو مناظرہ موت کا کھیت نظر آنے لگا۔ آخر اسلامی سپاہی کمر کس اٹھائے تکبیر کے فلک شگاف نعرے بلند کرتے ہوئے سماج مندر میں جا دھمکے اور پنڈت رام چندر دہلوی کو میدان مناظرہ میں نکلنے کے لئے بھرے جلسہ میں للکارا۔ تمام آریئے اور آریہ مناظرین لرزہ براندام تھے اور جان چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے۔ شیخ بشیر احمد صاحب۔ نو مسلم نے جو کہ اس علی پور کے ایک معزز ہندو خاندان کے ممبر ہیں۔ پنڈت رام چندر دہلوی کو میدان میں نکلنے کے لئے بار بار غیرت دلائی۔ لیکن آریہ مناظرین میں سے کسی کی بھی رگ حمیت نہیں پھڑکی۔ اور یوں دھرم کے نقارہ یا ڈھول کا پول کھل کر رہ گیا۔ مسلمانوں نے اسلام کی اس عظیم الشان فتح پر آریہ سماج مندر میں ہی تکبیر کے مسلسل نعرے بلند کئے اور اپنے جلسہ کا انتظام کر کے ویدک دھرم کے رہے سہے بخیئے بھی ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ فالحمد اللہ علیٰ ذلک (نامہ نگار)

مسلمانوں کو آریوں کا مشکور ہونا چاہیئے

آجکل آریہ اخبارات کو متعدد اس قسم کی آیات قرآن شریف سے مل گئی ہیں کہ جن کا مسلمانوں کو ساڑھے تین سو سال سے کوئی علم نہ تھا۔ ان آیات کا مفہوم یہ بتایا جاتا ہے کہ اسلام میں تبلیغ قطعاً ناجائز ہے۔ آریوں کی اس قرآن دانی کے لئے ہم بہت ہی مشکور ہیں کہ جنہوں نے اس تحقیق کے لئے قرآن شریف کے اوراق کی ورق گردانی تو کی۔

حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے متعلق

ایک منصفانہ فیصلہ

نوٹ۔ چوہدری محمد احسن صاحب ایم اے ایک معزز علم دوست صاحب مظفر گڑھ میں ہیں انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا مضمون "جماعت قادیان سے اپیل" پڑھا اور جو کچھ ان کے دل نے اس پر فیصلہ کیا وہ ہدیہ ناظرین ہے۔ ایڈیٹر

گجرات سے آتی دفعہ میں پیغام صلح کا ماہوار ایڈیشن مورخہ ۳۔ مارچ ۱۹۳۱ء اپنے ہمراہ لے آیا تھا۔ اس میں مولانا محمد علی صاحب قبلہ کا ایک نہایت زبردست و اعلیٰ درجہ کا مضمون درج تھا جس کا عنوان تھا "جماعت قادیان سے اپیل ۲" اس آرٹیکل کو میں نے بڑے غور سے پڑھا اور اسے اتنا دلچسپ و مفید پایا کہ میں لازماً اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر قادیانی اصحاب جن میں معقولیت انصاف پسندی درواداری کا ایک شائبہ تک موجود ہے۔ ایسی ناقابل رد دلائل و براہین کو دیکھ کر بھی اپنے عقیدہ میں مناسب تبدیلی پیدا نہ کریں۔ اور ہٹ دھرمی سے اب بھی یہ کہتے اور مانتے چلے جائیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت (یعنی غیر تشریعی نبوت) کا تھا نہ کہ محض محدثیت و مجددیت کا تو پھر خدا ہی ان کے حال پر رحم کرے۔ مولوی صاحب نے خود مرزا صاحب کی کتب و تحریرات سے نہایت واضح طریق پر ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی تمام زندگی میں کسی ایک کتاب میں بھی ان الفاظ میں دعویٰ نہیں کیا۔ کہ میرا دعویٰ تشریعی یا غیر تشریعی نبوت کا ہے "مگر یہ الفاظ متعدد بار ان کی تحریرات میں موجود ہیں کہ میرا دعویٰ مجددیت و محدثیت کا ہے" باقی رہا سوال ان کے یہ کہنے کا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام نبی رکھا ہے تو اس لفظ کی تشریح بھی ہر جگہ ساتھ کر دی کہ یہ نام محض علی وجہ المجاز ہے نہ علیٰ وجہ الحقیقت اور محض عزت کے طور پر خطاب دیا گیا ہے کس قدر افسوس اور ظلم کی بات ہے کہ مرزا صاحب تو یہ کہیں اور بڑے زور سے کہیں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے کہ میں نبوت کا مدعی ہوں سلسلہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔ اور جناب رسول محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہو گئی۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر یقین کرتا ہوں لیکن قادیانی یہ عقیدہ رکھیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا تھا نہ کہ محض مجددیت کا۔ ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں :-

"ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ وحی نبوت کے نہیں بلکہ وحی ولایت کے ہم قائل ہیں۔ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں۔ صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا۔

کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ مرزا صاحب کی ان نہایت صاف و کھلی تحریروں کی موجودگی میں ان کا دنیا کو یہ تبلانا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا تھا نہ محدثیت کا۔ دنیا کی نظر میں مرزا صاحب کو انکی اپنی تحریروں کے مطابق کاذب۔ کافر کرنے کے مترادف ہے۔ میاں صاحب کا یہ ثابت کرنا کہ مرزا صاحب کا جو دعویٰ محدثیت کا تھا وہ دراصل دعویٰ نبوت کا تھا مگر مرزا صاحب چونکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے محدث اور نبی کے درمیان فرق نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے نبوت سے انکار کرتے رہے۔ اور غلطی سے مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے رہے اور اسے کاذب و کافر قرار دیتے رہے کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ اللہ ان لوگوں کے حال پر رحم فرمائے اور انہیں چشم بصیرت عطا فرمائے۔

مولوی صاحب نے یہ بات مرزا صاحب کی حسب ذیل تحریر سے کلی طور پر ثابت کر دی ہے کہ مرزا صاحب محدث اور نبی" میں جو فرق ہے اس سے خوب واقف تھے۔ مثلاً مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں میں نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثیت کا مقام مقام نبوت سے شدید شباہت رکھتا ہے اور سوائے قوت اور فعل کے ان میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے (یعنی علماء نے) میرے قول کو نہیں سمجھا بلکہ یہ کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے۔ ہاں میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدث میں تمام اجزائے نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوہ نہ بالفعل اور محدث بالقوۃ نبی ہے۔ اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بھی بالفعل نبی ہوتا۔ مولوی صاحب کے اس مضمون سے مفصلہ ذیل باتیں مکمل طور پر پایہ ثبوت کو پہنچتی ہیں۔

(۱) مرزا صاحب نے اپنی جملہ کتب میں صرف محدث و مجدد ہونے کا صراحت کے ساتھ دعویٰ کیا ہے۔

(۲) نبوت کے وہ کبھی بھی صاف الفاظ میں مدعی نہیں ہوئے خواہ نبوت تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ نہ صرف انہوں نے کبھی کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور دعویٰ نبوت سے ہمیشہ انکار کیا ہے بلکہ مدعی نبوت کو کافر کاذب گردانا ہے اور اس پر لعنت بھیجی ہے۔

(۳) انہوں نے یہ ضرور کئی بار لکھا ہے کہ مجھے نبی کا خطاب دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس نام سے مجھے اکثر یاد کیا ہے لیکن جہاں کہیں نبی کا لفظ اپنے تئیں استعمال کیا وہاں ساتھ ہی اس امر کی فوراً وضاحت کر دی ہے کہ یہ نام محض امتیاز و عزت کے طور پر ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں مجھے دیا گیا ہے اور پھر اس بات کو بھی واضح کر دیا کہ نبی کا نام پانا مترادف ہے۔ صرف محدث ہونے کے۔ جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ محدث کی شان ہے۔ کہ اس میں امتیت اور نبوت کی دونوں شانیں پائی جاتی ہیں مرزا صاحب نے کہیں بھی نہ تشریعی نبوت کا نہ غیر تشریعی کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ ہر دو سے ہمیشہ انکار کیا ہے۔ اگر لکھا ہے تو صرف یہ کہ خدا نے مجھے مجازی معنوں کی رو سے نبی یا مرسل کے لفظ سے یاد کیا ہے اور بس۔ محدث کے لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اسے مجازی رنگ میں نبی کے لفظ سے یاد کر لیا جائے۔ کیونکہ خدا کو یہ حرام نہیں کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے پکارے تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا نام پانا الگ چیز ہے اور نبوت کا دعویٰ کرنا الگ مجازی رنگ میں نبی کا نام پانا مرادف ہے کہ محدث اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پاتا ہے۔ اور "نبی" کے لغوی معنے بھی یہی ہیں جو اللہ تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا ہو تو مرزا صاحب کی کتب میں جہاں جہاں بھی لفظ نبی کا آتا ہے اس سے ہمیشہ یہی مراد مرزا صاحب نے خود لی ہے کہ اس لفظ نبی کے معنے یہ ہیں کہ میں ایک ایسا محدث اور مجدد ہوں۔ جو اللہ تعالیٰ مجھ سے اکثر کلام کرتا ہے اور اس سے غیب کی خبریں پاتا ہوں۔ اور صاف لکھ دیا ہے کہ اس کے یہ معنے نہ لے لو کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں بلکہ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ مدعیٔ نبوت کافر و کاذب و ملعون ہے۔

حیرانگی کی بات ہے۔ باوجود اس قدر صراحت و وضاحت کے جو مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت اور لفظ نبی کے متعلق کی ہے۔ پھر بھی قادیانی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے نہ محدثیت و مجددیت کا "بدیں عقل و دانش بباید گریست" مولوی صاحب نے کیا خوب لکھا ہے :-

. . . .

کیا نبی اسکے بغیر نہیں بن سکتا ہے کہ بار بار نبوت کا انکار کیا جائے۔ اپنی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کیا جانے کو باطل اور دروغ کہا جائے۔ افترا کہا جائے صریح کذب کہا جائے۔ ایسا دعویٰ منسوب کرنیوالوں کو کاذب اور مفتری قرار دیکر لعنت اللہ علی الکاذبین المفترین کہا جائے۔ دعویٰ نبوت کو کلمہ کفر کہا جائے اگر یہی کچھ کہنے سے نبی بن جاتا ہے تو بصد شوق سے حضرت مسیح موعود کو نبی بنا لیجئے۔ کیونکہ یہ سب کچھ مسیح موعود کہتے ہیں۔ اور اگر آپ لوگ باایں ہمہ آپ کو نبی بناتے ہیں تو کیا پہلے نبی بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ کیا کسی نبی کا ذکر قرآن شریف میں حدیث میں یا کسی پہلی کتاب میں یوں ہے کہ لوگوں نے کہا کہ یہ نبی ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ اے بے ایمانو تم مجھ پر کیوں افترا کرتے ہو تہمتیں لگاتے ہو۔ جھوٹ بناتے ہو میں نے کبھی دعویٰ نبوت نہیں کیا یہ تمہارا افترا ہے اور مجھ پر سراسر جھوٹا الزام۔

ایک جگہ اور لکھتے ہیں اور مزے کی بات لکھتے ہیں :-

بقول قادیانی حضرات کسی شخص کا خود یہ کہنا ضروری نہیں کہ اسے نبوت و رسالت کا منصب عطا ہوا ہے یا اسے دعویٰ نبوت ہے بلکہ یہ کافی ہے کہ دوسرے لوگ ان کے الہامات سے خود نتیجہ نکال لیں کہ یہ شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ اپنے الہامات کے ساتھ ساتھ یوں بھی کہتا جائے کہ یہ الزام سراسر افترا ہے کہ میں نبوت کا مدعی ہوں بلکہ میں مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر یقین کرتا ہوں چالیس دفعہ نہیں چار سو دفعہ انکار کرے کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں مگر یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے کہ اس کے الہامات کو دیکھ کر پتہ لگا لیں کہ اس کا دعویٰ نبوت کا ہے۔ مدعی تو نبوت سے انکار کرے لیکن گواہ اسے نبی بناتا چلا جائے۔ نبی تو اپنے منہ سے کچھ نہ کہے کہ میں کون ہوں، لوگ خود اس کے الہامات کو دیکھ کر پتہ لگا لیں کہ یہ کون ہے۔

عجیب بات ہے۔ جہاں محدثیت و مجددیت کا ذکر آئے وہاں مرزا صاحب بہانگ دہل و علی الاعلان دعویٰ کریں کہ میں مجدد ہوں اور محدث ہوں اور میرا دعویٰ مجددیت و محدثیت کا ہے لیکن جہاں نبوت کا ذکر آئے وہاں بڑے کھلے اور صاف الفاظ میں کہہ دیں کہ میرا دعویٰ نبوت کا ہرگز نہیں بلکہ میں اس قسم کے دعویٰ کرنے والے کو کاذب و کافر سمجھتا ہوں اور میں صرف اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مجھے مجازی رنگ میں لفظ نبی سے

ملقب کیا گیا ہے۔ لیکن با ایں ہمہ قادیانی اصحاب مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرتے چلے جاتے ہیں:

اگر کوئی شخص بغیر نبوت کا دعویٰ کرنے کے نبی ہو سکتا ہے تو اس کے لئے کیوں ضروری ہؤا کہ وہ مجددیت و محدثیت کا دعویٰ صاف لفظوں میں کرے۔ پھر تو مرزا صاحب مجدد و محدث بھی بغیر دعویٰ محدثیت کرنے کے ہو سکتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا چونکہ دعویٰ صرف محدثیت و مجددیت کا تھا اس لئے انہوں نے بارہا صاف الفاظ میں لکھا کہ میرا دعوےٰ مجددیت کا ہے چونکہ وہ نبوت کے مدعی نہ تھے اس لئے یہ کبھی نہ لکھا کہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے بلکہ بڑے زور سے یہ لکھتے رہے کہ میں مدعی نبوت کو کافر و کاذب و ملعون سمجھتا ہوں مولوی صاحب کا حسب ذیل فقرہ کتنا convincing (دل کو لگنے والا) ہے:

"نہ تو مرزا صاحب کے سپرد نبوت کا کوئی کام ہؤا۔ نہ آپ پر جبرئیل وحی نبوت لیکر آئے۔ نہ آپ نے کبھی کسی سے اقرار نبوت لیا تو صرف ایک ہی اور امر تھا جس سے دعویٰ نبوت ثابت ہو سکتا تھا اور وہ یہ تھا کہ آپ فرماتے کہ میرا دعویٰ نبوت کا ہے۔ مگر یہ بھی آپ نے کبھی نہ فرمایا۔ حالانکہ اس کے مقابل پر دعوےٰ مجدد کا ذکر بار بار آپ کی کتابوں میں پایا جاتا ہے"

آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ مجدد کا دعویٰ، مسیح موعود کا دعویٰ۔ مہدی کا دعویٰ۔ ملہم کا دعویٰ۔ مکالمہ مخاطبہ کا دعویٰ یہ الفاظ تو بار بار استعمال کئے لیکن یہ ایک دفعہ بھی نہ لکھا کہ میرا نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ ہے۔ یہ بھی کہیں نہ لکھا کہ میرا غیر تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ ہے۔ بات بڑی صاف ہے جس مرتبہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا۔ مجدد، مسیح موعود، مہدی معہود ان سب کا دعویٰ موجود ہے۔ مگر نہ نبوت کے منصب پر آپ کو کھڑا کیا گیا نہ نبوت کا آپ نے دعویٰ کیا۔ پھر کیا یہ ایک نیا مذہب نکالنے کے مترادف نہیں کہ قادیانی یہ کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب نبی تھے اور انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

اگر محض لفظ نبی کے استعمال کرنے سے مرزا صاحب مدعی نبوت قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ تو انت منی بمنزلۃ ولدی" کہنے سے انہیں کیوں مدعی "ولد اللہ" قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تو معلوم ہؤا کہ لفظ نبی کو مجاز و استعارہ کے طور پر استعمال کرنے سے دعوےٰ "نبوت" لازم نہیں آتا۔

مرزا صاحب ایک جگہ صاف لکھتے ہیں۔ کہ محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے تو کیا اس سے دعویٰ نبوت لازم آ گیا؟ کتنا صاف جملہ ہے۔ جس سے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنا چاہیے۔ لیکن افسوس قادیانی جماعت کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ مولوی صاحب کی یہ تحریر قابل غور ہے

"جو الفاظ الہام اور حدیث میں استعارہ اور مجاز کے طور پر آ گئے ہیں انہیں بنائے دعویٰ نہ ٹھیرائیں۔ ورنہ ان کے پاس اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں کہ کیوں مخالفین حضرت صاحب کو ابن اللہ ہونے کا مدعی قرار نہ دیں"

یہ منطق ہی نرالی ہے کہ جو شخص تشریعی نبوت کا مدعی ہونے سے انکار کرتا ہے اس کے سر پر غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ تھوپا جائے۔ اگر کوئی شخص غیر تشریعی نبوت کا مدعی ہے تو وہ اپنی ساری تحریروں میں ایک دفعہ بھی یہ کیوں نہیں لکھتا کہ میرا دعویٰ غیر تشریعی نبوت کا ہے۔ محض انکار صاحب شریعت ہونے سے ہم مرزا صاحب کو غیر صاحب شریعت نبی نہیں مان سکتے۔ جب تک غیر صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ نہ ہو۔ دعویٰ جس امر کا ہو وہ صاف الفاظ میں ہونا چاہیے۔ بلکہ جب ایک دعویٰ کا انکار ہے تو پھر تو اور بھی زیادہ صراحت سے یہ کہنے کی ضرورت تھی کہ میرا یہ دعویٰ نہیں یہ دعویٰ ہے۔ مرزا صاحب جب دعویٰ نبوت سے انکار کرتے ہیں تو یہ آگے نہیں لکھتے کہ میں تشریعی نبوت سے بھی انکاری ہوں۔ لیکن غیر تشریعی نبوت کا اقرار کرتا ہوں۔ بلکہ یہ لکھتے ہیں کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ مجددیت کا ہے۔ محدثیت کا ہے۔ یہ نہیں لکھتے کہ میرا دعویٰ نبوت حقیقی کا نہیں بلکہ غیر تشریعی نبوت کا۔ ان صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے کس طرح یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ نبوت کے انکار سے مراد صرف تشریعی نبوت کا انکار ہے اور اس کا لازمی نتیجہ غیر تشریعی نبوت ہے جبکہ حضرت صاحب خود نبوت کا انکار کرکے محدثیت کا دعوےٰ بتاتے ہیں۔

پھر ایک اور بات بھی خاص طور پر قابل غور ہے۔ مرزا صاحب نے حقیقی نبوت کا تو کبھی بھی دعویٰ نہیں کیا۔ اس پر علمائے حنفی کا بھی اتفاق ہے جہاں ان علماء کو اور قادیانیوں کو غلطی لگی ہے وہ صرف یہی ہے۔ ان کے زعم میں مرزا صاحب نے غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس غلطی کی بنا پر علماء حنفی نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ اور یہ ان کے اس فتویٰ کا جواب ہے (یعنی علماء کے اس بات کے جواب میں کہ مرزا صاحب غیر تشریعی نبوت کے مدعی ہیں) مرزا صاحب کو کہنا پڑا کہ میں مدعی نبوت کو خود کافر سمجھتا ہوں۔ اور میں نبوت کا مدعی نہیں۔ گویا علمائے حنفی کہتے تھے کہ تم اس لئے کافر ہو کہ تم غیر تشریعی نبوت کے مدعی معلوم ہوتے ہو۔ اس کا جواب مرزا صاحب یہ دیتے ہیں کہ یہ مجھ پر سراسر الزام و بہتان ہے کہ میں اس نبوت کا مدعی ہوں حقیقی نبوت کے دعویٰ کا تو کبھی کوئی سوال ہی نہیں اٹھا سوال اگر اٹھا تو صرف غیر تشریعی نبوت کے دعویٰ کا تھا۔ اور اس کے جواب میں مرزا صاحب لکھتے رہے کہ میں نے اس قسم کی نبوت کا بھی کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ پھر نہ معلوم قادیانی کیوں مرزا صاحب کو نبی مان رہے ہیں۔ ان پر الزام جو لگایا گیا تھا وہ غیر تشریعی نبوت کے دعویٰ کا تھا۔ اور مرزا صاحب نے بار بار اپنے دامن کو اس الزام سے پاک گردانا ہے۔ کیونکہ تشریعی نبوت کا تو کبھی ان پر الزام عائد ہی نہیں کیا گیا۔

لفظ نبی سے مرزا صاحب ہمیشہ مراد محدث لیا کرتے تھے اور بس۔ اور یہ بات انہوں نے صاف طور پر لکھ دی ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت صلعم نے مکلم کئے ہیں"

(بقیہ اخبار احمدیہ) حضرت میرزا یدہ اللہ بنصرہ بخیریت اپنے شاغل میں مصروف ہیں اس جمعۃ المبارک کو آپ نے مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح اور رسوم قبیحہ کی بیخکنی پر خطبہ فرمایا جس میں اپنی جماعت کو اس کام پر اپنی طاقت لگا دینے کی پرزور اپیل کی۔ فی الحال شہر لاہور کے مختلف محلوں میں اس پر عملی جدوجہد کیلئے آنریری مبلغین کا ایک جتھہ مقرر فرمایا مسلمانوں کی حالت روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اور اسکے دور کرنے کی طرف کسی باقاعدہ انجمن کی طرف سے کوئی کوشش نہیں ہو رہی حالانکہ یہ کام اپنی اہمیت کے لحاظ سے خدمت اسلام کا نہایت ضروری حصہ ہے۔ خاکسار ایڈیٹر گذشتہ دوشنبہ کو علی پور کے سفر سے واپس ہو پہنچ گیا تھا دو تین روز سے مرزا مسعود بیگ صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب بھی علی پور سے لاہور پہنچ چکے ہیں۔

خبریں

—— نئی دہلی ۱۹ مارچ۔ آج گاندھی جی نے دہلی پہنچتے ہی وائسرائے سے ملاقات کی جو دو گھنٹہ تک جاری رہی اور مفاہمت کی شرائط کے مطابق سیاسی قیدیوں کی رہائی کے مسئلہ پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔

—— اسکے بعد آپ مسٹر ایمرسن ہوم سیکرٹری کے پاس گئے اور آٹھ بجے تک ان سے گفتگو کرتے رہے اسلئے آج فرقہ وارانہ مسائل پر کوئی کانفرنس نہیں ہو سکی۔ کل آپ مسلم زعماء، سکھ نمائندوں اور والیان ریاست سے گفتگو کریں گے۔

—— لاہور ۱۸ مارچ۔ لاہور چھاؤنی کے مقدمہ سازش کے ملزمان بری کر دیئے گئے۔

—— بمبئی ۱۸ مارچ۔ گاندھی جی نے مالکان کارخانہ جات اور سوداگران پارچہ کے مشورہ سے ایک سکیم تیار کی ہے جسکے رو سے غیر ملکی کپڑا جو ہندوستان میں موجود ہے غیر ممالک میں لے جا کر فروخت کیا جائے گا۔ انگلستان میں اس سکیم کے متعلق بہت بے چینی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

—— لاہور ۱۸ مارچ۔ بھگت سنگھ کے والد سردار کشن سنگھ کو آج سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل کیطرف سے نوٹس موصول ہوا کہ بھگت سنگھ کیساتھ آپ کی ملاقات کیلئے ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء کے دن کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ آپ کو تمام رشتہ داروں کو ہمراہ لانے کا انتظام کرنا چاہیے تحصیلدار لاہور کی طرف سے اسی مضمون کا ایک دوسرا نوٹس بھی موصول ہوا ہے۔ لیکن اس میں اتنا اضافہ ہے کہ آپ کی یہ ملاقات بھگت سنگھ کے ساتھ آخری ملاقات ہوگی۔ راجگورو کی والدہ کو بھی اس قسم کے نوٹس پہنچ چکے ہیں۔

—— سردار کشن سنگھ نے گاندھی جی کو بذریعہ تار یہ اطلاع بھیج دی ہے۔ کانگریسی حلقوں میں اس خبر سے بہت بے چینی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ کئی جگہ نوجوانوں نے اس کے متعلق گاندھی جی کی توجہ دلائی ہے۔ خیال کیا ہے کہ اگر بھگت سنگھ کو پھانسی دے دی گئی تو حالات خراب ہو جائیں گے۔ نوجوان حکومت کے علاوہ گاندھی جی اور کانگریس کی مخالفت بھی شروع کر دیں گے۔

—— نئی دہلی ۱۹ مارچ جنوبی ہند کے مشہور سرگرم ہندو دھرمی لیڈر و ممبر اسمبلی مسٹر ایم۔ کے۔ اچاریہ نے ایک بیان کے دوران میں کہا ہے کہ راسخ الاعتقاد ہندو مذہبی معاشرتی اور فرقہ وارانہ مسائل میں گاندھی جی کی رہنمائی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ جب تک گاندھی جی ان کو اپنے ساتھ نہ ملائیں۔ وہ ہندوؤں کی ترجمانی نہیں کر سکتے۔

—— لاہور ۱۹ مارچ۔ پنجابی نوجوان ہندوؤں کی انجمن نے گاندھی جی کو تار بھیجا ہے۔ کہ مسلمان ہندوستان میں اپنا علیحدہ بلاک بنانا چاہتے ہیں۔ پنجاب کے ہندوؤں کو سخت تشویش ہے حق ہے کہ بھائی پرمانند جی سے ملاقات کریں۔

—— احمد آباد ۱۹ مارچ۔ گاندھی جی کا ضبط شدہ پریس حکومت نے واپس دے دیا ہے۔

—— سکندر آباد ۱۸ مارچ حضور نظام کے ولیعہد اور ان کے چھوٹے بھائی کل سپیشل ٹرین کے ذریعہ یورپ جانے کے لئے بمبئی روانہ ہو گئے۔ شاہزادگان موصوف ساتھ ماہ تک یورپ کی سیاحت کرینگے۔

—— حیدرآباد سندھ — حکومت نے سندھ میں مالیہ کا ۱/۴ حصہ معاف کر دیا

—— لکھنؤ ۱۹ مارچ۔ اقلیتوں کی کانفرنس کی کارکن کمیٹی کا اجلاس کانپور میں منعقد ہوا جس میں اس بات پر اظہار افسوس کیا گیا کہ گول میز کانفرنس میں ہندوستان کیلئے آیندہ دستور مرتب کرنے کی جو سکیم بنائی گئی ہے اس میں اقلیتوں اور پس ماندہ اقوام کو معقول نیابت نہیں دی گئی۔ کانگریس رہنماؤں اور حکومت ہند کو متنبہ کیا گیا ہے کہ جس دستور اساسی میں پس ماندہ اقوام اور اقلیتوں کو معقول اور مناسب نیابت نہ دی جائیگی اس پر عمل درآمد نہ ہو سکے گا۔

—— آگرہ میں شدید ہندو مسلم فساد ہو گیا۔ فساد میں ہندو طلباء نے نمایاں حصہ لیا۔ فساد مسجد کے سامنے باجا بجانے پر ہوا۔

—— بمبئی ۹ مارچ۔ لندن سے مسٹر جناح کا ایک مکتوب بذریعہ ہوائی ڈاک موصول ہوا ہے جس میں آپ نے لکھا ہے آپ اگست تک ہندوستان واپس آجائیں گے۔ قیام انگلستان کا ارادہ فی الحال ترک کر دیا ہے۔

—— فلسطین کے ہائی کمشنر نے یہودیوں کے طرز عمل سے تنگ آکر استعفیٰ دے دیا ہے۔

—— برطانیہ کی لبرل پارٹی میں پھوٹ پڑ گئی اور اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ شاید آیندہ کے لئے یہ پارٹی قائم نہ رہے۔

—— افغانی سفیر جنرل غلام صادق متعینہ انگورہ کا بیان ہے کہ ترکی میں صورت حالات اطمینان بخش ہے۔ اور کمالی حکومت کا اثر ترقی پذیر ہے۔

—— پیرس ۱۸ مارچ۔ ہندوستان میں محصول چنگی بڑھ جانے کی وجہ سے لائینز (فرانس) کے طبقے کے کارخانوں میں ۲۰ ہزار آدمی

—— کراچی کانگریس کا نظر ثانی شدہ پروگرام حسب ذیل ہے۔

۲۷، ۲۸ مارچ مجلس انتخاب مضامین۔

۲۹ مارچ کانگریس کا کھلا اجلاس (چھ بجے شام)

۳۰ مارچ مجلس انتخاب مضامین کا اجلاس۔

۳۱۔ مارچ کانگریس کا کھلا اجلاس (۲ بجے شام)

—— لندن ۱۸ مارچ۔ سوتی اور پارچہ بافی کے کارخانوں کے مالکوں کی انجمن نے آج ایک بیان شائع کیا ہے جس میں گاندھی ارون مفاہمت کی اس شرط پر اظہار تشویش کیا ہے جس کی رو سے غیر ملکی کپڑے کی دوکانوں پر پکٹنگ کرنا خلاف قانون نہیں ہے۔

—— آل انڈیا مسلم کانفرنس کے فساد بنارس کی تحقیقات کیلئے جو روز مقرر کیا تھا اس کی رپوٹ شائع ہو گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ہندوؤں نے مسلمانوں پر نہایت وحشیانہ مظالم کئے ہیں۔ اور مسلمانوں کی موجودہ حالت قابل رحم ہے۔

—— نئی دہلی ۲۰ مارچ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ کراچی کانگریس میں نوجوانوں کیطرف سے گاندھی جی کی زبردست مخالفت ہو گی۔

—— آگرہ ۲۰ مارچ۔ فرقہ وارانہ فساد کی وجہ سے مقامی کالج دو ہفتے کیلئے بند کر دیئے گئے۔ ایک دن سرکاری دفاتر بھی بند رہے

—— نئی دہلی ۲۰ مارچ۔ نواب صاحب بھوپال مہاراجہ پٹیالہ کی جگہ۔ ایوان شہزادگان کے چانسلر مقرر ہوئے ہیں۔

—— لندن ۱۷ مارچ۔ مہاراجہ بردوان نے ایک جلسہ ضیافت پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ سول نافرمانی ہندوستان کے لئے کسی صورت میں بھی مفید نہیں ہے۔ اگر گاندھی اس سے علٰحدہ نہ ہوئے تو یہ ان کو نگل جائے گی۔

—— سکھر ۲۰۔ مارچ۔ ہندوؤں نے ایک جلسہ میں سندھ کو علٰحدہ صوبہ بنانے کی تجویز کی زبردست مخالفت کی اور دھمکی دی کہ اگر گاندھی جی نے مسلمانوں کا یہ مطالبہ منظور کر لیا تو ہندو ان کے خلاف ستیہ گرہ کرینگے۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ ہم جانیں بھی دے دیں گے مگر ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹیں گے

—— لندن ۱۹ مارچ۔ پارلیمنٹ کے انتخاب میں مسٹر بالڈون کا نامزد کردہ امیدوار مسٹر ڈف کوپر کامیاب ہو گیا ہے۔

—— گذشتہ سرشنبہ کے روز ایک جلسہ میں مزدوروں نے گاندھی جی کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا ہے۔ مظاہرہ گاندھی جی کی تقریر کے دوران میں بھی جاری رہا۔ آخر ایک موقعہ پر اس مظاہرہ نے ایسی تشویش ناک صورت اختیار کر لی کہ گاندھی جی جلسہ گاہ سے چلے جانے پر مجبور ہو گئے۔

—— لاہور ۲۰ مارچ۔ دسہرہ بم کیس کے ملزم عبدالغنی کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا ہے۔

—— منٹگمری ۲۰ مارچ۔ پنجاب ایجوکیشن کانفرنس کی شاندار تیاریاں ہو رہی ہیں ریاست بہاولپور نے اپنا شامیانہ پنڈال کیلئے دے دیا ہے۔

—— لاہور ۲۱ مارچ۔ اخبار رسول قمطراز ہے کہ کل سرحد پر جمجوری میدان کے قریب آفریدی اور سرکاری فوجوں میں جھڑپ ہوئی۔ شدید آتشباری کے باوجود ایک مورچہ پر آفریدیوں نے قبضہ اور انگریزی فوج کے چار آدمی ہلاک اور سات زخمی ہو گئے۔

—— مسٹر ولسن ایڈیٹر انڈین ڈیلی میل میں لکھتے ہیں کہ مولانا شوکت علی مشترکہ انتخاب کو کسی صورت میں ماننے کیلئے تیار نہیں۔ انہیں مولانا موصوف نے بتلایا کہ گاندھی جی نے انہیں یقین دلایا ہے کہ تم جا کر اپنی شرائط تحریر کر لاؤ میں آنکھیں بند کر

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۳

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۳ : ۶۴

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

والصلح خیر

پیغام صلح

ایڈیٹر عبدالحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے نہ ہوگی

۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۷۔ ذیقعد ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۳۱ء | نمبر ۱۹

برلن مسجد میں عید الفطر

ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ پی ایچ ڈی خاتون کا قبول اسلام

پروفیسر محمد عبداللہ صاحب امام برلن مسجد (جرمنی) لکھتے ہیں کہ اس دفعہ خدا کے فضل و کرم سے عید الفطر وہم وگمان سے بڑھکر کامیاب و پررونق رہی۔ نہ صرف شہر برلن بلکہ ڈرسڈن لینرک وغیرہ شہروں سے بھی جرمن نومسلم اور دوسرے مسلمان نماز عید کے لئے آئے سوا دس بجے صدقہ فطر کی ادائیگی کا اعلان کیا گیا جس پر ایک رقم جمع ہو گئی دس بجکر بیس منٹ پر بے تار برقی والوں نے اپنے آلات لگائے تاکہ خطبہ عید تمام ممالک میں سنا جا سکے ۱۰½ اقامت ہوئی۔ بعد نماز تلاوت قرآن کرکے امام نے جرمن زبان میں خطبہ عید سنایا۔ جس کے بعد پروفیسر مرزا حسن صاحب (ایرانی) نے جو برلن یونیورسٹی میں فارسی کے پروفیسر ہیں۔ چند کلمات فارسی و جرمنی زبان میں کہکر حکومت ایران کیطرف سے تمام مسلمانوں کو عید مبارک پہنچائی۔ بعد ازاں عالم جان اڈریس صاحب جو تاتار کے ایک بڑے عالم ہیں ترکی زبان میں مختصر سا وعظ کیا جس کے بعد دعائے خیر کرکے جملہ برادران نے آپس میں معانقہ کیا۔ پھر سوڈا واٹر سے مہمانوں کی خاطر و مدارت کی اور بارہ بجے دوپہر سب احباب رخصت ہوگئے جرمن اخبارات کے نمایندے موجود تھے۔ انہوں نے تقریباً پندرہ بیس اخبارات میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور اکثر نے نماز کے فوٹو شائع کئے بے تار برقی کے ذریعہ تقریباً تمام ملک میں مسجد کا نام مشہور ہوگیا۔ حاضرین کی تعداد اتنی تھی۔ کہ مسجد میں جگہ ناکافی ہونیکے باعث کئی غیر مسلم جرمن دوست واپس چلے گئے

عید کے دن شام کو جرمن مسلم سوسائٹی نے وسیع پیمانہ پر مجلس قائم کی جس میں داخلہ بذریعہ ٹکٹوں کے تھا۔ حاضرین کی تواضع بذریعہ چاء وحلوا کی گئی۔ اسلام کی خوبیوں اور نبی کریم کی سیرۃ پر نظمیں پڑھی گئیں کم و بیش دو صد آدمی اس مجلس میں موجود تھے۔ جن میں ترکی ایرانی افغانی سفراء کے نمایندے بھی تھے جگہ کی قلت کے باعث کئی لوگوں کو ٹکٹ نہ مل سکے مہمانوں کی تواضع پر دس پونڈ کے قریب خرچ آیا جسے جرمن مسلم سوسائٹی نے ادا کیا۔ یہ مجلس رات کے بارہ (۱۲) بجے تک رہی۔

عید کے دن سہ پہر کی ایک نوجوان جرمن خاتون کا جس کی عمر ۲۵ سال ہے جو وہاں کی یونیورسٹی پی ایچ ڈی کی ڈگری کی طالب علم ہے۔ قبولیت اسلام کا خط آیا اس نے ہماری عید کی خوشی کو دوبالا کردیا۔ خاتون موصوفہ کا نام صفیہ رکھا گیا۔ وہ قدرے عربی جانتی ہے اور اسلام کا مطالعہ کافی کر چکی ہے اس نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی ہے جس پر اسے بیحد روحانی خوشی حاصل ہوئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اسلام یورپ کے اعلیٰ علمی طبقہ میں پھیلتا جا رہا ہے مردوں میں ڈاکٹر حمید مارقوس جیسی سعید اور لائق ہستی کا ہونا اور عورتوں میں بھی اسی پایہ کی خاتون کا قبول اسلام کرنا یقیناً اسلام کے لئے ایک نہایت شاندار مستقبل کا پیش خیمہ ہے۔ ڈاکٹر منصور صاحب عنقریب ہندوستان تشریف لے جانیوالے ہیں

(محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ آج کل مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح اور رسوم قبیحہ کی بیخکنی کیلئے عملی پروگرام مرتب فرما رہے ہیں

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا ایک نہایت مفید مضمون ۱۲ مارچ سے زمیندار میں شائع ہو رہا ہے جو انگلی اشاعت میں انشاء اللہ تعالیٰ نقل ہوگا۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب گئے دین کا رو کے سلسلہ میں منٹگمری تشریف لے گئے

سیالکوٹ کی جماعت کا سالانہ جلسہ ۲۸ و ۲۹ مارچ کو قرار پایا ہے جہاں حضرت امیر اور دوسرے بزرگ تشریف لے جائینگے ضلع سیالکوٹ کے احباب کو اس میں شرکت کرنی چاہیے

راولپنڈی کی جماعت کا گیارہواں سالانہ جلسہ

۱۲-۱۳ اپریل ۱۹۳۱ء کو

منعقد ہوگا۔ اس پر بھی حضرت امیر اور دیگر بزرگ تقاریر فرمائیں گے بیرونجات سے جو دوست اس میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ براہ مہربانی ۴۔ اپریل تک مرزا غلام ربانی صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کو بھیج دیں۔

کوئی صاحب کیور تھلہ سے ثناء اللہ کے متعلق آخری فیصلہ اور محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پر کچھ لکھنے کیلئے کہتے ہیں ان دونوں باتوں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے حضرت امیر کا ٹریکٹ دو آیت اللہ ثناء اللہ کے متعلق ایک مسکت جواب ہے دوسری پیشگوئی کے متعلق اخبار پیغام صلح میں بارہا لکھا جا چکا ہے غالباً قادیان سے ایک رسالہ بھی اس پر شائع ہو چکا ہوا ہے مستفسر صاحب دونوں رسالے منگوا کر پڑھیں۔

ایک قابل نومسلم کا انتقال

نہایت ہی رنجدہ خبر ہے کہ مسٹر اے رحمٰن صاحب نومسلم سابق رام پرشاد صاحب بی۔ اے تین ماہ کی مسلسل بیماری کے بعد انتقال کر گئے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے آپ کی اہلیہ صاحبہ مسز کنیز فاطمہ سابق سوشیلا بائی شاستری سے ہماری انتہائی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صبر و استقلال عطا فرمائے۔

(اندرونہ جہان سمیرا دہلی فاضلہ انار کلی لاہور)

۲۰ مارچ اور ۳ اپریل کا پرچہ یکجا ماہوار نمبر کے نام سے شائع ہوگا۔

جماعت جہلم کا سالانہ جلسہ

امسال جماعت جہلم کا سالانہ جلسہ مورخہ ۷، ۸ مارچ کو منعقد ہوا۔ جس میں قبلہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، مولانا مولوی صدر الدین، مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت، شیخ غلام محمد صاحب محصل و اڈیٹر، شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی اور مولوی عبد المجید صاحب مبلغ اسلام تشریف لائے ہوئے تھے۔ پہلے دن پہلا اجلاس ۴ بجے شام کو شروع ہوا جس میں شیخ غلام محمد صاحب نے صداقت مسیح موعود پر اپنا . . . . مضمون پڑھ کر سنایا . . . . آپ کے بعد مولوی عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت "اسلام کی برتری دیگر مذاہب پر" کے عنوان سے نہایت ہی دلپذیر تقریر فرمائی۔ جس کو سامعین نے نہایت سکوت اور اطمینان سے سنا۔ باوجودیکہ ساڑھے چھ بج چکے تھے۔ لیکن سامعین اٹھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ اور چونکہ مولوی صاحب نے شام کی گاڑی پر واپس تشریف لے جانا تھا اس لئے مجبوراً تقریر کو بند کرنا پڑا۔ دوسرے دن صبح پہلا اجلاس دس بجے شروع ہوا۔ جس میں مولوی عبد المجید صاحب مبلغ اسلام نے اتحاد بین المسلمین پر نہایت مؤثر تقریر کی۔ جس کو سامعین نے خوب پسند کیا۔ آپ کی تقریر کے اختتام پر قادیانی حضرات نے جلسہ کو خراب کرنے کیلئے اعتراضات شروع کر دیئے۔ جس موضوع پر تقریر تھی اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ ہو سکتا تھا۔ خیر قادیانی حضرات کو سوال کا موقع دیا گیا۔ قادیانیوں کے سوال کر چکنے کے بعد مولانا صدر الدین صاحب نے "اسلام میں فرقہ بندی کے عنوان" سے بہت ہی اعلیٰ لیکچر دیا۔ جس میں آپ نے قادیانیوں کے سوالوں کا نہایت مدلل اور احسن طریق پر جواب بھی دیا جس کو غیر از جماعت حضرات نے بہت پسند کیا۔ بارہ بج گئے۔ جلسہ کا وقت ختم ہو گیا۔ مگر سامعین تھے کہ جانے کا نام نہ لیتے تھے۔ سامعین کو کہا گیا کہ چونکہ اس وقت جلسہ کا وقت ختم ہو گیا ہے اور مولوی صاحبان نے کھانا بھی کھانا ہے۔ اس لئے جلسہ کو دوسرے اجلاس کے لئے ملتوی کرنا چاہیئے مگر سامعین تھے کہ اٹھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ آخر سامعین کو بہت کچھ سمجھانے کے بعد جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرا اجلاس ٹھیک تین بجے بعد نماز ظہر شروع ہوا۔ تین بجے شیخ محمد یوسف صاحب نے صداقت مسیح موعود پر ایک نہایت مؤثر تقریر فرمائی آپ نے گرنتھ صاحب اور دیگر سکھ مذہب کی کتابوں سے حضرت مسیح موعود کے متعلق پیشگوئیاں بتائیں۔ جن کو سن کر سامعین نہایت محظوظ ہوئے۔ آپ کی تقریر کے اختتام پر قادیانی حضرات نے پھر شور مچایا کہ اس تقریر پر ہمارے اعتراضات ہیں۔ ان کو سوال کرنے کا موقع دیا گیا اور ان کے سوالوں کا جواب شیخ صاحب موصوف نے نہایت تسلی بخش دیا۔ مگر قادیانی حضرات کی یہ حالت ہے ؎

جل رہے ہیں یہ بھی بغضوں میں اور کینوں میں یاں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

اس کے بعد ساڑھے چار بجے . . . . حضرت امیر نے تقریر "اشاعت اسلام اور اس کی ضرورت" کے عنوان سے فرمائی آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اشاعت اسلام صرف یہی نہیں کہ انگریزوں میں اشاعت اسلام کی جائے۔ یا ہندوؤں یا سکھوں وغیرہ کو مسلمان کیا جائے۔ بلکہ جس چیز کی سخت ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں بھی اشاعت اسلام کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو بدرسومات چھوڑنا چاہیئے۔ سود پر قرضہ بھی نہ لینا چاہیئے آپ نے بتایا کہ اس وقت مسلمانوں پر کتنا قرضہ ہے۔ مسلمانوں کو اس کا علاج کرنا چاہیئے اور اس کا علاج یہی ہے کہ مسلمانوں کو بری رسومات ترک کرنا چاہیئے۔ آپ کی تقریر بہت مؤثر اور دلپذیر تھی۔ سامعین نے از حد پسند کیا۔ لوگوں کا اٹھنے کو دل نہ چاہتا تھا۔ آپ کی تقریر کے اختتام پر ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا۔ حضرت امیر نے مسئلہ پر نہایت مفصل روشنی ڈالی۔ جس وقت مسئلہ پوچھنے والے کو وقت دیا گیا تو . . . . اس کے بعد . . . . . قادیانیوں نے کہا کہ ہمیں بھی سوال کرنے کا وقت دیا جاوے۔ لوگوں نے بہتیرا سمجھایا کہ جس موضوع پر حضرت امیر کی تقریر ہے اس پر کوئی سوال نہیں ہو سکتا مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ آخر مولوی صدر الدین صاحب نے فرمایا کہ قادیانیوں کی مثال تو یہ ہے کہ دو مولوی تھے ایک نے سیرت نبوی لکھی اور دوسرے نے کہا کہ لاؤ میں اس کا رد لکھدوں۔ قادیانی یہ مثال سن کر بہت شرمندہ ہوئے اور لوگوں نے اس مثال کو بہت پسند کیا اور یہاں کے ایک اہل حدیث بزرگ نے قادیانیوں کو کہا کہ آپ کو کچھ خیال کرنا چاہیئے کہ اس قسم کی تقریروں پر بھی آپ جلسہ کو خراب کرنے کے لئے اعتراض کرتے ہیں۔ اگر آپ کو بحث کا بہت شوق ہے تو میں خود کرایہ دیکر مولوی عصمت اللہ صاحب کو بلا لیتا ہوں آپ ان سے مناظرہ کر لیویں جس پر قادیانی اس کے ساتھ لڑنے کو بھی تیار ہو گئے۔ اجلاس نہایت کامیاب ہوئے۔ اور خوب رونق تھی۔ لیکن افسوس کہ جس بات کے لئے قادیانی اعتراض کرتے تھے ان کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اور وہ اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ قادیانی حضرات کے ساتھ ۱۵ ۱۴/۳ کو مناظرہ ہونا مقرر ہوا ہے انشاء اللہ مولوی محمد عصمت اللہ صاحب اور میر مدثر شاہ صاحب ۱۳ ۱۴/۳ تک جہلم آ جاویں گے۔ مناظرہ کی کاروائی بھی انشاء اللہ اخبار میں روانہ کی جاوے گی۔ جلسہ نہایت کامیاب ہوا۔ ایک آدمی نے حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ والسلام

خاکسار شیخ عبد العزیز سکرٹری احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن جہلم

نوٹ ۔ یہاں جہلم کی احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن نے اب مضافات جا کر تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ ایسوسی ایشن کا پہلا لیکچر یہاں موضع پیرا غیب میں ہوا تھا۔ سیٹھ سخاوت دین نے سیرت نبوی پر اور خاکسار نے اشاعت اسلام کے عنوان پر دو تقریریں کیں۔ لوگوں نے خوشی سے سنا۔ مگر قادیانی وہاں بھی باز نہ آئے اور وہاں بھی ایک غیر احمدی کو اپنی کتابیں وغیرہ دیکر اکسایا کہ تم اعتراض کرو کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے لیکن ان کو خدا کے فضل سے وہاں بھی ناکامی ہوئی اور اس غیر احمدی میں اتنی بھی جرأت نہ ہوئی کہ ہم سے مباحثہ کرتا۔ والسلام

(خاکسار شیخ عبد العزیز)

کانپور کے فساد کے متعلق تازہ اطلاع

یہ ہے ۸۴ مسلمان اور ۲۰۳ ہندو اس وقت تک قتل ہو چکے ہیں اور ابھی فساد کا سلسلہ جاری ہے لوگ اب شہر سے بھاگ رہے ہیں

——رپورٹ آف بہیں ۲۵ مارچ بڑودہ مجلس وضع قوانین نے سرکاری آرا سے قانون طلاق منظور کر دیا ہے۔

——ہندوستانیوں نے اس سلسلہ میں گاندھی جی کو بجری پیغام بھیجے ہیں۔ اور ان سے امداد طلب کی ہے۔

نقد و نظر

"قرآن مجید اور رسول حمید" ایک چھوٹا سا پمفلٹ سیرت نبی کریم پر جو قرآن کریم کی بنا پر لکھا گیا ہے خواجہ احمد دین صاحب نے مرتب کیا ہے۔ نہایت مختصر مگر مفید معلومات کا گنجینہ اور سلجھے ہوئے خیالات کا آئینہ ہے ۲ آنہ کے ٹکٹ ارسال کرنے پر خواجہ احسان اللہ خاں صاحب کٹڑہ حکیماں امرتسر سے مل سکتا ہے۔

"زینت خیالات" جسکو محترمہ گیتی آرا بیگم زینت سے پاکیزہ خیالات ہونے کی وجہ سے خیالات زینت کے نام سے موسوم کرنا چاہیئے۔ اس میں مرد و عورت، تحصیل علم اور بعض اور امور معاشرتی کے متعلق اظہار خیال کیا گیا ہے جیسا ں بیوی کے تعلقات کو بہتر بنانے کیلئے کچھ عملی نصائح بھی درج ہیں ۲۰×۲۶ کے ۔ صفحات کا رسالہ ہے قیمت ۶/ مصنف صاحب سے مکان ڈاکٹر محمد عظیم صاحب نقیر ذو الفقار سٹریٹ ریلوے روڈ لاہور سے مل سکتا ہے۔

"اخبار ایمان" پٹی ضلع لاہور سے عبد المجید صاحب قریشی شائع کر رہے ہیں قریشی صاحب ایک اعلیٰ درجہ کے اخبار نویس ہیں مضامین نہایت خوبی کے ساتھ مؤثر پیرایہ میں لکھے جاتے ہیں قوم کی اصلاح کیلئے ہر ضروری موضوع پر اس اخبار میں خطبات کی تدوین کا نہایت مفید کام بھی ہو رہا ہے تحریک یوم النبی کو تمام دنیا میں کامیاب بنانا بھی اسکے مقاصد میں شامل ہے۔ اخبار پندرہ روزہ ہے کاغذ اور خط نہایت عمدہ ہے قیمت سالانہ قسم اول دس روپیہ قسم دوم صرف تین روپیہ ہے۔ مینجر صاحب الایمان پٹی ضلع لاہور سے مل سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں "ادعیۃ الرسول" کے نام سے اردو میں ایک عرصہ سے شائع شدہ ہیں جناب خانصاحب بابو منظور الٰہی صاحب نے انگریزی میں ان کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں نہایت اعلیٰ درجہ کا عرفان اور اثر اپنے اندر رکھتی ہیں کہ جو قبولیت دعا کے دو نہایت ضروری جز ہیں دعاؤں کا یہ مجموعہ انگریزی میں دار الکتب عزیز بلڈنگس لاہور سے ۲/ قیمت پر مل سکتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی دعاؤں کا مجموعہ بھی خانصاحب نے انگریزی میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے۔ جو ۱/ قیمت پر مذکورہ بالا پتہ سے مل سکتا ہے۔

حکیم غلام احمد صاحب چک نمبر ۵۶۶ ڈاک خانہ گگلا پور (جڑانوالہ) سے اطلاع دیتے ہیں کہ یہاں قادیانیوں نے اپنی مسجد مبلغ سات سو روپیہ میں عبد اللہ خاں ذیلدار وغیرہ کے پاس فروخت کر دی ہے حکیم صاحب کی شکایت فضول ہے مسجد فروشی کی یہ رسم ان میں کوئی نئی بات نہیں اسی کو غنیمت سمجھئے کہ کسی ہندو یا عیسائی کے پاس فروخت نہیں کر دی جیسا کہ برلن میں کیا گیا تھا

"الفضل" کیلئے موسم بہار سخت دماغی طغیانیوں کا موسم ہے وہ پرانے تعلقات کو یاد کر کے ہمیں جتنی بھی گالیاں دے اس میں ہم اسے معذور سمجھتے ہیں چونکہ ہم اسکی قلبی کیفیات میں مزید ہیجان کا باعث نہیں بننا چاہتے اسلئے اسے اجازت ہے کہ وہ اپنے دل کے حوصلے نکال کر برکات خلافت کے سیلاب کو پر آشوب بناتا چلا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ ، ۷۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۹ ہجری نمبر ۱۹

مسیح موعود اور مہاتما گاندھی

"اہل حدیث" کی تازہ اشاعت میں عنوان بالا پر مولانا ثناء اللہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اپنے خیال میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان کے ان دو ریفارمروں میں سے گاندھی جی کی کوشش بڑی کارآمد ہے اور حضرت مرزا صاحب اپنے دعاوی میں معاذ اللہ ناکام رہے۔

اس سے پیشتر کہ موضوع بالا پر ہم اپنے خیالات سپرد قلم کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی اور ناکامی کی حدود کو ہم متعین کر لیں تاکہ امر متنازعہ کا فیصلہ آسانی سے ہو سکے۔ مہاتما گاندھی کے الفاظ میں ان کے تمام تر اعمال حیات کا نقطۂ مرکزی مخلوق خدا کی خدمت ہے۔ جس کو وہ اپنی مذہبی اصلاح میں مہاتگیہ یا سب سے بڑی قربانی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ چنانچہ مہاتما جی ینگ انڈیا میں لکھتے ہیں:-

"وہ جو دوسروں کی خدمت کرنے میں دل و جان سے مصروف رہتا ہے روز بروز اپنے ایمان میں پختہ ہوتا جائیگا۔ خدمت کا راستہ دشوار ہے۔ وہ جو نفس پرستی سے اپنا دامن چھڑا نہیں سکتا۔ وہ کبھی بھی اس کا صادق راہ رو نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے ہر ایک کام سے خود غرضی کی بد بو آئے گی۔ اور یہ سچ ہے کہ اس طرح حق کے متلاشی بہت مشکل سے ملیں گے"

مہاتما کے اس نقطۂ نگاہ کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ مخلوق خدا کی حقیقی خدمت کیا ہے۔ اپنی قوم کے لئے حصول حکومت نہ کوئی نیا ولولہ ہے اور نہ کوئی اتنا بلند نصب العین کہ جس کو اقوام عالم کی ذہنیتوں کو تبدیل کر کے ان کے اندر رواداری کے جذبات پیدا کرنے پر ترجیح دی جا سکے۔ یہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وطن کی آزادی ایک اعلیٰ مقصد ہے مگر نہ اس قدر اعلیٰ کہ اس کو ساری نسل انسانی کی امنیت پر فوقیت دی جا سکے۔ مہاتما جی کے کام کو اگر بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو وہ ایک سوز اور تڑپ ہے صرف ہندو قوم کی فلاح کے لئے یا زیادہ سے زیادہ اپنے وطن کی آزادی کے لئے واقعات سے آنکھیں بند کر لینا دانشمندی نہیں۔ مہاتما جی کی ساری دوڑ دھوپ صرف چار چیزوں کے لئے ہے۔ ہندو قوم، بھارت ورش، ہندو دھرم اور ہندی زبان طبعی طور پر ان چار چیزوں کے ساتھ ان کی ہمدردی کا وابستہ ہونا کوئی قابل الزام بات نہیں۔ ہندو زعماء پر جب کبھی بھی کوئی مصیبت آتی ہے مہاتما کے دل سے بے اختیار آہ نکلتی ہے۔ جذبۂ وطنیت کے خلاف جب کوئی حادثہ وقوع پذیر ہوتا ہے ان کا دل کڑھتا ہے۔ ہندو دھرم کے شعائر گائے وغیرہ کے ساتھ ان کی رگ جان کا رشتہ ہے۔ ہندی زبان کی ترویج ان کی دلی تمنا ہے۔ مختصر الفاظ میں مولانا ثناء اللہ یہ یاد رکھیں کہ مہاتما جی کا محور عمل وطنیت ہے

شائد مولانا کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اسلام عالمگیر اخوت کا نام ہے کہ جس کی راہ میں سب سے بڑی روک یہی چار چیزیں ہیں کہ جن کو نسل، وطن، فرقی مذہب اور فرقی زبان کہا جاتا ہے اور اسی نے نسل انسانی کو گروہ در گروہ اور چھوٹے چھوٹے دائروں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اسلام انہی حد بندیوں اور فرقہ بندیوں کو توڑنے کیلئے آیا اس کا دائرہ وطنیت، قومیت و جنسیت بلکہ براعظمیت سے بھی محیط یعنی انسانیت کا دائرہ ہے حضرت مسیح موعود اور مہاتما کی مساعی میں اتنا ہی فرق ہے کہ جتنا دائرہ وطنیت اور انسانیت میں یا ہندو دھرم اور اسلام میں۔

جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ گاندھی جی کی کوششوں سے انقلاب زندہ باد کے نعروں کی ارزانی ہو گئی ہے عورتیں اور بچے تک اس انقلابی تحریک میں شامل ہو گئے ہیں لیکن کیا اس انقلاب زندہ باد کے اندر امنیت عالم ہے؟ کہا جائے گا کہ اس کا نتیجہ ہندوستان میں امن و امان ہو گا مگر اس نتیجہ کے تسلیم کرنے میں ہمیں تامل ہے۔ ہندوؤں کی ذہنیت کو ہندو زعماء نے اس قدر مسموم کر دیا ہے کہ مسلمان کبھی بھی ہندوستان میں اب امن سے نہیں رہ سکتے۔

مسیح موعود کا کام

حضرت مسیح موعود نے اقوام عالم کے سامنے اس نظریہ کو رکھا ہے کہ اسلام امنیت اور مدنیت عالم کی اساس ہے۔ جب تک مذاہب اور اقوام ایک دوسرے کے بانیان مذاہب مقدس صحائف اور خود مذاہب کا احترام کرنا نہیں سیکھیں گے ناممکن ہے کہ دنیا سے فسادات کا سلسلہ مٹ سکے۔ اتحاد ملک کی بنا پر کسی سیاسی سمجھوتہ پر رکھنا ملک کے اندر حقیقی امن نہیں پیدا کر سکتا کیونکہ مذہب کے بغیر سیاست وہ جوع البقر ہے جو کبھی کسی قوم کو اپنی حد بندیوں کے اندر آرام سے بیٹھنے نہیں دیتی بلکہ وہ ایک بے پناہ سیلاب کی طرح دوسروں کی حدود پر چھا جانا چاہتی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آخری پیغام "پیغام صلح" میں ہندو اور مسلمانوں کی توجہ اسی طرف دلائی ہے۔ اگر ہندوستان کی یہ دونوں قومیں اس صراط مستقیم پر جمع ہو جاتیں تو نہ صرف ہندو مسلم فسادات ہی مٹ جاتے بلکہ ہندوستان اپنے مقصد کے حصول سے زیادہ قریب ہو جاتا لیکن اس پیغام صلح کو نہ صرف ہندوؤں نے کسی آنے والے زمانہ کے لئے اٹھا رکھا بلکہ خود مولویوں نے بھی اس کی مخالفت کی۔ مسیح موعود یا کسی مصلح کا کام قوم کے سامنے سلامتی کی راہ کو رکھ دینا ہے اس پر چلنا قوم اور ملک کے اپنے اختیار میں ہے۔ کیا مولانا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کو معاذ اللہ ناکام انبیاء خیال کرتے ہیں۔ اگر ان کی اقوام نے ان کی زندگی میں ان کی نصیحت نہ سنی تو انبیاء کو ناکام نہ کہو وہ اپنے مشن میں یقیناً کامیاب تھے۔ لیکن اقوام کی بدبختی اور پست ہمتی تھی کہ جو ان کو کسی مقام پر نہ پہنچا سکے ؎

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل

تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا عزم صمیم کا قائد انسان قوم کی سہل انگاریوں کی وجہ سے ان کو بیچ منزل کے بھٹکتا ہوا نہ چھوڑ گیا۔

گاندھی اپنی قوم کا متوالا ہے۔ اس کے خلوص میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس کی قوم بھی تو اس پر عاشق ہے۔ مسیح موعود اپنی قوم کا یکتا ہمدرد تھا۔ اس نے قوم کو اپنی طرف بلایا لیکن قوم نے اس کو کس طرح جواب دیا وہ مولانا ؤں کی اپنی روش سے ظاہر ہے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان مسیح موعود یا خدا کے فرستادہ مامور کی تکفیر بھی کرتے رہیں اور پھر کامیاب ہو جائیں۔ تو یہ سنت اللہ کے ہی خلاف نہیں عقل و دانش سے بھی بعید ہے۔

جب تک مسلمان اپنی سستی اور روپلی مصلحتوں سے باہر آ کر مامور من اللہ کی بتائی ہوئی راہ اشاعت اسلام پر نہیں چلتے وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ایسے ایسے مولانا ثناء اللہ کے قماش کے مولویوں کی تو وہی مثل ہے ؎

سما جائے چھوٹا سا جس میں سبو ہم

وہ اس طرح دستار سر باندھتے ہیں

ان جیسے متعدد غیر معروف مولانا خدا کے فرستادہ مامور کو گالیاں دے دے کر ہی لیڈر بنے ہیں اس قوم پر افسوس کہ جس کے ایسے بے بصیرت لیڈر ہوں کہ جن کا مشہور قول یہ ہو کہ اگر مرزا دن کو دن کہے تو مجھے رات ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

نماز کا اثر غیر مذاہب پر

وہ برکات جو نماز سے مسلمانوں کو حاصل ہو سکتی ہیں مختاج بیان نہیں لیکن اس کا اثر جو غیر مذاہب کے متعصب سے متعصب لوگوں پر پڑتا دیکھا گیا ہے اس سے مسلمان بہت حد تک ناواقف ہیں بیسیوں مرتبہ اخبارات میں اس قسم کی خبریں شائع ہوئی ہیں کہ غیر ہم صرف مسلمانوں کی اس روح مساوات اور اخوت کا نظارہ دیکھ کر مسلمان

ہوگیا اور فلاں ہندوؤں سے یوں متاثر ہوا اسوقت ہم ایک ایسے شخص کا ذکر کرتے ہیں کہ جو اسلام کے ساتھ تعصب اور بغض میں اپنے سوامی جی سے بھی کئی قدم آگے بڑھا ہوا تھا اس کا نام پنڈت لیکھرام ہے ان کے متعلق ایک شخص نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے۔

کہ ہمارا طالب علمی کا زمانہ تھا امرتسر کی گول سڑک کا ذکر ہے جو رام باغ سے ہوتی ہوئی کچہری کے سامنے سے نکلتی ہے پنڈت لیکھرام [illegible] رہے تھے۔

اسوقت ایک مختصر سا اپدیش پنڈت لیکھرام نے کیا اور کہا کہ جب بدکار سے بدکار اور غریب سے غریب اور جاہل سے جاہل مسلمان نماز کا پابند ہے تو ہندو کیوں نہ سندھیا کا پابند رہے۔ اور یہی سندھیا ہندوؤں کو بچائے گی ورنہ ہندو نیست و نابود ہو جائینگے پنڈت لیکھرام جی نے فرمایا کہ کیا حیرت کی بات نہیں ہے کہ مسلمان مرد یا عورت اپنی نماز کے عقیدے میں ہندو کو پھنسا سکتے ہیں۔ اور ہندو اپنی سندھیا کی طاقت سے مسلمان کو قابو میں نہیں لا سکتے۔ اب تو ہندوؤں کی وہی صورت ہے کہ چھری خربوزہ پر گرے تو بھی خربوزہ کا نقصان اور اگر چھری پر خربوزہ گرے تو بھی خربوزہ کا نقصان کیسی ہندو مرد یا عورت کو مسلمان مرد یا عورت سے اپنے مذہب میں کہ مضبوط اور مستقل مزاج نہ ہونا چاہیئے خواہ کوئی صورت اور کوئی حالات ہوں۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے قابل غور یہ امر ہے کہ سندھیا کی اسقدر تاکید چاروں دید دریائیں ندارد ہے لیکن نماز کی تاکید سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ اور خواہ کوئی سفر میں ہو یا گھر پر اس میں غفلت کی اجازت نہیں دیتا پنڈت لیکھرام اپنی عبادت کے التزام میں ویدوں کا نہیں بلکہ قرآن کا مرہون منت تھا اور یہی بات مسلمانوں کے عملی نمونہ کی نقل کی اس کے منہ سے بے ختیار نکل گئی۔

آریوں نے اپنے دھرم کی تبلیغ کہاں سے سیکھی

پنڈت وشنو دت جی وکیل ۲۲ فروری کے پرکاش میں لکھتے ہیں

"پنڈت لیکھرام سے پہلے سب کانوں پر ہاتھ دھرتے سنتے کہ جنم کا کوئی مسلمان یا عیسائی ہندو یعنی ویدک دھرمی نہیں بن سکتا چھوت چھات اور ذات پات کی غلام قوم کبھی غیر مذاہب والوں کو اپنے اندر جذب کرتی کبھی ممکن معلوم نہیں ہوتا۔ لیکھرام اس سوال کا جواب دیتے ہیں۔ کہ جنم کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو شدھ کرکے انکی ایک علیحدہ ذات بنائی جاوے اور وہ شادی بیاہ اور کھانے پینے کا بیوہار باہمی اپنی ہی درمیان کریں"

اس بیان سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ شدھی کا ڈھنگ تبلیغ کو دیکھ کر آریوں نے رچا وہاں یہ امر بھی ثابت ہے کہ شدھ ہوا عیسائی یا مسلمان ہندو قوم کے قوام سے مری مکھی کیطرح الگ ہی رہیگا۔ کیونکہ پنڈت لیکھرام جی کہتے ہیں۔ کہ جنم کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو شدھ کرکے ان کی ایک علیحدہ ذات بنائی جاوے اور وہ شادی بیاہ اور کھانے پینے کا بیوہار باہمی اپنے ہی درمیان کریں

سجدۂ شکر
ایک دلچسپ اور سبق آموز افسانہ

(از محمد انعام الحق۔ ہوشیار پوری)

(۱)

والدہ کے انتقال کے چند روز بعد ہی میری زندگی میں ایک زبردست انقلاب آگیا۔ مستقبل کے متعلق دل خوش کن اور حوصلہ افزا ارادے حسرت و یاس سے بدل گئے۔ کل تک میں اپنے ہم جماعتوں اور دوستوں کے نزدیک ایک قابل رشک خوش قسمت نوجوان تھا۔ لیکن والدہ کی آنکھیں بند ہوتے ہی ایک بیکس و غم نصیب انسان رہ گیا۔ مجھے والدہ سے بے انتہا محبت تھی ان کے انتقال کا صدمہ بھی بہت زیادہ ہوا لیکن اس انقلاب کی بڑی وجہ اس صدمہ کی بجائے قبلہ والد صاحب کے طرز عمل کی غیر متوقع تبدیلی تھی۔

مقامی اسلامیہ ہائی اسکول سے انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور میں ایف ایس سی کلاس میں داخل ہوگیا۔ قبلہ والد صاحب اور والدہ محترمہ نے یہ طے کر لیا تھا کہ ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کرنے کے بعد مجھے انجنیئری کی تعلیم کے لئے ولایت بھیج دیا جائے۔ دو سال کی تعلیم کے بعد میں نے امتحان دیا اور مئی میں فارغ ہوکر گھر چلا گیا۔ پرچے بہت اچھے ہو گئے۔ پروفیسروں۔ دوستوں اور خود قبلہ والد صاحب کو میری کامیابی کا پورا یقین تھا۔ ٹامس کک اور دوسری جہازران کمپنیوں کے قواعد منگوالئے گئے۔ ضروری اشیا جمع ہونے لگیں۔ اپنی برادری میں انگلستان کا عزم کرنے والا میں پہلا نوجوان تھا۔ اس لئے سارے شہر میں خوب چرچا ہوگیا رشتہ دار عورتوں نے مذاق سے کہنا شروع کردیا "کہیں ولایت سے میم نہ لے آنا ورنہ ہم دونوں کو گھر میں نہ گھسنے نہ دیں گے" محلہ کی مسجد کے مولوی صاحب جن سے میں نے بچپن میں قرآن شریف پڑھا تھا جب موقع ملتا ولایت میں مذہبی احکام کی پابندی کی تاکید کرتے۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ ہم، میرے والدین، ہمشیرہ، رشتہ دار اور دوست خوش ہو رہے تھے لیکن قسمت ہماری اس مسرت پر ہنس رہی تھی۔ مصائب میرا انتظار کر رہے تھے۔

(۲)

جون کا مہینہ تھا کہ یکایک شہر میں ہیضہ پھوٹ پڑا۔ ہمارے محلے میں بھی ایک دو کیس ہوگئے۔ ایک روز میں شام کے وقت ٹینس کھیل کر باہر سے آیا تو معلوم ہوا کہ اس موذی مرض نے میری پیاری والدہ پر بھی حملہ کر دیا ہے اور حالت نازک ہے ساری رات آنکھوں میں کٹی۔ سول سرجن قبلہ والد صاحب کے دوست تھے انہوں نے ہر چند کوشش کی رات کو وہ اور لیڈی ڈاکٹر [illegible] ہمارے مکان پر ہی رہے مگر آہ موت کا کوئی علاج نہیں صبح سویرے طلوع آفتاب کے ساتھ مرحومہ کی شمع حیات گل ہوگئی۔ میرے اور میری بہن کے مستقبل پر دکھوں اور مصیبتوں کی بھیانک تاریکی چھاگئی۔ نزع سے تھوڑی دیر پہلے مرحومہ نے قبلہ والد صاحب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر اشکبار آنکھوں سے التجا کی "میرے بچوں کو اچھی طرح رکھنا ..... ان کا رشتہ کسی اچھی جگہ کرنا" صرف اس قدر کہہ کر ان کی آواز رقت اور بوجھ سے دب گئی۔ اس کے قریباً آدھ گھنٹے بعد وہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئیں۔

قبلہ والد صاحب نے والدہ مرحومہ کے سامنے مجھے اور میری بہن کو سینے سے لگا کر عہد کیا کہ ان دونوں کو ہمیشہ جان سے عزیز رکھونگا اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ لیکن بعد کے واقعات نے بتلایا کہ والدہ نے ہمیں والد صاحب کو سونپنے کی بجائے حوادث چرخ کے حوالے کیا تھا۔

والدہ کے انتقال کے تیسرے چوتھے روز ہی قبلہ والد صاحب کی دوسری شادی کے متعلق پراسرار طریق پر سلسلہ جنبانی شروع ہوگئی۔ چہلم کے ایک ہفتہ بعد انہوں نے نکاح کر لیا اور ہماری سوتیلی والدہ آگئیں۔ اکثر رشتہ داروں، محلہ والوں اور قبلہ والد صاحب کے دوستوں نے بہت برا منایا۔ ہم دونوں بہن بھائی جوان تھے ان کی عمر بھی پچاس سال کے قریب تھی اور پھر پہلی بیوی کے انتقال کے چند روز بعد ہی نکاح کر لینا ان کے نزدیک ناقابل معافی عجلت تھی۔ مگر میرے خیال میں یہ کوئی زیادہ قابل اعتراض بات نہ تھی۔ پہلی بیوی کی اولاد کی موجودگی میں شادی کر لینا کوئی عیب نہیں۔ لیکن شادی کے بعد جو قبلہ والد صاحب کے طرز عمل میں تغیر ہوا وہ ضرور قابل افسوس اور موجب حیرت ہے۔

(۳)

میری دوسری والدہ کس خاندان سے تھیں؟ ان کے والدین نے شادی سے قبل قبلہ والد صاحب سے کون کون سی شرائط لکھوائیں؟ والدہ مرحومہ کے انتقال کے بعد اس قدر جلد شادی ہو جانے کی کیا وجہ تھی؟ میں ان خانگی امور کو بیان کرنا نہیں چاہتا۔ قصہ مختصر یہ کہ شادی ہوگئی۔ اور قبلہ والد صاحب نے ہم دونوں بہن بھائیوں سے بے اعتنائی برتنی شروع کردی۔ چند روز بعد انہوں نے مجھے تنہائی میں بلا کر صاف کہہ دیا "اب تم جوان ہو میں تمہیں آئندہ تعلیم نہیں دلا سکتا اور کسی قسم کی امداد کی بھی مجھ سے توقع نہ رکھو اب تم کھانے کمانے کے قابل ہو کماؤ اور اپنی خوراک لباس اور رہائش کا خود انتظام کرو" ناظرین قبلہ والد صاحب کے اس حکم کو پڑھ کر حیران ہوں گے۔ جس وقت انہوں نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے مجھے بھی اپنے کانوں پر اعتبار نہ آتا تھا۔ یہ سن کر میں دیر تک سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ قبلہ والد صاحب یہ کہہ کر زنانہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں میرا جانا سوتیلی والدہ کے آنے کے روز ہی بند ہو چکا تھا ورنہ شاید وہاں جاکر ان کی خدمت میں کچھ عرض کرتا۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد میں دیر تک عالم تنہائی میں کھڑا روتا اور اپنی آئندہ زندگی کے متعلق غور کرتا رہا لیکن میرے افکار سے دبے ہوئے دماغ نے کسی نتیجہ پر پہنچنے سے انکار کر دیا۔

آہ! میں تو ولایت جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ میرے حالات سے بے خبر دوست خطوط کے ذریعہ روانگی کی تاریخ دریافت کر رہے تھے لیکن یہاں کچھ اور ہو رہا تھا۔ قبلہ والد صاحب کا یہ حکم سن کر میں دن رات متفکر رہنے لگا۔ میرے سامنے ایک

تاریک اور پر مصائب مستقبل تھا۔ کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟ آئندہ کے لئے میرا ذریعہ معاش کیا ہوگا؟ یہ سوالات ہر وقت میرے زیر غور رہنے لگے۔ اسی طرح دس گیارہ روز گذر گئے۔ اس عرصہ میں مجھے کئی بار اشارتاً اور صاف الفاظ میں چلے جانے کو کہا گیا۔

ان ایام میں میرے اور میری بہن کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ یہ بڑی ہی المناک داستان ہے۔ اس میں ناظرین کے مطلب کی صرف یہ بات ہے کہ آخر ہم دونوں نے محسوس کیا کہ ہمارے لئے اس گھر میں آہ اس گھر میں جہاں ہم پیدا ہوئے، پلے، بڑھے، کوئی جگہ نہیں۔ لیکن جائیں تو کہاں جائیں؟ ننہیال کے رشتوں میں صرف ایک دائم المرض بیوہ خالہ زندہ تھیں جن کی آمدنی پہلے ہی محدود تھی۔ دوسرے قریبی رشتہ داروں میں دو تین صاحب حیثیت آدمی تھے لیکن وہ سب بسلسلہ ملازمت دور دراز مقامات پر مقیم تھے۔ علاوہ ازیں قبلہ والد صاحب کے مراسم بھی ان سے اچھے نہ تھے۔ اس لئے ان کو شروع ہی سے ہم سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ ایک روز ایک نہایت ہی رنجدہ اور ناقابل بیان واقعہ ہوا جو ہم دونوں بہن بھائیوں کی برداشت سے باہر تھا۔ ہم نے اللہ کا نام لیکر قبلہ والد صاحب کی قدمبوسی کی۔ ان کو اور اپنے جدی مکان کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھتے، اشکبار آنکھوں سے صرف تن کے کپڑوں کو لیکر اسی بیوہ خالہ کے مکان میں اٹھ آئے۔ قبلہ والد صاحب میری ناکتخدا ہمشیرہ کو بھیجنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن سوتیلی والدہ کی یہ عین خواہش تھی۔ آخر انہوں نے معمولی پس و پیش کے بعد اجازت دیدی اور ہم دونوں خالہ کے مکان میں آگئے۔ دو روز رنج و غم میں غرق رہنے اور قسمت کو کوسنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے اس طوفان مصائب میں عورتوں کی طرح رونے کی بجائے مردوں کی طرح ثابت قدم رہ کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ میرے دوستوں نے مجھے طرح طرح کے مشورے دیئے بعض حلقے والوں نے قانونی چارہ جوئی کرنے کو کہا اس کے لئے ہر طرح کی امداد دینے کا یقین بھی دلایا لیکن میں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایک سعادت مند بیٹے کی طرح تمام رنجدہ واقعات کو بھول جاؤں، اور لاہور جا کر اپنے لئے کوئی ذریعہ معاش تلاش کروں۔ بعض دوستوں نے میری مالی مدد بھی کرنی چاہی لیکن میں نے شکریئے کے انکار کر دیا۔ ان میں سے دو تین نے مجھ سے کچھ روپے قرض لئے ہوئے تھے البتہ وہ ضرور واپس لے لئے۔ اپنے ہاتھ سونے کی ایک انگشتری تھی اس کو فروخت کیا۔ فراہم شدہ رقم سے اپنے اور ہمشیرہ کے معمولی کپڑے بنائے ضروری سامان سفر خریدا اور چند روپے ہمشیرہ کے خرچ کے لئے خالہ کو دیئے اور اللہ کا نام لیکر لاہور کو روانہ ہو گیا۔

(۴)

لاہور پہنچ کر میرے دل کی کیا کیفیت تھی یہ الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ یہاں مجھے احباب ولایت کے لئے الوداع کہنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ انہیں کیا پتہ تھا کہ خوش قسمتی نے خود مجھے الوداع کہہ دیا ہے۔ اب میں ایک کامیاب انجینئر بننے کی بجائے ایک فاقہ کش بے روزگار تھا۔ لاہور پہنچ کر ایک بے تکلف دوست کے ہاں قیام کیا۔ انہیں میرے کچھ حالات معلوم تھے باقی خود بتائے۔ ایک الیف۔ ایس۔ سی پاس کرے تو کیا کرے۔ لیکن میرے ادبی مذاق نے اس نازک وقت میں میری مدد کی۔ غور و فکر کے بعد طے ہوا کہ کسی اخبار یا رسالے میں ملازمت تلاش کی جائے کیونکہ مضمون نگاری کا مجھے سکول کے زمانہ سے شوق تھا۔ کالج کی میگزین کے علاوہ بعض بلند پایہ ادبی رسائل اور مشہور اخبارات میں میرے مضامین بارہا شائع ہو چکے تھے۔ ملازمت کی تلاش شروع کر دی۔ اس دوست کے بھائی اور کالج کے دو پروفیسروں کی کوشش و سفارش سے جلد ہی ایک اردو روزنامہ میں مترجم کی جگہ مل گئی۔ خدا کا شکر کرکے کام شروع کر دیا۔

ملازمت کے بعد میں نے دوست کے مکان پر قیام مناسب نہ سمجھا حالانکہ ان کا اور ان کے بھائی کا اصرار یہی تھا۔ بھاٹی دروازہ کے باہر شہر سے ذرا دور ایک بلڈنگ میں چھوٹا سا کمرہ کرایہ پر لے لیا کھانے کا انتظام بھی وہیں ہو گیا۔ بلڈنگ خاصی بڑی تھی چالیس کے قریب کمرے ہوں گے۔ جن میں کچھ ملازم پیشہ باقی کالجوں کے طلبا رہتے تھے۔ کافی رونق تھی لیکن میں پریشان اور اداس ہی رہتا۔ اب میں طلبا کی بے فکر زندگی پر رشک کرتا تھا۔ حالانکہ کچھ روز پیشتر خود ان کے لئے باعث رشک تھا۔ کل تک میں ایک امیرزادہ تھا لیکن آج ایک مصیبت زدہ مفلس۔ میں اپنے افلاس کو ایک جرم کی طرح چھپاتا تھا۔ سوائے ایک دو کے تمام دوستوں کے ہاں آنا جانا ترک کر دیا تھا۔ اپنے ٹھکانے کا پتہ بھی حتی الامکان کسی کو نہ دیتا تھا۔ پاس کی بلڈنگ میں میرے دو تین ہم جماعت رہتے تھے ان سے بھی ذرا آنکھ بچا کر آتا جاتا۔ خوشحالی کے بعد افلاس ایک بہت بڑا عذاب ہے۔ البتہ بلڈنگ میں میری تھوڑی بہت بے تکلفی ایک بی اے کے طالب علم ریاض سے ہو گئی تھی۔ یہ ضلع لدھیانہ کے ایک معزز و متمول خاندان کا نہایت ہی صالح نوجوان تھا۔ ادبی مذاق بھی رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے تمام حالات اس کو معلوم ہو گئے وہ اکثر میرے ساتھ اظہار ہمدردی کیا کرتا۔ اس کی والدہ بھی سوتیلی تھی لیکن باوجود اس کے والد کا طرز عمل بہت قابل تعریف تھا۔ وہ اس کا ہر طرح سے خیال رکھتے۔ ایک بار ریاض معمولی طور پر علیل ہو گیا کسی طرح ان کو بھی خبر ہو گئی وہ فوراً لاہور آ گئے۔ مجھے اکثر ریاض کے والد کے طرز عمل کو دیکھ کر قبلہ والد صاحب کی بے اعتنائی کا خیال آ جاتا تھا۔ میں نے کئی بار ریاض کو اس کی خوش قسمتی پر مبارکباد بھی دی جس کے جواب میں وہ ہمیشہ مسکرا کر خاموش ہو جاتا۔

اگر لاہور پہنچ کر ریاض سے واقفیت نہ ہوتی تو میری زندگی ناقابل برداشت طور پر غمناک ہو جاتی۔

(۵)

اسی طرح تین چار مہینے گذر گئے۔ مالک اخبار میرے کام سے بہت خوش تھا۔ تنخواہ میں بھی اضافہ کر دیا تھا۔ میں اپنے اخراجات کے لئے میں پچیس روپے رکھ لیتا۔ باقی ہمشیرہ کے لئے خالہ کو بھیج دیتا وہ ان میں سے صرف چند روپے صرف کرتیں۔ باقی رقم انہوں نے ہمشیرہ کے جہیز کے لئے جمع کرنی شروع کر دی تھی۔ کیونکہ ان کو قبلہ والد صاحب سے کسی قسم کی امید نہ تھی۔ ملازمت کے علاوہ میں نے بی اے کے امتحان کی تیاری شروع کر دی۔ ریاض اور میں اکٹھے مطالعہ کرتے۔ مگر افسوس قدرت کو میرا اطمینان منظور نہ تھا۔ ایک روز جب میں دفتر سے گھر آنے لگا تو خالہ کا تار ملا کہ تمہاری ہمشیرہ پرسوں سے ڈبل نمونیہ سے بیمار ہے حالت نازک ہے فوراً چلے آؤ۔ یہ تار پڑھ کر میرے ہوش و حواس جاتے رہے۔ جھٹ پٹ منیجر سے مل کر رخصت کا انتظام کیا۔ گاڑی کا وقت قریب تھا۔ بھاگا بھاگا گھر آیا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ ریاض بھی اپنے وطن چلا گیا ہے اس کو ایک ضروری خط آیا تھا۔ میں نے کمبل اور کرایہ لیکر اسٹیشن کا رخ کیا اور بمشکل وقت گاڑی پر سوار ہو سکا۔

رات کے دس بجے کے قریب گاڑی منزل مقصود پر پہنچی۔ ابھی میں خالہ کے مکان کی گلی کی نکڑ پر تھا کہ نالہ و شیون کی آواز سنی مکان کے اندر جا کر دیکھا تو میری پیاری لیکن بدنصیب بہن میرا انتظار کرتے کرتے ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکی تھی جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ صبح کو اسے سپرد خاک کر دیا گیا۔ مجھے اس کی موت کا رنج بے اندازہ تھا لیکن اس سے بھی زیادہ صدمہ قبلہ والد صاحب کے طرز عمل کا تھا۔ تین چار روز وہ بیمار رہی مگر انہوں نے بار بار کی اطلاع کے باوجود خبر نہ لی۔ جب معلوم ہوا کہ حالت نازک ہے تو چپکے سے دہلی کو روانہ ہو گئے اور وہ مرتے دم تک انہیں یاد کرتی رہی۔ ایسا کرنے کے لئے قبلہ والد صاحب کو کس نے مجبور کیا؟ میرے خیال میں یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ والدہ صاحبہ بھی عیادت و تعزیت کے لئے تشریف نہ لائیں۔

اب میں ہر لحاظ سے لٹ چکا تھا۔ میرے لئے وطن ٹھہرنا ناممکن تھا۔ چھٹے روز ہی لاہور واپس آ گیا۔ اس صدمہ نے مجھے کام کرنے کے ناقابل کر دیا۔ گھر ہی سے پندرہ روز کی رخصت کی درخواست لکھ کر دفتر بھیجدی۔ اور دن رات دروازے بند کرکے اپنے کمرے میں لیٹا رہتا۔ اب میرے خیالات کچھ عجیب سے ہو گئے تھے۔ میں خدا کو ایک ایسی اندھی طاقت سمجھنے لگا تھا جو کسی قاعدے اور اصول کی پابند نہیں۔ میرا خیال تھا کہ دنیا میں رحم و انصاف اور محبت کی ایسے الفاظ سے زیادہ وقعت نہیں جو کبھی شرمندہ معنی نہیں ہوئے اور نظام کائنات پر خبیث روحیں اور ظالم طاقتیں قابض ہیں۔ میں نے ان ایام میں ایک زبردست مضمون بھی لکھا جس میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ پہلی بیوی کے انتقال پر اولاد کی موجودگی میں دوسری شادی قانوناً بند کر دینی چاہیئے یا کم از کم قانوناً پہلی بیوی کی اولاد کی پرورش اور حقوق کی حفاظت کا تسلی بخش انتظام ہونا چاہیئے۔ غرضیکہ میری حالت رنج و غم کی شدت کی وجہ سے دیوانوں کی سی ہو گئی تھی۔

مجھے لاہور پہنچے کئی روز ہو چکے تھے لیکن ریاض اب تک واپس نہ آیا تھا۔ آخر وہ کافی انتظار کے بعد چھٹے ساتویں دن شام کے وقت لاہور پہنچ گیا۔ میں نے اس کو ہمشیرہ کے انتقال کی اطلاع وطن ہی سے اس کے گھر کے پتہ پر دے دی تھی اس لئے اس نے آتے ہی نہایت ہمدردانہ طریق پر اظہار افسوس کیا۔ تسلی دی۔ گرم پانی منگوا کر میرا ہاتھ منہ دھلوایا، کپڑے تبدیل کرائے اور اصرار کرکے کھانا کھلایا اور دیر تک پاس بیٹھا رہا اس کے بعد اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ریاض کو زکام ہو رہا تھا میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا یونہی سردی سے ہو گیا ہے اس کا چہرا بھی بہت کچھ اترا ہوا تھا۔ میں نے زکام اور سفر اس کی وجہ سمجھی۔ جب میں نے سوال کیا کہ گھر کیوں گئے تھے اور اتنی دیر سے واپس کیوں آئے؟ تو اس نے صرف اتنا کہا کہ ایک ضروری کام تھا میں نے اپنی پریشانی کی وجہ سے تفصیل نہ پوچھی۔

ریاض کے جانے کے بعد میں کمرہ بند کرکے چارپائی پر لیٹ گیا لیکن نیند کہاں۔ رات کے بارہ بجے کے قریب مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ صراحی خالی تھی۔ گلاس لیکر صحن میں پمپ سے پانی لینے گیا تو خلاف معمول ریاض کے کمرے میں روشنی دیکھی حالانکہ وہ ہمیشہ دس بجے کے بعد ضرور سو جایا کرتا تھا۔ پانی پی کر میں اس کے کمرے کے قریب گیا تو معلوم ہوا کہ کواڑ بھی اچھی طرح بند نہیں۔ کمرے کے اندر جا کر عجیب منظر دیکھا۔ ریاض کرسی پر بیٹھا زار و قطار رو رہا تھا میز پر دو خط لکھ کر رکھے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں سفید سفوف کی ایک پڑیا تھی۔ میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بار بار دریافت کرنے پر اس نے کہا تم بہت بے وقت آئے اگر نہ آتے تو اچھا تھا۔ یہ کہکر دونوں خط جو اس نے ابھی لکھ کر میز پر رکھے تھے۔ میرے ہاتھ میں دیدیئے جن کو پڑھ کر میرا سر چکرانے لگا۔ میں نے فوراً سفید سفوف کی پڑیا ریاض کے ہاتھ سے چھین کر ضائع کر دی۔ اس کو بالکل چپ کرایا اس کے بعد اور بہت سی باتیں ہوئیں۔

میں ریاض کو ایک خوش قسمت اور زندہ دل نوجوان سمجھتا تھا کیونکہ

باوجود دوسری شادی کر لینے کے اس کے والد کا طرز عمل بہت ہی قابل تعریف تھا۔ ریاض بظاہر کبھی بھی افسردہ نظر نہ آیا۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر طرح سے خوش ہے۔ اپنی اور اس کی حالت کا موازنہ ہی میری پریشانی کی بڑی وجہ تھی لیکن میں غلطی پر تھا آج مجھے حقیقت معلوم ہو گئی۔ ریاض نے بہت ہی دکھ بھرے لہجے میں اپنے گھر کے حالات بتائے جو انتہائی دردناک تھے۔ میں ان کو یہاں لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس کی سوتیلی والدہ نے اس کی بہن کو زہر دے کر مروا ڈالا تھا۔ ریاض کے گھر جانے کی یہی وجہ تھی۔ وہاں جا کر اسے جو حالات پیش آئے وہ بالکل ناگفتہ بہ ہیں۔ اب وہ خودکشی کے لئے تیار تھا۔ سفید سفوف کی پڑیا پاس ہی رکھا تھا اور وہ خطوں میں سے ایک میرے نام تھا اور دوسرا اس نے اپنے والد کو لکھا تھا۔ میں ان خطوں کو بھی یہاں درج کرنا نہیں چاہتا۔

ریاض کی یہ حالت دیکھ کر اور اس کے دردناک حالات سن کر میری آنکھوں کے سامنے سے گویا پردہ سا اٹھ گیا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ ہر وقت خوش رہنے والا ریاض اپنے پہلو میں ایک کھی اور زخمی دل رکھتا ہے۔ ہم اپنی کم سمجھی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو خوش قسمت اور مسرور سمجھ کر اپنی قسمت اور خدا کو کوستے ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر ہم میں سے بھی زیادہ غمگین اور مصیبت زدہ ہوتے ہیں۔ ہماری آنکھیں اور دماغ ایسا موازنہ کرنے میں عموماً دھوکہ کھاتے ہیں۔ میں ریاض کو دیر تک سمجھاتا رہا۔ اپنی طرف سے اس کو ہر ممکن مدد دینے کا یقین دلایا۔ خودکشی کے خلاف بہت کچھ کہا اور اس فعل سے باز رہنے کا حلف لیا۔ اس میں تین بج گئے۔ ریاض روتے روتے سو گیا۔ میں نے اس کو تنہا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اپنا بستر اس کے کمرے میں ہی اٹھا لایا۔ ریاض کی کیفیت دیکھ کر میرے ناشکری کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ رات کا وقت تھا چاروں طرف سکون تھا۔ میں وضو کر کے خدا کے حضور میں گر گیا۔ میرا یہ سجدہ صحیح معنوں میں اپنی عمر کا پہلا "سجدۂ شکر" تھا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مقامی شاخ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ

۲۸ و ۲۹ مارچ ۱۹۳۱ء بروز ہفتہ و اتوار قرار پایا ہے۔ تقریرات کے لئے شہر کا ٹاؤن ہال واقع قلعہ ان دنوں کے لئے حاصل کیا گیا ہے۔ مستورات کے لئے بھی پردہ کا خاص انتظام ہے۔ حضرت امیر جماعت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ۔ و حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب مبلغ بلاد یورپ۔ و مولینا مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی و مولینا مولوی عصمت اللہ صاحب و دیگر بزرگان دین اس میں جماعت کے خاص مسلک یعنی اتفاق و اتحاد ملی کے موضوع پر اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار فرما کر مسلمانوں کے سود و بہبود کے لئے ایک لائحہ عمل بھی پیش کریں گے۔ یہ جلسہ اپنی نوعیت میں یگانہ ہوگا لہذا برادران اسلام سے خاص طور پر استدعا ہے کہ وہ ضرور تھوڑا بہت حرج کر کے بھی شریک جلسہ ہو کر ہمیں ممنون و مشکور فرماویں۔

پروگرام علیحدہ شایع کیا گیا ہے

(نوٹ) احباب سے یہ بھی درخواست ہے کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں مستورات کو ان تقریروں کو خاص طور پر سننے کے لئے ترغیب دیں جن کا تعلق قومی بہبودی اور فلاح سے ہے۔

المشتہر

سکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور شاخ سیالکوٹ

احمدیہ مشن راجن پور و علی پور کی تبلیغی رپورٹ

(از قلم نیاز احمد خاں نظامی مسلم مشنری)

مارچ ۱۹۳۱ء کے پہلے ہفتہ میں جناب مرزا مسعود بیگ صاحب سالک۔ شیخ بشیر احمد صاحب اور خاکسار راقم الحروف اچھوت اقوام کے اجتماع پر داجل میں گئے ہوئے تھے۔ جناب مخدوم محمد جعفر شاہ صاحب سجادہ نشین کے ہاں قیام کیا۔ مخدوم صاحب ایک صفا باطن اور متقی انسان ہیں انہیں فرقہ بندیوں سے نفرت اور خادمان اسلام سے پیار ہے۔ آپ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمان چھوٹے چھوٹے فروعی اختلافات سے بلند ہو کر اپنی وحدت قومی کو قائم و برقرار رکھیں اور دنیا میں ایک ہو کر ترقی کریں۔

آپ نے ہمارے لیکچروں کا انتظام کیا۔ شہر میں منادی ہو چکی تھی۔ اتنے میں پتہ چلا کہ جام پور میں آریہ سماج کا جلسہ ہے۔ وہاں آریہ مناظرین میدان خالی پا کر ہم چو ما دیگرے نیست کی شیخی بگھار رہے ہیں۔ اور ضرورت ہے کہ جام پور میں حق و باطل کے فیصلہ کے لئے ایک مناظرہ ہو جائے۔ ہم اسی وقت داجل کے پروگرام کو کسی دوسرے وقت کے لئے چھوڑ کر سیدھے جام پور پہنچے۔ مقامی مسلمانوں سے ملاقات کی اور حکیم محمد یار صاحب فوق کی معرفت آریہ سماج کو مناظرہ کا چیلنج بھیج دیا۔ آریہ کیمپ میں چیلنج پہنچتے ہی ہلچل مچ گئی پنڈت لوک ناتھ جی نے اس گڑ بڑی میں اپنی بدحواسی کا ثبوت دیا اور ہمیں مرزائی کا فر بتلا کر مناظرہ سے جان چھڑانی چاہی۔ ادھر مقامی مسلمانوں کو بھی پنڈت جی کی کمزوری کا پورا پتہ تھا اس لئے مصمم ارادہ کر لیا گیا کہ جس طرح بھی ہو ایک مناظرہ ضرور ہو جانا چاہیئے۔ آخر کار شرائط طے کرنے کا موقعہ دیا گیا لیکن جب شرائط طے ہونے لگیں تو مقامی آریہ سماج کے پردھان جی نے ملک اللہ داد صاحب کی امن کی ذمہ داری کا ایسا اڑنگا ڈالا کہ زمیں جنبد نہ جنبد لالہ مولچند والی بات پوری ہو گئی۔ شہر کے باقی رؤسا نے امن کا ذمہ لیا اور پردھان جی نہ مانے۔ پولیس کو درمیان میں لا کر امن قائم رکھنے کی تجویز پیش کی مگر پردھان جی اس میاں مٹھو کی طرح نکلے۔ جس کو "دریں چہ شک" کے سوا اور کچھ نہ آتا تھا۔ آپ کو ملک اللہ داد صاحب کے سوا کسی دوسرے کا نام لینے میں موت نظر آتی تھی۔ اس طرح سے معزز پردھان جی نے پیچھا چھڑانے میں عافیت سمجھی اور مناظرہ نہ ہوا۔

اس کے بعد ۶۔ ۷۔ ۸ مارچ کو راجن پور میں آریہ سماج کا جلسہ تھا۔ اور یہاں اپنا مشن بھی ہے اس لئے ہمیں جام پور سے راجن پور آنا پڑا۔ یہاں چیلنج بازی شروع تھی ہی۔ اب شرائط کا جھگڑا باقی تھا۔ آریہ نوجوانوں کو تو مناظرہ کا شوق تھا۔ مگر تجربہ کار بوڑھے ہندو اس کے مخالف تھے کیونکہ انہیں یقین ہے کہ اگر نوجوانوں کے شوق سے مناظرہ ہو بھی گیا تو پھر یہ نوجوان بمشکل آریہ رہ سکیں گے۔ اس لئے ان بوڑھے تجربہ کار آریوں نے حیلے بہانوں سے کام لینا شروع کر کے مناظرہ کو مشکل سے مشکل تر بنا دیا۔

خدا کی شان دشمن پر اسلام کے سپاہیوں کے رعب کا یہ عالم ہو کہ خادمان اسلام کے سامنے تک نہ آئیں۔ اور پھر مناظرہ ہو جائے تو اپنے روشن خیال آریہ نوجوانوں کے ہندو مذہب کو خیر باد کہنے کا کھٹکا یقینی۔ اور ادھر اپنے گھر کے مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ہر جگہ اسلام کے لئے استہزاء و رسوائی کا موجب ہو رہے ہیں۔ ٹھیک ان ہی دنوں میں جبکہ آریہ سماج کا جلسہ شروع تھا۔ ملتان سے ایک ابو الحریز عبدالعزیز نام ملاں جی تشریف فرما ہوئے۔ "اکاذیب مرزا" کے نام سے ۲۴ صفحے کی کتاب چھپوائی ہوئی تھی جس کی قیمت پورے تین آنے وصول کرتے پھرتے ہیں۔ آپ نے آتے ہی کھلے بندوں احمدیوں کو کافر کہنا شروع کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رد و بد کہنے میں سارا زور صرف کیا۔ اور پھر اس پر جرأت یہ کہ احمدی دنیا میں ملاں جی کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں۔ مزید برآں یہ کہ مسلمانوں کی تکفیر پر فخر کرتے ہوئے کہتے ہیں ہم یہ ہیں اور ہم وہ ہیں۔ سچ ہے ؂

شیر نایاب ہے کوئی تو کوئی طوطی ہند
آئی حیوانوں کے ہاتھوں میں عنان اسلام

مسلمانوں کی بدقسمتی اور ناعاقبت اندیشی دیکھیئے۔ عین اس وقت انہیں باہمی لڑائی سوجھتی ہے جب غیر اسلام پر گولہ باری کر رہا ہو اور چاہتا ہو کہ دیکھتے دیکھتے اسلام کے سنگین قلعہ کو پاش پاش کر دے۔ ادھر آریہ سماج سندر میں اسلام کی بھیانک تصویر کھینچی جا رہی تھی اور ادھر ہمارے ملاں جی مسلمانوں کو تکفیر کے گھاٹ اتار رہے تھے

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

کاش ان ملانوں میں ترقی کا احساس پیدا ہو کر وہ مسلمانوں کی تکفیر سے باز آ کر غیروں کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔ اور وہ طاقت جو آج اسلام کی تخریب پر صرف ہو رہی ہے دشمن اسلام کے منہ بند کرنے پر خرچ ہو۔ اے محمد رسول اللہ صلعم کے بھیجنے والے خدا تو اس کے دین کی حفاظت کرا اور ہمیں ان مکفر ملانوں کی چیرہ دستیوں سے نجات دے کہ دیکھ ایک طرف اگر دشمن تیرے پیارے دین پر حملہ آور ہے تو دوسری طرف خود اس کے ماننے والے بھی عملی طور پر تیرے اس فرمان واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا پر تبر چلا رہے ہیں۔ اب تو ہی غیرت دکھلا اور ہم بکھرے ہوؤں کو یکجا کر دے۔ ؂

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

اس کے بعد ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵ مارچ کو

آریہ سماج علی پور ضلع مظفر گڈھ کا جلسہ

تھا۔ یہ جلسہ کیا تھا۔ آریہ سماج کی پوری طاقت کا مظاہرہ تھا جس طرح سلطان صلاح الدین علیہ الرحمۃ کے مقابل پر رچرڈ نے یورپ کی طاقت جمع کر دی تھی۔ ٹھیک اسی طرح علی پور کی آریہ سماج نے گذشتہ سالوں کے داغہائے ذلت کو دھونے کی غرض سے ہر ممکن ذریعہ سے سماج کی سربلندی کی انتہائی کوشش کر ماری۔ پنڈت رام چندر جی دہلوی اور باقی بڑے بڑے مناظر وہاں جلسہ پر تشریف لائے۔ اور اسلام کا مقابلہ کرنا چاہا۔

ادھر سے مقامی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام علی پور نے بھی فخر المناظرین جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی جناب

وزا مظفر بیگ صاحب ساکنِ اور شیخ بشیر احمد صاحب مسلم مشنری اور خاکسار راقم الحروف کو پہلے سے ہی منگوانے کا انتظام کر لیا تھا ہم نے آریہ سماج کی دعوت ؎

نقارہ دھرم کا بجتا ہے آئے جس کا جی چاہے
صداقت دید اقدس آزمائے جس کا جی چاہے

بصد خوشی منظور کر لی اور یقین کر لیا تھا کہ اب کی دفعہ تو ضرور ہی مناظرہ ہوگا۔ مگر خدا بھلا کرے ٹھاکر دولت رام اور ڈاکٹر مولراج جی کا کہ جنہیں سوائے انکار کے سوجھتا ہی کچھ نہیں۔ بھاگے بھاگے ایس۔ ڈی۔ او صاحب کے پاس گئے۔ کہ صاحب اگر علی پور میں مناظرہ ہوگیا تو ایسا قتل عام ہوگا کہ کشتوں کے پشتے لگ جائیں گے اور پھر یہاں ایک متنفس تک باقی نہیں رہیگا۔ جو آکر حضور کے سر بخت کو دعا دے۔" صاحب بہادر کو واقعی فکر پڑ گئی کہ شاید نادر شاہ کی یاد تازہ ہونے والی ہے۔ کیونکہ جب ٹھاکر دولت رام۔ ڈاکٹر مولراج اور رائے گیلارام ایسے معتبر آدمی فریاد لے کر آئے ہیں تو معاملہ ٹھیک ہی ہوگا فوراً میاں خان محمد صاحب میونسپل کمشنر۔ مولوی واحد بخش صاحب نمبردار۔ سردار بلوخاں صاحب ذیلدار۔ قاضی شیر محمد صاحب مبلغ اسلام اور میاں گل محمد صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن کو بلوا کر تاکید کر دی کہ جلدی جا کر شہر کی درہ بندی کر دی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شہر میں فساد ہو کر ناحق کشت و خون کا بازار گرم ہو اور مفت میں ہم بدنام ہوں۔ ہمارے معزز مسلم اکابر حیران تھے کہ صاحب بہادر کیا فرما رہے ہیں۔ آخر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سب کارستانیاں ٹھاکر دولت رام۔ ڈاکٹر مولراج اور رائے گیلارام جی کی ہیں۔ خوب۔ ؎

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

المختصر یہ کہ ایک طرف تو تصویر کا یہ رخ دکھایا جا رہا تھا۔ اور دوسری طرف شہر میں مشہور کر دیا کہ احمدی چھپے بیٹھے ہیں میدان میں نکلتے نہیں۔ اگر مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو بلا شرائط مندر میں چلے آئیں۔ ہم ہر طرح تیار اور امن کے ذمہ دار ہیں۔ وغیرہ۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد (؟) / عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

ہم کب ٹلنے والے تھے۔ دوسرے دن کتابوں کا ٹرنک اٹھائے معہ میز کرسی مندر میں جا دھمکے۔ ایک سادھو سنیاسی کا ویاکھیان شروع تھا۔ آریہ مرد و عورت جمع تھے۔ ہماری اچانک آمد نے ان پر رعب طاری کر دیا اور سب کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ آریہ جنہیں اپنی شکست و کمزوری کا یقین دو اور دو چار کی طرح ہے۔ لگے حیلے بہانوں سے کام لینے۔ ایک ہندو سب انسپکٹر پولیس کے ذریعہ ہمیں مندر سے باہر کرانا چاہا۔ مگر اس کی بھی کچھ پیش نہ گئی۔ آخر آریہ سماج مندر میں منوہر لال شہید آف زبانی اعلان کرایا گیا کہ "آریہ سماج مناظرہ کے لئے تیار نہیں اور نہ ہی اس نے کہا ہے کہ احمدی علماء چھپے بیٹھے ہیں اور میدان میں نہیں نکلتے میں صاف کہتا ہوں کہ جس نے شہر میں یہ افواہ اڑائی ہے وہ جھوٹا ہے۔ جب ہم مناظرہ کرتے ہی نہیں تو کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ احمدی مناظر چھپے بیٹھے ہیں اور میدان میں نہیں آتے اس کے بعد میں مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمیں معذور سمجھ کر معاف کریں اور با امن و امان مندر سے تشریف لے جائیں۔"

یہ ہے اسلام کی فتح اور آریہ سماج کی شکست کا اعلان جو خود ایک کٹر آریہ کی زبان سے ہوا اس کے بعد مسلمان مندر ہی سے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے واپس آئے۔ ہاں۔ یہاں پر ایک بہت ضروری بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ ہمارے نوجوان نومسلم دوست شیخ بشیر احمد صاحب جو خاص اس علی پور کے ساکن اور ایک شریف ہندو گھرانے کے ممبر ہیں۔ انہوں نے میز پر کھڑے ہو کر رام چند دہلوی کو شیر ببر کی طرح للکارا کہ رام چندر کہاں ہے۔ کیوں مقابلہ میں نکلنے کی جرأت نہیں کرتا۔ آج میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ حق کدھر ہے اور باطل کدھر۔ آریہ سماج میں اگر غیرت و حمیت باقی ہے تو اپنے مشہور مناظر رام چندر کو میدان میں نکالے ورنہ ہم سمجھیں گے کہ آریہ سماج زبانی دعووں کا نام ہے اور حقیقت میں کچھ بھی نہیں اللہ اکبر وہ نوجوان جو کل تک اسی سماج مندر میں ہون کیا کرتا تھا۔ آج نور اسلام سے منور ہو کر باطل کو دباتا اور حق کو بلند کرتا پھرتا ہے اور کسی آریہ تک کی جرأت نہیں ہوتی کہ شیخ صاحب کے سامنے دم مار سکے۔

رات کو جناب قبلہ مولانا عبد الحق صاحب کی روح فسادہ پر تردیدی تقریر ہوئی۔ تقریر کیا تھی ایک بحر ذخار اور موتیوں سے پُر۔ جن احباب نے تقریر سنی ہے بے اختیار کہتے پھرتے ہیں کہ خدا ایسے نیک نہاد اور قابل قدر انسانوں کو تا دیر زندہ و سلامت رکھے۔ اور اسلام کی سربلندی و بہتری کا موجب ہوں۔

آخری روز حضرت مولانا صاحب قبلہ نے لاہور کی تیاری کی اور ہمیں آریہ سماج کی مزید آؤ بھگت کی غرض سے وہیں چھوڑا رات کو جناب مرزا صاحب کی تقریر ہوئی جو بہت ہی مقبول و منظور ہوئی۔ مرزا صاحب کی تقاریر پر ریویو کرنا ایسا ہی ہے جیسے دریا کو کوزہ میں بند کرنا۔ ہاں۔ جناب شیخ صاحب کی تقریر صداقت اسلام پر انوکھی تھی۔ جسے سن کر اپنے تو محظوظ و مسرور ہوئے اور غیروں نے مرحبا اور تحسین کی۔ باقی رہا۔ راقم الحروف سو مجھے بھی اظہار خیالات کا موقع تو ملا۔ مگر شمار و قطار کے لحاظ سے میں راقم الحروف ہی ہوں۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے علی پور کا میدان بغیر لڑے بھڑے ہمیں فتح کر دیا۔ اور دشمنان اسلام کو ہمیشہ کے لئے سرنگون رکھا۔ اس کے بعد میں احمدی جماعت علی پور کے سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوا میاں گل محمد صاحب سکرٹری۔ قاضی محمد نواز صاحب۔ قاضی محمد پناہ صاحب کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے محض دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو عملی جامہ پہنایا اور آپ نے دنیوی کاروبار کو ہماری موجودگی تک ترک رکھا علاوہ ازیں اور احباب بھی دلی شکریہ کے مستحق ہیں جن کے اسماء گرامی کسی خاص مصلحت کی وجہ سے نہیں لئے گئے۔ خداوند کریم سے استدعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق دے اور ہم خدمت اسلام کو اپنا فخر سمجھیں اور اسی کام میں جان دیں + آمین

تصور شیخ کی حقیقت اور توحید میں شرکت

(مولوی محمد عبد اللہ تیماپوری کے قلم سے)

ایک بڑی جماعت کے پیر صاحب کے مرید نے خاکسار سے سوال کیا۔ کہ تصور شیخ جائز ہے یا نہیں چونکہ ان کے پیر صاحب نے مرنے کے قریب تصور شیخ کی سخت تاکید کی ہے کہ اس سے مرید پیر جی کی شفاعت کا خدا ہوتا ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)

(۱) الجواب۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ خالق الباری المصور ۵۹ اللہ وہی ہے پیدا کرنے والا مادہ اور روح کو اسی مادہ سے صورتیں بنانے والا۔ مادہ مخلوق ہے مخلوق کے ذریعہ سے خالق کی پوجا کرنا ہی شرک ہے شرک کی شفاعت و بخشش نہیں ہے۔ کعبہ میں جتنے بت رکھے گئے تھے اکثر ان کے پیروں کے تھے جنھوں نے اپنے مریدوں کو اپنی صورت کا تصور دیا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد صورت کی بجائے ان کی مورت بنا کر کعبہ میں رکھ کر پوجا کرنے لگے اور اولاد کو کہا۔ کہ یہی صورت والے مرشد ہمارے شفیع ہیں۔ دنیا میں اسیطرح شیطان نے بت پرستی کا آغاز کیا ہے جس کے مٹانے کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر حق کا ظہور ہوا۔ اور جاء الحق وزھق الباطل (آیا حق اور مٹ گیا باطل) کعبہ کے بتوں کو کعبہ سے نکال کر توحید کی بنیاد رکھی پھر آئندہ یہ بیماری کہیں اسلام میں عود کرنے نہ پائے۔ بانی اسلام نے تصویر کے بنانے کو حرام قرار دیا۔ اور بت پرستی کی جڑ کاٹ دی اور کلمہ شہادت میں اپنی ذات کی نسبت عبدہٗ و رسولہٗ کا اقرار فرض گردانا۔ تاکہ اقرار توحید میں شرک کا شائبہ نہ ہو۔ پھر بھی بعض جاہلوں نے آپکی تعلین کی تصویر بنائے مسجدوں میں رکھتے ہیں۔ اور ان کو بوسہ دیتے ہیں اگر آنحضرت صلعم کی تصویر ہوتی۔ تو ایسے لوگ اُن کو سامنے رکھ کر سجدہ بھی کرنے لگ جاتے۔

بعض لوگ حدیث من رآنی فقد رأی الحق سے تصور شیخ کا جواز نکالتے ہیں یعنی جس نے مجھے دیکھا۔ پس تحقیق حق کو دیکھا بعض حق کے معنے خدا کے بھی کرتے ہیں اور رسول اللہ کے عین خدا ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔ حالانکہ بہت سارے کفار بھی آپ کو دیکھتے رہے۔ کیا وہ سب خدا ہی کو دیکھنے والے تھے۔ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جس نے مجھے رویا اور خواب میں دیکھا۔ اس نے حق کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت بن کر میرا نام لے کر کسی کو خواب میں دھوکا نہیں دے سکتا۔ اس معنے سے یہ حدیث تا قیامت اپنی صداقت کا ثبوت دے رہی ہے۔ کہ آپ زندہ نبی ہیں۔ وگرنہ آپ کے حین حیات تک اس حدیث کو محدود کر کے کفار کو بھی رو بہشت میں شامل کرنا ہوگا۔

اور ایک حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ سے تصور شیخ کو جائز بتلاتے ہیں یعنی تحقیق اللہ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پہ کے۔ صورت سے مراد سیرت ہے۔ جیسے اکثر کہتے ہیں۔ فلاں مقدمہ کی صورت ایسی ہے اس سے مقدمہ کی حقیقت مراد ہوتی ہے کہ ظاہری کاغذات اسیطرح اللہ پاک کا فرمانا ہے۔ میں نے آدم کو اپنے دو ہاتھوں سے پیدا کیا ہے کیا اس سے ہماری طرح خدا کے بھی دو ہاتھ جان لیں گے بلکہ دو ہاتھوں سے دو قوتوں جلال و جمال کیطرف اشارہ ہے اسیطرح خداوند کریم نے اپنی صفات کا نمونہ بندوں کو محدود طریق پر عطا کر کے اپنی سیرت کا اظہار کیا ہے تنزیہ حق تعالی کو تشبیہ کا لباس پہنا کے خدا کو مجسم بنانا یہی تو بت پرستی ہے۔ یہ تصور شیخ کے ارشاد پر عمل کرنیوالے مرید اتنا بھی سوچتے۔ کہ ان کی اپنی صورت بھی تو آدم ہی کی ہے۔ جس سے ان کی جان اور روح کا تعلق ہے۔

ایک جاہل مرید نے کہا۔ کہ تصور شیخ کا ارشاد قرآن سے لیا گیا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یعنی اللہ اپنے نبی کو کہتا ہے کہ کہہ دے اے محمدؐ میں جو اللہ ہوں تمہارے مانند ایک بشر ہوں وہ بشر مرشد کامل ہے۔ میں نے کہا اس کے ساتھ ہی یوحیٰ الیّ بھی تو ہے یعنی میری طرف بشر ہونے کی وجہ سے وحی کی جاتی ہے۔ کیا اللہ کا بھی ایک دوسرا اللہ ہے جو اس پر وحی نازل کرتا ہے۔ یہ ہے بے شرع گدی نشینوں کا دھوکا جو ان پڑھوں کو دیا جاتا ہے۔ افسوس جس شرک کو مٹانے کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور آپ نے توحید کا یہ سبق دیا۔ کہ نماز ایسی پڑھو گویا خدا کو دیکھ رہے ہو یا خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔ مرد و بیر یہ کو تو قرآن نہیں دیکھنے اس کے خلاف یہ گدی نشین حضرات اپنی صورت کا تصور دے کر

مریدوں کو مشرک بناتے ہیں وحدت کے ساتھ کثرت کی پوجا کرنا ہی شرک ہے ایک پیر کی صورت دوسرے پیر سے ہرگز نہیں ملتی ایسے ہزاروں مرشد ہیں یہ بلا ہنود سے اسلام میں آگئی ہے پہلے بزرگوں نے ... پرستوں زانیوں اور شرابیوں کو مصلحتاً پیر کی صورت کا تصور دیا یہ ایک مسمریزم کا کھیل ہے کہ ... جس صورت کا تصور باندھتا ہے چندروز کی مشق سے وہ صورت آنکھ کے بند کرتے ہی اس کے سامنے آجاتی ہے تصور کے ساتھ یہ ارشاد ہے۔ کہ ہماری حاضری میں زنا شراب سے باز رہیں جب وہ گناہ کرنے کا قصد کرتے تو آنکھ کے بند کرتے ہی پیر کی صورت سامنے نظر آتی پھر وہ اُس فعل سے باز رہتے رفتہ رفتہ اسیطرح اُن کو متقی بنا کے شریعت کیطرف ان کا رخ پھیرتے لہذا صورت سے صورت۔ صورت سے حق پرستی کی طرف ان کو لا کے اپنے معتقد بناتے گویا تصور شیخ ان کے لئے الف ب کی تختی تھی جو مبتدیوں کو پڑھائی جاتی۔ مسلمانوں کو جنہوں نے کلمہ طیب کی شہادت کی برکت سے بہت کچھ علم توحید حاصل کیا ہے۔ تصور شیخ کا ارشاد دینا گویا ترقی سے تنزل کی طرف لیجانا ہے۔ بعض جاہل اپنے پیر کا ہی خدا ہونا یقین کر کے سجدہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اُن کو یہ ارشاد دیا جاتا ہے کہ جو پیر کو سجدہ نہیں کرتا وہی ابلیس ہے۔ اور مثنوی کا یہ شعر سناتے ہیں ؎

پیر را ذات خدا دا ایک ندید ... نے مریدے مرید و نے مرید

حالانکہ مولانا کا یہ ارشاد پیر کامل جو فنا فی اللہ وبقا باللہ یا تخلقوا باخلاق اللہ کا مصداق ہو اس کی نسبت ہے کہ اس کی اتباع میں طاعت نبوی کرنا۔ گویا خدا کی اطاعت کرنا ہے۔

محکمہ ڈاک خانہ کے پنشنروں کیلئے

ملازمت کا موقعہ

پنجاب کے کئی سب اور برانچ آفسوں کے لئے ڈاکخانہ کے پنشنروں کی ضرورت ہے جو تار کا کام بھی جانتے ہوں۔ کم از کم چالیس پچاس روپیہ پنشن لیتے ہوں۔ ... ماہوار الاؤنس ملیگا۔ ایسے دوست اپنے اپنے پتے بھیجدیں تاکہ انہیں مناسب ہدایات بھیج دی جائیں۔

آنریری جائینٹ سیکرٹری

خبریں

—— بھگت سنگھ۔ سکھدیو اور راجگورو تینوں مشہور ملزموں کو بالاخر ۲۳ مارچ کی شام کو سنٹرل جیل لاہور میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا ان کی لاشوں کو اسی وقت فیروز پور لائن پر دریا ستلج کے کنارے جلا کر راکھ پانی میں بہا دی گئی ۲۳ کی شب اور ۲۴ کا سارا دن لاہور میں بجلی رہی ہڑتال اور خاموش جلوس نکالے گئے یہ افواہ بھی گرم رہی کہ انکی لاشوں کو پورے طور پر جلایا نہیں گیا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان پر پٹرول ڈال دیا گیا۔ کچھ اعضا ابھی کہیں سے لا کر دریا راوی کے کنارے مذہبی رسوم ادا کی گئیں لیکن گورنمنٹ نے اس افواہ کی تردید کی ہے اور اعلان کیا ہے کہ باقاعدہ دستور کے مطابق لکڑیوں سے جلا کر راکھ دریا میں بہا دی گئی تھی اسی سلسلہ میں اب جگہ جگہ فسادات کی خبریں موصول ہو رہی ہیں لاہور میں ایک انگریز کو موٹر سے اتار کر زدوکوب کیا گیا کانپور میں متعدد یورپین زخمی ہو گئے۔

—— بنارس۔ اور مرزا پور میں مسلمانوں کے قتل عام کے بعد اب کانپور میں پھر مسلمانوں پر ہندوؤں کے حملے کی ہولناک خبریں موصول رہی ہیں تیس مسلمانوں کے شہید ہونے اور بے شمار زخمی ہونے کی اطلاع موصول ہو چکی ہے بچوں اور عورتوں پر بھی شرمناک حملے کئے گئے فساد کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان ہڑتال میں شامل نہیں ہوئے۔

—— صوبہ سرحد کے متعلق وائسرائے نے تسلیم کیا کہ وہاں کا ضابطہ قانون تو برا نہیں لیکن اسکے استعمال میں بدعنوانیاں ضرور ہوتی ہیں

—— مسلمانوں کی مشترکہ کانفرنس جو دہلی میں ہو رہی ہے اس میں مختلف الخیال مسلمان یعنی کانگریسی اور مخالف ... مجالس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمایندگی اور طریق نمایندگی پر بحث ہو رہی ہے اکثر امور میں مسلمان لیڈر متفق ہیں۔

—— انبالہ میں ایک نہایت مفید انجمن قایم ہوئی ہے کہ جس کا نام اصلاح المسلمین ہوگا اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کی اخلاقی معاشرتی اقتصادی اور مذہبی حالت کو درست کرنیکے لئے اسلامی دار المطالعہ کا افتتاح۔

۲۔ اصلاحی تقاریر کا انتظام۔

۳۔ فرقہ بندی کو رد کرنا۔

۴۔ غیر مذاہب کے حملوں کا جواب۔

اس انجمن میں شہر کے معتدد اصحاب شامل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو

—— جمعیۃ العلماء نے گاندھی جی کو ایک یادداشت اس امر کی تیار کر کے دی ہے کہ آیندہ دستور اساسی میں اسلام کے قوانین شخصی شریعت اسلامیہ کے مطابق نافذ ہوں تصفیہ کیلئے قاضی مقرر کئے جائیں

—— پشاور میں گورنمنٹ نے یہ اعلان کیا ہے کہ چونکہ آفریدی قبائل کے ساتھ تعلقات پر امن نہیں اسلئے دو ماہ کے لئے سرحدی قانون کو وسیع کیا جاتا ہے۔

—— جمعیۃ العلماء کا دسواں سالانہ جلسہ زیر صدارت مولانا ابو الکلام آزاد کراچی میں منعقد ہوگا۔

—— یہ شکایت عام ہے کہ میٹرک کے امتحان کا عربی پرچہ سخت مشکل دیا گیا ہے اور اس امر کی ضرورت ظاہر کی جاتی ہے کہ ممتحن صاحب نمبر دینے میں نرمی سے کام لیں۔

—— کانگریسیوں نے آفریدیوں کو اکسا کر اپنا آلہ مدعا کرنیکے لئے گورنمنٹ ... برسر پیکار کر دیا مگر اب ... گاندھی جی کو ... کانگریسی لیڈر انکی مشکلات کے دور کرنے کا ذکر زبان پر لاتا ہے

یہ بے وفائی بہت ہی قابل افسوس ہے۔

—— مسٹر اسلام الحق۔ ایل۔ ایم۔ ای۔ بی۔ ایس سی۔ جو ایک نہایت اعلیٰ قابلیت کے ہائیڈرو الیکٹرک انجنیر ہیں ہندوستان واپس آرہے ہیں آپ کی قابلیت کا اعتراف امریکن انسٹی ٹیوشنوں نے بھی کیا ہے۔

—— یکم اپریل سے ڈاک خانہ نے لفافوں کی قیمت ایک آنہ کی بجائے ایک آنہ ایک پائی کر دی ہے۔ پندرہ لفافے لینے والوں کو ایک روپیہ میں ایک پیکٹ مل سکے گا۔

—— گاندھی جی نے بھگت سنگھ اور انکے دیگر رفقا کی پھانسی پر بہت رنج اور غصہ کا اظہار کیا اور گورنمنٹ کو اس حرکت پر غنڈاپن کا خطاب دیا لیکن ساتھ ہی نوجوانوں کو پر امن رہنے کی تاکید کی ہے۔

—— کراچی کانگرس کیمپ میں انکی پھانسی پر بہت جوش پھیل رہا ہے اور کانگرس میں نوجوان پارٹی کے غالب آجانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

—— ہوشیار پور میں اودھرمی لیڈر اچھوت اقوام کی تنظیم کے سلسلہ میں جمع ہو رہے ہیں۔ کہ جہاں ایک بڑا بھاری جلسہ ہوگا۔

—— منٹگمری میں ۴ تا ۶ اپریل آل انڈیا شیعہ کانفرنس منعقد ہوگی۔

—— مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر انصاری میں جداگانہ نیابت اور مخلوط انتخاب پر بحث ہوئی آپس میں تصفیہ نہ ہو سکا۔

—— اسمبلی کے ایک ممبر راجہ بہادر کرشنم آچاریہ نے گاندھی جی کو متنبہ کیا ہے کہ ہندو مہاسبھا قوم کی ترجمان نہیں۔

—— ہندو مہاسبھا محض مسلمانوں کی مخالفت میں کھڑی کی گئی ہے اور وہ ملک کی اقلیتوں سے دشمنی رکھتی ہے۔

—— پنجاب کونسل نے زمینداران پنجاب کے مالیہ میں ایک لمبی بحث کے بعد ۳۳ ۱/۳ فیصدی تخفیف منظور کر لی۔

—— پنجاب کونسل کے مسلمان ممبروں نے ایک متفقہ اعلان شائع کیا ہے کہ آیندہ دستور اساسی میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ ہونا نہایت ضروری ہے اور آیندہ گول میز کانفرنس سے پیشتر اس کا تصفیہ ہو جانا چاہیئے۔

—— آل انڈیا مسلم کانفرنس ۳، ۴، ۵ اپریل کو دہلی میں منعقد جس میں مسلمانوں کیلئے آیندہ عملی پروگرام تجویز کیا جائیگا بیگم صاحبہ مولانا محمد علی مرحوم نے اس میں مسلمانوں کو شامل ہونیکی دعوت دی ہے

—— ہندوستان کے ہر ایک گوشہ سے کراچی کانگرس کے لیئے مندوبین روانہ ہو رہے ہیں۔

—— ممالک اسلامیہ کی خبریں نہایت المناک ہیں فرانس مغرب اقصیٰ کے مسلمانوں پر ستم توڑ رہا ہے اٹلی طرابلس کے مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہا ہے برطانیہ کے مظالم فلسطین کے مسلمانوں کو تختہ مشق بنا رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان مصائب و آلام سے نجات دے۔ اسلامی دنیا (مصر) کے ایڈیٹر نے اٹلی کا ایک فوجی گیت نقل کیا ہے کہ جو وہاں کی فوج طرابلس میں گاتی ہے یہ ایک نوجوان عیسائی رضا کار کا خط ہے جو اس نے اپنی والدہ کو لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے

"اماں بیس سالہ نوجوان کے لئے ایک ... امر یہ ہے کہ وہ اپنے وطن کی خاطر لڑنے میں طرابلس میں خوشی خوشی جا رہا ہوں تاکہ امت ملعونہ (مسلمانوں) کو پیس ڈالنے میں اپنا خون بہاؤں کیونکہ دین اسلام سے لڑوں۔ میں قرآن کو مٹانے کی خاطر اپنی قوت سے لڑوں گا وہ ہرگز عزت و بزرگی کا مستحق نہیں جو اطالیہ کا بیٹا فرزند ہو کر اس کے راستے میں نہ مرے اگر تجھ سے کوئی مجھ پر ماتم نہ کرنے کی بابت پوچھے تو اس سے کہہ دینا کہ وہ مسلمانوں سے لڑ کر مرا ہے"

نقل اللّٰھم اخذل من خذل دین محمد

اخبار احمدیہ

ہفتہ گزشتہ [illegible] جلسہ [illegible] کے ساتھ منعقد ہوا [illegible] سلسلہ نے نہایت [illegible] مکرمی شیخ غلام حسین صاحب [illegible] روح [illegible] قابل [illegible] ہوگا۔

ہمارے دوست شیخ غلام محمد صاحب [illegible] ایک جسمانی بیماری میں مبتلا ہیں۔ احباب ان کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔ ان کے [illegible]

مولوی طالع حسین صاحب [illegible] سے بیمار ہیں۔ احباب [illegible]

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی طبیعت بھی کسی قدر علیل ہے [illegible] لیجا سکے۔

روئداد جلسہ سالانہ

(۲)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ حسب تجویز [illegible] مارچ ۱۹۳۱ء بروز ہفتہ، اتوار [illegible] شہر سیالکوٹ قرار پایا [illegible] اشتہارات کی گئی [illegible] کر شہر کی [illegible] ایک دوسرا اشتہار [illegible] طبع کرا کر دستی تقسیم کیا گیا [illegible] عرض کر دی گئی تھی کہ انجمن [illegible] ملی کی غرض سے منعقد ہوگا [illegible] میں ہر طرح سے مسلمانوں کے [illegible] اور احساسات کا احترام [illegible] اشتہارات کے متفرق جماعتوں [illegible] پسرور، ڈسکہ، نارووال [illegible] جلسہ کی شمولیت کے لئے [illegible] جلسہ دو یوم پر وگرام بھی شائع کر دیا [illegible] بہترین مقرروں کی اجازت سے [illegible] گئے۔ [illegible] مقررہ تاریخوں [illegible] اجلاس شروع ہو گئے۔ اگرچہ ہر اجلاس کے آغاز پر سامعین کی کمی تعداد سے جلسہ کے کارکنوں کے دل پر اثر ہونا قدرتی امر تھا مگر خدا تعالیٰ کا کام تھا۔ وہ خود رونق اور برکت پیدا کر دیتا تھا کارکن اور سامعین دونوں یکساں [illegible] کرتے تھے۔ اور قدرت ثانیہ کا اعتراف کرتے تھے۔ ۲۸۔ مارچ کو یعنی ہفتہ کے روز پہلی تقریر شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے "حضرت بابا نانک صاحب اور اسلام"

کے موضوع پر فرمائی۔ ہر اجلاس کے آغاز پر یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ جلسہ [illegible] ہمارے دل میں [illegible] اور مجادلہ [illegible] جلسہ [illegible] اپنے خیالات کو بیان کرتا ہے [illegible] صاحب کو سوال و جواب یا گفتگو کی اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ شیخ صاحب نے جو تقریر فرمائی وہ نہایت دلچسپ اور دلنشین تھی۔ [illegible] اسلام اور سکھ مذہب کی تعلیم کی [illegible] ہر دو مذاہب کے اقوال سے کیا ان ہو سکتا ہے [illegible] مذہب [illegible] ضرور دوسرے مذہب کی حقارت اور [illegible] کا مرتکب ہوگا۔ مگر سامعین نے [illegible] کہ ہر دو مذاہب آپس میں اصولاً متحد و متفق ہیں۔ اور کسی کو ایک دوسرے کے برخلاف شکایت کا موقعہ نہ ہوگا اور شوق تقریر کی وجہ سے کیا [illegible] شیخ صاحب کو بھی تقریر کا موقعہ ملا۔

---

۳ مئی کا آئندہ ماہوار ایڈیشن

"مسیح موعود نمبر" ہوگا

کہ جس میں صداقت مسیح موعود علیہ السلام و احمدیت کے متعلق ان [illegible] و خدمات کا تفصیلی تذکرہ ہوگا۔ بالکل [illegible] متعدد [illegible] ہوں گی۔ ضخامت کم سے کم ۴۸ صفحات ہوگی احباب اس کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر دوستوں کو بطور تحفہ دیں

قیمت فی کاپی ایک روپیہ میں [illegible] کاپیاں مل سکیں گی۔

مضامین اور خریداری کی درخواستیں بہت جلد دفتر میں بھیجنی چاہئیں

ایڈیٹر

دوسرا اجلاس بعد از دوپہر شروع ہوا جس میں مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے اتفاق و اتحاد باہمی پر دلچسپ اور مختصر سا تبصرہ فرمایا اور اعلان فرمایا کہ [illegible] رات کو وہ اسلام اور ویدک دھرم پر تفصیل کے ساتھ اپنے معلومات کا اظہار فرمائیں گے جس سے حاضرین از بس محظوظ ہوں گے۔

ازاں بعد حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب سیالکوٹی مبلغ اسلام بلاد یورپ سٹیج پر تشریف لائے اور آیۂ کریمہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کی تلاوت فرمائی اور اس آیۂ کریمہ کی تفسیر فرماتے ہوئے مسلمانوں کے امراض اور علاج امراض کی تشخیص فرمائی اور انتہا درجہ کی حکمت کا دلنشین وعظ فرمایا۔ مولانا کے انداز بیان میں سلاست و شیرینی

ہے اس پر تبصرہ کرنا مضمون کی خوبی کو کم کرنا ہے۔ یہ اجلاس بھی نہایت خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوا۔

تیسرے اجلاس میں ہمارے دو مقرروں کی تقریریں تھیں۔ اوّل حضرت قبلہ میر مدثر شاہ صاحب گیلانی پشاوری کی تقریر مسئلہ ختم نبوت پر روئے قرآن کریم و احادیث صحیحہ۔ دوم۔ جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر "اسلام اور ویدک دھرم کا مقابلہ"۔ یہ اجلاس آٹھ بجے کے بعد شروع ہونیوالا تھا۔ مگر سر شام ہی جناب سکرٹری صاحب انجمن احمدیہ سیالکوٹ کا ایک رقعہ ملتمس کے نام بدیں ارشاد شرف صدور فرما ہوا کہ میر مدثر شاہ صاحب کے مضمون ختم نبوت کے بعد ہمیں بھی سوال و جواب کا موقعہ دیا جائے۔ اگرچہ جیسا کہ پہلے عرض کی گئی ہے۔ ہم نے التزام کر رکھا تھا کہ ہر اجلاس کے موقعہ پر اعلان کر دیا جاتا تھا کہ ہمارا یہ اجتماع سالانہ جلسے کی حیثیت سے ہے کوئی بحث و مباحثہ اس سے مقصود نہیں۔ مگر اس رقعہ کی آمد پر مزید احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے کارکنان جلسہ نے بھی مناسب سمجھا کہ جلسہ کو مجادلانہ رنگ سے علیحدہ رکھا جائے کیونکہ اصل غرض جلسہ کی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے درمیان اتحاد و اتفاق قائم کرنا تھا۔ چنانچہ جواباً عرض کیا گیا کہ اجلاس کے شروع ہونے پر آپ کے سوال کا جواب برمقام جلسہ ہی میں عرض کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا اور وضاحت سے اعلان کیا گیا کہ کسی مسئلے کو ہم نے اپنے نکتۂ خیال سے ظاہر کرنا ہے کسی فرقہ کی دل آزاری اس سے مقصود نہیں ہے اس لئے سوال و جواب کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے دوستوں کا ہمارے اس جواب سے اطمینان نہیں ہوا اور وہ پہلے سے ہمارے برخلاف تیاریاں کر چکے تھے اس لئے تیسرے اجلاس کے دوران میں ہی ان کی طرف سے ایک دو ورقہ اشتہار بعنوان "کیا حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہمارے جلسے میں لاکر تقسیم کر دیا گیا۔ یہ فعل کہاں تک مستحسن ہو سکتا ہے۔ سر دست یہ سوال ہم ان بزرگوں کے غور کے لئے چھوڑتے ہیں جو دوسروں جماعتوں کے اقوال و افعال کو ہمدردی اور انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس اجلاس میں جو تقریر میر صاحب نے ختم نبوت پر فرمائی اس کی تائید میں صرف قرآن کریم کی آیات اور احادیث صحیحہ تک اپنے استدلال کو محدود رکھا۔ قادیانی دوستوں کے لٹریچر کا اس موقعہ پر قطعی ذکر نہیں فرمایا اور خواہ مخواہ اس چھیڑ چھاڑ کی ضرورت بھی کیا تھی ہمیں تو اپنی پوزیشن کو واضح کرنا مدنظر تھا۔

میر صاحب قبلہ کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب نے "اسلام اور ویدک دھرم" کے عنوان سے نہایت فاضلانہ اور علمی لکچر دیا جس میں آریہ مذہب کے معتقدات کی بابت محققانہ طور سے تنقید کی کہ جس کو سن کر اہل علم لطف اٹھاتے اور ویدک دھرم کے غیر معقول عقائد کا اعتراف کرتے تھے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ ان عقائد کی غلطیاں واضح کرنے کیلئے اب خدا تعالیٰ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو اس زمانے میں پیدا کیا ہے جو اس قسم کے مبلغ پیدا کر رہی ہے خدا سے دعا ہے کہ وہ اس نوجوان کی عمر میں صحت اور علم میں ترقی دے۔ ذریاتی آئندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۱۴- ذیقعد ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۲۰

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۰- مارچ ۱۹۳۱ء

مسلمانوں پر افلاس کے تباہ کن اثرات

یاایھا الذین اٰمنوا خذوا حذرکم فانفروا ثبات اوانفروا جمیعا ...... الخ

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے مسلمانو اپنا بچاؤ کرتے رہو کس رنگ میں کرتے رہو؟ ہر رنگ میں یا جس رنگ میں دشمن تمہیں نقصان پہنچانا چاہتا ہے اسی رنگ میں بچاؤ کرو۔ مسلمانوں کا اس نصیحت پر جب تک عملدرآمد رہا۔ مسلمانوں کو بحیثیت قوم کوئی نقصان نہیں پہنچا مگر اس کی موجودہ حالت یہ ہے کہ ان تمام باتوں سے یہ غافل پڑے ہوئے ہیں کہ جو ایک قوم کی زندگی کے لئے ضروری ہیں ان کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ جو قومی طور پر سخت نقصان کا موجب ہو رہی ہیں۔ بعض کام اس قدر ظاہری طاقت سے نہیں ہوتے جس قدر تدبیر سے ہو جاتے ہیں پارلیمنٹ میں ایک انگریز مدبر نے کہا ہے اور اپنی قوم کو سمجھانے کے لئے ہی کہا ہے کہ موجودہ حالت میں ہمیں گھبرانا نہیں چاہئیے ہم ہندوستان میں تجارت کرنے آئے تھے مگر اپنی قومی قوت کی وجہ سے ہم یہاں کے بادشاہ ہو گئے۔

یہ قوم کی طاقت دو قوت تھی اور بالمقابل دوسری قوم کی کمزوری تھی جس نے ان کو ملک بھی دیدیا بات سچی ہے جو قوم تجارت کرنے کے لئے آئی تھی اس نے دیکھا کہ اس ملک کی قوم کمزور ہے اپنے اندر کوئی طاقت اور قوت نہیں رکھتی یہ دیکھ کر وہ اس پر مسلط ہو گئی دوسروں کو کوسنے کی ضرورت نہیں۔

جہاں کوئی کسی قوم کو کمزور پائیگا

اس پر وہ غالب آجائے گا شکایت دوسرے کی نہیں اپنی کرنی چاہئیے۔ دوسروں کو برا کہنے کی بجائے اپنی کمزوری کا علاج کرو۔ وہ وقت تو گذر گیا جب ایک قوم نے یہاں آکر ہندوستان پر تسلط حاصل کر لیا۔ مسلمانوں کے سامنے اب ایک اور اتنی ہی بڑی مصیبت ہے۔ اور ایک اور رنگ میں ان کی قومی قوت تباہ ہوتی جا رہی ہے۔ اگر اس سے بھی آنکھیں بند کر لی جائیں تو اس کا نتیجہ بھی وہی ہوگا کہ یہ حالت بھی ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اور دوسری قوم کا آہنی پنجہ ہماری گردنوں پر مضبوط ہوتا چلا جائیگا اگر اس وقت بھی مسلمانوں کو اپنی فکر ہو تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ اور آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں کہ جس کو وقت ہاتھ سے نکل جانے پر

ہزار ہا سر پٹک کر بھی نہ کر سکیں گے

قوم میں جو لوگ کام کرنیوالے ہیں ان سے یہ شکایت ہے کہ قومی تعمیر اور مسلمانوں کے بچاؤ کا کام بالکل نہیں ہو رہا اور اس طرف کسی کو توجہ نہیں۔ مسلمان لیڈر جو پولٹیکل میدان میں کام کر رہے ہیں وہ بہت اچھا کام ہے اس سے انکار نہیں لیکن صرف پولیٹکل حقوق کی حفاظت کس کام آئے گی۔ جب قوم کے اندر طاقت اور قوت نہ رہی یہ خیال کہ پولٹیکل اقتدار سے قوم میں طاقت آجائے گی یہ غلط خیال ہے قوم کے اندر پہلے طاقت آنی چاہئیے تو وہ پولٹیکل اقتدار سے کوئی فائدہ بھی حاصل کر سکیں گے۔ ہندوؤں کو ہی دیکھ لو کہ انہوں نے اپنی قوم کو مضبوط کر کے ہی پولٹیکل میدان میں غلبہ حاصل کیا ہے۔

مسلمانوں کی قوم دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہے

ایک چیز جو مسلمانوں کو حاصل تھی یعنی یہ کہ جسمانی قوت میں غالب اور دوسری قوموں پر رعب وہ رعب بھی اب نہیں رہا۔ اب جہاں فساد ہوتا ہے مسلمان کثرت سے کیا تو مارے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ جب تک باہم اتحاد اور نظام نہیں قوم کمزور ہوتی جائے گی۔ بدنام تو مسلمان فنٹیسزم Fanaticism کے لئے ہیں جس کو اردو میں مذہبی دیوانگی کہا جاتا ہے یعنی جب کسی نے ان کے خلاف کچھ کہا تو انہوں نے تلوار اٹھا لی لیکن واقعات کو دیکھو تو اس کے قائل

ہندوؤں میں یہ مذہبی دیوانگی

مسلمانوں سے بدر جہا بڑھ کر ہے۔ کسی مسلمان نے تو اگر کوئی غلطی کی ہوگی تو صرف اس قدر کہ ایک شخص سے اپنے پیغمبر کے متعلق بیہودہ بکواس سن کر یا گالی سن کر وہ اس کی برداشت نہ کر سکا اور ایسے مجرم کو قتل کر دیا۔ لیکن آج واقعات کو دیکھو کہ مسلمانوں کا خون کس طرح معمولی معمولی باتوں پر گرایا جا رہا ہے اور مذہبی دیوانگی ہماری ہمسایہ قوم میں کس حد تک ترقی کر گئی ہے کہ ایک گائے کے ذبح پر کس طرح بے گناہوں کو بھی تہ تیغ کیا جاتا ہے۔ آج ہی کے اخبار میں مرزا پور کا ایک واقعہ شائع ہوا ہے کہ ایک دن میں کتنے مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا بات کیا تھی کہ ایک زمیندار نے ہندو مزارعہ کے پاس ایک مرا ہوا بچھڑا بھیجدیا تھا اس پر تمام ہندو بندوق تلوار اور نیزے لیکر پہنچے اور مسلمانوں کو گھروں کے اندر سے نکال نکال کر قتل کر دیا بات کس قدر بے معنی ہے کہ مرا ہوا بچھڑا بھیج دیا۔ یہ مسلمانوں پر حملہ کی کونسی وجہ تھی کہ اس طرح ان کو بے دردانہ قتل کر دیا گیا مگر یہ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ ہماری قوم کو کمزور سمجھ لیا گیا ہے اور اب ان کے دلوں میں اس طریق سے بھی اپنی طاقت کا رعب جمانے کی کوشش کی جا رہی ہے مسلمانوں کے لئے یہ ایک

خطرناک مقابلے کا وقت آگیا ہے

پولٹیکل لیڈر یہ کہتے رہیں کہ ہم بعد میں مسلمانوں کو مضبوط کر لیں گے مگر یہ غلط ہے اگر اس وقت قوم کی مضبوطی پر زور صرف نہ کیا گیا تو اس کی کمزوری اور زیادہ ہوتی چلی جائے گی جو قوم کے ہاتھ میں تو طاقت ہے وہ تشدد کو اپنی طاقت سے بھی روک سکتی ہے لیکن مسلمانوں کے ہاتھ میں ہمسایہ قوم کے تشدد کو روکنے کا کوئی سامان نہیں۔ اور یہ ایک اصل ہے کہ جو کمزور ہوگا اس پر ہر شخص حملہ کریگا اس وقت اس کمزوری کو دور کرنا بڑی بھاری خدمت اسلام کی

ایک بات جو مسلمانوں کو کمزور کرتی تھی

آج سے کئی سال پیشتر اتفاق سے ہم نے اپنے سامنے رکھا وہ ایک مذہبی مسئلہ تھا یعنی مسلمانوں میں سے باہمی تکفیر کو دور کرنا یہ مسلمانوں کو کمزور کرنیوالی چیز ہے جسمانی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی۔ ہمارے اس کام کا نتیجہ کیا ہوا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں سے اب کم ہوتی جا رہی ہے اور قوم کا تعلیم یافتہ اور ایک بڑا حصہ اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے میں نے کہا کہ اس کام کو اتفاقیہ ہم نے اپنے سامنے رکھا۔ اتفاق سے اس لئے کہ نہ قادیانی اس کو اپنے عقائد کی بنیاد ٹھہرا لیتے اور نہ ہم اس کو اتنی اہمیت دیتے۔ چونکہ یہ مسئلہ غلط طور پر حضرت صاحب کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اس لئے ہم نے اس کو اپنے سامنے رکھا۔ گذشتہ اخبار کے ہوا ایڈیشن میں آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا اور اس میں حضرت صاحب کا ایک تکفیر کے خلاف ازالہ اوہام کا حوالہ پڑھا ہوگا یہ حوالہ شاید اس سے پیشتر زیادہ غور سے نہیں پڑھا گیا وہ حوالہ بڑا اہم حوالہ ہے کہ جس میں یہ لکھا ہے کہ

میرے آنیکی غرض ہی اس فتنہ تکفیر کی بیخکنی ہے

ازالہ اوہام کا صفحہ ۵۱۸ ہے کہ جس میں حضرت صاحب فرماتے ہیں۔

"واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی اسی کام کے لئے آئے تھے اور اس زمانہ میں آئے تھے جبکہ یہودیوں کے مسلمانوں کی طرح بہت فرقے ہو گئے تھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو بشارت دی تھی

کہ آخری زمانہ میں تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ بہت سے فرقے تم میں ..... نکل آئیں گے ..... اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو یہودیوں کی طرح کافر سمجھے گا اور اگر ننانوے وجوہ اسلام کی موجود ہوں تو صرف ایک وجہ کو کفر کی وجہ سمجھ کر کافر ٹھہرایا جائے گا۔ سو باہمی تکفیر کی وجہ سے سخت نفرت اور بغض اور عداوت باہم پیدا ہو جائے گی اور بوجہ اختلاف رائے کے کینہ اور حسد اور درندوں کی سی خصلتیں پھیل جائیں گی ..... اور کیڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھا جانے کا قصد کریں گے ..... اس شامت سے نہ تمہاری دنیا کی حالت اچھی رہے گی نہ دین کی ..... تب اس یہودیت کی بیخکنی کیلئے مسیح ابن مریم نازل ہوگا یعنی مامور ہو کر آئے گا۔"

میں نے حضرت صاحب کی اس عبارت کو اس لئے کھول کر بیان کیا ہے کہ قادیان والے ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دیگر مسلمانوں سے مل ملا کر نرمی برتتے ہیں۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنے آنے کی ایک غرض یہ بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر سے تکفیر کی بیماری کو دور کر کے ان کے اندر اتحاد پیدا کیا جائے اس بات پر کس قدر رونا آتا ہے

مسیح موعود تکفیر باہمی کی بیخکنی کیلئے آیا تھا

مگر اسی کی جماعت کا ایک حصہ اس کی اشاعت میں سرگرم ہے اور ان کا مذہب نہیں چلتا جب تک کہ چالیس کروڑ مسلمانان عالم کو کافر قرار نہ دے لیں یہ نتیجہ ہے ایک غیر مامور کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چلنے کا اور یہ لوگ ایک خطرناک غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اس کو انتہا درجہ کی جرأت کہو یا بیحیائی کہ کلمہ اسلام کو لغو ٹھہرایا جاتا ہے اتنا بڑا کلمہ اور اس کے پڑھنے والے کو کافر کہنا بہت بڑی جرأت اور خطرناک فعل ہے۔

یہ تکفیر کی چھری

گو جو اسلام کی ایک بڑی مضبوط جڑ کو کاٹنے والی تھی ہم نے اس کے خلاف کام کیا اور آج تک اس کو اپنے لٹریچر اور تقریروں میں نمایاں خصوصیت دی جس کا یہ نتیجہ ہے کہ اب اصلاح ہوتی جا رہی ہے اب اس کے ساتھ ہی ایک اور بات ہے اور وہ اس وقت اس سے بھی زیادہ ضروری ہے اس کے لئے ہمیں اپنی طاقت خرچ کرنی چاہئے یہ ضرورت بھی اشاعت اسلام کے کام کے اندر ہے کیونکہ اشاعت اسلام کام ہی قرآن کریم کی دعوت دینے کا ہے اور آج یہ ضرورت ہے کہ صرف غیر مسلموں کو ہی نہیں بلکہ خود مسلمانوں کو بھی ان امور کی طرف توجہ دلائی جائے جو قرآن کریم نے ان کو قومی ترقی کے راز بتائے تھے۔ کیونکہ اگر مسلمان ہی تباہ ہو جائیں تو ہماری تبلیغ کیا فائدہ دے گی۔ اس لئے اگر مسلمان کسی غلطی کے ماتحت اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں تو اس کی اصلاح بھی اشاعت اسلام کے کام کے اندر ہی ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر ہم اس کے لئے کام کریں گے تو وہ اشاعت اسلام کا کام ہی ہوگا تکفیر کا دور کرنا بشاعت اسلام کا کام تھا کیونکہ وہ صرف بتانے سے تعلق رکھتا تھا لیکن

مسلمانوں کی کمزوری اور افلاس ایسی چیز ہے

کہ اس کی اصلاح صرف وعظ سے نہیں ہو سکتی۔ افلاس سے مسلمانوں کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وعظ سنتے ہوئے بھی جب وقت آجاتا ہے تو وہ سب وعظ اس کے آگے رہ جاتا ہے۔ اب اس کام کو آپ سن لیں کہ ہمیں آئندہ مسلمانوں کی مالی کمزوری کو دور کرنا ہے۔ اس پر ہمیں کچھ زیادہ خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ بہت سے لوگ قوم میں اب بھی بیکار ہیں اور وہ کوئی کام نہیں کر رہے اس لئے ان کے کرنے کو یہ کام بھی آجائے گا کہ جس سے انکی بیکاری دور ہوگی۔ مگر یہ کام تقریروں اور لفظوں کا نہیں۔ پہلے ہی مسلمانوں کو بہت سے لیکچروں نے خراب کر رکھا ہے۔ **لیکچر اور تقریریں** اس کام میں اتنی مفید نہیں قبیح رسوم کو مسلمانوں میں سے دور کرنا ایک عملی جدوجہد کو چاہتا ہے مسلمان ان بد رسوم کی وجہ سے مفلس ہوتے چلے جا رہے ہیں اور وہ دوسروں کے ہاتھ میں بکتے جاتے ہیں اس کی روک تھام کے لئے

ہمیں بہت سے آدمی درکار ہیں

کہ جو شہروں کے اندر محلوں اور گھروں میں جا کر مسلمانوں کو سمجھانیوالے ہوں نہ صرف مرد بلکہ یہ کام زیادہ تر خواتین کے کرنے کا ہے کہ جو گھروں میں جا کر عورتوں کو سمجھائیں کہ قوم کہاں جا رہی ہے۔ مسلمانوں کی جسقدر کمائی ہے وہ دو رستوں سے نکلتی جا رہی ہے۔ نصف سود کی راہ سے اور نصف تجارت کے نہ ہونے سے سود کے جس بوجھ کے نیچے ہم آچکے ہیں اس سے خلاصی حاصل کرنا تو بہت مشکل کام ہے لیکن تجارت کے ذریعہ سے ہم اپنے نصف اموال کو کم سے کم بچا سکتے ہیں اور آئندہ سود کے بوجھ سے ایک حد تک رسم و رواج کی زنجیروں کو توڑ کر بچ سکتے ہیں ان دونوں باتوں میں ہماری خواتین سب سے بڑھ کر ہماری مدد کر سکتی ہیں۔

مسرفانہ رسم و رواج انکی ذراسی توجہ سے دور ہو سکتے ہیں

اور تجارت کی ترویج میں بھی وہ بیش بہا مدد دے سکتی ہیں اس لئے کہ ان امور میں زیادہ تر اختیار ان کا ہے۔ ان کے دلوں میں اگر یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ہم نے اپنی تجارت کو اپنی قوم کے ہاتھ میں لانا ہے اور وہ گھروں میں نہایت سختی کے ساتھ اس پر زور دیں تو قوم کی توجہ دنوں میں اس مشکل مرحلہ کو پورا کر سکتی ہے۔ اس کے بعد نوجوانوں کی ضرورت ہے کہ جو اس کام کا پروپگینڈا کر سکیں۔ ایک اشتہار تو ہم نے ابھی تقسیم کیا ہے اس کے لئے ہمیں بہت سی جدوجہد کی ضرورت ہے ایک اشتہار سے کیا ہو سکتا ہے اس خیال کو ہمیں مختلف ذرائع سے پھیلانا ہوگا۔ یہاں تک کہ یہ خیال مسلمانوں کے دماغوں پر مسلط ہو جائے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے مال کا یوں نکلتے چلے جانا قوم کی تباہی کا موجب ہے۔ اس کے لئے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے کہ جو اپنے اپنے محلوں میں کام کریں۔ ٹریکٹوں کے ذریعہ سے نظموں کے ذریعہ سے جس طرح بھی ہو سکے تقریریں بھی حسب ضرورت محلوں میں ہو سکتی ہیں لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی جائدادیں اور مال کو غیروں کے ہاتھوں میں جانے سے بچانے کی کوشش کی جائے اور نہایت تن دہی کے ساتھ اس کام کو شروع کیا جائے

نوٹ۔ اس کے بعد لاہور کے تیرہ احباب نے مختلف محلوں میں کام کرنے کے لئے اپنے نام نوٹ کرائے۔

ہر ایک بہی خواہ قوم کا فرض ہے کہ وہ ان مضامین کو پڑھ کر اصلاح کا کام اپنے گھر سے شروع کرے تاکہ امت مسلمہ کی خستہ حالی دور ہو۔ (ایڈیٹر)

اسلامی سادگی اور کفایت شعاری

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

حضرت مولانا نورالدین مرحوم بھیرہ میں صحیح بخاری کا درس دے رہے تھے۔ حدیث شریف میں لکھا ہوا تھا کہ سود لینے والے اور سود دینے والے۔ سود کے لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے سب پر لعنت ہے۔ اتفاق سے عین اسی وقت بھیرہ کا ایک بہت بڑا ساہوکار جس کا کام ہی سود کے لین دین پر چلتا تھا اور ہزارہا روپے کا مالک تھا مسجد کے سامنے سے گذر رہا تھا۔ سود کے متعلق تذکرہ سن کر وہ مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔ مذکورہ بالا حدیث سن کر وہ چونکا۔ حضرت مولانا مرحوم سے کہنے لگا کہ کیا سود دینا بھی حرام ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہنے لگا اگر آپ کی لڑکی کا بیاہ ہو اور آپکے پاس روپیہ نہ ہو تو کیا کرو۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں کبھی سودی روپیہ نہ لوں گا بلکہ نہایت سادگی سے مسجد میں لڑکی کا نکاح پڑھ دوں گا۔ اسلام میں نکاح پر تو ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوتا۔ جہیز حسب استطاعت ہوتا ہے روپیہ نہیں تو جہیز بھی کوئی نہیں۔ اس پر وہ ساہوکار بولا کہ شادی تو خیر یوں گذر گئی اگر آپ کے ہاں موت ہو جائے تو کیا کرو گے فرمانے لگے نہلا کر نماز جنازہ پڑھ کر گڑھا کھود کر دفن کر دیں گے کفن کے لئے پیسہ نہ ہوگا تو جن کپڑوں میں مردہ ہے انہی میں دفن کر دیں گے اس پر وہ ساہوکار بولا کہ اگر کھانے کو گھر میں نہ ہوگا تب کیا کرو گے۔ فرمانے لگے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاؤں گا۔ سر پر گٹھا رکھ کر بیچونگا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالوں گا مگر سودی قرضہ نہ لوں گا۔ اس پر لالہ جی بہت متاثر ہوئے کہنے لگے مولوی صاحب آپ کو جب بھی روپے کی ضرورت ہو آپ مجھ سے لیں میں کبھی آپ سے سود نہیں لوں گا لیکن حضرت مولانا نے کبھی بھی اس سے قرضہ نہیں لیا۔

افسوس ہے مسلمان اپنے سید و مولیٰ حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ کو بھول گئے۔ آپ پرلے درجہ کے فیاض واقع ہوئے تھے۔ آپ کی فیاضی غربا اور حاجتمندوں پر ابر بہار کی طرح برستی تھی لیکن خود اپنی زندگی نہایت سادہ رکھتے تھے ایک دفعہ حضرت عمر آپ کے حجرہ میں تشریف لیگئے تو دیکھا کہ ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ کے جسم پر پڑ گئے ہیں۔ ایک طرف مشکیزہ لٹکا ہوا ہے۔ اور ایک کونے میں جَو کا چھوٹا سا ڈھیر ہے بس ختم۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب آپ کل ملک عرب کے بادشاہ بن چکے تھے آپ کی غذا نہایت سادہ تھی۔ یہ بہت پسند تھا کہ ہانڈی میں پانی ڈال کر سالن کو پتلا کر کے اس میں غریب ہمسایوں کو شامل کر لیا جائے۔ حضرت امام حسن اور امام حسین حضور کے نواسے تھے جوان ہونے کے بعد ایک بزرگ صحابیہ سے فرمائش کی کہ ہمیں وہ کھانا پکا کر دو جو ہمارے نانا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھایا کرتے تھے۔ وہ ہنسنے لگیں کہنے لگیں کہ تم وہ کھا نہیں سکتے انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں ضرور پکاؤ۔ پکایا تو سچ مچ وہ کھا نہ سکے۔ کیونکہ نہایت ہی سادہ اور سب چیزیں ملی جلی ایک ہی جگہ پکی ہوئی تھیں۔ آپ نے نکاح بھی کیا تو اس میں بھی کوئی تکلف کبھی نہیں کیا ایک دفعہ دعوت ولیمہ کے لئے کچھ نہ تھا تو سب اصحاب کو کہہ دیا۔ کہ اپنے اپنے گھر سے کھانا لے آؤ۔ آپ بھی اور وہ سب کھانا لے آئے تو سب نے مل کر کھا لیا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ فوت ہوئیں تو کفن کے لئے کچھ نہ تھا۔ فرمایا۔ میری تہ بند میں لپیٹ کر قبر میں رکھ دو۔ یہی حال صحابہ کی زندگی کی سادگی کا تھا جس

باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳

انبیاء کے نوشتے

اس زمانہ میں تھوڑے بہت لکھے پڑھے مسلمان خصوصاً وہ مسلمان کہ جنکو تبلیغ دین کا بھی کسی قدر شوق ہے اس بات کی تلاش میں رہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دیگر مذاہب کی کتب میں کون کون سی پیشگوئیاں ہیں۔ مسلمان ان پیشگوئیوں کے سننے سے اپنے اندر ایک خاص راحت اور سرور محسوس کرتا ہے کہ وہ مقدس ہستی جس کے نام پر وہ اپنے آپ کو نثار کرنا اپنی عین سعادت سمجھتا ہے اس کے متعلق غیر مذاہب کے انبیاء نے بھی بشارت دی اور اس کی تعریف کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ وہ افضل الانبیاء ہیں جن کی شان میں مذاہب عالم کے تمام انبیاء رطب اللسان ہیں۔ نہ صرف گذشتہ انبیاء ہی واضح اور کھلے الفاظ میں آنحضرت صلعم کی تعریف کرتے اور بشارت دیتے ہیں بلکہ موجودہ زمانہ کے فضلاء اور علمائے دہر بھی آپ کی اعلیٰ شخصیت کے قائل ہیں چنانچہ سائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا یہ حوالہ بارہا نقل ہو چکا ہے۔

The most successfull of all the prophets and ... religious personalities.

کہ "حضور تمام انبیاء عالم اور مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین انسان تھے"۔ ایک مسلمان کے لئے کس قدر خوش ہونے اور فخر کرنے کا مقام ہے کہ جس کا وہ نام لیوا ہے وہ کوئی معمولی حیثیت کا انسان نہیں بلکہ ایک ایسی اعلیٰ اور معزز ہستی ہے جس کی عظمت کے دشمن بھی قائل ہیں۔ لیکن ایک دانا اور عقلمند انسان کے لئے یہ خوشی یہیں تک محدود نہیں رہنی چاہیے۔ خصوصاً ایک مسلمان کہ جس کی کتاب میں ہر شخص کو اس کے اپنے ذاتی اعمال اور افعال کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ انبیاء کی بزرگی انکی امتوں کی بداعمالیوں کا کفارہ نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ انبیاء کی بیویوں کو بھی یہ الارم دے دیا گیا ہے کہ تم اس خیال اور گھمنڈ میں مت رہو کہ تم نبی کی بیویاں ہو اس لئے نجات کی مستحق ہو نہیں اگر تمہارے اعمال پسندیدہ نہ ہوں گے تو تم اوروں کی نسبت دگنے عذاب کی مستحق ہو۔ الغرض اسلام نے وہ تمام خیالات باطلہ اور جھوٹی تمنائیں کہ جو غیر مذاہب کے لوگوں کے دلوں میں گدگداتی تھیں اس اعلان کے ساتھ ہی مسلمانوں کے لئے ان کا سد باب کر دیا اب کسی مسلمان کا حق نہیں ہے کہ وہ یہ آس دل میں جمائے بیٹھا ہو کہ وہ محض فخر الانبیاء اور سردار ہر دو سرا کی عظمت اور فضیلت کے صدقے میں نجات کا وارث ہو جائے گا اور اسے نیک اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اگر ایسا ہی ہوتا تو انبیاء کے نوشتوں میں اور قرآن کریم کے ارشادات میں ان کے لئے وعید اور عذاب کا ذکر نہ ہوتا لیکن اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ نے کہیں لغزش کی تو اس کا خمیازہ بھی اسی وقت بھگت لیا قرآن میں وہ واقعات مذکور نہیں ؟ اگر فی الواقعہ ایسا ہی ہے اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کتب مقدسہ اور انبیاء کے نوشتوں میں پیشگوئیاں تلاش کرنے سے پہلے اپنے متعلق دریافت کرو کہ صحف انبیاء میں کیا لکھا ہے۔ اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو آؤ ہم انبیاء کے نوشتوں میں تلاش کریں کہ اس زمانہ کے مسلمانوں کے متعلق کیا لکھا ہے۔ کتاب استثناء کے باب ۲۸ میں پیشگوئیوں کا ایک سلسلہ موجود ہے کہ جو مسلمانوں کے لئے قابل غور ہے

"اگر تو خداوند اپنے خدا کی آواز کو شنوا نہ ہوگا کہ اس کے سارے شرعوں اور حکموں پر جو آج کے دن میں تجھے بتاتا ہوں دھیان رکھ کے عمل نہ کرے تو ایسا ہوگا کہ یہ ساری لعنتیں تجھ پر اتریں گی اور تجھ تک پہنچیں گی تو شہر میں لعنتی ہوگا اور تو کھیت میں بھی لعنتی ہوگا ..... تیرے بدن کا پھل اور تیری زمین کا پھل تیری گائے بیل کی بڑھتی اور تیرے بھیڑ بکری کے گلے لعنتی ہو جائیں گے ..... خداوند ایسا کرے گا کہ تو اپنے دشمنوں کے آگے مارا جائے تو ایک راہ سے ان پر چڑھ جائے گا اور ان کے آگے سات راہوں سے بھاگے گا اور زمین کی ساری مملکتوں میں تیرے لئے پریشانی ہوگی ..... تو اپنی راہوں میں کامیاب نہ ہوگا اور تجھ پر ہمیشہ ظلم ہی ہوگا۔ اور تو لوٹا جائے گا اور کوئی تیرا بچانے والا نہ ہوگا تو ایک عورت سے منگنی کرے گا اور دوسرا شخص اس سے ہمبستر ہوگا۔ تو گھر بنائے گا پر اس میں سکونت نہ کر سکیگا تو تاکستان لگائیگا اور اس کے انگور کے پھلوں کو جمع نہ کر سکے گا۔ تیرا بیل تیری آنکھوں کے سامنے ذبح کیا جائے گا اور تو اس کا گوشت کھانا نہ پائیگا ...... تیرے بیٹے اور تیری بیٹیاں دوسری قوم کو دی جائیں گی اور تیری آنکھیں دیکھیں گی۔ تیرے ہاتھ میں کچھ زور نہ ہوگا تیری زمین اور تیری ساری محنتوں کے پھل کو ایک گروہ جس سے تو ناواقف ہے کھا جائے گی اور تو فقط ہمیشہ ظلم کیا ہوا اور کچلا ہوا رہے گا ..... ان سب قوموں میں جہاں جہاں خدا تجھے لیجائے گا حیرانی کا باعث ضرب المثل اور لعن طعن کا نشانہ ہوگا ..... پردیسی جو تیرے درمیان ہے تیری بہ نسبت نہایت سرفراز ہوگا۔ اور تو نہایت پست ہو جائے گا وہ تجھے قرض دیگا اور تو اسے قرض نہ دے سکیگا وہ سر ہوگا اور تو دم ہوگا ..... خداوند ایک گروہ دور سے زمین کی انتہا سے تجھ پر چڑھا لائے گا وہ ایک گروہ ہوگی جس کی زبان تو نہ سمجھے گا وہ ترش رو گروہ ہوگی جو نہ بوڑھے کا ادب اور نہ جوان پر کرم کرے گی اور وہ تیرے مواشی کا پھل اور تیری زمین کا پھل کھاوے گی۔ یہاں تک کہ تو ہلاک ہو جائے گا .....

اور یوں ہوگا کہ جسطرح خداوند نے تم سے خوش ہو کر تمہارے ساتھ نیکی کی اور تمہیں بہت کر دیا اسی طرح خداوند تمہاری بابت خوش ہوگا کہ تمہیں ہلاک کرے اور نیست و نابود کر ڈالے اور تو اس سرزمین سے جس کا تو مالک ہونے جاتا ہے جڑ سے اکھاڑ ڈالا جائے گا اور خداوند تجھ کو سب قوموں کے درمیان زمین کے اس سرے سے اس سرے تک تتر بتر کریگا ...... خداوند تجھ کو دل کا دھڑکا آنکھوں کی دھندلاہٹ اور جی کی غمناکی دے گا۔ اور تیری زندگی تیری نظر میں بے ٹھکانا ہو جائے گی اور تو رات اور دن ڈرتا رہے گا۔ اور تجھ کو اپنی زندگی پر کچھ بھروسہ نہ ہوگا۔ اپنے دل کے خوف سے جسے تو کھائے گا اور ان چیزوں سے جنہیں تیری آنکھیں دیکھیں گی صبح کو تو کہے گا اے کاش کہ شام ہوتی اور شام کو کہے گا اے کاش کہ صبح ہوتی ..... تم وہاں غلام اور لونڈی ہونے کے لئے اپنے دشمنوں کے ہاتھ بیچے جاؤ گے اور کوئی تمہیں مول نہ لیگا"

پیشگوئی کا پہلا حصہ جائداد کے متعلق

یہ پیشگوئیاں خواہ کسی قوم کے متعلق ہوں لیکن لفظاً لفظاً یہ مسلمانوں پر بھی صادق آتی ہیں اس کی تائید کے لئے واقعات بطور شہادت موجود ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کے متعلق مسٹر تھاربرن کے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

"مسلمان اس لئے محنت کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ اس سے آرام پائیں اور اس لئے بوتے ہیں کہ دوسرے لوگ اسے کاٹیں امید انہیں چھوڑ دیتی ہے اور مایوسی ان پر مسلط ہو جاتی ہے اور آزاد انسانوں کی خوبیوں کی جگہ ان میں غلاموں کے عیوب پیدا ہوتے جاتے ہیں"

ضلع منٹگمری کے متعلق ایک افسر ضلع رپورٹ کرتے ہیں۔ "اس ضلع کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوں کہ تھوڑی سی رقموں سے ان کے نام چندسال سے کس قدر قرض ہوگیا ہے۔ دوکاندار اک ذراسی دوکان کے مالک ہوتے ہیں مگر بڑی بڑی اراضیات والے ان کے سامنے ہیچ ہیں۔ وہ فصل کی ساری جنس بھی لے لیتے ہیں مگر قرض جوں کا توں رہتا ہے اس میں کمی کی امید مشکل ہے کیونکہ یہ سب کچھ سود کا نتیجہ ہے۔ زمینداران اراضی گویا دوکانداروں کے مفت کے مزارعہ ہیں ایسی صورت میں مسلمان کسی طرح ترقی کا منہ نہیں دیکھ سکتے"

مسٹر دار لنگ نے راولپنڈی کے متعلق لکھا ہے کہ وہاں اسی فیصدی مسلمان زمیندار مقروض ہیں۔ ضلع مظفرگڑھ میں بھی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مسلمان اس سے کم مقروض نہیں اور یہ قرضہ کی رقم ہر سال بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پنجاب میں ۱۸۹۳ء سے لیکر ۱۹۰۲ء تک اگر قرضہ میں ۱۶ کروڑ کی ایزادی ہوئی تھی تو ۱۹۰۳ء سے ۱۹۱۲ء تک اس نے ۹ کروڑ کی اور ترقی کی مگر ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۲ء تک مسلمانوں نے قرضہ لینے میں گذشتہ ریکارڈ کو بھی مات کر دیا یعنی اس میں ۳۰ کروڑ کا اضافہ ہوا۔ مسلمانوں کے بچاؤ کے لئے جو بھی تدبیر کی جاتی ہے وہ الٹی انہیں اور قرضہ کی زنجیروں میں جکڑتی چلی جا رہی ہے۔ زمینداروں کے بچاؤ کے لئے عدم انتقال اراضی کا قانون نافذ ہوا اور مہاجن کے لئے مزروعہ اراضی کو اپنے حق میں رہن و بیع کرانے کا دروازہ بند ہوا تو مسلمانوں نے غیر مسلم زمینداروں اور کاشتکاروں سے سودی روپیہ لینا شروع کر دیا۔ اس پر مسٹر تھاربرن نے لکھا کہ:۔

کہ "عقل معاش کے اعتبار سے مسلمان ایک وحشی درندہ کی مانند ہیں"

مسلمانوں کی اراضی اور جائداد کی یہ تباہ کاریاں نہ صرف دیہات میں ہی ہیں بلکہ جیسا کہ انبیاء کے نوشتوں میں لکھا ہے "تو شہر میں بھی لعنتی ہوگا اور کھیت میں بھی لعنتی ہوگا"

شہروں کے اندر بھی مسلمانوں کی جائدادیں ہندوؤں کے ہاتھ میں بڑی کثرت کے ساتھ جا رہی ہیں اس میں اگر ہندوؤں کی کوئی کوشش ہے تو اس کے ذمہ دار بھی مسلمان ہی ہیں۔ مہا تما گاندھی کی یہ وصیت جو انہوں نے بستر مرگ پر کی تھی کہ "ہندوؤں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کی جائدادوں پر قبضہ کریں" اس کو مسلمان ایک حد تک خود ہی پورا کر رہے ہیں۔ آج سے بیس سال پیشتر امرتسر میں ایک ہندو مسلم فساد کے موقعہ پر لالہ گوپال داس بھنڈاری نے کہا تھا کہ ہندو بھائیو! مسلمانوں سے لڑائی جھگڑا کرنے میں تمہارا نقصان ہے تم اپنے روپیہ سے ان کی جائدادوں پر قبضہ کرو پھر آسانی کے ساتھ مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کیا جا سکتا اور ان کو شہر سے باہر نکالا جا سکتا ہے مسلمان جو اپنے رسم و رواج کا غلام اور اپنی ہانڈی کی لذت کا والہ و شیفتہ ہے وہ کبھی روپیہ پس انداز نہیں کر سکتا۔ تم اپنا روپیہ بچاؤ اور ان کی جائدادوں پر قبضہ کرو۔ اس وقت امرتسر شہر کے اندر مسلمانوں کی جائداد نصف سے کم نہ تھی لیکن آج بیس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی جائداد امرتسر شہر میں ایک روپیہ میں سے ۲ ار بھی نہیں رہی۔ ہاں شہر سے باہر اسلام پورہ وغیرہ گاؤں میں بے حیثیت مکان ضرور بنتے چلے جاتے ہیں امرتسر پر ہی کیا منحصر ہے۔ پنجاب کا کوئی بھی شہر اور گاؤں آپ کو ایسا نظر آئیگا کہ جہاں مسلمانوں کے خون سے ہندوؤں کی پرورش نہ ہو رہی ہو۔

پیشگوئی کا دوسرا حصہ مسلمانوں کی طاقت کے متعلق

طاقت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک علم کی طاقت ہے دوسری جسمانی اور تیسری سیاسی غلبہ ہے ان تینوں کے متعلق پیشگوئی میں وضاحت کے ساتھ ذکر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی طاقت مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ رہے گی۔

نہ ان کے اندر علم ہوگا نہ جسمانی طاقت ہوگی اور نہ ان کا سیاسی غلبہ ہوگا بلکہ وہ ہر لحاظ سے اپنے دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر ہوں گے۔ ایک درد مند مسلمان نے علم اور سیاست کے لحاظ سے مسلمانوں اور ہندوؤں کا کیا اچھا موازنہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں کی عبرت کے لئے یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

علوم و فنون کا مقابلہ

ہندوستان میں مسلمانوں کی علی گڑھ یونیورسٹی موجود ہے۔ تو اس کے مقابلہ پر ہندو بھائیوں کی بنارس یونیورسٹی موجود ہے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہندوستان کی تمام گورنمنٹ یونیورسٹیاں میرے خیال کے مطابق تمام ہندو یونیورسٹیاں ہیں کیونکہ ان پر قبضہ ہندو بھائیوں کا ہے ہندوستان کے تمام گورنمنٹ اسکولوں کالجوں یونیورسٹیوں کے منتظمین پروفیسر پرنسپل ہیڈ ماسٹر استاد قریب قریب سب ہندو بھائی ہیں۔ ان کے طلبا بھی اسی فیصدی ہندو ہیں۔ گویا علم و ہنر کے تمام دریاؤں اور چشموں پر میرے ہندو بھائیوں کا قبضہ ہے علم و ہنر کی تمام سلطنت بلا شرکت غیرے ہندو بھائیوں کے قبضہ میں ہے ہندوستانی ڈاکٹر انجینئر وکلا۔ بیرسٹر منصف سب جج۔ جج کلکٹر غرض بڑے بڑے بھاری مقاموں اور عہدوں پر بکثرت ہندو بھائی ہیں ہندوستان **سرکاری محکمے پر** کے تمام سرکاری محکمے ہندو بھائیوں سے بھرے ہوئے ہیں کیونکہ وہ قابل ہیں۔ ان میں صرف قلی چپراسی خانساماں۔ چوکیدار تو مسلمان ہیں باقی سب ہندو بھائی ہیں۔ کہانی لمبی ہے میں کہاں تک عرض کروں گا مختصر تو یہ ہے کہ کرسیوں پر بیٹھنے والے زیادہ تر برادران یوسف ہیں اور جوتیوں اور دروازوں پر بیٹھنے والے زیادہ مسلمان بھائی ہیں۔ زمانہ گذرنے دیجئے قلی چپراسی، خانساماں۔ چوکیدار بھی مسلمان نہیں مل سکے گا

خطا کس کی ہے

اس میں ہندو بھائی کی کوئی خطا نہیں ہے وہ دانا ہے قبضہ کر لیا ہے۔ خطا مسلمان کی ہے، وہ پیسہ کما کر پیسہ بچا کر مالدار کیوں نہیں ہو جاتا۔ **غریب ہندو کیسے تعلیم دیتا ہے** اعلیٰ تعلیم کیوں نہیں پاتا ہندو چپراسی، ہندو قلی۔ ہندو چوکیدار۔ ہندو کہار، اور خوانچہ والا سوکھی روٹی چٹنی سے کھاتا ہے اور سستا کپڑا پہنتا ہے اسطرح روپیہ بچا کر اپنے بچوں کو تعلیم دلاتا ہے اور ان کا عیش دیکھتا ہے لیکن افسوس ہے کہ

مسلمان کی ہانڈی

کے خرچ سے بچتا ہی نہیں جس سے بچے کی تعلیم ہو سکے۔ اسلئے پڑھے لکھے مسلمان کی اولاد بھی جاہل رہ جاتی ہے۔ ہر تعلیم یافتہ ہندو بھائی گورنر بننے کی کوشش میں ہے ہر بے پڑھا ہندو بھائی تجارت کر کے کروڑپتی بننے کی تاک میں ہے مسلمان چونکہ جاہل و محتاج ہے اس لئے پھاوڑہ۔ کلہاڑی۔ اور ٹھیلہ ہونے کی فکر میں ہے انجام یہ ہو رہا ہے کہ ہندو بھائی گورنر لارڈ سنہا، اور کروڑپتی دمنشر برلا بن رہے ہیں اور مسلمانوں کے ہاتھ میں پھاوڑہ۔ کلہاڑی اور ٹھیلہ رہ گیا ہے کیونکہ قانون قدرت یہی ہو کہ غلاموں کو غلامی دی جاتی ہے مزدوری کے خواہشمندوں کو مزدوری کا پھاوڑہ، کلہاڑی، کدال دیا جاتا ہے اور خاکروبوں کو جھاڑو عنایت کی جاتی ہے حکومت کے شوقینوں اور کوشش کرنیوالوں کو تاج شاہی عطا کیا جاتا ہے قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا **غریب ہندو کیسے پڑھتا ہے** دیکھئے تو غریب ہندو بھائیوں کے بچے پڑھنے کے کیسے شوقین ہوتے ہیں چوبیس گھنٹوں میں صرف دو وقت روکھی غذا کھا کر دو پیسے کی ٹوپی اوڑھ کر پیوند لگا کر کھدر گاڑھے کا کوٹ پہن کر ننگے پیر اسکول جاتے ہیں۔ دن رات محنت کرتے ہیں آخر کار وکالت پاس کر کے کہیں منصف ہو جاتے ہیں بابو بن جاتے ہیں اگر نوکری نہیں ملتی تو بیس روپے لگا کر کہیں دکان کر لیتے ہیں۔ چونکہ تعلیم یافتہ ہیں اسلئے ہزاروں روپے کما لیتے ہیں ہندو بھائیوں کے انٹرنس پاس نوجوان چاٹ اور مینے فروخت کرنے لگے ہیں۔ لیکن مسلمان بھائی کا بچہ ابھی تک یہی سمجھے ہوئے ہے کہ اسلامی **تخت طاؤس** حکومت ہے اور حضرت عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ دلی والے تخت طاؤس پر تاج شاہجہانی پہنے بیٹھے ہیں پانچ روپے کا جوتہ چھ روپے کی ترکی ٹوپی کشمیرے کا کوٹ جب تک نہ ہو اسکول نہیں جاتا جب ان چیزوں میں کمی ہو جاتی ہے تو اسکول سے بھاگ جاتا ہے اور آوارہ ہو جاتا ہے چونکہ تھوڑا سا پڑھ لکھ گیا ہے اسلئے مزدوری کرنا پسند نہیں کرتا **دھوبی کا کتا** اور چونکہ تعلیم ادھوری رہ گئی ہے اس لئے بابو نہیں بن سکتا دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اس کی اولاد بھی جاہل ہی ہوگی۔ اسطرح علم **جہالت بڑھتی جاتی ہے** و ہنر کا پیالہ مسلمانوں کے لئے بند ہوتا جاتا ہے شہروں کو چھوڑ کر مسلمان جہاں جہاں ملیگا سخت قسم کا جاہل ملیگا جہالت بڑھتی جاتی ہے کم نہیں ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں مسلمان بھائی دیکھ رہا ہے کہ ہندو پٹواریوں کے لڑکے قانون گو نائب تحصیلدار، مختار۔ وکیل پیشکار اہلمد ہیں ہندو مالیوں کے لڑکے بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی وکیل ہائیکورٹ ہیں چماروں کے بچے ڈپٹی کلکٹر ہیں ہندو چاٹ بیچنے والوں کے لڑکے منصف، سب جج اور آنریری مجسٹریٹ ہیں ہندو چپراسیوں کے لڑکے دو سو روپے پانیوالے بابو ہیں غرض ہر ہندو بھائی کا لڑکا ترقی کی دھن میں اپنے باپ سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے ہندو تحصیلدار کا لڑکا ڈپٹی تو ہو سکتا ہے لیکن نائب تحصیلدار نہیں ہو سکتا ہندو پارسی انگریز بھائی کی آنکھیں آسمان کیطرف لگی ہوئی ہیں لیکن مسلمان کی آنکھیں پھاوڑہ چلانے کیلئے زمین کیطرف لگی ہوئی ہیں۔

ہندو قلی کا لڑکا

اسٹیشن پر ایک دن ماتادین قلی نے مجھ سے کہا میرا بچہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے اور۔

مسلمان کوتوال کا لڑکا

وہیں مراد آباد کے مشہور سب انسپکٹر ساکن شیدی سرائے نے فرمایا کہ میرا بچہ نہیں پڑھتا مجبور ہو کر میونسپلٹی کے اسکول صنعت و حرفت میں ڈالا ہے اللہ اکبر! قلی کا بچہ بی۔ اے ہوگا اور سب انسپکٹر بہادر کا بچہ مراد آبادی برتن بنا رہا ہے!!

بڑے لوگوں کی اولاد

میری خاطر سے آپ اپنے محلہ و قصبے میں غور سے نگاہ ڈال لیجئے آپ کے علم میں کوئی کوتوال انسپکٹر تھانے دار۔ ڈپٹی کلکٹر تحصیلدار ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ منصف صدر اعلیٰ۔ جج مختار۔ وکیل۔ بیرسٹر۔ آنریری مجسٹریٹ رہتا ہو تو ملاحظہ کیجئے کہ اسکی اولاد بیٹے پوتے نواسے اپنے بزرگوں کے مرتبے کو پہنچے ہیں کہ نہیں۔ محلے۔ شہر قصبہ میں ہر طرف غور سے نگاہ دوڑا لیجئے آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر کی اولادیں تباہ حال ہیں انکے بیٹے آٹھویں درجہ سے آگے نہیں پڑھے ہوئے ملیں گے۔ حالانکہ قدرت نے انہیں بیرسٹر اور انجینئر بننے کا موقع دیا تھا۔ کوتوالوں کے بیٹے اور پوتے چھلائی کرتے ہوئے ملیں گے نینی تال کے مشہور آنریری مجسٹریٹ کے صاحبزادے گھڑیاں صاف کرتے ہوئے ملیں گے۔ ریاست رام پور کے مشہور ہیڈ ماسٹر کے صاحبزادے کسی دفتر میں کاغذ گھسیٹتے ہوئے ملیں گے۔ مراد آباد کے ایک مسلمان سب جج کے بیٹے پوتے کچہری میں اس انتظار میں کھڑے ہوئے ملیں گے کہ کوئی شخص چار آنے پیسے دیکر ان کی جھوٹی گواہی کرائے یا محکمہ رجسٹری میں فرد خت کرا لے مراد آباد کے سب سے بڑے اور سب سے مشہور نواب کا پوتا کچہری میں بیٹھنے والوں سے عرضی نویسی کرتا ملیگا۔ یا مراد آباد کے کانجی ہوس کا محرر ملیگا۔ یہ فہرست میں کہاں تک لکھوں گا مختصر یہ ہے کہ بعض بڑے آدمیوں کی اولاد سے۔ اپنے محلے میں آپ بہت ہی غور سے بڑے آدمیوں کی اولاد کو اگر اس قدر جہالت کی حالت میں ملے گی کہ آپ کو مشکل یقین آئیگا کہ کسی بڑے آدمی کی اولاد ہے۔ آپ اپنے محلے میں آپ بہت ہی غور سے بڑے ہندو مسلمانوں کی اولاد کو اگر ملاحظہ کریں گے تو میں چیلنج دیتا ہوں کہ آپ مجھے جھٹلا نہیں سکیں گے۔ اور آپ کو کہنا پڑیگا کہ بے شک مسلمانوں کی اولاد جہالت کے سمندر میں غرق ہوتی جا رہی ہے۔ علی گڑھ اور ڈھاکہ کے مٹھی بھر تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دیکھ کر دھوکا نہ کھانا ہندوستان کے بر اعظم کے لئے تنہا علی گڑھ بھی کم ہیں بجیدوں **محتاجی عذاب ہے** اور پیغمبروں تک نے اس عذاب الٰہی سے پناہ مانگی ہے لیکن میرا مسلمان بھائی محتاجی کے عذاب سے پناہ نہیں مانگتا اس لئے مسلمانوں کی قوم اس عذاب میں مبتلا ہوتی جاتی ہے دنیا کے اکثر کبیرہ گناہ محتاجی کیوجہ سے سرزد ہوتے ہیں مرزا جی۔ میر صاحب شیخ جی مسلمان شرفا کی حالت خانصاحب ہو نگے میلے گندے کپڑے پہنے کئی وقت کے فاقے سے مارے مارے پھرینگے۔ یہاں حقہ کا دم لگالیں گے وہاں قرض ادھار مانگتے پھرینگے لیکن جینتان کی گولی چوڈن سگرٹ۔ تمباکو۔ پان بیچنے دال برف۔ صابون۔ حلوہ۔ ریوڑی گزک اور پیڑا وغیرہ ہرگز ہرگز فروخت نہیں کرینگے اور یہ فرمائیں گے کہ عزت جاتی رہے گی۔ فرمائیں گے کہ یہ چھوٹا سا کام ہے لیکن ان سے کہدو کہ تمہارے پاس تو عزت ہے ہی نہیں۔ جو چیز تمہارے پاس ہے ہی نہیں **عزت کہاں ہے جو جاتی رہے گی** اس کا کیا ڈر ہے گا جاتی وہ چیز ہے جو موجود ہو۔ عزت ہے کہاں جو جاتی رہے عزت تو دادا جان کے ساتھ قبر میں چلی گئی یا دولت اور علم کے ساتھ چلی گئی محتاج کے پاس کبھی عزت ہوئی ہے؟ مجھے تو محتاج مسلمان کے پاس عزت ہی نظر

نہیں آتی جاہل اور کاہل کی عزت دنیا میں کبھی کسی نے بھی کی ہے۔ جو آج ہو۔ میرے پیارے بھائی میرا کہنا مان سے چار پیسے کے پانوں کا خوانچہ لگا لے عزت اور دولت دونوں تیرے قدموں کو چوما کریں گی

نقیب المومنین نوشہ خانصاحب مراد آباد خلافت کمیٹی کے مشہور نقیب نوشہ خانصاحب نے مسلمانوں کیواسطے نمونہ بننے کیلئے خود چنے فروخت کرنے شروع کر دیئے۔ گلی گلی اور سڑک سڑک خوانچہ لئے پھرے مسلمانوں نے مذاق بنایا لیکن انہوں نے برداشت کر لیا انجام یہ ہوا کہ شہر میں بیس بیکار مسلمان ان کی دیکھا دیکھی چنے فروخت کرنے لگے اور اپنے کنبہ کا پیٹ پالنے لگے۔ میری نظر میں اس کے بعد نوشہ خانصاحب کی عزت سوگنی ہو گئی۔ کیونکہ انہوں نے تجارت کرنیکی سنت رسول اللہ کو زندہ کیا ہے آپ کے شہر میں بھی کوئی خانصاحب میر صاحب شیخ جی یا مرزا صاحب ایسے ہیں جو مسلمانوں کو آڑھت سے تجارت

تجارت سنت رسول اللہ کرنا سکھا دیں اور بے روزگاروں کو روزگار سے لگا دیں۔

جسمانی طاقت کا موازنہ

محتاجی کی تصویر جناب نے ملاحظہ فرمائی اب جسمانی طاقت کا زور دیکھیے جسمانی قوت کے لحاظ سے مسلمان تیرہ سو برس سے ہمیشہ ممتاز رہے ہیں۔ لیکن یہ کسی کی موروثی جائداد نہیں ہے۔ کوشش کرنے سے حاصل ہوتی ہے لیکن کچھ پچھلے چودہ پندرہ سال میں انقلاب عظیم ہندوستان میں ہوگیا مسلمانوں میں سے جو لوگ ڈنڈ پیلتے تھے ورزش کرتے تھے

مسلمانوں میں ترک ورزش اکھاڑے قائم کرتے تھے۔ ہم نے انہیں نظروں سے گرا دیا انہیں بدمعاش کہہ دیا پولیس نے زیر دفعہ ۱۱۰ ان کے چالان کر دیئے۔ انجام یہ ہوا کہ یہ شریف اور مفید

قادیانی فتنہ

مسلمانوں نے فرقوں گروہوں اور اختلافوں میں کچھ کسر نہ رکھی تھی کہ اب قادیانی فرقے نے نکالی۔ آج تیرہ سو سال سے اسلام میں دو بڑے گروہ یعنی شیعہ سنی ہی اسلام کی جڑ کاٹنے کیواسطے کافی تھے۔ مگر بجز جہلاء کے ہر دو فریق ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے رہتے ہیں رہے ہیں اور سمجھتے رہیں گے فریق قادیان نے سب سے زبردست ضرب اسلام پر یہ لگائی کہ انہوں نے کھلم کھلا بغیر خوف و خطر کے چالیس کروڑ فرزندان توحید کو اسلام سے خارج کر دیا اور یہ کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ہزاروں نبی آتے رہینگے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ چیز اہل بہاء کی نقل ہے تو کیا بیجا ہوگا؟ اہل بہاء بعد آنحضرت رسول کریم کے انبیاء کے آنیکے قائل ہیں اور ایڑی چوٹی کا زور اس بات پر لگا رہے ہیں کہ سنۃ اللہ کبھی رکتی نہیں؟ چہ خوب۔ ساری سنۃ اللہ نبوت پر منحصر ہو گئی اس بنا پر قادیانی فتنہ ایک ایسا فتنہ ہے جو اسلام کی جڑ پر ایک کاری ضرب ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قادیانی فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں شیخ سعدی نے کیا ہی عمدہ بات سینکڑوں سال پیشتر کہی ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد

میں اہل قادیان و علی ہذا القیاس اہل بہاء سے ایمانا اور صدقاً دریافت کرتا ہوں کہ کیا اگر دوسرا نبی آجائے اور واقعی بہت سے آئے ہیں تو کیا وہ انہیں ماننے کیلئے تیار ہیں یا ان سے منہ پھیر دیں گے اسلئے کہ پھر خلافت

بقیہ کے لئے دیکھو صفحہ کالم نمبر ۳

چھوڑ مسلمانوں نے چھوڑ دیا اور ہندو قوم نے اختیار کر لیا ہندو بھائیوں کے

اہل ہنود میں ورزش ہر محلہ میں تم اکھاڑے پاؤ گے۔ شمشیرزنی نیزہ بازی۔ پھری گدکا سکھایا جاتا ہوگا ہندو نوجوان ڈنڈ پیل رہے ہونگے کوئی وکیل صاحب یا محلے کے بڑے بابو اس اکھاڑے کے منتظم ہونگے اور کوئی میرے ہی مسلمان بھائی پاؤ بھر دودھ کے لالچ میں ہندو بھائیو کو شمشیرزنی سکھا رہے ہونگے۔ تاکہ کلکتہ بریلی۔ ناگپور کی طرح بلوہ ہو جائے تو اللہ بخش کے شاگرد مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ اس کے مقابلہ میں اے مسلمانو! تم اپنے محلہ میں کوئی اکھاڑہ دکھا دو گے؟ شمشیرزنی۔ نیزہ بازی پھری گدکے کی تعلیم دکھلا دو گے؟ تعلیم یافتہ لڑکوں کو ڈنڈ پیلتے دکھلا دو گے؟ میرے بہادر مسلمانو! تم اپنے محلہ میں گائیں بھینسیں دکھلا دو گے۔ عام مسلمانوں کے گھروں میں دودھ دہی مکھن دکھلا دو گے؟ ہرگز نہیں دکھلا سکو گے کبھی نہیں دکھلا سکو گے تو فرماؤ کہ طاقت کیسے آئے چوڑا سینہ موٹی کلائیاں کیسے ہوں

مسلمان کا کمزور جسم وجہ اب آؤ میرے ساتھ چلو میں تم کو ہندو بھائیوں کی ہر گلی میں چند گائیں اور بھینسیں دکھلا دوں گا دودھ تم کو میسر ہے یا ان کو دہی مکھن گھی تم کو نصیب ہے یا ان کو چہرے تمہارے سوکھے ہوئے ہیں یا انکے پریشانی تمہارے چہروں پر ہے یا سکھوں، پارسیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے چہروں پر بے جسم کی ہڈیاں تمہاری نظر آتی ہیں یا ان کی پھٹکار ہمارے چہروں پر برستی ہے یا ان کے مرجھائے ہوئے جسم نظر آتے ہیں یا دہ عبرت کی جا ہے تماشا

فارغ البالی طاقت ہے نہیں ہے۔ طاقت کی ایک دوسری وجہ بھی ہے اور وہ دولت کا نشہ ہے

تن فربہ شود از راہ گوش جانور فربہ شود از ناؤ نوش

مسلمانوں کی بیکسی مسلمان روٹی کی تلاش میں پریشان حال پھرتا ہے قرضہ سے دبا ہوا ہے چٹھی چھلا۔ موندن بسم اللہ۔ ختنہ جہیز چھچھک کی فکر میں مبتلا ہے اسی لئے جسم سوکھتا جاتا ہے چہرہ سے تباہ حالی عیاں ہے لیکن ہندو بھائیوں کے پاس دولت کے انبار ہیں۔ فکر پاس نہیں آتی۔ ہر طرف سے نفع اور سود کی خبریں آرہی ہیں۔ دل غنی ہے جسم میں جان ہے۔

محلے کے شیخ چلی سے کہہ دو کہ باتیں بنانے اور شیخی بگھارنے سے کچھ فایدہ نہیں ہے۔ یہ روحانیت کا زمانہ نہیں ہے یہ تو آگ اور روحانیت کا زمانہ لوہے کا زمانہ ہے بھاپ اور بجلی کا زمانہ ہے اور نوٹ کا زمانہ ہے جہازوں اور توپوں کا زمانہ ہے جسمانی طاقت کا زمانہ ہے جس قوم کے پاس قوت ہو گی وہ زندہ رہے گی جس کے پاس قوت نہ ہوگی زندہ درگور ہوگی ماری جائے گی۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ سہارنپور۔ آگرہ۔ الہ آباد۔ لکھنو۔ پٹنہ۔ ریواڑی۔ راولپنڈی

مسلمان کا پیٹا جانا کلکتہ۔ لاہور۔ بریلی کانپور وغیرہ وغیرہ میں جہاں جہاں فسادات ہوئے وہاں ہر جگہ مسلمانوں کو بری طرح نقصان پہنچا ہے اس میں ہندو بھائیوں کا قصور نہیں ہے مسلمان کا قصور ہے اپنے کو رستم خیال کرتا ہے۔ لیکن رستم کیطرح ورزش نہیں کرتا۔ لیکن مسلمان کو ورزش کرنیکی فرصت ہی کہاں ہے وہ تو پیٹ کے مرض میں گرفتار ہے۔ لیکن پیٹ نہیں بھرتا محتاجی کا عذاب اس پر نازل ہے یہ عذاب

پیٹ پکڑے پھرتا ہے اس کو کسی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتا پھر جسم میں طاقت کیسے آسکتی ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی جسمانی کمزوری دیکھی اب سیاسی اہمیت کا حشر ملاحظہ ہو

سیاسی اہمیت

ہندوستان کی سلطنت چھن جانیکے باوجود بھی سیاسی اہمیت مسلمانوں کو حاصل تھی۔ یہ سات کروڑ انسان سترکروڑ انسانوں کے [illegible] خیال کئے جاتے تھے گورنمنٹ ہمیں راضی رکھنے کی کوشش [illegible] مصروف رہتی تھی۔

ہندو لوہا مانتے تھے ہندو بھائی ہمارا لوہا مانتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب ۱۹۱۶ء کی مسلم لیگ و کانگریس کے مشترکہ جلسہ میں مسلمانوں نے ممالک متحدہ کی کونسل کے لئے چالیس فیصدی نشستیں طلب کیں تو پنڈت مالوی جی اور لالہ لاجپت رائے وغیرہ نے کہا کہ ممالک متحدہ میں مسلمانوں کی آبادی صرف ۱۵ فیصدی ہے مسلمان صرف پندرہ نشستیں ممبریوں کی لے سکتے ہیں۔ چالیس [illegible] کس حساب سے دی جائیں تو آنریبل سید رضا علی صاحب و آنریبل مولوی محمد یعقوب صاحب اور خان بہادر مسٹر مسعود الحسن صاحب نے مسلمانوں کی سیاسی اہمیت یاد دلائی۔ اپنی سیاسی طاقت کا اظہار کیا تو ہندو لیڈروں کو سیاسی اہمیت یاد آگئی اور انہوں نے مسلمانوں کے [illegible] تیس فیصدی پر سر تسلیم خم کر دیا۔ مطالبات منظور کئے گئے۔ لیکن اب

سر تسلیم خم ہندوستان کی دنیا بدل گئی۔ آج سیاسی اہمیت میرے ہندو بھائیوں کو حاصل ہے کیونکہ ضروریات زندگی سب ان کے قبضہ میں ہیں دولت ان کے قبضہ میں ہے علم ان کے قبضہ سے ہندوستان کی حکومت ان کے قبضہ میں ہے۔

رزق بنیوں کی دوکانوں میں خدا فرماتا ہے کہ میں نے انسانوں کا رزق آسمانوں پر پیدا کیا ہے۔ لیکن دنیا یہ کہتی ہے مسلمانوں کا رزق بقالوں کی دوکانوں میں رکھا ہے وہ کیسے سنئے! اگر بنئے بقال مسلمانوں کو غلہ دینا بند کر دیں تو میرے مسلمان بھائی فاقے کریں۔ کیا کسی مسلمان کے پاس روپیہ ہے۔ جو غلہ کی تجارت کر سکے اگر ہے تو کس دن کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ غلہ کی آڑھت کی دوکانیں ہندوستان کے ہر شہر میں کیا کس لئے نہیں کھولی جائیں۔

مسلمانوں کی بے کفن لاش اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خزانہ کی کنجیاں قبضہ قدرت میں ہیں لیکن مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ خزانہ کی کنجیاں سود خوار بنیوں کے قبضہ میں ہیں۔ جب تک وہ سود پر قرضہ نہ دیں مسلمان مردے کی لاش رکھی رہتی ہے جب تک وہ سود پر روپیہ نہ دے اس وقت تک ہماری شادی بیاہ۔ ختنہ عقیقہ۔ تقریبیں نہیں ہو سکتیں اگر ہندو بھائی ہم سے خفا ہو جائیں اور کپڑا نہ دیں تو مسلمان کیلئے

کیلے کے پتے کیلے کے پتے باندھنے پر مجبور ہو جائیں کپڑے کی دوکانیں مسلمان کیوں نہیں کھولتے۔ اگر ہندو بھائی خفا ہو جائیں اور اپنا قرضہ مسلمانوں سے طلب کریں تو مسلمانوں کے گھر ماتم برپا ہو جائے۔ جناب! تار۔ ڈاک ٹیلیفون۔ ریلوے۔ بجلی گھر۔ پولیس۔ فوج۔ ڈسٹرکٹ بورڈ۔ میونسپلٹی۔ خزانہ۔ جنگلات۔ ہائی کورٹ۔ دفاتر۔ غرض ہر محکمہ پر ہندو بھائیوں کا قبضہ ہے۔ اگر ہندو بھائی خفا ہو جائیں تو کسی دفتر میں چپراسی چوکیدار بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ میرے مسلمان بزرگو! سمجھ میں آیا کہ ہندوستان میں سیاسی اہمیت کس کو حاصل ہے۔ وقت آرہا ہے اور جلدی جلدی آرہا ہے

در سارے جھگڑے نئے سرے سے پیدا ہو جائیں گے! اگر یہ صحیح نہیں تو پھر کیا ہے؟ قادیانی حضرات اس کا جواب ضرور دے کر تشفی بخشیں۔

خاکسار۔ محمد علی الحاج سالمین ایم۔ ایس۔ پی (لندن)

نوٹ: ہمارے دوست سالمین صاحب کو شکایت ہے کہ عید کے موقعہ پر انہوں نے کوئی رباعیات اخبار میں شائع کرنے کیلئے ارسال فرمائی تھیں جو درج اخبار نہیں ہوئیں ہمیں افسوس ہے کہ آپکی طرف سے کوئی رباعیات ہمیں موصول نہیں ہوئیں۔ ایڈیٹر

جبکہ مسلمان ہندوستان میں کسی چیز کے مالک نہیں ہونگے ہماری حیثیت گزارہ دار کی سی ہوگی زمیندار ہندو بھائی ہونگے جب دل چاہیں گے سارا ملک خالی کرالیں گے ۔ مرچھپانے کو جنگل میں بھی جگہ نہ ملیگی کیونکہ جنگل اور بن بھی تو انہیں کا ہو جائیگا کیونکہ مسلمانوں کی جائدادیں ہر سال نیلام ہوکر ان کے پاس جارہی ہیں ۔ دنیا ترقی کر رہی ہے ۔ ہندو پارسی سکھ بھی ترقی کر رہے ہیں ۔ دولت ان کے قبضہ میں آرہی ہے مسلمان کوشش نہیں کرتے

مسلمانوں پر قبضہ میری آنکھوں میں اندھیرا آجاتا ہے جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ ایک ایک ضلع میں مسلمانوں پر اسی اسی لاکھ روپیہ کا قرضہ ہے اور دس لاکھ روپیہ سالانہ مسلمان بنیوں کو سود میں دیتے ہیں اور بنک کا نفع جسے سود کہنا مخلوق کو گمراہ کرنا ہے ۔ یا در ہو ۔ کے

بینک کا سود بنئے بنک ہی میں چھوڑ آتے ہیں تاکہ مسلمان لوگ مسلمانوں ہی کے روپے سے عیسائی بنائے جائیں ۔

جائدادوں کا نیلام پندرہ سولہ لاکھ روپیہ سالانہ کی جائداد کا نیلام میری آنکھوں کے سامنے ہر ۲ تاریخ کو ہوتا رہتا ہے ۔ بنئے اسے خریدتے رہتے ہیں اور میں دیکھا کرتا ہوں ۔ لاکھوں روپے کی ڈگریوں میں مسلمانوں کے جو برتن اور پلنگ بستر اور کپڑے ہر سال نیلام ہو جاتے ہیں وہ علیحدہ ہیں ۔

مسلمانوں کی نکیل بنیوں کے ہاتھ میں میں نے اکثر موقعوں پر دیکھا ہے کہ بعض مسلمان زمیندار یا حاکم کو بھی اپنی مرضی کے خلاف کام کرنے پڑتے ہیں کیونکہ بنیا اپنے قرضہ کے دباؤ سے مسلمان قرضدار زمیندار یا مجسٹریٹ سے جو چاہتا ہے کرالیتا ہے ۔ اپنے موافق فیصلہ کرالیتا ہے ۔ سفارش کرتا ہے تو ماننی پڑتی ہے ۔ جھوٹی گواہی دلاتا ہے تو دینی پڑتی ہے سچی گواہی دینے کو منع کرتا ہے ۔ تو مجبور ہونا پڑتا ہے ۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈ کے مسلمان قرضدار ممبر اور چیرمین اپنی مرضی اور انصاف کے خلاف ووٹ دینے پر مجبور رہتے ہیں

مسلمان کا خصم بنیا ہے دنیا سچ کہتی ہے کہ عورت کا خصم مرد ہوتا ہے لیکن میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ مرد کا خصم بھی ہوتا ہے اور وہ قرض خواہ بنیا ہوتا ہے ۔ قرضدار پٹھان بنئے سے آنکھ نہیں ملا سکتے راستہ نکلنا چھوڑ دیتے ہیں

بنیا عقل چھین لیتا ہے بنئے کے سامنے قرضدار مسلمان فلسفی کی عقل ماری جاتی ہے ۔ مسلمان جب قرض لیتا ہے تو ہندو کاتب سے لکھواتا ہے ہندوؤں کی گواہی کراتا ہے ۔ لکھوانے کے بعد کسی مسلمان سے کاغذ نہیں پڑھواتا تاکہ کتنے روپے لکھے ہیں اور سود کی شرح کیا لکھی ہے بنئے کو سود بذریعہ ڈاک خانہ ادا نہیں کرتا ۔ خود جاکر ادا کرتا ہے لیکن کاغذ پر سود یا اصل کا اندراج سامنے نہیں کراتا صرف روپیہ دے کر چلا آتا ہے اور اگر بنیے سے وصول لکھدینے کو کہتا ہے اور بنیا یہ کہہ دیتا ہے ۔ کہ بہی شادی میں گئی ہے ۔ تالی صندوق کی بیوی کے پاس ہے پھر لکھدیں گے ۔ تو بنئے کا کہنا آیت حدیث سمجھکر مان لیتا ہے روپیہ واپس نہیں لاتا نہ علیحدہ رسید لکھ لاتا ہے ۔ انجام یہ ہوتا ہے کہ باوجود تمام اصل و سود ادا کردینے کے بھی سود در سود چڑھتا رہتا ہے ۔ جب ۵۰۰ روپیہ ۵ ہزار ہو جاتے ہیں تو نالش ہو جاتی ہے ۔ تب عقل آتی ہے بلکہ پھر بھی عقل نہیں آتی ۔ قرضہ ادا کرکے پھر وہیں جاتا ہے اور وہی غلطیاں کرتا ہے ۔ اسلئے غلطیاں کرتا ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہو ہمارے رسول صلعم نے قرضہ اور محتاجی کے عذاب سے پناہ مانگی ہے ۔ کسی قرضدار کی نماز خود نہیں پڑھائی اور ہمیشہ قرضدار جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کردیا ۔

اسلامی تجارت ہر مسلمان ۲۳ رپائی کا غلہ روزانہ استعمال کرتا ہے سات کروڑ مسلمان ایک کروڑ روپیہ روزانہ کا غلہ بنیوں سے خریدتے ہیں ۔ توجہ فرمایئے کہ ایک کروڑ روپیہ سالانہ نہیں بلکہ روزانہ کا غلہ ہم خریدتے ہیں پچاس لاکھ روپیہ کا کپڑا ادرہم ان سے خریدتے ہیں اور پچاس لاکھ روزانہ کی دوسری چیزیں خرید رہے ہیں یا سود دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ہر روز مغرب کی نماز سے پہلے دو کروڑ روپیہ بنیوں کی دوکانوں میں رکھ آتے ہیں دو کروڑ روز ہماری

دو کروڑ روپیہ روز کم ہوجاتا ہے دولت کم ہو رہی ہے ۔ اس طرح تو قارون کا خزانہ بھی ہوگا تو ختم ہو جائیگا لیکن مسلمان اپنے ہوش میں نہیں ہے ۔ پیٹ پکڑے پھرتا ہے ۔ جہالت اور محتاجی عذاب میں گرفتار ہے ۔ ہندو بھائی ہم سے دودھ دہی تو کیا ۔ کہ وہ تو ہم سے خشکہ اور جوتہ جو خشک چیزیں ہیں نہیں خریدتا ۔ نانبائی درزی ۔ جلد سازی پھل ۔ سبزی ۔ ترکاریاں میوہ جات ۔ ادا خانہ ۔ صابون ۔ تمباکو گھڑی سازی ۔ برتنوں کی دکانیں ہندو بھائی بڑی سرگرمی سے کھول رہے ہیں ٹھیلے والے ۔ حجام ۔ قلی ۔ یکے ۔ تانگے والے قلعی گر ۔ لوہار ۔ بڑھئی وغیرہ وغیرہ کا کام ہندوؤں کو سکھایا جارہا ہے سوامی شردھانند جی آنجہانی مراد آباد میں فرماگئے ۔ کہ ہندو بھائی کا ایک پیسہ مسلمان بھائی کے پاس نہ جانے دو ہندو بھائی تو بکری کا گوشت بھی خود فروخت کرنے کی فکر میں ہے لیکن سیئے بیٹے !! مسلمان بھائی اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے کھود رہا ہے مسلمان غلہ بزاز ۔ مٹھائی ۔ دودھ ۔ شکر ۔ بکلے گوشے پسر ہٹی کی دکانیں کیوں نہیں کھولتے انہیں کس نے روکا ہے اگر کسی شہر میں اس قسم کی دکانیں مسلمان وہاں کھول لیتے ہیں تو مسلمان وہاں سے کیوں نہیں خریدتے ۔ اس کی سرپرستی کیوں نہیں کرتے مہنگا خریدیں لیکن اپنے بھائی سے خریدیں یہ بھی سچ ہے کہ مسلمان دکاندار اسی فیصدی بداخلاق ہوتے ہیں اور مسلمان سے چار گنے دام مانگتے ہیں ہندو بھائی یہ چالاکی کرتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان نئی دکان کھولتا ہے ۔ تو مسلمان کے مقابلہ کی خاطر روپیہ کا مال بارہ آنے میں دینے لگتے ہیں ۔ مولوی صاحب بھی لالہ کی دکان سے خریدنے لگتے ہیں ۔ غریب مسلمان دوکاندار خالی بیٹھا منہ دیکھتا رہتا ہے آخر کار نقصان برداشت کرکے بھاگ جاتا ہے مسلمان کے بھاگتے ہی ہندو بھائی روپیہ کا مال ڈیڑھ روپیہ میں دینے لگتے ہیں اسوقت مولوی صاحب کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا ہے یہ ہے ترکیب جو مسلمانوں کی تجارت کو نقصان پہنچانے کیلئے کی جارہی ہے لیکن مسلمان توجہ نہیں کرتے ۔ ساری دنیا میں یہی قاعدہ ہے کہ ہر قوم دوسری قوم سے تجارت میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتی ہے شکایت کا موقع نہیں ہے

ہماری تبلیغی ڈاک
انگلستان

مسٹر خالد شیلڈریک لندن سے لکھتے ہیں ۔ کہ میں ابھی لندن واپس آیا ہوں ۔ اس لئے آپ کو دیر سے لکھ رہا ہوں ۔ ڈرہم کے جیلخانہ نے مسلمان قیدیوں کی تلاوت کے لئے مجھ سے چھ عربی قرآن شریف طلب کئے تھے ۔ جو میں نے بھیجدیئے تھے ۔ جن کی رسیدگی کی اطلاع اب موصول ہوئی ہے ۔

امریکہ کے مسٹر گلک اطلاع دیتے ہیں ۔ کہ آپ کا اخبار لائٹ ان کو باقاعدہ پہنچ رہا ہے ۔ حال ہی میں انہوں نے ایک دوسرے شہر میں اپنی سوسائٹی کی شاخ قائم کی ہے ۔ جس کے ممبروں کی تعداد ۲۵ مسلمانوں پر مشتمل ہے ۔ اس کا صدر ایک البانوی عالم ہے ۔

لندن کے دو حلقوں نے مجھے ہوس آف کامنز کی ممبری کی امیدواری کے لئے کھڑا ہونے کی درخواست کی ہے ۔ اگر مسٹر جناح ہندی مسلمانوں کا اعتماد حاصل کر سکیں ۔ تو میں ان کے حق میں دست بردار ہو جاؤں گا ۔ مجھے اس قسم کے اعزازوں کی چنداں ضرورت نہیں ۔ تاہم میری دلی خواہش ہے ۔ کہ سلطنت برطانیہ کے مسلمانوں کا ایک آدھ نمائندہ ضرور برٹش پارلیمنٹ میں ہونا چاہیئے ۔ میں اپنے دوست لیڈ پرزولسن کے لئے کوشش کر رہا ہوں ۔ کہ وہ بھی پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہو جائے ۔ کیونکہ اس کا ٹریڈ یونین اور کواپریٹو حلقوں میں بہت اثر ہے یہاں افواہ پھیل رہی ہے ۔ کہ مولانا شوکت علی نے سابق شاہ حجاز حسین سے یارانہ گانٹھ کر ابن سعود شاہ حجاز پر اخبارات میں حملہ کیا ہے ۔ اور فلسطین میں ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کی تجویز کی ہے میں مولانا کی اس روش کے سخت خلاف ہوں ۔ پھر ایک ایسی زمین پر اسلامی یونیورسٹی قائم کرنا جو غیر ملکی یہودیوں کے اقتدار کے ماتحت اور عیسائیوں کے زیر نگین ہو ۔ نہایت غیر معقول تجویز ہے ۔ میں تو مصر جیسی آزاد اسلامی سلطنت کے دارالخلافہ میں یونیورسٹی کا قیام پسند کرتا ہوں اور مسلمان نوجوانوں کا فلسطین جیسے غریب ملک میں آنا مجھے گوارا نہیں جہاں کہ عرب قوم کا نظام سلطنت میں کوئی دخل نہیں ۔ کیا مولانا شوکت علی صاحب تمام مسلمانوں کو ایک عیسائی استعماری حکومت یعنی برطانیہ کے رحم پر چھوڑنا چاہتے ہیں ۔ یہ سخت غلطی ہوگی ۔ غالباً چندہ کی غرض سے یہ تجویز کی گئی ہوگی

جو قرآن آپ نے بھیجا تھا ۔ اسے میرا ایک انگریز دوست مطالعہ کر رہا ہے ۔ اور اس نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے ۔ کہ اب یقیناً عیسویت کا خاتمہ ہے ۔ اور جو غیر معقول وعظ اس نے گذشتہ اتوار کو پادری کی زبانی سے سنا ۔ اگر یہی کچھ عیسائی واعظین کے پاس رہ گیا ہے ۔ تو بہتر ہوگا ۔ کہ کوئی معقول مذہب جلد اس کی جگہ لے لے ۔ آئیے مواعیظ معقول آدمیوں کے سامنے نہایت بیہودہ ہوتے ہیں ۔ اکثر پادریوں سے میری گفتگو رہتی ہے ۔ اور وہ مجھے اپنے گرجوں میں وعظ کے لئے بلاتے رہتے ہیں ۔ اور تعلیم اسلام خوب غور سے سنتے ہیں ۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمان بچوں اور مسلمان بیگمات کی دینی تعلیم اور نماز کے لئے ایسٹ لندن میں ایک سٹلمنٹ کا انتظام کریں ۔ مسٹر عبد اللہ ڈوے اس کے وارڈن مقرر ہوں گے ۔ جو اردو اور تامل زبانوں سے خوب واقف ہیں ۔ میں آپ کی انجمن کا نہایت مشکور ہوں ۔ مفت تقسیم کے لئے جو انگریزی اسلامی لٹریچر بھیجتی رہتی ہے ۔

ترکی

کرنل رشید غالب صاحب لکھتے ہیں ۔ کہ میں دانستہ پیرس چلا گیا تھا ۔ اب میں نے اپنی مستقل سکونت استنبول میں اختیار کرلی ہے ۔ مجھے شیدائی صاحب کا خط ملا تھا ۔ لیکن میں ان سے پیرس میں نہ مل سکا ۔ میں نے لندن کریسنٹ میں مسٹر اقبال کے بہت سے مضامین ان کی صحت کے بارہ میں مطالعہ کئے ہیں ۔ وہ بڑا عالم آدمی ہے ۔ اور مسلمان خاندانوں کے بارہ میں اس کے مضامین نہایت عمدگی سے لکھے ہوتے ہیں ۔ وہ تحریرات مجھے یہاں بھیجدیا کریں

پیرس کی مسجد دیکھنے کے لئے ہر عیسائی کو پانچ فرنک ٹکٹ داخلہ دینا پڑتا ہے ۔ گو یہ حقیر سی رقم ہے ۔ لیکن نہایت قابل اعتراض بات ہے کہ اس داخلہ کی فیس کی وجہ سے اکثر لوگ اس کے اندر داخل ہونا پسند نہیں کرتے ۔ دوم ۔ جبکہ عیسائی عبادت گاہیں اور گرجے تمام مذاہب کے لوگوں کے دیکھنے کے لئے کھلے رہتے ہیں ۔ تو اسلامی عبادت گاہ کے دیکھنے پر کیوں ٹیکس لگایا گیا ہے ۔ یہ نہایت نامناسب بات ہے ۔

صفحہ دس کالم نمبر ۳

خطبہ جمعہ

مورخہ ۲۷- مارچ ۱۹۳۱ء

ہندو مسلم تعلقات کا بہترین حل

آیات ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شھیدا۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ..... الیٰ ..... اجراً عظیماً۔ کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کچھ صفات بیان فرمائی ہیں جن میں بڑی زبردست بات ان کے باہمی تعلقات کے متعلق ہے۔ انسان کے تعلقات دو قسم کے ہیں ایک تو خدا سے متعلق ہیں اور دوسرے وہ کہ جو انسان کو دوسرے انسانوں کے ساتھ رکھنے پڑتے ہیں۔ پھر لوگ بھی دو طرح کے ہیں ایک اپنی قوم کے افراد یا اجزاء ہیں دوسرے مخالف اور دشمن ہیں ان دونوں کے ساتھ تعلقات کی تشریح یوں فرمائی اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ دشمنوں کے مقابلہ میں وہ اشداء یعنی مضبوط اور آپس میں رحماء یعنی ایک دوسرے کے سامنے جھک جانے والے ہیں۔ یہ تعلقات انسان کے باہمی ہیں۔ دوسری قسم کے تعلقات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کے ہیں ان کے متعلق فرمایا تراھم رکعاً سجداً یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود تو ان کو رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرتے ہیں اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ سجدوں کے نشانات ان کے چہروں پر تو عیاں دیکھے گا۔ ایک قوم کی زندگی میں بڑی ضرورت ہوتی ہے اس بات کی کہ ان کو یہ معلوم ہو کہ دوسروں کے ساتھ ان کے صحیح تعلقات کیسے ہوں یا قوم کے باہر جو لوگ ہیں انکے ساتھ وہ کس طرح اپنے تعلقات رکھے کیونکہ انہی تعلقات کی بناء پر

قوم کی دنیوی زندگی نشوونما پاتی ہے

اسی لئے اس کے آگے فرمایا کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستویٰ علیٰ سوقہ۔ اس قوم کی مثال ایک کھیتی کی مثال ہے کہ جو پہلے سوئی کی طرح نکلتی ہے پھر مضبوط ہوتی اور موٹی ہوتی جاتی ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وہ کھیتی والے کو تو بھلی معلوم ہوتی ہیں اور فریق مخالف اس سے غصہ کھاتا ہے کہ اس نے اب مضبوطی پکڑ لی قوم کے لئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں خواہ اس کی حالت دوسری قوم کیساتھ صلح کی ہو یا جنگ کی تنے کا مضبوط ہونا اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جانا دونوں حالات میں ضروری ہے کیونکہ یہ اس کی ہستی کو قائم رکھنے والی چیز ہے۔ کمزور قوم صلح اور جنگ دونوں کے ناقابل ہوتی ہے۔ مگر طاقتور قوم صلح کی بھی اہل ہوتی ہے اور جنگ کی بھی۔ حالت صلح میں وہ دوسری قوم کے لئے قوت کا موجب بن جاتی ہے اور حالت جنگ میں اپنا بچاؤ کر سکتی ہے مگر کمزور قوم اگر جنگ میں خود مار کھاتی ہے تو صلح میں وہ دوسری قوم کو مار پڑا دیتی ہے۔ طاقتور قوم دونوں حالتوں میں بہتر ہوتی ہے یہاں اس ہندوستان میں ہمارے تعلقات دوسرے لوگوں کے ساتھ کئی طرح کے ہیں ایک تعلقات ہمارے آپس میں ہیں۔ ایک ہمسایہ قوم کے ساتھ اور تیسرے حکومت کے ساتھ ان تینوں تعلقات میں طاقت اور قوت کا ہمارے اندر ہونا اپنے لئے اور دوسروں کے لئے فائدہ کا موجب ہے۔ اور کمزوری دونوں کے لئے نقصان کا موجب۔ اس امر کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ مسلمان خواہ کسی ملک میں ہوں ایک قوم ہیں اور یوں ان کی قومیت دو طرح پر ہے ایک تو ان کی مسلم ہونے کی قومیت ہے کہ جو نہایت اعلیٰ درجہ کے اصول پر قائم ہے۔ اور ایک دوسری قومیت ہے کہ جو ملکی لحاظ سے ہے۔ مثلاً ایران میں ایرانی ہونا۔ افغانستان میں افغانی قومیت۔ عرب میں عرب ہونا۔ روم میں ترک ہونا۔ لیکن یہ قومیت ادنیٰ ہے کیونکہ یہ ملکی حدبندی پر قائم ہے۔ اعلیٰ قومیت ان کی مسلمان ہونا ہی ہے اور اس قومیت کی بنیاد وہ اعلیٰ اصول ہیں جو ملک اور قوم کے قیود سے بالاتر ہیں ان دونوں قومیتوں میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے تحت رکھنا ضروری ہے اور اعلیٰ قومیت کے مضبوط ہونے سے ہی ادنیٰ قومیت بھی مضبوط ہوتی ہے۔ بہرحال ہم بحیثیت مسلم ہندوستان میں ایک علیحدہ قوم ہیں اور ہمیں یہ فکر ہونی چاہئے کہ ہماری قوم کے تعلقات اس ملک کی دوسری قوموں کے ساتھ کیسے ہوں۔ ابھی میں نے اخبار میں

گاندھی جی کی ایک تقریر

پڑھی ہے کہ جس میں وہ کہتے ہیں کہ کہنے کو تو ہم کہہ دیتے ہیں ہندوؤں اور انگریزوں کے حقوق تجارت میں یکساں ہونے چاہئیں۔ لیکن اس کا اثر دور تک پہنچتا ہے۔ عملی رنگ میں اس کو نباہنا بہت مشکل ہے انگریزوں کی طاقت بہت اعلیٰ ہے وہ حاکم ہیں تو ہم محض کلرک ہیں۔ وہ اگر تاجر ہیں تو ہم محض ان کے کمیشن ایجنٹ ہیں۔ ۹۵ فیصدی وہ لے جاتے ہیں تو ۵ فیصدی ہمارے لئے ہے۔ ہمارا اور ان کا مقابلہ ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ ہے گاندھی جی میں ایک بات ہے کہ وہ صاف گو ہیں۔ انہوں نے جو بات تھی وہ صاف صاف کہہ دی کہ ہمارا اور انگریزوں کا درجہ مساوات کہاں۔ لیکن غور کیجئے کہ انگریزوں کے مقابلہ میں ہندوؤں کی حیثیت کلرکوں کی ہے تو مسلمانوں کی اتنی بھی نہیں وہ تجارت میں اگر کمیشن ایجنٹ ہو کر پانچ فیصدی کے مالک ہیں تو ہمارے لئے ان کی پانچ فیصدی میں پانچ فیصدی بھی نہیں۔ اس لئے یہ یاد رکھو کہ

ہندو مسلم اتحاد ایک خیال ہے

اتحاد چاہتا ہے کہ دو قومیں اپنی تہذیب اور تعلیم میں ایک ہوں لیکن ہندو مسلمانوں کا ایک ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا ان میں باہم رواداری ہونا محبت کے تعلقات ہونا ایک دوسرے کی خیر خواہی ہونا یہ سب کچھ ممکن ہے اور ہونا چاہئے۔ لیکن ان کا ایک ہو جانا جس طرح ہندو اپنی جگہ ایک قوم ہیں اور مسلمان اپنی جگہ ایک قوم ہیں۔ سمجھ میں نہیں آسکتا۔ ہندوستان میں انگریزی خوانوں میں ایک طبقہ ایسا ضرور ہے کہ جس نے ایک ہونے کی کوشش کی ہے اور یہ طبقہ ہندو اور مسلمانوں دونوں میں موجود ہے کہ جو انگریزی معاشرت اور مغربی خیالات اختیار کر چکا ہے یا انگریزیت ان دونوں پر مسلط ہو چکی ہے۔ اگر ان میں وحدت ہو جاتی تو ہم سمجھ لیتے کہ ان دونوں قوموں میں اتحاد ہو سکتا ہے۔ لیکن ان دونوں سے الگ الگ مل کر دیکھو کہ مغربی ہندو میں ہندو پن الگ اور مغربی مسلمان میں مسلمیت الگ نظر آتی ہے۔ ظاہری شکل و شباہت ایک ہو گئی ہے اور خاص خاص معاملات میں خیالات بھی ایک ہیں مگر ذرا گہری نظر ڈالو تو دونوں کے اندرونی خیالات اور جذبات میں ایک بین فرق نظر آتا ہے۔ ان کو چھوڑیئے جو لوگ عیسائی ہو چکے ہیں ان کو دیکھئے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں میں سے عیسائی ہو چکے ہیں لیکن عیسائیت میں جا کر بھی وہ ایک نہیں ہو گئے۔ ہندو عیسائی اور مسلمان عیسائی دونوں کے خیالات الگ ہیں جذبات الگ ہیں اور ایک حد تک ان میں رقابت بھی چلی جاتی ہے جیسے کہ عیسائی ہونے سے پہلے تھی اس سے یہ ظاہر ہے کہ دونوں میں اتحاد ہونا یعنی دونوں قوموں کا ایک ہو جانا یہ ممکن نہیں سوائے اس کے کہ یا ہندو مسلمان ہو جائیں یا مسلمان ہندو ہو جائیں۔ اس کی وجوہات خواہ کوئی ہوں خواہ یوں کہہ لو کہ ان میں توحید رچی ہوئی ہے اور ان میں بت پرستی یا یہ کہ ان کی تہذیب الگ ہے ان کی الگ۔ ہاں جو لوگ ہندوؤں میں سے مسلمان ہوتے ہیں مسلمانوں کے ساتھ فوراً ایک قوم بن جاتے ہیں البتہ مسلمانوں میں سے ہندوؤں میں جانے والوں کا یہ تجربہ ہے کہ وہ شدھ ہو کر بھی ان میں الگ رہتے ہیں۔ اس لئے دونوں قوموں کا باہم اتفاق سے رہنا اور بات ہے دونوں میں اتحاد ہونا مشکل ہے اور درحقیقت یہی چیز ہے جس کی ضرورت ہے یعنی باہم اتفاق سے رہنا ان کا باہم اس قدر تعلق ہے کہ اتفاق کے بغیر اچھے تعلقات کے بغیر دونوں کی زندگی تلخ ہے۔ وہ اکٹھے شہروں میں رہتے ہیں محلوں میں اکٹھے رہتے ہیں دفاتر میں اکٹھے رہتے ہیں اس لئے ان میں بہترین تعلقات کا ہونا نہایت ضروری ہے لیکن یہ کہ ہندو مسلم ایک ہو جائیں انکے خیالات ایک ہو جائیں جذبات ایک ہو جائیں یہ ناممکن ہے

بظاہر ہندو یہ چاہتے ہیں

کہ مسلمان ہندو خیالات اور رسم و رواج میں ڈوب جائیں وضع چال ڈھال ہندوانی اختیار کر لیں اور ہندوستان کے بعض اضلاع میں گاؤں کے گاؤں ایسے موجود ہیں کہ جہاں ہندو ہی ہندو آباد ہیں مسلمان اگر ہیں تو چند کمین اور ادنیٰ کام کرنیوالے غریب ہیں ہندوؤں کا بلحاظ تعلیم و تجارت اور دولت کے ان پر غلبہ ہے وہاں کے مسلمان بھی ہندو رنگ میں رنگین ہیں گو یوں نہ سہی کہ انہوں نے سر پر چوٹیاں رکھ لی ہوں لیکن بحیثیت قوم مسلمان کبھی اس حالت کو قبول نہیں کر سکتے۔ مسلمان جب کبھی بھی اپنی قومیت کا نام لیتا ہے ہندو فوراً اس کے جواب میں بول اٹھتا ہے کہ یہ فرقہ دار ہو گیا۔ یہ کمیونلزم کا پابند ہو گیا حالانکہ یہ ایک امر واقع ہے کہ ہم باوجود ہندوستانی ہونے کے ایک اعلیٰ قومیت رکھتے ہیں اور وہ ہماری قومیت مسلمان ہے اس بلند قومیت کے مقابلہ میں ہماری ہندوستانیت ایک ادنیٰ چیز ہے۔ اس بنا پر فساد کرنا کہ فلاں مسلمان ہے اور فلاں ہندو ہے اور ایک فریق اپنے خیالات اور اوضاع و اطوار کو چھوڑ کر دوسرے کیوں نہیں اختیار کر لیتا یہ ایک غلطی ہے دونوں قوموں میں اب فسادات بڑھتے چلے جا رہے ہیں

پہلے بنارس میں بیگناہ مسلمانوں کو قتل کیا گیا

پھر مرزا پور میں مسلمانوں کو ذبح کیا گیا اب کانپور سے فساد کی خبر آئی ہے کہ جو پہلے فسادات سے بھی بڑھ کر ہے اس فساد کے متعلق جو ابتدائی اطلاع ملی ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ کل ۸۰ مقتول تھے جن میں ہندو صرف ۳۲ اور مسلمان ۴۸ ہیں*۔ جن میں مسلمانوں کی اس قدر کمزوری کا پہلو رونے کے قابل ہے کہ یہ اس قدر گر گئے ہیں کہ دوسروں کو ان پر ظلم توڑنے کی جرأت ہو گئی ہے لیکن ہندوؤں کا یہ فعل یعنی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا سو برس کے بوڑھے کو مار دینا ابتدائی زمانہ کے وحشی

* بعد کی اطلاع ہے کہ ۹۹ مسلمان شہید ہوئے اور صرف ۱۴ ہندو اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے اور لڑکیاں اور عورتیں نہایت بیدردی سے اور وحشیانہ طریق سے ذبح کی گئیں۔

اور بربری قوموں کا خاصہ تھا اسلام میں تو آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے نبی کریم صلعم نے جنگ پیش آنے پر بھی یہ کھلا حکم دیدیا تھا کہ کسی عورت یا بچے کو قتل نہ کیا جائے اور بوڑھوں کے مارنے سے بھی روکا گیا۔ مگر آج جو تعلیم یافتہ کہلاتا ہے اس کے اندر ایک تعلیم یافتہ قوم یہ کچھ کر رہی ہے آخر یہ خبریں جب ہندوستان کے باہر غیر ممالک میں جائیں گی تو وہ لوگ ہندوستانیوں کی نسبت کیا خیال کریں گے کیا ہندو اس طرح ہندوستان کی عزت بڑھا رہے ہیں یا اسے دوسری قوموں کی نگاہ میں ذلیل کر رہے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کا ہی نہیں ہم سب کا فرض ہے کہ

قوم کی کمزوریوں کو دور کریں

اور پوری جدوجہد کیساتھ کوشش کریں اس میں کوئی شبہ نہیں سب مسلمان کی کمزوریوں کو دور کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم میں سے ہر شخص غفلت کی نیند سوتا ہے اور اس نیند کی حالت میں چاہتا ہے کہ اس کے اندر طاقت اور قوت آجائے ہر شخص خود کچھ کرنے کی بجائے دوسرے کی طرف دیکھتا ہے۔ قربانی کرنے کیلئے کہتا ہے لیکن خود نہیں کرتا دوسرے سے قربانی کا متمنی ہے لیکن ہر شخص کا ایسا خیال کرنا قوم کے لئے کچھ فائدہ نہیں دیتا مسلمان قوم میں زندگی کے اصول موجود ہیں اور ان اصولوں کے ذریعہ یہ بہت جلد اٹھ سکتی ہے اور ان باتوں کو دس بیس سال میں حاصل کر سکتی ہے کہ جن کو دوسرے سو سال میں حاصل نہیں کر سکتے مگر ہم ان اصولوں کو اختیار نہیں کرتے۔ بحیثیت ایک احمدی ہونے کے اور مسلمان ہونے کے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس فساد کو دور کرنے کی کوشش کریں کیونکہ فسادات کی اگر یہی حالت رہی تو وقت کی بات ہے جو جگہ آج محفوظ ہے وہ کل کو ویسا ہی دنگل بن جائے گی۔ یہ کام دونوں قوموں کی توجہ کو چاہتا ہے ہندوؤں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو فساد کو ناپسند کرتے ہونگے اور باہم اتفاق چاہتے ہوں گے۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئیے کہ ہم نے ہر ہندو کو اس حالت پر لانا ہے

کسی وقت گاندھی جی نے کہا تھا

کہ دنگا مسلمان غنڈہ ہے اور ہر ہندو بزدل ہے لیکن اب ان فسادات سے علوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں نے زیادہ تر اب غنڈا پن اختیار کر لیا ہے اور اس کے بالمقابل مسلمان بزدل اور کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ غلط خیال ہے کہ مسلمان Fanatic یعنی بھڑک اٹھنے والا ہوتا ہے کیا بنارس مرزا پور اور کانپور کے واقعات سے یہ ثابت نہیں کہ ہندو مسلمان سے بہت بڑھ کر فینیٹک ہے۔ اس وقت ملک کی فضا بہت خراب ہے۔ اور عام ہندوؤں کی ذہنیت مسلمانوں کے متعلق بہت بگڑی ہوئی ہے۔ ہمیں دونوں قوم کے اتفاق کی کوشش کرنی چاہیے کہ یہ فساد دور ہوں پیغام صلح جو حضرت صاحب نے اسی مقصد کے لئے لکھا ہے وہ اس کا بہترین حل ہے حضرت صاحب اس میں ہندوؤں کو مخاطب کر کے کیا اچھا لکھتے ہیں کہ تمہارے ہاں دیوتاؤں اور خداؤں کا کوئی شمار نہیں۔ بہت سے اوتار مانے جاتے ہیں ان میں سے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مان لو کہ جنہوں نے اصلاح کا کام کر کے دکھایا اس میں تمہارا کیا نقصان ہوتا ہے۔ ہم مسلمان تو قرآن کریم کی رو سے تمام اقوام عالم میں انبیاء کا آنا مانتے ہیں یقیناً ہندوؤں میں انبیاء آئے ہوں گے بعض وقت لوگوں میں ہمارے متعلق غلط فہمی ہوتی ہے ابھی چند روز ہوئے کہ ایک فرانسیسی مجھے ملنے کے لئے آیا اور میں نے اس سے ذکر کیا کہ ہم تو تمام اقوام میں انبیاء کا آنا مانتے ہیں تو اس نے تعجب سے پوچھا کہ یہ تعلیم احمدیت کی ہے یا اسلام کی۔ میں نے اسے سمجھایا کہ یہ تو قرآن کریم کے صریح الفاظ ہیں کہ دنیا کی ہر قوم میں روحانی معلم آئے اور ایک مسلمان کا فرض ہے کہ سب پر ایمان لائے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے خود اس تعلیم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں میں یہ غلط خیال پیدا ہو گیا ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کو تلوار سے پھیلاتے ہیں اور دوسرا غلط خیال ان میں یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے مذہبی خیال کو تبدیل کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے ان امور میں غلط فہمی نہیں بلکہ خود مسلمان ایک حد تک ان خیالات کو شہرت دینے کے ذمہ دار ہیں۔ آج لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاد کو منسوخ ٹھہرا کر مسلمانوں کے حوصلوں کو پست کر دیا ہے۔ آپ نے جہاد کو منسوخ نہیں کیا نہ اس میں حوصلہ کے پست ہونے کی کوئی بات نہیں آپ نے صرف ان غلط خیالات کو دور کیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا آئندہ کوئی مہدی آکر تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلائے گا۔ یا تلوار کے زور سے اسلام کا پھیلانا جائز ہے اسلام کے متعلق یہ غلط خیالات ہیں کیونکہ اگر کافروں کو اسلام نہ لانے پر قتل کرنا جائز ہوتا تو مسلمانوں کے معاہدات مشرکوں کیساتھ کیسے ہو سکتے تھے حالانکہ خود رسول اللہ صلعم نے مشرک قوموں کے ساتھ معاہدات کئے۔ مسلمان تو عیسائیوں کے ساتھ مل کر بھی غیر اقوام کے ساتھ لڑتے رہے ہیں اور مجوسی بھی ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے جنگ کرتے رہے۔ ہندوؤں کے دلوں سے **ان غلط خیالات کو دور کرنا ہمارا فرض** ہے ان کے سامنے اسلامی تعلیم کی وسعت کو پیش کریں جس طرح عیسائیوں کے دلوں سے غلط فہمیاں دور ہو رہی ہیں اور وہ اسلام لا رہے ہیں اسی طرح ہم ہندوؤں سے کیوں نہ متوقع ہوں کہ وہ بھی ہم سے مل سکتے ہیں ان کے سامنے ہمیں اسلام کی صحیح تصویر کو پیش کرنا چاہیئے اور ان کے سامنے اس بات کو پیش کرنا چاہیئے کہ جب ہم تمہارے شیوکو سچا مانتے ہیں تم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا کیوں نہیں مانتے

جب وہ اس پر آجائیں اور اس بات کو مان لیں کہ آپ خدا کی طرف سے تھے اور راستباز تھے تو غلط فہمی بہت حد تک ان کے اندر سے دور ہو جائے گی لیکن یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب اسلام کی صحیح تصویر ان کے سامنے پیش کیجائے حضرت صاحب نے پیغام صلح اسی خیال سے پیش کیا تھا لیکن آپ اس کی تکمیل سے پیشتر فوت ہو گئے۔

اب اس کو پھیلانا ہمارا کام ہے

اگر ہم اس کی اشاعت میں کوشش کریں تو کوئی وجہ نہیں اگر ہندو جو لوگ مسلمان بزرگوں کی قبروں پر جا جا کر سر جھکاتے ہیں اور ان سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں ان کے دلوں کے اندر محمد رسول اللہ کی محبت کا پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ان تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے تگ و دو کی ضرورت ہے اگر یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیں تو باہمی فساد رک سکتے ہیں۔ مسٹر رام چندر منچندہ نے ابھی ہندو مسلم کلچر کے مضمون پر لیکچر دیتے ہوئے ایک بہت اچھی تجویز پیش کی ہے کہ ہندو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو منانے لگ جائیں اور مسلمان رام چندر اور کرشن کے جنم دن کو منانا شروع کر دیں۔ یوم ولادت کے منانے سے منشاء یہ ہے کہ اس دن ان بزرگوں کے حالات پر تقریریں ہوں اور ہندو اور مسلمان کثرت سے انہیں سنیں یہ بہت اچھی تجویز ہے۔ اس طرح سے اگر ہندو مسلمان ایک دوسرے کے بزرگوں کے حالات سننے کے لئے تیار ہو جائیں تو یقیناً ہندوؤں کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت گھر کر لے گی۔

بقیہ صفحہ ۸

جاوا

مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے کتابوں کے فنڈ کے منیجر صاحبان قرآن کریم کے ڈچ ترجمہ کے لئے اخراجات کے جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ اس کے بعد ہمارا ارادہ ہے کہ ہالینڈ کے شہر ہیگ میں ایک عالیشان مسجد بنائی جائے۔ اور پھر ہم سے مقبوضات ڈچ میں زور سے اسلامی لٹریچر پھیلایا جائے۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے۔ کہ سب سے اول ہم کلام مجید کا ڈچ ترجمہ شائع کر دیں اس لئے اس وقت ہم اپنا زور ترجمہ قرآن کے چھپوانے پر صرف کر رہے ہیں۔ ٹیچنگ آف اسلام کے ڈچ ترجمہ کے ۱۵۰ صفحے چھپ چکے ہیں۔ اور ایک مہینے تک ساری کتاب مکمل چھپکر شائع ہو جائے گی۔ اس کے پراسپکٹس مع ترجمہ رسالہ نماز بزبان ڈچ علیحدہ ارسال ہیں۔ عیسائیوں اور دیگر مخالفین کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود ہمارا سلسلہ خدا کے فضل سے ترقی پذیر ہے۔ جہاں کہیں ہمارا لٹریچر جاتا ہے۔ ایک نئی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور لوگ ہمارے سلسلہ کی طرف کھنیچے چلے آتے ہیں۔ ہمیں اپنے بڑے دشمن دجال کے بارہ میں علم ہے۔ وہ بڑا زبردست ہے۔ اور ہم اسے شکست فاش نہیں دے سکتے۔ جب تک کہ ہمارے پاس بھی ایک منظم روحانی فوج نہ ہو۔ اس لئے جو شخص سلسلہ کی بیعت کرتا ہے۔ ہم اس سے وعدہ لیتے ہیں۔ کہ وہ اپنی زندگی میں کم از کم پانچ نئے ممبر سلسلہ کے بنائیگا۔

احمدی بہنیں بھی اپنے بھائیوں سے کسی طرح پیچھے نہیں۔ یہاں دو زنانہ سکول ہیں جن کی تمام استانیاں احمدی ہیں۔ ہر جمعہ تین سو مسلمان لڑکیاں ان احمدی استانیوں سے دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ ان زنانہ سکولوں کی ہیڈ ماسٹرس ہماری جماعت بیگمات کی صدر اور نائب صدر ہیں۔ عید الفطر یہاں ۱۹ / مارچ کو ہوئی۔

پولینڈ

مسٹر دلس لکھتے ہیں کہ ایک دو ہفتہ میں آپ کو عربوں اور یہود کا فلسطین میں مقابلہ نام کتاب جو میں نے پولش زبان میں لکھی ہے۔ وہ مع رسالہ اسلام بزبان پولش بھیج دوں گا۔ اب میں آپ کے رسالہ سوال و جواب اسلام کا ترجمہ کرنے میں مصروف ہوں جسے کچھ عرصہ بعد چھپواؤں گا۔ ابھی تک میں اس قابل نہیں ہو سکا۔ کہ ماہوار رسالہ اور کتابوں کے چھپوانے کے اخراجات بھی مہیا کر سکوں۔ ذاتی اخراجات کا تو ذکر ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں ابھی شش و پنج میں ہوں۔ کہ رسالہ کو باقاعدہ جاری رکھوں۔ یا فی الحال بند کر دوں۔ اخلاقی طور پر تو اس کا اثر ترقی پذیر ہے۔ لیکن دوسری طرف ابھی تک صرف ۴۰ چندہ دہندگان میسر آسکے ہیں۔ جن کے چندوں سے بمشکل نصف اخراجات طبع ادا ہو سکتے ہیں۔ ہر وقت بذریعہ خطوط قارئین کے درخواستیں آرہی ہیں۔ کہ رسالہ کا حجم بڑھا دیا جائے۔ اور اسے باقاعدہ کر دیا جائے۔ لیکن مالی مشکلات راستہ میں حائل ہیں۔ غیر مسلم بھی رسالے کے خریدار ہیں۔ اس لئے اگر اسے بند کرنا پڑا۔ تو اسلام کے لئے سخت نقصان دہ ہوگا۔

مجھے اپنی کتاب کا حصہ دوم اور کچھ مزید یہاں حصہ اول کی

باقی صفحہ ۵ کالم نمبر ا

ہندوستان کا موجودہ افلاس کس طرح دور ہو سکتا ہے

سر سی۔ پی رائے نے ۸ مارچ کو ترچناپلی کھدر نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ، دروطن کی لکھوکھا آبادی افلاس سے اپنا پیٹ" پیٹ ہی ہے اور ایک آدمی کا اوسط آمدنی ارو ۲ رکے درمیان ہے سر دلیم ہنٹر کی رائے کے مطابق ۷ کروڑ ہندوستانیوں کو پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں ۶۰۔۷۰ کروڑ سالانہ کا بدیشی کپڑا آجاتا ہے مگر اب سے پہلے ہی ہم دیگر ممالک کو بہترین قسم کا کپڑا بھیجتے تھے اور اگر ہندوستانی چرخہ ہی چلائیں تو ان کی آمدنی ۲۵۔فیصدی بڑھ سکتی ہے ہر ہندوستانی خاندان اگر دو پیسہ یومیہ چرخہ چلا کر پیدا کرے تو اسطرح ہم ۳۲ کروڑ روپیہ پیدا کر سکتے ہیں۔۰۵ ہزار ہندوستانی کارخانوں میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر یہاں ۳۲ کروڑ آبادی کی روزگاری کا سوال ہے اگر ملیں تگنی اور چارگنی بھی ہو جائیں تو بھی ہماری کل آبادی کی روزی کا مسئلہ طے نہیں ہو سکتا۔ ان مزدوروں کی حالت پر رحم کرو اور دیکھو کہ وہ شراب نوشی اور بدکاری وغیرہ میں کیسے پھنس گئے ہیں۔ نہ ان کے رہنے کو مکانات ہیں اور نہ بدن پر کپڑا۔ ایک مزدور عورت جب کام کرنے جاتی ہے تو وہ اپنے خورد سال بچوں کو افیون سے مدہوش کر جاتی ہے تاکہ اس کی غیر موجودگی کا ان بچوں کو احساس نہ ہو۔ اسی بدولت ...۴۰۔۵۰۰ فی ہزار بچے مر جاتے ہیں۔

انسانی طاقت کی بربادی

انسانی طاقت کو اگر استعمال نہ کیا جائے تو وہ بیکار ہی ضائع ہوتی ہے۔ آپ میں سے بعض اصحاب نے دیکھا ہوگا کہ مدراس کی سڑکوں پر بارگراں سے لدی ہوئی گاڑیاں آدمی کھینچتے ہیں وہ نہ صرف بیلوں سے مقابلہ کرتے ہیں بلکہ موٹروں سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ کلکتہ شہر میں بھی ایسے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ نہ کمانے سے کچھ نہ کچھ کمانا بہتر ہے لہذا ہماری سرگرمیاں اب ایسے کاموں کی جانب مبذول ہونی چاہئیں جن کے ذریعہ سے فصل پیدا نہ ہونے کی حالت میں لوگ اپنی روزی کما سکیں۔

چرخہ اور مشین

یہ یقین کرنا غلط ہے کہ چرخہ کاتنا شروع کرنا مشین کی اہمیت کو کم کرتا ہے حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ چرخہ خود ہی ایک قسم کی مشین ہے۔ اور چرخہ کو بآسانی مشین تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ گاندھی جی اس مشین کو اس وجہ سے رائج کرنا چاہتے ہیں کہ مشین کی بدولت غرباء کی پامالی اور امیروں کی تحکم رہی نہ ہو۔ چرخہ اور گاندھی جی کی تحریک اسی کی حمایت میں ہے۔ قومی جھنڈے پر چرخے کی چھاپ کا یہی مطلب ہے اگرچہ میں سائنس کے مطالعہ میں تمام عمر مصروف رہا ہوں لیکن مجھے گاندھی جی کے ان ٹھوس الفاظ کا اب تک بخوبی احساس ہے جو کہ انہوں نے ۹ سال قبل مجھ سے کہے تھے۔ اور جن کو وقتاً فوقتاً دہراتے رہے وہ الفاظ یہ ہیں۔

"میں جانتا ہوں کہ سائنس کے ذریعہ آپ کے انکشافات کے باعث ہمارے ملک کی بلندی میں کئی انچ کا اضافہ ہو گیا ہے لیکن آپ آج کل بنگال میں ہاتھ سے سوت کاتنے کا پرچار کر کے اپنے ملک کی خدمت کر رہے ہیں وہ ان تمام جذبات سے بالا تر ہے جو کہ آپ نے اب تک کی ہیں۔

تہذیب کا نصب العین

مشہور ناولسٹ ہارڈی کی بیوی نے موجودہ تہذیب کے متعلق ایک تقریر کے دوران میں فرمایا تھا

بہت سے افراد کے لئے تہذیب اور مادی خوشحالی ایک ہی شئے ہے ان کیلئے سب سے زیادہ مہذب افراد وہ ہیں جو کہ موٹر خرید سکتے ہیں جن کے گھر میں ٹیلیفون لگے ہوئے ہیں اور جو لات کو لاسلکی پر گفت شنید کر سکتے ہوں۔ جو اپنی امداد کے لئے مشین خرید کر آپ اپنی نام نہاد مسرت میں اضافہ کر سکتے ہوں اور اپنا وقت بچا سکتے ہوں، میرے خیال میں لوگوں کی اکثریت کی رائے میں تہذیب کے یہی معنی ہیں

درحقیقت دولتمند افراد کے لئے ان سہولتوں کا ترک کر دینا زبردست ایثار ہو سکتا ہے لیکن اعلیٰ نقطہ نگاہ سے یہ سہولتیں بھی نوع انسان کی ترقی کیلئے اشد نقصان دہ ہیں آجکل سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ مشینوں کے اس دور زندگی میں مشینوں کے بہت زیادہ عادی ہو جانیکا احتمال ہے۔ اس معاملہ پر غور کرتے ہوئے میرے خیالات گاندھی جی کی تعلیم کی جانب مبذول ہوتے ہیں۔ ان کو مشینوں کی اسقدر ترقی کے زمانہ سے سخت نفرت ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں انسان حقیقی مسرت اور ترقی سے محروم ہو رہا ہے۔ ان کی تعلیم یہ ہے کہ سادگی سے روح پاک ہوتی ہے۔ میں نے ایک انگریز راہب کے منہ سے بھی یہی الفاظ سنے ہیں اور یسوع مسیح نے بھی ہمکو یہی تعلیم دی ہے

اندریں حالات یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تہذیب کا حقیقی نصب العین سادگی کی زندگی ہی ہونا چاہیے اور بنی نوع انسان اسی سے مستفیذ ہو سکے گا۔ دولت یا طاقت جمع کرنے سے نہیں اور نہ ہی نام نہاد مسرت کی جستجو سے اس کو کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے

گریجویٹ اور دیہاتی زندگی

بمبئی اور کلکتہ کے گریجویٹوں کی آمدنی اوسطاً ۵۲ روپیہ ماہوار سے زاید نہیں ہے۔ مدراس میں گریجویٹ کی بازاری قیمت اس سے بھی کم ہے لیکن شہروں اور قصبوں میں پرورش پائے ہوئے نوجوانوں کو دیہات کی زندگی سے دلی نفرت ہوتی ہے۔ ہماری یہ سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ نوجوان جس پر کہ خاندان کے اخراجات کا زبردست بار ہے دیہات کی زندگی سے اس قدر نفرت کیوں کرتا ہے۔

اگر ہمارے ملک کے گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ دیہات کا طرز اگر ہمارے ملک کے گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ دیہات کا طرز رہائش اختیار کریں تو ۲۵ روپیہ ماہوار میں بھی زیادہ آرام سے زندگی بسر کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی طبیعت فروعات کی جانب مائل نہ ہوگی یعنی نہ تو وہ لوگ سینما اور تھیٹر اور گھوڑ دوڑ دیکھنے کیلئے مضطرب ہونگے اور نہ ہی ہوٹلوں میں کھانا پسند کریں گے۔

ہندوستانی تجارت اور سوراج

تجارت جھنڈے کے پیچھے رہتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہندوستان کے ہر ایک صوبہ میں صنعت کا ایک محکمہ موجود ہے۔ جو کہ ہندوستانی وزیر کے ماتحت ہے لیکن یہ بیان کرنا موجب افسوس ہے کہ اس محکمہ کی نظروں میں چرخہ کی کوئی وقعت نہیں ہے یہی نہیں موجودہ نظام حکومت قابل مذمت ہو جاتا ہے۔ جب ہم حقیقی سوراجیہ حاصل کر لیں گے۔ تو موجودہ وزراء جو کہ ہماری صنعتوں کی امداد کرنے سے گریز کرتے ہیں برطرف کر دیئے جائیں گے۔

چرخہ سے دیہات کو روزی ملتی ہے چرخہ سے زندگی میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ عہد برطانیہ سے قبل ہر ایک گاؤں اپنی ضروریات خود مہیا کر لیتا تھا۔ اب مشینوں کے رائج ہو جانے سے جو نتائج پیدا ہوئے ہیں، وہ ہمارے سامنے ہیں۔

ڈھاکہ کی ململ

مسٹر ڈالنگ نے اپنی ایک کتاب میں تحریر کیا ہے کہ اس امر کی حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اولین ضرورت کھانا ہے۔ لہذا ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے ۳۲ کروڑ ہم وطنوں کیلئے کھانا مہیا کریں چرخہ سے۔ ہر ایک خاندان کی ضرورت کے قابل کھانا مہیا کیا جا سکتا ہے

میں یہ ساتھ ایک سو سال قبل کی ڈھاکہ کی ململ کے ٹکڑے لایا ہوں۔ کیا اب بھی عورتیں ایسا ہی عمدہ سوت کاتا کرتی ہیں۔ کیا آپ اس فن کو برباد ہو جانے دیں گے اور ہاتھ باندھے بیٹھے رہیں گے اور اپنی صنعتوں کی بربادی کو خاموشی سے دیکھتے رہیں گے۔

یورپ کے کسان

صنعتی ممالک یورپ کو چھوڑ کر ہندوستان کیطرح ایک زرعی ملک یوگوسلاویہ کے حالات سنو صبح ہوتے ہی وہاں کے کسان ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر کھیتوں پر جاتے ہیں۔ تو گھر کی منتظمہ انہیں کھانا پہنچاتی ہے اس خوراک میں مرغی کا گوشت انڈے اور دیگر خوش ذائقہ سامان ہوتا ہے۔ سخت جاڑوں میں یہ لوگ گھریلو صنعت و حرفت میں لگ جاتے ہیں۔ برخلاف ازیں بقول مسٹر کلیورٹ پنجاب کے کاشتکار اپنے ۱۵۰ دن یونہی کھو دیتے ہیں بنگال کے کسان کامل ۹ ماہ بیکار کاٹتے ہیں۔

غیر ملکی صنعتیں

بطور مثال میں صرف دو صنعتوں جوتہ سازی اور شیشہ کا ذکر کرتا ہوں۔ امریکہ ۶ ماہ میں جوتے اور ۲ ہفتوں میں شیشہ اپنی سال بھر کی ضرورت کیلئے تیار کر لیتا ہے۔ برطانیہ کی پارچہ بافی اور دیگر صنعتوں کے مرکزوں لنکاشائر اور یارک شائر کی بھی یہی حالت ہے۔ ایشیا اور افریقہ کی مادی ترقی اپنی اپنی آبادی کے مقابلہ میں کچھ قابل ذکر نہیں

چین کی حالت

ہندوستان کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر چین کی حالت پر زیادہ غور کر رہا ہوں چین کی آبادی ۴۰ کروڑ ہے۔ وہاں بھی ہندوستان کی طرح غیر ملکی کارخانے غیر ملک والوں کے سرمایہ سے جاری ہیں اور چینی آبادی بطور قلیوں کے ان کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔ مگر بھی بے روزگاری اور افلاس ان کو کھائے جا رہا ہے۔

— بقیہ صفحہ ۴ —

کی مثالوں سے اسلامی تاریخ بھری ہوئی ہے۔ لیکن ایک واقعہ سے مجھے بہت تعجب ہوا کرتا ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ ایک عورت نکاح کیلئے حاضر ہوئی۔ آپ نے صحابہ سے دریافت کیا کہ کسی کو نکاح کی ضرورت ہے؟ کسی کو ضرورت نہ تھی سوائے ایک مفلس و نادار صحابی کے جو صرف ایک تہبند باندھے ہوئے تھے بدن میں کرتہ بھی نہ تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ مہر کیا دوگے۔ عرض کی کہ حضور میرے پاس تو اس تہبند کے سوا کچھ بھی نہیں۔ فرمایا جاؤ ایک لوہے کا چھلا ہی لے آؤ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو عرض کیا کہ حضور میں تلاش کر آیا میرے گھر میں تو ایک لوہے کا چھلا بھی نہیں آپ نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر وہ صحابی نہایت ہی پریشان ہو کر چلے پڑے ان کے اس طرح مایوس ہو کر لوٹنے پر آپ کو بہت ترس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں کچھ قرآن یاد ہے عرض کی کہ یاد ہے فرمایا اس عورت کو کم سے کم چالیس آیات قرآن کی یاد کرا دو۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ آپ نے عورت کی رضامندی کے ساتھ نکاح پڑھ دیا۔ اس واقعہ پر مجھے یہ حیرت ہوتی ہے کہ اس صحابی نے لوہے کا چھلا جو زیادہ سے زیادہ ایک پیسہ یا ایک آنہ کا ہوگا کسی سے قرض کیوں نہیں لے لیا، قرض لیکر نکاح کر لیتے یا آجکل کے مسلمانوں کی طرح کہہ دیتے کہ حضور جتنے گے بھر دیں گے جتنا مرضی چاہے مہر باندھ دو۔ نہیں قرض لینے کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں آتا۔ وہ نکاح سے مایوسی کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ کسی سے ایک آنہ قرض لیکر لوہے کا چھلا خرید لیں۔ بالمقابل آج مسلمان بیاہ شادی میں گھر پھونک تماشہ دیکھنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ کس قدر مقام عبرت ہے۔

سلف ان کے وہ تھے خلف ان کے یہ ہیں

دہلی کے خفیہ جلسوں میں ہندو مہا سبھا نے ہندو مسلم سمجھوتہ سے بیزاری ظاہر کی

ہندو مہا سبھا کی کارکن کمیٹی نے آئینی اصلاحات کے متعلق مندرجہ ذیل بیان شائع کیا ہے :-

ہندو مہا سبھا یہ ظاہر کر دینا چاہتی ہے۔ کہ فرقہ دارانہ مسئلہ کے متعلق اس نے اب تک برابر سختی کے ساتھ قومی روش قائم رکھی۔ ہندو مہا سبھا یقین رکھتی ہے کہ ہندوستان میں ذمہ دارانہ حکومت کیلئے جدوجہد کر رہا ہے۔ اور جس کے دینے کا انگلستان نے وعدہ کیا ہے اگر اس کے اندر قانون ساز کونسلوں اور انتظامی کاموں میں فرقہ وارانہ نمایندگی کو قایم رکھا جائے گا اور ساتھ ہی ملک کی بھلائی کا دعویٰ بھی کیا جائے گا۔ تو وہ غلط سمجھا جائے گا۔

ہندو سبھا قربانی کے لئے تیار ہے۔ اور دوسری اقوام سے بھی امید کرتی ہے۔ کہ وہ اس ذمہ دارانہ حکومت کی تعمیر میں فرقہ دارانہ خیالات کو ترک کر دیں۔ یہ کام محض سیاسی پارٹی کے وزرا کر سکتے ہیں کسی خاص فرقہ سے تعلق رکھنے والے اشخاص کا یہ کام نہیں ہے۔ رائے عامہ سے تعلق رکھنے والے کا یہ کام نہیں ہے رائے عامہ سے تعلق رکھنے والے اقتصادی سوشیل اور سیاسی سوالات کا سمجھوتہ باہمی اعتماد اور رواداری پر منحصر ہے مہا سبھا کی وجاہت ان باتوں سے ظاہر ہوگی

(۱) رائے دہندوں کے لئے ایک ہی مشترکہ حلقہ انتخاب ہونا چاہئے جس میں بحیثیت ایک ہی حکومت کے مختلف اقوام اور فرقوں کے رائے دہندے شامل ہونگے

(۲) جداگانہ مذہبی حلقہ ہائے انتخاب کی ضرورت نہیں ہے

(۳) کسی قانون ساز مجلس میں کوئی خاص رائے دینے کا وزن نہ رکھا جائے۔

(۴) کسی قانون ساز مجلس میں کسی خاص قوم یا فرقہ کے لئے نشستیں محفوظ نہ رکھی جائیں

(۵) ہر ایک صوبہ میں رائے دہندگی کا معیار ہر ایک فرقہ کے لئے یکساں ہونا چاہیئے۔

(۶) مرکزی کونسل کے لئے تمام ہندوستان میں یکساں حق رائے دہندگی رکھا جائے۔

(۷) اقلیتوں کی حفاظت زبان مذہب وغیرہ کے لئے حفاظت تدابیر رکھی جائے۔

مستقل فنڈ

نمبر	نام	رقم
1	مولوی عبدالرحمٰن صاحب شملہ	100—0—0
2	میاں عبدالحمید صاحب انسپکٹر پولیس پھلور	50—0—0
3	بابو عبدالرحمٰن صاحب جہلم	50—0—0
4	ڈاکٹر سید جلال شاہ صاحب لاہور	20—0—0
5	اہلیہ صاحبہ شیخ عبدالواحد صاحب انسپکٹر پولیس دہلی	50—0—0
6	چوہدری محمد سعید صاحب اوورسیئر شرقپور	10—0—0
7	خانصاحب منشی احمد جان صاحب پشاور	80—0—0
8	بابو دلاور خاں صاحب پشاور	12—0—0
9	عبدالقیوم صاحب ڈھگری دروازہ پشاور	5—0—0
	شیخ عبدالرحمٰن صاحب [illegible]	5—0—0
10	ماسٹر صادق علی صاحب بٹالہ	19—0—0
11	مرزا غلام ربانی صاحب راولپنڈی	10—0—0
12	مولوی محمد ابراہیم صاحب بی آئی ٹی سرگودھا	13—6—0
12/1	قاضی فیض احمد صاحب سرگودھا	12—0—0
13	ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب ہری پور	4—0—0
14	حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹ	100—0—0
15	چوہدری شاہ الدین صاحب دہلی	10—0—0
16	چوہدری نصیر احمد صاحب قبولہ منٹگمری	12—0—0
17	بابو محمد رمضان صاحب منٹگمری	5—4—0
18	مولوی عبدالحق صاحب لاہور	20—0—0
19	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لاہور	10—0—0
20	میاں عبدالمجید صاحب لاہور	4—0—0
21	مولانا صدرالدین صاحب لاہور	36—15—0
22	میاں عبدالعزیز صاحب انسپکٹر پولیس ہجیرہ	4—0—0
23	قاضی سمیع اللہ صاحب	132—5—0
24	داروغہ نبی بخش صاحب	5—0—0
25	ماسٹر محمد الدین صاحب پکا گڑھا سیالکوٹ	1—4—0
26	بابو چراغ دین صاحب ابراہیم پور	10—0—0
27	منشی علی محمد صاحب روپو صاحب سیالکوٹ	10—0—0
28	بابو عبدالرحمٰن صاحب اے ڈبلیو آئی بیرپور	19—12—0
29	شیخ محمد حیات صاحب انجنیئر شیخوپورہ	200—0—0
	میزان	2105—4—0
	سابقہ	5606—8—0
	میزان کل	7712—6—0

فہرست چندہ

رقوم ذیل ہمارے دوست حبیب الرحمٰن خاں صاحب نے جمشید پور کے مختلف احباب سے وصول کر کے بھیجی ہیں ان کی خواہش پر اس فہرست کو اخبار میں درج کیا جاتا ہے

نمبر	نام	رقم
1	جناب افضل کریم صاحب جمشید پور	3—4—0
2	عبدالحفیظ صاحب	2—0—0
3	جناب نور محمد صاحب	2—0—0
4	جناب شیخ مخدوم صاحب	2—0—0
5	جناب رحیم بخش صاحب	1—8—0
6	جناب حبیب الرحمٰن صاحب	1—4—0
7	جناب ڈاکٹر ایل آر صاحب	1—0—0
8	جناب مولوی آر صاحب	1—0—0
9	جناب محمد یٰسین صاحب	1—0—0
10	جناب نعیم الدین صاحب	1—0—0
11	جناب فیروز خان صاحب	1—0—0
12	جناب سید ابراہیم شاہ صاحب	1—0—0
13	جناب محمد ضمیر الدین صاحب	1—0—0
14	جناب محمد عیسےٰ صاحب	1—0—0
15	جناب عبدالستار صاحب	1—0—0
16	جناب ہدایت اللہ صاحب	1—0—0
17	جناب عبدالکریم صاحب	1—0—0
19	جناب صفر محمد صاحب	0—4—0
20	جناب محمد اظہار صاحب	0—8—0
21	جناب غلام صفدر صاحب	0—5—0
22	جناب انور خانصاحب	0—4—0
23	جناب محمد صغیر احمد صاحب	0—4—0
24	جناب محمد علی صاحب	0—8—0
25	جناب شیخ احمد صاحب	0—8—0
26	جناب بدرالدین صاحب	1—0—0
	میزان کل	27—13—0

سہل مگر بہت بڑی قومی خدمت

اور

سے قوم کی مشکلات کا حل

ایک ہزار والنٹیر ایسے نکلیں۔ جو ایک سو آنہ سال بھر میں جمع کر کے انجمن کو دیا کریں۔ یہ رقم سالانہ کے ساتھ بنک میں جمع ہوتی رہے گی۔ جو دس سال کے بعد پچاس ساٹھ ہزار تک پہنچ جائیگی۔ اور بڑی بھاری قومی ضرورت کو پورا کر سکے گی۔

رپورٹ مارچ ۱۹۳۱ء

ایک ایک سو آنے کی ایک سو بیس کاپیاں تقسیم ہو چکی ہیں جن کا ۱۵۰ روپیہ بھی انجمن کو وصول ہو چکا ہے۔

اگر

آپ نے اس وقت تک رسید بک نہیں لی۔ تو انچارج تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منگا لیں۔ (مجید امین)

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد

"قومی سرمایہ"

کو مضبوط کرنا ہر احمدی اور مسلمان بھائی کا فرض ہے

کیا

آپ نے اس ارشاد کی تعمیل کی ہے۔ ؟

جنوری و فروری ۱۹۳۱ء کی رقوم مستقل فنڈ پہلے اخبار میں شائع ہو چکی ہیں۔ ماہ مارچ ۱۹۳۱ء کی فہرست آپ کے سامنے ہے۔ اگر اس میں آپ کا نام نہیں آیا۔ تو آخر اپریل ۱۹۳۱ء تک اپنی آمد ایک یوم یا مجوزہ رقم ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

(مجید امین)

راولپنڈی کی جماعت کا گیارہواں انشاءاللہ جلسہ

۱۲-۱۳-اپریل ۱۹۳۱ء کو

منعقد ہوگا۔ اس میں حضرت امیر اور دیگر بزرگ تقاریر فرمائیں گے بیرون جات سے جو دوست اس میں شامل ہونیکا ارادہ رکھتے ہوں وہ براہ مہربانی ۴-اپریل تک مرزا غلام ربانی صاحب سیکرٹری احمدیہ انجمن [illegible] راولپنڈی کو بھیجدیں۔

دیہاتی اقوام کے عبرتناک حالات

ہندوستان میں ۶ کروڑ ۷۰ لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں ۳۲ لاکھ کے قریب خواندہ ہیں۔ اور باقی ۶½ کروڑ ناخواندہ دیہاتی ہیں۔ اگرچہ غفلت و بے خبری کے باعث تعلیم یافتہ مسلمانوں کو احساس نہیں ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر مسلمانوں نے اپنی دیہاتی اقوام کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا۔ تو آئندہ پچاس برس تک ان میں سے بہت سی اقوام یا تو گداگر ہوں گی یا اچھوت ہوں گی۔ اور یا غیر مسلم اکثریت میں جذب ہو چکی ہوں گی۔ اس سلسلے میں شدھی سبھا کی رپورٹ جس کے اعداد نیشنل انجمن احمدیہ نے بھی تصدیق کی ہے آپ کی نظر سے گذر چکی ہوگی کہ گذشتہ سال ۸ ہزار مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔ یہ صرف ایک انجمن (آل انڈیا شدھی سبھا) کا کارنامہ ہے۔ درانحالیکہ ملک میں بیسیوں اور بھی جماعتیں ہیں جو نہایت خاموشی سے اس کام میں لگی ہوئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس واقعہ سے ارتداد کی رفتار اور ملت اسلامیہ کے مجموعی نقصانات کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور فرما سکیں گے

اسباب ارتداد

مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے کہ ہندوستان میں ارتداد کا فتنہ کچھ ہندوؤں کے پھیلانے سے نہیں پھیلا ارتداد کے اسباب بالکل دوسرے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں کا انتشار عام فرقہ بندی کا زور، علماء کی غفلت ہندو اکثریت کا اقتصادی اور سیاسی غلبہ وغیرہ بہرحال اسباب خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں؟ حالت یہ ہے کہ اس وقت بیسیوں مسلم اقوام ارتداد و گداگری کے ساحل پر کھڑی ہیں۔ کئی اقوام خانہ بدوشی اور گداگری کی زندگی اختیار کر چکی ہیں۔ یہ مصیبت اور تباہی صرف ملکانوں اور اوڈوں تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تمام دیہات اسی راستے پر چل رہے ہیں۔ اور اندیشہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو بچانے کے لئے کوئی سنجیدہ کام نہ کیا گیا تو یہ فساد نشوونما حاصل کر کے ہر شہر ہر بستی اور ہر خاندان پر مسلط ہو جائے گا اور اس وقت مقابلہ کرنا بیکار ہوگا

چند اقوام کے حالات و کوائف ملاحظہ فرمائیں:

بعض پنجابی اقوام

پنجاب کے بعض اضلاع میں ایک قوم آباد ہے جس کے افراد اپنے آپ کو "شافی" بتلاتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھیں کہ مسلمان ہو؟ تو صاف انکار کر دیتے ہیں ضروریات دین سے بالکل بے خبر ہیں۔ کلمہ طیب تک نا آشنا ہیں۔ اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کون تھے۔

ہوشیار پور کی پہاڑی سرحد پر کئی ایسے گاؤں آباد ہیں۔ جن کا ہر ایک باشندہ اپنے آپ کو "رب" کہلاتا ہے ان کا چودھری "رب الارباب" کہلاتا ہے۔

کوہلاح کے علاقے میں مسلمانوں کی ایک قوم آباد ہے جو "میراثی" کہلاتی ہے۔ ایک موقعہ پر راقم الحروف کے ایک دوست نے ایک میراثی سے دریافت کیا۔ کہ تمہارا "مذہب" کیا ہے۔ ؟ اس نے تین چار مرتبہ اس سوال کا اعادہ کرایا۔ اور آخر کار بہت ہی تامل کے بعد کہنے لگا "نمبردار کے ٹکڑے" بعد میں معلوم ہوا کہ اس مسلمان نے زندگی بھر میں "مذہب" کا لفظ تک نہیں سنا تھا۔

بہاولپور

راجپوتانہ اور ریاست بہاولپور میں ہزارہا ایسے مسلمان موجود ہیں۔ جو نماز پڑھنا نہیں جانتے اور انہوں نے نماز کے لئے ایک قسم کا "تیمم" ایجاد کر رکھا ہے۔ یعنی جب اذان ہوتی ہے تو یہ چپ چاپ کھڑے سنتے رہتے ہیں۔ اور جب اذان ہو چکتی ہے تو اپنے دونوں ہاتھ مسجد کی دیوار پر ٹیک دیتے ہیں اور پھر چہرے پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ وہ فریضۂ نماز سے سرخرو ہو گئے

سی پی وغیرہ

سی پی و ہانسر اور گوڑ گانواں وغیرہ میں اسلام صرف ختم چہلم وغیرہ کی رسوم تک باقی رہ گیا ہے ختم کے موقعہ پر بڑے بڑے تکلفات ہوتے ہیں۔ اور بلا امتیاز وہ تمام چیزیں ملا کے سامنے چن دی جاتی ہیں جنہیں مرنے والا پسند کرتا ہے یہاں تک کہ شراب کی بوتل، افیون کا گولہ اور تازہ کیا ہوا حقہ بھی سامنے لایا جاتا ہے۔ ایک نے بیان کیا۔ کہ ایک موقعہ پر متوفی کی جوان بیوہ بھی بالکل برہنہ ہو کر ملا کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی اور پوچھنے پر معلوم ہوا کہ چونکہ متوفی کی روح اس موقع پر آکر حاضر ہوتی ہے اس واسطے اس کی خوشی اور آرام کے لئے یہ تمام لوازمات مہیا کئے گئے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ کی روایت

مولوی ثناء اللہ صاحب کو ایک مرتبہ پنجاب کے ایک گاؤں میں جنازہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ فرماتے ہیں کہ گاؤں کے ملا کے سامنے میت کی چارپائی لا کر رکھ دی گئی۔ ملا صاحب نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور اس سے چارپائی کے ایک پائے کو ٹھکرایا۔ اور پھر کہا کہ "اٹھاؤ دفن کراؤ"۔ جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے ٹوکا تو ملا صاحب نے فرمایا۔ کہ تمہارے باپ تو ایک ہی مرتبہ ٹھکراتے تھے ہم تین مرتبہ ٹھکراتے ہیں کیا یہ کافی نہیں؟"

مولوی محی الدین احمد کا بیان

مولوی محی الدین احمد صاحب لکھتے ہیں "مہاراشٹر میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور پریشانی بقیہ ہندوستان کے مسلمانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ مرہٹوں اور پیشواؤں کے تسلط کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مسلمان قوم دماغی طور سے بھی قریباً بالکل فنا ہو چکی ہے"۔ مذہبی حالت اس سے بھی زبوں تر ہے بمبئی کے بعض حصص اور مدراس میں وہ مسلمان آباد دکھائی دیتے ہیں جن کو سوائے اس کے کہ لفظ "مسلمان" جانتے ہیں اور کسی چیز کی بھی خبر نہیں بمبئی اور گجرات کے بعض حصص میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو اپنے آپ کو "حنبلی" کہتے ہیں لیکن ان کو خبر نہیں ہوتی کہ "حنبلی" مسلمان ہوتے ہیں۔ ان کے نام تک ہندوانہ ہیں چنانچہ ان میں سے ایک شخص کا ہندوانہ نام بدل کر جب "عبداللہ" رکھا گیا تو اس کی تمام برادری نے اس کا بائیکاٹ کر دیا ضلع ستارہ میں ہزارہا ایسے مسلمان آباد ہیں۔ جو اپنے آپ کو "مسلمان" کہتے ہیں۔ پر ان کو اسلام کی قطعاً خبر نہیں یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص سے جب یہ سوال کیا گیا۔ کہ وہ کون ہے؟ تو اس نے اس کے جواب میں کہا کہ "مسلمان" مگر جب اس سے کلمہ طیب پڑھنے کو کہا گیا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ کلمہ طیب پڑھتا گھر کے اندر چلا گیا۔ اور اندر سے روئی دھننے کی "دھنی" اٹھا لایا اور کہنے لگا کہ اگر میں مسلمان نہیں ہوں تو میرے گھر میں یہ کیوں پڑی ہے؟

ان علاقوں میں سینکڑوں "مسلمانوں" کے پاس بت اور پتھر کی مورتیاں ہر وقت موجود رہتی ہیں جن کی وہ برملا پوجا کرتے ہیں احمد نگر (چاند بی بی کا پایہ تخت) میں ۳۶۰ مساجد ہیں۔ جن میں سے بعض تو نہایت قابل دید اور مسلمانوں کے عظیم الشان فن تعمیر کی قابل قدر یادگار ہیں۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ سو کے قریب مساجد تو غیر مسلموں کے قبضہ میں ہیں۔ حکومت نے پولیس اسٹیشن پبلک لائبریری کچہری سرکاری اصطبل وغیرہ کیلئے جو جگہیں منتخب کی گئی ہیں وہ سب اسلامی مساجد ہیں۔ بیسیوں مساجد میں پرندوں نے بسیرا کر رکھا ہے اور بیسیوں مساجد بندروں اور صحرائی جانوروں کے لئے وقف ہیں۔ مہاراشٹر کے تمام اضلاع کے قریب قریب یہی حالت ہے (روداد عمل حصہ دوم)

قربانی اور محرم

مہاراشٹر میں اکثر مقامات پر ہندو قصاب ہیں یہ لوگ ملاؤں کو مقررہ فیس ادا کر کے اپنی چھریاں یا چھ ماہ کے لئے دم کرا لیتے ہیں اور پھر انہی سے مقررہ میعاد تک مسلمانوں کے لئے جانور ذبح کرتے رہتے ہیں۔ تمام علاقے میں دسہرے کی طرح محرم کے سوانگ بھرے جاتے ہیں اور مسلمان شیروں اور دوسرے جانوروں کا روپ دھار کر جلوس نکالتے ہیں۔ اور مسلمان عورتیں اولاد کی تمنا میں ان پر ٹوٹ پڑتی ہیں جس عورت کے سر پر کوئی "جانور" طمانچہ مار دے وہ سمجھتی ہے کہ اسے اولاد مل گئی۔

جنوبی ہند کی اکثر مساجد ایسی ہیں جو سال بھر میں صرف محرم کے دس دنوں میں کھلتی ہیں۔ یہاں سے علم نکالے جاتے ہیں ماتمی مجلسیں قائم کی جاتی ہیں۔ مرثیہ خواں شراب پی کر ان مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ اور محرم ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ مساجد سال بھر کے لئے بند کر دی جاتی ہیں۔

راجپوتانہ

راجپوتانہ کے دیہات کی حالت کا اندازہ صرف اسی ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ وہاں ایک مقروض ملا نے جب اس سے اپنے برہمن قرض خواہ کا روپیہ کسی طرح بھی ادا نہ ہو سکا تو اپنی تین عیدیں برہمن مذکورہ کے پاس رہن کر دیں۔ جب عید آتی۔ برہمن اپنی پوتھی اور بت لیکر مسجد میں آبیٹھتا تھا مسلمان ماتھا ٹیکتے تھے چڑھاوا چڑھاتے تھے یہ چڑھاوا "مولوی صاحب" کے قرض میں جمع ہو جاتا تھا۔

مولانا شملوی کی روایت

مولوی غلام محمد صاحب شملوی فرماتے ہیں اب سے بیس سال بیشتر مجھے پٹڑی (ضلع فرخ آباد) میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اگرچہ اس گاؤں کی تمام آبادی مسلمان تھی۔ مگر سارے گاؤں میں ایک بھی مسجد موجود نہ تھی۔ ایک سمجھدار آدمی سے جب تحقیقات کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ مولوی صاحب! ان لوگوں کو مسجد کی کیا ضرورت ہے ان کے پاس بت موجود ہیں اور یہ سب اپنے اپنے گھروں میں بت پرستی کیا کرتے ہیں مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب سخت کوشش کے بعد یہ مورتیاں مسلمانوں کے گھروں سے نکلوائی گئیں تو وہ سماں نہایت دردناک تھا مسلمان عورتیں بین کرتی تھیں زار زار روتی تھیں ڈاڑھیں مارتی تھیں اور لپٹ لپٹ جاتی تھیں کہ ہائے ظالمو! تم ہمارے خداؤں کو کہاں لئے جاتے ہو؟

میمن تاجر

انہی مولوی صاحب کا بیان ہے چند معزز میمن تاجر نواب صدر الدین مرحوم (اٹر دہلہ) کے ہاں آئے۔ نواب صاحب مرحوم نے ان کے اسلام کی کیفیت مجھ پر واضح کرنے کے لئے ان سے پوچھا۔ اچھا یہ تو بتلاؤ کہ رسول اللہ بڑے تھے؟ یا بڑے پیر صاحب؟ تاجروں نے کہا "بڑے پیر صاحب" جب ان سے وجوہات دریافت کئے گئے تو انہوں نے بتلایا کہ کاٹھیاواڑ میں جس قدر علماء آتے ہیں۔ وہ سب بڑے پیر صاحب کا ذکر کرتے تھے اور دوسرے یہ کہ رسول اللہ کا ختم سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے اور بڑے پیر صاحب کا ہر مہینے گیارھویں

تاریخ ختم ہوتا ہے!

شہروں کی حالت

کہاں تک شمار کیا جائے دیہاتی قبائل کا کیا ذکر ہے؟ اسلام کے بڑے بڑے مرکزوں پر اس سے بھی زیادہ بے حسی، بے خبری، بے حمیتی، بے دینی، اور بے روزگاری کا عالم طاری ہے ہزارہا مسلمان ایسے ہیں جو کلمہ طیبہ کا مفہوم نہیں سمجھتے جنہیں نماز کے الفاظ یاد نہیں۔ دعاء قنوت یاد نہیں، وہ باپ، بیٹے، بھائی، اور دوست کی میت کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے ہوتے ہیں لیکن دعائے میت نہیں جانتے وہ نکاح سے چند روز پیشتر نماز مترجم سے کر مروجہ کلمے اور ایمان کے صفات یاد کرنے بیٹھتے ہیں لیکن ہزار در ہزار کوشش کے باوجود نکاح کے وقت عربی کا ایک لفظ بھی ان کی زبان پر جاری نہیں ہوتا میں پوچھتا ہوں کہ ان حالات میں بکرے کی ماں کب تک خیر منائیگی؟ آج ہم گدیوں، ملکانوں اور میواتوں کے متعلق سنتے ہیں ان کے ہندوانہ نام ہیں۔ چوٹیاں ہیں دھوتیاں ہیں زنار ہیں اگر یہی حالت رہی تو کل مغلوں پٹھانوں اور سیدوں پر بھی یہ وقت آ جائے گا برادران اسلام! آپ تصور فرمائیں کہ اس وقت ہندوستان کی کیا حالت ہوگی؟

تباہ کن بے خبری

اگر ہندوستان میں صرف مسلمان آباد ہوتے تو ہمارے دیہاتی قبائل خواہ کس قدر بھی اسلام سے دور ہٹ جاتے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہوتا لیکن ہماری موجودہ پوزیشن یہ نہیں ہے ہندوستان میں غالب اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ اور وہ ہر وقت مسلمانوں کی کمزوری سے فایدہ اٹھانے کیلئے تیار رہتے ہیں چنانچہ جب ملکانہ راجپوتوں میں پہلی مرتبہ شدھی کا بگل بجا ہے تو سوامی شردھانند نے ایک حسب ذیل اعلان شائع کیا تھا۔

مسلمان مولوی شور کرتے ہیں لیکن وہ مجھے بتلائیں کہ میں ان لوگوں کو کیوں ہندو نہ سمجھوں جبکہ ہندوؤں جیسے ان میں چوٹیاں موجود ہیں وہ اپنے مردوں کو جلاتے ہیں زنار پہنتے ہیں اور مجھے تو کوئی علامت ان میں مسلمان ہونے کی نظر نہیں آتی۔

سوامی دیانند کا مشن

آریہ گزٹ نے سوامی دیانند کا مقصد حیات یوں بیان کیا ہے

" سوامی جی سنسکرت کی شمع کے پروانے تھے ساتھ ہی ساتھ وہ سارے ہندوستان کو آریہ دیکھنا چاہتے تھے یعنی عیسائیت اور اسلام کو دو متضاد الفاظ خیال کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہندوستان کے باشندے سنسکرت پڑھیں اور برہمچاری پرشوں کے نام لیوا بنیں "

سوامی شردھانند کی تقریر

سوامی شردھانند کی ۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء کی تقریر دہلی کے چند الفاظ حسب ذیل ہیں:-

" ۷ کروڑ مسلمان عرب سے ہندوستان میں نہیں آئے بلکہ ہم ہندوؤں کو ہی جبراً اسلام قبول کرا کے اسلامی نظرہ کو دریا بنایا گیا ہے ۷ کروڑ مسلمانوں میں ایک کروڑ تو اب بھی ایسے ہیں جو رواج کے اعتبار ہندو کہلانے کے مستحق ہیں۔ ملکانوں کا شمار بھی انہیں میں ہے "

ڈاکٹر مونجے کے الفاظ

ڈاکٹر مونجے کی تقریر کلکتہ کے چند الفاظ بھی ملاحظہ فرما لیجئے

" گذشتہ ۹ سال کے عرصہ میں ہندو مذہب کو کس قدر نقصان عظیم اٹھانا پڑا ہے کہ افغانستان، کشمیر اور مالابار میں آج کل بالکل مسلمان ہی مسلمان بھرے پڑے ہیں ہندو تحریک کا اب سے یہ مقصد ہونا چاہیئے کہ وہ تمام ہندوؤں کو باہم متحد و متفق رکھے اور ہندو مذہب کی خوب تبلیغ و اشاعت کی جائے تاکہ ہندوستان پھر ایک بار صحیح معنوں میں ہندوستان ہو جائیگا "

اصلاح و علاج

برادران اسلام! میں سمجھتا ہوں کہ اب تمام حالات آپ پر واضح ہو چکے ہیں دیہاتی اقوام کا زوال بھی اور ہندو رہنماؤں کے مقاصد بھی، اب اگر ۱ کروڑ ناخواندہ دیہاتی مسلمانوں کی حفاظت مطلوب ہے تو آپ کو فی الفور انگریزی اور عربی مدارس کے ساتھ ساتھ تنظیم ٹریننگ سکولوں اور جدید قسم کے ایسے مدارس کے قیام کی تحریک شروع کر دینی چاہیئے۔ اس وقت ہندوستان میں چار یا پانچ لاکھ مسجدیں موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک مسجد مسلمانوں کی تنظیم کا دفتر بن سکتی ہے بشرطیکہ ہم مستقل پروپیگنڈا اور منظم تحریکات کی مدد سے ہر ایک ضلع میں ایک تنظیم ٹریننگ سکول یا ٹریننگ کلاس کھول سکیں یا کھلوا سکیں اور موجودہ آئمہ مساجد یا ان ہزارہا معمولی تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے جو افلاس و بے روزگاری کے باعث اچھوتوں اور گداگروں کے حال کو پہنچ رہے ہیں۔ وظائف دے کر انجمن ہائے امداد باہمی کیطرح، ضروری ٹریننگ کا انتظام کرا سکیں،

ظاہر ہے کہ یہ مہم ایک انجمن یا ایک اخبار کی کوشش سے طے ہو نہیں سکتی اس مقصد کے لئے تمام انجمنوں اور تمام اخباروں کو مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے میں تمام اسلامی انجمنوں کے اراکین سے ہر ایک اسلامی اخبار سے ہر ایک درد مند مسلمان سے التماس کرتا ہوں کہ آپ براہ کرم تمام حالات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بعد مطلع فرماویں کہ اگر ۱ کروڑ ناخواندہ دیہاتی مسلمانوں کے بچانے کیلئے کوئی تحریک شروع کی جائے تو کیا آپ اس میں شامل ہونگے اور اس تحریک کی کامیابی کیلئے اپنی ذات سے کچھ تھوڑا بہت کام یا خدمت کر سکیں گے؟ (ایمان)

کانپور کا ہنگامہ خونیں

کانپور ۲۷ مارچ۔ تازہ ترین سرکاری بیان کے مطابق فرقہ دار فسادات میں منگل سے آج تک جس قدر اشخاص مارے گئے ہیں۔ ان کی تعداد ۱۲۴ ہے جس میں ۹۸ مسلمان اور صرف ۲۵ ہندو ہیں مسلم مقتولین میں بہت سی خواتین اور بچے بھی شامل ہیں اور اسوقت تین سو سے زاید اشخاص زخمی ہیں۔

مگر یہ اعداد و شمار مکمل اور پورے نہیں کیونکہ یہ رپورٹ ہسپتال کی ہے۔ اور بہت سے مقتولین جو بازاروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس وقت ہسپتال میں نہیں پہنچائے گئے ان کا شمار اس میں نہیں ایک سو سے زاید عالی شان عمارات تو وہ خاکستر کر دی گئیں اور کئی لاکھ روپیہ کا نقصان ہو چکا ہے اس وقت ڈیڑھ سو افراد گرفتار کئے گئے ہیں

"لیڈر" کو معلوم ہوا ہے کہ مقتولین کی تعداد ڈیڑھ سو سے زیادہ ہو چکی ہے اور زخمی تقریباً ۴ صد کے قریب ہوں گے

دس ہزار کے قریب لوگ شہر چھوڑ چکے ہیں

شہر کی تمام آبادی نہایت پریشان و ابتر حالت میں ہے دو دنوں کے اندر اندر تقریباً دس ہزار باشندے شہر چھوڑ چکے ہیں جن میں زیادہ تر ہندو ہیں شہر میں شہری زندگی بالکل مفقود ہو چکی ہے اور جب حالات اعتدال پر آجائیں گے تو اس وقت تک بھی قطعی امن و چین نصیب ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے تمام بازار عدالتیں، میونسپل دفاتر سکول کالج اور تجارتی منڈیاں بند پڑی ہیں سبزی مچھلی گوشت وغیرہ اشیاء جو دیہاتوں سے اندر آتی تھیں ان کی درآمد بھی بند ہے بعض محلوں میں فاقوں کی نوبت ہے کیونکہ غرباء و مزدور سامان خوراک مہیا نہیں کر سکتے۔

ہندو محلوں پر پولیس کا چھاپہ اور آلات جنگ کے ذخائر پر قبضہ

مسلح پولیس اور فوج کے علاوہ خطرناک علاقوں میں جنگی ٹینک بھی موجود ہیں رات دن ایسٹ یارک رجمنٹ ہال لینڈر انفنٹری اور دیگر بری فوج گلی کوچوں میں گشت کر رہی ہے اس کے علاوہ مزید پولیس کی امداد طلب کی گئی ہے شہر میں اس وقت آٹھ سو سپاہی ایڈیشنل پولیس کے ہیں اور کل پولیس کی تعداد بارہ سو ہے یورپین اور ہندوستانی اشخاص مارشل لا جاری کرنے کی تجویز پیش کی تھی مگر حکام نے اسے منظور نہ کیا کرفیو آرڈر اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ جاری ہے اور پانچ سے زاید افراد کا اجتماع ممنوع قرار دیا گیا ہے

پولیس نے مختلف مقامات پر چھاپے مارے اور کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے محلوں سے مختلف قسم کے ہتھیاروں کے ذخائر پر جن میں لاٹھیاں خنجر اور کدال کی قسم کے دھار دار آلات شامل تھے قبضہ کیا۔

شدید جنگ کے بعد بازاروں کی حالت

شہر کے جن علاقوں میں فساد کا زیادہ زور رہا وہ مال روڈ بہر راہ، نرائن بازار، بنگالی گنج، اسٹیشن روڈ ہیں جہاں اس وقت تک بازار پتھروں سے پٹے پڑے ہیں اور شدید جنگ کی نشانی علاوہ ازیں پیدا ہوئی

اس لڑائی میں ملوں کے مزدور جو شہر کے باہر رہتے ہیں وہ قطعی طور پر اس لڑائی سے علیحدہ رہے۔ اب منظم حملوں کی تو ایک حد تک روک تھام ہو چکی ہے گلی کوچوں اور بازاروں میں اس وقت تک راہگیروں پر حملے جاری ہیں چنانچہ آج صبح اس قسم کے کئی حملوں اور آتش زدگی کی اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں۔

محلوں میں جنگ اور بستیوں میں مظاہرہ

گذشتہ شب محلوں میں شدید جنگ جاری رہی اور ایسی بستیوں میں جو ایک مدرسے سے ملحق تھیں اور جن میں جاہلین لوگ رہتے ہوں بہت سے مظاہرے ہوئے پولیس نے مفسدہ پردازوں کے کئی گروہوں کو گرفتار کیا اسٹیشن روڈ میں ایک لاری کو گرفتار کیا گیا جن میں پانچ آدمی سوار تھے اور جو خنجر اور دیگر آلات سے مسلح تھے۔

ایک مسلم خاتون کی شہادت

آج سب سے زیادہ دلخراش اور اہم واقعہ یہ ہے کہ ہندوؤں نے مال روڈ پر میسرز کیلز کمپنی کے مسلمان ملازمین کے مکانات پر حملہ کیا کئی سو کی تعداد میں مسلح ہندو ان غریبوں پر چڑھ دوڑے پہلے تو گنتی کے چند مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ مگر جب وہ مجبور ہو کر منتشر ہو گئے تو ہندوؤں نے مسلمانوں کے مکانوں کو آگ لگا دی اور ایک مسلم خاتون کو جلا دیا گیا ہے ہندوؤں کا یہ گروہ اس سفاکی کے بعد دوسری طرف متوجہ ہونیوالا ہی تھا۔ اس علاقہ کے یورپین اس حادثہ کی خبر کی اطلاع پاکر آ گئے۔ انھوں نے خونخوار ہندوؤں کے سوال پر گولی چلا دی

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۱۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۷۔ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۱

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ ۲۔ اپریل کی شب کو آل انڈیا مسلم کانفرنس کے جلسہ میں شمولیت کے لئے دہلی تشریف لے گئے امرتسر کے قریب پہنچکر حضور کی طبیعت خراب ہوگئی اور پیٹ میں درد شدید ہو گیا۔ ناچار سفر کو لدھیانہ پہنچکر ملتوی کر دیا گیا۔ ۳۔ اپریل کو طبیعت میں افاقہ ہوا تو وہاں سے دہلی روانہ ہو گئے۔ ورنہ ۶ کو واپس تشریف لے آئے مولانا یعقوب خاں صاحب بھی دہلی تشریف لے گئے ہیں۔

۴۔ اپریل کو خاکسار مدیر لدھیانہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد خاں صاحب کے ہاں ایک شادی کی تقریب پر حاضر ہوا۔ ڈاکٹر عدالت خاں صاحب ولد چوہدری فتح علی خاں صاحب کا نکاح ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب مرحوم کی دختر کے ساتھ منعقد ہوا۔ دو ہزار روپیہ مہر مقرر ہوا۔ دوران خطبہ میں کچھ عیسائی لیڈیاں تشریف لے آئیں اس لئے اسلام، عیسائیت اور ہندو مذہب کی رو سے عورت کی حیثیت پر چند باتیں بیان کی گئیں۔

گذشتہ جمعۃ المبارک کو نماز جمعہ کے بعد بنارس، مرزا پور اور کانپور کے شہیدوں کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد فسادکرنیوالوں اور گورنمنٹ کی غفلت پر اظہار نفرت کا ریزولیوشن ساری جماعت کے اتفاق آراء سے پاس ہوا۔ اور مسلمانوں کو اپنے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو ترک کرکے منظم ہونے کی تاکید کا ریزولیوشن بھی پاس کیا گیا۔

سرور عالم کا مقدس مکتوب شاہ حبش کے نام

الاہرام کا خاص نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ مسٹر کانٹ ڈی سانلی وقائع نگار مجلہ "السر اشین" حبش جاتے ہوئے بیروت تشریف لائے۔ نامبردہ آج کل ایشیائی اور افریقی ممالک کی سیاحت کر رہے ہیں تاکہ وہاں کے آثار قدیمہ کا پتہ لگائیں۔ مسٹر کانٹ "ممالک ساحل بحر متوسط" نامی کتاب کے مصنف ہیں اور اپنی قابلیت کی بدولت اخباری دنیا میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کو آثار قدیمہ کی تحقیق و تفتیش کا بیحد شوق ہے۔ حبش کی سیاحت بھی اسی لئے کر رہے ہیں تاکہ وہاں کے آثار قدیمہ کا سراغ لگائیں۔ یہ فرانسیسی وقائع نگار باوجود معمر ہونے کے "مرسیلیا" سے ہوائی جہاز پر حبش روانہ ہو گیا۔ اس کی عمر ساٹھ سال کی ہو چکی ہے۔

بیروت کے قیام کے دوران میں ان کو یہ اطلاع ملی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اصلی مقدس مکتوب جو انہوں نے نجاشی بادشاہ حبش کو ارسال فرمایا تھا۔ شہزادہ سلیم صاحبزادہ سلطان عبدالحمید کے پاس موجود ہے جو آجکل ساحل لبنان کے خوبصورت ترین مقام "جونیہ" میں مقیم ہیں۔ وقائع نگار نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اس مکتوب کو غیر معمولی قیمت پر خریدے گا۔ چنانچہ اس ارادہ سے وہ عثمانی شہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پیشتر ہی اس کو اطلاع مل چکی تھی کہ ایک مصری نے خریداری کی درخواست کی تھی اور ہدیہ میں دو لاکھ گنی مصری دینے کے لئے تیار تھا۔ لیکن شاہزادہ موصوف نے اس کی درخواست مسترد کر دی تھی فرانسیسی وقائع نگار نے اس مقدس مکتوب کو ملاحظہ کیا اور مذکور الصدر اخبار کی طرف سے خریداری کی درخواست پیش کی اور اس کا ہدیہ ڈھائی ملین فرنک دینے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ لیکن عثمانی شاہزادہ نے اسے فروخت کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ عثمانی شاہزادہ کے پاس کافی دولت موجود ہے اور دولت عثمانیہ کے دیگر امراء کے برعکس وہ نہایت آسودگی اور فارغ البالی سے زندگی گذار رہے ہیں۔ عثمانی شاہزادہ کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقدس مکتوب سلطان عبدالحمید نے بخشا ہے جس کی وہ نہایت حفاظت کرتے ہیں۔ یہ مکتوب آسمانی رنگ کے ریشمی کپڑے میں ملفوف ہے جس پر طلائی نقش و نگار کڑھے ہوتے ہیں۔ ہرن کی کھال پر لکھا گیا ہے جس کی لمبائی آدھا گز ہے۔ رسم الخط کوفی ہے۔ قاصد کا نام جو اس مکتوب کو نجاشی کے پاس لایا، عمرو ابن ضمیری ہے۔ خط کے نیچے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر لگی ہوئی ہے۔ عنقریب اس کا عکسی فوٹو عربی جرائد میں شائع ہونے والا ہے۔

سندھ کے ہندوؤں سے سیٹھ عبداللہ ہارون کی اپیل

سندھیوں کیلئے سندھ کی آزادی نہایت ضروری ہے

سندھی ہندوؤں کے نام سیٹھ عبداللہ ہارون نے حسب ذیل اپیل شائع کی ہے۔

اس وقت جبکہ دنیا کا ہر ملک اور ہر صوبہ حکومت خود اختیاری کے کامل اختیارات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم سندھیوں کا فرض ہے کہ کسی قسم کے تعصب شک و شبہ یا بداعتمادی کے بغیر اس امر پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا سندھ اور بحیثیت مجموعی تمام اہل سندھ کے لئے یہ بہتری کا موجب نہ ہوگا کہ اپنے آپ کو بمبئی کے رشتۂ غلامی سے آزاد کرائیں۔ اور فیڈرل ہندوستان میں سندھ کو دیگر صوبوں کے برابر مساوی حیثیت اور درجہ دلانے کی کوشش کریں۔ کوئی غلام سندھی اس ذلت کو گوارا نہیں کر سکتا کہ سندھ احاطہ بمبئی کے ساتھ وابستہ رہے اس کے اور ہمارے درمیان کوئی مابہ الاشتراک نہیں۔

سندھ کے ایک ہندو لیڈر کی خواہش

سندھ کے آنجہانی محترم لیڈر ہرچند رائے وشنداس کی مخلصانہ خواہش کو یاد کرو جس کا اظہار انہوں نے ۱۹۱۳ء میں انڈین نیشنل کانگرس کی مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت میں اور ۱۹۱۷ء میں وزیر ہند کو عرضداشت پیش کرتے ہوئے کیا تھا کہ ہم اس دن کے منتظر ہیں تب ایسے حالات پیدا ہوں گے جن کے تابع سندھ ایک آزاد صوبہ بن جائے گا۔ جس کی علیحدہ ذمہ دار حکومت اور ہائی کورٹ ہوگی، وہ دن اب یقیناً آگیا ہے۔ اب اہل سندھ کا فرض ہے کہ وہ ایک آواز ہو کر سندھ اور سندھیوں کے مفاد کے پیش نظر صوبجاتی حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کریں برطانوی حکومت کے ابتدائی دور میں سندھ ایک گورنر کے ماتحت علیحدہ صوبہ رہ چکا ہے۔ آج پھر ہماری یہ خواہش ہے کہ اسے علیحدہ صوبہ بنا دیا جائے۔ اس کی الگ کونسل ہو جس

باقی برصفحہ ۲ کالم ۳

نوٹ:۔ راولپنڈی کا جلسہ ۱۲ و ۱۳ اپریل کو نہیں ہوگا۔

روئداد جلسہ سالانہ سیالکوٹ

(۲)

گذشتہ سے پیوستہ

دوسرے دن ۲۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو پھر کارروائی جلسہ شروع ہونے والی تھی۔ کہ علی الصبح ہمارے قادیانی دوستوں نے پھر ہمیں یاد فرمایا باوجودیکہ ہر اجلاس سے قبل التزاماً ہماری طرف سے اعلان ہوتے رہے اور ۲۸ مارچ کے تیسرے اجلاس میں تو ہم نے خصوصیت سے ان حضرات کے رقعہ کے جواب میں اعلان کیا۔ کہ کسی مقرر کی تقریر کے بعد کسی صاحب کو بھی سوال و جواب کی اجازت نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اپنے سابقہ مضمون کا اعادہ کرتے ہوئے دوبارہ رقعہ دے گئے۔ واللہ اعلم اس قدر اضطراب کی کیا وجہ ہے ہم نے تو اس تکرار اور اصرار سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہمارے دوستوں کو مباحثہ کا شوق ہے دوسری طرف جلسہ کی وجہ سے ہماری توجہ اور طرف مصروف تھی۔ اور ہمیں اپنے تجربہ کی بناء پر اس بات کا اچھی طرح علم ہے۔ کہ اس قسم کی خط و کتابت کا سلسلہ نامتناہی ہوتا ہے "قصہ کوتاہ کرنے کی غرض سے جواب عرض کیا گیا۔ کہ اگر مباحثہ کرنا ہی مقصود خاطر ہے تو شرائط مباحثہ کا تصفیہ شیخ مولا بخش صاحب کے مکان پر تشریف لاکر زبانی طے فرماویں۔ خط و کتابت میں ناحق طوالت ہوگی۔ شرائط طے ہونے کے بعد قلمبند کرلی جاویں گی۔ اس کے بعد ہمارے دوستوں نے شام تک رقعہ بازی کا تانتا باندھ دیا جس میں مباحثہ کا مدعی ہمیں قرار دیا گیا۔ اور تصفیہ شرائط کے متعلق لکھا کہ ہماری مسجد میں آکر فیصلہ کرلیا جاوے اس خط و کتابت سے ہم نے سمجھ لیا۔ کہ ہمارے دوستوں کا اس سے منشاء کیا ہے اور کیوں وہ سوال و جواب کے لئے اس قدر بے تابی ظاہر کررہے ہیں ان کی ساری دوڑ دھوپ محض اس غرض کے لئے تھی۔ کہ کسی طرح جلسہ کا اثر اور فضا کو خراب کیا جاوے۔ اس کے لئے انہوں نے پہلے سامان کر رکھا تھا۔ ایک مولوی صاحب تو پہلے سے ہی ان کے پاس موجود تھے۔ ان کے علاوہ ایک اور مولوی صاحب کو اسی کام کے لئے انہوں نے قادیان سے بلوایا حضرت مولوی صاحبان کی بھی عجیب پوزیشن ہے کہ انہوں نے اپنا علم محض مسلمانوں میں تفرقہ اندازی کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ حسبا رحم ربا رحم چونکہ یہ مضمون ہمارے موضوع سے خارج ہے اس لئے ہم اس پر کچھ زیادہ لکھنا نہیں چاہتے۔ اگر ضرورت ہوئی تو کسی دوسری اشاعت میں اس پر اظہار خیالات کریں گے۔ اس مضمون میں تو روئداد جلسہ بیان کرنا ہے

دوسرے دن قریب ۹ بجے پھر کارروائی جلسہ شروع ہوئی پہلی تقریر شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے فرمائی۔ جس میں آپ نے اسلام قبول کرنے کے وجوہات اور سکھ ازم پر ایک بسیط تبصرہ فرمایا۔ بعد ازاں حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب کی خدمت میں استدعا کی گئی کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تقریر فرماویں۔ مولینا کو اس مضمون سے خصوصیت کے ساتھ ایک لگاؤ ہے دوسری طرف خداتعالے نے معجزنما انداز بیان ان کو عطا فرمایا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سامعین کے دلوں کو مسحور کرلیتے ہیں۔ مولینا کے لیکچر کے دوران میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بسواری موٹر وزیرآباد سے معیت جناب شیخ نیاز احمد خاں صاحب رئیس اعظم تشریف لائے۔ خدام نے دلی عقیدت سے استقبال کیا۔ آپ بھی سامعین کے ساتھ بیٹھ کر مولینا کا وعظ سنتے رہے۔ خاتمہ پر صاحب صدر نے اعلان فرمایا۔ کہ دوسرے اجلاس میں میر مدثر شاہ صاحب اور حضرت امیر سلمہ ربہٗ تقریر فرماویں گے۔ ڈھائی بجے کے قریب احباب نے حضرت امیر کی اقتداء میں جلسہ گاہ میں ہی فریضہ نماز ادا کیا اور

ہنوز کارروائی جلسہ شروع نہ ہونے پائی تھی کہ قادیانی دوستوں نے ایک اور دو ورقہ اشتہار زیر عنوان "مولوی محمد علی صاحب ایم اے کے عقاید" جلسہ گاہ میں لاکر تقسیم کردیا۔ ان حضرات نے رات سے یہ جہاد شروع کر رکھا تھا پہلے خط و کتابت شروع کی۔ پھر ایک اشتہار شائع فرمایا۔ اس پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اب دوسرا اشتہار طبع کرا کے تقسیم کیا گیا۔ اب غور کرنے والی طبائع خود اندازہ لگائیں کہ یہ کس قسم کی ذہنیت ہے اور ہمارے احباب نے اپنے آپ کو ناحق کاوش میں مبتلا کرلیا۔ شاید یہ شان مہمان نوازی عمل میں لائی جارہی تھی۔ مہمان کی شان تحمل و بردباری ملاحظہ فرمایئے۔ کہ باوجود ان حرکات کا علم ہونے کے جو ان دوستوں سے سرزد ہوئیں۔ اپنی تقریر میں اشارۃً تک اس کارروائی کے متعلق نہیں فرمایا۔ ہم اپنے دوستوں کی خدمت میں صرف اس قدر گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس اخلاق اور تہذیب سے سبق حاصل کریں۔

جب کارروائی جلسہ شروع ہوئی تو ان احباب نے ایک اور وار کیا کہ جلسہ گاہ سے اٹھ کر تشریف لے گئے جس سے جلسہ کی فضا کو مکدر کرنا منظور تھا۔ افسوس ہمیں ان کے اخلاق سے اس قسم کی حرکات کی امید نہ تھی۔ شاید ان کا خیال ہو۔ کہ حضرت امیر کی تشریف آوری کی غرض اُن کے عقاید کی تردید کرنے کے لئے ہے۔ بلکہ انہوں نے اور نہ صرف انہوں نے بلکہ عام پبلک نے دیکھ لیا کہ حضرت ممدوح کے مدنظر قطعاً کسی مخصوص فرقہ مسلمانوں کی مخالفت نہ تھی۔ بلکہ بے تکلف خیال سے جو باتیں بلحاظ موقعہ اور برمحل مناسب حال تھیں وہ آپ نے مسلمانوں کے سامنے پیش کردیں۔ جو کہ بالاتفاق سب نے پسند کیں خدا ان پر عمل پیرا ہونے کی سب کو توفیق دے۔

اس اجلاس میں پہلی تقریر میر مدثر شاہ صاحب کی ختم نبوت از روئے کتب حضرت مسیح موعود تھی۔ اور یہ تقریر گویا دوسرا حصہ اس تقریر کا تھا۔ جو کہ میر صاحب موصوف نے اس سے پیشتر ۲۸ مارچ کی شام کو فرمائی تھی۔ جس کے خاتمہ پر قادیانی احباب نے مطبوعہ اشتہار کے ذریعہ اعلان فرمایا تھا۔ کہ فی الحقیقت حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے جس کی تائید میں انہوں نے کچھ ادھورے حوالہ جات کتب ہائے حضرت اقدس سے پیش کئے تھے یہ اشتہار ہمارے احباب نے محض اس وجہ سے شائع فرمایا تھا۔ کہ تا ہماری تقریروں کا پبلک پر اثر نہ ہو۔ اس لئے میر صاحب نے انہی حوالہ جات پر اپنی تقریر میں روشنی ڈالی اور نہایت مدلل طور سے اس غلطی کو مبرہن کرکے حضرت مسیح موعود کا اصل دعویٰ مجددیت پیش کیا۔ جس کا اثر پبلک پر نہایت عمدہ ہوا مگر افسوس کہ ہمارے دوستوں کی تمام کوششیں عبث ثابت ہوئیں اس کے بعد حضرت امیر کی وہ مشہور اور عالمانہ تقریر ہوئی جس میں آپ نے تمام مسلمانوں کو رشتہ اتحاد و اتفاق میں منسلک ہونے تفرقہ سے بچنے۔ اشاعت اسلام کرنے۔ سودی قرضوں سے اجتناب کرنے کی ہدایات فرمائیں یہ تقریر جملہ فرقہ ہائے اہل اسلام کے لئے یکساں مفید و موثر تھی۔ اس لئے پوری توجہ اور محویت کے ساتھ سنی گئی۔ حضرت امیر کی شخصیت کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں کیونکہ آپ کی شہرت نہ صرف اس ملک ہندوستان تک محدود ہے بلکہ دیار غیر میں بھی وہ اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں اپنے کارناموں کی وجہ سے معروف ہیں۔ اس پر کچھ تحریر کرنا تحصیل حاصل ہے خدا سے دعا ہے کہ حضور کے ان کلمات حیات کا اثر مسلمانوں کی عملی حالت سے ظاہر ہو (آمین)

حضرت امیر نے تقریر فرمانے کے بعد حلقہ احباب میں دعوت چائے نوش فرمائی اور قبل از مغرب معہ حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب بسواری موٹر وزیرآباد تشریف لے گئے

رات کو پروگرام کے مطابق مکرمی شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے اپنا فاضلانہ لیکچر تحریف بائیبل پر پبلک کے سامنے دیا شیخ صاحب ممدوح کو اس مضمون پر نہایت عبور حاصل ہے جس کے متعلق انہوں نے مختلف موقعوں پر نہ صرف مسلمانوں کے درمیان بلکہ عیسائی مناظرین کے سامنے بڑی تحدی کے ساتھ اعلان کیا ہے مگر افسوس کہ پادری صاحبان کو آج تک شیخ صاحب موصوف سے اس مضمون کے متعلق تبادلہ خیالات کی جرأت نہ ہوئی۔ پادری صاحبان کا اپنے آپ کو اس مضمون کے لئے پیش نہ کرنا مصلحت بینی پر مبنی ہے کیونکہ یورپین حضرات تو بائیبل کی تحریف سے آگاہ ہو کر اس سے نفرت ظاہر کررہے ہیں۔ مگر دیسی پادری صاحبان اپنی سنہری اور روپہلی مصلحتوں کی وجہ سے اس کا اعتراف نہ کریں۔ تو یہ بات دیگر ہے۔ شیخ صاحب نے شروع لیکچر میں نہایت حسرت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ حضرت مسیح کا مقولہ ہے۔

"کھٹکھٹاؤ تمہارے لئے کھولا جائے گا"

فرمایا کہ ہم چھ سال سے کھٹکھٹا رہے ہیں۔ مگر یہ دروازہ ہمارے لئے پادری صاحبان نہیں کھولتے۔ شیخ صاحب کا لیکچر نہایت عالمانہ اور وسیع واقفیت پر مبنی تھا۔ اور حاضرین میں بھی اہل علم طبقہ کافی تعداد میں تھا۔ اس لئے لیکچر نہایت پسند کیا گیا۔

خاتمہ پر مولینا المکرم جناب مولوی عصمت اللہ صاحب سٹیج پر تشریف لائے انہوں نے شیخ صاحب اور دیگر مقررین اور کارکنان انجمن اور پبلک کا شکریہ ادا کیا۔ اور نہایت خشوع اور خضوع سے دعا مانگ کر جلسہ کا خاتمہ فرمایا۔

(خاکسار شیخ غلام حسین سکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام)

(سیالکوٹ محلہ حاجی پورہ)

(نوٹ) یہ روئداد جلسہ سالانہ کی پہلی قسط ہے کیونکہ قادیانی دوستوں نے اپنی عادت کے مطابق مباحثہ کے لئے سلسلہ جنبانی کی ہوئی ہے اس لئے اگر مزید خط و کتابت ہوئی تو اس مضمون کا سلسلہ اخبار پیغام صلح میں شروع کیا جائیگا یہ مضمون اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ جو ہم نے سفر کی حالت میں لکھا ہے۔ والسلام

بقیہ صفحہ ۱

میں سندھیوں کے یعنی ہندو حاکموں بجائی ہندوں اور مسلمان زمینداروں اور دیگران جماعتوں کے جنہوں نے سندھ کو اپنا وطن بنا لیا ہے نمائندے معقول تعداد منتخب ہو کر آئیں۔

بمبئی کے ساتھ سندھ محفوظ نہیں

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تعلیمات۔ سڑکوں اور قومی تعمیرات کے دیگر شعبوں میں سندھ کے مفاد حکومت بمبئی کے ہاتھوں میں پورے طور پر محفوظ نہیں۔ جس کا دار الحکومت ہمارے صوبے سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر ہے۔

اگر حکومت بمبئی نے سندھ کو سکھر کے لئے کثیر رقم قرض دی ہے تو اس کا انتظام باسانی کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ "حکومت بمبئی نے سندھ کو سکھر کے لئے کثیر رقم قرض دی ہے تو اس کا انتظام باسانی کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حکومت بمبئی سندھ کی قدیم نہروں سے کروڑوں روپیہ فائدہ حاصل کرچکی ہے۔

میں سندھ کی حقیقی آزادی اور معقول اختیارات سے استفادہ کرنے کے لئے بے تاب بے قرار ہوں تاکہ ہم سندھ اپنی قسمت کے مالک خود ہوں۔ جس طرح الہ آباد، بنارس، کانپور یا مرزاپور کے مسلمان محض اس لئے کہ وہاں کے ہندوؤں نے ان

باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۱

سے مدلل دمسکت طور سے معترض کو فتح کرلیا اور فی الحقیقت یا ستدلال بھی بڑا معقول ہے غیر احمدیوں کے کفر پر حضرت صاحب کی نبوت کا انکار ایک روشن دلیل ہے۔ مگر سوال صرف یہ ہے کہ ایسی صاف اور موٹی دلیل کیا صرف آج قادیانیوں کو ہی سوجھی۔ حضرت مرزا صاحب پر ان کی زندگی میں سوال ہوا کہ آپ نے جو بعض غیر احمدیوں کو کافر کہا ہے اس کی کیا وجہ ہے یہ حیرت کی بات ہے کہ اس سوال کے جواب پر حضرت صاحب نے کہیں ایکدفعہ بھی نہ کہا کہ چونکہ میں نبی ہوں اس لئے غیر احمدی کافر۔ قادیانی اصحاب سے صرف یہ ایک مطالبہ کافی ہے اگر وہ اس کو پورا کردیں۔ کس قدر موٹی بات ہے کہ حضرت صاحب سے بار بار یہ سوال ہو کہ آپ غیر احمدیوں کو کافر کیوں قرار دیتے ہو مگر حضرت صاحب اتنا نہ کہہ سکیں کہ اے بھلے مانسو جب میرا دعوےٰ نبوت کا ہے تو میری نبوت کے منکر کو اگر کافر نہ کہو گے تو اور کیا کہو گے بلکہ برخلاف اس کے یہ کہتے ہیں۔ "ابتدا سے میرا مذہب یہی ہے کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا کی طرف سے احکام شریعت لاتے ہیں وغیرہ"۔ بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ ۱۹۱۴ء سے قبل تمام احمدیہ لٹریچر میں غیر احمدیوں کے کفر پر حضرت صاحب کی نبوت بطور دلیل پیش نہیں کی گئی۔ اگر کی گئی ہے تو اس کا حوالہ دیا جائے اگر قادیانی صاحب کہیں کہ یہ کیا ضرور ہے کہ غیر احمدیوں کے کفر پر حضرت صاحب اپنی نبوت ہی دلیل پیش کریں کیا یہ کافی نہیں کہ انہوں نے غیر احمدیوں کو کافر قرار دیدیا خواہ وہ کسی دلیل سے ہو تو میں یہ کہوں گا کہ اگر حضرت مرزا صاحب کی نبوت ایسی تھی جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے تو ان کا یہ فرض تھا کہ جب ان سے کفر کی وجہ پوچھی گئی تو وہ صاف صاف اس وجہ کو بیان کریں جو سب سے بڑی سب سے موٹی اور سب تو بین ہے اور جو آج خود قادیانی اصحاب اس قدر فخر و طمطراق سے پیش کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہماری پوزیشن نہایت معقول ہے۔ کیا کوئی نبی دنیا میں پہلے ایسا بھی ہوا کہ اس کے منکرین اس سے یہ پوچھتے ہوں کہ ہم کافر کیوں ہیں تو وہ ان کو یہ تو نہ کہے کہ چونکہ میں نبی ہوں تم نبی کا انکار کر کے کافر ہو گئے ہو بلکہ اس کے الٹ یہ کہتا جائے "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو فلاں فلاں وصف رکھتے ہیں"۔ خدارا غور کرو کہ غیر احمدیوں کے کفر پر نبوت سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہو سکتی ہے پھر حضرت صاحب نے اس نبوت کی دلیل کو ان پر کیوں پیش نہ کیا اور کہیں ایک دفعہ بھی کیا ہو تو وہ تبلانا چاہیے میں سمجھتا ہوں کہ صرف اس ایک بات سے دونوں پہلوؤں کا حل نہایت واضح اور احسن طور سے ہو جاتا ہے اور حقیقتاً یہ نزاع بات بھی یہی ہے کہ کیا حضرت صاحب کی پوزیشن ایسی ہے یعنی کیا وہ ایسے نبی ہیں جن کا انکار کفر کو مستلزم ٹھہراتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ میرا مطالبہ یہ نہیں کہ حضرت صاحب اپنے منکرین کو کافر ٹھہراتے ہوں بلکہ میرا مطالبہ صرف یہ ہے کہ حضرت صاحب نے غیر احمدیوں کے کفر پر نبوت کو بطور دلیل پیش کیا ہو۔

بقیہ صفحہ ۲

پر حملے کئے یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے کہ وہاں سوراجیہ نہیں ملنا چاہیے۔ اسی طرح میں سندھ کے ہندو بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ محض اس لئے آزادی سندھ کی مخالفت نہ کریں گذشتہ سال سکھر کی طرف چند ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا ایسے واقعات کا جن کے اسباب اقتصادی ہوتے ہیں ہم اس وقت انسداد کریں گے۔ جب ہم اپنے صوبہ کے مالک بن جائیں گے۔ اور ہمیں مکمل ذمہ دار حکومت مل جائے گی۔

سندھ دیش کے مفاد

سندھ کے ہندو عامل صاحب دماغ لوگ ہیں۔ سندھ کے تاجر اور بھائی بند اقتصادیات کے ماہر ہیں۔ اور مسلمان زراعت پیشہ ہیں میں خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ سندھ کی تمام خصوصیات یکجا ہو کر ہمارے صوبے کے مشترکہ مفاد کے لئے استعمال ہوں جس پر ہم اپنے مفاد کے پیش نظر خود حکومت کریں گے۔ ماضی میں ہندوستان پر کوئی حکومت رہی ہو سندھ کے ہندو اور مسلمان صدیوں تک بھائیوں کی طرح امن و امان کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ آزاد اور ترقی کناں صوبہ سندھ میں یہ دونوں اتحاد و اتفاق سے نہ رہیں۔ سندھیوں کے نزدیک سندھ کے مفاد سے بڑھ کر اور کوئی مسئلہ اہم نہیں ہو سکتا۔ ان کے مفاد کے تحفظ اور سندھ دیش کی ترقی اور فلاح کی خاطر میں اپنے ہندو احباب سے ایک دفعہ پھر اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی تمام طاقت و قوت اور اثر و رسوخ سندھ کی حقیقی آزادی حاصل کرنے میں صرف کریں۔

—— تمام ہندوستان اور برما کے خطوط رسانوں اور ادنےٰ درجہ کے ملازمتوں کی کانفرنس کا اجلاس دیوان چمن لال کی صدارت میں بمقام کراچی منعقد ہوا جس میں ملازمین ڈاک خانہ کی شکایات کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ ادنےٰ درجے کے ملازموں کی تنخواہیں حکومت کے لئے موجب ندامت ہیں۔ اس لئے اعلیٰ عہدیداروں کی تنخواہوں میں تخفیف کر کے ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔

—— شملہ ۶ اپریل۔ شملہ کو جانے والی دہلی ایکسپریس لال رو سٹیشن کے قریب پٹری پر سے اتر گئی۔ جب تحقیقات کی گئی تو معلوم ہوا کہ کارروائی گاڑی کو تباہ کرنے کے لئے کی گئی۔ گاڑی کے ہندوستانی ڈرائیور کی مستعدی سے گاڑی تباہ ہونے سے بچ گئی ورنہ ایک ہولناک حادثہ ہو جانیکا خطرہ تھا

—— ۲۰ مارچ سنہ ۳۶ء کے ام القریٰ سے معلوم ہوا ہے کہ سمندر کے راستے سے جہاز پہنچنے والے حاجیوں کی تعداد ۲۲۱۵۸ ہو گئی ہے

حکومت مصر نے اعلان کیا تھا کہ عازمین بیت الحرام آخر مارچ تک حکومت اطلاع دیدیں ۲۰ مارچ کا ام القریٰ مظہر ہے کہ دس ہزار کے قریب اشخاص تیار ہو چکے ہیں۔ یقین ہے کہ آخر مارچ تک مزید مصری تیار ہو چکے ہوں گے

قومی رسم و رواج کا گلے پڑا ڈھول

(مولوی عبداللہ تیاپوری کے قلم سے)

(مروجہ دکنی اردو شاعری کا نمونہ)

فضول رسمیں گلے پڑی ہیں یہ قومی رسم و رواج دیکھو ۔۔۔ جو گھر میں حاکم نہ مرد ہو دیں وہ گھر میں رانی کا راج دیکھو

کریں گے چھٹی چلہ بچوں کا بھی ہوگی بسم اللہ خوانی انکی ۔۔۔ پکے بریانی بجیں گے باجے فضول خرچی کا کاج دیکھو

کرینگے ماہ رجب میں کونڈے چڑھینگے پیر کے خوب جھنڈے ۔۔۔ کھلاویں کھانا تونگروں کو نہ پاویں غربا اناج دیکھو

مریں تو دسواں و بیسواں ہو بھی ہووے چالیسواں و برسی ۔۔۔ ثواب پہنچاویں نام ظاہر ہے رشتے داروں کی لاج دیکھو

نہ دیویں قربانی سال میں ایک نہیں ہے حکم نبی کی عظمت ۔۔۔ کٹے نیازوں میں بکرے کئی ایک لگا ہے پیری خراج دیکھو

خدا نے دولت خوشی منائیں جلاویں بارود اور مہتاب ۔۔۔ نچاویں کنچن ہو پھول جھاڑیں ہنود کی ہے سماج دیکھو

تونگر و خود یہ کر کے رسمیں ڈوبایا غربا کو تم نے ناحق ۔۔۔ تمہاری تقلید کر کے پھنس گئے نبی کی چھوڑی منہاج دیکھو

لے قرض سودی خوشی منائیں اڑا دیں رسموں میں دام اپنے ۔۔۔ بنیں گے اک دن دیوالیہ وہ بھی ہوگی زندگی مراج دیکھو

وہ پیویں بیڑی سگریٹ چھٹے جلاویں اپنی کمائی یوں بھی ۔۔۔ ہو بوٹ نکٹائی سوٹ اعلیٰ نہ ہو غریبی مزاج دیکھو

کریں جو بیجا صرف کمائی ہیں بھائی شیطاں کے رب کہا ہے ۔۔۔ گرانی ہو یا مریض ہوویں نہ رہوے گھر میں اناج دیکھو

اے قوم ساری تو نے چھوڑ رسمیں رہیگی کب تک مریض و مفلس ۔۔۔ نہ کر تو اسراف دام اپنے قرآن میں ہے علاج دیکھو

حدیث و قرآن کی اب حکومت دلوں سے جاتی رہی ہے تہدی

ہے گھر کی بڑھیا صحیح بخاری اسیکے سر ہے یہ تاج دیکھو

انتخاب الاخبار

کانپور کے ہنگامہ خونین کے متعلق ٹائمز آف انڈیا میں ایک یوروپین کی چشم دید شہادت شائع ہوئی ہے جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ ہنگامہ سے کئی روز پیشتر ہندوؤں میں ایک ہل چل نظر آ رہی ہے اور وہ باہر سے کثیر تعداد میں کانپور آ رہے تھے۔ چوبلیوں، نیزوں اور لاٹھیوں سے آراستہ تھے۔ حکومت کے محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی کو اس کا علم تھا احتیاطاً صرف مسلمان قصابوں کو گھروں کے اندر بند کر دیا گیا تھا مگر ہندو غنڈے کھلے بندوں شہر میں آزاد تھے نہ ان میں سے کسی کو گرفتار کیا گیا اور نہ ان سے ہتھیار لئے گئے۔ اس کا بیان ہے کہ اخبارات میں اصل واقعات کا عشر عشیر بھی شائع نہیں ہوا۔ ایک ہزار سے زیادہ قتل ہوئے جن میں زیادہ حصہ مسلمانوں کا ہے۔ شیر خوار بچوں کے پیٹ چاک کئے گئے اور عورتیں زندہ جلا دی گئیں۔ ہندوؤں نے جو کچھ کیا وہ ایک منظم سازش کے ماتحت کیا۔

کراچی میں کانگرس اور دہلی میں آل انڈیا مسلم کانگرس کے اجلاس ختم ہوئے۔ کانگرس کے اجلاس میں سب سے پہلے بھگت سنگھ اور ان کے رفقاء۔ پنڈت موتی لال نہرو اور مولانا محمد علی مرحوم کی وفات پر افسوس اور ہمدردی کے ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ مہاتما گاندھی نے کانپور کے فسادات پر اظہار افسوس کیا اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی دکانیں جبراً بند کرانے پر ملزم ٹھہرا دیا۔ لکھتے ہیں کہ مہاتما نے اس واقعہ پر اپنے درد دل کا اظہار کیا مگر نہ ایسا جوش کہ جو مسلمانوں کے خلاف ان کا بھڑکا کرتا ہے جس سے متاثر ہو کر آپ ہر مسلمان کو ادسگافنیگک یعنی بھڑکا لگنے والے کا خطاب دیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی پہلی تقریر میں آزادی کامل۔ حقیقی سوراجیہ، برطانوی تعلق، ریاستوں کی شرکت ہندوستان پر عوام اور غربا کی حکومت کی ضرورت، اور اپنے "خواب کے سوراجیہ" پر وضاحت کے ساتھ بحث کی مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کئے گئے۔

برہما کی ہندوستان سے علیحدگی کا سوال تھا۔ اس پر یہ تجویز پاس کی گئی کہ ہندوستان کے آئندہ دستور حکومت میں برہما کی شرکت کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔

صوبہ سرحد کی آئینی ترقی کے متعلق ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ جس کے دوران میں خان عبد الغفار خان نے آفریدیوں کا گاندھی جی پر اعتماد ظاہر کیا۔ گاندھی جی نے قومی سوراجیہ کی تشریح کی کہ اس میں حاکم بن کر ہم حکومت نہیں کریں گے بلکہ شہریوں کی طرح حکومت کریں گے۔ وائسرائے کو صرف (۵۰۰) روپیہ تنخواہ ملے گی۔ رائے دہندگی کا حق عورت اور مرد دونوں کو ہوگا۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل کا خطبہ صدارت۔ وفات یافتہ لیڈروں کی تعزیت کے بعد گاندھی ارون مفاہمت کی تصدیق۔ کانگرس کی آئندہ گول میز کانفرنس میں شرکت۔ اور آئندہ دستور حکومت میں افواج کے انگریزوں کے اختیار میں نہ رکھنے۔ مالی اختیارات میں برطانیہ کو کوئی حصہ نہ دینے۔ سول ملٹری سروس کی ملازمتوں کے اخراجات اور تنخواہ میں کمی غیر ملکی قرضہ جات میں سے صرف مناسب قرض کی ادائیگی۔ فیڈریشن۔ ریاستہائے ریاست وغیرہ وغیرہ کے متعلق اظہار خیالات پر مشتمل تھا فرقہ دار مسائل کے متعلق یہ کہا گیا کہ چونکہ نہرو رپورٹ داخل دفتر ہو چکی ہے اس لئے کانگرس آئندہ دستور اساسی میں کسی

ایسے حل کو تسلیم نہ کرے گی کہ جس پر تمام متعلقہ جماعتیں متفق نہ ہوں کانگرس کے اجلاس میں مولانا ظفر علی خاں کی تجویز نماز کے لئے اجلاس ملتوی رکھنے پر نہایت حقارت آمیز اصرار کا اظہار کیا گیا جو زیادہ افسوس مولانا ابو الکلام اور دوسرے کانگرسی مسلمانوں کے استخفاف نماز پر ہے!

آل انڈیا مسلم کانفرنس میں فرقہ دار فسادات کے سلسلہ میں حکومت کو زبردست تنبیہ کی گئی اور کانگرس کے خلاف اظہار عدم اعتماد کیا گیا۔ بیگم صاحبہ مولانا محمد علی مرحوم نے اس قومی جد و جہد میں مسلمان عورتوں کے حصہ لینے کی پر زور تحریک کی۔ مولانا شوکت علی صاحب صدر آل انڈیا مسلم کانفرنس نے مسلمانوں کی اندرونی تنظیم، مسئلہ سرحد اور ہندوؤں میں تبدیلی ذہنیت کی ضرورت پر اظہار خیالات کیا۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس میں کانگرسی خیال کے مسلمان شریک نہیں ہوئے۔ گاندھی جی نے مسلمانوں سے کہا کہ اپنے کم از کم متحدہ مطالبات آپ لوگ پیش کریں تو اس کے جواب میں کہا گیا کہ یکم جنوری ۱۹۲۹ء کی آل انڈیا مسلم کانفرنس میں جو قرارداد منظور کی گئی تھی اس پر مسلمانوں کی اکثریت کو اتفاق ہے۔ اس کانفرنس میں تین قرار منظور کی گئیں (۱) جداگانہ انتخاب کا مطالبہ اور مسلم اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کو مراعات (۲) پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کا تحفظ اور بلوچستان کے لئے آئینی اصلاحات اور تیسری قرارداد میں کانپور کے ہنگامہ خونین پر اظہار مذمت

کانپور کے اردگرد کے دیہات میں فسادات کی چنگاریاں ابھی تک سلگ رہی ہیں اور ہندو اپنی شورہ پشتیوں سے باز نہیں آتے

بھگت سنگھ وغیرہ کی پھانسی کے سلسلہ میں ہندو حکومت پر مقدمہ چلانے کی کوشش میں ہیں۔

گاندھی جی کی صحت کی خرابی کے متعلق ڈاکٹر انصاری صاحب نے اعلان کیا کہ ان کو آرام کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

—— آل پارٹیز کانفرنس انتظامات میں امداد دینے کے لئے لاہور سے ۸ نوجوانوں پر مشتمل مولانا محمد علی جیش ۲ اپریل کو دہلی پہنچا اور شہر میں مظاہرہ کیا۔ ۵ بجے عصر کے وقت ان کا جلوس جامع مسجد سے شروع ہوا۔ اور مختلف بازاروں میں سے اسلامی نظمیں پڑھتا ہوا کوچہ بلی ماراں میں پہنچا۔ تو دو مسلمان جوتہ فروشوں نے ان کے متعلق کہا کہ کیا یہ لوگ اب کانپور کے بعد دہلی میں فساد کرانے آگئے ہیں۔ یہ سنتے ہی ان نوجوانوں نے ان دو کانوں کے آگے ستیہ گرہ شروع کر دی اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے یہ ناذیبا الفاظ واپس لیں یا جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس کا ثبوت پیش کر دیں۔ دہلی کے ہزاروں عقیدت مندوں کے جلوس کے ساتھ تھے ان کے مظاہرہ پر ان دونوں کو معافی مانگنی پڑی اور جلوس آگے کو روانہ ہوا جیش جب دہلی میں ہے اپنی پر جوش نظموں سے اور تقریروں سے دہلی کے مسلمانوں میں ملت اسلامی کے لئے ایک جوش اور درد پیدا کر دیا ہے۔ دہلی کے مسلمانوں نے اس تحریک کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا اور جیش جہاں کہیں بھی گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تپاک خیر مقدم کیا۔

—— بمبئی ۴ اپریل۔ آج شام کو کاؤس جی جہانگیر ہال میں پارسیوں کے ایک جلسے میں ان کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے سرحدی گاندھی خان عبد الغفار خاں نے کہا۔ عدم تشدد خدائی خدمتگاروں کا ایمان ہے۔ ان کی حکمت عملی نہیں۔ جلسے کی صدر دادا بھائی نارو جی کی پوتی تھیں۔ دوران تقریر میں خانصاحب نے کہا۔ کہ مادر وطن کے لئے حصول آزادی میں ہندو مسلم پارسی اور عیسائی کی تمیز نہیں ہونی چاہیئے بلکہ سب کو اول آخر ہندوستانی بننا چاہیئے خاتمہ پر آپ نے کہا کہ حصول آزادی تک اہل سرحد کانگرس کے جھنڈے کے نیچے جنگ کرتے ہیں ہم ہر قسم کی قربانیاں کرتے رہیں گے۔ سپاسنامہ میں انھیں افغان اصلاحات کا ستارہ صبح افغان جرگے اور خدائی خدمت گاروں کا بانی کے نام سے منسوب کیا گیا۔

—— لنڈن ۲۰ اپریل۔ آج وکٹوریہ سٹیشن پر لارڈ اور لیڈی ولنگڈن کو الوداع کہنے کے لئے بھاری ہجوم جمع ہوا جن کی وجہ سے لارڈ ولنگڈن کیلئے ٹرین تک پہنچنا محال ہو گیا۔ آپ کو الوداع کہنے کیلئے مسٹر اور مسز بالڈون سٹیشن پر آئے۔ جوڑی مشکل کے ساتھ گاڑی تک پہنچے پلیٹ فارم کا نظارہ ہندوستانی میلہ کے مشابہ تھا۔ بھیڑ بھاڑ کا یہ عالم تھا کہ لارڈ ولنگڈن کے عملے کے آدمی بھی سپیشل ٹرین میں نہ بیٹھ سکے۔ لہذا ٹرین کو پلیٹ فارم کے سر انجام پر دس منٹ تک ٹھیرنا پڑا۔
لارڈ ولنگڈن کا ریزروڈبہ آناً فاناً پھولوں سے بھر گیا۔ جو لیڈی کو پیش کئے گئے۔ پھولوں کی کثرت نے گاڑی کو رشک گلستان بنا دیا جس وقت ٹرین نے سیٹی بجائی۔ تو پر زور تالیاں بجائی گئیں۔

—— بمبئی ۴ اپریل۔ صوبہ سرحد کے گاندھی خان عبد الغفار خان ڈاکٹر گوڑ اور مس صوفیہ کی معیت میں آج ڈیڑھ بجے بمبئی پہنچے۔ جہاز کے پہنچنے کا وقت ساڑھے دس بجے تھا۔ اور اس وقت سے بہت عرصہ پہلے لوگ گھاٹ پر جمع ہو گئے تھے۔ ڈیڑھ بجے جب جہاز پہنچا تو ایک بھاری ہجوم استقبال کیلئے موجود تھا۔ لوگوں نے پر جوش نعرے لگائے اور خانصاحب کو ہار پہنائے۔ اور بمبئی کے بڑے بڑے بازاروں میں جلوس کی شکل میں لے گئے۔ راستہ میں بھی لوگ پر تپاک خیر مقدم کر رہے کئی مکانوں پر جھنڈے اور جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔

غیر ملکی تعلقات کے متعلق جدید آرڈیننس

خلاف ورزی کرنیوالے کو دو سال قید و جرمانہ کی سزا

نئی دہلی ۷ اپریل۔ وائسرائے و گورنر جنرل نے ایک اور آرڈی نینس نافذ کیا ہے جس کا نام "غیر ملکی تعلقات کا آرڈی نینس مجریہ ۱۹۳۱ء" ہوگا۔ آرڈی نینس حسب ذیل ہے۔

ہر وہ شخص جو اس قسم کا بیان افواہ یا اطلاع شائع کرے گا یا پھیلائے گا جس سے ملک معظم کی حکومت اور کسی غیر ملکی حکومت کے مابین تعلقات کشیدہ ہو جائیں۔ یا ہونے کا احتمال ہو وہ دو سال قید یا جرمانہ ہر دو سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔

اس آرڈی نینس کے ماتحت کوئی عدالت کسی مقدمہ کی سماعت نہیں کر سکے گی تاوقتیکہ مقدمہ گورنر جنرل با اجلاس کونسل یا لوکل گورنمنٹ یا کسی ایسے افسر کی جسے گورنر جنرل نے اس ضمن میں اختیارات تفویض کئے ہوں۔ اجازت سے نہ چلایا جائے

وہ کتب و رسایل اور دیگر دستاویزات جن کے ناشر زیر دفعہ ۲ آرڈی نینس ہذا سزا کے مستوجب ہوں۔ ان پر ضابطہ فوجداری کی دفعات ۹۹ الف تا ۹۹ ج اور انڈین پوسٹ آفس ایکٹ مجریہ ۱۸۹۸ء کی دفعات ۲۷ ب اور ۲۷ ق اسی طرح عاید ہوں گی جس طرح وہ دفعات ان کتب و رسایل پر عاید ہوتی ہیں جن میں مغویانہ اشاعت کی گئی ہو آخری دفعہ میں ڈاک خانہ کو اختیار ہے کہ وہ خاص قسم کے اخبارات و رسایل وغیرہ کو جبکہ وہ ڈاک کے ذریعے بھیجے جا رہے ہوں ضبط کرے یا انہیں ڈاک خانہ میں ضبط کر لینا چاہیئے

تار کا پتہ "مسلمان" لاہور

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (آل عمران ۳:۶۴)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر عبدالحق ودیارتھی

جلد ۱۹ | لاہور ـ یوم ہفتہ مطبوعہ ۲۲ ذیقعد ۱۳۴۹ھ سنہ ہجری مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۳۱ء سنہ | نمبر ۲۲

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا\
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا\
ہست او خیر الرسل خیر الانام\
ہر نبوت را برو شد اختتام\
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست\
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست\
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب\
نزدِ ما کفر ست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱ـ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔\
۲ـ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔\
۳ـ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں آئیگی۔\
۴ـ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔\
۵ـ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

ارشادات القرآن

مذاہب عالم میں رشتہ اتحاد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ۔ اللہ کے نام سے شروع کون اللہ؟ وہ جو رحمن اور رحیم اللہ ہے جو کسی خاص خوبی گن اور صفت کا موصوف نہیں بلکہ خدا کی وہ تمام خوبیاں اور گن جو اقوام عالم کے تمام نبی۔ ربی۔ رشی اور منی اپنی اپنی عبرانی، سریانی، کلدانی، قبطی، یونانی، ژندی، چینی اور سنسکرتی وغیرہ وغیرہ میں گاتے رہے وہ ان تمام صفات کاملہ کا ایک ہی موصوف ہے وللہ الاسماء الحسنیٰ دنیا کی زبانوں میں جتنے بھی پیارے اور خوبیوں بھرے نام ہیں وہ اسی ایک اکیلے اللہ کے نام ہیں۔ ذاتی نام صرف ایک ہی ہے جو اللہ ہے باقی تمام مذاہب اور اقوام کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کی صفات ہیں۔ اوم رکشا اور حفاظت کرنے والا، ایلوہیم قابل تعظیم معبود، خدا خود بخود ہونیوالا، یزدان پیدا کرنیوالا ست حق ہے۔ پرماتما نہایت لطیف روح۔ سرو شکتیمان قادر مطلق یہ سب اللہ کے گن ہیں، صفات ہیں اور لامحدود حسن و احسان کے خزانے ہیں پر ان تمام گنوں کا گنی ساری صفات کا موصوف اور کمالات حسن کا مستجمع اللہ ہے یہ ایک ایسا نام ہے جو ایلوہیم، یہوواہ، یزدان، اوم، پرماتما، سرو شکتیمان اور سب کچھ ہے جو قدیم سے قدیم مذاہب اور قومیں اس کو روحانی روشنی میں پکارتی رہیں۔ وہ ساری روشنی وہ کل پیار و محبت کے اشارے وہ تمام حاجتوں کے پورا کرنیوالے اسماء مکتومہ

جن سے کل مذاہب کے علماء ربانی اس نور کل، محبوب عالمیان اور رب العالمین کو پکارتے رہے۔ ان سب کا مرجع و مشارٌ الیہ اسم ذات اور اسم اعظم وہی اللہ ہے۔ ویدنے اسکی شان میں کہا:۔

رچو اکشرے پرمے ویومن یسمن دیوا ادھی وشوے نشیدو\
یستن ناوید رچا کم کرشیتی

"ساری تعریفیں اور خوبیاں اس اعلیٰ محافظ میں ہیں کہ جس میں سارے دیوتا یعنی گن اور صفات موجود ہیں جو اس کو نہیں جانتا وہ رگوید کو کیا کرے گا۔"

رگوید تو کیا دنیا کی تمام مذہبی کتابیں اسکے گن گاتی اور اسی کی حمد کرتی ہیں بائیبل میں یہوواہ (یا ھُوَ وہ جو ہے) نام کو تمام صفات اور اسماء سے اعلیٰ ٹھہرا کر اسی طرف اشارہ کیا گیا گویا تمام دنیا کی مذہبی کتب میں جسقدر صفات اس پرماتما۔ خداوند معبود کل کی ہیں ان سب کا مرجع اسم اللہ ہے۔ وید و بائیبل کی صراحت کی رو سے اس شکل کو یوں سمجھنا چاہیے:۔
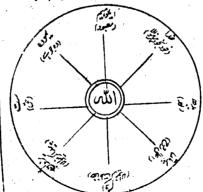
مختلف مذاہب کے ان تمام ناموں پر غور کرو کہ یہ سارے اسی کی ساری صفات ہیں کہ جن کا جواب لفظ کون کے سوال سے پیدا ہوگا۔

۱ـ معبود کون ہے۔ . . . . . اللہ\
۲ـ خود بخود ہونیوالا کون ہے۔ . . . اللہ\
۳ـ وہ جو ہے کون۔ . . . . . اللہ\
۴ـ کون حق ہے۔ . . . . . اللہ\
۵ـ حفاظت کرنیوالا کون ہے۔ . . . اللہ\
۶ـ اعلیٰ روح کون ہے۔ . . . . اللہ\
۷ـ نور مطلق کون ہے . . . . . اللہ\
۸ـ پیدا کرنے والا کون ہے . . . . اللہ

کیونکہ لفظ اللہ کے معنی عربی زبان میں مستجمع جمیع صفات کاملہ ہیں پروفیسر لین نے عربی انگریزی لغت میں اس کا ترجمہ Comprising all the attributes of perfection کیا ہے۔

پس اس بنا پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ اللہ کسی اور صفت کی صفت نہیں ہو سکتا مثلاً انسان کی تعریف یوں کیجا سکتی ہے کہ وہ عربی ہے ہندی ہے چینی ہے جرمن ہے ایرانی ہے مصری ہے دبلا ہے پتلا ہے، نیک ہے عالم ہے وغیرہ وغیرہ یہ ساری کی ساری صفات انسان کی ہو سکتی ہیں اور ان پر جب لفظ کون استفہام کا وارد کیا جائیگا تو اس کے جواب میں لفظ انسان آسکتا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک صفت کی صفت انسان نہیں آسکتی کیونکہ لفظ انسان ان تمام صفات کا جامع موصوف ہے جو انسان کیلئے لازم ہیں اس دلیل اور مثال کی رو سے یوں سمجھنا چاہیے کہ خدا تمام ممالک کا ساری اقوام کا اور کل مذاہب کا خدا ہے اس لئے اللہ کل مذاہب اور اقوام کا مشترکہ نام ہے جو تمام مذاہب اور ادیان کو ایک ہی اسم ذات پر متحد کرنیوالا ہے مبارک ہو وہ جو ان فرقہ وارانہ مختلف خداؤں سے ایک ہی مرجع اللہ

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت دینی مشاغل میں مصروف ہیں مولانا احمد صاحب اپنے اہل کو وطن پہنچانے کے لئے تشریف لیگئے

جنرل کونسل و مجلس شوریٰ کا انعقاد ۲۵۔۲۶ اپریل کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہونا قرار پایا ہے۔ مدعو احباب کو ان میں ضرور شامل ہونا چاہیئے ۲۵ کو جنرل کونسل کا اجلاس ہوگا اور ۲۶ کو مجلس شوریٰ کا۔ احباب ان مجالس میں شامل ہو کر ان کو کامیاب اور زیادہ سے زیادہ مفید بنائیں قومی ضروریات اور پیش آمدہ اہم معاملات میں دلی شوق سے حصہ لینا ہی قوم کی زندگی کا نشان ہے۔

نوجوانان گجرات اور جہلم کے ہفتہ وار اجلاس کیا موسم گرما کی آمد آمد سے سرد ہوتے جا رہے ہیں؟

مولانا عبداللہ صاحب نے میسور سے ایک رسالہ کسر صلیب اور ایک کتاب قربان محمدی ریویو کے لئے بھیجی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "انجیل و قرآن کا مقابلہ" بھی بھیجا گیا تھا لیکن وہ ہمیں موصول نہیں ہوا۔ رسالہ کسر صلیب کو ہم نے سرسری نگاہ سے دیکھا ہے عیسائیوں کے جواب میں اچھا تبلیغی ٹریکٹ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ ہونے اور ان کی دیگر خصوصیات پر ایک کامیاب بحث کی گئی ہے غالباً مفت اشاعت کا ٹریکٹ ہے۔ قربان محمدی فقہ پر ایک کتاب ہے جس میں فقہی مسائل کو تفصیل کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی فقاہت کو بھی استعمال کیا گیا ہے کاغذ کتابت اور طباعت نہایت اچھی ہے قیمت کتاب پر درج ہونے سے رہ گئی ہے۔ یہ کتب مولانا عبداللہ تیما پور علاقہ شولاپور حیدرآباد سے مل سکتی ہیں۔

بعض لوگوں کو قدرت ثانی مثیل یوسف اور مصلح موعود وغیرہ ہونے کا دعویٰ ہے اس قسم کے دعاوی بلند کرنے والے بہت سے بزرگ ہندوستان کے طول و عرض میں موجود ہیں۔ مولانا یار محمد نورپوری مولانا عبداللطیف۔ مولانا نبی بخش۔ ماسٹر محمد سعید وغیرہ تو پرانے مدعیان ماموریت ہیں ہی۔ موسم بدلنے پر بعض نئی نئی کونپلیں بھی پھوٹتی رہتی ہیں۔ ایسے لوگ عجیب قسم کی ذہنیت سے ترکیب پذیر ہوتے ہیں۔ کچھ دن تک تو یہ عام انسان ہوتے ہیں۔ پھر گرمی ایام کے ساتھ ساتھ خدا جانے کیا سے کیا ہو جاتے ہیں۔ "ان کے قویٰ و جذبات انسانی میں حرکت ہو کر ان کو بے چینی کا بنا دیتی ہے اور انہیں مسلسل بیقرار رکھتی ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ لوگ امت مسلمہ میں کوئی اصلاح کا کام کریں کچھ عرصہ بعد اپنا ایک الگ شتر خانہ کھڑا کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دن بدن اشتہار بازی اور کتب نگاری کر کے قوم کے ضعف کا موجب ہوتے ہیں۔ امت مسلمہ کے یہ مصلح موعود بندے مسلمانوں میں ہی افتراق انگیزیوں کو بند کر کے اگر اپنے اپنے ادعا القدس کو ساتھ لے کر آل انڈیا مسلم موعود کانفرنس یا ڈوئل میں کوئی فیصلہ کر لیتے (پھر جسے خدا رکھتا وہ رہتا) تو کم از کم مسلمانوں کو تومس دار رحمۃ اللہ (دجہ تومس) سے نجات مل جاتی۔

یہاں ہمارے ہاں شیخ غلام محمد صاحب ولد مستری دین محمد صاحب بھی مصلح موعود کی ہم اور گرم پھیری میں پھنس گئے ہیں حالانکہ اس سے پہلے بھی آپ نے انجمن کے خلاف سازش کھڑی کی تھی۔ (غالباً ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۱ء کی انتہا اور ابتدا تھی) جس کی پاداش میں ان سے استعفا لے کر الگ کر دیا گیا تھا کچھ دیر بعد ممبری کے سنگین کام سے تنگ آ کر آپ نے معافی طلب کی۔ اور بعض دوستوں کی سفارش پر ان کو معاف کر دیا گیا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اس عادت نے اب پھر عود کیا ہے وہ انجمن کے خلاف اور خواجہ صاحب کے خلاف مکروہ پروپاگنڈہ کر رہے ہیں۔ اس لئے انجمن نے ان کو اب پھر ۳ اپریل سے علیحدہ کر دیا ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے متعلقین کو اس ابتلاء سے اپنی حفاظت میں لے لے

خریدار صاحبان کیلئے ضروری اعلان

بعض خریدار صاحبان کا ذاتی طور پر ملازمین انجمن سے کچھ لین دین ہے چنانچہ وہ دفتر اخبار کو لکھ دیتے ہیں کہ ہمارا چندہ فلاں ملازم کی تنخواہ سے وضع کر لیا جائے لیکن اس ملازم کو اس میں تامل ہوتا ہے بعض اوقات وہ کوئی عذر بھی پیش کر دیتا ہے چونکہ انجمن کو عموماً ذاتی لین دین کے متعلق اصل حالات معلوم نہیں ہوتے اس لئے وہ بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ ایسی صورت میں مشکل اخبار کیلئے ہوتی ہے۔ خریدار صاحبان صرف دو حرف لکھ اپنے تئیں سبکدوش سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن یہاں باوجود بار بار کے تقاضوں اور طویل خط و کتابت کے عموماً چندہ وصول نہیں ہوتا اسلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ذاتی لین دین کے معاملات کے متعلق دفتر اخبار کسی قسم کی کارروائی کرنے سے معذور ہیں۔ خریدار صاحبان کے ذمہ چندہ اس وقت تک واجب الادا رہیگا جب تک کہ وہ دفتر اخبار میں وصول نہ ہو جائے۔ اگر کسی ملازم انجمن کو اخبار کیلئے کوئی رقم دی جائے تو اس کو واضح الفاظ میں اخبار کے حساب میں جمع کرانے کے لئے کہیں اور رسید جب تک محاسب سے حاصل نہ کر لی جائے اخبار ہرگز ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا۔

(سید محمد حسین افسر اخبارات)

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

ہمارے مبلغ مولوی نیاز احمد صاحب اجن پور (ڈیرہ غازی خان) سے اطلاع دیتے ہیں۔ ۲۸ اور ۲۹ مارچ کو بتی جیعہ ارائیں میں ۱۲ کس مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ ان کی فہرست دفتر میں بھیج چکے ہیں جس قدر اچھوت مسلمان ہو چکے ہیں وہ ہمیشہ "ٹھار نذیر" کے میلہ پر جایا کرتے تھے۔ لیکن اب کے انہوں نے وہاں اپنی بیوی بچوں کے ہمراہ جانے میں اسلام کی ہتک سمجھی ہے

مولانا قاری نورالدین صاحب مولانا مولوی عبداللہ صاحب کیمل سری نگر مولانا صدرالدین صاحب جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مولانا محمد علی سالمین مولانا سید عبدالمجید صاحب پنشنر جج کیمبل پور جناب حافظ محمد حسین صاحب مولینا مرتضےٰ خانصاحب مولینا مصطفےٰ خانصاحب اور مولوی دوست محمد خان صاحب "اتحاد نمبر" اور "مسیح موعود نمبر" کو کامیاب بنانے کے لئے مضامین ارسال فرمائیں

---

۳ ۔مئی کا ماہوار نمبر

گذشتہ اعلان میں یہ غلطی ہوئی ہے کہ ۳ مئی کے ماہوار نمبر کو "مسیح موعود نمبر" لکھا گیا ہے "مسیح موعود نمبر" ۳ جون کو انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوگا۔ ۳ مئی کا اخبار "اتحاد نمبر" ہوگا۔ مسلمانوں کے باہمی اتحاد پر مضامین شائع ہوں گے "مسیح موعود نمبر" اپنی پوری شان کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ۳۔ جون کو شائع ہوگا۔

الوداعی پارٹی

(از قلم شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ)

احمدیہ انجمن اشاعت الاسلام سیالکوٹ کے وائس پریزیڈنٹ جناب حافظ عبدالحکیم صاحب ایم اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کا تبادلہ سیالکوٹ سے ہائی سکول اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں ہو گیا ہے۔ اس تقریب پر جماعت کی طرف سے ۴۔ اپریل ۱۹۴۳ء کو عصر کے وقت چوہدری محمد بخش صاحب سابق میونسپل کمشنر کے مکان پر معزز مہمان کو الوداعی طور پر دعوت چائے دی گئی قریباً ۴۰ دوستوں نے اس جلسہ میں شرکت فرمائی بعد فراغت چائے جناب مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب نے تبادلہ کے موضوع پر ایک نہایت موثر اور دلپذیر تقریر فرمائی۔ جس میں حافظ صاحب کی خدمات قومی کا اعتراف فرماتے ہوئے ان کی جدائی پر اظہار افسوس فرمایا۔ خاتمہ تقریر کے بعد جناب مولینا نے حافظ صاحب کی خدمت میں کتاب Mohammad the Prophet (محمدی پرائز) جماعت سیالکوٹ کی طرف سے بطور تحفہ پیش کی اور گلے میں خوبصورت پھولوں کا ایک ہار ڈالا۔ اسی سلسلہ میں چوہدری یوسف علی صاحب پرسنل اسسٹنٹ ٹو دی ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز سیالکوٹ نے حافظ صاحب کے اعزاز میں بطور عقیدت چند کلمات کا اظہار فرماتے ہوئے درخواست کی۔ کہ اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کے بعد فرصت کے موقعوں پر اپنے سلسلہ کے کام کو بھی یاد رکھیں اور اس کا عملی مشاہدہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہونا چاہیئے۔

زاں بعد حافظ صاحب نے کھڑے ہو کر جماعت سیالکوٹ کے خلوص کا اعتراف فرمایا۔ اور فرمایا کہ بمقابلہ دیگر مقامات کے سیالکوٹ کی تعیناتی کے ایام میں انکے اندر مذہبی اثر اور جذبہ خاص طور پر پیدا ہوا ہے اگر خدا نے توفیق دی تو وہ آئندہ زندگی میں ضرور اس سے کام لیں گے ہدیہ احباب قبول کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگرچہ زندگی میں بارہا انہوں نے سکول و کالج میں انعام حاصل کئے ہیں۔ مگر یہ تحفہ ان سب پر فائق ہے۔ جس کو وہ دل میں جگہ دیں گے اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ یہ چند حروف احباب کی تحریک کے مطابق برائے اشاعت اخبار پیغام صلح ارسال ہیں۔ والسلام

(خاکسار شیخ غلام حسین سیالکوٹ)

قبول اسلام

ایک شخص مسمی رتی رام قوم جاٹ سکنہ گوڈ گانواں بروز جمعہ قبل از نماز بدست مولوی محمد فضل قدیر صاحب ظفر ندوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ کیتھل مشرف باسلام ہوا۔ اسلامی نام غلام احمد رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے۔ خادم الاسلام صوفی عبدالغفور قادری سیکرٹری مرکزیہ نماز کمیٹی کیتھل۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۲۲۔ ذیقعد ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۲۲

حضرت عمرؓ کے دربار خلافت کا ایک دلربا منظر

اسلام کے سنہری اصولوں کی ایک جھلک

(۲)

حاضرین مسجد نوجوان کے اس صاف صاف اقبال جرم پر وجد میں آگئے۔ سب نے اس کی مومنانہ جرأت کی تعریف کی کہ اس نے موت کے بالمقابل صداقت کو اختیار کیا۔ خلیفہؓ نے کہا بہت خوب! میرے فرزند بہت خوب!! یہ وہ اعلیٰ کیرکٹر ہے جو ایک فرزند اسلام کے شایان شان ہے۔ خطا کے سرزد ہو جانے پر تم فوراً ندامت کے اظہار اور توبہ کے اقرار پر تیار ہو گئے ہو بلاشبہ تمہاری حیثیت اس وقت ایک قاتل کی حیثیت ہے۔ لیکن میں تمہاری قابل فخر صداقت پسندی پر تمہیں مبارکباد دیتا ہوں یہ وہ خوبی ہے جس کی توقع اسلام اپنے ہر ایک فرزند اور دختر سے رکھتا ہے۔ موت اس کے سامنے ہی کیوں نہ کھڑی ہو مگر مسلمان کو کبھی ایسا کمینہ نہ ہونا چاہیئے کہ وہ جھوٹ بولے جو شخص جھوٹ بولتا ہے وہ بزدل اور نامرد انسان ہے وہ نتائج سے خوف کھاتا ہے سامان اور کچھ بھی ہو پر نامرد نہیں اسلام کی لغت میں خوف اور ڈر کوئی حقیقت نہیں رکھتے میں خوش ہوں کہ اس نازک وقت اور ابتلا کی کٹھن منزل میں تم اسلام کے بہترین فرزند ثابت ہوئے ہو مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اس معاملہ میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جا سکتی شریعت کا نفاذ نہایت ضروری اور لابد ہے تمہیں موت کی سزا دی جائے گی یہ جیوری کا فیصلہ ہے۔

نوجوان نے جواب دیا اے خلیفۂ خدا تمہیں تاسف نہ ہونا چاہیئے مسلم وہی ہے جو خدا کی مشیت پر راضی ہوتا ہے۔ اس کی یہ قضا تھی کہ میں قتل کیا جاؤں میں خوشی سے خدا کی اس رضا کو قبول کرتا ہوں اب میری ایک آخری درخواست ہے وطن میں مجھ پر کچھ قرض واجب الادا ہے جو میرے دل میں یہ خلجان پیدا کرتا ہے کہ میں خدا کے حضور اس حالت میں کیسے حاضر ہوں گا جبکہ میں نے بندگان خدا اور اپنے بھائیوں کے حقوق کو سلب کیا ہو میں قاتل بے شک ہوں پر میں اپنے آپ کو بددیانت کہلوانا نہیں چاہتا مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کس طرح پیغمبر اسلام اپنے بستر وصال پر قرض کے بارہ میں فکر مند تھے انہوں نے صاف طور پر دریافت کیا تھا آیا میرے ذمہ کسی کا کوئی قرضہ تو نہیں اگر ہو تو اس کو ادا کیا جائے۔ اگر میں نے کسی پر کوئی جبر کیا ہو تو وہ بھی اس کے عوض میں فدیہ لے۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا کو ایسی حالت میں چھوڑوں کہ میرا دامن ہر قسم کے داغ سے پاک ہو۔ انسان کے روبرو شرمندہ ہونا بہتر ہے اس سے کہ کوئی خدا کے سامنے شرمندہ ہو۔" نوجوان نے کہا میں پیغمبر اسلام کے روشن نام پر داغ اور اس کے واجب الاحترام قلب پر ایک بدنما دھبہ ہوں گا۔ اگر میں اپنے نام قرضہ کو واجب الادا چھوڑ جاؤں اس لئے میں التماس کرتا ہوں کہ مجھے واپس گھر پر جانے کی اجازت دیجئے تاکہ قرض ادا کر دوں میری یہی آخری درخواست ہے۔

خلیفہ اور مسلمانوں کی جماعت نوجوان کی اس درخواست پر پھر اس کی تعریف میں سرشار تھی سب نے بالاتفاق کہا اس شخص کے اندر ادائے امانت کا کس قدر بلند جذبہ ہے۔ موت کے تختہ پر بھی صرف ایک ہی فکر اس کے لئے تکلیف دہ ہے اور وہ یہ کہ اس نے اپنی موت سے پہلے کسی ایک شخص کے حق کو ادا نہیں کیا۔ افسوس ہے اسلام کا ایسا قابل فرزند مارا جاتا ہے اور اس کے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں۔ شریعت لوگوں کی عزت کی پروا نہیں کرتی اس کو ضرور موت کا مزہ دیکھنا پڑیگا لیکن ہاں ہر شخص کی دلی خواہش تھی کہ اسکی آخری درخواست کو قبول کیا جائے خلیفۂ اسلام نے فرمایا ایسا ہی ہونا چاہیئے تمہیں اپنی خواہش پورا کرنیکا موقعہ دیا جاتا ہے لیکن اس کے لئے تمہیں کوئی اپنا ضامن پیش کرنا چاہیئے جو اس بات کا ذمہ لے کہ تم پھانسی کے مقررہ وقت پر واپس آ جاؤ گے۔ نوجوان نے جواب دیا اے اللہ کے خلیفہ میرا موثق عہد ہی میرا ضامن ہے جو میں پیش کر سکتا ہوں اور مسلمان کا عہد واثق ہی اس کی گردن کا طوق ہے خلیفہ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو ہر ایک فرزند اسلام سے یہی توقع ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے قول اور اقرار کا صادق ہو گو اس کے بدلے میں اس کو اپنی جان سے ہی ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں لیکن دستور شریعت کا ملحوظ رکھنا بھی لابد ہے۔ اور شریعت صرف عہد لفظی اور اقرار لسانی کو کافی ضمانت تسلیم نہیں کرتا تمہیں ضرور کوئی ضامن پیش کرنا ہوگا۔ خلیفۂ اسلام کے ان الفاظ سے نوجوان پر مایوسی کی ایک لہر دوڑا دی کیونکہ وہ اس جگہ اجنبی محض تھا کون ایسا شخص ہو سکتا تھا جو اس غریب الوطن کی ضمانت دیتا اور اس کی خاطر اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا؟ اس کو کوئی تدبیر نہیں سوجھتی تھی کہ اس کو کیا کرنا چاہیئے۔ یہ ایک نہایت نازک معاملہ تھا کیونکہ اس کے لوٹ نہ سکنے کی صورت میں ضامن کی اپنی موت یقینی تھی ایک اجنبی پر اس قدر اعتماد رکھنا خطرہ سے خالی نہ تھا اس نے ایک مایوس نگاہ حاضرین پر ڈالی لیکن اس کو کسی سے التجا کرنے کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس قسم کی التجا کا قبول ہونا ممکن نہیں۔ وہ ہمہ تن یاس اور ناامیدی کی تصویر وہاں کھڑا تھا کہ دفعتہً لوگوں پر حیرت طاری ہو گئی کہ مسجد کے گوشہ میں چٹائی پر بیٹھا ہوا ایک بوڑھا آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی کہ خلیفۂ اسلام میں اپنے آپ کو اس کے لئے بطور ضمانت پیش کرتا ہوں۔ یہ ابو ذر غفاری تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اس پر نوجوان کو پھانسی کے مقررہ وقت پر واپس آنیکے اقرار پر فوراً رہا کر دیا گیا۔

وہ اپنے معاملات کو صاف کرنے کیلئے اپنے گھر کو جلدی روانہ ہو گیا کیونکہ وہ خدا کے حضور حاضر ہونے سے پیشتر لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے فارغ ہونا چاہتا تھا اس کا گھر وہاں سے ایک لمبی مسافت پر تھا وہ عجلت سے دن اور رات سفر کرتا رہا کیونکہ اسکی واپسی کا وقفہ قلیل تھا اور اس نے اپنی موت کیلئے جلد حاضر ہونا تھا اس لئے اس نے کوئی وقت ضائع نہ کیا اور اس قدر تیز رفتاری سے سفر طے کیا کہ جس قدر اس سے ممکن تھا یہانتک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

اس کی آمد پر سارے گھر میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اسکے ننھے ننھے بچے باپ کو سلام کرنے کیلئے دروازہ کیطرف لپکے اور ایسے تیز بھاگ کر کہ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے سے پہلے اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کی انہوں نے اپنے ننھے ننھے بازو اس کے گھٹنوں کے گرد پھیلا دیئے اور اپنے باپ سے پیار کا بوسہ لیا۔ اسکی بیوی اور بوڑھے والدین خوشی اور سرور کا مجسمہ بنے کھڑے تھے۔ کیونکہ انہوں نے راحت دل اور آنکھوں کے نور کو گھر واپس آیا ہوا پایا تھا ضعیف والدہ نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر پیار کا بوسہ دیا اور یہ خلوص کا پیار اور محبت ایک نعمت غیر مترقبہ تھی کہ جس پر بہت جلد مایوسی چھا گئی۔

نوجوان میں دفعتہً غیر معمولی تغیر پیدا ہوا اور اس کے دل میں غم واندوہ کے جذبات امنڈ آئے۔ گھر کے بوڑھے لوگوں نے فوراً اس امر کو بھانپ لیا کہ معاملہ کچھ دگرگون ہے ماں نے خوف زدہ ہو کر پوچھا تمہیں کیا پیش آیا ہے کیونکہ تم اس قدر بدحواس اور پریشان نظر آتے ہو میرے بیٹے تم پر کیا حادثہ پڑا ہے اس پر ایک دو لمحہ تک کامل سکوت طاری رہا اور اس عرصہ میں نوجوان سر کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپے رہا۔ اس کو یہ سمجھ نہیں آتا تھا کہ گھروالوں کو وہ ہوش ربا اخبار کس طرح پہنچائے اس کے پیارے اور بوڑھے والدین کیلئے یہ تھوڑا سا وقفہ بھی ایک قاطع عرصہ محسوس ہوا۔ ان کی زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ ان کے بیٹے کی پیشانی پر غم اور فکر کے آثار نمودار ہوئے انہوں نے حادثہ کو خطرناک محسوس کیا یہانتک کہ نوجوان نے اپنا سر اٹھایا اور اپنی ہمت اور طاقت کو مجتمع کر کے اس سکوت کو توڑا پیاری اماں جب میں ابھی بچہ ہی تھا آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسلمانوں کی بہادری کے حالات مجھے سنائے تھے کہ انہوں نے غایت درجہ کی سختیوں کو برداشت کیا لیکن ان کے لب کبھی حرف شکایت سے آشنا نہ ہوئے۔ ایسے جانکاہ حالات میں "یہ خدا کی مشیت تھی" ان کا تکیۂ کلام تھا۔ اور ان کی انتہائی خوشی خدا کی رضا پر راضی ہونا تھا ان کو یہ روح فرسا خطرات پیش آئے مگر انہوں نے اپنے دل میں کبھی خوف کو راہ نہ دی اس لئے کہ خوف اور ڈر کہ موت ان کے نزدیک بہشت کا کھلا ہوا دروازہ تھا پیاری اماں کیا آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا۔

(باقی دارد)

آریہ سماج کی کمزوریاں

مہاتما ہنسراج جی نے آریہ گزٹ میں آرین کانفرنس کے لئے بلاوا دیتے ہوئے جہاں آریہ سماج کی خدمات کالج سکول۔ لڑکیوں کی تعلیم یتیم خانوں بیوہ آشرموں اور ہسپتال وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔ وہاں آریہ سماج کی کمزوریاں بھی گنوائی ہیں اس میں کوئی بھی شبہ نہیں۔ کہ آریہ سماج کی تحریک نے اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے تمام ان ذرائع کو اختیار کر لیا ہے جو ایک مشنری قوم اختیار کر سکتی ہے تاہم مہاتما ہنسراج جی کہتے ہیں کہ آریہ سماج کو وہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی جو ہونی چاہیئے تھی۔ اس کے باعث ان کے خیال میں حسب ذیل ہیں۔

۱ آریہ سماج میں مشنری سپرٹ کی کمزوری
۲ نسلی اور نسبی کمزوری جو ان کو ہندوؤں سے ورثہ میں ملی۔
۳ سوشل ریفارم کے پروگرام کا ڈھیلا پڑ جانا۔
۴ غیر مذاہب پر تنقید کے کام کو ترک کرنا۔
۵ ہستی باری پر یقین اس کی خلوص دل سے عبادت اور اعتماد مذہب پر لٹریچر کی کمی۔
۶ ویدوں اور مذہبی کتابوں کی تعلیمات کا ترجمہ نہ کرنا۔
۷ اچھوت اقوام کے متعلق لوگوں کے نکتہ نگاہ کو اچھی طرح نہ بدلنا۔
۸ آریہ سماج کے انسٹی ٹیوشنوں کا مجلسی اور عملی زندگی کے لئے زیادہ مفید نہ ہونا۔
۹ رسم و رواج کی رو سے اجتماعی زندگی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی
۱۰ مبلغین کے نظام کا [illegible] نہ ہونا۔

یہ وہ دس نقائص ہیں۔ جو موجودہ آریہ سماجی تحریک میں ہنسراج جی نے گنوائے ہیں۔ ان کو دور کرنے کے لئے وہ آرین کانفرنس میں بحث کریں گے آریہ سماج میں یہ نقائص ہیں یا نہیں۔ اس سوال کو ایک طرف رکھ کر آؤ ہم غور کریں۔ کہ آریہ سماج جس کا مشنری پروپیگنڈا اس قدر وسیع ہے کہ ہندوستان کا کوئی معمولی سا گاؤں بھی اس کے اثر سے محفوظ نہیں رہا۔ بلکہ ساری دنیا میں اس کے مشن اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں، کیا ان کا مذہب مشنری مذہب ہے آریہ مذہب کی حد بندی دھرم شاستروں نے آریہ ورت تک ہی محدود رکھی ہے۔ اس حد بندی کے باہر دھرم شاستر کی بنا پر وہ کوئی یگیہ وغیرہ نہیں کر سکتے ان حدود کو عبور کرکے دکن کشمیر بلوچستان اور پنجاب میں اپنے مذہب کی اشاعت کرکے انہوں نے شاستروں کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیونکہ منوسمرتی میں یہ الفاظ صاف ہیں۔ کہ بندھیاچل ہمالیہ کرکشیتر اور الہ آباد کا درمیانی علاقہ آریہ ورت کہلاتا ہے یہیں کالا ہرن ملتا ہے اسی جگہ یگیہ ہو سکتا ہے۔ باقی ساری دنیا ملیچھوں کا ملک ہے جہاں یگیہ نہیں ہو سکتا۔

برہمن چھتری اور ویش تینوں آریہ قوموں کو اسی حصہ ملک میں رہنے کی اجازت ہے۔ ہاں شودر دوسرے ملکوں میں بھی کسب معیشت کے لئے جا سکتا ہے۔ لیکن جہاں دھرم کل یگ میں ایک پاؤں پر لنگڑاتا تھا۔ اس کو بین اور مصنوعی پاؤں لگانے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہاں اس کو اپنے وطن اور دیش سے نکال کر دربدر بھی کیا گیا ہے اگر آریہ دھرم کوئی مذہب ہے تو ہندو ہی کہتا۔

"تبصرہ پرچارک آریہ"

تین قومیں آریہ ہیں یعنی برہمن۔ چھتری اور ویش۔

چاروں ویدوں میں نہ تو ویدک دھرم کی تبلیغ کا کوئی ذکر نہیں ... نے دعوے کر پچاس سال کے عرصہ میں ویدوں کو چھان کر ایک دھوندا سا منتر پیش کیا گیا ہے۔

"کرنونتو وشوم آریم"

اور اس پر بھی آریہ پنڈتوں کی واقفیت کا یہ حال ہے۔ کہ اس کو پرکاش نے یجروید کا منتر بتایا ہے۔ حالانکہ یہ منتر رگ وید کا ہے اور پورا منتر یوں ہے

"اِندرَم وَردھنتو اپترَہ کرنونتو وشوم آریم
اَپ گھنتو ارادنہ"

اصول تفسیر کی بنا پر سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس سوکت کا دیوتا یا موضوع کیا ہے۔ ۹ وید میں اس کا موضوع سوم بتایا گیا ہے۔ چنانچہ پہلے منتر میں اسی سوم کو مخاطب کرکے دولت اور طاقت حاصل کرنے کا ذکر ہے۔ دوسرے میں سوم کے کھانا بڑھانے اور طاقتور بنانے کا تذکرہ ہے تیسرے میں اندر دیوتا اور دشکو دیوتا کو سوم کی نذر پیش کرنا اور گھڑے میں اس کا گرنا لکھا ہے چوتھے میں سوم کا تیزی سے بہنا اور بھورے رنگ کا ہونا بیان کیا ہے۔ پانچواں منتر زیر بحث ہے۔ اس کو چھوڑ کر چھٹے کو دیکھئے اس میں پھر سوم کے بھورے رنگ کے قطرات کا ذکر ہے اس سوکت کے تیس منتر ہیں۔

جس کے اندر قریباً قریباً سب میں۔ یا تو لفظ سوم موجود ہے۔ یا اس کا کوئی نہ کوئی مترادف لفظ موجود ہے۔ پس اس سوکت کی مجموعی شہادت یہ ہے۔ کہ اس میں تبلیغ مذہب یا آریہ دھرم کا کوئی ذکر نہیں بلکہ سوم کی تعریف سارے سوکت کا موضوع ہے۔ اب اس منتر کا لفظی ترجمہ سنیئے

اِندرَم (اندر کو) وَردھنتہ (بڑھاتے ہوئے) اپترہ (تیز کرتے) کرنونتہ (ادا کرتے ہوئے) وشوم (سب طرح کے) آریم (اچھے کام) اپ گھنتہ (ماریں) ارادنہ (دشمنوں کو)

سارے منتر کا لفظی ترجمہ یہ ہوا "اندر کو بڑھاتے ہوئے تیز کرتے ہوئے اور اچھے کام کرتے ہوئے دشمنوں کو ماریں"۔

یہ ہے وہ منتر جس کو بڑی تلاش کے بعد آریہ دھرم کی تبلیغ کا تاکیدی حکم بنایا جاتا ہے یعنی منتر کو آگے پیچھے سے کاٹ کر اپنا مطلب سدھ کیا جاتا ہے۔ کسی قدیم بھاشیہ کار بلکہ نئے مفسرین میں سے بھی کسی نے یہ ترجمہ دید منتر کا نہیں کیا۔ جو آج آریہ اخبار اور پنڈت ہمیں سناتے ہیں۔

سردست اس منتر کے متعلق مزید بحث کو محفوظ رکھتے ہوئے ہم آریہ پنڈتوں سے اور مہاتما ہنسراج جی سے یہ پوچھتے ہیں کہ ویدوں میں کونسا حکم ہے۔ کہ جس کی بنا پر وہ اچھوتوں اور غیر آریوں میں تبلیغی پروپاگنڈا کرتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ آریہ سماج قطعاً کوئی مذہبی تحریک نہیں یہ مذہب کے پردہ میں سوراج کی سیاسی الچال ہے اور بس۔ اس لئے جب سوراج کا ٹھیکہ کانگرس نے لے لیا تو اب آریہ سماج میں سرد بازاری نہ ہو تو کیا ہو۔

مہاتما گاندھی سارے ہندوؤں کے لیڈر نہیں

پچھلے دنوں مہاتما گاندھی جس وقت دہلی تشریف لائے تھے تو ان کی حکومت اقلیت اقوام کے چند وفدان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت تک تمام آدمیوں کا یہی خیال ہے کہ ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ مہاتما گاندھی کی سربراہی میں کانگرس کرے گی اور خود سرکار کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ مہاتما گاندھی کی عدم موجودگی اور نامنظوری میں جو کارروائی عمل میں آئے گی وہ عملی صورت ...

... اختیار نہیں کر سکتی۔ فرقہ وارانہ مسئلہ کے سلسلہ میں ہندو مہاسبھا والے بھی ہمیشہ آگے آجایا کرتے ہیں۔ سناتن دھرمی جماعت نے کبھی ایسے بحث و مباحثہ میں حصہ نہیں لیا۔ اور حصہ تو اس دفعہ بھی نہیں لے رہے ہیں مسٹر ڈانم اچاریہ نے اپنا بیان دہرے سے شائع کیا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد ہم بھی چاہتے ہیں لیکن اس قسم کی مقامی سے کوئی کام نہیں چلتا۔ کہ اقلیت کو اکثریت پر اعتماد رکھنا چاہیئے۔ اور اکثریت کو فراخ دلی سے کام لینا چاہیئے۔ گاندھی بلاشبہ سب سے بلند شخصیت رکھتے ہیں لیکن وہ اسطرح تمام ہندوؤں کے لیڈر نہیں ہیں۔ جیسے تمام مسلمانوں کے، خصوصاً سناتن دھرمی مذہبی مجلسی، اور فرقہ وارانہ معاملات میں سناتن دھرمی ہندوؤں کے پیرو ہیں جب تک فرقہ وارانہ سمجھوتہ میں سناتن دھرمیوں کو ساتھ نہ لیا جائے گا مجھے امید نہیں ہے۔ کہ مہاتما گاندھی اس سوال کو حل کر سکیں گے۔

(ونیکٹیشور سماچار) ہندی

بھگت سنگھ کو پھانسی کس نے دلائی؟ گاندھی نے! صلح کس کی ہوئی؟ گاندھی، اِروِن کی!

بھگت سنگھ وغیرہ کی پھانسی کی خبر کو کراچی میں نہایت تعجب اور رنج کے ساتھ سنا اور نوجوانوں کی بات تو کچھ پوچھو ہی نہیں شام کو رام باغ سے جلوس نکلا جس میں بلند آواز سے مندرجہ ذیل نعرے لگائے جاتے تھے

"پھانسی کس نے دلائی"؟ "گاندھی نے"!
"صلح کس کی ہوئی"؟ "گاندھی اروِن کی"!
"کیا یہ ملک کی صلح ہے"؟ "ہرگز نہیں"!

بازاروں کے سوداگروں نے بہت کچھ سمجھایا۔ کہ گاندھی کے بارے میں ایسے لفظ مت منہ سے نکالو لیکن کون سنتا تھا۔ بڑی مشکل سے انہیں روکا گیا۔

رات کو جب جلسہ ہوا۔ تو بھی تمام الزام مہاتما گاندھی پر لگایا گیا شری سین گپتا اور شری ستیہ پال کی تقریریں معرکے کی ہوئیں۔

شری سین گپتا کی تقریر کے وقت قدرے شور و شر ہوا لیکن انہوں نے بڑی حکمت عملی سے آج یہاں یہ افواہ اڑائی تھی۔ کہ لاہور میں مہاتما جی پر فائر کیا گیا۔ لیکن نشانہ خطا کر گیا۔ ایک دوسری پارٹی ہے۔ جو نوجوان سبھا سے بھی زیادہ مخالف ہے اور گاندھی کو بے نقط گالیاں سناتی ہے۔

(اخبار "تیج"، ہندی)

مہاتما جی ہمالیہ کو

مہاتما گاندھی عدم تشدد کے اتنے بھگت ہیں کہ جب کانگرس ورکنگ کمیٹی میں تشدد والے قیدیوں کی رہائی کا ذکر ہو رہا تھا۔ تو آپ نے کہا کہ میں ہمالیہ کو جاتا ہوں یہاں تشدد کی باتیں ہوتی ہیں۔ اگر میری ضرورت ہے تو ملک کو عدم تشدد پر پورے طور پر کاربند رہنا ہوگا۔ عقیدہ کی پختگی کے لحاظ سے تو یہ رویہ درست ہے لیکن پالیٹکس میں بھی آیا یہ مفید ہے یا نہیں اس کا فیصلہ ہونا مشکل ہے

بزرگوں کی سن لو

نوجوان بھارت سبھا کی کانفرنس میں پنڈت مالویہ جی کو سبھاش چندر بابو نے تقریر کرنے کے لئے کہا۔ لیکن نوجوانوں نے تقریر نہ ہونے دی جن لوگوں کو معلوم ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ نوجوان بھارت سبھا کا یہ اصول ہے۔ کہ جو شخص ممبر نہ ہو۔ وہ ان کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہو کر لیکچر نہیں دے سکتے اگر وجہ بیان کر دی جاتی تو کوئی بدمزگی پیدا نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ وہاں مالویہ جی کو تقریر کرنے سے روکنے کے لئے اچھا طریقہ اختیار نہ کیا گیا

(ملاپ ۲ مارچ ۱۹۳۱ء)

راولپنڈی کی جماعت کا سالانہ جلسہ بجائے ۱۲ اور ۱۳ اپریل کے مقامی مشکلات کی وجہ سے ۲۴ اور ۲۵ اپریل پر ملتوی ہو گیا ہے

سودی قرضہ

حصہ پہلا

شادی خانہ بربادی

(شیخ محمد یوسف صاحب کے قلم سے)

رات کا وقت ہے صدر سیالکوٹ میں ایک عظیم الشان حویلی
کے اندر مولا بخش صاحب ٹھیکیدار اپنی بیوی سے کچھ گفتگو کر رہے ہیں۔
ٹھیکیدار - ننھے کی ماں ننھا اب اللہ رکھے بالغ ہو گیا ہے اس کی شادی
کا فکر کرنا چاہیئے۔
ننھے کی ماں - میں تو خود رات دن اسی سوچ میں رہتی ہوں مگر کیا کروں
اچھا رشتہ بھی تو نہیں ملتا۔
ٹھیکیدار - رستم سے اس روز کچھ گفتگو ہوئی تھی کچھ معلوم ہوا اسکا کیا ارادہ ہے
ننھے کی ماں - اجی وہ تو تیار ہے لیکن میں ہی رضامند نہیں ہوں۔
ٹھیکیدار - کیوں۔ اس میں کوئی عیب ہے۔
ننھے کی ماں - ننھے کے ابا ایک تو وہ بہت ہی غریب ہیں ہمیں ان
سے رشتہ کرتے شرم آتی ہے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ دوسرے ان کی
ذات کا بھی کچھ ٹھیک پتہ نہیں۔ اپنے کو شیخ کہتے ہیں۔ مگر جس عورت
سے یہ لڑکی ہے۔ سنا ہے وہ موچن تھی۔ اسلئے میرا دل وہاں نہیں کرتا
ٹھیکیدار - غریبوں کی لڑکی اچھی رہیگی امیروں سے اپنی نہ نبھیگی۔
ہماری بھی صرف ہوا ہی ہوا ہے۔ ورنہ تم خود جانتی ہو کہ ہمارے پاس
سوا کنگال بنک کے رکھا ہی کیا ہے۔ قرض لے کر کام شروع کیا تھا مگر
اب بجائے فائدہ کے نقصان ہی نقصان ہو رہا ہے۔ باقی رہا ذات
کا سوال۔ سو مسلمانوں میں ذات پات کا خیال ہی فضول ہے۔ میرے
خیال میں تو یہ رشتہ بہت اچھا ہے۔ لے لینا چاہیئے۔
ننھے کی ماں - اچھا جو آپ کی مرضی میں کل ان کے ہاں جا کر سب
معاملہ طے کرا آؤں گی۔
ٹھیکیدار - ہاں ضرور کل کو بات چیت کر کے فیصلہ کر لیں۔ اور ہاں
یہ بھی اندازہ لگانا ہے کہ شادی پر خرچ کتنا ایک ہو گا تاکہ روپیہ کا بندوبست
ابھی کہیں کیا جاوے۔
ننھے کی ماں - اچھا کل مجھے ادھر سے تسلی کر لینے دیں پھر خرچ کا اندازہ
بھی دیکھا جاوے گا۔
ٹھیکیدار - میرا یہ مطلب ہے کہ اگر ادھر سے ہاں ہو گئی اور ادھر روپیہ
کا انتظام نہ ہوا تو زیادہ ندامت ہو گی اسلئے تم کل ان کی رضامندی
دیکھکر یہ جواب دے آنا کہ ٹھیکیدار سے صلاح کر کے فیصلہ کن جواب دونگی
ننھے کی ماں - بہت اچھا۔ مگر ہاں پہلے ننھے کی مرضی بھی دیکھا چاہیئے
آیا وہ اسجگہ شادی کرنے کو تیار بھی ہے یا نہیں۔
ٹھیکیدار - تو ہم کل صبح پہلے ننھے سے گفتگو کر کے اس کا ارادہ معلوم
کر لیں پھر کوئی سلسلہ جنبانی شروع کریں۔
ننھے کی ماں - میری تو یہی رائے ہے۔
ٹھیکیدار - بہتر۔

(۲)

صبح کے نو بج چکے ہیں ٹھیکیدار صاحب چاء وغیرہ پی کر
مزدوروں کے حساب کتاب کی پڑتال کر رہے ہیں۔ یہ مولا بخش ٹھیکیدار
یوپی کے رہنے والے ہیں۔ دس بارہ سال سے پنجاب میں بستے
ہیں۔ محکمہ بارک ماسٹری میں اچھا رسوخ ہے اسوجہ سے چھوٹے موٹے
سرکاری ٹھیکے ان کو مل جاتے ہیں ابتداً غریب تھے مگر رفتہ رفتہ
اپنی محنت دانشمندی سے کافی جائداد پیدا کر لی ہے جموں کی سڑک
کے ٹھیکہ کی جب نیلامی ہوئی تو انہوں نے بولی دیدی جس اتفاق کہو
یا شومئے قسمت کہ بولی ان کے نام چھوٹ گئی۔ دو لاکھ کا ٹھیکہ تھا۔ گھر
میں اتنا اثاثہ بھی نہ تھا۔ مگر با رسوخ تھے اور کچھ شہرت بھی حاصل کر چکے تھے
فوراً گردھاری لعل کے پاس پہنچے۔ یہ لالہ صاحب شہر سیالکوٹ میں
مشہور سیٹھ تھے جو سینکڑوں بندگان خدا کا خون چوس کر آج کروڑ پتی بنے
بیٹھے تھے۔ ٹھیکیدار صاحب نے ان سے نیلامی کا قصہ کہہ سنایا۔ لالہ
صاحب نے اپنے دماغ میں ٹھیکیدار صاحب کے مکانات پر نظر دوڑائی
اور فوراً دس ہزار روپیہ ۵ فی صدی سود پر ٹھیکیدار صاحب کو عطا
فرمایا۔ ٹھیکیدار صاحب بے حد مشکور ہوئے اور خوشی خوشی کام شروع
کرویا۔ آج کام کو شروع ہوئے پورے دو مہینے ہو چکے ہیں مگر سرکار سے
ابھی ایک ہزار بھی پورا وصول نہیں ہوا۔ اب ٹھیکیدار صاحب بیٹھے سوچ
رہے ہیں کہ کیا کیا جاوے۔ سرکار سے روپیہ وصول نہیں ہوا۔ دس ہزار
پر تیس فیصدی سود لگتا جا رہا ہے۔ ادھر اگر رستم نے ہاں کر لی تو ننھے کی
شادی پر بھی خرچ کرنا پڑے گا۔ اور ابھی معلوم نہیں کہ بالآخر ٹھیکہ میں
نفع رہے یا نقصان کیونکہ ٹھیکہ جوا ایک برابر۔ ٹھیکیدار اسی سوچ وچار
میں تھا کہ پیچھے سے دروازہ کھلا اور آواز آئی۔
آواز - ابا جی سلام علیکم معاف کیجئے رات کلب والے تھیٹر میں گھسیٹ
لے گئے وہاں سے چار بجے گھر پہنچے اسوجہ سے جلدی آنکھ نہیں کھلی
اماں جان سے معلوم ہوا کہ آپ نے آج مجھ سے کوئی ضروری گفتگو
کرنی ہے۔ فرمائیے میں حاضر ہوں۔
ننھا کہہ کر کرسی پر بیٹھا تھا کہ اندر سے ننھے کی والدہ بھی آگئی
اب تینوں میں اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔
ٹھیکیدار - بیٹا تم دیکھتے ہو کہ ہم دونوں اب عمر کے آخری دور میں قدم
لگا رہے ہیں۔ نہ معلوم کس وقت ہمیں دنیا کو خیرآباد کہنا پڑے۔ اسلئے
ہماری خواہش ہے کہ اب جلد تمہیں خانہ داری میں بستا رستا دیکھیں۔
ننھے کی ماں - اے جی تم کام کی بات پوچھو (ننھے سے مخاطب ہو کر)
بیٹا ہمارا ارادہ رستم کی لڑکی سے تمہارا رشتہ کرنے کا ہے کیا تم اسکے لئے رضا
مند ہو (ننھا خاموش رہتا ہے) دیکھو بیٹا رشتہ بہت اچھا ہے غریب
گھر ہے عزت دار ہیں شریف ہیں۔ میں تو آج انہی سے اس بارے میں
گفتگو کرنے چلی تھی مگر اتفاق سے نصیبن (رستم کی دوسری بیوی کی
بہن) آج پڑوسن کو ملنے آئی۔ مجھے بھی ملی باتوں باتوں میں ہی رشتہ کا
ذکر آ گیا۔ وہ کہتی تھی کہ وہ بالکل رضامند ہیں اور ابھی تھوڑی دیر ہوئی اس
پڑوسن نے کہ جسے نصیبن ملنے آئی تھی بتایا کہ رستم کی دوسری بیوی اس
لڑکی کو بہت دکھی رکھتی ہے۔ وہ لڑکی وہاں بڑی تنگ آئی ہوئی
ہے۔ اس لئے جلد کہیں نہ کہیں رشتہ کر دینا چاہتے ہیں۔
ننھا خاموش ہی رہا۔
ٹھیکیدار - بیٹا ہم صرف تمہارے ارادہ کو دریافت کرنا چاہتے ہیں
تم کچھ تو ہاں ناں کا جواب دو۔
ننھا - اباجان جو آپ کا ارادہ یا حکم ہو میں بھلا کب اس سے انکار
کر سکتا ہوں۔ مگر مجھے اگر فکر ہے تو یہ ہے کہ آپ کے دوستوں
کے علاوہ میرے اپنے یار دوست بھی بکثرت ہیں سب کو بلانا پڑے
گا خرچ بہت اٹھیگا۔ روپیہ کا کیا انتظام ہو گا۔
ٹھیکیدار - بیٹا تم روپیہ کی فکر نہ کرو۔ اللہ مالک ہے۔ میں آج ہی گردھاری
لعل سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔ (ننھے کی ماں سے) اچھا ننھے کی
ماں ابھی ان سے کوئی گفت گو نہ کرنا۔ وہ رضامند تو ہیں ہی اب پہلے
روپیہ کا فکر کر لوں۔
اتنے میں باہر سے کسی نے دستک دی ٹھیکیدار صاحب باہر نکلے
منشی - جناب ٹھیکیدار صاحب سلام۔
ٹھیکیدار - کہو منشی صاحب وہاں مزدور بھیجے یا نہیں؟
منشی - جی ہاں بھیج دئیے
ٹھیکیدار - اور انجن
منشی - جناب وہ بھی آج پہنچ گیا ہو گا۔
ٹھیکیدار - بہت اچھا جموں کی سڑک کا کیا حال ہے۔
منشی - جناب وہ ابھی قریب ۶ میل تک بن چکی ہے اور حضور میں
کچھ روپیہ لینے آیا ہوں۔
ٹھیکیدار - کتنا روپیہ سردست کافی ہو گا۔
منشی - میرے خیال میں ایک ہزار روپیہ ہو تو کل سب کو تنخواہیں
دے دی جائیں۔
ٹھیکیدار - (اندر سے روپیہ لاکر) اچھا سردست یہ سات سو
لے جاؤ باقی پرسوں لے جانا۔
منشی (روپیہ لیکر) سلام حضور
ٹھیکیدار - سلام
ادھر سے فارغ ہو کر اب ٹھیکیدار صاحب گردھاری لعل
کی دکان پر پہنچتے ہیں۔
ٹھیکیدار - لالہ صاحب بندگی۔
لالہ - بندگی جناب بندگی۔ آئیے جناب ٹھیکیدار صاحب کہئے
مزاج مبارک۔
ٹھیکیدار - آپکی عنایت ہے۔ ایک ضروری کام کیلئے حاضر ہوا تھا
لالہ - ہاں ہاں ارشاد کیجئے میرے لائق جو خدمت ہو میں حاضر ہوں
ٹھیکیدار - آپ کی نوازش ہے مشکور ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرا ارادہ
ننھے کی شادی کر دینے کا ہے جسکے لئے جناب کو تکلیف دوں گا
لالہ - (کچھ سوچ کر) اچھا کب تک روپیہ چاہیئے اور کتنا چاہیئے۔
ٹھیکیدار - یہ میں دو ایک روز تک عرض کروں گا۔ بہرحال غالباً اسی
ہفتہ ضرورت پڑ جائے۔
لالہ - بہت اچھا مہاراج میں حاضر ہوں کسی اور سے مانگنے کی ضرورت
نہیں جسقدر ضرورت ہو میں حاضر ہوں۔
ٹھیکیدار صاحب خوشی خوشی گھر پہنچے اور ننھے کی ماں سے کہنے لگے
ٹھیکیدار - ننھے کی ماں روپیہ کا انتظام کر لیا ہے۔ لالہ جی نے حامی بھری
ہے۔ اب ادھر سے بات طے ہو جاوے تو جلد اس فرض سے سبکدوش
ہو جائیں۔
ننھے کی ماں - ننھے کے ابا میں رستم کے ہاں سے ہو آئی ہوں۔ وہ
پہلے ہی سے آمادہ تھے۔ میرے جانے پر بڑے خوش ہوئے غرض
کہ بات طے ہو گئی ہے۔ جو مناسب تاریخ سمجھیں مقرر کر کے رستم کو
اطلاع دیدیں۔ اور قریب ایک ہزار روپیہ بھی اسکے ہاں بھیج دیں کیونکہ
وہ غریب ہے اور برات کی مہمانداری کیلئے اس کے پاس کچھ نہیں۔
ٹھیکیدار - ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔ کیونکہ برات بہت ہو گی۔ تم جانتی
ہو آج تک سب کا کھاتے رہے ہیں۔ اب کھلانے کا ایک موقعہ آیا
ہے۔ اگر اس موقعہ کنجوسی برتی تو ساری عمر کسی کو منہ دکھانے کے نہیں رہینگے
ننھے کی ماں - جی ہاں۔ اور ہمارے سوا ننھے کے اور ہے ہی
کون جس کے لئے اٹھا رکھیں گے۔ آتشبازی بھی ہو گی۔ باجہ بھی ہو گا
موٹروں کا خرچ اور نقال اور طوائف تو شادیوں کا لازمی جزو ہے
معمولی معمولی براتوں میں بھی طوائف وغیرہ سب سامان ہوتا ہے
ٹھیکیدار - جی ہاں۔ اچھا تو تیس روز کی تاریخ دیدیتے ہیں۔
ننھے کی ماں - جو مناسب
اسکے تیسرے روز ٹھیکیدار صاحب نے لالہ گردھاری لال
سے دس ہزار کی رقم اور لی، اور ننھے کی شادی نہایت دھوم دھام
سے ہو لی چھنو کلن بجو غفورا۔ جمالا کہا گھسیٹا [illegible]

باقی بر صفحہ ۶ کالم نمبر ۳

سیواجی کے لڑکے سنبھاجی کی برسی اور حضرت غازی اورنگزیب پر طعن و تشنیع

گذشتہ ۹ مارچ کو قصبہ بلڈ پور میں مہاراجہ سیواجی کے فرزند شری سنبھا جی مہاراج کی برسی بڑے جوش و خروش سے منائی گئی۔ اس تقریب پر پونہ کے بابا صاحب دیش پانڈے نے کہا کہ اورنگ زیب جیسے مذہبی دیوانے نے چھ لاکھ سے مہاراشٹر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ان کی جو پہلی دہشت دامن گیر تھی۔ وہ مرہٹہ شیروں کی تھی۔ مہاراج سنبھاجی کی ایثار نفسی اور دینداری کا کہاں تک ذکر کیا جائے ان کو گرفتار کر کے اورنگ زیب کے سامنے بے یار و مددگار کی صورت میں کھڑا کیا گیا۔ کہ کیا تو مسلمان ہو کر صوبہ دکن کی صوبہ داری پر متمکن ہو جاؤ ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو۔ لیکن بادشاہ کے اس فرمان پر سنبھاجی نے جان دینے کو ترجیح دی اور بادشاہ کو جواب دیا کہ دھرم کے لئے جان دینا بہتر ہے لیکن میں دھرم کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بعد ازاں میرس جادھ۔ کاشی ناتھ پاشان کر بھنڈارے گو گٹے وکیل دیوان بہادر مرکلکوٹ (کولاپور) نے تقریریں کیں جن میں بتایا گیا۔ کہ سنبھاجی مہاراج نے ملک و مذہب کے لئے کیسے جان دی۔

خوفناک ہنگامہ کانپور
لاشیں برابر دستیاب ہو رہی ہیں
مسلمانوں کی عالی حوصلگی ہندو عورتوں اور مردوں کو کس طرح پناہ دی

کانپور ۱۰ اپریل مسرسی ماں سے ایک اطلاع موصول ہوئی کہ جامع مسجد کے علاقہ اور مسلمانوں کے محلوں میں اب بھی اضطراب ہے اور عوام خائف ہیں کیونکہ اکثر اوقات شور و غل کی آوازیں بلند ہو جاتی ہیں۔ تو یہ غریب محنتی بجائے پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہندو یہ ترکیب چل رہے ہیں۔ کہ اپنے بازار نہیں کھولتے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ گاندھی جی آئیں گے۔ تو بازار کھولیں گے کل نقور گاؤں سے پانچ مسلمان زخمیوں کو شہر لایا گیا ہے جن میں ایک شدید زخمی ہے۔ اور اس کی حالت بالکل نازک ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو دیہاتی بھی فسادات کے لئے خوب تیار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو ان علاقوں میں شہید کیا ہے جن کی اطلاع پہلے دی جا چکی ہے

مزید لاشوں کی دستیابی

ہسپتال کی سرکاری اطلاع کے مطابق ۹۹ مسلمان اور [illegible] ہندوؤں کی لاشیں آ چکی تھیں۔ اس کے بعد سے کہا جاتا ہے۔ کہ شہر سے جو لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ ان میں مسلمانوں کی لاشوں کو دفن کر دیا گیا ہے اور ہندوؤں کی بہت سی لاشیں جلا دی گئیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ ہندو محلوں سے لاشیں اس وقت تک نکل رہی ہیں چنانچہ صرف کرنل گنج اور بیگم گنج کے محلوں سے اس وقت تک ۲۰ ہندوؤں کی لاشیں ہندو محلوں کی لاشیں دستیاب ہو چکی ہیں۔ ہسپتال کی تعداد کا شمار نہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے دوسرے محلوں سے جو لاشیں نکلی ہیں۔ ان میں ۳۰ مارچ کو ۱۳ لاشیں اور ۳۱ مارچ کو ۲۷ لاشیں اور یکم اپریل کو چالیس ہندوؤں کی لاشیں نکلی ہیں مگر یہ تمام اعداد و شمار سرکاری نہیں ہیں۔

مسلمان شہدا کی تدفین

مسلمانوں کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ کہ یکم اپریل تک جن لاشوں کی باقاعدہ تجہیز و تکفین کی گئی ہے۔ ان کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو ہے ان میں ہسپتال کے مقتولین بھی شامل ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں ابتدا میں ایک ایک کر کے علیحدہ علیحدہ قبروں میں دفن کی گئیں۔ مگر بعد میں دو دو شہدا کو ایک قبر میں دفن کر دیا گیا ہے۔

۳۱ مارچ کے بعد سے کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی کوئی لاش دستیاب نہیں ہوئی۔

ہندوؤں کی عورتیں قتل نہیں کی گئیں

جہاں ہندوؤں کے خوفناک مظالم عورتوں پر شرمناک حملے اور بچوں کا بزدلانہ قتل ان کے اعمال کو سیاہ کر رہا ہے وہاں یہ معلوم ہو کر مسرت ہوتی ہے۔ کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کی عورتوں کو اپنے یہاں پناہ دی۔ اور انہیں محفوظ مقامات پر رکھا ہے تاکہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ ڈاکٹر سکینہ کے خاندان کو ایک مسلمان پردیسی نے بچایا تھا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ لے کے فتح پور بھجوا دیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے بہت سے مسلمانوں نے کثیر التعداد ہندوؤں کو اپنے یہاں پناہ دی اور اس وقت تک ان کے یہاں مہمان کی حیثیت سے مقیم ہیں

ہندو پروپیگنڈا کا حربہ

بہت سے ہندو شہر چھوڑ کر باہر جا رہے ہیں۔ اور اب اگرچہ اس وقت کوئی خطرہ باقی نہیں ہے مگر صرف اپنی مظلومیت ظاہر کرنے کے لئے اور گرفتاری سے بچنے کے لئے انہوں نے یہ طرز اختیار کی ہے!

شہر میں بہت سے لوگ فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ ہندوؤں نے اس کا بھی بندوبست کر لیا ہے۔ کہ وہ اپنے غریب ہندوؤں کو خوراک تقسیم کریں اور ان کی ہر قسم کی اعانت کریں۔

اسی طرح پنجابی برادری اور دیگر متمول مسلمانوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کو امداد دینے کا انتظام کیا ہے (الامان)

جلسہ اہلحدیث ملتان و علمار اہلحدیث

(از نور محمد صاحب نائب ضلعدار نہر)

۳ تا ۵ اپریل اتفاق سے میں نے ملتان کا جلسہ دیکھا شہر اور مضافات کے ممبران اہل حدیث جمع ہوئے ہوئے تھے مولانا ثناء اللہ اور مولانا ابراہیم سرتاج جلسہ تھے زمانہ کے نازک حالات کی وجہ سے توقع تھی کہ علمائے کرام قوم کے آگے کچھ کام کا پروگرام پیش کرتے اور خدمت دین کا محور عمل تجویز فرماتے۔ مگر۔۔۔۔ بجائے اس کے کیا دیکھا۔ تفریق بین المسلمین کا مشغلہ ہم تکفیر کے ڈنکا ڈنا مارنے علما کو لے دے کے یہی سوجھی ہے کہ اگر ان کی شہرت اور ناموری پیدا ہو چکی ہے۔ اور جلالت طرۂ آفتاب انکو عطا کیا جا چکا ہے۔ تو اس زمانہ کے پہلوان اسلام حضرت مسیح موعود کی تکذیب کے اشتہار کیوجہ سے خیا تجران تینوں ایام میں اس پاک انسان کی ہجو اور سب و شتم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا کبھی محمدی بیگم کا مسئلہ پیش تو کبھی دانیال علیہ السلام کی پیشگوئی پر چہ میگوئیاں۔ اور کبھی کسی مضمون پر کبھی کسی بات پر غرض ان کی مجلس کی کامیابی کا انحصار حضرت مرزا صاحب کی ہتک اور ہجو کرنے میں ہی مد نظر رکھا گیا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کا وعظ کیا تھا۔ ایک ناٹک کا ڈرامہ تھا آہ کجا وہ تقوی شعار علما جن کی مجلسوں اور وعظوں میں خشیت اللہ اور درد و گداز کا سبق تھا۔ اور قومیں ان کی صحبت میں ایمان اور تقوی کا مجسمہ بن جاتی تھیں اور کجا آج کے علمار سو جن کے وعظوں سے گری ہوئی قوم مسلمہ اور بھی بد خلاقی میں ترقی پکڑتی جاتی ہے۔ ان کے آگے میدان کام کا وسیع تھا۔ اقتصادی کمزوریوں کی اصلاح کرتے۔ قوم مسلمہ کی رسومات کے بیخکنی کا کوئی عملی کام سوچتے۔ انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ڈلواتے ہوئے کوئی مدارس یا یتیم خانے کھلواتے۔ اشاعت اسلام کے ولولے پیدا کراتے۔ بخدا ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہ تھی ہاں جہلا کو حضرت صاحب کے نام اور کام اور دعوی سے ہر ممکن نفرت دلوائی گئی۔ اگر علمائے علیہ السلام کی زندگی ثابت کرتے۔ یاجوج ماجوج الخلف دجال اور اس کے گدھے کی کیفیت اور فلاسفی بتاتے اور اوپر سے مسیح کا آسمان سے اترتے ہوئے مسجد اقصلے پر سیڑھی رکھنے کی بے وجہ ضرورت کی فلاسفی بیان کرتے۔ کچھ یہ بھی دریافت فرماتے کہ مسیح علیہ السلام آج تک آسمان پر بغیر کام کے بے وجہ کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ عیسائیت اور آریہ ورت میں تبلیغ اسلام کی تجاویز پر بحث کرتے تو جلسہ اہلحدیث کے کچھ کارہائے نمایاں ہوتے۔ لیکن ان کو کام سے کیا تعلق انکو مسائل پر علمی گفتگو سے کیا غرض ان کو تو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ عداوت تھی اور ان کو ہی گالی دینے سے ان کے دل کے ارمان نکلتے تھے۔ اس لئے خوب دل کھول کھول کر حضرت صاحب کی ہتک کی گئی۔ مولوی ثناء اللہ کو سب سے زیادہ شقاوت کا حصہ ملا ہے۔ اور وہ اپنے کمال میں جتنا چاہیں دن بدن اضافہ کریں اور مامور کی ہتک میں واہ واہ شاباش کے نعرہ جات پبلک سے جتنا چاہیں لے لیویں آخر ایکدن ان کو مرنا ہے سو کریں جو کچھ کریں سر پر خدا ہے۔ پھر آخر ایک دن روز جزا ہے۔

اے احمدی جماعت اور اے احمدی جماعت کے مقدس امیر طوبیٰ اور خوشخبری ہو آپ کو کہ آپ صاحبان کے مشاغل سب مقدس اور ہمدردی بنی نوع انسان پر مشتمل ہیں تبلیغ اسلام ہند تبلیغ یورپ نشر و اشاعت قرآن مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی۔ غیظ اور جلن سے پاک دین اور پیغمبر عرب کیساتھ محبت اور پیار یہ ظاہر ثبوت۔۔۔۔ ہیں ان امور کے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا رضوان آپ کے ساتھ ہے تسکین قلب اور اطمینان انشراح کا فیضان جو ہم کو عطا ہو رہا ہے۔ وہ ظاہر کرتا ہے جنت بفضلہ ہمارے حصے میں ہے۔ اسواسطے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اور بھی حسنات کی توفیق دیوے اور ان سیئات اور مکروہات سے محفوظ فرماوے جن میں علمار اور ان کے اتباع گرفتار ہیں جنکے حق میں امام الوقت نے خوب فرمایا ہے۔ ؎

عالمان را روز و شب باہم فساد از نفس خویش
غافلان غافل سراسر از ضرورت ہائے دین

قادیانیوں نے کچھ دخل دیا۔ مگر بے سود۔ نبوت کے مسئلہ سے اور بھی بدنامی کرائی۔

بقیہ صفحہ ۵

وغیرہ قریب ڈیڑھ صد نفوس تو صرف نیمے کے دوست تھے باقی ٹھیکیدار کے دوست آشنا ملا کر کل سات سو نفوس کی برات تھی پانچ موٹریں اور بے شمار تانگے بگھیاں وغیرہ تھے۔ جب مجرا شروع ہوا تو بزرگان قوم نہایت عقیدت سے جوق در جوق مجلس سرود میں حاضر ہوئے۔ رنڈی کو ڈھ چڑھ کر انعامات ملنے لگے۔ بعض مخلص تو اپنے چھوٹے بچوں کو روپیہ پکڑاتے تھے کہ بیٹا اس ناچنے والی کنچنی کو دیدو۔ وہ شاید اس خیال سے ایسا کرتے تھے کہ تا ان کی اولاد کو بھی اس کار خیر میں خرچ کرنیکی عادت پڑ جائے۔ نقالوں اور ڈیہاتوں کے کرتب بھی قابل دید تھے غرض نہایت دھوم دھام کے ساتھ نیمے کی شادی ہوئی اور دلہن گھر آئی۔ (باقی دارد)

نامۂ کشمیر

مکرم معظم جناب مولانا صاحب ایڈیٹر پیغام صلح!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل کے اخبار میں "مسیح موعود نمبر" کا اعلان نظر سے گذرا۔ بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے اخبار کی حالت کو سنبھالا۔ اصلح اللہ بالک آمین۔ جب سے اخبار کی سائز آپ نے بدل ڈالی تب سے غالباً کوئی بھی اس کا پرچہ ضائع نہیں کرتا ہوگا۔ سب محفوظ رکھتے ہیں۔ مضامین بھی نہایت ہی عمدہ اور اعلیٰ علمی پایہ کے ہوتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ براہ کرم اخبار میں اخبار احمدیہ ضرور دیدیا کریں۔ احباب کے حالات سے اطلاع ہوتی رہتی ہے۔ خصوصاً جناب خاں صاحب محمد منظور الٰہی صاحب کی تبلیغی ڈاک ضرور ہی دیدیا کریں۔ یہ غیروں کے دلوں میں اچھا اثر ڈالتی ہے۔ افسوس کہ آپ نے ابھی تک ہمارے مولانا مولوی محمد عبد اللہ صاحب وکیل سرینگر کو پیغام صلح کا خریدار نہیں بنایا۔

الغرض مسیح موعود نمبر کا اعلان پڑھ کر میری باسی کڑاھی میں بھی اُبال آیا۔ کپورتھلہ سے کسی دوست نے مولوی ثناء اللہ کے متعلق آخری فیصلہ اور محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی پر لکھنے کے لئے جناب کی خدمت میں درخواست دی تھی۔ آپ کی طرف سے خاکسار نے یہ خدمت انجام دی ہے۔ ہاں محمدی بیگم والی پیشگوئی بوجہ تھک جانے نہیں لکھ سکا۔ اگرچہ اس کے لئے بھی میرے پاس کافی مصالح موجود ہے۔ کسی دوسرے وقت میں یا اگر مجھے اسی مہینے میں لکھنے کی فرصت ملی تو انشاء اللہ تعالیٰ مرتب کر کے لکھ کر بھیجدونگا یا جیسا آپ فرماویں۔

آج مسیح موعود نمبر کے لئے دو مضمون بخدمت مرسل ہیں۔ ایک کا یہ عنوان ہے "حضرت مسیح موعودؑ کی وفات بالکل مطابق الہام ہوئی ہے۔" اور دوسرے کا "حضرت مسیح موعودؑ کا مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔" آپ ان دونوں کو ملاحظہ فرماویں۔ پسند آوے تو درج اخبار فرماویں۔ نہیں۔ تو اصلاح فرما کر درج فرماویں

مگر برائے خدا۔ اخبار کو وقت پر نکالتے رہیں۔ مجھے تو بعض پرچے دیر سے یہاں پہنچتے ہیں۔ انتظار بہت پریشان کر دیتی ہے مولانا مولوی عبد اللہ صاحب کو بھی کبھی کبھی اخبار کے لئے مضمون لکھنے کو تحریر فرمایا کریں۔ کیونکہ بیرونی احباب بھی ان کے علمی مضامین سے مستفید ہو جائیں۔

ہماری انجمن یہاں ابھی تک رجسٹرڈ نہیں ہوئی۔ گورنری میں ہمارے کاغذات پڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ حضرات بھی ہماری امداد فرماویں۔

یہاں کی جماعت روز افزوں ترقی پر ہے۔ درس مولانا صاحب باقاعدہ اپنے مکان پر دیتے رہتے ہیں اب امیرا کدل ایں بھی درس کا انتظام ہوگیا ہے۔ مشہور میر واعظ کشمیر فوت ہوگیا۔

حضرت مسیح موعود کی وفات عین مطابق الہام ہوئی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات بالکل مطابق الہام الٰہی ہوئی ہے۔ ازالہ اوہام میں آپ کا یہ الہام درج ہے کہ "ہم تجھے اسّی سال کی عمر دیں گے۔ یا اس کے قریب" اور آپ کی وفات ۱۳۲۶ھ ہجری میں ہوئی۔

ذیل میں خود حضرت مسیح موعود ؑ کی تحریرات میں اس دعویٰ کی شہادت میں پیش کرتا ہوں۔ جن سے بصراحت طور پر عیاں ہوگا۔ کہ آپ کی وفات الہام کے مطابق ہوئی ہے:۔

آپ ضمیمہ براہین حصہ پنجم ص۹۷ میں لکھتے ہیں کہ:۔

(ا) "اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی۔ کہ تیری عمر اسّی برس کی ہوگی۔ اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔"

اور تریاق القلوب ص۶۸ سے ظاہر ہے کہ آپ کی عمر چالیس برس کی تھی کہ مکالمہ مخاطبہ شروع ہوا۔ تو ۳۰ + ۴۰ ملا کر کل ستر برس ہوئے اور یہ کتاب ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی تو تہتر سال شمسی لحاظ سے اور ۷۵ سال قمری لحاظ سے ہوئی۔

(ب) اعجاز احمدی ص۳ میں فرماتے ہیں:۔

"آتھم کی عمر میری عمر کے برابر تھی قریباً ۶۴ سال کے" اور آتھم ۱۸۹۶ء میں مرا۔ اس کے مرنے کے بعد آپ ۱۲ سال زندہ رہے۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر ۷۶ سال کے قریب ہوئی۔

(ج) حقیقۃ الوحی ص۱۹۹ میں لکھتے ہیں:۔

"یہ عجیب امر ہے۔ اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا۔" اور تریاق القلوب ص۶۸ میں فرماتے ہیں: "پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۲۹۰ھ میں آپ کی عمر ۴۰ سال کی تھی اور ۱۳۲۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔ تو آپ کی عمر اس لحاظ سے ۷۶ سال ہوئی۔

حضرت استاذنا المکرم مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب مرحوم فاروقی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"مرزا صاحب مغفور کی کیا عمر تھی جب آپ کا انتقال ہوا! اس کے لئے میں کوشش میں ہوں کہ پتہ لگے۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے تولد کا سنہ ۳۶-۳۷ برس بتایا ہے۔ پس اس شمسی حساب سے آپ کی عمر قمری حساب میں ۷۴-۷۵ ہوتی ہے۔ اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اور حضرت نے نصرۃ الحق میں قریباً یہی لکھا ہے۔" (ریویو جلد ۷ ص۲۷)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ۱۸۹۳ء میں حضرت صاحب کی نسبت لکھتے ہیں کہ "۶۴ برس کا تو وہ ہو چکا ہے۔" (اشاعۃ السنۃ ۱۸۹۳ء) اس تحریر کے بعد آپ ۱۴ برس زندہ رہے جس حساب سے آپ کی عمر ۷۷ سال کی ہوئی

مولوی ثناء اللہ امرتسری اپنی تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں:۔ "مرزا صاحب کی عمر اس وقت ۷۰ سال سے متجاوز تھی۔" (ملاحظہ ہو حاشیہ ص۱۰۴ مطبوعہ ۱۸۹۹ء) اس بیان کے مطابق آپ کی عمر ۷۹ سال ہوئی۔

اسی طرح اخبار اہل حدیث میں آپ لکھتے ہیں۔ "مرزا صاحب کہہ چکے ہیں کہ میری موت عنقریب اسّی سال کے کچھ نیچے اوپر ہے جس کے سب زینے آپ غالباً طے کر چکے ہیں۔" (اہلحدیث ۱۹ جنوری ۱۹۰۸ء) اور ۳۱ جولائی ۱۹۰۸ء کے پرچہ صفحہ ۳ کالم ۲ میں لکھا ہے:۔ "چنانچہ خود مرزا کی عمر بقول اس کے کچھتر سال کی ہوئی۔"

شہادات مندرجہ بالا سے اظہر من الشمس ہے کہ جناب مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بالکل الہام الٰہی کے مطابق فوت ہوگئے۔ یقیناً آپ اپنے دعویٰ میں صادق تھے۔ وطوبیٰ لمن آمن بہ وصدق تم یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔

(خاکسار۔ قاری کاشمیری)

ایک امریکن خاندان کا قبول اسلام

اسلام ایک فطری مذہب ہے اسی لئے قرآن کریم نے بھی بانگ دہل اس امر کا اعلان کیا ہے۔ یہی وہ مذہب ہے۔ جو نفس کی اصلاح کرتا عقل اور قلب انسانی کو مہذب کرتا اور سنوارتا ہے حق وصداقت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ یہی وہ دین قیم ہے جو دنیا کے تمام ملل وادیان سے ظاہری ومعنوی لحاظ سے طبعت انسانی اور فطرت بشری کے مطابق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پیروان اسلام کے ضعف اعتقاد سے اس میں کچھ خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ اور اس کی خوبیاں مفاسد سے بدل گئی ہیں لیکن یہ ایک نفس الامری ہے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا کا کوئی مذہب فطری اور طبائع انسانی کے مطابق نہیں ہے اس میں جاذبیت اور کشش موجود ہے۔ جو دنیا کے دیگر ادیان میں ناپید ہے۔ اس میں قیاس آرائی کو دخل نہیں۔ یہ ایک روز روشن کی طرح کھلی ہوئی بات ہے۔ کیا اس سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ آج باوجودیکہ مبلغین اسلام تبلیغ نہیں کرتے کوئی طاقت دوسرے مذہب کے پیروؤں کو نہ ابھارتی اور ترغیب دیتی دلاتی ہے کہ اپنی قوت سے ڈرا کر دھمکاتی ہے۔ لیکن دنیا ہے کہ اس کی طرف سمٹی چلی آتی ہے۔ مختلف مذاہب کے پیرو بخوشی ورضا مندی جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں آخر بات کیا ہے۔؟ سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اسلام فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ اور اسی لئے طبائع انسانی اس کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ اور بلا کسی تبلیغ وخوف اور لالچ کے اسلام کو قبول کرتی ہیں۔ پھر بتایئے کیا یہ غلط ہے کہ اسلام فطری مذہب ہے۔

آج ہندوستان اور افغانستان میں اسلام روز افزوں ترقی پر ہے۔ جو بجز صحص دنیا میں باوجودیکہ پیروان مسیح اور مسیحیت کی اشاعت میں سرگرم جدو جہد کر رہے ہیں۔ لیکن وہ مقبولیت اور ہر دلعزیزی اس کو حاصل نہیں ہے۔ جو اسلام کو حاصل ہے۔ ولایات متحدہ کو لمبیا اور شکاگو میں اسلام کا سیلاب اسطرح آگے بڑھتا ہوا چلا جا رہا ہے کہ ناممکن ہے کہ اس کو روک دیا جائے۔ ان ممالک میں اسلام کو وہ رسوخ اور عالمگیر اثر حاصل ہے۔ کہ بیک نظر دیکھتے ہی اسلام کی قوت اور ہمہ گیر طاقت کا لوہا ماننا پڑتا ہے اور بلا چون وچرا یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس میں غیر معمولی جاذبیت اور کشش موجود ہے ابھی حال ہی میں چند امریکن خاندان بغیر کسی ترہیب یا ترغیب کے محض اسلام کی صداقت وحقانیت کی بنا پر مشرف با اسلام ہوئے ہیں۔ ان نومسلموں میں ایک کا نام مسٹر لوکس ہے دوسری ان کی بیوی جن کا نام فانی لوکس ہے مسٹر لوکس "الن یونائیٹی کالج" کے سند یافتہ ہیں جو شہر کولمبیا کا ایک زبردست کالج ہے موصوف اسی کالج میں تعلیمی خدمات دے رہے ہیں انہوں نے قبول اسلام کے بعد خود اپنا نام محمد عبد العزیز اور اپنی رفیقہ حیات کا نام مریم تجویز کیا ہے۔ دوسرے شخص کا نام ڈبرویز ہے موصوف شیکاگو میں میکانک کا کام کرتے ہیں تیسرے شخص کا نام مسٹر ورکر ولیم ہے جو شہر کولمبیا میں میکانک کا کام کرتے ہیں انہوں نے اپنا نام عمر عبد العزیز تجویز کیا ہے اور ان کے ساتھ ان کی بی بی بھی مشرف بہ اسلام ہوئی ہیں۔ ان کا نام زینب عبد العزیز رکھا گیا ہے ان کی دو بچیاں ہیں جن میں سے ایک کا نام مریم اور فاطمہ عمر رکھا گیا "مسٹر ڈبرویز" نے اپنے لئے

خبریں

—— لاہور - ۷ - اپریل - ایک مقامی اخبار اس خبر کا راوی ہے کہ مہاراجہ پٹیالہ نے وزیراعظم برطانیہ کے ایک مکتوب لکھا ہے کہ سکھوں کو پنجاب میں ۳۴ فیصدی نیابت دی جائے۔ ورنہ خون کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ سکھ اس کے کم پر ہرگز راضی نہ ہوں گے۔

—— نئی دہلی - ۷ - اپریل - کل صبح مولانا حسرت موہانی نے مسلم کانفرنس کے اجلاس میں اس مطلب کی ایک قرارداد پیش کی تھی۔ کہ جب تک مسلمانوں کے مطالبات پورے نہیں کئے جاتے مسلمان گول میز کانفرنس میں شریک نہ ہوں صبح کے اجلاس میں اس قرارداد پر زبردست بحث ہوئی لیکن چونکہ حاضرین کی تعداد کم تھی۔ اس لئے قرار دیا گیا۔ کہ اس قدر اہم قرارداد اسوقت پیش ہو جب کانفرنس کے سارے مندوبین شریک اجلاس ہوں۔ فیصلہ کیا گیا۔ شام کے اجلاس میں یہ قرارداد بحث کیلئے پیش ہو۔ شام کے ۷ بجے اجلاس شروع ہوا تو صرف ۵۰ مندوبین حاضر تھے اس پر مولانا شفیع داؤدی نے تجویز پیش کی۔ کہ اس وقت بھی مندوبین پوری تعداد میں شریک اجلاس نہیں اور چونکہ قرارداد نہایت اہم ہے۔ اس لئے مولانا حسرت موہانی سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی قرارداد فی الحال واپس لے لیں مولانا حسرت موہانی اس پر راضی ہو گئے۔ اور قرارداد پر بحث غیر معین عرصہ تک ملتوی ہو گئی۔

کانفرنس کی آخری قرارداد میں اہل فلسطین اور دیگر مصر وغیرہ ممالک کی حکومتوں کا شکریہ ادا کیا گیا تھا۔ انہوں نے مولانا محمد علی کی تجہیز و تکفین میں اظہار احترام کیا تھا۔

حادثہ کانپور اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

۱۳- اپریل ۱۹۳۱ء کو احمدیہ مسجد واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں شہدائے کانپور کا غائبانہ جنازہ پڑھا گیا اور عام اجلاس میں مندرجہ ذیل قراردادیں منظور کی گئیں۔

(۱) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ عام اجلاس ان انسانیت سوز مظالم پر جو کانپور میں بے گناہ اور نہتے مسلمان مردوں اور بچوں پر ڈھائے گئے ہیں سخت رنج واندوہ کا اظہار کرتا ہے اور مقتولوں کے ورثا اور مجروحوں پر دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

(۲) نیز یہ اجلاس مسلمانان پنجاب سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ جلد از جلد ستم رسیدگان کانپور وغیرہ کی اعانت کا کام شروع کیا جائے اور ان کیلئے ایک امدادی فنڈ کھولا جائے جس کے انصرام کیلئے مسلمانوں کی ایک مشترکہ کمیٹی ہر شہر میں قائم کی جائے۔

(۳) یہ اجلاس گورنمنٹ کے حکام کو بھی فرائض منصبی کے بجا آوری کی کوتاہی کے الزام سے بری نہیں سمجھتا۔ اور ان مقامی حکام کے خلاف ملامت کا ووٹ پاس کرتا ہے جنہوں نے دیدہ دانستہ فساد کو فرو کرنے میں کوتاہی کی۔

(۴) نیز قرار دیتا ہے۔ کہ ان فسادات کی ذمہ داری بہت حد تک ہندو مہاسبھا اور آریہ سماج پر عاید ہوتی ہے کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز جذبات پیدا کرنے اور ابھارنے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔

(۵) یہ جلسہ مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے۔ کہ واقعات کانپور وغیرہ سے سبق حاصل کریں تعلیم اسلام کے مطابق آپس کے اختلافات کو دور کریں اور متحد ہو جائیں۔ اور اس متحد قومیت سے اپنے لئے باعث قوت بنیں۔ اور دوسری اقوام کیلئے بھی اپنے نیک نمونہ سے رحمت کا موجب ہوں۔ اور ملک میں امن کے قیام میں امداد دیں

(۶) یہ جلسہ تمام مسلمانان ہند سے استدعا کرتا ہے کہ وہ مقتولین کانپور وغیرہ کیلئے جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

—— آل انڈیا ویمن کانفرنس کیطرف سے وائسرائے کو تار دیا گیا کہ آئندہ گول میز کانفرنس میں مستورات کی نمایندگی ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی ارادہ ہے۔ کہ عورتوں کی ایک خاص کانفرنس منعقد کر کے حق رائے دہی کے متعلق مطالبات پر غور کیا جائے۔ یہ مطالبات گول میز کانفرنس کی فرنچائز کمیٹی کے سامنے پیش کئے جائیں۔

—— جموں - ۲ - اپریل - مہاراجہ سر ہری سنگھ والئے جموں و کشمیر آج کل فرانس کے شہر کینز کے ٹمنز ہوٹل میں مقیم ہیں۔ آپ ۱۷ - اپریل کو مونس سے جہاز پر سوار ہو کر بمبئی کے پہلے ہفتہ میں جموں تشریف لے آئیں گے

—— لنڈن ۵ - اپریل: ہز مجسٹی ملک معظم خفیف زکام میں مبتلا ہیں۔ آپ بستر علالت پر تو نہیں ہیں لیکن قیصر ونڈسر میں احتیاطاً اپنے کمرہ کے اندر ہی رہتے ہیں۔ ہز مجسٹی کمرہ جانے سے گھبرا رہے لیکن تھوڑا بہت سرکاری کام کرتے رہے۔

—— کانپور - ۶ - اپریل - مسٹر واڈیل اور مولانا ابوالکلام آزاد کے مشورہ پر آج بعد دوپہر کانپور کی منڈیاں کھل گئیں۔ لیڈروں کی جے کے نعرے لگائے گئے۔ اور ہندو مسلمان کی جے کا آواز بلند کیا گیا۔ راہنماؤں نے تمام بڑے بڑے بازاروں میں گشت لگا کر لوگوں سے دکانیں کھولنے کی درخواست کی۔ اور انہیں یقین دلایا۔ کہ اب تم اطمینان کے ساتھ اپنا کام کر سکتے ہو۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۳: ۶۴

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر عبد الحق ودیارتھی

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۳

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

مذاہب عالم میں رشتہ اتحاد

۲

الحمد للہ رب العٰلمین۔ اس سے پیشتر کہ ہم اس آیت کی بنا پر اسلام میں خدا کے تصور پر بحث کریں مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم مذاہب کی اس بہت بڑی جنگ کا تصور بھی اپنی آنکھوں کے سامنے لے آئیں کہ جو اس وقت دنیا میں بپا ہے کہ ہر ایک مذہب دوسرے مذاہب پر غالب آنے کی سرتوڑ کوشش کر رہا ہے لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو طریق عمل اختیار کیا جا رہا ہے وہ نہایت ہی گمراہ کن اور فتنہ انگیز ہے۔ یعنی ایک دوسرے پر جا و بیجا الزام اور اتہامات لگائے جا رہے ہیں۔ گویا ہر ایک مذہبی مبلغ کے ہاتھ میں ظلم و ستم کی ایک تیز تلوار ہے کہ جس کے ساتھ وہ دوسرے کا گلا کاٹنا چاہتا ہے۔ اس میدان میں بقول مسز اینی بیسنٹ "اسلام سب سے زیادہ مظلوم ہے"۔ یورپ اور امریکہ سے لیکر ہندوستان تک اگر عیسائیت کا سارا زور اسلام کے خلاف خرچ ہو رہا ہے تو ہندوستان میں آریہ مذہب کا رخ بھی زیادہ تر مسلمانوں ہی کی طرف ہے ہم کسی کے اعتراضات اور حملوں سے گھبراتے نہیں البتہ انصاف کی امید پر صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ جہاں ہمارے مذہب پر جا و بیجا نکتہ چینی کی جا رہی ہے وہاں اس کے حسن و جمال پر بھی ایک نگاہ ڈال لو کسی کے بارہ میں محض عیب جوئی اور طعنہ زنی اپنا شیوہ اختیار کر لینا حق اور صداقت سے انسان کو دور لے جاتا ہے۔ پس اگر خدا کسی کو سمجھ اور توفیق دے تو وہ اس دین کی خوبیوں پر بھی دھیان کرے تا کہ وہ ہماری نسبت زیادہ انصاف کا فیصلہ کر سکے ؎

داستانِ عہدِ گل باید شنید از بلبلے ... زاغ و بوم آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

اسلام دنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ وہ غیر مذاہب کے بزرگوں کو سب و شتم سے یاد کرے۔ بلکہ اس کی آمد کی غرض تمام دنیا کے لئے صلح اور سلامتی کی ایک ایسی راہ کو پیش کرنا ہے کہ جس پر تمام دنیا کے مذاہب جمع ہو سکیں اور قوموں کی باہمی حسد اور دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔ فی الحقیقت یہ مذہب کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ جس کو نادان مذہبی منادوں نے اپنے غلط طریق عمل سے باطل کر رکھا ہے۔ اسلام کی آمد کے اس مقصد عظیم کو سامنے رکھ کر ہمیں انصاف پسند اصحاب کے سامنے چند باتیں پیش کرنا ہے۔ الہامی مذاہب میں سب سے پہلی چیز خدا کی ہستی پر ایمان لانا ہے۔ قرآن حکیم اس بات کا ہرگز مدعی نہیں کہ اس سے پیشتر تصور ذات باری مذاہب عالم میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ اس کی بیشتر آیات میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ دنیا کے ہر ایک نبی نے اپنی قوم کو سب سے پہلے خدا ہی پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ہم صرف اسی چیز کا صحیح تصور اپنے ذہن میں لا سکتے ہیں کہ جس کی حقیقت سے ہم خود بھی ایک حد تک آشنا ہوں۔ ذات باری کی اصل حقیقت خواہ کچھ بھی ہو لیکن اس کا صرف وہی پہلو ہمارے علم اور فہم میں آسکتا ہے کہ جس کا نمونہ کسی نہ کسی رنگ میں ہمارے اندر موجود ہو ہم خداوند عالم کی ان صفات کو یا اس کی اس شان کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ جس کا کوئی نہ کوئی رنگ ہم میں موجود نہ ہو اس لئے اگر خدا نے بھی اپنا سراپا کسی کتاب یا الہام میں بتایا ہوگا تو اس کو ہمارے تفہم اور تعقل کے مطابق ہی سمجھایا ہوگا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا کی ہر ایک چیز کی طرح تصور ذات الٰہی نے بھی مذاہب عالم میں بتدریج ترقی کی ہے۔ اور جوں جوں انسان کا ذہنی ارتقا ہوتا گیا ہے اس کا یہ تصور بھی زیادہ بلند اور شائستہ ہوتا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ کی آخری کڑی اسلام میں آکر اپنی تکمیل کو پہنچ گئی۔

ہمیں کس قسم کے خدا کی ضرورت ہے

خدا کا تصور اپنے دل کے اندر قائم کرنے سے پیشتر ضرورت ہے اس بات کی کہ انسان اپنے غور و فکر کی ایک نگاہ صحیفۂ کائنات پر دوڑا کر دیکھے [illegible] ضروریات اور احتیاجات کیا کیا ہیں اور پھر انسان [illegible] عالم کے لئے [illegible]

اور مرکز ہے۔ جس میں ہر نوع مخلوقات کی روح (خلاصہ) موجود ہے۔ اس کی فطرت کا مطالعہ خصوصیت سے خدا کے تصور کے مسئلہ کو زیادہ آسانی کے ساتھ حل کر دیگا۔ اس لئے کہ انسان لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ کے ارشاد کے مطابق اپنے قویٰ اور استعدادوں کے لحاظ سے نہایت ہی اعلیٰ پایہ پر پیدا کیا گیا ہے جس کے اندر کل موجودات خارجی کے کمالات منتہی ہوتے ہیں کسی نے کیا ہی سچ کہا ہے:۔

Man is the miniature of the Universe انسان کل موجودات عالم کا خلاصہ ہے اسلئے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کا ارشاد فی الحقیقت سچ ہے۔ تصور باری سے پہلے ہمیں خود اپنی حقیقت سے آگاہ ہونے کی ضرورت ہے۔ مگر انسان کی بے بسی اور درماندگی کی یہ حالت ہے کہ جس طرح کائنات کی ہر ایک چیز رازہائے سربستہ کا ایک مجموعہ ہے اور ہم اپنی استعداد کے مطابق ہی ان رازوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسی طرح خود ہماری حقیقت بھی ہماری نگاہوں سے مستور ہے۔ اور کسی چیز کے متعلق ہمارا اندازہ اس چیز کے حقایق کو ختم نہیں کر دیتا بلکہ وہ اندازہ دراصل ہماری اپنی قابلیت اور اہلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انسانی عقل کسی چیز کی ذات مجرد کے تصور سے عاجز ہے۔ وہ جب کبھی بھی کسی شے کی ذات کا تصور کرنا چاہتا ہے تو اس کے ذہن میں اس کی صفات کے نقوش ہی مرتسم ہوتے ہیں۔ اور صفات ہی کے مجموعہ اور تفرقہ سے ذات کے تصور کا خاکہ وجود میں آتا ہے۔ انسان۔ اپنی بناوٹ کے لحاظ سے کیا ہے۔ مختصراً صرف یہ سمجھ لینا کافی ہوگا کہ وہ مختلف قابلیتوں اور استعدادوں کا ایک جوہر ہے۔ اور جسطرح جسمانیات میں ہم یہ قانون کام کرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک چیز اپنے اندر چند ایک خواص کو لئے ہوئے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ خواص مناسب اجزا اور مواد کے ملنے سے درجہ بدرجہ نشو و نما پاتے ہوئے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ اسیطرح انسانی روح کے اندر بھی بے شمار استعدادیں اور قابلیتیں بطور ایک بیج یا خلاصہ کے موجود ہیں۔ جو مناسب آبیاری اور تربیت سے ترقی کے درجات کو طے کرتی ہیں۔ ترقی کے اس میدان میں اس کیلئے صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک نقصان رساں دشمنوں سے حفاظت اور دوسرے نفع دینے

اور اعمال پر اگر غور سے نگاہ ڈال کر دیکھو۔ تو فی الحقیقت اسی دونوں قسم کے رد و قبول کا نام ہے۔ پس اسلئے بھی اگر خدا کی ضرورت ہے۔ اور فی الواقعہ موجود بھی ہے۔ تو اس پر ایمان لانا ہمارے لئے صرف اسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے کہ اس کی ذات ہر یک قسم کے نقص و عیب سے پاک اور تمام صفات حسنہ سے متصف ہو۔ تاکہ انسان اپنی عملی زندگی میں اسکی ہر ایک صفت کے ظہور سے کوئی نہ کوئی فائدہ اور سبق حاصل کر سکے۔ یا اگر اس یار حقیقی سے ملنے کی خواہش ہو۔ تو اس کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ سکے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ رنگ تو پھر ہمہ صفت موصوف اللہ ہی کا رنگ ہے کہ جس کی صفات میں تم اپنے آپ کو رنگ سکو۔ یہ کوئی گیروا اور کسی قسم کا مادی رنگ نہیں۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ بلکہ خدا کے خلق اور عادات کو اختیار کرنا مراد ہے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ دنیا میں حیثیت صرف انفرادی حیثیت نہیں۔ بلکہ اس کی جماعتی حیثیت اکثر صورتوں میں زیادہ اثر ہے۔ اس لئے خدا کے تصور میں خوبی کا ہونا بھی ضروری ہے کہ اس کی ہستی پر ایمان نسل انسانی کی جماعتی حیثیت کیلئے زیادہ مفید ہو۔ پس اس بناء پر خدا کا سب سے اعلیٰ اور شائستہ تصور صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو نہ صرف انفرادی حیثیت میں انسانی اعمال افعال اور اخلاق پر اثر ڈال سکے بلکہ اقوام عالم میں قیام امن اور صلح و سلامتی کی بنا بھی ہو سکے۔ پس خدا کے تصور میں ان دو اصولوں کو اپنے سامنے رکھنا ضروری ہے کہ اس کی ذات میں وہ صفات حسنہ اور خوبیاں موجود ہوں کہ جن کی انسانی روح کو اپنی نشو و نما کیلئے ضرورت ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی ذات پر ایمان لانا نسل انسانی میں قیام امن اور صلح و سلامتی کا موجب ہو سکے۔

اسلام کا خدا جمیع صفات حسنہ کا جامع ہے

اسلام نے جو خدا کا تصور پیش کیا ہے۔ وہ اس آیت کے اندر موجود ہے۔ جس کو ہم نے اس مضمون کا زیب عنوان بنایا ہے اس آیت میں پہلا جملہ الحمد للہ ہے ہر ایک وہ شخص کہ جو زبان عربی سے واقف ہے۔ اس کو یہ معلوم ہوگا کہ الحمد للہ میں پہلا ال تعریفی الف لام کہلاتا ہے جس کے معنی "سب" تمام یا کل مجموعہ اور جنس کے ہوتے ہیں۔ اور حمد خوبی یا اعلیٰ درجہ کی صفت کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد للہ میں لام استحقاق اور تخصیص کے معنی رکھتا ہے پس الحمد للہ کے اس لفظی تشریح کی بنا پر یہ معنی ہوئے۔ کہ حقیقی تعریف اور تمام اعلیٰ درجہ کی ذاتی خوبیاں یا سرو ناتی اتم گن اس ذات کے لئے خاص ہیں جس کا نام اللہ ہے الحمد للہ کے اس چھوٹے سے جملہ یا صرف دو لفظوں کے اندر دو باتوں کو بڑی صفائی کے ساتھ کھول کر بیان کر دیا گیا ہے ایک تو تمام اعلیٰ درجہ کے کمالات اور ذاتی خوبیاں اس ذات کے اندر موجود ہیں یعنی وہ ہمہ تن خوبی اور حسن مجسم ایک ذات ہے اور دوسرے یہ کہ وہ کامل درجہ کی خوبیاں صرف اسی کی ذات سے خالص ہیں یعنی جسطرح کوئی اپنے آپ کو اس جلیا حسین ثابت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس کی کسی ایک صفت میں بھی کامل طور پر اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور کیونکر برابر ہو سکے کہ ہر یک صفت کمالیہ میں بے مثالی اور بے نظیری اس کی ذات کا خاصہ ہے اور خاصہ کی یہی تعریف ہے کہ وہ اپنے موصوف کے سوا کسی دوسری شے میں پایا نہ جائے۔ الحمد للہ یہی تو بتلاتا ہے۔ کہ کمال حمد ہر قسم اور ہر طرح کی تنائیں حسن و جمال کی ساری شگفتگی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے کوئی خوبی اور کمال کی صفت ایسی نہیں ہو سکتی جس کو دنیا کے عقلمند اور دانا حسن و خوبی قرار دیں

اچھوتوں کے غم میں کون پاگل ہے

آریہ گزٹ کے ایڈیٹر صاحب ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ کیا مسلمانوں نے اپنی کمزوریوں اور اختلافات کو دور کر لیا ہے کہ وہ اچھوتوں کے خیر خواہ بنتے پھرتے ہیں "اچھوت ادھار" کا شور مچانے والوں کے پاس اگر ہمارے خلاف یہی دلیل ہے تو مدیر آریہ گزٹ جواب دیں کیا جات پات کے مسئلے انہوں نے طے کر لئے ہیں کیا ورن دوستھا کے متعلق آریہ سماجی اخباروں میں روز بحث نہیں ہوتی۔ عورتوں کے حقوق۔ لڑکیوں کو جائداد کا ورثہ مصیبت زدہ بیوہ اور یتیموں سے زیادہ دکھی سہاگنوں کے لئے انہوں نے کوئی راہ نجات سوچ لی ہے نیوگ اور ودھوا واہ دونوں میں آریہ گزٹ دیانند جی کا ہم نوا ہے یا موجودہ آریوں کا۔ وید بھاشیہ کے متعلق جو بحث اختلافات ہیں کیا ان کو آریہ گزٹ اور ساہتیہ منڈل اجمیر نے باہم طے کر لیا ہے سنسکار ودھی اور ستیارتھ پرکاش کی شدھی اور اشدھی کے معاملہ میں کیا سوامی ستیانند جی کی رائے انہوں نے تسلیم کر لی ہے۔ آریہ سماج میں خدا کی عبادت، ہستی باری پر یقین اور ویدوں پر سے جو شواس اٹھتا جاتا ہے کیا اس کو آریوں نے دوبارہ قائم کر لیا ہے۔ سنسکار ودھی میں سنسکاروں کے متعلق توہمات کا اس نے کیا علاج کیا ہے اگر اب تک آریہ ان اختلافات اور توہمات میں گرفتار رہیں۔ اور آریہ سماج کی برہمن پارٹی منوسمرتی اور ویدوں کی بنا پر اچھوتوں کو ساویانہ مجلسی حقوق دینے کے لئے تیار نہیں اور نہ گوردا سپور اور پٹھانکوٹ کے اچھوت مہاشوں کے ساتھ روٹی بیٹی کا بیوہار کیا گیا ہے تو کیا محض آریوں کی تعداد دکھانے کے لئے اور مسلمانوں کے خلاف فسادات کھڑے کرنے کے لئے "اچھوت ادھار" اچھوت ادھار کا شور نہیں مچایا جاتا کیا ہزارہا برسوں سے یہ اچھوت آریوں کے سنگ جفا کے نیچے نہیں پیسے جا رہے کیا شودروں کو وید کی بنا پر ڈانٹ ڈپٹ اور دکھ اٹھانے کے لئے پیدا ہوئے نہیں سمجھا جاتا رہا اگر یہ سب کچھ حق ہے تو آریہ اپنی سیاسی چالوں کی وجہ سے اچھوتوں کے ساتھ ہمدردی کرکے "ماں سے زیادہ چاہے پھپھے کٹنی کہلائے" کے مصداق نہیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ آجکل بخاری کے بقیہ ترجمہ اور مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کے کاموں میں مصروف ہیں۔ ۱۴ر کو حضور جھنگ جناب خانصاحب میاں غلام رسول صاحب کے ہاں شادی کی تقریب پر تشریف لیجائیں گے۔ اسی ہفتہ لاہور میں ایک پبلک تقریر کی بھی تجویز ہے مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح اور باہمی اتحاد موضوع تقریر ہوگا۔

حضرت مولینا صدر الدین صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ چھاونی کے جلسہ پر تشریف لے گئے۔ دوشنبہ کو آپ کا ایک لیکچر انجمن اسلامیہ قصور کے سالانہ جلسہ پر ہونیوالا ہے۔

مولوی عصمت اللہ صاحب سیالکوٹ چھاونی کے جلسہ سے فارغ ہو کر قصور تشریف لے گئے۔ ۱۲ر کو واپس آئے قلت وقت کیوجہ سے آپ کی کوئی تقریر وہاں نہ ہو سکی ۱۳ر شام کو آپ کی تقریر لائل پور کی انجمن اسلامیہ کے جلسہ میں ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت شاخ دہلی کا جلسہ ۱۷-۱۸ اپریل کو قرار پایا ہے مولانا عصمت اللہ صاحب تشریف لیجائینگے مولانا یعقوب خاں صاحب ایک دو اور مقرر صاحبان بھی شامل ہونگے۔

راولپنڈی کی جماعت کا جلسہ کھٹائی میں پڑ گیا ہے ۱۲-۱۳ اپریل سے ملتوی ہو کر ۲۴-۲۵ کو تجویز ہوا ۲۵-۲۶ کو جنرل کونسل اور مجلس شوریٰ کا انعقاد ہے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بیل کب منڈھے چڑھے گی۔

مولوی لال حسین صاحب جھنگ سے اطلاع دیتے ہیں مندرجہ ذیل دوست سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں بیعت کے کارڈ حضرت امیر کو بھیج دیئے ہیں۔ ان کے نام اخبار احمدیہ کے کالم میں درج فرما دیویں۔

(۱) شیخ فاروق احمد صاحب بی۔ اے۔ (آنرز) ایل ایل۔ بی۔ پلیڈر لائل پور۔

آپ شیخ محمد صدیق صاحب میونسپل کمشنر ورکس اکاڑہ منڈی کے بڑے صاحبزادے ہیں شیخ محمد صدیق صاحب کا تعلق قادیانی جماعت سے ہے۔

(۲) مولوی محمد امین صاحب ساکن سلیانہ ڈاک خانہ میانہ تحصیل و ضلع جھنگ۔

خطاب بہ شیخ

(از محمد علی الحاج سالمین۔ ایم۔ ایس پی (لندن)

(۱) پوچھا مذہب جو شیخ نے میرا — میں نے اس سے کہا "ہے کیا تیرا"
کہہ کے حنفی سنبھل گیا اب شیخ — پار اسلام کا کیا بیڑا

(۲) کیا تو مسلم نہیں؟ تو بول اٹھا — "ہے عقیدت میں ایک فرق بڑا"
"شیعہ و شافعی نہیں ہیں ایک" — کہہ کے یہ مشتعل ہوا سارا

(۳) شیخ جی بعد ! تین سو اور ہزار — ہائے! دل میں تیرے رہا جھگڑا
دونوں اب تک کرے ہیں واویلا — سارے اسلام کو کیا ٹیڑھا

(۴) بعد مدت بھی سنی و شیعہ — بحث دارند ہنوز در خلفا
ہوں میں این جانب نہ آں جانب — بس مسلمان خادم العقلاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح
جلد ۱۹ ۔ ۲۶ ذیقعد سنہ ۱۳۴۹ ہجری نمبر ۲۳

حضرت عمرؓ کے دربار خلافت کا ایک دلربا منظر

اسلام کے سنہری اصولوں کی ایک جھلک

(۳)

جبتک وہ نوجوان خطرات۔ بہادرانہ موت اور مسلمانوں کی جانفشانیوں کا ذکر کرتا گیا اس کے والدین سانس روک کر یہ سب باتیں سنتے رہے مگران کا تفکران باتوں سے کوئی نتیجہ نہ اخذ کرسکا وہ اپنے بیٹے کے لبوں پر ٹکٹکی باندھے کا نپتے رہے اس لئے کہ ان کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے اٹھتے تھے نہیں معلوم وہ ہمیں کس حادثہ سے دوچار کرتا ہے نوجوان نے اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا "پیاری اماں آپنے مجھے یہی بتایا تھا کہ مسلمان مائیں اور مسلمان باپ کیسے بہادر تھے۔ جب ان کو ان کے فرض کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ اپنے پیارے بیٹوں کے دلوں میں کس طرح جرأت پیدا کرتے تھے تاکہ وہ پیش آمدہ خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں ادائیگی قرض یا موت ان کی زندگی کا نصب العین تھا اور وہ یہی تعلیم اپنی اولاد کو پیش آمدہ خطرات کیوقت دیتے تھے آپ غور سے سنئے اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ ہمارے دعویٰ اسلام کو آزمایا جائے۔ آپ نہایت صبر اور سکون کے ساتھ اس کے سننے کے لئے تیار ہو جائیے اب میں وہ سب آپ کے گوش گذار کرتا ہوں

جب اس نے اپنے والدین کو اس ہوش ربا سانحہ کے سننے کے لئے تیار کر دیا تو انہوں نے بھی اپنے بیٹے کو یقین دلایا کہ وہ پیش آمدہ واقعہ کو پوری طرح بیان کردے وہ اسلامی روایات کے عین مطابق ان کو صابر پائے گا۔ اس کے بعد نوجوان نے تمام کہانی ان کے سامنے بیان کی یہاں تک کہ آخر پر ان کو یہ بھی بتا دیا کہ کس طرح ایک اجنبی شخص مسلمان نے اس کو اپنی ضمانت پر رہا کرا دیا۔ سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا میں اب یہاں اس حیثیت میں نہیں ہوں کہ میں اس قبیلہ کا عزیز فرزند ہوں اور اس دلربا گھر میں رہتے ہوئے آپ کے رنج اور غم میں شریک رہوں بلکہ میں اس لئے یہاں آیا ہوں کہ آپ کو اپنا آخری سلام کہہ سکوں اور چند گھنٹوں کے اندر اندر آپ سے جدا ہو جاؤں۔ یہودی جس کا میں مقروض دینا ہے اس کو فوراً بلا یا جائے تاکہ میں اس کے قرض سے سبکدوش ہو کر موت کے مقررہ وقت پر وہاں پہنچ سکوں۔

نوجوان نے جب اپنی سرگذشت کو اس طرح من و عن بیان کر دیا تو والدین پر ایک ہولناک سنسنی چھا گئی۔ آنسوؤں کی ایک مسلسل جھڑی ان کی آنکھوں سے مرجھائے ہوئے چہروں پر لگ گئی۔ اس ناگہانی صدمہ سے سنبھلنے میں ان کو کچھ عرصہ لگ گیا۔ سب سے پہلے ماں نے اپنے انتہائی غم کو ضبط کرتے ہوئے کہا "اللہ کی رضی پوری ہو جو تقدیر میں لکھا ہے وہ مٹ نہیں سکتا۔ تمہیں اپنے وعدہ کو وفا کرنا چاہیئے تاکہ کبھی یہ نہ کہا جاسکے کہ اسلام کے فرزند نے اپنی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولا۔ اتنے میں اس کے یہودی قرضخواہ آگئے۔ چونکہ یہ بنیوں کی جماعت انسانی جذبات رحم و ہمدردی سے یکسر خالی ہوتی ہے اس لئے وہ دمڑی کے بدلہ میں چمڑی کی پرواہ نہیں کرتے۔ انہوں نے جب یہ دیکھا کہ اس شخص کے پاس حساب کو صاف کرنے کے لئے صرف چند ساعات کی مہلت ہے تو ان کو اور بھی شرارت کا موقعہ ہاتھ آیا۔ انہوں نے خیال کیا اسوقت جھگڑے کو طول دیکر جو کچھ وہ لے سکتے ہیں ان کو لے لینا چاہیئے۔ اور یہ بھی سوچا کہ اس کے پاس نقدی تو ہے نہیں وہ یقیناً سامان اور مال مویشی قرض میں دے سکے گا۔ یہ اور بھی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ہے۔ انہوں نے انکی قیمت بہت ہی کم لگائی جو عام بازاری نرخ سے نصف کے قریب تھی۔ نوجوان کی مدد کے لئے اس وقت کوئی نہ تھا اور قرض بھی فوراً ادا کرنا تھا اس لئے نوجوان کی جائداد کا بہت سا حصہ قرضخواہوں کے حوالہ کر دیا گیا۔

لیکن نہایت ہی دردناک وقت یعنی جدائی کی گھڑی ابھی سر پر کھڑی تھی۔ اونٹ تیار کر کے لایا گیا۔ اب اس کو ہمیشہ کے لئے اپنے گھر کو الوداع کہنا تھا یہ وداعی نظارہ نہایت دلخراش تھا۔ والدین نے . . . . . ایک ایک کر کے آنکھوں سے آنسو بہاتے اور ہچکیاں لیتے ہوئے اپنے بیٹے سے بغلگیر ہو کر اس کی پیشانی پر بوسے دیئے۔ ہمیشہ ہمیشہ کی علیحدگی کا وقت ابھی قریب ہوتا گیا۔ اس کی نوجوان بیوی شدت غم سے نڈھال ہو گئی اس کا پیارا خاوند اس کا محبوب رفیق زندگی اس کی طرف بڑھا مگر وہ اس صدمہ کی تاب نہ لا کر زمین پر غش کھا کر گر پڑی۔ اس کی خوبصورت زلفیں مٹی میں بکھر گئیں نوجوان ڈل کر اس کے جھکا اور اسی بیہوشی کے عالم میں اس کو الوداعی بوسہ دیا۔ یہاں تک تو اس نے اپنے صبر کو برقرار رکھا مگر جب وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی طرف مڑا جو قریب ہی کھڑے حیران اور سہمے ہوئے اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے تو اس کا آہنی دل بھی نرم ہو گیا وہ ان کے بیچ میں بیٹھ گیا اور محبت کے جوش سے ہر ایک کو چومنے لگا۔ بڑا بیٹا گھبرا کر بولا ابا کیا اماں مر گئی ہے اب ہمیں میلہ میں کون لے جائے گا۔ جب وہ کھڑا ہوا تو دونوں چھوٹے بچے اس کے گھٹنوں سے لپٹ گئے اور کہا ابا ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے انہوں نے سسکیاں بھر کر رونا شروع کر دیا۔ اس پر نوجوان کی ہمت شکست ہوتی ہوئی نظر آئی اور ننھے ننھے بچوں کی قابل رحم حالت نے جو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہماری ماں مر گئی ہے اور باپ ہمیں چھوڑ کر کہیں جا رہا ہے اس کے دل کو پگھلا دیا وہاں کوئی پولیس اس کی نگران نہ تھی صرف ایک اقرار زبان کی ہتھکڑی اس کے ہاتھوں میں لگی تھی صحرا کے قلب میں رہتے ہوئے قانون اور شریعت کا پنجہ اس کو آسانی سے گرفتار نہ کر سکتا تھا۔ صرف اپنے قول کا پاس خاطر تھا۔ وہ زندگی بھر کے لئے قبیلہ کی خوشی اور لطف کو پامال کر دے گا۔ ان ننھے ننھے دلوں کے توڑنے کا کیا فائدہ؟ قاتل وہ خود ہے نہ یہ معصوم بچے۔ ان کو کیوں یتیم بنا کر دکھوں اور مصائب کے حوالہ کیا جائے اس قسم کے کئی ایک خیالات اس کے دل میں گذر گئے۔ اس کے جذبات اس کی روح پر غالب آ رہے تھے۔ بالآخر فیصلہ کا وقت آگیا جو اس کے چلے جانے کے لئے ضروری تھا تاکہ وہ قتل کے مقررہ وقت پر پہنچ سکے مگر زندگی کے اس نہایت نازک امتحان کے وقت اس کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے وہ اسی خیال میں کھویا ہوا کھڑا تھا۔ عزت اس کو موت کی دعوت دیتی تھی۔ والدین بیوی اور بچوں کی محبت نے اس کو اسی زمین پر گاڑ رکھا تھا۔ اس کے دل کے اندر ایک زبردست کش مکش تھی جو فی الحقیقت جسم اور روح کی کش مکش تھی۔ لیکن یہ حالت کچھ زیادہ دیر تک نہ رہی۔ اس کا اسلامی جذبہ "پاس عزت" یکایک بیدار ہو گیا "نہ تو تمہاری دولت اور نہ تمہاری اولاد تمہیں خدا کی راہ سے بے راہ کرنے" قرآن کا یہ اعلان اس کے کانوں میں گونجنے لگا۔ اور اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ایک مسلمان کے لئے اپنے وعدہ کا ایفا، اس کے باپ اس کی ماں اور بچوں سے بڑھ کر قابل لحاظ چیز ہے۔ چیخ و پکار اور گریہ وزاری کے اس عالم میں وہ اپنے اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہو گیا اور مدینہ کی طرف اپنی موت کو لبیک کہتا ہوا چل پڑا۔ اس کے پیارے ماں باپ اور بچے حسرت سے اس کو تکتے رہ گئے یہاں تک کہ وہ ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

اس عرصہ میں مدینہ کے اندر سنسنی پھیل گئی لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ نوجوان کے ضامن حضرت ابوذر غفاری بھی وہاں موجود تھے ہر لحہ جو وہاں گذرتا تھا نوجوان کے واپس پہنچنے کی توقع کو قریب لاتا تھا پر مقررہ وقت آیا اور گذر گیا نوجوان واپس نہ پہنچا۔ لوگ حضرت ابوذر غفاری کے لئے متفکر تھے کہ جن کی زندگی اس وقت خطرہ میں تھی۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کوئی کہتا تھا "نوجوان نے دھوکا دیا" دوسرا کہتا "بیچارے ابوذر مفت مارے جائیں گے"

لیکن حضرت ابوذر اپنی جگہ مطمئن اور خاموش تھے۔ آپ نے فرمایا جو تقدیر میں ہے ہو کر رہیگا انسان کو خوشی سے اپنی تقدیر کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔ اگر خدا کی مرضی یہی ہے کہ میں اپنی جان دوں تو میں اس کیلئے تیار ہوں۔ آپ نے اپنی آخری خواہش یہ ظاہر کی کہ ان کو نماز پڑھنے کی اجازت دیجائے آپ نے وضو کیا اور نماز ادا کی پھر آپ قتل ہونے کیلئے تیار ہو گئے جب سب کچھ تیار ہو گیا تو دور سے ایک دھندلی سی شکل گرد و غبار میں حرکت کرتی ہوئی نظر آئی۔ خلیفۂ اسلام نے عین اسوقت جب جلاد قتل کیلئے ہاتھ اٹھانیوالا تھا۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو! کا حکم دیا اور کہا ذرا صبر کرو غالباً جوان آرہا ہے۔ جلاد نے اپنا ہاتھ روک لیا لوگوں کی نظریں اسوقت اس شخص کیطرف اٹھ رہی تھیں جو بڑھا چلا آرہا تھا لیکن ابھی تک کسی نے اس کو شناخت نہ کیا تھا جوں جوں وہ نزدیک آتا گیا لوگوں کا یقین بڑھتا گیا۔ سانڈھنی کا سوار تیزی کے ساتھ آرہا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے پہچان لیا کہ وہ وہی نوجوان ہے۔ حضرت ابوذرؓ کو چاروں طرف سے مبارکباد کی آوازیں آنے لگیں۔ اور خوشی کے نعرے بلند ہو گئے۔ بالآخر نوجوان آپہنچا جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو اس نے افسوس کیا کہ وہ ٹھیک وقت پر نہ پہنچ سکا اور لوگوں کو اس قدر انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ میں اپنے ناآشنا مہربان سے بالخصوص معافی کا خواستگار ہوں کہ جنہوں نے میری خاطر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا۔ ان کو بہت ہی رنج ہوا ہوگا لیکن میں معذور تھا پھر اس نے رستہ میں دیر ہو جانیکا واقعہ بیان کیا۔ ہر شخص نے نوجوان کے ایفاء عہد کی تعریف کی اور حضرت ابوذر کی جان نثاری کی بھی داد دی خلیفۂ اسلام اس سے بہت متاثر ہوا اور انہوں نے یہ حکم دیا کہ وہ قتل سے پہلے تھوڑی دیر ستا لے۔

جب سارا مجمع مسجد میں بیٹھ گیا جس میں نوجوان قاتل۔ حضرت ابوذر۔ مقتول بوڑھے باغبان کے دونوں بیٹے اور حضرت عمرؓ موجود تھے تو حضرت عمرؓ نے ابوذر سے دریافت کیا کس بات نے آپ کو اس اجنبی نوجوان کی خاطر اپنی جان خطرہ میں ڈالنے پر آمادہ کیا حضرت ابوذر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا خلیفۂ اسلام جب اس نوجوان نے مسلمانوں کے مجمع پر ایک مایوسانہ نگاہ ڈالی کہ شاید کوئی اس کی مدد کیلئے آگے بڑھے اور اس کی ضمانت دے میں بہت ہی شرمندہ تھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں ایک مسلم اپنے آپ کو بے بس اور اجنبی خیال کرتا ہے اس پر کوئی یہ نہ کہے کہ کل مومن اخوۃ یہ مسلمانوں کا محض ایک مقولہ ہے مصیبت کیوقت کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی مدد کو نہیں پہنچتا میں نے اپنے دل میں کہا جو کچھ ہونا ہے وہ ہو جائے مگر اسلام کا پاک نام بدنام نہ ہو میں اس کے لئے بطور ضامن کھڑا ہو گیا"۔ حضرت ابوذر کے ان الفاظ سے لوگ بہت متاثر ہوئے پھر خلیفۂ اسلام نوجوان کیطرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا کہ اے نوجوان تم کو موت کی جگہ پر واپس آنے کیلئے کس بات نے مجبور کیا۔

نوجوان بولا خلیفۂ اسلام! میرے لئے یہ کوئی آسان کام نہ تھا میری راہ میں ابتلاء نہایت ہی بڑا تھا میرا گھر صحرا کے قلب میں تھا جہاں مجھے عدالت کا ہاتھ مشکل سے گرفتار کر سکتا تھا۔ وہاں کوئی شخص مجھے واپسی کیلئے مجبور نہ کر سکتا تھا۔ پھر وہاں میرے بوڑھے والدین تھے جو میرے واپس آنے کے وقت انتظار کر رہے تھے۔ میری نوجوان بیوی ہمیشہ کی جدائی کے صدمہ سے غش کھا کر زمین پر گر پڑی۔ میرے ننھے ننھے چھوٹے بچے ابا ابا کہتے ہوئے میرے پاؤں سے لپٹ گئے۔ ان پیاری جانوں سے اپنے آپ کو آزاد کرنا کوئی آسان کام نہ تھا مگر مجھے جب تم میری وجہ پر غالب آرہا تھا میں نے اپنے آپ میں کہا لوگ میری نسبت کیا کہیں گے ایک مسلمان نے ایفاء عہد سے گریز کیا۔ اسلام کا نام میری وجہ سے بدنام ہو جائے عزیزوں کی چیخ و پکار اور ان دردناک نظاروں میں میں اپنے امرنیت کی پشت پر سوار ہو گیا۔ [illegible]

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ

مؤرخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۱ء

مسلمان ہمیشہ آپس کے تفرقہ سے برباد ہوئے ہیں

واذ تاذن ربک لیبعثن علیھم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم وقطعنٰھم فی الارض امما منھم الصٰلحون ومنھم دون ذلک وبلونٰھم بالحسنٰت والسیئات لعلھم یرجعون (الاعراف)

بنی اسرائیل کے ذکر میں یہ دو آیات قرآن کریم میں آتی ہیں پہلی آیت میں فرمایا تیرے رب نے بتا دیا ہے یا یہ اعلان کر دیا ہے کہ وہ ان کے اوپر قیامت کے دن تک ایسے لوگوں کو حاکم بناتا رہے گا جو ان کو بڑی سخت تکلیفیں اور دردناک عذاب پہنچاتے رہیں گے اس لئے کہ تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے مگر اس کی ایک اور صفت بھی ہے کہ وہ بڑا غفر کرنے والا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ایک قوم پر اتنی بڑی سزا کہ ان پر ایسے حاکم مسلط کر دیئے جائیں جو ان کو عذاب پہنچاتے رہیں ان کے کس جرم کی سزا ہے فرمایا وقطعنٰھم فی الارض امما ہم نے ان کو گروہ گروہ کر دیا ان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے دنیا میں پراگندہ کر دیا۔ قرآن کریم میں بعض اوقات ایک بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتی ہے مگر وہ انسان کے اپنے ہی فعل کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی فعل اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے لیکن وہ ایک قوم کے اعمال کا نتیجہ ہے یعنی اس قوم کا جتھا اور اجتماع نہ رہا اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ وہ ایسی زندگی بسر کریں کہ وہ ایک دوسری قوم کے محکوم ہوں

بعض اوقات محکومیت بھی ایسی ہوتی ہے

کہ ایک قوم اس حالت میں بھی اپنا بچاؤ کر سکتی ہے۔ اس میں قوم کا اجتماع اور جتھا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات ایک قوم ایسی محکوم اور ذلیل ہو جاتی ہے کہ وہ دکھوں اور تکلیفوں میں پھنسی جاتی ہے مگر وہ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتی۔ ان کے اندر اتفاق اور اتحاد کی روح نہیں ہوتی وہ ملک میں پراگندہ اور گروہ گروہ ہو جاتی ہے۔ ان آیات سے بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑا غضبناک خدا ہے کہ اس کا غصہ کبھی ٹھنڈا ہونے میں آتا ہی نہیں کیونکہ اس سزا کے آگے الیٰ یوم القیامۃ پڑا ہوا ہے یعنی ان پر ظالم حاکم قیامت کے دن تک مسلط کرتا رہے گا کبھی چھوڑے گا ہی نہیں۔

مگر اسکے بعد ہی فرمایا

وانہ لغفور رحیم عذاب اگرچہ قیامت تک کیلئے مقرر ہے تاہم گر کوئی اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ غفر کرنے والا بخش دینے والا اور بہت بڑا رحیم بھی ہے الیٰ یوم القیامۃ اس لئے فرمایا کہ جب ایک قوم باز نہیں آتی تو پھر اس کی سزا بھی اس پر قائم رہتی ہے اور اگر وہ اس کی طرف رجوع کرے اپنی بدکرداریوں سے توبہ کرے تو پھر وہ اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رجوع برحمت ہوتا ہے۔ بظاہر تو یہاں بنی اسرائیل کا ذکر ہے مگر جو شخص قرآن کریم کو پڑھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں جتنے تاریخی تذکرے گذشتہ اقوام کے آتے ہیں وہ کسی تاریخی غرض سے نہیں بلکہ مسلمانوں کی عبرت اور نصیحت کے لئے آتے ہیں۔ چنانچہ احادیث سے اسکی اکثر تصدیق ہوتی ہے

صحاح ستہ کی ایک حدیث ہے

اس میں ایک طرف اگر مسلمانوں کے عروج اور قوت کا ذکر ہے تو دوسری طرف یہ بھی بتایا ہے کہ ان پر بھی جب مصائب آئیں گے تو اسی وجہ سے آئیں گے کہ ان میں اتحاد نہیں رہے گا اور وہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ اس کے پہلے حصہ میں ہے ان ربی زوی لی الارض یعنی ساری زمین سکیڑ کر میرے سامنے کر دی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا کا نقشہ کسی کے سامنے آجاتا ہے اسی طرح ساری دنیا آپ کے سامنے سکیڑ کر لائی گئی حتی اریت مشارقھا ومغاربھا یہاں تک کہ مجھے اس زمین کے مشرقی اور مغربی ممالک دکھائے گئے۔ اس کے بعد فرمایا وان ملک امتی سیبلغ ما زوی لی منھا پھر مجھے بتایا گیا کہ تیری امت کی حکومت اس کے کناروں تک پہنچے گی یعنی مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔ واعطیت الکنزین الابیض والاحمر مجھے دو خزانے عطا کیے گئے ایک سرخ ایک سفید یعنی دنیا کی کالی اور گوری قومیں میری امت میں داخل ہوں گی۔ یہ تو اس امت کی کامیابیوں کا نظارہ ہے کہ اس کو بادشاہت اور حکومت ملے گی چنانچہ مشرق بعید اور مغرب بعید سب جگہ مسلمانوں کی حکومت پھیل گئی اور تمام ممالک میں اسلام پھیل گیا۔

مسلمانوں کی خستہ حالی کی پیشگوئی

مگر اسی حدیث میں ایک نظارہ کی طرف بھی توجہ دلائی وقال ربی یا محمد انی اذا قضیت قضاء فانہ لا یرد جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر کوئی اس کو روکنے والا نہیں وہ ہو کر رہتا ہے ولا اھلکھم بسنۃ بعامۃ میں اس امت کو عالمگیر قحط یا بھوک اور گرسنگی سے کبھی ہلاک نہ کروں گا ولا اسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیستبیح بیضتھم ولو اجتمع علیھم من بین اقطارھا حتی یکون بعضھم یھلک بعضا وبعضھم یسبی بعضا اور ان پر کسی دشمن کو ایسا تسلط دوں گا جو ان کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ دے۔ خواہ زمین کے کناروں سے سب دشمن اکٹھے ہو کر ان پر آجائے۔ مگر یہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگیں گے اور خود ایک دوسرے کے غلام بنانے کا موجب ہوں گے۔ مسلمانوں میں بہت لوگ ہیں جو حدیث کے نام سے گھبراتے ہیں اور اس کو لغویات کا مجموعہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس ایک حدیث کو ہی لیکر اگر غور کیا جائے تو اس زمانہ کے متعلق آج ساری اسلامی دنیا کو سامنے لا کر اگر اس کا کوئی نقشہ کھینچا جائے تو اس سے بہتر نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ اسلام کی تاریخ کو اٹھا کر دیکھو کہ مسلمانوں کی حکومت سب جگہ پہنچی کہ وہ مشرق سے مغرب تک حکمران ہو گئے پھر کس طرح وہ حکومت اور وراثت برباد ہو گئی جہاں کسی طرح

مسلمانوں کا دشمن ان کو ہلاک نہ کر سکا

تو ہمیشہ دشمن نے ان میں سے ایک دوسرے میں دشمنی ڈلوا کر ان کو ہلاک

کر دیا یہ تو پرانے زمانہ کی باتیں ہیں کہ مسلمانوں کی حکومت آپس کی خانہ جنگی سے برباد ہوئی۔ آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ غور کی بات ہے جب کانگرس اور گورنمنٹ میں صلح کی طرح ڈالی گئی ہے اسی وقت سے کانگرس یا گاندھی نے ہندو مسلمانوں میں صلح کرانے کی آمادگی ظاہر کی ہے اور اس کی ضرورت ظاہر کی ہے کہ اس کا فیصلہ ہو جانا چاہئے انہوں نے کہا کہ صلح کے بعد وہ مفاہمت کی طرف توجہ کریں گے۔ بظاہر نہایت وسعت قلبی کے ساتھ یہ بھی کہا گیا اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا گیا کہ تم فکر مت کرو

میرے پاس سفید کاغذ لے آؤ

اس کے نیچے میرے دستخط کرالو اور اس کے اوپر جو چاہو لکھ لو سب لوگ گاندھی جی کے اس فقرے پر عش عش کرا ٹھے کہ واقعی اتنے وسیع قلب کا انسان اس قابل ہے کہ اپنا سفید و سیاہ سب کچھ اس کے سپرد کر دیا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ سفید کاغذ پر دستخط کرنے کا جب وقت آیا تو بات اس کے برعکس نکلی۔ دہلی میں مسلم کانفرنس ہوئی اور سب مسلمانوں نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ وہ اپنا جداگانہ انتخاب کا حق جو اب بھی ان کو حاصل ہے نہ چھوڑیں گے۔ البتہ اس کانفرنس میں بحیثیت جماعت صرف وہ مسلمان شامل نہیں ہوئے جو کانگرس اور گاندھی جی کے زیر اثر تھے۔ باقی تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے نمائندے تھے۔ قوم پرستوں میں سے صرف چند لوگ تھے مگر جب یہ مسلمانوں کا فیصلہ گاندھی جی کے پاس لے جایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ اسے ہندوؤں سے منظور کرا دیں تو گاندھی جی سے اس عذر پر کہ قوم پرست مسلمان اس فیصلہ میں شامل نہیں

مسلمانوں کے مطالبہ کو رد کر دیا

اور یہ کہا کہ میرے ساتھ جو نیشنلسٹ (قوم پرست) مسلمان ہیں وہ جداگانہ انتخاب کو منظور نہیں کرتے ہیں تو ماننے کو تیار ہوں مگر تم اپنا متفقہ فیصلہ لاؤ میں ایک ایک ہندو کے پاس جاؤں گا اور اس کی منت کروں گا کہ وہ مان لے۔ اور باتیں کرتے کرتے مسلمان لیڈروں نے ان کو اس بات پر لانا چاہا کہ وہ خود حسب وعدہ دستخط کر دیں ہمیں اور کسی کے ماننے نہ ماننے کی سردست پروا نہیں۔ مگر

گاندھی جی کی ایک نہیں کی نہیں رہی

ایک دفعہ جو منہ سے نہیں نکل گئی تو پھر ہاں نہ نکلی۔ سب وعدے اور وسعت قلبی کے دعوے دریا برد ہو گئے۔ اس میں جو قابل غور بات ہے وہ ان لوگوں کا طریق عمل ہے کہ جو نیشنلسٹ اور کانگرسی کہلاتے ہیں۔ جب تک ملک اور حکومت کی جنگ تھی اس وقت تک وہ ملک کے بڑے حصہ کے ساتھ ملے رہے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نہیں ملے لیکن جب ہندو مسلم مفاہمت کا سوال اٹھا تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ مسلمانوں کی صف میں کھڑے ہوتے مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور ان کا انکار ہی گاندھی جی کے انکار کی بنا ہے۔ مسلمان پولیٹیکل نقطہ نگاہ سے تین گروہ ہیں۔ بڑا حصہ وہ ہے جو شروع سے ہی اپنے پولیٹیکل مطالبات میں کانگرس سے الگ رہے ہیں۔ دوسرے وہ جو ابتدا میں کانگرس کے ساتھ تھے لیکن وہ اس وقت کانگرس سے الگ ہو گئے جب ہندو مسلمانوں کے حقوق کا جھگڑا شروع ہوا اور کانگرس نے مسلمانوں کے مطالبات کو ٹھکرا دیا

ان میں وہ لوگ بھی موجود ہیں

کہ جنہوں نے ۱۹۲۰ء میں کانگرس کے ساتھ مل کر تکالیف اور مصیبتیں اٹھائیں۔ جیل گئے اور اپنے بال بچوں کی بھی پرواہ نہ کی غرض جو کچھ ہندوؤں نے دکھ اور تکلیفیں اٹھائیں وہ ان مسلمانوں نے بھی اٹھائیں۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو اب بھی کانگرس کے ساتھ ہے۔ اب ہندو مسلم تعلقات کے سوال کو حل کرنے کے لئے لازمی بات یہ تھی کہ یہ تینوں مسلمان گروہ اکٹھے ہوتے لیکن اس وقت جو گروہ مسلمانوں کے ساتھ شامل نہیں ہوتا وہ وہی گروہ ہے کہ جو کانگرس کے یا ہندوؤں کے زیر اثر گروہ ہے اب اس پر یہ سوال اٹھانا کہ وہ جو مسلمان ہمارے ساتھ ہیں وہ تمہارے مطالبات سے متفق نہیں ایک نامعقول سی بات ہے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاملہ گورنمنٹ کے سامنے پیش ہوتا ہے اور گورنمنٹ یہ جواب دیتی ہے کہ چونکہ تم سب اس امر پر متفق نہیں ہو۔ اس وقت قوم پرست اس کو گورنمنٹ کی چالبازی قرار دیتے ہیں کہ یہ سب نہ ماننے کا بہانہ ہے۔ اب جب ویسا ہی موقعہ آپس میں پیش آیا تو وہی چال اختیار کی گئی۔ جب یورپین آبادی نے آئندہ دستور میں اپنی حفاظت کا مطالبہ پیش کیا تو اس کا جواب گاندھی جی نے کیا اچھے الفاظ میں دیا کہ تم کو کیا فکر ہے

میں تو ہندو راج کا دشمن ہوں

یہاں تو ہندو مسلمان سب ایک جیسے رہیں گے یہاں کسی پر ظلم ہونا ناممکن ہے وہ تو انصاف کی حکومت ہوگی۔ واقعات کے سامنے یہ باتیں محض سبز باغ ہیں اصلیت تو کچھ اور ہی نظر آتی ہے۔ یہ صرف دل خوش کن خیالات ہیں۔ اوّل تو سب ہندو گاندھی نہیں دوسرے گاندھی جی نے خود جو نمونہ اس موقعہ پر دکھایا ہے وہ ہر ایک اقلیت کے لئے دل شکن ہے۔ اس سے کم از کم اتنا تو پتہ چل گیا کہ

گاندھی جی کے دل میں بھی مسلمانوں کیلئے

انصاف اور وسعت موجود نہیں

ورنہ اس کے لکھ دینے میں ان کو عذر کیوں ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسلمانوں کے مطالبات پیش ہوتے وقت مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا

انہوں نے اسلام کے ساتھ وفاداری نہیں کی

ایسے وقت میں مسلمانوں کے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس نازک وقت میں انہوں نے ایک الگ ٹولی بنالی اور یہ کہا کہ

وہ اپنے مطالبات الگ کرینگے

لیکن سوال یہ ہے کہ وہ مطالبات بھی تو گاندھی جی کے پاس ہی جائیں گے وہ ان کو کس منہ سے لیں گے جب اس نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے مطالبات کو اس لئے رد کر دیا کہ وہ مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ نہیں **تو وہ چند کانگرسی خیال کے مسلمانوں کے مطالبات کو کس طرح مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ سمجھ لیں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ ان کو بھی رد کر دیں گے**

پس اس لئے یہ یاد رکھو کہ مسلمانوں کے لئے یہ نہایت ہی نازک وقت ہے۔ اور جو لوگ اس وقت مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ پیش ہونے میں سد راہ ہیں وہ اسلام کے خیر خواہ نہیں کہلا سکتے۔ تعجب یہ ہے کہ ان کا ایمان تو اس پر ہے کہ جو گاندھی جی کہتے ہیں۔ وہی درست ہے۔ انہوں نے کہا درجہ نو آبادیات چاہئے۔ اس وقت قوم پرست مسلمانوں نے بھی اسی کی تائید کی پھر گاندھی جی نے کہا کہ نہیں ہمیں کامل آزادی چاہئے۔ انہوں نے بھی کہا بالکل درست گاندھی جی نے کہا۔ مذہب آزادی انہوں نے کہا آمنا اس نے کہا۔ انکار انہوں نے کہا بالکل بجا پھر ادھر سے آواز آئی سول نافرمانی انہوں نے کہا بالکل ٹھیک۔

تمام باتوں میں ہمارے قوم پرست مسلمان

بغیر سوچے گاندھی جی کی ہاں میں ہاں ملاتے گئے لیکن گاندھی جی کی نافرمانی کی تو کب؟ جب گاندھی جی نے مسلمانوں سے کہا اپنا متفقہ مطالبہ لاؤ۔ اس پر قوم پرست مسلمان اڑ گئے کہ ہم مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کی شرط کبھی پوری نہ ہونے دیں گے۔ اس وقت متفقہ مطالبہ میں یہی قوم پرست مسلمان روک ہیں وہ متفقہ مطالبہ ہونے نہیں دیتے۔ اور گاندھی جی ہیں کہ اس پر اڑے بیٹھے ہیں۔ اب کیا کیا جائے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ یا

آیا کوئی سازش ہے؟

یا کوئی لوگ دوسروں کے ہاتھ پر بک چکے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے اندر اس لئے نہیں آتے کہ وہ دوسروں کے مقابل بہت ہی قلیل ہیں۔ اور ڈرتے ہیں . . . .

. . . ان کی رائے پر کثرت کی رائے غالب آجائے گی مگر یہ لوگ قوم کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں اسلام اور مذہب کی اہمیت بھی ان کے دلوں کے اندر نہیں رہی۔ ایک شخص نے نماز کے لئے کانگرس کے جلسہ میں ۱۵ منٹ کے لئے التوا چاہا تھا کس قدر شرم اور رونے کا مقام ہے کہ مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی۔ اس وقت مسلمانوں کی زندگی کے لئے متفقہ طاقت درکار ہے ان کو چاہئے کہ وہ سب اکٹھے ہو جائیں۔ ابھی کون جانتا ہے کہ ان کے

متفقہ مطالبہ کو بھی کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا

سینکڑوں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حکومت اگر دوسری ہے تو ملک کے لوگ کون سے ان کے خیر خواہ ہیں مگر مسلمانوں کا اپنی قوم کی جڑوں کو کاٹنا نہایت ہی رنجیدہ اور افسوسناک منظر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حتی یکون بعضهم یملك بعضا لبعضه یہ بات ہے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

قوم کے پاؤں میں غلامی کی زنجیریں

پڑیں گی اور آئندہ آنیوالی نسلیں کس طرح ان کی نسبت کوئی کلمہ خیر کہیں گی نہیں بلکہ ان کارروائیوں پر لعنت اور ملامت کریں گی مسلمانوں کی یہ ذہنیت کیوں ہو گئی ہے۔ غیروں کے ساتھ وہ اکٹھے ہو سکتے ہیں لیکن مسلمان مسلمانوں کے ساتھ مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ سب جگہ یہی نقشہ نظر آتا ہے کہ یہ اپنوں کو گراتے ہیں ان کی مخالفت کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہندوؤں میں اگر کسی کو جنون بھی ہوتا ہے تو دوسروں کے مارنے کے لئے

اور مسلمان جنون ہوتا ہے

تو وہ پہلے اپنوں پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں کی اس قدر مکروہ ذہنیت کیوں ہوگئی ہے کہ سب سے پہلے اپنے اقربا پر ہی حملہ کرتے ہیں دلوں میں حاسدانہ خیالات بھرے پڑے ہیں۔ ان کے اندر صفائی نہیں اور اتفاق کے ساتھ آگے نہیں چلتے بلکہ چلتے ہوئے کام میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔ اس کا علاج سوائے اس کے کچھ نظر نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے تاکہ یہ قوم جو تباہی کی طرف جا رہی ہے خدا اس کو بچا سکے۔ [illegible]

دماغوں میں علم اور دلوں میں قوت نہیں۔ اگر قوم ہی زندہ نہ رہی تو ملک کی آزادی کس کام آئے گی۔ خوب یاد رکھو قوم اتفاق اور اتحاد سے ہی بچ سکتی ہے۔

قوم پرستوں کی مسلمانوں کے ساتھ نہ ملنے کی وجہ

اس وقت لوگ یہی قرار دیتے ہیں کہ مخلوط انتخاب میں انہیں آگے بڑھنے کا موقعہ ہے۔ ہندو ان کو اپنی رائیں دیں گے۔ اگر یہ درست ہے تو یہ ذاتی اغراض پر قومی اغراض کو قربان کرنا ہے اور یہی ذاتی اغراض قوم کی بربادی کا باعث ہوتی رہی ہیں۔

بقیہ صفحہ ۴

گہرے احساسات بھی پیدا وجد میں آگئے۔ وہ نوجوان کے اس جذبہ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ اسلامی تعلیم کی ایک کامل فضا اسوقت وہاں پیدا ہوگئی کہ جس کے اثر سے بوڑھے باغبان کے بیٹے بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے انہوں نے عرض کی خلیفہ وقت اس نوجوان نے ہمارے باپ کو قتل کیا اور ہم اسکو شریعت کی سزا دلانے کی کوشش کرتے رہے لیکن اب ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم اپنے باپ کی موت کا بدلہ لینے میں عفو اور درگزری کی اعلےٰ تعلیم کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اولہ کا بدلہ جائز ہے مگر مجرم کو بخش دینا یہ خدا کی نگاہ میں زیادہ پسندیدہ ہے کبھی یہ نہ کہا جائے کہ اسلام کے دونالائق بیٹے معافی اور درگذر میں اس قدر تنگ دل تھے۔ ہماری وجہ سے اسلام پاک کا نام بدنام نہ ہو اسلئے ہم اس نوجوان کو معاف کرتے ہیں اب کا سب مجمع لڑکوں کے ان الفاظ پر اللہ اکبر کے نعروں میں مصروف ہوگیا اس معاملہ کے بخیر و خوبی انجام پذیر ہونے پر نہایت خوشی کا سماں چھا گیا۔ ملائکہ قدس اس نظارہ پر باہم سرگوشیاں کرنے لگے کہ جب تک ایسی مومنانہ اخوت۔ ایفاء عہد کا یہ زبردست جذبہ اور عفو و درگزر کی یہ روح، فرزندان اسلام میں موجود رہے گی اسلام کو دنیا میں کوئی خطرہ نہیں"۔

آریوں کی تاریخدانی

آریہ گزٹ نے الفضل قادیان کے ایک جائز مطالبہ پر ایک بے سروپا نوٹ لکھا ہے۔ کسی ہندو متعصب ممتحن نے طلباء کو امتحان میں دو ایسے سوال دیئے ہیں جن سے اس ممتحن کی مسموم ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔ سوالات یہ ہیں :-

۱۔ ثابت کرو۔ ہندوستان میں گپتا خاندان کا زمانہ سنہری زمانہ تھا۔

۲۔ ثابت کرو۔ بابر کا خاندان باغی بیٹوں کی لعنت میں مبتلا رہا

آریہ گزٹ کہتا ہے کہ ان سوالوں کے دینے میں کوئی ہرج نہیں کیونکہ یہ مسلمان بادشاہ ایسے ہی تھے۔ اور پھر حضرت اورنگزیب علیہ الرحمۃ کے متعلق یہ بکواس کی ہے کہ انہوں نے معاذ اللہ مکاری کی یہ آریوں کے اخلاق اور ان کی تہذیب کا نمونہ ہے اگر اسی طرح کوئی مسلمان یہ لکھ دے کہ ہندو مورخین کے نزدیک بھی سیوا جی خبیث سم اور سگ بے دم تھا تو آریہ اور ہندو پریس زمین سر پر اٹھا لیں یہ باتیں ہیں کہ جنکی وجہ سے ملک میں فسادات بڑھتے ہیں مگر آریہ اسی لئے ہوئے ہیں کہ فساد کریں اور ملک میں کبھی امن نہ ہونے دیں۔

پیغام صلح میں اشتہار دینا کامیابی کا کلید ہے

سودی قرضہ

حصہ پہلا

شادی خانہ بربادی

(گذشتہ سے پیوستہ)

ننھے کی شادی ہوئے پانچواں دن ہے۔ ٹھیکیدار گدی پر بیٹھے ہیں۔ منشی اخراجات کے بل پیش کر رہا ہے۔

منشی۔ حضور یہ طوائف کا بل آیا ہے۔

ٹھیکیدار۔ کتنے کا ہے۔

منشی۔ غریب پرور صرف پانصد روپیہ کا ہے۔

ٹھیکیدار۔ کچھ پرواہ نہیں ادا کر دو۔ روپیہ ایسے ہی موقعوں کیلئے کمایا جاتا ہے۔ اچھا اور کچھ۔

منشی۔ حضور یہ ڈھولیوں کا بل ہے۔ دو صد روپیہ کا ہے۔

ٹھیکیدار۔ ہاں سب دیئے جاؤ۔ اچھا اور بولتے جاؤ۔

منشی۔ آتش باز تین صد روپیہ۔ باجے والے پچاس روپیہ۔ بنڈو ل کا خرچ دو صد روپیہ۔ تانگوں کا ایک سو پچاس گیس لیمپ ایک سو ساٹھ۔ دری غلیچہ وغیرہ یکصد روپیہ۔ اجناس کا کل خرچ دو ہزار پانصد روپیہ پکانیوالے سقے۔ کمہار برتنوں کا کرایہ وغیرہ کل پانصد روپیہ۔ قاضی صاحب کو نکاح خوانی سوا روپیہ کل خرچ چار ہزار چھ سو ساٹھ روپیہ چار آنہ

ٹھیکیدار۔ ہیں یہ کیا کہا نکاح خوانی کے سوا دو روپیہ۔ منشی جی کچھ خیال تو کیا کرو سوا روپیہ کا دستور ہے۔ آپ نے سوا دو روپیہ دیئے۔

منشی۔ جی حضور ایک روپیہ مسجد کا بھی قاضی صاحب کو دیا گیا۔

ٹھیکیدار۔ جاؤ جاکر قاضی سے ایک روپیہ واپس لاؤ وہ مسجد کا بچا لگتا ہے ہم نے نماز پڑھنی ہوگی تو خود مرمت کرا لیا کرینگے۔

منشی جاتا ہے۔ دل میں سبحان اللہ ساری تقریب میں دے دے کے۔ صرف ایک ہی جائز خرچ ہوا اس پر پیچ لے دئے۔ اللہ تیری پناہ (قاضی صاحب کے مکان پر)

قاضی صاحب (دروازہ کھولکر) آیئے منشی صاحب خیریت کسطرح آنا ہوا

منشی۔ جناب کیا عرض کروں ٹھیکیدار صاحب ناراض ہوگئے کہ مسجد کا روپیہ قاضی کو کیوں دیا جب ضرورت ہوگی ہم خود مرمت کرا لیں گے۔

قاضی صاحب۔ تو منشی صاحب اب تو میں وہ روپیہ خرچ کر بیٹھا کیا کیا جائے۔

منشی۔ مضایقہ نہیں۔ میں ادا کر دوں گا۔ دیکھو قاضی صاحب بڈھے کو کیا ہوگیا۔ قرض لیکر اتنی فضول خرچی کی کہ جسکی کوئی حد و نہایت نہیں سڑک کا کام ابھی آدھ بیچ میں پڑا ہے۔ مجھے تو یہ فکر ہے کہ یہ اس تمام قرضے کو کیسے ادا کرے گا۔

قاضی بھائی امیر آدمی ہیں ایک ہی ٹھیکہ میں اگر خدا دے تو عمر کی روٹیاں آسکتی ہیں

منشی اچھا دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ سلام۔

(۲)

ننھے کی شادی ہوئے دو سال ہوچکے ہیں۔ اللہ نے ایک بیٹا بھی دے دیا۔ جو اس وقت ایک سال کا ہے۔ ننھے خاں بیٹھے حقہ پی رہے تھے کہ اتفاقاً نیچے سے جو فرش پر بیٹھا ہوا کھیل رہا تھا ہاتھ مارا چلم گر کر بچے کے منہ پر آرہی۔ آنکھ کے [illegible] پاس [illegible] گیا انگوٹھی [illegible]

ماہ علاج معالجہ کرنے کے بعد بچہ راضی ہوا۔ مگر چہرے پر ایک داغ جلے کا نشان باقی رہ گیا چونکہ آج بچہ بالکل صحت یاب ہوگیا تھا اسلئے جراح کو فیس اور کچھ انعام دینا تھا۔ ننھا ٹھیکیدار صاحب کے کمرہ میں گیا تاکہ ان سے چھ روپیہ جراح کے لئے مانگے۔ مگر جب کمرہ کے دروازہ تک پہنچا تو دروازہ کو اندر سے بند پایا۔ پاس ہوکر جھانکنے لگا شاید سو نہ گئے ہوں۔ تو اندر سے کچھ الفاظ سنائی دیئے۔

"سرکار کیطرف سے اب تک صرف دس ہزار روپیہ ملا ہے دس بارہ ہزار کے بل ابھی پاس نہیں ہوئے۔ پانچ ہزار تو لالہ جی کو دے چکا ہوں باقی کچھ کام پر اور کچھ گھر کے اخراجات پر صرف کیا ہے۔ سڑک کا کام قریب ایک سال سے بند ہے۔ روپیہ کے بغیر کسطرح کام چلے گا گورنمنٹ سڑک کا تقاضا کر رہی ہے۔ آج صبح پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ کا ایک حکم نامہ پہنچا ہے۔ کہ یا تو چھ ماہ کے اندر اندر سڑک بنا دو ورنہ جواب دو تاکہ کسی اور کو ٹھیکہ دیا جاوے۔ اگر سڑک جلدی نہ بنی اور سرکار نے اور کو ٹھیکہ دے دیا۔ تو میرا تمام روپیہ سرکار ضبط کرلیگی اور میں دیوالیہ مشہور ہو جاؤں گا ایسی حالت دیکھ کر ادھر لالہ صاحب آ دھمکیں گے کیا کیا جاوے اور کیا نہ کیا جائے عجب مصیبت میں جان آگئی ہے۔ (کچھ سوچ کر) اچھا دیکھیں شاید مان جائے۔ یہ کہتے ہوئے ٹھیکیدار صاحب اٹھے۔ دروازہ کھولا۔ ننھے نے سلام کیا جراح کے لئے روپیہ لیکر چلا آیا۔ ادھر ٹھیکیدار صاحب بھی گھر سے نکل کر اپنے قدیمی مربی لالہ گردھاری لعل کے مکان پر پہنچے۔

ٹھیکیدار۔ لالہ صاحب بندگی۔

لالہ۔ بندگی جناب بندگی۔ ٹھیکیدار صاحب اب تو آپ نے ملنا ہی چھوڑ دیا معلوم ہوتا ہے اب آپ کو کام بہت رہتا ہے

ٹھیکیدار۔ لالہ صاحب کام تو اس قدر ہے کہ ختم ہونے ہی میں نہیں آتا۔ مگر کیا کریں بارہ ہزار کے بل پھنسے پڑے ہیں۔ سرکار کا دیوالہ نکل گیا۔ بلوں کو پاس کرنے کا نام تک نہیں لیتی الٹا آج ایک حکم نامہ میرے نام بھیج دیا کہ کام کو پورا کرو ورنہ سرکار کسی اور کو ٹھیکہ دینے پر مجبور ہوگی۔ اب میں اس فکر میں ہوں کہ کیا کروں

لالہ۔ جناب میرا تو یہ خیال ہے کہ سودی قرضہ لینے کی بجائے جائداد کا کچھ حصہ گرو رکھ کر کام چلالیں جب سرکار سے روپیہ ملے گا چھڑا لینا

ٹھیکیدار۔ ہاں صاحب تجویز تو بہت اچھی ہے۔ مگر اس میں میری بڑی بندھی ہوئی ساکھ ہوا اڑ جائیگی اب تک تو سب کو یہ گمان ہے کہ میں مالدار ہوں کل کو میری مفلسی کا راز آشکارا ہوگیا تو بے عزتی اور ندامت کے علاوہ سرکاری ٹھیکہ جات بھی ملنے بند ہو جاویں گے۔

لالہ۔ تو میں ایسا انتظام کر دوں گا کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو بس آپ گیٹی سے نقشہ بنوا لائیں تو جس قدر روپیہ درکار ہو لے لیں۔

ٹھیکیدار۔ اچھا تو میں کل تک اس کا جواب دونگا۔ بندگی عرض

تیسرے روز لالہ جی کی دکان پر نقشہ پیش کرتے ہوئے

ٹھیکیدار۔ لیجئے لالہ صاحب آج کے نرخ سے پچیس ہزار کا مکان ہے بیس ہزار میں گرو رکھ لیجئے۔

لالہ۔ ٹھیکیدار صاحب اتنا روپیہ تو میں نہیں دے سکتا۔ آپ پانچ ہزار روپیہ لے جائیں۔ جب آپ کو سرکار سے روپیہ ملے اپنی جائداد واپس لے لیں۔ اور اسوقت تو میں صرف اسی قدر روپیہ دے سکتا ہوں۔ پھر ضرورت ہوئی تو اور لے جانا ابھی آپ کام تو چلائیں۔

الغرض پچیس ہزار کی جائداد پانچ ہزار میں گرو رکھی اور پندرہ فیصدی سود مقرر ہوا۔

ٹھیکیدار نے کام شروع کر دیا ادھر کچھ روپیہ سرکار سے بھی مل گیا۔ اور چند ہی روز میں پھر دہی آن بان ہونے لگی۔ اسی اثنا میں قضا الہی سے انفلوئنزا کا سیلاب آیا۔ اور ٹھیکیدار اور دستم [illegible]

باقی بر صفحہ نمبر ۷ کالم نمبر ۳

خبریں

—— بمبئی ۱۳ اپریل گذشتہ رات مسلمانوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں تقریر کرتے ہوئے مولانا شوکت علی نے گاندھی جی کے طرز عمل پر کڑی نکتہ چینی کی۔ جس کے دوران میں آپ نے فرمایا۔ کہ مسلمانوں کو گاندھی جی سے مطلقاً انصاف کی توقع نہیں۔ سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر ضرورت پڑی تو میں اسلامی حقوق کے تحفظ کی خاطر ہزاروں گاندھیوں سے تنہا لڑوں گا۔

—— حکومت صوبہ متحدہ نے کانپور کے فرقہ وارانہ فسادات کی تحقیقات کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی ہے یہ تحقیقات کھلی ہوگی۔ کمیٹی حالات اور کوائف جمع کرے گی۔ اور معلوم کرے گی۔ کہ فساد کی مختلف منازل پر مقامی حکام نے کیا انسدادی تدابیر اختیار کیں اور وہ کہاں تک کافی تھیں۔

—— پشاور ۱۳ اپریل۔ خفیہ پولیس کے اعلیٰ افسر یار محمد خاں کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون مرحوم نے بچہ سقہ کے خلاف جنگ میں اعلیٰ حضرت غازی نادر قلی(?) کی گراں قدر خدمات انجام دی تھیں۔

—— کانپور کے ہندوؤں نے ان محلوں میں جہاں ان کی کثرت تھی مسلمانوں کو بےرحمی سے قتل کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ سبزی منڈی، ہیرا گنج، موتی محال، بنگالی محال اور لاٹھی محال کے بیشتر مسلمان شہید کر ڈالے گئے اللہ رکھو ٹھیکیدار نزد کانپور کے ایک باحیثیت مسلمان تھے۔ ان کا پچاس ہزار روپیہ نقد لوٹنے کے علاوہ ان کے مکان کو آگ بھی لگا دی گئی، وہ ٹھیکیدار مرحوم مع اہل و عیال مکان کے اندر جل کر مر گئے سب سے بڑی بےرحمی بزدلی اور [illegible] ہندوؤں نے یہ کی کہ جس مکان میں آگ لگائی گئی اور اس کے شعلے بلند ہونے لگے ماں اور مرحوم مع بال بچوں کے مکان سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو ظالم ہندوؤں نے انہیں اسی جلتے مکان میں لاٹھیوں سے دھکیل دیا اور ان کے نکلنے کا راستہ باہر سے بند کر دیا۔

بچوں اور عورتوں پر مظالم

اسی طرح ناؤ گنج اور مدھانی محال(?) میں کیا گیا۔ پہلے تو ان محلوں کے ہندوؤں نے مسلمان تاجروں کے مکان لوٹے اس کے بعد چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچوں کو ماؤں کے سینوں سے کھینچ کر چیر ڈالا۔ خواتین کی چھاتیاں کاٹ ڈالیں برسٹ پر جو خالص ہندوؤں کا محلہ ہے۔ جہاں کل چالیس غریب مسلمان رہتے تھے۔ تہ تیغ کر دیئے گئے۔ اور ان میں سے تین کے سوا اور کوئی زندہ بچ کر نہیں نکلا۔ گوال ٹولی کے مسلمان کلیتہً تباہ کر دیئے گئے اس محلے کی کوئی مسجد ایسی نہیں جس میں آگ نہ لگائی گئی ہو۔

—— چوک کی شاندار مسجد مسمار کر دی گئی۔ لال محمد جو چوک کے قدیمی رئیس تاجر ہیں۔ ان کا تقریباً ایک لاکھ روپیہ نقد لوٹ لیا گیا۔ دوسرے شیخ عبدالحق صاحب جو موزہ بنیان کے لائن میں سب سے بڑے تاجر تھے۔ ان کی دوکان کا سب مال لوٹ لیا گیا۔ اب ہر دو بالکل تباہ ہیں

—— بنگالی محال کی وہ مسجد جو شاہی زمانے کی بنی ہوئی تھی۔ اور جو اپنی مضبوطی اور وسعت خوبصورتی کے اعتبار سے شہر کی تمام مسجدوں سے بہتر تھی جلا کر مسمار کر دی گئی

—— بمبئی کے دو تاجر جو نئے گنج میں شکر کی تجارت کرتے تھے اور جن کے یہاں اسی دن پچاس ہزار کا مال آیا تھا۔ لوٹ لیا گیا۔ ماسٹر محمد حنیف محمد نصیر جیلبار(?) غلہ کے سب سے بڑے تاجر تھے جن کی دوکان میں تقریباً ایک لاکھ کا مال موجود رہا کرتا تھا۔ بالکل تباہ کر دیئے گئے۔

بخلاف اس کے مسلمان محلوں میں جہاں ہندوؤں کی تعداد کسی قدر کم تھی وہاں مسلمانوں نے ہندوؤں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا اور ان کو قتل کرنے کی بجائے اپنے گھروں میں پناہ دی چنانچہ بیگم گنج جو مسلمانوں کا محلہ کہا جاتا ہے اور جہاں خونریز امکان واقع ہے وہاں کوئی ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ وہاں مسلمانوں نے کسی ہندو کی جان لی ہو

—— مولینا شوکت علی کل دہلی سے بمبئی پہنچ گئے ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندہ کے ساتھ دوران ملاقات میں آپ نے کہا کہ گاندھی جی [illegible] میں شامل ہوں یا نہ ہوں لیکن مسلمانوں نے اس کا عزم صمیم کر لیا ہے کہ وہ کانفرنس میں ضرور شامل ہوں گے!

—— مالٹا(?) میں یہودیوں نے ایک سلسلے میں انگلستان کی دو رخی پالیسی کا خاکہ اڑانے کے لئے مسٹر میکڈانلڈ کا ایک مجسمہ کھڑا کیا جس کے دو سر بنائے گئے اس کی ایک جانب ایک یہودی کھڑا تھا۔ اور دوسری جانب ایک عرب مجسمہ دونوں کی طرف مخاطب تھا اور کبھی مسکرا دیتا اور کبھی منہ پر تیوری چڑھا لیتا تھا

—— پچھلے دنوں حیدرآباد دکن کے ہندوؤں نے اپنے ایک جلسے میں مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت بہادر کو دعوت دی اور اس دعوت کے سلسلے میں ہزارہا آدمیوں کا جلوس نکالا جس میں سکھ بھی شریک ہوئے عورتیں بھی شامل ہوئیں بے شمار آریہ سماجی لاٹھیاں اور تلواریں اٹھائے ہوئے ساتھ ساتھ تھے۔ اور نعرے لگا رہے تھے سارے سنسار کو آریہ بنا لو۔ گیٹ پر بھی یہی فقرہ لکھ رکھا تھا جلسے میں بھی مسلمانوں کو اور ان کی مذہبی کتاب کو نشانہ اعتراض بنایا گیا۔ اور انہیں چھیڑ چھیڑ کر چیلنج دیا گیا

—— ڈاکٹر کچلو کی زیر ہدایت غیر ملکی کپڑا فروخت کرنے والی دکانوں پر پرامن پکٹنگ شروع کر دیا گیا ہے۔ کپڑے کی منڈیوں کے دروازوں پر ملا رضاکار جن میں چند ایک خواتین بھی شامل ہیں متعین کر دیئے گئے ہیں حکام کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔

—— مسلم ایسوسی ایشن سیالکوٹ میں مندرجہ ذیل قرار دادیں متفقہ طور پر منظور ہوئیں۔ یہ جلسہ گورنمنٹ کے قانون انتقال اراضی پر ترمیمی مسودہ قانون کی پرزور حمایت کرتا ہے اور پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے اراکین سے استدعا کرتا ہے کہ پنجاب کے زمینداروں کی زبوں حالی کو مدنظر رکھتے ہوئے جلد از جلد اسے قانونی شکل دیں

(۲) نیز ایسوسی ایشن ہذا گورنمنٹ پنجاب کا اس امر کے لئے شکریہ ادا کرتی ہے کہ اس نے زمینداران پنجاب کی ابتری کو محسوس کرتے ہوئے اس پر توجہ کی ہے

—— پشاور ۱۲ اپریل گذشتہ جون کے حملہ میں تین آفریدی زخمی ہو کر گرفتار ہوئے تھے انہیں ملک معظم کے خلاف جنگ برپا کرنے کے جرم میں دفعہ ۱۲۱ الف کے ماتحت سزا دی گئی دو کو پانچ پانچ سال اور ایک کو ۷ سال کی سزائے قید دی گئی!

—— بمبئی ۱۳ اپریل۔ اخبار ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار سے ایک ملاقات کے دوران میں مولینا شوکت علی نے فرمایا۔ کہ آج گاندھی جی کا وجود ہندوستان اور ہندوستانی سیاسیات کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ گاندھی جی نہ صرف ہندوؤں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں ذبح کرانا چاہتے ہیں۔ جداگانہ نیابت کے متعلق مولینا نے فرمایا۔ بنارس مرزاپور آگرہ کانپور میں جو کچھ ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس کے بعد مسلمان جداگانہ نیابت کا مطالبہ ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔ اس سلسلے میں گاندھی جی اپنے مٹھی بھر ہم جیسوں کے ذریعہ سے جو مہم شروع کریں گے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ فتنہ انگیزی اور فساد برپا کرنا چاہتے ہیں

—— مسٹر بشیر الدین احمد سکرٹری مسلم ریلیف کمیٹی کانپور [illegible] نے فسادات کے سلسلے میں اطلاع شائع کی کہ یہ اطلاع یٰسین خاں کے مکان کے متعلق ہے جس میں فقیر محمد حیدرآبادی(?) کے خاندان کے ۱۶ آدمیوں نے پناہ لی تھی ان میں یٰسین خاں کے خاندان کی ۴ عورتیں اور ۳ بچے بھی شامل ہیں مکان کو آگ لگا دی گئی اور تمام کے تمام آدمی اندر ہی جل گئے۔ مردوں کی تعداد ۸ نہیں۔ بلکہ ۱۱ ہے باقی ماندہ پانچ آدمیوں کے متعلق پتہ تک نہیں۔ کہ ان کے ساتھ کیا گذری۔

—— کہا جاتا ہے کہ شردھانند دلت ادھار سبھا دہلی کے سیکرٹری سوامی رامانند سنیاسی اور دیگر ارکان کے سول نافرمانی کی تحریک میں سرگرم حصہ لینے کی وجہ سے حکومت نے سبھا کے متعدد سکولوں کی گرانٹ بند کر دی۔ اس کے علاوہ شردھانند نگری میں سبھا کے سکولوں کے لئے حکومت کی طرف سے جو پندراں سو روپیہ کا تعمیری گرانٹ دیا گیا۔ اس کی واپسی کے لئے سبھا کے خلاف دیوانی دعویٰ دائر کر دیا گیا ہے

—— گذشتہ شب جامع مسجد میں ایک تقریر کے دوران میں مولانا نے فرمایا۔ کہ وہ امن و اتحاد کے لئے ہر ممکن مدد دینے کے لئے تیار ہیں لیکن وہ مسلمانوں کے حقوق اور مفاد کو کسی قیمت پر فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

—— پشاور ۱۰ اپریل۔ امان اللہ خاں کے مکتوب کی دو سو کاپیاں کتابی صورت میں چھاپی گئی ہیں۔ انہیں مقامی پولیس نے ضبط کر لیا ہے۔ پشتو کی کتاب درد جسے امیر انور طالب علم اسلامیہ کالج پشاور نے شائع کیا ہے ممنوع قرار دی گئی ہے!

—— لاہور ۹ اپریل۔ ٹریبیون کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ سجن سنگھ کو کل پھانسی دی گئی تھی۔ لیکن اس کی نعش اس کے رشتہ داروں کو نہیں دی گئی بلکہ سنٹرل جیل کے احاطہ میں جلا دی گئی

—— یروشلم ۹ اپریل۔ بغداد کی ایک اطلاع جو حلب کے راستہ سے موصول ہوئی ہے۔ مظہر ہے کہ فرانسیسیوں نے امیر علی کے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے جس کے مطابق اسے شام کا بادشاہ بنایا جائے گا۔ معاہدے پر فریقین کے دستخط ہو گئے ہیں۔ امیر موصوف شاہ حسین کے فرزند اور شاہ فیصل کے بھائی ہیں

—— چہار شنبہ کی رات کو لاہور میں رگھوٹ(?) کے متصلہ میدان میں ہندو اور مسلمان پہلوانوں کی لڑائی ہو گئی

فساد کا جذبہ [illegible] دلوں میں تھا قریب کے محلوں میں عام خیال تھا۔ کہ کانپور کے بعد لاہور میں بھی فرقہ وار فساد ہو جائے گا جس کی بنیاد مذکورہ بالا لڑائی سے پڑ چکی ہے لیکن میاں مبارک دین اور لالہ سیتا رام میونسپل کمشنروں نے فریقین سے مل کر مصالحت کرا دی

—— دہلی ۱۱ اپریل کل ہز ایکسلنسی وائسرائے نے مولانا شوکت علی سے ملاقات کی!

—— رنگون ۱۰ اپریل۔ تھارا وادی کی اطلاعیں مظہر ہیں۔ کہ ۷ اپریل کو شہر سے ۸ میل جنوب مشرق موضع بنوا میں ایک ڈاکہ ڈالا گیا۔ ڈاکوؤں نے ایک امریکن مشنری کو زندہ جلا دیا ڈاکوؤں کی صحیح تعداد معلوم نہیں کل صبح سے دو دیگر چھوٹے چھوٹے ڈاکوؤں کی اطلاع بھی موصول ہوئی ہے!

—— کل دس اپریل کو جامع مسجد دہلی میں بعد نماز جمعہ جناب مفتی کفایت اللہ صاحب نے تقریر فرمائی اور افسوس ہے۔ کہ انہوں نے آل انڈیا کانفرنس اور مولینا شوکت علی اور دیگر کارکنوں پر حملے شروع کر دیئے گاندھی کی بےحد تعریف کی۔ اس پر مجمع میں سخت برہمی پیدا ہو گئی بعض یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ اب علماء وعظ نہیں فرماتے بلکہ مسلمانوں کو لڑانے کے لئے ہندوؤں کی تعریف کرتے ہیں چند لوگوں میں زدوکوب کی نوبت بھی آئی۔ کہ آہ آج خانہ خدا میں مسلمان کس طرح دست و گریبان ہیں مفتی صاحب پر ایسے فقرے کسے گئے جن کو درج کرنا مناسب نہیں۔ اس پر تقریباً تمام مسلمان اٹھ گئے۔

—— امرتسر کے سشن جج نے ایک شخص کو دو گز کا کھیس اور ۴ گز کی پگڑی چرانے کے جرم پر عمر بھر کی قید کی سزا دی ہے یہ شخص اس سے پیشتر ۱۲ مرتبہ سزایاب ہو چکا ہے اور ایک دفعہ اسے سزائے تازیانہ بھی دی گئی تھی

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۳۰۴

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۳:۶۴

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

الصلح خیر

پیغام صلح

ایڈیٹر عبد الحق ودیارتھی

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۳۰۔ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ ہجری مطابق ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۴

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

حضرت مسیح موعود و آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر ست و خسران و تباب

تازیانۂ عبرت

(از جناب مرزا فرحت بیگ صاحب دہلوی)

اتنا تو سوچ مسلم دل میں ذرا خدارا
اس کشمکش میں کیونکر ہوگا ترا گذارا

یا تو ترے ہی بل پر چلتی تھی ساری دنیا
یا تو ہی ڈھونڈتا ہے اب اور کا سہارا

یا تو کرم پہ تیرے تھیں کل جہاں کی نظریں
یا ہو رہا ہے تیرا خود بھیک پر گذارا

سب آگے بڑھ رہے ہیں تو پیچھے ہٹ رہا ہے
ہاں اب ذرا سنبھل کر۔ دیکھ آگیا کنارا

غیرت نے منہ کو موڑا قسمت نے ساتھ چھوڑا
سب چھوڑ بیٹھے تجھ کو ہمت جو تھی تو ہارا

کیا یونہی اپنے گھر سے نکلا تھا ہاتھ خالی
یا دیدیا ہے تونے غیروں کو مال سارا

ہمت نہیں ہے تجھ میں چھوٹی ہے دھاک تیری
ہو جائے گا کسی دن یہ راز آشکارا

جو آفتاب عزت تھا تیرے سر پہ تاباں
وہ دور ہوتے ہوتے اب رہ گیا ہے تارا

وہ دن بھی تجھکو غافل ہیں یاد یا نہیں ہیں
مشرق کا جا ملا تھا مغرب سے جب کنارا

فرحت کو بھی تو آخر کچھ تم سے واسطہ ہے
تم ہی کہو وہ کیونکر پھر چپ رہے بچارا

بہر خدا یہ سوچو۔ تم خود بدل گئے ہو
یا کچھ بدل گیا ہے شاید خدا تمہارا

(ماخوذ)

اخبار احمدیہ

ایک صاحب حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں لکھتے ہیں:۔

مکرم و معظم جناب مولوی صاحب

السلام علیکم۔ آج روز مبلغ پانچ روپیہ ارسال خدمت ہیں۔ ان کو کسی تبلیغی فنڈ میں صرف کرکے میرے لئے دعا فرمادیں کہ مجھے صحت عطا ہو۔ احباب سے بھی دعا کی التجا کریں۔

والسلام۔ ایک احمدی

احباب ان کے لئے غائبانہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انکو صحت عطا فرمائے۔

(ایڈیٹر)

—— جناب خان بہادر میاں غلام رسول خاں صاحب پنشنر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جھنگ کے صاحبزادہ میاں غلام عباس صاحب بی اے ڈپٹی کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹس آفس پشاور کا عقد ۱۵۔ اپریل کو بمقام جھنگ میاں محمد بخش صاحب کی صاحبزادی سے دو ہزار روپیہ مہر پر ہوا۔ اس تقریب شادی پر لاہور سے حضرت امیر ایدہ اللہ۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ۔ شیخ محمد دین جان صاحب وکیل اور ملک غلام محمد خاں صاحب وغیرہ تشریف لے گئے تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اصحاب بھی مدعو تھے جو بعض مجبوریوں کی وجہ سے شامل نہ ہوسکے۔ میاں صاحب موصوف نے اس مبارک تقریب کی خوشی میں مبلغ پانصد روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اور یکصد روپیہ انجمن اسلامیہ جھنگ کو عنایت فرمایا۔ دعا ہے کہ یہ رشتہ فریقین کی مسرت و فلاح کا موجب ہو اور اس سے نیک نتائج پیدا ہوں۔ آمین ثم آمین۔

—— اس تقریب شادی پر میاں غلام رسول خاں صاحب کی کوشش سے ضلع جھنگ کے آٹھ۔ نو متمول و معزز اصحاب داخل سلسلہ ہوئے خداوند کریم میاں صاحب کو جزائے خیر اور دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق دے۔

—— شیخ اللہ بخش ولد شیخ میاں محمد صاحب لائل پوری کی صاحبزادی کا انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ۔ تمام احباب دعائے مغفرت کریں۔

قابل توجہ اراکین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مکفر مولویوں کے مقابلہ کیلئے ہر احمدی کو طیار رہنا چاہیئے

مناظرہ میں کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا کرتا۔ اور نہ یہ پسندیدہ فعل دین میں ہے۔ مگر ضرورتاً اضطراراً مدافعانہ پہلو لیکر مناظرہ کرنا مناسب پڑ جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاوے اور دشمن کے حملوں کا مقابلہ نہ کیا جاوے تو حق اور باطل میں التباس پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ احمدیوں کے ساتھ ہر وقت چھیڑ خانی کرتا رہتا ہے اس کا شغل ہی ہر وقت حضرت صاحب کے مشن کی تکذیب کرنا ہے۔ کوئی جلسہ کوئی شہر کوئی قصبہ نہیں جہاں مولانا جاتے ہوں اور حضرت مسیح موعود کی تکذیب نہ کرتے ہوں۔ طرفہ یہ ہے کہ کوئی اصولی گفتگو نہیں اختیار کرتے۔ مکاشفات الہامی پیشگوئیوں پر ہی جہلا کو بھڑکانے میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ پیشگوئیوں وغیرہ میں غیب اور اخفار کا رنگ ہوتا ہے اور منہاج نبوت پر پرکھنے کیلئے سنت انبیاء و علم قرآن کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے اور مولوی صاحب کو یہ رنگ دکھلانا منظور نہیں ہوتا بلکہ آریوں کی طرح ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کو بکر ظاہر معانی پر پیش کر دیتے ہیں اور عوام کالانعام جہالت سے فی الفور بھڑک اٹھتے ہیں اور مولانا صاحب کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ خدا ترسی اور تقویٰ کا راستہ باریک تر ہے ان سے مولانا اور دیگر علماء سو کو کچھ مس تک نہیں ؎

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
باقی جو ہیں تہ ظالم و سفاک ہو گئے

میں تین دن جلسہ ملتان میں یہی وطیرہ مولانا ثناء اللہ صاحب کا دیکھتا رہا بجز استہزانہ انداز کلام اور بے معنی شعر گوئی کے حرام ہے کہ مولانا نے کوئی علمی اور اسلامی تقریر کی ہو میں آپ کی علمی قابلیت کے بارہ میں بعض اصحاب اہل حدیث سے سنتا رہتا تھا مگر جب سننے کا موقعہ ملا تو پھر سیر ہو گیا اور کہنا پڑا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

اگر وفات مسیح کی تردید اور مجددیت کی عدم ضرورت پر کچھ تقریر دل پذیر فرماتے یا تعلیم یافتہ طبقہ کو مسیح الدجال، خر دجال یا جوج ماجوج کے عجیب الخلقت بناوٹ اور ان کے گول بیت قدکی فلاسفی سے قائل کرا دیتے تو بات تھی اور مولوی فاضل کے علمی ذرہ نوازی ہزار ہا خراج تحسین کے قابل ہوتی اور تقاضاء علم بھی چاہتا تھا لیکن بجز مجلس میں ظرافت کے پارٹ ادا کرنے کے اور کچھ نہ فرمایا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چند مسائل مولوی صاحب رٹتے رہتے ہیں۔ (۱) قریباً ۸۰ سال کی عمر میں حضرت صاحب کا الہام وفات کا پورا نہ ہونا۔ (۲) محمدی بیگم کے ساتھ نکاح کا نہ ہونا (۳) دانیال نبی کی پیشگوئی کے مطابق پوری عمر کا نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ہر احمدی ان خاص مسائل میں احمدیہ لٹریچر سے پوری واقفیت رکھتا ہوا اس فتنہ کا ہر جگہ مقابلہ کرے۔ جس جگہ مولوی ثناء اللہ کا لکچر ہو منبر صدر سے ایک عالم ہمارا بھی آ جایا کرے تاکہ ثنائی زہر کے لئے تریاق کا کام دیوے۔ اور سلسلہ کی پوزیشن بفضلہ ارفع و اعلیٰ ثابت کر دی جاوے۔ انجمن بھی ایسے موقعہ پر عالم احمدی کے دینے میں فراخدلی سے کام لیکر مشکریہ کا موقعہ دیوے اور ان مسائل پر ٹریکٹ تیار فرمائے جاویں۔

(۲) ہر بڑے شہر میں احمدیوں کا جلسہ ہونا چاہیئے۔ اگر وہاں جماعت نہ ہو تو بھی ایک عالم مقرر ضرور سلسلہ کی تبلیغ کے لئے آتا رہے کیونکہ عام طور مخالف مولوی بڑے شہروں میں پنجاب سے آ آ کر سلسلہ کی تردید کر جاتے ہیں۔ ملتان خاص طور احمدیہ مشن کی مرکزی حیثیت کے لئے نہایت موزون ہے۔ اور ملتان میں سلسلہ احمدیہ لاہور کے ممبر اقل قلیل۔

(۳) احمدیوں کو مخالف علماء سے ضرورت پر مقابلے مناظرے ضرور کرنے چاہئیں۔ سلسلہ احمدیہ کے چرچا بڑھانے میں تبلیغ بہت ضروری ہے۔

(۴) اظہار حق و تبلیغ میں وہ حرارت جو طبائع میں تحریک و ہیجان پیدا کر سکے اس نرمی اور خوش خلقی سے بہتر ہے جس سے حق کے پھیلنے میں رکاوٹ ہو۔ جماعت کو مناسب ہے کہ جمود بے ہمتی اور بزدلانہ خوش خلقی کو الوداع فرما کے تبلیغ سلسلہ کا پر زور پراپاغنڈا کرے اور جماعت کے بزرگ اس امر کی طرف بالخصوص توجہ فرما دیں نتیجہ مبارک ہوگا۔

پھلے پھولے گا پھر اسلام کا باغ
یہاں سے دور ہونگے چیل اور زاغ

مسیح موعود کے اس نور کو پھیلاؤ جس کے بغیر اندھیرا ہے اور امام ہمام کی مبارک تعلیم کو بیان کرو جس سے مردے زندہ ہو سکتے ہیں نعم ما قیل ؎

بشنوید اے مردگاں من زندہ ام
ای شبان تار من تابندہ ام

والسلام و رحمۃ اللہ

(راقم نور محمد نائب ضلعدار نہر۔ شجاع آباد۔ ضلع ملتان)

ایک ضروری اعلان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو فہرستیں ارسال کی جائیں

محکمۂ ریلوے میں مسلمان ملازموں کی افسوسناک قلت اور حکومت کے ان احکام کے باوجود کہ ریلوے عملے میں تخفیف کرتے ہوئے فرقہ وارکمی کو پورا کرنے کا لحاظ پیش نظر رکھا جائے۔ ریلوے حکام اعلیٰ اور ادنیٰ مسلمان ملازموں سے سخت اور نامراد سلوک کرتے اور طویل ملازمت اور قابلیت کے معیار کو نظر انداز کرتے ہوئے انہیں ملازمت سے نکال رہے ہیں

مسٹر ہمین ممبر ریلوے بورڈ نے اسمبلی میں آئندہ بھرتی کے متعلق مسلمانوں کی حمایت میں فصیح و بلیغ تقریریں کی تھیں۔ اس لئے ان کے اور مسٹر حسن کے نام جو فرقہ وارنیابت کے تصفیہ کے لئے خاص ڈیوٹی پر لگائے گئے ہیں مصر حہ ذیل مضمون کے تار ارسال کئے گئے ہیں

ریلوے عملہ کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کے مسلمان ملازم بلا لحاظ فرقہ وارنیابت ملازمت سے موقوف کئے جا رہے ہیں تمام محکمہ میں پہلے ہی مسلمانوں کی قلت ہے۔ اپنی چٹھی نمبری ۱۶۶۰ ای بی مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۳۱ء کے مطابق مناسب تدارک کریں

ان دونوں افسروں کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اسلئے ہم تمام موقوف شدہ مسلمانوں سے خواہ وہ اعلیٰ درجہ کے ہوں یا ادنیٰ درجہ کے درخواست کرتے ہیں اپنی ملازمت اور قابلیت کے متعلق تفصیلی اطلاعات بہم پہنچائیں۔ اور یہ بھی کہ ریلوے کے ہر ڈویژن اور ورکشاپ سے کتنے غیر مسلم برطرف کئے گئے ہیں تاکہ ہم حکام بالا کے پاس ان کی چارہ جوئی کر سکیں واقعات جہاں تک ممکن ہے صحیح ہوں مبالغہ سے اجتناب کیا جائے۔

(نوٹ) اطلاع دہندوں کے نام اور پتہ بصیغہ راز رکھے جائیں گے

خریدار صاحبان کیلئے ضروری اعلان

بعض خریدار صاحبان کا ذاتی طور پر ملازمین انجمن سے کچھ لین دین ہے۔ وہ دفتر اخبار کو لکھ دیتے ہیں کہ ہمارا چندہ فلاں ملازم کی تنخواہ سے وضع کر لیا جائے لیکن اس ملازم کو اس میں تامل ہوتا ہے بعض اوقات وہ کوئی عذر بھی پیش کر دیتا ہے چونکہ انجمن کو عموماً ذاتی لین دین کے متعلق اصل حالات معلوم نہیں ہوتے اس لئے وہ بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ ایسی صورت میں مشکل اخبار کے لئے ہوتی ہے۔ خریدار صاحبان صرف دو حرف لکھ اپنے تئیں سبکدوش سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن یہاں باوجود بار بار کے تقاضوں اور طویل خط و کتابت کے عموماً چندہ وصول نہیں ہوتا اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ذاتی لین دین کے معاملات کے متعلق دفتر اخبار کسی قسم کی کارروائی کرنے سے معذور ہیں۔ خریدار صاحبان کے ذمہ چندہ اس وقت تک واجب الادا رہیگا جبتک کہ وہ دفتر اخبار میں وصول نہ ہو جائے۔ اگر کسی ملازم انجمن کو اخبار کے لئے کوئی رقم دی جائے تو اس کو واضح الفاظ میں اخبار کے حساب میں جمع کرانے کیلئے کہہ دیں اور رسید جبتک محاسب سے حاصل نہ کر لی جائے اخبار ہرگز ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا۔

(سید محمد حسین افسر اخبارات)

بقیہ ص ۱

— مولانا غلام حسن صاحب پشاوری کے صاحبزادہ عبداللہ جان صاحب گلے کی بیماری کی وجہ سے سخت علیل ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔

— سلسلہ کے پرجوش اور قابل قدر نوجوان ڈاکٹر سعید احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن پشاور ابھی تک علیل ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی دعا کی جائے۔

— غلام سرور صاحب پنجابی ریاست ریواں سی۔ آئی۔ بار بے روزگاری اور مالی مشکلات کی وجہ سے پریشان ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب تلاش روزگار میں ان کی مدد کریں تو بہت اچھا ہوگا۔

— منشی رحمت خاں صاحب مدرس ملازم انجمن عرصہ سے بیمار ہیں۔ اب ان کی حالت پہلے سے بہتر ہے لیکن پورا افاقہ نہیں ہوا۔ نقاہت بھی بے حد ہے ان کی صحت کلی کے لئے دعا کی جائے۔

— جماعت دہلی کا سالانہ جلسہ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹ اپریل کو منعقد ہونا قرار پایا تھا۔ اس میں شمولیت کے لئے مرکز سے مولانا صدرالدین صاحب، مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ، مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی ایڈیٹر پیغام صلح اور مولانا عصمت اللہ صاحب تشریف لے گئے ہیں۔

— مولوی لال حسین صاحب کی اہلیہ محترمہ بدستور بیمار ہیں جس کی وجہ سے مولوی صاحب موصوف پریشان رہتے ہیں۔ محترمہ کی صحت کیلئے دعا کی جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۳۰-ذیقعد سنہ ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۲۴

اعجاز القرآن

پادری ایس ایم پال کی تفسیر پر ایک نظر

خدا رکھے پادری ایس ایم پال ان بزرگوں میں سے ہیں جو "ناساء اللیل" کا ترجمہ کرنے کے لئے قاموس، لسان العرب، اتقان سیوطی اور بڑی بڑی لغت اور تفاسیر کو چھان مارتے ہیں۔ پھر متانت کے کمال اور سنجیدگی کی انتہا کو کام میں لا کر اپنی تحقیقات کا نچوڑ یوں بیان کر دیتے ہیں کہ "ناسا" کے معنی لغت میں گھڑے کے ہیں اور "لیل" کو بالاتفاق لوگ رات سمجھتے ہیں پس "ناساء اللیل" کے معنی ہیں "رات کے گھڑے میں سفر کرنا"، کوئی لاکھ سمجھائے کہ "ناسا" کے معنی اور بھی لکھے ہیں۔ مگر وہ اپنے عیسوی شراب ۔ ۔ ۔ میں تر کئے ہوئے افغانی لہجہ سے فرماتے ہیں کہ ہوا کریں۔ لغت والے اور تفسیر والے سب اس میں چونکہ مختلف ہیں لہذا یہاں مٹکا ہی چسپاں ہوتا ہے۔

ان کی "در نقل چہ عقل" کے اصول پر لکھی کی ہوئی تفسیر کا کچھ نمونہ ہم پیغام صلح کی چند ایک اشاعتوں میں دکھا چکے ہیں یہ نمونے پادری صاحب نے گندم نمائی اور جو فروشی کی پرانی مثال کے انداز میں مختلف مسیحی اخبارات میں شائع فرمائے ہیں۔ لاہور سے ان کا ایک پندرہ روزہ نکلتا ہے۔ "اخوت" اس میں آپ نے آیت "فاتوا بسورۃ من مثلہ ان کنتم صادقین" پر تفسیر اتقان کو ایسے بھونڈے طریق پر نقل کر مارا ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی کی روح بھی عالم بالا میں اس ظلم و ستم پر بے چین ہو گئی ہوگی۔ علامہ موصوف وہ بزرگ ہیں کہ جنہوں نے اعجاز القرآن پر بحث کرکے قرآن کریم کے بے نظیر اسلوب بیان اور فصاحت و بلاغت پر ایک سیر کن بحث کی ہے ان کو کیا خبر تھی کہ پولوس اول کی طرح ایک بگڑا ہوا افغان ان کی تفسیر کو اس بیدردی کے ساتھ کانٹ چھانٹ کرکے اپنی دیانت عقل کا یوں ثبوت دے گا۔

قرآن کریم کا دعویٰ اعجاز محض فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہونے کے اعتبار سے ہو یا نہ ہو لیکن جمہور علماء سلف اور خلف کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی عبارت بدرجۂ اتم فصیح اور بلیغ ہے یہی وجہ ہے کہ آج تیرہ سو سال سے عربی زبان میں قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا معیار اور ٹکسال بنا چلا آیا ہے۔ دنیا میں کسی زبان میں کوئی کتاب اس قدر عرصہ دراز سے فصاحت کلام کا معیار نہیں سمجھی گئی۔ اس کے حلاوت اور اعلیٰ تخیل نے نہ صرف اپنے زمانہ کے اور بعد کے شعراء عرب پر ہی اثر نہیں ڈالا بلکہ اس کا تتبع شعراء ایران نے بھی اختیار کیا ہے۔ "المجمل فی تاریخ الادب العربی" کا مصنف لکھتا ہے:۔

"قرآن مجید کا اسلوب بیان عجیب غریب ہے، اور اس اسلوب سے مختلف ہے۔ جسے عرب نظم و نثر میں ملحوظ رکھتے تھے۔ قرآن مجید کے حسن تالیف انتخاب لفظی، وجوہ اعجاز، جودت مقاطعہ، حسن تذییل روانی قصص، بدیع امثال ان تمام اور ان کے علاوہ اور خوبیوں نے اسے بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا اور اس کے اسلوب میں ایک ایسی کشش پیدا کر دی کہ قلب بے اختیارانہ اس کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔ اس کی عبارت کبھی کبھی مسجع ہوتی ہے لیکن اس میں سجع کا التزام نہیں پایا جاتا کبھی کبھی اس میں وزن بھی آجاتا ہے لیکن اس کی پابندی نہیں۔ آسانی الفاظ کے لئے قرآن ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اور سہولت لفظی کے ساتھ عبارت میں حلاوت اور روانی پائی جاتی ہے۔ زبان عربی کی حفاظت میں قرآن مجید کا زبردست اثر ہے اس کے بیان نے انسان کو مسحور کر لیا۔ لوگوں میں اس کا ذوق پیدا ہوا لوگ اسے حفظ کرتے اس سے اقتباس کرتے اس کے واقعات بیان کرتے۔ اس کے اسالیب۔ الفاظ اور تراکیب سے اثر پذیر ہوتے، ایک جماعت علمی وہ علوم (جیسے بلاغت و نحو) کی تدوین سے دلچسپی لینے لگی اور انہیں قرآن مجید کے فہم اسرار کا ذریعہ قرار دیا اور جب مختلف قومیں اسلام لائیں، تو انہوں نے زبان عربی کی تعلیم کو فہم دین کا ایک وسیلہ قرار دیا۔ انہوں نے علم دین سمجھ تحصیل زبان شروع کی اور ان میں سے کثیر افراد نے اپنی زبان اور اپنے محاورے چھوڑ دیئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس معنی میں قرآن مجید کو بہت بڑا مرتبہ حاصل ہے۔"

جارج سیل اگرچہ دشمن اسلام ہے لیکن اپنے ترجمہ کے مقدمہ میں لکھتا ہے:۔

"قرآن مجید کے اسلوب بیان اور مسجع عبارت سے عرب ایسا لطف محسوس کرتے ہیں کہ بعض شعراء متاخرین نے اپنے کلام میں قرآن مجید کی عبارت اور بعض قرآنی اشارات و کنایات سے اپنے کلام کو مزین کرنا شروع کیا۔ اور اگو نامکن کے بعد کوئی دوسرا الفا ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ بغیر قرآن مجید پر تبحر رکھے ہوئے ان اشعار و کلام کو سمجھ نہیں سکتے۔"

پھر یہی دشمن اسلام لکھتا ہے کہ

"یہ بات علی العموم مسلم ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں جو جملہ اقوام عرب میں شریف ترین و مہذب ترین قوم ہے۔ انتہا کی لطیف اور پاکیزہ زبان میں لکھا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ لا کلام عربی زبان کا اعلیٰ نمونہ ہے اور زیادہ پکے عقیدہ کے لوگوں کا یہ قول ہے اور نیز اس کتاب سے بھی ثابت ہے کہ کوئی انسان اس کا مثل نہیں لکھ سکتا۔ اور اسی واسطے اسے لازوال معجزہ قرار دیا ہے جو مردہ کے زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے۔ اور تمام دنیا کو اپنے ربانی الاصل ہونے کا ثبوت دینے کے لئے اکیلا کافی ہے اور خود محمد نے بھی اپنی رسالت کے ثبوت کے لئے اس معجزہ کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور بڑے بڑے فصحاء عرب کو علانیہ کہلا بھیجا تھا کہ اسی کے مقابلہ کی ایک سورۃ ہی بنا دو۔ اس بات کے اظہار کے واسطے کہ اس کتاب کی خوبی تحریر کی ان ذی لیاقت لوگوں نے فی الواقع تعریف اور توصیف کی تھی جن کا اس کام میں مبصر ہونا مسلم ہے منجملہ بیشمار مثالوں کے ایک مثال کو بیان کرتا ہوں لبید بن ربیعہ عامری جو محمدؐ کے زمانہ میں سب سے بڑے فصحا میں سے تھا اس کا قصیدہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر چسپاں تھا اور یہ رتبہ نہایت اعلیٰ تصنیف کے لئے مقرر تھا۔ اور کسی شاعر کو اس کے مقابل میں کسی اپنی تصنیف پیش کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ لیکن جب تھوڑے ہی عرصہ بعد قرآن کی دوسری سورۃ (البقرہ) کی آیات اس کے مقابلہ میں لگائی گئیں تو خود لبید شروع ہی کی آیت پڑھ کر بحر تحیر میں غوطہ زن ہوا اور فی الفور مذہب اسلام قبول کر لیا اور بلا خفا بیان کیا کہ ایسے الفاظ صرف نبی ہی کی زبان سے ادا ہو سکتے ہیں۔"

اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں:۔

"قرآن کا طرز تحریر عموماً خوشنما اور رواں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور ایشیائی ڈھنگ کے موافق پر حیرت صنعتوں سے مرصع روشن اور پر معنی جملوں سے مزین ہے۔ اور اکثر جگہ بالخصوص اس مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اوصاف کا بیان ہے نہایت عالی رتبہ اور رفیع الشان ہے۔"

سر ولیم میور جو مشہور معاند اسلام ہے لائف آف محمدؐ میں لکھتا ہے:-

"چونکہ محمدؐ تو اپنی رسالت کا نہایت قوی اور مضبوط اعتقاد تھا اس لئے اس کی طرف سے اس دین اسلام کے موعظ میں بڑی قوت و شدت ظاہر ہوتی ہے۔

چونکہ فصاحت میں بھی اس کو کمال تھا لہذا اس کا کلام عربی زبان میں نہایت خالص اور بغایت موثر تھا اس کے ملکہ زبان آوری نے روحانی حقیقتوں کو عالم تصویر بنا دیا"

مشہور جرمن مؤرخ ڈوئلش لکھتا ہے:-

"محمدؐ کو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ لوگوں سے صرف برابری ہی کرنی نہیں پڑی بلکہ ان سب پر فوق لیجانا پڑا تھا اور اپنے کلام کی فصاحت و بلاغت کو اپنے دعویٰ رسالت کی دلیل گردانا پڑا تھا"

دیگر کتب مقدسہ کی فصاحت و بلاغت

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ قرآن کریم نہ صرف اپنے زمانہ میں اعلیٰ درجہ کے فصحا اور بلغا کے کلام پر غالب آیا بلکہ وہ زمانہ نزول سے تیرہ سو سال بعد بھی عربی زبان میں فصاحت و بلاغت کا معیار قرار دیا گیا ہے اور یہ تفوق اور کسی الہامی کتاب کو نصیب نہیں ہوا بائیبل اور انجیل کا فصیح و بلیغ ہونا تو کجا خود یہ دونوں کتابیں آج اپنی اصلی زبان میں موجود بھی نہیں۔ ویدوں نے کبھی اپنی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ عالم الالسنہ کی نہایت معتبر کتاب مہابھاشہ ویدوں کے متعلق صاف کہتی ہے:-

"چھند دوت کو یا ہ کر ونتی"

منتروں کی شکل شاعر شعر بناتے ہیں۔

ویدوں کے وہ مختلف نسخے جو ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اس امر کا ثبوت ہیں کہ ویدوں کی عبارت اور عام علماء کی عبارت میں کوئی امتیاز نہیں۔ یجر وید کا چالیسواں باب جہاں اپنشد کہلاتا ہے وہاں وہ وید کا حصہ بھی ہے۔ اپنشد کو انسانی تصنیف سمجھا جاتا ہے لیکن وید کو الہامی یا ایشوری گیان خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں کوئی حد فاصل نہیں۔ دونوں کی عبارت سوائے ایک آدھ جملہ کے بعینہ وہی ہے۔

تورات اور انجیل کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بشپ ڈلٹن نے صاف لکھا ہے:-

"یونانی توراۃ اور انجیل سے بالکل جہالت اور وحشیانہ پن ظاہر ہوتا ہے اور جملہ عیوب سے جن کا کسی زبان میں پایا جانا ممکن ہے بھری ہوئی ہیں مگر ہم کو طبعاً یہ توقع ہونی چاہئے کہ الہامی زبان سلیس و لطیف عمدہ اور پر اثر ہو اور اس کو عام قوت کلام اور اثر سے بہت بڑھ چڑھ کر ہونا چاہئے۔ کیونکہ خدا کے ہاں کوئی چیز ایسی نہیں جو ناقص ہو خلاصہ یہ کہ ہم کو اس سے افلاطون کی سی لطافت اور سسرو کی سی بلاغت کا متوقع ہونا چاہئے"

پادری ہارن صاحب نے جہاں اناجیل کے نسخوں میں اختلافات واقع ہونے پر اپنے انٹروڈکشن میں بحث کی ہے وہاں ان اختلافات کی تیسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ بعض لوگ اناجیل کی عبارت کو صرف و نحو کے لحاظ سے غلط سمجھ کر اس عبارت کو اپنے علم کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اور بعض لوگ دوسرے نسخوں کے ساتھ مطابقت کرنے کے لئے بھی عبارات کا ادل بدل کرتے رہے ہیں۔

اناجیل کا اس کثرت کے ساتھ پیدا ہو جانا اور ہر ایک فرقہ کا اپنی ایک خاص انجیل پر ایمان رکھنا ان کے اندر بے شمار اختلافات عبارت (Various Reading) کا ہونا اس امر کی بدیہی دلیل ہے کہ کلام الٰہی اور کلام انسانی میں کوئی نمایاں فرق فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے نہ تھا۔ (باقی آئندہ)

ایک ضروری اطلاع
احباب سلسلہ محتاط رہیں

گذشتہ چند ہفتہ کے عرصہ میں انجمن کے ایک سابق ملازم شیخ غلام محمد کی طرف سے (جو اپنے نام کے ساتھ مصلح موعود اور قدرت ثانی کے الفاظ لکھتا ہے) چار پانچ لایعنی اور فضول اشتہار شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں اس نے انجمن اور بزرگان سلسلہ پر سراسر غلط اور گمراہ کن الزامات لگائے ہیں۔ یہ الزامات بالکل اسی نوعیت کے ہیں جو آج سے دو اڑھائی سال قبل اخبار "الفضل" قادیان میں کسی گمنام شخص کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں اور جن کی اشاعت کی وجہ سے اخبار مذکور کو معافی مانگنی پڑی تھی البتہ غلام محمد نے ان میں کچھ اضافہ کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دفتر سے پتے وغیرہ بھی لے گیا ہے اور مقامی جماعتوں اور احباب کو اپنے اشتہارات بھیجتا رہتا ہے۔ اس نے اپنے اشتہارات میں قوم کو تباہ و برباد کرنے کے لئے جو الزامات تراشے ہیں ان میں صریح کذب بیانیوں سے کام لیا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسکی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ اس پروپیگنڈے کے اخراجات کا متحمل ہو سکے۔ اس نے اپنی زیر ترتیب کتاب اور رسالہ کے لئے چندہ کی اپیل بھی کی تھی لیکن وصول شدہ چندہ کی کوئی فہرست شائع نہیں کی۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور انجمن کا کوئی دشمن اس کی پشت ہے اور وہ اس دشمن کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ تمام احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس پر اسرار اور غلط پروپیگنڈے سے محتاط رہیں۔ یہ معاملہ انجمن کے زیر غور ہے۔ ممکن ہے کہ وہ عنقریب اس کے متعلق کوئی مناسب کارروائی کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مولوی ثناء اللہ کیساتھ آخری فیصلہ

سوال:- مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کر کے مرزا صاحب نے فرمایا ہے:- "پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ (مولوی ثناء اللہ) پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں" پھر مولوی ثناء اللہ کے مقابل مرزا صاحب نے خدا سے دعا کی ہے کہ "اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے اس کو اور اس کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین

مرزا صاحب کی پیشگوئی اور دعا کا جو نتیجہ نکلا وہ یہ کہ مرزا صاحب کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں بمرض ہیضہ یعنی خدا کے ہاتھوں کی سزا سے ہو گیا اور مولوی ثناء اللہ اس وقت تک جبکہ مرزا صاحب کی وفات کو بائیس برس گذر چکے ہیں بقید حیات موجود ہیں اور مرزا صاحب کی دعا کو تصدیق کرتے ہیں تو مرزا صاحب کے اصول موضوعہ کی موافق اور کیا سمجھا جائے۔ کہ مولوی صاحب کے مقابلہ میں مرزا صاحب حق پر تھے اور مولوی صاحب ممدوح حق پر تھے۔

اکثر دیکھا گیا کہ مخالفین کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ "مرزا صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہی مرجاتا ہے۔ تو پھر کیوں وہ خود مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں فوت ہو گئے (معاذ اللہ) یہ ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے"

معترضین کی طرف سے جو ایسا کہا جاتا ہے۔ یہ نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اس کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ کہ کہیں جناب میرزا صاحب نے ایسا لکھا ہو کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے" ہاں بے شک یہ انہوں نے ضرور لکھا ہے کہ:-

"مباہلہ کرنیوالوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعداء انکی زندگی میں ہی ہلاک ہو گئے تھے؟ بلکہ ہزاروں اعداء آپ کی وفات کے بعد زندہ رہے تھے۔ ہاں جھوٹا مباہلہ کرنیوالا سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے مخالف بھی ہمارے مرنے کے بعد زندہ رہیں گے"

(الحکم ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

خود مولوی ثناء اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"آنحضرت علیہ السلام باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال کر گئے مسیلمہ کذاب باوجود کاذب ہونے کے صادق سے

پیچھے مرا" (مرقع قادیانی۔ اگست ۱۹۰۷ء)

اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ۱۸۹۱ء میں دعویٰ کیا۔ تو مخالفین نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور بعض نے آپ کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ جس کا جواب حضرت صاحب نے بدیں الفاظ دیا ہے:۔

"ناظرین پر واضح رہے کہ میاں عبدالحق نے مباہلہ کی بھی درخواست کی تھی۔ لیکن اب تک میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسے اختلافی مسائل میں جن کی وجہ سے کوئی فریق کافر یا ظالم نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکر مباہلہ جائز ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۷)

ایسا ہی ۱۷۔ اپریل ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں آپ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"مباہلہ میں دونوں فریق ایسے چاہئیں کہ در حقیقت یقینی طور پر ایک دوسرے کو مفتری سمجھیں اور وہ حسن ظن جو مومن پر ہوتا ہے ایک ذرہ ان کے درمیان موجود نہ ہو"

لیکن جب باوجود آپ کے ان اعلانات کے کہ آپ تمام عقائد اسلامی کے پابند ہیں اور ختم نبوت کے قائل، اور آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر یقین کرتے ہیں۔ آپ کی تکفیر پر اصرار کیا گیا تو آپ نے آئینہ کمالات اسلام میں یہ اعلان کیا جو کیم دسمبر ۱۸۹۲ء کا اعلان ہے۔ کہ میں خدا تعالیٰ سے مامور ہو گیا ہوں کہ اگر ائمہ تکفیر میرے عقائد اور ان کے دلائل کو سن کر بھی تکفیر سے باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ مباہلہ کروں۔" لیکن فی الواقع سوائے ایک مولوی عبدالحق غزنوی کے اور کسی نے آپ کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مباہلہ کے لئے خطاب حضرت مرزا صاحب نے پہلے پہل انجام آتھم صفحہ ۶۴ میں کیا ہے جہاں بہت سے مولویوں اور سجادہ نشینوں کے نام ہیں۔ اور اس فہرست میں مولوی ثناء اللہ کا نام بھی ہے۔ اس خطاب میں حضرت صاحب نے یہ لکھا تھا کہ کم سے کم دس مولوی یا سجادہ نشین مقابلہ پر آئیں۔ اور پھر لکھا تھا کہ:۔

"میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آئیں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار" (صفحہ ۶۷)

یہ طریق کس قدر فیصلہ کن تھا۔ اور ڈیڑھ دو سو آدمیوں میں سے جو کفر کے فتویٰ پر مہریں لگا چکے تھے۔ دس آدمیوں کا مقابلہ میں نکلنا کوئی بڑا مطالبہ نہ تھا۔ مگر حق کا رعب مولوی صاحبان کے دلوں پر غالب رہا۔ اور کسی نے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کی۔"

اس کے بعد مولوی ثناء اللہ سے خاص خطاب رسالہ اعجاز احمدی مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحب نے بدیں الفاظ کیا ہے۔ کہ "میں نے سنا ہے۔ بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کیلئے بدل خواہشمند ہوں۔ کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں۔ کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے ...... اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کے رو سے ایسے چیلنج کیلئے تیار بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں۔ کہ وہ ایسا چیلنج دیں۔ بلکہ ہماری طرف سے ان کو اجازت ہے۔ ...... پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے چیلنج کے لئے مستعد ہوں۔ تو صرف تحریری خط کافی نہ ہوگا۔ بلکہ ان کو چاہیے۔ کہ ایک چھپا ہوا اشتہار اس مضمون کا شائع کریں۔ کہ اس شخص کو (اور اس جگہ میرا نام بتصریح لکھیں) میں کذاب اور دجال اور کافر سمجھتا ہوں" (صفحہ ۱۴ و ۱۵)

اور اس عبارت بالا کا خلاصہ صفحہ ۳۷ میں ان الفاظ میں دیا ہے۔ کہ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے۔ کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے۔ تو ضرور وہ پہلے مریں گے" جس کا منشا یہ ہے۔ کہ جب صادق کے بالمقابل کاذب مباہلہ اور مقابلہ کیلئے نکلے، تو ضرور ہے۔ کہ کاذب صادق کی زندگی میں ہلاک ہو جائے۔

اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ نے اپنے اخبار اہلحدیث ۲۹۔ مارچ ۱۹۰۷ء میں یہ الفاظ لکھے۔ کہ "مرزائیو! سچے ہو تو آؤ۔ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ۔ اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کیلئے دعوت دی ہوئی ہے"۔ یہ الفاظ اس بات کیلئے صریح الدلالہ ہیں۔ کہ مولوی صاحب مباہلہ کیلئے للکار رہے ہیں۔

اس تحریر کا جواب کام ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر میں ایڈیٹر صاحب کے قلم سے لیکن حضرت مسیح موعود کے حکم سے یہ شائع ہوا تھا۔ کہ "میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے وہ بیشک قسم کھا کر بیان کریں۔ کہ یہ شخص اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور بیشک یہ بات کہیں۔ کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اور اس کے علاوہ ان کو اختیار ہے۔ کہ اپنے جھوٹے ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہیں۔ خدا سے مانگیں۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ امید ہے کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود تجویز کردہ مباہلہ سے گریز کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوگی"۔

اس کا جواب مولوی صاحب نے ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ اہلحدیث میں ایک طرف تو یہ لکھا۔ کہ اسکی منظوری کسی مباہلہ کا نہ تھا۔ اور لکھا کہ "میں نے آپ کو مباہلہ کیلئے نہیں بلایا۔ میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے۔ مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں"۔ اور دوسری طرف یہ بھی لکھا ہے۔ کہ "میں نہیں کہ تیرے (؟) مباہلہ کرنے سے ڈرتا ہوں۔ معاذ اللہ جب میں آپ کو محض خدا کیواسطے ایک مفسد اور دجال جانتا ہوں۔ نہ اب۔ بلکہ سالہا سے۔ تو میں آپ کے مباہلہ سے کیونکر ڈر سکتا ہوں"۔ مگر بار بار اس بات کا اعادہ کیا ہے۔ کہ میں نے قسم کھانے کو کہا تھا۔ مباہلہ نہیں کیا۔ "دروغ گوئی سے کام نہ لیجئے میں نے حلف اٹھانا کہا ہے۔ مباہلہ نہیں کہا۔ نہ میں نے آپ کو دعوت دی ہے۔ بلکہ آپ کی دعوت کو منظور کیا ہے۔ نہ میں نے لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا لکھا تھا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔

اس جواب میں مولوی ثناء اللہ نے نہایت سفلہ پن سے بار بار حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دی ہیں۔ اور متانت سے گرے ہوئے ہی نہیں۔ بلکہ گندے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ غرض یہ تمام جواب نہایت کمینہ اور گندی دل آزاری سے بھرا ہوا ہے اور ایک طرف مباہلہ سے انکار بھی چلتا ہے۔ دوسری طرف آمادگی بھی ظاہر کیجاتی ہے اور ایک دانا آدمی پڑھ کر حیرت میں رہ جاتا ہے

کہ کیا یہ وہی مولوی ثناء اللہ ہے۔ جو ابھی پندرہ روز پیشتر اہلحدیث میں للکار رہا تھا۔ کہ انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے" اور اب یہ اب مباہلہ کا نام سن کر رعشہ طاری ہو تا ہے اور گریز کی راہیں نکال رہے ہیں۔

بہر حال جب مولوی ثناء اللہ نے بالمقابل قسم کھانے سے انکار کیا اور یہاں تک لکھدیا۔ کہ میں تمہاری قسم کا اعتبار ہی نہیں کرتا۔ تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اس اشتہار میں جس کا عنوان ہے "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ" مولوی ثناء اللہ کو سچائی کے فیصلہ کے (؟) بالمقابل دعا کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی طرف بلایا۔

اس اشتہار میں حضرت صاحب نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی۔ کہ الٰہی!

"اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں۔ کہ مجھ میں اور مولوی ثناء اللہ میں فیصلہ فرما" اور یہ بھی اس میں لکھا کہ "یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں۔ بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے" اور آخیر میں مولوی ثناء اللہ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔ کہ "بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے۔ کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں۔ اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے"

"آخری فیصلہ" اس اشتہار کو اس لئے لکھا۔ کہ حضرت صاحب کو تو بکثرت الہامات ہو چکے ہیں۔ کہ آپ کی وفات اب بہت قریب ہے جیسا کہ رسالہ الوصیت کے الفاظ ذیل اس پر شاہد ہیں۔

"چونکہ خدائے عزوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے۔ کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارے میں اس کی وحی اس قدر تواتر سے ہوئی۔ کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا" اس لئے آپ تو در حقیقت سفر آخرت کے لئے کمر بستہ ہو چکے تھے اپنی آخری وصیت بھی لکھ چکے تھے۔ اور یہ یقین رکھتے تھے کہ اب رفیق اعلیٰ سے ملنے کا وقت بہت قریب ہے۔ اور اس سفر کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ مگر آپ کا یقین اپنی صداقت پر اس قدر پختہ اور مضبوط تھا۔ کہ ان حالات میں بھی جب ایک شخص مباہلہ کے لئے ایک گونہ تیاری کا اظہار کرتا ہے۔ تو آپ اس بات کی پروا نہیں کرتے۔ کہ آپ تو وفات کے قریب ہونے کے بار بار الہام ہو چکے ہیں۔ اس لئے اب میدان مباہلہ میں قدم رکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اپنی صداقت پر یقین کامل رکھتے ہوئے کہ ایک شخص آپ کے ساتھ مباہلہ کرے گا تو ضرور ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی وفات میں تاخیر ڈال دے۔ اور ایک صادق کے لئے اسطرح پر اپنی قدرت نمائی کا اظہار کرے۔ آپ نے اپنی طرف سے دعائے مباہلہ بھی شائع کر دی اور مولوی ثناء اللہ کو پورا موقعہ دیا۔ کہ اب بھی بالمقابل قسم کھا کر کہ وہ حضرت مسیح موعود کو مفتری اور کذاب مانتے ہیں جھوٹے کی ہلاکت کے لئے دعا کرے۔ مگر خدا کے بندوں اور دنیا کے غلاموں میں یہی فرق ہے۔ کہ ایک طرف وہ شخص جسے یقینی الہامات ہو چکے ہیں۔ جن پر وہ کامل ایمان لاتا ہے۔ کہ تیری وفات قریب آگئی ہے۔ اور آخرت کے سفر کے لئے تیار ہو چکا ہوا ہے اپنے خدا پر یہ ایمان رکھتا ہے۔ کہ باوجود ان الہامات کے اگر مباہلہ ہوا۔ تو اس کی وفات میں تاخیر ڈال دی جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کا دشمن ہلاک ہو جائے گا۔ اور دوسری طرف وہ شخص جو بات بات پر مقابلہ کے لئے تیار ہوتا تھا۔ اور لکھا کرتا تھا۔ اور لوگوں کو یقین دلایا کرتا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نعوذ باللہ دجال مفتری۔ کذاب مردود ہیں، قسم کھا کر جھوٹے کے لئے بددعا کرنے سے گریز کرتا ہے۔ کیا صرف یہی امر حضرت صاحب کی صداقت پر قطعی دلیل نہیں ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو شیر کے خطاب سے ملقب کرتا

باقی بر صفحہ ۷ کالم نمبر ۱

سودی قرضہ

حصہ پہلا

شادی خانہ بربادی

(گذشتہ سے پیوستہ)

ننھا۔ وہ کیا بلا ہے

پہلا۔ تم خاک کو ابھی تک پتہ ہی نہیں۔ خدا اس فیشن کا دو جگ بھلا کرے۔ اس نے تو ہمارے جیسوں کی قسمت کھولدی ہے کھلے بندوں عیش کرتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ رنڈی کا گانا تو در کنار قوالوں کی نعت خوانی بھی سنتے تھے تو مسجد کا ملاں چین نہ لینے دیتا تھا۔ اب گھر میں گراموفون سے رات کو سارا محلہ گانا سننے آتا ہے کہیں نقالوں کو دیکھنے چلے گئے تو فسخ نکاح کا فتوی جڑ دیا جاتا تھا اب روزانہ تھیٹر اور سینما میں جاتے ہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔ پہلے شراب پیتی تو در کنار کلال سے گفتگو کرتے کوئی دیکھ پاتا تو مہینوں محلے دار ناراض رہتے۔ اب روزانہ کلب میں جا کر شانڈی کے گلاس کے گلاس چڑھا جاتے ہیں کوئی مس تک نہیں کرتا۔ بلکہ اکثر معزز گھرانوں کے نوجوان ہمارے ساتھ شریک ہو کر اس رسوم ان کو شیر مادر کیطرح غٹ غٹ پی جاتے ہیں۔ سب کو خبر ہے مگر کوئی برا نہیں مانتا۔ پورے تکا کھیلیں تو محلے میں کوئی مکان بھی رہنے کو نہ دے اور اگر گرفتار ہوں تو سزا پائیں کیونکہ وہ قانوناً منع ہے۔ مگر کلب میں جا کر دن رات بلیرڈ کھیلیں شرطیں لگائیں۔ کارنیوال میں جا کر ڈانس اور جوئے سے دل بہلائیں کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔ بلکہ طبقہ رؤسا میں ہم ہی معزز گنے جاتے ہیں۔

ننھا۔ اچھا تو میں سمجھ گیا۔ یہ کارنیوال فینشیبل جوئے کا نام ہے

جی ہاں یہ انگریزی جوا ہے۔ وہاں ہر ایک کام ایک سلیقہ اور نظام سے ہوتا ہے۔ سودیشی جوئے خانہ کا سا بے ڈھنگا پن اور دھینگا مشتی وہاں نہیں ہے۔ اسی کارنیوال میں جانے کا ہمارا آج ارادہ ہے۔ اگر کچھ پاس ہو تو آپ بھی چل کر قسمت آزمائی کریں شاید خدا اسی میں برکت دیدے۔

ننھا۔ اچھا میں شام کو آپ سے ملوں گا۔

اس کے بعد ننھے نے اپنی بیوی سے کچھ زیورات وغیرہ جو قرقی سے بچ رہے تھے لئے اور رات کو کارنیوال میں جا کر سب ہار آیا۔

دوسرے روز ننھا کوڑی کوڑی کو محتاج تھا۔ نہ کھانے کو نان نہ رہنے کو مکان۔ دل میں سوچنے لگا کہ گردھاری لعل کا قرضہ بھی پورا نہیں اترا سود بڑھتا جاتا ہے۔ گھر بار بھی نیلام ہوا۔ رہے سہے دو چار زیور تھے وہ بھی رات کو کھو آیا ہوں سارے شہر میں بدنام الگ ہوں کہیں منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہی۔ بڑھیا ماں۔ غریب بیوی اور معصوم بچے کی آہ و زاری اب دیکھی نہیں جاتی ایسی زندگی سے مر جانا ہی بہتر ہے۔ یہ سوچ کر چھت میں رسی باندھ کر پھانسی لینے لگا ہی تھا کہ باہر سے کسی نے آواز دی۔

آواز۔ ننھے میاں جلدی سے کواڑ کھولنا بڑا ضروری کام ہے

ننھا۔ کواڑ کھول کر۔ آہا کلن افسوس تم نے میرے آرام میں خلل ڈال دیا میں گہری نیند سونے لگا تھا۔ اچھا جلدی کہو کیا کام ہے

کلن۔ اندر چلئے اور کواڑ بند کر لیجئے۔ (ایک گٹھڑی کھول کر) یہ دیکھئے یہ قریباً دو ہزار کا مال ہے فروخت کر کے رقم لائیے۔ دسواں حصہ آپ کا اور اگر ساتھ چلا کرو تو پورا حصہ ملیگا۔

ننھا۔ میرا ابھی ہی ارادہ ہے کہ آپ کے ساتھ ہی ملا کروں بڑی بات ہے گرفتار ہو جائیں گے تو اب کونسی عزت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اس زندگی سے تو جیل ہی بہتر ہے وہاں فکر تو نہ رہیگا کہ کل کیا کھائیں گے اور کیا پہنیں گے۔

کلن۔ اگر ایسا ارادہ ہے تو آج ہی چلو۔ آج گردھاری لال سیٹھ کے ہاں ڈاکہ ڈالنا ہے۔

ننھا۔ بہتر چلتے وقت مجھے لے چلنا۔

۵

آج گردھاری لال سیٹھ کے مکان پر بیشمار پولیس جمع ہے لوگ جوق در جوق دیکھنے آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے آؤ ہم بھی چل کر دیکھیں کیا معاملہ ہے۔ او ہو یہ تو لالہ گردھاری لعل کی لاش پڑی ہے۔ چار آدمی ہتھکڑیاں پہنے پولیس کی حراست میں ایک طرف بیٹھے ہیں۔ کوتوال صاحب بیان لکھ رہے ہیں۔

کوتوال ہاں جلدی بولو تمہارا کیا نام ہے۔

ملزم میرا نام ننھے خاں ہے۔

کوتوال باپ کا نام

ننھا مولا بخش

کوتوال (لاش کی طرف اشارہ کر کے) کیا تم نے ہی رات اس کو قتل کیا تھا؟

ننھا۔ زندگی سے پہلے ہی بیزار تھا ہاں حضور میں نے ہی اس کو قتل کیا ہے۔ دوران تین ساتھیوں نے صرف امداد دی ہے۔

الغرض ننھے کا چالان ہوا مقدمہ چلا عدالت سے پھانسی کا حکم ہوا جب ننھے خاں کی بیوی نے اپنے خاوند کے لئے پھانسی کا حکم سنا۔ تو بے حد غمگین ہو گئی۔ رحم ایک سہارا تھا۔ وہ بھی بہت مدت سے اٹھ چکا تھا۔ رستم کی بیوی اس کی جان کی دشمن تھی بالآخر ہر طرف سے مایوس ہو کر سینا نے خودکشی کا ارادہ کیا۔ دو سال کے معصوم بچے کو لیکر رات کی تاریکی میں گھر سے چل کھڑی ہوئی۔ دوسرے روز بارہ بجے کے قریب ایک دریا کے کنارے پہنچی۔ شام تک پتوں کی ایک ٹوکری بنائی پھر بچے کو گود میں لیا زار زار روئی تین مرتبہ گود میں لیکر چوما پیار کیا۔ پھر ٹوکری میں رکھ کر اللہ حافظ کہکر دریا میں چھوڑ دیا اور خود اپنی موت کا سامان سوچنے لگی۔ پانی تیز تھا بچہ فوراً لہروں کی آغوش میں چلا گیا محبت مادری نے جوش مارا بچہ بچہ کہکر خود بھی دریا میں کود پڑی۔ ادھر بڑھیا نے جب صبح کو سینا کو گھر میں نہ پایا تو سمجھی کہ مفلسی کے باعث سینا نے عصمت فروشی کی ہے کسی کے ساتھ نکل گئی ہے۔ اچھا اب کیا بن سکتا ہے۔ رب اپنے کئے کا پھل۔ خاوند مر گیا بیٹا پھانسی لٹکایا جائیگا۔ بہو گھر سے نکل گئی۔ جائداد سب نیلام ہو گئی۔ یہ سب سودی قرضہ کی برکت ہے۔ اب اس شہر میں رہنا بیکار ہے۔ کسی دوسرے شہر میں چل کر بھیک مانگ کر گذارہ کرنا چاہیے۔ سوا اس کے اب کوئی چارہ نہیں۔ یہ سوچ کر ننھے کی ماں آخری عمر میں لاہور آ کر موچی دروازے کے باہر باغ میں بیٹھ کر بھیک مانگنے لگی

حصہ دوسرا

گرمی کا موسم شروع ہے۔ امیر لوگ پہاڑوں پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ لاہور کے مشہور سیٹھ لالہ جسناداس بھی سرینگر جانے کیلئے اپنی موٹر پر سامان رکھوا رہے ہیں۔ کافی بستر۔ کھانے پینے کا سامان۔ ایک لکڑی کی پیٹی میں کچھ پھل وغیرہ سب سامان ٹھیک سلیقہ سے رکھوا لیا۔ دو زاید ٹائر بھی پھونک بھر کر ساتھ رکھ لئے تاکہ پنکچر وغیرہ ہو جانے کی حالت میں وقت ضائع نہ ہو۔ لالہ صاحب کا ارادہ جموں اور ٹوت کے راستے سرینگر پہنچنے کا معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے ڈرائیور سے جموں کیطرف سے جانیکو کہہ رہے ہیں۔ لیجئے وہ چل پڑے۔

شام کا وقت قریب آ گیا ہے اور لالہ جی کی موٹر سیالکوٹ سے آگے جموں کے قریب ایک دریا کے پل پر پہنچ گئی۔ موٹر فراٹے بھرتی جا رہی تھی کہ یک لخت لالہ جی چلانے لگے۔

لالہ جی ڈرائیور۔ ڈرائیور۔ روکو روکو۔ ہائے ہائے نہ معلوم بیچاری کون ہے۔ ڈرائیور تم نے نہیں دیکھا۔

ڈرائیور میں تو کچھ نہیں سمجھا کہ کیا معاملہ ہے۔

لالہ جی ارے میاں وہ دیکھو سامنے جو چٹان ہے۔ اس پر سے ایک عورت دریا میں گر پڑی ہے

ڈرائیور۔ تو حضور یہ تعجب کا کون مقام ہے۔ پہاڑی عورتیں اکثر اسی طرح ان دریاؤں میں کودتی پھرتی اور نہاتی رہتی ہیں۔ کسی عورت نے نہانے کو چھلانگ لگائی ہو گی۔

لالہ جی بھائی نہانے کا طرز اور ہوتا ہے۔ وہ تو تمام کپڑے پہنے (ایک دم اشارہ کر کے) لیو وہ پانی میں بہتی چلی آ رہی ہے جلدی کر دیتے کھولو

ڈرائیور نے اس منظر کو جو اسوقت قریب دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھا دیکھا اور فوراً دونوں زاید ٹائر جو موٹر میں ضرورت کیلئے باندھ رکھے تھے کھولنے لگا۔ وہ ابھی اس کام سے فارغ ہی ہوا تھا کہ لالہ جی چلائے

لالہ جی۔ ڈرائیور۔ ڈرائیور جلدی کرو (ہاتھ سے اشارہ کر کے) وہ دیکھو ٹوکری سی کیسی بہتی چلی آ رہی ہے۔ جلد جا کر اسکو پہلے نکالو نہ معلوم کیا معاملہ ہے

ڈرائیور جلد پل کے نیچے گیا اور ایک ٹائر حمائل کر کے دو چار تیر ہاتھ مار فوراً ٹوکری کو جا کر پکڑ لیا اور چلانے لگا۔

ڈرائیور لالہ جی بچہ۔ بچہ ہائے بیچاری کا بچہ۔

لالہ جی۔ اچھا جلدی نکال لاؤ۔ وہ دیکھو وہ بھی آ رہی ہے۔ ہے پرماتما وہ تو ایک شہتیری سے سہارا لئے ہوئے ہے جس طرح بنے اسے بھی زندہ بچا لاؤ۔

ڈرائیور۔ بچہ کی ٹوکری کنارے پر رکھ کر دوبارہ اس طرح پانی پر کود پڑا اور عورت کی طرف بڑھنے لگا۔ عورت نے بھی اسے دیکھا۔ بہت کوشش سنبھلنے کی کی مگر افسوس کہ لہروں کا ریلا اس کو دوسری جانب لے گیا۔ اور ڈرائیور اس تک نہ پہنچ سکا۔ پل پر کھڑے ہوئے لالہ جی نے جب ڈرائیور کو ناکام دیکھا تو فوراً دوسرا پہیہ عورت کے آگے پھینک دیا تاکہ وہ اس کو پکڑ لے مگر درے قسمت پہیہ اس کے ہاتھ میں نہ آیا۔ لالہ جی نے فوراً گاڑی کی پیٹی خالی کر کے اس کی طرف پھینکی لیکن جب دیکھا کہ وہ بھی اس کو مدد نہ دے سکی اور وہ پانی کے زور میں بہتی ہوئی آگے نکل گئی تو لالہ جی نے زور سے آواز دیکر کہا کہ تیرا بچہ سلامت ہے بچے کی سلامتی کا نام سنتے ہی عورت کے دل میں زندگی کی امنگ ایک بار پھر چھلکی اور وہ اپنی تمام طاقت کو سنبھال کر اپنی رہائی کی پوری کوشش کرنے لگی۔ مگر اب تاریکی چھا چکی تھی اور کسی کو اس کے بہتے جانے کا علم بھی نہ ہو سکتا تھا تاکوئی مدد ہی کر سکے وہ شہتیری کے ساتھ زور سے لپٹ گئی آگے کچھ اور شہتیریاں مل گئیں جنکی مدد سے وہ بہت کچھ محفوظ ہو گئی۔ اور ایک شہتیری سے دوسری اور دوسری سے تیسری کا سہارا لیتی ہوئی کنارہ پر آ گئی۔ اور خشکی پر پہنچ گئی رات وہیں جنگل میں بسر کی صبح اٹھ کر واپس اسی پل کیطرف چلی جہاں لالہ نے اس کے بچے کو نکالا تھا۔ مگر کمزوری اور بھوک کے سبب نہ چل سکی اتنے میں ایک دیہاتی لڑکی بکریاں چراتی نظر پڑی اس کو اپنے پاس بلایا اور یوں گویا ہوئی۔ بہن مجھ کو بھوک بہت لگی ہے تھوڑا دودھ پلا دو لڑکی نے فوراً کچھ روٹی اور دودھ اس کو دیا کھا کر سیر ہوئی اس کا شکر بجا لائی۔ کمر ہمت باندھ کر پل پر پہنچی مگر وہاں اب کیا رکھا تھا۔ لاچار گاؤں بگاؤں مانگتی کھاتی پھرتی پھراتی دو ماہ کے بعد لاہور پہنچی۔ کئی گھروں میں ایک ایک دو دو ماہ ملازمت کر کے ایک روز ایک زنانہ سکول کی چپڑاسن بن گئی۔ لوگوں کے گھروں سے لڑکیوں کو مدرسہ لاتی اور شام کو گھر چھوڑ آتی تو عمر بھی وہیں تھی اردو پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اچھی طرح پڑھنے لکھنے لگی۔

(۲)

ننھے کو پھانسی کا حکم ہوئے آج دو ماہ ہو چکے ہیں مگر ابھی تک کوئی عملی کارروائی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ننھے نے رحم کی اپیل کر رکھی ہے ننھا حوالات کے کمرہ میں بیٹھا اپنے دل میں کہہ رہا ہے۔ یا اللہ اگر تو فضل کرے اور مجھے رہائی دلوائے تو آیندہ نیک زندگی بسر کروں گا۔ اور کبھی فضول خرچی نہ کروں گا تاکہ قرضہ کا زیر بار ہو کر اس نوبت کو نہ پہنچا رہے۔ یہ انہی خیالات میں تھا کہ حوالات کا دروازہ کھلا سپاہی۔ ننھے چلو تم کو عدالت میں طلب کیا ہے۔ آج تمہارے متعلق آخری فیصلہ ہونیوالا ہے۔

ننھا۔ چلیے جناب جو کرے اللہ۔

عدالت۔ کا اردلی ننھے خاں مجرم حاضر ہے۔

سپاہی حاضر ہے۔

اردلی حاضر عدالت کرو

جج۔ ننھے تمہاری رحم کی اپیل منظور ہو گئی ہے تمہاری پھانسی کی سزا موقوف ہو گئی ہے۔

ننھا یا قسمت۔ یا نصیب یا غفور الرحیم تیرا شکر ہے۔

جج آج ننھے خاں ولد مولا بخش مجرم کو زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند ۱۴ سال کیلئے عبور دریائے شور کی سزا دی جاتی ہے۔

ننھا یا اللہ اچھا جو تیری مرضی

(۳)

رات کا وقت ہے سیٹھ جمنا داس اپنے مکان پر ایک بیمار بچہ کے سرہانے بیٹھے رو رہے ہیں۔

جمنا داس۔ ہائے بیٹا میں نے کن مصیبتوں سے تجھے پایا اب تو مجھے داغ مفارقت دیئے جاتا ہے۔

کملا سیٹھ کی بیوی۔ ہائے میرے جگر کے ٹکڑے۔ ہے بھگوان اگر تو نے ہم کو یہ دن دکھانا تھا تو دیا ہی نہ ہوتا۔

نندلال برہمن ۔ دیکھو مہاراج میں نے پرکھ دیکھ لیا ہے اسوقت آپ کا نچھتر منگل راس میں ہے۔ ایک ہفتہ کے بعد سنیچر لگ جاوے گا تو ساڑھ ستی پڑ جاوے گی۔ پھر بچہ کی زندگی کا بچانا ناممکن ہو جاوے گا

سیٹھ صاحب ۔ تو مہاراج کیا کریں کوئی ایسا اپاؤ بتاؤ جس سے ہمارے بچہ کی جان بچ جاوئے۔

برہمن ۔ اپائے بس یہی ایسا ہے کہ اس کے ہم عمر بچے کی بلی (قربانی) دیوی پر چڑھاؤ۔ اور اگر یہ انتظام نہیں ہو سکتا تو رونا دھونا فضول ہے۔ صبر کرو۔

کملا مہاراج یہ پنڈت جی کیا فرما رہے ہیں میں اس کا مطلب نہیں سمجھی

سیٹھ پیاری یہ برسوں سے یہی کہہ رہے ہیں کہ اس کے عوض کسی بچہ کی قربانی دیوی پر جوالا مکھی جا کر دو تب یہ بچے گا نہیں تو موت یقینی ہے۔

کملا ای جی ننال کو کیوں نہیں اس مقصد کے لئے بھینٹ دیتے وہ ہمارے کس کام آئے گا۔ (باقی دارد)

بقیہ صفحہ ۲

تھڈکیڈر سے بھی زیادہ بزدلی دکھا نا ہے۔ بلاشبہ اپنی صداقت کے یقین کے جس مقام پر یہ خدا کا برگزیدہ ہے اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا

مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے اس اعلان پر جس میں آپ نے اپنی دعا شائع کرکے مولوی صاحب سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ بھی جس طرح چاہیں لکھ دیں اپنے اخبار اہلحدیث ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء میں جو جواب دیتے ہیں اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

۱۔ ”اس کی دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔“

۲۔ ”اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر ہے“

۳۔ ”یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی“

۴۔ ”یہ تحریر مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے“

۵۔ ”خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں۔ اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے مگر کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں“۔

مزید براں حاشیہ اخبار مذکور پر یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ”قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے . . . جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں“۔

بہر حال یہ امور قابل غور ہیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ اس طریق فیصلہ کو نہ فیصلہ کن مانتے ہیں نہ اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں۔ بلکہ صاف لکھتے ہیں کہ یہ ”تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے“ (گو آج کل ہر جگہ اسی کو پیش کرکے اپنی دانائی کا ثبوت دے رہے ہیں) چہ جائیکہ بالمقابل دعا کرنے۔

مولوی صاحب اگر قرآن کریم کی آیت ذیل اور اس کے متعلقہ واقعات پر غور کرتے تو شاید ان کو سمجھ آجاتی کہ وہ وہ کام کر رہے ہیں۔ جو عیسائیوں نے بھی نہیں کیا۔ اور گو ایمان نہیں مگر تاہم ان کے لئے مانع ہو گیا۔ کہ وہ مولوی صاحب کی طرح ایک جھوٹی بات پر فخر کرتے پھریں۔ وہ آیت یہ ہے۔

فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین (آل عمران) اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی اور فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے باہر نکل آئے تھے۔ گویا مباہلہ کے جس حصہ کو آپ نے پورا کرنا تھا۔ وہ صرف الفاظ میں نہیں۔ بلکہ عملاً بھی آپ نے پورا کر دیا۔ مگر عبدالمسیح اور اس کے ساتھیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا۔ اور کہا ہم مقابلہ میں نہیں نکلتے بعینہ جسطرح اس موقعہ پر مولوی ثناء اللہ نے انکار کیا۔ لیکن باوجودیکہ ہمارے نبی کریم صلعم پہلے فوت ہو گئے۔ اور وہ لوگ ابھی زندہ ہی تھے۔ مگر کسی عیسائی نے یہ نہیں کہا۔ کہ نعوذ باللہ یہ نبی کریم کے جھوٹے ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ان کے دل ان کو شرمندہ کرنے کے لئے کافی تھے۔ اور یہی کہ جب وہ مقابلہ میں نہیں نکلے تو صرف نبی کریم صلعم کے نکلنے سے کوئی مباہلہ ہو گیا۔ یا کوئی بددعا بھی نہیں ہو گئی۔ کہ اب اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر مباہلہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالے ان لوگوں کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہلاک کرتا۔ (منقول از آیت اللہ وغیرہ ملخصاً)

الغرض مولوی ثناء اللہ نے اس آخری فیصلہ کی تحریر کو باوجود اس کو دعا کے مباہلہ قرار دینے کے منظور نہیں کیا۔ کہ ہلاک نہ ہو جاؤ لہذا بچ گیا اور جناب مسیح موعود علیہ السلام بموجب اعداد حروف الہام ”دکھن تیکیں عمر ناپائیدار“ برابر اپنے وقت پر فوت ہو گئے

پس اندریں صورت جناب مرزا صاحب کا بموجب الہام الٰہی فوت ہو جانا اور مولوی ثناء اللہ کا مباہلہ سے فرار کرکے جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کی طرح لمبی عمر پا کر زندہ رہنا کیا ثابت ہے؟ یہی کہ جناب حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ صادق تھے۔ اور مولوی ثناء اللہ کاذب۔ ”ہاں مشو مغرور بر حلم خدا۔ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا“

(خاکسار مولوی محمد نور الدین فارسی کاشمیری ۷۔ اپریل ۱۹۳۱ء)

خبریں

— ۱۳۔ اپریل کو لاہور کے کانگریسی مسلمانوں میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ مولانا ظفر علی خاں چودھری افضل حق مولوی عبدالرحمان۔ غازی مولانا مظہر علی، ظہر صاحبان اور بعض دیگر حضرات نے مسلمانوں کے حقوق کی حمایت کیلئے کانگریس سے علیحدہ مسلمانوں کی تنظیم کا فیصلہ کیا۔ لیکن ڈاکٹر محمد عالم۔ ملک لال خاں۔ شیخ سراج الدین پراچہ وغیرہ نے کانگریس سے غیر مشروط وفاداری کا اعلان کیا کہا جاتا ہے کہ قوم پرستوں نے جلسے میں جب مولانا ظفر علی نے اپنے مسلک کا اعلان کیا تو ان کے خلاف سخت کلامی اور بدزبانی کی گئی مولانا ظفر علی خاں معہ رفقا جلسے سے اٹھ کر چلے آئے بالآخر دونوں جماعتیں الگ الگ ہو گئیں اور مولانا عبدالقادر صاحب قصوری کیطرف سے اعلان کیا گیا کہ وہ سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔

— بعد ازاں باقی حضرات نے پنجاب نیشنلسٹ مسلم پارٹی کے نام سے ایک جماعت قائم کی جو کانگریس کے زیر اثر کام کریگی۔

— مولانا شوکت علی نے مرکزی اور صوبجاتی مجالس مقننہ کے مسلم ارکان سے درخواست کی ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں تحقیق کرکے انہیں مطلع کریں کہ مسلمان جداگانہ انتخاب پسند کرتے ہیں یا اس غیر مشروط مخلوط انتخاب کو کرتے ہیں جس پر گاندھی جی اور کانگرس اصرار کر رہی ہیں۔

— مسلم ریلیف کمیٹی کانپور نے چند سرداروں حضرات پر مشتمل ایک ڈپلوماسی ... کی امداد کیلئے ... کی اپیل کی ہے۔

— ۱۴۔ اپریل کی شام کو لارڈ اروِن و لیڈی اروِن شاندار الوداع کے ساتھ دہلی سے بمبئی روانہ ہو گئے قصر وائسرائے کے درباری کمرے میں ہر ایک عمر اور مذہب و ملت کے سرکاری و غیر سرکاری افراد کا اجتماع تھا۔ روانگی سے قبل وائسرائے نے گارڈ آف آنر کا معائنہ کیا۔ گورنر پنجاب نے تین تالیاں بجائیں جن کی تمام حاضرین نے تقلید کی اور لارڈ ممدوح لیڈی اروِن والیسرلنگ کار پر سوار ہو کر سٹیشن پر تشریف لے گئے۔

— مسلمانان اکولا نے ایک عظیم الشان جلسے میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کی تجاویز و مطالبات کی پرزور تائید کی ہے۔

— مغل لائن کا آخری جہاز ۱۳۔ اپریل کی شام کو ... حاجی لے کر کراچی سے روانہ ہو گیا۔ امید ہے کہ یہ ۲۲۔ اپریل سے پیشتر جدہ پہنچ جائیگا۔

— جناب ابراہیم جہاں صاحب صدر اسلامک کانگریس جوہانس برگ جنوبی افریقہ نے علامہ سر اقبال کی معرفت مسلمانان ہندوستان کے نام ایک پیغام بھیجا ہے جسمیں لکھا ہے کہ جنوبی افریقہ کے مسلمان ہندوستانی مسلمانوں کے رہنماؤں سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ کانگریس یا گاندھی کی وساطت کی بجائے براہ راست حکومت اور انگلستان سے گفت و شنید کریں اور آپس میں متحد ہو کر ہندوؤں سے کامل علیحدگی اختیار کریں آخر پر لکھا ہے کہ خدا کرے نہرو رپورٹ کا نیورنا خون مسلمانوں کی زندگی میں نئی روح پھونک دے اور حکومت کے ساتھ تصفیہ ہونے سے پیشتر ہی ہندوؤں کے ہوش و حواس درست کر دیں ہماری قطعی استدعا ہے کہ مسلمان ہندوؤں سے کوئی چیز نہ مانگیں اس پیغام میں گاندھی جی کے بیٹے دغاباز ... کا ...

—— ۱۴- اپریل کی صبح کو بدیہ کانپور نے ایک جلسے میں مسٹر ریان کی تحریک پر مصیبت زدگان کانپور کی امداد کیلئے پچاس ہزار روپیہ منظور کیا ہے۔ توقع کیجاتی ہے کہ دیگر انجمنیں بھی اس کار خیر میں طرح حصہ لینگی

—— ڈاکٹر ضیاءالدین ۱۴- اپریل کو کانپور تشریف لیگئے فساد زدہ محلوں کا معائنہ کرنیکے بعد آپ نے شام کو حافظ محمد صدیق کے مکان پر ہندو مسلم اکابر کے ساتھ صورت حالات پر بحث کی رنگون رخصت ہوگئے

—— بمبئی ۱۳- اپریل حکومت بنگال کی اگزیکٹو کونسل کے ممبر سر عبدالکریم غزنوی اتوار کی شام کو جدہ کیلئے روانہ ہوگئے

—— محکمہ جنگی کی رپوٹ مظہر ہے کہ امسال آمد میں ۱۶- لاکھ ۹۳ ہزار روپیہ کا خسارہ رہا ہے۔

—— قاہرہ ۱۲- اپریل۔ سوان میں آتش گیر مادہ کے ذخیرے میں آتش زدگی کیوجہ سے ایک ہولناک حادثہ ہوگیا سٹور کی چھت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے جو سینکڑوں گز کے فاصلے پر جاگرے۔ نقصان کا اندازہ دس ہزار پونڈ کے قریب ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ گورنر پنجاب پر گولی چلانیوالا ہری کشن آج کل میانوالی جیل میں ہے۔

—— میسور ۱۴- اپریل- ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بچوں کی شادیوں کے دو مقدمات کا فیصلہ سناتے ہوئے رسم شادی ادا کرنیوالے پنڈتوں اور بچوں کے والدین کو پانچ پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ اس حکم کیوجہ سے ایک دولہا کے باپ نے خودکشی کرلی۔

—— کانپور ۱۴ اپریل کل پنڈت جواہرلال نہرو یہاں آئے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی معیت میں فساد زدہ محلے دیکھے- شام کو حافظ محمد صدیق کے مکان پر آپ نے مسلمانوں سے فساد کے اسباب و علل پر تبادلہ خیالات کیا مسلمانوں کیطرف سے اس شبہ کا اظہار کیا گیا کہ ہندو اکثریت مسلمان اقلیت کو جبراً مغلوب کرنا چاہتی ہے پنڈت

جی سے استدعا کیگئی وہ ہندو مسلمانوں کا تصفیہ کرانے کی جلد کوشش کریں۔

—— لندن میں ماہ مئی کے آغاز میں ہندوستان کے فنون لطیفہ کے بہترین نمونوں کی مکمل نمائش ہوگی جس میں نقاشی، دریا رچہ بافی بھی شامل ہوں گے۔

—— پرتگال کی فوج میں بغاوت پھوٹ پڑی۔

—— کانپور کے مشہور رئیس حافظ محمد صدیق مقامی میونسپل بورڈ کے وائس چیرمین منتخب ہوئے ہیں۔

—— معلوم ہوا ہے کہ تخفیف اسلحہ کی کانفرنس ۱۹۳۲ء میں بجائے جنیوا کے بارسلونا میں منعقد ہوگی۔

—— دہلی میں ہندو مسلم مفاہمت کی گفتگو شروع ہونے سے پہلے جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی نے گاندھی جی کو ایک عرضی خط لکھا تھا جواب شائع ہوا ہے۔ اس میں شیخ صاحب موصوف نے گاندھی جی اور کانگریس کو مشورہ دیا تھا کہ وہ مسلم کانفرنس کے تمام مطالبات مان لیں۔

—— نئی دہلی ۱۰- اپریل ہندوستان بھر کی مجالس مقننہ کے مسلم ارکان کیطرف سے مسٹر اے- ایچ غزنوی اور ڈاکٹر سہروردی نے لارڈ ارون کو الوداعی پیغام تہنیت ارسال کیا ہے جس میں اتحاد و یکجہتی کیلئے ان کی شریفانہ اور رجانبازانہ خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

—— کانپور ۱۰- اپریل فسادات کانپور کی تحقیقات کیلئے حکومت صوبجات نے جو کمیشن مقرر کیا تھا اس کے تمام ارکان یہاں پہنچ گئے ہیں اور کام شروع کردیا گیا ہے۔

—— ۱۰- اپریل کو پارلیمنٹ میں ایک سوال کے جواب میں بتایا گیا کہ فساد کانپور میں ۱۶۴ آدمی قتل ہوئے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ دریائے ستلج کے کنارے جس مقام پر سردار بھگت سنگھ اور ان کے رفیقوں کی نعشیں جلائی گئی تھیں وہاں بیساکھی کے دن میلہ لگا تھا- فیروزپور کی نوجوان بھارت سبھا نے وہاں قومی جھنڈا بلند کیا تھا- اور مستقل یادگار قائم کرنیکی کوشش کی جارہی تھی لیکن اب پولیس نے اس مقام کی ساری جگہ ہموار کردی ہے اور زبردست پہرہ لگا دیا ہے۔

—— مہاراجہ اندور حرکت قلب کے بند ہوجانے سے ۱۰- اپریل کو انتقال کرگئے۔

—— ہسپانیہ کے بادشاہ الفانسو تاج و تخت سے دست بردار ہو گئے ہیں- اب وہاں جمہوری حکومت قائم ہوگئی ہے۔

—— ضلع بھڑوچ میں ایک تقریر کے دوران میں کانگریس کے صدر سردار پٹیل نے کہا کہ ہم چھ ماہ کے اندر سیاسی اقتدار حاصل کر لینگے- اس لئے حکومت پر اعتماد کئے بغیر جنگ کیلئے تیار رہنا چاہئے

—— ۱۰- اپریل کی شب کو امرتسر میں بھگتا نوالہ دروازہ سے باہر شیخ مولا بخش چنیوٹی کی آئیل فیکٹری میں تباہی خیز آتش زدگی واقع ہوئی- نقصان کا اندازہ پچاس ہزار روپیہ کے قریب کہا جاتا ہے

—— الہ آباد ۱۰- اپریل- ڈاکٹر سید محمود نے مسلمانوں سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ آل انڈیا نیشلسٹ کانفرنس میں بمقام لکھنؤ کثیر تعداد میں جمع ہوں- آپ نے اعلان کیا ہے کہ پہلے تو ہم مسلم آبادی کی نیابت کے ادعا کی ثابت کرنے میں خاموش رہے اب مولانا شوکت علی ہم سے جنگ کرنیکا چیلنج دے رہے ہیں- ہم اس چیلنج کو مودبانہ طور پر قبول کرتے ہیں- اگر ہمارے بعض رفقائے کار اس موقعہ پر ہم سے علیحدہ رہے تو یہ بدقسمتی کا موجب ہوگا۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۲۳ اپریل ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۵

ہماری تبلیغی ڈاک

(مرتبہ جناب خانصاحب بابو منظور الٰہی صاحب)

جرمنی

پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:- مولانا محمد یعقوب خان صاحب گولڈن ڈیڈز آف اسلام بہت ہی عمدہ کتاب ہے خان صاحب کی خدمت میں میری طرف سے مبارک باد عرض کردیں اگر انہیں اعتراض نہ ہو۔ تو میرا خیال ہے کہ اس کا جرمنی ترجمہ شائع کردوں (خان صاحب نے اس کی اجازت دیدی ہے) ترجمہ ڈاکٹر مارنوس صاحب کی مدد سے خود کرونگا چھپوائی کے لئے جرمن مسلم سوسائٹی سے ذکر کرونگا ممکن ہے وہ کسی طرح انتظام کرے۔

جرمن مسلم سوسائٹی بڑا مفید کام کررہی ہے۔ گذشتہ عید کے موقعہ پر اس نے بڑی شاندار ٹی پارٹی کا انتظام کیا۔ جس پر کم وبیش دس بارہ پونڈ خرچ آیا جسے سوسائٹی کے ممبروں نے پورا کیا اب عید الاضحی کے موقعہ پر بھی کرنے کا ایسا ہی ارادہ ہے مگر چونکہ ہر دفعہ پیچ پیالیاں کرایہ پر لینے سے کرایہ پر کافی رقم خرچ آجاتی ہے لہذا سوسائٹی نے کم وبیش پانچ پونڈ کا سامان چائے وغیرہ خرید کر مسجد کو دیدیا ہے۔ اس طرح سے اب کم وبیش سو مہمانوں کی چائے وغیرہ کا انتظام یہاں ہوسکتا ہے۔

حال ہی میں ایک جرمن لیڈی نے اسلام قبول کیا جس کا اسلامی نام صدیقہ رکھا گیا۔ عیسویت دریا دریوں کی خوب خبر لیتی ہے

میرا خیال ہے کہ سال میں ایکدفعہ کم ازکم جرمنی کے ملک کا تبلیغی دورہ کیا جانا ضروری ہے تاکہ برلن سے باہر رہنے والے مسلمانوں سے ملاقات کا موقعہ مل سکے جس سے تعلقات مضبوط ہو جاتے ہیں امید ہے۔ انجمن کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا عید الاضحی یہاں ۲۹ اپریل کو ہوگی۔ میں کوشش کرونگا کہ عید الفطر کی طرح خطبہ عید بذریعہ ریڈیو تمام ملک میں سنایا جائے گا۔

سوئٹزرلینڈ

برادر حاجی صلاح الدین کمال صاحب (اسی ملک کے نومسلم) لکھتے ہیں۔ کہ آپ کا ۲۲ فروری ۱۹۳۱ء کا خط پہنچا۔ میں جماعت برلن کو چندہ سے مدد دیتا رہتا ہوں۔ اور ساتھ ہی رسالہ مسلمز ریویو کیلئے مضامین بھی بھیجا کرتا ہوں میں نے سورہ البلد کا ترجمہ بزبان وولاپک کیا ہے جو ارسال خدمت ہے جملہ برادران کی خدمت میں السلام علیکم عرض کردیں۔

امیر شکیب ارسلان صاحب لکھتے ہیں کہ اپنا اخبار آپ کی جماعت برلن کو بھیجتے رہتے ہیں۔ جہاں سے ہمیں رسالہ تبادلہ میں آتا رہتا ہے گذشتہ دنوں میں جب برلن گیا تھا تو دو دفعہ آپ کی مسجد میں گیا تھا اور ایکدفعہ امام مسجد محمد عبد اللہ صاحب نے میری نہایت شاندار ..... دعوت بھی کی جس میں بہت سے جرمن اور ممالک اسلامیہ کے نمایندے شامل ہوئے۔ اس مجمع میں میں نے کچھ تقریر بھی کی۔ کہ گو میں جملہ عقاید میں آپ کی جماعت سے متفق نہیں۔ تاہم میں اکثر میں آپ سے متفق ہوں اور میں نے اس مسجد کی تعمیر اور آپ کے تبلیغ اسلام کے کام کی اور یورپ کے لوگوں کو حقائق اسلام سے آگاہ کرنے کی جن سے وہ سابق میں بے خبر تھے تعریف کی وغیرہ وغیرہ میری یہ تقریر پسند کی گئی اور برلن کے بعض اخبارات نے اسے شائع کیا آپ کا تعلیم اسلام اور سیرۃ نبویؐ کی کتب کے فرانسیسی تراجم کرانے کی کوشش کے بارے میں عرض ہے کہ مجھے اور میرے دوستوں میں بہت کم فرصتی ہے لیکن اگر آپ پسند کریں۔ تو میں آپ کو الجزائر ٹیونس یا بیروت کے ایسے دوستوں کے پتے دے سکتا ہوں۔ جو نہایت عمدگی سے فرانسیسی تراجم میں مدد دے سکیں گے میں اپنے کثیر مشاغل کی وجہ سے معذور رہوں۔ والسلام۔

اٹلی

عثمان کلاچہ صاحب (البانوی) جو اٹلی میں فوجی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ہماری رجمنٹ کی تبدیلی اب علاقہ تیورن میں ہوگئی ہے۔ اس لئے اس پتہ پر خط وکتابت کریں میں بدستور سابق تبلیغی کام میں مصروف ہوں۔ غالباً ہم یہاں چھ ماہ رہیں گے جملہ احباب کی خدمت میں السلام علیکم۔

ٹیونس

مسٹر ٹوملر لکھتے ہیں۔ خط پہنچا ترجمۃ القرآن انگریزی پر ریویو آیندہ رسالہ میں شائع کرونگا اور کتاب سوال وجواب اسلامی کو فرانسیسی ترجمہ کے لئے مسٹر طیار (فرانسیسی نومسلم) کو بھیج دیا گیا ہے۔ مجھے بہت مصروفیت رہی ہے اس لئے افسوس ہے کہ میں یہاں کے مسلمانوں کے حالات پر تفصیلاً نہیں لکھ سکا لیکن میں نے مسٹر طیار کو اس بارہ میں لکھدیا ہے۔ کہ وہ آپکو ایسی کتابوں کے نام لکھ دے جس سے آپ کو مطلوبہ اطلاع مل سکے!

چین

برادرم محمد اسماعیل صاحب لکھتے ہیں۔ کہ خط پہنچا میں نے ہونگ کانگ میں جاکر مولینا عثمان صاحب سے ملا اور آپ کا پیغام پہنچادیا انہوں نے بھی بیان کیا۔ کہ روپیہ کی قیمت گرجانے سے اتنی بڑی قیمت پر لوگ قرآن انگریزی خریدنے پر مستعد نہیں ہوتے ۱۹۲۹ء کے آخر میں کانٹن کے ایک سو تیس ڈالر ہانگ کانگ کے ایک سو ڈالر کے برابر اور ہانگ کانگ کے ایک سو ڈالر ہندوستان کے ایکسو پینتیس ۱۳۵ روپوں کے برابر تھے۔ گویا کانٹن کا ایک سو ڈالر ہندوستان کے ایک سو روپیہ سے زیادہ تھے۔ لیکن آج کل کانٹن کا ایک سو تیس ڈالر ہانگ کانگ کے ایک سو ڈالر کے برابر اور ہانگ کانگ کا ایک سو ڈالر ہندوستان کے ساٹھ روپیہ کے برابر ہے گویا ..... ہندوستان کے ساٹھ روپے یہاں کے ایکسو تیس ڈالر ہیں اس نرخ تبادلہ نے ہم لوگوں کا جو اس طرف کام کرتے ہیں۔ ستیاناس کردیا ہے مسٹر یعقوب چینی مسلمان سے بھی ملاقات ہوئی گذشتہ ہفتہ وہ یہاں آیا تھا۔ آپ کا خط اسے مل گیا ہے [illegible]

اخبار احمدیہ

جماعت دہلی کا سالانہ جلسہ ۷ ماہ رواں سے شروع ہوکر ۹ کی شب کو نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوگیا۔ خاکسار ایڈیٹر ۷ کی صبح کو دہلی پہنچ گیا تھا۔ موسم کی ناسازگاری اور طوفان خاک و ریگ کی مخالفت کے باوجود ات کو جلسہ کامیاب ہوا۔ شیخ عبد الحق صاحب کی تقریر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے مقاصد اور خدمات پر نہایت مفصل تھی۔ اس کے بعد خاکسار نے "عالمگیر مذہب" کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے مذاہب عالم پر ایک چھپتی ہوئی نگاہ ڈالی۔ دوسرے دن مولانا عصمت اللہ صاحب اور مولانا یعقوب خاں صاحب بھی تشریف لائے۔ مولانا عصمت اللہ صاحب نے عصر اور مغرب کے درمیان ضروریات زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت اور تبلیغ اسلام کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ مولانا کو فیاض حقیقی نے جو طلاقت لسانی عطا فرمائی ہے اس سے انہوں نے خوب کام لیا جزاک اللہ اور سبحان اللہ کے علاوہ لوگ کلام کے چٹخارہ سے جھوم جھوم جاتے تھے۔ شام کے بعد خان صاحب کی تقریر کا موضوع "زمانہ موجودہ کی پراگندگی اور مسلمانوں کے لئے پیغام عمل" تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی بےبسی برادران وطن کی ہوشیاری اور قوم مسلم کی غفلت شعاری کا نقشہ کھینچتے ہوئے خان صاحب موصوف نے مسلمانوں کو مضبوط اور منظم بننے کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد خاکسار مدیر کی دوسری تقریر اسی پرانے موضوع پر ہوئی جو دو گھنٹہ تک جاری رہی جس کے دوران میں قریباً قریباً دنیا کے تمام مشہور مذاہب پر ریویو کیا۔ بہائی اور بابی مذاہب پر بھی معمولی بحث کی۔ تیسرے دن حضرت مولانا صدر الدین صاحب تشریف لائے۔ دن کی آخری گھڑیوں میں مولانا عصمت اللہ صاحب اور شیخ عبد الحق صاحب نے تقاریر فرمائیں۔ رات کو خاکسار ایڈیٹر نے اپنے مسلسل مضمون کے حاکمہ کی کسی قدر تکمیل کی۔ اور آخر پر حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی تقریر مسلمانوں میں اتحاد اور نظام عمل پر ہوئی جو نہایت موثر تھی اور اس قابل تھی کہ مسلمان اس کو اپنی عملی زندگی میں مشعل راہ بنائیں۔ شیخ عبد الحق صاحب۔ بابو عزیز الدین صاحب، مولانا عبد السلام صاحب اور دیگر حضرات جنہوں نے اس جلسہ کو بارونق اور کامیاب بنانے کے لئے کوشش کی تشکریہ کے مستحق ہیں۔ شیخ عبد الحق صاحب قیس تبلیغ تو ہیں ہی۔ [illegible] جلسہ تقسیم اشتہارات و پروگرام میں بھی نہایت کوشش [illegible] کام کرتے رہے۔ مولانا محمد دین صاحب خوشنویس [illegible] خلف الرشید نے بھی مختلف مضامین اور احمدیت کے مقاصد کو خوبصورت قطعات پر تحریر کرکے جلسہ گاہ میں آویزاں کیا جس کے لئے ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نامۂ برلن

بخدمت اقدس عالیجناب حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج اقدس۔ ابھی جناب کا خطبہ بر موقع عید الفطر اخبار پیغام صلح میں پڑھا۔ اس سے قبل بھی اخبار پیغام صلح میں ایک آنہ فنڈ کے قیام کی خبر پڑھی ملفوف خط ہذا مبلغ سات روپے آٹھ آنے (۷/۸ تعہ) کا چیک ارسال خدمت ہے۔ جناب نے تحریک میں فرمایا ہے کہ "اس ایک آنہ سے انشاء اللہ تعالیٰ زندہ رہا تو آپ کی انجمن کو دس سال میں پچاس ہزار روپیہ جمع کر دوں گا۔ اگر مر گیا تو خیر میں نے اس کی بنیا تو رکھ دی ہے اور میں نے بتا دیا ہے کہ قوم بنا چاہتے ہو تو ایک آنہ سے بھی بن سکتے ہو" (نمبر ۱۴ صفحہ ۴)

بے شک انسان کو زندگی کا علم نہیں ہوتا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کسی نے کتنی مدت زندہ رہنا ہے۔ تحریک سے معلوم ہوتا ہے کہ سردست کم از کم دس سال کے لئے ہے۔ دس سال میں کم از کم ۱۰ × ۱۲ = ۱۲۰ ماہ ہوتے ہیں۔ ایک آنہ ماہوار کے حساب سے ۱۲۰ آنے کی رقم ارسال خدمت ہے اس کے علاوہ ایک آنہ ماہوار باقاعدہ انشاء اللہ ارسال کرتا رہوں گا۔ یہ دس سال کی رقم حفظ ما تقدم کے طور پر ارسال کر دی ہے اگر مر گیا تب بھی اپنا حصہ تو ادا ہو چکا ہوگا۔ وباللہ التوفیق

(خاکسار عبد اللہ - برلن)

پیغام صلح - ہمارے مکرم دوست پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب نے اپنے اس گرامی نامہ میں جس جذبہ کا اظہار کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر احمدی اس کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ ہر ایک احمدی بالغ اور بچہ کی طرف سے اس قومی تعمیر میں ایک آنہ ماہوار جمع کرکے قوم کی زندگی کا سامان پیدا کرنا چاہیئے یہ کوئی بہت بڑی رقم نہیں۔ لیکن اگر اس کے جمع کرنے کا التزام ہو جائے تو اشاعت اسلام کی بنیاد مضبوط ہو سکتی ہے۔ ایک آنہ ماہوار دس سال تک لگاتار ادا کرنا بلاشبہ ایک غیر معمولی عزم وہمت کا کام ہے۔ لیکن جو شخص اس کے ادا کرنے کا عہد کر لیتا ہے اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ پروفیسر صاحب کی تقلید کرے اور سات روپیہ آٹھ آنہ یکشت ادا کر کے ایک بہت بڑے قومی فرض کی ادائیگی سے سرخرو ہو جائے۔ ایڈیٹر

اسما بیعت کنندگان

ان احباب کے اسماء گرامی جنہوں نے بتقریب شادی میاں غلام عباس صاحب احمدیت کو قبول کیا۔

(۱) مہر امیر بخش صاحب رئیس سفید پوش و جاگیردار گھمیانہ
(۲) مہر شیر محمد صاحب رئیس و باری کرسی نشین گھمیانہ
(۳) مہر اللہ بخش صاحب نمبردار گھمیانہ
(۴) مہر سلطان محمود صاحب جاگیردار گھمیانہ
(۵) مہر اللہ بخش صاحب رئیس میونسپل کمشنر گھمیانہ
(۶) مہر محمد بخش صاحب رئیس گھمیانہ
(۷) منشی محمد حسین صاحب قریشی اہلمد صدر جھنگ
(۸) ملک نذیر احمد صاحب دکاندار گھمیانہ
(۹) شیخ غلام احمد صاحب نومسلم نقل نویس صدر جھنگ

(خاکسار ملال حسین مبلغ انجمن)

جناب مرزا ولی احمد بیگ صاحب نے جاوا کی جماعت احمدیہ کی ایک شاندار خدمت اسلام سے ہمیں اطلاع دی ہے۔ ان کا خط اشاعت آئندہ میں انشاء اللہ تعالیٰ درج ہوگا۔

الفضل کے خلافت نمبر پر سرسری نظر

(مرزا غلام ربانی صاحب کے قلم سے)

(۱) اخبار پیغام صلح کا بہاری نمبر مورخہ ۳ مارچ ۱۹۳۱ء کو شائع ہوا۔ اس کے اندر ایک نظم جناب مولوی مرتضیٰ خاں صاحب بی۔اے کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس نظم کو مولوی صاحب موصوف نے خطاب بہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کے عنوان سے مزین کیا۔ اس نظم میں حضرت امیر موصوف کی خدمات اسلامی مثلاً ترجمۃ القرآن کی طرف اشارہ تھا۔ بلاشبہ نظم شاعرانہ مبالغہ سے بھی پاک تھی۔ اور واقعات کا آئینہ تھا۔

(۲) اس خاص نمبر میں ایک اور مضمون "قال اور حال" کے عنوان سے درج تھا۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چند واقعات زندگی۔ جو کہ آپ کا معمول تھا پیش کر کے لکھنے والے نے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ جو صاحب اپنے کسی بزرگ یا پیشوا کے حالات اور سوانح کو بالمقابل پیش کرنے کا ادعا کرے۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ بڑے بڑے دعویٰ کرنیوالوں کے ان عادات اور اخلاق کا اظہار کرنا چاہیئے۔ جو کہ ان کی روزانہ زندگی کا معمول ہوں۔ ورنہ دوسروں کو ہنسی کا موقعہ نہ دیں۔ اگر کوئی بزرگ اس معیار میں پورا نہ اترے بلکہ اس مقابلہ میں دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ تو پھر کم از کم۔ ان کے مریدوں کو آئے دن کی سمع خراشی سے پبلک کو معاف رکھنا چاہیئے۔ یوں کاغذی گھوڑے دوڑانا اور رائی کا پہاڑ بنانا۔ اور خالی تقریروں کے پل باندھ دینے سے کوئی فائدہ نہیں"۔ اسی مضمون میں مضمون نویس نے بسبیل تذکرہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی معمولی زندگی کو کہ کس طرح آپ سادگی سے گذار رہے تھے۔ اور کس جانفشانی سے خدمت اسلام کر رہے تھے پیش کیا۔

(۳) تیسری بات جو کہ اس خاص نمبر میں تھی۔ وہ یہ تھی اپیل نمبر جس میں جماعت قادیان سے خطاب تھا۔ جو کہ ہمارے بزرگ امیر ایدہ اللہ کی طرف سے تھی۔ خلافت نمبر میں اس اپیل نمبر کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا گیا۔ ہاں پہلے دو مضمون کو مد مقابل رکھ کر۔ کچھ طبع آزمائی کی گئی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ کہیں بھی آپ کو یہ لکھا ہوا نہ ملے گا۔ کہ یہ خلافت نمبر مذکورہ بالا پیغام صلح کے مضمونوں کے مقابل شائع ہوتا ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ انہی دو مضمونوں کا مقابلہ کرتے کرتے الفضل کے خلافت نمبر کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اب اس تھوڑی سی تمہید کے بعد ہم خلافت نمبر پر سرسری تبصرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ قادیان کی شان میں میاں اکمل صاحب کی ایک نظم شائع ہوئی ہے۔

خطاب مل گیا دکتیم دہی کا نگریس کو
کہ اہل غرب پہ کھل جائے عظمت محمود

خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اس خطاب کے دینے والا کون ہے۔ اور کب ملا یہ تو ایک راز سربستہ ہے ممکن ہے الہام ہوا ہو۔ خود میاں صاحب کو یا خواب ہی نہ نکلے۔ بہرحال کچھ نہ کچھ تو ہے۔ ایک بات میاں اکمل صاحب سے رہ گئی ہے اسی شعر کے نیچے اگر ولیم کی سوانح لکھ دیتے تو اس نظم کو چار چاند لگ جاتے لیکن وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ اب اس خدمت کو ہم پورا کرکے ولیم دی کانکرر کے مریدوں کی خدمت میں محمود با

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ ۔ ۴ ۔ ذی الحجہ ۱۳۴۹ ہجری ۔ نمبر ۲۵

دینی بے حسی کی انتہا

نام نہاد علماء کی اسلام فروشی

(از محمد انعام الحق ہوشیار پوری)

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اسلام کی رسوائی اور مسلمانوں کی تباہی کی سب سے بڑی وجہ علماء سو کی ناپاک حرکات اور خودغرضانہ مقاصد ہیں ۔ آج بھی ہم کو یہی نظر آرہا ہے ان کی خودغرضیاں ذاتی عداوتیں تنگ تعصبیاں تکفیر نوازیاں اور جہالتیں مسلمانوں کو روز بروز تباہی کے قریب لے جا رہی ہیں اور نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ننگ اسلام گروہ مسلمانوں کو کس حالت میں پہنچا کر مطمئن ہوگا ۔ ان دشمنان دین و ملت نے ہمیشہ فروعی اختلافات پر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ۔ اپنے سے ذرا سا اختلاف رکھنے والوں پر کفر کے فتوے دیئے ۔ اور ہمیشہ یہ کوشش کی کہ فرزندان توحید ان کے بچھائے ہوئے جہالت و تنگ خیالی کے جالوں میں الجھے رہیں ۔

اس قسم کے علماء کی ایک ٹولی جمعیت العلماء کے نام سے دہلی میں قائم ہے جس نے ہمیشہ اتحاد و اتفاق کے نام سے مسلمانوں میں تشتت و افتراق پیدا کیا اور اصلاح و تبلیغ کی آڑ میں پرستاران توحید کو گمراہی و ضلالت کی طرف لے جانے کی کوشش کی ۔ اس ٹولی میں ایسے علماء بکثرت موجود ہیں جو ڈاڑھی منڈوانے پر فاجر و فاسق بلکہ کفر تک فتوے دے دیتے ہیں ۔ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ پہننے پر ناک بھوں چڑھا لیتے ہیں ۔ اور معمولی معمولی باتوں پر دوسرے مسلمانوں سے برسر پیکار رہتے ہیں تکفیر کا ان لوگوں کو بے حد شوق ہے ۔ ایک مسلمان نے اس ٹولی کے صدر محترم مولانا کفایت اللہ صاحب سے درخواست کی کہ آپ مسلمانوں کی تکفیر کو چھوڑ دیں تو انہوں نے بلاتکلیف جواب دیا کہ اب ہم علماء کے پاس سوائے تکفیر کے اور کونسا ہتھیار رہ گیا ہے ۔ انا للہ

ان معمولی معمولی باتوں پر کفر کا فتوے دینے والوں کی اپنی حالت یہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے ذاتی فائدہ کے مقابل اسلام اور مسلمانوں کے بڑے سے بڑے نقصان کی پرواہ نہیں کرتے اس کی تازہ مثال کراچی کانگرس میں پیش آئی ۔ نام نہاد علماء کی یہ ٹولی مسلمانوں کے مفاد کو پس پشت ڈال کر اور زبردست اکثریت کی آواز کو ٹھکرا محض اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر کراچی کانگرس میں شامل ہوئی خیر ہمیں اس سے کچھ تعلق نہیں ۔ ان کا کانگرس میں شامل ہونا کس حد تک صحیح ہے ۔ کانگرس میں شمولیت و عدم شمولیت بہت بڑی حد تک ایک سیاسی مسئلہ ہے جو ہم سے بالکل غیر تعلق ہے ۔ لیکن شامل ہونے کے بعد انہوں نے جس دینی بے حسی اور اسلام فروشی کا ثبوت دیا وہ بالکل ناقابل برداشت ہے اور اس کی وجہ سے ان علماء سو کی کی اخلاقی و دینی حالت کا جس قدر بھی ماتم کیا جائے کم ہے ۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ کانگرس کی مجلس انتخاب مضامین میں مولانا ظفر علی آف زمیندار نے تجویز پیش کی کہ کانگرس نماز کے وقت اپنے اجلاس پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کر دیا کرے ہندو کانگرس کے پنڈال میں ایک مسلمان کی یہ تجویز بھلا کس طرح برداشت کی جا سکتی تھی ۔ ہندو مردوں اور عورتوں نے اس کا مضحکہ اڑایا ۔ مولانا ظفر علی پر آوازے کسے ۔ پھبتیاں کہیں ۔ بعض ننگ اسلام مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کا ساتھ دیا ۔ اس پر مولانا ناراض ہو کر اجلاس سے چلے گئے اور دو دن تک کانگرس کی تقریبات میں شرکت نہ کی ۔ ہر ایک صحیح الخیال مسلمان اس بات کی بجا طور پر توقع رکھتا ہے کہ جب ایک مسلمان نماز کے لئے آواز بلند کرے تو علمائے اسلام ضرور اس کا ساتھ دیں گے ۔ لیکن آہ ظفر علی کی آواز ہندو کانگرس کے پنڈال میں گونجی اور گونج کر نامراد رہ گئی مگر یہ علماء ٹس سے مس نہ ہوئے اور ان کو اپنی سنہری روپیلی اغراض کی وجہ سے کانگرس کے ہندو لیڈروں یعنی اپنے ان داتاؤں کے خلاف دو لفظ کہنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ جمعیت کے اجلاس کراچی کے صدر "امام الہند" نے ہندوؤں کے اشارے پر کوشش کر کے مولانا ظفر علی کو ایک نہایت ذلیل سمجھوتے پر راضی کر لیا ۔ اس واقعہ کے بعد کانگرس اور اس کی ذیلی مجالس اور خود جمعیت کے کئی اجلاس ہوئے لیکن ان علماء سو کے لبوں پر بدستور مہر سکوت لگی رہی ۔

اس دینی بے حسی اور اسلام فروشی کے بعد ان علماء سو نے یہ صریح غلط بیانی کر کے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ جس اجلاس میں مولانا ظفر علی نے نماز کے لئے التوائے اجلاس کی تجویز پیش کی ہے اس میں جمعیت العلماء کے صدر و ناظم وغیرہ موجود تھے اور نہ ان کو بعد میں علم ہوا ورنہ وہ ضرور اس تجویز کی حمایت کرتے لیکن ہم سوال کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا ظفر علی نے اس تجویز کے مسترد ہو جانے کے بعد دو دن تک مقاطعہ کیا اور دوران مقاطعہ میں کراچی کے لیے پبلک جلسوں میں کانگرس کے اس طرز عمل کے خلاف تقریریں بھی کیں آخر جمعیت کے صدر منتخب کی کوشش سے وہ ایک ذلیل سمجھوتے پر راضی بھی ہو گئے کیا ان تمام باتوں کے باوجود خدایان جمعیت کو علم نہ ہوا ؟ یہ ایک صریح کذب بیانی ہے ۔ در اصل بات یہ ہے کہ ان علماء سو کو ہندو لیڈروں کے خوف سے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ ان کو تو ہر حالت میں اپنے ذاتی مقاصد عزیز ہیں ۔ کانگرس کے باہر ان کا فائدہ اس بات میں ہے کہ وہ فروعی باتوں پر مسلمانوں کو لڑائیں اور کفر کے فتوے دیں ۔ اور کانگرس اندر اسلام ، نماز اور قوم کو پس پشت ڈالنے سے ان کی مٹھی گرم ہوتی ہے ۔ کاش امت مرحومہ کو ان علماء سو سے واسطہ نہ پڑتا ۔ کاش خدا ان لوگوں کو مسلمانوں کے گھروں میں جنم دینے کی بجائے جنگلوں کے درندے اور حشرات الارض بنا دیتا ۔ اس صورت میں ہماری قوم کا دامن ان دھبوں سے بالکل پاک و صاف ہوتا ۔

اگر مسلمانوں سے دینی غیرت و حمیت بالکل ہی رخصت نہیں ہو گئی تو ضرورت ہے وہ ان علماء سو سے پوچھیں کہ تم کو اس اسلام فروشی کے بعد مسلمانوں کی راہ نمائی کا کیا حق ہے ۔ اور ان کے خلاف ایک ایسا طوفان مخالفت بپا کر دینا چاہیے جس کی رو میں ان کی راہ نمائی و سیادت کے تمام دعوے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں اور ان کو اپنے گھروں اور حجروں میں بند ہو جانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہے ۔ ان لوگوں کے خلوت کدوں کے مشاغل ہی کافی رنجدہ ، بھلے ہیں پبلک اجتماعات میں ان کی دین فروشیاں تو بالکل ہی ناقابل برداشت ہیں ۔

قادیانیوں کا مباحثہ سے فرار

چند یوم ہوئے انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ نے اپنے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اپنے مبلغین کے ذریعہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کے موضوع پر پبلک لیکچر کرائے جو عام طور پر پسند ہوئے مگر حاسدانہ طبائع کیوں خاموش رہنے لگیں چنانچہ اس اثر کو ضائع کرنے کے لئے ہمارے قادیانی دوستوں نے ایک منصوبہ سوچا اور ہمارے جلسہ کے جواب کے طور پر اپنے مبلغوں کو طلب کر کے لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا اور مضامین وہ اختیار کئے جو بلحاظ وقت نہایت غیر موزوں اور بے محل تھے ۔ مدعا اس سے یہ تھا کہ بوجہ اختلاف رائے پبلک کو ہم سے برانگیختہ کیا جائے ۔ مگر ؎

عدو شرے برانگیزد کہ خیرے ما دراں باشد

پبلک نے لیکچراروں کے منہ پر ان کی مذمت کی ۔ سب سے پہلا مضمون ولادت مسیح کے متعلق تھا جس پر مولوی غلام رسول راجیکی نے تقریر فرمائی ۔ مولوی صاحب کی ژولیدہ بیانی اور کم مائیگی ان کی طرز ادا سے ظاہر تھی ۔ بعض دوستوں نے اندازہ لگایا کہ مولوی صاحب کے لب و لہجہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ دل سے اس مسئلہ کی صداقت کے قائل نہیں ہیں بلکہ محض ملازمانہ حیثیت کی وجہ سے طوعاً و کرہاً اس قسم کے اظہار خیالات پر مجبور ہیں مولوی صاحب کی تقریر کے خاتمہ پر میاں محمد حسین نے سوالات کی استدعا

اطلاع ۔ مجلس منتظمہ نے بروئے ریزولیوشن عـــہ ۲۸/۱۳ ۔ ۱۶ یہ فیصلہ کیا ہے کہ اخبار میں اعلان کر دیا جائے کہ ہر وہ شخص جو اس جماعت میں شامل ہے مجلس مشاورت میں حصہ لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ [illegible] انجمن سے اجازت حاصل کرے ۔ سکرٹری

پھر بار کی کہ صاحب صدر کو اعتراف کرنا پڑا کہ سوال و جواب سے کوئی اچھا نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہوں نے یہ سلسلہ بند کر کے مولوی صاحب کا پیچھا چھوڑ دیا۔ دوسرے دن مولوی غلام رسول صاحب نے ختم نبوت پر دنیا و جہان کے مسلمانوں کے خلاف اظہار خیالات فرمائے تیسرے دن مولوی محمد یار صاحب نے نبوت حضرت مسیح موعود کو پیش کیا ہم روزانہ جلسے میں گئے اور بذریعہ رقعہ صاحب صدر سے سوال و جواب کی اجازت چاہی مگر صدر صاحب نے عجیب طریق سے اس پیالہ کو ٹالا انہوں نے اعلان فرمایا کہ جلسہ کی غرض بحث و مباحثہ نہیں ہے تا کہ مسلسل سوال و جواب کا سلسلہ جاری کیا جائے بلکہ ایک انوکھی تجویز پیش کی کہ جس جس دوست کو سوال کرنا منظور ہو وہ اپنے اپنے سوال صاحب صدر کے پاس لکھوائیں۔ اور پھر مولانا بیک وقت اول سب کا جواب دیدیں گے بعد ہا پھر کسی کو موقعہ نہیں دیا جائیگا۔ یہ طریق محض لدفع الوقتی کے لئے اختیار کیا گیا۔ اس لئے مورخہ ۱۶۔اپریل ۱۹۳۱ء کو جناب مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ انجمن ہذا نے ایک مفصل رقعہ بنام مولوی محمد یار صاحب بدیں مضمون ارسال فرمایا:۔

مولانا المکرم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں نے رات رقعہ بھجوا کر جلسہ کے صدر صاحب سے دریافت کرایا کہ کیا آپ کی تقریر کے خاتمہ پر کچھ آدھ گھنٹہ کا وقت پانچ پانچ منٹ پر تقسیم کرکے سوال و جواب کے لئے دیا جائے گا یا نہیں مگر افسوس کہ جواب نفی میں ملا اور میرے دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی کیا ہی اچھا ہو کہ آج آپ کسی وقت حضرت صاحب کے دعوے نبوت پر انہیں کی بابرکت تحریرات کی روشنی میں ادھ گھنٹہ تک تقریر فرمادیں اور پھر ایک گھنٹہ سوال و جواب کے لئے رکھ لیں مگر میری جوابی تقریر صرف دس منٹ کی ہوگی باقی وقت فریقین کے لئے پانچ پانچ منٹ پر تقسیم ہو جائیگا آخری تقریر بھی آپ ہی کی ہوگی۔ آپ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی آسان طریق نہیں اس سے فائدہ اٹھائیے مگر صرف یہ شرط ہوگی کہ قرآن مجید اور احادیث رسول کریم اور حضرت صاحب کی تحریرات کے علاوہ اور کسی کی کوئی تحریر تائیداً یا تردیداً پیش نہیں ہوسکیگی۔ اور پریذیڈنٹ مسلمہ فریقین ہوگا یا ہر دو فریقوں کے علیحدہ علیحدہ پریذیڈنٹ ہوں گے۔ سوال و جواب صرف دوستانہ ہوں گے کسی کی ذات پر کوئی حملہ نہیں ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس زریں موقعہ سے آپ ضرور فائدہ حاصل کریںگے۔ میں دہلی جا رہا ہوں صرف آپ کے لئے آج کا دن وقف کرسکتا ہوں۔ ۱۰ بجے تک جواب مل جانا چاہیے ورنہ میں ایک بجے کی گاڑی سے روانہ ہو جاؤں گا۔ منظوری سے فوراً اطلاع دیں۔

راقم بندہ عصمت اللہ

یہ رقعہ مولانا نے دستی مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجا جس پر معلوم ہوا کہ مولوی صاحب مذکور اوڈے میں تشریف لے گئے ہوئے ہیں اس لئے رقعہ الٹا واپس ہوا چونکہ آج کل قادیانی علما کا ایک پنج سیالکوٹ میں تشریف فرما ہے اس لئے مولانا نے ایک دوسرا رقعہ اسی مضمون کا روانہ فرمایا مولانا کا ارادہ تھا کہ اتفاق سے یہ موقعہ میسر ہوا ہے کہ جماعت قادیان کے علما اس وقت سیالکوٹ میں موجود ہیں اس لئے ایک عام مباحثہ کے ذریعہ پبلک کو قادیانی عقائد سے آگاہ کر دیا جائے اسی لئے مولانا نے مشروط مباحثہ بھی ایسی تجویز فرمائیں جن سے قادیانی مبلغوں کو ہر طرح سے سہولت ہو اور کسی طرح گریز کا موقعہ نہ ملے مگر افسوس کہ پریذیڈنٹ صاحب نے اس دعوت کو قبول نہ فرمایا۔ بلکہ کسی دوسرے وقت کا عذر کرکے ٹال دیا۔ اور بہانہ یہ کیا کہ مبلغین کی طلبی کے لئے تار آ چکا ہے۔ اگر فی الواقعہ تار پہنچ گیا ہوا ہے تو مولوی محمد یار صاحب موضع اوڈے میں کیوں تشریف لے گئے اگر مولوی صاحب اوڈے تک جا سکتے۔ تھے تو ہم نے تو زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ تک سوال و جواب کا وقت رکھا تھا۔ دوم۔ مولوی محمد یار اور مولوی غلام رسول صاحبان کے علاوہ مولوی ظہور حسین صاحب مقامی طور پر اسی جگہ رہائش پذیر ہیں انہیں سے یہ ڈیوٹی لے لی جاتی۔ مگر ہمارے دوستوں کو احقاق حق منظور نہیں وہ ناحق خط و کتابت میں مغالطہ دے رہے ہیں۔ ان کے تمام جلسے اور تقریریں اور تحریریں محض تماشی ہیں۔ چونکہ مولانا مولوی عصمت اللہ صاحب چند یوم کے لئے دہلی وغیرہ تشریف لے جا رہے ہیں ورنہ ہم پبلک سلسلہ تقاریر شروع کرکے قادیانیوں کی چالبازیوں کی اچھی طرح قلعی کھولتے مولانا کی واپسی پر بذریعہ اشتہار ہم پبلک لیکچروں کا سلسلہ شروع کرکے قادیانیوں کے عقائد کی حقیقت اچھی طرح ظاہر کریں گے

(شیخ غلام حسین انجمن احمدیہ اشاعت اسلام سیالکوٹ)

وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

قادیان کے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے ایک رسالہ بنام "میرا عقیدہ در بارہ نبوت مسیح موعود" ریویو آف ریلیجنز کی میری اور کچھ دوسروں کی تحریروں سے مرتب کیا ہے۔ جس میں لفظ نبی کے استعمال کے حوالجات کو ایک جگہ کر دیا ہے اور اس کی ایک کاپی کل میرے نام بھی آئی ہے میں مولوی صاحب کے اس تحفے کا شکریہ ادا کرتا ہوا اس سے

بہتر تحفہ

ان کی خدمت میں طبع کرا کر بھیج رہا ہوں۔ میں تو محض امام وقت کے دستر خوان کے خوشہ چینوں میں سے ایک ادنیٰ سا خوشہ چین ہوں۔ میں نے اس معلم روحانی کے سارے حوالجات لفظ نبی کے متعلق آج سے چودہ سال پیشتر اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں جمع کر دیئے ہوئے ہیں۔ اس وقت صرف ذیل کی چند سطریں ایک ورق پر طبع کرا کر مولوی صاحب کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ بھیج رہا ہوں کہ وہ اس ایک ورق کو اپنے اس رسالہ کے اوپر لگا دیں تا کہ میری کمزور تحریروں کو پڑھنے سے پیشتر ان کے ناظرین کے سامنے

حکم و عدل

کے الفاظ بھی آجائیں۔ میں صرف اس بات کا انتظار کروں گا کہ مولوی صاحب کے دل میں

حضرت مسیح موعود کے الفاظ کی کس قدر عزت ہے

آیا وہ حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ کو جلانے کے قابل سمجھتے ہیں یا ردی میں پھینکنے کے قابل۔ اور کم سے کم یہ درخواست ہے کہ مجھے بھی میرے مرشد کے ساتھ ہی رکھیں اور جو سلوک ان اوراق سے کریں وہی سلوک میری تحریر سے بھی کریں۔

جن احباب کو یہ ٹریکٹ پہنچا ہو ان سے بھی یہی درخواست ہے کہ یہ ایک ورق منگوا کر اس کے ساتھ لگالیں۔ اور یوں مولوی صاحب کی محنت کی قدر کریں۔

اگر حکم و عدل کی تشریح ناپسند ہوئی تو پھر میں ان کے سلسلہ کے علماء کی تحریروں سے حوالجات نکال کر بھیج دوں گا اس ورق پر صرف الفاظ ذیل ہیں:۔

"ابتدا سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے

. . . .

سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں"

"راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی"

۳۔فروری ۱۸۹۲ء

بقیہ صفحہ ۱

کہ عدیم الفرصتی کے باعث جواب نہ دے سکا۔ اب دوسرا غالباً اس نے اب تک لکھدیا ہوگا۔ اس کا جنوری کا رسالہ گذشتہ ماہ نکل چکا ہے دوسرا نمبر ایک ہفتہ تک شائع ہو جائیگا۔ رسالہ کا نام المومن ہے نہایت رنج و افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ میرا مترجم عثمان مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۰ء بوقت صبح وفات پاگیا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بہت نیک وفادار اور ایماندار شخص تھا۔ پرانٹ آف اسلام کا ترجمہ چینی اس نے مولینا عثمان کے چینی رسالہ کے دو نمبروں میں شائع کروایا لیکن اس کی موت نے باقی کام روک دیا۔ شہر پیکن کی اسلامی انجمن نے آپ کے رسالہ اسلام کا چینی ترجمہ نہایت عمدہ کاغذ پر کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ وہ میں نے بھی دیکھا ہے اب وہ پرانٹ آف اسلام چینی بھی شائع کریں گے۔ اس لئے اب سالوں کے ذریعہ ٹکڑے ٹکڑے شائع کرنے کی ضرورت نہیں رہی ملک چین میں کوئی کتاب یا عمدہ مضمون کسی رسالہ میں شائع ہو جائے۔ تو وہ تمام ملک بھر کے مسلمانوں کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ ملک بھر کے تمام اسلامی رسالے تمام شہروں اور قصبات کی جہاں اسلامی آبادی ہو مساجد کو مفت بھیجے جاتے ہیں۔ اس لئے ایک رسالہ کا اقتباس دوسرا رسالہ نہیں لیتا۔ نہ ان حالات میں اس قسم کی کوئی ضرورت رہتی ہے مسٹر عثمان کی وفات کا ملک بھر کے مسلمانوں نے ماتم کیا۔ کیونکہ اس کی وفات نے مسلمانان چین کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے مسلمان ہو کر آپ کی تحریک سے اس نے دو سال میں خدمت اسلام کا جو کام کیا۔ مدت سے کسی چینی مسلمان نے نہ کیا تھا۔ تمام اسلامی پرچوں میں اس کے مضمون شائع ہوتے تھے لکھنے پڑھنے میں خوب ہوشیار تھا۔

میرا دوسرا نوکر گو تین سال سے میرے ساتھ ہے۔ زبانی مترجم کا کام چلا سکتا ہے۔ لیکن لکھنے پڑھنے میں ہوشیار نہیں معمولی خط بھی بمشکل لکھ سکتا ہے اخبارات میں مضامین لکھنا تو درکنار رہا جب تک کوئی ہوشیار آدمی نہ ملے تبلیغ کا کام فی الحال رک گیا ہے۔ کام کی موجودہ حالت میں دوسرے آدمی کا رکھنا بھی دشوار ہے اس لئے موجودہ نوکر کو ہی کافی سمجھتا ہوں ہفتہ میں ایک بار سنیچر کی شام کو سرچین یہاں آجاتا ہے اور اتوار کی شام کو واپس چلا جاتا ہے اب میری کوشش اس کے یہاں تک پہنچا محدود رہے گی یا مولانا

ایک نیا فتنہ

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ)

۱۹۱۹ء میں خان محمد سلیم خاں کی استدعا پر میں نے ایک مختصر سا رسالہ لکھا تھا جس میں تمہیدی الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں :-

"ایام جلسہ میں آپ نے مجھ سے مولوی عبداللہ صاحب تیما پوری کے متعلق دریافت کیا تھا کہ میں ان کی کتابوں کو پڑھ کر آپ کو ان کے متعلق اپنی رائے سے اطلاع دوں۔ مولوی عبداللہ صاحب کا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا ہے اور اس وقت چند اور افراد سلسلہ نے بھی اسی قسم کا دعویٰ ماموریت کا کیا ہے۔ اس لئے میں نے جہاں مولوی عبداللہ صاحب کی کتابوں کو پڑھا ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ دراصل ماموریت کے سب دعاوی ایک ہی ذیل میں آتے ہیں اس لئے بحیثیت مجموعی میں نے ان سب کے متعلق جن کو ایسا دعویٰ ہوا یا جو آئندہ ایسے دعویٰ کرنیوالے ہوں کچھ لکھ دینا ضروری سمجھا۔ میں نے اس طرف آج تک زیادہ توجہ نہیں کی۔ اس لئے کہ میں ڈرتا ہوں کہ ہماری طاقت انہی خانگی جھگڑوں پر صرف ہو کر ہم اصل کام سے نہ رہ جائیں۔"

جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے مجھے اس وقت ہی یہ اندیشہ تھا کہ ماموریت کے دعوے کرنیوالے ابھی اور بھی ہونگے فی الحقیقت یہ ہماری جماعت کی ایک بیماری ہے کہ وہ اپنی خوابوں یا خیالات پر بڑی بڑی عمارتوں کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں عبدالحکیم خاں نے ایک ایسا فتنہ کھڑا کیا اور سلسلہ کو تباہ کر دینے کی بڑی بڑی دھمکیاں دیں۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب کے سامنے بھی کئی ایسے مدعی پیدا ہوئے جو مصلح موعود اور مامور ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ ان میں سے بعض اس وقت تک بھی اپنے ان دعاوی پر قائم ہیں۔ قادیانی جماعت میں کئی نبوت کے مدعی بھی پیدا ہوئے۔ ان سب اصحاب کے بڑے بڑے دعاوی کا جو نتیجہ ہوا اس سے جماعت کے اکثر احباب واقف ہوں گے جن لوگوں کا چند سالوں میں دنیا کو زیر و زبر کر دینے کا دعویٰ تھا وہ اس وقت بھی اسی حالت میں یا شاید اس سے بدتر حالت میں ہیں جیسے دعویٰ کے وقت تھے۔

اسی قسم کے بلند آہنگ دعاوی کے اعلانات آج کل انجمن کے ایک سابق ملازم شیخ غلام محمد کی طرف سے آ رہے ہیں جو اپنے آپ کو مصلح موعود قدرت ثانی امام زمان مامور اور خدا جانے کیا کیا گمان کر بیٹھے ہیں اور ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ بہت جلد انجمن کو توڑ دیں گے مگر ان کے دعاوی میں جو سب سے عجیب بات ہے وہ ان کا

دابۃ الارض

ہونے کا دعویٰ ہے۔ دابۃ الارض کے لفظی معنے ہیں۔ زمینی جانور اور اس کے مفہوم میں بہت سا اختلاف بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے نزول المسیح میں اس سے مراد طاعون کا کیڑا لیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ کو کشف میں یہ جانور دکھایا گیا اور دل میں یہ ڈالا گیا کہ یہ طاعون کا کیڑا ہے" صـ۳۹ اور تحفہ گولڑویہ میں لکھا ہے :-

"دابۃ الارض سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی زبانوں پر خدا ہے اور دل بھی عقلی طور پر اس کے ماننے سے خوش ہوتے ہیں لیکن آسمانی روح ان کے اندر نہیں محض دنیا کے کیڑے ہیں۔ وہ روح کے بلائے نہیں بولتے بلکہ کورانہ تقلید یا نفسانی اغراض انکی زبان کھولتے ہیں۔ خدا نے دابۃ الارض ان کا نام اسی وجہ سے رکھا ہے کہ کوئی آسمانی مناسبت ان کے اندر نہیں" (صفحہ ۱۰۹ و ۱۱۰)

اور حمامۃ البشریٰ میں مختلف احادیث کو نقل کر کے اور یہ دکھا کر کہ ان میں تطبیق ناممکن ہے تحریر فرمایا ہے :-

"ان (احادیث) کے درمیان تطبیق ممکن نہیں سوائے اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ دابۃ الارض سے مراد علمائے سوء ہیں جو اپنے قول سے تو یہ گواہی دیتے ہیں کہ رسول حق ہے اور قرآن حق ہے پھر ناپاک کام کرتے ہیں اور دجال کی خدمت کرتے ہیں گویا ان کے وجود کے دو جزو ہیں ایک جزو اسلام کے ساتھ ہے اور ایک جزو کفر کے ساتھ ہے ان کی باتیں مومنوں کی باتوں کی طرح ہیں اور ان کے کام کافروں کے کاموں کی طرح ہیں سو رسول اللہ صلعم نے خبر دی کہ وہ آخری زمانہ میں بہت ہوں گے اور ان کا نام دابۃ الارض اس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین کی طرف جھک گئے اور انہوں نے نہ چاہا کہ آسمان کی طرف اٹھیں اور دنیا اور اس کی خواہشات پر مطمئن ہو گئے۔ اور ان کے دل انسان کے دل کی طرح نہ رہے اور ان میں درندوں اور سؤروں اور کتوں کی سی خصلتیں جمع ہو گئیں"

(ترجمہ از صـ۸۶)

اور ازالہ اوہام میں تحریر فرمایا ہے :-

"لیکن دابۃ الارض کے ساتھ زمین کی علامتیں ہوتی ہیں اور نیز وہ انسان کی پوری شکل نہیں رکھتی بلکہ اس کے بعض اجزا مسخ شدہ بھی ہوتے ہیں" (صـ۸۶۹)

بہرحال خواہ یہ دعاوی دماغی اختلال کا نتیجہ ہوں یا عمداً یہ راہ اختیار کی گئی ہو میں اتنا اپنے احباب کو بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض لوگوں نے مامور ہونے کو بازیچہ طفلاں بنا رکھا ہے۔ حالانکہ یہ بڑا بلند مقام ہے۔ بڑے بڑے اولیاء بڑے بڑے مجاہدین بڑے بڑے خدام دین بڑے بڑے علماء سے بھی آگے یہ مقام ہے مگر ہر چہ گیرد علتی علت شود والا معاملہ ہے۔ ایک شخص رات کو اچھا بھلا سوتا ہے اور صبح اٹھ کر مامور بنا ہوا ہوتا ہے اور پھر ساری دنیا کی اصلاح کا مدعی بن بیٹھتا ہے۔ جن لوگوں کو نماز باجماعت تک ادا کرنے کی توفیق نہ ملتی ہو جن کو یہ خبر نہ ہو کہ دین اسلام کو آج کیا مقابلہ درپیش ہے جن کا علم دین شد بود سے آگے نہ ہو وہ لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر چودہ طبق روشن ہو گئے۔ یہ لوگ دین اسلام کی حضرت مسیح موعود کی اور عقل انسانی کی ہتک کرتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح موعود اسی طرح مامور بنے تھے؟ کیا مامور ہونے سے پندرہ بیس سال پیشتر آپ میدان مذہب کے اکیلے پہلوان نہ تھے؟ اور کیا آپ کی شہرت اس حیثیت میں ہندوستان کے کناروں تک نہ پہنچ چکی تھی؟ کیا آپ کے زہد و تقویٰ کے سب لوگ قائل نہ تھے؟ کیا آپ کے علم و فضل کے سامنے گردنیں نہ جھکتی تھیں؟ کیا آپ کا مستجاب الدعوات ہونا اظہر من الشمس نہ ہو چکا تھا؟ کیا آپ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی گواہی غیر لوگ نہ دیتے تھے؟ یہ سب کچھ ہوا تب آپ کو مامور کہا گیا۔ مگر بعض احمقوں کا خیال ہے کہ پہلے انسان مامور بن جاتا ہے اور پھر یہ چیزیں اس کو حاصل ہوتی ہیں یہ دین کے ساتھ ہنسی اور کھیل ہے اور آج جب دین اسلام غیروں کی طرف سے بھی اس قدر دکھ اٹھا رہا ہے اس کے پیروؤں کی اس طرح کی حرکات اور اسے بدنام کر رہی ہیں۔

جیسا کہ میں نے ذکر کیا میں نے ۱۹۱۹ء میں محمد سلیم خان صاحب کی تحریک پر وہ رسالہ لکھا جس کا نام شناخت مامورین ہے آج بھی نئے حالات میں وہی رسالہ کام دے سکتا ہے جو احباب چاہیں اسے منگوا کر پڑھیں۔ یہاں میں اس میں سے صرف چند اقتباس دیتا ہوں اور حضرت مسیح موعود نے خود ایسے مدعیوں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کی طرف اپنے احباب کو توجہ دلاتا ہوں ذیل کی عبارت اسی رسالہ شناخت مامورین میں سے ہے :-

اپنی جماعت میں جب حضرت مسیح موعود نے کثرت خواب بینی اور الہام کو دیکھا تو ایک سچے حکیم کی طرح جس کا فرض یہ ہوتا ہے کہ کسی قوم کو حد اعتدال سے بڑھنے نہ دے اس بارہ میں جو خطرات واقع ہو سکتے تھے ان سے اپنی جماعت کو متنبہ کیا۔ کہ اس غرض کے لئے کتاب حقیقۃ الوحی لکھی۔ اس لئے میں اس مختصر مضمون کو کتاب حقیقۃ الوحی کی تمہید سے ہی شروع کرتا ہوں :-

"مجھے اس رسالہ کے لکھنے کے لئے یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ زمانہ میں جس طرح اور صدہا طرح کے فتنے اور بدعتیں پیدا ہو گئی ہیں اسی طرح یہ بھی ایک بزرگ فتنہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ اکثر لوگ اس بات سے بیخبر ہیں۔ کہ کس درجہ اور کس حالت میں کوئی خواب یا الہام قابل اعتبار ہو سکتا ہے اور کن حالتوں میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ شیطان کا کلام ہو نہ خدا کا اور حدیث النفس ہو نہ حدیث الرب ۔۔۔۔ ممکن ہے۔ کہ ایک خواب سچی بھی ہو۔ اور پھر بھی شیطان کی طرف سے ہو اور ممکن ہے۔ کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی وہ شیطان کی طرف سے ہو۔ کیونکہ اگرچہ شیطان بڑا جھوٹا ہے لیکن کبھی سچی بات بتلا کر دھوکا دیتا ہے تا ایمان چھین لے ہاں وہ لوگ جو اپنے صدق اور وفا اور عشق الٰہی میں کمال کے حد پر پہنچ جاتے ہیں۔ ان پر شیطان تسلط نہیں پا سکتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان سو ان کی یہ نشانی ہے۔ کہ خدا کے فضل کی بارشیں ان پر ہوتی ہیں اور خدائی قبولیت کی ہزاروں علامتیں اور نمونے ان میں پائے جاتے ہیں ۔۔۔ ہم اس رسالہ میں انشاء اللہ درج کریں گے لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ابھی شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہیں مگر پھر بھی اپنی خوابوں اور الہاموں پر بھروسہ کر کے ناراستی اختیار کرتے ہیں اور ناپاک مذہب کو ان خوابوں اور الہاموں سے فروغ دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ بطور شہادت ایسی خوابوں اور الہاموں کو پیش کرتے ہیں ۔۔۔۔۔ اور بعض ایسے بھی ہیں۔ کہ چند خوابیں یا الہام ان کے جو ان کے نزدیک سچے ہو گئے ہیں ان کی بنا پر اپنے تئیں اماموں یا پیشواؤں یا رسولوں کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ خرابیاں ہیں جو اس ملک میں بہت بڑھ گئی ہیں اور ایسے لوگوں میں بجائے دینداری اور استبازی کے بجائے تکبر اور غرور پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ حق اور باطل میں فرق پیدا کرنے کے لئے یہ رسالہ لکھوں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ بعض کم فہم لوگ ایسے لوگوں کی وجہ سے ابتلا میں پڑتے ہیں۔ خصوصاً جب وہ دیکھتے ہیں کہ مثلاً زید اپنی خواب اور الہام پر بھروسہ کر کے بکر کو جو اس کے مقابل پر وہ بھی ملہم ہے کافر

ٹھہراتا ہے۔ اور خاندان جو ایک تیسرا اہم ہے دونوں پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہے۔ اور عجب تر یہ کہ تینوں اپنی خوابوں اور الہاموں کے سچا ہونے کے دعوے بھی کرتے ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲)

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چار باب بنائے "باب اوّل۔ ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض سچے الہام ہوتے ہیں لیکن ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں باب دوم ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض اوقات سچی خوابیں آتی ہیں یا سچے الہام ہوتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق تو ہے لیکن بڑا تعلق نہیں۔ باب سوم ان لوگوں کے بیان میں جو خدا تعالیٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں۔ اور کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ ان کو حاصل ہے اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم اور اصفیٰ تعلق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کا تعلق ہوتا ہے۔ باب چہارم اپنے حالات کے بیان میں۔ یعنی اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے مجھے ان اقسام ثلثہ میں سے کس قسم میں داخل فرمایا ہے۔"

ان میں سے قسم اوّل کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔ قسم دوم اور سوم میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں اس لئے ان میں جو فرق حضرت مسیح موعود نے کیا ہے اس کو غور سے دیکھنا چاہئے۔ قسم دوم کا ذکر کرتے ہوئے یوں شروع کرتے ہیں۔

"دنیا میں بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ وہ کسی حد تک زہد اور عفت کو اختیار کرتے ہیں اور علاوہ اس بات کے ان میں رؤیا اور کشف کے حصول کے لئے ایک فطرتی استعداد ہوتی ہے اور دماغی بناوٹ اس قسم کی واقع ہوتی ہے۔ کہ خواب اور کشف کا کسی قدر نمونہ ان پر ظاہر ہو جاتا ہے اپنی اصلاح نفس کے لئے بھی کسی قدر کوشش کرتے ہیں اور ایک سطحی نیکی اور استبازی ان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی آمد سے ایک محدود دائرہ تک سچی خوابیں صادقہ اور کشوف صحیحہ کے انوار ان میں پیدا ہو جاتے ہیں لیکن تاریکی سے خالی نہیں ہوتے بلکہ ان کی بعض دعائیں بھی منظور ہو جاتی ہیں مگر عظیم الشان کاموں میں نہیں۔"

اور اس کا خاتمہ ان الفاظ پر کرتے ہیں۔

"ہاں ایسے لوگوں کو بھی کسی قدر کچھ معارف اور حقائق ۔۔۔۔ معلوم ہوتے ہیں مگر اس دودھ کی طرح جس میں کچھ پیشاب پڑا ہو۔ اور اس پانی کی طرح جس میں کچھ نجاست بھی ہو۔ اور اس درجہ کا آدمی اگرچہ بہ نسبت درجہ اوّل کے اپنی خوابوں اور الہامات میں شیطانی دخل اور حدیث النفس سے کسی قدر محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی فطرت میں ابھی شیطان کا حصہ باقی ہے اس لئے شیطانی القاء سے بچ نہیں سکتا۔ اور چونکہ نفس کے جذبات بھی دامنگیر ہیں اس لئے حدیث النفس سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔"

اور قسم سوم کے لوگوں کے متعلق حضرت صاحب نے بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے لیکن میں صرف ایک جملہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

"پھر ہم کہتے ہیں کہ مقبولوں اور غیر مقبولوں میں فرق تو بہت ہے جو کسی قدر اس رسالہ میں بھی تحریر ہو چکا ہے لیکن آسمانی نشانوں کی رو سے ایک عظیم الشان یہ فرق ہے کہ خدا کے مقبول بندے جو انوار سبحانی میں غرق کئے جاتے اور آتش محبت سے ان کی ساری نفسانیت جلائی جاتی ہے وہ اپنی ہر شان میں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت غیروں پر غالب ہوتے ہیں اور غیر معمولی طور پر خدا کی تائید اور نصرت کے نشان اس کثرت سے ان کے لئے ظاہر ہوتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو مجال نہیں ہوتی کہ ان کی نظیر پیش کر سکے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹ - ۲۰)

مگر یہ تیسری قسم کے لوگ بھی سب مامور نہیں ہوتے اور نہ اللہ تعالیٰ ان سب کو امام الزمان کے مرتبہ پر فائز کرتا ہے بلکہ امام الزمان کے لئے کچھ اور بھی شرائط ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے "ضرورت الامام" میں بیان فرمایا ہے۔

"اب ایک ضروری سوال یہ ہے کہ امام الزمان کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور پھر اس کو دوسرے ملہموں اور خواب بینوں اور اہل کشف پر ترجیح کیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام الزمان اس شخص کا نام ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت کا خدا تعالیٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کے معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے اس لئے اس کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کو دوبارہ فتح کرے اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلیٰ درجہ کے قویٰ بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضروری ہیں اس کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اور باایں ہمہ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو دنیا کے بد دلوں اور بدزبانوں سے بھی مقابلہ پڑے گا اس لئے اخلاقی قوت بھی اعلیٰ درجہ کی اس کو عطا کی جاتی ہے۔" (ضرورت الامام صفحہ ۶ و ۷)

مجھے اس بات کو دیکھ کر حیرت ہی نہیں ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان کھلی کھلی تحریرات کے ہوتے ہوئے ہمارے بعض احباب نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ صرف چند خوابوں یا کشوف کی بنا پر مامور من اللہ اور امام الزمان ہونے کا دعویٰ کر دیا اور یوں بھی لوگوں کو خوف دلایا ہے کہ مامور کے نہ ماننے سے کیا کیا نقصان ہو سکتا ہے گویا جب کوئی شخص ماموریت کا دعویٰ کرے تو فوراً سب لوگوں کو مان لینا چاہئے۔ خواہ اس کے دعویٰ کے کوئی دلائل ہوں یا نہ ہوں اور خواہ قرآن و حدیث ایسے مامور کے آنے کی شہادت دیتے ہوں یا نہ دیتے ہوں۔ بلاشبہ ایسے مقام پر یہ غلطی ہو سکتی ہے کہ تفریط سے ڈرنے والے لوگ افراط کی طرف چلے جائیں۔ کیونکہ جن لوگوں نے دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا انکار کر کے مخالفت کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ وہ شاید یہ خیال کر لیں کہ جب کوئی شخص مامور ہونے کا دعویٰ کرے تو طریق تقویٰ یہی ہے کہ فوراً اسے قبول کر لیا جائے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں بلکہ جس طرح سچے مامور کا انکار اور اس کی مخالفت مورد غضب الٰہی ٹھہراتی ہے اسی طرح ایک غلطی خوردہ یا جھوٹے کے بلا سوچے سمجھے ساتھ ہو جانا موجب نقصان ہے۔ صراط مستقیم وہ ہے جو تفریط و افراط ہر دو سے خالی ہو۔ خدا تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ جب کوئی مامور اس کا آیا کرے تو لوگ بغیر سوچے سمجھے کے اسے قبول کر لیا کریں۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس خداداد غور و فکر کے مادہ سے کام لیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر رکھا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم بار بار غور اور فکر کی تاکید فرماتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح یہ گناہ ہے کہ ایک صادق مامور کی انسان مخالفت کرے اسی طرح یہ گناہ ہے کہ ایک جھوٹے یا غلطی خوردہ انسان کے ساتھ ہو جائے۔ پس تصدیق اور تکذیب دونوں میں بغیر غور و فکر کے کام لینا جائز نہیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو عبرت انگیز سند

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

جہلم کے دوستوں کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی پھکڑ بازی اور گندہ دہنی یاد ہوگی جب وہ جہلم میں اثنائے وعظ میں حضرت مرزا صاحب کے متعلق نہایت سوقیانہ الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اور بار بار "آبچہ جموریا" کے وزن پر "آبچہ مرزیا" کہہ کہہ کر بازاری لوگوں کو ہنساتا تھا جس سے معقول پسند مسلمان شرم سے گردنیں نیچے کر لیتے تھے کہ مذہب اسلام کے واعظ اور مقتدا اس قسم کے نقال رہ گئے ہیں جو صرف بھانڈوں کی طرح نقلیں کر کر کے مجلس کو گرما سکتے ہیں ورنہ اپنے اندر نہ کوئی نیک نمونہ رکھتے ہیں نہ زبان میں کوئی اثر ہے اور نہ تقریر میں کوئی علمی بات پیدا کر سکتے ہیں۔ بخاری صاحب کو چونکہ قدرت نے آواز بہت بلند اور گلا نہایت سُریلا عطا کیا ہے اس لئے گا گا کر اور کچھ پھکڑ بازیاں کر کر کے وہ عوام الناس کو خوب خوش کر سکتے ہیں ورنہ ان کی تقریر میں کوئی علمی یا معقولی بات نہیں ہوتی۔ آواز اور گلا اور مسخرا پن ہر بات کی پردہ پوشی کرتا رہتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمان اخباروں میں ان کی شیریں مقالی اور عذب البیانی اور طوطیٔ لفاری کا چرچا زوروں پر تھا۔ لیکن خدا کا وعدہ اپنے بندہ کے ساتھ تھا کہ انی مھین من اراد اھانتك کہ جو تیری توہین کریگا میں اس کی توہین کروں گا۔ آخر زمانہ نے رنگ بدلے اور بخاری صاحب کے سنتی رنگین پر گر گئے اور وہ اپنی اصلی شکل میں نمودار ہو گئے۔ اور پبلک کے سامنے ان کی صحیح تصویر خدا نے پیش کر دی۔ اخبار انقلاب کے سنڈے ایڈیشن میں جو ۱۲ - اپریل کو شائع ہوا ہے ذرا یہ نوٹ پڑھو اور عبرت پکڑو۔ لکھا ہے :۔

مسلمانوں کے درمیان خونریزی

بمبئی سے ایک نہایت دردناک اطلاع موصول ہوئی کہ وہاں ایک جلسہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کی اور اس تقریر میں حقوق طلب مسلمانوں کے خلاف بعض ایسی نازیبا باتیں کہہ دیں جس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ اور ان کے درمیان لاٹھیاں اور چاقو چلنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک غالباً مسلمان رضاکار فوت ہو گیا اور دس پندرہ آدمی بُری طرح زخمی ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سید عطاء اللہ شاہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اتحاد ملت کی ضرورت کو مجالس عام میں فسوے بنا بنا کر بیان کرتے

ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ آپ کی کوئی تقریر ایسی نہیں ہوئی جس میں دس بیس معزز مسلمانوں کو ناگفتہ بہ گالیاں نہ دی جاتی ہوں۔ سنا ہے کہ آپ نے بعض تازہ تقریروں میں محترمہ بیگم شاہنواز اور مس شاہنواز کے خلاف بھی کچھ ایسے طنزیہ کلمات زبان سے نکالے جن کو مسلمانوں نے ناپسند کیا۔ اس کے علاوہ بعض اکابر اسلام پر بھی بازاری آوازے کس کر اپنی شرافت کا ثبوت دیا۔ ہم سید صاحب کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ اپنی "جنت الحمقا" سے باہر نکل کر مسلمانوں کے حقیقی خیالات کا اندازہ کیجئے اب وہ پہلی سی حالت نہیں رہی۔ اب جمہور اسلام کو اپنے حقوق کا احساس ہو چکا ہے اور وہ ملت فروش کانگرسی مسلمانوں کی باتیں سننا گوارا نہیں کرتے۔ اگر آپ نے اپنی بازاری تقریروں کا سلسلہ جاری رکھا تو اندیشہ ہے کہ جا بجا مسلمانوں کے درمیان فساد ہونے لگیں گے اور آپ گویا ہندوؤں کے آلہ کار بن کر افتراق بین المسلمین کا باعث بنیں گے۔ جو مسلمان پشاور آپ کے جلسہ میں مارا گیا اس کا خون بلاشبہ آپ کی گردن پر ہے کاش اس نوجوان کی جان عزیز کہیں کفر کا مقابلہ کرتے ہوئے کام آتی اور آپ کی گردن پر یہ وبال نہ رہتا۔ خدا کے لئے اپنی سوقیانہ ہرزہ سرائیوں کا سلسلہ بند کیجئے اور اسلام کو غیروں کی نظروں میں رسوا نہ فرمائیے"۔

اس نوٹ کو پڑھو اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو کہ کس طرح اس پھکڑباز کی "سوقیانہ ہرزہ سرائی" پر سے پردہ اٹھا ہے۔ یہی شخص پہلے بھی تھا اور یہی اس کی ہرزہ سرائیاں تھیں لیکن لوگوں کے کانوں اور دلوں پر پردہ پردہ پڑا ہوا تھا اس وقت حالت کچھ اور تھی آج بقول انقلاب "وہ پہلی سی حالت نہیں رہی" پردے اٹھ گئے اور لوگوں کو سمجھ آگئی کہ یہ ایک "ملت فروش" شخص ہے جو محض اپنی بازاری تقریروں" اور "سوقیانہ ہرزہ سرائی" سے اپنا رنگ جماتا۔ وہ پیٹ پالتا ہے خدا کے بندوں کے منہ آنا اور گالیاں دینا آخر اپنا رنگ لایا اور اس طبل بلند بانگ دربا طن ہیچ کی پردہ دری ہو کر رہی ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

سچ ہے خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ کس طرح آہستہ آہستہ سب کام ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بندہ جلد باز ہوتا ہے ورنہ خدا کے وعدے سچ ہیں اپنے وقت پر پورے ہو کر رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں نے اپنے دوستوں کے ازدیاد ایمان کے لئے یہ نوٹ لکھ دیا ہے۔ وہ وقت بھی یاد کریں جب حضرت مسیح موعود کی اہانت سن کر ہمارے سینے خون ہو کر رہ گئے تھے اور دلوں سے بے اختیار آہ نکل گئی تھی اور بال بال یہ دعا کرتا تھا کہ ؎

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں

میری فریادوں کو سن میں ہوگیا زار و نزار

اور آج کے حالات پر بھی نظر کریں کہ اس ہرزہ سرا شخص کا پردہ کس طرح فاش ہوا ہے اور معزز اخبار انقلاب نے اس شخص کے کیرکٹر اور تقریر پر جو سند عطا کی ہے وہ کس قدر عبرتناک ہے۔ ع

چشم عبرت بیں کشا و قدرت حق را ببیں

مسلمانوں کی تبلیغی مشکلات

ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کیلئے تبلیغ کا دروازہ ایک مدت سے بند ہے۔ گذشتہ دنوں ریاست کشمیر کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہاں نومسلم کی جائداد ضبط کر لیجاتی ہے۔ اب ریاست ریواں کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ وہاں تبلیغ کی قطعی ممانعت ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں مفصل لکھا جائے گا

سودی قرضہ

حصہ دوسرا

(گذشتہ سے پیوستہ)

ناظرین دریا سے نکال کر جب ننھے نہال کے لخت جگر کو لالہ جمنا داس صاحب گھر لے گئے۔ تو کملا بہت خوش ہوئی۔ کملا کے گھر پہلے دو بچے موجود تھے جو کملا کے بطن سے سیٹھ جمنا داس کی اولاد تھی، ایک لڑکا دو سال کا اور ایک لڑکی چھ ماہ کی تھی۔ کملا نے سوچا اب یہ تینوں ملکر کھیلا کریں گے سیٹھ صاحب کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بچہ کس کا ہے لہذا اسکو ہندو سمجھ کر اس کا نام نہال چند رکھدیا۔ نہال اس وقت ۹ سال سے اوپر نکل چکا ہے۔ سب اسکو سیٹھ صاحب کا بیٹا سمجھتے ہیں سیٹھ صاحب کا اپنا حقیقی بیٹا جو وہ بھی قریباً ۹ سال کا ہے۔ بستر مرگ پر اپنی عمر کے آخری سانس لے رہا ہے۔ اسی کو بچانے کیلئے برہمن نے کسی دوسرے بچہ کو قربان کرنے کی تجویز بتائی ہے۔

سیٹھ۔ ہاں پیاری مگر مجھے نہال بھی ویسا ہی پیارا ہے۔ کیا کروں

برہمن۔ حضور پیارا۔ پیارا ہی ہے اس کے تو حسب و نسب کا بھی پتہ نہیں اور اگر آپ کا حقیقی بیٹا مر گیا تو یقیناً نہال چند جائیداد کا وارث ہوگا۔ کیا آپ اسکو پسند کرتے ہیں۔

سیٹھ۔ صاحب کچھ کہنے کو تھے مگر کملا کیطرف دیکھ کر۔ بولے ہاں مسر جی پھر تو نہال ہی وارث ہوگا۔

کملا۔ تو کیا آپ اسکو پسند کرتے ہیں کہ ایک غیر شخص آپکی میراث [illegible] دھکے کھاتے پھریں

سیٹھ (بچے کے منہ پر پانی ڈال کر) ہائے بیٹا۔ ہائے میرا بیٹا۔ سنبھل کر اچھا مسر جی مجھے آپکی تجویز سے اتفاق ہے۔ اب جلدی جوالا جی چلنا چاہیے۔

برہمن نے مناسب سامگری ہمراہ لی دونوں شخص بچہ نہال کو ہمراہ لئے موٹر میں بیٹھ کر ہوشیارپور کے راستہ جوالا جی پہنچے۔

پنجاب کے مشہور سی۔ آئی۔ ڈی انسپکٹر تنویر احمد صاحب چند روز سے ایک مفرور کی تلاش میں جوالا جی آئے ہوئے ہیں۔ اور مندروں کے باہر بڑھ کے نیچے شو شنکر بنے بیٹھے ہیں۔ مرادیں مانگنے والوں کی شو شنکر کے پاس اکثر بھیڑ لگی رہتی ہے۔ رات کا وقت ہے شو شنکر کی کٹیا سے چند قدم کے فاصلہ پر کسی کے پاؤں کی آہٹ ہوئی شو شنکر آہٹ کیطرف متوجہ ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تین شخص ایک بچہ کو لئے ہوئے بڑ کے پیچھے آڑ میں آکھڑے ہوئے اور یوں گفتگو کرنے لگے۔

کملا۔ مہاراج پشنبر دیال جی ہمارے ان سیٹھ صاحب کے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ یوگی تیرتھوں کے کہنے سے آپ نے منت مانی کہ پہلی اولاد جب ۹ سال کی ہو تو جوالا جی کو بھینٹ دوں۔

ناظرین سرکار انگلشیہ نے نسل انسانی پر رحم کرتے ہوئے نرمیدھ (انسانی قربانی) کو اب بالکل بند کر دیا ہوا ہے۔ مگر پھر بھی عقیدت مند لوگ گاہے ماہے چھپا چوری یعنی پیاری اولاد کو دیوی ماتا کی بھینٹ کر ہی جاتے ہیں۔ آج بھی ایک ایسی ہی رسم کو ادا کرنے کا مشورہ ہو رہا ہے۔

پشنبر۔ مگر مہاراج یہ تو اب بالکل بند ہے۔ بڑے سخت پہرے رہتے ہیں مشکل سا معاملہ ہے۔

تندلال۔ ہم کو بہت انعام ملیگا دیوی بھی تم سے پرسن ہوگی مگر سنتہ یہ ایک ہزار لو اور کل ہی سے ان کا جپ شروع کرا دو۔

پشنبر۔ روپیہ لیکر۔ اسکی تو چنداں ضرورت نہ تھی آپ کا دیا سب کچھ ہے۔ اچھا تو آج صبح ۴ بجے یہ رسم ادا کر دی جاوے گی۔

سیٹھ صاحب۔ میں آپ کا بڑا مشکور ہونگا شو شنکر نے یہ سبھایا ...

صبح ۴ بجے بہت سی سامگری ہون کنڈ میں ڈال کر آگ کو زیادہ روشن کیا گیا۔ اور سیٹھ صاحب نے نہال کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ نہال اس منظر کو دیکھ کر بہت خوفزدہ تھا اور حسرت بھری نگاہوں سے اپنے مربی کیطرف دیکھ رہا تھا۔ اللہ کے فرشتے بارگاہ الٰہی میں دست بدعا تھے کہ اے پروردگار اس اسلام کے نونہال کو جو بالکل معصوم ہے اس آفت سے بچا۔ اگر قصور ہے تو اس کے باوا مولا بخش کا ہے جس نے سودی قرضہ لیکر اپنی اولاد کو اس درد سخا کو پہنچایا پھر اگر قصور ہے تو اس کے باپ ننھے کا ہے جس نے مقروض ہو کر مفلس ہو کر ایک جان کو قتل کر کے اپنے کو قید کروایا اور ماں اولاد کو یوں در بدر رلایا۔ الٰہی اس بچے کی آہ سے زمین آسمان تو کیا عرش تک ہلا ہوا ہے۔ مولا تو مسبب الاسباب ہے۔ تو قادر مطلق ہے۔ اس پر رحم کر۔

فرشتوں کی دعا ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ جمنا داس نہال کو ہاتھوں پر لئے ہوئے ہون کنڈ کے پاس جا کھڑا ہوا پشنبر کلام پڑھ رہا تھا اور جمنا داس پشنبر کے اشارے کا منتظر تھا کہ یکایک پولیس کے چند مسلح سپاہی نمودار ہوئے۔ اور پشنبر، تندلال اور جمنا داس کو گرفتار کر لیا

بقیہ صفحہ ۲

عرض ہے کہ آپ اپنے بزرگ خطاب یافتہ کے حالات زندگی کو ہر روز صبح کے وقت ضرور تلاوت کیا کریں اور اس سنہری حروف سے لکھ کر اپنے گلے کا تعویذ بنا لیں اور آپ کو ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ جس نے ان حالات کا انکشاف کیا ہے

ولیم دی کانکرر کون تھا

ملاحظہ ہو۔ انگلش ہسٹری مؤلفہ ایس آر۔ گارڈنر صفحہ ۳۸ لغایت ۳۹ ترجمہ لفظاً درج کیا جاتا ہے۔

"ولیم نے اپنے آپ کو انگلینڈ کی سلطنت کا حقیقی دعویدار ظاہر کیا لیکن اصل میں اس کا کوئی حق نہیں تھا۔ چند بودے اور فضول دلائل جمع کر کے پیش کر دیئے۔ جن سے بادی النظر میں یہی ظاہر ہوتا تھا کہ گویا کہ وہ حقیقی دعویدار ہے (خلافت کا) اور جائز وارث تخت شاہی ہوں اس لئے جو لوگ میرے برخلاف لڑ رہے ہیں وہ سب چونکہ بلافصل بادشاہ حکمران یا خلیفہ (خلافت) لڑ رہے ہیں لہذا وہ منکران خلافت اور باغی ہیں۔ پس ان کی جائدادیں ضبط کی جاتی ہیں۔ اس طریق پر ولیم نے بڑی بھاری جائداد .... حاصل کر لی تھی۔ جو کہ اپنے نارمن اور فالوروں (انصاریہ پارٹی یا اہل بیعت) میں تقسیم کرتا تھا۔ ولیم کے پاس بعض دیگر ایسے وسائل بھی تھے۔ جن کی وجہ سے لوگوں کو اپنا مطیع (مریدی میں) رکھتا تھا اس کو اس بات کا خیال ہر وقت دامنگیر رہتا تھا کہ وہ لسٹنڈ طبقہ (مولویوں کا گروہ) زمینداروں کو زیادہ جائدادیں نہ دیجاویں نہ باہر نہ اندر صدر حکومت (یعنی قادیان درس قرآن کلاس) ایسا نہ ہو کہ اتحاد کر لیں اور (علم قرآن سے) آسودہ ہو کر میرے برخلاف اٹھ کھڑے ہوں، بلکہ وہ ان کو اپنا محتاج رکھتا تھا (یعنی وظیفوں پر) تاکہ میرے مطیع (مرید) بنے رہیں۔ اور جب ضرورت پڑے میری حمایت کریں (خلافت کے ثبوت میں دلائل دیتے رہیں) ولیم نے اپنے ماتحتوں سے اقرار بیعت بھی لیا تھا کہ ہم تمہاری اطاعت گذار رہیں گے (باقی آئندہ)

خبریں

لاہور ۲۰ - اپریل - دو تین دن سے یہ افواہ پھیل رہی تھی کہ اس سال پنجاب یونیورسٹی میں ایف اے اور بی اے کے امتحانات کے بعض پرچے کسی ذمہ دار عہدیدار کی بد دیانتی سے آؤٹ ہو گئے ہیں چنانچہ امتحانات کے بعض سپرنٹنڈنٹوں کے مکانات کی تلاشی بھی پرائیویٹ طور پر لی گئی اس کے علاوہ افواہ اڑی کہ اس سال پشاور میں ایف اے کا پرچہ تاریخ آؤٹ ہو گیا ہے۔ کل خان بہادر عبد العزیز خان ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ خفیہ پولیس پشاور خاص تحقیقات کے سبب لاہور تشریف لائے تو ایک اور افواہ بنی گئی کہ اس سال بی اے اور ایف اے کے تمام پرچے آؤٹ ہو گئے ہیں کہا جاتا ہے کہ کل رات ایک مقامی کالج کے دو طلبہ بھی شبہ میں گرفتار کر لئے گئے اور یونیورسٹی کے بعض ذمہ دار عہدہ داروں سے بھی مواخذہ کیا جا رہا ہے

اس تحقیقات کی تمام کارروائی ابھی تک صیغہ راز میں ہے لیکن توقع کی جاتی ہے کہ بہت سے اہم انکشافات ہونے والے ہیں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ تحقیقات مکمل ہو جانے کے بعد انٹرمیڈیٹ اور بی اے کے امتحانات از سر نو ماہ اگست میں ہوں گے

—— کلکتہ ۲۰ اپریل - آج شام کے ساڑھے پانچ بجے سیالدہ ریلوے سٹیشن پر چار بنگالی نوجوانوں نے ریلوے کلرکوں پر حملہ کر دیا - جو کیش آفس کو نقدی کی دو تھیلیاں لئے جا رہے تھے ان میں سے ایک میں چار ہزار روپیہ اور دوسری میں پانچ ہزار روپیہ تھا تھیلیاں ایک خلاصی نے اٹھائی ہوئی تھیں جس پر خنجر سے حملہ کیا گیا - کہا جاتا ہے کہ اس کی حالت تشویشناک ہے -

—— کانپور - ۲۰ اپریل بیگناہ اور معصوم مسلمان فسادات کے سلسلے میں گرفتار کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں مسلمان مدد کے محتاج در بدر پھر رہے ہیں مقامی مسلمان بڑے ڈر رہے ہیں سے چند ایک کے سوا اور کوئی نہیں ان کی امداد کرتا فساد زدہ مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہے مسلمان اکابر سے درخواست ہے کہ وہ کانپور آئیں اور ان کی امداد کے لئے کوئی انتظام کریں -

—— امرتسر ۲۰ - اپریل حکومت پنجاب کے شعبہ بلدیات نے بلدیہ امرتسر کے لئے حسب ذیل حضرات نامزد کئے ہیں -

لالہ پرکاش چند - مسٹر بی آر سیٹھی - لالہ بشنداس - آنریری مجسٹریٹ - خان بہادر خواجہ غلام صادق - خان بہادر عبیداللہ بیرسٹر ڈاکٹر سیف الدین - میاں حفیظ اللہ آنریری مجسٹریٹ اور مسٹر ڈاکٹر ... ۔

بلدیہ کی صدارت کے لئے اس وقت تین امیدوار ہیں۔ لالہ گنشیام سابق ممبر پنجاب کونسل - لالہ بالمکند بھاٹیہ - خواجہ غلام صادق

—— چند روز ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو کو نسلی ذہنیتوں نے یہ دھمکی دی تھی - کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا - اب خبر ملی ہے کہ امرتسر میں ڈاکٹر کچلو کو بھی ایسی دھمکی دی گئی ہے - کہ چونکہ وہ اسلامی قوم پرستی کے راستہ پر چل رہے ہیں اس لئے انہیں قتل کر دیا جائے گا -

—— کلکتہ ۲۰ - اپریل - دو بنگالی نوجوان آج ہندوستان کا دورہ کرنے کے لئے یہاں سے روانہ ہوئے ہیں وہ مسافروں سے ...... سے لدی ہوئی گاڑی کے آگے گھوڑے کی طرح جُت کر یہ دورہ کریں گے

—— مدراس ۱۰ اپریل مسٹر جمال محمد صاحب ممبر لیجسلیٹو اسمبلی کے زیر صدارت شہر کے سرکردہ مسلمان اصحاب کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں دیگر اقوام کے ساتھ مسلمانوں کے دوستانہ تعلقات بر قرار رکھنے کے لئے اس امر پر غور کیا گیا اس امر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ شہر میں بعض گمراہ کن اور بے بنیاد افواہیں مشہور ہو رہی تھیں ۳۷۰ مسلمانوں پر مشتمل ایک مرکزی کمیٹی اس مقصد کے لئے بنائی گئی کہ وہ مسلمان اور دیگر اقوام کے درمیان دوستی اور اتحاد کی فضا برقرار رکھے

—— بمبئی ۱۸ - اپریل - آج گاندھی جی نے ایک گھنٹہ تک مولانا شوکت علی سے گفت و شنید کی خیال کیا جاتا ہے کہ فرقہ وار مسئلہ زیر بحث رہا

—— لنڈن ۱۸ - اپریل - خبر ملی ہے کہ آزاد جماعت کی طرف سے مسٹر میلر اکو نے مقدمہ سازش میرٹھ کے سلسلے میں وزیر ہند سے ملاقات کی معلوم ہوا ہے کہ اس ملاقات کا نتیجہ تسلی بخش نہیں نکلا کیونکہ وزیر اعظم نے صاف الفاظ میں کہہ دیا - کہ اعلان صلح کے باوجود حکومت استغاثہ کو واپس لینے کا ارادہ نہیں رکھتی - فری پریس کا بیان ہے - وزیر اعظم کے اس بیان پر آزاد پارٹی اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے - کہ ایوان پارلیمنٹ میں سوال اٹھا کر حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ مقدمہ سازش کو واپس لے لے -

—— امرتسر ۲۰ - اپریل - اگرچہ غیر ملکی کپڑے کی دوکانوں پر پکٹنگ جاری ہے - مگر مختلف ذرائع سے معلوم ہوا ہے - کہ تاجران پارچہ ابھی تک ولائتی مال کے لئے فرمائشیں بھیج رہے ہیں -

—— بنوں - ۱۹ - اپریل - اطلاع موصول ہوئی ہے - کہ گورنر پنجاب پر گولی چلانے والے ہری کشن اب میانوالی جیل سے ڈیرہ اسمٰعیل خان جیل میں عنقریب منتقل کر دیا جائے گا ابھی مہینہ ہوا ہے - کہ اسے لاہور جیل سے میانوالی جیل میں منتقل کیا گیا تھا

—— امرتسر ۲۰ - اپریل - یہاں غیر ملکی کپڑے پر پکٹنگ کے ساتھ ساتھ قلیوں اور مزدوروں سے کہا جا رہا ہے - کہ وہ دوکانداروں کے لئے غیر ملکی کپڑے کے بار نہ اٹھائیں -

—— الہ آباد ۲۰ - اپریل - مقدمہ سازش میرٹھ کے دو ملزموں نے ہائیکورٹ میں اپنی درخواست ضمانت کی خود پیروی کی جس کے دوران میں انہوں نے اپنے متعلق کہا - کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں جن کے متعلق شبہ کیا جا سکتا ہے - کہ وہ مفرور ہو جائیں گے ان ملزموں کے نام مسٹر ہچنسن اور مسٹر فرانسکا ہیں - عدالت عالیہ نے فیصلہ محفوظ رکھا -

—— پشاور ۲۰ - اپریل - سردار غلام صادق خان جو امان اللہ کے عہد حکومت میں وزیر داخلہ تھے - اب جرمنی میں سردار عبد الہادی کی جگہ سفیر افغانستان مقرر کئے گئے ہیں جنہوں نے اس عہدے سے استعفا دے دیا ہے - جن دنوں خان غازی بچہ سقہ کے خلاف جنگ کر رہے تھے تو سردار صاحب نے جرمنی سے اعلیٰ حضرت کو ۲ ہزار پونڈ کی رقم بھیجی تھی

—— نیو دہلی ۲۰ - اپریل - آج صبح ہز ایکسیلنسی وائسرائے (لارڈ ولنگڈن) اپنی پارٹی کی معیت میں دہلی پہنچ گئے

—— بمبئی ۲۱ - اپریل - خلافت کانفرنس کا سالانہ اجلاس بمبئی میں ۲۹ - ۳۰ اور ۳۱ مئی کو منعقد ہوگا اس کے ساتھ ہی مسلم رضا کاروں اور مسلم نوجوانوں کی کانفرنسیں بھی منعقد ہونگی - مسٹر شہید سہروردی مسلم رضا کاروں کی کانفرنس کے اور مسٹر حسین نوری بیرسٹر (احمد آباد) مسلم نوجوانوں کی کانفرنس کے صدر ہونگے -

—— لکھنؤ ۲۱ - اپریل - سرکاری گزٹ سر میلکم ہیلی نے ۱۹ اپریل کی دوپہر سے یوپی کی گورنری کا چارج دوبارہ لے لیا ہے - اسی روز سے سر جارج لیمبرٹ جو آج تک بطور گورنر کام کرتے رہے -

—— نیو دہلی ۲۰ اپریل - لارڈ ارون نے ہندوستان سے رخصت ہونے ہوئے صوبہ دہلی پر ایک اور احسان عظیم یہ کیا ہے کہ وائسرائے کے قدیم محل کو دہلی یونیورسٹی کے استعمال کے لئے دیدیا ہے

دہلی ۲۰ - اپریل - مسٹر آصف علی نے بلدیہ دہلی کے انتخابات کے سلسلے میں مسٹر امین الدین میونسپل کمشنر کے انتخاب کے خلاف درخواست دی تھی اس درخواست کو ڈپٹی کمشنر نے آج مسترد کر دیا

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر ست و خسران و تباب

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر عبد الحق ودیارتھی

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں [illegible]
۴- سب صحابہ اور ائمہ اہل اسلام [illegible] اور سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ | لاہور - یوم دوشنبہ مطبوعہ ۸- ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۲۷ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۶

ہماری تبلیغی ڈاک

(مرتبہ بابو منظور الٰہی صاحب)

انگلینڈ

مسٹر خالد شیلڈرک صاحب لکھتے ہیں کہ مسلم بورڈ آف گارڈینز کے بارہ میں میرا خیال ہے کہ جب ایسٹ لنڈن سٹیلمنٹ قائم ہو گئی تو حالات بہت حد تک سلجھ جاویں گے۔ گو اس کا اثر کارڈف، شیلڈز، ہل اور دوسرے مقامات پر جہاں ویسٹرن اسلامک ایسوسی ایشن کی شاخیں ہیں نہیں پڑے گا اور جہاں کہ آج کل مسلمانوں میں بیروزگاری کی مصیبت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ عرب اور شمالی بحری ملازمین کے معاملات کو سدھارنے کے لئے مجھے بہت جد و جہد کرنی پڑی ہے۔ روڈ اسٹم [illegible] اور کام پر لگنے کا طریق صحیح طور پر نہیں چلایا جا رہا۔ اس لئے میں ان انجمنوں سے مل کر کچھ انتظام کرنے کی فکر میں ہوں۔

آپ یہ سن کر خوش ہونگے کہ ہمارے برادران اسلام کی یورپین بیویاں جو شیلڈ، کارڈف اور لنڈن میں ہیں۔ آپ کی کتاب سوال و جواب اسلام کو بہت پسند کرتی ہیں۔ اور اپنے بچوں کو اسی سے تعلیم اسلامی دے رہی ہیں۔ اگر کتاب پیغمبر اسلام جس کی تعریف میں عام و خاص رطب اللسان ہیں بکری کے لئے ان مقامات کے کتب فروشوں کے پاس رکھدی جاوے تو مسلمان اسے خود بخود خرید کر مطالعہ کرتے رہیں گے۔ اس کتاب کی مغرب میں سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کو ابھی تک ہمارے نبی کریم کے بارہ میں سخت غلط فہمی لگ رہی ہے۔ اور ضرورت ہے کہ اسے دور کرنے کیلئے سخت جد و جہد کی جاوے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تمام برطانیہ اور ویلز میں لوگوں کو صحیح تعلیم اسلام پہنچانے میں بہت کوشش کرتا رہتا ہوں لیکن میرا یقین ہے کہ اگر چند مبلغین اسلام جن کے پاس کافی ذخیرہ اسلامی لٹریچر کا ہو ملک کا دورہ کریں۔ تو نہایت خوشگوار نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں۔ بعض لوگ صرف لنڈن میں ہی تھوڑا سا کام کرنا یا چند لیکچر دیدینا تبلیغ اسلام کیلئے کافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ صرف سطحی کام ہے ملک کے شمالی [illegible] مغربی اور جنوبی علاقوں میں کام کرنے کا وسیع میدان موجود ہے۔

آپ کی انجمن منظم ہے اور میں آپ کے مبلغین کی کارگذاریوں کے نتائج ہندوستان اور دیگر ممالک میں معلوم کرکے بڑا خوش ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ کمی سرمایہ کے باعث آپ مزید ذمہ داری لینا پسند نہیں کرتے۔

الجیریا کے مسلمانوں کی حالت نہایت نازک ہے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں فرنچ حکومت نے انہیں حج کرنے کی ممانعت کردی ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں سیاسی معاملات میں دخل نہیں دیا کرتا لیکن میری دلی خواہش ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے مطالبات کے لئے متفقہ آواز نکالیں اور اس پر پورا زور صرف کریں تاکہ آخری فیصلہ کے وقت ان کی آواز سنی جا سکے ویسٹرن اسلامک ایسوسی ایشن اور ان کے ساتھ کئی ممبران کے ووٹ ہیں کیونکہ اب ہماری مسلمان بہنوں کو بھی ووٹ کا حق حاصل ہے اور ان ووٹوں کے ذریعہ سے ہم ممبران پارلیمنٹ پر اپنا اثر بٹھا سکتے ہیں۔ مسٹر بالڈون نے مجھے لکھا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مفاد کا خیال رکھتا ہے"۔ اسی طرح مسٹر سموایل ہور نے گذشتہ دوشنبہ کو مسلمانوں کے نقطہ خیال کیطرف اشارہ کیا۔ میں اس سے خط و کتابت کرتا رہتا ہوں۔ مسٹر جناح کے بارہ میں صحیح حالات معلوم نہیں ہو سکے کہا جاتا تھا کہ وہ اگست میں واپس ہندوستان جائیگا لیکن اخبارات کو اس نے بیان دیا کہ وہ پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے کوشاں ہے گو میں بھی ممبری کے لئے امیدوار ہوں لیکن اگر ہندی مسلمان متفقہ طور پر اسے اپنا نمائندہ قرار دے دیں تو میں اس کے حق میں دست بردار ہو جاؤں گا۔ جب سے وہ یہاں آیا ہے مجھے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ نہ مجھے خط کا جواب دیا۔ میں خود کم فرصت ہوں اس لئے خاص طور پر اس سے جا کر مل نہ سکا۔

آغا خاں مسجد کے بارہ میں عرض ہے کہ سر آغا خاں نے اپنے صاحبزادہ پرنس علی خاں کی ہمراہی میں آئندہ جون میں تشریف لا کر مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں اس بارہ میں عنقریب ان سے ملاقات کروں گا۔ میرے بارہ میں جو کچھ لائیٹ میں لکھا گیا ہے میں اس کے لئے مشکور ہوں بعض دفعہ مجھے خیال گذرتا ہے کہ میں کام کا بوجھ کسی اور کے کندھے پر رکھکر خود آرام کی زندگی گذاروں۔ ممکن ہے دوسرے مجھ سے زیادہ کام کے اہل ہوں۔ سارا دن پھر پھر کر گھر آرام کے لئے آنے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی میرے کرنے کے لئے بہت سا کام پڑا ہوا ہے اس لئے مجھے ذرہ بھی فرصت نہیں ملتی۔ لوگ ملاقات اور امداد کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اور میرا گھر گویا ایک مہمان خانہ سا بنا ہوا ہے۔

مسجد کے اس چندہ کے علاوہ جو سر آغا خاں نے گذشتہ اگست میں مرحمت فرمایا۔ مجھے اپنی جیب سے بہت کچھ خرچ کرنا پڑا۔ آمد و رفت کے کرایوں کی ہی ایک بڑی رقم مجھ پر پڑ جاتی ہے خدا کا فضل ہے کہ میں کام پر ڈٹا ہوا ہوں۔ لیکن ان کثیر اخراجات کے ہوتے ہوئے بحیثیت ایک عیالدار آدمی ہونے کے میں اکثر غربت کی حالت میں اوقات بسری کرتا ہوں۔

مولوی یعقوب خاں کا یہ فعل نہایت قابل تحسین ہے کہ انہوں نے مسٹر گنگ کی حوصلہ افزائی کی جس کا مؤخر الذکر سچا طور پر مستحق تھا بسنہ ۱۹۱۰ء میں اس کے تعلقات سید امیر علی مرحوم سے تھے اور میں اس کی تحریروں کو جو وہ لنڈن مسجد کے بارہ میں لکھا کرتا تھا دلچسپی سے پڑھا کرتا تھا۔ طرابلس کی جنگ میں بھی اس نے بڑا کام لیا۔ اور اب امریکہ میں نہایت جوش سے تبلیغ اسلام میں مصروف ہے۔ اور وہ مسٹر رسل ویب کا حقیقی جانشین ثابت ہوا۔ میں نے ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو اسلام قبول کیا۔ اور اپنے مسلمان بھائی لارڈ سٹینلے کا جنازہ نہ پڑھ سکا۔ جو نومبر سنہ ۱۹۰۳ء میں فوت ہوا تھا۔ ابھی تک اس کے بھتیجے میرے واقف ہیں۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں پہلا میں مسٹر کوئیلم سے ملا۔ اور سنہ ۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر سہروردی سے اور پان اسلامک سوسائٹی کا آنریری اسسٹنٹ سکرٹری مقرر کیا گیا سنہ ۱۹۰۴ء میں مجھے قادیان سے انگریزی اسلامی کتب بھیجیں ۱۴ جولائی سنہ ۱۹۲۸ء کو میں نے اپنے گھر پر مسلمان ہونے کی پچیسویں سالگرہ منائی جس میں میرے بہت سے دوست شریک تھے۔

اطلاع۔ عید الضحی کی وجہ سے آئندہ ۳۰ اپریل کا پرچہ شائع نہ ہو سکیگا ۳ مئی کا پرچہ جامع نمبر ہوگا۔ اس کمی کو ۲۳ جون کے "مسیح موعود نمبر" [illegible]

چین

چینی انجمن کے سکرٹری صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ نہایت تعجب کی بات ہے۔ کہ ہمیں ابھی تک اپنے خطوں کا جواب نہیں ملا چینی تراجم رسالہ اسلام وغیرہ امید ہے پہنچ چکے ہونگے۔ ہمارے کام کی باقی رپورٹ حسب ذیل ہے

(۱) دی پرافٹ آف اسلام کا چینی ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور اس مہینہ کے اخیر تک چھپ کر شائع ہو جاوے گا۔ دو تین کاپیاں آپ کو بھیجدی جائیں گی۔

ماہوار رسالہ کا اجرا۔ ہم ایک ماہوار رسالہ شائع کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا چینی نام جینگ تاؤ ہوگا جس کا ترجمہ "انصاف" ہے جونہی پہلا نمبر شائع ہوا۔ ہم آپ کو چند کاپیاں بھیجدیں گے۔ رسالہ کا اجرا ہمارے کام (اشاعت اسلام) میں بڑا ممد ثابت ہوگا

(۳) ایک رسالہ یواہ ہوا (روشنی) شائع ہوتا تھا جس میں ہم مدد دیتے تھے لیکن تجربہ نے ثابت کر دیا۔ کہ رسالہ کو چلانے والے اشاعت اسلام کے طریق سے بہت دور ہیں اس لئے مجبوراً ہمیں علیحدہ رسالہ نکالنا پڑا۔

(۴) ہمیں آپ کی امداد اور قابل قدر نصائح اور ہدایات کی سخت ضرورت ہے جن کتب کا تراجم آپ یہاں کے مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے ہوں۔ وہ بھیج دیں تاکہ ہم ان کے تراجم شائع کریں۔

عید اضحیٰ اور اسکے ضروری مسائل

عید ضحےٰ کا دن دنیا کی تاریخ میں ایک بینظیر قربانی کی یادگار ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر قربانی کرنے کیلئے تیار ہو جانا۔ باپ اور بیٹے کا تعلق محبت کس قدر زبردست اور شدید تعلق ہوتا ہے۔ پھر بیٹا بھی اکلوتا، نوجوان، بڑھاپے کا سہارا مگر خدا کی رضا کا خیال کس قدر غالب تھا کہ باپ اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دیتا ہے۔ یہ وہ بلند نصب العین ہے کہ جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہونا چاہیے۔ ہمارے دل میں ہر وقت نہیں تو سال میں ایک مرتبہ ہی یہ تڑپ پیدا ہونی چاہیئے۔ کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کوئی ایسی ہی قربانی کا کام کر سکیں۔

قربانی واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ قربانی نماز عید کے بعد کی جاتی ہے گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات آدمی شریک ہوتے ہیں۔ بکری۔ مینڈھا۔ دنبہ میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔ بارھویں تاریخ تک قربانی ہو سکتی ہے۔ جانور اچھا موٹا تازہ ہو۔ دبلا مریض اور لنگڑا نہ ہو۔ بکری اور دنبہ کی عمر ایک سال تک ہو۔

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف اشاعت اسلام ہے۔ اس سے انجمن کو کافی مدد مل سکتی ہے۔ مقامی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان ان کے جمع کرنے میں مقدور بھر کوشش کریں

نماز میں بارہ تکبیریں ہوتی ہیں۔ سات پہلی میں اور پانچ دوسری میں۔ وہ قرأت سے پہلے۔ امام بخاری اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں اور امام احمد بھی اسی طرف گئے ہیں خطبہ کا سننا نہایت ضروری ہے۔ کہ جو والے نماز کے بعد ہوتا ہے ٭

قارئین پیغام صلح کو عید مبارک

قربانی کی کھالیں

ملک کی موجودہ کشمکش نے اس پردہ کو مسلمانوں کے سامنے سے بالکل اٹھا کر رکھدیا ہے کہ ان کی ساری کی ساری مصائب اقلیت اور بدنظمی سے وابستہ ہیں ان دونوں مصیبتوں کا علاج اشاعت اسلام ہے اگر آپ آیندہ نسلوں کو ان دکھوں سے نکالنا چاہتے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا نام ہندوستان میں بلند ہو تو اس کیلئے اشاعت و تبلیغ کی اشد ضرورت ہے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا نصب العین صرف اشاعت اسلام ہے قربانی کی کھالیں ہر قسم کے صدقات اور مالی قربانیاں اس انجمن کے حق میں کر کے اس مقصد کو کامیاب بنانے کی کوشش کیجیئے اپنے دوستوں سے تقاضا کیجیئے کہ وہ عید کے موقعہ پر انجمن کی امداد کریں ٭

اہل برطانیہ اور احساس مذہب

اہل برطانیہ کی زندگی کو مذہبی قالب میں ڈھالنے کے لئے مسلم مشن ووکنگ جو اہم ترین حصہ لے رہا ہے اس سے فقط وہی احباب واقف ہو سکتے ہیں جو اس مشن کی تبلیغی جدوجہد سے واقف ہیں۔

ہندوستان کے بعض حلقوں میں یہ غلط خیال جاگزیں ہو چکا ہے کہ یورپین لوگ دنیا کمانے میں اس قدر دیوانہ وار منہمک ہیں کہ وہ مذہبی امور کی طرف توجہ کرنا پسند نہیں کرتے لیکن ذیل میں ایک مثال پیش کر کے ناظرین کرام کو صورت حالات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں

بلیک پول کے نزدیک ایک شخص رہتا ہے جو کہ میرے نزدیک بہترین مسلمان ہے گو وہ ابھی تک نومسلم انگریز ہے اس نے ہمیں اپنا نام بھی نہیں بتلایا۔ لیکن مشن کو باقاعدہ چندہ ادا کرتا رہتا ہے عیدین اور دیگر تقاریب پر مشن کی خصوصی اعانت بھی کرتا ہے مادیت کے اس دور میں کیا ایسی خاموش مالی قربانی ان کی محبت مذہب کا کافی ثبوت ہے۔

قبولیت اسلام

مسجد ووکنگ میں جس طرح قبولیت اسلام ہوا کرتی ہے وہ بھی اپنے اندر ایک نمایاں خصوصیت رکھتی ہے۔ رسالہ اسلامک ریویو یا مشن ووکنگ کا دیگر اسلامی لٹریچر ان ہاتھوں میں پہنچتا رہتا ہے جن کی عقل سلیم اور عیسوی عقائد پر ایمان میں کشمکش ہوتی رہتی ہے اسلامی ادبیات میں انہیں رشد و ہدایت نظر آتی ہے جس سے پھر وہ تعلیم اسلام پر غور و تدبر کرنے لگ جاتے ہیں اور اس طرح اسلام قبول کرنے کا تہیہ کر لیتے۔ بعض اوقات تو اس قسم کے لوگ ہمیں خط لکھتے ہیں اور بسا اوقات سیدھے مسجد ووکنگ میں اخوت اسلامی میں شامل ہونے کے لئے تشریف لے آتے ہیں۔ اس قسم کے دو واقعات گذشتہ ہفتہ پیش آئے۔

جناب مسٹر ٹامس برامز ہمبر۔ جو ایک انجنیر ہیں۔ ایک صبح بالکل غیر متوقع مسجد ووکنگ میں آنکلے اور ایک تھوڑی سی گفتگو کے بعد انہوں نے بخوشی مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ آپ ایک قابل اور تعلیم یافتہ بزرگ ہیں۔ آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے جملہ حالات کا علم ہے۔ آپ کو ہمارے اسلامی لٹریچر کے دیکھنے کا موقعہ افریقہ میں ملا تھا ہے۔

مس شیلی لیراؤنی نے جس کا اسلامی نام اب امینہ ہے اتوار کے روز ہم سے ملنے کا وعدہ کیا۔ وہ صرف ایک دفعہ ہی ہمارے اتوار کے لیکچر میں مسجد میں شامل ہوئیں اور اس کے بعد اعلان اسلام کی فارم پر خود ہی برضا و رغبت دستخط کر دیئے۔ انہوں نے ہمیں بعد ازاں بتلایا کہ وہ گھر سے ہی اعلان اسلام کرنے کے لئے مسجد میں آئی تھیں۔ عیسوی یورپ کی تمدنی اور معاشرتی حالات پر ان کے پاس بیش بہا خیالات کا مجموعہ ہے۔ اور اس قسم کے مبحث پر انہوں نے اسلامک ریویو میں مضامین لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

(آفتاب الدین احمد اسسٹنٹ امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان سلسلہ بخیریت ہیں

— ۲۵، ۲۶ ماہ رواں کو جنرل کونسل اور مجلس معتمدین کے اجلاس منعقد ہوئے۔ بہت سے احباب باہر سے تشریف لائے۔ مختلف مہمات انجمن اور مشاغل دینیہ کے متعلق فیصلے ہوئے اور نئے سرے سے انتخاب عہدیداران ہوا بہت سی مفید تجاویز جن کا تعلق جماعت کی عامہ بہبودی علمی اور دینی ترقی کے ساتھ تھا پاس ہوئیں۔ بعض دوستوں میں قومی تعمیر کے استحکام کے لئے ایک خاص جوش تھا اور اس کے لئے چوہدری یوسف علی صاحب خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔

— کچھ دنوں سے جس "دابۃ الارض" نے۔ جھوٹ، بہتان اور مغالطہ انگیز تحریرات کے ذریعہ اپنا منہ کھول کر جماعت میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی مجلس معتمدین نے اس مستری فتنہ کے خلاف اظہار نفرت کیا۔ مجلس کا متفقہ فیصلہ درج ذیل ہے

ریزولیوشن نمبر ۲۲ مجلس معتمدین ۲۵ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء

(۱) شیخ غلام محمد کی تحریرات و اشتہارات بالفاظ میں آتے ہیں کی بنا پر مجلس ہذا کی رائے ہے کہ شیخ غلام محمد مذکور احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کا ممبر نہیں رہا۔ لہذا اس کو جنرل کونسل کی ممبری سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ (۲) شیخ غلام محمد کے اشتہارات اور تحریرات میں جو الزامات انجمن یا صاحب میر مجلس یا دیگر کارکنان انجمن پر لگائے ہیں ان کے متعلق جنرل کونسل غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ان میں سے بعض الزامات میں صریح جھوٹ سے کام لیا گیا ہے اور غلط واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ اور بعض معاملات کو مغالطہ انگیز رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس سب پروپیگنڈا کی غرض یہ ہے کہ قوم میں غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا کر کے جماعت کو کمزور کیا جاوے ٭

احباب کی اطلاع کے لئے اس امر کا اعلان کیا جاتا ہے کہ شیخ غلام محمد سابق ملازم انجمن اور اس کے والد مستری دین محمد کا اس جھوٹے اور ناپاک پروپیگنڈا کی وجہ سے جو وہ انجمن کے خلاف کر رہے ہیں ہماری انجمن سے کوئی تعلق نہیں رہا اور وہ ہر دو ہماری جماعت سے خارج ہو چکے ہیں ٭

محمد علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۸-ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۲۶

پادری ایس ایم پال کی تفسیر پر ایک نظر

(۲)

نوٹ:- اس سلسلہ کے گذشتہ نمبر میں قرآن کریم کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کے متعلق علمائے اسلام اور مستشرقین کے کچھ حوالجات پیش کئے گئے تھے اس کے جلد دہلی کا سفر پیش آ جانے کی وجہ سے کچھ نہ لکھا جا سکا۔ اب پھر ایک لمبا سفر درپیش ہے اس لئے کسی تفصیلی بحث کی فرصت نہ پاتے ہوئے تمہید کو مختصر کر کے پادری صاحب کے اعتراضات کا جواب عرض کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

علمائے سلف کا عقیدہ قرآن کریم کی بے مثل فصاحت و بلاغت کے متعلق درج کیا جا چکا ہے۔ موجودہ زمانہ میں مصر کے ایک بہت بڑے فصیح البیان، ادیب فلاسفر اور جید عالم ڈاکٹر زکی مبارک مصر میں ہیں۔ مطالعات ادبیہ کا ایک سلسلہ آپ نے شائع کیا ہے اسی سلسلہ کی ایک کتاب کا نام "الموازنۃ بین الشعراء" ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے تمام جدید و قدیم شعراء کے کلام کا موازنہ کیا ہے اور ان پر تنقیدیں لکھی ہیں اس کے آخری باب میں قرآن مجید کے محاسن ادبیہ پر شاعرانہ پہلو سے تبصرہ کیا ہے۔ قرآن کریم میں سے بکثرت اقتباسات پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ تصور شعریہ کے تمام امتیازی پہلو قرآن کریم میں نمایاں ہیں۔ مثلاً

واتل علیھم نبا ابراھیم اذ قال لابیہ وقومہ ما تعبدون ..... الی ..... بقلب سلیم تک نقل کر کے لکھتے ہیں کہ قاری ان آیات کو ایک مرتبہ دو مرتبہ تین مرتبہ پڑھے اور بتائے کیا اس سے بڑھ کر کوئی شیریں کلام ہو سکتا ہے کیا سامعہ نے کبھی اس سے زیادہ نرم و حزیں آوازیں سنیں کیا قلب نے اس سے زیادہ کوئی دلکش چیز محسوس کی۔ کیا نفس اس سے زیادہ ملائم اور نرم احساسات سے اثر پذیر ہوا۔ لیکن پادری ایس ایم پال فرماتے ہیں:-

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ

بنا لاؤ کوئی سورۃ اس کی مانند

"اس آیت کے متعلق مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس میں قرآن شریف کی کسی سورۃ کی طرح ایک فصیح و بلیغ سورۃ بنا کر پیش کرنے کی تحدی کی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس پر نہ تو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہوا ہے اور نہ ہونے کی امید ہو سکتی ہے چنانچہ ہم ذیل میں تفسیر اتقان میں سے اس عبارت کو نقل کرتے ہیں جس میں امام سیوطی نے اس آیت کے متعلق اختلافات کو جمع کیا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:-

ترجمہ: جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرآن ہمارے نبی کریم صلعم کا ایک معجزہ ہے تو اب واجب ہوا کہ وجہ اعجاز کے پہنچانے کا اہتمام کیا جائے۔ لوگوں نے اس امر پر خوب غور کیا بعض تو مقصد کو پہنچ گئے اور بعض ناکام رہے۔

(۱) ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ تحدی کلام قدیم کے ساتھ کی گئی تھی جو ذات خدا کی صفت ہے۔ اور اہل عرب کو اس امر کی تکلیف دی گئی تھی جو ان کی طاقت سے باہر تھا اور وہ اسی سبب سے عاجز رہ گئے۔

(۲) نظام کا یہ خیال ہے۔ کہ قرآن کا اعجاز صرفہ کی وجہ سے ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ نے اہل عرب کو قرآن کی مثل لانے سے روک دیا اور ان کی عقلوں کو سلب کیا۔ ورنہ قرآن کی مثل بنانا ان کی قدرت میں تھا لیکن ایک امر خارجی نے ان کو روک دیا پس یہ بھی مثل اور معجزات کے ایک معجزہ ہو گیا۔ مگر نظام کا بیان اس قول سے زیادہ عجیب نہیں ہے۔ جو ان کے ایک فرقہ کا ہے کہ قرآن کی مثل لانے پر سب لوگ قادر ہیں۔ اور اگر وہ اس کام سے باز رہے۔ تو اس کا سبب یہ تھا کہ ان کو قرآن کی ترتیب کا علم نہ تھا۔ اگر وہ جانتے ہوتے تو یہ کام کر دکھاتے اور یہ قول بھی ایک دوسرے قول کے گروہ کے قول سے زیادہ عجیب نہیں ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ قرآن کی مثل لانے سے اسی زمانہ کے لوگ عاجز ہوئے تھے لیکن ان کے بعد کے لوگ قدرت رکھتے ہیں۔ کہ قرآن کی مثل بنا لائیں مگر ان باتوں میں سے کسی پر اعتبار نہیں ہو سکتا ہے۔

(۳) ایک گروہ کا یہ قول ہے۔ کہ قرآن کے معجزہ ہونے کا سبب یہ تھا۔ کہ اس میں آئندہ کی غیب کی باتیں بتلائی گئی ہیں۔ اور یہ بات اہل عرب کی قدرت سے بالاتر تھی!

(۴) اور ایک گروہ کا یہ قول ہے۔ کہ قرآن اس وجہ سے معجزہ ہے کہ اس میں اگلے لوگوں کے قصے اور تمام متقدمین کی حکائتیں اس طرح بیان کی گئی ہیں۔ کہ گویا کسی نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یا وہاں موجود تھا

(۵) ایک قوم کا یہ قول ہے کہ قرآن اس سبب سے معجزہ ہے کہ اس میں لوگوں کے دلوں کے بھید بتلائے گئے ہیں قبل اس کے کہ لوگ خود ظاہر کریں خواہ وہ قولی ہو یا فعلی مثلاً اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا ويقولون في انفسهم لولا يعذبنا الله

(۶) اور (قاضی ابوبکر باقلانی) نے کہا ہے کہ قرآن اس لئے معجزہ ہے۔ کہ اس میں نظم و تالیف اور الفاظ کی نشست اس ڈھنگ پر واقع ہے کہ ان تمام اسالیب نظم سے جو کلام عرب میں رائج تھے خارج اور ان کے لکچروں کے طرز سے بالکل مخالف تھی اس لئے اہل عرب کے لئے قرآن کا معارضہ کرنا نا ممکن ہو گیا تھا۔ قرآن کا اعجاز فن بدیع کی اقسام کے ذریعہ سے بھی نہیں پہچانا جا سکتا ہے جن کو اہل عرب اپنے اشعار میں استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ ان اقسام میں کوئی بات خلاف عادت نہیں ہے بلکہ علم بدیع کا حاصل کرنا تعلیم اور تدریب (عادت) اور تصنع کے ممکن ہے۔ مثلاً شعر کہنا۔ خطبہ دینا۔ اور رسالہ کا کام بلاغت میں کمال پیدا کرنا۔ ان سب کے لئے ایک طریق ہے اگر وہ چاہتے تو اس پر بخوبی چل سکتے ہیں۔

(۷) اور امام فخرالدین نے کہا۔ کہ قرآن اپنی فصاحت اور نادر اسلوب کی وجہ سے معجزہ ہے۔ اور اس لئے کہ وہ تمام عیوب سے پاک ہے" (اتقان جلد دوم نوع ۶۴ صفحہ ۱۱۸ و صفحہ ۱۱۹)

پادری صاحب کی دیانتداری تو اسی سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اسی اتقان کو شروع نوع سے نقل نہیں کیا بلکہ اس کو عمداً چھوڑ دیا ہے۔ اب ہم اس حصہ کے ضروری اقتباسات کو نقل کر کے پادری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان علماء کے بالمقابل ان کا کوئی غیر معروف ملاں کوئی حقیقت رکھتا ہے کہ قرآن کریم کی بے نظیر فصاحت و بلاغت کے خلاف اس کی کوتہ فہمی کا کچھ لحاظ کیا جائے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں

"بہت سے علماء نے اعجاز القرآن کے متعلق مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں از انجملہ خطابی، رمانی، زملکانی، امام رازی، ابن سراقہ اور قاضی ابوبکر باقلانی بھی ہیں۔ ابن عربی کہتا ہے کہ باقلانی کی کتاب اس بارہ میں بے مثل ہے"

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

"معجزہ ایسے خارق عادت امر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ تحدی بھی کی گئی ہو اور وہ معارضہ سے سالم رہے۔ معجزہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱- حسی اور ۲- عقلی۔ قوم بنی اسرائیل کے اکثر معجزات حسی تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم بڑی کند ذہن اور کم فہم تھی۔ اور اس امت محمدیہ کے زیادہ تر معجزات عقلی ہیں۔ جس کا سبب اس امت کے افراد کی ذکاوت اور ان کے عقل کا کمال ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ چونکہ قیامت تک صفحہ دہر پر باقی رہنے والی شریعت ہے اس واسطے اس کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ اس کے شارع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ قائم و باقی رہنے والا عقلی معجزہ دیا گیا تا اہل بصیرت اسے ہر وقت اور ہر زمانہ میں دیکھ سکیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"نبیوں میں سے کوئی نبی نہیں ہوا ہے مگر اس کو کوئی ایسی چیز دی گئی کہ لوگ اس کی وجہ سے اس پر ایمان لے آئے مگر مجھے جو چیز دی گئی وہ وحی ہے اس کو خدا تعالیٰ نے مجھ پر بھیجا ہے میں امید کرتا ہوں کہ ان تمام انبیاء سے زیادہ لوگ مجھ پر ایمان لائیں گے"

اس حدیث کی تخریج بخاری نے کی ہے جس کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ تمام نبیوں کے معجزات ان کے زمانوں کے ختم ہونے کے ساتھ ہی مٹ گئے اس واسطے ان معجزات کو صرف انہی لوگوں نے دیکھا جو اس زمانہ میں موجود تھے اور قرآن کا معجزہ قیامت تک دائمی ہے۔

فی الحقیقت قرآن کریم کا یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ ویدوں کے سینکڑوں مختلف نسخے ہو جانا اور ہر ایک فریق کے صرف اپنے وید کو الہامی سمجھنے کی وجہ سے وید کا کلام جس طرح مشتبہ اور خلط ملط ہوا اس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ کلام اب حقیقت کے لحاظ سے مردہ ہے۔ اسی طرح اناجیل کے سینکڑوں نسخوں کا عیسائی فرقوں میں مروج ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ انجیل نہ اپنی زبان میں موجود ہے اور نہ اپنی اصلی شکل میں ملتی ہے ... تحریف اور اختلاف عبارات کی وجہ سے جن کی تعداد دس لاکھ ہے خدا کا کلام نہ رہا۔ الہامی صحیفوں میں قرآن اور صرف قرآن ہی بلاشبہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جو اپنی الہامی زبان میں موجود اور اپنی الہامی زبان کی حفاظت کرنے والی ہے یعنی وہ اور عربی کے لئے آج ۱۴۰۰ سال سے بطور شرط اور معیار کے مسلّم ہے۔ (باقی دارد)

عید اضحی اور اس کا فلسفہ

تاریخ عالم کا یہ ایک مسلمہ کلیہ ہے کہ اقوام کی ذہنی تبدیلی کے ساتھ ساتھ مذہبی اصول بھی ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں قرآن کریم نے قربانی کے متعلق ایک حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے بتایا ہے۔ ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فالھکم الہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین۔

ہر امت کیلئے ہم نے قربانی مقرر کی ہے تاکہ وہ اللہ کا نام اس پر ذکر کریں جو اس نے جانوروں میں سے چارپائے دیئے ہیں تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اسی کیلئے تم فرمانبردار ہو جاؤ اور نرمی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دیدو۔

آیت کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ تمام الہامی مذاہب کو قربانی کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ اس قربانی پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کریں قربانی کی اصل روح اسلام یعنی الٰہی احکام کی فرمانبرداری ہے۔ جو خلوص دل سے اس کو بجا لاتے ہیں ان کیلئے خوشخبری ہے انہوں نے قربانی کی روح کو حاصل کر لیا۔ گویا یہ حیوانی قربانی اس امر کا ایک ناطق نشان ہے کہ انسان اپنی حیوانیت یا بہیمیت پر چھری پھیرنے کیلئے تیار ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے عزیز ترین متاع حیات کو قربان کر دینا معرفت کا ایک بلند ترین مقام اور محبت الٰہی کا انتہائی درجہ ہے قربانی کا ذکر جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے تمام الہامی کتب میں پایا جاتا ہے اور یہ قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ ایک امی کس طرح تمام مذاہب کی مختلف زبانوں کی کتب کے متعلق ایسی غیب کی خبر بتا سکتا ہے۔ آپ ویدوں کو ہی لے لیجئے بکثرت اس قسم کے منتر موجود ہیں کہ جن میں حیوانی قربانی مذکور ہے یجر وید کا زیادہ حصہ انہی یگیوں یا قربانیوں میں پڑھا جاتا تھا مہا بھارت۔ رامائن اور برہمن گرنتھوں میں قربانیوں کا ذکر نہایت تفصیل سے موجود ہے لیکن آج کل زمانہ کی ہوا یا ہندو قوم کی ذہنی تبدیلی کے ساتھ ساتھ لفظ یگیہ کے بھی معنی تبدیل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ مہاتما گاندھی اپنے ینگ انڈیا میں لکھتے ہیں کہ یگیہ لفظ کا استعمال ہم اکثر کرتے ہیں اور سنتے ہیں ہمارے نقطۂ نگاہ سے مہا یگیہ یعنی بہت بڑی قربانی ... ہمارے ایسے افعال جن کا مقصد دوسروں کی بھلائی کرنا اور ان کی بے غرضانہ خدمت کرنا ہے یگیہ کہلاتا ہے ایسے افعال خواہ دنیوی ہوں یا دینی اس جگہ افعال سے یہ مراد ہے کہ جس کے اندر خیال، الفاظ، طریق عمل تینوں شامل ہوں۔ دوسرے دل کے اندر تمام خلقت کا شمار کرنا چاہیئے ہماری خدمات صرف انسان ہی تک محدود نہ ہونی چاہئیں لہذا یگیہ کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہم کسی چھوٹے سے چھوٹے جاندار کو بھی ایذا پہنچانے سے پرہیز کریں۔"

کتنا سنہری خیال ہے لیکن اس کی تہ کے نیچے نہ تو کوئی الہامی ثبوت ہے اور نہ کوئی عقلی دلیل ہے بلاشبہ مخلوق خدا کی خدمت اصل روح مذہب ہے لیکن یہ کہنا کہ "کسی چھوٹے سے چھوٹے جاندار کو بھی ایذا پہنچانے سے پرہیز کریں" تشریح طلب ہے آیا اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی جاندار کو اپنے فائدہ کے لئے بھی ایذا نہ پہنچانی چاہیئے اور کسی ضرر رساں جانور کو بھی قتل نہ کیا جائے یا اس سے مراد ہے کہ ناواجب اور بے فائدہ کسی جانور کو ایذا پہنچانا برا کام ہے ویدا اور دھرم شاستروں کے نزدیک تو ہنسا کی تعریف یہی ہے کہ ویدا اور دھرم شاستر کے حکم کے خلاف کسی کو ستانا گناہ ہے لیکن جن قربانیوں کا حکم وید نے خود دیا ہے وہ ہنسا نہیں چنانچہ ویدوں کی لغت نرکت اور دوسرے دھرم شاستروں میں ہنسا کی یہی تعریف کی گئی ہے۔

منقولی طور پر بھی انسان کو اپنی حفاظت کیلئے دو قسم کے جذبات اور افعال کی ضرورت ہے۔ ایک تو دشمنوں سے مدافعت اور دوسرے تن کی پرورش۔ یہ ایسی دو باتیں ہیں کہ جن سے انسان کا بے نیاز ہونا محال ہے۔ درندے ہی نہیں کبھی کبھی بے ضرر چوپائے بھی خطرناک صورت اور شکل اختیار کر لیتے ہیں نسل انسانی کی حفاظت کے لئے ان کو مروا دینا ضروری ہوتا ہے خود مہاتما جی نے آخر ایک بچھڑے کو مروا یا مہاراجہ بھرت پور کو کٹر ہندو ہونے کے باوجود روپیہ دیکر شریر اور نقصان رساں گایوں کو مسلمانوں کے ہاتھ پکڑوانا پڑا۔ بنگال کے مشہور ڈاکٹر بوس نے اب تو یہ بھی ثابت کر دیا کہ نباتات کے اندر ویسی ہی روح ہے جیسی حیوانات کے اندر اور وہ اسی طرح دکھ محسوس کرتی ہے جیسے حیوانات تو کیا اس صورت میں مہاتما جی پھل اور ترکاریاں بھی ترک کرنے کی تلقین کریں گے اگر اس پر بھی اہنسا پرمو دھرما کا اصول چسپاں کر دیا گیا تو مہاتما جی کا گذارہ ہوا کھانے ہی پر رہ جائیگا۔ لیکن اسمیں بھی ایک مشکل ہے کہ ہوا کے اندر بھی بیشمار خوردبینی جرمز موجود ہیں جو سانس کے ساتھ اندر جاتے رہتے ہیں ... ویدوں کے متعلق مہاتما جی کا فتویٰ ہندو قوم کے لئے قابل غور ہے مہاتما جی فرماتے ہیں۔

"ویدوں کے اندر حیوانی قربانی کا جو ذکر کیا گیا ہے اس پر یہاں بحث کرنا ہمارے لئے نامناسب ہے اتنا اشارہ کر دینا کافی ہے کہ حقیقت اور صلح کیلئے ایسے رواج بے معنی اور غلط ہیں"

الفضل کے خلافت نمبر پر سرسری نظر

(مرزا غلام ربانی صاحب کے قلم سے)

گذشتہ سے پیوستہ

(نوٹ:- یہ مضمون گذشتہ نمبر میں کسی قدر غلط چھپ گیا تھا اب اتنے حصہ کو بھی دوبارہ بالترتیب شائع کیا جاتا ہے۔ سلسلہ صفحہ)

"ولیم نے اپنے آپ کو انگلینڈ کی سلطنت کا حقیقی دعویدار ظاہر کیا لیکن اصل میں اس کا کوئی حق نہیں تھا۔ چند بودے اور فضول دلائل جمع کر کے پیش کر دیئے جن سے بادی النظر میں یہی ظاہر ہوتا تھا کہ گویا کہ وہ حقیقی دعویدار ہے (خلافت کا تاریخ ... میں) ولیم دی کانکرر کے لقب سے مشہور تھے لیکن اس لفظ کانکرر سے جس کے معنی فاتح کے ہیں اب وہ مراد نہیں لی جاتی۔ جو کہ اس وقت لی جاتی تھی۔ کانکرر سے وہ انسان مراد نہیں تھی جس نے سلطنت بذریعہ جنگ حاصل کی ہو۔ بلکہ ہر اس شخص کو کانکرر کہا جاتا تھا جس نے کوئی ایسی شے حاصل کر لی ہو۔ جو کہ پہلے اس کے پاس نہ تھی ..... خواہ بذریعہ جنگ ہو یا نہ ہو ... ولیم اپنے آپ کو بعض خود تراشیدہ وجوہات کی بنا پر انگلینڈ کے تاج کا دعویدار یا وارث ظاہر کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ میں حق بجانب ہوں۔ سن لیک کی جنگ کے بعد بعض خاص چیدہ چیدہ آدمیوں (انصار اللہ) نے اس کو بادشاہ (خلیفہ) منتخب کر لیا تھا۔ اور یہ لوگ اس قدر ولیم سے ڈرتے تھے کہ ان کو سوائے اسی کے انتخاب کرنے کے کوئی چارہ ہی نہیں تھا کیونکہ یہ انتخاب جبریہ تھا تاہم ولیم اس انتخاب سے اس قابل ہو گیا کہ ایڈورڈ اور الفرڈ کے بعد انگلینڈ کے تاج کا جائز وارث قرار دیئے جانے کے دعویٰ کے ثبوت میں خود ہی پیش کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا... یہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جو کہ گورنمنٹ اور آرڈر کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ لیکن صرف اسی حد تک جب تک کہ اس کی اپنی تجاویز کے خلاف نہ ہو ... مخاصمت میں آ کر آپے سے باہر ہو جایا کرتا تھا۔ انگلش مین آف ٹائمز لکھتا ہے کہ "ولیم کی مخالفت اپنے ہر مخالف کے مقابلہ میں دیوانگی کی حد تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ وہ اس قدر بے رحم اور تند مزاج تھا کہ کوئی شخص اس کی منشاء کے خلاف کوئی کام کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا تھا.... اس کے وظیفہ خواروں میں سے جو کوئی ذرا بھر بھی حکم عدولی کرتا۔ اس کو زنجیروں میں مقید کر لیا کرتا تھا۔ بشپوں (یعنی مفتیوں یا مولویوں) اور دیگر عہدے داروں کو ننگا کر دیتا تھا۔ یا ان کے عہدے چھین لیا کرتا۔ حتیٰ کہ اس کا بھائی اس کے پنجے سے نہ بچ سکا۔ اس کو بھی زنجیروں میں جکڑا گیا۔ بغیر ولیم کی تابعداری اور بدوں اس کی خواہش کے پورا کرنے کسی شخص کی مجال ہی کیا تھی کہ سکونت اختیار کرے یا صاحب جائداد ہونے کا مجاز ہو سکے۔ ولیم نے لوٹ مار کو مباح قرار دیا ہوا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میں ایڈورڈ کی وفات سے ہی جائز وارث تخت شاہی ہوں۔ اس لئے جو لوگ میرے برخلاف لڑے ہیں وہ سب چونکہ بلا فصل بادشاہ کو (یا خلیفہ) خلاف لڑے ہیں۔ لہذا وہ منکران خلافت اور مرتد باغی ہیں۔ پس ان کی جائدادیں ضبط کی جاتی تھیں۔ اس طریق پر ولیم نے بڑی بھاری جائداد حاصل کر لی تھی جو کہ اپنے نارمن اور ... (انصار اللہ) یا اہل بیعت میں تقسیم کرتا تھا۔ ولیم کے پاس بعض دیگر ایسے وسائل بھی تھے جن کی وجہ سے لوگوں کو اپنا مطیع (مریدی میں) رکھتا تھا۔ اس کو اس بات کا خیال ہر وقت دامنگیر رہتا تھا کہ دولتمند طبقہ (مولویوں کا گروہ) زمینداروں کو زیادہ جائدادیں نہ دی جائیں ذا باہر نہ اندر، حدود حکومت..........

ایسا نہ ہو کہ اتحاد کر لیں اور (...) ...... آسودہ ہو کر میرے برخلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ بلکہ وہ ان کو اپنا محتاج رکھتا تھا (یعنی وظیفوں پر) تاکہ میرے مطیع (مرید) بنے رہیں۔ اور جب ضرورت پڑے میری حمایت کریں ....

ولیم نے اپنے ماتحتوں سے اقرار بیعت بھی لیا تھا کہ ہم تمہارے اطاعت گذار رہیں گے (یعنی سر یہ عقل فروش) اور کہا کہ اگر تم نے بغاوت کی تو تم پر دھوکہ بازی کا حکم (کا فتویٰ دائرہ اسلام سے خارج) لگا دیا جاوے گا۔ ولیم نے

اپنی وجاہت اور طاقت کے حصول کے لئے بہت بری اور بیہودہ چالیں چلیں (اجازت نہیں کہ بیان کی جاویں) اس کو ڈر رہتا تھا کہ میان۔۔کالڈس۔ . . . . اور ڈین . . . .
دونوں مل کر شمالی انگلینڈ (خلافت) پر حملہ کر دیں۔ اس نے بڑی بے رحمی سے ان کا علاقہ جو کہ بڑا ازرخیز تھا تباہ کر دیا . . . . . .

. . . .

. . . . یہ بھی بیان کیا جاتا ہے اس کو اونچے غزالوں کے ساتھ بڑی محبت تھی اور ایسی محبت کہ گویا کہ وہ ان کا باپ تھا۔ ہرنوں کے شکار سے اسے از حد محبت تھی (یہاں بھی یہی حال رہے) جو کوئی اس کی اجازت کے بغیر ان کا شکار کرے اس کو سنگین سزا دیتا تھا۔ ولیم نے رعایا کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ان کے گھروں کو تباہ کر دیا (یہاں بھی کئی روٹھے ہیں) ان کی لہلہاتی ہوئی فصلوں کو برباد کر دیا (یعنی مسیح موعود کی پندرہ سالہ کتابوں پر فتویٰ لگایا کہ ناسمجھی کے زمانہ کی تھی اور منسوخی کی قلم پھیر دی) جن بے چارے لوگوں کو (مریدوں کو) ولیم نے بے خانماں کر دیا تھا۔ اور جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے۔ ان کی . . . .
. . . . طرف سے ولیم پر لعنتیں برس رہی تھیں .... ولیم نے وہ وہ کام بھی کئے جن کو بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ ولیم خود اور اس کے مقربین سونے اور چاندی پر جان دیتے تھے اور جائز اور ناجائز کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ بہرحال انصاف پسند تو تھا بشرطیکہ انصاف اس کے اپنے مفاد کے خلاف نہ ہو ......"

مجھے اس پر حاشیہ چڑھانے کی ضرورت نہیں ورنہ ولیم دی کانکرر کے ایک ایک واقعہ زندگی کو اس کے عادات واخلاق کو حضرت خلافت مآب کی زندگی کے ساتھ تطبیق دیتا۔ اور میاں صاحب کو "ولیم دی کانکرر" کے خطاب کا مصداق نہ ماننے والوں کو خدا کے فضل سے ساکت کر دیتا مگر طوالت کے خوف سے صرف اس قدر عرض کرنے کے بعد اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ جب واقعات اس خطاب کو سچا کر رہے ہیں۔ پھر انکار کی گنجائش کہاں - - - - - - -

. . ہاں میاں اکمل خدا آپ کا بھلا کرے۔ اس خطاب "ولیم دی کانکرر" نے جو کہ میاں صاحب کو ملا ہے۔ ایک اور مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بھی الہام ہوتا ہے ملک خطاب العزت "نبی" کا خطاب ملتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو نسبت میاں محمود احمد کو "ولیم دی کانکرر" سے ہے وہی نسبت حضرت مسیح موعود کو "نبی" سے ہے۔ جس طرح نہ میاں محمود کے پاس تاج ہے نہ سلطنت، نہ ملک ہے، نہ حکومت، نہ سکہ جاری ہے نہ رعیت۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے پاس نہ کتاب ہے نہ وحی نبوت، نہ کوئی کلمہ جاری کیا۔ اور نہ کوئی امت جس طرح اور جس حیثیت کے میاں محمود صاحب بادشاہ ہیں اسی طرح اور اسی حیثیت کے حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ حقیقت دونوں کی ایک تناسب پر واقع ہوتی ہے۔

اب دوسرا شعر ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:۔

طلسم اہل بہا ٹوٹنا یقینی تھا
کہ بت شکن ہے ہمیشہ سے سطوت محمود

اس بیان سے اور کوئی غرض نہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ میاں اکمل صاحب بے چارے پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ بہائی ہے۔ صرف اپنی صفائی کے لئے بے چارے بہائیوں کو خواہ مخواہ نشانہ بنایا جاتا ہے یہ بھی آجکل شہادت صفائی کی ایک طرز ہے۔ اگر کسی شخص کے متعلق مشہور ہو جاوے کہ فلاں شخص بہائی ہو گیا ہے تو ایسا شخص یہ الزام دور کرنے کے لئے احمدیوں کو گالی دینی شروع کر دیتا ہے۔ میاں اکمل صاحب ممکن ہے آپ کے خلیفہ صاحب کی اس مصرعہ سے تسلی ہو جاوے۔ مگر اس کا اثر ہم پر کچھ نہیں پڑتا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک بہائی اور قادیانی دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

آگے چل کر اس سے بڑھ کر بیان ہوتا ہے۔ اپنے آقا (خلیفہ صاحب) کی شان میں مدح سرائی کی جاتی ہے۔ جھوم جھوم کر وجدانی حالت میں میاں اکمل صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) تمہیں جو دیکھا تو دیکھا مسیح و مہدی کو
مثیل احمد مرسل ہو مہ لقا ہو تمہیں
(۲) تمہیں تو وہ ہو کہ فخر رسل ہے جن کا خطاب
نوید مہدی موعود و مصطفیٰ ہو تمہیں

اب ہم کیا عرض کریں۔ ہم تو سمجھتے تھے کہ درپردہ میاں محمود صاحب کے ساتھ ان کے میاں اکمل جیسے مرید، مخول ٹھٹھا اور استہزا کر رہے ہیں۔ یہ صرف میاں محمود کو ہی گالی نہیں ہے بلکہ احمد مرسل یا فخر رسل حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو بھی گالی ہے جو کہ دربار خلافت میں دی جا رہی ہے۔ خدا کے بندو، کچھ تو خدا سے ڈرو۔ مصطفیٰ اور فخر رسل تو محمد رسول اللہ ہیں۔ یہ نام تم اپنے خلیفہ کو دیتے ہو جو کہ ایک معمولی انسان ہے۔ لیکن تمہارے خلیفہ کے باپ کے نزدیک یہ مقدس نام تو آپ کے مقدس آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے نام ہیں۔ یاد رکھو فخر رسل ایک ہی ہے۔ اور وہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ ایسی محبت انسان کو دوزخ کی آگ میں جھونک دے گی۔ بے جا محبت بہت بری ہے۔

از محبت نار نورے مے شود
از محبت دیو حورے مے شود
از محبت رنج شادی مے شود
از محبت غول ہادی مے شود

یاد رکھو بے جا محبت آپ کو برے ٹھکانے پر پہنچا دے گی جیسا کہ عیسائیوں کی حالت ہوئی۔ اگر آپ نے تعریف کرنی ہے تو وہ کرو جس کے میاں صاحب مستحق ہوں اگر طبع آزمائی مطلوب ہے تو یہ امر دیگر ہے۔ آپ سے پہلے بہت ایسے آدمی گزرے ہیں جنہوں نے حقیر سے حقیر چیزوں کی تعریف کے پل باندھ دیئے ہیں۔ سو دور کیوں جاتے ہو۔ فسانہ آزاد میں ایک نواب صاحب کا قصہ درج ہے۔ ان کے پاس ایک بٹیر تھا جو کاکب سے اڑ گیا۔ نواب صاحب اس کو صف شکن کہا کرتے تھے۔ جتنی کوئی اس کی تعریف کرتا نواب صاحب خوش ہوتے تھے۔ حاشیہ نشین پاس بیٹھے ہیں۔ کوئی کہتا ہے حضور بڑا حقانی جانور تھا۔ کوئی کہتا ہے عالیجاہ میں نے کئی بار سنا ہے کہ کاکب سے حق حق کی آواز آیا کرتی تھی۔ بلکہ پابند صوم وصلوٰۃ بھی تھا۔ کوئی کہتا ہے قسم ہے پنجتن کی ایک دن وہ ہنس رہا تھا۔ واہ وا کیا عجیب جانور تھا۔ صورت تو بٹیر کی تھی مگر سیرت فقرا کی۔ نواب صاحب پھر آہ بھر کر کہتے ہیں آہ میرا لخت جگر، قرۃ العین نور بصر، ناراض ہو کر چلا گیا۔ اسرار خدائی سے واقف۔ علم مناظرہ میں طاق۔ کوئی لکھے پڑھے مولوی صاحب جاویں اور اس کو سمجھا کر واپس لاویں۔ جب مولانا صاحب نواب صاحب کے پاس آتے ہیں تو ان کو ہدایت ہوتی ہے کہ مولانا صاحب! وہ ہے تو بٹیر مگر خوش تمیز عارف، زاہد، متقی، متشرع، منطقی، فلسفی، ہیئت دان عربی خوان، وصف شکن۔ روم اور شام تک مشہور ہے ......
یہ لمبا قصہ وہاں دلچسپ ہے۔ ہم نے اس قصہ کا ملخص اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ ایسی ناچیز چیزوں کی تعریف آپ لوگوں کی تعریف سے کم نہیں۔ خدارا ان تعریفوں کا مشغلہ چھوڑ دو۔

کسی صاحب نے مطالبہ تو یہ کیا تھا کہ اپنے موجودہ بزرگوں کا کوئی کارنامہ بیان کر دو یا یہ بیان کیا جاوے کہ ان کی روزانہ زندگی کا معمول اور شغل کیا ہے۔ یا کوئی سادہ زندگی کی خالی ہی جاوے۔ ناجائز تعریفیں کرنے سے مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں ایک واقعہ خلافت نمبر میں ضرور آیا ہے۔ اگر پیش کیا تو یہ کہ حضرت خلیفہ"..... کا ایک عظیم الشان نشان" یہ تو تھا عنوان۔ ہم نے سمجھا اس عنوان کے نیچے دیکھئے کون سا عظیم الشان نشان بیان ہوتا ہے جب پڑھنا شروع کیا تو معلوم ہوا چند اینٹیں لگا کر منارۃ المسیح کی عمارت کو مکمل کیا گیا۔ یہ ہے کارنامہ۔ یہ ہے بڑی خدمت اور یہ ہے خلیفہ صاحب کے زمانہ کا نشان کیا یہی خدمت ہے اور یہی عظیم الشان نشان ہے جو کہ خدمات اسلامی کا نمونہ ہیں! اسی کا نام زندہ اسلام ہے؟ جو کہ آپ پیش کرتے ہو۔ اور ہمارے متعلق خلافت نمبر میں اعلان کرتے ہو کہ لاہوری احمدی مردہ اسلام پیش کرتے ہیں!"

خلافت نمبر میں میاں محمود صاحب کہتے ہیں:۔

"خدا اپنے انتخاب میں غلطی نہیں کرتا۔ اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میری خلافت بڑی نہیں ہو سکتی۔ اگر سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آ سکتا (خدا جو ٹھہرا) جیسے نبی اکیلا ہوتا ہے اسی طرح خلیفہ بھی اکیلا ہو سکتا ہے۔"

یہ بات تو ظاہر ہے کہ قادیانی خدا کے انتخاب سے یہ مفہوم نہیں لیتے کہ بذریعہ الہام ہو جس طرح مسیح موعود کو انتخاب کیا گیا۔ بلکہ یہ لیتے ہیں کہ جماعت نے انتخاب کیا اور جماعت کا انتخاب خدا کا انتخاب ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر جماعت کا انتخاب خدا کا انتخاب ہے تو اگر جماعت ترک کر دیوے تو پھر خلیفہ خلیفہ کیونکر رہ سکتا ہے کیونکہ جس طرح جماعت کا انتخاب خدا کا انتخاب ہے اسی طرح جماعت کا خلیفہ کو ترک کر دینا ایسا ہے کہ گویا خدا نے خلیفہ کو ترک کر دیا۔ پھر میاں محمود احمد کا یہ لکھنا کہ "اگر سب کے سب مجھے ترک کر دیں تو بھی میری خلافت میں فرق نہیں آئے گا" یہ کہاں تک درست اور عندالعقل صحیح ہے۔

ہمارے متعلق خلافت نمبر میں اشارہ کیا گیا ہے کہ "ان لوگوں نے بھی کئی خلیفے بنائے اب وہ کہاں گئے" اس کا جواب صاف ہے اور وہی جواب ہے جو کہ میاں صاحب نے اوپر دیا ہے "خلیفہ بھی اکیلا ہو سکتا ہے" جو خلیفے ہم نے بنائے تھے وہ خدا کے فضل سے اب بھی خلیفے ہیں اور ایک بڑی جماعت انکی ماتحت چلی آتی ہے۔ اگر خدانخواستہ سب کے سب ترک بھی کر دیں تو بھی بقول آپ کے ان کی خلافت میں فرق آتا۔

ایک اور بات مزے کی میاں اکمل نے لکھی ہے جو کہ ہمارے مطالبہ کو تقویت دیتی ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ میاں محمود نے حضرت صاحب کی بیعت نہیں کی۔ یہ مطالبہ مدت سے قائم ہے۔ جواب نہیں آیا۔ اب ہم یقین واثق سے کہتے ہیں کہ میاں محمود نے حضرت صاحب کی کشتی میں قدم نہیں رکھا یعنی بیعت نہیں کی۔ مزید ثبوت یہ ہے کہ میاں اکمل صاحب خلافت نمبر میں تسلیم کرتے ہیں کہ میاں محمود کو بیعت لیتے وقت وہ الفاظ بھی یاد نہ تھے جو کہ بیعت کے بعد پڑھے جاتے تھے۔ اس کے لئے سرور شاہ سے امداد لینی پڑی۔" اول اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ میاں محمود کا بیعت [illegible]

علم کہاں تک تھا۔ دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ نہ صرف میاں محمود نے خود حضرت صاحب کی بیعت ہی نہیں کی بلکہ اس نے دوسروں کو بیعت ہوتے بھی نہیں دیکھا یا سنا ہے۔

اگر اس نے بیعت کی ہوتی ہوتی تو کم از کم اسے اتنا تو پتہ ہونا چاہیئے تھا کہ بیعت پر کیا پڑھا جاتا ہے یا پڑھایا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ شخص جو خلیفہ بنایا گیا۔ جس کو کلمہ شہادت بھی اس وقت نہیں آتا تھا۔ جس کو استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ یاد نہیں جس نے رب انی ظلمت نفسی ظلماً کثیرا و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت نہ کبھی کسی سے سنا نہ خود زبان سے کہا۔ اگر عربی میں یاد نہیں تھا تو اس کا ترجمہ تو یاد ہوتا اس قدر تو یاد ہونا چاہیئے تھا کہ بیعت کے وقت پیر صاحب توبہ کرلتے ہیں اور مرید توبہ کرتا ہے۔ لیکن جب کہ خلیفہ نے خود کبھی توبہ نہیں کی مریدوں سے یہ کس طرح کراتا۔ یہ وہ خلیفہ ہے جس کو فخر رسل مثیل احمد مرسل۔ مصطفٰے وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ الفضل کے بیعت بھی اسی خلافت نمبر میں میاں اکمل صاحب نے درج کر کے ہمیں اس رمز کی طرف متوجہ کیا ہے ہم تو میاں اکمل کے بار بار شکر گذار ہیں۔

بات دور چلی جاتی ہے۔ ایک لفظ "منکران خلافت" اکثر محمودی تحریرات میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک جگہ تو لکھتے ہیں "جبکہ مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت پر منکرین خلافت نے ناپاک الزام لگائے"۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ "منکران خلافت کی تحریری۔ ان لوگوں نے آج سے سترہ سال قبل علم بغاوت بلند کیا تھا"۔

اس لفظ میں ایک طرف وہ لاہوری احمدی جماعت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف مباہلہ والوں کی طرف۔ خدا کا خوف ان لوگوں کے دلوں میں نہیں ہے۔ یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری جماعت نے حضرت مرزا صاحب کے اہل بیت پر کوئی الزام نہیں لگایا بلکہ یہ مباہلہ والے تھے جو کہ میاں محمود صاحب کے اپنے مرید تھے۔ پھر بھی ہم پر برابر الزام لگاتے چلے جاتے ہیں۔ یہ مکروہ اور بیہودہ پروپیگنڈا ہے جو کہ تیم دی کانگرس کی طرح اپنے مخالفوں پر لگا رہے ہو۔ دیکھو بدتمیزی کو چھوڑ دو خدا تمہارا بھلا کرے گا۔

سب سے اخیر ایک بات کہہ کر بس کرتا ہوں۔ میاں محمود کے ملفوظات سے اسی خلافت نمبر میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ میاں صاحب فرماتے ہیں "اور کثرت سے مجھے اللہ تعالیٰ امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے" میاں محمود کہتا ہے کہ جس کو کثرت سے اطلاع غیب سے اللہ تعالیٰ دے وہ نبی ہوتا ہے اور کثرت مکالمہ و مخاطبہ کا نام میاں صاحب نے نبی رکھا ہے اب سوال یہ ہے کہ میاں محمود خود کیا ہے۔ اگر یہ اصول درست ہے تو مریدوں کو اعلان کر دینا چاہیئے کہ ہمارا خلیفہ نبی ہے اور خلیفہ کو ہرگز انکار نہیں کرنا چاہیئے ورنہ کافر بنتا ہے۔

ایک بات کا افسوس ہے اور وہ یہ کہ یہ لوگ ہمارے امیر ایدہ اللہ کی شان میں برے الفاظ استعمال کرنے سے باز نہیں آتے۔ اور ہمارے بزرگ امیر ہم کو جواباً سخت الفاظ استعمال کرنے سے منع فرماتے رہتے ہیں۔ اس کا کیا علاج کیا جاوے۔ جب کبھی ہم نے کچھ جواباً لکھنے پر قلم اٹھائی ہے ہمارے امیر ایدہ اللہ نے ہم کو بند کر دیا اور اگر کوئی مضمون لکھ کر اشاعت کیلئے بھیجتے ہیں تو اس کو کاٹ دیتے ہیں لیکن آخر الفضل کی بیہودگی کا بھی تو کوئی علاج ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اسی الفضل خلافت نمبر میں ایک شخص نے یہ شعر لکھا ہے۔

صندل میں ہے پیام کا بانی

خلل تو یہ ہے کہ ہم کو واقعات کے پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ ورنہ الفضل کو نانی یاد آجاوے۔

سودی قرضہ

حصہ دوسرا

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۴)

ننھے کو کالے پانی گئے آج پورے دس سال ہو چکے ہیں جہاں اسکو دریاں بنانے کا کام سپرد کیا گیا تھا آج دس سال کے بعد ننھا بے نظیر دری باف ہو گیا۔ اس کے ہاتھ کی بنی دریاں سرکاری طور پر دور دور جاتی ہیں۔ انگریز اکثر اسی کی بنی دریاں خریدتے ہیں نتیجہ کی ان کی غرض کہ ہر طرح کی دریاں بنانے میں ننھے نے کمال حاصل کر لیا ہے۔ ننھا اب نماز کا بھی باقاعدہ پابند ہے۔ دن بھر کام کر کے نماز عشاء سے فارغ ہو کر لیٹنے ہی کو تھا کہ کسی نے آواز دی۔

آواز۔ خانصاحب اجی خاں جی۔

ننھا۔ دروازہ کھول کر۔ آہا آئیے لالہ جمنا داس صاحب مزاج تو بخیر ہیں۔ کہیئے اسوقت کیوں تکلیف فرمائی اگر ضروری کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔

جمنا داس قریباً ۔ سال سے ننھے کا بڑا گہرا دوست ہے فرصت کی گھڑیوں میں دونوں ملکر اپنے دکھ رویا کرتے ہیں۔ دونوں میں بے حد محبت ہو گئی ہے۔

جمنا داس۔ نہیں خانصاحب کوئی ضروری کام نہیں ہے طبیعت گھبرائی گھر کی یاد آئی تو فوراً آپ کے پاس چلا آیا کہیئے کیسے گذر رہی ہے۔

ننھا۔ الحمد للہ۔ چار سال اور باقی ہیں۔ پھر انشاء اللہ وطن جاؤنگا اور اگر زندہ ہوئے تو اتنا کہکر ننھا زار زار رونے لگا۔ اور اتنا رویا کہ اسکی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور سر بھاری بھاری معلوم ہونے لگا۔ اس کو دیکھ کر جمنا داس بھی رو پڑا

جمنا داس۔ ارے بھائی۔ یہ تو سچ ہے اگر زندہ رہے تو پھر ملیں گے۔ مگر ابھی تو چار سال آپ کو بھی یہیں گذارنا ہونگے۔

ننھا۔ صاحب میں تو کچھ اور سوچ کر رو رہا ہوں۔

جمنا داس۔ وہ کیا۔

ننھا۔ ہائے۔ افسوس ہم آج تک شیر و شکر رہے مگر کبھی اپنے جرائم کا ذکر نہ کیا کہ جنکی وجہ سے ہم ساری عمر کیلئے جلاوطن کئے گئے ہیں۔ لیجیئے آج آپکو اپنا قصہ سناتا ہوں سنئے۔ میرے والد نے میری شادی پر کچھ ہزار سودی قرضہ لیا۔ وہ مر گئے مگر قرضہ نہ اترا سکا قرضخواہ نے جائداد کی قرقی کرا دی میں مفلسی کے باعث جوئے بازوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ پھر قزاقوں کے گروہ میں جا شامل ہوا۔ ایک روز ایک ڈاکہ میں میرے ہاتھ سے ایک مہاجن قتل ہوا۔ اس کی پاداش میں یہاں پہنچا۔ مگر اب ۹ سال سے کوئی خط و کتابت گھر سے نہیں آئی ایک بڑھیا ماں۔ اور ایک بیوی اور ایک گود کا بچہ چھوڑ آیا تھا پھر رستے بچا بھائی دو چار ماہ تک تو دوستوں کے خط وت آتے رہے مگر اب یکدم خط و کتابت بند ہو گئی نہ یار رہیں دوستوں کو خط لکھے انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے خاندان کا کوئی اب اس جگہ موجود نہیں نہ معلوم کہاں کہاں چلے گئے۔ زندہ ہیں یا مر گئے پھر رونے لگا

جمنا داس۔ بھائی حوصلہ کرو اب کیا بن سکتا ہے۔ اچھا تو آپ یہ کہنے لگے تھے کہ وطن جاؤنگا اگر زندہ ہوئے تو گھر والوں کو ملونگا

ننھا۔ جی ہاں میرا یہی مدعا تھا۔ اچھا تو لالہ صاحب اب آپ بھی کچھ اپنی بیتی سنا دیجئے۔ تاکہ میرا کچھ غم ہلکا ہو کیونکہ مرگ انبوہ جشن دارد

مشہور ہو گئے -

جمنا داس۔ سنئے جناب۔ میں اپنی موٹر پر سری نگر کو جا رہا تھا۔ راستے میں ایک عورت اور ایک بچہ دریا میں بہتے ملے۔

ننھا۔ یعنی مردہ لاشیں۔

جمنا داس۔ جی نہیں دونوں زندہ تھے بچہ ایک ٹوکری میں تھا اور عورت بچے کے پیچھے پیچھے ایک شہتیری سے لپٹی ہوئی بہتی چلی آرہی تھی۔ میرے ڈرائیور نے بچے کو تو زندہ نکال لیا مگر عورت کو ہم نہ بچا سکے۔

ننھا۔ ہائے تو وہ ڈوب کر مر گئی۔

جمنا داس۔ ہمارے سامنے تو وہ مری نہیں تھی۔ مگر امید واثق یہی ہے کہ کچھ دور آگے جا کر وہ ضرور مر گئی ہوگی۔ بچے کو میں گھر لے آیا۔ اس واقعہ کے دو سال بعد میرا حقیقی لڑکا بیمار ہوا بچنے کی کوئی آس نہ رہی۔ پنڈتوں نے کہا کہ اس کے عوض کسی دوسرے بچے کو دیوی کی بھینٹ دیدو تو یہ بچ سکتا ہے میں اپنے بیٹے کی محبت میں اندھا ہو کر اس نئے بچے کو لیکر جوالاجی ہوا میں بلی دینے گیا پولیس کو خبر ہو گئی عین موقعہ پر مجھ کو گرفتار کر لیا۔ لاہور لایا گیا۔ واپس گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ میرا حقیقی بیٹا جو بیمار تھا میرے جوالاجی جانیکے بعد فوت ہو گیا ہے۔ مجھے اس مقدمہ میں کالے پانی کی سزا ہوئی۔ آتا ہوا میں اپنی بیوی کو وصیت کر آیا تھا کہ میرے بعد جائداد کا وارث یہی لڑکا ہوگا جسکو دریا سے نکالا تھا۔ اس کو آرام و آسائش سے رکھنا۔ اب برابر خط پتر آتے ہیں۔ وہ لڑکا۔ میری بیوی۔ اور میری ایک لڑکی سب بخیریت ہیں۔ یہ مختصر میری داستان ہے۔

اتنے میں کسی نے دروازہ پر آواز دی۔ ننھے خاں ننھے خاں

ننھا۔ آئیے جناب جمعدار صاحب۔ آج بڑی کرم بخشی کی جو اس اندھیری رات میں غریب خانہ پہ قدم رنجہ فرمایا فرمائیے کیا حکم ہے

جمعدار۔ آپ کو مبارک ہو۔

ننھا۔ کس بات کی۔

جمعدار۔ رہائی کی۔

ننھا۔ جمعدار صاحب دل لگی نہ کر۔ مہربانی کر کے مفصل فرمائیے کیا معاملہ ہے۔ کیا سچ مچ میں رہا ہونیوالا ہوں۔

جمعدار۔ ہونیوالا نہیں بلکہ ہو گئے ہو۔ کل کو یا پرسوں رخصت مل جاوے گی۔ اور آپ کو واپس وطن پہنچایا جاوے گا۔

ننھا۔ للہ جلد فرمائیے کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ یا یوں ہی دل لگی کر رہے ہو۔

جمعدار۔ سنئے جناب ملک معظم بیمار ہو گئے تھے۔ بچنے کی کوئی آس باقی نہ تھی۔ مگر اس نے اپنے فضل و کرم سے صحت بخشی اس صحت یابی کی خوشی میں اعلان شایع ہوا ہے کہ تمام قلمرو برطانیہ وہ تمام قیدی کہ جن کی پانچ سال یا اس سے کم قید ابھی باقی ہو رہا کر دیئے جائیں۔ لو مبارک ہو میں چلتا ہوں بس پیغام دینے ہی آیا تھا سلام

دوسرے روز ننھے کو رہائی کا حکم سنا دیا گیا جمنا داس کو چونکہ عمر قید تھی اسلئے وہ وہیں رہا اور ننھا چند روز بعد واپس سیالکوٹ پہنچا۔ یار دوستوں سے ملا۔ والدہ اور بیوی کا ہر چند تلاش کیا مگر کوئی پتہ نہ ملا۔ بارک ماسٹری میں ننھے کے والد کا پانچ ہزار روپیہ جو ننھے کے کالے پانی چلے جانیکے بعد ٹھیکیدار کے ہاں کھلا ہوا تھا بطور امانت پڑا تھا۔ وہ سب ننھے کو مل گیا فوراً ایک دریوں کا عالی شان کارخانہ کھول دیا چند ہی روز میں یہ کارخانہ اتنا مشہور ہوا کہ دور دور کے سوداگر اس کا مال منگوانے لگے۔ لاہور سے نہال کی دوکان سے بھی دو صد دریوں کا آرڈر آیا۔

لگے - لاہور سے نہال کی دکان بھی دو صد دریوں کا آرڈر آیا

(۵)

ایک بڑھیا بھکارن جمنا داس کی دکان پر کھڑی آواز لگا رہی

بڑھیا - بیٹا کچھ اللہ کے نام کا دو -

دوکاندار - مائی اسطرح بھیک مانگنے سے یہ بہتر ہے کہ کوئی کام کر کے کھاؤ

بڑھیا - بیٹا کوئی کام بھی تو نہیں ملتا مشکل کام میں کر نہیں سکتی آسان کام کوئی ملتا نہیں - ورنہ میں تو خود بھی اس رذیل پیشہ کو اچھا نہیں سمجھتی

اتنے میں ایک ۱۳ سالہ لڑکا خوش وضع پوشاک پہنے ہوئے دکان میں داخل ہوا -

لڑکا - منیم جی کیا بات ہے - بڑھیا غریب سے کیوں دل لگی کرتے ہو - کچھ ہو تو دیدو ورنہ جواب دو (اپنی جیب سے پیسہ نکال کر) لو مائی جاؤ کام کرنے دو -

منیم - میں نے تو یہ کہا تھا کہ کوئی کام کام کر - یہ کہتی تھی کہ کوئی کام کرائے تو میں کوئی آسان کام کرنیکو تیار ہوں -

لڑکا - (کچھ سوچ کر) بڑھیا تو محلوں میں ویسے بھی تو دن رات پھرتی ہی رہتی ہے - اگر گھروں میں مستورات میں ہماری دکان کے کٹ پیس بیچ آیا کرے تو ہم تجھ کو پندرہ روپیہ ماہوار روٹی کپڑا اور کمیشن بھی دیں گے -

بڑھیا نے بخوشی اس ملازمت کو قبول کیا - اور چند ہی روز میں اپنے کو معتبر بھی ثابت کر دیا - ایک روز اتفاق سے بڑھیا کٹ پیس بیچنے زنانہ مدرسہ میں چلی گئی -

بڑھیا - بیبیو بہنو عمدہ عمدہ اور سستے ٹکڑے درکار ہوں تو پسند کر لو -

سینا ننھے کی بیوی اس دس سال کے عرصہ میں پرائمری پاس کر کے اب بجائے چپڑاسن کے سکول میں دوسری جماعت کی معلمہ بنی ہوئی تھی - سینا فوراً باہر نکل آئی اور ٹکڑوں کو دیکھنے اور دوسری استانیوں کو بھی دکھانے لگی - اسی دیکھا بھالی کی گفتگو میں سینا نے بڑھیا کو پہچان لیا - بڑھیا اسوجہ سے نہ پہچان سکی کہ ایک تو دس سال میں سینا کے قد و قامت اور بدن نے کچھ اور ہی رنگ اختیار کر لیا تھا - دوسرے بڑھیا کی نظر بھی اب ایسی اچھی نہ رہی تھی اور نہ ہی حافظہ اب ایسا زبردست رہا تھا سینا بولی مائی میرے کمرہ میں آؤ - وہاں آرام سے کپڑے پسند کروں گی -

بڑھیا - چلو بیٹیا -

سینا - (کمرہ میں پہنچکر) مائی تیرا کیا نام ہے وطن کونسا ہے

بڑھیا - بیٹا میرا نام و نشان پوچھ کر کیا لیگی - گمنام ہوں بے وطن ہوں - بڑھیا رو پڑی -

سینا - اے مائی تو رو مت - اگر کوئی مصیبت تجھ پر گذری ہو یا کوئی تکلیف ہو تو صاف صاف کہہ میں تیری ہر طرح مدد کرونگی

بڑھیا - اچھا بیٹا جو کچھ لینا ہو تو لو ورنہ مجھ کو دکھیا ری کو اب رخصت دو

سینا - مائی صرف اتنا بتا دے کہ تو سیالکوٹ کی رہنے والی ہے ؟

بڑھیا نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور کہا ہاں بی بی میں سیالکوٹ صدر میں دس بارہ سال رہی ہوں - مگر آپ نے مجھے کیوں کر پہچانا ؟

سینا - (خوب پہچان کر) کیا تم ٹھیکیدار مولا بخش کی بیوی اور ننھے کی ماں تو نہیں ہو -

اتنا سنتے ہی بڑھیا بھی اس کو پہچان گئی اور لپٹ کر رونے لگی سینا بھی خوب پھوٹ پھوٹ کر روئی پھر دونوں نے اپنی سرگذشت ایک دوسرے کو سنائی - اور ننھے کی سزائے پھانسی کا ذکر کر کے دونوں پھر رونے لگیں - کچھ دیر رو دھو کر آخر صبر کیا اور آئیندہ کیلئے یہ عہد کیا کہ ہم دونوں اکٹھے رہا کریں گے -

سیٹھ جمنا داس کی دکان ہے اور منیم جی نہال چند کو دن بھر کا حساب کتاب سمجھا رہے ہیں -

نہال - منیم ننھے خاں سے دریوں کے متعلق کوئی جواب آیا ؟

منیم - جی ہاں - وہ لکھتے ہیں کہ ہر قسم کا مال تیار موجود ہے جس قدر ضرورت ہو منگوا سکتے ہیں - اور دو صد دریوں کیلئے کم از کم پانصد روپیہ پیشگی آنا چاہیے

نہال - میرے خیال سے کل تم خود جاؤ اور اگر مال اچھا ہو تو ہزار دو ہزار کا بھی لے آؤ

منیم - بہت بہتر حضور بڑھیا آج ابھی تک واپس نہیں آئی ورنہ میزان میں اس کا حساب بھی آ جاتا -

نہال - کوئی مضائقہ نہیں - عورت - دیانتدار معلوم ہوتی ہے - اب اس کے پاس کتنے کا مال ہے -

منیم - اندازاً پچیس تیس کا ہوگا -

نہال - خیر کچھ پرواہ نہیں - اچھا تم جا کر تیاری کرو اور صبح سیالکوٹ روانہ ہو جاؤ -

منیم - بہتر

دوسرے روز منیم جی سیالکوٹ پہنچے - مال پسند کر کے گانٹھیں بندھوائیں - ایک ہزار کا چیک امپیریل بنک کا ننھے کے حوالہ کیا - بقایا رقم کیلئے - اپنی دکان کے چھپے ہوئے فارم پر رسید بقایا لکھ دی ننھے نے جب فارم دیکھا تو لکھا تھا جمنا داس نہال چند سوداگران پارچات لاہور -

ننھا - منیم جی یہ جمنا داس نہال چند ایک ہی گھر کے دو آدمی ہیں یا دو حصہ دار ہیں (ننھے نے یہ محض تحقیق اصل سوال پوچھا تھا)

منیم - صاحب کیا عرض کروں سیٹھ جمنا داس اصل مالک تھا - مگر افسوس وہ اب کالے پانی کی ہوا کھا رہا ہے اور یہ لاوارث بچہ جسکے حسب و نسب کا بھی کوئی پتہ نہیں اب دکان کا مالک ہے مگر نہایت شریف اور کمال ذہین ہے - کالے پانی اور جمنا داس کا نام سنکر ننھے کو فوراً اپنا دوست یاد آ گیا - اور جھٹ بول اٹھا

ننھا - منیم جی کیا یہ اسی جمنا داس کی دکان ہے جو سات آٹھ برس سے کالے پانی گیا ہوا ہے -

منیم - جی ہاں - یہ اسی کی کمائی پونجی ہے -

ننھا - اچھا تو کیا یہ وہی لڑکا ہے جس کو دادی کی بھینس لے چڑھاتے ہوئے جمنا داس گرفتار کیا گیا تھا -

منیم - جی وہی - آپ تو معلوم ہوتا ہے سیٹھ صاحب سے اور اس تمام واقعہ سے پورے واقف ہیں -

ننھا - ہاں میں خود بھی ایک جرم کی پاداش میں کالے پانی ہو آیا ہوں وہاں جتنی مدت رہا جمنا داس میرا گہرا دوست رہا - اسی نے یہ سب واقعہ مجھے سنایا تھا - بلکہ اسنے آتے ہوئے مجھے تاکید کی تھی کہ اس کے گھر کا سب حال لکھوں مگر میں اپنے ہی فکر دھندوں میں ایسا منہمک ہوا کہ جمنا داس صاحب کو اپنے خیریت سے وطن پہنچنے تک کا حال بھی ابھی تک نہیں لکھ سکا - اچھا چلئے میں بھی آپ کے ساتھ لاہور چلتا ہوں تاکہ اپنے دوست کی بیوی بچوں کو ملکر انکو جمنا داس کی خیریت سے اطلاع دوں - اور جمنا داس کو پھر انکی اور اپنی خیریت لکھوں - دونوں چل پڑے -

(۶)

بڑھیا دوسرے روز واپس مکان پر گئی تو نہال نے کہا مائی خیر تو ہے تم رات کو کہاں رہیں - تمہارے نہ آنے سے ہمیں بڑی فکر دامنگیر رہی - کہو رات کو تمہیں کہیں تکلیف تو نہیں اٹھانی پڑی ؟

بڑھیا - لالہ صاحب اللہ تمہارا نصیبا بلند کرے - میری دس بارہ سال کی بچھڑی ہوئی بہو کل مل گئی رات اسکے ہاں ٹھہری رہی

نہال - کیا کہا مائی تمہاری بہو - تو کیا تمہارا بیٹا اسی شہر میں رہتا ہے مگر تم تو کبھی روز کہتی تھی کہ میں پردیسن ہوں -

بڑھیا - جی نہیں صاحب وہ تو مدت ہوئی خون کے مقدمہ میں پھانسی پا گیا - اس کے بعد مجھ پر تنگدستی آن غالب ہوئی اسوقت یہ بہو بھی ساتھ چھوڑ گئی تھی اور ایک دو سالہ بچہ کو ساتھ لیکر خود کشی کے ارادہ سے گھر سے نکل گئی تھی - بچہ کو تو کری میں ڈال دریا کے سپرد کیا اور خود بھی کود پڑی - مگر اتفاق سے ایک شبتیری ہاتھ لگی اس سے لپٹ کر زندہ بچ گئی -

نہال اپنا سارا واقعہ گمراہ دیا ہر کے لوگوں سے سن چکا تھا - وہ یہ باتیں سن کر فوراً اپنے واقعہ کو یاد کرنے لگا -

نہال - اچھا تو یہ بچ گئی اور وہ بچہ دریا میں ڈوب کر مر گیا -

بڑھیا - جی نہیں وہ تو یہ کہتی ہے کہ ایک موٹر والے امیر نے میرے بچے کو زندہ نکال لیا - اور مجھے تسلی دی کہ تیرا بچہ سلامت ہے

نہال - کچھ سوچ کر - اچھا تو معلوم ہوتا ہے وہ بچہ اسکو نکال نہ سکا

بڑھیا - جی ہاں یہی واقعہ ہے -

نہال نے فوراً موٹر منگوائی اور بڑھیا سے کہا کہ اس موٹر میں بیٹھ جاؤ اور جا کر اپنی بہو کو فوراً میرے پاس لے آؤ اور اس کو کہہ کہ تیرا بچہ سلامت ہے

بڑھیا اس راز کو نہ سمجھی ہلکا کا منہ تکنے لگی کہ موٹر سٹارٹ ہو گئی بڑھیا نے سینا سے جا کر سب ماجرہ بیان کیا - اور کہا کہ تم کو لالہ بلاتے ہیں - سینا کچھ سہمی کیونکہ لالہ لوگوں کے ہتھکنڈے دیکھ چکی تھی - اور اپنی عصمت کا خیال کر کے نہ جانا ہی مناسب سمجھا مگر جب لالہ صاحب کا یہ پیغام سنا کہ تیرا بچہ سلامت ہے اور ساتھ ہی یہ سنا کہ وہ لالہ ۱۳ سالہ لڑکا ہے کوئی نوجوان نہیں تو سینا جھٹ موٹر میں سوار ہو کر جمنا داس کی دکان پر پہنچی نہال کو دیکھتے ہی سینا نے فوراً اسکے چہرے پر پہلے ہوئے کے نشان کو پہچان لیا محبت مادری جوش میں آئی فوراً نہال کو گود میں لیکر بچہ بچہ کر رونے لگی - اس نظارہ کو دیکھنے کیلئے ایک ہجوم غفیر لوگوں کا دکان پر جمع ہو گیا - جمنا داس کی بیوی کو پتہ لگا تو وہ بھی دوڑی دوڑی آئی - بڑھیا اب سارا معاملہ سمجھ گئی اور وہ بھی نہال سے لپٹ گئی - یہ اسی طرح محبت کے جوش میں ایک دوسرے سے مل کر رو رہے تھے کہ ایکا ایک بھیڑ کو چیرتی ہوئی ایک موٹر دکان پر پہنچی ننھا بعد منیم موٹر سے اتر کر دکان میں داخل ہوئے -

ننھا - ہیں ! پیاری سینا تم کہاں ہیں اماں جی تم بھی یہیں یا اللہ کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں -

سینا - میرے پیارے شوہر یہ ہمارا بچہ ہے (پھر ننھے کے قدموں میں گر پڑنے لگی)

ننھا - کیا میرا لخت جگر - یا اللہ تیرا شکر ہے (نہال سے لپٹ کر پیار کرنے لگا -

اس کے بعد ہر ایک نے اپنی اپنی سرگذشت مفصل سنائی ننھے نے کالے پانی میں جمنا داس سے ملنے کے حالات سنائے اور اپنی دوستی کا اظہار کیا - جمنا داس کی بیوی نے اپنی لڑکی کی شادی نہال کے ساتھ کر دی اور خود بھی حلقہ بگوش اسلام ہو

خبریں

—— بمبئی ۲۴ اپریل ۔ جناب جعفر علی صاحب دفتر خلافت بمبئی سے مولانا شوکت علی کی طرف سے حسب ذیل تار ارسال کرتے ہیں :-

دورہ پر روانہ ہونے سے پیشتر میں ہندوستان بھر کے مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں خوشگوار تعلقات پیدا کرنیکی ہر ممکن کوشش کریں اور حتی الامکان بھیڑ بکری کی قربانی کریں اگر غریب مسلمان گائے کی قربانی کرنے پر مجبور ہوں ۔ تو وہ ایسے طریقہ پر کریں ۔ جس سے ان کے پڑوسی ہندؤں کے دلوں کو صدمہ نہ پہنچے بداعتمادی کے ان ایام میں بدقسمتی سے میں برادران وطن کو یہ مشورہ نہیں دیسکتا کہ وہ صبر و تحمل اور رواداری سے کام لیں ۔ کیونکہ ان کو مجھ پر کوئی اعتماد نہیں اور وہ مجھے اپنا دوست نہیں سمجھتے حالانکہ یہ بات صحیح نہیں مسٹر گاندھی اور دیگر ہندو رہنما ان کو مناسب مشورہ دینگے ۔

—— پچھلے دنوں لاہور کے ایک اینگلو انڈین اخبار نے یہ افواہ اڑائی تھی کہ لاہور میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فساد ہونیوالا ہے ۔ یہ افواہ واضح طور پر غلط اور مضحکہ انگیز تھی چنانچہ ہمارے صدر بلدیہ میاں عبدالعزیز صاحب نے ارکان بلدیہ اور دیگر معززین شہر کو جمع کر کے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شہر میں کوئی خاص کشیدگی کے آثار نہیں ہیں عیدالاضحیٰ پر انشاء اللہ کامل امن و امان رہیگا خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ۔

—— مسلمانان علیگڈھ نے بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں بجوش و خروش مولانا شوکت علی صاحب پر پورے اعتماد کی تجویز بہ اتفاق رائے منظور کی ۔ اور ان تمام کانگرسی مسلمانوں کی سخت مذمت کی جو مولانا موصوف کی مخالفت میں دریدہ دہنی کرتے ہیں

—— آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی کی تمام تجاویز کی کلیتہً تائیدیں منظور ہوئی اور جلسہ بخیر و خوبی اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ ختم ہوا مسلم یونیورسٹی کے طلبا ڈاکٹر بے سیوانی کے خلاف اہانت آمیز کلمات سے سخت برافروختہ ہیں ۔ اور عمومیت کے ساتھ اس نا قابل قدر طرز عمل کی مذمت کیجارہی ہے

—— "پنجاب آریہ سماج یونیورسٹی" کے بعض ارباب بست و کشاد کی بددیانتی اور بے ضابطگی کی وجہ سے آج یونیورسٹی دنیا بھر کی نگاہوں میں ذلیل ہورہی ہے ایف ۔ اے ۔ اور بی اے کے تقریباً تمام پرچے فاش ہوچکے ہیں ۔ شہر میں شور مچ رہا ہے ۔ تمام مقامی اخبارات میں یونیورسٹی کی رسوائی ہورہی ہے ہر جگہ پرچوں کے افشا کا چرچا ہے اور ہر شخص یونیورسٹی کی ہنسی اڑا رہا ہے لیکن رجسٹرار صاحب ۔ وائس چانسلر صاحب اور وزیر صاحب تعلیم بالکل خاموش بیٹھے ہیں ۔ یونیورسٹی میں سرتاپا ہندو عنصر غالب ہے ۔

—— وزیر تجارت رقمطراز ہے ۔ کہ ایف اے کے پرچے افشا ہونیکے سلسلے میں مسٹر پی این دت رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی ۹ اپریل کو پیش ہوئے گئے اخبار مذکور کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جس شخص پر پرچے اڑانے کا شبہ تھا ۔ اسے پولیس کے حوالے کردیا گیا ہے"!

—— بنارس ۲۴ اپریل ۔ بنارس میں ابھی تک کسی قدر بیم و ہراس موجود ہے بلکہ شہری شہر چھوڑ رہے ہیں اس لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری ایک حکم جاری کیا گیا ۔ کہ سوائے بنے بنائے اور مذہبی معمولی جلوسوں کے شہر میں آٹھ بجے شب کے بعد سپرنٹنڈنٹ پولیس سے خاص اجازت حاصل کرنے کے بغیر کوئی جلوس نہ نکالا جائے یہ حکم دو ماہ تک نافذ العمل رہیگا ۔

—— ملتان ۲۴ اپریل ۔ اخبار ٹائمز آف انڈیا کا لاہوری نامہ نگار لکھتا ہے یونیورسٹی کے امتحان ایف ۔ اے کے پرچہ تاریخ اوٹ ہونے کے متعلق ایک حیرت انگیز انکشاف کیا ہے ۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ گذشتہ جمعہ کی شام کو گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج برائے مستورات کی ایک طالب علم لڑکی کے نام ایک ملفوف مکتوب آیا جس پر نہایت ضروری لکھا تھا ۔ لڑکی اس وقت کالج کے ہسپتال میں داخل تھی پرنسپل نے اس کی عدم موجودگی میں یہ خط کھول لیا ۔ اور دیکھا کہ اس میں تاریخ کے سوالات ہیں پرنسپل کو شبہ ہوگیا ۔ کہ پرچہ تاریخ افشا ہوگیا ہے ۔ اس لئے پرچہ تاریخ سے ان سوالوں کا مقابلہ کرنیکے لئے اس کا یہ خط اپنے پاس رکھ لیا ۔ دوسرے دن کا تاریخ کا امتحان تھا جب اس پرچہ کا مقابلہ ان سوالات سے کیا گیا ۔ تو دونوں ایک تھے کالج کی پرنسپل نے اس معاملہ کی رپورٹ پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار کو کی جس نے اس واقعہ کی تحقیقات شروع کردی بیان کیا جاتا ہے ۔ کہ اس مکتوب کا فرستندہ میڈیکل کالج لاہور کا ایک طالب علم ہے

افواہ ہے ۔ کہ امتحانی پرچوں کے افشا کی تہ میں ایک باقاعدہ سازش کام کررہی ہے اور اس سلسلے جو اصل واقعات ابھی تک ظاہر نہیں کئے گئے بیحد تشویشناک ہے

ملتان ۲۴ اپریل ۔ کل رات ملتان کے سرکردہ مسلمانوں اور ہندوؤں نے ایک جلسے میں اس تنازعہ کا فیصلہ کردیا ۔ جو پاک دروازہ کی مسجد اور چھبیل رسبیل اکے سلسلے میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں موجب کدورت بنا ہوا تھا ۔ اس فیصلہ کی رو سے قرار پایا کہ ہندو چھبیل کی چھت اٹھادیں اور اس کھڑکی کو بھی بند کردیں جو پانی دینے کے لئے بنائی گئی تھی اور مسجد "اور چھبیل" کی دیوار ہندوؤں کے تصرف سے ساڑھے چار فٹ سے زیادہ بلند نہ ہوگی اور سر دست نہیں ہرگز اسے مندر یا چھبیل کے طور پر کبھی استعمال کیا جائیگا ۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر ست و خسران و تباب

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

ایڈیٹر عبد الحق ودیارتھی

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہو سکتی۔
۴- سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۴۹ھ ہجری مطابق ۳ مئی ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۷

احساسِ قومیت

(از عبد الصمد برق اکبر آبادی)

تلاطم مسلموں کے دل میں پیدا ہو تو کیونکر ہو
انہیں احساس اپنی قومیت کا ہو تو کیونکر ہو

شکایت ہر موئے تن سے نہ پیدا ہو تو کیونکر ہو
میری ہستی کا ہر ذرہ نہ شکوا ہو تو کیونکر ہو

زمانِ ماسبق عہدِ کہن نے بیوفائی کی
نئی اب لذتِ فریاد پیدا ہو تو کیونکر ہو

جگر موسیٰ سے لے آرزوئے طور سینئی ہو
نہ طاقت دید کی ہو جب تقاضا ہو تو کیونکر ہو

پیامِ مرگ تھا منصور کو یہ دار پر گویا
کسی کو عشق کا دنیا میں دعوا ہو تو کیونکر ہو

گھرے ہیں ظلمتِ قہر آفرینِ دہر میں یارب
ہماری شامِ غربت کا سویرا ہو تو کیونکر ہو

ذلیل و خوار دنیا میں ہوئے ہم اپنے ہاتھوں سے
غمِ خود آفریدہ کا مداوا ہو تو کیونکر ہو

الٰہی پھر رگِ مسلم میں خونِ ہاشمی دوڑے
صدائے برق میں وہ درد پیدا ہو تو کیونکر ہو

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت ہیں اور اپنے دینی مشاغل میں مصروف ہیں۔ گزشتہ جمعہ کو آپ نے مسلمانوں میں اتحاد کے موضوع پر ایک بلیغ خطبہ فرمایا۔

۲ رمئی کی شب کو دہلی مسلم کانفرنس کی منظور کردہ تجاویز کی تائید میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت امیر نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔

—— اکاڑہ کی زمین پر مسیحی خاکروبوں نے جو دعوے دائر کر رکھا تھا وہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور ملک محمد امین صاحب کی مساعی سے خارج ہو چکا ہے۔ اب وہاں کوئی اہم تنازعہ نہیں۔

مولانا یعقوب خاں صاحب اور خاکسار مدیر کو بنگلور جانے کا حکم ملا تھا مگر بعض پیش آمدہ وجوہ سے سردست وہ سفر ملتوی ہو گیا ہے۔

—— مولانا عزیز بخش صاحب اب امرتسر سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ آپ آنریری طور پر انجمن کی خدمات میں حصہ لیں گے۔

—— مولانا عصمت اللہ صاحب کو ہفتہ عشرہ تک لاہور میں تقریریں کرنے کے لئے سیالکوٹ سے بلایا گیا ہے۔

—— مرزا معصوم بیگ صاحب لاہور کی گرمی سے گھبرا کر اپنے وطن جمبہ تشریف لے گئے ہیں۔

—— عید اضحیٰ کی تقریب پر پریس اور دفتر میں دو روز کی تعطیل ہونے کی وجہ سے ۳ مئی کو ماہوار ایڈیشن شائع کرنا محال تھا۔ اس لئے یہ پرچہ ڈبل شائع نہ ہو سکا۔ اس کمی کو انشاء اللہ تعالیٰ ۳ رجون کے مسیح موعود نمبر میں پورا کر دیا جائیگا۔

—— مورخہ ۲۳ راپریل کو حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے ہاتھ پر یار مسیح صاحب متعلم جماعت ہشتم اور اللہ دتا متعلم جماعت نہم سکنہ کوٹ اہدیان نے قبول اسلام کیا۔ دونوں نوجوان پہلے مسیحی تھے۔ اسلامی نام بالترتیب شیخ عطاء اللہ اور شیخ نجیب اللہ صاحب رکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے اور دین اسلام کے خادم بنائے۔

انجمن اشاعت اسلام دہلی کا تیسرا سالانہ جلسہ

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ دہلی کا تیسرا سالانہ جلسہ ۱۷ر ماہ اپریل سے شروع ہو کر ۱۹ ر اپریل ۱۹۳۶ء کو نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ جماعت کی ہر دلعزیزی اور کامیابی سے متاثر ہو کر دہلی کے بڑے بڑے علما نے جنہیں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی بھی شامل ہیں جماعت احمدیہ لاہور کے سالانہ جلسہ میں مسلمانوں کی شمولیت کو ناجائز قرار دیتے ہوئے فتوے دیا، کہ مرزائیوں کے جلسہ میں مسلمانوں کو نہ خود شامل ہونا چاہیئے بلکہ جو بہتر لوگ جو شمولیت کا ارادہ رکھتے ہوں ان کو بھی اس جلسہ میں شامل ہونے سے روکیں۔ باوجود اس فتوے کے اور موسم کی ناموزونیت کے مسلمان کثرت سے شریک ہوئے۔ اور مولویوں کو سخت ناکامی دیکھنی نصیب ہوئی۔

ہمارے جلسہ کی غرض محض اتفاق و اتحاد بین المسلمین تھی اس لئے مسلمانوں کو کانپور، آگرہ اور بنارس کے روح فرسا واقعات بتا کر اپیل کی گئی کہ وہ اتحاد بین المسلمین کے فراموش شدہ سبق کو دوبارہ یاد کریں۔ جماعت احمدیہ کی خدمات کا خاکہ خوب وضاحت سے کھینچا گیا اور پھر حضرت مولانا مولوی عبد الحق صاحب مولانا فاضل جناب یعقوب خاں صاحب ایم اے ایڈیٹر لائٹ مولانا عصمت اللہ صاحب اور حضرت مولوی صدر الدین صاحب کی تقاریر کا اثر لازماً حاضرین جلسہ پر ہونا تھا۔ اس لئے مخالفین سلسلہ اس کامیابی کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اور نام نہاد انجمن اصلاح المسلمین جو حقیقتاً مولوی کفایت اللہ اور احمد سعید صاحب کی انجمن ہے اور جس کی غرض محض کانگرسی پیسہ کھانے کے باعث ہندو مسلمان اتحاد پر زور دینا ہے۔ لیکن ہر دو مولوی صاحبان کو اپنی لنبرداری کو قائم رکھنے کے باعث مسلمانوں کی باہمی تکفیر میں بہت مزا آتا ہے۔ اس انجمن نے جو مسلمانوں کو بدنام کرنے والی ہے جماعت احمدیہ لاہور کو "محمدی بیگم" کی پیشگوئی پر مباحثہ کے لئے مجبور کر دیا۔ اگر ہم مولویوں کے چیلنج کو منظور نہ کرتے تو یہ مولوی جلسہ ہی میں رذیلانہ حرکات پر اتر کر تقریروں کو درہم برہم کرنے کی کوشش شروع کر دیتے۔ اس لئے مجبوراً مولویوں کو مباحثہ کا وقت دیا گیا۔ کوئی دو گھنٹہ اس پیشگوئی پر خاکسار کے ساتھ مباحثہ ہوتا رہا یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ خاکسار نے بہ تمام و کمال اس پیشگوئی کی حقیقت کو پورا ہونا ثابت کر دکھایا ڈیڑھ دو صد مولوی میں سے بیس پچیس ایسے ہوں گے جو مطمئن نہ ہوئے ہوں گے لیکن مولوی صاحبان کا کثیر حصہ بحث سے بہت متاثر ہوا۔ اور جب میں نے ان سب کو شمولیت جماعت کی دعوت دی تو سوائے پندرہ بیس اشخاص کے باقی سب خاموشی کے ساتھ خاکسار کی تقریر سنتے رہے۔ اس بحث کے بعد یہ اثر ہوا کہ مولوی صاحبان نہایت توجہ سے ہماری تقاریر کو سنتے رہے۔ بلکہ اس بحث نے یہاں تک معاملہ صاف کر دیا کہ کچھ قادیانی حضرات جو اس جلسہ میں شامل تھے جلسہ کے برخاست ہونے کے بعد لوگ چونکہ خواہشمند تھے کہ ان کو کچھ اور سنایا جائے قادیانی حضرات کی باتوں کو بھی بڑی توجہ سے سنتے رہے۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ جلسہ نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔ قادیانیوں کا جلسہ مارچ کے مہینے میں ہوا تھا مسلمانوں نے قطعاً اس میں شمولیت اختیار نہیں کی مگر ہمارے جلسہ میں خدا کے فضل و کرم سے کثرت سے شامل ہوئے باوجود اس امر کے کہ مولویوں کا فتوے بھی ہمارے خلاف شائع ہو چکا تھا اور موسم بھی جلسہ کا اچھا نہ تھا۔

بہت سے احباب سلسلے کے قریب ہیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہے تو اس کے نہایت شاندار نتائج عنقریب ظاہر ہو جائیں گے۔ مولانا عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت کی تقاریر کو پبلک نے نہایت ذوق و شوق سے سنا۔ بلکہ دہلی کے بازاروں میں عام بات چیت ہوتی ہے کہ مولوی کفایت اللہ و احمد سعید وغیرہم جو مسلمانوں کے بڑے مولوی بنے ہوئے ہیں ان کو تو سوائے چند فقہی مسائل کے اور کچھ آتا جاتا نہیں۔ لیکن احمدیوں اور بالخصوص لاہوری احمدیوں کے مبلغین کی جو تقریریں ہوتی ہیں وہ تو دلوں کو مسخر کر لیتی ہیں۔

مولوی محمد یوسف صاحب بی اے خلف الرشید مولانا محمد الدین صاحب نے جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے مسلمانوں کو اس بات کا سخت قلق ہے کہ اس دفعہ حضرت امیر کے مواعظ حسنہ سے مستفیض نہیں ہو سکے۔

محمدی بیگم کی پیشگوئی کے متعلق بطور سوال و جواب جو مباحثہ ہوا کسی فرصت کے وقت تحریر کر کے برائے اشاعت ارسال کرونگا۔ تاکہ احباب اس پیشگوئی کی حقیقت کو اچھی طرح سے سمجھ کر مخالفین سلسلہ کا منہ بند کر سکیں۔

خاکسار

(عبد الحق سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام دہلی)

ایک آنہ مستقل فنڈ

یہ تحریک ایک نہایت ہی سہل تحریک تھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کا بہت سا حصہ ابھی نہیں اٹھا۔ ایک عید کے بعد دوسری بھی گزر گئی۔

میں ہر احمدی متنفس سے اس فنڈ میں ایک آنہ ماہوار یا (بصورت زمیندار ان) ایک سیر غلہ ماہوار چاہتا ہوں۔ مگر بہت لوگ خدمت دین کے اس چھوٹے سے کام کے لئے اب تک نہیں اٹھے۔ کیا ان کا خیال ہے کہ عمر بہت لمبی ہے۔ پھر کر لیں گے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کی قدر کو نہیں سمجھا۔ نہایت خفیف کوشش سے عظیم الشان کام ہو سکتا ہے۔ میرے دوستو! خدا کے لئے بیدار ہو جاؤ۔ اور وقت کو ہاتھ سے نہ گنواؤ۔ یہ ایک ایک آنہ ایک ایک پتھر ہے جس سے قصر اسلام کی عظیم الشان عمارت تیار ہو رہی ہے بعض دوستوں نے توقع سے بڑھ کر ہمت بندھائی ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش صاحب ایک ضعیف العمر بزرگ ہیں۔ ان کے جسمانی ہاتھ کانپتے ہیں مگر خدا کے فضل سے ان کے اندر اس قدر طاقت ہے کہ کسی پہلوان میں کیا ہوگی۔ پروفیسر عبد اللہ کے نمونہ نے کہ دس سال کے ساڑھے سات روپے جمع کروائے اور آئندہ بھی ایک آنہ ماہوار دینے کا وعدہ ہے بڑا نیک اثر کیا ہے۔ ڈاکٹر سعید احمد بھی اسی زمرے میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب جو ہر نیک کام میں سبقت لیجانے پر حریص ہیں۔ اپنی اور اپنے بال بچوں کی طرف سے دس سال کے پچاس روپے یکمشت جمع کرا دیتے ہیں اور بھی بعض بزرگ اور بعض خواتین پورے زور سے کام میں مصروف ہیں مگر یہ کام ایسا تھا جس میں کم سے کم پانچ ہزار آدمی فوراً کود پڑتا۔ اور ابھی تو میں کام کرنے والوں کو گن سکتا ہوں۔

اے خدا! تو ہی اس قوم کے دلوں میں وہ جوش پیدا کر کہ تیرے دین کے استحکام کے کام میں ان کی روحوں کو لذت حاصل ہو اور یہ مجنونوں کی طرح خدمت دین میں لگ جائیں۔

خاکسار

محمد علی

جن حضرات کا چندہ ماہ اپریل اور مئی میں ختم ہوتا ہے انہیں دفتر سے باقاعدہ اطلاع دی جا چکی ہے براہ کرم جلد بذریعہ منی آرڈر چندہ ارسال فرما دیجئے۔ تاکہ وی پی نہ بھیجنا پڑے۔ (مینیجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۳ رمئی ۱۹۳۱ء مطابق ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۴۹ ہجری | نمبر ۲۷

خطبہ عید اضحےٰ

(فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

عید اضحےٰ ہمیں کیا سبق دیتی ہے

آیات وان من شیعتہ لابراھیم اذجاء ربہ بقلب سلیم اذقال لابیہ وقومہ ماذا تعبدون .... الیٰ .... وظالم لنفسہ مبین۔ ہر سال اس اجتماع عید کے موقعہ پر یہ ایک کہانی یا تاریخی واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس قصہ کا اصل حصہ جو ان آیات میں مذکور ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کی، ان کے ہاں بڑی عمر تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی انہوں نے خدا کے حضور دعا کی رب ھب لی من الصّٰلحین اے میرے رب مجھے اچھے کام کرنے والی یا صالح اولاد عطا فرما۔ فبشرناہ بغلٰم حلیم۔ ہم نے اس کو ایک بردبار یا حلیم بیٹے کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد قرآن کریم نے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا یہاں تک کہ وہ جوان ہوا فلما بلغ معہ السعی جب وہ جوان ہو گیا یا کاروبار میں باپ کا ہاتھ بٹانے لگا اس بھرپور جوانی کے دنوں میں ایک روز بوڑھے باپ نے اپنے اس زندگی کے سہارے سے کہا یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے میں تمھیں ذبح کر رہا ہوں۔ میں نے تو یہ نظارہ خواب میں دیکھا ہے فانظر ماذا تریٰ تو بھی ذرا غور کرلے تیری کیا رائے ہے یہ نوجوان جس کے اندر جوانی کی امنگیں پیدا ہو چکی ہیں باپ کے خواب کو سنکر کہتا ہے یٰابت افعل ما تؤمر۔ اے پیارے باپ آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے کر گزریئے۔ ستجدنی ان شاء اللہ من الصّٰبرین آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والا پائینگے اس پر فلما اسلما جب دونوں نے کامل فرمانبرداری کی۔ ایسے تاں میں جب باپ کے لئے اپنے بیٹے کی خاطر اپنی جان دیدینا زیادہ آسان تھا اس سے کہ اس کے سامنے اس کا بیٹا قتل ہو اور بیٹا جو اپنے دل میں ایک شاندار مستقبل اپنی امیدوں اور تمناؤں کا رکھتا تھا بوڑھے باپ کے ارشاد اور حکم پر جان دینے کے لئے تیار ہو گیا وتلّہ للجبین تو باپ نے اس کو پیشانی کے بل اپنے سامنے لٹایا ونادینٰہ ان یٰابراھیم تو ہم نے آواز دی اے ابراہیم۔ قد صدقت الرءیا۔ تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ خواب کا منشا اسی قدر تھا۔ انا کذٰلک نجزی المحسنین۔ ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو بدلا دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تم سے یہی چاہتا تھا

وہ موت نہیں چاہتا بلکہ موت کے لئے تیاری چاہتا ہے۔ وہ تو صرف اتنی بات چاہتا ہے کہ اس کی راہ میں کوئی گردن کٹوانے کے لئے تیار ہو جائے۔ ان آیات میں تو اس واقعہ کا ذکر موجود تھا لیکن دوسری جگہ انہی کے متعلق ایک اور واقعہ کا بیان ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور دعا ان الفاظ میں کی ہے ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرع عند بیتک المحرم اے میرے رب میں نے اپنی اولاد کو بے آب وگیاہ وادی میں آباد کیا ہے۔ اپنی اولاد کو اس سنسان صحرا میں کیوں پھینکدیا اس لئے کہ وہاں تیرا پاک گھر ہے ربنا لیقیموا الصلوٰة اور عرض کیا اے ہمارے رب تاکہ وہ وہاں تیری عبادت کریں۔ تجھ سے تعلق پیدا کریں فاجعل افئدة من الناس تھوی الیھم وہاں سے ایسی نیکی اور ہدایت دنیا میں پھیلے کہ لوگ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے ان کی طرف جھک آئیں جب میں نے تیری رضا کی خاطر اس بے آب وگیاہ صحرا میں اپنی اولاد کو پھینکدیا ہے اور اس نے تیری خاطر وہاں دکھ اور مصیبت کو برداشت کیا ہے تو پھر تو بھی ان پر رجوع برحمت ہو کر لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف متوجہ کر دے۔ وارزقھم من الثمرات ان کو پھل عطا فرما۔ لعلھم یشکرون تاکہ وہ تیرے شکرگزار ہوں ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن اے ہمارے رب جو ہم مخفی نیت اور ارادے رکھتے ہیں تو ان کو جانتا ہے اور جو ہم عمل کرتے ہیں ان کو بھی تو جانتا ہے وما یخفیٰ علی اللہ من شیءٍ فی الارض ولا فی السماء اللہ پر تو آسمان اور زمین کی کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کے متعلق یہ

دو واقعات ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے

ایک تو خواب کا واقعہ ہے اور دوسرا یہ واقعہ ہے جس میں اپنی اولاد کو ایک سنسان بیابان میں خدا کے لئے چھوڑ دینے کا ذکر ہے ایک جگہ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو اگر ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور بیٹا بھی اس پر اپنی فرمانبرداری کا پورا حق ادا کر کے ان کے سامنے اپنی گردن رکھدیتا ہے تو دوسری جگہ وہ اس کو ایک خوفناک صحرا میں چھوڑ کر موت کے منہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں نہ کوئی آبادی ہے نہ کھانے پینے کے لئے کوئی چیز ہے۔ وہاں چھوڑنے میں صرف ایک غرض ان کے دل میں ہے کہ خدا کا پاک گھر یا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا پہلا گھر وہاں ہے۔ گویا خدا کے سوا کوئی چیز وہاں موجود نہیں وہاں وہ اپنے پیارے بیٹے کو پھینک دیتے ہیں۔ ذرا غور کرو کہ یہ ذبح کرنے کے برابر ہے یا نہیں۔ پھر اس واقعہ کو حدیث کے ان الفاظ کے ساتھ ملا کر دیکھو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرا ایک بیکس اور کمزور عورت کو حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ اس بے آب وزرع وادی میں چھوڑ کر خود واپس ہوتے ہیں تو حضرت ہاجرہ ان سے پوچھتی ہیں کہ کیا آپ خدا کے حکم سے ہمیں یہاں بیابان میں چھوڑ کر جاتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں تو اس پر اس ایمان کی انتہا اور صبر کی غایت عورت نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر کیا مضائقہ ہے آپ جائیے وہی خدا ہمارا یہاں حافظ و ناصر ہوگا اگر وہاں حضرت اسمٰعیل ذبح ہونے کے لئے چھری کے آگے اپنی گردن رکھ دیتے ہیں تو یہاں گویا فی الواقع ان کو ذبح کر دیا گیا۔ یا موت کے منہ میں دیدیا گیا ہے اور ذبح ہونے کا خواب یہاں حرفاً حرفاً پورا ہو گیا۔ مگر اس طرح حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کی غرض کیا تھی؟ نسل انسانی کا خدا کے ساتھ تعلق قایم کرنا۔ بیت الحرام کے پاس رکھنے میں یہی غرض تھی اسی لئے دوسری جگہ اس پاک گھر کی تعمیر کا بھی ذکر ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ دونوں ملکر اس گھر کو بناتے تھے۔ اور اس کی تعمیر کے ساتھ ہی دونوں باپ اور بیٹا ملکر دعائیں بھی کرتے جاتے تھے۔ اے خدا تو ہماری محنت کو قبول فرما اور یہاں ایک رسول بھیجکر ہدایت کے چشمے سے دنیا کو سیراب فرما۔ پس حضرت اسمٰعیل کے ذبح کے نیچے اصل حقیقت یہی تھی کہ دنیا میں توحید کا ایک عظیم الشان مرکز قایم ہو اس کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو ایک وادی بے آب وگیاہ میں رکھکر ذبح کرنے کے خواب کو اس دوسرے رنگ میں بھی پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا اور اسے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا۔ اس سے بتانا یہ مقصود ہے کہ دنیا میں

جو شخص کوئی بڑا کام کرتا ہے

اس کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے ایسے لوگ کبھی مرتے نہیں وہ اور ان کا کام زندگی دوام حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر اعلےٰ درجہ کے ایمان کا نمونہ دکھایا اب یہ ابراہیمؑ اپنے اس ایمانی نشان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس یادگار کو ایسے طور پر ایک قوم کے عمل میں رکھدیا جو آج تک قایم ہے یادگاروں اور نشانوں کے قایم کرنے کی اصل غرض قوموں کے اندر انہی جذبات کو پیدا کرنا ہے جو ان بزرگوں کے اندر موجود تھے جن کی وہ یادگار ہیں۔ اس واقعہ کے بیان کرنے سے قرآن کریم کا منشا کوئی کہانی سنانا نہیں

اصل غرض مسلمانوں کے اندر وہی جذبہ اور ہمت پیدا کرنا ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے اندر موجود تھا۔ اس غرض کے لئے قومیں بڑے لوگوں کے مجسمے بنا دیتی ہیں، سوانح حیات لکھدیتی ہیں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کے لئے ایک مثالی صورت اس واقعہ کی رکھدی ہے۔ کہ ہمارے اندر وہی بلند جذبات پیدا ہوں انسان فی الحقیقت جذبات ہی کی چیز ہے۔ وہی شخص بڑا ہے جس کے جذبات بڑے ہیں۔ انسان کے بڑا یا چھوٹا ہونے کا معیار اس کے جذبات ہی ہیں۔ ہم ہندوستانی لاکھ اپنے آپ کو بڑا کہیں لیکن جو نمونہ کمینہ جذبات اور پست فطرتی کا

کانپور کے فسادات میں ظاہر ہوا ہی

وہ ہندوستان کو قوموں کی نگاہ میں نہایت ذلیل رنگ میں پیش کرنے والا ہے۔ قصے مشہور ہیں کہ معصوم بچوں پر درندوں کو بھی رحم آجاتا ہے لیکن ان فسادات میں شیرخوار بچے اور معصوم لڑکے اور لڑکیاں بھی ہندوستانی انسان نما درندوں کے ہاتھ سے نہ بچے۔ ایک بیکس عورت پر جو مقابلہ پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتی ایک انسان کو رحم آجاتا ہے۔ لیکن ان ننگ انسان ظالموں نے عورتوں کے بھی خون بہائے۔ کسی گاندھی کی تقریر اس مہر کو جو ہندوستان نے اپنے وحشیانہ پن پر لگادی ہے دور نہیں کر سکتی۔

یہ خوب یاد رکھو کہ انسان اعلیٰ جذبات ہی سے بڑا بنتا ہے پس تم لوگ اعلیٰ جذبات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر اعلیٰ نتائج اور ثمرات پیدا کرنے سے کسی کو محروم نہیں رکھتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم میں ان اعلیٰ جذبات کی کمی ہے۔ اگر مسلمان باپ اور ان کے فرزند اپنے دلوں میں ان جذبات کو پیدا کریں جو قوم کی حفاظت اور قومیت کے لئے ضروری ہیں تو مسلمانوں کی پستی کی حالت بدل سکتی ہے

لیکن بدقسمتی سے مسلمان تنگ نظر ہیں

وہ یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ آج سے دو سال بعد انہیں کیا پیش آنے والا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مقام دیا ہے کہ آج ہم سب لوگ ان پر درود بھیجتے ہیں۔ اور یوں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ کی آل پر اسی طرح درود بھیج جسطرح تونے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر درود بھیجا۔ انبیا میں حضرت ابراہیمؑ کا مرتبہ بہت بلند ہے اور جو قبولیت آپ کو دنیا میں حاصل ہوئی ہے وہ بہت ہی وسیع ہے۔ عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں تینوں قوموں کے نزدیک وہ واجب الاحترام ہیں اور یہی وہ تین قومیں ہیں، جن کو اکٹھا کیا جائے تو دنیا کی ایک بہت بڑی اکثریت بن جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت بھی انسان کی بلند خیالی اور اعمال حسنہ کی وجہ سے ہی ملتی ہے۔ ہزاروں سال کے بعد آنے والے نتائج حضرت ابراہیمؑ کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ وہ نسل انسانی کی بہتری کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ کہ ہزاروں سال بھی ان کی نگاہ میں کوئی روک نہیں آپ ایک صحراء ریگ زار میں عبادت کا ایک مرکز قایم کرتے ہیں اور اس کی آبادی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہزار ہا سال بعد اس کو

کس قدر قبولیت بخشتا ہے

کہ اسی صحرا میں جہاں کھانے اور پینے کا کوئی سامان نہیں لوگ لکھو کھا کی تعداد میں کس طرح دوڑے چلے آتے ہیں۔ اور پھر اس کا دائرۂ عمل قیامت تک جاری و ساری ہے۔ پہلے تمام کا تمام عرب اس کی طرف کھچا چلا آتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا اسی ریگ زار اور بے آب وگیاہ وادی پر وہ وقت بھی آیا جب ہم نے اس کو لوگوں کے لوٹ لوٹ کر آنے کی اور امن کی جگہ بنا دیا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اس کی طرف لوگوں کی کشش صرف عرب تک ہی محدود نہ رہی بلکہ اس کا اثر دنیا کے کناروں تک پھیل جاتا ہے۔ اور ایک ہی مرکز توحید تمام دنیا کے لئے قرار پاجاتا ہے۔ خدا کی توحید اور نسل انسانی کی مساوات دو ہی چیزیں ہیں جو امنیت عامہ کی بنیاد ہیں۔ انہی دو چیزوں کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مرکز کو قایم کیا تھا۔ اور یہی دو چیزیں ہیں جن کا اعلان ہر سال

دنیا میں صرف ایک مرکز سے ہوتا ہے

وہی توحید کا مرکز ہے اور خالص مساوات نسل انسانی اسی سے والبتہ ہے جس نے قومیت اور نسل کی تمام امتیازی خصوصیات کو دور کردیا ہے۔ نسل انسانی پر دو ہی وقت دنیا میں کامل مساوات کے آتے ہیں ایک پیدا ہوتے وقت دوسرے مرتے وقت سب برابر ہوتے ہیں۔ ان دو کے علاوہ تیسرا ایک اور بھی موقع ہے وہ حج ہے جس میں انسان کے بنائے ہوئے امتیازات لباس، قطع، وضع اور زینت کے سامان مٹا دیئے جاتے ہیں۔ یہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں جو اسلام نے کیا ہے۔ تمام دنیا کے خداؤں اور معبودوں کو مٹا کر ایک کردیا اور نسل انسانی کے سارے امتیازات مٹا کر سب میں حقیقی مساوات پیدا کردی۔ یہی دو چیزیں دنیا میں امن قایم کرسکتی ہیں۔ یعنی ایک توحید الٰہی اور تمام بتوں اور بت پرستیوں سے انسانوں کو پاک کرنا دوسرے انسانوں میں کامل مساوات پیدا کرنا اسی لئے دونوں جگہ یعنی جہاں کعبہ کے ذکر میں اسے توحید کا مرکز قرار دیا ہے وہاں بھی امن کا ذکر ہے اور جہاں اسے لوگوں کا مرجع قرار دیا ہے وہاں بھی امن کا ذکر ہے۔ واذ قال ابراھیم رب اجعل ھٰذا البلد امناً واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام اور دوسری جگہ ہے واذ جعلنا البیت مثابۃً للنّاس وامنا۔ بہرحال اصل سوال یہ ہے کہ ہمارے سامنے یہ قصہ کیوں دہرایا جاتا ہے۔ الفاظ میں بھی اور مثال میں بھی۔ اس کی غرض یہ ہے کہ ہم بھی ابراہیم اور اسمٰعیل بنیں گویا یہ دن ہر سال یہ آواز دیتا ہے کہ اگر کوئی بوڑھا ہے تو وہ ابراہیم بنے اور اگر کوئی جوان ہے تو اسمٰعیل بنے خدا کے لئے اسلام کے لئے وہ اگر بیٹے کے ساتھ تعلقات محبت پر چھری رکھدے تو نوجوان بھی اپنی گردن کو اس کے سامنے جھکا دے۔ بلکہ نہایت دکھ اور مصیبت سے جلاوطنی کے لئے بھی تیار ہوجائے۔ اگر اس وقت دنیا میں بت پرستی کا زور تھا تو آج بھی وہی کفر اور شرک موجود ہے اس وقت ظاہری بت تھے مگر اب دلوں کے اندر خواہشات کے خطرناک بت ہیں۔ ان بتوں کو توڑ کر وہ جو توحید اور وحدت نسل انسانی کا کوئی مرکز قایم کردیتا ہے وہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کا رنگ حاصل کرلیتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے وجود میں نسل انسانی کی خدمت کا سبق ہی جو ایک بہترین مقام ہے، بیٹے کا مقام کیا ہے۔ وہ کامل فرمانبرداری اور ایثار کا مقام ہے جب ان کے باپ نے کہا فانظر ماذا تریٰ ذرا غور کرکے مجھے بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے گویا باپ اس کو مجبور نہیں کرتا جہاں باپ کا یہ فرض ہے کہ وہ جوان بیٹے کی رائے کی قدر کرے وہاں بیٹے کا بھی فرض ہے کہ وہ خدا کے حکم کے سامنے باپ کے کہنے پر اپنی گردن رکھدے باپ صرف خدا کے حکم کو بتا دے اولاد غور کرے سوچ لے وہاں تو صرف ایک خواب تھا جس کی بنا پر باپ بیٹا یوں قربانی اور ایثار پر تیار ہوگئے تمھاری آنکھوں کے سامنے تو واقعات ہیں تم دیکھ رہے ہو کہ تمھاری قوم مرتی جارہی ہے اور برباد ہورہی ہے۔ صرف اس لئے کہ اس میں قوم کے مفاد کے لئے کام کرنے والوں کی بہت قلت ہے قوم صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے کہ اس میں بچانے والے پیدا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا مرتبہ تو بہت بڑا ہے اور قوم میں اکثر اس کے پانے کے اہل نہیں۔ لیکن جب

بہت سے آدمی مل کر ایک نیکی کی خدمت بجالائیں

تو بھی نیکی کا ایک نمایاں رنگ پیدا ہوجاتا ہے۔ تم میں سے ہر شخص حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نہیں بن سکتا۔ مگر تم سب کے ملکر کام کرنے سے وہی نتیجہ پیدا ہوسکتا ہے۔ چھوٹی عید کے موقع پر میں نے آپ سے ایک چھوٹا سا مطالبہ کیا تھا وہ ہر ایک احمدی بوڑھے جوان اور بچہ سے ایک ایک آنہ ماہوار کا مطالبہ تھا جس کا ادا کرنا کسی شخص پر بھی بوجھ نہیں۔ مجھے علم ہے کہ اس مطالبہ کے پورا کرنے میں بعض نے بڑی بڑی قربانیاں دکھائی ہیں۔ ڈاکٹر بنی بخش صاحب اس وقت تک ایسی ۹ کاپیاں جمع کرا چکے ہیں پروفیسر عبداللہ صاحب نے برلن سے لکھا ہے کہ انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں شاید میں دس سال تک ایک آنہ کی ادائگی کا عہد پورا نہ کرسکوں اس لئے پیشتر سے ایک آنے ماہوار کے حساب سے دس سال کے ساڑھے سات روپے (ع۷/۸) ادا کر دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ ماہوار بھی ایک آنہ ادا کرتا رہونگا۔ ایسا ہی عزم و ارادہ اگر ساری قوم میں پیدا ہوجائے تو خوب یاد رکھو کہ اس سے قوم بن سکتی ہے۔ مختلف قومیں اور طاقتیں تمہارے خلاف کام کررہی ہیں۔

زمانہ خود تمھارے خلاف چل رہا ہے

والعصر ان الانسان لفی خسر ہر کام نہ کرنے والے کے لئے زمانہ کی شہادت یہی ہے کہ وہ انسان گھاٹے میں ہے۔ اس کو تم کس طرح مفید بنا سکتے ہو الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّالحات اگر تم کام میں لگ جاؤ یا اس کو کام میں لے آؤ تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس طرح سے وہ تمھارا دوست بن سکتا ہے مسلمان سب سستی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو وقت ضائع ہورہا ہے اس کو بچا نہیں سکتے۔ اس سستی کو آج ہی سے چھوڑ دیں، کوئی مسلمان نہیں جس کو ایک آنہ ماہوار دینا مشکل ہو سکول کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی دے سکتے ہیں۔ اگر آج تم اس کے لئے ہمت دکھاؤ گے تو تمہاری کوشش سے یہ قطرہ قطرہ ملکر بہت جلد ایک ایسا دریا بن جائے گا جو ہمیشہ چلتا رہے گا۔ اس وقت بلاشبہ یہ ایک قطرہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں لیکن آئندہ اس کا فائدہ محسوس ہوگا۔

آج میں اس عید کے موقعہ پر ایک اور درخواست کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں تمھاری زندگی کا کچھ حصہ مانگتا ہوں جو خالصۃً للّٰہ ہو۔ ہر روز صرف پندرہ منٹ کا سوال ہے۔ جو تمہاری شبانہ روز زندگی کا صرف سواں حصہ بنتا ہے۔ یہ بھی کوئی بڑا مطالبہ نہیں۔ خوب یاد رکھئے کہ یہ حقیر سا وقت ہے مگر اس کو روزانہ جمع کیجئے اور پھر لاکھوں انسانوں کے منٹوں کو جمع کیجئے تو بہت بڑا کام اس میں ہوسکتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی خدمت مخلوق خدا اور مسلمانوں کے فائدہ کا کام کیجئے۔ تو یہ بھی بہت بڑا موثر ذریعہ ہے۔ قوموں اور جماعتوں کے متحدہ کام میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے۔ اگر کوئی روزانہ پندرہ منٹ نہیں دے سکتا تو وہ ہفتہ میں دو گھنٹے اس کے لئے دیدے اور اگر کوئی ایسا کا

معروف ہے تو وہ مہینہ میں ایک دن خدا کے لئے خدا کے دین کے لئے اور اسلام کے لئے وقف کردے۔ اس دن وہ مخلوق خدا کی خدمت کا کوئی کام کرے یہ چھوٹی سی حرکت بھی قوم کو بہت فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اشاعت اسلام کے سینکڑوں طریق ہیں۔ ہر شخص ہر رنگ میں اسلام کی خدمت کرسکتا ہے۔ عورتیں اور بچے سب اس تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں۔ جن کی سمجھ میں کوئی کام خدمت اسلام کا نہ آئے وہ میرے پاس آکر پوچھ سکتے ہیں۔

غرض حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کا رنگ کم و بیش ہر شخص اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے۔ جو شخص اس نمونہ سے سبق نہیں لیتا اسے اس قصہ کے ہر سال سن لینے سے کچھ فائدہ نہیں۔

پندرہ منٹ روزانہ یا ہفتہ میں دو گھنٹے یا مہینہ میں صرف ایک دن خدا کے کسی کام کے لئے وقف کردے یہی اصل کام ہے وقت کی یہ قربانی مسلمانوں کے لئے کامیابی کے رستے کھول دیگی اس وقت مخلوق خدا کی بہتری کا کوئی کام کرنا مسلمانوں کو دنیا میں بھی معزز بنا دے گا۔ اس کے علاوہ دو باتوں کی میں اور بھی تاکید کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک تو

جمعہ کی نماز

ہے جس کی تاکید قرآن شریف میں کھلے طور پر موجود ہے۔ اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع۔ جمعہ کے دن جب تم کو نماز کے لئے بلایا جائے تو اپنے کاروبار کو چھوڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف جلدی آؤ۔ مسلمانوں میں سے یہ عادت جاتی رہی ہے حالانکہ انہیں جمعہ کے دن مسجدوں کی طرف دوڑنے کا حکم تھا۔ جمعہ کا تعلق قوم کی بہتری کے ساتھ ہے مسلمانوں نے اس کا فائدہ شاید بہت کم سمجھا ہو۔ لیکن بنگال کے ایک ہندو سپرنٹنڈنٹ مردم شماری نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی بنگال میں دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر نماز جمعہ کی پابندی قوم کی زندگی کو قائم رکھے ہوئے ہے اس دن تمہاری ساری قوم میں خطیب ایک ہی جذبہ پیدا کرسکتا ہے مگر آج بڑے بڑے مسلمان مسجدوں میں جاکر نماز جمعہ میں شامل ہونے کو اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اور بیکار بیٹھے رہتے ہیں۔ مگر مسجد تک جانے کی توفیق نہیں ملتی۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے بڑے آدمی اپنے بھائیوں کے لئے نیک نمونہ قائم کریں اور جمعہ میں غیر حاضری کسی صورت میں نہ ہونے دیں۔

دوسرا امر جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر ایک احمدی بڑا ہو یا چھوٹا چندہ میں سستی نہ کرے اور کبھی اپنے ذمہ بقایا نہ ہونے دے۔ جماعت میں ابھی بہت لوگ ہیں جو اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ وہ یاد رکھیں کہ وہ نہ صرف اپنے مقصد کے خلاف کررہے ہیں بلکہ جماعت کو اپنے ہاتھوں سے کمزور کررہے ہیں۔ تھوڑا بہت جو کچھ کوئی دے سکتا ہے وہ دے اس کے ساتھ ہی ایک آنہ والی تحریک میں ہر ایک احمدی فرد حصہ لے ہر ایک بچہ اور طالب علم بھی اس میں شریک ہو۔ کوئی شخص اس سے خالی نہ رہے جو لوگ اس امر میں سستی دکھا رہے ہیں وہ قوم کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ قوم اور اسلام کے ساتھ غداری کررہے ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیوفائی کررہے ہیں۔ زبانی کلمہ پڑھنے سے کیا فائدہ جب تم عملی طور پر اسلام کی تائید میں کوئی حصہ نہیں لیتے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمات ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی سعادت اور اسم بامسمیٰ ہونے کا ذکر کرکے ان کی اور رحمت خاں بدر اور خان میر اکبر خاں کی صحت اور جماعت میں باہمی اتحاد و اتفاق کے لئے دعا کی گئی۔ +

وحدت اور اتحاد

(از مولانا محمد عبد اللہ صاحب وکیل سرینگر کشمیر)

انسان کا پہلا فرض اہم اور ضروری حقائق کا علم حاصل کرنا ہے جن سے دل و دماغ منور ہو اور عقل کو بصیرت پیدا ہو تاکہ انسانی زندگی کامیاب ہوکر فوز و فلاح کا مرتبہ حاصل کرے۔ اگر حقائق معلوم نہ ہوں تو زندگی تاریکی اور گمراہی میں پڑجاتی ہے۔ اور انسانیت تباہ اور برباد ہوجاتی ہے۔ تباہی اور بربادی یہی نہیں کہ بجلی گرے اور انسان ہلاک ہوجائے بلکہ اصل تباہی اور بربادی یہ ہے کہ انسان زندہ رہے اور فلاح و ترقی سے محروم ہوکر پستی اور ذلت کی زندگی کاٹتا کاٹتا حسرت اور نامرادی کی موت مرجائے۔ پس انسان کو نہایت مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ اپنا فرض انجام دے کر اہم حقائق کو دریافت کرنا لازم ہے۔ معرفت حقائق کے طویل سلسلہ میں سب سے پہلے اہم یہ ہے کہ انسان کو وجود یعنی ہستی کی حقیقت کا علم ہو۔ اور یہ امر محتاج بیان نہیں کہ وجود کی حقیقت کے بے شمار پہلو ہیں لیکن جو پہلو فلسفہ حیات میں زیادہ ضروری اور کارآمد ہے وہ وحدۃ فی الکثرۃ کا پہلو ہے یعنی یہ امر طے کرنا کہ وجود حقیقی صرف ایک ہی ہے اور جو کثرت نظر آتی ہے وہ صرف اعتباری ہے یعنی دراصل وحدت کے سوا کچھ نہیں۔ اور کثرت جس قدر ہے وہ صرف اس ہستی کی گوناگوں تجلیات ہیں اور تمام اطوار و اوضاع اور بے شمار صورتیں اسی وحدت حقیقی کے جلوے ہیں۔

یک آفتاب درخشندہ در ہمہ عالم

بقیہ انوار ہست پرتو او

اس حقیقت کو معلوم کرنے کے بعد یہ امر واضح اور مبرہن ہوجاتا ہے کہ تمام نوع انسان بھی دراصل بمنزلہ ایک ہی جسم اور وجود کے ہیں کیونکہ تمام انسانوں کا اصل اور مبدء بھی وہی وجود حقیقی ہے اسلئے انسانیت کا مقصد یہ ہے کہ وجود حقیقی کی طرف متوجہ ہوکر ارتقائی حرکت کے ساتھ نشو و ارتقاء حاصل ہو اور وجودی کمالات کو حاصل کیا جائے اور اس کی بافراط بخششوں سے حصہ لیا جائے اور یہ اصول ذہن نشین کیا جائے کہ وحدت کا مطلب یہ ہے کہ تمام موجودات علوی وسفلی کی حقیقت ایک ہے اور یہ ساری کائنات اسی حقیقت بسیط کی جلوہ آرائی ہے اور تمام کثرت کا وجود جوہری اور استقلالی نہیں بلکہ عرضی اور مجازی ہے وحدت اصلی ہے اور کثرت اعتباری۔ اگر کثرت کا اعتبار کیا جائے تو سوائے وحدت کوئی چیز مشہود نہ ہو۔

اس اصول کے مضبوط ہونے کے بعد بآسانی طے ہوسکتا ہے کہ انسانی حقیقت بھی وجود اصلی کی تبعیت میں وجود اصلی کی طرح واحد ہے۔ کیونکہ خدا نے انسان کو بھی اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اور قرآن مجید فرماتا ہے کہ وما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ یعنی اے انسانو تم سب کی پیدائش اور زندگی ایک ہی جان اور نفس کے مانند ہے اس لئے انسانی دنیا کی سب سے بڑی اور اہم ضرورت اتحاد ہے بغیر اتحاد کے کسی قسم کی بہبودی حاصل ہونی ممکن نہیں اتحاد کے مرکز پر تمام کارخانہ عالم کا دارومدار ہے۔ دنیا کی ترقی اور آرام و اطمینان صرف اس بات سے وابستہ ہے کہ انسانوں میں اتحاد و یگانگی پریم اور محبت ہو۔ دنیا کے قبائل گھر اور محلے شہر اور سلطنتیں اسی اتحاد انسانی کے نمونے ہیں۔ اتحاد ہی وہ روح ہے جس کے بغیر انسانی دنیا ایک مردہ نعش سے بڑھ کر نہیں رہ سکتی۔ جب تک ہمارے جسم کے اجزاء باہم متحد رہتے ہیں تو ہماری زندگی قائم رہتی ہے اور جب جسم کے اجزاء میں جھگڑا اور فساد ہوتا ہے تو ہماری زندگی خطرے میں پڑجاتی ہے بالکل۔ اسی طرح انسانی دنیا کا حال ہے جو کہ دنیا ایک جسم کے مانند ہے جب اس کے کسی حصہ میں فساد برپا ہوتا ہے تو دوسرے اجزاء و اعضاء متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ ایک قدرتی بات ہے جس کا مشاہدہ ہم روزمرہ کرتے ہیں بالخصوص آجکل جبکہ دنیا بمنزلہ ایک ہی ملک کے ہورہی ہے۔ پس ہماری تمام ہستی کا مدار اتحاد پر ہی ہے اور آج سب سے بڑی ضرورت اتحاد کی ہے

اس وقت اتحاد کی ضرورت کو محسوس کرکے بعض لوگ مذہبی اختلاف سے گھبرا کر مذہب سے ہی بیزار ہورہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مختلف مذاہب کی موجودگی میں اتحاد کل دنیا میں خصوصاً ہندوستان میں ناممکن ہے کیونکہ اتحاد کلی کے لئے اتحاد خیال کا ہونا ضروری ہے۔ بظاہر بادی النظر میں یہ اعتراض قوی معلوم ہوتا ہے جبکہ دیکھا جاتا ہے کہ اہل مذاہب خدا کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں۔ رسولوں اور اوتاروں کے ماننے میں مختلف ہیں۔ کلام الٰہی اور آسمانی کتابوں میں ان کو اختلاف ہے۔ علاوہ ازیں بے شمار مسائل میں مذہبی اختلافات کا طوفان ہے اور اسی بنا پر کشمکش اور خونریزی کا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن اگر تعمق سے دیکھا جائے تو اختلاف اور فساد کی بنیاد مذہب کے بارے میں ناواقفیت یا غلط فہمی ہے اور اہل مذاہب کی خود ساختہ باتوں کا نتیجہ ہے جنہوں نے رہ رہ کر اختلافات کا سلسلہ اس قدر طویل کردیا ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اور جس کا اصل مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ خالص حالت میں سب مذاہب ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں بلکہ حقیقت میں ایک ہی مذہب ہے۔ جو خول اہل مذاہب نے مذہب پر چڑھایا ہے اتارا جائے تو باوجود مختلف مذاہب کی موجودگی کے انسانی دنیا میں اتحاد ہوسکتا ہے۔ جب اصل مذاہب اپنی حقیقت میں متحد ہیں تو ماننے والے متحد کیوں نہ ہوں۔

اتحاد کی پہلی بنیاد یہی ہے کہ ہمیں اتحاد مذاہب کا علم حاصل ہو اور ہم یقین کریں کہ تمام مذاہب اور الہامی کتابیں دراصل ایک ہیں ان میں کوئی تضاد اور اختلاف نہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم رنگ و بو نہ جھگڑیں اصل روشنی کے عاشق بنیں۔ اس لئے تمام ادیان و مذاہب جملہ اوتار و انبیاء اور تمام کتب سماوی کی وحدت کا یقین کریں اور اس طرح اس اتحاد عقیدہ سے سب مذاہب ایک ہوجائیں تاکہ انسانیت کا مفہوم پوری طرح تمام اہل مذاہب پر صادق آئے اور دنیا میں انسانی برادری قائم ہو اور سب لوگوں کا دین اور مذہب اصولی طور پر ایک ہوجائے اور کوئی تفرقہ باقی نہ رہے جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی خدا کے پیغمبروں اور اوتاروں میں کوئی تفریق نہیں یہی وحدت ادیان کا نظریہ ثابت کرتا ہے۔ وید، ژند اوستا، دھمپد، توریت انجیل قرآن ایک ہی دین اور مذہب ہے۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے واضح الفاظ میں ظاہر کردیا۔ اور فرمایا یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اور اسی مرکز اتحاد کی طرف قرآن مجید نے تمام دنیا کو دعوت دی اور فرمایا یا اھل الکتب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ یعنی اے تمام الٰہی کتابوں کے پیروی کرنے والو آؤ کہ ہم ایک مشترکہ اصول

پر متحد ہو جائیں وہ یہ کہ ہم صرف حکومت الٰہی کے فرمانبردار ہوں مختصر یہ کہ بجز اتحاد کے دنیا میں رہنا اور ترقی کرنا ناممکن ہے اس لئے لوگوں کو لازم ہے کہ صلح و اتحاد کا جھنڈا بلند کریں تا کہ امن و آسائش کا دور دورہ ہو۔

زندگی اور موت

(از جناب حکیم قاضی محمد نواز خاں صاحب جہلم)

رباعی نمبر ۱

انفرادی زندگی اور موت

زندگی یہ ہے جسم کے ذرے مل کے اک دوسرے سے رہتے ہیں
اور یہی ذرے منتشر ہوں اگر ایسی حالت کو موت کہتے ہیں

رباعی نمبر ۲

قومی زندگی و موت

جمع ہوں گر نہ قوم کے افراد مذہب و ملت اک کہانی ہے
رائے کا اختلاف جمع میں ہو قوم کی موت کی نشانی ہے

صحیفۂ قدرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جسم کی زندگی اس کے ذرات کے اجتماع پر منحصر ہے اور یہ قانون خالق سب مخلوق اشیاء میں پایا جاتا ہے۔ جب ہم جمادات پر نگاہ دوڑاتے ہیں اور سلسلہ کوہستان کو دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ان کی ہستی مجموعہ ذرات کے سوائے اور کچھ نہیں ہے یعنی صرف ذرات کی حالت مجموعی کا نام پہاڑ ہے اور اس حیثیت میں وہ اپنے اندر اس قدر عظمت اور شوکت رکھتا ہے کہ اس کا نام لیوا بھی اس کا نام زبان پر لاتے ہوئے دل میں اس کی عظمت کو محسوس کرتا ہے۔ پھر ان ذرات کی حالت اجتماعی نے اس کی ذات میں سے اس قدر فیوض کے چشمے جاری کر دیئے ہیں کہ جن کے فیض سے تمام زمین شاداب اور سرسبز ہوتی ہے۔ تمام عالم کو پینے کا شیریں پانی ان ہی کے طفیل حاصل ہوتا ہے۔ قسم قسم کی بوٹیاں جو طرح طرح کی بیماریوں میں اکسیر اعظم کا حکم رکھتی ہیں ان ہی کے وجود کی برکت سے دستیاب ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مقامات میں سے سونے اور چاندی کی کانیں نکلتی ہیں۔ جو ہماری عمارت اور زیبائش کے کام میں آتی ہیں۔ قطع نظر اس کے اس کی مضبوطی اور جلیل القدر ہونے پر نگاہ دوڑاؤ۔ تو معلوم ہوگا کہ طرح طرح کے طوفان باد و باراں اس پر آتے ہیں۔ سمندر کی لہریں ان کو تھپیڑے مارتی ہیں مگر سب آسمانی اور زمینی بلائیں اپنا سا منہ لیکر واپس ہوتی ہیں اور اسے ذرہ بھر لغزش نہیں ہوتی اب اگر انہیں ذرات کو انفرادی حالت میں دیکھا جاتا ہے تو وہ سوائے ریت کے خورد خورد ذروں کے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ذرا سی ہوا کی جھونکا انہیں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک اڑائے لئے پھرتا ہے۔ یہ تو جمادات کا نظارہ تھا آؤ ذرا نباتات کی سیر کریں ایک درخت اور اس کی شاخوں کو دیکھو کیسی سرسبز اور میوہ دار ہیں۔ ان کی سبزی آنکھوں کو ٹھنڈک دل کو سرور پہنچاتی ہے۔ ان سے جو خوشگوار ہوا پیدا ہوتی ہے وہ ہماری زندگی کا موجب بن جاتی ہے اس کے سایہ میں ہزاروں مسافر آرام و آسائش پاتے ہیں۔ سینکڑوں جانور اس کی ہری بھری شاخوں میں گھونسلے بناتے ہیں اور خوشی کے گیت گاتے ہیں۔ ان کے پھل کیسے لذیذ خوش ذائقہ اور مقوی القلوب ہوتے ہیں۔ اب اگر اسی درخت کی شاخ شاخ کو علیحدہ کر دیا جاوے اور انہیں ایک بہتے ہوئے پانی میں بھی رکھا جائے تو تھوڑے ہی عرصہ میں وہ بالکل گندی اور بوسیدہ ہو جاویگی۔ اور ان سے مضر صحت ہوا پیدا ہونی شروع ہو جاوے گی۔ کوئی عقلمند انسان ان کے پاس ٹھہرنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ بلکہ ان کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتے ہیں۔ اپنی بہتری اور اپنی زندگی کا بچاؤ خیال کرے گا۔ دیکھو باوجودیکہ ان کو پہلے سے زیادہ پانی میں رکھا گیا مگر بجائے آب حیات کے اس نے زہر قاتل کا کام کیا پس زندگی اجتماعی صورت اور موت انفرادی حالت کا نام ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ متفرد اور متفرق اجزاء میں اتحاد و اتفاق کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ سو تمام موجودات عالم میں خالق حقیقی نے کشش اتصال کا وجود رکھا ہے جو ذرات متفرقہ کو باہم ملاتی رہتی ہے یعنی کشش اتصال ذرات کو اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے اور ان کو یکجا جمع کرتی رہتی ہے اور ان کو برکات و فیوض الٰہیہ کا وارث بناتی ہے۔ جب طائر عقل و خرد اس سے ذرا آگے پرواز کرے تو معلوم ہوگا کہ چونکہ خداوند کریم کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے پس اس کی وحدت کا تقاضا یہی ہے کہ ذرات عالم یکجا جمع ہو کر اس کے فیوض و برکات کا مظہر بنیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس طرح امور مادی میں کشش اتصال کی ضرورت ہے جو ذرات کو اپنی طرف کھینچے اور ان کو جمع کر کے ان کے وجود اور زندگی کا موجب ہو اسی طرح آسمانی اور روحانی معاملات میں ایک امام کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنی باطنی کشش اور ظاہری رعب سے سعید اور پاک فطرت روحوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور ان کی قوتوں اور طاقتوں کو نشو و نما دیتا ہے تا وہ فیوض الٰہیہ کے جذب کرنے کے قابل ہوں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگرچہ بچے میں تمام نشو و نما کرنے کے قویٰ موجود ہوتے ہیں مگر وہ بچہ جب تک اپنی ماں کی گود میں پرورش نہ پائے پوری نشو و نما حاصل نہیں کر سکتا۔ پس کوئی شخص یا کوئی قوم جب تک ایک امام کے حکم کے ماتحت ہو کر کام نہ کرے تب تک وہ کسی ارضی یا سماوی ترقی کے معراج کو حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر مجلس کے لئے ایک پریزیڈنٹ اور ہر سلطنت کے لئے ایک بادشاہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کے ہاتھ میں سب کے نظام کی باگ ہوتی ہے۔ سوائے اس کے کسی مجلس یا کسی سلطنت کا قیام نہیں ہو سکتا۔

(باقی دارد)

نامۂ علی پور

علی پور میں ۱۱۔ اپریل ۱۹۳۱ء کو اہل تشیع کی طرف سے اشتہار شائع ہوئے کہ مرزا صاحب نہ نبی تھے اور نہ مجدد اور نہ ہی مسیح موعود آخر میں کسی مصلحت کی وجہ سے ذیل کا فقرہ سکرٹری جماعت انجمن حسینیہ نے کاٹ دیا۔ وہ یہ ہے کہ جو مرزا صاحب کے پیرو ہیں وہ قرآنی مسلمان نہیں ہیں۔ اشتہار میں دعوت بھی تھی کہ جملہ احمدی صاحبان ہمارے مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ جناب قبلہ سید محبوب علی شاہ صاحب سے ہر وقت مناظرہ کر سکتے ہیں۔

ہماری جانب سے جناب قاضی شیر محمد صاحب احمدی امام مسجد جامعہ نے شیعوں کے مبلغ کو برائے مناظرہ بلایا بالآخر شیعہ جماعت بمعیت اپنے مولوی صاحب مسجد جامعہ میں تشریف لائے۔ بہت گفتگو اور شرائط کے بعد جناب قاضی صاحب نے فرمایا کہ حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق کوئی ایک آیت تلاوت فرمایئے یا بصورت دیگر خاکسار کو وفات حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ایک آیت پڑھنے دیجئے۔

ان کے سکرٹری صاحب نے بھی اصرار کیا کہ مولوی صاحب آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ ہر چند ہر احباب نے شیعہ مولوی صاحب کو کہا کہ آپ کو کیا حیات عیسٰی کے مسئلہ پر اطمینان و تیقن نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ آپ تضیع اوقات اور ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارتے ہیں جناب قاضی صاحب نے کہا کہ میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ مولوی صاحب اپنے لئے اثبات حیات عیسٰی علیہ السلام پر قرآن حکیم کو کتاب فیصل نہیں بنائیں گے اور نہ ہی اسی مسئلہ میں قرآن شریف ان لوگوں کی پادری کرتا ہے اور نہ کرے گا۔ خاکسار کو تجربہ ہے اور بیسیوں مناظرے اور تبادلہ خیالات شیعہ و سنی علماء سے اسی مسئلہ پر ہوئے کوئی عہدہ برآ نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ ع

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

سید محبوب علی شاہ صاحب شیعہ مشنری نے کہا کہ ہم صداقت مسیح موعود اور الہامات مرزا صاحب پر ہی اس وقت گفتگو کریں گے۔ احمدی مبلغ نے کہا کہ مولوی صاحب جس مضمون پر آپ بحث کریں ہمیں منظور ہے۔ بھاگنا اور میدان مناظرہ سے ہٹنا ہمارا شیوہ نہیں۔ بالآخر گفتگو شروع ہوئی۔

ساڑھے بارہ سے چھ بجے شام تک مناظرہ ہوتا رہا۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے قبلہ جناب قاضی صاحب نے دلائل قاہرہ و براہین بینہ سے ایسا اتمام حجت کیا کہ شیعہ مولوی نے اپنی آخری تقریر میں اصل مضمون کو ترک کر دیا اور ادھر ادھر کی باتیں کہنے لگا۔ جن کو کوئی تعلق و نسبت اصل بحث سے نہ تھی درمیان میں ملک عزیز محمد صاحب وکیل پلیڈر علی پور نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ قاضی صاحب کے مطالبات اور پیش کردہ دلائل کا جواب دیں۔ بھلا آپ کی تقریر کو مقابل کے سوالات اور تنقید اور جرح سے کیا جوڑ ہے۔ شیعہ مولوی صاحب بدتہذیبی پر اتر آیا اور کوئی جواب اس سے نہ بن پڑا۔ اپنی تقریر کو بند کر کے خاموش ہو گیا۔

۱۲۔ اپریل ۱۹۳۱ء کی کارروائی

دوسرے دن ہمارے احمدی عالم نے لکھا کہ مولوی صاحب کل آپ کے انتخاب شدہ مضمون اور حسب خواہش آپ کے بحث چلی۔ اب ہم مسئلہ استخلاف کو منتخب کر کے آپ کو مناظرہ کی دعوت دیتے ہیں۔ ہر چند دعوتی رقعے ارسال کئے گئے مگر مولوی صاحب کو جرأت نہ ہوئی کہ مقابلہ میں آتے۔ جوابی رقعہ جات میں ایسی مہمل اور بے وزن شرائط کا مطالبہ کرتے رہے کہ ایک لڑکا بھی معلوم کر سکتا تھا کہ اصل حقیقت کیا ہے ؎

جب کھل گئی حقیقت پھر اس کو مان لینا
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہ ہدیٰ یہی ہے

اگر ہم فریقین کے مکمل جواب سوال کو قلمبند کریں تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اس مضمون کا ضمیمہ بقیہ ہے کل تک انشاء اللہ العزیز ارسال خدمت عالیہ کر دیں گے۔

خاکسار نور محمد سنی حنفی ۔ قاضی محمد منیر احمدی
اللہ دسایا احمدی علی پور مظفر گڑھ ۔ خاکسار عبد الرحمان احمدی علی پور مظفر گڑھ

چہلم کی تعطیل کا مطالبہ

انجمن اصغریہ لاہور اور انجمن ضیاء الاسلام مصری شاہ لاہور نے اس مطلب کی قرارداد منظور کی ہے کہ چہلم (حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا چالیسواں دن) ایک مقدس اور واجب الاحترام دن ہے اس لئے گورنمنٹ پنجاب مذکورہ دن کو "لوکل ہالیڈے" کے بجائے گزیٹڈ ہالیڈے منظور کرے۔

ماسٹر محمد عبداللہ مہاجر فجی کا مکتوب

خاکسار حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ و دیگر احباب کا جنہوں نے مجھے الوداع کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن تک تکلیف گوارا فرمائی شکریہ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

اس کے علاوہ جناب نواب صاحب مانگرول، مولینا عصمت اللہ صاحب۔ چودھری یوسف علی صاحب، بابو عبدالرحمٰن صاحب۔ خان عبدالاکبر خان صاحب، شیخ رحمی الدین صاحب کا خاص طور پر مشکور ہوں۔ جنھوں نے مجھے ہر طرح سے اس سفر کو کامیاب بنانے میں امداد دی۔ اور میری مشکلات میں میرا ہاتھ بٹایا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

ہمارا جہاز ایک مشہور جہاز ہے جو ۷ رمارچ کو لندن سے روانہ ہوکر ۲۶ رمارچ کو بمبئی پہنچا۔ ۲۰۰۰۰ پونڈ وزن ہے۔ انتظام بہت ہی اچھا ہے۔ ابھی تک کسی قسم کی بفضلہ تعالیٰ تکلیف پیش نہیں آئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک آرام دہ موٹر کار پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آئندہ بھی خدا حافظ ہے۔ تین پادریوں سے تعارف حاصل ہے ان کے ساتھ مذہبی تبادلۂ خیالات رہتا ہے۔ مطالعہ کے لئے بھی کافی وقت ملتا ہے۔ ۳۰ رمارچ کو جہاز کولمبو پہنچا۔ ۷ راپریل کو آسٹریلیا کی پہلی بندرگاہ (Freemantle) پر ٹھیرا ہے۔ یہاں ایک دن ٹھیر کر ایک ہفتہ کے بعد سڈنی پہنچ جائے گا۔

آپ کی دعاؤں کا خواستگار

(محمد عبداللہ مہاجر فجی)

دوسرا مکتوب

ہم ۲۶ رمارچ کی صبح کو بمبئی پہنچکر اسٹیشن سے سیدھے بندرگاہ پر پہنچے وہاں سے معلوم ہوا کہ جہاز لندن سے ۶ بجے شام کو آئے گا۔ اور رات کے ۱۲ بجے روانہ ہوگا۔ ۱۰ بجے ڈاکٹری معائنہ ہوگا۔ چنانچہ کافی وقت پاکر ہم نے سامان جہاز والوں کے سپرد کردیا۔ اور پھر ایک باغیچہ میں آرام کیا۔ شہر کا کام کرکے ۹ بجے رات کو بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ ہمارا سامان جہاز میں رکھا جاچکا تھا۔ ابھی ڈاکٹری ملاحظہ کے بعد ہم ڈیک پر چلے گئے۔ وہاں نماز باجماعت ادا ۔۔۔۔ کی اس طریق کو دیکھکر انگریز مرد عورتیں حیران ہوتی تھیں چنانچہ اسی اثنا میں ایک پادری سے تعارف حاصل ہوگیا۔ اور اس سے تبادلۂ خیالات ہوا۔ ۱۲ بجے جب جہاز روانہ ہوا تو اپنے کمرے میں جاکر آرام کیا۔ نیند خوب آئی کیونکہ سفر سے تھک گئے تھے۔ ہوا اچھی لگتی تھی۔

بمبئی سے کولمبو تک گرمی کی وجہ سے کچھ گھبراہٹ معلوم ہوئی۔ مجھے خفیف سا بخار ہوگیا۔ اور بیگم صاحبہ کے سر میں درد ہوگیا۔ ۲۹ رمارچ کو کولمبو پہنچے۔ شہر کی خوب سیر کی۔ وہاں کے چند مسلمان نوجوانوں سے ملا۔ جنھوں نے تبادلۂ رقوم، خرید و فروخت و دیگر ضروری امور میں کافی امداد دی۔ احمدیت کے متعلق انہوں نے خود تذکرہ کیا جسکو میں نے وضاحت سے بیان کیا۔ یہاں مسلمانوں کی دو بڑی عالیشان مسجدیں ہیں۔ ایک ہائی اسکول ہے جس کی بلڈنگ بہت اچھی ہے۔ مسلمان عموماً ترکی ٹوپی پہنتے ہیں۔ ملا پادریوں (رومن کیتھالک) کا لباس رکھتے ہیں۔ اور بہت مغرور معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں میں تمام دن رہا رات کو واپس جہاز پر آیا۔ بخار کے لئے میں نے املی آلو بھگو رکھے تھے اس کا پانی استعمال کیا دو دن کے استعمال سے بکلی آرام ہوگیا۔ اور بیگم صاحبہ کو ایک میم صاحبہ نے جس سے تعارف ہوگیا تھا دوائی دی اس کو بھی جلد آرام ہوگیا۔ اس کے علاوہ کولمبو سے ایک دن کے سفر کے بعد ٹھنڈی ہوا شروع ہوگئی۔ جس سے دل و دماغ کا چکرانا۔ طبیعت کا گھبرانا دور ہوگیا۔ اور تمام تکلیف دور ہوگئی۔ ایسا معلوم ہونے لگا کہ کشمیر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جہاز میں تمام مسافر انگریز ہیں۔ صرف ایک ہندو ہے جسے جزائر فجی جاتا ہے یہ جالندھر کا رہنے والا ہے۔ اور عرصہ ۲۰ سال سے وہاں پر دکانداری کرتا ہے۔

انگریزی کھانے ہمکو موافق نہیں آئے۔ اب ہم صرف چاول شوربہ۔ انڈے۔ دودھ۔ روٹی۔ مکھن۔ مچھلی اور پھل کھاتے ہیں۔ دو وقت چائے ملتی ہے۔ چائے کے ساتھ کیک بسکٹ اعلیٰ قسم کے ملتے ہیں۔ اور تین وقت کھانا۔ گویا پانچ وقت کھانا پڑتا ہے اس کے علاوہ گیارہ بجے دن کے ڈیک پر آئس کریم دیتے ہیں۔

جہاز میں تین پادری اور ایک ڈاکٹر میرے واقف ہوگئے ہیں۔ پادریوں اور ڈاکٹر سے تبادلۂ خیالات ہوتا رہتا ہے ایک پادری جو قاہرہ میں کام کرتا رہا ہے آپ کا بڑا مخالف ہے کہتا ہے کہ میں مولوی محمد علی صاحب کو نہیں مانتا انہوں نے جو کچھ لیا ہے جرمن ملحدین کی کتابوں سے لیا ہے۔ ترجمۃ القرآن کو کھول کر کہنے لگا کہ دیکھو "اضرب" کے معنے مارنا ہے لیکن مولوی صاحب اس کے معنے معجزہ کے بطلان کے لئے کرتے ہیں کہ عصا کے ذریعہ راستہ تلاش کرنا۔ میں نے اسے تشریح کی طرف توجہ دلائی جو فٹ نوٹس میں دی ہوئی ہے۔ میں نے کہا دونوں معنی ہوسکتے ہیں تمہاری مرضی جس کو قبول کرو۔ تین لیڈیوں سے واقفیت ہے (جو اردو جانتی ہیں اور میری بیوی سے بات چیت کرتی رہتی ہیں۔

۷ راپریل کو منگلوار کے دن جہاز آسٹریلیا کی پہلی بندرگاہ کو لگے گا۔ یہ خط دوران سفر میں لکھ رہا ہوں اور Freemantle سے ڈاک میں ڈالوں گا۔

دیگر خیریت ہے آج تک قے وغیرہ ہمیں نہیں ہوئی ہماری صحت پہلے کی نسبت اب اچھی ہو رہی ہے۔ رنگ میں بھی بڑا تغیر پیدا ہوگیا ہے۔ دعا فرمایئے کہ جس مقصد کے لئے ہم جارہے ہیں اللہ تعالیٰ اس میں ہمیں کامیاب کرے۔ اس ہندو کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آریہ سماج کا وہاں بڑا زور ہے۔ اور شدھی کا کام بھی انہوں نے شروع کر رکھا ہے۔ والسلام

از طرف اہلیہ صاحبہ جملہ بہنوں کو سلام۔ خاکسار محمد عبداللہ

میرا پتہ حسب ذیل ہے:-

Mohd Abdullah
Teacher & Muslim missionery Fiji Muslim League
Suva G.P. Box no. 20
Fiji Isls

جدید وائسرائے کا اظہار ہمدردی

شملہ یکم مئی۔ ہز اکسلنسی وائسرائے (جدید) نے ایک ہزار روپیہ مسٹر سلکیم ہیلی کے جاری کردہ فنڈ میں بطور چندہ ارسال کیا ہے۔ یہ فنڈ مصیبت زدگان کانپور کے لئے کھولا گیا ہے۔

مغرب میں اسلام کی بیداری

مسلم مشن ووکنگ کے اس ہفتہ کی ڈاک میں جو دلچسپ خطوط موصول ہوئے ہیں ان میں سے فقط دو کا میں ذیل میں ذکر کروں گا۔ کیونکہ ہندوستان کی ڈاک کا وقت تنگ ہے۔

ایک مراسلہ تو کونٹس زینب سکیر تھ آف سویڈن کا ہے وہ کینیرز السن کلب سے لکھتی ہیں کہ میں کچھ عرصہ سے اپنے وطن میں اقامت پذیر ہوں۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ میرے ہاں کے لوگ پہلے سے کئی گنا زیادہ اسلام کے متعلق تفحص اور استفسار کرتے ہیں۔ جوں جوں یہ مذہب ان کے سامنے اپنی اصلی شکل و صورت میں پیش ہو رہا ہے وہ زیادہ تر اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔

دوسرا خط حلیمہ مارگرٹ کوری کی طرف سے ہے وہ لکھتی ہیں۔ چونکہ سابقہ اسلامی نماز گاہ لندن میرے گھر سے دور تھی اس لئے باوجود میں اپنے دلی جذبہ اور شوق کے بھی جمعہ کی نمازوں میں شامل نہ ہوسکتی تھی۔ اب چونکہ میرے خاوند نے ایک ایسے موقعہ پر مکان لے لیا ہے جو کہ اسٹن ہوس کے نزدیک تر ہے۔ اس لئے جدید اسلامی نماز گاہ میں پہنچنے میں مجھے بہت سہولت ہوگی۔ اس نے لکھا ہے کہ میں دلی محبت و شوق سے قرآن کریم کا مسلسل مطالعہ کر رہی ہوں۔ اس جگہ یہ امر بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ نومسلمہ مذکور نے دو برس سے اسلام قبول کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان نومسلمین کے دلوں میں ایمان مضبوط کرے۔ اور ہمیں بھی خدمت اسلام کی توفیق بخشے۔

آفتاب الدین احمد

اسسٹنٹ امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

ضرورت نکاح

ایک احمدی نوجوان عمر ۱۹ سال قوم جنجوعہ راجپوت زمیندار کے لئے جو ریلوے میں بطور کلرک ملازم ہے۔ تعلیم یافتہ زمیندار رشتہ کی ضرورت ہے۔ ضلع گوجرانوالہ۔ گجرات۔ سیالکوٹ۔ لاہور کے رشتوں کو ترجیح دی جائیگی۔

(معرفت:- ایڈیٹر پیغام صلح)

سر اقبال کا خطبہ صدارت

میں نے سر اقبال کا خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ الہ آباد اس کی سیاسی اہمیت کی وجہ سے مفت تقسیم کرنے کے لئے چھپوایا ہے۔ جو حضرات خطبۂ صدارت کی کاپیاں چاہیں براہ مہربانی مجھے خط لکھدیں۔ اور ڈاک کے اخراجات کے لئے ٹکٹ ساتھ بھیجدیں۔ چار کاپیوں کے لئے ایک آنے کا ٹکٹ کافی ہوگا۔ خطبہ بہت مقبول ہوچکا ہے۔ اور اس کی اب تک ہزاروں کاپیاں مفت تقسیم ہوگئی ہیں۔ (مخلص محمد اسلم)

پتہ یہ ہے۔

ملک محمد اسلم خاں ایم اے (کیمبرج) بیرسٹر ایٹ لا پنڈی بھاؤالدین

خبریں

—— لندن کی تازہ خبر ہے کہ مسٹر لینز بری جو سرکاری مہمانوں کے استقبال کا انتظام کرنے والے محکمہ کے انچارج ہیں۔ گاندھی جی آمد کے سلسلے میں ایک دریا کے کنارے ایک چھوٹا سا آشرم بنانے کے سوال پر غور کر رہے ہیں۔

—— مدراس ۳۰ را پریل۔ ۱۴۰ موپلہ قیدی آج یہاں پہنچ گئے ہیں۔ انہیں ۱۴-۱۴ سال کی عبور دریائے شور کی سزا ملی تھی۔ لیکن وہ نو سال سزائے قید بھگتنے کے بعد رہا کر دئے گئے۔

—— لندن ۱۸ را پریل۔ لارڈ ولنگڈن اور سر میلکم ہیلی ایک جہاز پر ہندوستان کو روانہ ہوئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ روانگی سے پیشتر لارڈ ارون نے بھی وائسرائے سے ملاقات کی اور انہیں بتایا کہ سر میلکم ہیلی کس قدر زبردست حاکم ہیں انہوں نے پنجاب میں اکالی تحریک کو کس طرح مٹا یا تھا۔ اگر گول میز کانفرنس ناکام رہی اور کانگرس نے پھر سول نافرمانی کا اعلان کیا تو [illegible] اس تحریک کو شروع ہی میں کچل دینگے۔ اور لیڈروں کو پہلے ایک دو ہفتوں میں جیل خانوں میں بند کر دیں گے۔

—— لاہور ۳۰ را پریل۔ آج صبح مولانا شوکت علی بذریعہ کلکتہ میل لاہور تشریف لائے۔ ریلوے سٹیشن پر استقبال کیا گیا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت نے پلیٹ فارم پر مولانا شوکت علی زندہ باد کے نعرے بلند کئے۔

—— لاہور ۳۰ را پریل۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال اور نواب سر ذوالفقار علی خاں ممبر اسمبلی نے آج شام کے جلسہ کے متعلق حسب ذیل بیان دیا ہے جو سر ذوالفقار علی خاں کے مکان پر ہوا تھا

آج مسلمانان لاہور کے نمائندوں کا خاص اجلاس ہوا۔ مولانا شوکت علی بھی موجود تھے۔ موجودہ سیاسی حالات پر غور کیا گیا۔ زیادہ تر اصحاب نے جداگانہ نیابت کے حق میں تقریریں کیں اتفاق رائے سے اعلان کیا گیا کہ آل انڈیا مسلم کانفرنس دہلی کے فیصلہ جات مسلمانوں کی بھاری تعداد کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اور اس کے مطالبات کم از کم ہیں جن پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں مسلم نیشلسٹ کانفرنس کے فیصلوں کی مذمت کی گئی۔ اور کہا گیا کہ یہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی ایک چال ہے۔

مولانا شوکت علی نے اعلان کیا کہ لاہور مسلم لیگ قائم ہو گئی ہے اور مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہر صوبہ میں ایسی لیگیں قائم کی جائیں۔ قومی فنڈ بھی کھول دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اقبال خان سعادت علی خاں اور ڈاکٹر شجاع الدین اس کے ٹرسٹی مقرر کئے گئے ہیں۔

اس اجلاس میں مولانا محمد علی۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ خواجہ فیروز دین بیرسٹر۔ خواجہ دین محمد اصحاب شامل ہوئے۔

—— شملہ ۲۹ را پریل۔ اگلے سال بہار و اڑیسہ کے گورنر ریٹائر ہونے والے ہیں اس لئے قاعدہ کے مطابق لیبر گورنمنٹ نے ابھی سے ان کی جگہ گورنر کے تقرر پر غور کرنا شروع کر دیا ہے وہ چاہتی ہے کہ کسی ہندوستانی کو اب یہ عہدہ دیا جائے۔ تاکہ نئی ریفارمز سکیم میں لوگ محسوس کریں کہ برطانیہ صحیح معنوں میں حکومت کا انتظام ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں سونپ رہا ہے اس سلسلہ میں پولیٹیکل حلقوں میں افواہ ہے کہ سر اتول چٹرجی کو بہار و اڑیسہ کا گورنر بنایا جائے گا اور اگر انہوں نے انکار کر دیا تو سر محمد شفیع کو یہ عہدہ پیش کیا جائے گا۔ اگر ان دونوں نے منظور نہ کیا تو پھر سر جارج رینی کو گورنر بنایا جائے گا۔

—— بنارس ۲۹ را پریل۔ سی آئی ڈی پولیس کی ایک جمعیت نے مقامی ہوٹل پر چھاپہ مارا۔ اور اس کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر کرشن نندھان جی کو جو سنے مقدمہ سازش لاہور کے مفرور ملزم ہیں گرفتار کر لیا اسی رات انہیں لاہور بھیج دیا گیا۔

—— لاہور ۳۰ را پریل۔ گوال منڈی میں ایک ہندو نوجوان نے بیکاری سے تنگ آ کر خود کشی کر لی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے بازار سے ایک تولہ افیون خریدی۔ اور کھا کر سو گیا۔ شام کے وقت اس نے اپنے بھائی سے اس کے متعلق کہہ دیا۔ بچانے کی کوشش کی گئی مگر وہ ہسپتال میں جا کر مر گیا۔

—— لاہور ۳۰ را پریل۔ پنجاب گورنمنٹ کے دفاتر ۸ مئی کو لاہور سے شملہ روانہ ہو جائیں گے۔

—— ماسکو ۲۹ را پریل۔ ٹرانس کے کیمپ میں زلزلہ آیا جس کی وجہ سے ایک ہزار آدمی مر گئے۔

—— گوجرانوالہ کی خبر ہے کہ ریلوے حکام نے فیصلہ کر دیا ہے کہ پرانا ریلوے سٹیشن مرمت کرنے کے بعد از سر نو جاری ہو جائیگا

—— بمبئی ۳۰ را پریل۔ معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے ڈاکٹر انصاری اور پنڈت مدن موہن مالوی کو انفرادی طور پر گول میز کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی ہے۔

—— بمبئی ۳۰ را پریل۔ یورپ کی سینکڑوں یونیورسٹیوں کی طرف سے ہر ہفتے گاندھی جی کو دعوتیں آ رہی ہیں کہ جب وہ یورپ آئیں تو یونیورسٹیوں میں لیکچر دیں۔

—— پٹیالہ ۳۰ را پریل۔ اس ماہ مہاراجہ پٹیالہ کی دو لڑکیوں کی شادی ہوئی ہے۔ بڑی لڑکی کی شادی ۲۲ را پریل کو بندیل کھنڈ کے ایک راجپوت رئیس لڑکے کے ساتھ ہوئی ہے۔ مہاراجہ نے دو لاکھ روپیہ جہیز میں دیا۔ اور دولہا کے باپ کو ایک لاکھ ۲۵ ہزار روپیہ نقد بطور نذرانہ دیا۔

دوسری لڑکی کی شادی ضلع الہ آباد کے ایک راجپوت کمار سے کی جا رہی ہے۔

—— لاڑکانہ ۳۰ را پریل۔ یہاں یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ ریاست خیرپور کے نواب صاحب کے الاؤنس میں بقدر ۱۵ ہزار روپیہ کے تخفیف کر دی گئی ہے۔ پہلے ۲۵ ہزار تھا۔ موصوف کے دیگر افراد خاندان و اعزا کو جو الاؤنس ملا کرتا تھا اس میں بھی بقدر نصف کے تخفیف کر دی گئی ہے۔

—— نینی تال ۳۰ را پریل۔ سر میلکم ہیلی گورنر یوپی نے ذیل کی اپیل شائع کی ہے۔ کانپور کے فرقہ وارانہ فسادات سے جو رنج لوگوں کو پہنچا وہ مصیبت زدگان کی مصیبتوں کو سنکر اور بھی بڑھ گیا ہے۔ جان و مال کا بھاری نقصان ہوا ہے۔ مقامی مساعی خواہ کتنی ہی کیوں نہوں مصیبت زدوں کی پوری مدد نہیں کر سکتیں۔ بریں وجہ پراونشل ریلیف فنڈ کھولا گیا۔ تمام دردمند اصحاب سے کچھ نہ کچھ مالی امداد کی اپیل کی جاتی ہے۔ فنڈ کا انتظام کرنے والی ایک کمیٹی ہوگی جس میں تمام فرقوں کے ممبر ہوں گے۔ روپیہ میرے

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۴۹ سنہ ہجری مطابق ۷ مئی سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۸

مسلمانوں کی خستہ حالی اور اس کے اسباب

(از جناب ایم حبیب الرحمٰن صادق مسلم مشنری۔ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جمشید پور)

غفلت و باہم نفاق و جنگ مکر و بغض و کیں — مرض جو مہلک ہیں قوموں کے لئے وہ ہم میں دیکھ

اک زمانہ تھا کہ تھے ہم ہر طرح عیبوں سے پاک — آج ہر مسلم کی تو تصویر اس البم میں دیکھ

غیر مسلم کے عروجوں کو تجھے کیا دیکھنا — اپنی خستہ حالی تو نظارۂ پیہم میں دیکھ

جو صدا آئی یہ آئی ہائے مسلم ہٹ گیا — تجھ پہ کیا گزرے ہے غافل تو ذرا عالم میں دیکھ

تو ہی وہ مسلم ہے جس کے نام سے شاہ جہاں — لرزہ براندام تھے تو تذکرہ عالم میں دیکھ

ہر سلف کی بات میں اسلام کا تھا فلسفہ — اب تو اپنی شاعری مسلم گل و شبنم میں دیکھ

ان کے ہر اوقات میں اسلام کی تبلیغ تھی — خود کو تو مشغول اب اغیار کے ماتم میں دیکھ

وہ تو کرتے شوق سے تھے ذکر مولا رات بھر — اب تو شوق سینما اپنے دلِ پر غم میں دیکھ

وہ امیں تھے ہر بشر کرتا تھا صادق اعتماد — ہائے یہ بے اعتباری اب بنی آدم میں دیکھ

ہماری تبلیغی ڈاک

احمدیہ جاوا مشن کے کارہائے نمایاں!

مرزا ولی احمد بیگ صاحب جاوا سے لکھتے ہیں کہ خدا نے اپنی جماعت کی تنظیم کے بعد ہم نے اپنی تمام مساعی کا محور دجالی فتنہ (مسیحیت) کا مقابلہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود اسی فتنہ کو دور کرنے کے لئے مامور ہوئے تھے۔ ذیل کے واقعہ سے آپ کو پتہ چلے گا کہ ہمارے جاوی احمدی بھائی نہ صرف تعلیم یافتہ بلکہ ناخواندہ بھائی بھی اسی جنگ میں مصروف ہیں۔ سومبر وچو مشرقی جاوا میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں مسٹر منہاج احمدیہ جماعت جاوا کے صدر رہتے ہیں۔ آپ گورنمنٹ ہائی سکول میں ماسٹر ہیں۔ اس گاؤں میں چالیس پچاس افراد احمدی ہیں۔ اس گاؤں کے قریب وجوا میں رومن کیتھولک عیسائی مشنریوں نے ڈاکہ مارا اور ایک مسجد کے مولوی صاحب جو اس مسجد کے متولی بھی تھے مسیحی ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے بہت سے شاگرد بھی مرتد ہو گئے۔ مسجد جو کسی وقت نہایت رونق پر تھی ویران ہو کر بند ہو گئی۔ اس گاؤں کے باقی مسلمان باشندے اس روح فرسا منظر کو دیکھ نہ سکے اور اس گاؤں کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے۔ اس طرح وہ کل گاؤں کیتھولک پادریوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ سومبر وچو کے احمدیوں نے اس مولوی اور اس کے شاگردوں کو دوبارہ مسلمان کرنے کے لئے جدوجہد کی مگر ان کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں۔ ہمارا ایک احمدی بھائی محمد تقیوبی جو اگرچہ ناخواندہ تھا مگر مسائل نزول المسیح، وفات مسیح، مجددیت اور مسیح موعود کی بعثت وغیرہ سے خوب واقف تھا قطعاً مایوس نہ ہوا وہ مولوی صاحب کے گاؤں میں آباد ہو گیا وہاں اس کو جب بھی موقع ملتا وہ ان پر اسلام کی خوبیاں ظاہر کرتا۔ آخر اس کی مساعی بار آور ہوئیں۔ نہ صرف مولوی صاحب معہ اپنے شاگردوں کے بلکہ کچھ کیتھولک عیسائی بھی ان کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ کیتھولک عیسائیوں کی تسبیحوں کا ایک اسباب محمد تقیوبی کے حوالے کیا گیا۔ جسکو انہوں نے ایک احمدی بھائی کو کامیابی کی یادگار کے طور پر سپرد کر دیا۔ مسجد دوبارہ آباد ہو گئی۔ اور احمدیت

(باقی برصفحہ ۲ کالم ۱)

(بقیہ مضمون صفحہ اول کالم ۳)

کی تعلیم کے لئے اب وقف ہوگئی ہے۔ وہاں سے احمدی مبلغ ہر ہفتے قرب وجوار کے دہات میں اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے جاتے ہیں جہاں کیتھولک عیسائی آباد ہیں۔

آپ اس خوشخبری کو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور دوسرے احمدی برادران تک پہنچا دیں۔ ہفتہ عشرہ تک میں "ٹیچنگ آوف اسلام" کا ڈچ ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ ارسال کروں گا۔

تمام احمدی بھائیوں کی خدمت میں سلام علیک۔

پیغام صلح:- مرزا ولی احمد صاحب بیگ اور جماعت احمدیہ جاوا کی ان مساعی پر ہم مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

اللھم زد فزد۔

اخبار احمدیہ

— یہ خبر نہایت رنج واندوہ کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب سید مصطفٰے شاہ صاحب کا وہ بچہ جس کے لئے خطبۂ عید کے بعد دعا کی گئی تھی اپنے والدین کو داغ مفارقت دے گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ جناب شاہ صاحب کو صبر عطا فرمائے۔

اساتذۂ مسلم ہائی اسکول کا اظہار افسوس

غریباں را دلِ از بہر تو خون است

نمیدانم دلِ خویشاں کہ چون است

اساتذۂ مسلم ہائی سکول لاہور کا یہ اجتماع زیر صدارت جناب مولوی عزیز الدین صاحب سکنڈ ماسٹر معلّے القاب جناب سید غلام مصطفٰے شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول کے لخت جگر نور بصر قرۃ العین والدین سید آفتاب حسین کی مرگ بے ہنگام کے سانحہ پر جو عالم شیر خوارگی میں والدین اور دیگر عزیز و اقارب کے دل پر داغ حسرت دیتے ہوئے ہمیشہ کے لئے اپنی نانی فاطمۃ الزہرا کی گود میں جا سویا ہے منعقد ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

ممبران اسٹاف معہ طلباء کلاس تہ دل سے شاہ صاحب موصوف کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے اظہار افسوس کرتے ہیں۔ اور جان و دل سے دعا مانگتے ہیں کہ ایزد متعال شاہ صاحب اور عزیز کی والدہ کو معہ دیگر عزیز اقرباء کے صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین) اور باقی وقت کے لئے سکول بند کرتے ہیں۔

اعلان بیعت

گزشتہ اعلان کے بعد حسب ذیل دوست حضرت میاں غلام رسول خان صاحب کے ذریعہ سے داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب دوستوں کو استقامت عطا فرمائے اور اپنے دین کی خدمت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔

(۱) مہر خان محمد خان نمبردار مگھیانہ
(۲) حاجی محمد بخش صاحب بھٹی۔ سکنہ مگھیانہ۔
(۳) میاں احمد علی صاحب۔ محلہ پنڈی شہر مگھیانہ۔
(۴) رانا الہ بخش صاحب مہرل شہر مگھیانہ۔
(۵) مہر غلام محمد صاحب شہر مگھیانہ۔
(۶) میاں سمند صاحب یتیم شہر مگھیانہ بستی برجی والی۔
(۷) میاں الہ بخش صاحب محلہ بھبھڑانہ۔ مگھیانہ۔
(۸) میاں عبدالرحیم صاحب محلہ بھبھڑانہ۔ مگھیانہ۔

مرسلہ

(اخویم لنگر جات خان صاحب اورز۔ صدر جھنگ)

خوابوں کا فتنہ

(از شیخ محمد نصیب صاحب سپرنٹنڈنٹ اقوام جبرائمہ پیشہ)

نبی رسول اور مامور من اللہ کی بڑی عظمت اور شان ہے اور ایسے ہی یہ الفاظ اپنے اندر بڑی شان رکھتے ہیں۔ ان کا غیر محل استعمال جرم ہے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ اس زمانہ میں وہ لوگ جو حقیقت سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں۔ اور بعض کو تو کسی مامور من اللہ کی صحبت ایک منٹ کے لئے میسر نہیں آئی ہوتی۔ اور وہ مامور کے حالات سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ اپنی کسی خواب پر جو اضغاث احلام سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی دھوکا کھا کر نبی۔ رسول یا مامور من اللہ کا دعوےٰ کر دیتے ہیں۔ اور جرأت و دلیری سے دنیا کو چیلنج دیتے ہیں کہ دنیا میں نجات آج ہماری اطاعت میں ہے۔ اور جو ہماری غلامی اختیار نہ کرے وہ عذاب ماخوذ ہوگا۔

ہم نے اس زمانہ میں کئی ایسے نبی۔ رسول اور مامور ملہم دیکھے اور انجام کار انہیں نہایت ذلیل حالت میں خائب و خاسر پایا۔ اور وہ شان و شوکت وہ کامیابی اور نصرت الٰہی جو خدا کے نبی۔ رسول اور مامور کو بارگاہ ایزدی سے ملتی ہے دیکھنا نصیب نہ ہوئی۔ ہم نے اگر ایک طرف حقیقی ملہم اور مامور من اللہ کو دیکھا تو دوسری طرف عبداللطیف گناچوری۔ عبداللہ تیماپوری۔ مولوی یار محمد نبی بخش ملہم و مدعی نبوت و رسالت۔ ظہیر ملاں احمد نور اور ایسے ہی کئی اور مدعیان نبوت و رسالت اور ماموریت دیکھے ہیں جو برساتی کیڑوں کی طرح خاص موسم میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

ان سب سے اول سید امیر علی شاہ صاحب مشہور و معروف ملہم تھے۔ اور وہ روزانہ بے شمار الہام و کشوف اور دربار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سنایا کرتے تھے اندازاً گو میری عمر تھوڑی تھی لیکن مجھے سن کر خوشی کبھی نہیں میسر آئی۔ بلکہ ایک گونہ نفرت ہوتی تھی۔ جس شخص نے حقیقی مامور کو اور اسکی شان و شوکت اور اس کے ساتھ الٰہی نصرت اور جلال دیکھا ہو اور یہ بات دیکھی ہو کہ دنیا کھنچے اس کی طرف۔ باوجود سخت مخالفت اور رکاوٹ کے کھچی چلی آتی ہے۔ ایسے تو ان مدعیان سے

محض خدا کے فضل سے کوئی ٹھوکر نہیں لگ سکتی۔ نہ اسے کوئی فتنہ و ابتلا پیش آسکتا ہے۔ مگر آہ! خطرہ ہے تو ان کے ایمان کا اور فتنہ عظیم ہے تو ان کے لئے جنہوں نے حقیقی مامور کی شکل نہیں دیکھی۔ وہ نصرت الٰہی وہ جلال پُر رعب و پُر ہیبت جلال کے شامل حال ہوتا ہے۔ مشاہدہ نہیں کیا ہوگا۔ گو حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔

یہ بات قاعدہ کلیہ کے طور پر یاد رکھئے کہ جس کسی نے نبی۔ رسول یا مامور بننا ہوتا ہے اسے ابتدا سے ہی خداوند کریم ہر پہلو میں خارق عادت جوہر عطا فرماتا ہے۔ جو اوروں سے اسے متمیز کرتا ہے۔ خدا ان سے کوئی نہ کوئی بڑا کام لیتا ہے۔ اور ان سے عبادت الٰہی میں بڑا مرزد ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایسے منصب پر مامور کئے جاتے ہیں اور یہ سب کچھ اذن الٰہی سے ہوتا ہے۔ نہ کہ اپنی مرضی سے مگر آپ لوگ خدا کے ان مدعیان نبوت و رسالت اور ماموریت سے ذرا گذشتہ زندگی کے حالات تو دریافت فرمایئے۔ بلکہ از کم انہی سے پوچھئے جن کے وہ ہم جلیس رہے ہیں کہ نماز پنجگانہ کی ادائگی بھی ان کے لئے محال ہے۔ الغرض وہ حالات اور دعوے ماموریت ملکر شرم آئیگی

اور کہنا پڑے گا کہ اس دعوے میں سخت گستاخی ہے سخت بے پروائی ہے۔ اور ان پاک الفاظ کی ہتک کرنا ہے۔ کیا ناواقف لوگ یہ اندازہ لگانے پر مجبور نہ ہوں گے کہ پہلے جس قدر نبی رسول اور مامور ہوئے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہوں گے۔ کہ دنیا کے جھگڑوں میں منہمک ایک وقت خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور دنیا میں نبی اور رسول وغیرہ کے دعوی کا ڈھونگ رچا دیا۔

یہ بات بھی یاد رکھئے کہ صادق کا فرض اولین ہے کہ وہ اپنے سے تمام پہلے صادقوں کی تصدیق کرتا ہے۔ مگر جو سب کو چور ڈاکو کہے وہ جان لو کس قسم کا انسان ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض وقت تو حدیث النفس کے طور پر بناوٹ دماغ کی وجہ سے شیطانی خواب کرتا ہے۔ اور اسی قسم کے خواب آجاتی ہیں جن میں یہ لوگ اپنے آپ کو بہت بڑا دیکھتے ہیں۔ اور بعض وقت نیک انسانوں میں بیٹھنے اور ان کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے اچھی خوابیں آجاتی ہیں۔ جن پر بے جا فخر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ہیچ ما دیگرے نیست سمجھ لیتے ہیں ہر دو صورت میں بدبختی سر پر سوار ہو جاتی اور تباہ کرتی ہے۔

یہ بھی قاعدہ کی بات ہے کہ صادق لوگوں کی جماعت پر ہر بڑے بڑے ابتلا اور آزمائش آتی ہے۔ اور زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس میں صادق۔ کاذب۔ مومن۔ منافق کی آزمائش ہو جاتی ہے۔ اور کھوٹے کھرے پہچانے جاتے ہیں۔ جماعت احمدیہ پر بھی اسکی سنت قدیمہ کے مطابق کئی قسم کے زلزلے آئے اور گذر گئے یہ فتنہ اپنی نوعیت میں نرالا ہے۔ اور عظیم ہے۔ کہ ایک شخص جو عمر میں ابھی بالکل کچا ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے اس کی اٹھان ہوئی اور بلوغت کے کئی سال ہم میں گذارے۔ ساری حقیقت ہم پر آشکارا ہے ان بزرگوں کی کفش برداری کو فخر سمجھتا تھا آج انہی میں ہزار کیڑے نکالتا ہے۔ تا صادق مامور کی بنی بنائی جماعت پارہ پارہ ہو جائے۔ افتراق بین المسلمین ہو اور بندگان خدا فتنہ میں پڑ کر تباہ ہو جائیں۔ سو ایسے لوگوں سے بچنا چاہئے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایسے ابتلاؤں سے بچا کر صراط مستقیم پر ثابت رکھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام صلح

مورخہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۴۹ ہجری

پادری ایس ایم پال کی تفسیر پر ایک نظر

(۳)

نہ جانے کیوں اور نہ جانے کسطرح کانپور کے مدرسہ الٰہیات والوں نے ملاں سلطان افغان کی صداء "ھل من مزید" سے تنگ آکر انہیں اپنے مدرسہ سے علیحدہ کر دیا۔ وہ دن جائے اور یہ دن آئے آپ نہ صرف مدرسہ الٰہیات والوں کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے دین وایمان سے ایسا ہی بیر رکھتے ہیں جیسا کہ پال اول کو جناب مسیح سے تھا بمسلمانوں کی۔ قرآن کی اور اسلام کی کوئی بات ہو آپ اس پر جھنجھلا کر یوں گرتے ہیں جیسے ظلمت کے فرزند روشنی پر اور حواریان مسیح روٹی پر۔ بدحواسی کے اس مظاہرے میں انہیں اتنا بھی نہیں سوجھتا کہ کالج یافتہ پادری کے علم وعقل پر مدرسہ کے مبتدی کیسی کیسی پھبتیاں اڑائیں گے۔ قرآن کریم کے اعجاز پر حملہ کرتے ہوئے آپ نے اتقان سے کئی ایک حوالجات نقل کر مارے مگر پیچھے مڑکر یہ نہ دیکھا کہ یہ حوالجات میں کس مقصد کے لئے نقل کر رہا ہوں۔ ان میں سے کسی ایک حوالے میں بھی اس امر کا شائبہ تک موجود نہیں کہ قرآن پاک فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے بے نظیر نہیں۔ ہاں یہ جدا بات ہے کہ کسی اہل علم کی رائے میں قرآن کریم نہ صرف فصاحت وبلاغت میں بلکہ امور غیبیہ اور اعلےٰ تعلیمات کے اعتبار سے بھی بے مثل ہے۔

پادری صاحب کے فن تنقید کی گہرائی سے ہم خوب واقف ہیں لیکن اس خیال سے کہ وہ اگرچہ خود کوئی عقل کی بات نہ کہہ سکتے ہوں مگر کسی علمی بات کو نقل تو کر سکتے ہیں۔ ہم نے ان کے نقل کردہ حوالجات کو ایک ایک کر کے دیکھا تو اس امر کو بڑی سختی کے ساتھ محسوس کیا کہ نقل میں بھی عقل کی ضرورت ہے۔ غور کیجئے اتقان کے حوالجات کے علاوہ جو گزشتہ نمبر میں نقل ہو چکے ہیں آپ نے ایک حوالہ کسی معتزلہ ابوموسیٰ مزدار کا پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے ان الناس قادرون علیٰ مثل القرآن فصاحۃ ونظماً وبلاغۃ۔ پادری صاحب نے اس حوالے کے نقل کرنے میں دجل سے کام لیا ہے۔ علامہ شہرستانی نے اپنی تالیف ملل والنحل میں جہاں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کیا ہے وہاں معتزلہ کے بیان میں یہ بھی لکھا ہے قولہ فی اعجاز القرآن انہ من حیث الاخبار عن الامور الماضیۃ والآتیۃ ومن جہۃ صرف الدواعی عن المعارضۃ ومنع العرب عن الاہتمام به جبراً وتعجیزاً حتے لو خلاھم لکانوا قادرین علیٰ ان یاتو بسورۃ من مثلہ بلاغۃ وفصاحۃ ونظماً۔ ملاں سلطان بیچارے نے تو دھرم بھکشو کی کتاب "کلام الرحمٰن دیدیا قرآن" سے حوالہ نقل کر کے آریہ مہاشہ کی نقل اتاری ہے۔ شہرستانی کی کتاب ملل والنحل کی شاید اس نے ابھی تک شکل بھی نہیں دیکھی۔ کیونکہ یہ حوالہ براہ راست ملل والنحل سے ہرگز نقل نہیں کیا گیا ورنہ اس قدر غلط حوالہ کوئی شخص نقل نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ علم وعقل سے بالکل کورا یا جاہل مطلق نہ ہو۔ قائل کا مطلب بالکل صاف ہے کہ قرآن کی مثل لانے سے اہل عرب قطعاً قاصر ہے فرق صرف یہ ہے کہ جمہور علما کے نزدیک فصحائے عرب میں قدرت تھی اور باوجود قدرت کے وہ عاجز رہے۔ لیکن جو قول اوپر نقل ہوا ہے اس کے قائل کا مطلب یہ ہے کہ نہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے مقابلہ کی قدرت ہی سلب کر لی تھی بادنیٰ غور یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ کسی کے بھید لینے کا یہ ایک چھوٹا سا کرشمہ ہے۔ قائل کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ فصاحت وبلاغت کو اپنے محدود معنوں میں لیتا ہے۔ یعنی عبارت کا محض مسجع یا مقفیٰ ہونا۔ لیکن اگر فصاحت وبلاغت کے مفہوم میں لوگوں کے قلوب کو مسخر کر کے ان کے اندر انقلاب پیدا کرنا بھی آجاتا ہے تو اس قسم کا کوئی کلام آج تک کسی عرب شاعر ہی کا قرآن مجید کے بالمقابل نہیں آیا بلکہ الہامی کتابوں میں سے بھی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ لفظ قرآن کے زیر عنوان انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے فاضل مضمون نگار نے صاف لکھا ہے

most successful of all the prophets & religious personalities

محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) دنیا کے تمام انبیاء اور مذہبی شخصیتوں میں کامیاب ترین انسان تھا۔ اس کتاب کے فاضل مسیحی عالم نے جناب مسیح اور حضرت موسےٰ علیہم السلام کی نسبتاً یہ الفاظ کیوں نہ لکھدیئے بات دراصل یہ ہے کہ قرآن کریم کا اثر نہ صرف عربی داں دنیا تک محدود ہے بلکہ یورپ اور جرمنی کے بڑے بڑے فلاسفر بھی اس سے مسحور ہیں۔ پروفیسر گبٹی۔ راڈویل بلکہ میور جیسے اشد معاندین اسلام بھی اس کے اثر سے متاثر ہیں۔ حال ہی میں مشہور فلاسفر برناڈشا نے تعلیمات قرآنی کو ہی مستقبل کا مذہب قرار دیا ہے۔ پادری پال اور ان جیسے اور مسلمانوں سے زخم خوردہ پادری اپنے بغض و حسد سے اسلام کے اعجازی تصرفات کا مقابلہ کرتے رہیں لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ اللہ تعالےٰ اس کی قبولیت کو دنیا کے فلاسفروں اور عقلا سے منوائے گا۔ اگرچہ مشرکین اس کو ناپسند ہی کریں۔

(باقی دارد)

گورنمنٹ توجہ دے

میکنیکل ڈیپارٹمنٹ میں ہندوگردی

پنجاب میکنیکل انجینئرنگ کے شعبہ میں بائیلر انسپکٹر کا عہدہ ہمیشہ سے مسلمانوں کی قابلیت کے باوجود ہندوؤں کے قبضہ میں منتقل ہوتا چلا آیا ہے چنانچہ

۱۔ پہلے چیف انسپکٹر صاحب سردار اندر سنگھ صاحب ہیں

۲۔ دوسرے انسپکٹر صاحب سردار آسا سنگھ صاحب ہیں

۳۔ تیسرے انسپکٹر مسٹر سنت رام صاحب ہیں

۴۔ چوتھے انسپکٹر مسٹر بشمبر داس صاحب آنجہانی ہیں

چونکہ لالہ بشمبر داس صاحب جن کے مرنے پر سب مسلمان اور ہندو صاحبان خاصکر مسلمانوں کو زیادہ رنج ہوا ہے بہت ہی لایق آدمی تھے ان کی آسامی خالی ہے چونکہ آگے تینوں آسامیاں سکھ اور ہندو صاحبان کے پاس ہیں یہ چوتھی آسامی ضروری مسلمان کو چاہئے۔ حالانکہ گورنمنٹ نے حکم دیا تھا جس وقت کہ سردار آسا سنگھ کی آسامی خالی تھی کہ جو مسلمان اس سال پاس

اس کو یہ جگہ دی جائے گی۔ مگر سردار اندر سنگھ چیف انسپکٹر صاحب کی مہربانی سے مسٹر عبدالحق جو مستحق تھا اس امتحان میں فیل کیا گیا۔ اور آسامی سردار آسا سنگھ کو مل گئی۔ چونکہ اب بھی پھر اسی طرح کا دور چل رہا ہے اور اس قدر زیادہ لیاقتی سارٹیفکیٹ طلب کئے گئے ہیں جس میں مسلمان کئی ایک ہیں جو حق دار ہیں مگر عمر کا لحاظ رکھا گیا ہے یعنی ہر پہلو سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے جو مسلمان تو عمر فسٹ کلاس انجینئر پاس شدہ ہیں ان سے کالج کا سارٹیفکیٹ طلب کرنے کی خواہش کی گئی ہے کہ گریجویٹ ہوں تاکہ یہ آسامی کسی طرح بھی مسلمانوں کے ہاتھ نہ آئے۔ اور حکومت کو ظاہر کیا جائے کہ مسلمان اس قابل نہیں کہ ان کو جگہ دی جائے۔ کیا پہلے انسپکٹر صاحبان کے پاس یہ ڈگریاں ہیں؟ جس وقت وہ ملازمت میں لئے گئے تھے اس وقت صرف عمر کا لحاظ تھا اگر نہ تھیں تو اب کیوں طلب کی جاتی ہیں۔ صرف بائیلر انسپکٹر کی آسامی کے لئے I کلاس پنجاب بائیلر میکینکل انجینئر کمیٹی ہونا چاہئے۔ اور پریکٹیکل آدمی اس کام کے لئے زیادہ موزوں ہو سکتا ہے۔ البتہ عمر کا لحاظ ضرور ہونا چاہئے۔ دیگر یہ آسامی کی درخواستیں، صرف مسلمانوں ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ اس آسامی کی درخواستیں ہندو اور سکھ صاحبان کی ہرگز نہیں ہونی چاہئیں۔ کیونکہ پہلے ہی ایک ہندو اور دو سکھ موجود ہیں۔ کیا پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی اب بھی نہیں اس لئے صرف مسلمانوں کی درخواستوں سے جو مسلمان مطابق عمر کے لحاظ سے پریکٹس کے لحاظ سے پنجاب بائیلر ایکٹ کے فسٹ کلاس میکینکل انجینئر کمیٹی پاس شدہ ہوں ان کی درخواستیں لیکر ان میں سے ایک رکھنا چاہئے۔ غیر قوم کی درخواست منظور نہ ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ عرصہ دو سال کا ٹرائیل کے لئے دیا گیا ہے کہ دو سال کے بعد پرمانٹ کیا جائے گا یہ عرصہ بھی زیادہ ہے۔ صرف زیادہ سے زیادہ عرصہ تین ماہ ہونا چاہئے۔ تین ماہ کی ٹرائیل کے بعد پرمانٹ کیا جائے۔

کیا گورنمنٹ اس طرف توجہ دیگی اس بات کا فیصلہ جلد ہونا چاہئے۔ کئی مسلمانوں نے درخواستیں اس لئے نہیں دیں کہ ہماری حق تلفی دیدہ دانستہ ہو رہی ہے۔ لالہ بشمبر داس کے مرنے کو آج چھ ماہ گذر چکے ہیں پہلے کیوں نہ انسپکٹر کی ضرورت پڑی چونکہ اس وقت ملک فیروز خان نون تھے اس لئے معاملہ کو رہنے دیا گیا۔ اب نارنگ گوکل چند صاحب ہیں اس لئے اس معاملہ کو جلدی شروع کیا گیا ہے۔

رازِ ترقی

(۱)

(از جناب ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب)

دنیا اس وقت ہیجان میں ہے ۔ ہر قوم اپنی اپنی ترقی کی فکر میں ہے اس کشمکش میں مسلمان بھی باوجود اپنی نکبت اور ادبار کے محسوس کرتا ہے کہ اس کی قوم ترقی کرے ۔ لیکن یہ ایک قانون خداوندی ہے کہ محض دل کی خواہش خواہ وہ کتنی ہی سچی ہو کبھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتی جب تک کہ خدا تعالیٰ کے قانون پر جو اس نے قومی ترقی کے لئے مقرر کئے ہیں کوئی نہ چلے ۔ مسلمانوں کی قوم میں بہت سے اخلاقی و روحانی امراض ہیں اور بعض وقت تو اس حالت کو دیکھ کر مایوسی چھا جاتی ہے ۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑا مرض مسلمانوں میں بااثر لیڈروں کی غیر موجودگی ہے ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان قوم میں کیوں اعلےٰ پایہ کے رہنما پیدا نہیں ہوتے اس کی وجہ یہ نہیں جیسا کہ عام طور پر خیال ہے کہ اس قوم میں ایسے لوگ موجود نہیں جو اعلےٰ پائے کے رہنما بن سکیں ۔ بلکہ قوم میں خود قدر شناسی کا جوہر نہیں رہا ۔ یہ بھی کسی حد تک صحیح ہے کہ گری ہوئی قوم میں چوٹی کے اشخاص بھی بہت بلند پایہ کے نہیں ہوتے ۔ لیکن سوال تو صرف یہ ہے کہ موجودہ حالت میں صورت اصلاح کیا ہو کیونکہ ہر ایک زیرک انسان سمجھتا ہے کہ بغیر اعلےٰ درجہ کے رہنماؤں کے کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی ۔ موجودہ حالت میں مسلمانوں میں اعلےٰ پائے کے رہنما کیونکر پیدا ہوں ؟

تحریکِ سودیشی

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے تحریک سودیشی کی غلط غائی کو سوچیں تو اس سے ہم ایک نہایت مفید نتیجہ پر پہنچ سکتے ۔ سودیشی تحریک کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ اپنے ہی ملک کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کی جائیں ۔ اب ایک شخص اس پر یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ اگر دوسرے ملک کی چیزیں عمدہ اور پائدار ہونے کے علاوہ سستی بھی ہوں تو پھر کیوں ادنےٰ اور مہنگی چیزوں کو خریدا جائے ۔ اس سے تو اعلیٰ چیزوں کی بے قدری کرنا ہے اور یہ صحیح نہیں ۔ ایسے معترض صاحب کو یہ کہا جائے گا کہ ارے بھلے مانس یہ تو آپ کا کہنا بجا ہے کہ غیر ملک کی چیزیں عمدہ اور سستی ہیں ۔ لیکن اگر ہم اپنے ملک کی چیزوں کی قدر کرنا چھوڑ دیں جیسا کہ اب تک یہ ہمارا طریقہ رہا ہے ۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ ملک ترقی نہ کرے گا ۔ اور اپنے ملک کی چیزیں اور بھی زیادہ ناقص ہوتی جائیں گی ۔ اگر اپنے ملک کی چیزوں کو اعلےٰ بنانا ہے تو اس کا یہ طریق ہے کہ ان کی قدر کی جائے ۔ تاکہ زیادہ لوگ ان کے بنانے کی طرف متوجہ ہوں ۔ جب زیادہ بنانے والے ہو جائیں گے تو خودبخود چیزوں کی عمدگی میں ترقی ہوتی جائے گی ۔ اپنی چیزوں کی قدر کرنا ان کی تعریف کرنا اور ان سے محبت رکھنا ہی ایک ایسا گر ہے جس سے ملکی چیزوں کی ترقی ہو سکتی ہے ۔ مسلمانوں میں بہت سے قابل اور رجال ملت اور بزرگ موجود ہیں ۔ جو اپنے دل میں سچا قومی درد اور عشق رکھتے ہیں ۔ اور اپنی اپنی ہمت اور قدر کے موافق قومی خیر خواہی میں کوشاں ہیں ۔ لیکن ہماری قوم کی کچھ ایسی عادت ہو گئی ہے کہ ہم اپنے رہنماؤں اور بزرگوں کی کوششوں اور قربانیوں کی تو قدر مطلقاً نہیں کرتے ۔ البتہ جو جو کسی میں بشری نقائص ہیں ان کو مبالغہ آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں ۔ اور ہر وقت ان کے تذکرہ میں ایک دلچسپی محسوس کرتے ہیں ۔ اب یہ جائے غور ہے کہ اگر کسی قوم کی یہ حالت ہو کہ جو جو لوگ اس میں سچے جوش اور تڑپ سے کام کرنے والے ہوں قوم ان کے اس جوش اور تڑپ کی تو قدر بالکل نہ کرے البتہ ان کے نقص کو رات دن اپنا ورد بنا لے ۔ تو ایسی قوم میں کیونکر اعلےٰ درجے کے لوگ پیدا ہوں گے ۔ کیونکر کسی کو یہ ہمت ہو گی کہ وہ اپنی قربانیوں اور جاں نثاریوں کو قوم کی راہ میں لگائے حالانکہ اس کو نظر آرہا ہو کہ قوم قربانیوں کی تو پروا نہیں کرتی البتہ ادنیٰ ادنیٰ کمزوریوں پر اس طرح گرفت کرتی ہے ۔ اب کیا قومیں اس طرح بنا کرتی ہیں اور اعلےٰ پائے کے رہنما پیدا ہونے کی یہی صورت ہے ؟

جماعت احمدیہ اور اس کے کام

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری جماعت احمدیہ لاہور نے ایسے ایسے اسلام کے اصولوں کو زندہ کیا ہے جو اس مردہ قوم میں بھی زندگی پیدا کرنے کے لئے کافی ہیں ۔ اتحاد قومی کے لئے تکفیری لعنت کو اٹھانا ایک ایسا فعل ہے کہ گو آج اسے کوئی محسوس کرے یا نہ کرے لیکن آئندہ تاریخ اس بات کو سنہری حرفوں میں لکھے گی کہ ایسی تاریکی اور پراگندگی کے وقت میں ایک جماعت نے اتحاد کے سب سے بڑے ستون کو قائم کیا ۔ مسلمان ایک مذہبی قوم ہے اور جب تک اسے کوئی بات اس کے مذہب سے نظر نہ آئے وہ اس کے قلب میں گھر نہیں کر سکتی ۔ اگر جماعت احمدیہ لاہور مسلمانوں کی رہنمائی مذہب کی رو سے اس بات کی طرف نہ کرتی کہ ہر کلمہ گو اخوت اسلامی میں منسلک ہو تو کیونکر مسلمانوں کے دلوں میں اپنے بھائیوں کی محبت پیدا ہوتی ۔

پیر پرستی

ایک دوسری بڑی لعنت مسلمانوں میں پیر پرستی کی لعنت ہے ہر ایک قسم کی غلامی انسانی ترقی میں حارج ہے ۔ لیکن ذہنی غلامی تمام غلامیوں کی جڑ ہے ۔ ہندوستان کی غلامی کی بھی دراصل وجہ ہندوستانیوں کی ذہنی غلامی ہی ہے ۔ کہ مغربی اقوام کو ذہنی فوقیت دی گئی ۔ اب مسلمان قوم کیونکر کسی میدان میں ترقی کر سکتی ہے جب تک کہ ان کے ذہنی اور اخلاقی قوائے پیروں کی غلامی میں مقید ہیں ۔ پس **اتحاد اسلامی** کے بنیادی پتھر کے رکھنے کے ساتھ جماعت احمدیہ لاہور نے آزادی اور ترقی انسان کی راہیں کھولنے کا اصول قائم کیا ہے ۔ دو ہی راہیں کسی قوم کی ترقی کی ہیں **اتحاد** ۔ اور **آزادی** ۔ جب ان دونوں کو ان کے صحیح صحیح محل پر استعمال کیا جائے ۔ اب غور کرو کہ اراکین جماعت احمدیہ لاہور نے اس تاریکی اور تیرگی کے وقت قومی ترقی کے دو بنیادی ستونوں کو قائم کیا ہے ۔ لیکن جیسا کہ ہر ایک راہ میں اعتدال سے انسان کا قدم لغزش کھا جاتا ہے اسی طرح اگرچہ آزادی کی روح اپنے محل و موقعہ پر کتنی ہی ٹھیک کیوں نہ ہو مگر جب وہ قومی اتحاد کو نقصان پہنچائے تو وہ ایک مذموم فعل ہو جاتا ہے ۔ اس بات کا خطرہ لاحق حال ہے کہ ہماری جماعت کا قدم آزادی کے راستہ پر اس سرعت سے نہ پڑے کہ قومی اتحاد کو پاش پاش کر دے ۔ ہر ایک اعلےٰ جذبہ انسانی ترقی کا باعث ہے بشرطیکہ وہ قومی اتحاد کو نقصان پہنچائے بغیر اعتدال پر استعمال ہو اور جب اس کا استعمال اعتدال سے متجاوز ہو تو وہی جذبہ بجائے ترقی کے بربادی کا ذریعہ بن جاتا ہے ۔ اب آزادی کی روح کا صحیح استعمال تو قومی ترقی کے لئے ہے ۔ لیکن اسی اعلےٰ جذبہ کا بیجا برتنا قومی عمارت کے گرانے کا موجب ہو جاتا ہے ۔ جیسا کہ آئندہ مثال سے واضح ہو گا ۔

نکتہ چینی

سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ آزادی کا استعمال ذاتیات پر نکتہ چینیوں کے لئے کیا جائے اگر آزادی اصولوں کے اختلاف کے لئے ہو تو شاید اتنا نقصان نہ ہو لیکن جب کسی قومی آزادی کا مفہوم یہ سمجھا جائے کہ قوم کے رہنماؤں پر نکتہ چینی کی عادت کا ڈال لینا ہے تو یہ بہت ہی قبیح امر ہے جیسا کہ شروع میں عرض کیا ہے ۔ نہ صرف رہنماؤں کی بیجا نکتہ چینی اعلےٰ درجہ کے لیڈروں کے بننے میں حارج ہے بلکہ اس کا اصل مطلب قوم کی تباہی ہے ۔ جہانتک میں سمجھتا ہوں مسلمانوں کی اس بیجا نکتہ چینی کی وجہ بھی ان کے دلوں میں پیر پرستی کے مرض کا گھر کر لینا ہے ۔ کیونکہ جب ایک لیڈر خود اس بات کو مانتا ہے کہ وہ کامل نہیں ۔ اس میں کمزوریاں اور نقائص ہیں تو پھر اس کی خدمات اور قربانیوں کو نہ دیکھنا بلکہ اس کی کمزوریوں کو دیکھ کر پیچھے ہٹ جانا سوائے اس کے کچھ معنے نہیں رکھتا کہ ایسے لوگ اپنے سامنے ایک کامل نمونہ کے سوا حرکت نہیں کر سکتے ۔ اور اگر کسی کی نسبت یہ ان کا غلط یقین ہو جائے کہ وہ نقائص سے خالی ہے ۔ خواہ دراصل وہ نقائص کا مجموعہ ہی ہو یعنی کوئی پیر بن جائے تب تو وہ اس کی بات پر اور اس کے حکم کے ماتحت سب کچھ کر جائیں گے ۔ لیکن اگر کوئی ہمدرد اسلام کمال کے دعوے سے دستبردار ہوتے ہوئے ان سے کوئی کام لینا چاہے تو وہ اس کے ساتھ مل کر ایک نیک کام میں ممد و معاون نہیں ہو سکتے ۔ اگر اس کے معنے پیر پرستی نہیں تو اور کیا ہیں ۔ **وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ** ۔

ہمکو یہ جوش اور خواہش نہیں کہ اگر ہمارے رہنماؤں میں کوئی نقائص ہیں تو ہم ان سے بڑھ جائیں ۔ ہم میں یہ ولولہ اور امنگیں تو نہیں کہ کسی فرد کی کمزوری ہمکو اس سے زیادہ بڑے مقام پر پہنچنے کا سبق دے ۔ ہم میں یہ ہمت اور عزم نہیں کہ اگر ہمارے کسی بزرگ میں کوئی خامی ہے تو ہم اپنی خدمت اپنے ایثار اپنے انہماک اور اپنے اخلاص سے بڑھنے کی کوشش کریں ۔ کیونکہ ہمارے ذہن اس کا تصور ہی نہیں کر سکتے کہ ہم کسی بزرگ سے بھی بڑھ کر خدمت دین و قوم کر سکتے ہیں ۔ یعنی ہم اپنے آپ کو ناکارہ اور ہیچ سمجھتے ہیں ۔ البتہ یہ خواہش دل میں ضرور ہے کہ فلاں میں یہ نقص کیوں ہے اس وجہ سے ہم اس کے ساتھ کسی نیک کام میں اس کی مدد نہیں کر سکتے دوسرے لفظوں میں ہم کام سے جی چرانے اور اپنی پست ہمتی کا ثبوت دیتے ہیں ۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہم بجائے باتیں بنانے کے سچے اور مخلص رہنماؤں کے ماتحت کام نہیں کرتے البتہ اگر ہم ان سے زیادہ طاقت و قدرت اور اخلاص و ایثار رکھتے ہیں تو اس کا ثبوت دیں اور ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں ۔ لیکن کوشش اور عزم ، ہمت اور طاقت تو بہرحال ہمیں نیک راہوں اور اسلامی خدمتوں میں وقف کرنی چاہئیں ۔

گورمکھی "اسلام پرشنوتر"

یعنے

اصول اسلام بطور سوال وجواب

یہ ۴۲ صفحہ کا گورمکھی رسالہ اصول اسلام کی نہایت عمدگی سے وضاحت کرتا ہے عورتوں بچوں اور پنجابی جاننے والے لوگوں کے لئے ٹھیٹھ پنجابی زبان میں بحروف گورمکھی چھپوایا گیا ہے سکھ دوستوں میں مفت تقسیم کے لئے نہایت مفید رسالہ ہے قیمت ایک آنہ چھ پائی ۔ ایک روپیہ کے بیس پانچ روپے کے سو عدد ۔ درخواستیں بنام منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں ۔

ہمارا مذہب ہمیں کیوں پیارا ہے

جسے مولانا غلام ربانی صاحب نے آریہ سماج راولپنڈی کی تو ہینی کانفرنس میں پڑھا

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

ہمارا مذہب ہمیں کیوں پیارا ہے۔ یہ ایک سوال ہے جو اس موقعہ پر مختلف مذاہب کے نمائندوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے جس کا ان کو جواب دینا ہے۔ یوں تو مثل مشہور ہے کہ "کس نگوید کہ دوغ من ترش است۔ کوئی شخص اپنی چھاچھ کو کھٹا نہیں کہتا۔ اس لئے ہر ایک مذہب کا نمائندہ یہی دعوے پیش کریگا کہ میرا مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے کہ اس میں فلاں فلاں خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ بلاشبہ بات بھی سچ ہے کہ کوئی شخص اپنے مذہب کو خوبیوں سے خالی نہیں سمجھتا۔ ایسی صورت میں طریق فیصلہ کیا ہونا چاہئے اس سوال کا جواب دینے کے لئے دو ہی طریق ہوسکتے ہیں۔ کہ یا تو ہم خود ہی وکیل بن کر اپنے دماغ سے جواب تلاش کریں۔ اور دلائل دیں اور یا ہم اپنی الہامی کتاب سے دریافت کریں۔ کہ جس مذہب کو ہم نے پسند کیا ہے اس کی حامل کتاب بھی ہماری کچھ رہنمائی کرتی ہے یا نہیں ہر معقول پسند کے نزدیک پسندیدہ امر تو یہی ہے کہ خود مذہبی کتاب ہی اس امر میں ہماری رہنمائی کرے۔ اور بتائے کہ وہ اپنی سچائی کے دلائل کیا دیتی ہے۔ کیونکہ بصورت دوم تو غلطی کے لگ جانے کا احتمال ہے بلکہ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ ہم اپنے انتخاب میں غلطی کر جائیں۔ لیکن ہمارا خدا یا الہامی کتاب تو غلطی نہیں کرسکتی۔ ایک بچہ آگ کی چنگاری کی چمک دیکھ کر خوش ہوتا اور اسے پسند کرتا ہے۔ یا سانپ کے حسن ظاہری کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوجاتا ہے اور اسے پکڑنے کی رغبت ظاہر کرتا ہے مگر اس کے انجام کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور نہ یہ معلوم کرسکتا ہے کہ کونسی چیز مفید اور کونسی نقصان دہ ہے۔ ان امور میں عقلمند والدین اس کی رہنمائی کرتے ہیں اسی طرح جسم اور روحانی سلسلہ کے بقا اور اس کے قیام اور اس کی پرورش کا حال ہے اور ہمارا خالق و مالک خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کونسا مذہب یا کوڈ آف لائف ہمارے لئے بہتر ہوگا۔ پس اسی کا یہ فرض ہے کہ وہ ہمیں بتادے کہ ہماری ترقی کے لئے کس تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور کون کونسی چیز پسندیدہ ہے۔ مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ نہیں ہونا چاہئے۔ پس وہ خدا جو کہ ہمارے والدین سے بڑھ کر ہمارے ساتھ محبت اور ہمدردی رکھتا ہے۔ اور ہمارے والدین سے بڑھ کر علیم و حکیم ہے۔ اس نے ہمکو اپنی مقدس کتاب میں جس کا نام قرآن مجید ہے یہ بتایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج کے دن ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔ اور تم پر اتمام نعمت بھی پوری کردی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو پیارا بنایا ہے اس آیہ شریفہ کے اندر اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس مذہب کی ابتداء انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ شروع ہوئی۔ اور جو بھی مختلف زمانوں میں نبی رسول اور رشی منی تشریف لاتے رہے وہ اسی مذہب اسلام کی معماری کا کام کرتے رہے۔ حتے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسلام کی اس عمارت کے آخری معمار تھے۔ جن کے ہاتھوں اس مذہب کی عمارت مکمل ہوگئی۔ تو اس پسندیدہ محل کا نام بھی تجویز ہوگیا۔ یعنی اس قصر امنیت کا نام اسلام ہے۔ پس اس لئے ہمارے نزدیک ہمیں اپنا مذہب حسب ذیل وجوہ و دلائل کی بنا پر پیارا ہے:۔

اوّل

ہمیں مذہب اسلام اس لئے پیارا ہے کہ ہمارا خدا ہم کو اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے کہ تمہارا مذہب اسلام تمہارے لئے پیارا بنایا گیا ہے۔

دوم

ہمیں مذہب اسلام اس لئے پسند ہے کہ اس میں ہمکو مکمل کوڈ آف لائف دی گئی ہے اس میں معاشرت اور تمدن کی تمام گوناگوں پیچیدگیوں کا حل موجود ہے۔ تمام ضروریات زندگی کے مشکل معاملات میں ہمارا وہ مشکل کشا اور تمام قوائے انسانی کی شاخوں کے لئے ہمارا رہنما ہے۔ یہ نہیں کہ وہ صرف جپ اور تپ کی ہمیں تلقین کرتا ہے۔ یا لنگوٹ بند ہوکر جنگلوں میں بیٹھکر صرف تپسیہ کی ہدایت کرتا ہو یا برہم چاری رہنے پر زور دیتا ہے۔ یا صرف حلم اور نرمی کے پہلو پر زور دیکر جرأت، مقابلہ، غیرت، مردانگی، قصاص وغیرہ وغیرہ دیگر جذبات کو جائز موقع پر بھی استعمال کرنے سے روکتا ہے یا یہ حکم دیتا ہے کہ ظالم کا مقابلہ نہ کر۔ بلکہ ہمارا مذہب تو وہ ہے جو ان تمام قویٰ کی پورے طور پر آبیاری کرتا اور ان میں پورے طور پر توازن ولغزش کو مدنظر رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ ہم مدنی الطبع پیدا کئے گئے ہیں۔ دنیا میں رہنا ہے تارک الدنیا ہونا ناممکن اور خلاف منشائے الٰہی ہے۔ اسلام نے سوسائٹی کو آسودہ اور پرامن بنانے کے لئے جس قدر قواعد وضوابط کی ضرورت تھی وہ بالتفصیل قرآن شریف نے ایک ایک کر کے پیش کردیئے۔ خواہ چھوٹی سے چھوٹی سوسائٹی ہو یا بڑی سے بڑی سلطنت۔ دونوں کے قیام اور بقا کے لئے تمام ضروری قوانین قرآن کریم میں موجود ہیں۔ سیاست جمہوریت۔ دیوانی۔ فوجی۔ مجلسی۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ لین دین کے معاملات، جائدادوں کی تقسیم۔ غرضیکہ کوئی مشکل نہیں جس کی قرآن نے گرہ کشائی نہ کی ہو۔ اب ہمیں دیگر اقوام کی طرح آئے دن قوانین ساز مجلسوں کے بنانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح یہ سوال کہ شادی کس سے کی جائے۔ کونسے رشتوں میں شادی کی ممانعت ہے۔ میاں بیوی میں مناقشات ہوجائیں تو کونسی صورت اختیار کی جائے کن حالات میں طلاق جائز ہوسکتی ہے۔ احکام نکاح بیوگان۔ عورتوں کو ورثہ میں حصہ دار بنانا۔ یہ تمام امور شرح و بسط کے ساتھ قرآن مجید نے ہمارے لئے کھول کر بیان کر دیئے ہیں۔ اگر الیوم اکملت لکم دینکم دعویٰ تھا تو امور مذکورہ بالا جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں اس دعوے کا زبردست ثبوت ہیں۔

سوم

ہمیں مذہب اسلام اس لئے پیارا ہے کہ اس میں سوسائٹی کے لئے پرامن تعلیم موجود ہے۔ جس پر چل کر انسان اپنے دیگر ہمجنسوں کے لئے راحت کا باعث ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر فرمایا کہ اپنے عہد کی پابندی کرو واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا (بنی اسرائیل) فرمایا شہادت کو مت چھپاؤ خواہ تمہارے قریبی رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہو۔ ولاتکتموا الشھادۃ ولو علیٰ انفسکم۔ حاکموں کو ہدایت ہوتی ہے کہ انصاف سے فیصلہ کریں اور اپنے اور پرائے میں تمیز نہ ہو۔ تکبر اور نخوت کو ترک کردو۔ بدظنی اور چغلی سے پرہیز کرو۔ ماں باپ کی عزت، عزیز و اقارب یتامیٰ مساکین، اپنے ہمسائے، دوسری قوموں کے ہمسائے، ہمسفر۔ ملازموں اور جنگی قیدیوں کے ساتھ مراعات پر زور دیا۔ دختر کشی، انسانی قربانی سے منع فرمایا۔ مذہبی رواداری پر کھول کر بیان کردیا۔ افانت تکرہ الناس حتے یکونوا مومنین۔ نیک کام میں ہر ایک سے تعاون کی نصیحت کی وغیرہ

اس کے علاوہ مذہب اسلام ہمیں اس لئے بھی پیارا ہے کہ جو باتیں جو قرآن نے بیان کردی ہیں وہ سب ہمارے احاطہ عمل کے اندر اور قابل عمل ہیں۔ اور ان تمام امور میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود عمل کر کے دکھادیا۔ آپ کا اسوۂ حسنہ آج تک ہمارے پاس محفوظ ہے۔

چہارم

ہمیں اپنا مذہب اس لئے پسند ہے۔ کہ اس میں مساوات اور برابری کی تعلیم موجود ہے۔ ہر ایک قسم کی ملکی قومی اور ذات پات کی تمیز کو مٹا دیا گیا ہے۔ شاہ و گدا میں کوئی امتیاز نہیں۔ بڑائی کا معیار صرف نیکی قرار دیا۔ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ غریبوں کو تعلیم دی کہ تم اپنے قوت بازو اور سعی سے روزی حاصل کرو اور امیروں کو زکوٰۃ، صدقہ، خیرات کی ہدایت کی۔ تاکہ امیروں کے اس فالتو مال سے غریبوں کے اندر خون پیدا ہو۔ اور دونوں برابر ہوجائیں۔ اشتراکیت اور ملوکیت کے جھگڑوں کو رفع کرنے کے لئے ایسی آسان راہ بتائی جو سہل اور ممکن العمل تھی۔ اور کھول کر بتا دیا کہ یہ مذہب دنیاوی ترقی کے لئے ہرگز سد راہ نہیں۔ بلکہ اس دنیا میں بھی کامیاب اور بعد الموت بھی اس پر عمل کرنے والا بامراد ہوگا۔

پنجم

ہمیں مذہب اسلام اس لئے پیارا ہے کہ اس کی تعلیم خالص ہے۔ یہ انسانی ہاتھ کی دستبرد سے محفوظ چلا آتا ہے۔ نہ اس میں کمی ہوئی نہ بیشی۔ آج بھی ویسا ہی موجود ہے جیسا کہ حضرت نبی کریمؐ کے وقت میں تھا۔ دنیا میں ہزاروں حوادث آئے۔ بڑی بڑی قیمتی چیزیں اور الہامی کتابیں یا تو سرے سے مفقود ہوگئیں۔ یا ان کی شکل بگڑ کر کچھ کی کچھ ہوگئی۔ لیکن اگر کوئی چیز محفوظ رہی تو وہ ہمارا مقدس قرآن مجید ہی ہے۔ تیرہ چودہ برس کا عرصہ کچھ تھوڑا عرصہ نہیں۔ جب یہ دنیا میں ظہور پذیر ہوا اور آج تک ویسا ہی موجود ہے۔ یہ ایک زبردست شہادت ہے اس کی صداقت پر۔ اسی کے اندر یہ دعویٰ موجود ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ہی اس قرآن کو بھیجا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی کریں گے۔ یہی ایک کتاب ہے جس کے ہزارہا حافظ موجود ہیں۔ جنھیں قرآن کریم سارے کا سارا زبانی یاد ہے۔ اور انہوں نے اس کو سینوں میں محفوظ کر رکھا ہے۔

ششم

یہ مذہب ہمکو اس لئے محبوب ہے کہ یہ سمجھنے میں بالکل سہل اور آسان ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر۔ فرمایا قرآن ہم نے پڑھنے والوں کے لئے آسان کر دیا ہے۔ اور یہ ایسی زبان میں اترا ہے جو آج تک زندہ زبان ہے۔ دنیا میں کئی زبانیں مردہ ہوچکی ہیں۔ اگر زبان مرجائے تو اس کی تعلیم کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ خواہ ہزار کوشش کی جائے۔ کیونکہ اب مردہ زبان کو سمجھنے والا دنیا میں کوئی نہیں رہا۔ ہاں قرآن مجید کی تعلیم عام فہم ہے ہر ایک زبان میں اس کے تراجم موجود ہیں

ہفتم

ہمارا مذہب ہمیں اس لئے محبوب ہے کہ اس کی تعلیم عین عقل کے مطابق ہے۔ وہ بات منواتا ہے عقل سے اپیل کر کے منواتا ہے۔ اور بار بار فرمایا افلا یعقلون، افلا یتدبرون، افلا تعقلون۔ اور اپنے مخالفوں کو بھی اپنی دعاتیت کی تعلیم منوانے کے لئے کہا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو دلیل لاؤ۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ ہمارا مذہب ہمکو اس لئے بھی پیارا ہے کہ ہمارا قرآن دنیا کی تمام صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ اس

اجمال کی تفصیل مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ اس میں وہ تمام صداقتیں موجود ہیں جو قبل از اسلام سابقہ نبی، رسول، رشی اور منی دنیا میں لائے تھے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ فرمایا کہ سب خدا کی طرف سے آئے۔ قابل عزت اور قابل تعظیم ہیں ان میں فرق نکرو اور خدا کی طرف سے جو حق اور حکمت لائے وہ حسب ضرورت زمانہ تھی ان کی کتابیں نور سے پُر تھیں صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔ کہکر بتا دیا کہ ان تمام کی کتابوں کا نچوڑ اب قرآن شریف میں موجود ہے اب الگ الگ کتابوں کی پیروی کی ضرورت نہیں۔

ہشتم

ہمارا مذہب ہمیں اس لئے عزیز ہے کہ یہ مذہب دنیا کے مذاہب میں اتحاد و اتفاق کی تعلیم دیتا ہے۔ جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا اور شرائط کو سب سے پہلے اپنے پیرؤں سے منواتا ہے۔ داعی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کمال بے نفسی اس امر میں پائی جاتی ہے کہ آپ نے پہلے تمام گزشتہ نبیوں، رسولوں، رشیوں اور منیوں کی صداقت کا اعلان کیا۔ اور خدا سے وحی پاکر فرمایا ولکل قوم ھاد ہر ایک قوم میں ہادی آئے۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر کوئی قوم نہیں گزری جس میں ڈرانیوالا اور مصلح نہ آیا ہو۔ قرآن تو یہاں تک فرماتا ہے کہ تم مسلمان ہو ہی نہیں سکتے جب تک گزشتہ پیغمبران صادق کے راست باز ہونے کا اقرار نہ کرو۔ اور یہ بات بھی بہی معقول ہے۔ یہ خصوصیت جو اسلام میں پائی جاتی ہے بڑی توجہ کے قابل ہے۔ دنیا میں بہت سے مذاہب پائے جاتے ہیں، بدھ مت۔ عیسائی، ہندو، یہودی۔ زرتشتی، وغیرہ یا جناب کنفیوشس کے ماننے والے، ان سب بزرگوں کے پیرو صرف اپنے اپنے بزرگوں کی عزت اور تعظیم کرتے اور کراتے ہیں بلکہ دوسروں کے بزرگوں کی ہتک پر خوش ہوتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان کے اپنے مذاہب نے کوئی ایسی پابندی ان پر عائد نہیں کی کہ تم سب بانیان مذاہب کی عزت کرو۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے شیدا کو ساری دنیا کا علم ہے وہ تو تمام سچے بانیان مذاہب کی صداقت پر ایمان لاچکا۔ اگر جناب عیسیٰ کی کوئی ہتک کرے تو اسے افسوس ہوتا ہے اگر جناب موسیٰ کی شان میں کوئی بے ادبی کرے تو اسے تکلیف اور درد محسوس ہوتا ہے اگر کرشن جی مہاراج اور رام چندر جی مہاراج ہندؤں کے بزرگوں کی شان کوئی خلاف تہذیب بات منسوب کرے تو اسے دکھ ہوتا ہے۔ اور وہ کوئی ایسی بات سننا گوارا نہیں کرے گا جو ان بزرگوں کی شان کے شایاں نہو۔ برعکس اس کے اگر ان تمام بزرگوں کی مہاکاتی جائے تو یہ خوش ہوتا ہے۔ غور کرکے دیکھ لو۔ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو ہی ایسا ہے جو تمام بانیان مذاہب کی لاج رکھنے والا ہے۔

کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور اہل دنیا پر احسان کرسکتا ہے جو اس امن کے شہزادہ نے کیا۔ آج بھی اگر اہل مذاہب غفلت اور تعصب کے لحافوں سے نکل کر اتحاد و اتفاق کی ضرورت کو محسوس کریں تو قیام امن کے لئے یہی ایک طریق کارگر ہوسکتا ہے۔ اور بس۔ بتاؤ اگر ہم تمہارے بزرگوں کو دل سے بُرا سمجھیں یا ان کی شان کے خلاف کتابیں اور رسالے شایع کریں تو تم ہماری طرف دوستی کے لئے ہاتھ بڑھا سکو گے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح وہ گروہ یا مذہب جو ہمارے مقدس بزرگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نہیں کرسکتا۔ اور آپ کی صداقت کا قائل نہیں۔ یا نئے دن آپ کی توہین میں کتابیں یا رسالے شایع کرکے ہماری دلآزاری کرتا ہے۔ کبھی ہوسکتا ہے کہ مسلمان اس کے ساتھ صلح کرلے۔ وہ تو ہروقت دل سے بیزار رہے گا۔ کیا یہ محسن کشی نہیں کہ وہ بزرگ جس نے تمام دنیا کے بانیان مذاہب کی صداقت کو منوایا اور مصلح ادیان ہوکر دنیا میں آیا اس کو نہ مانا جائے۔

پس اسلام ہمیں اس لئے بھی پیارا ہے کہ صرف اسی نے دنیا کے مذاہب کے سامنے ایک اور رنگ میں بھی اتحاد اور اتفاق کی اپیل کی۔ فرمایا اے لوگو جو دعوے کرتے ہو کہ ہمارے پاس کتاب ہے آؤ ہم ان امور میں جو ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہیں مل جائیں اور ایک پلیٹ فارم پر آجائیں یعنی یہ کہ ایک خدا کی پوجا کریں اور خالص توحید پر ایمان لے آئیں۔ اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھیرائیں۔ نہ ذات میں۔ نہ صفات میں۔ نہ مستحق عبادت ہونے میں اور نہ اس کے افعال میں۔ یعنی تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ کہکر اہل بصیرت کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرلیا۔

نہم

ہمیں اپنا مذہب اس لئے پیارا ہے کہ اس کا کامل پیرو خدا کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔ خدا اس کی دعاؤں کو قبول کرتا اور قبولیت کا جواب دیتا ہے اور اس کے ساتھ مکالمہ، مخاطبہ کرتا ہے۔ اسلام میں ہر زمانہ میں ایسے افراد کا وجود پایا جاتا ہے۔ جنھوں نے برملا شہادت دی کہ خدا کی صفت تکلم اب بھی موجود ہے۔ لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا والی آیت اسی بات کی گواہ ہے۔ سچے مذہب کا سب سے اعلےٰ مقصد انسان کو خدا تعالیٰ سے ملاتا ہے۔ اور یہ غرض اس طرح حاصل نہیں ہوسکتی کہ وہ جسم اختیار کرکے زمین پر ظاہر ہو۔ اور انسانوں سے میل جول رکھے بلکہ وہ غرض اس طرح پوری ہوسکتی ہے کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات اور پست ارادوں سے بکلی پاک ہوکر روحانی طور پر درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہوا خدا تعالیٰ کی طرف بڑھے وہ کامل وجود دنیا پر خدا کا چہرہ ظاہر کرتا ہے وہ خدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسا انسان ہوتا ہے جس کی ذات خدا تعالیٰ کی محبت میں مجسم ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح وہ خدائی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ اور لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ کا کام دیتا ہے۔ جس طرح لوہا آگ میں پڑکر آگ کا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ حالانکہ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے وہ آگ نہیں ہوتا۔ غرض مذہب اسلام کی رو سے نہ خدا انسانی جسم اختیار کرسکتا ہے کیونکہ یہ اس کی شان کے خلاف ہے۔ اور نہ انسان کو قدرت حاصل ہے۔ کہ وہ خدا بن جائے۔ ہاں وہ اس کا مظہر یا خلیفہ ضرور ہوسکتا ہے۔ جس کو یہ حکم ہوتا ہے تخلقوا باخلاق اللہ۔ اے انسان اپنے اخلاق کو خدا کے اخلاق سے پیدا کر۔ یعنی تمہارے اخلاق کا منبع اور ماخذ خدا کے اخلاق ہوں۔ بالفاظ دیگر تم خدا کے اخلاق اور اس کی صفات میں رنگین ہوجاؤ۔ خدا رحیم ہے کریم ہے۔ ستار ہے۔ غفار ہے۔ وہ عزیز ہے حکیم ہے۔ علیم ہے۔ خبیر ہے۔ تو چاہئیے کہ تمہاری ذات میں بھی ان صفات کی جھلک پائی جائے۔ اگرچہ تم خدا نہیں بن سکتے مگر تمہارے اندر اس کا رنگ ضرور ہونا چاہئیے۔ یہی مطلب اس آیۂ شریفہ کا ہے۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ایسے افراد اسلام میں ہزارہا ہر زمانہ میں گزرے ہیں اور یہی وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر ہمیں اپنا مذہب پیارا ہے۔

جن

احباب کے چندے ۱۵ اپریل ۳۸ء میں ختم ہوتے ہیں وہ براہ کرم جلد سے جلد اپنے اپنے سالانہ چندے ارسال فرماکر شکر گزار کریں ورنہ آئندہ ہفتے وی پی روانہ کئے جائیں گے۔ (مینجر)

مراسلات

میسور اسٹیٹ مسلم کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس بمقام بنگلور سٹی

برادران اسلام! یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ آج مسلمانوں پر تباہی وفلاکت کے بادل کیوں منڈلا رہے ہیں اور نہ اس کے اظہار کی حاجت کہ اغیار قوم اسلام کو مٹانے کے درپے ہوچکے ہیں اس کا واحد سبب یہی ہے کہ ہماری قوتیں منتشر اور ہمارے ارادے غیر مستقل ہوتے ہیں ہمارے جذبات حریت وباہمی ہمدردی پر افسردگی پیدا ہوچکی ہے مسلمانوں میں نہ تنظیم ہے اور نہ ہم آہنگی ہماری زندگی کی بقا اور عظمت دیرینہ کا احیا صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے ہم اپنی عافیت سوز مدہوشی اور غفلت سے بیدار ہوجائیں۔ اور پورے عزم واستقلال کے ساتھ کارزار حیات میں مصروف عمل ہوجائیں۔ اس غرض کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی ہے جب مسلمانوں کا ایک مرکز مستقر ہو جو کافی طاقت کے ساتھ مستحکم بنیادوں پر قایم ہو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی قوم نے انفرادی اور غیر ذمہ دارانہ صورت میں کامیابی حاصل نہیں کی۔ قوموں کے بقا وترقی کے لئے شیرازہ قوم سلک اتحاد میں منسلک ہوجانا لابدی وضروری ہے۔ جب تک مسلمانوں میں مرکزی اور اجتماعی قوت پیدا نہ ہوگی۔ اس وقت تک وہ زندہ قوموں میں شمار نہیں کئے جاسکتے اور نہ ان پر تباہی وفلاکت کی جو گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں دور ہوسکتی تھیں۔

برادران اسلام! قومی زندگی کی اس ابتری وپریشانی کو محسوس کرتے ہوئے قوم کے ہمدرد وغمگسار افراد نے

میسور اسٹیٹ مسلم کانفرنس

کا احیا کیا ہے۔ تاکہ مسلمان اپنی خداداد قوتوں کو ایک مرکز جمع کرلیں اور باہمی اتحاد وقوت کے ساتھ اپنی بقا وترقی میں مساعی ہوں اپنے مذہبی۔ قومی تعلیمی۔ اقتصادی حقوق کو جو آج ہماری پستی وانحطاط کی وجہ سے غیر اقوام کے قبضہ وتصرف میں آچکے ہیں حاصل کریں۔ اور مسلمانوں کا انتشار واضطراب یکجہتی وسکون سے بدل جائے۔

نہایت مسرت کا مقام ہے کہ اس مسلم کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس بمقام شہر بنگلور ۸ مئی کی ۱۰ اور ۱۱ تاریخوں میں منعقد ہو رہا ہے جس کی عنان صدارت ہمدرد ملت عالی جناب نواب غلام احمد صاحب کلامی مدظلہ العالی کے مبارک ہاتھوں میں دی گئی ہے۔ اور ملک کے سربرآوردہ اور فاضل مقررین کے علاوہ شمالی ہندوستان کے رہنمایان عظام اور مصلحان امت کو بھی اس کانفرنس میں مدعو کیا گیا ہے۔ ان بلند ترین شخصیتوں کی تشریف آوری اظہار خیالات ورہنمائی یقیناً مسلمانان ملک میسور کی بیداری وترقی کا موجب اور انہیں اتحاد واخوت باہمی کے مسرت انگیز جذبات پیدا کرنے کا باعث ہوگی۔

برادران ملت! موجودہ وقت کی نزاکت کا اقتضا ہے کہ مسلمان بیدار ہوجائیں۔ اور شاہراہ ترقی وکامیابی پر پورے جوش کے ساتھ گامزن ہوجائیں۔ پس ہم مسلمانان ضلع بنگلور سے علی الخصوص درخواست کرتے ہیں کہ جوق جوق مجلس استقبالیہ کی ممبری قبول فرماکر (جس کی پانچ روپے یا اس سے زیادہ فیس رکھی

گئی ہے) اپنی عملی سرگرمی سے اس اجلاس کو عظیم الشان اور عدیم النظیر اجلاس ثابت کریں۔

نیز تمام مسلمانان ریاست میسور کی خدمات میں التماس کی جاتی ہے کہ دو فور شوق کے ساتھ بہ تعداد کثیر بحیثیت ممبران کانفرنس شریک اجلاس ہو کر اپنی روایتی جوش و ہمدردی کا بہترین مظاہرہ کریں۔ کم از کم ایک روپیہ فیس ممبری مقرر ہے۔ مگر ہر ایک سے حسب استطاعت زیادہ بھی وصول کی جائے گی۔ مسلمانان ملک میسور کا اولین فرض ہے کہ مسلم کانفرنس کے اجلاس کو کامیاب و شاندار بنانے میں انتہائی دلچسپی و انہماک کے ساتھ سعی بلیغ کریں۔ و اپنے ساتھ اپنے احباب کو بھی شریک اجلاس ہونے کی ترغیب دلائیں۔

نوٹ:۔ (۱) بیرونی ضلعوں سے آنے والے حضرات کیلئے خورد و نوش سکونت و رہائش کا عمدہ انتظام کیا گیا ہے جس کے لئے جس کے لئے یومیہ فی اسم ایک روپیہ علیحدہ ادا کرنا ہوگا۔ بیرونی اصحاب کو چاہیئے کہ اپنی تشریف آوری کی اطلاع کم از کم پانچ دن قبل سکرٹری مجلس استقبالیہ کو دیدیں۔ تاکہ انتظام قیام و طعام میں سہولت ہو۔

(۲) مسلمانان ملک میسور میں سے جو حضرات قومی مفاد و ترقی کے متعلق اس کانفرنس میں کوئی تجاویز پیش کرنا چاہیں تو انہیں اس کی ایک نقل دفتر کانفرنس کو ایک ہفتہ قبل روانہ کرنا چاہیئے تاکہ سبجکٹ کمیٹی میں اس پر غور و بحث کی جاسکے۔

(۳) کانفرنس کے ہال کے اندر ہر ایک ممبر کی نشست کیلئے رقم چندہ کے مطابق اسٹیج اور مقام صدر کے نزدیک جگہ مقرر کی جائے گی جن سے کم چندے وصول ہوں گے۔ لازماً ان کی نشست نسبتاً دور ہوگی۔

چیرمین ریسپشن کمیٹی:۔ مولانا مولوی محمد عبدالغفور صاحب رئیس الاعظم
جائنٹ سکرٹریاں:۔ محمد عبدالعزیز صاحب صدیقی۔ عبدالحمید قاسم سیٹھ صاحب۔ محمد عبدالجبار صاحب۔ میر اقبال حسین صاحب بی اے۔ بی ایل
(اے۔ جے خلیل بی اے۔ بی ایل جنرل سکرٹری)

اپیل

کیوں اہل حشر ہے کوئی نقاد سوز دل
لایا ہوں داغ دل کے نمایاں کئے ہوئے

آج دنیا میں ایک تہلکہ مچا ہوا ہے۔ جہاں ہر ایک فرد اپنی اپنی زندگی کی کشمکش میں پریشان و سرگرداں نظر آتا ہے۔ وہاں ہر ایک قوم اپنے قیام وجود کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ دنیا کی شاید ہی کوئی ایسی قوم ہوگی جس کو اپنی زندگی برقرار رکھنے کی فکر دامن گیر نہ ہو گر جہاں چند اقوام اپنی زندگی کے لئے ہنگامہ خیز جدوجہد کر رہی ہیں، وہاں چند ایسی بھی نظر آتی ہیں۔ جن پر جمود و سکون نے اس طرح قبضہ کر رکھا ہے کہ ہزاروں آفتیں آنے پر بھی اطمینان کی کروٹیں بدل رہی ہیں افسوس کہ انہیں کی صف میں مسلمان کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں زمانہ حال اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ زندگی کے لئے جدوجہد کرنے والی اقوام کے زبردست معاون و مددگار ان کے نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جرمنی کو ہی لیجئے کہ جنگ عظیم کے بعد جب وہ قریب المرگ ہو گیا تھا تو اس کے نوجوانوں میں حریت و قومیت کا ایک ایسا احساس پیدا ہوا جس کی بدولت قلیل عرصہ میں انہوں نے ایک مرتی ہوئی قوم کے بدن میں زندگی کی نئی روح پھونک دی اور آج دنیا جانتی ہے کہ جرمنی پھر ایسی زبردست طاقت کا سرمایہ دار ہے کہ دوسری قومیں اس کی ہیبت سے سہمی ہوئی ہیں دور کیوں جائیے ہندوستان ہی کے ہندو نوجوانوں کی جدوجہد

ایک سال کے قلیل عرصہ میں وہ کرشمہ کر دکھلایا کہ دنیا کی سب سے زبردست طاقت ان کے مطالبات پر سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ قوموں کی بقا و زندگی۔ عروج و کامیابی کے سلسلہ میں نوجوانوں نے حیرت انگیز خدمات انجام دی ہیں، اور قوموں کی ڈوبتی اور ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو بچا کر ساحل مقصود پر نکال لایا ہے۔ انہیں واقعات کے معائنہ نے چند مسلمان نوجوانوں کے دل میں خدمت قوم و ملت کا مبارک جذبہ پیدا کیا، اور اس موہوم جذبہ کو ایک شکل دینے کے لئے ایک انجمن بنام "دی میسور اسٹیٹ مسلم یوتھ لیگ" عالم وجود میں جس کا سب سے زبردست مقصد یہی ہے کہ ہر وہ کام جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے موزوں نظر آتا ہو اس کو عملی جامہ پہنانے کی جدوجہد کرے۔ ؎

سنے انداز سے وہ بن سنور کر آنے لگے ہیں :
ہزاروں چاک ہوں گے اب گریباں دیکھتے جاؤ

اس انجمن کا پہلا جلسہ ماہ مئی کے دس اور گیارہ تاریخ کو منعقد ہوگا۔ جناب الحاج مولانا مولوی محمد الیاس برنی صاحب ایم اے ایل ایل بی (علیگ) پروفیسر آف اکنامکس عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن صدارت کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ آپ نے ہماری دعوت کو شرف قبولیت عطا فرمایا ہے اور توقع ہے کہ ہم نوجوانوں کو اپنے بیش بہا خیالات سے مستفید کرتے ہوئے ایک ایسا پیام عمل پیش کریں گے جس پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی موجودہ بگڑی حالت کو پھر سنوار سکیں گے۔ علاوہ آپ کے ہمارے نومسلم انگریز بھائی جناب محمد مارماڈیوک پکتھال ایڈیٹر اسلامک کلچر و مترجم قرآن مقدس سے بھی اس اجلاس میں شریک ہونے کی التجا کی گئی ہے۔

ہم جملہ نوجوانان اسلام اور ہمدردان ملت کی خدمت میں یہ عرض گزار ہیں کہ اس لیگ کی شرکت و معاونت سے ہم کارکنان لیگ کی ہمت افزائی کریں۔ یاد رکھئے کہ اس قومی پودے کی نشو و نما۔ سرسبزی و تر و تازگی تمامتر قوم و ملت کی فرض شناسی و کرمفرمائی پر منحصر ہے۔

آخر میں ہماری مخلصانہ استدعا ہے کہ ہمدردان اسلام اور علی الخصوص نوجوانان قوم ذوق و شوق کے ساتھ لیگ کی ممبری قبول کریں۔ اور دلچسپی کے ساتھ اس کے دوام و استحکام میں حصہ لیں۔ اور خلوص دل کے ساتھ کارکنان لیگ کا ہاتھ بٹائیں

وما علینا الا البلاغ ؎

ہمیشہ رکھو صدق سے خیر جاری
کرو ٹھیٹھ الفت سے یاروں کی یاری
زر و زور جو کچھ ہو دولت تمہاری
لٹاؤ سر راہ حاجت براری
اب اٹھو کہ بگڑے ہوؤں کو سدھاریں
تباہی سے کشتی کو اپنی بچائیں

المشتہرین

میر اقبال حسین بی اے بی ایل ایڈوکیٹ۔ صدر مجلس استقبالیہ
محمد عبدالخالق ایم اے ایل ایل بی (علیگ) جنرل سکرٹری۔
عبدالخالق شریف۔ جائنٹ سکرٹری۔

ناظرین کرام

خط و کتابت کے وقت خط نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں تاکہ تعمیل میں تاخیر نہ ہو۔ اور نام و پتہ صاف تحریر کیا کریں۔ (مینیجر)

مسجد ووکنگ انگلستان میں اتوار کے لیکچر

۲۲ تاریخ کو مسجد ووکنگ میں "اسلام کی روحانی ترقی" پر لیکچر ہوا۔ اتوار کے ان اجتماعوں میں ہر بار اسلام کا ایک نیا پہلو پیش کیا جاتا ہے۔ موسم گرما کی آمد آمد سے سامعین کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ اتوار کا ایک لیکچر نہایت ہی دلچسپ بحث پر ختم ہوا۔ جس کا موضوع یہ تھا کہ آیا تہذیب حاضر کسی صورت میں بھی عیسوی تہذیب کہلانے کی مستحق ہے یا نہیں۔ بالآخر یہ امر طے ہوا کہ عیسائیت کو اس تہذیب کی ترقی سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ سروائیول لیگ کے زیر اہتمام جناب امام مسجد ووکنگ کا رائل تھیٹر لندن میں لیکچر ہوا۔ اتوار کے روز دیگر مذاہب کے نمائندگان کے ساتھ لیگ کے سکرٹری صاحب نے جناب امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان کو بھی مدعو کیا تاکہ وہ اسلامی نقطۂ خیال سے بعثت بعد الموت پر چند منٹ میں اظہار خیال فرمائیں۔ جناب امام صاحب موصوف نے اس عرصہ کے دوران میں واضح کیا کہ جہاں تک اصول مذاہب کا تعلق ہے فرقہ روحین ان نتائج پر پہنچ چکے ہیں جو اسلام تعلیم کرتا ہے ان کا اور ہمارا فرق صرف اتنا ہے کہ ان کے نزدیک روحیں دنیا میں آتی اور لوگوں سے باتیں کرتی ہیں۔

یہ امر بھی شاید مفید مطلب ہو کہ فرقہ روحین، خدائے واحد موت کے بعد انسان کی روحانی بعثت۔ انبیائے کرام اور بہت سے مسلم صوفیائے کرام کی روحانی رفعت پر ایمان رکھتا ہے جناب مسیح پر مسلمانوں کی طرح کا ہی ان کا ایمان ہے۔ مغرب میں یہ تحریک مادیت کا قلع قمع کرنے میں نہایت عجلت سے پھیل رہی ہے اس عقیدہ کے مرد میدان لندن کے مشہور و معروف اخبار نویس مسٹر حسنین مولیعز جیسی بڑی شخصیتیں ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ مسلم صوفیائے کرام حضرت محی الدین ابن عربی۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی وغیرہم کی متصوفانہ کتب کو جو روحانی تجلیات و تجربات سے بھری پڑی ہیں اس فرقہ روحین کی رہنمائی رشد و ہدایت کے لئے انگریزی میں تراجم کر کے کثرت سے شائع کریں تاکہ وہ جلد تر اپنی روحانی تشنگی کا سامان اسلام کی روحانیت میں حاصل کر کے طمانیت قلب حاصل کر سکیں۔ کیا ہمارے مسلمان بھائی یورپ کے ان پیدا شدہ حالات سے فائدہ اٹھائیں گے ؟

خادم۔ آفتاب الدین احمد
(نائب امام مسجد شاہجہان ووکنگ انگلستان)

ضروری التماس

چونکہ دفتر اولڈ بوائز ایسوسی ایشن میں اولڈ بوائز کی ڈائرکٹری مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے اس لئے علیگڑھ کے اولڈ بوائز سے جنھوں نے مدرستہ العلوم، مسلم یونیورسٹی یا مسلم یونیورسٹی سکول میں تعلیم پائی ہو استدعا کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ضلع کے اولڈ بوائز کے متعلق حسب ذیل معلومات فراہم کر کے دفتر اولڈ بوائز ایسوسی ایشن میں بھیجدیں۔ عین عنایت ہوگی۔

(۱) نمبر شمار (۲) نام اولڈ بوائے (۳) نام والد (۴) سکونت (۵) داخل ہونے کی تاریخ و کلاس (۶) چھوڑنے کی تاریخ و کلاس (۷) سوسائیٹیوں، کلبوں اور مانیٹری وغیرہ کے عہدے مع تعداد سال (۸) شغل و قیام حال۔

خاکسار آنریری سکرٹری
(اولڈ بوائز ایسوسی ایشن علیگڑھ)

خبریں

—— پنجاب یونیورسٹی کے پرچوں کے افشا کے سلسلے میں مزید اطلاع مظہر ہے۔ کہ تین اور گرفتاریاں رہتک میں عمل میں آئی ہیں۔ ایک تو رہتک سٹیشن کے سٹیشن ماسٹر کا لڑکا ہے اور باقی دو اسی سٹیشن کے بکنگ کلرک ہیں۔ ایک کا نام وزیر چند اور دوسرے کا نام وزیر حسین ہے (انقلاب)

—— اجمیر کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ ساردا ایکٹ کے بانی رائے صاحب ہر بلاس سارداکے ایک بھتیجے نے اپنی ۹ سالہ لڑکی کی شادی کی ہے ساردا صاحب نے اس شادی کو روکنے کے لئے بے حد کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔

—— لاہور ۲ مئی۔ آج لاہور میں گولی چلنے کا ایک نہایت ہراس انگیز واقعہ ہوا ہے۔ واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کہ مقدمہ سازش لاہور کا ایک مفرور ملزم سکھدیو راج ایم اے اور جگدیش چندر شالامار باغ کے نزدیک گھوم رہے تھے۔ کہ کسی شخص نے سی آئی ڈی کے افسر کو قلعہ میں فون کیا اور نزدیک تر تھانہ باغبانپورہ میں اطلاع دی۔ کہ دو مشتبہ اشخاص شالامار باغ کی طرف جا رہے ہیں۔ اس پر سی آئی ڈی کا افسران پولیس کی کافی جماعت ساتھ لے کر وہاں پر پہنچے۔ اس وقت یہ دونوں اشخاص سکھدیو راج ایم اے اور جگدیش بیٹھے تھے۔ اور دور سے پولیس افسران نے پکارنا شروع کیا۔ کہ گرفتار کر لو۔ اس پر بیان کیا جاتا ہے کہ دونوں نوجوانوں نے پستول نکال لئے اور پولیس پارٹی پر فائر کرنے شروع کر دیے۔ اس پر پولیس افسر نے بھی گولیاں چلائیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک انقلاب پسند جگدیش چندر پیٹ میں گولی لگ جانے سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور گرتے ہی مر گیا۔ پولیس پارٹی نے سکھدیو راج کو گرفتار کر لیا۔ اور اسی وقت اسے موٹر پر سوار کر کے شاہی قلعے میں لے گئے۔ اور جگدیش چندر کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال میں بھیج دی گئی۔

—— لاہور ۲ مئی۔ ایک مقامی اخبار اس خبر کا ذمہ دار ہے کہ یکم مئی کو سی آئی ڈی کے افسر پولیس کی جمعیت میں چونیاں پہنچے۔ اور شہر سے ایک دو میل کے فاصلے پر جنگل میں گئے۔ جہاں دو ہندو بم بنانے میں مصروف تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پولیس کو کسی مخبر نے اطلاع دی تھی۔ اور اس اطلاع پر پولیس آئی تھی۔ پولیس نے ان دونوں کو بم بناتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے بم پھینکنے کی کوشش کی مگر خود زخمی ہو گیا۔ اس مقام پر تلاش کرنے سے پولیس کو چار تا بت بم بم بنانے کا سامان بھی ملا۔ ان میں سے ایک شخص ڈکیتی کرنے کے سلسلے میں نو ماہ قید کاٹ چکا ہے۔

—— شب کے روز صبح کے وقت لاہور میں پولیس نے سازش، دہشت انگیزی اور جعل سازی کے الزامات میں تین گرفتاریاں کیں۔ ماسی روڑ جھنگ میں بھی اس سلسلے میں ایک شخص گرفتار کر لیا گیا۔ ابھی الزامات کی صحیح تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔ لیکن یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا تعلق ... سازش سے ہے۔ گرفتار شدگان میں ایک پنڈت ... ہیں۔

—— شملہ سے اخبار [illegible] کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ یہاں سرکاری افسروں میں کفایت کرنے کے مسئلے پر عنقریب غور کیا جانے والا ہے۔ اس سلسلے میں ہر صوبجاتی حکومت کی طرف سے کم از کم دو نمائندے ... ایک محکمہ داخلہ کی طرف سے اور دوسرا ... ۔

—— لندن سے قدامت پسند حلقوں میں بیر سرکاری حلقوں میں اس امکان کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ لارڈ اردن برطانیہ کی آئندہ وزارت میں وزیر ہند بنائے جائیں گے۔

—— گذشتہ سال مئی کے مہینے میں پولیس نے پٹنا در کانگرس کا جو مال و اسباب ضبط کیا تھا وہ اب کانگرس کو واپس کر دیا گیا ہے

—— شملہ یکم مئی۔ اخبار سٹیٹسمین کے نامہ نگار کو معلوم ہوا ہے کہ گول میز کانفرنس کا آئندہ اجلاس ماہ اکتوبر میں منعقد ہوگا۔ فیڈرل آئین مرتب کرنے والی کمیٹی کا اجلاس ماہ اگست میں ہوگا۔

—— نیویارک یکم مئی۔ مدر انڈیا کتاب کی لکھنے والی مس کیتھرائن میو نے ایک نئی کتاب لکھی ہے جس کا نام "ہندو چائلڈ میرج" ہندوؤں میں بچپن کی شادی ہے۔

—— گورنمنٹ جموں و کشمیر نے ریاست میں ایک بنک کے اجرا کی سکیم منظور فرمائی ہے۔ بنک کا منظور شدہ سرمایہ پچاس لاکھ اور ادا شدہ پچیس لاکھ روپیہ ہوگا۔ جو پچاس پچاس روپے کے ایک لاکھ حصوں پر مشتمل ہوگا۔ آدھا سرمایہ گورنمنٹ مہیا کرے گی۔

—— ایک مقامی اخبار رقمطراز ہے کہ میر صاحب خیرپور کا الاؤنس ۳۵ ہزار سے ۲۰ ہزار کر دیا گیا۔ ان کے رشتہ داروں کو جو الاؤنس ملتا تھا اس میں بھی بقدر نصف تخفیف کر دی گئی ہے۔

—— دہلی ۵ مئی۔ میر صاحب خیرپور کے پرائیویٹ سکرٹری حبیب احمد خاں نے اخبار ہندو ہیرلڈ میں شائع شدہ خبر کی تردید کی کہ میر صاحب خیرپور ریاست کے تخت و تاج سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ اور مسٹر ٹاننٹ ریاست میں ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دئے گئے ہیں میر صاحب کا بیان ہے کہ یہ خبر بالکل غلط ہے۔

—— ٹریبون کو خاص ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے مسلمان ارکان کونسل اس بات پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ اگر کنٹو آفیسرز بل پر جو آخری مباحثہ ہونے والا ہے اس کے دوران میں اگر ناموافق صورت حالات پیدا ہوئی تو وہ کونسل سے واک آؤٹ کر جائیں گے۔

—— واشنگٹن ۳ مئی۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حکومت نے حسب ذیل اعلان کیا ہے:۔

—— امریکن سفیر مقیم لندن کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ سفیر حجاز مقیم لندن کو اس امر کی اطلاع دیدی جائے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے حکومت حجاز کو کامل طور پر تسلیم کر لیا ہے۔

—— انگورہ ۵ مئی۔ غازی مصطفے کمال پاشا چوتھی مرتبہ جمہوریہ ترکیہ کے صدر منتخب ہو گئے ہیں۔

—— بورسا د ۳ مئی۔ راجہ بھوٹان کا بھائی آج گاندھی جی سے ملنے کے لئے یہاں پہنچا۔ اور ان کی خدمت میں دو صندوقچیاں پیش کیں۔ جن پر طلائی اور چاندی کا کام ہو رہا تھا۔ نیز ہاتھ سے کتے اور بنے کپڑے کے کچھ ٹکڑے بھی پیش کئے۔ گاندھی جی نے اپنے دستخطوں سے ہندی زبان میں ایک پیغام لکھ کر دیا جس کا مفاد یہ تھا مجھے امید ہے کہ اہل بھوٹان عدم تشدد کی صداقت کو سچا جانیں

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

ایڈیٹر

عبدالحق ودیارتھی

نمبر ۲۹	۱۹۳۱ء	لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۱ مئی	جلد ۱۹

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئیگا

تبلیغ عیسائیت کی تاریخ

پروٹسٹنٹ فرقہ کے مشہور ریپر و مسٹر ایڈون بلس نے تبلیغ نصرانیت کے موضوع پر عیسائی دنیا کے سامنے ایک بسیط اور گراں قیمت تصنیف پیش کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی لوگ اپنے مذہب کی توسیع کے لئے کس قدر اجتماعی سرگرمیوں سے کام لے رہے ہیں۔ مسٹر بلس لکھتے ہیں۔ کہ نصرانیت کا مبلغ اول" ایمون لائل" اسپانی تھا جس نے کافی محنت اور مشقت برداشت کرکے عربی علوم ادب پر عبور حاصل کیا اور بلاد اسلام میں پہنچا۔ جہاں متبحر علمائے اسلام سے مباحثہ کیا۔ اس کے بعد کاتولیکی فرقہ نے چین پر اپنا جال پھیلایا۔ جہاں اس کو خاطرخواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد مسیحی جماعتوں کی طرف سے ایک منظم کوشش کی گئی اور قرون وسطی میں ہندوستان بعض جزائر اور جاوا میں مسیحی مبلغ بھیجے گئے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی۔ مسٹر ہیڑ ابلخ سواحل افریقہ کے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کی مساعی اس وقت تک جاری رہیں۔ جب تک ہالینڈ کی حکومت نے مسیحی تبلیغ* مسیحیت کے اس وقت جو نتائج برآمد ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں عیسائیوں کی مردم شماری دو لاکھ نفوس تک پہنچ چکی ہے۔ عصر گذشتہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن اس وقت ان کی تعداد اس قدر کثیر ہے۔ کہ ان کے مقابلہ میں عیسائی تبلیغ کو کسی طرح کامیاب نہیں کہا جاسکتا۔ اس ناکامی کے بعد تبلیغ مسیحیت کے سرگرم اور دانشمند رہناؤں نے ایک جدید قدم اٹھایا اور وہ یہ تھا کہ انہوں نے تعلیمی نظام کے ماتحت تبلیغ مسیحیت کے کام کو جاری رکھنا چاہا۔ اور درسگاہوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے پروگرام کو جاری کیا۔ سب سے پہلے ۱۸۶۴ء میں ایک کالج قائم کیا گیا۔ اسی زمانہ میں بعض پادریوں نے یہ طے کیا کہ ترکوں کو عیسائی بنانے کے لئے سرگرم کوششیں عمل میں لائی جائیں۔ ان تمام سرگرمیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ پروٹسٹنٹ فرقہ ایک ایسے پروگرام کو جامۂ عمل پہنانے میں کامیاب ہوگیا جس کے ماتحت اطراف عالم میں تبلیغی وفود ارسال کئے جائیں۔ مسٹر بلس نے ان تمام امرا سلاطین اور تجار کے ناموں کی تفصیل پیش کی ہے۔ جنہوں نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں عملی تعاون سے کام لیا۔ حکومتوں کے ضمن میں امریکہ۔ انگلستان۔ جرمنی۔ ہالینڈ کا نام خصوصیت سے قابل ذکر تصور کیا گیا ہے۔ مسٹر کاری نے اس سلسلہ میں لاطینی۔ یونانی۔ فرانسیسی۔ عبرانی اور ہالینڈ کی لغات اور رسم الخط کی تحصیل کی اور عوام کو اس پروگرام کی طرف متوجہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو زبردست امداد حاصل ہوگئی۔ اور اس نے سفر ہند اختیار کیا۔ ہندوستان پہنچ کر مسٹر کاری نے روپیہ اور قابل کارکن طلب کئے۔ جس کی تعمیل کی گئی۔ ۱۷۹۵ء میں اہل انگلستان نے لندن میں مشنری ایسوسی قائم کی۔ تاکہ مسٹر کاری کو ہر ممکن امداد دی جاسکے۔ کچھ عرصہ بعد اسکاٹ لینڈ اور نیویارک میں لندن کی تقلید میں باقاعدہ تبلیغی جماعتیں قائم کی گئیں اور رفتہ رفتہ یہ اثر ڈنمارک۔ ہالینڈ۔ سویڈن۔ ناروے۔ اور سوئٹزرلینڈ تک پہنچ گیا۔ صرف فرانس ایک ایسا ملک تھا جو اپنے داخلی اضطراب کی وجہ سے اس پروگرام میں کوئی حصہ نہ لے سکا۔ ۱۸۰۰ء میں مسیحی نوجوانوں میں تبلیغ نصرانیت کا احساس پیدا ہوا۔ اور امریکہ اور انگلستان میں ان کی جمعیتیں قائم ہوئیں۔ اسی سلسلہ میں نارتھ فیلڈ میں مسیحی نوجوانوں نے ایک مؤتمر کا انعقاد کیا۔ جس میں ایسے ۲۵۰ ڈیلیگیٹ شریک ہوئے جو ۸۰ مدارس کی طرف سے نمائندگی کر رہے تھے۔ مؤتمر نے فیصلہ کیا کہ ایسے سو نوجوانوں کو انتخاب کیا جائے جو اپنے آپ کو نصرانیت کی تبلیغ کے لئے تیار کرسکیں۔ اس مقصد کے لئے غیر ملکی ممالک میں بھیجنے کے لئے رضاکاروں کی ایک جماعت ترتیب دی گئی۔ اس جماعت کے قیام کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں انجیل کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کی جائے۔ ۱۸۹۵ء میں مسیحی طلبہ نے اسٹوڈنٹس یونین کے نام سے ایک جدید نظام تبلیغی قائم کیا۔ اس نظام کے ماتحت خاص طور پر یہ کوشش کی گئی ہے کہ مسیحی طلبہ میں رابطہ محبت کو استوار کیا جائے تاکہ ان کی متحدہ مساعی بار آور ہوسکیں اس نظام قیام کے بعد چالیس مختلف اقوام کے دس لاکھ اساتذہ اور طلبہ اس یونین میں شامل ہوگئے۔ اس کامیابی سے متاثر ہوکر ۱۹۱۳ء میں جمعیتہ نوجوانان مسیح تشکیل دی گئی۔ نوجوانوں کے اس جذبہ سے متاثر ہوکر ۱۹۱۹ء میں نوجوانو کی یونین میں شریک نہیں ہوسکتے تھے۔

*حاشیہ: [illegible]

افریقہ میں مسیحی مبلغین کی ناکامی

مسٹر بلس لکھتے ہیں کہ ہمارے تجربات نے اس امر کو ثابت کردیا ہے۔ کہ دین اسلام ہمارے راستہ میں ایک مضبوط چٹان کی مانند حائل ہے۔ افریقہ میں مسیحی مبلغین کو جو ناکامی ہوئی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان ہمارے اہم ترین دشمن ہیں۔ افریقہ میں ہماری ناکامی وہاں کے باشندوں کے جہل کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف ان مسلمانوں کی وجہ سے ہے۔ جو تجارتی اغراض کے سلسلہ میں افریقہ پہنچے ہیں۔ ان سے زیادہ ہماری مشکلات علما اور فقرا پر اسلام کی رہین منت ہیں افریقہ کے ساحلی علاقوں۔ نیجر۔ مغرب۔ وادی اور میثان میں ان شیوخ کا نفوذ و اقتدار بہت زیادہ ہے۔ اور ہماری ناکامی کا باعث ثابت ہو رہا ہے۔ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ افریقہ کے مسلمان مہدی کے انتظار میں اپنے جذبۂ جہاد کو پرورش کر رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مہدی کا عنقریب ظہور ہوگا۔ جو انگریزوں سے لڑے گا۔

شیخ سنوسی

شیخ سنوسی فرانسیسی اور انگریزی اقتدار کے خطرناک ترین دشمن ہیں۔ ان کا طریق سیاست اور طرز تبلیغ بالکل جداگانہ اور شدید نقصان دہ ہے۔ جامع ازہر کے طلبا کا اعتقاد ہے کہ مہدی کا ظہور مستقبل میں ہوگا۔ لیکن مغرب اقصیٰ کے مسلمانوں کا عقیدہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ انتظار مہدی میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ ان کے قلوب ہر وقت جہاد کی خواہش سے معمور ہیں۔ اور ہر حالت میں ہمارے اقتدار دینی کی مخالفت کو پسند کرتے ہیں

راجن پور میں عظیم الشان اجتماع

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی خدمات کا اثر

(از قلم نیاز احمد خاں نظامی مسلم مشنری)

راجن پور میں ۲۶ راپریل کو ہمارے مشن میں مسلمانان راجن پور کا ایک وفد آیا اور جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی خدمت بابرکت میں ایک پبلک لکچر کی درخواست کی۔ مرزا صاحب کے گلے میں ایک عرصہ سے شکایت ہے اور لکچر دیتے ہوئے شکایت محسوس کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے جوش اور محبت کو رد نہ کرسکے۔ اور لکچر دینا منظور کرلیا۔ عصر کی نماز کے بعد حالات حاضرہ پر مرزا صاحب نے ایک دل ہلا دینے والا لیکچر دیا۔ مسلمانوں کی باہم خانہ جنگی اور پھر بنارس۔ مرزا پور۔ کولہاپور۔ آگرہ اور کانپور کے خوفناک مظالم کا ایسے درد انگیز طریق پر بیان کیا کہ خون رگوں میں جوش مار رہا تھا۔ لوگ بیحد متاثر ہوئے۔ اور انہیں ہندوؤں کے آئندہ مظالم سے بچنے کے لئے فکر پیدا ہوئی۔

۲۹ راپریل کو عید قرباں تھی۔ عید گاہ میں شہر اور مضافات کے ہزارہا مسلمان جمع ہوئے تو جناب سید فقیر شاہ صاحب سجادہ نشین نے ممبر پر کھڑے ہو کر جناب مرزا صاحب سے لکچر کی درخواست کی اس پر جناب مرزا صاحب ممبر پر کھڑے ہوگئے اور قربانی کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے اس درد سے مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دی اور ان کی کمزوریاں موثر پیرائے میں ان پر واضح کیں اور غیروں کی منصوبہ بازیوں سے انہیں پورے طور پر مطلع کیا۔ نماز کے بعد لوگ مرزا صاحب کے اردگرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ اور میدان عمل میں قدم رکھنے کا اقرار کر رہے تھے۔

ان دونوں لکچروں کا اثر مرزا صاحب کے گلے پر اور بھی بُرا پڑا اور طبیعت بہت ناساز ہوگئی۔ لیکن قربانی ادا کرنے کے بعد ہر طبقہ کے مسلمانان شہر کثیر تعداد میں ہمارے مشن میں آئے۔ اور عصر کے بعد جناب مرزا صاحب سے ایک اور پبلک لکچر کی درخواست کی۔ اگرچہ لوگ مرزا صاحب کی آواز اور طبیعت کی ناسازی کا احساس کر رہے تھے مگر اس پر بھی انہیں یہی اصرار تھا کہ لکچر ضرور ہو آخر مرزا صاحب نے لکچر دینا منظور فرمایا اور تمام شہر میں منادی کے ذریعہ ہندو مسلمانوں کو اطلاع دی گئی۔ لوگ وقت سے پہلے ہی جلسہ گاہ میں جوق در جوق جمع ہونے شروع ہوگئے۔ چنانچہ لوگوں کے اس اشتیاق سے مرزا صاحب کو معہ اپنے رفقا کے وقت سے پہلے ہی جلسہ گاہ میں تشریف لے جانا پڑا۔ تلاوت قرآن مجید و نعت خوانی کے بعد خاکسار راقم الحروف نے اٹھ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے حالات پر تقریر کی اور حضور اور حضور کے رفقا کے نمونوں سے مسلمانوں کے اندر زندگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کو ان کے پست حالات سامنے رکھکر توجہ دلائی کہ اس نازک زمانہ میں سنبھلنے کی کس قدر ضرورت ہے۔

اس کے بعد جناب بشیر احمد صاحب علی پوری اٹھے اور نہایت موثر طریق پر مسلمانوں کو مخاطب کیا۔ پرانے مسلمانوں کا نقشہ نہایت دردناک طریق پر پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت فرمائی۔ شیخ صاحب کی تقریر بہت سے پراثر واقعات پر مبنی تھی۔

اس کے بعد جناب مرزا صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور ایک پھڑکا دینے والا لکچر دیا۔ جناب مرزا صاحب نے قرآن شریف کا ویدوں پر اور مسلمانوں کے ہندوؤں پر احسانات ایسے پرلطف پیرائے میں پیش کئے کہ لطف ہی آگیا۔ خود ہندو بھی اس لکچر سے بیحد متاثر ہو رہے تھے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ راجن پور میں تمام مسلمانوں کی ایک متفقہ انجمن بنائی جائے اور باقاعدہ طریق پر اصلاح رسوم و دیگر ضروری معاملات کی طرف توجہ دی جائے۔ مسلمانوں کو ان کی پستی اور ان کے سلف صالحین کی سربلندی پر جناب مرزا صاحب نے بہت سے دردناک حالات سنائے اور مسلمانوں کو کام کرنے پر ابھارا۔ لکچر نہایت ہی کامیاب اور موثر تھا۔ اور تمام مسلمانوں نے جلسہ گاہ میں مرزا صاحب کی ہدایات پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ لکچر کے بعد حالت یہ تھی کہ تمام شہر میں بچوں تک کی زبان پر مرزا صاحب اور ان کی خدمات کا ذکر تھا۔ راقم الحروف خود بھی اتنا متاثر ہوا کہ اگر آج شیخ غلام محمد صاحب یہاں موجود ہوتے تو میں انہیں "مصلح موعود" اور "قدرت ثانی" کے خبط سے دور رہ کر مرزا صاحب کی طرح ایک سچی تڑپ سے خدمت اسلام کرنے کی طرف توجہ دلاتا اور انہیں بتلاتا کہ آج اسلام کو نرے دعاوی کرنے والے جرنیلوں کی ضرورت نہیں بلکہ کام کرنے والے سپاہیوں کی ضرورت ہے۔

ضلع گجرات میں شاہ دولہ کے چوہے

مدیر اخبار "اتفاق" دریافت فرماتے ہیں کہ آیا "شاہ دولہ کے چوہے" یعنی وہ بچے جن کا سر بہت چھوٹا ہوتا ہے کسی پیر کی دعا کے اثر سے پیدا ہوتے ہیں یا نہیں اگر پیر کی دعا ہے تو کیا محض پیر کی خاطر اللہ تعالے ایسے ناقص الخلقت بچوں کو پیدا کرکے نسل انسانی کے ایک حصہ پر ظلم نہیں کرتا؟

جواب

اللہ تعالیٰ کسی پر کوئی ظلم نہیں کرتا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے وما انا بظلام للعبید وہ اپنے بندوں پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔ والدین کے اپنے خیالات کا اثر ضرور اولاد کی خلقت پر پڑتا ہے خصوصاً حاملہ عورت اپنے دلی توہمات اور خیالات سے بہت جلد متاثر ہوتی ہے اور اس کا اثر فوراً اولاد پر پڑ جاتا ہے۔ یہ اصول علم طب اور سائیکولوجی میں مسلم ہے کسی پیر کی دعا کا اس قسم کے تصرفات کا ہونا قطعاً غیر یقینی ہے۔ اور اس قسم کی دعا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ایسی دعا کرنے والا اللہ تعالے سے تعلق رکھنے والا نہیں کہلا سکتا۔ اس قسم کی دعا کو قبول کرنا بھی اللہ تعالے کی شان سے بعید ہے۔ گجرات کے رہنے والے لوگ بہتر طور پر بتاسکتے ہیں کہ یہ لوگ ان کے سر کو چھوٹا رکھنے کے لئے کیا کیا چالاکیاں کرتے ہیں یعنی جب کوئی بچہ چھوٹے سر کا سمجھ کر ان کے سپرد کر دیا جاتا ہے تو اس گدی کے پیر اپنی صنعت اور کاریگری سے کوشش کرتے ہیں کہ اس کا سر بڑا نہ ہو سکے۔ جن لوگوں نے اس عجیب الخلقت مخلوق کو اپنی کمائی کا ذریعہ بنا رکھا ہے ان کو ہم نے دیکھا ہے وہ ان کم عقل بچوں پر بہت ظلم کرتے ہیں وہ خود ان کے اندر کوئی خرق عادت استعداد نہیں سمجھتے۔ ہمارا خیال ہے کہ باوجود چھوٹا سر رکھنے کے اگر ان کی تربیت اچھی طرح کی جائے۔ تو ان کا دماغ بہتر ہوسکتا ہے۔ سر کا چھوٹا ہونا اتنا نقصان رساں نہیں جتنا یہ لوگ خود ماحول کے اثرات سے بنا دیتے ہیں۔ میاں آجکل مستری غلام محمد بھی جو اگرچہ بڑا سر رکھتے ہیں لیکن باتیں ویسی ہی کرتے ہیں۔ جیسے ضلع گجرات کے عجیب الخلقت بچے۔

قادیانیوں سے دو حرفی جواب

کیا علما حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دینے میں حق پر تھے یا باطل پر؟

اخبار احمدیہ

جذبات نور محمد

— شجاع آباد سے جناب نور محمد صاحب حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ

آج یوم جمعتہ المبارک صبح سویرے میرے گھر اللہ تعالے کے فضل و کرم سے مولود فرزند نرینہ تولد ہوا ہے۔ جس کا نام حضور والا نے رکھنا ہے۔ میری بیوی کے سابقہ گھر سے صرف دو لڑکیاں ہیں۔ مجھ سے ایک لڑکا عبدالحی نام بارسال ۱۔۲ کے بعد فوت ہوگیا۔ وہ اولاد کے واسطے پیاسی رہتی تھی۔ حضور دعا فرمائیں کہ مولود عمر دراز پائے۔ اور نیز خادم دین ہو۔ اور اس کا نام بھی تجویز فرمایا جائے۔

عبدالعزیز نام بچہ پہلے ہی میرا دختر زادہ گھر میں موجود ہے عبدالغفور بھی ایک لڑکا ہمارے خاندان کا بیسہ نوجوان موجود ہے۔

— انجمن کی تخریب کے لئے جو شخص کوشش کرتا ہے خدا تعالے اس کو خود دیکھ لیگا۔ ہمیں افسوس ہے کہ حضور والا کے مبارک کاموں میں رکاوٹ ڈالکر کس طرح خود دشمنی اسلام کی کی جا رہی ہے۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلعم واللھم اخذل من خذل دین محمد صلعم +

فخرالدین محمودی

نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی ایک چٹھی کا عکس شائع کیا ہے جو مولوی عبدالکریم کو میاں صاحب کے خلاف مکروہ پروپیگنڈہ سے الگ کرکے تبلیغ کے کام پر لگانے سے متعلق تھی اس کا مفصل جواب اس اشاعت میں درج ہونے سے رہ گیا ہے انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں دے دیا جائیگا۔

جلد ۱۹ | مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۹

خطبۂ جمعہ

مورخہ یکم مئی ۱۹۳۱ عیسوی

(فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ)

اسلام مسلمانوں کو کس قسم کے اتحاد کی دعوت دیتا ہے؟

یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وھو العزیز الحکیم۔ یا ایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص۔

اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اے مومنو تم کیوں وہ باتیں کہتے ہو جن پر تم عمل نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑے غضب کی بات ہے کہ تم وہ بات منہ سے نکالو جس پر تمہارا عمل نہیں اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں صف باندھ کر۔ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ اس آخری آیت میں یہ بتایا ہے کہ مسلمان دوسروں کے مقابل پر کیسے ہوں۔ ایک نظام میں منسلک اور ایسے متحد جیسے ایک دیوار ہوتی ہے جس کو سیسہ پلا کر مضبوط کر دیا گیا ہو۔ اس آیت میں گویا یہ بتایا گیا ہے کہ تم اینٹوں کی طرح ہو۔ اینٹیں ایک تو پراگندہ ہوتی ہیں اور دوسرے دیواریں چنی ہوئی۔ وہی اینٹیں جو متفرق اجزا ہوتے ہیں جب دیوار کی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو یہ اتحاد کہلاتا ہے۔

مسلمانوں میں بے نظیر اتحاد

مسلمانوں کی ایک نمایاں خصوصیت ہے جس کا اعتراف اعدائے اسلام نے بھی کھلے طور پر کیا ہے اسلام کی جہاں اور خوبیاں دشمنوں کی گردن کو اسلام کے سامنے جھکاتی ہیں وہاں اتحاد کی خوبی نے بھی ان کی گردن کو جھکا دیا ہے۔ اسلام سے پیشتر عرب جن کے اندر آپس میں بغض۔ تحاسد اور دشمنی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ادنے ادنے باتوں پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بیس سال کے اندر ان کی اس قدر کایا پلٹ دی اور ان میں اس قدر بے نظیر اتحاد پیدا کر دیا، ایک معجزانہ طاقت کا کرشمہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں دکھا سکتا۔ وہ لوگ جن کی نگاہ میں اسلام کی آج کوئی وقعت نہیں وہ صرف موجو[د]

زمانے کے مسلمانوں کو دیکھ کر اسلام کا اندازہ لگاتے ہیں ایک دفعہ اگر وہ تاریخ اسلام کو دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ اسلام نے عرب کے منتشر، پراگندہ اور ایک دوسرے کے دشمن قبائل میں اتنا بڑا اتحاد پیدا کیا جس کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ ایک ملک کے ملک کو خطرناک بیماریوں سے نکال کر اتحاد کے اس اعلےٰ مقام پر پہنچا دیا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں۔ کس قسم کا اتحاد جسے بنیان مرصوص سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی انہیں باہم ملنے کے قابل ہی نہیں بلکہ انہیں باہم ملا کر ان کی درمیانی درزوں میں سیسہ پلا دیا۔ گویا انہیں حرکت کرنے اور ملنے سے قطعًا روک دیا۔ یہ ان کے کامل اتحاد کی مثال ہے۔ اب اس پر یہ ایک سوال ہو سکتا ہے کہ جب اینٹوں کو باہم ایسا پیوست کر دیا گیا کہ ان کی حرکت مطلقاً جاتی رہی تو پھر ان میں آزادی کہاں رہی۔ جو ملنے کے قابل نہیں ان کے افراد اور اجزا میں حرکت نہیں تو پھر ان میں آزادی کس طرح رہ سکتی ہے۔ اس بنا پر شاید یہ خیال کسی کے دل میں گزرے کہ اس بے نظیر اتحاد کو افراد کی آزادی چھین کر پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں یہ سچ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کے اندر بے نظیر اتحاد کو پیدا کیا ہے وہاں اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اسلام نے جو آزادی مسلمانوں کو دی اس کی بھی کوئی نظیر نہیں۔ غرض کامل اتحاد اور کامل آزادی کو ایک جگہ اسلام نے ہی جمع کیا۔ دوسرے مذاہب میں ان دونوں کی کوئی نظیر نہیں ملے گی۔ اگر ایک طرف اتحاد کو اتنا مضبوط کیا ہے تو دوسری طرف آزادی کو یہاں تک وسیع کر دیا ہے کہ بڑے سے بڑے انسان کی بابت بھی یہ بتا دیا ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم اے محمد صلعم لوگوں کو یہ بتا دو کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں یوحیٰ الیّ ہاں میری طرف وحی ہوتی ہے۔ جب سب سے بڑے انسانؐ کے منہ سے یہ نکلوا دیا کہ وہؐ بھی ہماری طرح بشر ہیں تو نسل انسانی کی مساوات کو کمال تک پہنچا دیا۔ مسلمان کو کسی بڑی سے بڑی طاقت کا خوف نہیں اور نہ ڈر ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ساری طاقتیں اس کے ماتحت کر دی گئی ہیں۔ غرض اسلام نے جہاں مسلمانوں میں اتحاد اعلےٰ درجہ کا پیدا کیا ہے وہاں آزادی بھی اتنی وسیع عطا کی ہے کہ اس سے بڑا بڑ آزادی

اور کہیں نہیں۔ گویا دو متضاد خوبیوں کو مسلمانوں کے اندر جمع کر دیا۔ اتحاد اور آزادی دو متضاد خوبیاں ہیں۔ اتحاد یہ چاہتا ہے کہ آزادی نہ ہو اور آزادی اتحاد کی مخالف ہے مگر ان دونوں کو اسلام نے جمع کر دیا ہے اسلام کی تعلیم میں تمام اخلاق کی اعلیٰ تعلیم موجود ہے۔ ان کے لئے بھی جو ایک دوسرے کی ضد ہیں اسلام نے ان دونوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اخلاق کی کامل تعلیم صرف یہی نہیں کہ وہ ایک خاص قسم کے اخلاق کو قوت دے اور دوسروں کو دبا دیا جائے۔ بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ اگر ایک خلق ترقی کرے تو دوسرا خلق بھی مردہ نہ ہو جائے بلکہ ایک دوسرے کے مخالف اخلاق میں ایسا توازن پیدا کیا ہے کہ دوسرے خلق کو حد سے بڑھنے نہیں دیا۔ چنانچہ اول المسلمین کے حق میں فرمایا والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ علمہ شدید القویٰ ذو مرۃ فاستویٰ وھو بالافق الاعلیٰ۔ نزول قرآن اس امر پر گواہ ہے کہ تمہارا صاحب نہ تو گمراہ ہوا ہے اور نہ کجراہ۔ وہ اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرتا۔ یہ قرآن ہے جو اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے اس کو بڑی قوتوں والے اور حکمت والے نے سکھایا ہے۔ پس وہ اپنے قویٰ کے لحاظ سے اعتدال پر آ گیا ہے اور وہ بلند مقام پر پہنچا ہوا ہے جس کے معنے ہیں کامل درجہ کی تہذیب پر ہو گیا ہے۔ اس کے سارے قوائے اعتدال پر ہیں انسان افق اعلیٰ پر اسی وقت پہنچتا ہے جب تمام قوائے اعتدال پر آ جائیں۔ کسی قوت کو دبانا نہ پڑے۔ مثلاً انسان میں رحم اور عدل دو صفات ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں رحم کو یہاں تک ترقی دیدینا کہ ہم نے کسی جاندار کو نہیں ستانا بلکہ جوں کھٹمل اور سانپ تک کو بھی نہیں مارنا اس کا نام

اہنسا اور کمال رحم سمجھا جاتا ہے

مگر اس میں اگر توازن کام نہ کرے تو رحم خود ظلم کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ بیشک رحم اچھی چیز ہے لیکن اس کے بالمقابل ظلم کی سزا بھی ایک اعلیٰ خلق ہے دونوں میں اعتدال صرف اسی صورت میں قایم ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں قوتیں ساتھ ترقی کریں۔ ان دونوں میں توازن رکھا جائے یہ نہ ہو کہ ایک کی ترقی سے دوسرا بالکل مر جائے۔ ایک خلق جب حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے تو پھر اس میں توازن رکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ جوں نہ مارنے والے لوگ انسانی خون کے پینے میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلعم جرائم پر سزائیں بھی دیتے تھے کیونکہ بغیر اس کے ظالم ظلم سے نہیں رک سکتا تھا مگر رحم یہ کہ ۲۰ سال کے مظالم اور جو جو دکھ آپ کو پہنچائے گئے اور جائدادیں چھین لی گئیں ان سب کو معاف کر دیا۔ آپ کے اندر دونوں قسم کے اخلاق نے ترقی کی یہ اخلاق میں موازنہ ہے۔ اور ان کے اندر اعتدال قایم کرنا ہے اسی طرح سے آپ نے آزادی اور اتحاد میں توازن قایم کیا ہے۔ اگرچہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں یعنی جہاں کامل اتحاد ہے وہاں آزادی نہیں اور جہاں آزادی ہے وہاں اتحاد کا ہونا مشکل ہے۔ ان دونوں کو اگر ترقی نہ دی جائے تو یہ دونوں بیکار ہو جائیں گے۔ "کانھم بنیان مرصوص" ہمیں یہ بتایا ہے کہ دشمن کے بالمقابل تمہارے اندر کامل اتحاد ہونا چاہئے۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر اتحاد ہیچ ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آزادی بھی نہایت ضروری صفت ہے۔ اگر ایک پیر نے ہزارہا لوگوں کی آزادی سلب کر کے ان کے اندر اتحاد و اتفاق پیدا کر دیا ہے تو یہ کوئی خوبی کی بات نہیں۔ صحابہ کرام میں اتحاد و آزادی [illegible]

(ی)ں موجود تھیں۔ وہ دشمن کے بالمقابل ایک مضبوط دیوار کی طرح (ک)ھڑے ہو جاتے تھے۔ انہوں نے نہ صرف معنوی رنگ میں کامل اتحاد (کا) ثبوت دیا بلکہ لفظی رنگ میں بھی اس کا نظارہ دکھا دیا۔ کہ جنگ احد (میں) جب آپ پر زخم آئے تو صحابہ نے دشمن کے بالمقابل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد اپنے جسموں کی دیوار بنا کر کھڑی کر دی کا نھم بنیان مرصوص۔ ایسی دیوار جسے سیسہ پلا کر مضبوط کر دیا گیا ہو (یہ) کانھم بنیان مرصوص کا ایک لفظی نقش تھا۔ لیکن اس کے ساتھ (ہی) ان میں آزادی کی بھی بے نظیر روح کام کر رہی تھی۔ ہر خلق کے اظہار (کا) ایک موقعہ اور محل ہوتا ہے اور اسی مناسبت سے وہ خلق اچھا اور برا کہلاتا ہے۔ اگر کوئی

دشمن سے مقابلہ کیوقت آزادی کا وعظ کہتا ہے

تو وہ بیوقوف ہے۔ جنگ کے وقت جب دشمن آگ برسا رہا ہو کوئی شخص کہے کہ میری طبیعت میں اس وقت رحم جوش مار رہا ہے تو وہ احمق ہے۔ بزدل ہے۔ آج لاہور کے مسلمان اکابر کا ایک حصہ ایک جگہ جمع تھا ان میں سے کچھ لوگ جب قوم پرور مسلمانوں کا ذکر آتا تھا تو چلا اٹھتے تھے کہ ان کو مسلمان کیوں کہا جاتا ہے وہ تو دشمن اسلام ہیں وہ ہرگز مسلمان نہیں۔ بلاشبہ انہوں نے دشمن سے مقابلہ کے وقت اتحاد کو توڑا اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائی اور بہت ہی برا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ اعتقاد میں اختلاف کی وجہ سے کسی کو نہیں پکڑتا۔ کوئی اس کا بیٹا تجویز کرتا ہے۔ کوئی دیوتاؤں کو اس کا شریک ٹھیراتا ہے۔ کوئی اس کو چھوڑ کر پتھروں کی پوجا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتا ہے۔ اور نہیں پکڑتا۔ لیکن معاملہ میں بدعہدی کرنے سے پکڑ لیتا ہے مسلمانوں نے اس بات کو غلط سمجھا ہے وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جو مسئلہ میں غلطی کرتا ہے وہ کافر اور جہنمی ہو جاتا ہے۔ اور اس پر فوراً یہ حدیث پڑھ دیتے ہیں من شذ شذ فی النار جس نے کسی مسئلہ میں جماعت سے اختلاف کیا وہ جماعت سے الگ ہو کر جہنم کے لایق ہو گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو دشمن کے بالمقابل کھڑا ہو اور وہ جماعت سے الگ ہو جائے وہ یقیناً آگ کے اندر جاتا ہے یا اپنے آپ کو اس میں گراتا ہے۔ ہر مسلمان کو یہ بات اپنے دل میں بٹھا لینی چاہئے کہ جو دشمن سے مقابلہ کے وقت دشمن سے مل جاتا ہے وہ مسلمانوں سے اور دین اسلام سے غداری کرتا ہے۔

دشمن سے مقابلہ کیوقت سب مسلمانوں کو ایک ہو جانا چاہئے

ہماری جماعت خود اتحاد اسلام کے اندر ایک جزو کا حکم رکھتی ہے۔ اور ہر جماعت کی یہی حالت ہے۔ بیسیوں جماعتیں ہوں لیکن اگر وہ اپنے آپ کو اتحاد اسلام کے اجزا سمجھتی ہیں تو وہ اسلام کے لئے نفع کا موجب ہیں۔ ہاں جو اپنے آپ کو کل کا جزو نہیں سمجھتے اور اپنے آپ کو اتحاد اسلام سے بالاتر سمجھتے ہیں وہ در حقیقت اسلام کو کمزور کرتے اور اسے نقصان پہنچاتے ہیں۔ پہلے ہی مسلمان تکفیر کا تفرقہ ڈالکر آپس میں ایک دوسرے کو کافر بنا رہے تھے اور اتحاد اسلام کے درخت کی شاخوں کو کاٹ رہے تھے کہ

ہمارے قادیانی بھائیوں نے

تمام کلمہ گوؤں کی تکفیر کر کے گویا اس اتحاد کی تمام شاخوں کو کاٹ کر پھینکدیا۔ امت مسلمہ پر یہ ایک بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل ہے کہ ہماری جماعت اتحاد کے اصول پر قایم ہے اور کسی کلمہ گو کو کافر نہیں سمجھتی۔ اتحاد کا یہ اصول اسلام کے اور کسی فرقہ میں نظر نہیں آتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہنا کوئی اتنی بڑی بات نہیں اس اتحاد کے اصول کے ساتھ ہی جماعت کے اندر آزادی کی روح بھی موجود ہے۔ پیری مریدی میں یہ بات کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ پیری مریدی کی جس قدر بھی گدیاں نظر آتی ہیں ان سب جگہوں میں ایک بات یکساں طور پر پاؤگے کہ لوگ پیروں کے سامنے بھیڑوں اور چارپایوں کی طرح سے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ یورپ کے تعلیم یافتہ آغا خان کی گدی بھی اس سے خالی نہیں۔ پیروں کے پاؤں کو کپڑوں کو، ہاتھوں کو چومنا فخر سمجھا جاتا ہے۔ ان کے سامنے نہ کوئی زبان ہلا سکتا ہے اور نہ آنکھ سے اشارہ کر سکتا ہے۔

یہ وہ اتحاد نہیں جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے

اس کی بنیاد اسلام پر نہیں بلکہ گمراہ کن پیری اور مریدی پر ہے۔ اس نے اتحاد کی بنیاد ایسی توسیت پر رکھی ہے جس میں آزادی رائے بھی شامل ہے۔ حضرت مسیح موعود مامور تھے ان پر فدا ہونا اور بات تھی لیکن ایک غیر مامور کے ہاتھ میں اپنے ایمان اور عقل کی باگ دیدینا ایک خطرناک غلطی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خطرناک اور مہلک غلطی سے نکالا ہے لیکن یہ آزادی جو ہمیں دی گئی ہے چاہو تو اس کو جائز طور پر استعمال کر کے جماعت کی قوت کا موجب بنو یا اس کے ناجائز استعمال سے جماعت کی قوت کو کمزور کر لو۔ اگر اس کا استعمال جائز کروگے تو صحابہ کا نمونہ دنیا کو دکھا دوگے اور یہ ثابت کر دوگے کہ آزادی رائے رکھتے ہوئے

بغیر پیری اور مریدی کے بھی اتحاد ہوسکتا ہے

اور جماعت میں تنظیم ہوسکتی ہے اور ہدایت کا موجب بن جاؤگے اور اگر آزادی کا بے محل استعمال کروگے اور اشاعت کے بلند مقصد میں اور دشمن کے بالمقابل بھی آزادی کے خواہاں ہوگے تو جماعت کا اتحاد ٹوٹ جائیگا۔ پس اتحاد کے یہ معنی یاد رکھو کہ تم غیر کے بالمقابل ایک ہو جاؤ۔ ہاں آپس میں آزادی بھی برت لو جب تم دشمن کے بالمقابل ایک ہو تو یہ اتحاد ہے۔ اس کی نیت نہیں۔ خدا کا یہ کس قدر فضل ہے کہ بغیر پیری اور مریدی کے تمہارے اندر اتحاد ہے۔ اور آزادی رائے بھی ہے۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات جو اتحاد کے لئے مانع نہوں ان کو برکت کا موجب سمجھو اتحاد اور آزادی دونوں کو اپنے اندر جمع کر کے دوسرے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بن جاؤ۔

امام صاحب مسجد ووکنگ کو پانچسو پونڈ بطور تاوان ملے

لندن ۸ر مئی۔ مولانا عبدالمجید امام مسجد ووکنگ لندن وصدر اسلامیہ مشن انگلستان کو پانچسو پونڈ تاوان ایک مقدمہ کے سلسلے میں ادا کئے گئے جو انہوں نے عبداللہ رڈے کے خلاف ایک خط کے سلسلے میں دائر کیا تھا کہ مدعا علیہ (جو عدالت میں حاضر نہ ہوا) نے ایک لاہور کے اخبار میں شائع کرایا کہ مشن نے روس کے خلاف مذہبی جہاد شروع کر دیا ہے اور یہ کہ امام صاحب ایک احتجاجی جلسہ کرنیکی کوشش کر رہے ہیں تاکہ لارڈ ہیڈلے اپنے قدیم دوست لشپ آف لندن کے دوش بدوش مصروف کار ہوں۔ مستغیث نے بیان کیا کہ وہ کبھی کسی سیاسی جلسہ میں شریک نہیں ہوئے۔

جیوری نے مستغیث کے حق میں فیصلہ دیدیا۔

ہندوستان کی علمی ترقیاں

پونہ مہاراشٹر کے برہمنوں اور مرہٹوں کا صدر مقام اور ان کی ہر قسم کی کوششوں کا مرکز ہے ان کا فرگیوسن کالج وہاں ہے اور اب انہوں نے ایک اور نیا کالج بنالیا ہے۔ ان کی رنانہ یونیورسٹی وہاں ہے ان کی سیاسی درسگاہ سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی وہاں ہے۔ ان کی علمی تحقیقی مجلس بھنڈارکر انسٹی ٹیوٹ وہاں ہے۔ بھنڈارکر انسٹی ٹیوٹ گویا مرہٹوں کی "شبلی اکاڈیمی" ہے۔ ایک پہاڑ کے دامن میں سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی سے کچھ ہٹکر اس کی سادہ لیکن مضبوط سنگی عمارت کھڑی ہے۔ اس کا بیچ کا بڑا ہال مشہور پارسی فیاض تاجر ٹاٹا نے بنوایا ہے متعدد ڈاکٹر اور گریجوایٹ تصنیف وتحقیق کے کام میں لگے ہیں سنسکرت کا سب سے بڑا کتب خانہ اس کے پاس ہے۔ جس میں بیس ہزار کتابیں ہیں۔ سنسکرت کی پرانی قلمی کتابیں تاڑ کے پتوں اور توت کے پتوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ گورنمنٹ نے بھی اپنے دکن کالج سنسکرت کا ذخیرہ اسی کو دیدیا ہے دنیا کے اکثر رسالے جو ایشیا اور ایشیائی علوم اور خاصکر سنسکرت علوم کے متعلق بحث کرتے ہیں یہاں آتے ہیں اس کے مطبوعات کی تعداد غالباً اسی کے قریب پہنچی ہے۔ گورنمنٹ اور رؤسا دونوں اس کی مالی امداد کی کفالت کرتے ہیں۔

آجکل وہاں ایک نیا کام شروع ہوا ہے یعنی مہابھارت کا ایک صحیح نسخہ مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے لئے ہندوستان اور دنیا کے ہر گوشے سے مہابھارت کے قدیم قلمی نسخے فراہم کئے گئے ہیں۔ کشمیری۔ ملیالم اور بنگالی خطوط میں جو اس کے قدیم نسخے لکھے ہیں وہ منگائے گئے ہیں۔ ایک ہندو پی ایچ ڈی فاضل پانچ سو ماہوار کے معاوضہ پر اس کام کے لئے مقرر ہے۔ اس کے نیچے بہت سے پنڈت اور گریجوایٹ کام کرتے ہیں۔ ہر لفظ کے جتنے مختلف نسخے ہیں وہ لکھے جاتے ہیں اور فاضل مرتب کے نزدیک صحیح لفظ ہے وہ متن میں داخل کر کے اوپر لکھا جاتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اس کے اجزا شائع ہوتے رہتے ہیں۔

علم دوست اور فیاض مسلمان یہ سنیں کہ اس کام کیلئے روپیہ کا تخمینہ کیا ہے اور اس کا سامان کیا ہے۔ خاص اس مہابھارت کے کام کے لئے دس لاکھ روپے کا تخمینہ ہے جس میں سے ایک لاکھ روپیہ صرف ایک ہندو رئیس چیف آف آندھ نے دیا ہے۔ سات ہزار سالانہ بمبئی یونیورسٹی اور اسی قدر گورنمنٹ اپنے بجٹ سے دیتی ہے۔ کیا مسلمانوں کے بھی کسی علمی کام کو آج تک گورنمنٹ سے کچھ ملا ہے۔ حالانکہ ہمارے ہی سامنے بنارس کی ہندی ناگری پرچارنی سبھا کو ہزار دس روپے کی امداد ہوتی رہی ہے۔ کیا الہ آباد یا لکھنؤ یونیورسٹی یعنی یونیورسٹی کا اس فیاضانہ امداد کا تخیل بھی کرسکتی ہے۔ کوئی ہلا کوئی مسلمان فیاض تعلقہ دار ونواب کسی علمی مجلس کے لئے پچاس ہزار کا بھی تصور کرسکتا ہے؟ معارف

جن حضرات کا چندہ ماہ اپریل اور مئی میں ختم ہوتا ہے انہیں دفتر سے باقاعدہ اطلاع دی جاچکی ہے۔ براہ کرم جلد از جلد بذریعہ منی آرڈر چندہ ارسال فرما دیجئے۔ تاکہ وی پی دیکھنا پڑے۔ (مینیجر)

تعلیم میں اصلاح کی ضرورت

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن لدھیانہ کے قلم سے

"تہذیب نسواں" مورخہ ۱۴ر فروری میں محترمہ شہزاد جہاں بیگم صاحبہ کا مضمون "مذہبی کتابوں کی عبارت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اس میں یہ مطالبہ نہایت معقول ہے کہ مذہبی کتابوں کی عبارت نہایت آسان اور سلیس ہونی چاہئے۔ تاکہ بچے اور لڑکیاں نہایت آسانی سے سمجھ سکیں اور یاد رکھ سکیں۔ لیکن اس مضمون میں مجھے یہ پڑھ کر افسوس ہوا کہ ابھی تک دینیات کی تعلیم میں صبح کا ستارہ، اور قصص الانبیا جیسی کتابیں موجود ہیں۔

اگر یہ وہی صبح کا ستارہ ہے جو میں نے بچپن میں پڑھا تھا تو اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ لایعنی اور بے سروپا روایات کا ایک مجموعہ ہے اور کوئی تعلیم یافتہ آدمی اور تربیت یافتہ معقول انسان اس کو پڑھ کر اپنے ایمان پر قائم نہیں رہ سکتا۔ خدا جانے کس نے اسے لکھا تھا کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر عجیب و غریب اور بے سروپا موضوع روایتیں اکٹھی کرلی ہیں جن کی اصل نہ قرآن میں ہے نہ اعلیٰ پایہ کی صحیح احادیث میں

یہی حال قصص الانبیا کا ہے۔ جس میں اسرائیلیات کو اکٹھا کرلیا ہے۔ یعنی یہودیوں کی بے سروپا روایات کو جن میں قسم قسم کے لایعنی قصے بھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے بھولے بھالے مسلمانوں نے آمنا و صدقنا کہہ کر اپنی کتاب میں نقل کیا اور اس کا نام قصص الانبیا رکھ دیا ہے۔ کم از کم میں نے جو قصص الانبیا بچپن میں پڑھی تھی وہ تو ایسی ہی تھی۔ جسے کوئی معقول آدمی ایک لمحے کے لئے مان نہیں سکتا۔ آج کل کی تحقیقات اور علمی ترقیات کی روشنی میں جب ایک مسلمان لڑکا یا لڑکی ان بے سروپا قصوں کو پڑھتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ مذہب اسلام کا ایک حصہ ہے تو فرمایئے وہ مسلمان کس طرح رہ سکتا ہے؟

الف لیلہ کی طرح قصص الانبیا کوئی پڑھ لیتا تو خیر اتنا ہرج نہ تھا۔ گو اس صورت میں بھی نبیوں کی پاک زندگیوں پر سیاہ داغ نظر آنے لگتا ہے۔ لیکن خیر اسے وہ مذہب اسلام تو نہ سمجھتا۔ لیکن اسے مذہب اسلام کی ایک کتاب بتا کر پڑھانا ظلم کرنا ہے۔

مجھے ابھی تک قصص الانبیا میں سے ایک عجیب و غریب شخصیت یاد ہے۔ جس کا نام عوج بن عنق تھا۔ وہ صاحب اس قدر بلند قد و قامت کے تھے کہ طوفان نوح ان کی کمر تک آیا تھا۔ اور سمندر میں جب وہ کھڑے ہوتے تھے تو سمندر کا پانی باوجود اپنی اتنی گہرائیوں کے صرف ان کے گھٹنوں تک آتا تھا۔ اور انہیں جب کبھی بھوک لگتی تھی تو سمندر سے مچھلیاں پکڑ کر سورج سے بھون کر کھا لیا کرتے تھے۔

بابا آدم کا قصہ بھی بہت دلچسپ تھا اماں حوا جدہ میں رہا کرتی تھیں اور بابا آدم مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر کیا کرتے تھے۔ اماں حوا کی عظمت اور قد و قامت کی یہ شان تھی کہ جدہ میں روٹی پکاتے ہوئے بیٹھے بیٹھے ہی صرف تھوڑا سا ہاتھ بڑھا کر گرم گرم روٹی بابا آدم کو پکڑا دیتی تھیں۔ اور بابا آدم کعبہ کی تعمیر بھی کرتے جاتے تھے۔ اور گرم گرم روٹی بھی کھاتے جاتے تھے۔ حالانکہ دونوں مقاموں میں فاصلہ دو منزل کا ہے۔ اور بابا آدم کے قد و قامت کا اندازہ اس سے کرلو کہ وہ جب کھڑے ہوتے تھے تو ان کا سر آسمان سے اس قدر قریب ہوتا تھا کہ فرشتوں کی تسبیح و تہلیل کی آواز ان کے کانوں میں آتی تھی۔

پھر حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں پھینکے جانے کے وقت بادشاہ کی بیٹی کا عاشق ہو کر ان کے ساتھ آگ میں کود پڑنا۔ اور آگے جس طریق پر بچنا اس کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹ (نعوذ باللہ) حضرت یوسف اور زلیخا۔ حضرت سلیمان اور بلقیس کے تعشق کی داستانیں سوائے اس کے کہ الف لیلہ اور باغ و بہار کو یاد دلائیں مذہب سے دل کو بیزار اور نبیوں کے پاک اور معصوم گروہ کو سخت بدنام کرتا ہے۔ اور اس قسم کی سینکڑوں لایعنی داستانیں اس میں درج ہیں۔ جن سے مذہبی تخیل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ قرآن کریم نے جو واقعات سیدھے سادے طریق سے بیان کئے تھے۔ ان میں جب تک اپنی طرف سے مبالغہ نہ کر لیا جائے کہ اعجوبہ پرستی اپنی معراج پر نظر آنے لگے اس وقت تک مصنف کو تسلی ہی نہیں ہوتی نظر آتی۔ مثلاً قرآن کریم نے فرمایا تھا کہ لوطؑ کی بستی زلزلے سے الٹ گئی تھی اور یہ زلزلہ بطور عذاب ان پر آیا تھا۔ بس ختم۔ لیکن قصص الانبیا میں اتنا لکھ دینا کافی نہ سمجھا گیا۔ اب مبالغہ سنو۔ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس تختۂ زمین کو اپنی ایک چھنگلیا پر اٹھایا حتیٰ کہ ان بستیوں کے مرغوں کی اذان دینے کی آواز فرشتوں کے کان میں پڑی (یعنی آسمان سے جا لگی) اور وہاں سے اسے الٹا دیا۔ اللہ اکبر ایک زمانہ تھا جب ان باتوں کو سنکر رو دیا کرتے تھے اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کے نعروں سے محفلیں گونج جایا کرتی تھیں اور اب بھی شاید بعض طبقوں میں یہی حال ہوگا لیکن تعلیم یافتہ اور معقول طبقہ میں ان مبالغہ آمیز باتوں پر بجائے رونے کے ہنسی ہوتی ہے۔ اگر ہمیں جدید تعلیم یافتہ لوگوں سے یہ شکایت ہے کہ وہ دنیا کے تعیش اور تنعم میں پڑ کر مذہب کو بھول گئے۔ تو ہمیں اپنے پرانے فیشن کے علما اور مسلمانوں سے بھی شکایت ہے کہ وہ اس قسم کی بے سروپا باتیں جن کی اصل نہ قرآن میں نہ سنت میں، پیش کر کے مذہب سے تنفر کیوں پیدا کر دیتے ہیں

کچھ شک نہیں کہ خیر القرون کے بعد مسلمانوں کی شوکت اور سلطنت کے دوران میں ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ کسی مذہب کی صداقت کا معیار اس کی اعجوبہ پرستیاں تھیں۔ جس مذہب میں جتنی عجیب و غریب خلاف فطرت محیر العقول باتیں ہوتی تھیں اتنی ہی اس مذہب کی صداقت اور عظمت و شوکت متصور ہوتی تھی۔ اور بعض دفعہ دانستہ دوسرے مذہب کے عجیب و غریب افسانوں کے مقابلہ میں مسلمانوں نے بھی قصے گھڑے تاکہ ان سے کسی طرح پیچھے نہ رہیں۔ مثلاً اسی داستان امیر حمزہ کو لے لو۔ سبحان اللہ کہاں حضرت امیر حمزہؓ ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بزرگ صحابی اور کہاں داستان امیر حمزہ کی لغویات۔ صرف ہندوؤں کی رامائن کو نیچا دکھانے کے لئے ایسا کیا گیا۔

اکبر بادشاہ کے دربار میں جب پنڈتوں نے رامائن سنائی اور سونے کی لنکا کے باون ہاتھ کے راجہ راون اور اس کے بھائی کمبھ کرن کی جو خدا جانے کس قدر کھاتا تھا۔ اور چھ مہینے میں ایک کروٹ لیتا تھا۔ محیر العقول شخصیتوں کا نقشہ کھینچ کر دکھایا اور ہنومان جی کی چترائی اور چستی و چالاکیوں کی کتھا سنائی جو لچھمن جی کو زندہ کرنے کے لئے "بولتی بوٹی اور ہنستا پانی" کی تلاش سے عاجز آ کر ہمالیہ پربت ہی اٹھا کر لنکا لے گئے تھے۔ تو اکبر بادشاہ پر جو ایک سپاہی آدمی اور دل کا جری تھا۔ مگر بے علم ہونے کے خوش عقیدہ گیوں کا دلدادہ تھا۔ خاص اثر پڑا۔

مسلمانوں نے اس اثر کو ٹالنے کے لئے اسلامی تاریخ میں کسی ایسی شخصیت کو تلاش کیا جو بہت بہادر اور جری ہو۔ چنانچہ نظر انتخاب جناب امیر حمزہ پر پڑی۔ بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہمارے بزرگوں نے اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب کارنامے انجام دیئے ہیں۔ چنانچہ داستان امیر حمزہ تصنیف کی گئی۔ اور اس میں راون کے مقابلہ میں اسی لنکا یعنی سراندیپ کا راجہ لندھور بن سعدان گھڑا گیا۔ جو راون کے باون ہاتھ کے مقابلہ میں ایک سو دس گز لمبا تھا۔ اور کنبھ کے مقابلہ میں عمرو بن سعدی کرب رکھا گیا جس کی چالیس گز ارتفاع کی تو فقط توند تھی اسی سے اس کی خوراک کا اندازہ کرلو۔

اور ہنومان جی کے مقابلہ میں عمرو عیار وجود میں آئے جن کی چالاکی اور پھرتی اور اڑن گھائیاں شہرہ آفاق ہو چکی ہیں۔ ہنومان جی تو فقط ہمالہ پربت ہی اٹھا کر لائے تھے یہ حضرت اپنی زنبیل میں کبھی کبھی ساری دنیا بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ وہاں تو صرف ایک لنکا ہی فتح ہوئی تھی اور یہاں خدا جانے کون کون سی دنیائیں اور عالم فتح ہوگئے۔

غرضکہ رامائن کے مقابلہ میں داستان امیر حمزہ گھڑی گئی اپنے وقت میں یہ بھی ایک رنگ کا مقابلہ تھا۔ لیکن آج یہ باتیں اہل علم و تحقیق کی مجالس میں ہنسی کا موجب ہیں۔ پس ایک طرف تو ہم اپنی لڑکیوں کو اعلےٰ تعلیم دیں اور دوسری طرف مذہب کے نام سے کتابیں وہ رکھیں جو محض افسانوں کا مجموعہ ہوں یا بے سروپا روایتیں جمع کر کے ان کا نام دینیات رکھ کر ان کے سامنے پیش کردیں۔ تو فرمایئے مذہب رہا یا گیا؟ کوئی معقول عورت اسے قبول نہیں کرسکتی۔

ابھی حال کا واقعہ ہے۔ پہاڑ پر لوگ شام کو سیر کر رہے تھے مسلمان خواتین اور مردوں کے جھرمٹ میں ایک نوجوان تعلیم یافتہ لڑکی بڑی شد و مد سے کہتی چلی جا رہی تھی "میں قہار خدا کو ہرگز نہیں مان سکتی۔ اسلام نے عجیب و غریب خدا پیش کیا ہے جو قہر و غضب کا بھرا ہوا ہے" یہ فقرہ جب میں نے سنا تو صدمہ سے دل خون خون ہو گیا۔ اور سخت افسوس ہوا۔ کس پر؟ لڑکی پر نہیں وہ بیچاری بے قصور تھی اسے یہی بتایا گیا تھا کہ قہار مبالغہ کا صیغہ ہے اور قہار کے معنے ہیں جو بحد قہر و غضب میں بھرا ہو۔ پس صدمہ ہوا اور افسوس ہوا معلم دینیات پر جس نے یہ غلط معنے جو غلط العام کے طور پر مروج ہے بتائے۔ اردو میں چونکہ قہر غصہ کے معنے ہیں اس لئے نیم ملا خطرۂ ایمان نے یہی پڑھا دیا۔ حالانکہ عربی میں قہر کے معنے غلبہ کے ہیں اور قہار چونکہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس لئے معنے ہوئے کہ ایسی ہستی جس کا غلبہ ہر چیز پر بدرجۂ کمال ہو۔ اور کون ہے جو اس سے انکار کر سکتا ہے۔ خدا کے قوانین سے چھوٹا یا بڑا امر ہو باہر نہیں ہو سکتا۔ اس کے غلبہ کا نظارہ تو ہر آن ہمارے سامنے ہے پس اس کے قہار ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے؟ مگر غلط تعلیم کی وجہ سے ایک مسلمان لڑکی خدا کی اس صفت کا انکار کر رہی ہے اور اپنے ایمان کو کھو رہی ہے۔ قصور کس کا؟ تعلیم کا۔

(باقی آئندہ)

(منقول از تہذیب النسواں)

مسئلہ اجرائے نبوۃ کی تردید

بروئے کتب حضرت مسیح موعود

مسئلہ اجرائے نبوۃ ہمارے سلسلہ کے ہاتھوں سے کچھ اس قدر روندا ہوا اور پامال شدہ ہے کہ اب اس پر قلم اٹھانے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر قارئین اس مسئلہ کے آئے دن انہی جھوٹے کھانوں کو چباتے اور نگلے ہوئے لقموں کو بار بار کھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے طوعاً و کرہاً ہمیں بھی اب اس پر کچھ لکھنے کی طرف توجہ کرنی ہی پڑتی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ مسئلہ تین مختلف زمانوں یعنی تین ابواب پر منقسم ہونا چاہیے۔ باب اول مسئلہ اخفائے نبوۃ۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جب خدا نے تعالےٰ حضرت مسیح موعود پر وحی پر وحی بھیجتا رہا۔ اور کہتا رہا کہ تو نبی ہے۔ رسول ہے۔ مگر اس بار بار کی آواز پر کوئی شنوا نہ ہوا۔ بلکہ بلب کے سب سوئے رہے۔ جنہیں بڑے بڑے علما اور فضلا، محدث اور مفسر، فلسفی اور منطقی موجود تھے۔ حتےٰ کہ خود حامل وحی بھی اس طرف متوجہ نہ ہوا۔ یہ زمانہ دو چار ماہ یا دو چار سال کا نہیں بلکہ قریب پندرہ سال تک ممتد ہے اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس زمانہ کو اخفائے نبوۃ کے زمانہ سے موسوم کیا جائے۔

اس کے بعد افشائے نبوۃ کا زمانہ آتا ہے جس کے متعلق ایک ہی راوی سے جو نہایت ثقہ ہے تین مختلف روایتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود پر مسئلہ افشائے نبوۃ سنہ ۱۹۰۱ء میں ہوا ہے۔ دوسری روایت کے بموجب سنہ ۱۹۰۱ء میں اور تیسری روایت کے بموجب سنہ ۱۹۰۲ء میں تیسرا زمانہ اجرائے نبوۃ کا ہے۔ اگر سچائی کچھ چیز ہے تو اسکی بنا پر ہم عرض کریں گے کہ پہلے اور دوسرے زمانہ میں حضرت مسیح موعود نے دانستہ یا نادانستہ اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی اور باوجود مامور ہونے کے اس کے اظہار اور تبلیغ میں ارادتاً اور عمداً تساہل فرمایا۔ پہلے زمانے میں تو بوجہ عدم علم معذور قرار دئے جا سکتے ہیں۔ مگر دوسرے زمانے میں جب افشائے راز ہو چکا تھا پھر بھی اس مسئلہ کی ترویج و اشاعت نہ فرمانا خدا ہی کو معلوم ہے۔ کہ اس میں کیا حکمت اور مصلحت مضمر تھی۔ یہی نہیں کہ حضرت مسیح موعود ہی ساکت و صامت رہے بلکہ خلافت اول کو بھی مدت العمر اس مسئلہ کے متعلق وعظ کرنے اور کرانے کی توفیق نہ ملی۔ دونوں جماعتوں میں سے ابتک خدا کے فضل سے بہت سے ایسے بزرگ موجود ہیں۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کے زمانے دیکھے ہیں وہ حلفاً بتائیں کہ ان دونوں زمانوں میں کبھی کوئی وفد علما کا مسئلہ اجرائے نبوۃ پر بحث کرنے کے لئے کسی مقام پر بھیجا گیا تھا جیسا کہ موجودہ خلافت میں عملدرآمد ہو رہا ہے۔ خود ہماری بیعت کا زمانہ سنہ ۱۸۹۵ء اور سنہ ۱۹۰۸ء کے درمیان ہے ہم نے دیکھا کہ معمولی سے معمولی مسئلہ پر بھی اگر حضرت صاحب نے قلم اٹھایا ہے تو اس کو اس وضاحت سے صاف کیا ہے کہ اس میں ابہام کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ روزانہ تقریروں، تحریروں، اخباروں اور رسالوں میں حتیٰ کہ مبسوط تالیفات کے ذریعہ مسائل کو ایسا واضح کرتے تھے کہ اپنے بیگانے امور سے متنبہ ہو جاتے تھے۔ چہ جائیکہ نبوۃ جیسا اہم اور عظیم الشان مسئلہ آپ پر منکشف ہو اور خود اپنی جماعت کو خبر تک نہ ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ دو مختلف اوقات میں معترضوں کے جواب میں آپ نے اعلان نبوۃ فرمایا اول سنہ ۱۹۰۱ء میں اشتہار ایک غلطی کے ازالہ کے ذریعے اور دوسرے سال سنہ ۱۹۰۷ء کو حقیقت الوحی میں۔ ہمارا خیال ہے کہ بندگان خدا کو راوی کی تلاش اور تجسس کا مرہون منت ہونا چاہیے جس نے ایک اتھاہ سمندر سے غوطہ زنی کرکے اور ایک نایاب چیز کا پتہ لیکر اس کو پبلک کے سامنے رکھدیا۔ یہ سعادت حقیقت میں خلافت ثانیہ کے ہی مقدر میں تھی۔ یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ اس عہد میں جو شہرت اس مسئلہ کو ہوئی وہ محتاج تشریح نہیں گھر گھر اس کا چرچا ہے۔ ایڑی چوٹی کا زور اس کی تبلیغ میں ایک جماعت صرف کر رہی ہے۔ اس ضمن میں ایک بات ضرور قابل گذارش ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا یہ سب کوشش مدعی نبوۃ کی زندگی کے بعد شروع ہوئی۔ انکی زندگی میں اس بات کا مطلقاً کوئی چرچا نہ تھا۔ اس ایجاد کا سہرا تو خلیفہ ثانی کے سر پر ہے۔ اس لئے اس مضمون میں آج ہم نے آپ کے ان دلائل پر غور کرنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

(۱) آپ (یعنی حضرت مسیح موعود) اپنی بعض تحریرات میں نبی ہونے سے انکار کرتے رہے اور صاف لکھتے رہے ہیں کہ آپ نبی نہیں بلکہ محدث ہیں۔ اور یہ کہ آپ کی نبوۃ صرف محدثوں والی نبوۃ ہے۔ نہ کہ کسی اور قسم کی۔ (حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۱۹)

(۲) نبوت کا مسئلہ آپ پر سنہ ۱۹۰۰ء یا سنہ ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے۔ اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ سنہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے۔ جس میں آپنے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے۔ اور سنہ ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے۔ جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے ...... یہ بات ثابت ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ (حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۲۱)

(۳) حضرت صاحب اپنے اجتہاد سے ایک عقیدہ رکھتے تھے خدا نے ان کو جتلا دیا کہ یہ عقیدہ درست نہیں۔ (حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۲۲)

(۴) بار بار کی وحی نے آپ کی توجہ کو اس طرف پھیر دیا کہ تیئس سال سے جو مجھ کو نبی کہا جا رہا ہے تو یہ محدث کا دوسرا نام نہیں بلکہ اس سے نبی ہی مراد ہے ..... اس عقیدے کے بدلنے کا پہلا ثبوت ایک غلطی کا ازالہ ہے۔ (حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۲۲)

(۵) آپ نے تو اس وقت پہلے عقیدے کو منسوخ قرار نہیں دیا جب تک کہ حقیقت الوحی میں آپ پر اعتراض نہیں ہوا تب بے شک آپنے فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی بارش کی طرح نازل ہونے والی وحی نے مجھے پہلا عقیدہ بدل دیا۔

(حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۲۴)

یہ حوالہ جات مسئلہ اخفائے نبوۃ کے متعلق کتاب حقیقت النبوت سے نقل کئے گئے ہیں۔ مگر ایک حوالہ القول الفصل صفحہ ۲۴ سے بھی اسی مضمون کا درج کیا جاتا ہے۔

(۶) بس سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں۔

ان حوالجات میں مسئلہ اخفائے نبوت کی صراحت تو بے شک ہے مگر ان عبارتوں پر دو زبردست سوال یا اعتراض پیدا ہوتے ہیں جس کی طرف ابتدأً اس جگہ ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

اول حقیقت النبوت کی یہ عبارت کہ سنہ ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالوں کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ سال بھر کی یہ ادھیڑبن اور تذبذب ایک ناقد بصیرت کی نظر میں اس مسئلہ کی حقیقت کو مشتبہ بنا دیتی ہے۔ شاید لکھنے کے وقت یہ نقطہ صاحبزادہ صاحب کے خیال میں نہیں آیا اور جلدی میں ایک ایسی بات لکھ گئے جو ان کی شان کے شایان نہ تھی۔ ختم نبوت اور اجرائے نبوت کے مسائل اگر حضرت مسیح موعود کے استدلال اور اجتہاد کا ہی نتیجہ ہیں اور خدا نے بذریعہ وحی آپ کی کوئی راہبری نہیں فرمائی تو ناحق قلمی کشت و خون سے حاصل ہی کیا ہے۔ ہمارا مطالبہ تو یہ ہے کہ کوئی نص صریح از قسم الہام اور وحی ایسی پیش کی جائے جس میں حضرت صاحب سے خطاب کیا گیا ہو کہ محدثیت کے دعوے کا جو آپ اجتہاد کرتے رہے وہ غلط یا منسوخ ہے۔ اب آپ نبی اور رسول ہونے کا اعلان کریں اور پھر یہ اعلان کسی خاص مجمع کو طلب کرکے یا کسی کتاب اور رسالے کے ذریعہ کھلے طور پر کیا ہو تو بے شک اس قسم کی کارروائی حجت ہو سکتی ہے۔ مگر الفاظ کو توڑنے مروڑنے اور تاویلات رکیکہ کے ساتھ کام لینے سے آنلرپاد عوے ثابت نہیں ہو سکتا۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے حضرت امیر سلسلہ کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا۔ جس میں تحدی کے ساتھ ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت مسیح موعود نے ہرگز نبوت کا دعوے نہیں فرمایا۔ بلکہ متعدد حوالجات سے دعوے نبوۃ سے انکار ثابت کیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں فضلائے قادیان نے خوب مزے کی بات لکھی کہ کسی بھی نبی کے متعلق یہ بات ثابت نہیں کہ اس نے کہا ہو کہ ہمارا دعوے ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ اس وقت یہ سوال ہمارے پیش نظر نہیں کہ ہم نبیوں کے دعاوی کتابوں سے تلاش کرکے نکالتے پھریں ہمارا ایمان ہے کہ خدا نے ان نفوس قدسیہ کو اگر نبی بنایا ہے تو ضرور انہوں نے اس کا اعلان کیا ہوگا۔ سوال تو اس جگہ یہ ہے کہ حضرت صاحب جو مدت العمر دعوے نبوت سے انکار فرماتے رہے۔ افترا اور کذب حتےٰ کہ کلمہ کفر قرار دیکر لعنت اللہ کی وعید کا مستحق اپنے آپ کو اور ان لوگوں کو جو آپ کی طرف یہ دعوے منسوب کرتے تھے سمجھتے تھے۔ پس ایسا شخص جو دعوے نبوت سے اس شدت سے انکار کرے تو کیا حق بجانب نہ ہوگا کہ پھر اسی قسم کے مدعی اور اس کی امت سے دعوے نبوت کا اقرار طلب کیا جائے۔

دوسری بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ان حوالوں میں صاحبزادہ صاحب نے کہیں تو فرمایا کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر (حضرت مسیح موعود پر) سنہ ۱۹۰۰ء یا سنہ ۱۹۰۱ء میں کھلا اور کہیں سنہ ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے۔ اور کہیں سنہ ۱۹۰۷ء میں جیسا کہ بحوالہ حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۲۴ ارشاد فرمایا ہے۔

آپ نے تو اس وقت تک اپنے عقیدے کو منسوخ قرار نہیں دیا جب تک کہ حقیقت الوحی میں اس پر اعتراض نہیں ہوا ان حوالوں میں اس قدر تعارض اور تناقض ہے کہ وثوق کے ساتھ تبدیلی عقیدہ نبوت کا زمانہ بھی معین نہیں ہو سکتا۔ اس پر یہ تحریر کرنا کہ حضرت اپنے اجتہاد سے ایک عقیدہ رکھتے تھے خدا تعالےٰ نے ان کو جتلا دیا کہ یہ عقیدہ درست نہیں ... اور کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر سنہ ۱۹۰۰ء یا سنہ ۱۹۰۱ء میں کھلا اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ سنہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنی نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے۔ صریح مغالطہ ہے ہم قادیانی فضلا کو بانگ دہل

چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ایسا کوئی الہام پیش کریں جس میں خدا تعالیٰ نے یہ بتلایا ہو کہ یہ عقیدہ درست نہیں ہے۔ اگر کوئی صاحب ایسا الہام پیش کریں تو ہم بذریعہ اخبار اعلان کرتے ہیں کہ ہم موجودہ خیالات سے توبہ کرکے میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ مگر خدارا کوئی صاحب اپنے قوت استدلال کو متحرک کرنے کی سعی نہ فرمائیں۔ بلکہ میاں صاحب کے ان الفاظ کی عزت کرتے ہوئے بجنسہ وحی کی عبارت درج کر دی جائے۔ جس کا یہ مفاد ہو کہ یہ عقیدہ درست نہیں تو ہمارا مطالبہ پورا ہو جائے گا۔ اور وہ لوگ جو دونوں فریقوں سے حسن ظن رکھتے ہیں مگر اس گورکھ دھندے کے الجھاؤ کی طاقت نہیں رکھتے ان کے لئے بھی فیصلہ کی ایک راہ کھل جائے گی۔ ہم نے فیصلہ کی ایک تجویز کر دی ہے آئندہ اس پر چلنا نہ چلنا ہمارے قادیانی احباب کے اختیار میں ہے۔

دوسرا حوالہ ایک غلطی کے ازالہ کے متعلق ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اشتہار سب سے پہلا اعلان نبوت ہے ہم نے تو اس اشتہار کو خلوت و جلوت میں کئی کئی بار پڑھا بخدا ہمیں تو اس اشتہار میں اعلان نبوت کہیں دکھائی نہیں دیا۔ بلکہ متعدد جگہ انکار نبوت کے حوالجات دیکھنے میں آئے ہیں۔ جیسے پہلے اپنے احباب کو سنایا مگر ان کو بھی اپنا ہی ہمنوا پایا۔ ہم چند مقامات ان حضرات کے غور کے لئے نقل کرتے ہیں جو مخالف و موافق اثرات سے خالی بالطبع ہو کر تدبر کرنے کے عادی ہیں اشتہار اس طرح پر شروع ہوتا ہے۔

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔

سب سے پہلے دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ یہ اشتہار اپنی کسی غلطی کے ازالہ کے لئے نہیں لکھا گیا تا نتیجہ نکالا جائے کہ یہ سب سے پہلا اعلان نبوت ہے۔ بلکہ اس کی اشاعت کی غرض اپنے ایک مرید کی غلطی کی اصلاح ہے۔ اور مرید بھی ایسا کہ جس کو آپ کے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت تھی۔ اور جسے نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک مدت تک صحبت میں رہا۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ جس حالت میں یہ اشتہار لکھنے کے وقت دعوے تبدیل ہو گیا ہے اور اسی اشتہار کے ذریعہ نئے دعوے کا اعلان ہونے والا ہے تو اس کے متعلق یہ تحریر کرنا کہ بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ یہ کہاں تک حق بجانب ہو سکتا ہے۔ بعض صاحبوں کا تو اس جگہ ذکر کیا تمام کی تمام جماعت تھی کہ خود مسیح موعود بھی اس سے قبل دعوئے نبوت سے ناواقفیت رکھتے تھے اور اعلان نبوۃ ہونے والا ہے اور پھر فرماتے ہیں:۔

جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے۔ اب بالاتفاق فریقین یہ ثابت ہے کہ اشتہار ایک غلطی کے ازالہ سے قبل حضرت صاحب کی تمام کتابیں محدثیت سے بھری ہوئی ہیں۔ تو جب جدید دعوے کا اعلان مقصود ہے۔ تو ایسی کتابوں کے عدم علم کا الزام عاید کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ بلکہ بمقتضائے وقت ہدایت تو یہ کرنی چاہئے تھی کہ چونکہ ہمارا پہلا دعوے محدثیت کا تھا مگر آج کی تاریخ سے نبوت کا دعویٰ ہو گیا ہے۔ اس لئے ہماری پہلی کتابیں جن میں ہمارا محدثیت کا دعوے تھا اب ہماری جماعت کو نہیں پڑھنی چاہئیں۔

نیز یہ دیرینہ صحبت کا سرمایہ تو تبدیلی عقیدہ کی وجہ سے زائل ہو گیا تھا اس لئے اس پر اظہار افسوس کرنا عبث تھا بلکہ آئندہ فیض صحبت سے مستفیض ہونے کی دعوت و ترغیب دینی چاہئے تھی۔ تاکہ جدید عقیدے کی تخم ریزی کی جاتی۔

تیسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ (ہمارے دوستوں کو) باوجود اہل حق ہونے کے ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر فی الواقع آپ کا دعوے نبوت کا تھا تو ایسا غلط کار دوست جو آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتا بلکہ محدث مانتا ہے۔ وہ اہل حق میں سے کیونکر ہو سکتا ہے۔ نبیوں کے منکر اہل حق نہیں ہو سکتے بلکہ کافر ہوتے ہیں۔ ندامت کا لفظ اس کے متعلق استعمال کرنا غیر موزوں تھا۔ ندامت کا لفظ جو ایک غلط فہمی کی بنا پر استعمال ہوا ہے اصل واقعہ کی حقیقت پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے۔

پر اسی غلطی کے ازالہ میں حضرت مسیح موعود ارقام فرماتے ہیں:۔

اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔

اب کیا یہ جدید اعلان ہے جس کے متعلق جناب میاں صاحب کا ارشاد ہے کہ نبوۃ کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا۔

اسی غلط فہمی کے ازالہ میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

نبوۃ کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔

کیا یہ اعلان نبوّت ہے یا اعلان محدثیت۔

اس اشتہار کی آخری عبارت بطور نتیجہ اس طرح پر ہے

اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں۔

ان حوالجات کو پڑھ کر اہل علم خود غور فرمائیں کہ یہ اشتہار اعلان نبوت کی غرض سے شائع ہوا ہے جیسا کہ ہمارے دوستوں کا خیال ہے یا انکار نبوت کی غرض سے۔ ہماری رائے ہے کہ قادیانی دوستوں نے اول اپنے دماغ سے اجرائے نبوت کا عقیدہ تراشا۔ اور پھر حوالجات کو توڑ مروڑ کر اس عقیدے کے مطابق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور یہی وجہ ان کی ٹھوکر کی ہے۔ (باقی آئندہ)

(شیخ غلام حسین سیالکوٹی)

کیا تخلیق حیات ممکن ہے؟

آریہ سماج کو ایک اور شکست

قدما کے جنون کیمیا سازی کی طرح عہد حاضر کے علمائے

علم الحیات کا سب سے قدیم اور سب سے بڑا جنون یہ ہے کہ وہ کسی طرح "زندہ مادہ" کے بنانے میں کامیابی حاصل کریں چنانچہ جب ایک اخبار نے ڈاکٹر جارج کریل کے "زندہ مادہ" بنانے کی خبر شائع کی تو امریکہ کے علمی حلقوں میں ہلچل مچ گئی۔ اور علما نے اس خبر کو بہت مشتبہ نظروں سے دیکھا اور عرصہ تک انہیں اس کا یقین نہ آیا۔

لیکن اب امریکہ کے بعض علمائے حیات کا یہ خیال ہے کہ ان کے تجربہ گاہوں کو تخلیق حیات میں کامیابی ہو گئی ہے۔ گو تخلیق کا تجربہ مدتوں سے جاری تھا لیکن اس سلسلہ میں سب سے مشہور تجربہ ایک انگریز ڈاکٹر باسٹیان کا ہے۔ اس نے ۱۹۱۱ء میں شیشہ کی ایک نلکی میں بے جان مادہ رکھکر اسے خوب مضبوطی کے ساتھ کس کے بند کرکے اتنی گرمی پہنچائی جس کو زندہ مادہ نہیں برداشت کر سکتا۔ پھر اسے آفتاب کی مختلف شعاعوں کے مواجہ میں رکھدیا۔ اس عمل سے چند مہینوں میں اس بے جان مادہ میں ہلامی مادہ کے چھوٹے چھوٹے ذرات ظاہر ہونے لگے اور مزید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اگر انہیں مناسب غذا پہنچائی جائے تو ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ قایم ہو سکتا ہے ابھی کل تک دن تک عوام اس مصنوعی مخلوق پر حیرت ظاہر کرنے پائے تھے۔ کہ معلوم ہوا کہ تجربہ میں بعض غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں۔ جن کی بنا پر یہ تجربہ ناقص رہ گیا۔

اب حال میں یونیورسٹی کے دو عالموں ڈاکٹر گلڈ وگل اور ڈاکٹر فلاڈیمیر مورانک نے دو مصنوعی خلیے بنائے ہیں لیکن انہوں نے ان کے زندہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس تجربہ میں انہوں نے ایک چھوٹے سے برتن میں نباتی ہلام بھر کر اوپر سے ایک نباتی مادہ کا جو عام نباتی خلایا کے بیرونی حصہ میں قدرتاً پایا جاتا ہے۔ اور اندر سے زندہ پروٹوپلازم کا لیپ کرکے اس کو پانی میں ڈبو دیا۔ اس سے ان خلایا میں زندہ خلایا کے بعض ممیزات اور خصوصیات پیدا ہو گئے۔ اس تجربہ سے علما کو حقیقی خلا کے بعض اسرار سمجھنے میں بہت قیمتی مدد ملی۔

غرض تقریباً ربع صدی سے جب سے ڈاکٹر واک لوب کے تخلیق حیات کی شہرت ہوئی ہے۔ علما میں اس کا عام رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر موصوف نے نہ تخلیق حیات کی تھی اور نہ اس تجربہ سے اس وقت ان کا کوئی منشا تھا۔ بلکہ انہوں نے صرف یہ کیا تھا کہ بعض کیمیاوی مواد اور دوسرے وسائل سے انڈوں کی تناسلی قوت کو ابھار کر مرغ کے اولاد تولید کی امداد کے بغیر بچہ پیدا کر دیا تھا۔ اس وقت سے علمائے حیاتیات نے تخلیق حیات کے مختلف تجربات کئے۔ چنانچہ بعضوں نے بجلی کے ذریعے انڈے سے بچہ پیدا کرنے والی تدبیر سے ایک جاندار بحری کیڑے کو پیدا کیا اور بعضوں نے مینڈک کے انڈوں سے فولادی کیلوں کے ذریعہ سے بچے نکال لیا۔ لیکن ان لوگوں میں سے کسی نے تخلیق حیات کا دعوے نہیں کیا۔ بلکہ وہ مختلف تدبیروں سے صرف مادہ کے انڈوں کی تخلیقی قوت کو ابھارتے تھے۔

سائنس کی غیر معمولی ترقیوں اور فطرت کے چہرہ سے ان کی نقاب کشائی کے باوجود عقل بشری کے سامنے رکھے ہیں پر زندگی کا منبع اور سرچشمہ ابھی تک تاریکی میں تھا۔ اس تاریکی کا پردہ اٹھا کر اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے علمائے حیاتیات نے یہ رائے قایم کی ہے کہ زمین پر کشت حیات کی تخم ریزی فضا سے ہوتی ہے۔ چنانچہ پروفیسر سفنتہ ابرہینیوس اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم کیمیا اپنی وفات تک اسی مبدء حیات کا قائل تھا۔ لیکن اس رائے کی صحت میں بہت سے علمی اعتراضات مانع ہیں۔ مثلاً فضا کی ناقابل برداشت برودت وغیرہ بایں ہمہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ زندگی کے جراثیم دوسری دنیا سے آتے ہیں۔ تب بھی یہ سوال کہ زندگی کی اصل کیا ہے؟ بجنسہ لاینحل رہ جاتا ہے۔ اس لئے اب اکثر علما اس رائے کو ترجیح دیتے ہیں کہ زندگی کا سرچشمہ

ہی سے ہوتا ہے لیکن اسی کے ساتھ ڈارون کی طرح وہ اس کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اس سے بالکل لاعلم ہیں کہ عمل تخلیق کی تکمیل کس طرح ظہور پذیر ہوئی غرض اصل حقیقت اسی طرح مستور رہ جاتی ہے۔ اور آخر میں یہی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ

فلسفی سر حقیقت نتوانست کشود
گشت راز دگر آن راز کہ افشا می کرد

اس سلسلہ میں پروفیسر ہیریرا بیالوجی "علم الحیات" کے شعبہ کے ناظم کے وسیع تجربات بھی قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر مذکور نے کیمیاوی ترکیب سے ایسے خلایا بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ جو جانداروں کی طرح حرکت کرتے ہیں۔ سانس لیتے ہیں۔ بڑھتے ہیں باہم گرآویزش کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بچتے ہیں۔ غرض ان میں بہت سے وہ خواص و ممیزات پائے جاتے ہیں جو جانداروں کے ساتھ مخصوص ہیں لیکن باینہمہ پروفیسر مذکور نے اس کا دعوے نہیں کیا کہ یہ خلایا یا قطرات درحقیقت زندہ مخلوق ہیں۔ بلکہ وہ ان کے خواص و ممیزات کو قوانین فطرت اور کیمیاوی ترکیب کا لازمی نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اب وہ اپنے تجربات کو مزید وسعت دینا چاہتے ہیں تاکہ محققین کو اچھی طرح ان "ظواہر" کے درس و مطالعہ کا موقعہ ملے۔

بہرحال اگر یہ تجربات جن کی تائید میں بہت سے کیمسٹری اور بیالوجی کے علما بھی ہیں صحیح ہیں تو ان کو زندگی کی حقیقت کے متعلق بعض قدیم فلسفیانہ معتقدات کا خاتمہ اور علم کیمیائے حیاتی اور بیالوجی میں ایک جدید باب کا آغاز اور اس کا دیباچہ سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ تجربات مستقبل قریب میں شمسی کیمیا اور ضوئی ترکیب کے ذریعہ سے بے جان مادہ سے جاندار مادہ بنانے کی خبر دیتے ہیں۔

پروفیسر ہیریرا نے اپنے تجربات میں ابھی تک روشنی کی ترکیب کو استعمال نہیں کیا ہے۔ لیکن اب وہ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور انہیں اس حد تک اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا ہے کہ وہ اپنے ایک شریک کار امریکہ کی علمی جماعت کے صدر پروفیسر مانیا رڈنیلی کو جو کئی سال تک ان کے تجربات میں ان کے شریک رہے لکھا ہے۔ کہ ان کے پاس اتنے قوی وسائل جمع ہو گئے ہیں۔ کہ اب بے جان مادہ سے جاندار مخلوق بنانے یا کم از کم ایسے مادہ بنانے میں کامیابی کا اعلان کر دیا جائے جس کا جاندار مخلوق سے امتیاز نہیں کیا جا سکتا ان جانداروں کی شکلیں بہت ادنیٰ قسم کے حیوانات کی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اجسام درحقیقت زندہ نہیں ہوتے لیکن ان میں اور زندہ اجسام میں اتنی شدید مشابہت ہوتی ہے کہ دونوں میں تمیز نہیں ہو سکتی۔

ڈاکٹر ہیریرا کو اپنے مسلسل تجربات اور دلائل سے اس کا پورا یقین ہو گیا ہے کہ انہوں نے اس زندہ مادہ یا ہیولیٰ کو دیکھ لیا ہے۔ جس پر زندگی صورت پکڑتی ہے۔ لیکن وہ ان کی اشاعت میں بہت محتاط ہیں اس لئے ابھی تک انہوں نے اس کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔ کہ ان کا بنایا ہوا "زندہ مادہ" پورے طور پر زندہ اور کامل الکون ہے۔ بہرحال ڈاکٹر ہیریرا کے تجربات اور دعووں سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسا مادہ بنا کر جس کو زندہ مادہ سے تمیز کرنا بہت دشوار ہے تخلیق حیات کی جانب بہت بڑا قدم اٹھایا ہے۔ بہرحال اگر سائنس اور علم الحیات کا پورا زور صرف کرنے کے بعد انہیں ایک حقیر

خبریں

—— تمام مسلمان ممبروں کی شدید مخالفت کے باوجود ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کا پیش کردہ اگزکٹو آفیسرز بل ہندوؤں اور سرکاری ممبروں کی مدد سے پاس ہو گیا۔ اور لاہور۔ امرتسر۔ ملتان اور سیالکوٹ کی بلدیات کی آزادی کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ مسلمان ارکان نے بہت اچھا کیا کہ بطور احتجاج کونسل سے "واک آؤٹ" کر گئے۔ لیکن یہ کافی نہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ پنجاب کے طول و عرض میں اس رجعت پسندانہ اور مسلم کش قانون کے خلاف نہایت شدید احتجاج کیا جائے۔ اور گورنر صاحب پنجاب کو مجبور کیا جائے کہ وہ اس قانون کے نفاذ کی منظوری نہ دیں۔

—— کلکتہ ۷ رمئی۔ آج دن کے گیارہ بجے میسرز سین برادرز کی دکان میں تین خوش پوش مسلمان داخل ہوئے۔ اور دکان کے پروپرائٹر اور اس کے دو اسسٹنٹوں پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اور ایک اسسٹنٹ ہسپتال میں جا کر مر گیا تیسرے کی حالت نازک ہے۔ تین حملہ آوروں میں سے دو گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں مسلمان چند روز ہوئے امرتسر سے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بھولا ناتھ سین نے ایک کتاب بنگالی زبان میں پراچین کہانی کے نام سے تصنیف اور شائع کی تھی۔ جسے "ٹکسٹ بک" بنایا گیا تھا اس کتاب میں آقائے دو جہان کی شان میں بعض گستاخانہ کلمات استعمال کئے گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس کتاب کے خلاف پروٹسٹ کیا تھا۔ اور مطالبہ کیا تھا کہ یہ حصہ اس میں سے حذف کر دیا جائے۔ بلکہ بعض نے تو اسے دھمکی دی تھی۔ کہ اگر اس نے یہ حصہ حذف نہ کیا تو اس کے حق میں نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک نے اقبال کر لیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہی بیان کی ہے۔

—— فسادات کانپور کی سرکاری تحقیقاتی کمیٹی میں ایک مسلم خاتون کی شہادت پیش ہوئی۔ جو ایسی دردناک اور رقت انگیز ہے کہ اسے پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن قوم پرست خبر رساں ایجنسیوں نے اسے شائع کرنا بھی غیر ضروری خیال کیا۔ ٹائمز آف انڈیا کی اشاعت مورخہ ۱۷ رمئی میں لکھا ہے۔

تحقیقاتی کمیٹی میں صرف ایک خاتون کی شہادت پیش ہوئی۔ مسماۃ بتو جو ایک مسلمان خاتون ہے برقعہ پہن کر عدالت میں پیش ہوئی۔ اس کی دونوں ٹانگوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں زخم آتشزدگی کے تھے اس نے اپنا بیان روتے اور ہچکیاں لیتے ہوئے شروع کیا۔ دوران بیان میں متعدد مرتبہ فرط رنج سے اس کا گلا بند ہو ہو گیا۔ اس نے بیان کیا کہ میرا تمام کنبہ میری آنکھوں کے سامنے ذبح کر دیا گیا۔ ظالموں نے ننھے بچوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ صرف میں۔ میرا خاوند اور ایک لڑکی بچی میرا خاوند تو ایک پوشیدہ جگہ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اور میں اور لڑکی مردوں میں لیٹ گئیں اور ظاہر کیا کہ ہم بھی مردہ ہیں۔ اگرچہ ہم ذبح ہونے سے تو بچ رہے مگر آگ نے ہمیں زندہ جلا دیا۔ آگ لگی ہوئی تھی اور ہم حرکت تک نہ کر سکتے تھے۔ کہ ظالموں کو ہمارے زندہ ہونے کا شبہ نہ ہو جائے۔ اور اگر ہم بھی اس جگہ رہتے تو کوئی شک نہیں کہ جل کر راکھ ہو جاتے۔ خوش قسمتی سے عین موقع پر مسلم رضا کار پہنچ گئے جنھوں نے ہمیں بچا لیا۔

—— ملتان ۷ رمئی۔ مسٹر لطیفی کمشنر ملتان نے اجناس کے نرخ گرنے سے زمینداروں کی جو حالت ہو گئی ہے اس پر غور کرنے کے لئے اپنے ڈویژن کے افسران مال کی ایک کانفرنس منعقد کی۔

—— لاہور ۷ رمئی۔ خان سعادت علی خاں صاحب رئیس اعظم کے مکان بیرون موچی دروازہ میں مسلم اکابر کا ایک جلسہ علامہ سر اقبال کی صدارت میں منعقد ہوا۔ قرار پایا کہ ۱۰ رمئی کو مسلمانان لاہور کا جلسہ بعد از نماز مغرب موچی دروازہ کے باہر باغ میں منعقد کیا جائے اور ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب بیرسٹر ایٹ لا اس جلسہ کے صدر ہوں گے۔

پرچم اسلامی لہرانے کی رسم کے متعلق قرار پایا کہ ۱۰ رمئی کے بجائے ۲۲ رمئی کو جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ علامہ سر اقبال شاہی مسجد کی ڈیوڑھی پر پرچم لہرانے کی رسم ادا کریں۔ اس سلسلہ میں ضروری کارروائی کرنے کے لئے حسب ذیل حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی مرتب کی گئی۔ خواجہ فیروز الدین صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ خواجہ دل محمد صاحب میونسپل کمشنر۔ میاں مبارک دین میونسپل کمشنر۔ پروفیسر علم الدین سالک۔ ملک لال دین قیصر۔ مسٹر محمد منور پیشہ ور وکیل۔ صاحبزادہ محمد ممتاز پرویز۔ چودھری معراج الدین۔ فقیر محمد امین الدین۔ میاں فیروز الدین احمد۔ اس کمیٹی کے سکرٹری میاں فیروز الدین احمد اور محمد ممتاز صاحب پرویز مقرر ہوئے۔

اس جلسہ میں ایک فنڈ مسلم نیشنل فنڈ کے نام سے کھولا گیا اسی وقت معقول رقم اس فنڈ کے لئے جمع ہو گئی۔ اور متعدد حضرات نے وعدے کئے۔ فنڈ کے سلسلے میں ایک ٹرسٹی بورڈ بنایا گیا۔

—— ۲۷ راپریل ۱۹۳۱ء کو آٹھ ہزار سے زائد زمینداروں نے سردار سکندر خاں ریونیو ممبر (پنجاب گورنمنٹ) کے پاس تحریری یادداشت پیش کی کہ ان کے پاس مالیہ اور آبیانہ دینے کے لئے کوئی چیز نہیں۔ حکومت کو حق حاصل ہے کہ ان کی خورد و نوش اور ضروری خانگی اخراجات کے لئے فیس چھوڑ کر باقی سب کچھ لے جائے۔ اگر مال مویشی قرق کر کے سرکاری واجبات وصول کئے گئے تو اس کے نتائج بہت برے ہوں گے۔ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ جلد از جلد معافی کا اعلان کرے اور غریب زمینداروں کو ادائے مالیہ و آبیانہ کے لئے تنگ نہ کرے۔ سکرٹری صاحب پنجاب زمیندار لیگ اور چیف کمانڈر پنجاب زمیندار دل۔ حکام اور ارکان کونسل سے ملکر تصفیہ کی کوشش کر رہے ہیں۔

—— لاہور ۷ رمئی۔ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی دعوت پر بعض معزز مسلمان مولانائے ممدوح کے مکان پر جمع ہوئے۔ میونسپل کمیٹی کے آئندہ انتخابات کے سلسلے میں مقابلہ اور کشمکش کے نقصانات پر بحث ہوتی رہی آخر قرار پایا کہ معزز مسلمانوں کا ایک بورڈ بنایا جائے جو موزوں مسلم امیدواروں کی نامزدگی کا کام انجام دے۔ اور اپنے نامزدہ امیدواروں کو حتی الامکان بلا مقابلہ منتخب کرائے۔ علامہ سر اقبال اور سر چودھری شہاب الدین نے بورڈ کی ترتیب اور دوسرے ضروری امور کے متعلق مفید مشورے دیئے تقریباً ایک گھنٹہ کی گفتگو کے بعد مندرجہ ذیل اصحاب کا بورڈ بنایا گیا

(۱) حضرت علامہ اقبال۔ (۲) سر چودھری شہاب الدین (۳) سر میاں محمد شفیع (۴) نواب سر ذوالفقار علی خاں (۵) ملک محمد دین صاحب ایم ایل سی (۶) خان بہادر شیخ رحیم بخش (۷) حاجی میر شمس الدین صاحب (۸) آغا سید مراتب علی شاہ (۹) شیخ علی بخش صاحب (۱۰) نواب نثار علی خاں صاحب قزلباش (۱۱) شیخ محمد نقی صاحب (۱۲) خان بہادر شیخ چراغ دین صاحب (۱۳) مولانا محبوب عالم صاحب مالک پیسہ اخبار (۱۴) مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ (۱۵) مولانا ظفر علی خاں صاحب "زمیندار" (۱۶) مولانا سید حبیب صاحب "سیاست" (۱۷) مولانا انوار الحق صاحب "مسلم آؤٹ لک" (۱۸) مولانا غلام رسول مہر "انقلاب"۔ جو موجودہ میونسپل کمشنر اس جلسہ میں موجود تھے انہوں نے اپنا معاملہ بورڈ کے حوالے کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اگر بورڈ نے انہیں نامزد نہ کیا تو وہ ہرگز امیدوار نہ بنیں گے۔ آئندہ اجلاس ۹ رمئی کی شام کو مولانا محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے مکان واقعہ احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہو گا۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۵ مئی سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۰

سنسکرت علوم مذہبی کی تاریخ

کم و بیش ایک صدی کا عرصہ گزرتا ہے کہ اس امر پر بحث ہو رہی ہے کہ ویدوں اور دوسرے سنسکرت لٹریچر کی تاریخ اور سنہ تالیف کیا ہے لیکن تاحال اس امر کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ آج سے پچاس سال بیشتر ہندوستان میں اس موضوع پر کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔ البتہ جرمنی میں پروفیسر روتھ نے سب سے پہلے ۱۸۳۸ء میں اس موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ پھر اس کے بعد ۱۸۵۹ء میں پروفیسر میکسمولر نے اس موضوع پر زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کی۔ ان دو تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ہندو علما کو اس پر غور و فکر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ علمائے یورپ کے خیالات کی تردید کی جائے کیونکہ عوام ہنود کا خیال ویدوں کی نسبت یہ تھا کہ وہ شروع دنیا کی کتابیں ہیں۔ یورپین تحقیقات اور ویدوں کے تراجم سے کم از کم اس خیال کی تردید تو ہو گئی کہ ابتدائے آفرینش میں ویدوں کا گیان ملنے کا خیال باطل اور خوش اعتقادی پر مبنی ہے۔ اب ہندوستان میں چند ایک پنڈتوں کے علاوہ کوئی بھی اس امر کا مدعی نہیں رہا۔ مہاتما تلک پنڈت رمیش چندر دت۔ پنڈت منمتھا ناتھ دت شاستری ایم اے پروفیسر ابناش چندر دت ایم اے (سنسکرت تاریخ کے لکچرر کلکتہ یونیورسٹی) سوامی وویکانند۔ لالہ لاجپت رائے۔ ایس بی۔ دیکشت۔ ڈاکٹر آر جی بھنڈارکر۔ ایس۔ پی۔ پنڈت اور سی وی ویدیا ایم اے فیلو بمبئی یونیورسٹی وائس چانسلر تلک یونیورسٹی پونہ وغیرہ وغیرہ علماء سنسکرت نے ناقابل تردید ویدوں کی اندرونی شہادتوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وید ابتداء دنیا کی کتابیں نہیں البتہ اس امر میں اختلاف ضرور ہے کہ ویدوں کا سنہ تصنیف کیا ہے اور یہ اختلاف ناگزیر ہے۔ کیونکہ یہ ایک متحقق امر ہے۔ کہ ہندوستان میں نہ صرف تاریخ نویسی کا فن معدوم تھا۔ بلکہ سنہ بھی رواج پذیر نہ تھا۔ وید اور دوسرا مذہبی لٹریچر تو تاریخی زمانہ سے پہلے کی تالیفات ہیں۔ تاریخی زمانہ کے اندر جو شعراء اور ادبائے سنسکرت گزرے ہیں انہوں نے بھی اپنی یادگاروں پر نہ کوئی سنہ لکھا ہے اور نہ اپنی جائے پیدائش کا کوئی ذکر کیا ہے۔ کالیداس اور بھوبھوتی ہندوستان کے مایۂ ناز شعراء میں سے ہیں۔ اور غالباً تاریخی زمانہ کے مابعد کے کوئی شاعر ہیں۔ لیکن ان دونوں کی تالیفات کا سنہ اور مقام پیدائش یقیناً کسی کو معلوم نہیں۔ کالی داس کو بعض سنہ عیسوی سے ایک سو سال پہلے کا اور بعض پانچویں صدی مسیحی کا شاعر سمجھتے ہیں۔ بنگالی اس کو باشندۂ بنگال سمجھ کر عزت کرتے ہیں۔ مالوہ دیس والے اسے مالوی قرار دیتے ہیں اور کشمیری پنڈت اسے کشمیری سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بھوبھوتی کو اگر ایک طرف آٹھویں صدی مسیحی کا شاعر سمجھا جاتا ہے تو دوسری طرف اسے کالیداس کا ہمعصر خیال کیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں عام طور پر بکرمی سنہ پہلا سنہ ہے جو سنہ عیسوی سے ۵۷ سال بڑا ہے۔ لیکن اس کی تاریخ بھی فرضی ہے۔ جس کا رواج بعد میں ہو گیا۔ ورنہ کتبوں کی بنا پر جو تحقیقات کی گئی ہے وہ بکرماجیت کا زمانہ بہت بعد کا زمانہ قرار دیتی ہے۔ جس طرح سنہ عیسوی کا رواج حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرصہ دراز کے بعد ہوا اور اسی لئے اس میں چھ سال کی غلطی راہ پا گئی) اسی طرح بکرماجیت کا سنہ بھی فرضی ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی ثبوت ہم کو سنسکرت لٹریچر میں نہیں ملتا۔ بعض لوگ جو گیوں کے لحاظ سے کلجگ کی تاریخ دیتے ہیں اس تاریخ کا کوئی علم ہندوستان میں آریہ بھٹ سے پیشتر (جو چھٹی یا پانچویں صدی ع میں ہوا ہے) نہیں تھا۔

تاریخی زمانہ کے اندر جو فضلاء سنسکرت گزرے ہیں انہوں نے اس لئے بھی اپنی تصنیفات پر کوئی سنہ نہیں لکھا کہ ان کو پرانے زمانہ کا مصنف سمجھا جائے۔ اور کبھی بھی اپنی کتاب کو شہرت دینے کے لئے اسکو قدیم علماء سے منسوب کر دیا۔ جیسا کہ براہنوں کے متعلق خیال ہے کہ وہ بہت قریب کے زمانہ کی تصنیف ہیں۔ لیکن ہر ایک پران میں بالالتزام یہ ذکر ہے کہ یہ ابتدا دنیا کی اور سب سے پہلی کتاب ہے کسی ملک اور قوم کی تاریخی دلچسپی کا جب یہ عالم ہو تو قدیم سنسکر

مسلمانوں میں اتحاد کیلئے ایک عملی کوشش

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے مسلمانوں کے تشتت اور پراگندگی کے خوفناک نتائج سے متاثر ہو کر جن کی وجہ سے میونسپل انتخابات کے موقعہ پر مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ ضائع ہو جاتا ہے اور دن بدن مسلمانوں کے باہمی افتراق کی خلیج وسیع تر ہوتی جاتی ہے ایک بورڈ کے قیام کے لئے نہایت ضروری اور مفید کوشش کی ہے۔ جو اس حد تک کامیاب ہو گئی ہے کہ مسلمان اکابر لاہور اس میں شامل ہو گئے ہیں اب آئندہ جن مسلمان ممبروں کی بورڈ سفارش کرے گا وہی ممبر منتخب ہو سکیں گے یہ ایک ایسی مبارک تحریک ہے کہ جس سے نہ صرف مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ ضائع ہونے سے بچ رہیگا بلکہ اس باہمی آویزش سے قوم میں بغض و حسد کے جو جراثیم پرورش پاتے ہیں ان کا بھی قلع قمع ہو جائے گا اور میونسپلٹی میں مسلمانوں کے قابل اور بہی خواہان قوم ہی ممبر منتخب ہو سکیں گے۔ حضرت امیر کی یہ کوشش قابل مبارکباد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی کو کامیاب فرمائے۔ آمین۔

نقد و نظر

<u>انجمن رفیق الاسلام گوڑگانوہ</u> ایک عرصہ سے نہایت مفید چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ شائع کر رہی ہے حال ہی میں ایک نیا ٹریکٹ آداب والدین کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے جس میں قرآن کریم سے آداب والدین کے متعلق چند اشارات لیکن احادیث اور روایات کی بنا پر بہت مفید مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ ٹریکٹ مفت تقسیم کیا جاتا ہے اور برائے محصول ڈاک ارسال کرنے سے انجمن مذکور سے مل سکتا ہے۔

<u>دور جدید کا علمی ہدیہ</u> - ہمارے محترم مولانا محمد عبداللہ صاحب وکیل سرینگر نے مہاراجہ صاحب بہادر والی کشمیر کے ہاں مولود مسعود کی ولادت پر یہ ایک علمی تحفہ مہاراجہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ اس علمی ہدیہ کا موضوع اتحاد مذاہب ہے جس میں مولانا نے عقلی دلائل اور قرآن کریم کے ارشادات کی رو سے نہایت کامیاب بحث کی ہے۔ غالباً مفت تقسیم کیا گیا ہے اور ٹکٹ بھیجکر مولوی صاحب سے سرینگر کشمیر محلہ فتح کدل سے مل سکتا ہے۔

<u>رہنمائے اسلام المعروف بہ شاخ ہائے ایمان</u> اس نام کا ایک ٹریکٹ مولوی عبدالحق صاحب حکیم حاذق راجہ جنگ ضلع لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس سے مقصد مختلف فرقہ ہائے اسلام میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنا ہے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کر کے ان کے اختلافات گنوائے ہیں۔ اور باہمی غلط فہمی سے جو فسادات بپا ہو رہے ہیں ان کی طرف توجہ دلا کر باہمی اتحاد کی دعوت دی ہے۔ پتہ مذکورہ سے مفت مل سکتا ہے۔

<u>انجیل و قرآن کا مقابلہ</u> - یہ مولانا عبداللہ تیماپوری کی تصنیف ہے۔ مولانا نے اپنے دعاوی کے اعلان کے ساتھ غیر مذاہب سے مقابلہ کا بھی شوق سے ... عیسائی مذہب کے خلاف کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ ہر کتاب میں اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں اس لئے ہر شخص اپنی پسند کے مطابق اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ایک سو صفحہ کی کتاب ہے۔ مولانا نے اس کو بہت محنت سے لکھا ہے جابجا انجیل کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم کا مقابلہ کیا ہے۔ کاغذ اور طباعت اچھی ہے، زبان سلیس ہے۔ مطلب سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں۔ کتاب کی قیمت ۸ر ہے۔ جنرل سکرٹری انجمن دیندار بنگلور سے مل سکتی ہے۔

بقیہ اخبار احمدیہ

مولوی مرتضیٰ خاں صاحب موسمی تعطیلات لاہور میں بسر کرنے کے لئے مانگرول سے یہاں تشریف لے آئے ہیں۔

—— مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کو راجن پور سے ایک تبلیغی مہم پر بھیجنے کے لئے لاہور بلا لیا گیا ہے۔

—— مولانا عصمت اللہ صاحب کو برفرنیقہ لاہور میں تقریر کرنے کے لئے سیالکوٹ سے بلا لیا گیا ہے۔

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر

انشاء اللہ تعالیٰ ۳ رجون ۳۱ء کو شائع ہوگا۔ اس میں بزرگان جماعت و معزز جماعت اصحاب کے بھی مضامین درج ہوں گے صفحات کے لحاظ سے وہ ایک ضخیم نمبر ہوگا اور مضامین کے اعتبار سے وہ ایک بلند پایہ مجلہ ہوگا۔ احباب اس کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں منگوا کر بطور تحفہ دوستوں میں تقسیم کریں اور منیجر صاحب اخبار کو ۲۰ رمئی تک تعداد مطلوبہ سے اطلاع دیں۔ اس کی قیمت ۲ر سے زائد نہ ہوگی۔

مسیح موعود نمبر کی کتابت شروع کرا دی گئی ہے۔ باقی احباب بہت جلد مضامین ارسال کر کے مشکور فرمائیں۔ حضرت مجور، مولانا مرتضیٰ خاں صاحب۔ جناب سید عبدالمجید صاحب اور جماعت کے دیگر حضرات شعراء اپنی اپنی نظمیں بہت جلد ارسال فرمائیں۔

(ایڈیٹر)

قربانی گاؤ جبراً روک دی گئی!

مسلمانوں کے حقوق جسطرح ہندوؤں سے ہو سکتا ہے زور لگا کر چھینتے ہیں کوٹلہ ڈاکخانہ اوڑ ضلع ہوشیارپور میں ہر سال عید الضحیٰ پر گائے کی قربانی ہوتی تھی۔ مگر اس سال ڈپٹی کمشنر بردوبال نے جو ذات کا برہمن ہے گائے کی قربانی بالکل بند کر دی۔ گائے پر اور اس شخص کے گھر پر جو گائے کی قربانی دینے کو تھا پہرہ لگا دیا تھا کمشنر گورنر اور سپرنٹنڈنٹ کو ارجنٹ تاریں دیں مگر ان کا جواب نہ آیا۔ ڈپٹی کمشنر نے گائے کی قربانی کرنے کی ممانعت کر دی ہے آج صبح ایک ہندو افسر آیا اس نے گائے کی قربانی بند کر دی۔ وہ کہتا ہے کہ میں یہاں قربانی ہونے ہی نہ دوں گا۔ بے شک جس کا جی چاہے آ جائے۔ میں اسلام کو تباہ کر دونگا۔" اپنے اخبار میں یہ خط شائع کر دیجئے۔ مقامی حکام سے اس بات کا جواب لیا جائے کہ انہوں نے کس قانون کی رو سے قربانی بند کی ہے۔

(چودھری عبدالقادر)

جاوا میں ہندو رسم و رواج

(مہتہ جیمنی ویدک مشنری کے قلم سے)

جاوا کے لوگ اگرچہ چار سو برس سے مسلمان ہو چکے ہیں۔ مگر ابھی تک ان پر اسلامی رنگت کا اثر نہیں ہوا۔ مثلاً وہ لوگ سؤر کا ماس بیچنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ وہ شوربا پینے میں انہیں پرہیز ہے۔ نماز کا پڑھنا شاذ و نادر ہی ان میں پایا جاتا ہے۔ رسوم شادی اگرچہ مولوی کراتے ہیں مگر قریب قریب وہی رسوم ہیں جو ہندوستان میں ہمارے پروہت کیا کرتے ہیں۔ انہیں سے وسطی جاوا میں تو ابھی تک نام بھی ہندوانہ ہیں۔ لچھمن۔ ارجن۔ ابھمینو۔ اندر وغیرہ نام زیادہ مروج ہیں قسم کھانے اور کسی خوشی کا اظہار کرنے میں رام کا نام لیتے ہیں۔ کرشن کی پوجا یہاں بالکل نہیں مگر رام کی پوجا بہت رائج ہے۔ کورو پانڈو کے کارنامے بھی یہاں بہت زبان زد خلائق ہیں۔ چھوٹی عمر میں بیاہ نہیں ہوتے۔ عورتیں اپنے خاوند چننے میں آزاد ہیں مگر اب تو مغربی کلچر کا اتنا گہرا اثر پڑ گیا ہے کہ وہ امریکہ کی لڑکیوں سے بھی اس بارہ میں سبقت لے گئی ہیں۔ نوجوانوں کے لئے یہاں سخت آزمائش ہے۔

کچھ عرصہ سے نہ تو یہاں اسلامی مبلغ پہنچے[1]، نہ کوئی ہندو پنڈت آیا۔ اس لئے وہ دھرم کرم سے بالکل محروم ہو گئے۔ اور جب دھرم کرم نہ رہا تو اخلاق کہاں رہتا۔ اس لئے یہ ملک بیکسی کی حالت میں پڑا رہا اور یورپین اقوام کے آتے ہی ان کی مادی چمک دمک کا شکار ہو گیا۔

رامائن کے کھیل اب تک ان کی دل لگی کا سامان ہیں قبضہ پرچار رامائن کا وسطی جاوا میں اب تک ہے۔ اتنا ہندوستان میں بھی نہ ہوگا۔ ان کی بھاشا جاوائی ہے مگر اس میں ۸۰ فیصدی الفاظ سنسکرت کے ہیں۔ گویا سنسکرت زبان بگڑی ہوئی شکل میں اب تک یہاں بولی جاتی ہے۔ لباس کے لحاظ سے اب تو ہندوستان کی طرح یورپین فیشن کے دلدادہ بن رہے ہیں لیکن ہاں پرانے لوگ اب بھی دھوتی کمر تک باندھتے اور جسم پر ایک چادر رکھتے ہیں۔

بالی میں ابھی تک چوٹی اور جنیو چلا آتا ہے۔ مگر جاوا کے لوگوں نے اسے اڑا دیا ہے۔ مگر ان کا کیا قصور ہے پنجاب میں بھی تو چوٹی قریباً رخصت ہو چکی ہے اور جنیو بھی تعلیم یافتہ طبقہ میں معدوم ہو رہا ہے۔ کالجوں کے لڑکے اسے خیرباد کہہ ہی چکے ہیں ان کا گانا بجانا اور سازو سامان سب بھارتی نمونے کے ہیں طرز معاشرت بھی ہندوانہ ہے۔ مگر گمان غالب ہے کہ نصف صدی کے اندر مغربی تہذیب ہندو رسم و رواج اور تہذیب کے تمام باقی ماندہ نشانات کو بہا کر لے جائے گی۔ اگر بھارت کے رہنما لیڈروں نے ان کے اندر انہیں قائم رکھنے کے لئے کوشش نہ کی تو پھر یہ لوگ ہندوستان کے بزرگوں کا پیار اور عزت دلوں سے دور کر دیں گے۔

---

[1] جاوا میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا مشن کام کر رہا ہے۔ اور اس کا حلقہ اثر بہت وسیع ہو چکا ہے تعجب ہے کہ مہتہ جی کو اب تک اس کا علم نہیں ہوا۔

مکاتبت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے تاکہ تعمیل میں تاخیر نہ ہو۔ (منیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۹ | مورخہ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۵ رمئی ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۰

پادری ایس ایم پال کی تفسیر پر ایک نظر

(۴)

جس طرح ایک پکا عیسائی صبح سویرے منہ دھونے سے پہلے اپنے خداوند خدا سے روز کی روٹی طلب کرتا ہے اسی طرح پادری پال اپنی تفسیر کے لئے چندہ کی دعا کرتے ہیں۔ کسی چیز کے ساتھ انسان کا شغف جب اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ حواریان مسیح کی طرح ہر وعظ اور تمثیل کا موضوع روٹی سمجھنے لگتا ہے۔ اگرچہ جناب مسیح نے انہیں بیسیوں مرتبہ یہ سمجھایا کہ "جان کی فکر مت کرو کہ ہم کیا کھائیں گے کیا پئیں گے ..... ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں نہ کھتوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے" مگر جس طرح عام عیسائی دنیا نے اس سنہرے اصول کو چھوڑ دیا ہے پادری بھی اس کے خلاف کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اگر پادری پال کا مقصد اپنی تفسیر سے روپیہ کمانا نہ ہوتا تو وہ اپنی تفسیر میں کہیں تو دیانت داری سے کام لیتے۔ علامہ شہرستانی کی ملل والنحل کے حوالے کو جس قطع وبرید کے ساتھ انہوں نے استعمال کیا ہے اس کا ذکر ہم اس مضمون کے گزشتہ نمبر میں کر چکے ہیں۔ اب آپ کے بقیہ اعتراضات پر ہم نظر کرتے ہیں۔ اور ان کی چالاکیوں کا پردہ اٹھاتے ہیں آپ نے مختصر معانی سے ایک جملہ نقل کر کے فصاحت اور بلاغت کی یہ تعریف کی ہے۔ "فصاحت کے لئے یہ شرط ہے کہ کلام کثرت تکرار اور لگاتار اضافتوں سے خالی ہو"۔

بات اصل میں کیا ہے۔ مختصر معانی اور مطول کے متن تلخیص المفتاح میں کسی کا خیال نقل کیا ہے جو کہتا ہے کہ فصاحت کے لئے یہ شرط ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:- قیل ومن کثرت التکرار وتتابع الاضافات وفیہ نظر۔ پادری صاحب کی چالاکی صرف یہ ہے کہ وہ "فیہ نظر" کو کھا گئے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ قابل بحث بات ہے اور اس کے تحت میں علامہ تفتازانی نے مطول میں لکھا ہے کہ کثرت تکرار اور لگاتار اضافتوں سے خالی ہونا فصاحت کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔ شرط صرف تنافر سے خالی ہونا ہے۔ کثرت تکرار اور پے درپے اضافتیں اگر ثقالت و تنافر پیدا کریں تو ثقل علی اللسان ہونے کی وجہ سے فصاحت کے خلاف ہوگا۔ لیکن ثقل اور تنافر پیدا نہ ہو تو ہرگز معیوب نہیں پھر اس کی مثال میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ایک حدیث لائے ہیں۔ الکریم بن الکریم بن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم اس حدیث میں کثرت تکرار بھی ہے اور پے درپے اضافتیں بھی۔ لیکن صاحب مطول لکھتے ہیں کہ یہ کلام فصیح ہے۔ اس کے بعد علامہ تفتازانی نے مطول میں لکھا ہے کہ فصاحت کے لئے کلام کا کثرت تکرار اور متواتر اضافتوں سے خالی ہونا کوئی شرط نہیں۔ اور اس کی تردید میں قرآن کریم کی آیات پیش کی ہیں:

مثل داب قوم نوح۔ ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا۔ ان میں پے درپے اضافتیں ہیں۔ ونفس وما سوٰھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا اس میں کثرت تکرار ہے اور یہ فصیح ہے۔ پادری پال کا دجل یہ ہے کہ جس صنعت کو اہل فن فصاحت اور بلاغت کے لئے بطور معیار پیش کرتے ہیں اسی کو پادری صاحب نقص ٹھہراتے ہیں۔ اور حوالجات میں قطع وبرید کر کے دھوکا دیتے ہیں۔ اگر اس نام نہاد پادری میں شرم وحیا کا کچھ بھی شائبہ باقی ہے تو وہ اہل فن کی کتب سے ثابت کرے۔ کہ یہ فصاحت وبلاغت کے لئے نقص ہے۔ عوام کو اس قدر دھوکا دینا کہ اصل حوالجات میں تلبیس کر کے الٹا مطلب بیان کرنا یہ کہاں کی دیانت داری اور شرافت ہے۔ اگر پادری پال میں ذرا بھی ہمت اور جرأت ہے تو وہ ان باتوں کا جواب دیں۔ ورنہ ہم کسی نہ کسی مناظرہ میں جب بھی وہ ہمارے بالمقابل آئیں گے ان کی ایسی خبر لیں گے کہ انہیں پنجاب چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا۔

فصاحت وبلاغت کلام فی الحقیقت ایک ذوقی اور وجدانی کیفیت ہے۔ جو طبیعت کو محسوس ہوتی ہے لیکن زبان سے بیان نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص کے کلام میں کثرت تکرار اور پے درپے اضافتوں کا آنا معیوب معلوم ہوتا ہے لیکن ایک ایسا شخص جس کے کلام میں سحر ہے وہ ایسے طریق بیان کو استعمال کرتا ہے کہ انسان اس کی لذت سے مسحور ہو جاتا ہے۔ جیسے ذائقہ کو زبان دریافت کرتی ہے یا آواز کا لطف کانوں کو محسوس ہوتا ہے لیکن ان کیفیات کا اظہار ناممکن ہے۔ شعراء اور ادبا کے کلام میں کبھی بالضرورت تکرار کو لانا پڑتا ہے۔ تاکہ سامع کے دل میں اس کلام کا اثر نہایت مضبوطی کے ساتھ گڑ جائے۔ اور کبھی ایک شخص کسی کلام سے متاثر ہو کر خود ہی ایک شعر اور کلام کو بار بار دہراتا ہے جس سے دل لذت سے سرشار ہو جاتا ہے۔ ہر بات میں کمال حاصل کرنے کا یہ ایک راز ہے۔ کہ اس میں کثرت تکرار کی جائے۔ ہر علم وفن کا اس سے عشق ومحبت پیدا کرتا ہے اس لئے کثرت تکرار کو عیب [illegible] جہالت ہے۔

قرآن کریم نے اپنے اثر کا ایک واقعہ خود ہی نقل کیا ہے واذا سمعوا ما انزل ... الخ جب وہ جماعت آئی اور انہوں نے اُن آیتوں کو سنا جو نبی پر نازل ہوئی تھیں تو ان لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور وہ اس کی صداقت کے قائل ہو کر ایمان لے آئے۔

لبید بن ربیعہؓ جو ان سات شعراء میں سے تھے جو عرب میں ممتاز تھے جب انہوں نے قرآن کریم کو دیکھا تو وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ میں سننے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے ام خلقوا من غیر شیئ ام ھم الخالقون۔ تو میرا دل کانپنے لگا اور مجھ پر بیخودی چھا گئی۔ اسی وقت سے اسلام کا وقار میرے دل میں جم گیا۔ یہ ہے قرآن کریم کی فصاحت اور بلاغت کا اثر جو فصحائے عرب پر پڑا۔ پادری پال بیچارے فصاحت وبلاغت کو کیا جانیں جو عربی عبارت بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے۔

(باقی دارد)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ مورخہ ۱۱ رمئی کو ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ آپ کا موجودہ ایڈرس حسب ذیل ہے:-

"دار السلام" ڈلہوزی

مسلم ہائی سکول لاہور کا شاندار نتیجہ

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس سال سکول کی میٹریکولیشن کلاس کا نتیجہ نہایت شاندار رہا۔ کل ۴۱ طلبا امتحان میں شامل ہوئے ان میں سے بفضل ایزدی ۳۴ طلبا کامیاب ہوئے۔ تین طلبا فرسٹ ڈویژن میں آئے۔ اور ایک طالب علم وظیفہ لایا۔ باقی بہت سے طلبا سکنڈ ڈویژن میں اچھے نمبروں پر پاس ہوئے سکول خدا کے فضل سے نہایت کامیابی سے ترقی کر رہا ہے۔ اور لاہور کے بہترین سکولوں میں گنا جاتا ہے۔ تمام احباب کو چاہیئے کہ اپنے قومی سکول کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔

(مرزا عزیز الرحمٰن)

— حبیب اللہ خاں صاحب سروئیر اطبہ (عراق) ماہ جولائی میں اپنی ۱۰ یوم کی آمدنی کا وعدہ کرتے ہیں۔ اور احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کی اہلیہ کی صحت کے لئے دعا کریں۔

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ماجن پور ضلع ڈیرہ غازی خاں سے اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۲۵ کس اور آغوش اسلام میں داخل ہوئے۔ اللھم زد فزد۔

۱۰ مئی کے جلسہ لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی تقریر اتحاد بین المسلمین پر

سبح للہ مافی السموات ومافی الارض وھو العزیز الحکیم ۰ یآیہا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۰ کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص ۰ (القرآن)

ہم مسلمانوں کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ہمیں اس وقت کیا مرحلہ درپیش ہے۔ اور اس میں سے گزرنے کے لئے ہم کیا تیاری کر سکتے ہیں جن لوگوں نے کل ہندوؤں کے جلوس میں شرکت کی ہو ان کو یا جنہوں نے اخبار میں پڑھا ہے ان کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس جلوس میں ہندو نوجوانوں کا نعرہ کیا تھا۔ اگر کسی کو علم نہیں تو میں اس کو بیان کر دوں؟ کیونکہ اکثر مسلمان اس سے ناواقف ہوں گے۔ وہ نعرہ ٹریبیون میں چھپا ہے اور وہ یہ ہے

We shall not tolerate Muslim Raj

یعنی ہم مسلم راج کو ہرگز یہاں نہیں ہونے دینگے اس نعرہ کا ایک دوسرا حصہ تھا "ہندو دھرم کی جے" بلا شبہ ہر قوم کو اختیار ہے جو بھی چاہے وہ نعرہ لگالے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ چیز ہے کہ "ہندو دھرم کی جے" کا نعرہ کس کے بالمقابل ہے یعنی مسلم راج ہم نہیں ہونے دیں گے کے بالمقابل "ہندو دھرم کی جے" کا نعرہ ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو۔ کہ ہندو نوجوانوں کے نعرہ کا مقصد یہ تھا مسلم راج نہیں ہونے دیں گے۔ بلکہ حکومت ہندوؤں کی ہوگی بات اصل میں یہ ہے کہ پنجاب میں مسلمانوں کی کثرت ہے جیسا کہ میں نے گذشتہ جلسہ میں بیان کیا تھا کہ

اب حکومت جمہوریت کی ہوگی

یعنی جس کی کثرت ہے اسی کی حکومت ہوگی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی چند صوبوں میں کثرت ہے۔ ان میں سے ایک تو پنجاب ہے اور باقی صوبۂ سندھ سرحد۔ اور بنگال ہے۔ ہندو قوم بحیثیت قوم فیصلہ کر چکی ہے کہ ہم مسلمانوں کی کثرت والے صوبوں میں بھی مسلمانوں کی حکومت نہ ہونے دیں گے۔ ہندوؤں کی کثرت والے صوبوں میں تو ہندوؤں کی حکومت ہوگی ہی لیکن جن میں مسلمانوں کی کثرت ہے ان میں مسلمانوں کی حکومت نہ ہونے دیں گے۔ چنانچہ اس جلسہ کے بالمقابل

جو جلسہ ہندوؤں کا آجکل ہو رہا ہے

اس میں یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ ہم مسلمانوں کو کہیں بھی اکثریت کا حق نہیں دیں گے۔ صوبۂ سرحد میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ۹۳ فی صدی ہے وہاں کے متعلق انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہاں اصلاحات نہیں ملنی چاہئیں۔ گویا اس میں حکومت اپنی قوم کی نہ ہو یا ہندوستانی کی نہ ہو بلکہ انگریز کی رہے۔ صوبۂ سرحد کے علاوہ صوبۂ سندھ کے متعلق ان کا یہ فیصلہ ہے کہ چونکہ وہاں مسلمانوں کی کثرت ہے اس لئے اس کو صوبۂ بمبئی کے ساتھ ملا کر مسلمانوں کی اکثریت کو تباہ کر دیا جائے۔ کیونکہ سندھ کو بمبئی کے ساتھ ملانے میں سارے صوبہ میں کثرت ہندوؤں کی ہوگی۔ پنجاب کے متعلق بھائی پرمانند کے الفاظ یہ ہیں کہ صوبۂ پنجاب میں مسلمان اکثریت چاہتے ہیں لیکن ہم کبھی بھی قانوناً ان کی حکومت قایم نہیں ہونے دیں گے کیا وہ محض برائے نام اکثریت یعنی ۵۶ فی صدی ہونے کی وجہ سے ہم پر حکومت کریں گے۔ صوبۂ بنگال میں وہ یورپین آبادی کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کو محکوم بنانا چاہتے ہیں۔ آپ کے سامنے نیا نظام حکومت ہے جس میں

ہندوستانیوں کو کچھ حقوق ملنے والے ہیں

لیکن ہندو مسلمانوں کو اس میں سے کوئی حصہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ آپ کے سامنے دو صورتیں ہیں ایک تو ہندوؤں کے ساتھ صلح کی صورت ہے اور ایک جنگ کی۔ ان دونوں میں سے جو بھی صورت ہندوؤں کو پسند ہو مسلمانوں کو اس کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔ صلح کی صورت تو یہ ہے کہ مسلمان ہندوؤں کی حکومت برداشت کرنے کے لئے تیار رہیں بشرطیکہ ہندو بھی مسلمانوں کی حکومت برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کے سوا ہماری اور ان کی صلح نہیں ہو سکتی۔

گذشتہ جلسہ میں میں نے ذکر کیا تھا کہ گاندھی جی نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ مسلمان اپنا متفقہ مطالبہ میرے پاس لے آئیں تو میں اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر میں زیادہ بحث کرنے کے لئے تیار نہیں صرف ایک بات کی طرف آپ کو توجہ دلاتا ہوں یہ تو ایک مشہور بات ہے کہ نیشنلسٹ مسلمانوں نے آل انڈیا مسلم کانفرنس یا باقی مسلمانوں کے ساتھ اپنے مطالبات کے پیش کرنے میں اتفاق نہیں کیا۔ لیکن

متفقہ مطالبہ ہمیشہ اکثریت کا ہوتا ہے

اور جب اکثریت بہت زیادہ ہو تو ہمیشہ اس اکثریت کا فیصلہ متفقہ فیصلہ سمجھا جاتا ہے۔ نیشنلسٹ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل ہے۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس میں جب ان کو دعوت دی گئی کہ وہ آکر مسلمانوں کے سامنے اپنے دلائل پیش کریں۔ تو وہ اپنی قلت کی وجہ سے اس کانفرنس میں نہ آسکے۔ ان کی قلت اور کثرت کے سوال کو چھوڑ کر میں آپ سے ایک فیصلہ چاہتا ہوں کہ آیا گاندھی کا مطلوبہ متفقہ مطالبہ بھی پورا ہو چکا ہے یا نہیں۔ نیشنلسٹ مسلمانوں نے بھی جو کچھ مانگا ہے وہ بھی وہی ہے جو آل انڈیا مسلم کانفرنس نے طلب کیا ہے۔ اس میں برائے نام تھوڑا سا اختلاف ہے مثلاً نیشنلسٹ بھی یہی کہتے ہیں کہ فیڈرل نظام حکومت میں صوبوں کو اختیارات دئے جائیں۔ صوبۂ سرحد کو اصلاحات دی جائیں اور صوبۂ سندھ کو علیحدہ رکھا جائے۔ ان متفقہ مطالبات پر بھی تو گاندھی نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ مسلم کانفرنس اور نیشنلسٹ مسلمانوں کے جس قدر مطالبات متفقہ ہیں۔ ان کے متعلق گاندھی کو فیصلہ دیدینا چاہیے تھا۔ کہ جتنا حصہ دونوں کا متفقہ ہے اس کو ہم منظور کر لیتے ہیں۔ بڑے آدمیوں کی حیثیت بڑی ہوتی ہے۔ گمر گاندھی سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ متفقہ مطالبہ پر دستخط کر کے اپنی بڑائی کا ثبوت دیتا۔ اور نہ دوسرے ہندوؤں سے اس پر دستخط کرا دیتا۔ بہرحال آل انڈیا مسلم کانفرنس اور نیشنلسٹ مسلمان اپنے اختلافی امر میں بھی تین باتوں میں متفق ہیں یعنی

(۱) صوبہ جات میں خود مختاری ہو۔

(۲) سندھ الگ صوبہ ہو۔

(۳) صوبہ سرحد میں اصلاحات کا نفاذ

ان کی بنا پر میں نے

گاندھی کے نام ایک کھلی چٹھی

لکھی ہے۔ جس سے مقصد اس پر اتمام حجت کرنا ہے کہ آیا وہ ان تینوں باتوں پر جن میں مسلمانوں کا مطالبہ متفقہ ہے۔ دستخط کرنے کے لئے تیار ہے۔ اگر کانگرس اور گاندھی جی واقعی ملک کی مشکلات کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ تو حسب وعدہ مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ پر دستخط کر دیں لیکن اس وقت تک باوجود اس علم کے کہ مسلمان اپنی بہت سی باتوں میں متفق ہیں گاندھی نے اس پر کچھ توجہ نہیں دی بات اصل میں یہ ہے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ کوئی رواداری کا اصول برتنے کے لئے تیار نہیں۔ فی الحقیقت کانگرس اندر سے ہندو مہاسبھا ہے۔ اور رہبر ہندو مہاسبھا گاندھی ہے۔ اگر یہ بات نہیں تو گاندھی صورت حالات کو دیکھ کر جس قدر مطالبہ متفقہ ہے۔ اس پر کیوں دستخط نہیں کر دیتے۔ باقی باتیں جن میں اختلاف ہے وہ بعد میں دیکھ لی جاتیں فیصلہ ہمیشہ ایک ایک کر کے ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ان تین باتوں کو وہ مان لیں تو ہم فیصلہ سے زیادہ قریب ہو جاتے ہیں۔

ہندوؤں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے

کہ وہ ہندوستان میں کہیں بھی مسلم راج نہ ہونے دیں گے اس کے جواب میں ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم ہندوستان میں مسلم راج قایم کرینگے کیونکہ یہ انصاف کی بات نہیں۔ ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں۔ کہ جن صوبوں میں ہماری کثرت ہے۔ وہاں جمہوریت کی حکومت ہوگی انہوں نے اپنے منہ سے ایک ایسی بات کہدی ہے۔ جو ان کے دلی خیال کو ظاہر کرتی ہے۔ کہ وہ اپنی ساری طاقت اور قوت اس پر صرف کر دیں گے۔ کہ مسلمانوں کا راج کہیں نہ ہو۔ اب ان کے بالمقابل تم بھی اپنا ارادہ اور عزم مضبوط کر لو لیکن اس سے پیشتر کہ تم کوئی بات اپنے منہ سے نکالو۔ ان آیات پر غور کرو جو اس تقریر کو شروع کرنے سے پہلے میں نے تلاوت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرماتا ہے لم تقولون ما لا تفعلون تم وہ بات اپنے منہ سے کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ یہاں یہ نہیں کہا جو تم کرتے نہیں وہ کہتے کیوں ہو۔ بلکہ کہا یہ ہے کہ وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ کہنے کو کرنے پر اس لئے مقدم رکھا ہے کہ

بات کو پہلے ہی سوچ سمجھ کر کہنا چاہیے

تا ایسا نہ ہو کہ وہ قابل عملدرآمد ہی نہ ہو۔ اب جب تم نے ایک بات سوچ سمجھ کر کہدی تو پھر چاہے موت قبول کرنا پڑے یا اپنی بات پر سر بھی دینا پڑے تو دینا ہوگا۔ کیونکہ اس کے بعد فرمایا کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اللہ کے نزدیک یہ بڑے غضب کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں اب اس عہد واثق اور مضبوط اقرار کی تلقین کے بعد قرآن کریم جو مسلمانوں کے لئے کامل ہدایت نامہ ہے۔ کلام میں

کامیابی حاصل کرنے کا طریق

بیان کرتا ہے یعنی جب تم نے کسی بات کو سوچ سمجھ کر اقرار کر لیا کہ ہم اس کو کر کے رہیں گے تو اس میں کامیابی کے لئے خود ہی ایک طریق کار بتایا ہے۔ اور وہ یہ کہ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفًا۔ اللہ ان لوگ سے محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں صف باندھ کر یا کامل اتحاد کے ساتھ مل کر مگر کیسی صف اور کس قسم کا اتحاد کانھم بنیان مرصوص و دشمن کے مقابلہ پر ایسے کھڑے ہو جیسے دیوار کھڑی ہوتی ہے پھر وہ دیوار بھی معمولی گارے اور چونے کی نہیں۔ بلکہ جس کی اینٹوں کی درمیانی درزوں میں سیسہ پلا دیا گیا ہو۔ اور وہ یک جان ہو کر گویا لوہے کی دیوار بن گئی ہو۔ جب بھی تم دشمن سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ تو اس طرح دشمن کے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ جیسے لوہے کی دیوار ہوتی ہے جس کی کوئی اینٹ اپنی جگہ سے نہیں ہلتی یہ وہ اتحاد و اتفاق کا نقشہ ہے جو قرآن نے تمہارے لئے پیش کیا ہے اگر تم اس طرح کامل اتحاد اور اتفاق کے ساتھ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ تو تمہارے لئے نصرت اور غلبہ ہے اور اگر تم نے جنگ میں خدا کے اس ارشاد کو پورا کر کے نہ دکھایا تو پھر کامیابی کی امید بہت کم ہے۔ کیونکہ فتح اور کامیابی کا ایک ہی اصول ہے اور وہ یہی ہے کہ تم متحد ہو کر ایک مضبوط دیوار بن جاؤ۔ ایسے نہ رہو جیسے اینٹوں کا ایک ڈھیر ہوتا ہے گذرنے والا اس کو ٹھکرا کر گذر جاتا ہے یا ان کو اٹھا کر ادھر ادھر پھینک دیتا ہے بلکہ

ایک منظم شکل میں دیوار بن جاؤ

کہ اس میں سے کوئی شخص کسی اینٹ کو نکال نہ سکے۔ جب تک تم ایسی شکل اختیار نہیں کرتے تمہاری کوئی قیمت نہیں چھوٹی چھوٹی باتوں کی بنا پر آپس میں تفرقہ کرنا اور پھوٹ پیدا کرنا۔ بہت برا ہے مسلمانوں کے تمام فرقے سنی۔ شیعہ۔ اہل حدیث اور دوسرے مسلمان سب میں اصول اتحاد لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی رسالت پر یقین ہے۔ **کلمہ کے اس رشتہ نے تم سب کو ایک نظام میں** منسلک کر رکھا ہے۔ تمہیں خبر ہے کہ دشمن جو تمہیں کھانا چاہتے ہیں۔ وہ تمہاری کسی کمزوری سے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس لئے تم سب ایک ہو جاؤ۔ اور اس امر پر غور کرو کہ آج وہ حالت نہیں کہ تم آپس میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ کر کامیاب ہو جاؤ۔ ہندوؤں کے دل میں جو خیالات تمہاری نسبت ہیں وہ ایک حد تک ظاہر ہو چکے ہیں لیکن قرآن کریم بتاتا ہے کہ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر

ان کے منہ سے بغض ظاہر ہو چکا ہے

مگر جو کچھ ان کے دلوں میں مخفی ہے۔ وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے تم خود سوئے ہوئے ہو لیکن ان کے سینوں میں تمہاری نسبت بڑی بڑی باتیں ہیں۔ قرآن کریم نے جو بات بھی کہی ہے وہ پوری ہو کر رہے گی۔ اس لئے آج تک اس نے جو کچھ کہا ہے وہ ہمیشہ پورا ہو کر رہا ہے پس یہ بات بالکل سچ ہے کہ ان کے منہ سے جو کچھ نکل چکا ہے اس سے بڑھ کر ابھی ان کے دلوں میں موجود ہے۔

پس تم اپنے حقوق لینے کے لئے ڈٹ جاؤ۔ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو جاؤ۔ کسی کا سہارا مت لو۔ اب بہت تھوڑے دن فیصلہ کے رہ گئے ہیں۔ ہر شخص بوڑھا جوان اور عورت کو ایک عزم لے کر اٹھے اور وہ یہ کہ جہاں مسلمانوں کی کثرت ہے وہاں ہم اکثریت کے حقوق لے کر رہیں گے مسلمانوں کو ہمیشہ جداگانہ انتخاب کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہندو تہذیب اور مسلم تہذیب ایک نہیں ہندوؤں کے سامنے بھائی پرمانند نے

سیواجی اور بندہ بیراگی

کو رکھا ہے۔ آج ہندو قوم ان کی پرستش کرتی ہے۔ اور ان کی یاد کو ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف تازہ کرنے کی تاکید کی ہے۔ مسلمانوں کے سامنے انہوں نے اورنگ زیب رح اور محمد بن قاسمؒ اور محمود غزنوی کو رکھا ہے لیکن مسلمانوں نے کبھی کسی کے مذہب اور تہذیب کو مٹانے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن سیواجی اور بندہ بیراگی کی یاد کو ہندوؤں میں اس لئے تازہ کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب اور تہذیب کو مٹایا جائے۔ مسلمانوں نے اپنی حکومت کے دنوں میں ہندوؤں کے مذہبی رسوم میں کبھی دخل نہیں دیا لیکن ہندو ابھی سے مسلمانوں کے نشانات مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ ایک خواہش ہے جو ان کے دلوں میں پیدا ہو گئی ہے کہ وہ

مسلمانوں کو اس ملک میں دیکھنا نہیں چاہتے

ہندوستان میں تمہارے لئے بہت سی مشکلات ہیں جب تک تم سب ایک نہ ہو جاؤ مسلمانوں کے سامنے ان کے خلفائے راشدین کا نمونہ ہے۔ کہ وہ کس طرح دشمن سے مقابلہ کے وقت ایک ہو جاتے تھے۔ ہم مسلمانوں کی قوم مذہب اور تہذیب ہندوؤں سے الگ ہے۔ اپنے نمائندے ہمیں خود انتخاب کرنے کا حق ہونا چاہئے۔ جو قوم ہم کو مٹانے کا عزم کر چکی ہے اس کے ہاتھوں میں اپنے نمائندہ انتخاب کرنے کا اختیار دینا کوئی عقلمندی نہیں اگر تم میں اتفاق اور اتحاد پیدا ہو گیا تو کامیابی یقینی ہے۔ پس تم سب ایک ہو جاؤ۔ اور بڑے زور سے اپنے حقوق حاصل کرنے پر ڈٹ جاؤ۔

اس کے بعد جناب ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب نے ایک مختصر سی تقریر کے بعد آل انڈیا مسلم کانفرنس کے ریزولیوشن سنائے۔ اور مسلمانوں نے بڑے جوش و خروش سے ان کی تائید کی۔ اور آخر پر اگزیکٹو آفیسرز بل کے خلاف ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ اور اس کی نقل گورنر پنجاب کو بھیجنے کی تجویز پاس ہوئی۔

پیغامِ حق

ہندو ریاستوں میں مسلمانوں پر جو ستم توڑے جاتے ہیں وہ اب کوئی خفیہ اور پوشیدہ باتیں نہیں رہیں۔ پیغام حق میں ریاست ریواں (سنٹرل انڈیا) میں جو جو مظالم مسلمانوں پر ہو رہے ہیں ان کو اختصار کے ساتھ بیان کر کے علما سے فتوی پوچھا گیا ہے کہ ایسی جگہ میں ان کو کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہئے۔ مسلمانوں کی عام واقفیت اور گورنمنٹ کی توجہ کے لئے ہم اس استفتا اور علما کے جواب کو درج ذیل کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ہندوؤں سے اپیل کرتے ہیں کہ اگر اسی قسم کا سلوک کسی مسلم ریاست میں ہندوؤں کے ساتھ کیا جائے تو کیا ہندو اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اگر ایسا نہیں تو

آنچہ بر خود مپسندی بر دیگران مپسند

کے اصول پر کیا وہ اس ہندو ریاست کو اس ظلم عظیم سے باز رکھنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر آواز نہ اٹھائیں گے۔ استفتا اور جواب استفتا درج ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

اپیل بخدمت جمیع مسلمانان ہند

برادران اسلام! ہم بیکس مظلوم اہل اسلام آپ کی خدمت میں یہ چند اوراق پیش کر کے با ادب ملتجی ہیں کہ انہیں غور سے ملاحظہ فرمایا جائے۔ یہ پمفلٹ ہماری قابل رحم صورت حال کا آئینہ ہے آپ دیکھیں گے کہ ہم گوناگوں ناقابل برداشت مصائب میں مبتلا ہیں اور دم نہیں مار سکتے یہاں سیکڑوں میں سے چند تکالیف کا اظہار کیا گیا ہے۔ مگر یقین ہے کہ یہ بھی ہماری ناگفتہ بہ حالت کا اندازہ لگانے کے لئے بہت کافی ہیں۔ اور ہم آپ کے دلوں سے خراج رحم حاصل کرنے میں بہت کچھ کامیاب ہوں گے۔ جی چاہتا ہے کہ ہم اپنی پوری داستان بیان کریں لیکن افسوس کے ساتھ اس سے باز رہنا پڑتا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آپ سننے کی تاب نہ لا سکیں گے۔ نہ ہم سنا سکیں گے کیونکہ

نغمۂ عیش نہیں ساز مصیبت ہیں ہم

شکر ہے کہ اسی آئینہ میں ان تمام مصائب سے نجات ملنے کی صورت بھی نظر آتی ہے۔ یعنی حکیمان امت محمدی کے بتائے ہوئے وہ نسخے جو درد جگر کا فور اور زخمہائے دل کو یقیناً مندمل کر سکتے ہیں لیکن آہ!

ہم بستر مرگ پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں!\
نزع کا عالم ہے!\
جسم سے جان نکلتی ہے!\
زندگی بخش نسخے سامنے رکھے ہوئے ہیں!\
نظریں ادھر ادھر جاتی ہیں اور ناکام واپس آتی ہیں!\
دل اندر بیٹھ جاتا ہے!\
آہ! یہ منظر تو دیکھو کتنا یاس انگیز ہے!!\
یہ صورت کیوں ہے؟ کس بات کی کمی ہے؟\
غمخوار تیمارداروں کی!

ضرورت ہے کہ آپ کے مضبوط ہاتھ اس نازک وقت میں ان نسخوں کے اجزا کا مرکب بنا کر حلق میں اتار دیں اور زندگی نو کا سبب ہو کر شکستہ دلوں کی دعائے خیر اور ثواب دارین لیں؟

دعوتِ عمل

اُٹھ اور کمر باندھ!

ہم اپنے علاقی مصیبت زدہ بھائیوں کو دعوت اشتراک عمل دیتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ ہمارے ساتھ وہ بھی بے خوف و خطر میدان عمل میں آئیں۔ اور اپنی قوم کی مشکلات کے حل کرنے میں ہمت سے کام لیں۔ خدا ہم سب کی مدد کرے گا۔

دیکھئے! آپ کی ساتھی مظلوم قومیں میدان میں آ چکی ہیں اور اپنے اپنے مطالبات بغیر کسی خوف کے پیش کر چکی ہیں۔ اور کسی نہ کسی طرح کامیاب بھی ہو جاتی ہیں۔ ہم کیوں کامیاب نہیں؟ قرآن کریم میں ہے "خدا اس کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنی حالت نہ بدلے"

کوشش نہیں کرتا۔"

اس لئے اب آیئے ہم بھی مل کر اپنی موجودہ ذلیل حالت کو بدلنے کی کوشش کریں۔! اور السعی منی والاتمام من اللہ پر کاربند ہو کر اپنی بہتری میں دل و جان سے سعی کریں!

خدا پر بھروسہ کر کے آپ کھڑے تو ہوں! پردۂ غیب سے خودبخود کامیابی کے سامان ہو جائیں گے۔ "خدا خود میرسامان است ارباب توکل را۔"

اگر آپ نے اس دعوت عمل کو قبول فرمایا، اور ہمت سے کام لیا تو امداد غیبی یقینی ہے۔ آپ خود دیکھیں گے کہ

"مردے از غیب بروں آید و کارے بکند"

برادران! غفلت کی نیند سے جاگئے۔ اب سونے کا وقت نہیں رہا۔ بہت سو لئے!

نیند کے ماتے! بہت دن چڑھ چکا ہے۔ اور تو اب بھی محوِ غفلت خوابِ خوشِ خرگوش ہے

نحمدہ و نستعینہ

صورتِ حال

(۱) جس ہندو ریاست میں تبلیغ (جو ہر مسلمان کا شرعی فرض ہے) کی سخت ممانعت ہو حتیٰ کہ اگر کوئی غیر مذہب شخص اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر اپنی رضا و رغبت سے بھی دینِ اسلام قبول کرنا چاہے تو نہ کرنے پائے۔ اور وہ شخص جو کلمہ پڑھائے، اپنا چھوا کھلائے، دائرہ اسلام میں داخل کرے، وہ موافق قانون ریاست سزائے قید کا مستوجب ہو۔

(۲) جہاں مسلمانوں کو اگر وہ کسی ہندو عورت سے مرتکب زنا کے ہوں تو براہ تعصب یہ کہہ کر کہ اس نے ایک ہندو عورت کو بے دھرم کر کے مسلمان کیا سزائے قید دی جائے اور ہم اس کے خلاف اگر کوئی ہندو مرد مسلمان عورت سے زنا کا مرتکب ہو تو اس سے بازپرس بھی نہ کی جائے۔

(۳) جہاں پر وہ مناکحتیں جو شرع شریف نے جائز رکھی ہیں ان کے انسداد کی اس طرح فکر کی جائے کہ وہاں کے قوانین ایسی مناکحتوں کے کرنے والے کو ان کے جائز متروکہ سے محروم رکھیں اور ان کے جائز متروکات بحق ریاست ضبط ہو جائیں مثلاً:۔

زید و عمر سگے بھائی ہیں زید کا لڑکا خالد و عمر کی لڑکی ہندہ ہے۔ خالد کی مناکحت شرعاً ہندہ کے ساتھ جائز ہے۔ لیکن قوانین ریاست کے مطابق اگر یہ مناکحت کی جائے تو عمر کے اولاد ذکور نہ ہونے کی صورت میں خالد جو عمر کا بھتیجا و داماد ہے ونیز اس کی زوجہ ہندہ عمر کی جائداد متروکہ پانے کے مستحق نہ ہوں گے بلکہ جائداد بحق ریاست ضبط کی جائے گی۔

(۴) جہاں کے قوانین موتی کے ان کل ورثا کو جو مطابق شرع محمد جائز مانے گئے ہیں (سوائے اولاد ذکور کے) حق وراثت سے کلیتاً محروم رکھیں مثلاً لڑکی یا اس کی اولاد کا کوئی حق ہی نہ ہو۔

(۵) جہاں کے قوانین مسلمانوں کو غیر ذبیحہ گوشت کھانے پر مجبور کرتے ہوں۔ کل قصاب ہندو ہوں۔ جو ذبیحہ کے ساتھ غیر ذبیحہ گوشت بھی آمیز کر دیتے ہوں اور حکومت سے فریاد کرنے پر کچھ خیال نہ کرتی ہو حتیٰ کہ اگر کوئی مسلمان قصابی کی دکان رکھنا چاہے تو نہ رکھنے دیا جائے۔ اور سزا دی جائے

(۶) جہاں مقامات مقدسہ اہل اسلام مثل مزارات و خانقاہ کے [illegible] (باقی آئندہ)

مسئلہ اجرائے نبوت کی تردید

بروئے کتب حضرت مسیح موعود

(گذشتہ سے پیوستہ)

جناب میاں صاحب کا یہ ارشاد فرمانا کہ

"یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱)"

واقعات اس دعوے کی تائید نہیں کرتے اول تو اس کی تردید ایک غلطی کے ازالہ میں ہی موجود ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ کہ حضرت اقدس اپنے دعوے کے اثبات میں اپنی سابقہ کتب کے مطالعہ کی تحریک فرماتے ہیں۔ ماسوا اس کے اخیر عمر تک بھی حضرت صاحب کا ایک ہی مذہب اس مسلک کے متعلق دکھائی دیتا ہے۔ اگر کسی وقت دعوے تبدیل ہو جاتا۔ تو لازماً اس تاریخ سے پہلے کا لٹریچر بھی منسوخ قرار دیا جاتا گر ایسا کبھی نہیں ہوا۔ بلکہ اپنی ساری کی ساری کتابوں کو ہمیشہ قابل استفادہ سمجھتے رہے۔ چنانچہ وفات سے تین یوم پہلے آپ کا ایک خط اڈیٹر اخبار عام کے نام شائع ہوتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعوے کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ ...... یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعوے میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ یہی لکھتا رہا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعوے نہیں۔

ان ملفوظات کی موجودگی میں جن میں ہر ایک کتاب کی صحت کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ یہ لکھنا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ یہ دعوے کہاں تک حق بجانب ہو سکتا ہے۔

اگر فی الحقیقت ایک غلطی کے ازالہ کے ذریعہ سے دنیا میں کوئی اعلان نبوت ہوا تو اس اشتہار کے بعد کی کسی کتاب میں تو اپنی نبوت سے انکار کے حوالجات نہیں ہونے چاہئیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ اس قسم کے حوالجات کا ایک کثیر ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں سے بطور نمونہ چند حوالے اس جگہ درج کر کے ہم ان پر اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔

کتاب چشمہ معرفت جو مئی ۱۹۰۸ء میں طبع ہوئی اس کے حاشیہ صفحہ ۳۲۴ پر تحریر ہے:۔

ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔

اس جگہ صریح الفاظ میں اصلی نبوت سے انکار کر کے ظلی نبوت کا ادعا کیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ظلی نبوت اصلی نبوت نہیں ہوتی۔ اس کو ہم متعدد حوالوں سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) فیکون النبی کالاصل والولی کالظل

یعنی نبی مثل اصل کے ہوتا ہے اور ولی مثل ظل کے۔

(کرامات الصادقین صفحہ ۸۵)

(۲) ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں ...... ان میں سے ایک میں ہوں۔ (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وجود ظلی طور پر گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا۔

(۴) عقیدے کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ہے بعد اس کے کوئی نبی نہیں۔ مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں۔ ظل اور اصل کا فرق ہے۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۵)

(۵) لیکن ایک ایسا شخص جسے ایک طرف خدا تعالےٰ اس کی وحی میں امتی بھی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے یہ دعوے قرآن شریف کے احکام کے خلاف نہیں۔ کیونکہ یہ نبوت بباعث امتی ہونے کے در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے۔ کوئی مستقل نبوت نہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱)

(۶) اہل دل برایں متفق اند کہ ولایت ظل نبوت است

ترجمہ:۔ اہل دل حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ ولایت نبوت کا ظل ہے۔ (لجۃ النور)

(۷) آپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کتاب نبوت کے اجمالی نسخہ تھے۔ اور ارباب فضل و فتوۃ کے امام تھے۔ اور نبیوں کی مٹی کا بقیہ تھے۔ ہمارے اس قول کو کسی قسم کا مبالغہ نہ سمجھو۔ ...... بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو حضرت عزت کی طرف سے ظاہر ہوئی ہے اور وہ ہمارے رسول اور سید صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے آداب میں ظل کے مانند تھے۔ (سر الخلافۃ صفحہ ۳۳)

(۸) یقیناً یاد رکھو کہ کامل اتباع کے ثمرات کبھی ضائع نہیں ہوتے۔ یہ تصوف کا مسئلہ ہے اگر ظلی مرتبہ نہ ہوتا تو اولیائے امت تو مر ہی جاتے۔ یہی کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس سے بایزید محمد کہلایا۔ (اخبار بدر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

یہ حوالجات ۱۹۰۱ء سے پہلے کے بھی ہیں اور بعد کے بھی۔ ان میں ظلی نبوت کی کماحقہ تشریح کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اولیاء پر ظلی نبوت کا اطلاق جائز ہے۔ محدث ظلی نبی ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر خطاب اور بایزید بسطامیؒ پر یہ لفظ چسپاں فرماتے ہیں۔ ظلی نبوت کو مستقل نبوت سے علیحدہ قرار دیا اور اہل دل حضرات کا اس پر اتفاق ظاہر فرمایا کہ ظلی نبوت اولیاء اللہ کی ہوتی ہے نہ نبیوں کی۔ اب جو لوگ ظل کو اصل تجویز کرتے ہیں وہ غور کریں کہ ان کا قدم کس طرف جا رہا ہے۔ اگرچہ بادشاہوں کو ظل اللہ کہنا ایک عام محاورہ ہے لیکن مذہبی طبائع اس سے کب اطمینان حاصل کر سکتی ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے الوہیت کا ظلی مرتبہ تسلیم فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں "لفظ محمد ظلی طور پر مستجمع صفات الٰہیہ ہے .... پھر ارشاد ہوتا ہے حقیقت محمدیہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم و اکمل مظہر ہے .... نیز تحریر فرماتے ہیں ظلی طور پر خدائے قادر مطلق نے آنحضرت صلعم کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی ہے۔" (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۳)

اب اگر ظل اور استعارہ حقیقت پر ہی محمول ہوتا ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تسلیم کرنا پڑے گا۔ جب قادیانی احباب اس صداقت پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو پھر ظلی نبی کو اصلی نبی کی حیثیت میں بے شک پیش کریں۔ حضرت مسیح موعود

تو فرماتے ہیں کہ ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔ مگر میاں صاحب اس کے برعکس فرماتے ہیں۔

(۱) خدا نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا اور کبھی بروزی اور ظلی نہ کہا۔ بس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے (الحکم اوراپریل ۱۹۱۲ء)

(۲) پس چونکہ حضرت مسیح موعود میں یہ بات پائی جاتی ہے اس لئے قرآن کریم اور شریعت اسلام کی اصطلاح کی رو سے آپ حقیقی نبی تھے۔ (حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۷۴)

(۳) حضرت مسیح موعود محدثیت کی جزوی نبوت سے اوپر کسی اور نبوت کے مدعی تھے (حقیقت النبوت صفحہ ۲۳۵)

(۴) لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ جس درجہ پر کھڑے ہوئے ہیں وہ جزوی نبوت نہیں۔ بلکہ عین نبوت ہے (" صفحہ ۱۲۹)

پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے۔ اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہ تھے۔ بلکہ حقیقی نبی تھے۔

(حقیقت النبوۃ صفحہ ۱۷۴)

میاں صاحب کی یہ کوشش کہ حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی ثابت کیا جائے۔ ایک بے سود کوشش ہے جس کی تائید حضرت صاحب کے کلام سے ہرگز نہیں ہوتی۔ چند مزید حوالجات ۱۹۰۱ء سے بعد کے ایسے پیش کئے جاتے ہیں جن میں صریح طور پر آپ نے مستقل نبوت سے انکار کیا ہے۔

(۱) کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھائے میں بار بار لکھ چکا ہوں۔ کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے جو ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلا سکتا۔ مگر میں امتی ہوں بس یہ صرف خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نشان ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہوا۔ (حاشیہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۱)

(۲) اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنی محرف اور مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعوے کرتا ہوں۔ اور قرآن کو چھوڑتا ہوں۔ ...... سو میری یہ تمام شکایت خدا کی جناب میں ہے۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۲۱۹)

(۳) ہم بار بار لکھ چکے ہیں۔ کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعوے کرے تو بلا شبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں۔ کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں۔ اور نہ کوئی ایسا نبی ہے۔ جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے۔ وہ انہی کے فیض اور انہی کی وساطت سے ملتا ہے۔ اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔ (چشمہ معرفت حصہ دوم صفحہ ۹)

میاں صاحب اور حضرت مسیح موعود کے حوالجات کو بالمقابل رکھ کر پڑھنے سے صریح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب مستقل اور حقیقی نبوت کا دعوے حضرت صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور حضرت اقدس مستقل نبوت کے دعوے سے صاف طور پر انکار فرماتے ہیں۔

سالقہ ہی ایک اور بات بھی میاں صاحب کی تحریروں پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جہاں وہ حضرت صاحب کو حقیقی نبی۔ اصلی نبی۔ مستقل نبی مانتے ہیں جیسا کہ اوپر کے حوالوں سے عیاں ہے۔ مگر ساتھ ہی بعض مقامات پر ظلی نبی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ظلی نبی کی حیثیت کو اصلی اور حقیقی نبیوں سے بالاتر قرار دیتے ہیں جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

(۱) اگر حضرت مسیح موعود کے دعاوی اور درجہ کے متعلق سوال ہو تو ہم مجبور ہوں گے کہ بتائیں کہ آپ کا درجہ نبی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آنحضرت کا ظلی نبی ہونا تھا۔

(القول الفصل صفحہ ۲۵)

(۲) اس کے (آنحضرت صلعم) شاگردوں میں سے علاوہ بہت سے محدثوں کے ایک نے نبوت کا درجہ بھی پایا۔ اور نہ صرف یہ کہ نبی بنا بلکہ اپنے مطاع کے کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر کے بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گیا۔ (حقیقت النبوۃ صفحہ ۲۵۷)

افسوس جہالت میں تدبر کرنے کی عادت ہی سلب ہو گئی ہے۔ کوئی بزرگ غور نہیں کرتا کہ ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کے درجہ کو اس قدر اونچا کیا کہ اولوالعزم انبیاء سے بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ اور دوسری طرف اس کی یہ پوزیشن ہے کہ ۱۸۹۱ء سے لے کر ۱۹۰۱ء تک آپ کو اپنی نبوت کا پتہ ہی نہیں لگا۔ اس قدر مکالمہ و مخاطبہ ہوا کہ جس کی نظیر چودہ سو سال تک نہیں ملتی اور بہ کثرت محض عہدۂ نبوت متحقق کرنے کی غرض سے بیان کی جاتی ہے۔ یعنی سالہا سال تک خدا کو یہ زحمت گوارا کرنی پڑی۔ جبرائیل نے بھی بعیر اسرکھپایا۔ مگر حال دمی کی سمجھ میں اپنا عہدہ نہ آنا تھا نہ آیا۔ یہ شال نبیوں کے سلسلہ میں سب سے آخری ہے۔ شاید اس کو تقدم حاصل ہوتا تو ممکن تھا کہ قابل پذیرائی ہوتی اور ابتدائے آفرینش کے عذر سے شاید ایسی نامعقول بات تسلیم کر لی جاتی مگر اب تو علم و فضل کا زمانہ ہے آج کل اس قسم کے خیالات ظاہر کرنا لوگوں کو اپنے دعوے کو نہ سمجھ سکے اور اس سے پہلے کے حوالے منسوخ ہیں۔ اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ بجز آپ کی تحریرات کو حکم بھی مانا جاتا ہے۔ اور آئے دن مباحثات میں بھی ان کو پیش کیا جاتا ہے اس قسم کی باتیں عقل کی طرف تو منسوب نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ اس قسم کی دور از قیاس اور غیر معقول باتوں سے سلسلہ نبوۃ اور الوہیت مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس راز کو نہایت عمدہ طرز سے بیان فرمایا ہے۔ اعجاز احمدی صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں۔

نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا۔ لیکن بعض جزوی امور جو اہم مقاصد میں سے نہیں ہوتے ان کو نظر کشفی دور سے دیکھتی ہے۔ اور ان میں کچھ تواتر نہیں ہوتا اس لئے کبھی ان کی تشخیص میں دھوکا بھی کھا لیتی ہے۔

اس عبارت کو میاں صاحب کی اس عبارت سے مقابلہ کرو۔ کہ نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۱ء میں کھلا کیا دونوں تحریریں ایک ہی عقیدے کی تعلیم دے رہی ہیں۔ یا ان میں تضاد اور تباین ہے۔ حضرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ نبیوں کو ان کے دعوے کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے۔ میاں صاحب بہت نزدیک کی تفسیر پندرہ سال کرتے ہیں۔ اب ۱۵ سال کا عرصہ بہت قریب ہوتا ہے یا بہت دور۔ اس کا اندازہ سمجھدار لوگ خود لگائیں۔

ہم اس مقام پر صرف ایک بات عرض کرنی ضروری سمجھتے ہیں کہ خدا اگر کسی کو کہے کہ تو نبی ہے مگر وہ شخص ۱۵ سال تک اس حکم کا انکار کرتا چلا جائے۔ تو کیا ایسا شخص احکام خداوندی کی خلاف ورزی کی وجہ سے کفر کا مرتکب ہے یا نہیں۔ اور اگر کسی حقیقی توجیہ کی رو سے وہ شخص کفر سے مستثنےٰ قرار دیا جا سکتا ہے تو جو لوگ اس کے تبلیغی احکام سے انحراف کریں۔ وہ کیوں مستثنےٰ قرار نہ دئے جائیں۔

ہم گنہگار منصور ہوں گے اگر حقیقت الوحی کے حوالوں سے اپنے مضمون کو مزین نہ کریں کیونکہ قادیانی تحریرات میں اس کتاب کی قدر و منزلت آسمانی صحیفوں کے برابر سمجھی جاتی ہے اس لئے تبرکاً و تیمناً مسئلہ نبوت کے متعلق اس کتاب سے بھی ہم تھوڑا سا استشہاد ضروری سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ نبی اور رسول کے الفاظ حضرت اقدس نے اپنے متعلق خود بھی استعمال فرمائے اور حضور کے الہامات میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں مگر جہاں یہ لفظ استعمال فرمایا وہاں ساتھ ہی تشریح فرماتے رہے۔ چنانچہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اور صریح طور پر مجھے نبی کا خطاب دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

دیکھئے نبی کے خطاب کے ساتھ ہی تشریح فرما دی۔ کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی مگر اس پر حاشیہ لکھ کر مزید تشریح فرمائی کہ

میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔

اور صفحہ ۱۵۰ پر پھر اسی عبارت کا اعادہ فرمایا ہے۔ اب اگر نیت بخیر ہو تو اصل مطلب کا سمجھ میں آ جانا کوئی بھی مشکل بات نہیں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ جب آپ اصلی اور حقیقی نبی ہیں تو یہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ (باقی)

(شیخ غلام حسین۔ سیالکوٹی)

خریدار صاحبان کیلئے ضروری اعلان

بعض خریدار صاحبان کا ذاتی طور پر ملازمین انجمن سے کچھ لین دین ہے وہ دفتر اخبار کو لکھ دیتے ہیں کہ ہمارا چندہ فلاں ملازم کی تنخواہ سے وضع کر لیا جائے لیکن اس ملازم کو اس میں تامل ہوتا ہے بعض اوقات وہ کوئی عذر بھی پیش کر دیتا ہے چونکہ انجمن کو عموماً ذاتی لین دین کے متعلق اصل حالات معلوم نہیں ہونے اس لئے وہ بھی کچھ نہیں کر سکتی۔ ایسی صورت میں مشکل اخبار کے لئے ہوتی ہے خریدار صاحبان صرف دو سطر لکھ کر اپنے تئیں سبکدوش سمجھ لیتے ہیں لیکن یہاں باوجود بار بار کے تقاضوں اور طویل خط و کتابت کے عموماً چندہ وصول نہیں ہوتا۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ذاتی لین دین کے معاملات کے متعلق دفتر اخبار کسی قسم کی کارروائی کرنے سے معذور ہے۔ خریدار صاحبان کے ذمہ چندہ اس وقت باقی رہے گا جب تک کہ وہ دفتر اخبار میں وصول نہ ہو۔ اگر کسی ملازم انجمن کو اخبار کے لئے کوئی رقم دی جائے تو اس کو واضح الفاظ میں اخبار کے حساب میں جمع کرانے کے لئے کہہ دیں اور رسید جنب محاسب سے حاصل نہ کی جائے تو اخبار ہرگز ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا۔

(سید محمد حسین افسر اخبارات)

خبریں

کانپور ۸ رمئی ۔ فسادات کانپور کی تحقیقاتی کمیٹی نے اپنا کام یہاں ختم کر دیا ہے اب کمیٹی دوشنبہ کے روز نینی تال میں اجلاس کرے گی توقع کی جاتی ہے کہ دس بارہ روز تک کمیٹی کی رپورٹ شائع ہو جائیگی ۔ کمیٹی کے سامنے ایک سو ایک گواہوں نے پیش ہو کر فسادات کے متعلق شہادتیں دیں ۔

—— ترچناپلی کا ایک پیغام مظہر ہے کہ تیتھورمیں ایک ہندو میلہ کی تقریب پر ہندوؤں نے ایک جلوس نکالا اور ایک مسجد کے سامنے آ کر باجہ بجانے لگے مسلمانوں نے جلوس کو سمجھایا لیکن اہل جلوس آمادۂ فساد ہو گئے ۔ آٹھ ہندو مجروح ہو گئے ۔

—— لاہور میونسپل کمیٹی کے انتخابات کے لئے ۷ رمئی کو جو اسلامی بورڈ بنا تھا اس کا دوسرا اجلاس ۹ رمئی کو تین بجے بعد دوپہر مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کے مکان پر منعقد ہوا ۔

سب سے پہلے دو مختلف اصحاب کی طرف سے تجویزیں پیش ہوئیں کہ بورڈ کے ممبروں میں اضافہ کیا جائے ۔ بعض اصحاب نے خیال ظاہر کیا کہ بورڈ کے ارکان کی تعداد پہلے ہی زیادہ ہو چکی ہے اس لئے اگر اضافہ کرنا ہی ہے تو اس کی تعداد بہت محدود رکھی جائے ۔ آخر فیصلہ کیا گیا کہ سر دست تین مزید اصحاب کو بورڈ میں لے لیا جائے ۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

(۱) جناب ملک میران بخش صاحب

(۲) جناب خرم علی صاحب چشتی ۔

(۳) جناب مولانا مظہر علی اظہر ایم اے ایل ایل بی ۔

بورڈ کے عہدیدار حسب ذیل تجویز ہوئے ۔

علامہ اقبال اس بورڈ کے صدر قرار پائے ۔ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نائب صدر منتخب ہوئے ۔ مولانا سید حبیب شاہ صاحب کو بورڈ کا سکرٹری بنایا گیا اور مولانا غلام رسول مہر کو جوائنٹ سکرٹری ، بورڈ کے اجلاس کے لئے پانچ اصحاب کا کورم تجویز ہوا ۔

—— لاہور ۱۰ رمئی ۔ کل پنجابی اور سرحدی ہندوؤں کی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے بھائی پرمانند نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا کہ اگر صوبہ سرحد کو اصلاحات دی گئیں ۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شمالی ہند میں ایک اور اسلامی صوبہ بن جائے گا ۔ جس سے مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو جائے گا ۔ جو ہندوؤں کے لئے سخت خطرناک ہوگا ۔ بھائی پرمانند نے اس سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ سرحد پار سے ہندوستان کی سرحد پر ہمیشہ اہل سرحد کے حملہ کا خطرہ ہر وقت رہتا ہے اس خطرے کے زیر اثر سرحد پر ایک زبردست فوج رکھی جاتی ہے ۔ ہندوستانی مسلمان بجائے اس کے کہ وہ سرحدیوں کو دشمن تصور کریں الٹا ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں ۔

—— معلوم ہوا ہے کہ گڑھی اور راوڑھی کے درمیان چناری پراؤ پر پہاڑ گرنے سے سڑک بند ہو گئی ہے ۔ تقریباً دو ہفتہ تک آمدورفت بند رہے گی ۔ اگرچہ راولپنڈی سرینگر کی بعض ٹیکسیاں مسافروں کا تبادلہ کر رہی ہیں ۔

—— گول میز کانفرنس کے مندوبین کا پہلا وفد یکم جولائی تک انگلستان کو روانہ ہو جائیگا ۔

—— لاہور ۱۱ رمئی ۔ میاں فیروز الدین احمد سکرٹری پنجاب خلافت کمیٹی صاحبزادہ محمد ممتاز پروینز سکرٹری مسلم یوتھ لیگ پنجاب اور حکیم محمد شریف وکیل سکرٹری انجمن معین الاسلام لاہور کی طرف سے نواب صاحب بھوپال کی خدمت میں حسب ذیل برقی پیغام ارسال کیا گیا ہے :۔

مسلمانان پنجاب اعلیحضرت کی خدمات ملک وملت کا دل سے اعتراف ۔ جداگانہ انتخاب لازمی طور پر قائم اور بحال رکھا جائے ۔

—— شملہ ۱۱ رمئی ۔ معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب بھوپال ، مہاراجہ بیکانیر ، سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جیکر ۱۴ رمئی کو شملہ پہنچ جائیں گے

—— شملہ ۱۱ رمئی ۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ سابق شاہ امان اللہ خاں حج سے فراغت حاصل کر کے ۹ رمئی کو جدہ سے سوئیز کو روانہ ہو گئے ہیں ۔

—— قاہرہ ۔ ۸ رمئی ۔ مصری فوج (رسالہ) شہر میں گشت لگا رہی ہے ۔ اور محل عابدین کے قرب وجوار میں غیر معمولی احتیاطی تدابیر عمل میں لائی گئی ہیں ۔ اس طرف آمد و رفت بند کر دی گئی ہے ۔ موٹر لاریاں بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک صف بستہ کھڑی ہیں ۔ بعض مقامات پر خاردار تار لگا دئے گئے ہیں ۔ پولیس کی زبردست جمعیت طلب کی گئی ہے ۔ حکومت کیطرف سے یہ احتیاطی تدبیریں اس لئے اختیار کی گئی ہیں ۔ کہ حکام حزب الوفد کے عزائم سے بہت مشوش اور فکرمند ہیں آج جب حکومت نے مجوزہ نیشنل کانگرس کو رد کر دیا تو حزب الوفد نے اعلان کیا کہ جس مسجد میں کانگرس کا اجلاس منعقد کرنے کا ارادہ تھا اب اسے تحریک وفد کے لئے استعمال کیا جائے گا ۔ اور مردہ تحریک کو زندہ کرنے کے لئے اسے مرکز قرار دیا جائے گا ۔ حزب الوفد نے انتخابات کا مقاطعہ کرنے کے لئے بھی ایک اعلان شائع کر دیا ہے ۔

—— لاہور ۔ ۱۲ رمئی ۔ آج جدید مقدمہ سازش لاہور کی سماعت کے دوران میں لنچ کے بعد تمام ملزم جیل میں واپس بھیج دیئے گئے ۔ کیونکہ آج پولیس نے سکھدیو کو پیش کرنا تھا ۔ جو شالامار باغ میں گرفتار کیا گیا تھا ۔ عدالت کے اردگرد اور سڑک پر پولیس کا زبردست پہرہ تھا ۔ تین بجے کے قریب پولیس سکھدیو راج کو ایک لاری میں لائے لاری کے اندر جو پولیس افسر تھے وہ سب کے سب مسلح تھے مگر عدالت میں اس کی ہتھکڑی اتار دی گئی ۔ ملزم کے ایک سوال کے جواب میں سرکاری وکیل نے کہا کہ اس کے خلاف سات یا آٹھ مقدمات چلائے جائیں گے جنمیں سے ایک خان بہادر عبدالعزیز سپرنٹنڈنٹ پولیس کو قتل کرنے کی کوشش کا ہے ۔ سرکاری وکیل نے یہ بھی کہا کہ ۱۹ تاریخ کو بحتہ طور پر بتایا جائے گا کہ ملزم کے خلاف کتنے مقدمات چلائے جائیں گے ۔

—— لاہور ۱۱ رمئی ۔ لاہور اسٹوڈنٹس یونین کے صدر مسٹر کشن لال نے وائس چانسلر کو ایک مکتوب بھیجا ہے جس میں استدعا کی گئی ہے کہ اس نت جو طلبا امتحانی پرچوں کے افشا کے شبہ میں گرفتار ہیں انہیں امتحان میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے ۔ نیز امتحان چونکہ جولائی میں ہوگا جب موسم گرما کی تعطیلات کے باعث تمام کالج بند ہوتے ہیں اس لئے جو طلبا باہر سے آئیں ان کی رہائش اور خوراک کا انتظام یونیورسٹی کی طرف سے کیا جائے ۔ امتحانات صبح ۷ بجے کے بجائے ۶ بجے شروع ہوں ۔ کیمسٹری ، فزکس اور حساب وغیرہ کو دہرانے کے لئے "ڈیٹ شیٹ" تبدیل کی جائے ۔ امتحان کے پرچے طویل نہ ہوں بلکہ مختصر ہوں ۔

—— لاہور ۱۲ رمئی ۔ لاہور چھاؤنی میں گنپت رائے فری ہسپتال کے نام سے ایک نئے ہسپتال کا افتتاح کیا گیا

—— لاہور ۱۲ رمئی ۔ پہلے مقدمہ سازش لاہور کے دو منحرف سلطانی گواہوں مسمیان رام سرنداس اور برہمدت کے خلاف دروغ حلفی کے جرم میں مقدمہ زیر دفعہ ۱۹۳ تعزیرات ہند مسٹر سی ۔ ایم ۔ ڈوزانی (مجسٹریٹ درجہ اول با اختیارات دفعہ ۳۰) کی عدالت میں پیش ہوا ۔

—— لاہور ۱۲ رمئی ۔ مقامی اخبار "ویر بھارت" کا نامہ نگار جالندھر سے لکھتا ہے کہ ۱۰ رمئی کی شام کو موضع آدم پور ضلع جالندھر کے قریب ایک موٹر کار رکی اور اس میں سے دو نوجوان پیشاب کرنے کے لئے اترے ایک پیشاب کرنے بیٹھا ہی تھا کہ ایک شے اس کی بغل سے گری اور گرتے ہی سخت دھماکا ہوا ۔ یہ بم تھا ۔ جس نوجوان کی بغل سے بم گرا وہ سخت مجروح ہوا اور ہسپتال پہنچکر مر گیا ۔ اس کا دوسرا ساتھی گرفتار کر لیا گیا ۔

—— لندن ۱۱ رمئی ۔ آج ایوان عام میں سوالات کے وقت مسٹر ویجووڈبن وزیر ہند نے اعلان کیا کہ ہندوستانی ہوائی فوج معمائی بنیاد پر ایک علیحدہ نیا صیغہ ہوگا ۔ جو ہندوستان کے ہوائی افسر کمانڈنگ کے ماتحت ہوگا ۔ اول اول رائل آئر فورس کے افسر اور نان کمشنڈ افسر نگرانی اور امداد کے لئے مقرر کئے جائیں گے ۔ مگر بعد میں انہیں سارے ہندوستانی بھرتی کئے جائیں گے ۔ شروع میں اس کا ایک دستہ ہوگا بعد میں توسیع کر دی جائے گی ۔

—— شملہ ۱۲ رمئی ۔ کراچی کے تاجروں اور مسٹر سی پی کالون ممبر ریلوے بورڈ کے درمیان جو گفت وشنید ہو رہی تھی ۔ اس کے نتیجہ کے طور پر نارتھ ویسٹرن ریلوے کے سٹیشنوں سے کراچی تک کے لئے گندم "بک" کرنے کے کرایہ میں حسب ذیل شرح پر کمی کر دی جائے گی ۔ یہ تخفیف ۱۵ رمئی سے چار ماہ تک رہے گی ۔

۵۰ میل تک (۰۲۵ ء) پائی فی من فی میل

۵۰ میل سے ۱۵۰ میل تک (۰۱۷ ء) پائی فی من فی میل

۱۵۰ میل سے ۵۰۰ تک (۰۱۴ ء) 〃 〃 〃

—— مشہد مقدس سے "سرفراز" کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ حکومت پہلوی کی طرف سے وزارت معارف وعلوم کو حکم دیا گیا ہے کہ ان تمام تبلیغی کارروائیوں کو جو مذہب حقہ اسلام کے خلاف عمل میں لائی جائیں ۔ فوراً روک دیا جائے ۔

—— پشاور ۱۱ رمئی ۔ سردار غلام صدیق خاں جو امیر امان اللہ خاں کے عہد میں وزیر خارجہ تھے ۔ کابل سے یہاں پہنچے ۔ آپ سردار عبد الہادی خاں کی جگہ جرمنی میں سفیر مقرر ہو کر جا رہے ہیں کیونکہ موخر الذکر نے اپنے عہدے سے استعفا دیدیا ہے ۔

—— ۸ رمئی کو بعد نماز جمعۃ المبارک مسمی نفیر عمر تقریباً ۱۵ سال قوم میائی ساکن حو کے تحصیل نارووال برضا ورغبت بدست حافظ محمد شفیع صاحب مبلغ اسلام وامام جامع مسجد ظفروال مشرف باسلام ہوا ۔ اسلامی نام فتح محمد رکھا گیا ۔ خداوند کریم اس کو استقامت بخشے ۔ آمین ۔

جلد ۱۹ | لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۴۹ سنہ ہجری مطابق ۱۹ مئی سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۱

ہماری تبلیغی ڈاک

جرمنی میں اشاعت اسلام

۳ ر اپریل ۱۹۳۱ء کو حسب دستور جرمن مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام اسلام پر لیکچر ہوا - یہ لیکچر اپنے اندر دو خصوصیات رکھتا تھا - ایک تو یہ کہ لیکچرار صاحب ایک جرمن نومسلم تھے - دوسرے یہ کہ لیکچر کے بعد جو سوالات و جوابات ہوئے وہ نہایت مفید و موثر تھے - لیکچرار صاحب نے جن کا اسلامی نام عمر تھا قریباً چالیس منٹ میں اسلام کی خصوصیات بالخصوص اسلامی اخوت کو حاضرین کے سامنے نہایت عمدہ طریق پر پیش کیا - اور عیسائی معترضین کے بعض اہم اعتراضات کے خود صداقت پسند عیسائی مصنفین کی تحریروں کی بنا پر نہایت ہی مدلل جوابات دیئے - حاضرین کی تعداد کم و بیش ۵۰ - ۶۰ کے قریب تھی - لیکچر پر وہی فرسودہ اعتراضات تھے - جو عیسائی مشنری رات دن کرتے رہتے ہیں - یعنی اسلام میں عورت کی پوزیشن، جہاد بالسیف، وغیرہ، جب ان کے مدلل جوابات دیئے گئے تو خود معترضین بول اٹھے کہ عیسویت پر بھی تو یہی اعتراضات وارد ہوتے ہیں - میں چونکہ بارہا ایسے جوابات سن چکا تھا کہ معترضین کو جب تسلی بخش جواب دیا جائے تو وہ بول اٹھتے ہیں کہ عیسویت میں بھی تو ایسا ہی ہے - اس لئے میں نے کہا کہ اس امر کا بہترین فیصلہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ ہم مسلمانوں میں سے ایک شخص نصف گھنٹہ اس موضوع پر تقریر کرے - کہ وہ مسلمان کیوں ہے اور پھر عیسائی معترضین میں سے بھی ایک شخص جسے یہ جرأت ہو کہ اپنے مذہب میں ایسی تعلیم بتا سکے وہ بھی اسی موضوع پر کہ وہ عیسائی کیوں ہے نصف گھنٹہ تقریر کرے - ہر دو لیکچر ضبط تحریر میں آجائیں - پھر حاضرین کے سامنے دونوں پڑھ دیئے جائیں پھر حاضرین کی رائے پر فیصلہ چھوڑ دیا جائے - ان لیکچروں میں ایک دوسرے کے مذہب پر کوئی حملہ نہ ہو - اس پر سامعین میں سے ایک صاحب بول اٹھے کہ وہ فی الحقیقت عیسائی نہیں ہیں - بلکہ برائے نام عیسائی ہیں - ورنہ دراصل عیسویت جس کی تعلیم حضرت مسیح نے دی تھی -

دہی تھی جو اسلام ہے - اس کا حاضرین پر بڑا اثر پڑا - اور ایک جرمن ڈاکٹر اسلام کے بہت قریب آگیا - جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اسلام کا اعلان کرنے والا ہے - لیکچر کی کامیابی کا سہرا انہی صاحب کے سر پر ہے -

جزیرہ جاوا میں تبلیغ اسلام

مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بالکل سچ ہے - کہ ڈچ شہزادی عربی کی تعلیم حاصل کر رہی ہے اور ہم نے اس کے پاس اپنا سارا ڈچ اسلامی لٹریچر پہنچا دیا ہے - ڈچ زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ کا انتظام ہو چکا ہے - اور کتاب اصول اسلامی کی فلاسفی کا ڈچ ترجمہ چھپکر شایع ہو چکا ہے - عیسائی پادریوں کی رپورٹوں کی صحت کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ گزشتہ سال انہوں نے کتنے جاویوں کو عیسائی بنایا لیکن تاہم ان کے بشپ اسکولوں اور ہسپتالوں کی موجودگی اپنا اثر دکھانے سے نہیں رہ سکتی - اگرچہ مسلمانوں کی یہاں بہت سی سوسائٹیاں ہیں لیکن سوائے ہماری سوسائٹی کے اور کوئی دوسری انجمن عیسائی مشنریوں کا مقابلہ نہیں کر رہی ہے - ہم خدا کے بھروسہ پر نہایت منظم طریق پر ان کا مقابلہ کر رہے ہیں - اور یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور کامیاب کرے گا - آپکی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے

جرمنی میں عید اضحےٰ

۲۸ ر اپریل ۱۹۳۱ء کو زیر اہتمام جرمن مسلم سوسائٹی مسلمانان برلن نے مسجد برلن میں عید اضحےٰ ادا کی - برادران اسلام نو بجے ہی سے آنے شروع ہو گئے - مسجد میں لکڑی کا فرش ہو جانے اور قالینوں کی موجودگی نے اس کی شان کو دوبالا کر رکھا ہے - علاوہ سفرائے دول اسلامیہ ایران و افغانستان کے اعلیحضرت نظام حیدر آباد دکن کے ہر دو شہزادگان والا تبار یعنی نواب اعظم جاہ بہادر و نواب معظم جاہ بہادر بھی نماز عید میں تشریف لائے - مسجد میں احباب کی کثرت سے ذرہ بھر گنجائش نہ رہی - ½ ۱۰ بجے نماز عید شروع ہوئی - اور پونے گیارہ بجے پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد نے تلاوت قرآن کے بعد خطبہ بزبان جرمن پڑھا - جس کے بعد پروفیسر مرزا حسن صاحب نے فارسی زبان میں احباب کا خیر مقدم کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا

بعد ازاں علامہ جان ادریس صاحب نے مختصر سی تقریر ترکی زبان میں فرمائی - خاتمہ کے بعد احباب کی تواضع خشک پھلوں اور بسکٹوں سے کی گئی اور مصافحہ کرنے کے بعد ۱۲ بجے جملہ احباب تشریف لے گئے -

عید کی شام کو ۸ بجے جرمن مسلم سوسائٹی نے مسجد کے وسیع لان میں بڑے پیمانہ پر جملہ مسلمانوں کو چائے کی دعوت دی - علاوہ جسمانی خوراک کے روحانی خوراک کا بھی انتظام کیا گیا اور تلاوت قرآن کے بعد ڈاکٹر مارقوس صاحب نے " یورپ میں اسلام " پر نہایت عالمانہ اور بڑی تقریر فرمائی - اور جرمن مسلم سوسائٹی کی پہلی سالگرہ کا اعلان کیا - اور سوسائٹی کی یکسالہ مساعی کا تذکرہ کیا - بعد ازاں علامہ جان ادریس صاحب نے حج کی فلاسفی پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کیا - جسکے بعد عبد الرؤف ملک صاحب نے " اسلام میں آزادی کا مفہوم " پر نہایت عمدہ تقریر فرمائی - چند احباب نے فارسی نظمیں سنائیں - بارہ بجے رات کو یہ مجلس ختم ہوئی - کم و بیش ۱۰۰ پونڈ خرچ آیا جسے جرمن مسلم سوسائٹی نے خود ادا کیا -

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان کے ہفتہ وار لیکچر

۵ ر اپریل ۱۹۳۱ء کو اتوار کے روز مسجد ووکنگ میں " اسلام ایک اتحادی کڑی ہے " کے موضوع پر ایک لیکچر ہوا - دوران لیکچر میں یہ ثابت کیا گیا کہ اگر کوئی مذہب کبھی قومیت - رنگ - وملک کے امتیازات وحدود کو جو انسان کو انسان سے جدا کرتے ہیں کے اڑانے میں کامیاب ہوا ہے تو وہ اسلام ہے - اور اس کامیابی کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ جہاں دوسرے مذاہب اس سوال پر خاموش ہیں وہاں اسلام کے اندر ایک مکمل اور عملی ضابطہ موجود ہے - جمہور اسلام نے قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کیا - انہیں قابل تعریف ترقی حاصل ہوئی - اس کے علاوہ اسلام کی کامیابی کا سب سے موثر اور طاقتور عنصر نمازوں کو با جماعت پڑھنا ہے - اور ان سب میں وہ اجتماع عظیم سب سے زیادہ عالمگیر اور اہم ہے جو ہر سال کعبۃ اللہ میں مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین میں ہوتا ہے -

لیکچر کے اختتام پر اس امر پر بحث ہوئی کہ فرقہ وارانہ تفوق رنگ و قوم کے امتیازات میں محدود نہیں - بلکہ تمام نسل انسانی کے مختلف پہلوؤں اور اتفاقات پر اثر ڈالتا ہے - آخر میں یہ ...

اخبار احمدیہ

(۱) مولانا عصمت اللہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب لاہور تشریف لائے۔ مولانا عصمت اللہ صاحب کو تھنگہ اور مرزا صاحب کو بمبئی کی طرف تبلیغ کے لئے جانے کا حکم ملا۔

(۲) حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی دو صاحبزادیاں امسال انٹرنس میں شامل ہوئیں اور دونو کامیاب ہوگئیں۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

(۳) ۲۰ رمئی کو جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے صاحبزادے سید بشیر حسین صاحب بغرض تکمیل تعلیم ولایت جا رہے ہیں خدا ان کا حامی و ناصر ہو۔

(۴) مسلم ہائی سکول لاہور کے علاوہ ہمارے بدوملہی کے سکول کا نتیجہ بھی نسبتاً بہت اچھا رہا۔

(۵) مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بعد نماز مغرب حضرت مولانا صدرالدین صاحب کا درس قرآن مجید ہوتا ہے۔ اور حضرت مولانا احمد صاحب بعد نماز عصر حدیث کا درس دیتے ہیں لاہور کے احباب کو ان میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آفتاب اسلام کی ضیا باریاں

آریہ سماج کو ایک اور صدمہ

حافظ محمد یوسف صاحب ساکن سرینگر محلہ جٹ مالو عرصہ ۱۴ سال کا گزرا کہ کسی وجہ سے آریہ سماج کا شکار ہو گئے تھے آریوں نے ان کو شدھ کر کے دھرم سنگھ نام رکھا سنسکرت زبان کا آخری امتحان شاستری پاس کرایا۔ ایک عرصہ تک وہ پرچار کا کام کرتے رہے آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے خاص فضل کرم سے حق کی شناخت کی توفیق دی۔ اپنی دو صاحبزادیوں سکنتلا کماری اور سوشیلا کماری ہمیت (جو ان کی ہندو بیوی کے بطن سے ہیں) احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف لاکر اسلام قبول کر لیا۔ اور اپنے وطن تشریف لے گئے۔ ہمارے نوجوان دوست مرزا مظفر بیگ صاحب نے ان کو کلمہ طیبہ پڑھایا۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

نام حسب ترتیب حافظ محمد یوسف۔ صفیہ بیگم اور رقیہ بیگم رکھے گئے۔

مکافات عمل

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ قاضی محمد علی صاحب کو جنھوں نے سال گزشتہ میاں محمد حسین صاحب اور مولانا عبدالکریم صاحب المعروف بہ "مباہلہ" پر قاتلانہ حملہ کر کے اول الذکر کو قتل کر دیا تھا۔ پریوی کونسل سے اپیل مسترد ہو جانے کی وجہ سے بالآخر ۱۶ رمئی کو گورداسپور میں پھانسی دیدی گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

لاش کو ایک لاری پر قادیان پہنچایا گیا جہاں وہ اپنی حسب وصیت مقبرہ بہشتی میں دفن ہوں گے۔ ہمیں اس امر پر بھی افسوس ہے کہ احمدیت سے تعلق رکھنے والے ایک فرد سے اس قسم کی ذہنیت کا اظہار ہوا۔ جو ہمارے لئے باعث شرم و ندامت ہے ارباب قادیان سے ہماری یہ درخواست ہے کہ وہ جماعت میں سے اس غیر معتدل جزبہ کے استیصال کی مقدور بھر کوشش کریں۔

ان اللہ لا یحب المعتدین ڈ

"دیوانہ بکار خویش..."

شیخ غلام محمد صاحب سابق ملازم انجمن اشاعت اسلام لاہور وحال "دابۃ الارض" کے توہمات اب ایسی صورت اختیار کر چکے ہیں کہ میاں فخرالدین صاحب ملتانی نے آج مجھے بتایا کہ وہ سچے دل سے شیخ غلام محمد کو مجنون سمجھتے ہیں۔ "اور قطعی طور پر فیصلہ کر چکے ہیں کہ موصوف کو ضرور دیوانگی ہے۔ گو جنون کی صدہا اقسام ہیں اور بعض جنون ایسے باریک ہوتے ہیں جو بڑے بڑے صحیح الدماغ حکما کی تشخیص میں بھی بعض اوقات نہیں آتے۔

پرسوں اخبار "پیغام صلح" میں میری طرف سے ایک نوٹ شیخ غلام محمد صاحب مدعی "مصلح موعود" کے متعلق شائع ہوا تھا اس کا جو جواب مدعی مذکور دیں گے وہ تو جب دیں گے تب دیکھا جائیگا اب انہوں نے اپنے ایک اشتہار میں لکھا ہے کہ:-

"کئی ہمارے رشتہ دار جماعت لاہور سے علیحدہ ہو گئے
کئی ایسے اس وقت موجود ہیں جو عملاً جماعت کو چھوڑ
چکے ہیں اور بے تعلق ہو چکے ہیں"

حالانکہ یہ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ میاں جمال الدین صاحب اور ان کے ہر دو صاحبزادے میاں عبدالشکور صاحب اور قوی ہیکل میاں عبدالغنی صاحب اور ایسے ہی میاں عبدالرحمان صاحب وغیرہ سب کو میں جانتا ہوں وہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے سچے وفادار اور تابعدار ہیں۔ پس غلام محمد صاحب کے دعاوی صحیح نہیں سمجھے جا سکتے۔ بلکہ وہ توہمات ردیہ اور تخیلات فاسدہ ہیں۔

(حکیم محمد ظہیرالدین)

جماعت احمدیہ اور بہائیہ

(جناب ڈاکٹر الہ بخش صاحب کے قلم سے)

ابریل کے رسالہ "ایمان" میں ایک صاحب سید زبیر ایم-اے ہزاروی نے ایک مضمون بعنوان "تمدنی تبلیغ کی اہمیت" لکھا ہے اس میں صاحب مذکور نے جہاں اشاعت اسلام کی اہمیت کو خوبی سے واضح کیا ہے وہاں ایک بڑی فاش غلطی کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں "اسلام کو دنیا میں پھیلانے والی یا مغرب اور امریکہ کو اسلام سے روشناس کرنے والی اب تک دو جماعتیں پیدا ہوئیں یعنی احمدیہ اور بہائیہ لیکن تا حال ہم نے یہ فیصلہ بھی نہیں کیا کہ یہ جماعتیں مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔ عباس آفندی بہائی نے امریکہ میں، احمدیہ اشاعت اسلام مشن نے یورپ میں اور علی برادران نے اسلامی ممالک میں اس عظیم الشان کام کو انجام دینے کی سعی کی" جہاں یہ بات عیاں اور مسلم ہے کہ اس تنگ و تاریک زمانہ میں اسلام کے سب سے بڑے بھولے ہوئے سبق یعنی اشاعت حق کی صرف جماعت احمدیہ نے تجدید و ترویج کی ہے اور جہاں خود جماعت احمدیہ مذہب اسلام کی پیرو کار ہونے کی مدعی ہے وہاں یہ امر ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ جماعت بہائیہ نہ تو مشعل اسلام کی علم بردار ہے اور نہ ان کو خود مسلمانوں کا جزو ہونے کا دعوٰے ہے۔ پھر نہ معلوم صاحب موصوف نے اس قدر دھوکا کیونکر کھایا۔ کہ ایک تو جماعت احمدیہ کو جماعت بہائیہ کے ساتھ رکھکر دونوں کو ایک قسم کی جماعتیں قرار دیا۔ (۲) دوسرے یہ کہ جماعت بہائیہ کو اسلام کی علم بردار جماعت کے نام سے مزین کیا۔ اس صریح دھوکہ کی جس میں صاحب موصوف گرفتار ہو گئے ہیں۔ دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ بہائی صاحب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں اور دوسرا یہ کہ جسطرح بہاء اللہ کا دعوٰے نبی ہونے کا ہے اسی طرح بعض پیروان حضرت مرزا صاحب ان کی طرف نبوت کا دعوٰے منسوب کرتے ہیں میں ان دونوں شقوں کو یکے بعد دیگرے لیتا ہوں۔

تصدیق رسالت خاتم النبیین

یہ بالکل صحیح ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے والا مسلمان ہے۔ لیکن اس تصدیق کے یہ معنی ہیں کہ تصدیق کنندہ قرآن کریم کو تمام زمانوں اور قوموں کے لئے ہدایت نامہ بھی تسلیم کرے۔ اور اس درخشندہ نور کے سامنے اور تمام ہدایتوں اور صحیفوں کو ہیچ سمجھے۔ چہ جائیکہ وہ قرآن کریم کے بعد کسی اور ہدایت نامہ کی ضرورت قرار دے کر قرآن کے سوا اس کی پیروی کرنا ہو۔ اب جبکہ یہ بہائیوں کا بنیادی اصول ہے کہ وہ قرآن حکیم کے بعد ایک نئی کتاب اور نئی شریعت بنائے پھرتے ہیں۔ تو اس صورت میں ان کو اسلام کا جزو قرار دینا اگر صریح غلطی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اگر اس قسم کی تصدیق کا نام مسلمان ہونا ہے تو پھر تمام برہمو سماج اور دیو سماج اور دیگر لامذہبوں کو بھی کیوں اسلام کے اندر شامل نہ کر لیا جائے اور کیوں ان کی اپنی تبلیغ کا نام بھی اشاعت اسلام نہ رکھا جائے؟ اسی طرح اگر یہ اصول قرار دیدیا جائے کہ جو کسی کو نبی صادق کہدے وہ اس نبی کا پیرو کہلائے بغیر اس تمیز کے کہ وہ اپنی عملی زندگی کے لئے دستورالعمل کس نبی کی کتاب کو قرار دیتا ہے۔ تو اس طور سے بہت بڑی مشکل پیش آئے گی۔ اگر حضرات بہائی مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں کیونکہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی تسلیم کرتے ہیں درانحالیکہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب قرآن کریم کو اپنا دستورالعمل قرار نہیں دیتے تو پھر ایک عیسائی بھی یہ حق رکھتا ہے کہ وہ ہر اس نبی کا پیرو کہلائے جس کو وہ سچا تسلیم کرتا ہے خواہ وہ ان کی کتابوں کو اپنا دستورالعمل قرار نہ دے۔ اسی طرح اگر ایک دہریہ یا لامذہب یا ہندو جب حضرت موسیٰ یا حضرت عیسےٰ یا حضرت محمد رسول اللہ علیہم السلام کو سچے انبیا مانے تو وہ ان تمام مذاہب کے پیرؤں میں سے کہلائے۔ خواہ وہ ان میں سے کسی مذہب کی کتاب کو اپنا دستورالعمل قرار نہ دیتا ہو۔

نبی کی شریعت پر ایمان

پس کسی نبی کو سچا ماننے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی لائی ہوئی شریعت کو تسلیم کیا جائے۔ اور اسی شریعت کے مطابق اپنی زندگی کو چلانے کی کوشش کی جائے۔ نہ یہ کہ ایک نبی کو سچا کہکر اس کی کتاب کو قابل عمل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اس کی کتاب کے بعد نئی کتاب کی ضرورت کو تسلیم کر کے اپنی نئی شریعت مانی جائے۔ اب جبکہ حضرات بہائی اس قسم میں داخل ہیں کہ وہ صریح طور پر قرآن کریم کو اپنا دستورالعمل نہیں مانتے۔ بلکہ اس کو ناقص اور نامکمل سمجھ کر اس کے بعد اپنے رہنماؤں کی شریعتوں کو قابل متابعت قرار دیتے ہیں تو اس حالت میں کیونکر ایسے اشخاص اسلام کی حد کے اندر آسکتے ہیں اور کیونکر وہ اپنے مذہب کی تبلیغ سے یہ کہلانے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اشاعت اسلام کا مبارک کام سرانجام دیا۔ وہ تو اسلام کو نامکمل اور ناقص قرار دیں وہ تو قرآن کے بعد نئے احکام اور نئے قوانین کو پیش کرتے ہوں لیکن سید زبیر صاحب انہیں مسلمانوں کی صف میں زبردستی داخل کریں۔ یہ تو مدعی سست اور گواہ چست والا مضمون ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح
لاھور

جلد ۱۹　مورخہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۳۱ء　نمبر ۳۱

دفتر انجمن کا ایک مسروقہ رقعہ[1]

قادیان سے گالیوں کا نیا طومار اور دابۃ الارض[2] سے خفیہ سازباز

ایک عرصہ سے میاں فخر الدین ملتانی حضرت امیر کو گالیاں دینے کے خاص کام پر مامور معلوم ہوتے ہیں۔ اگر قادیانی بزرگوں کے نزدیک یہی نمونہ اخلاق احمدیت کا ہے تو ان کو اختیار ہے مگر وہ یہ یاد رکھیں کہ اس کی ذمہ داری ایک خاص شخص پر یا خاص اخبار پر نہیں بلکہ دنیا کی نگاہ میں اس کی ذمہ داری قادیان کی ساری جماعت پر ہے اور اس سے سلسلہ احمدیہ بدنام ہوتا ہے۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ یہ مضامین فاروق میں نکلیں یا الفضل میں روح ایک ہی ہے۔ خواہ وہ ایک جگہ کام کرے یا دوسری جگہ۔ جب خود میاں صاحب ہمیں غلاظت کے ڈھیر پر پڑے ہوئے گوبھی اور شلغم کے چھلکوں سے مشابہت دیں اور دنیا میں جس قدر اعدائے حق پیدا ہوئے ہیں ان میں سب سے بدتر قرار دیں تو پھر مرید جو کچھ کہہ لیں کم ہے۔ ہم صرف نمونہ کے طور پر میاں فخر الدین کے تازہ ترین گالیوں سے کچھ نقل کر دیتے ہیں جس سے موجودہ قادیانی روش اور تہذیب کا کچھ پتہ لگ سکتا ہے۔

"مولوی محمد علی صاحب ان بیہودہ رذیل اغراض کی خاطر کس طرح شرمناک طریق اختیار کرتے رہتے ہیں"

"صریح کذب بیانی کا ارتکاب"

"عداوت اور مخالفت میں ہر ناجائز سے ناجائز بلکہ شرمناک سے شرمناک فعل کا ارتکاب کرنے میں ذرا جھجکتے نہیں"

"کئی مرتبہ . . . . کی کذب بیانیوں کو ظاہر کیا جا چکا ہے"

"نہ صرف کسی دروغ بیانی کا ہی اظہار ہے"

"اس شرمناک اور کمینہ اور ننگ اخلاق فعل کا ارتکاب خود مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھوں ہوتا رہا ہے"

"آپ کے اس قدر سیاہ جھوٹ کی قلعی کھلیگی"

"ایم اے اینڈ کو کے اندرونہ اور بیرونہ کے افتراق اور زبان و دل کے انشقاق کا سربستہ راز وا ہو کر رسوائی عالم کا موجب بنے گا"

"اس قسم کی فریب کاریاں اور ظاہر و باطن کا اختلاف اور دیگر ایسے کارہائے نمایاں جو کسی کی دیانت و امانت پر سیاہ و سفید دھبوں کا معیار ہوا کرتے ہیں"

"موجودہ امیر اور اس کے ہمصفیروں کے افعال شنیعہ اور حرکات قبیحہ اس درجہ تک پہنچ چکی ہوں"

کسی نے کہا ہے ؎

بہ نیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

جب خلیفہ صاحب کے نزدیک ہم غلاظت کے ڈھیر پر پڑے ہوئے گوبھی کے سڑے ہوئے چھلکوں کی طرح ہوں تو ابھی لشکریوں سے خدا جانے ہمیں اور کیا کچھ سننا ہے۔ مگر اس اذی کثیرا کو سنکر ہم اپنے احباب کو ارشاد ربانی ہی سنائیں گے وان تصبروا وتتقوا فان ذالك من عزم الامور۔ یا حضرت مسیح موعودؑ کا ایک شعر ؎

لعنت آن است کہ از سوئے خدا می بارد
لعنت بدگہران است یکے ہرزہ لغیر

یہ سب کچھ کس بنا پر کہا گیا ہے؟ ایک مسروقہ رقعہ کی بنا پر، جو "دابۃ الارض" کے ذریعہ میاں فخر الدین کو پہنچا۔ اس رقعہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ یہ رقعہ بنام "شیخ غلام محمد صاحب" حجاسب عکس میں دکھایا گیا ہے۔

"اخویم مکرم منشی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے پچاس روپے برآمد کرانے کو لکھا تھا خاص تحریک کی مد سے۔ اگر برآمد نہوئے ہوں تو پچیس بھی کافی ہونگے برآمد ہو گئے ہوں تو پچاس میں سے پچیس اپنے پاس رکھ لیں باقی پچیس پھر اس مد میں جمع کر دیں۔

مولوی عبد الکریم صاحب کو پچیس روپے محض رسید لے کر دیدیں اور ان سے اور کوئی ذکر نہ کریں کہ گنجائش ہے یا نہیں۔ نیز ان کو دفتر سے ان جگہوں کے پتے لے دیں یا لینے میں مدد دیں جہاں ہوشیارپور جالندھر میں ہماری جماعت ہے۔ یا ویسے خریداران "پیغام صلح" ہوں اور ضروری ٹریکٹ بھی جو سلسلہ کے متعلق یا قادیانی عقائد کے متعلق ہوں یا اچھوت اقوام کے متعلق، وہ انہیں دیدیں۔ والسلام (محمد علی)

پہلا سوال میاں فخر الدین سے ہم یہی کرتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے اس رقعہ سے نتیجہ نکالا ہے کہ ہم نے ان کے ایک دشمن کو ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لئے مدد دی اور اس بنا پر اس قدر غلاظت سفید کاغذوں پر پھینک کر اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ ان کے ... کیا ہے۔ کیا اسی فعل کا ارتکاب انہوں نے خود تو نہیں کیا؟ اور کیا یہ صحیح نہیں کہ قادیانی جماعت محض اس غرض کے لئے کہ جماعت لاہور کے خلاف پروپیگنڈا ہو منشی غلام محمد کو مدد دے رہی ہے لیکن ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں۔ جب یہ جماعت خود ہمارے ... کرنے کے لئے سارا زور لگا چکی ہے۔ اور ہر قسم کے ہتھیار استعمال کر چکی ہے۔ ہمارے خلاف بڑے بڑے تقدس مآب گورنمنٹ کو لکھتے رہے ہیں کہ یہ لوگ حکومت کے باغی ہیں۔ اور ان سب باتوں سے کچھ نہیں بنا تو ایک "دابۃ الارض" دیوان کا اپنا دعویٰ ہے کو آلۂ کار بنا کر وہ کیا حاصل کریں گے۔ وہ بیشک جس قدر چاہیں زور لگا لیں اور جتنا روپیہ چاہیں اس پر صرف کریں۔

رہی یہ بات کہ حضرت امیر نے ۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء کے "پیغام صلح" میں یہ لکھا ہے:۔

"اس شدید اختلاف کے باوجود مباہلہ کے معاملہ میں جہانتک کہ مقامی اور ذاتی جھگڑوں کا تعلق تھا ہم نے خاموش رہنا مناسب سمجھا"

یہ بالکل صحیح ہے۔ اس خاموش رہنے پر تو واقعات گواہ ہیں۔ ہم نے تو اتنا بھی نہیں کہا کہ منقول کے طور پر ہی چند سطریں "مباہلہ" یا "زمیندار" سے نقل کر دیتے۔ جس کی وجہ سے خود ہمارے دوست حضرت امیر پر معترض رہے ہیں۔ اس وقت جو کچھ ہمارے اپنے دوست کہتے ہوں گے اس کا اندازہ اس سے کر لیں کہ اس اخبار فاروق کو پڑھ کر ہمارے معزز دوست ڈاکٹر ... نے حضرت امیر کے نام ... مئی کو خط لکھا ہے۔

"میں نے آج مورخہ ... مئی ۱۹۳۱ء کے اخبار فاروق میں شیخ غلام محمد صاحب نے جو حرکت کی ہے اور آپ کا خط جو اس میں نقل کیا ہوا ہے پڑھا تعجب ہے کہ ذلیل لوگ اپنی ذلیل حرکتوں سے باز نہیں آتے۔ حقیقتاً آپ نے بڑی بھاری غلطی کی کہ جس وقت جناب خلیفہ صاحب قادیان کے متعلق مباہلہ کا سوال درپیش تھا اس پر آپ نے ہمارے معزز ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" کو اس کے متعلق قلم نہ اٹھانے دیا۔ اور حقیقت اور حق بات کو جناب خلیفہ صاحب کی آپ نے دنیا پر روشن نہ ہونے دیا جس کی ذمہ دار آپ کی ذات خاص ہے . . . . . آپ نے ایک اہم اور ضروری معاملہ میں خاموشی اختیار کی اور ایک قسم کی پردہ پوشی کی . . . . ہمارے لئے یہ فرض ہو گیا ہے کہ حقیقت کو طشت از بام کر دیں تاکہ خلیفہ صاحب کی پوزیشن اسلامی دنیا پر قطعی طور پر واضح ہو . . . . . نہ معلوم کس وقت اور کن حالات میں آپ نے پچیس روپے ان کو دینے کے لئے شیخ غلام محمد کو حکم دیا ہے اور بالفرض حکم بھی دیا ہے تو کیا ہوا۔ ایک شخص مبلغ ہے، عالم ہے۔ فاضل ہے، حق پسند مرد ہے بزدل نہیں۔ حق بات کہنے کے لئے وہ اپنے خلیفہ سے نہیں ڈرا۔ خلیفہ صاحب نے اپنے مشن سے اس کو علیحدہ کر دیا اور وہ یہ دیکھ کر کہ ہماری جماعت اشاعت اسلام کا بہترین کام کر رہی ہے ہماری جماعت میں شمولیت اختیار کر لیتا ہے اور وہ ۵۰ روپیہ یا ۲۵ روپیہ طلب کرتا ہے تو تنگی اس کو دینے میں جس پر

---

[1] اس مال مسروقہ کے متعلق انجمن جو کارروائی مناسب سمجھے گی کریگی۔

[2] یہ وہ خطاب ہے جو میاں غلام محمد نے خود اپنے لئے تجویز کیا ہے۔

ہم کو یقین ہے کہ یہ اس قدر دلیر ہے سچا ہے، حق پسند ہے ایک معمول رسید پر اسے کیوں نہ روپیہ دیدیا جائے۔ . . . . . . اس نے ایک تہمت لگائی اور مباہلہ کے لئے تیار تھا لہذا وہ کون اسلامی قاعدہ کے خلاف تھا۔"

اب یہ جو کچھ میاں صاحب کے خلاف مولوی عبدالکریم نے کہا یا لکھا اور جس کی تائید میاں صاحب کے اپنے کئی ایک مریدین نے کی اس پر "پیغام صلح" کا خاموش رہنا تو ایک امر واقعہ ہے۔ یہ ایک دن کا معاملہ نہ تھا۔ دو تین سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ میاں فخر الدین صاحب کہتے ہیں کہ خاص تحریک اخبار مباہلہ کی امداد کے لئے تھی۔ لا تقف ما لیس لک بہ علم کے ارشاد کی کیا کوئی وقعت ان لوگوں کے دلوں میں رہ گئی ہے؟ تحریک خاص جولائی ۱۹۲۹ء کی ہے اور ظاہر ہے کہ مولوی عبدالکریم نے میاں صاحب کے خلاف جن باتوں کو ظاہر کیا وہ ۱۹۲۶ء کا واقعہ ہے یا ابتدائے ۱۹۲۷ء کا۔ اگر ہم نے مولوی عبدالکریم صاحب کو مدد دینے کے لئے کوئی تحریک کرنی ہوتی تو اس وقت کرتے نہ تین سال بعد۔ حالانکہ قادیانی اخباروں نے اسی وقت چلانا شروع کر دیا تھا کہ یہ ہماری سازش کا نتیجہ ہے بلکہ اس سے بھی کئی سال پیشتر میاں صاحب کے خلاف کارٹون خود قادیان میں لگتے تھے اور انہی کارٹونوں کی وجہ سے میاں صاحب نے اپنے معزز ترین مریدوں کے لڑکوں کو جماعت سے خارج کر کے قادیان سے اخراج کا حکم بھی دیدیا تھا جن پر اس وقت عتاب ہوا ان کی تعداد کوئی شاید چالیس سے اوپر ہی تھی۔ ان باتوں کی ابتدا درحقیقت مولوی عبدالکریم صاحب سے بھی نہیں ہوئی۔ یہ اس سے پیشتر بھی ہوتی تھیں۔ ہاں مولوی عبدالکریم نے کسی قسم کا دباؤ نہ مان کر ان باتوں کو بہت زیادہ شہرت دیدی اسے تو شروع ہی سے ہماری سازش کا پروپیگنڈا مشہور کیا گیا تھا اور غرض یہ بھی کہ جو بات لاہور والوں کی طرف منسوب کر دی جائے گی۔ اسے قادیانی جماعت فوراً جھوٹ مان لے گی۔ کیونکہ قادیانی جماعت کی تربیت ہی اس اصول پر ہوئی تھی۔ کہ لاہور والوں کے متعلق خطرناک بغض سینوں میں رکھا جائے۔ اور انہیں بدترین انسان سمجھا جائے۔ یہ تربیت اندر ہی اندر رہی یہاں تک کہ میاں صاحب نے اپنی اس قلبی کیفیت کا اظہار خود اس گوبھی کے چھلکوں والے خطبہ میں کر دیا۔ جس کا حوالہ اس سے پہلے دیا جا چکا ہے۔

بہت موٹی بات ہے کہ اگر ہمیں میاں صاحب کی اس شہرت کو جو ان کے اپنے مریدوں میں ہو چکی تھی طشت از بام کرنے میں حصہ لینا ہوتا تو جولائی ۱۹۲۹ء تک جب یہ تحریک خاص ہوئی ہم کیوں خاموش رہتے۔ کیوں ہمارے اخبار میں ان باتوں کو نہ دہرایا جاتا؟ جسطرح اب ایک مجنون یا فتنہ پرداز کی باتوں کو قادیانی اخبار دہرا رہے ہیں۔ کیوں اس وقت مباہلہ کی امداد کا انتظام نہ کیا جاتا باوجود ہماری خاموشی کے اور کسی بات میں حصہ نہ لینے کے قادیان والوں نے جو سلوک ہمارے ساتھ کیا وہ یہی تھا کہ حضرت امیر اور چند عمائد لاہور پر ۱۹۲۸ء میں ایک فرضی خط کی بنا پر جو شاید خود ہی لکھوایا ہو جھوٹے الزام لگائے۔ اگر جماعت لاہور نے "مباہلہ" کی امداد کے لئے کچھ کرنا ہوتا تو اس وقت کرتی جب بجا طور پر ان کے دلوں میں خواہش انتقام بھی ہو سکتی تھی۔ مگر اس وقت بھی "مباہلہ" کی امداد کے لئے ہم نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اس وقت مباہلہ میں جو کچھ نکل رہا تھا وہ جماعت قادیان کو بھولا نہیں ہوگا۔ ۱۹۲۹ء کے قریباً وسط میں اخبار "الفضل" نے عدالت میں ان جھوٹے الزامات کی معافی بھی مانگ لی تو کیا یہ وہم بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد تحریک خاص مباہلہ کی امداد کے لئے قائم کی جاتی۔ ہم "مباہلہ" والوں کو اس امر میں کہ وہ میاں صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیتے تھے تاکہ وہ اپنے ان الزامات سے اپنی بریت بذریعہ مباہلہ کریں اس وقت بھی حق پر سمجھتے تھے اب بھی اگر وہ تیار ہیں تو انہیں اس معاملہ میں حق پر سمجھتے ہیں جب خود قادیان سے یہ استفتا نکلا کہ کیا زنا کے الزام پر مباہلہ جائز ہے یا نہیں تو بعض دیگر علماء نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ اس صورت میں مباہلہ جائز ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کے تو کھلے الفاظ ہیں ان حالات میں مباہلہ سے گریز کی ذمہ داری قادیان والوں پر ہے ہاں ان کے الزام کی اشاعت میں ہم نے مدد نہیں دی اور اس معاملہ میں قطعاً خاموش رہے۔ اور یہی حضرت امیر کے الفاظ ہیں۔

"مباہلہ کے معاملہ میں جہاں تک مقامی اور ذاتی جھگڑوں کا تعلق تھا ہم نے خاموش رہنا مناسب سمجھا"

غرض اگر مباہلہ والوں کی اشاعت مباہلہ میں امداد منظور ہوتی تو اس کے لئے ۱۹۲۹ء کے آخر تک انتظار کیوں کیا جاتا۔ یہ کہ تحریک خاص مباہلہ کی امداد کے لئے تھی اور پچیس روپے مولوی عبدالکریم کو اس غرض کے لئے دیئے گئے تھے انہیں اگر جھوٹ نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ واقعات صرف اس قدر ہیں اور وہ اس مسروقہ رقعہ سے ظاہر ہیں جس کا عکس شائع کیا گیا ہے کہ کچھ رقم مولوی عبدالکریم صاحب کو اس غرض کے لئے دی گئی تھی کہ وہ تبلیغ احمدیت اور اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام کریں۔ رقعہ میں صاف طور پر ذکر ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب کو جالندھر اور ہوشیار پور میں جہاں اپنی جماعت ہے ان مقامات کے پتے دیئے جائیں اور ضروری ٹریکٹ سلسلہ کے متعلق۔ قادیانی عقائد کے متعلق اور اچھوت اقوام کے متعلق دیئے جائیں۔ ان ٹریکٹوں کی ضرورت کس غرض کے لئے ہوتی ہے۔ سوائے اس کے جو جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لے اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ اخبار مباہلہ کے لئے تھے ضلع جالندھر اور ہوشیار پور میں ایک شخص کو بھیجا جاتا ہے اس کو تبلیغ سلسلہ اور اچھوت اقوام میں تبلیغ کے لئے ٹریکٹ دیئے جاتے ہیں ان ٹریکٹوں میں کہیں مباہلہ کا نام تک نہیں۔ تو کیا مولوی عبدالکریم صاحب سے تبلیغ سلسلہ اور اچھوت اقوام میں تبلیغ کا کام لینا بھی حرام ہے؟ ہم تو کہتے ہیں کہ مولوی عبدالکریم صاحب جن قادیانی مظالم کا شکار ہوئے ہیں، انہیں قادیان سے نکالا گیا ان کے مکان کو جلانے تک نوبت پہنچائی گئی۔ ان پر فوجداری مقدمات چلوائے گئے۔ ان پر قاتلانہ حملہ ہوا گو مارا دوسرا شخص گیا اگر ان حالات میں کوئی دوسرا شخص محض ان کی ہمدردی کے لئے بھی ان کی مدد کرے تو قابل الزام نہیں۔ آخر قاتلوں پر بھی روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ قاضی محمد علی پر قادیانی جماعت نے کتنا روپیہ خرچ کیا۔ حالانکہ انہیں یہ علم تھا کہ وہ قاتل ہے۔ لیکن پریوی کونسل تک روپیہ خرچ کیا گیا۔ عند اللہ اور عند الناس قاتل کا جرم سب سے بڑھ کر ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی اگر کوئی شخص اس حالت میں کہ وہ مظلوم تھا مدد کرے تو یہ عین ہمدردی انسانی کا تقاضا ہے اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ اگر ایک شخص کا ایک رنگ کا قصور سمجھا بھی جائے تو اس کے کاروبار کو تباہ کیا جائے۔ اسے گھر سے نکلنے کے لئے مجبور کر دیا جائے۔ اس پر فوجداری مقدمہ چلوایا جائے۔ اس پر قاتلانہ حملہ ہو۔ اس کے مکان کو جلا کر خاکستر کرنے کی کوشش کی جائے۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ ہماری انجمن نے میاں صاحب کے خلاف اس پروپیگنڈا کو جاری رکھنے کے لئے کوئی مدد مولوی عبدالکریم صاحب کو نہیں دی۔ اگر مدد دی تو صرف اس کام کے بجائے دوسرے کام پر لگانے کے لئے حضرت امیر نے یہ چاہا تھا کہ وہ کسی مفید کام پر لگ جائیں اور انہوں نے وعدہ بھی کیا تھا۔ کہ وہ اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام اور تبلیغ سلسلہ کا کام کریں گے۔ اور یہی وہ کام تھا جو جالندھر اور ہوشیار پور میں جا کر انہوں نے شروع کرنا تھا۔ جس کے لئے پچیس روپے بطور سفر خرچ پیشگی انہیں دینے کا آرڈر دیا گیا تھا بلکہ کچھ تنخواہ بھی بطور پیشگی دی گئی تھی۔

(باقی دارد)

اگزیکٹو آفیسرز بل

پنجاب میں تھوڑی بہت آزادی جو میونسپل کمیٹیوں کو ملی ہوئی ہے اس کو بھی ہندوستانیوں کے ہاتھوں سے سلب کرنے کے لئے لالہ گوکل چند نارنگ وزیر لوکل سلف گورنمنٹ نے کونسل میں سرکاری ممبروں کی مدد سے اگزیکٹو آفیسرز بل پاس کرا لیا یعنی اب ایک سرکاری آفسر میونسپلٹیوں پر مسلط کر دیا جائے گا جس سے حکومت خود اختیاری کے اس شعبہ میں اختیارات سلب ہو جائیں گے۔ شب و روز سوراجیہ اور آزادی کا ڈھول پیٹنے والوں کے لئے محض اس خیال سے کہ پنجاب کی بڑی بڑی میونسپل کمیٹیوں میں مسلمانوں کی کثرت ہے حکومت کا یہ ڈنڈا ان پر مسلط کرنا باعث شرم ہے۔ لاہور کی میونسپل کمیٹی میں اس بل کے خلاف یہ قرارداد پاس ہو گئی ہے کہ گورنر صاحب بہادر اس بل کی منظوری نہ دیں۔

ریاست کشمیر کے متعلق مسلمانوں کی شکایات

ہندو ریاستوں میں مسلمانوں پر ظلم روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے لاہور کی آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس نے ریاست کشمیر کے خلاف اظہار افسوس کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ابتک ریاست میں بہت سی مسجدیں بطور اصطبل استعمال ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کو ریاست کے اندر اشاعت اسلام کی اجازت نہیں۔ لیکن شدھی سبھا برابر اپنا کام کر رہی ہے۔ سال گزشتہ عید کے بعد خطبۂ عید سے حکماً روکا گیا۔ انجمن اسلامیہ جموں کے جلسہ پر ایک نعت خواں کو نعت خوانی کی وجہ سے گرفتار کر لیا۔ امسال پھر خطبۂ عید اور وضو کی ممانعت کر دی گئی۔ تازہ واقعہ یہ ہے کہ اس عید الضحیٰ کے موقعہ پر پھر خطبہ پڑھنے سے خطیب کو جبراً روک دیا گیا۔ نواب صاحب ڈھاکہ اور سید محسن شاہ صاحب سکرٹری آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کا ریاست میں داخلہ بند کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی ان شکایات پر مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر و جموں کو فوراً توجہ دینی چاہیئے۔ اور ان کا انسداد کر کے غریب رعایا کی دعائیں لینی چاہیئیں۔

یہ امر موجب خوشی ہے کہ حکماً خطبہ روکنے والے ہندو سب انسپکٹر پولیس کو سزا دیدی گئی۔

بھائی پرمانند اور ڈاکٹر مونجے کی بکواس

گزشتہ دنوں سرحدی ہندو کانفرنس اور نوجوان ہندو کانفرنس کے جو اجلاس ہوئے ان میں ڈاکٹر مونجے اور بھائی پرمانند نے دل کھول کر مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا ہے۔ اور ہندو نوجوانوں کو مسلمانوں کے خلاف اپنی جسمانی طاقت مضبوط کر کے فتنہ و فساد کے لئے ابھارا گیا ہے اور مہاراشٹر سے ہندو نوجوانوں کو پنجاب کے ہندوؤں کی مدد کے لئے چڑھا لانے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یو پی کے فسادات کے بعد مسلمانان پنجاب کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اب ان پر ظلم ڈھانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہندو لیڈروں کی اس زہر افشانی کے نتائج

سے مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ ہر ایک جگہ ڈاکٹر مونجے کی سکیم پر عمل کر کے مسلمان نوجوانوں کو اپنی جسمانی صحت بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مسلمان نوجوان گتکہ بازی نشانہ بازی اور دوسرے ورزشی اکھاڑوں کو قائم کر کے اپنی حفاظت کا سامان خود تیار رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ نوجوانوں کی غفلت سے کانپور اور بنارس کی طرح یہاں بھی مسلمان مستورات اور بچوں کو ذبح کر کے ہندو غنڈے اتراتے پھریں۔ جہاں کہیں بھی ہندو غنڈوں کی غیر معمولی تعداد اپنے شہر میں وارد ہوتے ہوئے دیکھیں فوراً اپنی حفاظت کی فکر کریں۔ اسلامیہ اسکولوں کالجوں اور مکتبوں کے طلبا کو ہندو سکولوں، کالجوں اور سیوا سمیتوں اور نوجوان سبھاؤں سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور فوراً اسی رنگ میں تیاری شروع کر دینی چاہیئے جس رنگ میں دشمن ہمارے مقابلہ کے لئے تیار ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو تو ہر وقت صابروا و رابطوا کا حکم ہے۔ کہ وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی سرحد پر گھوڑے تیار رکھیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان اس سے غافل ہیں اور ان کی یہ غفلت ہی ان کی آئے دن کی مصیبتوں کا باعث ہے۔

بھائی پرمانند کا علم وعقل

بھائی پرمانند اپنے ہندو کانفرنس کے خطبہ صدارت میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو حق رائے دہی نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ ان میں بازاری عورتوں۔ دیوانوں اور گداگروں کی کثرت ہے۔ شاید بھائی صاحب کو علم نہیں یا جان بوجھکر وہ واقعات پر پردہ ڈالتے ہیں۔ کہ ان تینوں جماعتوں کی جتنی کثرت ہندوؤں میں ہے مسلمانوں میں اس کا سواں حصہ بھی نہیں۔ ۱۹۲۲ء میں لارڈ لٹن نے جو تقریر وجی لینس ایسوسی ایشن کلکتہ میں کی ہے اس کے الفاظ قابل غور ہیں۔ گورنر موصوف نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ نو برس سے لیکر تیرہ برس تک کی سولہ سو سے لیکر دو ہزار تک بچیاں آج صرف کلکتہ میں زناکاری کی تعلیم میں مصروف ہیں۔ اور لگ بھگ ۱۲۰۰ لڑکیاں ہر سال کلکتہ میں اس سیہ کاری کی غرض سے بھگا کر لائی جاتی ہیں۔ ..... کلکتہ میں ۲۲۶۲ رنڈیاں بیس سے چالیس برس تک کی عمر کی اپنی ناپاک زندگی بسر کر رہی ہیں۔ یعنی ۱۲ عورتوں میں سے ایک رنڈی ہے۔ ۱۲ سے ۲۰ برس والی فیصدی ۱۸ رنڈیاں ہیں۔ سب سے نفرت انگیز عصمت فروشی تو یہ ہے کہ ۳۱۳۸ رنڈیوں کی عمر دس سال سے بھی کم ہے۔ قارئین کرام کو یہ بات نظر انداز نہ کرنی چاہیئے کہ ان میں ۹۰ فیصدی ہندو ہیں۔ اور یہ حال آج سے نہیں پچاسوں سال سے ہے۔

ہندوؤں میں ڈھائی کروڑ بیوائیں ہیں۔ جن کو آرین نکتہ نگاہ سے شادی کی اجازت نہیں۔ ان کو نیوگ پر گزارہ کرنا چاہیئے۔ ۵۲ لاکھ سادھو ہیں جنہیں گداگر سمجھنا چاہیئے۔ ان میں ۱۶ لاکھ پروہتوں کو بھی شامل کرنا چاہیئے جن کا کام لوگوں کے مال لوٹنا ہے۔ امید ہے کہ بھائی پرمانند جی ان اعداد و شمار کو مدنظر رکھکر ہندوؤں کو حق رائے دہی سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے۔

پراچین کہانی کے پبلشر کا قتل

کلکتہ میں "پراچین کہانی" نامی کتاب کے شائع کنندگان کو کہتے ہیں کہ تین مسلمانوں نے دن دہاڑے قتل کر دیا۔ اس کتاب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی گئی تھی۔ ہندو جنھیں مسلمانوں سے متعلق ہر معاملہ کی تہ میں سازش نظر آیا کرتی ہے اس میں بھی سازش نظر آ رہی ہے۔ اس لئے کہ خود ان کے سارے کام سازشوں کے ذریعہ سے ہی ہو رہے ہیں۔ لیکن ان بے شمار واقعات میں جن کے مرتکب ہندو ہو رہے ہیں انہیں کوئی سازش نہیں سوجھتی۔ کیا بنارس کانپور اور مرزا پور کے حادثات وفسادات ہندوؤں کی گہری سازش کے بغیر اتفاقیہ ہی رونما ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کے تو آج تک کسی کام میں بھی سازش ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن ہندوؤں کا کوئی کام بغیر سازش نہ نکلا۔ وہ اپنے گھر کا اندرونہ ہی خواب میں دیکھ رہے ہیں لیکن سب سے زیادہ افسوسناک طرز عمل حکومت کا ہے جو مسلمانوں کی شکایات کی پروا نہیں کرتی۔ اور ہندوؤں کی آواز پر مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنے پر تیار ہو جاتی ہے۔ اسی کتاب کے متعلق مسلمانوں نے شور مچایا۔ لیکن حکومت نے پروا نہ کی بلکہ اس ذلیل اور ناپاک کتاب کو نصاب تعلیم میں داخل کر لیا۔ کیا اب بھی جبکہ دو مسلمان نوجوان اس کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ حکومت اس کتاب کو ضبط نہ کرے گی؟

جداگانہ نیابت کے حق میں زبردست جلسے

۱۰ رمئی کے جلسوں کی تحریک اس قدر کامیاب ہوئی ہے۔ کہ ہندوستان کا کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں بچا کہ جس میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کے ریزولیوشنوں کی تائید میں جلسے نہیں ہوئے۔ بے شمار رپورٹیں مختلف جگہوں سے ان جلسوں کی آ رہی ہیں اور ہر جگہ مسلمان اس امر پر مصر ہیں کہ ان کو جداگانہ حق نیابت ملنا چاہیئے۔ مخلوط انتخاب سے ان کی قومی ہستی کو سخت خطرہ ہے۔ دیکھیں گاندھی جی مسلمانوں کے اس متفقہ اور اکثریت کے مطالبہ پر کب دستخط کرتے ہیں!

حکومت کے تمام محکموں میں مسلمانوں پر ظلم!

مسلمان اخبارات آئے دن ہر محکمہ میں ہندو راج کے متعلق اعداد و شمار پیش کرتے رہتے ہیں اور گورنمنٹ کو توجہ دلاتے ہیں کہ مسلمانوں کی ان محکموں میں حق تلفی ہو رہی ہے۔ لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ بلکہ اب تخفیف کرتے وقت بھی تمام محکموں میں مسلمانوں ہی کو تختۂ مشق ستم بنایا گیا ہے ہندو حکام اور افسر جو کچھ کرتے ہیں کھلے بندوں کرتے ہیں۔ ان کو کوئی نہیں پوچھتا لیکن مسلمان ہمیشہ اس بات سے خوف کھاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچائیں گے تو لوگ کیا کہیں گے۔ اس لیے مسلمانوں کو جن میں بیکاری پہلے ہی بہت زیادہ ہے اپنی آواز گورنمنٹ تک پہنچانے بلکہ اپنے مطالبات منوانے کا کوئی موثر ذریعہ اختیار کرنا چاہیئے۔ ورنہ اس سکوت بیجا سے قوم کی تباہی کا خدشہ ہے۔

ایک اہم سوال

کے زیر عنوان دہلی کے ایک صاحب غیر مسلم اصحاب کی خیرات اور رفاہ عام کے کاموں میں امداد کے اعداد و شمار پیش کر کے مسلمانوں کے لیڈروں، سجادہ نشینوں، بڑی بڑی جماعتوں کے رہنماؤں اور مالدار علماء دین سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اب ہم اپنے ان زعماء اکابر کو دیکھتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ ہر ایک اپنی جائداد بنانے کی فکر میں ہے۔ زمینیں خریدی جا رہی ہیں۔ قومی حمایت کا دعوے بھی ہے مگر تنخواہ اور معقول تنخواہوں پر کام کر رہے ہیں۔ پیر ہیں تو وہ اپنے خزانے نذرانوں سے بھر رہے ہیں۔ محلات بنائے جا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے وعظوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور ان کی ساری قومی ہمدردیاں نقش بر آب معلوم ہوتی ہیں۔ کوئی صاحب رسول اکرم صلعم کی سادہ زندگی کے سبق پڑھا رہے ہیں کوئی حضرت کرمؐ کی زندگی کو اس انداز میں پیش کر رہے ہیں کہ وہ سب کچھ غرباکو دے دیتے تھے اور خود فاقے اٹھاتے تھے۔ ہم سے ان باتوں پر عمل کرنے کو فرماتے ہیں مگر خود شاہانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نمونے نا سمجھدار پیرؤوں پر برا اثر ڈالتے ہیں۔

اگر یہی پیر اور سجادہ نشین ہندوؤں اور مسیحیوں سے جنھیں وہ ناپاک بت پرست اور دہریہ سمجھتے ہیں اسی ایک بارہ میں سبق حاصل کرلیں تو مسلمانوں کی نجات آج ہو سکتی ہے کیا ان اصحاب میں سے کوئی صاحب بھی ایسے ہو سکتے ہیں جو نمونہ قایم کرنے کے لئے اپنی جائداد کا چھٹا ساتواں حصہ اپنے پیرؤوں یا قومی فلاح کی خاطر قوم کی نذر کر دیں۔

پیغام حق

ریاست ریوان میں مسلمانوں پر مظالم

(بسلسلۂ گزشتہ)

سوال

(۱) ایسی جگہ کے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے۔

(۲) رئیس یا وزراء لکے ان احکام کی تعمیل خاموشی سے کرنی چاہیئے۔ یا صدائے احتجاج بلند کرنا چاہیئے۔

(۳) اگر اپنے ان مطالبات کو وہ اپنے رئیس کے سامنے پیش کرنے میں متامل ہوں تو وہ مرتکب گناہ ہیں کہ نہیں۔

(۴) اگر ان مطالبات کے پیش ہونے پر بھی حکومت کی طرف سے یہ حقوق نہ دئے جائیں تو مسلمانوں کو اس حکومت سے عدم تعاون ترک سوالات وہجرت کرنا ضروری ہے کہ نہیں۔

(۶) کیا ایسی صورت میں اس ریاست کی سرحدی اضلاع انگریزی کے اہل اسلام کا فرض نہیں ہے۔ کہ اپنے ان مصیبت زدہ بھائیوں کی اس وقت میں امداد کریں

(۷) جو لوگ اس ریاست میں صاحب عزت وثروت ولیاقت ہوں اور دیدہ و دانستہ محض اپنی خود غرضی کی وجہ سے کہ ان کی عزت ثروت و ملازمت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔ اس تحریک میں عام مسلمانان کے شریک نہ ہوں۔ بلکہ اس کے خلاف کوشش کریں۔ ان کے لئے کیا حکم ہے۔

جوابات مفصل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرما کر داخل ثواب ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وہو الملہم للصواب

بعد تحقیق کے سائل ومستفتی سے معلوم ہوا کہ یہ واقعات وقوانین مرقومہ (جو خلاف احکام شرعیہ کے ہیں) ایک حکومت غیر مسلمہ با اختیار ریاست کی طرف سے ہیں تو اس ریاست کے ایک ایک دو دو یا تین تین مسلمانوں کے لئے عدول حکمی حکومت بغیر ہیئت اجتماعی واتفاقی جائز ہے بلکہ افضل ہے۔ اگر یہ اور ان کے معاونین قتل کئے جائیں گے تو وہ درجہ شہادت کا پائیں گے۔ اور ان کی اعانت و امداد کرنے والے مسلمان گنہگار نہ ہوں گے مگر اس ریاست کے کل مسلمانوں کے واسطے حکومت کی عدول حکمی فرض ہے بہ ہیئت اجتماعی واتفاقی گو یا

صورت میں کہ ایک یا دو دو باتیں بین حنفی پر حکومت کی عدول حکمی فرض نہیں ہے۔ کیونکہ ان سے امراء و حکام صاحب حکومت میں اکراہ بھی موجود ہے۔ تنویر الابصار میں ہے۔

(وان سلطان اکراہ ان لم تبوعد و وامر غیرہ لا الا ان یعلم المامور بدلالة الحال انہ لو لم یتمثل امرہ تقبلہ الخ) کہ جس کی وجہ سے ان کے لئے رخصت و اجازت خاموش رہنے کی شرعاً ہے مگر باوجود رخصت شرعی کے اگر یہ لوگ مظلومین قانون حکومت کے خلاف کریں گے۔ اور ان کی جانیں تلف کردی جائیں گی تو ان کو درجہ شہادت کا ملے گا۔ اور ان کی اعانت میں جو مسلمان قتل کئے جائیں گے۔ وہ بھی درجہ شہادت کا پائیں گے۔ در المختار معروف بہ فتویٰ شامی میں ہے (قولہ لو قتل ظالماً) ودخل فیہ المقتول دفاعاً عن نفسہ او مالہ او المسلمین او اهل الذمة فانہ شہید الخ) اور ان کی حمایت اور احکام شرعیہ قطعیہ کی حفاظت نہ کرنے والے گنہگار رہوں گے۔ لہذا اس ریاست کے کل مسلمانوں پر فرض ہے کہ باہم متفق ہو کر احکام شرعیہ قطعیہ کی حفاظت کریں۔ کیونکہ احکام شرعیہ کو محفوظ رکھنا اور ان کے خلاف قانون سے بچنا مسلمانوں کے واسطے ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ایمان کو محفوظ رکھنا اور کفر سے بچنا ضروری ہے۔ مگر اکراہ مجلی میں رخصت و اجازت ہے۔ بشرطیکہ قلب مطمئن بالایمان ہو اور حلت یا حرمت اشیاء محللہ و محرمہ قطعیہ کا اعتقاد قلب میں ہو جیسا کہ تنویر الابصار و در المختار میں ہے (وان اکرہ علی الکفر باللہ تعالیٰ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجمع وقید ورخص بہ قتل او قطع رخص ان یظہر ما امر علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان ویوجر لو صبر ترکہ الاجراء الخ ومسئلہ سائر حقوق تعالیٰ کفساد صوم وصلوات ومراتی احرام وکل ما ثبت فرضیتہ بالکتاب (اختیار) اگر اس ریاست کے مسلمان یہ کہیں کہ ہمارے واسطے بھی رخصت ہے کہ اگر ہم قانون شکنی کریں گے بغرض حفاظت احکام شرعیہ کے تو ہماری جانیں تلف ہو جائیں گی یعنی قتل کر دئے جائیں گے۔ تو یہ قول اس ریاست کے مسلمانوں کا غلط ہوگا کیونکہ ہزارہا مسلمانوں کو حکومت غیر مسلمہ ہرگز نہیں قتل کر سکے گی۔ باہم متفق ہو جانے کی صورت میں ایک کی جان بھی نہیں جائے گی۔ بالفرض والتقدیر اگر چند اشخاص شہید کر دئے جائیں گے تو صاحب حکومت کو والیٔ ہندوستان و نوابان و راجگان محفوظ الحواس قرار دیکر ریاست سے معزول و برطرف کردیں گے۔ بلکہ مسلمانوں کو کامیابی ضرور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس حکومت غیر مسلمہ کے مظالم اس ریاست کے مسلمانوں پر فرعون مصر کے مظالم سے جو بنی اسرائیل پر تھے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ مصر کے فرعون نے اپنی قوم قبطیوں کے مردوں کیلئے بنی اسرائیل کی عورتوں کے ساتھ زنا جائز نہیں رکھا تھا کسی تفسیر و غیرہ کی کتاب میں مظالم فرعون میں یہ نہیں لکھا مگر اس حکومت نے اپنی قوم اہل ہنود کے مردوں کے لئے مسلمانوں کی عورتوں کے ساتھ زنا بھی جائز کر دیا ہے۔ اس حکومت .... نے مسلمانوں کو اور ان کی عورتوں کو اپنی قوم ہنود کے واسطے غلام اور باندیاں ٹھہرا کر زنا کو جائز کر دیا ہے۔ ورنہ ہندو زانی مجرم مستحق سزا کا ضرور ہوتا جیسا کہ مسلمان زانی مجرم مستحق سزا کا ہوتا ہے۔

لہذا مسلمانوں پر لازم اور ضروری ہے کہ احکام شرعیہ کی حفاظت اور اپنے بھائی مظلومین کی حمایت و اعانت کریں۔ اور اپنے آپ کو غلام اور مستورات کو باندیاں بنانے سے بچائیں اور حکومت غیر مسلمہ کے تشدد و اور سختی کا ہرگز خوف نہ رکھیں اللہ عز وجل ہی کے خوف کو پیش نظر رکھیں۔ اللہ عز وجل کا فرمان سورۂ مائدہ کی ابتدا میں ہے۔ اس ریاست کے مسلمانوں کو علانیہ اپنے حقوق اور احکام شرعیہ کو آزادی سے مطالبہ کرنا حکومت سے فرض ہے اس ریاست کے مسلمانوں کو اور اس ریاست کے سرحدی اضلاع کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اشتعال اور تشدد سے بچتے ہوئے صرف زبانی اور تحریری کوشش بعد اتفاق اتحاد کے لئے کریں۔ پہلے اس ریاست کی حکومت سے بذریعہ درخواست کے استغاثہ کریں اگر شنوائی اور منظوری ہو جائے گی تو بہت ہی بہتر ہوگی ورنہ حاکم بالا والیٔ ہند کی عدالت میں استغاثہ کریں۔

(اس کے نیچے بڑے بڑے مقتدر علمائے کرام کے ۱۲ دستخط ثبت ہیں)

اگر وہاں کے باشندے ریاست آئین میں رہ کر مظالم گری سے نجات حاصل کر سکتے ہوں اور وہ خود جد وجہد نہ کر سکیں تو بیرونی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جس حد تک ان کی امداد کر سکتے ہوں اور ان کو مظالم سے نجات دلا سکتے ہوں تو امداد کریں۔ اور نجات دلائیں۔ بالخصوص ہر طبقۂ ہند کی مسلمان انجمنوں اور اخباروں کا فرض ہے کہ وہ جائز ایجی ٹیشن کے ذریعہ ان کو مظالم سے نجات دلائیں۔ (فقیر غلام مرشد بھاٹی دروازہ لاہور)

(۱) و (۲) جن احکام میں حق تعالیٰ کی نافرمانی ہو ان میں اطاعت امیر و رئیس وغیرہ کی کرنا درست نہیں "لا طاعة المخلوق فی معصیة الخالق" حدیث شریف میں ہے۔ صدا احتجاج کی لہذا بلند کرنا چاہئے۔

(۳) مطالبات دینیہ کے نہ پیش کرنے میں گناہ ہے۔

(۴) جب کلیتہً احکام اور شرائع اسلامی کی ممانعت کردی جائے تو ایسی جگہ سے ہجرت کرنا لازم ہے۔ اور ترک موالات ضروری۔

(۵) ہر مسلمان مصیبت زدہ کی اعانت کرنا ہر ایک مسلمان پر ضروری ہے۔

(۶) وہ سب گنہگار ہیں۔ دینی معاملات میں معاونت واجب ہے۔ (ریاض الدین احمد عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند)

الجواب

(۱) اگر ان میں استطاعت ہو تو ہجرت کرکے دار الاسلام و دار الامن میں چلے آئیں۔

(۲) رئیس کے سامنے اپنا احتجاج پیش کرنا چاہئے۔

(۳) بیشک اس سکوت پر وہ گناہ کے مرتکب ہونگے۔

(۵) اس ریاست کے سرحدی اضلاع کے مسلمانوں پر امداد لازم ہے۔

(۶) اس ریاست کے اہل ثروت اور اہل اثر مسلمانوں نے اگر اپنی خود غرضی اور عزت و ملازمت کے خوف سے اظہار حق سے خاموشی کی تو بیشک وہ مرتکب گناہ ہیں۔ (سید سلیمان ندوی)

اگر احکام اسلام شرعیہ میں سے کوئی حکم اس ریاست میں جاری نہیں ہوتا بلکہ جبراً و قہراً اسکی ادائیگی سے اہل اسلام کو روکا جاتا ہے اور اہل اسلام ہر طرح سے بے بس و بیکس ہیں اور کوئی فرض شرعی ادا نہیں کر سکتے تو وہ جگہ دار الحرب ہے۔ ورنہ دار الامن خزانة المفتین میں اسطرح مرقوم ہے۔ (سید محمد دین عفی عنہ مہتمم مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ)

مسئلہ اجرائے نبوت کی تردید

بروئے کتب حضرت مسیح موعود

(گذشتہ سے پیوستہ)

کیا اس سے پہلے جس قدر انبیاء دنیا میں گذرے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ کہا کہ میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ اور کہلا کیا سکتا ہوں۔ امتی اور نبی۔ اس کی تشریح جس طرح خود حضرت مسیح موعود نے فرمائی ہے وہ حضور کے اپنے الفاظ میں سن لینی چاہئے۔ فرماتے ہیں:-

(۱) سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا گیا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی جیسا کہ محدث میں دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ مگر صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک ہی شان نبوت کی اپنے اندر رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اس لئے براہین احمدیہ میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ٥٣٢-٥٣٣)

(۲) صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا بالنصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہوتا ہے۔ امتی بھی ہوتا ہے۔ اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ اس سے نبیوں سا معاملہ کرتا ہے۔ اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ اگرچہ کامل طور سے امتی ہے مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ٥٦٩)

(۳) اس وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء ربانی بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں بھی علماء ربانی کو ایک طرف امتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۳ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

پہلے دو حوالوں میں حضرت صاحب نے امتی اور نبی سے مراد محدث لی ہے اور تیسرے حوالہ میں اس کے مصداق علمائے ربانی قرار دئے ہیں۔ نہ کہ نبی۔ اب ہر شخص کا اختیار ہے کہ چاہے تو وہ حضور کے اس ارشاد کو صحیح تسلیم کرکے اس سے مراد محدث اور علمائے ربانی سمجھے یا اپنی رائے پر عمل کرتے ہوئے اس سے اصلی اور حقیقی نبی مراد لے۔

جب کبھی مسئلہ نبوت پر گفتگو ہو تو ہمارے دوست حقیقت الوحی کو بہت یاد کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی ضیافت طبع کے لئے ہم چند مزید حوالجات انکار نبوت کے متعلق اس کتاب سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) کیا کوئی عقل تجویز کرسکتی ہے کہ اسلام کے لئے یہ مصیبت کا دن ہی آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آسکتا جو کہ مستقل نبوت کی وجہ سے آپ کی ختم نبوت کی مہر کو توڑ دے گا۔ اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیا ہونے کی چھین لے گا۔ ...... ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ کہ کوئی مستقل نبی آنحضرت صلعم کے بعد آئے کیونکہ ایسے شخص کا آنا صریح طور پر ختم نبوت کے منافی ہے۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۲۹)

(۲) یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سنکر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعوےٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں میرا کوئی ایسا دعوےٰ نہیں ہے۔ (حاشیہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰)

(۳) اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوت کا دعوےٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا گیا۔

(حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۰)

(۴) اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعوےٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۶۸)

(۵) اس خدا نے خبر دی کہ جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں کے آخر میں بھیجا۔ (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۴۴)

(٦) آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے۔ اور کتابیں بھیجیں اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیا اور خیر الرسل ہیں۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۱)

(۷) اور ایک مشہور حوالہ جس کو جماعت کے لکھے پڑھے اصحاب اچھی طرح جانتے ہیں یہ ہے:۔

سمیت نبیًا من اللہ علی طریقۃ المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقت

ترجمہ:۔ اللہ نے میرا نام نبی مجاز کے طور پر رکھا نہ حقیقت کے طور پر۔

اسی طرح براہین احمدیہ حصہ پنجم میں جو حقیقت الوحی سے بھی بعد میں شائع ہوئی ہے۔ تحریر ہے:۔

(۸) کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکا نہ کھائے میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے۔ جو کہ ایک مستقل نبوت کہلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی امتی نہیں کہلاتا مگر میں امتی ہوں پس یہ صرف خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے (حاشیہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۸)

(۹) تمام نبوتیں اور کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تعالےٰ تک پہنچاتی ہیں وہی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس کے پہلے کوئی سچائی تھی۔ جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔ (الوصیت صفحہ ۱۰)

ہمارے دوست خاتم النبین سے خاتم کے معنے مہر قرار دیکر اجرائے نبوت کا استدلال کرتے ہیں۔ لفظ خاتم کے معنی لغت میں مہر بھی ہیں مگر لغت میں ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں۔ اور مذہبی اصطلاح میں اسی لفظ کا ایک خاص مفہوم مشخص ہوکر جاری و ساری ہوجاتا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ میں خاتم النبین کی تفسیر لا نبی بعدی کی گئی ہے۔ اور مختلف تفاسیر حتیٰ کہ کتب حضرت مسیح موعود میں اس جملہ سے مراد منقطع۔ مسدود۔ بند آخر۔ تمام شد۔ اور عاقب لی گئی ہے۔ گویا ان مترادف الفاظ سے ایک مفہوم معین کیا گیا ہے۔ جس پر سلف و خلف کا متواتر اعتماد و اجماع ہے۔ مگر محمودی حضرات اس سے تجاوز اور انحراف کرتے ہیں۔ اور یہ کوئی مستحسن فعل نہیں ہے۔

وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبوت تشریعی بے شک بند ہے مگر نبوت غیر تشریعی جاری ہے۔ ہم اس کے خلاف بھی حضرت مسیح موعود کا صریح قول پیش کرتے ہیں۔ اس پر توجہ نہ کرنا یہ ان کا کام ہے۔ اخبار البدر نمبر ۱۳ جلد ۲ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے۔ مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔

اس سے بآسانی معلوم ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود اجرائے نبوت کے ہرگز قائل نہ تھے۔ یہ مسئلہ توجہ کی ایجاد ہے اگر حضور کو ادعائے نبوت ہوتا تو ضرور تھا کہ اس کے متعلق ایک سے زیادہ کتابیں تصنیف فرماتے۔ جیسا کہ دعوے محدثیت کے لئے اسی کے قریب کتابیں لکھیں تالیف و تصنیف تو ایک طرف کھلے طور پر کسی سے اس مضمون پر مباحثہ نہیں فرمایا۔ ہاں مباحثات کے موقعوں پر لاہور۔ دہلی۔ لدھیانہ۔ امرتسر وغیرہ میں انکار نبوت کے کھلے اعلان موجود ہیں۔ یہ موضوع تو جناب صاحب دلوہ صاحب کے قلم اعجاز رقم کا ہی مرہون منت ہے۔ اور اس مسئلہ کے انداز بیان میں بھی ان کی دماغی کیفیت کا پتہ لگانا نہایت مشکل ہے۔ بالخصوص عقیدت کی نظر تو بالکل ہی معذور ہے۔ [illegible] خدمت تو حضور کے ہم دیرینہ نیازمندوں کو حاصل ہے۔ کہ وہ ان کے راز درون سے حقیقت کی بات ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔

(۱) لیکن چونکہ اس امت میں سوائے حضرت مسیح موعود کی جماعت کے کسی جماعت کو آخرین نہیں قرار دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ رسول بھی حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ (حقیقت النبوۃ صفحہ ۲۳۱)

دوسرے مقام پر اور زیادہ تصریح فرماتے ہیں:۔

(۲) اس لئے ہم اس امت میں صرف ایک ہی نبی کے قائل ہیں۔ آئندہ کا حال پردۂ غیب میں ہے۔ اس کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ (حقیقت النبوت صفحہ ۱۳۸)

(۳) اس امت میں صرف ایک شخص مسیح موعود ہی ہے جس کے مظہر اتم ہونے کی شہادت اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں تو اپنے قول سے دی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سب دنیا کی طرف مبعوث کرکے اس کے مظہر اتم ہونے کی شہادت اپنے فعل سے دی ہے۔ پس مسیح موعود کے مظہر اتم ہونے کے لئے خدا تعالےٰ کی قولی اور فعلی دونوں شہادتیں موجود ہیں۔ اور وہی نبی کہلا سکتا ہے نہ کوئی اور۔

(حقیقت النبوت صفحہ ۲۴٦)

مندرجۂ بالا ہر سہ حوالجات میں اس امت کا لفظ استعمال کرکے اور ساتھ اس کے صرف مسیح موعود کا کلمہ استعمال کرکے حصر کر دیا ہے۔ کہ قیامت تک رسول اور نبی مسیح موعود ہی ہیں اب اس عقیدے کو ایک طرف رکھ کر تصویر کا دوسرا پہلو ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:۔

(۱) ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں کہ ہزاروں نبی ہوں گے۔

(انوار خلافت صفحہ ٦۲)

پیرای کتاب میں ارشاد ہوتا ہے:۔

(۲) اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار رکھدی جائے اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے

ان متضاد بیانات اور مشکلات کا حل ارادت مندوں کے بس کا روگ نہیں وہ بیچارے تو

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

کا مصداق ہیں۔ اور وہ اپنی ڈیوٹی یہی سمجھتے ہیں کہ جو فرمان دربار خلافت سے صادر ہو اسے آنکھ بند کرکے ملنتے چلے جائیں۔ اسی میں دین و دنیا کی سعادت ہے۔ ان پیچیدہ عقدوں کا حل تو حقیقی طور پر حضرت مسیح موعود کے اس جلیل القدر شاگرد کے حصہ میں آیا ہے جو لاہور میں رہتا ہے۔ یا اس کا تھوڑا تھوڑا پرتو ان لوگوں پر بھی پڑا ہے جو اس بلند اور ارفع ہستی کے دامن فیض سے وابستہ ہیں۔ ہم ان اقتباسوں میں جو اوپر درج ہوئے کسی قسم کا تعارض یا تناقض نہیں سمجھتے۔ کیونکہ جس کلام میں تعارض پیدا ہو وہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہوجاتی ہے۔ اور ہم جناب میاں صاحب کی شان اس سے ارفع سمجھتے ہیں کہ ان میں کوئی فلسفی اور منطقی نقص واقع ہو۔ ہماری رائے ناقص میں ان دونوں قسم کی عبارتوں میں ایک ایسی تطبیق ہوسکتی ہے جس کے تسلیم کرنے سے سب ابہام رفع ہوسکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس ساری تگ و دو کا نتیجہ صرف یہ ہے۔ کہ مسیح موعود کو نبی بنایا جائے جیسا کہ پہلی عبارتوں سے عیاں ہے باقی رہا یہ کہ ہزاروں نبی آئیں گے۔ اس کی توجیہ بھی ساتھ ہی دوسری عبارت میں موجود ہے جہاں فرمایا کہ اس امت میں ہم صرف ایک ہی نبی کے قائل ہیں آئندہ کا حال پردۂ غیب میں ہے اس کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ آئندہ کے متعلق کچھ نہیں بتلا سکتے۔ اس کی دلیل یہ دی ہے کہ آئندہ کی خبریں بتلانا یہ نبیوں کا کام ہے۔ سبحان اللہ! کس قدر تقوی اور خدا ترسی مدنظر ہے۔ کہ نبیوں کے کام اور منصب میں مداخلت نہیں کی گئی اور اس الجھن اور جھمیلے سے اپنے آپ کو الگ رکھا جاتا ہے۔ یہ علحدہ بات ہے کہ اس پر ایک کتاب حقیقت النبوت نام لکھدی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ محض وابستگان دردولت کی تفنن طبع کا سامان ہے۔ دگر ہیچ۔

(شیخ غلام حسین سیالکوٹی)

(بقیہ صفحہ ۲)

جماعت احمدیہ

دوسری وجہ مغالطہ کی بظاہر یہ ہو سکتی ہے کہ اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی ماننے والے مسلمان نہیں رہ سکتے تو پھر وہ لوگ جو اپنے آپ کو جماعت احمدیہ قادیان سے وابستہ سمجھتے ہیں وہ بھی مسلمان نہیں۔ کیونکہ وہ بھی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن جبکہ وہ عام طور پر مسلمان ہیں جیسا کہ وہ خود بھی اس بات کے مدعی ہیں اور جیسا کہ ان کے باقی افعال سے پایا جاتا ہے۔ تو پھر کوئی دوسرا گروہ بھی کسی اور کو نبی مان کر مسلمان کیوں نہیں کہلا سکتا؟ یہ صحیح ہے کہ ہمارے قادیانی حضرات ایک شخص کو آنحضرت صلعم کے بعد نبی قرار دیتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ در اصل وہ بھی اس شخص کا مرتبہ وہ قائم نہیں کرتے جو ایک نبی کا ہوتا ہے۔ ایک مجدد یا ایک محدث کا جو رتبہ ہوا کرتا ہے وہی وہ حضرت مرزا صاحب کا رتبہ قائم کر کے اس کا نام غلطی سے نبی رکھ دیتے ہیں۔ بجز اس کے کہ انہوں نے تکفیر مسلمانان کی بنیاد اس نبوت پر رکھی ہے۔ اب کہنے کو تو ہمارے قادیانی حضرات جناب مرزا صاحب کو نبی کہہ دیتے ہیں مگر جائے غور ہے کہ وہ کس قسم کا نبی مانتے ہیں۔

(۱) حضرت مرزا صاحب کوئی نئی شریعت یا کوئی نیا کلمہ قرآن حکیم کے بعد نہیں لائے نہ قرآن شریف کے ایک لفظ اور شعوشہ کو منسوخ یا ترمیم کرنے کا مجاز رکھتے ہیں یعنی وہ کوئی نیا دین نہیں لائے لیکن باوجود اس کے وہ نبی ہیں۔

(۲) حضرت مرزا صاحب نے اپنا کوئی کلمہ نہیں بنایا نہ انہوں نے اپنی جماعت سے اپنی نبوت کا کبھی اقرار لیا۔ مگر وہ نبی ضرور ہیں (یہ نبی بھی سب سے عجیب ہے جو اپنے پیروؤں سے اپنی نبوت کا اقرار لینا ضروری نہیں سمجھتا)

(۳) حضرت مرزا صاحب دین اسلام کے ایک اعلےٰ خادم ہیں اور ان کی جماعت حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہے لیکن وہ نبوت کے مقام پر فائز نہیں (اگر یہ صحیح ہے کہ اس شق میں قادیانی اصحاب کا قدم متزلزل ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ بجز احمدیوں کے باقی امت مسلمہ کو اسلام سے خارج کر رہے ہیں)

اب ظاہر ہے کہ اگرچہ قادیانی اصحاب کو نبی بنانے کا شوق تھا ہے مگر وہ نہ تو کوئی نیا دین نہ نیا کلمہ نہ نئی شریعت مانتے ہیں۔ تو اب ان لوگوں کو ان سے کیا نسبت ہو سکتی ہے جو قرآن مجید کے بعد نئے احکام اور نئی شریعت بنائے پھرتے ہیں۔

قابل توجہ اصحاب قادیان

احباب قادیان کے لئے اس مغالطہ میں جو ان کے اس فعل سے پیدا ہو رہا ہے ایک عبرت ہے۔ ایک طرف ان کے کئی اصحاب بہائی مذہب کو اختیار کر رہے ہیں اور ...... بہت سے اس طرف مائل ہیں۔ دوسری طرف دنیا ان کے اس دور نبی نبی سے ان کو بہائیوں کی صف میں کھڑی کر رہی ہے۔ کیا ان کا اس وقت یہ فرض نہیں کہ لوگوں کو اس قسم کے مغالطہ سے نکالیں اور جسطرح ایسے مغالطہ کے وقت حضرت مسیح موعود نے صاف الفاظ میں کہہ دیا:-

"ابتدا سے میری نسبت جیسا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نبوت نہیں بلکہ محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت نے مکلم مراد لئے ہیں۔"

مدعی اس وقت اٹھیں اور دنیا کو تبلائیں کہ وہ نبی بمعنی محدث سمجھتے ہیں اور اسی طرح ان کا فرض نہیں کہ وہ بھی حضرت مسیح موعود کے نقش قدم پر عمل کریں:-

"اگر مدعی یہ لفظ شاق گزرتا ہے تو اس کو کاٹا ہوا تصور کریں اور اس کی جگہ لفظ محدث سمجھیں۔"

ممالک اسلامیہ کی خبریں

—— غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے یہ محسوس کر کے کہ ان کی مجلس ملیہ محض ایک نام کی جمہوریت ہے جس میں کوئی پارٹی مخالفت اور نکتہ چینی کرنے والی نہیں اس لئے ان کو ملک کے صحیح حالات کا علم نہیں ہوتا۔ انہوں نے جمہور کے احساسات اور آراء کو معلوم کرنے کے لئے دورہ کیا تو ان کو پتہ چلا کہ ان کی جمہوریت کے خلاف ملک میں بہت حد تک مخالفت موجود ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ بھی محسوس کر کے کہ اگر اس کا فوری علاج نہ کیا گیا تو ملک میں فسادات کا خطرہ ہے۔ انہوں نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا ہے۔

—— روس اور ترکی میں ایک سال کے لئے تجارتی معاہدہ ہو چکا ہے۔ اب اسی کی تجدید اس خیال سے کی گئی ہے کہ دونوں حکومتوں میں دوستی کے تعلقات ترقی پذیر ہوں۔ دونوں طرف کے نمائندوں نے اس پر دستخط کر دیئے ہیں۔ اب ترکی اپنی اجناس کو مشرقی روس کی منڈیوں میں لا سکے گی۔

—— حکومت ترکیہ نے یہ اعلان کیا ہے کہ یونان اور ترکی کے مابین عنقریب میثاق بحری مکمل ہونے والا ہے۔

—— استنبول۔ سمنین کی بغاوت سے متعلق مارشل لا کے جو احکام نافذ کئے گئے تھے ان کو حکومت ترکیہ نے واپس لے لیا ہے

—— موسیو ٹراٹسکی مشہور روسی لیڈر جن کے گزشتہ دنوں مسلمان ہونے کی خبر موصول ہوئی تھی۔ افسوس ہے ان کے مکان کو آگ لگ گئی۔ تمام قیمتی کتابوں کا ذخیرہ اور سامان جل گیا۔

—— ایران اور ترکی میں کچھ سیاسی امور باعث تنازعہ ہیں لیکن سفیر ایران کا بیان ہے کہ وہ بغیر کسی بدمزگی کے طے ہو جائیں گے

خبریں

آدم پور دوآبہ (وہاں) کے حادثہ بم کے سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ دو سکھ چانن سنگھ اور گوردت سنگھ موٹر لاری پر ہوشیارپور سے آدم پور گئے یہ دونوں سڑک کے کنارے بیٹھے تھے کہ ایک بم ان کے پاس تھا پھٹ گیا۔ چانن سنگھ مجروح ہو کر ایک دو گھنٹے کے اندر مر گیا۔ گوردت سنگھ بھی مجروح ہوا لیکن اس نے بھاگنے کی کوشش کی۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس جالندھر اطلاع ملنے پر موقعہ واردات پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے تمام سڑکوں پر پولیس کا پہرہ لگا دیا۔ اور گوردت سنگھ بھی گرفتار کر لیا گیا۔ چانن سنگھ کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں سے آتشگیر مادہ برآمد ہوا۔ پولیس نے اسی سلسلے میں امرتسر۔ دہلی۔ سرحد اور میں بھی تلاشیاں لیں۔

—— لاہور ۱۵ مئی۔ لاہور کے مسلم ارکان بلدیہ نے ذیل کا تار وائسرائے اور گاندھی جی کو شملہ بھیجا ہے۔

"لاہور کے مسلم ارکان بلدیہ اور ان کے حلقہ ہائے انتخاب جداگانہ انتخاب کے حامی ہیں۔ ہم آئندہ میونسپل انتخابات میں جداگانہ انتخابات کے مسئلہ پر مخلوطیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں ان کو یقیناً شکست ہوگی"

میاں عبدالعزیز بیرسٹر صدر بلدیہ، خان صاحب میاں امیر الدین بی اے۔ سید افضال علی حسنی۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین بیرسٹر۔ میاں مبارک دین خان بہادر۔ ملک محمد حسین ایڈووکیٹ شیخ حسن دین ایڈووکیٹ۔ شیخ عظیم اللہ ایڈووکیٹ، میاں سلطان محمود۔ ملک نصیر الدین۔ شیخ جان محمد سوداگر۔ پروفیسر خواجہ دل محمد ایم اے۔ شیخ غلام مصطفےٰ، چودھری عبدالکریم۔ میاں عبدالرحیم کنٹریکٹر۔ میاں خدابخش۔ خان صاحب چودھری فتح شیر۔ چودھری فتح محمد ایم اے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ۔ خان سعادت علی خاں رئیس اعظم۔ خان بہادر سید سردار شاہ گیلانی۔

—— لاہور ۱۵ مئی۔ بریڈلا ہال لاہور میں انجمن بے روزگاران کا دفتر کھولا گیا ہے تاکہ تمام خواندہ اور ناخواندہ بے روزگاروں

جلد ۱۹ | لاہور ۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۴ محرم الحرام ۱۳۵ ہجری مطابق ۲۳ مئی ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۲

مانگرول میں جشن سال گرہ

امسال مانگرول میں حضور سرکار مانگرول اور حضور ولی عہد بہادر کا جشن سالگرہ تمام سالہائے ماسبق سے زیادہ شاندار اور زیادہ تزک و احتشام سے منایا گیا ۔ ۲ مئی کو حضور سرکار مدظلہ العالی کی سالگرہ کا دربار منعقد ہوا ۔ اہل کاران ریاست نے عقیدت اور محبت کے ساتھ نذریں گزرانیں دیوان ریاست نے مبارکباد دیتے ہوئے حضور کی درازی عمر و اقبال کی دعا کی ۔ حضور نے جواب میں جمیع حضار دربار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ میں اب بہت بوڑھا ہوگیا ہوں اور جس قدر خداوند تعالےٰ نے مجھے عمر عطا فرمائی ہے شاید مانگرول کے کسی پہلے حکمران کو اس قدر عمر نصیب نہیں ہوئی ۔ اب تو بسا اوقات میرے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ میں باقی ایام زندگی کے گوشہ نشینی میں یاد خدا میں گزاروں ۔ آپ کی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس قدر متقی اور پرہیزگار ہیں اور اپنے خداوند کریم سے کس قدر تعلق ہے

اس سے دوسرے دن حضور ولی عہد بہادر کا دربار سالگرہ ہوا ۔ اس دفعہ حضار دربار کی تعداد بہ نسبت سابقہ بہت زیادہ تھی اور دربار اپنی نوعیت اور تزک و احتشام کے لحاظ سے بھی خاص طور پر شاندار تھا ۔ عقیدتمندوں نے کمال محبت، و ایثار سے نذریں پیش کیں ۔ اس کے بعد دیوان صاحب ریاست نے ریاست کے اندر جو جو اصلاحات اور جو جو رفاہ عام کے کام حضور نواب صاحب بہادر اور ولی عہد صاحب بہادر کے ہاتھوں سے معرض ظہور میں آئے ان کا اظہار کیا جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ حضور نواب صاحب بہادر اور آپ کے خلف رشید حضور ولی عہد صاحب بہادر اپنی ریاست کی فلاح و بہبود اور اپنی رعیت کی ہر قسم کی ترقی کے کس قدر دلدادہ ہیں ۔

اس کے بعد حضور سرکار نے تقریر فرمائی اور فرمایا کہ سالگرہ کے دن سے میرے نزدیک یہ غرض ہے کہ رئیس سال گزشتہ پر نظر ڈال کر دیکھے کہ وہ کہاں تک اپنی رعیت کی خبرگیری میں عہدہ برآ ہوا ہے اور وہ کہاں تک یہ سالگرہ منانے کا مستحق ہے ۔

اس کے بعد آپ نے موجودہ تحریک سے متعلق کچھ ذکر فرمایا اور فرمایا کہ میرا تو شروع سے یہ اصول رہا ہے کہ میری رعیت کے ہر فرد کو اختیار رہے کہ جو امر اس کو ریاست یا اہل ریاست کے لئے مفید نظر آئے وہ میرے سامنے پیش کرے ۔ میں ہر ایک شخص کی رائے کو جو ریاست کے مفاد پر مبنی ہو وقعت کی نظر سے دیکھنے کے لئے تیار ہوں ۔ اس کے بعد دیوان صاحب نے ان انعامات و اکرامات کا اعلان فرمایا جو سالگرہ کے موقعہ پر اہلکاران ریاست اور بعض دیگر معززین کو عطا ہوئے ۔ ریاست کے ایک ہندو سیٹھ صاحب کو بوجہ ان کے رفاہ عام کے کاموں میں حصہ لینے کے خلعت زریں عطا ہوئی ۔ اور خوشی کی بات ہے کہ ہمارے دوست مولوی مرتضےٰ خاں صاحب بی اے کو بھی اس موقعہ پر بیش بہا انعام بصورت نقد عطا ہوا ۔ جو اس امر پر دال ہے کہ حضور نواب صاحب بہادر کس قدر اپنے ملازمین کی جو خیر خواہی اور تندہی سے کام کریں عزت افزائی فرماتے ہیں ۔

سپورٹس کا سلسلہ بھی ایک ہفتہ تک جاری رہا بعض یورپین اصحاب بھی تشریف فرما تھے ۔ ۵ مئی کو جلسہ تقسیم انعامات ہوا ۔ ایجوکیشنل انسپکٹر نے محکمہ تعلیم کی رپورٹ سنائی ۔ ہائی سکول کے طلبا نے ڈرامہ اور سپیچیں دیں جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے غرضکہ یہ سالگرہ کا ہفتہ اہل مانگرول کے لئے نہایت دلچسپی اور خوشی کا موجب بنا رہا ۔ اللہ تعالیٰ دولت مانگرول کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے ۔ آمین ثم آمین ۔ (نامہ نگار)

اخبار احمدیہ

جناب ڈاکٹر سید بشیر حسین صاحب خلف الرشید جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کل مورخہ ۲ مئی کو فرنٹیر میل پر بعزم انگلستان سوار ہوگئے ۔ سٹیشن پر احباب کا ایک جم غفیر آپ کو الوداع کہنے کے لئے موجود تھا ۔ گلاب و یاسمین کے پھولوں سے آپ کو لاد دیا گیا اور دلی دعاؤں کے ساتھ دوستوں نے آپ کو رخصت کیا

جوان موصوف نہایت نیک اور سعید طبیعت کا ہونہار لڑکا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مقاصد اور ارادوں میں کامیاب فرمائے اور دین کی خدمت کی توفیق عطا کرے ۔

—— مسلم ہائی سکول لاہور کا نتیجہ امتحان گزشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے ۔ جس کے لئے جناب شاہ صاحب مولوی عزیز الدین صاحب اور دیگر معلمین قابل مبارکباد اور مستحق شکریہ ہیں ۔ احباب کو اپنے اس قومی سکول کی طرف توجہ دینی چاہیئے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ذی استطاعت احباب اپنے بچوں کو اس میں بھیجکر فائدہ اٹھائیں ۔

مسلم ہائی سکول بددملہی کا نتیجہ بھی بہت اچھا رہا ۔ یعنی ۱۱ لڑکوں میں سے ۸ لڑکے کامیاب ہوئے ۔ جناب ہیڈ ماسٹر صاحب اور دوسرے اسٹاف کو ان کی سالانہ محنت پر ہم مبارکباد عرض کرتے ہیں ۔ اللہم زد فزد ۔

—— یہ خبر نہایت رنجدہ ہے کہ ہمارے دوست منشی نور محمد صاحب محکمہ نہر کا بچہ جو ابھی صرف دو ہفتہ اس عالم رنگ و بو میں رہنے پایا تھا فوت ہوگیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ والدین کو صبر و استقامت بخشے اور نعم البدل عطا فرمائے ۔

ترجمۃ القرآن بزبان گورمکھی

ہمارے دوست شیخ محمد یوسف صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ بزبان گورمکھی شروع کیا ہوا ہے ۔ اس کی اشاعت کے متعلق انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر ایک ہزار روپیہ اس کے لئے چندہ جمع ہو جائے تو یہ کام شروع کر دیا جائے ۔ غالباً احباب کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس ترجمہ کی کس قدر ضرورت پنجاب اور دیگر مقامات میں ہے ۔ سکھوں اور مسلمانوں کا لٹریچر بہت حد تک یگانگت رکھتا ہے ۔ لیکن ایک دوسرے سے اجنبیت کی وجہ سے دن بدن افتراق ترقی کرتا جا رہا ہے ۔ اس بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے لئے اور سکھوں کو اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانے کے لئے قرآن کریم کے گورمکھی ترجمہ کی ازحد ضرورت ہے ۔ امید ہے کہ اہل کرم اور تبلیغ اسلام کے شیدائی اس مفید اور نیک کام میں ضرور حصہ لیں گے ۔

—— جناب شیخ محمد حسین صاحب لائل پوری کی اہلیہ صاحبہ جو جناب شیخ مولابخش صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ بیمار ہیں۔ اور بیماری اندیشہ ناک بتائی جاتی ہے۔ احباب ان کی صحت کے لیے درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد سے جلد شفا عطا فرمائے۔

کیا کوٹ ادہیان انگریزی عملداری میں نہیں؟

کوٹ ادہیان میں چند سانسی کنبے جو اس سے پیشتر عیسائیت کا شکار تھے مسلمان ہو گئے۔ ان کے بچوں کی تعلیم۔ نکاح خوانی اور تجہیز و تکفین کے لئے ایک مولوی صاحب کی ازبس ضرورت تھی۔ براہمنیشہ کے ڈپٹی کمشنر صاحب نے حکم دیا کہ کوئی مولوی اس علاقہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بار بار کی تحریک کے باوجود گورنمنٹ اس طرف توجہ نہیں دیتی۔ مسلمانوں کو وہاں سخت تکلیف ہے وہ نہ نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں اور نہ احکام اسلامی کو کسی عالم دین کے بغیر ادا کر سکتے ہیں۔ ہم گورنمنٹ کو ایک بار پھر اس طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بہت جلد کوٹ ادہیان پر سے اس قسم کی ناجائز پابندی کو فوراً اٹھا لے۔ ورنہ اس کے نتائج بہتر نہ ہوں گے۔

ھدیۂ تبریک!!

نہایت ہی خوشی کی بات ہے کہ ہماری جماعت کے محترم بزرگ جناب شیخ نیاز احمد صاحب میونسپل کمیٹی وزیر آباد کے سکرٹری ممبر نامزد کیے گئے۔ اور نیز آپ کو آنریری مجسٹریٹی درجہ دوم کے اختیارات تفویض کئے گئے۔ ہم اس اعزاز پر شیخ صاحب ممدوح کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

ایک کمپونڈر کی ضرورت ہے

جو کلریکل اور کمپونڈری دونوں کام کر سکتا ہو۔ تنخواہ ۵۰ روپے بمعہ رہائشی مکان۔ آنے کا کرایہ بھی اگر ایک سال میں علیحدہ کر دیا جائے درخواست دہندہ اپنے کام میں لائق شریف اور دیانتدار ہونا چاہئے۔ درخواستیں ۳۰ مئی سے پہلے بھیجنی چاہئیں پتہ حسب ذیل ہے :-

ڈاکٹر لطف الرحمٰن صاحب معرفت جناب حبیب الرحمٰن خان صاحب جمشید پور (بی این ریلوے) ڈرافٹسمین ڈیپارٹمنٹ۔

مباہلہ والوں کی امداد

کے متعلق ایک اور وزنی شہادت

حضرت امیر ایدہ اللہ پر مباہلہ والوں کو خفیہ یا علانیہ امداد دینے کے متعلق جو الزامات اخبار فاروق وغیرہ میں شائع ہوئے ہیں اور جن کی تردید آپ اپنے اخبار پیغام صلح میں کر رہے ہیں اس سلسلہ میں میں ایک شہادت عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اپریل ۲۸ء سے مارچ ۲۹ء تک میں حضرت امیر کی خدمت میں حاضر رہا اور آپ کی خط و کتابت کا کام میرے سپرد تھا۔ اس ایک سال کے عرصہ میں جو کچھ میں نے دیکھا وہ یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ مولوی عبد الکریم صاحب بعض اوقات احمدیہ بلڈنگس میں آتے تھے اور جہاں تک مجھے ذاتی علم ہے ایک دو دفعہ وہ حضرت امیر ایدہ اللہ سے بھی ملے۔ یہ ملاقات نہایت مختصر ہوتی تھی۔ اور جہاں تک میں نے بچشم خود دیکھا حضرت امیر نے کبھی کسی ہمدردی کا اظہار میری موجودگی میں مباہلہ والوں سے نہیں کیا۔ اور نہ کبھی لمبی چوڑی گفتگو کی بلکہ عام طور پر آپ اعراض ہی فرماتے رہے۔ اس امر کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ایک مرتبہ مولوی عبد الکریم نے تاکیدی خطوط حضرت کی خدمت میں اخبار مباہلہ کے لئے مضمون لکھنے کے واسطے تحریر کئے۔ حضرت نے کبھی ان خطوط کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ حالانکہ آپ کا طریق تھا کہ مجھے خطوط کے جوابات لکھنے کے متعلق تاکید فرمایا کرتے تھے اور بعض ضروری خطوط کے متعلق تو بہت ہی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ لیکن مولوی عبد الکریم کے خطوط کے بارہ میں یا ان کے جوابات لکھنے کو کبھی آپ نے مجھے نہیں فرمایا۔ ہاں خود میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ عبد الکریم صاحب کے خطوط مضمون کے بارہ میں متواتر آ رہے ہیں۔ اور وہ خود بھی آئے تھے اور مضمون مانگتے تھے آپ نے فرمایا کہ میں تو نہیں لکھ سکتا یا یہ کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ آپ اگر چاہیں تو مسئلہ کفر و اسلام پر کچھ لکھ کر بھیج دیں۔ میں نے بھی عذر ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ رہنے دو کچھ نہ لکھو۔ انہی دنوں میں مولانا احمد صاحب کے پاس بھی مولوی عبد الکریم کے خطوط مضمون تحریر کرنے کے لئے آئے۔ آپ نے جو جواب لکھا اس کا مفہوم یہ تھا کہ آپ یعنی مولوی احمد صاحب اخبار مباہلہ کے لئے مضمون لکھنا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ اس اخبار میں خاندان مسیح موعود کے متعلق بہت کچھ دریدہ دہنی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور آپ اس روش کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ بلکہ آپ نے اسی خط میں مولوی عبد الکریم کو ایک نصیحت بھی لکھی تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ لوگوں کے عیوب و نقائص اس طرح سے بیان کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ اور آپ نے یہ آیت لکھی تھی ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔

اس خط کی ایک نقل شیخ محمد لطیب صاحب نے بھی رکھ لی تھی۔ شاید وہ ان کے پاس اب تک موجود ہو۔ یہ ہے کیفیت ان لوگوں کے تعلقات کی جن پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ مباہلہ والوں کے ممد و معاون رہے ہیں۔ غرض کہ یہ الزام کہ حضرت امیر یا آپ کی جماعت کے اصحاب نے مباہلہ والوں کو خفیہ یا علانیہ امداد کی ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے غلط اور سراسر غلط ہے۔

یہ شہادت محض للہ ایک امر واقعہ کے اظہار کے لئے بغیر کسی کی فرمائش کے بغرض اشاعت آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ والسلام

خاکسار

(محمد مرتضےٰ خان حال افسر تعلیم ریاست گونڈل)

نقد و نظر

اسوۂ ابراہیم ایک پمفلٹ قاضی عبد المجید صاحب نے عید اضحیٰ کی تقریب پر شائع کیا ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ اور بے نظیر قربانی کا ذکر کر کے مسلمانوں کو اس اسوہ پر چلنے کی دعوت دی گئی ہے۔ رسالہ ایک مختصر حجم اور سائز کے ہوئے شائع ہوا ہے مسلمانوں کو اس قیمتی سبق سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ جتنے رسائل بکار رہیں اتنے آنے کے ٹکٹ بھیج کر مینیجر "ایمان" ٹبی ضلع لاہور سے طلب کر لیجئے۔

مولانا محمد علی کی یاد جسے گل شیر خاں صاحب مبلغ علاقہ برار نے مرتب کیا ہے اس میں مولانا مرحوم کے مختصر سوانح حیات اور ان کی مساعی کا ذکر ہے۔ آخر میں اس عالمگیر ماتم کا خلاصہ دیا گیا ہے جو مولانا مرحوم کی وفات حسرت آیات پر اسلامی دنیا میں بپا ہوا۔ مولانا کا فوٹو بھی اس میں موجود ہے۔ قیمت ۶ ر کاغذ کتابت اور طباعت نہایت عمدہ ہے۔ حجم چھوٹے سائز کے ۶۴ صفحے ہیں گل شیر خاں صاحب مبلغ لال بنگلہ اکولہ (برار) سے مل سکتا ہے۔

انوار عالم غازی محمود دھرمپال بی اے کی تازہ تصنیف ہے۔ غازی صاحب ایک کہنہ مشق مصنف ہیں۔ یہ کتاب انہوں نے نہایت دل آویز پیرائے میں مذہب، ضرورت مذہب اور صداقت مذہب پر لکھی ہے۔ کتاب نہایت معقول اور پر اثر ہے قیمت ۸ ر فی کاپی۔ حجم ۸۰ صفحے۔ سائز $\frac{22 \times 18}{8}$ ہے۔ کاغذ معمولی اور خط اچھا ہے۔ مصنف صاحب سے لدھیانہ کے پتہ پر مل سکتی ہے۔

ضروری اعلان

خریدار صاحبان کی خاص توجہ کے قابل

اخبار پیغام صلح کے تمام خریدار صاحبان کی خدمت میں گزارش ہے کہ پرچہ نہ نکلنے کی صورت میں چار پانچ روز یا زیادہ سے زیادہ ہفتہ عشرہ کے اندر طلب فرما لیا کریں۔ اس کے بعد پرچہ بشرط گنجائش فی کاپی ۲ ر کے حساب سے قیمتاً ارسال کیا جایا کرے گا۔ اس میعاد کے بعد طلب کرنے والے اصحاب کو اس حساب سے فرمائش کے ہمراہ قیمت لازمی طور پر ارسال کرنی چاہیئے۔ اس سے قبل بھی یہ اعلان ہو چکا ہے۔ بے شمار اصحاب کو خطوط کے ذریعہ بھی اطلاع دی گئی لیکن اس طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ آئندہ کے لئے تمام اصحاب اس کا سختی سے خیال رکھا کریں۔ ورنہ شکایت معاف۔

تاریخہائے اشاعت

پرچہ ہر ماہ کی ۳ ر- ۷ ر- ۱۱ ر- ۱۵ ر- ۱۹ ر- ۲۳ ر اور ۲۷ ر تاریخ کو شائع ہوتا ہے اور بالعموم وقت مقررہ پر پوسٹ کر دیا جاتا ہے۔ ۳۰ ر تاریخ کا پرچہ اب نہیں نکلتا بلکہ ۳ ر تاریخ کے ساتھ ملا ہوا ماہوار ایڈیشن کے نام سے شائع کر دیا جاتا ہے۔

ڈاکخانہ کو لکھیں

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر کو اطلاع دینے کے علاوہ اپنے ڈاکخانہ کو لکھیں۔ اگر اس پر بھی شکایت رفع نہ ہو تو پھر پوسٹ ماسٹر جنرل لاہور کو اطلاع دیں۔ اس قسم کے شکایتی خطوط پر ٹکٹ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف لفظ "شکایت" نمایاں طریق پر لکھ دینا کافی ہوتا ہے۔ یہ خطوط انگریزی اردو دونوں زبانوں میں لکھے جا سکتے ہیں۔ انگریزی میں لکھنے ضروری نہیں ہیں۔ (مینیجر اخبار پیغام صلح لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۳ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۲

قصرِ اسلام کی آخری اینٹ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم نبوت، مسلمانوں کا ایک ایسا اصولی اور متفقہ مسئلہ ہے جس میں آج تک کسی مسلمان فرقہ کو مین میخ نکالنے کی جرات نہیں ہوئی۔ خدا بخشے اس چودھویں صدی ہجری میں جہاں اور بدعات کا دور دورہ ہے وہاں اس اصول محکم پر بھی دانستہ یا نادانستہ دہ مارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن جیسا کہ مقدس نوشتوں میں لکھا ہے وہ کونہ کا پتھر اس قدر مضبوط اور ناقابل شکست ہے کہ جو اس پر گرے گا وہ بھی چکنا چور ہوگا اور جس پر وہ گرے گا اس کو بھی پیس دیگا۔ اس کونے کے پتھر کو اپنی جگہ سے جنبش دیکر کسی پرانے یا نئے پتھر کو اس میں گھسیڑنے کی کوشش کرنا ایک فعل عبث اور اساس اسلام ہی کو سرے سے کھود ڈالنے کی کوشش کے مترادف ہے۔ جس میں کوئی دشمن اسلام یا نادان دوست کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:-

" ان مثلی ومثل الانبیاء قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویتعجبون بہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ قال فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین "

(ترجمہ) میری اور انبیاء سابقین کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا پھر اس کو زیب و زینت سے رونق دیدی مگر اس میں ایک کونے کے پتھر کی جگہ خالی تھی لوگ اس کے اردگرد پھرتے تھے اور اس خالی جگہ پر تعجب کرتے اور کہتے یہ پتھر کیوں نہیں لگایا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پتھر ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے جس کی نسبت بائبل میں یوں لکھا ہے۔

" وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا سرا ہوگیا ہے یہ خداوند سے ہوا۔ جو ہماری نظروں میں عجیب ہے۔ خداوند نے یہ دن مقرر کیا ہم اس میں خوشی کریں گے۔ اور شادماں ہوں گے۔ اے خداوند میں منت کرتا ہوں نجات بخشئے۔ اے خداوند میں منت کرتا ہوں کامیابی بخشئے۔ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔ ہم خداوند کے گھر میں سے تم کو مبارکباد دیتے ہیں "

(زبور $\frac{118}{22}$)

متی انجیل نویس نے انگورستان کی مثال دے کر بتایا ہے کہ آنے والا بیٹا نہیں بلکہ خود خداوند ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی لکھا کہ " جس پتھر کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک قوم کو جو میوہ لاوے دیدی جائے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا۔ (متی $\frac{21}{42}$)

اس کو آخری اور کونے کا سرا اس لئے کہا گیا کہ وہ تمام قوموں اور مذاہب میں صلح کرانے والا اور ان کے اندر رشتۂ اتحاد پیدا کرنے والا تھا۔ اس کے بغیر انبیاء کی عمارت ایسی نامکمل اور ناقص تھی کہ اس کے پراگندہ ہوکر تباہ و برباد ہو جانے کا خطرہ تھا۔ چنانچہ یسعیاہ نبی نے لکھا ہے (یسعیاہ $\frac{28}{16}$)

" باوجود اس کے خداوند یہوداہ یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں صیہون میں بنیاد کے لئے ایک پتھر رکھوں گا، ایک آزمایا ہوا پتھر کونے کے سرے کا۔ ایک گراں قیمت، ایک مضبوط بنیاد والا پتھر، جو ایمان لاوے وہ شرمندہ نہ ہوگا "

صیہون سے مراد یہاں چیخ و پکار کی جگہ ہے جہاں دنیا کے جابروں کی گردنیں توڑ دی گئیں جس کا دوسرا نام بکہ اور مکہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وّھدیً للعالمین۔ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا وہ بکہ مبارکہ ہے۔

دانیال نبی نے اس کے متعلق لکھا ہے:-

" آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی۔ وہ ان سب سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست و نابود کرے گی۔ اور وہی تا ابد قایم رہے گی جیسا کہ تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے اس کو پہاڑ سے کاٹ ڈالے۔ آپ سے آپ کٹا "

اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے نہ ٹوٹنے کی طرف صاف اشارہ ہے۔ ابد اور قیامت تک اسی بادشاہی کی حکومت رہے گی۔ اب اور کوئی نبی اور مطاع دنیا میں نہیں آسکتا۔

غرض وہ ایک ایسا کونہ کا پتھر ہے جس پر انبیا کی عمارت کی تکمیل ہوگئی۔ اور اس نے کل قوموں کی ہدایت اور رشد کی تصدیق کرکے کل اقوام عالم میں اتحاد اور اتفاق پیدا کر دیا ہے۔ اسی آخری اور کونے کے مضبوط پتھر کو سرکا کر اہل بہا اور قادیانی ایک ایک نئے نبی کی گنجائش نکالتے ہیں۔ لیکن اس کی سلطنت ابد تک ہے۔ اس کی مضبوطی بے نظیر ہے۔ اور اس پر انبیاء عالم کے قصر کی تکمیل کا ہونا ناگزیر تھا۔ جگہ صرف ایک ہی پتھر کی تھی جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پر ہوگئی۔ اب محافظین قصر آسکتے ہیں پر ان کو انبیاء مت کہو وہ خادمان قصر نبوت ہیں اور بس۔ صاف اور سیدھی مگر نہایت مضبوط دلیل اور مقدس نوشتوں کی تصریحات پر۔ مگر مدیر الفضل لکھتا ہے کہ

" کسی عالیشان مکان کے لئے یہی کافی نہیں ہوتا کہ وہ اینٹوں کے لحاظ سے مکمل ہو جائے بلکہ اس کی زیب و زینت اور اس کی حفاظت و نگہداشت کا انتظام کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ کوئی شخص بہت بڑا مکان بنوا کر سفیدی کرا لینے سے اس لئے انکار نہیں کرسکتا کہ مکان میں کوئی اینٹ لگنے کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شریعت کی تکمیل ہوچکی۔ (شریعت کی نہیں بلکہ قصر انبیاء کی۔ حدیث میں تو حضورؐ نے اپنی اور انبیاء سابقین کی مثال بیان کی ہے۔ نہ کہ شریعت کی۔ پیغام صلح) اور اب ہرگز کسی نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس سے اسلام کی حفاظت کے لئے انبیاء کے آنے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (حدیث اور انبیاء سابقین کے نوشتے تو یہی کہتے ہیں کہ اب انبیاء کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں لیکن آپ زبردستی خلاف حدیث انبیاء کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ پیغام صلح) جس طرح مکان میں ہمیشہ سفیدی اور مرمت کی ضرورت رہتی ہے "

(ایں چہ بوالعجبی! کیا آپ کے عقیدہ میں انبیاء کی بھی مرمت ہوتی ہے؟) سفیدی کی ضرورت اس لئے نہیں کہ حدیث کہتی ہے کہ اس قصر انبیاء کی زینت بھی ہوچکی تھی فاحسنہ واجملہ کے یہی معنی ہیں کہ اس کو کسی چیز کی ضرورت نہ تھی نہایت شاندار سامان حسن و جمال سے وہ مکمل ہوچکا تھا۔ بات یہی سچ ہے کہ اب نبوت کا کوئی کام ہونا اس عمارت میں باقی نہ تھا۔ البتہ اس کے لئے محافظین کی ضرورت تھی کہ کوئی شخص اس قصر انبیاء کو خراب نہ کرنے پائے۔ پس حضرت مسیح موعود ان محافظین میں سے ایک محافظ تھے جو تیرہ سو سال سے متواتر مقرر ہوتے چلے آئے تھے۔ ان کو نبی قرار دینا اس قصر انبیاء کی ہتک کرنا ہے اور اساس اسلام کو برباد کردینے کے مرادف ہے۔

(بقیہ اخبار احمدیہ)

—— جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ میں ۲ مئی کو پشاور سے چار ماہ کی رخصت حاصل کرکے روانہ ہوا۔ دو روز گاؤں میں گذار کر اب اس مقام پر آگیا ہوں جہاں ۱۹۲۳ء میں تین ماہ قیام کیا تھا۔ یہ ایک ویرانہ ہے لیکن نہایت پرفضا اور سرد مقام ہے۔ خان بہادر صاحب پھیڑہ کے علاقہ میں ہے اور ہمارے گاؤں سے قریباً ۳۰ میل ہے۔ یہاں پہنچکر میری طبیعت پر اچھا اثر ہوا ہے۔ حرارت یہاں آکر نہیں رہی۔ پیٹ میں جو شکایت تھی وہ باقی ہے لیکن کم ہے۔ آپ کا خط مجھے پھیڑہ میں پہنچا تھا۔ اس سے بڑی حوصلہ افزائی ہوئی اور ایک گونہ اطمینان ہوا کہ میری حالت زار کا آپ کے دل پر اثر ہے اور آپ کی دعائیں انشاءاللہ رنگ لائیں گی۔ ڈاک کا یہاں تسلی بخش انتظام نہیں لیکن خط پہنچ ہی جاتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جناب خطوط کے ذریعے میری تسلی فرماتے رہیں گے۔

مسیح موعود نمبر

۳۰ جون کو شائع ہوگا۔ جس میں بزرگان جماعت و غیر از جماعت اصحاب کے مضامین درج ہوں گے حجم کے لحاظ سے یہ ایک ضخیم نمبر ہوگا احباب اس کو زیادہ تعداد میں منگوا کر دوستوں میں تقسیم کریں قیمت ۴ ہوگی۔ ۲۶ مئی تک تعداد مطلوبہ سے اطلاع دیں۔ مینیجر

دفتر انجمن کا ایک مسروقہ رقعہ

قادیانیوں کی دابۃ الارض سے ساز باز

(گزشتہ سے پیوستہ)

اور غالباً وہ اس کام پر نکل بھی پڑتے کہ قادیان کے مظالم ان پر زیادہ ہونے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سمجھا کہ ان کے نکلنے سے ان کا مکان اور ان کا کنبہ محفوظ نہیں۔ اگر قادیان والے اپنے مظالم کو اس انتہا تک نہ پہنچاتے تو آج مولوی عبدالکریم اس مفید کام میں لگے ہوئے ہوتے۔ کہ ایک طرف سلسلہ کو ان کے وجود سے فائدہ پہنچتا اور دوسری طرف اچھوت اقوام میں تبلیغ کر کے وہ اسلام کے لئے قوت کا باعث بنتے۔ اس نیک کام سے اگر کوئی انہیں روکنے والا ہوا ہے تو وہ قادیان کی جماعت ہے جنہوں نے ان پر حد سے زیادہ تشدد کر کے ان کی خواہش انتقام کو اور بڑھا دیا۔ اگر ان لوگوں میں طلب حق ہوتی تو وہ اول تو رقعہ کے الفاظ سے سمجھ سکتے تھے کہ جو روپیہ دیا جا رہا ہے وہ اچھوت اقوام میں تبلیغ کے لئے اور تبلیغ سلسلہ کے لئے دیا جا رہا ہے۔ اور اگر بالفرض تعصب نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں تو دیانت ہی کر لیتے کہ یہ روپیہ دینے کی غرض کیا تھی ہمارا خیال ہے کہ رقعہ پر سے تاریخ کو انہوں نے عمداً چھوڑا ہے کیونکہ تاریخ دیدینے سے جھوٹ کی وہ عمارت کھڑی نہ ہو سکتی تھی جو کھڑی کی گئی ہے۔ اور فی الحقیقت یہ عمارت بھی ان لوگوں کے لئے کچھ رکھتی ہے جو آنکھیں بند کر کے پیچھے لگے ہوئے ہیں ورنہ رقعہ کے اندر سلسلہ کی تبلیغ اور اچھوت اقوام کا ذکر ہوتے ہوئے کون اسبات کو مان سکتا ہے کہ یہ روپیہ میاں صاحب کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کے لئے دیا گیا تھا۔ حضرت امیر کا ارادہ تو ان لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے کا تھا اگر مولوی عبدالکریم تبلیغ کے اس کام پر لگ جاتے تو ان کی توجہ قادیانیوں کی طرف سے خود آہستہ آہستہ کم ہو کر ہٹ جاتی۔ مگر افسوس انہوں نے اپنے ساتھ نیکی کرنیوالے کو بھی برا بدلہ دیا۔ اس اپنے پردہ کو چاک شدہ دیکھ کر میاں فخر الدین اپنے ہی عنوان کے شعر کو جھوم جھوم کر پڑھیں تو امید ہے کہ انہیں تسکین کا ضرور دے گا۔ ؎

چو ر، خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں زند؟

اور وہ یہ بھی اچھی طرح یاد رکھیں کہ اگر پہلے انہوں نے مولوی عبدالکریم صاحب کے مقابلہ میں غلطی کر کے خود اپنی جڑیں کٹائی ہیں تو اب دابۃ الارض کو مدد دے کر وہ اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ خواہ یہ باعث اس کے ہو کہ تعصب کی وجہ سے اس وقت وہ اس قدر اندھے ہو رہے ہوں کہ انہیں کل کی بات نظر نہ آتی ہو، تین کو چار کرنے والے کے دعویدار کے لئے میسرے کو لینا ابھی باقی ہے اور رازوں کے انکشاف کا پتہ اس وقت لگے گا۔ ہم تو کسی سے گھبراتے نہیں۔ آخر اگر حساب پاک است از محاسب چہ باک؟ ہماری جنرل کونسل نے ان تمام الزامات کو جو اس شخص نے حضرت امیر یا انجمن پر لگائے تھے ایک ایک کر کے دیکھا اور اپنا اطمینان کر لیا ہے کہ یہ سب الزامات یا تو قطعاً جھوٹ ہیں یا بعض باتوں میں مبالغہ انگیز طرز تحریر کو اختیار کیا گیا ہے اور اسی کے مطابق بالاتفاق فیصلہ بھی کر دیا ہے۔ جو قوم کے اطمینان کے لئے کافی ہے۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو ہم چند اصولی امور کو بیان بھی کر دیں گے۔ لیکن آپ کے لئے مباہلہ کا انتظار یا پھر وہ چیز ہے جس کی زد سے پانچ یا دس لاکھ کی جماعت بھی بچ نکلنا ممکن نہیں دکھتی +

اسپین کا مختصر سفرنامہ

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن لدھیانہ)

پھر پرسش جراحتِ دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

عرض حال

مسدس حالی سبھی پڑھتے ہیں۔ اور اس قومی مرثیہ کو پڑھ کر کون مسلمان ہے جس کا دل درد سے بھر نہیں جاتا۔ ایک زمانہ تھا جب میرے لڑکے نصیر احمد فاروقی نے بھی اسے پڑھا۔ جب مفصلہ ذیل بند پڑھے تو دل پر بہت اثر ہوا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ اگر کبھی انگلستان جانے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو اسپین جا کر انشاء اللہ ان اسلامی یادگاروں کو ضرور دیکھوں گا۔ یعنی اس زمین اور ملک کو آنکھوں سے دیکھنے کی تمنا ہے جہاں ہمارے مقدس بزرگوں نے آٹھ سو برس تک نہایت شان و شوکت سے حکومت کی۔ اور جو علم و تہذیب کا گہوارہ تھا اور یورپ کی ساری موجودہ تہذیب و تمدن کا اصلی منبع تھا۔ گو عیسائیوں نے اسپین سے مسلمانوں کا اور اسلامی یادگاروں کا جس بے رحمی سے قلع قمع کیا تھا اس سے امید تو نہیں کہ کچھ باقی رہا ہو۔ لیکن پھر بھی مٹے ہوئے آثار ہی دیکھ کر دل کی تڑپ کو شاید کچھ تسکین ہو۔

اللہ نے کیا وہ وقت آیا کہ اللہ کے فضل سے نصیر احمد انگلستان سدھارے۔ اور رخصتوں میں موقع بھی مل گیا کہ اسپین کا ایک مختصر سا چکر لگا آئیں۔ اسپین سے جو خطوط آئے ہیں اگرچہ نہایت مختصر ہیں اور ایک پیاسے کی پیاس بجھانے کے لئے شبنم کے قطرے کے برابر بھی نہیں۔ تاہم احباب کی دلچسپی کے لئے اخبار میں شائع کرنے لگا ہوں۔ سب سے پہلے مسدس حالی کے وہ چند بند نقل کرتا ہوں جن میں اسپین کا اور مسلمانوں کا مرثیہ حالی مرحوم نے پڑھا ہے۔ ؎

نہیں اس طبق پر کوئی بر اعظم　　نہ ہوں جس میں ان کی عمارات محکم
عرب، ہند، مصر، اندلس، شام، دیلم　　بناؤں سے ہے ان کی معمور عالم
سر کوہ آدم سے تا کوہ بیضا
ملے گا جہاں جاؤ گے کھوج ان کا

وہ نگیں محل اور وہ ان کی صفائی　　جمی جن کے کھنڈروں پہ ہے آج کائی
وہ مرقد کہ گنبد تھے جن کے طلائی　　وہ معبد جہاں جلوہ گر تھی خدائی
زمانہ نے گو ان کی برکت اٹھائی
نہیں کوئی ویرا نہ ویران سے خالی

ہوا اندلس ان سے گلزار یکسر　　جہاں ان کے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر　　یہ ہے بیت حمرا کی گویا زبان پر
کہ تھے آلِ عدنان سے میرے بانی
میں ہوں اس زمیں پر عرب کی نشانی

ہویدا ہے غرناطہ سے شوکت انکی　　عیاں ہے بلنسیہ سے قدرت انکی
بطلیوس کو یاد ہے عظمت انکی　　ٹپکتی ہے قادس میں سے حسرت انکی
نصیبہ ان کا اشبیلیہ میں ہے سوتا
شب و روز ہے قرطبہ ان کو روتا

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے　　مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے　　وہ اجڑا ہوا کرّ و فر جا کے دیکھے!
جلال ان کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

ہوا اگو کہ پامال بستان عرب کا　　مگر اک جہاں ہے غزل خواں عرب کا
ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا　　سپید و سیہ پر ہے احساں عرب کا

وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی
کنوڈی رہیں گی ہمیشہ عرب کی

اوپر کے بند پڑھ کر احباب اس مختصر سے سفرنامہ کو دل کے درد کے ساتھ پڑھیں۔　　راقم خاکسار
(بشارت احمد)

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکداں کئے ہوئے

سپین کا داخلہ

کوئی شام کے ۵ بجے آئی رون پہنچے جہاں سے کہ اسپین کی حد شروع ہوتی ہے۔ ریل تمام رستے سمندر کے نزدیک اس کے متوازی چلتی رہی۔ آئی رون سے اسپیشل ٹرین میں سوار ہوئے اور شام کے ۸ بجے سان سباسطیان پہنچے۔ اگلے دن صبح سان سباسطیان کی سیر کی۔ عیسائیوں کا تعمیر کردہ یہاں ایک ناچ گھر دقمار خانہ بہت شاندار اور خوبصورت بنا ہوا ہے اس کی عمارت کو دیکھا۔ اندر سے بہت اچھی اور شاندار ہے۔

سان سباسطیان

سان سباسطیان ایک خوبصورت ساحل سمندر ہے گرمیوں میں دار الخلافہ ہوتا ہے۔ بڑی پر رونق جگہ ہے۔ ساحل سمندر کی ہمنے خوب سیر کی۔ مچھلی گھر دیکھا جہاں قسم قسم کی مچھلیاں اور دیگر کیڑے شیشوں کے اندر بند ہیں اور سب زندہ ہیں۔

اس دن پاس کے قلعوں یا پہاڑیوں کی بھی سیر کی۔ ان میں سے ایک پر جو ریل جاتی ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ دونوں سے سان سباسطیان کا نظارہ بڑے غضب کا تھا۔ سان سباسطیان کا ساحل گول چکر کی طرح بڑا خوبصورت ہے۔ اگلے دن پھر سان سباسطیان کی سیر کی اور بادشاہ کا محل باہر سے دیکھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ جگہ دیکھی جہاں بیلوں کا تماشا یعنی مشہور Bull fight ہوتی ہے۔ ایک گول جگہ بہت عظیم الشان ہوتا ہے جس میں لاکھوں نہیں تو ہزاروں سیٹیں ضرور ہوتی ہیں۔ بیچ میں ایک دائرہ ہوتا ہے جس میں جنگلی بیلوں سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اور انہیں قتل کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد چند اور قابل دید مقامات دیکھ کر ہم شام کو ۴ بجے سباسطیان سے روانہ ہوئے۔ رات کے ۹ بجے رستہ میں ایک سٹیشن پر ڈنر کھایا۔ وہاں ایک انگریز اور اس کی میم جو پرتگال میں رہتے ہیں ملے انہوں نے کہا کہ اسپین کا معمولی پانی نہ پینا۔ اچھا نہیں ہوتا۔ اور واقعی سپین کا پانی اچھا نہیں۔ عجیب کھاری اور بدمزہ پانی ہے۔ ہم تو سوڈا یا بوتلوں میں بند پانی پیتے ہیں۔

برگوس

رات کے ۱۱ بجے برگوس پہنچے۔ یہ جگہ خاص قابل دید نہیں۔ مگر چونکہ سان سباسطیان سے میڈرڈ بہت دور ہے اور اتنا لمبا سفر ایک دم کرنا تکلیف دہ ہوتا ہوگا اس لئے برگوس اترنا ایک قسم کی رسم ہو گئی ہے۔ ہاں یہاں کی تھرڈ کلاس بڑی اچھی ہوتی ہے اس میں بنچ پر اور پیٹھ کے پیچھے گدیاں وغیرہ لگی ہوتی ہیں اور ویسے بھی بڑی اور فراخ ہوتی ہے۔ نقص صرف یہ ہے کہ چونکہ غربا سفر کرتے ہیں اس لئے بعض وقت گندی ہوتی ہیں۔ لوگ تھوکتے اندر ہی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ برگوس پہنچ کر اگلی صبح وہاں کا مشہور گرجا دیکھا۔ واقعی بہت عظیم الشان اور خوبصورت ہے۔ اس دن اتوار تھا۔ گرجا اتنا بڑا تھا کہ ایک وقت میں کئی جگہ عبادتیں ہو رہی تھیں۔ اس کے بعد پہاڑی پر چڑھ کر ارد گرد کا نظارہ دیکھا۔ وہیں عربوں کے وقت کی ایک پرانی فصیل اور دروازہ بھی تھا اس کی تصویر آپ کو بھی بھیجونگا۔ لنچ کے بعد ہم موٹر لے کر ایک پاس ہی راہبوں کی خانقاہ ۔۔۔ پھر وہ دیکھنے گئے۔ پہاڑی پر تنہائی میں ایک

خانقاہ ہے۔ وہاں صرف گرجا اور خانقاہ کا صحن دیکھنا ملا۔ اگرچہ میں نے بہت زور لگایا اور کئی لوگوں سے کہا مگر کسی نے خانقاہ کے اندر جانے اور راہبوں کے کمرے اور عبادتگاہیں دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ مگر خانقاہ کے صحن کا نقشہ مولانا عبدالحلیم شرر کے بیان کردہ نقشوں سے بہت ملتا تھا۔ جس سے میرے دل میں شرر کے ناولوں کی قدر بڑھ گئی۔ واپسی پر برگوس کے فوجی رسالے کے مکانات اور اصطبل دیکھے۔ رسالہ کے سپاہیوں کے سونے کے کمرے بھی گھوم کر دیکھے۔ ہاں خانقاہ کے ارد گرد کے میدانوں اور پہاڑیوں کا جو نقشہ تھا وہ عرصہ تک یاد رہے گا۔ بہت خوبصورت تھا۔

مدینۃ الکمپ

رات کے ۱۱ بجے برگوس سے روانہ ہوئے۔ اسی ٹرین سے جس سے آئے تھے۔ ساری رات کا سفر تھا اور تھرڈ کلاس تھی پہلے تو صرف بیٹھنے کی جگہ ملی مگر بعد میں سونے کی مل گئی۔ رات کے دو بجے آنکھ کھلی تو گاڑی ایک سٹیشن پر کھڑی تھی جو بڑا بھاری جنکشن تھا۔ اس کا نام "مدینۃ الکمپ" تھا۔ یہاں پر اسٹیشنوں کے نام اب بھی کئی عربی طرز کے ہیں ایک کا نام ذومرّہ تھا۔

ہاں برگوس آتے ہوئے رستہ میں جو سینری تھی وہ بلا مبالغہ اس شعر کی مصداق تھی ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است

سان سباسطیان سے چلے ہیں تو جب تک روشنی رہی دیکھتے رہے انتہا العمد! پہاڑ کے ساتھ جو سرسبز ہرا بھرا اور نہایت خوبصورت تھا ریل دوڑی چلی جا رہی تھی۔ دوسری طرف ایک چھوٹی سی وادی جس میں پہاڑی نالے بہہ رہے تھے اور اس کے ہرے بھرے ٹیلے اور پہاڑیاں دوڑی چلی جا رہی تھیں۔ اور ستم یہ تھا کہ ان پہاڑیوں کے پیچھے سر بفلک پہاڑ کھڑے تھے۔ جن پر سفید برف چمک رہی تھی اور ریل ادھر کے پہاڑ کے ساتھ دوڑتی ہوئی آخر میں ان برف سے مزین پہاڑوں کو چھوتی ہوئی گزری۔ موسم یہاں کا بہت اچھا ہے دھوپ اور ٹھنڈ دونوں ملے ہوئے ہیں۔

میڈرڈ

میڈرڈ ۳۰ مارچ کو صبح ساڑھے سات بجے پہنچے۔ تمام خلق خدا پڑی سو رہی تھی۔ بڑی مشکل سے ہوٹل ملا۔ سارا دن کچھ نہ کر سکے صرف وہاں کے حالات دریافت کئے اگلے دن میڈرڈ کی اچھی طرح سیر کی۔ بڑا خوبصورت شہر ہے۔ صاف، نیا اور خوشنما بنا ہوا ہے پہلے تو میرا خیال تھا کہ برلن سب سے خوبصورت شہر ہے مگر اب میری رائے بدل گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ میڈرڈ زیادہ خوبصورت ہے۔ شہر کی مختلف عمارات اور سڑکیں وغیرہ دیکھیں۔ اگلے دن شاہی محل باہر سے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ برٹش کونسل سے اجازت لیکر اندر سے بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس سے اگلا دن آدھا برٹش کونسل کا گھر ڈھونڈھنے میں صرف ہوا۔ تیسرے پہر کو جا کر شاہی محل اندر سے دیکھا بہت خوبصورت ہے۔ تمام محل نہیں دیکھ سکے۔ کیونکہ آدھے سے زیادہ میں بادشاہ خود رہتا تھا۔ باقی کا حصہ جو وہ کبھی استعمال کرتا ہے دیکھ لیا۔ اس کے آس پاس کے باغات بھی دیکھے۔

طلیطلہ

اس سے اگلے دن Toledo یعنی طلیطلہ گئے وہاں بارہ بجے دن کو پہنچے لنچ سے قبل کچھ دیکھا اور شام کے چھ بجے تک۔ پھر کر رات کو میڈرڈ لوٹ آئے۔ طلیطلہ کچھ عرصہ مسلمانوں کے زمانے میں دارالسلطنت رہ چکا ہے مگر اب اس میں مسلمانوں کے نشانات کوئی نہیں باقی چھوڑے گئے نہ پرانی اسلامی یونیورسٹی کے کوئی نشانات اب باقی ہیں۔ البتہ ایک جگہ ہے جس کا نام کہ القصر ہے۔ معلوم ہوتا ہے بلکہ روایت ہے کہ پہلے ایک اسلامی محل یا عمارت تھی۔ مگر موجودہ عمارت بالکل نئی ہے۔ ایک چھوٹی سی مسجد نظر پڑی جو بہت پرانی اور بوسیدہ تھی۔ پہچانی بھی نہیں جاتی تھی۔ کہ مسجد ہے یا کوئی ٹوٹا پھوٹا مکان ہے ایک گرجا دیکھا جو پہلے مسجد تھا۔ اور اب عیسائیوں نے اس کو گرجا بنا لیا ہے۔ گرجے کے گنبد اور محراب تمام مسجد کے اسی طرح قائم ہیں۔ صرف بیچ میں صلیب اور بت رکھ دیئے ہیں۔ ایک طرف حجرہ بھی ہے جو اب پادری صاحب کے آرام کا کمرہ بنا دیا گیا ہے۔ ان دنوں ایسٹر تھا۔ رات جب ہم واپس ہوئے تو میڈرڈ میں جلوس دیکھا۔ پادری لوگ بھیس بدل کر اور سوانگ بھر کر نکلے اس کا حال اور دیگر مفصل حالات انشاء اللہ تعالیٰ زبانی سناؤں گا۔

ال پرادو

اگلی صبح البرادو ایک جگہ ہے وہاں گئے۔ میڈرڈ سے کوئی ۱۱ میل ہے۔ تمام دن وہیں کاٹا۔ وہاں ایک شاہی محل ہے۔ وہ جا کر اندر سے دیکھا۔ مگر البرادو کو جو راستہ جاتا ہے اور خود البرادو کی پہاڑیاں اس قدر خوبصورت اور دلفریب ہیں کہ زبان پر بے ساختہ یہ شعر بار بار آتا تھا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمین است!

البرادو لوگ جاتے ہی ہیں۔ وہاں کے راستے اور وہاں کی پہاڑیوں اور ان کے از حد دلفریب مناظر کو دیکھنے۔ وہاں اور رستے میں موٹروں کا جم غفیر نظر آتا ہے۔

ال اسکوریال

اس سے اگلے دن صبح ہم ایک جگہ ال اسکوریال گئے میڈرڈ سے تیس چالیس میل ہے۔ وہاں ایک عظیم الشان محل۔ گرجا۔ مقابر۔ لائبریری۔ اور باغات ہیں۔ چونکہ ٹرین میں صرف فرسٹ کلاس تھی اس لئے ہم بھی فرسٹ کلاس میں گئے۔ راستہ میں اسسٹنٹ بشپ آف لندن سے ملاقات ہوئی۔ جنھوں نے مجھے اپنا کارڈ دیا ہے کہ مجھ سے آکر ملنا۔

عربی کتب

ال اسکوریال بہت خوبصورت محل اور مقابر رکھتا ہے۔ گرجا بھی نہایت عظیم الشان اور خوبصورت ہے۔ باغات بھی خوبصورت تھے اور باغ میں بارہ دری اور چھوٹا محل بہت عمدہ اور قیمتی مکانات ہیں۔ لائبریری میں جو بہت عظیم الشان ہے تین ہزار عربی مسودے ہیں۔ میں نے تو صرف تین دیکھے۔ دو تو قرآن مجید اور درود وغیرہ پر مشتمل تھے۔ اور ایک علم الحیوانات پر۔ باقی تہ خانے میں ہوں گے اتوار کو اسپین کی مشہور بل فائیٹ (Bull fight) دیکھی۔ یعنی ایک جنگلی وحشی بیل سے کھیلنا، لڑنا اور آخر میں اس کو رنا۔ یہ اسپین کا مشہور کھیل ہے۔ اس کا خط میں بیان کرنا مشکل ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ زبانی سناؤں گا۔ کچھ شک نہیں کہ یہ کھیل قابل دید ہے۔

پیر کے روز میڈرڈ کو الوداع کہا اور قرطبہ کو روانہ ہو گئے۔

(باقی دارد)

قصر نبوت کی اینٹ

اور

قصر اسلام کی حفاظت

نبوت کے مسئلہ میں ہمارے قادیانی دوست ایسی مشکلات میں پڑے ہوئے ہیں کہ دلائل دیتے ہوئے اپنی تردید آپ کر جاتے ہیں۔ ۱۶ مئی کے الفضل میں قصر نبوت والی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"آنحضرت صلعم نے حدیثوں میں بیان فرمایا ہے کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیا کی مثال ایسے مکان کی سی ہے جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو اور وہ اینٹ میں ہوں"

" یہ حدیث پیش کرتے ہوئے غیر احمدی علما کہا کرتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے وہ قصر نبوت تکمیل کو پہنچ چکا ہے اس لئے اب کوئی اور نبی نہیں آ سکتا۔ حالانکہ اگر اس حدیث کے یہی معنی ہوں تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا عقیدہ غلط ٹھیرتا ہے۔ کیونکہ جب قصر نبوت میں کسی اور اینٹ کی جگہ نہیں تو حضرت عیسےٰ کس نقص کو آکر پورا فرمائیں گے"۔

پھر مولوی صاحب نے خود اس حدیث کے معنے یوں کئے ہیں کہ:۔

"کسی عالی شان مکان کے لئے یہی کافی نہیں ہوتا کہ وہ اینٹوں کے لحاظ سے مکمل ہو جائے بلکہ اس کی زیب و زینت اور نگہداشت کا انتظام کرنا بھی ضروری ہوتا ہے .... ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کا نبی سمجھتے ہیں مگر ہم آپ کو اس مکان روحانی کی علیحدہ اینٹ نہیں سمجھتے بلکہ اس کا محافظ قرار دیتے ہیں"

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج [الامعاملہ ہے]۔ اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ ہمارے قادیانی دوست پہلے جملہ انبیا کو قصر نبوت کی الگ الگ اینٹیں سمجھتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کو ایسا نہیں سمجھتے اب قصر نبوت کی اینٹیں اور قصر اسلام کا محافظ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ہر ایک اینٹ اگر ایک نبی ہے تو محافظ نبی نہیں اور اگر محافظ نبی ہے تو ہر ایک اینٹ نبی نہیں۔ کسی عمارت کی اینٹوں اور اس کے چوکیدار کو آج تک کسی نے ایک نہیں سمجھا۔ ان کی نوعیت الگ الگ ہے۔ بہرحال قادیانی احباب کے اپنے اس اقرار سے یہ فیصلہ ہو گیا کہ جن معنوں سے پہلے انبیا نبی تھے ان معنوں سے حضرت مسیح موعود ہرگز نبی نہیں۔ یا جو کچھ مفہوم نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک سمجھا گیا ہے اس مفہوم کی رو سے حضرت مرزا صاحب نبی نہیں۔ اب رہا حفاظت کا سوال تو سب سے پہلی دقت یہی پیدا ہوتی ہے کہ اگر حفاظت کے لئے کوئی نئی قسم کے نبی آنے تھے تو تیرہ سو سال تک اللہ تعالےٰ نے یہ قصر نبوت بنا کر کس کے سپرد کیا تھا؟ یا اس کو بغیر محافظ کے چھوڑ دیا تھا؟ اور تیرہ سو سال گزرنے کے بعد محافظ مقرر کرنے کا خیال آیا؟ دوسری حدیث میں تو نبی کریم صلعم خود ارشاد فرماتے ہیں ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ تجدید دین جس کو مضمون محولہ میں قصر سے گرد و غبار دور کرنے کا نام دیا گیا ہے۔ مجددین کا کام ہے جیسا کہ الفضل میں لکھا ہے کہ:۔

"خدا تعالیٰ نے جس قصر نبوت کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے تکمیل کی اسے یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی حفاظت

کا پورا پورا انتظام کر رکھا ہے۔ جب گرد و غبار سے اس کی آب و تاب میں فرق آنے لگتا ہے اسے منور کرنے کے لئے اپنا برگزیدہ بھیجدیتا ہے" تو ارشاد نبوی ہے کہ اس گرد و غبار کو دور کرنے کے لئے مجدد آتے رہیں گے اس ارشاد نبوی کے خلاف ہمارے قادیانی دوست یہ ثابت کر رہے ہیں کہ گرد و غبار کو دور کرنے کے لئے نبی آتے رہیں گے۔ گویا با آخر اگر قصر نبوت والی حدیث کی صحت کو تسلیم کیا تو ایسے معنی کرکے جن سے حدیث مجدد باطل ہو۔ کاش ہمارے قادیانی دوست غور کریں، تو انہیں معلوم ہو کہ یہ ساری مصیبت ایک غلط عقیدہ بنانے سے اور ایک غیر مامور کے پیچھے لگنے سے پیدا ہوئی ہے۔ وہی کام جس کے لئے آپ کا دماغ یہ تجویز کرتا ہے کہ نبی آنے چاہئیں، بعینہٖ اسی کام کا ذکر کرکے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کام کے لئے ہر صدی کے سر پر مجدد آئیں گے۔ کیا آپ رسول کریم صلعم کے ارشاد کے سامنے اپنا سر جھکائیں گے؟ اور اس بات کا اقرار کریں گے کہ قصر نبوت کو گرد و غبار سے صاف کرنے کے لئے نبیوں کی نہیں مجددین کی ضرورت ہے یہ بھی یاد رہے کہ "الفضل" کے اس مضمون میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ قصر نبوت مکمل ہو گیا جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کوئی نہیں۔

عبدالوہاب

(دارالسلام ڈلہوزی)

جذباتِ صادق

(از جناب ایم حبیب الرحمٰن خاں صادق مسلم مشنری)

اے خدا اب پھیر دے رخ گردش ایام کے
ہم ہیں پامال جفائے چرخ نیلی فام کے
ایک دن وہ تھا کہ ہم آزاد و خود مختار تھے
ہیں غلاموں سے بتر آزاد ہیں ہم نام کے
سب بہاریں جا چکیں اک نام باقی رہ گیا
تھے کبھی ہم کام کے اب رہ گئے ہیں نام کے
اختلاف باہمی نے توڑ ڈالا ہے ہمیں
جوڑ دے ٹوٹے ہوؤں کو پھر بنا دے کام کے
کب تلک گرداب میں ہچکولے کھاتے جائیں گے
پھنس گئی کشتی بھنور میں بحر خون آشام کے
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی لے خبر اے ناخدا
وقت جب جاتا رہا ہوں گے نہ پھر ان کام کے
کچھ تو میدان عمل میں تم کرو جہد و جہد
کب تلک غافل رہو گے دن نہیں آرام کے
گر خدا کے واسطے تم چھوڑ دو جنگ و جدل
پھر ہو گے مستحق رحمان کے انعام کے
گل کھلا غنچے لگا صادق تو ان کے واسطے
پھر دکھا ان کو بہاریں ہند خوش فرجام کے

قارئین کرام

سے مودبانہ گزارش ہے کہ وہ خط و کتابت کے وقت اپنا نام اور پتہ خوش خط تحریر فرمایا کریں۔ اور خط کے آخر میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں جو ہر اخبار کے پتہ کی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ تاکہ دفتر کو تعمیل فرمائش میں آسانی رہے۔ (منیجر)

رازِ ترقی

(۲)

(جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے قلم سے)

اکثر دفعہ معترضین اسلام یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں نجات یافتہ لوگوں کے لئے زوج کے ملنے کا جو ذکر ہے اس سے کیا مراد ہے جسمانی رنگ میں اگر ہم حقیقی علت غائی مرد و عورت کے آپس میں زوج ہونے کی سمجھ لیں تو روحانی سلسلہ میں بھی اس کو سمجھنا مشکل نہ ہوگا۔ انسان کا مقصد اس جد و جہد میں ایک تو انسانی سوسائٹی کا نشو و نما ہے اور دوسرا سلسلۂ انسانیت کا نسلاً بعد نسلٍ قائم رہنا۔ یہ ظاہر ہے کہ مرد و عورت میں سے ہر ایک بجائے خود سلسلہ کو قائم رکھنے کے لئے نامکمل ہے۔ اسی طرح زنانی سوسائٹی کے بقا اور اس کی نشو و نما کے لئے بھی مرد و عورت میں سے ہر ایک بجائے خود ناکافی ہے۔ یورپ میں اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ جہاں اولاد کی پرورش ماں کے سپرد نہیں ہوتی بلکہ ٹریننگ ہومز میں ہوتی ہے وہاں بچوں کی اموات زیادہ ہوتی ہیں اور ان کے جسموں اور دماغوں کی ویسی نشو و نما نہیں ہوتی جیسی گھروں میں پلنے والے بچوں کی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یورپ نے یہ بھی تجربہ کر لیا ہے کہ باہر کے کام یعنی کمانے کے لئے مرد ہی فطرتاً پیدا کیا گیا ہے۔ غرضیکہ نہ تو مرد وہ کام اپنے ذمہ لے سکتا ہے جو قدرت نے عورت کے لئے رکھے ہیں۔ اور نہ عورت وہ فرائض انجام دے سکتی ہے جو فطرت نے مرد کے لئے خاص کئے ہیں دونوں کو اپنے اپنے فرائض ادا کرنے ہیں تب جا کر انسانی سوسائٹی کی تکمیل ہوتی ہے۔

روحانی زوجیت

لیکن سوال یہ ہوگا کہ روحانی زوجیت کیا شے ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بجز انبیاء اور ماموروں کے گروہ کے جو خاص خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے تربیت پاتا ہے۔ باقی تمام لوگ خواہ وہ مراتب میں کیسے ہی اعلےٰ واقع کیوں نہ ہوئے ہوں روحانیت کے تمام شعبوں میں اپنی واحد ذات میں کامل نہیں ہو سکتے اخلاقی و روحانی جذبات میں کمال مختلف اصحاب کے ملنے سے پیدا ہوتا ہے۔ فرداً فرداً کوئی شخص کمال کے مقام پر نہیں ہوتا۔ یہ ایک فطرتی امر ہے کہ نسل انسان میں قویٰ کے بارہ میں تفاوت رکھا ہے۔ جو قویٰ کسی ایک کو کسی حد تک جبلی طور پر ودیعت کئے گئے ہیں یہ ضرور نہیں کہ دوسرے شخص کو بھی وہی قویٰ اسی اندازہ و تناسب سے دیئے گئے ہوں اور یہی وہ تفاوت ہے جو جسمانی، ذہنی اور اخلاقی پہلوؤں میں مختلف اشخاص کو مختلف کاموں کے لئے مخصوص کر دیتا ہے۔ یہ ایک قانون قدرت ہے اور اس سنت اللہ کو خواہ کوئی کتنا چاہے مٹا نہیں سکتا۔ بلکہ صحیح امر تو یہ ہے کہ اس اختلاف طبائع ہی میں انسانی ترقی مضمر ہے اور اسی فطری اختلاف کو حضور سرور کائنات نے اختلاف امتی رحمۃ کا مصداق قرار دیا۔ اور یہی وہ اختلاف ہے جو مختلف نفوس طیبہ کے باہم ملنے سے روحانی جنت کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

صحابہ کرام کا نمونہ

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر اخلاقی پہلو کو کمال و اتم درجہ پر لئے ہوئے تھے۔ لیکن آپ کے صحابہ میں بعض ایک اخلاقی پہلو میں کامل نکلے تو دوسروں نے کسی اور پہلو میں کمال حاصل کیا۔ چنانچہ خود خلفائے راشدین کی سیرت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ خلق صدیقیت میں سب پر گوئے سبقت لے گئے تھے تو حضرت عمر شہید ہونے میں کامل تھے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں شجاعت و رعب کے خلق نمایاں طور پر دکھلائی دیتے ہیں کہ بڑے سے بڑا جرنیل دور دراز ملک میں بیٹھا آپ کی نافرمانی سے خوفزدہ ہے تو دوسری طرف حضرت عثمانؓ نرمی اور رافت کے پہلو کو اس کمال تک لئے ہوئے ہیں کہ اپنی جان کا گنوا دینا آسان سمجھتے ہیں مگر اپنے بھائی مسلمانوں پر تلوار اٹھانا اور آپس میں جنگ کرنا پسند نہیں فرماتے۔ اسی طرح حضرت علیؓ علم دین میں اپنا نظیر نہیں رکھتے غرضیکہ ہر ایک صحابی کے اپنے اپنے اخلاقی کمال کو جب لیا جاتا ہے اور سب کو اکٹھا کیا جاتا ہے تو یہ روحانی جنت مکمل دکھائی دیتی ہے جس میں ہر ایک قسم کا روحانی ثمر موجود ہے۔ اب کیا یہ بات موجب اعتراض ہے کہ کیوں ہر شخص ایک ہی پہلو کے کمال کو لئے ہوئے ہے؟ اور کیوں ان کے باہم ملنے سے ہی کمال پیدا ہوتا ہے اور کیوں فرد واحد تمام پہلوؤں میں کامل نہیں؟ ایسے اعتراض کرنا گویا قانون قدرت کو جھٹلانا اور وہ راز جس میں انسانی ترقی مجموعی طور پر بارور ہوتی ہے اس کو نہ سمجھنا ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور

کچھ دنوں سے ایک بے سمجھ شخص نے ارکان جماعت احمدیہ کے متعلق ایک پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ ان اشتہارات میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے پاک ارکان میں اتحاد نہیں رہا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر طبعی تفاوت مزاج کا نام اتحاد کا نہ ہونا ہے تو بلاشبہ یہ جبلی اختلاف تو یہاں موجود ہے اور یہ فطرتی اختلاف ہر جگہ موجود ہے ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ صحابۂ کرام میں بھی اختلاف امزجہ موجود تھا لیکن اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ ان حضرات میں اس بارہ میں اختلاف ہے کہ کیا اسلام ایک سچا اور نورانی مذہب ہے یا یہ کہ کیا اس زمانہ دجل و فریب میں خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کو روحانی قوت و طاقت کے ساتھ مبعوث کیا یا یہ کہ کیا یہ اصحاب اپنی تمام قوت و طاقت کے ساتھ تائید دین متین کے لئے کھڑے ہیں یا نہیں تو ہر ایک سطحی نظر والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس بارہ میں جماعت میں قطعاً کوئی اختلاف موجود نہیں تو اب اگر ایک فطری اختلاف مزاج کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ جماعت میں اتحاد نہیں تو یہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ یہ وہی پرانے ملانوں اور پیروں کی راہ ہے۔ چاہے ایک انسان ننانوے وجوہ اسلام کی رکھتا ہو لیکن ایک وجہ جو ملا کی نگاہ کج بیں میں وجہ کفر ہے وہ شخص اسلامی اتحاد کے اندر نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح خواہ جماعت احمدیہ لاہور کے تمام معزز ارکان اس بارہ میں متفق ہوں کہ اس وقت **اقوام عالم کو صرف اسلام کا پیغام ہی ہلاکت سے بچا سکتا** ہے۔ خواہ وہ اس میں بکلی متفق ہوں کہ حضرت امام زمان ہی کے وجود سے مسلمانوں کا ایمان از سر نو زندہ ہوا اور اس راہ سے **غلبۂ دین** متصور ہے اور خواہ تمام کے تمام ارکان اپنی تمام قوت و طاقت سے اپنے اپنے رنگ میں خدمت ملت میں ہمہ تن مشغول ہوں مگر یہ تمام امور ان کو باہم سلسلۂ اتحاد میں منسلک کرنے کے لئے کافی نہیں اگر یہ اپنی آنکھ کا قصور نہیں تو اس کو اور کیا کہا جائے گا اور اگر یہ وہی ملانوں کی تنگ دلی نہیں تو پھر اس کو اور کس نام سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ (باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲)

مدعی سُست گواہ چُست

(از قلم جناب ڈاکٹر کے اے خاں صاحب سکندرآباد)

تمام اسلامی دنیا پر روشن ہے کہ جناب مرزا صاحب غلام احمد قادیانی علیہ الرحمتہ کی صحیح اور ٹھیک پوزیشن کیا ہے۔ مگر قادیانی حضرات کی بھی وہی مثال ہے کہ تیلی رے تیلی تیرے سر پر کولھو۔ اس نے کہا کہ ٹھیک نہیں بنتی اس نے کہا تک ملے یا نہ ملے مگر میاں بوجھ سے تو مرے گا۔ یعنی مدعی تو خود کہے کہ بھائیو میں یہ ہوں اور میرا دعوا یہ ہے مگر گواہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب نہیں یوں نہیں بلکہ یوں ہے۔ مثلاً مدعی فرماتا ہے اور جو مدعی کے اپنے الفاظ ہیں

(۱) نبوت کا دعوٰے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوٰے ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

اس مختصر سے جملہ میں مدعی نے اپنی ایسی پوزیشن صاف کر دی ہے کہ اب کسی چون وچرا کی ضرورت نہیں۔ مدعی یہ نہیں کہتا کہ میرا دعوٰے ہے کہ میں نبی ہوں۔ اور نہ اس کی تشریح بیان کرتا ہے کہ ظلی یا حقیقی یا باشریعت یا بے شریعت یا کیا؟ اور دعوے کے ساتھ یہ بھی نہیں کہتا کہ میں یہ دعوٰے نبوت خواہ کسی بھی رنگ کا ہو خدا تعالیٰ کے حکم سے کرتا ہوں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ دعوٰے کرتے ہیں وہ بھی کیا؟ دعوے محدثیت کا۔ مگر قادیانی حضرات کی بجنسہ وہی مثال ہے مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ بھائی اس زبردستی کا تو کسی کے پاس بھی کچھ علاج نہیں۔ یہ حضرات کیا کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خود اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ لہٰذا ہم بھی کہتے ہیں۔ بسم اللہ آپ شوق سے کہے جائیے۔ مگر کیا وہ اس امر کو اسی طرح مدعی ہی کے قول کے مطابق پیش کر سکتے ہیں۔ کہ مدعی نے یہ کہا ہو کہ میں نبی ہوں۔ اور میرا دعوٰے نبوت ہے۔ اور جو خدا کے حکم سے میں کر رہا ہوں۔ جب یہ بات نہیں اور یقینی نہیں اور ہرگز نہیں تو کیوں بلاوجہ کی کتر بیونت روزانہ نکالی جا رہی ہے۔ میرے ایک معزز قادیانی دوست سے اس معاملہ پر گفتگو ہوئی۔ انہوں نے پہلے تو بہت ادھر اُدھر سے کتر بیونت کر کے پیوند لگانے چاہے مگر خدا گواہ ہے کہ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی اس قدر صاف پوزیشن ہے۔ کہ ان پر کوئی معمولی سے معمولی دھبہ نہیں پڑ سکتا۔ چنانچہ میرے معزز دوست نے اخبار الفضل کی چند حال ہی کا پیاں نکال کر مجھے سنانے لگے۔ کہ دیکھئے جناب آپ کے مولانا محمد علی صاحب کا بھی فلاں سنہ میں عقیدہ تھا۔ یہ تھا اور وہ تھا۔ میں نے کہا میرے نزدیک معزز دوست آپ ادھر اُدھر نہ جائیے۔ حق پسندی اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ مدعی کیا اپنا دعوٰے پیش کرتا ہے۔ اور وہ بھی کس صورت میں خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کا جواب دیجئے۔ مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ فلاں سنہ میں فلاں صاحب کا کیا عقیدہ تھا اور فلاں کا کیا عقیدہ تھا۔ اس لئے کہ آئندہ نسلیں اور موجودہ نسلیں جب جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کے لٹریچر کو دیکھیں گی تو ان کو اس کی جستجو نہ ہو گی کہ فلاں صاحب فلاں سنہ میں کیا تھے اور فلاں کون تھے۔ ان کو تو صرف یہ دیکھنا ہو گا کہ مدعی کا اپنا ذاتی دعوٰے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ وہ آیا محدثیت ہے یا دعوٰے نبوت ہے۔ اس پر انہوں نے مجھے اخبار الفضل سے یہ پڑھ کر سنایا جو حال ہی کی عبارت ہے۔ "اوائل میں میرا عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس عبارت کو پڑھ کر میرے معزز دوست بڑے وجد میں تھے اور ان کی ایک خاص حالت تھی۔ میں نے کہا دوست اس عبارت کو پھر پڑھئے۔ چنانچہ انہوں نے پھر پڑھا۔ میں نے کہا کہ اس میں یہ کہاں ہے۔ تو صرف اس قدر بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح ان پر نازل ہوئی۔ اچھا ہوئی۔ اس کا نتیجہ کیا رہا۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ اس عقیدے پر نہیں رہے۔ اور ان کو نبی کا خطاب دیا اور وہ خطاب بھی کیسا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک سے امتی۔ تو اس میں کیا بات ہوئی۔ اس پر وہ بولے بس صاحب دیکھئے وہ اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ مدعی خود ہی نبی کی کیا تشریح کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے تئیں کہا۔ میں نے کہا سنئے مدعی لفظ نبی کی کیا تشریح کرتے ہیں۔ کہ اپنے کو عبرانی اور عربی زبان کی رو سے نبی کہتا ہوں۔ نہ کہ اسلامی اصطلاح کی رو سے جب مدعی اسلامی اصطلاح کی رو سے آپ کو نبی نہیں کہتا تو اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ مدعی سُست گواہ چُست۔ اور پھر مدعی کے یہ الفاظ ہوں کہ جہاں جہاں لفظ نبی یا رسول آئے ہوں ان کو کاٹا ہوا سمجھو۔ اور ان کی جگہ محدث سمجھو۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی اس لئے کہ خدا کے حکم سے تو دعوٰے ان کا محدثیت کا تھا بھلا وہ راستباز اور پاک انسان خدا کے حکم کے خلاف پھر کیسے نبی رہ سکتا تھا۔ ایک راستباز انسان کی شناخت ہی یہ ہے کہ ضد یا ہٹ دھرمی پر قائم نہیں رہ سکتا بلکہ حق بات پر قائم رہتا ہے۔ اور اس کے علاوہ میں نے کہا کہ مدعی کے اپنے ہی کچھ اور الفاظ بھی ملاحظہ ہوں۔

(۲) اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوٰے کرتا ہے۔ (۳) ایک یہ اعتراض ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے میں نے نبوت کا دعوٰے نہیں کیا۔ (۴) مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں نبوت کا دعوٰے کروں۔ اور اسلام سے خارج ہو جاؤں۔ (۵) یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں مسلمان ہو کر نبوت کا ادعا کروں (۶) یہی کہا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا یہ قول صریح کذب ہے۔ (۷) مت گمان کرو کہ میں نے جو بات کی ہے اس میں ادعائے نبوت کی کچھ بو پائی جاتی ہے (۸) میرا نبوت کا کوئی دعوٰے نہیں۔ آپ کی یہ غلطی ہے (۹) اور اگر یہ اعتراض ہے کہ میں نے نبوت کا دعوٰے کیا ہے اور وہ کلمۂ کفر ہے تو بجز اس کے کہ کیا کہیں کہ لعنة الله على الكاذبين المفترين (۱۰) یہ سراسر افترا ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم خود دعوٰے نبوت کرتے ہیں (۱۱) کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوٰے کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے (۱۲) اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوٰی نہیں کیا۔ (۱۳) افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعوٰے کیا ہے۔

مدعی کے اپنے یہ سب الفاظ سن کر آپ مجھے بتلائیے کہ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی اب پوزیشن کیسی صاف ہے انہوں نے جب دعوٰے نبوت کیا ہی نہ ہو۔ تو پھر ان کو نبی بنانا یہ مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کے ساتھ زیادتی نہیں تو اور کیا ہے اور جب اسلامی اصطلاح میں ان کے ہی قول کے مطابق ان پر لفظ نبی کا صادق ہی نہیں۔ تو پھر تشریعی اور غیر تشریعی۔ ظلی و بروزی کی بحث ہی عبث ہے

اس پر ان کا پھر وہی جواب کہ آپ کے مولانا محمد علی صاحب کا بھی فلاں سنہ میں یہ عقیدہ تھا یہ بات تھی وہ بات تھی میں نے کہا معزز دوست اب اس قدر بھولے اور سیدھے نہیں رہے کہ وہ علمائے سوء کے کفر کے فتوؤں سے ڈر جائیں۔ یا مشرق کی بات ہو رہی ہو اور اس کا جواب مغرب میں گھسیٹ دیا جائے۔ سوال تو یہ ہے کہ مدعی کیا کہتا ہے۔ اور مدعی کا ہی کیا جواب ہے۔ وہ شخص جو یہ کہے کہ مرزا صاحب نے دعوٰے نبوت کیا اور فلاں فلاں آدمی یا جماعت کہہ رہی ہے تو اگر اس کے پاس وقت ہے اور وہ صداقت پسند ہے تو اس کو ادھر ادھر کو چلنے کی ذرا بھی ضرورت نہیں۔ مدعی ہی اس کے سوال کے لئے اور مدعی ہی اس کے جواب کے لئے کافی ہے۔ لاہوری جماعت کے سب ناظرین اور دیگر مسلم برادران کا خیال ہو گا۔ کہ اس قسم کی بحث روزانہ کسی نہ کسی پہلو میں ہوتی رہتی ہے۔ مگر یہ معمہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ کیا بات ہے کہ جس کی پردہ داری ہے۔ قادیانی حضرات کیوں جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کو نبی مانتے ہیں۔ خواہ ظلی۔ خواہ تشریعی یا غیر تشریعی۔ بہرحال لفظ نبی کو کیوں نہیں چھوڑا جاتا۔ جب اصطلاح اسلام کی رو سے وہ نبی نہیں۔ ان کا دعوٰے نبوت کا نہیں جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ اور لاہوری احمدی جماعت جناب مرزا صاحب کو محدث مانتی ہے۔ کس لئے کہ مدعی کا اپنا دعوٰے ہے اور وہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے۔ انصاف ناظرین اور حق پسندوں پر چھوڑا جاتا ہے۔ کہ صحیح معنوں میں کون لوگ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی صحیح عزت اور ان کے صحیح جانشین ہیں۔ یہ کوئی دقیق منطق کا مسئلہ نہیں جو کسی شخص کی سمجھ میں نہ آئے۔ اب میں ناظرین کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کیوں حضرات قادیانی اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ لفظ نبی ہاتھ سے نہ نکلنے پائے۔ خواہ مدعی کا دعوٰے کچھ ہو

انوار خلافت صفحہ ۱۸ پر جناب میاں صاحب موجودہ خلیفہ قادیان جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ تحریر فرماتے ہیں۔ "لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے"

اصل وہ یہ بات ہے کہ اگر جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی شان سے لفظ نبی جاتا رہا تو پھر خلیفہ صاحب کا لفظ احمد پر ایمان کہاں رہ سکیگا۔ تمام اسلامی دنیا اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ محمد اور احمد دونوں جناب رسول کریم صلعم کے نام ہیں مگر جناب میاں صاحب کا ایمان ہے کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ ان کے والد بزرگوار یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے۔ مگر یہ قیاس نہیں یہ خیال نہیں بلکہ یہ ایمان ہے اور موجودہ خلیفہ کا ایمان ہے۔ اور اس کے سننے کے بعد اگر دنیائے اسلام کے علما ان کو کچھ فتویٰ دیتے ہیں تو ان کو ناگوار گذرتا ہے۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے۔

اور ملاحظہ ہو موجودہ خلیفہ صاحب قادیان اخبار الفضل مورخہ جولائی ۱۹۲۲ء بضمن ڈائری فرماتے ہیں

"یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔" انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

پچھلے سال ہی یعنی ۱۹۳۰ء میں جناب موجودہ خلیفہ صاحب قادیان کی زبان حقائق بیان سے یہ معارف جاری ہوا کہ نبیوں کی تعداد کا دروازہ کھلا ہے۔

اس کے علاوہ باتیں اور بھی ہیں مثلاً "ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔" (انوار خلافت صفحہ ۱۶)

روئے زمین کے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں (انوار خلافت صفحہ [illegible])

وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ مضمون طویل ہو جائیگا اس لئے میں مختصر کرتا ہوں۔ میری غرض یہ تھی کہ میں یہ ثابت کردوں کہ دراصل غرض یہ ہے کہ قادیانی حضرات لفظ نبی سے کیا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب خلیفہ صاحب کا یہ ایمان ہے کہ احمد کا لفظ جو قرآن میں ہے وہ مرزا صاحب کے لئے ہے۔ لہٰذا وہ احمد نبی قرار ہو گئے اور جب وہ احمد ہو گئے تو ان کے ماننے والے احمدی ٹھہرے۔ لہٰذا وہ اس طرح سے اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ اور جیسا جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا کہ بقول خلیفہ صاحب کے ہر شخص ترقی کر کے محمد الرسول اللہ سے بھی نعوذ باللہ بڑھ سکتا ہے تو اس لحاظ سے مرزا صاحب محمد الرسول اللہ سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ اور حقیقتاً خاتم النبیین نبی جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ ٹھہرے۔ لہٰذا ان کے بعد خلافت از سر نو شروع ہونی چاہئے۔ رسول اللہ کی خلافت جو چار خلفاء پر گذر چکی اس سے کیا سروکار۔ مختصراً ان کا نبی اپنا۔ ان کا کلام اپنا اس لئے کہ اس میں سے جیسے وہ چاہیں سمجھیں۔ ہمارے پرانے کعبہ کا یہ حال ہے کہ اس کی چھاتیوں کا دودھ سوکھ گیا۔ ایسی حالت میں تو اپنے آپ سوکھ جائے گا۔ اور جو مسلمان ہماری ان باتوں کو نہ مانے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اور اگر کوئی حنفی یا دوسری جماعت کے علماء اتنا سن لینے کے بعد خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت کو کوئی فتویٰ دے دیں تو خلیفہ صاحب کو ان سے خفا نہ ہونا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ہم یا کوئی بھی دنیا کا مسلمان مرزا صاحب کو اس طرح نبی نہ مانے اور نہ اس طرح ماننے کے لئے کوئی تیار ہو سکتا ہے تو خلیفہ صاحب کے حساب کی رو سے ہم سب کافر۔ خواہ کلمہ گو ہی کیوں نہ ہوں۔ تو ایسی حالت میں آپ کے اخبار فاروق یا الفضل میں جو حال ہی کا تھا یہ میں اس وقت بھول رہا ہوں کہ وہ فاروق تھا یا الفضل تھا اس میں آپ کے ایک مرید نے مسلمانان ہند کی ڈکٹیٹری کے لئے آپ کا نام تجویز کیا ہے۔ کیا آپ انصاف سے خود ہی ان حالات کے مطابق فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ کے فارمولا کے حساب سے تو ہم ہندوستان کے کیا تمام دنیا کے مسلمان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج اور ہم مسلمانوں کے لئے ڈکٹیٹری کا نام آپ کا ایک مرید تجویز کرے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ممکن ہے کہ اس کی کنٹرویرسی یوں کر دی جائے کہ سیاسی طور پر۔ حضرت خلیفہ صاحب ہم اب اتنے بیوقوف نہیں ہیں جتنا آپ نے ہمیں سمجھ رکھا ہے۔ ع ایں خیال است و محال است و جنوں۔

خیر یہ جملہ تو معترضہ تھا میں اب پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر تمام دنیا کی طاقتیں یہ چاہیں کہ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی پوزیشن پر کسی قسم کا بھی بلاٹ لگ سکیں یہ ناممکن ہے وہ اس طرح کہ مرزا صاحب علیہ الرحمتہ اپنی ہر ایک پوزیشن کو مکمل بہ مکمل خود بیان کر گئے ہیں اور پھر ہر ایک بات کا فائنل جواب بھی خود ہی تحریر فرما گئے تھا۔ سو اس میں کسی کمنٹری کی ضرورت ہے نہ کسی بیونت کی۔ جناب مولانا محمد علی صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ ان کا یہ عقیدہ تھا اور وہ خلافت اولیٰ میں یوں شامل رہے اور یہ ہوا وہ ہوا۔ اس کمنٹری ونت سے مدعا نہیں نکل سکتا۔ یہ بات البتہ جو لاہوری احمدی جماعت کا ممبر ہو حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمتہ اور جناب مولانا محمد علی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہو اس کے لئے تو یہ بات پیش ہو سکتی ہے مگر میرے جیسا شخص کہ جو نہ لاہوری احمدی جماعت کا ممبر ہے نہ مرزا صاحب علیہ الرحمتہ اور مولانا صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہے بلکہ یہ دیکھ کر کہ اسلام کی جو اشاعت اسلام لاہوری جماعت احمدیہ کر رہی ہے اس کے ساتھ روپیہ پیسہ کی امداد سے شریک ہے ہرگز ہرگز کوئی مثال کسی کی شخصیت کی علامت نہیں ہو سکتی۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ جیسے رسول اللہ کے بعد ان کی مقررہ خلافت کے بعد بھی کسی خلافت کی ضرورت ہے؟ لاہوری احمدی جماعت میں آپ کی تاریخ میں کوئی خلافت نہیں کیا لاہوری احمدی جماعت کسی بھی کلمہ گو کو کافر بتاتی ہے۔ خواہ وہ مرزا صاحب کو مانے یا نہ مانے۔ ہرگز کسی کو نہیں بتاتی۔ کیا مدعی یعنی حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمتہ جو ان کو کسی طرح بھی نہ مانے ان کو وہ کافر بتلاتے ہیں ہرگز نہیں۔ پھر مدعی سست گواہ چست نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا مرزا صاحب علیہ الرحمتہ نے اپنے نام پر جماعت احمدیہ کا نام احمدی رکھا یا رسول اللہ کے نام احمد پر نام احمدی رکھا۔ کیا مرزا صاحب علیہ الرحمتہ بھی کسی کی چھاتیوں کا دودھ خشک بتلاتے ہیں۔ کیا مرزا صاحب علیہ الرحمتہ نے کہیں یہ کہا ہے کہ ہر مخلص ... بڑا ہو سکتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ رسول اللہ سے بھی بڑھ جائے۔ خلیفہ صاحب قادیان میری اس تحریر پڑھنے کے بعد ناخوش تو ضرور ہوں گے مگر چونکہ میں مرزا صاحب کی دل سے سچی عزت کرتا ہوں اور ان کو ایک پکا مسلمان اور ایک راستباز انسان FACTS & FIGURES کی بنا پر خیال کرتا ہوں اس لئے یہ میرا اخلاقی فرض تھا اور ہمیشہ رہے گا کہ ان کی صاف پاک پوزیشن پر کسی بھی قسم کا کوئی بھی بلاٹ آنے دوں لہٰذا اپنا مضمون مدعی سست گواہ چست کو ختم کرتا ہوں اور حق پسند دل منصف مزاج اصحاب پر اس کو چھوڑتا ہوں کہ وہ حقیقت اور بناوٹ کو تمیز کر لینے کے بعد پھر کسی دھوکہ میں نہ رہیں۔

خبریں

— شملہ ۱۹ رمئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ فوجی افسروں میں افواہ ہے کہ ان کی تنخواہوں میں دس فیصدی تخفیف یا ہر سال نہیں تخفیف شدہ طرح پر زور دیے جانے کی تجویز زیر غور ہے۔ آخری طریق کار سے گیارہ فی صدی تخفیف عمل میں آجائے گی۔

— پشاور ۱۹ رمئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ کابل میں چند طالب علم گرفتار کر لئے گئے ہیں ان کے پاس بم تھے۔

— خان عبد الغفار خاں ۱۰ رمئی کو ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے مردان آرہے تھے کہ ہاتھی خیل کے علاقہ میں جہاں گذشتہ سال کانگرسی جلسے پر گولی چلائی گئی تھی۔ دردسیل تھانہ کے نزدیک آپ کو تقریر کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ جب آپ جلسہ گاہ پہنچے تو دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت نوٹس کی تعمیل بھی کرا دی گئی۔ جس کی رو سے آپ کو حکم دیا گیا کہ دو ماہ تک پانچ آدمیوں سے زیادہ کے مجمع میں تقریریں نہ کریں جلسہ میں اس حکم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی۔

نواب ٹیری کی طرف سے خان عبد الغفار کو ایک تار موصول ہوا جس میں انہیں ٹیری آنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ لیکن آپ ممانعت کے باوجود روانہ ہونے والے ہیں۔

— چٹاگانگ ۱۸ رمئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اعلان کیا ہے کہ خطرات کی وجہ سے احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں لیکن اب عوام کے عمدہ رویہ اور حکام سے اتحاد عمل کی وجہ سے کرفیو آرڈر کو نافذ کل سے بند کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ذرا سا خطرہ ہوا تو اسے پھر نافذ کر دیا جائے گا۔

— مدراس ۱۸ رمئی۔ آج مسلم کانفرنس زادی (؟) مدراس کا دوسرا اجلاس ختم ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعہ سے جداگانہ انتخاب اور جداگانہ نیابت کے متعلق آل انڈیا مسلم کانفرنس کی قراردادوں کی تائید کی گئی۔ اور اعلان کیا گیا کہ جداگانہ انتخاب و نیابت مسلمانوں کے مفاد اور حقوق کے تحفظ کے لئے لازمی اور بہا ضروری ہیں۔

— شملہ ۲۰ رمئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آج شام کو وزیر ہند کی طرف سے وائسرائے کو ایک تحریری تار موصول ہوا ہے جس میں اس تجویز کو منظور کر لیا گیا ہے کہ فیڈریشن کمیٹی کا آئندہ اجلاس لندن میں ۲۹ رجون کو منعقد ہو۔ اور گول میز کانفرنس کا پورا اجلاس پارلیمنٹ کی تعطیلات کے بعد ستمبر کے پہلے ہفتہ میں لندن میں منعقد ہو۔

— حیدرآباد ۱۸ رمئی۔ مارشل لا اٹھا لیا گیا ہے۔ سیڈ رنڈ بارسیلونا اور ریلیا ڈکے شاک ایکسچینج پھر کھل گئے ہیں۔ لیکن ان پر پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ ۱۸ رجون کو عام انتخاب عمل میں نہیں آئیگا۔

— لاہور ۱۹ رمئی۔ آج شام کو مغلپورہ کی نہر میں ایک نامعلوم شخص کا سر ملا۔ یہ سر کسی ایسے نوجوان کا ہے جس کی عمر ۲۰ سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی ہے۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ شام کے وقت چند یورپین لڑکے نہر میں تیراکی کر رہے تھے انہوں نے اس سر کو پانی میں بہتے ہوئے دیکھا اور مغلپورہ پولیس میں رپورٹ کر دی۔

— نینی تال ۱۰ رمئی۔ گاندھی جی مسز یتی گاندھی کی معیت میں یہاں دوشنبہ کی دوپہر کو پہنچے۔ گورنر یوپی نے کاشتکاروں کے مسئلہ پر تبادلہ خیالات کرنے کے لئے گاندھی جی کو مدعو کیا ہے۔ مسٹر ونکٹش نرائن تیواڑی اور مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن بھی مدعو کئے گئے ہیں دوشنبہ کی شام کو پرارتھنا کے بعد ان حضرات کی ایک پرائیویٹ کانفرنس کاشتکاروں کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئی کسی اور شخص کو اس کانفرنس میں شرکت کی اجازت نہ تھی۔

— لاہور ۲۰ رمئی۔ سول کا نامہ نگار شملہ رقمطراز ہے۔ لندن کے قابل اعتماد اطلاعات آ رہی ہیں کہ وہاں کی پبلک گول میز کانفرنس کے متعلق قیاس آرائیوں اور بحث و تمحیص سے تنگ آگئی ہے اور وہ حقیقی واقعات سے آگاہی چاہتی ہے۔ یہ مطالبہ غالباً فیڈریشن کمیٹی اور گول میز کانفرنس کی تاریخہائے انعقاد کے متعلق ہے۔ شملہ میں نامہ نگاران اخبارات منتشر ہو رہے ہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ اب فیصلہ کا مرکز لندن کی جانب منتقل ہو گیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶)

اظہار حقیقت

جس امر کو خاکسار بصیرت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اس کو علی الاعلان بیان کرنے سے رک نہیں سکتا۔ یہ بات قطعی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے معزز ارکان اسی صدق و یقین کامل سے اسلام و حضرت مجدد زمان کی راہوں پر گامزن ہیں جس طرح وہ پہلے تھے۔ اور اسی جوش، اخلاص، قوت اور طاقت سے ہمہ تن اس راہ میں وقف ہیں جیسے اس سے قبل رہے وہ دل نہایت ناپاک اور کمینہ ہے جو یہ خیال کر بیٹھا ہے کہ یہ نفوس طیبہ خدمت اسلام کی راہ میں اس طرح منہمک نہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ان میں مزاج کا اختلاف یقیناً موجود ہے اور کوئی ان میں سے ایک اخلاقی پہلو کو بدرجہ کمال لئے ہوئے ہے تو کوئی کسی دوسرے پہلو کو۔ یہ نہایت درجہ کی دہنی اور خبث باطنی کا ثبوت ہے کہ کوئی اس طبعی تفاوت کی بنا پر ان بے نظیر ہستیوں میں انشقاق و افتراق دیکھے یا پیدا کرنے کی کوشش کرے وہ ہی شریر ہوگا جو اپنی جماعت کی ترقی کا خواہاں نہ ہو۔ اور وہ وہی جاہل ہوگا جو اس طبعی اختلاف میں ترقی و کمال کو نہ سمجھ سکتا ہو۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۸ محرم الحرام ۱۳۵۰ سنہ ہجری مطابق ۲۷ مئی سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۲

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ لعافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— مولانا احمد صاحب چند دنوں بیمار رہے اب آپ کو افاقہ ہے۔

— رحمت خاں بدر ابھی تک بیمار چلے آتے ہیں۔ ان کے بھائی صاحب کہتے تھے کہ اب پھر بخار آتا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گئے ہیں۔

— ہمارے نوجوان دوست محمد حنیف ہاشمی جموں میں بیمار ہیں۔

— یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے عزیز نذیر حسین صاحب دھرم پور میں بیمار ہیں۔ احباب ان سب کی شفایابی کے لئے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور قوت عطا فرمائے۔

— ہمارے دوست سید عطاء اللہ صاحب حسین منزل سیالکوٹ سے حضرت امیر کی خدمت میں لکھتے ہیں کہ وہ ولایت سے واپس سیالکوٹ ۱۶ مئی کو پہنچ چکے ہیں اور چند دنوں تک لاہور آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ولایت سے روانہ ہونے سے پیشتر وہ میاں نصیر احمد صاحب خلف الرشید جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے ملے تھے ان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ بخیریت تھے۔

— جناب قاری حافظ نورالدین صاحب کا بچہ کشمیر میں بیمار ہے احباب اس کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

— مولانا عصمت اللہ صاحب لاہور سے جھنگ تشریف لے گئے تھے اب وہاں سے اپنے مرکز سیالکوٹ میں پہنچ گئے ہیں

عینک کس کی ہے

گزشتہ عید کے دن کسی صاحب کی رنگین عینک مسجد احمدیہ بلڈنگس میں ملی ہے جن صاحب کی گم ہوئی ہو دفتر پیغام صلح میں آکر لیجائیں

— احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نوجوانوں نے ایک "ورزشی کلب" قائم کی ہے شام کے وقت مسلم ہائی سکول میں گتکہ بازی اور دیگر جسمانی کرتبوں کی مشق کی جاتی ہے۔ گزشتہ جمعہ کے دن نوجوانوں نے اس کو کامیاب بنانے کے لئے مسجد میں ایک مجلس کی اور مفید تجاویز طے کیں۔

— ڈاکٹر کے اے خاں صاحب نے جو استفسار بھیجا ہے اس کا جواب وہ شیخ غلام حسین شاہ صاحب کے مضمون "اجرائے نبوت" میں تلاش کریں۔ اگر ضرورت رہے تو مکرر اطلاع دیں تاکہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے۔

— مسجد احمدیہ بلڈنگس میں مولانا صدرالدین صاحب کا درس قرآن بعد نماز مغرب نہایت بارونق ہوتا ہے۔ قرآن کریم کے حقائق اور معارف نہایت دلآویز پیرایہ میں بیان ہوتے ہیں مقامی دوستوں کو اس میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہیئے۔ اور دوسرے دوستوں کو بھی ساتھ لانا چاہیئے۔

قارئین کرام ۔ مکاتبت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں اور اپنا پتہ خوشخط لکھا کریں۔

مسیح موعود نمبر کے متعلق آخری اطلاع

مسیح موعود نمبر کی کتابت شروع ہو چکی ہے۔ جن احباب نے ابھی تک اپنے مضامین ارسال نہیں فرمائے وہ بہت جلد ارسال فرما کر شکر گزاری کا موقع دیں۔ دوستوں کو یہ پرچہ تبلیغی اغراض کے لئے بہت بڑی تعداد میں منگوا کر شائع کرنا چاہیئے یہ ایک بے نظیر تحفہ ہے جو آپ اپنے دوستوں کو بھیج سکتے ہیں قیمت فی نسخہ ۲ ر ہوگی۔ سینکڑوں کی تعداد میں منگانے والوں کو سینکڑے کے حساب سے رعایت دی جائے گی۔ منیجر اخبار پیغام صلح کو تعداد مطلوبہ سے بہت جلد اطلاع دیجئے۔ (منیجر)

رازِ ترقی

(۳)

(جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے قلم سے)

خودستائی کوئی مستحسن امر نہیں کیونکہ اس سے دل میں تکبر پیدا ہو کر قوت عمل مفقود ہونے کا اندیشہ ہے اور اسی اصول پر ہماری جماعت احمدیہ لاہور کا شروع سے یہ رویہ رہا ہے کہ اپنے کاموں اور اپنے بزرگوں کی تعریف میں لمبی کہانیاں نہ بیان کی جائیں۔ مگر گذشتہ دنوں میں جس قسم کے اشتہار مخالفت میں تقسیم کئے گئے وہ اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ایک مجموعی نظر جماعت احمدیہ کے ان اراکین کے اخلاق پر ڈالی جائے جن کے متعلق اس قدر گندگی اور گند کا اظہار کیا گیا۔

جذبہ خدمت اسلام

حضرت مسیح موعود ایک گوشہ نشین فقیر تھے لیکن ضرورت زمانہ کے مطابق خدا تعالیٰ سے حکم پا کر وہ میدان تقریر و تحریر میں نکلے۔ اسلام کے محاسن کو دکھلانے اور حضرت مصطفیٰؐ کا نور چمکانے میں آپ نے وہ جوہر دکھلائے کہ سلطان القلم کا لقب پایا۔ آپ کی پیروی کرتے ہوئے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اپنے دنیاوی کاروبار کو خیرباد کہہ کر میدان تبلیغ میں آ نکلے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ خود مسلمانوں کا ایمان اپنے دین پر کمزور ہو رہا تھا۔ ایک ایسی تہذیب کے دور میں جبکہ خود سرسید علیہ الرحمتہ جیسا خیر خواہ قوم لکھنے پر مجبور ہوا کہ اس بات کا بہت اندیشہ ہے کہ مسلمان موجودہ تہذیب و تمدن و سائنس کو دیکھ کر اسلام نہ چھوڑ دیں۔ اس اندھیرے زمانہ میں ابطال کے مرکز اور دجل کے عین وسط میں ایک شخص تبلیغ اسلام کا ایک مرکز قائم کرنے کی سوچتا ہے اور وہ تن تنہا اس کام کا بیڑا اٹھاتا ہے نہ اس کے پاس کسی سلطنت کا خزانہ نہ کسی طاقت کا بھروسہ ہے۔ ہاں مگر اس کے دل میں اصول اسلام کی کامیابی کا یقین کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے۔ وہ شہر کے وسط میں بغیر ساز و سامان کے جا کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ اس یقین و ایمان اور اس جرأت و دلیری پر خدا تعالیٰ اس کو بڑا اجر دیتا ہے کہ تھوڑے عرصہ میں نہ صرف مسلمان اصول اشاعت اسلام کی طرف چونک اٹھتے ہیں اور نہ صرف عیسائی دنیا پر ایک بجلی گر جاتی ہے بلکہ وہ مرد میدان اپنے مرشد و آقا کے مکاشفے پورے کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔ اور سفید پرندوں کو پکڑ کر ان کی روحوں کو چمکا دینے کا موجب ہوتا ہے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ ایک چھوٹا سا کام ہے۔ آئندہ تاریخ اس بات کو لکھے گی جیسا کہ پہلے تاریخوں میں پڑھتے ہو کہ مسلمانوں کے دل میں اسلام کی کامیابی کا وہ یقین ہے جو ہزار گنا طاقت کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ آج سے بیس پچیس برس پہلے کا زمانہ یاد کرو جب اس اعتراض کا جواب دنداں شکن دینا ممکن نہ تھا کہ اسلام کی روحانی طاقت کہاں ہے جو اس زمانہ میں دلوں کو اس دین میں کھینچ لائے۔ یا یہ کہ موجودہ ترقی یافتہ قوموں میں سے کون مذہب اسلام کو قبول کرنا پسند کرتا ہے۔ اور پھر آج یہ نظارہ بھی دیکھو کہ اسی روحانی طاقت کے زور سے سینکڑوں نوجوان دہریت دپرستاران زحل حضرت مصطفیٰؐ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ طرح کس نے ڈالی۔ اور اس کی طرف کس نے سبقت کی؟ یہ وہ سوال ہے جو ہر شخص کو انصاف کی نظر سے اپنے دل سے پوچھنا چاہئے اگر کسی دل میں شرم و حیا باقی ہو تو وہ اعتراض کرنے سے پہلے اس خدمت کا مقابلہ کر کے دکھلائے۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ بموجب وصیت مجدد کامل اکٹھے مل کر کام کرنے میں ہی ہم سب کی حقیقی عزت اور کامیابی ہے۔

شجاعت و سادگی

خلق کے دوسرے پہلو مردانگی اور سادگی ہیں۔ ان کے کمال کی جھلک حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی زندگی میں دکھلائی دے رہی ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کو خدمت اسلام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ قادیان میں جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ آپ نے ہائی سکول کو چلایا وہ سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ کس طرح قادیان کے طلباء اگر ایک طرف کھیلوں میں دوسروں پر ہمیشہ سبقت لے جاتے تھے۔ تو دوسری طرف ان کے اخلاق دیکھ کر دنیا حیران رہ جاتی تھی۔ ووکنگ مشن میں بھی جو کامیابی خدا نے آپ کو دی وہ قابل فخر ہے۔ پھر برلن میں آپ ایک عظیم الشان خوبصورت مسجد اور مشن کو قائم کرنے کا باعث ہوئے ہیں۔ آپ کو مسلمانوں کی قوم میں قوت و شوکت دیکھنے کی دلی تمنا ہے بعض اصحاب یہ کہتے ہیں کہ آپ کی طبیعت میں تیزی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ آپ کی طبیعت کا ہر کمزوری اور نقص کا مخالف ہونا ہے۔ آپ دجال کی تہذیب مخرب اخلاق و دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اور اس بارہ میں اور کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح زماں نے جو طریقہ اس زمانہ کی دجالیت کو مٹانے اور اسلام کی شان و شوکت کو قائم کرنے کا ہمارے سامنے رکھا ہے وہی موجودہ وقت میں کامیابی کا عظیم الشان گر ہے۔

تبحرِ علم و قوتِ عمل

یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ اس وقت علم دین متین کا زندہ نمونہ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور ہیں جس محنت شاقہ اور قابلیت خداداد سے اپنے دین اسلام کا نچوڑ اس زمانہ میں دنیا کو دیا ہے۔ اس کی قدر شناسی بھی معلوم ہوتی مشکل ہے۔ میں نے کئی جگہ یہ ذکر کرتے ہوئے سنا کہ اگر دس قابل اشخاص ہمہ تن قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ و تفسیر میں لگ جاتے تو شاید آپ کی موجودہ تفسیر بہت کچھ نہ بڑھا سکتے۔ جہاں یہ مسلمہ امر ہے کہ آپ کا مقابلہ علم میں کوئی نہیں کر سکتا وہاں یہ امر بھی ہر ایک محسوس کرتا ہے کہ قوت عمل میں مجموعی طور پر آپ فرد واحد ہیں اس کی ایک مثال پیش کرنی چاہتا ہوں عملی قوت کا اندازہ اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ جب کسی انسان کا ذاتی مفاد درپیش ہو جہاں آپ نے قادیان سے قطع تعلق کرنے میں اپنے کسی نفع و نقصان کی پروا نہیں کی۔ وہاں آپ نے باوجود متعدد بار اصرار احباب کے اپنی جماعت سے بیعت لینے سے انکار کیا۔ کیونکہ یہ اصول اسلام کے خلاف ہے حالانکہ اس سے آپ کی طاقت و عزت بڑھتی تھی۔ آپ ہی وہ ذات مبارک صفات ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے بعد ترقی کی راہوں پر جماعت کو گامزن کیا۔ یعنی ایک طرف اتحاد اسلامی کے ستون کو قائم کیا دوسری طرف پیر پرستی کی لعنتی زندگی سے نجات دلائی۔ یہ نہ مبالغہ کہا جائے گا کہ جماعت احمدیہ لاہور کو اس وقت آپ سے بہتر امیر میسر نہیں ہو سکتا اگرچہ یہ صحیح ہے کہ جماعت کی جس ترقی و وسعت کو آپ دیکھتے ہیں اس کا راز انتہائی ایثار کی جھلک دکھلانے میں ہی مضمر ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی عمر و صحت میں ترقی و برکت دے۔ تا علم دین سے آپ زمانہ کو مالا مال کر دیں۔

ایک سوال

جماعت کے ہر ممبر سے استدعا ہے کہ وہ خدا کے لئے اپنے دل سے ایمانداری کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوال پوچھے کہ جہاں ان بزرگان دین نے اپنی تمام طاقتیں اور قوتیں اسلام کے لئے وقف کر دیں اور رات دن وہ اسی شغل میں مصروف ہیں وہاں وہ کس قربانی سے خدمت اسلام میں مدد دے رہے ہیں۔

میرے بزرگو! میرے دوستو اور عزیزو!! یہ وقت تو سوچنے اور ٹھہرنے کا نہیں۔ نہ کسی پر نکتہ چینی کرنے کا ہے۔ نہ ہی بدحواس اور شکستہ دل ہونے کا ہے۔ حضرت مسیح زماں کے اصول تو دنیا مان چکی آپ کی دکھلائی ہوئی راہ بجز ناکامیابی لا چکی۔ ہماری حقیقی عزت و قدر زیادہ میں گھر کر چکی ہے۔ ہیں کیا سوچ دہا پردامنگیر ہے۔ اور قوت عمل میں کیوں سستی و غفلت۔ حضرت مسیح موعود کا جسم اگر اس وقت موجود نہیں تو آپ کی روح یقیناً ہمیں دیکھ رہی ہے۔ کیا ہم میں کچھ غیرت و شرم باقی ہے۔ کہ ہم ادنیٰ ادنیٰ عذروں کو چھوڑ کر کامل استقامت سے دین کے گرد جمع ہو جائیں! اسی بات میں ہماری ترقی مضمر ہے۔ کہ ہم سب مل کر اپنی اپنی ہمت و استعداد کے مطابق اس مبارک کام میں کود پڑیں۔ ایک ایک اینٹ اٹھانے سے عمارت بن جاتی ہے اور ایک ایک فرد کی بزدلی سے کام رہ جاتا ہے۔

جذباتِ صادق

مصطفیٰ کے نام پر گر تو فدا ہو جائے گا
اس فدائیت سے حاصل اصطفا ہو جائے گا

بے محمد مصطفیٰ حق تک رسائی ہے محال
منحرف اس سے جو ہو شمہ سے گدا ہو جائیگا

لاکھ پردوں میں چھپاؤ پر دہ چھپنے کا نہیں
ظلمتوں کو پھاڑ کر حق رونما ہو جائیگا

گالیاں دیتے رہو سننے کو ہم تیار ہیں
ایک دن اس کا بھی ظالم خاتمہ ہو جائیگا

معنی اسلام ہیں سلم و سداد و آشتی
اس کے مٹ جانے سے اک عالم فنا ہو جائیگا

راہ تقویٰ میں مصائب گر پڑیں ہمت نہ ہار
متقی کے واسطے ناصر خدا ہو جائیگا

مسلم خوابیدہ اٹھ دست دعا کر تو بلند
خود خدا تیرے لئے حاجت روا ہو جائیگا

(حبیب الرحمٰن خاں۔ صادق۔ مسلم مشنری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح لاهور

جلد ۱۹ | لاہور مورخہ ۸ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۳

پادری پال کی ایک اور شرمناک دھوکا دہی

پادری پال نے پیغام صلح کی چوٹوں سے تنگ آکر اب ایک اور چال چلی ہے کہ ہمارے مضمون کا ایک حصہ نقل کرکے اس میں بھی تلبیس سے کام لیا ہے۔ پادری صاحب کے جواب میں ہمارے مضامین کا سلسلہ غالباً ۱۹۲۸ء سے شروع ہے اس مدت دراز میں ان کو کبھی جواب لکھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اب کچھ بھونڈی اور رکیک گالیوں میں مشق کرکے آپ نے ٹھیٹھالی اردو میں کچھ لکھا ہے۔ پہلے حصہ کا جواب تو نوٹ کی شکل میں اسی اشاعت کے اندر موجود ہے۔ اس کے علاوہ جو آپ نے مسیحی خلق کا نمونہ پیش کیا ہے اس بادۂ دوشینہ کا نمونہ درج ذیل ہے:۔

(۱) پیغام صلح کو آپ نے پیغام جنگ لکھا ہے یہ انجیل متی کے باب 5 آیت 2 2 پر عمل ہے۔

(۲) دوسری سطر میں ہی آپ نے لفظ "سیاہی" میں گنگا جمنی پیوند لگایا ہے۔ معنی در بطن پال۔

(۳) اس کے بعد حضرت مسیح موعود کو معاذ اللہ من ہٰذہ الخرافات ڈھولک بجانے والا اور ہمیں ناچنے والا لکھا ہے۔

(۴) پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ قادیانی کیا جس کی زبان پر گالی دل پر سیاہی اور چہرہ پر تقشف کی نشانی نہ ہو۔

(۵) نتھنے پھلا پھلا کے گلا پھاڑ پھاڑ کے ہماری تفسیر القرآن کی اس مبحث پر جس کا ذکر ہم اشاعت گزشتہ میں کر چکے ہیں بید ریغ سیاہی صرف فرما رہے ہیں۔

جس شخص کی فصاحت کلام کا یہ حال ہو کہ وہ بیدریغ سیاہی صرف فرمانے کا نتھنے پھلانا اور گلا پھاڑنا حال قرار دے اس کی سمجھ اور عقل پر سارا ہی اردو دنیا بھی نوحہ خوانی کرے تو کم ہے کل کو یہ کلام بطور سند کے پیش ہوگا کہ جو شخص قرآن کریم کی بے نظیر فصاحت و بلاغت پر حرف گیری کرتا تھا وہ اصول فصاحت و بلاغت سے ایسا ہی بیگانہ تھا جیسے کسی نے آریہ سماج کی مذہبی کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا "صاحبان! میں بھی آپ کی فاسہ فرسائی کرنے لگا ہوں"

استاد غالب کو اپنے ستم ظریف ہمعصر پر اس لئے رنج نہ تھا کہ اس نے اس کو گالی دی۔ بلکہ اس لئے کہ اس کو گالی دینی نہیں آئی۔ اسی طرح ہمیں جناب پال پر اس لئے افسوس نہیں کہ انہوں نے ہمیں اور حضرت مسیح موعود کو جی بھر کر گالیاں دیں بلکہ اس لئے کہ [illegible] ایسا نالائق تھا کہ اس کو دو سطریں اردو کی بھی لکھنی نہ آتی تھیں۔

(۶) پہلے کالم کا اختتام اس مقطع پر ہوتا ہے کہ "اگر ہم چاہتے تو اس زشت رو اور بدخو ایڈیٹر کو وہ سناتے (جو آپ بقول خود غسلخانہ میں بیٹھے تصنیف کیا کرتے ہیں) جو کم از کم ان کی سوپشتوں تک بطور یادگار قائم رہتی"

ایک یادگار تو انیس سو سال سے چلی آتی ہے کہ وہ ناصرہ کا نجار اپنے مخالفوں کو ایسی مکروہ اور مغلظ گالیاں دیتا تھا کہ مہذب دنیا اس کی تہذیب پر انگشت بدنداں ہے۔ معجزہ طلب کرنے والوں کو اور حق کے متلاشیوں کی نسبت یہ کہنا کہ اس زمانہ کے حرامکار۔ بد۔ افعی کے بچے۔ شیطان کے فرزند معجزہ طلب کرتے ہیں۔ پھر اپنے ہی شاگرد [illegible] کو جھنجلا کر کہا "شیطان مجھ سے دور ہو" ماں کو کتے جیسے حقارت آمیز خطاب سے یاد کیا۔ معلوم نہیں پادری پال اس سے بڑھ کر اور کیا نمونہ اپنے یسوعی خلق کا دکھا سکتے ہیں۔ یہ ہم نے پادری پال کی صرف ایک کالم کی تہذیب و شرافت کا نمونہ پیش کیا ہے۔ ایسے ایسے پانچ کالم آپ نے اپنی غلاظت زبان سے مرتب فرمائے ہیں اور ان کا عنوان آپ نے **ملعات** پسند فرمایا ہے۔ لیکن یہ تمہید اور دیباچہ تھا۔ اپنی اس عقلی محرومی اور علمی بے بسی پر پردہ ڈالنے کے لئے جس کو آپ نے آگے چل کر ظاہر کر دیا ہے۔

اپنے مضمون کے شروع میں ہم نے صاف الفاظ میں لکھا تھا کہ **نقل میں بھی عقل کی ضرورت ہے**۔ ایک شخص ایک حوالہ نقل کرتا ہے لیکن اس زمانہ کی بحث کو اپنے سامنے نہیں لاتا بلکہ اس وقت کی فضا سے لوگوں کو تاریکی میں رکھ کر ایک فقرہ نقل کر دیتا ہے اور اس سے نہ صرف لوگوں کو دھوکا دیتا ہے بلکہ اس دجل سے خود بھی گمراہ ہوتا ہے۔ ملل والنحل شہرستانی میں معتزلہ کے جن فرقوں کا ذکر ہوا ہے وہ اس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں کہ جب قدم کلام اور حدوث کلام الٰہی کی بحث مسلمانوں میں عام تھی۔ بعض لوگ قرآن کو مخلوق سمجھتے تھے اور بعض لوگ حادث۔ اس بحث نے یہ سوال بھی پیدا کر دیا تھا کہ آیا قرآن کریم صرف فصاحت بلاغت کے لحاظ سے بے نظیر ہے یا علوم غیبیہ اور اعلیٰ تعلیمات کے لحاظ سے بھی۔ پھر اہل عرب جو قرآن کی مثل لانے سے قاصر رہے آیا وہ صرفہ کی وجہ سے تھا یا باوجود قدرت کے وہ عاجز رہے۔ [illegible] ذہن نشین کرانے کے لئے ہم نے اسی ملل والنحل سے دوسرا حوالہ پیش کرکے بتایا تھا کہ اصل بحث کیا تھی اور ابو موسےٰ مزدار کا ان الفاظ سے کیا مطلب تھا۔ کہ "لوگ قرآن کی مثل لانے پر قادر ہیں" یعنی صرفہ تھا خدا نے ان کی قدرت کلام سلب نہ کرلی تھی بلکہ باوجود قدرت کے وہ قرآن کی مثل نہ لا سکے۔ ان دونوں حوالوں کی تطبیق اسی مضمون میں ہم نے دکھا دی تھی اور اس پر یہ لکھا تھا کہ اگر ملل والنحل شہرستانی کو پادری پال نے دیکھا ہوتا تو اس طرح لوگوں کو دھوکا نہ دیتے اور نہ خود دھوکا کھاتے۔ اگر انہوں نے علامہ شہرستانی کا حوالہ خود تلاش کیا ہے تو یقیناً ان کو اس زمانہ کی بحث کا بھی علم ہوگا۔ ورنہ جان بوجھ کر انہوں نے دجل تلبیس اور کتر بیونت سے کام لیا ہے کہ اس زمانہ کی بحث کا ذکر نہ کرکے صرف کسی شخص کے قول کا ایک ٹکڑا پیش کر دیا ہے۔ پادری پال نے اگر ناظرین نورافشاں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کے لئے یہ دوسرا فریب اور دجل نہیں کیا تو وہ بتائے کہ ہم نے کہاں لکھا ہے کہ مزدار کا حوالہ ملل والنحل میں نہیں ہے یا وہ حوالہ جو ہم نے دیا ہے وہ مزدار کا ہے۔ ہمارے الفاظ یہ ہیں:۔

"ملل والنحل میں جہاں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کیا ہے وہاں معتزلہ کے بیان میں یہ بھی لکھا ہے قولہ فی اعجاز القرآن الخ اب خواہ مزداریہ ہو یا نظامیہ یہ سب معتزلہ ہیں"

رہا آپ کا یہ کہنا کہ شہرستانی نے یہ لکھا ہے کہ مزدار اپنے اصحاب سے مسائل ذیل میں منفرد تھا۔ اس کی انفرادیت ان سخت الفاظ کے لحاظ سے بھی جو وہ دوسروں کے متعلق استعمال کرتا تھا یا اپنے ہمعصروں سے کچھ زیادہ مبالغہ کر دیتا تھا۔

پادری پال میں اگر شرم و حیا ہے تو وہ اس دھوکہ دہی کا کوئی ثبوت پیش کرے کہ ہم نے مزداریہ کا قول ملل والنحل میں نہ ہونے کا کہاں ذکر کیا ہے۔ ہم اسی حوالہ کا توضیح مطلب ایک دوسرے حوالہ کی مدد سے بیان کر رہے ہیں۔ پادری صاحب براہ کرم ہمارے مضمون کا جواب دیجئے۔ جناب یسوع کی طرح گالیاں نہ دیجئے۔ اور نہ پبلک کو مغالطہ دیجئے۔ مزدار کے اس حوالہ پر بحث انشاء اللہ تعالیٰ ہم ۲ جون کے پرچہ میں کریں گے۔ اس لئے کہ ۳ جون کا پرچہ خاص نمبر ہے۔

عید اضحیٰ کا مبارک دن

کسی سناتن دھرمی اخبار میں عید اضحیٰ کو مبارک دن لکھ دیا گیا۔ مہاشہ پرکاش پڑھ کر الف ہو گئے۔ اور اس کو کوسنے لگ گئے۔ مہاشہ پرکاش کے خیال میں اگر عید اضحیٰ اس لئے مبارک دن نہیں کہ اس میں جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے تو اس زمانہ کا کیا نام رکھو گے جس میں لکھوکھا جانوروں کو زندہ آگ میں جلا دیا جاتا تھا اور ان کتابوں کو کیا کہو گے جن میں یہ تعلیم مذکور ہے۔ جس کی بنا پر یہ یگیہ کئے جاتے تھے۔ اس لیڈر (ڈاکٹر مونجے) کی نسبت بھی کچھ ارشاد ہو جو جگہ جگہ گوشت خوری کا وعظ ہندوؤں کو کرتا پھرتا ہے۔ سوالات کی اہمیت کو جانچکر جواب ارشاد ہو۔ ایسا نہ ہو پھر ویدوں، برہمن گرنتھوں۔ سمرتیوں۔ شاستروں اور ویدک دھرم کے اتہاس سے وہ کچھ لکھنا پڑے جس کو سننے کے لئے شاید ایڈیٹر پرکاش تیار نہ ہوں۔

پادری پال کی قابلیت کا مٹکا!

پادری پال صاحب قریباً ڈیڑھ ماہ کے بعد اپنی قابلیت کا ٹھکا یوں پھوڑتے ہیں کہ اعجاز القرآن کا مضمون بجواب تفسیر ایس ایم پال اس لئے غلط ہے کہ مرزا صاحب نے بھی بعض آیات کا ترجمہ خلاف مفسرین کیا ہے۔ دیکھو نکات مرزا میں ایسا ایسا لکھا ہے۔ ٹھیک اسی کو کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" کہاں اعجاز القرآن کی بحث اور کہاں مرزا صاحب پر خوردہ گیری۔ اور وہ بھی ایک تقویم پارینہ کی نقل!

پادری صاحب کے متعلق ہمیں ہمیشہ یہ حسرت رہی کہ وہ اپنی ذاتی قابلیت کا کچھ نمونہ پیش کریں۔ مگر اس علم سے کورے اور ذہنِ گداز پادری نے جب بھی کچھ لکھا مانگے تانگے حوالجات اور کسی کی جھوٹی نے کو ہی استعمال میں لا کر لکھا۔ نکات مرزا میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہمیں پہلے ہی معلوم ہے آپ نے اسے نقل کر کے بس خوردہ کھانے کے سوا کیا کیا۔ ہمارے مضامین کا سلسلہ مارچ سے شروع ہے۔ اور اس کا ایک طویل حصہ گزشتہ سال بھی لکھا تھا۔ جس کا آپ نے آج تک کوئی جواب نہیں دیا۔ "اخوت" کے ساتھ ہمارا تبادلہ نہیں ایک عرصہ کے بعد ہمیں ایک دوست نے اس کے جواب کی طرف توجہ دلائی تو جواب لکھ دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیئے کہ پادری صاحب کی طرح ہمارا دعوے مفسر ہونے کا ہے نہ محدث ہونے کا اور نہ عربی اور سنسکرت دانی کا ہم تو ہمیشہ اپنے آپ کو ودیارتھی (متعلم) لکھتے ہیں۔ بس آپ نے جو کچھ لکھا آپ کی بے کبھی کبھی منہ کی ہمیشہ وہ کھاتے ہیں جو جہالت کے باوجود ہمہ دانی کا دعوے کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ کے حریف پادری عبدالحق صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ میں عیسائیوں کی چوٹی ہوں۔ ایک مولوی صاحب نے کیا برجستہ جواب دیا کہ میں مسلمانوں کی جوتی ہوں۔ اب عیسائیوں کی چوٹی اور مسلمانوں کی جوتی کا مقابلہ دیکھئے۔

پادری پال اور جناب صاحبزادہ محمود احمد صاحب

موجودہ زمانہ میں ترقی نام ہے آگے بڑھنے کا خواہ کوئی خود آگے بڑھے یا اس کو کوئی آگے دھکیل دے۔ پادری پال جو اتنی قابلیت بھی نہیں رکھتے کہ چار سطریں عربی کی صحیح پڑھ سکیں۔ ان کو ہندوستانی چھکڑے کی طرح چند عیسائی فاکر دوں نے دھکیلنا شروع کیا چنانچہ اس دھکا پیل کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کو اس میدان میں لا کر ڈال دیا گیا ہے جہاں مسیح بھیڑیں سکتہ براندام ہو کر گرجا یا کرتی ہیں مولانا ثناء اللہ جو احمدیت کی دشمنی میں موتیا بند کے مریض ہیں[1] عیسائیوں کے ساتھ ساتھ بلکہ پیش پیش ہیں۔ بقول ع

در ہا تھ آگے جاتے ہیں باد صبا ہم

اور احمدیوں کے خلاف عیسائیوں کے حلیف بن بیٹھے ہیں۔ چنانچہ پادری برکت اللہ نے مولانا ثناء اللہ کی شہ پا کر احمدیوں کو وفات مسیح پر مناظرہ کی دعوت دی ہے ورنہ یہ مسیحی بھیڑیں تو اپنے گرجوں اور آلۃ اصوات (اخبارات) ہی میں ممیانا جانتی ہیں۔ احمدیوں سے مقابلہ کے وقت تو ان کو خود ان کے ہاتھ پاؤں بھی جواب دیدیا کرتے ہیں۔ البتہ مولوی اگر پیٹھ ٹھونکیں تو شاید مسلمان اپنی جہالت کا مظاہرہ وہاں دکھا سکیں۔ پادری برکت اللہ کا جناب میاں محمود احمد صاحب کو بطریق مناظرہ طلب کرنا مناظرہ سے گریز کی طرح ہے۔ پادری پال میں اگر جان اور جان میں سکت تھی تو کھلا چیلنج دینا چاہیئے تھا

[1] ان کا اپنا کہنا یہ ہے کہ مرزا صاحب اگر دن کو دن کہیں تو مجھے شب تار کا گمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ [illegible] بینائی سے دشمن کو بھی محفوظ رکھے۔

وید کا ایک منتر

موجودہ اتھروید کا دوسرا ہی منتر نقل کر کے مدیر "آریہ گزٹ" نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:-

"اے کلام وید کے پنڈت (ایشور) مجھے بار بار اپدیش کیجئے سے اسے خداوند ہمیں نیک بنایئے، خوش کیجئے۔ آپ کے یہ ایسے سامان مجھ کو حاصل ہوں اور میں آپ کی تعلیم کو حاصل کروں"

ایک مرتبہ کسی مسلمان اخبار میں سوامی دیانندجی کو پنڈت دیانندجی لکھ دیا گیا تھا اس پر آریہ دوستوں نے ایک شور برپا کر دیا تھا لیکن اس منتر میں آریہ مفسر نے پنڈت نام پرمیشور کا قرار دیا ہے ہمارا چپڑاسی عبدالکریم اس پر بہت ہنسا اور کہا کہ اگر پنڈت سوامی کے مقابل پر معمولی لفظ ہے تو اسے پرمیشور کی صفت وید نے کیوں قرار دیا۔ جب دیانندجی کو پنڈت نہیں کہا جا سکتا تو ایشور کو کیسے کہا جا سکتا ہے۔ امید ہے کہ آریہ گزٹ اپنی لیکھنی اس پر ضرور چلائے گا۔ دوسرا سوال وہ یہ بھی کرتا ہے کہ پرماتما سے یہ فضول دعا کرنے کا فائدہ کیا جب اس نے ٹھیک تمہارے گزشتہ اعمال کے مطابق ہی بدلہ دینا ہے۔

آریوں کا حملہ ویدک دھرم پر

آریوں نے اب اس امر پر کمر باندھی ہے کہ وہ اصلی ویدک دھرم کو دنیا سے مٹا کر رہیں گے چنانچہ ان کی کوششوں سے تعلیم یافتہ طبقہ میں تو بہت کم کہیں پرانے ویدک دھرم کا کوئی دلدادہ نظر آتا ہے سوامی دیانند اور آپ کے بعد کے مہاشوں کی کوششوں سے وہ تو رخصت ہوا ہی چاہتا ہے۔ اب نہ کہیں سال سال بھر گیہ ہیں اور نہ لاکھوں جانوران میں کٹتے اور سوختنی ہوتے ہیں۔ نہ کسی کو ادنے ہندو سے چھو کر لباس سمیت غسل کرنا پڑتا ہے نہ وید برہمنوں تک محدود رہے ہیں۔ اور نہ اب بنارسی پنڈت کھانا کھانے سے پہلے کسی ملیچھ کا منہ دیکھنے میں باک کرتے ہیں۔ نہ بیاہ شادیوں میں وہ ورن ووستھا کے امتیازات ہیں نہ مردوں کی فاتحہ و درود (شرادھ) کا وہ گرما گرم چرچا ہے۔ غرض پرانے ویدک دھرم کا بہت کچھ حصہ اٹھ چکا ہے اور باقی جو ہے وہ تیار بیٹھا ہے۔ سوامی جی نے کوشش کر کے ویدک دھرم کا ایک نیا ڈھونگ رچا تھا۔ ہم ابھی چھوٹے چھوٹے تھے کہ امرتسر میں چاروں طرف اس کا چرچا سنتے تھے۔ یاد ش بخیر ماسٹر آتمارام امرتسری اور مولوی ثناء اللہ کے مناظرے۔ سوامی درشنانند اور حکیم غلام رسول کے چٹکلے۔ مولانا احمد دین اور منشی رام کے مباحثے۔ حکیم ابوتراب عبدالحق کے مسئلہ نیوگ پر تبصرے۔ آہ کیا زمانہ تھا کہ ہر اردو خواں مولوی مسئلہ نیوگ پر چٹخارہ دار بحث کر کے آریوں کا قافیہ تنگ کر دیتا تھا جس کا نتیجہ آہستہ آہستہ یہ نکلا کہ آریوں نے رفتہ رفتہ نیوگ کے روگ سے نجات پائی۔ اب جدھر دیکھو آریہ اخبارات میں نیوگ کے بجائے ودھوا وواہ کا چرچا ہے۔ اور ایڈیٹر آریہ گزٹ نہایت ڈھٹائی سے ستیارتھ پرکاش کے چوتھے باب پر سیاہی پھیر کر مہاراجہ کشمیر کو صلاح دیتے ہیں کہ "بیوہ کے نکاح کو قانوناً جائز بنایا جائے" یہ کیوں نہیں لکھ دیتے کہ ستیارتھ پرکاش کا چوتھا سملاس اس میں سے نکال کر پھینک دیا جائے۔ تاکہ کتاب شدھ ہو جائے۔ اور سوامی جی کے یہ الفاظ کسی کے دل میں آئندہ کھٹک پیدا نہ کریں کہ برہمن کھشتری اور ویش ذاتوں میں بیوہ عورت اور رنڈوے مرد جن کی خواہ ایک مرتبہ بھی خلوت ہو چکی ہو، دوبارہ شادی نہ ہونی چاہیئے اور اس کے بعد سوامی جی نے اس کے متعدد نقصانات بیان کئے ہیں۔ سنئے ویدک پنتھیو اس کو کچھ دنوں تو قائم رکھئے کہ ہمیں آئندہ چل کر آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ پرانا ویدک دھرم تو ہزاروں سال زندہ رہا۔ نیا تو سو سال ہی میں مردہ ہو گیا۔

پیغام صلح کا ایک زخمی شکار

آریہ سماجیوں کو کبھی ہمارے اعتراضات کے جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن ان کی تحریرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے کچوکوں سے ان کے دل نیم بسمل ہو رہے ہیں۔ اس لئے کبھی وہ ہمارے خلاف مولویوں کو اکساتے ہیں، کبھی عیسائیوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ کبھی سکھوں کو ورغلاتے ہیں۔ یہ منافقانہ چالیں ان کے زخمی دل کا علاج نہیں بلکہ ان کی یہ حرکات مذبوحی ان کی بیچارگی اور کمینہ ارادوں پر دال ہیں کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے یہ ایک فقرہ لکھا تھا کہ "جاوا کے ایک گاؤں میں رومن کیتھولک مشنریوں نے ایک مولوی اور اس کے شاگردوں پر ڈاکہ مارا" اس پر "پرکاش" کے اپنے سات روایتی اندھوں میں سے جو ہاتھی کا ڈیل ڈول بھانپنے گئے تھے۔ ایک اندھا کہتا ہے کہ "تبلیغ کے لئے ڈاکہ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے "پیغام صلح" کے ہوش کہیں چرنے گئے تھے" مہاشہ جی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ تبلیغ اور پرچار بلاشبہ ڈاکہ نہیں لیکن روپیہ پیسے اور دجل سے کام لے کر تبلیغ اور پرچار کرنا ڈاکہ سے بھی بدتر مکروہ فعل ہے خواہ وہ ملکانوں میں آریوں نے کیا ہو، یا دنیا میں مشنریوں نے۔ مشنری اور آریہ دونوں اپنے مذہب کی کوئی خوبی بتا کر تبلیغ نہیں کرتے۔ بلکہ دوسرے مذہب پر پرفریب حیلے کے ساتھ روپیہ کی تھیلی پیش کرتے ہیں۔ اور یہ سب ہماری آنکھوں دیکھی باتیں ہیں کاغذ اور اسٹامپ لکھے ہوئے موجود ہیں کہ جو معاہدے کے طور پر ملکانوں اور آریوں میں ہوئے مہاشہ پرکاش سینہ پر ہاتھ رکھ کر اس کی تردید کریں۔ اور ثبوت لیں۔ اور جس بہانہ سے یہ روپیہ ان میں تقسیم ہوتا تھا وہ بھی ہمیں معلوم ہے۔

ہندو بھی جداگانہ انتخاب چاہتے ہیں

کلکتہ کا مشہور اخبار "امرت بازار پتریکا" اپنی ایک اشاعت کے مقالۂ افتتاحیہ میں لکھتا ہے کہ "بنگال کی بلدیات اور مجالس اضلاع میں حلقہ ہائے انتخاب مخلوط ہیں۔ اور حق رائے دہی بہت محدود ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان انتخابات میں مقابلہ کیونکر ہوتا ہے۔ کیا ہندو مسلمانوں اور مسلمان ہندوؤں کو ووٹ دیتے ہیں؟ ہرگز نہیں رائے دہی ہمیشہ فرقہ وار اصول پر کی جاتی ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ مخلوط انتخاب بھی فرقہ پرستی کے مرض کا صحیح علاج ثابت نہ ہوا۔ موجودہ انتخاب کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جہاں کہیں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں وہ بلدیات و مجالس میں اکثریت حاصل کر گئے ہیں۔ اور ہندوؤں کو ان کے مطالبہ کی نسبت بہت کم نشستیں ملی ہیں۔ ہندو مخلوط انتخاب کے بہت بڑے حامی بنے پھرتے تھے لیکن بنگال کی مجالس مقامی کے انتخاب نے آنکھیں کھول دی ہیں اور وہ خود روز بروز جداگانہ انتخاب کے حامی بن رہے ہیں۔

سپین کا مختصر سفر نامہ

(بسلسلہ گزشتہ)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن)

قرطبہ اور جامع قرطبہ

(یہ وہی قرطبہ ہے جو اسپین کا عرصہ تک اسلامی دارالسلطنت رہ چکا ہے۔ اس زمانہ میں اس کی فصیل پتھر کی تھی اور یہ بہت بڑا شہر تھا۔ اس میں سولہ سو مسجدیں اور نو سو حمام تھے۔ اور پچاس شفاخانے اور اسی مدرسے تھے۔ ناصر اموی نے اس کے غرب میں ایک شہر بالائے کوہ آباد کیا تھا جس کا نام "مدینۃ الزہرا" تھا اور جس کا ذکر سید یحیٰی قرطبی نے اپنے مرثیہ میں کیا ہے۔)

شام کو قرطبہ پہنچے اگلے دن سب سے پہلے قرطبہ کی جامع مسجد کو دیکھا۔ اللہ الصمد۔ صدیاں گزر گئیں۔ دشمنوں کے حملوں اور لیٹروں کی لوٹ مار سب سہے۔ مگر واہ ری عمارت! باہر سے تو کھنڈر معلوم ہوتی ہے مگر اندر جاکر حیرت سے انسان تکتا کا تکتا رہ جاتا ہے۔ مسجدیں بہت دیکھیں مگر اس شان کی مسجد نہ دیکھنے میں آئی نہ آئے گی۔ داخل ہوتے ہی وضو کا صحن آتا ہے۔ بہت بڑا اور وسیع۔ اس میں سنگتروں کے درخت لگے ہوئے اور کیاریاں وغیرہ بنی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد مسجد کے آٹھ سر بفلک عالیشان دروازے ہیں۔ جو افسوس ہے کہ سب کے سب نہایت بے ڈھنگے پن سے عیسائیوں نے بند کر دیئے ہیں۔ ایک چھوٹے سے دروازے سے مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ مگر اندر جاکر آنکھیں خیرہ ہو گئیں مسجد کیا ہے ایک وسیع ہال ہے جس کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ کرنا مشکل ہے اور تمام خوبصورت ستونوں کے ایک جنگل میں بسی ہوئی ہے۔ ہزارہا ستون ہیں مگر مسجد کے جس حصہ سے دیکھو اس سرے سے لیکر اس سرے تک ایک سیدھی قطار نظر آتی ہے۔ مسجد بہت عظیم الشان ہے اور کسی زمانہ میں ہیرے جواہرات سے مزین تھی۔ اب صرف اللہ کا نام باقی ہے۔ خستہ ہے اور دن بدن جا رہی ہے۔ اس عظیم الشان مسجد کی عظمت کا اس سے اندازہ لگاؤ کہ اس کے عین بیچ میں سینکڑوں ستونوں کو توڑ کر ایک بڑا سا گرجا کھڑا کر دیا گیا ہے اور دوسری جگہ دو سو ستونوں کو توڑ کر ایک اور چھوٹا سا گرجا کھڑا کیا گیا ہے۔ اور جگہ جگہ ستونوں کو توڑ کر چھوٹے چھوٹے بت خانے بنا رکھے ہیں۔ جا بجا تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر صلیبیں اور حضرت مسیح کے بت کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ مسیحی رنگ چھا جائے مسجد کی دیوار کے تین طرف مزید بت خانے کھڑے کئے ہیں۔ یاد رہے کہ اسپین رومن کیتھولک مذہب رکھتا ہے اس لئے بتوں کا یہاں اس قدر زور ہے کہ آپ گمان میں بھی نہیں لا سکتے۔ آپ کو زبانی سب حال انشاء اللہ سناؤنگا امام کے کھڑے ہونے کی محراب بھی موجود ہے۔ مگر خستہ اور اداس گیا ہوا ہے قرآنی آیات اس پر کندہ ہیں۔ ھو الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشہادۃ۔ ھو الرحمن الرحیم ○ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو ○ الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر ○ سبحان اللہ عما یشرکون۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ ○ یسبح لہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم ○ اور قل ھو اللہ احد اللہ الصمد۔ لم یلد۔ ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد لکھی ہوئی ہیں۔ خلیفہ کے بیٹھنے کا جبکہ وہ امام خود نہ ہوتا تھا بڑا خوب صورت حجرہ تھا وہ اب گرجے کے اندر ایسا چھپا دیا گیا ہے کہ دیکھنا ممکن نہیں اسی گرجے کے اندر جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اور جو مسجد کے عین بیچ میں بنا دیا گیا ہے اب اس میں گھنٹے ٹناٹن ہوتی ہوئی مسجد کو گرجا بنا لینا خواہ کتنا ہی قابل افسوس ہو لیکن جو بات سب سے بڑھ کر ہر ایک معمولی سے آدمی کے دل کو بھی دکھ دیتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی اس بے نظیر اور لاجواب مسجد کی خوبصورتی کا نہایت بیدردی سے خون کر دیا گیا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ میں نے آج تک ایسی خوبصورت مسجد نہیں دیکھی۔ مگر تمام خوبصورتی تباہ و برباد کر دی گئی ہے۔ اب بھی ان ستونوں کے جنگل کو دیکھ دیکھ کر دل نہیں بھرتا۔ ایک مسلمان کا دل تو وہاں پر دکھے بغیر رہ نہیں سکتا۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ نماز کا وقت نہ تھا۔ دن کے دس بجے تھے۔ لیکن ہم نے دل کی حسرت نکالنے کے لئے اجازت لے کر وہاں اذان آہستہ آہستہ دی اور باجماعت دو رکعت نماز پڑھی عین امام کی محراب کے اندر۔ میں نے نماز پڑھائی اور جہاں تک بن سکا خوش الحانی سے وہی دو رکوع جو اس محراب کے اندر لکھے ہوئے تھے یعنی ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الخ اور قل ھو اللہ احد۔ نمازیں پڑھے۔

ایسے تو مسجدیں سینکڑوں نہیں اور ٹوٹیں۔ جلا دی گئیں۔ بے عزت کی گئیں۔ گرجا بنا دی گئیں۔ مگر اس مسجد کو جس نے برباد کیا اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔ آپ اس کی خوبصورتی کا اندازہ نہیں لگا سکتے میں نے اس کی ایک بڑی تصویر خریدی ہے اس سے آپ کو شاید کچھ اندازہ ہو سکے۔

مسجد کے ساتھ بہت اونچا منارہ ہے وہاں اب گرجا کے گھنٹے ٹناٹن کرتے ہیں۔

خلیفہ کا محل

پاس ہی شاہی محل تھا خلیفہ کے رہنے کا۔ اسے جیلخانہ بنا رکھا ہے۔ اندر جانے کی اجازت نہیں۔ ساتھ ہی محل کا باغ ہے اس پر ایک انگریز کا قبضہ ہے وہ دیکھا۔ وہی پھل، پھول اور چشمے، جو مسلمانوں کی خصوصیت ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ایک تختۂ باغ سے دوسرے تختۂ باغ کو جانے کے لئے جو سیڑھیاں پتھر کی تھیں ان کے دونوں طرف چشمے شرشر بہتے اترتے ہیں۔ باغ نہایت خستہ حالت میں ہے۔ وہاں بیگمات کے غسلخانے بھی ٹوٹے پھوٹے دیکھنے میں آئے۔

مدینۃ الزہرا

تیسرے پہر کو موٹر لے کر مدینۃ الزہرا گئے۔ قرطبہ سے تین میل ہے اللہ اللہ محل بنانے کے لئے کیا خوبصورت جگہ چنی ہے۔ پہاڑ اور نہایت خوبصورت درختوں سے لدا پھندا پہاڑ۔ ہرے بھرے ٹیلے ان کے دامن میں وہ عظیم الشان محل ہے جسکے اب صرف نشانات و کھنڈرات رہ گئے ہیں۔ آگے آہستہ آہستہ ہلکا ہلکا ڈھلوان میل بھر تک چلا گیا ہے۔ اس کے آگے پھر سبز وادی ہے۔ دوسری طرف دور افق کے پاس پہاڑوں کے سلسلے ہیں۔ بائیں ہاتھ کو قرطبہ کا سفید براق شہر تین میل کے فاصلہ پر نظر آتا ہے۔ مدینۃ الزہرا میں مسجد، محل، مدرسے اور بازار سبھی کچھ تھے۔ اب صرف پتھروں کے ڈھیر اور بنیادوں کے نشانات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اب بھی پہاڑ سے پانی لانے کے نل موجود ہیں۔ یہ شہر حال ہی میں کھود کر نکالا گیا ہے۔ اس سے پہلے مفقود الخبر تھا۔ اسی دن شام کو قرطبہ سے روانہ ہوئے اور رات کو اشبیلیہ پہنچے

اشبیلیہ

یہ وہی اشبیلیہ ہے جو مسلمانوں کے زمانہ میں بڑا پر رونق شہر تھا اور کچھ عرصہ دارالخلافہ بھی رہا ہے۔ اگلے دن صبح ناشتہ کر کے ہم اشبیلیہ کے شہرۂ آفاق گرجے کو دیکھنے گئے۔ مگر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ گرجا بھی دراصل مسجد تھا جسے نہایت بیدردی سے گرجا بنا لیا گیا ہے۔ اپنے زمانہ میں یہ بہت عظیم الشان مسجد ہوگی۔ اس کے منارہ پر جہاں کبھی اذان ہوتی تھی اور اب گرجا کا گھنٹہ ٹناٹن بجا کرتا ہے ہم چڑھے وہاں سے اشبیلیہ کے شہر کا پرلطف نظارہ ہے، منارہ پر چڑھنے کا نیا طریقہ عربوں نے سوچا۔ بجائے سیڑھیوں کے ایک سڑک چڑھائی ہے اس پر انسان آسانی سے اور بلا تکلف چڑھ سکتا ہے کہ پتہ بھی نہیں لگتا

القصر

لنچ کے بعد ہم نے القصر جا کر دیکھا۔ یہ اسلامی عمارت ہے یا تھی بعد میں عیسائیوں کے قبضہ میں آگئی۔ بڑی خوبصورت عمارت ہوگی اب بھی ہے دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ اب یہ حال ہے تو اس وقت کیا آفت ہوگی۔ تمام محل پر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ اس محل کی تعریف یہاں لکھنا عبث ہے۔ انشاء اللہ زبانی سناؤں گا۔ محل کے بعد ساتھ کے باغات جا کر دیکھے۔ محل کے نیچے محل سرا کے غسلخانے دیکھے۔ باغ میں یہ لطیفہ نیا تھا کہ آپ ہرے بھرے پھلوں سے سنگتروں سے، لدے ہوئے درختوں اور پھولوں کی کیاریوں کے درمیان ایک پختہ اینٹوں کی روش پر مزے سے کھڑے ہیں یا ٹہل رہے ہیں کہ اتنے میں ایکدم چاروں طرف پانی کی بوچھاڑ خدا جانے کہاں سے نکل کر غائب ہو جائے گی۔ اور آپ بھیگ کر مرغی کی طرح پریشان پھریں گے۔ راز یہ ہے کہ ان اینٹوں کی تمام روشوں میں ننھے ننھے سوراخ کئے گئے ہیں اور خدا جانے کس طرح انہیں پانی پہنچایا گیا ہے کہ ذرا سے اشارہ سے ایک لطیف بوچھاڑ بوندوں کی ظاہر ہو کر غائب ہو جاتی ہے۔ کیا کیا مسلمانوں کی نازک خیالیاں تھیں! رہے نام اللہ کا۔ اب بھی یہ بوچھاڑ پیدا ہوتی ہے لیکن اس کے لئے سوراخوں کا پتہ لگا کر ان کو مٹی وغیرہ سے پہلے صاف کرنا پڑتا ہے۔

ایک دن اشبیلیہ اور رہے۔ نمائش ہو رہی تھی اس کی عمارت اور باغات دیکھے۔

ملاگام

اگلے دن شام کو ملاگام آئے۔ ایک دن ملاگام رہے ساحل سمندر پر خوبصورت جگہ ہے۔ وہاں ایک چوٹی پر ایک عربی قلعہ ہے جو کہ اب کھنڈر ہے۔ سمندر کا نظارہ بہت پرلطف ہے۔

غرناطہ

ایک دن ملاگام رہ کر ۱۲ اپریل کو غرناطہ پہنچے جو کبھی مسلمانوں کا دارالخلافہ رہ چکا ہے۔ ۱۳ کو جا کر الحمرا دیکھا۔ بہت اچھا اور عظیم الشان محل ہے افسوس اس مشہور اسلامی یادگار کا بڑا حصہ چارلس پنجم بادشاہ اسپین نے گرا کر اپنا نا تمام محل بنایا ہے۔ الحمرا پہاڑ کی چوٹی پہ ہے۔ اس کے پیچھے پہاڑ اور برف سے لدی ہوئی چوٹیاں ہیں۔ الحمرا اس لئے کہا جاتا تھا کہ سرخ اینٹوں سے بنا تھا۔ اب امتداد زمانہ سے کافی مٹی کے رنگ کا رہ گیا ہے۔ اندر بہت اچھا ہے۔ خصوصاً چھتیں اور دروازوں کا کام بے نظیر ہے۔ کئی دفعہ بعض حصوں کو آگ بھی لگ چکی ہے۔ الحمرا کے سامنے دوسری پہاڑی پر جزنالف ہے یعنی وہ جگہ جہاں مسلمان بادشاہ گرمیوں میں رہا کرتا تھا، باغ ہے۔ فواروں کی قطار ہے۔ سامنے سہ منزلہ بارہ دری ہے۔ یہاں بھی سیڑھیوں کے ساتھ صاف شفاف پانی کی نالیاں شرشر کرتی بہتی ساتھ ساتھ اترتی ہیں۔ پانی جگہ جگہ سے چشموں کی صورت میں نکلتا ہے۔ بہت دلکش نظارہ ہے۔

صحرانویدا

آج ہم صحرا نویدا گئے جسے عرب جبل ثلج کہتے ہیں اور برف ۔ [illegible] یہاں [illegible] ہم [illegible] پہاڑوں کے نزدیک پہنچ گئے تھے ۔ صحرا سے [illegible] نہایت عمدہ [illegible] نظر آتا ہے ۔

انقلاب اسپین

آج شام ۵ بجے اسپین کا بادشاہ الفانسو تخت چھوڑ کر انگلستان بھاگ گیا اور اب یہاں جمہوری حکومت ہوگی ۔ سردست یہ تبدیلی بلا خونریزی وخرابی کے وقوع پذیر ہوئی ہے ۔ آج شام اور اس وقت [illegible] کہ شہر میں بڑا شور ہے ۔ [illegible] ۔ نئی بادشاہ کے بڑے مخالفین [illegible] ہیں ۔ جلوس ۔ باجے ۔ [illegible] ۔ شور وغل اس قدر [illegible] انقلابیوں کا رنگ سُرخ ہے ۔ جھنڈے سُرخ ہیں ۔ بلے اور بیجے سُرخ ہیں ۔ ٹوپیاں سُرخ ۔ ٹائیاں سُرخ ۔ موٹروں پر جھنڈیاں سُرخ ۔ یہاں تک کہ لڑکیاں اور عورتیں سُرخ لباس اور سُرخ سر کے لباس پہنکر پھر رہی ہیں ۔

بلنسیہ

اگلے دن ہم غرناطہ سے روانہ ہوگئے ۔ چونکہ جمہوریت قایم ہونے کی وجہ سے ہڑتال دھوم تھی ۔ اس لئے اسٹیشن تک پہنچنے میں ہمیں سخت تکلیف ہوئی ۔ بہرحال دن کے ایک بجے چل کر اگلے دن صبح ۸ بجے ولنشیا جسے عرب بلنسیہ کہتے تھے پہنچے ۔ وہاں کی سیر کی ۔ بلنسیہ میں ہمارے خود تو [illegible] کچھ نہیں ۔ مگر اس کے اردگرد کا علاقہ بہت خوبصورت ہے ۔ اسلامی تاریخوں میں بلنسیہ کے باغات کی کثرت کا ذکر آتا ہے جو مسلمانوں نے وہاں لگائے تھے چنانچہ آج بھی میلوں تک سنگتروں کے باغ چلے گئے ہیں ۔ بلنسیہ سے بارسلونا چلو تو [illegible] کوئی دو تین گھنٹے تک متواتر سنگتروں کے باغات [illegible] ہے ۔ اس وقت ڈاکٹر اقبال کا شعر بے اختیار [illegible] ہوجاتا ہے ۔

> اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
> تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
> غربت کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
> رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

بارسلونا

بلنسیہ سے بارسلونا چلے تو دو تین گھنٹہ تک متواتر ریل باغات میں سے گزرتی رہی ۔ اس کے بعد سمندر ساتھ آملا ۔ اور کوئی تین چار گھنٹے سمندر کے عین ساتھ ریل دوڑتی رہی ۔ بعض جگہ تو سمندر اور ریل کی پٹڑی میں کوئی فٹ ڈیڑھ فٹ کا فرق رہ جاتا تھا ۔ شام کو بارسلونا پہنچے ۔ بارسلونا نئی طرز کا شہر ہے ۔ بہت خوبصورت ہے سڑکیں اور عمارات کشادہ اور خوبصورت ہیں ۔ اگلے دن بارسلونا کی سیر کی ۔ پھر وہاں سے نزدیک ایک راہبوں کی مشہور ومعروف خانقاہ ہے ۔ اس کی سیر کو گئے ۔ وہاں کے پہاڑ اور چٹانیں اپنی وحشت کی وجہ سے مشہور ہیں ۔ کچھ عرصہ ریل سے سفر کیا ۔ اور اس کے بعد آخری حصہ سفر کا بجلی کے جھولے میں طے ہوا جو تار پر چلتا تھا ۔ [illegible] سمجھ لیجئے کہ وادیاں اور غاریں تاپتا ہوا پہاڑ کی چوٹی تک چڑھ جاتا تھا ۔ موسم خراب ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کی مشہور وحشت [illegible] طرح نہ دیکھ سکے ۔

پھر [illegible] مسلمانوں کی تباہی کی حسرتناک [illegible] ۔

شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید اضحیٰ

مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۳۱ء بروز منگل شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید اضحیٰ منائی گئی ۔ اگرچہ موسم اس سعید تقریب کے لئے نہایت موزوں وخوشگوار تھا لیکن چونکہ گذشتہ چند یوم مطلع ابر آلود رہا تھا اس لئے منتظمین کچھ مشوش سے ہو رہے تھے ۔

انگلستان میں اس سال اپریل میں اس قدر بارش ہوئی کہ اس نے سابقہ کل سالوں کے ریکارڈ کو مات کر دیا ۔ لیکن عید کے روز اللہ تعالےٰ نے حسب معمول اپنا خاص فضل واحسان کیا ۔ اور دوپہر تک مطلع بالکل صاف رہا ۔

اس مبارک تقریب سے ایک رات پیشتر احاطہ مسجد ووکنگ میں عید اضحیٰ کی کل متعلقہ تیاریاں ہو چکی تھیں ۔ مسجد کے وسیع صحن میں خیمے لگائے گئے ۔ خیموں کو جملہ ساز وسامان سے مزین کیا گیا ۔ منتظمین وکارکنوں کی سرگرمی ۔ جوش کار اور اس سعید تقریب کو ہر رنگ میں کامیاب بنانے کی انتھک مساعی اس تقریب کی اہمیت کو اور بھی بڑھا رہی تھی ۔ صبح کے ٹھیک آٹھ بجے احاطہ مسجد میں دوستوں کی آمد کی چہل پہل شروع ہوگئی ۔

مؤذن نے اعلان کیا کہ گیارہ بج چکے ہیں ۔ اب نماز عید ادا ہوگی ۔ اس اعلان کا شمع محمدی کے پروانوں نے پروانہ وار دلی جوش ومسرت سے خیر مقدم کیا ۔ محبت اور اخوت کا یہ دلکش منظر ۔ زائرین تقریب کو محو حیرت کر رہا تھا ۔ مؤذن کے اعلان "الصلوٰۃ" پر گورے بھورے ۔ سانولے ۔ انگریز وفرانسی ۔ ترک وعرب ۔ افغانی وایرانی ۔ مصری واہل حبش ۔ خوبی تفوق دولت ۔ مرتبت ۔ رنگ ۔ قوم کے امتیازات کو بالائے طاق رکھکر مطیع ومنقاد فوجیوں کی طرح ایک ہی صف میں دوش بدوش کھڑے ہوگئے یکجہتی ۔ محبت ۔ اخوت ومساوات کے اس دلفریب منظر کا فوٹو لینے کے لئے زائرین کی اگر ایک کثیر تعداد مصروف عمل ہوجائے تو کوئی اچنبہ بات نہیں ۔ چار صد کے قریب احباب نے اس پیاری تقریب میں شرکت فرمائی ۔ ان میں سے بعض دوست تو طویل صعوبت سفر کی خصوصیت برداشت کرکے نماز میں شامل ہوئے ۔ دوگانہ نماز کی رکعت کی ادائیگی کے بعد جناب امام صاحب مسجد ووکنگ نے خطبہ عید فرمایا ۔ آپ نے واضح کیا کہ تعلیم وارکان اسلام میں مسئلہ کائنات کا ضروری حل موجود ہے ۔ ساحرات انسانی کا خواب تو دیگر مذاہب بھی دیکھتے رہے ہیں ۔ لیکن قومی تادیب کے لئے اسے عملی جامہ پہنانا اسلام کے لئے ہی مختص تھا ۔ آپ نے بتلایا کہ رنگ وقومیت کے امتیازات زیادہ تر ہمیشہ انگریزی بولنے والی اقوام میں ہی پائے جاتے ہیں ۔ معزز خطیب نے اختراعات حاضرہ یعنی موٹر ۔ ہوائی جہاز ۔ لاسلکی ۔ ریڈیو ۔ سینما کا تذکرہ کیا ۔ اور بتلایا کہ ان ایجادوں نے تمام عالم کو ایک مرکز پر جمع کر دیا ہے ۔ ان امور کا تذکرہ کرکے فاضل خطیب نے سامعین کی توجہ خصوصیت سے لونی وقومی امتیازات کو اٹھانے کی اہمیت کے مسئلہ کی طرف مبذول کی ۔ اور فرمایا کہ علم طبیعیات نے اذیت کو انگلستان کے آستانہ پر لا کھڑا کیا ہے ۔ تمام رنگدار اقوام رنگ وقومیت کے قابل نفرین جذبہ کو کچلنے کیلئے آمادہ ہیں اور سفید لوگوں کی ممبرداری کے جوتے کے تلے ہمیشہ کے لئے رہنا قبول نہیں کرسکتیں ۔ مفاد کی یہ مفاد کی کشمکش [illegible] زیادہ ہلا سکتی ہے زلزلہ کی طرح دنیا کو نظر آ رہی ہے اس کا کوئی نہ کوئی انسداد کرنا ازبس ضروری ہے ۔ اور اسے بیخ وبن سے اکھیڑنے کے لئے کوئی صحیح مقام بھی قرار دینا پڑے گا ۔ اسلام کے سوا کوئی بھی مذہب اس وقت نسل انسانی کی نجات کے لئے میدان عمل میں اترتا نظر نہیں آتا بنی نوع انسان کو اس مشکل مرحلہ سے اسلام کے سوا کوئی بھی مذہب کامیابی کے ساتھ نجات نہیں دلا سکتا ۔ اور اس لعنت سے اس وقت تک چھٹکارا نہیں ہوسکتا جب تک جب تک کہ اس تعلیم اور اصولوں کو رائج نہ کیا جائے جو حضرت نبی کریم صلعم نے اللہ تعالےٰ سے الہام پاکر عرصہ قریب کے بعد دنیا میں رائج کئے اور ان کا نفاذ کیا ۔ اس کے بعد جناب امام صاحب نے ارکان اسلام پر روشنی ڈالی ۔ اور بتلایا کہ ان میں سے ہر ایک رکن نے کس طرح اسلام کی عالمگیر اخوت کے بلند نصب العین کو دنیا میں قایم کیا ۔

اختتام خطبہ پر مسلم بھائیوں نے برادرانہ اخوت ومحبت سے ایک دوسرے کے ساتھ گرمجوشی سے معانقہ کیا ۔ اور ایک دوسرے کو عید مبارک کی ۔ اس کے بعد حاضرین کو کھانا کھلایا گیا ۔ مہمانوں میں نہ صرف مسلمان ہی تھے بلکہ ہندو ۔ عیسائی وپارسی اور سکھ بھی تھے ۔ تناول طعام کا سلسلہ ۳ بجے دوپہر تک جاری رہا ۔ پھر ان میں سے کثیر حصہ تو چلا گیا ۔ باقی ماندہ میں سے جنہوں نے اس مسرت آمیز فضا میں اور وقت گذارنا پسند کیا ان کی چائے سے تواضع کی گئی ۔ اس کے بعد کل دوست مسجد کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑ کر چلے گئے ۔ تاکہ سکان مسجد آئندہ عید کے لئے اشتیاق کے ساتھ منتظر رہیں ۔

ذیل میں چند ان معزز احباب کے اسمائے گرامی دئے جاتے ہیں جو اس سعید تقریب میں شامل ہوئے ۔

عالیجناب ہز رائل ہائی نس سفیر افغانستان ۔ عالیجناب ہز ایکسیلنسی سفیر مصر ۔ عالیجناب ہز ایکسیلنسی سواسٹرسٹ سڈ رائز پاشا ۔ عالیجناب ہز ایکسیلنسی حافظ شیخ وہبہ صاحب سفیر حجاز جناب خان ذوالفقار خاں صاحب ۔ جناب ڈاکٹر زیدا صاحب ۔ جناب ڈاکٹر سلاما صاحب ۔ عالیجناب پرنس صادق آف منگرول عالیجناب پروفیسر بیؤن معہ اہلیہ صاحبہ ۔ ہندوستانی مصاحب ملک معظم عالیجناب لارڈ ولیڈی ہیڈلے صاحب بالقابہ ۔ جناب مسز یوبینن ہلش ۔

خواجہ عبدالغنی
(سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ)

قتل اور خوفناک جرائم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا
گورنر یوپی کانپور میں ریلیف کمیٹی کی کوشش

کانپور ۱۷ مئی ۔ گورنر نے مرکنٹ ہاؤس میں کانپور ریلیف کمیٹی کی صدارت کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ مارچ میں جو خوفناک جرائم کئے گئے ہیں ۔ اور قتل کے واقعات سرزد ہوئے ہیں ان کی تحقیقات کے لئے پولیس سے مزاحمت نہ ہونی چاہئے کمیٹی کے اجلاس میں تمام زیر سماعت استغاثوں کے واپسی کا سوال بھی اٹھایا گیا ہز ایکسیلنسی نے اس سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا کہ قتل اور دیگر خوفناک جرائم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہ پولیس ان کی تحقیقات ضرور کرے گی ۔ تاکہ انصاف قایم ہو ۔ محلوں میں امدادی کام شروع [illegible] کے لئے سب کمیٹیاں قایم کرائی گئیں ۔ ہز ایکسیلنسی نے [illegible] تاثرہ [illegible] شروع کر دئے ہیں

مذہبی تعلیم میں اصلاح کی ضرورت

(بسلسلۂ گزشتہ)

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

میں لکھ چکا ہوں کہ دنیات کی غیر معقول تعلیم بجائے مفید ہونے کے مضرت رساں ہے۔ تعلیم قرآن کریم کی، تعلیم رسول کریم کی سیرت کی، قرآن کریم کی اعلےٰ تعلیم اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق تو وہ چیزیں ہیں کہ بڑے بڑے مخالفوں اور یورپ کے بڑے بڑے دہریوں اور فلسفیوں کی گردنیں جھک گئی ہیں اگر میں یہاں ان کی آرا لکھنے لگوں تو اخبار اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

جرمنی کے مشہور و معروف زمانہ حال کے فلاسفر گوئٹے کی شہادت لکھے دیتا ہوں۔ وہ قرآن کریم کی نسبت لکھتا ہے:۔

"میں حقارت کے جذبات کے ساتھ قرآن پڑھنے بیٹھا پڑھتے ہوئے اس نے میرے دل کو کھینچ لیا۔ پھر متحیر بنا دیا۔ آخر کار میرے دل پر اپنی عزت و عظمت کا سکہ بٹھا کر چھوڑا۔ نفرت کے جذبات لے کر بیٹھا تھا اور محبت و عزت کے جذبات لے کر اٹھا"

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے کہ دنیا کے جملہ مذہبی رہنماؤں میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کامیاب کوئی دوسرا نہیں ہوا۔ اس عظیم الشان نبی کی سیرت ہمارے سامنے ہونی چاہیئے جو ہماری زندگی کے لئے مشعل راہ ہے۔

بدقسمتی سے مذہب چند فقہی مسائل کا نام سمجھ لیا گیا ہے اس لئے راہ نجات، بہشتی زیور وغیرہ کتابیں لڑکیوں سے یاد کرائی جاتی ہیں۔ مثلاً طہارت۔ اور وضو اور نماز اور عقیقہ اور زکوٰۃ اور اسی قسم دیگر مسائل زبانی یاد کرائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کس قدر مشکل بات ہے کہ جو باتیں عمل سے سکھائی چاہیئے تھیں وہ طوطے کی طرح زبان سے رٹوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کسی کو وضو کرتے ہوئے اگر کوئی بچہ دیکھے گا تو فوراً سیکھ لے گا۔ یا ایک دفعہ اسے وضو کروا دو۔ چلو وضو کی تعلیم ختم ہو گئی۔ نماز پڑھتے دیکھنے سے اور ایک دفعہ کسی کی ہدایت کے ماتحت نماز پڑھ لینے سے ساری نماز آجاتی ہے انہی چیزوں کو کتاب میں پڑھواتے ہوئے زبانی رٹوانا ناحق کی دماغ سوزی ہے۔ جس سے کچھ حاصل نہیں۔

یہی حال روزہ کا ہے۔ مثال کے طور پر حج کو لے لو۔ کیا ہندوستان کے مسلمانوں میں کوئی صاحب ایسے ہیں۔ جنہوں نے حج کرنے کبھی نہ دیکھا ہو اور اس کے سارے مسائل زبانی یاد کئے ہوئے ہیں۔ اگر ہوں گے بھی تو ظاہر ہے کہ کس قدر دماغ سوزی سے یاد کئے ہوں گے۔ روٹی پکا کر نہ کھانا اور ناحق اس کی ترکیبیں یاد کرانا ناحق کا درد سر ہے اسی طرح بچوں کی دینی تعلیم کا ایک حصہ ایسا ہے جو محض عملی ہے مثلاً طہارت۔ وضو۔ نماز۔ حج۔ زکوٰۃ۔ عقیقہ۔ نکاح جنازہ وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں بڑی آسانی سے بچہ سیکھ سکتا ہے اگر وہ مذہبی فضا میں نشوونما پائے۔ گھر میں ماں باپ کو نماز پڑھتے دیکھ کر تو شیر خوار بچے بھی نقلیں کرنے لگتے ہیں تو بڑی لڑکیاں کیوں نہیں سیکھ سکتیں؟ اس حصۂ دنیات کو جس کا عمل سے تعلق ہے عمل سے سکھانا ازحد ضروری ہے اور آسان ہے طوطے کی طرح یاد کرانا سخت مشکل ہے۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ ان چیزوں پر کوئی کتاب ہی نہ پڑھی جائے۔ ابھی حال میں مولوی مصطفےٰ خاں صاحب نے نماز، روزہ زکوٰۃ۔ حج۔ اور تربیت اولاد پر چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں جن میں نہایت سلیس اور آسان عبارت میں ان تمام عبادات کی فلاسفی اور طریقے نہایت مستند طور پر لکھے ہیں جن سے ہر ایک بڑا ہو یا چھوٹا فائدہ اٹھا سکتا ہے اور جو نہایت سستی قیمت پر منیجر دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے مل سکتے ہیں۔ لیکن محض ان کتابوں کا پڑھ لینا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک ان چیزوں کو عملی رنگ میں بچوں کے سامنے پیش نہ کیا جائے جب گھر میں وضو۔ نماز۔ روزہ وغیرہ کا نمونہ لڑکیاں دیکھیں گی تو بغیر کسی محنت اور دماغ سوزی کے وہ سب کچھ سمجھ جائیں گی۔ لیکن اگر گھر میں لڑکی کسی کو نماز ہی پڑھتے نہ دیکھے۔ باپ آدھی رات کو کلب سے برج کھیل کر آئے اور صبح نو بجے تک پڑا سوتا رہے اور اٹھے تو منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کر کے آفس کو چلدے اور ادھر ماں کو بھی سوائے پارٹیوں۔ کلبوں۔ جلسوں اور سینما کی کسی چیز سے سروکار نہ ہو۔ کبھی شام کو ماں باوا گھر میں ہوئے تو بیٹی دلربا یا پیانو لے کر بجانے بیٹھ گئیں اور ماں باوا سننے گئے اور تال دینے گئے۔ تو فرمایئے ایسی لڑکی دینیات سے کیا دلچسپی رکھ سکتی ہے۔ اور اسے کس طرح سیکھ سکتی ہے۔

دین تو نام ہے اپنی روزمرہ کی زندگی کو خدا کے احکام کے نیچے چلانے کا۔ اور وہ احکام قرآن کریم میں موجود ہیں، اور رسول اللہ صلعم نے ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ ہماری طرز معاشرت میں اگر دینی رنگ نہیں اور ہمارے بچے اگر اسلامی فضا میں نشوونما نہیں پاتے تو انہیں نہ تو مذہب سے کوئی دلچسپی ہو سکتی ہے نہ کسی سکول میں دینیات پڑھ کر زبانی رٹ لینے سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔

یاد رہے کہ دینی زندگی زہد خشک، روکھے پن اور رہبانیت کا نام نہیں بلکہ ایک دیندار آدمی جو اعلےٰ اصول کا پابند اور اخلاق فاضلہ کا مالک ہوتا ہے اس کی زندگی ایک ایسی خوشی اور مسرت کی زندگی ہوتی ہے کہ اس کو مادی عیش و عشرت کے دلدادہ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ وہ اپنے بچوں سے شفقت، بیوی سے محبت، ماں باپ کی عزت۔ بہن بھائی سے الفت۔ رشتہ داروں اور ہمسایوں سے نیک سلوک اور تمام مسلمانوں بلکہ بنی نوع انسان کی خیرخواہی کر کے وہ لطف اور سرور حاصل کرتا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ جیتے جی جنت میں ہے تو بالکل بجا ہے۔ وہ ادائیگی فرائض کے وقت ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہتا ہے۔ تفریح کے وقت اس سے بہتر کوئی رفیق۔ ہنس مکھ اور خوش مزاج ممکن نہیں ہاں وہ جھوٹ اور بدی کا دشمن اور ناپاکیوں اور گندگیوں سے بیزار ہوتا ہے۔ وہ کسی ایسی سوسائٹی کو پسند نہیں کر سکتا جس کا نتیجہ ادائے فرض سے غفلت اور شقاوت روحانی ہو۔

پس اسلامی زندگی ایک جنتی زندگی ہے۔ اور لوگ اس سے ناحق ڈرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک بہت بڑے افسر جو نوجوان تھے بہت شاہانہ اور رام رنگی کے بہت رسیا اور برج اور ناچ کے بہت دھنی تھے۔ میرے وعظ پر کہنے لگے کہ کیا چاہتے ہو جیتے جی مر جائیں؟ میں نے کہا ہلاکت میں تو تم اب پڑے ہوئے ہو۔ جو کچھ کر رہے ہو اس کا انجام کیا ہے حسرت اور موت! میں چاہتا ہوں تم جی جاؤ اور وہ سرور اور لطف حاصل کرو جس کے پیدا کرنے کے لئے نہ تاش کی ضرورت ہو نہ شراب کی۔

الغرض میرا مطلب یہ ہے کہ مذہب کا سبق گھر میں آتا ہے جب ماں باپ کے نیک نمونے سامنے ہوں۔ پھر مذہب خود بخود آتا جاتا ہے۔ بچہ کی گھٹی میں مذہب پلا دیا جاتا ہے۔ پھر اس وقت مذہبی کتاب پڑھنا طبیعت پر بوجھ نہیں ہوتا۔ جو بچہ ماں باپ کو جھوٹ بولتے دیکھے گا وہ ضرور جھوٹ بولے گا گالیاں بکتے سنیگا ضرور گالیاں بکے گا۔ لاکھ وعظ کرو نہ اخلاق کی کتابیں پڑھاؤ۔ گھر کے بزرگوں کا نمونہ اور معاشرت بڑا اثر رکھتی ہے۔

میرے ایک عزیز ہیں وہ اپنے بچوں کو کھانا کھانے کے بعد کہانیاں سنایا کرتے ہیں بچوں کو کہانی سننے کا شوق ہوتا ہے۔ مگر وہ کوئی نہ کوئی واقعہ آنحضرت صلعم کا یا صحابۂ کرام کا اور کسی بزرگ کا کہانی کے طور پر سنا دیا کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ان کے ہاں چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی اپنی اسلامی تاریخ سے واقفیت رکھتا ہے۔ ان کی ایک چھوٹی سی لڑکی تھی جو ان واقعات کو اپنی توتلی زبان میں دہرایا کرتی تھی۔ اس کا اس طرح دہرانا اس قدر لطف دیا کرتا تھا کہ بیان سے باہر ہے میں اسے توتی کہا کرتا تھا۔ اب تو ماشاء اللہ بڑی ہو گئی ہے اور بہت ذہین ہے۔

پس مذہبی تعلیم میں بہت اصلاح کی ضرورت ہے۔ دینیات کی تعلیم کے لئے کتابیں وہ منتخب ہونی چاہئیں جو اسلام کی صحیح شکل اور اس کی پاکیزہ تعلیم کو بیان کرتی ہوں۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں اخلاق فاضلہ کے موتی بھرے ہوئے ہیں وہ بچوں کے سامنے لانا چاہیئے۔ تاکہ ان کو پتہ لگے کہ مذہب اسلام فقط چند ارکان عبادت کا ہی نام نہیں۔ بلکہ وہ انسان کو زندگی کے ہر شعبہ میں مشعل ہدایت دکھاتا ہے۔ ان کے سامنے اپنے مقتدا و پیشوا حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کا ہر پہلو ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ ان کی خوبیوں کو شناخت کر کے ان کی اتباع کرنے کے لئے اپنے اندر شوق پیدا کریں۔ اور وضو طہارت اور نماز و روزہ وغیرہ کے سبق زیادہ بزرگوں اور استادوں کے نمونے سے ملنے چاہئیں۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مذہب کی تعلیم کا کنڈرگارٹن گھر ہے۔ دینی تعلیم گھر سے شروع ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک گڈریا ہے اور اس سے اپنے ریوڑ کی نسبت سوال ہو گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ہم کس ریوڑ کے گڈریا ہیں؟ فرمایا اپنے اہل و عیال کے جن کی تعلیم و تربیت اور ایمان و ہدایت کے تم خدا کے سامنے ذمہ دار ہو۔

(منقول از تہذیب نسواں)

خبریں

—— لاہور ۲۴ مئی۔ سول کا نامہ نگار مقیم شملہ رقمطراز ہے کہ حال ہی میں جب گاندھی جی وائسرائے سے ملنے گئے تو دہلی کے کانگرسی اخبارات نے شائع کیا کہ وائسریگل گارڈ نے آپ کے سامنے ہتھیار پیش کئے سپاہی سرنگوں ہو کر کھڑے ہو گئے اور یہ ایسی کارروائی ہے جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ اس خبر کو پنجاب اور یوپی کے اخبارات نے بھی خوب اشاعت دی۔ چونکہ اس خبر سے ان علاقوں میں بے چینی کا خطرہ ہے جہاں سے فوجی رنگروٹ بھرتی کئے جاتے ہیں۔ اس لئے اس کی تردید کی جاتی ہے۔ وائسریگل گارڈ نے گاندھی جی کی سلامی ہرگز نہیں کی اور گارڈ کے بعض سپاہی جو ڈیوٹی پر نہیں تھے انہیں دیکھنے نکل آئے تھے۔ اور وہ کھڑے ہو کر گاندھی جی کی نقل و حرکت کو دیکھتے رہے۔ ڈیوٹی والے سپاہی بدستور اپنی جگہ پر قایم رہے سرکاری حلقوں میں اس خبر کو ناپاک پروپیگنڈے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

—— شیخوپورہ ۲۳ مئی۔ سازش لاہور کے ایک ملزم کے بیان پر سیالکوٹ کے دو پولیس افسر یہاں آئے اور انہوں نے مقامی پولیس کی امداد سے روشن لال کے مکان کی تلاشی لی۔ اس کا باپ سول سرجن کا کلرک ہے۔ تلاشی چار گھنٹہ تک جاری رہی۔ لیکن کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی۔

—— لاہور ۲۴ مئی۔ مسلم کانفرنس کے اجلاس خصوصی میں شرکت کرنے کے لئے آج مندرجہ ذیل اصحاب یہاں تشریف لائے۔ مسلمانوں نے سٹیشن پر ان کا استقبال کیا۔ اور اللہ اکبر کے فلک بوس نعرے بلند کئے۔

صاحبزادہ سر عبدالقیوم۔ نواب سر محمد اسمٰعیل۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب۔ مولانا حسرت موہانی۔ مولانا حسین امام۔ مولانا شفیع داؤدی۔ ملک فیروز خاں صاحب نون۔

—— لاہور ۲۳ مئی۔ زمیندارہ کمیٹی منٹگمری کے سکرٹری نے حسب ذیل برقی پیغام بھیجا ہے: "زمیندار مالیہ کی خفیف اور ناکافی معافی سے مایوس ہو گئے ہیں۔ اس سے ضرورت حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی کیونکہ عدم وجود برابر ہے۔ حکومت کی طرف سے مزید غور اور نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ زمیندار مالیہ کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔

—— لاہور ۲۴ مئی۔ آج سر محمد شفیع کے دولتکدہ پر آل انڈیا مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کا اجلاس ساڑھے دس بجے قبل دوپہر شروع ہوا۔ چودہ ارکان شریک ہوئے۔ نواب اسمٰعیل خاں قاضی مسعود الحسن۔ مولانا شفیع داؤدی۔ آنریبل سید عبدالحفیظ (ڈھاکہ) آنریبل سید حسین امام۔ سید ذاکر علی۔ سید غلام بھیک نیرنگ۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال۔ آنریبل ملک فیروز خاں نون۔ مولانا حسرت موہانی۔ نواب سر عبدالقیوم خاں۔ مولانا مظہر الدین (الامان) مولانا غلام رسول مہر۔

ساڑھے دس بجے سے شام کے ساڑھے چھ بجے تک ان فارمولوں پر غور ہوتا رہا جو بھوپال کانفرنس میں پیش ہوئے تھے اور جن کا مقصد یہ تھا کہ مسلم کانفرنس کے حامیوں اور کانگرسی مسلمانوں کے درمیان مصالحت کا کوئی ذریعہ پیدا کیا جا سکے مجلس عاملہ کا آخری فیصلہ صیغۂ راز میں ہے۔

صدر مجلس نے سب ارکان کو نا شتے کھانے اور چائے کی دعوت دے رکھی تھی۔ دوپہر کا کھانے کے لئے جلسہ تقریباً ایک گھنٹہ کے لئے ملتوی ہوا۔ چائے دوران بحث ہی پی گئی۔

—— ہوشیار پور ۲۴ مئی۔ مقامی ڈسٹرکٹ بورڈ نے اپنے سارے محکمہ کی تنخواہوں میں تخفیف کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو ملازم سو روپیہ تک تنخواہ لیتے ہیں انہیں ۱۰ فیصدی اور جو سو روپیہ سے زیادہ لیتے ہیں ان کی تنخواہوں میں ۱۲ فیصدی کی تخفیف کی جائے گی۔ مزدوروں کی اجرتیں اور ادنیٰ درجہ کے ملازموں کی تنخواہوں میں تخفیف کی جائے گی۔

—— حکومت پنجاب نے مندرجہ ذیل رسالوں کو اس وجہ سے ضبط شدہ قرار دے دیا ہے کہ ان سے ملک معظم کی رعایا کے مختلف طبقوں میں جذبات منافرت پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ محمدی گولا نمبر ۲ و ۳ و ۴ رومرزا مصنفہ چودھری غلام محمد خاں نوح۔

—— ۲۰ مئی۔ مری اور کوہالہ کے درمیان بارش کی وجہ سے پہاڑ گرنے سے آمد و رفت بند ہو گئی۔ انجنیروں نے معائنہ موقع کے بعد اعلان کیا ہے کہ ایک ہفتہ تک آمد و رفت جاری نہیں ہو سکے گی۔ سری نگر اور کوہالہ سے اس کی طرف تمام آمد و رفت رکی پڑی ہے۔

—— احمد آباد ۲۴ مئی۔ گاندھی جی کے پرائیویٹ سکرٹری مسٹر مہادیو ڈیسائی نے "ینگ انڈیا" کی تازہ اشاعت میں ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جس کے دوران میں لکھا ہے کہ مفاہمت دہلی کے سلسلہ میں جو بعض حل طلب مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ ان کے متعلق تبادلہ خیالات کرنے کے لئے گاندھی جی شملہ گئے تھے ممکن ہے کہ اسی مقصد کے لئے انہیں پھر شملہ جانا پڑے۔ لیکن اب کی مرتبہ اگر وہ شملہ گئے تو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آئندہ حکومت کے ساتھ جنگ ہوگی یا صلح۔

—— نینی تال میں گاندھی جی کے ورود کے سلسلہ میں ایسوسی ایٹڈ پریس نے اطلاع بھیجی تھی کہ سر میلکم ہیلی گورنر یوپی نے گاندھی جی کو گورنمنٹ ہاؤس میں قیام کرنے کی دعوت دی تھی۔ جسے گاندھی جی نے شکریہ کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ گاندھی جی کے سکرٹری نے اس خبر کی تردید کر دی ہے۔

اخبار اسلامیہ

—— جلالۃ الملک فیصل ابن حسین اور جلالۃ الملک امام یحیٰی (شاہ یمن) کے درمیان تار کے ذریعہ جو تبادلۂ خیال ہوا ہے اس کے متعلق اخبارات نے مختلف چہ میگوئیاں کی ہیں۔ کیونکہ امام یحیٰی نے جو جواب شاہ فیصل کو ارسال کیا ہے وہ اگر ایک طرف اس میں شک و شبہ کے عناصر بھی شامل ہیں۔ شاہ فیصل کا تار جو امام یحیٰی کو ارسال کیا گیا وہ یہ ہے:۔

"میں اتحاد عرب کی تحریک کا اہتمام کر رہا ہوں۔ اور متمنی ہوں کہ جلالۃ الملک امام یحیٰی اس کے ایک رکن رکین ہوں۔ میں جواب کا منتظر ہوں"

امام یحیٰی نے اس کا حسب ذیل جواب دیا ہے:۔

"میں اس تحریک کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ہر وفاق اسلامی اور عربی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ بشرطیکہ اس کو انصاف کی بنیاد پر چلایا جائے۔ اور مستعمرین و اجانب کی خدمت سے اس کو کوئی تعلق نہ ہو۔

—— گذشتہ ہفتہ مصر کے ادارہ امن عام نے تمام اخبارات کے ایڈیٹروں کو ایک جگہ طلب کیا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ وہ طرابلس اور برقہ کی خبریں شائع کرنے سے احتراز کریں۔ کیونکہ اس سے مصر اور اٹلی کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہونے کا امکان ہے۔

(آج مسلم حکومتوں کی بے غیرتی اور بے حمیتی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ اپنے ہم مذہب و ہم قوم کی امداد کرنا تو کجا ان کی مظلومی کی خبر شائع کرنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ کیوں؟ شاید اٹلی ان سے خفا نہ ہو جائے۔)

—— معاصر "الشوریٰ" کا مراسلہ نگار حضر موت سے لکھتا ہے کہ یہاں امن و امان مفقود ہے اور حالات روز بروز ابتر ہوتے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں چار ہوائی جہازوں نے ساحل پر پرواز کی اور تمام مقامات کا معائنہ کیا۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (۳:۶۴)

پیغام صلح

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

مسیح موعود نمبر ۲ /

ایڈیٹر عبد الحق ودیارتھی

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
دست و خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا - نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴- سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے
۵- اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۱۹ | لاہور - یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۰ ہجری مطابق ۳ جون سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۴

قوم سے خطاب

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عز و وقار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار!!

آسماں بارد نشاں الوقت می گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | یوم چہارشنبہ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ جون ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۴

صداقت مسیح موعود پر موجودہ تمدنی انقلاب کی شہادت

هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفیٰ باللہ شهیدا۔ (ترجمہ)

وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے کل ادیان پر غالب کردے۔ اور اس پر اللہ کی گواہی بس ہے۔

دنیا میں سینکڑوں تمدن آج تک رونما ہوچکے ہیں ہر قوم اور ہر ملک میں ایک نئے نبی اور ریفارمر کے آنے پر قوم اور ملک میں ایک حشر برپا ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک نئے تمدن کا ظہور ہوتا ہے۔ بابلی۔ اشوری۔ مصری۔ ہندی اور چینی۔ ایرانی یونانی۔ اور رومی تمدن دنیا میں آئے اور چلے گئے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اب ہم نے اس رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ کسی ایک ملک، قوم اور کسی خاص دین پر ہی غالب نہ آئے گا بلکہ دنیا میں جس قدر بھی ادیان ہیں ان سب پر یہ دین حق غالب آئے گا۔ اب اس کے بعد تمام قوموں اور مذاہب کے تمدن کا خاتمہ ہے۔ اسی قانون اور دین حق کا اب بول بالا ہوگا۔

مغرب میں مذہب کے متعلق نیا نظریہ جو دن بدن مقبولیت حاصل کرتا چلا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ایک رشتہ اخوت و ہمدردی ہے۔ جو کل نسل انسانی میں جاری وساری ہونا چاہیئے ایک خدا اور اس کے نیچے مساوات نسل انسانی۔ فی الحقیقت مذہب صرف اتنی ہی چیز کا نام ہے چنانچہ روس میں مسیحی اور یہودی مذہب کے دس احکام رد کرکے ان کی جگہ اشتراکی مذہب نے اپنے نئے دس احکام تجویز کئے ہیں ان میں پہلی دفعہ یہ ہے:۔

"میں تیرا خداوند خدا ہوں مگر تو یاد رکھ کہ میں تمام دنیا کا خدا بھی ہوں۔ کوئی قوم خصوصیت سے میری منظور نظر نہیں حبشی اور ہندو چینی اور جاپانی۔ روسی اور امریکن سب میرے پیارے بچے ہیں۔"

اہل مذہب غور کریں کہ کیا یہ قرآن کریم کے پہلے جملہ الحمد للہ رب العالمین کی ایک مختصر سی تفسیر نہیں یہ وہ اصول اساسی ہے جس پر مستقبل کے مذہب کی عمارت تعمیر کی جائے گی۔ اب قوموں کی پیدائشی برتری، نسلی فضیلت، ذات پات کی تفریق، زور و قوت کا غرور۔ گورے کالے کی تمیز، حاکم و محکوم کا امتیاز اور پیری مریدی کے ڈھکوسلے سبھی قسم کے ظلم و ستم دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں۔ سلطنت اور شخصی حکومت کے خواب دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اور دولت عامہ کا قیام اور استحکام ہو رہا ہے پرانے تمدن اور تہذیب پر زوال آچکا ہے۔ برہمن چھتری دیش اور شودر کے پیدائشی امتیازات اٹھ چکے ہیں۔ دسیو پر آریہ یا کالے پر گورے کی حکومت کا خاتمہ ہوچکا ہے۔ پیری مریدی اور بچاری و برہمن کے تعلقات آقا اور غلام کے تصور سے باہر نکل رہے ہیں۔

اسلام سے پیشتر اہل مذہب کی تنگ نظری

مسز اینی بسنٹ جو ایک نئے مذہب کی بانی ہیں کہتی ہیں کہ "جب انسانی معاشرت زوال پر ہو اور انسانی مذہب روبہ تنزل ہو ایسے وقت ہمیشہ دنیا میں ایک نیا رہبر مبعوث ہوتا ہے۔ ایک نئی نسل پیدا ہوتی ہے اور ایک نیا تمدن ظاہر ہوتا ہے" مسز اینی بسنٹ کا یہ خیال نے الحقیقت الہامی کتب کی تصریحات پر مبنی ہے اور دنیا کی تاریخ نے ہمیشہ اس کی صداقت پر مہر لگائی ہے بھگوان کرشن نے آج سے ہزاروں سال پیشتر اپنی نغمہ زا بنسری میں گایا تھا۔

یدا یدا ہی دھرمسیہ گلانر بھوتی بھارت
ابھیتھانم ادھرمسیہ تدآتمانم سرجامی اہم
جو بنیاد دین سست گردد لبے
نمایم خود را بشکل کسے

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر دنیا کے تمام مذاہب پر زوال اور دنیا کا ہر ایک تمدن برباد ہوچکا تھا اس وقت مذاہب عالم کا سلسلہ اس قدر پراگندہ اور منتشر تھا کہ ایک ہی شاخ کے دو مذہب ایک دوسرے کی کسی صداقت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ قرآن کریم نے خود یہود و نصاریٰ کی مثال دیکر بتایا ہے کہ ایک ہی شجر اسرائیل کے یہ دو شاخسانے باہم کس قدر مغائرت اور بُعد رکھتے تھے۔ کہ یہود کی نصاریٰ میں قطعاً کسی خوبی کے قائل نہ تھے اور نصاریٰ یہود کو ہیچ اور لاشئے محض سمجھتے تھے۔ حالانکہ وہ ایک ہی کتاب عہد عتیق کے پابند تھے۔ باوجود اس قدر یگانگت اور اتحاد کے کہ ان کی کتاب ایک تھی اور قومیت کے اعتبار سے بھی وہ اسرائیل کی ہی دو شاخیں تھیں تاہم ان میں تفرقہ اور تشتت یہاں تک ترقی کرگیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو ہیچ سمجھتے تھے۔ یہود اور نصاریٰ کو تو بطور مثال کے بیان کیا کہ ان دو قوموں نے باوجود اس قدر تعلق اور قرب کے اپنی درمیانی خلیج کو اس قدر وسیع کرلیا تو ان مذاہب کا کیا حال ہوگا جو ایک دوسرے سے باعتبار نسل و قوم اور مسافت کے بُعد رکھتے تھے۔ مذاہب عالم کی اس باہمی چپقلش نے دنیا کو ایک جہنم زار بنا رکھا تھا۔ اور کوئی مذہب بھی دنیا میں امن کی زندگی بسر نہ کرسکتا تھا۔ نصاریٰ سے پیشتر قوم یہود یونانیوں اور رومیوں سے برسر پیکار رہتی اور یہ ساری جنگیں محض اس بنا پر ہوئی تھیں کہ قوموں کے مذاہب اور خیالات الگ الگ تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی پرشکوہ حکومت کے بعد بنی اسرائیل کا گھرانا دنیا میں منتشر ہوگیا۔ سب سے پہلے ۷۲۲ء قبل مسیح میں اسیریا والوں نے دس اسباط بنی اسرائیل کا قلع قمع کیا۔ اس کے بعد ۵۸۶ء قبل مسیح میں بخت نصر نے ان کی بقیہ دو اقوام کو اسیر کرکے بیت المقدس کو جلا کر خاک کردیا۔ پھر عزرا اور نحمیا کی کوششوں سے یہود نے مصائب سے کسی قدر نجات حاصل کی تھی کہ ۱۶۸ء قبل مسیح میں انٹونیس یونانی نے بیت المقدس میں اپنے یونانی دیوتا زئیس کا مندر بنا دیا۔ مقدس صحیفوں کو جلا دیا۔ اور تورات کی تلاوت حکماً بند کردی۔ اس کے بعد یہود مقابی کی مساعی سے اس فتنہ کا سدباب ہوا تھا کہ ۷۰ء میں ٹائٹس رومی نے بیت المقدس کو فتح کرکے ہیکل سلیمانی کو مسمار کردیا۔ مقدس صحیفے روما کو لے گیا۔ اور بنی اسرائیل کو جلاوطن کردیا۔ سال بھر میں صرف ایک دن اس فتح کی یادگار میں یہودیوں کو یہ اجازت دی جاتی تھی کہ وہ بیت المقدس کے کھنڈرات پر آکر روئیں اور واپس چلے جائیں۔ عیسائیت نے اپنی بیکسی کے دنوں سے باہر نکل کر یہود پر جو ستم توڑے وہ قوم یہود کی آج تک کی در بدری اور ذلت سے خود بخود ظاہر ہیں۔ تیرہویں صدی مسیحی میں عیسائی حکومتوں نے انکوئزیشن کے نام سے جو محکمہ قائم کیا اس نے لاکھوں یہود اور ملحد عیسائیوں کو زندہ آگ میں جلا دیا عیسائی مذہب کی قرون وسطیٰ کی تاریخ ان ہولناک واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہندوستان میں آریہ قوم نے اس ملک کے قدیم باشندوں اور ان کے مذہب کو ملیامیٹ کرنے کے لئے جو کوششیں کیں وہ وید کے منتروں اور ان اچھوت قوموں کی موجودہ ذلت اور پستی سے خود بخود ظاہر ہے۔ بدھ مذہب جو ایک صلح کل مذہب تھا شنکراچاریہ نے ہندوستان سے جس طرح اس کو معدوم کیا اس پر ہندوستان کی قدیم تاریخ اور ہندی بدھوں کا عدم وجود خود گواہ ہے۔

اسلام نے گزشتہ مذاہب پر کیونکر غلبہ پایا

غرض اسلام سے بیشتر دنیا کے تمام مذاہب ایک ایسے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے جو تباہی و بربادی کا ایک خوفناک گڑھا تھا۔ اگر اسلام کی رحمت اور دین حق کی ہدایت ان مذاہب کی دستگیری نہ کرتی تو ان میں سے کوئی مذہب بھی آج روئے زمین پر نظر نہ آتا۔ اس نے سب سے پہلے آکر اس بات کا اعلان کیا کہ مذہبی اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ مذہبی اختلاف کی بنا پر سزا کا دینا رب العالمین کا حق ہے۔ دین کے بارہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔ ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ صداقت موجود ہے۔ یہ کہنا کہ فلاں مذہب بالکل باطل ہے یہ صحیح نہیں بلکہ یہ جہالت کی بات ہے۔ تمام اقوام عالم میں ہادی اور رسول آئے ہیں۔ غیر مذاہب کے ساتھ تعلقات اکل و شرب بلکہ ایک حد تک مناکحت کو بھی جائز قرار دیا۔ اور ان کو مساوات کے حقوق عطا کئے۔ پیدائشی طور پر ہر ایک نسل انسانی کے فرزند کو یکساں طور پر معصوم اور مساوات کے درجہ پر قرار دیا۔ عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھ کر مسلم اور کافر کی تمیز کو اٹھا دیا۔

یہ وہ سنہری اصول ہیں جو اتحاد اقوام عالم کی بنیاد قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ان کے متعلق نہایت صاف الفاظ میں احکام موجود ہیں۔ اور فی الحقیقت یہی وہ اعلےٰ اصول ہیں جو اسلام کی فضیلت اور غلبہ دیگر ادیان پر ثابت کرتے ہیں جن میں سے پہلے تین اصول اختلاف خیالات کی بنا پر کسی کو دکھ اور تکلیف دینا ناجائز ٹھہراتے ہیں اور دوسرے تین اصول تمام اقوام کے اندر رشتہ اتحاد و اخوت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔ مذاہب عالم پر اسلام کا یہ کتنا بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے اس خوفناک مذہبی جنگوں کے سلسلہ کو ختم کر دیا۔ جو محض اختلاف خیالات کی بنا پر نسل انسانی کی تباہی کا موجب بنے ہوئے تھے۔ دین اسلام کے کل ادیان پر غالب آنے اور اس قدر جلد دنیا میں مقبول ہو جانے کی یہی وجہ تھی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر کامیابی کا یہی راز تھا جس کی نسبت پیشتر سے یہ پیشگوئی کر دی گئی تھی کہ "وہ کل ادیان پر غالب آکر رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فعل آگے چل کر اس عظیم الشان مقصد کے پورا ہو جانے کی شہادت دے گا۔"

موجودہ تمدنی انقلاب اور مسیح موعود

لیکن جس طرح گزشتہ زمانہ میں لوگ ہمیشہ ہمیشہ اپنے نبی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد صراط المستقیم سے بھٹک جایا کرتے تھے مقدر یہی تھا کہ ایک زمانہ میں مسلمان بھی اس شاہراہ حق و صداقت سے ایک طرف ہٹ جائیں۔ لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمہ۔ جب اسلام کا صرف نام اور قرآن بطور ایک رسم کے رہ جائے گا۔ ایمان ثریا پر اٹھ جائے گا علماء ھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔ علماء جو کشتی امت کے نگہبان ہیں اس زمانہ میں بدترین مخلوق ہوں گے۔ ہر ایک فتنہ انہی میں سے نکلے گا۔ اور انہی میں لوٹ جائیگا۔ کذاب خطباء ہم مراؤن قراءہ یتفقہون فی غیر الدین۔ ان کے خطیب کذاب اور قاری ریاکار ہوں گے۔ جو دین کو چھوڑ کر اور باتوں میں تفقہ کریں گے۔ ایسے وقت میں مسیح موعود کا نزول ہوگا۔ بلکہ ساتھ ہی حدیث اور تفاسیر اس امر پر بھی گواہ ہیں کہ کل ادیان پر اسلام کا غلبہ مسیح کے ہاتھ پر ہوگا۔ اور یہی اس کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے۔ غور کیجئے کہ وہ اپنے ہمعصر مولویوں کی طرح استنجا۔ وضو۔ غسل۔ مسواک۔ رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ مسائل پر اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ بلکہ وہ شروع سے وہ راہ اختیار کرتے ہیں جس سے اسلام کا غلبہ کل ادیان عالم پر ثابت ہو۔ اسی زمانہ میں اور علما بھی ہوئے ہیں لیکن ان سب کے ابتدائی خیالات بالکل فرقہ بندی کے دور از کار مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ مولانا شبلی کی سب سے پہلی کتاب "اسکات المعتدی" مذہب اہل حدیث کے خلاف انتہائی بغض و حسد کا آئینہ تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ انسان عیسائی ہو سکتا ہے لیکن غیر مقلد نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مولانا چراغ علی کا ابتدائی شغل شیعہ مذہب کی ز[illegible]یات کی تائید تھا۔ سرسید احمد اور نواب وقار الملک سب ہی لوگ ابتدا میں فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار رہے۔ بعد میں ان لوگوں نے بہت کچھ لکھا۔ لیکن تمام مذاہب کے بالمقابل اسلام کا غلبہ ثابت کرنے کے لئے انہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ سرسید احمد کی کوئی کتاب ہندو مذہب اور آریہ سماج پر نہیں۔ شبلی نے صرف عیسائیت پر چھلتی ہوئی نظر کے سوا۔ ہندوؤں۔ برہموؤں۔ دیوسماجیوں۔ اور آریہ سماجیوں کے خلاف ایک حرف تک نہیں لکھا۔ سوا اس ایک پہلوان کے جس نے تمام مذاہب پر اپنی نگاہ دوڑائی نہ ہندوؤں کو چھوڑا نہ آریوں کو۔ اور نہ عیسائیوں اور سکھوں کو نہ برہمو اور دیوسماجی کو غرض جو بھی اس کے سامنے آئے اسلام کی حقانیت اور صداقت کا غلبہ ان پر ثابت کرتا گیا علماء اسلام میں سے کسی ایک شخص کا نام لیا جائے جس نے اسلام کی صداقت کو تمام مذاہب کے بالمقابل اس شدومد کے ساتھ ثابت کیا ہو۔

مذہب کے متعلق نیا نظریہ اور احمدیت

مذہب کے متعلق نیا نظریہ جس کا ذکر ہم ابتدا مضمون میں کر چکے ہیں جس پر مستقبل کے مذہب کی بنیاد رکھی جانے والی ہے اس پر حضرت مسیح موعود اور احمدی جماعت نے خاص طور پر زور دیا ہے۔ غیر مذاہب کے بالمقابل ان کی تقاریر کا دلآویز حصہ ہمیشہ یہ ہوتا ہے "ہمارا خدا کل دنیا کا خدا ہے گورے۔ کالے۔ نیلے۔ پیلے۔ لال۔ گلال سب اسی ایک کے بیٹے ہیں۔ ان کے رنگ جدا جدا ہیں۔ قد بھی مختلف ہیں۔ لمبے تڑنگے۔ چھوٹے۔ موٹے۔ چوڑے چکلے۔ سب ایک حقیقی صانع کی صنعت ہیں۔ نیلی آنکھ والا جو بہت بڑا کاریگر ہے۔ موٹے ہونٹ والا جو ابھی عقل کے ابتدائی درجہ میں ہے۔ زرد چہرے والا جو نہایت ذہین ہے۔ اور سفید رنگ والا جو شام کا حسین ہے۔ ان سب کو دانائی کی آنکھ۔ عقل کی سادگی۔ ذہن رسا۔ اور حسن دلکش دینے والا وہی ایک ہے۔ جو شروع سے ایک ہے اور ہمیشہ تک ایک رہے گا۔ اس نے یونانی کو یونانی زبان بخشی ایرانی کے لبوں میں فارسی کی شیرینی دی۔ آریوں کو سنسکرت کا ترانہ دیا۔ عرب کو عربی فصاحت کا نغمہ بخشا۔ وہ ہندی سے ہندی راگ میں گویا ہوا۔ یونان میں اس کا سرود یونانی تھا۔ ایران میں اس کی گفتگو ژندی تھی۔ اور چین میں اس کی بولی چینی تھی۔ وہ سب قوموں سے ان کی اپنی زبان میں مخاطب ہوا۔ اس کا پیار سب قوموں کے ساتھ یکساں تھا۔ اس لئے کہ وہ سب کا پیارا یتیم تھا۔ وہ اگر کبھائی ایک ملک اور ایک قوم میں محصور ہوتا۔ اس کا ظاہری سورج صبح سے شام تک مشرق سے مغرب تک یہ کہتا ہوا جاتا ہے کہ اس کی روشنی اور اس کا نور کسی ایک ملک اور کسی ایک قوم کا چراغ نہیں۔ وہ رات کی تاریکیوں کے بعد جس طرح چین اور ہندوستان میں اپنی روشنی پھیلاتا ہے اسی طرح شب دیجور کے اختتام پر ایران اور شام میں بھی جلوہ گر ہوتا ہے۔ اگر تم مطلع شمس کے نہیں بلکہ آفتاب صداقت کے پرستار ہو تو وہ ہر تاریکی کے بعد ہر ملک اور قوم پر طلوع ہوتا ہے۔ باد صبا کا ہر جھونکا ساری دنیا کو یہ پیغام تہنیت سناتا ہے کہ زندگی کا یہ تار نفس کل بنی نوع انسان میں مشترک ہے"

اب اگر یہ سچ ہے کہ نیا تمدن ظہور پذیر ہو چکا ہے۔ اور طرز معاشرت میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا ہے۔ اور مذہب ایک "عالمگیر اخوت" کا نام پا چکا ہے تو یقیناً وہ مرد خدا بھی آچکا ہے جس نے ہمیشہ مذہب کو "عالمگیر اخوت" کی حیثیت سے پیش کیا ہے جس کا مسز اینی بسنٹ یا دوسرے انقلاب پسندوں کو ابھی تک انتظار ہے۔ لیکن مسز اینی بسنٹ کی قریباً نصف صدی کی تمنائیں کرشنا مورتی کے تھیٹر میں قلابازیاں کھانے سے حسرت و یاس سے مبدل ہو چکی ہیں۔ نیا نظام تمدن ظہور پذیر ہوا۔ اور پرانی طرز معاشرت نے بھی پلٹا کھایا۔ لیکن یہ حشر اور قیامت جس کے قدموں کے ساتھ وابستہ تھی وہ ابھی تک نہیں آیا۔ کیا وہ اس وقت آئے گا جب موسم بہار اپنی ساری رنگینیوں کو ظاہر کر کے زوال کی طرف ایک قدم بڑھائے گا یہ تو سنت خداوندی نہیں اور نہ دنیا میں کبھی ایسا ہوا کہ مسیح مُردوں کو جلانے کے لئے نہیں بلکہ ان کو ٹھکانے لگانے کے لئے آئے۔

مسلمانوں سے خطاب

یہ تو ان لوگوں کے لئے ایک اشارہ تھا کہ جو مذہب کی اصل حقیقت کو سمجھ چکے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے دنیا میں ابھی ایسی مخلوق بھی آباد ہے جو تمناؤں اور آرزوؤں کا ایک طوفان دل میں لئے ہوئے آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھی ہے۔ وہ منتظر ہیں اس امر کے کہ "طلسم ہوشربا" کی خیالی تصویریں اپنے کاغذی پیرہن کو چاک کر کے پردۂ دنیا پر کب جلوہ افروز ہوتی ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں مولویوں کے طبقہ کو جو کچھ سوجھتی ہے باون گز کی ہی سوجھتی ہے۔ وہ کبھی واقعات عالم پر غور نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیشہ اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ کب باون گز کا دجال اپنے عجیب و غریب گدھے اور یاجوج ماجوج اپنی عجوبہ زا صورتوں کے ساتھ خروج کرتے ہیں۔ اور مغرب سے کب طلوع آفتاب ہوتا ہے معنوی اور حقیقی رنگ میں دجال اور یاجوج ماجوج۔ امپیریلزم کیپٹلزم اور اشتراکیت کے رنگ میں سب خروج کر چکے ہیں دجال یا سرمایہ داری کا فتنہ قتل ہو چکا ہے۔ یاجوج ماجوج (یا بالشویک) دنیا کی بلندیوں پر قابض ہو رہے ہیں۔ اسلام کا سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہے لیکن اس کے لئے ظاہری بینائی کی نہیں بلکہ باطنی بینائی کی ضرورت ہے۔

درون سینہ آخر زاں ہمہ نابینا چہ میداند
کہ شہر بر سر سودائے یوسف میکند غوغا
نظیری گر طمع داری کہ مقبول جہاں باشی
فلا تحسد ولا تبخل ولا تحرص علی الدنیا

مسیح موعود ہونے کا دعوے

(از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

مسیح موعود کا نام مجدد صد چہاردہم کو کیوں دیا گیا

اندرونی مفاسد کی اصلاح کے سلسلے میں اور بھی بہت سے کام آتے ہیں جو بحیثیت مجدد آپ نے کئے۔ لیکن ان تفصیلات کو چھوڑ کر اب میں مجدد کے کام کے دوسرے پہلو کو پیش کرتا ہوں جو بیرونی مفاسد سے تعلق رکھتا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ آپ کا دعوے مسیح موعود آپ کے دعوئ مجدد پر کوئی ترقی ہے جو بعد میں آپ نے کی۔ کیونکہ مجدد ہونے کا دعوے آپ نے ۱۸۸۴ء میں کیا۔ اور مسیح موعود ہونے کا دعوے ۱۸۹۱ء میں کیا اس وجہ سے یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ آپ تدریجاً نئے نئے دعوے پیش کرتے جاتے تھے۔ یہ ایک بڑی بھاری غلط فہمی ہے آپ کا مسیح موعود کا دعوے مجدد کے دعوے سے الگ نہ تھا۔ بلکہ مسیح موعود کا دعوے مجددیت کے دعوے کا ہی دوسرا نام تھا جو اندرونی مفاسد کی اصلاح نہیں بلکہ بیرونی فتن کے سد باب سے تعلق رکھتا تھا۔ چنانچہ ۱۸۸۴ء میں جب آپ نے دعوے مجدد کیا تو اس کے الفاظ یہ تھے۔

> "اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت اور مشابہت ہے۔"

اور فی الحقیقت مسیح موعود کے دعوے کے نیچے اصل حقیقت صرف اس قدر ہے کہ اس مجدد صد چہاردہم کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے ایک شدید روحانی مشابہت ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح آپ نے خود اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں فرمائی ہے۔

"اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوے ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں ہے صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہمکلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح ہو اور خواہ مثیل موسےٰ ہو یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں۔ .... جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی۔ اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہو گیا۔ تو اللہ جلشانہ وقت کے مناسب حال کوئی نام اس کا رکھ سکتا ہے۔ .... اس زمانہ کے مجدد وقت کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کے لئے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہو سکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں۔ جن کے دور کرنے کے لئے ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی آوے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۰)

بیرونی فتن میں سے عیسائیت کا فتنہ اسلام کے لئے سخت ترین ہے

اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ میں اسلام کا مقابلہ ایک مذہب سے نہیں بلکہ سب مذاہب سے ہے۔ اور کم و بیش اسلام کو یہ مقابلہ پہلے بھی پیش آتا رہا ہے۔ لیکن یہ وہ زمانہ ہے اور اس سے پہلے ایسا کوئی زمانہ اسلام پر نہیں آیا۔ جب عیسائیت نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اسلام کو مٹانے کا تہیہ کیا ہو۔ اس سے پیشتر اسلام اور عیسائیت کی ملکی رنگ میں بڑی بھاری جنگ ہوئی جو صلیبی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن جو کچھ سامان اسلام کو بحیثیت مذہب مٹانے کے لئے اس زمانہ میں کیا ہے۔ اور جس طرح روپیہ اس غرض کے لئے پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ اور پادریوں کی فوجیں تمام اسلامی ممالک پر حملہ آور ہو رہی ہیں اور مفت لٹریچر کثرت کے ساتھ پھیلایا جا رہا ہے اور طرح طرح کے لالچ دے کر لوگوں کو پھسلایا جاتا ہے اس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ خود مسیحی پادریوں نے اس بات کو محسوس کیا ہے اور بار بار دہرایا ہے کہ دنیا میں غیر مسیحی مذہب تو بہت ہیں مگر Anti Christian یعنی عیسائیت کا مقابل صرف ایک ہے۔ یعنی اسلام۔ آج دنیا کے واقعات کو ایک سرسری نگاہ سے بھی دیکھا جائے تو صاف نظر آجاتا ہے کہ باوجود مسلمانوں کی ہر قسم کی کمزوری کے ایک عظیم الشان مقابلہ اسلام اور عیسائیت کا اس وقت لگا ہوا ہے اور گو ساز و سامان کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کا ہاتھ اوپر ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ عجیب نظارہ نظر آتا ہے۔ کہ ایک طرف اسلام کے اصول اگر دنیا میں غلبہ حاصل کرتے چلے جا رہے ہیں تو دوسری طرف عیسائیت کے اصول خود بخود گرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ تو بہر حال آج کی بات ہے لیکن آج سے قریباً ساٹھ سال پیشتر جب حضرت مرزا صاحب نے مقابلہ مذاہب کے میدان میں قدم رکھا تو آپ کی توجہ سب سے بڑھ کر عیسائی مذہب کی طرف ہی رہی ۱۸۶۴ء میں جب آپ سیالکوٹ میں ملازم تھے اور جس پر آج قریباً ستر سال کا عرصہ گزرتا ہے عیسائی پادریوں کے ساتھ آپ برابر مباحث میں لگے رہتے تھے۔ اور اس کے بعد بھی عیسائیت کے خلاف آپ کے مضامین نکلتے رہے اور یہ عجیب بات ہے کہ اگر ایک طرف آپ دعوئ مجددیت کے ساتھ ہی یہ ظاہر فرماتے ہیں کہ آپ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ اشد روحانی مناسبت ہے تو دوسری طرف اس سے بھی مدت پیشتر عملی رنگ میں آپ کی طبیعت کا رجحان بھی اسی طرف زبردست تھا کہ عیسائیت کا مقابلہ کیا جائے اور اسلام کی روشنی کو عیسائی ممالک میں پھیلانے کا جذبہ روز بروز آپ کے اندر اس قدر قوت پکڑتا گیا کہ بالآخر آپ کی جماعت میں اسی جذبہ نے سب سے نمایاں رنگ اختیار کیا۔ غرض دعوے سے پیشتر ہی مسیح موعود کا عملی کام آپ کے اندر ظاہر ہو چکا تھا۔

احادیث میں مسیح کی آمد کا ذکر

مسیح موعود سے کیا مراد ہے اور شرعی نقطہ نگاہ سے مسیح موعود کی آمد کو کیا حیثیت حاصل ہے۔ یہ وہ سوال ہے جو اس بحث میں سب سے پہلے ہمارے سامنے آتا ہے۔ احادیث نبوی میں عیسےٰ ابن مریم یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے اس امت میں آنے کا ذکر ہے۔ بخاری میں نزول ابن مریم کی حدیث صرف حضرت ابوہریرہ کی روایت سے تین جگہ آئی ہے۔ کتاب البیوع (۳۴) اور کتاب المظالم (۳۴) میں اور کتاب الانبیاء (۶۰) میں آخری موقعہ پر باب نزول عیسےٰ بن مریم علیہ السلام کے ماتحت یہ حدیث ان الفاظ میں آئی ہے:۔

"والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر و یضع الحرب ویفیض المال حتے لا یقبلہ احد حتے تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا وما فیہا۔"

(ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہو حکم و عدل ہو کر۔ پس وہ صلیب کر توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور لڑائی کو موقوف کرے گا۔ اور مال بہت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہوگا۔"

اور پھر ان الفاظ میں کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ اور وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔"

پہلے دو موقعہ پر اول روایت سے ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ سوائے اس کے کہ عدلاً کی جگہ "مقسطاً" ہے اور یضع الحرب کی جگہ "یضیع الجزیۃ" ہے۔ اور آخری الفاظ "حتیٰ تکون" سے آخر تک نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں بھی متفرق مقامات پر نزول عیسےٰ بن مریم کی احادیث ہیں۔ ایک جگہ الفاظ بخاری کی پہلی دو روایتوں کے ہیں۔ ایک جگہ بخاری کی مختصر سب سے آخری روایت کے ہیں۔ اور بعض جگہ یوں الفاظ ہیں کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم۔ (تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ پس وہ تمہارا امام ہوگا۔) اور ایک روایت میں آخر پر فامکم کے بجائے فامکم منکم ہے (پس وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا) اور ایک روایت جابر بن عبداللہ کی ہے اور ایسا ہی اور کئی صحابہ سے اس قسم کی روایات ہیں جن میں عیسےٰ ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے۔ مثلاً ابن عمر۔ ثوبان وغیرہ۔

(باقی اس سے اگلے صفحہ پر مسلسل)

آنیوالے مسیح مسلمانوں میں سے ہی ہیں

اگر صرف ہم ان احادیث کو ہی لیں تو ان میں ایک عجیب بات نظر آتی ہے کہ باوجودیکہ ذکر تو یہاں نزول ابن مریم کا ہے لیکن ان کے ساتھ مختلف قسم کے الفاظ بڑھائے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن مریم اس امت محمدیہ میں سے ہی پیدا ہوں گے۔ یہ الفاظ حسب ذیل ہیں۔ **و امامکم منکم۔ فامکم۔ فامکم منکم**۔ الفاظ وامامکم منکم کے معنے عموماً یوں سمجھے گئے ہیں کہ تمہارا امام تم میں سے (کوئی اور) ہوگا۔ اور یہ خیال کیا گیا ہے کہ مراد اس سے مہدی ہے مگر اس کے خلاف دو زبردست باتیں ہیں۔ اول یہ کہ یہ احادیث جن میں لفظ وامامکم منکم آتے ہیں بخاری اور مسلم کے ہیں۔ اور بخاری اور مسلم میں مہدی کے آنے کا قطعاً ذکر نہیں۔ جب بخاری اور مسلم مہدی کے آنے کو ہی نہیں مانتے تو ان کے نزدیک ان الفاظ کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ مہدی اس وقت امام ہوں گے۔ مگر اس سے بھی زیادہ صاف بات یہ ہے کہ مسلم نے اگر الفاظ وامامکم منکم کی روایت کی ہے تو اس کے ساتھ ہی بلا الفاظ کے بھی روایت کی ہے۔ جنکے معنے سوائے اس کے کچھ بھی نہیں ہو سکتے کہ وہ عیسٰے ابن مریم جو آنے والے ہیں وہ تم ہی میں سے یعنی امت محمدیہ میں سے ہی تمہارے امام ہیں یعنی باہر سے نہیں آئیں گے۔ مسلم کے الفاظ دو طرح پر ہیں **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فامکم** تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے۔ پس وہ تمہارے امام ہونگے۔ اور **کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم**۔ تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور وہ تمہارے امام تمہیں میں سے ہوں گے اب امکم یا امکم منکم دونوں جملے صراحت سے بتاتے ہیں کہ یہ عیسٰے ابن مریم جن کے نزول کا ذکر ہے مسلمانوں کے امام ہیں اور امت محمدیہ میں سے ہی ہیں منکم یا باہر سے نہیں کسی اور امت میں سے نہیں آئیں گے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس نزول کے ساتھ کیف انتم کے الفاظ بڑھائے ہیں جو تعجب کے لئے ہیں۔ تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی اور اس تعجب میں یہی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خیال تو یہ ہوگا کہ ابن مریم باہر سے آئیں مگر وہ تمہیں میں سے ہوں گے پس یہی معنے وامامکم منکم کے بھی ہیں۔ کہ آنے والے عیسٰے مسلمانوں میں سے ہیں اور مسلمانوں کے امام ہیں اور ظاہر ہے کہ مجدد اپنے وقت کا امام ہوتا ہے اور یہ ان کے مجدد ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے۔

قرآن کریم کی شہادت کہ اس امت کا مسیح اس امت میں سے ہی ہوگا

احادیث تو قرآن کریم کی ہی تفسیر ہیں۔ اور قرآن کریم کی شہادت سب سے بڑھ کر ہے۔ جب ہم اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد جو خلفاء آئیں گے وہ امت محمدیہ میں سے ہی ہوں گے۔ چنانچہ سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ صریح الفاظ میں ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (النور) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کرتے ہیں وعدہ کرتا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفے بنائے گا۔ ان کی مانند جنہیں ان سے پہلے خلیفے بنایا ان پہلوں سے مراد بنی اسرائیل لئے گئے ہیں یعنی جس طرح نبی کریم صلعم کو مثیل موسٰے قرار دیا گیا ہے **انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا** (المزمل) اسی طرح خلفائے نبی کریم صلعم کو مثیل خلفائے موسٰے قرار دیا گیا۔ پس یہ آیت اس بات کی متحمل نہیں ہو سکتی کہ اس امت میں خود حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائیں جو خلفائے موسٰے میں سے ہیں بلکہ آیت کا صریح مطلب یہ ہے کہ جیسے حضرت موسٰی کی امت میں مسیح علیہ السلام آئے تھے انہی کے مثل کوئی مسیح اس امت محمدیہ میں آئے۔ بالفاظ دیگر آیت قرآنی کا منشا یہ ہے کہ اس امت میں مثیل عیسٰے آئے اور خود حضرت عیسٰے کے تشریف لانے کی یہ آیت متحمل نہیں ہو سکتی۔

دوسری شہادت

دوسری شہادت اسی امر کے متعلق یہ ہے کہ قرآن کریم نبوت کو آنحضرت صلعم پر ختم کرتا ہے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام قرآن کریم کی تصریح کے مطابق نبی تھے۔ پس یہ ناممکن ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے بعد آئیں۔ اور اگر وہ آئیں تو خاتم النبیین حضرت عیسٰے ہوں گے نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ نبوت کا خاتمہ اس پر ہوگا جو سب سے پیچھے دنیا میں آئے۔ اور یہ خیال کہ گو سب سے پیچھے حضرت عیسٰے آئیں مگر بعثت نبی کریم صلعم کی سب سے پیچھے ہے اس لئے وہ آخری نبی ہیں۔ باطل ہے۔ فرض کرو ایک میدان کو فتح کرنے کی ضرورت ہے تو اس میدان کا آخری جرنیل وہ نہیں ہوگا جس کے مقرر کئے جانے کی تاریخ پیچھے ہے۔ بلکہ وہ ہوگا جس نے بالآخر اس میدان کو فتح کیا۔ اگر زید اور بکر دو جرنیل ہوں۔ زید کا تقرر پہلے ہوا اور بکر کا بعد میں اور زید ابھی زندہ تھا کہ بکر کا انتقال ہو گیا۔ اور زید نے ہی بالآخر اس میدان کو فتح کیا تو کوئی عقلمند بکر کو آخری جرنیل نہیں کہے گا۔ بلکہ سب لوگ زید کو ہی آخری جرنیل کہیں گے۔ جو سب سے پیچھے جرنیلی کا کام کرتا رہا۔ اسی طرح اگر حضرت عیسٰے نبی اللہ آنحضرت صلعم کے بعد آ جائیں اور دین کا غلبہ انہی کے ہاتھ پر ہو تو آخری نبی وہی کہلائیں گے۔ علاوہ ازیں ایک اور بھی حضرت عیسٰے نبی اللہ کے آنے میں مانع ہے کہ حضرت عیسٰے کو قرآن کریم نے صاف طور پر **رسولا الی بنی اسرائیل** (آل عمران) کہا ہے تو وہ دوسری کسی قوم کی طرف رسول نہیں ہو سکتے۔ اس لئے بھی وہ امت محمدیہ میں نہیں آ سکتے۔ تیسری دقت اس بارے میں یہ ہے کہ نبی نبوت کے کسی کام کے لئے ہی بھیجا جاتا ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ حضرت عیسٰے نبی اللہ آنے والے ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نبوت کے کام کی تکمیل بھی آنحضرت صلعم کے ہاتھوں سے نہیں ہوئی اور یہ صریح نص قرآنی **الیوم اکملت لکم دینکم** (المائدہ) کے خلاف ہے۔ انہی مجبوریوں کی وجہ سے اہل تحقیق کو یہ ماننا پڑا ہے کہ حضرت عیسٰے رسول نہیں بلکہ مجدد ہو کر آئیں گے جیسے فتح البیان میں ہے۔ **عایۃ ینزل حاملا علی شرع نبینا محمد صلعم کانہ بعض امتہ**۔ یا جیسے فتح الباری میں ہے **یکون عیسٰے حاکما من حکام ھذہ الامۃ**۔ لیکن اس میں بھی کئی قسم کی دقتیں ہیں۔ اول تو یہ بات ہی بے معنی ہے کہ نہ نبوت کا کوئی کام باقی ہے نہ کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو دو ہزار سال سے زندہ رکھا ہوا ہے کہ اسے پھر دنیا میں بھیجا جائے۔ یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ نبوت کی تکمیل آنحضرت صلعم سے نہیں ہوئی۔ اور نہ دین کامل ہوا۔ تو پھر مسیح آئیگا تو نبی ہو کر آئے گا۔ اور اگر مسیح نے مجدد ہو کر ہی آنا ہے تو یہ بات ہی بالکل بے معنی ہے کہ مجدد کے کام کے لئے ایک نبی کو زندہ رکھا تھا اور دوسری دقت یہ ہے کہ اگر وہ مجدد ہو کر آئیں تو نبوت کے کام سے الگ ہو کر آئیں گے۔ تو حضرت مسیح کا نبوت سے معزول کیا جانا بھی بے معنی ہے۔ نبی کا فوت ہو جانا بھی سنت الٰہی ہے۔ اس کے زمانہ کا ختم ہو جانا بھی قابل تسلیم ہے۔ لیکن اس کا نبوت سے معزول کیا جانا یہ بالکل خلاف اصول دین ہے۔ اور ان ساری باتوں کے باوجود ابھی یہ دقت باقی رہتی ہے کہ اگر حضرت مسیح نے شریعت محمدیہ پر عمل کرنا ہے اور قرآن کریم اور حدیث کے مطابق ہی فیصلے صادر کرنے ہیں تو قرآن کریم اور حدیث کی تعلیم وہ کس طرح حاصل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون دو ہی طرح پر ہے ایک وہ علم ہے جو وہ بذریعہ وحی عطا فرماتا ہے۔ اور دوسرا وہ ہے جو انسان بذریعہ اکتساب حاصل کرتا ہے۔ اب اگر وہ قرآن و حدیث کا سارا علم بذریعہ وحی حاصل کریں تو ان کی نبوت میں کیا شبہ رہا اور اگر بذریعہ اکتساب حاصل کریں تو آسمان سے اتر کر پہلے کئی سال قرآن و حدیث پڑھنا پڑے گا۔ بلکہ پہلے زبان عربی کی تحصیل کرنی ہوگی۔ غرض حضرت مسیح کا دوبارہ اس دنیا میں آنا تمام محکمات قرآنی کو باطل کرتا ہے۔ اس لئے لازماً ہمیں نزول ابن مریم کی تاویل کرنی پڑے گی۔

قرآن کریم سے تیسری شہادت کہ حضرت عیسٰے فوت ہو گئے

حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات پر مفصل بحث میں نے کتاب مسیح موعود میں کی ہے۔ یہاں میں صرف مختصراً قرآن کریم کی ان آیات کا حوالہ دیتا ہوں جن سے صفائی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ اول **وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** (المائدہ) اور میں ان پر (یعنی اپنے پیروؤں پر) گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ یہ جواب حضرت عیسٰے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے اس سوال کے جواب میں ہے۔ **ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الھین من دون اللہ**۔ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو۔ یعنی سوال حضرت عیسٰے کے وقت کے باطل عقیدہ کے متعلق تھا۔ جس کے رو سے انہوں نے حضرت عیسٰے کو خدا بنا لیا تھا۔ اور جواب یہ ہے کہ جب تک میں ان میں رہا میں ان پر گواہ تھا یعنی ان کا عقیدہ نہیں بگڑا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دیدی تو مجھ کو کیا خبر ہے کہ انہوں نے کیا عقیدہ بنا لیا۔ اس آیت سے بصراحت ثابت ہے کہ جب تک حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت نہیں ہو گئے اس وقت تک ان کی خدائی کا عقیدہ بھی نہیں بنا۔ پس اگر قرآن کریم کے نزول سے پہلے حضرت عیسٰے کی خدائی کا عقیدہ بن چکا تھا اور اگر یہ قرآن شریف میں موجود ہے تو حضرت عیسٰے وفات بھی پا چکے تھے۔ یہ نتیجہ ایسا بدیہی ہے کہ کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر اس کی بداہت کو بخاری کی حدیث اور بھی واضح کرتی ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض آپ کی امت کے لوگ دوزخ کی طرف لیجائے جائیں گے تو بعینہ وہی آپ عرض کریں گے جو اوپر حضرت عیسٰے کی طرف منسوب ہے۔ دیکھو بخاری۔

"فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔"

دوم۔ "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل" اور محمد (صلعم) صرف رسول ہیں۔ آپ سے پہلے سب رسول گزر چکے۔ یہاں اَل استغراقی ہے۔ اور کسی صورت میں معنے نہیں بنتے سوائے اس کے کہ الرسل کے معنے سب رسول نہ لئے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت ابوبکرؓ نے اسی آیت سے آپ کی وفات پر دلیل لی۔ یعنی جب پہلے سب رسول فوت ہو چکے تو رسول اللہ صلعم کا فوت ہو جانا بھی سنت الٰہی کے مطابق ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ کچھ رسول فوت ہو گئے تو صحابہ میں سے جو لوگ یہ کہتے تھے کہ آپ فوت نہیں ہوئے وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ جب بعض رسول ابھی زندہ ہیں تو رسول اللہ صلعم بھی زندہ رہنے چاہئیں۔

سوم۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول۔ قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام (المائدہ) مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھے ان سے پہلے سب رسول گزر چکے اور ان کی ماں راستباز تھیں وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ یہ الفاظ حضرت مسیح کی خدائی کے ابطال کے لئے لائے گئے ہیں۔ اور یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جس طرح حضرت مریم اپنی زندگی کے لئے کھانے کی محتاج تھیں اسی طرح حضرت عیسٰے بھی اپنی زندگی کے لئے کھانے کے محتاج تھے دونوں کو ایک آیت میں رکھکر یہ بتایا کہ جس طرح وہ فوت ہو گئیں حضرت عیسٰے بھی فوت ہو گئے۔ وہ دونوں کبھی کھانا کھاتے تھے اور زندہ تھے اب نہ کھانا کھاتے ہیں نہ زندہ ہیں

چہارم۔ اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (مریم) اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ ہوں۔ یہ کس قدر واضح دلیل حضرت عیسٰے کی وفات پر ہے۔ کیونکہ یہاں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کو لازم قرار دیا گیا ہے جب تک وہ زندہ رہیں۔ اب اگر آسمان پر نماز اور وضو اور طہارت وغیرہ کا انہیں تکلف بھی خیال کر لیا جائے تو زکوٰۃ کس کو دیتے ہوں گے۔

پنجم۔ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئًا وھم یخلقون اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون۔ جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود مخلوق ہیں۔ وہ سب مر چکے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ یہاں ان معبودوں کا ذکر ہے جو انسانوں میں سے بنائے گئے ہیں۔ کیونکہ بعد موت اٹھائے جانے کا بھی ذکر ہے۔ اور ان سب کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ مر چکے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں۔ ان معبودوں میں سے دنیا میں اول نمبر تو حضرت مسیح کا ہی ہے۔ اگر وہی زندہ ہیں تو یہ ساری دلیل بے معنی ہے۔ غرض ان آیات سے کھلے طور پر ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰے زندہ نہیں فوت ہو چکے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کا دیگر انبیا کی طرح فوت ہو جانا قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر بنظر اختصار میں ان کو چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ فی الحقیقت صراحت سے ایک آیت سے بھی ایک بات ثابت ہو جائے تو کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات پر ایک اور گواہی!

احادیث میں جہاں حضرت عیسٰے علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر کسی مرفوع حدیث میں نہیں وہاں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ خود حدیث معراج کو دیکھا جائے تو اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حدیث معراج میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰے اور حضرت یحیٰے کو ایک ہی جگہ دیکھا اب حضرت یحیٰے بالاتفاق وفات پا چکے ہیں۔ اور زندہ اور وفات یافتہ کے لئے الگ الگ حالت اور الگ الگ مکان ہیں پس حضرت عیسٰے کا حضرت یحیٰے کے ساتھ ہونا صاف بتاتا ہے کہ حضرت عیسٰے بھی وفات یافتہ تھے۔ حدیث معراج کی کسی روایت میں اشارہ تک نہیں کہ آپ نے حضرت عیسٰے کو اور حالت میں دیکھا اور دوسرے انبیا کو اور حالت میں دیکھا۔ پھر اس کے علاوہ ایک حدیث ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ اور الیواقیت والجواہر صفحہ ۲۲ پر اور زرقانی جلد ۶ صفحہ ۴، ۳ پر منقول ہے جس کے الفاظ ہیں:-

لو کان موسٰی وعیسٰی حیین لما وسعھما الا اتباعی

دیا رکان من اتباعی اگر موسٰی و عیسٰے زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسٰے اور حضرت عیسٰے دونوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فوت شدہ سمجھتے تھے۔ ایسا ہی ایک اور حدیث ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ اور زرقانی جلد ۱ صفحہ ۴۲ پر منقول ہے جسکے الفاظ ہیں ان عیسی ابن مریم عاش عشرین ومائتہ سنتہ۔ حضرت عیسٰے ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔ یہ حدیث بھی بصراحت بتاتی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے اور ان کی وفات ایک سو بیس برس کی عمر میں ہوئی۔ اور زرقانی میں ہے اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند رجالہ ثقات عن عائشۃ۔ یعنی یہ روایت طبرانی نے کبیر میں ایسی سند سے حضرت عائشہؓ سے بیان کی ہے جسکے راوی معتبر ہیں۔ اور اس کے ابتدائی حصہ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہ بات آنحضرت صلعم نے اپنے مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ سے فرمائی تھی اور اس کے آخر پر ہے کہ میں ساٹھ سال کے سر پر وفات پانے والا ہوں ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں وضعی نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ ان میں حضرت عیسٰے کے وفات پانے کا ذکر ہے حالانکہ عام خیال اس زمانہ میں یہ تھا کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام زندہ ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک حضرت عیسٰے علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں لفظ حکم کی بحث کے نیچے ہے۔ وقال مالک مات یعنی امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰے فوت ہو گئے۔ امام ابن حزم کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ جلالین معہ کمالین صفحہ ۱۰۹ پر ہے۔ وتمسک ابن حزم بظاھر الاٰیۃ وقال بموتہ۔ یعنی ابن حزم آیت یٰعیسٰی انی متوفیک کو ظاہر پر حمل کر کے ان کی (حضرت عیسٰے کی) موت کے قائل ہیں اور محی الدین ابن عربی کا مذہب نزول ابن مریم کے متعلق یہ ہے وجب نزولہ فی آخر الزمان بتعلقہ ببدن آخر یعنی ان کا نزول آخری زمانہ میں دوسرے بدن کے ساتھ ہوگا۔ جسکو صوفیوں کی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں۔ اور اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ پر ہے "وبعضے بر آنند کہ روح عیسٰے در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازین بروز است۔" یعنی بعض (اہل اللہ) اس بات کے قائل ہیں کہ عیسٰے کی روح مہدی میں بروز کرے گی اور نزول سے مراد یہی بروز ہے۔ یہ دونوں اقوال حضرت عیسٰے کے نزول کے مسئلہ کو بالکل صاف کر دیتے ہیں۔

نزول ابن مریم سے مراد کسی دوسرے شخص کا آنا ہے

اوپر کے دونوں اقوال سے یہ ظاہر ہے کہ پہلے بھی بعض اولیا اللہ اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسٰے ابن مریم کا نزول جس کا ذکر احادیث میں ہے اس سے مراد بروزی نزول ہے[ؔ] یعنی حضرت عیسٰے کی روحانیت کا کسی دوسرے شخص میں ظاہر ہونا۔ اور خود حدیث نزول میں اماممکم منکم کہہ کر اور یہ بتا کر کہ وہ عیسٰے ابن مریم جسکے نزول کا ذکر ہے وہ مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہی ایک شخص ہوگا۔ اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے اور قرآن شریف میں حضرت عیسٰے کی وفات کا بالتصریح ذکر فرما کر دوسرا قرینہ اس بات پر قائم کر دیا ہے کہ حضرت عیسٰے خود آنے والے نہیں بلکہ ان کی صفات یا روحانیت کا کسی دوسرے شخص میں ظہور ہوگا۔ اور پھر اسی حقیقت کو دوسری حدیثیں بھی واضح کرتی ہیں۔ اور یہ احادیث بخاری ہی میں ہیں۔ اور ان میں حضرت عیسٰے کا حلیہ اور دیا ہے اور آنے والے مسیح کا حلیہ اور دیا ہے حالانکہ نام وہاں بھی ایک ہی ہے۔ چنانچہ باب واذکر فی الکتاب مریم کے نیچے حدیث معراج میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ولقیت عیسٰے ۔۔۔۔ فقال ربعۃ احمر۔ میں عیسٰے کو ملا فرمایا وہ متوسط گورے رنگ کے تھے۔ اسی حدیث میں حضرت موسٰے کا حلیہ بھی دیا ہے۔ یہ ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ اس کے ساتھ ہی ابن عمرؓ کی روایت ہے جس میں حضرت عیسٰے کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔ فاما عیسٰے فاحمر جعد عریض الصدر یعنی عیسٰے گورے۔ گھونگریالے بالوں والے، فراخ سینے والے تھے۔ اور آگے چلکر جہاں مسیح الدجال کے ساتھ مسیح ابن مریم کا ذکر کیا ہے جو گویا آنے والے مسیح ہیں۔ وہاں فرمایا وارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا

ؔ لفظ نزول سے دھوکا نہ کھانا چاہئے اس لئے کہ نزول کے لفظ کا استعمال زبان عرب میں بہت وسیع ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم (الاعراف) ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے۔ جو تمہاری شرمگاہوں کو ڈھانکتا ہے۔

حالانکہ لباس سوت سے۔ اور سوت کپاس سے اور کپاس زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ اور فرمایا وانزلنا الحدید (الحدید ۲۵) اور ہم نے لوہا نازل کیا۔

حالانکہ لوہا زمین سے نکلتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے۔ بلکہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کرنے کو بھی لفظ انزل سے ہی تعبیر کیا ہے۔ قد انزل اللہ علیکم ذکرا رسولا (الطلاق - ۱۰) اللہ نے تم پر ذکر نازل کیا یعنی رسول۔

پس نزول ابن مریم سے مراد صرف ابن مریم کا آنا ہے۔ اوپر سے اترنا اس کے معنے میں ضروری نہیں۔

رجل آدم کاحسن ما یُرٰی من اُدم الرجال تقرب لمته بین منکبیه رجل الشعر فقالوا هذا المسیح ابن مریم

آج رات کو خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا سو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی گندم گوں رنگ کا گندم گوں لوگوں میں سے نہایت خوبصورت اس کے سر کے بال کانوں سے نیچے کندھوں کے درمیان پڑے ہوئے تھے اور وہ سیدھے بالوں والا تھا - میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ مسیح ابن مریم ہے اور اس کے ساتھ ہی دوسری حدیث میں لفظ ہیں قال بینما انا نائما اطوف بالکعبة فاذا رجل ادم سبط الشعر ..... فقلت من هذا قالوا ابن مریم - خواب کی حالت میں دیکھتا ہوں کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں تو ایک شخص گندم گوں سیدھے بالوں والا ہے - میں نے کہا یہ کون ہے کہا یہ ابن مریم ہے -

پہلی دونوں حدیثوں میں جہاں معراج کی رات میں انبیاء کے ساتھ عیسٰے ابن مریم کو دیکھا تو دونوں حدیثوں میں یہ فرمایا کہ عیسٰے ابن مریم گورے رنگ کے اور گھونگریالے بالوں والے تھے - اور یہاں دونوں حدیثوں میں جہاں طواف کعبہ میں ابن مریم کو دیکھنے کا ذکر ہے اور اسی حدیث میں دجال کا بھی ذکر ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ مسیح ہیں جو اس امت میں آنے والے ہیں - تو ان کا حلیہ یہ بیان فرمایا کہ رنگ گندم گوں اور بال سیدھے - ان دلیلوں کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ قرآن و حدیث کی رو سے حضرت عیسٰے نبی اسرائیلی اور آنے والا مسیح دو الگ الگ شخصیتیں ہیں - اور ایک نام دینے کی غرض یہ تھی کہ یہ بتایا جائے کہ روحانیت کے رنگ میں یا صفات کے رو سے دونوں ایک ہیں -

نزول یا دوبارہ آمد کی پیشگوئی پہلی کتب میں

ایک اور بڑا بھاری قرینہ اس بات پر کہ نزول یا دوبارہ آمد کی پیشگوئی سے مراد خود اس شخص کا آنا نہیں ہوتا بلکہ اس کی صفات یا اس کی روحانیت کے ساتھ کسی دوسرے شخص کا آنا ہوتا ہے - پہلی کتب مقدسہ میں ملتا ہے - لیکن اس بات کی کوئی نظیر پہلی کتب میں نہیں ملتی کہ کبھی ایک ہی شخص دوبارہ دنیا میں آیا ہو - بائیبل کی ایک کتاب میں یہ پیشگوئی ہے " خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا - (ملاکی ۴: ۵) اور ۲ سلاطین ۲: ۱ کی بنا پر یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ حضرت الیاس زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں - اس لئے وہ پیشگوئی سے یہی سمجھتے تھے کہ حضرت مسیح کے زمانہ سے پیشتر حضرت الیاس دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے - چنانچہ جب حضرت مسیح ظاہر ہوئے تو علمائے یہود نے یہی اعتراض ان کے سامنے پیش کیا اور اس کا جواب حضرت مسیح نے یوں دیا - اور اس کے شاگردوں نے اس سے کہا پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے - یسوع نے انہیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آویگا اور سب چیزوں کا بندوبست کرے گا - پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا - لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا ...... تب شاگردوں نے سمجھا کہ اس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا" (متی ۱۷: ۱۱ - ۱۳) اور یہی ذکر مرقس کی انجیل میں بھی ہے اور لوقا کی انجیل میں حضرت یحییٰ کے ذکر میں یہ لفظ ہیں" اور وہ ...... کے آگے الیاس کی طبیعت اور قوت کے ساتھ چلے گا" اب یہاں ایک تو عہد نامہ قدیم کی شہادت ہے کہ حضرت الیاس کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی تھی اور اس پر عہد نامہ جدید کی تین انجیلوں کی شہادت ہے کہ حضرت مسیح پر اعتراض ہوا تو انہوں نے یحییٰ کو الیاس قرار دیا - اور اس کی وجہ یہ قرار دی کہ وہ الیاس کی خو اور طبیعت میں آئے ہیں - ظاہر ہے کہ اس کو تحریف امکانی طور پر نہیں کہا جا سکتا - اس لئے کہ پرانے عہد نامہ اور جدید عہد نامہ دونوں کی شہادت اس پر ہے اور پھر حضرت مسیح کے دعوے کے خلاف یہ ایک زبردست امر تھا اس لئے عیسائی تحریف کر کے خود حضرت مسیح کے دعوے کو کمزور نہ کر سکتے تھے - اور یہ درحقیقت ایک نمونہ سے واضح کر دیا گیا تھا کہ خود حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی سے غلطی نہ لگے کیونکہ الیاس کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی کا مفہوم صاف بتا دیا گیا کہ اس سے مراد انہی صفات کے کسی دوسرے آدمی کا آنا ہے - تو حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی پر قرآن و حدیث کی شہادت کے علاوہ سابقہ کتب کی شہادت بھی ہو گئی کہ اس سے مراد ایک مسیحی صفت مجدد کا آنا ہے - اور یہ عجیب بات ہے کہ جب بانی سلسلہ احمدیہ نے مجدد ہونے کا دعوٰے کیا تو اس دعوے کے اندر ہی دو لفظ موجود تھے - جن سے آپ کا مسیح موعود ہونا ثابت ہوتا تھا - حالانکہ اس کا انکشاف آپ پر کوئی سات آٹھ سال بعد ہوا - چنانچہ دعوٰئے مجددیت کے یہ الفاظ قابل غور ہیں : -

> " اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے
> کہ وہ مجدد وقت ہے اور اس کے کمالات
> مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں
> اور ایک کو دوسرے سے بشدت مناسبت
> اور مشابہت ہے "

پیشگوئیوں میں مجاز

ان دلائل کی صحت پر ادنےٰ شبہ کی گنجائش بھی نہیں لیکن باایں یہ کہا جاتا ہے کہ عیسٰے ابن مریم کے کھلے کھلے ذکر کے باوجود اس سے مجازاً ان کا کوئی ہم صفت مراد کیوں لیا جاتا ہے - اس کی وجہ تو ظاہر ہے کہ جب ایک عبارت ظاہر پر محمول نہ ہو سکے تو لازماً اس سے مراد مجاز لیا جائے گا - اور یہ امر یقینی طور پر ثابت ہے کہ " عیسیٰ ابن مریم " کو ظاہر معنے پر محمول کرنے سے قرآن کریم کی ، احادیث کی بلکہ خود حدیث نزول کی تکذیب لازم آتی ہے - اس لئے مجاز مراد لینے پر ہم مجبور ہیں - لیکن اگر ذرا غور کیا جائے تو خود اس حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہاں ظاہر کے معنے مراد لئے جا سکتے ہی نہیں - کیونکہ حدیث میں مسیح ابن مریم کا کام لکھا ہے یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر - اب اس کو اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت عیسٰے نازل ہو کر تمام دنیا میں صلیبیں توڑتے پھریں گے اور سؤروں کو مارتے پھریں گے - اور یہ ایسا کام ہے جو آج تک کسی نبی یا مجدد کے سپرد نہیں ہوا - اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب کوئی مامور ہوا خواہ نبی کے رنگ میں مامور ہوا یا مجدد کے طور پر - اس کا کام اصلاح خلق یا حفاظت دین ہی ہوا - اس لئے لازماً ہم کو یہاں مجازی معنی مراد لینے پڑیں گے - کہ صلیب چونکہ عیسائی مذہب کا نشان ہے اس لئے کسر صلیب سے مراد ابطال عیسویت ہے - اور اسی طرح خنزیر چونکہ نجاست اور پلیدی پر منہ مارتا ہے اس لئے قتل خنزیر سے مراد بعض خبیث صفات کا کسی قوم کے اندر سے دور کرنا ہو سکتا ہے - لیکن فی الواقع لکڑی یا چاندی یا سونے کی صلیبوں کو توڑتے پھرنا اور سؤروں کو مارتے پھرنا ایک نبی یا مجدد کا کام نہیں اور ایک ادنےٰ عالم کے بھی یہ شایان شان نہیں چہ جائیکہ ایک نبی کو دو ہزار سال سے اس غرض کے لئے زندہ رکھا جائے - اور حق یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں اکثر استعارہ اور مجاز کا ہی دخل ہوتا ہے - اور یہی حال ابن مریم کی پیشگوئی کا ہے - جس میں الفاظ ابن مریم اور کسر صلیب اور قتل خنزیر سب مجازاً آئے ہیں - اور جو شخص یہ اصرار کرتا ہے کہ ابن مریم سے سوائے ظاہر کے اور کوئی مراد نہیں لی جا سکتی ہے - تو وہ صرف قرآن کریم اور احادیث کی ہی تکذیب نہیں کرتا بلکہ ابن مریم کا کام بھی ایسا تجویز کرتا ہے - جو کسی خدا کے مامور کی طرف منسوب کرنا نہ صرف بے معنی ہے بلکہ ماموریت پر جگ ہنسائی کراتا ہے

اگر پیشگوئی میں مجاز مراد نہ لیا جائے تو احادیث سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے

اگر ابن مریم کسر صلیب - قتل خنزیر کے الفاظ کو مجاز پر محمول نہ کیا جائے تو پھر سوائے اس کے چارہ نہیں کہ احادیث کا ایک بڑا بھاری ذخیرہ فرضی قرار دینا پڑتا ہے - یعنی نہ صرف ان احادیث کو وضعی ماننا پڑے گا - جن میں ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے اور بخاری اور مسلم دونوں کتابوں میں ایسی احادیث کئی ایک ہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک بڑا بھاری ذخیرہ احادیث کا وضعی ماننا پڑتا ہے - یعنی وہ احادیث جن میں دجال کا ، یاجوج ماجوج کا - دابۃ الارض کا اور ایسا ہی بعض دیگر فتنوں کا ذکر ہے جو اس موجودہ زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن میں سے بعض پیشگوئیاں ایسی کھلی کھلی پوری ہو چکی ہیں کہ آج وہ مسلمان بھی جو سلسلہ احمدیہ میں شامل نہیں ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کو تسلیم کرتے ہیں حالانکہ اگر ان پیشگوئیوں کا پورا ہونا مان لیا جائے تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ عیسٰے ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی بھی پوری ہو چکی ہے - یہ معاملہ ایک معمولی معاملہ نہیں جسے ایک خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے والا لاپرواہی کی نظر سے دیکھ سکے فروعی مسائل میں ہمارے اندر سینکڑوں اختلافات ہوں ہرج نہیں ایک شخص اگر ایک حدیث کی بنا پر ایک مسئلہ کو درست مانتا ہے اور دوسرا اس کے خلاف دوسری حدیث کی بنا پر دوسرے مسئلہ کو درست مانتا ہے تو اس میں صرف ایک حدیث کو ماننے اور دوسری کو رد کرنے کا سوال ہے - لیکن احادیث نزول ابن مریم ، احادیث دجال ، احادیث یاجوج ماجوج - احادیث فتن - احادیث آثار قیامت وغیرہ احادیث سب ایک ذیل میں آتی ہیں - اور رد و حال سے خالی نہیں - یا ان کو بحیثیت مجموعی قبول کیا جائے - یا بحیثیت مجموعی رد کیا جائے - بحیثیت مجموعی قبول کرنے کے یہ معنے نہیں کہ ان کے ایک ایک نقطہ پر ایمان لایا جائے - کیونکہ ان میں یقیناً راویوں کے خیالات کی کچھ ملاوٹ بھی ہے - بحیثیت مجموعی ان کا قبول کرنا یہی ہے کہ ان میں جو امور مذکور ہیں ان کو ظاہر طور پر یا مجاز کے رنگ میں درست مانا جائے - جیسا کہ قرائن سے اور غالب شہادت سے معلوم ہو - اور یا ان کو کلیۃً رد کیا جائے - دوسری صورت کو اختیار کرنے کے یہ معنے ہیں کہ اس سارے مجموعہ حدیث کو جن میں ان امور کا ذکر ہے اکاذیب اور اباطیل کا مجموعہ قرار دیا جائے - اور ایسی جرأت ایک مسلمان سے جو خدا اور اس کے

حضرت مسیح موعود کی صداقت پر شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

(مرزا غلام ربانی صاحب کے قلم سے)

مسلم دنیا میں وہ لوگ جو کہ علمی مذاق رکھنے والے ہیں حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے بخوبی واقف ہیں زیادہ تعارف کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے زمانہ میں عالم بے بدل اور صوفی باصفا گذرے ہیں۔ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام میں آپ کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ جن لوگوں کو اس بزرگ شیخ کی کتابیں مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا ہے وہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ کس پایہ کی بلند خیالی آپ میں پائی جاتی تھی۔ معرفت کے کلام میں آپ کو وہی شہرت حاصل ہے۔ جو کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے مثل دیگر بزرگوں کو حاصل تھی۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ تذکرۃ الاولیا۔ پند نامہ اور منطق الطیر وغیرہ وغیرہ آپ ہی کی تصنیف کردہ ہیں۔

مسئلہ بروز

پیشتر اس کے کہ ہم شیخ صاحب موصوف کی شہادت مندرجہ "منطق الطیر" کو پیش کریں۔ مناسب ہوگا کہ اول یہ بتا دیا جائے کہ مسئلہ بروز کے متعلق شیخ صاحب کے کیا خیالات تھے۔ مسئلہ بروز مسلمانوں میں مشہور مسئلہ ہے۔ جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ یہ تو سچ ہے کہ آئندہ نبی نہیں ہوں گے کیونکہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہے۔ لیکن نبیوں کی طرح ضرور ہوں گے۔ اگر یہ لوگ اپنی خو اور خصلت میں اور اپنے کمالات میں انبیائے کرام کے ساتھ اتم اور اکمل مشابہت پیدا کر سکتے ہیں۔ تو نام میں کیوں نہیں کر سکتے۔ ناموں میں مشابہت پیدا کرنا تو کوئی مشکل امر نہیں۔ ہم اپنے بچوں کے نام موسیٰ اور عیسیٰ یا ابراہیم رکھ کر فوراً ناموں میں مشابہت پیدا کر لیتے ہیں۔ ہاں کمالات میں یا خو اور خصلت میں انبیائے گذشتہ کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ اب جب اس اہم مشکل کے متعلق یہ حدیث بتاتی ہے کہ امت محمدیہ میں نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہوں گے تو بوجہ اتم مناسبت اور مماثلت کے اگر خدا کے دفتر میں کسی کو عیسیٰ نام دیا جائے یا موسیٰ یا ابراہیم تو کون سا قصور اور فتور لازم آتا ہے؟ خدا کے نزدیک جو ابراہیمی دل پیدا کرے وہ ابراہیم اور جو موسوی دل پیدا کرے وہ موسیٰ ہے۔ اسی طرح اگر ضرورت زمانہ کے مناسب حال اللہ تعالےٰ کوئی ایسا انسان پیدا کر دے جو کہ حضرت مسیح کی ہمت اور ان کی سیرت رکھتا ہو۔ اور اس میں اور مسیح میں بشدت اتصال ہو گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اور مسیح کی توجہات نے اس کے دل کو اپنا قرارگاہ بنایا ہو۔ پس ان معنوں میں اس کا وجود مسیح کا وجود ٹھہرے اور مسیح کی پُرجوش ارادت اس میں نازل ہو۔ اور اس کا نزول الہامی استعارات میں مسیح کا نزول قرار دیا جائے تو کوئی عیب نہیں۔ خصوصاً جبکہ ہم اولیائے کرام کے حالات سے پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو محمدؐ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ ابراہیمؑ وغیرہ وغیرہ ناموں سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل سچ ہے کہ اولیاء اللہ میں سے ایسے بندے ہیں جن کے نام آسمان پر نبیوں کے نام رکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جوہر اور طبیعت میں ان کے مشابہ ہوتے ہیں اور اس لئے کہ وہ ان کے نور سے نور لیتے ہیں اور ان کے خلق پر مخلوق ہوتے ہیں سو اللہ تعالےٰ ان کو انکے وارث بناتا ہے۔ اور ان کے مورثوں کے نام سے ان کو پکارتا ہے۔ اور وہ بعض اولیا کو بعض انبیائے کرام کے قدم پر کھینچتا ہے۔ اور ملاء اعلیٰ میں اسی نبی ابن کا نام اسے دیا جاتا ہے۔ اسی کا نام "عالم مثال" یا "بروزی نزول" ہے۔ اور یہ عام محاورہ کی بات ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا ہم رنگ اور ہم خصلت یا ہم خاصیت ہو کر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ گویا وہی آ گیا۔ متصوفین بھی ان باتوں کے عام طور پر قائل ہیں۔

شیخ صاحب موصوف کا عقیدہ

یہ شہادت شیخ موصوف نے ایک نعت کے اندر درج کی ہے جس کا عنوان ہے "درنعت سید المرسلین وخاتم النبین"۔ اس کے اندر شیخ صاحب ایک جگہ یہ بھی فرماتے ہیں۔ ؎

انبیائے بدلیس رو داد پیشوا
عالمان امتش پیرز انبیائے

ختم کردہ حق نبوت را بدو
معجز خلق و فتوت را بدو

ان حالات سے ظاہر ہے کہ شیخ صاحب موصوف کے عقیدہ میں کوئی نبی نہ نیا نہ پرانا آنے والا ہے۔ (اصل حکایت یہ ہے) شیخ صاحب موصوف حکایت کے رنگ میں فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کے غلاموں کا یہ رتبہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان تک جا پہنچے ہیں تو آپ کے دل میں حسرت پیدا ہوئی کہ کاش میں بھی آپ کی امت میں سے ہوتا۔ رسول اللہ صلعم کے امتی کا ساتویں آسمان تک پہنچ جانا اس کشف کی طرف اشارہ تھا۔ کہ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دیکھا۔ جہاں آپ نے فرمایا کہ اے بلال میں تیری جوتیوں کی آواز آگے سنتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو یوں منظوم کیا۔

گفت یارب امت او کن مرا
در طفیل ہمت او کن مرا

گرچہ موسیٰ خواست آں حاجت تمام
لیک عیسیٰ یافت آں عالی مقام

فرماتے ہیں کہ دعا تو مانگی حضرت موسیٰؑ نے لیکن (حق کو منظور یہ تھا کہ) یہ عالی مقام (مثالی اور بروزی رنگ میں) حضرت عیسیٰ کو ملے۔ اس بات کو مولانا نہیں چاہئے کہ شیخ صاحب اپنا خیال اوپر کے شعر میں ظاہر کر چکے ہیں کہ انبیا جو تھے وہ گذر چکے ہیں۔ اب محمد الرسول اللہ ہی پیشوا ہیں۔ اور مثالی رنگ میں اب انبیا کی آمد اگر ہوگی تو علمائے امتی کی خو اور خصلت میں ہوگی۔

اس پر اگر کوئی مزید شبہ باقی رہ جاتا ہے تو شیخ صاحب موصوف اس سے اگلے شعر میں یوں کہہ کر رفع فرماتے ہیں ؎

لاجرم چوں ترک آں خلوت کنند
خلق را بر دین او دعوت کنند

یعنی جب یہ لوگ (انبیاء) اس جہان سے گذر جاتے ہیں یا اپنی اپنی قوم سے علحدگی اختیار کرتے ہیں تو مثالی رنگ میں کو بروزی رنگ میں محمد الرسول اللہ صلعم کے دین کی دعوت لوگوں کو دیا کرتے ہیں۔ مطلب بالکل صاف ہے "کنند" اشارہ ہے نبیوں کی طرف اور فعل مضارع ہے نہ کہ ماضی۔ بغیر "مثالی رنگ" کے نبیوں کی دعوت ممکن نہیں۔ کیونکہ اسلام میں تناسخ کا عقیدہ جائز نہیں۔ اس مشکل کو ایک اور حدیث بھی حل کرتی ہے وہ یہ ہے:۔

ما من نبی الا ولہ نظیر فی امتی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کا مثل میری امت میں نہ ہو۔ ضمنی طور پر سب انبیا کی بعثت مثالی رنگ میں بیان فرما کر خصوصیت سے اب حضرت عیسےٰ کا ذکر کرتے ہوئے آگے فرماتے ہیں ؎

بر زمیں آید ز چارم آسماں
روئے بر خاکش نہد جاں درمیاں

یہی ایک شعر ہے جو کہ ذرہ مشکلات پیدا کرتا ہے اور اس میں آسمان کا لفظ ہے جو مغالطہ ڈالتا ہے۔ لیکن جس نے اس سے پہلے شعر کو سمجھ لیا ہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں جب شیخ صاحب موصوف اس امر کا کھلے الفاظ میں پہلے شعر میں اظہار کر چکے ہیں کہ انبیا اب پیچھے رہ گئے۔ مر گئے۔ گذر گئے۔ اور آئندہ یہ لوگ محمد الرسول اللہ صلعم کے دین کی دعوت مثالی رنگ میں کریں گے جو کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کی طرف اشارہ ہے پھر معاملہ صاف ہے۔ ہاں آسمان چہارم کا لفظ کسی قدر قابل تشریح ہے اس کے متعلق اس بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ انبیا کے مختلف مدارج ہیں۔ کوئی دوسرے آسمان پر ہے تو کوئی تیسرے آسمان میں اور کوئی چوتھے یا پانچویں پر حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقام اور عالی مرتبہ چھٹے آسمان پر دکھلایا۔ اسی طرح محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقام دیا گیا وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اور وہ ساتواں آسمان ہے۔ اگر حدیث میں آتا ہے کہ معراج کی رات میں رسول اکرم نے عیسےٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ تو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ وہاں پر زندہ ہیں۔ کیونکہ وہاں اسی مقام پر دیگر نبیوں کو بھی دیکھا ہے۔ کیا آپ کو دو حلیوں والی حدیث یاد نہیں جو کہ بخاری میں موجود ہے۔ اس سے پایا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت شدہ نہیں۔ کیونکہ اسرائیلی عیسیٰؑ کا حلیہ حضرت رسول اکرم نے سرخ رنگ اور گھنگریالے بال بتلایا ہے۔ اور آنے والے عیسیٰؑ کا حلیہ گندمی رنگ اور سیدھے بال بتلایا ہے۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں کہ آنے والا محمد الرسول اللہ صلعم کا امتی اور غلام ہوگا۔

اس امر کے متعلق جو شبہ باقی رہ جاتا ہے اس کو اس شعر کا دوسرا حصہ دور کر دیتا ہے یعنی "روئے بر خاکش نہد جاں درمیاں" اس میں "جاں درمیاں" کا محاورہ قابل غور ہے۔ اس کے معنے لغت میں "مہر و محبت" ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ مسیح محمد الرسول اللہ کا فنا فی الرسول ہوگا۔ اور فنا فی الرسول ایک امتی کی یا ایک غلام کی شان ہے نہ کہ نبی کی۔ اس شعر میں اگر کوئی مزید اشتباہ باقی رہ جاتا ہے۔ تو اس کو اگلا شعر بالکل صاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا

مہدی او شد مسیح نامدار
ز دھیر نام کردش کردگار

فرمایا وہ مسیح آسمان سے نہیں آئے گا۔ بلکہ وہ تو محمد رسول اللہ صلعم کا ایک امتی اور غلام ہوگا۔ اور مثالی رنگ میں رسول اللہ صلعم کے دین کی دعوت کرنے والا ہوگا۔ وہ امتی ہوگا۔ نہیں نہیں بلکہ وہ ہندوستان کا رہنے والا ہوگا۔ اس شعر کے لفظی معنی بھی صاف اور محتاج تشریح نہیں ہیں۔ ترجمہ اس شعر کا یہ ہے کہ اس کا (یعنی محمد رسول اللہ کا) ہندو (یعنی ہندوستانی یا غلام) مسیح کا نام پانے والا ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس کا نام (یعنی مسیح ناصری کا) اس کو (یعنی ہندوستانی کو) عطا فرمایا۔

یہ پیش گوئی کس قدر صاف اور بین ہے۔ اس شعر سے پہلے جن اشعار میں کچھ تھوڑا بہت شبہ پڑ سکتا تھا کہ مسیح بجسد عنصری شاید آسمان سے بھی نہ آ سکے۔ ان تمام شبہات کو اس شعر نے رفع کر دیا۔ بات یہ ہے کہ شیخ صاحب نے مسیح کی آمد ثانی کا نظارہ کشف میں دیکھا ہوگا۔ اور اس واقعہ کو اپنی کتاب میں منظوم کر دیا۔ اور فرمایا کہ اے لوگو جو اس امید میں بیٹھے ہو کہ مسیح ناصری آسمان سے اتر یگا یہ خیال خام ہے اور امید موہوم۔ بلکہ اصل واقعہ یوں ہوگا کہ وہ مسیح موعود آئے گا تو ضرور مگر اما مکم منکم کا مصداق ہوگا۔ اس کا آنا مثالی رنگ میں ہوگا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ **غلام احمد** ہوگا۔ کیونکہ ہندو کے معنے غلام کے ہیں اور مسیح ناصری کے ساتھ مماثلت تامہ رکھنے کی وجہ سے خدا اس ہندوستانی کو مسیح کا نام دے گا۔ ہندو کے معنیٰ دونوں ہو سکتے ہیں یا بمعنی غلام یا بمعنی ہندوستان کا رہنے والا۔ ہندو کے معنی کالا بھی ہیں۔ اور چور بھی ہیں۔ لیکن اس جگہ معنے چور کے نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہ مقام مدح ہے۔ یا اگر کالے کے معنے ہونگے تو بھی درست ہوں گے کیونکہ ہندوستانی سیاہ فام گندمی ہیں۔ یہ کشفی واقعہ معلوم ہوتا ہے جس میں شیخ صاحب موصوف نے آنے والے مسیح کو ایک ہندوستانی کی شکل و سیرت میں دیکھا۔ اور درج کتاب کر دیا۔

آگے چل کر شیخ صاحب نے اور بھی کمال کر دیا ہے اور خوب ہی ممکن سے ممکن اس مسئلہ میں شبہ پڑ سکتا تھا۔ اس کو دور کر دیا ہے۔ یہ تمام اشعار بالکل مسلسل چلتے ہیں اور ایک ہی جگہ درج ہیں چنانچہ آگے چلکر آپ فرماتے ہیں ؎

گر کسے گوید کسے بایستے

گرچہ رفتہ زیں جہاں باز آمدے

بر کشادے مشکل ما یک بیک

تا نماندے در دل ما ہیچ شک

ان اشعار کا مطلب صاف ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ اے کاش کوئی ایسا شخص ملے جو کہ اس جہان سے چلا گیا ہو اور پھر وہ واپس آ جائے (اگر یہ ممکن ہو تو) ہماری تمام کی مشکلات (معاملات عالم معاد وغیرہ) حل ہو جائیں۔ اور (ان امورات کے متعلق) ہمارے دل میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ (لیکن یہ امر محال ہے) آگے فرمایا

باز ناند کس ز پیدا و نہاں

در دو عالم جز محمد زاں جہاں

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جو پیدا ہوا اور مرا نہ ہو۔ (اور اگر ایسا ممکن ہوتا کہ کوئی شخص اس جہان میں گیا ہوا واپس آ سکتا ہے) تو دونوں جہان میں کوئی ایسا آدمی بجز محمد رسول اللہ صلعم کے اس جہان سے واپس آنے کا مستحق نہیں ہے۔ یعنی مطلب یہ کہ اگر کوئی مر کر واپس آنے والا ممکن ہوتا تو پھر محمد رسول اللہ ہی ایک ایسے انسان ہیں جو کہ مر کر واپس آنے کے مستحق ہیں۔ لیکن شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ امر محال ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے

کہ اس مسئلہ کو یہاں بیان کرنے کا کیا مطلب ہے۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ اس مضمون میں ایک طرف ان لوگوں کے لئے جواب ہے جو یہ مانتے ہیں کہ اصل مسیح ناصری جو زندہ موجود ہے۔ آسمان سے آئے گا۔ اور دوسری طرف یہ بھی بتایا کہ مسیح ناصری مر چکا ہے۔ جو مر جاتا ہے واپس نہیں آ سکتا۔ ہاں اس کا ہم نام آیا۔ جو ہندوستان میں پیدا ہوا جس کا نام بھی غلام احمد ہے۔ جو حقیقی معنوں میں اس شیخ کی پیش گوئی کا مصداق ہے۔ سوائے حضرت مرزا غلام احمد کے کوئی ایسا شخص ہندوستان میں نہیں گذرا جس نے مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کیا، اور کامیاب ہوا ہو۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

چوں کا فران ستم پرستند مسیح را

غیورئ خدا سبرش کرد ہم سر م

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند

مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

اگر کسی دوسرے شخص نے کبھی دیوانگی کی حالت میں وقتی طور پر مسیح کہلایا ہو تو وہ قابل حجت نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ دنیا کے کونوں کونوں میں پہنچ چکا ہے۔ اور اس کی بڑی جماعت اس وقت اس کے نام اور کام کو شہرت دے رہی ہے۔

حضرت مسیح موعود کے دعوے کی تصدیق جس طرح حضرت شیخ صاحب موصوف نے اس شعر میں کی ہے اس بات کی طرف حضرت نبی کریم کی اس حدیث میں بھی یہی اشارہ پایا جاتا ہے۔ اس حدیث کی طرف علامہ ڈاکٹر محمد اقبال نے بھی اپنے ایک شعر میں اشارہ کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہندوستان کی طرف سے مجھے ٹھنڈی ہوا آتی ہے یا خوشبو آتی ہے۔ ؎

وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے جس مکاں سے

میر عرب کو پہنچی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

(نوٹ) اس میں ہندوستان کی طرف اشارہ ہے۔

مضمون بہت لمبا ہو رہا ہے۔ طوالت کا خوف ہے۔ اس لئے اس کو اسی جگہ پر ختم کرتا ہوں۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب پانچویں صدی کے آخیر میں لکھی گئی ہے۔ جس نے اصل کتاب دیکھنی ہو وہ صفحہ ۲۱-۲۰ ملاحظہ کریں۔ شیخ صاحب نے اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ اس شعر میں خود دی ہے۔ ؎

پانصد و ہشتاد و سہ گذشتہ سال

ہم ز تاریخ رسول ذوالجلال

اللہ تعالےٰ اس بزرگ ولی اللہ کی روح پر ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے جس نے مسیح موعود کے مسئلہ نزول یا آمد ثانی کے مسئلہ کو بذریعہ کشف اور دلائل بالکل واضح کر دیا۔ آمین آمین

نہایت مفید اور کار آمد حوالے

(از قلم مولانا حافظ نورالدین صاحب۔ سرینگر کشمیر)

مدت ہوئی میں نے ایک کتاب مرآۃ الحقائق کے نام سے لکھی تھی جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ارشاد کے مطابق لکھی تھی۔ نہایت محنت و جانفشانی سے لکھی تھی آج تک طبع نہیں ہوئی موثق ذریعہ سے جلسہ سالانہ پر معلوم ہوا کہ عنقریب اب اسے انجمن شائع کرنے والی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہ کتاب ہر دو فریق کے احمدی احباب کے لئے از حد مفید ہے۔ معترضین کو مسکت جواب دینے والی ہے۔ اس کی اس کتاب سے چند ایک مفید مطلب کی باتیں نقل کر کے آج کے اخبار مسیح موعود نمبر میں احباب کی ضیافت طبع کے لئے دیدی جاتی ہیں۔ انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہونگی

(ا) اعتراض کیا جاتا ہے کہ جناب مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے ؎

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(ازالہ اوہام)

اور یہ کفر ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کافر (نعوذ باللہ)

بہت اچھا! جب یہ کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر تو مفصلہ ذیل اولیاء اللہ کے متعلق بھی آپ یہی فتویٰ صادر فرمائیں گے جنہوں نے کہا ہے۔

ا۔ حضرت شاہ نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دیوان کے صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں ؎

آدم و شیث و نوح و ہود۔ غیر حقیقتم نہ بود

صاحب ہر عصر منم۔ من نہ منم۔ نہ من منم

موسئے جلوہ بیں منم۔ قلہ کلیمیں منم

نور سنم شرہیں منم۔ من نہ منم۔ نہ من منم

عیسئے مریمی منم۔ احمد ہاشمی منم

حیدر شیر نر منم۔ من نہ منم۔ نہ من منم

اور صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں ؎

زہبر رفع شرک و دفع وہم ہستی غیری

بشکل انبیاء و اولیاء موجود بودستم

لباس بوالبشر پوشیدہ مسجود ملک گشتم

بتصویر محمد حامد و محمود بودستم

گہے ادریس گاہے شیث گاہے نوح گہ یونس

گہے یوسف گہے یعقوب گاہے ہود بودستم

گہے صالح گہ ابراہیم گہ اسحاق گہ یحییٰ

گہے موسیٰ گہے عیسےٰ گہے داؤد بودستم

ب۔ حضرت خواجہ شمس تبریزی کلیات میں فرماتے ہیں ؎

احمد منم حیدر منم۔ ہم صاحب کشور منم

ہم مادہ احمر منم۔ ہم مادہ نقرہ استم

ج۔ حضرت مستان شاہ صاحب کابلی ہو آنکدہ وحدت میں فرماتے ہیں ؎

احمد را مرکز ے از میم و ادم

شدم احمد عیاں از ملک بطحا (صفحہ ۔)

د۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"در اثنائے سلوک گذر بمقام ذوالنورین افتادہ مقامے دیدم بغایت عالی و خوش۔ و از آنجا در گذرم بمقام فاروق پو سیدم و از مقام فاروق بمقام صدیق عبور کردم و از آنجا بمقام محبوبیت

واصل شدم۔ مقصے مشاہدہ افتاد۔ بغایت منور ولون۔ وخود را بانواع انوار والوان منعکس یافتم" (تزک جہانگیری صفحہ ۲۷۲)

مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۹ میں فرماتے ہیں:۔

"از خواجہ محمد پارسا (رحمتہ اللہ علیہ) منقول است کہ می فرمودند مقصود از وجود دنیا والدین ظہور محمد است"۔

ھ۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رح نے تذکرۃ الاولیا میں درحالات حضرت بایزید بسطامی لکھا ہے کہ

"بایزید را پرسیدند عرش چیست؟ گفت منم۔ گفت کرسی چیست؟ گفت منم۔ گفت لوح وقلم چیست؟ گفت منم۔ گفتند خدائے عزوجل را بندگان اند بدل۔ ابراہیم وموسیٰ ومحمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ گفت آنہمہ منم۔ گفتند میگویند کہ خدائے عزوجل را بندگان اند بدل۔ جبرائیل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل علیہم السلام گفت آنہمہ منم۔ مرد خاموش شد۔ بایزید گفت بلے۔ ہرکہ درحق محو شود بحقیقت ہمہ ہرچہ ہست حق ہست۔ اگر آنکس بنور حق ہمہ خود را بیند عجب نبود"

جناب حضرت مرزا صاحب نے بھی شعر زیر بحث سے بعد ہی فرمایا تھا کہ ؎

کسیکہ گم شد از خود بنور حق پیوست
ہر آنچہ از دہنش بشنوی بجا باشد

و۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"تا اللہ ھذا وجود جدّی لاوجود عبد القادر"۔

کہ خدا کی قسم یہ (اپنے جسم کی طرف اشارہ فرماکر) عبدالقادر کا وجود نہیں ہے۔ بلکہ خود میرے جد پاک حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا وجود ہے۔ (ملاحظہ ہو رسالہ بہجۃ الاسرار مصنفہ امام یحییٰ وتفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر مطبوعہ اسکندریہ صفحہ ۲۴)

جیلانی رض کے مشہور قصیدۂ غوثیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"ولو القیت سری فوق نار" اس شعر میں حقیقت ابراہیمی کا ظہور ہے۔ گویا ظل نبوت ابراہیمی کا دعوےٰ کیا گیا ہے۔" صفحہ ۱۱۰

"ولو القیت سری فوق میّت" اس شعر میں ظل نبوت ابراہیمی اور عیسوی کے اظہار کا دعویٰ کیا ہے" صفحہ ۱۱۱

ولو القیت سری فی بحار۔ اس شعر میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ظلی کا دعوےٰ کیا گیا ہے صفحہ ۱۱۵

وتخبرنی بما یاتی ویجری۔ حالات گذشتہ وآیندہ کا مجھ کو علم عطا کیا گیا ہے ...... اس میں ظل نبوت محمدیہ کا دعوےٰ ہے۔ صفحہ ۱۱۶ یا اس شعر میں ظل محمدی وعیسوی وغیرہ کا دعوےٰ ہے ...... اولیاء اللہ اور انبیا کو خدا تعالےٰ غیب پر مطلع کرتا ہے۔ اور وہ آئندہ زمانے کے حالات بیان کرتے ہیں صفحہ ۱۱۶

وکل ولی لہ قدم وانی علیٰ قدم النبی بدر الکمال

میں (سید عبدالقادر) آنحضرت کے قدم بقدم منازل کمال تک چلا گیا۔ اور وہ منازل قاب قوسین او ادنیٰ ہیں مگر میں تابع ہوں۔ اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام متبوع ہیں ..... اگرچہ سب ولیوں کے لئے سعادت مقدر ہے۔ لیکن وہ اس سعادت کو حاصل نہیں کرسکتے۔ جو مجھے میسر ہے۔ وہ سعادت سعادت ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علیٰ حد کمال حاصل ہوئی۔ صرف اصل وفرع کا فرق ہے ..... جس حد تک کوئی شخص اتباع کامل کی کوشش کرے گا۔ اسی حد تک اور کو مرتبہ سبقت لے جائیگا۔ صفحہ ۱۲۴

(۲) ابن مریم کی ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بمنبرم" کی تائید میں دوسرے اولیاء اللہ کے ملفوظات:۔

ا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رض فرماتے ہیں لو کان موسیٰ بن عمران حیًّا ما وسعہ الا اتباعی (ملفوظات اولیائے امت بحوالہ سیف ربانی صفحہ ۱) یعنی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے۔ تو ان کو بجز میری متابعت وپیروی کے کوئی بھی چارہ نہ تھا

ب۔ حضرت خواجہ شیخ فریدالدین عطار۔ حضرت بایزید کے واقعات میں سے ایک واقعہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ "بایزید را گفتند۔ فردائے قیامت خلائق درتحت لوائے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام باشند۔ گفت بخدائے تعالےٰ کہ لوائے من از لوائے محمد زیادہ است کہ خلائق وپیغمبران درتحت لوائے من باشند۔ چون منے را نہ در آسمان مثل یابند۔ ورنہ در زمین صفت دانند۔ صفات من غیب درغیب غائب است۔ (تذکرۃ الاولیا صفحہ ۱۱۲)

ج۔ حضرت خواجہ شمس تبریزی فرماتے ہیں:۔

موسیٰ وداؤد نبی از بحر من یکقطرہ اند
زیراکہ از علم الیقین ملاح ایں عمانہ ام

د۔ حضرت احمد زندہ پیل فرماتے ہیں ؎

درخلوت گدایان مرسل کجا بگنجند
با برگ وبینوائی سامان شدست مارا

ہ۔ حضرت میر سید محمد امین ویس (مدفون درعالیکدل سرینگر) اپنی ترجیع بند میں فرماتے ہیں۔ ؎

ہرکجا خسرویست درعالم | کمترین کمترین شبان من ست
آنکہ اورا تو بےنشان خوانی | ہر در حجرہ پاسبان من ست

ز۔ داراشکوہ اپنی مرتبہ شطحیات میں زیر شطحیہ حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ "عین القضاۃ (ہمدانی) در (کتاب) عین القضاۃ گفتہ چنانچہ درخلوت محمد جبرئیل نگنجد۔ درخلوت ما محمدؐ نگنجد"

ح۔ جناب حضرت میرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "جو شخص ان تمام ہدایتوں کو (جو سب انبیا کو ملی تھیں) اپنے اندر جمع کرلے گا۔ اس کا وجود ایک جامع وجود ہو جائے گا۔ اور تمام نبیوں سے افضل ہوگا۔ پھر جو شخص اس نبی جامع الکمالات کی پیروی کرے گا ضرور ہے کہ ظلی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔ (چشمۂ مسیحی صفحہ ۴۰) چنانچہ تب ہی تو صاحب بدائع منظوم لکھتے ہیں ؎

چون بشانش نگاہ موسیٰ کرد | شد ازاں آتش تمنا کرد

پس جو شخص بھی جامع الکمالات کی پیروی کرکے ظلی طور پر جامع الکمالات ہو وہ ضرور ہی یہ کہیگا کہ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو | اس سے بہتر غلام احمد ہے

(۳) دعوےٰ عیسویت کی تائید میں دوسرے اولیاء اللہ کے اقوال:۔

ا۔ حضرت مولانا مولوی رومی مثنوی شریف کے دفتر چہارم میں فرماتے ہیں:۔

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں
از دم من او بماند جاوداں
شد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مرد
شاد آنکہ جاں بدیں عیسیٰ سپرد
من عصایم درکف موسائے خویش
موسیم پنہان ومن پیدا بہ پیش

ب۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح اپنی دیوان کے صفحہ ۵۶ و ۶۰ میں فرماتے ہیں۔ ؎

دمبدم روح القدس اندر معینی میدمد
من نمی‌دانم مگر من عیسیٰ ثانی شدم
دمبدم روح القدس در عین مسیح صفت
ببین کہ مردہ دلانرا چگونہ می گردم

ج۔ حضرت شمس تبریزی فرماتے ہیں ؎

موسیٰ عمران بقتم اے عزیز | ہم آں عیسیٰ مریم شدم

د۔ حضرت سید میر محمد امین ویسی ایک رباعی میں فرماتے ہیں ؎

منم آں رند جہاں گرد مسیحا نفسے
کہ من این مردہ جہانرا نشارم بجنسے
اگر از عشق توام سر برود گو برود
ہرگز ایں سر نہاں تو نگویم کسے

ھ۔ حضرت میرزا اکمل الدین بیگ خاں بدخشی رح اپنی کتاب بحر العرفان جلد اول کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں ؎

یلے باسیح انفاسم زندگی بخش چشم مریم

و۔ جامع الکمالات حضرت شیخ یعقوب صرفی رحمتہ اللہ علیہ (جو حضرت مجدد الف ثانی کے استاد تھے۔ زینہ کدل سرینگر میں جن کا مدفن ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نعت میں کیا ہی خوب فرماتے ہیں ؎

اگر فیض او عطا کردند | ہزاراں چو عیسیٰ ازاں سر زند

ز۔ حضرت خواجہ میر درد دہلوی رح فرماتے ہیں "اللہ اللہ ہر اشان بقدرت کاملۂ حق تعالےٰ عیسیٰ وقت خویش است وہر دم او برائے خود معالجہ نفس عیسوی درپیش است"

(رسالۂ درد صفحہ ۲۱۱)

چنانچہ اسی اصول کو امام فخرالدین رازی نے بھی تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۸۹ میں کیا ہے اور لکھا ہے اطلاق اسم الشیء علی ما یشابھہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ جائز حسن" یعنی ایک شی کا نام دوسری شی پر جو اکثر خواص اور صفات میں پہلی شے کے مشابہ ہو بول لینا جائز ہے۔ تب ہی تو لوگوں نے جناب حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم ومغفور دہلوی کو "مسیح الملک" کا خطاب دیا تھا۔

غالبؔ کہتا ہے ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی | میرے دل کی دوا کرے کوئی

(۴) معترضین اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ جناب میرزا صاحب نے آئینۂ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۵ میں خدائی کا دعوےٰ کیا ہے۔ نعوذ باللہ۔ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدّا۔ حالانکہ جناب میرزا صاحب نے ہرگز ہرگز قطعاً ایسا کوئی دعوےٰ نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی اس کتاب میں کہیں ایسا کچھ لکھا ہے۔ وہاں صرف اس قدر لکھا ہے کہ

"رأیتنی فی المنام عین اللہ" یعنی میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ عین اللہ ہوں۔ گویا وہاں پر وہ اپنی ایک خواب کا واقعہ لکھتے ہیں۔ دعوےٰ تو نہیں کرتے۔ اور آگے چل کر وہ خود ہی اس کی تعبیر یوں تحریر فرماتے ہیں "ولا نعنی بعین اللہ رجوع الظل الی اصلہ وغیوبتہ فیہ کما یجری مثل ھذہ الحالات فی بعض الاوقات علی المحبین" کہ عین اللہ سے میں نے وہی حالت مراد لی جو دوستان خدا پر بعض اوقات طاری ہوتی ہے کہ وہ اپنی ہستی کو جو مثل سایہ کے ہے اللہ تعالےٰ کی ذات میں گم شدہ

پاتے ہیں:۔

صاف ظاہر ہے کہ آنجناب نے یہاں پر لفظ المنام تحریر فرمایا ہے جس کے معنے خواب کے اور خواب تعبیر طلب ہوتی ہے۔ پس خواب میں عین اللہ بنا مقام فنا فی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود جناب نے اس کے بعد الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔

وفی الحدیث "المرء مع من احب" ہرکہ در کان نمک رفت نمک شد"۔

اس حقیقت کو جناب معرفت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چہل اسرار میں اس طرح پر فرمایا ہے ؎

آب چوں از ابر افتد قطرہ خوانندش ہمہ
چوں بہ بحر انداخت خود را نام او دریا شود

خیر یہ تو جناب میرزا صاحب نے خواب میں ایسا دیکھا تھا اور نیند کی حالت میں دیکھا تھا۔ لیکن اب اگر کسی نے نیند میں نہیں خواب میں نہیں بلکہ بیداری کی حالت میں ایسا کہا ہو ان کے متعلق آپ کیا فتوے صادر فرمائیں گے۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

ا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنے قصیدۂ الہامیہ میں فرماتے ہیں ؎

انا الواحد الفرد الکبیر بذاتہ
انا الواصف الموصوف علم طریقتی
ملکت بلاد اللہ شرقاً و مغرباً
وان شئت لافنیت الانام بلحظتی
وشاھدت ما فوق السموات کلھا
کذا العرش والکرسی فی طی قبضتی
وکل بلاد اللہ ملکی حقیقۃ
واقطابھا من تحت حکمی وطاعتی

یعنی میں وہ واحد یگانہ ہوں جو بذات خود الکبیر ہے اور میں اپنی طریقت کے نشان کا واصف و موصوف ہوں۔ اللہ تعالے کے تمام ممالک مشرق و مغرب میں میں ہی مالک ہوں۔ اگر چاہوں۔ تو مخلوق کو ایک آن میں فنا کر دوں۔ آسمانوں کے اوپر جو کچھ ہے وہ سب میں نے دیکھ لیا ہے۔ عرش و کرسی میری مٹھی کے اندر ہیں اور خدا تعالے کے تمام ملک درحقیقت میری ملکیت ہیں اور ان کے اقطاب میرے ہی حکم کے ماتحت چل رہے ہیں۔ (ملفوظات اولیائے امت)

ب۔ حضرت شاہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ "چیست نام تو۔ گفت محمد۔ گفت چیست قول تو۔ گفت، اللہ احد۔ گفت چیست حال تو؟ گفت، اللہ الصمد۔ گفت چیست صفت تو؟ گفت لم یلد ولم یولد۔ گفت چیست قدر تو؟ گفت، ولم یکن لہ کفواً احد۔ (شطحیات دارا شکوہ قلمی)

ج۔ حضرت شیخ سعد الدین حموی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آنم کہ جہاں چو حلقہ در مشت منست
دیں قوت حق ز قوت پشت منست
کونین و مکاں ہرآنچہ در عالم ہست
در قبضۂ قدرت دو انگشت منست

(شطحیات دارا شکوہ)

د۔ حضرت احمد جام رح اپنی دیوان کے مسئلہ میں فرماتے ہیں ؎

منم در کل موجودات پیدا | منم در کسوت آدم ہویدا
منم خود را بچشم خویش دیدم | بگوش خود شنیدم خود سخنہا

تو ذات احدی را ذات حق داں۔ نہ ذاتش آمدہ ایں جملہ اشیا

اور صفحہ ۹ میں فرماتے ہیں ؎

ما خدائیم و خدا را رہنما | درحقیقت من خدایم من خدا

ھ۔ حضرت ابن یمین فرماتے ہیں ؎

آشکار و نہان من ہمہ اوست
نقد جان و جہان من ہمہ اوست
ہرچہ گویم از و سخن گویم
قصۂ داستان من ہمہ اوست
بلبل گلشن وصال ویم
ناکہ آہ و فغان من ہمہ اوست
مشنو از من سخن تو ابن یمین
زانکہ کام و زبان من ہمہ اوست

و۔ حضرت آخوند ملا طیب صاحب واصل کدے کشمیری فرماتے ہیں ؎

بقا در فنا بود دریافتیم | و زانہم گذشتیم و برتر شدیم
دو سکہ مئے عشق منصور وار | انا الحق زدیم و مظفر شدیم

ز۔ حضرت مستان شاہ صاحب کابلی آتشکدۂ وحدت کے مشہد میں فرماتے ہیں ؎

منم در ظاہر و باطن ہویدا | بجز من نیست کس در جملہ اشیا
تجلی می کنم ہر دم دگرگوں | ببیں در ہر تجلی شان ذات ما را

ح۔ حضرت خواجہ فریدالدین عطار رح سرنامہ میں فرماتے ہیں ؎

تو میدانی کہ من ہستم چنیں | بے سر و پایم بر روئے زمیں
من خدایم من خدایم من خدا | فارغم از کبر و کینہ و ز ہوا

ط۔ حضرت شمس تبریزی کے اپنی کلیات میں فرماتے ہیں ؎

مولا منم اندر جہاں۔ اندر مکان و لامکاں
ہم در عیاں ہم در نہاں ہم در بیاں ہم تو ہم آنیم
مکانم لامکاں باشد۔ نشانم بے نشاں باشد
نہ تن باشد نہ جاں باشد۔ کہ من خود جان جانانم

ی۔ حضرت میر محمد امین دیسی منطقی رح فرماتے ہیں ؎

آنکہ او را تو بے نشاں خوانی | بر در حجرہ پاسبان من است

ک۔ حضرت امیر خسرو دہلوی فرماتے ہیں ؎

من تو شدم تو من شدی | من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں | من دیگرم تو دیگری

ل۔ حضرت مولانائے رومی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

اللہ اللہ گفتہ۔ اللہ شود | ایں سخن حق است واللہ شود
ہمچو آں موسیٰ کلیم اللہ شد | از ر یاضت ہمچو آں اللہ شد

م۔ حضرت شیخ مغربی اپنی دیوان میں فرماتے ہیں ؎

ما آئینہ جہاں نمائے ذاتیم | ما مظہر جملۂ صفاتیم
ہم صورت واجب الوجودیم | ہم معنئ جملہ ممکناتیم
برتر ز مکان و در مکانیم | بیروں ز جہات و در جہاتیم

(جواہر غیبی صفحہ ۳۲)

ن۔ جواہر غیبی کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے: "در خدمت امام جعفر الصادق افتادہ رفتے انی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی گفت مردم روئے از ایشاں گردانیدند بزبان حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ میفرمایند کہ انجا بایزید درمیان نبود۔ بزبان دے حق تعالے سخن می گفت۔

چنانچہ شجرۂ موسیٰ"۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

رموز سر انا الحق چہ داند عاقل
کہ منجذب نشد از جذبہائے رحمانی

جامع الکمالات حضرت شیخ یعقوب صرفی استاد حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں ؎

گر انا الحق میزند آدم عجب نیست
چوں تو خود بانگ انا اللہ زناں از شجری

علامہ فیضی نے بھگوت گیتا کے ادھیائے ۴۔ اشلوک ۷ کے ترجمہ میں لکھا ہے ؎

چو بنیاد دیں سست گردد بسے
نمایم خود را بشکل کسے

"مسنون استخارہ"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب نشان آسمانی کے صفحہ ۳۸ و ۳۹ میں اپنی شناخت کا جو طریقہ استخارہ تحریر فرمایا ہے۔ طالبان حق کے لئے نقل کر کے ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے:۔

اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق تعالے کے لئے جو مواخذۂ الہٰی سے ڈرتے ہیں۔ وہ بلا تحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں۔ اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسا ہی ڈرتے رہیں۔ اور ان کے فتوؤں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جائیں۔ کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہے اور وہ دعوے جو اس عاجز نے کیا ہے اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفع شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے:

اول توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورۂ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس مرتبہ سورۂ اخلاص ہو اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالے سے یہ دعا کریں کہ

" اے قادر کریم! تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول و مردود۔ اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک جو مسیح موعود اور مہدی[1] اور مجدد الوقت ہونے کا دعوے کرتا ہے کیا حال ہے؟ کیا صادق ہے یا کاذب؟ اور مقبول ہے یا مردود؟ اپنے فضل سے یہ حال رویا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں۔ اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک فتنہ سے بچا۔ اور ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین"

"یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آ گئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت ہی برا جانتا ہے۔

[1] نبوت کا دعوے نہیں۔ ۱۲

(باقی بر صفحہ)

سیاسی لا مذہبوں پر اتمام حجت

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن لدھیانہ کے قلم سے)

کسی مامور کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ آیا اس کے وجود سے زمانہ کی مذہبی ضرورت پوری ہوتی ہے یا نہیں وہ ضرورت جتنی اہم ہوگی اتنی ہی اس مامور کی اہمیت بھی بڑی ہوگی۔ کسی عقلمند کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آج خدا کی ہستی اور اس کی معرفت جتنی حجاب میں آئی ہوئی ہے شاید ہی کسی زمانہ میں یہ حالت پیدا ہوئی ہو مادہ پرستی نے سرے سے خدا کی ہستی سے ہی انکار کر دیا۔ جدید انکشافات سائنس نے خدا کی ہستی کو تسلیم تو کر لیا لیکن اسے علت العلل کی حیثیت دے کر بس کر دیا۔ یہ امر کہ خدا بولتا ہے اور اس نے انسان کو پیدا کر کے کوئی ہدایت بھی دی۔ اس کی نسبت چونکہ سائنس خاموش ہے اس لئے مادہ کے پرستاروں نے اس سے انکار کر دیا۔ اور یہی سب سے بڑی وجہ اس جہاد کی ہے جو آج مادہ پرستوں کی طرف سے مذہب کے خلاف ہو رہا ہے۔ جب خدا کے بولنے کا مسئلہ ہی مسلم نہیں تو مختلف مذہبی کتب کے ماننے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ اگرچہ عقل حکمت کا تقاضا تھا کہ جب خدا نے ہر چیز کو پیدا کر کے اسے اس راہ پر بھی خود ہی چلایا جس پر چلکر وہ اپنے پیدا ہونے کے مقصد کو حاصل کر سکتی ہے۔ تو پھر انسان جو اشرف المخلوقات ہے اسے پیدا کر کے اسے بھی کیوں نہ ہدایات دیتا جن پر چل کر وہ اپنی پیدائش کی غرض و غایت کو حاصل کرے۔ لیکن اسے دوسری چیزوں کی طرح فطرت کی جکڑ بند میں مقید کرنے سے تو اس کی خود اختیاری اور مقصد تخلیق میں فرق آتا تھا۔ اس لئے ضروری تھا ہدایات اسے تعلیم کے رنگ میں دی جاتیں جن پر عمل کر کے وہ فائدہ اٹھاتا اور ترقی کرتا۔ اور تعلیم کا ذریعہ مکالمۂ الٰہیہ تھا۔ لیکن آج ہر چیز کے لئے مطالبہ ہے مشاہدہ و تجربہ کا۔ مکالمہ و مخاطبۂ الٰہیہ کے گزشتہ واقعات تو افسانہ بن کر رہ گئے اس لئے ضروری تھا کہ اس زمانہ مادہ پرستی و انکار الہام میں مذہب کی حفاظت کے لئے جو شخص کھڑا ہوتا اس کا بڑا زور اس بات پر ہوتا کہ خدا بولتا ہے اور اس نے اپنی منشاء کو وقتاً فوقتاً انبیاء کے ذریعے واضح کیا ہے اور اولیا کے ذریعہ اس سلسلہ مکالمۂ الٰہیہ کو جاری رکھ کر انسان کے ایمان اور معرفت کی روح کو مرنے نہیں دیا۔ وہ بیانگ دہل یہ اعلان کرتا کہ ؎

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو، دیکھو، سنایا ہم نے

اس کا یہ دعویٰ ہوتا کہ خدا آج بھی مجھ سے بولتا ہے جیسا کہ وہ ہمیشہ سے بولتا چلا آیا ہے۔ پس حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ کی صداقت کا بڑا بھاری ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ نے عین اقتضائے زمانہ کے مطابق اعلان کیا کہ آج بھی خدا بولتا ہے جیسا وہ ہمیشہ اپنے بندوں سے بولا کرتا تھا اور بولنے کے یہ معنی نہیں کہ کوئی خیال دل میں پڑ گیا نہیں بلکہ صریح الفاظ میں خدا کا کلام قلب پر نازل ہوتا ہے۔ اور آج مجھے اس پاک ذات کی ہمکلامی کا شرف حاصل ہے جس کا دل چاہے میرے پاس آئے اور ان نشانات سے فائدہ اٹھائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

اے مزور گر بیائی سوئے ما — در دفا رخت افگنی در کوئے ما
عالمے بینی ز ربانی نشاں — خلق و عالم را بسوئے ما کشاں

حضرت مجدد کا یہ ارشاد بالکل صحیح تھا جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت میں رہے ان میں سے شاید ہی کوئی ہو جس نے خدا کے مکالمات و مخاطبات کے نشان ملاحظہ نہ کئے ہوں۔ خود اپنی ذات میں یہ نشانات دیکھے اور آفاق میں بھی یہ نشانات دیکھے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے سنریھم ایاتنا فی الآفاق و فی انفسھم کہ ہم ان کو اپنے نشانات دکھائیں گے آفاق میں بھی اور ان کے نفسوں میں بھی۔ نفسوں کی تو یہ حالت تھی کہ کوئی شخص نہ تھا جس نے الہام یا رویا کے رنگ میں خدا کے کلام کا ذائقہ نہ چکھا ہو اور آفاق میں نشانات کی یہ حالت تھی کہ سینکڑوں نشانات کا ظہور ہوا۔ اور پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ میرا مقصود اس وقت پیشگوئیوں کے فلسفہ پر بحث کرنا نہیں نہ ان کی کوئی فہرست دینی مطلوب ہے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا اور اکثر کو حضرت صاحب نے اپنی کتب میں درج کیا۔ لیکن میں یہاں جو کچھ عرض کرنے لگا ہوں وہ آپ کی سیاسی پیشگوئیاں ہیں آج کل سیاست کا زمانہ ہے جس قدر سیاست سے دلچسپی اس زمانہ میں پیدا ہوئی ہے اور ہر ایک قوم سیاست کے سمندر میں جس طرح غوطہ زن ہے شاید ہی کسی زمانہ میں یہ رنگ پیدا ہوا ہو اور سیاست کے ماتحت دنیا میں انقلابات جس کثرت سے آج ظہور پذیر ہو رہے ہیں اس کی نظیر بھی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اس لئے جناب الٰہی نے بھی اپنے مامور کے ذریعہ بعض سیاسی امور کے متعلق قبل از وقت اطلاع دی اور ایسے صاف الفاظ میں اطلاع دی کہ انسان سے یہ ناممکن تھا۔ یہ سنت الٰہی ہے کہ اکثر پیشگوئیوں میں اشتباہ کا پہلو ضرور ہوتا ہے اور بعض تو تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ لیکن اہل سیاست پر حجت تمام کرنے کے لئے سیاسی پیشگوئیاں اس صفائی سے فرمائیں کہ کوئی پہلو اشتباہ کا باقی نہیں رہا اور پیشگوئیاں بھی اس قدر قبل از وقت اور مخالف حالات میں فرمائیں کہ کبھی کوئی سیاست داں اتنا عرصہ پہلے یا ان حالات میں جو موجود تھے اپنے دماغ سے یہ نتائج نکال نہ سکتا تھا بلکہ نتائج تو الٹ نکلتے تھے اور ان پیشگوئیوں کو سنکر تعجب ہوتا تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ واقعات آئندہ ظہور پذیر ہوں گے۔ کیونکہ اسباب سے نتیجہ اس کے خلاف نکلتا تھا اس لئے اس وقت یہ پیشگوئیاں ایک دیوانہ کی بڑ معلوم ہوتی تھیں لیکن زمانہ گزرتا گیا اور آخر ایسے حالات پیدا ہوئے جنھوں نے ان کی صداقت پر مہریں لگا دیں اور واقعات نے بتا دیا کہ وہ خدا کے دقیق در دقیق علم کے چشمہ سے نکلی تھیں تاکہ سیاسی لوگوں پر حجت تمام ہو۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو آج سیاست کے جنون میں مذہب اور خدا کو نعوذ باللہ جواب دے بیٹھے ہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان پر ضرور حجت تمام کی جاتی۔

میں مشتے نمونہ از خروارے چند ان میں سے یہاں درج کرتا ہوں۔ اگرچہ اکثر احباب جانتے ہیں مگر چونکہ ان کے مشاہدے کو عرصہ گزر چکا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ مختصراً دوبارہ سامنے لائی جائیں تا موجب ازدیاد ایمان ہیں۔ اور سیاسی لوگوں اور مخالفین پر اتمام حجت اور ہمارے لئے قوت عمل کا موجب بنیں۔ بہت مختصر الفاظ میں میں ذکر کروں گا۔ تا بار خاطر نہ ہو محض یاددہانی مقصود ہے۔

بنگال کی دلجوئی

لارڈ کرزن وائسرائے ہندوستان نے بعض مصالح ملکی کے ماتحت ملک بنگال کے متعلق وہ حکم نافذ کیا جس سے بنگال کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ تقسیم بنگال کو اہل بنگال نے ایک قومی صدمہ سمجھا اور اس صدمہ کا اظہار جائز اور ناجائز طریق پر کیا گیا۔ ایجی ٹیشن، پولیٹیکل جلسے جلوس ڈکیتیاں، بدامنی، فساد، قیمتی جانوں پر حملے سبھی کچھ تو کیا گیا لیکن گورنمنٹ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ وجہ یہ کہ بنگالی یا غیر بنگالی اصحاب کی طرف سے جو کچھ کہا سنا گیا اس میں کوئی وزنی بات ایسی نہ تھی جس سے گورنمنٹ کے اس فعل پر جائز اعتراض ہو سکتا۔ دراصل پریزیڈنسی بنگال میں ملک بنگال کے علاوہ بہار، اڑیسہ، چھوٹا ناگپور کا جمع ہو جانا انتظامی مشکلات کا موجب ہو کر مائد سلطنت کو مدت سے تقسیم بنگالہ کی طرف راغب کر رہا تھا۔ بالمقابل اہل بنگال کے ہاتھ میں کوئی معقول دلیل نہ تھی۔ اس لئے گورنمنٹ نے بدامنی کو دیکھنا قبول کیا لیکن شاہی سیاست نے گورنمنٹ کی پالیسی میں تبدیلی گوارا نہ کی اور اہل بنگال اپنی کوششوں میں ناکام رہے۔ لارڈ کرزن جا کر لارڈ منٹو بھی آ گئے۔ لارڈ مارلے جیسے حکیم مزاج نے عنان وزارت ہاتھ میں لے لی۔ ان لوگوں نے مفید سے مفید احکام ہندوستان میں جاری کئے۔ لیکن تقسیم بنگال کے متعلق جب کبھی ان عالی مرتبت عمال سلطنت کو اظہار رائے کا موقع ملا انہوں نے اس حکم تقسیم کو پتھر پر لکیر بتایا۔ عین ایسے وقت میں جب اس حکم نے قطعیت کا رنگ اختیار کر لیا تھا اور اہل بنگال پر مایوسی کا عالم طاری ہو گیا اس وقت خدائے علیم و قدیر نے اپنے مامور پر اپنا دقیق علم غیب ان الفاظ میں ظاہر کیا:۔

> "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی۔"

اس وقت یہ فقرہ ایک بے معنی فقرہ سمجھا گیا۔ لیکن کیا شان رہی ہے کہ چھ برس کے بعد یہ الفاظ لفظاً لفظاً اور معناً معناً پورے ہو گئے۔ ان الفاظ پر غور کرو۔ ان الفاظ سے یہ نہیں پایا جاتا کہ وہ حکم آخر کار منسوخ ہوگا۔ جس نے بنگالہ کو تقسیم کر کے بنگالیوں میں شورش پیدا کر دی تھی۔ بلکہ یہ الفاظ کسی ایسی ترمیم کا پتہ دے رہے ہیں کہ جس ترمیم کو کسی آئندہ وقت میں گورنمنٹ اہل بنگال کی دلجوئی کے لئے اختیار کرے گی۔ اگر اس پیشگوئی میں تقسیم بنگالہ کی منسوخی یا بحالی کا اشارہ ہوتا تو اسے عقلیہ قیاس پر مبنی سمجھ لینے کا شبہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ جہاں سیاست شاہی اس کی بحالی کی مقتضی تھی تو ملک کی شورش اس کی منسوخی کی طرف طبائع کو متوجہ کر سکتی تھی۔ لیکن یہ پاک الفاظ کسی اٹکل بازی کا نتیجہ نہ تھے۔ اس کلام کے نازل ہونے کے عرصہ بعد بعض نئے واقعات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جن سے گورنمنٹ کے نزدیک بھی ایک حد تک تقسیم بنگال کا حکم اہل بنگال کے لئے مضر معلوم ہونے لگا۔ اور پھر اس وقت اہل بنگال کی دلجوئی اسی میں سمجھی گئی کہ اس کا ضرر رساں حصہ ترمیم کر دیا جائے۔ کیا ۱۹۰۶ء میں کوئی شخص گورنمنٹ کو یقین دلا سکتا تھا کہ یہ حکم ایک دن فی الواقع قابل ترمیم ہو کر اہل بنگالہ کی دلجوئی ان سے چاہے گا۔ اس وقت تو خود اہل بنگال اس کی مضرت کا پتہ نہ دے سکتے تھے۔ یہ تو ۱۹۰۶ء سے کئی سال بعد جب مجلس واضعان قوانین ہند کے متعلق لارڈ مارلے کی نئی تجویز نیابت نے کامل عملی لباس پہنا تو یہ تقسیم بنگالہ گورنمنٹ کی نگاہ میں بھی اہل بنگال کے لئے ضرر رساں نظر آنے لگی۔ مگر خدا کے بولے ہوئے الفاظ "پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی" اس وقت نازل ہوئے تھے جب وہ حکم نہ مضرت رساں سمجھا جاتا تھا اور نہ اس کے متعلق کسی دلجوئی کی ضرورت تھی۔ اور یہ امر اس بات کے معلوم ہونے پر اور بھی موجب ازدیاد ایمان ہو جاتا ہے کہ وائسرائے نے جو ترمیم لارڈ کرزن کے حکم تقسیم بنگال میں کی اس سے بھی زیادہ تر غرض ان کی اہل بنگال کی دلجوئی ہی تھی چنانچہ اس مراسلہ میں جو لارڈ ہارڈنگ اور ان کی کونسل کی طرف سے

وزیر ہند کی خدمت میں تبدیلی دارالخلافہ اور ترمیم حکم تقسیم بنگال کے متعلق لکھا گیا اس میں لارڈ ہارڈنگ صاف الفاظ میں تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تجویز جو ہمارے زیر نظر ہے اس کا ایک بھاری مقصد اہل بنگال کی دلجوئی ہے۔ خدا کی شان وہی الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جو خدا کے مامور پر نازل ہوئے تھے۔ اور یہ دلجوئی حکام بالادست کی نگاہ میں کچھ ایسی اہم سمجھی جاتی ہے کہ سرکاری دستاویز میں مختلف پیرایوں میں اس دلجوئی کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے اور پھر اس دلجوئی کے اظہار کے لئے شہنشاہ ہندوستان خود انگلستان سے چل کر ہندوستان آتا ہے تاکہ اس خداوند خدا کے الفاظ پورے ہوں جو حاکموں کا حاکم اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

جاپان کے متعلق

مغرب (یورپ) کی ترقی اور مغرب کی سلطنتوں کی بڑھتی ہوئی طاقتوں نے اہل مغرب کو اس درجہ بادۂ پندار سے مدہوش کر رکھا تھا کہ مشرق (ایشیا) کی کوئی سلطنت ان کے نزدیک طاقت (پاور) کہلانے کی مستحق نہ تھی بلکہ وہ انہیں اس درجہ نظر استخفاف سے دیکھتے تھے کہ گھر بیٹھے ہی ان کے حصے بخرے بھی کر لیا کرتے تھے۔ اور بات بھی سچی تھی ایشیائی سلطنتیں دن بدن اس قدر کمزور ہوتی چلی گئیں کہ ان میں کسی کو بھی کوئی پولیٹیکل اہمیت حاصل نہ تھی۔ کہ اہل مغرب اسے طاقتوں میں شمار کرتے۔ گویا لفظ طاقت مشرق سے منتقل ہو کر مغرب میں چلا گیا تھا۔ اور مغرب کا ہی حق ہو گیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو طاقت کے لقب سے ملقب کرے۔ ایسے وقت پر خدا نے زمانہ کے مامور کو اطلاع دی

"ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت۔"

یعنی عنقریب زمانہ میں مشرق میں ایک طاقت پیدا ہو جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی کوریا کی حالت خطرناک ہو جائے گی۔ یعنی اس طاقت کا ظہور کوریا کی نازک حالت کے ساتھ وابستہ ہوگا۔ جاپان نے اگرچہ صنعت وحرفت میں ترقی کی تھی لیکن اس کا شمار کبھی بھی بحیثیت ایک سلطنت کے دنیا کی طاقتوں میں نہیں ہوا۔ جب تک کہ کوریا کے میدانوں میں اس کی ٹکر روس سے نہ ہو لی۔ جس وقت جنگ روس وجاپان شروع ہوئی ہے اس وقت تمام دنیا کے سیاسی مدبرین کا یہ خیال تھا کہ روس دنیا کی اول درجہ کی طاقت اور جاپان محض چند جزیروں کا مجموعہ، ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ ہے۔ کب تک جاپان روس سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اگر چند روز کچھ بہادری کے کارنامے دکھائے گا بھی تو تھک کر ہار کر ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا۔ لیکن خدا نے اپنے علم کامل سے تو یہ بتلایا تھا کہ ایک مشرقی طاقت قائم ہوگی اور وہ ہو کر رہی۔ اور اتنی بڑی روس کی طاقت نے شکست کھا کر جاپان کے "مشرقی طاقت" ہونے پر مہر لگا دی۔ اور کوریا کا ملک مار کھا کر جاپان کے حوالے کر دیا۔ کچھ شک نہیں کہ اس کشمکش میں کوریا پر بڑی تباہی آئی۔ مگر جاپان کے مشرقی طاقت بننے کے لئے یہ سب کچھ ضروری تھا اور مشرق میں لطف یہ ہے کہ مشرق یعنے ایشیا کے بھی انتہائی شرق میں جاپان واقع ہے۔ اور جاپان کے سوا اور کونسی سلطنت ہے جس کو مغرب کی مغرور طاقتوں نے طاقت تسلیم کیا ہے۔

ایران کے متعلق

اس مشرقی طاقت کے بعد وہ ملک جس نے پولیٹیکل نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہ ایران کا ملک تھا۔ ایران ایک قدیمی تاریخی ملک ہے جس کے بادشاہ زمانہ قدیم سے مشرقی لٹریچر میں کسرے کے لقب سے ملقب کئے گئے ہیں وہاں بادشاہ ایک مطلق العنان حیثیت رکھتا تھا اور ایرانی لوگ غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ کہ خدا نے اپنے مامور کو اطلاع دی:-

"تزلزل در ایوان کسرے فتاد"

جنوری ۱۹۰۶ء میں یہ الہام شائع ہوتا ہے اور اس کے دو تین سال بعد ہی ایران کا مطلق العنان بادشاہ تخت سلطنت سے اس طرح جدا کر دیا جاتا ہے جس طرح دودھ میں سے مکھی پھینک دی جاتی ہے۔ ایک گاؤں کے رہنے والے پر جو سیاست سے کوسوں دور رہتا تھا اور گوشہ نشین شخص تھا، علم غیب کے یہ اسرار ظاہر ہوئے کیا یہ خدا کی ہستی کا زبردست ثبوت نہیں کہ جس کے ہاتھ میں زمین اور آسمان کی سلطنت ہے۔

سلطنت روم کے متعلق

عالمگیر جنگ یورپ کے بعد جو حالت روم کی ہوئی یعنی سلطنت ترکی کی وہ سب پر عیاں ہے۔ تمام علاقہ ہاتھ سے نکل گیا اس کے دارالسلطنت استنبول پر یورپین سلطنتوں کا تسلط ہو چکا۔ اس کے ایشیائی حصہ پر یونانیوں کا قبضہ ہو چکا۔ لیکن اس سے بہت قبل خدا کے مامور پر خدا کا کلام نازل ہو چکا تھا۔

"غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون ؕ"

"روم قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گیا اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے پیچھے پھر غالب ہوں گے"۔ مزہ یہ کہ یہ الہام اس وقت ہوا ہے جب ترکی سلطنت میں نوجوانان احرار کے ذریعہ جان پڑ چکی تھی۔ اور بظاہر اسباب ترکی کا قدم ترقی کی طرف تھا۔ اس وقت خدا نے یہ بتلایا کہ وقت آتا ہے کہ روم بالکل مغلوب ہو جائے گا۔ اور مغلوب بھی ادنی الارض میں ہوگا یعنی اس کے گھر پر بھی غیروں کا غلبہ ہوگا۔ لیکن اس مغلوبیت کے بعد پھر غالب ہوگا۔ عالمگیر جنگ کے شروع ہونے سے قبل اچھی خاصی حالت میں سلطنت تھی جو وہ اس عالمگیر آگ کے نذر ہو گئی۔ اور ایسی مغلوبیت ہوئی کہ جب سے ترکی کی سلطنت قائم ہے ایسی بیچارگی کی حالت کبھی اس پر نہ آئی تھی۔ اور دنیا کے مدبرین نے فتوے لگا دیا کہ ترکی ختم ہو گیا۔ لیکن اس بیکسی اور بیچارگی کے بعد پھر جو غلبہ خدا نے دیا وہ بھی ایک عجیب ہے کہ قوموں کی تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہے۔ نہ فوج باقی رہی تھی۔ نہ خزانہ۔ نہ اسلحہ۔ ایک شخص مصطفے کمال کے دل کو خدا مضبوط کر دیتا ہے اور وہ کسی طرح ایشیائے کوچک میں پہنچ جاتا ہے اور اس کے اردگرد چند درد دل رکھنے والے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور وہاں سے وہ طاقتور فوج نکلتی ہے جو ایک دفعہ پھر دنیا میں ہلچل ڈال دیتی ہے اور خدا کا ہاتھ مسلمانوں کی نصرت میں وہ کام کرتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے اور وہ مغلوب شدہ قوم پھر اپنے دشمنوں پر غالب ہو کر آزاد ترکی کی بنیاد ڈالدیتی ہے۔ کیا یہ علم خدا کے سوا کسی اور ذریعے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ مغلوبیت بھی حد درجہ کی اور غلبہ بھی تاریخ عالم میں نرالا۔ اور قطعاً خلاف توقع۔ تمام مدبرین سیاسی ترکی کی موت کا فتوے دے چکے تھے۔ مگر خدا نے پہلے سے فرما دیا تھا کہ ترکی مر کر پھر جیئے گا اور مغلوب ہو کر پھر غالب ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا تا خدا کی ہستی اور جلال دنیا پر ظاہر ہو۔

دمشق کے متعلق

جب شام پر فرانس کی حکم برداری ہو گئی اور ہر طرح امن وامان تھا اور دمشق اپنے پورے عروج وکمال پر تھا اس وقت جبل لبنان کے بہادر لوگوں نے اس مداخلت بیجا کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور فرانس کا اپنے مقدور بھر خوب مقابلہ کیا۔ اس لپیٹ میں سان نگمان دمشق آ جاتا ہے اور اس پر وہ تباہی آئی ہے کہ جب سے دمشق قائم ہے اس پر یہ تباہی نہ آئی تھی۔ لیکن آج سے کئی سال پہلے خدا کے مامور پر خدا کا کلام نازل ہو چکا تھا۔

"بلاءِ دمشق"

آخر وہ مقدر بلا دمشق پر نازل ہوئی اور خدا کے علم غیب پر نشان ٹھیری۔

عرب کے متعلق

آج سے بہت سال پہلے خدا کے مامور نے لکھ کر دنیا میں اعلان کیا کہ عرب کو ترکوں کے خلاف ابھارا جائے گا اور عرب کو ترکوں سے الگ کرنے کی کوشش کی جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ باتیں کیسی صفائی سے پوری ہوئیں۔ اور آخر عرب ترکوں سے علیحدہ ہو گیا۔

افغانستان کے متعلق

۱۹۰۵ء میں آج سے بہت سال پہلے خدا کے مامور پر یہ کلام نازل ہوا کہ:-

"ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار کے آدمی مریں گے"

اس کے بعد امیر حبیب اللہ خاں مرحوم مارا جاتا ہے اور افغانستان کے تخت پر امان اللہ خاں بیٹھتا ہے۔ اور اس کے وقت میں افغانستان اس قدر ترقی کرتا ہے کہ اس کا حاکم بجائے امیر کے بادشاہ کہلانے لگتا ہے۔ اور افغانستان کی تجارت اور دولت نہایت ترقی کرتی ہے۔ اور امان اللہ خاں کی یورپ کی طاقتیں جس قدر آؤ بھگت کرتی ہیں وہ سب پر ظاہر ہے۔ وہاں سے واپسی پر وہ افغانستان کو یورپ کی طرح پر امن اور خوش حال بنا دینا چاہتا ہے۔ اس ترقی کے زمانہ میں مذکورہ بالا الہام محض ایک مجنون کی بڑ معلوم ہوتا تھا جب افغانستان دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہو، اس وقت اس مصیبت کا کبھی وہم بھی دلوں میں نہیں آتا تھا جو اس کے لئے مقدر تھی۔ لیکن اچانک بچہ سقہ نمودار ہوتا ہے۔ اور دنوں میں اس سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی ہے۔ اور امان اللہ خاں بھاگ جاتا ہے۔ اور افغانستان میں وہ بدامنی اور کشت وخون شروع ہوتا ہے کہ تمام ملک اس آگ کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں آدمی مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ کئی لوگوں نے جو وہاں سے آئے اور اس فساد کے ایام میں وہاں موجود تھے مجھ سے کہا کہ ایک لاکھ سے کچھ ہی کم آدمی ہوں گے جو مارے گئے۔ صحیح تعداد تو کسی نے گنی نہیں مگر اندازہ اسی کے قریب پہنچتا ہے۔ جو خدا نے اپنے مامور کو بتلائی۔ یعنی قریب پچاسی ہزار کے۔ مجھے خوب یاد ہے افغانستان کے اس انقلاب سے پہلے جب یہ الہام میں نے جہلم میں ایک دکان پر چند اشخاص کو سنایا تو انہوں نے ٹھٹھے کئے لیکن خدا کی بات آخر پوری ہو کر رہی اور آناً فاناً وہ کشت وخون نمودار ہوا کہ دنیا حیرت میں رہ گئی۔ اور قدرت کا تماشا دیکھو کہ وہ شخص جو کل تک نادر خاں تھا نادر شاہ بن کر افغانستان کے تخت پر متمکن ہو گیا۔

حضرت مجدد کے دو الہام اور بھی ہیں۔ ایک میں **نادر شاہ** کا نام بھی آتا ہے۔ مگر میں کہہ نہیں سکتا کہ اس سے کون مراد ہے۔ یہی نادر شاہ یا کوئی اور نادر شاہ۔ ممکن ہے یہ نام تعبیر طلب ہو

الہام یہ ہے :-

"آہ نادر شاہ کہاں گیا۔"

اور دوسرا الہام ہے کہ :-

"احمد غزنوی"

اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ ان الہامات کا مطلب کیا ہے۔ اور یہ کس ملک کے متعلق ہیں۔

یورپ اور روس کے متعلق

۵ تاریخ اپریل ۱۹۰۵ء کو حضرت مجدد نے یورپ اور بالخصوص روس کی نسبت مفصلہ ذیل پیشگوئی شائع فرمائی۔ اور کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۱۲۰ پر یہ پیشگوئی موٹے الفاظ میں چھپی ہوئی ہے فرماتے ہیں :-

اک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر و مرغزار
آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کردے گی انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہوکر مست بیخود راہوار!
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشاں،
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحی حق کی بات ہے ہوکر رہے گی بے خطا،
کچھ دنوں کر صبر ہوکر متقی اور بردبار
یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملیگا تجھکو یہ سارا ادھار

زلزلہ سے کیا مراد ہے اس کے لئے خود حضرت مجدد کے الفاظ سن لو فرماتے ہیں :-

"میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ کوئی معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلادے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔"

(منقول از براہین احمدیہ)

زلزلہ کے معنے لسان العرب میں خطرناک تکلیفیں اور ہولناک مصائب لکھے ہیں۔

اوپر کی پیشگوئی کے الفاظ کسی تشریح کے محتاج نہیں جنگ عالمگیر یورپ کا نقشہ قبل از وقت اس سے بہتر الفاظ میں کھینچا نہیں جا سکتا تھا جیسا کہ اوپر کھینچا گیا ہے۔ کسطرح "جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر و مرغزار" پورا ہوا۔ دیہات و شہر کیا ملک کے ملک ویران ہو گئے۔ جس قدر تباہی لوگوں کی جانوں اور مالوں اور ثمرات کی اس جنگ کے اندر ہوئی ہے اس کی نظیر پہلے کسی تاریخی واقعہ میں نہیں ملتی۔ بلجیم کا سارا ملک، فرانس کے نہایت سرسبز علاقے، پولینڈ، سرویا، رومانیا وغیرہ میدان کارزار بنکر تباہ و برباد ہو گئے۔ اور کشت و خون کا بازار اس درجہ گرم ہوا کہ یہ الفاظ پیشگوئی کے لفظ بلفظ پورے ہو گئے۔ ع

نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار

اور ع

خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار

ایک شخص پولینڈ کی تباہی کا حال ان الفاظ میں لکھتا ہے "تلوار نے اس بدقسمت ملک کے دریاؤں کو خون سے بھر دیا" لاکھوں انسان قتل و خون کا شکار ہو گئے۔ اور زخمیوں کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں ایک ایک دن کی لڑائی میں کشتوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی پھر اس کشت و خون کے علاوہ ایک اور نقشہ اس پیشگوئی میں بدحواس ہوکر بھاگنے کا ہے۔ جیسا کہ "ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس" اور "راہ کو بھولیں گے ہوکر مست و بیخود راہوار" جن لوگوں نے سرویہ اور بلجیم کے مصیبت زدہ بوڑھوں اور جوان بچوں مرد اور عورتوں کو بھاگتے دیکھا ہے وہی ان الفاظ کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس سراسیمگی میں مائیں بچوں سے اور خاوند بیویوں سے الگ ہو گئے۔

پھر ایک اور علامت اس تباہ کن آفت کی یہ بتلائی گئی تھی کہ یہ تباہی کسی ایک ملک تک محدود نہ ہوگی بلکہ دنیا کا اس قدر کثیر حصہ اس میں مبتلا ہوگا کہ گویا یہ کل عالم پر محیط ہوگی۔ اور اس کی نظیر دنیا نے دیکھی نہ ہوگی۔ جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے "آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب"، اور "آسماں حملہ کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار" گویا آسمان کا حملہ ساری زمین پر ہوگا۔ دنیا کا کوئی براعظم اور ملک اس عالمگیر جنگ کے اثر سے بچ نہ سکا۔ پھر ان تمام امور کے اندر ایک ایسا بین نشان بتلایا جس سے عقل انسانی حیرت میں رہ جاتی ہے۔ اور وہ نشان یہ ہے ع زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار" یعنے اس گھڑی اور اس ہولناک مصیبت کا ایک یہ نشان ہے کہ اس وقت زار کی بھی حالت زار ہوگی۔ زار دنیا کا سب سے بڑا خود مختار بادشاہ تھا۔ کیونکہ اور بڑے بڑے ملکوں میں آئینی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں مگر زار کی حکومت سولہ کروڑ انسانوں پر ایسی تھی کہ اس کے حکم کے سامنے کسی قانون اور آئین کی قدر و قیمت نہ تھی۔ مگر آخرکار وہ وقت آگیا کہ جیسی اس کی حالت زار ہوئی وہ بھی اپنی نظیر آپ ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا جبار انسان ایسی حالت زار میں دیکھا گیا کہ دل ہی دنیا سے بیزار ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے تاج و تخت سے علیحدہ کیا گیا۔ وہ انہی لوگوں کے ہاتھوں سے ذلیل ہوا جن کی قسمت کا وہ کل تک مالک تھا وہ قید تنہائی میں ڈالا گیا اور بیوی بچوں سے علیحدہ کیا گیا اور آخر کار بڑی ذلت کی حالت میں گولی سے مار دیا گیا۔

اس جنگ عظیم سے سال ہا سال قبل ان امور کی اس صفائی کے ساتھ اطلاع دینا کیا کسی انسان کا کام ہو سکتا ہے۔ بلکہ صرف خدائے عالم الغیب کا پرشوکت کلام ہی ان رازہائے سربستہ کو ظاہر کر سکتا ہے۔ جس وقت یہ خبر دی گئی تھی اس وقت تمام دنیا میں صلح و امن کا غلغلہ بلند تھا۔ خود ہمارے شہنشاہ انگلستان سابق ایڈورڈ ہفتم پیس میکر کے نام سے مشہور ہوئے اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں صلح قایم کرنے کے لئے بڑی بڑی تجاویز کیں اور عام لوگوں کی طبائع کا رجحان بھی اسی طرف تھا۔ کہ دنیا میں جنگ نہ ہونے پائے۔ اور اس قسم کی مہیب اور عالمگیر جنگ کا وقوع میں آنا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ آ سکتا تھا۔ مگر خدا کے کلام نے نازل ہوکر دنیا کو سنا دیا تھا کہ یہ عذاب دنیا کے لئے مقدر ہے۔ اور اس کا نقشہ خدا کے مامور نے خدا سے خبر پاکر کس صفائی سے کھینچا کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں۔ اور یہ بھی الہام سنایا کہ :-

"کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں"

چنانچہ کس طرح کشتیوں کے ذریعے کشتیاں اور خونریزی ہوئی ہر کہیں تو کشتیاں میدان جنگ میں فوجیں پہنچاتی رہیں اور کہیں آبدوز کشتیوں کے ذریعے کشت و خون کا بازار گرم ہوتا رہا اور خدا کے کلام نے نہ صرف ایک عالمگیر جنگ کی پیشگوئی کی بلکہ اس ساعت کا پتہ کھلے الفاظ میں یوں بتایا کہ اس ہولناک مصیبت کے زمانہ میں زار جو دنیا کا سب سے بڑا تاجدار اور مطلق العنان اور جابر انسان ہے۔ وہ حالت زار میں ہوگا۔ زار کی اتنی بڑی طاقت اور سلطنت۔ اس کی فوج دنیا کی سب سے زبردست طاقتور فوج۔ پھر اس کی حمایت میں دنیا کی اول درجہ کی طاقتیں، یعنے انگلستان، فرانس، امریکہ وغیرہ ایسی حالت میں کیا کسی کے وہم و گمان میں یہ آ سکتا تھا کہ زار کی حالت ایسی زار ہو جائیگی حالانکہ جرمنی جو اس کا فریق مخالف تھا شکست کھا چکا تھا۔

میں نے یہ چند پیشگوئیاں جو سیاسی پیشگوئیاں بطور نمونہ درج کر دی ہیں تا اس سیاسی پولیٹکل زمانہ میں جب لامذہبی اور دہریت اس کا طغرائے امتیاز بن گیا ہے کوئی اہل دل غور کرے اور فائدہ اٹھائے۔ یہ پیشگوئیاں اس وقت ہوئی ہیں جب حالات زمانہ ایسے تھے کہ جن سے یہ حالات جو بعد میں ظہور پذیر ہوئے بطور نتائج قطعاً قیاس نہیں کئے جا سکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تو ابھی ان کے اسباب بھی عالم شہود میں پیدا نہ ہوئے تھے۔ بلکہ اسباب بظاہر ان چیزوں کے مخالف نظر آتے تھے جو زمانہ نے کئی سالوں کے بعد دنیا کے سٹیج پر دنیا کے سامنے پیش کئے۔

اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است

مسیح موعود نمبر

کو کثرت سے خرید کر اپنے دوستوں میں تقسیم کیجئے۔ ایسے احباب کو ایک روپے میں دس پرچے دیئے جائیں گے۔ (مینجر)

صداقت حضرت مسیح موعود

اور

اشاعت الاسلام

(شیخ غلام حسین صاحب کے قلم سے)

حضرت مسیح موعود کے اثبات دعوے کے وہی دلائل ہیں جو خدا تعالےٰ کے تمام راستبازوں کے منجانب اللہ ہونے پر پیش ہو سکتے ہیں۔ کوئی انوکھی اور نئی راہ ایسی تجویز نہیں کرنی پڑتی جس میں کوئی جدت ہو تا متلاشیان حق و صداقت کو اس راہ کی پرکھ میں کچھ نفرت اور تکلیف ہو۔ کسی مذہبی مصلح کی صداقت معلوم کرنے کے لئے دلائل عقلی۔ آیات سماوی۔ مصلح کی تعلیم۔ اس کا اثر یہی چند باتیں ہیں جو ایک شخص کو مقبول الٰہی ہونے کے منصب کا اہل ثابت کرتی ہیں۔ پس انہیں اصول و دلائل کو مدنظر رکھ کر ہم نے حضرت مرزا صاحب کے دعوے پرکھنا ہے۔ ہم کسی تفصیل میں پڑھنے سے اعراض کریں گے۔ اس لئے اس مضمون پر لکھنے کا یہ کوئی پہلا موقعہ نہیں۔ بلکہ اس کی تائید میں سیکڑوں نہیں ہزاروں کتب و رسائل اور اخبارات کے ذریعہ سے اس موضوع پر مفصل اور سیرکن ابحاث ہو چکی ہیں۔ ان تازہ واقعات اور حالات کا اعادہ کرنا ضروری نہیں۔ ہم صرف اجمالی رنگ میں تحریک کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن کہ نیک طبائع اس دعوت سے متاثر ہوں۔

پہلی بات عقلی اور علمی دلائل میں جو ہمارے حضرت نے عام طور پر اپنی تالیفات میں اور خاص طور پر اپنے دعوے کے ثبوت میں استعمال فرمائے

اس ضمن میں سب سے پہلی بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اگر فی الواقعہ حضور خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث نہ ہوتے اور آپ کا دعوے تصنع اور بناوٹ پر مبنی ہوتا تو آپ اپنی تصنیفات میں براہین اور دلائل کی طرف قطعاً اہل زمانہ کو دعوت ہی نہ دیتے۔ بلکہ کسی اور مشغلہ کی طرف لوگوں کی توجہ کو مائل کرتے جیسا کہ دغاباز اور پاکھنڈی لوگ جنتر منتر ٹوٹکوں سے خاص و عام کے دل بہلاتے ہیں جس طریق سے جہاں اپنا مطلب سیدھا ہوتا ہے وہاں کسی قسم کی مخالفت کا خوف و خطر بھی نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے دلائل اور براہین سے لوگوں کو مطمئن کرنا نہایت مشکل اور کٹھن کام ہے۔ گویا اس طریق کے اختیار کرنے سے اہل زمانہ کو اپنی مخالفت پر اکساتا ہے۔ زمانہ علم و عقل کا ہے۔ جو شخص اپنے عقیدے کے برخلاف کوئی بات سنے گا وہ ضرور اس کی مخالفت کرے گا۔ پس ایسے زمانہ میں جس دھڑلے کے ساتھ آپ نے اپنا دعوے اور دلائل روشن خیال طبقہ کے سامنے پیش کئے وہ آپ کی جرأت اور صداقت کی زبردست دلیل ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کی مخالفت بھی ہوئی۔ اور شد و مد کے ساتھ ہوئی جس پر اس وقت تنقید کی ضرورت نہیں مگر اس کے متعلق اصولاً ایک بات قابل گذارش ہے جس پر ٹھنڈے دل سے غور ہونی چاہئے۔ اور وہ یہ کہ سخت سے سخت مخالفت تو کسی مذہب کے بھی جھوٹا ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ خود ہمارے زمانہ میں جس قدر شدید مخالفت اسلام کی آریا اور عیسائیوں نے کی ہے اس کی نظیر شاید دنیا کے تختہ پر نہ ہوگی۔ اور طرہ یہ کہ مخالفوں میں ادنیٰ اور متوسط طبقہ کے لوگ نہیں بڑے بڑے علما اور فضلا ہیں۔ تو کیا اس سے اسلام کی سچائی میں کوئی فرق آگیا ہے۔ ٹھیک اسی معیار سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا قیاس ہو سکتا ہے۔ مخالفت کی آنکھ دوسرے کے عیب دیکھنے کی خوگر ہوتی ہے۔ اس لئے سچائی سے محروم رہ جاتی ہے۔ یہی حال اسلام اور حضرت مسیح موعود کے مخالفین کا ہے۔

غرض حضرت مسیح موعود کی طبیعت اس درجہ مدلل واقعہ ہوئی تھی کہ ابتدائے زندگی سے اخیر تک دلائل سے ہی کام لیتے رہے۔ دوست اور دشمن حضور کے اس وصف سے واقف ہیں۔ سب سے پہلی اور بے نظیر کتاب جو تصنیف فرمائی اس کا نام ہی براہین احمدیہ رکھا۔ کتاب موصوف کا اشتہار جو شروع میں درج ہے نہایت جلی حروف میں اس طرح سے شروع ہوتا ہے:-

میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ اربابِ مذہب و ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجت شائع کرکے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے دربارہ حقیقت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کرکے تحریر کی ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کرکے دکھلادیں یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکیں تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبول فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کردیں کہ ایفائے شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آگیا ہے میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلتے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض دخل دیدوں گا"

یہی طرز عمل آپ کا مدت العمر رہا۔ اور یہی آپ کا طرۂ امتیاز تھا کہ تمام مخالفوں کو اندرونی یا بیرونی ہمیشہ دلائل کی طرف متوجہ فرماتے تھے جیسا کہ فرمایا ؎

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

دوسرا امتیازی وصف جو آپ کے دعوے کے ساتھ مخصوص ہے وہ تائیدات الٰہیہ یا نشانات کا آپ کے ہاتھوں سے ظاہر ہونا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ نیک اور مقبول بندوں میں اس وصف کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ صادق اور کاذب میں مابہ الامتیاز ہو۔ اس موقعہ پر ہم نشانات کی کوئی فہرست ناظرین کے سامنے رکھنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ بہت سے نشانات اور پیشگوئیوں کا پبلک کو علم ہے۔ مگر نشانات کے متعلق سنت اللہ یہی ہے کہ وہ زیادہ تر موافقوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتے ہیں۔ مخالف ان سے چنداں فائدہ نہیں اٹھاتے۔ انبیا علیہم السلام نے ہزارہا معجزات دکھلائے۔ مگر مخالفین پر معجزات سے کوئی معتدبہ اثر نہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشہور معجزات سے فرعون اور اس کے لشکری ایمان نہ لائے۔ مسیح علیہ السلام کے متعلق تو عوام تو کیا خواص کا ایمان بلکہ یقین ہے کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا۔ اندھوں کو بینا۔ بہروں کو اچھا کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر اتنے بڑے اعجاز کے باوجود یہودیوں کی مخالفت کم نہ ہوئی۔ بلکہ صلیب تک نوبت پہنچائی گئی۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شق القمر اور بہت سے معجزات دکھائے مگر مخالف ایذا رسانی سے باز نہ آئے۔ اسی طرح مجدد دوراں حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بہت سی پیشگوئیاں اور کرامات ظاہر ہوئیں مگر ان سے فائدہ اٹھانے والے وہی ہیں جو حضور کے ماننے والے ہیں۔ ہاں وہ لوگ جو مخالفت سے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں۔ نشانات سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ مگر بالجبر منکر ہمیشہ مخالف ہی رہتے ہیں۔

ان ہر دو اقسام دلائل سے بطور نتیجہ ہم عرض کرتے ہیں کہ دونوں قسم کے دلائل یعنی علمی و عقلی دلائل اور وہ نشانات سماوی سے اس زمانہ میں علما و سجادہ نشینوں نے بمقابلہ مخالفین اسلام قطعاً کام نہیں لیا۔ کیا طبقہ علما اور زہادیں سے کسی ایک نے بھی مخالفین اسلام کو کبھی نشانات آسمانی کے لئے مقابلہ کی دعوت دی ہے۔ فقرا اور گدی نشینوں نے تو علمی دلائل کی طرف سے بالکل توجہ ہی ہٹالی ہوئی ہے۔ ایک طرف وہ تائیدات الٰہیہ سے جو کہ خاصان خداوندی کا حصہ تھا محروم ہیں۔ تو دوسری طرف دلائل علمی اور عقلی سے بھی غافل ہیں۔ پس ایسی حالت میں اگر ان ہتھیاروں کے ساتھ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مسلح کرکے دشمن کے سامنے پیش کیا ہے۔ تو کیا یہ صریح طور سے آپ کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل نہیں۔

پھر کسی مذہبی مصلح کی شناخت کے لئے اس کی تعلیم کو دیکھا جاتا ہے۔ یہ وصف ہمارے حضرت کی سوانح میں نہایت ممتاز اور اعلیٰ ہے۔ حضور نے ہستی باری۔ رسالت ملائکہ کتب سماوی۔ حیات بعد الممات پر جس قدر مدلل اور مفصل ابحاث فرمائی ہیں اس سے کسی طرح زیادت متصور نہیں ہو سکتی۔

ہستی باری تعالےٰ کا ثبوت علاوہ علمی اور منطقی دلائل کے خود اپنے تعلقات اور کشوف و الہام کی بنا پر ایسا واضح اور بین دیا ہے کہ ایک طالب حق ان واقعات اور کیفیات کو پڑھ کر اطمینان اور لذت اور سرور حاصل کر سکتا ہے۔

رسالت بالخصوص حضرت نبی کریم کی صداقت۔ رفعت شان آپ کے بے لوث سوانح۔ آپ کا تزکیہ نفوس فرمانا علمی اور اخلاقی اور روحانی تفوق بعظیم الشان اصلاح۔ نشانات آپ کا خاتم النبیین ہونا۔ رحمت للعلمین ہونا۔ کافۃ للناس ہونا حتے کہ خاتم انسانیت ہونا براہین قاطع اور حجج ساطعہ سے ثابت فرمایا اور منکرین کے اطمینان اور تسلی کے لئے اعلانات بقید انعام کثیرہ فرمائے۔ اس سے بڑھ کر اظہار اطاعت اور تعشق کیا ہو سکتا ہے۔

ملائکہ کی موجودگی فی الخارج ہستیوں کا ثبوت۔ ان کا مدبر بالامورات ارضی و سماوی ہونا ان کا انسانی قلوب میں نیکی کی تحریکات کرنا ایسے طور پر ظاہر فرمایا کہ بڑے بڑے فلسفیوں

کو مجال چون و چرا نہیں ہے۔

آنے والی زندگی کو موجودہ اعمال کے ہی اظلال و آثار بتلایا یعنی انسان اپنے دنیاوی اعمال سے ایک بہشت یا دوزخ تیار کرتا ہے جو آنے والی زندگی میں متمثل ہو کر ظاہر ہو جائے گا۔

جملہ مذاہب کی کتابوں اور ان کے لانے والوں کی تعظیم اور ادب کی تعلیم فرمائی۔ اور جملہ کتب سماوی کا مہیمن اور جامع قرآن کریم کو قرار دیا جس میں ہر قسم کی مذہبی ضروریات بطور اصول موجود ہیں۔ اور قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے اور الٰہیات کے تمام علوم کا مخزن ہونے پر یہاں تک آپ کا ایمان تھا کہ ہر ایک بحث میں دعوے اور دلیل کا بیان کرنا بھی اسی پر حصر فرماتے تھے اور بالمقابل فریق مخالف سے بھی اسی قسم کا مطالبہ فرماتے تھے۔ تاکہ دونوں کتابوں کا اس صورت سے امتحان ہو جائے کہ کونسی کتاب اس مقابلہ میں پوری اترتی ہے۔ چنانچہ سال ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں کے ساتھ جو عظیم الشان مباحثہ ہوا تو سب سے اول اس میں یہی شرط پیش ہوئی۔ فرماتے ہیں:۔

"واضح ہو کہ اس بحث میں یہ نہایت ضروری ہوگا کہ جو ہماری طرف سے کوئی سوال ہو یا ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کی طرف سے کوئی جواب ہو وہ اپنی طرف سے نہ ہو۔ بلکہ اپنی اپنی الہامی کتاب کے حوالہ سے ہو جس کو فریق ثانی حجت سمجھتا ہو اور ایسا ہی ہر ایک دلیل اور ہر ایک دعوے جو پیش کیا جائے۔ وہ بھی اسی التزام سے ہو۔ غرض کوئی فریق اپنی الہامی کتاب سے باہر نہ جائے جس کا بیان بطور حجت ہو سکتا ہے۔"

اسی طرح اس مشہور جلسے میں جو سال ۱۸۹۶ء میں بمقام لاہور تمام مذاہب کی طرف سے جلسہ مہوتسو کے نام سے موسوم ہے سب مذاہب کے علما کو جو شریک جلسہ تھے اسی اصول کی دعوت دی اپنے مضمون کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

"اس سے پہلے کہ میں اپنے مطلب کو شروع کروں اس قدر ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جو کچھ بیان کروں خدا کے پاک کلام قرآن شریف سے بیان کروں کیونکہ میرے نزدیک یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو اور اس کتاب کو الہامی کتاب سمجھتا ہو وہ ہر ایک بات میں اسی کتاب کے حوالہ سے جواب دے۔ اور اپنی وکالت کے اختیارات کو ایسا وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے۔ سو آج مجھے قرآن شریف کی خوبیوں کو ثابت کرنا ہے۔ اور اس کے کمالات کو دکھلانا ہے اس لئے مناسب ہے کہ ہم کسی بات میں اس کے بیان سے باہر نہ جائیں اور اسی کے اشارہ یا تصریح کے مطابق اور اسی کی آیات کے حوالہ سے ہر ایک مقصد کو تحریر کریں۔ تا ناظرین کو مقابلہ اور موازنہ کرنے کے لئے آسانی ہو۔ اور چونکہ ہر ایک صاحب جو پابند کتاب ہیں اپنی اپنی الہامی کتاب کے پابند رہیں گے۔ اور اسی کتاب کے اقوال پیش کریں گے۔ اس لئے ہم نے اس جگہ احادیث کے بیان کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ تمام صحیح حدیثیں قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور وہ کامل کتاب ہے جس پر تمام کتابوں کا خاتمہ ہے۔ غرض آج قرآن شریف کی شان ظاہر ہونے کا دن ہے اور ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا مددگار رہے۔ آمین۔"

یہ شرط آن واحد میں فیصلہ کرنے والی ہے۔ اس لئے اس التزام سے کوئی شخص اپنی کتاب کو پیش نہ کر سکا۔ اور نہ آئندہ اس طرح پر کسی کو مقابلہ کی تاب ہے۔

اس کے ساتھ ہی فہم قرآن میں اپنے آپ کو منفرد سمجھتے تھے۔ اس امتحان کے لئے علما اور مشائخ کو مقابلے کے لئے بڑی بڑی تحدیاں فرمائیں۔ مگر کوئی مرد میدان نہ ہوا حتیٰ کہ اردو زبان کے علاوہ عربی اور فارسی زبانوں میں قرآن کریم کی مختلف سورتوں کی تفسیر کی اور اپنے دعوے کے دلائل پیش کئے۔ مگر کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔

علاوہ ازیں سب سے بڑا ہتھیار آپ کے پاس دعا کا تھا جو کہ تعلق باللہ کا ایک خصوصی اور امتیازی نشان ہے۔ اس زمانہ میں استجابت دعا کا مسئلہ تعلیم یافتہ طبقہ میں زیر بحث تھا۔ آپ نے اپنے تجربات کے ذریعہ اس میں از سر نو جان ڈال دی۔ اور بڑے بڑے دہریوں فلسفیوں نیچریوں، اپنوں اور بیگانوں کے روبرو اپنے مستجاب الدعوات ہونے کے صدہا شواہد ایسے پیش کئے کہ جس سے انکار کرنا گویا بداہت کا انکار کرنا ہے۔ انہی اثرات کا نتیجہ تھا کہ لکھوکھا کی تعداد میں لوگ آپ کے سامنے سرنگوں ہوئے۔ جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ پایہ کے علماء، فضلاء، محدث، مفسر، فلسفی، منطقی، بی اے، ایم اے، تاجر، زراعت پیشہ، فقرا، رؤسا، مشائخ، متقی پرہیزگار نفوس تھے۔ آپ نے جماعت کو قال اللہ و قال الرسول کی تعلیم کا والہ و شیدا بنا کر اس میں تقوے اور خشیت کی روح پیدا کی۔ اور پھر اس کو **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر** کا سبق سکھایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف اس ملک ہندوستان کو ہی پیغام اسلام پہنچایا گیا بلکہ دنیا کے کناروں تک تبلیغ اسلام ہونی شروع ہوئی۔ اس راستہ میں مشکلات اور خطرات تھے۔ جس سے افراد جماعت کو دوچار ہونا پڑا۔ مگر جماعت نے مال اور بالخصوص جان تک کی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ ملک کابل میں صاحبزادہ عبداللطیف، اور ان کے شاگرد عبدالرحمان خان رحمہم اللہ تعالیٰ بذریعہ سنگساری شہید کئے گئے۔ مگر جماعت کا قدم ان خطرات اور مشکلات سے پیچھے نہیں ہٹا۔ بلکہ آگے سے آگے ترقی کرتا گیا۔ حتیٰ کہ مرکز تثلیث یعنی یورپ میں ان مجاہدین نے علم اسلام گاڑ دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فرزندان یورپ نے ہزاروں کی تعداد میں اسلامی تعلیم کے آگے سر تسلیم خم کر کے قرآنی تعلیمات کی صداقت کا اعتراف کیا۔ ہم اس مقام پر ہمدرد مند قوم کی خدمت میں اس سوال کو خصوصیت کے ساتھ پیش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خدارا غور کریں کہ کیا اس قسم کی جد و جہد اور قربانی بغیر ایمان اور خلوص اور حمیت اور جوش اور محبت کے ممکن ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہ کوئی عمدہ اور اعلیٰ خوبی اور دینداری کا کام ہے تو کیا اس کے عوض میں بانی سلسلہ کی عزت اور توقیر ہونی چاہئے یا نہیں۔ ہندو قوم میں ایک وصف ہے کہ وہ اپنے لیڈروں کی قدر و منزلت کرتی ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ مہاتما گاندھی، نہرو خاندان، مونجے، مالوی اور پرمانند وغیرہ وغیرہ کس کس خیال کے لوگ ہیں۔ وہ باوجود اختلاف ہونے کے سب کے سب یکساں طور پر مداح ہیں جب ملکی لیڈروں کی عظمت کا یہ حال ہے تو جس بزرگ اور اس کی جماعت نے خدا کا۔ اسلام کا۔ رسول کا اور اسلام کی مقدس کتاب کا نہ صرف اس ملک ہندوستان میں ہی نام بلند کیا ہے بلکہ بلاد غیر میں بھی اس کو پہنچایا ہے۔ ایسے کام کا اعتراف نہ کرنا کہاں کی فرزانگی ہے۔ بلکہ ہم تو علی رؤس الاشہاد کہتے ہیں کہ اتنا بڑا عظیم الشان کام صرف ایک جماعت کے ہی کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ساری قوم کی مشترکہ طاقت اور قوت درکار ہے۔ ہاں ایک چھوٹی سی جماعت نے زمین تیار کر دی ہے اب جس قدر چاہے اس سے قوم کام لے سکتی ہے۔ سب سے پہلے اس کام میں اتحاد اور یگانگت کی ضرورت ہے۔ ہم نے عیسائی قوم کے اخبارات کو دیکھا ہے کبھی اس میں پروٹسٹنٹ فرقہ والے رومن کیتھولک کے فرقہ کے برخلاف قلم نہیں اٹھاتے۔ بلکہ انہوں نے ہندو اور مسلمانوں کو سامنے رکھا ہوا ہے۔ اور یہی نظارہ اب ہندوؤں میں پایا جاتا ہے۔ تو کیا اس میں ہم مسلمانوں کے لئے کوئی سبق نہیں ہے۔ ہمارے اخبار ایک دوسرے کی تخریب کیلئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ خدارا قوم کو ایسے راستہ پر آجانا چاہئے۔ جس سے بزرگوں کی عظمت اور توقیر ہو۔ تا اس سے معلوم ہو کہ ہماری قوم بھی کام کرنے والوں کی قدر و منزلت میں اقوام عالم سے پیچھے نہیں۔ ہم کو اس بات کا بھی اچھی طرح سے علم ہے کہ قوم کے دل میں اس خدمت کا اعتراف ہے مگر ہم اس بات کے آرزومند ہیں۔ کہ باہمی وقار اور عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خطاب میں ادب اور تہذیب کو شعار قومی بنایا جائے۔ تاکہ باہمی رواداری کی صفت پیدا ہو۔ مونجے اور مالویوں کے ماننے والوں میں باوجود اختلاف عقائد ہونے کے اگر اتحاد اور ارتباط ہو سکتا ہے تو غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ نسخہ کیوں مشکل ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسئلہ نبوت کے اختراع نے یہ منافرت اور مخاصمت پیدا کر رکھی ہے مگر یہ بعد کی ایجاد ہے۔ ہمارے حضرت کو اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی تردید کے لئے سب سے بڑا اور زبردست ثبوت ہماری جماعت کا وجود ہے۔ جس کے ہزارہا افراد علی الاعلان شہادت دے سکتے ہیں کہ کبھی انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے منہ سے دعوے نبوت نہیں سنا۔ علاوہ ازیں ہمارے سلسلہ کے وہ اعلانات شاہد ہیں جو سلسلہ کی طرف سے ہمیشہ شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کی تردید کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ ایک جماعت کے عقائد اور مسلمات سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جبکہ ہماری طرف سے آئے دن ہمارے مسلمات اور عقائد کا اعلان ہوتا رہتا ہے۔ تو پھر ہم پر بدگمانی عبث ہے۔ مزید اطمینان کے لئے ہم حضرت مرزا صاحب کی کتابوں سے چند حوالجات ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں جس سے عیاں ہو جائے گا کہ آپ ہمیشہ دعوے نبوت سے انکار فرماتے رہے اور دعوے مجددیت کا اعلان کرتے رہے۔

(۱) سال ۱۸۹۱ء میں جب آپ دہلی تشریف لے گئے وہاں علما نے دعوے نبوت آپ کی طرف منسوب کیا۔ تو آپ نے جامع مسجد دہلی میں ہزارہا لوگوں کے سامنے یہ اعلان فرمایا:۔

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر دہلی کے بعض اکابر علما میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی، ملائک کا منکر، بہشت دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہذا میں اظہاراً للحق عام اور خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائک اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں۔ اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی۔

اور جناب رسول اللہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔

(دین الحق صفحہ ۲۷ از اشتہار ۲ [illegible] ۹۱)

(۳) سوال۔ رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوے کیا ہے؟

الجواب۔ نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالے کے حکم سے کیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

سال ۱۸۹۲ء میں بمقام لاہور اعلان فرمایا۔

تمام مسلمانوں کی خدمت میں التماس ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے لفظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنے میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوے نہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں۔ اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں۔ تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ تعالے خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکلم مراد لئے ہیں۔ (اس سے آگے صحیح بخاری سے اپنے دعوے کے ثبوت میں حدیث نقل فرمائی ہے) (ماخوذ از اشتہار ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

(۴) مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو لکھتے ہیں:۔

ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے (یعنی مولوی غلام دستگیر کا) کہ یہ [illegible] نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کر دوں۔ ان پر واضح رہے کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ . . . . . . غرض نبوت کا دعوے اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعوے ہے۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۳)

(۵) عیسائیوں کے مباحثہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

(باقی بصفحہ ۲۱)

مشرقی افریقہ میں خواتین کی بیداری

مشرقی افریقہ میں جہاں پر فرانس کا قبضہ ہے۔ وہاں بھی تعلیم نسواں کی خاطر خواہ اشاعت ہو رہی ہے۔ اور اس کام میں حکومت نے بھی بڑی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ یورپ کی جنگ عظیم کے بعد سے یہاں کی عورتوں میں اس قسم کی بیداری پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ حکومت نے بھی اس بارہ میں تحقیقات کرنے کی غرض سے ایک کمیشن کا تقرر فرمایا تھا جس نے بعد تحقیقات حکومت کے سامنے جو سفارشیں کی ہیں ان کو عملی صورت دینے کے لئے چند قوانین منضبط کئے گئے۔ مراکو، تیونس، اور الجیریا میں بھی اسی قسم کی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔

نعت

(از حضرت مسیح موعود)

(غیر مطبوعہ)

دور باش اے پسر زشرک وسہیم — شرک ورزیدن است ظلم عظیم

آنکہ معشوقِ او یکے باشد — ترکِ جاں پیشش اندکے باشد

عاشقے بر دو روئے ناید راست — وا برآنکس کہ چشم او صد جاست

ہمہ احسان و منت است ازو — ہمہ آلاء و نعمت است ازو

ہمہ نعمت ز کردگار آید ، — بس زآں بُت ترا چہ کار آید

او اگر دیدہ ہا نہ بخشیدے — آدمی خلق را چساں دیدے

او اگر کور داشتے مارا ، — نہ کشودے دو چشمِ بینا را!

کیست آں یارِ بازجنّ و بشر — یا درختے و آتشے وحجر!

کہ زخود دیدہ ہا بما دادے — آں دو چشمِ جہاں نما دادے

ہر دمِ ما کہ ہر دمے آید — صد ہزاراں سپاس را شاید

گر ز باز دارد ایں دم را — بندد از مرگ قفلِ محکم را

دیگرے کیست ہمچو او قادر ، — کہ کند باز جاں بہ تن صادر

نے شریکش نہ مثل و ہمتا است — ایں خیال و محال و سوداست

ایں چنیں یارِ خویش باید داشت — بدنصیب آنکہ دامنش بگذاشت

بندگی را ہمہ کسے باید — کہ دہد رزق و جاں بہ بخشاید

ہر کہ دل داد دل بدو بدہید — ہر کہ سر داد سر برش بنہید

ہر کہ رو داد رو بدو آرید ، — خود تراشیدہ سنگ بگزارید

ہمہ تن از برائے جاناں باش — روئے زیبائے خود بہ بت مخراش

آخر اے یارِ بے وفائی چند — کس ز دلدار بگسلد پیوند؟؟

تھا ذکر ترا لب پہ رسولِ عربی کے

(از جناب محمد مرتضیٰ خاں صاحب بی۔ اے)

اے مہدیِ ذی شان، اے ہادیِ دوراں   جاں تجھ پہ ہے قرباں
اللہ نے دی تجھ کو محمدؐ کی خلافت   اے شاہِ ولایت
دعوے پہ ترے شمس و قمر کی ہے شہادت   اے ماہِ صداقت
تھا ذکر ترا لب پہ رسولِ عربیؐ کے   شاہِ مدنی کے
فرمایا کہ امت کو مری خوف و خطر کیا   آئے گا مسیحا
لے آئے گا ایماں کو ثریا سے زمیں پر   وہ مردِ دلاور
توڑے گا چلیپا کو وہ بے منتِ شمشیر   با حجت و تدبیر
کر دے گا نگوں کفر کا الحاد کا پرچم   وہ مردِ مسکرم
یہ جلوہ و گر اوصاف ہوئے تجھ میں پیارے   قربان تمہارے
دشمن بھی فضیلت کا تری مدح سرا ہے   چارہ اسے کیا ہے
ممتاز و مشرف ہے تو الہامِ خدا سے   انعامِ خدا سے
ہے ذات تری موردِ انفضالِ الٰہی   اجلالِ الٰہی
تو محرمِ اسرارِ خفی، ظلِ نبی ہے   کیا شان تری ہے
آمد ہے تری دافعِ ہر کلفت و زحمت   اے چشمۂ رحمت
تجدید کا سہرا جو ترے سر پہ بندھا ہے   کیا خوب سجا ہے!
ہے طلعتِ زیبا تری تصویرِ محمدؐ !!   عکسِ رُخِ احمدؐ

در وجہِ منیرِ تو نگرم روئے محمدؐ
در زلفِ درازِ تو شنوم بوئے محمدؐ

وہ تیرا تبسم وہ تری نیچی نگاہیں !   وہ پیاری ادائیں
ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں اب انکا نشاں ہے   سب چھانا جہاں ہے
کیا تم سے کہوں آج جو حالت ہے ہماری   فرقت میں تمہاری
مضطر ہیں بہت سخت پریشاں ہوئے ہیں   بیجان ہوئے ہیں
رہ رہ کے تری یاد ہے خوں ہم کو رلاتی   ہجراں ہے ستاتی
اور طرفہ ستم اس پہ کہ فرزند تمہارا   دلبند تمہارا
ناحق ہوا ہے درپئے آزار ہمارے   سردار ہمارے
کہتا ہے کہ اشرار ہیں بدکار ہیں سارے   یہ دوست تمہارے

لِلّٰہ اسے راہِ ہدایت کا پتہ دو
یہ رنج مٹا دو

نذرِ مہجور

از خمِ عرفانِ قرآں چوں شراب انداختی
غلغلہ در محفلِ ہر شیخ و شاب انداختی
کفر شد پنہاں نشانش در جہاں باقی نماند
بر سرِ دولیش زرِ ہانت عذاب انداختی
ختم کردی از دلائل فتنۂ دجال را
بر سرِ فوجِ پدا اور اضطراب انداختی
راہِ توحیدِ خدا بر عالمے پیدا شدہ
خطوۂ شیطاں بزیرِ صد حجاب انداختی
ہر سعیدے را سبق آموختی از جزوِ عشق
بندہ ہائے نفسِ ملعون را بتاب انداختی
نورِ ایماں از ثریا تو بیاوردی دگر
آنچناں کردہ نکوئی ہا در آب انداختی
جانِ خود کردی نثارِ جانِ سلطانِ عرب
گوہرِ سائیدہ در لعلِ مذاب انداختی
بر مسلماں وا نمودی صد درِ رشد و ہدیٰ
پیشِ ہر متلاشیِ حق آفتاب انداختی
پائے تو بوسیدہ نصرت از درِ حق آمدہ
چوں پئے جنگِ مقدس در رکاب انداختی
خانۂ ظلمت نصیبم پر شد از انوارِ تو
پرتوِ صد برکتت اے آفتاب انداختی
کاشفِ رازِ حقیقت آمدی آقائے من
لعل و گوہر پیشِ ردیم بے حساب انداختی

بندۂ مہجور ہم بودہ گرفتارِ بلا
شکر میگویم کہ بر راہِ صواب انداختی

شجر احمدیہ
مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا
ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین
اشارات
احمدیت کا وہ عظیم الشان درخت کہ جو قادیان
کی چھوٹی سی بستی سے بلند ہو کر دنیا کے مشرقی اور مغربی
کناروں تک پھیل گیا۔
x = تبلیغی مراکز
پھول = جماعتہائے احمدیہ

(بقیہ صفحہ ۱۸)

میرا نبوت کا کوئی دعوےٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو شخص الہام کا دعوےٰ کرے وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی ہوں اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں۔ اور ان نشانوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کے رو سے ان نشانوں کا نام کرامات ہے۔ جو اللہ اور رسول کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں۔ (جنگ مقدس صفحہ ۶۷)

(۶) جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوۃ کا دعوےٰ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قرأت ولا محدث کی یاد نہیں رہی پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ اے نادانو بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا کچھ اور کہیں گے؟ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں ایسے حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے۔ وہ مرسل ہی ہوتا ہے یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے بندہ پر نازل فرمایا۔ اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور مرسل اور رسول کے لفظ بکثرت موجود ہیں۔ سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ولکل ان یصطلح۔ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے یہ الفاظ استعمال کئے۔ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ نبوۃ کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ عرب کے لوگ تو اب تک بھی انسان کے فرستادہ کو رسول کہتے ہیں پھر خدا کو یہ کیوں حرام ہو گیا۔ کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔ افسوس کہنا کیا ہی تکفیر کی بنا ہے اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ تو بتاؤ کہ میرے کافر ٹھیرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالی کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے۔ کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی مگر ہمارے ظالم مخالف . . . . ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے۔ لیکن ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیا ہوا۔ کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائے گی یا کچھ اور۔ (سراج منیر صفحہ ۳)

(۷) کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت یا نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبین کہ خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں۔ جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے۔ ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ رسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (ایسے لفظ تو اب سے سولہ برس سے میرے الہامات میں درج ہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں ایسے کئی مخاطبات الہیہ میری نسبت پاؤ گے) وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہیں۔ اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیا ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔

(حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷)

(۸) سب سے اخیری کتاب جو وفات سے بھی کئی دن بعد شائع ہوئی ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر درمیانی زمانے میں غلطیاں نہ پڑتیں تو مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا بھی فضول ہے۔ کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے۔ اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کے لئے آیا کرتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۳)

(۹) اور یہ بھی اہلسنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۳)

(۱۰) سو یہ تمام باتیں ظہور میں آگئیں اور ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا۔ اور چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۸)

(۱۱) اور میں ہی ایک وہ شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعوےٰ کیا۔ اور میں ہی ایک وہ شخص ہوں جس کے دعوے پر پچیس برس گذر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں پس جب تک کہ میرے اس دعوے کے مقابلہ پر انہیں صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعوےٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو اخیر زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔ (حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۴)

(۱۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ تک مقدس لوگوں نے الہام پاکر پیشگوئی کی تھی کہ وہ آنے والا مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔

(مجموعہ اشتہارات حصہ دوم صفحہ ۱۰۲)

(۱۳) چونکہ اس زمانہ میں بڑا فتنہ عیسویت کا تھا۔ اس واسطے اس کی اصلاح کے واسطے جو مجدد بھیجا گیا اس کا نام بھی مسیح رکھو گیا۔

(اخبار بدر ۲۴ اکتوبر سنہ)

(۱۴) امت حنفیہ پر نظر نہیں ڈالتے صلیبی غلبوں کا مشاہدہ نہیں کرتے اور ہر روز ارتداد کا بازار گرم دیکھ کر ان کے دل نہیں کانپتے اور جب ان کو کہا جائے کہ عین ضرورت کے وقت عین صدی کے سر پر عین غلبہ صلیب کے ایام میں یہ مجدد آیا ہے۔

(نزول المسیح صفحہ ۳ سنہ)

امر قد۔ حوالجات ایک خدا ترس انسان کے تسلی ایسے کے لئے کافی ہیں جس میں شروع دعوے سے لیکر اخیر تک دعوے نبوت سے انکار اور مجدد ہونے کا اقرار پایا جاتا ہے یہ راستی اور صداقت کا کمال اور انتہا ہے اگر کوئی ایک آدھ حوالہ ہوتا تو تاویل اور تکلف کا گمان ہو سکتا ہے۔ مگر دعوے مجددیت اور محدثیت کے حوالجات کی حضور کی تالیفات میں نہایت کثرت اور بہتات ہے۔ اور بہتات ہے۔ بخوف طوالت ہم ان سب کے اندراج سے معذور ہیں اس لئے ہم ناظرین سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ بدگمانی کو ترک کرکے آشتی اور محبت کا قدم بڑھائیں تاکہ نفاق اور تشتت رفع ہوکر اتفاق اور اتحاد کی برکت سے امت اسلام میں رونق پیدا ہو۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

قادیان والوں کے اہم پراعتراضات

مکرم معظم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

میں یہ چند سطور آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ مہربانی کرکے ان کو جلد سے جلد شائع کرکے ممنون فرمائیں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ جن اصحاب نے ان اعتراضات کو مشتہر کیا ہے۔ ان کی نیت صرف انجمن کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس لئے ان سے کوئی توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ اس جواب سے کچھ فائدہ اٹھائیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ ان فتنہ انگیز تحریرات سے کسی ناواقف کو ٹھوکر لگے اس لئے میں نے اخبار فاروق کے اس مضمون کا جواب لکھ دیا ہے جن میں اس نے ہماری قوم کے امیر پر اعتراضات کئے ہیں

قادیان والوں کی ناحق کوشش

ہماری انجمن کے نظام کی بنیاد چونکہ مساوات جمہوریت اور آزادی رائے پر ہے۔ اس لئے ہم اعتراضات کا جواب دینے میں کوئی ہتک نہیں سمجھتے۔ ہم غلط اعتراض کرنے والے کو بھی اگر اعتراض نیک نیتی سے ہو۔ تو برا نہیں سمجھتے۔ چہ جائیکہ صحیح اعتراض کرنے والے کو بھی عذاب کا وعید سنائیں۔ مگر جو کچھ ۱۹۲۶ء میں فرضی اور جعلی خطوط کی بناء پر ہمارے متعلق اخبار قادیان نے شائع کیا۔ یا جو وہ اب کر رہے ہیں۔ یہ اعتراض نیک نیتی سے نہیں بلکہ ایک بہت ہی ادنیٰ سی غرض ان کی محرک ہے۔ حالانکہ نہ برا کہنے والا دنیا میں عزت پاتا ہے اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ جس کو برا کہا جائے وہ ذلیل ہو جائے۔ ہمارے احباب کو یاد ہوگا۔ کہ جب قادیان میں میاں صاحب کے اپنے مریدوں نے ان کے کارٹون وغیرہ شائع کرنے شروع کئے یا جب ان کی طرف سے ان پر بعض نہایت خطرناک الزامات لگائے گئے تو ہمارے اخبار نے حضرت امیر کی ہدایت کے ماتحت ان امور کی اشاعت میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ لیکن بزرگان قادیان کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک شخص جسے وہ مجنون سمجھتے ہیں۔ اس کی تحریرات کی بنیاد پر ہماری قوم کے امیر پر قریباً قریباً وہی اعتراضات اب پھر لگے ہیں۔ جن کے لئے ۱۹۲۸ء میں عدالت میں معافی بھی مانگنی پڑی تھی۔ معمولی حالات انسانی میں جب انسان ایک فعل پر معافی مانگتا اور اظہار ندامت کرتا ہے۔ تو پھر وہ اس

کا اعادہ نہیں کیا کرتا۔ لیکن بزرگان قادیان نے ہماری عداوت میں معمولی سے معمولی اخلاقی قوانین کو بھی نظر انداز کر دیا ہے ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ان اعتراضات کی اشاعت میں ایک ذرہ بھر بھی نیک نیتی نہیں۔ اس لئے کہ جس شخص نے یہ مضمون لکھا ہے۔ اس کے متعلق ہمارے پاس یقینی شہادت ہے۔ کہ اس نے منشی غلام محمد کو جس کی تحریر کی بنا پر وہ اعتراض کئے گئے ہیں۔ یقینی طور پر مجنون قرار دیا ہے۔ وہ مجنون ہو یا نہ ہو یہ امر دیگر ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ ایک شخص کو مجنون یقین کرتے ہوئے اس کی تحریرات پر اعتراضات کی بنیاد رکھنا یہ کسی نیک نیت انسان کا فعل نہیں ہو سکتا۔ اخبار فاروق میں لکھا ہے کہ چونکہ اس کے یہ اعتراض ریکارڈ کے متعلق ہیں یعنی ان کا تعلق دفتر کے حساب کتاب سے ہے۔ اس لئے خرابی دماغ کی دلیل یہاں کام نہیں دیتی۔ مگر تعجب ہے کہ جہاں اخبار فاروق کو اس شخص پر باوجود اسکے خرابی دماغ کے قائل ہونے کے اسقدر وثوق ہے۔ کہ اس نے اس کی باتوں کو لے کر دنیا میں شائع کیا۔ اور اس حدیث کی بھی پرواہ نہیں کی یعنی **کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع** اسے یہ نظر نہ آیا کہ وہ تمام کے تمام معاملات ہماری قوم کی جنرل کونسل کے سامنے آئے۔ اور ریکارڈ اور حساب کتاب کی بنا پر ہی جنرل کونسل نے با تفاق رائے یہ فیصلہ کیا۔ کہ یہ اعتراض سب جھوٹ ہیں۔ اور اس کا وہ متفقہ فیصلہ اخبار میں بھی شائع ہو گیا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جنرل کونسل کا فیصلہ اس بنا پر نہیں کہ چند اصحاب کو حضرت امیر کی ذات کی نسبت حسن ظن ہے بلکہ اس کی بنا اس بات پر ہے کہ اس نے ان اعتراضات کو دیکھ کر دفتر حساب کتاب غلط پایا ہے۔ جنرل کونسل ہماری قوم کی سب سے بڑی نمائندہ کونسل ہے۔ اور جب اس نے اپنا فیصلہ شائع کر دیا تھا کہ یہ اعتراضات جھوٹے ہیں تو خواہ کس قدر بھی دشمنی انسان کے دل میں ہو وہ شرمندہ ہو کر بھی خاموش ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ قادیان والوں نے کسی بات کی بھی پرواہ نہ کی۔

اعتراضات کی لغویت

پھر ذرا غور کیجئے تو اعتراض کیا ہیں۔ اخبار فاروق نے دو اعتراضات کو لیکر ان کی تائید کی ہے۔ اعتراض اول کے الفاظ یہ ہیں۔

"انجمن کی کتب پر مولانا محمد علی صاحب کو ¼ حصہ حق تصنیف ملتا ہے۔ حالانکہ ان کتب کی تیاری میں انجمن کے چند دل کا ہزار ہا روپیہ لگا ہوا ہے اور عملی طور پر بیشتر حصہ انجمن کے تنخواہ دار ملازموں کی محنت کا ہے۔"

اب یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کہ انجمن کی کتب پر امیر قوم کو ¼ حصہ حق تصنیف ملتا ہے۔ انجمن نے اپنے طور پر بہت سی کتب چھپوائی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی کتابیں بھی دوبارہ چھپوائی ہیں۔ اور مصنفین کی کتابیں بھی چھپوائی ہیں۔ حضرت امیر کو صرف ان کتابوں پر ¼ دی جاتی ہے۔ جو ان کی خود تصنیف کردہ ہیں۔ یہ کہنا ان میں بیشتر حصہ انجمن کے تنخواہ دار ملازموں کا ہے دوسرا جھوٹ ہے انجمن کے دفتر کا کام عموماً صرف اس قدر ہوتا ہے۔ کہ ان کی چھپوائی پروف ریڈری وغیرہ کا انتظام کریں۔ اور اگر بالفرض انجمن خود کسی تنخواہ دار ملازم کو امداد کے لئے مقرر بھی کرے تو اس پر اعتراض کیا ہے۔ ان امور کو سوچنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ انجمن کا کسقدر خرچ کس کتاب پر ہوا ہے اور اس کی کیا قیمت رکھی جائے۔ یہ سب انجمن کا کام ہے۔

مبایعین کا اپنا طریق عمل

دنیا میں کوئی شخص نہیں جو تصنیف کو ایک معزز پیشہ نہ سمجھتا ہو۔ بڑے سے بڑے انسان بھی اپنی تصنیف کردہ کتب سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور قادیان والوں کو تو شرم کر لینی چاہئے کہ نہ صرف حضرت مسیح موعود نے کتابیں تصنیف کیں اور چھپوائیں۔ بلکہ آج ان کے خلیفہ صاحب مسیح موعود کے فرزند ہونے کی حیثیت سے پبلک کو یہ نوٹس دے رہے ہیں۔ کہ ان کے مقدس والد کی تصنیف کردہ کتب کو کوئی دوسرا شخص نہ چھپوائے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کے مامور اور اُن کے اپنے قول کے مطابق "خدا کے نبی کی کتابوں کے حق تصنیف کے مالک ہونے کی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ اور حدیث **نحن معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ** . . . انبیاء کی کوئی جائداد بطور ورثہ آگے نہیں جاتی۔ جو کچھ انبیاء اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یعنی قومی بیت المال میں جاتا ہے" کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور ہم پر یہ اعتراض ہے۔ کہ تمہارا امیر اپنی تصنیف کردہ کتب پر حق تصنیف کیوں لیتا ہے۔ قوم کا پچاس ہزار روپیہ نذرانوں میں لے جانے والے کے مرید۔ اس کے علاوہ قوم کے خزانہ سے ایک بھاری رقم ماہوار لینے والے کے مرید ایسی نہیں۔ اپنے والد کی تصنیف کردہ کتب کے حق تصنیف کے دعویدار کے مرید۔ یہ اعتراض جماعت لاہور کے امیر پر کر رہے ہیں کہ وہ اپنی تصنیف شدہ کتب پر رائلٹی لیکر اپنا گزارہ کیوں کرتے ہیں

حضرت امیر کا قوم پر احسان عظیم

حالانکہ وہ نہ کوئی نذرانہ وصول کرتے ہیں۔ بلکہ نذرانہ کے وجود کو جماعت سے جڑ سے کاٹا ہے۔ نہ ان کے گزارہ کے لئے انجمن کوئی اور رقم دیتی ہے۔ بلکہ اسی پر ان کا گذارہ ہے۔ بالفرض اگر انجمن ان کے گذارہ کے لئے اپنے خزانہ سے کوئی رقم دیتی تو کیا یہ عند اللہ عند الناس معیوب امر تھا؟۔ اور کیا قوم کا فرض نہ تھا۔ کہ ان کے گزارہ کے لئے کوئی رقم مقرر کرتی۔ لیکن جو ایسی رقم مقرر کی جاتی وہ یقیناً قوم پر ایک بوجھ ہوتا۔ اور وہ ساری رقم قوم کے چندہ سے دینی پڑتی۔ اس کی بجائے اب کیا ہوتا ہے حضرت امیر کی تصنیف کردہ کتب کی فروخت سے ایک چوتھائی ان کو دیا جاتا ہے۔ اور تین چوتھائی انجمن کے خزانہ میں جاتی ہے اب ظاہر ہے کہ کتابوں کی فروخت کی رقم قوم کی جیب سے بہت کم آتی ہے۔ اور اس کا بہت بڑا حصہ باہر سے آتا ہے اور یہ روپیہ جو باہر سے آتا ہے۔ اس سے امیر قوم کے ما یحتاج کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ اور اس کی تین چوتھائی انجمن کے خزانے میں جا کر قوم کی قوت کا موجب بنتی ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی احمقانہ بات نہیں ہو سکتی۔ کہ مصنف تو اپنا حصہ لے جاتا ہے۔ چاہے انجمن کو نقصان اٹھانا پڑے۔ جب ان کتابوں کی تین چوتھائی خزانہ انجمن میں جائیگی۔ تو قوم کے نقصان کے کیا معنی۔ اسکی لاگت بھی واپس آتی ہے۔ اور اس کے ساتھ جائز منافع بھی آتا ہے۔ اور درحقیقت جیسا کہ انجمن کے فیصلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ حق تصنیف منافع کا ایک حصہ ہے۔ اور انجمن کا نقصان کسی صورت میں نہیں بلکہ نفع یقینی ہے۔

قابل غور امر

ان لوگوں کے لئے جو اعتراض بنائے بیٹھے ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ انجمن کو اس کام سے کس قدر فائدہ ہے ایک تو امیر قوم کے ما یحتاج کا بوجھ قوم پر نہیں۔ دوسرے اس انتظام سے انجمن کو مالی رنگ میں بڑی بھاری قوت مل رہی ہے۔ لیکن ان دونوں باتوں سے بڑھکر وہ مفید کام ہے۔ جو اس لٹریچر کے پھیلنے سے ہوا۔ اور جس نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول پر ایمان کو زندہ کیا۔ اور لاکھوں غیر مسلموں کے دلوں سے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کو دور کیا۔ اگر بالفرض قوم کا امیر ایسا ہوتا جو طبابت یا تجارت یا وکالت کرکے اپنا گذارہ آپ کر لیتا۔ تو کیا یہ اعتراض کی بات ہوتی یا خوبی کی؟

کیا حضرت مولانا نورالدین مرحوم اپنا گذارہ طبابت پر نہ کرتے تھے؟۔ لیکن یہاں تو کام بھی ایسا ہے جس سے انجمن کے اغراض وابستہ ہیں۔ اس لٹریچر کے نکلنے سے اشاعت اسلام کا کام بھی ہو رہا ہے۔ امیر قوم کے ما یحتاج کا انتظام بھی ہے جو قوم پر بوجھ نہیں۔ بلکہ خود قوم کو اس سے یہ فائدہ پہنچ رہا ہے کہ یہ بیرونی امداد لاتا۔ اور اس امداد کے لئے دلوں کو تیار کرتا ہے۔ اس میں نقصان کس کا ہے؟۔ صرف حاسدوں کا اور کسی کا نہیں۔

یہ اعتراض کہ یہ رقم تین سو سے ۱۵۰۰ تک ہوتی ہے۔ بہت بڑا جھوٹ ہی ہے۔ لیکن اگر بالفرض ایسا بھی ہے تو اس سے نقصان کس کو پہنچتا ہے۔ اگر حضرت مولانا نورالدین صاحب طبابت کا کام امارت کے ساتھ کرتے تھے۔ اور بعض وقت ان کو معقول فیس بھی مل جاتی تھی۔ تو کیا اس پر یہ اعتراض بھی ہو سکتا تھا کہ آپ کو اتنی بڑی رقم کیوں مل گئی ہے۔ لیکن ہم پھر کہتے ہیں۔ کہ یہ پچاس ہزار روپیہ سالانہ نذرانوں میں لینے والے پیر کے مریدوں کے دل میں یہ اعتراض پیدا ہو سکتا ہے؟ اگر بالفرض امیر قوم کو اس قدر روپیہ ملتا تو یقیناً اس سے زیادہ انجمن کو نفع پہنچتا اور یہ کام اشاعت اسلام کی قوت کا موجب ہوتا۔ مگر اصلیت کیا ہے۔ جب جنرل کونسل کے سامنے یہ سوال آیا اور حساب کتاب کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ محض جھوٹ ہے۔ پندرہ سو روپیہ کی رقم صرف ایک دفعہ ان سارے سالوں میں آئی تھی۔ اور وہ اس وجہ سے کہ دوکانداروں سے کتابوں کی فروخت کا حساب ڈیڑھ دو سال تک نہ آیا تھا وہ سارا حساب اکٹھا آیا۔ تو رقم جمع ہوتے رہنے کی وجہ سے زیادہ بنتی ہی گئی۔ اور ویسے تین سو نہیں دو سو سے بھی کم رقوم کے بل برابر بارہا بنتے رہے ہیں۔ اور ان کی اوسط بمشکل ایک متوسط الحال زندگی بسر کرنے کے لئے مکتفی ہوتی ہے۔ اگر انجمن خود کوئی گذارہ اپنے ماہوار چندہ سے اپنے امیر کے لئے مقرر کرتی تو وہ بھی اس سے زیادہ ہی ہوتا۔ جو حق تصنیف کے رنگ میں اوسطاً اب تک ملتا رہا ہے۔

حضرت امیر کی بے نظیر قربانی

ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ انجمن اور امیر کے تعلقات دو فریق کے نہیں۔ کہ ایک دوسرے سے کوئی مطالبہ کرے یا ایک کو دوسرے پر بے اعتمادی ہو۔ بلکہ یگانگت کے تعلقات ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت امیر یہاں تشریف لائے۔ اس وقت سے لے کر ۱۹۱۹ء تک انجمن ان کو تصنیفات کو طبع کراتی اور ان سے پورا فائدہ اٹھاتی تھی اور انہیں کوئی حق تصنیف نہ ملتا تھا ۳۰ جولائی ۱۹۱۹ء کو سکرٹری نے حسب ذیل رپورٹ انجمن میں پیش کی۔

"رپورٹ سکرٹری کہ حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب رات دن انجمن کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن انجمن سے کچھ اس کے معاوضہ میں لینا پسند نہیں کرتے

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم یکشنبہ مطبوعہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۰ سنہ ہجری مطابق ۷ جون سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۵

ہماری تبلیغی ڈاک

فیجی

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مسلم مشنری جزیرہ فیجی سے لکھتے ہیں کہ جہاز میں ہی انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا تبلیغی لٹریچر جو ان کے ساتھ تھا وہ چند ایک انگریزوں کو مطالعہ کے لئے تقسیم کر دیا گیا۔ کولمبو سے بارہ دن کے سفر کے بعد ان کا جہاز فری منٹل بندرگاہ پر جا ٹھہرا۔ یہاں انہوں نے مختلف لوگوں سے ملاقات کر کے انہیں اسلام کی تبلیغ کی توحید تعلیم اور مساوات نسل انسانی پر گفتگو ہوتی رہی۔ بعض لوگوں نے اس میں نہایت دلچسپی لی اور ایڈریس تبدیل کئے تاکہ آئندہ بھی خط و کتابت جاری رکھ سکیں۔

یہاں سے ان کا جہاز تین دن کے بعد ایڈیلنڈ کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ وہاں ایک مسجد مسلمانوں نے بنا رکھی ہے مسلمان زیادہ تر افغان ہیں۔ جو مسلمان مسافروں سے نہایت خوشدلی کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ بلکہ پھل وغیرہ جہاز پر لا کر بطور تحفہ دیتے ہیں۔ اکثر افغانوں کی بیویاں انگریز ہیں۔ ماسٹر صاحب سے ان کی ملاقات نہایت تپاک کے ساتھ ہوئی اور انہوں نے اسلامی مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔

سڈنی میں آپ کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جو اخبار اہل حدیث کا خریدار ہے لیکن عقیدے کے لحاظ سے سر سید احمد خاں کا مقلد ہے اس کی بیوی اور لڑکیاں سخت کٹر عیسائی ہیں۔ انہوں نے بھی ماسٹر صاحب کی خوب مہمان نوازی کی۔ آسٹریلیا کی اس سیاحت سے آپ نے اندازہ لگایا ہے کہ

(۱) لوگ اسلامی اصولوں کے مداح ہیں

۲۔ شریف ہیں اور مسافروں سے بالخصوص اچھا سلوک کرتے ہیں۔

۳۔ لیبر پارٹی کا زور ہے بیکار لوگ گورنمنٹ کو دو بار ایک پونڈ فی ہفتہ وظیفہ پاتے ہیں۔

۴۔ تبلیغی مشن یہاں بہت کامیاب ہو سکتا ہے۔

۵۔ اخراجات بہت کم ہیں۔

سکرٹری آریہ سماج کی شرارت

آریہ یہاں بھی اپنی طبیعت ساتھ لائے ہیں۔ انہوں نے ماسٹر صاحب کے فیجی پہنچنے پر سکرٹری اوف انڈین افیئرز کو تار دیا کہ ایک مبلغ ہندوستان سے آیا ہے۔ اس کے پاس بہت سی فتنہ انگیز کتب ہیں وہ روک لی جائیں۔ اور جب تک پاس نہ ہوں واپس نہ کی جائیں۔ لیکن آریوں کو افسوس ہوگا کہ ان کا یہ تار بیوقت پہنچا۔ اس وقت تک سب فیصلہ اور دیکھ بھال ہو چکی تھی۔

سووا فیجی کا صدر مقام ہے نہایت عمدہ اور پُرفضا شہر ہے۔ مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں سے ½ حصہ ہے مسلمانوں کی ایک مسجد ہے مگر کوئی اخبار نہیں ہندوؤں کا ایک اخبار نکلتا ہے دوسرا ساتن دھرم کی طرف سے جاری ہونے والا ہے لوگ خلیق لیکن مذہبی تعلیم سے بالکل کورے ہیں۔ مسٹر عبدالغفور والس پریزیڈنٹ انجمن البتہ علم دوست اور واقف شخص ہیں۔ ہماری جماعت کی خدمات کے بہت مداح ہیں۔ ماسٹر صاحب کی بیگم صاحبہ بھی عورتوں میں تبلیغ اور مذہبی تعلیم دینے کا کام کر رہی ہیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت مولانا صدرالدین صاحب رسول انجینئرنگ کے طلبا کی معیت میں شملہ تشریف لے گئے تھے۔ لاہور واپس تشریف لے آئے ہیں۔ چیف انجینئر صاحب رسول کے سکول میں طلبہ کی شکایات سننے کے لئے تشریف لے گئے ہیں تاکہ فریقین کی باتیں سنکر کوئی فیصلہ کر سکیں۔

— خطبہ جمعہ مولانا عزیز بخش صاحب نے پڑھا جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی انتہائی ناکامیوں کے بعد کامیابی ملنے کا ذکر کر کے بتایا کہ مسلمانوں پر جب کبھی بھی مصائب کا دور آتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے رحمت کی بدلیاں بھی آتی ہیں۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود کی آمد مسلمانوں کی اسی بیچارگی کے بعد ہوئی۔

— جہلم سے شیخ عبدالعزیز صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مستری امام دین صاحب جو حضرت صاحب کے خدام میں سے ہیں ان کی اہلیہ صاحبہ گزشتہ جمعہ فوت ہو گئیں وہ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست کرتے ہیں۔

— لائل پور میں ہمارے دوست قاضی محمد فضل قادر صاحب کا جماعت قادیان کے ایک مولوی فاضل صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعود کی حیثیت اور مقام کے متعلق دو روز تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا مسئلہ نبوت اور تکفیر پر قاضی صاحب نے نہایت عمدہ دلائل دیئے۔ اب یہ خبر قادیانیوں کے لئے سوہان روح ہوگی کہ غیر جانبدار معززین نے جو تمام کے تمام بی ایس سی اور ایم اے تک کے ڈگری یافتہ تھے، حلفاً اس امر کا فیصلہ کیا کہ قاضی صاحب کے دلائل معقول اور صحیح ہیں۔

— حکیم ظہیرالدین صاحب نے ایک مضمون دابۃ الارض کے متعلق اخبار میں شائع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ جس میں اس کے علم دین سے بے بہرہ ہونے کے متعلق اور کیرکٹر کے گندہ ہونے کا ذکر کیا ہے ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس مضمون کو شائع نہیں کر سکتے۔ میاں غلام محمد کی حالت اب بہت ہی قابل رحم ہو گئی ہے۔ جب وہ خود ہی اس امر کا معترف ہے کہ اس کا سابقہ چال چلن اچھا نہ تھا تو اب اخبار میں اس سے مطالبہ کرنا بے فائدہ ہے۔ البتہ اس کا یہ کہنا کہ نعوذ باللہ تمام انبیا کی زندگی کا ابتدائی زمانہ ایسا ویسا تھا ایک خطرناک جرات ہے۔ جو سفاہت دماغی کی دلیل ہے۔

حضرت امیر لاہور میں

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے ڈلہوزی سے اطلاع دیتے ہیں کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ جون کا جمعہ لاہور میں پڑھوں گا۔ اور ۱۲-۱۳-۱۴ وہاں ٹھہروں گا۔ ۱۴ کو ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہے۔

ایک ضروری عرضداشت

میرا عزیز لڑکا مسمی عبدالحی (جو عمر میں ابھی ۲½ مہینے کا ہے) عرصہ ½ ۱ ماہ سے بیمار ہے۔ اور بہت ہی بیمار ہے۔ اس بیماری نے ہمیں نہایت پریشان کر دیا ہوا ہے۔ اسے ام الصبیان کا دورہ بھی ہو جاتا ہے ہیضہ اور لاغر ہو گیا ہے بظاہر اس کی زیست کی کوئی بھی امید نہیں لیکن لا تقنطوا من رحمة الله کی خوشخبری اطمینان دلاتی ہے۔ کہ ناامید نہ ہو اس واسطے احباب سے استدعا ہے کہ محض بوجہ اللہ الکریم نہایت خلوص اور درد بھرے دل سے میرے لئے دعا

جماعت لاہور اور قادیان میں اتحاد

کسی صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ کی خدمت میں جماعت قادیان اور لاہور میں اتحاد کے متعلق ایک خط لکھا ہے۔ خط پر نویسندہ کا نام نہیں اس لئے اس کا جواب اخبار میں شائع کر دیا جاتا ہے۔ شاید نویسندۂ خط کی نظر سے گذرے

اخویم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کے خیالات کی قدر کرتا ہوں۔ اتحاد کی خواہش بہت اچھی چیز ہے۔ لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ اختلاف کی وجہ لفظ نبوت کی لفظی بحث نہیں بلکہ جناب میاں صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا کے تمام کلمہ گو مسلمان حتیٰ کہ وہ بھی جنھوں نے حضرت مرزا صاحب کا نام تک نہیں سنا اور اپنی جگہ بےخبر پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی جو دل سے بھی حضرت صاحب کو سچا مانتے اور زبان سے بھی اقرار کرتے ہیں مگر بیعت انھوں نے نہیں کی۔ یہ تمام لوگ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ قادیانی احمدی ہوں یا لاہوری آخر مسلمانوں کی ایک جماعت ہیں۔ تو ہمارا اتحاد اسی وقت تک مفید ہو سکتا ہے جب تک کہ اسلام کا اتحاد قائم رہے۔ جب اسلام کا اتحاد پاش پاش ہوتا نظر آئے تو پھر اس بڑے اتحاد کی خاطر چھوٹے اتحاد کو قربان کرنا پڑا اگر یہ ایک امر درمیان میں نہ ہوتا تو ہمیں علیحدہ جماعت بنانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ میاں صاحب کا یہ عقیدہ حضرت صاحب کی کھلی کھلی تحریروں کے خلاف ہے۔ یہی اعتراض ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے آپ کی زندگی میں آپ پر کیا تھا۔ کہ آپ اپنے نام سے بےخبر لوگوں کو کافر کہتے ہیں تو آپ نے تحدی سے حقیقت الوحی میں لکھا کہ یہ مجھ پر افترا ہے۔ اگر میں نے کبھی ایسا لکھا ہے تو ڈاکٹر عبدالحکیم خاں میری وہ تحریر پیش کریں۔ مگر آج یہی بات آئینہ صداقت میں جناب میاں صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی موجود ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے نام سے بےخبر لوگ بھی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور کوئی پوچھتا تک نہیں کہ یہ کیا انقلاب ہے۔ جس بات کے متعلق عبدالحکیم خاں کے بالمقابل خود حضرت مسیح موعود نے متحدیانہ دعوے کیا وہی بات آج میاں صاحب کہہ رہے ہیں۔ آپ بھی اس پر غور فرمائیں کہ کیا اسطرح کروڑہا مسلمانوں کو کافر کہہ دینا کوئی چھوٹی سی بات ہے۔ وہ حدیث کا وعید اس وقت کیوں ہمارے سامنے نہیں آتا کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ کفر الٹ کر اس پر پڑتا ہے حضرت صاحب نے ازالۂ اوہام میں لکھا ہے کہ میری بعثت کی غرض یہ ہے کہ میں مسلمانوں کے اندر سے باہمی تکفیر کو دور کر دوں کیا جناب میاں صاحب چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دے کر اس غرض کو پورا کر رہے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کا الہام کہ رسوا کرنے والی باتیں کوئی باقی نہ رکھی جائیں گی۔ تو کیا اس بات سے حضرت صاحب کی عزت ہوتی ہے کہ ان کی طرف اس تعلیم کو منسوب کیا جائے کہ آپ چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر رسوا کرنے والی اور کیا بات ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کریں تو تحریبات خود اٹھ جائیں گی اسلام کا بھی بھلا ہوگا۔ اور جماعت کو بھی لوگ سر آنکھوں پر جگہ دیں گے۔ ہاں اگر بدباطن بُرا کہتے رہیں تو کہتے رہیں۔ کیا صحابہ کو بُرا کہنے والے آج موجود نہیں؟ (والسلام)

(محمد علی)

—— بعض دوست اخبار میں شائع کرنے کے لئے مضامین بھیجتے ہیں ان میں سے اکثر مضامین [illegible] یا پامال مباحث کا اعادہ ہوتے ہیں۔ اور ان کا طرز ادا بھی دلچسپ نہیں ہوتا۔ بعض لوگ درشت الفاظ فریق مخالف کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ ایسے مضامین اخبار میں شائع نہیں ہوتے۔ اور وہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ناراضگی کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ لکھنے والے درست سمجھتے ہیں کہ انہوں نے خوب لکھا ہے۔ لیکن مدیر اس میں کوئی سقم دیکھتا ہے یا اس کا شائع کرنا نامناسب سمجھتا ہے اس پر خفا ہونا اچھا نہیں۔ آپ لکھتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو ایسا اچھا لکھنا آجائے کہ آپ کے لکھے کی خود قدر ہو۔

اخبار "فاروق" کی ایک اخلاقی کمزوری

میرا بھائی محمد بشیر خاں طالب علم اخبار "فاروق" قادیان کا خریدار ہے۔ چنانچہ ۱۴ مئی کا پرچہ فاروق میری بھی نظر سے گذرا جس میں دیانندی مشن آریہ سماج کے متعلق حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی پوری ہونے کے عنوان سے ایک مضمون تھا اور اسی تاریخ کے اسی اخبار میں عیسائی مذہب کے زوال کی کہانی عیسائیوں کی اپنی زبانی کے عنوان سے ایک مضمون تھا۔ ان مضامین کو پڑھنے کے بعد میرا اپنا ذاتی قیاس یا رائے جو کچھ کہ میں قایم کر سکا وہ یہ تھی کہ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ واقعی (مطابق احادیث) قاتل خنزیر ہیں اور آپ ہی واقعی کاسر صلیب بھی ہیں۔ بشرطیکہ لفظ پرستوں میں ہٹ دھرمی اور ضد کا مادہ نہ رہے۔ چونکہ ان مضامین کو پڑھ کر جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی کچھ صحیح پوزیشن سمجھ میں آئی۔ اور چونکہ میں نے فاروق بک ایجنسی قادیان سے کچھ کتابیں منگائی تھیں۔ لہذا جب میں کتابوں کا آرڈر دے چکا۔ اور خط میں کچھ گنجائش رہ گئی تھی تو کچھ اور بھی لکھا ۔۔۔۔ جو اخبار فاروق میں بعنوان اخبار فاروق کے متعلق ایک غیر احمدی کا خط ۱۴ مئی کے پرچہ میں نکلا ہے درج کرتا ہوں۔

"اخبار فاروق میرے بھائی محمد بشیر خاں کے پاس آتا ہے جو طالب علم جماعت پنجم کا ہے۔ میں نے ۱۴ مئی ۱۹۳۱ء کا جو پرچہ دیکھا جس میں دیانندی مشن آریہ سماج کے متعلق صرف حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی پوری ہوئی کے عنوان سے ایک مضمون تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایڈیٹر صاحب فاروق نے جھوٹے کو ان کے گھر تک پہنچانے میں حد درجہ کمال کر دیا ہے۔ اور جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی پیشگوئی کے پورے ہونے میں مجھے تو اب کوئی شک نہیں رہا۔ اور جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ واقعی قاتل خنزیر ہیں۔ اسی اخبار میں عیسائی مشن عیسائی مذہب کے زوال کی کہانی عیسائیوں کی اپنی زبانی کے عنوان سے ایک مضمون پڑھا اس کے پڑھنے کے بعد قطعی طور سے ثابت ہے کہ جناب مرزا صاحب نے کسر صلیب بھی کر ڈالی ہے۔ اگر لفظ پرستوں میں ہٹ دھرمی اور ضد کا مادہ نہ رہے تو یقیناً جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی صحیح پوزیشن عام مسلمانوں کی سمجھ میں آجائے۔ میں اس وقت تک اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمتہ خداوند عالم کی بہترین ہستیوں میں سے ایک بہترین ہستی تھے۔ گو میں احمدی نہیں ہوں۔ نہ سنی۔ نہ شیعہ نہ مقلد نہ غیر مقلد بلکہ قرآن جو کہتا ہے وہ ہوں "مسلمان" تاہم میں اگر اسلام اور مسلمانوں کا سچا ہمدرد کسی کو پاتا ہوں تو میری نگاہ میں صرف حضرات قادیانی ہیں۔ اخبار فاروق واقعی اسلام کی بہترین خدمت کر رہا ہے۔ جس کے لئے میں تہ دل سے ایڈیٹر صاحب فاروق کا شکر گزار ہوں۔"

(ڈاکٹر کے اے خاں)

مجھے افسوس ہے اور سخت ملال ہے کہ جناب ایڈیٹر صاحب فاروق نے اس عبارت کے بعد جہاں میرے یہ الفاظ ہیں کہ میری نگاہ میں صرف حضرات قادیانی ہیں یہ کیوں نہ لکھا کہ صرف حضرات قادیانی احمدی اور حضرات لاہوری احمدی ہیں۔ کیا میرے جیسے شخص سے ایسی غلطی ہو سکتی ہے کہ حضرات لاہوری احمدی کو چھوڑ دیتا۔ میں نے لاہوری احمدی بھی اپنی اس چٹھی میں لکھے ہیں۔ مگر اخبار فاروق کے ایڈیٹر صاحب کی اس اخلاقی کمزوری کا جو انہوں نے حق کو چھپانے میں اس طرح کی ہے مجھے ملال اور سخت افسوس ہے۔ میں پھر مکرر سہ کرر کہتا ہوں کہ حضرات قادیانی احمدی اور حضرات لاہوری احمدی اسلام کی بہترین خدمت کر رہے ہیں۔ آپس میں ان دونوں حضرات میں فروعی اختلاف کسی عقیدے کے متعلق کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر دشمنان اسلام کے مقابلہ پر یہ دونوں حضرات ایک ہیں جس کا کٹر دشمن بھی تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر "پیغام صلح"۔ "الفضل" اور "فاروق" کو لے لیجئے۔ دیانندی مشن پر جو قلم اٹھتا ہے تو بھلا مجال ہے کہ کہیں ۱۹-۲۰ کا بھی فرق کسی میں رہنے پائے۔ عیسائی مشن پر جب قلم اٹھتا ہے تب وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جو ان اخباروں کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ اور طرہ یہ کہ [illegible] سے باتیں ہوتی ہیں۔ ان ہی کی کتابوں سے ان کو جواب دیا جاتا ہے۔ ہمارے معزز مولانا ثناء اللہ صاحب جب کبھی حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمتہ کی شان میں کچھ کہہ جاتے ہیں تب دونوں جماعتوں کے اخبار ملاحظہ ہوں یکہ و مرہم۔ پارسی۔ یہودی الغرض سب کے سب مذاہب پر برہان اور دلیل سے مضمون نکلتے ہیں یہی اسلام کی صحیح خدمت ہے۔ میں نے تو ایک حق بات لکھی تھی مگر ایڈیٹر صاحب "فاروق" نے لاہوری احمدی جماعت کا قادیانی جماعت کے ساتھ نہ لکھا اس بات کا بین ثبوت دیا ہے کہ وہ ایک سخت اخلاقی کمزوری کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جو ان کی شان کے شایاں نہ تھا۔

(ڈاکٹر کے۔ اے۔ خان)

ڈاکٹر کے اے خاں صاحب توجہ دیں

حضرت صاحب کو "بارش کی طرح وحی" ہونے والے مضمون کا جواب بارہا اخبار میں شائع ہو چکا ہے الگ ٹریکٹ بھی موجود ہیں جو دفتر سے مل سکتے ہیں۔

دوسرے امر یعنی لفظ وحی کے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ حنفی علما کی غلط فہمی ہے کہ وہ وحی کو صرف انبیاء سے خاص سمجھتے ہیں قرآن کریم اور احادیث میں اس لفظ کا استعمال اس کلام الٰہی پر بھی ہوا ہے۔ جو غیر نبی تھے۔ مثلاً حضرت مریم صدیقہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے لئے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے "واوحینا الیٰ ام موسیٰ" ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی۔ یا حواریوں کے متعلق مذکور ہے "واذا وحیت الی الحواریین" جب میں نے حواریوں کو وحی کی حالانکہ حواری نبی نہ تھے۔ بلکہ یہ لفظ تو شہد کی مکھی کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے "واوحیٰ ربک الی النحل" تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی اس لئے لفظ وحی کا الہام یا ہر قسم کے کلام الٰہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ مورخہ ۱۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ رجون سنہ ۱۹۳۱ء نمبر

بدعات محرم

ہر طرف کفراست جوشاں ہمچو افواج یزید !
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین ! !

وہ ہنگامۂ خونیں جو کم و بیش آج سے ۱۳۰۰ سال پیشتر کربلا کی سرزمین میں بپا ہوا - اس کے متعلق مسلمانوں میں افراط اور غلو کا وہ طوفان بے تمیزی امنڈ آیا ہے جو مسلمانوں جیسی مفلس اور قلاش قوم کو دن بدن تباہی اور بربادی کی طرف لیجا رہا ہے - اس کی سالانہ یاد پر اس قدر روپیہ برباد ہوتا ہے کہ شاید ایک عظیم الشان یونیورسٹی کے بنانے اور اس کے چلانے کے لئے کافی ہو سکتا ہے - اگر امام حسینؓ اور آپ کے رفقا نے اپنا خون حفاظت وصیانت اسلام کے لئے بہایا تھا تو آج ان کے نام لیوا قومی خون کو تباہی و بربادیٔ اسلام کے لئے بہا رہے ہیں - آج دین اسلام کی بیکسی کا نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے - دین حق کی حالت آج جناب امام حسین علیہ السلام سے زیادہ دردناک ہے - قوم کی اقتصادی ابتری نے اس کو دوسروں کا غلام بنا رکھا ہے جس کی وجہ سے نہ ان کی عزت محفوظ ہے اور نہ ان کی دولت - سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کی قوم دوسری ہمسایہ قوم کے سامنے چند بکے تنکوں کی حیثیت رکھتی ہے - جو کہیں گورنمنٹ کی پھونک سے اڑتے پھرتے ہیں تو کہیں گاندھی کی آندھی کے آگے آگے - مذہبی اعتبار سے علما کی باہمی جنگ اور فرقوں کی آپس کی دشمنی نے قوم مسلم کو ایک دوسرا میدان کربلا بنا رکھا ہے - کسی ایک ملک - شہر اور قصبہ تک میں بھی مسلمانوں میں تنظیم اور اتفاق نظر نہیں آتا - وہ قوم جو صدیوں تک مسلمانوں کی غلام رہی انتہا ذلت ہے کہ وہ حکمران قوم اسی غلام قوم کی غلام بنتی چلی جا رہی ہے - تعزیہ داری کا یہ ہنگامہ جس پر اس قدر روپیہ برباد کیا جاتا ہے اسلام کا ہرگز ہرگز کوئی مذہبی اصول نہیں - اہلسنت تو بجائے خود رہے شیعہ علما وسلف کے فتاوی بھی ہمیشہ اس کے خلاف رہے ہیں - لیکن جہالت کا ایک سیلاب ہے جو اس دریا نے معصیت کو روز بروز بڑا متموج بناتا چلا جا رہا ہے - علمائے اہل سنت کے فتاوے تو ہمیشہ شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن شیعہ جو اس بدعت کے بانی اور اصل محرک ہیں ان کے علما اور مورخین کی آرا قابل غور ہیں

گریہ و بکا کی ابتداء

شیعوں کے ہاں سوگواری اور تعزیہ داری کے متعلق بس گیارہ احادیث ہیں جن میں لکھا ہے کہ تعزیہ تو میت تک ہی ختم ہو جاتا ہے - دیکھو فروع کافی صفحہ ۹ و صفحہ ۱۱۶ غایت صفحہ ۱۲۴ اس بنا پر شیعہ حضرات تو اس رسم تعزیہ داری اور سوگ کو تجہیز و تدفین کے بعد جاری نہ رکھ سکتے تھے - البتہ یزید کے متعلق یہ ضرور لکھا ہے کہ وہ اس امر پر نوحہ کناں تھا کہ مرجانہ کے بیٹے نے امام حسینؓ کو شہید کر ڈالا - اور مجھے دونوں جہان میں کلنگ کا ٹیکہ لگا - دیکھو طراز مذہب مظفری - صفحہ ۴۵۶

یزید نے اسیران اہل بیت کو دمشق پہنچنے کے بعد بڑی عزت اور احترام کے ساتھ اپنی محلسرا میں ٹھہرایا اور بنی امیہ کی سب عورتوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ غمگساری اور سوگواری کریں - دیکھو طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۷

پس یزید ہی وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے اپنی محلسرا کو امام باڑہ بنایا - اپنے منہ پر طمانچے مارے - اور پیٹا - یہ ہے اس سوگواری اور تعزیہ داری کی ابتدا ! جسے سنت یزید پر عمل کہنا چاہئے - ورنہ نہ اہل سنت کے ہاں اور نہ اہل تشیع کی مستند احادیث میں اس کا کہیں پتہ ملتا ہے - بلکہ ان کے ہاں اس کے خلاف احادیث نبوی موجود ہیں -

تفسیر صافی میں ہے - قال النبی کفی بالندم التوبۃ

پھر اگر تعزیہ داری سنت ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر تمام خلفاء اولیاء اللہ وغیرہ کی تعزیت اور سوگ کے دن مقرر ہونے چاہئیں - لیکن اس کے بعد کے واقعات اور بھی عجیب تر ہیں یزید کے متعلق لکھا ہے " ہیچ صبح و شام بر خوان طعام نہ نشستے جز آں کہ علی ابن حسین علیہم السلام حاضر نشدے - (طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۷) یعنی یزید صبح و شام کا کھانا نہ کھاتا تھا جب تک امام زین العابدین اس کے دسترخوان پر نہ بیٹھے تھے - اسی طرح ناسخ التواریخ میں لکھا ہے " چاشت و شام نمی خورد مگر آنکہ جناب سید الساجدین را بر خوان خود حاضر می نمود - (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۷۸)

یزید نے حرم ہائے اہل بیت کو تمام مال غنیمت کا ذرہ ذرہ تار تار واپس دیدیا تھا - بلکہ سا بھ گنا اور بھی دیا - اور دو سو دینار بھی یزید نے خونبہا حضرت امام حسین امام سجاد علیہ السلام کی نذر کیئے مگر تاریخ مذہب مظفری کا مصنف جو شاہ ایران کا وزیر اور صاحب ناسخ التواریخ کا فرزند اور غالی شیعہ تھا - اس پر تعجب کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ یزید جیسا صاحب ثروت بادشاہ ہو اور امام حسین جیسے رجل عظیم کے قتل کا معاوضہ اور خونبہا صرف دو سو دینار دے - یہ بالکل غلط اور خلاف عقل بات ہے بلکہ کاتب نے بجائے دو سو ہزار دینار کے دو سو دینار لکھ دیا ہے[1] یہ وہ خونبہا کی رقم ہے جو امام سجاد علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کے بدلہ میں لی قابل غور یہ امر ہے کہ امام زین العابدین تو باپ کا خونبہا لیکر یزید سے راضی ہو جائیں مگر یہ شیعہ حضرات آج تک راضی نہ ہوں -

[1] - دیکھو طراز مذہب مظفری صفحہ ۴۵۹-۴۶۰ کتاب اللہوف

ایڈیٹر "پرکاش" کی برلنی چٹھی

گزشتہ عید الضحیٰ جس شان وشوکت اور کامیابی کے ساتھ برلن میں منائی گئی اس کا تذکرہ اخبارات میں ہو چکا ہے - اس کامیابی کو دیکھکر برلن کے ایک حاسد اور از خود رفتہ برائے نام مسلمان نے ایڈیٹر پرکاش کو ایک چٹھی لکھی ہے - (اگر وہ مسلمان تھا تو کیا اس کو کسی مسلمان اخبار کا نام یاد نہ تھا - کہ اس نے "پرکاش" جیسے دشمن اسلام اخبار کو اپنے جلے پھپھولے دکھانے کا ذریعہ بنایا) بہر حال کوئی شخص خادم دین محمد برلن سے لکھتا ہے - کہ :-

(۱) برلن میں عید کی نماز دو جگہ پڑھی گئی ایک مسجد میں اور دوسرے کسی پرائیویٹ مکان میں -

(۲) مسجد میں صرف وہی لوگ داخل ہو سکتے تھے جن کو دعوت نامہ بھیجا گیا تھا -

(۳) امام صاحب پروفیسر عبد اللہ نے پگڑی کے سوا یورپین لباس پہنا ہوا تھا -

(۴) شہزادگان والا تبار دکن کا تعارف انگریزی زبان میں کرایا گیا

(۵) عید کی شام کو جو پارٹی دی گئی اس میں ٹکٹ رکھا گیا تھا جنہوں نے ٹکٹ نہیں خریدا تھا ان کو داخل نہ ہونے دیا گیا

(۶) امام صاحب نے قرائت غلط پڑھی -

(۷) مسجد دیکھنے کی فیس لی جاتی ہے -

(۸) مسجد میں غریب مسلمانوں کو رہائش نہیں کرنے دی جاتی -

یہ ہیں وہ اعتراضات جو یورپ میں بیٹھکر ایک خبیثہ دیدار علی ذہنیت کے مسلمان نے کئے ہیں - اعتراضات خود اپنی لغویت اور معترض کے حسد اور تعصب پر گواہ ہیں - سمجھ میں نہیں آیا کہ اس ذہنیت کے لوگوں نے اگر تفرقہ اندازی کر کے مسلمانوں کو دو ٹکڑے کر دیا تو بیچارے پروفیسر صاحب کا کیا قصور - کیا پروفیسر صاحب نے خود کسی شخص کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا ہے - اگر کوئی خود مسجد میں نہیں آتا تو ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں - یہ سیاہ جھوٹ ہے کہ مسجد میں انہی کو داخل ہونے دیا گیا جن کو دعوت نامے پہنچے تھے دعوت نامے تو پارٹی کے لئے تھے نہ کہ نماز کے لئے - ہاں اگر کسی فتنہ انگیز کو جس کے متعلق پہلے سے علم ہو چکا ہو کہ وہ شرارت کرنا چاہتا ہے تو اس کا روکنا جائز بھی ہے - کیونکہ وہ نماز کے لئے نہیں بلکہ فتنہ اٹھانے کے لئے آتا ہے - لباس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اسلام کا کوئی قومی لباس نہیں - ہر شخص اپنی پسند کا لباس پہن سکتا ہے - شہزادگان والا تبار کا انگریزی میں کیوں تعارف کرایا - نہیں معلوم اس میں کیا گناہ ہے پارٹی میں ٹکٹ رکھنا قرآن کریم کی کسی آیت سے ممنوع نہیں امام صاحب سے قرأت میں غلطی ہوئی تو یہ کونسا جرم ہے - ایسے لوگ تو شاید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی امامت کے قابل نہ سمجھتے ہوں کیونکہ احادیث میں ہے کہ حضور سے ایک وقت قرأۃ میں غلطی بھی ہوئی -

مسجد دیکھنے کی فیس ملک کا رواج ہے - اس میں کوئی حرج نہیں جو یہاں ہندوستان میں بھی رائج ہے - اصل رنج ان کا آخری فقرہ ہے کہ ان کو یہ صدمہ ہے کہ ان کو مسجد میں کیوں نہیں ٹھہرنے دیا گیا جو مضمون لکھنے کا محرک ہوا ہے - فانا للہ وانا الیہ راجعون =

شائع کیا تھا۔ کہ کوئی شخص قادیانی فرقہ کا اس تفسیر کی اشاعت کیلئے لاہوری جماعت احمدیہ کو چندہ نہ دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انکے اس القا کو بھی منسوخ اور مردود ہی کر دیا

دوسری تمنا حضرت اقدس کی یہ تھی کہ انگریزی زبان میں اشاعت اسلام کیلئے عمدہ عمدہ کتابیں تصنیف کر کے یورپ میں شائع کی جائیں۔

اب عرصہ قریب بیس سال سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ ووکنگ لنڈن۔ دارالخلافہ جرمنی برلن وغیرہ مختلف مقامات سے لاکھوں رسالے اور کتابیں اس مقصد اعلیٰ کے لئے شائع ہو چکے ہیں۔ اور ابھی اس کام کا گویا روز اول ہی ہے اللھم زد فزد

تیسری تمنا یہ تھی کہ ایک ماہواری رسالہ جاری کیا جائے۔ جس میں مخالفین اسلام کی تردید کی جائے۔

اور اب خدا کے فضل سے احمدی جماعت کے لئے ماہوار رسالے اردو انگریزی۔ جاوی۔ چینی۔ جرمنی عربی زبان میں مختلف ممالک میں جاری ہیں

چوتھی تمنا حضرت کی یہ تھی کہ ممالک غیر میں مبلغین اسلام بھیجے جائیں۔ چنانچہ آج دنیا کی کوئی ایسی مہذب سلطنت نہیں ہے کہ جہاں کوئی احمدیہ انجمن نہ ہو یا کوئی احمدی مبلغ نہ ہو۔ یا کوئی احمدی رسالہ اور اخبار وہاں نہ پہنچتا ہو۔ اور عجیب تر یہ کہ خود حضرت اقدس نے اپنے ابتدائی دعوے کے زمانہ میں اسی رسالہ فتح اسلام میں یہ لکھدیا تھا کہ۔ یہ خدائی کام ہے۔ اس کے سرانجام کرنے کے لئے خدا تعالیٰ خود ہی سامان کر دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے فضل وکرم سے تمام دنیا میں اسی سلسلہ کی اشاعت کے سامان کر رہا ہے۔ اکثر ازلی بدبخت جو نہ تو خود خدمت اسلام کی لیاقت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی خدمت اسلام کے لئے قارون کی طرح روپیہ خرچ کر سکتے ہیں۔ البتہ کوئی نہ کوئی اعتراض کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ مرزا صاحب کی فلاں فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اسلئے ہم ان کا دعوے خادم اسلام ہونیکا نہیں مانتے

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب نے تمہیں خدمت کے لئے بلایا ہے تو آجاؤ اور خدمت اسلام کرو۔ اگر اپنے الہامات منوانے کے لئے بلایا ہے۔ تو مت آؤ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت صاحب کی اکثر پیشگوئیاں تو آفتاب نصف النہار کی طرح صاف طور پر پوری ہو چکی ہیں۔ اگر بخیال معترض دس بارہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ تو نہ سہی۔ اس سے حضرت صاحب کے خادم اسلام ہونے میں کس طرح شک ہو سکتا ہے۔ جس پر ان کے واقعات شاندار گواہ ہیں۔

تیسرا جواب کہ جس طرح تبدیلی حالات سے شریعت اور عدالتوں کے قطعی [illegible] بدل جاتے ہیں۔ اسی طرح تبدیلی حالات سے الہامی پیشگوئیاں بھی بدل سکتی ہیں۔ معترض کو اتنا بھی علم نہیں۔ [illegible] قرآن مجید میں ایک بشارت کا وعدہ بھی مشروط [illegible] اعمال [illegible]۔ اور عذاب [illegible] کا وعدہ بھی مشروط بشرط شرارت وکفر وانکار ہے۔ قرآن مجید خود کھولکر دیکھ لو۔ مزید تفصیل کے لئے اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے۔ اگر بشرط ضرورت پھر کبھی۔ اور کسی ملہم کے سب الہامات وروایات قرآن مجید کی طرح واضح بھی نہیں ہوتے

کبھی ملہم تعبیر اور تاویل میں غلطی بھی کر سکتا ہے۔ اور اس غلطی کیوجہ سے وہ قابل مواخذہ عند اللہ بھی نہیں ہے۔ ورنہ پھر اسی صورت میں تو ان مفتیوں کو بھی جہنمی اور کافر اور جھوٹے اور کذاب سمجھ لینا چاہئے۔ جو غلطی سے قرآن جیسی مفصل کتاب کی آیات کا غلط ترجمہ کر کے غلط فیصلہ دیدیتے ہیں۔ قرآنی وحی یا الہام کو یہ بار بار پڑھ پڑھا کر پھر بھی آیت کے ترجمہ اور مفہوم کے بیان میں غلطیاں کرتے رہتے ہیں۔ جو شریعت ہے۔ مگر پھر بھی یہ مجرم نہیں ہوتے۔ اگر مرزا صاحب کسی غیر تشریعی الہام کے مفہوم کے بیان میں غلطی کر جائیں۔ تو بس یہ مجرم ہو گئے براہیں مولویت یہ ابد گریست۔

الغرض حضرت مرزا صاحب جیسے سچے خادم قرآن کو گمراہ یا کافر کہنا خود کافر بننا ہے۔ جیسے یہ کفر لینے ہے۔ وہ بے شک کافر کہتا جائے اور ہر روز کافر بنتا جائے

اور حضرت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس تکفیر کا جواب ذیل بھی یاد رکھیں۔

اے کہ تکفیر مسلمانان کنی از کفر دکیں
ترست آید از خدائے عادل ذی اختیار
سہل باشد از زبان خویش تکفیرے کسے
مشکل افتد آں زماں کز تیر سد کردگار
کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی
گر تو داری حرف حق در تیغ کفر خود ببرار
پیر گشتی فاتق پیراں را ندیدانی ہنوز
ایزدت بخشد چو پیراں صدق وسوز اضطرار
گر کنی تکفیر قوم خود چہ کارے کردۂ
رو اگر مردی جہود ے را باسلام اندر آر
چیست تکفیر ناز چند استہزا کنی
رو بایمان خود دیارا بکفر مگذار
چوں نسیم صبح محشر پردہ بردار و زکار
کیست مومن کیست کافر خود بگردد آشکار

حضرت امام الزمان کی پیشگوئیوں پر اعتراض کرنے والے حضرت اقدس کی مندرجہ ذیل پیشگوئی پر بھی غور کریں۔ جو حضور نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں اپنے دعوے سے بھی پہلے شائع کی ہے۔

مسیح موعود کی کامیابی

(دیکھو براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس راہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

کیا یہ پیشگوئی انسانی اٹکل یا عقلمندی کا قیاس کہلا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس پیشگوئی کے چند سال بعد حضرت اقدس پر کفر کا فتوے لگتا ہے۔ اور دنیا میں حضور کے خلاف ایک شور مخالفانہ برپا ہو جاتا ہے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مکفرین کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔ مگر حضرت امام الزمان کا نام اور کام تبلیغ قرآنی آپکے خلیفے دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا ہے۔ اور اسی زمانہ میں کئی لوگوں نے حضرت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تباہی کی نسبت بھی پیشگوئیاں کیں مگر واقعات نے انہیں شیطانی وساوس ہی ثابت کر کے چھوڑا۔ بالآخر بارگاہ الٰہی میں میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائیوں کو خدمت اور تبلیغ قرآن کی توفیق دے اور حدیث من لم یعرف امام زمانہ فقد مات موتۃ جاھلیۃ کے وعید شدید سے نجات دے۔

آمین۔ ثم آمین۔

نقد ونظر

"دفتر آل محمد پرانی انارکلی لاہور" سے ایک نہایت مفید ٹریکٹ مردہ جلانے کی رسم کے خلاف شائع ہوا ہے جس میں آریوں کی قدیم کتب اور معقول دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ مردہ جلانے کی رسم ایک خطرناک رسم ہے اور یہ کہ قدیم زمانہ میں آریہ اپنے مردے دفن بھی کرتے تھے۔ اس ٹریکٹ کی قیمت ۱ر ہے جو پتہ مذکورہ سے مل سکتا ہے۔

۲۰ ستمبر کے "اخوت" کی ضرورت ہے

پادری پال کے جس مضمون کا جواب ہم نے شروع کیا تھا افسوس ہے کہ اخبار "اخوت" کا وہ پرچہ گم ہو جانے کی وجہ سے اس اشاعت میں ہم اس پر کچھ نہیں لکھ سکے۔ اگر کسی صاحب کے پاس وہ پرچہ موجود ہو یا پادری پال صاحب خود ہی جواب سننے کے شوق میں وہ پرچہ بھجوا دیں تو ہم ان کے مشکور ہوں گے۔

(مدیر)

جناب مسٹر داؤد کوون آف ڈنڈی سکاٹلینڈ کا قبول اسلام

ذیل میں اس اعلان اسلام کو شائع کیا جاتا ہے۔ جو مسٹر داؤد کوون نومسلم نے امام مسجد ووکنگ کو لکھا۔

"جناب عالی۔ میں عیسائیت سے متنفر ہو کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عیسائی کلیسا میں بہت سی خامیاں ہیں۔ ایک دن میں مقامی دارالمطالعہ میں بیٹھا اخباروں اور رسالوں کی چھان بین کر رہا تھا کہ اتفاق سے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ میرے ہاتھ آیا۔ اس کے مطالعہ میں مجھے وہ چیز مل گئی جس کا میں مدت مدید سے متلاشی تھا۔ یعنی میں ایک ایسے مذہب کا جویا تھا جو پردۂ تثلیث میں لپٹا ہوا نہ ہو۔ اور تثلیثی ڈھکوسلوں اور معموں سے بالاتر ہو۔ اس وقت سے میں اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کی سیرت پر بہت سی کتب کا مطالعہ کر چکا ہوں اسی اثنا میں میں نے جناب خواجہ کمال الدین صاحب کی انگریزی کتاب The Ideal Prophet کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ اس تمام مطالعہ اسلام پر میرا ایمان مضبوط ہو گیا ہے۔ اس لئے میں قبولیت اسلام کی فارم کی خانہ پری کر کے ارسال کرتا ہوں۔ میں فرانسیسی جرمنی جانتا ہوں۔ ہسپانوی زبان کی بھی کچھ شد بد ہے۔ اور خود ہی میں نے اپنے طور پر عربی کا بھی مطالعہ شروع کیا ہے"

(خواجہ عبد الغنی۔ سکرٹری دی مسلم مشن ووکنگ)

بعض اعتراضات اور ان کے جوابات

حضرت مسیح موعودؑ اور حج خانہ کعبہ

ملاں لوگ جب سلسلۂ احمدیہ کے دلائل کے مقابل عہدہ برآ نہیں ہو سکتے تو وہ اوچھے ہتھیاروں پر آ جاتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ "باوجود مقدرت حج نہیں کیا"۔ سو اس کا جواب حضرت مسیح موعود کے اپنے الفاظ میں ہی دیدینا کافی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

اس اعتراض سے آپ کی شریعت دانی معلوم ہو گئی گویا آپ کے نزدیک مانع حج صرف ایک ہی امر ہے۔ کہ زاد راہ نہ ہو۔ آپ کو بوجہ اس کے کہ دنیا کی کشمکش میں عمر کو ضائع کیا اس قدر سہل اور آسان مسئلہ بھی جو قرآن اور احادیث اور فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے معلوم نہ ہوا کہ حج کا مانع صرف زاد راہ نہیں اور بہت سے امور ہیں جو عند اللہ حج نکرنے کے لئے عذر صحیح ہیں۔ چنانچہ ان میں سے صحت کی حالت میں کچھ نقصان ہونا ہے۔ اور نیز ان میں سے وہ صورت ہے کہ جب راہ میں یا خود مکہ میں امن کی صورت نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے من استطاع الیہ سبیلا۔ عجیب حالت ہے کہ ایک طرف بد اندیش علماء مکہ سے فتوے لاتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے اور پھر کہتے ہیں کہ حج کے لئے جاؤ اور خود جانتے ہیں کہ جبکہ مکہ والوں نے کفر کا فتوے دیدیا تو اب مکہ فتنہ سے خالی نہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ جہاں فتنہ اس جگہ جانے سے پرہیز کرو۔ سو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کیسا اعتراض ہے۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ فتنہ کے دنوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی حج نہیں کیا اور حدیث اور قرآن سے ثابت ہے کہ فتنہ کے مقامات میں جانے سے پرہیز کرو۔ یہ کس قسم کی شرارت ہے کہ مکہ والوں میں ہمارا کفر مشہور کرنا اور پھر بار بار حج کے بارے میں اعتراض کرنا نعوذ باللہ من شرورہم۔ ذرا سوچنا چاہئے کہ ہمارے حج کی ان لوگوں کو کیوں فکر پڑ گئی۔ کیا اس میں بجز اس بات کے کوئی اور بھید بھی ہے کہ میری نسبت ان کے دل میں یہ منصوبہ ہے کہ یہ مکہ کو جائیں اور پھر چند اشرار الناس پیچھے سے مکہ میں پہنچ جائیں اور شور قیامت ڈال دیں کہ یہ کافر ہے اسے قتل کرنا چاہئے سو بر وقت ورود حکم الٰہی ان احتیاطوں کی پرواہ نہیں کی جائے گی۔ مگر قبل اس کے شریعت کی پابندی لازم ہے۔ اور مواضع فتن سے اپنے تئیں بچانا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ مکہ میں عنان حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو ان مکفرین کے ہم مذہب ہیں جب یہ لوگ ہمیں واجب القتل ٹھہراتے ہیں تو کیا وہ لوگ ایذا سے کچھ فرق کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ پس ہم گنہگار رہوں گے اگر دیدہ و دانستہ ہلاکت کی طرف قدم اٹھائیں گے۔ اور حج کو جائیں گے اور خدا کے حکم کے برخلاف قدم اٹھانا معصیت ہے حج کرنا مشروط بشرائط ہے۔ مگر فتنہ اور تہلکہ سے بچنے کے لئے قطعی حکم ہے۔ جس کے ساتھ کوئی شرط نہیں۔ اب خود سوچ لو کہ کیا ہم قرآن کے قطعی حکم کی پیروی کریں یا اس حکم کی جس کی شرط موجود ہے باوجود تحقق شرط کے پیروی اختیار کریں"۔

(ایام الصلح)

حضرت مسیح موعود اور گورنمنٹ انگریزی

سلسلہ احمدیہ کے مخالفین کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ بانی سلسلہ نے بیجا خوشامد یا ڈر کے سبب سے گورنمنٹ انگریزی کی اپنی تصانیف میں تعریف کی ہے۔ یہ اعتراض آپ کی زندگی میں بھی آپ کے معاندین نے کیا۔ جس کا جواب آپ کے الفاظ میں ہی دیدینا سمجھدار لوگوں کے لئے تسلی کا موجب ہو جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں۔

" اس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ ہم نے گورنمنٹ برطانیہ کی کوئی خوشامد نہیں کی۔ صرف وہ الفاظ استعمال کئے ہیں جن کا استعمال کرنا حق اور واجب تھا۔ ہمارا یہ مذہب نہیں کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ کیونکہ یہ منافقوں کا طریق اور بے ایمانوں کا کام ہے۔ بلکہ واقعی طور پر قدیم سے ہمارا یہ اصول و عقیدہ ہے کہ اس گورنمنٹ کا وجود فی الحقیقت ہمارے لئے سراسر رحمت الٰہی ہے۔ کیونکہ بہت سی دینی اور دنیوی مشکلات سے اسی گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم نے نجات پائی۔ اس گورنمنٹ کے آنے سے ہماری مصیبتیں راحتوں کے ساتھ بدل گئیں۔ اور ہمارے دکھ آرام کے ساتھ مبدل ہو گئے۔ اور ہماری اسیری کی حالت آزادی کی طرف منتقل ہو گئی۔ ہم اس گورنمنٹ محسنہ کے زمانہ میں امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ اور ہمیں دینی ترقی کی نسبت بھی اس گورنمنٹ سے وہ فوائد حاصل ہوئے کہ ہم اپنے فرائض آزادی سے ادا کرنے لگے۔ اور جو دینی کتابیں ہمارے باپ دادوں کی نظر سے پوشیدہ رہتی تھیں وہ ہم نے دیکھیں۔ ہمیں اس گورنمنٹ کے وقت میں کوئی روکتا نہیں کہ ہم پادریوں کا جواب دیں۔ مگر سکھوں کے وقت میں قطع نظر اس سے کہ سکھ مذہب پر حملہ کرنے کے لئے ہمیں اجازت ہوتی۔ ہم اپنے دین کے شعار ظاہر کرنے سے بھی روکے گئے تھے۔ نماز جو سب سے پہلا مسلمانوں کے لئے حکم ہے اس میں بھی ہمیں یہ مصیبتیں پیش آتی تھیں کہ ہمارے اس ملک کے مسلمانوں کی مجال نہ تھی کہ اپنی مساجد میں پوری آزادی سے بانگ نماز دے سکیں۔ حالانکہ بانگ دینے سے سکھوں کا کچھ بھی ہرج نہ تھا۔ مضمون بانگ تو یہی تھا کہ خدا واحد لاشریک ہے اس کی عبادت کی طرف دوڑو تا کہ تم نجات پاؤ۔ مگر سکھوں پر اس قدر اسلامی اعلان بھی گراں تھا۔ اور اب ہم انگریزی عہد میں یہاں تک دینی امور میں آزادی دیئے گئے ہیں کہ جس طرح پادری صاحبان اپنے مذہب کے لئے دعوت کرتے اور رسائل شائع کرتے ہیں۔ یہی حق ہمیں حاصل ہے۔ کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ جیسا کہ اب ہم عیسائی مذہب کا کمال آزادگی سے رد لکھتے ہیں اور شائع کرتے ہیں ایسا اختیار کبھی سکھوں کے وقت میں بھی ہمیں ہوا تھا کہ ہم ان کے مذہب پر کچھ لکھ سکتے؟ بلکہ اپنے فرائض ادا کرنے بھی محال ہو گئے تھے۔

ہم اس گورنمنٹ سے پہلے ایک لوہے کے تنور میں تھے۔ اگر یہ گورنمنٹ ہمارے ملک میں قدم نہ رکھتی تو شاید اب تک تمام مسلمان سکھوں کی طرح ہو جاتے۔ جو شخص ان تمام امور پر غور کرے گا کہ سکھوں کے عہد میں اسلام اور اسلامی شعار کے کہاں تک حالات پہنچ گئے تھے۔ اور دن بدن جہالت کا کیڑا کھاتا جاتا تھا۔ . . . . ہمارے مذہب کی آزادی بالکل چھن گئی تھی۔ اور جو واجب الاداء شعار اسلام تھے ان سے ہم روکے گئے تھے۔ اور قریب قریب وحشیوں کے ہماری حالت پہنچ گئی تھی اور علم اٹھ گیا تھا اور جہالت بڑھ گئی تھی۔ . . . . . . ہم سکھوں کے عہد میں ذرا ذرا سی بات میں کچلے جاتے تھے۔ اور بلند آواز سے بانگ نماز دینا سخت جرم سمجھا جاتا تھا اور ایسے شخص کو کم سے کم ڈکیتی یا ارتکاب سرقہ کی سزا ملتی تھی۔ جو اپنی بدقسمتی سے بلند آواز سے اذان دیتا تھا۔ اور اگر اتفاق سے کسی مسلمان سے کوئی زخم گائے کو پہنچ جاتا تھا تو اس کی وہ سزا تھی جو ایک مجرم قتل عمد کی سزا ہوتی تھی۔ مسلمانوں میں اس قدر جہالت پھیل گئی تھی کہ بہتوں کو صحیح طور پر کلمہ بھی یاد نہ تھا۔ اور دینی کتب کی واقفیت کا یہ حال تھا کہ میں نے سنا ہے کہ ان دنوں میں ایک بزرگ تھے جو نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا الٰہی مجھ پر یہ فضل کر کہ ایک مرتبہ میں صحیح بخاری دیکھ لوں اور پھر عین دعا کے وقت دلپر کچھ نومیدی غالب ہو کر چیخیں مار کر روتے تھے۔ غالباً یہ خیال آتا تھا کہ میری قسمت ایسی کہاں کہ میں اپنی عمر میں اس متبرک کتاب کو دیکھ سکوں۔

(اشتہار ۹ رفروری ۱۸۹۵ء)

حضرت مسیح موعود پر سخت کلامی کا الزام

بعض مخالفین سلسلہ احمدیہ جب حضرت مسیح موعود کی تعلیم اور کیرکٹر پر کوئی حملہ نہیں کر سکتے تو عوام کو بھڑکانے اور نفرت دلانے کے لئے آپ پر سخت کلامی کا الزام دیدیتے ہیں۔ کبھی تو یہ کہدیتے ہیں کہ آپ نے مولویوں کو بدذات لکھا۔ اور کبھی یہ کہ حضرت عیسےٰ بن مریم کی توہین کی۔ لیکن اگر خود ان لوگوں کی اپنی تحریروں اور تقریروں کو دیکھا جائے تو وہ اپنے مخالف علما کو ایسے گرے ہوئے الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جسے ایک شریف انسان کبھی سننا گوارا نہیں کر سکتا۔ خود انبیا پر اس اس قسم کے بہتان باندھتے ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ پر جھوٹ بولنے کا الزام۔ حضرت یوسفؑ کا زلیخا کے ساتھ بُرا ارادہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن باوجود ایسے خیالات اور ایمانیات کے اپنے آپ کو انبیا کی عزت کرنے والا سمجھتے ہیں اس مضمون پر ایک مفصل ایک مستقل رسالہ میں کی جائے گی جس میں امر تسری بدگو کی بدگوئی اور خدا اور انبیا کی ہتک اس کی اپنی تصانیف سے پیش کی جائے گی۔ اس مختصر مضمون میں یہ دکھانا مقصود ہے کہ بحیثیت ایک حقیقی مصلح ہونے کے حضرت مسیح موعود نے صرف ایک خاص طبقۂ علما کی دلی کیفیت کا اظہار کیا نہ آپ نے بلا استثنا تمام علما کو بُرا کہا اور نہ لکھا۔ اور نہ اس سچے پیغمبر حضرت عیسےٰ ابن مریم کی نسبت کچھ لکھا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ بھلا لکھ بھی کیسے سکتے تھے جبکہ آپ اپنے آپ کو مثیل مسیح قرار دیتے تھے۔ کوئی دانا شخص اپنے آپ کو کسی بُرے آدمی کا مثیل نہیں لکھ سکتا۔ ہاں جس یسوع کا ذکر موجودہ اناجیل میں ہے جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا اور جس نے گزشتہ انبیاء کو چور اور بٹ مار قرار دیا۔ اور جس کے شجرۂ نسب مندرجہ اناجیل میں کئی عورتیں (زانیہ اور بدکار بھی) درج ہیں۔ اعتراض پر آپ نے

صحیح جرح کی۔ میں اس کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریر پیش کر کے تمام سمجھدار مسلمانوں سے التجا کرتا ہوں کہ وہ بجائے بدنیت مخالف علما کی تحریریں پڑھنے کے خود حضرت اقدس کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور وہ تحریر یہ ہے :۔

اشتہار عام اطلاع کیلئے

اگرچہ یہ کتاب بعض متفرق مقامات میں عیسائیوں کے حملوں کا جواب دیتی اور ان کو مخاطب کرتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ باوجود اس بات کے کہ عیسائیوں کی کتاب امہات المومنین نے دلوں میں سخت اشتعال پیدا کیا ہے مگر پھر بھی ہم نے اس کتاب میں جہاں کہیں عیسائیوں کا ذکر آیا ہے بہت نرمی اور تہذیب اور لطف بیان سے کام لیا ہے۔ اور گو ایسی صورت میں کہ دل دکھانے والی گالیاں ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں ہمارا حق تھا کہ ہم مدافعت کے طور پر سختی کا سختی سے جواب دیتے لیکن ہم نے محض اس حیا کے تقاضہ سے جو مومن کی صفت لازمی ہے ہر ایک تلخ زبانی سے اعراض کیا۔ اور وہی امور لکھے ہیں۔ جو موقعہ اور محل پر چسپاں تھے اور قطع نظران سب باتوں کے ہماری اس کتاب میں اور رسالہ فریاد درد میں وہ نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی مخاطب نہیں ہیں جو اپنی شرافت ذاتی کی وجہ سے فضول گوئی اور بدگوئی سے کنارہ کرتے ہیں اور دل دکھانے والے لفظوں سے ہمیں دکھ نہیں دیتے اور نہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے اور نہ ان کی کتابیں سخت گوئی اور توہین سے بھری ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو بلاشبہ ہم عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہماری کسی تقریر کے مخاطب نہیں۔ بلکہ صرف وہی لوگ ہمارے مخاطب ہیں خواہ وہ بگفتن مسلمان کہلاتے یا عیسائی کہلاتے ہیں جو حد اعتدال سے بڑھ گئے ہیں۔ اور ہماری ذاتیات پر گالی اور بدگوئی سے حملہ کرتے یا ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بزرگ میں توہین اور ہتک آمیز باتیں منہ پر لاتے ہیں اور اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے۔ جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے۔

ہم اسبات کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لائیں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو ان کی شان بزرگ کے برخلاف ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکا دینے والا اور جھوٹا ہے۔ والسلام علے من اتبع الھدےٰ۔

(المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان دیکم جنوری ۱۸۹۹ء)

لیکن باوجود ایسی کھلی تحریروں کے جو امرتسری بدزبان کی نظر سے کئی بار گذری ہیں وہ حضرت اقدس پر ایسے بہتان باندھنے سے باز نہیں آتا۔

(محمد منظور الٰہی)

—— لندن ۲ر جون۔ مسٹر چرچل نے معاملات ہند کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس میں لارڈ ارون نے ہندوستان میں جو پالیسی اختیار کی اس پر نتائج تباہ کن ثابت ہوئے ہیں۔ اور ابھی مزید خطرات کا امکان ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لارڈ برنٹ فورڈ نے ڈیلی میل میں ایک مضمون شائع کرایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ قدامت پسند پارٹی کے ۷ فیصدی ممبر مسٹر چرچل کے اس بیان سے متفق ہیں۔ کہ لارڈ ارون نے ہندوستان کی تاریخ میں بڑی بھاری غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

خبریں

—— میکلیگن کالج کے مستعفی طلبہ کے خلاف ہندو اخبارات کی طرف سے جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اس کے سلسلے میں معلوم ہوا ہے کہ اس کی تہ میں اس کالج کے ہندو طالب علم کا ہاتھ ہے۔ جو کالج کا نالائق ترین طالب علم ہے۔ اب چونکہ یہ کالج پنجاب یونیورسٹی سے ملحق ہو گیا ہے اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ نالائق طلبہ کو امتحان میں بیٹھنے سے روکنے کا سسٹم اس سال شروع ہو جائے گا۔ یہ ہندو طالب علم پرنسپل ونٹیکر کے حق میں اور مسلم طلبہ کے خلاف پروپیگنڈا کر کے پرنسپل کی خوشنودی حاصل کر کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ہندو لڑکا جب فرسٹ ایر میں تھا تو فائنل امتحان میں الیکٹریکل انجنیرنگ کے پرچے میں نقل کرتا ہوا پکڑا گیا تھا۔ مگر کالج کے خداوندوں نے اس واقعہ کو نظر انداز کر دیا تھا۔

—— دہلی ۴ر جون۔ اخبار اسٹیٹسمین کا نامہ نگار ناگپور سے قمطراز ہے کہ ضلع چندا کے موضع گوبرداہی میں ڈاکہ کی ہراس انگیز واردات ہوئی۔ واقعات یوں بیان کئے جاتے ہیں کہ رائے مہادر سیٹھ گوردھن داس مالگذار اپنی دکان میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ دس پنجابی جو بندوقوں اور رائفلوں سے مسلح تھے دکان میں گھس آئے۔ اس کے ملازمین کو دھمکا کر پانچ ہزار روپیہ کرنسی نوٹوں اور دیگر بیش قیمت اشیاء کی صورت میں لے گئے۔ چندا کی پولیس ان کی تلاش میں سرگرمی سے پھرتی رہی۔ آخر معلوم ہوا کہ اس موضع سے ۸ میل کے فاصلہ پر ایک جنگل میں ڈاکوؤں کی یہ جماعت پناہ گزیں ہے۔ مسٹر سکنسینہ سپرنٹنڈنٹ پولیس چند کانسٹبلوں کی معیت میں اچانک اس گروہ پر جا پڑے اور لوٹ کا سارا مال اور آتشیں اسلحہ اپنے قبضہ میں کر کے انہیں گرفتار کر لیا۔

—— جموں ۶ر جون۔ مسلمانان جموں نے صبح سے مکمل ہڑتال کی ہوئی ہے۔ کوئی اسلامی دکان یا درسگاہ کھلی نہیں۔ مسلمان مزدوروں معماروں اور نجاروں نے بھی کام بند کیا ہوا ہے۔ اور تمام مسلمانوں میں ناراضگی اور غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اس ہڑتال اور رنج و غم کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ کل صبح ایک مسلمان کانسٹبل اپنے کمرے میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا کہ ایک ہندو سارجنٹ آیا اور کانسٹبل کو قرآن کی تلاوت کرتے دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کانسٹبل کے ہاتھ سے قرآن پاک چھین کر زمین پر دے مارا۔ اور غصہ سے کہنے لگا کہ "تم یہ بکواس پڑھ رہے ہو"۔ اس واقعہ کی خبر آناً فاناً سارے شہر میں پھیل گئی اور مسلمانوں میں ایک عظیم ہیجان پیدا ہو گیا۔ لیکن بعض دوراندیش اکابر کی مداخلت اور تلقین و تفہیم سے کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔ شام کو مسلمانان شہر کا ایک عظیم الشان احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں کم از کم دس ہزار آدمی شریک ہوئے۔ متعدد قراردادیں منظور کی گئیں۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ اس وقت تک ہڑتال جاری رکھی جائے جب تک مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے تحفظ کا انتظام نہیں کیا جاتا۔

—— سری نگر۔ ۶ر جون۔ (دو بجے بذریعہ تار) حکومت کشمیر نے ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کو خلاف قانون قرار دے دیا ہے۔ صدر انجمن جناب غلام عباس صاحب سکرٹری قاضی گوہر رحمان صاحب

جلد ۱۸ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ ہجری مطابق ۱۱ جون سنہ ۱۹۳۲ عیسوی | نمبر ۳۶

ہماری تبلیغی ڈاک

جرمن مشن

جیسا کہ اکثر احباب کو علم ہوگا کہ علاوہ ان لکچروں کے جو یہاں مسجد میں باقاعدہ ہوتے ہیں وقتاً فوقتاً اور سوسائیٹوں میں بھی لکچروں کا انتظام کیا جاتا ہے چنانچہ گذشتہ ماہ میرے اپنے دو لکچرز مسجد سے باہر ہوئے۔ پہلا لکچر تو تاریخی تھا۔ آنحضرت کی پاک اور مقدس زندگی۔ یہ لکچر یہاں کی ایک تھیوسافیکل سوسائٹی میں ہوا۔ دوسرا لکچر زیادہ دلچسپ اور مؤثر تھا۔ یہ یہاں کے سب سے بڑے امریکن چرچ میں ہوا۔ اور لکچر چونکہ انگریزی میں تھا۔ لہذا خوب سیر کن بحث کی گئی۔ یہاں کے امریکن چرچ نے مجھے ان کے ہاں ایک اتوار کو بولنے کی درخواست کی اور مضمون بھی خود ہی انتخاب کر کے مجھے بتا دیا۔ نفس مضمون تھا "میں کیوں مسلمان ہوں"۔ وقت معینہ پر میں وہاں پہنچ گیا۔ حاضرین کی تعداد کافی تھی جس میں علاوہ یہاں کی امریکن اور انگلش پبلک کے امریکہ کے ایک فلاسفی کے پروفیسر اور یہاں کی یونیورسٹی کے چند ایک لکچرار بھی موجود تھے۔ جن سے قبل از لکچر میرا تعارف کروایا گیا۔ میں نے کم و بیش ۴۵ منٹ نفس مضمون پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ میں مسلمان کیوں ہوں۔ توحید باری تعالےٰ سے شروع کر کے اسلام کے تمام اصولوں کو لیا۔ اور پھر بتایا کہ ایک خاص بات جو اسلام کے اندر مجھے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام صرف چند اخلاقی اور روحانی قوانین کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس آخری اور مکمل الہامی کتاب کے اندر مجھے وہ اصول اور قوانین بھی ملتے ہیں جو کہ مجھے میری روزمرہ زندگی کے لئے ضروری ہیں اسلام نے مجھے نہ صرف وہ باتیں بتلائی ہیں جن کا تعلق میری روحانی اور اخلاقی زندگی سے ہے بلکہ ایسے اصول بھی پیش کئے ہیں جن کا تعلق میری معاشرتی تمدنی زندگی سے ہے۔ مثلاً ازدواجی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ماں باپ سے سلوک۔ بچوں کی تربیت۔ آداب ملاقات۔ لین دین کے معاملات۔ سیاسیات کے اصول۔ ملکی اور قومی نشو و نما کے قوانین وغیرہ وغیرہ۔

لکچر کے بعد سوال و جواب کا موقع دیا گیا۔ جو کہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ اور ادھر ادھر کے سوالوں کے بعد پادری صاحب جو وہاں کے گرجے کے انچارج تھے کہنے لگے کہ آپ نے توحید باری تعالےٰ پر اس قدر زور دیا ہے آپ کو تثلیث میں کونسا نقص نظر آتا ہے۔ اور اس کو کیوں نہیں مانتے جس پر خاکسار نے کہا کہ قبل اس کے کہ میں اس کا جواب دوں سوال کی وضاحت چاہتا ہوں۔ جناب مجھے تثلیث کی نوعیت بمعہ مفہوم وغیرہ سے مطلع فرمائیں۔ اس کے بعد جواب دے سکوں گا۔ بس پھر کیا تھا وہی کسی پٹھان ملا والا قصہ کہ خو کا فو پڑھ کر ورنہ ابھی تیرا سر اڑا دیتا ہوں۔ آخر مجبوراً کہنے لگا کہ اچھا پڑھاؤ کہنا تو ملا صاحب کہنے لگے کہ وہ تو مجھ سے بھی نہیں آتا۔ پادری صاحب کا بھی یہی حال ہوا ایک تین۔ تین ایک کرنے لگے۔ جب حواریوں نے دیکھا کہ پادری صاحب سے کوئی جواب نہیں بنتا۔ تو گھبرا کہنے لگے۔ آخر سامعین میں سے ایک عورت بولی کہ ہم صرف اس قدر مانتے ہیں کہ یہ خدا کی تین صفات ہیں۔ پھر میں نے خدا کی ۹۹ صفات سنانی شروع کر دیں۔ میں نے کہا کہ اگر تمہارا خدا صرف تین صفات کا مالک ہے تو ہمارا ۹۹ بلکہ وللہ الاسماء الحسنیٰ کے ماتحت لا انتہا کا۔

لکچر کے بعد چائے کا انتظام تھا جس میں متفرق طور پر گفتگو ہوتی رہی۔ آخر ایک عیسائی طالب علم (جو کہ عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کر رہا ہے) پر اس قدر اثر ہوا کہ کہنے لگا اصل میں یہ پادری وغیرہ بھی ایسی باتیں نہیں جانتے۔ محض روٹی کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ میں اگرچہ عیسائی ہوں اور عیسائی مذہب کا مطالعہ میرا خاص مضمون ہے مگر اسلام کو بدرجہا بہتر اور سچا مانتا ہوں۔ البتہ دو باتیں سمجھ میں نہیں آتیں یعنی ایک جہاد اور دوسرے تعدد ازدواج۔ خیر اس کا بھی تسلی بخش جواب دے دیا گیا۔ غالباً یہ طالب علم مسلمان ہو جائے گا۔ اللھم زد فزد۔

(خاکسار عبد اللہ)

درخواست نماز جنازہ غائبانہ

محمد ابراہیم صاحب سجاول سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا لڑکا نور احمد خاں وفات پا گیا ہے احباب ان کا نماز جنازہ غائبانہ پڑھ کر دعائے مغفرت فرمائیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ ۱۱ رجون کی شب کو لاہور تشریف لائے۔ یہاں آپ انجمن کے ایک نہایت ضروری جلسہ میں شامل ہوں گے۔

— مولانا عبد اللہ صاحب وکیل سرینگر کشمیر نے مسلمانوں میں اتحاد کے متعلق ایک نہایت ضروری اور مفید اشتہار شائع کیا ہے۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ کشمیر میں نہایت قبولیت حاصل کرے گا۔ یہ اشتہار نہ صرف کشمیری مسلمانوں کے لئے ہی مفید ہے بلکہ ہر خطہ و ملک کے مسلمانوں کے لئے قابل غور ہے۔ اس اشتہار کو ہم آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ درج کریں گے۔

ایک سوال کا جواب

ہمارے دوست ماسٹر محمد رمضان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ پیغام صلح میں "پیر پرستی کو مسلمانوں کے لئے لعنت لکھا ہے۔ لیکن کیا یہ پیر پرستی مولوی نور الدین صاحب کے وقت میں سب احمدیوں کے گلے کا ہار نہ تھی؟" پیر پرستی بلاشبہ مسلمانوں کے لئے لعنت ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا نور الدین مرحوم کا زمانہ دیکھا ہے۔ وہ اس امر کی شہادت دیں گے کہ احمدیوں میں پیر پرستی کا شائبہ تک اس وقت موجود نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود کی مجلس ان تمام پیر پرستی کے مظاہروں سے معرا تھی جو اس وقت دوسری گدیوں اور پیروں کے دربار میں نظر آتی ہے۔ ہر قسم کے تکلفات ریاکاریوں اور انسانوں کو غلام بنانے والے رسومات سے ناواقف شخص اکثر نیچے فرش پر بیٹھا ہوا اور مرید چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے۔ بات کرنے کی آزادی تھی اور معمولی سے معمولی حیثیت کا آدمی جو بھی چاہے براہ راست حضرت صاحب کے پاس پہنچ کر اعتراضات کر سکتا تھا نہ صرف بیعت کے الفاظ میں وہ اپنے ساتھ عہد اخوت کا لوگوں سے اقرار لیتا تھا۔ بلکہ مجلس اور معاملات میں بھی وہ حیثیت کبھی نمایاں نہ رکھتا تھا۔ حضرت مولانا نور الدین کا زمانہ بھی عجیب زمانہ تھا۔ آپ شروع سے ہی غیر مقلد تھے۔ جو پیر پرستی کی ضد ہے۔ انجمن کے فیصلے آپ کے خلاف ہوئے۔ لیکن آپ نے کبھی انجمن پر اظہار غضب نہ کیا۔

آپ نے یہ بھی دریافت فرمایا ہے کہ "ہماری جماعت میں کوئی ایسا شخص ہو جس کا وہ پیر [illegible] تو مہربانی کر کے اس کا نام اپنی جماعت سے بتائیں"

ہماری جماعت میں متعدد ایسے لوگ تھے جنہوں نے حضرت مولانا نور الدین صاحب کے متعلق ایک دفعہ کسی نے حضرت مولانا سے شکایت بھی کی کہ انہوں نے آپ کی بیعت نہیں کی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اگر یہ بیعت کر لیتے تو مرید ہوتے مگر اب یہ میرے بھائی ہیں۔

مدراس میں ہمارا ایک روزانہ اخبار

احباب کی توجہ کے قابل

مدراس کے نوجوان مسلمانوں کی اور بالخصوص ہمارے کرم دوست میاں عزیز اللہ صاحب کی ہمت قابل قدر ہے جنہوں نے ایک روزانہ اردو اخبار نکال رکھا ہے جس پر اب تیسرا سال چل رہا ہے [illegible] کا پیسہ ہی آج اس کی زندگی اور [illegible] [illegible] مسلمان قوم کو آج پریس کی کمزوری سے اس قدر نقصان پہنچ رہا ہے کہ اس کی تلافی اور کسی صورت سے ممکن نہیں۔ ہم امید رکھتا ہوں کہ ہمارے احباب نوجوانوں کی ہمت [illegible] اور روزنامہ "نوجوان" کے [illegible] خریدار ہو جائیں۔ ایک کی جیب سے دو چار روپے نکل جانے سے اسے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ مگر قوم کی زندگی کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے۔ [illegible] جنوبی ہند کے احباب بالخصوص اور شمالی [illegible] آسودہ حال طبقہ توجہ کرے تو نوجوانوں کا یہ "نوجوان" بہت سے نوجوانوں کو سیدھے رستے پر لگا سکتا اور انہیں خادم ملت و قوم بنا سکتا ہے۔ [illegible] میاں عزیز اللہ مکلا محمد حنیف مشتر ملنے کا پتہ مدراس سے ہے۔ (محمد علی)

انتقال پر ملال

[illegible] منشی محمد سلطان صاحب سکنہ ضلع گل [illegible] ہو گئے ہیں منشی صاحب موصوف نہایت [illegible] اور [illegible] رکھنے والے بزرگ تھے۔ احباب ان کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر دعائے مغفرت کریں۔

نہایت عمدہ اور [illegible] عکسی قرآن مجید

انجمن حمایت اسلام لاہور نے ایک رقم خطیر صرف کر کے اور نہایت [illegible] ریزی سے قرآن کریم کا نسخہ شائع کیا ہے۔ اس محنت اور جانفشانی پر ہم انجمن کو مبارکباد دیتے ہیں۔ عام طور پر بازاروں میں جو قرآن شریف فروخت ہو رہے ہیں ارزاں ہونے کی وجہ سے کتب فروش ان کی صحت کا چنداں خیال نہیں رکھتے۔ حال ہی میں بھائی [illegible] سنگھ کتب فروش لوہاری دروازہ لاہور کے شائع کردہ قرآن شریف میں ایک نہایت فحش غلطی کر دی گئی ہے کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی بجائے انی جاعل فی الارض خبیثہ چھاپ دیا گیا ہے دنیا کی کوئی اور مذہبی کتاب ایسی نہیں کہ جس کے شائع کرنے کا اہتمام خود کتاب والوں کے ہاتھ میں نہیں مسلمانوں کی غفلت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان کا قرآن خواہ جنگلی لال چھاپے یا [illegible] سنگھ ان کی ارزانی کے واسطے مسلمان خریدنے کو تیار رہیں مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ لوگ کس طرح قرآن کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ اس کا علاج صرف ایک ہے کہ کوئی

حضرت مسیح موعود اور مسئلہ ناری و ناجی

اور

تکفیر مسلمین

(از حبیب الرحمان خان [illegible] مسلم مشنری جمشید پور)

کچھ دن ہوئے کہ رسالہ "نگار" اور "دی لائٹ" ہفتہ وار لاہور میں مسئلہ ناری و ناجی پر مختلف مولویوں کے فتوے شائع ہوئے تھے۔ اسی موضوع پر گذشتہ ماہ کلکتہ میں میری مخالف دوستوں سے گفتگو ہوئی۔ حضرت مسیح موعود کا مندرجہ ذیل حوالہ حقیقۃ الوحی سے شائع کیا جاتا ہے جو ہر دو مسائل یعنی تکفیر اہل قبلہ اور مسئلہ ناری و ناجی سے خاص طور پر تعلق رکھتا ہے۔ امید ہے کہ قادیانی حضرات اس حوالہ کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں گے کیونکہ جس حقیقۃ الوحی کو ان لوگوں نے اپنے لئے ڈھال بنا رکھا ہے۔ وہی ان کے خلاف تلوار کا کام دے رہی ہے۔ ہم خداوند کریم سے دعا کرتے ہیں کہ خدا ان بھٹکے ہوئے بھائیوں کو راہ ہدایت پر لائے۔ آمین۔ حقیقۃ الوحی صفحہ [illegible]۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں کہ بغیر اس کے کہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے صرف توحید کے اقرار سے اس کی نجات ہو جائے گی ایسے لوگ پوشیدہ مرتد ہیں اور درحقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں اور اپنے لئے ارتداد کی ایک راہ نکالتے ہیں ان کی حمایت کرنا کسی دیندار کا کام نہیں۔ افسوس کہ ہمارے مخالف باوجود مولوی اور اہل علم کہلانے کے ان لوگوں کی ایسی حرکات سے خوش ہوتے ہیں۔ دراصل یہ بیچارے ہمیشہ اسی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی سبب ایسا پیدا ہو جائے کہ جس سے میری ذات اور اہانت ہو مگر اپنی بدقسمتی سے آخر نامراد ہی رہتے ہیں۔ پہلے ان لوگوں نے میرے پر کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ اور قریباً دو سو مولویوں نے اس پر مہریں لگائیں۔ اور ہمیں کافر ٹھہرایا گیا۔ اور ان فتووں میں یہاں تک تشدد کیا گیا کہ بعض علماء نے یہ بھی لکھا کہ یہ لوگ کفر میں یہود اور نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ اور عام طور پر یہ فتویٰ بھی دئے کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہئے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ سلام اور مصافحہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور ان کے پیچھے نماز درست نہیں بلکہ کافر جو ہوئے۔ بلکہ چاہئے کہ یہ لوگ مساجد میں داخل نہ ہونے پاویں کیونکہ کافر ہیں مسجدیں ان سے پلید ہو جاتی ہیں۔ اور اگر داخل ہو جائیں تو مسجد کو دھو ڈالنا چاہئے۔ اور ان کا مال چرانا درست ہے۔ اور یہ لوگ واجب القتل ہیں کیونکہ مہدی خونی کے آنے سے انکاری اور جہاد سے منکر ہیں۔ مگر باوجود ان فتووں کے ہمارا کیا بگاڑا۔ جن دنوں میں یہ فتویٰ ملک میں شائع کیا گیا ان دنوں دس آدمی بھی میری بیعت میں نہ تھے۔ مگر آج خدا کے فضل سے تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور حق کے طالب بڑے زور سے اس جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ کیا مومنوں کے مقابل پر کافروں کی مدد خدا ایسی ہی کیا کرتا ہے۔ پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور نادان لوگ ہم سے ایسے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرائیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے؟ اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعے سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمانوں کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔ غرض ان لوگوں نے چند روز تک اس جھوٹی خوشی سے اپنا دل خوش کر لیا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور پھر جب وہ خوشی باسی ہو گئی اور خدا نے ہماری جماعت کو تمام ملک میں پھیلا دیا تو پھر کسی اور منصوبے کی تلاش میں لگ گئے۔"

عبارت مندرجہ بالا میں حضرت صاحب نے بڑے دعوے کے ساتھ مخالفین کو چیلنج دیا ہے کہ وہ کوئی ایسی تحریر پیش کریں کہ جس میں یہ ذکر ہو کہ چونکہ میں نبی ہوں اس لئے تم میری نبوت کا انکار کر کے کافر ہو گئے ہو بلکہ جس طرح شریعت کے اس مشہور مسئلہ کی بنا پر کہ ایک مسلمان کو کافر کہنے سے کفر قائل پر لوٹ آتا ہے۔ جو مولوی صاحبان کا اپنا عقیدہ اور مسئلہ تھا اس کی بنا پر بطور الزام مکفرین کو کافر کہنا اپنا حق بتایا ہے اگر فی الواقع ایسی صورت ہوتی کہ جو محمودی صاحبان آج قرار دے رہے ہیں تو حضرت صاحب کو لوگوں کے اعتراض کا جواب یہ دینا چاہئے تھا کہ چونکہ میں نبی اور مامور ہوں اس لئے میرا منکر کافر ہے۔ لیکن اس کو حضرت صاحب جھوٹ خیانت بہتان اور تہمت قرار دیتے ہیں افسوس ہے کہ محمودی صاحبان خود حضرت صاحب پر اس جھوٹ۔ خیانت۔ بہتان اور تہمت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

(پہلے کالم کا بقیہ)

مسلمان ان جنگلی لالاؤں کا شائع کردہ قرآن شریف نہ خریدیں بلکہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس کا امتناع قانوناً کر دیا جائے کہ یہ لوگ قرآن شریف کو نہ چھاپ سکیں۔ انجمن حمایت اسلام کی یہ کوشش قابل مبارکباد ہے کہ انہوں نے ایک نہایت مفید کام کیا ہے۔ کاغذ اعلیٰ اور لوئی دونوں قسم کا لگایا گیا ہے قیمتیں بھی محنت کے لحاظ سے واجبی ہیں۔ سکرٹری صاحب تالیف طبع کمیٹی انجمن حمایت اسلام لاہور کو آرڈر بھیجئے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا

سہ روزہ آرگن

پیغامِ صلح

عبد الحق

اغراض و مقاصد

مذاہب عالم کو دعوتِ اسلام۔

فضائل اسلام اور قرآن کی نشر و اشاعت

مسلمانوں کی باہمی تکفیر کو مٹا کر آپس میں

اغراض و مقاصد

رواداری کی تلقین کرنا۔

۴۔ مجدد وقت حضرت مسیح موعود کی تعلیم اور خدمات اسلام سے دنیا کو روشناس کرانا۔

جلد ۱۸ | لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۳ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ ہجری مطابق ۱۱ جون سنہ ۱۹۳۲ عیسوی | نمبر ۳۶

ہماری تبلیغی ڈاک

جرمن مشن

جیسا کہ اکثر احباب کو علم ہوگا کہ علاوہ ان لکچروں کے جو یہاں مسجد میں باقاعدہ ہوتے ہیں وقتاً فوقتاً اور سوسائیٹوں میں بھی لکچروں کا انتظام کیا جاتا ہے چنانچہ گذشتہ ماہ میرے اپنے دو لکچرز مسجد سے باہر ہوئے۔ پہلا لکچر تو تاریخی تھا۔ آنحضرت کی پاک اور مقدس زندگی۔ یہ لکچر یہاں کی ایک تھیوسافیکل سوسائٹی میں ہوا۔ دوسرا لکچر زیادہ دلچسپ اور موثر تھا۔ یہ یہاں کے سب سے بڑے امریکن چرچ میں ہوا۔ اور لکچر چونکہ انگریزی میں تھا۔ لہذا خوب سیر کن بحث کی گئی۔ یہاں کے امریکن چرچ نے مجھے ان کے ہاں ایک اتوار کو بولنے کی درخواست کی اور مضمون بھی خود ہی انتخاب کرکے مجھے بتا دیا۔ نفس مضمون تھا "میں کیوں مسلمان ہوں؟" وقت معینہ پر میں وہاں پہنچ گیا۔ حاضرین کی تعداد کافی تھی جس میں علاوہ یہاں کی امریکن اور انگلش پبلک کے امریکہ کے ایک فلاسفی کے پروفیسر اور یہاں کی یونیورسٹی کے چند ایک لکچرار بھی موجود تھے۔ جن سے قبل از لکچر میرا تعارف کروا یا گیا۔ میں نے کم و بیش ۴۵ منٹ نفس مضمون پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ میں مسلمان کیوں ہوں۔ توحید باری تعالےٰ سے شروع کرکے اسلام کے تمام اصول کر دیا۔ اور پھر بتایا کہ ایک خاص بات جو اسلام کے اندر مجھے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام صرف چند اخلاقی اور روحانی قوانین کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس آخری اور مکمل الہامی کتاب کے اندر مجھے وہ اصول اور قوانین بھی ملتے ہیں جو کہ مجھے میری روزمرہ زندگی کے لئے ضروری ہیں اسلام نے مجھے نہ صرف وہ باتیں بتلائی ہیں جن کا تعلق میری روحانی اور اخلاقی زندگی سے ہے بلکہ ایسے اصول بھی پیش کئے ہیں جن کا تعلق میری معاشرتی تمدنی زندگی سے ہے۔ مثلاً ازدواجی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ماں باپ سے سلوک۔ بچوں کی تربیت۔ آداب ملاقات۔ لین دین کے معاملات۔ سیاسیات کے اصول۔ ملکی اور قومی نشوونما کے قوانین وغیرہ وغیرہ۔

لکچر کے بعد سوال و جواب کا موقع دیا گیا۔ جو کہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ اور ادھر ادھر کے سوالوں کے بعد پادری صاحب جو وہاں کے گرجے کے انچارج تھے کہنے لگے کہ آپ نے توحید باری تعالےٰ پر اس قدر زور دیا ہے آپ کو تثلیث میں کونسا نقص نظر آتا ہے۔ اور اس کو کیوں نہیں مانتے جس پر خاکسار نے کہا کہ قبل اس کے کہ میں اس کا جواب دوں سوال کی وضاحت چاہتا ہوں۔ جناب مجھے تثلیث کی نوعیت مفہوم وغیرہ سے مطلع فرمائیں۔ اس کے بعد جواب دے سکوں گا۔ بس پھر کیا تھا وہی کسی پٹھان ملا والا قصہ کہ خوکافر پڑھ کلمہ ورنہ ابھی تیرا سر اڑا دیتا ہوں۔ آخر مجبوراً کہنے لگا کہ اچھا پڑھاؤ کلمہ۔ تو ملا صاحب کہنے لگے کہ وہ تو مجھ سے بھی نہیں آتا۔ پادری صاحب کا بھی یہی حال ہوا ایک تین۔ تین ایک کرنے لگے۔ جب حواریوں نے دیکھا کہ پادری صاحب سے کوئی جواب نہیں بنتا۔ تو گھبرا کہنے لگے۔ آخر سامعین میں سے ایک عورت بولی کہ ہم صرف اس قدر مانتے ہیں کہ یہ خدا کی تین صفات ہیں۔ پھر میں نے خدا کی ۹۹ صفات سنانی شروع کردیں۔ میں نے کہا کہ اگر تمہارا خدا صرف تین صفات کا مالک ہے تو ہمارا ۹۹ بلکہ ولہ الاسماء الحسنیٰ کے ماتحت لا انتہا کا۔

لکچر کے بعد چائے کا انتظام تھا جس میں متفرق طور پر گفتگو ہوتی رہی۔ آخر ایک عیسائی طالب علم (جو کہ عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کر رہا ہے) پر اس قدر اثر ہوا کہ کہنے لگا اصل میں یہ پادری وغیرہ بھی ایسی باتیں نہیں جانتے۔ محض روٹی کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ میں اگرچہ عیسائی ہوں اور عیسائی مذہب کا مطالعہ میرا خاص مضمون ہے مگر اسلام کو بدرجہا بہتر اور سچا مانتا ہوں۔ البتہ دو باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ ایک جہاد اور دوسرے تعدد ازدواج۔ خیر اس کا بھی تسلی بخش جواب دے دیا گیا۔ غالباً یہ طالب علم مسلمان ہوجائے گا۔ اللھم زد فزد۔

(خاکسار عبداللہ)

درخواست نماز جنازہ غائبانہ

محمد ابراہیم صاحب سجاول سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا لڑکا نور احمد خاں وفات پاگیا ہے احباب ان کا نماز جنازہ غائبانہ پڑھ کر دعائے مغفرت فرمائیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ ۱۱ جون کی شب کو لاہور تشریف لائے۔ یہاں آپ انجمن کے ایک نہایت ضروری جلسہ میں شامل ہوں گے۔

— مولانا عبداللہ صاحب وکیل سرینگر کشمیر نے مسلمانوں میں اتحاد کے متعلق ایک نہایت ضروری اور مفید اشتہار شائع کیا ہے۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ کشمیر میں نہایت قبولیت حاصل کرے گا۔ یہ اشتہار نہ صرف کشمیری مسلمانوں کے لئے ہی مفید ہے بلکہ ہر خطہ و ملک کے مسلمانوں کے لئے قابل غور ہے۔ اس اشتہار کو ہم آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ درج کریں گے۔

ایک سوال کا جواب

ہمارے دوست ماسٹر محمد رمضان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ پیغام صلح میں "پیر پرستی کو مسلمانوں کے لئے لعنت لکھا ہے۔ لیکن کیا یہ پیر پرستی مولوی نورالدین صاحب کے وقت میں سب احمدیوں کے گلے کا ہار نہ تھی؟" پیر پرستی بلاشبہ مسلمانوں کے لئے لعنت ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود اور حضرت مولانا نورالدین مرحوم کا زمانہ دیکھا ہے۔ وہ اس امر کی شہادت دیں گے کہ احمدیوں میں پیر پرستی کا شائبہ تک اس وقت موجود نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود کی مجلس ان تمام پیر پرستی کے مظاہروں سے معرا تھی جو اس وقت دوسری گدیوں اور پیروں کے درباروں میں نظر آتی ہے۔ ہر قسم کے تکلفات ریاکاریوں اور انسانوں کو غلام بنانے والے رسومات سے ناواقف شخص اکثر نیچے فرش پر بیٹھا ہوا اور مرید چارپائیوں پر بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے۔ بات کرنے کی آزادی تھی اور معمولی سے معمولی حیثیت کا آدمی جو بھی چاہے براہ راست حضرت صاحب کے پاس پہنچکر اعتراضات کرسکتا تھا نہ صرف بیعت کے الفاظ میں وہ اپنے ساتھ عہد اخوت کا لوگوں سے اقرار لیتا تھا۔ بلکہ مجلس اور معاملات میں بھی وہ حیثیت کبھی نمایاں نہ رکھتا تھا۔ حضرت مولانا نورالدین کا زمانہ بھی عجیب زمانہ تھا۔ آپ شروع سے ہی غیر مقلد تھے۔ جو پیر پرستی کی ضد ہے۔ انجمن کے فیصلے آپ کے خلاف ہوئے لیکن آپ نے کبھی انجمن پر اظہار غضب نہ کیا۔

آپ نے یہ بھی دریافت فرمایا ہے کہ "ہماری جماعت میں کوئی ایسا شخص ہو جس کا دہ پیر ہو تو مہربانی کر کے اس کا نام اپنی جماعت سے بتائیں"

ہماری جماعت میں متعدد ایسے لوگ تھے جنہوں نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کے متعلق ایک دفعہ کسی نے حضرت مولانا سے شکایت بھی کی کہ انہوں نے آپ کی بیعت نہیں کی۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اگر یہ بیعت کر لیتے تو مرید ہوتے۔ مگر اب یہ میرے بھائی ہیں۔

مدراس میں ہمارا ایک روزانہ اخبار

احباب کی توجہ کے قابل

مدراس کے نوجوان مسلمانوں کی اور بالخصوص ہمارے مکرم دوست میاں عزیز اللہ صاحب کی ہمت قابل قدر ہے جنہوں نے ایک روزانہ اردو اخبار نکال رکھا ہے جس پر اب تین سال چل رہا ہے کہ یہ کام کا یہی ہی آج اس کی زندگی اور ترقی کا ... مسلمان قوم کو آج پریس کی کمزوری سے اس قدر نقصان پہنچ رہا ہے کہ اس کی تلافی اور کوئی صورت سے نہیں ہو سکتی ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارے احباب نوجوانوں کی ہمت ... اور روزنامہ "نوجوان" کے خریدار بن جائیں۔ ایک کی جیب سے دو چار روپے نکل جانے سے کچھ نقصان نہیں ہوتا مگر قوم کی زندگی کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے ... جنوبی ہند کے احباب بالخصوص ... تعلیم یافتہ طبقہ توجہ کرے تو نوجوانوں کا یہ زبان ... نوجوانوں کو صحیح رستہ پر لگا سکتا اور انہیں خادم ملت وقوم ... میاں محمد عزیز اللہ معرفت محمد حنیف مشتر ... مدراس سے ہو۔ (محمد علی)

انتقال پر ملال

یہ خبر نہایت رنج ... سے سنی جائے گی کہ منشی محمد سلطان صاحب ... گلی ... اللہ ... ہو گئے ہیں۔ منشی صاحب موصوف نہایت ... اور ... رکھنے والے بزرگ تھے۔ احباب ان کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر دعائے مغفرت کریں۔

نہایت ضروری ... قرآن مجید

انجمن حمایت اسلام لاہور نے ایک رقم خطیر صرف ... اور نہایت ... سے قرآن کریم کا نسخہ شائع کیا ہے۔ اس محنت اور جانفشانی پر ہم انجمن کو مبارکباد دیتے ہیں۔ عام طور پر بازاروں میں جو قرآن شریف فروخت ہو رہے ہیں ارزاں ہونے کی وجہ سے کتب فروش ان کی صحت کا چنداں خیال نہیں رکھتے۔ حال ہی میں بھائی ... سنگھ کتب فروش ... ریلوے روڈ لاہور نے شائع کردہ قرآن شریف میں ایک نہایت فحش غلطی ... کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی بجائے انی جاعل فی الارض خبیثہ چھاپ دیا گیا ہے دنیا کی کوئی بھی مذہبی کتاب ایسی نہیں کہ جس کے شائع کرنے کا اہتمام خود کتاب والوں کے ہاتھ میں نہیں مسلمانوں کی غفلت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان کا قرآن خواہ جنگلی ل چھاپے یا سنت سنگھ ان کو ارزانی سے واسطہ ہے مسلمان خریدنے کو تیار رہتے ہیں مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ لوگ کس طرح قرآن کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ اس کا علاج صرف ایک ہے کہ کوئی

حضرت مسیح موعود اور مسئلہ ناری و ناجی

اور

تکفیر مسلمین

(از حبیب الرحمان خان صاحب مسلم مشنری جمشید پور)

کچھ دن ہوئے کہ رسالہ "نگار" اور "دی لائٹ" ہفتہ وار لاہور میں مسئلہ ناری و ناجی پر مختلف مولویوں کے فتوے شائع ہوئے تھے۔ اسی موضوع پر گذشتہ ماہ کلکتہ میں میری مخالف دوستوں سے گفتگو ہوئی۔ حضرت مسیح موعود کا مندرجہ ذیل حوالہ حقیقت الوحی سے شائع کیا جاتا ہے جو ہر دو مسائل یعنی تکفیر اہل قبلہ اور مسئلہ ناری و ناجی سے خاص طور پر تعلق رکھتا ہے۔ امید ہے کہ قادیانی حضرات اس حوالہ کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ کیونکہ جس حقیقت الوحی کو ان لوگوں نے اپنے لئے ڈھال بنا رکھا ہے۔ وہی ان کے خلاف تلوار کا کام دے رہی ہے۔ ہم خداوند کریم سے دعا کرتے ہیں کہ خدا ان بھٹکے ہوئے بھائیوں کو راہ ہدایت پر لائے۔ آمین۔ حقیقت الوحی صفحہ ۱۱۳۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو لوگ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں کہ بغیر اس کے کہ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے صرف توحید کے اقرار سے اس کی نجات ہو جائے گی ایسے لوگ پوشیدہ مرتد ہیں اور درحقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں اور اپنے لئے ارتداد کی ایک راہ نکالتے ہیں ان کی حمایت کرنا کسی دیندار کا کام نہیں۔ افسوس کہ ہمارے مخالف باوجود مولوی اور اہل علم کہلانے کے ان لوگوں کی ایسی حرکات سے خوش ہوتے ہیں۔ دراصل یہ بیچارے ہمیشہ اسی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی سبب ایسا پیدا ہو جائے کہ جس سے میری ذات اور اہانت ہو مگر اپنی بدقسمتی سے آخر نامراد ہی رہتے ہیں۔ پہلے ان لوگوں سے مہر سے ہم پر کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ اور قریباً دو سو مولویوں نے اس پر مہریں لگائیں۔ اور ہمیں کافر ٹھہرایا گیا۔ اور ان فتووں میں یہاں تک تشدد کیا گیا کہ بعض علماء نے یہ بھی لکھا کہ یہ لوگ کفر میں یہود اور نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ اور عام طور پر یہ فتویٰ بھی دئے کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنا چاہئے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ سلام اور مصافحہ نہیں کرنا چاہئے۔ اور ان کے پیچھے نماز درست نہیں۔ کافر جو ہوئے۔ بلکہ چاہئے کہ یہ لوگ مساجد میں داخل نہ ہونے پاویں کیونکہ کافر ہیں مسجدیں ان سے پلید ہو جاتی ہیں۔ اور اگر داخل ہو جائیں تو مسجد کو دھو ڈالنا چاہئے۔ اور ان کا مال چرانا درست ہے۔ اور یہ لوگ واجب القتل ہیں کیونکہ مہدی خونی کے آنے سے انکاری اور جہاد سے منکر ہیں۔ مگر باوجود ان فتووں کے ہمارا کیا بگاڑا۔ جن دنوں میں یہ فتویٰ ملک میں شائع کیا گیا ان دنوں دس آدمی بھی میری بیعت میں نہ تھے۔ مگر آج خدا کے فضل سے تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ اور حق کے طالب بڑے زور سے اس جماعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ کیا مومنوں کے مقابل پر کافروں کی مدد خدا ایسی ہی کیا کرتا ہے پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں۔ اور نادان لوگ ہم سے ایسے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرائیں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگا دیں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اس خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کس قدر دل آزار ہے۔ ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے؟ اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعے سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمانوں کو کافر کہے تو کفر الٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب انہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے۔ غرض ان لوگوں نے چند روز تک اس جھوٹی خوشی سے اپنا دل خوش کر لیا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور پھر جب وہ خوشی باسی ہو گئی اور خدا نے ہماری جماعت کو تمام ملک میں پھیلا دیا تو پھر کسی اور منصوبے کی تلاش میں لگے"

عبارت مندرجہ بالا میں حضرت صاحب نے بڑے دعوے کے ساتھ مخالفین کو چیلنج دیا ہے کہ وہ کوئی ایسی تحریر پیش کریں کہ جس میں یہ ذکر ہو کہ چونکہ میں نبی ہوں اس لئے تم میری نبوت کا انکار کر کے کافر ہو گئے ہو بلکہ جس طرح شریعت کے اس مشہور مسئلہ کی بنا پر کہ ایک مسلمان کو کافر کہنے سے کفر قائل پر لوٹ آتا ہے۔ جو مولوی صاحبان کا اپنا عقیدہ اور مسئلہ تھا اس کی بنا پر بطور الزام مکفرین کو کافر کہنا اپنا حق بتایا ہے اگر فی الواقع ایسی صورت ہوتی کہ جو محمودی صاحبان آج قرار دے رہے ہیں تو حضرت صاحب کو لوگوں کے اعتراض کا جواب یہ دینا چاہئے تھا کہ چونکہ میں نبی اور مامور ہوں اس لئے میرا منکر کافر ہے۔ لیکن اس کو حضرت صاحب جھوٹ خیانت بہتان اور تہمت قرار دیتے ہیں افسوس ہے کہ محمودی صاحبان خود حضرت صاحب پر اس جھوٹ۔ خیانت۔ بہتان اور تہمت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

(پہلے کالم کا بقیہ)

مسلمان ان جنگلی لالاؤں کا شائع کردہ قرآن شریف نہ خریدے بلکہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس کا امتناع قانوناً کر دیا جائے کہ یہ لوگ قرآن شریف کو نہ چھاپ سکیں۔ انجمن حمایت اسلام کی یہ کوشش قابل مبارکباد ہے کہ انہوں نے ایک نہایت مفید کام کیا ہے۔ کاغذ اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں قسم کا لگایا گیا ہے قیمتیں بھی محنت کے لحاظ سے واجبی ہیں۔ سکرٹری صاحب تالیف طبع کمیٹی انجمن حمایت اسلام لاہور کو آرڈر بھیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ جون ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۶

حضرت مسیح موعود کی صداقت واقعات سے

(از جناب شیخ محمد انعام الحق ہوشیارپوری)

عقائد و دلائل

عقائد کی مخالفت اور دلائل کی تردید کی جا سکتی ہے۔ لیکن آنکھوں کے سامنے ہونے والے واقعات سے کوئی صحیح الدماغ انسان انکار نہیں کرسکتا۔ صحیح دلائل بے شک اپنے اندر بڑی طاقت رکھتے ہیں۔ مگر واقعات و اعمال کی بے پناہ قوت کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ دنیا کی تاریخ اس بات کی گواہی دے سکتی ہے کہ کم از کم جہاں تک مذہب کا تعلق ہے دلائل و براہین اس وقت تک عوام کے قبول صداقت کا باعث نہیں بن سکے جب تک واقعات نے ان کی تائید نہیں کی۔ جن اصحاب نے انسانی فطرت کا ذرا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے انہیں اس امر کے تسلیم کر لینے میں تامل نہ ہوگا کہ بعض منطقی طبائع سے قطع نظر کرکے دلائل کے ذریعہ سے لوگ خاموش اور لاجواب ہو سکتے ہیں۔ ان میں تحقیق و مطالعہ کا شوق بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ مضطرب دلوں اور تشنہ روحوں کو یقین و اطمینان کی آب حیات نہیں بخش سکتے۔ خدا نے یہ طاقت محض واقعات کے اندر رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا نے ہمیشہ کسی مذہبی داعی کی صداقت و کذب، کامیابی اور ناکامی کا اندازہ سب سے اول اس کے اعمال و واقعات زندگی سے لگایا ہے اقوال و دلائل کو ہمیشہ دوسرے درجہ پر رکھا ہے۔

حضرت نبی کریمؐ کی مبارک زندگی

دنیا کے سب سے بڑے انسان سچوں اور پاکوں کے سردار حضرت نبی کریمؐ کی مبارک زندگی آپ کے سامنے ہے کیا کوئی شخص اس سے انکار کرسکتا ہے کہ دلائل سے کہیں زیادہ حضورؐ کی بے داغ جوانی، دیانت، رحم، حلم، محبت، صبر، استقلال عفو و کرم، بہادری، اور معجزات لوگوں کے رشد و ہدایت کا باعث ہوئے۔ یہ واقعات کی طاقت ہی کا کرشمہ ہے کہ حضورؐ کے اشد ترین مخالفین بھی جب دیکھتے ہیں کہ ایک امّی یتیم لڑکا چند سال میں سارے ملک عرب کو فتح کر لیتا ہے بلکہ ان کے دلوں کا بھی فاتح بن جاتا ہے۔ اور اپنے گمراہ، جاہل، ذلیل، بدیوں اور ضلالتوں میں لتھڑے ہوئے متبعین کو ایک عرصۂ قلیل میں بااخلاق و باعزت انسان بنا دیتا ہے۔ تو ان کو اس نبی برحق کی صداقت تسلیم کر لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔ مغربی مصنفین نے مخالفانہ مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت پر بیسیوں کتابیں لکھیں انہیں سے اشد ترین مخالفین نے بھی کہیں نہ کہیں دبی زبان سے حضورؐ کی عظمت و صداقت کا اقرار کر ہی لیا ہے۔ کیا دلائل سے بھی ایسا ہونا ممکن ہے؟

اس زمانہ میں بھی اللہ کا ایک مامور و حضرت مسیح موعود آیا اس لئے دین کی خدمت اور تجدید کی۔ خدا نے ہمیں اس کے پہچاننے اور اس کی قایم کردہ جماعت میں شامل ہونے کی توفیق و سعادت بخشی۔ دیگر فرائض کے علاوہ ہمارا ایک اہم فرض یہ بھی ہے کہ ہم دنیا پر اس مامور کی صداقت ظاہر کریں اور لوگوں کو اس کی قایم کردہ جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دیں۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس دلائل و براہین کا ایک انبار موجود ہے۔ ہم قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بے شمار پیشگوئیاں پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہ تمام چیزیں اس وقت تک کوئی خاطر خواہ نتیجہ مرتب نہیں کر سکتیں جب تک ہم اس مجدد اعظم کی مبارک زندگی لوگوں کے سامنے پیش نہیں کرتے۔ جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ پر ایک نظر ڈالنے کے بعد آپ اس حقیقت سے انکار نہ کر سکیں گے کہ جماعت میں شامل ہونے والوں کے لئے اس مجدد کا پاک وجود اور اس کے شاندار کارنامے دلائل سے زیادہ سبب کشش ثابت ہوئے ہیں۔

بزرگان جماعت کا ایک فرض

فطرت انسانی کے اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس مضمون میں ہر ایک سمجھدار اور انصاف پسند اور متلاشی حق شخص کو غور و فکر کی دعوت دینے کے بعد حضرت مسیح موعود کی زندگی کے چند پہلوؤں کو پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔ اس وقت خدا کے فضل سے ایسے بزرگ موجود ہیں جن کو حضرت صاحب کی خدمت میں برسوں حاضر رہنے کا شرف حاصل ہے۔ اور آپ کی زندگی کی جزئیات تک سے واقف ہیں۔ اگر یہ اصحاب حضرت صاحب کے تمام واقعات زندگی کو ضبط تحریر میں لے آئیں اور ان کو کتابی طریق پر لوگوں کے سامنے پیش کریں تو جماعت کی ترقی کی ایک نئی راہ کھل سکتی ہے۔ اس مضمون کا ایک مقصد ان بزرگوں کو توجہ دلانا بھی ہے۔ آئندہ نسل اس ضروری کام کو کماحقہ سرانجام نہ دے سکے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ

حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ مامور من اللہ ہونے کا تھا۔ اگر واقعات اس دعوے کی صحت کی گواہی دیں تو پھر ہمارا دعوت و تبلیغ کا فرض بہت بڑی حد تک پورا ہو جاتا ہے۔ اور نتیجہ دوسرے کے قبول حق کی صلاحیت سمجھ اور انصاف پر رہ جاتا ہے۔ اس بات سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جس زمانہ میں یہ مجدد پیدا ہوا اس وقت عالم اسلامی کی پراگندگی اور دین اسلام کی بیکسی کی انتہا ہو چکی تھی اس کی تشریح لاحاصل اور غیر ضروری ہے۔ اس لئے ہم اس سے قطع نظر کرتے ہیں۔ ان حالات میں دین کی نصرت و تجدید کے لئے کسی مامور من اللہ کا ظاہر ہونا لازمی تھا۔ اس ضرورت کے وقت حضرت نے مجدد اور مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حالات نے کہاں تک ان کی مخالفت کی اور وہ اپنے دعوے اور مقاصد میں کامیاب ہوئے یا ناکام رہے؟

حضرت صاحب کی ابتدائی زندگی

یہ مشہور بات ہے کہ حضرت صاحب ضلع گورداسپور کے ایک چھوٹے سے گاؤں قادیان میں پیدا ہوئے۔ جو اس زمانہ میں غیر معروف اور بیرونی دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ وہاں علوم و فنون کے چرچے تھے نہ دنیا کی عام خبروں کی رسائی تھی ریل کا جاری ہونا تو ابھی تک کل کی بات ہے۔ حضرت صاحب سے پہلے وہاں شہروں کے رہنے والوں کا گزر بھی بمشکل ہوتا ہوگا قادیان اور اس کے نواح کے باشندوں کو دینی و قومی ضروریات و امور سے کوئی دلچسپی اور واقفیت نہ تھی۔ جس طرح عرب کا ملک رسول کریم صلعم کے زمانہ میں مہذب دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھا اسی طرح یہ غیر معروف گاؤں بھی علوم و فنون کے تمام مراکز سے علیحدہ تھا حضرت صاحب ان حالات میں ایسی جگہ پیدا ہوئے۔ بچپن میں رسمی تعلیم کے علاوہ کسی بہت بڑے صاحب علم کے سامنے زانوے ادب طے کیا نہ کسی صاحب تدبر سیاست دان کی صحبت میسر آئی۔ اپنا مقدس مشن شروع کرنے سے پیشتر کسی دور دراز مقام پر جانے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔ اگر کبھی قادیان سے باہر گئے بھی تو خانگی ضروریات اور مجبوریوں کی وجہ سے۔ اور وہاں جاکر بھی کوئی قابل ذکر علمی اور مذہبی صحبت نہ ملی۔ گویا جس طرح حضرت نبی کریمؐ کی پہلی زندگی بالکل تنہائی اور علیحدگی میں گزری تھی قریب اسی طرح محمدؐ کے اس غلام اور چودھویں صدی کے مجدد نے بھی یہ ایام اپنے آقا کی طرح بسر کئے۔ اگر وہاں غار حرا کی تنہائیاں تھیں تو یہاں گاؤں کی معمولی مسجد کے گوشے کی خلوتیں۔ ہم بیان کر چکے ہیں اور حضرت صاحب کے اشد ترین مخالفین بھی اس کی گواہی دے سکتے ہیں کہ آپ کے گاؤں کی فضا ان ایام میں بالکل غیر علمی تھی لوگوں میں دینی و قومی احساس بالکل نہ تھا۔ چونکہ حضرت صاحب کا خاندان زمانہ قدیم سے صاحب جائداد چلا آتا تھا اور وہ اس کو قادیان

اور اس کے نواح میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اس لئے آپ کے رشتہ داروں میں خاندانی وجاہت کا ایسا خیال بھی موجود تھا جسے غرور کہا جا سکتا ہے۔ جس طرح آقاؐ نے زمانۂ جاہلیت کے عرب کی اخلاق سوز اور ذلت پرور فضاؤں میں ایک با اخلاق اور پاک جوانی بسر کر کے لوگوں کے دلوں پر اپنی شرافت و دیانت کا سکہ بٹھایا تھا اسی طرح آپؐ کے خادم مسیح موعود نے بھی ان حالات میں جبکہ آپ کے چاروں طرف دنیا داری کے جھمیلے اور اخلاقی پستی کے مناظر تھے۔ ایک با خدا اور زاہد انسان کی طرح دن گزارے۔ آپ کے زمانۂ شباب کو دیکھنے والے مخالفین بھی اس وقت تک زندہ موجود ہیں۔ لیکن کوئی آپ کے کیرکٹر اور شرافت کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔ خیال رہے قادیان ایسے چھوٹے سے گاؤں میں کسی شخص کا کوئی فعل پوشیدہ نہیں رہ سکتا خاصکر ایسی حالت میں جبکہ مخالفین اس کے ہر ایک فعل پر نظر احتساب رکھتے ہوں۔ قادیان کے ہر ایک دوست دشمن کو اقرار ہے کہ آپ عبادت گزار تھے۔ لڑکپن سے ہی اپنا زیادہ وقت مسجد میں یا اپنے کمرے کی علیحدگی میں بسر کرتے تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے رشتہ داروں کے مجبور کرنے کے باوجود اپنے اشد ترین مخالفین کے مقابلہ پر بھی آپ نے کبھی جھوٹی گواہی نہ دی۔ بڑے بڑے فائدوں اور خطروں کے خوف کی موجودگی میں بھی ہمیشہ کلمۂ حق ہی کہا۔ ایسا شخص ایک دعوے کرتا ہے اس دعوے پر مرتے دم تک قائم رہتا ہے۔ وہ شخص جس کی ضمیر اس کو اپنے اشد ترین مخالف کے مقابلہ میں بھی غلط بیانی کی اجازت نہیں دیتی۔ کیا وہ قسمیں کھا کر غلط دعوے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں مامور من اللہ ہوں اور خدا مجھ سے کلام کرتا ہے۔ یہ شخص کوئی لا[illegible] یا دہریہ نہیں ہے۔ بلکہ خدا پرست اور عبادت گزار ہے۔ اس نے اپنے عہد طفلی کے بےفکری کے دن اور شباب کا رنگین زمانہ نمازوں، قرآن کریم کی تلاوت اور خلق خدا کی خدمت میں بسر کیا ہے۔ کوئی اس کے دامن اخلاق پر ایک دھبہ بھی نہیں دکھلا سکتا۔ یہ شخص نہ محض دعوے کرتا ہے بلکہ ایک شاندار اور مشکل مقصد کو سامنے رکھ کر نہایت ہی بے سروسامانی کی حالت میں اپنا کام شروع کرتا ہے۔ اور اس میں پورے طور پر کامیاب ہوتا ہے۔

ذرا غور کیجئے

اس سے بھی تھوڑی دیر قطع نظر کر کے غور کیجئے کہ ایک معمولی گاؤں میں پیدا ہونے اور غیر علمی، اور دینی و قومی احساس سے خالی فضا میں پرورش پانے والا شخص اپنے سامنے ایسا شاندار مقصد رکھ سکتا ہے؟ اور باوجود اشد ترین مخالفت اور ناموافقت حالات کے اس کی کامیابی کی تدبیر بھی نکال سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے کیا۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا کے بہت سے بڑے بڑے آدمی دیہات میں پیدا ہوئے۔ لیکن انہوں نے اپنی تربیت و تجربہ کی بیشتر منزلیں ہمیشہ بڑے بڑے شہروں اور علوم و فنون کے مراکز میں طے کی ہیں۔ اگر یہ بات ان کو میسر نہ آتی تو آج تاریخ کے صفحات پر ان کا نام ہرگز موجود نہ ہوتا۔

حضرت مسیح موعود کے عدیم النظیر کارنامے

حضرت مسیح موعود کو دیکھئے جہاں تک تحصیل علم و تجربہ کا تعلق ہے آپ کبھی زیادہ عرصہ کے لئے قادیان سے علیحدہ نہ ہوئے [illegible] سید جمال الدین افغانی، مصطفیٰ کمال پاشا

اور سوامی دیانند وغیرہ چھوٹے چھوٹے دیہات ہی میں پیدا ہوئے مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملا جمال الدین افغانی کو اپنے فاضل باپ کی تربیت۔ کابل کے بہترین عالموں کی تعلیم اور مختلف ممالک کی سیاحت و اقامت میسر نہ آتی تو وہ اتحاد اسلامی کے لئے کچھ کر سکتے تھے؟ مصطفےٰ کمال پاشا کو بھی قسطنطنیہ کے فوجی کالج کی تعلیم گوناگوں تجربوں اور اپنے صاحب علم و فن دوستوں کی رفاقت کے بغیر یہ رتبہ ہرگز حاصل نہ ہوتا۔ سوامی دیانند اگر اپنے گاؤں سے بھاگ کر متھرا کی پاٹھ شالاؤں میں اپنی عمر عزیز کا کافی حصہ بسر نہ کرتے تو آج ہندو دنیا میں ان کا کوئی نام لیوا دکھائی دیتا اس کے برعکس حضرت مسیح موعود نے گاؤں کی مسجد کے گوشے اور اپنے حجرے کی تنہائیوں میں رہ کر دنیا کو دنگ کر دیا۔ انہوں نے دنیاوی تعلیم و تربیت اور تجربہ کے بغیر ہی مخالفین اسلام کو مسکت جواب دیئے۔ طالبین حق کے شکوک رفع کئے۔ قرآن و حدیث اور دیگر علوم دینیہ کی بے نظیر خدمت کی۔ براہین احمدیہ ایسی عظیم الشان اور معرکۃ الآرا کتابیں لکھیں۔ قادیان میں بیٹھ کر تمام ہندوستان اور ممالک اسلامیہ کے فاضلوں کو مقابلہ کے لئے للکارا لیکن کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ غور کیجئے اگر کوئی غیبی طاقت ان کے ساتھ نہ تھی اور خدا وحی و الہام کے ذریعے سے ان کی رہنمائی نہ کرتا تھا تو پھر یہ سب کچھ کس طرح ظہور میں آ گیا۔ اگر خاکم بدہن حضرت صاحب کا دعوےٰ صداقت سے خالی تھا تو کامیاب و با مراد ہونے کے بجائے نامراد رہنا چاہیئے تھا۔ کیا اللہ کے مامورین کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے بھی ان حالات میں رہ کر ایسی شاندار کامیابی حاصل کی ہے؟

آپ کی بے نظیر کامیابی

جھوٹا دعوےٰ کر لینا آسان ہے لیکن اس کی مقبولیت و کامیابی پر پورا پورا یقین رکھنا ناممکن ہے۔ حضرت مسیح موعود نے بالکل بے سروسامانی کی حالت میں دعویٰ کیا۔ اس کے ساتھ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ اپنے مشن کی کامیابی کی پیشگوئی کی چند سال ہی میں دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ پیشگوئی اپنی پوری شان سے پوری ہوئی۔ دعوے کے اعلان کے ساتھ ہی علما میں ایک طوفان مخالفت برپا ہو گیا۔ انہوں نے ہر ممکن طریق پر حکام و عوام کو بھڑکایا چاروں طرف سے شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ قادیان کے بہت سے ہندو اور مسلمان جانی دشمن ہو گئے۔ بڑے بڑے علما نے کفر کے فتوے دیئے۔ غیر مسلموں نے بھی مسلمانوں کو آپ کی مخالفت پر اکسایا۔ خود بھی نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ایسی حالت میں ایک کاذب شخص ہرگز ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ لیکن حضرت مسیح موعود اس خوفناک طوفان میں ایک مامور کی طرح ثابت قدمی سے ڈٹے رہے۔ اپنی کامیابی کی زور سے پیشگوئی کی اور اپنے کام کو پوری طاقت۔ اور عدیم النظیر ہمت و استقلال سے جاری رکھا۔ ہر مشکل کے وقت جبکہ دنیوی اسباب جواب دے جاتے ہیں اور انسان بالکل مایوس ہو جاتا ہے یہ شخص اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔ اور اس کے بعد مطمئن اور بےفکر نظر آتا ہے ہم ہر ایک انصاف پسند اور سعید الفطرت انسان سے سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ طرز عمل کاذبوں کا ہوا کرتا ہے؟

پیشگوئیاں

علاوہ ازیں یہ شخص اپنی صداقت کے نشان کے طور پر بہت سی پیشگوئیاں کرتا ہے۔ جو تمام یکے بعد دیگرے پوری ہوتی ہیں ان پیشگوئیوں کے سلسلے میں بعض ایسے واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے جن کا پیشگوئی کی شرائط کے اور حالات کے ماتحت انجام پانا انسانی طاقت سے باہر تھا۔ لیکھرام کے واقعۂ قتل ہی کو لے لیجئے۔ ایک طرف حکام اور زبردست قوم اس مقتول کی پشت پر ہے۔ ادھر یہ حالت کہ اپنے گاؤں کے لوگ اور رشتہ دار بھی مخالف ہو رہے ہیں۔ دن اور تاریخ کے تعین کے ساتھ پیشگوئی کی جاتی ہے لیکھرام کے گھر پر سرکاری اور ہندوؤں کا زبردست پہرہ ہے باوجود اس کے وہ عین وقت پر قتل ہوتا ہے اور انتہائی کوشش کے باوجود قاتل کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ کہنے کو بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں لیکن کیا کوئی اس قسم کا دوسرا واقعہ پیش کر سکتا ہے جو غیبی طاقت کی امداد کے بغیر ظہور پذیر ہوا ہو۔ اس قتل کے سلسلے میں حضرت صاحب کے گھر کی تلاشی بھی ہوئی۔ آپ کامل اطمینان سے گھر کی ہر ایک چیز پولیس کو دکھلاتے ہیں۔ مطلق کسی پریشانی کا اظہار نہیں ہوتا۔ کیا ایک کاذب اور مکار کو ان حالات میں یہ اطمینان حاصل ہو سکتا ہے؟

نصرت الٰہی

دعوے کے بعد باوجود انتہائی اور عالمگیر مخالفت کے اس مامور من اللہ کی نصرت کے سامان جمع ہونے شروع ہو گئے۔ دین کے خادموں کی ایک مخلص اور جاں نثار جماعت گھر بار چھوڑ کر اس کے گرد جمع ہو گئی۔ قادیان کی فضا میں قال اللہ و قال الرسول کی کفر سوز و ایمان پرور صدائیں پیہم گونجنے لگیں یہ معمولی بستی اپنے خراب راستے اور غیر مناسب محل وقوع کے باوجود طالبین حق و خادمین دین کا مسکن اور زیارت گاہ بن گئی۔ علما نے حضرت مسیح موعود کی آواز کو دبانا چاہا لیکن آپ کی ہر ایک صدا رہ رہ کر اٹھی اور دب دب کر گونجی۔ ان صداؤں نے جہاں سعید الفطرت لوگوں کو اپنی طرف کھینچا وہاں مخالفین کو دہلا دیا۔ علمائے سُو میں ایک کھلبلی مچ گئی۔ آریہ سماج سناٹے میں آ گیا۔ عیسائیت کی تو گویا بنیادیں ہل گئیں۔ سب سے زیادہ یہ کہ حضرت مسیح موعود نے ایسے آدمی پیدا کئے جو عہد سعادت کی یاد کو تازہ کرنے والے تھے۔ آپ کے زمانہ میں احمدیوں کی انتہائی مخالفت کی جاتی تھی اکثر مقامات پر ان کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ جہاں کہیں کسی احمدی کا گزر ہوتا وہاں "مرزائی۔ مرزائی۔ کافر۔ کافر" کی دلخراش اور طعن آمیز آوازوں کے ساتھ لوگوں کی انگلیاں اٹھ جاتی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی تمام کو اقرار تھا کہ مرزائی عبادت گزار اور با اخلاق ہوتے ہیں۔ کیا ایسی با خدا اور نیک جماعت کا پیدا کر دینا ایک کاذب کا کام ہو سکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود اور ان کے غلاموں نے جو خدمت اسلام کی ہے اور کر رہے ہیں اس کا اقرار سمجھدار اور انصاف پسند مسلمانوں کے علاوہ باخبر غیر مسلموں کو بھی ہے۔ آریہ سماج کے اکثر متعدد لیڈروں اور پادری زویمر ایسے پادریوں کی آرا سب کے سامنے ہیں۔

ایک سوال

اس مضمون کو ختم کرنے سے پیشتر ہم واقعات کی صحت کی کامل ذمہ داری لیتے ہوئے ایک بار پھر سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سب کچھ ایک کاذب شخص سے ممکن ہے؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو پھر ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود مامور من اللہ تھے ان کو ماننا اور ان کی قائم کردہ جماعت میں شامل ہونا ہر ایک شخص کا فرض ہے۔ خدا سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔ ثم آمین۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل قاطعہ

ولادت و وفات مسیح پر

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن)

حق کا مزہ یہی ہے کہ روز بروز اس کی تائید میں نئے سے نئے دلائل نکلتے چلے آتے ہیں۔ ولادت مسیح اور وفات مسیح پر بڑے بڑے معرکۃ الآرا مباحث ہوئے اور اہل باطل نے باطل کی حمایت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن جہاں انگلی رکھی وہیں سے حق کا چشمہ پھوٹ نکلا۔ ایک نئی مزہ کی بات سنو۔ مسیح کے بن باپ ہونے اور آسمان پر زندہ موجود ہونے پر ایک صاحب احمد نامی نے جو میرٹھ کے رہنے والے ہیں۔ ۱۰ر مئی ۱۹۳۷ء کے عیسائی اخبار ایپی فینی میں ایک مضمون چھپوایا ہے جس میں تفسیر الخازن جلد اول صفحہ ۲۰۶ سے نجران کے پادریوں اور آنحضرت صلعم کے مباحثہ کو نقل کیا ہے اور اپنے زعم میں اس سے مسیح کی ولادت بن باپ اور مسیح کے زندہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو عیسائی ظاہر نہیں کرتے۔ لیکن اگر عیسائی نہیں ہیں تو انہیں ایپی فینی عیسائیوں کے پرچہ کے سوا کوئی اسلامی پرچہ کیوں نہ اپنے ان عقائد کی اشاعت کے لئے مل سکا۔ یا شاید ان کی فطرت ہی نے انہیں ہدایت کی کہ یہ عقائد جن کے وہ حامی ہیں اسی قابل ہیں کہ عیسائی پرچہ میں شائع کئے جائیں۔ کیونکہ عیسویت کی تائید میں ہیں۔

جو کچھ مسٹر احمد صاحب نے نقل کیا ہے مجھے تعجب آتا ہے کہ انہوں نے اپنے عقائد کی تائید میں نقل کیا ہے یا تردید میں کیونکہ آنحضرت صلعم کے الفاظ تو ایسے صاف ہیں کہ ان سے صریح طور پر مسیح کی ولادت با باپ ثابت ہوتی ہے اور مسیح کی وفات پر مہر لگ جاتی ہے۔ میں وہ الفاظ نقل کئے دیتا ہوں۔ نجران کے پادری حضرت عیسےٰ کے خدا کا بیٹا ہونے پر دو دلیلیں دیتے ہیں (۱) ایک تو ان کا بن باپ پیدا ہونا۔ اور (۲) دوسرے ان کا زندہ آسمان پر موجود ہونا۔

ولادت مسیح پر بحث

پہلے ولادت مسیح پر بحث سنو۔

نجران کے پادری:۔ عیسٰی ان لم یکن ولد اللہ فمن ابوہ۔ یعنی عیسےٰ اگر خدا کا بیٹا نہیں تو اس کا باپ کون ہے؟

آنحضرت صلعم:۔ الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا و ہو یشبہ اباہ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی بچہ نہیں ہوتا مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے۔

مسٹر احمد اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر مسیح کا کوئی باپ تھا تو آنحضرت صلعم صاف فرما دیتے کہ یوسف یا فلاں آدمی اس کا باپ تھا۔ مگر میں مسٹر احمد کی خدمت میں عرض کروں گا کہ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست۔

نجران کے پادری آنحضرت صلعم سے پہیلی تو نہیں بجھوا رہے تھے کہ بوجھو مسیح کا باپ کون تھا۔ اور آنحضرت صلعم بوجھ دیتے کہ فلاں تھا۔ وہ ایک اصول پیش کر رہے ہیں کہ ہر ایک انسان کا باپ ہوتا ہے۔ مسیح کا چونکہ کوئی باپ نہیں اس لئے اس کا باپ خدا ہے۔ آنحضرت صلعم اگر یوسف کا نام لیتے تو بیفائدہ تھا۔ کیونکہ وہ یوسف کو تو پہلے ہی حضرت مریم کا شوہر مانتے تھے

ان کا مسیح کو بن باپ کہنا اس عقیدہ کی وجہ سے تھا جو ان میں آفتاب پرستوں کی تقلید سے پیدا ہو گیا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ مریم کو بغیر مقاربت اپنے شوہر کے حمل ہوا۔ اور اس طرح حضرت مسیح کی ولادت بن باپ قرار دے کر ان کا باپ خدا قرار دیتے تھے۔ آنحضرت صلعم کا جواب بھی اصولی ہونا چاہیئے تھا۔ اور یہی آپ نے کیا۔ پادریوں نے اصول قائم کیا تھا کہ ایک انسان کا کوئی نہ کوئی باپ ہونا چاہیئے پس مسیح کا بھی کوئی باپ ہونا چاہیئے۔ آنحضرت صلعم نے اس اصول کا انکار نہیں کیا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارا یہ اصول غلط ہے خدا کو طاقت ہے کہ وہ بن باپ بھی بچہ پیدا کرتا ہے یا کر سکتا ہے۔ آپ نے اصول کا ہی تسلیم کیا ہاں اس حقیقت کے ساتھ ایک دوسری حقیقت ایسی پیش کی کہ جس سے ان کا منہ بند ہو گیا اور وہ یہ کہ بیشک ہر ایک بچہ کا باپ ہوتا ہے۔ لیکن بچہ اپنی جنس میں ہمیشہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے۔ ہمیں کسی بچہ کو دیکھ کر نہایت آسانی سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اس کا باپ کون تھا۔ اگر بچہ ہاتھی ہے تو اس کا باپ ہاتھی ہو گا۔ اگر بچہ فرشتہ ہے تو اس کا باپ فرشتہ ہو گا۔ بچہ خدا ہے تو اس کا باپ خدا ہو گا۔ بچہ انسان ہے تو اس کا باپ انسان ہو گا۔ پس مسیح جب پیدا ہوئے تھے تو اگر وہ انسان تھے تو ضرور ہے کہ ان کا باپ کوئی انسان ہو۔ انسان کا باپ خدا نہیں ہو سکتا۔ انسان ہی ہو گا۔

ذرا غور کرو۔ آنحضرت صلعم پادریوں کے اس اصول کا انکار نہیں کرتے کہ ہر ایک بچہ کا کوئی باپ ہونا چاہیئے۔ آپ اس اصول کو تسلیم کر کے ایسی پر حکمت بات پیش کرتے ہیں جس کا جواب کوئی نہیں۔ فرماتے ہیں ہمیں مسیح کا باپ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ بچہ کو دیکھ لو۔ اگر بچہ انسان ہے تو لازمی بات ہے کہ اس کا باپ بھی کوئی انسان ہو۔ بس بحث ختم ہے۔ مسیح انسان تھا تو اس کا باپ بھی کوئی انسان تھا خدا نہ تھا۔ میں کہتا ہوں اس سے صاف اور اس سے بڑھ کر مضبوط دلیل ممکن نہیں۔ کیا اس حدیث کا صاف مطلب یہ نہیں کہ مسیح کا باپ ضرور کوئی تھا اور وہ انسان تھا۔ کیا بن باپ ولادت کی کوئی جھلک اس حدیث میں نظر آتی ہے۔ یا یہ بن باپ ولادت کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دیتی ہے۔ کہاں ہیں مسٹر احمد؟ جنہوں نے یکے بر سر شاخ و بن می برید کے مصداق بن کر اپنے عقیدہ پر خود ہی تبر چلا دیا اور پتہ نہ لگا۔

وفات مسیح پر بحث

اب وفات مسیح پر آنحضرت صلعم کا فیصلہ سنو۔ پادریوں کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

الستم تعلمون ان اللہ تعالیٰ حی لا یموت و عیسٰی یموت

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ مرتا نہیں۔ اور عیسٰی مر جاتا ہے۔ مسٹر احمد اس کے یوں معنے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے مریگا نہیں اور عیسٰی مریگا۔ وہ "یموت" کے معنے مریگا کرتے ہیں۔ گویا ان کی منطق میں جو باتیں ابھی ظہور میں نہیں آئیں۔ اور وہ فریق ثانی کے نزدیک مسلم بھی نہ ہو۔ ان کو بھی ہم استدلال کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ عیسےٰ مرے گا یا نہیں مرے گا یہ ابھی مستقبل کے

پردہ میں نہاں ہیں۔ کوئی عقلمند ایسے واقعہ کو جو ابھی ظہور میں ہی نہیں آیا۔ بطور حجت فریق مخالف کے سامنے پیش نہیں کر سکتا۔ مگر مسٹر احمد اپنی بات کی پچ میں اس قسم کا استدلال ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے ہمارے دلوں کو دکھاتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ یموت مضارع ہے۔ اگر اس کے مستقبل کے معنے ہو سکتے ہیں تو حال کے معنے بھی ہو سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہاں قرینہ کس امر پر ہے۔ حال پر یا مستقبل پر۔ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ قرینہ حال پر ہے۔ کیونکہ یہاں خدا کے زندہ ہونے اور اس پر اور اس پر موت وارد نہ ہونے کو خدا کی صفت مخصوصہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور خدا کی خدائی پر اس سے دلیل پکڑی ہے یعنی خدا کی یہ مخصوص صفت ہے کہ وہ زندہ ہے اور اس پر موت وارد نہیں ہوتی۔ اور عیسےٰ کی خدائی کا رد یوں کیا ہے۔ کہ جب خدا زندہ ہے اور اس پر موت وارد نہیں ہوتی تو جس پر موت وارد ہو جاتی ہے اور وہ زندہ نہیں ہے تو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ اگر مستقبل کے معنے لیں تو کلام مہمل اور غیر معقول ہو جاتا ہے۔ جب خدا بھی زندہ ہے اور مسیح بھی زندہ ہے۔ نہ خدا پر موت وارد ہوئی نہ مسیح پر موت وارد ہوئی تو مسیح کی خدائی تو قائم ہو گئی۔ رہا یہ کہنا کہ خدا نہیں مرے گا اور مسیح مرے گا۔ یہ دونوں جب ابھی وقوع میں نہیں آئے تو محض دعوے ہیں دلیل کوئی نہیں۔ جو باتیں ابھی مستقبل کے پردہ میں پنہاں ہیں انہیں بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ایک عقلمند یہ نتیجہ آسانی سے نکال سکتا ہے کہ جو سینکڑوں سال سے بغیر کسی تغیر کے آسمان پر زندہ بیٹھا ہے وہ خدا کی صفت خصوصی حی لا یموت سے متصف ہے۔ اس کی موت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی اور اگر عیسےٰ بغیر کسی تغیر کے سینکڑوں سال زندہ رہ کر بھی مر سکتا ہے۔ تو پھر نعوذ باللہ خدا بھی مر سکتا ہے۔ اور اگر یہ عدم تغیر اور الآن کما کان کی حالت اس بات پر دلیل ہے کہ خدا نہیں مرے گا تو پھر حضرت عیسےٰ کی بھی یہی حالت ہو تو صاف نتیجہ نکلیگا کہ وہ بھی نہیں مریں گے۔ پس جو شخص خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی ایسی غیر معقول بات آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کرتا ہے کہ آپ نے عیسےٰ کے مرنے کو جو مستقبل میں ہونے والی ایک بات تھی اور جو عیسائیوں کے نزدیک مسلم بھی نہ تھی بطور حجت عیسائیوں کے سامنے پیش کیا وہ نعوذ باللہ آپ کی ہتک کرتا ہے اور آپ پر افترا کرتا ہے اور آپ کا ارشاد مبارک اور ایسا مدلل اور معقول ہے کہ نجران کے پادریوں سے شروع کر کے آج چودھویں صدی تک کے پادریوں سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ اور نہ آگے کبھی بن پڑے گا۔ آپ نے بات بڑی پکی فرمائی وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ زندہ ہے وہ مرا نہیں کرتا۔ حالانکہ مسیح مر جاتا ہے۔ اور اس طرح اس کی موت سے اس کی خدائی پر موت وارد ہو جاتی ہے۔

اللہ اللہ! جو چیز چشمۂ نبوت سے نکلتی ہے کیا مختصر اور پر حکمت اور ماقل و دل ہوتی ہے۔ مسیح کی ولادت کو کیا دو لفظوں میں ختم کیا۔ اگر مسیح کی شکل انسانوں کی تھی تو ان کا باپ بھی کوئی انسان ضرور ہو گا۔ کیونکہ بیٹا باپ سے مشابہ ہوتا ہے۔ انسان کا باپ انسان ہی ہو گا خدا نہیں ہو سکتا۔ مسیح کا باپ قائم رکھا مگر یہ ثابت کر دیا کہ ان کا باپ انسان ہی ہو سکتا ہے نہ کہ خدا۔ اسی طرح مسیح کی وفات دو لفظوں میں ختم کی۔ خدا زندہ ہے مرا نہیں کرتا۔ مسیح مر جاتا ہے لہذا مسیح خدا نہیں۔

حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلامی

(از مرزا مسعود بیگ صاحب - احمدیہ بلڈنگس - لاہور)

قرآن کریم کے سب سے پہلے جملہ پر جس میں ذات باری کی سب سے بلند صفت بیان کی گئی ہے غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ پاک ہستی نہ صرف ہمیں پیدا کرتی اور ہماری پرورش کا ذمہ لیتی ہے بلکہ ہماری ادنیٰ سے ادنیٰ اور بڑی سے بڑی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ یہ ضروریات خواہ جسمانی ہوں یا روحانی دنیا کے متعلق ہوں یا دین کے متعلق اس کی صفت ربوبیت کے ماتحت پوری ہوتی ہیں۔ خدا تعالےٰ کی اتنی بڑی صفت رب العٰلمین کو بیان کرنا قرآن کریم کا محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ ایک زبردست حقیقت ہے۔ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ اور قوانین قدرت کا مطالعہ قرآن کریم کے اس دعوے کی بڑے زور سے تائید کرتا ہے۔ اس امر سے کون انکار کر سکتا ہے کہ تنگی کے بعد کشادگی کا ظہور ہوتا ہے۔ خشک سالی کے بعد اس کی بارش نازل ہوتی ہے۔ اور دنیا کی ظلمت و تاریکی کو دور کرنے کے لئے اس کا نور ہویدا ہوتا ہے۔ شان ربوبیت کا صرف یہی تقاضا نہیں کہ خشک زمین کو آسمانی بارش سے سیراب کر دیا جائے اور صاف چٹیل میدانوں کو لہلہاتے ہوئے باغات میں تبدیل کیا جائے۔ بلکہ شان ربی یہ کرشمہ بھی دکھاتی ہے کہ مردہ دلوں میں اپنی نئی روح پھونکتی ہے دلوں کی پیاس بجھانے کے لئے اپنے عرفان کی بارش نازل کرتی ہے۔ اور جہل و تاریکی کی جگہ نور وعلم کا دور دورہ کر دیتی ہے۔ الغرض قرآن پاک کا یہ دعوے بالکل سچا ہے

وَ اٰتٰکُمۡ مِّنۡ کُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡہُ

انبیاء اور رسول صلحاء اور مجدد دین کا مامور ہونا بھی ذات باری کی اسی صفت ربوبیت کا ایک جزو ہے۔ خدائے ذوالجلال جب دیکھتا ہے کہ دنیا پر ظلم وطغیان حد سے بڑھ گیا رحم وعدل کا نام نہیں نور وظلمت میں امتیاز نہیں تو وہ اپنے فضل سے اپنے ایک بندے کو رحم کا دیوتا بنا کر عدل کی مجسم تصویر اور رضائے الٰہی کا نمونہ بنا کر اس دنیا میں بھیج دیتا ہے یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جتنی سرکشی زیادہ ہو جتنی ظلمت دنیا پر چھائی ہو اتنا ہی بڑا اولو العزم مامور خدا کی طرف سے ہدایت کے لئے نازل ہوتا ہے اہل عرب کی جاہلیت اور جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ کسی مسلمان پر پوشیدہ نہیں۔ اس خطرناک دور کے لئے جو تاریکیاں میں سب زمانوں سے سبقت لے گیا تھا ضروری تھا کہ خدا کا ایسا رسول مبعوث ہو جو اپنے فیضان انوار کے باعث تمام رسولوں سے افضل واکمل ہو۔

امت محمدیہ میں وقتاً فوقتاً اولیائے کرام اور صالحین تجدید دین کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ مگر جو رتبہ ہمارے مرشد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بخشا گیا وہ کسی مجدد کو نصیب نہیں ہوا۔ اس کی وجہ محض یہ تھی کہ امت مسلمہ پر سب سے خطرناک زمانہ وہ تھا جس کو ہم چودھویں صدی کے نام سے پکارتے ہیں اور یہ وہ صدی تھی کہ جس کے لئے جناب مرزا صاحب کو مبعوث کیا گیا کیونکہ یوں تو مسیح موعود کی بعثت اور ظہور کے وقت دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان موجود تھے۔ قرآن بھی تھا اور احادیث بھی موجود تھیں۔ فقہ اور منطق مولویوں کو خوب یاد تھی۔ مگر دلوں کی یہ حالت تھی کہ بقول رسول مقبول صلعم ایمان کا نام تھا۔ اور واقعی وہ حدیث نبوی پوری ہو چکی تھی کہ "ایمان اس زمین سے اٹھ کر ثریا پر پہنچ جائے گا۔ بڑے بڑے علما اور حفاظ قرآن عربی دان لمبے لمبے جبوں اور عماموں والے مسجد کے ممبروں پر وعظ کرتے دکھائی دیتے تھے لیکن افسوس سب جناب محمد صلعم سے بیوفائی کرنے والے عالم تھے۔ کہ اس کی امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا ان کا رات دن کا مشغلہ تھا۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے محبت یہ ایسی ہی محال بات تھی جیسا رسول اکرم کے زمانہ میں ایک مسلم کی دوسرے کے ساتھ عداوت۔ چودھویں صدی کا زمانہ واقعی ایک نازک ترین زمانہ تھا کہ ہمارے دین کے علمبردار جو سنت نبوی اور صحابہ کرام کے نمونہ پر چلنے کا دعوے کرتے تھے۔ بقول ارشاد نبویؐ اپنی خو میں خونخوار بھیڑیوں سے کم نہ تھے۔

ہستی باری تعالیٰ

نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کو مسلمان چھوڑ چکے تھے اور اس کو مشعل راہ تصور کرنے کی بجائے تعویذ اور منتروں کا ایک مجموعہ سمجھتے تھے (نعوذ باللہ) بلکہ یہ حالت ہو گئی تھی کہ خدا کی ہستی پر ہی لوگوں کو طرح طرح کے شبہات پیدا ہو رہے تھے اور فلسفہ کے دو چار حروف پڑھ کر مسلمان بڑے فخر سے خدا کی ہستی کا انکار کرتے تھے۔ تو سب سے پہلے جس امر کی طرف جناب مسیح موعود علیہ السلام نے توجہ دی وہ یہ تھا کہ خدا کی ہستی کے متعلق غلط اعتراضات کو دور کیا۔ ہر ایک مامور من اللہ کا سب سے پہلا کام ہی یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ خدا کی ہستی کو جو مخفی ہو چکی ہوتی ہے از سر نو روشن کرتے اور حقیقت تو یہ ہے کہ مامور کی ضرورت ہی تب پیدا ہوتی ہے جب خدا کی عظمت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے اور اس ذات کی بجائے اور کوئی بت دلوں پر مسلط ہو جائیں۔ چنانچہ سب سے پہلی خدمت اسلامی جو مسیح موعود نے انجام دی وہ یہ تھی کہ دہریت اور مادہ پرستی کی بڑھتی ہوئی لہر کو جو یورپ سے بہتی چلی آ رہی تھی۔ حقائق قرآنی کی ایک دیوار تعمیر کر کے روک دیا اور یہ دکھا دیا کہ اسلام کا خدا ہمیشہ کے لئے زندہ خدا ہے اور وہ کامل صفات کا مظہر خدا ہے۔

الہام اور دعا

دوسری بڑی خدمت جو مسیح موعود نے کی اور جو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے سلسلہ احمدیہ کی ایک زبردست خصوصیت ہے وہ اس خیال کا پیدا کرنا تھا کہ مسلمان کا خدا گونگا خدا نہیں بلکہ وہ اپنے پیارے بندوں کو ہمکلامی کا شرف بخشتا ہے اسی ضمن میں جماعت احمدیہ کی ایک اور بڑی خصوصیت آ جاتی ہے جو امام وقت نے پیدا کی اور وہ دعا پر ایمان ہے۔ نیچریت کا اثر زائل کر کے اور مسلمان کو دعا کرنا سکھلا کر واقعی اسلام کی روحانی قوت کا ایک زبردست ثبوت دیا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ جتنا زبردست ایمان کسی شخص کو دعا پر ہوگا۔ اتنی ہی خدا اس کی دعا کو تاثیر بخشے گا۔ اور مسیح موعود کی دعاؤں کی تاثیر کے تو دشمن بھی قائل تھے۔ قادیان کے آریہ بھی جب مصیبت میں گرفتار ہوتے تو جناب مرزا کے پاس ہی بھاگے آتے تھے

قرآن کی عظمت

تیسری بڑی خدمت اسلامی جو مسیح موعود نے انجام دی کہ وہ قرآن حکیم کی عظمت کو اچھوتے دلائل کے ساتھ قائم کرنا تھا۔ آپ نے ایک نیا علم کلام پیدا کیا اور قرآن کو پرکھنے کا ایسا معیار قائم کیا کہ جس معیار پر دنیا کی کوئی اور الہامی کتاب پوری نہیں اتر سکتی۔ اور وہ یہ معیار تھا کہ ہر الہامی کتاب یا مدعی الہام اپنے دعوی کی دلیل اپنی الہامی کتاب سے دے۔ قرآن کریم کے متعلق خود مسلمان علما طرح طرح کے ہتک آمیز الفاظ استعمال کرتے تھے کوئی اس کو غیر مکمل سمجھتا اور کوئی ناسخ و منسوخ کے جھگڑوں میں پھنسا ہوا تھا مگر جناب مرزا صاحب نے انہی آیات سے جن کو لوگ منسوخ قرار دیتے تھے یہ ثابت کیا کہ قرآن کی ایک جزو بھی منسوخ نہیں۔

مذہبی لٹریچر

چوتھی بہت ہی بڑی خدمت اسلامی آپ کا وہ بے نظیر لٹریچر پیدا کرنا ہے جس کی مثال بہت ہی کم مل سکے گی۔ فی الحقیقت مرزا صاحب کے لٹریچر نے اسلام کی ایسی عمدہ اور اصلی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی کہ تیرہ سو سال سے لیکر آج تک ایسا استدلال اور ایسی حقانیت کسی عالم کی کتاب میں نظر نہیں آتی۔ یہ میرا خیال ہی نہیں بلکہ مرزا صاحب کے بڑے بڑے مخالف کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ جناب کی پیدا کردہ تصنیفات سب سے ممتاز ہیں۔ مثال کے طور پر میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک ریویو نقل کرتا ہوں جو انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ پر کیا تھا۔ مولوی محمد حسین کے نام سے ہر ایک احمدی بخوبی واقف ہے یہ وہ شخص تھا جس نے اپنی تمام عمر مرزا صاحب کی مخالفت میں صرف کر دی اور جس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ مرزا صاحب کو ذلیل کیا جائے اور یہاں تک کرتا رہا کہ بٹالہ کے سٹیشن پر بیٹھ کر لوگوں کو زبردستی قادیان مرزا صاحب کے پاس جانے سے روکتا تھا مگر خدا اپنے بندوں کو ذلیل نہیں ہونے دیتا مخالفین کو بیشک وہ ذلیل کرتا ہے مولوی محمد حسین بٹالوی براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں۔ اور آئندہ خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذالك اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی۔ جانی قلمی۔ لسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔ ہمارے الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتا دے

جس میں حضرت مرزا صاحب نے مخالفین اسلام اور خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ کیا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت، مالی و جانی قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑا اٹھا لیا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوے کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آئے اور مشاہدہ کر لے۔ اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا معاندین اسلام کو مزہ بھی چکھا دیا ہو"

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۷)

نہ صرف مخالفین مرزا صاحب کے بیشمار ریویو موجود ہیں بلکہ آج دنیا کا عمل ریویو اس بات کی بڑے زور سے تائید کرتا ہے کہ خدمت اسلام مرزا صاحب کے لٹریچر سے کی دلیسی کا گمان کرنا بھی مشکل ہے۔ آج آریوں سے مقابلہ پیش آجائے تو مرزا صاحب کا لٹریچر مانگا جاتا ہے اور اگر پادریوں نے مسلمانوں کو گھیرا ہو تو وہاں بھی مرزا صاحب کے دلائل استعمال ہوں گے۔ اگر ساتنیوں، برہموں دہریوں اور مادہ پرستوں سے مقابلہ درپیش ہو تو وہاں بھی مرزا صاحب کی تصنیفات کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آئے گا۔ کسی چیز کی مقبولیت اور دشمنوں میں مقبول ہونا ایسی زبردست تائید ہے کہ اس کی صداقت کے لئے مزید تعریف کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

ردِ تکفیر

تکفیر اہل قبلہ ایک ایسی خطرناک اور مہلک مرض تھی کہ مسلمانوں کی تباہی کا سب سے بڑا باعث یہی ایک لعنت تھی۔ کمال یہ ہے کہ خود مرزا صاحب کو کافر اور کاذب ٹھیرایا گیا۔ اور تمام دنیا کے مفتیوں اور مولویوں نے حضرت صاحب کے کافر ہونے پر مہر ثبت کی مگر آفرین اس شخص کا کہ اس نے پورا زور لگایا کہ اس لعنت کو مسلمانوں سے دور کیا جائے۔ اور کیا ہی پیارے الفاظ میں قرآن کے حکم کی تعمیل کی کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کو بھی کافر مت کہو۔ اگر تمہیں کوئی سلام علیک کہے تو یہ کافی ہے کہ اسکو مسلمان سمجھا جائے۔ اور جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھے تو وہ بے شک مسلمان ہے اور اس کو کافر کہنا خود کفر کے نزدیک جانا ہے۔

مذاہب عالم میں اتحاد

قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ تمام اقوام و ممالک میں نبی اور نذیر بھیجے گئے اور ان کا ماننا مسلمان کے لئے ضروری ٹھہرتا ہے یہ ایسا حکم تھا جس کو مسلمان بالکل فراموش کر چکے تھے اور یہ مرزا صاحب کی ایک قابل قدر خدمت ہے کہ انہوں نے اس حکم پر بہت زور دیا اور اسلام کی اشاعت کا سب سے بڑا ذریعہ ہی اس عقیدہ کو ٹھہرایا کہ دوسری اقوام کے مامورین کی عزت کی جائے تاکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کریں۔ دنیا کے امن کو قایم رکھنے کے لئے اور قرآن کریم کے اس ارشاد کی تعمیل میں قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم آپ نے تمام مذاہب عالم کو اتحاد کی دعوت دی اور اسلام کی خوبیوں کو پیش کیا۔

وفات مسیح

وفات مسیح گو اسلام کا کوئی اہم مسئلہ نہ تھا مگر مولویوں نے اس کو اس قدر اہمیت دے رکھی تھی کہ مسیح علیہ السلام کو زندہ ماننے پر ہی اسلام کا دارومدار تھا اور یہ غلط مسئلہ اشاعت اسلام کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ تھی۔ جناب مرزا صاحب سے پیشتر بھی اکا دکا لوگ مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ سمجھتے تھے مگر مرزا صاحب نے از روئے قرآن و احادیث اس مسئلہ کو ایسا حل کیا کہ مسیح کی وفات میں کوئی شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہی اس مسئلہ کا حل کرنا گویا دوسرے لفظوں کا عیسائیت کا قلع قمع کرنا تھا۔

حقیقت میں مگر جماعت احمدیہ کا قیام

یوں تو حضرت مرزا صاحب نے بے شمار کام خدمت دین کے لئے مگر اب میں آخری اور ان کے سب سے بڑے کام کا ذکر کرتا ہوں۔ اور وہ جماعت احمدیہ کا قیام ہے۔ نہ صرف یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے تبلیغ اسلام کے لئے لٹریچر پیدا کیا بلکہ ایسے مرید پیدا کئے کہ ان میں سے ہر ایک اسلام کا ایک زبردست مبلغ ہے مرزا صاحب نے ایک ایسی جماعت پیدا کی جس کے سر میں جنون تھا اس بات کا کہ اسلام کی عظمت کو دنیا میں بلند کرنا ہے اور محمد رسول اللہ کا جھنڈا کل دنیا میں لہرانا ہے۔ کفرستان میں توحید کا مرکز قایم کرنا دجال کے دجل کو زائل کرنا قتل خنزیر اور کسر صلیب کرنا یہ صرف مرزا صاحب کی جماعت کا حصہ تھا۔ لوگ تو حکایت کے طور پر کہا کرتے تھے مگر مرزا صاحب کی جماعت نے عملی نمونہ پیش کیا۔ اس بات کا کہ ؎ "دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں"

آج دشمن احمدی کے نام سے کانپتا ہے۔ پادری صاحب ڈرتے ہیں اور پنڈت جی ہراساں دکھائی دیتے ہیں فلسفی کا فلسفہ کام نہیں کرتا اور مولوی کی صرف نحو و منطق بیکار ہے کیونکہ اسلام ہاں صحیح اور زندہ اسلام محمد رسول اللہ کا مبارک اور روشن چہرہ جناب مرزا اور اس کی جماعت نے بے نقاب کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے تاکہ تمام جہان منور ہو جائے اور لوگوں کے گمراہ کن عقائد سے دنیا محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق بخشے کہ ہم مسیح موعود کے نقش قدم پر چلیں اور آخرت میں سرخرو ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ سکیں۔

تیرے ہی منہ کی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہمنے

ممالک اسلامیہ میں مسلم خواتین کی بیداری

(۱) عورتوں کو ایسی تعلیم دینی چاہئے کہ جس سے وہ اپنے حقوق کو بخوبی سمجھ سکیں۔
(۲) خواتین کو بھی مناسب تعلیم دینی چاہئے۔
(۳) شادی کے رسم و رواج میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ فریقین میں اچھے تعلقات ہونے چاہئیں۔
(۴) شادی کے وقت شریعت کے خلاف جو کارروائی عمل میں آئے اس کو روکنا چاہئے۔
(۵) ۱۶ سال سے کم عمر کی لڑکی کی شادی نہیں کرنا چاہئے۔
(۶) بچوں کی پرورش پر پوری پوری توجہ دینا چاہئے۔
(۷) بے انصافی اور مظالم کو مٹا دینا چاہئے۔
(۸) اخبارات میں خواتین کی ترقی کے متعلق مضامین لکھنے چاہئیں۔

یہ ہیں وہ نکات جو روم سے واپسی پر مصر کے وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے اور جبکہ عورتوں کے لئے لازمی تعلیم کا قانون پاس کیا گیا تھا جس کی رو سے عورتوں کو نہ صرف معمولی تعلیم بلکہ فوجی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

۱۸۷۳ء میں لڑکیوں کے لئے کئی سکول کھولے گئے ہیں نہیں بلکہ برطانوی حکمبرداری کے وقت قاہرہ ٹرینگ کالج کھولا گیا۔ اور بعد ازاں ۱۹۲۱ء میں قاہرہ میں ایک یونیورسٹی قایم کی گئی۔ عورتوں میں تعلیم نسواں کی اشاعت ہوتے ہوئے دیکھ کر فرودت پاشا نے فرمایا تھا کہ عورتوں میں جو بیداری پیدا ہوئی ہے اس سے مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اب وہ بھی ملک و قوم کی خدمات ادا کرتے ہوئے مردوں کے ساتھ حصہ لے سکیں گی۔ اس پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بعض خواتین یورپ میں بھی حصول تعلیم کی غرض سے گئی ہیں اور وہاں سے واپسی پر وہ مصر کے ان مدارس میں کام کریں گی جہاں جگہ کافی ہوگی۔

ایرانی خواتین کی حالت

لیکن ایران میں ابھی تک اس قسم کی تحریک نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء میں تبریز سے ایک روزانہ اخبار نکلتا تھا جس میں تعلیم نسواں کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا جس سے ایرانی بھڑک اٹھے۔ ایران میں اس وقت بھی پردہ اور برقعہ کا رواج ہے۔ ایران میں کم سن لڑکیاں قالین بنانے کے کارخانوں میں تھوڑی تنخواہ پر ۱۲ گھنٹہ کام کرتی ہیں اور ۱۲، ۱۳، ۱۴ سالہ لڑکیوں کی شادیاں کر دی جاتی ہیں۔ پانچ سال سے لڑکے بھی کارخانوں میں کام کرتے ہیں صغر سنی کی شادی کے انسداد کے لئے صرف ایک ہی انجمن ہے۔ لیکن ۱۹۲۳ء سے ان کی صحت میں خاص توجہ رکھی جاتی ہے۔ اور یہ قانون بنا دیا گیا ہے کہ نو دس سال سے کم عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کو کارخانوں میں کام کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ نیز اگر کام لیا بھی جائے تو آٹھ گھنٹے سے زیادہ کام نہیں لیا جا سکتا۔ ایران کا ایک فرقہ عورت و مرد کے حقوق میں مساوات کا موید ہے عورتوں کی ترقی و بہبودی کے لئے فرقہ بہائی کی جانب سے ایک اخبار بھی نکلتا ہے۔

عراق میں بھی اس قسم کی جد و جہد جاری ہے۔ بغداد میں ایک زنانہ کلب قایم کیا گیا ہے اور اکثر معزز خاندان کی خواتین اس کی ممبر ہیں۔ پہلے عورتوں کو بھی سکاؤٹ میں داخل کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن دیندار اشخاص نے اس کے خلاف بڑے زور سے صدائے احتجاج بلند کی۔

انتخاب الاخبار

— حکومت ایران نے ایک سرکاری اعلان کے ذریعہ آقائے فتح خاں پاکرداں کو سفارت کبری ایران متعنہ ماسکو کیلئے مقرر کیا ہے آقائے موصوف ایران کے سیاسی حلقوں میں غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں اور اس سے پیشتر مصر و اطالیہ میں زبردست سیاسی خدمات انجام دے چکے ہیں آپ کے جدید تقرر پر اٹلی کا مشہور روزنامہ "پوپولو" لکھتا ہے کہ آقائے موصوف کے تقرر ماسکو ممدوح کی حقیقی اہمیت سیاسی کو دنیا پر ظاہر کر دیا۔ ممدوح نے اٹلی اور ایران کے دوستی تعلقات کے استحکام کے سلسلہ میں جو دربرانہ خدمات انجام دیں ہیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں انکی اٹلی سے روانگی کا بہت زیادہ افسوس ہے۔ امید ہے کہ جدید سفیر ایران اپنے پیشرو کے نقش قدم پر چلکر دونوں حکومتوں کو ترقی دینے کی کوشش کریں گے۔

— وکالت حجاز و نجد متعینہ مصر نے مصری جرائد میں ایک اعلان شائع کیا ہے۔ جسمیں یہ بیان کیا ہے کہ حکومت حجاز و نجد اور دولت عراق کے نمائندوں نے باہمی گفت و شنید کے بعد ایک معاہدہ مودت پر دستخط ثبت کر دیے ہیں۔ مجرمین کی سپردگی کے معاہدہ پر بھی ۲۱ ذی القعد مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۳۱ء کو جانبین کے دستخط ہو چکے ہیں اس معاہدہ کے اہم مباحث میں اوقاف حرمین واقع بغداد مسافرین اور زائرین کی نقل و حرکت قوانین گمرکی اور مسائل تعاون تجارتی و صنعتی خاص طور پر داخل ہیں۔

— ترکی کی مشہور خاتون خالدہ ادیب خانم نے گذشتہ دنوں ولایات متحدہ کے شہر وشراٹشمکے ایک اجتماع میں تقریر کی دوران تقریر میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا صدر ترکیہ کے متعلق فرمایا کہ میں غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی سرگرمیوں اور پروگرام کو دیکھ کر کہہ سکتی ہوں کہ ممکن ہے۔ کہ ان کو قائد کہدیا جائے۔ لیکن ان کو ایک مدبر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ ایک ضدی اور مستبد شخص ہیں۔ اسوقت ترکی میں جس قسم کی حکومت قائم ہے اسکے نتائج جو کچھ برآمد ہونے والے ہیں ان کا دنیا کو انتظار کرنا چاہیے۔

— اخبار ڈیلی میل لندن رقمطراز ہے کہ ماہ اپریل میں کوہ قاف کی مسلم آبادی میں سوویٹ حکومت کے خلاف بے چینی پھیل گئی ہے جسے دبانے کیلئے حکومت نے ۴۰ ہزار فوج گانچہ اور دیگر مقامات کو بھیجی گانچہ پر بمباری کی گئی۔ بچوں بوڑھوں عورتوں اور مردوں کا قتل عام کیا گیا۔ کومنگ کے مسلمانوں سے اسی فوج کی جنگ ہوئی۔ اخبار مذکور کا بیان ہے۔ کہ سرحد پر فوجیں مسلط کر دی گئی ہیں۔ تاکہ مسلمان بھاگ کر ایران میں پناہ نے سکیں کوہ قاف کا ایک مقتدر امام ایرانی جا رہا تھا کہ اسے گرفتار کر کے ان کے بچوں سمیت گولی سے اڑا دیا گیا۔ بوشویک فوج کے مسلمان سپاہیوں نے اس پر احتجاج کیا تو انہیں کوہ قاف سے اٹھا کر دوسرے حلقوں میں منتقل کر دیا گیا یہاں کہا جاتا ہے کہ کئی سو مسلمان عورتیں یورپین روس میں جلا وطن کر دی گئی ہیں

حجر کی اطلاع ہے کہ وہاں خانہ جنگی پورے شباب پر ہے۔ اور اس کا اثر شحر اور مکلا پر بھی پڑا ہے۔ اور وہاں بھی یہ وبا پھیل رہی ہے۔ امن و امان کے نقدان اور ظلم و عدوان کی گرم بازاری سے ان مقامات کا روزگار بھی خراب ہو گیا ہے۔ ابھی تک یہ پتہ نہیں چلا کہ اس خانہ جنگی کا محرک کون ہے۔ (ابھی تک اس خانہ جنگی کے اسباب و علل کا بھی پتہ نہیں چلا)

— فلسطین کی ایک خبر مظہر ہے کہ طولکرم کے جوار میں تو یہودیوں نے ایک عرب شیخ پر گولی چلائی جس کے باعث شیخ زخمی ہو گئے اس کے بعد حکومت فلسطین نے واقعہ کی تحقیقات کی اور گولی چلانے کی مسئولیت شیخ کے بیٹے پر ڈال دی۔ اس کے علاوہ حیفا میں چار عربوں پر یہودیوں نے حملہ کیا۔ اور ان کو لوٹنے کے بعد خوب زد و کوب کیا۔ اسی طرح طبریہ کے قریب دس یہودیوں نے عربوں پر حملہ کیا۔ ان واقعات سے عربوں میں سخت ہیجان پھیلا ہوا ہے اگر جذبات قابو سے نکل گئے تو ایک جدید قتال و جدال کا بازار گرم ہو جائے گا۔ ان حالات کو دیکھ کر مجلس تنفیذیہ عربیہ کے صدر موسیٰ کاظم حسینی نے حکومت فلسطین کو ایک خط لکھا ہے جس میں حکومت سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ حالات کی نزاکت کا احساس کر کے یہودیوں کی ان حرکات کا سدباب کرے۔ کیونکہ یہود فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔

— شام کے طلبہ مقیم پیرس نے جلالۃ الملک سلطان ابن سعود اور شاہ فیصل کی خدمت میں برقیہ ارسال کئے ہیں جنمیں اتحاد عربی کی جدید تحریک کی پُر زور الفاظ میں تائید کی گئی ہے۔

کانپور میں ایک ۱۴ سالہ مسلم نوجوان کو گلا گھونٹ کر شہید کر دیا گیا

کانپور ۱۸ رمئی۔ ۱۶ رمئی کو ایک مسلمان لڑکے کی نعش جس کی عمر تقریباً چودہ سال یا اس سے کچھ زیادہ ہوگی۔ جو ایک مسلمان برف فروش کا دنبال تھا نہر سے برآمد ہوئی۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کا نام جمال الدین ہے۔ اور یہ کراچی خانہ میں مولچند شنکر ناتھ مٹیر مرچنٹ کے یہاں برادہ لینے گیا تھا۔ وہاں سے تمام دن واپس نہ آنے پر اس کے اعزا واقربا کو نہایت بے چینی ہوئی۔ انہوں نے بہت تلاش کیا۔ لیکن آج صبح اس کی نعش نہر میں ایک جالی سے چپکی ہوئی پائی گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقتول کا گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے۔ اور بھی ضربات کے کئی نشانات اس کے جسم پر نمایاں ہیں۔ اس کی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال بھیجدی گئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تمام دن باندھ کر رکھا ہے اور رات کو گلا گھونٹ کر مارا ہے۔ اور صبح ۴ بجے نہر میں پھینکدیا ہے کیونکہ لاش بالکل تازہ چپکی ہوئی پائی گئی نہ تو کچھ رنگ تبدیل ہوا اور نہ پھولی ہوئی ہے۔ اس تازہ سانحہ سے مسلمانوں میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ اور سخت اضطراب و پریشانی ہے۔ کیونکہ اس سے قبل بھی کئی واقعات پیش آچکے ہیں۔ کہ مسلمانوں پر نہایت وحشیانہ و قاتلانہ حملے کئے گئے۔ اور انہیں موقعہ ملنے پر قتل کیا گیا ہے۔ اب ایسی صورت میں اس کا بھی اندیشہ ہے کہ کہیں مسلمانوں کا بھی پیمانۂ صبر لبریز نہ ہو جائے۔ کیونکہ ہر شخص کہتا ہوا سنائی دیتا ہے کہ مسلمانوں پر ظلم کا نہ بند ہونے والا سلسلہ ابھی تک قایم ہے۔ اور حکام کی غفلت اور متمول و بارسوخ صاحب ثروت مسلمانوں کی لاپرواہی کی وجہ سے کب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

— مدراس کے اخبار ہند و کا نامہ نگار لندن سے رقمطراز ہے کہ ماسکو کی اشتراکی پارٹی نے اپنے ہندوستانی ایجنٹوں کو ہدایت کی ہے وہ ملوکیت پرستی اور کانگرس کے خلاف ملک میں جذبہ پیدا کرنے کے لئے پروپیگنڈا کریں۔ کسانوں اور مزدوروں کو اکسائیں۔ اور مزدور انجمنیں قایم کر کے عام ہڑتال کرانے کی کوشش کریں۔

— شملہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ لارڈ ولنگڈن کو بلدیہ شملہ کی طرف سے جو سپاسنامہ پیش کیا جا رہا ہے اس کے جواب میں تقریر کرتے ہوئے ہز ایکسلینسی اپنی پالیسی کا اعلان کریں گے۔

— امرتسر ۲۳ رمئی۔ کانگرس امر کا انتظام کر رہی ہے کہ یکم جون کو یہاں ایک سودیشی بازار لگایا جائے۔ اور سودیشی مال کی نمائش کی جائے۔

— امرتسر ۲۴ رمئی۔ نوجوان بھارت سبھا نے ایمپائر ڈے کے خلاف مظاہرہ کیا۔ جلیانوالہ باغ میں سرخ جھنڈا بلند کیا۔ اور شہر کے بازاروں میں جلوس نکالا۔

— لاہور ۲۳ رمئی۔ کل ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں لالہ رام داس ایڈیٹر پرنٹر پبلشر "کیسری" اور لالہ رام لال ایڈیٹر پرنٹر پبلشر اخبار "نوی بھارت" کے خلاف اخبار پر نام نہ لکھنے کے جرم میں مقدمہ پیش ہوا۔ عدالت نے ملزموں کو مجرم قرار دیتے ہوئے ہر دو کو چھ چھ ماہ قید اور دو دو صد روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں ایک ایک ماہ مزید قید کا حکم دیا گیا۔

گذشتہ ہفتہ تاریخوں کے متعلق ایک مراسلت وائٹ ہال بھیجی گئی تھی کل اس کا جواب آنے کی توقع تھی۔ لیکن ابھی تک کوئی جواب نہیں موصول ہوا۔ عام خیال ہے کہ اعلان پہلے پارلیمنٹ میں کیا جائے گا اور غالباً اسی وقت ہندوستان میں بھی اعلان شائع ہو جائے گا۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ دارالعوام برا مانے۔

— سال کی مجوزہ جدید ترتیب سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم آنیوالا ہے جس کا آغاز یکم جنوری ۱۹۳۴ء سے ہوگا۔ عنقریب جنیوا میں جمعیت الاقوام کا ایک خاص اجلاس ہونے والا ہے۔ جس میں نئے کیلنڈر کو نافذ کرنے کی تجویز یقیناً منظور ہو جائے گی۔ اس سکیم کے مطابق سال کے تیرہ مہینے ہوں گے ہر مہینہ اٹھائیس اٹھائیس دن کا ہوگا۔ تیرھویں مہینے کا نام ابھی مقرر نہیں کیا گیا۔ لیکن سفارش کی گئی ہے کہ اسکا نام سول (SOL) ہو۔ یہ مہینہ جون اور جولائی کے درمیان ہوگا۔ اس طرح ہفتوں کے دن مقررہ تاریخوں پر آیا کریں گے۔ اس سے یہ دقت بھی نہیں رہے گی کہ کون سے دن کون سی تاریخ ہے۔ لیکن اس طرح سے سال کے کل ۳۶۴ دن ہوں گے۔ اس لئے تجویز کی گئی ہے کہ سال کے ۳۶۵ دن پورے کرنے کے لئے بین الاقوامی تعطیل کا دن مقرر کیا جائے۔ اس لئے ان کا نام "ایر ڈے" (یوم سال) ہوگا۔ اور اس دن تمام ممالک میں تعطیل منائی جایا کرے گی۔ اسی طرح لیپ سال جون کے بعد لیپ ڈے منایا جائے گا۔ اور اس دن بھی تمام ممالک میں تعطیل ہوا کرے گی۔ اس تجویز کی ہر طرف سے تائید ہو رہی ہے۔ تجارتی حلقے اور کلیسائی طرف سے بھی اس کی حمایت کی جا رہی ہے۔

لاہور ریلوے سٹیشن پر انجن کی زد میں آکر دو نوجوان نہایت بری طرح زخمی ہو گئے۔ ایک تو ہسپتال میں جاتے ہی فوت ہو گیا دوسرے کی حالت نازک ہے۔ ان میں سے ایک ہندو تھا اور دوسرا مسلمان۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندو (نوجوان) کی جان بچانے کے لیے مسلمان نوجوان نے اپنی جان قربان کر دی

ریاست بڑودہ نے بالآخر عورتوں کے خلع کا حق منظور کر لیا ہے۔ ریاست میں یہ قانون تیسری دفعہ پاس ہو کر نافذ ہو گیا ہے۔

فسادات کانپور کے متعلق سرکاری تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہو گئی ہے۔ کانگرس سنگھٹن اور تنظیم کی تحریک کو ان فسادات کا موجب قرار دیا ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولیس کو فسادات کے دوران میں غفلت سے کام لینے کا ذمہ دار ٹھیرایا ہے۔

جلد ۱۹ | لاہور یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۷

تکمیل نظم مولانا ظفر علی مدظلہ

(از جناب سید احمد صاحب ایم۔ اے)

سنا ہے کہ اک آگرہ کا مسافر — اٹھاتے ہوئے سر پہ ویدوں کے بستے

عراق عرب میں پہنچ کر پکارا — نمستے علیکم۔ علیکم نمستے

ہوئے تم مسلماں تھے نوک سناں پر — نہ پھنستے تو مرتے۔ نہ مرتے تو پھنستے

وگرنہ خدائی میں ہندو دھرم تھا — چہ یورپ۔ چہ تاتار۔ چہ کپل وستے

اٹھو۔ اب چلے آؤ ہندو دھرم میں — ہیں آنند کے آج شدھی کے رستے

کبھی مول مہنگا تھا ہندو دھرم کا — ہیں لیکن اب اس جنس کے دام سستے

فقط ایک چوٹی۔ فقط ایک دھوتی — نہ حکم شریعت۔ نہ فکر انستے

خوشا گرمیٔ شوق اشنان گنگا — برہنہ غسلنا۔ غسلتم۔ غسلتے

ملیں آم بھی۔ دام بھی گٹھلیوں کے — تو ابے۔ دگر صحبت نار ستے

مسلمان تو اب مٹے چاہتے ہیں — جہنم میں دھنس جائیں گے دھنستے دھنستے

مسخر کریں گے عرب اور عجم کو — مہابیر دل کے گرانڈیل دستے

مہاشوں کے بوٹ اور مسلمان ہونگے — یہ بپتا کٹے گی نہ روتے نہ ہنستے

تعوذ اے مسلماں بریں حال زارت — زبس راست زمود ستردمی پستے

کجا عمر فاروق و حیدر کجائی — کجا دیندارے۔ کجا خواب مستے

نہ اُفتے مسلماں گراز حرفِ قرآں — نہ از حال رفتے۔ نہ از دیں گذشتے

مشو غافل از سیف مسلول مسلم

کہ از مہر رخشندہ روشن تر استے

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ آج ۱۴ ماہ رواں کو واپس ڈلہوزی تشریف لے گئے۔

—— جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب گذشتہ مئی کے اواخر میں کوہ مری تشریف لے گئے۔ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایبٹ آباد میں مقیم ہیں۔

—— حکیم رحمت اللہ صاحب مدرس لوئر مڈل سکول کلا تحصیل قصور سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے گھر میں اللہ تعالےٰ نے فرزند عطا فرمایا ہے۔ حکیم صاحب احباب سے دعا کے لئے درخواست کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس مولود کو مسعود بنائے اور خدمت اسلام کی توفیق عطا کرے۔

—— مولانا عصمت اللہ صاحب نوجوانان ہوشیار پور کی درخواست پر جہلم سے ہوشیار پور تقریر کے لئے تشریف لے گئے۔

—— مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ایک ماہ کی رخصت پر ڈلہوزی میں مقیم ہیں۔

—— ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب نے دربند سے ڈیرہ دون تشریف لے جاتے ہوئے ایک روز کے لئے لاہور میں بھی قیام کیا۔

—— ڈاکٹر کے۔ اے خاں صاحب نے ایک مضمون اوور ارباب قادیان کے متعلق لکھا ہے جس میں ذاتیات کی بحث پر اظہار نفرت کیا ہے۔ مضمون لمبا ہے اس کا خلاصہ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ درج ہو گا۔

—— شیخ عبدالعزیز صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ مولانا عصمت اللہ کا درس نہایت دلچسپ ہونے کی وجہ سے بارونق ہوتا جاتا ہے غیر از جماعت لوگ بکثرت استفادہ کرتے ہیں۔ اس کامیابی سے رشک کھا کر کچھ لوگ گجرات سے ایک مولوی صاحب کو ریل پر لادلائے جس نے مسیح کی خلاف فطرت پیدائش مولانا سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تین گھنٹہ کی مسلسل گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولوی فاضل صاحب اپنے خلاف نت روگراں مسیح کے باپ کی (حسب قانون فطرت) ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

—— محمد فردوس صاحب ٹیری ضلع کوہاٹ سے اطلاع دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی تائید اور فضل سے وہ اپنے دشمنوں [illegible]

پر غالب آ گئے ہیں۔ اور حالات نے ان کے موافق کروٹ لی ہے اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی باعث فرحت ہے کہ وہ اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ان کا حامی اور ناصر ہو۔

—— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک نوٹ دابۃ الارض کے متعلق ایک تصحیح پر مشتمل موصول ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں درج ہو گا۔

—— خاکسار مدیر اخبار پیغام صلح سے امروز فردا رخصت ہونے والا ہے اور یہ امر موجب مسرت ہے کہ شیخ انعام الحق صاحب اب اس سیشہ ادارت کے حامل ہوں گے۔

اپنی آپ مدد کرنا!

وہ قومیں جنہوں نے قومیت کے اصول زندگی کو سمجھ لیا ہے انہوں نے اپنی قوم کے افراد کی خدمت ہی اپنا نصب العین مقرر کر لیا ہے زندہ اقوام نہ صرف روپیہ اور پیسہ کی مدد سے غریب خانے خیراتی ہسپتال یتیم خانے اور صنعت تعلیم کی صنعت گاہیں ہی اپنی اپنی قوم کیلئے کھولتی ہیں بلکہ بچوں کی قلت اموات اور اپنی آئندہ نسل کی حفاظت کے لئے میلوں اتنی بیوشن آئے دن جاری کرتی رہتی ہیں قومی تعمیر جہاں تک سوال ہے احمدی جماعت نے اس طرف بہت ہی کم توجہ دی ہے۔ قوم میں جہاں ایک طرف وہ لوگ موجود ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ضروریات سے بہت بڑھ چڑھ کر اپنے فضل سے سامان دے رکھے ہیں۔ وہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ جو اس دنیا کی کشمکش حیات میں نان جویں کے بھی محتاج ہیں۔ یا ان کا بال بال قرض میں پھنسا ہوا ہے۔ قوم کا یہ حصہ اگر آج نہیں تو کل قوم سے کٹ کر قوم کی کمزوری اور ضعف کا موجب ہو گا۔ ہندوستان میں بحیثیت جماعت صرف بوہرہ قوم ہی ایک جماعت ہے جو اپنے افراد کی خبر گیری کرتی اور ان کی اقتصادی بہتری کی کوشش کرتی رہتی ہے جس سے نہ صرف افراد کو ہی فائدہ پہنچتا ہے بلکہ قومی بیت المال میں بھی کروڑوں روپیہ کی سالانہ آمد ہوتی ہے میں نے اپنی آنکھوں سے بمبئی کے سفر میں کئی دفعہ حسرت و اندوہ کے جذبات اپنے اندر اٹھتے ہوئے دیکھے ہیں۔ کہ کاش! ہماری جماعت بھی اس طرف توجہ دیتی جو شخص قومی تعمیر کے لئے روپیہ خرچ کرتا ہے میرے خیال میں وہ اشاعت اسلام کے ایک بہت بڑے مقصد کو پورا کرتا ہے۔ ہماری جماعت میں بہت سے ایسے بھائی ہیں جن کو باوجود اپنی لیاقت اور قابلیت کے کوئی ذریعہ معاش نہیں ملتا دوسری طرف ایسے صاحب ثروت اور اختیار بھی ضرور ہوں گے۔ جو ان کی مدد کر سکتے ہیں یا ان کے لئے ملازمت اور کام کا بندوبست کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی توجہ قوم کے غریب طبقہ کو اٹھانے کی طرف نہیں۔

سیف الرحمٰن خاں صاحب آڑھت کا کام نہایت عمدگی سے کرنا جانتے ہیں وہ ایک وقت بڑے کامیاب تاجر رہے ہیں لیکن ایک عرصہ سے بیکار ہیں۔ کئی دوستوں کو ان کے متعلق لکھا گیا مگر ابھی تک کسی نے ان کی دستگیری نہیں کی۔

غلام سرور خاں صاحب ایک بڑے تجربہ کار ٹھیکیدار ہیں لیکن کچھ مدت سے خستہ حال ہیں۔ ان کے اندر تبلیغ اسلام کا ولولہ بھی ہے۔ دیانت کے ساتھ اخلاص بھی ہے۔ کوئی بھائی ان کی مدد کر سکتے ہوں تو ضرور کریں۔ اسی طرح آہستہ آہستہ قومیں ایک دوسرے کی مدد کر کے بنا کرتی ہیں۔ جو لوگ آج صاحب فضل ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بامراد رکھے لیکن دولت کی ڈھلتی پھرتی چھاؤں بہت کم کسی سے وفا کرتی ہے اگر آج قوم کے صاحب کرم حضرات دوسروں کی مدد کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے وقت میں اللہ تعالیٰ ان کی مدد اور دستگیری کا سامان بھی اپنے فضل سے مہیا کر دے گا

دعوت

بخدمت جمیع علمائے کرام و رؤسائے عظام و دیگر مسلمانان کشمیر

(از مولانا محمد عبداللہ صاحب وکیل سرینگر کشمیر)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

حضور مہاراجہ بہادر کی تشریف آوری اور تولد سعید کی تقریب پر ملک میں دعوتوں کا غلغلہ بلند ہوا۔ لہٰذا اس تقریب پر میں بھی آپ کو دعوت دینا چاہتا ہوں۔ تخت نشینی کے موقعہ پر حضور مہاراجہ بہادر نے انصاف کا اعلان فرمایا تھا۔ اب بتقریب پیدائش شہزادہ بلند اقبال مستعد طبائع میں ترقی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے میدان ارتقا میں آنے کے لئے آپ کی خدمت میں یہ دعوت نامہ پیش کرتا ہوں۔

آپ محض خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نظر اٹھا کر دیکھیں کہ اس وقت ہماری کیا حالت ہے اور ہم کن مصائب اور مشکلات میں مبتلا ہیں۔ زمانہ کس طرح ہمارے خلاف اور ہم کس طرح زمانہ کے خلاف چل رہے ہیں۔ ساری دنیا بیدار ہو کر ارتقاء جدید کے لئے منظم ہو رہی ہے اور صرف ہم ہیں کہ پراگندہ ہو کر ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں اور آئندہ ہلاکت سے بچنے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری کوئی ترتیب اور تنظیم نہیں۔ حالانکہ اسلام دنیا سے متفرق تنظیموں کو مٹا کر صرف انسانی تنظیم قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور اس وقت ہمارے سروں پر ایسی نحوست منڈلا رہی ہے۔ کہ بجائے نوعی تنظیم کے ہم خود اپنے اندر محدود قومی نظام مرتب کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ اور ہماری پریشانی عجب حیرانی ہو رہی ہے۔ جائدادیں ہمارے ہاتھ سے نکل رہی ہیں ہماری کمائی اور محنت اوروں کے لئے ہے قرضہ رشوت سود فضول خرچی بیکاری بیماری افلاس ذلت غرضیکہ ہر قسم کی آفت ہمارے سر پر ہے۔ ان آفات سماوی سے بچنے کیلئے بجز اس کے اور کوئی علاج نہیں کہ ہم سب فوراً منظم ہو جائیں اور ٹھوس نظام کے ماتحت ہمارا بیت المال یعنی قومی خزانہ ہو تاکہ اسی نظام کی قوت سے ہم بیکاری اور رسوم قبیحہ و دیگر امراض مہلکہ کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اگر ہم بہت جلد منظم ہو کر ارتقائے جدید کے لئے جدوجہد نہیں کریں گے۔ تو قانون الٰہی کے ماتحت ہم ضرور مٹ جائیں گے۔ اور کوئی بھی ہماری مدد نہیں کرے گا۔ اس لئے اس وقت ہمارا پہلا فرض یہی ہے کہ بہت جلد تمام مسلمانان کشمیر میں ایسی تنظیم قائم کریں جو درحقیقت تنظیم نوعی کا ہی ایک زینہ ہو۔ اور یہ نظام قائم ہونے کیلئے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم سب مسلمان شیعہ ہوں یا سنی مقلد ہوں یا غیر مقلد باوجود اختلاف اور خانہ جنگی کے مسلمانوں کو تباہی سے بچانے کے لئے اس اصول کو اپنا نصب العین بنا لیں۔ کہ جب حضرت امیر علیہ السلام اور معاویہؓ میں شدید لڑائی تھی اور شاہ روم نے موقع دیکھ کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا تو جناب معاویہ نے اس کو لکھ دیا کہ اگر تم نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا تو اگرچہ حضرت علیؓ سے میری لڑائی ہے مگر اس کی طرف سے پہلا جرنیل جو تمہارے مقابلہ پر آئے گا وہ معاویہ ہو گا۔ اس بات نے شاہ روم کو ایسا مرعوب کر دیا باوجود مسلمانوں کی خانہ جنگی کے اس کو حملہ کی جرأت نہیں ہوئی۔

اب ذرا ہم اپنی حالت کو دیکھیں۔ اس وقت ہماری حالت اور ذہنیت قابل افسوس و نفرین ہے کہ ہم معمولی اختلافات پر آپس میں ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ ہماری مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے جو ابھی تھانہ داری کا امیدوار تھا اپنی ماں کو کہہ دیا کہ میری پیاری اماں اگر میں تھانہ دار ہو گیا تو پہلے آپ کو ہی حوالات بھیج دوں گا۔ تاکہ میرا رعب قائم ہو۔ اسی طرح ہم بھی اپنا رعب قائم کرنے کے لئے مسلمانوں کا ہی بیڑا غرق کرنا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں اشد ضرورت ہے کہ ہم باوجود اختلافات و خانہ جنگی کے مسلمانوں کی خاطر منظم ہو جائیں۔ کہ یہ بھی قومی تنظیم کا ہی ایک زینہ ہو۔ یعنی ہمارے تمام فرقے اپنے اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اور سیاسیات سے الگ رہ کر تمام کشمیر کے لئے ایک مرکزی تنظیمی مجلس قائم کریں۔ اور چاہیے کہ اس مرکزی مجلس میں ہر ایک مسلم فرقہ اور جماعت کا نمائندہ شامل ہو۔ اور تمام جماعتوں کے جذبات کو ملحوظ رکھ کر ایک مفصل پروگرام تیار کیا جائے۔ اور ہر ایک جماعت اور فرقہ اس پروگرام پر سختی سے کاربند ہو۔ اور ہر ایک جماعت کا پیشوا اور لیڈر امام اور سجادہ نشین اس پروگرام کے نفاذ میں مصروف ہو تاکہ مسلمان ترقی کریں۔ آپ کو یہ بھی واضح ہو کہ یہ وسیع تنظیم مطابق منشاء و آئین حضور مہاراجہ بہادر ہے۔ قانون اور آئین کے خلاف نہیں۔ قوم اور ملک کے لئے منظم ہو کر وسائل ترقی پر غور کرنا درحقیقت گورنمنٹ کی اعانت ہے نہ مخالفت۔ اس لئے میں نہایت زور اور ادب کے ساتھ جناب میر واعظ صاحبان و دیگر بزرگان قوم کی خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ آپ بیدار ہو کر اٹھیں۔ اور مسلمانوں کو آئندہ تباہی سے بچائیں۔ ورنہ اس قوم کی تباہی کا سارا گناہ ہماری گردنوں پر رہے گا۔ اور ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اور خدا تعالیٰ کے حضور مجرم ٹھہریں گے

یا زعماء القوم مالکم لا تبصرون۔ قد بلغ السیل الزبیٰ فما لکم لا تتفکرون۔ فقوموا لنصرة الاسلام والمسلمین۔ وان تولیتم فان علیکم اثم الکشمیریین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۲۷ رمحرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ رجون ۱۹۳۱ء عیسوی | نمبر ۳۷

خطبۂ جمعہ

فرمودۂ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ

مورخہ ۱۲ رجون ۱۹۳۱ء

حضرت مسیح موعودؑ اس زمانہ میں ایک نشان الٰہی تھے

واذکر فی الکتب مریم اذ انتبذت من اھلھا مکانا شرقیا۔ فاتخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا۔ قالت انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا۔ قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا۔ قالت انی یکون لی غلٰم ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا۔ قال کذالک قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا ؕ

ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ذکر ہے اور حضرت مریم کو بیٹے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہم اس کو تمام لوگوں کے لئے نشان بنائیں گے۔ اور اپنی جناب سے رحمت بھی اس پر ڈالیں گے۔ بعض لوگوں کو اس پر یہ خیال گزرتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس آیت میں نشان بنانا کہا ہے ہو نہ ہو یہ کوئی ایسی بات ہے جو کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔ اور پھر اس سے حضرت مسیح کے بن باپ ہونے پر استدلال کرتے ہیں لیکن جو انبیا اور مامورین دنیا میں آتے ہیں وہ سب نشان بن کر ہی آتے ہیں۔ ان کا وجود ہی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا نشان ہوتا ہے حضرت عیسیٰ بھی انہی معنوں میں نشان تھے کہ جن معنوں میں سب مامورین نشان ہوتے ہیں۔ گذشتہ واقعات کو چھوڑ کر اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ جنکو مثیل مسیح۔ مجدد اور محدث بنا کر بھیجتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشان کے طور پر ہی نظر آتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جیسے پہلے عالم، لکھے پڑھے اور مولوی لوگ موجود تھے ان کے بالمقابل یہ انسان آیۃ للناس نظر آتا ہے یا نہیں۔ بعض اوقات انسان جس طرح غور کرنے سے ایک شخص کے مرتبہ کو نہیں پہچانتا اسی طرح افراط کے رنگ میں اس سے محبت کرکے اس کے مرتبہ اور درجہ کو حد سے بڑھا دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنانا اسی افراط اور غلو کی وجہ سے ہے۔ جو عیسائیوں نے ان کے حق میں کیا۔ یہ افراط اور غلو دوسری قوموں میں کم نہیں ہوا۔ اس امت میں بھی جو بڑے بڑے لوگ ہوئے ہیں ان کے متعلق بھی غلو کیا گیا ہے۔ اور ان کو اس درجہ سے بڑھا دیا ہے جس کے وہ مستحق تھے۔ مثلاً حضرت علیؓ جن کو شیعوں کے بعض فرقے خدا تک خیال کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت امام حسن اور حسین کو بھی بعض غالی حد سے زیادہ بڑھا دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے حق میں بعض مسلمانوں نے غلو اور بیجا محبت کرکے ٹھوکر کھائی ہے۔ لیکن دوسری طرف لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نشانات کی پرواہ نہیں کرتے۔ کتنا ہی بڑا نشان ہو اس کا انکار کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ فکاین من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون کتنے آسمان اور زمین میں نشانیاں ہیں مگر یہ لوگ آنکھ کھول کر نہیں دیکھتے اگر کوئی شخص آنکھیں بند کرکے گذر جائے تو اس کو کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ البتہ اگر وہ غور کریں تو نشان نظر آتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو نبی جاننے والوں نے گو غلو کیا لیکن پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑے نشان ہیں۔ دینی علوم اور معارف دقیقہ جو ان پر کھولے گئے وہ کسی معمولی انسان کا کام نہ تھا۔ بلکہ وہ خدا کی وحی تھی جس نے آپ پر یہ انکشاف کیا۔

ہر انسان کی ایک ذہنیت ہوتی ہے

جو اس کے خیالات سے تیار ہوتی ہے جو اس کے دل میں موجود ہوتے ہیں۔ اور یہی خیالات بعض اوقات ساری قوم کے اندر سرایت کر جاتے ہیں اور پھر جو کچھ باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں ان کے خلاف کرنا اکثر اوقات انسان کے وہم اور خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ مثلاً مسلمان ایک عرصہ سے یہ سنتے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر بیٹھے ہیں۔ قرب قیامت میں انکا نزول ہوگا۔ امام مہدی آئے گا دجال معہ اپنے عجیب و غریب گدھے کے خروج کرے گا۔ یاجوج ماجوج عجیب قسم کی مخلوق ہوگی جو دنیا کے سارے پانی کو پی جائے گی۔ دجال ایسے ایسے قدرت کے کام دکھائے گا کہ عقل دنگ رہ جائے گی۔ بلکہ وہ احیا اور اماتت پر بھی قادر ہوگا۔ اس کے حکم سے بارش ہوگی اور ساری زمین سرسبز ہو جائے گی۔ اس قسم کے قصے مسلمانوں کے دل ودماغ پر مسلط اور متسلط تھے۔ جب ایک بات ساری قوم میں عام ہو اور اس کو بار بار دہرایا جاتا ہو تو البتہ ابتدا میں اس کے خلاف دوسری طرف ذہن کا چلے جانا اور نیا انکشاف کر دینا بڑا عظیم الشان انسان کے دماغ کا کام ہے اور یا پھر اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ نے ہی تجلی فرمائی ہے۔ کہ جس سے وہ لوگوں کے دلوں کی تاریکیوں کو دور کرکے روشنی پیدا کر دے۔ اور

دنیا کی آنکھیں کھل جائیں

غور کیجئے کہ یہ خیالات کہ عیسیٰ علیہ السلام کا چرخ چہارم سے نزول۔ مہدی کا آنا اور اس کا دنیا کے دامن کو روپیہ پیسے سے بھر دینا دجال کو قتل کرنا اور اسی قسم کے عجیب و غریب قصے ایک طرف رکھئے کہ جو مسلمانوں کے دماغ پر مسلط تھے۔ اور ان باتوں کے متعلق جو انکشاف حضرت صاحب نے کیا ہے اس کو دوسری طرف رکھئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ذہنیتوں میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے تمام دور از قیاس باتوں سے خیالات کو پاک کرکے دماغ کو روشن کر دیا ہے جو بات سمجھ میں نہیں آتی تھی وہ اب کیسی صاف اور بین معلوم ہوتی ہے۔

دجال کا قصہ

کسی روایت میں ایک ذکر آتا ہے کہ کسی صحابی نے ایک سفر کیا۔ اور سمندر میں سفر کرتے کرتے وہ ایک ایسے جزیرہ میں جا نکلے جو پہلے کسی کو معلوم نہ تھا۔ اس صحابی نے دجال کو اس جزیرہ کے اندر زنجیروں میں قید پایا۔ وہ جزیرہ شام سے صرف ایک مہینہ کا رستہ تھا۔ اور ایک مہینہ کا رستہ بھی اس جہاز کی رفتار سے جو اس وقت چلتے تھے۔ اس پر کئی ایک شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ کہ جس جزیرہ میں دجال قید ہے وہ شام سے اس قدر تھوڑے فاصلہ پر ہے مگر آج جہازوں نے کل دنیا کے سمندروں کا گوشہ گوشہ چھان مارا ہے لیکن اب تک کوئی جہاز وہاں نہیں پہنچ سکا۔ کیا لوگوں کی آنکھیں بند ہو گئیں یا اس کو خدا نے کسی معجزہ سے اوپر اٹھا رکھا ہے ایسے وقت میں ایک شخص کی نگاہ روشن ہوتی ہے۔ مگر یہ نگاہ انسانی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک انکشاف ہے۔ کیونکہ یہ حضرت صاحب کے اپنے غور و فکر کا نتیجہ نہیں۔ اور نہ خود حضرت صاحب پہلے پہل دجال کی حقیقت معلوم کرنے کے پیچھے لگے ہیں اور نہ ان کا مقصد یاجوج ماجوج کی تحقیقات تھی۔ حضرت صاحب نے اپنے ابتدائی دعوے میں فرمایا کہ اس صدی کے مجدد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ایک خاص مشابہت ہے۔ اس کے بعد ان پر ایک دوسرا انکشاف ہوتا ہے کہ احادیث میں جس عیسیٰ کے آنے کا ذکر ہے وہ اس امت کا ایک مجدد ہے وہ کیونکہ عیسیٰ اور مہدی ہے پھر تمام پیشگوئیوں کو کس طرح حل کر دیا ہے جب تک وہ ان باتوں کو صاف نہ کرے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ سب باتیں بجائے خود

ایک بہت بڑا نشان ہیں

کیونکہ ایک قوم کی قوم پر کوئی خیالات مسلط ہو جاتے ہیں تو کسی شخص کا خیال دوسری طرف نہیں جاتا۔ نظر محدود ہو جاتی ہے۔ ایسے حالات میں مسیح کے چوتھے آسمان سے اترنے کا خیال کس کے دماغ سے نکل سکتا تھا۔ البتہ یہ مانا جا سکتا ہے کہ دہریت کی رو سے کوئی شخص حدیث اور قرآن کا انکار کرے۔ اور نزول مسیح اور مہدی کے آنے کی احادیث کو غلط قرار دے یہ سمجھ کر

اس کا ذہن اس فلسفہ کی طرح منتقل ہو سکتا ہے اور اس کے دل میں یہ خیال کیسے آ سکتا ہے کہ مسیح ناصری فوت ہو چکا ہے اور آنیوالا مسیح اسی امت سے آنے والا ہے آگے چل کر وہ باتیں امام مہدی کے متعلق کھولی ہیں مسلمانوں میں یہ عام خیال تھا کہ مہدی تلوار ہاتھ میں لے کر جو مسلمان نہ ہوگا اسے قتل کرتا چلا جائے گا۔ اور یوں مسلمان دنیا میں بکثرت ہو جائیں گے۔ اور وہ ان میں بیشمار مال و دولت تقسیم کرے گا۔ مسیح آسمان سے اتریں گے اور مہدی زمین سے پیدا ہوں گے۔ ان کا دم کافروں سے قتل کا کام کرتا ہے اور ان کی تلوار کافروں کو قتل کرتی ہے بالآخر اس طرح پر کافروں سے اسلام منوا لیا جائے گا۔ تعجب یہ ہے کہ یہ خیال تو اس قدر عام طور پر دلوں پر مسلط ہو گیا لیکن اگر احادیث کی طرف رجوع کیا جائے تو کوئی کمزور حدیث بھی نہیں ملتی جس میں بزور شمشیر لوگوں کو مسلمان کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن باوجود اس کے کیا اہل حدیث اور کیا حنفی ایک ایک فرد یقین رکھتا ہے کہ اسلام کا غلبہ تلوار کے زور سے ہوگا

امام مہدی کی علامات

حالانکہ احادیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ صرف اس قدر الفاظ آتے ہیں کہ مہدی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ ہاں بعض روایات میں یہ لفظ آتے ہیں یملک العرب یعنی وہ عرب پر بادشاہت بھی کرے گا۔ اور اس کے ساتھ سات یا نو سال کا لفظ آتا ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ جہاں اس کی حکومت کا ذکر ہے وہاں ساتھ عرب کا لفظ ہے اور عدل و انصاف کے موقعہ پر الارض یا ساری زمین کا ذکر ہے تو اس سے ہماری توجہ اس طرف جاتی ہے کہ یہ یملک العرب والا معاملہ بھی کوئی اور ہے۔ کیونکہ احادیث میں مہدی کا لفظ عام معنے میں استعمال ہوا ہے۔ واقعات تاریخی کو دیکھا جائے تو سات یا نو سال عرب پر حکومت کرنے کے واقعات اور کچھ اور احادیث کی پیشگوئیاں حضرت عبد اللہ بن زبیر پر پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جو یزید کی وفات پر خلیفہ ہوئے۔ اور نو سال تک ملک عرب پر حکومت کی لیکن یہ خیال کہ عدل و انصاف سے زمین کو بھر دینے سے یہ مطلب ہے کہ وہ بادشاہ بھی ہو صحیح نہیں۔ بڑا ظلم دنیا میں خدا کے ساتھ شریک کرنا ہے اور انسانوں کے حقوق میں مساوات کا نہ رکھنا تو یہ باتیں ایسی ہیں جن کے دور کرنے کے لئے بادشاہت کی نہیں بلکہ تعلیم کی ضرورت ہے۔ حقوق اللہ کے متعلق اور حقوق العباد کے متعلق انسانوں کو صحیح تعلیم پر قائم کرنا مصلحین کا کام ہے اور یہی درحقیقت مہدی کا کام ہے۔ اور اسی سے ظلم و جور کی جگہ اس کے عدل و انصاف کے قائم کرنے کا ذکر ہے۔ خود قرآن کریم میں عیسائیت کے شرک کو تمام شرکوں سے بڑھ کر قرار دیا ہے۔

تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا۔ ان دعوا للرحمٰن ولدا

قریب ہے کہ اس ظلم سے آسمان اور زمین پھٹ جائیں کہ یہ لوگ اللہ کا بیٹا تجویز کرتے ہیں۔ ایک اور خیال جو عام طور پر مسلمانوں کے دلوں پر مسلط تھا۔ یہ تھا کہ لوگ مسیح اور مہدی کو دو الگ الگ شخصیتیں سمجھتے تھے۔ لیکن احادیث سے ان دونو کا ایک ہونا ثابت ہے دونوں کے کام اور نشانات ایک جیسے بیان ہوئے ہیں۔ لیکن اس لازمی حق خیال کہ مسیح اور مہدی ایک ہیں حضرت مرزا صاحب نے پیدا کیا۔ آج یہی خیال قبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔ یہ انکشاف عظیم جس کو آج احادیث صحیح بتا رہی ہیں یہ بھی حضرت مرزا صاحب کے قلب مبارک پر ہی ہوا۔ اور ان کے مہدی ہونے کی اگر اور کوئی دلیل نہ ہوتی تو یہ ایک دلیل ہی کافی تھی۔

دجال اور یاجوج ماجوج کون ہیں

اسی طرح دجال اور یاجوج ماجوج وغیرہ امور کے متعلق جس قدر خیالات عام طور پر مروج تھے وہ ایک قصہ اور کہانی کا رنگ رکھتے تھے۔ ایک کانا یہودی جس کی ایک آنکھ ہوگی اور اس کے ساتھ ایک گدھا ہوگا جس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ ہوگا اور وہ بارشیں برساتا اور زندہ کرتا اور مارتا پھرے گا۔ اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوگی۔ اور اس کا بہشت دوزخ اور اس کا دوزخ بہشت ہوگا۔ یہ تمام باتیں عقل انسانی میں نہ آتی تھیں۔ مگر عام ذہنیتوں نے انہیں احادیث پر مبنی سمجھ کر قبول کیا ہوا تھا۔ حضرت مرزا صاحب کے دل پر جو انکشاف ان امور کے متعلق ہوا وہ کیسا صاف ہے اور کس قدر اس سے نبی کریم صلعم کی صداقت اور آپ کا اللہ تعالےٰ سے علم پانا ظاہر ہوتا ہے۔ دجال ایک انسان نہیں بلکہ وہ ایک یا بہت سی قومیں ہیں۔ یاجوج ماجوج بھی کچھ قوموں کے نام ہیں اور وہ کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں وہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ مگر ان کو دکھانے کے لئے کسی خدا سے روشنی پانے والے کی ضرورت تھی۔ یوں اب جبکہ حضرت مرزا صاحب نے صاف کر کے انہیں ہمارے سامنے رکھ دیا ہے تو کس قدر بین حقیقت نظر آتی ہے۔ کہ حدیثوں میں یہ صاف ذکر تھا کہ فتنہ دجال اتنا بڑا فتنہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی اتنا بڑا فتنہ دنیا میں کوئی نہیں ہوا کیا آج کسی شخص کو یہ شبہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ بین طور پر اقوام یورپ پر صادق آتے ہیں۔ حدیثوں میں ذکر تھا کہ لا یدان لاحد بقتالھما یاجوج ماجوج کی حربی طاقت اس قدر زبردست ہوگی۔ کہ دنیا میں کسی کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ کیا اس وقت صاف نظر نہیں آتا کہ وہ یہی اقوام یورپ ہیں جن کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت دنیا کے لوگوں کو نہیں گو وہ تعداد میں کتنے ہی زیادہ ہوں قرآن شریف سے حدیث سے صاف نظر آتا ہے کہ یاجوج ماجوج بعض قوموں کا ہی نام ہے جو ساری دنیا پر مسلط ہو جائیں گی وہ ساری دنیا پر مسلط ہیں مگر یہ کس کی آنکھ نے سب سے پہلے دیکھا۔ یہ وہی خدائی روشنی والی آنکھ تھی۔ جو اس صدی کے مجدد کو عطا ہوئی تھی۔ اس کی نظر ان باریکیوں تک پہنچی۔ اور آج یہ امور کھلے حقائق کی طرح ہمارے سامنے ہیں اس کے دکھانے سے ہم نے یہ سب کچھ دیکھا۔ تمیم داری نے جو کچھ بیان کیا ہے اور وہ حدیث میں روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے بھی اسے واقعہ بیان نہیں کیا بلکہ اپنا کشف اور رویا ہی بیان کیا ہے۔ گو وہ الفاظ حدیث میں محفوظ نہ رہے ہوں۔ اسی واقعہ کو اگر خواب کے رنگ میں لے لیں تو بات حل ہو جاتی ہے۔ تمیم داری نے دجال کو جزیرہ میں قید دیکھا اور مغرب میں دیکھا اور ایک گرجا کے اندر دیکھا اور وہ جزیرہ ملک شام سے ایک ماہ کی مسافت پر ہے۔ تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ وہ مغربی جزیرہ کونسا ہے اور دجال کون ہے۔ جو گرجا کے اندر سے نکلا ہے۔ اس وقت وہ بلاشبہ جزیرہ میں بندھا ہوا تھا یہ بھی کہا کہ ایک وقت آئیگا وہ آزاد ہو جائے گا۔ اب اگر اس کو ایک واقعہ کے رنگ میں لو تو کچھ بھی نہیں بنتا اور تمیم داری کا رویا سمجھ کر تمثیل کے رنگ میں لو تو ساری باتیں صاف ہیں۔ آج اس مغربی جزیرہ کا نام لینے کی بھی ضرورت نہیں۔ ہر ایک مسلمان کا دل اسے محسوس کرتا ہے اور آج وہ قید سے آزاد بھی نظر آتا ہے۔ پھر اسی دجال کے متعلق احادیث میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ اس کی ایک آنکھ یعنی دائیں آنکھ اندھی اور بیٹھی ہوئی ہے۔ اور بائیں آنکھ کے متعلق ہے کانہ کوکب دری۔ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ اس کے سمجھنے میں بھی کوئی دقت نہیں۔ اگر کوئی آپ اپنی آنکھ روشن کرے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ دجال کی دائیں آنکھ یعنی دین کی آنکھ اندھی ہے اور بائیں آنکھ یعنی دنیا کی آنکھ اسقدر چمکتی ہے کہ دنیا کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں رہی۔ ایک جگہ یہ بھی ہے تتبعہ کنوز الارض زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے نکلتے چلتے ہیں۔ اب دجال جس کے پیچھے خزانے زمین میں سے نکل نکل کر چلتے ہیں کیا وہ سب کو نظر نہیں آتا۔ کہ وہ خزانے خواہ دنیا کے سرسبز مقامات میں ہوں یا عرب کا ریگستان ہر جگہ سے نکل کر اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔

دجال کا گدھا اور بعض اور علامات

پھر اس کی سواری یعنی گدھا کیسا تیز رفتار کہ ہم دن میں ساری دنیا پھر آتی ہے۔ ریل دجال کا گدھا ہے۔ جب حضرت مرزا صاحب نے پہلے پہل اس بات کو بیان کیا کہ ریل دجال کا گدھا ہے۔ تو لوگوں نے آپ کی باتوں پر ہنسی اڑائی۔ لیکن آج سب جگہ اخبار دں میں بھی لکھا جا رہا ہے۔ پھر آتا ہے اس کے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہوا ہوگا جس کو ان پڑھ بھی پڑھ لے گا ظاہر ہے کہ یہ اس کا کفر صریح ہے ایسی باتوں پر لوگ پہلے پہل ضرور ہچکچایا کرتے ہیں لیکن آخر حق بات کی تائید ہوتی جاتی ہے ایک جگہ اسی دجال کے متعلق فرمایا الفتنۃ من ھھنا واشار الی المشرق یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اگرچہ اپنے مغربی جزیرہ میں مقید ہے مگر اس کا فتنہ مشرق سے شروع ہوگا۔ فتنہ دجال مشرق سے ہی شروع ہوا ہے اس طرح سے جتنا غور کریں نشانات کھلے نظر آتے جاتے ہیں وہی باتیں جو ایک قصہ اور عجیب نظر آتی تھیں ایک عظیم الشان پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر آتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتنا بڑا انسان ہے ایک طرف حدیث میں الفاظ دیکھتے ہیں تو دوسری طرف واقعات دنیا میں نظر آتے ہیں جو اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ فتنہ عظیم جس سے امت کو ڈرایا گیا تھا رونما ہو چکا ہے۔ اس فتنہ کو پاش پاش کرنے والا انسان بھی آ چکا ہے۔

غلو سے بچو

جہاں ایک شخص کی صداقت کے نشانات کو دیکھ کر اس کے ساتھ ہو جانا ضروری ہے اس کو مان کر غلو کرنا بھی بری چیز ہے غلو قوموں کو تباہ کرنے والا ہے۔ حضرت صاحب کی بعثت کی غرض جہاں فتنہ دجال کو دور کرنا ہے وہاں قرآن کریم کے علوم کی اشاعت اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا بھی ہے۔

چنانچہ حضرت صاحب نے خود فرمایا ہے کہ میں تکفیر کو دور کرنے کے لئے اٹھا ہوں۔ لیکن قادیانی فریق نے حضرت صاحب کی طرف نبوت کا دعوےٰ منسوب کر کے نفرت اور روک پیدا کر دی ہے۔ حالانکہ ہم نے کہا ہے کہ ہم حضرت صاحب کا دعوےٰ نبوت سے انکار سینکڑوں دفعہ دکھاتے ہیں صرف ایک دفعہ دعویٰ نبوت کے الفاظ دکھا دو۔ مجاز اور استعارہ کے طور پر جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان سے کوئی دعوےٰ ثابت نہیں ہوتا جبکہ مدعی خود نبوت کا دعویٰ کرنے والے پر لعنت بھیجتا ہے اور ایسے مدعی کو کافر اور کاذب قرار دیتا ہے۔

ہمارا عملی پروگرام

غرض حضرت صاحب کی آمد سے ایک دنیا کے اندر علوم پھیلے ہیں ان علوم کو دنیا میں لے جانا اور صداقت اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہمارا کام ہے۔ دنیا کی چیزیں ہمیں دنیا کی طرف کھینچتی ہیں لیکن تم دنیا کو خدا کی طرف لیجاؤ۔ جماعتوں میں ہمیشہ جھگڑے بھی ہوتے ہیں کیا صحابہ میں اختلافات نہ تھے لیکن اپنی ہمت کو اگر بلند رکھو گے اور دین کو آگے لیجانے کی کوشش کرو گے تو اس میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اپنی اندرونی قوت اور طاقت کے ساتھ تم دنیا کو فتح کر سکتے ہو۔ علم بھی ہمت اور طاقت کا غلام ہے ہم نے اپنی ہمت اور طاقت سے دین کو دنیا پر غالب کرنا ہے۔

ہمیں صرف دجال کا مقابلہ ہی درپیش نہیں بلکہ ہندوؤں سے بھی اپنا بچاؤ کرنا ہے۔ بغیر اپنے اندر قوت پیدا کرنے کے ہم بچ نہیں سکتے۔ جس طرح دجال اسلام کو تباہ کرنا چاہتا ہے ہندوؤں کے اندر بھی اس قسم کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں کہ اس اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا یا جائے جو بعض وقت ان کے مونہوں سے نکل کر الفاظ کا رنگ بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ تو اپنے آپ کو اعدا کے منصوبوں سے بچانے کے لئے ہمیں اپنے اندر ہمت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور ہمارے نوجوانوں میں اس ہمت کا پیدا ہونا ایک اچھا نشان ہے اس وقت جو ہمارے سامنے دو کالجوں کے طالب علموں نے نمونہ دکھایا ہے، وہ غیرت اسلامی کا نمونہ ہے انہوں نے اس وقت اپنے فوائد کی پروا نہیں کی۔ بلکہ اسلام کے لئے عزت اور جوش دکھایا ہے۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوا ان کی اعانت کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قوم کے اندر زندگی کے آثار موجود ہیں۔ اپنے اندر ہمت پیدا کرو تو یہ سب رکاوٹیں تمہاری ترقی کی راہ سے دور ہو سکتی ہیں۔

اختلافات کی کبھی پرواہ نہ کرو اپنا کام کئے جاؤ۔ میں کبھی یہ بات کہہ دیتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے بہتر کام کرنے والا ملے تو بے شک اس کو آگے کر لو۔ بعض دوست اس پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ یہ ایک کم ہمتی کی بات ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں میں صرف اس بات کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ کام کا تعلق عہدوں سے نہیں کہ فلاں پریذیڈنٹ ہے تو وہی قوم کا کام کر سکتا ہے اور فلاں سکرٹری ہے تو وہی کام کر سکتا ہے کام کرنے والا بغیر عہدہ کے بھی کام کر سکتا ہے۔ عہدوں کی خواہش کی بیماری نے مسلمانوں کے بہت کاموں کو تباہ کر دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہماری قوم میں یہ بیماری پیدا ہو۔ اس لئے میں تو اپنے اندر خدا کے فضل سے یہ ہمت پاتا ہوں کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا ہے اسے کروں۔ لیکن اگر قوم کو بہتر آدمی ملے تو میں بحیثیت ممبر کام کرنے کو تیار ہوں۔ آج وہ مقام جہاں پیری کا رعب قائم ہے اس کی حالت کو دیکھو کہ وہاں آئے دن نئے نئے منافق پیدا ہونے کی شکایت رہتی ہے۔ اور کتنی مرتبہ لوگوں کو منافق قرار دے کر ان کو قادیان سے خارج کیا گیا ہے۔ مگر سال دو سال کے بعد وہ پھر پیدا ہو جاتے ہیں۔ اب پھر میاں صاحب نے خطبہ میں اعلان کیا ہے کہ تم بڑے بیوقوف ہو جو اپنے دشمن کو صرف باہر ہی دیکھتے ہو۔ حالانکہ تمہارے اندر منافق موجود ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ لاہور والوں کو کبھی کسی کو منافق قرار دے کر خارج کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ منافق انسان اس وقت بنتا ہے جب اس کو اوپر سے حکومت کا خوف ہو کہ وہ کھلم کھلا مخالفت کرے گا تو پکڑا جائے گا۔ لیکن ان جماعتوں میں جن کا تعلق روحانیت پر ہے کسی کو منافق بنا کر ساتھ کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر کوئی شخص کام کو اچھا نہیں سمجھتا تو جس وقت چاہے الگ ہو سکتا ہے۔ آخر پھر کہتا ہوں کہ اپنی ہمت کو بڑھاؤ تو کوئی طاقت تمہاری ترقی کو روک نہیں سکتی۔ عقائد اور کام کے لحاظ سے اللہ تعالےٰ نے تمہیں چن لیا ہے مسلمانوں کی نگاہ تمہاری جماعت پر ہے۔ اگر تم خود طاقت اور ہمت نہ ہارو گے تو نقص خود بخود دور ہو جائیں گے۔

اہل حدیث کی حدیث دانی

علماء اہل حدیث کو اپنی حدیث دانی اور حدیث فہمی پر بڑا ناز ہے اور ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ ان کا ماء الحیات حدیث ہی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود کی دشمنی نے انکو اس قدر بے بصیرت بنا رکھا ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ سنتے ہیں پر نہیں سنتے یہ بھی حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک بہت بڑا نشان ہے۔ قرآن اور حدیث کے موجود ہوتے ہوئے علم دینی کا دعوےٰ رکھتے ہوئے وہ علوم دینی سے اس درجہ بے بہرہ ہیں اور پھر اپنی اس نادانی پر نازاں ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے ٹریکٹ میں دو احادیث لاتکفروا اهل قبلتك اور من کفر اهل لا اله الا الله فهو الى الكفر اقرب نقل کی ہیں۔ ان کے متعلق کوئی مولانا محمد حسن ناظم انجمن اہل حدیث لاہور اہل حدیث میں لکھتے ہیں کہ

" ان کا حوالہ طلب کیا تھا لیکن تاحال جواب سے جواب ہے۔ یہ خاموشی ایک مصنف اور امیر جماعت کی شان سے بعید ہے" یہ احادیث ہیں اور یقیناً ہیں۔ علمائے اہل حدیث کو معلوم بھی ہوں گی لیکن یا تو اس لئے کہ انہیں اہل حدیث کے ایک شعر کو حضرت امیر پر چسپاں کرنے کے شوق نے مجبور کیا ہے یا مولانا ثناء اللہ کی طرح ان کو قریب نظری کا وہ خطرناک مرض ہے کہ جس سے ان کو رات کا دن اور دن کی رات نظر آیا کرتی ہے۔ اس لئے ان کو یہ احادیث نہیں ملتیں تاہم جب انہوں نے پوچھا ہے تو بتا دینا ہمارا فرض ہے۔

پہلی حدیث مجمع البحار اور نہایہ ابن اثیر میں لفظ کفر کے زیر عنوان موجود ہے اور دوسری حدیث کے متعلق حضرت امیر نے خود "الطبرانی" لکھا ہے۔ اس کے بعد مولانا سے بھی ہمارا ایک سوال ہے کہ کیا آپ اہل قبلہ کی تکفیر کے قائل ہیں؟ اگر ہیں تو کس آیت اور حدیث کی بنا پر اگر نہیں تو کیوں نہیں۔ دونوں صورتوں میں حوالجات مطلوب ہیں یا مولانا ثناء اللہ کا قہقہہ اس کا جواب

محمدی بیگم والی پیشگوئی

(از قلم خاکسار غفاری کاشمیری)

عموماً دیکھا گیا ہے کہ مخالفین سلسلہ احمدیہ جگہ جگہ ایک اعتراض پیش کر دیا کرتے ہیں کہ جناب میرزا صاحب کی محمدی بیگم والی پیشگوئی غلط نکلی۔ اس واسطے نعوذ باللہ میرزا صاحب اپنے دعوےٰ میں کاذب تھے" انہیں یہ معلوم نہیں کہ انبیاء بھی چونکہ روحانی طبیب ہوتے ہیں۔ اس واسطے اگر عام حکیموں اور ڈاکٹروں کی طرح وہ علاج مرض میں بعض اوقات غلطی بھی کر جائیں۔ تو اس سے ان کے طبیب روحانی ہونے میں کوئی بطلان لازم نہیں آتا۔ اور پیشگوئی کے معنی سمجھنے میں غلطی لگ جانا بھی ایک معمولی امر ہے۔ جو بتقاضائے بشریت واقع ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ایک زمین دکھائی جاتی ہے۔ جسکی طرف آپ کو ہجرت کرنا ہوگا۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یمامہ کی طرف گیا۔ حالانکہ وہ مدینہ نکلا۔

آپ ایک پیشگوئی بیویوں کے متعلق کرتے ہیں اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا (تم میں سے سب سے پہلے وہ مجھے ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں)۔ آپ کی بیبیاں آپ کے سامنے ہاتھ ناپتی ہیں۔ تو آپ خاموش رہتے ہیں۔ لیکن جب پیشگوئی پوری ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کا طول مراد نہ تھا بلکہ سخاوت مراد تھی کیونکہ وہ بی بی سب سے پہلے فوت ہوئیں جو سب سے زیادہ سخی تھیں۔

آپکو رویا ہوتی ہے کہ آپ حج بیت اللہ کر رہے ہیں۔ اور اسی رویا کی بنا پر آپ چودہ سو آدمی کو ساتھ لے نکلتے ہیں۔ اور مکہ کے قریب پہنچکر روک لئے جاتے ہیں۔ اعتراض ہوتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال حج کرو گے۔

چونکہ پیشگوئی عقائد دینیہ میں سے کوئی چیز نہیں۔ اس لئے اس کے متعلق اگر نبی کو بھی اجتہادی غلطی لگ جائے۔ تو ہرج نہیں پس وہ لوگ جن کو اس امت کے اندر پیشگوئیاں بتائید دین کے لئے دی جاتی ہیں۔ ان کو بھی اگر کسی پیشگوئی کے سمجھنے میں غلطی لگ جائے۔ تو ممکن ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

" اگر پرسند سبب چیست۔ کہ در بعضے از کشوف کونی کہ از اولیاء اللہ صادر میگردد۔ غلط واقع می شود۔ وخلاف آں ظہور می آید مثلاً خبر کردند۔ کہ فلانی بعد از یکماہ خواہد مرد یا از سفر بوطن مراجعت خواہد نمود۔ اتفاقاً بعد از یکماہ ازیں ہر دو چیز کدام بوقوع نیامد۔ در جواب گوئیم۔ کہ حصول آں کشف ومخبر عنہ مشروط بشرائط بودہ است۔ کہ صاحب کشف در آں وقت بتفصیل آں شرائط اطلاع نیافتہ وحکم کردہ بحصول آں شئے مطلقاً"۔ (مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۲۷۰) یعنی اگر کوئی یہ پوچھے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشوف کونی کیوں غلط واقع ہوتے ہیں۔ اور اس کے خلاف کیوں ظہور میں آتا ہے۔ مثلاً وہ پیشگوئی کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص ایک ماہ کے بعد مر جائیگا یا سفر سے اپنے وطن کو واپس آئے گا۔ مگر اتفاق ایسا ہوتا ہے کہ مہینہ گذرنے کے بعد ان دونوں باتوں میں سے ایک بات بھی وقوع میں نہیں آتی۔ اس کے جواب میں یہ کہوں گا۔ کہ دراصل اس مکشوف اور مخبر عنہ کا حاصل ہونا مشروط بشرائط تھا۔ جن کی

صاحب کشف نے اس وقت بغیر اطلاع پانے کے اس شے کے حصول کا مطلقاً حکم دیا کہ ایسا ضرور ہو جائے گا۔ حالانکہ وہ ان مخفی شرائط کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے وقوع میں نہیں آیا۔

پھر آگے چلکر اسی مکتوب میں فرماتے ہیں "یا آنکہ گویم حکمے از احکام لوح محفوظ بر عارفے ظاہر شدہ۔ کہ آں حکم فی نفسہ قابل محو و اثبات است۔ و از قبیل قضائے معلق۔ اما آں عارف را از تعلیق و قابلیت محو ۔۔۔ خبر نباشد۔ دریں صورت اگر بمقتضائے علم خود حکم کند ناچار احتمال تخلف خواہد داشت" یعنی کہ یا میں یہ کہوں گا کہ ایک حکم لوح محفوظ کے احکام سے عارف پر ظاہر ہوا۔ اور وہ حکم فی نفسہ قابل محو و اثبات اور قضائے معلق کی قسم سے تھا۔ مگر اس عارف کو تعلیق اور محو کے قابل ہونے کی خبر پوری نہیں ہوئی۔ ایسی صورت میں اگر وہ اپنے علم کے مطابق خود حکم کردے کہ یوں ہوگا تو وہ خلاف واقع ظاہر ہو۔ اندریں صورت اگر جناب میرزا صاحب کی ہزارہا پیشینگوئیوں میں سے کوئی پیشینگوئی بالفرض والتقدیر پوری نہ بھی ہوئی۔ تو کون سی قباحت لازم آئی۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنے ترجمان القرآن جلد دہم صفحہ ۱۰۰ میں ایک حدیث درج کی ہے جسے مفید مطلب سمجھکر بیان پر قارئین کرام کی خاطر نقل کیا جاتا ہے۔

اخرج الطبرانی وابن عساکر عن ابی امامۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لخدیجۃ اما شعرت ان اللہ زوجنی مریم بنت عمران وکلثوم اخت موسیٰ وامرأۃ فرعون۔ قالت ھنیئاً لک یا رسول اللہ

یعنی طبرانی اور ابن عساکر ابی امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے جناب خدیجہؓ سے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے میرا نکاح حضرت مریم بنت عمران اور کلثوم ہمشیرہ جناب موسیٰ اور فرعون کی بیوی سے کردیا ہے وہ عرض کرنے لگیں کہ یا رسول اللہ! پھر آپ کو مبارک ہو۔

(فما ہو جوابکم فہو جوابنا)

اب پھر میں اپنے مقصد کی طرف آتا ہوں محمدی بیگم والی پیشگوئی میں سب سے پہلے یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اس پیشگوئی کا مقصد کیا تھا۔ جناب حضرت میرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خط (بنام مولوی محمد حسین بٹالوی) تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس پیشگوئی کی یہ بنیاد نہیں تھی کہ خواہ مخواہ میرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی۔ بلکہ بنیاد یہ تھی کہ یہ فریق مخالف جن میں مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے سخت مخالف تھے اور ایک ان میں سے عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ جل شانہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا تھا۔ اور اپنا مذہب دہریہ رکھتا تھا اور نشان کے طلب کے لئے ایک اشتہار بھی جاری کر چکا تھا۔ اور یہ سب مجھ کو مکار خیال کرتے تھے۔ اور نشان مانگتے تھے اور صوم و صلوٰۃ اور عقائد اسلام پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے خدا نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے۔ سو اس سے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بیدین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا۔ خدا ترس آدمی سمجھ سکتا ہے کہ موت اور حیات انسان کے اختیار میں نہیں۔ اور ایسی پیشگوئی جس میں ایک شخص کی موت کو اس کی بیٹی کے نکاح کے ساتھ جو غیر سے ہو۔ وابستہ کردیا گیا اور موت کی حد مقرر

اور اس سے پہلے ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں تحریر فرمایا کہ (الف) "یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے۔ جو اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔

(ب) لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا۔ اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانے میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔" (دیکھو رسالہ مذکورہ صفحہ ۲) (ج) یہ پیشگوئی اس قوم کے ڈرانے کے لئے ہے۔ جن کی طبیعتوں میں الحاد اور ارتداد غلبہ کر گیا ہے اسی وجہ سے خدا نے اس پیشگوئی کے پہلے کلمات میں ہی فرمایا کہ یہ لوگ میری آیتوں کی تکذیب کرتے اور میرے نشان کو ٹھٹھا کرتے ہیں۔ پس جبکہ یہ پیشگوئی انذار و تخویف پر مشتمل تھی اور بطور سزا کے وعدے محض عذاب کے طور پر تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ عذاب اور تاخیر عذاب میں اپنی سنت اور عادت کا اس جگہ بھی پابند ہو (ایضاً رسالہ مذکورہ صفحہ ۱۲)

الغرض اس پیشگوئی کا مقصد ہرگز ہرگز لڑکی کا نکاح میں لانا نہ تھا۔ بلکہ اپنے رشتہ داروں پر حجت الٰہی قائم کرنا اور ان کو خدا کی ہستی اور اپنی صداقت کا ثبوت دینا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ ورنہ وہ لڑکی تو اس وقت آٹھ یا نو برس کی تھی اور آپ کے ادنیٰ سے اشارہ پر مریدین مخلصین ہمہ صفت لڑکیاں آپ کے حبالۂ عقد میں لانا اپنی سعادت دارین کا موجب سمجھتے۔ پس اس پر نفسانی افترا کا گمان کرنا اول درجہ کی حماقت اور انتہا درجہ کی شرارت ہے۔

حضور مغفور کا جو مقصد اس پیشگوئی سے تھا وہ رحمت اور عذاب دونوں صورتوں میں پورا ہو چکا۔ اور ہو رہا ہے عذاب کی صورت تو یہ ہے کہ ۷ر اپریل ۱۸۹۲ء میں مرزا احمد بیگ نے اس لڑکی کا ایک جگہ نکاح کردیا۔ اور بموجب پیشگوئی "تین برس کے اندر یعنی نکاح سے چوتھے مہینے میں جو ۳۰ر ستمبر ۱۸۹۲ء تھی فوت ہو گیا۔ اس موت کا اثر تمام کنبے پر یہ ہوا کہ وہ آخر اس شوخی و استہزا اور علانیہ تکذیب و مخالفت سے باز آگئے جس کی بنا پر یہ پیشگوئی تھی اور وعید کی پیشگوئیوں میں اگر کوئی شرط ظاہری طور پر نہ بھی ہو تو بھی یہ امر مسلمہ فریقین ہے کہ وہ صدقہ و استغفار اور انابت خشوع و خضوع اور ترک تکذیب علانیہ سے ٹل جاتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں مشرکین کی نسبت ہے وما کان اللہ لیعذبھم وھم یستغفرون (انفال) اور فرعونیوں کا طرز عمل حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں قالوا یایہ الساحر ادع لنا ربک بما عھد عندک اننا لمھتدون ۵ فلما کشفنا عنھم العذاب اذا ھم ینکثون (زخرف) دیکھئے وہ نبی کو ساحر کہہ رہے ہیں مگر تھوڑے سے رجوع کے بدلے میں بھی عذاب ہٹالیا جاتا ہے۔

غرض یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ انابت سے عذاب الٰہی میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ پس جب ایک خطرناک موت سے ان لوگوں نے حق کی طرف رجوع کیا تو بقدر رجوع الی الحق کے ان موعودہ مصیبتوں اور تباہیوں میں کمی آتی گئی۔ جیسا کہ الہام مندرجہ تتمہ اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء میں درج ہے "رأیت

توبی فان البلاء علی عقبک والمصیبۃ نازلۃ علیک یموت ویبقی منہ کلاب متعددۃ" یعنی میں نے اس عورت کو دیکھا کہ رونے کا اثر اس کے چہرہ پر ہے۔ اے عورت! توبہ کرلے کہ بلا تیرے پیچھے ہے۔ اور مصیبت تجھ پر نازل ہونیوالی ہے۔ وہ مرے گا چنانچہ اب اس وقت کئی ان میں سے سلسلہ احمدیہ میں علانیہ داخل ہو کر ان برکات سے حصہ پانے لگے۔ جو جناب مسیح موعود کے لئے مخصوص و موعود تھیں۔ اور بعض جن کے لئے یہ مقدر نہ تھا وہ فوت ہوئے۔ مثلاً احمد بیگ کا لڑکا۔ اس کی دو بہنیں اور ساس۔

لیکن حیرت کا مقام ہے کہ بیرونی لوگ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی کہہ کر انکار کر رہے ہیں۔ مگر اندرونی لوگ روز بروز ہدایت پا رہے ہیں۔ حالانکہ پوری نہ ہونے کی صورت میں برا اثر اس خاندان پر پڑ جانا چاہیے تھا۔ جس کے بارے میں یہ پیشگوئی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نشان اپنے پورے زور کے ساتھ پورا ہو چکا ہے۔ اور ان کے دل گواہی دے اٹھے ہیں کہ جو کچھ خدا کے مامور نے فرمایا وہ حق تھا۔ اور ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا احمد بیگ۔ مرزا امام الدین۔ مرزا نظام الدین فوت ہو چکے ہیں اور مرزا احمد بیگ کے خاندان کے اکثر آدمی سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔ اسی طرح اس خاندان کا سردار مرزا محمود بیگ نہایت اخلاص سے بیعت میں داخل ہوا ہے اور مرزا احمد بیگ اور مرزا امام الدین کی لڑکی بھی داخل سلسلہ ہوئی ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو اس رشتہ کے مانع تھے۔ یہی وہ لوگ تھے جو درمیان میں روڑے اٹکاتے تھے۔ اور رشتہ نہ ہونے دیتے تھے۔

پس جب وعید سے اصلی غرض جو ان رشتہ داروں پر خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کے جلال کا اظہار تھا۔ پوری ہوگئی۔ اور ان میں سے بہت سے سلسلہ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ بلکہ داخل بھی ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وعید کو ملتوی کردیا۔ اس وقت کہ شوخی و شرارت سے کام لیں۔ باقی رہا نکاح سو وہ ایک موت پر موقوف تھا اور وعیدی موت شوخی و شرارت دکھانے پر موقوف ہے لیکن جب ایسا نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا ہی کیا کہ اس انعام کو اس قوم سے ہٹا لیا۔ اور اپنے مامور کو کسی اور رنگ میں اس کا اجر دیا۔ اور ان کی تو پہلے بھی کوئی نفسانی خواہش نہ تھی بلکہ اللہ کے حکم سے ایک امر کے لئے اعلان کیا تھا اللہ کے ان کے ساتھ ایسے تعلقات تھے جیسے جناب سید عبد القادر جیلانیؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ خدا کا وعدہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی اپنے ساتھ قرارداد کرے۔ پھر ہر وقت اسے بدلنے پر اختیار رکھتا ہے۔ فتوح الغیب مقالہ ۵٦ میں تحریر فرماتے ہیں۔

یجوز ان یعدہ اللہ یوعد۔ ثم لا یظہر للعبد وفاء بذالک۔ یعنی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ ایک وعدہ کرے۔ اور پھر اس بندہ کیلئے اس وعدہ کا پورا ہونا ظاہر نہ کرے۔

مختصر یہ کہ محمدی بیگم کے نکاح والی پیشگوئی کے دو حصے تھے ایک میں اس کے والد کی موت کی خبر تھی۔ دوسرے میں اس کے خاوند کی۔ سو پہلا حصہ واقع ہو گیا اور دوسرا انذاری حصہ کو اللہ تعالیٰ نے بوجہ ان کے رجوع بحق ہونے کے [illegible] خدا کے نزدیک کہ یہ مستعد امر نہیں چنانچہ حضرت

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"تخویف اور انذار کی پیشگوئیاں جس قدر ہوتی ہیں جن کے ذریعہ سے ایک بیباک قوم کو سزا دینا منظور ہوتا ہے۔ ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں۔ بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں اور اگر وہ لوگ نزول عذاب سے پہلے توبہ اور استغفار اور رجوع الی الحق سے کسی قدر اپنی شوخیوں اور چالاکیوں اور تکبروں کی اصلاح کریں۔ تو وہ عذاب ایسے وقت پر جا پڑتا ہے۔ کہ جب وہ لوگ اپنی پہلی عادات کی طرف پھر رجوع کرلیں۔ یہی سنت اللہ ہے جو قرآن کریم اور دوسری کتابوں سے ظاہر ہے۔" (اشتہار مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے داماد سلطان محمد کی نسبت جو پیشگوئی تھی اس کی حقیقت۔ مورخہ ۶ر ستمبر ۱۸۹۴ء)

اور مولوی ثناء اللہ امرتسری بھی اپنی تفسیر ثنائی جلد اول صفحہ ۱۱۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ

(۱) خدا فرماتا ہے کہ میں ہمیشہ سے بڑا ہی رحم والا مہربان ہوں۔ جو کوئی مجھ سے ڈر کر بھی جھکے تو میں اس کو فوراً اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہوں۔"

(۲) اللہ تعالٰے ہی مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی تھوڑی سی توجہ پر متوجہ ہوتا ہے (جلد ۲ صفحہ ۶۵)

"درحقیقت مدعی کے صدق وکذب کا سب سے بڑا معیار یہی ہے۔ کہ اس نے کیا کام کرکے دکھایا ہے پیشگوئیاں بھی بیشک ایک خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ مگر نہ اس قدر کہ انہی پر ہی سب کچھ منحصر کر بیٹھیں۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا اگر انحصار کسی ایک امر پر کرنا ہو تو وہ آپ کا کام ہے۔ کسر صلیب کا سامان اللہ تعالٰے نے آپ کو دیا۔ گو اس کا اصلی ماخذ قرآن کریم ہی ہے۔ مگر قرآن کریم کے عجائبات آپ پر کھولے گئے۔ اور یہی اللہ تعالٰے کی سنت اس امت میں اولیا کے ساتھ ہے۔ کہ جس پر وہ بہت مہربان ہوتا ہے۔ اس کو قرآن کریم کے عجائبات پر مطلع فرما دیتا ہے۔ جو دوسرے لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح سب دینوں پر دین اسلام کے غلبہ کا سامان بھی آپ کی وساطت سے ملتا ہے۔ اور عملاً آپ وہ کام کرکے جاتے ہیں جو اس زمانہ کی سخت ترین ضرورت تھی۔ یعنی خالص اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت کا قائم کرنا۔ علاوہ اس کے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی پیشگوئیاں جو مسیح موعود اور مہدی کے لئے تھیں آپ کے زمانہ میں پوری ہوئی ہیں یہ بھی ایک دلیل آپ کی صداقت پر ہے پھر نزول مریم کا مسئلہ جس کے حل کرنے میں آج تک مشکلات رہی ہیں۔ اس کا فہم بھی آپ کو دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کی پیشگوئیاں بھی آپ کی صداقت پر ایک دلیل ہے۔ ان پیشگوئیوں میں سے بالخصوص وہ مسئلہ جو آپ کے غلبہ اور آپ کے دشمنوں کی ناکامی کے متعلق ہے۔"

لیکن اگر کسی پیشگوئی میں ابہام ہو تو اس سے کوئی نتیجہ اس کے خلاف پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کی ایسی پیشگوئیاں بھی موجود ہیں۔ جو پوری ہو چکی ہیں۔ دشمنان حق نے صرف اسی وجہ سے ٹھوکر کھائی ہے کہ وہ سینکڑوں مضبوط شہادتوں کو ایک ابہام کی وجہ سے یا ایک متشابہ امر کی وجہ سے پس پشت پھینک دیتے ہیں۔ نعلولی لمن عرفه وصدقه والسلام علی من اتبع الھدی۔

اس مضمون کو میں نے مختلف رسائل کی امداد سے لکھا ہے لیکن پریشان خاطر ہونے کی حالت میں لکھا ہے۔ اس واسطے ممکن ہے کہ اس کے لکھنے میں مجھ سے بہت سی کوتاہیاں اور خامیاں رہ گئی ہوں۔ والعذر عنه کرام الناس مقبول۔

(قاری کاشمیری)

ہندوؤں کی مسموم ذہنیت

قصور میونسپل کمیٹی نے اپریل ۱۹۳۴ء میں ڈاکٹر نیاز الدین صاحب کو ہیلتھ افسر مقرر کیا تھا جنہوں نے نہایت تندہی اور جانفشانی سے کام کرکے اپنے آپ کو اس عہدے کا اہل ثابت کیا۔ ان کے تقرر کی منظوری آنریبل وزیر تعلیم نے کرنل گل ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ کی سفارش پر حال ہی میں دی ہے اس سے ہندو اخبارات مثلاً ٹریبیون۔ پرتاپ اور بندے ماترم جن کی آنکھوں کو تعصب اور تنگدلی نے بالکل اندھا کر رکھا ہے سیخ پا ہو رہے ہیں۔ اور آنریبل وزیر تعلیم پر بے دے شروع کر رکھی ہے۔ آئے دن الٹے سیدھے مضمون لکھتے ہیں اور بے معنی اشعار گھڑ گھڑ کر اپنی انصاف دشمنی تعصب اور مہا سبھائی ذہنیت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور اس سے ان کا مدعا آنریبل وزیر تعلیم کے خلاف کمینہ اور مکروہ پروپیگنڈا کرنا ہے۔ اگر یہ مہا سبھائی اخبار رسول دست دیکھنے کی تکلیف گوارا کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ ملک فیروز خاں نون ہی تھے جنہوں نے ڈاکٹر نیاز الدین کے تقرر کی منظوری دینے سے پیشتر اسی قابلیت کے کئی ایک ہندوؤں کو بھی ہیلتھ افسر مقرر کیا تھا۔ مثلاً

(۱) ڈاکٹر ہردت ڈھینگرا ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ہیلتھ افسر لائل پور۔

(۲) ڈاکٹر ہری نرائن ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ہیلتھ افسر انبالہ

(۳) ڈاکٹر موہن لال گلاٹی ایم بی بی ایس ہیلتھ افسر سرگودھا۔

(۴) ڈاکٹر لاجپت رائے ایم بی بی ایس

(۵) ڈاکٹر دیوان چند بوہرا ایم بی بی ایس ہیلتھ افسر قصور جن کی جگہ ڈاکٹر نیاز الدین صاحب کا تقرر ہوا ہے۔

کیا ہندو اخبارات بتائیں گے کہ مندرجہ بالا صاحبان کی تقرری کے وقت ان کے ڈی۔ پی۔ ایچ نہ ہونے پر بھی انہوں نے اعتراضات کئے تھے۔ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا ہندو کا ڈی پی ایچ نہ ہونا قابل اعتراض نہیں ہے۔ اور فقط ایک مسلمان کا ڈی پی ایچ نہ ہونا ہی قابل اعتراض ہے۔

ڈاکٹر نیاز الدین ایم بی بی ایس اور ڈاکٹر ہری نرائن صاحب ایم بی بی ایس دونوں ایک ہی وقت میں میڈیکل کالج سے فارغ التحصیل ہو کر نکلتے ہیں۔ ایک انبالہ میں ہیلتھ افسر مقرر ہوتا ہے اور ایک قصور میں۔ انبالہ والا چونکہ ہندو ہے اس لئے اس کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی جاتی۔ اس کا ڈی پی ایچ نہ ہونا کسی کو نہیں کھٹکتا۔ وہ اس لئے ناتجربہ کار نہیں کہ وہ ہندو ہے۔ اور ہندو ہونا ہی فی زمانہ قابلیت اور تجربہ کا معیار ہے۔

قصور کا ہیلتھ افسر چونکہ مسلمان ہے اس لئے ناتجربہ کار ہے۔ اس لئے قابل مذمت ہے۔ ہندوؤں کی لغت میں مسلمان ہونا ایسا پاپ ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ ع

غیر ممکن ہے مجھے انس مسلمانوں سے
بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

تمام پنجاب میں چودہ میونسپل ہیلتھ افسر ہیں اور ان میں سے فقط ایک یعنی ہیلتھ افسر قصور ہی مسلمان ہے۔ لیکن وطن پرست اور فرقہ وارانہ خیال نہ رکھنے والے ہندو اسے بھی برداشت نہیں کرسکتے۔

ڈاکٹر نیاز الدین صاحب کی قابلیت کے متعلق میں اپنی طرف سے کچھ کہنا نہیں چاہتا میونسپل کمیٹی قصور۔ ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ اور تمام پبلک ان کی حسن کارکردگی اور قابلیت کے مداح ہیں۔ چنانچہ میونسپل کمیٹی قصور نے پچھلے دنوں بموجودگی ہندو ممبران ایک ریزولیوشن بلا تفاق رائے پاس کیا تھا جس میں ڈاکٹر صاحب کو ان کی حسن کارکردگی پر مبارکباد دی گئی تھی۔ ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ اپنے سالانہ دورہ پر جو انہوں نے نومبر ۱۹۳۴ء کو کیا تھا اپنے انسپکشن نوٹ میں لکھتے ہیں کہ

"میں ڈاکٹر نیاز الدین کے تقرر پر بہت خوش ہوا ہوں۔ ان کے تقرر سے قصور میں نیا دور شروع ہو گیا ہے۔ اور صفائی کی حالت بہترین ہو گئی ہے۔"

چنانچہ اس کا ثبوت موجود ہے کہ قصور جہاں ہر سال ہیضہ سے سینکڑوں جانوں کا نقصان ہوتا تھا پچھلے سال ہیضہ سے محفوظ رہا ہے۔ حالانکہ فیروزپور۔ لاہور جالندھر اور دیگر اردگرد کے شہروں میں ہیضہ وبائی صورت میں موجود تھا۔

ہمیں پرتاپ۔ ٹریبیون یا دیگر ہندو مہا سبھائی ذہنیت رکھنے والوں پر افسوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ع

نیش عقرب نہ از پئے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

افسوس ہے تو ان نام نہاد نیشنلسٹ مسلمانوں پر جو واقعات کو دیکھتے ہیں اور آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے ہندوؤں کی غلامی میں اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ جب ہندو ایک مسلمان کا ہیلتھ افسر ہونا نہیں دیکھ سکتے تو سوراج ملنے پر ان ہندوؤں سے کیا ملنے کی امید رکھی جائے۔ ہیلتھ افسر قصور کا قصہ تو چھوڑئے۔ ہزارہا واقعات روزمرہ ہوتے ہیں جن سے ہندو ذہنیت اپنے مہا سبھائی رنگ میں نظر آتی ہے۔ مگر افسوس کہ نام نہاد مسلم نیشنلسٹ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ہم ان کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ وہ مسلم مفاد سے غداری کرکے گمراہ ہو رہے ہیں اور ان پر ع

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

کی مصداق آتی ہے۔

(محمد بشیر۔ از قصور)

تازہ ترین خبریں

ـــ ناگپور کی اطلاع ہے کہ ایک ہندو ضلع امراؤتی میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے تنگ آکر مسلمان ہو گئے دو سو اور مسلمان ہونے کو تیار ہیں۔

ـــ مسٹر ڈھیکر پرنسپل میکلگن کالج کے خلاف لاہور میں پچاس ہزار مسلمانوں کا جنیفر خاندار جلوس نکلا اور ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں تمام مسلمان بلا امتیاز فرقہ شامل ہوئے۔ گورنمنٹ نے مسٹر ڈھیکر کے متعلق تحقیقات کا حکم دیدیا ہے۔

خبریں

—— جموں ۸ر جون۔ جونہی جموں میں یہ خبر موصول ہوئی کہ ینگ منز اسلم ایسوسی ایشن خلاف قانون قرار دی گئی ہے اور اس کے کارکن عنقریب گرفتار کرلئے جائیں گے۔ تو مسلمانان جموں نے فی الفور ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ جس میں طلباء لغو تقریباً سولہ ہزار کا مجمع تھا۔ اس قسم کے جلسے پے در پے تین دن تک ہوتے رہے۔ جن میں ہزارہا مسلمانوں نے حکومت کشمیر کے تشدد کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو جیل کے لئے پیش کیا۔

اس پُرزور احتجاج کا یہ اثر ہوا کہ ایسوسی ایشن بھی خلاف قانون قرار نہیں دی گئی اور کارکنوں کی گرفتاری کے احکام بھی منسوخ کردئے گئے ہیں۔

—— جموں ۹ر جون۔ کل شام مسٹر ویکفیلڈ خلاف توقع جموں پہنچ گئے۔ اور آج صبح گفتگوئے مصالحت شروع ہوگئی۔ حکومت کشمیر نے . . . .

. . . تمام اسلامی انجمنوں کے صدر اور سکرٹری مدعو کرلئے۔ مگر مسٹر ویکفیلڈ (وزیر سیاسیات خارجیہ) نے محض اس لئے کہ انجمن اسلامیہ اور ایسوسی ایشن کے درمیان شدید اختلاف ہے دونوں کو مدعو کرلیا۔ اور متفقہ مطالبات مانگے۔ مسلمانان جموں پر ہزار آفرین ہے کہ اس موقع پر انہوں نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ ریاست کی ساری انجمنوں نے اپنے وسیع اختلاف کو طاق نسیاں پر رکھ دیا۔ اور ینگ منز ایسوسی ایشن جموں کو اپنا نمائندہ تسلیم کیا۔ غرض منافقین کی تمام فریب کاریاں ناکام رہیں۔

—— جموں ۹ر جون۔ آج ۹ بجے چوہدری غلام عباس بی اے صدر ایسوسی ایشن کی سرکردگی میں معزز مسلمانوں کا ایک وفد مسٹر ویکفیلڈ کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ پانچ گھنٹے تک نہایت مفصل گفتگو ہوتی رہی۔

—— ذیل میں وہ اقل قلیل مطالبات درج کئے جاتے ہیں جو فی الحال مسلمانان کشمیر نے متفقہ طور پر پیش کئے۔

۱۔ مکمل مذہبی آزادی۔ ایسے قوانین کی منسوخی جو مذہب پر اثر ڈالتے ہیں۔ مثلاً قبول اسلام پر ضبطی جائداد وغیرہ شادی صغرسنی۔

۲۔ اسمبلی کا قیام تاکہ حکومت عوام کے سامنے جواب دہ ہو۔

۳۔ تحریر و تقریر کی مکمل آزادی۔

۴۔ فوج میں کشمیری مسلمان بھی راجپوتوں اور پٹھانوں کی طرح حصہ دار ہوں۔

۵۔ بکر والوں کو جرائم پیشہ قرار نہ دیا جائے۔

۶۔ ملازمتوں میں ۷۰ فیصدی حقوق مسلمانوں کو دئے جائیں۔

تمام مطالبات مسٹر ویکفیلڈ کی وساطت سے سرکار حضور مہاراجہ صاحب بہادر کی خدمت میں پہنچا دئے جائیں گے۔ مسٹر موصوف نے مسلمانوں کی حمایت میں بے حد کوشش کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

—— کلکتہ ۱۰ر جون۔ آج مولانا محمد مصنف ہمایون کبیر نے کہ مقدمہ قتل میں چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ نے میاں عبداللہ خاں اور میرا میر احمد کو مولانا محمد اور اس کے دو اسسٹنٹوں کو قتل کرنے کے الزام میں ہائیکورٹ سشن کے سپرد کردیا۔ دونوں ملزموں نے ہائیکورٹ میں اپنے گواہوں کے طور پر مسٹر عبداللہ سہروردی ایم۔ ایل۔ اے اور شہید سہروردی ممبر بنگال کونسل کے نام پیش کئے ہیں۔ دوران سماعت میں استغاثہ کی طرف سے بیان کیا گیا کہ میاں عبداللہ کے مکان واقعہ لاہور کی تلاشی میں میاں علم الدین شہید اور اس کے جنازے کی تصویریں پولیس کو ملیں۔

—— نیو دہلی۔ ۱۰ر جون۔ آج پھر مقدمہ سازش ۱۶ ماہ حال تک ملتوی کردیا گیا۔ کیونکہ ملزم غیر حاضر تھے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ سپیشل ٹربیونل نے مقامی حکومت کے پاس وکلائے صفائی کی فیس کے معاملہ پر نظر ثانی کرنے کی سفارش کی ہے۔

—— شمالی ہند میں گرمی نے شدید صورت اختیار کرلی ہے بعض مقامات میں تو درجہ حرارت ۱۱۰ اور ۱۱۴ درجہ کے درمیان رہتا ہے۔ گذشتہ تین روز میں گرمی کے باعث تو موتیں ہوچکی ہیں اور سن سٹروک کی متعدد وارداتیں ہو رہی ہیں۔ صبح سے لیکر شام تک لو چلتی رہتی ہے۔

گذشتہ تین چار روز سے لاہور میں بھی گرمی بہت زیادہ ہو رہی ہے صبح آٹھ بجے کے بعد سے شام کے آٹھ بجے تک انسانوں اور حیوانوں دونوں کو چین نہیں آتا۔

—— لاہور ۱۰ر جون۔ بلدیہ لاہور نے اپنے اجلاس میں میاں دین محمد سپرنٹنڈنٹ واٹر ورکس ڈیپارٹمنٹ کو بحال کرنیکی قرارداد منظور کی تھی۔ اس کے مطابق میاں صاحب نے سوموار کو اس عہدے کا دوبارہ چارج لے لیا۔

—— لاہور ۱۰ر جون۔ آج صبح سے لاہور میں ہری کشن کے پھانسی دئے جانے کے خلاف مظاہرے کے طور پر نامکمل ہڑتال رہی۔

—— ہندو اخبارات یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ بھوپال میں پچھلے دنوں مسلم کانفرنس اور نیشنلسٹ مسلم کانفرنس کے اکابر کی جو مجلس منعقد ہوئی تھی وہ کسی تصفیہ پر نہیں پہنچ سکی۔ یہ اطلاع صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مجلس حاضر ارکان کی قلیل تعداد کے باعث ملتوی کردی گئی ہے۔ اور چندروز تک شملہ میں منعقد ہوگی۔ مولانا شوکت علی ۱۷ر جون کو اور مولانا شفیع داؤدی ۲۰ر جون کو شملہ پہنچیں گے۔

—— لاہور ۱۲ر جون۔ رسول انجینئرنگ سکول کے ۱۵ مسلمان طلبہ نے پنڈت جگن ناتھ پرنسپل کے استبداد کے خلاف احتجاج کے طور پر کالج چھوڑ دیا تھا۔ چیف انجینئر صاحب نے ان کے چند مطالبات منظور کرلئے اور انہیں ایک تاسف نامے پر دستخط کرکے دوبارہ کالج میں آنے کی اجازت دیدی۔ نوجوان طلبہ بے حد جوش میں تھے۔ اور چیف انجینئر صاحب کی شرائط کو بعض وجوہ سے ناکافی سمجھتے تھے۔ لیکن مسلم اکابر کے مشورے پر انہوں نے سر تسلیم خم کردیا۔ چنانچہ وہ سکول میں حاضر ہوگئے۔ چیف انجینئر صاحب نے ان طلبہ کی خاطر امتحان کو ۲۲ر جون تک ملتوی کردیا تھا لیکن ان کا مطالبہ ہے کہ مزید ایک ہفتہ کا التوا کیا جائے۔ پرنسپل نے وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ اپنی سفارش کے ساتھ ان کی یہ درخواست چیف انجینئر صاحب کے پاس بھیج دے گا۔

—— لاہور ۱۲ر جون۔ پنجاب یونیورسٹی لا کالج کے پرنسپل مسٹر ی۔ ایل آنند کے ایما پر یونیورسٹی کی "لا فیکلٹی" نے قانون کی اعلیٰ تعلیم کو رائج اور فروغ دینے کی غرض سے فیصلہ کیا ہے کہ اکتوبر ۱۹۳۱ء سے کالج میں قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لئے دو اور کلاسیں کھولی جائیں۔ ایک تو ایل۔ ایل۔ ایم کا کورس ہوگا اور دوسرا نیا کورس۔ امیدواروں کو وصیت نامے۔ ہتک اور دیگر ایسے سوالات کی تعلیم ہوگی جن کی ابتک پنجاب میں ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ ریاست جموں کا کابینہ وزارت جو والئے ملک کی غیر حاضری میں ریاست کے نظم و نسق کے لئے مرتب کیا گیا تھا۔ اگرچہ مہاراجہ صاحب کی واپسی پر بدستور قائم و بحال رہا لیکن اب چند اجلاسوں کے بعد توڑ دیا جائیگا اگر یہ محض پروپیگنڈا نہیں تو چند روز میں اصلیت کھل جائیگی

—— اعلیحضرت غازی محمد نادر شاہ نے شہر کابل میں ایک جدید شفا خانہ کی تعمیر کے لئے دو لاکھ روپے نقد اور بہت سی ذاتی جائداد عطا فرمائی ہے۔

—— حال ہی میں جو مردم شماری کی گئی ہے اس کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب اور پنجاب کی دیسی ریاستوں کی آبادی میں ۲۸ لاکھ ۵۹ ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔

—— امرتسر ۱۱ر جون۔ کل رات چوک بابا صاحب کے ایک کوچہ میں جائیداد کے متعلق ماموں اور بھانجے میں تنازعہ ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھانجا قتل ہوگیا۔

—— رنگون۔ ۱۱ر جون۔ سپیشل ٹربیونل تھاراوادی نے ملزموں کو سزائے موت۔ ۶۔ کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی اور پانچ کو رہا کردیا۔ باقی ماندہ ملزموں کو فرد جرم لگانے سے بری کردیا۔

—— تھیاگلی ۱۱ر جون۔ چیف کمشنر صوبۂ سرحد کا ایک اعلان مظہر ہے کہ اجناس کی قیمتوں میں غیر معمولی تخفیف کے پیش نظر فصل ربیع کے مالیہ میں ۵ آنے فی روپیہ اور آبیانہ میں ۳ آنے فی روپیہ کی معافی دی ہے۔

—— شملہ ۱۰ر جون۔ کل مشہور و معروف ملا چکنور کی افغانستان میں وفات کی خبر آئی تھی۔ آج ایک اطلاع آئی ہے کہ حاجی صاحب ترنگزئی بھی علیل ہیں۔ اور ان کی حالت بھی خطرناک بتائی جاتی ہے۔

—— لاہور ۱۱ر جون۔ آج ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی لاہور کا ایک جلسہ ڈاکٹر گوپی چند صاحب بھارگو کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ تین گھنٹے کی طویل بحث کے بعد ایک قرارداد میکلیگن کالج کے معاملہ کے متعلق منظور ہوئی۔ جس میں میکلیگن کالج کے قضیہ پر اظہار تشویش کیا گیا۔ طلبا کے اس مطالبہ کو منظور کرنے میں کہ اس معاملہ کی آزادانہ تحقیقات کرائی جائے حکومت کے تامل پر اظہار ناراضگی کیا گیا۔ اور ان اخبارات اور لوگوں کی مذمت کی گئی تھی جو اس معاملہ کو فرقہ وارانہ رنگ دیکر ہندوؤں اور مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا رہے ہیں۔

شملہ ۱۱ر جون۔ امید کی جاتی ہے کہ نواب صاحب بھوپال ۱۴ر جون تک شملہ تشریف لے آئیں گے۔

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۲ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۳۱ء عیسوی | نمبر ۳۸

مذاکرۂ علمیہ

پادری ایس۔ ایم پال کی تفسیر پر نظر

پادری ایس ایم پال کے اسلام پاک پر اعتراضات کا جواب لکھتے ہوئے ہیں کم وبیش تین چار سال کا عرصہ گزرتا ہے۔ پادری صاحب نے ایک مرتبہ ہمارے مضامین سے تاؤ کھا کر موسیٰ خان صاحب کو لکھا کہ "جلد بھیجو بھئی پیغام صلح کے دو دو پرچے جن میں ہمارے رسائل کا جواب چھپا ہے۔ ہم بھی تو دیکھیں کیا کیا لکھا ہے" انہوں نے ہمارے جواب میں موسیٰ خان بیچارے جو یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ پادری صاحب واقعی فاضل عربی ہیں اور وہ پیغام صلح کو نہ جانے کیونکر پیس کر رکھ دیں گے۔ انہوں نے پرچے ہم سے لئے اور بڑے کشادہ دلی سے جواب سننے کے شوق میں ان کو دئے۔ لیکن پادری صاحب نے ہمارے جوابات پڑھ کر ایسی چپ سادھی کہ گویا نئے سرے سے پادری عبد الحق صاحب کی طرح سمینری (مدرسہ الہیات) میں پڑھنے چلے گئے ہیں۔ سال گذشتہ ہمیں علم ہوا کہ پادری صاحب لاہور میں ظلمت فشانی فرما رہے ہیں تو ہم نے پھر ان کی تفسیر اور مختلف مضامین کے جواب میں ایک لمبا جوابی سلسلہ نکالا لیکن پادری صاحب کو بقول خود ہمارے خلاف غسل خانہ میں کچھ لکھنا نصیب نہ ہوا ہرچند کہ وہ لاہور ہیں سے مگر نہیں تھے کیونکہ پیغام صلح کے جواب میں انہوں نے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا انہوں نے مدون نقادہ بنے۔ اب جو ہم نے ان کی تفسیر کا تیا پانچا کیا۔ مگر وہ سکتہ برانڈم رہے۔ اس دوران میں ان کی ایک انگوری سے اتنا تو پتہ چلا کہ وہ بقید حیات موجود ہیں لیکن ہمارے جواب میں وہ مجسم حجاب ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ برائے نام تفسیر لکھنے سے ان کا مقصد عیسائی دوستوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے سوا اور کچھ نہیں جہاں کسی نے ان کو مقابلہ کے لئے للکارا بس یہ اپنے استاد کی طرح آنکھ بچا کر قدرون[1] کے نالہ کے پار باغ میں جا چھپے۔

قرآن کریم کی بے نظیر فصاحت وبلاغت دشمنوں تک کو مسلم ہے مگر وہ جن کے اندر فریسیوں اور یہودی فقیہوں کی روح حلول کر آئی ہے اور وہ جو سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہیں وہ آسمانی مائدہ سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ دنیا کے ہیں اور "روز کی روٹی" ان کی روزانہ دعا کا مقصد ہے

قرآن کریم کی فصاحت پر معتزلہ کی رائے

معتزلہ کا گروہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ آزاد خیال گروہ گزرا ہے ان میں سب سے بڑا فاضل ابوالہذیل گزرا ہے۔ اس کے سامنے کسی شخص نے قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت پر اعتراضات کئے ابو الہذیل نے کہا "یہ امر مسلم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے معزز اور شریف خاندان سے تھے۔ یہی سب تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی فصاحت اور زبان دانی پر کسی کو اعتراض نہ تھا اس میں بھی شک نہیں کہ اہل عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے اور آپ پر نکتہ چینی کرنے کا کوئی پہلو اٹھا نہیں رکھا

اب غور کرو کہ اہل عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ہر طرح کے اعتراضات کئے۔ لیکن کسی نے یہ بھی کہا کہ ان کی زبان صحیح نہیں۔ یا یہ کہ ان کی باتوں میں تناقض ہوتا ہے۔ پھر جب ان لوگوں نے یہ اعتراض نہیں کئے تو آج کون شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے۔ وہ قوم جس میں عورتیں اور چھوٹی چھوٹی بچیاں تک فصاحت وبلاغت کے نشہ میں سرشار تھیں اور بڑے بڑے شعراء کے کلام پر گرفت کرتی تھیں اس قوم کے سامنے قرآن کریم نے یہ دعوےٰ کیا کہ اس کی کسی سورۃ کی مانند کوئی سورۃ لے آؤ۔ لیکن باوجود اس اعلان کے کسی کو یہ توفیق نہ ملی کہ وہ کوئی ایسا کلام مقابل پر لے آتا۔

پادری بیچارے جنہوں نے سچ بولنے کی قسم کھائی ہے۔ جہالت کی تاریکیوں میں "ٹانک ٹوئیے مار رہے ہیں یہ بیچارے فصاحت و بلاغت کو کیا سمجھیں کہ کیا چیز ہے ادھر ادھر سے حوالے نقل کر کے اپنی بے سمجھی پر مہر لگا رہے ہیں۔ آپ نے ایک اعتراض کیا ہے کہ قرآن کریم میں تعقید ہے اس لئے وہ غیر فصیح ہے۔ ہم پادری صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ فاتو بسورۃ من مثلہ ہی جیسا کہ ان کا دعوےٰ ہے تعقید ثابت کریں اور تعقید کی تعریف کریں مگر وہ تعریف جو اہل فن کے نزدیک مسلم ہے۔

قل ھو اللہ کی ترتیب میں آپ کو ضعف تالیف کا شبہ گزرا ہے۔ کتب نحو میں لکھا ہے کہ جملہ سے پہلے ضمیر شان یا ضمیر قصہ لائی جاتی ہے اور اس کے بعد والا جملہ اس کا بیان یا اس کی تفسیر ہوتی ہے۔ پس اس میں ھُوَ ضمیر شان ہے۔ اور اللہ احد اس کا بیان اور تفسیر ہے اس لئے اس میں کوئی ضعف تالیف نہیں

سوال نمبر ۲ کا جواب: اسم اعبدُ کے کلمہ کو کسی نے کلمہ غیر فصیح نہیں کہا اور نہ کسی نے یہ کہا ہے کہ اس کلمہ کے حروف میں تنافر ہے۔ یا ان کی ترکیب سے تنافر پیدا ہوا۔ مطول میں لکھا ہے کہ کوئی انسان جرأت نہیں کرسکتا کہ وہ یہ کہہ سکے کہ قرآن کریم کلام غیر فصیح پر مشتمل ہے۔ حالانکہ جس کلام میں غیر فصیح کلمہ ہوتا ہے وہ بھی غیر فصیح ہوتا ہے۔

ابن اثیر سے مطول میں یہ نقل ہے کہ کلمہ میں حروف کا تنافر قریب المخرج ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کلمہ میں قریب المخرج حروف ہوتے ہیں۔ اور تنافر نہیں ہوتا اسکی مثال دی ہے جیشِ اور شجی اور اسم اعبد کی کہ قریب المخرج حروف کے باوجود ان میں تنافر نہیں جو مثال غیر تنافر کی فصحا نے دی ہے اسی کو پادری پال تنافر کی مثال میں پیش کرتے ہیں اس عقل اور سمجھ پر سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ

الٰہی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

(عبد الحق ودیارتھی)

[1] قدرون کے معنی تاریک اور سیاہ نالے کے ہیں جس میں جناب یسوع چھپ جایا کرتے تھے۔

ترکی اور اسلام

ایک ہندوستانی مسلمان سیاح کے مشاہدات

(از جناب ڈاکٹر زبید احمد پی۔ ایچ۔ ڈی الہ آباد یونیورسٹی)

اسلام سے بیزاری کا فسانہ

میں لندن میں احباب سے سنا اور اخباروں میں پڑھا کرتا تھا کہ ترک اسلام سے بیزار اور عیسائیت کی طرف مائل ہیں۔ اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے عجیب عجیب تبدیلیاں ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ایک دفعہ لندن میں ترکی کے متعلق ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں انگریز مقرروں نے نہایت شد و مد کے ساتھ بیان کیا کہ ترک روز بروز اسلام سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ اس جلسہ میں سب تقریریں ترکوں کے خلاف ہوئیں۔ صرف جناب عبداللہ یوسف علی کی ایک تنہا آواز تھی جو ان آوازوں کی تردید میں کیقدر ... مغربی محققین کی علم دوستی تحقیقات علمیہ۔ وسعت نظر۔ قوت مشاہدہ۔ نتائج نکالنے کی صلاحیت اور زندرس ذہنی قابل تحسین و آفرین ہے۔ وہاں ان کی یہ خود پسندی اور تعصب بھی قابل افسوس اور ان کی شان محققیت پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ کہ وہ صرف اپنی ہی تحقیقات کو تحقیقات سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کی محققانہ جستجو کو کچھ وقعت نہیں دیتے۔ ان کی قوم کا کوئی فرد مشرق کی بابت جو کچھ چاہے کہدے وہ ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے۔ بہ نسبت ایک مشرقی شخص کی رائے سے گو وہ کتنا ہی قابل اور بحث متعلقہ پر سندکیوں نہ ہو۔ مس میو قلیل مدت کیلئے ہندوستان میں آکر ایک کتاب لکھتی ہیں۔ اور اس میں چند غیر معمولی واقعات کی بنا پر عام رائیں قائم کرتی ہیں۔ یورپ ان رایوں کو زیادہ وقعت سے دیکھتا ہے بمقابلہ مسٹر گاندھی۔ مسٹر گوکھلے۔ لالہ لاجپت رائے وغیرہ ایسے ہندوستانی لیڈروں کی تحریرات و تقریرات کے۔

میں خیال کرتا تھا کہ یہ سب سیاسی و مذہبی پروپیگنڈا ہے جو نہایت شد و مد کے ساتھ ترکوں کے خلاف جاری ہے۔ اس کی حقیقت اگر معلوم ہو سکتی ہے تو وہیں جا کر۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ وقت آگیا کہ میری یہ دیرینہ خواہش پوری ہوئی۔ اور مجھے ترکی پہنچکر وہاں کے حالات مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔

ترکی زبان سے نابلد ہونے نے مجھے بہت زیادہ متمتع ہونے نہ دیا۔ تاہم دیگر السنہ کی وساطت۔ نیز مترجم کی مدد سے جس قدر فائدہ اٹھا سکتا تھا میں نے اٹھایا۔ تمام بڑی بڑی مسجدوں میں گیا۔ مختلف اوقات کی نماز جماعت میں شریک ہوا۔ پرانی ترکیب کے علما کی صحبت میں حاضری دی۔ نئی روشنی والے نوجوانوں سے ملا۔ غرض جہاں تک میرے محدود امکان میں تھا تحقیق کا کوئی دروازہ کھٹکھٹائے بغیر نہ چھوڑا۔

ترکی ٹوپی کیوں ترک کی گئی

بیشک حکومت ترکیہ نے ترکی ٹوپی کی جگہ ہیٹ کا استعمال لازمی کر دیا ہے۔ ترک عرصہ دراز سے سوٹ بوٹ پہنتے تھے صرف یہ ترکی ٹوپی عیسائیوں اور مسلمانوں میں مابہ الامتیاز تھی اب وہ بھی نہ رہی۔ اس کے متعلق گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا کہ ترکی ٹوپی کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ ایسے حصہ ملک میں جہاں ترک غیر قوموں سے بری طرح گھرے رہتے ہیں۔ دیکھنے والے کو محض پہلی نظر میں ترک وغیرہ ترک کا پتہ چل جاتا تھا۔ اور اس طرح غریب ترک ... ہر بار ... ایذا رسانی کا نشانہ بنجاتا تھا

مثلاً ایک نو وارد سیاح کسی بڑے شہر میں جہاں مختلف قوموں کے افراد رہتے ہیں پہنچتا تو اسے سرخ ٹوپی کے استعمال سے فوراً معلوم ہو جاتا کہ یہ ترک ہے اور وہ غیر ترک۔ اناطولیہ کو جانے کی ریلوں کا تو چنداں مضائقہ نہیں۔ لیکن یورپی ترکی۔ نیز بلقان کی ریلوں میں ترک اپنی ٹوپی سے خود بخود ممیز ہو جاتا اور اس لئے غیر قوموں کو قومیت دریافت کئے بغیر محض ظاہر لباس کے ایک حصے کی بدولت ترکوں کے ساتھ توہین نیز عملاً تعصب کرنے کا موقع ملجاتا یورپین اقوام کو لباس کی یکسانی کی وجہ سے یہ بڑا فائدہ ہے کہ دریافت کئے بغیر کسی کی قومیت کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتی۔ علاوہ بریں ترکی ٹوپیاں زیادہ تر اٹلی کی بنی ہوئی استعمال ہوتی تھیں۔ خاص ترکی کی بنی ہوئی گراں ہوتی تھیں۔ جن کو صرف اونچے طبقے کے لوگ استعمال کرتے تھے۔ اب ہیٹ کے رواج سے یہ خرابی نہ رہی۔ ترکی ہیٹ کی بابت پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ عام طبقہ یعنی مزدور اور کسان لوگ وہ ٹوپی استعمال کرتے ہیں جسے ہم نائٹ کیپ کہتے ہیں۔ جو معمولی کپڑے کی خانہ ساز یا زیادہ سے زیادہ کسی درزی کی بنائی ہوئی ہوتی ہے۔ غرض اس تبدیلی سے یہ اور فائدہ ہوا کہ بجائے اٹلی کی بنی ہوئی ٹوپیوں کے سودیشی خانہ ساز ٹوپیوں کا استعمال ہو گیا۔ نماز پڑھنے میں اس نائٹ کیپ سے کچھ دشواری نہیں ہوتی کیونکہ نماز پڑھنے کے وقت ٹوپی کو پیچھے کر پہن لیتے ہیں یعنی چھجا دار حصہ پیچھے چلا جاتا ہے جو لوگ فلیٹ ہیٹ پہنتے ہیں ان میں سے بعض لوگ ہیٹ کے نیچے معمولی ٹوپی بھی رکھتے ہیں۔

نماز کے متعلق تین باتیں

نماز کی بابت تین باتیں ترکوں کے خلاف کہی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ مساجد میں بینڈ باجہ کا رواج دیا جا رہا ہے۔ دوسرے مسجدوں میں سجدہ کے لئے خاص طور پر بنچیں بچھا دی گئی ہیں۔ تیسرے یہ کہ روز بروز نمازیوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔

پہلی بات جہاں تک مجھے معلوم۔ ہے محض لغو اور بے اصل ہے دوسری کی اصلیت صرف اس قدر ہے کہ مساجد میں ہر صف کے سامنے لکڑی کی دو کھنڈ والی چھوٹی چھوٹی الماریاں سی رکھی ہیں۔ نیچے کے حصے میں جوتے رکھے جاتے ہیں اوپر کے حصے میں فلیٹ ہیٹ۔ اور جب تک فلیٹ کا استعمال عام نہیں ہوا تھا۔ اوپر کے حصے کی ضرورت نہ تھی اور صرف جوتے رکھنے کا انتظام تھا لیکن جب سے ہیٹ کا استعمال عام ہو گیا تو موجودہ الماری کی ضرورت پیش آئی۔ یہ الماریاں (جن میں آگے کے کواڑ اور پیچھے کے تختے نہیں ہوتے) دو فٹ اونچی ہر صف کے سامنے اس طرح رکھی ہوئی ہیں کہ بہت ممکن ہے کہ جب کسی عیسائی سیاح نے اس نئے انتظام کو دیکھا ہوگا تو اس کی علت غائی نہ سمجھ کر یہ خیال کر لیا ہوگا کہ سجدہ کرنے کے لئے ہیں۔

رہی تیسری بات اس کی بابت ایک مقدمہ سمجھ لینے کی ضرورت ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش ہر مذہب کا اثر اس کے غریب معتقدوں پر زیادہ ہوتا ہے۔ اسلام کے بارہ میں تو خاص طور پر بانی اسلام کا ارشاد موجود ہے کہ اسلام غریبوں میں آیا اور غریبوں میں رہیگا۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے ارشاد نبوی کی حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ اسلام کی اشاعت سلاطین و وزرا و امرا کی دولت و قوت سے اس قدر نہیں ہوئی۔ جس قدر بے نفس و خاکسارانہ زندگی بسر کرنے والے اولیائے کرام و علمائے عظام کے ذریعہ سے اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں غریبوں کا طبقہ نسبتہً زیادہ تر پابند شریعت رہا ہے سلاطین و امرا ہمیشہ مذہب کے قیود سے آزاد رہے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کے خاندانوں کو دیکھئے کہ باستثنا چند نفوس قدسیہ کے عام خلفا، مذہب سے بے نیاز تھے۔ ان کے علاوہ ہر ملک کے سلاطین کا کم و بیش یہی حال رہا ہے۔ دور نہ جایئے ہندوستان ہی کی تاریخ کو لیجئے۔ یہاں فیروز شاہ ناصرالدین۔ شاہجہان اور اورنگزیب جیسے سلاطین کتنے پیدا ہوئے۔ غرض ہر عہد میں اور ہر ملک میں شریعت کی پابندی کا خیال اور اسلام کا چرچا زیادہ تر غریبوں میں رہا ہے۔ چنانچہ یہی حال اس زمانہ میں ہندوستان کا ہے۔ نماز پڑھنے والے روزہ رکھنے والے اور حج کو جانے والے زیادہ تر غریب لوگ ہی ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے ؎

> جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
> زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
> نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
> پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
> امرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
> زندہ ہے ملت بیضا غربا کے دم سے

یہی حالت باقی دیگر بلاد اسلامیہ کی ہے ترکی کی حالت اس عام کلیہ سے مستثنیٰ نہیں جس طرح ہمارے یہاں کے غربا نماز پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں۔ اسی طرح وہاں کے غربا بھی پابند صوم و صلوٰۃ ہیں۔ اور ہندوستان میں حکومت کے اعلیٰ حکام مجالس قوانین کے ارکان۔ قومی زعما سیاسی قائد اور دیگر اصحاب ثروت و دولت کی پابندی احکام شریعت کا عموماً جو حال ہے وہی حال ترکی میں اس قسم کے لوگوں کا ہے مگر جس طرح ان نماز پڑھنے والے ممبروں اور لیڈروں کی خدمات اسلام پوری سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح ترکی ارباب حل و عقد کی اسلامی حمیت پر شک و شبہ نہیں کر سکتے۔

مساجد آباد ہیں

قسطنطنیہ میں تمام مساجد آباد ہیں۔ وقت پر باقاعدہ جماعت ہوتی ہے۔ چونکہ کئی عالی شان مسجدیں پاس پاس بنی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہر مسجد میں ہر نماز کے وقت زیادہ اجتماع ناممکن ہے۔ دہلی کی جامع مسجد میں کیا پانچوں وقت جماعت یکساں ہوتی ہے حالانکہ جامع مسجد سے لیکر فتحپوری مسجد تک بیچ میں کوئی بڑی مسجد نہیں۔ مگر قسطنطنیہ میں اس قدر فاصلہ میں کم از کم دو تین بڑی مسجدیں ہونگی میں نے قسطنطنیہ کی مساجد میں دیکھا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے آدمیوں کا تانتا برابر لگا رہتا ہے اسلامی لباس میں وضو کر کے نماز پڑھنا کچھ مشکل نہیں۔ مگر ترکوں کو دیکھ کر کہ سوٹ بوٹ پہنے ہوتے ہیں وضو خانے میں پہنچے۔ فوراً جوتے اتارے۔ موزے نکالے۔ وضو کیا اور پھر موزے پہنکر مسجد میں پہنچے مجھے سب سے زیادہ دلچسپ سماں وضو خانہ کا معلوم ہوا۔ جہاں سوٹ بوٹ پہنے ہوئے لوگ بڑی پھرتی اور چستی کے ساتھ وضو کرتے تھے یہاں ہندوستان میں ایسے پابند نماز بہت سے ہیں کہ جب وہ انگریزی لباس پہن لیتے ہیں تو پھر وضو کر کے نماز پڑھنا ان کے لئے مشکل ہو جاتا ہے اگر وضو ہے تو تب تو خیر نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن وہ بھی کا رہانہ با دل ناخواستہ کہ کہیں پتلون کی شکن خراب نہ ہو جائے ترکوں کو دیکھئے کہ جو ان میں نماز پڑھنے والے ہیں ان کو انگریزی لباس پہنے ہونے کی حالت میں نماز پڑھنے سے کچھ آلکس نہیں آتا۔ آپ دفتروں میں پبلک پارکوں میں اسٹیشنوں پر غرض ہر جگہ دیکھیں گے کہ نماز کا وقت آجانے پر کچھ نہ کچھ ترک ضرور نماز پڑھتے ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۲ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ ہجری | نمبر ۳۸

اتحادِ اسلامی کی برکت
مسلمانوں کے حفظ و ترقی کا واحد ذریعہ

(از محمد انعام الحق)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کیسی مفید ہدایت اور کس قدر زریں حکم ہے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے جب تک مسلمانوں نے اس ہدایت کو اپنا دستور العمل بنائے رکھا اور ان کی گردنیں اس حکم الٰہی کے سامنے جھکی رہیں۔ وہ سربلند و کامران رہے اور جب کبھی انہوں نے اس کے خلاف کیا۔ ذلت و ادبار۔ زوال و پستی ان کے سروں پر کالی گھٹاؤں کی طرح چھا گئی۔ مسلمانوں کے موجودہ انحطاط اور عالم اسلامی کے اخلاقی۔ سیاسی اور اقتصادی زوال کی سب سے بڑی وجہ اس حکم سے روگردانی ہی ہے۔ لیکن اب بھی جب کبھی مسلمان اس حکم الٰہی کو عملی طور پر تسلیم کرنے کا معمولی سا ارادہ کرتے ہیں۔ امید و کامیابی کی جانفزا کرنیں ان کے تاریک مستقبل پر ضو افشانی شروع کر دیتی ہیں یہ جو کچھ کہا گیا ہے اس کے لئے تاریخ کے اوراق الٹنے اور دوسرے ممالک کے واقعات کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ پنجاب کی صرف دو مثالیں ہی کافی ہوں گی۔ علم الدین مرحوم کی لاش دینے سے حکومت نے صاف انکار کر دیا تھا۔ برادران وطن بھی اس کے سخت مخالف تھے۔ مسلمان چند روز متحد رہے دنیا نے دیکھ لیا کہ مرحوم کی لاش حکومت کو مسلمانوں کے حوالے کرنی پڑی۔ اور مسلمان لاہور میں اس کو نہایت شاندار طریق سے لائے۔

دوسرا واقعہ رسول اسکول اور مغلپورہ کالج کے مسلم طلباء کا ہے۔ رسول اسکول کے طلباء کے مطالبات بہت بڑی حد تک اتحاد اسلامی کی برکت سے تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ مغلپورہ کالج کے طلباء کے متعلق بھی حکومت اور برادران وطن کو ہوش آ رہا ہے۔ جس وقت ان مسلم طلباء نے کالج چھوڑا تھا ان کے اس فعل کو حماقت اور خودکشی سمجھا جاتا تھا۔ ہم نے خود بعض ذمہ دار غیر مسلم اصحاب کی زبان سے سنا کہ "یہ چند مسلمان طلباء کیا کر لیں گے۔ چوپڑی چوپڑی کا شور رہا۔ انہوں نے کالج سے نکل کر خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔ عنقریب وہ معافیاں مانگتے پھریں گے۔ مسلمان قوم ان کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتی" غیر مسلم اخبارات نے ان طلباء کو بے بس اور مسلمان قوم کے ایجی ٹیشن کو بے جان سمجھتے ہوئے مذاق اڑایا اور پرنسپل کی پیٹھ ٹھونکی۔ اور اس کو بے فکر رہنے کا مشورہ دیا۔ لیکن مسلمان ان تمام باتوں سے بے پرواہ ہو کر متحد ہو گئے۔ انہوں نے اس معاملہ کے متعلق اپنے مطالبات پیش کرتے ہوئے اختلافات بالائے طاق رکھ دیئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ حکومت اور غیر مسلم اصحاب و اخبارات کو ہوش آ گیا۔ مسلم طلباء اور مسلم قوم کے ایجی ٹیشن کا مذاق اڑانے والے آج متفقہ اسلامی مطالبہ سے اس طرح لرز رہے ہیں جس طرح زنجیروں میں جکڑے ہوئے لاغر شیر کی گرج سے جنگل کے گیدڑ اور لومڑیاں۔ نہیں کہا جا سکتا کہ کل کو کیا ہوگا۔ لیکن آج تک جو کچھ ہو چکا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ حکومت جو کانوں میں کڑوا تیل ڈالے بیٹھی تھی۔ تحقیقاتی کمیٹی کے تقرر کا اعلان کر دیا ہے۔ مخالف اخبارات کا رویہ بھی رفتہ رفتہ بدل رہا ہے۔ لاہور میں اس سلسلہ میں جو جلسے ہوئے اور جلوس نکلا اس کے مناظر کس قدر روح افزا اور دلکش تھے۔ سو کانگریسی مسلمان غیر کانگریسی مسلمان کی تائید کر رہا ہے۔ سنی احمدی کی حمایت میں بول رہا ہے۔ اور احمدی اہلحدیث کے دوش بدوش چل رہا ہے۔ مختلف اکابر و علماء اسلام کو یکجا بیٹھے دیکھ کر مسلمانوں کے دل باغ باغ ہو رہے تھے۔ اور دلی امنگ اور اسلامی ولولہ و جوش آمادۂ عمل کر رہا تھا۔ جن لوگوں کے ہاں مسلمانوں کو آپس میں دست و گریباں دیکھ کر گھی کے چراغ روشن ہو جاتے تھے آج ان کے ہاں ہی صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔ اس وقت ..... مغلپورہ کالج کے طلباء کے متعلق کچھ کہنا مقصود نہیں ہے ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اتحاد اسلامی قوم کے لئے کس قدر مفید ہے۔ اور مسلمان متحد ہو کر کتنی جلدی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ مسلمان اسی طرح اپنے فروعی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ہر جا متحد ہو جائیں۔ پھر ہر ایک جگہ ان کی کامیابی یقینی ہے۔

احمدیہ جماعت لاہور کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اتحاد اسلامی ہے۔ اس نے روز اول سے ہی اتحاد اسلامی کی اہمیت کو جتلایا۔ مسلمانوں کو متحد ہونے کی دعوت دی۔ مسلمانوں کی تکفیر کی مذمت اور مخالفین کے مقابلہ میں ایک متحدہ محاذ قائم کرنے کی تلقین کی۔ روشن خیال اور درد مند مسلمان رفتہ رفتہ اس کے خیالات سے متفق ہوتے جاتے ہیں لیکن تکفیر نواز ملاؤں کی مہربانی سے ابھی تک اس کی مساعی پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکیں اگر مسلمان اس کی دعوت اتحاد کو قبول کر لیتے تو اب تک بہت سی منزلیں طے ہو چکی ہوتیں۔ اور مسلمان ادبار کے گڑھے کی بجائے بام ترقی پر پہنچے ہوتے لیکن جو کچھ ہونا تھا ہو چکا گذرا ہوا وقت واپس نہیں آ سکتا۔ اس پر افسوس بیکار ہے۔ کاش مسلمان آج ہی بیدار ہوں۔ تکفیر نواز ملاؤں کا قلع قمع کر کے اتحاد اسلامی کی بنیادیں استوار کریں۔ جب مسلمان چند روز کے وقتی اتحاد سے بعض معاملات میں غیر متوقع طور پر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو مستقل اور پائیدار اتحاد ان کی ترقی و کامیابی کا یقینی طور پر ضامن ہو سکتا ہے۔

ایک شرارت

امرتسر کے کسی شخص نے ایک اشتہار بعنوان "ایک فتنہ انگیز گروہ" اہل سنت و جماعت کے خلاف لکھا ہے لیکن نہایت شرارت سے جماعت احمدیہ کے نام کو ہی فتنہ انگیزی کا باعث قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "قادیانی مذہب کے جنم لینے سے پہلے ملک کی مختلف اقوام میں بے مثال اتحاد دکھائی دیتا تھا۔"

یہ عجیب اتحاد تھا کہ آریوں نے جنم لیتے ہی بزرگان اسلام پر دشنام طرازی شروع کر دی تھی۔ اور حضرت مسیح موعود کی پہلی کتاب براہین احمدیہ شائع ہونے سے کئی سال پہلے پنڈت دیانند کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے دو ایڈیشن ملک میں پھیل چکے تھے۔ مرتد شدہ مسلمان پادریوں کی کئی کتابیں اسلام کے خلاف شائع ہو چکی تھیں۔ لیکن چونکہ مسلمان غدر کے واقعات کے بعد مرعوب ہو چکے تھے۔ اس لئے کم از کم پنجابی مسلمان مولویوں میں سے ایک شخص کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا۔ جو ان آریوں اور عیسائیوں کے حملوں کا جواب دینے کے لئے میدان میں نکلا ہو گویا اس اشتہار کے لکھنے والے کے نزدیک مسلمانوں کا بے غیرت لوگوں کی طرح اسلام اور بانیٔ اسلام پر حملے پڑھ پڑھ کر اور ان کے وعظ و لیکچر سن سن کر خاموش رہنا "بے مثال اتحاد" تھا۔ لیکن جونہی حضرت مسیح موعود نے ان مخالفین اسلام کے دانت توڑنے شروع کئے تو وہ بے مثال اتحاد "فتنہ انگیزی" سے بدل گیا۔ ایسے بے غیرت مسلمانوں کا دعوئے ہمدردی اسلام کہاں تک صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ جو محض سلسلہ احمدیہ کے مخالفوں کو خوش کرنے کے لئے الٹے ایسے بے بنیاد حملے بانیٔ سلسلہ پر کرتے ہیں۔

ایک مولانا کی ذہنیت

"قادیانی مہدویت" کے عنوان سے ایک امرتسری قاسمی صاحب نے اپنی کوتاہ بینی کا نہایت عجیب ثبوت پیش کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے حوالے پہلے تو اس بات کے ثبوت میں دیئے ہیں۔ کہ آپ نے لکھا ہے کہ "امام الزمان" وہ ہے جو "خدا سے ہدایت یافتہ ہو اور دینی امور میں کسی کا شاگرد نہ ہو اور نہ کسی کا مرید ہو اور تمام علوم و معارف خدا سے پانے والا ہو۔ نہ علم دین میں کسی کا شاگرد ہو اور نہ امور نقد میں کسی کا مرید۔" (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۱)

پھر ایام الصلح صفحہ ۱۴۷ کا حوالہ دیا ہے۔ کہ "کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔"

اب مولانا کی ذہنیت ملاحظہ فرمایئے۔ کہ اس کے خلاف

حوالہ کیا دیا ہے کہ آپ نے بچپن میں جبکہ آپ کی عمر چھ سات سال کی تھی ایک معلم سے قرآن شریف (بلا ترجمہ) اور چند فارسی کتابیں پڑھیں۔ دس برس کی عمر میں صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو پڑھے۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں ایک مولوی صاحب سے منطق، نحو، حکمت، وغیرہ علوم مروجہ پڑھے۔ گویا مولانا کے نزدیک بچپن میں ناظرہ قرآن شریف پڑھ لینا۔ چند فارسی کی کتب۔ صرف کی بعض کتب اور کچھ قواعد نحو اور منطق و حکمت یعنی طبابت کا مطالعہ کر لینا قرآن شریف کے بامعنے پڑھنے اور حدیث و تفسیر قرآن کے پڑھ لینے کے مترادف ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہے۔ مولانا ثبوت کس بات کا دینا چاہتے تھے اور لکھ کیا دیا۔ شاید آج کل کے مولاناؤں کے نزدیک نحو صرف منطق اور طبابت کا پڑھ لینا قرآن، حدیث و تفسیر کے پڑھ لینے کے مساوی ہے۔

حضرت مسیح موعود کے معارف قرآن کو تحریف لکھنا اپنی کج فہمی کا ثبوت ہے۔ خود اپنے ہمخیالوں کی آج سے تیس برس پہلے کی تحریروں کا ان کی موجودہ تحریروں سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ کہ آیا ان لوگوں نے معارف قرآن اور مسائل اسلامی کی تشریحات میں حضرت مرزا صاحب کی خوشہ چینی کی ہے۔ یا علمائے خلف کی۔ مخالف سے مخالف مولوی نے حقائق اسلام کے بیان کرنے میں اسی صدی کے مجدد اعظم کی پیروی کی ہے۔ جس کے ثبوت کے لئے انشاء اللہ عنقریب حوالے شائع کر دئے جائیں گے۔

الولد سر لابیہ

شیخ عطاء اللہ صاحب خلف الرشید میاں مولا بخش صاحب مالک کالونی فلور ملز لائلپور ایک عرصہ سے حضرت مولانا صدر الدین صاحب کو دعوت دے رہے تھے کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائیں تو ان کا ایک آدھ لیکچر بھی ہو جائے۔ اور چندہ کی تحریک بھی کی جائے۔ حضرت مولانا صاحب تو بعض اہم مصروفیتوں کی وجہ سے وہاں تشریف نہ لے جا سکے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب آڈیٹر انجمن ۸ جون کو ٹوبہ ٹیک سنگھ گئے۔ اتفاق سے شیخ عطاء اللہ صاحب اس دن لائلپور تشریف لے گئے تھے۔ ان کو تار دیا گیا۔ اور اگلے دن ماسٹر صاحب خود لائلپور گئے تو معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ مگر باوجود علالت طبع اور شدت گرمی کے شیخ صاحب ماسٹر صاحب کے ساتھ ٹوبہ ٹیک سنگھ گئے۔ اور چندہ کی تحریک شروع کی گئی۔ متواتر تین چار روز سارا سارا دن ماسٹر صاحب کے ساتھ دھوپ میں عمائدین قصبہ اور تاجروں کے پاس جاتے رہے۔ باوجود ایسے تنگی کے دنوں کے جبکہ ایک طرف زمیندار طبقہ سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔ اور دوسری طرف کاروباری لوگ جن کے کاروبار کا دارومدار زمینداروں پر منحصر ہے۔ بہ لیت و لعل جیسا پانچسو روپے کے قریب چندہ ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک

ہم عزیزی شیخ عطاء اللہ صاحب کے اس ایمانی جوش اور سلسلہ کے کاروبار میں دلچسپی لینے پر اپنے مکرم معظم شیخ مولا بخش صاحب کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اور دعا ہے کہ اللہ تعالے عزیز مذکور کو بیش از بیش خدمات دینی میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس کار خیر میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کے عمائدین میں سے ڈاکٹر محمد نعیم خاں صاحب انچارج سول ڈسپنسری نے خاص طور پر مدد کی۔ اور شیخ صاحب

خلوص و ہمدردی سے تکلیف فرما کر خود شیخ عطاء اللہ صاحب کے ساتھ ملازمین اور مسلمان دکانداروں سے چندہ کرتے رہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ شیخ محمد خاں صاحب میونسپل کمشنر چودھری عطاء اللہ صاحب مینجر کواپریٹو شاپ اور شیخ فضل مالک صاحب مینجر مارکیٹ بنک بھی ہمارے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے چندہ کرنے میں بڑی مدد کی۔ سب سے آخر ہم اپنے عزیز میاں غلام شبیر صاحب نائب تحصیلدار ٹوبہ ٹیک سنگھ خلف خان بہادر میاں غلام رسول خاں صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے ایک کافی رقم چندہ کی مرحمت کی۔

حضرت مرزا صاحب کی دینی خدمات

(جناب شاہ محمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء کی قلم سے)

موجودہ نظام تمدن اور نظام حکومت کچھ ایسے واقع ہوئے ہیں کہ مذہب کا حکومت اور تمدن کے ساتھ کسی قسم کا واسطہ اور تعلق قائم رہتا نظر نہیں آتا۔ مذہب کو ہر ایک حکومت اپنی سلامتی کیلئے پس پشت ڈال رہی ہے۔ تاریخ کی ورق گردانی کریں۔ جرائد اور اخبارات کا مطالعہ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ حکومت کے ہاں مذہب کے لئے کوئی پناہ نہیں ہے۔ ان حالات میں کون ہے جو مذہب کیلئے جہاد بالسیف کو روا رکھے۔ مذہب کے نام پر اگر تلوار ہاتھ میں کوئی شخص لے تو اسے مجنون اور دیوانے کا خطاب حسب معمول دیا جائے گا۔ زمانہ ماضی میں مذہب کی نشر و اشاعت اور بقا حکومت کے سہارے اور ایمان بالغیب پر منحصر تھی۔ دلیل و براہین مذہب کی تبلیغ کے لئے بہت کم کامیاب تھے۔ اور اس کی وجہ بادی النظر میں کتب کی طباعت اور نشر کی کمی تھی۔ زمانہ حال ہر بات میں دلیل اور براہین قاطع کا طلبگار ہے کیونکہ سائنس اور دیگر علوم ظاہری دن بدن کمالات ترقی حاصل کر رہے ہیں ان علوم کی ٹکر مذہب کے ساتھ ہے۔ عقلا اور حکما مذہب کی صداقت کا معیار صرف اس طریقے پر پرکھتے ہیں کہ کونسا مذہب عقل اور حکمت کے قریب ہے۔ خرافات اور بعید از قیاس قصوں سے مبرا ہے۔ اس لئے کامیابی کا راز جہاد بالقلم میں ہے جسے بقاء مذہب کیلئے مجدد اعظم حضرت مرزا صاحب نے تجویز کیا۔ باوجود شدید مخالفت کے اور فتوے کفر کی پروا نہ کرتے ہوئے جہاد بالسیف کی مخالفت کی اور جہاد بالقلم کی تائید کی۔ خوب یاد ہے کہ ان کی اس معاملہ میں جس قدر مخالفت ہوئی اگر واقعی وہ اللہ والا نہ ہوتا تو اس کے پاؤں جادہ مستقیم سے ڈگمگا جاتے اور دنیا کا اسلام کی مخالفت کبھی برداشت نہ کر سکتا۔ مگر آج دیکھئے کہ کس طرح حرف بحرف پیشگوئی پوری ہوئی۔ کہ قولاً نہیں بلکہ فعلاً اور عملاً جہاد بالسیف دنیا سے اٹھ چکا ہے۔ اور مذہب کے نام پر کہیں بھی دنیا میں تلوار کا چلنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اب لوگ اعلیٰ سیرت عمدہ تفسیر تسلی بخش دلائل کے ذریعہ تبلیغ مذہب کر رہے ہیں۔ خلفائے راشدین کو چھوڑ کر اگر باقی زمانہ پر غور کیا جائے۔ تو جس قدر تبلیغ صحیح معنوں میں حضرت مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں سے ہوئی دنیائے اسلام میں اس کی نظیر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گی۔ مغرب کے مادہ پر شیدائے سائنس اور دلدادہ جمہوریت اگر اسلام کے گرویدہ ہو رہے ہیں تو محض اس لئے کہ جہاد بالقلم کے مجاہد ان کی ذہنی اور دماغی قوا کے ساتھ ویسی ہی جنگ کرتے ہیں جیسی کہ ان پر غالب آنے کے لئے ضروری ہے۔ اگر تبلیغ کا یہ سلسلہ جاری رہا تو یقیناً وقت ہے یورپ میں دہریت اور اسلام کی زبردست چپقلش ہوگی نتیجہ کا علم خدا کو ہے۔ اور وہی کچھ جانتا ہے۔ جہاد بالقلم کا دعوے اور جہاد بالسیف کی تنسیخ میرے لئے کافی دلیل ہے۔ کہ مرزا صاحب کو مجدد وقت تسلیم کروں۔ اور ان کے احکام کو وقعت کی نظر سے دیکھوں صحیح معنوں میں اگر حضرت مرزا صاحب کی خدمات دین متین پر غور کیا جائے اور پھر اس کا موازنہ نیک نیتی کے ساتھ دیگر مجددان ماضیہ سے کیا جائے تو اہل بصیرت کا فیصلہ رائے ناقص میں یہی ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعووں میں صادق فنا فی الاسلام تھے۔

دابۃ الارض کی نئی چال

سابق میاں غلام محمد حال دابۃ الارض نے اپنی ماموریت کے اعلان کے ساتھ ہی لایعنی تحریکوں کی بھرمار شروع کر دی جن میں انجمن، حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے اور معزز اراکین و کارکنان انجمن کے خلاف جی بھر کر ہرزہ سرائی کی۔ من گھڑت اور سفلی الزامات لگائے گندے بھبکیاں دیں۔ الٹی سیدھی پیشگوئیاں کیں۔ زبانی جو کچھ کہتے رہے وہ تحریر سے بھی زیادہ شرمناک تھا۔ اب آپ نے ایک اور حرکت کی ہے۔ گذشتہ ہفتہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ چند روز کے لئے لاہور تشریف لائے تو آپ نے ان کی خدمت میں ایک تحریر بھیجی جس میں لکھتے ہیں:۔

"میرے اعلانات سے بعض دوستوں نے یہ تصور کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ گویا میرے نزدیک سب سے بڑھ کر قابل مواخذہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور اس کے بعض اراکین اور میر مجلس صاحب ہیں۔ اور غالباً اسی وجہ سے میں نے انہیں کو اپنے مقابل رکھ کر ان کی اصلاح کا تہیہ کیا ہے۔ جن لوگوں نے یہ مفہوم لیا ہو وہ ایسا سمجھنے میں سخت غلطی پر ہیں......

اصل حقیقت جس کا علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہ ہے کہ میں اس انجمن اور اس کے اراکین کے عقائد مذہبی کو بالکل صحیح اور درست سمجھتا ہوں۔ اور بالکل وہی عقائد خود رکھتا ہوں۔ جو کہ اس جماعت کے عقائد ہیں۔ کام کے لحاظ سے بمقابلہ باقی کل عالم اسلامی اور جماعتہائے اس انجمن کے کام اور نصب العین کو بلند اور بہتر یقین کرتا ہوں۔ اور جہاں تک عالم اسلامی کا تعلق ہے وہ کام بہترین ہے جو اشاعت اسلام کے نام سے اس انجمن کے سامنے ہے عملی طور پر بھی تمام انجمنوں اور جماعتوں سے میں اس انجمن اور اس کے افراد کو سرگرم سمجھتا ہوں۔ اسی طرح انجمن کے موجودہ میر مجلس مولانا محمد علی صاحب کو جماعت احمدیہ لاہور کے کل افراد سے بلند اور بہتر جانتا ہوں اور جب تک یہ انجمن اور اس کا موجودہ نظام باقی ہے میں جماعت احمدیہ لاہور کے لئے ان سے بہتر کسی شخص کو عہدہ امارت کے لئے موزوں نہیں سمجھتا"

ہمیں اس شخص کی عجیب و غریب حرکتوں پر حیرت ہوتی ہے "دابۃ الارض" بننے سے چند ہفتہ پیشتر یہ شخص انجمن اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیحد تعریف کرتا ہے۔ لیکن "دابۃ الارض" بننے اعلان کے ساتھ ہی ہرزہ سرائی شروع کر دیتا ہے۔ اب اس نے مندرجہ بالا تحریر کے ذریعہ پھر یہ پینترا بدلا ہے۔ جو اس کی ایک نئی شرارت ہے۔ آج تک تو ہم یہی سمجھتے تھے کہ مامورین و مصلحین کے لئے ایمانداری، استقلال اور راستبازی نہایت ضروری ہے لیکن ہمارے کلجگی مصلح بتلون مزاجی۔ غلط بیانی اور دروغ گوئی کا آسرا لئے ہوئے ہیں جو شخص چند ماہ کے اندر ہی اس قدر پینترے

چند منٹ خدا کے لئے

خواتین سلسلہ سے اپیل

(از جنابہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ)

سلسلۂ احمدیہ جس پاک مقصد کو لے کر عالم وجود میں آیا۔ وہ وہی برگزیدہ مقصد ہے۔ جو خدا نے اپنے انبیا و صالحین کے سپرد فرمایا تھا۔ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ۔

اسلام کے اصولوں کی تلقین ہی وہ حقیقی تعلیم ہے جو دنیا میں صحیح راہ عمل بتا کر انسان کو ایک کامیاب و نافع زندگی بسر کرنے کی دعوت دیتی ہے اس لئے ہر اس شخص کا جس کے دل میں خدا کے بندوں کی خدمت و بھلائی کا خیال ہو۔ اس کا فرض ہے کہ وہ جس رنگ میں بھی ہو سکے۔ اشاعت اسلام میں معاون ہو۔ اور نہ صرف خود بلکہ اپنے عزیزوں کو بھی اس راہ ہدایت کی طرف بلا کر عند اللہ ماجور ہو۔

اس وقت سارا ہندوستان آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اور طلبیٔ حقوق نے ہر زد بشر کو بے چین کر رکھا ہے مسلمان اپنے مستقبل کے لئے فکرمند ہیں۔ کاش وہ اس راستے پر آئیں جو ایک آزاد و با اقتدار قوم جیسی زندگی بسر کرنے کی طرف راہبری کرتا ہے۔ اور جو آج سے قریبًا نصف صدی پیشتر مجدد وقت نے قوم کے سامنے پیش کیا تھا۔ آج قدم قدم پر کثرت و قلت کا مسئلہ در پیش ہے۔ اگر ہم غور کریں تو اشاعت اسلام میں ہی ہماری تمام مشکلات کا حل موجود ہے۔ لاہور کی احمدی جماعت کو خدا نے جن مضبوط اور پسندیدہ اصولوں پر قائم کیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی تمام قوم کو اسی میں شامل کرنے کیلئے ہر دم جدوجہد میں لگی رہے۔ اور جو قومیں کامیابی کا منہ دیکھنا چاہتی ہیں ان کا بچہ بچہ میدان عمل میں نکل پڑتا ہے ہمارے سامنے بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ اس وقت برادران وطن کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ کہ آزادی کے حصول کے لئے اور بندامل اپنی قوم کو طاقتور اور مضبوط بنانے کی خاطر کس طرح ان کے مرد ان کی عورتیں اور بچے سرگرداں ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمان اپنی روایات کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔ اور غیران سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

احمدیہ جماعت جہاں دیگر اسلامی روایات مذہبہ کو زندہ کر رہی ہے وہاں اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ طبقۂ نسواں کو بھی اشاعت اسلام میں حصہ لینے کا اپنے دوش بدوش موقعہ دے اور یہی وہ بنیادی کام ہے جس کا اثر آئندہ نسلوں پر بھی پڑیگا ہم عورتوں نے بھی سلسلہ میں شامل ہوتے وقت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا ہے۔ اور قدم قدم پر اس عہد کو پورا کرنے کا سوال آ جاتا ہے بچوں کی تعلیم و تربیت رشتہ داروں سے سلوک رسم ورواج برادری کے تعلقات غرضیکہ بیسیوں موقعے ہمیں درپیش ہیں جن میں ہم اپنے اس عہد کو پورا کرکے خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب ہمارے دلوں میں ادائیگی فرض کا خیال ہو۔ جنگ کے اثنا میں ہر فرد پر کچھ زائد ذمہ داریاں بھی آ پڑتی ہیں۔ آج بھی مسلمانوں کی زندگی و موت کا سوال ہے۔ اس لئے ہر فرد اسلام کا فرض اول ہے۔ کہ وہ قومی فکر کریں

میں دل سے حصہ لے۔ اس وقت ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم صحابیات رضی اللہ عنہا کی طرح پانی کی مشکیں اپنے کندھوں پر اٹھا کر زخمیوں کو پانی پلائیں۔ یا میدان جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کریں۔ . . . . بلکہ نہایت آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے وقت میں سے چند منٹ بچا کر کوئی مفید کام کریں جس سے ہماری قوم کو قوت ملے۔ ہم میں سے قریبًا ہر ایک کا کچھ نہ کچھ حصہ وقت کا رائگاں بھی چلا جاتا ہے۔ تو مبارک ہے۔ وہ وقت جس میں ہمارا خیال خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ہم کچھ دین اسلام کے لئے کر سکیں۔ احمدی بھائیوں اور بہنوں کو علم ہے گذشتہ دو سال سے احمدیہ انجمن خواتین لاہور نے اپنی صنف میں قوت عمل پیدا کرنے کے لئے دستکاری فنڈ کی تحریک شروع کر رکھی ہے۔ اور خدا کا شکر ہے۔ کہ اسی میں ترقی ہو رہی ہے۔ پہلے سال کی نسبت دوسرے سال میں زیادہ بہنوں نے شرکت کی اور ہندوستان کے دور دراز حصوں میں سے بھی کئی بہنوں نے چیزیں بنا کر بھیجیں مگر اسی عملی کام کی حیثیت سے جو احمدی جماعت کا طغرائے امتیاز ہے۔ اس طرف کم توجہ ہوئی۔ گذشتہ سال سکرٹری خواتین کی طرف سے مختلف شہروں کے سکرٹری صاحبان کی خدمت میں چٹھیاں بھیجی گئی تھیں۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں دستکاری کی تحریک کریں۔ اب پھر میں اس تحریر کے ذریعہ ان کی خدمت میں یاددہانی کرتی ہوں کہ وہ اپنے شہر کے تمام احمدی گھروں اور واقف کار غیر احمدی گھروں میں بھی دستکاری کی تحریک کریں۔ نماز جمعہ میں جماعت میں تحریک کی جائے۔ کہ وہ اپنی مستورات کو اس میں شامل کریں۔ اور پھر ماہ نومبر میں تمام جگہوں سے اشیا وصول کرکے مرکز میں ارسال فرمائیں۔

ابتدائے تحریک سے خواتین جماعت جہلم نہایت خلوص و ہمت سے اس میں حصہ لیتی رہی ہیں۔ ان کا نمونہ اس قابل ہے کہ تمام جماعتیں اس کی تقلید کریں۔ مجھے امید ہے کہ اس سال بھی وہ حسب دستور اشاعت اسلام کے مددگاروں کی صف اولین میں شامل ہوں گی۔ گذشتہ سال محترمہ بہن بنت محمد عبداللہ صاحب وکیل سری نگر کی کوشش سے ہماری کشمیر کی بہنوں نے بھی معقول حصہ لیا۔ بہن موصوفہ کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ اس سال بھی یاددہانی کرکے سب بہنوں کو آمادۂ عمل کریں۔ اور اگر وہ مناسب سمجھیں تو کشمیری دستکاری کو وہیں پر فروخت کرکے روپیہ بھجوا سکتی ہیں۔ اس طرح فردًا فردًا بھی کئی بہنوں نے بیش بہا امداد دی ہے جن کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ ورنہ قدر شناسی ہے۔ اگر ان بہنوں کا ذکر نہ کروں۔ جو بظاہر تو احمدیہ جماعت میں شامل نہیں ہیں۔ مگر دل سے ہمارے کام میں معاون ہیں اور دستکاری میں حصہ لیتی رہی ہیں خداوند کریم سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور بیش از بیش خدمت دین کی توفیق بخشے۔

میں دوبارہ اپنی تمام بہنوں سے جنہوں نے پہلے حصہ لیا ہے اور جو کسی وجہ سے تا حال شریک نہیں ان سے بھی عرض کروں گی کہ موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اپنے وقت میں سے چند منٹ خدا کے لئے بھی نکالئے اپنی سہیلیوں اپنی بہنوں اور اپنی بچیوں کو بھی شامل کریں گھر کے ہر فرد کو جدا جدا حصہ لینا چاہئے جن بہنوں نے گذشتہ نمائش دستکاری دیکھی ان کا دل کس قدر خوش ہوا یہ دیکھ کر کہ لاہور کی جماعت میں سے اکثر چھوٹی چھوٹی بچیوں نے بھی اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے گڑیاں اور مختلف کھلونے بنا کر دئے تھے۔ ان کی ہمت کو دیکھ کر بے اختیار دل سے دعا نکلتی تھی۔ خوش نصیب ہیں وہ والدین جو اپنی اولاد کے دل میں بچپن سے ہی خدمت دین کا بیج بوتے ہیں۔

یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ دستکاری میں حصہ لینے کیلئے کسی خاص لیاقت یا ہنر کی ضرورت نہیں۔ ہر قسم کا کام دیا جا سکتا ہے۔ پچھلی دفعہ ایک غریب بہن نے مٹی کا چولھا بنا کر دیا تھا۔ جو دس آنے میں فروخت ہو گیا تھا۔ سوٹ۔ ازار بند۔ کروشئے کے دوپٹے۔ مردانہ گرم جرابیں۔ بچوں کے فراک۔ ٹوپیاں۔ سوئٹر کھلونے۔ ٹیبل۔ کلاتھ۔ پلنگ پوش سلے مردانہ رومال۔ بیڈیڈ رومال۔ موتیوں کا کام۔ ہر قسم کی ٹوپیاں۔ رومال وغیرہ وغیرہ جو بھی آپ بنا سکیں اپنے حالات کے مطابق تیار کریں۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیر و عافیت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

—— دیگر بزرگان سلسلہ بھی بخیر و عافیت ہیں۔

—— مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے چند روز کی رخصت لی ہے اور اپنے ذاتی کام کے لئے لاہور سے باہر تشریف لے جانیکا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔

—— چودھری عبدالمجید صاحب ابن و سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ انجمن چند روز سے بعارضہ بخار بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں

—— مولوی لال حسین صاحب مبلغ کی اہلیہ عرصہ سے بعارضہ تپ دق بیمار ہیں۔ اب حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ ان کی صحت کے لئے بھی درد دل سے دعا کی جائے۔

—— میر سراج احمد صاحب کاتب "پیغام صلح" کی شادی ۵ ار ماہ رواں کو ہوئی اس لئے وہ چند روز سے رخصت پر ہیں۔ انشاء اللہ ایک دو یوم میں اپنے کام کا چارج لے لیں گے۔ دعا ہے کہ یہ رشتہ ان کے لئے حقیقی مسرت و فلاح کا موجب ہو۔ اس سے نیک نتائج پیدا ہوں۔

—— جناب مرزا معصوم بیگ صاحب سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر لائٹ کے والد صاحب کا اپنے وطن چینہ میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم عرصہ سے بیمار تھے۔ ہمیں مرزا صاحب موصوف سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں۔

مانگرول ہائی اسکول کا شاندار نتیجہ

امسال کا رونیشن ہائی سکول مانگرول کا نتیجہ امتحان میٹرکولیشن سالہائے ماسبق کی نسبت بہت بہتر یعنی ۷۰ فی صدی رہا۔ جس پر ہم اپنے محترم و قابل دوست مولوی مرتضیٰ خاں صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر اسکول مذکور کو مبارکباد دیتے ہیں۔ دراصل یہ شاندار نتیجہ مولوی صاحب موصوف کی ان تھک کوشش اور بے نظیر قابلیت کا ہی ثمر ہے۔

راجن پور میں اہم لیکچر
گورنمنٹ پنجاب توجہ کرے

گذشتہ بدھ وار چھ بجے شام لیکچر کا اعلان کیا گیا۔ وقت سے پہلے ہی لوگ آنے شروع ہو گئے۔ اور چند احباب بشکل وفد جناب مولوی نیاز احمد خاں صاحب نظامی مسلم مشنری کو لینے کے لئے ان کے مکان پہ گئے۔ مولوی صاحب وفد کے ہمراہ جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور نعت خوانی کے بعد آپ لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور سر عنوان یہ شعر پڑھا۔

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے

اس کے بعد فرمایا" آج دشمنوں نے مسلمانوں پر زمین و آسمان تنگ کر رکھا ہے۔ ایک طرف اگر انگریز اور ہندو مسلمانوں کے درپئے آزار و دشمن جاں بنا بیٹھا ہے۔ تو دوسری طرف خود مسلمان بھی اپنے ہاتھوں شجر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ کانگرسی مسلمانوں نے ہندوؤں کا ساتھ دے کر قوم کو ضعیف کر دیا ہے تو ہمارے مولوی صاحبان بھی اپنے لمبے لمبے تکفیر کے فتوؤں سے مسلمانوں میں باہم نفاق و عداوت کی خلیج حائل کر رہے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ اسی پور سے جہاں کے سجادہ نشین میاں غلام رسول صاحب قبلہ مسلمانوں کی باہم افتراق انگیزی کو نفرت سے دیکھتے اور انہیں ایک کرنا چاہتے ہیں تین مولوی صاحبان آئے جنہوں نے آتے ہی اپنی درشت کلامی اور تکفیر کی شمشیر سے کئی مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کیا۔ اور یوں شیعہ سنی کی بحث چھیڑ کر مسلمانوں کے تعلقات کشیدہ کر دئے۔ افسوس۔

میں نے ان مولوی صاحبان کو کہلا بھیجا کہ شیعہ و مرزائی کافر ہی سہی آپ ان لڑائیوں سے بلند ہو کر قوم کی خبر لیجئے جس پر غیروں کے مظالم کی انتہا ہو چکی ہے اور وقت ہے کہ آپ مظلوم مسلمانوں کی عملی ہمدردی کے لئے قدم اٹھائیں۔ اور مالی و لسانی جہاد سے ان کی مدد کریں۔

اس کے بعد مولوی صاحب نے مغلپورہ انجینئرنگ کالج لاہور اور رسول سکول کے مظلوم بے قصور طالب علموں کے حالات سنائے۔ جن سے سامعین بہت متاثر ہوئے۔ اور ان مظلوم طلبہ کی ہمدردی میں ہر ممکن عملی قدم اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے اور مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کر کے اخبارات میں بھجوائے۔

ا۔ ہم مسلمانان راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خان گورنمنٹ پنجاب کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ مغلپورہ انجینئرنگ کالج لاہور کے متعصب۔ حاسد۔ اور ہندو پرست پرنسپل کپتان ڈنکر کو فوراً اس عہدہ سے معطل کر کے ان ۹۵ مسلم طلبہ کی دلجوئی کرے۔ جو پرنسپل کے اعلان جنگ کے باوجود صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے کالج چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

پنڈت جگن ناتھ انچارج کالج رسول نے جس ہندو ذہنیت تعصب اور بغض و عناد کا ثبوت دیا ہے جس سے ۱۵ مسلمان طلبہ کالج چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اس قابل ہے کہ گورنمنٹ ایسے آدمیوں کو کسی ایسے ادارے کا انچارج نہ رہنے دے جہاں پر ہر قوم کے طلبا زیر تعلیم ہوں بلکہ پنڈت جگن ناتھ کو ایسی سزا دی جائے کہ پوری پوری سزا مل جائے۔ جس نے ناحق ۱۵ مسلمان طلبہ پر ظلم کر کے گورنمنٹ کو بدنام کیا ہے۔

۲۔ ہم مسلمانان راجن پور ریاست کشمیر کے ان ہندو حکام کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں جنہوں نے ایک عرصہ سے مسلمانوں کو ناحق تختۂ مشق بنا رکھا ہے خصوصاً جس سارجنٹ نے ہمارے قرآن پاک کی بے حرمتی کی ہے اس کے خلاف لعنت و ملامت کا ریزولیوشن پاس کرتے ہوئے مہاراجہ صاحب بہادر کشمیر کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ پچانوے فی صدی مسلم رعایا سے انصاف و عادلانہ سلوک کرتے ہوئے اس مردود سارجنٹ کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ جس نے کلام پاک کی بے حرمتی کر کے مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کر دیا ہے۔

جناب نظامی صاحب کی تقریر کے بعد ان کے ایک دیرینہ دوست مولوی غلام جہانیاں صاحب ساکن جھنگی والا نے تقریر فرمائی۔ اور مختلف پیرایوں میں مسلمانوں کو اتحاد کی طرف متوجہ کیا۔

ہم مولوی نیاز احمد خاں صاحب نظامی اور ان کے رفیق مولوی غلام جہانیاں صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی خیالات سے ہم عامی مسلمانوں کو مستفید فرمایا۔ اور نوجوانوں میں کام کرنے کی عملی تڑپ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خداوند جلد کرے کہ مسلمانان راجن پور بھی نظامی صاحب کی کوششوں کی بدولت فروعی اختلافات سے بلند ہو کر اپنی وحدت کو قائم کریں اور غیروں کا مقابلہ کر سکیں۔ آمین۔ ۱۱ر جون ۱۹۳۱ء

خاکسار

(غلام رسول جانباز راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خاں۔)

لاہور میں گتکہ بازی کا عظیم الشان دنگل
حصہ لینے والے حضرات جلد توجہ کریں

ہم ایک مدت سے دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان مردانہ کھیلوں کو خیرباد کہہ کر آرام طلبی اور سیر تماشوں کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی جسمانی حالت روز بروز خراب ہو رہی ہے۔ اور ان میں مردانہ شجاعت کی جگہ کم ہمتی اور سہل انگاری پیدا ہو رہی ہے۔

اس کے برخلاف ہمارے برادران وطن اپنی جسمانی حالت کی بہتری کے لئے محلہ وار اکھاڑے قائم کر چکے ہیں۔ اور ان کا ہر بچہ بوڑھا اور نوجوان جسمانی ورزش میں حصہ لے کر اپنی صحت کو درست رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہوں نے اسی پر ہی اکتفا نہیں کی۔ بلکہ اس چیز کو زیادہ دلکش بنانے کے لئے ماہواری دنگلوں کا سلسلہ بھی جاری کر دیا ہے جن میں ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگ شامل ہوتے ہیں اور نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انعامات تقسیم کرتے ہیں۔ ان کی سعی۔ نہایت خوشگوار نتائج پیدا کر رہی ہے۔

ضرورت ہے کہ اہل اسلام بھی بیدار ہوں اور ورزش کی اہمیت سمجھ کر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ تندرست جسم ہی اعلیٰ دماغ پیدا کر سکتا ہے۔ اور ہندوستان سے اس وقت تک فرقہ وارانہ واردات کا خاتمہ نہیں ہو سکتا جب تک ہندوستان کی دونوں قوموں میں جسمانی طاقت کا توازن قائم نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ صلح و آشتی فقط برابر کی طاقتوں ہی میں ہو سکتی ہے کمزور اور زبردست کی صلح ایک تخیل رنگین سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

کچھ عرصہ ہوا مسلمانوں میں جوش عمل پیدا کرنے کے لئے عیدالفطر کے موقعہ پر مختلف ورزشوں کے کرتب دکھائے گئے تھے۔ اور خیال تھا کہ مسلمان ان سے متاثر ہو کر تمام شہر میں ورزش کمیٹیاں اور اکھاڑے قائم کریں گے۔ مگر افسوس کہ مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ مسلمانوں کے اس جمود کو توڑنے کے لئے ہم ایک بار پھر لاہور میں گتکہ کا عظیم الشان دنگل کرا رہے ہیں۔ اس دنگل میں شریک ہونے کے لئے پنجاب اور ہندوستان کے مشہور گتکہ بازوں کو دعوت دی گئی ہے۔ اور جو صاحب اس میں کسی قسم کا حصہ لینا چاہیں وہ ۲۰ر جون سے پہلے پہلے ہمیں اطلاع دیں۔ تاکہ پروگرام مرتب کرنے میں آسانی ہو۔

محمد علم الدین سالک   سید عبد القادر شاہ

پروفیسران اسلامیہ کالج۔ لاہور

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جو اشتہار جناب لال حسین صاحب اختر کی طرف سے غلام محمد مصلح موعود کے متعلق شائع ہوا ہے اس میں ایک روایت میری طرف منسوب کی گئی ہے۔ اسے پڑھ کر مجھے محسوس ہوا کہ سننے والے کو کچھ غلط فہمی ہوئی۔ اس لئے اس کا ازالہ میں ضروری سمجھتا ہوں۔

اپریل گذشتہ میں میں لاہور گیا تو مجھے خیال ہوا کہ غلام محمد کو میں بھی دیکھوں اس لئے نہیں کہ میں نے اسے دیکھا ہوا نہ تھا۔ بلکہ اس لئے کہ میں اُسے ہمیشہ ایک موٹی عقل کا آدمی سمجھتا تھا۔ خیال ہوا کہ دیکھوں اب کیا تبدیلی ہوئی ہے دیکھا تو کچھ بھی فرق نہ تھا۔ اس امر پر تقریر فرما رہے تھے کہ کیوں ان کے سامنے اعتراض کرنے کی اجازت نہیں۔ خیر ایک طول و طویل بے معنی سی تقریر تھی۔ اسی کے درمیان میں آپ نے قرآن کی آیت پڑھی یا ایھا الذین انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اور اس کا ترجمہ کرتے رہے۔ ہر ایک شخص جو عربی کا تھوڑا سا علم بھی رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر غلط ہے اور قرآن کی آیت اس قدر غلط پڑھنے والا اور پھر اس کا ترجمہ کرنے والا کیا علم عربی اور قرآن کا رکھتا ہو گا۔ یہ بھی غلام محمد صاحب سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کو جو وحی ہوتی ہے اس میں سے کچھ سنائیے تو فرمانے لگے کہ میں جو بولتا ہوں اور لکھتا ہوں یہ سب کچھ وحی الٰہی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے۔ ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ کہ مامور من اللہ اپنی طرف سے کچھ بولتا ہی نہیں۔ جو بولتا ہے وہ سب وحی الٰہی ہوتا ہے۔ پس غلام محمد صاحب کی وحی کا نمونہ دیکھنا ہو تو وہ تمام گندے اشتہارات اور مغلظات ہیں جو وہ لکھتے اور بکتے رہتے ہیں۔

مجھ سے بڑے جذبہ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "میں برطانیہ کے تخت پر بیٹھوں گا"۔ میں نے ان کے باپ سے بھی پوچھا تھا کہ آپ نے تو حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے۔ ان کے اخلاق فاضلہ کا نقشہ آپ کو یاد ہو گا۔ مگر آپ کا بیٹا تو ان کے اخلاق سے بالکل الٹ اخلاق رکھتا ہے۔ فرمانے لگے مرزا صاحب بڈھے تھے۔ اس لئے ان کی طبیعت بڑھاپے کی وجہ سے دھیمی اور نرم پڑ گئی تھی میرا بیٹا جوان ہے اس لئے جلالی رنگ رکھتا ہے۔ میں نے کہا بڈھا آدمی تو چڑچڑا ہو جاتا ہے مگر خیر آپ کی ہی بات بالفرض محال سچ مان لی جائے تو خدا نے کیوں نہ اتنا انتظار کر لیا کہ آپ کا بیٹا بھی بڈھا ہو کر ٹھنڈا پڑ جاتا۔ فرمانے لگے بڑھاپے میں مامور من اللہ بنانے میں یہ نقصان ہوتا ہے کہ وہ جلدی سے مر جاتا ہے۔ اور کام پورا نہیں ہوتا۔ میرا بیٹا جوانی میں مامور ہوا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے خدا نے اس سے بہت کچھ کام لینا ہے پھر اور باتوں کے ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ میرے بیٹے میں دیوانگی کی صرف ایک رگ ہے مگر ہے مامور من اللہ انبیا کا یہی رنگ ہوا کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

عبدالعزیز سیالکوٹی غیر احمدی کے مطالبہ کا جواب

اخبار "الفضل" مورخہ ۔ مورخہ ۔ میں ایک مضمون بعنوان "مولوی محمد علی صاحب اور پیغام صلح سے مطالبہ" ایک غیر احمدی نامہ نگار کی طرف سے شائع ہوا۔ جس میں غیر احمدی نامہ نگار نے محمودیوں کی وکالت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کی نبوت ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "لہٰذا میں مؤدبانہ طریق سے جماعت لاہور کے ذمہ وار اور اہل علم سے جو اردو زبان کے محاورات اور طرز کلام سے واقف ہیں دریافت کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ وہ یہ ثابت کریں کہ دعوے کا لفظ موجود ہوتے ہوئے بھی کوئی نبی غیر نبی سمجھا جاسکتا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے تین حوالے پیش کئے۔ پہلا حوالہ "بدر" ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ہے کہ "ہمارا دعوے ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔" اس کے متعلق میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ میرے محترم غیر احمدی نامہ نگار نے اپنے مضمون مندرجہ اخبار "الفضل" میں خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہماری جماعت کا یہ مطالبہ ہے کہ "جناب مرزا صاحب نے اپنی کسی کتاب میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔" یہ صحیح اور بالکل صحیح ہے۔ کہ ہماری جماعت کا مطالبہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی کسی کتاب سے نبوت کا دعوے دکھایا جائے۔ لیکن برخلاف اس کے یہ دکھایا جاتا ہے کہ بدر اخبار میں لکھا ہے۔ اور یہ ڈائری کا حوالہ ہے۔ اور چونکہ ڈائری زید و بکر کی لکھی ہوتی ہے اس لئے اس میں غلطی لگ جانیکا احتمال ہوتا ہے۔ اور محمودی خود ڈائری کو مستند نہیں مانتے۔ بقول شخصے "ہر چہ بر خود نپسندی بر دیگراں مپسند"۔ اس لئے میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ مولوی محمد یار صاحب کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ یہ حوالہ پیش کریں۔ باوجودیکہ حضرت مسیح موعود کی اسی یا پچاسی کتب ہونے کے کسی کتاب سے نبوت کا دعوے نہیں دکھا سکتے۔ اور نہ قیامت تک دکھا سکیں گے۔ اب میں دوسرے حوالہ کو لیتا ہوں۔

(۲) "میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت اور وحی الٰہی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ تھا" (براہین احمدیہ)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ براہین احمدیہ کب چھپتی ہے اور حضرت مسیح موعود کب فوت ہوتے ہیں۔ خدارا ذرا غور فرمائیے کہ کتاب نومبر ۱۹۰۸ء میں شائع ہوتی ہے اور مسیح موعود ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوتے ہیں۔ بات بڑے مزے کی ہے۔ یعنی کتاب حضرت صاحب کی وفات کے چھ ماہ بعد شائع ہوئی ہے۔ یہ خوب نبی ہے کہ اس کی نبوت کا دعوے اس کی وفات کے بعد مرید چھپواتے ہیں۔ اور وہ بیچارہ دنیا میں اپنی نبوت کا دعوے پیش نہ کرسکا۔ اور معاذ اللہ ۳۴ سال کی مہلت تو دی گئی مگر نبوت کا دعوے وفات کے بعد دنیا میں پیش ہوتا ہے۔ سبحان اللہ

باقی رہی یہ بات کہ ہماری جماعت کا مطالبہ کیا ہے۔ مطالبہ تو یہ تھا کہ کسی کتاب سے نبوت کا دعوے دکھایا جائے لیکن دکھایا کیا جاتا ہے کہ "رسالت کا دعوے تھا"۔ افسوس نہ تو مولوی یار محمد اور نہ میرے محترم غیر احمدی نامہ نگار کو نبوت اور رسالت میں فرق معلوم ہے۔ میں آپ لوگوں کے سمجھانے کے لئے حضرت مسیح موعود کی کتاب شہادت القرآن سے صرف ایک ہی حوالہ پیش کرتا ہوں امید ہے کہ مولوی یار محمد صاحب اور غیر احمدی نامہ نگار کو بخوبی سمجھ آجائے گی۔ حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ہے۔ ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا ہے۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے۔ یہ نہیں آیا کہ قفینا من بعدہ بالانبیاء۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں۔ خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں اور چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔"

(شہادت القرآن صفحہ ۲۷ درسالہ ایڈیشن)

امید ہے کہ اب مولانا کو سمجھ آگئی ہوگی۔ کہ رسالت سے مراد محدثیت ہے۔ اور رسول کا لفظ عام ہے جس میں محدث بھی شامل ہیں۔

(۳) تیسرا حوالہ جو آپ نے پیش کیا ہے۔ وہ یہ ہے "صرف یہ دعوے ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں۔"

اس حوالہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہیں۔ مطالبہ تو یہ تھا کہ نبوت کا دعوے دکھایا جائے لیکن دکھایا یہ جاتا ہے کہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہونے کا دعویٰ ہے۔ اگر ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہونے کی بحث کی جائے تو اس کے لئے بہت سا وقت درکار ہے۔ لیکن میں ایک ہی حوالہ عرض کرتا ہوں۔ امید ہے آپ اس پر غور فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

"ہاں یہ بھی سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے مگر اس کو امتی کر کے بھی تو بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ خبر دی گئی ہے۔ کہ اے امتی لوگو وہ تم میں سے ہی ہوگا۔ اور تمہارا امام ہوگا۔ نہ صرف قولی طور پر اس کا امتی ہونا ظاہر کیا ہے بلکہ فعلی طور پر بھی دکھا دیا کہ وہ امتی لوگوں کے موافق صرف قال اللہ و قال الرسول کا پیرو ہوگا اور معلقات و معضلات دین میں نبوت سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کرے گا اور نماز دوسروں کے پیچھے پڑھیگا اب ان تمام ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہ ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں ضرور پائی جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔ اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔ سو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن نبوت تامہ تو صرف ایک شان نبوت ہی رکھتی ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگین ہوتی ہے۔ اسی لئے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی۔"

(از ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲ و صفحہ ۵۳۳)

امید ہے کہ ان حوالجات سے آپ پر بخوبی روشن ہوچکا ہوگا کہ نبوت و رسالت وغیرہ سے مراد محدث ہے۔ لیکن ایک اور حوالہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ و صفحہ ۴۲۲ کا آپکی تسلی کے لئے تحریر کرتا ہوں۔

"نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوے ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔"

کیسے صاف اور صریح الفاظ ہیں معلوم نہیں کہ محمودیوں کی عقلوں کو کیا ہوگیا۔ خداوند کریم رحم کرے۔ اور حق کے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

(خاکسار شیخ عبدالعزیز سیکرٹری احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن جہلم)

خبریں

— ہوشیارپور ۱۵ر جون۔ میانی افغاناں ضلع ہوشیارپور میں ۱۱ر جون کو پٹھانوں اور مزارعوں میں فساد ہوگیا۔ بنائے فساد مویشی کی چرائی بتائی جاتی ہے۔ پٹھانوں نے بندوقوں اور لاٹھیوں سے مزارعین پر حملہ کیا۔ اور گولی چلادی جس سے ایک درجن اشخاص کے قریب مجروح ہوئے۔ ایک کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔ شہر میں مکمل ہڑتال ہے۔ صورت حالات پر قابو پالیا گیا ہے۔

— شملہ ۵ار جون۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کراچی اور کلکتہ کے درمیان ہوائی جہازوں کی پرواز کے سلسلے میں کانپور کو منقل سٹیشن بنانے کے انتظامات کئے جارہے ہیں۔

— شملہ ۵ار جون۔ انڈین سینڈہرسٹ کمیٹی نے اپنے آج کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ فوجی تعلیم پانے کے تین سالہ نصاب کیلئے ایک امیدوار کا خرچ ۷۶۴۰ روپیہ ہونا چاہیئے اس رقم میں رخصتیں کے اخراجات اور غیر فوجی کپڑوں کے مصارف شامل نہیں ہونگے نصاب کے متعلق فیصلہ کیا گیا کہ ۹ مہینے پڑھائی اور تین ماہ رخصتیں ہوا کریں۔

— امرگام ۱۴ر جون۔ پولیس کی فوری اور بروقت احتیاط اور انسدادی تدابیر کا نتیجہ ہوا کہ آج رابرٹسن بٹ (نام کان) میں ہندو مسلمانوں کا فساد دبادیا گیا۔ اور فتنہ کی آگ بڑھنے نہ پائی۔ پولیس ۹ اور ۱۰ر جون کے فسادات کی تحقیقات کررہی ہے تاکہ فسادیوں کی گرفتاریاں عمل میں لائے۔

— حیدرآباد (سندھ) ۱۵ر جون۔ حیدرآباد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں کمسنی کی شادیاں کے متعلق ساردا ایکٹ کے تابع تین استغاثے دائر کئے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صوبۂ سندھ میں ایسی متعدد شادیاں ہوئی ہیں۔

— لندن ۱۴ر جون۔ ہندوستان میں غیر ملکی کپڑے کی تجارت میں انحطاط کے باعث انگلستان کا ایک بہت بڑا کارخانہ وڈبرادر بند ہوگیا۔ یہ سوتی کپڑے کا سب سے پرانا کارخانہ تھا۔ اور اس میں تین ہزار مزدور کام کرتے تھے۔

— لاہور ۱۵ر جون۔ آج شام کو اسلامیہ کالج کے کریسنٹ ہوسٹل کے طلبا نے سکلیگن انجینئرنگ کالج کے مستعفی مسلم طلبا کے اعزاز میں ڈنر پارٹی دی جس میں دیگر معززین شہر بھی شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر طلبائے اسلامیہ کالج نے ان مستعفی طلبا کو ایک سپاسنامہ دیا جس میں ان کی مجاہدانہ روش پر جو انہوں نے کپتان ڈیکر کے مسلم آزار طرز عمل کے جواب میں اختیار کی۔ مبارکباد دی گئی تھی۔ اور انہیں یقین دلایا گیا تھا۔ کہ ان کی یہ قربانی رنگ لائے بغیر نہ رہیگی۔ اس سلسلہ میں ان طلبا کو یقین دلایا گیا تھا کہ یہ مجاہدانہ زندگی کا آغاز تھا جو آپ نے کیا ہم اسے انجام تک پہنچا دیں گے۔

— کراچی ۱۱ر جون۔ گاندھی ارون مفاہمت کے تابع ان لوگوں کو جو ساحل سمندر کے قرب و جوار میں رہتے ہیں گھریلو ضروریات کے لئے نمک بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔

— پشاور ۱۴ر جون معلوم ہوا ہے کہ سرحد کے کانگرسی رہنما خان ملک گل خان عرصہ سے صاحب فراش ہیں

— دہلی کانگرس کمیٹی کے اندرونی جھگڑوں کے تصفیہ کے لئے پنڈت جواہر لال نہرو کو ثالث مقرر کیا گیا ہے۔

— لاہور ۱۶ر جون معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر راس سود نے آنریبل مسٹر شادی لال چیف جسٹس عدالت عالیہ پنجاب کو ایک مکتوب لکھا تھا جس کے جواب میں سرموصوف نے عدالت عالیہ پنجاب کے دیگر ججوں کی اتفاق رائے سے لکھا ہے کہ عدالت عالیہ پنجاب علیگڈھ یونیورسٹی کے پانچ پنجابی لا گریجوایٹوں کو ہر سال وکلائے پنجاب کی فہرست میں شامل کرلیا کرے گی۔

— امرتسر ۱۶ر جون بندلال کے خلاف سوہن سنگھ امرتسر پر قاتلانہ حملے کے مقدمہ میں آج عدالت نے فیصلہ سنا دیا۔ اور ملزم کو پہلے تو دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند کے ماتحت گولی چلانے کے جرم میں ۷ سال قید بعبور دریائے شور کی سزا دی اور پانچسو روپیہ جرمانہ یا ۱۲ ماہ مزید قید کی سزا دی۔ نیز اس کے مکان کی چھت سے پستول برآمد ہونے کے جرم میں تین سال قید بامشقت اور سو روپیہ جرمانہ یا آٹھ ماہ قید مزید کی سزا دی گئی۔ سزائیں یکے بعد دیگرے شروع ہونگی۔

— لاہور ۱۶ر جون کل مسٹر جسٹس ہیریسن اور جسٹس دلیپ سنگھ کی عدالت میں دسہرہ بم کیس میں عبدالغنی ملزم کی طرف سے مسٹر جے گوپال سیٹھی نے مرافعہ کی پیروی کی۔ ابھی وکیل صفائی نے اپنی دلائل ختم نہیں کی تھی کہ عدالت برخاست ہوگئی۔ آج سرکاری وکیل نے بحث کی۔

— لندن ۱۵ر جون۔ فسادات کانپور کی رپورٹ پر بحث کرتے ہوئے دارالعوام میں حکومت سے اس بات کا یقین دلانے کی درخواست کی گئی ہے کہ مسٹر سیل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کانپور کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ مسٹر بن نے جواب دیا کہ مسٹر سیل سے دریافت کیا گیا تھا کہ آیا انہیں کانپور سے تبدیل کردیا جائے یا وہ رخصت پر جانا چاہتے ہیں مسٹر سیل نے رخصت کو ترجیح دی ہے۔ اس کے بغیر ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔

— پشاور ۱۵ر جون۔ کابل کے شمال میں، ضلع پنج شہر میں زلزلہ سے پندرہ آدمی ہلاک اور ۵۰ مکانات منہدم اور متعدد متزلزل ہوگئے۔ اصلاح کابل اس زلزلہ کو پنج شہر کے نزدیک، مادہ آتش فشاں کی موجودگی کا باعث قرار دیتا ہے

— لندن ۱۵ر جون۔ وزیر ہند نے دارالعوام میں ایک سوال کے جواب میں کہا کہ گورنمنٹ ہند اور جنوبی افریقہ کے نمائندوں کی کانفرنس کے لئے ابھی تاریخ اور مقام کا کوئی تقرر نہیں ہوا۔

— پیرس ۱۳ر جون۔ فرانس کے جدید صدر موسیو ڈومر نے موسیو ڈومرگو سے اپنے عہدے کا چارج لے لیا ہے۔

— شملہ افواہ سنا گیا ہے کہ مغلپورہ کالج کے متعلق جو مجلس تحقیقات مقرر ہوئی ہے اس کے صرف دو ممبر ہوں گے۔ ایک یورپین دوسرا مسلمان۔ یورپین کے متعلق تو ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ مسلمان ممبر نواب حاجی سر رحیم بخش صاحب ہوں گے۔

— رنگون ۱۷ر جون۔ آج مسٹر یو پے۔ ایم۔ ایم ادھن جائین اور ڈاکٹر تھین مونگ نے بغاوت برما کے متعلق گورنر سے ملاقات کی۔ مسٹر یوبا پے نے وفد کی طرف سے مطالبہ کیا کہ متحدہ کارروائی کے لئے لیڈروں کی ایک کانفرنس منعقد کرائی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ گورنر نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔

— نیو دہلی ۱۷ر جون۔ چونکہ ملزموں نے پھر عدالت میں حاضر ہونے سے انکار کردیا ہے۔ اس لئے مقدمہ سازش کل تک ملتوی کردیا گیا ہے۔ موجودہ کشمکش وکلائے صفائی کے محنتانہ پر ہے۔ حکومت نے ان کی ۱۲۸ روپیہ یومیہ مقرر کی تھی ملزم چاہتے ہیں کہ ۲۳۲ روپے روزانہ فیس مقرر کیجائے۔

— شملہ ۱۷ر جون ہز ایکسیلنسی وائسرائے نے مولانا شوکت علی سے ملاقات کی۔

— نینی تال ۱۷ر جون۔ فصل ربیع کے مالیہ میں مزید تخفیف کی جو افواہ ہے غلط ہے۔

— بمبئی ۱۶ر جون۔ وکٹوریہ بندرگاہ پر ایک شخص نے بجلی کے ایک کھمبے کو ہاتھ لگایا جس سے وہ بیہوش ہوکر گر پڑا۔ اور فوراً مرگیا۔

قل یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

اصلحِ خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن
پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق
ہوشیار پوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی نیا اور نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام اپنی روحانیت کے زور سے تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۱۹ | لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۲۳ جون ۱۹۳۱ء مطابق ۶ صفر ۱۳۵۰ھ | نمبر ۳۹

اسلامی پردہ

(از جنابہ زکیہ سلطانہ صاحبہ بنت میاں محمد بخش صاحب نسیم سب انسپکٹر مدارس جھنگ گھیانہ)

اسلام نے عورت کے بارہ میں جو ہدایتیں نافذ کی ہیں وہ فطرت نسوانی کے پوری طرح مطابق اور موافق ہیں۔ گویا اسلامی تعلیمات عورت کے جملہ خصائص کو اچھی صورت میں ڈھالنے کے لئے اعلےٰ درجہ کے سانچے سے مشابہ ہیں۔

اگر عورت کے خصائص اس نورانی سانچہ میں ڈھل جائیں تو بغیر اس کے کہ وہ طبعی حدود سے ایک قدم بھی آگے بڑھائے ایک اعلیٰ درجہ کی با اخلاق اور مہذب بن جاتی ہے۔ ایک پردے کو ہی دیکھیں اس میں کتنی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اور پردہ کے خلاف بے پردگی کیسی کیسی برائیوں کا راز فاش کر رہی ہے۔

خدا نے شریعت کے قوانین کو فطرت نسوانی کے بالکل مطابق مقرر فرمایا ہے۔ نہ حد سے زیادہ سختی روا رکھی ہے اور نہ ہی حد سے زیادہ نرمی کی اجازت دی ہے۔ بلکہ میانہ روی کا سبق دیا ہے۔ انسان اگر حد اعتدال سے گذر کر کام کرنا چاہے تو قدرت اسے فوراً ٹوک دیتی ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے پردہ کے بارہ میں میانہ روی کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے اور سختی و زیادتی پر اُتر آئے ہیں جس کا خمیازہ وہ بھگت رہے ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا طرز عمل پردہ کے متعلق بہت ہی جابرانہ ہے کہا جاتا ہے کہ ہندوستان مخلوط اقوام کا مجموعہ ہے اس لئے پردہ کا ہونا اسلامی ممالک کی نسبت زیادہ ضروری ہے ...... مگر اس پر سفید اقوام کا تسلط ہے۔ اور کوئی خوف وہراس کی صورت نظر نہیں آتی۔ کہ غیر اقوام کا کوئی جابرانہ حملہ ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ مسلمان اپنے انتظام میں مضبوط منظم ہو جائیں۔ تو غیر اقوام کی خواہ کتنی ہی کثرت کیوں نہ ہو یہ ہی تھوڑی سی تعداد مسلمانوں کی اپنے فرائض اسلامی کو ہر طرف سے محفوظ و مامون رکھ سکتے ہیں اور شریعت اسلامی کے مطابق پردہ قایم رہ سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے جو سلسلہ شریعت اسلامی کی تجدید کا قایم فرمایا ہے اس پر اگر مسلمان کاربند ہو جائیں تو تمام نقائص دور ہو جاتے ہیں۔ اور اسلام کی وہی شان و شوکت نظر آ سکتی ہے جو زمانہ اولین میں تھی۔ میں کہتی ہوں کہ اگر آج یہاں مسلمانوں کی سلطنت ہو جائے اور عورتیں مصر و ترکستان کی طرح آزادانہ ماری ماری پھریں۔ تو ایسی بادشاہت ہرگز ہرگز باعث مسرت و فخر نہیں ہو سکتی آجکل حالت یہ ہو رہی ہے کہ بیکس مسلمان بیواؤں کے لئے نہ کوئی قومی سرمایہ ہے نہ بیت المال ہے جس سے ان سوختہ ساماںوں کی امداد کی جائے اس امداد کے نہ پہنچنے سے جو جو نتائج پیدا ہو رہے ہیں وہ مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں۔

ہر روز اسلام کی بیسیوں ہونہار لڑکیاں غیروں کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہو رہی ہیں کیوں اور کس لئے؟ کیا اسلام کی صداقت کا ان کو یقین نہ تھا؟ حق اور راستی پر تھا۔ پھر جو انہیں اسلام سے تعلق توڑ کر کفر سے رشتہ جوڑنا پڑا۔ تو اس کی وجہ خود مسلمانوں کی بے ہنری ہے مسلمانو! وہ تمہاری بے توجہی اور بے پرواہی کے سبب مرتد ہوئیں تمہاری بے جا و نامناسب قیود و شرائط سے مجبور ہو کر انہوں نے اسلام کو خیرباد کہا کیونکہ اس کے نہ تم خود دستگیری کرتے بلکہ تم نے خود ان کو بھی اپنی روزی کمانے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانے کی ممانعت کر دی اور ان پر رزق کے وسائل کا دروازہ بند کر دیا اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک مسلمان کے لئے قرآن مجید دائمی ہدایت ہے۔ اور رسول کریمؐ کا "اسوۂ حسنہ" ہمارے لئے دائمی رہنما ہے۔ کیونکہ رسول کریمؐ اول المسلمین تھے اور آنحضرت کی زندگی بیان قرآن ہے۔ جہاں تک میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی ہے مجھے کوئی آیت ایسی نہیں ملی جو ان قیود کی تائید میں ہو جو عورتوں پر اسلام کے نام سے عائد کی جاتی ہیں۔ اور آنحضرت کی زندگی اور خصائل اور عبادات اور معاملات میں جو قرآن میں مذکور ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں، جو اس امر کی دلیل ہو۔ کہ عورتیں آنکھیں رکھتی ہوئی نہ دیکھیں زبان رکھتی ہوئی نہ بولیں دل رکھتی ہوئی جذبات سے خالی ہوں دماغ رکھتی ہوئی عقل سے بے بہرہ ہوں۔

سبحان اللہ آج کل حالت یہ ہے کہ عورت کی آنکھوں پہ پردہ زبان پر پردہ دل و دماغ پر پردہ۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم ٭ کفار کے حق میں نازل ہوئی تھی مگر اس عذاب عظیم میں مسلم خواتین مبتلا ہیں۔

او مسلمانو! تمہاری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ ایک لاوارث خاتون جس کے سینے میں حقانیت اسلام کا دریا لہریں لے رہا ہے اور جس کے پاس کم سن ناقابل روزگار بچے بھی ہیں۔ کس طرح مصیبت کے دن کاٹ رہی ہے۔ بدن پر کپڑا نہیں ہے۔ جو سردی گرمی سے بچائے معصوم بچے فاقہ کر رہے۔ لیکن غریب گھر سے باہر قدم نہیں دھرتی کہ بچوں کے لئے روزی کا وسیلہ اختیار کرے کیوں؟ اس کو بتایا گیا ہے۔ کہ اسلام میں عورت کے لئے گھر سے باہر قدم نکالنا سخت گناہ اور رسوائی کا باعث ہے۔ چاہے جان ہی کیوں نہ جائے۔ حالانکہ یہ منشائے شریعت کے سراسر خلاف ہے بالآخر جب ہر طرف سے ناامیدی نظر آتی ہے تو اس کی جبلی کمزوری مسلمانوں کے خود ساختہ قوانین توڑنے کی جرأت نہیں دلاتی اور نہ کوئی اس کا معاون و مددگار ہوتا ہے۔ تو آسان رستہ یہ نظر آتا ہے کہ مصیبت سے اسلام کو ہی خیرباد کہہ دے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلام نے کسی نفس پر بھی اتنی سختی روا نہیں رکھی جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے اور نہ ایک دم اتنی ڈھیل دے دی کہ تمام ذمہ داریاں رکھ دی جائیں بلکہ ہر ہر چیز کے لئے اصلی فطرت کے مطابق جدا جدا قانون مقرر کئے۔ عورت کو نہ تو اتنے سخت پردے کا پابند بنایا کہ تکلیف آزمائش کے وقت نان شبینہ کے بہم رسانی سے بھی تہی دست رہے۔ اور بالآخر کفار کے دین میں شمولیت اختیار کرے اور نہ اتنی آزادی بخشی کہ خانہ داری کے فرائض کی انجام دہی کو بالائے طاق رکھ کر زندگی کا بیشتر حصہ ہوا خوریوں اور گل گشتوں میں گذار دے بلکہ جو قوانین کو اس موزوں معیار پر قایم کیا۔ جو فطرت نسوانی کے لئے ایسے ہیں جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔

ایک آریہ مبلغ کا سفر

سنگاپور سے ہانگ کانگ اور جاپان

(از جناب مہتہ جیمنی جی ویدک مشنری برمین)

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ہندو بحری سفر اور دوسرے مذہب کے آدمی کو اپنے دھرم میں شامل کرنا مہا پاپ (بڑا گناہ کبیرہ) سمجھتے تھے۔ ہندو مذہب کی تاریخ تبلیغی سرگرمیوں کے ذکر سے سراسر خالی ہے۔ دوسری طرف تبلیغ اسلام مسلمانوں کا ایک اہم ترین مذہبی فریضہ ہے۔ ہمارے اسلاف کرام نے ہمیشہ اپنی بہترین کوششیں دین حق کی اشاعت میں صرف کیں۔ عرب و دیگر اسلامی ممالک کے تجارتی قافلے دور دراز ملکوں اور ولایتوں میں جاتے اور اپنے کاروبار کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام بھی کرتے جاتے۔ ان کے علاوہ صوفیائے کرام کے مقدس طبقے نے بھی مخلوق خدا کو دین فطرت میں شامل کرنے کی نہایت شاندار اور کامیاب کوششیں کیں۔ لیکن آج حالات بہت بڑی حد تک بدل چکے ہیں۔ مسلمان جن کی زندگی کا ایک اہم ترین مقصد اشاعت اسلام تھا وہ محو غفلت ہیں اور ہندو جن کو کچھ عرصہ تک دنیا کو لڑکا نجھنگا سمجھتے تھے اپنے دھرم کے پرچار میں مصروف ہیں۔ انہوں نے بحری سفر کی ممانعت کے مذہبی حکم کو توڑ ڈالا۔ پہلے ان کے تاجروں نے سبقت کی چنانچہ آجکل ہندو تاجر دیگر ممالک کے علاوہ دنیائے اسلام کے اکثر حصوں میں مصروف کاروبار ہیں۔ اب آریہ مبلغوں نے بھی ہندوستان سے باہر اپنی تبلیغی سرگرمیاں شروع کر دی ہیں۔ قارئین "پیغام صلح" مہتہ جیمنی جی مشہور آریہ مشنری کے نام سے ناواقف نہ ہوں گے وہ اکثر ممالک غیر کا سفر کرتے رہتے ہیں۔ آج کل وہ برما، جاوا، چین و جاپان کا دورہ کر رہے ہیں۔ ان کے سفر کے حالات آریہ اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ انہوں نے سنگاپور سے ہانگ کانگ اور جاپان کے سفر کے جو حالات لکھے ہیں ان کا اقتباس درج ذیل ہے۔ کاش! ایک آریہ مبلغ کی مثال ہمارے محو غفلت مسلم نوجوانوں میں بیداری پیدا کرنے کا باعث ہو۔ (ایڈیٹر)

انڈونیشیا یعنی سوماٹرا۔ ملایا۔ جاوا۔ بالی اور بورنیو میں پرچار اور سیاحت کرنے کے بعد میں نے سنگاپور واپسی کا ارادہ کر لیا۔ تاکہ اپنے سپتر مہتہ پرکاش چندر ایم۔ اے پروفیسر کی حالت کا پتہ بذریعہ تار معلوم کروں۔ تاکہ اگر میری ضرورت ہو تو ہندوستان چلا آؤں۔ چونکہ کالج میں تجربہ کیمسٹری کرتے ہوئے آتشگیر مادہ کے پھٹنے سے اسے حادثہ ہو گیا۔ میرے لڑکے دھرم پال کا تار آیا کہ صحت اچھی ہے، مگر ایک آنکھ کی بصارت کم ہو گئی ہے۔ اس لئے میں نے سنگاپور رستے جاپان جانے کے لئے جہاز کا ٹکٹ لیا۔ کمپنی کے ایجنٹ نے بتلایا کہ اس جہاز میں چینی لوگ بہت جا رہے ہیں۔ خوراک میرے حسب منشا نہ ہو گی۔ کیونکہ چینی لوگ ہر قسم کا ماس کھاتے ہیں۔ لہٰذا میں نے ستر روپیہ کے پھل۔ مٹھائی اور دودھ کے ڈبے ساتھ رکھ لئے جہاز کا کرایہ ۱۲۵ روپیہ اور خرچ خوراک ۳۰ روپیہ تھا۔ لیکن میں نے خوراک کے بغیر جہاز کا ٹکٹ لیا۔ جہاز میں اس قدر ہجوم غفیر تھا کہ پاؤں رکھنے کو جگہ نہ تھی۔ مگر ایک ہندوستانی کلرک جہاز میں تھا۔ جو گوا کا رہنے والا تھا۔ اس کی مہربانی سے میرے لئے معقول انتظام ہو گیا۔ ہانگ کانگ تو سنگاپور سے ۶ روز کی راہ ہے۔ ابھی برساتی ہوا شروع نہیں ہوئی اس لئے سمندر شانت تھا۔ مگر پھر بھی دو روز بارش ہوئی۔ اور ایک روز تیز ہوا چلنے کے باعث جہاز بہت ڈگمگایا۔ کئی لوگوں کو قے ہوئی۔ کئی بے ہوش پڑے تھے۔ مگر میں تو سمندری سفر کا عادی ہو چکا ہوں مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ البتہ ایک دن لکھنے پڑھنے کا کام نہ کر سکا۔ باقی ایام برابر کام کرتا رہا اور ستیارتھ پرکاش کے چار سملاس کا ترجمہ ختم کر لیا۔ ہم ۵ رمئی کو دن کے ۲ بجے سنگاپور سے روانہ ہوئے۔ اور ۱۰ رمئی کو رات کے ۸ بجے ہانگ کانگ پہنچے۔ مگر کپتان نے رات کے وقت جہاز کو کنارہ پر نہ لگایا۔ اور آدھ میل کے فاصلہ پر لنگر ڈال دیا۔ چینی لوگ تو جہاز سے اتر کر کشتیوں کے ذریعہ ہانگ کانگ چلے آئے۔ لیکن میں تو جہاز میں بیٹھا رہا۔ میں نے مینیجر دوکان د سائل آسومل کو ۵۰۰ میل کے فاصلہ سے بے تار پیغام بھیجا کہ میں اس جہاز میں آ رہا ہوں۔ رات کو سمندر میں بیٹھے ہوئے شہر کا منظر ایسا دلفریب اور مسرت افزا معلوم ہوتا تھا۔ کہ برقی روشنی کا نظارہ شملہ کی رات کے نظارہ سے کئی گنا خوشنما اور دلربا تھا۔ بلکہ منٹو پارک کے کھلے فقہتہ اور مینو کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ خیر صبح کو ۶ بجے جہاز کنارہ پر لگا۔ اور مہاشے جیٹھا مل مینیجر دوکان د سائل آسومل جہاز پر پہنچ گئے۔ میں نے اسباب جہاز پر رہنے دیا۔ صرف ایک ہینڈ بیگ لیکر جہاز سے اترا۔ جہازوں میں اسباب کی چوری کا خطرہ بہت کم ہوتا ہے کوئی شخص چاقو۔ سوئی یا گلاس اٹھالے تو ممکن ہے مگر ٹرنک یا بنڈل اسباب کی چوری نہیں ہوتی مہاشے جیٹھا مل نے بہت خاطر تواضع سے اپنے ہاں ٹھیرایا۔ ہمارے جہاز نے دو روز ہانگ کانگ میں ٹھیرنا تھا۔ اس لئے وہاں آرام کرنے کا موقع مل گیا۔ آپ نے لالہ ٹھاکر داس سیکرٹری انڈین ایسوسی ایشن سے مجھے ملایا۔ میں نے اسے اپنے لیکچروں کے اقتباس جو ملایا۔ سنگاپور اور جاوا کے اخباروں میں شائع ہوئے تھے دکھلائے۔ آپ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہم آپ کے لیکچروں کا انتظام کرنے کو تیار ہیں۔ وہ خود دنیا جسٹس آف پیس (مجسٹریٹ) بھی ہے حکام سے بہت رسوخ رکھتا ہے۔ آپ نے کہا کہ میں تمام بڑے بڑے افسروں۔ انگریزوں اور چینی لوگوں کو بھی مدعو کروں گا۔ آپ نے وائس پریذیڈنٹ ایسوسی ایشن سے بھی میرا تعارف کرایا۔ اس نے بھی کہا کہ ہم آپ کے لیکچروں کا انتظام کرنے کو تیار ہیں۔ میں نے کہا کہ اب تو میرا ٹکٹ جاپان کا ہے وہاں سے لوٹ کر میں شنگھائی۔ اموئی اور ہانگ کانگ ضرور ٹھیروں گا۔ اور پرچار کروں گا۔ آپ نے کہا کہ ہم لیکچروں کے لئے مکان کا اور اشتہارات شائع کرنے کا انتظام کر رکھیں گے۔ ہانگ کانگ شہر بہت وسیع اور بھاری ہے۔ دس لاکھ کی آبادی کا شہر ہے۔ آدھا زمین پر آدھا پہاڑی پر ہے نظارہ بہت دلکش ہے۔ یہاں پانچ ہزار ہندوستانی لوگ رہتے ہیں جن میں سے ۲۵۰۰ سکھ تو فوج میں بھرتی ہیں۔ ایک ہزار کے قریب محکمہ پولیس میں۔ کئی دربان ہیں۔ ۱۲۵ کے قریب سندھی لوگ ہیں جو دوکانداری کا کام کرتے ہیں۔ کئی سکھ دربان کا کام کرتے ہیں مسلمانوں کی بھی کئی دکانیں ہیں۔ سیب۔ سنگترہ اور آم بکثرت ہیں۔ آب و ہوا مرطوب اور خوشگوار ہے۔ اکثر بارش ہوتی رہتی ہے۔ میں کل صبح کو یہاں سے جاپان روانہ ہو جاؤں گا۔ اور واپسی پر یہاں آ کر پرچار کروں گا۔ واپسی پر مفصل حالات لکھوں گا۔

احمدیہ بستی

احباب کی بے توجہی کی وجہ سے احمدیہ بستی کے آباد ہونے کی تجویز معرض تعویق میں پڑ گئی تھی۔ مگر جو کام اخلاص اور نیک نیتی سے کیا جائے اللہ تعالےٰ اسے ضائع نہیں کرتا۔ چنانچہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی نیک نیتی اور اخلاص کو اللہ تعالےٰ نے ضائع نہیں کیا۔ اور بستی کی زمین کے قریب ہی مشن کالج اور لڑکوں کے لئے کمبرڈ ہائی سکول بنانے کی تجویز ہو چکی ہے۔ جس کی وجہ سے اب طبائع کا رجحان اس طرف مکانات بنانے کو ہو گیا ہے۔ کیونکہ بستی پہلے ہی نہایت پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے جس کے ساتھ اب تعلیمی سہولتیں بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ آجکل بھی ایک اسلامیہ سکول بستی سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ نئے مکان بننے شروع ہو گئے ہیں۔ غیر از جماعت احباب مکانات کے لئے زمینیں خرید رہے ہیں۔ جن احباب نے ٹکڑے خریدے ہوئے ہیں اگر مکان بنالیں تو اب کرایہ پر بھی مکان اٹھ سکتے ہیں۔ اس وقت تک جس قدر مکانات وہاں بن چکے ہیں سب آباد ہیں بعض میں خود مالک مکان رہتے ہیں۔ اور بعض کرایہ پر اٹھے ہوئے ہیں۔

غیر مسلم اصحاب تو بہت سے قطعات خریدنا چاہتے ہیں مگر حضرت شاہ صاحب پسند نہیں کرتے۔ اگر کوئی دوست لاہور میں رہائشی مکان بنانے کا خیال رکھتے ہوں۔ تو یہ بہترین مقام ہے۔ اس وقت موقعہ کے ٹکڑے حسب پسند مل سکتے ہیں۔ مگر انکے فروخت ہو جانے پر حسب پسند ٹکڑہ ملنا مشکل ہو گا۔

اس کے متعلق ہر ایک قسم کی خط و کتابت ذیل کے پتہ سے کی جائے۔

ماسٹر فقیر اللہ صاحب سکرٹری سب کمیٹی احمدیہ بستی

احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح
لاہور

جلد ۱۹ | ۶ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ ہجری | نمبر ۳۹

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نصیحت
پان، حقہ وغیرہ کے متعلق آپ کا ارشاد

(از محمد انعام الحق)

مسلمانوں کی اقتصادی حالت روز بروز تباہ ہو رہی۔ افلاس کی مصیبت ان پر پوری طرح مسلط ہو چکی ہے۔ روزگار کے دروازے اور آمدنی کے ذرائع بڑی تیزی سے ان کے لئے مسدود ہو رہے ہیں۔ اخراجات بدستور ہیں۔ اس کے ساتھ ہی طرح طرح کی فضول خرچیاں اور رسم و رواج بھی موجود ہیں۔ ان تمام باتوں نے مل ملا کر مسلمان قوم کے اقتصادی مستقبل کو بالکل تاریک کر دیا ہے۔ رسم و رواج کی اصلاح کے متعلق اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اور مقامِ مسرت ہے کہ تعلیم یافتہ اور سمجھدار مسلمان رفتہ رفتہ اس طرف متوجہ بھی ہو رہے ہیں لیکن ہمارے خیال میں صرف رسم و رواج کی اصلاح سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت درست نہیں ہو سکتی کیونکہ ہماری روزانہ معاشرت اس سے بھی زیادہ قابل اصلاح ہے۔ انسان کو برادری کے رسم و رواج سے ہر روز سابقہ نہیں پڑتا۔ شادی، مرگ اور ختنہ وغیرہ کی تقریبات کبھی کبھی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان چیزوں کا اثر روزانہ معاشرت کی نسبت کم ہوتا ہے۔ آج کل ہماری روزانہ معاشرت نہایت گراں، پُرتکلف اور تکلیف دہ ہو رہی ہے۔ مغربی تہذیب اور مصنوعات نے ہمیں بالکل دیوالیہ بنا دیا ہے۔ زندگی کے لوازمات بڑھ رہے ہیں۔ سادہ معاشرت کم از کم شہری آبادی میں ایک خوابِ پریشاں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر ہم نے اس کی اصلاح نہ کی اور بدستور اسراف کے تباہ کن راستے پر گامزن رہے۔ تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے یقینی طور پر بربادی ہوگا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی دوربین نگاہ نے اس آنے والی تباہی کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔ ان کی اپنی معاشرت نہایت سادہ اور کم خرچ تھی۔ ان کے زمانہ میں اکثر احمدی سادہ معاشرت کو ہی پسند کرتے تھے۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ کی سادگی تو مشہور ہے۔ ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک مختصر سی تحریر اخبار الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء سے نقل کی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ وہ جماعت کی معاشرت کو کس قدر سادہ اور کم خرچ بنانا چاہتے تھے۔ فرماتے ہیں:-

حدیث میں آیا ہے ومن حسن الاسلام ترک ما لا یعنیہ۔ یعنی اسلام کا حسن یہ بھی ہے کہ جو چیز ضروری نہ ہو چھوڑ دی جائے۔ اسی طرح پر یہ پان، حقہ، زردہ (تمباکو) افیون وغیرہ ایسی ہی چیزیں ہیں۔ بڑی سادگی یہ ہے کہ ان چیزوں سے پرہیز کرے۔ کیونکہ اگر کوئی اور بھی نقصان ان کا بفرضِ محال نہ ہو تو بھی ان سے ابتلا آ جاتے ہیں۔ اور انسان مشکلات میں پھنس جاتا ہے۔ مثلاً قید ہو جائے تو روٹی تو ملے گی لیکن بھنگ یا چرس یا اور منشی اشیاء نہیں دی جائیں گی یا اگر قید نہ ہو کسی ایسی جگہ میں ہو جو قید کے قائم مقام ہو تو پھر بھی مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔ عمدہ صحت کو کسی بیہودہ سہارے سے کبھی ضائع کرنا نہیں چاہئے۔ شریعت نے خوب فیصلہ کیا ہے کہ ان مضر صحت چیزوں کو مضر ایمان قرار دیا ہے۔ اور سب کی سردار شراب ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ نشوں اور تقوے میں عداوت ہے۔ افیون کا نقصان بھی بہت بڑا ہوتا ہے۔ طبی طور پر یہ شراب سے بھی بڑھ کر ہے اور جس قدر قوتیں لیکر انسان آیا ہے ان کو ضائع کر دیتی ہے۔ (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء)

حضرت رسول کریم صلعم کا ارشاد اور مسیح موعود کی نصیحت آپ کے سامنے ہے جن میں غیر ضروری چیزوں کے ترک (یعنی سادگی) کو اسلام کا حسن قرار دیا ہے۔ ہم احباب سلسلہ اور خصوصاً اپنے نوجوان دوستوں سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اس نصیحت پر کہاں تک عمل کرتے ہیں اور ان کی معاشرت میں یہ حسن کہاں تک نظر آتا ہے؟

ہمیں یقین ہے کہ ہماری جماعت کے افراد شراب، بھنگ، چرس، افیون وغیرہ بالکل استعمال نہیں کرتے۔ لیکن پان، حقہ، سگریٹ اور زردہ وغیرہ کے کم و بیش ضرور عادی ہیں۔ موجودہ معاشرت کے دوسرے پہلوؤں پر ہم پھر کبھی اظہار خیالات کریں گے۔ اس وقت فقط انہی چیزوں کے استعمال کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ یہ چیزیں بالعموم عادت کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ ان سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے اس طریق کو دانشمندانہ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر مسلمانوں کے پان کے اخراجات کا اندازہ لگایا جاوے تو وہ یقیناً کئی کروڑ روپیہ سالانہ ہوگا۔ یہی حال حقہ، سگریٹ کا ہے۔ کروڑوں روپیہ کو پیک کی شکل میں تھوک دینا یا دھوئیں کی شکل میں اڑا دینا کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتا۔ اگر اس روپیہ کا چوتھا حصہ بھی قومی انسٹیٹیوشنوں کو دیا جائے تو ان کی مالی مشکلات آج ختم ہو سکتی ہیں۔ جو احباب ان چیزوں کے پورے طور پر عادی ہو چکے ہیں اور فی الفور ترک نہیں کر سکتے وہ رفتہ رفتہ چھوڑ دیں یا کم کر دیں۔ لیکن ہم ان نوجوانوں کو جو محض فیشن کے طور پر پان کھاتے ہیں یا سگریٹ کے دھوئیں اڑاتے پھرتے ہیں ضرور کہیں گے کہ بلا کسی تامل کے اس فضول عادت کی بیڑی سے رہائی حاصل کر لیں۔ اس وقت وہ ان اشیا کے استعمال کو تفریحِ طبع خیال کرتے ہیں لیکن وقت آئیگا کہ یہی تفریحِ طبع ان کے لئے وبالِ جان بن جائیگی۔ ہم ایک کہنہ مشق اخبار نویس سے واقف ہیں جو نہایت جزرس ہیں لیکن حقہ کی عادت کی وجہ سے انہیں فضول خرچ بننا پڑتا ہے جب وہ سفر کو جاتے ہیں محض حقہ کی خاطر ایک آدمی کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ اس طرح ان کے اخراجات سفر قریباً دوگنے ہو جاتے ہیں۔ ہم ایسے کئی آدمیوں کو جانتے ہیں جنکو چند گھنٹے بھی پان یا حقہ میسر نہ ہو تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ انسان عادتوں اور چیزوں کا غلام بننے کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ تو پھر احمدی احباب کو جن کی زندگیاں کیسر پاہئے اور مجاہدانہ ہونی چاہئیں یہ بات کب زیب دیتی ہے۔ کہ وہ اس قسم کے عادات کے قیدی ہو جائیں۔ ہم احمدی نوجوانوں سے بھی یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ ان چیزوں کو ترک کرکے جو رقم پس انداز کریں گے اس کو بطور چندہ اشاعت اسلام فنڈ میں جمع کرا دیں گے۔ علاوہ ازیں دیگر مسلم نوجوانوں کو بھی ان اشیاء کے ترک کر دینے کی تلقین کریں گے۔ اور اسطرح قوم کا کروڑوں روپیہ محفوظ کر لیں گے۔

"رسول اسکول کے مسلم طلبہ کی معافی"

رسول انجینئرنگ اسکول کے طلبا نے ہندو پرنسپل کے مظالم سے تنگ آکر پہلے بھوک ہڑتال کی اس کے بعد اسکول چھوڑ کر چیف انجینئر کے پاس شملہ پہنچے۔ اور اپنی شکایات اور مطالبات پیش کئے۔ چند روز کے اندر ہی ان کے مطالبات بہت بڑی حد تک پورے ہو گئے اور وہ واپس اسکول میں چلے گئے۔ اکثر ہندو اخبارات اپنی ذہنیت سے مجبور ہو کر الٹی سیدھی باتیں لکھ رہے ہیں ان کی تمام تحریروں کا ٹیپ کا بند یہ ہے کہ مسلم طلبا نے معافی مانگ لی چونکہ جماعت احمدیہ لاہور نے ان طلبہ سے خاص طور پر ہمدردی کی۔ لاہور میں ان کو ٹھیرایا۔ مولانا صدر الدین صاحب ان کے ساتھ شملہ تشریف لے گئے۔ اس لئے چند آریہ اخبارات نے ہمکو خاص طور پر طعنہ دیا ہے۔ معاملہ ختم ہو چکا ہے اس لئے ہم اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتے تھے۔ لیکن ان آریہ اخبارات کی تحریروں نے لب کشا ہونے پر مجبور کیا۔ مسلم طلبا نے صرف اسکول سے بلا رخصت غیر حاضر رہنے پر اظہار معذرت کیا ہے۔ اگر اس کو معافی کہا جا سکتا ہے۔ تو ہندو پرنسپل کو جو عبرت انگیز شکست نصیب ہوئی ہے اس کو وہ کیا کہیں گے۔ مسلمان طلبا نے اسلامی دوکان کھولنے کی اجازت چاہی اس نے صاف انکار کر دیا۔ باہر سے چیزیں لانے کا ارادہ ظاہر کیا اس نے حکماً روکا اور خالص مہاسبھائی انداز میں کہا کہ اگر بھوکے مر جاؤ گے تو پیپل کے درخت کے نیچے دفن کر دئے جاؤ گے لیکن اب دوکان کھلنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ پرچوں کی پڑتال بیرونی اصحاب کریں گے مسلم باورچیوں کی اصلاح کے احکام بھی دئے جا چکے ہیں۔ ایک پرنسپل کی انتہائی مخالفت کے باوجود اس کے کالج کے اندر ہی دوکان کھلتی ہے۔ . . . . طلبا کو اس پر اعتماد نہیں حکومت بیرونی اصحاب سے پرچوں کی پڑتال کی کراتی ہے گویا پرنسپل کی ایمانداری پر اس کے طلبا کو جو شبہات ہیں ان کو صحیح تسلیم کرتی ہے۔ امتحان ملتوی ہوتا ہے۔ ان حالات کے اندر ایک پرنسپل کا کسی کالج کے اندر رہنا یقیناً ایک خوددار اور شریف آدمی کا فعل نہیں ہے۔ ایک شخص جس کو عزت نفس کا ذرا پاس بھی ہے اس پر موت کو ترجیح دیگا۔ آریہ اخبارات ذرا سینہ پر ہاتھ رکھکر کہیں کہ مسلم طلبا نے معافی مانگی ہے یا انکے ہیرو پرنسپل کو ذلیل ترین شکست نصیب ہوئی ہے۔

ترکی اور اسلام

ایک ہندوستانی مسلمان سیاح کے مشاہدات

(ڈاکٹر زبیدی ایچ۔ ڈی الہ آباد یونیورسٹی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

نماز جمعہ کا نظارہ

نماز جمعہ میں نے جامع ایوبیہ میں ادا کی وہ باوجود اپنی وسعت وکشائش کے اس قدر بھر گئی تھی۔ کہ تل رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی۔ ایک حصہ عورتوں کے لئے محفوظ تھا۔ جوان سے پُر ہوگیا تھا نماز باقاعدہ عربی میں اور حنفی طریقے سے ہوتی ہے۔ مساجد کے خطیب و امام ہیٹ کے استعمال سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ بدستور جبہ و دستار پہنتے ہیں خطبے میں مسنون حصہ باقاعدہ عربی میں ہوتا ہے۔ البتہ وعظ و نصیحت والا ترکی زبان میں ہوتا ہے۔ اور اس لئے وہاں کا خطبہ ہمارے یہاں کے خطبہ کی طرح خشک نہیں ہوتا۔ لوگ حج کو جاتے ہیں۔ مگر ہاں اس کثرت سے نہیں جس قدر پہلے جاتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ اب حکومت ... کو یہ اطمینان دلانا پڑتا ہے۔ کہ حج کو جانے والے کی مالی حالت پر بُرا اثر نہیں پڑ سکتا۔ حکومت کی اس مداخلت سے جو درحقیقت قوم ہی کے مفاد کے لئے ہے۔ عازمان حج کی تعداد کا کم ہو جانا لازمی تھا۔ ہندوستان سے بہت سے غریب مسلمان محض معمولی سے زاد راہ کا انتظام ہو جانے پر حج کو روانہ ہو جاتے تھے جس سے ایک طرف خود ان کو سخت تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں اور دوسری طرف ان کے اہل و عیال ان کے روانہ ہو جانے کے بعد ہندوستان میں پریشان رہتے ہیں۔

تعداد ازدواج

ترکی میں تعداد ازدواج کو قانوناً روک دیا گیا ہے۔ اس کی بابت میری ناچیز رائے یہ ہے کہ انہوں نے بہت اچھا کیا۔ بڑی دانشمندی سے کام لیا۔ سب ملکوں میں ایسا ہی ہونا چاہئے۔ اسلام میں ایک سے زیادہ بیوی رکھنا جائز ہے مگر فرض۔ واجب یا سنت نہیں (سنت مذہبی اصطلاح میں محض فعل رسول ہی کو نہیں کہتے۔ بلکہ اس کام کو کہتے ہیں جس کے کرنے کے لئے آنحضرت صلعم نے تاکید فرمائی ہو) اور جائز اس فعل کو کہتے ہیں جس کا نہ کرنا بہتر ہے۔ پس جس چیز کا نہ کرنا درحقیقت بہتر ہے۔ لیکن شارع نے کچھ قیود کے ساتھ اس کے کرنے کی اجازت دیدی تو اگر کوئی قانون حکومت اسلامی مسلمانوں کی اجازت سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھانے کا احساس کرکے اسے ممنوع قرار دیدے۔ تو اس میں شریعت کی خلاف ورزی کیا ہوئی۔ یہ درحقیقت شریعت کے اصلی منشا کی تکمیل ہے۔ میرا اعتقاد ہے کہ جہاں ایک طرف تعدد ازدواج کی مع الشرط اجازت ہوئے بغیر اسلام ناقص رہتا وہاں دوسری طرف یہ بھی ہے کہ بعض مسلمانوں نے اسے اپنی بہیمانہ خواہشات کے پورا کرنے کا حیلہ بنا کر قوم و ملت کو سخت نقصان پہنچایا۔

الغائے خلافت

ایک جرمن پروفیسر مقیم قسطنطنیہ کی وساطت سے ایک سیاست دان ترک سے ملاقات ہوئی۔ اور اس سے کئی مباحث پر گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ سب سے پہلے میں نے الغائے خلافت کا مسئلہ لیا اس نے نہایت معقول جواب دیا۔ وہ بولا کہ اس خلافت کی وجہ سے ترکوں کی حکومت تمام عیسائی طاقتوں کی آنکھوں میں خار تھی۔ وہ خلافت کو پین اسلامزم کا کارگر حربہ سمجھتے تھے۔ اور اس لئے ہر طرح ہمارے درپے تخریب تھے۔ ہم کو اس خلافت پر بڑا ناز تھا۔ اور سمجھتے تھے کہ جب دنیا کے مسلمانوں کی ہمدردی ہمارے ساتھ ہے۔ تو عیسائی سلطنتیں ہمارا کیا بگاڑ سکتی ہیں۔ مسلمان اپنے خلیفہ کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے لیکن گذشتہ جنگ عظیم میں یہ خیال سراسر نقش بر آب ثابت ہوا۔ اعلان جہاد پر بھی مسلمانوں نے ہمارا ساتھ نہ دیا۔ اور آخر میں شکست ہوئی تو کس لئے؟ اسی لئے تو ایک طرف ہمارے مسلمان بھائی ہم سے لڑنے آئے۔ اور دوسری طرف عربوں نے ہم سے قطع تعلق کرکے ہمارے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کیا۔ ہم تو انہیں کے برتے پر خلافت کی حمایت کے لئے اسقدر نقصان پر نقصان اور زک پر زک اٹھا رہے تھے۔ جب انہوں نے غداری کی تو اس خلافت کا عقدہ کھلا کہ یہ تو تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے ہم نے یہ خلافت ان کے منہ پر اٹھا دے ماری کہ عطیہ تو لیتا تو اب جب سے ہم نے خلافت کا قصہ طے کر دیا۔ تو ہماری حیثیت محض ایک معمولی حکومت کی سی رہ گئی۔ ہم سے پین اسلامزم کا کچھ تعلق نہ رہا۔ اور اب ہم ہر طرح پر محفوظ اور خوش و خرم ہیں۔

ترکیہ جمہوریہ یا ترکیہ جمہوریۂ اسلام

میں نے دریافت کیا کہ "ترکیہ جمہوریہ" کے نام سے لفظ اسلام کیوں اڑا دیا گیا کہنے لگا کہ یہ لفظ زائد تھا۔ کیا کسی عیسائی سلطنت کے نام کے ساتھ لفظ عیسائی لگا ہوا ہے۔ علاوہ بریں سب ترک مسلمان ہی ہیں۔ اسی سلسلہ میں اس نے بتایا کہ آج تک شاذ و نادر ہی کسی شخص سے ایک آدھ ترک نے دین عیسائی قبول کیا ہو۔ تو کیا ہو۔ ورنہ سب ترک مسلمان ہیں۔ اور اس لئے لفظ ترک مسلمان کا مترادف ہے۔ آج تک صرف چند لڑکیوں نے غیر مذہب والوں سے شادی کی ہے۔ حکومت اس کا سدباب کرنے کی فکر میں ہے۔

لاطینی حروف کیوں اختیار کئے گئے

حروف لاطینی اختیار کر لینے کا ترکوں پر بڑا اعتراض ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ حق بجانب ہیں۔ عربی خط کے خوبصورت ترین خطوط ہونے میں شک نہیں۔ مگر اس کے ساتھ سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ تلفظ الفاظ۔ طریقہ املا سے جہاں تک حرکات بلکہ نقطہ کا تعلق ہے۔ بالکل مستغنی ہے۔ اگر کسی لفظ پر نقطے اور حرکتیں نہ دی جائیں تو وہ کئی صورتوں سے پڑھا جا سکتا ہے۔ خط لاطینی میں یہ عیب نہیں۔ جب آپ نے خاص آوازوں کے لئے خاص واول (اعرابی حروف) مقرر کر دئے تو پھر ایک لفظ صرف ایک ہی تلفظ کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں خط لاطینی۔ خط عربی کے مقابلہ میں اس قدر سہل ہے۔ کہ بہت ہی کم مدت میں ایک جاہل عمر رسیدہ شخص لکھنا پڑھنا سیکھ سکتا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ یہ بھی خیال کیجئے کہ ترکوں کو زیادہ تر ان اقوام سے سابقہ پڑتا ہے جن کا رسم الحروف لاطینی ہے۔ ایسی صورت میں اس خط کا اختیار کر لینا نہایت عقلمندانہ اصلاح ہے۔ اب قسطنطنیہ میں نوے فی صدی مرد لاطینی خط لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ عربی رسم الخط کے جاننے والے ہمیشہ بہت ہی کم ہوتے تھے۔ عمر رسیدہ لوگ لاطینی خط سے واقف ہونے کے بعد نوشت و خواند کی لذت سے آگاہ ہو کر عربی رسم الخط سے بھی رفتہ رفتہ واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ مجھے اطلاع دینے والے ترک نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ لاطینی خط تو صرف ترکی زبان کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ فارسی عربی کی کتابیں بدستور عربی خط میں شائع ہوتی ہیں جب مذہب اسلام کسی قوم یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں۔ تو تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے یہ ناممکن ہے۔ کہ . . . . ان کی زبان اور خط عربی ہو چینی مسلمانوں کی زبان اور خط چینی ہے۔

دوسری دنیا میں بھی یہی حال ہے

یہی حال بہار بنگال اور مالابار کے مسلمانوں کا ہے۔ میں نے برٹش میوزیم میں اسلام کی ایسی کئی کتابیں دیکھیں جو تامل رسم الحروف میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پرانے طریقے کے علما سخت ناراض ہیں۔ اور موجودہ عہد کو بے دینی کا عہد سمجھتے ہیں۔ لیکن فی الاصل بات یہ ہے کہ اس وقت ترکی انقلاب و تحویل کی حالت میں ہے سرسید مرحوم نے جب ہندوستان کے علما کو دیکھا کہ ان پر جمود و خمود طاری ہے۔ نہ ان میں جوش عمل ہے نہ کام کرنے کی صلاحیت ان کے معلومات محدود و فرسودہ ہیں۔ اور ان کا درس و تدریس دقیانوسی و ناکارہ۔ مسلمانوں کو اگر زندہ رہنا ہے تو وہ انگریزی تعلیم کی طرف توجہ کریں۔ اور علوم جدید سے فائدہ اٹھائیں۔ علما نے اس تحریک کو الحاد سے تعبیر کیا۔ سرسید ان کا مقابلہ کرنے کے لئے خم ٹھوک کر سامنے آیا۔ چنانچہ بہت جلد صورت حال یہ ہوئی کہ تمام ہندوستان کے علما ایک طرف اور بے چارہ سرسید دوسری طرف۔ لیکن وہ اپنے ارادہ پر مستقل رہا۔ اور علی گڑھ کالج قائم کرکے چھوڑا۔ سرسید مرحوم کی بہادرانہ کارفرمائی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی جو سیاسی ہستی باقی ہے وہ محض اسی درسگاہ کے تعلیم یافتہ لوگوں ہی کی بدولت ہے جس کے خلاف تمام علمائے ہند نے مقدور بھر کوشش کی تھی۔ یہی حالت آج ترکی کی ہے۔ وہاں کے علما کا حالت یہاں کے علما سے بھی بدتر ہو گئی تھی۔ جابجا پیری مریدی کا زور۔ خانقاہوں کی کثرت۔ ننگ قوم و ملت درویشوں کا تلاطم۔ جب علما ہی کی حالت خراب ہو تو عوام کی حالت جس قدر زبوں اور افسوسناک ہو کم ہے۔ لیکن خدائے علیم نے وہاں سرسید ایسا مصلح قوم مصطفےٰ کمال پاشا کی شکل میں بھیجا۔ مصطفےٰ کمال پاشا کی اور علما کی جماعتوں میں تصادم واقع ہونا لازمی تھا۔ سرسید کے ہاتھ میں حکومتی اقتدار نہ تھا۔ مصطفےٰ کمال پاشا اپنی تدبر و شجاعت ہمت و استقلال کی وجہ سے سلطنت ترکی کو تباہی سے بچا کر اس کا صدر اعظم بن چکا تھا۔ اپنی اصلاحات کی اجرا میں جسقدر کوشش کرتا کم تھا۔ فرض کرو کہ اگر سرسید ہندوستان کا بادشاہ یا عنان حکومت کا مالک ہوتا تو وہ مخالفین علما کی کس قدر بیخ کنی کرتا مگر کیا اس کا ایسا کرنا اس لئے ہوتا کہ وہ اسلام کے خلاف تھا۔ اور اسے برباد کرنا چاہتا تھا؟ ہرگز نہیں۔

مغربیوں کی غلط فہمی

یورپین اصحاب الرائے کی یہ کس قدر کوتاہ نظری اور تعصب ہے کہ ترکی میں جو اصلاح جاری ہوتی ہے۔ اسے یہ لوگ ترکی کے عیسائیت سے قریب اور اسلام سے بعید ہونے کی تحریک سمجھتے ہیں۔ کیا اسلام ان کوتاہ نظر متعصب عالمان تمدن حاضر کے نزدیک اقتصادی اجتماعی سیاسی اور مذہبی خرابیوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ کہ جیسے ایک برائی کم ہوئی ویسے ہی اسلامیت کا

ایک عنصر کم ہوگیا۔ کیا اسلام نام ہے۔ عام لوگوں کے تحصیل علوم اور کسب فضائل سے محروم رہنے۔ عورتوں کو ذلیل و خوار سمجھ کر مکانات کی چار دیواری میں مرغان قفس کی طرح مقید رکھنے اور چار چار بیویاں رکھنے کا اگر ایسا نہیں ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے۔ کہ یقیناً ایسا نہیں تو پھر ان برائیوں میں سے کسی ایک برائی کے کم ہونے پر کوئی قوم اسلام سے دور کیونکر ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں دیکھئے کہ موجودہ عیسائیت سے جو حضرت عیسیٰ لائے تھے۔ اور جو انجیل میں مذکور ہے۔ کس قدر دور ہے۔ ترک اسلام سے کسی لحاظ سے اس قدر دور نہیں ہوئے۔ جس قدر بیسویں صدی کے عیسائی اپنی اصلی شریعت سے دور ہیں۔ پھر ترکوں کو کیوں الزام دیا جاتا ہے جب تک کوئی شخص خدا کی واحدانیت۔ قرآن پاک کے منزل من اللہ اور جناب رسول کریمؐ کے برحق ہونے کا معتقد ہے اس وقت تک وہ نہ کسی طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو سکتا ہے۔ نہ عیسائیت کے قریب آ سکتا ہے۔ مخالفین اسلام کو ہدف ملامت بنانے میں غلط مبحث کر دیتے ہیں۔ مثلاً اس وقت موجودہ ترقی و تہذیب کو عیسائیت سے کچھ سروکار نہیں۔ عیسائیت کا رکن رکین محبت و ایثار ہے۔ کیا آج ایک قوم دوسری قوم کے لئے محبت و ایثار کرتی ہے؟ قوم کو چھوڑو۔ کیا کوئی شخص اس ہنگامہ تنازع للبقا میں اپنی ہستی کو دوسروں پر فوقیت دینے کی کوشش کئے بغیر کامیاب ہو سکتا ہے؟ قوت عمل کی تحریک جسقدر قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ انجیل میں کہاں جس کی تعلیم یہ ہے کہ اگر ایک گال پر تھپڑ لگے تو دوسرا سامنے کر دو۔ تو کیا اسلام مسلمانوں کی موجودہ برائیوں کا ذمہ دار ہو سکتا ہے۔

پردہ اور نقاب

پردہ کے لحاظ سے ترکی میں تین طرح کی عورتیں ہیں۔ قدامت پسند جو ہنوز چہرہ پر نقاب ڈالکر برقع میں باہر جاتی ہیں۔ دوسرے وہ جو بلا نقاب مگر برقع میں نکلتی ہیں۔ تیسری وہ جو یورپین لباس پہنتی ہیں۔ آخر الذکر طبقہ روز بروز افزوں ہے۔ یہی حالت میں نے مصر میں دیکھی۔ البتہ شام فلسطین اور حجاز میں سب عورتیں چہرہ پر نقاب ڈالتی ہیں۔ الغرض میں نے ہندوستان کا سا پردہ بلاد اسلامیہ میں کہیں نہیں پایا۔ ہر چیز کی افراط و تفریط مذموم و مقبوح ہے۔ فضیلت کا دارومدار اعتدال اور وسط پر ہے۔ جس طرح ہندوستان میں پردہ کی بابت افراط ہے یورپ میں تفریط ہے۔ یہ دونوں صورتیں بری ہیں۔ بہترین صورت وہ ہو سکتی ہے۔ جو افراط و تفریط کے درمیان ہو۔ جب ہندوستان میں بعض مسلمان خاندان اس بارہ میں انگریزوں کے دوش بدوش ہیں۔ تو ترک جو یورپین اقوام سے بہت نزدیک ہیں۔ اگر پردہ نسواں کے بارہ میں ہم سے قریب ہونے کے بجائے یورپین طرز آمد سے قریب ہیں۔ تو کچھ شکایت کا موقع نہیں۔ کیا ہندوؤں کے پاس رہنے کی وجہ سے ان کی بہت سی رسمیں ہم میں نہیں پائی جاتی ہیں؟ یہ ناممکن ہے کہ ہندوستان کی مسلمان عورتوں کا پردہ ہمیشہ یا عرصہ دراز تک موجودہ حالت پر رہے۔ اگر ہمارے مذہبی و دنیوی رہنما باہم غور و فکر کر کے مسئلہ حجاب نسواں کا کوئی قابل اطمینان حل نکالدیں۔ تو بہت مناسب ہے۔ تاکہ اس باب میں رفتار ترقی ایک پسندیدہ ڈھچر پر پڑ جائے ورنہ ریم پڑتے ہوئے دنبل کی طرح اندیشہ ہے کہ نہ معلوم یہ مواد کس طرف کا رخ کرے اور پھر کیا انجام ہو خودرو اور باغبان کی نگرانی میں اُگے ہوئے پودوں میں بڑا فرق ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

(ماخوذ)

نماز یورپین فلاسفروں کی نظر میں

(از جناب مولانا زاہد القادری صاحب دہلی)

قاہرہ کے مشہور جریدہ "موید" کی تازہ ترین اشاعت میں علامہ محترم شیخ ارزق کا ایک فاضلانہ مضمون "الفضیلۃ الصلوٰۃ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ فاضل موصوف نے اس مضمون میں یورپ کے بعض نامور مسیحی علما کے وہ بیانات شائع کئے ہیں جو انہوں نے اپنے جذبہ انصاف و تحقیق کی بنا پر اسلامی نماز کے متعلق شائع کئے ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے میں اس مضمون کا عام فہم ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

یورپ جس کو آج اپنے تہذیبی عروج اور تمدنی ترقی پر ناز ہے مذہبی نقطہ نظر سے ایک عظیم الشان مرکز الحاد ہے۔ آج ہم دنیا میں جس قدر الحاد پرستی دیکھ رہے ہیں۔ اس کا اولین سرچشمہ یورپ ہے لیکن قدرت کی اعجاز آفرینیاں بھی عجیب شان رکھتی ہیں کہ اسی دار الالحاد میں کچھ ایسی راستباز ہستیاں بھی ہیں جو اپنی پوری قوت کے ساتھ حق و صداقت کی حمایت میں مشغول ہیں۔ اور جن کا دعوےٰ یہ ہے کہ وہ آزاد خیالی کے ہولناک سیلاب کو ختم کر دینے کے لئے بیقرار ہیں۔ ہماری مراد ان علما یورپ سے ہے جو باوجود ایک حد تک آزاد روش ہونے کے مذہب کی ضرورت و عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور جن کا مسلک خدا پرستی ہے۔ انہی انصاف پسندوں میں سے بعض اشخاص نے اسلامی "نماز" کے متعلق بھی اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ ہم موجودہ زمانہ میں جبکہ ہر طرف الحاد و کفر کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ اور ایمان کی شمع جھلملا رہی ہے۔ ان بیانات کی اشاعت ضروری سمجھتے ہیں۔

معزز فلاسفر یورن میان اسلامی نماز کی خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے میں نے کئی دفعہ اسرائیلی نماز اور مسیحی طرز عبادت اور اسلامی نماز کا موازنہ کیا تو ثابت ہوا کہ آخری طرز عبادت بہتر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی نماز بہت سی عبادتوں کا مجموعہ ہے اس میں خدا کی ثنا و صفت اور تقدیس و تحمید ہے۔ اور عاجزانہ التجا ہے۔ اور انکسار اور فروتنی کا عجیب مظاہرہ ہے۔ میں جمعہ کے دن التزاماً اسکندریہ کی جامع مسجد میں صرف اسلامی نماز کی شان و شوکت دیکھنے جایا کرتا تھا میں نے جس وقت خطیب کے پرجوش لکچر۔ صفوں کی ترتیب۔ رکوع و سجود کے اہتمام پر غور کیا۔ تو میرے دل پر عجیب اثر ہوا۔ میں سمجھتا تھا کہ اسلام مجھے آواز دے رہا ہے اور اس کی عبادت کا اثر انداز نظارہ میری روح پر قبضہ کر رہا ہے

(اسے لیکچر آن ایلی جنس ۱۹۲۶ء)

روما کا مشہور واعظ سینٹ ہیلرا اپنی کتاب "دی پےیر" میں لکھتا ہے میں نے جن اسلامی ممالک کا سفر کیا وہاں کی عبادتگاہوں کو ضرور دیکھا۔ اسی سلسلہ میں اسلامی نماز پر بھی غور کیا۔ میرے نزدیک یہ ایک بہترین عبادت ہے۔ جب ایک خدا کا پرستار اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اس کی خوشنودی چاہتا ہے۔ اور اس کی حمد کے نغمے گاتا ہے۔ تو کیا روح وجد میں نہ آتی ہوگی۔ بیشک وہ اپنے پروردگار سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔ اس توجہ کا آخری نتیجہ روح کی طہارت اور دل کی پاکیزگی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس عبادت میں ورزشی انداز بھی پایا جاتا ہے جس کا تعلق جسم کی تقویت سے ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ نماز پڑھنے والے سست اور کاہل نہیں ہوتے۔ اور صبح کی بیداری عجیب اثر رکھتی ہے۔

مذہبی راہبر ریورن جیمس مور لکھتے ہیں کسی تعصب سے کام لینا آسان ہے۔ لیکن سچ بات کہنا دشوار ہے۔ میں دشوار منزل کی طرف جاتا ہوں۔ میں نے بارہا اپنے محمدی احباب سے گفتگو کی ہے۔ اور ان کے عقائد کو تحقیق کیا ہے۔ تیرہ صدیاں گذرنے کے بعد وہ اپنے پیغمبر کے وفادار ہیں۔ اور ان کو ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ مسیحی دنیا کے لئے اس محبت میں ایک سبق ہے۔ آج بھی اسلامی آبادی کا بیشتر حصہ ایک اہم عبادت کا پابند ہے جس کو نماز کہتے ہیں۔ محمدیوں کا عقیدہ ہے کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے۔ اور بے حیائی کے کاموں سے محفوظ رکھتی ہے۔ بظاہر تو یہ عقیدہ درست نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر نماز پڑھنے والے برائیوں کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ لیکن تجربہ سے ظاہر ہوا ہے کہ وہ شخص جو دن میں پانچ وقت یعنی ایک مہینہ میں ایک سو پچاس دفعہ اپنے خدا سے پرہیزگاری کا عہد کرتا ہے اور گناہوں سے بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ کبھی نہ کبھی اپنے عہد کو پورا کرتا ہے۔ .... یعنی واقعتہً پرہیزگار بن جاتا ہے۔

مسٹر سی۔ ایم کنگ لکھتا ہے۔

انسان فطرتاً اس بات کا عادی ہے کہ آپ دنیاوی کاموں اور مجلسی تفریحوں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس کو اصلاح نفس کا خیال نہیں رہتا۔ اور بعض تفریحوں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کو اپنے پیدا کرنے والے کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں جب میں اس بات پر غور کرتا ہوں کہ اسلام اپنے وفاداروں پر دن رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ اور ان کو مجبور کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اس اہم فرض کو ادا کریں۔ تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نماز ایک بہترین ذریعۂ ہدایت ہے۔ جب ایک سچے عقیدہ کا آدمی ہر طرف سے بے نیاز ہو کر خلوص و محبت کے ساتھ اپنے خالق کو یاد کرتا ہے۔ اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کر کے اس کی خوشنودی چاہتا ہے۔ اور اس قادر و قدوس سے استعانت طلب کرتا ہے۔ تو یقیناً اس کی روح ایک پاکیزہ حالت میں پہنچ جاتی ہے۔ اور اس کے دل و دماغ سے نفس پرستی کا خبط دور ہو جاتا ہے میں نے اکثر اعلیٰ پوزیشن کے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے اثر و اقتدار کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور کم حیثیت آدمی ان سے بات چیت کرنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک عظیم الشان آدمی بیتابانہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنے غیر معروف بھائیوں کے ساتھ فریضۂ نماز ادا کرتا ہے۔

اس نظارہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بے شک اس عبادت میں سادگی اور فروتنی کا سبق موجود ہے۔ اور اس میں مساوات کی شان نظر آتی ہے۔ واقعہ یہ ہے اسلامی رسولؐ نے عجیب انداز سے امیر و غریب اور ادنیٰ و اعلیٰ کو ایک صف میں جمع کیا ہے۔ اور مناسب طور پر غرور نخوت کے طلسم کو پاش پاش کیا ہے میں تسلیم کرتا ہوں کہ نماز ایک بہترین عبادت ہے۔

تہمت تراشی کا مرض

رسول کریمؐ کے زمانہ میں جب بعض منافقین کی شرارت سے امت کی سب سے بڑی مومنہ صدیقہ پر ایک نہایت گندی تہمت لگی اور اس کے چرچے پھیلے تو کلام مجید میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں:۔

(۱) لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیراً وقالوا ھذا افک مبین ۝	جب تم لوگوں نے یہ گندی حکایت سنی تھی تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے لوگوں کے متعلق گمان نیک کیوں نہ کیا اور کیوں نہ کہدیا کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔
(۲) ولولا اذ سمعتموہ قلتم مایکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم ۝ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابداً ان کنتم مومنین ۝	اور جب تمہارے کانوں تک یہ گندی حکایت پہنچی تھی۔ اسی وقت تم نے یہ کیوں نہ کہدیا۔ کہ ہم کو ایسی بات منہ سے بھی نہ نکالنی چاہیے۔ معاذ اللہ یہ تو بڑی سخت تہمت ہے۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو تو ایسی حرکت پھر ہرگز کبھی نہ کرنا۔

خبر کے گھڑنے کا ذکر نہیں۔ اتہام تراشی مذکور نہیں۔ گھڑی ہوئی خبر کے صرف قبول کرنے اور بے سوچے سمجھے اس کے چرچے کرنے پر یہ ڈانٹ پڑ رہی ہے۔ کسی مسلمان پر افترا تو کوئی مسلمان کیوں کرنے لگا۔ کسی افترا کو قبول کرنا اور اس کی اشاعت میں معین ہونا بھی ہرگز کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ایسی نامعقول بدظنیوں اور حکایتوں کے سننے کے ساتھ ہی انہیں رد کر دینا چاہیئے تھا۔ اور کسی مسلمان کی عزت پر حملہ سن کر اسی وقت اس کے قبول کرنے سے صاف انکار کر دینا چاہیئے۔ وہ مسلمان کیا جو دوسرے مسلمان کی دیانت پر عزت پر اخلاق پر حملہ کرتے ہوئے دیکھے اور چپکا رہے یا یہ کہکر اپنا پیچھا چھڑالے کہ سنا تو ایسا ہی تھا۔ اسے فوراً اٹھ کر اس کی تردید کرنا چاہیئے بغیر اس کے وہ مسلمان ہی کیا اور اس کا ایمان ہی کیا۔

آج دنیائے اسلام کے کس گوشہ میں اس پر عمل ہے؟ پبلک جلسے ہوں یا گھروں کے اندر تخلیہ کی صحبتیں۔ اخبارات کے مقالات ہوں یا خانگی خطوط کہاں یہی چرچے یہی تذکرے نہیں، کہ فلاں لیڈر قوم کا روپیہ کھا گیا۔ فلاں لیڈر انگریزوں سے مل گیا۔ فلاں لیڈر نے ہندوؤں سے رشوت لے لی۔ فلاں مولانا صاحب چھپے رستم نکلے۔ فلاں شاہ صاحب کی چوری پکڑی گئی۔ محلہ کے چودھری صاحب کے جوہر یوں کھل رہے ہیں۔ شہر کے قاضی صاحب کی یہ یہ حرکتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ اس کا گھر جواریوں کا اڈا ہے۔ اس کے ہاں کی بہو بیٹیوں تک کی عزت کا ٹھیک نہیں؟ جہاں چار مسلمان جمع ہوئے نہ خدا کا ذکر نہ رسول کا۔ نہ موت کی یاد نہ آخرت کی فکر۔ بس غیبتیں ہیں تو مسلمانوں کی۔ اور بدگوئیاں ہیں تو اپنے ہی بھائی بندوں کی۔ ایک ایک گھر کے بخیے کھل رہے ہیں۔ اور دنیا جہان کا کوئی عیب کوئی الزام ایسا نہیں جو خود مسلمانوں ہی کی زبان سے مسلمانوں پر نہ لگ رہا ہو۔ تہمتیں تراشنے والے مسلمان۔ ان پر یقین کرنے والے مسلمان۔ انہیں پھیلانے والے مسلمان۔ نتیجہ رنجشیں۔ عداوتیں۔ مقدمہ بازیاں۔ فوجداریوں کی صورت میں روزانہ موجود لیکن زبانوں کو چاٹ ایسی پڑی ہوئی کہ ساری تکلیفیں گوارا لیکن ان چرچوں اور تذکروں سے ہاتھ اٹھانا ناممکن! (ریچ)

قانون انضباط حسابات

(تمام مسلمان اور خاصکر ان کا زراعت پیشہ طبقہ بہت بری طرح ظالم ساہوکاروں کے چنگل میں جکڑا ہوا ہے۔ وہ کچھ حالات سے مجبور ہو کر اور زیادہ تر فضول رسموں کی لعنت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے قرض لیتے ہیں۔ جس کے اصل سامنے سود در سود شامل ہو کر عموماً ان کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ سود در سود کے جال کے ذریعہ ساہوکاروں نے مسلمانوں کی جس قدر زمینیں اور مکانات غصب کئے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ زراعت پیشہ لوگ عموماً ناخواندہ ہوتے ہیں ان غریبوں کے لئے ساہوکاروں کے زمنی حسابات سود در سود کے ساتھ ملکر پیغام تباہی بن جاتے ہیں۔ مکار ساہوکار رقم دیتے وقت . . . . اصل سے دگنا چوگنا جس قدر جی چاہے اپنی بہی میں درج کر کے انگوٹھا لگوا لیتا ہے۔ اور اقساط کی وصولی کے بھی اندراج اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے۔ چند سال ہوئے انہی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے پنجاب کونسل کے ایک مسلمان ممبر نے کونسل میں ساہوکارہ بل پیش کیا جو منتخب ممبروں کی اکثریت سے پاس ہو گیا۔ لیکن ہندوؤں کے ایجی ٹیشن سے مرعوب ہو کر گورنر نے اسکو نامنظور کر دیا اس وقت مسلمانوں سے کہا گیا کہ عنقریب اس قسم کا بل حکومت کی طرف سے پیش کیا جائیگا۔ اس کے بعد عرصہ تک خاموشی رہی۔ آخر مسلمانوں کے بار بار مطالبہ کے بعد حکومت کی طرف سے موجودہ بل پیش ہو کر پاس ہوا۔ لیکن یہ پہلے بل کے مقابلہ میں بالکل کمزور ہے۔ تاہم فائدہ سے یکسر خالی نہیں ہے یہ قانون یکم جولائی ۱۹۳۱ء سے نافذ ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں حکومت پنجاب نے جو اعلان کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔ ہر ایک خواندہ مسلمان کا مذہبی و قومی فرض ہے کہ وہ اس اعلان کا خود بغور مطالعہ کرے۔ اور ناخواندہ مسلمانوں کو اس کا مطلب سمجھائے۔ اور اس کی ضرورت و اہمیت بتلائے۔ بلکہ جہاں جہاں ممکن ہو جلسے منعقد کر کے عوام کو آگاہ کیا جائے۔ آج کل قرض مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی مصیبت ثابت ہو رہی ہے اسے کسی رنگ میں بھی کوشش کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ ایڈیٹر

اعلان

شملہ ۱۹ر جون۔ حکومت پنجاب نے ایک سرکاری اعلان شائع کیا ہے کہ قانون انضباط حسابات مجریہ ۱۹۳۰ء یکم جولائی ۱۹۳۱ء سے نافذ ہو جائے گا۔ تمام اشخاص جو ساہوکار . . . یا دکاندار اور نقدی یا جنس کی صورت میں سودی قرضہ دیتے ہوں اس قانون کی تعمیل کرنے کے پابند ہوں گے۔ اس قانون کے رو سے لازم ہو گا کہ ساہوکار یا دکاندار مندرجہ ذیل امور کی پابندی کریں۔

(۱) ہر مقروض کا حساب علیحدہ رکھا جائے۔

(۲) ہر چھ ماہ کے بعد اس کے پاس حکومت کے مطبوعہ فارم میں زر حساب بھیجا جائے جس پر قرض خواہ کے دستخط موجود ہوں یہ فارم ہر تحصیل میں سب تحصیل پوسٹ آفس (ڈاکخانہ) یا برانچ پوسٹ آفس میں معائنہ کئے جا سکتے ہیں اور وہیں سے یا کسی غیر سرکاری مطبع سے خریدے جا سکتے ہیں۔ یہ فارم پانچ زبانوں میں چھاپے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نہ ایک زبان کے فارم قرضخواہ کو استعمال کرنے چاہئیں۔ فارم انگریزی۔ اردو ناگری۔ گورمکھی۔ اور مہاجنی زبانوں میں ہیں۔ نمونہ ان پر درج کیا گیا ہے۔ اصل اور سود علیحدہ علیحدہ دکھانا چاہیئے۔ اور ان کی میزان بھی علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیئے۔ یہ فارم ہر سال ۳۰ر جون مطابق ۱۵ر ہاڑ اور ۳۱ر دسمبر مطابق ۱۵ر پوہ کو قرضداروں کے پاس بھیجدینے چاہئیں۔ آئندہ چھ ماہ کے اندر ساہوکاروں وغیرہ کو کافی تعداد میں فارم خرید لینے چاہئیں۔ یکم جولائی کے بعد جو قرضے دئے جائیں سب ان پر درج ہوں۔ یہ قانون ان قرضوں پر حاوی نہیں ہو گا جو یکم جولائی ۱۹۳۱ء سے پیشتر دئے گئے ہیں۔ اگر کوئی قرضخواہ نئے قرضے ان فارموں پر درج نہیں کرے گا تو عدالت میں اس کے سود کا تمام یا جزوی حصہ ضائع ہو جائے گا اور اخراجات مقدمہ کسی حالت میں نہ دلائے جائیں گے۔ اگر کوئی قرضخواہ ششماہی حساب مقروض کے پاس نہیں بھیجے گا تو اگر وہ عدالت کو یہ یقین نہ دلائے کہ اس فعل کے جواز میں کافی

عالم اسلام

حکومت مصر کا استبداد

قاہرہ ۱۴ جون حکومت مصر نے حزب الوفد اور لبرل پارٹی کے ارکان کو قاہرہ سے منوف جانے کی ممانعت کر دی ہے۔ اور سڑک پر خاردار تار لگوائے ہیں۔ ان کی موٹر کاروں کو روکنے کے لئے فوجی پہرے بٹھائے گئے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن پر بھی فوجی پہرہ لگا ہوا ہے۔ حزب الوفد و لبرل پارٹی کے ارکان کو گاڑی پر سوار ہونے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس سے قبل بھی حکومت دو مرتبہ اس قسم کی پابندیاں عائد کر چکی ہے پہلے انتخابات کے سلسلے میں صوبجات کو جانے کی ممانعت کی گئی تھی اگرچہ حزب الوفد نے اس امتناعی حکم کی پروا نہیں کی لیکن حکومت نے جبر و تشدد سے کام لیکر ان کی سرگرمیوں کو روک دیا۔

ترکی افغان قنصل

اس وقت تک کلکتہ میں ہالینڈ کے نائب قنصل ترکی معاملات و تجارت کی نگرانی و حفاظت کرتا تھا اور چونکہ ترکی جاتا تھا اس لئے کاغذات پر اس کے دستخط ہوتے تھے۔ اب اس نائب قنصل نے ایوان تجارت کو اطلاع دی کہ آئندہ کیلئے یہ کام افغان قنصل متعینہ بمبئی انجام دیا کرے گا۔

شاہ البانیہ فوت نہیں ہوئے

وائنا ۱۶ جون۔ البانیہ کے بادشاہ احمد زاغو کی موت کی جو خبر مشہور ہوئی تھی اس کی تصدیق نہیں ہوئی۔ سفیر البانیہ مقیم لندن کا بیان ہے کہ یہ خبر بالکل غلط ہے۔ شاہ موصوف خیر و عافیت سے ہیں۔

کابل کی ایک غلط خبر

قنصل جنرل افغانستان نے اس خبر کی نہایت پر زور تردید کی ہے۔ کہ کابل میں بم پھٹنے کے سلسلہ میں متعدد طلبا کی گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں یہ خبر قطعی بے بنیاد۔ غلط اور گمراہ کن ہے کابل میں اس قسم کا کوئی حادثہ نہیں ہوا۔

چین میں ایک ہزار افراد کا قبول اسلام

چین کے مقام ہانکو اور تانژن میں ایک ہزار چینیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے ایک مدت سے عیسائی مشنری ہانکو کے باشندوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کر رہے تھے انہوں نے وہاں کے مسلمانوں کو بھی تنگ کر رکھا تھا لیکن مسلمانوں نے جب عیسائی مشنریوں کا جم کر مقابلہ کیا اور ان کی فضول دعووں کی حقیقت کھولی تو غیر مسلم چینیوں کی آنکھیں کھل گئیں آخر طے ہوا کہ دونوں مذہب کے علما آپس میں تبادلۂ خیالات کریں جو غالب آ جائے گا ہم اس کا مذہب اختیار کر لیں گے۔ مقابلہ میں دین حق کو فتح نصیب ہوئی اور عیسائیوں کو شکست فاش اٹھانی پڑی جس کے بعد ایک ہزار چینی مسلمان ہو گئے۔

سر اے غزنوی مصر میں

مصری اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ ادائے فریضۂ حج اور ارض مقدس کی زیارت کے بعد سر اے غزنوی قاہرہ پہنچ گئے ہیں۔ آپ سوائن اور خرطوم کے راستے مصر آئے ہیں۔ آپکا ارادہ اہم مقامات کی سیر کا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ وزیر صنعت نے ابراہیم بے (مدیر وزارت) کو آپ کے استقبال کے لئے مقرر کیا ہے۔ جو سر موصوف کو اہم مقامات کی سیر کرائیں گے۔

کابل میں لوئی جرگہ کی تیاریاں

کابل کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ لوئی جرگہ کے انعقاد کی تاریخیں تاحال مقرر نہیں ہوئیں لیکن تیاریاں ہو رہی ہیں۔ پہلے لوئی جرگہ اپریل کے وسط میں منعقد ہوتا تھا لیکن امسال ان ایام میں نہ ہو سکا۔ بعض اضلاع و اقوام کے مندوبین کابل میں پہنچ چکے ہیں۔ باقی پہنچ رہے ہیں۔

سلطان ابن سعود کی تقریر

گذشتہ دنوں سلطان ابن سعود نے حاجیوں کے ایک مجمع عظیم میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کو اس وقت تک چین نصیب نہیں ہوگا جب تک وہ اسلام مقدس کے پابند نہیں ہوں گے۔ سلطان موصوف نے مغرب کی اندھا دھند تقلید پر مسلمانوں کو ملامت کی اور فرمایا کہ مغرب کے نقال مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ مغرب کی تقلید و نقل ہی ترقی کی شاہراہ ہے۔ لیکن یہ بات سراسر غلط اور واقعات کے خلاف ہے آپ نے اس بیان کی بھی تردید کی کہ مسلمانوں کو یہودیوں کے ساتھ مل جانا چاہئیے۔ سلطان موصوف نے سوال کیا کہ ہر دو اقوام کے درمیان کونسا اشتراک یا اتحاد عمل ہے۔ اعتقاد کی رو سے یہودیوں کا مسلمانوں کے ساتھ کوئی واسطہ یا تعلق نہیں ہے۔ علاوہ بریں یہود تو مسلمانوں سے ارض مقدس چھین لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دول یورپ انہیں اس مقصد کے حصول میں مدد دے رہی ہے۔ اس صورت میں ان کے ساتھ تعاون یا اتحاد بھلا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے اور ہم کس طرح انہیں اپنا بھائی کہہ سکتے ہیں۔

انجمن محافظ حقوق اعراب

عربوں کے حقوق کی محافظ انجمن نے ایک بیان شائع کیا ہے کہ قومی اغراض کے لئے سرمایہ فراہم کرنے کی خاطر صندوقچیاں رکھی جائیں۔ اس سلسلہ میں یہ امر دلچسپ ہے کہ امریکہ۔ شام۔ عراق اور دیگر اسلامی ممالک میں جو فلسطین کے خیر خواہ ہیں انجمن مذکور کی مختلف شاخیں کھولی گئی ہیں۔

عراق حکومت خود اختیاری کے قابل ہو گیا

جنیوا ۱۸ جون۔ مینڈیٹ (انتداب) کمیشن نے مسٹر ہمفریز کی موجودگی میں عراق کی حکمرانی کے متعلق خاص رپورٹ پر غور کیا۔ مسٹر ہمفریز نے کہا کہ حکومت کی ذمہ داریوں میں حصہ لینے کے لئے حکومت عراق کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ حکومت عراق اور عراق پیٹرولیم کمپنی کے درمیان جو معاہدہ ہوا۔ اس سے عراق کی اقتصادی حالت نے نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ آپ نے اعلان کیا کہ اب عراق حکومت خود اختیاری کے قابل ہو گیا ہے۔ اور وہ اپنے پاؤں پر اب کھڑا ہو سکتا ہے۔

مغلپورہ کالج پر پکٹنگ

معلوم ہوا ہے کہ مغلپورہ انجینئرنگ کالج کے پرنسپل کپتان ڈیکر کو حکومت نے حکم دیا ہے کہ دوران تحقیقات میں وہ شملہ سے باہر نہ جائے۔ ۲۲ جون کی شام کو مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے یہ تجویز پیش کی کہ حکومت کے اس حکم کو پیش نظر رکھتے ہوئے سر دست پکٹنگ ملتوی کر دیا جائے لیکن زبردست مخالفت کی وجہ سے یہ تجویز منظور نہ ہو سکی۔ ۲۳ تاریخ کی صبح ۸ بجے پکٹنگ شروع کر دیا گیا ہے۔ اب دس بجے کا وقت ہے۔ آخری کاپی پریس جا رہی ہے تا حال کوئی خاص اطلاع نہیں آئی۔ تمام شہر کے اسلامی بازار اور دکانیں بند ہیں۔ لوگ جوق در جوق کالج کی طرف جا رہے ہیں۔ اکثر اسلامی دفاتر میں بھی تعطیل ہے۔ نوجوانوں میں بہت جوش ہے۔

خبریں

—— کپورتھلہ ۱۸ رجون۔ ہزہائی نس مہاراجہ کپورتھلہ نے اپنی ریاست میں فصل ربیع کے مالیہ سے زراعت پیشہ لوگوں کو تقریباً ایک لاکھ روپیہ معاف کر دیا ہے۔ یہ معافی درجہ بدرجہ دی گئی ہے جس کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کو ۲۷ فی صدی معافی مل گئی ہے۔ مالیہ کی معافی سے تمام ریاستوں میں شکرگذاری کی ایک لہر پیدا ہو گئی ہے۔ شاید پنجاب کی ریاستوں میں فیاضانہ معافی اور ہمدردانہ اعانت کی یہ پہلی مثال ہے۔

—— لاہور ۱۹ رجون۔ آج ۱۰½ بجے شب علامہ اقبال مد ظلہ العالی سر محمد شفیع اور حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون بھوپال کانفرنس میں شرکت کے لئے شملہ تشریف لے گئے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ بڑی بڑی اور مشہور برطانی تجارتی کمپنیاں اور ان کی نمائندہ شاخیں (جن کے تجارتی مفاد اور تعلقات ہندستان میں موجود ہیں) ہندوستان کے جدید دستور اساسی کے ماتحت اپنی پوزیشن پر غور و خوض کر رہی ہیں۔ کہ جدید دستور کی تکمیل کے بعد ان کی کیا حالت ہوگی۔ یہ امر محسوس کیا جا رہا ہے کہ بعض قانونی تحفظات کو آئینی قیود اور دفعات کے ذریعہ سے جدید دستور اساسی میں داخل کرنا بالکل ناممکن نہیں۔ تو کم از کم مشکل ضرور ہے اور کوئی آئینی طاقت کبھی ہندوستان کو برطانی مال خرید کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ البتہ جو بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ایسے قوانین بنا دئے جائیں گے جن کی رو سے دیگر ممالک کے مال کو جو امتیازی حقوق حاصل ہوں گے۔ برطانی مال کو بھی ضرور حاصل ہوں گے۔ برطانی فرمیں اور کمپنیاں جو ہندوستان میں قائم ہیں انہیں ہندوستانی فرموں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے۔

—— احمد آباد ۱۷ رجون۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت بمبئی نے ایک ہفتہ وار نیوز بلیٹن (سرکاری اخبار) جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ تاکہ عوام کو صوبہ کے سیاسی واقعات کی صحیح صحیح اطلاعات بہم پہنچائی جا سکیں۔ کیونکہ اخبارات حکومت کے افسروں کی نسبت نہایت غلط اور گمراہ کن خبریں شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس کا نام "گجرات۔ پتر کا" ہوگا۔ اور جلدی شائع ہونا شروع ہو جائیگا۔

—— نیو دہلی ۱۹ رجون۔ آج پھر مقدمہ سازش دہلی کے ملزم حاضر عدالت نہیں ہوئے ۔اس لئے مقدمہ ۲۲ رجون دوشنبہ تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔

—— شملہ ۲۲ رجون۔ مسلم رہنماؤں میں مفاہمت کی گفت و شنید قطعی طور پر منقطع ہو گئی ہے۔ آج دوپہر دہلی مسلم کانفرنس کے نمائندوں نے اس مضمون کی ایک قرارداد منظور کی ۔کہ کانگرسی مسلمانوں کے ساتھ کوئی مزید گفت و شنید نہ کی جائے۔ کیونکہ انہوں نے ترمیم شدہ فارمولا کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے پانچ سال تک جداگانہ انتخاب کو بحال رکھنے کی حمایت کی گئی تھی۔ اور فیصلہ کیا گیا تھا کہ پانچ سال کے بعد استصواب رائے عامہ کے بعد اگر مخلوط انتخاب کے حق میں فیصلہ ہو تو وہی نافذ کیا جائے۔ گفت و شنید بند کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کانگرسی مسلمان پانچ سال کے بعد خود بخود مخلوط انتخاب نافذ ہو جانے کے فارمولا کے متبادل کوئی دوسری تجویز پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

—— [illegible]

—— بمبئی ۱۸ رجون۔ فلم "خدا کی شان" میں سے قومی جھنڈے کی سلامی مکمل نکال دی گئی ہے جس سے یہاں کافی جوش پھیل رہا ہے۔ مسٹر کے ایف ناریمان صدر کانگرس کمیٹی نے گاندھی جی سے مشورہ طلب کیا ہے۔ کہ آیا قومی جھنڈے کی عزت اور ناموس کو قائم رکھنے کے لئے کانگرس ستیہ گرہ کرنی چاہئے۔ مسٹر ناریمان نے فلموں کے سنسر افسروں کو یہ پابندی اٹھا دینے کے لئے بھی لکھا ہے۔

—— آج ۱۰ بجے شب مغلپورہ کالج کے قضیہ کو حل کرانے کیلئے لاہور کی مختلف مسلم جماعتوں کے اکابر و عمائد کا ایک زبردست جلسہ زیر صدارت مولانا محمد داؤد غزنوی برکت علی محمڈن ہال میں منعقد ہوا۔ مختلف حالات پر غور و فکر کرنے کے بعد طے پایا کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک مستقل جماعت قائم کی جائے۔ جو مسلم رضاکاروں کی تنظیم و بھرتی کا مناسب انتظام کر کے اس مسئلہ کو نپٹے کرا۔ چنانچہ اسی وقت مغلپورہ کالج کمیٹی کے نام سے ایک جماعت قائم کی گئی جس کے ارکان حسب ذیل منتخب ہوئے۔

مغلپورہ کمیٹی

مولانا محمد داؤد صدر۔ مولانا احمد علی صاحب۔ مولانا مظہر علی۔ سید عبدالقادر۔ مولانا غلام مرشد۔ مولانا محمد یعقوب۔ ملک لال دین قیصر۔ عبدالمجید قرشی۔ سکرٹری۔

مسلم والنٹیر بورڈ کے نام سے ایک اور جماعت قائم کی گئی۔ جو مغلپورہ کالج کمیٹی کی زیر ہدایت رضاکاروں کی تنظیم کا کام انجام دیگی

مسلم والنٹیر بورڈ

ماسٹر محمد شفیع صدر۔ فیروز الدین احمد سکرٹری۔ غلام مصطفیٰ جیرت۔ خواجہ غلام محمد۔ میر علم دین۔ ملک لال دین قیصر۔ مسٹر سرفراز۔

—— سکندر آباد کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اعلیٰ حضرت شہریار دکن نے محمد مارماڈیوک پکتھال کو قلمرو دکن کا پبلسٹی افسر مقرر فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے قرآن کریم کی تفسیر اور انگریزی ترجمہ کے لئے مسٹر موصوف کو ایک گرانقدر عطیہ بھی دیا تھا۔ اب یہ مبارک کام پایۂ اختتام کو پہنچ گیا تو مسٹر موصوف کو اس عہدۂ جلیلہ پر سرفراز فرمایا گیا۔

—— بڑودہ ۱۹ رجون۔ ریاست بڑودہ سے گذشتہ شام ایک وفد خان عبدالغفار خان کے پاس آیا۔ کہ وہ ریاست میں چلیں چنانچہ خان موصوف آج بڑودہ روانہ ہو گئے۔ جہاں سے وہ دہلی کے راستہ سرحد کو چلے جائیں گے۔

اسلام کو ترقی دو

اس طرح کہ آپ ایک روپیہ چار آنہ کمپنی کو آرڈر کر دیویں کمپنی آپکو مندرجہ ذیل چار فارمولے بذریعہ رجسٹری لفافہ ارسال کر دے گی جس کو کمپنی نے ہزاروں روپے صرف کر کے غیر ممالک سے سیکھا ہے۔ اور جس سے کمپنی ہزاروں روپیہ ماہوار کما رہی ہے مگر حمایت اسلام کی خاطر راز فاش کیا جاتا ہے اور فارمولے بھی ایسے کہ ایک روپیہ خرچ ہو کر سیکڑوں روپے بچتے ہیں۔ اور آسان ایسے کہ ایک بچہ بھی تیار کر سکتا ہے فارمولے یہ ہیں (۱) نقلی کستوری بنانا (۲) بال اڑانے کا عرق (۳) عمر بھر بال نہ اگیں (۴) بال سیاہ کرنیکا خضاب۔ نوٹ ا۔ صرف مسلمان اصحاب درخواست کریں (۲) وی پی نہیں کیا جائیگا۔ (۳) پتہ نوٹ کریں پھر اشتہار شائع نہ کیا جائیگا۔ خیر خواہ اسلام منیجر دنیا مسلم کمپنی [illegible]

—— بنارس ۱۹ رجون۔ آج صبح بابو شیو پرشاد گپت کو اور ایڈیٹر اخبار آج کو زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا۔ ان کی گرفتاری اخبار میں شائع شدہ مضمون کے سلسلہ میں ہوئی ہے۔

—— ٹراونکور ۱۷ رجون۔ مسز انا چانڈی جو کیرالہ کی پہلی قانون پیشہ خاتون ہیں۔ اور جو ٹریونڈرم ہائی کورٹ میں وکالت کرتی ہیں مجلس وضع قوانین کی رکن مقرر کی گئی ہیں۔

—— پشاور ۱۸ رجون۔ ڈاج موٹروں کے ۳۸ چھکڑے جن پر حکومت افغانستان کی رائفلیں اور سامان حرب لدا ہوا تھا۔ پشاور سے کابل روانہ ہو گئے۔ سامان جنگ کی یہ تیسری بھاری قسط ہے۔ جو گذشتہ مہینہ میں فرانس سے یہاں پہنچی۔ ابھی سامان حرب کی کثیر مقدار آنے والی ہے۔

—— لاہور ۱۲ رجون۔ آج صبح سات بجے بیرون موچی دروازہ میں ہزارہا مسلمانوں کے مجمع میں اسلامی پرچم لہرانے کی رسم مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے ادا کی۔ آپ نے فرمایا کہ رسم کے ادا کرنے کے لئے کسی بہت بڑی کمیٹی کی ضرورت تھی۔ آپ نے استقامت اور اتحاد کی تلقین کی۔

—— لاہور ۲۰ رجون۔ پکٹنگ کرنے والے والنٹیروں کا ایک عظیم الشان جلوس شام کے ٹھیک ۷ بجے باغ بیرون دہلی دروازہ سے شروع ہوا جلوس میں مقامی کالجوں اور سکولوں کے طلباء۔ پروفیسر اور ٹیچر۔ پہلوان علماء اور وکلاء۔ میونسپل کمشنر مسلم والنٹیر کور بھاٹی دروازہ اور محمد علی رجمنٹ کے علاوہ مولانا داؤد غزنوی مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا محمد اسمٰعیل غزنوی و دیگر اکابر بھی شامل تھے۔ جلوس چوک وزیر خان۔ چوک پرانی کوتوالی۔ کشمیری بازار۔ ڈبی بازار۔ بزاز ہٹہ۔ رنگ محل بازار سادہ کاراں سے ہوتا ہوا جلسہ گاہ باغ بیرون موچی دروازہ میں پہنچا۔ مسلمانوں میں بے حد جوش و خروش تھا۔ اور انہوں نے جا بجا پانی کی سبیلیں لگا رکھی تھیں۔ خاتمۂ جلوس پر مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت مولانا داؤد غزنوی باغ بیرون موچی دروازہ میں منعقد ہوا حاضرین جلسہ کا اندازہ لگانا امر ناممکن تھا جلسہ میں ملک لال دین قیصر۔ مولانا محمد یعقوب۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری۔ قاضی عبدالمجید صاحب قرشی کی تقریریں ہوئیں۔ مغلپورہ کالج کی تحقیقاتی کمیٹی پر عدم اعتماد کا اظہار کر کے مطالبہ کیا گیا۔ کہ اس میں ایک مسلمانوں کا منتخب کردہ نمائندہ لیا جائے۔ اور ایک قرارداد میں کالج پر امن پکٹنگ لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔

—— آج مورخہ ۲۰ رجون کو بمقام مادھو لال حسین میں زیر صدارت میاں میر حسین ٹھیکیدار انجمن اسلامیہ باغبانپورہ بھوگیوال کا عام اجلاس منعقد ہوا جس میں اس مطلب کی قرارداد متفقہ طور پر پاس کی گئی کہ مغلپورہ کالج کے پرنسپل ڈیکر کو فی الفور معطل کر دیا جائے۔

تلاش گمشدہ

ہمارے دوست شیخ علم الدین صاحب خیاط احمدی جموں سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا بھتیجا عبدالکریم ڈھائی برس سے مفرور ہے والدین عمر رسیدہ اور غمزدہ ہیں خصوصاً والدہ کی حالت بہت خراب ہے۔ عبدالکریم کا حلیہ یہ ہے:۔

پستہ قد۔ رنگ گندمی۔ آنکھیں موٹی سی۔ ناک کے ایک طرف پھنسی کا خفیف داغ۔ عمر ۲۵۔۲۶ سال۔ ڈاڑھی منڈواتا ہے ایک بازو پر حرف کندہ ہیں تعلیم مڈل تک ہے۔ محکمہ نہر میں یا کسی ٹھیکیدار کے ہاں عموماً ملازمت کرتا ہے۔ یہ بھی افواہ ہے۔ کہ پہلے کوئٹہ میں تھا۔ اب بلوچستان میں چلا گیا ہے۔ ہر ایک جگہ کے دوست اس کا خیال رکھیں صحیح پتہ چلے تو علم الدین صاحب خیاط محلہ سید مٹھا شاہ جموں کے پتہ سے اطلاع دیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (۳: ۶۴)

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق شاہجہانپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۱۹ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۰

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— دیگر بزرگان سلسلہ بھی بخیریت ہیں۔

— مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی ایک دو روز میں شملے تشریف لے جائیں گے۔

— مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع جو آج کل رخصت پر ہیں گزشتہ ہفتہ راولپنڈی سے لاہور تشریف لائے۔ اور چند روز قیام فرما کر واپس راولپنڈی تشریف لے گئے۔

— چودھری عبد المجید صاحب امین و سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ انجمن کو جو کئی روز سے بعارضۂ بخار بیمار تھے اب افاقہ ہے احباب ان کے لئے صحت کامل کی دعا کریں۔

— مولوی لال حسین صاحب مبلغ کی اہلیہ صاحبہ کی حالت اب بہت تشویشناک ہو گئی ہے احباب اس مریضہ کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

— ملک عبد الغنی صاحب محرر دفتر تحصیل کی اہلیہ بھی بیمار ہیں وہ بھی احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

— منشی رحمت خاں نمبردار ابھی تک بدستور بیمار ہیں اور تمام احباب سلسلہ سے دعا کے طالب ہیں۔

— چند روز ہوئے جناب شیخ محمد دین جان صاحب کا شیر خوار بچہ طویل علالت کے بعد فوت ہو گیا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم شیخ صاحب موصوف اور ان کی اہلیہ محترمہ کو صبر جمیل اور اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

— سکرٹری صاحب اعلان فرماتے ہیں۔ کہ مبلغین کے دورے کے پروگرام تیار ہو چکے ہیں اور ان کو ضروری ہدایات دیدی گئی ہیں۔ جہاں جہاں ان کا قیام ہو احباب ہر طرح سے ان کی امداد فرمائیں۔

— چودھری محمد حسین صاحب نمبردار چک ۱۸ جنوبی سرگودھا تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے صاحبزادے حاکم علی صاحب بعارضہ چیچک مبارک بیمار ہیں۔ تمام احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

— چودھری موج الدین صاحب زراعتی فارم راولپنڈی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی والدہ محترمہ شدید علیل ہیں۔ ان کی صحت کے لئے بھی دعا کی جائے۔

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا مکتوب

جناب مسٹر ہیرن۔ جے۔ ایل۔ چارلس۔ وان۔ بیٹیم آف ہیگ (ہالینڈ) کا ایک دلچسپ خط اقتباساً ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جو مسٹر چارلس وان کی ایک چھٹی سے لیا گیا ہے جو انہوں نے امام صاحب مسجد ووکنگ کو لکھی تھی۔ امید ہے کہ اقتباس مذکورہ ناظرین کرام کی دلچسپی و مسرت کا موجب ہوگا۔

"چونکہ مجھے انگریزی زبان پر پوری قدرت حاصل نہیں اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ جرمن زبان جانتے ہیں اس لئے میں جرمن میں آپ کو لکھنے کی جرات کرتا ہوں۔ مجھے انگریزی ماہوار رسالہ اسلامک ریویو مل گیا ہے۔ جس کا شکریہ قبول فرمائیں۔ قابل افسوس امر تو یہ ہے کہ ڈچ زبان میں اس قسم کا کوئی بھی رسالہ نہیں جس سے اس ملک کے باشندوں کو اسلام کا مزید علم حاصل ہو سکے۔ اس معاملہ میں ہالینڈ نہایت ہی ناموزوں مقام ہے۔ یہاں تک کہ کیتھولک پادری جب کبھی بھی مسلمانوں کا ذکر کرتا ہے تو انہیں بیدین اور کافر ہی قرار دیتا ہے۔ میرے نزدیک اسلام ایک بلند پایہ مذہب ہے نیز مذہب اسلام کے متعلق جس قدر غلط فہمیاں اور غلط بیانیاں اس ملک میں پھیلی ہوئی ہیں ان پر میں ایک چھوٹا سا رسالہ لکھنا چاہتا ہوں۔

اگر قرین مصلحت ہو تو کسی اچھے مسلم مقرر کا ان علاقوں میں اسلام پر لیکچر دیتے دورہ کرتے چلا جانا فائدہ سے خالی نہ ہوگا اور اسی طرح قرآن کریم کا ڈچ ترجمہ بھی بہت مفید ہوگا۔

آپ کا سچا بھائی۔ چارلس۔ وان۔ بیٹیم

جناب مسٹر جے۔ لوئیس۔ چارلس۔ وان۔ بیٹیم۔ آف ہیگ (ہالینڈ) جن کے خط کا اقتباس سطور بالا میں دیا گیا ہے اس ہفتہ کی ڈاک میں انہوں نے اپنا اعلان اسلام بھی بھیج دیا ہے۔ ان کا اعلان اسلام اور فوٹو رسالہ اسلامک ریویو کے کسی آئندہ نمبر میں شائع کیا جائے گا۔ فی الحال وہ ہیگ کی مقامی اسلامی برادری میں شامل ہو گئے ہیں۔ ہیگ کے اکابر اسلام جناب ماس الین۔ جناب ماس حسین جناب سردار ایوم حاکم خاں۔ جناب حاجی اسمٰعیل صاحب ہیگ ہالینڈ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "نو مسلم بھائی کا اسلامی نام محمد علی رکھا گیا ہے۔ ۴ر جون ۱۹۳۱ء کو ہم اس اہم قبول اسلام کے اعزاز میں ایک عظیم الشان جلسہ کریں گے۔ ہمارے لئے از حد مسرت و تقویت کا موجب ہوگا۔ اگر آپ میں سے کوئی بزرگ اس سعید تقریب میں شامل ہو"

کارکنان مشن تو ان کے اس ارشاد کی تعمیل سے قاصر ہیں۔ ہاں ووکنگ میں بیٹھے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کے قلوب کو نور اسلام سے منور فرمائے۔ جو اسلامی تہذیب و تمدن کے مرکز سے بہت دور ہیں۔

اقتباس بالا سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس وقت دنیا میں اسلامی لٹریچر کی کس قدر مانگ ہے۔

آفتاب الدین احمد نائب امام
مسجد ووکنگ انگلستان

مسلم رضاکار

(از مولانا صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی مسلم مشنری)

رضاکار وہ ہے جو اپنی بے غرض خدمات کسی نیک کام کیلئے وقف کر دے۔ یوں تو ہمیشہ سے لوگ اپنی خدمات قوم و ملک کے لئے وقف کرتے چلے آئے ہیں لیکن اسلام نے اس جذبہ کو انتہائی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے۔ اور اپنے پیروؤں کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وہ رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اپنی خدمات ہی نہیں بلکہ اپنی جانیں اور اپنے اموال بھی نثار کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس و بے ریا ذات مقدس نے ہزارہا کی تعداد میں ایسے عالی منزلت رضاکار پیدا کئے ہیں جنہوں نے اپنے مال و جان کو ہر وقت خدمت دین کے لئے وقف رکھا۔ اور دین متین کی حمایت، حفاظت اور نشر و اشاعت کی۔

انسان کے لئے جان و مال کی محبت اس قدر اہمیت اختیار کر چکی ہے کہ اس کی قربانی آسان امر نہیں۔ اسی قربانی میں حیات قومی کا راز مضمر ہے۔ جس قدر کسی قوم میں ایثار جان و مال کا جذبہ موجود ہو اسی قدر اس میں زندہ رہنے کی اہلیت موجود ہوتی ہے اور جس حد تک یہ جذبہ سرد ہو جاتا ہے اسی حد تک وہ حرارت غریزی جو کسی قوم کی زندگی کے لئے ضروری ہے کم ہو جاتی ہے۔ یا یوں کہیے کہ جو لوگ اپنے مال و جان کے صرف کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ اپنی قوم کی زندگی کے وسائل کو کم کرنے اور اس کے لئے ذلت اور ہلاکت کے مواقع بہم پہنچاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس مسئلہ پر بڑی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ مال یا جان کو صرف نہ کرنے ہی سے ہلاکت قومی کے اسباب مہیا ہوا کرتے ہیں مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔

(اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کرو کیونکہ خدا احسان کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔)

اس آیت پاک کے شروع میں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے۔ آخر میں احسان کا حکم ہے۔ درمیان میں تنبیہ ہے کہ اگر مال کو احسان کے رنگ میں، دین و ملت کی حفاظت میں صرف نہ کرو گے تو نتیجہ ہلاکت ہوگا۔

بخاری شریف میں اس آیہ شریفہ کے متعلق لکھا ہے (نزلت فی النفقۃ) یعنی یہ حکم خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوا ہے۔

صحابہ کرام کے زمانہ میں جب قسطنطنیہ پر حملہ ہوا تو اس میں ایک مسلمان دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے نکل گیا۔ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا "القیٰ بیدہ الی التھلکۃ" (اس شخص نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں ڈالا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آیہ شریفہ کے یہ معنی نہیں بلکہ التھلکۃ فی الاقامۃ فی الاھل والمال وترک الجھاد یعنی ہلاکت تو اس بات میں ہے کہ انسان اپنے اہل و عیال میں بیٹھا رہے اور جہاد کو ترک کر دے) قرآن پاک نے ایک دوسرے مقام پر بھی اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ خدا کے راستہ میں جان دینا مرنا نہیں

بلکہ حیات ابدی حاصل کرنا ہے۔ اسی موت سے انسان زندہ رہتا ہے اور اسی سے اس کی قوم زندہ ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

(ان لوگوں کو جو خدا کی راہ میں جان دیں مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ کرامؓ کے کارنامے قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اس لئے کہ انہوں نے اشاعت اسلام کے لئے اپنی جانی اور مالی قربانی کی ایک عظیم الشان مثال قائم کی۔ یہی مثال ہماری زندگی کا سنگ بنیاد ہے۔ بشرطیکہ ہم اس پر عمل پیرا ہوں۔ اسی سلسلہ میں ایک دوسرا حکم حسب ذیل ہے:۔

الشیطٰن یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا واللہ واسع علیم یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا وما یذکر الا اولوا الالباب (شیطان تم کو تنگدستی سے ڈراتا ہے اور بخل کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تمہیں اپنی طرف سے مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتا ہے۔ اور اللہ بہت دینے والا جاننے والا ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی بیشک اسے بہت مال ملگیا۔ صرف اہل بصیرت ہی ان حقائق سے عرفان حاصل کر سکتے ہیں۔)

ان آیات میں مال کی محبت کی انتہا کو بیان کیا ہے کہ بہت سے لوگ اپنی آنکھوں سے قوم کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی اموال کو صرف نہیں کرتے۔ حالانکہ عقلمندی کا تقاضا اس بات میں ہے کہ انسان اپنی قوم کو خطرے میں دیکھے تو اس کے شرف و امتیاز کو قائم رکھنے کے لئے اپنی جان و مال کو بے دریغ قربان کر دے۔ یہی حکیمانہ طرز عمل شخصی اور قومی زندگی کا راز ہے۔ اور اسی حکیمانہ راز کو سمجھ کر حدیبیہ کے مقام پر جب صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ موت کی بیعت کی تو اس واقعہ کو قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان کیا۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم (خدا راضی ہوگیا ان مومنین سے جنہوں نے درخت کے نیچے تیری بیعت کی۔ اور خدا ان کے قلبی اخلاص اور جوش کو جانتا ہے۔)

احادیث کی کتابوں نے اس واقعہ کے متعلق صحابہ کرام کے عمل کو اس طرح نقل کیا ہے بایعوہ علی الموت کہ صحابہ نے آنحضرت صلعم سے بیعت کی کہ ہم جانیں دیں گے۔ وقال لھم رسول اللہ انتم الیوم خیر اھل الارض۔ یہ سنکر حضور نے فرمایا کہ آج تم تمام اہل زمین میں بہترین (رضاکار) ہو۔ اس قربانی اور جوانمردی کا کیا نتیجہ ہوا؟ فانزل اللہ سکینتہ علیھم واثابھم فتحا قریبا۔ خداتعالیٰ نے ان کے قلوب کو تسکین کی دولت سے معمور کر دیا۔ اور ان پر جلد ہی نصرت و اقبال کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برسنے لگیں۔ حق و باطل کی معرکہ آرائی میں اگرچہ مسلمان بہت کمزور تھے۔ اور ان کے دشمنوں کی تعداد کئی گنا اور سامان کی کچھ حد و دنہ تھی۔ تاہم مسلمان رضاکاروں نے اپنے اخلاص کے باعث ہر ایک میدان میں کامیابی حاصل کی۔

تعلیم اسلام کا روشن ترین پہلو یہ ہے کہ اس نے رضاکارانہ سرفروشی کے جذبہ سے بچوں، عورتوں اور مردوں کو برابر حصہ دیا ہے۔ ایک موقعہ پر مسلمان اپنے دشمنوں سے مدینہ سے باہر نکل کر لڑ رہے تھے۔ مدینہ کے یہود نے جو بظاہر دوستانہ رنگ میں زندگی بسر کر رہے تھے اس موقعہ سے خاص فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور مسلمانوں کے قلعہ کو خالی پاکر ایک شخص عورتوں پر حملہ آور ہوا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے مشہور شاعر حسان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دشمن کا مقابلہ کرو لیکن جب حضرت حسان ڈر کر علیحدہ ہو گئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خود دشمن پر وار کیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر کی طرف پھینکدیا تاکہ دشمن کو علم ہو جائے کہ قلعہ بہادروں سے خالی نہیں ہے۔ اسی طرح دو بچوں کا واقعہ مشہور ہے کہ ان میں سے جب ایک نے حضرت نبی کریم صلعم پر زور دیکر جنگ میں جانے کے لئے اجازت حاصل کر لی تو دوسرے نے بھی اصرار کیا۔ اس پر جب دونوں کے قد کا مقابلہ ہوا تو دوسرا انگلیوں کے بل کھڑا ہو گیا۔ لیکن جب اس کی یہ تدبیر فیل ہو گئی تو اس نے کشتی کا مطالبہ کیا۔ اور اپنے رفیق کو پچھاڑ کر مجاہدین کے دوش بدوش تیغ آزمائی کی عزت حاصل کر لی۔ اسی طرح ایک دوسری لڑائی کے موقعہ پر بہت سے ایسے موقعے ہوئے جس میں رضاکاروں نے اپنے بلند ارادوں کا اظہار کیا حضرت مقداد نے فرمایا۔

یا رسول اللہ لا نقول لک کما قال اصحاب موسیٰ اذھب بل نقاتل عن یمینک وعن شمالک حتی نقتل۔ (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم وہ وعدہ نہ کریں گے جو حضرت موسیٰ کے ساتھیوں نے حضرت موسیٰ سے کیا تھا بلکہ ہم تو آپ کے دائیں اور بائیں اس وقت تک رہیں گے جب تک جسم و روح کا تعلق منقطع نہ ہو جائے۔)

الغرض قرآن و حدیث میں رضاکاروں کے لئے جو اصول بیان ہوئے ہیں انہی پر کاربند ہو کر کامیابی میسر آسکتی ہے۔ وہ اصول مختصراً حسب ذیل ہیں:۔

اخلاص۔ یعنی رضاکاروں کی مساعی کا منتہا خالصتہً خدمت دین اور حصول رضائے الٰہی ہو۔ اور یہ ارادہ کسی قسم کی خواہش سے لوث نہ ہو۔ روپے اور جائداد کی خواہش تو ایک ادنیٰ چیز ہے کوئی سچا رضاکار نام و جاہت اور شہرت کے حصول کو بھی اپنے گوشۂ خاطر میں جگہ نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر اس قسم کی خواہشات بھی لگی ہوں تو پھر اس خدمت کو ایک قسم کی بت پرستی سمجھنا چاہئے۔ نہ کہ فدائیت و ایثار۔

رضاکاروں کی دوسری پہچان ایثار ہے۔ یعنی اپنی ہر ایک دولت قربان کرنے کے لئے تیار ہو جانا۔ اسی طرح صبر و استقامت اور ثابت قدمی وہ مخصوص فضائل ہیں جن کے بغیر رضاکار رضاکار نہیں کہلا سکتا۔ صبر ایک نہایت وسیع لفظ ہے جس سے مصائب کے برداشت کرنے کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ بات بات پر خفا اور قدم قدم پر لوگوں کی شکایت کرنا رضاکارانہ حیثیت کے منافی ہے۔ میری تحقیق میں رضاکار کا سب سے آخری ہتھیار دعا اور صلوٰۃ ہے۔ جب تک ایک رضاکار اللہ تعالیٰ کی جناب میں گر گرانے کا عادی نہ ہو جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو کہ اس کائنات کے ہر ذرہ پر خدا تعالیٰ کی ذات کا تصرف ہے۔ اور اس زمین و آسمان کا راج اسی ذات احدیت مآب سے وابستہ ہے لہٰذا وہ تمام انسانی توفیقات کا ملجا ہے اس وقت تک کسی رضاکار کو ملک و ملت کی بے غرض خدمتگذاری کی توفیق نہیں مل سکتی۔ آؤ ہم اپنی صوم و صلوٰۃ کو اپنی فتوحات کا ذریعہ بنائیں اور ان لوگوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ جو عملاً اس کائنات کو کا خالق و مالک تسلیم کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے ہاتھ سے خدمت و ہمدردی خلق کا کوئی بڑا کام سرانجام ہو سکے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ جون ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۰

مکمل ہندو راج

مسلمانوں کی غفلت کا ایک افسوسناک منظر

عام خیال ہے کہ ہندوؤں کا ایک کثیر طبقہ ملک میں ہندو راج کے قیام کی کوشش کر رہا ہے۔ ہندو سبھا اور آریہ سماج اس کے علمبردار ہیں۔ واقعات اس خیال کی پورے طور پر تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی یہ کوشش کامیاب ہو سکیگی یا نہیں؟ اس کے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے صحیح جواب کے لئے ابھی ہمیں انتظار کرنا چاہیئے۔ یہ سیاسی رنگ کا ہندو راج قایم ہو یا نہو لیکن ہماری آنکھیں تو ہر روز ایسے نظارے دیکھتی رہتی ہیں۔ جو ہندو راج کی بالکل صحیح تصویر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک نظارے کو تو ہم پورے وثوق کے ساتھ مکمل ہندو راج کہہ سکتے ہیں۔ شاید آپ کا خیال ہو کہ اس سے ہماری مراد سرکاری دفاتر یا تجارتی منڈیاں ہیں۔ یہ غلط ہے بے شک ان مقامات پر ہندو راج کی جھلک ضرور نظر آتی ہے لیکن تلاش پر کوئی نہ کوئی مسلمان کلرک یا ٹوٹا پھوٹا مسلمان تاجر دکھائی دے ہی جاتا ہے۔ اس لئے اس کو مکمل ہندو راج کہنا غلط ہوگا اگر آپ اس منظر کو دیکھنا چاہتے ہیں تو کسی روز اپنی قوت ارادی سے خاص طور پر کام لیں۔ اور پوری ہمت و کوشش سے صبح طلوع آفتاب سے قبل بیدار ہو کر اپنے شہر یا قصبہ کی سڑکوں۔ باغوں اور سیرگاہوں میں تشریف لے جائیں (چونکہ آج کل مسلمانوں کے لئے صبح سویرے بیدار ہونا جوئے شیر لانے سے کم نہیں اس لئے اس خاص اہتمام کی تاکید کی گئی ہے) آپ کو اس وقت مکمل ہندو راج کا نظارہ بخوبی نظر آجائے گا۔ آپ دیکھیں گے چاروں طرف ہندو مرد۔ عورتیں۔ بچے ہی نظر آتے ہیں۔ مسلمان کا کہیں نام و نشان نہیں۔ آپ کو ہر طرف دکھائی دے گا کہ ہندو نوجوان اور لڑکے ورزش میں مصروف ہیں۔ عورتیں چہل قدمی کر رہی ہیں۔ لڑکیاں اور بچے دوڑیں لگا رہے ہیں۔ ایک پہلوان جس توجہ اور انہماک کے ساتھ کسی معرکہ کی کشتی کی تیاری کرتا ہے اسی توجہ اور انہماک سے اس قوم کا ایک ایک فرد اپنے جسم کو مضبوط اور صحت کو درست کرنے میں مصروف ہے۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب مسلمان اپنے گھروں میں محو خواب ہوتے ہیں۔ کیا ہم اس نظارے کو مکمل ہندو راج سمجھنے میں غلطی پر ہیں؟ کیا برادران وطن کی یہ کوشش اور مسلمانوں کی غفلت ہندو سلطنت کے قیام کی بنیاد نہیں؟

مسلمانوں کی سیاسی، اقتصادی اور تعلیمی پستی عرصہ ہوا عیاں ہو چکی۔ انگریز اور ہندو دونوں اس کو بخوبی جانتے ہیں۔ لیکن جسمانی طاقت کے متعلق ہمارے بعض افراد ابھی تک غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا کا خدا رکھنے والا ہے قدرت کے قوانین بالکل اٹل ہیں۔ صحت و جسمانی طاقت بستروں میں محو خواب مسلمانوں کا ازلی حق نہیں۔ بلکہ صبح سویرے اٹھ کر ورزش و سیر کرنے والے ہندو بھی اس کو حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس حد تک حاصل کر سکتے ہیں کہ غفلت شعار مسلمان ان سے لرزنے لگیں۔ مسلمانوں کی اس غلط فہمی کا جس کو وہ بد نصیبی سے خود اعتمادی کا سمجھے ہوئے ہیں بھرم گزشتہ فسادات میں خوب اچھی طرح کھل چکا ہے۔ اور سمجھدار مسلمان بخوبی سمجھ گئے ہیں کہ اگر چند روز اور یہی غفلت رہی تو ہمیں اپنے علم و دولت اور سلطنت کے ساتھ اپنی جسمانی طاقت کا بھی ماتم کرنا پڑے گا۔ آپ اسے مبالغہ نہ سمجھئے ہم اس وقت پوری سنجیدگی سے عرض کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی جسمانی طاقت نہایت سرعت سے کم ہو رہی ہے۔ ان کی آئندہ نسلیں کمزور ہو رہی ہیں۔ اگر یہ سچ ہے کہ اچھی روح اور دماغ کے لئے مضبوط اور تندرست جسم ضروری ہے تو یقیناً ہماری اس جسمانی کمزوری کے پیچھے بہت سے ہولناک اور بھیانک خطرات پوشیدہ ہیں۔ جن کو اس وقت کسی مصلحت یا غفلت کی وجہ سے نظر انداز کر دینا، قوم اور آئندہ نسلوں سے شرمناک غداری ہوگا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس سلسلہ میں چند ضروری باتیں نہایت صفائی سے عرض کر دی جائیں۔

ہندوستانی مسلمان آج کل جن حالات میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ ہمسایہ اقوام کے خیالات اور خواہشات بھی پوشیدہ نہیں ہیں۔ ہم دوسروں کی طرح اپنی قوم کو خواہ مخواہ برادران وطن کے خلاف اکسانے اور اشتعال دلانے کو ایک شیطانی فعل سمجھتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس وقت مسلمانوں کو اپنی مدافعت کی اشد ضرورت ہے۔ اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے تیار رہنا یا تیاری کرنا کوئی قابل اعتراض فعل نہیں بلکہ ہر ایک خوددار اور شریف قوم کا ضروری فرض ہے کہ اس لئے ہم کسی کے خلاف ایک لفظ کہے بغیر ہر ایک خیال اور جماعت کے مسلمانوں سے جسمانی طاقت کی اصلاح اور صبح خیزی پر عامل ہونے کی اپیل کرتے ہیں۔ اس اپیل کے بعد ہم اپنے احمدی نوجوانوں سے خاص طور پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جو بہتر ہے بلا کسی تمہید کے نہایت مختصر الفاظ میں عرض کر دیا جائے تمام مسلمانوں کی نگاہیں جماعت احمدیہ لاہور کی طرف لگی ہوئی ہیں اور جماعت کے بزرگ احمدی نوجوانوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات میں بارہا ورزش اور صبح خیزی کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن جہانتک ہمارا خیال ہے اس کے باوجود احمدی نوجوانوں نے ان کی ہدایات پر عمل نہیں کیا۔

یہ سچ ہے کہ ہم دین اسلام اور مسلمانوں کو غالب دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ جماعت کی ترقی ہماری زندگیوں کی بہترین خواہش ہے۔ ہم دنیا کے دور دراز گوشوں میں بھی خدا اور اس کے رسول کا نام بلند کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے ملک و ملت کی آزادی کے لئے بیقرار ہیں ہم میں ایسے آدمیوں کی بھی کمی نہیں ہے جو ہندو راج کے قیام کے تخیل کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ جذبات نہایت اعلیٰ یہ آرزوئیں اور خواہشیں بہت نیک اور مبارک ہیں لیکن صرف آرزوؤں سے قوموں کی اصلاح اور جماعتوں کی ترقی نہیں ہوا کرتی۔ خواہشیں سعی و عمل کی قایم مقام نہیں بن سکتیں جذبات خواہ کتنے ہی ہیجان آمد اور لطوح خیز ہوں آنے والے خطرات اور حملوں کے لئے سپر کا کام نہیں دے سکتے ان تمام چیزوں کے ساتھ مسلسل عمل اور ان تھک مساعی کی ضرورت ہے۔ احمدی نوجوانو! دیکھو!! انقلاب کے بے مہر فرشتے کا دور دورہ ہے۔ قوموں اور ملتوں کے مستقبل کا فیصلہ ہو رہا ہے۔ اس وقت تمہاری نیند موت اور تباہی کی مترادف ہے۔ میدان عمل تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ اور تم بستروں میں محو خواب ہو۔ زندہ رہنا ہے تو جینے کا ثبوت دو ورنہ اس بے کیف اور خاموش زندگی سے تو موت بدرجہا بہتر ہے۔

ترکوں کا "مذہبی جنون"

کئی سال سے مغربی اخبارات، خبر رساں ایجنسیاں اور سیاح ترکوں کی لامذہبی اور اسلام دشمنی کے افسانے دنیا کو سنا رہے ہیں۔ کبھی کوئی موقر مغربی جریدہ مضمون شائع کرتا کہ ترکوں نے اسلام کو بالکل خیرباد کہہ دیا۔ وہ کھلم کھلا مذہب کی ضرورت اور خدا کے وجود سے انکار کر رہے ہیں۔ کبھی کوئی خبر رساں ایجنسی اپنی زبان برق سے یہ من گھڑت خبر تمام دنیا میں پھیلا دیتی کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے نعوذ باللہ قرآن پاک کو بر سر اجلاس ٹھکرا دیا۔ اور اس کی شان میں نہایت نامبارک کلمات کہے۔ کبھی کبھی سفید رنگ کے سیاح اپنے چشم دید مشاہدات کو اس طرح بیان کرتے کہ ترکی میں مسجدوں میں بینڈ باجا بجتا ہے۔ طریق عبادت بدل دیا ہے۔ مسجدوں میں فرش کے بجائے بنچیں رکھ دی گئی ہیں۔ ترک انہیں پر بیٹھ کر عیسائیوں

ی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ کبھی پادری زویمر کا کوئی شاگرد رشید مسیحی بھیڑوں کو یہ خوشخبری سناتا کہ " خونخوار اور ظالم بھیڑیے یعنی ترک اسلام کو سات سلام کرنے کے بعد مسیحی دین قبول کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ سنکر حیرت ہوگی کہ اب پھر غیر متوقع طور پر ترکوں کے مذہبی جنون کا پروپیگنڈا شروع ہوگیا ہے۔ مسیحی بھیڑوں میں شامل ہونے کے لئے تیار بر تیار ترک دوبارہ کٹر مسلمان قرار دیئے گئے ہیں۔ اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ حکومت ترکیہ نے مسلمان بچوں کو ابتدائی مشنری سکولوں میں داخل ہونے سے حکماً روک دیا ہے۔ تاکہ پادری مسلمان بچوں کو اپنے تبلیغی جال میں نہ پھانس سکیں۔ اس حکم کے اجرا کے ساتھ ہی لامذہب و ملحد ترک مذہبی مجنون بن گئے ہیں۔

یہ ہے مغربی پروپیگنڈے کی ساری حقیقت اور مسیحی ایمانداری کا ایک " روشن پہلو " کیا مغربی پروپیگنڈے کے مقلد آریہ اخبارات بھی اب ترکوں کے الحاد کے بجائے ان کے مذہبی جنون کا فسانہ شروع کر دیں گے۔ یا گزشتہ بہتان طرازیوں کا ہی تکرار کئے جائیں گے ؟

مغربی تہذیب کی " برکت "

گزشتہ ہفتہ یورپ سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں ان میں سے مندرجہ ذیل خبر خاص اہمیت رکھتی ہے :-

" بوڈاپسٹ ۱۷ جون - ہنگری کی تاریخ جرایم کا ہولناک مقدمہ آج ختم ہوگیا۔ کیونکہ آج صبح ان دو عورتوں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا جنھوں نے اپنے شوہروں کو زہر دیکر ہلاک کر دیا تھا ایک مقامی دایہ نے انہیں ترغیب دی تھی۔ کہ اگر وہ اپنے خاوندوں کی زندگی کا خاتمہ کر دینگی تو یہ امران کے لئے نہایت اچھا اور فائدہ مند ہوگا۔ اس کے ایما پر انہوں نے اپنے شوہروں کو زہر دیدیا۔ موضع تس زارک کی عورتوں میں یہ وبا آناً فاناً پھیل گئی۔ اور انہوں نے اتنی تیزی کے ساتھ اپنے خاوندوں اور بیٹوں اور عاشقوں سے اسی ترکیب سے خلاصی حاصل کی کہ حکام کو شک پیدا ہوگیا۔ چنانچہ انہوں نے ۳۱ عورتوں پر مقدمات دائر کر دیئے۔ بعض ملزمات بری کر دی گئیں۔ بعض کو مختلف میعاد کی سزائیں دی گئیں۔ آخری مقدمات میں دو ملزمات تختہ دار پر لٹکا دی گئیں "

مغربی مصنف، ناول نویس، ریفارمر اور پادری مشرقی بادشاہوں اور اسلامی فرمانرواؤں کی حرم سراؤں کے فرضی قصے، ان میں ہونے والی سازشوں، خواجہ سراؤں اور لونڈیوں کے جوڑ توڑ کو اب تک نمک مرچ لگاکر بیان کرتے ہیں ان کے خیال کے مطابق یہ چیزیں مشرقی تہذیب اور اسلامی تمدن و معاشرت کے نتائج ہیں۔ لیکن ہم مغربی تہذیب کے علمبرداروں اور ان کے مقلدین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس " تحریک ہلاکت " کو مغربی تہذیب کے ثمر تلخ کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے ؟ اب تک مغرب عریاں رقص، مخلوط غسل، کثرت مینوشی اور انتہائی فسق و فجور کو لوازمات تہذیب قرار دے چکا ہے۔ اس کی لغات سے اخلاق، شرم و حیا، عصمت و عفت اور پاکبازی کے الفاظ سے یکسر خالی ہوچکی ہے۔ اب اسے اس تحریک ہلاکت کو بھی اپنی تہذیب کی ایک " برکت " کے طور پر تسلیم کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

ستیارتھ پرکاش کا جرمن اور فرانسیسی ترجمہ

ایک آریہ مبلغ سوامی سوتنترانند جی اس کوشش میں ہیں کہ سوامی دیانند کی مشہور دلآزار کتاب ستیارتھ پرکاش کا ترجمہ یورپ کی تمام علمی زبانوں میں شائع کیا جائے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی توجہ اور ہمت سے جرمن زبان کا ترجمہ شائع ہوچکا ہے۔ اب وہ فرانسیسی زبان میں شائع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے لئے روپیہ جمع ہو رہا ہے۔ ہم عنقریب اس کی اشاعت کی خبر سنیں گے۔ آج سے قریباً تین سال قبل رمضان کے مبارک مہینے میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جرمن ترجمہ قرآن کی تحریک فرمائی تھی۔ اور قلت سرمایہ کے باعث آج تک اس کی تکمیل نہ ہوسکی۔ کاش غیروں کی مستعدی ہی ہم غافلوں کے لئے تازیانۂ عبرت ثابت ہو۔

اخبار لائٹ کا رسول نمبر

فیصلہ کیا گیا ہے کہ امسال عید میلاد النبی صلعم کی تقریب سعید پر اخبار " لائٹ " کا ایک " رسول نمبر " کثیر تعداد میں شائع کیا جائے جس میں سیرت نبوی کے متعلق مسلم و غیر مسلم اصحاب کے نہایت قیمتی مضامین درج ہونگے۔ اسکی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں مضامین فراہم کئے جا رہے ہیں تمام احباب کا فرض ہے کہ وہ عید میلاد النبی پر اس نمبر کو کافی تعداد میں خرید کر خود پڑھیں اور اپنے مسلم و غیر مسلم دوستوں میں تقسیم کریں۔ انگریزی داں طبقہ میں تبلیغ اسلام کا یہ ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اکٹھے پرچے مندرجہ ذیل نرخ پر ملیں گے۔ فرمائش بہت جلد منیجر اخبار لائٹ کو بھیجنی چاہیے۔

شرح نرخ

۱۰۰ پرچہ ۔۔۔ ۔۔۔ ۶

۵۰۰ پرچہ ۔۔۔ ۔۔۔ ۲۷

۱۰۰۰ پرچہ ۔۔۔ ۔۔۔ ۵۰

پیغام صلح کا ماہوار ایڈیشن !

حسب دستور ۳۰ جون کا پرچہ ناغہ کیا جائیگا اس کے بعد ۳ جولائی کو ماہوار ایڈیشن شائع کیا جائے گا۔ اس دفعہ ماہوار ایڈیشن نہایت مفید اور دلچسپ ہوگا۔ مضامین فراہم کئے جا رہے ہیں۔ ناظرین کرام ۳۰ جون کے پرچہ کا انتظار نہ فرمائیں۔ اور جن حضرات کو ماہوار ایڈیشن کے زیادہ پرچے مطلوب ہوں وہ فوراً مطلع فرمائیں۔ ورنہ تعمیل ارشاد نہ ہوسکے گی۔ قیمت فی پرچہ ۱ / - ایک روپیہ کے بارہ پرچے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

قیمت فرمائش کے ہمراہ ارسال کریں

خکسار

منیجر پیغام صلح

اطلاع

فضل الباری - یعنی اردو ترجمہ و حواشی صحیح بخاری کے متعلق وعدہ تھا کہ ایک ایک حصہ کر کے شائع ہوا کرے گی اور جس کے تین حصے ۲۹۶ صفحہ تک اکثر احباب خرید چکے ہیں۔ اب اس کا چوتھا اور پانچواں حصہ جو ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے چھپ کر فروخت کے لئے موجود ہے۔ یہ حصے ۲۹۷ صفحہ سے شروع ہوکر ۴۹۶ پر ختم ہوتے ہیں۔ قیمت فی حصہ ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک ہے۔ چند ایک احباب جن کا اسم گرامی مستقل خریداران بخاری شریف میں درج تھا ان کی خدمت میں فرداً فرداً بھی اس کی اطلاع دی جاچکی ہے۔

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

آپکا انگلش ٹیچر موتیوں میں تول کر لینے کے قابل ہے

جناب ماسٹر محمد احسن صاحب بی اے دی انگلش ٹیچر قائم مقام ہیڈ ماسٹر احمدیہ مڈل سکول گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ فرماتے ہیں۔ " جدید انگلش ٹیچر کا بغور مطالعہ کیا۔ اور اسے واقعی اسم بامسمیٰ پایا۔ ہندوستانیوں کو جلد انگریزی سے آشنا کر دینے والی ایسی مفید اور مکمل کتاب آج تک میری نظر سے نہیں گزری قابل اور تجربہ کار مصنف کی محنت قابل مبارکباد اور قابل شکریہ ہے "

جناب ایم عبداللہ صاحب پلانچلی مدراس لکھتے ہیں کہ آپ کی کتاب انگلش ٹیچر کے پڑھنے سے میں سینیر سکول لیونگ کے امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوگیا ہوں۔ واقعی آپکی کتاب موتیوں میں تول کر لینے کے قابل ہے " قیمت ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

اگر ایک لائق استاد کی طرح بہت جلد اور نہایت آسانی سے انگریزی نہ سکھا سکے تو کل قیمت واپس منگوالیں۔ پتہ

قمر برادرز جیکب روڈ ۹ شملہ

تلاش گمشدہ

ہمارے دوست شیخ علم الدین صاحب خیاط احمدی جموں سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا بھتیجا عبدالکریم ڈھائی برس سے مفرور ہے والدین عمر رسیدہ اور غمزدہ ہیں خصوصاً والدہ کی حالت بہت خراب ہے۔ عبدالکریم کا حلیہ یہ ہے :- پستہ قد - رنگ گندمی - آنکھیں موٹی سی - ناک کے ایک طرف پھنسی کا ایک خفیف داغ - عمر ۲۵ - ۲۶ سال ڈاڑھی منڈواتا ہے - ایک بازو پر حرف کندہ ہیں۔ تعلیم مڈل تک ہے۔ محکمہ نہر میں یا کسی ٹھیکیدار کے ہاں عموماً ملازمت کرتا ہے۔ یہ بھی افواہ ہے کہ پہلے کوئٹہ میں تھا۔ اب بلوچستان میں چلا گیا ہے۔ ہر ایک جگہ کے دوست اس کا خیال رکھیں کچھ پتہ چلے تو علم الدین صاحب خیاط محلہ سید مٹھا شاہ جموں کے پتہ پر اطلاع دیں۔

برادرانِ جماعت کے نام خطوط

(پہلا خط)

(از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

برادران مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں آپ کو چند امور کیطرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جن کا تعلق ہمارے قومی نظام سے ہے یہ بہتر ہوتا اگر میں علیحدہ علیحدہ خطوط اپنے سب احباب کو لکھتا مگر اس کے لئے جس قدر وقت اور محنت کی ضرورت ہے وہ مجھے میسر نہیں۔ اس لئے میں سب سے پہلے اپنے احباب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ ان خطوط کو اسی توجہ سے پڑھیں جسطرح ایک دوست اپنے دوست کے پرائیوٹ خط کو پڑھتا ہے۔ اور دوسری درخواست یہ ہے کہ ہر ایک دوست اسے اپنے نام کا خط سمجھ کر اگر اس میں کوئی امر ایسا پائے جو اس کی رائے میں قوم کے لئے مفید نہیں۔ اور جس کی طرف وہ مجھے توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہے تو وہ فوراً مجھے لکھدے میں انشاء اللہ تعالیٰ اس پر پوری توجہ کروں گا۔ اور جو بات اس قابل پاتا ہے کہ اس کے قبول کر لینے میں دین کو یا قوم کو قوت پہنچتی ہے تو اسے فوراً عمل میں لانے کی کوشش کرے کیونکہ ایک اچھی تجویز کو فوراً عملی جامہ پہنانے کی کوشش نہ کی جائے تو بسا اوقات انسان اس نیکی میں شمولیت سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور اس کو عمل میں لانے میں انسان کا اپنا فائدہ ہوتا ہے۔ بہت لوگ ہیں جو نیک تحریکات کی صحیح قدر نہیں کرتے۔ کسی شخص کو راستے میں چلتے ایک پیسہ یا ایک روپیہ مل جائے تو وہ فوراً اسے اٹھالے گا۔ لیکن اس کے سامنے ایک نیک تحریک یا اچھی تجویز آئے تو وہ اسے نہیں لیتا۔ حالانکہ بسا اوقات وہ پیسوں اور روپیوں سے بہت زیادہ مفید ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ جو شخص حکمت کی بات کو لے لے۔ وہ بہت بڑے مال کا مالک ہوجاتا ہے۔ گویا نیک بات ایک خزانہ ہے اور فی الحقیقت بھی دنیا میں جو مال یا خزانہ انسان کو ملتا ہے وہ کسی مفید بات پر ہی عمل کرنے سے ملتا ہے۔ بہت سی ہماری بھلائی کی باتیں ہوتی ہیں جو ہر روز ہمارے سامنے آتی ہیں۔ مگر چونکہ ان کو ہم عمل میں نہیں لاتے اس لئے ان کا ہونا نہ ہونا ہمارے لئے برابر ہوتا ہے۔ وہی بات ہوتی ہے کہ ایک شخص اس کو اپنے عمل میں لے آتا ہے اور اس سے بے حساب خزانوں کا مالک بن جاتا ہے۔ یہ دنیا میں جتنے دولتمند نظر آتے ہیں ان کی دولت کسی تجویز پر عمل کا نتیجہ ہی ہوتی ہے۔ قرآن شریف کی حکمت کی باتیں آج یورپ کے عمل میں ہیں اور وہ خزانوں کا مالک ہے۔ ہم صرف زبان سے پڑھ چھوڑتے ہیں اور فائدہ نہیں اٹھاتے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا۔ اچھی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ جہاں اسے پائے فوراً اٹھالے۔ خود یہ کلام کس قدر پر حکمت ہے۔ اچھی بات مومن کی اپنی چیز ہے۔ جو اس کے ہاتھ سے گویا کہیں گر گئی ہے۔ گری ہوئی چیز کو اٹھا لینے کا خواہشمند تو ہر ایک انسان ہوتا ہے۔ لیکن ایک نیک انسان دوسرے کی گری ہوئی چیز کو اپنی سمجھ کر نہیں اٹھاتا۔ اس لئے فرمایا کہ اچھی بات جس میں تمہارا یا تمہاری قوم کا یا تمہارے دین کا یا نسل انسانی کا فائدہ ہے اپنا کھویا ہوا خزانہ سمجھو اور جب وہ بات سامنے آجائے تو اس شوق سے اسے اٹھاؤ کہ جس شوق سے انسان اپنے گمشدہ مال کو اٹھالیتا ہے۔ میں جو چند باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں تو اسی توقع پر رکھتا ہوں کہ آپ انہیں اپنی گمشدہ چیزیں سمجھ کر اٹھالیں۔ مگر اٹھا لینے کے معنے یہ نہیں کہ آپ انہیں پڑھ کر خوش ہوجائیں۔ یا مجھے جزاک اللہ کہہ دیں۔ بلکہ اٹھا لینے سے مراد یہ ہے کہ انہیں عمل میں لانے کی کوشش کریں۔ اور وہ آپ کے دل اور دماغ کے سامنے رہیں جب تک کہ آپ اپنے عمل میں ان کو نہ لے آئیں۔ جب انسان ایک تجویز کو عمل میں لے آتا ہے تو وہ خود ہی اس کے دل اور دماغ پر مسلط ہوجاتی ہے۔ اور اس کا شوق اس کے اندر اس قدر زبردست پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ اسے کرنے کے بغیر رہ نہیں سکتا۔

سب سے پہلی بات جو مجھے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے بہت سے احباب اب تک اس غفلت یا بیکاری کی حالت سے باہر نہیں نکلے جس میں مسلمان قوم عام طور پر مبتلا ہے حضرت مسیح موعود نے یہ عظیم الشان کام کیا تھا کہ ان چند احباب کے دلوں میں جو ان کے ارد گرد جمع ہوگئے تھے ایک زبردست حرکت پیدا کردی تھی۔ غفلت کو دور کرکے خدمت اسلامی کا بلند احساس پیدا کر دیا تھا۔ تمام چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے بلند کرکے اعدائے اسلام کے مقابل پر خدمت اسلام کے کام میں لگا دیا تھا۔ احمدیت کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا یہی کام تھا کہ اس نے سوتے ہوؤں کو جگا دیا۔ اور بیکاروں کو کام میں لگا دیا۔ اس وقت آپ کے پاس کوئی مبلغ نہ تھا۔ جسے آج یہاں اور کل وہاں بھیجدیتے۔ جس شہر میں کوئی ایک احمدی تھا۔ اس کے اندر اس قدر زبردست قوت عمل نظر آتی تھی کہ وہاں اس نے اپنے نمونہ سے اور ان زبردست دلائل صداقت سے جو اس کے ہاتھ میں تھیں ایک جماعت بنالی ایک ایک آدمی ایک ایک شہر میں اپنی حرکت کی وجہ سے ایک نمایاں شخصیت تھی۔ اور وہ اپنی نیکی کی وجہ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ آج جہاں ہماری خاصی بڑی جماعتیں ہیں وہاں سے بھی یہی آواز آتی ہے کہ کوئی مبلغ ہمارے درمیان آئے تو ہم زندہ رہ سکتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ صرف ایک ہی کہ ان اصحاب میں احمدیت کی اصل روح یعنی کام اور جدوجہد میں لگے رہنا کمزور ہوگئی ہے۔ بعض لوگ تو فی الواقعہ ایسی حالت میں ہیں کہ احمدیت میں داخل ہوئے اور ان کا تعلق مرکز سے کم رہا۔ اور ان میں ایک طرف علم کی کمی ہے تو دوسری طرف احساس کی کمی ہے۔ بعض وہ ہیں جن کے اندر ضروریات جماعت کا احساس تو موجود ہے مگر وہ احساس ابھی پیدا نہیں ہوا جو انسان میں قوت عمل پیدا کرتا ہے۔ اور اس میں وہ دیوانگی پیدا کر دیتا ہے جس کے سامنے ہر ایک عاجل منفعت ہیچ نظر آنے لگتی ہے۔ بعض وہ ہیں جن کے اندر علم بھی موجود ہے احساس بھی موجود ہے مگر ان کی نگاہ میں خدمت اسلام کے کام کی وہ وقعت نہیں جو ہونی چاہیئے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں خدمت دین کا کام ہماری شان کے لایق نہیں۔ بعض خود تبلیغ کو یعنی کلمۂ حق دوسروں کو پہنچانے کو اپنی شان کے لایق نہیں سمجھتے اور حق یہ ہے کہ خدمت دین یا خدمت قوم کا ادنے سے ادنے کام بھی اس قدر عظمت رکھتا ہے کہ بلند سے بلند مرتبہ انسان کے لئے وہ موجب فخر ہونا چاہیئے آخر ہم کس کے نام لیوا ہیں اس رسول ؐ کے جو مزدوروں میں مزدور بن جاتا تھا۔ پھاوڑے اور ٹوکرے سے کام کرسکتا تھا۔ جنگل سے ایندھن اکٹھا کرکے لاسکتا تھا۔ بوڑھی عورتوں کا سودا خرید کر لاسکتا تھا۔

تو سب سے پہلی بات جو میں آپ سے عرض کروں گا وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو علم کے لحاظ سے اس قدر مضبوط اور کام کے لحاظ سے اس قدر صاحب ہمت ثابت کریں کہ آپ مبلغین کے محتاج نہ ہوں بلکہ خود مبلغ ہوں۔ کلمۂ حق دوسروں کو پہنچانا معزز ترین کام ہے۔ جو انسان کے سپرد کیا گیا ہے۔ یہی وہ کام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے ان راستباز بندوں کے سپرد کرتا رہا ہے جن کی عزت آج ساری دنیا کرتی ہے۔ پھر اور کون ہے جو کہہ سکے کہ یہ کام اس کی شان کے لایق نہیں۔ آپ اپنے اندر کمزوری کیوں محسوس کرتے ہیں اس لئے کہ اپنی طاقت کو استعمال نہیں کرتے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو استعمال میں نہیں لاتا وہ اس پہلو میں کمزور رہ جاتا ہے اور اس کے اندر سے اس کام کے کرنے کی ہمت لے لی جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک اٹل قانون ہے۔ آج علم حاصل کرنے کے سب ذرائع گھر گھر تک پہنچ چکے ہیں۔ اخبارات ہیں کتابیں ہیں آپ اپنا وقت بجائے بیکاری میں گزارنے کے۔ بجائے آج کل کے محبوب شغل گپ زنی کے۔ علم کے حاصل کرنے میں لگائیں۔ اپنے اخبارات منگوائیں ان کو پڑھیں۔ اور غور کی نگہ سے پڑھیں۔ سلسلہ کی کتب منگوائیں اور ان کو غور سے پڑھیں بلکہ جس چیز کو پڑھیں اس میں سے ہر ایک اہم بات کو نوٹ کرلیا کریں۔ اس کے دو فائدے ہیں ایک تو اس طرح نوٹ کرلینے کا نقش انسان کے دل و دماغ پر بڑا گہرا ہوتا ہے اور بوقت ضرورت وہ بات بوجہ اپنے گہرے نقش کے خود انسان کے سامنے آجاتی ہے دوسرے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس طرح انسان مضامین کو ایک ترتیب کے ساتھ اپنے پاس جمع رکھ سکتا ہے۔ اور جب ضرورت پڑے ان کا حوالہ نکال سکتا ہے۔ بہت تھوڑا پڑھے ہوئے آدمی اس تجویز سے اپنے علم کو اس قدر پختہ کرسکتے ہیں کہ وقت پر وہ اپنے علم سے اس شخص کی نسبت بہت زیادہ فائدہ حاصل کرلیتے ہیں جو پڑھتا تو بہت کچھ جاتا ہے مگر محفوظ کچھ نہیں رکھتا

اور پھر علم کو اس طرح جمع کر کے اسے استعمال میں بھی لائیں۔ جس طرح وہ لوگ ایک دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں جن کی ساری ہمت اسی بات پر صرف ہو جاتی ہے کہ وہ روپیہ جمع کریں اور بڑے مالدار بن جائیں۔ مگر اس کو خدا کی راہ میں اور مخلوق کی بھلائی پر خرچ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اسی طرح وہ شخص بھی دھوکے میں ہے جو صرف علم کو جمع کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اس سے لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رشک کے قابل دو شخص ہیں ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ مال دے اور اسے اس کے خرچ کرنے کی توفیق بھی دے۔ اور دوسرا وہ جسے وہ علم دے اور اس علم سے مخلوق کو فائدہ پہنچانے کی ہمت بھی دے۔

پس میری اپنے احباب سے یہ عرض ہے کہ وہ علم حاصل کریں اور پھر اسے مخلوق خدا کے نفع کے لئے خرچ کریں۔ ہر احمدی کے دل میں یہ تڑپ ہو کہ میں اپنا علم کس طرح بڑھاؤں۔ اور دوسری تڑپ یہ ہو کہ اس علم کو دوسروں کے فائدے کے لئے کس طرح خرچ کروں۔ میرا مطلب مبلغ بننے سے یا علم کو خرچ کرنے سے صرف یہ نہیں کہ ہمیشہ واعظوں کی طرح کچھ باتیں انسان رٹ چھوڑے اور پھر لوگوں کی واہ واہ سننے کے لئے انہیں اچھے پیرائے میں بیان کر دے۔ بلکہ مبلغ بننے سے مراد یہ ہے کہ ہم قوم اور دین کے نفع کی باتیں خود سیکھیں اور پھر ان باتوں سے دین کی خدمت اور قوم کے فائدے کے کاموں کو انجام دیں۔ انہی میں تبلیغ احمدیت بھی آ جاتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں سب سے اوپر آتی ہے کیونکہ احمدی بنانے سے مطلب یہی ہے کہ ایک شخص کو قوم اور دین کا خادم بنایا جائے۔

اس وقت یہ انتظام کیا گیا ہے کہ چند آدمی جو پہلے بھی بعض مقامات پر تبلیغ کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ چند اور اصحاب کا اضافہ کر کے جنہیں دوسرے کاموں سے فارغ کر دیا گیا ہے۔ مختلف مقامات میں دورہ کریں۔ ان کے خاص خاص حلقے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ وہ پہلے بڑی بڑی جماعتوں سے کام شروع کریں گے۔ اور ایک ایک ماہ مختلف جماعتوں میں سردست ٹھہریں گے۔ احباب کو چاہیئے کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ہر دوست یہ کوشش کرے کہ وہ اس موقعہ سے اپنے علم کو بڑھانے کا فائدہ حاصل کرے۔ ان اصحاب کو جماعتوں میں لگانے کی بڑی غرض یہی ہے کہ جماعت اپنے اصل کام کی طرف متوجہ ہو اور غفلت اور بیکاری کو چھوڑ کر ہر شخص اپنے آپ کو اپنے دین اور اپنی قوم کے لئے مفید بنانے کی کوشش کرے۔ ایک ماہ کا عرصہ بیشک تھوڑا ہے۔ مگر آدمیوں کی قلت کی وجہ سے سردست اسی قدر انتظام ہو سکا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آئندہ اس سلسلہ کو اور مضبوط کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ سردست دس اصحاب اس کام پر نکلینگے۔ مجھے امید ہے کہ احباب جماعت ان کے اس دورہ سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ والسلام

(محمد علی)

نجد کی تاریخ اور ترقیات حالیہ

۲۲ اپریل رائل جاگرفیکل سوسائٹی کے زیر اہتمام ایمبیسیڈر سر ایڈورڈ میکلیگن ہز ایکسیلنسی حافظ وہبہ وزیر حجاز و نجد متعینہ لندن نے حسب ذیل اہم تقریر ارشاد فرمائی۔

ہز ایکسیلنسی نے ان اصحاب کا شکریہ ادا کیا جو نہایت بہادری سے مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے عرب کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ آپ نے بالخصوص مسٹر برٹرم تھامس کے اس کارنامے کا تذکرہ کیا جو مسٹر تھامس نے ربع الخالی کو عبور کر کے سرانجام دیا ہے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ لفظ نجد سے جو مفہوم ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ مملکت نجد کا رقبہ ہے۔ نجد کی موجودہ مملکت جنوب میں نجران، شمال میں وادی سرحان اور قریۃ الملیح مشرق میں خلیج فارس اور مغرب میں حجاز کی سرحد تک پھیل گئی ہے۔ پرانے زمانہ میں عرب لوگ اونچے خطے کو نجد کہتے تھے۔ چنانچہ بہت سے نجد تھے۔ مثلاً نجد حجاز۔ نجد یمن اور نجد عراق۔

نجد کی زمین اور پیداوار بتانے کے لئے مقرر نے نجد کی تاریخ بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ محمد بن عبدالوہاب (۱۷۹۰ء) سے قبل نجد میں قبائلی حکومت تھی۔ ہر ضلع کا ایک حاکم یا شیخ تھا جس کے احکام صرف اس کے مختصر سے علاقہ پر نافذ ہوتے رہتے تھے۔ اتنی بہت سی امارتوں کے وجود کا لازمی نتیجہ بدامنی اور فساد تھا۔ محمد بن عبدالوہاب کے زمانہ میں السعود کی سلطنت میں مذہبی قانون نافذ کیا گیا۔ السعود کی سلطنت تمام امارتوں پر غالب آگئی۔ اور تمام جزیرہ نما میں امن وامان قائم ہو گیا لیکن ترکوں اور مصریوں کے حملوں نے اس کمسن اور نوجوان حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ بدامنی کا دور دورہ ہو گیا۔ یہانتک کہ امام فیصل یعنی موجودہ بادشاہ کے دادا نے ملک کو اس زبوں حالت سے رہائی دلائی۔ فیصل کے انتقال کے بعد کسی وجہ سے امن کی جگہ فسادات نے لے لی۔ اور ترکوں کو حسا اور قطار پر دوبارہ قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اور انہوں نے اپنی پرانی پالیسی یعنے امیروں میں اختلاف پیدا کرنا پر عمل شروع کر دیا۔ اب سے تیس سال پہلے حجاز پر شریف کی حکومت تھی الرشید جزیرہ نما کے بہت بڑے حصہ پر قابض تھے۔ اور باقی حصہ پر الصباح کا قبضہ تھا۔ اب نوجوان عبدالعزیز السعود نمودار ہوا۔ اور اس تیس سال کے عرصہ میں اس نے تمام نجد و حجاز پر اپنی سلطنت کا پرچم لہرا دیا جس کے زمانہ میں ہر شخص خوش و خرم ہے۔ اور امن وامان کا دور دورہ ہے۔

شیخ حافظ وہبہ نے اس کے بعد نجد کے باشندوں کا تذکرہ کیا جن کی تعداد تقریباً ۳۰ لاکھ ہے۔ موصوف نے نجد کی آبادی کو شہریوں تاجروں، کاشتکاروں اور بدوؤں پر تقسیم کیا۔ بدو بہت مشہور ہیں جو مویشی پالتے ہیں۔ شہری بالعموم بدوؤں کے مقابلہ میں زیادہ عقلمند اور وفادار ہیں۔ سلطان ابن سعود کا ارادہ ہے کہ وہ بدوؤں کی موجودہ زندگی کو مفید اور منظم بنا دیں۔ اس سلسلہ میں سلطان نے ان مقامات پر جہاں پانی کے چشمے بہتے ہیں گاؤں آباد کئے اور بدوؤں سے کہا کہ وہ ان دیہات میں سکونت اختیار کریں اور ہر ایک گاؤں میں ایک عالم مقرر کیا تاکہ وہ مذہبی تعلیم دے اور بتائے کہ ان پر خدا، بادشاہ، اور اپنے بھائیوں کے کیا کیا فرائض عائد ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ قبائل متحد ہو گئے ہیں۔ اور ان میں اخوت پیدا ہو گئی ہے۔ حکومت نجد قطعی طور پر مذہبی ہے جس کا سب سے بڑا

۲۴

حاکم بادشاہ ہے جس نے ہر ضلع میں ایک گورنر یا امیر اور ایک جج مقرر کر دیا ہے۔ ہر معاملہ میں بادشاہ کی رائے قطعی ہوتی ہے باستثنائے معمولی فسادات کے جن کو بادشاہ ججوں کے حوالے کر دیتا ہے تاکہ وہ اسلامی شریعت کی رو سے معاملات کا تصفیہ کریں۔ زرعی پیداوار بھیڑوں اور اونٹوں پر وہی محصول عائد ہے جو سابق میں تھا۔

سود در سود کی ستم کاریاں

مسٹر ایل ایم ڈارلنگ سابق رجسٹرار انجمہائے امداد باہمی پنجاب نے زمینداران پنجاب کے درد انگیز افلاس پر جو کتاب لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان پر ۹۰ کروڑ روپے کا مجموعی قرض ہے۔ جو سالانہ لگان سے ۱۹ گنا زیادہ ہے۔ اور یہ کہ ہر سال ۱۳ کروڑ روپیہ سود کے طور پر ساہوکاروں کی نذر ہو جاتا ہے۔ زمیندار کے مقروض ہونے کی وجہ کیا ہے اس کے آپ نے چار اسباب بیان کئے ہیں۔

(۱) زمین کی کمی۔

(۲) اوقات قحط میں چارہ کی کمی۔ امراض مویشی کی ہمہ گیری طوفان وسیلاب۔

(۳) زمینداروں کی فکر فردا سے غفلت اور فصل پکنے پر ناعاقبت اندیشانہ شہنشاہی۔

(۴) شادی۔ موت اور دوسری رسوم پر مسرفانہ اخراجات ان کے علاوہ ان کی مشہور مقدمہ بازیاں اور لگان کی زیادتی بھی ان کے مقروض ہونے کا باعث ہیں۔ لیکن صاحب موصوف نے اس طرف کم توجہ کی ہے۔

اس کے علاوہ سود در سود کے حساب سے ساہوکار سادہ لوح زمینداروں کو اپنی عیاری سے کس طرح دائمی غلام بنا لیتے ہیں۔ اس کی چند مثالوں کا ذکر کرتے ہوئے صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل تین واقعات بھی عوام کی عبرت کے لئے لکھے ہیں:-

(۱) ایک جاٹ مسمی تیلو نے ۲۰ سال میں باقساط مختلف ساہوکار سے (۳۵۰) روپے قرض لئے اور (۴۵۰) روپے ادا کئے۔ جس کے بعد اس کے ذمے (۱۰۰۰) روپے اور ساہوکار کے واجب الوصول تھے۔

(۲) ایک زمیندار نے ایک ساہوکار سے ۱۹۱۰ء میں ۲۵ فیصدی سالانہ سود کے حساب سے ۲۵۰ روپے اور ۱۹۱۲ء میں ۵۰ روپے اور قرض لئے اور دس سال میں اسے ۹۴۰ روپے کی خطیر رقم ادا کرنا پڑی۔

(۳) ۱۸۹۶ء میں گورداسپور کے ایک زمیندار کے ذمہ اس کی موت کے وقت ایک ساہوکار کے چار سو روپے بقایا تھے جو تیرہ سال کے بعد ۲۷۰۰ روپے ہو گئے۔ یہ خطیر رقم اس کے لڑکے نے ایک اور ساہوکار سے قرض لے کر ادا کی۔ چار سال کے بعد نئے ساہوکار کا قرض ۲۷۰۰ سے بڑھ کر ۵۶۰۰ روپے ہو گیا۔ جو ۵۶ ایکڑ اراضی رہن رکھ کر ادا کیا گیا۔

زراعت پیشہ آبادی کی حالت کس قدر اصلاح طلب ہے اس کا معمولی سا اندازہ مذکورہ بالا واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔ (کشمیری)

حضرت مسیح موعودؑ کیا لائے

(ڈاکٹر اللہ بخش صاحب میڈیکل آفیسر گورنمنٹ کالج لاہور)

اس وقت مسلمانوں پر جو ابتلاء آرہا ہے۔ ایسا ابتلاء پہلے کبھی نہیں آیا۔ ایک طرف قومی لیڈر قوم کو اٹھانے میں مصروف ہیں۔ اور دنیا کی نظران کے سوا اور کسی پر نہیں اٹھتی۔ دوسری طرف خود کمزور دل لوگ طرح طرح کے شکوک وشبہات میں غوطہ کھا رہے ہیں۔ ہمارا وطن بہت غریب ہوچکا ہے ہزاروں لوگ فاقوں مر رہے ہیں کہیں قحط اور وبا کا شکار ہیں دنیا کی نظروں میں ہم ایک ذلیل غلام کی حیثیت سے دیکھے جا رہے ہیں ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ ایک قومی لیڈر کے نزدیک اس سوال کا ایک ہی صاف سیدھا جواب ہے جس کو ادنےٰ عقل بھی تسلیم کرے گی قومی خدمت اعلیٰ جدوجہد! یہی اعلیٰ انسانی خدمت ہے۔ اور یہی غلاموں کو آزاد کرانا ہے اب یہ قومی رہنما ایک احمدی سے پوچھتا ہے کہ آپ قوتوں اور طاقتوں کو کس طرف خرچ کر رہے ہیں۔ اور آپ کے مسیح موعود نے اس نصب العین کے لئے کیا کیا؟

ایک سطحی احمدی حیران وششدر ہے کہ ان دلایل کا کیا جواب دے وہ گھبراہٹ میں پڑجاتا ہے اس کا دل ڈوبنے لگتا ہے۔ اور وہ دل ہی دل میں ایک شرمندگی محسوس کرتا ہے اور تو اس سے ایک درجہ اور کمزور ہے۔ جو احمدیت کے نصب العین اور اپنے درمیان شک وشبہات کا ایک اندھیرا بادل حائل کئے ہوئے ہے۔ وہ تو یہاں تک آمادہ ہوجاتا ہے۔ کہ قومی لیڈر کو فرشتہ ہدایت تصور کرے۔ اور اس کی اقتداء میں اپنے جدوجہد کی نمازیں ادا کرے یہ سب کس لئے؟ اور حضرت مسیح زمان کے مشن پر یہ مصیبت کیوں؟

حقیقی نصب العین

اس کی دو وجوہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے جو حقیقی نصب العین ہمارے سامنے رکھا تھا۔ اپنی جہالت کے باعث ہماری تنگ نگاہیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے جو اس قدر بصیرت رکھتے ہیں۔ کہ وہ مطلوب مقام کو شناخت کر سکیں انہوں نے اپنی کم ہمتی کے باعث ان راستوں پر قدم ملانا شروع کیا ہے جو راستے اس ارفع مینار پر نہیں لے جائیں گے۔ آؤ پہلے ہم دل کو وسعت دیتے ہوئے یہ سمجھنے کی کوشش کریں۔ کہ مجدد دوران نے ہمارے سامنے کیا نصب العین رکھا تھا۔ اور پھران وسایل پر غور کریں۔ جو اس کے حصول کے لئے اس خدا کے پہلوان نے ہمارے سامنے واضح کئے

دنیا اس وقت امن کی پیاسی ہے وہ طمانیت جو انسان کے لئے حقیقی راحت کا موجب اور صلح کاری کا منبع ہے وہ کسی جگہ موجود نہیں۔ قوم کا ہر فرد رات دن اس انہماک میں ہے۔ کہ اُسے کیونکر دنیا کے سازوسامان میسر ہوجائیں۔ وہ کسطرح اپنے ہمسایہ سے مال ودولت اور جھوٹی عزت میں بڑھ جائے اس مقصد کے لئے وہ اپنی ہر طاقت خرچ کرتا ہے اس کے حصول کے لئے وہ ہر ذریعہ جائز سمجھتا ہے۔ اسی طرح ہر قوم کی اس وقت یہ خواہش ہے کہ دنیا کی اور تمام اقوام سے طاقت میں تجارت میں سیم وزر کو اکٹھا کرنے میں وہ سبقت لے جائے یہ حرص وطمع کی جو آگ ہر سینہ میں نہایت زور وشور سے جل رہی ہے یہی وہ آگ ہے جس نے دنیا کے امن کو تباہ کر رکھا ہے یہی وہ بے چینی وبے قراری ہے جس کی وجہ سے بھائی بھائی کا دشمن اور ایک قوم دوسری کے خون کی پیاسی ہورہی ہے اس وقت دنیا کی وہ حالت ہے جس کے متعلق حضرت مسیح ناصری نے فرمایا تھا۔ کہ تمہارے لئے ایک تسلی دہندہ آئے گا۔ پس وہ تسلی دہندہ حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہیں۔ اور آپ کے مشن کی تبلیغ کرنے کے لئے اس وقت حضرت مسیح موعود تشریف لائے اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کا مشن

اقوام عالم میں قلبی طمانیت

دنیا میں حقیقی امن کا قیام ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کے اس نصب العین سے اس مقصد کا مقابلہ کرو جو قومی رہنما ہمارے سامنے رکھ رہے ہیں۔ قومی لیڈر اپنی زمینی عقل کے مطابق صرف اپنی اپنی قوم کو بلند کرنا چاہتا ہے اور حضرت صاحب آسمانی علم کی بنا پر کل اقوام عالم کو اٹھانا چاہتے ہیں قومی لیڈر اپنی قوم کی ترقی کا ذریعہ اس مادی ترقی میں دیکھتا ہے جو دوسری اقوام نے حاصل کی اور ادھر روحانیت کا سرتاج تمام نسل انسانی کو مادیت سے ہٹا کر روحانی ارتقاء کی طرف لے جانا چاہتا ہے قومی لیڈر ہر فرد کے اندر وہ آرزو اور حرص پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کا نتیجہ یقیناً وہی جہنم ہے جس میں یورپ کی تہذیب ان اقوام کو دھکیل رہی ہے ادھر حقیقی امن کا شہزادہ اس قلبی سکون کے راستے کیطرف بلاتا ہے جس کے سوا نسل انسانی کی صحیح ترقی اور سچی خوشی ممکن نہیں اب بتلاؤ کہ کونسا نصب العین اعلےٰ ہے اور کونسا مقصد بلند تر؟ قومی خیرخواہی تو ایک مبارک خیال ہے لیکن اس وقت تو یہ سوال درپیش ہے کہ مادیت کے جہنم نے دنیا کے امن کو جو آگ لگا رکھی ہے جس سے ایک فرد دوسرے کا اور ایک قوم اپنے ہمسایہ کے خون کی پیاسی ہورہی ہے اس کا علاج کیا ہے کیا ایک قوم جو مادی ترقی میں دوسروں سے پیچھے ہے۔ اس کا اس راہ میں آگے بڑھنا دنیا میں طمانیت پیدا کردے گا؟ اگر تمام اقوام یورپ کی مادی ترقی اور ان کی اپنی اپنی قومی تعمیر دنیا میں اس امن کو پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوئی بلکہ برخلاف اسکے وہی چیز امن کو برباد کرنے کا باعث ہوئی ہے۔ تو پھر یہی جذبہ قوم پرستی اور وہی مادہ پرستی ہندوستان میں ترقی پاکر کیونکر دنیا میں امن قایم کرنے کا موجب ہوگا؟ ان فی ذلک لعبرۃ لمن کان لہ قلب۔

ذرائع حصول مقصد

اب جبکہ ہمارا نصب العین قیام طمانیت قلوب ہے اور جبکہ ہمارا کاجدوجہد کے لئے تمام روئے زمین بغیر امتیاز احمر واسود کے ہے تو سوال یہ ہوگا کہ اس بات کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود نے کیا ذرائع ہمیں عنایت فرمائے ہیں؟

اگران وسائل کو ایک جملہ میں ادا کرنا ہو۔ تو حضرت مسیح زمان نے اس کو اشاعت اسلام سے تعبیر کیا ہے سوال یہ ہوتا ہے۔ کہ اس جملہ کا کیا مفہوم ہے حضرت مجدد اعظم کی بعثت کے وقت آج سے چالیس برس پیشتر تعلیم اسلام کی کیا حالت تھی اور اس وقت حضرت محمد مصطفےٰ کے متعلق دنیا کے کیا خیالات تھے اب اس کا اندازہ کرنا شاید مشکل ہے۔ کیونکہ اسکے پیرووں کی کوششوں سے اس قدر لٹریچر نکل چکا ہے جس نے دنیا کا وہ پہلا نقطہ نگاہ بدل دیا ہے لیکن موجودہ وقت میں بھی جو تاریکی اسلام اور محمد صلعم کے بارہ میں ہے وہ اس قدر عیاں ومسلم ہے کہ اس کی تشریح میں زیادہ کلام بے ضرورت ہے غرض آج اشاعت اسلام کو نہ صرف تمام مسلمان ایک ضروری امر قرار دے رہے ہیں۔ بلکہ اس راہ کو اختیار کرنے کی کوشش ہو رہی ہیں۔ خود علماء مصر جنہوں نے آج سے چند سال قبل حضرت امیر ایدہ اللہ کا ترجمہ انگریزی اپنے ملک میں داخل ہونے کی ممانعت کردی تھی۔ وہ خود ایک انگریزی ترجمہ کے شائع کرنے میں مجتہد وشریک ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ واضح دلیل حضرت مسیح موعود کی صداقت پر اور کونسی ہوگی۔

غرض نزول مسیح موعود

لیکن صرف یہ سمجھ لینا کافی نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود اشاعت حق کے بھولے ہوئے سبق کو یاد کرانے آئے تھے یا یہ کہ ہم مان لیں کہ اشاعت اسلام بھی من جملہ اور ضروریات اسلام میں سے ہے جس علم غیب کو وہ مسیح زمان لایا وہ اس سے بہت بلند ہے وہ وہ ایمان وایقان کا ایک بلند پہاڑ ہے جس پر آپ ہر ایک احمدی کو کھڑا کرنا چاہتے ہیں ......

اور وہ یہ کہ اس زمانہ میں اسلام کی کامیابی اور اس کی شان وشوکت صرف ایک ہی ذریعہ سے وابستہ ہے احکام دین کی پابندی اور اشاعت علوم دینیہ یہ وہ غیب کی اعظم ندا ہے جو آپ پر نازل کی گئی یہ وہ پیش گوئی ہے جس پر تمام آپ کی صداقت کا دارومدار ہے یہی وہ یقین کا مرتبہ ہے جس کے بغیر احمدیت کے کچھ معنی نہیں اور اسی ایمان سے وہ فوقیت پیدا ہوئی اور ہوگی جو ایک احمدی اور غیر احمدی میں فرق کرکے دکھلاتی ہے۔ آخر سوچو کہ کیا بھید ہے کہ حضرت مسیح موعود کے شاگردوں کو یہ توفیق عطا ہوئی کہ وہ اشاعت حق کے لئے دنیا کے ہر کونہ میں نکل پڑیں۔ آخر کیا وجہ ہے جس نے آپ کے پاس بیٹھنے والوں کو علوم دینی کے ترویج میں مجنون کردیا یہ اشاعت اسلام کی ضرورت یا اس کی اہمیت کے دلائل نہ تھے جس نے یہ معجزہ عالم کو دکھایا۔ یہ اسی ایمان بالغیب کا کرشمہ ہے کہ اشاعت اسلام ہی دنیا کی کامیابی اور اسلام کی عظمت کا موجب ہے جس سے یہ تمام ظاہر ہوا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اے احمدی اور مسیح موعود کے نام لیوا! کیا یہ یقین آج تیرے دل میں اسی طرح موجود ہے۔ کیا تیرا ایمان حضرت مسیح موعود کی لائی ہوئی بات سے متزلزل تو نہیں ہوگیا۔ اس کا جواب تیری زبان سے نہیں بلکہ تیرے عمل سے لیا جائیگا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ۔

محوحیرت

دنیا کا امن اسلام کے پیغام کی قبولیت میں ہی مضمر ہے۔ طمانیت قلوب اسلامی فلسفہ زندگی کو ہی اختیار کرنے سے حاصل ہوگی۔ اب وقت ہے کہ دنیا اس امن کی متلاشی اور سکون کی خواہاں ہے حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ کہ اٹھو اور دنیا کے آگے اس آب حیات کو پیش کردو۔ خدائے عالم الغیب نے فرمادیا ہے کہ اسی ذریعہ سے دنیا ہدایت پائیگی اس ایمان وایقان کو لے کر احمدی اٹھا تھا۔ اس کا نتیجہ بھی دنیا نے دیکھ لیا دنیا حیرت میں پڑگئی اور ایک تہلکہ مچ گیا۔ لیکن جب ایمان بالغیب اور قربانی جان ومال نے یہ مقام دکھلایا۔ تو دنیا کے لئے دوسری حیرت کا تماشہ ہے احمدی اب یا تو حیران وسرگران ہے کہ وہ بھی کیوں دوسروں کیطرح تعمیر قومی کا کام نہ کرے اور یا اس سوچ میں ہے کہ کیا وہ اپنے جان ومال اور اہل وعیال کی قربانی اس عظیم الشان مقصد کے لئے کرے؟ جو یقین کا مرتبہ پہلے احمدی نے دکھلایا۔ اور جو قربانی اس نے کی اس کا نتیجہ مل گیا ہے۔ اب جو بے یقینی اور بزدلی ہم سے ظاہر ہورہی ہے کیا ہم اس کے اثر سے محفوظ رہیں گے؟ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ۔

خبریں

—— ضلع سلیم (مدراس) میں اعلیٰ ذات کے ہندو اچھوتوں کو عجیب تکلیف دیتے ہیں۔ اچھوت نہ سرکاری کنوئیں سے پانی بھر سکتے ہیں نہ سرکاری سڑک پر چل سکتے ہیں۔ نہ انہیں صاف کپڑا پہننے کی اجازت ہے۔ نہ وہ جوتا اور چھتری استعمال کر سکتے ہیں نہ یکے اور بگھی پر سوار ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے کو سڑک پر سے گذرنے کی اجازت بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں اکثر مُردوں کی نعشیں اپنے گھروں کے پاس ہی دفن کرنی پڑتی ہیں۔

—— پریم وتی دختر دیوان بہادر کے۔ بی تھاپر (ساکن لاہور) نے جو کیمبرج کالج میں علم الاقتصاد کی تحصیل کر رہی تھیں۔ امتیاز کے ساتھ امتحان پاس کر لیا ہے اور سیکنڈ کلاس (آنرز) کی سند حاصل کی ہے۔ آج تک کسی پنجابی لڑکی نے کیمبرج یا آکسفورڈ سے ایسا امتحان پاس نہیں کیا۔

—— شملہ ۲۳ر جون۔ یو پو (ساکن تھارا وادی) رکن کونسل۔ صدر برما ہوم رول پارٹی۔ یو سو صدر جنرل کونسل برمی ایسوسی ایشن کو علیحدگی برما کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے وفد کی صورت میں بھیجا جا رہا ہے جو اس امر پر زور دے گا کہ علیحدگی خلاف آبادی کو فیڈرل سٹرکچر کمیٹی اور گول میز کانفرنس میں کافی نیابت دی جائے۔

—— شملہ ۲۲ر جون۔ جمعیۃ الاقوام کے اجلاس ستمبر میں سر بی۔ ایل متر افان بہادر دیوان عبد الحمید۔ سر ڈینس برے اور سر کاؤس جی جہانگیر ہندوستان کے نمائندے ہوں گے۔ اور سر اسٹے ہیڑ اور رڈ اکٹر ایل۔ کے ڈیوڈر بوقت ضرورت قائم مقام مندوبین کا کام دیں گے سر سرا اس وفد کے رہنما منتخب کئے گئے ہیں۔ ان کی غیر حاضری میں سر سی پی راما سوامی آئر گورنر جنرل کی اگزیکٹو کونسل کے قائم مقام رکن مقرر کئے گئے ہیں۔

—— سنڈیکیٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ ایف اے کے امتحان کے لئے جو ۱۳ر جولائی کو شروع ہوگا۔ ڈلہوزی کو بھی مرکز بنایا جائے جو امیدوار مذکورہ بالا سنٹر (مرکز) میں تبادلہ کرانا چاہیں وہ اپنے اپنے کالج کے پرنسپل صاحبان کے توسط سے اپنی درخواستیں معہ اپنی دو مصدقہ فوٹو (تصاویر) کے بھیجیں۔ جو زیادہ سے زیادہ ۳۰ر جون ۱۹۳۱ء تک رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی کے دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔

—— لاہور ۲۲ر جون۔ معلوم ہوا ہے کہ سر محمد شفیع نے ریلوے بورڈ کے نام ایک برقی پیغام ارسال کیا ہے جس میں ۲۶ر مئی کے سرکلر کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ اگرچہ اس میں ایجنٹوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ تخفیف کرتے وقت مسلمانوں کا خاص خیال رکھا جائے لیکن سنا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو ریلوے دفاتر سے نکالا جا رہا ہے۔ میں حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہوں کہ آئندہ کوئی مسلمان تخفیف کے سلسلہ میں ملازمت سے برطرف نہ کیا جائے نیز اس وقت جو مسلمان تخفیف کا شکار ہو چکے ہیں انہیں پھر بحال کیا جائے۔

—— پشاور ۲۲ر جون۔ مرزا عبد الصمد صاحب صدر دفتر پولیس کابل کو رشوت ستانی کے جرم میں ایک ماہ قید کی سزا دی گئی اور ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔

—— شملہ ۲۲ر جون :- جامع مسجد شملہ میں ایک پر رونق جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا حسرت موہانی نے فرمایا کہ ہم کسی ایسے راضی نامہ کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جو دہلی کی قرار دادوں کے خلاف ہو۔ مولانا نے کہا کہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ نے قوم پرست پارٹی سے کوئی ناجائز مطالبہ نہیں کیا۔ کیونکہ دہلی کانفرنس کی قرار دادوں کی موجودگی میں وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے انہوں نے تہیہ کر لیا تھا۔ کہ ہر حالت میں اپنے دعاوی پر قائم رہیں گے۔ وہ جداگانہ انتخاب کے مطالبہ کے لئے پہاڑ کی مانند فریق ثانی کے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے مشروط یا غیر مشروط مخلوط انتخاب ان کے لئے نہ صرف ناقابل قبول ہی تھا۔ بلکہ وہ تو اسکی بحث میں پڑ کر اپنے آپ کو پریشان کرنا بھی نہیں چاہتے۔ جب تک کہ برطانی حکومت جدید دستور اساسی منظور نہ کرے۔ اور ان کے تیرہ نکات اس میں شامل نہ ہو جائیں۔ جو مجلس الاحرار مولانا محمد علی نے قائم کیا تھا۔ وہ خلاف مطالبہ اور ناقابل عملدرآمد ہوگا۔

—— المقطم رقمطراز ہے کہ حکومت مصر نے مسٹر پکتھال کے انگریزی ترجمہ قرآن کا داخلہ مصر میں ممنوع قرار دے دیا ہے۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ترجمہ ناقص ہے۔ اور مترجم نے حقیقت اور مجاز میں امتیاز نہ رکھنے کی وجہ سے متعدد مقامات پر غلطیاں کی ہیں۔ اور محاورات اور استعارات کا لفظی ترجمہ کر دیا ہے۔ شیخ جامعہ ازہر کا خیال ہے کہ گو یہ ترجمہ دوسرے انگریزی تراجم سے بہتر ہے۔ لیکن اس قابل نہیں کہ مصر میں اس کی اشاعت کی اجازت دی جائے۔

—— شملہ ۲۳ر جون۔ وائسرائے نے اگزیکٹو کونسل کا اجلاس منعقد کیا اور ہز ہائی نس نواب صاحب بھوپال کے ساتھ ملاقات کی۔

—— الہ آباد ۲۱ر جون۔ آج صبح بھوپندر ناتھ سانیال اپنے گھر کے نزدیک سیر کو جاتے ہوئے گرفتار کر لئے گئے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی گرفتاری زیر دفعہ ۱۲۴ الف تعزیرات ہند عمل میں آئی ہے۔ الزام کی نوعیت ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ نوجوان بھارت سبھا کے جلسے میں تقریر کرنے کے الزام میں گرفتاری عمل میں آئی۔ مسٹر سانیال کانپور کے مقدمہ سازش قتل میں گرفتار کئے گئے تھے کل ہی ضمانت پر رہا ہو کر الہ آباد پہنچے۔ نیز مقدمہ سازش کاکوری میں پانچ سال قید بھگت کر دوماہ ہوئے رہا ہوئے۔ آپ بھوپندر ناتھ سانیال کے بھائی ہیں۔ جن کے خلاف بھگت سنگھ کی سوانح عمری لکھنے کے الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔

—— گذشتہ دوشنبہ کو حکومت ہند نے یکایک ایک غیر متوقع کلم جاری کر دیا کہ ہندوستان کے محکمہ پرواز پر مزید خرچ نہیں کیا جائیگا صرف سابقہ شعبہ جات ہوابازی کو قائم رکھا جائے گا۔ جن ہوائی جہازوں کے آرڈر دئے جا چکے ہیں وہ خرید لئے جائیں گے۔ لیکن ان کے لئے جو عملہ عارضی طور پر مقرر کیا گیا تھا اسے جواب دے دیا گیا ہے۔

—— لاہور ۲۲ر جون۔ ماسٹر محمد شفیع پروپیگنڈا سکرٹری احرار اسلام کانفرنس رقمطراز ہیں:-

اس حقیقت کے پیش نظر کہ سنٹرل سکھ لیگ۔ پنجاب اور صوبہ سرحد کی ہندو کانفرنس نے دستور اساسی کے متعلق پنجاب کے سکھوں اور ہندوؤں کا نقطہ نگاہ ظاہر کر دیا ہے۔ نیز اقلیتوں کی کانفرنس کا جلسہ بھی عنقریب منعقد ہونے والا ہے۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ صوبہ کی احرار اسلام کانفرنس کا اجلاس بھی جلد سے جلد منعقد کیا جائے۔ تاکہ پنجاب کے قوم پرست رہنماؤں کا زاویہ نگاہ عوام کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ کانفرنس کا اجلاس ۴ و ۵ر جولائی کو لاہور میں منعقد ہوگا۔

—— رنگون ۲۳ر جون۔ ۹ ماہ رواں کی رات کو مسلح ڈاکوؤں نے لبین میں ایک نمبردار کے مکان پر حملہ کیا۔ نمبردار اپنے اہل و عیال سمیت جان بچا کر بھاگ گیا۔ ڈاکوؤں نے دو ہزار کا سامان لوٹ کر مکان کو آگ لگا دی۔ اسی رات ایک اور جگہ چار مکانوں پر حملہ کیا گیا۔

—— کلکتہ ۲۴ر جون۔ کل برمی ہندوستانیوں کا ایک وفد مسٹر ایس این حاجی کے زیر قیادت یہاں پہنچا۔ جو وائسرائے سے ملاقات کرنے کے لئے شملہ جا رہا ہے۔ یہ ملاقات برما میں ہندوستانیوں کی پوزیشن کے سلسلہ میں ہوگی۔

—— پشاور ۲۲ر جون۔ بحیرۂ سقہ کے کرنیل صاحب کا بھائی عبد الاحد ساکن چار دیہی (کابل) کو ٹریبونل (عدالت خاص) نے ناجائز اور خلاف قانون سرگرمیوں کے لئے ۹ سال قید کی سزا دی ہے۔

—— پٹنہ ۲۲ر جون۔ بہار کونسل کا آئندہ اجلاس ۱۹ر اگست کو شروع ہوگا۔

—— آسٹریا نے اپنی مالی حالت سدھارنے کے لئے فرانس سے قرضہ طلب کیا۔ لیکن فرانس نے جو شرائط پیش کیں انہیں آسٹریا منظور کرنے کو تیار نہ تھا۔ ادھر بنک آف انگلینڈ نے بغیر کسی قسم کی سیاسی شرط کے ۴۰ ہزار پونڈ قرضہ دے دیا۔ اس سے یورپ میں سیاسی حالات میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہونیکا احتمال ہے۔

—— لاہور ۲۴ر جون۔ مغلپورہ کالج کمیٹی کے مخبر خصوصی نے ½۹ بجے کیمپس میں اطلاع دی کہ مغلپورہ کالج تحقیقاتی کمیٹی کے ممبر شملہ جا رہے ہیں۔ اس اطلاع کے ساتھ ہی پچاس کے قریب رضاکار میاں فیروز الدین احمد (محمد علی رضینٹ) کی رہنمائی میں بے تحاشا دوڑے۔ اور چند ہی منٹ کے اندر پلیٹ فارم پران کی گاڑی کے سامنے ڈٹ گئے۔ اور "مغلپورہ کالج انکوائری کمیٹی گو بیک۔ اور "ڈیکرسٹ گو" کے فلک شگاف نعرے لگانے لگے۔ تمام اسٹیشن ان نعروں سے گونج اٹھا۔ جب تک گاڑی روانہ نہیں ہوئی یہی حالت رہی۔ اسٹیشن کے تمام مسافر اور تماشائی رضاکاروں کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ حسن اتفاق سے ٹرین لیٹ ہو گئی۔ ریل کے مسافر۔ تماشائی۔ پولیس کے سپاہی اور یورپین عہدیداروں نے نہایت دلچسپی سے اس مظاہرہ کا تماشہ دیکھا۔

—— اوٹکمنڈ ۲۳ر جون۔ تخفیف کمیٹی نے آج محکمۂ جیل کے مصارف پر غور و خوض کیا۔ اور اس تجویز کی حمایت کا فیصلہ کیا کہ معمولی قیدیوں کو جیل سے فی الفور رہا کر دیا جائے۔ اور سال کے اختتام سے پیشتر جیل کو بند کر دیا جائے۔ کمیٹی نے لیبر کمشنر کا عہدہ اڑا دینے کی مناسبت اور امکان پر ابتدائی فیصلہ نہیں کیا۔ بحث کل دوبارہ شروع کی جائے گی۔

—— شملہ ۲۴ر جون۔ رائل لیبر کمیشن کی رپورٹ ۳ر جولائی کی صبح کو شائع ہو جائے گی۔

—— امرتسر ۲۳ر جون۔ اکالی دل نے کل کے جلسہ میں اتفاق رائے سے یہ قرارداد منظور کی کہ گول میز کانفرنس میں سکھوں کی موجودہ نیابت ناکافی ہے۔ اس لئے اکالی دل اعلان کرتا ہے کہ جب تک کانفرنس میں سکھوں کے دو مزید نمائندے داخل نہیں کئے جائیں گے۔ اس وقت تک کوئی دستور اساسی سکھوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگا۔ اسی سلسلہ میں استدعا کی گئی ہے کہ ماسٹر تارا سنگھ کو بھی گول میز کانفرنس کا نمائندہ مقرر کیا جائے۔

—— ایبٹ آباد ۲۳ر جون۔ صوبہ سرحد کی تقسیم مضامین کمیٹی کی رپورٹ پر آج دستخط ہو گئے۔

—— اسال اسلامیہ کالج پشاور سے بی۔ ایس۔ سی کے امتحان کے لئے ۹ طلبا بھیجے گئے تھے ان میں سے پانچ کامیاب ہو گئے۔ اور ایک کمپارٹمنٹ میں۔ کامیاب طلبہ میں سے ایک تو یونیورسٹی میں تیسرے نمبر رہا ہے۔ ایسے ہی ایف ایس سی (میڈیکل اور نان میڈیکل) کے امتحان کیلئے ۵۶ طلبا بھیجے گئے (ان میں ایک کے سوا سب کامیاب ہو گئے)۔

طوفان اور چٹان

انسان کو فطرت کا ایک زرین سبق

از محمد الحاق [illegible] هوشیارپوری

دریاؤں اور سمندروں میں جب طوفان آتے ہیں تو بہت [illegible] پھیلاتے ہیں۔ بڑی بڑی کشتیاں [illegible] جہاز غرق ہو جاتے ہیں [illegible] ساحلی علاقوں [illegible] پھیلا دیتے ہیں۔ بستیاں اجڑ جاتی ہیں [illegible] جاتے ہیں۔ انسان [illegible] تک زمین دریا برد ہو جاتی ہے [illegible] ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ لیکن [illegible] چٹانوں کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ لہریں اپنی پوری طاقت سے آ آ کر ان سے ٹکراتی ہیں۔ کبھی کبھی ان کو [illegible] سے اوجھل بھی کر دیتی ہیں۔ [illegible] طوفان فرو ہو جاتا ہے۔ تو چٹانیں [illegible] ہو جاتی ہیں اور اپنی خاموش زبان سے دنیا کو بتاتی ہیں کہ ہم نے طوفان کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔

قدرت کا یہ خاموش [illegible] انسانوں کے لئے بھی اپنے اندر ایک بڑا سبق رکھتا ہے۔ [illegible] دریاؤں اور سمندروں کی طرح انسانی [illegible] رہنے والوں کے خیالات و اعتقادات میں بھی طوفان آیا کرتے ہیں۔ وہ بھی [illegible] طوفانوں کی طرح تباہی و بربادی کا [illegible] ہیں۔ کبھی ایک زبردست فاتح اٹھتا ہے اور اپنی ملک گیری اور جوع الارض کی ہوس میں دنیا کے مختلف ممالک و اقوام میں ایک [illegible] برپا کر دیتا ہے۔ اس کی بے شمار فوجیں [illegible] کی طرح پھیل جاتی ہیں۔ چاروں طرف لاشوں کے ڈھیر، شہروں اور بستیوں کے کھنڈر دکھائی دینے لگتے ہیں۔ [illegible] زخمیوں کی چیخوں، بیواؤں اور یتیموں کے شور و فغاں سے گونج ہو جاتی ہے۔ شکست خوردہ قومیں اپنے ختم شدہ اقبال کی ماتم گساری میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان کے دلپاش نالے فاتحین کے پرغرور بلند نعروں میں دب جاتے ہیں۔ کبھی عقائد باطلہ ایک خوفناک طوفان کی طرح فرزندان آدم میں رائج ہو جاتے ہیں۔ انسان راستی و سلامتی کے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔ باطل کی تاریکیاں کچھ عرصہ کے لئے نور ہدایت پر غالب آ جاتی ہیں۔ کبھی عیش و عشرت کا زور ہوتا ہے۔ انسان نفس پرستی کے سیلاب میں بہہ جاتا ہے۔ پاکبازی پر نفسانی خواہشات غالب آ جاتی ہیں۔ اسی طرح کبھی مختلف سیاسی تحریکات جاری ہو کر لوگوں کے خیالات اطمینان قلب امن و امان میں رخنے پیدا کر دیتی ہیں۔ ان تحریکات کے بعض فوائد سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ ان کی ہنگامہ پسندی میں غرق ہو کر اصل مقصد کو بھول جاتے ہیں۔ جوش [illegible] مصلحت پسندی اور ضبط پر غالب آ جاتا ہے۔ اور [illegible] طوفانوں سے بہت زیادہ نقصان ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے آدمی ان کی رو میں بہہ جاتے ہیں۔ [illegible] یہی صورت ہوتی ہے۔ کہ انسان چٹان کی طرح اپنے اندر مضبوطی پیدا کرے۔ چھوٹی چھوٹی چٹانیں شاندار پر رونق ساحلوں کو چکنا چور [illegible] بڑے بڑے میدانوں اور بستیوں کے مقابلہ میں بالکل حقیر معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن باوجود اس کے طوفان ان پر غالب نہیں آ سکتا۔

دنیا کی تاریخ آپ کے سامنے ہے آپ دیکھ سکتے ہیں انسانی طوفانوں کا کامیاب مقابلہ صرف وہی اشخاص اور قومیں کر سکی ہیں جنہوں نے اس کی عظمت، وسعت اور طاقت کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے اندر چٹان ایسی مضبوطی اور ثبات پیدا کیا ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے انسان حضرت نبی کریمؐ کی مبارک زندگی پر ایک نظر کیجئے۔ آپ کی بعثت کے وقت دنیا جہالت و گمراہی میں غرق تھی۔ چاروں طرف ظلم و معصیت کا زور تھا آپ نے بالکل بے سروسامانی کی حالت میں اپنا عظیم الشان مشن شروع کیا اور بڑی بڑی مخالفتوں اور مصیبتوں کے طوفان میں ایک چٹان کی طرح اپنے مقام پر قائم رہے۔ طوفان پر طوفان بپا ہوئے کبھی کفار نے ظلم و ستم اور قتل و جدل کے ذریعہ سالہا سال پر عرصہ حیات تنگ کیا۔ کبھی یہودیوں کی مخالفتوں اور عہد شکنیوں اور منافقین کی سازشوں کی وجہ سے مشکلات کا سامنا ہوا۔ تو کبھی قیصر کی جرار فوجوں نے [illegible] پر یورشیں کیں مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ یہ سب طوفان فرو ہو گئے۔ اور جیت مکہ کے ایک یتیم اور بے سروسامان لڑکے ہی کی ہوئی۔ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد عرب میں فتنہ ارتداد بپا ہوا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس طوفان کی مطلق پروا نہ کی۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ محض اس زبردست انسان کی استقامت اور عزم کے طفیل یہ فتنہ غیر متوقع طور پر تھوڑے ہی عرصہ میں ختم ہو گیا۔ تاتاری فاتحین کا سیلاب کس قدر بے پناہ تھا۔ سلطنت عباسیہ ایسی عظیم الشان اسلامی سلطنت چشم زدن میں اس کی نذر ہو گئی۔ دنیا کی آدھی اسلامی آبادی ان انسان نما درندوں نے موت کے گھاٹ اتار دی آگ اور خون کے اس خطرناک طوفان میں ایک بہادر جلال الدین خوارزم شاہ اپنے مٹھی بھر جاں نثاروں کے ساتھ ایک چٹان کی طرح ڈٹ گیا۔ تاتاری طوفان پھیلا اور بڑھا۔ بہت سے اسلامی ممالک اس میں غرق ہو گئے۔ حتیٰ کہ جلال الدین بھی شہید ہو گیا۔ لیکن اس کا مقدس خون اسلام اور مسلمانوں کی حیات تازہ کا باعث بن گیا۔

یہ پرانی باتیں ہیں ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک مجدد آیا اس وقت دنیائے اسلام مخالفین کے پے در پے حملوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ مسلمان غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ علمائے ملت، رہبری کی بجائے رہزنی کر رہے تھے۔ اس نے تجدید کا صور پھونکا مخالفت کا ایک زبردست طوفان اٹھا۔ عیسائیوں اور آریوں کے علاوہ مسلمان بھی جانی دشمن ہو گئے۔ عوام نے بائیکاٹ کیا علما نے کفر کے فتوے [illegible] دیئے۔ اس آواز حق کو دبانے کے لیے سب نے مل کر ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن یہ مامور۔ ایک چٹان کی طرح مضبوطی سے اپنی جگہ جما رہا۔ نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ طوفان کی فلک بوس لہریں خود بخود فنا ہو گئیں۔ اور مرزا کی چٹان آج بھی مسلمانوں کو روشنی کے مینار کا کام دے رہی ہے۔

گزری ہوئی باتیں آپ نے سن لیں۔ موجودہ حالات پر غور کیجئے آج بھی بہت سے خطرناک طوفان بپا ہیں۔ اور دنیائے اسلام ان میں روز بروز غرق ہو رہی ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن کا خوفناک دیو اسلامی تہذیب و تمدن اور مسلم ممالک کو نگلے جا رہا ہے۔ عیسائیت کا طاغوتی جال عالم اسلام کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ لامذہبی کی زبردست رو نوجوانوں کو دین کی طرف سے بے پروا بنا رہی ہے۔ مسلمان خدا کو بھول رہے ہیں۔ قرآن و حدیث کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔ وطن پرستی کا گمراہ کن عقیدہ وحدت اسلامی کا خوفناک دشمن ثابت ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے اندرونی اختلافات فرقہ بندیاں۔ علما سوکی زر پرستیاں اس پر مستزاد ہیں۔ یہ عام حالت ہے۔ خاص ہندوستان پر نظر کیجئے۔ یہاں ان تمام آفات کے علاوہ اشدھی سنگھٹن کے بکھیڑے ہیں۔ برادران وطن کی سیاسی چالیں ہیں۔ موجودہ سیاسی تحریکات کے ہنگامے ہیں۔ جن میں مسلمان ایک بے بس اور ناچیز تنکے کی طرح بہے جا رہے ہیں وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ کم از کم ہندوستانی مسلمانوں پر اس سے زیادہ کٹھن گھڑی کبھی نہیں آئی۔

لاہور کی احمدی جماعت بھی ہندوستانی مسلمانوں کا ایک قلیل حصہ ہے۔ اس کے سامنے بھی یہ سوال اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود ہے کہ ان حالات میں کیا کیا جائے۔ بہت سی مذہبی معاشرتی اور سیاسی گتھیاں ایسی ہیں جو روز بروز سلجھنے کے بجائے زیادہ الجھ رہی ہیں۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ جماعت کے بہت سے دماغ اس وجہ سے پریشان ہو رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض کمزور دل بھائی اس طوفان کی لہروں کو دیکھ کر سہم رہے ہوں یہ سب کچھ درست لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ طوفان سے بچنے کی تدبیر چٹان ایسی مضبوطی پیدا کر لینا ہی ہے۔ ہماری جماعت بے شک چھوٹی اور طوفان زبردست و عالمگیر۔ مگر طوفان فرو ہو جایا کرتے ہیں۔ چٹانیں بدستور موجود رہا کرتی ہیں۔

ہماری جماعت ایک مجدد کی قائم کردہ ہے۔ اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چل رہی ہے۔ اس کے سامنے ایک مفید ترین مقصد ہے۔ اس مقصد کی تکمیل ہماری کامیابی اور سعادت ہے۔ اگر راستہ صحیح ہے تو پھر ہم کیوں نہ ادھر ادھر بھٹکے بغیر اس پر گامزن رہیں۔ کیونکہ منزل مقصود پر پہنچنے کی صرف یہی ایک تدبیر ہے۔ بہت سے نظارے ہیں جو ہماری نظروں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ بہت سے ہنگامے اور شور ہیں جو ہماری توجہ اور کانوں کو ان کے اصل کام سے ہٹا لینا چاہتے ہیں۔ بہت سے خطرے ہیں جو ہمیں ڈراتے اور سہماتے ہیں۔ مگر یاد رہے سلامتی اور کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اپنے منزل مقصود کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے راستہ پر گامزن رہیں

میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا کہہ چکا۔ پڑھنے والوں کو سمجھنے اور غور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ طوفان اور چٹان کی مثال ہمارے لیے قدرت کا ایک زبردست سبق ہے۔ جسے فراموش کرنا بڑی غلطی ہوگی۔

ناظرین کرام

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ تاکہ تعمیل میں تاخیر نہ ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۱۶ صفر المظفر سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء عیسوی | نمبر ۲۱

حضرت مسیح موعودؑ کے سوانح حیات

بزرگان جماعت کا ایک اہم فرض

(از محمد انعام الحق)

پیش نظر اشاعت میں کسی دوسری جگہ جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی ایک ضروری تحریر "خدام حضرت مسیح موعود سے ایک استدعا" کے عنوان سے شایع ہو رہی ہے جو بزرگان جماعت کے پرغور مطالعہ اور اولین توجہ کی مستحق ہے۔ ڈاکٹر صاحب چاہتے ہیں۔ کہ جو بزرگ حضرت مسیح موعود کے حالات سے ذاتی طور پر واقف ہیں وہ اپنی معلومات لکھ کر بھیجدیں۔ تاکہ حضرت صاحب کے واقعات زندگی منضبط تحریر میں آجائیں۔ جو آپ کی ایک مستند اور مفصل سوانح عمری کی بنیاد ہو سکیں گے۔ گزشتہ سال خاکسار راقم الحروف نے بھی یہ تحریک کی تھی جو نذر تغافل ہو گئی۔ خدا کرے اب ایسا نہ ہو۔

فلسفہ اجتماع کا یہ ایک ضروری اور ناقابل فراموش اصول ہے کہ کسی جماعت کے استحکام اور بقا کے لئے اس کے بانی کی شخصیت کو زندہ رکھنا ازبس ضروری ہے۔ ہماری جماعت بھی اس اصول سے آزاد نہیں ہو سکتی۔ آج اس بات کی اہمیت کو شاید تسلیم نہ کیا جائے لیکن آئندہ نسل مجبوراً تسلیم کرے گی۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ بزرگان سلسلہ نے بہت کچھ حضرت مسیح موعود کے قدموں میں بیٹھ کر حاصل کیا ہے اگر ان کے پاس صرف حضرت صاحب کی تحریریں ہی پہنچتیں اور آپ کی صحبت میسر نہ آتی تو خدمت اسلام کا اس قدر ولولہ ان کے اندر پیدا نہ ہوتا حضرت صاحب کی بیش بہا تحریروں کے علاوہ آپ کے اخلاق فاضلہ زہد و اتقا، حلم و صبر، سادگی، استقلال و قناعت بھی لوگوں کی ہدایت کا زبردست باعث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن احمدیوں کو آپ کی صحبت میسر آئی ہے ان میں ایک زبردست اور فوری انقلاب آگیا۔ ان کے دلوں میں خدمت اسلام کی جو تڑپ ہے وہ عموماً دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔

ہماری جماعت نے بہترین اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ دنیائے اسلام کی کوئی انجمن اس بارہ میں اس کی ہمسری کا دعوےٰ نہیں کر سکتی۔ لیکن اس نے بانی سلسلہ کے سوانح حیات کی ترتیب و اشاعت کی طرف اب تک توجہ نہیں دی۔ یہ ایک زبردست کمی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ نسلیں حضرت مسیح موعود کے حالات زندگی سے بالکل ناواقف ہونگی۔ جس کا اثر سلسلہ کے استحکام پر لازمی طور پر ہوگا۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی یہ تجویز نہایت مفید آسان اور قابل عمل ہے۔ کہ جن بزرگوں کو حضرت صاحب کے متعلق جو جو کچھ معلوم ہو وہ تحریر کرکے بھیجدیں۔ یہ تحریریں کسی ذمہ دار بزرگ کی نظر ثانی کے بعد پیغام صلح میں شائع ہوتی رہیں گی۔ اس طرح سوانح عمری کے لئے کافی مسالہ فراہم ہو جائے گا۔ اس کے بعد ترتیب کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگی۔ لیکن ضرورت ہے کہ اس بارہ میں خاص احتیاط اور تحقیق سے کام لیا جائے۔ سنی سنائی باتوں کو ہرگز قابل اعتنا نہ سمجھا جائے۔ تمام تحریریں دفتر پیغام صلح میں آنی چاہئیں۔

ریاست بڑودہ کا قانون طلاق اور "پرکاش"

مشہور ہندو ریاست بڑودہ نے ہندو خواتین کے مصائب کو مدنظر رکھتے ہوئے قانون طلاق نافذ کر دیا ہے۔ اس قانون کی مدد سے ہندو خواتین اپنے ظالم، بدسلوک، دائم المرض شوہروں سے طلاق حاصل کر سکتی ہیں۔ اس پر آریہ اخبارات بہت ناراض ہو رہے ہیں مشہور آریہ اخبار "پرکاش" لکھتا ہے کہ "ریاست بڑودہ نے ہندوؤں کے لئے طلاق کا قانون پاس کرکے ہندو قوم کی کوئی سیوا نہیں کی۔ بلکہ اس کی بھاری ہانی (توہین) کی ہے۔ ویدک ہواہ کی خوبی اٹوٹ سمبندھ تھا۔ جسے ریاست کے قانون نے کچے دھاگے کی حیثیت دیدی ہے"

ہمارے معاصر کو معلوم ہونا چاہئیے کہ اگر "ہندو قوم" میں ہندو عورتیں بھی شامل ہیں تو ریاست بڑودہ نے اس قانون کے نفاذ سے ہندو قوم کی بھاری خدمت کی ہے۔ اگر وہ پرانی ہندو روایات کے مطابق عورتوں کو قوم میں شمار نہیں کرتا تو دوسری بات ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ہندو قوم کی کوئی ہانی نہیں البتہ ویدک دھرم کی ہانی (توہین) شاید ہو۔ کیونکہ وہ طلاق کے احکام سے یکسر خالی ہے۔ اور اس کی تعلیمات کا منشا یہی ہے کہ عورتیں ہر حالت میں اپنے ظالم۔ دائم المرض اور عیاش خاوندوں کے ساتھ وابستہ رہیں۔ خواہ ان بیچاریوں کو حالات سے مجبور ہو کر کچھ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

ہم بڑودہ کے روشن خیال حکمران کو اس قانون کے نفاذ پر مبارکباد دیتے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں سبقت کرکے اصلاح پسند ہندوؤں کے لئے ایک مثال قایم کر دی ہے جس کی تقلید کے لئے ہندو دنیا جلد ہی مجبور ہوگی۔

اللہ کی شان ہے کہ کل تک ہندو عیسائیوں کی طرح اسلام کے قانون طلاق پر شدید اعتراض کرتے تھے۔ آج ایک ہندو تہذیب کی حامل ریاست اس قانون کے نفاذ پر مجبور ہوئی ہے وہ دن بہت قریب ہے جبکہ "پرکاش" ایسے اخبارات کی زبانیں بھی بند ہو جائیں گی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطوط

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے اصحاب سلسلہ کے نام پیغام صلح میں ضروری خطوط کا سلسلہ شروع کیا ہے ایک خط ۲۷ جون کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ دوسرا پیش نظر اشاعت میں موجود ہے۔ اس وقت مسلمان ایک نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ وہ چاروں طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ حالات نے بہت سے اہم فرائض کو جماعت احمدیہ کے کندھوں پر لا ڈالا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر ایک احمدی بیدار ہو اور اپنی پوری ہمت و طاقت سے مخالف طاقتوں کا مقابلہ ... اور مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اس کے لئے سب سے پہلے اپنے قومی نظام کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ حضرت امیر نے پہلے خط کے ابتدا میں تحریر فرمایا ہے "یہ بہتر ہوتا کہ اگر میں علیحدہ علیحدہ خطوط اپنے سب احباب کو لکھتا مگر اس کے لئے جس قدر وقت اور محنت کی ضرورت ہے وہ مجھے میسر نہیں۔ اس لئے میں سب سے پہلے اپنے احباب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ ان خطوط کو اسی توجہ سے پڑھیں جس طرح ایک دوست اپنے دوست کے پرائیویٹ خط کو پڑھتا ہے" احباب کے لئے ضروری ہے کہ وہ خطوط کا مطالعہ کرتے وقت ان الفاظ کو خاص طور پر مدنظر رکھیں۔

پرافٹ برتھ ڈے نمبر!

امسال عید میلاد النبی ۲۸ جولائی کو ہوگی جیسا کہ گزشتہ اشاعت میں عرض کیا جا چکا ہے۔ اس تقریب پر اخبار لائٹ کا ایک خاص نمبر "پرافٹ برتھ ڈے نمبر" کے نام سے شایع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جس کی اشاعت کم ازکم دس ہزار اور ضخامت بارہ صفحات ہوگی۔ یہ نمبر سیرت نبویؐ کے متعلق ممتاز ترین مسلم وغیر مسلم اہل قلم حضرات کے بہترین مضامین کا مجموعہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں اخبار لائٹ کے فاضل مدیر جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کا اسم گرامی ہی کافی ضمانت ہے۔ عید میلاد النبی منانے کا احسن طریق یہی ہے کہ اس بزرگ انسانیت کے سب سے بڑے محسن رحمۃ للعالمینؐ کے حالات زندگی تمام مسلموں اور غیر مسلموں تک پہنچائے جائیں۔

ہم احباب سلسلہ، قارئین "پیغام صلح" اور تمام انگریزی دان مسلمانوں سے درخواست کریں گے کہ وہ اس نمبر کو کثیر تعداد میں خرید کر اس کی مفت اشاعت کریں۔ جو اصحاب خود انگریزی نہیں جانتے ان کا بھی فرض ہونا چاہیئے کہ وہ یہ نمبر اپنے انگریزی دان رشتہ داروں اور دوستوں تک پہنچائیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے کہ اس نمبر کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو۔ صدر رتمند اصحاب

بہت جلد اپنی فرمائشیں منیجر اخبار لائٹ لاہور کو بھیج دیں اس سلسلہ میں مزید خط و کتابت بھی انہی سے کی جائے۔

شرح نرخ حسب ذیل ہے:-

	روپیہ	آنہ	پائی
فی کاپی	۰	۱	۰
۱۰۰ پرچہ	۶	۰	۰
۵۰۰ "	۲۷	۰	۰
۱۰۰۰ "	۵۰	۰	۰

مغلپورہ کالج کا معاملہ اور حکومت

مغلپورہ کالج کے مسلم طلبہ کی ہڑتال کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ پنجاب کے مسلمانوں کے علاوہ بمبئی اور مدراس وغیرہ ایسے دور دراز شہروں میں بھی فرزندان توحید نے پرنسپل وٹیکر کی نامناسب حرکت کے خلاف آواز بلند کی۔ اور اس کو کالج سے فوراً نکال دینے کا مطالبہ کیا۔ لیکن حکومت ایک غیر تسلی بخش تحقیقاتی کمیٹی کا اعلان کرنے کے بعد خاموش ہے۔ اس کی خاموشی سے حالات روز بروز زیادہ خراب ہو رہے ہیں مسلمانوں کا غم و غصہ ترقی کر رہا ہے۔ حکومت کو یقین کر لینا چاہیئے کہ مسلمانوں کے عالمگیر متفقہ مطالبہ کے سامنے اس کی موجودہ خاموشی اور بے نیازی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی۔ بہتر یہی ہے کہ وہ جلد سے جلد اس کا خاتمہ کر دے۔ پرنسپل وٹیکر نے نہایت توہین آمیز طریق پر اسلام اور مسلمانوں کو چیلنج دیا۔ غیور مسلم طلباء احتجاج کے طور پر اپنے مستقبل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کالج سے باہر نکل آئے مسلمان قوم خواہ کتنی ہی گئی گزری کیوں نہ ہو لیکن وہ ہر جائز و مناسب طریق پر پرنسپل مذکور کو سزا دلوانے اور غیور مسلم طلباء کے مستقبل کو خطرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گی۔ پرنسپل نے نہایت شدید جرم کیا ہے۔ وہ مجرم ہے۔ اس وقت حکومت سزا دینے کے بجائے اس کو سزا سے بچانے کے لئے روک بن کر کھڑی ہوئی ہے۔ یقیناً وہ وقت بہت ہی ناخوشگوار ہوگا جب مسلمانوں کو مجبوراً اس روک سے ٹکرانا پڑے گا۔ ہم ان لوگوں میں سے ہیں جن کی یہ خواہش ہے کہ ایسی صورت ہرگز پیش نہ آئے۔ لیکن یہ سب کو معلوم ہے کہ مجبوریاں اور حالات خواہشوں کی کچھ زیادہ پرواہ نہیں کیا کرتے۔

ہندوؤں کا طرز عمل

حکومت کی خاموشی سے بھی زیادہ رنج ہمیں برادران وطن کے طرز عمل پر ہے۔ پرنسپل وٹیکر نے یقیناً اسلام اور مسلمان قوم کی توہین کی مسلم طلباء نے اس کے جواب میں علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ ان کے اس فعل کو کسی ملک کا قانون اور دنیا کا کوئی بھی ضابطہ اخلاق ناجائز قرار نہیں دے سکتا۔ گزشتہ تحریک میں ہندو طلباء بالکل معمولی معمولی باتوں پر ہڑتالیں کرتے رہے ہیں۔ مسلمان طلبہ اور قوم نے اول تو ان کا ساتھ دیا۔ یا کم از کم کبھی مخالفت نہیں کی لیکن ہندو طلباء، ہندو قوم اور ہندو اخبارات کا طرز عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہم اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ مغلپورہ اور دیگر کالجوں کے اکثر ہندو طلبہ نے بعض سرکردہ ہندوؤں کی تحریک پر مسلم طلباء کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ ہندوؤں کے با اثر اور ذمہ دار حضرات نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کی کوئی امداد نہیں کی۔ وہ بظاہر خاموش معلوم ہوتے ہیں لیکن ہم یقینی [illegible] سے بعض اندرونی طور پر وٹیکر کی حمایت اور مسلمانوں کی مخالفت میں مصروف ہیں۔ ہندو اخبارات کا طرز عمل اظہر من الشمس ہے۔ انہوں نے ہر طریق پر مسلمانوں کی مخالفت کی اگر ان کی اس مخالفت کو رویے کا اختلاف کہا جائے تو ان بہتان طرازیوں اور غلط بیانیوں کی کیا تاویل کی جائے گی جو وہ تقریباً ہر روز کرتے رہتے ہیں۔ جلسوں میں پچاس پچاس ہزار کا مجمع ہوتا ہے۔ لیکن ان کے نامہ نگاروں کو ہزار یا پانچسو ہی نظر آتے ہیں۔ شاندار جلوس اور زبردست پکٹنگ ان کے نزدیک چند آوارہ لوگوں کی حرکات سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ دوسری طرف وٹیکر کو ایک دیوتا ایک فرشتہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ ہندوؤں کے ایک مخصوص طبقہ کا وہ رفتہ رفتہ ہیرو بن رہا ہے۔ برادران وطن کے اس طرز عمل کا نتیجہ آپس میں بے اعتمادی ہوگا۔ جو ہندوستان کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ ہم کوئی دھمکی نہیں دیتے صرف ایک حقیقت کا اظہار مقصود ہے۔ کہ کل کو ہندو قوم کو بھی اس قسم کی مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔ اس وقت ہندوؤں کو اپنے طرز عمل پر یقیناً افسوس کرنا پڑے گا۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— دیگر بزرگان سلسلہ بھی بخیریت ہیں۔

— چوہدری عبدالمجید صاحب امین و منتظم مہمانخانہ بحیثیت سپرنٹنڈنٹ کورٹ موکھل تشریف لے جانے والے ہیں۔ چوہدری فضل حق صاحب منیجر بکڈپو اب انکی جگہ مہمان خانہ کے منتظم ہوں گے

— جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے صاحبزادے مسٹر عزیز احمد صاحب امسال بی اے کے امتحان میں کامیاب ہوئے الحمدللہ مبارکباد۔

— مرزا حکیم خدابخش صاحب مصنف عسل مصفیٰ اطلاع دیتے ہیں امسال ان کے ایک صاحبزادے مرزا حبیب الرحمٰن صاحب سابق ہیڈ ماسٹر جی ایچ مسلم ہائی سکول بدوملہی نے ایم اے کا اور دوسرے صاحبزادے مرزا حمید الرحمٰن صاحب نے بی اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے دوسرے دو صاحبزادوں میں سے مرزا خلیل الرحمٰن صاحب بی اے کی اور مرزا عزیز الرحمٰن صاحب ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔ مرزا خلیل الرحمٰن صاحب امسال ماہ اگست میں امتحان نائب تحصیلداری میں شریک ہوں گے۔ ہم مرزا صاحب ممدوح کی خدمت میں ان کے صاحبزادگان کی کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ خدا انہیں مزید دینی و دنیوی ترقیاں عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

— ڈاکٹر اے خان سکندر آباد ضلع بلند شہر یو۔ پی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کا صاحبزادہ علیل ہے احباب دعا فرمائیں کہ صحت کریں۔

— ہمارے نوجوان مبلغ مولوی نیاز احمد صاحب، نظامی کی کوشش سے ضلع ڈیرہ غازی خاں میں ۱۳ نفوس نے اسلام قبول کیا۔

خان بہادر مرزا سلطان احمد کا انتقال

پیش نظر پرچہ مرتب ہو چکنے کے بعد یہ افسوسناک خبر ملی کہ ۲ جولائی کو حضرت مسیح موعود کے بڑے صاحبزادے جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کا قادیان میں انتقال ہو گیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کئی سال سے بعارضہ فالج بیمار تھے۔ اس طویل علالت کو انہوں نے نہایت صبر و سکون سے برداشت کیا۔ آپ نہایت خلیق، ملنسار اور زندہ دل ہونے کے علاوہ ایک فاضل ادیب اور قابل فلسفی تھے۔ اردو ادبیات میں آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا بے شمار فاضلانہ مضامین کے علاوہ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ یہ غلط ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو تسلیم نہیں کیا۔ ویسے تو آپ نے حضرت صاحب کی زندگی میں اور ان کے بعد کبھی ان دعاوی کا انکار نہیں کیا۔ لیکن دو تین سال کا عرصہ ہوا کہ ان کو باقاعدہ تسلیم کر کے قبول احمدیت کا اعلان کر دیا تھا۔ آپ کے انتقال سے جماعت احمدیہ اور مسلمان قوم کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ہمیں مرحوم کے صاحبزادگان اور دیگر متعلقین سے اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام احباب جنازہ غائبانہ پڑھیں۔

اراضی اوکاڑہ کے عیسائیوں کی نگرانی خارج ہو گئی

حسب ذیل اوکاڑہ کے عیسائیوں نے ۱۴۵ کے مقدمہ میں جو ان کے برخلاف ہوا تھا مسٹر کھوسلا سشن جج منٹگمری مقیم لاہور کے سامنے نگرانی داخل کی اور بڑے دام صرف کر کے ایک ہندو وکیل پیش کیا۔ ملک محمد امین صاحب ایم اے ایڈووکیٹ ہائیکورٹ انجمن کی طرف سے پیش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عیسائیوں کی نگرانی خارج ہو گئی۔

نوٹ۔ فصل ربیع انجمن نے کاٹی ہے اور کسی شخص کو کسی قسم کا فساد کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسطرح سے فصل خریف بڑی خوبی کے ساتھ کاشت کر دی گئی ہے۔

برادران جماعت کے نام خطوط

دوسرا خط (۲)

(از حضرت امیر ایدہ اللہ)

برادران مکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اپنے پہلے خط میں میں نے آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہر ایک احمدی کو بجائے خود ایک مبلغ بننا چاہیئے۔ اب میں ایک اصول کے طور پر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انسان کسی کام کے کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا جب تک کہ اس کام کی محبت اور شوق دل میں نہ ہو۔ اور جس کام کی دل میں محبت ہو اس میں اگر ہزاروں مشکلات بھی سامنے آجائیں۔ تو وہ ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔ بڑے سے بڑا کام اگر اس کی محبت دل میں ہو تو نہایت سہل ہو جاتا ہے اور چھوٹے سے چھوٹا کام اگر اسے چٹی یا بوجھ سمجھ کر کیا جائے تو ایک پہاڑ بن جاتا ہے یہ حالت ہمیں اپنے روزمرہ کے کاموں میں بھی نظر آتی ہے۔ اس اصول کی طرف قرآن کریم نے ہی توجہ دلائی ہے۔ والنازعات غرقا والناشطات نشطا والسابحات سبحا فالسابقات سبقا فالمدبرات امرا

وہ نفوس جو شوق کے ساتھ کام میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور جو دلوں میں نشاط پاتے ہوئے خوشی سے کام کرتے چلے جاتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے نکل جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سبقت کرتے ہوئے دوسروں سے آگے بڑھ جاتے ہیں اور معاملات میں خوب تدبیر کرتے ہیں۔ یہاں سب سے پہلا مرتبہ نازعات کا ہے۔ نزع کے اصل معنے جذب یعنی کھینچنا ہیں اور جب کسی چیز کی طرف انسان کا اشتیاق اور محبت اسے کھینچتا ہوا لیجائے گویا وہ بے اختیار اس کی طرف جا رہا ہے تو کہتے ہیں نزع الیہ اور اس کے ساتھ غرقا کا لفظ بڑھایا ہے۔ کہ وہ اس طرح کام کی طرف کھنچتے ہوئے اس کام میں کمال محویت حاصل کر لیتے ہیں گویا اس میں غرق ہی ہو جاتے ہیں۔ یعنی اس کام میں انہیں اس قدر انہماک ہوتا ہے کہ اس کو کرتے وقت دوسری طرف توجہ نہیں ہوتی۔ جب کام کے لئے اشتیاق اور محویت کی یہ حالت ہو تو اس کام کے کرنے سے تکان پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ نشاط پیدا ہوتی ہے۔ انسان محنت بھی کرتا ہے اور اس کا دل خوش بھی ہوتا ہے۔ محنت اس کے لئے کلفت نہیں ہوتی۔ بلکہ محنت کر کے اس کے دل میں راحت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے دوسرا مرتبہ ناشطات نشطا کا ہے۔ نشاط کے معنے راحت کے ہیں یعنی جو انسان کمال اشتیاق سے ایک کام میں محو ہو جائے اسے اس کام کے لئے محنت کرنے میں راحت ملتی ہے اور طبیعت تکلیف اٹھا کر بھی خوش ہوتی ہے۔ تیسرا مرتبہ سابحات کا ہے اور سبح پانی یا ہوا میں تیرنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے ہے کل فی فلک یسبحون تمام اجرام اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں۔ اور یہاں ان کام کرنے والوں کو جو شوق سے کام کرتے اور کام کرنے میں راحت پاتے ہیں۔ تیرنے والوں سے مشابہت اسی لئے دی کہ سیال اجسام میں چلنے سے رکاوٹ کم ہوتی ہے جس قدر زیادہ رقیق جسم ہوگا اسی قدر اس میں چلنے سے رکاوٹ کم ہوگی۔ تو مطلب یہ ہے کہ کام کے کرنے میں جو رکاوٹیں ہوتی ہیں جو انسان کی ہمت کو بعض وقت کمزور کر دیتی ہیں وہ رکاوٹیں اشتیاق اور محویت سے کام کرنے والوں کو روک کے طور پر دکھائی نہیں دیتیں بلکہ وہ ان میں سے ایسی صفائی سے گزر جاتے ہیں جیسے ایک انسان پانی یا ہوا میں سے گزر جائے۔

اس کے بعد چوتھے مرتبہ کو فا سے شروع کیا ہے فالسابقات سبقا یعنے اس طرح کام کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان دوسروں پر سبقت لیجاتا ہے۔ فالمدبرات امرا۔ اور اس امر کے متعلق اچھی سے اچھی تدابیر اس کے ذہن میں آتی رہتی ہیں۔ جو شخص جو کام کو محبت اور شوق سے نہیں کرتا بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اندھیرے میں ٹانک ٹوئیاں مارتا رہتا ہے شوق سے کام کرنے والے کے دل میں اس کام کے ساتھ لگاؤ کی وجہ سے خود مختلف قسم کی تدبیریں آتی رہتی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

دنیا میں ہر انسان اپنی بہتری کے کام تو کیا ہی کرتا ہے۔ مگر انبیا اور مصلحین کا گروہ ہے جن کے سپرد دوسروں کی اصلاح اور دوسروں کی بہتری کا کام کیا جاتا ہے۔ اپنی بہتری کے کام کے ساتھ انسان کے دل میں محبت کا پیدا ہو جانا ایک فطری امر ہے گو دنیا میں بہت لوگ ہیں کہ ان کو یہ بھی میسر نہیں اور وہ اپنی بہتری کے کاموں کو بھی ادھورے دل سے کرتے ہیں۔ اور شوق اور محبت سے نہیں کرتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں ناکامی اور تلخی اور مصائب کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔ مگر دوسروں کی بہتری ان لوگوں کی بہتری جن سے انسان کا کچھ تعلق یا رشتہ بھی نہیں اس کے لئے دل میں محبت اور اشتیاق کا پیدا ہونا بہت ہی مشکل کام ہے۔ اور اگر دوسروں کی محبت دل میں نہ ہو تو ان کی بہتری یا ان کی اصلاح کا زبردست جذبہ پیدا ہو سکتا ہی نہیں مگر اس گروہ انبیا و مصلحین کے دلوں کے اندر دوسرے انسانوں کی اصلاح کا جذبہ اس قدر زبردست ہوتا ہے کہ وہ اس کی خاطر ہر دکھ اٹھانے کو تیار ہوتے ہیں۔ اور انہی لوگوں کے ہاتھوں سے دکھ اٹھانے کو تیار ہوتے ہیں جن کی اصلاح اور بہتری ان کے مدنظر ہو۔ مال تو کوئی چیز نہیں اپنی جان تک دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ وہ کونسی چیز تھی جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو شب و روز بیتاب کئے ہوئے تھی۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے انسان تھے جنھوں نے قسم قسم کی ناپاکیوں سے اپنے آپ کو ذلیل کر رکھا تھا۔ ان کا غم آپ کے دل کو کھا رہا تھا۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ لوگ اچھی راہ اختیار کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق کی پروا کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا برتاؤ کریں۔ اور اپنے خالق حقیقی سے تعلق پیدا کریں۔ مگر اس خیرخواہی کے لئے آپ کو اس قدر تکلیفیں دی جاتی تھیں کہ جن کے تصور سے بھی انسان کانپ اٹھتا ہے۔ باایں آپ کا قدم ایک لمحہ کے لئے بھی پیچھے نہیں ہٹتا۔ دکھ اٹھاتے ہیں مصائب کا نشانہ بنتے ہیں۔ طرح طرح کی باتیں سنتے ہیں۔ بظاہر بات کو کوئی قبول نہیں کرتا۔ لیکن آپ کا قدم آگے ہی آگے اٹھتا ہے۔ جس طرح انسان کے سامنے کوئی نہایت ہی دل خوش کن منظر ہو تو وہ اس کی طرف بھاگتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کے لئے خدا کی راہ میں دکھ اٹھانے کا منظر تھا۔ اس کی وجہ دوسرے انسانوں کی خیرخواہی ہمدردی اور محبت کا وہ بلند جذبہ تھا جس سے دنیا کے کسی عشق کو کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ عاشق جو تکلیف اٹھاتا ہے کتنی ہی بڑی تکلیف ہو اور کتنی بھی خوشدلی سے اٹھائے وہ اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اٹھاتا ہے۔ لیکن انسانوں کی اصلاح کا عشق جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں موجزن تھا وہ تمام خواہشات اور اغراض نفسانی سے آسمان کی طرح بلند ہونے کے باوجود اس سے بھی بڑھ کر خوش دلی سے ہر قسم کی تکالیف کا مقابلہ کرتا تھا۔

یہی کام کے عشق کا نظارہ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت امام زمان کی زندگی میں دیکھا ہے آپ اسلام کو دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس پر جو حملے ہوں ان کے لئے سینہ سپر ہوتے ہیں اپنی جان اور مال کو اس راہ میں لگا دیتے ہیں۔ مگر آپ کی سب سے بڑھ کر مخالفت کرنے والے سب سے بڑھ کر دکھ دینے والے خود مسلمان ہو جاتے ہیں۔ لیکن کام کا عشق اس قدر ہے کہ باوجود اپنی قوم کی مخالفت کے قدم پیچھے نہیں ہٹتا۔ علماء کی طرف سے مخالفت کا وہ طوفان اٹھتا ہے کہ جو اولیاء اللہ میں سے بھی ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ مگر اس مخالفت کے اندر ان تکالیف کے اندر بھی ایک لذت محسوس کرتے ہیں۔ اور کام کا عشق کشاں کشاں آگے ہی لئے جاتا ہے۔ خدا کے دین کی محبت کا زبردست شعلہ آپ کے قلب سے اٹھتا ہے اور کئی دلوں میں اپنی چنگاریاں ڈال دیتا ہے۔ جب تک ہم میں سے ہر ایک دل اس چنگاری کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتا۔ اس نے مجدد وقت کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ چاہے اس کو کوئی اچھا منائے یا برا منائے۔ احمدی وہ نہیں جو یہ کہدے کہ حضرت عیسے وفات پاگئے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس صدی کے مجدد اور آنے والے مسیح اور مہدی کی پیشگوئیوں کے مصداق ہیں۔ احمدی وہ ہے جس نے اس محبت اور عشق سے حصہ لیا۔ جو آپ کے قلب میں اسلام کے لئے موجزن تھا۔ رسمی احمدی ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حقیقی احمدیت یہی ہے۔ جس شخص کے دل میں حفاظت واشاعت اسلام کے کام سے عشق پیدا ہوگیا

ہے۔ وہ مبلغ بھی بن جائیگا اور کامیاب مبلغ بن جائے گا۔ مبلغ بننے کے لئے علم دوسری ضرورت ہے۔ پہلی ضرورت وہ جذبۂ محبت ہے جس کے بغیر کسی کام میں زندگی پیدا نہیں ہوتی۔ جب زندگی پیدا ہو جائے گی۔ تو علم کے حاصل کرنے کے ذرائع خود پیدا ہو جائیں گے۔

مبلغ بننا تو ایک طرف رہا جو کام بھی انسان اختیار کرے اگر محبت کے جذبہ سے اختیار کرے تو اس میں اس کا اپنا فائدہ ہے۔ انسانیت کا مرتبہ کرایہ سے بلند ہے۔ میں فلاں کام کیوں کروں؟ اس لیئے کہ اس میں اس قدر پیسے ملیں گے یہ بڑی پست غرض ہے۔ انسان کو انسان بننا چاہیئے کرایہ کا ٹٹو نہ بننا چاہیئے۔ جو کام کوئی شخص اختیار کرتا ہے اس لئے اختیار کرے کہ وہ اس طرح انسانوں کو کس قدر فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ حکیم یا ڈاکٹر بننا چاہتا ہے تو غرض یہ ہونی چاہیئے کہ وہ دوسروں کی خیرخواہی کرے۔ بیماری اور تکلیف میں دوسروں کے کام آئے جس کی ڈاکٹر بننے میں یہ غرض ہوگی اس کو خدا پیٹ بھرنے کے لئے بھی دیدیگا۔ کوئی کام کرے محنت کرے خدا اس کا نتیجہ ضرور دیتا ہے ان سعیہ سوف یری۔ لیکن اگر غرض یہ ہو کہ اس ذریعے سے خوب پیسے کماؤں۔ تو بسا اوقات ڈاکٹر انسانی دکھ کو کم کرنے کے بجائے اس کو بڑھانے کا موجب ہوتے ہیں۔ فیس کا لالچ اس قدر ان کو گرا دیتا ہے کہ بیمار کو عمداً لٹکاتے ہیں تاکہ اس سے خوب پیسے وصول کریں۔ ایک شخص معلم بنتا ہے تو غرض یہ ہو کہ وہ نسل انسانی کو علم کے مال سے متمتع کرے۔ اور بچوں کے اخلاق کو سنوارے۔ پیسے خود مل جائیں گے۔ آج مدرسوں میں اساتذہ کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ آسودہ حال بچوں کو عمداً بھی کمزور رکھتے ہیں تاکہ گھر پر جاکر پڑھانے کی ڈیوٹی مل جائے۔ اور کچھ پیسے وصول ہو جائیں۔ ہندو پرایمان تو بڑی چیز ہے انسان بھی دوسرے کو اپنا کام نیک نیتی اور اخلاص سے کرتا دیکھتا ہے تو اس کا معاوضہ دینے کی خواہش اپنے دل میں پاتا ہے۔ کوئی شخص کسی سرکاری یا نیم سرکاری عہدہ کو چاہتا ہے۔ تو غرض یہ ہونی چاہیئے کہ اس کے وجود سے مخلوق خدا کو آرام پہنچے۔ اور ان کے حقوق دلانے میں وہ معاون ہو۔ آج تو یہ حالت ہے کہ جو شخص اس کرسی پر بن جاتے وہ اپنے آپ کو دوسرے انسانوں سے ہاں اپنے ہی بھائی بندوں سے ہیروں اور خلیفوں کی طرح الگ قسم کی مخلوق سمجھنے لگتا ہے۔ لیکن اس سے نیچے جو لوگ ہیں وہ بھی بجائے کسی کو فائدہ پہنچانے کے اپنی حکومت نقصان پہنچایا کرتے ہیں۔ اور دجالیت کے اثر سے پیسے کی ہوس تو اس قدر بڑھی ہے کہ ھل من مزید کا نعرہ ہے۔ بلاشبہ اس آگ کا مقابلہ مشکل ہے۔ کیونکہ یہ آگ انسانوں کے سامنے جنت کی شکل میں پیش ہوتی ہے۔ یہ دجال کی جنت ہے اور اس کے دوزخ ہونے پر یہی کافی شہادت ہے کہ اس کی بھڑک بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اگر آج کوئی جماعت یہ نمونہ پیش کرے کہ وہ بلند جذبات کے ساتھ ہر قسم کا کام کرے تو یقیناً نہ صرف اپنی عزت کو بڑھا لے گی بلکہ بہتوں کو اچھے رستہ پر ڈال دیگی۔

میں اپنے احباب کو پھر کہتا ہوں کہ وہ مبلغ بننے کی کوشش کریں۔ لیکن تبلیغ کی بنیاد انسانی ہمدردی اور خیر خواہی پر ہو اور کوئی ادنیٰ غرض سامنے نہ ہو کہ میں مبلغ بن کر روٹی کماؤں یا فلاں فائدہ اٹھاؤں۔ یہ بڑا بلند کام ہے۔ انبیاء اور مرسلین کا کام ہے۔ اس کو تمام قسم کے نفسانی اغراض سے تمام خواہشات سے تمام رجحانات سے۔ تمام بڑا بننے کے خیالات سے پاک رکھنا چاہیے۔ اگر آپ اور باتوں سے اوپر نہیں اٹھ سکتے تو تبلیغ کے نیک اور پاک کام کو اپنے نفسانی خیالات سے ملوث نہ کریں۔ یہ بات میں ان احباب سے بھی کہنا چاہتا ہوں جنھوں نے یا تبلیغ کو کام کے طور پر اختیار کیا ہے اور یا ہمارے دوا تریں کچھ اور کام کرتے ہیں۔ یہ کام بڑا نیک ہے جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ مگر یہ بلند کام بھی ہے۔ اگر وہ اس غرض کے لیئے ہمارے ساتھ ہوئے ہیں کہ اس نیک کام میں معاون ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور اگر ان کی غرض دفتر میں کچھ گھنٹے کام کرکے یا تبلیغ کا کوئی فرض ادا کرکے تنخواہ اور ترقیاں لینا ہو تو یہ امر نہ صرف ان کی ٹھوکر کا موجب ہوگا بلکہ اور بھی بہت سے لوگوں کے لیئے ٹھوکر کا موجب ہوگا۔ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ اس رستے میں جو آپ نے اختیار کیا ہے بہت سے خاردار جنگل ہیں۔ جن کے پاؤں نازک ہیں وہ بہتر ہے کہ پہلے ہی الگ رہیں۔ آج بھی تبلیغ کے کام میں ویسی ہی مشکلات ہیں۔ جو لوگ گریڈوں اور ترقیوں کی خاطر آتے ہیں وہ نہ آئیں اور جو لوگ اپنے دلوں میں تبلیغ کا جوش پاکر اس کام کی طرف اس لئے آتے ہیں کہ ان کے کا شوق اور ان کی محبت ان کو ادھر کشاں کشاں لارہی ہے۔ اور وہ ہر قسم کی تکلیف اٹھانے اور مصیبت جھیلنے کے لیئے تیار رہیں۔ وہ بے شک اس کام کو اختیار کریں۔ ان کے لئے یہ کام مبارک ہے۔ اور ان کی دینی اور دنیوی فلاح کا موجب ہوگا۔　　والسلام

(محمد علی)

خدامِ حضرت مسیح موعود سے ایک استدعا

(جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

چودھویں صدی اپنے مفاسد و فتن کی وجہ سے ضرب المثل ہے اسی کی مناسبت سے زمانہ حاضرہ میں عظیم الشان مصلح آسمانی علوم کو لیئے ہوئے آیا۔ آپ لوگ بہت ہی مبارک ہیں کہ آپ نے مجدد زمان کا وقت پایا آپ کو شناخت کیا۔ اور آپ کے انوار مبارکہ و برکات قدسیہ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کی سعادت ہے کہ آپ کو اس نورانی شخصیت کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے اس پاک وجود کے اخلاق فاضلہ کو بچشم خود ملاحظہ کیا آپ نے علوم لدنیہ و اخبار غیبیہ اس کے مقدس لبوں سے نکلتے ہوئے سنا مختلف انواع کی حالتیں جو انسانی قلب پر وارد ہوتی ہیں۔ اور ایسے وقتوں میں صبر و استقامت کا جو نمونہ بندگان خدا دکھاتے ہیں اس کا زندہ ثبوت آپ نے دیکھا یہی وجہ ہے کہ اس مادیت اور دہریت کے زمانہ میں آپ کو اسلام پر ثابت قدمی نصیب ہوئی۔ یہ اسی بات کا نتیجہ ہے کہ آپ کے قلوب میں حب رسول صلعم اور خدمت اسلام کا ولولہ موجزن ہو گیا۔ یہ اسی کی بدولت ہے کہ آپ نے اس زمانہ میں بے مثال قربانیاں اشاعت حق کی خاطر کر دکھلائیں۔ یہی چیز ہے جس نے آپ تمام کو ایک ایسی روحانی اخوت کے سلسلہ میں منسلک کر دیا۔ جسکے سامنے خونی رشتے ہیچ دکھلائی دیئے۔ یہی محور نورانی ہے جسکے گرد گھومنے کے باعث آپ اپنے تمام اختلافات اور کمزوریوں کو بھول گئے۔ غرضیکہ حضرت مسیح زمان کی ذات نے آپ کے ایمان کو قائم کیا۔ اور آپ کے عمل کو استوارا۔ الٰہی قانون کے مطابق وہ مقدس ہستی اس فانی مقام سے اڑ گئی۔ لیکن آپ کی روح زندہ ہے جس طرح باقی عباد الرحمٰن زندہ رہتے ہیں آپ کی تحریروں میں وہی قوت و طاقت ہے جو مردہ روحوں کو زندگی دیتی ہے۔ آپ کی زندگی کے واقعات وہی جوش و ولولہ پیدا کرتے ہیں جس سے اشاعت حق کا جنون پیدا ہو۔ آپ کے اخلاق عالیہ کا بیان اسی جذبہ ایثار کو جوش میں لاتا ہے۔ جس سے نفس پرستی کی جڑیں کٹ جائیں۔ اور جو طبع ہوا و ہوس کی جگہ خدا پرستی کا شوق غالب کر دیں۔ ہم میں اشاعت، اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سستی کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ ہم عہد دین کو دنیا پر مقدم کر لینے کے بارے میں غفلت دکھلا رہے ہیں۔ آپ کی آئندہ نسلوں کو دین الٰہی سے وہ رغبت و محبت نہیں جس کے لیئے آپ نے اپنا تمام کچھ دیدیا۔ آپ کے نوجوان بچوں کی رگوں میں وہ خون نہیں دوڑتا جوان کو اس کے لیئے دیوانہ کر دے۔ بلکہ وہ مذہب اور اس کے احکام سے ایسے دور رہنا چاہتے ہیں۔ جیسے اجنبی لوگ۔ ایسے وقت میں آپ کا کیا فرض ہے؟

اے بزرگان دین! آپ کی خدمت عالی میں یہ عرض ہے کہ آپ کے سامنے جو واقعات اس مجدد اعظم کی زندگی کے ظہور میں آئے۔ آپ حضرات میں سے جس جس نے جو اخلاق فاضلہ کا ظہور حضرت مسیح زمان سے مشاہدہ کیا وہ ضبط تحریر میں لے آیئے تاکہ ان کو وقتاً فوقتاً اخبار کے کالموں میں شائع کیا جائے یا پھر ان کو مرتب کرکے کتاب کی صورت دی جائے۔ بہت ممکن ہے کہ اس نورانی ہستی کے واقعات زندگی کو دہرانا آپ کی اولادوں میں شوق دین الٰہی پیدا کر دے۔ اس مبارک ذات کا دن رات کا انہماک دین اور عشق قرآن و رسول آپ کا دین اسلام کو غالب کرنے کا ولولہ و جنون شامل ایسے ایسے تذکرے ہماری کمزوریوں اور دنیا پرستیوں کو دور کرنے کا موجب ہو جائیں۔ لیکن سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اس مامور الٰہی کے واقعات زندگی محفوظ ہو جائیں گے۔ اور اگر اب ہم اور ہماری نسل نہیں تو آنے والی دنیا اس تذکرے سے فائدہ اٹھا سکے۔ اگر آپ لوگوں نے جنھوں نے اپنی آنکھوں سے مجدد زمان کو دیکھا ہے۔ اس کی طرف توجہ نہ کی تو پھر یہ کام کبھی نہ ہو سکے گا۔ اس علمی دور میں اور پھر اس مامور کے خدام کہلا کر جس کا کام ہی علوم دینی کے خزانے لٹانا تھا۔ اگر ہم سے اتنی علمی خدمت بھی نہ ہو سکے کہ ہم اپنے محسن حقیقی کے واقعات زندگی اور اخلاق جلیلہ کو ضبط تحریر میں لا سکیں تو پھر بتلایئے کہ ہمارا اس امام زمان کے دامن سے وابستہ ہونا کیا معنے رکھیگا؟ اگر ہم سے اور کوئی علمی خدمت اسلام کی نہیں ہو سکتی تو یہ کم از کم وہ شے ہے جس سے ہم مبارک بن سکتے ہیں۔ ہر اس بزرگ کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ جس نے کوئی بات یا کسی خلق کا اظہار مامور وقت سے بچشم خود ملاحظہ کیا ہو کہ وہ اس بارہ میں کسی قسم کی سستی و تاخیر نہ لاوے۔ اور اپنے تمام کاموں پر اس کو مقدم کرے اس مبارک کام میں ممد و معاون ہو۔ آپ کا دلی یقین ہے کہ امام زمان کے ساتھ کی ایک گھڑی باقی ہزار گھڑیوں سے بہتر ہے۔ آپ کا پختہ ایمان ہے کہ مجدد وقت کی خدمت ہی تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔ پھر کیا آپ اس مبارک گھڑی کو پیش کرنے کی تکلیف کریں گے اور کیا اس سعادت کو حاصل کریں گے جو ایسی خدمت سے ہی میسر آ سکتی ہے؟

الحمرا

اسپین کی مشہور اسلامی عمارت کے دلچسپ حالات

(از جناب پروفیسر صوفی غلام مصطفیٰ تبسم ایم اے)

جناب مسٹر نصیر احمد صاحب فاروقی خلف الرشید قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہماری جماعت کے لائق ترین نوجوانوں میں سے ہیں۔ آج کل ولایت میں زیر تعلیم ہیں۔ گزشتہ اپریل میں اسلامی تڑپ ان کو انگلستان سے اسپین لے گئی۔ انہوں نے اسلام کے اس اجڑے ہوئے گلشن کو آنکھیں بھر بھر کر دیکھا اور اپنے مشاہدات اور تاثرات قبلہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں تحریر فرمائے۔ جو ان کی عنایت اور مہربانی سے پیغام صلح کی ۲۳ اور ۲۷ مئی کی اشاعتوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں مشہور اسلامی عمارت الحمرا کا ذکر بھی آتا ہے یہ عمارت اسلامی فن تعمیر کا ایک ناقابل فراموش شاہکار ہے۔ دنیا کی تمام زندہ اور ترقی یافتہ زبانوں میں اس کے متعلق مستقل تصانیف موجود ہیں ہر زبان کے بے شمار شعرا نے اس پر دردناک نظمیں لکھی ہیں ذیل میں اس عمارت کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔ ایک دردمند مسلمان سیاح کے مشاہدات کے بعد اس کے تاریخی حالات پڑھنا فائدہ اور دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے۔

ہم جناب مسٹر نصیر احمد صاحب فاروقی کی خدمت میں پرزور درخواست کریں گے کہ وہ سفر اسپین کے حالات تفصیل سے لکھیں۔ اسپین کبھی اسلام کا گلشن تھا جو ظالم عیسائیوں کے ہاتھوں اجڑ چکا ہے لیکن مسلمانوں کو اسے ہرگز فراموش نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ ملک ہماری عظمت و اقبال کا مدفن اور اس کی تاریخ ہمارے لئے ایک دفتر عبرت ہے۔ اور یہ ناممکن نہیں ہے کہ یہی دفتر عبرت مسلمانوں کی بیداری کا ایک زبردست ذریعہ بن جائے۔ (مدیر)

مسلمان سلاطین غرناطہ کا محل اور قلعہ جنوبی ہسپانیہ میں شہر غرناطہ کے جنوب مشرقی سرحد میں ایک بلند پہاڑی سطح پر واقع ہے یہ سطح مرتفع جس کا طول تقریباً ۲۴۳۰ فٹ ہے۔ اور عرض زیادہ سے زیادہ عریض مقام پر ۶۷۴ فٹ ہے۔ مغرب شمال مغرب کی سمت سے مشرق جنوب مشرق کی جانب پھیلی ہوئی ہے اور اس کا رقبہ قریب قریب ۳۵ ایکڑ ہے۔ ایک مضبوط دیوار اس کو چاروں طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جس میں تیرہ مینار ہیں دریائے حدارہ جو کہ شمال کی جانب ایک گہرے غار میں سے بہتا ہوا گزرتا ہے اس علاقہ کو ضلع غرناطہ کے حصہ البیازین سے علیحدہ کرتا ہے جنوب اور مغرب میں وادیٔ آش جس میں باغ الحمرا واقع ہے اور اس سے پرے کوہ مورور یا ربض المرور اس علاقہ اور انتی کوریلہ کے درمیان حد فاصل ہے۔

"الحمرا" کا لفظ عربی میں سرخ کے لئے استعمال ہوتا ہے، غالباً یہ لفظ خشک تاپیہ یا چونے اور گچ کی اینٹوں کے رنگ سے لیا گیا ہے۔ جن سے باہر کی دیواریں تعمیر کی گئی ہیں۔ بعض اہل الرائے کے خیال میں یہ لفظ ان شعلوں کی سرخ شعاعوں کی یادگار ہے جن کی روشنی میں رات کو کئی سال تک تعمیر کا کام ہوتا رہا۔ دوسرے اس نام کو اس کے بانی محمد ابن الاحمر کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ بعض سمجھتے ہیں کہ یہ نام عربی کے لفظ دار الامرا سے لیا گیا ہے۔ یہ محل خاص طور پر ۱۲۴۸ء اور ۱۳۵۴ء کے درمیان الاحمر اور اس کے جانشینوں کے عہد میں تعمیر ہوا۔ لیکن بڑے بڑے اصحاب فن کے نام جنھوں نے اس کام میں حصہ لیا یا تو مشکوک ہیں۔ یا بالکل نامعلوم۔ عمارت کے اندرونی شاندار نقش و نگار یوسف اول کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ یہ شخص ۱۳۵۴ء میں فوت ہوا۔ ۱۴۹۲ء کے بعد جب مسلمان ہسپانیہ سے نکالے گئے۔ تو فاتح قوم کے افراد نے مسلسل دستبرد سے اس عمارت کی حیرت انگیز رعنائیوں کو خراب کرنا شروع کیا۔ در و دیوار کی گلکاریوں پر سپیدی پھیر دی گئی۔ نقش و نگار اور سنہری کام کو مٹا دیا گیا۔ ساز و سامان کو خراب کر دیا گیا۔ یا توڑ دیا گیا۔ یا عمارت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ چارلس پنجم نے ۱۵۱۶ء سے ۱۵۵۶ء تک موجودہ طرز پر بہت سے حصوں کو دوبارہ تعمیر کرایا اور محل سرا کے ایک کثیر حصہ کو گرا دیا گیا تاکہ وہاں نئی عمارت کی بنیاد قائم کی جائے۔ مگر یہ تعمیری کام کبھی تکمیل پذیر نہ ہو سکا۔ فلپ پنجم (۱۷۰۰ء سے ۱۷۴۶ء) نے کمروں کو اطالوی وضع و تراش پر دوبارہ تعمیر کرایا۔ اس تخریب و تذلیل کی انتہا یہ تھی کہ کمروں میں دیواریں اضافہ کرکے وسیع کمروں کو تنگ و تاریک بنا دیا گیا جو حسن ذوق اور استقلال وحدت فن کے جواہر ریزے تھے۔ آئندہ صدیوں میں ہسپانی حاکموں کی غفلت نے اس موری صنعت کے شاہکار کو اور بھی بگاڑ دیا۔ ۱۸۱۲ء میں کونٹ سبسطانی کی سرکردگی میں فرانسیسیوں کے ہاتھ سے بہت سے مینار تہ و بالا ہو گئے۔ اور مستقل عمارت بربادی کہ اس تباہ کن صدمہ سے بمشکل تمام بچ سکی۔ ۱۸۲۱ء میں زلزلہ سے اس عمارت کو اور بھی نقصان پہنچا۔ ۱۸۲۸ء میں فرڈی نینڈ ہفتم نے اس کی مرمت کا کام جوسے کنٹریراس کے سپرد کیا۔ اس بادشاہ کی وفات پر جو ۱۸۴۷ء میں واقع ہوئی یہ کام اس کے بیٹے رمائیل متوفی ۱۸۹۰ء اور اس کے پوتے میریانو کی سرپرستی میں اچھی کامیابی کے ساتھ ہوتا رہا۔

الحمرا کی جائے وقوع ایک بے نظیر فطری منظر ہے۔ سطح مرتفع پر سے دیکھیں تو مغرب اور شمال کی جانب غرناطہ کی وسیع وادی اور شہر کا نظارہ سامنے ہوتا ہے اور مشرق اور جنوب کی جانب جبل الثلج جس کو آج کل سائرا نوادا کہتے ہیں۔ کی بلندیاں نظر پڑتی ہیں۔ موری شعرا نے یہاں کے سرسبز سبزہ زاروں میں شوخ رنگ کی عمارات کے واقع ہونے کو اس طرح پر تشبیہ دی کہ گویا زمردوں میں موتی ٹکا ہوا ہے۔ الاحمد باغ کی بنیاد جہاں بہار کے موسم میں جنگلی گھاس اور خودرو پھول اگتے ہیں مسلمان سلاطین نے رکھی تھی اور اسے گلاب کے پھولوں، سنتروں اور ریحان سے آراستہ کیا تھا اس باغ کی نمایاں خصوصیت انگریزی ناک کے درختوں کا ایک گھنا جنگل ہے جسے ڈیوک آف ولنگٹن نے ۱۸۱۲ء میں لگایا تھا۔ یہ باغ کثرت عنادل کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ اس کی فضائیں مختلف چشموں اور آبشاروں کے آب رواں سے گونجتی رہتی ہیں ان چشموں کو ایک پانچ میل لمبی کاریز کے ذریعہ پانی ملتا ہے جو دریائے حدارہ وادی المسیح کی خانقاہ کے قریب سے لیا گیا ہے۔

الحمرہ کا وہ حصہ جو مسلمان سلاطین کے زمانہ کا تعمیر شدہ ہے اپنی ساخت و تراش کے اعتبار سے تین باتوں میں عہد وسطےٰ کے متعدد قلعوں سے ملتا جلتا ہے۔ ایک تو قلعہ کی حیثیت سے دوسرے قصر کے اعتبار سے۔ تیسرے ماتحت افسروں کے رہائشی مکانات کے لحاظ سے۔ حصین القصبہ جو کہ عمارت کا قدیم ترین حصہ ہے سطح مرتفع کے شمال مغربی کنارے پر ایک تنہا جگہ میں سامنے کے ڈھلان پر واقع ہے۔ اس کے باقی ماندہ آثار میں سے صرف فصیل برج اور راستہ کا مات موجود ہیں۔ اس کے مینار دیدبان پر جو ۸۵ فٹ بلند ہے سب سے پہلے ۲ جنوری ۱۴۹۲ء میں شاہ فرڈی نینڈ اور ملکہ ازابلہ کا جھنڈا ہسپانیہ کی فتح کے نشان میں گاڑا گیا۔

القصبہ کے پرے مسلمان سلاطین کا قصر الحمرا خاص واقع ہے۔ اور اس سے پرے الحمرا اعلےٰ ہے جس میں امرا اور وزرا کی رہائش تھی۔

باوجود اس کے کہ الحمرا کی عمارت ایک عرصہ تک کس مپرسی کی حالت میں رہی اور نقصان بالقصد اور غیر معقول مرمت کا شکار ہوتی رہی۔ یہ ابھی تک یورپ کی انتہائی منزل ارتقا میں موری صنعت گری کا بہترین نمونہ ہے۔ بازنطینی بلا واسطہ اثرات سے جو قرطبہ کے گرجے میں ہویدا ہیں۔ بالکل پاک ہے اس میں اشبیلیہ کے جیرالدا سے زیادہ تکمیل فن اور بانکپن موجود ہے۔ محل کی اکثر عمارات سطحی نقشہ کے اعتبار سے ذوا ربعۃ الزوایا یا چوگوشہ ہیں۔ تمام کمرے وسطی صحن میں کھلتے ہیں۔ اس بڑی عمارت کی موجودہ وسعت کی تکمیل مختلف چوگوشہ عمارتوں سے ہوئی۔ جو وقتاً فوقتاً ایک ہی طرز پر تعمیر ہوتی رہیں۔ اگرچہ وہ عمارتیں طول و عرض میں ایک دوسری سے مختلف ہیں۔ اور نسبتاً چھوٹے کمروں اور راستوں کے ذریعے ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ ہر مکان کا بیرونی حصہ نہایت سادہ اور بے تکلف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بنانے والے نے اندرونی زیبائش کو نمایاں کرنے کے لئے اس بیرونی اور اندرونی طرز آرائش کے تضاد کو بالخصوص مدنظر رکھا ہے اندر کی طرف سے سنگ مرمر کے ستونوں اور محرابوں کی اعلےٰ نفاست اور تنوع، چھتوں کی بوقلمونی، استرکاری میں سنہری کام کی مستقل درخشندگی کے لحاظ سے یہ محل عدیم النظیر ہے۔ یہاں ہوا اور روشنی کا گزر نہایت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے قلب مجموعی طور پر ایک کیف لطافت و پاکیزگی محسوس کرتا ہے سرخ نیلے اور سنہری بسنتی رنگ جو ایک عرصہ تک ہوا میں کھلا رہنے کے باعث ماند پڑ گئے ہیں۔ خاص طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ آرائش کے کام میں بالعموم نقل پتے، عربی تحریرات، ہندسی اشکال شامل ہیں۔ جو تقریباً بے قیاس باریکیوں اور جدت طرازیوں سے معمور نقش و نگار میں بنی ہوئی ہیں۔ دیواروں کو بالعموم رنگین پٹڑیوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔

الحمرا کے باغ میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازے

میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس کا نام "باب الرمان" ہے۔ اس دروازہ کی محراب نہایت عظیم الشان ہے اور پندرھویں صدی کی تعمیر شدہ ہے۔ ایک تیز ڈھلان کی سیڑھیوں کے ذریعے چارلس پنجم کے ستون (ایک حوض ہے جو ۱۵۵۴ء میں تعمیر ہوا) سے گزر کر الحمرا کے بڑے دروازے کے سامنے آجاتے ہیں۔ یہ دروازہ "باب العدل" کہلاتا ہے اور بغل کی قطع کا ایک عظیم الشان محرابی راستہ ہے۔ اس پر مربع شکل کا ایک برج ہے۔ جس کو مور دیوان عدل عام کہتے ہیں۔ دروازے کے باہر کی جانب اوپر کی طرف ایک کھلے ہوئے ہاتھ کی شکل کھود دی گئی ہے۔ یہ ہاتھ عین الکمال سے محفوظ رہنے کی غرض سے تعویذ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اندر کی طرف اسی جگہ کے بالمقابل ایک کنجی کا نشان ہے جو کہ اقتدار اور قدرت کی علامت ہے۔ ایک تنگ راستہ محل الجبیس کی طرف جاتا ہے۔ یہ محل ایک فراخ جگہ ہے جو القصبہ اور موری محل کے مابین حد فاصل ہے اس رہائش کے بائیں طرف ایک "برج الحمر" ہے جو کہ ۱۳۴۵ء میں تعمیر ہوا۔ اور سولھویں صدی عیسوی میں بطور میکدہ کے استعمال ہوتا تھا۔ دائیں طرف چارلس پنجم کا محل ہے جو کہ یورپ کے زمانہ احیا کے عہد کی ایک بڑی عمارت ہے مگر سادہ منظر اور گرد و نواح کی عمارات سے بالکل مختلف۔ چونکہ جسامت کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ اس واسطے دوسری عمارات اس مقابلہ میں بہت چھوٹی معلوم ہوتی ہیں۔ اس کی تعمیر کا کام ۱۵۲۶ء میں شروع ہوا۔ اور ۱۶۵۰ء میں چھوڑ دیا گیا۔

موری محل کا موجودہ دروازہ بہت چھوٹا ہے۔ جہاں سے ایک راستہ "دیوان ریاحین" کی طرف جاتا ہے۔ یہ دیوان برکہ (حوض) یا دیوان برکتہ (برکت) بھی کہلاتا ہے۔ یہ دیوان ۱۴۰ فٹ لمبا اور ۷۴ فٹ چوڑا ہے۔ وسط میں سنگ مرمر کے فرش کے اندر ایک حوض ہے جس میں سنہری مچھلیاں ہیں۔ اور اردگرد ریاحین کے پودے لگے ہوئے ہیں۔ شمال اور جنوب کی جانب گیلری ہے۔ جنوب والی ۲۷ فٹ بلند ہے اور سنگ مرمر کے ستونوں پر کھڑی کی گئی ہے۔ اس کے نیچے دائیں جانب بڑا دروازہ ہوا کرتا تھا۔ اس کے اوپر تین نہایت زیبا صورت دریچے ہیں جن کی محرابیں اور ستون بہت چھوٹے ہیں۔ اس دیوان سے برج (Torre de Camares) شمال کی جانب چھت کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا عکس حوض میں پڑتا ہے۔

دیوان سفرا، الحمرا میں سب سے زیادہ وسیع جگہ ہے اور (Torre de Camares) کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ ۳۷ ضلع کا ایک مربع شکل کا کمرہ ہے۔ قبہ کا جوف ۷۵ فٹ بلند ہے۔ یہاں دربار لگتا تھا۔ سلطان کا تخت دروازے کے بالمقابل تھا۔ دیواروں پر جو پٹڑیاں لگائی گئی ہیں ان کی بلندی چار فٹ ہے اور وہ مختلف جگہوں میں مختلف اللون ہیں۔ ان کے اوپر بیضوی شکل کی سکہ نما منقوش صورتوں کا سلسلہ چلا گیا ہے جن میں حروف پھولوں اور پتوں میں کندہ کئے گئے ہیں۔ ان میں نو کھڑکیاں ہیں۔ تین کھڑکیاں ایک رخ پر۔ عمارت کی چھت پر سفید، نیلے اور سنہری نقوش کندہ ہیں۔ بعض گول ہیں بعض تخت کی شکل کے۔ اور بعض ستاروں کی مانند گویا گنبد چرخ کا نمونہ ہیں۔ دیواروں پر استرکاری کا کام صنعتی موشگافیوں سے بھرپور ہے۔ اردگرد قدیم زمانہ کی ڈھالوں کے نشانات ہیں۔

دیوان الاسد کا مشہور کمرہ مستطیل شکل کا ہے اس کا طول ۱۱۶ فٹ اور عرض ۶۶ فٹ ہے۔ اس کے گرد ایک اوسط درجہ بلند گیلری ہے۔ جو ۱۲۴ ستونوں پر کھڑی ہے۔ صحن کے ہر جانب ایک راولی ہے جس کی دیواروں پر سنہری کام کیا ہوا ہے۔ اور جس کی چھت پر ہلکا گنبد ہے۔ یہ گنبد نہایت مرصع ہے صحن کا فرش رنگین پٹڑیوں کا ہے۔ اور ستونوں کی بیٹھکی سفید سنگ مرمر کی ہے۔ فرش سے لے کر ۵ فٹ تک دیواروں پر نیلی اور زرد پٹڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ پٹڑیوں پر نیچے اور اوپر نیلا اور سنہری حاشیہ ہے۔ چھت اور گیلری کے نیچے کے ستون بے ترتیب ہیں تاکہ ان میں خاص خوبی پیدا ہو جائے۔ ستونوں محرابوں اور سیلپایوں کی عام وضع و تراش نہایت دلآویز ہے۔ ان پر مختلف قسم کی گلکاری کی گئی ہے۔ ہر ایک محراب پر ابھرے ہوئے نقوش مربع شکل میں موجود ہیں۔ اور ستونوں پر نہایت اعلیٰ زردوزی کا کام کیا ہوا ہے۔ صحن کے وسط میں شیروں کا حوض (عین الاسد) ہے جو سیاہ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اس حوض کو بارہ شیروں نے اٹھایا ہوا ہے۔ ان جانوروں کی شکلوں میں صنعتی باریکیاں موجود نہیں وہ محض قوت و جبروت کے نشان ہیں۔

اطاق ابن السراجین کا نام غرناطہ کا آخری تاجدار ابو عبداللہ (Boabdil) کی ایک حکایت مشہور ہے جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس خاندان کے تمام معروف سرداروں کو ایک ضیافت میں بلا کر قتل کروا دیا۔ یہ مربع شکل کا ہے اس کا گنبد بہت بلند ہے۔ جس کے نیچے جالیدار کھڑکیاں ہیں۔ اس کی چھت لاجوردی، زرد۔ سُرخ۔ اور سنہری گلکاریوں سے مرصع ہے۔ اور اس کے ستون محرابوں کے قریب نہایت ہی خوش وضع ہیں۔ اس صحن کے بالمقابل صحن الاختین ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں سنگ مرمر کے دو سفید خوشنما پتھر، فرش کا حصہ ہیں۔ یہ پتھر پندرہ فٹ لمبے اور ساڑھے سات فٹ چوڑے ہیں۔ ان میں کسی قسم کا داغ یا دھبہ نہیں۔ وسط میں ایک فوارہ ہے۔ چھت شہد کی مکھیوں کے چھتے کی طرح ہے ان سوراخوں کی تعداد پانچ ہزار ہے۔ یہ چھت موری طرز تعمیر کا بہترین اور عظیم الشان نمونہ ہے۔

الحمرا کے باقیماندہ عجائبات میں دارالعدل۔ دارالمجلس ملیوان پیش اطاق حجلۂ ملکہ ہیں۔ ان سب میں فن عمارتگری کی خوبیاں قیمتی اور نفیس آرائشیں موجود ہیں۔

الحمرا کے حصۂ اعلیٰ میں غسل خانے یشبتاں۔ گرمی کے رہائشی کمرے۔ غلام گردشیں اور بھول بھلیاں اور مقبرے ہیں۔ قصر کے قدیم سامان کا نمونہ الحمرا کا مشہور (Vase) ہے جو اسلامی صنعت (Ceramic art) کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ یہ ۱۳۲۰ء کا بنا ہوا ہے۔ اور اسلامی چینی کاری کے زمانہ کی ابتدا کا ہے۔ یہ چار فٹ تین انچ بلند ہے۔ بیچ میں سفید ہے۔ اس پر لاجوردی۔ سفید اور سنہری کام کیا گیا ہے۔

الحمرا کے باہر کی عمارتوں میں جنت العارف (باغ عارف) سب سے زیادہ دلچسپ جگہ ہے۔ یہ مکان غالباً تیرھویں صدی کے آخر میں تعمیر ہوا۔ لیکن اس میں بہت کچھ تخریب و تعمیر ہوتی رہی۔ اس کے باغات کے مقطع خاربند حجروں۔ فواروں، سرو کی دو رویہ قطاروں سے عہد مور کی اصلی شان ہویدا ہے۔ کوہ مور در کا دارالشہدا ان مسیحی غلاموں کی یادگار ہے جنھیں الحمرا کی تعمیر کے کام پر لگایا گیا تھا اور جو تہ خانوں میں محصور رہتے تھے۔ برج بر میجاس جو کہ ربض مرور ہی پر واقع ہیں۔ اسلامی عہد کی حصن محفوظ ہے۔ جس میں زمین دوز ہودے طویلے اور ۲۰۰ سپاہیوں کی جائے رہائش ہے ۱۸۲۹ء اور ۱۸۵۷ء میں ربض مرور کے دامن میں بہت سے رومیوں کی قبریں دریافت ہوئیں۔

توہین قرآن کی تحقیقات

توہین قرآن کی جو تحقیقات مسٹر دیکفیلڈ نے کی اس کے متعلق ایک رپورٹ موصول ہوئی ہے جسے من وعن ہدیہ قارئین کرام کیا جاتا ہے۔

گزشتہ ماہ جنیہ ۳۱ء کری میں چند ایک ایسے ناخوشگوار واقعات ظہور میں آئے۔ جو مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے تعلق رکھتے تھے جن میں سے ایک توہین قرآن کریم کا معاملہ بھی تھا۔ جو جموں جیل پولیس لائن میں ہوا تھا۔ ان واقعات کا علم جب سری مہاراجہ بہادر کو ہوا۔ تو انہوں نے نہایت مہربانی سے مسٹر ویکفیلڈ صاحب پولیس اینڈ فارن منسٹر کو اپنا قائم مقام مقرر فرما کر جموں تحقیقات کے لئے بھیجا۔ صاحب موصوف نے انجمن ہائے اسلامی کے پریزیڈنٹ و سکرٹری صاحبان کو باریابی کا موقعہ بخش کر ارشاد کیا کہ آپ اپنی تکالیف میرے سامنے بیان کریں۔ چنانچہ زبانی طور پر ان کے سامنے مطالبات پیش کئے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ دینی معاملات کا میں اس جگہ فیصلہ کرتا ہوں۔ اور ملکی معاملات کے لئے آپ میرے ساتھ کشمیر چلیں۔ میں مہاراجہ بہادر کے سامنے پیش کر دوں گا۔ دوسرے دن قرآن شریف کی توہین کا معاملہ پیش ہوا۔ تو جناب مسٹر ویکفیلڈ صاحب نے دو نمائندے مذکورہ صاحبان میں سے (یعقوب علی اور الطاف علی شاہ) اس تحقیقاتی کمیٹی میں مسلمانوں کی طرف سے نامزد کئے۔ دو دن کی بحث کے بعد جس نتیجہ پر ممبر صاحبان پہنچے وہ حسب ذیل ہے

جناب مسٹر ویکفیلڈ صاحب نمائندہ حکومت کشمیر:۔

"قرآن کریم کی توہین کو تو میں مانتا ہوں لیکن میرے خیال میں یہ اتفاقی امر تھا۔ اور میں ایمان سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔"

یعقوب علی مسلم نمائندہ:۔

میں خدا کو حاضر جان کر ایمان سے کہتا ہوں کہ قرآن کی توہین ہوئی اور ملزم نے عمداً ایسا کیا۔ اور غصہ میں آکر کیا (مسٹر ویکفیلڈ صاحب سے مخاطب ہو کر) باقی رہا میری رائے کا اثر۔ یہ جناب کا کام ہے۔ کیونکہ جج بہت دفعہ اسیسر کی رائے سے اتفاق کرتا ہے۔ اور بہت دفعہ اختلاف۔

سید الطاف علی شاہ صاحب:۔

میرے خیال میں قرآن کی توہین ہوئی لیکن یہ ثابت نہیں ہوا کہ قرآن ہاتھ سے چھین کر زمین پر دے مارا۔ قرآن بستر سمیت اٹھا کر زمین پر پھینک دیا۔ اس طرح توہین ضرور ہوئی ہے۔ (انقلاب)

بعد کی خبر ہے۔ کہ لابھ رام ملزم کو توہین قرآن کی بنا پر کوئی سزا نہیں دی گئی بلکہ عدم ضبط کی بنا پر اسے ریٹائر کیا گیا اور توہین قرآن کی مندرجہ وجوہ کو غیر مکتفی قرار دیا گیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ لابھ رام ملزم ۳۰ سالہ مدت ملازمت کے بعد یوں بھی ریٹائر ہونے ہی والا تھا۔ اس لئے مسلمان اس فیصلے سے مطمئن نہیں ہیں۔

ترکی اور اسلام

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش بی ایس سی - ایم بی بی ایس - ڈی پی ایچ لندن)

"پیغام صلح" کی گزشتہ دو اشاعتوں میں ایک مضمون مذکورہ بالا عنوان پر ڈاکٹر زبیر احمد صاحب پی ایچ ڈی کے قلم سے دو قسطوں میں شائع ہوا ہے۔ جس میں صاحب موصوف نے اپنے چشم دید حالات ترکی اور ترکوں کے اسلامی اصولوں پر کاربند ہونے کے متعلق لکھے ہیں۔ جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک امر میں آج کل ذہنیتیں یا تو افراط کی طرف مائل ہو جاتی ہیں یا تفریط کی طرف جھک پڑتی ہیں۔ یہی حال اس وقت دکھائی دیتا ہے جب اس موضوع پر بحث کی جاتی ہے کہ کیا ترک مذہب اسلام سے دور جا رہے ہیں یا نہیں تو بعض اصحاب نے تو ان تبدیلیوں کی بنا پر انہیں کافروں کا خطاب دیدیا۔ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو ان کے ہر فعل کو تحسین و آفرین کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کو اسلامی اصلاحات کہنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ پہلی شمار میں اگر پرانی قسم کے ملا لوگ ہیں تو آخری شق میں ایسے اصحاب ہیں جو مغربی طرز معاشرت کے شیدائی ہیں۔ خصوصاً جنھوں نے خود مغربی ممالک کو دیکھا ہے میں سمجھتا ہوں کہ جہاں ڈاکٹر صاحب مذکور نے اپنے ملاحظہ کئے ہوئے واقعات اور ان پر تنقید کر کے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے وہاں ان کے مضمون کے مطالعہ سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ یورپین تہذیب و تمدن کے آگے وہ بھی ایک مفتوح اور مرعوب شخص کی طرح اسلامی تہذیب و تمدن کا معافی نامہ پیش کر رہے ہیں۔

ذہنیت کا سوال

ترکی حکومت نے لباس میں زبان میں اور چند دوسرے قوانین مثلاً تعدد ازدواج میں تبدیلی کی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اس بات پر بحث کریں کہ یہ تبدیلی فی نفسہ اچھی ہے یا بری ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس تبدیلی کا محرک کیا ہے۔ اس تبدیلی کو عمل میں لانے والوں کی ذہنیت کیا ہے۔ یہ کہا جائے گا جیسا کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے بھی اپنے مضمون میں بڑے شد و مد کے ساتھ کہا ہے کہ مقصد ان تمام تبدیلیوں سے ملکی اصلاح اور قومی ترقی ہے یعنی ترکوں نے مردوں اور عورتوں کے لباس میں جو تبدیلی کی، زبان عربی کے بجائے لاطینی رسم الخط کو ترویج دینے میں اور قانون تعدد ازدواج کے اڑانے میں جو جو اختراع کئے وہ سب اس لئے کہ ان کا ملک اس کے بغیر ترقی نہ کر سکتا تھا۔ اب اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ان تمام تبدیلیوں کے بغیر ترک ترقی نہ کر سکتے تھے اور اس لئے اس بارہ میں انہوں نے اصلاحی قدم بڑھایا تو قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو اچھا کیا کہ قبیح رسوم کو انہوں نے اڑا دیا لیکن کیا انہوں نے مغربی تہذیب کی لعنتوں سے بھی اپنے ملک کو آزاد کرانے کی کوئی کوشش کی؟ کیا ترکوں نے شراب خوری، قمار بازی اور عورتوں کے حیا سوز لباس پر بھی کوئی پابندیاں عائد کیں؟ کیا قرآن مجید کی صحیح تعلیم کی نشر و اشاعت۔ دعوۃ الی الحق اور حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کے لئے بھی ترکوں کے خون میں کچھ جوش آیا؟ اگر ان تمام امور کا جواب نفی میں ہے تو ایک شخص ان کے اس تبدیل لباس و زبان و قوانین میں جو سب کے سب مغربی تہذیب کے مطابق ہیں اگر ان کو محض نیشن پرستی، اور مغربی تہذیب کے سامنے سربسجود ہونے پر محمول کرے تو کیا وہ غلطی پر ہوگا؟ افسوس کہ جہاں ترکوں نے پرانی بد رسموں کو مٹانے اور ملا کے اقتدار کو کم کرنے میں اتنی جد و جہد کی وہاں کوئی کاری حربہ مغربی تہذیب کے قبیح اور مخرب اخلاق پہلوؤں کے خلاف بھی چلایا ہوتا تو ہم کہہ سکتے کہ ان تمام اصلاحات سے ان کی اسلامی محبت ظاہر ہو رہی ہے۔ کس قدر حسرت کا مقام ہے کہ ایک ملک میں جہاں عربی رسم الخط کا رواج ہے اس کے بجائے بعض معمولی سہولتوں کے لئے لاطینی تو کر سکتے ہیں مگر قرآن حکیم کی تعلیم و ترویج کے لئے نہ تو اپنے ملک میں اور نہ اپنے ملک سے باہر دوسرے ممالک میں کوئی تڑپ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اگر بفرض محال لاطینی زبان سے ان کے ملک کو ترقی ہو گئی تو کیا ہوا۔ اسلامی اصولوں کی عظمت اور حضرت نبی کریم کی عزت میں اس سے کیا اضافہ ہوا۔ کیا اور ہزاروں ملک ترقی نہیں کر گئے۔ اس جگہ ہندوستان کے مسلمان بھی جو صرف قوم قوم کی رٹ لگانا سیکھ گئے ہیں۔ غور کریں کہ محض سوراج کا حصول اسلام کی عزت و عظمت قائم کرنے کے مترادف نہیں بے شک ملکی حکومت کا قیام عمدہ شے ہے لیکن قرآن مجید کی شان اور حضرت مصطفےٰ صلعم کی عظمت کے قیام کے بالمقابل یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔

دجالیت کا رعب

اصل حقیقت یہ ہے کہ دجال کی تہذیب کی جو ظاہری نمود و نمائش ہے اس نے بہت لوگوں کو مرعوب و مسحور کر دیا ہے حتے کہ بعض دفعہ بہت بڑے عالم اور مجاہد بھی اسلام کی تائید و نصرت میں اس قسم کی راہ اختیار کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مغربی تہذیب و فیشن سے بہت متاثر و مرعوب ہو چکے ہیں اگر مغرب سے یہ اعتراض ہو گیا کہ اسلام میں طلاق کا مسئلہ خلاف فطرت ہے تو یہ حضرت بھی لگے معافی مانگنے اور تاویلات سے کام لینے۔ کہ اجی دیکھو یہ کوئی قانون تو نہیں۔ صرف ایک ایسی صورت ہے جو شاید عمل میں پیش ہی نہ آئے۔ اگر کسی فیشن پرست نے یہ کہہ دیا کہ اسلام کس قدر غیر فطری مذہب ہے۔ کہ تعدد ازدواج جائز رکھتا ہے تو پھر یہ صاحب بھی شرمندگی سے پسینہ پسینہ ہونے لگتے ہیں۔ اور محسوس کرتے ہیں کہ اسلام میں یہ کیا نقص رہ گیا ہے آخر کہتے ہیں دیکھو نا تعدد ازدواج کے لئے ایک شرط لگا دی کہ انصاف کرو۔ پھر دوسری ہی جگہ کہہ دیا کہ تم سے انصاف ہو نہیں سکتا بس اس طرح لطیف پیرایہ میں قرآن نے تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دیدیا۔ آہستہ آہستہ ذہنیت میں اس قدر تبدیلی ہوتی ہے کہ جب سائنس الہام کو نفس کا خیال قرار دیدے تو ہمارے مغربی تہذیب کے فریفتہ بھی کہہ دیں گے

ع۔ گفتار محبوب است قرآن کہ من خوانم

غرضیکہ دجالیت کا رعب اس قدر چھا جاتا ہے کہ صرف نام اسلام اور مسلمان رہ جاتا ہے۔ اگر اس سے بھی آگے ہوئے تو پھر محمڈن اور محمڈن ازم نام اختیار کر لیا۔ یہ حشر ہے جو اس مرعوبیت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ اگر اس کے بجائے مسلمان **قرآن کی صحیح تعلیم پر یقین کامل سے کھڑے ہو جائیں۔ اور دجال کی لعنتی تہذیب سے بکلی بیزاری ظاہر کریں** بجائے مادیت کے ترقی اور سائنس کے علوم سے مرعوب ہونے کے وہ اسلامی اصولوں کی صداقت اور ان کے بنی نوع انسان کے لئے ترقی کا گر ہونے پر استقامت سے قائم ہو کر دنیا کو مرعوب کریں تو اس بات سے اسلام کی شان اور ان کی اپنی عزت و عظمت قائم ہو۔ جہاں یہ افسوس ہے کہ بوجہ محکوم ہونے کے مسلمانوں کو یہاں پر بہت سی وہ باتیں عمل میں لانی پڑتی ہیں۔ جو اسلامی تہذیب و تمدن کے منافی ہیں وہاں پر یہ نظارہ اس سے زیادہ افسوسناک ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ اسلام اور اس کے اصولوں سے محبت رکھنے کے باوجود دجال کی تہذیب سے متاثر و مرعوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مجدّدِ وقت کا راستہ

حضرت مجدد زمان کی صداقت پر اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوگی کہ نہ تو آپ نے ملا لوگوں کا مذہب پیش کیا بلکہ ملاازم کو مار دیا۔ پیر پرستی کی لعنت سے نجات دلائی۔ اور قرآن کی صحیح تعلیم کے سامنے اور کسی چیز کا اثر قبول نہیں کیا۔ چنانچہ آپ نے نہ تو ملا لوگوں کی طرح انگریزی تعلیم کو حرام کیا۔ نہ سائنس کے علوم پڑھنے اور ان سے فائدہ اٹھانے سے منع کیا۔ اور نہ آپ نے اس تعلیم و تہذیب اور سائنس کے سامنے اسلام اور قرآن کو عاجز کیا۔ جیسا کہ سرسید مرحوم کی طرز سے مترشح ہوتا ہے اسی لئے آپ کے شاگرد اگر ایک طرف اعلےٰ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے تھے۔ تو دوسری طرف اس دجال کی تہذیب پر اسلامی تہذیب کی شان کو بلند کرنے والے ہوئے۔ آپ نے قرآن کے صحیح اصولوں کی صداقت ہی قائم نہیں کی بلکہ ان سے عشق پیدا کر دیا۔ دجال کی تہذیب جس نے دنیا کے امن و امان کو آگ لگا دی اور سائنس کی ظاہری چمک دمک پر وہ وہ کاری حربے چلائے اسلام کے اصولوں اور حضرت نبی کریم کی سنت کا وہ بلند مرتبہ قائم کیا کہ ایک منصف مزاج اس اعتدال کی راہ کو دیکھ کر عش عش کر اٹھتا ہے۔ اور فوراً پکار اٹھتا ہے کہ ایسا صحیح صحیح توازن بجز ہدایت ربانی کے کیونکر ایسے پر فتن زمانہ میں کسی کو میسر آ سکتا ہے یہی حقیقت اس بات کے اندر ہے کہ مسیح موعود حکم و عدل ہو کر آئے گا یعنی جو جو نظریئے وہ دنیا کے ظاہر پرست ملاؤں اور دجال کے مقلدوں کے درمیان اسلامی مسائل کے اندر قائم کرے گا۔ وہی صحیح ہوں گے اسی لئے اس کا ماننا ہدایت و رشد پا نا ہے۔ ورنہ اپنی عقل سے انسان خواہ وہ واقعی اسلام و مسلمانوں کی خیر خواہی میں غرق ہی کیوں نہ ہو ایسے ایسے صحیح اعتدال کے راستے تجویز نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ سرسید مرحوم جیسا قابل اور ہمدرد قوم ہی کیوں نہ ہو۔

گریجویٹ مسلم خواتین کے لئے تحفہ

امسال چار مسلم گریجویٹ خواتین کی کامیابی سے قدرتاً ہر ایک مسلمان کو خوشی ہوتی چاہیئے۔ ان کی اس کامیابی کی تقریب پر ہماری انجمن ان کو اپنی طرف سے علمی تحفہ نذر کرنا چاہتی ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے پورے پتہ سے آگاہ فرما دیں تو ان کی خدمت میں ایک ایک جلد انگریزی ترجمہ قرآن کریم، سیرۃ نبوی اور رسالہ اصول اسلام بذریعہ رجسٹری بھیج دی جائیں گی۔ آئندہ بھی جو مسلمان لڑکی بی اے کا امتحان پاس کرے گی انجمن یہی تحائف اس کی خدمت میں پیش کریگی۔

خاکسار محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن

شوق شہادت

عہد رسالت کے تین جانباز نوجوان

(از محمد انعام الحق)

(۱)

جب کفار مکہ کے ظلم و ستم اور مسلمانوں کے مصائب کی کوئی حد نہ رہی۔ خدا کے سچے رسولؐ کے قتل کے منصوبے ہونے لگے تو مجبوراً مسلمانوں کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ انہوں نے اپنے شہر کے در و دیوار پر جہاں وہ پیدا ہوئے۔ جس کی گلیوں میں وہ کھیلے اور جہاں انہوں نے اپنی جوانی کے دن گزارے تھے۔ ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی۔ اور بعض اسلام کی خاطر گھر بار، رشتہ داروں اور عزیزوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ مدینہ کو ہجرت کر گئے۔ مدینہ کے خوش نصیبوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بھائیوں سے زیادہ خاطرداری کی۔ نبی برحقؐ نے بے فکر ہو کر وعظ و نصیحت کا کام شروع کیا۔ گمراہ بندوں کو صراط المستقیم کی دعوت دی لوگوں نے اس دعوت پر لبیک کہا۔ مسلمانوں کی جماعت روز بروز ترقی کرنے لگی۔ کفار مکہ کو اس کامیابی کا پتہ لگا تو جل بھن کر رہ گئے۔ حسد و عداوت کی دبی ہوئی چنگاریاں پھر جاگ اٹھیں۔ آتش انتقام کے شعلے بلند ہونے لگے۔ اور پھر وہ اپنے ناپاک اور کبھی نہ پورے ہونے والے ارادوں کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل ہوئے۔ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ سازباز ہونے لگا۔ طرح طرح کی سازشوں کا بازار گرم ہوا۔ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے تمام قبائل عرب میں جھوٹے اور بے بنیاد افواہیں پھیلا کر ان کو حضرت نبی کریم صلعم کے خلاف ابھارنا شروع کیا۔ کفار مکہ نے اپنے مجنونانہ جوش میں آکر مدینے پر دو تین حملے بھی کئے لیکن مقصد پورا نہ ہوا۔ مسلمان ڈیڑھ دو سال تک تو خاموش رہے۔ آخر خدا کی طرف سے جہاد کا حکم آیا۔ اور وہ بھی مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔

کفار مکہ کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام گیا ہوا تھا۔ تجارت کے ساتھ ساتھ اس قافلہ کا یہ بھی مقصد تھا کہ قریش کے لئے شام سے سامان حرب لائے۔ تاکہ وہ لشکر جرار تیار کر کے مسلمانوں کو تباہ کر دیں۔ اس قافلہ نے شام کو جاتے وقت مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو بہت تنگ کیا تھا۔ اب وہی قافلہ واپس آرہا تھا۔ اور اپنے ساتھ کافی لوٹ اور ہتھیار بھی لا رہا تھا۔ اس کی روک تھام ضروری تھی مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کیا کہ اب بھی قافلہ والے پہلے کی طرح شرارت کریں تو ان سے ضرور مقابلہ کیا جائے۔

(۲)

مدینہ میں گھر گھر اس مقابلہ کے لئے تیاریاں ہونے لگیں اللہ اور رسول کے سچے فدائی یعنی صحابہ کرام خدا کے رستہ میں جانیں قربان کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ہتھیار درست ہونے لگے تھوڑی بہت جس قدر بھی ہو سکی رسد جمع کی گئی۔ اور سب سراپا شوق ہو کر حضرت نبی کریمؐ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت نبی کریمؐ نے مشورہ کے بعد یہ حکم دیا کہ کچھ آدمی تو مقابلہ کے لئے شہر سے باہر چلیں باقی یہیں شہر کی حفاظت کے لئے ٹھہریں۔ اس حکم کو سنتے ہی مسلمانوں میں ایک بےچینی پھیل گئی۔ ہر ایک شخص یہی کوشش کرنے لگا کہ وہ جہاد میں ضرور شریک ہو۔ ہر ایک خاندان میں یہی معاملہ پیش تھا کہ کون لشکر کے ساتھ چلے۔ اور کون گھر پر رہے۔ باپ بیٹوں سے۔ بھائی بھائیوں سے۔ چھوٹے بڑوں سے۔ بڑے چھوٹوں سے یہی اصرار کر رہے تھے کہ انہیں جہاد میں شریک ہونے دیا جائے آخر قرعہ اندازیاں ہونے لگیں۔ جن کا نام نکل آیا ان کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چند کم عمر لڑکے جہاد میں شریک ہونے پر بہت مصر تھے۔ لیکن ان کی کوئی نہیں سنتا تھا۔ وہ ادھر ادھر چھپے پھرتے تھے کہ جس وقت لشکر روانہ ہو آنکھ بچا کر ساتھ ہو لیں۔ انہیں سے تین لڑکوں نے حضرت نبی کریمؐ سے رو رو کر اجازت طلب کر لی۔

ان نوعمر جانباز مجاہدوں میں ایک نوجوان لڑکا سعید بن خثیمہ تھا سعید اور اس کے والدین میں بھی یہی بحث ہو رہی تھی۔ سعید کہتا تھا "ابا جان آپ بوڑھے ہیں۔ گھر پر تشریف رکھیں میں جا کر کفار کا مقابلہ کرتا ہوں۔" باپ کہتا تھا "بیٹا تم ابھی جوان ہو تمہیں اور مواقع بھی مل جائیں گے۔ میں بوڑھا ہوں خدا جانے پھر یہ سعادت مجھے نصیب ہو یا نہ ہو۔ اس لئے مجھے ضرور جانے دو۔" دیر تک ان باپ بیٹوں میں یہی باتیں ہوتی رہیں۔ آخر سعید نے قرعہ کی تجویز پیش کی اس کے والد نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ قرعہ ڈالا تو سعید کے نام نکلا۔ وہ جوش مسرت سے اچھل پڑا۔ اور لشکر میں شریک ہونے کی تیاری کرنے لگا۔

لشکر اسلام کے کوچ کرنے کا دن آپہنچا۔ ماؤں نے اپنے بیٹوں بیویوں نے اپنے شوہروں اور بہنوں نے اپنے بھائیوں کو خوشی خوشی دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا۔ ان مجاہدین کی کل تعداد ۳۱۳ تھی۔ سواری کے جانور تو ان کے پاس بالکل ہی تھوڑے تھے۔ ۷۰ اونٹ اور صرف دو گھوڑے۔ وقت مقررہ پر یہ لوگ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے چاہ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ چونکہ جانور کم تھے اس لئے باری باری سے سوار ہو جاتے۔

(۳)

ادھر ابوسفیان کو بھی کسی طرح خبر مل گئی۔ کہ مسلمان مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ اس کے ہوش و حواس جاتے رہے جھٹ پٹ سوار مکے کی طرف دوڑائے کہ جلد کمک بھیجو مسلمان مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ مکہ والوں نے سنا تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ آپس میں مشورہ ہوا۔ ایک ہزار چیدہ لڑاکوں کا لشکر جس میں کفار کے بڑے بڑے نامی گرامی پہلوان شریک تھے۔ مع پورے ساز و سامان کے ابوجہل کی ماتحتی میں ابوسفیان کی امداد کو بھیج دیا گیا۔ یہ لشکر ڈبل کوچ کرتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچا۔ اور چاہ بدر کے پاس ڈیرے جما دیئے۔

جب اسلامی لشکر کفار کے لشکرگاہ کے قریب پہنچا۔ تو اس وقت مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ کفار مکہ بھی ابوسفیان کی امداد کو پہنچ گئے ہیں۔ مقابلہ نہایت سخت تھا۔ لیکن یہ شیر ذرا بھی نہ گھبرائے یہ گھر ہی سے اپنی جانیں دین حق پر قربان کرنے نکلے تھے۔ تو پھر دشمنوں کی کثرت کا ان پر کیا اثر ہو سکتا تھا۔ اگر کفار کی تعداد زیادہ تھی، اگر ان کے مددگار بےشمار تھے۔ ان کے پاس سامان حرب بہت زیادہ تھا۔ تو دوسری طرف ان بے سر و سامان مجاہدوں کے پاس بھی ایمان، ایثار، صداقت، شجاعت اور قناعت کے لازوال خزانے تھے۔ تمام صحابہ کرام نے حضرت نبی کریمؐ کی خدمت میں یک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم گھر سے اسلام کے لئے مرنے اور کٹنے کے لئے آئے ہیں۔ ہم اپنی جانیں قربان کر دینگے۔ لیکن واپس نہ ہوں گے جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے۔ جب تک ہمارے بدن میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے۔ ہم کفار کا مقابلہ کریں گے حضرت نبی کریمؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور مجاہدین کے لئے دعا فرمائی تھوڑی دیر میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ مسلمان سرفروشوں نے خدا کے دربار میں گڑگڑا کر التجا کی کہ ہمیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما۔ آپس میں سچے دل سے مرنے مارنے کے قول قرار ہو گئے۔

ادھر ابوجہل نے لشکر کفار کو جمع کر کے ایک آتشبار تقریر کی قریش کی بڑائی اور شجاعت کے کارنامے بیان کر کے اور اپنے بتوں کا واسطہ دے کر سب کو لڑنے مرنے پر ابھارا۔ ان سب نے لات و ہبل کی قسمیں کھا کر ابوجہل کو یقین دلایا۔ کہ جب تک وہ (خاکم بدہن) مسلمانوں کا نام و نشان نہ مٹا لیں گے مکہ واپس نہ جائیں گے۔

(۴)

دونوں طرف بہادروں نے اپنے اپنے ہتھیار سنبھالے جن کے پاس زرہیں تھیں انہوں نے ان کو پہن لیا۔ صفیں درست ہونے لگیں۔ اللہ اکبر کے نعروں اور رجز خوانوں کی ولولہ انگیز آوازوں سے سارا صحرا گونج اٹھا۔ ابوجہل اسلامی لشکر کی قلیل تعداد دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ اس کے ہمراہی تالیاں بجا رہے تھے رسول کریمؐ نے مصعب بن عمیرؓ کو علمبردار نامزد کیا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ سب سے پہلے لشکر کفار میں سے تین نہایت تجربہ کار، مشہور، سرتاپا آہن پوش پہلوان میدان میں نکلے۔ اور ایک مغرورانہ انداز میں للکار کر کہا کہ آؤ جو ہمارے مقابلہ پر آتا ہے۔ یہ سن کر اسلامی لشکر میں سے تین انصار میدان میں پہنچے۔ مگر کافر پہلوانوں نے ایک حقارت آمیز لہجہ میں سر بلند کر کے کہا "ان سے مقابلہ کرنا ہماری ہتک ہے۔ ہمارے مقابلہ کے لئے اہل قریش میں ہمارے ہم رتبہ آدمی آئیں۔" حضرت نبی کریمؐ نے انصار کو واپس آنے کا حکم دیا۔ اور مہاجرین میں سے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث میدان میں تشریف لائے۔ مقابلہ شروع ہوا۔ وار پر وار ہونے لگا دونوں لشکروں کی آنکھیں اس مقابلہ پر لگی ہوئی تھیں۔ کفار کے پہلوانوں نے بہتیرا زور مارا۔ لیکن شیران اسلام کے سامنے کوئی پیش نہ گئی۔ تھوڑی دیر میں ان تینوں [illegible] کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کے مارے جانے پر لشکر کفار میں ہلچل مچ گئی۔ ہر کوئی ایک دوسرے کا منہ تکنے لگا۔ چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ لشکر اسلام نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور خدا کا شکر بجا لائے۔ ابوجہل یہ سب کچھ کھڑا دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس کے سخت اشتعال دلانے پر لشکر کفار نے یکدم مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان بھی آگے بڑھے۔ تلواریں نیاموں سے نکلیں تیراندازوں نے اپنی کمانیں سنبھالیں۔ نیزہ بازوں نے نیزے تان لئے۔ سینکڑوں بجلی کے ٹکڑے فضا میں چمکنے لگے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ تیروں کے وار ہونے۔ انسانی زندگیوں کا خاتمہ ہونے لگا۔ صحرا کی ریت خون سے رنگین ہو گئی۔ لاشیں تڑپنے لگیں۔ حق و باطل کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ کفار نے کئی بار

سخت حملے کئے لیکن اسلامی بہادروں نے باوجود قلت تعداد کے انہیں ہر مرتبہ پسپا کر دیا۔ اور ان کے بہترین جنگجو قتل کر ڈالے۔

(۵)

لڑائی نہایت زور شور سے جاری تھی کہ دو مسلمان جوان لڑکے بھاگتے بھاگتے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ (حضرت کے ایک مشہور صحابی) کے پاس آئے اور لشکر کفار کی طرف اشارہ کرکے دریافت کرنے لگے کہ "ابوجہل کہاں ہے؟" انہوں نے کہا کہ تم کیوں پوچھتے ہو؟ لڑکوں نے جلدی سے جواب دیا کہ "وہ رسول اللہ صلعم کا دشمن ہے اس لئے ہم نے اس کے قتل کرنے کی قسم کھائی ہے"۔ حضرت عبد الرحمٰن ان کی اس دلیری سے نہایت خوش اور متعجب ہوئے۔ اور فرمانے لگے "ابوجہل کفار کے جھنڈے تلے ہے . . . . وہ بڑا جنگجو اور تجربہ کار بہادر ہے۔ تم ذرا سنبھل کر اس کا مقابلہ کرنا" لڑکے بے پرواہ ہو کر اور تلواریں کھینچ کر لشکر کفار میں گھس گئے اور ابوجہل کے قریب پہنچ کر بجلی کی طرح کوند کر اس پر وار کرنے لگے دیر تک مقابلہ ہوتا رہا جس میں یہ دونوں سخت زخمی ہوئے لیکن برابر مقابلہ کرتے رہے۔ آخر انہوں نے ایک ایسا وار کیا کہ ابوجہل کو گھائل کرکے زمین پر گرا دیا۔ اور خود بھی شہید ہو گئے۔

یہ نظارہ دیکھ کر اسلامی لشکر میں ایک خاص جوش پیدا ہو گیا۔ مکہ والے اپنے سپہ سالار کے مارے جانے پر بدحواس ہو گئے۔ ایک نو عمر مسلمان لڑکا جو دیر سے نہایت بہادری اور ہوشیاری سے کفار کا مقابلہ کر رہا تھا اپنے ہم عمروں کو شہید ہوتے دیکھ کر زیادہ تندی سے لڑنے لگا۔ لشکر کفار میں اس نے قیامت بپا کر دی۔ صفیں کی صفیں الٹ دیں بیسیوں کی گردنیں اڑا دیں۔ بہتوں کو زخمی کیا۔ کفار بار بار اس پر وار کرتے لیکن وہ صاف بچ کر نکل جاتا۔ آخر ایک کافر نے تلوار کا وار کرکے اس کو شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اپنے بہادر نوجوانوں کو شہید ہوتے دیکھا تو جھٹ پٹ اس کافر کے مقابل ہوئے۔ اور ایک ہی وار میں اسے جہنم رسید کیا۔ مسلمانوں میں ان نوجوانوں کے شہید ہوتے ہی ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ ہر ایک مجاہد جان توڑ کر مقابلہ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں کفار کے پاؤں اکھڑ گئے وہ مغرور جو گھر سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے چلے تھے اپنے چیدہ بہادروں کی لاشیں اور کافی سامان حرب میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ حق کی فتح ہوئی اور باطل پرستوں کو ناکامی و نامرادی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

یہ جنگ تاریخ اسلام میں جنگ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ جس لڑکے کا اوپر ذکر آیا ہے سعید بن خیثمہ تھا۔ اور وہ دو لڑکے جو ابوجہل کو قتل کرکے شہید ہوئے اس کے ہم عمر ساتھی تھے۔ اسی قسم کے جانباز تھے۔ جنھوں نے اپنی جانیں قربان کرکے شجر اسلام کو سینچا۔ دنیائے اسلام ہمیشہ ان پر فخر کرے گی اور رہتی دنیا تک ان کا نام عزت و احترام سے لیا جائیگا۔

دمشق

عربی تمدن و صنعت کا ایک مشہور مرکز

جب عرب فرمانرواؤں نے دمشق اور اس کے مضافات کی سیر کی۔ تو ان میں سے ہر ایک کے منہ سے بے اختیار یہی نکلا کہ دمشق تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے زمرد میں نیلم نصب کر دیا ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ قول ضرب المثل ہو کر رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ اس قول میں صداقت ضرور مضمر ہوگی۔ جن سیاحوں نے دمشق کی سیر کی ہے۔ وہ اس مقولے کی صحت و صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

دمشق کی ساری زیبائش اور خوبصورتی کا انحصار اس نہر پر ہے جو اس کے گرداگرد بہتی ہے۔ جب آپ شہر میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے اسی نہر کا پل عبور کرنا پڑے گا۔ شہر کے اندر بھی ہر سڑک اور گلی کوچے میں اس بڑی نہر کی شاخیں مار پیچاں کی طرح بل کھاتی ہوئی چلی گئی ہیں۔ ان کی بدولت موسم میں اعتدال بھی پیدا ہو گیا ہے۔ اور شہر کے اندر جس قدر افتادہ زمین ہے۔ سب انار نارنگی۔ انگور ناشپاتی۔ سیب اور کھجور کے باغیچوں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ کیسے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان باغیچوں میں اپنی رہائش کے لئے خس و خاشاک سے پاک چھوٹے چھوٹے بنگلے بنوا رکھے ہیں۔ جب آپ شہر کے وسط میں پہنچیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جونپور کی طرح دمشق بھی اس نہر یا مصنوعی دریا کے دائیں بائیں آباد ہے۔ یہ نہر شہر کے وسط میں سے گذرتی ہے۔ اور اس کے کنارے قدیم زمانہ کی صدہا عالیشان عمارات زبان حال سے اپنے بنانے والوں کی عظمت کی گواہی دے رہی ہیں۔ اس نہر سے ہزاروں چھوٹی چھوٹی نہریں نکلی ہیں۔ اور شہر کے تمام مکانات کے سامنے سے گذرتی ہیں۔ تاکہ باشندوں کو ہر وقت تازے پانی کا آرام رہے تمام بڑے بڑے مکانات میں فوارے لگے ہوئے ہیں چھوٹی چھوٹی حوضیں بنی ہوتی ہیں۔ ان کے گرداگرد نارنگی کے پودے لگے ہوئے ہیں۔ گویا دمشق میں نہروں کا جال بچھا ہوا ہے۔ اگر کسی ہوائی جہاز پر چڑھ کر شہر پر طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ دمشق ایک عظیم الشان باغ ہے یا ایک عظیم الشان باغ میں ایک شہر بسا ہوا ہے۔ یہ حالت آج سے نہیں بلکہ جب سے دمشق آباد ہے اسی وقت سے قائم ہے۔ ہر مسجد ہر مدرسہ ہر صومعہ ہر مکتب ہر کوچہ ہر بازار محل اور ہر جھونپڑا۔ غرضیکہ جو چیز ہے باغ کے اندر ہی ہی ہے۔ وہی شہر کبھی ختم ہو چکا ہے۔ اس کے معنی صاف ظاہر ہیں کہ دمشق کا وجود اس نہر ہی کے سہارے قائم ہے۔

عام طور پر مسلم ہے کہ دمشق دنیا میں سب سے پرانا شہر ہے یعنی بنارس اور پیکن سے بھی زیادہ قدیم ہے مسیح سے ڈھائی تین ہزار سال پہلے کی تاریخوں میں اس شہر کا ذکر موجود ہے۔ ممکن ہے بنارس یا پیکن اس سے بھی زیادہ پرانا ہو لیکن ان شہروں کی قدامت تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس شہر پر بارہا مختلف بادشاہوں نے حملے کئے۔ باشندوں کو قتل کیا۔ اور شہر کو اجاڑا لیکن تھوڑے دنوں کے بعد پھر اصلی حالت پر آگیا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ شہر مصر یونان۔ عراق اور عرب ان چار ملکوں کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور ہمیشہ سے تجارت۔ صنعت اور حرفت کا مرکز رہا ہے۔ اور یہاں کا بازار ان تمام ملکوں کے سوداگروں اور سیاحوں کا ملجا اور ماوا رہا ہے۔ قدیم زمانے میں فوجی سازوسامان اسی شہر سے تمام ممالک میں جاتا تھا۔ یہاں کی تلوار اور زرہ تمام دنیا میں مشہور ہے۔ علاوہ بریں اگر کوئی شخص مصر سے عراق کو جائے تو راستہ میں یہی ایک شہر ایسا ہے جہاں مسافروں کو ہر قسم کی چیزیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر دمشق قدیم الایام سے دنیائے قدیم کے لئے جاذب توجہ رہا ہے۔

آج کل اگرچہ بہت سے نئے شہر دنیا میں ترقی پذیر ہیں لیکن دمشق کی عظمت اور دلکشی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہندوستان سے یورپ جانے کا آسان اور نزدیک کا راستہ یہ ہے کہ کراچی سے بصرہ تک جہاز میں بصرہ سے دمشق تک موٹر میں دمشق سے ریلوے ٹرین آپ کو تیار ملے گی۔ قسطنطنیہ ہوتے ہوئے یورپ کے جس ملک میں جی چاہے جا سکتے ہیں۔

دمشق کی صنعت و حرفت بھی آج کل ترقی پذیر ہے۔ پیتل۔ لوہے۔ ہاتھی دانت اور جواہرات کی بنی ہوئی چیزیں کثرت سے لندن اور نیویارک قاہرہ اور کلکتہ کے بازاروں میں بھیجی جاتی ہیں۔ اور قدردان نہایت شوق سے ان کو خرید کر اپنے کمروں کو سجاتے ہیں۔ یہاں کا میوہ بھی خشک و تر دونوں صورتوں میں مختلف ممالک کو بھیجا جاتا ہے اگرچہ دمشق میں مشرقیت کافی طور پر نمایاں ہے۔ لیکن مغربیت کا اثر بھی آہستہ آہستہ پھیلتا جاتا ہے۔ دکانوں کی آرائش۔ لباس۔ وضع قطع اور معاشرت ان سب باتوں میں یورپین تمدن کی جھلک نمودار ہو رہی ہے۔

دمشق کا قدیم بازار جسے صراط مستقیم کہتے ہیں۔ آج بھی قدیمی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہے۔ یہ بازار شہر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے یعنی اسی قدر لمبا ہے جس قدر دمشق آج کل دمشق پر فرانسیسی حکومت ہے۔ اس میں اسلامی آرٹ اور آثار قدیمہ کا انسٹی ٹیوٹ ہے۔ اس انسٹی ٹیوٹ یا انجمن کی بنیاد فرنچ جنرل گوراد نے ۱۹۲۲ء میں ڈالی تھی۔ جو اس زمانہ میں ملک شام کا ہائی کمشنر (ناظم اعلیٰ) تھا۔ اور اس کا دفتر اسعد پاشا العظیم سابق والیٔ شام کے محل میں واقع ہے۔ جو ۱۷۴۹ء میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ محل ایک نہایت عالی شان عمارت ہے۔ اس کے اندرونی کمروں میں نہایت اعلیٰ درجہ کی گلکاری اور پچی کاری کے نمونے موجود ہیں۔ اس ایک عظیم الشان کتب خانہ میں عجائب خانہ بھی مہیا کیا گیا ہے۔ اس عجائب خانہ میں سامرہ۔ فسطاط۔ انطاکیہ۔ حماہ اور دیگر مقامات سے دستیاب شدہ نادر الوجود اشیاء فراہم کی گئی ہیں۔ قدیم یونانی اور رومی مصوری چند اچھی اور تحریروں کے نمونے اور مسلمان بادشاہوں کے سونے چاندی کے سکے خلفائے بنو امیہ کے فرامین اور شاہی دستاویزیں قدیم اسلحہ کے نمونے قدیم عربوں کے اصنام یہ چیزیں اس عجائب خانہ کی اہمیت کا باعث ہیں۔

(ماخوذ)

نسائیات

مسلم خواتین کا لباس

(از جناب امۃ الرؤف بیگم صاحبہ۔ گوالیار)

مسلمان ہندوستان میں ایک الگ تمدن لے کر آئے تھے۔ ان کا لباس اور رہنے سہنے کا طریقہ ہمیشہ دوسری قوموں سے جدا رہا ہے لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہماری مسلمان بہنیں اس امتیاز کو مٹانے کی کوشش کر رہی ہیں جس زمانہ میں دوسری اقوام میں یہ جذبہ موجزن ہے۔ کہ وہ اپنی قومیت کو زندہ کریں۔ اور اپنے زمانۂ عروج کے تمدن کو از سر نو قائم کریں مسلمان اپنی قومیت کو فنا کرنے اور اور اپنے تمدن کا جنازہ اٹھانے کے واسطے تیار ہیں۔

یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ ہم بغیر سوچے سمجھے اندھا دھند دوسروں کی نمائشی باتوں کی تقلید کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں ہم کو اصلی اور کام کی باتوں کی بجائے فیشن کی فکر زیادہ رہتی ہے۔ اور ہم جن کی نقل کرتے ہیں ان کی خوبیوں پر نظر نہیں کرتے۔

ہماری مسلمان بہنوں نے ساری پہننا تو شروع کر دی مگر ہندو بہنوں کی خوبیوں سے چشم پوشی اختیار کر رکھی ہے۔ ہندو عورتوں کا ایثار قابل آفریں ہے۔ ہندوستان پر غیر اقوام کی حکومت ہوئی طرح طرح کے لباس ایجاد ہوئے۔ یہ دیویاں ایک بے سِلے کپڑے کو بھارت کا لباس سمجھ کر اسے ہی لپیٹے رہیں۔ دوسروں کی تقلید نہیں کی۔ ان کے اسی ایثار نے دنیا میں ہندو قوم کو قایم رکھ لیا۔ انہوں نے تو ساری اپنے امتیاز قایم رکھنے کو پہنی اور ہماری مسلمان بہنیں اپنا قومی امتیاز مٹانے کو پہن رہی ہیں۔ ہندو بہنوں کی یہ حالت ہے کہ وہ جس قدر تعلیم حاصل کر رہی ہیں اسی قدر اپنی قومی روایات کو قایم کر رہی ہیں۔ اور خاندانی رسم و رواج کی سختی سے پابند ہوتی جا رہی ہیں۔

غالباً ساری تو بہت قدیم لباس ہے سنا ہے کہ لوگ کسی زمانے میں پتوں سے ستر پوشی کیا کرتے تھے۔ غاروں اور کھوہوں میں چھپ کر سردی اور گرمی کی تکلیف سے نجات حاصل کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد جب کپڑا ایجاد ہوا تو لوگوں نے اس بے سِلے کپڑے سے جسم کو لپیٹنا شروع کیا۔ اور پتوں سے جو کام لیا جاتا تھا وہ اس سے لینے لگے۔ اس وقت لوگوں میں کتر بیونت کا سلیقہ نہ تھا اس وجہ سے ایک ہی کپڑے میں سارا جسم لپٹا رہتا تھا۔ مگر یہ حالت کچھ صدیوں کے بعد عام طور پر قایم نہ رہی۔ ترقی کی رفتار بڑھی۔ تہذیب کا معیار بلند ہوتا گیا۔ لوگوں کے دلوں میں کتر بیونت کا ذوق پیدا ہوا۔ مختلف تراش اور قطع کے کپڑے ایجاد ہوئے۔

لباس کا مقصد اور اس کی ضرورت کیا ہے؟ اس سوال سے عام طور پر چشم پوشی کی جا رہی ہے۔ لباس کا مقصد ستر پوشی اور سردی گرمی سے جسموں کی حفاظت ہے اور یہ دونوں باتیں ہمارے لباس میں بہ نسبت ساری کے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ بعض مرتبہ ساری کی تائید میں یہ کہا جاتا ہے کہ یورپ میں ساری کی جا رہی ہے مگر اہل یورپ کا ساری کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ ان لوگوں کا رجحان طبیعت نیم برہنگی کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اور بعض لوگ تو بالکل ہی لباس کے مخالف ہیں۔

مگر جو لوگ ستر پوشی کرنا اور گرمی سردی کی تکلیف سے نجات حاصل کرنا لباس کا نصب العین سمجھتے ہوں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اس پر غور کریں کہ کونسا لباس ایسا ہے۔ جس سے یہ دونوں باتیں بہتر طور پر حاصل ہو سکتی ہیں۔ چھ سات گز ململ یا دوسرے بے سِلے کپڑے لپیٹ لینے سے لباس کا مقصد پورے طور پر حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ساری کے ساتھ پیٹی کوٹ اور جاکٹ پہنا جائے۔ تو ایک وقت میں تین کپڑے ایک ساتھ پہننے سے ایک تو صرف بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ دوسری گرمی میں نہایت تکلیف دہ چیز ہے۔ اور جاڑوں کے موسم میں بھی گھٹنوں تک جرابیں پہنے بغیر ٹانگوں کو سردی لگتی رہتی ہے۔ پھر فرش پر بیٹھنے سے ساری ملی دلی جاتی ہے۔

کفایت شعاری کے نقطۂ نگاہ سے دیکھئے تو ساری پاجامہ اور دوپٹے سے بہت گراں پڑتی ہے۔ ۷ گز کی ساری ۴-۵ گز کا پیٹی کوٹ۔ گز سوا گز کا جاکٹ۔ ۱۲-۱۴ گز کپڑے نے صرف دو ڈھائی گز کے تنگ پاجامے اور ڈھائی تین گز کے دوپٹہ کا (عام دستور کے مطابق) کام دیا۔ البتہ آج کل اونچی کلی کے پاجاموں کا رواج ہو گیا ہے۔ ان میں ۵-۶ گز کپڑا لگتا ہے یہ تنگ پاجاموں سے زیادہ آرام دہ اور خوشنما ہوتے ہیں۔ اور چلتے بھی بہت ہیں۔ ان سے ارکان نماز میں بھی خلل نہیں پڑتا نماز پڑھنے والیوں کے لئے تو ساری کا لباس بہت ہی تکلیف دہ چیز ہے۔ ارکان نماز جیسے مردوں کو کوٹ پتلون کے ساتھ ادا کرنے دشوار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کو ساری کے ساتھ۔ کوٹ پتلون کے رواج نے مردوں کو صلوٰۃ کی پابندی سے محروم کر دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ وہ رفتہ رفتہ تارک صلوٰۃ ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے فرقہ میں سے نماز کا ذوق پہلے ہی اٹھا جا رہا ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس لباس کی بدولت مردوں کی طرح عورتیں بھی تارک صلوٰۃ نہ ہو جائیں۔ ایک اور عجیب خیال یہ بھی پیدا ہو گیا ہے۔ کہ ہندو بہنوں کی ترقی کا باعث ساری ہے اس کو پہن کر مسلم خواتین بھی ہر کمی کو پورا کر سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ مہذب اور ترقی یافتہ لباس ہے ایک خیال یہ بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ عورتیں ساری پہن کر بغیر برقعہ اوڑھے ہر جگہ جا سکتی ہیں۔ انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا مگر یہ کتنا کمزور اور مہمل خیال ہے تو اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق کریں ورنہ جب خدا کا ڈر نہیں تو بندوں کے ڈر سے پردہ کرنا نہایت درجہ کی اخلاقی کمزوری ہے۔ رواجی پردہ کی قید کو شرعی حد تک کم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کو بغیر ساری پہننے کے بھی ہم کم کر سکتے ہیں مذہب اسلام نے جس قدر آزادی عورتوں کو دے رکھی ہے۔ وہ ہماری کاروباری زندگی کے لئے بہت کافی ہے۔ اگر اس سے زیادہ کی تمنا ہے تو ساری کی آڑ فضول ہے۔

ساری کی تائید میں ایک دوسری بات یہ کہی جا سکتی ہے کہ ساری ہندوستان کا لباس ہے اس لئے جس قدر ہندوستانی خواتین ہیں سب کو یہی لباس پہننا چاہئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ساری صرف ہندوستان کا لباس نہیں۔ جب دنیا میں کپڑے سینے کا رواج نہیں تھا۔ ساری یا ری کی قسم کا لباس ہر جگہ پہنا جاتا تھا۔

پاجامہ بطور تحفہ ایران سے آیا۔ اس سے پہلے نصف ساری یعنی تہ بند بجائے پاجامے کے پہنا جاتا تھا۔ جب پاجامہ آیا اور ہمارے پیغمبر نے اسے پسند فرمایا اس وقت سے اس کا رواج مسلمانوں میں عام ہو گیا۔

اس مضمون سے میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ ساری کی مذمت کروں۔ یا اس کا پہننا مسلمان خواتین کے لئے قطعاً ممنوع قرار دوں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ مسلم خواتین اپنے موجودہ قومی لباس کو ترک کر کے ساری کو بطور اپنے قومی لباس کے اختیار نہ کریں اور اپنی قومی ہستی کو قایم رکھیں۔ ایسی محفلوں میں ساری پہن کر شریک ہونا نہایت درجہ برا ہے۔ جہاں دوسری اقوام کی خواتین موجود ہوں۔ کیونکہ اس سے ہمارے قومی لباس کی سخت توہین ہوتی ہے۔

آج کل دنیا کی تمام قومیں ترقی کے دور سے گزر رہی ہیں۔ ہر قوم اپنے تمدن کو زندہ کرنے کی فکر میں ہے۔ مسلمان خواتین کا فرض ہے کہ اپنے تمدن کو جو مسلمہ طور پر ممتاز درجہ رکھتا ہے زندہ کریں۔ اور قومیت کو سیلاب حوادث سے بچائیں۔

ترک عورتیں

ترکی میں پردے کی مخالفت کم و بیش پانچ سال سے جاری ہے۔ لیکن ابھی تک ترکی کے بعض حصے ایسے ہیں جہاں نئے خیالات کی رسائی نہیں ہوئی۔ اور عورتیں بدستور پردہ کرتی ہیں۔

حال میں اطلاع ملی ہے کہ اناطولیہ کے ایک شہر "غازی عنتاب" میں عورتوں نے قطعی طور پر مغربی لباس اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ ان شہروں میں سے ہے جہاں ترکی کی بعض پرانی رسمیں زندہ ہیں اور لوگوں کے وضع قطع اور لباس میں قدیم معاشرت کی جھلک نظر آتی ہے۔

سنا گیا ہے کہ اس شہر کی عورتوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ آئندہ ہم ہیٹ پہنا کریں گی۔ یہ واضح رہے کہ اناطولیہ میں ابھی تک چارشف پہننے کا رواج ہے۔

آج کل ترکی کے اکثر سیاست داں بہت پریشان ہیں کیونکہ ترکی کی نئی تعلیم یافتہ لڑکیاں ہر بات میں یورپ کی پیروی کر رہی ہیں۔ اور وہ شادی کرنے کے بجائے یہ بات زیادہ پسند کرتی ہیں کہ خود محنت کر کے کمائیں اور کھائیں اور ازدواجی پابندیوں میں نہ پھنسیں

ترکی میں بھی اب یورپ کے دوسرے ملکوں کی طرح عورتیں مختلف صنعتوں میں حصہ لے رہی ہیں۔ دفتروں میں بھی عورتیں نظر آتی ہیں عورتوں میں ملازمتیں حاصل کرنے کا رجحان عام ہو رہا ہے۔ طب اور قانون کے مدرسوں میں بہت سی لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں۔ حال میں ترکی کے ایک بہت بڑے بنک میں ایک نوجوان عورت کو ایک اعلیٰ عہدہ دیا گیا ہے۔ اور یہ امید کی جاتی ہے کہ عنقریب ترکی کی پارلیمنٹ میں بھی عورتیں نظر آئیں گی۔

مراسلات

(نامہ نگاروں کی رائے سے ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے)

زمینی کیڑا

(۲)

(از جناب حکیم محمد ظہیر الدین صاحب اڑپی)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آج اسلامی دنیا میں ہر رنگ میں جائے فخر ہے۔ اور ہر پہلو سے اسلامی دنیا کے قیام اور ترقی کا ایک بھاری ذریعہ ہے۔ جو پاک نفس بزرگوں کی مساعی جمیلہ سے اور جن نیک لوگوں کی ہیم تک و دو اور محنت اور ایثار اور قربانی سے اس انجمن کا اجرا ہوا۔ حضرت مسیح موعود جیسے خادم اسلام اور غلام احمد کے الہامات میں ان کو پاک ممبر کے الفاظ سے یاد کیا ہوا ہے۔ اس انجمن کی ملازمت کرنے والے مختلف قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں۔ اور ان ملازمین میں سے ایک عجیب و غریب کیڑا شیخ غلام محمد ہے جس نے خود "دابۃ الارض" ہونے کا دعوے کرکے پھر یہ بھی دعوے کیا ہے۔ کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی پیشگوئی کے ماتحت بحیثیت مصلح موعود اب آسمان سے نازل ہوا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک موقعہ پر میں نے صرف اس خیال سے کہ شیخ موصوف کو انجمن کی ملازمت کی برکت سے تقریباً ایک صد روپیہ ماہوار کی آمد ہے جو اس کی کارستانیوں کی وجہ سے بند ہونے والی ہے۔ اور اندیشہ ہے کہ شیخ کے کرتوت اس کی اولاد کی معیشت پر اثر انداز ہوں۔ اس لئے میں نے شیخ غلام محمد سے کہا کہ دعائے مبارکہ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً کا کیا مطلب ہے؟ اور یوسف موعود مصلح موعود دین کو جاری کرنے والے پسر موعود عمنوائیل بشیر کے متعلق حضرت مسیح موعود کا جو الہام ہے کہ وہ صاحب شکوہ و عظمت و دولت ہوگا۔ مہربانی کرکے آپ بتلائیں کہ آپ کیسے ان الہامات کا مصداق ہو سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں شیخ غلام محمد اس قدر جوش میں آگئے کہ بہت کم دیوانے اور مجنوں ایسا جوش و خروش کرتے ہیں۔ میں نے بہتیری نرمی اختیار کی لیکن اس زمینی کیڑے کو نامردوں کی طرح زینت دنیوی حرام ہی نظر آنے لگی۔ لیکن ایک طرف اگر اس زمینی کیڑے نے مسئلہ نروان کو صحیح قرار دیا تو دوسری طرف زور شور سے پکارا کہ وہ بہت ہی جلد بلکہ جلد سے جلد قیصر ہند کے تخت پر دہلی میں بحیثیت ایک ایسے مطلق العنان خود مختار بادشاہ کے براجمان ہو جائے گا۔ جو قانون کی رو سے بالکل آزاد ہوگا۔ اس کی شخصی سلطنت ان جابر اور ظالم بادشاہوں سے بڑھ کر ہوگی۔ جو اپنی ذات کو دنیا میں ہر ایک قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ ان کیلئے نہ تو آئین خداوندی ہوا کرتے ہیں۔ اور نہ وہ کسی رسول اور نبی کے متبع ہوتے ہیں۔ بلکہ محض ہوا و نفس کے بندے ہوتے ہیں شیخ موصوف نے جب اس طرح سے بادشاہ بننے کا دعوے کیا تو مجھے اطبا کی بات یاد آگئی جس میں لکھا ہے کہ لیخولیا کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ دماغ میں بادشاہ بن جانے کا خیال سما جاتا ہے میرا خیال تھا کہ شیخ موصوف بہت جلد رو بہ اصلاح ہو جائے گا۔ لیکن ابھی تک ایک حصہ اس کے دماغ کا اصلاح طلب ہے۔ کچھ عرصہ ہوا شیخ موصوف مجھ سے مقوی ادویات لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک معجون ایسی بھی تھی جو مفرحات بہمنیں۔ موصلین درمین سے مرکب تھی بشیخ موصوف اکثر مجھ اس معجون کی خوبیوں کا ایک نہایت ہی دلکش منظر دکھا چکے ہیں۔ اور دنیاوی لذتوں پر حق تو یہ پورے پورے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں۔ اور دین کو دنیا سے مقدم کرنے کا بھی یہ مطلب نہیں سمجھتے تھے۔ کہ انسان دنیا سے قطع تعلق کرکے زوال حاصل کرلے اور جین مت کے سادھوؤں کی طرح تارک الدنیا ہو جائے۔ پس شیخ غلام محمد سے میری التماس ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچانے۔ اور کوئی دینی خدمت کرے۔ دوسروں کی ذات پر یونہی حملے کرتے جانا کہاں کی مصلح موعودیت ہے یہ محض دھوکہ ہے کہ اسے کسی کی کچھ بھی پروا نہیں۔ بغیر معجون کے وہ خود مردہ تھا۔ زندہ ہو کر حکیموں کو مردہ کہنا میرے شیخ جی درست نہیں؟

پادری ایس ایم پال صاحب جواب دیں

(از جناب مرزا غلام ربانی صاحب راولپنڈی)

پادری ایس ایم پال صاحب آج کل قرآن کریم کی تفسیر کی تیاری میں غلطاں و پیچاں نظر آتے ہیں۔ اس بہانہ سے سرمایہ کی فراہمی کے لئے رات دن مشغول ہیں۔ کبھی چندہ کی اپیل ہوتی ہے کبھی کتابوں کی۔ ان کا یہ خیال دیوانگی کی حد کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اور کسی حد تک وہ اپنے مقصد میں یعنی فراہمی زر وغیرہ میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ چندہ کی فہرست تو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتی۔ راوی دریا کی طرح چلتی ہی جائے گی۔ چنانچہ اس ضمن میں پادری صاحب کی ایک اپیل ہماری نظر سے گزری جس میں پادری صاحب نے تفسیر قرآن کی ضرورت پر بڑا زور دیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ مسلمانوں کے عیسائی نہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ کوئی موزوں تفسیر عیسائیوں نے آج تک قرآن کی نہیں کی۔ اس اپیل میں مسٹر پال نے درخواست کی ہے کہ ہمیں تفسیر کے لکھنے کے لئے ۵۴ کتابوں کی ضرورت ہے جن میں سے سات کتابیں پہنچ چکی ہیں۔ اور ان کی قیمت ۰۰-۶-۷ روپیہ ہے باقی کتب کے لئے انہوں نے درخواست کی ہے کہ مسیحی دوست مہیا کریں۔ قیمت ادا کریں یا اس فنڈ میں امداد کریں۔ لیکن جو قیمتیں پادری صاحب نے اپنی فہرست میں درج کی ہیں وہ بازاری شرح سے بہت زیادہ ہیں مثلاً:-

نام کتاب معہ قیمت پادریانہ		عام قیمت	فرق
(۱) ناسخ والمنسوخ	[illegible]	۸/	[illegible]
(۲) تفسیر حقانی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۳) تفسیر حسینی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۴) تفسیر قرآن اشرفعلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۵) صحیح مسلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۶) طحاوی	[illegible]	لعہ	لعہ
(۷) فیض الباری	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۸) القاموس	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۹) اساس البلاغت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۱۰) تفسیر سرسید	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۱۱) ترمذی	[illegible]	[illegible]	۸/
(۱۲) مظاہر الحق	[illegible]	[illegible]	[illegible]
(۱۳) تاریخ قدیم	[illegible]	۸/	[illegible]
(۱۴) تاریخ خلفا	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اس نقشہ سے آپ کو پتہ لگ گیا ہوگا۔ کہ جب یہی کتابیں اکثر جگہ سے سستی قیمت پر مل سکتی ہیں (مثلاً سے اس سنت سنگھ۔ لاہور۔ اسلامک لٹریچر کمپنی لاہور۔ بکڈپو ملیگا، مطبع قاسمی دیوبند سے) تو پھر معلوم نہیں پادری صاحب نے کہاں سے زیادہ قیمت درج کی۔

پہلا سوال۔ کیوں پادری صاحب نے کتابوں کی قیمت زیادہ لگائی ہے۔ اور کہاں سے لگائی ہے۔ اگر کاتب کا سہو ہے تو عجیب بات ہے کہ کاتب ہر کتاب کی زیادہ قیمت لکھتا ہے۔ ایک کتاب کی قیمت بھی سہواً کم نہیں لکھتا اور اگر یہ جواب ہو کہ ان کتابوں میں جلد بندی شامل ہے تو ہمارا اعتراض یہ ہے کہ یہ کونسی جلد بندی ہے جس کی اجرت اصل قیمت سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ اور اگر جلد بندی شامل ہے تو ایسا نوٹ کیوں نہ دیا گیا۔ پادری صاحب باقی معاملات میں تو ضرور کفایت شعاری کے اصول کو مدنظر رکھتے ہوں گے یہاں کیوں اس اصول کو توڑ دیا گیا۔

دوسرا سوال۔ جب پادری صاحب مجوزہ تفسیر کے کام کو ختم کر چکیں گے اور ان فراہم کردہ کتابوں کی ضرورت نہ رہیگی تو پھر یہ کتابیں کس کی ملکیت ہوں گی۔ پادری صاحب خود ان کتابوں کے مالک ہوں گے یا وہ مشن جس کے وہ ملازم ہیں۔

تیسرا سوال۔ اگر پادری صاحب نے قرآن کے ایک آدھ پارہ کی تفسیر کرنے کے بعد کوئی بہانہ تراش کر اس کام کو بند کر دیا تو پھر ان کتابوں کا اور اس فنڈ کا جو کہ تفسیر کی غرض کے لئے جمع ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیا حشر ہوگا۔

چوتھا سوال۔ کیا آپ کی تفسیر کا منبع اکبر مسیح کی ادھوری تفسیر کے ادھورے نوٹ تو نہیں ہوں گے جو وہ بیچارہ چھوڑ مرا ہے۔ اکبر مسیح بیچارہ نے بھی تفسیر لکھنے کے لئے کمر ہمت باندھی تھی۔ لیکن اپنی امیدوں کو لے کر نامرادی کی حالت میں یہاں سے چل بسا۔ ہمیں کامل یقین ہے کہ انشاءاللہ پادری پال کو بھی اس کام کے لئے توفیق ہرگز نہ ملے گی اور اپنے اس مقصد میں وہ ہرگز کامیاب نہ ہوں گے۔ اور دنیا سے اکبر مسیح کی طرح نامراد رخصت ہوں گے۔

امید ہے پادری صاحب ان سوالات اربعہ کا جواب جلد تر اپنے اخبار "نور افشاں" میں شائع کرکے مشکور فرمائیں گے۔

اقتباسات

ہندوستانی عیسائیوں میں ہندو مسلم مسئلہ

غالبًا یہ حیرت انگیز حقیقت بہت کم حضرات کو معلوم ہوگی کہ ہندو مسلم مسئلہ ہندوستانی عیسائیوں کے ہاں بھی موجود ہے جو لوگ ہندو سے عیسائی ہوتے ہیں وہ عیسائی ہونے کے بعد بھی ان لوگوں کو غیریت ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں جنھوں نے اسلام سے مرتد ہوکر عیسائیت قبول کی ہے۔ اگر ہندوستانی عیسائیوں کے اندرونی معاملات کا تفحص کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہونے والے اقلیت میں ہیں اور "عیسائی ہندو" اکثریت ان کو ہر جگہ شکست دینے اور پسپا کرنے کے درپے رہتی ہے۔ گویا ہندو عیسائی ہوجانے کے بعد بھی ہندو رہتا ہے اور مسلمان کو اس کے عیسائی ہوجانے کے بعد بھی مسلمان ہی سمجھتا ہے۔ (انقلاب)

پنجاب یونیورسٹی اور مسلمان

اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی نے مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست مہم جاری کی ہوئی ہے اور وہ مسلمانوں کے حقوق کو کچلنے میں خاص سرگرمی کا اظہار کر رہی ہے۔ چنانچہ الیف اے کا جو دوبارہ امتحان منعقد ہوگا اس میں ۳۵ سپرنٹنڈنٹوں میں سے صرف ۴ مسلمان ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی آبادی تازہ مردم شماری کی رو سے ۶۰ فیصدی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی نے السنہ شرقیہ کے امتحانات (عربی، فارسی) میں بھی پنجابی مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز کر دیا۔ اور مسلم طلبہ کو کامیابی کا کم موقع دینے کے لئے پنجاب کے حریف صوبوں یوپی۔ بنگال اور حیدرآباد دکن سے ممتحن لئے۔ اس کارروائی سے جہاں پنجاب یونیورسٹی کے حکام کی مسلم آزار ذہنیت آشکارا ہوتی ہے وہاں اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ یونیورسٹی اس قدر ناقابل ہے کہ وہ اب تک چند قابل ممتحن بھی پیدا نہ کرسکی۔ یونیورسٹی کو فرقہ داری سے بالاتر رہنا چاہیئے۔ (کشمیری)

طلاق ہندوؤں میں

"ہندوؤں میں طلاق کا نہ ہونا، ممکن ہے کسی زمانہ میں عورتوں کی شوہر پرستی کے اعتبار سے مفید ہو اور ہندو بزرگوں نے طلاق کی اس لئے ہی ممانعت کی ہو مگر موجودہ حالات اور اس زمانہ کے خیال سے تو یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہندوؤں میں طلاق کا نہ ہونا لاکھوں مردوں اور عورتوں کے لئے مستقل مصیبت کا باعث بن رہا ہے۔ اور موجودہ قانون کئی خاندانوں کی تباہی کا باعث ہوا۔ طلاق کے قانونًا ناجائز ہونے کی صورت میں یہ خبر دلچسپی اور مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار حال میں ریاست بڑودہ کے اندر یہ طلاق قانونًا جائز قرار دی گئی ہے۔ اور اس نئے قانون کے مطابق مہاراجہ بڑودہ کی رعیت میں عورتوں کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے شوہروں کے نامناسب سلوک کی موجودگی میں طلاق حاصل کرسکیں ہم اس نئے قانون کا خیر مقدم کرتے ہیں اور مہاراجہ بڑودہ کو قابل مبارکباد سمجھنا چاہیئے۔ جنھوں نے بیکس عورتوں کے مصائب ختم کرنے کے اعتبار سے پہلا قدم اٹھایا۔"

یہ اقتباس کسی مسلم اخبار کا نہیں بلکہ ایک غیر مسلم پرچہ کا ہے۔ تعدد ازدواج۔ غلامی وغیرہ کی طرح طلاق بھی ان چند اسلامی مسائل میں سے ہے جن پر غیروں نے ہنسنا اور ہم نے شرمانا شروع کر دیا تھا۔ اور ہمارے بعض جدید اکابر قوم کی سرگرم کوشش یہ تھی کہ جسطرح بھی ممکن ہو تاویل و تحریف کے زور سے ان مسائل کو سرے سے شریعت اسلامی سے خارج ہی کر دیا جائے۔ اللہ کی حکمتیں ان عقلاء کی حکمتوں سے کہیں بڑھی ہوئی ہیں۔ ایک طرف اسلام پر اعتراض بھی ہے اور دوسری طرف غیر قومیں خود بخود اسلام۔ شریعت اسلام و قانون اسلام ہی کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہو رہی ہیں۔ جنھوں نے اپنے عقل و فہم کے گھمنڈ میں آکر اسلام کی تعلیمات پر ٹھٹھے لگائے انہیں بار بار مضطر و مجبور ہوکر اسلام ہی کے طریقے اختیار کرنے پڑ رہے ہیں۔ اور شاعر کی شاعری

کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو

کسی نہ کسی اعتبار سے حقیقت ہی بنتی جا رہی ہے۔ (سچ)

نماز کے روحانی اور جسمانی فوائد پر ایک ہندو کا اظہار خیال

مسٹر پرتاپ نرائن اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:-

"کچھ عرصہ ہوا کہ ڈاکٹر مونجے نے ہندوؤں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ گوشت کا استعمال شروع کردیں تاکہ مسلمانوں کی طرح وہ بھی مضبوط ہو جائیں۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ مشورہ رشیوں کی ہدایات کے صریح خلاف ہے۔ رشیوں نے تو یہ ہدایت کی ہے کہ مضبوط ہونے کے لئے ہر شخص کو پرنایام پر کسرت کرنی چاہیئے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ قانون سے ناواقفیت ناقابل معافی جرم ہے۔ رشیوں نے تاکید کی ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی عبادت کرنی چاہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ قانون قدرت کی پیروی کرے۔ اس لئے رشیوں نے انسانوں کے واسطے ایسے قوانین مرتب کر دیئے ہیں جو قانون قدرت کے عین مطابق ہیں۔ ذہنی اور جسمانی قوت کے لئے رشیوں کا حکم ہے کہ انسان صرف وہی چیزیں استعمال کرے جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں یا گائے کا دودھ اور روزانہ سورج کی روشنی میں کھلی ہوا کے اندر کسرت کرے اس طریقہ سے انسان کی مادی اور غیر مادی قوتیں نشوونما پاسکتی ہیں۔

میں نے سائنٹفک طریقہ سے ہندو اور مسلمانوں کے طریق عبادات کا بغور معائنہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمان ہندوؤں کی نسبت جسمانی اعتبار سے طاقتور ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کی جسمانی طاقت کا انحصار "نماز" پر ہے، جو وہ پنج وقتہ کھلی ہوا میں ادا کرتے ہیں نہ کہ گوشت کا استعمال جیسا کہ ڈاکٹر مونجے کا خیال ہے۔ میرا پختہ اعتقاد ہے کہ "نماز" جسمانی صحت کے ساتھ ساتھ دماغ کو بھی پاک و صاف رکھتی ہے۔" (ریفی کرانیکل)

اردو کی ہمہ گیری

ہندوستان میں ۲۲۲ زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن ان میں ایک درجن زبانیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں:-

زبان	مرکز	تعداد
اردو	وسط اور شمالی ہند	۹۷۴۴۳۶۹
بنگالی	بنگال	۳۹۲۹۸۹۹
تیلگو	مدراس اور جنوبی ہند	۲۳۶۱۱۴۹۲
مرہٹی	صوبہ بمبئی	۱۸۷۹۷۸۳۱
تامل	مدراس اور جنوبی ہند	۱۸۷۷۹۵۰۷۷
پنجابی	پنجاب	۱۶۲۴۳۵۹۶
(راجستھانی و مارواڑی)	راجپوتانہ و وسط ہند	۱۲۶۸۰۵۶۲
کناری	میسور	۱۰۳۷۴۲۰۴
اوڑیہ	بہار و اڑیسہ	۱۰۱۴۳۱۶۵
گجراتی	صوبہ بمبئی	۹۰۵۱۹۹۲
برہمی	برما	۸۴۴۳۲۵۶
ملایم	ملیبار	۷۴۹۷۶۳۸

پنجاب کی اقلیتوں کا اتحاد

جب سے مسلمانان پنجاب نے ۵۶ فیصدی حقوق کا مطالبہ کیا ہے۔ ہندو ان کی مخالفت پر اتر آئے ہیں۔ اور متحد ہوکر مسلمانوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں پنجاب کی اقلیتوں کی کانفرنس کے نام سے ہندوؤں اور سکھوں نے ملکر ایک جلسہ کیا۔ جس میں مہاتما گاندھی سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ وہ ہندوؤں اور سکھوں کے مشورے کے بغیر مسلمانوں کے مطالبات منظور نہ کریں۔ اور مسلمانوں کو کسی صورت میں پنجاب میں اپنی اکثریت قائم کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ہندو اور سکھ اخبار بھی عرصہ سے یہی لکھ رہے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنے ملی حقوق کے تحفظ کے لئے کمربستہ ہوجائیں۔ اور

خبریں

—— شملہ ۲ر جولائی ۔ حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ شیخ عبدالغنی ایڈووکیٹ سرگودھا کو [illegible] انجینئرنگ کالج لاہور کے طلبہ کی ہڑتال کے [illegible] میں [illegible] پر کام کرنے کی دعوت دی جائے۔

—— الٰہ آباد یکم جولائی ۔ آج پنڈت جواہر لال نہرو نے بزازی کی دکانوں کا چکر لگایا ۔ اور بزازوں کے روبرو بلیک مارکیٹ کی پوزیشن کی توضیح کی ۔ مسٹر محمد [illegible] نے کہا کہ کانگرس کے راہنماؤں کی مرضی کے خلاف کوئی ایسی چیز جبراً ان پر عائد کر دی جو انہیں ناگوار [illegible] سے اقتباً فرد وارانہ فسادات پیدا ہو گا ۔ خوش قسمتی سے [illegible] پیش نہیں آیا ۔ رہنما کا اپنے فرائض خاموشی کے ساتھ ادا کر رہے ہیں ۔

—— پشاور ۲ر جولائی ۔ آج سرحد ی قوانین کی تحقیقاتی کمیٹی کے روبرو مسٹر [illegible] صوبہ سرحد نے شہادت دی ۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ سرحد میں خاص صورت حالات کی وجہ سے سرحدی قوانین کا جاری رہنا ضروری ہے ۔

—— شملہ یکم جولائی ۔ [illegible] شاہی کمیشن کی رپورٹ آج شائع ہو گئی ہے ۔ [illegible] صفحات پر مشتمل ہے ۔ کمیشن کا تقرر ۲ر جولائی [illegible] کو عمل میں آیا تھا ۔ کہ وہ برطانوی ہندوستان میں صنعتی اداروں [illegible] حالات میں مزدوروں کی موجودہ حالت ، ان کی صحت ، قابلیت اور معیار زندگی اور مالکوں اور مزدوروں کے باہمی [illegible] کی تحقیقات کر کے اپنی سفارشات پیش کرے ۔ اس کمیشن کا تقرر [illegible] کیا گیا تھا ۔ اور اس کے ارکان حسب ذیل مقرر ہوئے تھے ۔

رائٹ آنریبل جے ۔ ایچ ۔ وہیٹلے (صدر) رائٹ آنریبل وی ایس سرینواس شاستری ۔ سر وکٹر سیاسون ۔ سر ابراہیم رحمت اللہ کے سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ سی آئی ای ۔ سر الگزینڈر آر مرے کے بی ای ۔ اے جی کلو ۔ سی آئی ۔ ای آئی سی ایس ۔ مسٹر کبیر احمد ایم ۔ ایل ۔ اے ۔ جی ڈی برلا ۔ جان کلف ۔ این ۔ ایم ۔ جوشی ۔ دیوان چمن لال اور مس بی ایم ۔ لی پوٹر ۔ رپورٹ متفقہ ہے ۔ اور اس پر سر ابراہیم رحمت اللہ کے سوا جو اسمبلی کے صدر منتخب ہو گئے اور تحقیقات میں حصہ نہیں لے سکے ۔ تمام ارکان کے دستخط موجود ہیں ۔

—— بمبئی یکم جولائی ۔ آج نواب صاحب بھوپال کے ایما پر والیان ریاست کی [illegible] کانفرنس دوبارہ منعقد ہوئی جس میں راجہ پٹیالہ نے ایک بیان دیا ۔ اس بیان کے رو سے فیڈریشن کے متعلق اپنے سابقہ رویہ میں [illegible] نے اس حد تک ترمیم کرنی منظور کر لی کہ ایک فیڈرل ہاؤس بنایا جائے ۔ اس پر گرما گرم مباحثہ شروع ہو گیا ۔ جس کا خاص اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ بڑی بڑی ریاستوں کا رویہ نہایت مضبوط تھا ۔ [illegible] وہ سینئے سکیم کی تراش خراش یا کاٹ چھانٹ کے خلاف تھے ۔ مہاراجگان دھولپور اور ریوا نے مہاراجہ پٹیالہ کی تجویز کی حمایت کی ۔ بحث و تمحیص صبح کے دس بجے شروع ہوئی ۔ اور ایک بجے [illegible] ملتوی ہو گئی لیکن دوبارہ تین بجے شروع ہو کر ۷ بجے شام تک جاری رہی اس کے بعد مزید گفت و شنید ملتوی ہو گئی ۔ اس گفت و شنید کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہندوستانی ریاستوں کے مندوبین کا جو جلسہ ۳ بجے بعد دوپہر شروع ہونا تھا وہ نہ ہو سکا ۔

—— نئی دہلی ۲ر جولائی ۔ آج مقدمہ سازش دہلی میں سلطانی گواہ کیلاش پتی کی شہادت ختم ہو گئی ۔

—— کلکتہ یکم جولائی ۔ خان بہادر عبدالمومن کمشنر چٹاگانگ ڈویژن مشرقی مسلم حلقہ کی طرف سے بلا مقابلہ بنگال کونسل کے رکن منتخب ہوئے ۔

—— ڈبرو گڑھ ۔ ۲۹ر جون ۔ وادی آسام میں کامٹ کو علیحدہ [illegible] زبان رکھنے کی بنیاد پر صوبہ سے جدا کرنے کی تحریک شروع ہو گئی ہے ۔

—— لندن ۲۹ر جون ۔ ارل رسل کامن ویلتھ آف انڈیا لیگ کے صدر منتخب ہوئے ہیں ۔

—— لاہور یکم جولائی ۔ مظلومہ کالج کا ایک تاریخی واقعہ ہے ۔ جس نے مسلمانوں کی تمام مختلف الخیال جماعتوں کو اتحاد و یکجہتی کے ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع کر دیا ہے ۔ اور تمام علماء اکابر نہایت خلوص دل سے امداد و اعانت فرما رہے ہیں ۔ اس طرح کسی ایک جماعت کی خدمات کو دوسری جماعت پر ترجیح دینا آسان نہیں ۔ چونکہ یہ اتحاد امت مسلمہ کے لئے بہت بڑی خوش قسمتی کا موجب ہے ۔ اس لئے بعض چند واقعات اس کو برداشت نہیں کر سکے ۔ وہ اپنی تمام طاقتیں مسلمانوں میں نفاق پیدا کرنے کی غرض سے صرف کر رہے ہیں ۔ میں ان نفاق انگیز طاقتوں کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں اور بتلانا چاہتا ہوں کہ مسلمان ان کی حرکات سے بے خبر نہیں ہیں اس کے ساتھ ہی میں سلمان اخبارات سے درخواست کرتا ہوں کہ مظلومہ کالج کے واقعات کو پارٹی بازی کا رنگ دینے سے اجتناب فرمائیں ۔ تاکہ موجودہ اتحاد قائم رہے ۔ اور دشمنان اسلام کی نفاق انگیزیاں کامیاب نہ ہوں ۔ ([illegible])

—— الٰہ آباد ۲۹ر جون ۔ میوہ فروشوں اور کمیشن ایجنٹوں میں بھڑپ ہو گئی ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ناخوشگوار صورت حالات پیدا ہو گئی ۔ میوہ فروشوں نے فیصلہ کیا ہے ۔ کہ مقامی کمیشن ایجنٹوں سے میوہ دانہ نہیں خریدیں گے ۔ اس لئے انہوں نے مکمل ہڑتال کر دی ہے ۔

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا مکتوب

(جناب مسٹر ہارلاڈ بن سن ۔ لیٹنی لندن کا اعلان اسلام)

جناب مسٹر ہارلاڈ بن سن ہمارے دیرینہ دوست جناب مسٹر ڈی وی ۔ اینڈرسن کے دوست ہیں ۔ مسٹر اینڈرسن موصوف نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے دوران قیام انگلستان میں اسلام قبول کیا تھا ۔ جناب مسٹر اینڈرسن موصوف کے اندر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا سا جذبۂ ایمان و روح اسلام موجود ہے وہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح سفر و حضر ہر حالت میں تبلیغ اسلام کے فریضہ کو فراموش نہیں کرتے ۔ اگر وہ کسی سے دوستی گانٹھتے ہیں ۔ تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ دوستی کے ذریعے ہی اس تک اسلام پہنچا دیں ۔ تاکہ بے شمار دوستوں میں سے جنہیں وہ اپنی قبولیت اسلام سے پہلے سے اسلام کی تلقین کر رہے ہیں جناب مسٹر ہارلاڈ بن سن بھی ایک ہیں ۔ مدت مدید سے جناب مسٹر ہارلاڈ جناب امام صاحب مسجد ووکنگ سے ملنے اور ان سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے متمنی تھے ۔ چنانچہ گذشتہ اپریل جب وہ لندن میں تشریف لائے تو انہیں یہ موقع میسر آ گیا ۔ اس کے بعد جلد ہی انہوں نے انگلستان چھوڑ دیا ۔ بیر میڈرڈ دارالخلافہ ہسپانیہ سے جو خط انہوں نے امام صاحب موصوف کو لکھا ۔ اس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے ۔

جناب امام صاحب مسجد ووکنگ ۔

جناب عالی ! عریضۂ ہذا کے ساتھ میں اپنا اعلان اسلام کا فارم منسلک کرتا ہوں ۔ جو میرے پیارے دوست جناب مسٹر ڈی ۔ وی ۔ اینڈرسن آف میرس نے مجھے یہاں بھیجا ہیں تین دن تک انگلستان پہنچ جاؤں گا ۔ اور میں کوشش کروں گا کہ مسجد ووکنگ کو جاؤں ۔ لیکن ممکن ہے کہ بعض اہم مصروفیتوں کی وجہ سے ان تاریخوں میں میں وہاں نہ جا سکوں اور کسی اور تاریخ کے لئے یہ ملاقات ملتوی کرنی پڑے ۔ واپسی پر میں رسالہ اسلامک ریویو کا چندہ ارسال کر دوں گا ۔

جناب مسٹر ہارلاڈ بن سن لندن کے باشندے ہیں ۔ جو لیٹنی میں رہتے ہیں ۔

راقم

(آفتاب الدین احمد اسسٹنٹ امام مسجد ووکنگ)

الصلح خیر

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

ایڈیٹر

محمد انعام الحق تھیو شاپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۲۴ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۰

ہماری تبلیغی ڈاک

عراق

بغداد سے سید تصدق حسین صاحب لکھتے ہیں کہ آج کل یہاں حضرت موسیٰ کاظمؒ کے معجزہ الباہرہ کا جاہل لوگوں میں بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ افواہ ہے کہ آپ کے مزار پر نابینا بینا ہو رہے ہیں۔ لنگڑے اچھے ہو رہے ہیں۔ ہزارہا مریض جمع ہو رہے ہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ یہ سب جاہل لوگوں کے پھنسانے کی ایک ترکیب تھی۔ کیونکہ زائرین کی کمی کے باعث مجاوروں کی آمدنی کم ہو رہی تھی اس لئے آمد بڑھانے کا یہ ڈھنگ رچایا گیا۔ دو چار تندرست آدمیوں کو فرضی اندھا بنا کر ان کے ذریعہ مشہور کیا گیا کہ ان کو شفا ہو گئی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ جہلا جوق در جوق مزار پر جانے شروع ہو گئے۔ اور مجاوروں نے خوب پیسہ بٹورا۔ شہر میں شیعہ صاحبان نے ایک رات چراغاں بھی کیا۔ لیکن تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ ان کاموں میں شریک نہ ہوا۔ حکومت کو بھی اچھی توجہ اس طرف مبذول کرنی پڑی۔ اور تفتیش کرنے پر یہ سب جھوٹ ثابت ہوا۔ لیکن جہلا کب ماننے والے ہیں وہ ہزاروں کی تعداد میں مزار پر پڑے ہیں۔ اور بیرونی علاقوں سے بھی لوگ چلے آرہے ہیں جس سے غیر مسلم لوگوں کو مسلمانوں کی بداعتقادی پر ہنسی کا موقع مل رہا ہے۔ خدا مسلمانوں کو سمجھ دے۔

جزیرہ فجی

اخویم محمد عبداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں پہنچتے ہی میرے لکچر کا اتوار کے دن کے لئے اعلان شائع ہو گیا۔ گو سفر کی کوفت کے باعث طبیعت سخت کمزور تھی۔ لیکن دو بجے دوپہر کو نائب صدر صاحب اپنی موٹر میں بٹھا کر مجھے لیکچر ہال میں لے گئے۔ ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کثرت سے لوگ تنگی جگہ کے باعث کھڑے تھے گیلری غیر مسلم مستورات سے پُر تھی۔ ابتدائی خوش آمدید کے بعد مجھے لیکچر کے لئے کہا گیا۔ میں نے چند آیات قرآنی کو تلاوت کر کے لوگوں کو خدا کی عبادت کی طرف توجہ دلائی۔ ہندو مسلم اتحاد پر زور دیکر اسلام کی رواداری کا نقشہ کھینچکر بتایا کہ اسلام کس طرح اپنی عالمگیر اخوت اور اخلاق کی وسعت کی وجہ سے تھوڑے عرصہ میں روے زمین پر پھیل گیا۔ اسلام کو جہاں بھی تلوار چلانی پڑی وہ مدافعانہ رنگ کی تھی۔ نہ کہ جارحانہ۔ اس کے بعد آیت سخر لکم ما فی السموات الخ وغیرہ کی تشریح کر کے موجودہ سائنس اور اس کی ترقیات کی طرف ناظرین کو توجہ دلائی۔ یہ تقریر قریباً ایک گھنٹہ سے کچھ اوپر عرصہ میں ختم ہوئی۔ اس تقریر سے مسلمان بہت خوش ہو گئے۔

مجھے یہاں کے ایک مسلم سکول میں تعلیم دینے کے لئے بلایا گیا ہے جو دارالخلافہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جہاں ایک پرائمری سکول ہے۔ سکول میں پانچ جماعتیں ہیں۔ بے قاعدہ تعلیم کی وجہ سے جماعت بندی نہیں ہے۔ ہر لڑکے کا جدا جدا سبق ہے ابھی میرے لئے مکان کا انتظام نہیں ہوا۔ اس لئے مدرسہ سے ۵ میل کے فاصلہ پر رہنا پڑتا ہے۔ جہاں سے موٹر لیجایا کرتی ہے میرے آنے سے پہلے یہاں مسلمانوں کی دو پارٹیاں تھیں اور اس تفرقہ کی وجہ سے نماز عیدین بھی دو جگہ ہوا کرتی تھی ایک شہر میں دوسری شہر سے دو میل کے فاصلہ پر۔ ہم موخر الذکر کے امام صاحب کے پاس گئے کہ نماز ایک جگہ ہو۔ لیکن باوجود وعدہ کے انہوں نے علیحدہ نماز پڑھائی۔ شہر کے لوگ اس شرط پر اکٹھی نماز پڑھنے پر راضی ہو گئے کہ نماز میں پڑھاؤں۔ چنانچہ سوؔدا سے مجھے لنسوآ جا کر نماز پڑھانی پڑی مسجد میں پانچ چھ سو آدمی جمع ہو گئے۔ نماز کے بعد میں نے خطبہ مسنونہ پڑھکر قربانی کی غرض و غایت بیان کی۔ جس کے بعد ایک دوست نے میرے رہائشی مکان کے لئے چندہ کی اپیل کی اور دس پونڈ چندہ ہو گیا

یہاں میلاد کا بڑا رواج ہے۔ مہینہ میں پانچ چھ مجالس میلاد ہوجاتی ہیں۔ ان میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ انشاءاللہ تعالےٰ آہستہ آہستہ اصلاح ہوجائے گی۔ مختلف جگہ میری چار تقاریر ہو چکی ہیں۔ جن میں میں نے مسلمانوں کو ان کے فرائض ملی سے آگاہ کیا۔ کہ وہ اور ان کی قوم کن ذرائع سے زندہ رہ سکتی ہے لیگ کے وائس پریزیڈنٹ صاحب نہایت مخلص آدمی ہیں اور ان کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ میرے گھر سے عورتوں میں تبلیغ کرتی رہتی ہیں۔ سوؔدا میں جہاں ہم پہلے چند یوم ٹھیرے تھے ان کے ایک رشتہ دار عیسائی تھے۔ ان کی بیوی اور لڑکیاں بھی عیسائی تھیں۔ ان کو نہایت احسن طریقہ پر تبلیغ کی گئی۔ بڑی لڑکی نے محمدی پرافٹ ختم کرلی ہے۔ اور ختم کرنے کے بعد کہا کہ کتاب پڑھتے وقت آنحضرت کے مصائب پڑھکر اس کے آنسو نہ تھمتے تھے اب اسے مطالعہ کے لئے ٹیچنگ آف اسلام دی ہے۔ اس پر اتنا اثر ہوا ہے کہ ہیٹ پہننی ترک کردی اور گرجے میں جانا چھوڑ دیا۔

عام طور پر لوگ خوش خلق ہیں۔ ملانوں نے ان کو جہالت میں رکھا ہوا ہے۔ اور جو آتا ہے پیسہ کما کر چلا جاتا ہے۔ گزشتہ سال ایک ملا صاحب آئے جو بشپ کہلاتے تھے۔ لمبی ڈاڑھی جبہ پہنے دستار باندھے۔ آگے پیچھے لمبے چوڑے خطابات لگائے ہوئے۔ مسلمانوں نے بڑی عزت کی۔ یہاں تک کہ گورنر صاحب نے انہیں دعوت دی۔ حال یہ تھا کہ جہاں وعظ کے لئے جاتے اپنی فیس پہلے مقرر کر لیتے۔ بعد ازاں انہوں نے مسلمانوں میں پارٹی بازی شروع کرادی اور لوگوں کو مرید کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑے کے عرصہ میں تین صد پونڈ جمع کر کے چلتے بنے۔

یہاں کے اصلی باشندوں میں تبلیغ کا وسیع میدان ہے یہ لوگ گائے کھاتے اور لازمی طور پر ختنہ کراتے ہیں۔ جو ختنہ نہ کرائے اس کے ساتھ روٹی نہیں کھاتے۔ برائے نام عیسائی ہو چکے ہیں۔ لیکن ختنہ اور گائے خوری کے باعث مسلمانوں سے رغبت رکھتے ہیں۔ اتوار کے دن کام نہیں کرتے گرجا جاتے ہیں نہایت سادہ لوح ہیں۔ بدن کے مضبوط۔ شکل افریقہ کے حبشیوں کی طرح رنگ سیاہ۔ مہمان نواز اور لفظ مشنری سے محبت کرتے ہیں۔

قدرتی نظارے نہایت دلکش ہیں۔ تمام پہاڑ اور میدان سبز ہی سبز نظر آتے ہیں۔ گنا چاول بہت ہوتا ہے۔ گنا بہت موٹا اور میٹھا ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ناریل۔ پپیتہ۔ نارنگی کیلا لیموں عام ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی ترکاریاں بھی ہوتی ہیں۔ گوشت کی قلت ہے۔ گائے کا گوشت پیدا ہی [illegible] بکرے کا گوشت ہفتہ میں دو بار ملتا ہے۔ بارش و موسم [illegible] مکانات لکڑیوں کے ہوتے ہیں۔ جو انگریزی طرز پر وسیع ہوتے ہیں۔ ہر [illegible]

مسلمان فرقۂ احمدیہ

یا

احمدی مسلمان

(از جناب مولوی عزیز بخش صاحب۔ اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

عزیزم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا جو مضمون زیر عنوان "حضرت مسیح موعود کیا لائے"۔ ۱۹ر جون ۳۳ء کے "پیغام صلح" میں شائع ہوا ہے۔ اس کا روئے سخن احمدی جماعت کی طرف ہے۔ اور اس کی غرض اپنی جماعت کو دینی خدمات کے لئے "زیادہ مستعد کرنے کا ہے چنانچہ آخری الفاظ ان کے مدعا کو ظاہر کرتے ہیں۔" جو یقین کا مرتبہ پہلے احمدی نے دکھلایا اور جو قربانی اس نے کی اس کا نتیجہ مل گیا ہے۔ اب جو بے یقینی اور بزدلی ہم سے ظاہر ہو رہی ہے کیا ہم اس کے اثر سے محفوظ رہیں گے"؟

ایک بزرگ جو اشاعت اسلام کے کام سے بہت محبت رکھتے ہیں اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی مالی امداد میں بمعہ اپنے خلف الرشید کے مستقل طور پر حصہ لیتے ہیں۔ اس مضمون کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ لیکن اس میں جہاں جہاں لفظ احمدی استعمال ہوا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ڈاکٹر صاحب نے احمدی جماعت کے افراد کو تو احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرو قرار دیا ہے۔ اور دوسرے مسلمانوں کو غیر احمدی قرار دے کر آپ کے پیروؤں میں سے خارج اور اس طرح پر ان کو گویا کافر سمجھا ہے۔ ایسا نتیجہ نکالنا کسی طرح پر صحیح نہ تھا۔ جبکہ یہ بزرگ خود جانتے ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا یہ زریں امتیازی اصول رہا ہے کہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا جائز نہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو مقلد ہو۔ حنفی ہو۔ مالکی ہو۔ شافعی ہو۔ حنبلی ہو یا غیر مقلد ہو۔ اہل حدیث ہو۔ اہل قرآن ہو۔ رافضی ہو یا خارجی ہو۔ صوفیا کے گروہ سے تعلق رکھکر چشتی ہو یا سہروردی ہو۔ نقشبندی ہو یا قادری۔ محمدی کہلاتا ہو یا احمدی یا صرف مسلم سب مسلمان ہیں۔ اور ایسے فروعی اختلافات کی وجہ سے جو اصول اسلام میں سے نہ ہوں کوئی شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ جس جماعت کے یہ اصول ہوں اس کے کسی فرد کی نسبت اس کی تحریر سے ایسا متضاد نتیجہ نکالنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اس مضمون میں جو لفظ احمدی استعمال ہوا ہے۔ اس کا منشا وہی ہے جو اس نام کے اختیار کرنے کے وقت واضح کر دیا گیا تھا۔ احمدی جماعت کا اصل نام جو بانی سلسلۂ احمدیہ نے مردم شماری ۱۹۰۱ء کے وقت مذہب اور فرقہ کی خانہ پری کرنے کے واسطے اختیار کیا تھا۔ مسلمان فرقہ احمدیہ ہے۔ چنانچہ اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مرحوم و مغفور تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

وہ نام جو اس سلسلہ کے لئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے پسند کرتے ہیں۔ وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے۔ اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں . . . . اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا احمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا اور صدہا مسلمانوں کو قتل کیا۔ لیکن اسم احمد جمالی نام تھا جس سے یہ مطلب تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں آشتی اور صلح پھیلائیں گے۔ سو خدا نے ان دو ناموں کی اس طرح پر تقسیم کی کہ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں اسم احمد کا ظہور تھا اور ہر طرح سے صبر اور شکیبائی کی تعلیم تھی اور پھر مدینہ کی زندگی میں اسم محمد کا ظہور ہوا۔ اور مخالفوں کی سرکوبی خدا کی حکمت اور مصلحت نے ضروری سمجھی۔ لیکن یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی۔ اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پس اسی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ رکھا جائے۔ تا اس نام کو سنتے ہی ہر ایک شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے؟

اس کے بعد کئی دفعہ یہ اعتراض ہوتا رہا ہے کہ جدا نام رکھکر مسلمانوں میں ایک اور فرقہ کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے بجائے اتحاد کے افتراق بڑھتا ہے۔ لیکن ایسا اعتراض قلت تدبر پر مبنی ہے۔ اس امتیازی نام کے رکھنے سے تو غرض ہی تفرقہ کو مٹانا ہے۔ اور یہ نام حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد کی طرف منسوب ہے۔ اور کسی کی طرف نہیں۔ تفرقہ بڑھانے کا اعتراض اس صورت میں صحیح ہوتا کہ اس فرقہ کا نام حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر نہ ہوتا کسی اور کے نام پر ہوتا یا اس کا کام یہ ہوتا کہ دوسرے فرقہ کے مسلمانوں کو یہ فرقہ مسلمان نہ سمجھتا لیکن جب ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں تو پھر اعتراض کیسا۔ ہاں آپ قادیانی احمدیوں پر جو میاں محمود احمد صاحب کے مرید ہیں۔ یہ اعتراض کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے فرقہ والوں کے سوا باقی سب مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج جانتے ہیں۔ سو اس زہر کے لئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ایک تریاق ہے۔ زہر اور تریاق میں فرق کرنا ضروری ہے دونوں اپنی خاصیتوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ زہر کی خاصیت ہلاک کرنا اور تریاق کی خاصیت زہر کے مضر اثر سے بچانا ہے مسلمانوں کی باہمی تکفیر اتحاد اسلامی کے لئے ایک زہر کا حکم رکھتی ہے اور مسلمانوں کا کوئی فرقہ اس زہر کے اثر سے نہیں بچ سکا۔ اگر اس زہر سے بچنے کی کوئی صورت ہے تو وہ وہی ہے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اختیار کی ہے۔ کوئی مسلمان کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو دوسرے فرقہ والوں کو فروعی اختلافات کی بنا پر کافر نہ سمجھے اور سب مل کر اشاعت اسلام کے نیک کام میں لگ جائیں اس لئے احمدی مسلمان ایک مبارک نام ہے۔ تا وقتیکہ وہ اپنی اصلیت پر قائم رہے اور جبکہ اس کا کام کسی دوسرے فرقے کے مسلمان کے لئے باعث رنج نہیں بلکہ موجب راحت ہے۔ اسی طرح اس نام سے بھی کسی مسلمان کی دل آزاری نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہونی چاہیئے بلکہ ہر مسلمان کو اس سے خوشی ہونی چاہیئے کیونکہ جو کام یہ جماعت کر رہی ہے وہ کوئی اس کا ذاتی کام نہیں ہے ہر مسلمان کا کام ہے اور ہر مسلمان کو اس میں حصہ لینا چاہیئے۔ ؎

زندگی بخش جام احمد ہے

کیا پیارا یہ نام احمد ہے

کام تو یہ بزرگ بھی احمدیوں والا کر رہے ہیں نام بھی یہی اختیار کریں تو کیا ہرج ہے؟

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور خدمات دینیہ میں معروف ہیں۔

—— آج کل حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کوہ مری اور جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایبٹ آباد میں تشریف رکھتے ہیں۔

—— جناب مولانا صدر الدین صاحب آج کل لاہور ہی میں تشریف فرما ہیں۔

—— چودھری عبد المجید صاحب سابق امین و منتظم مہمان خانہ جمعرات کی صبح کو کوٹ موکھل چلے گئے ہیں۔

—— جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب آڈیٹر انجمن چندہ و بقایاجات کی وصولی کے لئے دورے پر جانے والے ہیں۔ پشاور سیالکوٹ وزیر آباد۔ جموں۔ گجرات۔ جہلم۔ راولپنڈی کی جماعتیں ان کی منتظر رہیں۔ امید ہے کہ احباب ان کو وصولیابی میں ہر ممکن امداد دیں گے۔

—— جناب قاری نور الدین صاحب سرینگر کشمیر کا صاحبزادہ عزیز محمد شفیع علیل ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

—— جناب مولانا عصمت اللہ صاحب آج کل سیالکوٹ میں قیام فرما ہیں۔ اور اس علاقہ کی جماعتوں کی تنظیم و تبلیغ میں مصروف ہیں۔

—— جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی آج کل شملہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ روزانہ درس قرآن کریم کے علاوہ انہوں نے پبلک لکچروں کا سلسلہ بھی شروع کر دیا ہے۔ ۴ر جولائی کو ان کا ایک لکچر "اہل اسلام ہندو دھرم کی نظر میں" کے موضوع پر ہوا۔ جس میں ہندو دھرم کے بطلان کے ساتھ ہی اسلام کی خوبیوں پر نہایت دلآویز طریق پر روشنی ڈالی جس کا نہایت ہی عمدہ اثر ہوا۔

—— مولوی لال حسین صاحب کے تازہ خط سے معلوم ہوا ہے کہ ان کی اہلیہ کی حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ احباب اس کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

—— ہماری جماعت کے لائق نوجوان مسٹر سرفراز خاں صاحب نے امسال بی۔ ایس۔ سی کے امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔ الحمد للہ۔ مبارکباد۔

—— ہماری جماعت کے چند نوجوان ۱۳ر جولائی کو ایف اے کے مکرر امتحان میں شریک ہو رہے ہیں۔ ان کی کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔

—— جناب مرزا مظفر بیگ صاحب اور شیخ بشیر احمد صاحب نومسلم راولپنڈی سے پوچھہ کی مقامی جماعت کے جلسہ میں شمولیت کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ دونوں صاحبوں کی تقریریں نہایت موثر تھیں۔ راجہ صاحب نے یکصد روپیہ مقامی جماعت کو بطور چندہ عنایت فرمایا۔ ۳۵۔ نفوس داخل سلسلہ ہوئے۔ الحمد للہ۔

—— جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی کا ایک تاریخی معرکۃ الآرا مضمون "جنگ بدر" کے موضوع پر شائع ہوگا۔ ناظرین منتظر رہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ مورخہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۳۱ء نمبر ۴۲

مولویانہ تنگدلی و تعصب

اتحاد اسلامی کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ

(از محمد انعام الحق)

قارئین "پیغام صلح" اخبار "سچ" لکھنؤ اور اس کے فاضل مدیر مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی سے ناواقف نہ ہوں گے۔ معاصر مذکور سے ہمیں بہت سی باتوں میں اختلاف ہے لیکن لامذہبی اور تہذیب انگریزی کے خلاف اس کی کوشش یقیناً قابل تعریف ہے۔ اس کے فاضل مدیر ایک مشہور فلسفی ہیں۔ جن کی شہرت سات سمندر پار یورپ کے علمی حلقوں میں بھی پہنچ چکی ہے۔ اردو کے نامور ادیبوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ بہت سی علمی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ چند سال پیشتر مدیر موصوف تہذیب نو اور فلسفۂ جدید کے شیدائیوں میں سے تھے۔ لیکن اب ان کے خیالات بدل چکے ہیں۔ جن کا اندازہ "سچ" کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ "پیغام صلح" میں "سچ" کے اقتباسات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور "پیغام صلح" کی تحریروں کو بھی کبھی کبھی "سچ" کے قیمتی کالموں میں جگہ مل جاتی ہے۔ اس طرح مضبوط معاصرانہ مراسم بھی قائم ہیں۔

لیکن ہمیں نہایت افسوس سے اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ جب سے مدیر ممدوح کے خیالات تبدیل ہوئے ہیں۔ ملا ازم کا اثر ان پر روز بروز زیادہ غالب ہوتا جا رہا ہے۔ جس کا مظاہرہ وہ اکثر "سچ" کے صفحات پر کرتے رہتے ہیں۔ دیگر افسوسناک کمزوریوں کے علاوہ تنگدلی اور تعصب آج کل کے مولویوں کی نمایاں خصوصیت ہے۔ یہ لوگ کسی ایسے مسلمان سے جو ان سے معمولی اختلاف بھی رکھتا ہو انصاف اور رواداری کا برتاؤ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ بے حقیقت باتوں پر جھگڑنا۔ فروعی اختلافات پر معرکہ آرائی ان لوگوں کی طبیعت میں داخل ہے۔ افسوس ہمارے معاصر نے بھی یہی راستہ اختیار کر لیا ہے۔ جسے ہم قوم کی بدقسمتی کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے "پیغام صلح" کی ۴ر اپریل ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا ایک مضمون "اسلامی سادگی اور کفایت شعاری" کے عنوان سے شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے درس کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ مضمون کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

"حضرت مولانا نورالدین مرحوم بھیرہ میں صحیح بخاری کا درس دے رہے تھے"

ہمارے معزز معاصر نے اس مضمون کو اپنی ۳ر جولائی کی اشاعت میں نقل کیا ہے۔ لیکن ملا ازم کے اثر کی وجہ سے حضرت مولانا نورالدین کا نام حذف کر دیا۔ مضمون کے اختتام پر اس کے فاضل مدیر نوٹ دیتے ہیں:۔

"کاش ڈاکٹر صاحب" ولادت مسیح "وغیرہ لایعنی و فتنہ انگیز مباحث کو چھوڑ کر ہمیشہ ایسے ہی مفید مضامین سپرد قلم فرماتے رہا کریں"

ہم نے محولہ بالا اشاعت کے بہت سے پرچے دیکھے حضرت مولانا مرحوم کا نام سب میں نہایت صاف چھپا ہے۔ "سچ" کے فاضل مدیر نے اس کو صرف اس لئے حذف کیا کہ حضرت مولانا مرحوم احمدی تھے۔ حضرت مسیح موعود کے دست راست تھے۔ سچ کے صفحات میں ہندوؤں، عیسائیوں، یہودیوں، اور پارسیوں کا ذکر تعریف کے ساتھ چھپ سکتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کا نام اس لئے نہیں لیا جا سکتا کہ وہ احمدی ہے۔ فاضل مدیر کے نزدیک مضمون قابل تعریف ہے۔ لیکن جس شخص کا واقعہ مضمون نگار بیان کر رہا ہے اس کا نام لینا ان کو گوارا نہیں ہے۔ تنگدلی اور تعصب کی اس سے زیادہ افسوسناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟ کیا یہ مولویانہ ذہنیت اتحاد اسلامی اور اسلامی رواداری کے لئے کند چھری نہیں ہے۔ فاضل مدیر نے مضمون کو نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے جو نوٹ دیا ہے وہ بھی اس سے کسی صورت میں کم افسوسناک نہیں۔ ان کو اظہار خیالات کے لئے اس سے اچھے الفاظ مل سکتے تھے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ جہاں مولویانہ تنگ خیالی کارفرما ہو وہاں اختلاف خیالات کی صورت میں اچھے الفاظ عموماً استعمال نہیں کئے جاتے۔ فاضل مدیر نے "ولادت مسیح" کے موضوع کو لایعنی اور فتنہ انگیز قرار دیا ہے۔ لیکن کسی مولوی کے کہنے سے یہ لایعنی نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کی مدلل اور علمی تحریریں موجود ہیں۔ ان پر معقول اعتراض اور مدلل تردید کا حق ہر ایک شخص کو حاصل ہے۔ لیکن مولوی صاحبان کو اس میدان میں قدم رکھنے کی جرات نہیں۔ وہ تو ہر اس چیز کو جو ان کے خیال کے مطابق نہیں لایعنی اور لغو کہہ دینے کے عادی ہیں۔ باقی رہا فتنہ انگیزی کا سوال۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک بات کہی۔ قرآن و حدیث سے اس کے دلائل دیئے۔ اس میں خدا جانے کہاں کی فتنہ انگیزی ہے۔ جو شخص اختلاف رائے کو برداشت کر سکتا ہے۔ اس کے لئے قطعاً یہ فتنہ انگیزی نہیں۔ اگر یہ بات درست ہے۔ وہ اس کو تسلیم کر لے گا۔ اگر اس کے خیال کے مطابق غلط ہے۔ تو وہ مدلل طور پر اس کی تردید کر دیگا۔ باقی رہے مولوی صاحبان وہ تو فروعی اختلافات پر فتنہ برپا کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ کسی نے ذرا ان سے اختلاف کیا اور انہوں نے کافر فاسق کا فتوےٰ دیا۔ اس حالت میں ان کی طرف سے معاً سخت کلامی اور دشنام طرازی شروع ہو جاتی ہے۔ دلائل کی جگہ گالیاں استعمال کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے اس طرز عمل کا نتیجہ فتنہ انگیزی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

کسی مولوی صاحب کا حضرت مولانا نورالدین صاحب کے نام کو حذف کر دینا۔ یا ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضامین کو لایعنی اور فتنہ انگیز کہہ دینا بظاہر ایسی بات نہیں ہے جس کے لئے اخبار کا مقالۂ افتتاحیہ وقف یا زیادہ صحیح الفاظ میں ضائع کر دیا جائے "سچ" کا طرز عمل تو زیادہ سخت نہیں ہے۔ ہمیں تو مولوی صاحبان کی بہت بڑی بڑی عنایات سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ اس گروہ نے خدمت اسلام، عشق رسول اللہ، اور اتحاد اسلام کے جرم میں مجدد زماں اور جماعت احمدیہ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا؟ ان کے ترکش فتاویٰ کا وہ کونسا تیر تھا جو ہمارے سینہ پر نہ برسا۔ ان کے ہاں کافر، فاسق و فاجر، بیدین و ملحد کے الفاظ ہمارے لئے عام ہو چکے ہیں۔ حضرت مولانا نورالدین مرحوم اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب تو ایک طرف رہے۔ خود حضرت مسیح موعود کے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا؟ ان پر بہتان لگائے۔ فرضی مقدمات دائر کئے ان کا بائیکاٹ کیا۔ اب تک یہی سلسلہ جاری ہے۔ ایک طرف عیسائیوں اور آریوں کے حملے ہیں دوسری طرف مولوی صاحبان کے تیروں کی بوچھاڑ ہے۔ کفر اسلام پر حملے کر رہا ہے۔ ہم کفر کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن خود مسلمان ہمارے درپے آزار ہیں ابھی کل کی بات ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کی بارگاہ سے ہمارے لئے کفر کا فتوےٰ صادر ہوا تھا۔ خیر خدا انہیں خوش رکھے اور ہدایت دے۔ ہم ان تمام حملوں کو خاموشی اور صبر سے برداشت کرتے ہیں۔ لیکن کیا کیا جائے۔ مولویانہ ذہنیت اور تنگ خیالی اتحاد اسلامی کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ جب تک ملا ازم کا خاتمہ نہیں ہوتا تب تک مسلمانوں کا اتحاد اور ترقی ناممکن ہے۔ اگر اس مقصد عزیز کے لئے ہماری خاموشی مفید ہوتی تو ہم ہرگز لب کشا نہ ہوتے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ مسافر کے لئے راہ کی رکاوٹوں کا دور کرنا ضروری ہے۔ ہر وہ شخص یا جماعت جو اتحاد اسلامی کے لئے میدان عمل میں نکلے گی سب سے پہلے ملا ازم کے قلع قمع پر مجبور ہوگی

معاصر "سچ" اور اس کے فاضل مدیر کی ہمارے دل میں بہت عزت ہے۔ ان کی طرف سے اس قسم کی تنگدلی اور تعصب کا اظہار (خواہ وہ کسی کے لئے ہی ہو) غایت درجہ رنجدہ اور حوصلہ شکن ہے۔ ہم ان کو خدمت اسلام کے لئے اپنے ساتھ کھڑا دیکھنے کے متمنی تھے۔ لیکن افسوس وہ مولویانہ ذہنیت سے متاثر ہو کر اتحاد اسلامی کا راستہ روکے کھڑے ہیں۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضمون کے ساتھ انہوں نے جو سلوک کیا ہے اس کے لئے ہم ایک حریف کی طرح معترض نہیں ہوں گے۔ البتہ ہمیں معاصرانہ شکوہ ضرور ہے۔

شذرات

(از شیخ محمد انعام الحق)

دنیا آج کل مادہ پرستی کی رو میں بہی جا رہی ہے مذہب کے خلاف ایک عالمگیر تحریک شروع ہے۔ جو یورپ اور امریکہ کے بعد ہندوستان اور ایشیا کے دیگر ممالک میں بڑی سرعت سے پھیل رہی ہے۔ نوجوان طبقہ اس سے بہت بڑی حد تک متاثر ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے مسلمان نوجوانوں کی طرف ہی دیکھ لیجیے ان کا ایک حصہ بھی اسی تحریک سے متاثر نظر آتا ہے۔ ان کی زندگیوں سے مذہب آہستہ آہستہ نکل رہا ہے ان کا دماغ ایک بے بس اور مجبور کی طرح مادیت کے آگے ہتھیار ڈال رہا ہے۔

یہ مادہ پرست خدا کے وجود، آخرت، عذاب ثواب، الہام و وحی، غیبی طاقتوں، اور اس دنیا کے علاوہ اور کسی غیر مرئی دنیا کے وجود سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کے خیال میں خدا کا وجود (نعوذ باللہ) ایک وہم، آخرت، عذاب و ثواب، الہام و وحی وغیرہ ایک ڈھکوسلا اور غیبی طاقتوں کا اقرار خلل دماغ کی نشانی ہے ان کا سارا دار و مدار سائنس پر ہے۔ جس چیز سے سائنس انکار کر دے اس کا اقرار ان کے نزدیک ایک جرم اور بہت بڑی جہالت ہے لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اب سائنس داں بھی ان چیزوں کے مسلسل انکار کے بعد اقرار کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

برطانیہ کے مشہور سائنسداں سر آلیور لاج سے علمی دنیا بخوبی واقف ہے۔ اس وقت ان کی عمر اسی برس کے قریب ہوگی یہ عرصہ اسی فن کی تحصیل و تکمیل میں بسر ہوا ہے۔ آپ کے حال ہی کے ایک بیان کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

"ایک نئے عالم کی موجودگی کا امکان تو کم سے کم ہمیں مان ہی لینا چاہیئے۔ یہ نیا عالم جو عنقریب دریافت ہو کر رہے گا ایک روحانی عالم ہوگا۔ جو مادی عالم کا جزو نہیں۔ مگر اس پر اثر انداز اور اس سے اثر پذیر ہوتا رہتا ہے۔ یہ انکشاف ہو کر رہے گا۔ کہ انسان ہی افضل موجودات نہیں بلکہ اور بھی ذی شعور اور ہم سے کہیں زیادہ پر قوت مخلوقات موجود ہیں۔ کائنات کی وسعت و عظمت ہمارے موجودہ تخیل سے کہیں زائد ہے۔ ہم رفتہ رفتہ اس عالم کے دریافت کر لینے کے قریب ہیں جو اب تک حواس کے لئے غیر معلوم ہے۔"

ہمارے مادہ پرست نوجوان اٹھتے ہیں اور سائنس کے بل بوتے پر مذہب سے باغی ہو جاتے ہیں۔ اگر مذہب عالم غیب کا نام لیتا ہے۔ فرشتوں کے وجود اور وحی و الہام کے سلسلہ کو تسلیم کرتا ہے۔ تو وہ جہالت نادانی ڈھکوسلا اور خلل دماغ ہے۔ اس پر ہنسنا، ٹھٹھے مارنا جائز اور روشن خیالی کی دلیل ہے۔ لیکن کیا یہ لوگ ایک مشہور عالم سائنسداں کے اس اعلان پر بھی ایسا کرنے کے لئے تیار ہیں؟ مسلسل انکار کے بعد وہی اقرار، بغاوت کے بعد وہی تسلیم و رضا یہ ہے مادہ پرستی اور مذہب سے بغاوت کی ساری حقیقت۔ کاش مخالفین مذہب ان حقائق پر غور کریں۔

مغربی تہذیب مادہ پرستی کی گود میں پلی ہے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے خدا و مذہب کے انکار کے بعد اپنی پوجا کے لئے ایک نیا دیوتا بنایا ہے۔ اور اس کا نام "وطن" رکھا ہے دنیا میں مختلف دیوی اور دیوتاؤں کے نام پر بڑے بڑے ظلم کئے گئے ہیں جن میں انسانی قربانی تک شامل ہے۔ شاید بعض جگہ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن یورپ کے دیوتا "وطن" کے نام پر جو کچھ کیا گیا اور اب تک کیا جا رہا ہے اس کے سامنے یہ سب ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ لاکھوں نہیں کروڑوں انسانوں کا خون، عورتوں کی عصمتیں، بستیوں اور شہروں کی آبادی اور رونق اور خدا جانے کیا کیا اس خون آشام دیوتا کی نذر ہو چکا ہے۔ گزشتہ جنگ یورپ ہی کو لیجئے۔ یہ سب کچھ اس دیوتا کی کار فرمائی تھی۔ آجکل مختلف ممالک جو جنگی تیاریاں کر رہے ہیں اسی کی خوشنودی کے لئے کر رہے ہیں۔ خدا کی مخلوق تباہ ہو رہی اولاد آدم ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ لیکن اس دیوتا کے پجاری خوش اور مست ہیں۔

لیکن کبھی کبھی یورپ اور امریکہ سے ہی کوئی صدائے حق بلند ہو کر "وطن پرستی" کی اصل حقیقت ظاہر کر ہی دیتی ہے۔ امریکہ کا مشہور ظریف فلم ایکٹر چارلی چیپلن دراصل انگلستان کا باشندہ ہے گزشتہ دنوں جب وہ سیاحت یورپ کے دوران میں انگلستان پہنچا تو وہاں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے وہ اعلان کرنے پر مجبور ہوا کہ:-

"وطن پرستی سب سے بڑا جنون ہے۔ دنیا بہت سی دیوانگیوں میں مبتلا رہی ہے لیکن اس سے بڑی دیوانگی کہیں کبھی نہ سنی۔ میں نے گزشتہ چند ماہ کی مدت میں سارے یورپ کی سیر و سیاحت کی ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ وطن پرستی کا جنون ہر جگہ طاعون کی طرح پھیل رہا ہے۔ جس کا نتیجہ عنقریب یہ ہوگا کہ دنیا پھر کشت و خون کا میدان بن جائے گی۔"

چارلی چیپلن کے مندرجۂ بالا اظہار پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مادہ پرستی و لامذہبی کے ساتھ ساتھ وطن پرستی کا "طاعون" یورپ و امریکہ کے بعد ہندوستان میں بھی پھیل رہا ہے "پہلے ہندوستانی اور بعد میں مسلمان" کا نعرہ بلند ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اب ہم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ مذہبی تعلق اور اسلامی اخوت کو فراموش کر دیں۔ اسلام کی بجائے صرف وطن کی خدمت کریں۔ اسی کے لئے مریں اسی کے لئے جئیں۔ مسلمانوں کے بعض افراد اس مطالبہ کو پورا کرنے پر آمادہ بھی ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثریت سینما نواز نوجوانوں کی ہے۔ ہماری گزارشات کی سماعت وہ شاید ہی فرمائیں۔ لیکن کم از کم انہیں ایک زبردست "سینما سٹار" کے تازہ خیالات کو تو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

ہمارے نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا سب سے بڑا شرف خدمت اسلام اور رحمۃ للعالمین کے نام کو بلند کرنا ہے۔ یہ مقصد دیگر تمام انسانی مقاصد سے یقیناً بلند ہے۔ دنیا اور نوع انسانی کی نجات وحدت میں ہے۔ ہندوستانی، افغانی، ایرانی، اور انگریز، جرمن، فرانسیسی کی تفریق میں نہیں ہے۔ یورپ کا پیدا کردہ دیوتا "وطن" عنقریب سرنگوں ہو جائے گا۔ اور اولاد آدم بہت جلد اسلام کے پر امن سایہ میں پناہ لے گی۔

عید میلاد النبیؐ

اخبار "دی لائیٹ" کا خاص نمبر

انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ عید میلاد کی تقریب پر جو اس سال ۲۸ جولائی کو ہے۔ اخبار لائٹ کا خاص نبی نمبر دس ہزار کی تعداد میں شائع کیا جائے۔ مسلم اور غیر مسلم تعلیم یافتہ حلقوں میں اس کی کثیر التعداد اشاعت ہونی چاہیئے۔ مسلمانوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنے اور غیر مسلموں کے قلوب سے منافرت دور کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک اور بلند زندگی کی تصویر ان کے سامنے پیش کی جائے۔

خدا کے فضل سے "لائٹ" اخبار کو انگریزی خواں مسلم ہندوستان میں ایک نمایاں حیثیت حاصل کی ہے بیرونی ممالک اسلامی اور ممالک یورپ و امریکہ کی لائبریریوں میں بھی جاتا ہے گزشتہ ماہ بلجیم سے ایک شخص کا خط آیا ہے جسے لائبریری میں "لائٹ" پڑھنے کا موقع ملتا رہا۔ اور اس سے اس قدر متاثر ہوا کہ خاص طور پر اس نے اپنے جذبات کے اظہار کے لئے خط لکھا۔ الغرض "لائٹ" کا حلقۂ اشاعت اس قسم کا ہے کہ انشاء اللہ نبی نمبر کی اشاعت سے بہت فائدہ ہوگا۔

مقامی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ جماعت کی طرف سے خاص تعداد کے لئے آرڈر بھیجیں جو وہاں مفت تقسیم کرنے کا انتظام فرما سکتے ہوں۔ اس کے لئے جماعت کے احباب اور عام مسلمان بھائیوں سے اپیل کر کے امداد حاصل کریں۔ اور ہمیں جس قدر جلد ممکن ہو اطلاع دیں کہ کسقدر کاپیاں آپ کو بھیجی جائیں "نبی نمبر" کی کاپیاں اصل لاگت پر دی جائیں گی۔ جو حسب ذیل ہے ۵۰ روپیہ ہزار - ۲۷ روپیہ پانچصد - ۶ روپیہ سینکڑہ سو سے کم کے لئے ایک آنہ فی پرچہ - امید ہے کہ آپ پوری سرگرمی سے اس اہم قومی کام میں شمولیت فرمائیں گے اور بلا از جلد جواب سے مطلع فرمائیں گے تاکہ موصول شدہ آرڈروں سے بر وقت اندازہ ہو سکے اور اگر ضرورت ہو تو دس ہزار سے تعداد کو بڑھا دیا جائے۔

(عزیز بخش اسسٹنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

قرآن مجید کی ایک پیشگوئی کی صداقت

اور اس کا تازہ ترین ثبوت

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ایم ایس سی ایم بی ایس ڈی پی ایچ لنڈن)

ناظرین کرام ایک تازہ خبر کو پڑھ کر بہت مسرت حاصل کریں گے ولایت کے ایک اخبار (The Saturday Review) میں ایک مضمون چھپا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مختلف علماء و فضلاء یورپ سے ان سو بہترین کتابوں کے نام ترتیب وار دریافت کئے گئے جو آج تک لکھی گئی ہیں اور جب ان میں کثرت رائے کا انتخاب کیا گیا۔ تو ان سو بہترین کتب کی فہرست کی چوٹی پر جو دو کتب آئیں وہ بائبل اور قرآن نکلیں۔ قرآن مجید نے تیرہ سو برس قبل یہ کہا تھا فاتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدی منھما اتبعہ ان دو کتب یعنی بائبل اور قرآن کے سوا اور کسی کتاب کا پتہ بتلاؤ جو ان سے بڑھ کر رشد و ہدایت میں ہو تو میں اس کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آج کی علمی تحقیق بھی یہی ثابت کر رہی ہے کہ بہترین کتب کی فہرست کے شروع میں جو دو کتابیں رکھی جا سکتی ہیں۔ وہ بائبل و قرآن ہیں۔ کیا یہ قرآن کی صداقت کا جو اس نے اوپر کے الفاظ میں کی تھی کھلا اعتراف نہیں؟ اور کیا یہ اس کے علم غیب پر ایک نئی دلیل نہیں؟ اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ ان سو کتب کے انتخاب میں کوئی شرط نہ تھی کہ وہ کس لحاظ سے بہتر ہوں۔ بلکہ صرف منتخب کرنے والے کی مرضی پر تھا کہ اس کے مذاق میں جو بہتر ہوں۔ چنانچہ ان کتب میں ہر طرح کی کتابیں آئی ہیں۔ تاریخ۔ علم ریاضی۔ قصہ کہانی، علم سائنس، بایوگرافی وغیرہم سب موجود ہیں۔ چنانچہ الف لیلہ یا Arabian Nights کا نام بھی ہے۔ تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بائبل اور قرآن آج کے صاحب علم کی نگاہ میں ہر ایک پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی سب سے اوپر کا درجہ رکھتی ہیں تو پھر اگر یہ شرط انتخاب کے ساتھ لگائی جائے جو قرآن نے مندرجہ بالا آیت میں لگائی ہے۔ کہ وہ کتاب علم ہدایت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے لانے میں ان دونوں پر فوقیت حاصل کرے تو معلوم ہوگا کہ قطعی اور یقینی طور پر کوئی اور کتاب ان کا ٹکا نہیں کھا سکتی۔ جب یہ دو کتب مجموعی طور سے بہترین دو کتب ہیں تو صرف ایک ہی پہلو رشد و ہدایت کو مدنظر رکھتے ہوئے تو اور کوئی کتاب ان کے سامنے لائی ہی نہیں جا سکتی۔

یورپ میں قرآن کی عظمت ترقی پر ہے

فہرست میں اول درجہ بائبل کا ہے اور دوم قرآن کا۔ اسی قسم کی ایک فہرست آج سے بیس سال قبل بھی تیار کی گئی تھی اس میں قرآن کو چھٹا درجہ دیا گیا تھا اور ابکی بار دوسرا۔ قرآن مجید کی عظمت روز بروز ترقی پر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کیا ذرائع ہیں جن سے قرآن کی عظمت بڑھی اور جن سے آئندہ بڑھے گی۔ وہ وہی طریقہ ہے جس کی طرف حضرت مسیح زمان نے مسلمانوں کی توجہ مبذول کرائی تھی۔ یعنی اشاعت قرآن و دیگر علوم دینیہ۔ کیا یہ یقینی امر نہیں کہ گذشتہ بیس سال میں جو مساعی جمیلہ یورپ کے اندر اشاعت اسلام کے بارہ میں خدام حضرت مسیح موعود سے ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے قرآن کے متعلق یورپ کا نقطہ نگاہ بدلنے میں بہت کچھ مدد دی۔ کیا یہ ان ہی بیس سالہ ناچیز کوششوں کی برکت نہیں کہ قرآن چھٹے درجہ سے اب دوسرے درجہ پر آ رہا ہے۔ اور اگر ہم حضرت مسیح موعود کے راستوں پر پورے جوش سے عمل پیرا ہیں تو کیا وہ دن بہت دور ہے جب ہم یورپ کے نقطہ نگاہ کو اس قدر بدل دیں کہ قرآن مجید ان کی نظروں میں دنیا کی بہترین کتاب متصور ہونے لگے۔ ہاں مگر اس کے لئے ایمان کی ضرورت ہے۔ اس بات پر ایمان کہ قرآن میں اصول زندگی وہ بتلائے گئے ہیں جو انسانی سوسائٹی کی حقیقی ترقی و بہبودی راحت کے لئے بہترین ہیں۔ اس بات کا یقین کہ دنیا کے لئے کوئی نجات کا راستہ نہیں۔ بجز اس کے کہ وہ قرآن کی تعلیم پر آ جائے۔ اور یہ راسخ اعتقاد کہ ایک عالم اس نور ہدایت کی قبولیت کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ صرف کمی ہے تو یہ کہ اسے پیش نہیں کیا جاتا۔ اگر دیر ہے تو ہماری طرف سے کہ ہم کتمان حق کا باعث بن رہے ہیں۔ اس قسم کا ایمان و یقین جب ہمارے اندر پیدا ہو جائے کہ ہماری زندگی اور اس کے مقاصد میں ایک انقلاب لے آئے تب یورپ اور امریکہ میں بھی وہ انقلاب آ جائے گا جس سے وہ قرآن کو اول درجہ پر دیکھیں گے۔

ظاہر پرستی

ہم کس قدر ظاہر میں واقع ہوئے ہیں جس سے آگے کوئی درجہ نہیں۔ سرینگر کا تازہ واقعہ ہے۔ ایک ہندو قرآن مجید کو پھینکتا ہے تو اس سے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ایک کالج کا پرنسپل یہ الفاظ کہہ دیتا ہے کہ وہ اسلام کا دشمن ہے۔ تو ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے کہ اسلام کی یہ توہین ہو۔ اسی طرح جب ایک دریدہ دہن حضرت مصطفےٰ کی شان میں بدزبانی کرتا ہے۔ تو مسلمان اپنے خون بہانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ علامتیں نیک ہیں اور یہ سب امور بتلاتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب و رسول و کتاب سے کس قدر عشق ہے۔ مگر ہماری نگاہیں کتنی پست ہیں کہ یہ محبت اپنے مذہب اور رسول سے صرف اسی وقت جوش میں آتی ہے جب کوئی ظاہرا طور پر گالی دے۔ ورنہ چاہے کوئی قوم اسلام کو عملاً تباہ کرنے کے درپے صدیوں سے چلی آتی ہو اور چاہے ایک عالم کی ذہنیت میں قرآن سے تنفر موجود ہو۔ چاہے ہم خود انتہا درجہ کی پستی میں غرق ہوں۔ لیکن ان تمام ادباروں اور نکبتوں کو یا تو ہم دیکھ نہیں سکتے اور یا ہم میں یہ حرکت پیدا کرنے کے لئے ناکافی ہیں۔ ہم کس قدر حقیقت سے دور ہیں اگر ہم اپنے نفسوں کی حالت کو ہی صحیح طور سے پہچان سکیں تو ہمیں یہ سمجھنے میں دقت نہ ہو کہ اس صدی کا مجدد مسیح کیوں کہلایا۔ جو مصلح اس حالت کی اصلاح کے لئے آئے جس کے لئے حضرت مسیح ناصری تشریف لائے تھے۔ اس کو اگر مسیح سے مشابہت نہ ہوگی تو اور کس سے ہوگی؟ اس امر میں کونسا معمہ ہے۔ جو عقل میں نہیں سما سکتا۔ کہ جب روح اور حقیقت مفقود ہو اور کوئی مرد خدا ظاہر پرستی سے ہٹا کر اس پر قائم کرے۔ تو وہ مسیح کا نام پائے۔ جب ہماری حالت ہی اس بات کی مقتضی ہے۔ جب زمانہ ہی اس اصلاح کو چاہتا ہے تو پھر مسیح کی ضرورت، تو ثابت و عیاں ہے۔ حضرت مسیح زمان نے کیا ہی لطیف فرمایا ؎

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

مسلمانان کشمیر پر حکومت کا افسوسناک تشدد

معزز معاصر انقلاب کا نامہ نگار خصوصی جموں سے رقمطراز ہے

کہ ۴ر جولائی کو گورنر جموں نے چند ہندو اور مسلمان اصحاب کو بلا کر تین گھنٹے ان سے گفتگو کی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ہر قسم کے جلوس اور مساجد میں جلسے وعظ اور خطبے ممنوع قرار دیئے گئے۔ اخبارات۔ پمفلٹ۔ اشتہارات ایک ماہ کے لئے ریاست میں داخل نہ ہونے پائیں گے۔ محکمہ پولیس نے تانی گوہر رحمان سکرٹری ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن۔ مسٹر غلام عباس صدر۔ سید غلام حیدر شاہ صاحب اور شیخ غلام [illegible] صاحب پر زیر دفعات ۱۰۸ سٹی مجسٹریٹ کی عدالت میں مقدمات دائر کر دیئے ہیں۔ ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کا ایک اعلان سرینگر اور جموں میں ایک ہی وقت پڑھ کر سنایا جانے والا تھا۔ لیکن بارش کی وجہ سے ملتوی رہا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا مکمل مقاطعہ کر دیا ہے۔ تجار، معمار اور دوسرے مزدوری پیشہ مسلمان ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں ان میں سے کافی تعداد میں کوہاٹ اور لاہور چلے گئے ہیں۔ ریاست بھر کے راجپوتوں کا ایک جلسہ ۴ و ۵ جولائی کو ہونا قرار پایا تھا۔ ڈیڑھ دو ہزار راجپوت مضافات سے لاٹھیاں اور تلواریں لے کر شریک اجلاس ہونے کے لئے جموں وارد ہوئے۔ انہیں یہ کہہ کر مشتعل کیا گیا تھا کہ جموں میں گائے ذبح کی جائے گی۔ مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ انہیں محض دھوکا دیا گیا ہے تو وہ دوسرے روز واپس چلے گئے۔ ہز ہائینس مہاراجہ بہادر نے دفعہ ۱۳۰ د رنبیر ڈنڈ بدھی کا نفاذ کر دیا ہے۔ میونسپلٹی جموں نے ۲۸ مسلمان سقے برطرف کر دیئے ہیں یا عذر یہ کیا ہے کہ ریاست کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ہندو اخبارات کے بیانات کے مطابق سرینگر میں کشمیری پنڈت کی لڑکی کا مر جانا ہرگز فرقہ وارانہ مسئلہ نہیں بلکہ وہ لڑکی عرصہ سے مرگی کی بیماری میں مبتلا تھی۔ اور اسی موذی مرض کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی۔ سنا جاتا ہے کہ وہ نالہ پر سے گزر رہی تھی کہ مرض کا دورہ پڑ گیا۔ اور وہ نالے میں گر کر مر گئی۔

مدیر انقلاب کا اعلان

اخبار انقلاب کے مدیر نے حسب ذیل اعلان کیا ہے:-

جموں و کشمیر میں ریاست نے ہمارے محبوب و سرفروش خدام اسلام کے خلاف مقدمات دائر کر دیئے ہیں۔ اور تشدد کا دور اپنی پوری سختی کے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ پنجاب کے مسلمان وکلا اور بیرسٹروں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اب ان کے ایثار کے امتحان کا وقت آن پہنچا ہے۔ وہ ان مظلوموں کے مقدمات کی پیروی کے لئے اپنی خدمات پیش کریں۔ جو قانون پیشہ حضرات ریاست جموں و کشمیر جا کر خدمت اسلام بجا لانے کے لئے تیار ہوں وہ اپنے ارادے سے مدیر انقلاب کو اطلاع دیں۔

اعتذار

بعض مجبوریوں کی وجہ سے ۳ر جولائی کا ماہوار ایڈیشن دو تین روز کی تاخیر سے شائع ہوا تھا۔ اس لئے تنگی وقت کی وجہ سے ۷ر جولائی کا پرچہ شائع نہ ہو سکا۔ احباب مطلع رہیں۔ اور ۷ر جولائی کا پرچہ طلب نہ فرمائیں۔ انشاء اللہ اب اخبار کی اشاعت نہایت باقاعدگی سے ہوگی۔

مظلوم مسلمانانِ کشمیر

ہز ہائنس مہاراجہ بہادر توجہ فرمائیں

کشمیر کو ہندوستان کی جنت کہا جاتا ہے۔ لیکن وہاں کے مسلمان باشندوں کے لئے وہ جہنم ثابت ہو رہا ہے۔ اس زرخیز خطہ کے فرزندان توحید کو پیٹ بھر کر روٹی نصیب ہوتی ہے نہ وہ چین کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ان کی تعداد نوے فی صدی سے زائد ہے لیکن اس زبردست اکثریت کے باوجود امور سلطنت میں ان کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ریاست کے تمام ذمہ دار عہدوں پر غیر مسلم اصحاب قابض ہیں۔ ظالم ساہوکاروں نے اقتصادی اور کشمیری پنڈتوں نے سیاسی طور پر ان کو غلام بنا رکھا ہے۔ اور ان دونوں کی کوشش ہے کہ مسلمانان کشمیر کو کمزور۔ فاقہ کش اور جاہل رکھا جائے۔ کیونکہ ان خود غرضوں کا فائدہ اسی میں ہے۔ اگر کوئی شخص مظلومی۔ افلاس۔ بیچارگی اور بے سروسامانی کی زندہ تصویر دیکھنا چاہے تو وہ کشمیری مسلمانوں کو دیکھ لے۔ دنیا کے دور دراز گوشوں سے لوگ سیر و تفریح کے لئے اس جنت ارضی میں آتے ہیں۔ لیکن خود یہاں کے مسلمان باشندے لکڑہاری اور دوسری سخت سے سخت مشقتوں کے لئے شمالی ہندوستان کے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ مخدومی خواجہ حسن نظامی صاحب نے سچ فرمایا ہے کہ "ہر لحاظ سے کشمیر کے مسلمان بنی اسرائیل کی طرح ہیں جنکو مصر کے فرعون نے غلام بنا رکھا تھا!"

"پیغام صلح" کوئی سیاسی اخبار نہیں۔ سیاسیات سے ہم نے ہمیشہ اجتناب کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کی دینی۔ اخلاقی اور اقتصادی اصلاح ہماری زندگی کا ایک عزیز ترین مقصد ہے۔ اور خاصکر جب کبھی مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی جاتی ہے تو ہمارے لئے خاموش رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ سے مسلمانان کشمیر پر دیگر مظالم کے علاوہ ان کے مذہبی معاملات میں بھی ناقابل برداشت مداخلت ہو رہی ہے۔ ہم کافی دنوں سے واقعات کا گہری نظر سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ اب پانی کچھ سر سے گزرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم بھی اپنے آپ کو لب کشا ہونے پر مجبور پاتے ہیں۔

مسلمانان کشمیر کے دیگر مصائب کو ہم اس وقت تھوڑی دیر کے لئے نظرانداز کئے دیتے ہیں۔ گذشتہ چند ماہ کے عرصہ میں ان کے مذہبی معاملات میں جو مداخلت کی گئی سردست صرف اس کو لیتے ہیں۔ عید کا خطبہ ہو رہا ہے۔ ایک فرعون مزاج متعصب آریہ ڈپٹی انسپکٹر پولیس کھیم چند خطیب صاحب کو نہایت توہین آمیز انداز میں خطبہ بند کر دینے کا حکم دیتا ہے۔ مسلمانوں میں بے چینی اور غم و غصہ کی شدید لہر دوڑ جاتی ہے وہ حکام اعلیٰ کے پاس فریادیں بھیجتے ہیں۔ کوئی بازپرس نہیں ہوتی۔ مجبوراً نوجوان مسلمانوں کی ایک جماعت ڈپٹی انسپکٹر پولیس پر توہین مذہب کا دعوےٰ دائر کرتی ہے۔ آریہ مجسٹریٹ اس کو صاف بری کر دیتا ہے۔ فیصلہ سنائے جانے کے بعد "ہندو دھرم کی جے" کے نعرے احاطہ عدالت اور دفتر پولیس میں بلند ہوتے ہیں۔ گویا ہندو پبلک یہ نعرے لگا کر اور ہندو پولیس افسران فرد کو خاموشی سے سنکر عملاً اعتراف کر لیتے ہیں کہ کھیم چند مذکور نے خطبہ عید کو روک کر اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگا کر ہندو مذہب کی خدمت کی ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک اور زیادہ رنجدہ واقعہ ہوا۔ جموں کی ایک پولیس چوکی میں ایک مسلمان کنسٹیبل قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس حالت میں ایک ہندو کنسٹیبل نے اس کو نہایت ہی نامناسب الفاظ کہنے کے علاوہ قرآن کریم کی شان میں بھی ناقابل برداشت توہین آمیز کلمات کہے۔ اس پر مسلمان بالکل بے قرار ہو گئے۔ انہوں نے اپنی پوری طاقت سے ایجی ٹیشن شروع کر دیا۔ اس چیخ و پکار سے متاثر ہو کر ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر نے مسٹر ویکفیلڈ وزیر سیاسیات کو سرینگر سے جموں بھیجا۔ انہوں نے مسلمانوں کو طفل تسلیاں دیں۔ لیکن اس کے چند روز بعد بعض اسلامی اخبارات کا داخلہ بند کر دیا اور برائے نام تحقیقات کر کے ہندو کنسٹیبل کو معطل دیکر علیحدہ اور مسلمان کنسٹیبل کو برخاست کر دیا گیا۔ اب صورت حالات یہ ہے کہ سرکردہ اسلامی اخبارات کا داخلہ بند ہے۔ جمعہ کے خطبات کی قریباً ممانعت ہے۔ مسلمانوں کے قومی کارکنوں پر شدید پابندیاں ہیں۔ ان کی آواز کو ہر طرح سے دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہندو اہلکاروں کے حوصلے بڑھ رہے ہیں۔ مسلمانوں کی جان و مال اور ایمان و عزت سخت خطرہ میں ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر نہایت انصاف پسند اور روشن خیال حکمران ہیں۔ یہ سب کچھ ان کے ہندو وزرا اور حکام کی کارستانیاں ہیں۔ ان مظالم میں انکی ذات گرامی کو کوئی دخل نہیں ہے ہم بھی اس کو تسلیم کئے لیتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہز ہائنس ممدوح کی خدمت عالی میں یہ گذارش ضرور کریں گے کہ آپ ریاست کے فرمانروا ہیں وزرا اور حکام کا انتخاب بہت بڑی حد تک آپ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے اخلاقی اور سیاسی طور پر مسلمان رعایا کی جائز شکایات کی ذمہ داری صرف وزرا یا حکام پر نہیں ڈالی جا سکتی آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ کشمیری مسلمان تعلیمی۔ اقتصادی۔ سیاسی غرضیکہ ہر لحاظ سے بہت ہی پست ہیں۔ ان میں بیداری و تنظیم کا نام و نشان نہیں ہے لیکن ان کا دفعتاً اس طرح چیخ اٹھنا صاف بتا رہا ہے کہ ان کو بلا وجہ تکالیف دی جا رہی ہیں۔ ان میں یہ سکت نہیں ہے کہ وہ وزرا و حکام کے خلاف کوئی سازش کر کے شور مچا دیں۔ ان کی چیخ و پکار سیاسی رنگ کی چیخ و پکار نہیں۔ بلکہ ایک زخمی اور مظلوم کی چیخ و پکار ہے۔ یہ اس وقت چیخے ہیں جبکہ ان کے زخموں اور دردوں نے ان کو چیخنے پر مجبور کر دیا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ مہاراجہ ممدوح اپنی مسلمان رعایا کی شکایات پر مناسب توجہ فرما کر ان کے مصائب کو دور کریں۔ مسلمانان کشمیر کی مظلومی اب انتہا کو پہنچ چکی ہے مظلومی کی انتہا نہایت خطرناک نتائج کی موجب ہوتی ہے۔ ہم ہز ہائنس کو نہایت ادب سے کہنا چاہتے ہیں۔ کہ آپ موجودہ زمانہ کے حالات سے بے خبر نہیں۔ تازہ سفر یورپ نے بھی آزادی و احساس حقوق کی تیز رفتار کو آپ پر زیادہ اچھی طرح سے واضح کر دیا ہوگا۔ آج بادشاہوں کے تخت الٹ رہے ہیں۔ تاجداروں کے تاج جمہوریت و آزادی کے زبردست عصا سے ٹھکرائے جا رہے ہیں۔ انقلاب کا دور دورہ ہے۔ اس زمانہ میں آپ کی خاموشی اور آپ کے وزرا و حکام کا استبداد کسی صورت میں بھی مفید نہیں ہو سکتا۔ ہم صرف ہم ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان قوم امن و رواداری کی سب سے بڑی طرفدار اور عامل ہے۔ لیکن دنیا کی تاریخ یہ بھی بتلاتی ہے۔ کہ جب مظلوم رعایا کی فریادیں نہ سنی جائیں تو یہی فریادیں کچھ اور بلکہ زیادہ خوفناک صورت میں ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ کشمیر میں ایسی صورت ہرگز پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اس میں مسلمان رعایا اور ریاست دونوں کا زبردست نقصان ہے۔

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا مکتوب

ذیل میں ایک ہندو دوست کی چٹھی بجنسہ درج کی جاتی ہے جو انہوں نے امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان کو لکھی۔

بخدمت امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان۔

جناب عالی! اتفاقیہ مجھے دسمبر ۱۹۳۰ء کا رسالہ اسلامک ریویو مل گیا جو میری خوش قسمتی کا موجب ہوا۔ میں نے اس کا ایک ایک لفظ نہایت غور سے پڑھا اور مجھے آپ کے مذہب کی اصل حقیقت اور صحیح واقعات کا اب علم ہوا۔ میں ایک ہندوستانی ہندو ہوں ایام اسکول میں۔ میں تھوڑا سا عیسائی مذہب کی طرف جھک گیا کیونکہ امریکن مشن سکول کے معلموں کے میں زیر اثر تھا۔ اس وقت میری رائے تھی کہ عیسائیت ہی دنیا میں بہترین مذہب ہے۔ لیکن مذہب اسلام کے متعلق جو دلائل آپ کے اسلامک ریویو میں ہیں انہیں دیکھکر میں حیران رہ گیا۔ اسلامک ریویو کے دلائل نہ صرف صاف سیدھے بین و سادہ ہی ہیں بلکہ معقول و وزنی بھی ہیں۔ اگر آپ کا رسالہ اسلامک ریویو مجھے نہ ملتا تو میں یقیناً راہ راست سے بھٹک جاتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ میں دنیا کی بہترین تعلیمات سے بیخبر اور بے بہرہ رہ جاتا۔ یہ امر باعث تکلیف و تاسف ہے کہ مجھے ملایا میں ملائی مسلمانوں سے اسلام کے متعلق کوئی بھی ضروری باتیں اور پیغمبر اعظم (حضرت) محمد (صلعم) کی تعلیمات کی تفصیل نہیں مل سکی۔ وہ لوگ ہمیں غیر مسلم سمجھ کر نظرانداز کرتے ہیں اس موقعہ پر میں آپ سے (حضرت) نبی (اعظم) کی تعلیمات کی مکمل تفصیلات حاصل کرنے کی استدعا کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ایسی اطلاعات مجھے بھیجکر ممنون فرمائیں گے۔

ضروری اطلاعات اور اس چٹھی کے جواب موصول ہونے پر میں آپ کے بیش بہا رسالہ کا خریدار ہونا چاہتا ہوں۔ اور اس کے قیمتی مضامین سے وقتاً فوقتاً مستفید ہونا پسند کرتا ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ اسلامی تعلیمات کو میں کماحقہ سمجھ سکوں۔

(آپ کا مخلص۔ پی۔ رتنام۔ پہانگ فیڈرسٹ ملایا سٹیٹ)

اس خط کے جواب میں ہندو دوست کو حوصلہ افزائی کی ایک چٹھی لکھی گئی ہے اور اسلام پر بہت سے ٹریکٹ اور رسالہ بھی بھیجے گئے ہیں۔

احقر

(آفتاب الدین احمد اسسٹنٹ امام مسجد ووکنگ)

شہرت کا بہترین ذریعہ پیغامِ صلح ہے!

امریکن سرمایہ دار اور ہندو سرمایہ دار

آج کل کے زمانے میں صرف ہندوستان ہی اقتصادی مشکلات میں مبتلا نہیں۔ بلکہ دنیا کے تمام ممالک تجارت کی کساد بازاری کے باعث انتہائی افلاس و ناداری کی مصیبت اٹھا رہے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اس افلاس کی حالت میں جب اندرون ملک کے انتظامات اور باشندوں کی خوشحالی و عافیت ہی کو قائم رکھنا سخت دشوار ہو رہا ہے۔ کوئی ملک آسانی سے اپنا قرضہ نہیں اتار سکتا۔ چونکہ یورپ کے اکثر ممالک امریکہ کے مقروض ہیں۔ اور رقوم قرضہ میں گذشتہ جنگ عظیم کا تاوان بھی شامل ہے اس لئے مسٹر ہوور صدر جمہوریہ امریکہ نے دنیا کو موجودہ افلاس و کساد بازاری کی حالت میں کسی قدر اعانت اور سکون بہم پہنچانے کی خاطر اعلان کر دیا ہے۔ کہ امریکہ دوسرے ممالک سے ہر سال قرضے کی جو اقساط وصول کیا کرتا ہے۔ ان کی وصولی ایک سال کے لئے ملتوی کر دی جائیگی۔ تمام دنیا ہمدردی اور دریادلی کے اس مظاہرے پر تحسین و آفریں کے نعروں سے گونج رہی ہے۔ اور اقتصادی حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے یورپ کی مالی حالت پر نہایت نمایاں خوشگوار اثر پڑے گا۔

اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل ممالک حسب ذیل رقوم ہر سال قرضۂ جنگ یا تاوان حرب کے حساب میں امریکہ کو ادا کرتے ہیں۔ اس میں صرف چار بڑے بڑے ملک مذکور ہیں۔ دوسرے چھوٹے ممالک کی مقروضیت کا معاملہ علیحدہ ہے:۔

انگلستان ہر سال امریکہ کو تین کروڑ تیس لاکھ پونڈ۔ فرانس ستر لاکھ پونڈ۔ اٹالیہ چالیس لاکھ پونڈ قرضۂ جنگ کے حساب میں ادا کرتے ہیں۔ اور جرمنی ہر سال بطور تاوان حرب امریکہ کو ۸ کروڑ پونڈ ادا کرتا ہے۔ گویا صرف یہ چار ممالک ہر سال امریکہ کو بارہ کروڑ چالیس لاکھ پونڈ (یعنی تقریباً ایک ارب چھیاسی کروڑ روپیہ) ادا کرتے ہیں۔ پریذیڈنٹ ہوور کے اعلان کا مطلب یہ ہے۔ کہ یہ رقم جو ہر سال امریکہ کو وصول ہوتی ہے۔ ایک سال کے لئے معرض التوا میں ڈالدی جائے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جمہوریہ امریکہ نے مبتلائے افلاس یورپ کے ساتھ کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

ایک طرف امریکن سرمایہ دار کی یہ کیفیت ہے۔ کہ وہ دنیا کی مفلسی اور تجارت کی کساد بازاری سے متاثر ہو کر اپنے مقروضوں کو موقع دیتا ہے۔ کہ وہ ایک سال قسط قرضہ کی ادائگی سے بے فکر و مطمئن ہو کر اپنی حالت کو درست کر لیں۔ اور دوسری طرف پنجاب کے ساہوکار کی حالت ملاحظہ ہو۔ صوبے کی زراعت قیمتوں کی ارزانی کے باعث تباہ و برباد ہو چکی ہے۔ کسانوں کے لئے جینا دوبھر ہو رہا ہے۔ مالی مشکلات کی کوئی حد نہیں رہی۔ حکومت نے ان مشکلات کا احساس کر کے مالیہ و آبیانہ میں تخفیف کر دی ہے۔ لیکن ظالم و سنگدل ساہوکاروں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پنجاب کے زمینداروں کا قرضہ ایک ارب چونتیس کروڑ تک پہنچ چکا ہے جس کا سالانہ سود کم از کم سترہ اٹھارہ کروڑ کے قریب ہوتا ہے۔ زمیندار ساہوکاروں سے بارہا اپیل کر چکے ہیں۔ کہ وہ کم از کم سال بھر کے لئے ایک تو ادائے اقساط ملتوی کریں۔ اور دوسرے ایک سال کا سود نہ لگائیں۔ لیکن نہ صرف ساہوکاروں پر خاموشی طاری ہے۔ بلکہ نیشنل کانگریس نوجوان بھارت سبھا۔ کرتی کسان سبھا اور اسی قسم کی دوسری انجمنیں جو آئے دن کسانوں اور مزدوروں کی ہمدردی کا دم بھرا کرتی ہیں۔ بالکل چپ ہیں۔ لائلپور کی زمیندار کانفرنس کے صدر نے اپنے خطبۂ صدارت میں زمینداروں کے قرضے کا ذکر تک نہیں کیا۔ گویا یہ ایک نہایت ہی غیر اہم بات تھی۔ اس خاموشی۔ اس تغافل اور اس بے پروائی کا حقیقی باعث یہ ہے۔ کہ یہ تمام جماعتیں ہندوؤں کے قبضے میں ہیں۔ اور ساہوکار تمام ہندو ہیں۔ جب ہندو کے مفاد کا معاملہ سامنے آئے گا۔ تو مزدوروں اور کسانوں کی حمایت سرمایہ و محنت کی کشمکش۔ اشتراکیت کے بلند بانگ دعوے غرض ہر چیز پس پشت ڈالدی جائے گی۔ کیا کانگریس میں کوئی کسانوں کا حامی موجود نہیں۔ جو اٹھے اور پنجاب کے ساہوکاروں کو پریذیڈنٹ ہوور کے نقش قدم پر چلنے کی دعوت دے۔ (انقلاب)

عید میلاد پر پیغام صلح کا خاص نمبر!!

ارادہ ہے کہ عید میلاد النبیؐ کی تقریب پر پیغام صلح کا بھی ایک خاص نمبر نکالا جائے اس کا تفصیلی اعلان آئندہ پرچہ میں شایع کیا جائے گا۔ احباب منتظر رہیں۔

باجلاس جناب سردار غلام حسن خان صاحب بہادر اسسٹنٹ کلکٹر جھنگ

دیچند ولد چودھری رامداس اقوام سکنہ شاہ جیونہ مدعی

بنام

(۱) گوربخش سنگھ لعل چند اقوام بھیرہ شاہپور (۲) سلطان امیرا ماچھی بھنب جنگ۔ (۳) غلام محمد امیرا ماچھی بھنب جنگ۔ (۴) گھنہ استرا ماچھی بھنب جنگ۔

۳ د ۴ نابالغان بولدیت سلطان ماموں مدعا علیہم۔

دعویٰ -/۴۰

اشتہار زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰۔ ضابطہ دیوانی۔

مقدمہ بالا میں مدعا علیہم تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کرتے ہیں۔ عدالت کو اطمینان ہو گیا ہے۔ بذریعہ اشتہار ان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۱ء کو حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کریں ورنہ تمہارے برخلاف کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جائے گی۔ ۷/۱

(دستخط) (مہر عدالت)

قارئین کرام

خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

—— ملک معظم نے مسٹر ریجنالڈ ہور برطانی سفیر متعینہ قاہرہ کو طہران میں برطانی سفیر مقرر کیا ہے۔

—— سرحدی قوانین کی تحقیقاتی کمیٹی اپنے کام میں مصروف ہے۔ اکثر سرکاری عہدہ داروں اور ہندوؤں نے سرحدی قوانین کے حق میں شہادتیں دی ہیں۔

—— گاندھی جی نے اپنی تازہ تحریر میں فرمایا ہے کہ میرا یقین عدم تشدد پر ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ جب اقلیتیں کمزور ہیں تو ان کے دعاوی مان لئے جائیں۔ فرقہ پرستوں کو کمزور کرنے کا بہترین طریق یہی ہے۔

—— ضلع ملتان میں شجاع آباد کے قریب موضع سکندر آباد میں ہندو مسلم فساد ہوگیا ہے۔ جس میں بہت سے آدمی زخمی اور چند ہلاک ہوئے ہیں۔ ابتدا ہندوؤں کی طرف سے ہوئی اسی مسلمان ابتک گرفتار ہو چکے ہیں۔

—— پونہ میں ایک جدید سازش کا انکشاف ہوا ہے پولیس نے آتشیں اسلحہ برآمد کرنے کے علاوہ اس سلسلہ میں کئی گرفتاریاں بھی کی ہیں۔

—— صوبہ یو۔پی میں تخفیف کا بہت زور ہے۔ بہت سے کلرک علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔

—— مغلپورہ کالج کمیٹی لاہور کو رنگون سے تار ملا ہے کہ مسلمانان رنگون کی طرف سے ایک سو رضا کار لاہور آنے کے لئے تیار ہیں

—— سکرٹری کمیٹی مذکور کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ یہ غلط ہے کہ مغلپورہ کالج کی مہم ملتوی کر دی گئی ہے۔ وہ بالکل بدستور جاری ہے۔ رضا کاروں کی فراہمی میں کوئی غفلت یا تساہل نہ کیا جائے۔

—— کمیٹی مذکور کی تحریک پر پنجاب و بیرون پنجاب بہت سے مقامات پر مسلمانوں نے جلسے منعقد کر کے پرنسپل وٹیکر کی برطرفی کا مطالبہ کیا

—— برما کی بغاوت بدستور جاری ہے۔ باغیوں اور سرکاری فوج اور پولیس کی جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔

—— ملک لال دین قیصر نے مسلمانان لاہور کے سامنے ایک تجویز پیش کی ہے کہ آئندہ یوم النبی کو لاہور میں نہایت شاندار طریق پر منایا جائے۔ اور اس کے لئے فوراً مناسب تیاریاں شروع کر دی جائیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مسلمانوں کی تمام جماعتوں اور طبقوں سے امداد کی اپیل کی ہے۔

—— گزشتہ دنوں لاہور میں پنجاب کی اقلیتوں کی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں متعصب ہندو، سکھ اور عیسائی سب شامل ہوئے مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات کی جی بھر کر مخالفت کی گئی پنجاب کی اسلامی اکثریت کو فنا کرنے کی تجویزیں سوچی گئیں۔ کانفرنس میں نہایت غیر ذمہ دارانہ اور اشتعال انگیز تقریریں کی گئیں۔

—— اخبار ام القریٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ حج پر سمندر کے راستے سے جتنے حاجی پہنچے ان کی تعداد ۳۰۵۰۱۴ تھی۔

—— حکومت اطالیہ نے طرابلس میں مصری اخبارات کا داخلہ بند کر دیا ہے۔

—— بہت سے ممالک روسی لکڑی کا داخلہ بند کرنے کی تجویز کر رہے ہیں۔

—— ۲ رجولائی کو دارالعوام لندن میں تجویز پیش کی گئی کہ ہندوستان میں ہجوموں کو منتشر کرنے کے لئے آنسو نکالنے والی گیس استعمال کی جایا کرے۔ وزیر ہند نے کہا حکومت نے پورے غور و فکر کے بعد اس تجویز کو مسترد کر دیا ہے۔

—— عوام کی نیابت کے مسودۂ قانون پر دارالامرا میں حکومت کو ۲۹ کے مقابلہ میں ۸۰ آرا سے شکست ہوئی۔

—— متنازعہ مسودہ قانون مالیہ میں حکومت انگلستان نے لبرل جماعت کی ترمیم منظور کر لی ہے۔ جس کی رو سے کھیلوں کے تمام میدان مالیہ سے مستثنےٰ رہیں گے۔

—— مہاراجہ پٹیالہ نے فیڈریشن کی مخالفت میں اپنی سکیم واپس لے لی۔ لیکن ضروری تبدیلیوں کے بعد اس کو دوبارہ پیش کرنے کا حق محفوظ رکھا۔

—— ہز ہائینس میر صاحب خیرپور کو گدی سے اتارے جانے کی خبر غلط ہے۔ ہز ہائینس ممدوح اور حکومت بمبئی کی طرف سے اس کی باقاعدہ تردید ہوگئی ہے۔

—— اگر ہز ہائینس مہاراجہ جموں و کشمیر نے اجازت دیدی تو جمعیۃ العلمائے ہند دہلی کا ایک وفد مسلمانوں کی شکایات کی تحقیق کے لئے کشمیر جائے گا۔ جمعیت مذکور نے حکومت کشمیر کو لکھا ہے اس کے جواب آنے پر تاریخ روانگی مقرر کی جائے گی۔

—— سخت بارش اور سیلاب کی وجہ سے ملک وال کھیوڑہ لائن کا ایک حصہ بہہ گیا۔

—— کشمیر جہلم ویلی میں سخت سیلاب آگیا۔ کوہالہ میں دریائے جہلم کا پل بہہ گیا۔ ڈومیل اور اوڑی کے درمیان سڑک کئی مقامات سے بہہ گئی ہے۔ شہر سرینگر اور اور بہت سی آبادیاں خطرے میں ہیں۔ شہر جہلم بھی خطرے سے باہر نہیں ہے۔

—— ایک سرکردہ سکھ سردار سیوا سنگھ میونسپل کمشنر امرتسر نے لکھا ہے کہ وہ مشہور فرقہ دار سکھ ماسٹر تارا سنگھ کو گول میز کانفرنس میں ہرگز نہ بھیجے۔ وہ ہرگز سکھوں کا نمائندہ نہیں۔

—— ریاست میسور نے دو ہائی سکولوں میں اردو زبان کی تعلیم کے اجرا کا فیصلہ کیا ہے۔

—— معلوم ہوا ہے کہ ریلوے ملازموں کی تخفیف فی الحال ملتوی کر دی ہے۔

—— دہلی کراچی کے درمیان ہوائی ڈاک جہاز کی خرابی کی وجہ سے تھوڑے عرصہ کے لئے ملتوی کر دی گئی ہے۔

—— بنگال کانگرس کمیٹی کی خانہ جنگی نے نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ ۶ رجولائی کی شام کو کلکتہ میں فریقین میں ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی۔ پولیس کو مداخلت کرنی پڑی۔

—— بمبئی کے محلہ کمائی پورہ میں ہندو مسلم فساد ہوگیا۔ ایک آدمی ہلاک اور بہت سے مجروح ہوئے۔

—— ۷ رجولائی کو صبح چار بجے ونیش گپتا کو علی پور سنٹرل جیل میں پھانسی دیدی گئی۔ اور نعش کو ہندو دھرم کے مطابق جیل کے احاطہ میں جلا دیا گیا۔ اس روز شہر میں پولیس کا خاص انتظام تھا

—— پراچین کمانی کے مصنف کے بیان کردہ قتل کا مقدمہ کلکتہ سشن جج کی عدالت میں شروع ہے۔ جیوری کے ارکان میں سے آٹھ انگریز اور ایک مسلمان ہے۔

—— رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی نے اعلان کیا ہے کہ الف اے کے تمام امیدوار جو امتحان میں شامل ہونے کے لئے ۱۵ رجولائی ۱۹۳۱ء کو آئیں اپنے ساتھ جدید رول نمبر لازمی طور پر لائیں پرائیویٹ امیدواروں کو تازہ رول نمبر بھیج دیئے ہیں۔

—— سرکاری ریلوں کی آمدنی میں مزید خسارہ ہوا ہے۔

—— بعض سرحدی ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ قوانین سرحد بدستور نافذ رہیں۔ لیکن ہندو اور سکھوں کو ان سے مستثنےٰ کرا لیا جائے

—— راولپنڈی میں پولیس نے چند جعلی سکہ بنانے والوں کو گرفتار کیا ہے۔

—— جیکب آباد (سندھ) کے نائب سرکاری وکیل مسٹر شیر محمد اور ان کی اہلیہ شب کو اپنے مکان میں سو رہے تھے کہ ان کو کسی نے قتل کر دیا۔ قاتل کا ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔

—— سکرٹری کشمیر کمیٹی لاہور نے اعلان کیا ہے۔ کہ ۲۴ رجولائی کو تمام ہندوستان میں کشمیر ڈے منایا جائے

—— ۸ رجولائی کو سکھوں کا ایک وفد سر سندر سنگھ مجیٹھیہ کی قیادت میں کمانڈر انچیف افواج ہند کی خدمت میں شملہ حاضر ہوا اور مطالبہ کیا کہ سکھوں کی فوجی خدمات کے پیش نظر انہیں فوجی عہدوں میں معقول نیابت دی جائے۔ کمانڈر انچیف نے جواب دیا کہ اس امر کی یاد دہانی کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حکومت کو پہلے ہی سے ان کا خیال ہے۔

—— آل بنگال مسلم کانفرنس کا اجلاس ۱۱۔ ۱۲۔ جولائی کو زیر صدارت جناب ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب ڈھاکہ میں منعقد ہوگا۔ اس کے لئے شاندار تیاریاں ہو رہی ہیں۔

—— مدراس کارپوریشن نے ۷ رجولائی کو مولانا ظفر علی خاں آف "زمیندار" کی خدمت میں خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا۔ مولانا موصوف نے جواب میں ایک تقریر کی جس میں ہندو مسلم اتحاد اور سودیشی اشیا کے استعمال پر زور دیا۔

—— لاہور میں ۸ رجولائی کو ونیش گپتا کی ہمدردی میں ایک جلوس نکلا اور جلسہ منعقد ہوا۔

—— ۷ رجولائی کو جموں میں ہندو غنڈوں نے ایک نہایت شرمناک حرکت کی۔ ایک نوجوان مسلمان گوجری لکڑیوں کا گٹھا فروخت کر کے سستانے کے لئے بازار میں بیٹھی تھی کہ ہندو غنڈوں نے بلا وجہ اس پر چوری کا الزام لگا کر اس کی جامہ تلاشی شروع کی اور اس دوران میں اس کو برہنہ کر دیا۔ جس پر مسلمانوں میں بہت جوش پیدا ہوگیا۔ بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع کیا گیا۔

—— کابل میں صابون سازی کا جو کارخانہ کھولا گیا تھا اس نے مال تیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ جو فروخت کے لئے بازار میں آگیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کے تیار کردہ صابون ہر لحاظ سے قابل تعریف ہیں۔

—— مسلمانان کشمیر کی آبادی عام طور پر ۲۶ لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ لیکن یہ غلط ہے تازہ مردم شماری میں ان کی تعداد تیس لاکھ ہوگئی ہے

—— حکومت ہند (دفتر اصلاحات) نے اس کمیٹی کی ہیئت ترکیبی کا اعلان کر دیا ہے۔ جو صوبہ سرحد کی علیحدگی کے بعد اس کے محاصل و مخارج۔ سکھر بیرج کے قرضہ کی ادائیگی اور اس کی مالی ذمہ داریوں کے حل کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے تجویز کی گئی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر مسٹر مالٹراونگ آئی سی۔ ایس اور صدر مقام کراچی ہوگا۔

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۱۹ | لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۸ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۳۱ء | نمبر ۳۴

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

صداقت مسیح موعود علیہ السلام

ازروئے سکھ دھرم

(از جناب شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی مبلغ اسلام)

گزشتہ دنوں اخبار "پیغام صلح" کے چند نمبروں میں خاکسار نے عنوان بالا کے ماتحت ایک مضمون کا سلسلہ جاری کیا تھا جس کو میرے دوست گیانی شیر سنگھ عرف دا حسین صاحب مبلغ قادیان نے "کل جگ کا اوتار" نام سے ایک ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع کیا۔ مگر بعد ازاں چند مصروفیتوں کے باعث یہ مضمون ادھورا ہی رہا۔

کل ڈاکٹر حفظ الرحمن صاحب مالک کتب خانہ حفظ العلوم کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف میرے کرم فرما ہیں آپ نے بڑی محنت اور تلاش سے پرانی سے پرانی کتابیں عربی فارسی، ہندی، سنسکرت و گورمکھی وغیرہ کی بہم پہنچائی ہیں۔ وہاں ایک ساکھی دیکھی جس میں اچتے رندھاوے کی گفتگو میں جب گورو نانک صاحب، اچتے کو آئندہ ہونے والے واقعات کے متعلق سمجھا رہے ہیں۔ تو ایک عظیم الشان مذہبی ریفارمر کی آمد کی پیشگوئی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ مشہور و معروف پیشوا مسلمان ہوگا۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس عبارت کو یہاں اصل کے مطابق نقل کر دوں تاکہ قارئین کرام اور فدائیان مہدی علیہ السلام اس سے پورے لطف اندوز ہو سکیں۔ وہو ہذا۔

"کل جگ ایسی کرے گا شاستر گائتری ترپن اکادشی تیرتھ بڑے بڑے سدیں سنجوگ تناں کو منے گا کوئی ناہیں۔ اور تارا ورت جاوے گا سنسار کے دکھے۔ ان لوگ گورو کہائیں گے جوگی سنیاسی جنگم برہم چاری۔ برہمن اہ کل جگ دکھے گورو کہائینگے تناں کے باب کی ہووے گا۔ چکنا چور کرے گور پورا۔ تا نکا لیکھ نہ میٹا جاسی۔ اونہاں دے باب اہ ہووے گا۔ سو مٹنے کا ناہی۔ اور اک جو بندہ صاحب دا اٹھیگا تسکا نام رشید ہووے گا۔ سو گورو دے حکم سیوں اٹھیگا۔ پر جامہ اس کا مسلمان کا ہووے گا۔ اسنو اپنی بندگی بخشیں گے۔ اہ اکال پرکھ کو جانے گا۔ اور دوسرے کو نہ جانے گا۔ جہاں جہاں جھوٹ ہووے گا سو اس کے حوالے کرئیگا۔ سو بار برہم کے حکم کے ساتھ چکنا چور کرے گا۔ جتنیاں ٹھوڑیاں ٹھوراں ہیں۔ تیرتھ مڑھیاں دیہرے پیراں کے ٹھکانے راج رنک کیاں ٹھوراں جہاں جہاں جھوٹ ہووے گا سو سزا پاوینگے اس وقت دھند دکار ورتے گا اور اللہ اکبر خدا آئے سو خدا شبد ہی ہے۔ جو الکھ اگم کی خبر دیندا ہے۔ اگے ہی آکھدا ہے جیوں ہووے گی۔ پر کوئی ورلا ہی جانے گا۔ پڑھن گے پر کماون گے ناہی"

ترجمہ

کل جگ میں ایسا ہوگا کہ مذہبی کتب۔ مذہبی کلمہ۔ عبادت حرمت کے ایام۔ روزے۔ حرمت کے مقام بڑے بڑے نصیحت آموز واقعات وغیرہ۔ ان کو کوئی نہیں مانے گا۔ یہ حالت ہو جائے گی۔ دنیا میں کون کون گورو کہلائیں گے۔ جوگی سنیاسی جنگم برہم چاری۔ براہمن یہ لوگ کل جگ میں گورو کہلائیں گے ان کے لئے کیا حشر ہوگا۔ چکنا چور کرے گور دلورا۔ تا نکا لیکھ نہ میٹا جائے۔ ان کو وہ استاد کامل چکنا چور کرے گا۔ ان کے لئے جو مقدر ہے وہ مٹنے کا نہیں۔ اور ایک بندہ خدا کا اٹھے گا۔ اس کا نام رسید یا رشید ہوگا۔ وہ خدا کے حکم سے اٹھیگا (ان اللہ یبعث) لیکن وہ مسلمان ہوگا۔ اس کو خدا اپنی بندگی بخشے گا۔ وہ ایک خدا کو جانے گا۔ اور دوسرے کو نہ جانے گا۔ جہاں جہاں باطل ہوگا وہ اس کے حوالے کیا جائے گا۔ وہ خدا کے حکم سے باطل کو چکنا چور کرے گا۔ جتنی کفر گاہیں ہیں مثلاً تیرتھ۔ مڑھیاں دیہرے۔ پیروں کے ٹھکانے۔ راجاؤں اور امرا کے عشرتکدے غرض جہاں جہاں باطل پرستی ہوگی وہ سزا پائیں گے۔ اس وقت جنگ عظیم ہوگی۔ اللہ اکبر خدا آئے۔ وہ لفظ خدا ہی ہے جو غیب در غیب کی خبر دیتا ہے۔ پیشتر ہی کہتا ہے کہ یوں ہوگا۔

لیکن اس مرشد کو کوئی شاذ ہی پہچانے اور مانے گا۔ لوگ پڑھیں گے مگر عمل نہیں کریں گے۔

میرے خیال میں سکھ صاحبان پر اتمام حجت کرنے کو اس سے صاف اور کیا چاہئے۔ خدا ان کو حق کی شناخت کی توفیق دے۔ آئندہ اشاعت میں ان سب مذکورہ بالا باتوں کے متعلق بالتفصیل بتایا جائے گا۔ کہ کس طرح یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات بابرکات سے وابستہ ہیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ دلہوزی میں بخیریت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ آئندہ اشاعت سے آپ کا ایک نہایت ہی معرکۃ الآرا مسلسل مضمون "بحث دجال و یاجوج ماجوج یا احادیث نبوی میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر" شایع ہونا شروع ہوگا۔

— مولانا عبدالحق ودیارتھی اپنے ہیڈ کوارٹر شملہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہاں بارشیں شروع ہو چکی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کے ہفتہ واری لیکچروں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ احباب شملہ ایک دوسرے سے بہت فاصلہ پر اقامت رکھتے ہیں اس لئے بعض مشکلات بھی پیش آ رہی ہیں۔ نماز جمعہ ایک ہی جگہ پڑھی جاتی ہے مولانا ممدوح کا پتہ حسب ذیل ہے۔

"معرفت مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے ۱۱۲
(کارٹ روڈ۔ شملہ)

— جناب خان مطیع اللہ خاں صاحب کارکن دفتر سکرٹری کا ہمشیرہ زادہ بیمار ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے دعا کریں

— منشی رحمت خاں بدر بدستور بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

— مولوی لال حسین صاحب اختر مبلغ بارہ منگا ضلع گوجرانوالہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کی اہلیہ محترمہ کا طویل علالت کے بعد ۱۰ جولائی کو بارہ منگا میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جنگ بدر

(جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور کے قلم سے)

(۱)

(۱)

آغاز اسلام کی مکی تاریخ ایک دردناک داستان ہے اس میں گوناگوں اذیتوں اور ستم کی تکلیفوں کی تصویریں جو قریش مکہ نو مسلموں کو اسلام سے ہٹانے کے لئے پہنچاتے تھے جا بجا نظر آتی ہیں۔ دعویٰ نبوت سے تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ان کا تمسخر اور تحقیر آمیز رویہ کھلی دشمنی کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ مسلمانوں کی تعداد اس وقت بہت تھوڑی تھی۔ اور وہ دو قسم کے لوگ تھے۔ کچھ شرفائے شہر میں سے تھے اور کچھ غلام یا غلام زادے۔ شرفا میں سے کوئی شخص مسلمان ہوتا تو اس کے خاندان والے ہر ممکن ذریعہ سے اس پر دباؤ ڈالتے کہ وہ اس سے باز آجائے۔ مار پیٹ تو معمولی بات تھی بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نومسلموں کو زنجیروں میں جکڑ کر یا کہیں بند کرکے ان کی آزادی چھین لی جاتی۔ عثمان بن عفان، مصعب بن عمیرؓ اور کئی دوسرے با اثر نو مسلم باوجود اپنی دولت اور وجاہت کے اس قسم کے سلوک سے نہ بچ سکے۔ لیکن قریش کا نزلہ غریب غلاموں اور غلام زادوں پر بہت سختی سے گرا۔ انہیں طرح طرح کی اذیتیں جن کے تصور تک سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں جھیلنی پڑتیں۔ یہ بیکس کوئی حامی نہ رکھتے تھے۔ جو ان کی امداد کو اٹھتا اور نہ مکہ میں کوئی حکومت تھی جو قریش کی چیرہ دستیوں کی روک تھام کرتی اس لئے جب تک کوئی دولتمند مسلمان ان کو خرید کر اس بتیا سے نہ چھڑاتا یا رہائی کی کوئی اور سبیل نہ نکل آتی یہ لوگ اسی مصیبت میں گرفتار رہتے۔ بلالؓ۔ خاندان یاسرؓ اور عمر ابن خطابؓ کی باندی لبینہ بعض مثالیں ہیں۔

نبوت کے چوتھے سال تک مخالفت اتنا زور پکڑ چکی تھی کہ محمد (صلعم) ارقم کے گھر میں گوشہ گیر ہونے پر مجبور ہوگئے لوگ آپ کے پاس چوری چھپے آتے جاتے تھے۔ پانچویں سال کے شروع ہوتے ہوتے آپ کو ترک وطن کی اجازت دینی پڑی چنانچہ مسلمانوں میں سے چند نفوس اس امید پر کہ شاید وطن سے باہر ان کو امن کی زندگی نصیب ہوجائے ابی سینیا کا ارادہ کرکے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مگر ہجرت قریش کی پالیسی کے خلاف تھی وہ یہ چاہتے تھے کہ نومسلم ان کی سختیوں سے تنگ آکر اسلام سے پھر جائیں۔ اور ان کا حشر دوسروں کی عبرت کا باعث ہو اس لئے انہوں نے بحیرہ قلزم کے ساحل تک مفرورین کا تعاقب کیا۔ اور اگر ان کے پہنچنے تک یہ آوارہ وطن جہازوں میں بیٹھکر ان کی پہنچ سے نکل نہ گئے ہوتے تو شاید انہیں مارتے مارتے مکہ کی دیواروں تک لایا جاتا۔ دوسری چال انہوں نے یہ چلی کہ جہاں یہ لوگ پناہ گزیں ہوئے تھے وہاں یہ خبر مشہور کردی کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ مہاجرین کو اس کا یقین تو کیا آتا اتنا اثر ضرور ہوا کہ ان میں سے بعض حب وطن کے جذبہ کے نیچے یا غریب الوطنی کے مصائب کی تاب نہ لاکر اس امید میں واپس آگئے کہ شاید خبر صحیح ہو۔ معاند مورخوں کے تخیل نے ان کی واپسی کو دلیل پکڑ کر اس پر بہت حاشیہ آرائیاں کی ہیں تاکہ وہ محمد (صلعم) کو غیر اللہ کی پرستش کا ملزم قرار دے سکیں۔ لیکن واقعات ان دروغ بافیوں کی تائید نہیں کرتے۔ علاوہ بریں دعویٰ نبوت کے وقت سے لے کر زندگی کے آخری لمحوں تک آپ کے کسی قول یا فعل سے اس امر کا بعید سے بعید قرینہ بھی نہیں پایا جاتا۔ جس سے یہ نتیجہ نکل سکے کہ آپ کے دل میں کبھی ایک خدا کی ذات کے سوا کسی اور کی پوجا کا خیال بھی سما سکتا تھا۔

توحید پرستی قریش کو اتنی نرالی اور عجیب معلوم ہوتی تھی کہ وہ مسلمانوں کی دشمنی میں ساری دنیا کو اپنے ساتھ شریک جانتے تھے۔ لیکن جب ابی سینیا سے یہ خبریں آنے لگیں کہ وہاں کی تثلیث پرست حکومت مسلمانوں سے مزاحم نہیں ہوئی تو ان کا غم و غصہ اور بڑھ گیا۔ اور انہوں نے باقیماندہ مسلمانوں پر بیش از بیش زیادتیاں شروع کردیں۔ کچھ ان سختیوں سے گھبرا کر اور کچھ ابی سینیا کے امید افزا حالات سے متاثر ہوکر دوسرے سال مسلمان پہلے سے دس گنا زیادہ تعداد میں ترک وطن کر گئے۔ یہ حبشہ کی ہجرت ثانی کہلاتی ہے۔ قریش نے ان آوارہ وطنوں کو ستانے کی اب نئی راہ نکالی۔ انہوں نے ابی سینیا کے بادشاہ نجاشی کے پاس ایک سفارت انواع واقسام کے تحائف دیکر بھیجی تاکہ اسے مسلمانوں کی طرف سے بدگمان کرکے انہیں وہاں سے نکلوا دے مگر کچھ پیش نہ گئی۔ نجاشی نے فریقین کے حالات سننے کے بعد قریش کے وفد کو ان کے تحائف سمیت دھتکار دیا۔

ابی سینیا کی سفارت کی ذلت و نامرادی نے قریش کو بے حد بھڑکا دیا۔ اور انہوں نے اس قضیہ کا قطعی فیصلہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ لیکن وہ محمد (صلعم) کے خاندان بنو ہاشم کی آتش انتقام سے ڈرتے تھے۔ اور انہیں اندیشہ تھا کہ اگرچہ بنو ہاشم آپ کے عقیدہ میں متفق نہیں ہیں۔ لیکن آپ کے ناحق خون کو وہ معاف نہ کریں گے اور خانہ جنگی جو اس سے پیدا ہوگی وہ مکہ کو یقیناً اور تمام عرب کو غالباً تباہ کردیگی۔ اس لئے ایک طرف تو انہوں نے ابوطالب پر جو بنو ہاشم کے سردار اور آپ کے قوی معاون تھے زور ڈالا کہ وہ اور ان کا خاندان آپ کا ساتھ چھوڑ دے۔ دوسری طرف خود آپ کو کئی قسم کے لالچ دیئے۔ کہ آپ تبلیغ اسلام سے باز آجائیں مگر لاحاصل۔ قریش کے لئے اب ایک ہی چارہ کار رہ گیا کہ تمام بنو ہاشم سے قطع تعلق کرلیں۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا۔ سب نے ملکر ایک تحریری پیمان کیا۔ کہ بنو ہاشم کے ساتھ عام عدم تعاون کیا جائے۔ یہ تحریر خانہ کعبہ میں لٹکا دی گئی۔ اس وقت سے وہ اندوہناک زمانہ شروع ہوا جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور رہے۔ اس کی ابتدا یکم محرم نبوت ۷ سنہ کی پہلی رات سے ہوئی۔ اور تین سال کی طویل مدت اس میں گزری۔ اس عرصہ میں خاندان بنو ہاشم بھوک پیاس کی ناقابل برداشت صعوبتیں جھیلتا رہا۔ مگر بچوں کی چیخ پکار اور بڑوں کی آہ و بکا کا جو ہم اس چار دیواری سے نکلتی تھی قریش پر کوئی اثر نہوا۔ یہاں تک کہ دیمک اور موسم کے اثر نے تحریری معاہدہ کو ضائع کردیا۔ یہ قیصہ سنہ ۹ نبوت کے ساتھ ختم ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ابوطالب اور خدیجہؓ کی زندگیوں کا بھی جو آپ کے لئے مضبوط پناہ تھیں خاتمہ ہوا۔

ابوطالب اور خدیجہؓ کی وفات کے بعد قریش کی رسیاں ڈھیلی ہوگئیں۔ اور وہ بلاتفریق تمام مسلمانوں کی اذیت کے درپے ہوگئے اس لئے آپ نے مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کی جس کی طرح عقبہ کی بیعت ثانی سے پڑ چکی تھی۔ اجازت دیدی۔ جن مشکلات اور مصائب کے اندر مسلمان مکہ میں دن پورے کر رہے تھے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے۔ کہ اجازت ملنے سے دو ماہ کے اندر اندر تمام چھوٹے بڑے مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینے چل دیئے۔ اور ان لوگوں میں سے جنھیں اپنے چلے جانے پر اختیار حاصل تھا۔ صرف آپ خودؐ۔ ابوبکرؓ۔ اور علیؓ مکہ میں رہ گئے۔ محمد (صلعم) کو ایذا دہی کا اس سے بہتر موقع نہ مل سکتا تھا۔ اس لئے قریش نے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک خطرناک سازش کی۔ اور یہ قرار پایا کہ مکہ کے اکابر خاندانوں میں سے ایک ایک بہادر انتخاب کرکے ایک جماعت مرتب کی جائے۔ جو رات کی تاریکی میں حملہ آور ہوکر آپ کو ٹھکانے لگا دے۔ تاکہ کسی ایک شخص پر الزام قایم نہ ہوسکے۔ مگر آپ کو اس کی اطلاع وقت پر مل گئی۔ اس لئے آپ نہایت ہوشیاری کے ساتھ دشمن کے نرغہ میں سے نکل گئے۔ اور ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر غار ثور میں جو مکہ سے دو تین میل جانب جنوب کوہ ثور کی چوٹی پر تھا۔ جا چھپے۔ قریش نے تلاش میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ آپ کی گرفتاری یا قتل پر انعام کے اشتہار دیئے گئے۔ مگر مشیت ایزدی دوسری طرح پر تھی۔

(۲)

مکہ کے تلخ تجربہ نے جہاں آپ کو اور سبق سکھلائے تھے ان میں ایک یہ تھا کہ اسلام کی اشاعت کے لئے ہمسایہ قوموں کے ساتھ تعلقات کا خوشگوار رہنا ناگزیر ہے۔ شتر کینہ قریش کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا کہ وہ ان آوارہ وطنوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے اس لئے مدینہ پہنچکر آپ نے پہلے تو مدینہ میں بسنے والے یہودیوں کے ساتھ ایک عہدنامہ اندفاعی کیا۔ پھر نواح مدینہ کی اقوام کی طرف مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بھیجنا شروع کیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں اور ان کے مذہب سے مانوس ہوجائیں۔ جس کا ہونا اشاعت اسلام کے لئے ازبس ضروری تھا۔ اور ان کی دوستانہ یا معاندانہ روش کا پتہ چلتا رہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ ان کے ساتھ بھی حتی الامکان مدنی یہودیوں کی مثل اندفاعی عہدنامجات ہوجائیں۔ غرضیکہ ان دستوں کے اس طرح باہر بھیجنے کا خالصتہً یہی مقصد تھا کہ اسلام کی آئندہ اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ اور مسلمان اہل مکہ کے شر سے محفوظ ہوجائیں۔ ورنہ تاریخ سے پتہ نہیں چلتا کہ ان دستوں نے سوائے ایک[۲] استثنٰی کے کہیں بھی کوئی جارحانہ کارروائی کی ہو۔ مزید برآں ان دستوں میں آدمیوں کی تعداد اتنی تھوڑی ہوتی تھی کہ ان کی طرف کسی فوجی غرض کو منسوب کرنا دور کی کوڑی لانے کے سوا کچھ نہیں۔

قریش ان کارروائیوں کو ضرور اشتباہ کی نظر سے دیکھتے تھے ہر ایک شتر سوار یا کاروان جو شمال سے مکہ آتا تھا۔ کسی نہ کسی ایسے معاہدہ یا سریا کی خبر لاتا تھا۔ اس لئے آپ کی روز افزوں قوت اور رسوخ قریش کے اشتعال اور خوف کا باعث ہوتے

۱؎ اہل سیر ان ننھی مہموں کو سرایا کہتے ہیں جن کا مفہوم انگریزی میں [illegible] ہے اور اس لفظ کا اطلاق فوجی کارروائیوں پر نہیں ہوتا۔ ۲؎ یہ دستہ عبداللہ بن حجش کے ماتحت قریش کی نقل و حرکت کی پڑتال کرنے نخلہ بھیجا گیا تھا۔ لیکن اس نے خلاف ہدایت قریش کے ایک مختصر سے کاروان پر حملہ کردیا۔ اور ابن حضرمی اس قتل کا مرتکب ہوا جس نے اس [illegible]

باقی بر صفحہ ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۳

ایک اعتراض کا جواب

حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات کی ترتیب و اشاعت ضروری ہے

(از محمد انعام الحق)

پیش نظر اشاعت میں کسی دوسری جگہ جناب ڈاکٹر کے اے خاں سکندر آباد (دکن) کا ایک مراسلہ زیر عنوان "حضرات جماعت احمدیہ لاہور سے استدعا" درج ہے۔ جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات کی ترتیب و اشاعت کو غیر ضروری قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "ہمیں دراصل مرزا صاحبؒ کی شخصیت سے کچھ سروکار نہیں ہے ہمیں تو ان کی تعلیم سے جو اسلام کے متعلق ہے اس سے تعلق ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض یہ ہونا چاہئے کہ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی تحریروں کے کچھ حصے لے کر ان پر قلم اٹھائی جائے کہ فلاں مسئلہ کا جس کا تعلق اسلام سے ہے۔ مطلب اور مدعا یہ تھا اور علمائے سُو کی کج فہمیوں سے اس مسئلہ میں یہ رنگ آ گیا۔ اور جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کو از روئے قرآن اس طرح صاف کر دیا۔ ایک مجدد کے آنے کی محض غرض و غایت ہی یہ ہوتی ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ محترم مراسلہ نگار نے ہماری تحریر کے مفہوم کو سمجھنے کی پوری کوشش نہیں کی۔ اس میں کچھ شک نہیں اصل مقصد اسلام کے متعلق حضرت مرزا صاحب کی صحیح تعلیم اور معلومات کو پھیلانا ہے۔ اس سلسلہ میں محترم مراسلہ نگار نے جو تجویز پیش کی ہے وہ اپنی جگہ نہایت مفید اور قابل قدر ہے۔ "پیغام صلح" اس پر اپنی حیات کے روز اول سے عمل پیرا ہے۔ لاریب اس نیک کام کو زیادہ توجہ، تسلسل، طاقت اور کوشش سے کرنا چاہئے۔ لیکن اس کے باوجود حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات کی ضرورت بدستور باقی رہے گی۔ کسی اچھی سے اچھی تعلیم اور بڑی سے بڑی صداقت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے عملی نمونہ لازمی ہے آپ دنیا کی پوری تاریخ مذاہب دیکھ لیجئے۔ کوئی تعلیم بھی پورے طور پر اس وقت تک کامیاب اور موثر نہیں ہوئی جب تک اس کے داعی نے کوئی عملی نمونہ پیش نہیں کیا۔ کیا کوئی اس سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ اسلام کی ترقی اور روحانی فتوحات میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عملی نمونوں کو بہت دخل ہے؟ کیا ہم قرآن و احادیث کی اشاعت کے ساتھ ساتھ حضرت نبی کریمؐ کی مبارک سیرت کی اشاعت سے بے نیاز ہو سکتے ہیں؟ اس وقت دنیا میں مختلف تحریکات و مذاہب موجود ہیں لیکن کیا ان میں سے کوئی بھی اپنے بانی کے سوانح حیات کو فراموش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ اس کا جواب بالکل نفی میں ہے۔ کیونکہ تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ کسی تعلیم یا تحریک کو زندہ رکھنے کے لئے اس کے داعی یا بانی کی شخصیت کو زندہ رکھنا از بس ضروری ہے

حضرت مرزا صاحب اپنی تعلیمات کا بہترین نمونہ خود تھے ان کے اندر ایک زبردست روحانی طاقت اور مقناطیسی قوت تھی۔ ان کی تعلیمات کو عملی رنگ میں زندہ رکھنے کے لئے ہمیں ان کے عملی نمونوں یعنی سوانح حیات کی لازمی طور پر ضرورت ہے۔ اس ضرورت سے انکار کرنا ایک زبردست غلطی ہوگی۔ فاضل مراسلہ نگار نے اخبار "فاروق" کی جو مثال پیش کی ہے وہ حضرت صاحب کے سوانح حیات کی ضرورت کو زیادہ واضح طور پر ہمارے سامنے لاتی ہے۔ دنیا کے قریباً ہر بڑے شخص کو اس مشکل سے واسطہ پڑا ہے کہ ایک گروہ نے اس کو اس کے درجہ سے بہت نیچے گرا دیا۔ دوسرے غالی گروہ نے اس کو اس کے مقام سے بہت بلند کر دیا۔ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔ علمائے سُو نے ان کو (خاکم بدہن) کافر تک کہا دوسری طرف قادیانی اصحاب نے نبی بنا کر چھوڑا۔ اس افراط و تفریط کا علاج اسی صورت میں ممکن ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی تعلیمات اور دعوؤں کے ساتھ ساتھ ان کے عملی نمونوں یعنی صحیح حالات زندگی کو بھی پورے زور کے ساتھ پیش کیا جائے۔ تاکہ لوگ ہدایت پائیں۔

ہماری تحریک پر سب سے پہلے محترم مراسلہ نگار نے توجہ فرمائی ہے ہم اس کے لئے ان کے شکر گزار ہیں۔ امید ہے وہ ہماری گزارشات پر پوری طرح غور فرمائیں گے۔ اس سلسلہ میں خاکسار راقم الحروف

کے چند مضامین اس سے قبل بھی نکل چکے ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی فرمائیں تو بہتر ہے۔

پیغام صلح کے صفحات محدود اور فرائض بے شمار ہیں۔ ممکن ہے اس مجبوری کی وجہ سے ہم محترم مراسلہ نگار کی ہر تحریر کا جواب اخبار کے ذریعہ عرض نہ کر سکیں۔ اس صورت میں تبادلۂ خیالات کے لئے خط و کتابت کا ذریعہ ہی بہتر ہو سکتا ہے۔ اخبار فاروق کی بعض دوسری تحریروں کے متعلق بھی موصوف نے ایک علیحدہ مراسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اخبار مذکور کا مسلک اور اس کی تحریروں کا انداز متانت و اخلاق سے اس قدر گرا ہوا ہے کہ اس کو قابل اعتنا سمجھنا غلطی ہے۔ اسی لئے ہم اس کی تحریروں پر اشد ضرورت کے بغیر توجہ نہیں کرتے جب کوئی شخص اپنے تمام کپڑے اتار کر سامنے آ کھڑا ہو تو شریف آدمیوں کے لئے آنکھیں بند کر لینے سے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

بی اے کے نصاب میں ایک دلآزار کتاب

اس سال بی اے کے نصاب میں "تاریخ اسلام" کے مضمون کیلئے جو کتب مقرر کی گئی ہیں۔ ان میں ایک جرمن مستشرق ڈاکٹر وائلز کی تصنیف "ہسٹری آف دی اسلامک پیپلز (تاریخ اقوام اسلام) بھی ہے۔ اس کتاب کے پہلے دو باب حضور سرور کائنات اور خلفائے راشدین کے عہد کے متعلق ہیں جن میں غلط اور خود ساختہ واقعات کو بیان کر کے ناقابل برداشت ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ اس کتاب کے متعلق مسلم پبلک میں کافی ہیجان پیدا ہو چکا ہے۔ معاملہ بے حد نازک ہے۔ مسلمانوں کا پنجاب یونیورسٹی اور حکومت پنجاب سے متفقہ مطالبہ ہے کہ اس کتاب کو فوراً نصاب سے خارج کر کے ضبط کر لیا جائے اور آئندہ اس بارہ میں کامل احتیاط ہو۔ ارباب یونیورسٹی اور حکام کے لئے اس مطالبہ کو فوراً پورا کر دینا ہی بہتر ہے ورنہ عین ممکن ہے۔ کہ حالات زیادہ نازک صورت اختیار کر لیں جن پر قابو پانا مشکل ہو۔

ایک قابل قدر قلمی اعانت

اس پرچہ میں حسب وعدہ جناب شیخ محمد دین جان صاحب

بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ کے مضمون "جنگ بدر" کی پہلی قسط شائع ہو رہی ہے۔ اس مضمون سے شیخ صاحب ممدوح کی مورخانہ قابلیت اور اسلامی تاریخ سے شغف صاف عیاں ہے۔ انہوں نے پیغام صلح کی مستقل قلمی اعانت کا وعدہ فرمایا ہے جس کو ہم اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ شیخ صاحب ممدوح کو انتظامی حیثیت سے پیغام صلح کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے۔ وہ مدت تک اس کے نگران رہے۔ اس کی ترقی میں ان کی مساعی کو کافی دخل ہے۔ لیکن ان کی قلمی اعانت سے اخبار عموماً محروم ہی رہا۔ امید ہے اب اس کی تلافی ہو جائے گی۔ عہد رسالت کی تاریخ مسلمانوں میں حیات تازہ پیدا کر سکتی ہے۔ تمام ناظرین اس مضمون کا بغور مطالعہ کریں۔

ماسٹر فقیر اللہ صاحب کا دورہ

گذشتہ پرچہ میں جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب آڈیٹر انجمن کے دورہ کی اطلاع درج ہو چکی ہے۔ اُس پرچہ کی اشاعت کے ساتھ ہی وہ لاہور سے روانہ ہو گئے۔ وہ پشاور۔ سیالکوٹ۔ وزیر آباد۔ جموں۔ گجرات جہلم۔ راولپنڈی وغیرہ مقامات پر قیام فرمائیں گے تفصیلی پروگرام سے مقامی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کو بذریعہ خطوط مطلع کیا جا چکا ہے۔ اس دورہ کا خاص مقصد چندہ اور بقایا جات کی وصولی ہے۔ آج کل انجمن کو روپے کی خاص طور پر ضرورت ہے۔ انجمن کا ایک بزرگ کارکن اس سخت گرمی کے موسم میں احباب کے دروازوں پر پہنچ کر دست سوال دراز کرنے کے لئے نکلا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس "قومی فقیر" کی جھولی خالی نہیں رہے گی۔ بلکہ احباب سلسلہ اس کو بھرنے میں ہر ممکن کوشش کریں گے۔

ستیارتھ پرکاش کا فارسی ترجمہ

مشہور آریہ مبلغ مہتہ جیمنی جی کا جاپان سے تحریر کردہ ایک خط آریہ اخبارات میں شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے فارسی میں ستیارتھ پرکاش کا ترجمہ مکمل کر لیا ہے۔ جو عنقریب شائع ہو جائے گا۔ اس سے قبل ستیارتھ پرکاش کے جرمن ترجمہ کی اشاعت اور فرنچ ترجمہ کی تیاری کی خبر پیغام صلح میں درج ہو چکی ہے۔ وہ یورپ میں ویدک دھرم کے پرچار کا بندوبست تھا۔ فارسی ترجمہ بقول مترجم وسطی ایشیا کے اسلامی ممالک میں تحریک شدھی کا ذریعہ ہوگا۔ مہتہ جیمنی جی بوڑھے آدمی ہیں۔ ان کی عمر ہمارے خیال میں پچاس سے تجاوز کر چکی ہے۔ کیا ہمارے احمدی نوجوانوں کے کانوں تک اس بوڑھے آریہ مبلغ کی تبلیغی مساعی کی خبر پہنچی ہے؟

مرزا محمود احمد صاحب قادیانی
اور
سید محمد شریف صاحب امیر جماعت اہلحدیث کا باہمی مباہلہ

ہر دو متذکرۂ بالا لیڈر صاحبان مباہلہ میں آنے کے لئے ایک دوسرے کو للکار رہے ہیں۔ اور ممکن ہے دنیا اس کے نتیجے سے کوئی مفید بات حاصل کر سکے۔ ہمارے خیال میں مباہلہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت تک محدود رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہی وجہ اول الذکر کے نزدیک سارے اہل قبلہ کو جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی نبوت تسلیم نہ کی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کی ہے۔ دعوائے مسیحیت و مہدویت فریقین کے نزدیک وجہ کفر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اہلحدیث بھی مانتے ہیں کہ مسیح موعود نبی ہو کر نہیں آئے گا بلکہ بطور مجدد اور امتی نبی کریم کے آئے گا۔ دونوں باتوں میں سے ایک کی وضاحت کرکے مباہلہ کرنا مفید ہوگا۔ یعنی یا تو حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر ہو اور یا محض آپ کی مسیحیت مجددیت اور مہدویت پر ہو۔ کیونکہ اگر محض نبوت پر ہوگا۔ تو قادیانی فریق کا موجودہ لیڈر اور اس کے ہم خیال ہی ذمہ دار ہوں گے۔ اس لئے کہ احمدی جماعت کا ایک خاصہ حصہ یعنی جماعت لاہور حضرت مرزا صاحب کو دعوئے نبوت سے بری اور اسے مرزا محمود احمد صاحب کا اختراع سمجھتی ہے۔ اگر سید محمد شریف صاحب مباہلہ کو محض دعوے مجددیت مسیحیت اور مہدویت تک محدود رکھیں اور حضرت مرزا صاحب کے ان دعاوی پر مباہلہ کریں۔ اور ان کی وجہ سے آپ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیں۔ تو ہر دو جماعتوں یعنی لاہوری اور قادیانیوں پر یہ حجت ہو سکتا ہے۔ مگر یہ صورت مباہلہ ناجائز ہے کیونکہ کسی مجدد مسیح مہدی کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہلا سکتا اور اسی لئے جماعت لاہور مسلمانوں کے سب فرقوں کو مسلمان اور دائرہ اسلام کے اندر ہی سمجھتی ہے۔ اس لئے ہر دو صاحبوں کو چاہئے کہ اپنے مباہلہ کو نبوت تک محدود رکھیں تاکہ حق اور حقیقت ظاہر ہو جائے۔ اور کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔

احرار اسلام کانفرنس میں جداگانہ انتخاب منظور ہو گیا

حسب اعلان ۱۱ و ۱۲ جولائی کو احرار اسلام کانفرنس کا اجلاس حبیبیہ ہال (اسلامیہ کالج) لاہور میں نہایت شاندار طریق پر ہوا اس میں جداگانہ انتخاب منظور ہو گیا۔ باقی کارروائی کا خلاصہ آیندہ اشاعت میں بشرط گنجائش دیا جائے گا۔ جداگانہ انتخاب کی تائید میں جو قرارداد منظور ہوئی وہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

(۱) الف۔ ہرگاہ ان تجاویز دہلی کو جو مارچ ۱۹۲۷ء میں مختلف خیالات کے ذی اثر مسلمان رہنماؤں نے مرتب کیں اور جن کے رو سے تمام صوبجات میں تمام اقوام کے لئے مخلوط انتخاب کے تابع نشستیں مخصوص کرنے کی تجویز کی گئی تھی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں نے منظور نہیں کیا۔

ب۔ ہرگاہ مسئلہ پنجاب کے فیصلہ کو جو نہرو رپورٹ کے نقطے کے مطابق ہندو مسلم سکھ میثاق لکھنؤ ۱۹۲۸ء میں درج ہے اور جس کے رو سے نشستوں کی تخصیص کے بغیر بالغوں کو حق رائے دہی اور مخلوط انتخاب کی سفارش کی گئی تھی۔ سکھ قوم نے مسترد کر دیا۔ اور جن سکھ رہنماؤں نے اس میثاق پر دستخط کئے تھے وہ بھی منحرف ہو گئے۔ اور ہندوؤں نے کھلم کھلا ان کی حمایت کی ہے۔

ج۔ ہرگاہ گاندھی جی نے خود بھی اس میثاق سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور اعلان کیا کہ سکھوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا اور اس طرح وہ اس واحد فارمولا کی بنیاد اکھاڑنے میں آلہ کار بنے جس سے سمجھوتے کی بنیاد قایم ہونے کی توقع ہو سکتی تھی۔

د۔ ہرگاہ پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں نے بالغوں کو حق رائے دہی کے خلاف ایک مہم جاری کر دی ہے حالانکہ حقیقی جمہوریت کی بنیاد اسی پر قایم ہے۔

ہ۔ ہرگاہ پنجاب کے ہندو اور سکھ مسلمانوں کے ساتھ برادرانہ اور باعزت سلوک کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اور ان کا معاشری مقاطعہ کر کے مسلمانوں کے ساتھ اچھوتوں کا سا سلوک کرتے اور مشترکہ قومیت کے راستہ میں روز افزوں مشکلات حائل کر رہے ہیں۔

و۔ ہرگاہ گاندھی جی نے مسلمانوں سے مشترکہ مطالبہ طلب کیا ہے جس کے بغیر وہ ہندو مسلم مسئلہ پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ز۔ ہرگاہ مسلمانوں کے اعتدال پسند اور قدامت پسند طبقے جداگانہ انتخاب کو ترک کرنے کو تیار نہیں ہیں اور

ح۔ ہرگاہ پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں نے مخلوط انتخاب کے اس فارمولا کو منظور کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ جو صوبہ پنجاب نیشلسٹ مسلمان قبول رکھ لیں۔

اس لئے معاملہ کو مزید توقف میں ڈالے رکھنا فضول ہے۔

۲۔ ہرگاہ سکھوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر کوئی ایسا دستور اساسی نافذ کیا گیا جس سے پنجاب کونسل میں مسلمانوں کے لئے اکثریت کا موقع نکل آئے۔ اور ہرگاہ ہندو بھی تہ دل سے اور سنجیدگی کے ساتھ سکھوں کی اس دھمکی کی پشت پر کھڑے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس تشدد اور عصبیت سے اپنی حفاظت کرنے کے لئے مسلمان متحد و متفق ہو جائیں اور

۳۔ ہرگاہ ہندو اور سکھ اس بات کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ کہ مرکز یا کسی بڑے صوبے کے نظام حکومت میں مسلمانوں کے ساتھ انصاف کئے جانے کا کوئی موقع بھی پیدا ہونے کی اجازت دیں اس لئے موجودہ حالات کے اندر اس کانفرنس کی رائے میں جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب بدستور بحال رہنے چاہئیں اور جن صوبوں میں مسلم آبادی کو اکثریت حاصل ہے۔ ان کی مجالس قانون ساز میں انہیں لازمی طور پر اکثریت حاصل ہو جانا چاہئے۔ نیز مخلوط انتخاب کا نفاذ جو مشترکہ قومیت کا نتیجہ ہوتا ہے اس وقت تک معطل رکھا جائے جب تک ہندو اکثریت مسلمانوں کے خلاف مستبدانہ اور معاندانہ رویہ ترک کر کے تمام ہندوستان کے طول و عرض میں زندگی کے ہر شعبہ میں ہندوستانی اخوت رواداری اور وسیع الخیالی کا عملی ثبوت بہم پہنچاتے ہوئے متحدہ قومیت کے لئے خوشگوار فضا پیدا نہیں کرتی۔

رسول نمبر کے متعلق ضروری اطلاع

اس اشاعت میں کسی دوسری جگہ "پیغام صلح" کے رسول نمبر کے متعلق تفصیلی اعلان درج ہے تمام احباب سلسلہ اور قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اس کو بغور ملاحظہ فرما کر بہت جلد اپنی فرمائشیں بھیجیں تا خیر نہ ہو۔

حالتِ سرحد

(از ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس والس پریزیڈنٹ پنجاب میڈیکل کونسل)

(مترجمہ:- جناب مسٹر محمد عظیم صاحب چوہان بی۔ اے)

یں پھر موسم گرما بسر کرنے کے لئے سرحدی گورنمنٹ کے گرمیوں کے ہیڈکوارٹر ایبٹ آباد میں قیام پذیر ہوں۔ اس گذشتہ آٹھ مہینے کے عرصہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ اور اب ہر طرف سکون نظر آتا ہے۔

گاندھی ارون سمجھوتہ اس بدنصیب صوبہ کے لئے رحمت ثابت ہوا ہے۔ مجھے خاص طور پر آنریبل سر سٹوارٹ پیرس چیف کمشنر کو مبارکباد دینا چاہیے۔ وہ اس صوبہ کو مصائب کی گھنگھور گھٹا سے نکالنے اور اسے اصلی حالت میں لانے میں کامیاب ہوئے ہیں مجھے امید ہے کہ وہ اس صوبہ کی حالت بہتر بنانے اور اسے اصلاحات دلانے میں اپنی انتہائی مساعی جمیلہ صرف کریں گے تب ہی وہاں کے لوگوں کی تسلی ہوگی۔ اور گورنمنٹ کے خلاف مظاہرے بند ہوں گے۔

سرخ پوش

جیسا کہ خان عبدالغفار خاں نے خود مشتہر کیا ہے باقاعدہ سرخ پوش سپاہ (جن کا باقاعدہ اندراج اور باقاعدہ وردی ہے) تعداد میں ایک لاکھ ہے لیکن وہ جو اس مسلک میں منسلک ہیں تعداد میں اس سے بہت زیادہ ہیں۔ بعض اندازہ کرنے والوں کیلئے ان کی تعداد بھی بآسانی ایک لاکھ ہی جاسکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دیہات کے دیہات اس تحریک میں شامل ہو رہے ہیں۔ فی الحقیقت ایک نوجوان پٹھان کے لئے سرخ قمیض پہننا اور اپنے آپ کو اس گروہ میں سے ظاہر کرنا فیشن ہو گیا ہے۔

سرکاری افسروں کی بے چینی

اس تحریک کی اس تیزی سے اشاعت قدرتی طور پر افسران کی بے چینی کا موجب ہونی چاہیے۔ عملی طور پر اس صوبہ میں عوام اور افسران کے درمیان ایک زبردست جدوجہد شروع ہے مسٹر کیر وڈپٹی کمشنر پشاور کی شہادت اس بات کو اچھی طرح ظاہر کرتی ہے کہ اس صوبہ میں اوسط درجہ کا افسر کیا چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ تمام وحشیانہ اور خلاف انسانیت قوانین جو پچھلے تیس سالوں میں کسی نہ کسی بہانہ سے نافذ ہوئے جاری رکھے جائیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کا بے نام نہاد اقتدار اور رعب غیور پٹھانوں پر ان حقارت آمیز قوانین کی بدولت قائم رکھا جائے اس لئے یہ لازمی اور قدرتی امر ہے کہ پٹھان قوم ان انسانیت سوز قوانین کے خلاف غصہ اور غضب سے بھر جائے اور یہ بدترین سلوک تھوڑی دیر کے لئے بھی اب برداشت کرنے کو تیار نہ ہو۔

افسروں کو سب سے بڑا اندیشہ

اعلیٰ افسران کو سب سے بڑا خدشہ یہ ہے کہ سرخ پوش تحریک آہستہ آہستہ ان کے رعب واقتدار کو لوگوں کے دلوں سے محو کر دے گی۔ اور بہت تھوڑے لوگ ان کے بنگلوں پر سلام کی غرض سے آیا کریں گے۔ اس ذہنیت کو برقرار رکھنے کے لئے افسروں کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ مختلف دیہاتوں میں خان کے عہدہ کو موروثی بنا دیا جائے لیکن ترقی نفوذ اصلاحات اور دیگر صوبجات کے ساتھ تعلقات کی افزونی کی وجہ سے یہ غلامانہ ذہنیت دور ہو جائے گی۔

میرے خیال میں افسروں کو خوش ہونا چاہیئے کہ ان کا بہت سا وقت جو ملاقاتوں میں صرف ہوتا تھا اب بچ جائیگا۔ اور زیادہ مفید کاموں میں استعمال ہوگا۔ انہیں اس تبدیلی کو خوش آمدید کہنا چاہیئے اور اپنے وقت کو صوبہ اور باشندگان کی بہتری میں صرف کرنا چاہئے۔ اس طریق سے وہ لوگوں کی سچی شکر گزاری حاصل کریں گے۔ اور جھوٹی خوشامد کی بجائے ان کے دلوں میں گھر کریں گے۔

خوش قسمتی سے ہندوستان کے تمام صوبوں میں سوائے پنجاب اور سرحدی صوبہ کے افسروں کو بغیر کسی مطلب ومقصد کے ملنے کی مجہولانہ رسم دور ہو گئی ہے۔ ان لوگوں کا سب سے بڑا مقصد دوسروں کی چغلی۔ اپنی بڑائی اور اہمیت ظاہر کرنا خود ساختہ جھوٹی خبریں پہنچانا ہے۔ حقیقتاً یہی خوشامدی اور جی حضوری ہندوستان کے تمام مصائب کے ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے افسران کو ہمیشہ صحیح حالات سے نابلد محض رکھا۔ اور حفاظت کا غلط خیال ان کے دلوں میں بٹھا دیا۔

گورنمنٹ ہند کے سامنے اہم مسئلہ

بہت سے افسروں کو عوام کے اصلی لیڈروں سے ملنے کا اتفاق ہی نہیں ہوسکتا۔ وہ اس بات کے متوقع ہوتے ہیں کہ ہر ایک آدمی انہیں ان کے بنگلوں پر ملے۔ اور ان کے پاس من گھڑت واقعات پہنچائے۔ کوئی خوددار آدمی ایسا گندہ کام کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ گورنمنٹ ہند اور نئے وائسرائے کے لئے یہ اہم مسئلہ ہے کہ بغیر کسی مطلب کے آدمی کو افسروں سے ملنے کی اجازت نہ دی جائے۔ اور ایسی تجاویز کی جائیں کہ افسران پبلک کے صحیح نمائندگان سے مل سکیں۔ خوشامدیوں کو افسروں تک کوئی رسائی نہ ہو۔ اور انہیں کوئی امتیازی حیثیت نہ دی جائے۔ اور صرف انہیں دی جائے جو کہ اس کے مستحق ہیں اور جنہوں نے رفاہ عام کے لئے کوئی ٹھوس کام کیا ہو۔

سرخ پوشوں کا نعرہ

افسروں کو دوسری شکایت سرخ پوشوں کے نعرہ "انقلاب زندہ باد" کے متعلق ہے۔ اکثر دفعہ دیہات کے لڑکے تفریحاً یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ خان عبدالغفار خاں اور دیگر ذمہ دار قائدین کو ایسی چیزوں کے متعلق عوام کے حوصلے پست کرنے چاہئیں۔ اور اپنی تحریک کو طفلانہ کھیل نہیں بنانا چاہیئے اور جس بات سے افسروں کے دل دکھیں اس سے اپنے متبعین کو منع کرنا چاہیئے۔ اس کی بجائے اللّٰہ اکبر کا نعرہ بلند کرنا چاہیئے جو کہ خالق کی بزرگی۔ اسلامی توحید کو ظاہر کرتا ہے۔ اور کسی فرد بشر کا دل نہیں دکھاتا۔

ہندو مسلم سوال

اس صوبہ میں عملی طور پر کوئی ہندو مسلم سوال نہیں۔ اور مسلمانوں نے اقلیت کے ساتھ نہایت فراخدلی کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ حتیٰ کہ سرحد پار کے لوگ بھی وہاں کے ہندوؤں کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ فی الحقیقت بہت سے مستقل رہائش والے ہندو اکثر دفعہ خود مختار علاقہ میں پناہ گزین ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ مسلمان بھائیوں کی سی مہمان نوازی کی گئی ہے۔ اور کسی آدمی کو ان کو ایذا دینے تک کا خیال نہیں آیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب گذشتہ ایام میں ان علاقہ جات پر حملے ہوتے تھے تو ہندو اپنے آپ کو خاص طور پر ان کی زد میں سمجھتے تھے لیکن وہ اس امر میں غلطی پر تھے۔ ایک بھوکا آدمی کچھ کھانے اور گذارہ کرنے کے لئے چاہتا ہے اور چونکہ ہندو مقابلتاً خوش گزران لوگ تھے۔ اس لئے مسلمانوں کی نسبت زیادہ متاثر ہوتے تھے۔ لیکن مؤخر الذکر بھی اسیر ہوتے تھے بچ کر نہیں نکل سکتے تھے۔

سرحد باقی ماندہ ہندوستان کیلئے رہنما

اگر دوسرے صوبوں کی اکثریت۔ اقلیت کے بارہ میں سرحد کی پیروی کرے تو کوئی مشکل نہیں رہ سکتی۔ انہیں مہاتما گاندھی کے مقولہ پر کہ جو کچھ اقلیتیں مانگیں انہیں دیدو عمل کرنا چاہیئے۔ مہاتما جی اپنے ہم مذہبوں کو اس مقولے پر عمل پیرا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ لیکن سرحدی صوبہ کے لوگ عرصہ سے ہندو بھائیوں کے ساتھ سلوک کرنے میں اس مقولہ پر کاربند رہے ہیں۔ حقیقتاً مغلوں کے زمانہ میں بالخصوص اور دوسرے مسلمان بادشاہوں کے عہد میں بالعموم ہندوؤں کے ساتھ سلوک کے بارہ میں کوئی فرقہ وارانہ امتیاز نہیں رہا۔ انہیں تمام حقوق حاصل تھے۔ اور ذمہ داری کے بڑے بڑے عہدے انہیں تفویض کئے جاتے تھے۔ اگرچہ ہندو آبادی کے لحاظ سے پانچ فیصدی ہیں لیکن صوبہ میں اکثر سول کی ملازمت ان کے حصہ میں آئی ہے۔ ملازمت میں ان کی تعداد آبادی کے تناسب سے بہت زیادہ ہے اور مسلمانوں نے کبھی ان کے نکالنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے برعکس پنجاب میں ہندو اس بارہ میں مطعون ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شرارتی آدمی ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کی اکثریت نے جو ریفارم کمیٹی کے سامنے پیش ہوئے۔ اکثریت صوبہ کے سلوک سے اطمینان ظاہر کیا ہے۔ اور وہ صوبہ کے لئے مکمل اصلاحات چاہتے ہیں۔ البتہ وہاں چند مہاسبھائی ہیں جو نہی شر الاپتے ہیں جو کہ ان کے بزرگ پنجاب میں الاپ رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اصلاحات کے حق میں ہیں لیکن ساتھ ہی تجویز کرتے ہیں کہ لا اینڈ آرڈر اکثریت کے ہاتھ میں نہ دیا جائے۔ میرے خیال میں ان کی یہ ذہنیت قابل معافی ہے۔ انہیں خود ہی سوچنا چاہیے کہ کیا وہ یہی تحفظات اپنے ہم مذہبوں کے لئے جو کہ اکثر صوبجات میں اکثریت میں ہیں تجویز کریں گے۔

"آگے بڑھو" کی پالیسی

اگرچہ اس وقت سرحدی صوبہ میں ہر طرح سے سکون ہے

ہے کہ آزاد قبائل کے علاقہ میں بھی خاموشی ہے۔ لیکن چند افسروں کے دماغوں میں آزاد علاقہ کے فتح کرنے کا جنون سما یا ہوا ہے۔ اس نازک موقع پر آفریدیوں اور دوسرے آزاد قبائل کا طرز عمل نہایت قابل تعریف رہا ہے۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ اپنی فوجی سپرٹ ضائع کر چکے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ انہیں اس بات کا یقین ہے کہ سرحدی صوبہ میں [illegible] اصلاحات ان کے لئے بھی امن و آرام کا پیغام لائیں گی۔ ان کا گاندھی ارون سمجھوتہ میں بھی پورا یقین ہے۔ اور وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ سرحدی صوبہ میں سمجھوتہ کی خلاف ورزی تمام ملک کے مفاد کے لئے سخت مہلک ثابت ہوگی۔ اور برٹش ایمپائر کے لئے بھی مفید نہیں ہوگی۔

گورنمنٹ کو تنبیہ

اس بات کا ڈر ہے اور یہ بالکل ممکنات سے ہے کہ صوبۂ سرحد کے چند افسر سرخ پوش تحریک کو خلاف قانون قرار دینے کی کوشش کریں گے۔ اور اس کے لیڈروں کو گرفتار کریں گے۔ اگر اس قسم کا کوئی سوال گورنمنٹ ہند کے سامنے پیش ہو تو امید کی جا سکتی ہے کہ لارڈ ولنگڈن اس معاملہ کے متعلق پورے غور و خوض سے کام لیں گے اور یہ اس قسم کے قدم اٹھانے کے نتائج سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے ہیں اپنے اس صوبہ کے ہم مذہبوں کی طرف سے ہز ایکسیلنسی کی انصاف پسند طبیعت سے اپیل کرتا ہوں کہ سرحدی باشندگان نے گذشتہ ہنگامہ میں بے شمار نقصان اٹھایا ہے۔ اور زمین نہ جوت سکنے کی اور عام اقتصادی کساد بازاری کی وجہ سے اکثر دیوالیہ کی حالت کو جا پہنچے ہیں چارسدہ تحصیل میں جو سرخ پوش تحریک کا مرکز ہے چار سال سے کوئی فصل نہیں ہوئی۔ اگر نئے سرے سے ان پر سختیاں عاید کی گئیں تو لوگ بالکل ہی تباہ ہو جائیں گے۔

گذشتہ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ انتہائی جبر و تشدد بھی پٹھانوں کو اپنے فطری حقوق مانگنے سے روک نہیں سکتا۔ اور یہ حقارت آمیز سلوک وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتے امن و آرام کا محفوظ ترین طریقہ یہ ہے کہ انہیں فوراً مکمل اصلاحات دی جائیں۔ تب جا کر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ سرخ پوش اپنی تحریک اور سرگرمیوں کو بند کریں گے۔ ایک اور ضروری امر میں جناب وائسرائے کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ عام طور پر ہندوستانی مسلمانوں کا دلی خیال ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں بجا طور پر گذشتہ ۱۵ سال میں گورنمنٹ کی غیر ہمدردانہ مسلم پالیسی سے شکایت ہے۔ موجودہ واقعات سے انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ گورنمنٹ مسلمانوں کے برخلاف ہندو اکثریت کے ساتھ مل گئی ہے۔ چنانچہ مسلمانان لاہور نے کئی ایک پبلک جلسوں میں اس امر کا اعلانیہ اظہار کیا ہے اور میں اس امر میں گورنمنٹ کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ سرحدی صوبہ کی امن کی فضا کو جو کہ بالخصوص ایک مسلم صوبہ ہے خراب نہیں کرے گی۔ اور اگر اس بارہ میں کوئی غلط قدم اٹھایا گیا ہے تو وہ تمام ہندوستان کے لئے خطرناک ہوگا۔ اور گول میز کانفرنس پر اس کا بہت بڑا اثر پڑے گا۔ میں ہز ایکسیلنسی وائسرائے کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے یہ اظہار کسی فرقہ وارانہ عصبیت کی وجہ سے نہیں کیا۔ میں نے کبھی سیاسیات میں حصہ نہیں لیا۔ میں تو ایک مذہبی آدمی ہوں۔ اس سے جو کچھ کہتا ہوں محض خلق خدا کی بہتری کیلئے میں پچھلے موسم گرما میں بھی یہیں تھا۔ اس وقت بھی میں نے یہ اپنا فرض سمجھا تھا کہ آپ کے پیش رو کی گورنمنٹ کو صحیح حالات سے مطلع کروں۔ لیکن مناسب وقت پر توجہ نہ کرنے کی وجہ سے حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ لاعلاج ہو گئے۔ موجودہ حالات میں مجھے امید ہے کہ جناب وائسرائے صوبہ کے امن و آرام کو برقرار رکھنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔

حضرات جماعت احمدیہ لاہور سے استدعا

(از جناب ڈاکٹر کے اے خاں صاحب)

پیغام صلح میں ایک مضمون بعنوان "حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات بزرگان جماعت کا ایک اہم فرض" درج ہوا ہے۔ جو میری نظر سے گذرا۔ اس مضمون کا لب لباب یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات کی ترتیب و اشاعت کی طرف توجہ دی جائے اور حضرت مرزا صاحب کے واقعات زندگی ضبط تحریر میں لائے جائیں۔

اس کے متعلق مجھے بھی صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ یہ تجویز نہ اس وقت مفید ہو سکتی ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گی اس لئے کہ وہ حضرات جو جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو نعوذ باللہ نبی حقیقی مانتے ہیں وہ آگے چل کر کیا تعجب ہے کہ ان ہی امور کو...... صحیح تصور فرما کر آئندہ نسلوں کے لئے مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی رہی سہی صحیح پوزیشن کو بھی کچھ سے کچھ نہ کر ڈالیں مثلاً "فاروق" مورخہ ۲۸ر جون ۱۹۳۱ء کے الفاظ ملاحظہ ہوں:-

"میاں عبداللہ صاحب سنوری سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سنوری صاحب مسجد مبارک میں ظہر کی نماز سے پہلی سنتیں ادا کر رہے تھے۔ اچانک آپ کو حضرت مسیح موعود نے بیت الفکر سے آواز دی۔ میاں عبداللہ صاحب نے جھٹ نماز کو توڑا۔ اور بیت الفکر میں حضرت اقدس کے سامنے حاضر ہو گئے اور عرض کی کہ حضور نماز کو توڑ کر آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا اچھا کیا حضرت مسیح موعود کے دو لفظی جواب میں ہمارے لئے بہت کچھ موجود ہے بظاہر تو الفاظ معمولی نظر آتے ہیں مگر دراصل سوچنے والوں کے واسطے صراط مستقیم پنہاں ہے۔ میاں عبداللہ صاحب سنوری کے نماز توڑنے پر حضرت اقدس نے اپنے آپ کو متفق ظاہر کیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث سے ثابت کیا ہے کہ اگر کوئی نبی کسی شخص کو آواز دے اور وہ شخص نماز میں مشغول ہو تو نماز توڑ کر پیغمبر کے حکم کی اطاعت لازم ہے یہ عزت صرف نبی کیلئے ہے نہ کہ ولی یا مجدد کیلئے جب ہم اس واقعہ پر نظر ڈالتے ہیں تو حضرت مسیح موعود کے جواب 'اچھا کیا' سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت اقدس نے اپنی حیثیت کو احادیث اور شرعی حکم کے مطابق پایا۔ اگر آپ درحقیقت نبی نہ ہوتے یا آپ کا دعوئے نبوت نہ ہوتا تو آپ میاں عبداللہ صاحب کے فعل کی حقیقت سنکر اظہار ناراضگی وغیرہ کا اشارہ کرتے لیکن اس کے برخلاف ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے 'اچھا کیا' کہکر اپنے دعوئے نبوت کو معمولی سے جواب میں نصب کر دیا۔ کیا اس واقعہ سے حضرت مسیح موعود کا نبی اور رسول ہونا روز روشن کی طرح ثابت نہیں؟"

ناظرین یہ عبارت اخبار فاروق کی پڑھ کر کیا نتیجہ نکال سکیں گے۔ سوائے اس کے کہ اب جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو نبی ایک روایت کی بنا پر ثابت کیا جا رہا ہے اور ایک بات خاص قابل غور اس میں یہ ہے کہ دعوئے نبوت ثابت کیا ہے یہ نہیں کہ وہ اپنے کو نبی کہتے تھے یا کہتے ہیں۔ جب ہم ان کے ہی اپنے الفاظ یعنی مدعی کے اپنے الفاظ جو مدعی کی اپنی ہی کتاب میں سے پیش کرتے ہیں اور جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ تو وہاں کتر بیونت شروع ہو جاتی ہے۔ مدعی صاف کہتا ہے اور ایک ہی جگہ پر کہتا ہے کہ میرا دعوے محدثیت کا ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ بھلا ناظرین انصاف تو کر دکہ اب روایت پر یقین کریں یا یہ کہ مدعی کے اپنے الفاظ پر مدعی کی اپنی ہی کتاب سے دیکھ لیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو خوش عقیدگیوں میں چور ہیں ان کے سامنے روایت کیا ہے کچھ بھی کہہ دو وہ تو سوائے آمنا صدقنا کے کچھ اور کہہ ہی نہیں سکتے۔ اور نہ کہہ سکیں گے۔ مگر آئندہ نسلیں اتنی بیوقوف انشاء اللہ تعالیٰ نہیں ہوں گی وہ تو اس روایت کا تعلق اگر یہ صحیح ہے تو جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی ذات خاص سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمیں تو مدعی کا اپنا ریکارڈ دیکھنا ہے کہ مدعی کیا کہتا ہے۔ اس وجہ سے میں اپنی رائے کا اظہار کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ ہمیں دراصل مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت سے کچھ سروکار نہیں ہے ہمیں تو ان کی تعلیم سے جو اسلام کے متعلق ہے اس سے تعلق ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی تحریروں کے کچھ حصے لیکر اس پر قلم اٹھانا چاہئے۔ کہ فلاں مسئلے کی جس کا تعلق اسلام سے ہے مطلب اور مدعا یہ تھا اور علمائے سوء کی کج فہمیوں سے اس مسئلہ میں یہ رنگ آ گیا۔ اور جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کو از روئے قرآن اس طرح صاف کر دیا۔ ایک مجدد کے آنے کی محض غرض و غایت ہی یہ ہوتی ہے۔ یا یہ کہ وہ قوم سے مرزا ہیں۔ ان کے والد بزرگوار کا یہ نام ہے وہ قادیان کے رہنے والے ہیں وہ یہ ہیں وہ ہیں۔ ان باتوں سے کیا تعلق ہمارا تعلق تو صرف ان سے اس قدر ہے کہ وہ اسلام کی صحیح تعلیم ہر مسئلہ پر کیا دیتے ہیں۔ اور پہلے وہ مسئلہ کس صورت میں تھا۔ اور انہوں نے اس کو کیسے صاف کیا۔ تب تو دنیا کو معلوم بھی ہو کہ وہ محدث ہیں۔ اور یوں ادھر اُدھر کی ان کے متعلق فضول باتیں تراشنا مسلمانوں کا وقت اور روپیہ ضائع کرنا ہے میرا مطلب یہ ہے کہ جو بات بھی بیان کی جائے وہ مدعی کے اپنے الفاظ ہوں۔ اور انہی پر البتہ مزید روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ یا ان کو مکرر سہ کرر چھاپا جا سکتا ہے یہی بات اب اور آئندہ نسلوں کے لئے مفید ہو سکتی ہے اور ان ہی باتوں سے جناب مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی صحیح پوزیشن قائم رکھی جا سکتی ہے۔

میاں غلام محمد کا معافی نامہ

احباب کرام کو معلوم ہوگا کہ گزشتہ تین ماہ کے عرصہ میں میاں غلام محمد نے دعویٰ مصلح موعود و قدرت ثانی و دابۃ الارض ہونے کا کرکے انجمن کی کارروائی اور انجمن کے بعض معزز اراکین اور حضرت امیر قوم کے برخلاف پے درپے آٹھ نو اشتہار نکال کر قوم میں بدظنی پھیلانے کی کوشش کی تھی - اور اگرچہ ان سب باتوں کا جواب اخبار میں دیا جا چکا ہے - جس کے بعد کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں رہتی - لیکن خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میاں غلام محمد نے نہ صرف اپنے دعووں کو اب ترک کر دیا ہے بلکہ اپنی دستخطی تحریریں انجمن کے نام اور حضرت امیر کی خدمت میں بھیجدی ہیں جن میں اپنی ساری کارروائی پر اظہار ندامت کیا ہے اور اپنے آپ کو خدا کے حضور اور انجمن کے اراکین و حضرت امیر کے نزدیک حقیقی مجرم ٹھہرایا ہے - جیسا کہ اس کی تحریروں کے ذیل کے اقتباس سے واضح ہوگا۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے انجمن کی بریت خود الزامات لگانے والے کی زبان سے کر دی (مدیر)

" اپنے اس عالم میں میرے دماغ نے جو جو کام مجھ سے کروائے اس میں ایک حصہ اعلانات میں ان ناگوار اور ناپسندیدہ امور میں - جن سے بالخصوص آپ کو اور اس کے بعد انجمن اور اراکین یا میری قوم کو میرے وجود سے تکلیف پہنچی - دوسرا امر ایک ماموریت کے دعوے کے متعلق سرزد ہوا - جس کے لئے دماغ نے اور دل نے اس حالت کو غیر معمولی ہونے کے باعث خدائی حالت قرار دیا اور اسی تصرف میں ساری تگ و دو کرائی - لیکن اب دوسری حالت . . . . اس حالت میں جس کو میں اپنی زندگی کی صحیح حالت سمجھتا ہوں جب میں نے اپنے دعاوی اور اعلانات وغیرہ کو دیکھا ہے تو ان میں سے کسی کے لئے بھی دل کو حاضر اور قائم نہیں پایا - بلکہ بہت سی خفت طبیعت کو محسوس ہوتی ہے - کہ یہ کیا بات تھی اور کس طرح اور کون مجھ سے زبردستی یہ سب کچھ کروا رہا تھا - میں اپنی اس موجودہ حالت کی تبدیلی کو جو ظاہر و باطن میں مجھ پر خوب عیاں ہو چکی ہے - چھپانے سے معذور اور بے قصور ہونے کے باوجود خدا کے حضور بھی اور آپ سب کے حقیقی مجرم ٹھہرتا ہوں - اس لئے یہ امور بالکل صحیح بغیر کسی بناوٹ دھوکے اور لالچ کے قلمبند کرکے آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں کیونکہ مجھ سے بالخصوص آپ کو اور اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب کو اور اس کے بعد دوسرے اراکین کو سخت تکلیف اور رنج پہنچ گئے "

" میرے اس جوش اور تیزی دماغ کے ایام میں دو امر مجھ سے سرزد ہوئے مجھے نظر آ رہے ہیں - اول حضرت امیر ایدہ اللہ، حضرت خواجہ صاحب - یا بعض دوسرے اراکین انجمن کے حق میں زیادتی دوم ایک بہت بڑا دعوے ماموریت کا۔" . . . .

. . . .

اور اب پورے طور پر میں اپنی حالت کو تبدیل شدہ پاتا ہوں . . . . . اعلانات اور کتاب کے ذکر کو ناگوار اور ندامت کے رنگ میں دیکھتا ہوں اور طبیعت اس کو چھپانا چاہتی ہے . . . . اور دوسری طرف ان امور یا دعاوی وغیرہ میں سے قطعاً کوئی بات منہ سے نکالنے یا اس کو صحیح سمجھنے یا مصر ہونے کی طاقت و قوت نہیں دیکھتا بلکہ جس قدر اعلان یا کتاب میرے پاس پڑی ہے اسے کسی کو دینا بھی نہیں چاہتا۔

بقیہ صفحہ ۲

رہتے تھے - جس کی کئی وجوہات تھیں - اول اسلام کی ترقی قریش کی یقینی بیخکنی تھی - دوم کسی اور مذہب کے فروغ پانے سے خانہ کعبہ کی عزت میں فرق آنے کا احتمال تھا - جسے قریش ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے - صرف اس لئے نہیں کہ خانہ کعبہ کے متولی ہونے کا قریش کو فخر حاصل تھا - بلکہ اس لئے بھی کہ وہاں پر تمام عرب کا سالانہ ہجوم ان کی دولت میں ازدیاد کا موجب ہوتا تھا - سوم آپ مدینہ سے ہر وقت ملک شام کا راستہ مسدود کر سکتے تھے - جہاں کی تجارت پر قریش کی روزی کا زیادہ تر مدار تھا - ان تمام باتوں نے پہلی نامرادیوں کے ساتھ مل جل کر قریش کو چراغ پا کر رکھا تھا - اور وہ آپ پر کاری ضرب لگانے کے لئے تُلے رہتے تھے۔

مدینہ کی مرطوب آب و ہوا نے مہاجرین پر اچھا اثر نہ کیا وہاں پہنچکر خاندانوں کے خاندان بیماری میں مبتلا ہو گئے - اس لئے کچھ اس وجہ سے اور کچھ اس لئے کہ ان تارکان وطن کی رہائش و سکونت وغیرہ اور بہت سے اور امور کا جو ایک نئی بستی کے قیام کے لئے لازمی ہوتے ہیں - انتظام کرنا ضروری تھا - آپ خود ان سرایا میں شریک نہ ہو سکے - لیکن ۶۲۳ء کا موسم بہار نکلتے ہی آپ نے بنفس نفیس ہمسایہ اقوام سے رابط بڑھانا شروع کر دیا - ان دنوں آپ نے یکے بعد دیگرے ابوا اور بواط کے سفر کئے اور وہاں کے قبائل سے دوستانہ تعلقات اور معاہدے قائم کئے - اب قریش بالکل صبر نہ کر سکتے تھے - کیونکہ یہ مقامات عین شام اور مکہ کی شاہ راہ پر واقعہ تھے - چنانچہ کرز بن جابر[1] نے مدینہ کی بیرونی چراگاہوں پر انہی دنوں ڈاکہ ڈالا - اور مسلمانوں کے اونٹ اور ریوڑ چرا لے گیا - یہ دست برد بدر اول کے نام سے مشہور ہے اور اس ہفت سالہ کشمکش کی طرف پہلا قدم تھی - جو مدینہ اور مکہ کے درمیان اس وقت سے شروع ہوئی اور بالآخر فتح مکہ پر ختم ہوئی۔

اکتوبر ۶۲۳ء میں آپ نے عشیرہ کے گرد و نواح کے قبائل کے ساتھ دوستانہ معاہدے قائم کر لئے - یہ مقام بدر سے جانب شمال اس جگہ واقعہ ہے جہاں شام سے مکہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر گیا ہے - ان معاہدوں سے ابوسفیان نے جو ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ لے کر شام گیا ہوا تھا اور اب واپس ہونے والا تھا - یہ سمجھا کہ آپ کا منشا اسے لوٹ کر کرز بن جابر کے ڈاکہ کا عوض اتارنا ہے - اس لئے اس نے اپنی روانگی سے پہلے ایک پیغام قریش مکہ کو بھیجا کہ اگر کارواں کی خیر چاہتے ہو تو اس کی حفاظت کو نکلو - اس پیغام نے بارود کی میگزین میں بتی کا کام کیا - کیونکہ اس قافلہ میں مکہ کے تمام ذی ثروت لوگوں کا مال تھا - اس لئے وہ مواد جو اتنے عرصہ سے آپ کے خلاف پک رہا تھا یکدم پھوٹ پڑا - دو تین روز کے اندر بارہ سو آہن پوش جن میں زیادہ تر گھوڑے چڑھے اور شتر سوار تھے - شام کی طرف روانہ ہو گئے - بدر سے کئی منزل جنوب جحفہ کے مقام پر ان کو ابوسفیان کا دوسرا قاصد ملا کہ کارواں صحیح سالم نکل آیا ہے چنانچہ بنی زہرہ اور عدی اپنے دو سو آدمیوں کے ساتھ واپس آ گئے لیکن ابوجہل اور دوسرے قریش کو بعد مدت یہ موقع ہاتھ آیا تھا اس لئے وہ آگے بڑھے اور یلغار کرتے ہوئے بدر پر جا ڈیرے ڈالے۔

مکہ سے دو سو میل شمال کی طرف اور مدینہ سے ۸۰ میل جانب جنوب و مغرب بدر ایک گاؤں ہے جو اسی نام کی وادی میں واقعہ ہے - وادی کے شمال اور مشرق کی سمت بلند پہاڑیاں ہیں جنوب کی طرف ایک پست سلسلۂ کوہ ہے - اور جنوب کی جانب یکے بعد دیگرے بالو کے ٹیلے - وادی کے بیچوں بیچ ایک چھوٹی سی موسمی ندی تھی جو مشرقی پہاڑیوں سے نکل کر جا بجا چشموں کی شکل میں پھوٹتی تھی - ان چشموں کو کھود کر مختلف مقامات پر مسافروں کی آب رسانی کی خاطر کنوئیں بنائے ہوئے تھے - قریش نے بدر پہنچکر وادی سے ملحقہ ٹیلوں کی اوٹ لیکر اپنا کیمپ نصب کر دیا - یہ مقام جنگی نقطۂ نظر سے بہترین تھا - کیونکہ میٹھے پانی کا سب سے بڑا کنواں اس کے قریب تھا - اور ارد گرد کی زمین دشوار گزار ہونے کی وجہ سے کوئی دشمن بے خبری میں ان تک نہ پہنچ سکتا تھا - مزید براں یہ مقام وادی کے دوسرے سرے پر تھا اور بوقت ضرورت وہ یہاں سے بلا دقت و رکاوٹ واپس جا سکتے تھے۔ (باقی آئندہ)

[1] قریشی سردار تھا۔ (رحمۃ للعالمین - قاضی محمد سلیمان مرحوم)

خبریں

— مصنف پراچین کمانی کا مقدمۂ قتل کلکتہ ہائیکورٹ میں مسٹر جسٹس لارٹ ولیمز اور ایک سپیشل جیوری کے سامنے پیش ہے۔

— دو تین ماہ سے یہ افواہ پھیل رہی ہے کہ مسلمانان ہند کی تجارتی ترقی اور صنعتی ارتقا کی غرض سے ایک بہت بڑی تجارتی کمپنی کے قیام پر غور کیا جا رہا ہے۔ تاکہ مسلمان ہندوستان بھر میں کپڑے کی تجارت پر علی الخصوص قبضہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں معزز معاصر "انقلاب" کو معلوم ہوا ہے کہ عنقریب دس کروڑ روپے کے عظیم سرمایہ سے اس کمپنی کا کاروبار شروع ہونے والا ہے۔ لنکا شائر کے علاوہ انگلستان کے بڑے بڑے بنکوں نے بھی مالی اعانت کا حتمی وعدہ کیا ہے۔ اور مسلم قوم کے قریباً تمام اکابر اس کے سرپرستوں، ڈائرکٹروں اور مشتہروں میں شامل ہیں۔ اس کمپنی کا نام ایسٹ اینڈ ویسٹ کارپوریشن لمیٹڈ ہوگا اور صدر مقام دہلی ہوگا۔ معاصر موصوف نے جلد ہی اس کے متعلق مزید معلومات شائع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

— افواہ ہے کہ گاندھی جی گول میز کانفرنس کے دیگر کانگرسی مندوبین ۱۵ اگست کو جہاز ملتان میں لندن روانہ ہو جائیں گے۔

— مقدمہ سازش میرٹھ کے ملزم آر ایس نمکر کی طرف سے مسٹر آر ایس اور ایس ایس کے نرو نے ۹ جولائی کو عدالت عالیہ الہ آباد میں درخواست دی کہ مقدمہ سیشن جج میرٹھ کی عدالت سے کسی دوسری عدالت میں منتقل کیا جائے۔ کیونکہ سماعت مقدمہ کے دوران میں جج نے کہا تھا اچھا مسٹر نمکر تم کو اپنے کئے کی سزا مل جائے گی۔ مسٹر جسٹس بنرجی نے حکم دیا کہ سرکاری وکیل کو نوٹس دیا جائے۔

— مسٹر پٹیل سابق صدر اسمبلی نے لندن میں اخباری نمائندے سے بیان کیا کہ گول میز کانفرنس کی ناکامی ناگزیر ہے۔ کیونکہ موجودہ حکومت قدامت پسند پارٹی کے منشا کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتی اور قدامت پسند آزادی ہند کے سخت مخالف ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہندوستانیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ موجودہ حکومت سے کوئی امید نہ رکھیں اور کانفرنس کے نتائج سے بے نیاز ہو کر اپنی تنظیم میں مصروف رہیں۔ اور جنگ آزادی کو جاری رکھنے کی تیاریاں کرتے رہیں۔

— ۹ جولائی کو سکھوں کا ایک وفد شملہ میں زیر قیادت سردار منگل سنگھ وائسرائے ہند کی خدمت میں باریاب ہوا۔ وفد نے وائسرائے ہند کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا جس میں سکھوں کے مطالبات کے سترہ نکات درج تھے۔ وائسرائے نے وفد کو یقین دلایا کہ وہ تمام اقوام اور اقلیتوں کے تحفظ اور حقوق کے لئے اپنی تمام قوت استعمال کریں گے۔ آپ نے وعدہ کیا کہ گول میز کانفرنس میں سکھوں کی مزید نیابت کے مسئلہ کو وزیر ہند کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ اور اگر سشن ججوں میں قابل سکھ موجود ہیں۔ تو عدالت عالیہ کی ججی کے لئے بھی ان کے حقوق پر مناسب غور کیا جائے گا۔

— افواہ ہے کہ وائسرائے نے سر علی امام کو گول میز کانفرنس کا نمائندہ نامزد کیا ہے۔

— چند روز ہوئے کہ افواہ گرم تھی کہ حال ہی دروازہ امرتسر کے نواح میں پولیس کی زدوکوب سے ایک مسلمان شہید ہو گیا ہے لیکن اس کی موت کی خبر کو پولیس نے کلیۃً دبا دیا تھا لیکن آخر کار یہ راز افشا ہو گیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سب انسپکٹر گرفتار کر لیا گیا ہے۔

— گزشتہ ہفتہ کنور پرتاپ بکرما جیت سنگھ سشن جج متھرا کسولی جا رہے تھے۔ کہ دہلی ریلوے سٹیشن پر ان کا دماغ یکایک مختل ہو گیا۔ انہوں نے یکدم اپنے تمام کپڑے پھاڑ ڈالے اور گاڑی سے کود کر پلیٹ فارم سے ہوتے شہر کی طرف بھاگ گئے۔

— ۹ جولائی کو مصنف پراچین کمانی کے مقدمۂ قتل میں سید حبیب آف "سیاست" کی شہادت ہوئی۔

— حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں حکومت کو انتباہ کیا ہے کہ کانگرسی مسلمانوں کو مسلم قوم کی نیابت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اگر حکومت نے کانگرسی مسلمانوں کی طرف سے جن کے وہ نمائندے ہیں نیابت کا موقعہ دیا تو مسلم قوم کو سخت صدمہ ہوگا۔ اور وہ مسلمان قوم حکومت کی اس قسم کی کارروائی سے یہی نتیجہ نکالے گی کہ حکومت مسلمانوں کی بہتری اور مفاد کے ساتھ غدارانہ اغماض کر رہی ہے۔ آخر پر آپ نے کانگرس کو بھی متنبہ کیا ہے۔ کہ اگر اس نے ہندو مسلم مسائل کا تصفیہ نہ کیا تو ہندوستان کی آئینی ترقی کا راستہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائیگا۔

— ۱۰ جولائی کی شام کو احرار کانفرنس کے صدر مولانا حبیب الرحمن صاحب کا لاہور میں شاندار جلوس نکلا۔

— اسمبلی کا آئندہ اجلاس ۷ ستمبر کو شروع ہوگا۔

— ریاست بہاول پور نے اپنی رعایا کو ۵ فیصدی مالیہ معاف کر دیا ہے۔

— ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنگلور نے قومی جھنڈا لہرانے کی ممانعت کر دی ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۸

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گی۔
(۴) سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددین کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۹ | لاہور یوم یکشنبہ مطبوعہ ۳ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۴

ہماری تبلیغی ڈاک

چین

اخوند لوزخاں صاحب ہانگ کانگ سے لکھتے ہیں کہ:۔
اردو انگریزی عربی لٹریچر ملا۔ کانسو کے ہر دو علما کو عربی رسائل دیئے گئے ہیں۔ یہ دونوں علامہ کانسو سے دینی تعلیم حاصل کرکے پہلے کانٹن آئے۔ لیکن وہاں کے لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے اب یہاں آ گئے ہیں۔ مجھ سے سو گز کے فاصلہ پر ہانگ کانگ کے چینی مسلمانوں نے چندہ کرکے ایک مکان خرید کر اسے مسجد بنا لیا ہے اوپر کے حصہ میں نماز ہوتی ہے نیچے کے حصہ میں مدرسہ تعلیم القرآن ہے۔ یہ دونوں نوجوان عالم امامت کرتے ہیں۔ سوائے عربی اور چینی زبان کے دوسری زبان نہیں جانتے۔ کانٹن سے بھی ایک چینی اسلامی رسالہ نکلتا ہے۔ اور ہانگ کانگ سے بھی۔ ہانگ کانگ میں چینی مسلمان دو ہزار سے کچھ اوپر ہوں گے۔ مالی اور مذہبی حالت ان کی ہندوستانی مسلمانوں سے بھی گئی گزری ہے۔ ان لوگوں کے علاوہ چھ سات سو چینی مسلمان ایسے ہیں جو دوغلی نسل سے ہیں یعنی جن کے باپ ہندی اور ماں چینی تھی۔ ان کے باپوں نے جو یہاں چوکیداری کا کام کرتے تھے۔ ان کو تعلیم دی تعلیم یافتہ بن کر وہ دو دو سو چار چار سو ڈالر ماہوار کمانے لگ پڑے تو ان کے دماغ ہی بگڑ گئے۔ سوائے چند کے باقی سب برائے نام مسلمان ہیں عیسائی اقوام کی سب برائیاں انہوں نے اختیار کر لی ہیں۔ جتنا کماتے ہیں عیش و عشرت میں گنوا دیتے ہیں۔ اور غیر مسلموں کے مقروض بنے ہوئے ہیں۔ ہندی غیر مسلم سکھ وغیرہ برائے نام بیس پچیس ڈالر کے چوکیدار ہیں۔ لیکن وہ دو دو ہزار ڈالر ماہوار سود کے ذریعہ کما لیتے ہیں۔ یہاں مسجد میں ایک ملاں صاحب ہیں۔ جو سوائے عربی اور اردو کے کچھ نہیں جانتے۔ اس لئے ان چینی مسلمانوں کو کون سمجھائے

یہاں سے پہلے خط روانہ کرنے کا محصول ڈاک دو سنٹ تھا پھر چار سنٹ ہو گیا۔ پھر آٹھ سنٹ اور اب یکم اپریل سے ۱۲ سنٹ ہو گیا ہے۔ اگر ہنڈی کا بھاؤ یہی رہا تو ۱۶ سنٹ تک بڑھ جائے گا۔ دو ماہ سے ہنڈی کا بھاؤ یک صد ڈالر کے ۶۵ روپے ہنڈی ہے۔

چین

برادرم محمد اسمعیل صاحب لکھتے ہیں کہ چینی زبان میں آج تک کسی مسلمان عالم نے قرآن کریم کا ترجمہ نہیں چھپوایا۔ سنا ہے کہ شہر ٹنستن کے ایک مسلمان عالم نے جو جامعہ ازہر کا تعلیم یافتہ ہے ترجمہ کا مسودہ تیار کیا ہے۔ مگر بوجہ کمی سرمایہ طبع نہیں کرا سکا۔ مسٹر راڈول کے انگریزی ترجمۂ قرآن کا ایک چینی عیسائی نے دو سال ہوئے چینی ترجمہ کیا تھا۔ جس کا حق تالیف شنگھائی کے ایک بڑے پریس نے چھ سو ڈالر دے کر خرید کر لیا۔ اور اسے چھپوا دیا قیمت دو ڈالر رکھی۔ مرحوم مسٹر عثمان نے بھی اسے منگوایا تھا۔ ترجمہ سخت غلط اور بیہودہ تھا۔ ایک ایک صفحہ پر کئی کئی غلطیاں تھیں تمام اسلامی رسالوں نے اس کی بیہودگی اور غلط ہونے پر ریمارک کئے جس کی وجہ سے مسلمانوں نے اس کا خریدنا بند کر دیا۔ اس طرح پریس کو سخت نقصان پہنچا۔ اب اس کی قیمت کا اشتہار ساٹھ سنٹ کا شائع ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ شنگھائی میں ایک یہودی نے بھی قرآن کریم کا چینی ترجمہ کیا ہے۔ غالباً اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو عیسائی ترجمہ کا ہوا۔

آسٹریلیا

مسٹر صوبہ چودہری صاحب لکھتے ہیں کہ خط معہ پارسل ملا۔ انگریزی کتب میری بیوی نے بہت پسند کیں۔ اور ان کو دوسرے لوگوں کو بھی مطالعہ کے لئے دیا جاتا ہے۔ میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے جماعت احمدیہ میں شامل کر لیا۔ سلسلہ احمدیہ کا وجود امت محمدی کے لئے ابر رحمت ہے۔ ہر مسلمان کا فرض تھا کہ وہ جماعت احمدیہ کی مدد کرتا۔ لیکن افسوس ان کو کوئی توجہ نہیں اللہ تعالےٰ پر یقین کامل ہے کہ وہ آپ کو ساری دنیا پر کامیاب و بامراد کرے گا۔ یہاں دو سید صاحب ہیں جو مسلمانوں کو ایک جگہ جمع نہیں ہونے دیتے۔ اور مسلمانوں کے باہمی فسادوں کو (؟) رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کی کارگزاری سے ہماری ساٹھ بیگہ زمین اور گھر نیلام ہو گیا۔ اور میں تہی دست ہو گیا ہوں۔ میرا کام عمدہ چل رہا تھا۔ لیکن ان لوگوں کی عنایت سے اب تنگدست ہو گیا ہوں۔ میرے جیسے کئی لوگوں کو انہوں نے تباہ و برباد کر دیا ہے۔

اس وقت اس ملک میں بڑی بے روزگاری ہے ۲۵ ہزار سے زیادہ لوگ بغیر کام کے پھر رہے ہیں۔ چونکہ گورنمنٹ لیبر ہے۔ اس لئے دولتمند نیشنل پارٹی نے گورنمنٹ کی مخالفت کی وجہ سے غربا پر روزگار بند کر دیا ہے۔ تاکہ آئندہ لوگ لیبر پارٹی کو ووٹ نہ دیں۔

آسٹریلیا کے لئے ایک عالم با اخلاق و باعمل کو ضرور روانہ کریں۔ انشاء اللہ اس ملک میں بڑی کامیابی ہو گی۔ ایک تو غیر مسلموں میں اسلام ترقی کرے گا۔ دوم مسلمانوں میں باہمی اتحاد کی صورت نکل آئے گی۔ اور یقین ہے کہ یہاں کے مسلمان سرمایہ سے کافی مدد دیں گے۔

دینی تعلیم کے ساتھ بچوں کو زراعتی اور صنعتی تعلیم کی سخت ضرورت ہے۔ ہم لوگ جب دوسری اقوام کو صنعت و حرفت میں ترقی کرتا دیکھتے ہیں اور مسلمانوں کی حالت زار کی طرف نظر کرتے ہیں تو آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ یہاں ایک کالج ہے جس کا نام بادشاہ سلامت کے فرزند دلبند کے نام پر ہے۔ دنیا کی ہر قسم کی صنعت و حرفت کی تعلیم اس میں دی جاتی ہے۔ ایسی ہی تعلیم مسلمان بچوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ آپ لوگوں کو دین کے ساتھ مسلمانوں کی دنیاوی بہبودی کا بھی پروگرام سامنے رکھنا چاہیئے۔

پرانے مسلمانوں کے واقعات کا موجودہ مسلمانوں کی حالت سے مقابلہ کرنے پر دل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے کہ وہ کیا تھے اور ہم کیا ہیں!

آپ کی جماعت کے لٹریچر کو پڑھ کر دل مسرت سے لبریز ہو جاتا ہے

مسلمانانِ برما کی تمدنی اور معاشی حالت

مسلمانوں پر برھمی تہذیب کے تباہ کن اثرات

(از جناب سید احمد شاہ صاحب کشمیری مقیم برما)

مسلمان نوجوان اور برما

برما میں عموماً صاحب حاجت اور نوجوان وارد ہوتے ہیں جو ابتدائی تعلیم اور معمولی نوشت وخواند سے بھی کورے ہوتے ہیں۔ چونکہ برما کی عام فضا شتر بے مہار نوجوانوں کے لئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ رفتہ رفتہ ان نوجوانوں کے بال و پر نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی محنت کی کمائی کو نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھانا شروع کر دیتے ہیں۔ یا برمن عورتوں سے شادیاں کرکے اسی سرزمین کے ہو رہتے ہیں۔ چونکہ برما میں مردوں کی نسبت عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے برمی عورتیں بہت ہی کم خرچ اور سہولت سے مل جاتی ہیں کچھ عرصہ بعد نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے یا بقول خواجہ حسن نظامی صاحب برما میں تبلیغ ہوتی ہے اگر والدین کچھ بھی لکھے پڑھے یا ان میں کچھ بھی انسانیت ہوتی تو اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھتے لیکن وہ خود زیور علم سے عاری ہوتے ہیں۔ اس پر مجلس اور صحبت کا پوچھنا ہی کیا۔ اگر کسی نے زیادہ تیر مارا تو اپنے لڑکوں کو برمی اسکول میں بھیجدیا۔ اور یہاں سے بدھ مذہب کی تعلیم کا رنگ ورغن چڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں پر برمی تعلیم کا اثر

چنانچہ اس وقت برما میں ایسے صدہا مرتدوں کی تعداد موجود ہے جو پیدا تو مسلم گھرانوں میں ہوئے تھے لیکن تعلیم وتربیت نے ان کو بدھسٹ بنادیا۔ مثال کے طور پر سر زاد یا پے کا نام پیش کیا جاتا ہے جو گول میز کانفرنس کے برمی نمائندوں کے سرکردہ رکن تھے۔ یوں تو آپ مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے لیکن تعلیم وتربیت نے آپ کو بدھ مذہب کی آغوش میں ڈالدیا۔

ایم ایڈ ہندوؤں میں سے ایک ایسے ڈاکٹر صاحب ہیں جو نیاز حاصل کرنے کا اتفاق ہوا جنہوں نے سر حبال مرحوم کے وظیفہ سے ابتدائی تعلیم سے لیکر ڈاکٹری کا امتحان دیا۔ اور ملازمت ملتے ہی پہلے عیسویت اور پھر بدھ مذہب کی آغوش میں چلے گئے۔

ایک تیسری مثال نہایت عبرت انگیز ہے۔ ایک مسجد کے ملاجی نے اپنے لڑکے کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ ہونہار صاحبزادے جب آئی۔ سی۔ ایس کا امتحان دیکر برسرِ ملازمت ہوئے تو آپ کے والد ماجد ملاجی کو ایک دن تیز تیز آنکھیں نکال کر فرمانے لگے کہ "میں تمہاری صورت سے بیزار ہوں" بعض واقف کار حلقوں میں یہ سرگوشیاں شروع ہوگئی ہیں۔

"شیخ جی کا اونٹ کس کل بیٹھتا ہے دیکھئے"

بدھ مذہب کی تعلیم ہی کا نتیجہ ہے کہ زیر بادی مسلمانوں کی تہذیب ومعاشرت حتیٰ کہ نام تک بھی برمی ہوتا ہے۔ ایک اجنبی شخص ان میں اور برمیوں میں کسی قسم کا امتیاز ہی نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر "مسٹر اد۔ آ ون تھین"۔ زیر بادی مسلمان کا نام پیش کیا جاتا ہے جو گول میز کانفرنس کے ممبروں میں شریک تھے۔ لیکن ہندوستانی مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے کا بہت کم علم ہوا ہوگا۔

برما میں مسلمانوں کی کوئی سیاسی انجمن نہیں جو ان کے حقوق کی محافظت کرے یا ان کے مطالبات گورنمنٹ تک پہنچا سکے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زیر بادی مسلمان برموں کی سی شکل وصورت بناکر اور برمی نام رکھ کر ملازمتیں حاصل کرتے ہیں۔ یہاں تک تو صرف تعلیم یافتہ طبقہ کی حالت کا اجمالی خاکہ تھا۔ اور طبقۂ جہلا جو عرصہ سے ارتداد کی وبا کا شکار رہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

جو مسلمان دنیا کی مردم شماری میں اپنی کثرت تعداد پر بغلیں بجایا کرتے ہیں وہ ذرا ٹھنڈے دل سے برما کے مسلمانوں کے حالات ملاحظہ کریں۔

مسلمانوں میں غیر اسلامی اجنبیت

مذہبی بےحسی کے علاوہ برما کے مسلمانوں میں ہندوستان کے مسلمانوں سے بھی زیادہ اختلاف اجنبیت اور مغائرت موجود ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی اپنی مساجد کے نام بھی جداگانہ رکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً سورتی مسجد۔ بنگالی مسجد۔ جولیا مسجد۔ کاکا مسجد زیر بادی مسجد۔ چینا مسجد۔ اور مغل مسجد۔ وغیرہ۔ یہ لوگ عام طور پر اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر ایک دوسرے کی مذمت خوب دل کھول کر کرتے ہیں۔ لیکن ان مختلف گروہوں کی وہ نسل جو برمن خون کی آمیزش سے پیدا ہوئی۔ وہ بالکل نرالی شان رکھتی ہے۔ اور بلا تفریق سب ہندوستانیوں کو "کلا" جیسے مکروہ نام سے یاد کرتی ہے۔ اسی نسل کو زیر بادی اور برما مسلم کہتے ہیں۔

خیر یہ تو قومیت اور جہالت کے چند نمونے تھے۔ اب مدعیان علم وفضل کے کارنامے ملاحظہ ہوں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ یہاں کے دو مولوی صاحبان کے طفیل دیوبندی اور بریلوی عقائد کی بحث نے یہاں تک طول کھینچا کہ معاملہ عدالت تک پہنچ کر رفع دفع ہوا۔ یوں تو ہندوستان کی طرح برما میں بھی نام نہاد انجمنوں کی کوئی کمی نہیں لیکن ان میں چند ایک ایسی انجمنیں بھی ہیں جو اپنے آپ آل برما کہلاتی ہیں۔

برما تعلیمی کانفرنس

اول برما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اس کا دروازہ ہر مسلم اور غیر مسلم کے لئے کھلا ہے۔ جو مسلمانوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کا حامی ہو وہ اس کا ممبر ہو سکتا ہے۔ یہ کانفرنس سولہ سال سے قائم ہے اگر ابتدا سے لیکر اب تک اس کی عملی کارروائیوں پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے تو صرف یہ معلوم ہوگا کہ ہر سال برما کے کسی مشہور مقام پر سالانہ جلسہ کرکے بیسیوں تجویزیں پاس کرکے سال بھر کے لئے سبکدوش ہو جاتی ہے۔ البتہ دو سال کا کارنامہ کانفرنس کی تاریخ میں سنہری حرفوں میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ اس نے بھائی میاں ہائی سکول کو گرتے ہوئے تھام لیا۔ اور اس کو ایک معقول رقم ماہانہ امداد دے رہی ہے۔ اور اس کے ساتھ چند ایک کالجوں کے طلبا کو وظائف دے رکھے ہیں۔

برما اور اردو زبان

اس سے بھی بڑھکر کانفرنس اس لئے قابل تعریف وتوصیف ہے کہ وہ برما کے اسلامیہ اردو مدارس کی پشت وپناہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مقامی گورنمنٹ اردو دانوں کے ساتھ ملازمت وغیرہ میں کسی قسم کی رعایت نہیں کرتی۔ اس وقت ارکان ڈویژن میں بیسیوں گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ ایسے ہیں جنہوں نے ڈھاکہ اور کلکتہ یونیورسٹیوں سے ڈگریاں حاصل کی ہیں۔ مگر برمی زبان کی سند نہ ہونے کے باعث وہ ملازمت سے محروم ہیں۔ اس قسم کے واقعات نے حامیان اردو کو تشویش میں ڈال دیا اور زیر بادی مسلمان جن کو پہلے بھی اردو زبان سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ پچھلے دو سالوں میں کانفرنس کے مسلک سے ناراض ہوکر الگ ہوگئے۔ اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنا دی زیر بادی مسلمان اسلامیہ مدارس میں اردو کی جگہ برمی زبان کو لازمی قرار دینا چاہتے ہیں۔ لیکن دقت یہ آن پڑی ہے کہ برمی زبان میں نہ تو اسلامی کورس تیار ہے اور نہ اس اہم معاملہ کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ اس باہمی کشمکش اور کھینچا تانی میں اگر اسلامیہ مدارس میں گورنمنٹ نے برمی زبان کو لازمی کر دیا۔ تو مسلمانوں کے بچوں پر اس کا وہی اثر پڑے گا جو اس وقت برمیز اسکولوں پر پڑ رہا ہے۔ ایسی حالت میں ایک طرف تو اردو کا جنازہ برما سے نکلے گا اور دوسری طرف مسلمانوں کے ملا گانہ مدارس کے مٹ جانے کا خوف ہے۔

اس وقت زیر بادی مسلمان اردو کی تعلیم سے متنفر ہو چکے ہیں وہ اپنے لڑکوں کو برمیز اسکولوں میں دھڑا دھڑ داخل کرا رہے ہیں۔ ایسی حالت میں کانفرنس کے ارباب حل وعقد کا فرض ہے کہ وہ اچھی طرح وقت کی نزاکت کا احساس کریں۔ یہ وقت زیر بادیوں میں اردو کی اشاعت کا نہیں بلکہ ان کو اسلام پر قائم رکھنے کا سوال درپیش ہے۔ امید ہے کہ خداوندان کانفرنس بہت جلد کوئی معقول تجویز سوچ کر اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ اور یہ خیال دل سے نکالدیں کہ زیر بادی ہندوستان کی بین الاقوامی اور آٹھ کروڑ مسلمانوں کی قومی زبان جس میں ان کے مذہب کا پورا ذخیرہ بھی موجود ہے۔ ادیب اور مصنف ہوں گے۔ اگر عنقریب اردو اور برمی تنازعہ کا کوئی حل نہ سوچا گیا تو مسلمانوں میں زیادہ اختلاف وعناد پھیلنے کا خوف ہے۔

اسلامی جماعتیں

اب باقی رہیں جمعیۃ العلما۔ تنظیم۔ خلافت اور تحفظ اسلام ومساجد وغیرہ کاش اگر یہ سب انجمنیں اپنے فرائض کا احساس کرکے اپنے اپنے نصب العین کے ماتحت کام کرتیں تو برما کے مسلمانوں کی یہاں تک نوبت نہ پہنچتی۔ برما آزاد سرزمین ہے۔ ہر شخص اپنی طبیعت کا مالک ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور کرتا ہے اس کے سدِ راہ نہ تو کوئی مجلس ہے نہ اس کو کسی کی بازپرس کا خوف ہے۔

عیسائی مشنریوں اور برمیز مدارس کی تعلیم نے مسلمان طلبا پر الگ ستم ڈھا رکھا ہے۔ ان کے دلوں سے اسلام کی عظمت ووقعت کم ہو رہی ہے۔ وہ روز بروز اسلامی تعلیم سے ناآشنا اور بیگانہ ہو رہے ہیں۔

تعجب ہے کہ اس قسم کے واقعات دیکھنے کے باوجود ہماری انجمنیں ساکت وخاموش ہیں۔ اگر ان کے لمبے چوڑے اغراض ومقاصد کی فہرست پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ معلوم ہوگا گویا وہ تن تنہا اسلام کی اجارہ دار ہیں۔ اور تمام دنیائے اسلام کا

(باقی بر صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۴

سرینگر میں فرزندانِ توحید کا ہولناک قتل

ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کی خدمت میں چند مفید مشورے

(از شیخ محمد انعام الحق)

قارئین کرام ریاست جموں وکشمیر کے حالات سے بےخبر نہ ہوں گے۔ کچھ عرصہ سے وہاں کے مظلوم مسلمان باشندے مذہبی توہین اور دیگر ناقابل برداشت مظالم کی وجہ سے بہت غیر مطمئن اور بےچین ہو رہے ہیں۔ ان تمام باتوں کا ذکر گزشتہ اشاعتوں میں کافی تفصیل سے آچکا ہے۔ ۱۱ر جولائی کے پرچے میں ہم نے ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کو بھی توجہ دلائی تھی۔ لیکن افسوس کہ اس پرچہ کی اشاعت کے دو روز بعد ہی سرینگر میں ایک ایسا ہولناک واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہیں۔ ۱۳ر جولائی کو پولیس نے پرامن اور نہتے مسلمانوں پر گولی چلا دی۔ اس حادثہ فاجعہ کے حالات بیش نظر اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہیں۔ اس کے بعد کی خبر ہے کہ ۱۵ر جولائی کو پولیس نے پھر گولی چلا دی۔ جس سے ایک مسلمان شہید اور دو زخمی ہوئے۔ تازہ اطلاعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرینگر میں مسلمانوں کی جان و مال بالکل غیر محفوظ ہے۔ ہندو حکام اور ہندو پبلک ان پر نہایت افسوسناک اور انسانیت سوز مظالم کر رہی ہے۔ بعض اطلاعات سے یہاں تک پایا جاتا ہے کہ تقریباً تین سو مسلمان شہید اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں۔

ہم واقعات کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ اس وقت جرح و تنقید کے بجائے درستگی حالات کی ضرورت ہے۔ اس لئے مسلمان قوم اور ریاست کے ہر ایک بہی خواہ کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اس طرف متوجہ ہو۔ ریاست کے ہندو حکام سے ہمیں انصاف و معقولیت کی کوئی توقع نہیں ہے۔ اگر ان میں یہ بات موجود ہوتی تو یقیناً سرزمین سرینگر فرزندان توحید کے خون سے لالہ زار نہ بنی ہوتی۔ اور ریاست کی فضا مظلوموں کی آہوں اور چیخوں کے بجائے اطمینان و مسرت سے لبریز نظر آتی۔ اس لئے ہم ان حکام سے مایوس ہو کر صرف ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کی خدمت میں ہی چند مفید مشورے عرض کئے دیتے ہیں۔ ان کی توجہ و کوشش سے حالات یقیناً درست ہو سکتے ہیں۔ ہم مجوزہ بالا اشاعت میں کہہ چکے ہیں کہ مسلمانان کشمیر کی چیخ پکار سیاسی رنگ کا پروپیگنڈا نہیں بلکہ ان کی چیخیں اور آہیں ایک زخمی اور مظلوم کی چیخیں اور آہیں ہیں جو زخموں اور درد دل کی وجہ سے چیختا اور اپنی بےسروسامانی اور بربادی پر آہیں بھرتا ہے اور اس کے بعد ہم یہ بھی کہنا چاہتے ہیں کہ ان چیخوں اور آہوں کو ظلم و سختی سے بند کر لینا ناممکن ہے۔ زخموں کے اندمال کے لئے نشتر و تازیانوں کی نہیں بلکہ مرہم کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مرہم ہز ہائینس ممدوح کا شاہانہ انصاف اور عطائے حقوق ہے۔ جو لوگ ہز ہائینس ممدوح کو اس کے سوا کچھ اور کہہ رہے ہیں وہ ان کے خیر خواہ اور مخلص نہیں ہیں۔ آج ریاست کے کشمیری پنڈت اور راجپوت ذاتی اغراض کی وجہ سے ہز ہائینس کو بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا کر رہے ہیں۔ لیکن کل کو یہ لوگ، جب حالات ناقابل اصلاح ہو جائیں گے۔ پانی سر سے گزر جائے گا ان کے کام نہیں آئیں گے۔ اس کے بعد ہم ہز ہائینس کے تازہ اعلان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جس میں ممدوح نے غیر ریاستی لوگوں سے درخواست کی ہے کہ وہ ان کی ریاست اور رعایا کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ ہم بار بار اس بات کا اعادہ کر چکے ہیں کہ ہم ہمیشہ سیاسیات سے علیحدہ رہے ہیں۔ اگر موجودہ ایجی ٹیشن سیاسی نوعیت کا ہوتا تو ہم دخل نہ دیتے۔ لیکن ہز ہائینس ممدوح کو معلوم ہونا چاہئے کہ موجودہ بےچینی کی وجہ مذہبی توہین کے واقعات اور مسلمانوں کے مطالبہ کے باوجود ان کی تلافی نہ ہونا ہے۔ اس صورت میں کسی بڑی سے بڑی طاقت کا مسلمانوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ مظلوم مسلمانان کشمیر کی حمایت میں لب کشا نہ ہوں بالکل عبث ہے۔ ہز ہائینس ممدوح کا مسلمانان کشمیر سے صرف رعایا اور حکمران کا تعلق ہے۔ ہمارا مقصد اس تعلق کو توڑنا نہیں۔ لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یہ تعلق مذہب اور اسلامی اخوت کے رشتہ کے مقابلہ میں کچے دھاگے سے بھی کمزور ہے۔ جو انقلاب کے ایک معمولی جھونکے سے ٹوٹ سکتا ہے۔ لیکن دوسرا تعلق ناقابل شکست ہے۔ کسی طاقت کو یہ حق اور جرأت نہیں کہ اس مبارک تعلق کو توڑے۔ یہ ایک چٹان ہے جو اس سے ٹکرائے گا وہ اسے توڑنے کے بجائے خود پاش پاش ہو جائے گا۔ مندرجہ بالا الفاظ کو گزارش گزار کر دینے کے بعد یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ مسلم قوم مظلوم مسلمانان کشمیر کی حمایت کے لئے مذہبی لحاظ سے مجبور ہے۔ مسلمانان کشمیر کے خلاف حکومت کشمیر کا ہر ایک قدم ساری مسلم قوم کے لئے ایک چیلنج سمجھا جائے گا۔ ہم مہاراجہ ممدوح کو یقین دلاتے ہیں کہ شہدائے سرینگر کے مقدس خون کے ایک ایک قطرے نے ہر ایک سچے مسلمان کے سینے میں ناسور ڈال دیئے۔ ان مظلوموں کی لاشوں کی ایک ایک تڑپ مسلمان قوم کے لئے بےچینی اور بیقراری کی عالمگیر لہر تھی۔ اگر آئندہ بھی اسی طرح کشمیری مسلمانوں کے خون کو ارزاں سمجھ لیا گیا تو وہ دن دور نہیں جب ریاست کی فوج اور پولیس کی بندوقوں کے سامنے ہندوستان کے دیگر علاقوں کے مسلمان نوجوانوں کے سینے مردانہ وار تن جائیں۔ یہ صورت حالات ریاست کے لئے بےشمار مشکلات کا باعث ہوگی۔

ہم ہز ہائینس مہاراجہ بہادر کی خدمت میں ایک بار پھر عرض کریں گے کہ ہندو وزرا اور حکام ریاست کو زیادہ ڈھیل نہ دیں ان کے مظالم ناقابل برداشت ہو رہے ہیں بلکہ خود ایک انصاف پسند اور رعایا پرور حکمران کے کانوں سے اپنی مسلمان رعایا کی شکایات سنیں۔ اور ان کا مناسب تدارک کریں۔ ہم ہز ہائینس ممدوح کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ یہ ایک خیر خواہ اور امن دوست اخبار کے مشورے ہیں۔ جن کو انہیں پورے اعتماد کے ساتھ قبول کر لینا چاہئے۔

ایک مفید مسودۂ قانون

یہ خبر تمام اسلامی حلقوں میں نہایت مسرت سے سنی جائیگی کہ جناب ملک محمد دین صاحب ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب، کونسل کے آئندہ اجلاس میں ایک ایسا مسودۂ قانون پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس کی رو سے معاملات وراثت، ہبہ، وصیت، نکاح، مہر، طلاق اور ارتداد وغیرہ میں جملہ مسلمانان پنجاب قانون شریعت کے پابند قرار دیئے جائیں۔ اور کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہ رہے کہ وہ آئندہ عدالت میں یہ عذر کر سکے۔ کہ وہ ان معاملات میں کسی ایسے رواج کا پابند ہے جو شریعت اسلام کے منافی ہو۔ یہ نہایت ہی مبارک کوشش ہے۔ ہم مسودہ مذکور کی اشاعت کے بعد انشاء اللہ تفصیلی طور پر اس کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔ اس مسودۂ قانون کی حمایت ہر ایک مسلمان کا مذہبی اور قومی فرض ہے۔

حضرت امیر کا مسلسل مضمون

گزشتہ اشاعت میں ہم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک مسلسل مضمون کی اشاعت کی اطلاع دے چکے ہیں۔ اس کی پہلی قسط پیش نظر اشاعت میں "بحث دجال و یاجوج ماجوج" کے زیر عنوان درج کی جا رہی ہے۔ یہ مضمون اپنے موضوع اور حالات حاضرہ کے لحاظ سے بہت ہی اہم اور قیمتی ہے۔ ہم تمام احباب سلسلہ اور قارئین کرام سے بزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کا نہایت باقاعدگی اور غور سے مطالعہ فرمائیں بلکہ اس کو دوسرے مسلمانوں کے مطالعہ میں بھی لائیں۔ یہ مضمون حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے نہایت محنت و کاوش سے لکھا ہے۔

پیغام صلح اور لائٹ

کے رسول نمبروں کی خریداری کے لئے فوراً آرڈر تشریف روانہ کیجئے۔

(مینجر)

بحث دجال و یاجوج ماجوج

احادیث نبوی میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر

(۱)

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

برادران مکرم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اس وقت میرے زیر تصنیف سلسلۂ احمدیہ پر ایک مبسوط کتاب ہے جس میں ضمناً میں نے دجال و یاجوج ماجوج کے خروج پر بھی بحث کی ہے - اس سلسلہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اس امت میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے احادیث دجال و یاجوج ماجوج میں یورپ اور عیسائیت کے خط و خال کو دیکھا اور کسی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا - وہ ندائے حق تھی اور آج اس کی صدائے بازگشت ہر فہمیدہ مسلمان کے دل سے نکل رہی ہے، گو بہت کم لوگوں میں یہ جرات ہے کہ وہ ایک حق بات کو علی الاعلان کہہ بھی دیں - اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے - مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی کو اور مولوی عبد اللہ شاہ صاحب قادری حیدر آبادی کو کہ موخر الذکر بزرگ نے حضرت مجدد صد چہار دہم کے چالیس سال بعد اس موضوع پر سیر کن تحقیقات کی اور اول الذکر بزرگ نے اپنے اخبار "سچ" میں درج کیا - اور ان ہر دو بزرگوں نے دیگر علما کو بھی دعوت دی کہ وہ اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں اور تین سال سے اس سلسلہ کو برابر جاری رکھا ہے - ان مضامین میں بہت بیش قیمت باتیں ہیں - جو ہمارے احباب کی توجہ کے بھی قابل ہیں۔ درحقیقت یہ ایک بڑی بھاری خدمت اسلام ہے - اس سے نہ صرف ایک مسلمان کو آنحضرت صلعم کی صداقت پر نیا ایمان حاصل ہوتا ہے کہ کس طرح آپ نے آج کے واقعات کا تیرہ سو سال پیشتر نقشہ کھینچکر رکھدیا تھا بلکہ اس مقابلہ میں جو اس وقت اسلام اور عیسائیت میں دنیا کی نگاہوں سے مخفی ہو رہا ہے، ایسے صحیح راہ بھی ملتی ہے - جس پر اسے گامزن ہونا چاہیئے - میں نے اس مضمون کو کتاب کی اشاعت سے بھی پیشتر اپنے احباب تک پہنچانا اس لیئے ضروری سمجھا ہے - کہ وہ اس غفلت کو ترک کر کے جو مردہ زمانہ کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے نئے ایمان اور نئی قوت کے ساتھ اس مقابلہ میں اپنے آپ کو لگا دیں جو اس وقت اسلام اور عیسائیت میں ہو رہا ہے اور حضرت مسیح موعود کی رکھی ہوئی بنیاد پر تعمیر کا کام تیزی اور قوت سے کرتے چلے جائیں - اور اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دجالیت کے ہر ایک اثر سے بچانے کی کوشش کریں - کیونکہ اسی صورت سے ہم اس عظیم الشان مقابلہ میں عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جس میں ایک طرف تمام مادی طاقتیں اور تمام مال و دولت ہے اور دوسری طرف محض متاع ایمان ہے مگر ایمان ہی درحقیقت دنیا کی تمام طاقتوں سے زیادہ طاقتور شے ہے - اس نے پہلے بھی مخالفت کے پہاڑوں کو پاش پاش کیا اور اب بھی کر کے رہے گا۔

یہ مضمون طویل اور اخبار "پیغام صلح" میں عنوان بالا کے ماتحت تھوڑا تھوڑا کر کے نکلتا رہے گا۔ والسلام خاکسار (محمد علی)

ضرورت بحث دجال و یاجوج ماجوج

تحریک احمدیہ کی بحث میں دجال و یاجوج ماجوج کا ذکر صرف اس لحاظ سے ہی ضروری نہیں کہ مسیح موعود کے آنے کی پیشگوئیاں اور خروج دجال و خروج یاجوج ماجوج کی پیشگوئیاں ایک ہی زنجیر کی دو کڑیاں ہیں اور ایک پر بحث دوسری کے بغیر مکمل نہیں ہوتی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے لئے جو اس وقت عظیم ترین فتنہ درپیش ہے اس کا علاج انہی پیشگوئیوں میں ہے - کون نہیں جانتا کہ اس وقت یورپ اور اسلام یا عیسائیت اور اسلام کی ایک خطرناک جنگ ہو رہی ہے - یورپ نے اسلام کی قوت کو دنیا کے لئے ایک خطرۂ عظیم قرار دے کر اس کو مٹانے اور اس کے سیاسی اقتدار کو تباہ کرنے کے لئے پورا زور لگایا ہے - اور مذہبی رنگ میں آج علانیہ یہ کہا جا رہا ہے کہ سب مذاہب نان کرسچین یا غیر عیسائی ہیں مگر اسلام اینٹی کرسچین یا ضد عیسائیت ہے - اور عیسائی مشنری جہاں تمام دنیا میں پھیل گئے ہیں - اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی خاص جد و جہد ہے - یہ ایسے واقعات نہیں کہ جن کو ایک مسلمان اپنی آنکھوں سے دیکھے اور خاموش بیٹھا رہے - مگر افسوس یہ ہے کہ مسلمان اپنے چھوٹے چھوٹے فروعی اختلافات میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ ان کی ساری توجہ وہیں صرف ہو رہی ہے اگر دشمن سے مقابلہ کی طرف بھی کچھ ان کی توجہ ہوتی تو آج انہیں صاف نظر آ جاتا کہ دجال کے کارنامے اور یاجوج و ماجوج کے عجائبات قصے اور کہانیاں نہیں بلکہ یورپ اور عیسائیت کی موجودہ تگ و دو کی تصویر ہے - جو احادیث میں کھینچی گئی ہے - اور مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال بعد آنے والے واقعات کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ گویا یہ سب واقعات آپ کی آنکھوں کے سامنے ہو رہے ہیں - اس لئے اس مقابلہ میں جو اس وقت اسلام کو درپیش ہے مسلمانوں کو آمین اور رفع یدین اور دیگر جزئی بحثوں کی احادیث کی نسبت ان آخری زمانہ کے نقش کی احادیث پر بہت زیادہ غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے - کیونکہ اسلام کی زندگی اور اس کی کامیابی کا دار و مدار اس مقابلہ پر ہے جو اس وقت ہو رہا ہے - ان چھوٹے چھوٹے امور پر نہیں جن کے ایک یا دوسری طرح کر لینے سے مسلمانوں کا کوئی عظیم الشان نفع یا نقصان وابستہ نہیں۔

دجال و یاجوج ماجوج کی لغوی تحقیقات

دجال کا ذکر احادیث میں کثرت پایا جاتا ہے - اور یاجوج ماجوج کا ذکر علاوہ احادیث کے قرآن شریف میں بھی پایا جاتا ہے - اور ان دونوں کا خروج یا ظہور نزول مسیح کے ساتھ تعلق رکھتا ہے - لفظ دجال دجل سے مشتق ہے - اور دجل الشئے کے معنے ہیں غطاہ - یعنی اس نے اس شے کو ڈھانک لیا - اور لسان العرب میں دجال کی بحث میں کئی قول نقل کئے ہیں - کہ یہ ڈھانکنا کیا ہے - ایک قول میں دجال کذاب ہے - یعنی بڑا جھوٹا - اس لیئے کہ جھوٹ سے حق پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ دجال کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ اپنی جماعتوں کی کثرت کے ساتھ زمین کو ڈھانک لے گا - اور ایک اور قول نقل کیا ہے کہ دجال کو دجال (ڈھانکنے والا) اس لیئے کہا گیا ہے کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ ڈھانک دے گا - اور ایک قول ہے کہ وہ لوگوں پر اپنے کفر کا پردہ ڈال دے گا - اور ایک قول ہے کہ دجال سے مراد بڑا گروہ ہے - جو اپنی کثرت کی وجہ سے ساری زمین پر پھیل جائے - اور ایک قول ہے کہ وہ ایسا گروہ ہے جو اپنا سامان تجارت کے لئے اٹھائے پھرے - گویا زمین کو اپنے سامان تجارت سے ڈھانک دے اور ایک قول ہے کہ دجال کو دجال اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ جو کچھ دل میں رکھتا ہے اس کے خلاف ظاہر کرتا ہے۔

دجال بروئے قرآن کریم

یاجوج ماجوج اَجّ یا اجیج سے یفعول اور مفعول کے وزن میں اور اجیج آگ کے شعلہ مارنے یا بھڑکنے کو کہتے ہیں - اور اجّ کے معنی اسرع بھی ہیں - یعنی تیز چلا - یہ لسان العرب میں ہے - اور مفردات راغب میں ہے کہ یاجوج ماجوج کو ان کی کثرت اضطراب کی وجہ سے شعلہ مارنے والی آگ سے اور موجیں مارنے والے پانیوں سے تشبیہ دی گئی ہے -

یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن کریم میں دو جگہ ہے دجال کا نام مذکور نہیں - لیکن صحیح حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ سورۂ کہف کی پہلی یا پچھلی دس آیات فتنۂ دجال سے حفاظت کے لئے ہیں - یوں ان آیات میں ذکر دجال ہونے کا اشارہ ہے - چنانچہ مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور احمد کی روایت ہے کہ من حفظ عشر آیات من اول الکہف عصم من الدجال - جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیتوں کو یاد رکھے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا - اور مسلم، ترمذی، احمد کی روایت میں ہے من قرا العشر الاواخر من سورۃ الکہف عصم من فتنۃ الدجال - جو شخص سورہ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھے گا وہ فتنۂ دجال سے بچا رہے گا - ہو سکتا ہے کہ پہلی دس اور آخری دس کا ذکر کر کے مراد ساری سورت ہی لی ہو اور اس ساری سورت میں عیسائیت کے فتنہ کا دو رنگ میں ذکر ہے ایک مذہبی رنگ میں اور ایک دنیوی عروج کے رنگ میں - لیکن ویسے بھی دیکھا جائے تو پہلی دس آیات میں عیسائیت کے فتنے ہی کا ذکر ہے - اور پہلے ان کے مذہبی فتنے کا ذکر کیا - یعنی اول ایک انذار عام کا ذکر کیا - لینذر باسا شدیدا من لدنہ (آیت ۲) اور اس کے ساتھ ہی ایک انذار خاص کا ذکر کیا - وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا (آیت ۴) یعنی ان لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا ہے - اور آگے چلکر زمین کی زینت کے ذکر میں (آیت ۷) گویا ان کے دنیوی کارناموں کا ذکر ہے - اور آخری دس آیات میں بھی یہی ذکر ہے - یعنی اول بندوں کو خدا بنانے والوں کا ذکر ہے (آیت ۱۰۲) پھر ان کے ہمہ تن دنیوی زندگی پر گر جانے اور صنعت کے کام بنانے کا ذکر ہے - الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انہم یحسنون صنعا (آیت ۱۰۴) وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ صنعت کے اچھے اچھے کام کر رہے ہیں - یوں قرآن شریف سے بھی دجال کا کچھ پتہ مل سکتا ہے۔

قرآن کریم میں یاجوج ماجوج کا ذکر!

یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن شریف میں دو جگہ آتا ہے - ایک تو سورۂ کہف کے آخر میں - جہاں یاجوج ماجوج کے ذکر کو

دجال کے ذکر کے ساتھ ملا دیا ہے اور دوسرا سورۂ انبیاء کے آخر میں سورۂ کہف میں ذوالقرنین کے ذکر میں یاجوج ماجوج کا ذکر اس طرح آتا ہے کہ اول ذوالقرنین کے (جو تاریخی طور پر دارا ئے اول شاہ اول ایران ثابت ہوتا ہے[1]) مغربی سفر کا ذکر ہے۔ جو بحیرۂ اسود پر ختم ہوتا ہے۔ حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ (آیت ۸۶) جب اپنی مملکت کی مغربی سرحد پر پہنچا تو اسے یعنی سورج کو ایک سیاہ کیچڑ والے پانی میں ڈوبتا ہوا پایا۔ یہ صریحًا بحیرۂ اسود ہے۔ پھر اس کے مشرقی سفر کا ذکر ہے حتیٰ اذا بلغ مطلع الشمس (آیت ۹۰) یہاں تک کہ اپنی مملکت کے اس طرف پہنچا جدھر سے سورج نکلتا تھا۔ پھر اس کے شمالی سفر کا ذکر ہے حتیٰ اذا بلغ بین السدین (آیت ۹۳) یہاں تک کہ وہ پہاڑوں کے درمیان پہنچا۔ جو ارمینیا اور آذربائیجان کے پہاڑ ہیں اس آخری شمالی سفر میں ذوالقرنین کو ایک قوم ملتی ہے جس کی زبان الگ ہے یعنی وہ فارسی زبان کو نہیں سمجھتی تو وہ کہتے ہیں۔ یٰذاالقرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علیٰ ان تجعل بیننا وبینھم سدا (آیت ۹۴) اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج اس ملک میں فساد کرتے ہیں تو کیا ہم کچھ روپیہ جمع کر دیں کہ آپ ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار بنا دیں[2]۔ اس کے بعد ذکر ہے کہ ذوالقرنین نے یہ دیوار بنا دی اور اس میں لوہے اور تانبے کے استعمال کا بھی ذکر ہے۔ کہ یہ دونوں دروازوں کے لئے تھا۔ اور آیت ۹۷ میں ذکر ہے کہ جب یہ دیوار تیار ہوگئی فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا۔ یاجوج ماجوج اس قابل نہ تھے کہ اس دیوار پر چڑھ سکیں۔ اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے اور آیت ۹۸ میں ذکر ہے کہ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ دیوار بھی ایک وقت ہی تک کام دے گی اور آخر کار گر جائے گی۔ اور اس کے بعد ایک اور نظارہ کا ذکر ہے وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض (آیت ۹۹) اور اس دن ہم انہیں ایک دوسرے پر موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

(فٹ نوٹ)

[1] ذوالقرنین۔ قرن کے معنے سینگ ہیں۔ اور زمانہ یا نسل کو بھی قرن کہتے ہیں۔ پس ذوالقرنین کے معنے ہوئے دو سینگوں والا یا دو نسلوں یا زمانوں کا مالک۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد دو بادشاہتوں کا مالک ہے۔ یعنی روم اور فارس کا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے سر میں دو سینگوں سے مشابہ کوئی چیز تھی۔ اکثر کا یہ قول ہے کہ وہ ایک نیک بندہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے حکومت بھی دی تھی اور علم و حکمت بھی۔ اور اس کی نبوت کے بھی قائل ہیں۔ بائبل کی کتاب دانیال میں دانیال کی ایک رویا کا ذکر ہے جس میں دو سینگ کے مینڈھے کا ذکر ہے اور اس کی تعبیر وہیں یوں کی ہے" وہ مینڈھا جسے تو نے دیکھا کہ اس کے دو سینگ ہیں۔ سو مادہ اور فارس کے بادشاہ ہیں" (دانیال ۸: ۲۰) مادہ اور فارس کے بادشاہوں میں سے دارائے اول (۵۲۱ تا ۴۸۵ قبل مسیح) وہ شخص ہے جس پر قرآن کریم کا بیان صادق آتا ہے جیوش انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ" دارا ایران کی شہنشاہیت کی تنظیم کرنے والا تھا۔ اس کی فتوحات نے اس کی سلطنت کی حدود کو ارمینیا اور کوہ قاف اور ہندوستانی اور تورانی پہاڑوں اور وسط ایشیا کے مرتفع میدانوں میں درست کر دیا۔ اور انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں ہے" دارا اپنے کتبوں کی رو سے زردشت کے سچے مذہب کا پکا پیرو معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ بڑا مدبر اور بڑا منتظم بھی تھا۔ فتوحات کا وقت انجام کو پہنچ گیا تھا اور دارا نے جو لڑائیاں اختیار کیں ان سے یہ فائدہ ہوا کہ سلطنت کے لئے مضبوط قدرتی حدود مل گئیں۔ اور اس کی حدود پر جو وحشی اقوام تھیں ان کی طرف سے امن ہوگیا۔ چنانچہ دارا نے [illegible] اور آرمینیا کے پہاڑوں کی وحشی اقوام کو مسخر کیا۔ اور سلطنت ایران کی حدود کو کوہ قاف تک وسیع کیا" قرآن کریم کا بیان ان تاریخی باتوں پر لفظًا لفظًا صادق آتا ہے۔ بعض مسلمان مورخوں نے ذوالقرنین کو غلطی سے سکندر اعظم قرار دیا ہے۔

[2] یہ دیوار وہ مشہور دیوار ہے جو دربند پر جو بحیرۂ خضر کے کنارے ہی بنی ہوئی ہے۔ مراصد الاطلاع میں بھی اس کا ذکر ہے اور ابن الفقیہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں اس دیوار کا حسب ذیل ذکر ہے۔

" دربند ایران کا ایک شہر ہے۔ جو علاقۂ قاف میں داغستان کے صوبہ میں ہے۔ اور بحیرۂ خضر کے مغربی کنارے پر ہے۔ ...... جنوب کی طرف دیوار قاف کا سمندر کی طرف کا سرا واقع ہے۔ جو پچاس میل لمبی ہے۔ اور جسے سد سکندر کہتے ہیں ...... یہ دیوار جب سالم تھی تو ۲۹ فٹ اونچی تھی۔ اور موٹائی میں تقریبًا دس فٹ تھی۔ اور اپنے لوہے کے دروازوں اور بے شمار حفاظت کے برجوں کے ساتھ سرحد ایران کا نہایت قیمتی استحکام تھی"

جنگ بدر

(از جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ)

(۲)

(۳)

۱۲ ؍ رمضان اتوار کے دن محمد صلعم کو قریش کی چڑھائی کی خبر ملی۔ گو جہاد کی آیات سے جو انہی دنوں نازل ہوئی تھیں آپ سمجھ گئے تھے۔ کہ اسلام کی حیات و موت کا سوال تلوار کی نوک پر فیصلہ ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ لیکن یہ توقع نہ تھی کہ اتنی جلدی اس سے کام لینے کی ضرورت پیش آ جائے گی۔ بہرحال آپ نے فوراً بڑے بڑے صحابہ کی جنگی کونسل طلب کی اور نزاکت حالات کو ان کے سامنے پیش کر کے مشورہ چاہا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے یک زبان ہو کر کوچ کی صلاح دی۔ لیکن یہ حضرات مدینہ میں خود بے وطن اور انصار کی پناہ میں تھے۔ اس لئے محض ان کی رائے پر کوئی عملی کارروائی نہ ہو سکتی تھی۔ یہ وقت انصار کے اخلاص کی آزمائش کا تھا۔ گو یہ جنگ مدافعانہ تھی لیکن اگر انصار اس سے انکار کر دیتے تو بیعت عقبہ کی رو سے وہ بالکل حق بجانب ہوتے۔ کیونکہ ان کا عہد مدینہ سے باہر جا کر آپ کی حفاظت کا نہ تھا۔ اور آپ اپنی ذمہ داری پر انصار کو ان خطرات میں ڈالنا پسند نہ کرتے تھے۔ جن کے بصورت شکست پیدا ہونے کا امکان تھا۔ انصار اس سے ناواقف نہ تھے کہ قریش مکہ کے ساتھ جنگ چھڑ جانے سے کتنی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔ اس لئے آپ ان کی جانب سے اظہار رائے کے منتظر تھے جب اہل مدینہ نے آپ کا روئے سخن اپنی طرف پایا تو ان کی طرف سے سعد بن معاذ نے جواب دیا کہ "خدا کے پیغمبر! جدھر آپ پسند کرتے ہیں کوچ فرمائیں۔ جہاں چاہیں خیمہ زن ہوں۔ اور جس سے مرضیٔ مبارک ہو جنگ یا صلح کریں۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس نے آپ کو صداقت دی ہے۔ کہ ہم حضور کے ہمرکاب رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارے سواری کے اونٹ گر گر کر ڈھیر ہو جائیں۔ ہم دنیا کے دوسرے سرے تک حضور کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں اور ہم میں سے ایک کو بھی آپ پھسڈی نہ پائیں گے۔ سردار خزرج سعد بن عبادہ نے کہا" بخدا آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں مقدادؓ نے کہا کہ" ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو۔ ہم لوگ آپ کے دائیں سے بائیں سے پیچھے سے لڑیں گے۔ اس جواب سے آپ کے دل سے ایک بھاری بوجھ اتر گیا۔

ان تقریروں میں اندرونی شہادت موجود ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ طیاریاں کسی قافلہ کو لوٹنے کے لئے نہ تھیں محمد صلعم کی ہچکچاہٹ سے صاف نظر آتا ہے کہ آپ انصار کو جان جوکھوں میں ڈالنے والے تھے اس لئے آپ کو ڈر تھا کہ مبادا وہ انکار کر دیں۔ کسی تجارتی قافلہ کو لوٹنا عرب طبائع کے لئے یقیناً کسی تذبذب کا موجب نہ ہو سکتا تھا۔ سعدؓ اور مقدادؓ کے جوابوں سے صاف نظر آتا ہے کہ آپ قریشی فوج کے مقابلہ کو جا رہے تھے۔ جیسے آپ حالات حاضرہ کے اندر بجا پر خطر خیال فرما رہے تھے۔ اگر یہ لڑائی جارحانہ یا ظالمانہ ہوتی تو انصار کی آزادانہ رضامندی کبھی اس کی محتمل نہ ہوتی کیونکہ اول تو قریش مکہ کے ساتھ اہل مدینہ کے تعلقات ابھی تک دوستانہ تھے اور مدینہ والے بلاوجہ قریش جیسے بارسوخ قبیلہ کے ساتھ دشمنی خریدنا کبھی پسند نہ کرتے۔ دوم لڑائی اس قدر غیر مساوی تھی کہ انصار بلامجبوری اس میں پھاندنے پر تیار نہ ہو سکتے تھے۔ محمد صلعم یا آپ کے مکی ہمراہی کیا بلحاظ آبادی اور کیا بلحاظ وجاہت مدینہ والوں سے بڑھ کر نہ تھے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے دست نگر تھے تو صحیح ہو گا۔ اس لئے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ خواہ مخواہ جنگ کے حق میں رائے دیتے پھر جنگ کا بے انصافی پر مبنی ہونا خود آپ کی شہرت پر بدنما دھبہ ہوتا اور آپ کے پیروؤں کو آپ سے بدگمان کئے بغیر نہ رہتا کیونکہ جو شخص رات دن نیکی نیکی پکارتا ہو اس سے کسی ایسے کام کا ارتکاب جو سراسر زیادتی اور ظلم پر مبنی ہو۔ انصاف پسند طبیعتوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ گو ڈاکہ زنی عربوں میں نئی چیز نہ تھی۔ لیکن اس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ اسے اچھا نہیں جانتے تھے۔ اور ایک مذہبی پیشوا کے منہ سے اس کی تلقین مکہ کے مہاجر اور مدینہ کے انصار بھی اسی استعجاب اور نفرت سے دیکھتے جیسا کہ یورپ کا مدعی تہذیب انسان آج سینٹ پال کے گرجا کے لاٹ پادری سے قرون وسطیٰ کی غلامی کے جواز کا وعظ سنے گا۔ وہ مورخ بھی جو محمد صلعم کی رسالت یا مامور من اللہ ہونے کے قائل نہیں ہیں اتنا ضرور مانتے ہیں کہ آپ اس زمانہ کے نہایت دوربین اور ہوشیار ترین انسان تھے۔ اس لئے یہ غیر اغلب ہے کہ آپ باوجود اپنی ہوشیاری کے ایسا فعل عمل میں لاتے۔ جس میں بظاہر دینی اور دنیوی ہر دو بہر سے آپ پر زد پڑتی تھی پھر محمد صلعم کی طرف لوٹ کی نیت کا منسوب کرنا ایک تاریخی کذب بیانی ہے۔ آپکی سوانح حیات قدم قدم پر اسکا بطلان کرتی ہے۔ ایک ڈاکو کی پہلی آرزو اپنے تئیں دولتمند بنانا ہوتی ہے۔ لیکن محمد صلعم تمام عمر دولت کو دھکے دیتے رہے۔ اور وفات کے وقت کچھ بھی آپ کے پاس نہ تھی۔

الغرض تیاری کا اعلان ہوا۔ شہر سے ایک میل باہر فوج کا جائزہ لیا گیا۔ انصار اور مہاجر ملا کر کل ۳۱۳ جانیں ہوئیں ان میں کچھ کمسن بچے بھی تھے جنہیں واپس کر دیا گیا باقی تین سو پانچ نفوس نے دو گھوڑوں اور ستر اونٹوں کے ساتھ جن پر باری باری سوار ہوتے تھے کوچ کیا۔ ہجرت کے دو روز بعد دو پہر بدر کے قریب پہنچے۔ آپ نے علیؓ کو کچھ آدمی دے کر دریافت حال کے لئے آگے بھیجا۔ بدر کے کنوؤں پر ان کے ہاتھ قریش کے دو سقے لگے جنہیں وہ گرفتار کر لائے۔ ان سے معلوم ہوا کہ قریش کا کیمپ آخری کنویں کے قریب ٹیلوں کے اس طرف ہے۔ اس لئے آپ نے درمیان میں کچھ فاصلہ رکھنے کی خاطر فرمایا کہ ہمارا کیمپ وادی کے اس سرے پر پہلے چشمہ پر لگایا جائے۔ لیکن حبابؓ انصاری نے جو مقامی حالات سے اچھی طرح واقف تھے۔ عرض کیا کہ دشمن کے قریب ترکنویں تک بڑھ چلیں اور اس پر قبضہ کر کے باقی چشمے بیکار کر دیئے جائیں۔ آپ نے اس رائے کو ترجیح دی اور اسی پر عمل کیا گیا۔ اس کے بعد ذرائع کی تقسیم ہوئی۔ لوائے اعظم یعنی مہاجرین کا زرد جھنڈا مصعبؓ بن عمیرؓ کو عطا ہوا۔ خزرج کا حبابؓ کو اور اوس کا سعد بن معاذؓ کو۔ اب رات قریب تھی۔ اس لئے کنوئیں کے نزدیک جلدی سے کھجور کی شاخوں کا جھونپڑا طیار کیا گیا۔ جس میں آپ نے ابوبکرؓ کے ساتھ رات بسر کی۔ سعد بن معاذ تلوار لئے رات بھر پاسبانی کرتے رہے۔

جمعہ کی صبح کو پو پھٹنے کے ساتھ آپ نے اپنی جبین کو سجدۂ نیاز سے اٹھایا۔ اور لوگوں کو نماز کے لئے بلایا۔ اس کے بعد فضائل جہاد پر مختصر سی تقریر کی۔ اور سپاہ کی ترتیب میں مصروف ہو گئے۔ آپ تیر کے اشارہ سے بتلاتے جاتے تھے کہ کس کس کو کہاں کہاں قائم ہونا چاہیئے۔ کہ اتنے میں دشمن کا مقدمۃ الجیش سامنے کے ٹیلوں پر سے بڑھتا ہوا دکھلائی دیا۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۲)

بدقسمت کہ ان انجمنوں کے بانیوں کے دلوں میں آ گیا ہے لیکن عمل کی یہ کیفیت ہے کہ برمیز اور انگریزی زبانوں میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا تو درکنار بلکہ اب تک کسی انجمن یا اس کے روشن خیال تعلیم یافتہ ممبروں میں سے کسی کو بھی اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ کم از کم انگریزی کتابوں کی ایسی فہرست شائع کر دیتا ہے جن کے مطالعہ سے مسلمان طلبہ کو فائدہ پہنچتا۔

مجھے اثنائے سفر میں اکثر تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے میں نے عموماً خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی ایم اے کی تالیفات کو ان میزوں کی زینت دیکھا ہے۔ ہمارے وہ علماء جو رات دن احمدیوں کو کوستے رہتے ہیں اور جن کا مقبول ترین مشغلہ تکفیر بازی ہے کیا وہ ان گمراہوں کے نظم اور عملی روح سے کوئی سبق حاصل کر کے برمی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنیکی کوشش کریں گے؟

مسلمانان برما کو حاجی یوسف اینڈ کمپنی کا مشکور ہونا چاہیئے جس نے مولانا اشرف علی کی بعض تالیفات اور مولانا مفتی کفایت اللہ کے سلسلہ تعلیم الاسلام کو برمی زبان کا جامہ پہنایا ہے اور وہ ان کتابوں کو مستحقین میں مفت یا برائے نام قیمت پر تقسیم کر رہی ہے۔ اس قسم کے رسائل ان طلبا کے لئے بید مفید ہیں جن کے دلوں پر غیر مذہب کی تعلیم نے ابھی تک اثر نہیں کیا۔ لیکن جن کے دل شکوک و شبہات سے متاثر ہو چکے ہیں وہ اس قسم کی کتابوں کو ہاتھ تک بھی نہیں لگاتے۔ علاوہ ازیں برما میں اس وقت ایسے مبلغین کی ضرورت ہے جو انگریزی اور برمی زبان میں اسلام کی خوبیوں پر وضاحت سے تقریر کر سکیں۔

اسلامی جرائد

اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس وقت سرزمین برما سے اردو۔ انگریزی۔ برمی۔ اور بنگالی اخبارات مسلمانوں کے اہتمام سے نکل رہے ہیں۔

ان میں ڈیلی نیوز اور روزنامہ مشیر باعث فخر ہے۔ خاصکر اخبار مشیر مسلمانوں کو آزادی کا سبق دیتا ہے۔ اور ان کو تعمیری و اصلاحی کاموں کی دعوت دیتا ہے۔ (ماخوذ)

آیندہ نمبر بوجہ رسول نمبر کی مصروفیت کے ۲۲ ؍ جولائی کا پرچہ شائع نہ ہو سکے گا۔ منیجر

مراسلات

شاہزادگان دکن والاتبار مسجد ووکنگ میں

برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی نے مورخہ ۵ رجون ۱۹۳۱ء بروز اتوار شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں چار بجے شام کو عالیجناب شہزادہ نواب اعظم جاہ بہادر و عالیجناب نواب معظم جاہ بہادر شہزادگان اعلیحضرت ہز اگزالٹڈ ہائنس خسرو دکن کے اعزاز میں ایک شاندار "ایٹ ہوم" دیا۔ اس سعید تقریب سے ایک روز پیشتر موسم بہت خراب تھا۔ مطلع ابر آلود تھا۔ حفظ ماتقدم کے لئے خیمے نصب کئے گئے۔ لیکن اگر بوندا باندی شروع ہو جاتی تو پھر بمشکل ہی تمام مہمان خیموں کے اندر سما سکتے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ وقت مقررہ سے نصف گھنٹہ پیشتر تقریب میں شامل ہونے والے حضرات کے اطمینان خاطر کے لئے بارش یکایک تھم گئی اور ٹھیک چار بجے شام کے شہزادگان ذی شان کی موٹریں احاطہ مسجد ووکنگ میں پہنچ گئیں۔

کارکنان و منتظمین ووکنگ۔ شہزادگان کی تشریف آوری سے پیشتر مشوش تھے۔ کیونکہ چند یوم پیشتر مسجد ووکنگ مشن کے بعض حاسدوں اور مفسدہ پردازوں نے شہزادگان عالی مرتبہ تک یہ جھوٹی اور بے بنیاد خبر پہنچائی تھی کہ مسجد ووکنگ قادیانیوں کی ہے۔ اس غلط خبر سے جیسا کہ شہزادگان ممدوح کے سکرٹری صاحب نے ہمارے ایک معزز و مخلص دوست سے ذکر کیا۔ شہزادگان موصوف کچھ متامل سے ہو گئے تھے۔ اور مجوزہ تقریب میں انہوں نے شامل ہونا ملتوی کر دیا ہوتا اگر ہمارے محترم و معظم و مخلص دوست (جن کا نام نامی و اسم گرامی عالیجناب کنور شیخ محمد صادق صاحب بہادر آف ریاست منگرول۔ کاٹھیاواڑ ہے) نے ان تک صحیح حالات و واقعات منکشف نہ کئے ہوتے۔

کس قدر مقام حیرت ہے! کہ مسلم مشن ووکنگ کو یورپ میں اشاعت اسلام کے فرائض غیر فرقہ وارانہ طور پر سرانجام دیتے ہوئے آج انیسواں سال گزر رہا ہے۔ لیکن اس کا تبلیغی مسلک ابھی تک عام نگاہ میں مخدوش و مستور ہے۔

لندن میں ایک قادیانی ادارہ بھی ہے۔ جو فرقی مزخرفات کی مکروہ شکل ہے۔ جس کا کام رات دن لندن کی فضا کو تفرقہ بازی کی الجھنوں سے متعفن کرنا ہے۔ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ اس کا مقصد دنیا میں آشتی و محبت پھیلانا ہے۔ یہ پاک مذہب فرقی مناقشات کا متحمل نہیں۔ لیکن قادیانی حضرات لندن میں بیٹھکر ملحدانہ خیالات کی تشہیر کر کے اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ معاندان اسلام سے بڑھ کر انگلستان میں خود اپنے بھائی بندہی مفاد اسلام کے دشمن ہیں۔ بہرحال حق و صداقت چھپی نہیں رہتی۔ صداقت اپنے وقت مقررہ پر کھل گئی۔ شہزادگان عالی مقام نے عین وقت مقررہ پر اپنی تشریف آوری سے اپنے برطانوی و غیر برطانوی مسلم بھائیوں کو مفتخر فرمایا۔ جو کہ دوپہر کے وقت سے ان کے لئے مسجد ووکنگ میں جمع ہوئے تھے۔ اور شہزادگان عالی مرتبہ کو اپنے درمیان دیکھنے کے متمنی تھے۔

پہلے تو تمام کا تمام مجمع سر سالار جنگ میموریل ہوس میں بیٹھا۔ نصف گھنٹہ تک جناب امام صاحب مسجد ووکنگ مسجد نے حاضرین جلسہ کے اخوان و خواتین سے متعارف کرانے میں صرف کیا۔ اس کے بعد شہزادگان ذی شان معہ جملہ حاضرین کے کھلے میدان کی طرف گئے۔ جہاں امام صاحب مسجد ووکنگ نے اس سعید تقریب کا سورۂ فاتحہ سے افتتاح فرمایا۔ عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ صدر مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ نے خیر مقدم کا ایڈریس پڑھا۔ اس کے بعد لندن نظامیہ مسجد کی رپورٹ پڑھی۔ سپاسنامے کے پڑھنے کے دوران میں عالیجناب لارڈ صاحب موصوف نے اعلیحضرت شہریار دکن کے اس الطاف خسروانہ کا بھی تذکرہ کیا جس سے اعلیحضرت نے لارڈ صاحب موصوف کو دوران قیام دکن میں سرفراز فرمایا۔ نیز لارڈ صاحب ممدوح نے اسی دوران میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ کا بھی ذکر فرمایا۔

پھر لارڈ ممدوح نے دلی اشتیاق ظاہر کیا کہ مجوزہ مسجد نظامیہ لندن کی رسم افتتاح پر خدا کرے کہ سرکار دکن بنفس نفیس اس وقت لندن میں رونق افروز ہوں۔ اس کے بعد عالیجناب شہزادہ نواب اعظم جاہ بہادر تالیوں کی گونج میں اٹھے۔ تاکہ سپاسنامے کے جواب میں چند الفاظ کہیں۔ آپ نے مسلم سوسائٹی لندن کی گرمجوشی، پرتپاک خیر مقدم، مذہبی جوش، دلی عقیدت، محبت و مہربانی کا شکریہ ادا فرمایا۔ اور ان کے پیام کو سرکار والا مدار اعلیحضرت شاہ دکن تک پہنچانے کا وعدہ فرمایا جناب صدر کی استدعا پر تمام مجمع فوٹو کے لئے کھلے میدان میں نکل آیا۔ آخر میں مہمانوں کی چاء سے تواضع کی گئی اس کے بعد تقریباً چھ بجے شام شہزادگان دکن مسجد سے تشریف لے گئے۔ پھر ان کے بعد تمام مجمع آہستہ آہستہ چلا گیا۔

عالیجناب پرنس اعظم جاہ بہادر نے لندن جانے سے پیشتر مسلمان سپاہیوں کے مدفن کو دیکھا۔ جہاں کرنل نواب سر محمد علی بیگ افسر الملک کے فرزند دلبند سوئے پڑے ہیں۔

خدا کے فضل و کرم سے یہ سعید تقریب ہر رنگ میں بڑی کامیاب رہی جن احباب محترم نے اس میں شرکت کی ان کی تعداد دو صد سے متجاوز تھی۔ ذیل میں چند ایک احباب کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں۔

عالیجناب پرنس علی خاں فرزند عالیجناب ہز ہائینس سر آغا خاں صاحب بہادر۔ حجاز قونصل۔ افغان قونصل۔ عراق منسٹر۔ لیڈی بادم فیلڈ۔ لارڈ اینڈ لیڈی ہیڈلے۔ کنور شیخ محمد صادق آف منگرول۔ نواب عثمان یار الدولہ بہادر۔ نواب نصیر نواز الدولہ بہادر مسٹر ایچ۔ بوکیسن ہملٹن۔ ڈاکٹر عبد المجید شاہ۔ ڈاکٹر امیر عالم خاں۔ پروفیسر اینڈ میڈم لیمن۔ نواب مظفر خاں صاحب پنجاب پبلسٹی آفیسر۔ نواب محمد حیات خاں صاحب کمشنر لاہور ڈویژن

مظلوم مسلمانان کشمیر پر قیامت صغریٰ

فرزندان توحید کے پر امن مجمع پر گولیوں کی بوچھاڑ

۱۳ر جولائی کو سرینگر کشمیر میں جو حادثہ فاجعہ رونما ہوا اس سے اخبار بین حضرات بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ اس سلسلہ میں ہندو خبر رساں ایجنسی، ایسوسی ایٹڈ پریس اور ہندو اخبارات کے بیانات نہایت مبالغہ آمیز اور یکطرفہ ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک پٹھان کے مقدمہ کا جس پر خلاف قانون تقریر کرنے پر مقدمہ چل رہا تھا (فیصلہ ہونیوالا تھا) مسلمانوں نے ملزم کو چھڑانے کی خاطر جیل خانہ پر حملہ کر دیا جس پر پولیس کو حفاظت خود اختیاری کے لیے گولی چلانی پڑی۔ اس کے علاوہ ہندو اخبارات نے مسلمانوں کی لوٹ مار کے افسانے بھی شائع کئے ہیں۔ اصل حالات جو اب تک معلوم ہو سکے ہیں حسب ذیل ہیں۔

۱۳ر جولائی کو مولانا عبد القدیر صاحب الہ آبادی کے مقدمہ کا فیصلہ جو سری پربت جیل میں سنایا جانے والا تھا۔ مولانا موصوف پر خانقاہ معلی کے جلسے میں قرآن کریم کی ایک آیت سنائے جانے کے "جرم" میں مقدمہ چل رہا تھا۔ مولانا موصوف کو چونکہ عام جوڈیشل حوالات کے بجائے ہری پربت جیل میں منتقل کر دیا تھا اس لئے خیال تھا کہ ان کو ضرور سزا ہو جائے گی۔ اکثر مسلمان بطور ہمدردی اپنی دکانیں بند کر کے جیل کی طرف چل دیئے۔ اس طرح دروازہ جیل پر کافی ہجوم ہو گیا۔ یہ ہجوم بالکل پر امن تھا ہندو اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ہجوم کو دیکھ کر بلا وجہ پولیس کے جوانوں کو لاٹھیاں برسانے کا حکم دیدیا۔ لیکن مسلمانوں نے اس شرمناک ظلم کو انتہائی صبر سے برداشت کیا۔ اسی اثناء میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ مسلمان نماز میں مشغول ہو گئے۔ ہندو پولیس افسر نے مہاراجہ اور اعلےٰ افسران کو ٹیلیفون پر خواہ مخواہ دہشت انگیز اطلاعات دینی شروع کر دیں کہ ہجوم جیل کا دروازہ توڑ کر اندر آجائے گا۔ لوٹ مار شروع کر دے گا۔ حالانکہ تمام لوگ باہر کھڑے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے درخواست کر رہے تھے کہ انہیں مقدمہ سننے کے لئے اندر آنے کی اجازت دی جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس ہندو افسر کی غلط اطلاع پر مہاراجہ نے گولی چلانے کا حکم دیدیا۔ بہرحال دفعتاً پولیس اور فوج آگئی۔ گولیاں بارش کی طرح برسنے لگیں چند منٹ میں دس بارہ مسلمان شہید اور بیسیوں زخمی ہو گئے۔ مسلمان شہدا کی میتیں اٹھا کر جامع مسجد لے گئے۔ زخمیوں کو سرکاری ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہاں ان کی مرہم پٹی کرنے سے صاف انکار کر دیا گیا۔ اس کے بعد ان کو مشن ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ مشن ہسپتال میں جس وقت ان کی مرہم پٹی ہو رہی تھی تو بجلی والوں نے جان بوجھ کر بجلی کی رو بند کر دی۔ مسلمان تو اپنے شہیدوں اور زخمیوں کو سنبھالنے کی فکر میں تھے۔ کہ کشمیری پنڈتوں، پنجابی ہندوؤں، اور ان کے رفیقوں نے مہاراج گنج میں انسانیت سوز حرکتیں شروع کر دیں وہاں سے جو مسلمان گزرتا تھا اس پر تیزاب کی پچکاریاں پھینکی جاتی تھیں۔ اس طرح بہت سے بے گناہ مسلمان زخمی ہو گئے۔ اس وقت تک قریباً ۲۵۰ مسلمان گرفتار ہو چکے ہیں۔ جن میں ینگ مسلم ایسوسی ایشن جموں کے عہدہ دار بھی شامل ہیں۔ مسلمانوں نے جو تار اخبارات کے نام دینے چاہے ان کو امپیریل ٹیلیگرام آفس نے لینے سے انکار کر دیا۔ ہندوؤں کے اس قسم کے تاروں پر کوئی پابندی نہیں شہدا کے جنازے سرکاری حکم سے جامع مسجد کے قریب ہی سپرد خاک کئے گئے۔

سرینگر کے بعد اب حکومت کشمیر نے جموں میں بھی زیادہ تشدد شروع کر دیا ہے۔ فوج کے زبردست دستے گشت کر رہے ہیں۔ چند گرفتاریاں ہو چکی ہیں اور بہت سی عنقریب ہونے والی ہیں۔

خبریں

—— آج کل مولانا شوکت علی جنوبی ہند کا دورہ کر رہے ہیں ہر جگہ ان کا شاندار استقبال ہوا۔ بنگلور میونسپلٹی نے آپ کی خدمت میں خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا۔ جس کے جواب میں مولانا نے ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت پر زور دینے کے بعد فرمایا کہ میں مسلمانوں کے جائز حقوق کے لئے آخر وقت تک لڑتا رہوں گا۔

—— ریاست پدوکوٹہ میں شدید فساد ہو گیا۔ ہزارہا لوگوں نے سرکاری افسروں پر حملہ کر دیا۔ اور ان کو قصبہ میں نقل و حرکت کرنے سے روک دیا۔ کونسل آف ایڈمنسٹریشن کے صدر پر اسے قتل کرنے کی نیت سے حملہ کیا۔ اس شورش کی وجہ سے ٹیکسوں میں اضافہ ہے۔

—— صوبہ سرحد کی ہندو کانفرنس کا اجلاس ۱۴ر جولائی کو ایبٹ آباد میں ہوا۔ اور صوبہ سرحد کو اصلاحات دینے کی شدید مخالفت کی گئی۔

—— لاہور ۱۳ر جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ لاہور میں سازش کا ایک اور مقدمہ تیار ہے۔ جس کے سلسلہ میں چند نوجوان گرفتار ہو چکے ہیں۔ ابھی تک یہ مقدمہ مکمل نہیں ہوا۔ ورنہ سماعت شروع ہو جاتی۔ سماعت کے دوران میں زبردست انکشافات ہونے کی امید ہے۔ لاہور میں پہلے ایک مقدمہ سازش کی سماعت ہو رہی ہے۔

—— شملہ ۱۳ر جولائی۔ ڈویژنل انجینیر ریلوے بارہ مولا سے اطلاع دیتے ہیں کہ کوہالہ اور سرینگر کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے۔ صرف میل نمبر ۵۳ پر تا حکم ثانی ایک ایک دن کے وقفہ کے بعد آمد و رفت ہو گی۔

—— لندن ۱۴ر جولائی۔ گاندھی جی کی آمد کے متعلق یہاں پر عجیب و غریب افواہیں پھیل رہی ہیں۔ ہندوستانی ان کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ لیکن اشتراکی ان کے استقبال کے خلاف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جس وقت گاندھی جی آئیں تو ان کے خلاف مظاہرے کئے جائیں اور سیاہ جھنڈوں کے جلوس کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے۔

—— لندن ۱۳ر جولائی۔ ایک بنکنگ کارپوریشن کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ انچکیپ نے کہا۔ میں سیاست دان نہیں ہوں۔ لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ خواہ کوئی پارٹی برسر اقتدار ہو۔ پارلیمنٹ ہندوستان کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دے گی۔ اور نہ اسے درجہ مستعمرات عطا کرنے پر رضامند ہو گی۔ آپ نے کہا کہ ہندوستانی تاجروں کی بھاری اکثریت آئندہ چند ماہ کے واقعات کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی ہے آپ نے ہندوستان میں برطانی سرمایہ اور قیام امنیت پر بڑا زور دیا۔

—— لندن ۱۴ر جولائی۔ مسٹر بی برکین (قدامت پسند) نے دار العوام میں ہندوستانی پولیس کی قلیل تنخواہوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مطالبہ کیا کہ تنخواہوں میں مجوزہ تخفیف کی صورت میں پولیس کا خاص خیال رکھا جائے۔ مسٹر ویجوڈ بین وزیر ہند نے کہا مجھے کامل یقین ہے کہ صوبجاتی حکومتیں پولیس کا خاص لحاظ رکھیں گی۔

—— لندن ۱۴ر جولائی۔ دار العوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر ہند نے کہا کہ گول میز کانفرنس کا کام نہیں کہ وہ قلمرو میں ہندوستانیوں کے درجہ کے متعلق کوئی خاص بحث کرے۔

—— لندن ۱۳ر جولائی۔ دار العوام میں مسٹر برکین کے سوال پر وزیر ہند نے کہا کہ گول میز کانفرنس کے برطانی وفد کی ہیئت ترکیبی کا ابھی تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔ دریافت کیا گیا کہ آیا اس وفد میں سر جان سائمن بھی شامل کئے جائیں گے یا نہیں۔ وزیر ہند نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

—— رگبی ۱۴ر جولائی۔ ملک معظم نے یکم نومبر سے فلسطین کے موجودہ ہائی کمشنر سر جان رابرٹ کا استعفا منظور کر لیا ہے۔ ان کی جگہ لفٹنٹ جنرل آرتھر گرنفل واچوپ کمانڈر شمالی آئرلینڈ فلسطین و شرق اردن کے ہائی کمشنر اور کمانڈر انچیف مقرر ہوئے ہیں۔

—— لندن ۱۴ر جولائی۔ مسٹر جناح پیرس کے راستے ہندوستان روانہ ہو گئے ہیں۔

—— لاہور ۱۶ر جولائی۔ مسلم نوجوانوں کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ لاہور سے عنقریب "مسلم نوجوان" کے نام سے ایک اردو روزنامہ شائع ہونے والا ہے۔

—— بیکانیر ۱۶ر جولائی۔ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بیکانیر ۱۵ر اگست کو جہاز ملتان میں بمبئی سے لندن روانہ ہوں گے۔

—— سیرۃ کمیٹی شملہ نے ۲۸ر جولائی کو حضور سرور کائنات کے یوم ولادت کے موقعہ پر مجالس وعظ کا انتظام کیا ہے۔ شملہ کی مرکزی حیثیت کے پیش نظر قابل مقرروں کی ضرورت ہے۔ جو اصحاب اس مبارک تقریب میں شرکت فرما کر اپنے زریں خیالات سے عوام کو مستفید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ سکرٹری سیرۃ کمیٹی کو ۲۰ ماہ حال تک مطلع فرمائیں۔ (ایس۔ ایم۔ عبد العزیز سکرٹری)

—— بنوں ۱۵ر جولائی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنوں نے ضلع بنوں کے وزیریوں پر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ اور انہیں حکم دیدیا ہے۔ کہ کانگرس کمیٹی کوہاٹ کے کسی جلسہ میں شریک نہ ہوں۔ کیونکہ ان جلسوں سے قیام امن میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے۔

—— لندن ۱۵ر جولائی۔ آج کانگرس کی شاخ لندن کے ایک جلسہ میں مسٹر سکلات والا کو کانگرس سے خارج کرنے کی تحریک پیش ہوئی جو مسترد ہو گئی۔ اسی طرح گاندھی جی کا خیر مقدم کرنے کے لئے ایک کمیٹی مرتب کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔ لیکن وہ بھی نامنظور ہو گئی۔ اور قرار پایا کہ کانگرس کا سکرٹری کانگرسی مندوبین کے لندن آنے پر خود ان کا استقبال کرے۔

—— گول میز کانفرنس کی فیڈریشن سب کمیٹی میں مزید مندوبین کی شمولیت کا اعلان عنقریب ہونے والا ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق

جلد ۱۹ | لاہور یوم دوشنبہ مطابق ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۵

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مستثنیٰ دن کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(از حضرت مسیح موعود)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اس کی دوربیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام صلح

رسول نمبر

جلد ۱۹ | مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۵

حضرت نبی کریمؐ کی قوت عمل

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

قوت عمل حضرت نبی کریمؐ کی مبارک زندگی کی نمایاں اور **یکساں خصوصیت** ہے۔ حضورؐ کی تعلیمات، دیگر بہت سے ادیان مذاہب کی طرح صرف حسین و بلند تخیل ہی نہیں بلکہ آپؐ نے جو کچھ کہا اس پر عمل بھی کرکے دکھا دیا۔ آج تیرہ چودہ سو برس گزر جانے کے بعد دنیا کا ہر ایک شخص حضورؐ کی زندگی سے عملی سبق لے سکتا ہے۔ اور قیامت تک پیغمبرؐ اسلام کی یہ خصوصیت بدستور باقی رہے گی۔ آپ صرف کہتے ہی نہ تھے۔ بلکہ کرتے بھی تھے اور جو کچھ کہتے وہی کرتے تھے۔ قول کے ساتھ عمل اور پھر قول و عمل کی یکسانی انسانوں اور قوموں کی فلاح و ترقی کا ایک بہت بڑا گر ہے۔

آپ سیرت نبویؐ کے تمام حصوں پر ناقدانہ نظر ڈالیں آپ کو یہ بات واضح طور پر نظر آئے گی کہ حضرت نبی کریمؐ عمل کے وقت سب سے آگے ہوتے تھے اور انہوں نے اپنی ہر ایک تعلیم کو عملی جامہ پہنا کر دکھلایا ہے۔ میدان تبلیغ میں سب سے پہلے نکلتے ہیں۔ اور ہر قسم کے مصائب کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے ہیں۔ مالی و جانی قربانیوں میں سب سے پیش پیش رہتے ہیں۔ خانہ خدا کی تعمیر کے وقت، مدافعت کے لئے خندق کھودنے کے وقت، دوران سفر میں، گھر کی چار دیواری کے اندر، صحن مسجد میں، غرضیکہ ہر جگہ آپؐ کی عملی حیثیت سب سے نمایاں نظر آتی ہے۔ تبلیغ و ہدایت کے لئے سب سے اول آپ کی زبان مبارک گویا ہوتی۔ ہر ایک نیک کام کے لئے سب سے پہلے آپ کے مبارک بازو حرکت میں آتے۔ جب جنگ کا نقارہ بجتا تب بھی سب سے پہلے آپ کے قدم اٹھتے اور آپؐ کی تلوار حفاظت دین کے لئے میان سے باہر آتی۔

عمل زندگی کا ایک راز ہے۔ جس کو ہم آج فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ ہمارے زوال و انحطاط کی سب سے بڑی وجہ قوت عمل کا مفقود ہو جانا ہے۔ ہم کہتے ہیں، کرتے نہیں۔ ہماری زبانیں قینچی کی طرح چلتی ہیں، لیکن بازو اور قدم حرکت نہیں کرتے۔ ہم بڑی بڑی اسکیمیں سوچتے ہیں لیکن چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کرتے۔ ہم گرجتے ہیں برستے نہیں۔ ظاہر ہے قوم کی خشک کھیتی گرجنے سے نہیں بلکہ برسنے سے ہری ہو سکتی ہے۔ قوم کو فصیح البیان خطیبوں سے زیادہ ان تھک کارکنوں کی ضرورت ہے۔ ہم کئی سال سے عید میلاد النبیؐ کی تقریب سعید پر توجہ دلاتے ہیں۔ کہ اس مبارک دن منانے کا بہتر طریق یہ ہے کہ اس روز کسی مفید عملی کام کی داغ بیل ڈالکر اس کی تکمیل کے لئے سامان فراہم کیا جائے۔ امسال بھی ۱۲ ربیع الاول کو ملک کے طول و عرض میں عظیم الشان جلسے منعقد ہوں گے۔ ضرورت ہے کہ ان اجتماعات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ حضرت نبی کریمؐ کے یوم ولادت کو مناتے وقت حضورؐ کی قوت عمل کو پورے طور پر سامنے رکھا جائے۔ حالات حاضرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اس سلسلہ میں چند باتیں عرض کئے دیتے ہیں۔

(۱) **اتحاد اسلامی**:۔ مسلمانوں کا انتشار و نااتفاقی محتاج بیان نہیں۔ موجودہ حالات میں مسلمانوں کا اتحاد ان کی حیات و بقا کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اگر اس روز مسلمانوں کے مختلف مذہبی و سیاسی فرقوں کی نااتفاقی، عداوت اور بغض و عناد کو رفع کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ اسی طرح اس مبارک روز افراد کو بھی اپنی ذاتی رنجشیں رفع کر لینی چاہئیں۔ خاندانی اور ذاتی جھگڑوں کی وجہ سے مسلمان آج کل بہت برباد ہو رہے ہیں۔

(۲) **رد تکفیر اہل قبلہ**:۔ مسلمانوں کی نااتفاقی اور تباہی کا ایک بہت بڑا سبب تکفیر المسلمین بھی ہے۔ ضرورت ہے۔ اس کے قلع قمع کرنے کی بھی کوشش کی جائے۔ رد تکفیر اہل قبلہ پر پورا زور دیا جائے۔

(۳) **مفاد اسلامی کے لئے عہد**:۔ تہذیب جدید ہمارے سامنے نئے نئے بت تراش کر پیش کر رہی ہے اور اس کا مطالبہ ہے کہ خدا، رسول اور دین و ملت کو فراموش کرکے ان بتوں کو پوجا کرو۔ اس طرح ہم میں ایک بہت بڑا فتنہ پیدا ہو چکا ہے۔ ضرورت ہے اس روز ہر ایک فرزند توحید عہد کرے کہ میں اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو سب سے مقدم رکھوں گا۔ خواہ میں ایمانداری سے کسی سیاسی فرقہ سے تعلق رکھوں۔

(۴) **مظلوم مسلمانوں کی حمایت**:۔ آج کل طرابلس، روس، کشمیر اور ہندوستان کے بعض دوسرے علاقوں میں غیر مسلم حکومتوں اور ریاستوں کی طرف سے مسلمانوں پر وحشتناک مظالم ہو رہے ہیں مظلوموں کی ہر ممکن امداد کے لئے تیاری کرنی چاہئے۔

(۵) **جرمن ترجمہ قرآن**:۔ جرمن ترجمۂ قرآن کی تحریک مدت سے پیش ہو رہی ہے۔ عید میلاد النبیؐ پر اس کی تکمیل کے لئے بھی سامان ہونا چاہیئے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ ڈلہوزی میں بخیریت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— جناب مولانا صدرالدین صاحب چند روز کے لئے شملہ تشریف لے گئے ہیں۔

— لائٹ کا پرافٹ نمبر بڑھ ڈے نمبر شائع ہو گیا ہے جو بہت مقبول ہوا ہے۔ اس پر ہم لائٹ کے فاضل مدیر قبلہ مولانا محمد یعقوب خاں و دیگر کارکنوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔

— مولانا عبدالحق ودیارتھی شملہ سے دہلی تشریف لے گئے ہیں غالباً ایک ماہ تک وہاں قیام کریں گے۔

— جناب محمد جان صاحب وزیر آبادی سرگودھا سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ان کا سات سالہ لڑکا بیمار ہے۔ تمام اصحاب اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔

— مولوی عبداللہ جان صاحب ہیڈ کلرک محکمۂ پولیٹیکل میران شاہ کے نوعمر صاحبزادے کا انتقال ہو گیا ہے۔ عزیز مرحوم ہمارے محترم بزرگ خان بہادر مولانا غلام حسن خاں صاحب کا نبیرہ تھا ہمیں مولانا ممدوح اور مولوی عبداللہ جان صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ ۲۴ جولائی کو جمعہ کے روز مرحوم کا جنازہ غائب احمدیہ مسجد لاہور میں پڑھا گیا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مولوی صاحب کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا فرمائے۔

— نہایت افسوس سے اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ جماعت کے نہایت ہی ہونہار نوجوان مولانا حنیف ہاشمی کا ۱۴ جولائی کو جموں میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم نہایت صالح اور قابل نوجوان تھے۔ دعا ہے کہ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب ضرور جنازہ غائب پڑھیں۔

دو ضروری اطلاعیں

(۱)

عید میلاد النبی کی وجہ سے پریس میں چھٹی ہوگی اس لئے ۳۰ جولائی کا پرچہ حسب دستور ناغہ ہوگا۔

(۲)

رسول نمبر کی مصروفیت کی وجہ سے "ماہوار ایڈیشن" کی تیاری نہیں ہو سکی اس لئے ۳ اگست کا پرچہ ماہوار ایڈیشن کی بجائے معمولی ہوگا۔ قارئین کرام نوٹ کریں۔ ۳۰ جولائی کا پرچہ اور ماہوار ایڈیشن طلب نہ فرمائیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اپنوں کی بڑی قدردانی کرتے تھے

(از حضرت مولانا صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی مبلغ انگلستان وجرمنی)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لا تعداد دلربا خصوصیات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضور اپنوں کی بڑی قدردانی کرتے تھے آنحضرت نے خدا تعالیٰ کی صفت شاکر سے اپنے تئیں رنگین کر رکھا تھا جس طرح خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی سعی کی قدردانی کرتا ہے اسی طرح وہ ستودہ صفات ذات جو صفت الشاکر کی مظہر اتم تھی بندگان الٰہی کی سعی کی قدردانی کرکے ان کو اپنے جذبۂ عشق و محبت میں محو کر دیتی تھی حضورؐ کا اعتقاد تھا کہ وہ شخص جو بندگان الٰہی کی سعی یا احسان کی قدردانی نہیں کرتا گویا وہ خود خدا تعالیٰ کے انعامات کی قدردانی نہیں کرتا فرمایا لایشکر اللہ من لایشکر الناس۔ حضور نے خود اس پر عمل کرکے دکھایا۔ جیسا کہ حضور ہر اس بات پر عمل کرکے دکھاتے تھے جو ان کی زبان مبارک سے نکلتی تھی۔ یا جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ان کے عمل کا ذکر شروع کیا جاتا ہے جو خود ہی اس مضمون کو واضح کرتا ہے اور ہزار دلچسپی کا موجب ہے۔

ذیل میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم نے صرف بڑے آدمیوں ہی کی قدردانی نہیں کی بلکہ حضور نے چھوٹے آدمیوں کی بھی قدردانی کی ہے جیسے بلال۔ سلمان غیر وطنیوں میں سے تھے۔ مسافر بیکس تھے۔ زید اور عمار اگرچہ عرب تھے لیکن بہت کم حیثیت تھے۔ زید تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے دام دیکر خریدا ہوا تھا۔ جن کو انہوں نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے ان کو آزاد کر دیا۔ زید پر حضور کے کرموں کا بڑا گہرا اثر تھا۔ اور عشق و محبت میں یہاں تک ترقی کر گئے تھے کہ جب ان کے والد اور دوسرے رشتہ دار حضرت کے حضور میں پہنچے اور درخواست کی کہ زید کو اجازت مرحمت فرمایئے کہ ہمارے ساتھ اپنے وطن میں چلا جائے تو حضور نے فرمایا کہ میں اس کو پورا اختیار دیتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو اپنے بزرگوں کے ساتھ وطن کو چلا جائے۔ اس پر زید نے کہا کہ حضرت نبی کریم جو محبت میرے ساتھ رکھتے ہیں اور جو احسانات میرے اوپر کرتے ہیں وہ ماں باپ کی محبت اور کرم سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ اس لئے میں حضور کی خدمت میں رہنے کو ماں باپ کے ساتھ چلا جانے پر ترجیح دیتا ہوں۔ حضور نے اس کے صلہ میں زید کے متعلق فرمایا کہ زید میرے اہلبیت میں سے شمار ہوگا۔ حضور جو فرماتے تھے وہ صرف دلخوش کن الفاظ نہ ہوتے تھے بلکہ ہر ایک شخص یقین کرتا تھا کہ یہ حقیقت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے شاہی خاندان کی لڑکی اپنی پھوپی زاد بہن زینب کی شادی زید سے کر دی۔ پھر زید کے کمالات کی قدردانی یہاں تک کی کہ ان کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور ان کے بیٹے اسامہ کو بھی فوج کا کمانڈر مقرر فرمایا۔ فتح مکہ کے دن اسامہ کو یہ فخر حاصل ہوا کہ حضور کے ساتھ ہی ایک ہی اونٹنی پر سوار تھے۔ بلال کی شکل و شباہت کا نقشہ لفظ حبشی سے سامنے آجاتا ہے۔ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے سفید رنگ عربوں کی نظر میں جچتا نہ تھا۔ لیکن حضرت نبی کریم نے ان کو موذن مقرر کرنے کے علاوہ اپنے گھر کے تمام امور کا اختیار دے رکھا تھا۔ اور بلال کی نسبت فرمایا "انی اسمع دق نعلیک بین یدی فی الجنۃ" کہ تو جنت میں میرے آگے آگے چلے گا اور یہ امر ایسا یقینی ہے کہ میں تیرے پاؤں کی آہٹ سن رہا ہوں۔

سلمان فارسی سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ ایک دن ان کے کاندھوں پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ آخری زمانہ میں سلمان کی نسل سے ایک انسان پیدا ہوگا۔ اگر ایمان ثریا پر بھی اٹھ گیا ہوگا تو لناله رجل من ابناء فارس۔

تمام غریب الوطنوں اور غریب مزاج انسانوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ اور اسی کرم کی تائید میں ایک آیہ شریفہ اتری ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ۔ ان غربا کو اس آیت کے نزول نے اور بھی معزز کر دیا۔ اور وہ فخر سے اس بات کا ذکر کرتے تھے کہ ہمارے حق میں یہ آیت اتری اور فخر کے ساتھ حضور علیہ السلام کے تعلقات کا یوں ذکر کیا کرتے تھے وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقعد معنا ویدنو منا حتی تمس رکبتنا رکبتہ وکان یقول معکم المحیا ومعکم المماۃ۔ یعنی حضور ہم میں ملکر بیٹھا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ لگ جاتے تھے حتیٰ کہ ہمارے گھٹنے حضور کے گھٹنوں کو مس کرتے تھے۔ اور حضور فرماتے میرا جینا اور مرنا تمہارے ہی ساتھ ہوگا۔ حضرت انس نے دس سال حضور کی خدمت کی وہ کہتے ہیں حضورؐ نے اس دس سال کے عرصہ میں مجھے کسی امر پر ملامت نہیں کی اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ تو نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا اور میری خدمت کی وجہ سے میری والدہ کا احترام کرتے تھے اور میرے چھوٹے بھائی سے محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ میرا بھائی آیا تو اس کے سر پر ہاتھ رکھکر اس سے پوچھا کہ ما فعل النغیر۔ تیری چڑیا النغیر کا کیا حال ہے؟ اس سے اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اور خود ہمارے دلوں پر کیفیت طاری ہو گئی۔

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد بھی حضور نے ان کو بھلایا نہیں۔ ان کی سہیلیوں کی بھی قدر کرتے تھے۔ ان کو گوشت وغیرہ بطور تحفہ بھیجتے رہتے تھے۔ اس پر حضرت عائشہ رشک کھاتی تھیں اور ایک دفعہ کہنے لگیں کہ میں ابوبکر کی لڑکی باکرہ، نوجوان، سیرت و صورت میں ہر طرح ترجیح کے قابل ہوں لیکن آپ ایک مری ہوئی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں تو حضور نے فرمایا کہ خدیجہ نے مجھے اس وقت مانا جبکہ میرا ماننے والا کوئی نہ تھا۔ اور مال سے اس وقت میری مدد کی جبکہ میرا مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔ یہ وفا اور قدردانی جو ایک وفات یافتہ خاتون کے متعلق بھی حضرتؐ کے اعمال سے ظاہر ہوتی تھی زندوں کے اعتماد کو بڑھاتی اور ان کی گرویدگی کو دوچند کر دیتی تھی۔ خود حضرت عائشہؓ کی جو قدردانی حضور نے کی ہے وہ تمام مسلمانوں پر عیاں ہے حضرت عائشہ کی ہمشیرہ اسماء بنت ابوبکر کا بھی بڑا احترام کرتے تھے امہات المومنین میں سے ہر ایک کی گواہی ہے کہ حضور اس قسم کا شوہر تھے کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا۔ اگر قریشی بیویاں خوش ہیں تو مصر کی مریم جو پہلے عیسائی تھے وہ بھی خوش ہیں اور خیبر کی صفیہ جو پہلے یہودن تھیں وہ بھی انتہا درجہ خوش ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حلیمہ سعدیہ کے ہاں بچپن میں پرورش پائی تھی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ اپنی دایہ کو اماں کرکے پکارتے تھے۔ ایک دفعہ اس کی قوم کے مرد اور عورتیں کثیر تعداد میں جنگ میں بطور قیدیوں کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ حلیمہ سعدیہ ان کو چھڑانے کے لئے آئیں۔ بد و عورت تھیں حالت خراب تھی۔ سفر کی وجہ سے ان پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ لشکر کے فرودگاہ میں چلی آئیں۔ حضورؐ نے تعظیم کے لئے سفید چادر بچھائی اور ان کو اکرام و محبت کے ساتھ بٹھایا۔ تمام لشکر حیران ہو کر پوچھتا تھا کہ یہ کون عورت ہے۔ حضور فرماتے کہ میری اماں حلیمہ سعدیہ ہیں حلیمہؓ نے حضرتؐ سے یوں خطاب کیا" اے محمد تو نے اپنی خالاؤں کو اور پھوپھیوں کو قید کر لیا۔ یہ کیا کیا۔ حضرت نے فوراً ان قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جو قریش کے حصے میں آئے تھے۔ اور ظہر کی نماز کے وقت باقی تمام مسلمانوں سے سفارش کی کہ حلیمہ سعدیہ میری اماں ان قیدیوں کی رہائی کے لئے آئی ہیں۔ ہم نے قریش کا حصہ تو آزاد کر دیا ہے میں سفارش کرتا ہوں کہ تم لوگ بھی اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد کر دو تو لوگوں نے خوشی سے باقیماندہ قیدیوں کو رہا کر دیا۔

ایک دفعہ حلیمہ سعدیہ کی لڑکی شیما آئیں اور حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ میں شیما ہوں آپ میرے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اور کھیلنے میں ایکدفعہ آپ نے خفا ہو کر میری پیٹھ پر اپنے دانت چلائے تھے جن کا نشان اس وقت تک موجود ہے۔ اس نے وہ نشان دکھایا حضور نے فرمایا اقم عندنا مکرمۃ محببۃ۔ آپ میرے ہاں قیام کیجیئے گا میں آپ کی اکرام اور محبت کے ساتھ تواضع کرونگا حبشہ کے لوگ آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ حضورؐ نے خود اٹھکر ان کی خدمت تواضع شروع کی اور بار بار فرماتے تھے کہ ان لوگوں نے ہمارے دوستوں کے ساتھ جب وہ حبشہ میں ہجرت کرکے گئے تھے بڑی نیکی و احسان کا سلوک کیا تھا۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس احسان کے بدلے میں جہاں تک ہو سکے ان سے حسن سلوک کریں اور اپنے ہاتھ سے خدمت کریں۔

حضرت خالد کی شجاعت کی بہت تعریف کرتے اور ان کا اکرام کرتے تھے۔ ان کو سیف اللہ کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے تدبر امانت و دیانت کی وجہ سے بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ ان کو امین الامۃ کہہ کے پکارتے تھے کسی نے تیراندازی کے جوہر دکھائے تو اس کی قدردانی ہوئی۔ کسی نے قرآن کریم حفظ کیا تو اس کی قدردانی ہوئی۔ کسی نے اچھے لحن سے قرآن کریم پڑھکر سنایا۔ تو اس پر ہی فریفتہ ہیں اور اس کو کہتے ہیں لقد اوتیت مزمارا من مزامیر آل داؤد۔

یعنے تجھے خدا نے لحن داؤدی عطا کیا ہے۔ حضرت حسان نے اچھے شعر کہے تو ان کے متعلق فرماتے تھے کہ حسان غیبی تائید سے شعر کہتا ہے۔ الغرض سب کی قدردانی فرماتے تھے۔ اور جو قدردانی حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خصوصیت سے کی ہے۔ وہ تو امت پر عیاں ہے ان حضرات نے بڑی بڑی قربانیاں دکھائیں۔ اس لئے ان کی بہت بڑی قدردانی کی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت فرماتے تھے انّ امن الناس علیّ حضرت ابوبکر نے سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہے۔ حق دوستی بھی ادا کیا ہے اور اپنا مال بھی مجھ پر صرف کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو حضورؐ نے بڑی خوشی کی اور اس زور سے اللہ اکبر کے نعرے لگائے کہ مکہ معظمہ گونج اٹھا۔ اور فرمایا کہ خدا نے آسمان پر عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کی خوشی کی ہے۔ اور ان کو فاروق کا خطاب دیا۔ پھر ساری عمر حضرت عمرؓ کی نازبرداری کی۔ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے اختلاف رائے کا اظہار کیا اور بعض دفعہ بڑی سختی سے

اختلاف تھا۔ لیکن حضرت علی کی قدر و محبت اور اکرام میں فرق نہیں آیا۔ اسی طرح حضرت عثمان کے ساتھ بڑی محبت کی۔ اور حضرت علی کے ساتھ بڑی محبت کی۔ جہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی لڑکیوں کو شرف ازدواج بخشا وہاں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے گھروں میں اپنی بیٹیاں دیکر ان کے گھروں کو منور فرمایا۔ ایک دفعہ ایک جنگ میں فرمایا۔ میں ایسے شخص کے ہاتھ میں علم دینے والا ہوں جس کو اللہ اور اس کا رسول محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ سب لوگ اشتیاق سے منتظر تھے کہ کس کے حصہ میں یہ سعادت آتی ہے۔ یہ حضرت علی کی قدردانی تھی۔

حضرت عباس جو حضورؐ کے چچا تھے ایک جنگ میں قیدی ہو کر مدینہ میں پہنچے تو حضورؐ ان کو دیکھ کر بیقرار ہو گئے۔ رات کے وقت نیند نہ آئی اور تکرار سے فرمایا کہ میرے چچا عباس کی مشکیں نرم کر دو کیونکہ مجھے اذیت ہوتی ہے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی نے حضرت عباس کو اپنی قمیص پہنا دی تو حضورؐ نے اس کو یاد رکھا۔ عبداللہ بن ابی کی وفات پر اس کی میت کو اپنا کرتہ پہنانے کا شرف بخشا۔ اور اپنے چچا پر جو احسان تھا اس کو اتار دیا۔

حضرت حمزہ کی شہادت پر حضورؐ بڑے بے چین ہوئے اور ان کے جنازہ پر ستر تکبیریں پڑھیں۔ سعد بن معاذ انصاری جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ ان کی موت کے موقعہ پر فرمایا۔ اهتز عرش الرحمٰن لموت سعد بن معاذ۔ یعنی سعد کی موت سے عرش الٰہی بھی رنج و الم سے تھرا اٹھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

وما اهتز عرش الله من موت هالك
سمعنا به الا لسعد ابی عمرو

ان واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردوں عورتوں تمام کی قدردانی کی۔ ان کے ساتھ محبت کی۔ ان کے ساتھ وفا کی۔ اور اس قدردانی سے چھوٹے بڑے امیر غریب سب نے حصہ لیا۔ قوم تو چھوٹے بڑوں سب سے ملکر بنتی ہے۔ اس لئے وہ ہستی جسنے ایک قوم تیار کرنی تھی اس لئے ساری کی ساری قوم کو اکرام و محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور ہر فرد واحد کے ساتھ وفا کی۔ حضورؐ کی قدر شناسی نے تمام کی تمام قوم کو گرویدہ بنا لیا اور جو چاہا ان سے کام لیا۔ یہ سب کچھ ذاتی التفات کی بنا پر ظہور میں آیا اور ذاتی رحمیت و کریمیت کا کرشمہ تھا۔ ورنہ اگر وہ عہدہ نبوت کا ڈنکا بجاتے اور رعب و شان و ہیبت کا خوف دلاتے۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک کوئی شخص ان کے نزدیک نہ پھٹکتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ڈ

حضرت نبی کریم صلعم کے آداب ملاقات

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے قلم سے)

مسلمانوں میں آج کس قدر کم لوگ ہیں جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق فاضلہ کیا تھے۔ دوستوں سے ملنے جلنے بات چیت کرنے کا طریق کیا تھا۔ لہٰذا آداب ملاقات کے متعلق چند کلمات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تا ہمارے احباب اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام اور مصافحہ کرتے۔ ہمارے وہ متمول مسلمان غور کریں جو ہمیشہ دوسروں سے سلام کے متوقع رہتے ہیں۔ کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دے آپ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ کوئی شخص اگر جھک کر کوئی بات کان میں کہتا تو آپ اس وقت تک اس کی طرف سے رخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا منہ نہ ہٹا لے۔ آپ کسی کے گھر پر تشریف لیجاتے تو دروازہ کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے عین سامنے نہ کھڑے ہوتے اور السلام علیکم کہکر اذن طلب کرتے۔ اگر صاحب خانہ اذن نہ دیتا تو پلٹ آتے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضورؐ سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور باہر کھڑے ہو کر اذن طلبی کے لئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ سعد نے اس طرح آہستہ سلام کا جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے نہیں سنا۔ حضرت سعد کے فرزند قیس بن سعد نے کہا کہ آپ رسول اللہ کو اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دیتے۔ حضرت سعد نے کہا چپ رہو۔ رسول اللہ بار بار سلام کریں گے تو ہمارے لئے برکت کا باعث ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے دوبارہ السلام علیکم کہا۔ اور سعد نے پھر اسی طرح جواب دیا۔ آنحضرت صلعم نے تیسری دفعہ پھر اسی طریقہ سے اذن طلب کیا۔ اور جب کوئی جواب نہ ملا تو آپ واپس چلے۔ حضرت سعد نے جب آپ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر گئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا۔ لیکن آہستہ جواب دیتا تھا کہ آپ بار بار سلام فرمائیں۔ آپ واپس تشریف لے آئے اور ان کے لئے بہت خیر و برکت کی دعا کی۔

کسی کے گھر تشریف لیجاتے تو ممتاز مقام پر بیٹھنے سے پرہیز فرماتے۔ ایک بار آپ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے انہوں نے آپ کے بیٹھنے کے لئے چمڑے کا ایک گدا ڈال دیا۔ لیکن آپ زمین پر بیٹھ گئے اور گدا آنحضرت صلعم اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے درمیان رہ گیا۔ آجکل کے پیر اور سجادہ نشین اس پر غور کریں۔ مجلس میں بیٹھتے تو آپ کے زانو کبھی ہمنشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

جس طرح آپ خود کسی سے ملنے جاتے تو اجازت مانگتے۔ اسی طرح آپ سے جو شخص ملنے آتا اسے بھی یہی تعلیم تھی۔ کہ سلام کرکے اور اجازت لیکر آوے۔ ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازہ پر کھڑا ہو کر کہا کہ اندر آسکتا ہوں۔ آپ نے صحابہ کو فرمایا کہ جاکر ان کو اجازت طلبی کا طریق سکھا دو۔ یعنے پہلے سلام علیک کرے۔ پھر اجازت مانگے۔

آپ مجلس میں کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو آپ اسے، اگر واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہوتا تو شکریہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپ اس میں بھی شامل ہو جاتے۔ ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے۔ خود بھی کبھی مذاقیہ باتیں فرماتے۔ کسی قبیلہ کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم کرتے۔ اور فرماتے اکرموا کریم کل قوم یعنی ہر ایک قوم کے معزز لوگوں کی عزت کیا کرو۔ لیکن اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ ایک شخص تو بیٹھا رہے اور دوسرے سب احتیاطاً اس کے لئے کھڑے رہیں۔ کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس سے ضرور پوچھ لیتے کہ اسے کوئی ضرورت اور احتیاج تو نہیں ہے یعنی اگر ہو تو اس کی امداد کی جائے۔ صحابہ سے یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو لوگ اپنے مطالب مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔

لیکن آپ بلاوجہ سوال کرنے کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہاں تک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگرچہ اپنے باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔ ایک دفعہ حکیم بن حزام ایک صحابی نے آپ سے کچھ مانگا۔ آپ نے خلعت میں انہیں جو مانگا تھا سو دیا لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (یعنے دینے والا) وہ اس ہاتھ سے بہتر ہے جو نیچے ہے (یعنے لینے والے کا ہاتھ) اس نصیحت کا ایسا اثر حضرت حکیم بن حزام پر ہوا کہ اس کے بعد تمام عمر کبھی سے سوال نہیں کیا۔

جب کوئی شخص ملنے آتا تو آپ اس کے ساتھ نہایت حسن سلوک سے پیش آتے۔ مجلس نبوی میں جگہ بہت کم ہوتی تھی جو لوگ پہلے سے آکر بیٹھ جاتے تھے۔ ان کے بعد جگہ باقی نہ رہتی تھی۔ ایسے موقعہ پر اگر کوئی آجاتا تو اس کے لئے آپ اپنی ردائے مبارک بچھا دیتے تھے۔ ایک دفعہ مقام جعرانہ میں آنحضرت صلعم تشریف رکھتے تھے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی۔ اور آپ کے پاس چلی گئی۔ آنحضرت صلعم نے دیکھا تو اس کی نہایت تعظیم کی۔ اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دی کہتا ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون عورت تھی تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور کی رضاعی والدہ تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ کا اور ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم تشریف فرما تھے۔ کہ آپ کے رضاعی والد آئے۔ آپ نے ان کے لئے چادر کا ایک گوشہ بچھا دیا۔ پھر رضاعی ماں آئیں آپ نے دوسرا گوشہ بچھا دیا۔ آخر میں رضاعی بھائی آئے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ کسی کی کوئی بات بری معلوم ہوتی تو مجلس میں نام لیکر اس کا ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ صیغۂ تعمیم کے ساتھ فرماتے تھے مثلاً یہ فرماتے کہ "لوگ ایسا کرتے ہیں" "لوگ ایسا کہتے ہیں" "بعض لوگوں کی یہ عادت ہے" یہ طریقۂ ابہام اس لئے اختیار فرماتے تھے کہ شخص مذکور کی ذلت نہ ہو۔ اور اس کے احساس عزت میں کمی نہ آئے آپ نے اس بات کو منع فرما دیا تھا کہ آپ کے سامنے کسی کے عیب یا کمزوری کا ذکر کیا جائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ اس دنیا سے سب کی طرف سے دل صاف لے کر جاؤں۔

سلام

مدینہ کے مسافر سے شاعر کا خطاب

(از جناب مولانا ابوالاثر حفیظ جالندھری)

قسمت کے آسماں پر سیمائے کہکشاں پر
چمکا ترا ستارہ
اس در پہ حاضری کا تجھ کو ہوا اشارہ
اے بختیار بندے
اے کامگار بندے
تیری مراد مندی تقدیر کی بلندی
تجھ کو پکارتی ہے
آ باریاب ہو جا
اے ذرۂ محبت جا آفتاب ہو جا
دربار میں چلا ہے
سرکار میں چلا ہے
رخت سفر اٹھا لے اللہ کے حوالے
یثرب کے جانیوالے

بس اک پیام لے جا میرا سلام لے جا

میری یہ سرد آہیں یہ منتظر نگاہیں
انکا خیال کرنا
لیکن نہیں مناسب کچھ عرض حال کرنا
وہ جانتے ہیں سب کچھ
پہچانتے ہیں سب کچھ
ناشاد آرزوئیں، برباد آرزوئیں
بیتاب ہو رہی ہیں
تاہم خموش رہنا
آنکھوں سے دیکھتا جا منہ سے مگر نہ کہنا
یہ صبح و شام میرے
سب سامنے ہیں تیرے
ان سے کوئی بھلائی دیتی نہیں دکھائی
لیجا سکے تو بھائی یہ صبح و شام لے جا

میرا سلام لیجا

ہر چیز کھو چکا ہوں برباد ہو چکا ہوں
یہ زندگی ہے میری
اس وقت پاس میرے شرمندگی ہے میری
کچھ ارمغاں نہیں ہے
جز این و آں نہیں ہے
مفلس ہوں بینوا ہوں کچھ بھی نہیں میں کیا ہوں
تحفے نہ مانگ مجھ سے
نادم نہ کر خدارا

دل تیرے پاس ہو تو دیدے مجھے ادھارا
میرا کلام کیا ہے؟
یہ جنس خام کیا ہے؟
یہ ارمغاں خوشی سے چاہے تو ہاں خوشی سے
اے مہرباں خوشی سے یہ جنس خام لے جا

میرا سلام لیجا

فریاد ہا دہو میں صہبائے آرزو میں
وہ جوش ہی نہیں ہے
ٹوٹا ہوا بھی ہے دل خاموش ہی نہیں ہے
سرشار کرنے والی
شے ہو چکی ہے خالی
میخانۂ یقیں سے اس کیف بہتریں سے
ایمان آتشیں سے
پھر اس کو بھر کے لانا
پینے چلا ہے تو بھی اور مجھکو بھی پلانا
ٹوٹا ہوا ہے شیشہ
پھوٹا ہوا ہے شیشہ
ہے عرض دست بستہ گو دور کا ہے رستہ
اور جام بھی شکستہ لیکن یہ جام لیجا

میرا سلام لیجا

وہ اشک ریز آنکھیں طوفان خیز آنکھیں
اب خشک ہو چکی ہیں
دریا کہاں سے لاؤں قطرے کو رو چکی ہیں
ورنہ یہ آرزو تھی
مدت سے جستجو تھی
کشتی بنا کے دل کو اور پھر سجا کے دل کو
یثرب کے جانیوالے
اس میں تجھے بٹھاؤں
دریائے سرمدی کے ساحل پہ لیکے جاؤں
خیر اے دلیر اچھا
ہوتی ہے دیر اچھا
جا ہر طرح سلامت لیجا میری محبت
لیجا میری عقیدت میرا سلام لیجا

میرا سلام لیجا

رسول خدا کا ایثار

(از جناب پروفیسر اکبر خاں صبا حیدری)

رسول اللہ کے قبضہ میں دولت تھی نہ ثروت تھی
نہ اس باطل کدے میں ان کو دنیا کی ضرورت تھی
قناعت پر گزارا تھا توکل پر بھروسہ تھا،
شہنشاہِ دو عالم تھے اور اس پر بھی یہ حالت تھی
ادھر تاج شہنشاہی ادھر حکم جہانبانی
ادھر دنیا کی دولت تھی ادھر زر کی فراوانی
مگر جو لطف ان کو فقر و فاقہ میں میسر تھا
بڑی مشکل سے سمجھے گی اسے تخییل انسانی
شہنشاہ دو عالم اور یہ ایثار کیا کہنا!
تکالیف و مصائب میں نہایت مطمئن رہنا
زمانہ درپے آزار تھا دنیا مخالف تھی
ہزاروں قدرتوں کے باوجود اتنے ستم سہنا
یہاں حق کی اشاعت کے لئے ایثار و قربانی
وہاں ہر اک قدم پر کفر و باطل کی فراوانی
یہاں یہ کوششیں دنیا کو راہ راست پر لائیں
وہاں گمراہیوں کا جوش اور گمراہ نادانی
یہاں حق کے سوا کچھ اور دولت تھی نہ طاقت تھی
نہ محبوب خدا کو اس نمائش کی ضرورت تھی
وہ مصلح تھے وہ ہادی تھے پیمبر تھے خلیفہ تھے
انہیں حق کی اشاعت کے لئے حق سے محبت تھی
انھوں نے حسن سیرت سے کیا تسخیر دنیا کو
بساطِ حق شناسی پر کیا تعمیر دنیا کو
بتایا اہل عالم کو کہ کیا مقصد ہے جینے کا
دکھائی زندگی کی خواب کی تعبیر دنیا کو

یقیناً ان کا یہ ایثار تھا جس نے زمانہ میں
بکھیری تھی زندگی حق آشنائی کی فسانہ میں

ترالمذہب

(از جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور)

دولت کی دیوی عجیب شان دلربائی رکھتی ہے۔ کون اس کا پرستار نہیں۔ بیچارے دنیا والے دن رات اس کی زیارت کو ترستے رہتے ہیں۔ خداوندوں کے پائے ثبات کو اس کی پازیب کی جھنکار ڈگمگا دیتی ہے اور حکام عدالت کا متاع ایمان اس کی نگاہ غلط انداز کی نذر ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ کوئی کہ ومہ اس کی دستبرد سے محفوظ نہیں۔ چونکہ کلیۃً اہل عالم کے دلوں پر اسی کا تصور چھایا رہتا ہے۔ اس لئے جب کہیں اس کلیہ کی استثنا مل جاتی ہے اس کے پاؤں پر خراج عقیدت نثار ہونے لگ جاتا ہے دنیا اضداد کی فریفتہ ہے۔ جہاں ایک طرف دولت کی فراوانی ہر کی آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے۔ دوسری طرف خالص بینوائی انتہائی تحسین حاصل کر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ مس کا ملمع بھی زر خالص کے رنگ میں ارادت کیشوں کے انجذاب میں کامیاب ہو جاتا ہے اور ریا بے نفسی کی نوشاں بن جاتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو نفس پرست پیروں، پادریوں اور پنڈتوں وغیرہم کو کون پوچھتا۔ شاہانہ ثروت اور خالص بے نوائی کے درمیان کسی درجہ کو وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ غریب موچی کی جو بہار سادن جوتیاں گانٹھتا ہے۔ اور نہایت بے نفسی سے اپنے اور خدا کی مخلوق کے ایک حصہ یعنی اپنے عیال اور بچوں کے پیٹ کی خاطر روٹی کا ٹکڑا مہیا کرتا ہے۔ کوئی عزت نہیں۔ لیکن برہنہ اندام مشٹنڈا جو تمام روز چمٹا بجا کر ناچتا پھرتا ہے۔ اور مادر گیتی کی چھاتی پر بے مصرف بوجھ بنا ہوا ہے خدارسیدہ سمجھا جاتا ہے۔

یہ ذہنیت ہمہ گیر ہے۔

بدھ مذہب نے کسی زمانہ میں بہت فروغ پایا ہے، اور اس وقت بھی اس کے پیروؤں کی تعداد شاید سب مذاہب سے زیادہ ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ گوتم کا وہ ایثار جو اس نے راج پاٹ چھوڑ کر بینوائی اختیار کرنے میں کیا۔ اہل دنیا کی اس ذہنیت کے مطابق تھا۔ مسیح کی تعلیم میں کوئی انوکھی بات نہیں۔ لیکن جب اس کی مسکینی اور بے نوائی کا تذکرہ کلیسا کے ممبر کی بلندی سے مدہم سروں میں گنہگاروں کے کان میں ڈالا جاتا ہے تو وہ ان کے عقیدت کیش دلوں میں اس ذہنیت کو متحرک کر کے مسیح کی الوہیت کا نقشہ جما دیتا ہے۔ کوئی سوچنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتا کہ جو تعلیم ان پاک باز بزرگوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے قابل عمل بھی ہو اور کیوں سوچیں جب بات ان کی حسب مرضی ہو۔

انسان کی معمولی حالت ترک دنیا یا بے نوائی نہیں ہے ہر ایک شخص گوتم کی طرح جو رو بچا چھوڑ کر بے تعلق نہیں بن سکتا۔ اور نہ مسیح کی مسکنت پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے۔ ہر دو طریقے نظام عالم کے قیام اور روزمرہ کی زندگی کی ضروریات کے منافی ہیں۔ ضابطۂ اخلاق وہ ہونا چاہیئے جو انسانوں کی معمولی حالت کے حسب حال ہو۔

یہ عجیب بات ہے کہ جتنے مذاہب ہیں سب میں ترک دنیا کا سبق شد و مد کے ساتھ دیا گیا۔ اگر خدا کو درحقیقت یہی منظور تھا کہ لوگ دنیا کے تعلق کو قطع کر دیں۔ تو اتنا بڑا کارخانہ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ان دلفریب و دلچسپ چیزوں کی موجودگی جنھیں ہم اپنے گرد و پیش ملاحظہ کرتے ہیں بذات خود اس امر کی دلیل ہے کہ قدرت کا منشا انسان کو ان سے علیحدہ کرنا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ان سے الگ کوئی راستہ اس مندر کا ہے جہاں خدائے قدوس بستا ہے۔ اسی لئے جو ضابطۂ اخلاق یا مذہب یہ چاہتا ہے کہ انھیں چھوڑ دو وہ فطرت کا مذہب نہیں۔ فطرت کا مذہب وہ ہے جو ان چیزوں کے اندر خدا سے ملا دے۔ وہ ضابطۂ اخلاق سوائے حضرت محمد صلعم کے مکتب کے کہاں ملتا ہے۔ آپ کی بعثت سے پہلے دین کو دنیا سے الگ سمجھا جاتا تھا۔ جو شخص حقیقت اور معرفت کا متلاشی ہوتا تھا۔ وہ یکسر دنیا کے تعلقات چھوڑ کر گدائی اختیار کر لیتا تھا۔ اسی ذہنیت کے ماتحت جہاں مشرقی ممالک کے مندروں میں دیوداسیوں کے جھنڈ نظر آتے تھے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی گپھاؤں میں ننگے سادھو اعضائے جسم کو خشک کرتے دکھائی دیتے تھے۔ وہاں یورپ اور شمالی افریقہ کی خانقاہیں تارک الدنیا مردوں اور عورتوں سے معمور ہوتی تھیں۔ اور ان کے مکین بسا اوقات اپنے جسموں کو طرح طرح کے دکھ اور عذاب دیکر جویائے رضائے الٰہی ہوا کرتے تھے۔ لیکن حضرت محمد صلعم نے اس ذہنیت کی غلطی کو "لا رھبانیۃ فی الاسلام" کا حکم دے کر طشت از بام کر دیا۔ آپ زندگی کے ان تمام شعبوں سے گزرے۔ جن کا تعلق تہذیب اخلاق سے ہوتا ہے۔ اور اپنی مثال سے ثابت کر دیا کہ مجاز اور حقیقت یکجا جمع ہو سکتے ہیں۔ آپ نے بادشاہی کی مگر فقر کی شان کے ساتھ۔ یہاں تک کہ زر و سیم کے ڈھیر بھی آپ کے چولھے میں آگ سلگانے سے عاجز رہے۔ اگر یہ شان آپ کی ذات تک محدود رہتی تو شاید اتنی قابل توجہ نہ ہوتی۔ لطف یہ ہے کہ آپ کے قدسی انفاس نے اس قوم میں جو زر و سیم کی متوالی ہوا کرتی تھی وہ استغنا پیدا کر دیا کہ آپ کے ہمنشین باوجود قدرت رکھنے اور املاک کا مالک ہونے کے شان فقر لیئے ہوئے تھے۔ اور ان کے اندر عادتاً سادگی اور بلند خیالی کی نہایت معتدل آمیزش ہو گئی تھی ایک نفس کا تزکیہ بھی مشکل ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک پوری قوم کا تزکیہ ہو اور قوم بھی وہ جس سے زیادہ ناہموار قوم شاید کہیں اور ہو۔ لیکن کیا حضرت محمد صلعم نے یہ ناممکن کام تکمیل کو نہیں پہنچایا؟ اس کی شہادت تاریخ سے طلب کرو۔

صلح و امن کا زمانہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب انسانوں کی طبیعتوں میں سکون اور دماغوں پر عقل کی حکومت برقرار ہوتی ہے۔ اگر ایسے وقت کسی قوم سے اخلاق فاضلہ ظہور پذیر ہوں تو بڑی بات ہے لیکن امتحان کا وقت تب آتا ہے جب دو قوموں میں جنگ چھڑ جائے۔ اور ایک دوسری کے خون کی پیاسی ہو۔ اس وقت انسانوں کے خون میں جوش اور ہیجان کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اور زبردست زیر دستوں کو چیونٹیوں سے بدتر سمجھتے ہیں۔ مفتوحین کی عزت و ناموس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ اگر ایسے وقت میں کوئی قوم شائستگی کا ثبوت دے۔ تو سمجھ لو کہ وہ قوم تہذیب اخلاق کے انتہائی کنگرہ پر پہنچ گئی۔ میں کوئی ایسی مثال نہیں لیتا جو خود حضرت محمد صلعم کی ذات سے متعلق ہو۔ میں ایک ایسی مثال لوں گا جو آپ کے وصال کے بعد کے زمانہ کی ہے۔ کیونکہ مجھے یہ دکھانا ہے کہ آپ کی تعلیم کا اثر آپ کے پیروؤں پر کیا ہوا۔ عیسائی ادیب امرسن لکھتا ہے "ان

... ان سے پیٹ بھرنے کو شراب اور گوشت کی حاجت نہ تھی۔ انہوں نے جو کی روٹی پر ایشیا افریقہ اور ہسپانیہ فتح کر لئے"۔ یہ پر امن شہری آبادی کا ذکر نہیں۔ یہ ان تلنگوں کا تذکرہ ہے جو سوائے فوجی ضابطے کے اور کسی ضبط سے آشنا نہیں ہوتے۔ کیا یہ تہذیب اخلاق حضرت محمد صلعم سے پہلے عربوں میں موجود تھی؟ کیا عرب شراب سے ناآشنا تھے؟ کیا آپ کی بعثت سے قبل مرد تو مرد عرب کی عورتیں جنگ کے مقتولین کا خون پی کر اور گوشت چبا کر اپنی آتش غضب کو فرو نہیں کیا کرتی تھیں۔ اگر کرتی تھیں تو امرسن کا وہ فقرہ جو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ اس عظیم انقلاب اور خوشگوار تبدیلی فطرت، کا ثبوت نہیں؟ جو آپ نے عرب کے وحشی بدوؤں میں پیدا کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد صلعم کے نام لیوا آئین جنگ اور جنگی اسیروں کے ساتھ حسن سلوک کا سبق آج بھی دنیا کے عظیم الشان دول کو دے سکتے ہیں۔ جب اس گئے وقت میں حالانکہ ان کے ادبار و ادبار اور انحطاط کی گھٹاؤں نے گھیر ڈالا ہوا ہے۔ وہ اتنی وسعت قلب رکھتے ہیں کہ ایک شکست خوردہ غنیم کے مرے ہوئے جرنیل کے جنازہ پر پھول برسائیں مسلم ہے کہ مسلمان من حیث القوم شراب نہیں پیتے۔ مگر یہ اس شاندار تبدیلی کا ایک پہلو ہے جو محمد صلعم نے پیدا کی۔

امرسن کہتا ہے "خلیفہ عمرؓ کی لکڑی، دیکھنے والوں کے دل میں دوسرے لوگوں کی تلوار سے زیادہ رعب اور ہیبت پیدا کر دیتی تھی"۔ یہ وہ عمرؓ تھا جس کے کرتے پر عرب، شام، مصر اور ایران جیسے وسیع ممالک کا شاہنشاہ ہونے کے باوجود تھگلی پر تھگلی لگی ہوتی تھی۔ وہ عمرؓ جو بیکس بیواؤں کی خاطر ادھی ادھی کا سودا سلف خریدنے کے لئے بازاروں میں مارا مارا پھرتا تھا۔ وہ عمرؓ جو بادیہ نشین کے مسکین بچوں کو روٹی بہم پہنچانے کی خاطر آٹے کی بوریوں کو اپنے شاہانہ کندھوں پر اٹھا کر لیجانے میں عار نہیں کرتا تھا۔ وہ عمرؓ جو بدو عورتوں کی خدمات زچگی کی خاطر شاہنشاہ وقت کی ملکہ (اپنی بیوی) کو لوا لے جاتا تھا۔ وہ عمرؓ جو قحط سالی میں خود کھانا نہیں کھاتا تھا تاکہ وہ روٹی کسی بھوکے کے پیٹ میں جائے*۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور عمرؓ پر کیا موقوف ہے آپ کے ہمراہیوں میں سے ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر تھا۔ غرضیکہ حضرت محمد (صلعم) نے حیرت زدہ دنیا کو وہ پیغام دیا، جو بالکل نرالا تھا۔ آپ نے دنیا کو دین سے ملا دیا۔ اور نعمائے دنیا کے اندر بندوں کو خدا سے اتنا قریب کر دیا کہ کوئی ترک دنیا کی تعلیم دینے والا ضابطۂ اخلاق نہیں کر سکا تھا۔ گو خود آپ نے اور آپ کے شاگردوں نے اپنے عمل سے وہ چیز ممکن کر دکھائی جسے دنیا ناممکن سمجھتی تھی۔ مغرب کے مادہ پرست اور مشرق کے ویدانتی آج تک اس حقیقت کو نہیں سمجھے۔ طرفہ تر یہ کہ آج حضرت محمد (صلعم) کے پیرو بھی اس حقیقت سے ناآشنا ہوتے جاتے ہیں۔

نوٹ* مارگولیتھ اپنی کتاب میں ایک مقام پر لکھتا ہے کہ عمرؓ نے قبول اسلام سے پہلے زمانہ میں ایک مرتبہ محصول چنگی سے بچنے کے لئے بہت سی اشرفیاں اپنے اونٹ کو کھلا دیں۔ اور گھر آ کر اونٹ ذبح کر کے نکال لیں اگر اس فسانہ کو صحیح مان لیا جائے تو کیا یہ محمد صلعم کی قوت قدسی کا مزید ثبوت نہیں؟

بحث دجال و یاجوج ماجوج

یا

احادیث نبوی میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر

نمبر ۲

(از حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ)

دجال اور یاجوج ماجوج ایک ہیں

اس کے بعد ہی آیت ۱۰۲ میں پھر دجال کا ذکر شروع ہوجاتا ہے۔ افحسب الذین کفروا ان یتخذوا عبادی من دونی اولیاء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف نے دجال اور یاجوج ماجوج کو ایک ہی قوم تصور کیا ہے صرف ان کے دو کاموں کے لحاظ سے دو الگ الگ نام ہیں۔ یاجوج ماجوج کے متعلق مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ وہ آدم کی نسل سے ہیں جیسا کہ صحیحین سے ثابت ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ بعض کے نزدیک وہ یافث بن نوح کی اولاد سے دو قبیلے ہیں اور ترک بھی انہی میں سے ہیں جو دیوار سے ادھر چھوڑا جانے کی وجہ سے ترک کہلائے (ترک چھوڑا گیا) اور قرآن کریم کا اپنا بیان بھی صاف ہے کہ وہ انسان ہی ہیں جن کے حملوں کو روکنے کے لئے دیوار بنائی گئی۔ دوسری جگہ یاجوج ماجوج کا ذکر قرآن کریم میں انبیاء ۹۶ میں ہے حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون۔ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور ہر ایک بلندی سے نکل پڑیں گے ہر بلندی سے نکل پڑنے کا مفہوم صریحاً یہی ہے کہ ان کا غلبہ اور تسلط سب جگہ ہو جائے گا۔ یوں قرآن کریم میں دونوں جگہ یاجوج ماجوج کا ذکر بتاتا ہے کہ ایک وقت ان اقوام کا غلبہ روئے زمین پر ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اقوام پہلے سے موجود ہیں لیکن ایک وقت تک ان کی حرکت رکی ہوئی ہے اور پھر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ ساری دنیا پر غالب آجائیں گے۔

قرآن کریم نے دجال کا نام کیوں نہیں لیا

جب یہ امر ثابت ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج ایک ہی ہیں یعنی ایک ہی قوم کے دو نام ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن شریف نے یاجوج ماجوج کا ذکر تو نام لیکر کیا لیکن دجال کا ذکر نام لیکر نہیں کیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ دجال کے لغوی معنے کذاب یا فریبی کے ہیں۔ اور کوئی شخص یا قوم خواہ کتنا ہی جھوٹ بولے اور لوگوں کو فریب دے وہ پسند نہیں کرتا کہ اسے اس نام سے یاد کیا جائے۔ اور قرآن کریم نے بُرے سے بُرے لوگوں کے ذکر میں بھی الفاظ نہایت نرم اختیار کئے ہیں تاکہ سامع کے کانوں پر وہ الفاظ گراں نہ گذریں یاجوج ماجوج چونکہ قوموں کے نام ہیں اس لئے انہیں کوئی برا نہیں منا سکتا۔ حتی کہ انگریز قوم نے تو یاجوج ماجوج کے مجسمے اپنے سب سے بڑے کونسل ہال کے سامنے نصب کر رکھے ہیں۔ اس لئے وہ لفظ قرآن شریف نے اختیار کر لیا ہے۔ احادیث نے لفظ دجال کو اختیار کیا اس لئے کہ یہ نام اور دجال کے ظہور کی پیشگوئیاں پہلی کتابوں میں موجود تھیں اس لئے ضروری تھا کہ بتا دیا جائے کہ وہ پیشگوئیاں کس رنگ میں پوری ہونے والی ہیں۔ علاوہ ازیں دجال نام صرف ایک پہلو کا ذکر کرتا ہے یعنی ان اقوام کے جھوٹ اور مکر و فریب کو خواہ وہ دینی معاملات میں ہو جیسا ایک انسان کو خدا بنانے میں یا دنیوی معاملات میں کہ وہ دوسرے انسانوں کے حقوق کو جو کچھ دل میں ہے اس کے خلاف ظاہر کر کے دباتے ہیں ورنہ ان میں خوبیاں بھی ہیں۔ دنیوی رنگ میں ان کی جتنی ترقی ہے آخر وہ بھی ایک خوبی ہے۔ اسی لئے دجال کی دنیوی آنکھ کو احادیث میں کوکب دری چمکتا ہوا ستارہ کہا ہے اور قرآن شریف میں بھی ان کی صنعتوں کا ذکر ہے۔ . . . . قرآن شریف نے بجائے دجال کے عیسائی اقوام کے لئے الفاظ اصحاب الکھف والرقیم اختیار کئے ہیں جس میں تاریخ عیسائیت کے دونوں پہلو آجاتے ہیں یعنی ابتدائی حالت اس کی اصحاب الکھف کی ہے یا غار میں رہنے والے۔ کیونکہ ابتدائی حالت عیسائیت کی رہبانیت کی تھی کہ دنیا کے کاروبار کو بالکل ترک کر کے عبادت میں مصروف رہتے تھے یعنی دین کی خاطر دنیا کو چھوڑ رکھا تھا اور آخری حالت ان کی اصحاب الرقیم کی ہے۔ رقیم کے معنے ہیں لکھی ہوئی چیز اور بالخصوص تجارتی اشیاء کپڑوں وغیرہ پر قیمتوں کے لکھنے کو رقم کہا جاتا ہے تو یہ ان کے دنیا میں انہماک کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ خود ضل سعیھم فی الحیٰوۃ الدنیا سے بھی ظاہر ہے۔ پس عیسائی اقوام کی ابتدائی حالت اگر یہ تھی کہ دین کی خاطر دنیا کو بالکل ترک کر دیا تھا تو ان کی آخری حالت یہ ہے کہ دنیا کی خاطر دین کو بالکل ترک کر دیا ہے اور یہ اقوام بالکل مادہ پرستی اور دولت پرستی پر گر گئی ہیں اور چونکہ وہ دنیوی معاملات میں سب قوموں پر سبقت لے گئی ہیں اس لئے دوسری اقوام بھی دنیا کے عاجل نفع کو دیکھ کر ان کے پیچھے لگ گئی ہیں۔ اور یوں نہ صرف اپنے عقائد مذہبی کی رو سے بلکہ اپنی مادہ پرستی سے وہ دوسروں کو گمراہ کر رہی ہیں اور اسی لحاظ سے حدیث نے ان کا نام دجال رکھا ہے۔

یاجوج ماجوج از روئے بائبل

بائبل میں یاجوج ماجوج کا ذکر کھلے الفاظ میں ہے اور ان کی تعیین میں کوئی بھی شبہ نہیں رہ جاتا۔ حزقیل ۳۸: ۱ میں ہے "خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اے آدم زاد تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج روش اور مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں اور میں پھر تجھے پھرا دوں گا اور تیرے جبڑوں میں بنسیاں ماروں گا۔"

یہاں جوج کا ذکر تو صریح الفاظ میں ہے اور جوج وہی ہے جسے قرآن کریم میں یاجوج کہا گیا ہے کہ وہ روش اور توبال اور مسک کا سردار ہے اور ماجوج کے متعلق صرف اس قدر ذکر ہے کہ یاجوج ہی ماجوج کی سرزمین کا رہنے والا ہی ہے۔ بائبل میں جو تین نام مذکور ہیں یعنی روس اور ماسک اور توبال یہ تینوں کوہ قاف کے شمال میں موجود ہیں۔ روس ملک کا نام ہے ماسک اور توبال دو دریا ہیں جن میں سے اول پر ماسکو کا شہر آباد ہے اور دوسرے پر توبالسک کا اور یہ دونوں روس کے مشہور ترین شہر ہیں تو اتنی صراحت کے ہوتے ہوئے یاجوج ماجوج کے متعلق ادنیٰ شبہ کی بھی گنجائش نہیں۔ ان میں سے ایک یعنی یاجوج روس ہے اور روس سلافی قوموں کا مسکن ہے اور دوسرے یعنی ماجوج کا پتہ یوں بتا دیا کہ جوج اور ماجوج دونوں ایک ہی سرزمین کے رہنے والے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ ایک طرف یاجوج کو روس کا سردار یا مالک کہا ہو اور دوسری طرف اسے ماجوج کی سرزمین کا رہنے والا قرار دیا ہے تو وہ سرزمین جس میں روس واقع ہے وہ یورپ ہے۔ اور یورپ کی ساری آبادی دو بڑے حصوں پر تقسیم ہوتی ہے۔ یعنی ایک سلافی اقوام اور دوسری ٹیوٹن اقوام مؤخر الذکر انگریز اور جرمن آتے ہیں پس جہاں یہ صراحت سے ثابت ہے کہ یاجوج یورپ کی مشرقی اقوام کا نام ہے وہیں یہ بھی صراحت سے ثابت ہے . . . . کہ ماجوج یورپ کی مغربی اقوام کا نام ہے یعنی وہ اقوام جو ٹیوٹن کے نام سے مشہور ہیں اور یہ بھی ظاہر امر ہے کہ ابتدائی مسکن ان سب اقوام کا ایک ہی تھا۔ ممکن ہے کہ یاجوج ماجوج ان دو اقوام کے جدامجد کے نام یا خطاب ہوں اور اس پر شہادت یہ بھی ہے کہ یاجوج ماجوج کے مجسمے پرانے زمانے سے لنڈن گلڈ ہال کے سامنے نصب ہوئے چلے آتے ہیں۔ اگر ان ناموں کا تعلق اس قوم کے بزرگوں سے کچھ نہ ہو تو ان کے مجسمے لنڈن میں گلڈ ھال کے سامنے کیوں نصب ہوتے۔ بلکہ ایک طرف بائبل کے بیان سے اور دوسری طرف مجسموں کی اس تاریخی شہادت سے یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ یاجوج ماجوج کوئی فرضی نام نہیں بلکہ اقوام یورپ کے ہی دو ٹکڑوں کے دو نام ہیں اور ان دونوں ناموں میں سارا یورپ آجاتا ہے اس شہادت کے بعد قرآن کریم کے اس بیان کے کہ آخری زمانہ میں یاجوج ماجوج ہر ایک بلندی سے نکل پڑیں گے۔ ایک ہی معنے ہو سکتے ہیں یعنی یہ کہ یورپ کا تسلط دنیا پر ہو جائے گا۔ بلکہ کل حدب کا لفظ استعمال کر کے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ تسلط صرف ملکوں اور جسموں پر ہی نہ ہوگا بلکہ خیالات اور علوم پر بھی ہوگا۔ کیونکہ حدب کے معنے کے اندر یہ امور بھی آجاتے ہیں اور یورپ کا دنیا کے ممالک اور دنیا کے عام خیالات پر تسلط الفاظ قرآنی کی صداقت کا کھلا گواہ ہے تو جو امر اس وقت اسلام کی کمزوری اور مغلوبیت ظاہری کا سامان ہوگیا ہے۔ خود وہی اسلام کی صداقت کی بھی بین دلیل ہے۔

احادیث میں ذکر دجال

احادیث میں ذکر دجال کے متعلق چند باتیں بطور تمہید سمجھ لینی ضروری ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نبی کریم صلعم سے جو کچھ پیشگوئیاں اس بارے میں مروی ہیں ان کی بنیاد عموماً آپ کے کشوف یا رویا پر ہے اور وہ متفرق نظارے ہیں جو دجال کے متعلق آپ کو متفرق موقعوں پر دکھائے گئے ہیں۔ نواس بن سمعان کی مشہور حدیث دجال میں جس کی روایت ترمذی نے کی ہے یہ لفظ بھی آتے ہیں کانی اشبھہ بعبد العزی گویا کہ میں اسے عبد العزی سے مشابہت دیتا ہوں یہ کانی کا لفظ بتاتا ہے کہ آپ عالم رویا یا کشف کا معاملہ بیان فرما رہے ہیں اور ضروری ہے کہ پیشگوئیوں کی بنا کشوف یا رویا پر ہو۔ اور بعض وقت کسی صحابی کے رویا کو ہی آپ نے لے لیا ہے۔ لیکن روایت میں عموماً کشف یا رویا کا ذکر رہ بھی جاتا ہے۔ اب کشف یا رویا کے معاملات عموماً تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ مثلاً خود قرآن شریف میں کئی ایک رویا کا ذکر ہے جن کے الفاظ کچھ ہیں اور ان کے نیچے مفہوم کچھ اور ہے۔ مثلاً حضرت یوسف سورج اور چاند کو سجدہ کرتے دیکھتے ہیں تعبیر اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو برگزیدہ بنائے گا۔ ایک بادشاہ دبلی گائیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ موٹی تازی گائیوں کو کھا گئی ہیں تعبیر یہ ہے کہ قحط کے سالوں میں فراوانی کے سالوں کا اندوختہ کھا لیا جائے گا۔ اسی طرح احادیث میں نبی کریم صلعم کے خوابوں کا ذکر ہے جن کی تعبیر کچھ اور ہے۔ مثلاً دو کنگنوں سے مراد دو کذاب تھے۔ ہاتھ کی لمبائی سے مراد سخاوت تھی۔ علاوہ ازیں پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارہ کا ہونا ایک مسلم امر ہے۔ اس لئے سب سے پہلی بات جس کا یاد رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ ان تمام پیشگوئیوں میں جو دجال کے متعلق ہیں استعارہ او مجاز بہت ہے دوسری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ چونکہ یہ پیشگوئیاں احکام شرعی سے کچھ تعلق نہ رکھتی تھیں اس لئے راویوں نے اول تو ان کی حفاظت میں اس قدر تعاہد سے کام نہیں لیا جس قدر احکام شریعت کی احادیث ہیں۔ اور دوسرے چونکہ پیشگوئی کے پورا ہونے سے قبل اس کی اصلیت کا کوئی علم نہیں ہوتا۔ بسا اوقات غلط فہمی ہو جاتی ہے اور پھر اس غلط فہمی کے ماتحت اصل الفاظ میں بھی تصرف ہو جاتا ہے۔ اس لئے پیشگوئیوں کی احادیث کے ایک ایک لفظ کے پورا ہونے کی توقع رکھنا غلط ہے۔ متفق علیہ روایت میں ہے کہ جابر بن عبداللہ نے قسم کھا کر کہا کہ ابن صیاد دجال ہے اور جب کسی نے سوال کیا کہ آپ کس طرح قسم کھاتے ہیں تو فرمایا کہ میں نے حضرت عمر کو نبی صلعم کے سامنے اسی بات کی قسم کھاتے دیکھا اور نبی صلعم نے انکار نہیں کیا[1] اور نافع کی روایت میں ہے کہ ابن عمر بھی قسم کھا کر کہتے تھے کہ مجھے کچھ بھی شک نہیں کہ ابن صیاد دجال ہے[2] حالانکہ دجال کے جو نشان احادیث میں مذکور ہیں وہ اس میں نہ پائے جاتے تھے اس کے ماتھے پر ک ف ر نہ لکھا تھا اس کے ساتھ دوزخ اور بہشت نہ تھے۔ وہ نہ بارشیں برساتا تھا نہ مردوں کو زندہ کرتا تھا نہ اس کے پاس سفید گدھا تھا جس کے کانوں میں ستر باع کا فاصلہ ہو۔ باایں یہ بزرگ اسے دجال کہتے تھے بلکہ خود نبی کریم صلعم نے بھی اس معاملہ میں خاموشی اختیار فرمائی

[1] رایت جابر بن عبداللہ یحلف باللہ ان ابن الصیاد الدجال قلت تحلف باللہ قال سمعت عمر یحلف علی ذلک عند النبی صلعم فلم ینکرہ النبی صلعم متفق علیہ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۹)

[2] کان ابن عمر یقول واللہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد (رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۹)

حالانکہ آپ نے خود وہ سب نشانات دجال کے بیان کئے تھے اور حضرت عمر کو یہ تو فرمایا جب انہوں نے ابن صیاد کو قتل کرنا چاہا کہ اگر یہ وہ ہے تو تم اس کے صاحب نہیں۔ مگر یوں جزم سے نہ فرمایا کہ یہ وہ نہیں ہے۔[3] جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام پیشگوئیوں کے لفظاً لفظاً پورا ہونے کی توقع نہ آپ رکھتے تھے نہ صحابہ رضی اللہ عنہم۔ آج اگر کوئی شخص اس بات پر اصرار کرے کہ دجال کے متعلق پیشگوئیوں کا ایک ایک لفظ پورا ہونا چاہیئے۔ تو وہ رسول اللہ صلعم اور صحابہ کے طریق کے خلاف چلنے والا ہوگا۔ پس یہ دو باتیں اس بحث میں یاد رکھنی ضروری ہیں اول یہ کہ ان پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارہ بہت ہے دوسرے یہ کہ ان میں راویوں سے تصرف اور غلط فہمی بھی ہوگیا ہے۔ لیکن احادیث کی مجموعی شہادت ہر طرح قابل وثوق ہے۔

بروئے قرآن غلبہ صلیب اور فتنہ دجال ایک ہی ہیں

میں ابھی اوپر بیان کر چکا ہوں کہ قرآن کریم میں دجال کا نام نہیں لیکن صحیح حدیث نے سورہ کہف کو فتنہ دجال کا علاج بتایا ہے اور سورہ کہف بالخصوص عیسائیت اور اس کے فتنہ پر ہے اور اس کی پہلی دس آیتوں اور پچھلی دس آیتوں میں عیسائیت کے عقیدہ اور عیسائی اقوام کے کاموں کا ذکر ہے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے غلبہ عیسائیت کو ہی فتنہ دجال قرار دیا ہے۔ بالفاظ دیگر جس چیز کو حدیث میں فتنہ دجال کے نام سے بیان کیا گیا ہے اس سے مراد فتنہ مسیحیت ہی ہے۔ احادیث نے فتنہ دجال کو تمام فتنوں سے بڑھ کر فتنہ قرار دیا ہے اور بار بار اس کے متعلق فرمایا ہے کہ ہر ایک نبی اپنی قوم کو فتنہ دجال سے ڈراتا رہا ہے اور پھر صاف الفاظ میں فرمایا ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال۔ آدم کی پیدائش سے لیکر قیامت تک دجال سے بڑھ کر کوئی امر نہیں۔ اس امر پر احادیث کا اتفاق ہے اور اس کو طرح طرح کے پیرایوں میں بار بار بیان کیا ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس بات کو نبی کریم صلعم اس قدر شدومد سے بیان فرماتے اور اس کو بدترین فتنہ قرار دیتے ہیں کیا قرآن کریم میں اس کا ذکر تک نہیں؟ یہ ہو نہیں سکتا۔ یاجوج ماجوج کے فتنہ کو احادیث نے بیان کیا تو قرآن کریم نے بھی اس کا ذکر کیا اور یہی دو بڑے فتنے مسلمانوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں یعنی ایک فتنہ دجال اور ایک فتنہ یاجوج ماجوج تو یہ ہو نہیں سکتا کہ فتنہ دجال کا ذکر تک قرآن شریف میں نہ ہو۔ دوسری طرف اگر قرآن کریم کو بغور مطالعہ کیا جائے تو یہاں بھی ایک سخت ترین فتنہ کا ذکر ہے مگر اس کا نام فتنہ دجال نہیں بلکہ فتنہ عیسائیت رکھا ہے۔ قرآن کریم نے ہر قسم کے شرک کی تردید کی ذلیل سے ذلیل قسم کے شرک کا بھی ذکر کیا ہے مگر کسی شرک کا ذکر ایسے شدید الفاظ میں نہیں کیا جیسے شرک عیسائیت کا تکاد السموٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا (مریم ۹۰-۹۱) قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر جائیں کہ یہ رحمٰن کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور مقامات پر بھی قرآن کریم میں اشارات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کا غلبہ ایک وقت تک اسلام کی ترقی میں روک رہیگا لیکن بالآخر یہ فتنہ مٹ کر

[3] قال عمر یا رسول اللہ اتاذن لی فیہ ان اضرب عنقہ فقال رسول اللہ صلعم ان یکن ھو فلا تسلط علیہ وان لم یکن ھو فلا خیر لک فی قتلہ۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۹)

اسلام غالب آئے گا۔ پس فتنہ دجال غلبہ عیسائیت کا ہی دوسرا نام ہے۔

بروئے احادیث فتنہ دجال غلبہ مسیحیت کا ہی نام ہے

احادیث پر غور کیا جائے تو ان سے بھی یہی حقیقت مذکورہ بالا واضح ہوتی ہے۔ سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ جس قدر احادیث نزول حضرت عیسیٰ ہیں ان میں حضرت عیسیٰ کا کام صرف یہ بیان گیا ہے یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر وہ صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ یہاں قتل دجال کا نام تک نہیں حالانکہ جب فتنہ دجال بروئے حدیث اشد ترین فتنہ ہے جو دنیا میں کبھی واقع ہوا اور یہ فتنہ آنیوالے مسیح کے ہاتھ سے دور ہونا مقدر تھا تو آنے والے مسیح کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا کام تو احادیث میں قتل دجال ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کی بجائے وہ کام کسر صلیب قرار دیا ہے۔ جس سے صاف نظر آتا ہے کہ کسر صلیب اور قتل دجال درحقیقت ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے دو لفظ ہیں۔ مقام غور ہے کہ جہاں فتنوں کا ذکر آتا ہے وہاں سارا زور دجال پر ہے۔ اور اسی کا بار بار ذکر طرح طرح کے پیرایوں میں پایا جاتا ہے اور جہاں ان فتنوں کے علاج کا ذکر آتا ہے وہاں دجال کا نام چھوڑ کر کسر صلیب کا لفظ اختیار کیا ہے۔ آنیوالے مسیح کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا کام کسر صلیب قرار دینا اور فتنوں میں غلبہ صلیب کا نام تک نہ لینا دوسری طرف احادیث فتن میں دجال کے فتنے کو شدید ترین فتنہ قرار دینا اور آنیوالے مسیح کے کارناموں میں قتل دجال کا نام تک نہ لینا اس بات پر کھلی اور قطعی شہادت ہے کہ فتنہ دجال اور غلبہ صلیب ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اور کسر صلیب اور قتل دجال ایک ہی امر کو ظاہر کرنے کے دو مختلف پیرائے ہیں۔

حضور نبی کریمؐ کا زمانہ شباب

آنحضرتؐ کی بے مثال زندگی کا روشن ترین پہلو

(از محمد انعام الحق)

جوانی دیوانی مشہور ہے ۔ بادۂ شباب کی سرمستیاں بہت سی اخلاقی پابندیوں کو توڑ کر رکھدیتی ہیں ۔ عوام کو جانے دیجئے مشاہیر میں سے کتنے ہیں جنھوں نے اپنے زمانۂ شباب میں ضابطۂ اخلاق کی پوری پابندی کی ہے ؟ جب جوانی کا نشہ اتر جاتا ہے جب قویٰ میں ضعف محسوس ہونے لگتا ہے جب بالوں کی سیاہی میں سفیدی کی جھلک نظر آنے لگتی ہے تو بہت سے لوگ مسجد و خانقاہ کے لئے وقف ہو جاتے ہیں ۔ زہد و عبادت ان کی زندگی کی خصوصیت نظر آنے لگتی ہے ۔ بے شک یہ بزرگ قابل احترام ہیں مگر اعلےٰ ترین کیرکٹر انہی لوگوں کا حصہ ہے جنھوں نے ایک بے داغ جوانی بسر کی ہے ۔ اور اپنے زمانۂ شباب میں ضابطۂ اخلاق کی پوری پابندی کی ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کو منوانے کے لئے دلائل کی ضرورت ہے ۔

جب ایک انصاف پسند شخص حضرت نبی کریمؐ کی سیرت مبارک کے اس حصہ کا مطالعہ کرتا ہے جو آپ کے عہد شباب کے متعلق ہے ۔ تو اس کا دل اس انسان کاملؐ کی اخلاقی عظمت کے سامنے جھک جاتا ہے ۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس لحاظ سے دنیا کی کوئی بلند سے بلند شخصیت بھی حضورؐ کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی ہے ۔ ذرا آج سے قریبًا چودہ سو سال پیشتر کے عرب کا تصور کرو ۔ جاہلیت کا زمانہ ہے بدکاری و عیاشی کا دور دورہ ہے ۔ فحش کاری فیشن میں داخل ہو چکی ہے ۔ اغوا کی وارداتوں کی کثرت ہے ۔ شراب ان لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے ۔ فحبہ خانوں اور میکدوں کا کوئی شمار نہیں ۔ شرفاء عرب اپنی فحش کاری اور اغوا کے "کارناموں" کو فخریہ بیان کرتے ہیں ۔ گندے اور جذبات انگیز گیت ہر ایک مرد عورت ۔ بوڑھے بچے ۔ جوان کے ورد زبان ہیں ۔ غرضیکہ اخلاقی تباہی کی انتہا ہو چکی ہے ۔ اس فضا میں اپنی جوانی کو ہر ایک داغ سے پاک رکھنا کیا کوئی معمولی بات ہے ؟ حضرت نبی کریمؐ کی زندگی کے دوسرے ادوار کی طرح حضورؐ کے عہد شباب کا ایک ایک دن دنیا کے سامنے ہے لیکن کوئی مخالف سے مخالف شخص بھی آپؐ کے دامن اخلاق پر ایک دھبہ نہیں دکھلا سکتا ایسی خلافی فضا میں بادۂ شباب کے متوالے نوجوانوں کے جو مشاغل ہو سکتے ہیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ لیکن ہم کو ان ایام میں حضرت نبی کریمؐ کی شان بالکل ہی علیحدہ نظر آتی ہے ۔ شراب گھر گھر پانی کی طرح پی جاتی ہے ۔ بوڑھی عورتیں اور خورد سال بچے جام و صراحی کے شغل میں مصروف دکھائی دیتے ہیں ۔ لیکن یہ نبی برحق اس ام الخبائث کے ایک قطرے کو بھی چھوتا تک نہیں ہے ۔ زمانہ جاہلیت میں عرب میں کثرت سے ایسے میلے ہوتے تھے جن کو عیاشی کے بازاروں کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے ۔ دوسرے لوگوں کی طرح نوجوانان قریش بھی ان میں پوری تیاری و شوق سے شامل ہوتے ۔ لیکن حضرت نبی کریمؐ اس قسم کے اجتماعات سے ہمیشہ ہی مجتنب رہے ۔ ان دنوں تاک جھانک اور نوجوان لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ بالکل معمولی بات تھی ۔ لیکن آپؐ کبھی باہر نکلے تو نگاہیں نیچی ہی رہیں حضورؐ اپنے عہد شباب میں اس زمانہ کی مروجہ بداخلاقیوں سے صرف کلی طور پر مجتنب ہی نہیں رہے ۔ بلکہ اپنے ہموطنوں کی اس اخلاقی پستی پر کڑھتے اور اصلاح کی تدبیریں سوچتے رہتے ۔ آپ ذرا گہری نظر سے غور کیجئے ۔ کیا بداخلاقی کی ایسی مسموم فضا میں ایسے پاکیزہ شباب کا مالک ہونا معمولی بات ہے ۔ جوانی سچ مچ دیوانی ہوتی ہے ۔ یہ ایک تباہ کن سیلاب کی طرح آتی ہے اور اس کی رو میں خدا جانے کتنے اخلاقی بند ٹوٹ جاتے ہیں ۔ جن لوگوں کی آنکھیں حقائق کی طرف سے بند نہیں رہ جاتیں ہیں کہ اس تباہ کن سیلاب کے اثرات خانقاہوں کی خلوتوں ، راہب خانوں کی تنہائیوں اور گپھاؤں کی تاریکیوں میں بھی پہنچ جاتے ہیں ۔ کسی پر حملہ ، کسی کی تحقیر و تشہیر مقصود نہیں ہے ۔ لیکن کیا دنیا خانقاہوں کی زہد پرور فضاؤں میں شباب و عشق کی سرمستیاں دیکھکر سینکڑوں بار محو حیرت نہیں ہو چکی ہے ؟ کیا جوانی کا یہ بے پناہ سیلاب بے شمار مرتبہ راہب خانوں کی دیواروں کو توڑ کر ان کے اندر داخل نہیں ہو چکا ؟ کیا سادھوؤں کی گپھائیں آتش شباب کی کارفرمائیوں سے یکسر ناواقف ہیں ؟ جب یہ سب کچھ تخیل نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے تو پھر زمانہ جاہلیت کی فضا میں جبکہ بدکاری کا اذن عام تھا حضرت نبی کریمؐ کی بے داغ اور پاکیزہ جوانی ایک زبردست معجزہ سے کم ہے ؟

جوانی کے بہت سے دن اس پاکیزگی سے بسر کرنے کے بعد شادی ہوتی ہے ۔ کس سے ؟ ایک چالیس سالہ بیوہ سے ۔ شادی کے بعد بھی وہی پاکیزگی وہی بلند اخلاق موجود ہے ۔ بلکہ روز بروز ترقی کرتی ہے ۔ کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا ۔ کہ دعوئ نبوت کے بعد کفار مکہ انتہائی دشمن ہو جاتے ہیں ۔ طرح طرح کی تکالیف دیتے ہیں ۔ مجنون و ساحر کہتے ہیں ۔ لیکن کسی اشد ترین مخالف کو بھی آپ کے کیرکٹر پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی ۔ وہ لوگ جو آپ پر پتھر برساتے ہیں ۔ آپؐ کی گزرگاہ میں کانٹے بکھیر دیتے ہیں ۔ حالت عبادت میں آپؐ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی تک رکھ دیتے ہیں ۔ آپؐ کے چال چلن پر کوئی حملہ نہیں کرتے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپؐ کی اخلاقی پاکیزگی کا اقرار کرتے ہیں اس میں کوئی راز نہیں بلکہ حضورؐ کے اعلےٰ کیرکٹر نے ان کے لبوں پر مہر لگا دی تھی ۔ ان باتوں سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کا عہد شباب انتہائی پاکیزہ ہے ۔ اور اس سلسلہ میں بھی دنیا کی کوئی زبردست سے زبردست شخصیت بے داغ جوانی اسے پیش کرنے کا ... زبردست چیلنج اور ایک بے پناہ اخلاقی قوت ہے جسکے آگے مخالفین کو بے بس ہو کر جھکنا پڑتا ہے ۔

اس کے بعد میں اپنے نوجوان بھائیوں کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں ہم بھی آخر اسی رسولؐ کی امت اور اسی نبیؐ برحق کے نام لیوا ہیں آؤ فرصت و سکون کے چند لمحوں میں ہم تنہا گوشوں میں بیٹھ کر ذرا اپنی حالت پر غور کریں ۔ کہ ہم میں یہ صفت کہاں تک موجود ہے ہماری ملت مخالفین کے پے در پے حملوں سے نیم مردہ ہو رہی ہر طرح طرح کی مشکلات نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے ۔ ہمارا دین اعدا کے نرغہ میں ہے ۔ ہمارے رسولؐ کی عزت پر حملے کئے جا رہے ہیں ۔ آج ضرورت ہے کہ ہم نوجوان دین و ملت کے تحفظ اور خدمت کے لئے کھڑے ہو جائیں ۔ لیکن ہمیں اس کام کے لئے سب سے پہلے اعلیٰ کیرکٹر کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ صرف اسی حربہ سے ہم اپنے مخالفین پر کامیاب ہو سکتے ہیں ۔ اس وقت اسلام اپنے ہر ایک نوجوان فرزند کو پکار رہا ہے ۔ ضرورت ہے کہ ہم اعلےٰ کیرکٹر اور بے داغ جوانی کا ہتھیار ہاتھ میں لے کر سعادتمند اولاد کی طرح اس آواز پر لبیک کہیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات میں
ویدک رشی کی ایک دعا کا پورا ہونا

(از جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت)

ہندوستان جسے دنیا جنت نشان اور گلزار بہار کے نام سے یاد کرتی رہی پھر گلزار خوش بہار بھی ایسا جس کی نکہت دلربا نے ابتدار ایام سے ہی دنیا کے ہر خطہ کے عنادل اور بھونروں کو پیغام عشق دیا ہے۔ سات دریاؤں سے سیراب ہونے والی سرزمین اور اس کی سرسبز و شاداب وادیاں اگر کسی وقت آریوں کو اس ملک میں چڑھا لائی تھیں تو دوسرے وقت تورانیوں اور یونانیوں کی کشش کا باعث بھی ہوئی تھیں مسلمان اور انگریز اس ملک میں اپنی اپنی باری آئے اور انہوں نے اس کامنی اور من موہنی بھارت دیوی کو اپنی حکومت اور سلطنت کا ایک گوہر نایاب سمجھا۔ ہندوستان کی اس محکومی اور مسخر جفا رہنے کا واحد سبب ہندو لیڈر بالاتفاق آریوں میں ذات پات کی تفریق قرار دیتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر میں ہر قوم کا خدا یا دیوتا الگ ہر فرقہ کی عبادت جدا۔ راہ نجات میں تفاوت اور کتابیں متفرق تھیں۔ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں فرائض اور مذہبی رسوم بالکل علیحدہ علیحدہ اور مختلف تھیں۔ برہمنوں کی اعلےٰ ذاتوں میں نہ صرف کھانا پینا تک جدا جدا ہے۔ بلکہ قنوجی برہمن سفر میں ایک دوسرے کے چولہے پر آگ کے جھوٹا اور ناپاک ہو جانے کی وجہ سے روٹی بھی نہیں پکا سکتے۔ ان کی یہ عادت ضرب المثل ہے کہ اگر ۹ قنوجی برہمن سفر پر نکلیں۔ تو وہ کھانا پکاتے وقت دس چولہے بناتے ہیں۔ ایک فالتو چولھا اس غرض سے بنایا جاتا ہے کہ اگر اتفاق سے کسی مہاتما کے چولہے کی آگ بجھ گئی۔ تو وہ اسی فالتو چولہے میں سے آگ لیکر اپنے چولہے کو گرم کریگا۔ کسی دوسرے کے چولہے کی جھوٹی اور ناپاک آگ کو لیکر وہ اپنے کھانے کو بھرشٹ اور پلید نہ کریگا کانیہ کبج برہمن اپنی رفیق حیات بیوی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا بھی روا نہیں سمجھتے۔ بلکہ خود اپنے ہاتھ سے ہی پکا کر کھاتے ہیں۔ غرضیکہ ہندوؤں میں جوں جوں ذاتوں کا معیار اعلیٰ اور بلند ہوتا جاتا ہے اسی نسبت سے تفرقہ اور تشتت بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ قومی شیرازہ کی اسی پراگندگی اور انتشار نے اس ملک کی آریہ قوم کو ہزارہا سال تک باہم برسر پیکار رکھا۔ براہمن چھتریوں کے اور چھتری براہمنوں کے خون کے پیاسے رہے اور سینکڑوں مرتبہ ایک قوم نے دوسری قوم کو دنیا سے نام و نشان تک مٹا دینے کی کوشش کی۔ پرشورام اور راجہ رامچندر جی دونوں اگرچہ خدا کے اوتار تھے۔ لیکن پرشورام کے وجود میں خدا برہمن ہو کر اترا تھا اور رامچندر کے جسم میں کشتری کا چولا اختیار کر چکا تھا۔ ان دونوں خداؤں نے آپس میں نہایت خوفناک جنگیں لڑیں جس کا مطلب یہ ہے کہ برہمن اور چھتری کا باہم مل بیٹھنا قطعاً ناممکن ہے۔ دونوں میں اگر خدا بھی یکساں طور پر حلول کر آئے۔ تو بھی یہ آپس میں لڑنے کے سوا نہیں رہ سکتے مہابھارت کا جنگ عظیم بھی جس نے کورکشیتر کے میدان کو ہندو قوم کے خون کی ندیوں سے لالہ زار کر دیا۔ وہ بھی بہت حد تک برہمن اور چھتریوں کے رقیبانہ جذبات کا ایک خوفناک مظاہرہ تھا۔ برہمنوں اور چھتریوں کی یہ خانہ جنگی مذہب کی ایکتا کے باوجود اس قدر وحشت زا اور بربادی بخش تھی کہ ویدوں کا ایک رشی نہایت حسرت اور مایوسی کے لہجے میں پکار اٹھا اور اس نے درد بھری آواز میں یوں دعا کی

یتر برہم چہ کشترم چہ سمینچو چرتہ سہ
تں لوکم پنیم پرگیشم یتر دیواہ سہ اگنینا

"اے کاش اس مبارک ملک کو میں معلوم کرسکوں جہاں برہمن اور کشتری مل جل کر رہتے ہیں۔ جہاں دیوتا اگنی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔"

قوموں اور ذات پات کے اختلاف کے لحاظ سے دیوتاؤں کی تقسیم دیوتاؤں دیوتاؤں اور قوموں قوموں میں جنگ اور باہمی آویزشوں کا موجب تھی۔ جو ہندوستان کی تباہی کا باعث ہوئی۔ جمعیت کی اس پریشانی اور وحشت کے اس دور دورہ کو دیکھ کر ایک رشی کی آنکھیں فرط غم سے ڈبڈبا آئیں اور اس نے درد بھری التجا میں کہا کاش میں اس مبارک ملک کو دیکھوں جو برہمن اور چھتری دونوں کی خوفناک تباہی کا خونیں منظر نہ ہو۔ بلکہ دونوں کی یگانگت جمعیت اور محبت کا گلزار خوش بہار ہو۔ صمیم قلب سے یہ نکلی ہوئی دعا استجابت کو آسمان سے بلا لائی۔ ابر باراں کی ایک گھنگھور گھٹا نے عرب کی سرزمین پر وہ برسی جس نے نہ صرف ریگزار عرب کو ہی قلب ماہیت کر کے ایک رشک بہشت بنا دیا۔ بلکہ اس کے فیضان اثر سے اولاد آدم کا بکھرا ہوا کنبہ جہاں کہیں بھی پراگندہ اور منتشر تھا۔ وحدت نسل انسانی کے زریں تار میں منسلک ہو گیا۔ برہمن اور چھتری کے الگ الگ دیوتا اور ان کی پیدائشی عظمت و ذلت کے افسانے ایک جہالت کی یادگار اور تقویم پارینہ ہو کر رہ گئے۔

کان الناس امۃ واحدۃ کا شیریں نغمہ فضاء عالم میں گونجنے لگا اور یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ اے اولاد آدم تم سب ایک ہی نفس واحد سے پیدا شدہ ہو جعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ تمہاری یہ ذات پات شعوب اور قبائل تو صرف آپس کی جان پہچان کیلئے ہیں۔ خدا کے نزدیک مکرم اور معظم وہی شخص ہے جو اعمال صالحہ بجا لاتا ہے۔ انسان کی حقیقی بزرگی اور عظمت میں ذات پات کو کوئی دخل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلکم بنوا آدم وآدم من تراب۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنایا گیا ہے۔

ویدوں اور شاستروں میں برہمن اور چھتری کے فرائض، دیوتا اور حقوق متفاوت تھے۔ جو ان دونوں کی باہمی چپقلش کا باعث تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اتحاد نے اس تفریق کو مٹا کر برہمنوں کو چھتری اور چھتریوں کو برہمن یا اہل علم کو سپاہی اور سپاہیوں کو عالم عابد اور زاہد بنا دیا صحابہ کرام اگر دن کو شیدائے علم و معرفت تھے تو اس کے ساتھ ہی جانباز اور شجاع سپاہی بھی تھے۔ رات کو وہ عبادت اور تپسیا کا ایک بے نظیر نمونہ تھے۔ برہمنوں جیسا علم و گیان اور تپسیا و عبادت اور پھر اس کے ساتھ ہی سپاہیانہ شجاعت دونوں چیزیں ایک ہی جگہ موجود تھیں۔ برہمن اور کشتری دونوں کی روح کو کھینچ کر ایک ہی جسم کے اندر ڈال دیا گیا تھا۔

ہندو لیڈر جو قوم کے انتشار اور تشتت سے تنگ آ کر ذات پات توڑک منڈل بنانے پر مجبور ہوئے ہیں جس کے ساتھ اس وقت کل ہندو لیڈروں کی متفقہ ہمدردی ہے جو ویدوں کے اس رشی کی تمنا رنگین کو ہندوستان میں پورا ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے جگت گورو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات میں ایک درس معرفت ہے۔ یہ لوگ ذات پات کی تفریق کو صرف ہندوؤں میں سے دور کرنا چاہتے ہیں لیکن اس سنگھٹن اور اتحاد کی غرض مسلمانوں سے دشمنی کی بنیاد کو مضبوط کرنا ہے۔ لیکن اس رحمۃ للعالمین نے وحدت نسل انسانی اور مساوات بنی نوع انسان کی بنیاد اس کینہ اور ذلیل مقصد پر نہیں رکھی۔ بلکہ روشن اور درخشندہ الفاظ میں اس سے منع فرمایا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم صرف اللہ کے لئے انصاف کرنے والے ہو جاؤ۔ انصاف کی گواہی دو۔ کسی قوم سے تمہارا اختلاف تو کیا بلکہ اس کی دشمنی بھی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس کے ساتھ انصاف نہ کرو۔ عدل کرو اور یہ پرہیزگاری کے بہت ہی قریب ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے۔ برہمن اور چھتری کے اتحاد اور سنگھٹن کا مقصد ان کو مسلمانوں کے مٹانے کے لئے تیار کرنا ہے تو یہ اتحاد خدا کے لئے اور محض انصاف کی خاطر نہیں یہ ایک اور خطرناک غلطی ہے۔ اور ہندو قوم کی ذہنیت کو مسموم کرنا ہے۔ برہمن اور کشتری کے اتحاد سے فی الحقیقت علم اور طاقت کا سمو دینا ہے جیسا کہ اگنی اور دیوتاؤں کی باہمی رفاقت کے قرینہ سے ظاہر ہے۔ تو آیت مندرجہ بالا کے اندر علم اور طاقت کا وہ بے نظیر اتحاد موجود ہے کہ جس کی مثال کسی اور مذہب کی تعلیم میں ناممکن ہے۔ لوگوں کے اندر انصاف پر حکومت کی حقیقی غرض ہے۔ اس انصاف کو کسی دوسری قوم کے ساتھ اختلاف اور دشمنی کے باوجود قائم رکھنا یہ علم و معرفت کی انتہا ہے۔ ویدک رشی کی دعا کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام میں اس کا پورا ہو جانا ہم مندرجہ ذیل اشکال میں بالصراحت دیکھتے ہیں۔

الف۔ برہمن اور کشتری اہل علم یا عالمان دین اور [illegible] کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بنا دیا۔

ب۔ علم اور طاقت کو باہم ترکیب دے کر یا متحد بنا کر کل اقوام عالم میں انصاف کی حکومت کا اعلان کر دیا۔

ج۔ مذہب [illegible] اور حکومت دونوں کو ایک ہی وقت میں

عشق رسولؐ

مسلمانوں کی زندگی کی اساس

(از جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بی۔ ایس سی۔ ایم بی۔ ڈی پی۔ ایچ۔ لندن)

جب سے مسلمانوں پر ادبار و نکبت کی گھٹائیں چھائی شروع ہوئی ہیں۔ تب سے مختلف وقتوں میں ہمدرد قوم و ملت اصحاب نے کئی رنگ میں یہ کوشش کی ہے کہ مسلمانوں میں دوبارہ قوت و شوکت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ غدر کے بعد اس راہ میں نصیب سے پہلی کوشش سر سید مرحوم اور ان کے رفقاء نے کی۔ سر سید مرحوم بلاشبہ ایک بہت ہمدرد قوم تھے۔ اور بیشک آپ نے اپنی زندگی میں اپنی عقل کے مطابق قوم کی خدمت کی۔ چنانچہ آپ نے جو راستہ مسلمانوں کی ترقی کا سوچا وہ سائنس و علوم دنیا میں مسلمانوں کا زیادہ سے زیادہ حصہ لینا تھا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ جو شخص غور و تفکر کے ذریعہ دنیا کے حالات کا مشاہدہ کریگا وہ یہی نتیجہ نکالے گا کہ جب تک مسلمان دنیاوی اقتدار حاصل نہ کریں۔ تب تک ان میں کوئی قوت پیدا نہ ہوگی۔ اور اس زمانہ میں دنیاوی اقتدار بغیر تعلیم سائنس کے ناممکن ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایسی تعلیم کے یہ خطرہ بھی ہے کہ خود مسلمان اس کو حاصل کر کے اپنے مذہب کو خیرباد ہی نہ کہہ دیں۔ اسی لئے سر سید مرحوم نے بھی اس خطرہ کو محسوس کیا۔ تو آپ نے اسلامی مسائل کو ایسے رنگ میں پیش کیا جس سے وہ موجودہ دنیوی علوم کے مطابق ہو جائیں۔ مگر تجربہ نے ثابت کیا کہ [illegible] ... موجودہ وقت میں سر سید مرحوم کی درسگاہ سے تعلیم یافتہ لوگوں کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جہاں وہ دنیوی علوم سے محبت رکھتے ہیں [illegible] ... دینی علوم سے بھی [illegible] ... مسلمان سائنس [illegible] ... اعلیٰ اعلیٰ ڈگریاں [illegible] ... اسلام اور حضرت نبی کریمؐ کی محبت بہت حد تک کم ہو گئی ہے۔ اور انگریزی [illegible] سے اکثر اصحاب علانیہ لامذہب [illegible] نہیں کہلاتے تو اپنے دلوں میں تو ضرور مذہب اور اس کے اصولوں سے بیزار نظر آتے ہیں۔ [illegible] کہ اگر کسی وقت مسلمانوں کی ادنیٰ و اعلیٰ [illegible] حاصل بھی کر لے اور [illegible] بھی ہو جائے۔ بلکہ [illegible] عالی اس ملک میں حاکم بھی ہو جائیں۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ہی وہ مذہب اور اس کے اصولوں کو ایک پرانا تصور تصور کریں۔ حضرت نبی کریمؐ اور قرآن مجید سے ان کو کوئی رغبت و شوق نہ ہو۔ اپنی زندگی کو وہ اسلامی تہذیب و تمدن کے مطابق کرنے کی بجائے مغربی تہذیب کی عیاشی و آوارہ باشی پر بسر کرنا پسند کریں۔ اگر کوئی ایسا وقت آجائے تو ہمیں یہ کہنا پڑیگا کہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی ہو گئی یا ہمیں مجبوراً یہ کہنا پڑے گا کہ جس طرح مادہ پرستی میں اور بہت سی اقوام نے ترقی کر لی۔ اسی طرح ایک قوم جو مسلمان کہلاتی ہے اس نے بھی اس راہ میں ان کی تقلید کی۔ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال صرف ایک ہی بات سے وابستہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

(۱) اسلام کی محبت

اگر ذرا بھی غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی قومیت کا مدار ہی ان کا اپنے مذہب سے عشق پیدا کرنا ہے۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے کیوں اُنس ہے محض اس لئے کہ ان کے ایک ہی اصُول زندگی ہیں۔ ایک مسلمان کو دوسرے سے اس لئے محبت نہیں کہ ان کی کوئی ایک نسل یا قوم ہے یا اس لئے کہ ان کا کسی جاہ منصب اور مال و دولت میں کوئی اشتراک ہے۔ بلکہ ان کی محبت کی بنیاد محض ان کے مشترکہ اصول زندگی یعنی ایک مذہب کا ہونا ہے۔ اب جس قدر زیادہ مسلمانوں کو اپنے مذہب سے محبت ہوگی اتنا ہی زیادہ وہ آپس میں محبت رکھیں گے۔ اور جس قدر مسلمانوں کو اپنے مذہب سے دوری ہوگی۔ اتنا ہی ان کی قومیت کا شیرازہ کمزور ہوتا جائے گا۔ عشق رسولؐ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو مسلمانوں کی قومیت کا بنیادی پتھر ہے۔ پس اگر مسلمانوں نے اپنے رسولؐ سے عشق پیدا کر لیا تب تو ان کی قومیت کا بننا کچھ مشکل نہیں۔ اگر انہوں نے یہ محبت اپنے رسولؐ سے پیدا نہیں کی۔ تو ان کی قوم کبھی بنی نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ قوم مسلم کی بنیاد ہی نہیں پڑی۔

قوم مسلم کی بنیاد

بہت ہی قابل افسوس یہ امر ہے کہ اب تک بھی مسلم رہنماؤں کو یہ نکتہ سمجھ نہیں آیا۔ کہ اگر وہ کوئی قوم بنانا چاہتے ہیں۔ تو پہلے اس کی بنیاد تو رکھ لیں جب مسلم قوم کو اپنے مذہب اور اپنے رسولؐ سے محبت نہیں ہوگی۔ تو اس سے مذہب اسلام اور حضرت مصطفےٰؐ کی عظمت کو کیا ترقی ہوگی۔ حیرت تو یہ ہے کہ غیر بھی اس راز کو سمجھ چکے ہیں چنانچہ پادریوں نے متعدد بار اس امر کا اظہار کیا ہے۔ کہ حضرت مصطفےٰؐ کا نام مسلمانوں کے لئے ایک بڑی قوت کا موجب ہے۔ دوسری بات اس جگہ قابل غور یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو حضرت نبی کریمؐ سے عشق ہو تو وہ کس قسم کا ہو۔ یعنی اس محبت کی وجہ کیا ہو کیا اس وجہ سے محبت ہو کہ ہم مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ اور ہمارا بھی ایک رسولؐ ہے۔ جس طرح اور قوموں کے پیغمبر ہیں کیا ایک اور معاندانہ اور جہالت کی محبت ہو۔ کیا صرف ایسی اس عشق کی بنیاد ہو؟ اگر ہم عشق رسولؐ کو ان راہوں پر پیدا کرنا چاہیں گے تو یہ تو ممکن ہے کہ جاہل اور فرسودہ خیال کے انسان اس طرف آجائیں لیکن اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس طرف نہیں کھینچ سکیں گے۔ اگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس محبت کے حلقہ میں وہ لوگ بھی آجائیں۔ جنہوں نے دنیوی علوم میں اعلیٰ ترقیاں کی ہیں۔ تو پھر ہمیں کوئی دوسری راہ اختیار کرنی پڑے گی۔

حقیقی عشق

حضرت مصطفےٰؐ کی ذات سے حقیقی عشق پیدا کرنا اس بات پر منحصر ہے کہ ہمارا دل اس بات پر گواہی دے کہ آپ نے جو کچھ اپنے وقت میں کر کے دکھلایا۔ اسی میں ایک عالم کی سچی خیر خواہی مرکوز ہے۔ ہمارے قلوب اس اطمینان سے لبریز ہوں کہ واقعی جو جو اصُول زندگی حضرت مصطفےٰؐ لائے ان کے بغیر دنیا کا حقیقی امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ہمارا علم اس قدر گہرا ہو کہ ہماری عملی زندگیاں اس بات کو ثابت کریں کہ ہم اس خیر الرسل کے متبع ہیں۔ نہ صرف یہ یقین اور اطمینان ہماری ذات تک محدود ہو۔ بلکہ ہم میں یہ جوش و ولولہ پیدا ہو کہ ہم تمام دنیا کی بہتری اسی امر میں سمجھ لیں کہ وہ آپکے قدموں پر آ کر گرے۔ ہم میں یہ تڑپ اور حرکت ہو کہ ہم اسلام اور اس کے اصُولوں کو کل عالم میں بلند کریں گے۔ ہم علم الیقین کے درجہ پر پہنچ گئے ہوں۔ تاکہ دنیا کو یہ یقین دلا دیں کہ اس کی موجودہ امراض و مصائب کا خاتمہ محض اسلام کے سامنے سر خم کرنے میں ہے۔

حضرت مسیح الزمان کا مشن

لوگ پوچھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود تو آگئے۔ لیکن انہوں نے کیا کر دکھایا۔ کون سی کھوئی حکومت مسلمانوں کو دلا دی۔ مسلمانوں کی قوت و طاقت میں آپ کے آنے سے کیا اضافہ ہوگیا افسوس کہ یہ لوگ ذرا بصیرت سے کام لیتے۔ تو ان کو معلوم ہوتا کہ اس زمانہ میں سچا عشق رسولؐ کس نے ظاہر کیا۔ ملّا پنے اور جہالت کی رُو سے حُبِ رسولؐ کا دعویٰ بے معنی چیز ہے۔ بغیر یقین اور ایمان کے اسلام اور قرآن کی خدمت کرنا ایک خام خیالی اور مردگی کی دلیل ہے۔ ایسا کوئی مرد میدان دکھلانا چاہئے جس نے موجودہ وقتوں میں حق الیقین کے مرتبہ پر قائم ہو کر اسلام کی تائید میں اپنی جان قربان کی ہو جس نے عشق رسولؐ میں وہ وہ ترانے گائے ہوں۔ جو قلوب کو لبھا لینے والے ہوں۔ کوئی ایسا خادم رسولؐ ہمیں بتلانا چاہئے جس کے دل اور دماغ اور رگ و ریشہ اور خون کے ہر قطرہ سے حُبِ رسولؐ کی خوشبو آتی ہو۔ کوئی ایسا عاشق دین ڈھونڈنا چاہئے جس کا یہ عشق اپنی ذات تک محدود نہ رہ کر ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو اس راہ میں کشاں کشاں لا چکا ہو۔ تو اگر یہ ثابت شدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے عشق رسولؐ کو آج تک زمانہ میں کوئی انسان نہیں پہنچا اور یہ عیاں ہے کہ آپ کی بدولت ہزاروں بلکہ لاکھوں عاشق رسولؐ پیدا ہو گئے۔ اور یہ عاشق رسولؐ پرانے زمانہ کے مُلّا لوگ نہیں بلکہ علوم سائنس اور تعلیم انگریزی کے ماہر ہیں۔ اور دوسری طرف یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ مسلم قوم کا بنیادی پتھر عشق رسولؐ ہے۔ تو پھر بتلائیے کہ حضرت مجدد زمان نے مسلمانوں کے لئے کچھ کر دکھلایا کہ نہیں؟ بیشک حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو کھوئی ہوئی حکومت نہیں دلائی۔ لیکن اس میں کلام نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے مسلمانوں کو ان کے کھوئے ہوئے ایمان پر دوبارہ قائم کر دیا۔ بیشک حضرت مرزا صاحب کی آمد سے ظاہری طاقت و قوت مسلمانوں کو اب تک نہیں ملی لیکن اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ یقین اور عرفان کا وہ مرتبہ

شذرات

(از محمد انعام الحق)

سال گزشتہ کی طرح امسال بھی "رسول نمبر" کی اشاعت کا ارادہ بہت ہی تنگ وقت میں کیا گیا" لائٹ" کے پرافٹ برتھ ڈے نمبر کا اعلان ہو چکا تھا۔ خیال تھا کہ ایسے احباب کی مساعی اسی نمبر کی اشاعت کے لئے وقف رہنی چاہئیں لیکن انگریزی سے ناواقف اور اردو داں دوستوں کی ضرورت کے احساس نے ہمیں اس خیال پر قایم نہ رہنے دیا۔ اور معمولی غور و فکر کے بعد بالکل بے سرو سامانی کے عالم میں ۱۵ر جولائی کو پیغام صلح کے رسول نمبر کا اعلان کر دیا گیا۔ چند روز کے اندر جو کچھ ہو سکا وہ قارئین کرام کے سامنے ہے۔

یہ سچ ہے کہ ضخامت اور ظاہری محاسن کے لحاظ سے اس نمبر کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن اس کے بعض بلکہ اکثر مضامین نہایت قابل قدر ہیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے اور قبلہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے مضامین باوجود اختصار کے نہایت جامع اور سبق آموز ہیں۔ حضرت امیر نے نہایت خوبی سے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نسل انسانی کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے بھی نہایت دلنشین طریق اور پوری کامیابی سے حضورؐ کے آداب ملاقات کی ایک جھلک دکھلائی ہے۔ اللہ تعالے ہر ایک مسلمان کو اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔

مقام مسرت ہے کہ ہم ایک عرصہ کے بعد حضرت مولانا صدرالدین صاحب کا قیمتی مضمون حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے اس احسان کا اظہار ضروری ہے کہ انہوں نے انجمن کی سکرٹری شپ کی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود بہت ہی کم وقت میں ایسا اچھا مضمون لکھ دیا۔ بعض لحاظ سے آپ کا قیمتی مضمون بہت ہی قابل قدر ہے۔ ہم قوم کے ہر فرد کے لئے اس کا بار بار مطالعہ ضروری سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کا قحط الرجال اب ضرب المثل کے طور پر مشہور ہو چکا ہے۔ قوم کے ہمدرد اور اہل کمال افراد رفتہ رفتہ رخصت ہو رہے ہیں۔ جو جگہ خالی ہو جاتی ہے وہ عموماً پر نہیں ہوتی۔ اس قحط الرجال کی بہت سی وجوہ بیان کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنوں کے قدر داں نہیں ہیں۔ اگر مسلمانوں میں بجا نکتہ چینی اور عیب جوئی کے بجائے صحیح قدر دانی کا جذبہ پیدا ہو جائے تو یہ قحط الرجال چند سال کے عرصہ میں بہت بڑی حد تک دور ہو سکتا ہے۔

مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت نے اپنا قیمتی مضمون قیام شملہ کے دوران میں ہماری درخواست پر تحریر فرمایا تھا شملہ کی بلندیوں میں خدا جانے کیا بات ہے جو احباب وہاں تشریف لے جاتے ہیں ہم "میدانی" لوگوں کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمارے مولانا پر شملہ کی اس خصوصیت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ انہوں نے شملہ کی بلندیوں پر پہنچکر اور کیف آور وسرد ہواؤں کے جھونکوں میں بھی ہمکو یاد رکھا۔ اور پہلی ہی درخواست پر مضمون عنایت فرما دیا۔

معلوم ہوا ہے کہ دیگر فرائض کے علاوہ مولانا کو شملہ کی مسلسل بارشوں کے ساتھ ساتھ "لیکچر برسانے" کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ اس لیے ان کی یہ عنایت ہمارے اور قارئین کے خاص شکریہ کی مستحق ہے۔ مولانا کا مضمون ہماری تعریف سے بالاتر ہے۔ ہندو لٹریچر سے حیرت انگیز واقفیت اور شگفتہ و دلنشین طرز تحریر یعنے مولانا کے مضامین کی دونوں نمایاں خصوصیات اس میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

پیغام صلح کے نئے قلمی معاون جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ اور جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے مضامین بھی قابل تعریف ہیں۔ ان دونوں اصحاب نے بھی کثرت مشاغل کے باوجود بہت ہی تھوڑے وقت میں مضامین عنایت فرمائے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کے ہم خاص طور پر ممنون ہیں کہ انہوں نے مضمون عنایت فرمانے کے علاوہ اخبار کی ترتیب کے متعلق مشورے اور کاپیاں اور پروف پڑھنے میں مدد دی۔

ہمیں افسوس ہے کہ جس بعض اصحاب کے قیمتی مضامین دیر سے موصول ہونے اور ضخامت کی کمی کی وجہ سے درج نہ ہو سکے۔ ان میں سے جناب مولانا احمد صاحب۔ شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی۔ جناب محفوظ الحق صاحب علمی مدیر کوکب ہند دہلی کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انشاء اللہ ان مضامین کو آئندہ اشاعتوں میں درج کیا جائے گا۔

یہ سب کچھ ہوا لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ یہ معمولی نمبر تو ایک طرف رہا کسی اعلےٰ سے اعلیٰ رسول نمبر کی سب سے بڑی خوبی حضور سرکار دوجہان کے اسم مبارک سے انتساب اور اس پاک نبیؐ کا پاک ذکر ہی ہو سکتی ہے۔ ہم کیا اور ہمارے مضامین کیا اس انسان کامل کی شان بہت بلند ہے اور خوبیاں بے شمار ہیں کس کی طاقت ہے ان کو بیان کر سکے؟ دعا ہے کہ خدائے کریم ہم سب کو رحمۃ للعالمینؐ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے، اسؐ کے سچے غلام بننے، اور اس کے پاک نام کو دنیا میں بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ نوع انسان کے لئے اس سے بڑا کوئی شرف اور کوئی سعادت نہیں

مسلمانوں کے اس دور انتشار میں حضرت نبی کریمؐ کی ذات اقدس اور ختم نبوت کا صحیح عقیدہ واحد رشتۂ اتحاد تھا لیکن افسوس ہے ہم میں سے ایک غلط کار و غالی گروہ اجرائے نبوت کا ڈھونگ رچا کر اس واحد رشتۂ اتحاد کو توڑنا چاہتا ہے اجرائے نبوت کے غلط عقیدے سے جو جو فتنے پیدا ہوئے یا آئندہ ہوں گے ان کو بار بار بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ خدا اس غالی گروہ کو ہدایت دے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اجرائے نبوت کے غلط اور من گھڑت عقیدہ کا قلع قمع پوری قوت سے کریں۔ کسی پیر کی گدی کے قیام و استحکام سے اسلامی عقائد اور اتحاد اسلامی کی حفاظت زیادہ ضروری ہے اسلام کے ہر ایک سچے فرزند اور ہر ایک سچی دختر کے لئے لازم ہے۔ اس کام کو اپنی پوری طاقت سے انجام دے۔

دنیا کو تم نے آکر پر نور کر دیا ہے

(از جناب شیام سندر صاحب)

دنیا کو تم نے آکر پر نور کر دیا ہے
اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا ہے

پیغام حق سنا کر مسرور کر دیا ہے
وحدت کی مے پلا کر مخمور کر دیا ہے

فاراں کی چوٹیوں پر وہ آفتاب چمکا
چشم فلک کو جس نے مسحور کر دیا ہے

غار حرا سے نکلیں یہ نور کی شعاعیں
تاریک وادیوں کو پر نور کر دیا ہے،

سارے جہاں میں تم نے پیغمبر معظمؐ
پیغام آخری کو مشہور کر دیا ہے

یثرب کی وادیوں کو باغ ارم بنایا
فاراں کو جس نے رشک صد طور کر دیا ہے

اک بار تو دیار یثرب کو دیکھ لیتا
پابندیٔ جہاں نے مجبور کر دیا ہے

سندر سے کیا رقم ہو وہ شان ہے تمھاری
جس نے گداگروں کو فغفور کر دیا ہے!

انسان کامل

(از حضرت مسیح موعود)

اس مقام شفاعت کی طرف قرآن شریف میں اشارہ فرماکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں فرمایا ہے دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یہ رسول خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان میں ہے خدا سے نزدیک ہوا۔ اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا۔ اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف رجوع کیا یعنی عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا۔ اور بشریت کے پاک لوازم یعنی بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ ایک طرف خدا کی محبت۔ اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تام تک پہنچا پس چونکہ وہ کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا اس لئے دونوں طرف سے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے۔ لہذا وہ شرط جو شفاعت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسا درمیان ہے۔ جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔

نبوت محمدیہ پر تمام نبوتوں کا خاتمہ

تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اس کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئیگی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی۔ جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے۔ اس کیلئے انجام بھی ہے لیکن یہ اُمت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے۔ اور اس کی پیروی سے خدا تعالےٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ اور مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے۔ جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔

ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالتیں اس پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ اسمیں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

ہماری تبلیغی ڈاک

جاوا

اخویم مرزا ولی احمد بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا اعزازی مبلغ مسٹر عبد الغنی مشرقی سماٹرا میں پورے جوش سے کام کر رہا ہے اور بہت سارے نوجوانوں کو اس نے اپنا ساتھی بنا لیا ہے سالانہ جلسہ کے بعد میرا اپنا ارادہ بھی وہاں جانے کا ہے تاکہ وہاں ہمارا مرکز مضبوط ہو جائے۔ موضع چیربن جو جزیرۂ جاوا کا سب سے قدیمی شہر ہے۔ جہاں حضرت مولانا نور الدین کا جد اسلام کے سب سے پہلے مبلغ جاوا کے تھے مدفون ہے۔ اس وقت تک متعصب اور تنگدل ملاؤں کا قلعہ بنا ہوا تھا۔ لیکن الحمد للہ کہ اس صدی کے مجدد کی روحانی فوج کے سامنے اسے مفتوح ہونا پڑا۔ اور برادر احمد روحانی کے زیر صدارت وہاں ایک شاخ قائم ہو گئی۔ برادر موصوف خود ایک متعصب ملاں کے فرزند ہیں لیکن انہوں نے اپنے والد صاحب کو بھی اپنا ہمخیال بنا لیا ہے۔

خوشخبری!

[illegible] کی کتاب [illegible] کا ڈچ ترجمہ [illegible]

کاغذ پر بہت عمدہ چھپا ہوا ہے۔ پھیجکر لکھتے ہیں کہ حضرت نبی کریمؐ کی سیرت انگریزی یعنی محمد دی پرافٹ کا ڈچ ترجمہ چھپ رہا ہے جو مکمل ہو جانے پر بھیجدیا جائے گا اور یہ نہایت خوشخبری کی بات ہے کہ قرآن کریم کے ڈچ ترجمہ کی چھپوائی کے لئے جملہ اخراجات کا انتظام ہو چکا ہے۔ اور جونہی محمد دی پرافٹ چھپ چکی سے قرآن کریم کی طباعت شروع ہو جائے گی۔

جرمنی

پروفیسر محمد عبد اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہاں کا کام بفضلہ ترقی پذیر ہے۔ ۵ رجون کو ایک غیر مسلم نے جو اسلام اور ہمارے کام سے خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ مصر کے حالات پر لیکچر دیا ۴۵ منٹ لیکچر کرنے کے بعد حاضرین کو سوال و جواب کا موقعہ دیا گیا جو ایک گھنٹہ تک رہا۔ ۱۲ بجے تک جلسہ ہوتا رہا۔ آئندہ لیکچر ایک نو مسلم مسٹر شوبرٹ کا "میں مسلمان کیوں ہوں" کے موضوع پر [illegible] گھنٹہ بعد ازاں نصف گھنٹہ ایک عیسائی صاحب "میں عیسائی کیوں ہوں" کے موضوع پر لیکچر دیں گے۔ پھر سوال و جواب کا موقعہ دیا جائے گا۔ مقرر صاحبان اپنی الہامی کتب سے دلائل پیش کریں گے۔ ہر دو مضامین سنانے سے پہلے قلم بند ہوں گے ہم عنقریب یورپ کے ایک اور ملک کے دار الخلافہ میں اپنی سوسائٹی کی شاخ قائم کرنے والے ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں نے اس کے لئے درخواست کی ہے۔ علاوہ ازیں خود جرمنی اور [illegible] ملک سے اسلام پر لیکچر دینے کے لئے درخواستیں آتی رہتی ہیں۔ میں اکیلا ہوں اس لئے ایسی درخواستوں کا قبول کرنا مشکل ہے۔ اگر باہر جاؤں تو مسجد اور مکان ویران ہو جانے کا اندیشہ ہے اور مقفل کر کے ہی باہر جا سکتا ہوں۔

خدا کرے مالی مشکلات دور ہوں۔ اور ریویو باقاعدہ ماہ بماہ نکلنا شروع ہو۔ جب رسالہ اپنے وقت پر نہیں نکلتا تو لوگوں کے خط شکایتی آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک غیر مسلم نے حال ہی میں لکھا ہے کہ رسالہ نہ آنے کی وجہ سے سخت بے تاب ہوں۔ اگرچہ بظاہر عیسائی ہوں لیکن خدا نے چاہا تو جلد مسلمان ہو جاؤنگا

چار سو فوٹو مسجد کے کارڈ ارسال ہیں۔ یکصد تو پرانے ہیں اور تین صد نئے۔ یہ کارڈ اس دفعہ خود چھپوائے ہیں۔ چنانچہ فوٹو کی پشت پر مسلمیش ریویو کا نام و پتہ بھی درج کر دیا ہے۔ یہ عید مبارک کے موقعہ پر کام آسکتے ہیں۔

(نوٹ:۔ یہ کارڈ یہاں پہنچ چکے ہیں۔ ایک آنہ فی کارڈ کے حساب سے دوست بکڈپو سے منگوا سکتے ہیں۔ نہایت خوبصورت فوٹو مسجد کا دیا ہوا ہے۔ م)

ایک پیکٹ مسلمیش ریویو بیس کاپی ارسال ہے جس میں شہزادگان حیدر آباد اور دو نو مسلم خواتین کے فوٹو ہیں۔ افغانستان کے سابق سفیر سردار عبد الہادی خاں صاحب واپس جا رہے ہیں۔ اب ان کی جگہ غلام صدیق خاں صاحب تشریف لائے ہیں کل پرسوں ان سے ملنے جاؤں گا۔ ایک غیر مسلم کا خط انگریزی جو اس نے اپنے دوست کو لکھا تھا لائٹ میں درج کرنے کے لئے ارسال ہے۔ مغربی تہذیب کے شیدائیوں کے لئے عبرت انگیز ا در

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۶

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

رجز اسلام

یعنے

ایک ہندو وزیر اعظم کی زبان پر اسلام کا نغمہ

(از جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بالقابہ صدر کونسل وزیر اعظم دولت آصفیہ دکن)

جس میں اثر نہیں کچھ وہ ہے فغاں ہماری
ملنے ہوئے تھا شاہی سارا جہاں ہماری

بے نام بے نشاں ہیں گم کردہ کارواں ہیں
ہند و عرب کے دریا قبضہ میں تھے ہمارے

مغرب کی وادیوں میں پڑھتے تھے ہم نمازیں
شیرازۂ ستیا بکھرا تھا ہم نے باندھا

اکدن وہ تھا کہ عزت دیتے تھے ہم جہاں کو
اکدن وہ تھا کہ نوبت بجتی تھی اپنے در پر

خیبر کے پتھروں میں گاڑا ہے ہم نے نیزہ
ہم نے دھوئیں اڑائے روما کی سلطنت کے

ہم کیا ہے یرشلم کے مینار جانتے ہیں!
نغفور را بنا تابع بتصر مطیع اپنا!

کفار کے سروں پر چمکیں ہماری تیغیں
ہم آٹھ سو برس تک فرمانروا رہے ہیں

دنیا کے بتکدوں کو ہم نے بنایا مسجد
ہر طرح شاد کامی ہم کو رہی میسر

اے شاد ہم ہیں حق پر تم یہ یقین رکھو

خونناب ریز آنکھیں ہیں رائیگاں ہماری
سمجھے ہوئے تھا عزت ہندوستاں ہماری

پوچھو نہ حالت دل اہل جہاں ہماری
جاری سمندروں میں تھیں کشتیاں ہماری

فاراں کی گھاٹیوں میں گونجی اذاں ہماری
قانون دیں میں دیکھو دل سوزیاں ہماری

اکدن یہ ہے کہ ذلت ہے ہمعناں ہماری
اب بوم ڈھونڈتے ہیں سقف مکاں ہماری

بدر و اُحد میں چمکی تیغ و سناں ہماری
مانے ہوئے تھا اٹلی شہ زوریاں ہماری

اونچی تھیں آسماں سے سرداریاں ہماری
مانے ہوئے حکومت ہر حکمراں ہماری

سینے میں دشمنوں کے ڈوبی سناں ہماری
دیکھی ہے شان تو نے ہندوستاں ہماری

گرجاؤں میں بھی گونجی صوت اذاں ہماری
لیکن بہار اب ہے صرف خزاں ہماری

محنت کبھی نہ ہوگی یہ رائیگاں ہماری

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا مکتوب

عالیجناب پروفیسر شاستری کا اسلام پر لیکچر

گزشتہ ۱۰ عالیجناب پروفیسر شاستری نے مسجد ووکنگ کے احاطہ میں "اسلام اور علوم جدیدہ" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا دوران لیکچر میں آپ نے مبرہن فرمایا کہ دنیا کے اسرار و غوامض کی لم کو سمجھنے کے لیے جن ذہنی قوا کی ضرورت ہے وہ قوائے عقلیہ روحانیت کی الجھی ہوئی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔

آپ نے اتحاد نے الاسلام پر ایک سیر کن بحث فرمائی۔ اور بتلایا کہ اس اتحاد کو ماہرین علوم جدیدہ نے نہیں سمجھا۔ اور ان کی نگاہ میں اس کا ابھی دھندلا سا نقشہ ہے۔ جس کی تہ کو وہ ابھی نہیں پہنچ سکے۔

اختتام لیکچر پر معزز مقرر سے الہام الٰہی کے متعلق مختلف سوالات کئے گئے جن کی انہوں نے باحسن وجوہ تشریح فرمائی۔

(خواجہ عبد الغنی)
(سکرٹری مشن ووکنگ۔ عزیز منزل۔ لاہور)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پونچھ کا چوتھا سالانہ جلسہ

سلسلۂ عالیہ احمدیہ لاہور کی عظیم الشان کامیابی

(از جناب میرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری)

یہ مراسلت ہمیں جولائی کے نصف آخر میں موصول ہوئی تھی۔ رسول نمبر کی تیاری اور دو پرچوں کے ناغہ ہو جانے کی وجہ سے غیر معمولی تاخیر سے شائع ہو رہی ہے
(ایڈیٹر)

یکم۔۲۔۳۔ جولائی ۱۹۳۶ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پونچھ کا چوتھا سالانہ جلسہ قرار پایا۔ اس جلسہ میں شرکت کے لئے اخویم شیخ بشیر احمد صاحب مسلم مشنری اور خاکسار راقم الحروف کو انجمن کی طرف سے بھیجا گیا۔ موسم کی خرابی اور رستہ کے دشوار گزار ہونے کی وجہ سے بیحد تکلیف ہوئی۔ شیخ صاحب سارا رستہ قے کرتے گئے۔ بخار اور زکام نے تو دونوں کی خوب تواضع کی۔ یہی مجبوریاں تھیں کہ یکم جولائی کو لیکچروں کا انتظام نہ ہو سکا۔

مہاراجہ صاحب کی صدارت

۲ر جولائی کو عصر کے اجلاس میں سری مہاراجہ صاحب والی پونچھ کی صدارت تھی۔ آپ ٹھیک ۵ بجے امراء، وزراء کے حلقہ میں تشریف لائے۔ اور کرسی صدارت کو زینت بخشی۔ اور جلسہ کی کارروائی باقاعدہ شروع ہوئی۔

تلاوت قرآن شریف کے بعد نعت خوانی ہوئی۔ اس کے بعد میاں محمد عبداللہ صاحب جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پونچھ نے ایڈریس پڑھا۔ ایڈریس کا مضمون نہایت دلآویز اور پاکیزہ جذبات لئے ہوئے تھا۔ پھر پڑھنے والے نے اپنے خاص انداز سے اسے اور بھی چار چاند لگا دیئے۔ اس ایڈریس کے بعد سری مہاراجہ صاحب کی طرف سے وزیر اعظم بہادر نے انگریزی میں ایڈریس کا جواب پڑھا جس کا اردو ترجمہ چیف جج صاحب نے پڑھکر سنایا جواب ایڈریس میں جہاں مہاراجہ صاحب نے انجمن کی ترقی و فلاح کی دعا مانگی وہاں آخر میں یہ بھی فرمایا کہ اب آپ کے معزز و بزرگ مقرر اٹھ کر ہمیں اپنا لیکچر سنائیں۔ اور حسب سابق ہمیں روحانی غذا بہم پہنچائیں۔ تاکہ ہم دنیا میں ترقی کر سکیں۔ ان الفاظ پر خاکسار راقم الحروف اٹھا۔ اور پروگرام کے مطابق "رواداری اسلام" پر کامل ایک گھنٹہ لیکچر دیا۔ اس لیکچر میں تبلایا گیا کہ دیگر مذاہب و اہل مذاہب سے اسلام نے کس قدر رواداری سکھائی ہے اور ہمسایہ اقوام سے زندگی بسر کرنے کے کیا طریق بیان کئے ہیں۔ بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم کے متعلق اپنی زندگی میں کیا کیا نمونے پیش کئے ہیں۔ اور صحابہ پر اس تعلیم کا کیا اثر تھا اس کے بعد میں نے بیان کیا۔ کہ اسلام کی تعلیم، آنحضرتؐ کے عملی، اور صحابۂ کرام کے نمونہ سے متاثر ہو کر بعد میں آنے والے شاہان اسلام نے انصاف اور رواداری کی کیا کیا مثالیں دنیا میں پیش کی ہیں۔ یہودیوں، عیسائیوں، اور ہندوؤں سے کس طرح رواداری سے پیش آتے تھے۔ اور کس طرح ان کے جذبات کا احترام کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ایک مہاراجہ کی صدارت میں شاہان اسلام کے حق و انصاف اور رواداری کے نمونے خوب ہی سج رہے تھے۔ اور تمام سامعین متاثر تھے۔ جلسہ کے احترام میں تمام عدالتیں اور دفاتر بند تھے اس لئے ہندو، سکھ، مسلمان۔ افسران و عہدیداران سب کے سب حاضر تھے۔ اجلاس بڑا شاندار تھا۔ اور لوگ رواداری اسلام کے ذکر کے مزے لے رہے تھے۔ لیکچر کے خاتمہ پر مہاراجہ صاحب۔ وزیر اعظم صاحب اور مہاراجہ کے انگریز پرائیویٹ سکرٹری صاحب نے لیکچر کی کامیابی پر مبارکباد دی اور گرمجوشی سے مصافحے کئے۔ مقامی انجمن کے فنڈ میں یکصد روپیہ بطور امداد عطا کیا گیا۔ آخر پر مرزا عبدالکریم صاحب تاجر سابق پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پونچھ نے سری مہاراجہ صاحب و دیگر حضرات کا موثر الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔ اور یوں یہ اجلاس نہایت ہی کامیابی سے ختم ہوا۔

صداقت اسلام پر لیکچر

رات کے اجلاس میں شیخ بشیر احمد صاحب مسلم مشنری کا "صداقت اسلام" پر لیکچر تھا۔ آپ ایک معزز نو مسلم ہیں۔ ایک ہندو ریاست میں ایک نو مسلم کا جا کر صداقت اسلام پر لیکچر دینا لطف اور کیفیت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ شیخ صاحب بخار اور قے سے نڈھال تھے مگر بفضل خدا اپنے مضمون کو خوب ہی نبھایا اور لوگوں نے خوب دلچسپی لی۔ اس کے بعد اسی عنوان کو سامنے رکھکر میں نے عنوان کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور اس طرح یہ اجلاس بھی رات کے بارہ بجے ختم ہوا۔

اتحاد بین المسلمین و حالات حاضرہ پر لیکچر

۳ر جولائی۔ عصر کے اجلاس میں حسب پروگرام شیخ بشیر احمد صاحب کے ذمہ "اتحاد بین المسلمین" کے عنوان سے ایک لیکچر تھا اور میرے سپرد "حالات حاضرہ پر تبصرہ" تھا۔ شیخ صاحب ابھی سٹیج پر بیٹھے ہی تھے کہ طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ اور شامیانہ کی پچھلی طرف جا کر قے سے فارغ ہوئے۔ احباب کو سخت مایوسی ہوئی۔ مگر شیخ صاحب نے ہمت سے کام لیا۔ اور لیکچر کے لئے کھڑے ہوئے اور اس درد سے قرآن شریف کا ایک رکوع تلاوت فرمایا۔ ایک نو مسلم کے منہ سے قرآن شریف کی یہ پُر درد تلاوت بہت سے قلوب کو بیچین کر دینے والی ثابت ہوئی۔ تلاوت کے بعد شیخ صاحب نے اسی بیچینی اور درد کو قائم رکھتے ہوئے اتحاد بین المسلمین پر ایک تڑپا دینے والی تقریر کی۔ خدا نے شیخ صاحب کو آواز اور پھر اس میں اثر خوب ہی دیا ہے۔ گو آپ کالج سے فارغ ہو کر ابھی ابھی میدان میں نکلے۔ مگر یہ اٹھان آپ کی کامیابی کا یقین دلا رہی ہے۔ ایک نو مسلم کے منہ سے اتحاد بین المسلمین پر تقریریں کر آبائی مسلمان شرمندہ ہو رہے تھے۔ کہ ایک نو مسلم انہیں آپس کی لڑائی جھگڑوں سے مجتنب رہ کر خدمت اسلام کے لئے متفق و متحد ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔ شیخ صاحب کے بعد "حالات حاضرہ" پر میرا لیکچر ہوا۔ جس میں موجودہ حالات اور مسلمانوں کے مصائب پر روشنی ڈالی گئی اور احمدی جماعت کی خدمات کو تفصیل وار پیش کیا گیا۔ پونچھ میں ایک نو وارد ملا نے مسلمانوں کو احمدیوں کے جلسہ کے بائیکاٹ کی ترغیب دی تھی۔ اس ملا کی بھی اپنے لیکچر میں خوب ہی خبر لی گئی۔ اور قوم کی ناتوان پیٹھ کے ایسے گراں بوجھ ملا کے مکروہ پروپیگنڈا کا ازالہ کیا گیا۔ تمام لوگوں کو ملا کی حرکت پر افسوس ہو رہا تھا۔

عرفان قرآن

رات کے اجلاس میں شیخ صاحب تو طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے تقریر نہ کر سکے۔ صرف میرا ایک لیکچر ہوا۔ جو اجلاس کے سارے وقت پر حاوی تھا۔ پونچھ کے ایک پنڈت بہاری لال شاستری نے چند اوراق کا ایک رسالہ شائع کیا ہے کہ یہ کتاب مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ اور دعوےٰ ہے کہ اس کتاب کے نزول پر کتب الہامیہ کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ اور یہ آخری کتاب ہے۔ اس کتاب میں تناسخ کا ذکر ہے اور اس مسئلہ کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ لیکن تناسخ کی صداقت پر دلیل ایک بھی نہیں دی گئی۔ کتاب کا نام ہے "عرفان قرآن" میں نے اپنے لیکچر میں پنڈت جی کی نئی الہامی کتاب پر جو کہ اسی روز میرے مطالعہ سے گذر چکی تھی۔ تفصیل سے روشنی ڈالی اور بیان کیا۔ کہ الحمدللہ اب پنڈتوں پر بھی قرآن نازل ہو رہے ہیں۔ اور ان کی پیاس بھی وید سے نہیں۔ قرآن سے بجھائی جا رہی ہے۔ اور آج پنڈت بھی اس امر کی شہادت دینے لگے ہیں کہ آخری کتاب قرآن ہی ہے۔ خواہ وہ کوئی "عرفان قرآن" ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں وید ان تمام فضیلتوں سے محروم ہیں۔ اس کے بعد میں نے پنڈت جی کے مایۂ ناز مسئلہ تناسخ کی دھجیاں اڑا کر رکھدیں۔ اور انہیں تبلایا کہ خود ان کی اپنی کتاب میں تناسخ کے خلاف مواد قدرت نے ان کے ہاتھوں جمع کرا دیا ہے۔ پنڈت صاحب موصوف تین بار میرے مکان پر ملاقات کے لئے بھی تشریف لائے۔ اور آپ عرصہ تین سال سے میرے دوست ہیں۔ خدا نے انہیں قرآن دیدیا ہے۔ دیکھئے مسلمان کب ہوتے ہیں۔
(باقی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹　|　مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۵۰ھ مطابق ۳۱ اگست ۳۱ء　|　نمبر ۴۶

مسودۂ قانون وراثت

مسلمانان پنجاب کی ایک اہم مذہبی و قومی ضرورت

اسلام کی بے شمار خوبیوں اور اعلےٰ خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے آج سے قریبًا تیرہ چودہ سو سال قبل جبکہ دنیا جہالت کی سیاہ چادر میں ملفوف تھی۔ عورت کو انسانیت سے خارج اور ایک پست و ذلیل مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں کی آزادی حقوق کا اعلان کر دیا۔ اسلام سے قبل عورت کی حیثیت پالتو جانور اور مرد کی زرخرید لونڈی سے زیادہ نہ تھی۔ اسلام نے اس کو ذلت کے اس گڑھے سے نکال کر اس کی مستقل حیثیت کو تسلیم کیا۔ طلوع اسلام سے قبل دنیا کے کان اس صدائے حق سے یکسر ناآشنا تھے۔ کہ انسانیت کے حقوق میں آدم کے بیٹوں کے ساتھ ساتھ حوا کی بیٹیاں بھی حصہ دار ہیں۔ صنف نازک بلکہ نوع انسانی پر اسلام کا یہ ایک ایسا احسان ہے جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا کے دیگر تمام مذاہب عاجز ہیں اس سلسلہ میں اسلام نے لڑکوں کے ساتھ ساتھ ترکہ میں لڑکیوں کا حق تسلیم کر کے نوع انسانی کے اس نصف حصے کو مالی غلامی اور کس مپرسی سے بھی نجات دیدی۔ دیگر مذاہب و اقوام کی خواتین آج تک اس حق سے محروم ہیں۔ اور مسلسل جد و جہد کے باوجود تاحال ان کو اس سلسلہ میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔

پنجاب ہندوستان کا ایک اسلامی صوبہ سمجھا جاتا ہے اس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ لیکن ہمیں ندامت سے اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ اس صوبہ کے اکثر اسلامی خاندانوں کی لڑکیاں حق وراثت سے قطعًا محروم ہیں۔ اکثر مسلمان عدالتوں میں یہ شرمناک عذر کرنے سے نہیں ہچکچاتے کہ وہ قانون شریعت کے بجائے رواج کی لعنت کے پابند ہیں۔ قرآن شریف میں لڑکیوں کے حق وراثت کی خاص طور پر تاکید ہے۔ لیکن افسوس پنجاب کے اکثر مسلمان اس حکم الٰہی کی پروا نہ کرتے ہوئے رواج کی لعنت کو قبول کر لیتے ہیں۔ ان کا یہ فعل بڑے عذاب کا موجب ہے۔ رواج کی یہ لعنت مسلمانان پنجاب پر کلنگ کا ٹیکہ ہے جسے دور کرنے کے لئے دیر سے دردمند مسلمان کوشش کر رہے تھے۔ مقام شکر ہے کہ اب ایک ایسی صورت نکل آئی جسکے ذریعہ کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔ ہم ۱۹ جولائی کی اشاعت میں ذکر کر چکے ہیں کہ پنجاب کونسل کے ممبر ملک محمد دین صاحب نے کونسل کے آئندہ اجلاس میں عورتوں کے حقوق وراثت وغیرہ کے متعلق ایک مسودہ قانون پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ ان کی چٹھی ہمیں بھی موصول ہوئی ہے۔ جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا ارادہ ہے کہ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے آئندہ اجلاس میں ایک ایسا مسودۂ قانون پیش کروں۔ جس کی رو سے معاملات وراثت، ہبہ، وصیت، نکاح، مہر، طلاق، ارتداد وغیرہ میں جملہ مسلمانان پنجاب قانون شریعت کے پابند قرار دیئے جائیں اور کسی اہل اسلام کو یہ حق حاصل نہ رہے۔ کہ وہ آئندہ عدالت میں یہ عذر کر سکے کہ وہ ان معاملات میں کسی ایسے رواج کا پابند ہے جو شریعت اسلام کے منافی ہو۔ مثلاً یہ امر آپ پر ظاہر ہے کہ مسلمانان پنجاب میں بالخصوص ایسی اقوام موجود ہیں جو دختران و ہمشیرگان و بیوگان کو ان کے شرعی حقوق سے محروم رکھتی ہیں۔ یہ عمل قرآن مجید کے صریح احکام کے خلاف ہے۔ قواعد کی رو سے ایسے مسودۂ قانون کے پیش کرنے کے لئے نواب گورنر پنجاب کی سفارش اور جناب نواب گورنر جنرل ہندوستان کی منظوری کی ضرورت ہے۔ یہ منظوری بسہولت حاصل ہو سکے گی۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ عوام مسلمانان پنجاب اس قانون کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔"

ملک صاحب موصوف کا یہ ارادہ نہایت مبارک ہے۔ تمام مسلمانوں کو اس مسودۂ قانون کی ہر ممکن طریق پر حمایت کرنی چاہیئے۔ اور حکومت کو اس کی ضرورت کا احساس دلانے کے لئے تمام قصبات اور شہروں میں جلسے منعقد ہونے چاہئیں۔ ضرورت ہے کہ اسلامی انجمنیں اور برادریاں بھی اپنے فرائض کو محسوس کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ جناب گورنر پنجاب اور حضور گورنر جنرل ہند اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے۔ کہ یہ مسودۂ قانون مسلمانان پنجاب کی ایک اہم مذہبی و قومی ضرورت ہے اور وہ اس کی سفارش اور منظوری میں بالکل پس و پیش نہیں کرینگے

ہم ملک صاحب موصوف کو اس مبارک کوشش پر دلی مبارکباد دیتے ہیں خدا ان کی مساعی کو کامیاب اور بارآور کرے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور پیغام صلح عرصہ سے ترکہ میں لڑکیوں کا حق تسلیم کرانے اور اس مسودۂ قانون کے دوسرے امور کے لئے ساعی تھی اب بھی اس مسودۂ قانون کی پوری طور پر تائید اور اس سلسلہ میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہے۔

میاں غلام محمد صاحب کا معافی نامہ

میاں غلام محمد نے ایک اور تحریر بسلسلہ معافی نامہ دفتر سکرٹری میں بھیجی ہے جو بغرض اطلاع ناظرین درج اخبار کی جاتی ہے۔　(ایڈیٹر)

بخدمت جناب سکرٹری صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بجواب تحریر حضرت امیر ایدہ اللہ عرض ہے کہ جو شخص احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ممبر اور کارکن ہو اور ساری عمر دل سے انجمن کا کام کرنے والا ہو اس کے دل کے کسی پہلو میں انجمن یا اس کے کسی رکن اور حضرت امیر کے متعلق کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص چالاکی کی زندگی بسر کرتا ہو۔ میری ذاتی رائے اور عقیدہ اپنی انجمن اور اس کے ارکین اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی نسبت اب بھی وہی ہے جو ہمیشہ میری زندگی میں اپنی صحیح اور صحت کی حالت میں رہا ہے۔ میری طرف سے جس قدر الزامات حضرت امیر ایدہ اللہ یا انجمن اور اس کے کسی رکن کے متعلق نکلے ہوئے ہیں وہ میرے بیمار دماغ کے غلط تصورات ہیں جن کو میں اپنی موجودہ تندرست حالت میں اس بدنما شکل میں غلط سمجھتا ہوں۔ اور میرا دل و دماغ ٹھیک اپنی عام زندگی اور صحت کے ایام کی طرح حضرت امیر اور اراکین انجمن وغیرہ سب کے لئے محبت اور احترام سے بھرا ہوا ہے۔ جس کے لئے سوائے ان الفاظ کے یا میری بقیہ زندگی یا سابقہ زندگی کے اور کوئی ذریعہ نہیں جس سے میں ان امور کا اظہار کر سکوں۔

خاکسار

(غلام محمد)

قبول احمدیت!

ہم دستخط کنندگان ذیل اس امر کا اعلان کرتے ہیں کہ گزشتہ سال مولوی غلام احمد صاحب قادیانی مبلغ کی باتوں سے ٹھوکر لگی تھی اور ہم نے لاہوری جماعت سے اپنا تعلق قطع کر لیا تھا اور ہم سخت بیزار ہوئے تھے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ ہم نے لاہور سے تعلق توڑ کر قادیان کے خلیفہ کی ہرگز بیعت نہیں کی۔ مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ الفضل نے ایک جھوٹی رپورٹ شائع کی کہ ہم نے خلیفہ قادیان کی بیعت کر لی ہے۔ حالانکہ ہم نے نبوت کے مسئلے سے ہی بیزار ہو کر فسخ بیعت کی تھی۔ اب ہم پر روز روشن کی طرح کھل گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ ہرگز نہیں کیا ہے لہذا ہم دوبارہ سلسلۂ عالیہ احمدیہ لاہور میں شمولیت کا شرف حاصل کرتے ہیں اور اپنی یہ تحریر مرزا مظفر بیگ ساطع مسلم مشنری کے حوالے کرتے ہیں۔ کہ اسے اخبار پیغام صلح لاہور میں شائع کرا دیں۔

(۱) مستری عزیز احمد ولد رحمٰن جو۔ راتھر سکنہ پونچھ (نشان انگوٹھا)
(۲) عبدالعزیز ولد محمد جو۔ قوم لن ٹیلر۔ پونچھ (")
(۳) غلام احمد ولد محمد عثمان ٹیلر سکنہ پونچھ (دستخط)
(۴) غلام احمد ولد محمد جو۔ بٹ۔ سکنہ پونچھ (")
(۵) عبدالعزیز ٹیلر۔ ولد صمد جو۔ قوم ملا۔ پونچھ (نشان انگوٹھا)

بحثِ دجّال و یاجوج ماجوج

یا

احادیث نبوی میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر

(۳)

دجّال کا نام مسیح کیوں رکھا

اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو خود دجال کے نام المسیح الدجال میں یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے۔ دجال کو مسیح کیوں کہا گیا ہے اس لئے کہ دجال اپنا کام مسیح کے نام کے نیچے کرتا ہے۔ ورنہ فی الحقیقت مسیح تو ایک پاک نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا۔ تو ایک راستباز بندے کا خطاب دجال کو دینا اسی بات کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ دجال اپنا کام اس راستباز بندے کے نام کے نیچے کرے گا۔ اور یہی درحقیقت اس کا دجل اور فریب سازی ہے کہ نام تو وہ مسیح کا لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اور راستباز بندہ تھا اور کام وہ کرتا ہے جو اس کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت مسیح تو یہ تعلیم دیں کہ خدا ایک ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو دجال نے خود مسیح کو خدا بنا لیا۔ حضرت مسیح کی تعلیم تو یہ تھی کہ خدا کے پیغمبر سب کے سب راستباز بندے ہیں۔ دجال نے تمام پیغمبروں کو گنہگار قرار دیا۔ کیونکہ جب تک ہمارے راستباز جن کو خدا دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجتا رہا گنہگار نہ ٹھیرائے جائیں ایک بے گناہ بیٹے کے کفارہ بننے کی ضرورت کوئی نہیں رہتی۔ حضرت مسیح کی تعلیم تو یہ تھی کہ ہر انسان اپنے اعمال کی جزا و سزا پاتا ہے۔ دجال مسیح کے نام کے نیچے یہ تعلیم دے رہا ہے کہ خدا کا بیٹا ساری عیسائی دنیا کے گناہوں کے لئے کفارہ ہوگیا۔ حضرت مسیح کی تعلیم تو یہ تھی۔ کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ دجال حضرت مسیح کے نام کے نیچے یہ تعلیم دے رہا ہے کہ تمام دنیا کی دولت اکٹھی ہوکر عیسائیوں کے گھروں میں چلی جائے۔ تو یہی ان کی نجات ہوتی ہے۔ خواہ یہ دولت مکر و فریب سے حاصل کی جائے۔ خواہ دوسرے انسانوں کا گلا گھونٹ کر۔ خواہ ان کو مغلوب اور ذلیل کرکے خواہ مار کر اور تباہ و برباد کرکے۔ غرض احادیث میں دجال کا نام المسیح الدجال رکھ کر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ موجودہ مسیحیت کا نام ہی دجالیت ہے۔ نام تو مسیح کا اور مسیحیت کا لیا جاتا ہے مگر ہے وہ درحقیقت دجالیت۔ پس اس نام میں خود یہ شہادت موجود ہے کہ فتنۂ دجالیت فتنۂ مسیحیت کا ہی دوسرا نام ہے۔

احادیث دجال پر سرسری نظر

احادیث دجال اس قدر کثرت کے ساتھ ہیں اور اس قدر صحابہ سے مروی ہیں کہ ان کی مجموعی شہادت پر کسی قسم کا شبہ نہیں ہوسکتا۔ گو جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں ان کی ایک ایک تفصیل کے لفظاً پورا ہونے کا خیال درست نہیں۔ ان احادیث کو صحیح [illegible] مسلم [illegible]

احادیث موجود ہیں اور صرف مسند احمد میں ہی ایک سو کے قریب ایسی احادیث ہیں اور ذیل کے اجلہ صحابہ ان کے راوی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عمروؓ۔ ابوہریرہؓ۔ ابوسعید خدریؓ۔ انس بن مالکؓ۔ جابرؓ۔ ہشام بن عامرؓ۔ سمرہ بن جندبؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ سفینہؓ۔ عمران بن حصینؓ۔ نواس بن سمعانؓ۔ ام شریکؓ۔ فاطمہ بنت قیسؓ۔ ابی بکرہؓ۔ عبادہ ابن صامتؓ۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔ اسماءؓ بنت یزید۔ مغیرہ بن شعبہ۔ عبداللہؓ بن بسر المازنی۔ سفینہؓ۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی صحابی احادیث دجال کے راویوں میں سے ہیں جن کے نام معلوم نہیں۔ اس قدر کثیر تعداد صحابہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بار بار دجال کا ذکر کیا اور بعض صحابہ کے یہ الفاظ ہیں کہ انہوں نے دجال کے متعلق بڑی کثرت کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور آپ نے بار بار دجال کے فتنہ سے ڈرایا۔ اور کسی فتنہ پر جو اسلام کو پیش آنے والا تھا اتنا زور نہیں دیا۔ جتنا زور دجال کے فتنہ پر دیا۔

کیا دجّال سے مراد فردِ واحد ہے یا قوم

اس میں شک نہیں کہ اکثر احادیث کا مفہوم ظاہری یہی معلوم ہوتا ہے کہ دجال ایک فرد واحد ہوگا جس کی ایک آنکھ ہوگی اور جس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا۔ اور جس کے ساتھ ساتھ ایک گدھا اور ایک نہر اور ایک آگ ہوگی۔ لیکن ان احادیث کو اگر قرآن کریم کی روشنی میں پڑھا جائے تو کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ دجال ایک فرد واحد کا نام نہیں بلکہ یہ درحقیقت اس قوم یا ان قوموں کی تصویر ہے جن پر یہ احادیث صادق آتی ہیں۔ قرآن کریم نے قطعیت کے ساتھ دجال کو عیسائی اقوام قرار دیا ہے۔ اور پھر یاجوج ماجوج اور دجال کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ کیونکہ دونوں کے فتنہ کا ذکر اکٹھا ہے۔ اور یاجوج ماجوج کے اقوام یورپ ہونے پر بائیبل کی صریح شہادت موجود ہے۔ تو پس دجال اور عیسائی اقوام یورپ کے ایک ہونے پر کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ اور احادیث کی شہادت سے بھی میں اوپر ثابت کرچکا ہوں کہ فتنۂ دجال غلبۂ مسیحیت ہی ہے۔ اس کے علاوہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح روم اور فارس وغیرہ کا بحیثیت ایک قوم کے ذکر ہے۔ اسی طرح دجال کا بھی بحیثیت ایک قوم کے ذکر ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تغزون جزیرۃ العرب فیفتحہا اللہ ثم فارس فیفتحہا اللہ ثم تغزون الروم فیفتحہا اللہ ثم تغزون الدجال فیفتحہ اللہ (مشکوٰۃ باب الملاحم) رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم (یعنی مسلمان) عرب سے جنگ کروگے تو اللہ تعالےٰ اسے فتح کردے گا۔ پھر فارس سے جنگ کروگے تو اللہ تعالےٰ اسے فتح کردے گا۔ پھر روم سے جنگ کروگے تو اللہ تعالےٰ اسے فتح کردے گا۔ پھر دجال سے جنگ کروگے تو اللہ تعالےٰ اسے فتح کردے گا۔ اب یہاں جس طرح پر عرب۔ فارس اور روم کے ساتھ جنگ کا ذکر ہے اسی طرح دجال کے ساتھ جنگ کا ذکر ہے۔ پس جس طرح وہ اقوام ہیں یہ بھی ایک قوم یا اقوام ہیں۔ ممکن ہے اس میں صلیبی جنگوں کی طرف اشارہ ہو یا موجودہ زمانہ کی طرف۔ لیکن اس میں کچھ شبہ نہیں کہ فارس اور روم کی طرح دجال سے مراد بھی ایک قوم یا بعض اقوام ہیں۔

رہا یہ امر کہ احادیث میں دجال کا ذکر فرد واحد کی طرح ہے اور اس کا حلیہ بھی دیا ہے تو اس سے اس کے ایک قوم یا بعض اقوام ہونے میں کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا یہ پیشگوئیاں حضور نبی کریم صلعم کے کشوف ہیں۔ اور کشف یا رؤیا میں جب ایک قوم دکھائی جائے گی تو ایک فرد واحد کی صورت ہی میں دکھائی جائے گی۔ کیونکہ کشف اور رؤیا میں ایک چیز متمثل ہوکر یعنی کوئی شکل اختیار کرکے سامنے لائی جاتی ہے۔ اس لئے قوم کو سامنے لایا جائے گا تو ایک انسان کی صورت میں متمثل کرکے ہی لایا جائے گا۔ بالخصوص جب ایک قوم کی بعض نمایاں خصوصیات کو سامنے لانا مقصود ہو اور ذکر دجال میں عیسائیت کے غلبہ کی نمایاں خصوصیات کو ہی سامنے لانا مقصود تھا۔ تو اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ ان خصوصیات کو ایک فرد واحد کے رنگ میں دکھایا جائے۔ عرف عام میں بھی قوموں کا ذکر افراد کی طرح کیا جاتا ہے۔ خود قرآن شریف کو پڑھو تو بنی اسرائیل کا یا دیگر اقوام کا ذکر اسی طرح ہے جیسے کہ گویا وہ ایک فرد واحد ہے۔ مثلاً انہی الفاظ پر غور کیجئے یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین۔ اب مخاطب تو وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلعم کے سامنے ہیں۔ اور ذکر ان لوگوں کا ہے جو حضرت موسیٰ کے یا اس کے بعد کے زمانہ میں گزر چکے۔ انعام تو ان پہلے لوگوں پر تھے۔ اور یہ اب آنحضرت صلعم کے سامنے ایک ذلیل اور مقہور قوم تھی مگر ذکر ایسے ہی کیا ہے جیسے گویا ساری قوم ایک فرد واحد کے طور پر ہے۔ پس اگر ایک دجال قوم کو اللہ تعالےٰ نے ایک فرد واحد کے رنگ میں دکھا دیا۔ اور اس کا قوم ہونا خود قرآن شریف سے ثابت ہے تو اس میں کیا نقص ہے؟

حلیۂ دجال میں اقوام یورپ کا خط و خال

نبی کریم صلعم کی ان پیشگوئیوں میں یہ کس قدر کمال ہے کہ آج جو کچھ ہمیں یورپ کا خط و خال ان آنکھوں سے نظر آتا ہے اس خط و خال کو دجال کے حلیہ میں بیان کردیا ہے۔ ان اقوام میں کچھ اختلافات بھی ہیں۔ لیکن بعض امور ان میں مشترک بھی پائے جاتے ہیں۔ انہی امور مشترک کو حلیۂ دجال کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ حلیہ کیا ہے۔ میں احادیث کے صرف انہی حصوں کو لیتا ہوں جن میں حلیۂ دجال کا ذکر ہے۔ اول صحیح بخاری کو لو۔

(۱) واذا انا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی فسألت من ھذا فقیل المسیح الدجال (کتاب اللباس)

"اور میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ گھنگریالے۔ چھوٹے بالوں والا۔ دائیں آنکھ سے کانا۔ میں نے کہا یہ کون ہے۔ کہا گیا مسیح الدجال ہے۔"

(۲) رجل احمر جسیم جعد الرأس اعور العین الیمنی (کتاب التعبیر)

ایک شخص گورا رنگ موٹا تازہ سر کے بال گھونگریالے دائیں آنکھ سے کانا۔

(۳) الا انہ اعور ..... وان بین عینیہ مکتوب کافر۔ (کتاب الفتن)

یہی وہ کانا ہے ..... اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہے کافر۔

مسند احمد کی احادیث میں بھی ایسے ہی الفاظ آتے ہیں۔ اور قریبًا سب احادیث میں اسے اعور یعنی کانا کہا ہے اور ابن عباس کی ایک روایت میں ہے اعور هجان ازهر کانا سفید چمکتا ہوا رنگ (جلد ۱ صفحہ ۲۴۰) اور ایک میں ہے احمر هجان احدی عینیه قائمة كانه كوكب دری بڑے جسم والا سفید روشن۔ اس کی ایک آنکھ چمکتے ہوئے تارے کی طرح روشن (جلد ۱ صفحہ ۳۱۳) اس طرح بیشتر روایات میں ہے مکتوب بین عینیہ کفر یا کافر یا ک ف ر۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کفر یا کافر یا ک ف ر لکھا ہوا ہے اور بعض میں اس کے ساتھ بڑھایا ہے۔ یقرءہ کل مومن امی او کاتب اسے ہر مومن پڑھ لے گا خواہ وہ ان پڑھ ہو یا لکھنا جانتا ہو (جلد ۲ صفحہ ۲۰۶) یا کل مومن کاتب او غیر کاتب (جلد ۲ صفحہ ۲۲۸) یا کل مومن قاری او غیر قاری (جلد ۲ صفحہ ۳۰۰) ہر مومن لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یا پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو وہ دجال کے ماتھے پر کفر یا کافر لکھا ہوا پڑھ لے گا۔

ظاہری حلیہ

اس حلیہ میں چند باتیں نظر آتی ہیں جسم کے لحاظ سے اسے قوی الجثہ کہا گیا ہے۔ رنگ کے لحاظ سے سفید اور روشن رنگت والا۔ سر کے بال چھوٹے اور گھونگریالے۔ اب یہ تینوں باتیں یورپین اقوام کے ظاہری خط وخال پر صادق آتی ہیں۔ عمومًا یہ لوگ قوی الجثہ ہیں۔ اچھے قد آور اور موٹے ہیں۔ بال چھوٹے اور گھونگریالے ہیں اور اب تو عورتوں کے بال بھی چھوٹے ہو گئے ہیں۔ رنگ سفید اور روشن ہیں۔ تو یہ تین باتیں یورپ کی اقوام کے ظاہری خط وخال پر صادق آتی ہیں۔ اور ان کی ممتاز نشانیاں ہیں

باطنی حلیہ و دجال کا کانا ہونا

باقی دو باتیں ایک دجال کا دائیں آنکھ سے کانا ہونا اور دوسرے اس کے ماتھے پر کفر یا ک۔ف۔ر۔ لکھا ہونا ان کی روحانی حالت کا اظہار ہیں۔ اگر جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے کہ دجال ایک قوم کا نمائندہ ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ساری قوم ظاہر معنوں سے کانی نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں جہاں اسے دائیں آنکھ سے کانا بتایا ہے دوسری آنکھ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اس قدر چمک رہی ہوگی کہ گویا وہ ایک روشن ستارہ ہے۔ یعنی دائیں آنکھ تو بالکل ماری ہوئی ہے اور بائیں آنکھ حد سے زیادہ روشن ہے۔ امام راغب نے دجال کی دائیں آنکھ نہ ہونے کے جو معنے لکھے ہیں۔ وہ نہایت محققانہ توجیہہ ہے۔ لفظ مسیح کی لغوی تحقیق میں وہ لکھتے ہیں کہ مسح کسی چیز کا مٹا دینا بھی ہے اور پھر لکھتے ہیں وقال بعضهم ان الدجال ممسوح اليمنى وعيسى ممسوح اليسرى قال ويعني بان الدجال قد مسحت عنه القوة المحمودة من العلم والعقل والحلم والاخلاق الجميلة وان عيسى مسحت عنه القوة الذميمة من الجهل والشره والحرص وسائر الاخلاق الذميمة۔ یعنی روایت کی گئی ہے کہ دجال کی دائیں آنکھ ماری ہوئی ہے اور حضرت عیسٰے کی بائیں آنکھ ماری ہوئی ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ دجال سے علم اور عقل اور حلم اور اچھے اخلاق کی قابل تعریف قوت جاتی رہی ہے اور حضرت عیسٰے سے جہل اور لالچ اور حرص اور برے اخلاق کی قابل نفرت قوت جاتی رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام راغب نے بھی دجال کے کانا ہونے کو ظاہر پر محمول نہیں کیا مجاز پر محمول کیا ہے۔ اور مراد اس سے اچھے اخلاق کا نہ ہونا لیا ہے حضرت مرزا صاحب نے جو توجیہہ اس کی فرمائی ہے وہ اس سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ انسان کی دو آنکھیں وہ ہیں جن میں سے ایک دینی اور روحانی امور کو دیکھتی ہے۔ اور دوسری جسمانی اور مادی امور کو دیکھتی ہے۔ اور چونکہ دین اور روحانیت اعلٰے مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور امور جسمانی و مادی ادنیٰ مرتبہ رکھتے ہیں اس لئے دائیں آنکھ کے نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ دجال کی توجہ دینی اور روحانی امور کی طرف سے ہٹی ہوئی ہوگی۔ اور یہی حالت آج اقوام یورپ کی نظر آتی ہے۔ کہ ان کی ساری توجہ جسمانی اور مادی امور کی طرف ہے۔ اور ان امور میں ان کی ترقی بے نظیر ہے۔ یہی مطلب ہے اس کا کہ اس کی دوسری آنکھ روشن ستارے کی طرح ہوگی۔ یعنی مادی اور جسمانی امور میں وہ ایسی ایسی باتوں کو دیکھ لے گا۔ جن کو اور لوگ نہیں دیکھتے گویا اس کی مادی آنکھ ایک روشن ستارہ ہے۔ مگر اس کی روحانی آنکھ بالکل ماری ہوئی ہے کیونکہ اس کی ساری قوت مادیت اور جسمانیات تک محدود ہے اس میں کمال ترقی کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ دوسری آنکھ ان کی بند ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ کی یہ کیسی اعلٰے درجہ کی توجیہہ ہے جو یقینًا وحی خفی سے قلب مبارک نبوی پر روشن ہوئی۔ قرآن کریم دجال کے ذکر میں فرماتا ہے۔ الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعًا (الکہف - ۱۰۴) وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں غرق ہو گئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے کاریگری کے کام کر رہے ہیں۔ حدیث نبوی نے اسے یوں بیان فرمایا کہ دجال کی بائیں یا دنیا کی زندگی والی آنکھ ستارہ کی طرح روشن ہے اور قرآن کریم ان کی اخروی زندگی یا حالت کے متعلق بیان فرماتا ہے۔ اولٰئک الذين كفروا بآيات ربهم ولقائه (الکہف ۱۰۵) انہوں نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی ملاقات کا انکار کر دیا۔ حدیث نے یوں بیان فرما دیا کہ دجال کی دائیں یا دین کی آنکھ ماری ہوئی ہے۔

دجال کے ماتھے پر کفر لکھا ہوا ہونا

اسی طرح یہ دوسری علامت دجال کی کہ اس کے ماتھے پر کفر یا کافر لکھا ہوگا اس کی روحانی حالت کے متعلق ہے کسی چیز کا دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہونا عرف عام میں یہی ہے کہ وہ بات اس میں ظاہر نظر آئے۔ پس مطلب یہ ہے کہ اس کا کفر ظاہر ہوگا۔ اور خود حدیث کے الفاظ سے نظر آتا ہے کہ منشا تو یہی ہے۔ کیونکہ اول تو اس میں ہے کہ ہر مومن اسے پڑھ لے گا۔ یہ نہیں کہ ہر شخص اسے پڑھ لے گا۔ اور پھر مومن کے متعلق بھی مزید تشریح ہے امی او کاتب۔ قاری اور غیر قاری یعنی ہر ایک مومن اسے پڑھ لے گا۔ خواہ وہ امی ہو یا لکھنا جانتا ہو خواہ وہ پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ تو جس تحریر کو اول مومن ہی پڑھتا ہے اور مومن بھی ہر ایک پڑھ لیتا ہے خواہ وہ پڑھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ظاہر ہے کہ وہ تحریر الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ اگر الفاظ کی تحریر ہوتی تو نہ مومن کی شرط ہوتی نہ ان پڑھ کے پڑھ لینے کا ذکر ہوتا۔ الفاظ کی تحریر کا تعلق ایمان سے نہیں۔ اسے ہر ایک پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے۔ اور ان پڑھ خواہ کتنا بڑا مومن ہو نہیں پڑھ سکتا۔ پس یہ تحریر ایسی ہے جو اس کے افعال سے ظاہر ہے۔ اور صرف مومن کی شرط اس لئے ہے کہ کافر تو کفر کو کفر نہیں سمجھتا۔ یہ مومن ہی دیکھ سکتا ہے کہ یہ کفر ہے

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں بخیریت اور خدمات دین مصروف ہیں۔ آپ انشاء اللہ ۱۲ر اگست کو لاہور تشریف لائیں گے اور تین چار روز قیام فرمائیں گے۔

— حضرت مولانا صدر الدین صاحب شملہ سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔

— حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایبٹ آباد میں تشریف فرما ہیں۔

— مولانا عصمت اللہ صاحب سیالکوٹ میں اور مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی دہلی میں قیام پذیر ہیں۔ اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب سیالکوٹ، وزیر آباد راولپنڈی، گجرات کے دورے کے بعد چند روز کے لئے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ انشاء اللہ جلد ہی گوجرانوالہ جہلم کیمبل پور۔ پشاور اور چارسدہ وغیرہ کے دورے پر روانہ ہو جائیں گے۔

— شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی سیالکوٹ کی طرف تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اب واپس آ گئے ہیں۔

— منشی عبد اللطیف صاحب دفتر محاسب انجمن کا بچہ بیمار ہے احباب اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔

— منشی رحمت خان صاحب بدستور تا حال بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

— جماعت لاہور کے محترم بزرگ جناب ڈاکٹر بنی بخش صاحب چند روز سے بیمار ہیں۔ تمام احباب اس مخلص اور بابرکت بزرگ کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

جنازہ غائب

اپنی جماعت کے ایک نہایت مخلص اور پُرجوش دوست غلام المرسلین صاحب جو مشہد (ایران) میں انگریزی سفارت کے شفاخانہ میں ملازم تھے۔ اور جنھوں نے کثرت سے کتب سلسلہ منگوا کر ایران میں تقسیم کیں وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم کی سابقہ بیوی سے دو لڑکیاں تھیں جو ان کے رشتہ داروں کے پاس پنجاب میں ہیں۔ وہاں ان کی ایرانی بیوی سے دو تین بچے پیچھے رہ گئے ہیں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا وہیں۔ انتظام کر دیا جائے۔ جملہ احباب اپنے مرحوم بھائی کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

— ملک عبد الغنی صاحب کلرک دفتر تحصیل کی اہلیہ بیمار ہیں وہ ناظرین سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

— شیخ بشیر احمد صاحب نومسلم جو تبلیغ کے لئے دھرمسالہ (ضلع کانگڑہ) تشریف لے گئے تھے۔ علالت کی وجہ سے لاہور واپس آ گئے ہیں۔

مظالمستان کشمیر

روضۃ الشہدا

کشمیر میں ظالم ڈوگرہ حکومت بدستور مسلمانوں پر شرمناک اور انسانیت سوز مظالم کر رہی ہے - ہز ہائنس مہاراجہ بہادر نے ایک اور دھمکی آمیز اعلان شائع کیا ہے - حکومت مسلمان شہدا کی تعداد کل ۲۱ بیان کر رہی ہے - لیکن دراصل اس سے کئی گنا زیادہ ہے - ۱۳ر جولائی کو گولی چلانے کے بعد شہدا کی بہت سی لاشیں ادھر ادھر پھینکوا دی تھیں - جس قدر مسلمانوں کے ہاتھ آسکیں وہ ان کو جامع مسجد میں لے گئے - اور مسجد کے قریب .. ایک ہی جگہ دفن کرکے ان کے مدفن کا نام روضۃ الشہدا رکھا - حکومت کشمیر نے مسلمانوں کو کسی قسم کا جلوس نکالنے کی ممانعت کر رکھی ہے - تیغ و تفنگ کے خوف سے بالغ مردوں کا کوئی جلوس نہیں نکل سکا - لیکن کم عمر لڑکوں اور عورتوں کے کئی جلوس نکل چکے ہیں - لڑکوں کے جلوس کو پولیس اور فوج طرح طرح سے دق کرتی اور دھمکاتی ہے -

مسلم خواتین کا ماتمی جلوس

۲۴ر جولائی کو سری نگر و دیگر قریبی مقامات کی پردہ نشین مسلم خواتین کا ایک نہایت شاندار جلوس نکلا - جس میں ہزاروں ایسی برقعہ پوش مسلم خواتین شامل تھیں جو اس سے پیشتر کبھی باہر نہیں نکلی تھیں - اس جلوس نے "روضۃ الشہدا" پر جاکر فاتحہ خوانی اور ماتم کیا - ان کی آہ و زاری نہایت درد انگیز تھی - شہدا کے یتیم بچوں کا بھی ایک جلوس نکلا ہے - خدا کے فضل سے سری نگر کی مسلم خواتین میں کافی بیداری پیدا ہو چکی ہے اور وہ اس بات کا عزم راسخ کر چکی ہیں کہ حکومت کے مظالم کا پوری طاقت اور کامل استقلال سے مقابلہ کیا جائے اور اپنے کم از کم اور جائز مطالبات سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹا جائے - انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اگر خدانخواستہ مسلمان مرد میدان کو چھوڑ بھی جائیں تو ان کی جگہ ہم کام کرینگی -

مسلمانوں کے خلاف بہتان طرازیاں

ریاستی ہندو اور انگریزی علاقہ کے ہندو اخبارات مظلوم مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی غلط باتیں مشہور کر رہے ہیں کبھی وہ مسلمانوں کی قانون شکنی کے افسانے سناتے ہیں - کبھی ان کی فرضی لوٹ مار، قتل و غارت کی داستانیں بیان کرتے ہیں - حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان نے بھی کسی ہندو کو زخمی یا ہلاک نہیں کیا - اور نہ کسی کو لوٹا ہے - ہندو دکانداروں نے ازراہ شرارت اپنا کچھ ردی سامان باہر پھینک دیا اور خود ہی شور مچا دیا کہ مسلمانوں نے سب کو لوٹ لیا - شنکھم کا پل خود ہندوؤں نے جلایا اور بدنام مسلمانوں کو کر دیا - چنانچہ ظالم حکومت کشمیر نے بھی اس فرضی الزام پر کئی مسلمانوں کو ماخوذ کر لیا ہے - یہ بھی غلط ہے - کہ شیخ عبداللہ صاحب کے پاس سے بعض خفیہ کاغذات برآمد ہوئے ہیں - جن مسلمانوں کو ظالم حکومت کشمیر نے ماخوذ کیا ہے ان میں سے کسی کے پاس بھی کوئی قابل اعتراض چیز برآمد نہیں ہوئی -

ہڑتال ختم کرانے کی ناکام کوشش

مسلمانوں کی ہڑتال کو دو ہفتے سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے ہز ہائنس مہاراجہ بہادر اس کو ختم کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف ہیں ۲۵ر جولائی کو انہوں نے میر یوسف شاہ صاحب نائب میر واعظ کو بلاکر ہڑتال بند کرانے کے لئے کہا - لیکن انہوں نے صاف کہدیا کہ مسلمانوں کے دل زخم خوردہ ہیں جب تک ان کے مطالبات پورے نہیں کئے جائیں گے وہ کسی کی بات نہیں مانیں گے - مہاراجہ ممدوح نے کہا کہ میں مسلمانوں کے بعض مطالبات پورے کر دونگا - آپ ہڑتال بند کرا دیں - لیکن انہوں نے اپنی معذوری کا اظہار کیا - آخر مہاراجہ بہادر کے اصرار پر میر صاحب نے مسلمان دکانداروں سے دکانیں کھولنے کو کہا - لیکن انہوں نے میر صاحب کی ایک نہ سنی -

شیخ محمد عبداللہ صاحب سے درخواست

معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ بہادر نے شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم ایس سی کو جو قلعہ ہری پربت میں مقید ہیں - اپنے پاس بلاکر کہا کہ آپ کا شہر والوں پر کافی اثر ہے - آپ دکانداروں سے ہڑتال ختم کرنے کے متعلق کہیں - شیخ صاحب نے جواب دیا کہ میں شہر والوں کا دشمن نہیں ہوں - ان کا خادم ہوں - پہلے ان سے دریافت کریں کہ وہ دکانیں کیوں نہیں کھولتے - میں اپنے مخدوموں کے مشورہ اور اجازت کے بغیر کوئی جواب نہیں دے سکتا - مہاراجہ بہادر نے کہا کہ آپ لوگوں سے انصاف کیا جائے گا - میں نے کمیشن مقرر کر دیا ہے جو آپ لوگوں کی جائز شکایات سنے گا - شیخ صاحب نے کہا کہ مجھے اور میری قوم کو یہ کمیشن ہرگز منظور نہیں - باقی رہا انصاف اس کے ہم عرصہ سے تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں -

کمیشن نے اپنا کام شروع کر دیا ہے

ظالم حکومت کشمیر نے جو نام نہاد تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا تھا اس کی رکنیت کسی غیر سرکاری مسلمان نے باوجود مہاراجہ بہادر کی کوشش کے قبول نہیں کی - اب کمیشن نے اپنا کام شروع کر دیا ہے - سب سے پہلے سٹی مجسٹریٹ کے بیانات ہونگے مسلمانان کشمیر اور ہندوستان کے دیگر تمام علاقوں کے مسلمان واضح طور پر اعلان کر چکے ہیں - کہ مظلوم مسلمانوں کو اس نام نہاد کمیشن پر قطعی اعتماد نہیں ہے - یہ ظالم حکومت اور اس کے ظالم حکام کی پردہ داری کے سوا اور کچھ نہیں کرے گا -

ہندوؤں کی شرارتیں ترقی پر ہیں

جب سے پنڈت ہری کشن کول ریاست کے وزیر اعظم مقرر ہوئے ہیں ہندوؤں کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں اور ان کے مظالم اور شرارتیں روز بروز ترقی پر ہیں نہایت متعصب اور آزار شخص ہے - اس نے وزارت عظمیٰ کا چارج لیتے ہی مسلمانوں کو بالکل تباہ کرنے کے منصوبے باندھنے شروع کر دیئے ہیں -

ہز ہائنس مہاراجہ بہادر کا طرز عمل

ہز ہائنس مہاراجہ بہادر بار بار اعلان کرتے ہیں کہ میرا مذہب انصاف ہے - میں ہندو مسلمانوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہوں لیکن حالت یہ ہے کہ انکی حکومت نے مسلمانوں پر ہر ایک ظلم روا رکھا ہے - تازہ اطلاع ہے کہ مسلمان پولیس اور فوج سے ہتھیار لے لینے کے بعد مہاراجہ ممدوح نے اپنے ذاتی عملہ میں جس قدر مسلمان ملازم تھے ان کو برخاست کر دیا ہے - اور وہ اپنے طرز عمل سے ہندو حکام کو مسلمانوں پر ظلم کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں - تازہ اطلاعوں سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ انہوں نے گول میز کانفرنس میں شرکت کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے امسال وہ ولایت نہیں جائیں گے -

مسلم خواتین پر وحشی ڈوگروں کا حملہ

۲۷ر جولائی کی اطلاع ہے کہ مسلم خواتین کا ایک ماتمی جلوس نکلا - جب وہ روضۃ الشہدا کی طرف جا رہا تھا تو ریاست کی ننگ انسانیت فوج نے ان خواتین پر حملہ کر دیا - اور بہت سی پردہ دار و برقع پوش عورتوں کو بندوقوں کے کندوں سے زد و کوب کیا لیکن وہ ان ذلیل لوگوں کے حملہ کی پروا نہ کرتے ہوئے روضۃ الشہدا پہنچ گئیں - وہاں بہت سی تقریریں ہوئیں ایک مسلم خاتون نے نہایت درد انگیز تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اب ہمارا کوئی پرسان حال نہیں رہا ہمارے مردوں کو گھروں میں برقعے پہنکر بیٹھ جانا چاہیئے - ہمارے پنجابی بھائی جن پر ہمیں بجا طور پر فخر و ناز تھا - ابھی تک سوائے اخبارات میں شور مچانے کے خاموش ہیں - ایک خاتون نے تقریر کرتے ہوئے پارلیمنٹ کے ممبروں سے التجا کی کہ وہ ہماری آواز کو حکومت برطانیہ کے مدبروں اور جمعیت الاقوام تک پہنچائیں فاضلہ مقررہ نے ڈوگرہ سپاہیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عورتوں سے سختی کرنا بہادری نہیں ہے - اگر آپ کو سختی کی ہدایت کی گئی ہے تو ہم بھی گھروں سے سر پر کفن باندھ کر نکلی ہیں - ہم اعلان کرتی ہیں کہ ہم اپنے حقوق حاصل کر کے رہیں گی - تقریروں کے بعد جب یہ مسلم خواتین شہدا کے مرقدوں پر دعائے مغفرت کر رہی تھیں تو ذلیل ڈوگرہ سپاہیوں نے دوبارہ حملہ کر دیا - جس سے تقریباً دس پردہ نشین خواتین مجروح ہوئیں - ایک مسلمان نوجوان نے فوجیوں کی اس وحشیانہ حرکت پر اظہار نفرت کیا - اس کو گرفتار کر لیا گیا - ایک اور مسلمان نوجوان کو محض اس جرم میں پکڑ لیا گیا کہ وہ فوجی سپاہیوں کے آگے سے گزر رہا تھا -

عام حالات

عام حالات بھی غیر تسلی بخش نظر آتے ہیں - مظلوم مسلمان بے چین اور ظالم ہندو آمادۂ فساد ہیں - حکومت نے پولیس اور فوج کا زبردست انتظام کر رکھا ہے - لیکن اس میں اسلامی عنصر بالکل نہیں ہے - اس لئے فوج اور پولیس کے عام سپاہی بھی مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کر رہے ہیں - حکومت کشمیر مسلمانوں کی آواز کو تشدد سے روک دینا چاہتی ہے - جب وہ اپنے ظالمانہ تشدد کا کوئی مظاہرہ کرتی ہے مظلوم مسلمانوں کی چیخیں زیادہ بلند ہوتی ہیں - اب شہروں کے بعد قصبات اور دیہات میں بھی فضا خراب ہو رہی ہے -

(باقی بر صفحہ ۷ کالم ۳)

ہماری تبلیغی ڈاک

برلن مشن کے خلاف جھوٹا پروپگنڈا

کسی شخص نے ایک فرضی نام دین محمد کے نام سے اخبار "الفضل" اور "آریہ گزٹ" میں برلن مشن کے خلاف شرارت پھیلانی چاہی تھی۔ وہاں سے جو حالات معلوم ہوئے وہ جملہ برادران کی آگاہی کے لئے درج ذیل ہیں۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ اس شخص کو ایک اسلامی مشن کے خلاف مضمون دینے کے لئے "آریہ گزٹ" اور "الفضل" ہی ملے۔ اول الذکر تو اسلام کا ظاہری دشمن ہے۔ موخر الذکر کے نزدیک تمام اسلامی دنیا بجز ان لوگوں کے جو حضرت مرزا صاحب کو نبی مانیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ گویا ایسا مضمون وہ اخبار بڑی خوشی سے شائع کرتے ہیں۔ جنمیں سے ایک تو ظاہرا دشمن ہے اور دوسرا دوستی کے پردے میں دشمن اسلام ہے۔"

پروفیسر محمد عبداللہ صاحب لکھتے ہیں:۔

دین محمد کوئی فرضی نام معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نام کا کوئی آدمی یہاں برلن میں نہیں ہے۔ خیر اب اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ اس ساری شرارت کے بانی ایک ہندی مسلمان ہیں جن کا نام .... ہے۔ شروع سے لے کر آج تک ان کا یہی رویہ رہا ہے۔ شروع میں یہ "خیری برادرز" کے ساتھ تھے۔ بطور طالب علم یہاں آئے۔ پی ایچ ڈی (Ph D) کر رہے تھے۔ مگر چند سال بعد آوارہ گردی میں پڑ گئے یہاں تک کہ پی ایچ ڈی بھی رہ گئی۔ سب سے پہلی عید الفطر جو میں نے پڑھائی یعنی ۱۹۲۹ء میں۔ یہ صاحب اس میں موجود تھے۔ اس سال عید الضحیٰ پر بھی آئے۔ اور نماز سے چند منٹ قبل مجھ سے کہنے لگے کہ "دیکھئے ہم احمدی نہیں ہیں مگر نماز کے واسطے عید الفطر پر بھی آئے اور اب بھی آئے ہیں مگر آپ نے (یعنی میں نے) ہماری (یعنی ان کی) موجودگی سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اخبارات میں لکھ دیا ہے کہ یہاں احمدیوں کی نماز ہوئی اور سارے احمدی مسلمان عید الفطر پر مسجد میں جمع ہوئے۔ وغیرہ اس پر میں نے کہا کہ مجھے کسی ایسے مضمون کا علم نہیں ہے اور نہ میں نے یہ لکھا ہے۔ اخبارات کے نمائندے آئے ہیں ممکن ہے کسی نے لکھ دیا ہو۔ میں نے تو یہ اخبار بھی نہیں دیکھا۔ کہنے لگے کہ اس کی تردید ہونی چاہیئے۔ میں نے کہا کہ تردید تو ابد میں دیکھی جائے گی آپ نماز کے وقت کیوں شور ڈالتے ہیں۔ اور اگر آپ کی نیت نیک تھی تو آج اس مضمون کو شائع ہوئے بھی دو ماہ ہو چکے ہیں۔ کیوں نہ آپ نے اس سے قبل مجھ سے اس کا ذکر کیا اور آج اب نماز سے قبل یہ جھگڑا پیدا کر رہے ہیں۔ نماز پڑھ لینے کے بعد دیکھا جائے گا۔ خیر نماز ادا ہوئی اور بخیر و خوبی ختم ہوئی۔

اس کے بعد سال گزشتہ ۱۹۳۰ء میں عید الضحیٰ پر پھر آئے اور کہنے لگے کہ یہاں کچھ ہندوستانی کچھ میرے (یعنی ان کے) خلاف ہیں۔ لہذا آپ (یعنی میں) اجازت دوں۔ تو اس دفعہ وہ امامت کروائیں تاکہ ان کی مخالفت دور ہو۔ جس کا میں نے انکار کر دیا۔ اور حاضرین میں سے اکثر حصہ نے کہا کہ اگر ... صاحب امامت کرائیں گے تو ہم نماز ادا نہیں کریں گے۔ خیر مجبوراً میں نے نماز پڑھائی۔ نماز ختم ہوتے ہی بول اٹھے کہ آپ نے نماز غلط پڑھائی ہے۔ میں نے کہا کہ کیا ہوا۔ کہنے لگے کہ آپ نے تکبیریں غلط کہی ہیں۔ اور زیادہ کہی ہیں۔ جس پر میں نے کہا کہ جہاں تک میرا علم ہے عید الضحیٰ کی نماز کی تکبیریں اسی طرح پر ہیں۔ یعنی سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔ اور یہی بخاری کی حدیث ہے۔ اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے۔ کہنے لگے نہیں غلط ہے۔ جس پر ڈاکٹر منصور صاحب نے (جو آج کل مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں ہیں اور اس کی شہادت دے سکتے ہیں) کہا کہ کیا ہوا اگر دو تکبیریں زیادہ کہہ بھی دیں۔ تو دو دفعہ اللہ اکبر ہی زیادہ کہا کہیں خدانخواستہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی تو نہیں کر دی۔ مگر انہوں نے شور مچائے رکھا۔

اب اس دفعہ کا قصہ بھی سن لیجئے۔ حسب معمول نماز شروع ہوئی۔ شہزادگان دکن بھی نماز میں شریک ہوئے۔ اور میں نے ان کو دعوت دی تھی (جس کا ذکر پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے) نماز کے بعد انہوں نے کہا کہ میں نے نماز غلط پڑھائی ہے اور نہ صرف تکبیریں ہی غلط ہوئیں بلکہ قرأت بھی غلط ہوئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی قرأت میں مجھ سے ایک غلطی ہوئی تھی اور ایک آیت غلط پڑھی گئی تھی۔ میں نے جواب دیا کہ تکبیروں کا مسئلہ تو پرانا ہے۔ البتہ اگر نماز کے اندر قرأت میں غلطی ہوئی تھی تو آپ حافظ تھے آپ کو غلطی کا علم بھی ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کا فرض تھا کہ نماز ہی میں لقمہ دیدیتے تاکہ میں اس کی تصحیح کر لیتا اور حسب ضرورت سجدہ سہو نکال لیتا۔ آخر اسلام نے ایسی غلطی کا کچھ علاج بھی کر رکھا ہے۔ اب نماز ختم کر لینے کے بعد اس پر جھگڑنا طریق مومنانہ نہیں۔ اور نہ اس سے نماز دہرانی لازم آتی ہے۔ خیر انہوں نے بدمزگی پیدا کرنی تھی سو کر دی۔ پچھلی صف میں سے ان کے ایک ساتھی نے شور ڈال دیا۔ جس سے غیر مسلم حاضرین پر مسلمانوں کی اس بدتمیزی کا برا اثر پڑا۔ پروفیسر فرسا حسن صاحب نے جرمن زبان میں مجھ سے کہا کہ میں خطبہ شروع کر دوں اور ایسے لوگوں کی فضول گوئی کو نظر انداز کر دوں چنانچہ خطبہ شروع کر دیا گیا۔

شام کے وقت جرمن مسلم سوسائٹی نے چائے کی دعوت دی تو ان لوگوں نے اس میں آنے کی کوشش کی۔ چونکہ ان کا منشا بجز شور و غل اور فساد کرنے کے کچھ نہ تھا اس لئے ان کو اجازت نہ دی گئی۔ جس پر انہوں نے وہیں کہدیا کہ وہ ہندوستان میں ہمارے خلاف پروپگنڈا کریں گے۔ یہ حقیقت ہے "الفضل" اور "آریہ گزٹ" کے مضمون کی۔

جرمنی میں خودکشی کی کثرت

مسٹر مصطفےٰ صاحب جرمن نومسلم نے ایک نوٹ سرکاری رپورٹوں کی بنا پر بھیجا ہے۔ کہ جرمنی میں ہر روز پچاس وارداتیں خودکشی کی ہوتی ہیں ۱۹۲۸ء میں کل وارداتیں ساری جرمنی میں ۱۶۰۳۶ ہوئی تھیں۔ جن میں سے ۱۱۲۳۹ مرد تھے۔ اور ۴۷۹۷ مستورات۔ اس سے تین سال قبل ایسی وارداتوں کی اوسط ۴۴ روزانہ تھی۔ سال رواں میں یہ تعداد ڈیوڑھی تک پہنچ گئی ہے فی لاکھ نفوس کے پیچھے ۲۳ واردات خودکشی کی ہوتی ہیں۔

جزیرہ فلپائن

برادر عبد الرشید صاحب فلپائن سے لکھتے ہیں کہ اسلامی لٹریچر ملا۔ جسے تقسیم کر دیا گیا ہے اگر ہم اشاعت اسلام کو اپنا فرض سمجھتے ہیں تو جتنی جلدی ہو سکے ہمیں ایک اسلامی مشن یہاں قائم کر دینا چاہیئے۔ اس کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ عیسائیت یہاں سے مٹ کر اسلام پورے زور سے ترقی کرے گا مشن کا مرکز ہمارے اس صوبہ میں ہو جہاں کہ مسلمانوں کی آبادی کافی ہے اور ہر طرح سے مدد بھی مل سکتی ہے۔ عیسائی مشنوں کی بہتات کے سبب سے اس جزیرے کے لوگ ان کے زیر اثر آ رہے ہیں اور اگر اس رو کو روکنے کی کوشش نہ کی گئی۔ تو ممکن ہے یہاں کے مسلمانوں پر بھی اس کا اثر پڑ جائے جہاں تک مسلمانوں کی بہتری کا سوال ہے آپ پر لازم ہے کہ یہاں ضرور اسلامی مشن کا انتظام کریں۔ اور اپنی اسلامی کتابوں کی فروخت کے لئے یہاں مرکز قائم کریں۔ جس کی یہاں سخت ضرورت ہے۔ حالات ہر طرف امید افزا ہیں اور اشاعت اسلام کے لئے بڑا مفید کام ہو سکتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ٦)

برطانوی علاقے کے مسلمانوں کی درخواستوں کا حشر

برطانوی علاقہ کی بہت سی اسلامی انجمنوں اور ذمہ دار حضرات نے مہاراجہ بہادر و دیگر حکام کو مختلف مضمونوں کے تار دیئے بہت سے مقامات سے طبی کمیشن اور تحقیقاتی کمیشن بھیجنے کی اجازت چاہی لیکن ان میں سے کوئی درخواست بھی قبول نہیں ہوئی۔ مہاراجہ بہادر اور ان کی حکومت اسلامی ہند کے اضطراب و ہیجان کو نہایت تغافل آمیز خاموشی سے دیکھ رہی ہے۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تاریں

۲۲ جولائی کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس منتظمہ نے اپنے ایک غیر معمولی اجلاس میں مظالم کشمیر پر غم و غصہ کا اظہار کیا۔ اور ان انسانیت سوز مظالم کے متعلق سکرٹری آف سٹیٹ، وائسرائے، ریزیڈنٹ کشمیر، اور مہاراجہ کشمیر کو تاریں دیں۔ جن کا کوئی جواب نہیں آیا۔

مظالم کشمیر کا شملہ میں اثر

اخبار رسول کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ شملہ کے سرکاری حلقوں میں مظالم کشمیر کا گہرا اثر محسوس کیا جا رہا ہے۔ ملک کے ہر ایک حصہ سے مسلمان مطالبہ کر رہے ہیں۔ کہ حکومت ہند اس معاملہ میں مداخلت کرے۔

—— کلکتہ ۲۹ رجولائی۔ مسمی کھنیال نے اپنی آٹھ سالہ بچی گنگا دیں لکھنی کے تیرہ سالہ لڑکے کے ساتھ شادی کردی۔ ہر دو ملزموں یعنی دولہا اور دلہن کے باپ کو چیف پریزیڈنسی نے سارداایکٹ کے خلاف ورزی میں پانچ پانچ دن کی قید محض اور پچیس پچیس روپے جرمانہ یا ایک ایک ماہ قید کی سزادی۔

—— کلکتہ ۲۹ رجولائی۔ آج بنگال کونسل میں ایک قرارداد کے ذریعہ سے سفارش کی گئی کہ حکومت بنگال کے تمام شعبہ ہائے خریداری کے نام ہدایات نافذ کی جائیں۔ کہ خریداشیا میں بنگال کی ساختہ اشیا یعنے سودیشی مال کو ہر حالت میں ترجیح دی جائے۔ قرارداد باتفاق منظور ہوگئی۔

—— ٹینسن ۲۹ رجولائی۔ چند روز کے اندر اندر ٹسنگ چاؤ میں شدید جنگ برپا ہونے کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔ مقابلہ باغیوں کے سپہ سالار جنرل شکیوشن اور کلٹن کی افواج میں ہے۔

—— سرکاری طور پر کہا جاتا ہے کہ اقلیتوں والی سب کمیٹی کے ارکان کی فہرست بھی اسی ہفتہ کے اندر شائع ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی گول میز کانفرنس کے کل مندوبین کا بھی اعلان ہوجائیگا۔

—— لاہور ۲۹ رجولائی۔ بھائی پرمانند رکن اسمبلی نے مصرحہ ذیل تار وزیر زراعت پنجاب۔ گورنر پنجاب۔ اور وزیر بلدیات پنجاب کو بھیجا ہے :۔

میکلیگن کالج کی تحقیقاتی کمیٹی کے روبرو سکھائے ہوئے گواہ ایسی شہادتیں دے رہے ہیں جن میں غیرمسلم عملہ اور غیرمسلم طلبہ کے ساتھ جنبہ داری اور امتیازی سلوک کے غلط الزام لگائے گئے ہیں۔ چونکہ تحقیقاتی کمیٹی میں کوئی غیرمسلم رکن نہیں ہے اس لئے غیرمسلم عملہ اور طلبہ کمیٹی کی تحقیقات سے خوف زدہ ہو رہے ہیں۔ مہربانی کرکے کمیٹی کے ارکان میں غیرمسلم عنصر کو بڑھانے کے لئے فوری احکام نافذ کئے جائیں۔

—— پشاور ۲۹ رجولائی۔ گاندھی جی کے فرزند گزشتہ رات پشاور پہنچے۔ سٹیشن پر خدائی خدمت گاروں کے چند افسر اور افغان جرگہ کے چند ارکان موجود تھے۔ ہندوؤں میں صرف دو ہندو وکلا اور دو سکھ وکلا موجود تھے۔

—— رنگون۔ ۲۹ رجولائی۔ علیحدگی برما کے خلاف جو وفد حال میں وائسرائے کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس کے ارکان نے وزیر ہند کو ایک تار بھیجا ہے جس میں درخواست کی گئی ہے۔ کہ فیڈریشن کمیٹی کے ارکان میں برمی نمائندوں کی خاصی تعداد مقرر کی جائے۔

—— رنگون ۲۹ رجولائی۔ یورپین حلقہ کی طرف سے مسٹر جان ہٹ کو اسمبلی کا رکن منتخب کیا گیا ہے۔

—— پشاور ۲۹ رجولائی۔ ریڈنگ یونیورسٹی (انگلینڈ) سے بذریعہ تار اطلاع ملی ہے کہ میاں فاروق شاہ صاحب کاکاخیل جو وہاں "ہوائی جہاز" کا کام سیکھ رہے تھے۔ امتحان میں کامیاب ہوگئے۔ اور انہیں برطانی ہوائی جہاز رانی کا لائسنس اور بین الاقوامی جہاز رانی کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے۔

—— شملہ ۲۹ رجولائی۔ حکومت نیپال کے سفیر مقیم شملہ ایک اخباری بیان میں لکھتے ہیں کہ مہاراجہ بھیم شمشیر جنگ بہادر وزیر اعظم نیپال نے پانچ سال کے لئے باستثنائے ان مقدمات کے جو فوجی قانون کے ماتحت آتے ہیں۔ یا بغاوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ حدود نیپال سے سزائے موت منسوخ کردی ہے۔

—— کلکتہ ۳۰ رجولائی۔ اخبار ایڈوانس کو معلوم ہوا ہے کہ نرمل داس گپتا کے پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا ہے کہ موت زہر خورانی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ معدے سے پوٹاشیم سائنائڈ کی بڑی تعداد برآمد ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر گارلک کو نشانہ بنانے کے بعد اس نے زہر کھالیا۔

—— پونا ۳۰ رجولائی۔ گورنر بمبئی پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کو لے کر حیدرآباد سے پونا آئے ہیں۔ کل کنٹونمنٹ مجسٹریٹ کی عدالت سے مزید مہلت تفتیش حاصل کی گئی ہے۔ پولیس نے اس سلسلہ میں ایک گھڑی ساز کے مکان کی تلاشی لی۔ یوتھ لیگ کا ایک بلیٹن ضبط کیا گیا۔ ایک اور دکان کی تلاشی بھی لی گئی۔

—— رگبی ۲۹ رجولائی۔ دارالعوام میں مسٹر فلپ سنوڈن وزیر خزانہ سے سوال کیا گیا کہ برطانیہ کے قرضہ جنگ کی کیا شرائط ہیں۔ مسٹر موصوف نے جواب دیا کہ قرضہ دینے کی تاریخ پر قرضہ کی اصل رقم ایک ارب ۲۳ کروڑ پونڈ تھی۔ اس میں بلجیم کے قرضہ کی رقم شامل نہیں ہے جس کے لئے عہدنامہ ورسیلز میں ذمہ داری دی گئی ہو۔

—— ڈھاکہ ۲۶ رجولائی۔ مسٹر چودھری افسر علی سب ڈویژنل افسر شمالی حلقہ نے گزشتہ فرقہ وار فساد کے ملزم شیخ جی اور سولہ دیگر مسلمانوں کو بری کردیا۔ ان کے خلاف لوٹ مار اور چوری کے الزام میں مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔

—— بہاولپور ۳۱ رجولائی۔ ہز ہائنس نواب صاحب بہاولپور خلاف توقع اچانک آج صبح یہاں پہنچ گئے۔ جس سے آپ کی رعایا باغ باغ ہوگئی۔ ہز ہائنس ۹ رمئی کو اپنے پرائیویٹ سکرٹری لفٹنٹ کرنل قریشی اور دو دیگر افسروں کی معیت میں یورپ گئے تھے یورپ کا مختصر سا دورہ کرنے کے بعد ہز ہائنس مصر پہنچے۔ جہاں سے مدینہ منورہ اور حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ اور پھر ۲۷ رجون کو قاہرہ واپس جاکر جہاز پر سوار ہوئے۔ ۳ رجولائی کو کراچی پہنچ گئے۔ اور آج صبح خیروعافیت سے ڈیرہ نواب میں تشریف آور ہوئے۔

—— شملہ ۳۰ رجولائی۔ مسٹر سی۔ ایس رنگا آئیر نے اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں جو ستمبر میں منعقد ہونے والا ہے حسب ذیل اہم قرارداد کا نوٹس دیا ہے :۔

یہ اسمبلی گورنر جنرل باجلاس کونسل سے سفارش کرتی ہے کہ مصرحہ ذیل قرارداد ملک معظم کی خدمت میں پہنچا دی جائے۔ اس اسمبلی کی رائے ہے کہ اہل ہند کے نزدیک کوئی ایسا دستور قابل قبول نہیں ہوگا جس میں گورنر جنرل کو آئینی گورنر جنرل کی پوزیشن نہ دی جائے گی۔ جیسا کہ کنیڈا کے گورنر جنرل کو حاصل ہے۔ تاکہ آرڈی نینس مرتب کرنے کے جو غیر معمولی اختیارات اسے حاصل ہیں سلب ہوجائیں۔

—— کوئٹہ ۳۰ رجولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ آرمی ہیڈکوارٹرز (فوجی صدر مقام) سے $\frac{4}{15}$ پنجابی رجمنٹ کے توڑ دینے کے احکام موصول ہوچکے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳: ۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق شاہجہانپوری

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۲۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ اگست سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۷

فراعنۂ کشمیر
سے کشمیری مسلمان نوجوانوں کا خطاب

(از خواجہ غلام نبی صاحب گلکار)

بہانا خون اتنے بیکسوں کا بے گناہوں کا
نہیں دیکھا طریقہ ہم نے عادل بادشاہوں کا
خدا مہلت نہیں دیتا ہے ایسے ظلم رانوں کو
مٹا دیتا ہے عالی بارگاہوں کے نشانوں کو
تمہاری گولیاں ہم شوق سے سینوں پہ کھائینگے
خدا کے سامنے محشر میں ہم مظلوم جائیں گے
لباس زندگی اپنا یقیناً چاک ہونا ہے
ہوئے ہیں خاک سے پیدا ہمیں پھر خاک ہونا ہے
مبارک ہے ہمارا راہِ مالک بقا ہونا
حیات جاوداں ہے دین کی خاطر فنا ہونا
شہادت کی سعادت ہم گنہگاروں کو ملتی ہے
بلندی مرتبہ کی بھی گنہگاروں کو ملتی ہے
شعاع مہر فتنہ ڈالتی ہے بزم انجم میں
عروس صبح آتی ہے نظر شانِ تبسم میں
خزاں کو تازگی بخش گلستانِ جہاں پایا
نہالان چمن کو بعد پت جھڑ کے جواں پایا
ہمیں یہ ہے خونِ شہیداں رنگ لائیگا بالآخر نشانِ ظلم مٹ جائیگا

مسلم آریہ سماج

آریہ مسافر آگرہ نے ویدک دھرم کے پرچار کے لئے ایک نہایت مزے کی تجویز پیش کی ہے جس پر بعض آریہ سماجی اخبارات سنجیدگی سے غور کر رہے ہیں۔ وہ تجویز بھی سن لیجئے کہ جس طرح ہندوؤں میں ویدک دھرم پرچار کے لئے آریہ سماج قائم ہے۔ جو ہندوؤں کو بغیر شدھی کئے آریہ سماجی بنا لیتا ہے۔ اور ہندوؤں کو اپنی برادری یا اپنے رشتہ داروں سے بالکل جدا نہیں ہونا پڑتا۔ اسی طرح مسلمانوں میں ویدک دھرم کی تبلیغ کے لئے ایک مسلم آریہ سماج بنایا جائے۔ جو دعوت و تبلیغ کے ذریعے سے مسلمانوں کو ویدک دھرمی بنالے۔

آریہ مسافر کا خیال ہے کہ اس طرح صرف عقائد و خیالات تبدیل ہو جائیں گے شدھی کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس سے اعزاو اقربا اور برادری سے علیحدہ ہونا پڑتا ہے۔ ایسے مسلمان قوم کے اعتبار سے مسلمان ہی رہیں گے لیکن ان کا مذہب ویدک دھرم ہو جائے گا۔

واہ آریہ مسافر صاحب واہ! آپ کو واقعی بڑی دور کی سوجھی۔ لیکن تعجب ہے کہ یہ اپج ایشور پرماتما نے آپ ہی کے لئے محفوظ رکھی تھی۔ جو بات اس سے پہلے دیانند سرسوتی اور ان کے بڑے بڑے چیلوں کو نہ سوجھی تھی۔ وہ آپ کے ذہن میں آگئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لیکن آپ مسلمانوں کے متعلق سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں آپ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ جس طرح ہندو دس ہزار مذہب تبدیل کرنے کے بعد بھی ہندو ہی رہتا ہے۔ اسی طرح مسلمان کے لئے بھی ممکن ہے کہ رسالت سے انکار کرنے کے بعد بھی مسلم برادری ہی میں شامل رہے۔ ہندوؤں کا تو یہ حال ہے کہ مورتی پوجا کے سخت حامی بھی ہندو ہیں اور شدید مخالف بھی ہندو ہیں۔ برہمو سماج اپنی خدا پرستی کے باوجود ہندو [illegible] پنڈت شو نرائن تمیم کہا کرتے ہیں کہ میں مذہب کے اعتبار سے بدھ اور تہذیب کے لحاظ سے ہندو ہوں۔ حالانکہ بدھ مذہب اور سناتن ہندو دھرم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

لیکن مسلمان کے دماغ کی ساخت اس سے مختلف ہے وہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا مذہب ویدک دھرم ہے۔ اور میں تہذیب کے اعتبار سے مسلمان ہوں۔ ان دونوں فقروں کا اجتماع مسلمان کے نزدیک سخت مضحکہ انگیز ہے کیونکہ اسلام مذہب بھی ہے۔ اور تہذیب بھی ہے۔ اسلام آریہ سماج کے مذہب کی طرح "بے تہذیب" مذہب نہیں ہے مسلمان کی تہذیب کے ضروری اجزا توحید و رسالت ہیں۔ ان عقائد کو ترک کرکے کوئی شخص کسی اعتبار سے بھی مسلمان نہیں رہتا۔ اور "آریہ مسافر" جیسوں کی چال بھی یہی ہے۔ کہ جب ایک مسلمان کے عقائد اسلام کے خلاف ہو جائیں گے تو اسلامی سوسائٹی خود ہی اسے نکال کے باہر پھینک دیگی۔ اور وہ لازماً ہندو ہو جائے گا۔

یہ منافقت کچھ ہندوؤں کو ہی زیبا ہے کہ عقائد کے تبدیل ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنے سے مختلف عقائد رکھنے والے عزیزوں سے "روٹی بیٹی" اور "پان کھان" کے تعلقات قائم رکھتے ہیں۔ اور جہاں کسی کٹر سناتن دھرمی رشتہ دار سے ملتے ہیں۔ اس سے اپنے حقیقی عقائد چھپاتے ہیں۔ تاکہ کہیں بنا بنایا کھیل بگڑ نہ جائے۔ اور وہ بزرگ انہیں "دشٹ۔ پاپی۔ آریہ سماجی" کہہ کر مخاطب نہ کرنے لگیں مسلمانوں کی کیفیت یہ نہیں۔ جس شخص نے مسلمان کے گھر میں جنم لیا ہے وہ اظہار عقائد میں بے باک ہوتا ہے۔

اللہ اکبر! آج کل کے پر آشوب زمانہ میں مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کیسی کیسی دلچسپ تجویزیں سوچی جاتی ہیں۔ ہندو چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح سات کروڑ مسلمانوں کو جذب کرلے۔ اگر کوئی شدھی سے گھبراتا ہے۔ تو ہندو اس سے بھی دستبردار ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ شدھی کی کیا ضرورت ہے صرف تبدیل عقائد ضروری ہے۔

(انقلاب)

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام پونچھ کا چوتھا سالانہ جلسہ

سلسلہ عالیہ احمدیہ لاہور کی عظیم الشان کامیابی

از جناب میرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مبلغ مشنری

(گزشتہ سے پیوستہ)

انتخاب عہدیداران

۲۱ جولائی ۔ جمعہ کا خطبہ اس خاکسار نے پڑھا اور احمدیوں کو ان کے عظیم الشان فرائض سے آگاہ کیا ۔ نماز کے بعد میری زیر صدارت جماعت کا ایک پرائیویٹ جلسہ ہوا جس میں سال رواں کے لئے پریذیڈنٹ کا انتخاب ہونا تھا ۔ باقاعدہ کارروائی شروع کرتے ہوئے میں نے جماعت کو مخاطب کیا ۔ کہ انتخاب عہدیداران میں کامل آزادی رائے کو سامنے رکھا جائے اور آئندہ ایک سال کے لئے ایسے عہدہ داران کے ہاتھ میں اپنی قوم کی باگ ڈور دی جائے جن پر جماعت و قوم کو پورا پورا اعتماد ہو اور وہ اپنے وقت کی قربانی کرکے قوم کی فلاح کے کام کرسکیں ۔ اس کے بعد جماعت نے عہدیداران کے متعلق اپنی اپنی رائے لکھکر دی اور کثرت رائے سے شیخ غلام رسول صاحب بی اے کو پریذیڈنٹ اور میاں محمد عبداللہ صاحب کو سکرٹری منتخب کیا گیا اور آئندہ کے لئے قرار پایا کہ ہر سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ایک سال کے لئے اسی طرح انتخاب عہدیداران ہوا کرے ۔

شکریہ

اس جگہ میں سردار دھیان سنگھ صاحب چیف انسپکٹر کسٹم ڈیپارٹمنٹ و لالہ ظفر حمید صاحب انسپکٹر کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں کہ انہوں نے مقام علی آباد میں قیام کی رات ہماری آسائش کا ہر سامان مہیا فرمایا ۔ سردار دھیان سنگھ صاحب تو ہماری آمد کی خبر سنکر بہت دور پہاڑی کا سفر طے کرکے ہمارے استقبال کے لئے آگے تشریف لائے ۔ مگر بارش کی وجہ سے ہم دو گھنٹہ تاخیر سے پہنچے ۔ سردار صاحب ہمارے بارش اور کیچڑ سے لت پت کپڑوں کو خود ہی اتارنے لگ گئے اور ایک خاص ولولۂ محبت سے پیش آئے ۔ سردار صاحب جیسے با اخلاق بزرگ بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں

اخویم گلزار خاں صاحب آنس قانون گو تو اوڑی سے پونچھ تک ہمارے ساتھ فرشتۂ رحمت کا کام دے رہے تھے اور آپ کی رفاقت ہمارے دلوں کو بہلا رہی تھی ۔ آپ نے ہماری جو خدمت کی ہے اس کے لئے جماعت اور مقامی جماعت نے شکریہ کے الفاظ ادا کئے ۔ آپ تین سال سے ہمارے لٹریچر سن رہے ہیں ۔ اور احمدیہ سلسلہ کی خدمات کی دل سے قدر کرتے ہیں ۔ آپ نے اخبار "پیغام صلح" کی خریداری بھی منظور فرمائی ہے ۔ جزاہ اللہ ۔

یہ ظلم ہوگا اگر میں اپنے بزرگ میاں محمد عبداللہ صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پونچھ کا ذکر نہ کروں آپ احمدیت کی صحیح تصویر ہیں ۔ اور جلسہ کے ایام میں تو بالخصوص اپنے خاندان سمیت وقف جلسہ ہو جاتے ہیں ۔ میاں صاحب اور ان کے بچے دیوانہ وار کام کرتے نظر آتے ہیں ۔ مولا کریم اس خاندان پر اپنی برکات کا نزول کرے ۔ میاں صاحب کے صاحبزادے اخویم عبدالرحیم صاحب کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ آپ علی آباد ہمارے آگے تشریف لائے اور ہماری آسائش کا

بندوبست کیا ۔ ماسٹر غلام رسول صاحب بی اے ۔ پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پونچھ کی خدمات میری تعریف سے بالا تر ہیں ۔ آپ ایک درد مند احمدی اور قوم کے صحیح معنوں میں بہی خواہ ہیں آپ کی ذات احمدیت کے مفاد کے لئے اعلےٰ طبقہ کے لوگوں میں بہا وقت کام آتی رہتی ہے ۔

فتح تبلیغ

اخویم خواجہ غلام احمد صاحب منشی ایک پرجوش نوجوان ہیں ۔ گزشتہ سے پیوستہ سال جماعت نے ذکر کیا ۔ کہ اگر خواجہ صاحب بیعت کرلیں ۔ تو ہماری جماعت کو بہت ترقی ہوسکتی ہے ۔ خواجہ صاحب لاہور کے سالانہ جلسہ پر بھی تشریف لے گئے مگر بیعت کے لئے طیار نہ ہوئے ۔ بہت سے دیگر بزرگوں کے ذریعہ بھی کوشش رہی کہ خواجہ صاحب احمدیت کو قبول کرلیں ۔ مگر آپ ہمیشہ ہی طرح دے جاتے رہے ۔ جو شخص ان کو بیعت کرا دینے میں کامیاب ہوگا ۔ ہم اس کے اس کام کو کرامت سے کم نہ سمجھیں گے ۔ میں نے عرض کیا کہ ہم بھی کوشش کرکے دیکھتے ہیں آگے جو اللہ کو منظور ہوگا ۔ اس پر پھر با خواجہ صاحب تھے باہیں ۔ اور اسی وقت دم لیا کہ خواجہ صاحب سے بیعت کے کارڈ پر دستخط کرا لئے ۔ مرزا عبدالکریم صاحب تاجر ملاقات کے لئے تشریف لائے تو میں نے عرض کی کہ اگر خواجہ غلام احمد صاحب منشی بیعت کرلیں تو پھر ۔ آپ فرمانے لگے کہ یہ ناممکن ہے اور اگر ایسا ہوجائے تو میں اسے کرامت قرار دونگا ۔ اس پر میں نے بیعت کا کارڈ آگے بڑھاکر مبارکباد عرض کی منشی صاحب کی شمولیت سے پونچھ میں احمدیت کے متعلق ایک نئے سرے سے جان پڑگئی ۔ اور ہر جگہ احمدیت کے چرچے ہونے لگے ۔ کوئی ملا نہیں جس سے منشی صاحب نے دنگل نہ لڑا ہوا اور کوئی معترض نہیں جس کی زبان منشی صاحب کی خداداد قابلیت کے آگے بند نہ ہوگئی ہو ۔ آریوں ۔ عیسائیوں ، غیر احمدیوں ، قادیانیوں سے ہر روز تبادلۂ خیالات کرتے اور لطف لیتے ہیں ۔ میں تو انہیں تیس تبلیغ کہنے پر مجبور رہوں ۔ اور مجھے آپ سے ایک خاص محبت ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس قابل فخر نوجوان کو بدیر سلامت رکھے ۔ اور قوم و اسلام کی خدمت لے اور اس کو دین و دنیا میں سرسبز کرے ۔ آمین ۔

دو خوشخبریاں

آخر پر دو خوشخبریاں عرض کرتا ہوں اول یہ کہ اس دفعہ پونچھ میں ۳۵ نفوس دائرۂ احمدیت میں داخل ہوکر اسلام کے سپاہی بنے دوم یہ کہ جن چند احباب نے گزشتہ سال مولوی غلام احمد صاحب قادیانی مبلغ کی باتوں سے ٹھوکر کھاکر جماعت سے قطع تعلق کرلیا تھا اور اخبار "الفضل" میں اس قطع تعلق کا اعلان بڑے طمطراق سے کیا گیا تھا ۔ بفضل خدا انہوں نے دوبارہ بیعت کرلی ہے ۔ اور اخبار پیغام صلح میں شائع کرنے کے لئے ایک اپنی دستخطی تحریر بھی میرے حوالہ کی ہے ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

ایک ضروری اعلان

مورخہ ۱۵ جولائی کے "پیغام صلح" میں صداقت مسیح موعود علیہ السلام از روئے سکھ دھرم کے عنوان سے جو مضمون خاکسار نے لکھا تھا اس کی ابتدائی سطور کی بنا پر گیانی شیر سنگھ مبلغ قادیان کو مجھ سے کچھ شکایت پیدا ہوگئی ہے ۔ تصدیق یوں ہے کہ میں نے جب پیغام صلح میں آو گرنتھ سے چاند سورج کے گرہن نہکلنک بجی ڈنک والی پیشگوئی اور دسم گرنتھ سے مہندی میر والی پیشگوئی کو لکھا تو گیانی صاحب میرے پاس تشریف لائے ۔ اور فرمایا کہ جو پیشگوئیاں آپ نے شائع کی ہیں ۔ وہ ہمیں ملتی نہیں ۔ ان کے حوالجات صحیح صحیح نوٹ کروا دیجئے ۔ چنانچہ میں ان کو انجمن کی لائبریری میں لے گیا ۔ دونوں گرنتھ نکالکر حوالے دکھائے ۔ انہوں نے راگ صفحہ سطر وغیرہ سب کچھ نوٹ کرلیا ۔ گیانی صاحب کے ذریعہ میری معلومات میں بھی بہت کچھ اضافہ ہوا ۔ جس کے لئے میں ان کا ممنون ہوں ۔ اس کے چند روز بعد اخبار خالصہ سماچار امرتسر میں کلجگ کے اوتار نامی ٹریکٹ کا حوالہ دے کر گیانی صاحب پر کچھ اعتراضات کئے گئے تھے ۔ میں نے گیانی صاحب کو ان کے جواب کے لئے لکھا ۔ گیانی صاحب نے مجھے جواب میں لکھا کہ میں آپ کے مضمون تاریخ گرو گرنتھ پر اعتراضات کے جوابات دینے میں مشغول رہا ۔ اب اپنے ٹریکٹ کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا ہے ۔ چونکہ مہندی میر والی پیشگوئی تو مجھ سے پہلے جناب شائع کرچکے ہیں اس لئے میں اس کا جواب لکھنے کے لئے جناب کو توجہ دلاتا ہوں ۔

(۱) چونکہ گیانی صاحب نے خود تشریف لاکر حوالجات نوٹ کئے تھے ۔

(۲) پھر آپ کے ٹریکٹ کا حوالہ دیکر خالصہ سماچار نے بھی جو اعتراض کئے ان میں ان پیشگوئیوں کا ذکر تھا ۔ جو میں شائع کرچکا تھا ۔

(۳) پھر گیانی صاحب موصوف نے جو جواب مجھے لکھا اس میں بھی تسلیم کیا تھا کہ مہندی میر والی پیشگوئی ان سے پہلے میں شائع کرچکا ہوں ۔

ان وجوہ کی بنا پر میں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ گیانی صاحب نے میرے مضمون کو ٹریکٹ کی صورت میں شائع کردیا ہے ۔ اسی لئے میں نے احباب کو توجہ دلائی تھی کہ وہ گیانی صاحب سے اس ٹریکٹ کو منگوا سکیں ۔ چونکہ میری اس غلط فہمی سے میرے دوست کے دل کو صدمہ ہوا ہے ۔ جس کا مجھے بہت افسوس ہے ۔ لہذا میں معذرت کا خواستگار ہوں ۔

قارئین کرام محولہ بالا پرچہ کے مندرجۂ ذیل الفاظ کو حذف شدہ سمجھیں ۔

"جن کو میرے دوست گیانی شیر سنگھ عرف واحدین صاحب مبلغ قادیان نے کلجگ کے اوتار نام سے ایک ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع کیا ہے" ۔

خاکسار

(محمد یوسف)

رسول نمبر

ابھی چند کاپیاں رسول نمبر کی دفتر میں موجود ہیں جن احباب کو ضرورت ہو وہ جلد طلب فرمائیں ۔ فی پرچہ قیمت ۱۰ / ایک روپیہ کی بارہ کاپیاں ۔ محصول الگ ۔ (مینجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۷

محشرستان کشمیر

حکومت کشمیر کو انتباہ اور مسلمانان ہند کا فرض ملی

مسلمانان کشمیر کی داستان مظلومی اور فراعنہ کشمیر کے انسانیت سوز ظلم و ستم سے ہندوستان کے بچے بچے کے کان آشنا ہو چکے ہیں۔ جانبازشہدائے سرینگر کی مقدس لاشوں کی تڑپ مسلمانان ہند کے اندر بیجینی کی ایک عالمگیر لہر پیدا کر چکی ہے۔ حکومت کشمیر اپنی مظلوم مسلمان رعایا سے جو دردناک و وحشیانہ سلوک کر رہی ہے اس سے گزشتہ ظالم حکمرانوں کے بہت سے واقعات جو کچھ عرصہ پہلے محض کتب تواریخ کے خونیں صفحات کا سرمایہ تھے تازہ ہو گئے ہیں۔ مظلوم مسلمانان کشمیر کے لئے ہر ایک نیا سورج پیغام تباہی لیکر طلوع ہوتا ہے۔ جنت نشان کشمیران کے لئے جہنم سے بھی بدتر ثابت ہو رہا ہے۔ وہ فریادیں کرتے ہیں تو ان کا جواب گولیوں اور سنگینوں سے دیا جاتا ہے۔ برطانوی علاقے کے مسلمان لب کشا ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ بیرونی مداخلت ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ ہندوستان کے متعدد ذمہ دار مسلمان لیڈروں اور اسلامی انجمنوں نے حکومت کشمیر سے تحقیقاتی کمیشن اور طبی وفود بھیجنے کی درخواست کی ان میں سے ایک بھی منظور نہیں ہوئی۔ بار بار التجائیں کرنے اور ان کے ٹھکرائے جانے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ چند باتیں صاف الفاظ میں عرض کر دی جائیں۔ حکومت کشمیر کو اگر اللہ نے کان دیئے ہیں تو وہ سن لے۔

کشمیر میں مسلمان غلاموں ایسی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ انسانیت کے ابتدائی حقوق سے بھی محروم ہیں۔ ان کی آبادی ۹۶ فی صدی سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن سرکاری ملازمتوں، جاگیروں اور وظائف میں ان کا حصہ سو فیصدی بھی نہیں۔ کشمیری پنڈت، اور ڈوگرہ راجپوت ان کو جانوروں سے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہیں اور ہر ایک ظلم ان پر روا رکھتے ہیں۔ حدود کشمیر میں مسلمانوں کا مذہب، جان و مال، عزت، غرضیکہ کوئی چیز بھی محفوظ نہیں ہے آخر ہر ایک چیز کی حد ہوتی ہے۔ گزشتہ دنوں مذہبی توہین کے جو دردناک واقعات پیش آئے ان کی وجہ سے ان مظلوموں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اب وہ ایک حد تک بیدار ہو چکے ہیں۔ انہوں نے موجودہ ذلیل حالت سے نکلنے کا عزم راسخ کر لیا ہے۔ مظلوم کی بیداری ظالم کے لئے پیغام موت ہوتی ہے۔ یہ قدرت کا اصول ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت باطل اور معطل نہیں کر سکتی ہم ہز ہائنس مہاراجہ کی خدمت میں اس سے قبل بھی گزارش کر چکے ہیں۔ اب پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو مطمئن اور خوش کرنے کا واحد ذریعہ صرف یہی ہے کہ ان کے کم از کم اور جائز مطالبات جو انہوں نے متفقہ طور پر پیش کئے ہیں۔ بلاپس و پیش منظور کر لئے جائیں۔ اس کے سوا اور کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد برطانوی علاقے کے مسلمانوں اور حکومت کشمیر کا سوال آتا ہے۔ ہم اس حقیقت کو کھول کر بتا چکے ہیں۔ کہ ہمارے کشمیری مسلمانوں سے جو تعلقات ہیں۔ ان کو ہم کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اخوت اسلامی کا رشتہ، حکمران اور رعایا کے معمولی تعلق سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ ہم مسلمان ہیں ہم کو اسلام نے اخوت کا سبق پڑھایا ہے۔ ہم اپنے مذہبی احکام، جذبات اور قومی روایات کی بنا پر کشمیری مسلمانوں کی امداد کے لئے مجبور ہیں۔ حکومت کشمیر ہماری مداخلت کو پسند نہیں کرتی تو نہ کرے۔ بہر صورت ہم ۳۲ لاکھ کشمیری مسلمانوں کو جو دماغی اور جسمانی دونوں لحاظ سے اسلامی ہند کے بہترین افراد ہو سکتے ہیں۔ ظالم ڈوگروں کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بننے کے لئے لاوارث نہیں چھوڑ سکتے ہز ہائنس مہاراجہ بہادر اور حکام کشمیر نے مسلمانوں کو مسجدوں میں نمازیں پڑھتے دیکھا ہوگا۔ ان کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ وہ ماہ رمضان میں روزے رکھا کرتے ہیں۔ جس طرح تمام مسلمانوں پر یہ چیزیں فرض ہیں بالکل اسی طرح اپنے مظلوم و غریب کشمیری مسلمانوں کی امداد بھی فرض ہے۔ حکومت کشمیر کے نزدیک یہ مداخلت ہے تو ہمارے نزدیک ایک اہم ترین اسلامی فرض۔ خدا نہ کرے کہ ہم احکام الٰہی پر حکومت کشمیر کی خوشنودی کو ترجیح دیں۔ آج حکومت کشمیر مسلمانوں کے تحقیقاتی کمیشن اور طبی وفود کو "بیرونی مداخلت" کہتی ہے۔ لیکن جب اس نے برطانوی علاقہ کے ہندوؤں کو دھڑا دھڑ اپنی ملازمت میں لیا تھا۔ جب اس نے پنجابی ساہوکاروں کو سود در سود کے ذریعے باشندگان کشمیر کو تباہ کرنے کا اذن عام دیا تھا۔ اس وقت خدا جانے یہ بیرونی مداخلت کا ہوا کہاں تھا۔ اب بھی یہ تماشا دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ کہ ایک طرف متعدد ذمہ دار اسلامی انجمنوں کی درخواستوں کو پے در پے ٹھکرایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ایک کانگرسی مسلمان لیڈر اور سر تیج بہادر سپرو کو مدعو کیا جا رہا ہے۔ خدا جانے بے بصیرت حکام کشمیر نے دنیا والوں کو اندھا کیوں سمجھ لیا ہے۔

حکومت کشمیر کا ہر ایک قدم تشدد کی طرف اٹھ رہا ہے وہاں کے ذمہ دار حکام ظلم و تشدد کے خوفناک دیوتاؤں کے روپ میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ تقریباً ایک صدی قبل حکومت برطانیہ نے ایک معمولی رقم کے عوض مسلمانان کشمیر کو ڈوگرہ خاندان کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ اس وقت مسلمان خاموش رہے ہمیں ایمانداری سے تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ ہماری قومی تاریخ کا ایک تاریک ترین واقعہ ہے۔ ہم اس کو انتہائی شرمساری اور ندامت کے بغیر بیان نہیں کر سکتے۔ ڈوگروں کا عہد حکومت کشمیری مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی ایک خونیں داستان ہے۔ اب ظالم حکومت کشمیر اپنی حدود میں فرزندان توحید کو بالکل ہی تباہ کر دینا چاہتی ہے۔ تمام مسلمانان ہند کو اس وقت اپنے فرائض کا احساس کرنا چاہیئے۔ خوب یاد رکھیئے کہ شہدائے سرینگر کی مقدس لاشوں کی تڑپ، بے شمار زخمیوں کا درد و کرب۔ شہداء کے ننھے ننھے یتیم بچوں کے آنسو۔ ان کی غم نصیب بیواؤں کے نالہ و شیون اور پوری ۳۲ لاکھ اسلامی آبادی کی مسلسل مظلومانہ چیخ پکار، ان تمام چیزوں کی موجودگی میں ہمارا خاموش رہنا کسی حال میں بھی درست نہیں ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ اس وقت اسلام کا ہر ایک فرزند اور ہر ایک دختر اپنے ستم رسیدہ کشمیری بھائی بہنوں کی امداد کے لئے میدان عمل میں آ جائے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ۱۴ اگست کو کشمیر ڈے منانے کا فیصلہ کیا ہے اس روز کے پروگرام کو کامیاب بنانا ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہونا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر کمیٹی نے مظلومین کشمیر کے لئے مالی اعانت کی اپیل کی ہے۔ اس میں بھی ہر مسلمان کا حصہ لینا ضروری ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈلہوزی میں تجریت اور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ آپ ۱۳ اگست کو چند روز کے لئے لاہور تشریف لائیں گے۔

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسلسل مضمون "بحث دجال و یاجوج ماجوج" کی قسط بعض وجوہ کی بنا پر پیش نظر اشاعت میں درج نہیں ہو سکی۔ آئندہ اشاعت سے انشاء اللہ ان کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

— ہمارے سرگرم و جواں ہمت مبلغ مولوی نیاز احمد صاحب نظامی علاقہ راجن پور (ضلع ڈیرہ غازی خان) میں مصروف تبلیغ ہیں۔ گزشتہ دنوں ان کے ذریعہ ۱۳۵ نفوس مشرف باسلام ہوئے تھے۔ ۲ اگست کو ان نومسلمین کی بستی میں دعوت کا انتظام کیا گیا۔ اور علاقہ کے معززین نے اپنے نومسلم بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ مولوی صاحب اس علاقہ میں سرگرمی سے تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔

— قاضی عبد اللطیف صاحب، کارکن دفتر محاسب کا بچہ بدستور بیمار ہے۔ اس کے لئے درد دل سے دعا کی جائے۔

— خاکسار مدیر کے نانا صاحب ہوشیار پور میں بیمار ہیں۔ ان کی دعائے صحت کے لئے احباب سے درخواست ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد

اور اس میں آپ کا اسوۂ حسنہ

(از مولانا احمد صاحب قبلہ مدظلہ)

مولانا احمد صاحب نے یہ قیمتی مضمون ہماری درخواست پر رسول نمبر کے لئے لکھا تھا۔ لیکن تدرسے تاخیر سے موصول ہونے اور ضخامت کی کمی کی وجہ سے رسول نمبر میں شائع نہ ہوسکا۔ اب شکریہ کے ساتھ درج اخبار کیا جاتا ہے۔ کاش ہم مولانا ممدوح کی مستقل قلمی اعانت حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔ (ایڈیٹر)

جہاد کا ماخذ اور مادہ جہد ہے۔ جس کے معنے کسی کام میں اپنی طاقت اور قوت کو خرچ کرکے کوشش کرنا ہے اور جہاد اور مجاہدہ برائی اور معصیت کے خلاف اور حق و صداقت کی حمایت میں زور لگانا اور کوشش کرنا ہے۔ دشمن کا مقابلہ۔ شیطان کا مقابلہ اپنے نفس کی خواہشات کا مقابلہ اصلاح نفس اصلاح خلق سب کے سب جہاد اور مجاہدہ میں شامل ہیں۔ حق کی حمایت میں مال خرچ کرنا۔ قلم سے اعدا کا مقابلہ کرنا، اپنی جان سے مدافعت کرنا سب کے سب جہاد اور مجاہدہ میں داخل ہیں۔

اہل لغت نے بھی جہاد کے مفہوم کو عام رکھا ہے۔ اور قرآن کریم اور احادیث میں بھی وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ امام راغب نے جہاد کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) دشمن ظاہری سے مجاہدہ (۲) شیطان سے مجاہدہ (۳) اپنے نفس سے مجاہدہ۔ اور لکھا ہے کہ **جاھدوا فی اللہ حق جہاد** - اور **جاھدوا باموالکم وانفسکم** یہ تینوں قسم کے جہاد مراد ہیں۔ اور پھر نبی کریمؐ کی حدیث نقل کی ہے۔ **جاھدوا اھواءکم کما تجاھدون اعداءکم**۔ اپنی خواہشات سے اسی طرح جہاد کرو جس طرح تم اپنے دشمنوں سے جہاد کرتے ہو۔ اور پھر اور حدیث نقل کی ہے۔ **جاھدوا الکفار بایدیکم والسنتکم**۔ کافروں کے ساتھ جہاد کیا اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبانوں سے۔ زبان سے قلم کا جہاد زیادہ موثر اور زیادہ فائدہ بخش ہے۔ زبان کا جہاد اگر چند آدمیوں تک محدود ہوتا ہے۔ تو قلم کا جہاد خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں عالمگیر جہاد کا حکم رکھتا ہے۔ ڈاک اور اس کے موجودہ نظام نے آج کل قلمی جہاد کو وہ اہمیت دی ہے کہ زبانی جہاد اس کے بالمقابل کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور درحقیقت جس قوم کی قلم اور پریس کی طاقت زیادہ مضبوط ہو آج وہی کامیاب نظر آتی ہے۔ اور قلمی جہاد بسا اوقات ایسے شاندار نتائج پیدا کرتا ہے کہ تلوار اور زبان وہاں وہ نتائج پیدا نہیں کرسکتے۔ اس لئے اگر زبان کے خطبے اور لکچر جہاد میں شامل ہیں تو قلم کے مضامین اور مقالے بدرجۂ اتم و اکمل جہاد میں شامل ہیں۔

قرآن کریم میں جہاد کا مفہوم

سورۂ الفرقان ۵۲ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فلا تطع الکافرین وجاھدھم بہ جھادا کبیرا**۔ کافروں کی اطاعت نہ کرو۔ اور قرآن کریم کے ساتھ ان سے جہاد کرو۔ یہاں قرآن کی اشاعت اور تبلیغ کو نہ صرف جہاد بلکہ جہاد کبیر فرمایا ہے۔ اور سورۂ التحریم ۹ میں فرمایا۔ **یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین**۔ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ منافقوں کے خلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی تلوار نہیں اٹھائی۔ اس لئے یہاں جہاد سے مراد، منافقوں کو سمجھانا۔ ان کو تبلیغ کرنا۔ ان کی خفیہ چالوں سے بچنا اور ان کی مدافعت کرنا ہے۔ سورۂ عنکبوت ۶۹ میں فرمایا **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا**۔ جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو اور بھی کامیابی کی راہیں بتاتے ہیں۔ یہاں بھی جہاد سے مراد مجاہدۂ نفس، مقابلۂ شیطان، حق کی اشاعت ہے۔ تلوار کا جہاد مراد نہیں۔ سورۂ فرقان اور عنکبوت دونوں مکی سورتیں ہیں۔ اور مکی سورتوں میں تلوار کے جہاد کا کوئی حکم نہیں ہے تلوار کے جہاد کا حکم مدینہ میں **قتال کے لفظ سے** نازل ہوا ہے۔

حدیثوں میں جہاد کا مفہوم

بخاری باب فضل الجہاد میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ ہم جہاد کو بہترین عمل سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا **لکن افضل الجہاد الحج المبرور**۔ تمہارے واسطے بہترین جہاد نیکی والا حج ہے۔ یہاں حج مبرور کو جہاد قرار دیا گیا ہے۔

باب الجہاد باذن الابوین میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا تیرے والدین زندہ ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا **ففیھما فجاھد** ان کے بارے میں جہاد کر یعنی ان کی خدمت کر۔

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ **جہاد** کا لفظ لغت، قرآن اور حدیث کی رو سے بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے اور یہ کہ تلوار سے جہاد اس کے مفہوم کا جز نہیں ہے۔ اور نہ جہاد تلوار کے استعمال کے ساتھ خاص ہے۔

مکی آیتوں میں جہاد کا حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ میں ہوئی اور جب سے آپ کی بعثت ہوئی اسی وقت سے آپ نے جہاد شروع کیا۔ اور آپ کا کوئی وقت جہاد سے خالی نہ تھا۔ آپ ہر وقت جہاد میں مصروف تھے۔ لیکن اس جہاد میں جس کا حکم مکی آیتوں میں ہے۔ اور مکہ میں نہ آپ کے پاس تلوار تھی نہ تلوار چلائی۔ نہ مکی آیتوں میں تلوار سے جہاد کرنے کا منشا اللہ تعالیٰ کا تھا۔ اس وقت جس جہاد کا حکم تھا وہ جہاد بالقرآن کا حکم تھا۔ جس کے متعلق فرمایا **وجاھدھم بہ جھادا کبیرا**۔ آپ نے نبوت کے مقام پر کھڑے ہوتے ہی جہاد بالقرآن شروع کیا۔ اور آپ کی بعثت کی غرض بھی جہاد بالقرآن تھی۔ بلکہ جو کبھی نبی مبعوث ہوا۔ اس کی نبوت کی غرض و غایت بھی اللہ کے دین کی اشاعت اور کتاب الٰہی کے ساتھ جہاد کرنا تھی۔ کسی نبی کو اللہ تعالےٰ نے تلوار چلانے کے لئے نہیں بھیجا۔ بلکہ خلق کی ہدایت اور اس کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے ان کی تعلیم اور تزکیہ کے لئے بھیجا ہے۔ **کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور**۔ یہ کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے تاکہ لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکال لائے۔ **ولقد ارسلنا موسیٰ بایتنا ان اخرج قومک من الظلمت الی النور**۔ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتیں دیکر بھیجا۔ کہ لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آؤ۔ **ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ**۔ اس قسم کی آیات سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ اور ان آیات کا منشا یہ ہے کہ انبیا کے بھیجنے کا مقصد لوگوں کو دین الٰہی کی تعلیم اور ان کا تزکیہ اور ان کی اصلاح ہے نہ تلوار چلانا۔ اور یہ کام اس کتاب کے ذریعہ ہوتا ہے جو نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لاتا ہے اور ان کی رسالت کی غرض و غایت اسی آسمانی کتاب کے ساتھ جہاد کرنا ہوتا ہے۔ اور اسی جہاد کا حکم اللہ تعالےٰ نے مکی آیتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ کیونکہ آپ کی بعثت کی غرض یہی جہاد بالقرآن تھی۔

جہاد بالقرآن ہر وقت فرض ہے

اور یہ جہاد بالقرآن ہر وقت اور ہر حالت میں فرض ہے۔ حالت امن میں بھی فرض ہے۔ اور حالت جنگ میں بھی۔ تاریخ سے ثابت ہے اور احادیث صحیحہ سے بھی کہ جس قوم سے لڑائی شروع ہوتی تھی تو اس وقت بھی صحابہ قرآن کے ساتھ جہاد کرتے اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے دشمن کو اسلام کی تبلیغ کرتے۔ تاکہ وہ اگر مسلمان ہوجائیں۔ تو تلوار کے نقصانات سے فریقین بچ جائیں اور بغیر تلوار کے امن قائم ہوجائے۔ لوگوں کا خون نہ بہنے پائے۔ بچے یتیمی سے بچ جائیں۔ عورتیں بیوہ نہ ہوجائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکی زندگی میں اور مدنی زندگی میں برابر ہر وقت جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام میں لگے رہتے تھے۔ اور یہی چاہتے تھے کہ مدنی زندگی میں بھی امن کی حالت پیدا ہو تاکہ تبلیغ اسلام اور جہاد بالقرآن کا سلسلہ زیادہ سرگرمی سے جاری رہے۔

تلوار کا جہاد وقتی حکم ہے

جہاں جہاد بالقرآن ایک دائمی ہے اور کسی قوم یا کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ وہاں تلوار کا جہاد بعض حالات اور بعض اقوام سے مختص ہے۔ صرف اس قوم سے لڑنے کا حکم ہے جو مسلمان سے لڑے۔ ہر ایک کافر سے لڑنے کا حکم نہیں ہے۔ **قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا**۔ لیکن جو قوم لڑنے پر آمادہ ہو اس سے بھی بہرحال لڑنا ضروری نہیں ہے بلکہ لڑنے سے پہلے پھر بھی ان کو تبلیغ کرنی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں۔ تو لڑائی موقوف۔ اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو پھر اگر صلح ممکن ہو تو اسے لڑنے پر مقدم رکھا جائے۔ **وان جنحوا للسلم فاجنح لھا** اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی صلح کے لئے جھک جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام حتی الامکان تلوار سے کس قدر گریز کرتا ہے۔ اور یہ کہ تلوار کا جہاد ایک وقتی حکم ہے۔ اور بعض اقوام اور بعض حالات سے خاص ہے۔

جہاد بالقرآن کیلئے آنحضرتؐ اور صحابہؓ کی قربانیاں

جہاد بالسیف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیفیں برداشت کیں آپ کے سر اور چہرہ پر زخم آئے۔ دندان مبارک شہید ہوئے صحابہ نے گردنیں کٹوا دیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے جہاد بالقرآن میں جو تکلیفیں اور دکھ اور مصیبتیں برداشت کیں وہ ان تکالیف اور مصیبتوں سے بڑھکر ہیں جو ایام جنگ میں برداشت کیں۔ مکی زندگی جو سارا کا سارا جہاد

بالقرآن کا زمانہ ہے۔ نہایت بیکسی اور بےبسی کا زمانہ ہے۔ نہ کوئی یار نہ مددگار۔ نہ کوئی جمعیت نہ کوئی جتھا نہ مال نہ جائداد نہ تلوار نہ ہتھیار۔ نہ دن کو امن نہ رات کو آرام ہر وقت آنحضرت اور صحابہ کی جان خطرے میں ہے۔ جو بھی اسلام لاتا مار کھاتا۔ گھر سے بدر کیا جاتا۔ کنبے سے نکالا جاتا۔ ہر طرح سے ستایا جاتا۔ نہ مقابلہ کی تاب نہ انتقام کا سامان ہے۔ مگر ان حالات کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام میں ہر وقت مصروف ہیں اور انہی حالات میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ بلغ ما نزل الیک فاصدع بما تؤمر آپ اور آپ کی جماعت جہاد بالقرآن کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے بدلے آپ کو اور آپ کی جماعت کو ہر ممکن دکھ اور ایذا دی جاتی ہے۔ ان کی جانیں قربان ہوتی ہیں جائدادیں ضبط ہوتی ہیں۔ دنیاوی عزتیں برباد ہوتی ہیں۔ مگر وہ کسی حالت میں بھی جہاد بالقرآن سے دستبردار نہیں ہوتے۔ شاہ دوجہان کی وہ توہین ہوتی ہے کہ اگر آج کسی عزت پرست کی کی جائے تو وہ اسلام کو بھی جواب دے بیٹھے۔ جب آپ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھتے ہیں تو عین سجدے کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر اونٹنی کا بچہ دان رکھا جاتا ہے اور ساتھ ہی بدبخت ہنسی اور ٹھٹھول بھی اڑاتے ہیں۔ جب آپ حطیم کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ تو ظالم عقبہ آپ کی گردن میں چادر ڈال کر آپکا گلا گھونٹ دیتا ہے۔ اور آپ کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ آپکو چھڑاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ۔ ایک شخص کو اس لئے تم قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میرا رب اللہ ہے۔ طائف میں جہاد بالقرآن کے لئے جاتے ہیں تو لوگ رستہ پر دو طرفہ کھڑے ہو کر آپ کو پتھر مارتے ہیں۔ آپ کی پنڈلیاں لہولہان ہو جاتی ہیں۔ اور آپ کو ملک بدر کیا جاتا ہے۔ جب رستہ پر جاتے ہیں تو ابی لہب کی بیوی آپؐ کے رستے میں کانٹے بچھاتی ہے۔ آپؐ کو آپؐ کے چچا ابوطالب سے قتل کرنے کے لئے مانگا جاتا ہے۔ ان کے انکار کرنے پر ان کا سارا کنبہ شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور کیا جاتا ہے۔ اور ہر طرح سے ان کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ عین ہجرت کے وقت قریش کا فیصلہ آپؐ کے قتل کرنے کا ہوتا ہے۔ آپ کے صحابہ مارے اور ستائے جاتے ہیں۔ حضرت عمار کی والدہ اور باپ کو نہایت بےرحمی سے قتل کیا جاتا ہے۔ غلام مسلمانوں کو ان کے آقا مارتے ہیں۔ اسلام چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں۔ بلال کو سخت گرمی میں پتھریلی زمین پر لٹایا جاتا ہے۔ غرض اس حالت میں کونسی تکلیف اور دکھ تھی جو ان کو نہیں دی گئی۔ آنحضرتؐ اور صحابہ کرام ان تمام تکالیف کو بغیر مقابلہ کے نہایت خاموشی نہایت بیکسی اور بےسروسامانی کی حالت میں برداشت کرتے رہے۔ تلوار اور جنگ کے جہاد میں بھی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ لیکن مقابلہ کی تکلیفوں کا برداشت کرنا آسان ہے ان تکالیف کی نسبت جو بیکسی بےبسی اور خاموشی کی حالت میں بلامقابلہ برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر ان تمام تکالیف کے باوجود کوئی طاقت آنحضرت یا صحابہ رضوان اللہ علیہم کو جہاد بالقرآن سے روک نہ سکی۔ کیوں؟ اس لئے کہ جہاد بالقرآن نبوت کا مقصد تھا۔ یہی آپؐ کا مشن تھا اور اس مشن سے اس قدر محبت ہے کہ اس کے بالمقابل نہ جان کی پرواہ ہے نہ مال کی نہ عزت کی۔ نہ ماں باپ کی نہ بیویوں کی۔ نہ کنبہ کی نہ بھوک کی نہ پیاس کی نہ کسی اور تکلیف کی۔ اور جہاد بالقرآن سے آپ کا عشق و محبت ہی تھا۔ جس کی وجہ سے ان تمام مشکلات اور تکلیفوں پر غالب آئے۔

اسی جہاد بالقرآن سے مسلمانوں کی جماعت قائم ہوئی اور اس راہ میں تکالیف برداشت کرنے سے ہی وہ ایسے دلیر اور شجاع اور خدا پرست ہوئے کہ بالآخر دنیا کے فاتح بنے

چونکہ جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام مسلمانوں کے ذمہ ایک دائمی فریضہ ہے۔ جو کسی قوم، کسی وقت کسی حالت سے مختص نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کا اصلی کام جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام ہے کیونکہ یہی کام آنحضرتؐ کا تھا۔ یہی آپ کی بعثت کی غرض و غایت تھی۔ تلوار اگر آپؐ نے اٹھائی تو خاص ضرورت کے لئے کہ صرف مذہب اسلام اختیار کرنے اور جہاد بالقرآن کرنے کی وجہ سے مشرکین نے مسلمانوں کو دنیا سے نابود کرنا چاہا۔ اور مدینہ میں جا کر ان پر حملے شروع کئے۔ اگر دشمن جنگ کی ابتدا نہ کرتا تو نہ آپؐ ان کے خلاف تلوار اٹھاتے نہ یہ آپ کا مشن تھا نہ یہ آپ کی بعثت کی غرض تھی۔

ایک مسلمان کیلئے آپؐ کا اسوۂ حسنہ

جب جہاد بالقرآن ہی آپؐ کا مشن تھا۔ اور یہی آپؐ کی بعثت کا مقصد تھا اور اسی کو آپؐ نے ہر وقت اپنا نصب العین رکھا اور اسی راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں آپؐ نے برداشت کیں دکھ اٹھائے تو ایک مسلمان کے لئے جو آپؐ کی پیروی کا دم بھرتا ہے آپؐ کا نمونہ سامنے ہے۔ اگر اسلام سے سچا تعلق ہے۔ سچی محبت ہے۔ اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دل میں تڑپ ہے اور جہاد کے نام سے نہیں بلکہ اس کے مفہوم اور کام سے محبت ہے تو قرآن و حدیث اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی رو سے وہ جہاد بالقرآن ہی ہے اور اس سے بڑھکر کوئی نصب العین ایک مسلمان کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جس کام کے لئے اللہ تعالے نے انہیں بھیجا ہے اس سے بڑھکر اور کونسا کام ہوگا۔ جو اللہ تعالے کو زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ لوگ تلوار تلوار پکارتے ہیں اور جونہی جہاد کا نام آیا فوراً ان کا ذہن تلوار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے گویا کہ لغت میں، قرآن میں، حدیث میں جہاد کا نام تلوار چلانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے اور صریح غلط ہے کیونکہ تلوار چلانا جہاد کی ایک قسم ہے۔ جو بعض خاص حالات کے ساتھ مشروط ہے۔ عین جہاد نہیں ہے۔ تلوار چلانے ہی کو جہاد سمجھنا غیر مستقل جذبات اور بےتحقیقی کا نتیجہ ہے۔ قرآن و حدیث سے استدلال پر مبنی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر مبنی نہیں ہے۔ جلد باز اور جذباتی لوگ عموماً اللہ تعالے کے منشا کے خلاف چلتے ہیں۔ گو بعض اوقات ان کی نیت اچھی ہوتی ہے۔ لیکن غور و فکر سے کام نہ لینے، تحقیق نہ کرنے، قرآن و حدیث اور آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے نہ رکھنے کی وجہ سے خود بھی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ اور اوروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ جب تلوار کا جہاد فرض نہیں ہوتا تو ایسے لوگ درخواست کرتے ہیں۔ کہ ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ۔ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔ لیکن جب قتال کے فرض ہونے کا حکم آتا ہے تو تولوا الا قلیلا منھم۔ تھوڑوں کے سوا باقی پھر جاتے ہیں۔ اور نہایت بزدلی اور رسوائی کی حالت میں کہہ اٹھتے ہیں۔ ربنا لم کتبت علینا القتال اے ہمارے رب تو نے ہم پر لڑنا کیوں فرض کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کے فعل سے سبق لینا چاہئے

اللہ تعالے سمیع و بصیر ہے۔ علیم و حکیم ہے۔ انسان کے جو حالات ہوتے ہیں اس کے موافق احکام دیتا ہے۔ اور انہی خدمات کا مطالبہ کرتا ہے جو بحالات موجودہ وہ کر سکتا ہے۔ جس کام کا سامان انسان کے پاس نہیں ہوتا اور اس کے پورا کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ تو اللہ تعالے جو علیم و حکیم ہے نہ ایسے کام کی ہدایت کرتا ہے نہ اس کام میں مدد کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا بوجھ انسان خود اٹھاتا ہے اور ایک غیر ضروری بلکہ نقصان دہ کام کو وہ اپنے ذمہ خواہ مخواہ ڈال لیتا ہے۔ جو اللہ تعالے کے منشا کے خلاف ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسی کام میں امداد دیتا ہے۔ جو اس کے حکم اور منشا کے موافق ہو۔ اور اللہ تعالے کا منشا اسی کام کے کرنے کا ہوتا ہے جس کے لئے وہ اپنے فضل سے کچھ سامان اور اسباب دے دیتا ہے۔ تو انسان کو کام وہی کرنا چاہئے اور وہی کام اللہ تعالیٰ کی منشا کے موافق ہوتا ہے۔ جو بحالات موجودہ وہ کر سکتا ہے اور اس کے لئے اس کے پاس سامان اور قوت و طاقت موجود ہو۔ جب اس کے پاس اس کام کے لئے سامان اور طاقت نہ ہو تو سمجھ لے کہ وہ اللہ تعالے کے منشا کے خلاف ہے۔ اور اس سے احتراز ضروری ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

مسلمانوں کی موجودہ حالت خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ نہ ان میں اتحاد و یگانگت ہے نہ ان کی جمعیت ہے۔ نہ دولت ہے۔ نہ ثروت ہے۔ نہ تعلیم ہے۔ نہ دماغ ہے۔ نہ ان کا کوئی قائد ہے۔ نہ ان کی آپس میں ہمدردی ہے۔ نہ ایک کو دوسرے کی مصیبت کا احساس ہے۔ (واقعات کی شہادت کافی ہے) نہ ان کی کوئی حکومت ہے۔ نہ بادشاہ ہے۔ نہ ان میں ایثار و قربانی ہے۔ اور جنگ کے لئے ان تمام باتوں کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک غیر حکومت کے ماتحت ہیں ہمسایہ قوم بھی بہت بڑی۔ اور منظم اور طاقتور ہے۔ اور ان کے پاس نہ حکومت سے لڑنے کی طاقت ہے نہ ہمسایہ قوم سے اور بدقسمتی سے اگر کوئی قانونی حکومت مسلمانوں کے سر پر نہ ہوتی۔ تو سب سے پہلے وہ آپس میں لڑ مرتے۔ کیونکہ بہت سے فرقے ان میں سے اوروں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اور مرتد سمجھتے ہیں۔ اور مرتد کی سزا بھی قتل سمجھتے ہیں تو کیا اگر ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے۔ تو ہر ایک فریق دوسرے کو مرتد سمجھکر اس کے خلاف تلوار نہیں اٹھائے گا۔

پس بحالات موجودہ مسلمانوں کو تلوار کے جہاد کی تلقین کرنا نہ صرف ایک غیر ضروری اور عبث فعل ہے بلکہ نقصان دہ اور ان کی ہلاکت کا موجب ہے اور منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ جو جہاد مسلمانوں پر ہمیشہ کے لئے فرض ہے۔ اور جس سے مسلمان قوم بن سکتی ہے۔ اور ان میں دشمن سے مقابلہ کی طاقت پیدا ہو سکتی ہے وہ صرف جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام ہی ہے وبس۔ اور یہی اسلام سے محبت کرنے کا ایک صحیح معیار ہے۔ اگر کسی مسلمان کو جہاد سے محبت ہے تو وہ کیوں جہاد بالقرآن نہیں کرتا۔ کیوں اسلام کی اشاعت نہیں کرتا۔ اور کیوں اس الٰہی امانت کو ادا نہیں کرتا۔ اگر نبی کریم سے محبت ہے تو کیوں آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہیں کرتا۔ اور جہاد بالقرآن کی خاطر اپنی جان۔ اپنا مال۔ اور سب سے بڑھکر اپنی فرضی عزت کا بت قربان نہیں کرتا۔ کیوں جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی طرح قربانیاں نہیں کرتا۔ جس جہاد کا سامان موجود ہے اسے لیکر کیوں اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتا۔ اور جس جہاد کا سامان موجود نہیں اور بحالات موجودہ وہ فرض بھی نہیں صرف اس کا نام لینے سے کیوں اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی مغالطہ میں ڈالتا ہے۔ اگر صرف تلوار کا نام لینے سے ہی اپنے نفس کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ تو سمجھ لے کہ وہ دراصل جہاد سے

خلاصہ خطبہ جمعہ

جو مولانا محمد یعقوب خان صاحب نے ۲۳ ؍ جولائی کو پڑھا

مرتبہ
(جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب
ولکن البر من اٰمن باللہ والملئکۃ ...... الخ
اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام
کمن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیلہ ..الخ

میں نے یہ دو آیات قرآن شریف کے مختلف مقامات سے پڑھی ہیں۔ مسلمان قوم کا میلان طبع آج کل کچھ عجیب ہو گیا ہے۔ اگر کوئی تقریر ہو تو مقرر صاحب کا تمام عندیہ اس امر پر صرف ہو جائیگا کہ کس طرح سامعین اس کی تقریر کو سنکر واہ وا پکاریں۔ یہ کہیں کہ دیکھو کتنی گرم اور ابھارنے والی تقریر یہ شخص کرتا ہے۔ اور ادھر سامعین جو آتے ہیں۔ ان کا مقصد بھی خود یہی ہوتا ہے کہ کوئی ایسی باتیں ہوں جن سے دل و دماغ گرما جائیں۔ اگر کسی تقریر میں یہ نہ ہو بلکہ کوئی شخص مطلب کی چند باتیں بیان کرے تو سب لوگ مایوس ہو کر چلے جاتے ہیں۔ کہ دیکھو یہاں تو کچھ ولولہ انگیزی نہیں۔ اسی طرح پر ہمارے مسلمان پریس کی صورت ہے۔ مسلمان اخباروں کو دیکھو عبارت کی رنگ آرائی اور مضامین کی دلچسپی ان کا تمام مقصد ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف آپ ہندو اخباروں کو دیکھیں ان میں وہ ادبی بلندی نہیں ہوتی۔ بلکہ نہایت سیدھی سادی زبان میں بات کو بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن بات کام کی بیان کرتے ہیں۔ غرضیکہ اسی طرح سے آج جو خطبے مساجد میں دیئے جاتے ہیں وہاں بھی یہی رنگ نظر آتا ہے۔ خطیب کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ چند باتیں بیان کرکے لوگوں کے لئے ایک ذہنی ضیافت پیدا کی جائے۔ اور دوسری طرف سننے والے بھی یہی توقع لے کر آتے ہیں۔ ٹھوس مغز کی بات نہ تو خطیب کہتے ہیں اور نہ سننے والے اس کو پسند کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم ...... اگر تم اپنے منہ کعبہ کی طرف کر لو اور نمازیں پڑھتے رہو یا کسی اور طرف کر لو اور عبادت میں لگے رہو تو یہ کوئی نیکی کی بات نہیں۔ ہاں اگر ان امور سے تمہارے اندر کوئی ایمان باللہ پیدا ہو گیا ہے اگر کوئی ہمدردی کا سبق تم نے اپنی عملی زندگی کے لئے سیکھ لیا ہے تو یہ اصل چیز ہے۔ اسی طرح پر دوسری جگہ فرمایا اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وجاھد فی سبیلہ۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ حاجیوں کو پانی پلا دینا اور مسجد حرام کی نگہبانی کر لینا یہ کوئی ایسے امور ہیں جو خدا پر ایمان اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے کے برابر ہیں؟ عرب میں دستور تھا کہ قریش مسجد حرام کی نگہبانی پر مقرر تھے۔ اور کعبہ کا حج کرنے والوں کی خاطر مدارات کرتے تھے وہ اسی بات میں نازاں تھے کہ دنیا کے طبقہ پر ہم جیسا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ ظاہری چیزیں اور ارکان تو کچھ شے نہیں۔ جب تک ان کے نیچے کوئی روح اور حقیقت موجود نہ ہو۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت انہی آیات کے مطابق دکھائی دے رہی ہے۔

جہاد بالقلم

اس مسئلہ جہاد کو لے لو۔ حضرت مسیح موعود کی آمد کا ایک مقصد مسلمانوں کو ان کے دینی جہاد پر لگانا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس بات پر اپنی جماعت کو لگایا۔ لیکن آج ہر طرف سے یہی سنائی دیتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے جہاد کو منسوخ کیا۔ یہ کس لئے؟ یہ اس واسطے کہ ہماری ظاہر بین نگاہیں قتال کو ہی جہاد دیکھتی ہیں۔ اگر یہ کہو کہ آج خدمت اسلام کا کام قلم سے وابستہ ہے۔ تو یہ بات ہنسی اور ٹھٹھا میں اڑائی جاتی ہے۔ خود احمدی قوم پر یہی اعتراض ہوتے ہیں۔ کہ احمدیوں نے کونسی خدمت اسلام کی کی ہے۔ جس کا وہ ہمیشہ دعوے کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ احمدی بزدل ہیں کیونکہ وہ جہاد بالسیف نہیں کرتے۔ یہ باتیں بھی ظاہر کر رہی ہیں کہ ہم بصیرت سے کس قدر دور ہیں۔ قرآن شریف نے ایک امی کی زبان سے ایک جاہل قوم کے اندر آج سے تیرہ سو برس قبل یہ الفاظ کہلوائے۔ ن والقلم وما یسطرون۔ قلم اور دوات گواہی دیں گے۔ اور وہ علوم جو نکالے جائیں گے کہ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ قلم اور دوات اور لکھنے پڑھنے کا ذکر اور پھر کسی شخص کی صداقت کا اس پر دارومدار رکھنا یہ تمام امور جاہلیت کے زمانہ میں بیان کرنا اور پھر ان کا آج کے زمانہ میں اسطرح صحیح ثابت ہونا کیا قرآن کے منجانب اللہ ہونے پر ایک زبردست ثبوت نہیں؟ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ علم کا کس قدر چرچا ہے اخباروں، رسالوں، کتابوں، کی اس قدر کثرت ہے کہ پہلے یہ کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس وقت کی مناسبت سے حضرت مسیح موعود کو بھی قلم اٹھانے کا حکم ہوا۔ اور آپ کو الہام ہوا کہ تو سلطان القلم ہے۔ پھر ایک دنیا شاہد ہے کہ آپ نے وہ قلم اسلام کی تائید و نصرت میں اٹھائی۔ کہ بڑے سے بڑا مخالف اس کا معترف ہے۔ آپ نے دلائل و براہین کی وہ تلوار چلائی کہ سب مخالفوں کو بھاگنے کے سوا چارہ نہ بن پڑا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

غرضیکہ واقعات ہمارے سامنے ہیں زمانہ گواہی دے رہا ہے۔ کہ اس وقت قلم اور قلم والوں کی کامیابی ہے۔ لیکن ہم اس بات کو دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر اس کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو کانگرس کی تحریک ہمیں کیا بتلا رہی ہے۔ وہی اصول عمل جو حضرت مسیح موعود نے دین کی حمایت کے لئے تجویز کیا تھا۔ کیا اس اصول کو لے کر کانگرس نے کام نہیں کیا؟ اور کیا یہی جمعیۃ العلما نہیں تھی جس نے تحریک عدم تشدد پر اپنی مہر کو ثبت کرکے یہ مان لیا کہ اس وقت حکومت کے حصول کے لئے بھی تلوار کام نہیں آتی۔ بس حضرت مسیح موعود کی ذات سے لوگوں کو چڑ ہو رہی ہے۔ ورنہ اصول مانتے چلے جا رہے ہیں۔ قوم کی ترقی اور حکومت خود مختاری کے حصول کے لئے بھی یہی اصول عدم تشدد کا اس وقت مانا جا رہا ہے پھر کیا جرم ہو گیا جو آج سے نصف صدی قبل مجدد وقت نے دین کی تائید اور حمایت کے لئے یہی اصول باندھا؟

اشاعت دین

گاندھی جی کی کامیابی کا کیا راز ہے۔ کیا یہی نہیں کہ آپ نے قلم اور پروپیگنڈا کے ذریعہ سے اپنے مقصد کو حاصل کیا۔ اگر گاندھی جی تلوار لے کر حکومت کا مقابلہ کرتے تو پھر کیا ہوتا۔ تھوڑے عرصہ میں تحریک کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن پروپیگنڈا کے ذریعہ سے اور عدم تشدد کے اصول پر عمل پیرا ہونے سے کس قدر یہ تحریک زبردست اور کامیاب ہو گئی ہے۔ احمدی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ اس قلم کے زمانہ میں قلم سے اشاعت دین کی ضرورت ہے۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اشاعت دین ایک معمولی سا کام ہے۔ جس کے لئے کوئی ہمت اور قربانی بکار نہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں مال اور دولت کو کسی مقصد کے لئے چھوڑنا جان دینے سے بھی مشکل کام ہے۔ میں یہ تو مان سکتا ہوں کہ اگر کسی مولوی کو یہ کہا جائے کہ تو اپنا سر دین کے لئے دیدے تو شاید کوئی وقتی جوش آیا ہو جب وہ یہ کر گزرے لیکن اگر اس شخص کو یہ کہا جائے کہ کچھ روپیہ دین کے لئے چاہیئے تو ایک روپیہ کا جیب سے نکالنا اس کے لئے موت سے بدتر ہوگا۔ یہ زمانہ مال اور دنیا کے عیش و آسائش کی چیزوں سے محبت کا زمانہ ہے۔ کتنے مولوی اور وکیل اور ڈاکٹر اور دوسرے خیر خواہ اسلام ہونے کے مدعی لوگ ہیں۔ جو اپنے اپنے کمروں میں آرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کا ولولہ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر کسی سے یہ کہو کہ تمہارے رسول اور نبی کا نام آج دنیا میں بدنام ہو رہا ہے۔ اس کے لئے کسی عملی پروگرام میں کچھ مدد دو تو ان کا تمام جوش و ولولہ وہیں سرد پڑ جاتا ہے۔

تحریک یوم النبیؐ

یہ تحریک جو کئی سال سے جاری ہے۔ کس قدر مفید بنائی جا سکتی ہے۔ اگر ہمارا یہ مقصد ہو کہ اس موقعہ پر ہم غیر مسلم اصحاب کو حضرت نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ سے آگاہ کریں۔ تو اس سے اسلام کی کس قدر عزت و عظمت دلوں میں گھر کرے۔ مجھے یہاں پر ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ ہمارے لائٹ اخبار کے پریس میں ایک ہندو بھی عملہ میں کام کرتا ہے۔ وہ اخبار لائٹ کے پرائٹ نمبر کو دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر مسلمان غیر مسلموں پر چھرا چلانے کے بجائے ان کی جہالت کو اس طرح دور کریں جس طرح اس اخبار میں پیش کیا جاتا ہے تو یہ ان کے لئے بہت زیادہ مفید ہو۔ کس قدر عبرت اور افسوس کا مقام ہے کہ تمام زمانہ اس بات کو سمجھ گیا ہے کہ اشاعت دین جیسا اہم کام اور کوئی نہیں۔ اسی سے تمام عظمت وابستہ ہے۔ مگر ایک ہم مسلمان ہیں کہ ابھی تلوار تلوار کی رٹ لگا رہے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ ہم اسلام کی تائید کریں اسی ضد اور ہٹ کی بنا پر ہم اسلام کو دنیا میں بدنام کرنے کا باعث بن رہے ہیں اور پھر یہ لطف کہ جو لوگ اس جہاد زمانہ پر لگے ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی زندگیاں اور اپنے مال اس راہ میں لگا دیئے ان کو مسلمان بزدل اور نکمے سمجھتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ جس شخص نے اپنا مال اور اپنا وقت خدا کی راہ میں خرچ کرنا نہیں سیکھا وہ اپنی جان بھی کبھی نہیں دے سکتا اور اگر کوئی وقت ایسا آئے جب بالفرض تلوار کی ضرورت پڑے تو اس وقت وہی لوگ سر دینے کے لئے نکل سکیں گے جنھوں نے قربانی کا مادہ اپنے اندر پیدا کر لیا ہے۔ پس احمدی بزدل نہیں بلکہ وہ شجاع ہیں کیونکہ وہ نفس اور مال کی قربانی سے جہاد پر لگے ہوئے ہیں۔

قوم سے خطاب

لیکن میں احمدی قوم سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم کو باتوں سے کچھ حاصل نہ ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم عرب قوم کی طرح

(باقی در صفحہ ۷)

حدیث مجدد

اور

چودھویں صدی کے اہلحدیث

(از جناب خان صاحب چودھری محمد منظور الٰہی صاحب لاہور)

اخبار اہلحدیث ۱۷ جولائی نے حدیث مجدد پر خامہ فرسائی ڈالی ہے۔ اور مسائل نے جو دلائل صحت حدیث پر دیئے ہیں۔ ان کو ایک طرح سے تسلیم کرکے تاویلات باطلہ سے اسے ٹالنا چاہا ہے فرماتے ہیں کہ حدیث میں من جمع ہے۔ جیساکہ مشکوٰۃ میں بھی ہے۔ چلو ہم اسے ہی مان لیتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک بھی جلہ گزشتہ صدیوں میں مجددین آتے رہے اور آئندہ آتے رہیں گے جب تک دین محمدی اس دنیا پر موجود ہے تجدد دین کا سلسلہ بموجب حدیث جاری رہے گا۔ اور مجددین میں سے ہم حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتے ہیں۔ من واحد ہو یا جمع ہمارے لئے کسی طرح نقصان دہ نہیں۔

دوسرا عذر یہ ہے کہ:۔

"کچھ شک نہیں کہ آج دنیائے اسلام اتنی وسیع ہے
کہ ایک مجدد ساری امت مسلمہ کی اصلاح نہیں کر
سکتا۔ عقلاً بھی محال ہے۔ ہمارے سامنے (بزعم
خود) مجدد اعظم قادیانی ہے۔ کیا وہ یا ان کے مرید
بتا سکتے ہیں کہ ان کی اصلاح چینی مسلمانوں پر کارگر
ہو چکی ہے۔ عرب۔ ایران۔ افغانستان وغیرہ
تو بالکل نزدیک ہیں"

جواباً عرض ہے کہ آپ جیسے محدود عقل اور سمجھ والے لوگوں کے نزدیک ایسی بات "عقلاً محال" ہے۔ کیونکہ ؎

کیڑا جو دب رہا ہے گوبر کی تہ کے نیچے
اس کے گماں میں اسکا عرض و سماہی ہے

لیکن اسلامی کیا اور غیر اسلامی دنیا کیا باوجود اتنی وسعت کے ذرائع آمد و رفت کے لحاظ سے اتنی قریب ہے کہ گزشتہ زمانوں میں اس کی مثال ملنی ناممکن ہے اس لئے ایک مجدد ساری امت مسلمہ کی پوری پوری اصلاح کرنے پر قادر ہے۔ اور گو آپ کی محدود اور زنگ خوردہ عقل کے نزدیک یہ امر محال ہو۔ لیکن واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مجدد اعظم کی اصلاح دنیا جہان کے مسلمانوں میں اپنا کام کر رہی ہے۔ چین کے مسلمانوں کے مختلف شہروں سے نصف درجن کے قریب رسالے نکلتے ہیں۔ جو ہمارے پاس آتے ہیں وہ سب مجدد اعظم کے خوشہ چین ہیں۔ دارالسلطنت پیکن سے بزبان چین ایک خالص احمدی رسالہ نکلتا ہے۔ ہماری چار مشہور کتب کے تراجم چینی زبان میں وہیں کی جماعت نے شائع کئے ہیں اور ہماری جماعت کے ممبر اور ہمدرد اندرون چین تک پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن بیچارے اہلحدیث کو کیا معلوم کہ مجدد اعظم کی برکات دنیا میں کیا کیا عظیم الشان تغیر پیدا کر رہی ہیں۔ ایران کے قریباً تمام بڑے بڑے شہروں میں جہاں عیسویت کے مراکز ہیں ہماری جماعت ممبر جو تمام کے تمام ایرانی ہیں پورے جوش سے کام کر رہے ہیں۔ جنھوں نے کئی فارسی رسالے شائع کئے ہیں۔ وہاں کے ایک بڑے شہر میں ہمارے کتب خانہ کی شاخ موجود ہے۔ عراق عرب۔ شام۔ فلسطین۔ حجاز۔ یمن۔ عدن۔ مصر۔ الجیریا۔ ٹیونس۔ مراکو۔ البانیا۔ بلگیریا۔ ترکی۔ سردیا۔ جہاں مسلمان آباد ہیں ہر جگہ ہمارے ممبر اور ہمدرد موجود ہیں۔ اسلامی علاقوں کے علاوہ یورپ۔ امریکہ شمالی۔ امریکہ جنوبی۔ امریکہ وسطی و ملحقہ جزائر۔ ٹرینیڈاڈ اور افریقہ مشرقی۔ وسطی۔ جنوبی۔ غربی۔ جاوا۔ سماٹرا۔ ماریشس۔ فجی۔ فلپائن۔ سیام۔ انام۔ کمبوڈیا وغیرہ۔ میں ہمارے ممبر اور ہمدرد موجود ہیں۔ افغانستان میں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ اکثر ہندی مسلمانوں کو بعض ممالک کے نام بھی نہ آتے ہوں گے۔ جہاں حضرت مجدد اعظم کی اصلاح کام کر رہی ہے۔ اہلحدیث کو اگر کوئی شک ہو تو وہ ہمارے دفتر میں آکر مختلف زبانوں میں ہماری ترجمہ شدہ کتابیں اور خط و کتابت دیکھ سکتا ہے۔ اگر سارے جہان کے مسلمانوں کو قرآن و سنت اور اسلام کا شیدائی بنانا کچھ کام نہیں تو پھر ایسے تنگدل لوگوں سے خطاب ہی بے فائدہ ہے۔ حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ و دیگر بزرگان اسلام کی خدمات اسلام کا اعتراف نہ کرنا پرلے درجہ کی بے انصافی ہے۔ لیکن حضرت مجدد اعظم نے جو روح اسلام دنیا جہان میں پھونکی اور یورپ کی دہریت سے تمام جہان کے مسلمانوں کو بچایا اس سے انکار کرنا پرلے درجہ کا ظلم ہے۔

حضرت مسیح موعود کا اپنے آپ کو آدم۔ موسیٰ۔ یعقوب ابراہیم۔ احمد و محمد کہنا گزشتہ اولیاء کے اسی قسم کے کلام سے کچھ بڑھکر نہیں۔ ذیل کے حوالے دیکھئے۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ:۔

"از خواجہ محمد پارسا منقول است کہ میفرمود نہ مقصود از وجود بہاء الدین ظہور محمدؐ است" (مکتوبات جلد اول صفحہ ۔۔)

(۲) "در امت محمدیہ کامل و اکمل اولیاء گزیدہ اند اگرچہ باعتبار سلوک باطن و جادۂ طریقت آنہا آدمی و نوحی و ابراہیمی و داؤدی و یعقوبی و موسوی و عیسوی و محمدی مشرب ہم باشند"

(خواجہ محمد ناصر صاحب در نالۂ عندلیب)

اسی قسم کے حوالجات دیگر اولیائے کرام کے دیئے جا سکتے ہیں۔ مگر بخوف طوالت یہی کافی ہیں۔ اہلحدیث صاحب لکھتے ہیں "بلکہ دعوے سے کہتے ہیں کہ توحید و سنت کا مضمون کتب قادیانیہ میں اتنا بھی نہیں جتنا کہ چھوٹی سی کتاب تقویۃ الایمان میں ہے" سبحان اللہ۔ جس شخص کی تالیفات نے بیرون ہند بلکہ روئے زمین کے مسلمانوں میں توحید و سنت کی پیروی اور ان سے محبت کی روح پیدا کر دی ہو۔ اس کے بارہ میں یہ لکھنا وہی بات ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ ٭

اصل حقیقت یہ ہے کہ عرب و عجم اور قریباً تمام دنیا کے مسلمان اس اسلام سے بیزار ہو چکے ہیں جو آج کل علمائے کرام مثل اہل حدیث ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور حضرت مجدد اعظمؒ کی تعلیم کی اس خصوصیت کے سامنے نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی سر جھکا دیتے ہیں۔ کہ آپ اسلام کی وہی سیدھی اور سادہ تعلیم پیش کرتے ہیں جسے قرآن لایا۔ اور حضرت نبی کریمؐ نے اس پر عمل کرکے دکھایا۔ یہی راز ہے کہ ہر جگہ اور ہر ملک کے مسلمان حضرت مسیح موعود کی خادمی کو فخر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی تعلیم ان میں روح عمل پیدا کرتی ہے۔ اور سچا مسلمان بناتی ہے۔ اہلحدیث اور اس کے ہم مشرب خوب یاد رکھیں کہ ان کے خود ساختہ خیالات کا دنیا میں قائم رہنا اور پھیلنا اب "عقلاً محال" ہے۔ اب تو اسلام کا روشن چہرہ اسی عینک سے دنیا دیکھے گی جو حضرت مسیح موعود دے رہے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۶)

اس بات میں مگن رہیں کہ ہم تو اشاعت دین کے اصول کو مانتے ہیں یا یہ کہ ہم ایک مرکز سے وابستہ ہیں۔ ہم میں بہت غفلت اور سستی دخل پا رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کو کسی قوم یا کسی شخص سے کچھ رشتہ اور واسطہ نہیں۔ جو قوم اور افراد جس قدر اس کے قوانین پر عمل کرتے ہیں وہ اسی کے مطابق ان کو جزا دیتا ہے۔ لیکن کامیابی اس بات سے کبھی نہیں ہوتی کہ ہم فلاں مذہب کے پیرو ہیں اور ہم فلاں مجدد کو مانتے ہیں۔ احمدیت کوئی کفارہ نہیں کہ ہم نے ایک مجدد کو تسلیم کر لیا بس چھٹی ہوگئی۔ بلکہ یہ بات تو ہم پر ہمارا فرض دوہری پابندی کے ساتھ عائد کرتی ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور پھر اس پر یہ کہ ایک مجدد وقت کے ہاتھ پر عہد کیا ہے۔ اگر ہم اس کے باوجود اشاعت دین میں منہمک اور کوشاں نہیں رہتے اور چھوٹے چھوٹے عذروں کے بہانہ سے جہاد زمانہ سے بے پروائی کر رہے ہیں تو ہمارے لئے بہت ڈرنے کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ ہم پر مصائب و عذاب نازل نہ کرے۔

(بقیہ صفحہ ۵)

بھاگتا ہے۔ اور جہاد بالقرآن سے بھاگنے کے لئے تلوار کے نام کو آڑ بناتا ہے۔ کیونکہ جو جہاد بحالات موجودہ فرض نہیں اس کی رٹ لگانا۔ اور جو ہر وقت فرض ہے اسے حقیر سمجھنا اور اس میں حصہ نہ لینا بتاتا ہے۔ کہ دل میں نہ جہاد کی محبت ہے نہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے۔ نہ معلوم کب تک یہ غلط خیال مسلمانوں کے دماغوں پر مسلط رہے گا۔ اور کب وہ اپنی غلطی کو محسوس کریں گے۔ اور جہاد بالقرآن کو دائمی جہاد فرض سمجھکر اس کے لئے جانی اور مالی قربانیاں کریں گے۔ جو نبوت کا اصلی مقصد ہے مسلمانوں کی فلاح جہاد بالقرآن میں ہی ہے۔ اور اسی کو اپنا نصب العین بنا کر آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ کے پیرو بن سکتے ہیں۔

اس جہاد بالقرآن کی طرف مجدد وقت امام زمان حضرت مسیح موعود نے مسلمانوں کو متوجہ کرنا چاہا اور ان کو ایک فراموش شدہ سبق یاد دلایا۔ اور فرمایا کہ مسلمانوں کی نجات اور فلاح جہاد بالقرآن اور تبلیغ اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ تلوار کا جہاد موجودہ حالت میں مسلمانوں کی کامیابی کی راہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے نقصان اٹھائیں گے۔ اور واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

خبریں

گول میز کانفرنس کے مندوبین کے ناموں کی فہرست

—— شملہ ۴؍ اگست۔ سرکاری اعلان شائع ہوگیا ہے۔ کہ وزیر اعظم انگلستان نے گول میز کانفرنس کی مناری سب کمیٹی (اقلیتوں کے متعلق مجلس ماتحت) کے مندوبین نامزد کر دیئے ہیں۔ جن کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ اصحاب ۲۶ ستمبر ۱۹۳۱ء کو لندن پہنچ جائیں گے۔ تاکہ شروع اکتوبر میں کام شروع کر دیں۔

یورپین:- مسٹر ریمزے میکڈانلڈ (صدر) سر آبلیو اے ہوٹیٹ۔ ارل پیل۔ میجر آنریبل اسٹینلے۔ مارکوئیس ریڈنگ مسٹر ایزاک فٹ۔

مسلمان:- ہز ہائینس سر آغا خاں۔ سر سید علی امام۔ نواب صاحب چھتاری۔ مسٹر فضل الحق۔ مسٹر اے۔ ایچ۔ غزنوی خان بہادر حافظ ہدایت حسین۔ علامہ سر محمد اقبال۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں۔ سر محمد شفیع۔ مولوی محمد شفیع داؤدی۔ مولانا شوکت علی سر سلطان احمد۔ چودھری ظفر اللہ خاں۔

غیر مسلم:- مسٹر سی۔ وائی۔ چنتامنی۔ ڈاکٹر ایس کے دتا۔ مسٹر ایم کے۔ گاندھی۔ مسٹر این ایچ جوشی۔ پنڈت مدن موہن مالوی۔ سر پربھو دش چند رمتر۔ ڈاکٹر بی۔ ایس مونجے۔ راجہ نرندرا ناتھ۔ راؤ بہادر پنیر سلوم۔ سر اے پی پیٹرو۔ دیوان بہادر رام چندر راؤ۔ مسٹر بی شوراؤ۔ سر چمن لال سیتلواڈ۔ سر فیروز شاہ سیٹھنا۔ سردار سمپورن سنگھ۔ راؤ بہادر سرنیواس۔ رائٹ آنریبل وی سی سرنیواس شاستری۔ سردار بہادر سردار اجل سنگھ۔ مسٹر امبیدکر۔ مسٹر ای سی بین تھل سر ہیوبرٹ کار لفٹننٹ کرنل سر ہنری گڈنی۔

خواتین:- مسز سروجنی نائیڈو۔ بیگم شاہنواز۔ مسز براؤن۔ جو مندوبین انگلستان میں ہیں ان کے نام وزیر اعظم کی طرف سے اور ہندوستانی مندوبین کے نام وائسرائے ہند کی طرف سے دعوت نامے جاری کئے جائیں گے۔

گول میز کانفرنس

شملہ ۴؍ اگست۔ وزیر اعظم انگلستان نے گول میز کانفرنس کے لئے مندرجہ ذیل مندوب نامزد کئے ہیں۔ جو ماہ اکتوبر کے آخر میں لندن پہنچ جائیں گے۔

برطانی مندوبین:- رائٹ آنریبل جے ریمزے میکڈانلڈ۔ ایم۔ پی (وزیر اعظم) رائٹ آنریبل لارڈ سینکے (لارڈ چانسلر) رائٹ آنریبل ڈبلیو ویجوڈبن ایم پی (وزیر ہند) رائٹ آنریبل آرتھر ہنڈرسن (وزیر خارجہ) رائٹ آنریبل طامس ایم پی (وزیر نو آبادیات) رائٹ آنریبل امل ہل رائٹ آنریبل سر سموئیل ہور ایم پی۔ رائٹ آنریبل مارکوئیس زٹلینڈ۔ رائٹ آنریبل ایڈورڈ سٹینلے ایم پی۔ رائٹ آنریبل مارکوئیس ریڈنگ۔ مارکوئیس آف لوتھین۔ سر ہربرٹ ہملٹن ایم پی۔ مسٹر ایزک فٹ ایم پی۔

دیگر وزراء کو بھی اپنے اپنے مضامین کے متعلق کانفرنس او کمیٹیوں کے جلسوں میں شرکت کی دعوت دی جائے گی

(ریاستی مندوبین) - ہز ہائینس مہاراجہ الور۔ ہز ہائینس گائیکواڑ بڑودہ۔ ہز ہائینس نواب صاحب بھوپال ہز ہائینس مہاراجہ بیکانیر۔ ہز ہائینس مہاراجہ رانا دھولپور۔ ہز ہائینس مہاراجہ نوانگرام۔ ہز ہائینس مہاراجہ پٹیالہ۔ ہز ہائینس مہاراجہ ریوا۔ ہز ہائینس چیف آف سانگلی۔ راجہ کوریا۔ راجہ سرلیا۔ سر پربھو شنکر پٹنی۔ سر منو بھائی مہتہ۔ سردار صاحبزادہ سلطان احمد خاں۔ نواب سر محمد اکبر حیدری۔ سر مرزا محمد اسمٰعیل۔ دیوان بہادر ٹی آر گھوا ہنتور گارد۔ کرنیل کے این ہکسر۔

ہندوستانی مندوبین مسلمان۔ ہز ہائینس دی آغا خاں۔ نواب سر صاحبزادہ عبد القیوم خاں۔ سر سید علی امام۔ سر شاہنواز خاں، غلام مرتضےٰ خاں بھٹو، مولوی محمد شفیع داؤدی۔ مسٹر فضل الحق۔ مسٹر اے ایچ غزنوی۔ سر غلام حسین ہدایت اللہ۔ خان بہادر حافظ ہدایت حسین۔ علامہ سر محمد اقبال مسٹر ایم اے جناح۔ آنریبل نواب صاحبزادہ سر سید محمد مہر شاہ۔ آنریبل کپتان نواب؟ سر محمد شفیع۔ آنریبل سید محمد پادشاہ۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں۔ مولانا شوکت علی۔ کپتان راجہ شیر محمد خاں ڈومیلی۔ سر سید سلطان احمد چودھری ظفر اللہ خاں۔

غیر مسلم۔ سر سی پی راما سوامی آئر۔ ڈاکٹر بھیم راؤ رامجی امبیدکر۔ مسٹر لیو بابا۔ سر پی میت چند رادھر کھڑ ولا مسٹر جے این باسو۔ مسٹر ای سی بن تھل۔ رائے بہادر کنور رشید دیال سیٹھ۔ سر ہیوبرٹ کار۔ مسٹر سی وائی چنتامنی۔ سر اینک جی دادا بھائی۔ مہاراج ادھیراج کیشور اسنگھ دربھنگہ ڈاکٹر ایس کے دتا۔ مسٹر ادد ی گلینواُئل۔ مسٹر ایم کے گاندھی مسٹر ایم ادمن گھائین۔ لفٹننٹ کرنل سر ہنری گڈنی۔ سر پدم جی جنوالا۔ مسٹر دی دی گری۔ مسٹر اے راما سوامی آئینگر۔ مسٹر بی۔ د ی۔ جھدیو۔ مسٹر ایم آر جیکر۔ سر کاؤس جی جہانگیر (جونیر) مسٹر ٹی الف گون جونیر۔ مسٹر این ایم جوشی۔ پنڈت مدن موہن مالوی۔ آنریبل سر پربھو دش چند رامتر۔ مسٹر ایچ پی موڈی۔ ڈاکٹر بی ایس مونجے۔ دیوان بہادر اے راما سوامی مدلیار۔ دیوان بہادر راجہ نرندرا ناتھ، راؤ بہادر اے ٹی پنیر سلوام۔ راجہ کرشنا چندر اکجاپتی نرائن دیو راج (پرلا کا میدی) سر اے پی پیٹرو۔ دیوان بہادر ایم رامچندر راؤ۔ سردار سمپورن سنگھ۔ سر تیج بہادر سپرو۔ رائٹ آنریبل وی سی سرنیواس شاستری۔ سر چمن لال سیتلواڈ۔ سر فیروز شاہ سیٹھنا۔ مسٹر بی شیوا راؤ۔ رائے بہادر آر سری نواسن مسٹر سری پرکاش بمبئی۔ مسٹر یو آنگ تھن۔ سر پرشوتم داس ٹھاکر داس۔ سردار صاحب سردار اجل سنگھ۔ مسٹر سی ای ووڈ۔

خواتین۔ مسز سروجنی نائیڈو۔ بیگم شاہنواز۔ مسز براؤن۔

کشمیر کی خبریں

—— سناتن دھرم سبھا سری نگر نے ہز ہائینس مہاراجہ بہادر سے مطالبہ کیا ہے کہ مسٹر ویکفیلڈ کو فوراً ملازمت سے برخاست کر دیا جائے۔ کیونکہ ریاست کا کوئی ہندو بھی ان کو پسند نہیں کرتا۔ اور تمام شرارت کی جڑ یہی شخص ہے۔

—— ہندو اخبارات میں کشمیر کے متعدد مسلمان اصحاب کے دستخطوں سے ایک اعلان شائع ہوا تھا۔ جس میں مجاہدین کشمیر کو جی بھر کر گالیاں دی گئی تھیں۔ اس اعلان پر لکھا کر آغا سید حسین سابق وزیر تعلیم۔ میر محمد یوسف شاہ میر واعظ۔ خواجہ سس بابا سجادہ نشین (مزار شریف) ایک اور صاحب کے جو سرکاری ملازم ہیں دستخط تھے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ یہ اعلان جعلی ہے۔ جن اصحاب کے جعلی دستخط بنائے گئے تھے انہوں نے اس کی باقاعدہ تردید کر دی ہے۔

—— سری نگر کی ہڑتال ۲۸؍ جولائی کو کھل گئی۔

—— سری نگر کے سشن جج نے مولانا عبد القدیر صاحب کو چھ سال قید با مشقت کی سزا دیدی ہے۔ یہ وہی صاحب ہیں جن کا مقدمہ سننے کے لئے ۱۳؍ جولائی کو ہزارہا مسلمانوں نے سری پریت جیل کے سامنے مظاہرہ کیا تھا۔ اور ڈوگروں کی گولیوں سے شہید اور مجروح ہوئے تھے۔ سارے کشمیر میں اس ظالمانہ سزا کے خلاف سخت غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔

—— محمد رفیق صاحب بار ایٹ لا سکرٹری کشمیر فنڈ کمیٹی نے اپیل شائع کی ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی ہدایات کے مطابق جس کا ایک اہم اجلاس چند روز ہوئے شملہ میں منعقد ہوا۔ کشمیر فنڈ کمیٹی مسلمانان پنجاب و صوبہ سرحد سے پر زور اپیل کرتی ہے کہ وہ مظلومین کشمیر کی مالی امداد کے لئے از حد کوشش کریں۔ فراہم شدہ چندہ کشمیر فنڈ کمیٹی کے صدر علامہ سر محمد اقبال یا کمیٹی کے سکرٹری کے نام ارسال فرمائیں

—— آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے تجویز کیا ہے کہ ۱۴؍ اگست کو ہندوستان کے طول و عرض میں کشمیر ڈے منایا جائے۔ مختلف مقامات پر اس تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔

—— آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ہندو اخبارات کے نام ایک اپیل شائع کی ہے۔ جس میں اس حقیقت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلمانان کشمیر کی موجودہ ایجی ٹیشن ہندوؤں کے خلاف نہیں ہے۔ برطانی ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات خواہ کتنے ہی عظیم کیوں نہ ہوں۔ لیکن ان کا کشمیر کی صورت حالات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے ہندو اخبارات اس معاملہ میں دیانت و انصاف سے کام لیں اور مسئلہ کشمیر کو فرقہ داری کا رنگ دے کر مسلمانوں کی مخالفت نہ کریں۔

—— یکم اگست کی شب کو دس بجے کے قریب مسلمانان کشمیر کے چھ قائدین عظام شیخ محمد عبد اللہ ایم ایس سی مولوی عبد الرحیم ایم اے ایل ایل بی۔ مسٹر غلام نبی۔ چودھری غلام عباس۔ سردار گوہر رحمان صاحب سری پریت جیل سے رہا کر دیئے گئے۔ حکومت نے ان سے بعض شرائط منوانی چاہی تھیں۔ لیکن انہوں نے مشروط طور پر رہا ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ آخر حکومت کو انہیں غیر مشروط طور پر رہا کرنا پڑا۔

—— ۳؍ اگست کو جموں میں ہزاروں چھوٹے بچوں کا جلوس نکلا جس کا جھنڈا پولیس نے چھین لیا۔ بعض بچوں کو زدوکوب بھی کیا۔

—— معلوم ہوا ہے کہ سری نگر میں ہر روز ہری کشن کول وزیر اعظم کے مکان پر کشمیری پنڈتوں کے خفیہ جلسے ہوتے ہیں۔ اس جلسہ میں مسلمانوں کے قلع قمع کے متعلق تجاویز سوچی جاتی ہیں۔

—— کئی روز ہوئے۔ مولانا ابو الکلام آزاد مہاراجہ بہادر کی دعوت پر سری نگر پہنچ چکے ہیں۔ اور سرکاری مہمان ہیں۔ ان کے علاوہ سر تیج بہادر سپرو اور کرنیل ہکسر بھی مہاراجہ کی دعوت پر سری نگر پہنچ گئے ہیں۔ عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مہاراجہ نے مولانا کو فیڈریشن کے معاملات میں مشورہ کے لئے بلایا ہے۔ لیکن مستند اطلاعات سے پایا جاتا ہے۔ کہ مولانا موصوف کو مدعو کرنے کی غرض موجودہ ایجی ٹیشن کو فرو کرنا ہے۔ مسلمان ان کی آمد کو بہت شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کو مولانا پر مطلق کوئی اعتماد نہیں ہے۔

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
محمد انعام الحق ہوشیارپوری

جلد ۱۹ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۸

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

ایک مسلمان مذہبی ریفارمر

بجواب خالصہ سماچار

(از شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی)

۱۵ جولائی کے پیغام صلح میں خاکسار نے حفظ الرحمن صاحب کے کتب خانہ کی ایک ساکھی کے حوالے سے ایک مسلمان مذہبی لیڈر کے متعلق گورو نانک صاحب کی پیشگوئی شائع کی اس پر خالصہ سماچار مورخہ ۳۰ جولائی کے پرچہ میں "پیغام صلح جواب دے" کے زیر عنوان ایک مضمون شائع ہوا۔ مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں کہ

"(۱) آپ نے (خاکسار نے) ایک قلمی جنم ساکھی کا نام لیا ہے۔

(۲) آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جنم ساکھی کا لکھنے والا کون ہے جب تک اس کے لکھنے والے کا پتہ نہ دیا جائے۔ تب تک خود یہ فتوے لگانا کہ یہ سکھوں کی مستند چیز ہے۔ اور اس میں سے کوئی ثبوت پیش کرنا فضول ہے۔ حیرانی کی بات ہے۔ شیخ صاحب کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اس کے لکھنے والے کا نام اور پتہ بتائیں۔

(۳) پھر یہ کتاب کسی سکھ گوردوارے۔ سکھ لائبریری یا سکھ سکول یا کسی سرکاری لائبریری میں رکھی ہوئی نہیں۔ بلکہ ایک مسلمان کے گھر پڑی ہے۔ ایسی کتاب کس طرح قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔

(۴) دعوےٰ کیا ہے کہ کتاب پرانی ہے مگر کوئی سن اس کے لکھے جانے کا نہیں بتایا جس سے پتہ چلتا کہ کتنی پرانی ہے

(۵) ابھی چند روز کی بات ہے کہ لاہور کے ایک مسلمان نے گورو نانک صاحب کی جنم ساکھی چھاپی تھی جس میں اجتے رندھاوے کے مکالمہ پر کئی باتیں بڑھا دی تھیں۔ اس پر سری گورو سنگھ سبھا لاہور کے نوٹس لینے پر اس پریس کے مسلمان مالک نے معافی مانگی تھی۔ سو اس اجتے رندھاوے کے مکالمہ کے بارے میں لکھی ساکھی جو ایک مسلمان ہی کے گھر میں رکھی ہے کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے؟"

الجواب

(۱) قلمی نہیں یہ چھپی ہوئی ساکھی ہے۔ میں نے قلمی نہیں لکھا تھا۔ اخبار کو پڑھ کر دیکھ لیں۔

(۲) اس کا لکھنے والا وہی مشہور و معروف شخص بھائی بالا ہی جسکے نام سے یہ ساکھی مشہور ہے۔ البتہ اس کے پرنٹر اور پبلشر کا نام منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز لکھا ہے۔ اب تو جناب کی حیرانی دور ہو گئی۔ اب تو یہ سکھوں کی مستند چیز ہو گئی۔ اب تو میرا فتویٰ بجا ہے یا اب بھی کچھ کسر ہے۔

(۳) سکھوں کے سکول۔ گوردوارے۔ لائبریری۔ یا سرکاری لائبریری میں ہو یا اور کہیں ہو بہر حال سکھوں کے پریس کی چھپی ہوئی ہے اس لئے قابل تسلیم ہونی چاہئیے۔ آگے ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔ کیونکہ ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ تاہم آپ کے اس مطالبہ کو بھی پورا کئے دیتا ہوں۔ لاہور پبلک لائبریری جو عجائب گھر کے عقب میں سرکاری لائبریری ہے۔ اس میں بھی ایک ساکھی موجود ہے۔ جس میں متنازعہ فیہ پیشگوئی انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ اگر فی الحقیقت تحقیق حق مقصود ہے۔ تو لاہور تشریف لا کر یہ دونوں ساکھیاں دیکھ لیں اور اپنی تسلی کر لیں۔

(۴) اس کا سن ۴۲۰ نانک شاہی لکھا ہے۔ یقین نہ ہو تو آ کر دیکھ لیں۔

(۵) لاہور کا وہ کونسا مسلمان ہے جس نے کوئی ساکھی چھاپی جس کی بنا پر گورو سنگھ سبھا کو نوٹس دینا پڑا۔ اس پریس کا کیا نام ہے۔ جہاں یہ چھپی اس مالک پریس کا کیا نام ہے جس نے معافی مانگی۔ یہ واقعہ کس سن کا ہے۔ لاہور میں کس سے اور کہاں سے پتہ آپ کی تحریر کی تصدیق کر سکتا ہوں۔

گاندھی جی لندن نہیں جائیں گے

بمبئی ۱۳ اگست مجلس عاملہ کانگرس نے حسب ذیل بیان شائع کیا ہے۔ اس مجلس نے اس خط و کتابت پر جو مفاہمت دہلی کے [illegible] مرکزی اور صوبجاتی حکومتوں اور گاندھی جی

کے درمیان ہوئی بغور مطالعہ کیا۔ اس بیان پر بھی غور کیا گیا جن میں وہ واقعات درج ہیں جو اس خط و کتابت کا موجب ہوئے مجلس عاملہ کانگرس نہایت افسوس کے ساتھ اس حقیقت کو ضبط تحریر میں لاتی ہے کہ صوبجاتی حکومتوں کی طرف سے مفاہمت دہلی کی شدید خلاف ورزی ہوتی رہی ہے۔ گاندھی جی نے مجلس عاملہ کی منظوری سے درخواست کی تھی کہ شرائط صلح کے مفاد کی خاطر ایک غیر جانبدار ٹریبونل تحقیقات کے لئے قائم کی جائے لیکن اس درخواست کو اب نامنظور کر دیا گیا ہے۔ بلکہ ان مطالبات کو بھی منظور نہیں کیا گیا جو کسانوں کے اہم مفاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا یہ مجلس خلاف مرضی یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ شرائط صلح کے مطابق اور قومی مفاد کے پیش نظر کانگرس گول میز کانفرنس میں نہ تو شامل ہو سکتی ہے اور نہ اسے شامل ہونا چاہیئے۔

ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہولناک فرقہ وار فساد

ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ۱۲ اگست کو ہولناک فرقہ وار فساد ہو گیا۔ جس میں تین آدمی ہلاک اور ۱۷ مجروح ہوئے فساد کا آغاز اس طرح ہوا کہ ایک ہندو خریدار اور مسلمان دکاندار کے درمیان لین دین پر جھگڑا ہو گیا۔ دونوں قوموں کے سر پھرے عناصر درمیان میں کود پڑے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو محلہ میں چار سو مکانات نذر آتش ہو گئے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۳ اگست کی شب ڈلہوزی سے لاہور تشریف لائے۔ ریلوے سٹیشن پر احباب کی کافی تعداد آپ کے استقبال کے لئے موجود تھی۔ آپ لاہور میں تین چار روز قیام فرمائیں گے۔

— جناب امیر الدین صاحب چک $\frac{2}{4.L}$ اکاڑہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

— قاضی عبد اللطیف صاحب کارکن دفتر محاسب کا بچہ بدستور بیمار ہے اس کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

— منشی رحمت خاں بدستور بیمار ہیں۔ ان کی

مسلمانانِ چین کے حالات

چین میں اسلام کس طرح پھیلا؟

(ڈاکٹر مصطفےٰ رئیس بلدیہ کالنسو کے قلم سے)

سیاسیات چین سے دلچسپی رکھنے والے حضرات واقف ہیں کہ ملک یاگ ڈور "حزب الامتہ" کے ہاتھ میں ہے۔ جس میں ملک کے مختلف حصوں کے نمائندے پبلک کی نمائندگی کرتے ہیں اس مجلس کے ممبروں میں سے چھ ممبر مسلمان ہیں۔ جن میں تین مسلمان ممبر فوجی افسر بھی ہیں۔ ناظرین کو غالباً یہ سنکر حیرت ہوگی کہ چین میں کم از کم ۶۰ ملین مسلمان آباد ہیں۔ چین کی مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ چین کے مسلمانوں کی آبادی صرف ۱۶ ملین ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی ۷۰ ملین بیان کی جاتی ہے حالانکہ میرے دوست مسٹر شعیب قریشی نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد مردم شماری سے دوگنی ہے۔ موتمر خلافت اور موتمر اسلامی جو مکہ مکرمہ میں منعقد ہوئی تھی اس میں وفد ہندی کے سکرٹری کی حیثیت سے تشریف لائے تھے۔ مسٹر شعیب قریشی نے بیان کیا کہ انہوں نے مسئلہ خلافت کے متعلق رائے عامہ دریافت کرنے کے لئے سارے ہندوستان کا دورہ کیا ہے اور خود اس مسئلہ کی تحقیقات کی ہے۔

چین میں مسلمانوں کی حالت

مسلمانوں کو یہ معلوم کرکے خوشی ہوگی کہ چین میں اسلام اور مسلمانوں کی حالت نہایت اچھی ہے۔ خاصکر علاقہ "کالنسو" کے چینی مسلمانوں کی حالت نہایت بہتر ہے۔ اگر مبلغین چین اور جاپان میں شریعت اسلامیہ کی تبلیغ کریں تو ان ممالک میں اسلام بہ آسانی پھیل جائے۔ ان مقامات میں اشاعت اور تبلیغ کا بہت اچھا موقع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج غیر معمولی تعداد میں وہاں فرزندان توحید موجود ہیں۔ حالانکہ بہت کم لوگ اس سے واقف ہیں۔

چین میں اشاعت اسلام کے متعلق تین نظریئے بیان کیئے جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور نظریہ "سینفو بورڈ" ہے۔ یہ ایک تاریخی بورڈ ہے جس پر چین میں اشاعت اسلام کی ابتدا بتائی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ ساتویں صدی میلادی میں اشاعت اسلام کی ابتدا چین میں ہوئی۔ (ساتویں صدی میلادی جو تختی پر سن کندہ ہے وہ چینی ہے اور ناظرین کے لئے اس کا سمجھنا سخت دشوار ہے۔) مذکورہ بالا سال میں اشاعت اسلام کی چین کے جنوبی حصہ میں ابتدا ہوئی جس کی رفتار بعد میں سست ہوگئی۔ لیکن پھر تمام ساحلی علاقوں میں پھیل گئی۔ اور شنگھائی تک پہنچ گئی۔ جب کثیر تعداد میں چینیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ تو شاہ چین نے بڑے بڑے انجنیروں کو بلایا۔ اور عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی۔ اس مسجد کی تعمیر ۵ سال میں مکمل ہوئی۔ اس واقعہ کی یاد کے واسطے یہ تختی آویزاں کردی گئی ہے۔

چین میں تبلیغ کی ابتدا

ایک مسلمان چینی مورخ لکھتا ہے کہ شاہ چین نے ایک وفد مکہ مکرمہ بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک شخص وقاص نامی تشریف لائے۔ اور بڑی دیر تک شاہ چین سے گفتگو کرتے رہے۔ بادشاہ نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اس کے بعد ہی شاہی حکم سے مسجد تعمیر ہوئی۔ حضرت وقاص جزیرہ عرب کی طرف تشریف لے گئے۔ تقریباً ۲۰ سال بعد شاہ چین خود حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ اور دوسرا وفد مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ وفد کی واپسی پر ایک جماعت حفاظ قرآن اور واقفان دین کی ان کے ساتھ آئی۔ اور چین میں اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب اور حیرت انگیز روایت اسلام کی اشاعت کے متعلق بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ میرے نزدیک زیادہ قابل اعتماد ہے۔ لیو شی لین۔ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ چھٹے سال میں آسمان پر ایک عجیب و غریب ستارہ نمودار ہوا۔ اس وقت شاہ چین کا پایۂ تخت "کانکانی ہانگ" میں تھا۔ فرمانروائے چین نے بڑے بڑے نجومیوں کو بلایا۔ اور اس "عجیب و غریب ستارہ" کے متعلق سوال کیا۔ نجومیوں نے کہا کہ اس ستارہ کا ظہور اس بات کی دلیل ہے کہ مغرب میں کوئی نہایت عظیم الشان انسان ظاہر ہوا ہے۔ بادشاہ چین نے اپنے ایک پیغامبر کو تحقیق حال کے لئے مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچکر حضور سرور کائنات فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اور بارگاہ رسالت میں درخواست کی کہ وہ اس کے ساتھ چین تشریف لے چلیں۔ لیکن انہوں نے دعوت قبول نہ فرمائی۔ انہی جگہ اپنے ماموں زاد بھائی اور تین دیگر اصحاب کو ایلچی کے ساتھ روانہ کیا۔

کانٹن میں سب سے پہلی مسجد

تیسرا نظریہ یہ ہے کہ نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں باشندگان چین اسلام کے نام سے مانوس ہوچکے تھے۔ کانٹن میں ایک مسجد ہے جس کا نام "ہائی خینکش" ہے۔ (یعنی مسجد یادگار نبیؐ) کہا جاتا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر اس شخص نے کی ہے جسے سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چین بھیجا۔ مسجد کے قریب ہی اس صحابیؓ کی قبر بھی موجود ہے۔ جو زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔ کتب تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جو مسلمان چین میں گئے انہوں نے وہیں بود و باش اختیار کرلی۔ اور چینی عورتوں سے شادی کرلی۔ اسی طرح داعیان اسلام بھی چین ہی میں سکونت پذیر ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں ایک سفیر بھی چین میں بھیجا۔

ایک سیاح کے چشمدید حالات

حال ہی میں سید عبدالعزیز حلبی نے چین کی سیاحت کے بعد وہاں کے مختصر حالات عربی جرائد میں شائع کیئے ہیں۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

جاپان کی سیاحت کے بعد "موتیشی" بندرگاہ سے جو جاپان کا ایک داخلی بندرگاہ ہے، "تنزن" کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ ہوا ناموافق تھی اور دریا میں طغیانی تھی۔ اس لئے ہم "لغش" میں اتر گئے اور ریل پر سوار ہوکر "تنکو" اور وہاں سے "تنزن" پہنچے۔ حالانکہ جہاز بھی وہیں جارہا تھا۔ لیکن ناموافق ہوا کی وجہ سے مسافروں کو اتار کر لنگر انداز ہوگیا۔ جب ہم تنزن پہنچے تو وہاں سخت سردی تھی۔ اور دریافت سے معلوم ہوا کہ اب تک دریا میں تلاطم برپا ہے۔ بارش بھی ہورہی تھی اس لئے تنزن پہنچکر ہم نے بہت زیادہ سردی محسوس کی۔ فوراً ہی میں نے بازار جاکر گرم کپڑا خریدا پہنکر نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد کی تلاش میں نکلا مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ موٹر ڈرائیور، پولیس اور ہوٹل والے کوئی واقف نہیں کہ "مسجد" کس چیز کا نام ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ میں بدقت تمام مسجد پہنچا اور ظہر کی نماز باجماعت ادا کرسکا۔

شہر تنزن کے حالات

مسجد میں جب پہنچا تو نماز ختم ہوچکی تھی۔ ساری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ تنزن میں مختلف قبائل آباد ہیں۔ اور ہر ایک کی مستقل حکومت اور مستقل انتظامات ہیں۔ میرے حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ایک متنفس بھی انگریزی سے واقف نہ ملا۔ مجھے چینی زبان نہ آتی تھی جس سے تبادلہ خیالات میں بڑی دقت محسوس ہوتی تھی۔ ہاں بہت سے چینی عربی داں ملے۔ لیکن وہ گفتگو نہ کرسکتے تھے۔ اس لئے حتی الامکان سلیس عربی زبان میں لکھکر سوال کرتا تھا۔ اور وہ اس کا عربی ہی زبان میں لکھکر جواب دیتے تھے۔

تنزن چین کے علاقہ شمالی میں واقع ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہاں مسلمانوں کی بہت زیادہ تعداد ہوگی۔ لیکن خلاف امید بہت کم تعداد نظر آئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ علاقہ شمالی میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ہاں البتہ علاقہ جنوبی میں مسلمان اکثریت میں ہیں علاقہ شمالی میں ہوٹلوں پر اس بات کے ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ مسلمانوں کا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تختیوں پر لکھکر آویزاں کردیا گیا ہے۔ جن ہوٹلوں پر یہ تختی آویزاں نہیں ہوتی چینی مسلمان اس میں داخل نہیں ہوتے۔

چین کی مسلم خواتین اور پردہ

چین کی مسلم خواتین ادھر ادھر مساجد اور مختلف مقامات پر بے پردہ نظر آتی ہیں۔ یہاں کی مسلم خواتین سارے کاروبار میں مردوں کا ہاتھ بٹاتی ہیں چین کے بعض مسلمان چار اور چار سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے دکانیں کھول دیتے ہیں یہ عورتیں دکانوں پر سامان بیچتی ہیں۔ جو کچھ بکری ہوتی ہے وہ شام کو جاکر وصول کرلیتے ہیں۔

بعض لوگ عربی زبان کے ماہر ہیں مختلف کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں موجود ہے۔ ملا رحمت اللہ ہندی کی کتاب "اظہار الحق" کا عربی ترجمہ میں نے وہاں دیکھا۔ ان کو اگر کسی کتاب کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ مصر یا آستانہ سے نہیں منگالتے بلکہ اس کا عکس لیکر چھاپ لیتے ہیں۔ اور پڑھتے ہیں۔ وہ اگرچہ عربی زبان کا تلفظ صحیح نہیں ادا کرسکتے لیکن وہ اسکے بہت زیادہ شوقین نظر آتے ہیں۔ تنزن میں چونکہ مسلمان اقلیت میں ہیں اس لئے بہت کم طلبہ نظر آتے ہیں

یہ چین کے شمالی علاقہ کے حالات ہیں۔ جاپان میں مجھے مسلمان نہیں ملے اس لئے کہ وہاں اب تک اسلام کی اشاعت نہیں ہوئی "ہنیل" میں تھوڑے سے مسلمان آباد ہیں لیکن مسیحی مبلغین ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں کہ انکو کسی طرح اسلام سے برگشتہ کردیا جائے۔ (خلافت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۸

بیگم شاہی مسجد میں چند منٹ

مولویانہ ذہنیت کا افسوسناک مظاہرہ

لاہور میں مستی دروازہ کے اندر شاہان مغلیہ کے وقت کی ایک مسجد "بیگم شاہی مسجد" کے نام سے خاصی اچھی حالت میں موجود ہے۔ اخبار بین طبقہ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ دنوں اس مسجد کی ایک دیوار کے سلسلہ میں مسلمانوں اور سکھوں کا کچھ تنازعہ بھی ہو گیا تھا۔

گزشتہ اتوار کو اس مسجد کی تاریخی شہرت خاکسار راقم الحروف کو دس سالہ قیام لاہور میں پہلی مرتبہ مستی دروازہ کے اندر لے گئی۔ اچھی خاصی وسیع پرانی طرز کی عمارت ہے۔ اس کی تعمیری خوبیوں پر بہت بڑی حد تک زمانہ کے زبردست ہاتھ نے پردہ ڈال دیا ہے۔ لیکن میں یہ سطور اس مسجد کی تعمیری خوبیوں اور تاریخی حیثیت کو بیان کرنے کے لئے نہیں لکھ رہا ہوں۔ بلکہ مجھے ایک اور خصوصیت کو بیان کرنا مقصود ہے آہ! وہ خصوصیت بہت ہی المناک، دلپاش اور ماتم انگیز ہے۔ مسلمانوں کے عہد عروج کی تعمیر شدہ مسجد آج مسلمانوں کی تکفیر و تفریق کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عصر کا تنگ وقت تھا کہ میں ایک دوست کے ہمراہ اس مسجد کے دروازہ کے سامنے پہنچا۔ دروازہ میں کھڑے ہو کر مسجد کی عمارت پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے کے بعد آگے بڑھا اور صحن میں حوض کے قریب کھڑے ہو کر در و دیوار کو دیکھا۔ صدر محراب کے قریب دیوار میں سنگ مرمر کا ایک کتبہ نصب دکھائی دیا۔ اس خیال سے کہ شاید اس کتبہ سے مسجد کے متعلق کچھ تاریخی معلومات حاصل ہو سکیں اس کے قریب گیا۔ یہ سنگ مرمر کا نہایت عمدہ اور کافی بڑا ٹکڑا تھا اس میں نہایت خوشخط جلی الفاظ میں تحریر تھا کہ از روئے حکم شرع شریف اس مسجد میں کسی وہابی، رافضی، نیچری، مرزائی کو آنے اور مذہب حنفی کے خلاف کوئی بات کرنے کی اجازت نہیں۔ خانہ خدا میں غیر حنفیوں کے داخلہ کی ممانعت کا اس قدر شدید اہتمام میں نے اور کہیں نہ دیکھا تھا۔ اس وقت تین مولوی صاحبان حجروں کے قریب تشریف فرما تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر چند باتیں دریافت کیں۔ ان کا جواب علاوہ ذیل میں درج ہے۔

سوال۔ یہ مسجد کس زمانہ کی تعمیر شدہ ہے؟

جواب۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ کی ہے۔

سوال۔ غیر حنفیوں کے داخلہ کی ممانعت اسی زمانہ سے ہے؟

جواب۔ نہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا یہ ایک بزرگ (غالباً) غلام قادر صاحب مرحوم کے ارشاد کے مطابق یہ کتبہ نصب کیا گیا ہے۔

سوال۔ اگر کوئی غیر حنفی غلطی سے اس مسجد میں آجائے تو پھر کیا کیا جاتا ہے۔ اور اس کو کس طرح نکالا جاتا ہے۔

جواب۔ بعض اوقات ویسے نکال دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات مار پیٹ کر۔

سوال۔ اگر کوئی غیر مسلم آجائے تو اس حالت میں کیا کیا جاتا ہے؟

جواب۔ یہ اور بات ہے۔ (صرف اسی قدر جواب دیا)

سوال۔ میں حنفی نہیں ہوں۔ میرے لئے کیا ارشاد ہے؟

اس پر ایک نوجوان مولوی صاحب اور مسجد کے خادم بہت بگڑے۔ لیکن دوسرے مولوی صاحب نے فرمایا:۔

جواب۔ خیر آپ مسجد دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن آپ کو نماز پڑھنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مولوی صاحبان کی یہ الم انگیز ذہنیت دیکھ کر میرا سر چکرانے لگا۔ میں نے دوبارہ کتبہ کے قریب آکر اس پر اپنی نگاہیں جما دیں۔ مجھے اس کے الفاظ مسلمانوں کی تباہی کی پیشگوئی معلوم ہونے لگے میں نے انکو بار بار پڑھا۔ پڑھنے کے بعد بار بار سوچا۔ غور و فکر نے مجھے چند لمحوں کے لئے عالم تصور میں پہنچا دیا۔ جہاں مسلمانوں کی ماضی و مستقبل کے دونوں منظر میرے سامنے تھے۔ پہلے میرا تصور مجھے آج سے کئی صدیاں قبل اسلامی حکومت کے عہد عروج میں لے گیا۔ میں نے دیکھا کہ لاہور پر اسلامی پرچم لہرا رہا ہے۔ ہر جگہ اسلامی علوم، اسلامی تہذیب و تمدن، اور اسلامی قانون کا راج ہے مسلمان فاتح اور حکمران کی حیثیت سے چل پھر رہے ہیں۔ ان کے بچہ بچہ کے دل میں ترقی و اولوالعزمی کا جذبہ موجود ہے۔ اس کے بعد میں نے اپنی قوم کے مستقبل کی تصویر بھی دیکھی جو موجودہ زمانہ کے اچھوتوں اور گونڈوں اور بھیلوں سے بھی بدتر تھی۔ یہ دیکھ لینے کے بعد میرے دل نے کہا کہ ماضی و مستقبل کے اس فرق کی سب سے بڑی وجہ اس کتبہ کے نصب کرنے والوں کی ذہنیت ہے۔ چند منٹ کے اندر ہی یہ سارا کھیل ختم ہو گیا۔ میں نے مسجد کے در و دیوار پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی اور ایک سوگوار کی طرح واپس آگیا۔

آہ کس قدر الم انگیز حقیقت ہے۔ مسجد کے اندر جانور داخل ہو سکتے ہیں۔ اس کے صحن پر چیونٹیاں اور گلہریاں چل سکتی ہیں۔ اس کے حوض سے کوے پانی پی سکتے ہیں۔ اس کی چھت پر کبوتر اور چڑیاں گھونسلے بنا سکتی ہیں۔ اس کو ہر ایک ہندو سکھ، عیسائی نہایت خوشی سے دیکھ سکتا ہے۔ لیکن غیر حنفی مسلمانوں کو اس کے صحن کے اندر قدم بھی رکھنے نہیں دیا جاتا۔ مولوی صاحبان مسجد میں گپیں ہانک سکتے ہیں۔ حجروں میں حقے پی سکتے ہیں۔ لیکن ایک غیر حنفی مسلمان کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں۔ میں نے سنا ہے کہ یہاں کئی شریف مسلمانوں کو محض بلند آواز سے آمین کہنے پر مار پڑی اور کفر کا فتوےٰ صادر ہوا ہے۔ بہت سے لوگوں کو محض سینے پر ہاتھ باندھنے کی وجہ سے ذلیل کر کے نکالا گیا ہے۔

دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا خدا جانتا ہے کہ جو کچھ عرض کیا گیا اس میں تعصب اور انتقام کو مطلق دخل نہیں ہے محض اظہار حقیقت اور اصلاح مقصود ہے۔ ہم نہایت دلسوزی سے ہر ایک دردمند مسلمان سے سوال کرتے ہیں کہ کیا اس افسوسناک ذہنیت کی موجودگی میں مسلمان دینی یا دنیوی کسی لحاظ سے بھی ترقی کر سکتے ہیں؟ کیا اس طرز عمل کے ہوتے ہوئے کبھی بھی متحد ہو سکتے ہیں؟ دوسری قومیں متحد ہو رہی ہیں۔ اور مسلمان علماء سو کے طفیل منتشر۔ یورپ سے الحاد اور لامذہبی کا طوفان اپنی پوری طاقت سے امڈا چلا آرہا ہے۔ اور ہمارے مولوی مسجدوں کے دروازوں پر لٹھ لئے بیٹھے ہیں۔ تاکہ بلند آواز سے آمین کہنے والوں اور سینوں پر ہاتھ باندھنے والوں اور داڑھی منڈوں کو اندر داخل نہ ہونے دیا جائے۔ مسلمان تباہ ہو رہے ہیں حکومت اور دولت ان کے ہاتھ سے چھن چکی ہے۔ جہالت اور افلاس کی کالی گھٹائیں ان کے سروں پر چھا چکی ہیں۔ بعض ممالک میں ان کی جان و مال اور عزت تک محفوظ نہیں۔ اور یہ مولوی صاحبان اپنے شغل تکفیر میں مصروف ہیں۔ ادھر دشمنوں نے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ ادھر اپنی جہالت سے فروعی اختلافات کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے فرزندان توحید کے فتوائے تکفیر پر اپنی مہریں ثبت کر رہے ہیں۔ خدا جانے جسم اسلام کے ان خوفناک ناسوروں کا خاتمہ کب ہوگا۔ اس مبارک وقت کے جلد سے جلد قریب لانے ہی سے اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی ہو سکتی ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور نے موجودہ زمانہ میں سب سے پہلے تکفیر المسلمین کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ آج اس کی جان توڑ سرگرمیوں کا اثر ہر جگہ نمایاں طور پر محسوس ہونے لگا ہے مگر اس سلسلہ میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ خدا ہمیں اس کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔ اگر تمام سمجھدار مسلمان جس طرح خیالات کے لحاظ سے ہم سے متفق ہیں ہمارے شریک عمل بھی ہوں تو یہ کام بہت کم وقت میں سر انجام پا سکتا ہے۔

ضروری اطلاع بعض مجبوریوں کی وجہ سے گزشتہ پرچہ شائع نہ ہو سکا۔ ناظرین کرام اسی پرچہ کو ۸ و ۱۵ اگست کا مشترکہ پرچہ تصور فرمائیں۔ (مینجر)

بحثِ دجّال و یاجوج ماجوج

احادیثِ نبویؐ میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

(۴)

نبی کریمؐ کے زمانہ میں دجال کی جائے رہائش

صحیح مسلم میں فاطمہ بنت قیس کی روایت میں ذکر ہے کہ ایک دن نبی کریم صلعم نے بعد نماز لوگوں کو جمع رکھا اور فرمایا کہ تمیم داری عیسائی تھا وہ آکر مسلمان ہوا۔ اور اب اس نے مسیح الدجال کے متعلق ایک بات بیان کی ہے جو اس کے مطابق ہے جو میں تم سے بیان کرتا تھا اس کے بعد تمیم داری کے قصہ کا ذکر ہے کہ وہ قبیلہ لخم و جذام کے کچھ آدمیوں کے ساتھ سمندر میں نکلے۔ اور ان کی کشتی ایک مہینہ کے بعد ایک جزیرہ پر جا لگی۔ جہاں انہیں پہلے ایک عجیب الخلقت جانور ملتا ہے جو اپنے آپ کو جساسہ کہتا ہے۔ یہ جساسہ انہیں ایک شخص کا پتہ بتاتی ہے جو ایک گرجا میں ہے اور وہ اس گرجا میں اس کے پاس جاتے ہیں۔ اور ایک بہت بڑے انسان کو دیکھتے ہیں۔ جس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں۔ اور جس کے گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں تک جسم لوہے سے بندھا ہوا ہے۔ وہ اس سے باتیں کرتے ہیں۔ اور وہ ان سے رسول اللہ صلعم کے حالات بھی دریافت کرتا ہے۔ اور آخر پر کہتا ہے کہ میں مسیح دجال ہوں۔ اور قریب ہے کہ مجھے خروج کی اجازت دی جائے اور میں ساری زمین میں پھر نکلوں گا۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے۔

اس سارے قصہ میں جو بات صاف نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ نہیں بلکہ ایک رویا کی صورت ہے اور روایت میں رویا کا لفظ گر گیا ہے۔ کیونکہ اس میں دجال یہ بھی دریافت کرتا ہے۔ اخبرونی عن نبی الامیین ما فعل۔ مجھے امیوں (یعنی عرب) کے نبی کے متعلق اطلاع دو کہ اس نے کیا کیا۔ تو وہ جواب میں کہتے ہیں قد خرج من مکہ و نزل یثرب۔ آپ مکہ سے نکل کر یثرب میں چلے گئے ہیں اور ایک روایت میں ہے قال ما فعل ھذا الرجل الذی خرج فیکم (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۱) یہ شخص جو تم میں ظاہر ہوا اس نے کیا کیا ہے۔ آخر اس شخص کو یہ اطلاع کس طرح ہوئی۔ کہ نبی عرب ظاہر ہو گئے ہیں۔ آیا اسے بھی وحی ہوتی تھی؟ یہ تو ناممکن ہے وہ کوئی نبی یا ولی نہ تھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ علم غیب اپنے رسولوں پر ہی ظاہر کرتا ہے۔ ہاں ایسے بھی بعض لوگ آئندہ باتوں کے متعلق کہہ دیتے ہیں مگر یہ قیاس نہ تھا۔ اسے علم ہے کہ آنحضرت صلعم پیدا ہو گئے ہیں۔ دیگر واقعات جو اس قصہ میں مذکور ہیں وہ بھی سب اسی بات پر دلالت کرتے ہیں۔ دجال کے ہاتھ گردن سے کس نے باندھے اس کے پاؤں میں زنجیریں کس نے ڈالیں؟ کیا وہاں کے پیٹ سے پیدا ہی اس طرح ہوا تھا؟ پھر کیا وہ اس کی جساسہ ہی اس کی زنجیروں کو نہ کھول سکتی تھی؟ اگر اس کو تمیم داری کا رویا قرار دیا جائے تو تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ نبی کریم صلعم کو خود بھی

اس بارے میں جس قدر حالات معلوم ہوئے بذریعہ مکاشفات ہی ہوئے تھے۔ ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جزیرہ میں لیجا کر کوئی اصل دجال دکھا دیا ہو۔ بلکہ متعدد مکاشفات میں دجال کی صفات کو آپ پر ظاہر کیا۔ تمیم داری کی رویا کو بھی آپ نے ان مکاشفات کی تصدیق قرار دے کر بیان کر دیا۔ جس طرح اور بعض صحابہ کے خوابوں کو آپ لے لیتے تھے۔ اب دجال کے متعلق جو امور اس حدیث سے ظاہر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اول وہ کسی جزیرہ کا رہنے والا ہے۔ دوم وہ جزیرہ ساحل شام سے بذریعہ کشتی کا ایک ماہ کا سفر ہے۔ سوم اس کے محل وقوع کے متعلق حین مغرب الشمس کے لفظ کافی ہیں۔ اگر حین کے لفظ میں راوی کا تصرف نہیں تو مغرب کے وقت وہاں پہنچنے میں اشارہ اس جزیرے کے مغرب میں ہونے کی طرف ہے۔ ایک اور بات جو خصوصیت سے اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت بھی دجال موجود ہے۔ لیکن ابھی اس کو خروج کی اجازت نہیں اس کو میں الگ بیان کروں گا۔ یہ تین باتیں دجال کے وطن کا پتہ بتاتی ہیں۔ یورپ میں گو اور بھی اقوام آباد ہیں لیکن انگریز قوم کو جس قدر عروج حاصل ہوا ہے وہ اور کسی قوم کو حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے مغربی جزیرہ کو بالخصوص وطن دجال کہا گیا ہے۔

دجّال کا مذہب

دجال کون ہوگا۔ بعض احادیث میں ذکر آتا ہے کہ یہودی اس کا ساتھ دیں گے۔ یا اس کے ساتھ یہودیوں کے لشکر ہوں گے اس سے یہ خیال کر لیا گیا ہے کہ وہ یہودی ہوگا۔ مگر قرآن کریم میں صراحت سے مذکور ہے کہ اس سے مراد وہ اقوام ہیں جو خدا کا بیٹا بناتی ہیں۔ اس لئے اس کے عیسائی ہونے میں کوئی شبہ نہیں یہودیوں کا اس کا ساتھ دینے سے کیا مراد ہے۔ وہ میں آگے بیان کروں گا۔ یہودیوں کے اس کے ساتھ مل جانے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بھی یہودی ہے۔ یوں امت محمدیہ میں سے بھی کچھ لوگوں کے اس کے ساتھ مل جانے اور اس کے دعوے میں آجانے کا ذکر ہے۔ یتبع الدجال من امتی سبعون الفا (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۲) بلکہ خود اس کا نام مسیح الدجال جیسا کہ اوپر ذکر ہوا بتاتا ہے کہ وہ مسیح کا نام لیوا ہے۔ تمیم داری کی حدیث جو اوپر بیان ہوئی وہ بھی اس بارے میں قطعی ہے۔ انطلقوا الی ھذا الرجل فی الدیر۔ اس شخص کی طرف جاؤ جو گرجا گھر میں ہے۔ ظاہر ہے کہ گرجا گھر میں کون لوگ جاتے ہیں۔ وہ عیسائی ہیں جس قوم کا نمائندہ گرجا گھر میں دکھایا گیا ہے وہ عیسائیوں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ دجال کی جساسہ لوگوں کو یہی ترغیب دیتی ہے کہ تم بھی گرجا گھر میں جاؤ۔ یعنی عیسائی ہو جاؤ۔ ھلموا الی الدیر فانہ الیکم بالاشواق۔ یہ گرجا گھر جو تم دیکھ رہے ہو اس میں جاؤ۔ اس کے خدائی کے دعوے سے کیا مراد ہے اسے میں آگے بیان کرتا ہوں۔

دجّال کی جائے ظہور

یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف دجال کا مقام رہائش ملک شام سے مغرب کی طرف دکھایا گیا ہے اور اس کے ظہور کا مقام مشرق قرار دیا گیا ہے۔ اور اس بارے میں صراحت سے ذکر موجود ہے۔ لا بل من قبل المشرق ماھو، من قبل المشرق ماھو، من قبل المشرق ماھو۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ظاہر ہوگا، وہ مشرق کی طرف ظاہر ہوگا، وہ مشرق کی طرف ظاہر ہوگا (کنز العمال)۔ بل ھو فی بحر العراق۔ بل ھو فی بحر العراق۔ بل ھو فی بحر العراق۔ بلکہ وہ عراق کے سمندر (خلیج فارس) میں ہوگا۔ بلکہ وہ عراق کے سمندر میں ہوگا۔ بلکہ وہ عراق کے سمندر میں ہوگا۔ (کنز العمال) اور ایک حدیث میں ہے وہ کوثی میں ہوگا جو عراق میں ہے (کنز العمال) تفصیلی اختلافات کو چھوڑ کر ایک بات جس پر احادیث کا اتفاق ہے وہ مشرق کی طرف سے اس کا ظہور ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ فخط النبی صلعم نحو المشرق ماھو قریب من عشرین مرۃ (کنز العمال) آنحضرت صلعم نے کوئی ۲۰ مرتبہ مشرق کی طرف نشان دیا اور مسلم کی حدیث میں ہے لا بل من قبل المشرق ماھو کے بعد ہے فاومأ بیدہ الی المشرق آپ نے اپنے ہاتھ سے بھی مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ اب مقام غور ہے کہ ایک طرف دجال کا مسکن مغرب میں ایک جزیرہ بتایا جاتا ہے دوسری طرف اس کا خروج یا اس کے فتنوں کا ظہور مشرق میں بتایا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دجال کے غلبہ سے مشرق کو نقصان پہنچے گا۔ اور آج یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یورپ کا فتنہ اپنے ملک میں کچھ نہیں۔ بلکہ وہ اپنے ملک میں اپنی قوم کے ساتھ ہر طرح اچھا سلوک کرتے ہیں۔ ان کا فتنہ یہی ہے کہ وہ مشرق کو اپنی اغراض کے لئے اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ کہ وہ ان کے عقائد باطلہ کو قبول کرے۔ اور ان کا غلام ہو کر رہے۔ اور اس بلند مقام پر کبھی نہ پہنچے کہ ان کی برابری کا دعوے کر سکے اور ان کا مال اور دولت ان کے ملکوں سے نکال کر سب یورپ میں پہنچا دیا جائے اور یہی مطلب دجال کے خروج یا کھول دیئے جانے کا ہے۔ موجود تو وہ نبی کریم صلعم کے وقت بھی تھا۔ مگر اس وقت اس کے ہاتھ اور پاؤں دونوں بندھے ہوئے تھے۔ اور یہی حالت اقوام یورپ کی نظر آتی ہے۔ کہ ایک وقت وہ اپنے ممالک میں مقید ہیں۔ ایک وقت کے بعد وہ دنیا میں اپنا تسلط اور اقتدار اس حد تک جما لیتی ہیں۔ کہ دنیا کے کل ملک یا ان کے قبضہ میں آجاتے ہیں یا ایسے ان کے اقتدار کے نیچے آجاتے ہیں کہ ان کے اشارہ پر چلتے ہیں۔ یہی مراد اس کے خدائی کے دعوے سے ہے کہ اس کا تسلط دنیا کی اقوام پر اس قدر ہو جاتا ہے کہ ہر ایک قوم اس کے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اس کے زندہ کرنے اور مارنے سے بھی یہی مراد ہے۔ کہ جس قوم کو چاہا ذلیل کر دیا اور جس قوم کو چاہا برباد کر دیا۔

عظیم ترین فتنہ

صحیح مسلم میں ہے ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۲) ابتدائے آفرینش سے لے کر آخر تک کوئی امر فتنۂ دجال سے بڑھ کر

نہیں۔ اسی قسم کے الفاظ اور احادیث میں بھی آتے ہیں یاایھا الناس انہ لم تکن فتنۃ علی وجہ الارض منذ ذرا اللہ ذریۃ آدم اعظم من فتنۃ الدجال ۔ (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۳۸) اے لوگو! جب سے اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو پیدا کیا ہے فتنۂ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ روئے زمین پر نہیں ہوا۔ ما کانت فتنۃ ولا تکون حتی تقوم الساعۃ اعظم من فتنۃ الدجال (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۹۶) یا اس سے ملتے جلتے الفاظ بجائے خود ایک شہادت ہیں۔ کہ فتنۂ دجال ہی موجودہ غلبۂ یورپ و فتنۂ صلیب ہے۔ اگر تاریخ عالم کو اٹھا کر دیکھا جائے تو اس کے برابر کوئی فتنہ نظر نہیں آتا۔ گو اس سے پہلے بھی دنیا میں بڑے بڑے فاتح ہوئے۔ مگر کسی کو روئے زمین پر اس قدر عام غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ آج نہ ایشیا کا کوئی حصہ یورپ کے تسلط واقتدار سے باہر ہے نہ افریقہ کی نہ خشکی نہ تری۔ اور اس غلبہ کے ساتھ جس قدر غلامی کی زنجیروں میں ان اقوام نے نسل انسانی کو جکڑا۔ اس کی بھی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ پھر ہر قسم کے گمراہ کرنے کے سامان ان کے ساتھ ہیں۔ کہیں تعلیم کے ذریعہ سے گمراہ کیا جاتا ہے۔ کہیں مذہب کے ذریعہ سے۔ کہیں دنیا کی آرائش کے سامانوں کے ذریعہ سے غرض تاریخ عالم کو تلاش کرنے سے اس فتنہ کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ تو جس کو واقعات عالم نے دنیا کا عظیم ترین فتنہ ثابت کر دیا۔ وہ ہی فتنۂ دجال ہے۔

دجال کی علامات

میں یہاں متفرق احادیث سے چند ٹکڑے درج کرتا ہوں۔ اور پھر انہیں الگ الگ لے کر ان پر مختصر بحث کرونگا۔

(۱) انہ یجیٔ معہ بمثل الجنۃ والنار فالتی یقول انھا الجنۃ ھی النار (متفق علیہ مشکوٰۃ صـ ۴۷۳)۔
وہ آئے گا اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ کے مثل کچھ ہوگا۔ تو جسے وہ کہے گا کہ یہ بہشت ہے وہ آگ ہوگی۔

وان معہ ماء ونارا فاما الذی یراہ الناس ماء فنار تحرق واما الذی یراہ الناس نارا فماء بارد عذب (متفق علیہ مشکوٰۃ صـ ۴۷۳)
اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی تو جسے لوگ پانی سمجھینگے وہ آگ ہوگی۔ جو جلا دے گی۔ اور جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا۔

یجیٔ بنار ونھر فمن وقع فی نارہ وجب اجرہ وحط وزرہ (کنزالعمال جلد ۷، صفحہ ۲۹۷۵)
اس کے ساتھ آگ ہوگی اور پانی کی نہر جو اس کی آگ میں گرے گا اس کا اجر واجب ہوگیا۔ اور اس کا بوجھ اتر گیا۔

معہ جبال الخبز وانھار الماء (کنزالعمال جلد ۷، ۲۹۸۵)
اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہریں ہوں گی۔

معہ نھران نھر من ماء ونھر من النار ۔
(کنزالعمال جلد ۷، ۲۹۹۰)
اس کے ساتھ دو نہریں ہوں گی ایک پانی کی نہر اور ایک آگ کی نہر۔

یخرج الدجال ومعہ نھر ونار فمن دخل نھرہ وجب وزرہ وحط اجرہ ومن دخل نارہ وجب اجرہ وحط وزرہ۔ (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۷۹)
دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ نہر اور آگ ہوگی تو جو کوئی اس کی نہر میں داخل ہوگا اس پر اس کا بوجھ واجب ہوگیا۔ اور اس کا اجر جاتا رہا اور جو کوئی اس کی آگ میں داخل ہوا اس کا اجر واجب ہوگیا۔ اور اس کا بوجھ اتر گیا۔

وان من فتنتہ ان معہ جنۃ ونارا فنارہ جنۃ وجنتہ نار فمن ابتلی بنارہ فلیستغث باللہ ولیقرأ فواتح الکھف فتکون بردا وسلاما (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۲۸)
اور اس کے فتنوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ساتھ جنت اور آگ ہوں گے۔ تو اس کی آگ جنت ہے اور جنت آگ۔ جو شخص اس کی آگ میں ڈالا جائے وہ اللہ کی مدد مانگے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ وہ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی۔

ومعہ مثل الجنۃ ومثل النار وجنتہ غبراء ذات دخان ونارہ روضۃ خضراء (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۷۴)
اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ کے مانند ہوں گے اور اس کی جنت دھویں والا اغبار ہوگا۔ اور اس کی آگ سبز باغ ہوگا۔

وان معہ جنۃ ونارا فنارہ جنۃ وجنتہ نار فمن ابتلی بنارہ فلیغمض عینیہ ولیستعن باللہ یکون علیہ بردا وسلاما (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۷۹)
اس کے ساتھ جنت اور نار ہوگی جو کوئی اس کی آگ سے آزمایا جائے۔ چاہیے کہ اپنی آنکھ بند کرلے اور اللہ کی مدد مانگے وہ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوگی۔

کیف بکم اذا ابتلیتم بعبد قد سخرت لہ انھار الارض وثمارھا (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۹۰)
تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم ایسے انسان سے آزمائے جاؤ گے جس کے لئے زمین کی نہریں اور اس کے پھل مسخر کر دیئے گئے ہیں؟۔

یسیر معہ جبلان احدھما فیہ اشجار وثمار وماء واحدھما فیہ دخان ونار یقول ھذہ الجنۃ وھذہ النار۔ (کنزالعمال جلد ۷، ۲۱۱۰)
اس کے ساتھ دو پہاڑ چلتے ہوں گے۔ ایک میں درخت اور پھل اور پانی ہوں گے۔ اور دوسرے میں دھواں اور آگ ہوں گے۔ کہے گا یہ جنت ہے اور یہ دوزخ ہے۔

(۲) قلنا یا رسول اللہ وما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح (مشکوٰۃ صـ ۴۷۳)
ہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ زمین پر کتنا تیز چلے گا فرمایا جیسے بادل جسے ہوا اڑائے لئے جا رہی ہو۔

تطوی لہ الارض منھلا یتناول السحاب بیمینہ ویسبق الشمس الی مغیبھا یخوض فی البحر الی کعبیہ امامہ جبل دخان (کنزالعمال جلد ۷، ۲۹۹۸)
زمین اس کے لئے لپیٹ لی جائے گی۔ وہ بادل کو اپنے دائیں ہاتھ سے لے گا۔ اور سورج سے پہلے اس کے غائب ہونے کی جگہ پر پہنچ جائے گا۔ ٹخنوں تک سمندر میں چلے گا۔ اس کے آگے دھویں کا پہاڑ ہوگا۔

یتردد ما بین السماء والارض (ابوداؤد)
وہ آسمان اور زمین کے اندر اچھلتا پھرے گا۔

ولہ حمار یرکبہ عرض ما بین اذنیہ اربعون ذراعا (کنزالعمال جلد ۷، ۲۱۰۴)
اور اس کا ایک گدھا ہوگا جس پر وہ سوار ہوگا۔ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ۴۰ گز کا فاصلہ ہوگا۔

یخرج الدجال علی حمار اقمر ما بین اذنیہ سبعون باعا۔ (مشکوٰۃ صـ ۴۷۷)
دجال ایک سفید رنگ کے گدھے پر نکلے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔

تحتہ حمار اقمر طول کل اذن من اذنیہ ثلاثون ذراعا ما بین حافر حمارہ الی الحافر الاخر مسیرۃ یوم ولیلۃ۔ (کنزالعمال جلد ۷، ۲۹۹۸)
اس کے نیچے سفید گدھا ہوگا۔ جس کے دونوں کانوں میں سے ایک کی لمبائی ۳۰ گز ہوگی اور اس کے گدھے کے ایک پاؤں اور دوسرے کے درمیان ایک دن رات کے سفر کا فاصلہ ہوگا۔

(۳) ویمر بالخربۃ فیقول لھا اخرجی کنوزک فتتبعہ کیعاسیب النحل۔ (مشکوٰۃ صـ ۴۷۳)
اور وہ ویرانہ پر گزرے گا۔ اور اسے کہے گا اپنے خزانے نکال۔ تو اس کے خزانے اس کے پیچھے اس طرح چلیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی بڑی مکھی کے پیچھے چلتی ہیں۔

(۴) فیاتی علی القوم فیدعوھم فیومنون بہ فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت...... ثم یاتی القوم فیدعوھم فیردون علیہ قولہ فینصرف عنھم فیصبحون لیس بایدیھم شیٔ من اموالھم (مشکوٰۃ صـ ۴۷۳)
وہ ایک قوم پر آئے گا اور انہیں بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ سو وہ آسمان کو حکم دے گا اور وہ مینہ برسائے گا۔ اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اگائے گی ...... پھر ایک اور قوم پر آئے گا اور انہیں بلائے گا تو وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے اور وہ ان سے پھر جائے گا۔ تو وہ قحط زدہ ہوں گے۔ ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں میں سے کچھ نہ رہے گا۔

وان من فتنتہ ان یمر بالحی فیکذبونہ فلا تبقی لھم سائمۃ الا ھلکت وان من فتنتہ ان یمر بالحی فیصدقونہ فیامر السماء ان تمطر ویامر الارض ان تنبت فتنبت (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۲۸)
اور اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا۔ کہ ایک قبیلہ پر گزریگا تو وہ اسے جھٹلائیں گے۔ تو ان کا کوئی مویشی مال نہ رہے گا۔ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا۔ کہ ایک قبیلہ پر گزرے گا تو وہ اس کی تصدیق کریں گے تو وہ آسمان کو حکم دے گا کہ پانی برسائے۔ اور زمین کو حکم دے گا کہ اگائے تو وہ اگائے گی۔

قد سخرت لہ انھار الارض وثمارھا فمن اتبعہ اطعمہ من کفرہ و عصاہ حرمہ ومنعہ۔
(کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۹۰)
اور زمین کی نہریں اور اس کے پھل اس کے لئے مسخر کر دیئے جائیں گے تو جو اس کی پیروی کرے گا۔ وہ اسے کھلائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اسے اس سے محروم کر دے گا۔ اور اس سے رزق روک دے گا۔

لیصحبن الدجال اقوام یقولون انا لیصحبہ وانا لنعلم انہ الکافر لکنا نصحبہ ناکل من طعامہ ونرعی الشجر۔ (کنزالعمال جلد ۷، ۲۰۹۱)

ومعہ جبال من خبز والناس فی جھد الا من اتبعہ (کنزالعمال جلد ۷، ۲۱۰۴) اور اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہوں گے اور لوگ تکلیف میں ہونگے سوائے ان کے جو اس کی پیروی

(۵) ویبعث معہ الشیاطین علی صورۃ من قد مات من الاٰباء والاخوان (کنز العمال جلد ۷، ۲۰۶۵)

اور اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے جو وفات یافتہ باپوں اور بھائیوں کی صورت پر اٹھائے جائیں گے۔

معہ شیاطین مشبہون بالاموات یقولون للحی تعرفنی انا اخوک انا ابوک او ذو قرابتہ منہ (کنز العمال جلد ۷، ۲۰۰۲)

اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے جن کی شکلیں مردوں سے ملتی ہوں گی وہ زندہ کو کہے گا کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ میں تیرا بھائی ہوں۔ میں تیرا باپ ہوں۔ یا کوئی قرابت والا۔

ویبعث معہ شیاطین تکلم الناس۔
(کنز العمال جلد ۷، ۲۱۱۴)

اور اس کے ساتھ شیاطین اٹھائے جائیں گے جو لوگوں سے باتیں کریں گے۔

(۶) ووراءہ الدجال معہ سبعون الف یہودی
کنز العمال جلد ۷، ۲۰۲۸)

اور اس کے پیچھے دجال ہوگا اور اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔

اکثر من یتبعہ الیہود والنساء والاعراب
کنز العمال جلد ۲۰۶۵)

اکثر لوگ جو اس کی پیروی کریں گے۔ یہودی اور عورتیں اور گنوار لوگ ہوں گے۔

فاکثر من معہ الیہود والنساء۔ (کنز العمال جلد ۲۱۱۴)

اور اکثر جو اس کے ساتھ ہوں گے یہودی اور عورتیں ہونگی۔

یخرج الدجال عدو اللہ معہ جنود من الیہود واصناف الناس۔

اللہ کا دشمن دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ یہودیوں کے لشکر اور ہر قسم کے لوگ ہوں گے۔

(۷) فیکون آخر من یخرج الیہ النساء حتی ان الرجل یرجع الی امہ وابنتہ واختہ وعمتہ فیوثقہا رباطا مخافۃ ان تخرج الیہ (کنز العمال جلد، ۲۱۱۶)

سب سے پیچھے جو اس کی طرف نکلیں گی وہ عورتیں ہوں گی یہاں تک کہ ایک شخص اپنی ماں اور اپنی بیٹی اور اپنی بہن اور اپنی ماسی کی طرف آئے گا۔ پھر انہیں مضبوط باندھے گا۔ اس ڈر سے کہ اس کی طرف نکل نہ جائے۔

(۸) الا ان الدجال اکثر اشیاعہ واتباعہ الیہود واولاد الزنا (کنز العمال جلد ۷، ۲۹۹۸)

خبردار رہو کہ دجال کے اکثر ساتھی اور پیروی کرنے والے یہودی اور حرامی بچے ہوں گے۔

(۹) وتشبہن بالرجال وتشبہ الرجال بالنساء (کنز العمال جلد ۷، ۲۹۹۰)

اور عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کرلیں گی اور مرد عورتوں سے مشابہت اختیار کرلیں گے۔

(۱۰) وانہ یبرئ الاکمہ والابرص ویحی الموتی۔
(کنز العمال جلد ۷، ۲۰۸۰)

وہ اندھوں اور کوڑھیوں کا علاج کرے گا۔ اور مردوں کو زندہ کرے گا۔

(۱۱) من سمع بالدجال فلینأ عنہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مومن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات۔ (کنز العمال جلد ۷، ۲۰۵۰)

جو شخص دجال کے متعلق سنے تو وہ اس سے الگ رہے خدا کی قسم ایک شخص اس کے پاس آئے گا۔ اور وہ گمان کرتا ہوگا کہ وہ مومن ہے پھر وہ اس کا پیرو ہو جائے گا۔ ان شبہات کی وجہ سے جو وہ اس کے دل میں ڈالے گا

(۱۲) ثم قال لو انفلت من وثاقی ھذا لم ادع ارضا الا وطئتہا برجلی ھاتین الا طیبۃ۔

پھر دجال نے کہا اگر میرے یہ بندھن کھول دیئے جائیں تو میں کوئی زمین نہیں چھوڑوں گا جس پر اپنے ان قدموں سے پھر نہ جاؤں سوائے مدینہ کے۔

وانہ لا یبقی شیء من الارض الا وطئہ وظہر علیہ الا مکۃ والمدینۃ (کنز العمال جلد ۷، ۲۰۲۸)

اور زمین کا کوئی حصہ نہ رہ جائے گا جس پر وہ پھر نہ نکلے۔ اور غالب نہ آجائے سوائے مکہ اور مدینہ کے۔

وانی اوشک ان یوذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریۃ الا ھبطتہا فی اربعین لیلۃ غیر مکۃ وطیبۃ (کنز العمال جلد ۷، ۲۹۸۸)

اور قریب ہے مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے۔ اور میں نکلوں اور زمین میں پھروں تو میں کوئی گاؤں نہ چھوڑوں گا۔ جس میں چالیس رات کے اندر پھر نہ نکلوں۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے۔

ہمارے یورپی نامہ نگار کا ایک مکتوب

مخدومی و محترمی جناب بابو صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ سلام مسنون

آج ایک مدت کے بعد یہ خط لکھ رہا ہوں اگرچہ پہلے بھی کئی بار لکھا لیکن کسی خیال نے ہر بار اس کو بجائے ڈاک کے بمبے میں ڈالنے کے چاک آبادی پہنچا دیا۔ افسوس ہے کہ آپ کے خط کا جواب بھی جو میرا اخلاقی فرض تھا نہ دے سکا۔ بہرحال آپ سے توقع ہے کہ میری غفلت اور سہل کاری کو نگاہ عفو سے دیکھکر ممنون فرمائے گا۔

اخبار پیغام صلح میں پڑھا کہ میرے عزیز بھائی سید بشیر حسین صاحب ۲۰ مئی ۱۹۳۱ء کو لاہور سے بھوں کے بوجھ کے نیچے دبے چھپے بمبئی جانے والی گاڑی میں دھکیل دیئے گئے۔ جہاں سے وہ اسی مہینہ کسی تاریخ کو یورپ کی طرف لنگر اٹھانے والے جہاز میں سوار ہوگئے ہوں گے۔ اگر میرا یہ خیال اور پیغام صلح کی یہ خبر غلط نہیں تو عزیزم موصوف نے مارسیلز یا اسکاٹیہ کی کسی بندرگاہ پر جون کے پہلے ہفتہ کے آخر میں یا دوسرے کے شروع میں اتر کر "شہنشاہ جارج علی خامس" کے دارالسلطنت کی طرف رخ کیا ہوگا۔ مجھ سے وہ ہمیشہ وعدہ کیا کرتے تھے کہ جب وہ یورپ کا قصد کریں گے تو ضرور مجھکو اطلاع دیں گے۔ مگر ؎

وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوگیا

ہر وعدہ توڑنے کے لئے ہوتا ہے اور اگر نہ ٹوٹے تو پھر اس میں لطف کیا۔ خیر وہ خوش رہیں۔ البتہ افسوس ضرور ہے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ کی سرد مہری نے مجھے اور زیادہ مضمحل کردیا۔ ان کے لطف و کرم دیرینہ کو دیکھکر میں محو حیرت ہوں۔ کہ انہوں نے بھی کیوں بندہ کو اس واقعہ سے مطلع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ میں نے مولانا مولوی محمد عبدالمجید صاحب قایم مقام امام مسجد ووکنگ کی خدمت میں دو مہینے ہوئے عزیزم بشیر حسین صاحب کے متعلق استفسار کیا تھا مگر وہ حضرت بھی بے انتہا مصروف انسان ہیں۔ کچھ کاروبار مسجد میں اور کچھ اپنے ہجوم افکار و تخیلات کی گوناگونی میں آج تک جواب دینے کی زحمت گوارا نہ فرمائی لیکن میرے ذرائع معلومات بھی کافی وسیع ہیں بشیر صاحب جس قدر چاہیں چھپیں چھپائیں آخر ایک روز ان کا پتہ ڈھونڈھ نکالوں گا۔

آج پھر آپ کی اور آپ کے ذریعہ پیغام صلح کے ناظرین اور جماعت احمدیہ کی توجہ برلن مسجد کی طرف منعطف کرانے کی جرأت کرتا ہوں۔ یہ تو میں کئی بار عرض کرچکا ہوں کہ یہ "مبارک غلطی" (بقول خود آں محترم) جماعت کے ارباب بست و کشاد سے سرزد ہوچکی ہے لیکن اب اس کا بنا رہنا بھی ویسا ہی فرض ہے جیسا مسجد احمدیہ میں آپ احباب کا شب و روز ذکر ہائے ہو کرنا۔ اور جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب کی دل دھڑکا دینے والی آواز کو ۲۴ گھنٹے میں تین بار کئی کئی منٹوں تک سننے کی تکلیف کو بخوشی قبول کرنا۔

میں نے پیغام صلح میں چند مرتبہ لکھا تھا کہ جب پروفیسر محمد عبداللہ صاحب نے جناب درانی خاں صاحب سے جنہوں نے ڈاکٹر علامہ اقبال کے تخیل کو یورپ میں مسجد بنکر حقیقت کا جامہ پہنایا، چارج لیا تو مسجد کی حالت اس قدر ناگفتہ بہ تھی کہ حالی مرحوم اگر دیکھ پاتے تو وہ دل خون کن مرثیہ لکھتے کہ ہمارے مسٹر فاروقی قرطبہ اور غرناطہ کے حالات دیکھکر اپنے محترم ابا جان کے خط میں مسدس حالی کے اشعار لکھنے کے بجائے برلن مسجد کے مرثیہ میں عجب رقت انگیز کیفیت پاتے۔ اور اپنے قلم ملا رفتہ کی داد پیغام صلح کے ناظرین کے اشک خونیں سے لیتے۔ پروفیسر صاحب نے اس ویرانہ کو جس کے متعلق استاد مرحوم نے نصف صدی پہلے سے لکھ رکھا تھا کہ ؎

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے؛ دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ایک کیف آور منظر سے بدل دیا۔ کہ ہر حسین و جمیل نگاہ کو صحن مسجد کے رنگا رنگ پھولوں کی خوبصورتی کے سامنے جن کی خوشبو نے ہوا اور اس میں اڑنے والی تیتریوں تک کو مستانہ بنا رکھا ہے اپنے حسن گلو سوز کی بے مائیگی پر پرنم ہوجاتا ہے۔ اس آراستگی چمن میں پروفیسر صاحب کا دست راست ایک افرنگی نژاد نو مسلم جوان مصطفیٰ بھی ہے جس کو اسلام کی محبت کے نشے نے ایسا مست والست بنا رکھا ہے کہ اگر ہمارے بڑے بڑے جبہ و دستار والے علماء اور واعظ دیکھ پائیں تو اس کے جوتے صاف کرنے کو داخلۂ بہشت کا ذریعہ سمجھیں

مگر اس تمام لطیف و نفیس مناظر کا معرض وجود میں آنا مجاہد اسلام مولوی صدرالدین صاحب قبلہ کی، جن کی فطرت کو قدرت نے نفاست و لطافت کا ہمیشہ سے مورد بنا رکھا ہے دعاؤں کا رہین منت ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میرے گزشتہ خطوط پران کا دل اللہ میاں کے حضور میں خون کے آنسو بہاتا ہوگا۔ کیونکہ ان کا لگایا ہوا پودا، جس کی کونپلیں ان کے قیام برلن کے ایام میں ابھی پردۂ خفا میں نشو و نما پارہی تھیں درانی صاحب کے ظالم و بیرحم ہاتھوں سے عرصۂ فنا میں قتل و غارت ہوا جارہا تھا۔ مگر ایک مجاہد فی سبیل اللہ دنیا میں کبھی بھی نامراد و ناکام نہیں ہوتا۔ وہ ضرور ضرور کامیاب ہوکر رہتا ہے دوست اس کامگاری پر خوش ہوتے ہیں اور دشمن اپنی حسد کی آگ میں جل بھن کر خسر الدنیا والآخرہ ہو جاتے ہیں۔

مسجد اندر سے بھی کچھ کم خوبصورت نہیں۔ اس میں ان خوبصورت قالینوں نے جن کی قیمت کا ایک حصہ میرے دوست و کرم فرما شیخ احمد صادق صاحب امرتسری نے ادا کیا، عجب لطف پیدا کر رکھا ہے۔ کہ خواہ مخواہ انسانی پیشانی رب کعبہ کے حضور میں اپنے کو رگڑ رگڑ کر لطف اندوز ہونا چاہتی ہے۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ رات کو اڑنے والے جانور اگر غلطی سے کبھی اندر گھس جاتے تو مارے خوف و ہراس کے وہیں پھڑپھڑا کر رہ جاتے۔ اور دن کو درانی صاحب کی سوپ پلیٹوں کو اپنی ملیہ گوشت ہڈیوں سے مزین کر کے ان کے دیو وشتہا کے کلیجہ کو ٹھنڈا کرتے مگر آج پروفیسر صاحب کی ہمت بلند اور استقلال نے گوناگوں مصائب و تکالیف کے باوجود مسجد کے اندرونی حصہ کو غازی نادرشاہ کے محل دلکشا سے بہتر بنا رکھا ہے۔ جس کے لئے وہ قابل صد ستائش و مبارکباد ہیں۔ مگر ایک بات جو جناب پروفیسر صاحب نہ کرسکے اور شاید کبھی بھی نہ کرسکیں گے۔ وہ مسجد کی در و دیوار کی شکستگی کی مرمت ہے۔ ہاں اگر انہوں نے بجائے علم کیمیا کے معماری کی تعلیم حاصل کی ہوتی تو کچھ امید بندھتی۔ اور گرنیوالی دیواروں اور ۹۰ فٹ بلند میناروں کو جن کی سفیدی اب مبدل بہ سیاہی ہوچکی ہے بچا رکھنے کی کوشش کرتے۔ مگر بدقسمتی سے ایک انسان ہر فن مولا نہیں بن سکتا۔ انجمن کے بعض بزرگ جن کو ٹوٹی ہوئی دیواروں والی مساجد و خانقاہوں میں رات کے خوفناک اندھیرے میں اللہ میاں کی یاد میں کوئی حظ حاصل ہوتا ہو وہ تو اس بیسویں صدی عیسوی کی بنا کردہ برلن مسجد کو کسی اور نظر سے دیکھتے ہوں گے۔ اور شاید بعض تو اپنی نیم شبی دعاؤں میں حضور باری تعالیٰ میں کچھ اور کہتے ہوں گے۔ مگر وہ بزرگ جو اللہ میاں کے نور کو روشن یقین کرتے ہیں اور اس صدی کے لوگوں سے بھی مانوس ہیں گرتی ہوئی اور سیاہ دیواروں کو دیکھکر بے چین ہوہو جائیں گے۔ اور مسٹر فاروقی جیسے من چلے نوجوانوں کو موقع نہ دیجئے کہ برلن جاکر ویلنسا و غرناطہ کا منظر دیکھ کر دلدوز الفاظ میں اپنا سفرنامہ لکھکر پیغام صلح کے ناظرین کو خون کے آنسو رلوائے اور مومنین قانتین جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے رومالوں اور مسجد احمدیہ کی لعن زنانی کو اور زیادہ کثیف بنانے کی زحمت دے۔ اس لئے جس قدر جلد ہوسکے انجمن جلد اپنے بعض کمزوردل اصحاب پر جو ہر چھوٹے سے واقعہ پر نماز جمعہ کے خطبہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے وعظ اور سامعین کی لذت وعظ میں "اپنی ناکوں" کو صور اسرافیل بنا کر خلل انداز ہوا کرتے ہیں۔ رحم کرکے مسجد کی دیواروں کو جن کی بناؤں کو عرصۂ دو سال سے "کلر" کھائے جارہی ہے۔ مرمت کرانے میں تعجیل سے کام لے اور آثار عتیقہ کے محکمہ کی توجہ کو ادھر منعطف ہونے سے روکے۔ اور ہمارے نیک دل نوجوانوں کو زحمت سفر اور جانکاہ مضامین لکھنے کی تکلیف سے بچائے۔ باقی پھر۔ والسلام

افغانستان میں ڈاکٹروں کی ضرورت

حکومت کابل کو چار مسلمان ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ ڈاکٹروں کی اور چار سب اسسٹنٹ سرجنوں کی ضرورت ہے۔ اسسٹنٹ سرجنوں کی تنخواہ ماہوار ۶۰۰ روپے ۷۰۰ روپے تک ہوگی اور سب اسسٹنٹ سرجنوں کو ۳۰۰ روپے (کابلی) ماہوار دیا جائیگا۔ تمام درخواستیں معہ نقول اسناد و نقول ڈپلومہ ۲۰ اگست ۱۹۳۱ء تک ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ ایل ایم ایس وائس پریزیڈنٹ پنجاب میڈیکل کونسل کو خانپور ہاؤس ایبٹ آباد کے پتہ پر پہنچ جانی چاہئیں۔

جنگِ بدر

(از جناب شیخ محمد دین جان صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ، لاہور)

(سلسلہ کے لئے ۱۹ جولائی کا پرچہ ملاحظہ فرمایئے)

(۴)

آخر قریش کے ارمان نکلنے کا دن آگیا۔ حالات بھی ان کے موافق تھے۔ ان کی تعداد مسلمانوں کی نسبت سہ چند سے زیادہ تھی ان کے پاس بہترین سامان حرب تھا۔ اور ان کی صفوں میں قریش کے نامی بہادر لوہے میں ڈوبے ہوئے کلغیاں لگائے ہوئے کھڑے تھے۔ بالمقابل مدینہ کی ناموافق آب و ہوا سے مرجھائے چہرے ساٹھ مہاجر اسی قدر اوس اور کم و بیش پونے دو سو خزرجی تھے۔ جن میں خاصی تعداد کم سن ناآزمودہ کاروں کی تھی۔ اکثر کے پاس زنگ خوردہ تلواریں تھیں۔ اور بعض ان سے بھی تہی دست تھے۔ ساری فوج میں گنتی کی زرہیں تھیں۔ اور بہتوں کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑے تک نہ تھے۔ بلامبالغہ یہ معلوم پڑتا تھا کہ عاجز بھیڑوں کا ایک گلہ ہے جو سر اٹھا اٹھا کر قصائی کی چھری کی راہ تک رہا ہو۔ ہاں ان بھیڑوں، ان ننگے دھڑنگوں کی نوک سنان پر اسلام کا رشتۂ حیات لٹک رہا تھا۔ اسلام جس کے مقدر میں دنیا کی تسخیر لکھی تھی۔

جونہی معزور قریش کا رسالہ سامنے سے نمودار ہوا آپ نے سر مبارک بارگاہ ایزدی کی دہلیز پر رکھ دیا۔ سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے "خدایا تو نے مجھ سے مدد اور فتح کا وعدہ کیا ہے۔ آج پورا کر" محویت اور بیخودی میں چادر کندھے سے گر گر پڑتی تھی۔ سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اور فرماتے تھے "اے مولا! اگر تو نے مومنوں کی اس چھوٹی سی جماعت کو آج ہلاک کر دیا تو زمین میں کبھی تیری پوجا نہ ہوگی"

دشمن کی فوجیں بالکل قریب آگئیں۔ لیکن اسلامی فوج بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ گویا پتھر کے بت کھڑے ہوئے تھے یا آہنی میخیں۔ آپ کے پاس رسالہ فوج نہ تھی جس کی آڑ میں پیدل بڑھتے۔ دشمن کی تعداد بھی زیادہ تھی۔ اس لئے لازمی تھا کہ آپ اپنی فوج کو منتشر ہونے سے بچاتے۔ آپ نے پیش قدمی کی ممانعت کر دی۔ اور حکم دیا کہ اگر دشمن بازوؤں پر زور ڈالے تو تیروں پر رکیں۔

قریش کی فوج کا زیادہ حصہ ان کی عقبی زمین کے ڈھلان میں چھپا ہوا تھا۔ اور مسلمان ان کی پوری جمعیت کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ اس لئے ان پر کوئی ہراس طاری نہیں ہوا۔ بلکہ انہیں قریش کی فوج بے حقیقت معلوم ہوئی۔ برعکس اس کے قریش اپنے تمرد کے باعث یہ سمجھتے تھے کہ دنیا میں ان جیسا اکڑنتا کوئی نہیں۔ لیکن جب ان کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے مسلمان ٹس سے مس نہ ہوئے۔ تو ان پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا اور چونکہ مسلمانوں کا ڈیرہ رات کے وقت بارش ہو جانے کی وجہ سے اس مختصر سی وادی میں جگہ بجگہ پانی کے مختلف تالابوں کے گرد جو وضو وغیرہ میں آسانی کے لئے بارش کا پانی جمع کرنے کی خاطر بنائے گئے تھے پھیلا ہوا تھا۔ اس لئے قریش کو ان کی تعداد حقیقت سے زیادہ معلوم ہوئی۔

معرکہ کا وقت آن پہنچا۔ مسلمانوں نے پانی کے چشمہ پر حلقہ کر لیا تھا۔ اسی لئے لڑائی کی ابتداء اسی سے ہوئی۔ قریش کے بعض منچلے جوانوں نے قسم لے لی کہ اس میں سے پانی پی کر رہیں گے اور اسے مٹا دیں گے یا خود ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ یہ دستہ سر بکف بڑھا۔ لیکن سامنے ماتا کا مال نہ تھا کہ وہ آسانی سے کامیاب ہو جاتے۔ تہ کرنے والوں میں سے ایک بھی جان سلامت نہ لے جا سکا۔ صرف ایک شخص اسود نامی بے نظیر بہادری کے ساتھ ایک ٹانگ حمزہؓ کی تیغ دودم کی نذر کر کے رینگتا ہوا لب چاہ تک پہنچا۔ اور دوسری ٹانگ سے چشمہ کو منہدم کرنا چاہتا تھا۔ کہ حمزہؓ کے دوسرے وار نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

اس کے بعد مبارزانہ جنگ شروع ہوئی۔ متمول عتبہ ابن ربیعہ سینہ پر شتر مرغ کا پر لگائے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں آیا۔ کیونکہ ابوجہل نے اسے بزدلی کا طعنہ دیا تھا۔ اور مد مقابل طلب کئے۔ عوف۔ معاذ۔ اور عبداللہ بن رواحہ انصاری مقابلہ کے لئے بڑھے۔ لیکن کچھ تو اس امکانی خیال کے ازالہ کے لئے کہ آپ اپنے قرابتداروں کو خطرے میں نہیں ڈالتے اور کچھ اس وجہ سے کہ عتبہ نے ان سے لڑنا نہ چاہا۔ آپ نے فرمایا، ہاشم والو! اٹھو اور اپنے درجہ کے مطابق لڑو۔ چنانچہ آپ کے چچا حمزہؓ اور چچازاد عبیدہؓ۔ اور علیؓ آگے بڑھے۔ عتبہ حمزہؓ سے اور ولید علیؓ سے لڑے۔ عتبہ اور ولید مارے گئے۔ شیبہ نے عبیدہ کو زخمی کر دیا۔ اس لئے علیؓ اور حمزہؓ اپنے حریفوں سے فارغ ہو کر شیبہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے ٹھکانے لگا کر عبیدہؓ کو اٹھا لائے۔ اس کے بعد سعید ابن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق قریش کی صف سے نکلا اور پکار کر کہا "میں ابوکرش ہوں" زبیر اس کے مقابل ہوئے۔ اور چونکہ اس کے جسم کا کوئی حصہ برہنہ نہ تھا۔ جس پر ضرب لگائی جا سکتی۔ اس لئے تاک کر اس کی آنکھ میں برچھی پرو دی جس کے صدمہ سے وہ زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔

اپنے بہادروں کو اس طرح کٹتے دیکھ کر قریش سے صبر نہ ہو سکا اس لئے عام حملہ شروع ہو گیا۔ ایثار اور جانبازی کے حیرت انگیز نظارے دیکھنے میں آئے۔ مخالف صفوں سے قریب ترین رشتہ دار ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ یہاں تک کہ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بھڑ پڑا۔ نیم برہنہ مسلمان جو طلوع شمس سے پہلے سربلند قریش کے سامنے بے حقیقت نظر آتے تھے۔ ان پر اس طرح گرتے تھے جیسے بھوکے باز شکار پر گرتے ہیں۔ قریش کے لشکر میں کوئی ترتیب یا ضابطہ نہ تھا۔ مسلمان جدھر بڑھتے تھے ان کو دباتے چلے جاتے تھے۔ اسلامی جرنیل ماہی بے قرار کی طرح ایک صف سے دوسری صف میں اور دوسری سے تیسری صف میں متواتر چکر لگاتا تھا۔ اور لڑنے والوں کا دل بڑھاتا جاتا تھا ایک موقعہ پر کمسن عمیرؓ جسے مدینہ سے روانگی کے وقت صرف اس لئے فوج کے ساتھ لے آنے کی اجازت دی گئی تھی کہ وہ اشتیاق جہاد میں رو پڑا تھا۔ کھجوریں کھاتا ہوا سامنے آگیا۔ اس نے آپ کی تقریر سن کر کھجوریں وہیں زمین پر الٹ دیں۔ اور یہ کہتا ہوا "کیا یہ میرے اور جنت کے درمیان حائل ہیں؟ واللہ جب تک خدا سے نہ مل لوں میں ان کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا" گھمسان میں کود پڑا۔ اور جام شہادت سے شادکام ہو گیا۔

عبدالرحمٰنؓ بن عوف کہتے ہیں "میں اپنی صف میں کھڑا تھا کہ دفعتہً معوذ میرے دائیں ہاتھ پر ظاہر ہوا اور پوچھا "ابوجہل کہاں ہے" میں ابھی جواب نہ دینے پایا تھا کہ بائیں پر معاذ نظر آیا اور بولا "ابوجہل کہاں ہے" میں نے اشارہ سے بتایا۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں ان سے ان کے سوال کی وجہ پوچھ سکوں دونوں نوجوان میرے پہلوؤں سے بازوں کی طرح جھپٹے۔ دوسرے لحظہ میں بدنصیب ابوجہل خاک و خون میں لوٹ رہا تھا۔ معاذ کی تلوار نے اس کی دونوں ٹانگیں کاٹ دی تھیں"

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے باپ کی یہ حالت دیکھ کر معاذ پر عقب کی طرف سے تلوار کا وار کیا۔ جس سے اس کا بایاں بازو کٹ گیا مگر تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذؓ اس حالت میں بھی لڑتے جاتے تھے۔ آخر لٹکتے ہوئے بازو کو ہارج پا کر کٹی ہوئی بانہہ کا پنجہ بڑی عزت کے ساتھ پاؤں کے نیچے دبا کر تسمہ چھڑا دیا۔ اور لڑتے ہوئے چلے گئے۔

یہ تھے غازیان بدر۔ کون مردہ دل ہے جو ان کی لبالب پر ایک دفعہ گرما نہ جائے۔ ابوجہل کے قتل کے ساتھ قریش کے حوصلے پست ہو گئے۔ تین سو اسلامی بہادروں کی تابڑ توڑ ضربات کے نیچے ان کا زہرہ آب ہو گیا۔ بھاگ نکلے۔ ریت کے تودے جو کل دوست تھے آج دشمن بن گئے۔ اور بھاگتے ہوؤں کے پاؤں پکڑ لئے۔ قریش کے کشتوں کا شمار ستر ہوا۔ ۱۴ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصار۔

(۵)

اسیران جنگ کی تعداد جو مسلمانوں کے ہاتھ آئی ستر تھی جن میں سے صرف دو نفر اور عقبہ کے متعلق فتوائے موت صادر کیا گیا باقی سب کے ساتھ نہایت مہربانی اور شفقت کا سلوک کیا گیا۔ مہاجر اور انصار نے ان کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ اور ان کی تیل اور کنگھی تک سے تواضع کی گئی۔ یہ قیدی بعد میں کہا کرتے تھے "مدینہ والوں پر خدا کی رحمت ہو۔ وہ خود پیدل چلتے تھے۔ مگر ہمیں سواری دیتے تھے۔ ایام قحط میں ہمیں وہ گیہوں کی روٹی دیتے تھے۔ اور خود کھجور پر بسر اوقات کرتے تھے"

فدیہ کی رقم قیدیوں کی حسب حیثیت مقرر کی گئی۔ جن کے پاس دینے کو کچھ نہ تھا ان کو بالکل معاف کر دیا گیا۔ مگر جو ان میں سے پڑھے لکھے تھے ان سے یہ فدیہ لیا گیا۔ کہ وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ عیسائی پادری اور مورخ حضرت محمد صلعم اور آپ کے پیروؤں کی جنگوں کو اس قدر تاریک اور گھناؤنے رنگوں میں پیش کرتے ہیں کہ ان میں سے کہیں واقعات کی روشنی اور لوز کو گزرنے کی راہ نہیں ملتی۔ اور اسلام اور خونخواری ہم معنی اور مترادف معلوم ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر جنگیں حضرت محمد (صلعم) نے کیں ان میں سے ایک بھی جارحانہ نہ تھی۔ بلکہ سب کی سب دشمنوں کے شر کے دفعیہ اور خود حفاظتی کی غرض سے لڑی گئیں۔ دوسری خصوصیت جو ان میں نظر آتی ہے وہ

(باقی برصفحہ ۱۱)

الفاظ کا جادو

(از جناب مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی)

ذیل کا مضمون معاصر "سچ" سے لیا گیا ہے۔ اس کے بعض حصوں سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ حقائق کے مقابلے میں الفاظ کو اہمیت دینے کا مرض ہم میں ایک قومی کمزوری کی شکل میں رونما ہو چکا ہے۔ پہلے اس کو ہم اپنے خیال کے مولویوں کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا تھا لیکن اگر ذرا چشم انصاف وا کر کے دیکھا جائے تو روشن خیال اور "یورپ زدہ" اصحاب مولویوں سے زیادہ اس مرض میں مبتلا ہیں۔ یہ مضمون ایک خاص فلسفیانہ انداز میں لکھا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ ناظرین بغور مطالعہ فرما کر اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

اگر آپ کا تعلق اونچے طبقے سے ہے تو کسی "سرا" میں ٹھہرنا آپ کے لئے باعث توہین لیکن کسی "ہوٹل" میں قیام کرنا ذرا بھی باعث شرم نہیں حالانکہ دونوں میں کیا فرق بجز اس کے ہے کہ "سرا" مشرقی ہے۔ ہندوستانی ہے۔ دیسی ہے۔ اور "ہوٹل" مغربی ہے۔ انگریزی ہے۔ ولایتی ہے۔ کوئی اگر یہ کہہ دے کہ سرا کے فلاں "بھٹیار" سے آپ سے یارانہ ہے تو اس کا منہ نوچ لینے کو تیار ہو جائیں لیکن فلاں ہوٹل کے "منیجر" سے آپ سے بڑا ربط و ضبط ہے اسے آپ فخر یہ تسلیم کرتے رہتے ہیں! حالانکہ سرا کے "بھٹیارے" اور ہوٹل کے "منیجر" کے درمیان بجز ایک کے دیسی اور دوسرے کے ولایتی ہونے کے اور کوئی فرق ہے؟ کسی مدرسہ میں اگر آپ "مدرس" ہیں تو حقیر ہیں، ذلیل ہیں، لیکن کسی کالج میں اگر آپ "لکچرار" یا "پروفیسر" ہیں، تو معزز ہیں، صاحب وجاہت ہیں۔ حالانکہ اپنے اصل مفہوم کے اعتبار سے "مدرس" اور "پروفیسر" بالکل ایک چیز ہیں۔

ندوہ کے "دارالاقامہ" میں اگر آپ قیام پذیر ہیں تو آپ کا دل کچھ خوش نہیں ہوتا۔ لیکن اسی "دارالاقامہ" کا نام جب آپ "شبلی ہوسٹل" سنتے ہیں، تو آپ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگتا ہے! "مدرسہ" میں اگر آپ پڑھتے ہیں یا پڑھاتے ہیں، تو خود اپنی نظروں میں آپ ذلیل و خوار ہیں، لیکن اگر آپ کا تعلق کسی "کالج" سے ہے، تو پھر آپ سے زیادہ معزز کون ہے؟ اب ہر "مدرسۂ طبیہ" "طبیہ اسکول" ہے اور "مدرسہ تکمیل الطب" اور "مدرسہ منبع الطب"، اب "تکمیل الطب کالج" اور "منبع الطب کالج" ہیں۔ "مدرسہ طبیہ و باجیہ" کا زمانہ گیا، اب اس کا صحیح نام "طبیہ و باجیہ کالج" ہے! طبیہ درسگاہوں کو چھوڑئیے، خود دینی درسگاہوں کا کیا حال ہے؟ وہ دن گئے جب زبانوں پر "مدرسہ"، "چشمۂ رحمت" کا تذکرہ تھا، اب وہ "چشمۂ رحمت" "کالج" ہے اور وہاں کے صدر مدرس "پرنسپل صاحب" ہیں! فرنگی محل کے مدرسہ نظامیہ کے سب سے بڑے استاد کو "صدر مدرس" ذرا کہہ کے تو دیکھئے فوراً آپ کی غلطی کی تصحیح کی جائے گی۔ کہ ان کا عہدہ اب صدر مدرسی کا نہیں، "پرنسپلی" کا ہے!

کوئی آپ سے کہے، کہ یہ کیا آپ گلی میں کھڑے ہوئے "گلی ڈنڈا" دیکھ رہے ہیں، تو آپ شرم سے پسینہ پسینہ ہو جائیں گے لیکن جب آپ "کرکٹ" یا "فٹ بال" یا "ہاکی" کا میچ کھلے میدان میں کھڑے دیکھ رہے ہوں گے، تو اس وقت نہ آپ اپنے بڑوں سے شرمائیں گے نہ چھوٹوں سے! پتنگ اڑاتے ہوئے، یا بٹیر بازی یا مرغ بازی کرتے ہوئے اگر آپ کہیں پکڑ لئے گئے، تو آپ اپنے کو کسی کے سامنے اپنا منہ دکھانے کے قابل نہ سمجھیں گے، لیکن جب آپ کے شہر میں [illegible] کا مقابلہ ہوگا، یا کوئی سرکس

جائے تو ان کے کمالات کا تماشہ دیکھنا، روشن خیالی میں داخل! کہیں چوری چھپے "رہس" یا "نوٹنکی" دیکھنے کھڑے ہو جائیے، تو آپ کی ثقاہت اور وضعداری خود آپ پر لاحول پڑھنے لگے، لیکن "تھیٹر" اور "سینما" میں ساری ساری رات بے تکلف بسر کیجئے، کہ "ڈراما" جیسے فن شریف کی شرافت و عظمت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے؟ اپنے وطن کے کسی بھانڈ، کسی سازندہ، کسی ڈھاری سے اگر آپ سے شناسائی ہو گئی ہے، تو اس کا ذکر زبان پر لاتے، آپ اپنے دوستوں اور بے تکلف ہمعصروں کے سامنے بھی شرماتے ہیں، جھجکتے ہیں، لیکن چارلی چپلن اور میری پکفورڈ کے کمالات فن اور "آرٹ" کی جتنی داد "جی چاہے"، بھری محفلوں میں، بزرگوں اور استادوں کے مجمع میں، اخبارات کے صفحات میں دیجئے، آپ کی نقادی ہی کی شہرت ہوتی چلی جائے گی! "نٹوں" کا پیشہ بھلا کوئی عزت کا پیشہ ہے، اور خدانخواستہ آپ سے کسی نٹ یا نٹنی سے ملاقات کیوں ہونے لگی۔ لیکن وہی قلابازیاں کھانے والے جب سرکس والے اور سرکس والیاں بنکر! آپ کے سامنے آتے ہیں تو نہ آپ ان سے ملنے میں شرماتے ہیں، نہ ان سے تعلقات بڑھانے میں!

جوئے یا جواریوں سے، ظاہر ہے، ہماری شرافت کو کیا تعلق ہو سکتا ہے، کوئی ہمیں جواری کہدے، تو اپنی جان اور اسکی جان ایک کر دیں۔ لیکن گھوڑ دوڑ کے دنوں میں اور کارنیوال کی راتوں میں، دن دھاڑے اور بجلی کی روشنی میں یہی ذلت ہمارے لئے عین عزت بن جاتی ہے، اور بڑے سے بڑے شریف و وضیع نہ جوئے کی بازی لگاتے شرماتے ہیں اور نہ اپنے کو جواری کہلاتے! نخاس میں کسی "کباڑیے" کی دکان پر مول تول کرنا ہماری عزت و شرافت کے لئے باعث ننگ، لیکن مال روڈ پر "ہیکاک صاحب" کی کوٹھی پر گشت لگانے میں کوئی ننگ ہے نہ شرم، اس لئے کہ ہیکاک صاحب "کباڑیے" نہیں "آکشنر" اور "نیلامئے" ہیں! چوک اور امین آباد میں کسی حلوائی کی دکان سے پوری مٹھائی اپنے ہاتھ سے خرید لے، تو شرماتے جائیے، لیکن حضرت گنج میں ڈیبر یو کی دوکان کے سامنے اپنا موٹر لاکر کھڑا کر دیجئے، اور ڈیبر یو کی خریداری کی نفیس نفیس بے جھجک فرمائیے، اسلئے کہ ڈیبریو "حلوائی" نہیں، "کنفکشنر" ہے! نظیر آباد کے چوراہے پر کسی شربت والے کی دوکان سے فالودہ کا گلاس خریدنا آپ کی خودداری کے منافی ہے۔

مگر گنگا پرشاد ٹی ہوم کی دوکان پر بیٹھ کر آئس کریم نوش فرمانا آپ کی عزت و شان کے عین مطابق! کسی "نانبائی" کی دوکان پر لب سڑک بیٹھ کر کھانا کھانا ہمارے لئے باعث عار، لیکن اسی نانبائی کی دوکان کو اگر "ریسٹوران" کہکر پکارا جانے لگے، تو وہی عار، فخر میں تبدیل ہو جائے! "نائی" بیچارہ جب تک محض نائی ہے، اس کے استرے اور کسوت کے آگے لب سڑک بیٹھ کر سر جھکانا آپ کیونکر گوارا فرما سکتے ہیں۔ لیکن وہی نائی جب اپنے کو Hair Dresser کہلانے لگے اور اپنی لب سڑک دوکان پر "ہیر کٹنگ سیلون" کا سائن بورڈ لگا لے، تو وہی ناگوار آپ کے لئے بہ طیب خاطر گوارا و پسندیدہ!

عدالت کا پیادہ، جب تک "چپراسی" یا "نوکری" ہے، حقیر و ذلیل ہے، لیکن وہی پیادہ اگر "بیلف" کہکر پکارا جاتا ہے، تو معزز ہے، اور آپ کی زبان پر محض بیلف نہیں، بلکہ "بیلف صاحب" ہے! کوئی چمار یا موچی، اس قابل کب ہوتا ہے، کہ آپ اسے منہ لگائیں لیکن وہی رذیل اگر کسی [illegible] کا مالک کہلانے لگے، تو فوراً اس کی رذالت آپ کی نگاہ میں عزت و شرافت سے بدل جاتی ہے! بستی کا ساہوکار، یا مہاجن بڑے سے بڑا ہو، آپ کی نظر میں محض "بنیا" ہے، لیکن وہی بنیا، اگر کسی بینک کا منیجر ہو جائے، یا اپنے کو "بینکر" کہلانے لگے، تو دیکھئے، اس کا مرتبہ دم بھر میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے! لفظ "مصاحب" آپ کی نظر میں اخلاقی حیثیت سے پستی و دناءت کی تصویر ہے لیکن اسی معنی کو "پرائیوٹ سکریٹری" اور "اے ڈی سی" کا جامہ پہنا دیجئے۔ معاً آپ کی نظروں کے سامنے، رفعت و مرتبہ، رعب، و دبدبہ کی تصویر پھر جائے گی! "پنچایت" کا نام آیا، اور آپ کے ذہن نے جلاہوں اور دھنیوں، قصائیوں اور کنجڑوں، نائیوں اور دھوبیوں اور دوسری "نیچ قوموں" کا تصور شروع کیا، لیکن ادھر پنچایت کے بجائے پارلیمنٹ اور اسمبلی، کونسل اور میونسپل بورڈ کے الفاظ بولے گئے، اور آپ کا ذہن ان فرنگی پنچایتوں کی بلندیوں پر رشک کرنے لگا!

کوئی مولوی غریب اگر عالمگیری اور شامی کی جزئیات فقہیہ کا حافظ ہے، تو بھی آپ کو دن ہے کہ نرا کٹھ ملا ہی ہے، محض ملا ہی ہے، لیکن اگر کسی بیرسٹر صاحب کو ہائیکورٹ اور پریوی کونسل کے نظائر ازبر ہیں، تو ان کی قابلیت اور ذہانت کے اعتراف میں سب سے آگے آپ ہی ہیں! فسانۂ عجائب اور طلسم ہوشربا کے نام آنے مجال ہے کہ کوئی زبان پر لا سکے، لیکن لندن اور پیرس، پیرس اور نیویارک سے کتنے ہی عجائبات نو، اور کتنے ہی طلسمات ہوشربا، ناولوں کے نام سے، سراغرسانی کے افسانوں کے نام سے "دلچسپ خبروں" کے نام سے، رقت انگیز افسانوں کے نام سے صاعقہ انگیز مقالات کے نام سے اور خدا معلوم اور کس کس نام سے ہر سال اور ہر ماہ، ہر ہفتہ اور ہر روز، ہر صبح اور ہر شام، شائع ہوا کریں، ان سے باخبر رہنا، اور پوری دلچسپی و انہماک کے ساتھ ان کے نشر و اشاعت میں ان کے پڑھنے پڑھانے میں لگے رہنا، دلیل روشن خیالی و دستاویز حقیقت رسی۔ کوئی آپ کو صلاح دے، کہ "لوہاری" کا پیشہ اختیار کیجئے، تو آپ سے گالی سمجھیں، لیکن "میکینکل انجنیری" کے عہدہ کی طرف آپ خود لپک لپک کر بڑھ رہے ہیں! "جراح" کے لفظ سے

جوتخیل آپ کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے، وہ کس درجہ پست ہے، لیکن "مسٹر جن" کے نام لینے سے اسی پستی میں کتنی بلندی آجاتی ہے! منو اور شانڈہ کے رہنے والے عُلما ہے آپ کے نزدیک مسلّم طور پر پست وادنیٰ، لیکن جوکپڑا بننے والے، لنکاشائر کے رہنے والے ہیں، کیا ان کی بابت بھی آپ کا یہی خیال ہے؟ "بزاز" جو آپ کے گرد وپیش رہتے ہیں، ان کی کوئی عزت ووقعت یقیناً آپ کے دل میں نہیں، لیکن جو کپڑا بیچنے والے مانچسٹر کے باشندے ہیں، ان کی بابت آپ کا کیا خیال ہے؟ بزرگوں کے سالانہ فاتحہ منانا آپ کے خیال میں دلیل حمق وعلامت وہم پرستی، لیکن علیگڑھ وجامعہ میں پڑھکر "فاونڈرس ڈے" یا "یوم تاسیس" دھوم دھام سے منانا، دلیل دانش وبرہان روشن خیالی!

کوئی کہاں تک گنائے، اور ناموں اور لفظوں کی کتنی لمبی فہرست تیار کرے، نمونہ کے لئے یہ بھی کافی سے زائد ہیں۔ اپنے تجربہ اور اپنے مشاہدہ سے کام لیکر، خود نظر دوڑائیے اور دیکھئے، کہ زندگی کے ہر شعبہ میں، معاشرت ومعاملت کے ہر گوشہ میں، فرنگیت کی کتنی مرعوبیت ہم پر اور آپ پر چھائی ہوئی ہے۔ حقیقت تمامتر وہی ہوتی ہے، معنی ومفہوم بعینہ ایک ہوتے ہیں، لیکن جولفظ اور جونام، فرنگیت کے راستے سے، "صاحب" کے رستہ سے آپ کے کانوں تک پہونچے ہیں، ان میں ان کے دیسی مترادفات سے کتنی زیادہ عظمت، کتنی زیادہ اہمیت، کتنی زیادہ بلندی، ہمارے دلوں اور دماغوں نے غیر محسوس طور پر قبول کرلی ہے! اگلوں نے بہت کیا تو یہ کیا، کہ ملک فتح کر لئے، قلعے سر کر ڈالے، نوجوان سپاہیان جنگ میں شکست دیدی۔ اس سے زیادہ نہ چنگیز سے کچھ بن پڑا نہ ہلاکو سے نہ دارا سے نہ سکندر سے۔ یہ شرف مخصوص، صرف اسی دور یا جوجی کے لئے اٹھا رہا تھا۔ کہ جسم کے ساتھ ساتھ۔ دل ودماغ بھی فتح کر لئے جاتے ہیں۔ اور ہاتھوں پیروں کے علاوہ عقلوں اور بصیرتوں سے بھی غلامی لکھوالیا جاتا ہے، یہاں تک کہ غریب محکوموں کے پاس خیر وشر حسن وقبح، ہنر وعیب کا معیار لے دے کے بس یہی ایک رہ جاتا ہے۔ کہ "صاحب" کی چشم التفات کدھر ہے؟ عزت بھی صاحب کی دی ہوئی اور دولت بھی صاحب کی مرحمت کی ہوئی۔ دین بھی صاحب کا عطا کیا ہوا، اور دنیا بھی صاحب کی بخشی ہوئی۔ اب نہ ہندو، ہندو ہیں، نہ مسلمان مسلمان۔ بلکہ سب "رعایائے سرکار" اب کوئی مسلمان نہ زید ہے، نہ عمر نہ بکر، اور کوئی ہندو نہ رام ہے نہ کرشن نہ گوبند، بلکہ سب کے سب نرے "صاحب دین" ہیں! ہندو بھی مسلمان بھی، سکھ بھی اور پارسی بھی!

الفاظ عمومی اور اسمائے نکرہ کو بھی چھوڑیے، قیامت یہ ہے۔ کہ اعلام اور اسمائے اشخاص تک، یورپ زدگی کی دبا سے محفوظ نہیں رہیاں "کلو" کو آپ نے اپنے ہاں جب دیکھا، اکثر پانی ہی بھرتے پایا، لیکن "کلیجہ" [illegible] Black [illegible] آپ کے شہر کے سول سرجن ہیں؛ "کلوا بھر" آپ کے محلہ ہی میں رہتا ہے لیکن پروفیسر بلیکی [illegible] Blackie یونیورسٹی کے ایک ممتاز پروفیسر ہیں! لالہ "دگمبر رام" تیاگ سے "کانجی ہوس" کی محرری سے عمر بھر آگے نہ بڑھ سکے۔ لیکن بریگیڈیر جنرل "ہے" Hay برطانوی فوج کے ایک مشہور عالم افسر ہیں! میاں "منگانی" کی ساری عمر خانہ ستگار ہی میں گذر گئی۔ لیکن مسٹر "دہ" Dehwala پارلیمنٹ کے ایک نامور ممبر ہیں! "منگو" کہار اور "گھونا" کلوار، آپ کی بستی ہی میں اپنی زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں!

لیکن سر جان "پارٹرج" Partridge آپ کے صوبے کے گورنر تھے۔ مسٹر "کاک" Cock اس وقت تک آپ کے ضلع کے کلکٹر ہیں، اور سوان Swan صاحب ابھی تبدیل ہوکر گئے ہیں! آپ کی ماما کا لڑکا "شیرا" بیچارہ اتنا تک چپراسی کی جگہ کی امیدواری کر رہا ہے، لیکن "بل" صاحب Ball ترقی پاکر کمشنر ہوگئے، اور مسٹر لیمب Lamb اور مسٹر کک "Luck" آپ ہی کے ضلع میں حاکم بندوبست اور جائنٹ مجسٹریٹ ہیں۔ "دریاؤ سنگھ" غریب کو لیکن جمعداری سے آگے بڑھنا نصیب ہوا، سر جان لیک Lake دیکھتے دیکھتے ای، آئی، آر، کے ایجنٹ ہوگئے! لالہ "لوہاری مل" کے چلاتے عرائض نویسی کا کام بھی نہ چلا جبکہ اسمتھ Smith ہائیکورٹ کی ججی پر پہونچ گئے! شیخ "جھاؤ" کی زندگی نوربافی کرتے کرتے ختم ہوگئی، سر چارلس "ووڈ" Wood حکومت ہند کے ہوم ممبر ہیں۔

مراسلا

ایم اے اوگرلز سکول کلکتہ کا جلسہ تقسیم انعامات

میں نہایت مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ سکول کا جلسہ تقسیم انعامات بتاریخ ۱۸ مئی ۱۹۳۸ء زیر صدارت بیگم ہارون صاحب کراچی۔ نہایت کامیابی سے ہوا۔ تقریباً ساڑھے تین سو خواتین شریک جلسہ تھیں۔ قرآن شریف۔ نظم تہنیت۔ ترانہ اقبال۔ وقومی ترانے کے بعد خاکسار نے سکول کی رپورٹ پڑھی۔ اس کے بعد بیگم صاحبہ موصوفہ نے خطبۂ صدارت پڑھا۔ جو درج ذیل ہے۔

میں بیگم عبداللہ ہارون صاحب کی نہایت مشکور ہوں جنہوں نے ایسے گرم موسم میں کراچی سے زحمت سفر گوارا کرکے اسکول کی رونق کو دوبالا اور ہم سب کی عزت افزائی کی۔ اور پانچسو روپیہ مرحمت فرمایا۔ اختتام پر مسٹر ولی انا سلام صاحب نے سو روپیہ کا وعدہ فرمایا۔

۱۹ مئی ۱۹۳۸ء کو سکول کی چوتھی سالگرہ کا جلسہ، زیر صدارت حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون صاحب منعقد ہوا۔ کلکتہ کے رؤسا شریک جلسہ تھے۔ رپورٹ میرے بھائی بدرالدین خان صاحب نے پڑھی۔ سیٹھ صاحب موصوف کا خطبۂ صدارت نہایت موثر تھا۔ اثنائے خطبہ میں انہوں نے اس سکول کی اعانت کی اپیل اہل کلکتہ سے کی۔

جناب حاجی محمد دین صاحب نے سو روپیہ اور ایم اے صدیقی صاحب نے پچاس روپیہ کے عطیہ کا اعلان کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر کالی داس ناگ صاحب بنگال کے مشہور سیاح اور جناب شہید سہروردی صاحب اور مولوی ولی الاسلام صاحب مجسٹریٹ نے پرزور تقریریں کیں۔

میں صاحب موصوف کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے اس موقع پر میری ہمت افزائی کی۔

حسن آرا بیگم (مسز ایچ اے حکیم) بانی۔ وآنریری سکرٹری سکول ہذا

خطبۂ صدارت

خواہران قوم!

جلسوں کا یہ قاعدہ ہے کہ صدر کی تقریر فریہ انتخاب اور اپنی نااہلی کے اعترافات سے شروع ہوتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ رسم صحیح ہو یا غلط اس درجہ عام۔ ایسی معمولی اور اس حد تک رائج ہے کہ اگر اس کے خلاف کیا جائے تو عجب نہیں کہ صدر کی صدارت نامہذب یا آداب مجلس سے ناواقف یا کم از کم اسے معذور سمجھا جائے۔

میں فقط اس خوف سے اس رسم کہن کی تجدید نہیں کرتی بلکہ حقیقت یونہی ہے کہ میں اپنے کو اس عزت وافتخار کا مستحق نہیں سمجھتی ہوں جبکہ اس صوبہ کی بہت سی خواتین مجھ سے زائد قابل اور تعلیم یافتہ موجود ہیں۔ جو ہر طرح علم وتجربہ کے لحاظ سے اس معزز عہدے کے لائق تھیں۔ اس صورت میں آپ سب نے مجھ ناچیز کو اپنے یہاں جلسہ کا صدر منتخب کرکے میری جو عزت افزائی فرمائی اس کے لئے میری دلی ممنونیت کا حقیر نذرانہ قبول فرمایئے۔

مجھے آپ سب کے اخلاق سے امید ہے کہ جسطرح آپ نے مجھے اپنے اچھے خیال ونیک گمانوں سے مجھے یہ شرف صدارت بخشا اسی طرح آپ میری کمزوریوں وخامیوں سے چشم پوشی کریں گی۔

بہنوں۔ اصلاح کا ذریعہ قرار دینے کے لئے ہم کو زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ انسانی ترقی وتنزل کی مثالیں بیسیوں ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔ ان سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہم بے تامل کہہ سکتے ہیں کہ جہاں ترقی ہوگی تعلیم وتربیت سے ہوگی۔ جہاں تنزل ہوگا جہالت موجود ہوگی جب یہ بات ہے تو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ ترقی موقوف ہے تعلیم وتربیت پر اور تنزل کا سبب جہالت وبے علمی ہے۔ ہم اپنی ترقی چاہتے ہیں تو ضرور ہے کہ تعلیم وتربیت حاصل کرنے پر مستعد ہوجائیں۔ اور جب تک علم حاصل نہ کرلیں آرام وراحت سے نہ بیٹھیں۔

خواتین۔ یہ تو آپ سب کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں صرف ہندوستان ہی وہ بدنصیب جگہ ہے جہاں کی عورتیں تعلیم میں سب سے پیچھے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک زمانہ تک عورتوں کے حق میں تعلیم زہر سمجھی گئی۔ مردوں نے باوجود رسول کریمؐ کے اس مقدس قول کے کہ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ" مسلمات کو علم سے روکا۔ اور زمانہ بھر کی برائیوں کو حصۂ علم قرار دیا۔ اور اس میں طرح طرح کی رکاوٹیں اٹکائیں۔ کیا یہ مردوں کی خود غرضی نہ تھی کہ صنف نازک کو محض اس لئے علم سے روکا اور بالکل بے بہرہ رکھنا چاہتے تھے کہ کہیں لکھ پڑھ کر ان میں مردوں کی برابری، یا اپنے حقوق طلب کرنے کی ہمت نہ پیدا ہوجائے۔ اسی لئے ہماری بہنیں تعلیم سے اب تک بے بہرہ رہیں۔ اور اب بھی وہی عورتیں ان خرابیوں کو محسوس کریں گی جو علم سے بہرہ اندوز ہوں گی۔ اس موقع پر میں یہ بھی عرض کروں گی کہ ہماری بچیوں کو کس طرح کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایسی تعلیم چاہئے کہ جس سے ہماری بچیوں میں اسلامی حمیت وقومی غیرت پیدا ہو وہ آئندہ منزل کی زندگی کے نشیب وفراز سے واقف ہوں۔ بدقسمتی سے موجودہ زمانہ میں مدرسوں میں ان ضروریات کا بہت کم خیال رکھا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی بہن اپنے خیال کی پختگی سے ایسی بچیوں کو عام تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم دینے کی کوشش کریں اور دیگر امور خانہ داری اور اقتصادی حالت

کو درست کرنے کے متعلق طریقہ کا انجام دینا چاہیں۔ تو اول کوئی ان کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کوئی مدد نہیں دیتا یا اگر خود کوشش کریں تو لوگ ہر طرف سے اس قدر نکتہ چینی کرتے ہیں کہ اس کی ہمت پست ہو جاتی ہے۔

ہم کو چاہیئے کہ اگر ہم میں کوئی بہن ایسی باہمت ہوں جو اپنی زندگی قوم کے کاموں کے لئے وقف کرنا چاہیں تو ہر بات میں ان کی مدد کریں۔ ع

قطرہ قطرہ بہم شود دریا

پیاری بہنو! ایک بہت ضروری اور قابل غور بات میں آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں اس کے بعد اپنی تقریر ختم کرتی ہوں۔ دنیا کی قومیں اور ملک کی ترقی و تنزل کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ہر ملک کی ترقی کے مختلف دور اور درجے ہوتے ہیں۔ ایک وہ دور ہوتا ہے جبکہ جہالت و تنزل کے پنجے سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ زمانہ جانبازی۔ ہمت اور استقلال کا ہے۔ اس دور میں کام کرنے والے جو آرام و آسائش سے سروکار نہیں رکھتے۔ ان کو آرام دینے اور راحت بخشنے والا صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک اور قوم کے خادم ہیں اس کی بہتری کے لئے جان لڑاتے ہیں۔ مصیبتیں اٹھاتے ہیں۔ ان کی محنت کا شیریں پھل آئندہ نسلیں کھائیں گی۔

میں دو ماہ قبل دہلی میں اپنی پیاری بہن مسز حکیم سے ملی تھی۔ اور انہوں نے وہاں مجھے اپنے سکول کے حالات سے مطلع کیا تھا۔ جسے سنکر مجھے شوق ہوا کہ اگر میرا جانا کلکتہ ہو جائے تو ضرور ان کی محنتوں کا لگایا ہوا پودا (سکول) دیکھوں۔ خدا کا شکر ہے کہ آج میں یہاں آئی اور اس کو دیکھکر اتنی خوشی ہوئی کہ اس کے اظہار سے قاصر ہوں۔

آخر میں میں مسز حکیم کو اور دیگر کارکنان اسکول کو مبارکباد دیتی ہوں کہ ان کا لگایا ہوا پودا خدا کے فضل سے بارآور ہو رہا ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب ہم اس کے ثمر شیریں سے بہرہ اندوز ہوں گی۔

بہنوں اب میں سمع خراشی کی معافی چاہتی ہوں۔ خدا ہم سب کو اپنے سچے دین کی خدمت کی توفیق دے۔ آمین۔

(بقیہ صفحہ ۸)

یہ ہے کہ وہ مسلمان جو میدان جنگ میں بپھرے ہوئے شیروں کی طرح خونخوار نظر آتے تھے۔ لڑائی ہو چکنے کے بعد جب دشمن مغلوب ہو چکا تھا اور اس میں مقابلہ کی سکت نہ رہتی تھی۔ رقیق القلب لڑکیوں کی طرح پسیج جاتے تھے۔ اور اس دشمن کو جو چند گھنٹے پہلے ان کے خون کا پیاسا ہوتا تھا۔ اس طرح اٹھا لیتے تھے۔ جیسے ان کا کوئی خویش ہو۔ حضرت محمد صلعم کے نزدیک ضرورت سے زیادہ خون بہانا ناجائز تھا۔ یہ رنگ بدر سے مخصوص نہیں ہر ایک جنگ جو آپؐ نے کی بدر ہوئی یا احد۔ خندق ہوئی۔ یا فتح مکہ اس میں یہ پہلو بیّن نظر آتا ہے۔

اللھم صل علی محمد و علی آلہ و اصحابہ وسلم۔

آخری اعلان

حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور و حضرت خواجہ صاحب و دیگر اراکین انجمن

میری طرف سے ہر قسم کے الزامات کی بریت

خاکسار کی طرف سے گزشتہ چند ماہ میں پے در پے نو (۹) اعلانات اپنی متغیر حالت جنون میں جسے میں نے اب واقعی دماغی عارضہ محسوس کر لیا ہے شائع کئے گئے تھے جنہیں میں اب اپنی موجودہ صحیح اور درست حالت میں دیکھتا ہوں تو بہت ندامت اور شرم اور تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ کہ میرے وجود سے میرے محسنوں اور مخدوموں کو کیا کیا تکلیفات میری ذات سے پہنچ گئے۔ جو اپنے آپ کو ماموریت اور مصلح موعود وغیرہ کے مقامات عالیہ پر دیکھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوئے حالانکہ میں اپنی ساری زندگی میں خود اپنی ذات کی تکمیل اور اعمال میں قوت انہی بزرگوں کے مواعظ حسنہ، نیک نمونوں اور اعلیٰ درجہ کی قربانیوں سے پیدا ہوتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اور مجھ میں نیک راہوں اور تھوڑی بہت خدمت دین و قوم کرنے کی روح انہی ہستیوں کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ لہذا جبکہ میری حالت بیماری میں میری طرف سے اس قدر تکلیفات اور ناگوار امور کو میرے بزرگوں نے مجھ سے سہا تو اب میرا یہ مذہبی فرض ہے کہ میں اپنی موجودہ حالت میں ان کے احسانوں کا بدلہ جس طرح بھی ہو ادا کر کے عنداللہ و عندالناس سرخرو ٹھیروں سو میں اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی دماغی بیماری و تکلیف جس کی بہت سے ڈاکٹروں، حکیموں اور دیگر اشخاص نے جو مجھے دیکھتے اور ملتے رہے تصدیق کی۔ اور اب میری ذاتی حالت کے انقلاب اور اعتدال نے خود مجھے یہ امر محسوس کرا دیا ہے۔ اظہار کرتے ہوئے یہ اعلان کرتا ہوں کہ حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کی ذات گرامی و دیگر اراکین انجمن جس جس کے متعلق میری طرف سے جس جس قسم کا کوئی الزام یا ناگوار ذکر کیا گیا وہ سب ان سے بری ہیں۔ اور وہ جملہ امور ایسے تھے جو میرے بیمار دل و دماغ کے بدنما اور غلط تصورات تھے۔ میں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی ان تمام بزرگوں کو غلط راہ پر قدم مارتے ہوئے یا کسی دنیاوی لالچ میں کام کرتے ہوئے نہ محسوس کیا تھا۔ اور نہ اب پاتا ہوں۔ بلکہ ان کے ارادوں کو بہت بلند، دینی اور قومی تفکرات میں منہمک اور خدا کی راہ میں پورے انہماک و خلوص سے کام کرتے ہوئے پایا اور جس قدر قومی ذمہ داریاں ان پر پڑی ہوئی ہیں ان میں جان لڑاتے ہوئے دیکھا۔ لہذا اس قسم کے بے لوث انسانوں اور مقتدر ہستیوں کے متعلق جو کچھ برے رنگ میں میرے دماغ نے دیکھا اور لکھا وہ صحیح دماغ کا نتیجہ نہیں تھا۔ جبکہ میں خود اسی جماعت کا ایک پرجوش ممبر تھا۔ میں اس کے ساتھ ان جملہ بزرگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھ سے اس عرصہ میں کسی قسم کی تکلیف کو سہا اور حتی المقدور نیک ظنی سے میری ہمدردی کو ملحوظ رکھا اور دعا کے لئے عرض کرتا ہوں کہ پروردگار ہر شخص کو ایسی تکالیف اور ابتلاؤں سے بچائے۔

آخر میں یہ ذکر بھی صاف طور پر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میری اس حالت جنون میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی مجلس معتمدین نے جو فیصلہ میری طرف سے الزامات کی تردید کا کیا تھا وہ صحیح اور درست ہے۔ (شیخ غلام محمد احمدیہ بلڈنگس لاہور)

خبریں

—— امرتسر ۹ اگست - اسمبلی کے ایک سرکردہ رکن جنہوں نے حال میں شملہ سے واپس آئے ہیں ایک بیان کے دوران میں کہا کہ ایک طرف تو حکومت معاملات کم کرنے کی تجویز کر رہی ہے دوسری طرف یہ کوشش جاری ہے کہ تخفیف سے جو تکالیف پیش آئینگی ان کا انسداد کیا جائے - سر جارج شسٹر کی میزانیہ والی تقریر بڑی ہمدردانہ تھی - انہوں نے لارڈ ارون اور گاندھی کی صلح کے سلسلے میں بڑا کام کیا - مزید حکومت سے توقع ہے کہ وہ ہندوستان کو دیوالیہ نہیں ہونے دیگی - کیونکہ اس نے مالی امداد کا وعدہ کیا ہے -

—— سرینگر ۱۰ اگست - مسلم وفد کو ایک روز مہاراجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونا تھا - لیکن تاریخ ملتوی کردی گئی - حاضری کی دوسری تاریخ ابھی تک مقرر نہیں ہوئی - بعد میں مقرر کی جائے گی - کیونکہ اہل وفد نے کہا ہے ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ مہاراجہ صاحب ۱۰ اگست کو وفد سے ملاقات کریں گے -

—— شملہ ۱۰ اگست - مسٹر آر - ایچ - کرمپ - آئی - سی - ایس ڈپٹی کمشنر شملہ ۴ روز کی علالت کے بعد آج صبح ہسپتال میں انتقال کر گئے - جنازہ بعد دوپہر اٹھایا جائے گا - حکومت پنجاب کے دفاتر - ڈسٹرکٹ کورٹ - اور کمیٹی کے دفاتر متوفی کے احترام میں آج بند رہے -

—— علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ نباتات نے ایک وفد کو بغرض مطالعہ نباتات کوہ ہمالیہ روانہ کیا ہے - جو ڈلہوزی سے پیدل سفر کرتا ہوا پانگی - کشتواڑ - اسلام آباد - مزناتھ وغیرہ سے گزر کر سرینگر کشمیر پہنچے گا -

—— شملہ ۹ اگست - سر اکبر حیدری فنانس ممبر ریاست حیدرآباد دکن نے فصلی سال ۱۳۴۱ کی بابت میزانیہ پیش کر دیا ہے جو ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۱ء سے شروع ہوکر ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۲ء پر ختم ہوگا - یہ میزانیہ ضمیمہ کی حیثیت رکھتا ہے - جس میں اقتصادی کساد بازاری کی وجہ سے کافی تخفیف کردی گئی ہے - اور اندرونی نشوونما ارتقا کے محکمہ جات کو نیا ماہانہ گرانٹ دی گئی ہے - نیز اس طریق کار کا بھی ذکر ہے جس کے مطابق ریاست کے مالیات پر اثر ڈالے بغیر ریلوے خرید گئی ہے - دس سال کا عرصہ ہوا سر اکبر حیدری نے شعبہ ہائے مالیات کی تقسیم کی سکیم تیار کی تھی - مالی حکمت عملی کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے سر موصوف نے بتایا ہے کہ نو سال کے تجربہ نے اس حکمت عملی کو حق بجانب قرار دیا ہے - کیونکہ اس طریق کار سے وہ تمام مقاصد پورے ہوگئے جن کے لئے اسے نافذ کیا گیا ہے -

—— الہ آباد ۱۰ اگست - آج صبح شہر میں سب پوسٹ آفس کے نزدیک ایک بم پھٹنے سے شہر میں کسی قدر سنسنی پھیل گئی - ایک لڑکا جو برآمدے میں سو رہا تھا مجروح ہوا - پولیس مصروف تفتیش ہے

—— بمبئی ۸ اگست - آج بعد دوپہر آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے اپنے اجلاس میں اس مضمون کی ایک قرارداد منظور کی کہ ملک کی تمام کانگرس کمیٹیوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ ۳۱ اگست کو جدید قومی جھنڈا لہرانے کی رسم منائیں -

—— لندن ۷ اگست - سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ملکہ معظمہ کی بھتیجی لیڈی مے کیمبرج کپتان ہنری ایبل سمتھ کے ساتھ منسوب کی گئی ہے - جو رائل ہارس گارڈ ”رسالہ شاہی“ میں ملازم ہیں -

—— ۸ اگست کلکتہ میں پروفیسر صلاح الدین خدابخش ایم اے کا انتقال ہوگیا - انا للہ وانا الیہ راجعون - مرحوم پٹنہ کی مشہور لائبریری کے بانی مولانا خدابخش مرحوم کے صاحبزادے تھے -

—— رنگون ۱۰ اگست - بغاوت کے ایک مقدمہ میں جس میں ۱۸ ملزموں کو سزائے موت اور ۴۴ کو حبس دوام کی سزا ہوئی - درخواست رحم پیش ہونے پر گورنر نے ۱۳ ملزموں کی سزائے موت حبس دوام سے تبدیل کردی - ایک ملزم کو نیک چلنی کی ضمانت پر رہا کر دیا - اور چار کی سزائے موت بحال رکھی -

—— رنگون ۱۰ اگست - دریائے پگن میں ۵ اگست کو باغیوں نے ایک سرکاری کشتی پر فائر کئے - ایک سپاہی اور ایک ملاح شدید طور پر مجروح ہوئے -

فساد زدہ علاقہ سے معمولی ڈاکوؤں کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں - پولیس کی ایک پارٹی نے ڈاکوؤں پر فائر کئے تھاراوادی میں ۲۱۳ باغیوں اطاعت قبول کرلی -

—— بمبئی ۱۱ اگست - مجلس عاملہ کانگرس کا اجلاس دوپہر کے وقت برخاست ہوکر تین بجے بعد دوپہر پھر شروع ہوا - باوثوق ذرائع سے بیان کیا جاتا ہے کہ گاندھی جی اور دیگر ارکان مجلس سر ای ہاٹسن گورنر بمبئی کے جواب سے مایوس ہوگئے ہیں - بحث وتمحیص کے بعد گاندھی نے وائسرائے اور مسٹر ایمرسن کو تار دیئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ سر ای ہاٹسن کے مکتوب کی روشنی میں ان کے لئے لندن جانا مشکل ہوگیا ہے

—— شملہ ۱۰ اگست - کونسل آف سٹیٹ میں سرکاری اور غیر سرکاری تاریخیں مقرر کی گئی ہیں - سرکاری ۱۵ - ۱۷ - اور ۲۲ - ۲۴ - ہیں غیر سرکاری ۱۶ - ۲۱ - اور ۲۳ - ستمبر ہیں -

—— اکولہ ۱۰ اگست - ہندو مہاسبھا نے اپنے اجلاس منعقدہ یکشنبہ میں ایک قرارداد منظور کی - جس کے ذریعہ سے گول میز کانفرنس میں ہندوؤں کی ناکافی نمائندگی کے خلاف احتجاج کیا گیا - نیز گول میز کانفرنس کے فیصلہ اور علیحدگی سندھ کے خلاف اعتراض کیا گیا کہ ہندو اسے منظور نہیں کر سکتے - تین ارکان کی ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی گئی جو ویراوال اور ریاست جوناگڑھ میں پانسو ہندوؤں کے قتل کی تفتیش کرے گی - اور اپنی رپورٹ مہاسبھا کے روبرو پیش کرے گی -

—— سرینگر ۶ اگست - مسلمانوں نے امسال نمائش کا مکمل طور پر مقاطعہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے - چونکہ نمائش گاہ میں زیادہ آمدنی اور منافع حکومت کشمیر کو مسلمان دکانداروں ہی سے ہوا کرتا تھا - جب حکومت کو اس بات کی خبر ہوئی تو فنانس منسٹر نے مہاراجہ ہری سنگھ کے پاس سفارش کرکے نمائش ملتوی کرا دی -

—— سرینگر ۸ اگست - حکومت کشمیر نے ایک نیا ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس امرتسر سے منگوایا ہے - جو امرتسر کے تشدد آمیز واقعہ ہائے جلیانوالہ باغ کا تجربہ کار پولیس افسر ہے - یہ سب پنڈت ہری کشن کول کی متشددانہ پالیسی کا نتیجہ ہے اور پنڈت صاحب اپنی خواہش کے مطابق پولیس افسر حکومت پنجاب سے مستعار لے رہے ہیں - تاکہ جلد از جلد دور ہری سنگھی کا خاتمہ ہو جائے -

—— شیخ عبداللہ کی باطل سوز تقریروں نے جو انہوں نے پنڈت ہری کشن کی بدسلوکی کے بعد گزشتہ جمعہ کو جامع مسجد میں کیں سرینگر کے سرکاری حلقوں میں ایک زلزلہ ڈال دیا ہے کہا جاتا ہے کہ عنقریب حکومت پنڈت ہری کشن کی مرضی کے مطابق مزید تشدد کرنے والی ہے -

—— سرینگر ۹ اگست - کرفیو آرڈر کا نفاذ بدستور ہے چند روز تک جس تبدیلی کی توقع تھی وہ موہوم معلوم ہوتی ہے بلکہ اندیشہ ہے کہ کوئی تشدد آمیز قانون نافذ کیا جائے -

—— سرینگر ۸ اگست - مسلمانان سرینگر - جموں - میرپور - پونچھ ریاست نے فیصلہ کیا ہے کہ ۱۴ اگست بروز جمعہ زبردست ہڑتال کی جائے - اس دن روزہ بھی رکھا جائے گا - اور رب العزت کی درگاہ میں مصیبت سے نجات کی دعا بھی کی جائے گی -

—— سرینگر ۸ اگست - شیخ عبدالرشید بی اے سشن جج مقرر ہوئے ہیں - یہ صرف تحقیقاتی کمیٹی کے بنائے ہوئے مقدمات کا فیصلہ کریں گے - ان کے ساتھ مسٹر اٹل (کشمیری پنڈت) بھی سشن جج مقرر ہوئے ہیں - شیخ صاحب موصوف بھی مولوی نذیر احمد اور ٹھاکر سید حسین کے شاگرد رشید ہیں -

—— ۷ اگست بہت سے کشمیری پنڈت اپنا مال خود چھپا رکھنے اور مسلمانوں پر الزام لگانے کے سلسلہ میں گرفتار ہوئے ہیں -

—— سرینگر ۹ اگست - پنڈت ہری کشن کول کے حکم سے پولیس فورس میں اضافہ کی تجویز پاس ہوکر اس پر عمل درآمد بھی شروع ہوگیا ہے - فی الحال پانچسو نئے کانسٹیبلوں کو بھرتی کیا جائے گا - اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے گا کہ مسلمانوں کو ہرگز بھرتی نہ کیا جائے - صرف سکھ اور ہندو راجپوت لئے جائیں -

—— سرینگر ۱۰ اگست - مہاراجہ سر ہری سنگھ ۷ اگست کو پولو کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑے - جس سے آپ کو خفیف چوٹیں آئیں -

—— بمبئی ۱۰ اگست - چونکہ گاندھی جی نے ابھی تک جہاز پر نشست حاصل نہیں کی - نہ اسباب بک کرایا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے تاحال لندن جانے کا فیصلہ نہیں کیا پی اینڈ او کمپنی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے گاندھی جی کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں کیا - ایسی افواہیں سراسر غلط ہیں کہ گاندھی جی کے لئے بکری مہیا کی جائے گی - حکومت ہند نے کمپنی مذکور کو مندوبین کی ایک فہرست مہیا کردی ہے - لیکن نشستیں حاصل کرنا مندوبین کا اپنا کام ہے البتہ جہاز ملتان میں مہاراجہ بیکانیر کی درخواست پر کٹر ہندوؤں کے لئے کھانا پکانے کا خاص انتظام کردیا گیا ہے -

—— ۱۵ اگست کو حسب ذیل مندوبین جہاز ملتان میں عازم لندن ہوں گے:

مہاراجہ بیکانیر - مہاراجہ ریوا - نواب بھوپال - سر اکبر حیدری سر تیج بہادر سپرو - سر محمد شفیع - بیگم شاہنواز - سر منو بھائی مہتہ سر مرزا اسمٰعیل - مسٹر لطیفی - ڈاکٹر مونجے - سر بھ شنکر ٹمانی - دیوان بہادر رام سوامی مدلیار - مسٹر اے رنگا سوامی آئنگر - مسٹر کے سرینواس - پنڈت مدن موہن مالوی - سر پرشوتم داس ٹھاکر داس - مسٹر اے بیرڈ - مسٹر ایم جوشی چیف آف سانگلی سر ماناک جی دادا بھائی - ڈاکٹر شفاعت احمد خاں - مسٹر بزن - مولانا شوکت علی - مسٹر سی وائی چنتامنی اور مسٹر رچی نلیڈو -

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یآ اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۵

الصلح خیر
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہفتہ وار آرگن
پیغام صلح
ایڈیٹر
محمد انعام الحق شاہجہانپوری

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۱۹ | لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۹۳۲ء | نمبر ۴۹

جاپان کی سیاحت

ایک آریہ مبلغ کے مشاہدات

(از شری یت مہتہ جیمنی جی ویدک مشنری)

میں نے جاپان کی سیاحت کے دوران میں جو تجارب اور مشاہدات کئے ..... ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہاں درج کرتا ہوں۔ تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۱) جاپانی لوگوں میں قومیت کا جوش، دیش بھگتی (وطن پرستی) اور شہنشاہ کی بھگتی (عقیدت) کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اپنے ملک کے نام پر یہ لوگ اپنا سب کچھ اور جان تک بھی قربان کر دینے کو تیار رہتے ہیں۔ اگرچہ اب پارلیمنٹ بن چکی ہے۔ اور ۴۰ سال سے تمام انتظام سلطنت پبلک کے نمائندوں کے ہاتھ میں ہے۔ مگر پھر بھی عام پبلک کے اندر اس قدر زبردست جذبہ شاہ پرستی ہے کہ وہ بادشاہ کے پسینہ پر خون بہانے کو تیار ہیں ۱۹۱۲ء میں شہنشاہ جاپان فوت ہوا۔ ابھی اس کے جنازہ کا جلوس نکالنے کی تیاریاں ہی ہو رہی تھیں کہ سلطنت کے سپہ سالار جرنیل نوگی نے معہ اپنی دھرم پتنی کے خودکشی کر لی۔ یہ کہہ کر میں اپنے شہنشاہ کی رفاقت نہیں چھوڑ سکتا۔ میرا جنازہ بھی ساتھ ہی نکلے تو مناسب ہوگا۔ اس کے بعد ۱۹۲۶ء میں اس کا جانشین فوت ہوتا ہے۔ یہی حالت اس وقت ہوتی ہے اب جرنیل کوٹو اپنے شہنشاہ کے ساتھ خودکشی کر کے شریک ہوتا ہے۔ اس قسم کے نظارے اور راج بھگتی زمانہ حال کی روشنی میں بہت کم دستیاب ہوں گے۔ انیک لوگ شہنشاہوں کی قبروں کی پوجا کرتے ہیں۔ اور وہاں جا کر سر جھکاتے ہیں غرضیکہ یہ قوم ملک اور شہنشاہ پر مر مٹنے کو تیار رہتی ہے۔

(۲) جاپانی لوگوں کا اخلاق اس قدر اعلےٰ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انکساری۔ بات بات پر گردن جھکا دینا۔ ہوشیاری سے کام کرنا۔ ہنس مکھ رہنا۔ پرلے درجہ کی مہمان نوازی اور فراخ دلی کا اظہار کرنا ان اوصاف میں وہ ممتاز ہیں۔ ابھی تک شوقین مزاجی سے پرہیز کرتے ہیں۔ مگر مغربی تہذیب اپنا اثر دکھانے لگ گئی ہے۔

(۳) یہاں کے قدرتی نظارے بہت منور کن (دلفریب) ہیں۔ پہاڑوں کی دلکش سرسبز وادیاں۔ آبشاریں۔ سرسبز درخت اور گلزار انسان کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔ پہاڑوں پر اعلےٰ پختہ سڑکیں۔ بڑے عالیشان شنتو اور بدھ مت کے مندر ساتھ ساتھ ہوٹلوں، تھیٹروں اور چائے خانوں کی موجودگی، سمندر میں ہر وقت جہازوں اور کشتیوں کی آمد و رفت خشکی پر ریلوے۔ ٹراموے۔ موٹر۔ سائیکل۔ اور لاریوں کی بھرمار اور اس قدر زبردست مسافروں کی آمد و رفت ہے کہ ۵ منٹ کے بعد ریلوے گاڑیاں چھوٹنے پر بھی کمرے گاڑیوں کے بھرپور ہوتے ہیں۔ آہ! کیسا دلفریب منظر پیش کرتے ہیں۔

(۴) جاپان کی صنعتی، حرفتی، اور تجارتی ترقی نے امریکہ اور یورپ کو مات کر دیا ہے۔ اوساکا۔ کیوٹو۔ یوکوہاما۔ کوبی اور ٹوکیو میں اتنے بھاری کارخانے ہر ایک چیز کے متعلق موجود ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ۴۰ - ۵۰ برس کے عرصہ میں الہ دین کے لیمپ کی طرح جاپان نے عروج حاصل کر لیا ہے۔ میں نے ان تمام امور پر اپنی کتاب "آئینہ جاپان" میں مفصل لکھ دیا ہے۔

(۵) تعلیمی لحاظ سے جاپان کسی ملک سے پیچھے نہیں جہاں اس چھوٹے سے ملک میں ۴۶ یونیورسٹیاں ہیں۔ سکول اور کالج ہنر و فن کے اس قدر کثیر التعداد ہیں کہ کوئی لڑکا چاہے اندھا ہو یا بہرہ تعلیم سے محروم نہیں رکھا جاتا۔ ہر ایک شخص کو تعلیم حاصل کرنے اور اپنی ترقی کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ طریقہ تعلیم بہت اعلےٰ اور زمانہ حال کا مروج ہے۔ لیکن پھر بھی جاپان اب تک اپنے ہاں سے متعدد طلبا مختلف ملکوں کی یونیورسٹیوں میں بھیجتا ہے تاکہ دیگر ممالک کی ترقی سے فائدہ حاصل کریں۔ اور تبادلہ خیالات کر سکیں۔ اپنی کلچر ان پر ظاہر کر کے ان کی رائے جاپان کے حق میں حاصل کر سکیں۔

(۶) بلحاظ مذہب کے اگرچہ عیسائی مذہب یہاں اب پھیل رہا ہے۔ لیکن اگر اعلیٰ مذہب ان کے سامنے رکھا جائے تو وہ سننے اور ماننے کو تیار ہیں۔ ان کے اندر ہٹ دھرمی بالکل نہیں ہے۔

(ماخوذ)

حضرت مسیح موعودؑ کی شخصیت

(جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ ایم۔ بی۔ ڈی۔ ایچ (لندن) کے قلم سے)

احباب کو یاد ہوگا کہ کسی گزشتہ اشاعت میں خاکسار نے "غلام حضرت مسیح موعودؑ سے ایک التماس" کے عنوان سے کچھ عرض کیا تھا اور جناب ایڈیٹر صاحب نے بھی حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بیٹھنے والے اصحاب سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے چشمدید حالات قلم بند کر کے ارسال فرمائیں۔ جو کچھ مطلب اس تحریر سے تھا وہ ان الفاظ میں عرض کیا تھا۔

"اے بزرگان دین! آپ کی خدمت عالی میں یہ عرض ہے کہ آپ کے سامنے جو واقعات اس مجدد اعظم کی زندگی کے ظہور میں آئے آپ حضرات میں سے جس جس نے جو اخلاق فاضلہ کا ظہور حضرت مسیح زمان سے مشاہدہ کیا وہ ضبط تحریر میں لے آئیے۔ ممکن ہے اس نورانی ہستی کے واقعات زندگی کو دہرانا آپ کی اولاد میں شوق دین ہی پیدا کر دے۔ اس مبارک ذات کا دن رات کا انہماک دین اور عشق قرآن و رسولؐ اور آپ کا دین اسلام کو غالب کرنے کا جنون شاید ایسے لیسے تذکرے ہماری کمزوریوں اور دنیا پرستیوں کو دور کرنے کا موجب ہو جائیں۔"

اس پر جناب ڈاکٹر کے اے خاں صاحب نے چند سطور اخبار میں تحریر فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "یہ تجویز نہ اس وقت مفید ہو سکتی ہے نہ آئندہ ہو سکے گی۔" اور وجہ اس کی یہ قرار دیتے ہیں کہ ان امور سے آئندہ چل کر حضرت مرزا صاحب کی پوزیشن کو غلط نہ سمجھ لیں اور اس پر اخبار "فاروق" کی یہ مثال پیش کرتے ہیں۔ جو عبداللہ سنوری کی ایک روایت سے آپ کی نبوت پر استدلال کیا ہے۔ اخبار "فاروق" نے استدلال صحیح کیا یا غلط قطع نظر اس کے جناب ڈاکٹر کے اے خاں صاحب نے جو دلیل حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق فاضلہ کو تحریر میں لانے کے خلاف پیش کی ہے وہ بہت ہی انوکھی اور نرالی ہے۔ چونکہ یہ امکان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق فاضلہ کے بیان سے بعض لوگ کچھ کا کچھ نتیجہ نکال لیں اس لئے بہتر ہے کہ آپ کے اخلاق پر روشنی ہی نہ ڈالی جائے۔ یہ ہے آپ کی محکم اور قوی دلیل۔ اگر ایسی ہی منطقوں پر تمام کاروبار کا انحصار ہو تو کوئی کام بھی اس دنیا کا ایک منٹ کے لئے نہ چل سکے۔ خود خدا تعالیٰ کے روحانی سلسلے کو لیجئے خدا تعالیٰ ایک قوم میں ایک نبی مبعوث کرتا ہے۔ کچھ دیر کے بعد اس کی قوم اس کی تعلیم کو بگاڑ کر کچھ کا کچھ بنا دیتی ہے۔ اور وہی تعلیم جو رشد و ہدایت کا موجب ہوئی تھی۔ لوگ اپنی کج فہمی سے اسی تعلیم پر صریح غلط عقائد اور گندے سے گندے اعمال کی بنیاد رکھتے ہیں۔ کیا ہمیں یہی نظر نہیں آتا کہ جس قدر انبیاء آئے اور جس جس تعلیم سے انہوں نے قوموں کی اصلاح کی ان کی قوموں نے اسی تعلیم کی بنا پر بڑی بڑی سخت ٹھوکریں کھائیں؟ ایک انسان کو خدا یا اس کا بیٹا بنانا۔ خدا کے بیٹے کا باقی تمام انسانوں کے گناہوں کے بدلے لعنتی موت مرنا۔ اور اس طرح اس کی امت کا اعمال صالحہ سے بے نیاز ہو جانا کیا ان عقائد سے بڑھ کر گمراہ کن اور کوئی عقائد دنیا میں تراشے جا سکتے ہیں؟ پھر کیا ان باتوں کی بنیاد مسیح ناصری کی قوم نے آپ کی تعلیم سے نہیں نکالی؟

پھر اگر کسی نے حضرت مسیح موعودؑ کو نبی ہی بنانا ہے تو کیا آپ کی تحریروں سے وہ ایسے نتائج اخذ نہیں کر سکتا۔ اور کیا ہمارے سامنے آپ کی تحریروں سے ایسے نتائج نہیں نکالے گئے؟ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر ہم حضرت مسیح موعودؑ کے صحیح واقعات بیان نہ کریں گے تو کیا اس بات کا زیادہ امکان نہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے آپ کی نبوت ثابت کرنی ہے وہ خود انہی واقعات کو اپنے مطلب کے موافق رنگ دیگر بیان کریں۔ اور چنانچہ وہ کر رہے ہیں اور اس طرح دنیا کو زیادہ دھوکہ کا خطرہ ہو؟

پھر جناب ڈاکٹر صاحب موصوف ایک اور دلیل اپنی تائید میں دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "دراصل ہمیں مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت سے کچھ سروکار نہیں۔ ہمیں تو ان کی تعلیم سے جو اسلام سے متعلق ہے۔ اس سے تعلق ہے۔" اس پر جناب ایڈیٹر صاحب نے اپنے لیڈر میں نہایت ہی لطیف پیرائے میں یہ اشارہ کیا ہے کہ پھر تو ہمیں کسی خدا تعالیٰ کے فرستادہ نبی یا مامور کے حالات کا علم رکھنا ضروری نہیں۔ اور اس لئے جناب خاتم الانبیاء کی سیرت سے بھی ہمیں کچھ فائدہ نہیں۔

تسخیر قلوب

اگر ڈاکٹر صاحب موصوف نے پختہ یقین سے یہ دلائل دیئے ہیں تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرونگا کہ انہوں نے ماموروں کی بعثت کی علت غائی کو ہی نہیں سمجھا۔ بے شک خدا تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں وہ صحیح صحیح تعلیم لاتے ہیں۔ لیکن ان کا کام یہی نہیں ہوتا کہ وہ خشک منطقی دلائل اور اعلیٰ فلسفیانہ نکات و معارف بتلا جائیں۔ ماموروں کا حقیقی کام تو لوگوں کے قلوب کی تسخیر کرنا ہوتا ہے وہ تو قوم کو اعمال صالحہ کی بلند چوٹیوں پر قائم کرنے آتے ہیں۔ ان کا نصب العین لوگوں کے اعلیٰ جوہروں کی تربیت و نشو و نما ہوا کرتا ہے۔ پھر کیا یہ کام منطق سے ظہور پذیر ہوا کرتے ہیں اگر یہی ٹھیک ہے تو پھر کیوں ایک اعلیٰ درجہ کا شاعر یا فلسفی یا مصنف وہی کام نہیں کر سکتا جو خدا کے مامور کر دکھلاتے ہیں؟ وہ تو اخلاق فاضلہ کا ایک جیتا جاگتا نمونہ اور اعمال صالحہ کی ایک زندہ تصویر ہوا کرتے ہیں۔ جس سے یہ اعجاز ظاہر ہوا کرتا ہے۔ پھر کیا ان اخلاق فاضلہ کو پیش کرنا اور اس حسن دلکش کی تصویر کو کاغذ پر کھینچنا موجب گمراہی ہے یا موجب ہدایت؟

جماعت احمدیہ کی وسعت

یہ تو یقینی اور قطعی امر ہے کہ اگر اس زمانہ میں اسلام کی عظمت قائم ہوگی تو وہ محض حضرت مسیح موعودؑ کے راستے سے ہوگی۔ پھر جس قدر جماعت احمدیہ کی وسعت ہوگی اسی قدر جلد یہ مبارک کام ظہور پذیر ہوگا۔ مگر اس جماعت کی توسیع میں دو رکاوٹیں ہیں۔ ایک تو قادیانی اصحاب کا غلو جماعت کی وسعت میں سد راہ ہے۔ کاش کہ یہ نادان دوست یہ محسوس کر لیں کہ ان کی یہ بے جا عقیدت بجائے فائدے کے نقصان کا موجب ہو رہی ہے۔ نبی بنانے کا شوق اور تکفیر کے مشغلے یقیناً یہ ایسی باتیں ہیں جن سے سلسلۂ احمدیہ کو اس قدر عظیم صدمہ پہنچا ہے کہ اس کا تصور نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک عرض میں مودبانہ طور پر یہ بھی کرنی چاہتا ہوں کہ اس غلو کے مقابل پر اگر ہم صحیح صحیح پوزیشن حضرت مسیح زمان کی دنیا کو تبلائیں گے اگر ہم افراط کے مقابل پر تفریط کی راہ اختیار کریں گے تو حضرت مجددیت کے راستے میں ہم بھی اسی قدر حائل ہوں گے جس قدر قادیانی اصحاب ہیں۔ کبھی ہم اس منطق پر آ جاتے ہیں کہ جب ہر کلمہ گو مسلمان ہے تو پھر معاملہ آسان ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ غیر از جماعت اصحاب کو اس سلسلہ میں داخلہ کی دعوت دی جائے کبھی یہ وہم طاری ہوتا ہے کہ مجدد تو اب لوگ مانتے ہی ہیں کیا سر دردی کرتے پھریں کہ آپ کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت بھی صحیح ہیں بلکہ حالت یہاں تک آ جاتی ہے کہ اولاً تو ہم جماعت اور اس کے کاموں کا ذکر دوسروں سے کرنا کچھ ضروری خیال نہیں کرتے۔ اگر کسی نے مجبوراً دریافت کیا تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اجی اس جھگڑے کو آپ کیوں چھیڑتے ہیں۔ سب مسلمان ہی تو ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب نے جو تجدید کا کام کیا وہ آپ بھی تسلیم کرتے ہیں بس پھر آپ کا اور ہمارا کوئی فرق ہی نہیں۔ آپ خواہ مخواہ ان بحثوں میں پڑ کر کیا لیں گے۔ اصل حقیقت کو ظاہر کرنا اگر جرم نہیں تو میں تو ان الفاظ کو پڑھ کر کہ "دراصل ہمیں مرزا صاحب کی شخصیت سے کچھ سروکار نہیں" سخت شرمندہ اور خجالت میں غرق ہوں کہ ہم میں ایسے بھی ہیں۔ جو اپنے محسن حقیقی اور مامور وقت کے لئے ان الفاظ سے بہتر اور کچھ نہیں کہہ سکتے اور اگر اس پر ہمیں قادیانی اصحاب ملزم کریں تو ناروا نہ ہوگا۔

اظہار حق

میں اس بات کے کہنے سے رک نہیں سکتا کہ اگر ہم نے اسلام اور قرآن کی خدمت اس زمانہ میں حضرت مسیح زمان کے تبلائے ہوئے طریقہ سے کرنی ہے تو پھر اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہمارے راستے میں حقیقت کے اظہار میں کوئی شے حائل نہ ہو۔ آخر سوچنا چاہیئے کہ جب حضرت مسیح زمان نے فی الواقع خدا تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان اصلاح کے لئے آئے تو اب ان کی طرف دنیا کی محبت اور شوق نے تو لازماً بڑھنا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا اٹل قانون ہے۔ کتب اللّٰہ لاغلبن انا و رسلی پھر اگر ہم ان کی صحیح پوزیشن دنیا کو نہ تبلائیں گے تو لازماً ان کی غلط پوزیشن جو قادیانی اصحاب پیش کرتے ہیں۔ وہ رائج ہو جائیگی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح ناصری کے پیروؤں میں جب کوئی گروہ صحیح راستہ پر نہ رہا تو دنیا نے حضرت مسیح ناصری کی غلط پوزیشن کو ہی تسلیم کر لیا پس حضرت مسیح موعودؑ کی صحیح صحیح پوزیشن دنیا پر الم نشرح کرنا دو وجہ سے لازم آتا ہے ایک تو اس لئے کہ آپ کی طرف آنا اسلام اور مسلمانوں کی عظمت کو بڑھاتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ دنیا اس دھوکہ میں مبتلا نہ ہوگی جس کی طرف آپ کے غالی پیروؤں کا قدم چلا گیا۔ اور یہ تب ہی ہوگا جب ہماری جماعت اپنی پوزیشن کو صاف کرنے میں سوائے صداقت کے ظاہر کرنے کے اور کسی امر کو مدنظر نہ رکھے۔ نہ یہ کہ اس سے مخالفت بڑھے گی۔ یا کم ہوگی۔ نہ یہ کہ دنیا اس سے کیا نتائج اخذ کرے گی۔ سچائی کے اظہار کے لئے ایک ہمت اور شجاعت درکار ہے۔ جب ہم میں وہ پیدا ہو جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری کامیابی دور نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۹

زمانے کا سبق

جماعت قادیان اور جناب میاں صاحب سے ایک استدعا

ہمارا گزشتہ تجربہ یہ بتلا رہا ہے کہ جب کبھی ہم نے اصلاح و ہمدردی کی غرض سے کوئی بات قادیانی جماعت یا جناب میاں صاحب کی خدمت میں عرض کی وہ بہرے کانوں سے سنی گئی یا اس کا جواب دلخراش طعنوں بے بنیاد بہتانوں اور قادیانی اخبارات کی گالیوں کی شکل میں ملا ہے۔ ہمارے خلوص و ہمدردی کا یہ صلہ گو حد درجہ دل شکن اور حوصلہ فرسا ہے۔ لیکن اپنے فرائض کو پیش نظر رکھتے ہمارے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، کہ ہم خلوص و احتیاط کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے صحیح خیالات قادیانی جماعت اور ان کے قابل عزت امیر کی خدمت میں پیش کریں اور اس طرح ان کو اس تباہ کن راستہ پر گامزن ہونے سے روکیں جس کی منزل مقصود تباہی و بربادی اور انتشار کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ایک کافی عرصہ خاموش رہنے کے بعد آج ہم پھر لب کشا ہو رہے ہیں۔ خدا کرے ہماری اس جسارت کا نتیجہ گزشتہ تجربات سے مختلف ہو۔

جس وقت جناب میاں صاحب نے اسلامی تعلیمات اور حضرت مرزا صاحب کے ارشادات کے خلاف تکفیر المسلمین کا عقیدہ وضع کیا تھا۔ اس وقت ان کی کوشش اور طرز عمل یہ تھا کہ ہر رنگ میں مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کر لی جائے عرصہ تک قادیانی جماعت اپنے امیر کے ارشاد کے مطابق اسی مسلک پر قائم رہی۔ ہم نے ان کو بار بار اس مسلک سے روکا جس کے جواب میں جو کچھ ہمیں کہا گیا وہ دنیا کو معلوم ہے لیکن زمانہ کے زبردست ہاتھ نے ان کو بہت جلد اپنی غلطی سے آگاہ کر دیا۔ جناب میاں صاحب "کافر مسلمانوں" سے سیاسی اتحاد کے لئے مجبور ہوئے۔ دنیا کی آنکھیں آج تکفیر المسلمین کے عقیدے کو وضع کرنے والے قادیانی پیشوا کو اتحاد مسلمین کے پرشور داعی کی شکل میں دیکھ کر محو حیرت ہیں۔ مگر ہم حیران ہونے کے بجائے خوش ہیں کہ اگر ہماری گزارشات سے نہیں تو زمانہ کے زبردست ہاتھ نے ان کو اپنی خوفناک غلطی سے آگاہ کر دیا۔ آج کل جناب میاں صاحب بظاہر کشمیر ایجی ٹیشن میں کافی حصہ لے رہے ہیں۔

مسلم پبلک کا ایک کثیر حصہ ان کی ان مساعی پر طرح طرح کے شبہات کا اظہار کر رہا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان شبہات کی بنیاد کن دلائل پر ہے اور یہ کہاں تک صحیح ہیں۔ لیکن ایک سوال ضرور قابل غور ہے جو اکثر ہندو اخبارات اور بعض مسلم جرائد کی طرف سے بار بار قادیانی جماعت پر کیا جا چکا ہے۔ کہ قادیانی کسی جب شہدائے کشمیر کا جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق تا حال جناب میاں صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور نہ وہ صاف الفاظ میں دے سکتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف ان کا عقیدہ تکفیر المسلمین ہے۔ ہم نے بہت سی باتیں نہایت دلسوزی سے قادیانی جماعت کی خدمت میں عرض کیں ان کو انہوں نے انتہائی غرور سے ٹھکرا دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد زمانے کے زبردست ہاتھ نے قادیانیوں کو ان ٹھکرائی ہوئی باتوں ہی کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس وقت جبکہ قادیانی جماعت بظاہر مسلمانوں سے سیاسی اتحاد کی ضرورت کو محسوس کر رہی ہے۔ ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس کو تکفیر المسلمین کے نقصان دہ اور خلاف اسلام عقیدہ کے ترک کرنے کی طرف توجہ دلائیں۔ یاد رہے کہ قادیانی جماعت اس غلط عقیدہ کی حامل ہو کر مسلمانوں کو کبھی بھی کامیاب طریق پر پیغام اتحاد نہیں دے سکتی۔ جن حالات اور ضروریات میں جناب میاں صاحب نے یہ غلط عقیدہ وضع کیا تھا۔ وہ ان کو اور دنیا کو بخوبی معلوم ہیں۔ اگر میاں صاحب اخلاقی جرأت سے کام لے کر اس عقیدہ سے دستبردار ہو جائیں تو بہت اچھا ہو۔ آج ہماری یہ بات شاید ان کو ناگوار معلوم ہو لیکن یاد رہے کہ کل کو قادیانی جماعت مجبور ہوگی کہ وہ اس عقیدہ سے دستبردار یا مسلمانوں سے ہر رنگ میں علیحدہ ہو جائے۔ آج ہماری یہ درخواست یا نصیحت ہے کل کو زمانہ کا سبق بھی یہی ہوگا۔ ہماری درخواست کو مسترد کیا جا سکتا ہے لیکن زمانہ کے ہاتھ کی گرفت بہت زبردست ہوتی ہے۔ اور اس کے سبق کو فراموش کرنا قادیانی جماعت اور جناب میاں صاحب کی طاقت سے باہر ہے۔

الوداعی سلام

تقریباً دو ڈھائی ماہ پیشتر جناب مولوی عبدالحق ودیارتھی کے باہر تشریف لیجانے پر "پیغام صلح" کے فرائض ادارت عارضی طور پر خاکسار کے سپرد ہوئے تھے۔ آج میں یہ خوشخبری سنانے کے ساتھ کہ جناب مولوی دوست محمد صاحب اخبار کے مستقل ایڈیٹر مقرر ہوئے ہیں کرسی ادارت سے علیحدہ ہو رہا ہوں مجھے یقین ہے جس طرح مولوی صاحب موصوف ایسے کہنہ مشق اور فاضل مدیر کا تقرر میرے لئے باعث مسرت ہے اسی طرح قارئین کرام کے لئے بھی دل خوش کن ہوگا۔ اور آئندہ وہ اخبار کی ترتیب اور مضامین کو پہلے سے بہت بہتر پائیں گے۔ گو میرا زمانہ ادارت بہت مختصر ہے لیکن انسان خطا کار ہے۔ ممکن ہے مجھ سے بعض غلطیاں سرزد ہوگئی ہوں۔ جن کی وجہ سے قارئین کرام، معاصرین، اور قلمی معاونین سے کسی صاحب کو کوئی شکایت پیدا ہوئی ہو۔ اس کے لئے میں خلوص دل سے معافی کا خواستگار ہوں۔ غلطیوں کے اعتراف کی موجودگی میں ان کو معاف اور نظر انداز کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے

اس عرصہ میں احباب کی گوناگوں عنایات میں سے جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی پرخلوص اور قیمتی اعانت خاص طور پر قابل ذکر اور مستحق شکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کے اس مایہ ناز نوجوان کو تا دیر سلامت رکھے اور خدمت دین و قوم کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا کرتے ہوئے کہ خداوند کریم پیغام صلح، اس کے فاضل مدیر، اور قارئین کرام کو دینی و دنیوی ترقیاں عطا فرمائے۔ اور ان کا مستقبل نہایت شاندار ہو رخصت ہوتا ہوں۔

اخبار کے انتظامی امور سر دست بدستور میرے متعلق رہیں گے۔

خاکسار

محمد انعام الحق ہوشیارپوری

آہ! سید نظیر حسین

قارئین کرام یہ سن کر از حد متاسف ہوں گے کہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے نوجوان بھتیجے سید نظیر حسین صاحب کا کوہ مری پر انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۷ اگست کی صبح کو ان کے انتقال کی افسوسناک خبر بذریعہ تار موصول ہوئی جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی لاش لاہور لائی جا رہی ہے۔ اسی وقت بہت سے احباب احمدیہ بلڈنگس تشریف لے گئے جہاں لاش آنے کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا گیا۔

سید نظیر حسین صاحب جیسے سعید نوجوان کی اس بے وقت موت پر جس قدر رنج و الم کا اظہار کیا جائے کم ہے۔ مرحوم بہت خوش خلق اور نیک طبیعت واقع ہوئے تھے۔ ان کی موت نہ صرف حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور دیگر اعزہ و اقارب بلکہ ان کے تمام احباب اور ملنے والوں کے لئے از حد الم انگیز ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسی سلسلہ میں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے آج واپس کوہ مری جا رہے ہیں۔

اقتباسات

حکومت کشمیر اور "انقلاب"

چند ہفتے سے یہ خبر اخبارات میں گشت لگا رہی ہے کہ عنقریب حکومت کشمیر اخبار "انقلاب" لاہور پر مقدمہ چلانے والی ہے۔ اس کی اجازت اس نے حکومت ہند سے حاصل کرلی ہے۔ جلد ہی غالبًا سیالکوٹ میں مقدمہ دائر کردیا جائے گا۔ حکومت کشمیر پے درپے خطرناک غلطیاں کررہی ہے۔ اخبار "انقلاب" پر مقدمہ اس کی ایک اور خطرناک غلطی ہوگی۔ جب سے کشمیر میں موجودہ بےچینی رونما ہوئی ہے۔ ہم متعدد مرتبہ حکومت کشمیر کو مفید مشورے دے چکے ہیں جنہیں سے اس نے ایک بھی قبول نہیں کیا۔ اور نقصان اٹھایا۔ اس موقعہ پر بھی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ "انقلاب" پر مقدمہ چلانے کی غلطی کی مرتکب نہ ہو۔ جو خود غرض اور ناعاقبت اندیش حکام و وزراء ہز ہائنس مہاراجہ بہادر کو مقدمہ دائر کرنے پر آمادہ کررہے ہیں وہ ممدوح کے خیرخواہ نہیں بلکہ اشد ترین دشمن ہیں۔

اگر دوسری غلطیوں کی طرح حکومت کشمیر نے اس غلطی کا بھی ارتکاب کیا تو اس صورت میں مسلمان قوم کا فرض ہوگا کہ "انقلاب" کی ہر ممکن امداد کرے۔ ہمیں "انقلاب" سے بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے کہ بعض باتوں میں یہ اختلاف شدید بھی ہو لیکن اس کے باوجود ہم اسے اسلامی پریس کا ایک ممتاز رکن سمجھتے ہیں علاوہ اس کی اسلامی خدمات سے انکار کرنا حکومت کشمیر کے ظلم سے انکار کرنے کے برابر مشکل ہے۔ ہم اپنے معزز معاصر اور حکومت کشمیر دونوں کو صاف الفاظ میں یقین دلانا چاہتے ہیں کہ مقدمہ دائر ہونے کی صورت میں ساری مسلمان قوم "انقلاب" کی پشت پر ہوگی اور اس وقت انشاءاللہ پیغام صلح بھی اپنے اسلامی اور معاصرانہ فرائض کو ادا کرنے میں کسی سے پیچھے نہ رہے گا۔

حکومت کشمیر کی غلط فہمی

معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کشمیر نے اپنی طاقت اور وسائل کا غلط اندازہ کیا ہے۔ اور اب وہ مظلوم کشمیری مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کے بعد برطانی ہند کے اسلامی اخبارات پر اپنا دست ظلم دراز کرنا چاہتی ہے۔ اسے واضح رہنا چاہیئے کہ صرف "انقلاب" پر مقدمہ دائر کرنے یا خدانخواستہ اس کو بند کرادینے کے بعد وہ چین سے نہیں بیٹھ سکے گی۔ کم از کم کشمیر کے معاملہ میں چند غدار اور قوم فروش اخبارات کو چھوڑ کر سارا اسلامی پریس "انقلاب" کا ہمنوا ہے۔ اول تو انشاءاللہ "انقلاب" کی صدائے حق برابر بلند رہے گی۔ اگر خدانخواستہ کسی طرح اس کو بند کرادینے میں فراعنہ کشمیر نے عارضی کامیابی بھی حاصل کرلی تو اسلامی اخبارات کی ایک پوری جماعت انقلاب کی جگہ لے لے گی۔ اور وہ تمام باتیں جو اب تک "انقلاب" نے کامل احتیاط اور خیرخواہی سے لکھی ہیں۔ زیادہ زور دار اور اسلامی احکام و مفاد کے علاوہ تمام احتیاطوں سے آزاد ہوکر لکھی جائیں گی۔ اگر حکومت کشمیر اوچھے ہتھیاروں پر ہی اتر آئی ہے تو اسے صرف انقلاب پر ہی نہیں بلکہ تمام اسلامی اخبارات پر مقدمات دائر کرنے کی تیاری کرنی چاہیئے۔ اور پھر دنیا دیکھ لے گی کہ اس جدوجہد میں فراعنہ کشمیر کامیاب ہوتے ہیں یا اسلامی پریس۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی روانگی

حضرت امیر ۱۶ راگست کی شب کو ڈلہوزی روانہ ہوگئے۔

پرارتھنا اور نماز

شملہ سے ۲۱ رجولائی کی چلی ہوئی حسب ذیل تار برقی ملک کے طول و عرض میں بغیر کسی اعتراض اور بغیر کسی ضحکہ کے شائع ہوئی ہے۔

"گاندھی جی کی پرارتھنا نے ان کے لئے فرضیت کی صورت اختیار کرلی ہے۔ وہ کسی موقع پر اسے ترک کرنا کیا معنی معینہ وقت سے ادھر ادھر بھی نہیں کرتے۔ کل وائسرائے سے ملاقات پانچ بجے شروع ہوئی تھی۔ ...... گفتگو کا سلسلہ طویل تھا۔ پرارتھنا کا وقت آگیا۔ اب اگر وائسریگل لاج سے "فرگرود" اٹھکر آتے ہیں تو آنے جانے میں کئی گھنٹے صرف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ وہیں وائسرائیگل لاج میں پرارتھنا کی۔ وائسرائے اپنی نشست سے تماشہ دیکھتے رہے۔ کچھ لوگ اور آگئے اور گاندھی جی کے اپنی عبادت میں اس قدر انہماک سے بیحد متاثر ہوئے"۔

سوال یہ ہے کہ اگر تار کی عبارت میں بجائے گاندھی جی کے مولانا محمد علی مرحوم کا نام ہوتا اور بجائے پرارتھنا کے "نماز مغرب" کا ذکر ہوتا۔ تو اس وقت بھی صرف ہندو اور انگریز ہی نہیں بلکہ "روشن خیال" اور "قوم پرور" مسلمان اخبارات کی بھی یہی سنجیدگی قائم رہتی۔ مسلمان بیچارہ اگر گورنمنٹ ہاؤس میں جانماز بچھاکر نماز کے لئے کھڑا ہوجائے تو اپنی *Fanaticism* کے لئے بدنام اور خود مسلمان ہی اس پر ہنسنے کو تیار۔ لیکن اگر غیرمسلم اپنے طریق پر عبادت کرنے لگے تو اس کی فرض شناسی کی دھوم مچ جائے۔ (سچ)

انصاف کی قیمت

"اس خیال میں بہت کچھ صداقت ہے.... کہ انگلستان کا عدالتی نظام گو وہ اپنی نوعیت میں دنیا میں بہترین ہے اس قدر پرمصارف ہوگیا ہے کہ اکثر آبادی رعایا کی جیب اس کا تحمل نہیں کرسکتی"۔

یہ اعتراف کون کررہا ہے؟ خود انگریزی بار کی جنرل کونسل جس نے مصارف مقدمات پر ایک مفصل رپورٹ مع مجوزہ اصلاحات کے لارڈ چانسلر کی خدمت میں پیش کی ہے اور جس سے یہ اقتباس ماخوذ ہے۔ لندن کا مشہور و معزز روزنامہ "ڈیلی ٹیلیگراف" اس اقتباس کو خبروں کے کالم میں اپنے ایڈیٹوریل میں اس کے متعلق لکھتا ہے۔

"اس بیان کو کوئی بھی مبالغہ آمیز نہ کہے گا ...... یہ زبردست اور ناقابل انکار صداقت ہی تھی جس کی شہادت ہائی کورٹ کے اور عدالت ہائے ضلع کے جج، نیز ہر طبقہ کے فریقین مقدمات سالہا سال سے دیتے چلے آئے ہیں۔ جس کی بنا پر لندن چیمبر آف کامرس کو گزشتہ نومبر لارڈ چانسلر کی خدمت میں وفد لیجانا پڑا تھا۔ خوش نصیبی سے لارڈ سینکی اصلاح پر بالطبع آمادہ رہتے ہیں اور اٹارنی جنرل نے بار کی پچھلی عام میٹنگ میں اس امید کا اظہار کردیا تھا کہ ختم سال کے قبل ہی تدارک ہوجائے گا۔ اور مقدمات کے مصارف اس قدر گھٹا دیئے جائیں گے کہ کسی کو بھی سرکاری عدالتوں تک جانے میں ڈر نہ رہے"۔ (۲۴ رجولائی)

کبھی ہم نے بھی ملکوں اور اقلیموں پر حکومت کی ہے۔ کبھی ہماری رعایا بھی لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں رہی ہے۔ کبھی ہمارے ہاں بھی بڑی بڑی عدالتیں قائم تھیں۔ کیا ہمارے ہاں بھی انصاف ایسا ہی گراں تھا؟ ہمارے ہاں بھی مظلوموں سے دادرسی کے لئے کوئی "قیمت" وصول کی جاتی تھی؟ ہماری عدالتیں بھی کورٹ فیس۔ اسٹامپ اور وکیلوں کے محنتانہ اور نذرانہ کی بڑی بڑی رقموں سے آشنا تھیں؟ ہمارے حکام و قضاۃ تک آتے ہوئے بھی فریادی ایسے ہی اپنی زیرباری کو ڈرتے تھے؟ کسے خبر تھی کہ حکومت جب سفید فام بنیوں کے ہاتھ میں آئے گی تو ہر چیز کی طرح عدل گستری اور فریادرسی کی بھی قیمت مقرر ہوجائے گی۔

(سچ)

ہمارے مشاغل!

یہ دیکھئے ۶۔ آدمی بیٹھے ہیں۔ بڑا انہماک ہے۔ یہ کیا کررہے ہیں؟ یہ تاش کھیل رہے ہیں۔ ذرا گنئے تو ان میں کتنے فرزندان اسلام ہیں؟ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سب کے سب مسلمان ہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔ آگے چلیئے یہ لوگ کیوں جمع ہیں سب آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہیں۔ کیا ہنڈنبرگ ہوائی جہاز میں سوار ہوکر بجنور آرہا ہے یا انور پاشا غبارے میں سے اتر رہے ہیں؟ یہ پتنگ بازی ہورہی ہے۔ اچھا گنئے کتنے ہندو ہیں اور کتنے مسلمان؟ سب کے سب مسلمانوں کے بچے مسلمانوں کے بھائی۔ اور مسلمانوں کے باپ ہیں۔ استغفراللہ۔

اچھا یہ کس کی نشست گاہ ہے؟ یہ ایک مسلمان زمیندار صاحب کی ہے۔ ذرا اندر جھانکو تو کیا ہورہا ہے۔ ہو کیا رہا ہے لوگ بیٹھے تاش کھیل رہے ہیں۔ اس سے پہلے شطرنج کھیل رہے تھے۔ اور اس سے قبل گپیں ہانک رہے تھے اور اس سے پہلے شعرخوانی اور لطیفہ بازی ہورہی تھی۔ ذرا دریافت تو کرو ان میں ہندو کتنے ہیں؟ ایک بھی نہیں! افسوس صد افسوس!!

قوم کے رہنماؤ! دستور وطن مرتب کرنے سے پہلے قوم کے اخلاق کا دستور تو درست کرو۔ (مدینہ)

آزادوں کی گرفتاریاں

(۱) برلن (جرمنی) کے قصر لونا میں مسٹر فرنینڈ مسلسل دو سو گھنٹوں تک عورتوں کے ساتھ ناچتے اور تھرکتے رہے! اب تک وہ ۴ ہزار ناچ، ۲۸ سو نوجوان ناچنے والیوں کے ہمراہ ناچ چکے ہیں۔ یہ وہ صاحب کمال بزرگ ہیں۔ جن کے کمال فن کی داد فرنگستان سے لیکر ہندوستان تک کے انگریزی اخبارات میں مل رہی ہے اور ہر جگہ ان کی تصویر شائع ہورہی ہے.... مہذب قوموں کے مہذب افراد کے مشاغل کا نمونہ آپ نے دیکھ لیا؟

(۲) امریکہ کے کارخانے بحساب اوسط ہر منٹ ڈھائی لاکھ سے زائد سگریٹ تیار کرڈالتے ہیں۔ (انگلشمین۔ کلکتہ)

بحثِ دجّال و یاجوج و ماجوج

یا

احادیث نبوی میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر!

(۵)

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ)

دجال کی جنت اور دوزخ

میں نے مختلف احادیث سے جو ہر قسم کی کتابوں سے کنزالعمال اور مشکوٰۃ میں جمع کی گئی ہیں - دجال کے یہ بارہ نشانات بیان کئے ہیں - اب میں ان میں سے ہر ایک کو بالتفصیل لیتا ہوں - سب سے پہلی اور سب سے بڑی علامت دجال کی یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں گے - اس میں سب سے پہلی بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اگر کسی حدیث میں لفظ جنت اور نار ہے تو متعدد احادیث میں اس کی تشریح موجود ہے مثلاً کہیں ہے مثل الجنۃ والنار - یعنی وہ جنت اور نار کی مثال ہے فی الحقیقت جنت اور نار نہیں - اور کہیں جنت و نار کی جگہ ہے ماء و نار یعنی جنت کی جگہ لفظ ماء (پانی) رکھا ہے اور کہیں نھر و نار ہے یعنے جنت کی جگہ لفظ نھر ہے - اور کہیں ہے دو نہریں ہونگی ایک پانی کی نہر اور ایک آگ کی نہر - اس سے معلوم ہوا کہ جنت سے مراد وہی ہے جو پانی یا نہر سے ہے - اور پھر اس پانی یا نہر کی بھی خود ہی تشریح کر دی ہے - کیونکہ ایک جگہ آتا ہے معہ جبال الخبز وانھار الماء - اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہریں ہونگی - اور کہیں جنت و نار کی جگہ ہے جبلان احدھما فیہ اشجار وثمار وماء واحدھما فیہ دخان ونار - دو پہاڑ ایک پہاڑ میں درخت اور پھل اور پانی ہوگا - اور ایک میں دھواں اور آگ - تو جو جنت ہے وہی کبھی نہر ہے اور کبھی پہاڑ اور جو نار ہے وہ بھی کبھی نہر ہے اور کبھی پہاڑ - تو ان الفاظ سے مراد نہ سچ مچ کی جنت و نار ہے نہ سچ مچ کی پانی اور آگ کی نہریں - اور نہ سچ مچ کے پھلوں اور دھویں کے پہاڑ - بلکہ یہ الفاظ بطور مجاز و استعارہ استعمال ہوئے ہیں - اور مراد اول سے سامان معیشت اور عیش و عشرت کے سامانوں کی فراوانی اور دوسرے سے ان چیزوں سے محرومی ہے - یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص اس کے ساتھ ہولے گا وہ اول میں شریک ہوگا - اور جو اس کی مخالفت کرے گا اس پر دجال سامان معیشت کو بھی تنگ کر دے گا - اور ان چیزوں کے ساتھ ساتھ ہونے سے بھی یہ مراد نہیں کہ سچ مچ دجال ایک تاجر کی طرح ہے کہ وہ اپنا سامان تجارت لئے پھرتا ہے فراوانی اور تنگی کے سامانوں کو ساتھ ساتھ لئے پھرے گا - بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ اس کے قبضہ میں ہوں گے - چنانچہ خود ایک حدیث میں ہی اس کی بھی تشریح موجود ہے - قد سخرت لہ انھار والارض وثمارھا - زمین کی نہریں اور اس کے پھل ...... اس کے لئے مسخر کر دیئے گئے ہوں گے - اور یہی ان سب الفاظ سے مراد ہے کہ دنیا کی زندگی کے عیش و عشرت کے ہر قسم کے سامان اس کے قبضہ میں ہوں گے - وہ جن کو چاہے یہ سامان دیدے اور جن سے چاہے چھین لے - عیش کے سامانوں کی فراوانی ظاہر ہے جنت سے اور یہی دجال کی جنت ہے - اور یہی حقیقتاً آخرت کی نار ہے - کیونکہ جو شخص دنیا کی زندگی میں عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے - ناچ ہے رنگ ہے - تماشے ہیں - تھیٹر ہیں - سینما ہیں - عورتوں اور مردوں کا کھلا میل جول ہے - شراب ہے - جوا ہے - زناکاری ہے - بھلا جو شخص ان میں منہمک ہوگا - اس کو خدا کب یاد آئے گا - اور آخرت اور روحانیت کا اس میں کیا حصہ ہوگا - انہی چیزوں سے محرومی اس کی دوزخ ہے - ان چیزوں سے محروم رہ جانے میں آج انسان سمجھتا ہے کہ لطف زندگی ہی کوئی باقی نہیں رہتا - ساری ساری رات برج (جوئے) میں گزر جائے تو کچھ تکلیف معلوم نہیں ہوتی - تھیٹر اور سینما میں رات کے دو بج جائیں تو راحت ہی راحت محسوس ہوتی ہے - گھر اور بال بچوں تک کی فکر نہیں رہتی - نوجوان تعلیم کو چھوڑ کر سینما اور تھیٹروں کے نظارے دیکھنے میں محو ہیں - ایک دو پیک چڑھا لینا معیوب کہاں فیشن میں داخل ہے - یہی "لطف زندگی" دجال کی جنت ہے اور ان چیزوں سے الگ رہنا یہی اس کی دوزخ ہے جو اس دوزخ کو قبول کرلے گا وہ بچ گیا - اور جس نے "لطف زندگی" کا شربت پی لیا وہ ہلاک ہوگیا -

دجال کی تیز رفتاری زمین پانی اور ہوا میں اس کی سواریاں

جب نبی کریم صلعم سے دریافت کیا گیا کہ دجال کس قدر تیز چلے گا تو فرمایا کالغیث استدبرتہ الریح - یہ بات کہ کوئی شخص دنیا میں اس قدر تیز چل سکتا ہے جیسے بادل جسے ہوا اڑائے لئے جارہی ہو کسی وقت ایک قصہ اور کہانی کے رنگ میں یا کم سے کم حد درجہ کا مبالغہ نظر آتی ہوگی - مگر آج دجال کی تیز رفتار سواریوں پر یہ کیسے صادق آتے ہیں - آج ان کے ہوائی جہاز خود ہوا کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں - پھر فرمایا تطوی لہ الارض - زمین اس کے لئے لپیٹ دی جائے گی - یعنی وہ زمین پر اس قدر تیز چلے گا کہ معلوم ہوگا کہ زمین لپیٹ لی گئی - پھر اس کے چلنے کا ذکر ان الفاظ میں ہے تیتناول السحاب بیمینہ - وہ بادلوں کو اپنے دائیں ہاتھ سے لے لیگا - یعنی بادلوں کے اندر چلتا پھرے گا - پھر اور بھی تصریح فرمائی - ینزو فی ما بین السماء والارض - وہ زمین اور آسمان کے درمیان اچھلتا پھریگا اور اس قدر تیز چلے گا کہ یسبق الشمس الی مغیبھا - آج انگلستان سے ہوائی جہاز میں بیٹھکر اٹلی میں دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں اور غروب آفتاب سے پہلے انگلستان میں واپس پہنچ جاتے ہیں - پھر سمندر کے اوپر نہیں کیونکہ اوپر تو کشتیاں اس وقت بھی چلتی تھیں اندر چلنے کے متعلق فرمایا کہ سمندر اس کے ٹخنوں تک آئے گا - یعنی وہ پانی کے اندر تک چلے گا - آج آبدوز کشتیوں نے ان الفاظ نبویؐ کو بھی لفظاً پورا کر دکھایا ہے - امامہ جبل دخان اس کی سواریوں کے آگے آگے دھوئیں کا پہاڑ بھی ہر شخص دیکھ سکتا ہے - سواری کے لئے لفظ حمار ہی موزوں ہوسکتا تھا - اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا کہ وہ سفید رنگ یا چمکتا ہوا ہوگا - اس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ بتایا - پانچ پانچ سو فٹ لمبے جہازوں اور ریلوں کا نقشہ اس سے بہتر الفاظ میں نہ کھینچا جاسکتا تھا - اور ایک پاؤں اٹھا کر دوسرا پاؤں رکھنے تک ایک رات دن کا سفر طے ہوجاتا ہے یعنی جو فاصلہ ایک رات دن میں آدمی چل سکتا ہے وہ محض اس کا ایک قدم ہے - اصل غرض یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس کو نیچر کی طاقتوں پر اس قدر تصرف حاصل ہوگا جیسے انسان کو قدرت نے گدھے پر تصرف دیا ہے کہ وہ اس سے سواری اور بار برداری کا کام لیتا ہے - ان چیزوں میں یعنی ان تصرفات میں اس کی کسی برائی کو ظاہر کرنا مقصود نہیں - ہاں یہ بتانا ضرور مقصود ہے کہ اس تصرف کو حاصل کرکے وہ اپنے آپ کو قدرت کا پورا مالک سمجھنے لگے گا - اور عبدیت کی حد سے تجاوز کر جائے گا - مگر کس قدر زبردست قوت کشفی ہے - کہ قدرت کی ان تمام طاقتوں پر ایک قوم کے تصرف کو تین سو سال پیشتر جب ان باتوں کا وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا دیکھ لیا -

ویرانوں کو زرخیز بنانا

دنیا کا وہ کونسا ویرانہ ہے جہاں سے دجال نے سونا پیدا نہیں کیا - جہاں کوئی خزانہ زمین کے نیچے مخفی ہے خواہ وہ سونے اور چاندی کے رنگ میں ہے - خواہ تیل اور کوئلہ کے رنگ میں خواہ کسی اور رنگ میں ان سب خزانوں کا پتہ لگا لیا ہے - اس کا کسی جگہ کو حکم دینا یہی ہے کہ وہ اس پر اپنے تصرف سے کام لیتا ہے - پہلے اپنے آلات کے ذریعہ سے پتہ لگاتا ہے کہ یہاں سے تیل پیدا ہوسکتا ہے یہاں سے کوئلہ نکل سکتا ہے - یہاں سے سونا نکل سکتا ہے - پھر اپنے آلات کے ذریعہ سے اسے نکال لیتا ہے - علاوہ ازیں بڑے بڑے ریگستانوں میں نہریں اور پانی پہنچا کر وہاں سے اس قدر پیداوار حاصل کی ہے کہ ویرانوں کو لے کر مالا مال ہوگیا ہے - جہاں دجال کا قدم پڑا ہے وہیں زمین کے خزانے نکل آئے ہیں - اس کی معدنیات - اس کی پیداوار - اس کے پھل - یہ سب زمین کے خزانے ہیں - اور پھر یہ دجال کے پیچھے چلتے ہیں - یعنی ان سے فائدہ بالآخر انہی اقوام یورپ کو پہنچا ہے - اور باقی کل دنیا کے لوگ ان کے لئے بمنزلہ مزدور کے رہ گئے ہیں - روئے زمین کا سارا سونا اور سارے خزانے خواہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوں یا براعظم افریقہ میں یا جزائر میں وہ سب کے سب کھچکر یورپ اور امریکہ کی طرف چلے جارہے ہیں - کیسا پاک اور زبردست مکاشفہ آج کے حالات کا آج سے تیرہ سو سال پہلے قلب مبارک نبوی پر ہوا - کاش وہ لوگ جو یورپ کی اس طاقت سے متحیر ہوکر اس کے سامنے سر جھکائے بیٹھے ہیں - تھوڑا سا غور سے کام لیتے تو اس مقدس انسان کی زبردست روحانی طاقت کے سامنے ان کے سر جھکتے - جس نے آج کا تمام نقشہ اس کی ایک ایک تفصیل کے ساتھ عرب کے امیوں کو بتا دیا تھا -

ساتھیوں کی خوشحالی اور مخالفوں کے مصائب

دجال کی اطاعت اور ساتھ دینا اس کے مذہب کو اختیار کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے مذہب کو اختیار کرلیا ہے ان پر

بھی یہ احادیث لفظاً لفظاً صادق آتی ہیں۔ اس ملک ہندوستان کو ہی لے لو۔ جو بڑے چار اور دیگر اقوام کے لوگ جو اس ملک میں ذلیل ترین زندگیاں بسر کرتے تھے۔ آج امیر بنے ہوئے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی دولت جو پہلے تمام دنیا سے کھنچ کر ان ملکوں میں پہنچتی ہے پھر وہاں سے تھوڑی بہت نکلتی ہے تو ان لوگوں کے گھروں میں پہنچتی ہے جو دجال کے مذہب کو اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے لئے تنخواہیں اور وظیفے مقرر ہو جاتے ہیں۔ ومعہ جبال من خبز والناس فی جہد الا من اتبعہ۔ اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ ہیں جو اس کی پیروی کرتے ہیں ان کو خوب کھانے کو ملتا ہے۔ دوسرے لوگ انہی کے ساتھ سخت مشقت اور تکلیف میں ہوتے ہیں۔ وہ صاحب جائداد بن جاتے ہیں یہ بیچارے چمار رہ جاتے ہیں۔ فمن اتبعہ اطعمہ واکفرہ جو اس کے ساتھ ہو جائے اسے خوب کھلاتا پلاتا ہے مگر کافر بھی بنا دیتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی اگر غور کیا جائے تو بہت لوگ ہیں جو چند پیسوں کی خاطر اس کی ہاں میں ہاں ملاتے یا اس کی خوشامد کرتے ہیں۔ یقولون انا لنصحبہ وانا لنعلم انہ کاذب ولکنا نصحبہ ناکل من طعامہ ہم اس کی رفاقت اختیار کرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ وہ کاذب ہے۔ لیکن ہم اس کی رفاقت اختیار کرتے ہیں۔ اس کے کھانے میں سے کھاتے ہیں۔ یہ پیٹ کے بندے ہیں جو اس کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اور اپنے مذہب اپنی قوم اپنے ملک کی اغراض کے منافی کارروائیاں صرف روٹی کے لئے کرتے ہیں۔ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ تھوڑا سا کسی قسم کا لالچ دیکر انہیں لامذہب کر دے۔ اور اگر وہ عیسائی نہیں ہوتے تو اپنے مذہب پر بھی قائم نہ رہیں۔ اس قدر کالج سکول اشتغال سے بنائے ہیں ان کی غرض کیا ہے؟ بلکہ خود ساری تعلیم کا جو اس دجالی طور میں دی جاتی ہے میلان صرف ایک ہی ہے کہ لوگوں میں مذہب کے ساتھ خدا کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہے اور اس تعلیم میں لالچ کیا ہے۔ کہیں ملازمت مل جائے گی۔ صرف وہی روٹی کا سوال ہے۔

دجال کا گزشتہ ارواح سے ملاقات اور باتیں کرنا

اس قدر دنیوی سامانوں کے اندر وہ نظریت کی اس آواز سے غافل نہیں کہ انسان کے لئے اس زندگی کے سوا کوئی اور بھی زندگی ہے اس لئے سپریچولزم کے نام کے ماتحت وہ یہ کرتب بھی دکھاتا ہے کہ کسطرح فوت شدہ ارواح سے ملاقات اور بات چیت ہو سکتی ہے۔ ویبعث معہ الشیاطین علی صورۃ من قدمات من الآباء والاخوان۔ کسی کا باپ فوت ہو گیا ہے۔ کسی کا بھائی مر گیا ہے۔ تو شیاطین اس کے ساتھ ہیں جو ان کی صورت اختیار کر کے آ جاتے ہیں۔ تکلم الناس اور وہ باتیں بھی کر جاتے ہیں۔ یہ سپریچولزم کا نقشہ جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر مخبر صادق نے کھینچا ہے کس قدر آپ کی قوت کشفی کی دلیل ہے۔ مکان خاص طور پر بنے ہوتے ہیں۔ ان میں خاص طور پر نہایت دھیمی روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے۔ پھر روح کو بلانے والے ہوتے ہیں۔ جو بسا اوقات خود ہی اس اندھیرے میں آ کر اس روح کے رنگ میں متمثل ہو جاتے ہیں۔ اور دو چار باتیں کر کے غائب ہو جاتے ہیں۔ اور بعض وقت دیکھنے والا اپنی قلبی کمزوری سے ان تمام حالات سے جو ملاقات روح کے وقت پیدا کئے جاتے ہیں۔ اس قدر متاثر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے ملک میں بہت لوگ فرضی بھوتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ بہرحال خواہ اس سپریچولزم کے نیچے کچھ حقیقت ہے اور زیادہ نہیں۔ مخبر صادق نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دجال کی ان کاروائیوں یا شعبدہ بازیوں کا نقشہ بھی کھینچ دیا تھا۔

دجال کی پشت پر یہودیوں کی طاقت

نبی کریم صلعم کی دجال کے متعلق یہ پیشگوئی نہایت ہی زبردست شہادت ہے۔ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح آنے والے واقعات کو تفصیلاً دکھا دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ آپ نے دجال کا مقام تو گرجا گھر بتایا۔ اور قرآن کریم نے اس کا پتہ کھلے الفاظ میں بتایا وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً۔ ان لوگوں کو ڈرانے کے لئے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ اور یہودیوں کو جو عداوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی اس کا نقشہ بھی کھول کھول کر کھینچا یہاں تک کہ ان کی مقدس والدہ پر جو اتہامات لگائے گئے تھے ان کا ذکر بھی کیا۔ وقولہم علیٰ مریم بہتاناً عظیماً۔ واقعی یہود کی حضرت عیسیٰ کے ساتھ عداوت اشد ترین عداوت تھی جو کسی قوم کو کسی شخص کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ والقینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ۔ یہود ہمارے نبی کریم صلعم کے زمانہ میں اور اس سے پیشتر عیسائیوں کے ہاتھ سے دکھ اٹھا رہے تھے اور اٹھا چکے تھے۔ اور اس کے بعد آج تک بھی۔ بلکہ یوں کہو کہ جب تک خروج دجال نہیں ہوا یہودی ان کے مظالم کا تختہ مشق بنے رہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں معہ سبعون الف یہودی اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔ اکثر من یتبعہ الیہود اس کے اکثر اتباع یہودیوں سے ہوں گے۔ یخرج الدجال عدو اللہ ومعہ جنود من الیہود۔ اللہ کا دشمن دجال خروج کرے گا اور اس کے ساتھ یہودیوں کے لشکر ہوں گے۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی کریم صلعم کے ارشادات میں یہ کہیں نہیں کہ دجال خود یہودی ہوگا۔ بلکہ صراحت سے عیسائی اقوام کو دجال قرار دیا ہے۔ اور ساتھ ہی قرآن کریم نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ عیسائیت ہمیشہ یہودیت پر غالب رہے گی۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ جہاں حضرت عیسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ میں قیامت تک تیرے پیروؤں کو یعنی عیسائیوں کو تیرے منکروں یعنی یہودیوں پر غالب رکھوں گا۔ گویا آج یہ حقیقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور عجیب ترین واقعات میں سے ہے کہ عیسائی حکومتیں یہودیوں کے بل بوتے پر چل رہی ہیں۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کے وزراء یہودیوں کے اشاروں پر ناچتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ یہودیوں کے ہاتھ میں روپیہ ہے۔ اور وہ روپے سے حکومتوں کو امداد دیتے ہیں۔ خود انگریزی حکومت اپنی ساری عظمت و اقتدار کے باوجود یہودیوں کو اٹھا کر مسلمانوں کو علاقہ فلسطین میں تباہ کر رہی ہے۔ وہاں مسلمان مفلس ہو گئے ہیں۔ زمین ان کے ہاتھوں سے نکل کر یہودیوں کے قبضہ میں جا رہی ہے اور یہودی وہاں آ کر آباد ہو رہے ہیں سبعون الف (ستر ہزار) یہودی سے مراد کثرت ہے اور یہ مسلم ہے کہ عربی میں سات اور ستر کے الفاظ عدد کامل کے لئے ہیں۔ اگر کسی کو یہ خبر نہ بھی ہو کہ اندر وہاں اندر یہودی کس قدر انگریزی حکومت اور یورپ کی دیگر حکومتوں کی پشت پناہ بنے ہوئے ہیں۔ تو انگریزی حکومت کا فلسطین میں لا کر ان کو آباد کرنا اس پیشگوئی کی صداقت کو آفتاب نصف النہار کی طرح دکھا رہا ہے مگر یہود اور یورپ کی ملی ہوئی طاقت سے کسی مسلمان کے دل میں خوف پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر اسے یہ علم ہو کہ ان سب باتوں کی خبر اور اس کے ساتھ ہی اسلام کے آخری غلبہ کی خبر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تیرہ سو سال پہلے دے چکے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۴)

امریکہ میں ہر سال ۱۲ ہزار قتل عمد ہوتے ہیں۔ ایک لاکھ وارداتیں رہزنی کی ہوتی ہیں۔ اور ۵ لاکھ نقب زنی کی۔ (لیڈر ۱۷ جولائی ۱۹۴۱ء) مہذب قوموں کی مہذب قومی و اجتماعی معروفیتوں کی جھلک آپ نے دیکھ لی؟

جرمنی اور امریکہ مہذب قوموں کی سرتاج ہیں۔ یہ ہیں نتائج ان کے سارے دعوئے تہذیب و شائستگی کے۔ ان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے۔ ان کی سائنس اور ان کے آرٹ کے۔ ان کی یونیورسٹیوں اور ان کی اکاڈمیوں کے۔ اور یہ ہیں گرفتاریاں ان کی تنزلی اور معاشرتی آزادیوں کی۔ اکبر مرحوم نے مدت ہوئی اسی منظر کو دیکھ لیا تھا۔

اکثر میں ہے جمالیت وانوں مغربی آزادیوں کی قید میں روح تنگ ہے بہتیرا ہم نے غور کیا دل کی خبر نہیں ہے کہ وہ کس مرض میں ہے مگر ہے اس طرف رہ دھر بہتی ہے اس کمت ناچ ہے تو ادھر خودکشی بھی ہے

(مبیچ)

جنگ کی ضرورت

شراب کی دکانوں کی طرح قحبہ خانے بھی قومی اخلاق کی رگ جاں کاٹ رہے ہیں۔ ہزاروں نوجوانوں کی زندگیاں ان ابلیسی مکانوں کی بدولت کچھ اس طرح بگڑ چکی ہیں اور بگڑ رہی ہیں کہ اطبا کے مطب اور دوا فروشوں کے نشتران مداوا کرتے کرتے تھک گئے۔ مگر وہ نہ سنبھلنا تھی نہ سنبھلیں اور نہ سنبھلنے کا نام لیتی ہیں۔ اگر کوئی ان نقصانات کو تفصیل کے ساتھ گنوانے لگے۔ جو ان کی بدولت قوم کی اجتماعی زندگی کو برداشت کرنے پڑ رہے ہیں تو ایک دفتر ہو جائے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ بکثرت نوعمروں کا تعلیمی زمانہ ان کے ہاتھوں برباد گیا۔ بہت سے اقتصادی مشکلات میں عمر بھر کے لئے مبتلا ہو گئے۔ بہت سوں کی عمریں امراض جسمانی کی خاطرداریوں میں بسر ہو گئیں۔ اکثروں نے ایجادی قوتیں کھو دیں۔ اکثر کسب معاش کی صلاحیت تک سے محروم ہو گئے۔ اور گداگری کی ذلیل اور بعض اوقات دردپرورحیات اور قبل از وقت گمنامی و ذلت کی موت کے سوا کچھ بھی ان کے ہاتھ نہ آیا۔ ع

عاقبت کی خبر خدا جانے

جماعت افراد ہی پر تو مشتمل ہے۔ افراد بگڑے۔ جماعت بگڑی۔ افراد میں جب دماغی اور جسمانی صلاحیت نہ رہی۔ افراد جب ابتدا ہی سے دیانت و امانت سے محروم ہو گئے۔ اور ان مذموم عادتوں کی خاطر انہوں نے ابتدا ہی سے اپنی فطرت کو اخلاق رذیلہ کا مسکن بنا لیا۔ ماؤں کے پاندانوں اور باپوں کی جیبوں پر چھاپے مارنے لگے۔ جھوٹ انہوں نے بے تکلف بولنا شروع کر دیا۔ ریاکاری کی ہزار ہزار وضع سے مشقیں شروع کر دیں۔ جسمانی قویٰ سے وہ ہاتھ دھو بیٹھے۔ ذہن اور فکر رسا کا انہوں نے دیوالہ نکال دیا۔ ارادہ و ہمت اور ان کے درمیان ہمیشہ کے لئے علیحدگی قائم ہو گئی۔ علم وہ نہ سیکھ سکے فن وہ نہ حاصل کر سکے۔ مفلس و قلاش ہو گئے۔ تو کوئی بتائے کہ کس طرح جماعت یا قوم کا کوئی اچھا مزاج پیدا ہو سکتا ہے؟

ہندوستان کی بدیسی حکومت نے شراب خانوں کے ساتھ چکلوں کی بھی شخصی آزادی کے نام سے خوب حوصلہ افزائی کی تھی۔ اور قانون و عمل اقتدار اعلیٰ کے تتبع نے ان لعنتوں سے ریاستوں کو معمورات تخریبات بنا دیا تھا۔ مگر جب سے ہندوستان کی مرکزی حکومت اور صوبجات کو مجالس قانونی اور انتخابی بلدیئے مل گئے ہیں۔ ہندوستان کی سعید روحوں نے ان بربادی کے سرچشموں کو بند کرنے کی کچھ کوششیں شروع کر دی ہیں۔ اگرچہ وہ بہت کمزور ہیں۔ شراب خانوں کے خلاف تو سارے ہندوستان میں بڑی زبردست مہمیں کانگرس ہی نے جاری کر رکھی ہیں۔ مگر ان چکلوں کے خلاف بھی کچھ عرصہ سے کامیاب و ناکام آوازیں مختلف صوبجات سے اٹھنے لگی ہیں۔ چنانچہ صوبجات مدراس و بمبئی اس راستہ میں سب سے آگے رہے۔ اور اب کلکتہ نے بھی اس کاروان رہ صدق و صفا میں شریک ہونے کا ارادہ کر لیا۔

خبر آئی ہے کہ کلکتہ وجی لنس ایسوسیشن" کی قانونی ذیلی مجلس کے ایک رکن نے بڑی احتیاط کے ساتھ "ہندوستان، برما اور سیلون کے دیگر اقطاع کے مطالعہ کے بعد" ایک مسودہ مرتب کیا ہے جس کو "مسٹر جے' بن باسو آئندہ بنگال کی میقات مجلس قانون میں پیش کریں گے۔ بشرطیکہ اس اثنا میں حکومت ہند کی اجازت جس کے لئے وہ بھیجا گیا ہے حاصل ہو جائے" اس خبر میں یہ توقع ظاہر کی گئی ہے کہ یہی کلکتہ بل" آگے چل کر" آل انڈیا بل" کی اساس بن جائے گا۔ اس مسودہ کا مقصد یہ ہے کہ شہر کلکتہ کی اخلاقی فضا کو ترقی دی جائے۔ اور اس کا ماخذ وہ واقعات ہیں جنہیں مس ملی شنسٹ شیرڈ لندن کی مجلس حفظان اخلاق و اجتماع کی نمائندہ ہند نے جمع کیا ہے۔ اس مسودہ کی دفعات مختصراً حسب ذیل بتائی گئی ہیں۔

(۱) قحبہ خانوں کو ناجائز قرار دیا جائے۔ اور چکلہ داروں، مینجروں یا مالکوں یا ان مکانداروں کو سزائیں دی جائیں۔ جو جان بوجھ کر اپنے مکان عصمت فروشی کے لئے کرائے پر دیتے ہیں۔

(۲) ۱۶ برس سے زیادہ عمر کے ان اشخاص کو سزا دی جائے جو جان بوجھ کر کسی دوسرے کی عصمت فروشی پر گزارہ کرتے ہیں۔

(۳) عام مقامات کو ایسے اعمال سے جو کاروبار حیا فروشی پر مشتمل ہوں بچایا جائے۔ جرم کی تعریف بھی اس مسودے میں کر دی گئی ہے۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ ریاستوں میں یہ بلائیں ہندوستان کی انگریزی عملداری کی ناروا حریت نوازیوں ہی کی بدولت فردی و جماعتی مزاج کو ناقابل زندگی بنا چکی ہیں۔ اور بنا رہی ہیں۔ اب جبکہ خود ہندوستان کے مختلف حصوں میں ان کے خلاف قانون بن رہے ہیں۔ کیوں ہمارے ہاں بھی کم از کم ان کی پیروی نہیں کی جاتی۔ اگرچہ ہمارے ایقان میں اس خرابی کی پوری پوری اصلاح محض زنا کو قانونی جرم قرار دے کر ہی کیجا سکتی ہے۔ (ماخوذ)

نامہ نگاران

پیغام صلح کے نامہ نگاروں کی خدمت میں مودبانہ درخواست ہے کہ وہ مضمون لکھتے وقت کاغذ کے ایک طرف مضمون لکھا کریں اور دوسری طرف خالی چھوڑ دیا کریں (مدیر)

محشرستانِ کشمیر

— چند روز ہوئے "کشمیر فنڈ کمیٹی" کے وفد نے لاہور کے مختلف اسلامی محلوں سے دو تین گھنٹہ میں چندہ کی ایک معقول رقم فراہم کر لی ہے۔

— سرینگر ۱۲ اگست۔ کل کچھ مسلمان مرد اور عورتیں شہدائے کشمیر کی قبروں پر جمع ہوئے۔ پولیس نے اس پرامن مجمع پر پانی برسانا شروع کر دیا جس سے وہ بیکس چپ چاپ منتشر ہو گئے۔

— جموں کے مسلمان یوم کشمیر کے سلسلہ میں جلسہ کرنا چاہتے تھے لیکن گورنر جموں نے دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ جس کی رو سے چار یا چار سے زیادہ اشخاص کو کسی پبلک جگہ جمع ہونے کی ممانعت کر دی، یہ بھی حکم دیا گیا کہ ۱۱ بجے رات کے بعد کوئی شخص باہر نہ نکلے کسی قسم کی منادی نہ کی جائے۔ کوئی پوسٹر مطبوعہ یا غیر مطبوعہ کسی جگہ چسپاں یا آویزاں نہ کیا جائے۔ ہڑتال یا ہڑتال کرانے کی تحریک بھی نہ کی جائے۔ کسی قسم کا قابل اعتراض لٹریچر نہ لوگوں میں تقسیم کیا جائے نہ پاس رکھا جائے۔

— ۱۳ اگست کی شب کو مسلم ہال تمام مساجد کے سامنے فوج اور پولیس متعین کر دی۔ لیکن صبح ہی مسلمان جوق در جوق مسلم ہال کی طرف روانہ ہوئے۔ وحشی ڈوگرہ سپاہیوں نے ان پرامن لوگوں پر حملہ کر دیا۔ معصوم بچوں اور بوڑھوں تک کو نیزوں کی انی سے چھید ڈالا۔ جس سے بے شمار لوگ زخمی ہوئے جن میں کئی ایک کی حالت خطرناک ہے۔ ایک معصوم بچہ شہید ہو گیا۔

— جموں میں مسلمان بچوں کی جو پرامن جلوس نکل رہے تھے ان کو بند کرنے کے لئے بھی پولیس نے شرمناک مظالم کئے۔ جس سے بعض معصوم بچے زخمی ہوئے۔

— جموں کی پولیس کے تمام سپاہیوں کو بیرونجات میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ سکھوں کی نئی پولیس بھرتی ہونی شروع ہو گئی ہے۔ ایک سو سکھ جوان بھرتی کئے جا چکے ہیں۔ اس نئی پولیس میں مسلمانوں کو بھرتی کرنے کی سخت ممانعت کر دی گئی ہے۔

— سوچیت گڑھ ریاست جموں کی سرحد پر ایک ریلوے اسٹیشن ہے۔ یہ جگہ آج کل حکومت جموں کی سرگرمیوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ سڑک کے دونوں طرف ایک ایک میل کے فاصلہ تک خاردار تار لگا دیا گیا ہے۔ پانچ سو سپاہی متعین ہیں متعدد توپیں بھی لگا دی گئی ہیں۔ تاکہ اگر باہر سے کوئی جتھہ حدود ریاست میں داخل ہو تو اس کا مقابلہ کیا جا سکے۔

— ۱۴ اگست کو لاہور میں یوم کشمیر نہایت شاندار طریق پر منایا گیا۔ شام کے چھ بجے کے قریب بیرون دہلی دروازہ سے ایک عظیم الشان جلوس نکلا جس میں شہر کے مسلم معززین، رؤسا، علما اور میونسپل کمشنر اور تقریباً ۲۰ کورس شامل تھیں۔ یہ جلوس شہر کے مختلف حصوں کا گشت لگا کر ۹ بجے کے قریب موچی دروازہ میں ختم ہوا۔ موچی دروازہ میں شہدائے کشمیر کا رقت انگیز ماتم کیا گیا۔ اس کے بعد ایک عظیم الشان جلسہ بصدارت علامہ سر محمد اقبال منعقد ہوا۔ جس میں سربرآوردہ اصحاب نے تقریریں کیں۔ اور مظلوم کشمیری مسلمانوں اور ظالم حکومت کشمیر کے متعلق اتفاق رائے سے قرار دادیں منظور کی گئیں۔

— کشمیر کے ایک بہتان طراز جرنلسٹ مہاشہ گواشہ لال نے وہاں کے نام نہاد تحقیقاتی کمیشن کے سامنے شہادت دیتے ہوئے کہا تھا۔ کہ ایک موقع پر لاہور میں میرے سامنے علامہ حضرت اقبال نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو ریاست میں اس قدر بے چینی اور شورش پیدا کر لی چاہئے کہ بغاوت ہو جائے۔ اس بہتان طرازی میں کوئی صداقت نہیں۔ علامہ ممدوح نے صرف اس قدر فرمایا تھا کہ کشمیری پنڈتوں اور مسلمانوں کو باہمی اتحاد کر کے اپنے حقوق کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اس واقعہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہندو پریس اور ہندو اخبار نویس کس قدر قابل نفرت حرکات کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

— ہندو اخبارات میں شائع ہوا کہ گزشتہ دنوں جن مسلمان لیڈروں کو حکومت کشمیر نے رہا کیا تھا۔ انہوں نے حکومت مذکور سے معافی مانگی تھی دربار کشمیر کی طرف سے اس بہتان کی باقاعدہ تردید ہو گئی ہے۔ ہندو اخبارات کو شرم کرنی چاہئے۔

— ۱۸ اگست کو تین بجے دوپہر مجلس احرار اسلام پنجاب کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں اس مجلس نے کشمیر کے ایجی ٹیشن کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اپنا لائحہ عمل مرتب کیا۔ اور اعلان کیا کہ مذکورہ ایجی ٹیشن نہ فرقہ وارانہ ہے اس کو ہندو مسلم مسئلہ بیان کرنا غلطی ہے اور نہ مسلمان کشمیر میں انگریزوں کی مداخلت چاہتے ہیں۔ ہندو اخبارات کی روش کی بھی مذمت کی گئی۔

— اس مجلس نے ۱۹ اگست سے ۲۵ اگست کا ہفتہ "ہفتہ کشمیر" مقرر کیا۔ جسے ہندوستان بھر میں منایا جائے گا۔ تمام دیہات، قصبات اور شہروں میں متواتر جلسے کئے جائیں گے۔ رضا کار بھرتی کئے جائیں گے۔ ۲۱ کا جمعہ یوم دعا کے طور پر منایا جائے گا۔ ہفتہ کشمیر کے بعد ہی ایک تحقیقاتی کمیٹی سرینگر روانہ ہو جائیگی۔ اگر حکومت کشمیر نے ارکان کمیٹی کو گرفتار کر لیا یا ریاست میں داخل نہ ہونے دیا گیا تو فوراً سول نافرمانی کی مہم شروع کر دی جائے گی۔

— ۱۴ اگست کو یوم کشمیر پر ہندوستان کے طول و عرض میں شاندار و ہنگامہ خیز جلسے ہوئے۔ تادم تحریر مندرجہ مقامات سے روئدادیں موصول ہو چکی ہیں۔ جو جگہ کی قلت کی وجہ سے درج نہیں کی جا سکتیں صرف مقامات کے نام دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے

لاہور۔ جہلم۔ گوجرانوالہ۔ چنیوٹ۔ پانی پت۔ آگرہ۔ سیالکوٹ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ اروڑ۔ گجرات۔ مظفر گڑھ۔ دہلی۔ کلکتہ۔ مسوری۔ کالی کٹ۔ شور کوٹ۔ کانپور۔ اجمیر۔ دیوبند۔ جڑانوالہ۔ ہوشیارپور۔ الہ آباد۔ جھنگ گھیانہ۔ الہ۔ بہار۔ ڈیرہ دون۔ سلانوالی۔ مراد آباد۔ کاہنہ دان۔ اننت پور۔ شاہ آباد۔ چارسدہ۔

— سرینگر ۱۵ اگست۔ آج مولانا عبدالقدیر صاحب کے مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ عدالت نے مولانا کو زیر دفعات ۱۲۴ الف و ۱۵۳ الف تعزیرات ہند مجرم قرار دے کر پانچ سال قید بامشقت کی سزا دی ہے۔

پیغام صلح۔ یہ وہی مولانا عبدالقدیر صاحب ہیں جن کے مقدمہ کی سماعت کے سلسلہ میں جیل کے سامنے مسلمانوں پر قیامت برپا کی گئی تھی۔

خبریں

—— کلکتہ ۱۳ اگست - کلکتہ کارپوریشن نے ۸ جولائی کو کرنل سمپسن کے قاتل دنیش چندر گپتا کی پھانسی پر اظہار افسوس کی قرارداد منظور کی تھی - مسٹر ایچ اے سیوک نے ایک قرارداد کے ذریعے سے سابقہ قرارداد تعزیت کو ریکارڈ سے نکال دینے کی تحریک پیش کی ہے - لیکن کارپوریشن نے آج شام مسٹر سیوک کی قرارداد پر بحث و تمحیص کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔

—— رنگون ۱۳ اگست - بغاوت برما کے تباہ کن اثرات سے متاثر ہو کر بدھ مت کے بھکشوؤں اور سیاداؤں نے قیام امن کے لئے ایک مشن قائم کیا ہے - جو مختلف مقامات پر دورہ کر رہا ہے - ہر جگہ اس کا خیر مقدم کیا جاتا ہے - امید ہے کہ اس مشن کی مساعی سے حالات بہ اصلاح ہو جائیں گے۔

—— رنگون ۱۳ اگست - باغی سرغنہ سیاسن عرف بوتیانا کو جسے ریاستہائے شان میں گرفتار کیا گیا تھا تھاراوادی لایا گیا جہاں سے چہارشنبہ کو سپیشل ٹریبونل میں اس کے خلاف مقدمہ پیش ہوگا۔

—— پٹنہ ۱۲ اگست - ایوان تجارت بہار و اڑیسہ نے ہز ایکسلنسی گورنر برما کو تار بھیجا ہے جس میں پیگو اور ٹونگو کے اضلاع میں ہندوستانیوں کے جان و مال کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے اور مسلح پولیس کی ضرورت جتائی گئی ہے۔

—— ڈھاکہ ۱۲ اگست - آج بعد دوپہر سر سٹینلے جیکسن نے اپنے دربار میں سالگرہ کے خطاب یافتوں کو مخاطب کر کے صوبہ کی سیاسی اور اقتصادی صورت حالات پر بالعموم اور مشرقی بنگال کی حالت پر بالخصوص تبصرہ کیا - دوران تبصرہ میں ہز ایکسلنسی نے سول نافرمانی کی تحریک کا خاص طور پر ذکر کیا اور کہا کہ موجودہ مشکل کا تسلی بخش حل نکالنے کے لئے حکومت اور عوام کو اپنی ریزرو طاقت کا مظاہرہ دکھانا چاہئے۔

—— لندن ۱۲ اگست - لیبر گورنمنٹ کو آئندہ سال کے میزانیہ کے متعلق سخت مشکلات درپیش ہیں - نقصان کا اندازہ ۱۲ کروڑ پونڈ سے کم نہیں ہے - کابینہ وزارت شدید تخفیف کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے - اس کے ساتھ ہی یہ تجویز بھی درپیش ہے کہ محصولات میں پچیس فیصدی اضافہ کر دیا جائے حکومت نے جو مجلس تخفیف مقرر کی تھی اس نے سفارش کی ہے کہ معاشری اور بعض دوسرے محکمہ جات مثلاً قومی حفظان صحت اور بیروزگاری کے بیمے کے شعبے سرے سے اڑا دیئے جائیں - قدامت پسند پارٹی ان تجاویز سے متفق ہے - لیکن لبرل پارٹی غالباً شدید مخالفت کرے گی۔

—— میسور ۱۳ اگست - آج جب سر مرزا محمد اسمعیل گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن روانہ ہوئے - تو ریاست کے جلیل القدر عہدیدار اور کانگریسیوں کی ساری جماعت الوداع کہنے کے لئے جمع ہو گئی۔

—— سرینگر ۱۳ اگست - کل کچھ مسلمان مرد اور عورتیں شہدائے کشمیر کی قبروں پر جمع ہوئے - جو نا دحا ضرہ کے دوران میں شہید ہوئے تھے - لیکن پولیس نے ان پر سے پانی برسا نا شروع کر دیا جس سے وہ بے کس جیب چاپ منتشر ہو گئے۔

—— پشاور ۱۴ اگست - اس وقت تیراہ کے آفریدیوں کے ساتھ مصالحانہ تصفیہ کی ہمیشہ سے زیادہ خوشگوار امید پیدا ہو گئی ہے - اب صرف عزت کا مسئلہ درمیان میں حائل ہے اور اسی وجہ سے وہ لیت و لعل میں ہیں - معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ستمبر سے پہلے پہلے آفریدی حکومت کی دو تین شرائط کو باقاعدہ طور پر منظور کر لیں گے - جو مراعات انہیں پہلے حاصل تھیں ان میں کسی قسم کی تنسیخ نہیں کی جائے گی - اور انہیں حسب سابق ہندوستان میں آزادانہ آمد و رفت کرنے کی اجازت ہوگی - وہ محدود علاقہ جس میں حال میں متعدد فوجی چوکیاں تعمیر کی گئی ہیں - ان میں خرچ یا سرحدی پولیس کے آدمی بدستور رکھے جائیں گے تاکہ اس بات کا اطمینان رہے - کہ آفریدی معاہدہ کی شرائط کا احترام کرتے ہیں - اپنے وعدے کے پابند ہیں - اور سال گزشتہ کے افسوسناک واقعات کا اعادہ نہ ہونے پائے۔

—— کانپور ۱۳ اگست - مسٹر ایم - این رائے کے مقدمہ کی پیروی کے لئے یہاں ایک کمیٹی قائم کی گئی ہے جس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو ہیں - مسٹر رائے کو بمبئی میں گرفتار کیا گیا تھا - ان کے مقدمہ کی سماعت ۱۸ اگست کو شروع ہوگی - مسٹر ایس سرینواس آئینگر (مدراس) سے استدعا کی گئی ہے - کہ صفائی کے وکیلوں میں شامل ہوں - مسٹر آصف علی (دہلی) بھی وکلائے صفائی میں شامل ہیں۔

—— لندن ۱۱ اگست - ریگا کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ سوویٹ حکومت کو اپنے ایجنٹوں کی طرف سے دو مفصل رپورٹیں موصول ہوئی ہیں - جن میں بیان کیا گیا ہے - کہ برطانیہ کا مشہور جاسوس کرنل لارنس جمہوریہ تاجکستان میں بغاوت پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے - اور قبائل کو اکسا رہا ہے - کہ بخارا کو بولشویکوں سے آزاد کرا لیں - وہی اہل بخارا کی مالی امداد بھی کر رہا ہے۔

—— بارسلونا ۱۳ اگست - وزارت کیٹلونیا نے فیصلہ کیا ہے کہ حکومت کی امداد سے ایک بنک قائم کیا جائے - کرنل میسیا صدر اعظم آج میڈرڈ جا رہے ہیں - تاکہ جمہوری حکومت کیٹلونیا کا دستور اساسی پیش کریں۔

—— لاہور ۱۳ اگست - احسان الٰہی نے جو ایکٹ ۱۸۱۸ء کے ماتحت بورسٹل جیل میں نظر بند ہیں - بھاگ رام کے ساتھ ہمدردی کرنے کے لئے کل سے بھوک ہڑتال کر دی ہے جس سے اس کا وزن گھٹ گیا ہے۔

—— یہ خبر دلی رنج اور بہت افسوس کے ساتھ لکھی جاتی ہے کہ خان بہادر اشفاق حسن خان صاحب ممبر اسٹیٹ کونسل ریاست سوائی جے پور نے ۷ اگست کو مرض نمونیہ میں مبتلا رہ کر انتقال فرمایا - مرحوم بڑے قابل اور جفاکش افسر اور صیغۂ مال کے انچارج تھے - جس کا انتظام آپ بڑی خوش اسلوبی سے کر رہے تھے - ہز ہائینس مہاراجہ مان سنگھ والی ریاست جے پور مرحوم کے حسن انتظام سے بہت خوش تھے - اور امید کی جاتی تھی کہ مرحوم عنقریب وزیر اعظم کے عہدہ پر مامور ہو جائیں گے - لیکن ملک الموت نے مہلت نہ دی - اور احباب کے ارمان دل کے دل ہی میں رہ گئے۔

—— لندن ۱۵ اگست - لندن کو روانگی سے پیشتر مولانا شوکت علی نے حسب ذیل بیان شائع کیا ہے:-

"میں آج ہندوستان سے اپنے دل میں امید، عقیدت، جرأت اور دلیری لے کر روانہ ہوتا ہوں - میں باعزت صلح کے لئے جا رہا ہوں - اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھوں گا۔

—— امرتسر ۱۶ اگست - آج صبح گورنر پنجاب امرتسر تشریف لائے اور متعدد غیر سرکاری اور سرکاری اصحاب سے ملاقات کرنے کے بعد شام کو موٹر کے ذریعے لاہور روانہ ہو گئے۔

—— سرینگر ۱۴ اگست - رسول کے نامہ نگار شملہ کا بیان ہے کہ حکام کشمیر موجودہ صورت حالات کے متعلق اپنا نقطۂ نگاہ واضح کرنے کے لئے ایک وفد شملے بھیجنے والے ہیں - بے بنیاد ہے۔

—— کانپور ۱۶ اگست :- وائسرائے کی کانپور میں آمد کے سلسلے میں مقامی پولیس نے ایک انقلابی سازش کا سراغ لگا لیا چنانچہ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے شہر کے نزدیک پل پر ایک موٹر کار پکڑی جس میں بم کے گولے اور آتشگیر مادہ پڑا ہوا تھا۔ مہیشر لال اواستی نام ایک بدنام انقلابی اور اس کے تین رفقا گرفتار کر لئے گئے - اہم انکشافات کی توقع ہے۔

—— احمد آباد ۱۶ اگست - آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا دفتر آج سے یہاں کھل گیا - دونوں سکرٹری یعنی مسٹر جیرام داس دولت رام اور مسٹر راجاراؤ پہنچ گئے ہیں۔

—— اجمیر ۱۵ اگست - محمد یوسف خان سکرٹری جمعیت تبلیغ اجمیر برقی پیغام کے ذریعے سے مطلع فرماتے ہیں کہ مسلمانان اجمیر کا ایک عظیم الشان جلسہ درگاہ شریف میں مولانا امجد علی کی صدارت میں منعقد ہوا - متعدد اکابر شریک جلسہ تھے - ایک قرارداد میں ریاست جے پور علاقہ سیکر میں ایک قصبہ رام گڑھ کے ہندوؤں کی غیر منصفانہ اور غیر معقول روش کے خلاف احتجاج کیا گیا جو انہوں نے قصبہ کی ایک مسجد اور قبرستان کے بارے میں اختیار کی ہز ہائنس سے درخواست کی گئی ہے - کہ وہ اپنی پرامن اور وفادار مسلم رعایا کے حقوق کی نگہداشت کریں۔

—— سرینگر ۱۵ اگست - آج تین بجے بعد دوپہر دس مسلم نمائندوں کا ایک وفد گلاب باغ کے اندر مہاراجہ کشمیر کے روبرو پیش ہوا - وفد نے اپنی شکایات کی ایک طویل فہرست پیش کی - اس وقت مہاراجہ صاحب کے پاس وزیر اعظم، ہوم منسٹر - سر ظفر علی سکریٹری نواب خسرو جنگ - گورنر کشمیر - رائے زادہ ترلوک چند اور شیخ عزیز الدین ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس بھی موجود تھے - درخواست وفد کے رکن خواجہ سعد الدین شال نے پڑھ کر سنائی - جواب میں مہاراجہ صاحب نے کہا کہ چونکہ حسب دستور درخواست کی نقل پہلے نہیں بھیجی گئی - اس لئے جواب دینے میں کم از کم چار پانچ روز صرف ہوں گے۔

—— امرتسر ۱۵ اگست - امرتسر میں کچھ عرصہ سے چھوٹے بچے گم ہو رہے ہیں - پچھلے دنوں ایک لڑکا گم ہو گیا - اس کے والدین نے انعام مشتہر کیا - وہ لڑکا مل گیا - معلوم ہوتا ہے یہ کارروائی کرنے والا کوئی منظم گروہ ہے - ایک دن ایک شخص دروازہ لوہگڑھ کے باہر حجامت بنوا رہا تھا - اس کی گیارہ سالہ لڑکی اس کے پیچھے کھڑی تھی - کہ ایک شخص اجاگر سنگھ عرف پورن اسے اٹھا کر لے گیا - پتہ لگنے پر تعاقب کیا گیا - ملزم گرفتار ہوا - خان عزیز الدین احمد مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۳۶۳ نابالغ لڑکی کے اغوا کے الزام میں اسے مجرم قرار دے کر چار سال قید سخت کی سزا دی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضمیمہ پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۹

ہمارا نظامِ جماعت

احباب احمدیہ کی خدمت میں چند ضروری گزارشات

(۱)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کو قائم ہوئے آج کم وبیش نصف صدی کا عرصہ گزرتا ہے ۔ اس طویل مدت میں زمانہ کے جو جو انقلابات ہم پر آئے جن جن خطرناک حالات وواقعات میں سے ہمیں گزرنا پڑا اس سے جماعت کا ہر فرد بخوبی واقف ہے ۔

مسیح موعود کے زمانے کے واقعات

حضرت مسیح موعود کی زندگی میں جبکہ یہ جماعت ایک ننھے سے پودے کی شکل رکھتی تھی ۔ کس قدر زبردست طوفان اور خطرناک مخالفتوں کا اسے مقابلہ کرنا پڑا ۔ کفر کے فتوے مقدمات عزیزوں اور رشتہ داروں کی طرف سے مقاطعہ ۔ مساجد سے نکالا جانا ۔ سربازار دشنام طرازی اور تمسخر واستہزا ۔ اینٹوں اور پتھروں کی بارش ۔ غرض کیا کیا ستم ہیں جو اس وقت اس جماعت کے ان چند افراد پر نہ توڑے جاتے تھے جو مسیح موعود کے حلقہ بگوش ہونے کا فخر حاصل کر چکے تھے ۔ مسلمان اکیلے ہی نہیں بلکہ آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ مل کر اس جماعت کی تباہی وبربادی میں دن رات کوشاں تھے اور اس بارہ میں کسی قسم کے ناجائز ذرائع استعمال کرنے سے بھی انہیں دریغ نہ تھا ۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے مولویوں نے عدالتوں کے اندر جاکر علانیہ جھوٹ بولا ۔ اور جھوٹ بولنے کو مذہبا جائز اور عین اتقا قرار دیا ۔ عیسائیوں کے ساتھ مل کر قتل کے مقدمات انہوں نے بنائے ۔ آریوں کے ساتھ مل کر لیکھرام کا قاتل قادیان میں تلاش کرنے کی انہوں نے کوشش کی ، غرض ہر ممکن سعی جو اس سلسلہ کی تباہی وبربادی کے لئے وہ کر سکتے تھے ۔ اس سے دریغ نہ کیا گیا اور اس بات کی قطعی پروا نہ کی ، کہ ان کی یہ دشمنی اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے لئے کس قدر نقصان کا موجب ہوگی ۔

ظاہر بینوں کے خیالات

ان خطرناک حالات وواقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کون کہہ سکتا تھا کہ یہ جماعت کچھ زیادہ مدت تک زندہ رہیگی کس کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ یہی پودا کسی وقت ایک تنومند اور ثمردار درخت بن کر دنیا میں عزت وعظمت کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا ۔ دنیا کے عقلمند اس کی تباہی کے خواب دیکھ رہے تھے ۔ اور ہر وقت اس کے مٹنے کا خیال ان کے دامنگیر تھا ۔ لیکن نہیں خدا کا وہ برگزیدہ جس نے واصنع الفلک باعیننا ووحینا کے حکم کے ماتحت اس کشتی کو تیار کیا تھا ۔ وہ ایسے خطرناک حالات کے ہوتے ہوئے بھی یہ دیکھ رہا تھا کہ آخر کار یہی کشتی اس منجدھار سے نکل کر مسلمانوں کی رستگاری کا موجب ہوگی ۔

جماعت کی اندرونی حالت مسیح موعود کے زمانہ میں

اس وقت اس مامور کی زندگی میں جماعت کی اندرونی حالت اس کے اخلاق واعمال ، اس کے باہمی تعلقات اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی نگہداشت کس درجہ پر تھی اس کا حال ان لوگوں سے معلوم ہو سکتا ہے ۔ جنھوں نے مسیح موعود کے زمانہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ خدا کے مامور نے ان لوگوں کے اندر ایک قوت قدسی پیدا کر دی تھی ۔ جس نے ان کے رشتہ اخوت کو اس قدر مضبوط کر دیا کہ اس کی نظیر آج ڈھونڈے سے نہیں ملتی ۔ مخالفین پر ان کا ایک رعب طاری تھا ۔ اور باوجود قلیل ہونے کے وہ تمام دنیا پر بھاری تھے ۔

دوسری قدرت

اس کے بعد وہ زمانہ آیا جب خدا کا مامور اس دنیا سے اٹھ گیا لوگوں نے سمجھا کہ بس اب اس سلسلہ کا خاتمہ ہے ۔ لیکن خدا نے اس وقت ایک دوسری قدرت دکھائی ۔ اور اس سلسلہ کی باگ اس شخص کے ہاتھ میں دیدی جس کا ہر نفس مسیح موعود کی نبض کے ساتھ ساتھ چلتا تھا ۔ خدا نے اس زمانہ میں اس جماعت کو ایسی ایسی شاندار کامیابیاں دکھائیں جنھوں نے دشمنوں کی امیدوں کو خاک میں ملا دیا ۔ اور وہ ناکام اور خائب وخاسر ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے ۔

ایک خطرناک طوفان

لیکن زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ایک نہایت خطرناک طوفان کا مقابلہ اس جماعت کو کرنا پڑا ۔ بیرونی دشمن ہر طرف سے ناکام ہو کر آخر کار بیٹھنے ہی کو تھا بلکہ عملاً بیٹھ چکا تھا کہ ایک ایسا فتنہ خود جماعت کے اندر سے کھڑا ہو گیا ۔ جس نے اس سلسلہ کی بنیادوں کو جڑوں سے ہلا دیا ۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں یہ فتنہ ایک حد تک نمودار ہو چکا تھا ۔ لیکن آپ کے فوت ہوتے ہی اس نے اس طرح سے سر نکالا کہ جماعت کو دو ٹکڑے کرکے رکھ دیا ۔ ناکام دشمن پھر اٹھ کھڑے ہوئے ۔ پھر انہیں اس سلسلہ کی تباہی کے خواب آنے لگے ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا کارنامہ

لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ ابھی تک اس جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں ۔ جن کی تربیت مسیح موعود کے ہاتھوں میں ہوئی ہے ۔ جن کے وجود کو اس مامور من اللہ نے اپنی صداقت کا نشان ٹھرایا اور انہیں اپنی " شاخ " قرار دیا ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ جیسا انسان اس وقت اگر سینہ سپر ہو کر کھڑا نہ ہو جاتا اور جماعت کو اس طوفان عظیم سے بچانے کی کوشش نہ کرتا تو یہ جماعت آج اپنے عقائد کے لحاظ سے مسیح موعود کی اصلی جماعت کہلانے کی مستحق ہوتی ۔ لیکن خدا کے کام ہیں جس کشتی کو اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے بنوایا تھا ۔ اس کو اس طوفان سے بچانے کے لئے پھر ایک ملاح ہمیں دیا ۔ جس کی جانبازی اور محنت وکوشش آج ہماری زندگی کا موجب ہے ۔

موجودہ حالت

اس قدر خطرناک ابتلاؤں اور انقلابات میں سے گزرنے کے بعد آج ہماری حالت کیا ہے ۔ جہاں تک اس نظام کا تعلق ہے جو انجمن کی صورت میں بنایا گیا ہے ۔ جہانتک ان قربانیوں کا تعلق ہے جو اس چھوٹی سی جماعت نے وقتاً فوقتاً کیں اور آئے دن اسے کرنی پڑتی ہیں ۔ جہاں تک ان کامیابیوں کا تعلق ہے جو بیرونی دنیا میں اللہ تعالےٰ نے اس جماعت کو عطا کی ہیں ۔ اور نہ صرف اس کے مشنوں کے ذریعہ سے بلکہ اسلامی لٹریچر کی کثرت اشاعت کے باعث اس کی عزت وحرمت کو لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کرتا چلا جاتا ہے ۔ یہ کہنا بیجا نہیں کہ آج ہم خدا کے فضل سے پہلے سے بہت زیادہ اچھی حالت میں ہیں ۔

تصویر کا دوسرا رخ

لیکن اس کے ساتھ ہی تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھنا ضروری ہے ۔ ہماری جماعت کا کس قدر حصہ ہے جو ان تحریکات اور سرگرمیوں سے عملاً بیگانہ ہو چکا ہے جن میں اکابرین جماعت کو آئے دن حصہ لینا پڑتا ہے ۔ اور جو فی الحقیقت اس کی کامیابی کا باعث ہیں ۔ کتنے لوگ ہیں ۔ جو اپنے ماہوار چندے باقاعدہ ادا کرتے ہیں اور ان کاموں کو جاری رکھنے کی عملاً کوشش کرتے ہیں ۔ جو اس نظام کے ماتحت شروع کئے گئے ہیں ایک وہ دن تھے کہ جماعت کے ہر فرد ، ہر چھوٹے اور بڑے کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی اور دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں دنیا کے ہر کام میں یہ خیال ان کے دماغوں پر مستولی رہتا تھا کہ کس طرح اس جماعت کو ترقی ہو اور اس کے مالی مطالبات کے پورے ہونے کی کوئی صورت پیدا ہو ۔ تبلیغ ہمارا دن رات کا وظیفہ تھا ۔ اور دفاتر میں ۔ دکانوں پر ۔ گھروں کے آگے جو بھی ہمیں ملتا اسے پیغام حق پہنچانا ہم اپنا فرض سمجھتے تھے اور اسی میں ہمارے اوقات کا بیشتر حصہ صرف ہوتا تھا ۔ قرآن کریم کا

درس ہماری خصوصیات میں سے تھا جو اکیلے دکیلے بھی ہم جاری رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔

ضرورت وقت

لیکن آج حالت اس کے برعکس ہے۔ کم از کم جماعت کے ایک حصہ کو سلسلہ کے کاموں میں وہ انہماک نہیں رہا جو ہونا چاہیئے۔ انجمن نے ان لوگوں کو جگانے اور ہر فرد جماعت کو کام میں لگانے کے لئے مختلف شہروں میں مبلغین مقرر کئے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہر شہر کے لئے علیحدہ علیحدہ مبلغ مقرر کیا جانا ایک ناممکن امر ہے۔ قوم کے وہ سرکردہ بزرگ جن کے دلوں میں ابھی تک وہی ولولہ موجزن ہے جو مسیح موعود کے وقت میں تھا اس کام کو اگر اپنے ہاتھ میں لیں۔ قوم کے سوئے ہوئے افراد کو اپنے جذب روحانی کے ذریعہ سے بیدار کرنے کی کوشش کریں اور ہر غریب و امیر کو اپنے ساتھ ملا کر اسے قومی کاموں میں حصہ لینے پر مجبور کریں تو ہم پہلے سے وہ چند ترقی کر سکتے ہیں۔

عملی اخلاق کی ضرورت

اس بارہ میں زبانی وعظوں سے بڑھکر زیادہ تر عملی اخلاق کی ضرورت ہے۔ غریب افراد قوم کی دستگیری ادنیٰ ترین بھائیوں سے اسی محبت و اخلاق کا اظہار جو امرا کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ بیمار افراد قوم کے گھروں میں جا کر بیمار پرسی کرنا اور جس بھائی سے میل و ملاقات ہوئے دیر ہو گئی ہو اس سے خود ملنے اور اس کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کرنا یہ وہ باتیں ہیں جو قوم کے عضو معطل کو یکسر سرگرم عمل بنا سکتی ہیں اور قومی کاموں میں انہیں دلچسپی اور انہماک پیدا ہو سکتا ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ یہ باتیں اس وقت قوم میں مفقود ہیں لیکن ان پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کہ یہی راہ عمل حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت مسیح موعود کے اخلاق کی نمایاں خصوصیات تھیں اور یہی باتیں اسلام اور سلسلۂ احمدیہ کی ترقی کا اصل موجب ہیں۔

آخری تیر

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ترکش میں اب رہا سہا ایک ہی تیر باقی رہ گیا ہے جس کو وہ ایک مدت سے سلسلہ احمدیہ پر چلانے میں مشغول ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ ہی ناکارہ ثابت ہوا ہے۔

چشمۂ معرفت صفحہ ۸۴ میں حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ

"خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی۔ جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے"

مولوی ثناءاللہ کا اعتراض ہے کہ اب تک تمام قومیں ایک قوم کی طرح یا ایک مذہب پر قایم نہیں ہوئیں۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ تمام قوموں کے ایک ہی قوم کی طرح بن جانے سے مراد یہ نہیں کہ ان کے قومی امتیازات اٹھ جائیں گے۔ بلکہ "طرح" کا لفظ بتا رہا ہے کہ دنیا کے حالات، میل جول کے ذرائع اور باہمی تعلق اس قدر بڑھ جائے گا اور ایک دوسری سے اس قدر مشابہت ہو جائے گی۔ گویا ایسا معلوم ہوگا کہ گویا تمام قومیں ایک ہی قوم بن گئی ہیں اور یہ حالت اب واقعہ آج کل پیدا ہو چکی ہے۔

رہا مذہب کا سوال اس سے صرف اسی قدر مراد ہے جیسا کہ مسیح موعود کی اکثر تحریرات سے واضح ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کا ظہور آپ کے ذریعے سے ہونا مقدر ہے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ گو بلحاظ عقیدہ تمام قوموں نے اسلام کو ابھی تک قبول نہیں کیا مگر پرانے مذاہب اور عقائد کو چھوڑ کر انہوں نے اپنے اپنے دین کو ایسا لباس پہنا دیا ہے جو بلحاظ نام نہیں مگر بلحاظ خیالات عین اسلام ہے۔ آج یورپ کے ایک ایک متنفس سے جا کر پوچھو اس کے خیالات اسلام ہی کے مطابق نظر آئیں گے۔ ہندوستان میں بھی آریوں کے بیشتر عقائد اسلام کے مطابق ہیں اور عیسائیت کا تو صرف نام ہی نام ہے۔ ہر اعتبار سے وہ اسلام کے نقش قدم پر ہیں۔ گو اس کے نام کے ساتھ انہیں دشمنی ہے۔

خدا نے چاہا تو وہ وقت بھی آجائے گا جب مسیح موعود کے نام لیوا قوموں کے ایک غالب حصہ کو دین الٰہی پر جمع کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ صبر کیجئے اور غور سے کام لیجئے کہ مامور من اللہ کا کام صرف یہی تھا کہ وہ ایک جماعت بنا دے جو اس کے مشن کو پورا کر دے۔ جب تک یہ جماعت زندہ ہے اور اس کی کوششیں جاری ہیں اس وقت تک مسیح موعود ہی کا زمانہ ہے۔ اور جس مشن کو وہ لے کر آیا تھا اسی کی تکمیل اس کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے۔ اور ہو کر رہے گی۔

ہندوستان کی اقتصادی مظلومیت

معاصر "وطن" نے اس عنوان سے ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس میں بعض انگریز مصنفین کے اقوال سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان سے بہت سا مال و دولت انگریزوں نے لوٹ کر اپنے گھر میں ڈال لیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہمیں سوکھی روٹی بھی میسر آنی مشکل ہے۔

یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی دریافت طلب امر ہے کہ اس اقتصادی مظلومیت کو دور کرنے کے لئے ہندوستان نے اب تک کیا کیا یا کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ کہا جائے گا کہ کانگرس یا مطالبۂ سوراج اس تکلیف کا حقیقی علاج ہے۔ کانگرس کے اصولوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کے اعمال سے جہاں تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہندوستان کی اقتصادی مظلومیت کو کم کرنے کے بجائے وہ اس کے بڑھانے میں کوشاں ہے۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو جب تک کانگرس ایک نظر سے نہ دیکھے، دونوں کے حقوق کی نگہداشت کو اپنا فرض نہ سمجھے اور آنے والے سوراجیہ میں صرف ایک ہی قوم کو ہر جائز اور ناجائز طراق سے فوقیت دیتی چلی جائے۔ اور دوسری قوم کے جائز حقوق بھی دینا گوارا نہ کرے۔ اس وقت تک نہ ہندوستان "سوراجیہ" سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ اس کی "اقتصادی مظلومیت" کی داستان ختم ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں کی اقتصادی مظلومیت

ہندوستان کی اقتصادی مظلومیت میں مسلمانوں کا حصہ بہت بڑا ہے۔ اور اگر آنے والے سوراج میں ان کے جائز حقوق انہیں نہ دیئے گئے، صوبجاتی حکومت میں اکثریت کو اسی طرح سے پامال کیا گیا جیسا کہ اب کیا جا رہا ہے۔ جداگانہ نیابت کا مطالبہ اسی طرح پائے استحقار سے ٹھکرا دیا گیا جیسا کہ اب گاندھی جی اور ان کے حواریوں کا طریق عمل ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اقتصادی مظلومیت مسلمانوں کے لئے بمنزلہ موت ثابت ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ اس "مظلومیت" کے پیدا کرنے میں مسلمانوں نے خود بھی بہت کچھ کوشش کی ہے۔ اور کر رہے ہیں۔ مصارف کے جائز حدود سے نکل کر قرضوں کا بوجھ اٹھانا یہ ان کا اپنا کام ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی برادران وطن کی سرمایہ داری زیادہ تر ان مکارانہ چالوں کی رہین منت ہے جو فریب خوردہ اور دبے ہوئے مسلمانوں کو سود در سود کے چکر میں پھنسانے کے لئے چلی گئیں۔ مسلمان کبھی اس چکر سے نکل نہیں سکتے جب تک ایک طرف اپنے مصارف کو کم کر کے وہ آئندہ قرض اٹھانے سے توبہ نہ کریں۔ اور دوسری طرف حکومت کے نظم و نسق میں انہیں وہ اختیارات حاصل نہ ہوں جن سے وہ ان مکارانہ چالوں سے بچنے کی تدبیر کر سکیں۔ کانگرس اگر ہندوستان کی قومیت متحدہ کی نمائندہ ہے تو جہاں وہ ہندوؤں کے حقوق کی پاسبانی کو اپنا فرض سمجھتی ہے وہاں ضروری ہے کہ قومیت کے ایک دوسرے بہت بڑے جزو کے حقوق کو بھی پیش نظر رکھے۔ کہ اسی میں تمام ہندوستان کی خوشحالی، اور اقتصادی مظلومیت سے نجات مضمر ہے۔

جاوا میں دین حق کی اشاعت

مصر کا مشہور اسلامی اخبار "المنار" رقمطراز ہے کہ:۔

"جاوا میں دین حق کی اشاعت ہو رہی ہے۔ ایک زمانہ ہوا یہاں عیسائی مشنری تبلیغ کی خاطر کروڑوں روپے خرچ کر رہے تھے۔ اس وقت بھی عیسائی مبلغین کی معقول تعداد موجود ہے جن کو عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مغربی سلطنتیں معقول امداد دیتی ہیں۔ لیکن جاوا و رو گنڈا کے دارالسلطنت کمیلا میں اسلام کی روشنی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ یہاں کے مسلمان عیسائی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ مگر مسلم خواتین کو عیسائیوں کے نکاح میں نہیں دیا جاتا۔ عیدین کے دنوں میں ہزاروں عیسائی مسلمان ہو جاتے ہیں۔ پادریوں نے ان پاکیزہ جذبات سے اندازہ کر لیا ہے کہ دین حقیقی کی روح کیا چیز ہے تنخواہ دار عیسائی مبلغین کی سعی و کوشش کے مقابلہ میں اسلام کا خود بخود اشاعت پانا صداقت کی بین دلیل نہیں تو اور کیا ہے"۔

قارئین کرام کو معلوم ہے کہ جاوا میں ہماری جماعت کے ایک مبلغ مرزا ولی احمد بیگ صاحب پانچ چھ سال سے تبلیغ اسلام میں منہمک ہیں۔ انہوں نے اس عرصہ میں بہت سا اسلامی لٹریچر جاوی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جو جاوا میں اسلام کی روشنی کو پھیلانے اور عیسائیت کی ناکامی کا موجب ہوا ہے مقام مسرت ہے کہ اسلام کی کامیابی کا اثر اس درجہ نمایاں ہو رہا ہے کہ مصر تک اس کی خبریں پہنچنے لگی ہیں۔

ہم اپنے قابل دوست مرزا ولی احمد بیگ کو اس کے لئے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور "اہلحدیث" اور دیگر معاندین سلسلہ کو توجہ دلاتے ہیں کہ مامور من اللہ کی صداقت کو ان شاندار خدمات اسلامی کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ اور مخالفت حق سے باز آجائیں۔

قادیانی عقائد کا تکفیری حصہ

معاصر "مدینہ" ۱۲ اگست کی اشاعت میں کشمیر کمیٹی کی ترکیب پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ:۔

ایک اعتراض اس کمیٹی کی ترکیب پر یہ بھی ہے کہ اس کے صدر مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت

قادیان ہی جو عام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں پھر وہ ان کے حقیقی ہمدرد کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ہمیں اس اعتراض کی اہمیت کا اعتراف ہے۔ لیکن ہم عرض کریں گے کہ تحریک کشمیر میں حصہ لیکر اور یہ سمجھتے ہوئے حصہ لیکر کہ ہندو ریاست کی مظلوم مسلمان رعایا کو مظالم سے نجات دلانا ہے۔ فی الحقیقت انہوں نے اپنے سابقہ عقیدہ کے بطلان کا عملی اعلان کر دیا ہے وہ اسی لئے تو اس تحریک میں شریک ہیں کہ یہ مسلمانوں کی تحریک ہے گویا انہوں نے باطناً اور عقیدۃً نہیں تو عملاً اس امر کا اعلان کر دیا کہ میں مسلمانوں کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ اس سے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو جاتا ہے کہ قادیانی جماعت ان کی قائدانہ حیثیت کو قادیانی تبلیغ کا ذریعہ بنا لے گی۔ اصلیت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دوسرے مسلمانوں کی تحریک میں حصہ لے کر قادیانی عقائد کے تکفیری حصہ کا اپنے ہاتھ سے قلع قمع کر دیا ہے اور اپنے عقائد کے خلاف ایک بہت بڑا اور روشن ثبوت مہیا کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے اخبار الفضل میں مسلمانوں کو مسلمان تسلیم کرکے ہی تحریک کی حمایت کی جاتی ہے۔ حالانکہ پہلے وہ صرف "غیر احمدی" لکھا کرتا تھا۔

کیا قادیانی حضرات اس کھلے ہوئے نتیجہ کی تصدیق کے لئے تیار ہوں گے؟

کیا یہ صحیح ہے؟

معاصر "دھرم ویر" نے خلیفہ قادیان کے پرائیویٹ سکرٹری کی چٹھی کی نقل شائع کی ہے جو پنڈت ہری چند صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار رشی امرتسر کے نام لکھی گئی ہے۔ اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

قادیان - ۱۹ - ۶ - ۳۰ -

مکرمی پنڈت صاحب۔ تسلیم۔

بعد ماوجب آپ کی چٹھی مورخہ $\frac{6}{30}$ ۱۱ - سیدنا خلیفۃ المسیح ثانی کے ملاحظہ میں آئی حضور نے آپ کو مبلغ پچاس روپے بھجوانے کا ارشاد فرمایا۔ اطلاعاً تحریر خدمت ہے بل دفتر محاسب میں گئے ہوئے ہیں برآمد ہونے پر جلد رقم ارسال ہوگی۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے آپ نے حضرت سے ملاقات کے وقت فرمایا تھا کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں گے پھر اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوا۔ احقر

(یوسف علی پرائیویٹ سکرٹری)

اس چٹھی میں جس ۵۰ روپیہ کی رقم کا ذکر کیا گیا ہے وہ کس خدمت کے صلہ میں اخبار "رشی" کو عنایت کی گئی؟ کہا جاتا ہے کہ رشی نے مباہلہ وغیرہ کی تحریرات سے متاثر ہو کر خلیفہ قادیان کو اپنی پوزیشن صاف کرنے کی دعوت دی تھی۔ جس کے عوض میں ۵۰ روپے کی رقم سے اس کی زبان بندی کر دی گئی۔ کیا قادیانی اصحاب یہ بتانے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے کہ یہ کہاں تک صحیح ہے؟

واقعات کشمیر اور ہندو

قومیت متحدہ کے وہ علمبردار جو کل تک جنرل ڈائر کے مظالم کے نوحہ خواں تھے آج کشمیر کے ہولناک واقعات کو جائز اور حق بجانب قرار دے کر اپنی اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت بہم پہنچا رہے ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ مسلمان سری نگر جیل کے آگے ایجی ٹیشن کر رہے تھے جس کو روکنا حکومت کا فرض تھا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہی جواب جنرل ڈائر اور اوڈوائر کی طرف سے جلیانوالہ باغ کے ہوشربا سانحہ کے متعلق نہ دیا گیا تھا؟ کبھی یہ بہانہ کیا جاتا ہے کہ مسلمان کشمیر میں مسلم راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اس کے جواب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے خلاف ایسی باتیں پھیلانے سے ان کا یہ مقصد ہے کہ حکام کشمیر اپنے دست تطاول کو زیادہ دراز کریں۔ اور مسلمانوں کا نام و نشان تک کشمیر سے مٹ جائے۔

سب سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ ہندوؤں کی خواہش ہے کہ فسادات کے سلسلہ کو کشمیر ہی تک محدود نہ رکھا جائے۔ بلکہ وہ اسے لاہور تک وسیع کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لاہور میں ہندو مسلم فساد کے خطرہ کی افواہیں بڑے زور سے پھیلائی جا رہی ہیں۔ جس نے حکام کو بھی ایک حد تک چوکنا کر دیا ہے۔ اور صاحب ڈپٹی کمشنر اور سٹی مجسٹریٹ ہندو مسلم معززین کو بلا بلا کر اور شہر کے مختلف حصوں میں گشت کرکے امن قائم رکھنے کی تلقین کر رہے ہیں۔ حالانکہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے آج تک ان کی طرف سے بدامنی کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ہونے کا اندیشہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ واقعات کشمیر کے متعلق مسلمانوں کے پرامن مظاہرات بھی برادران وطن کو گوارا نہیں۔ اور وہ اس کو ہندو مسلم سوال کی حیثیت دے کر کوئی نہ کوئی انتقامی صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جو ان کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔ اور نہ ہی مسلمانوں سے امید ہے کہ وہ ایسی باتوں سے جوش میں آکر ہندوؤں کے لئے نقض امن کا کوئی بہانہ پیدا ہونے دیں گے۔

(بقیہ صفحہ) کرتا بھی آیا ہے

ابو نعلی سے مروی ہے سرکار کو سبز بردوں میں طواف کعبہ کرتے دیکھا۔

حضرت صدیقہؓ سے ایک روایت سیاہ رنگ کے کمبل کی بھی ہے۔

حضرت جابرؓ سے عیدین اور جمعہ میں سرخ رنگ کی چادر کا استعمال بھی مروی ہے۔ چادر اکثر کاندھوں سے اوڑھتے بعض وقت سر سے

وصلی اللہ علیہ وسلم

جن

احباب کا چندہ ماہ جولائی اگست اور ستمبر میں ختم ہوتا ہے وہ براہ کرم اپنا آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیج کر مشکور فرمائیں۔

منیجر

سید العالمین کا لباس

صلی اللہ علیہ وسلم

عادت تھی کہ جو کپڑا میسر آ جاتا زیب تن اقدس کر لیتے خاص قسم کے لباس کا اہتمام نہ کیا جاتا، اگر بطور ہدیہ کوئی نفیس بیش قیمت لباس پیش کیا جاتا، تو اس کو قبول فرما لیتے مگر جلد صدقہ کر دیتے ایک طرف ہدیہ کرنیوالے کو خوش کر دیتے، دوسری جانب آرائش دنیا کا ترک صدقہ سے نمایاں کر دیتے

اکثر چادر اور موٹا تہ بند استعمال کیا جاتا، چادریں اکثر پیوند ہوتے ارشاد ہوتا، میں بندہ ہوں بندہ کی شان کے لائق لباس استعمال کرتا ہوں

لباس شریف پاک صاف اور ستھرا پسند کرتے اور فرماتے پاک لباس اللہ کو بھی پسند ہے۔

سر اقدس پر عمامہ باندھتے: جو نہ بہت بڑا ہوتا اور نہ بہت چھوٹا اور بعض روایات میں ہے ۷ ہاتھ کا عمامہ ہوتا بعض میں سات ہاتھ کا، اور بائیں طرف ٹھوڑی کے نیچے سے لیکر سیدھی طرف عمامہ کا سرا نکالتے اور دونوں جانب کبھی شملہ چھوڑتے کبھی نہیں عمامہ گول باندھتے اس کے پیچ سر پر گھما کر کنارے کو پیچھے سے باندھ دیتے۔

فتح مکہ کے دن سر اقدس پر سیاہ رنگ کا عمامہ تھا، عمرو بن حوبث سے روایت ہے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ممبر پر دیکھا اور سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا، سرکار کا ایک عمامہ تھا جو زائد استعمال میں رہا اس کو اصحاب کہا جاتا تھا،

عمامہ کے نیچے ٹوپی پہننے کی عادت تھی جو عمامہ کے نیچے ہی ہوتی حضرت صدیقہ سے روایت ہے ٹوپی کا رنگ سفید تھا۔

حضور قمیص پیراہن کو پسند کرتے جس کی آستین دراز نہ ہوتی نصف پنڈلی تک اس کی لمبائی ہوتی قمیص کا گریبان کا چاک سینہ پر ہوتا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سرکار کا قمیص روئی دار کپڑے کا تھا، اور اس کے دامن و آستین کوتاہ تھے۔

قرہ سے روایت ہے۔ ہم خزینہ کے قبیلہ کے چند لوگ حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا حضور قمیص پہنے ہوئے ہیں، اس کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں۔

سفر میں ایک رومی جبہ استعمال کیا جاتا، اس کی آستینیں تنگ تھیں وضو کے وقت ہاتھ نکال کر وضو کرتے۔

اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے وہ ایک کسروانی جبہ نکال کر دکھاتیں، اور کہتیں یہ جبہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے بعد وفات حضرت عائشہ صدیقہ سے مجھے حاصل ہوا ہے۔

حضور اکثر چادر اوڑھتے، جس کا طول چار ہاتھ اور عرض ڈھائی ہاتھ کا ہوتا۔

ابن عباس سے روایت ہے تہ بند ناف کے نیچے سے باندھتے

ابو ہریرہ سے روایت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ ایک چادر ایک موٹا تہ بند پیوند لگا ہوا لائیں، اور فرمایا یہ کپڑے ہیں جنہیں تمہارے آقا کی روح قبض ہوئی۔

بعض روایات میں ہے وقت وصال شریف جسد اقدس پر ایک حلہ اس سے بھی مراد کپڑے ہیں۔

ایک روایت میں ہے حضور نے پائجامہ خریدا۔ اور فرمایا یہ بہتر ہے، لیکن اس کے استعمال کی کوئی خاص روایت نہیں

انس سے روایت ہے کہ کپڑوں میں حضور کو حبرہ مرغوب تھا حبرہ ایک یمنی ساخت کا کپڑا ہے، جو چادر کی طرح بنا جاتا ہے اور اس میں سرخ دھاریاں اور کچھ بیل بوٹے ہوتے ہیں۔

بعض روایات حضور پاک کا سبز رنگ کے چادر کا استعمال ...

بحثِ دجال و یاجوج ماجوج

احادیث نبویؐ میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر

(۶)

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالے)

عورتوں پر دجال کا اثر

یہ خبر بھی صاف الفاظ میں دی گئی ہے کہ دجال کا اثر عورتوں پر بھی ہوگا۔ جتنی انسان کی بہتری کی باتیں ہیں ان کے لئے انسان کی روح میں گو تڑپ موجود ہو مگر ان کے اختیار کرنے کے لئے ایک جدوجہد کا رہوتی ہے جیسے انسان کو بلندی پر چڑھنے کے لئے خاص کوشش کرنی پڑتی ہے مگر اخلاقی طور پر انسان کے گرنے کے لئے یا بلندی سے پستی کی طرف آنے کے لئے طبائع جلد تیار ہو جاتی ہیں۔ یورپ نے عورتوں اور مردوں کے فحش تعلقات کے کھلے نظارے پیش کئے ہیں۔ رات دن تھیٹروں اور سینما میں جو کچھ نظر آتا ہے اور جس کی خاطر زیادہ نوجوان ان کی طرف بھاگے چلے جاتے ہیں۔ اور ننگی تصویریں۔ ننگے ناچ۔ نیم برہنہ لباس۔ ان چیزوں نے طبائع میں ان باتوں کی طرف ایک میلان پیدا کر دیا ہے اور جب دن رات یہ نظارے آنکھوں کے سامنے ہوں تو طبائع کا اس اثر کو قبول کر لینا ایک قدرتی امر ہے۔ یورپ میں جو کچھ فواحش ہو رہے ہیں ان کی طرف سے طبائع میں تنفر کم ہو رہا ہے۔ زنا اور زنا کے مبادی کو اب اس نفرت سے نہیں دیکھا جاتا اور ہمارے ملک میں مردوں میں اب یہ میلان پیدا ہوتے ہوتے آخر عورتیں بھی اس سے متاثر ہونے لگی ہیں۔ کیا سچ الفاظ ہیں جو آج سے تیرہ سو برس پیشتر مخبر صادق صلعم نے فرمائے۔ آخر من یخرج الیہ النساء۔ سب سے پیچھے عورتیں اس کی طرف نکلیں گی۔ عورتوں کی طبعی حیا نے ایک مدت تک دجالیت کے ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔ مگر آخر وہ بھی اس کے اثر کے نیچے آ گئیں۔ اور گو ابھی وہ حالت نہیں جو اقوام یورپ میں ہو چکی ہے لیکن بہت بیبیاں ہیں جنہوں نے اسلامی حیاداری کو خیرباد کہکر مغربی نیم برہنہ پن اختیار کر لیا ہے۔ اور کلبوں ہی میں نہیں۔ بالوں (مردوں اور عورتوں کے مخلوط ناچ) میں جانا شروع کر دیا ہے۔ اگر اثر دجالیت اسی طرح غالب آتا گیا اور اسلامی تہذیب کی جگہ مغربی تہذیب لیتی گئی تو ایک دن وہی حالت مرد اور عورت کے تعلقات کی ہمارے ملک میں ہو گی جو آج یورپ میں ہے۔ کہ زنا کاری اور اس کے مبادی سے نفرت نہ رہیگی۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام اس پردہ کے لئے عورتوں کو مجبور نہیں کرتا جو آج ہندوستان میں مروج ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلام عورت کو اپنے ہاتھ اور منہ کھلا رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ عورت اپنے کاروبار کے لئے اپنی ضروریات کے لئے باہر نکل سکتی ہے اور ہر ایک کام جس کی ضرورت انسان کو مقتضی ہو۔ کر سکتی ہے۔ مزدوری کر سکتی ہے۔ تجارت کر سکتی ہے ملازمت کر سکتی ہے۔ لیکن عورتوں اور مردوں کے بلا ضرورت اختلاط کی اور ضروری اختلاط کے موقعوں پر تبرج کی اجازت نہیں دیتا۔ اور تبرج یہ ہے کہ عورت اپنے محاسن کا اظہار ایسے رنگ میں کرے جو موجب فتنہ ہو۔ اور یہی تبرج اور مردوں اور عورتوں کا کھلا اختلاط ہی دجالیت کا وہ اثر ہے جو آج اعلیٰ طبقہ کی مسلمان خواتین پر بھی ہو رہا ہے۔ ایک اور رنگ میں دجالیت کا اثر مسلمان خواتین پر یوں ہو رہا ہے کہ مسلمانوں نے شریعت حقہ سے انحراف کرکے عورت سے طلاق حاصل کرنے کا حق چھین لیا ہے۔ حالانکہ بروئے قرآن و حدیث عورت کو ان تمام وجوہ پر طلاق حاصل کرنے کا حق ہے جن وجوہ پر مرد کو حق حاصل ہے کہ عورت کو طلاق دے۔ اس طرح عورتوں کے حق شرعی کو چھین لینے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کثرت سے عورتیں طلاق حاصل کرنے کے لئے تبدیل مذہب کرتی اور عیسائی ہو جاتی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں آتا ہے۔ ان الرجل یرجع الی امہ وابنتہ واختہ وعمتہ فیوثقھا رباطا مخافۃ ان تخرج الیہ۔ یعنی عورتیں اس طرح دجال کی طرف نکلنا شروع کریں گی۔ کہ مرد ان کو گھر میں رہنے کے لئے مجبور کرنے لگیں گے۔ فی الحقیقت صحیح بات یہ ہے کہ دجالیت کا جس قدر اثر مسلمانوں پر ہو رہا ہے وہ صرف اس لئے ہو رہا ہے کہ انہوں نے شریعت غرا کو چھوڑ دیا ہے۔

دجال اور اولاد زنا

مرد اور عورت کے تعلقات میں یورپ نے جو غلطی کھائی ہے اس کا اثر حرامی بچوں کی کثرت ہے۔ جن سے آج یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے شہر بھرے پڑے ہیں۔ اس کا انکشاف بھی قلب مبارک نبویؐ پر ہوا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا الا ان الدجال اکثر اشیاعہ واتباعہ الیھود واولاد الزنا۔ دیکھو سن رکھو کہ دجال کا اکثر گروہ اور اس کی پیروی کرنے والے یہودی اور حرامی بچے ہوں گے۔ بیشمار حرامی بچے تو وہ ہیں کہ ان کی دجالی قانون سے پردہ پوشی ہو جاتی ہے مثلاً اگر زانی اور زانیہ کی شادی بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہو جائے۔ تو ایسے بچے قانون انگریزی کی رو سے ولد الزنا نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ اب تو قانون نے یہاں تک وسعت اختیار کر لی ہے کہ زانی اور زانیہ کبھی بھی شادی کر لیں ان کی پہلی ساری اولاد ولد الزنا کی حیثیت سے نکل جاتی ہے ایسے ایسے قوانین کے باوجود لاتعداد بچے یورپ کے ہر بڑے شہر میں ولد الزنا کہلاتے ہیں۔ اور جنگ عظیم کے دوران میں تو جو ایسے حرامی بچے پیدا ہوتے تھے وہ جنگ کے بچوں (وار بے بیز) کے معزز نام سے ملقب ہوتے تھے۔ اور مرد اور عورت کے تعلقات کی جو حالت اب یورپ اور امریکہ میں ہوتی جاتی ہے اس کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ان اقوام کا قدم فاحشات کی طرف اسی سرعت سے اٹھتا چلا گیا۔ تو عنقریب تہذیب کے بجائے وحشیانہ پن کی حالت عود کر آئے گی۔ اور حرام و حلال کی تمیز انسانوں کے اندر سے اٹھ کر ان کی زندگیاں چارپایوں کی طرح ہو جائیں گی۔ یہاں ہندوستان میں بھی حرامی بچوں کے وارث مشنری خوشی سے بنتے ہیں۔ اور ایک خاصی تعداد عیسائیوں کی ان بچوں سے بن جاتی ہے۔

عورتوں کا مردوں سے اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا

دجال کے زمانہ کی یہ خصوصیت کہ عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کر لیں گی اور مرد عورتوں سے۔ آج سے بیس پچیس سال پیشتر سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی مگر آج یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ عورتوں نے مردانہ فیشن بال کٹوانا۔ مردانہ لباس پہننا۔ مردانہ شغل اور کھیلیں اختیار کر لئے ہیں۔ اور مردوں نے داڑھی مونچھ کا صفایا کرکے عورتوں کی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہاں تک کہ مرد اور عورت میں تمیز کرنا بعض وقت مشکل ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ نظارے جب تک نبی کریمؐ صلعم کو اللہ تعالے نے نہ دکھائے ہوتے کوئی انسانی قیاس اس طرف نہ جا سکتا تھا جس کی بنا پر یہ کہا جا سکتا کہ وتشبھن بالرجال و تشبہ الرجال بالنساء۔

علاج امراض میں کمال

مخبر صادق صلعم نے ان اقوام کی خوبیوں اور ان کے عیوب کو روشن کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک پیشگوئی یہ بھی فرمائی کہ یہ لوگ علاج امراض میں کمال دکھائیں گے۔ انہ یبری الاکمہ والابرص ویحی الموتی۔ وہ اندھے اور کوڑھیوں کا علاج کرے گا۔ اور مردوں کو زندہ کریگا مردوں کو زندہ کرنے سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ ذلیل اقوام کو اٹھا کر بلند مقام پر پہنچا دے۔ اور یہ بھی دجال کے کارناموں میں سے ہے لیکن یہاں اس کا جوڑ بیماریوں کے علاج سے ہے اس لئے یحی الموتی سے مراد یہی ہے کہ ایسی ایسی بیماریوں کا علاج کرے گا کہ گویا مردہ کو زندہ کرے گا۔ بیماریوں کے علاج میں واقعی ان اقوام نے کمال دکھایا ہے اور یہ اچھا فعل ہے لیکن آنحضرت صلعم نے ان امور کو فتن دجال میں گنا ہے جیسا کہ اس کی تیز رفتار زمینی اور آبی اور ہوائی سواریوں کو فتن میں رکھا ہے۔ اس لئے کہ ان چیزوں کی بنا پر یہ گو نہ خدائی تصرفات کا دعوے کر رہے ہیں۔ اور بعض نیک کاموں کو جیسے مثلاً ہسپتالوں یا سکولوں کالجوں کا قائم کرنا بُری اغراض یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

دجال کی وسوسہ اندازی

گو اوپر جو کچھ بیان ہوا اس سے ظاہر ہے کہ دجال تلوار کے زور سے یا جبر سے کسی کو گمراہ نہیں کرے گا بلکہ طرح طرح کے

لالچ دے کر اور دنیا کی زیب و زینت اور دنیا کے عیش کے سامان دکھا کر لوگوں کو باطل کی طرف بلائے گا۔ اور اپنے تصرفات نیچر اور اپنے علوم سے لوگوں پر تصرف حاصل کرے گا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے اس بات کو اور بھی صاف کیا ہے اور بتا دیا ہے کہ دجال کا سب سے بڑا ہتھیار وسوسہ اندازی ہے۔ من سمع بالدجال فلینأ عنہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ و ھو یحسب انہ مومن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات۔ جو شخص دجال کی خبر سنے اس سے الگ رہنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ ایسا ہوگا کہ ایک آدمی اپنے آپ کو مومن یقین کرتا ہوا اس کے پاس آئے گا لیکن وہ اس کے دل میں اس قسم کے شبہات پیدا کرے گا کہ وہ اس کا متبع ہو جائیگا۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس قدر وسوسہ اندازی سے کام یورپین اقوام نے لیا ہے اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ ایسی ایسی باریک راہوں سے وسوسہ اندازی کرتے ہیں کہ دوسرے انسان کا وہم و گمان بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسان کے خیالات درست یا غلط ہو سکتے ہیں۔ مگر ان اقوام نے تعلیمی کورس ایسے رکھے ہیں کہ ان کو اس بات کی بھی پروا نہیں کہ ان باتوں سے عیسائیت پر زد پڑتی ہے بلکہ ان کی اصل غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص اپنے مذہب پر قائم نہ رہے۔ اس لئے باوجود خدا کی ہستی کے قائل ہونے کے خدا کی ہستی کے متعلق بھی وساوس پیدا کرنا ان کا کام ہے باوجود وحی و رسالت کے قائل ہونے کے، باوجود حیات بعد الموت کے قائل ہونے کے مختلف پیرایوں میں ان امور کے متعلق بھی شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔ بسا اوقات ایک خیال کی یا ایک شخص کی تعریف بھی کریں گے تاکہ پڑھنے والا یہ خیال کرے کہ یہ بڑے انصاف پسند ہیں۔ مگر اسی تعریف کے اندر ایسی نیش زنی بھی کریں گے کہ انسان کے دل سے ایک عقیدہ یا ایک برگزیدہ انسان کا احترام بالکل اٹھ جائے۔ غرض ان کی جس قدر صفات بیان ہوئی ہیں ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ دجال وسوسہ اندازی سے لوگوں کو حق سے پھیرے گا۔ اور یہی یوروپین اقوام کی بین خصوصیت ہے۔

دجال کا ظہور اور غلبہ کل روئے زمین پر ہوگا

دجال کی صفات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ کل روئے زمین پر پھر نکلے گا۔ لا یبقی شیٔ من الارض الا وطئہ وظھر علیہ۔ زمین کا کوئی حصہ نہ رہ جائے گا جس کو وہ پامال نہ کرے گا۔ اور اس پر غالب نہ آ جائے گا۔ اور پھر دجال کی زبان سے یہ الفاظ لا ادع قریۃ الا ھبطتھا۔ کوئی ایسی انسانی بستی نہیں ہوگی جہاں میں نہ داخل ہوں گا۔ نہ صرف ایک کامل قوت کشفی کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دجال ایک آدمی کا نام نہیں۔ بلکہ ایک بڑے بھاری گروہ یا بڑی بھاری قوم کا نام ہے۔ جس کے افراد ہر جگہ پہنچ جائیں کیونکہ ایک انسان کے لئے خواہ وہ کتنا بھی تیز رفتار ہو یہ ناممکن ہے کہ جو کچھ دجال کے متعلق لکھا ہے وہ سب باتیں ایک فرد میں پوری ہو سکیں۔ کہ وہ اپنی جنت و نار کو بھی ہر جگہ دکھائے اور لوگوں کے سامنے اپنے دعاوی کو پیش کرے اور جو اسے قبول کرے اسے خوشحال کرتا چلا جائے۔ اور اپنے مخالفین کو مصائب میں مبتلا کرتا چلا جائے۔ پھر کوئی بستی اس کے ورود سے خالی بھی نہ رہے ایک فرد کے لئے ناممکن محض ہے کیونکہ یہ سوال صرف تیز رفتاری کا نہیں بلکہ سوال دعوت دینے کا، لوگوں کو کچھ کہنے کا، انہیں انعام یا سزا دینے کا ہے۔ جب ہر بستی میں یہ ہوتا ہے تو ایک بستی سے دوسری بستی تک جانے میں خواہ کتنا ہی کم وقت لگے گا لیکن دعوت دینے میں اور اس کے لوازمات میں یقیناً وقت خرچ ہوگا۔ اگر ایک گھنٹہ بھی وہ ایک انسانی بستی میں ٹھیرے تو صرف ہندوستان کے سات لاکھ گاؤں میں پھرنے کے لئے ہی ایک سو سال کا عرصہ بکار ہے۔ اور سارے ملکوں میں پھرنے کے لئے ہزارہا سال کی مدت بکار ہے۔ لیکن اگر انہی باتوں کو قوم پر چسپاں کیا جائے تو یہ سب باتیں آسانی سے سمجھ میں ہی نہیں آ جاتیں بلکہ آج بطور واقعہ کے ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہیں۔ اور نبی کریم صلعم کی قوت کشفی کے کمال کو حق الیقین کے طور پر دکھا رہی ہیں۔ کہیں ان اقوام کی تیز رفتاری کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ کہ چالیس کیا شاید دس دنوں کے اندر ساری روئے زمین کا چکر لگا رہی ہیں۔ کہیں ان کے ایک بستی میں پہنچنے اور اس پر کامل تصرف کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ کہیں ان کی روپیوں کے پہاڑوں کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ کہیں ان کی عیش پرستیاں نظر آتی ہیں۔ کہیں ان کے تصرفات نظر آتے ہیں۔ کہیں ان کی تعلیم کا جال نظر آتا ہے۔ جس سے وساوس پیدا کئے جا رہے ہیں۔ کہیں ہسپتال بنا کر لوگوں کی ہمدردی اپنے ساتھ کر رہے ہیں۔ کہیں سپریچولزم کے کرشمے دکھا رہے ہیں غرض ایک قوم یا چند اقوام کو ان کا مصداق قرار دیں تو سب باتیں صاف ہیں۔ مگر ایک فرد واحد سے ٹھیرا کر کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ یہی کل روئے زمین پر پھرنے اور سب پر غالب آنے کی پیشگوئی لے لی جائے۔ اگر ایک فرد واحد ہی اس کا مصداق ہو تو کروڑوں انسانوں کے بغیر وہ اپنے اس تصرف کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ لازماً اس کی مصداق قوم ہی ہوگی۔ بہرحال یہ پیشگوئی کہ دجال روئے زمین کی ساری انسانی بستیوں میں اور ساری زمین پر غالب آ جائے گا۔ آج صراحت کے ساتھ یورپ کی اقوام میں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے، کب تک ہم آنکھیں بند کر کے ایک خیالی دجال کے منتظر رہیں گے خود سارے روئے زمین پر غلبہ کا خیال، اور ایک ایک گاؤں میں پھر نکلنے کا خیال بالخصوص آج سے تیرہ سو سال پیشتر انسان کے دماغ میں نہ آ سکتا تھا۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کون سے ملک میں کونسی بستی ہے جہاں دجال پھر نہیں نکلا۔ صحراؤں اور جنگلوں میں چھوٹے اور بڑے شہروں میں جزائر میں، پہاڑوں اور وادیوں میں، کونسا مقام باقی رہ گیا ہے جہاں دجال کا گزر نہیں ہوا۔ انسان کے تو وہم میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے ہیں۔ اور جو انسان ان واقعات کو دیکھے گا اس کا سر بے اختیار آنحضرت صلعم کی قوت کشفی کے کمال کے سامنے جھک جائے گا۔ اور وہ پکار اٹھے گا کہ یہ انسانی تخیل کی باتیں نہیں بلکہ علم غیب کا زبردست انکشاف ہے جو خدا نے اپنے رسول پر کیا۔

معذرت !!

افسوس ہے کہ بعض معذوریوں کی وجہ سے ۱۹ اگست کا پرچہ وقت پر روانہ نہ ہو سکا۔ جو آج روانہ کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک آٹھ صفحہ کا ضمیمہ بھی شامل ہے۔ جو ۲۳ اگست کے پرچہ کی کسر کو پورا کر دے گا۔ آئندہ پرچہ ۳ ستمبر کا ماہوار ایڈیشن ہوگا۔ (مینجر)

مسئلہ تکفیر اور حضرت مسیح موعود

ایک سوال اور اس کا جواب

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

سوال:۔ ایک صاحب کوہاٹ سے لکھتے ہیں کہ قادیانیوں کا یہ اعتراض ہے کہ مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مولوی جو حضرت مسیح موعود کو کافر اور دجال کہتے ہیں انہیں ہماری جماعت بموجب حدیث کافر کیوں نہیں سمجھتی؟

جواب:۔ حقیقت تو یہی ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان ہے۔ البتہ مسلمان کو کافر کہنے والے پر بروئے حدیث کفر الٹ کر پڑتا ہے۔ اگر یہ مانا جائے کہ ایسا شخص سچ مچ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تو ایک مولوی ثناء اللہ یا مکفرین حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی نہیں بلکہ سب سے پہلے خود قادیانی اصحاب کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے جو چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود اور عام مسلمانوں کی تکفیر میں فرق

میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ ایک معمولی مسلمان کو کافر کہنے میں اور حضرت مسیح موعود کو کافر کہنے میں فرق ہے۔ گو بروئے حدیث دونوں کی تکفیر بحیثیت مسلمان ہونے کے یکساں ہے۔ مگر وہ شخص جو اس وقت ایک عظیم الشان مقصد کو لے کر کھڑا ہوا ہے۔ جس سے اسلام کے فوائد وابستہ ہیں۔ اور جو جناب الٰہی میں بڑا مقام رکھتا ہے اس کی تکفیر سے جو نقصان اسلام کو پہنچتا ہے وہ ایک معمولی مسلمان کی تکفیر سے نہیں پہنچتا۔

چالیس کروڑ مسلمانوں کی تکفیر

لیکن اس کے ساتھ ہی دوسری طرف یہ امر قابل غور ہے کہ اگر ایک معمولی مسلمان کی تکفیر بھی اتنا بڑا گناہ ہے تو چالیس کروڑ مسلمانوں کی تکفیر جن میں یقیناً بڑے بڑے صلحا بھی موجود ہیں اور کثرت ان کی ہے جو حضرت مسیح موعود کے نام سے بھی بےخبر ہیں۔ یہ کتنا بڑا گناہ ہوگا پس حدیث کو حقیقت پر محمول کرنے سے کہ مسلمان کی تکفیر کرنے والا سچ مچ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے نہ صرف چند مکفرین حضرت مسیح موعود کو ہی بلکہ خود قادیانی جماعت کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا پڑے گا۔

مسیح موعود کی بیعت نہ کرنے والے صلحا

میں نے اوپر کہا ہے کہ ان لوگوں میں جن کی تکفیر قادیانی جماعت کر رہی ہے بڑے بڑے صلحا موجود ہیں۔ اس پر بھی شاید قادیانی احباب کو اعتراض ہو اور وہ کہیں کہ اب سوائے حضرت مسیح موعود کی بیعت کے صالح کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور ان کے نزدیک جب مسلمان ہی نہیں ہو سکتا تو صالح کا مقام تو بلند ہے لیکن میں ان کو حضرت خواجہ غلام فرید مرحوم چاچڑاں والے کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو ان کے عقائد کی رو سے تو کافر ٹھیرتے ہیں۔ مگر حضرت صاحب اس کے متعلق اپنی کتاب سراج منیر میں

لکھتے ہیں :-

"اے فرید وقت در صدق و صفا"

حدیث کا منشا

تو یہ دائرہ اسلام سے خارج کردینے کا مسئلہ اتنا آسان نہیں جتنا قادیانی احباب نے سمجھا ہوا ہے کہ ہم جسکو چاہیں مسلمان کہہ سکتے ہیں اور جس کو چاہیں کافر کہہ سکتے ہیں۔ حدیث کا منشاء ہو سکتا ہے کہ صرف تہدید و تنبیہ ہو۔ یا یہ کہ صرف سزا کے طور پر ہم مکفر کو کافر کہہ دیں۔ یا یہ کہ مسلمان کی تکفیر بھی وجہ کفر ہے۔ ان تینوں صورتوں میں سے کسی میں بھی یہ ضروری نہیں ٹھیرتا کہ ہم کفر کا فتوے کسی پر لگاتے پھریں۔ کیونکہ اگر کسی شخص میں ایک وجہ کفر ہو بھی تو اس ایک وجہ کفر پر جب اس میں دیگر وجوہ اسلام موجود ہیں اس کے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتوے نہیں دیا جا سکتا۔ بہر حال چاہے ایک مکفر کو سزا کے طور پر کافر کہہ لیں یا یہ کہہ لیں کہ اس میں ایک وجہ کفر ہے۔ حقیقتاً اسے اسلام سے خارج نہیں کہا جا سکتا۔

قادیانی جماعت کا مسلک

قادیانی جماعت کا مسلک بھی اب روز بروز بدل رہا ہے اور وہ خود اس فتوائے کفر سے آہستہ آہستہ رجوع کر رہی ہیں گو زبان سے نہ کہیں کیونکہ یہ ذرا مشکل کام ہے۔ مگر عمل سے وہ یقیناً رجوع کر رہے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا کہ کہتے تھے کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر سمجھیں اور غیر احمدیوں کا فرض ہے کہ ہمیں کافر سمجھیں۔ اب یہ فرض پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ کبھی تشحیذ الاذہان میں لکھا گیا تھا :-

"ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم غیر احمدیوں سے قطعی طور پر الگ رہیں۔ تیسرے یہ کہ جو ایسا نہیں کرتا اس پر خدا کا الزام ہے چوتھے یہ کہ ایسے شخص کے اعمال حبط ہو جائیں گے"

مگر آج ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ غیر احمدیوں سے ملکر رہیں اور انہیں مذہبی طور پر نہیں تو سیاسی طور پر مسلمان سمجھیں اور نہ خدا کے الزام کے نیچے آنے کی فکر ہے نہ اعمال کے حبط ہو جانے کی۔ اور پھر لکھا گیا تھا۔

"ان سے بکلی قطع تعلق نہ کرنے والا شیطان کے پنجے میں ہے اور آپ پر ایمان نہیں رکھتا"

مگر اب شیر و شکر ہو کر رہنے سے بھی نہ شیطان کا پنجہ محسوس ہوتا ہے نہ مسیح موعود پر ایمان کہیں چلا جاتا ہے۔ پھر لکھا گیا تھا

"ہم ان لوگوں سے صلح کرتے ہوئے ان آیات قرآنی کو کہاں لے جائیں۔ الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین"

اب صلح بھی ہوگئی اور آیات قرآنی بھی منسوخ نہیں ہوئیں۔ وہ دن نہایت مبارک ہوگا جس دن یہ کفر کا فتوے کھلے طور پر منسوخ کر کے سب کلمہ گوؤں کے بھائی بھائی ہونے کا اعلان ہو جائے گا۔ والسلام (محمد علی)

مراسلہ نگار حضرات

سے التماس ہے کہ وہ مراسلہ لکھتے وقت کاغذ کی ایک سمت کو استعمال کیا کریں اور حتی الامکان صاف اور خوشخط لکھنے کی سعی فرمایا کریں۔

ایک مسلمان مذہبی نفارم

(۲)

خالصہ سماچار کے مزید اعتراضات

خالصہ سماچار ۶ اگست صفحہ ۲ کالم ۲ میں "پیغام صلح" جواب دے" کی دوسری قسط شائع ہوئی ہے۔ قسط اول کا جواب ۱۵ اگست کے "پیغام صلح" میں دیدیا گیا ہے۔ اس دوسری قسط میں مضمون نگار صاحب ۱۵ جولائی کے "پیغام صلح" میں شائع شدہ پیشگوئی کی عبارت کو نقل کر کے تنقید فرماتے ہیں :-

(۱) یہ تحریر مستند نہیں۔

(۲) لیکن اگر اسے بھی جتنی دفعہ پڑھا جائے تو اس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کہیں نام نہیں آتا۔

(۳) ان کے گاؤں۔ علاقہ۔ ذات اور گوت کا کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ جس سے اس پیشگوئی کا مصداق مرزا غلام احمد صاحب کو قرار دیا جا سکے۔

(۴) اس تحریر میں آنے والے کا نام رشید بتایا گیا ہے نہ کہ مرزا غلام احمد صاحب۔

(۵) اس میں اس کے پیدا ہونے کا سنہ نہیں دیا۔ ممکن ہے اس کا مصداق رشید نام کا مسلمان بزرگ ابھی کوئی آنے والا ہو۔

(۶) اس رشید نام کے کارناموں سے کوئی بات بیان نہیں بتائی جس کو مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ کے واقعات سے چسپاں کیا جا سکے۔

(۷) اس لئے یہ کہنا کہ یہ پیشگوئی مرزا غلام احمد صاحب کی متعلق ہے جھوٹ ہے اور لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔

پیشگوئی غیر مستند نہیں

(۱) میں خالصہ سماچار سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے غیر مستند ہونے کا کوئی ثبوت آپ کے پاس نہیں لہذا دعویٰ بغیر دلیل باطل ہے۔ یہ پیشگوئی رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے چھاپہ خانہ کی چھپی ہوئی جنم ساکھی میں لکھی ہے۔ اس پیشگوئی کی کوئی بات گرنتھ صاحب کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ کسی گورو کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ پھر اس کو غیر مستند قرار دینا نہ صرف ہٹ دھرمی بلکہ گورو نانک صاحب کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار دینا ہے۔ ویسے تو سکھوں کی عقل کی لوگ اکثر تعریف کرتے ہی رہتے ہیں مگر اس پیشگوئی کے معاملہ میں جو رویہ سکھوں نے اختیار کیا اس نے اس تعریف کو اور بھی چار چاند لگا دئیے ہیں۔

جنم ساکھی میں تحریف

(۲) آج سے ۳۰ سال قبل کی جنم ساکھیوں میں یہ پیشگوئی موجود ہے۔ مگر امی رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے چھاپہ خانہ کی چھپی ہوئی بعد کی ساکھیوں میں نہ معلوم کس کے ڈر سے اس پیشگوئی میں تحریف کر کے لفظ "رشید" کی بجائے "بیراگی" کر دیا گیا اور "وہ مسلمان ہوگا" اس جملہ کو بالکل نکال دیا گیا۔ سچ پوچھو تو تحریف کرنے میں عیسائیوں کے بھی کان کتر دیئے۔ افسوس ہے تو صرف یہ کہ سکھوں نے ایسا کر کے نہ صرف کلام نانک کو بلکہ خود نانک علیہ الرحمۃ کو بھی پبلک کی نظروں میں مشکوک بنا دیا۔ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے میں دونوں ساکھیوں کی عبارت کو یہاں لکھتا ہوں :-

گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ کی چھپی ہوئی پہلی جنم ساکھی صفحہ ۵۲۷	گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ کی بعد کی چھپی ہوئی جنم ساکھی صفحہ ۵۲۷
"اور ایک جو بندہ صاحب کا اٹھے گا اس کا نام رشید ہوگا سو گرو کے حکم سے اٹھے گا لیکن وہ مسلمان ہوگا۔ اس کو اپنی بندگی بخشیں گے وہ اکال پورکھ کو جانے گا اور دوسرے کو نہ جانے گا"	"اور ایک جو بندہ صاحب کا اٹھیگا اس کا نام بیراگی ہوئیگا سو ست گرو کے حکم سے اٹھیگا اس کو اپنی بندگی بخشیں گے وہ اکال پورکھ کو جانے گا اور دوسرے کو نہ جانیگا"

پیشگوئیوں میں صفاتی نام

(۳) سکھوں میں چونکہ الہام اور پیشگوئیوں کا سلسلہ بہت ہی کم ہے اس لئے انہیں اس مضمون پر وچار کرنے کا بہت کم موقعہ ملتا ہے جن لوگوں میں الہامی پیشگوئیوں کا سلسلہ ہے وہ جانتے ہیں کہ پیشگوئیوں میں صفاتی نام کو بھی نام ہی کہا جاتا ہے۔ مثلاً یسعیا نبی نے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق پیشگوئی کی تو فرمایا کہ اس کا نام عمانوائیل ہوگا۔ حالانکہ حضرت مسیح کا نام عمانوائیل رشتہ داروں نے نہیں رکھا۔ مگر پھر بھی ساری عیسائی دنیا اس پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح کو ہی مانتی ہے۔ اسی طرح عام طور پر پیشگوئیوں میں صفات ہی کے لحاظ سے نام رکھا جاتا ہے۔ صفائی کے ساتھ جزئیات من وعن طور پر نہیں ہوتی۔ اسی نہج پر گورو نانک کی پیشگوئی میں حضرت امام زمان کو رشید کہا گیا۔ جو صفاتی نام ہے والدین کا رکھا ہوا نام غلام احمد ہے۔ رشید کے معنے ہیں ہدایت یافتہ۔ یعنے خدا سے ہدایت پاکر لوگوں کو ہدایت دینے والا۔ دوسرے لفظوں میں اسی کو مہدی کہتے ہیں۔ اور مہدی کے آنے کی پیشگوئی بھی آد اور دسم گرنتھ میں صاف موجود ہے۔ اس لئے اس پیشگوئی کے مصداق میرے نزدیک حضرت مرزا صاحب ہی ہیں۔

ذات گوت اور علاقہ کا سوال

اس پیشگوئی میں اگر مرزا صاحب کے گاؤں۔ علاقہ۔ ذات یا گوت کا کوئی اشارہ نہیں تو کسی اور کے گاؤں۔ علاقہ۔ ذات اور گوت کا بھی تو اشارہ نہیں۔ یہ سوال تو گورو صاحب ہی سے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس بزرگ کا گاؤں۔ ذات۔ گوت علاقہ وغیرہ کیوں نہیں بتایا۔ لیکن گرو صاحب کی طرف سے میں آپ کو جواب دیتا ہوں۔ کہ گورو صاحب نے اس جگہ اس بزرگ کا مذہب بتایا ہے کہ وہ مسلمان ہوگا۔ اور اسی ساکھی میں دوسری جگہ اس کا پیشہ کاشتکاری اور علاقہ بٹالہ صاف بتایا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۲ ساکھی ہذا۔

سوال نمبر ۴ کا جواب نمبر ۳ میں مفصل دیدیا گیا ہے۔

سن پیدائش

(۵) اس کے پیدا ہونے کا سن اگر نہیں بتایا تو یہ بھی پیشگوئی کرنے والے کا قصور کہا جا سکتا ہے۔ مگر نہیں اس نے دوسری جگہ اس کا سن پیدائش بھی بتا دیا ہے۔ کہ وہ گورو نانک صاحب کے سچ کھنڈ جانے کے یکصد سال بعد پیدا ہوگا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۷۲ ساکھی ہذا۔

تشریح اس کی یہ ہے کہ دسوں گرو نانک روپ ہیں۔ اسی لئے سب کے کلام کا تخلص نانک ہی رہا ہے۔ نانک کا آخری روپ گورو گوبند سنگھ صاحب ہیں۔ جن کا انتقال سمت ۱۷۶۵ بکرم میں ہوا۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی پیدائش سمت ۱۸۹۸ بکرم

محشرستان کشمیر

—— ۱۸ اگست کی شب کو جموں میں پچاس معزز اشخاص جن میں مسلم ایسوسی ایشن جموں کے صدر، جنرل سکرٹری، جائنٹ سکرٹری، اور فنانشل سکرٹری بھی شامل ہیں۔ گرفتار کر لئے گئے جس سے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ مسلمانوں نے ہڑتال کر دی۔ مزید گرفتاریاں ہونے کی توقع ہے۔

—— گزشتہ دنوں مولانا ابوالکلام آزاد سرینگر تشریف لے گئے تھے خدا جانے وہاں انہوں نے حکومت کشمیر کی کیا کیا خدمات انجام دیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ان پر بہت سے سوال کئے گئے ہیں۔ مولانا ممدوح نے تا حال ان میں سے کسی کا بھی جواب نہیں دیا۔ جس سے ان کے متعلق شکوک اور بدگمانیاں بڑھ رہی ہیں۔ مولانا کو بہت جلد اپنی پوزیشن صاف کرنی چاہیئے۔

—— مولانا ممدوح کے قیام سرینگر کے دوران میں یہ بھی اطلاع آئی تھی کہ انہوں نے سرینگر میں مسلمانوں کی حمایت میں ایک تقریر کی تھی جس میں حکومت کشمیر کے بعض مظالم کو بھی تسلیم کیا تھا۔ مولانا ممدوح نے ایک اعلان میں اس تقریر کے "جرم" سے انکار کیا ہے۔ بعض سمجھدار اور معاملہ فہم لوگوں کا پہلے ہی سے یہ خیال تھا کہ مولانا ہرگز ایسی تقریر نہیں کر سکتے کیونکہ اس سے ہندوؤں کے خفا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

—— سرینگر ۱۸ اگست۔ مقامی کالج کے ایک طالب علم مسمی غلام نبی کو قلعہ سے رہا ہونے کے بعد کالج سے خارج کر دیا گیا ہے۔

—— تازہ اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ پنڈت تنکر کول ایم اے کی جگہ ایک انگریزی اخبار کے ایڈیٹر کو بشاہرہ ۶۰۰ تا ۸۰۰ روپیہ ماہوار، ریاست کا پبلسٹی افسر مقرر کیا گیا ہے۔ پنڈت مذکور کو وزیر اعظم کے دفتر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

—— ۱۸ اگست کو مہاراجہ بہادر نے ایک ہندو مذہبی تقریب پر پوجا کی حالانکہ پہلے وہ عموماً اس قسم کی مذہبی مراسم میں شرکت نہیں کیا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔

—— ۱۸ اگست کی شب کو جو لوگ جموں میں گرفتار کئے گئے تھے ان میں سے دو اشخاص کو دو دو ہزار روپے کی ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ باقی تمام زیر حراست ہیں۔

—— جموں میں ڈوگرہ فوج اور پولیس مسلمانوں پر ہولناک مظالم کر رہی ہے۔ معمولی باتوں پر مسلمانوں کو زخمی اور بے عزت کیا جاتا ہے۔ ایک معمولی سپاہی معزز سے معزز مسلمان کو زد و کوب اور بے عزت کرنے میں تامل نہیں کرتا۔ دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے اس کی آڑ میں طرح طرح کے مظالم ہو رہے ہیں۔ دن کو پولیس کا اور رات کو فوج کا راج ہوتا ہے۔ ڈوگرہ پولیس اور فوج کی شہ پر ہندو باشندے بھی مسلمانوں کو طرح طرح سے دق کر رہے ہیں۔ خدا جانے ان شرمناک مظالم کا خاتمہ کب ہو گا۔

—— حکومت کشمیر آج کل سخت بدحواس ہو رہی ہے اس نے اپنی سرحدوں پر مسلمانوں کے جتھے روکنے کے زبردست انتظامات کر رکھے ہیں۔ پولیس اور فوج کی سرحدوں پر خوب نمائش ہو رہی ہے، بعض مقامات پر توپیں اور مشین گنیں بھی لگا دی گئی ہیں۔

—— ان سرحدوں پر مسلمان مسافروں کی سخت دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ اور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی تعلیم یافتہ مسلمان حدود ریاست میں داخل نہ ہو۔

—— ۱۴ اگست کو تمام ریاست میں یوم کشمیر نہایت شاندار اور منظم طریق پر منایا گیا۔ سرینگر۔ سوپور۔ مظفر گڑھ۔ بارہ مولہ اور بھارہ وغیرہ مقامات پر زبردست ہڑتال کی گئی سرینگر میں ہڑتال نہایت مکمل تھی۔ اس جگہ جلسہ بھی نہایت شاندار اور کامیاب ہوا۔ ہندو اخبارات نے اس کے خلاف جو اطلاعات شائع کی ہیں وہ سراسر غلط ہیں۔

—— جن مقامات پر ۱۴ اگست کو کشمیر کے متعلق جلسے منعقد ہوئے ہیں ان کی ایک فہرست گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل مقامات سے جلسوں کے انعقاد کی خبریں موصول ہوئی ہیں۔

جھانسی۔ کھنڈوا۔ نجیب آباد۔ گھٹالیاں ضلع سیالکوٹ چونڈہ ضلع سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ ڈلہوزی۔ شملہ۔ گیا۔ مدراس۔ گھام گاؤں۔ ایبٹ آباد۔ جہلم۔ کوہ مری۔ سورت۔ بمبئی۔ کھنہ ضلع لدھیانہ۔ اوکاڑہ۔ شکئی تحصیل نوشہرہ۔ دھرم سالہ ضلع کانگڑہ۔ کوٹ میانصاحب جلال پور بھٹیاں۔ جھنگ۔ موضع تلونڈی۔ جھنگاں۔ گوجرانوالہ۔ حضرو۔

—— مولانا داؤد غزنوی نے مجلس احرار پنجاب کی طرف سے اعلان کیا ہے۔ کہ مسلمان تحریک کشمیر کو ہر قسم کے تشدد سے پاک رکھیں۔

—— جموں میں جن مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا تھا ان کے ساتھ حکومت کشمیر نہایت شرمناک اور وحشیانہ سلوک کر رہی ہے معزز مسلمانوں کو گندی اور ذلیل ترین کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا ہے زیر سماعت قیدیوں پر طرح طرح کے مظالم ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے بھوک ہڑتال کر دی ہے۔

—— ایک انگریز خاتون نے اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور میں مندرجہ ذیل مکتوب شائع کرایا ہے:

جناب من! آپ کے اخبار کی اشاعت مورخہ ۱۶ ماہ حال میں سرینگر میں یوم کشمیر کے زیر عنوان پبلسٹی افسر نے ایک تار چھپوایا ہے جو سراسر غلط ہے۔ میں نے جگہ جگہ جا کر بچشم خود دیکھا ہے۔ اس دن یہاں مکمل ہڑتال تھی اور ۱۴ اگست کی صبح سے ۱۵ اگست کی صبح تک یوم کشمیر کو پورے طور پر منایا گیا مسلمانوں کی ایک دکان بھی کھلی نہ تھی۔ کوئی تانگہ تک دکھائی نہ دیتا تھا سوائے ان کشتیوں کے جو نمازیوں کو مسجد میں نماز و دعا کے لئے لے جاتی تھیں کوئی کشتی نہیں ملتی تھی۔ میں خود ہر جگہ گئی اور اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہیں خدا شاہد ہے کہ اس ظلم و استبداد کے ملک میں مظلومیت انتہا تک پہنچ گئی ہے۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے سفید جھوٹ اور ضرر رساں خبریں مشتہر کی جاتی ہیں۔

—— سیالکوٹ ۱۹ اگست۔ معلوم ہوا ہے کہ سیالکوٹ کے چار سرکردہ مسلمان پہلے جموں جائیں گے۔ اگر ان کو سرحد پر روک لیا گیا تو سیالکوٹ سے دوسرا جتھا ۲۴ اگست کو بھیجا جائے گا۔

—— قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پنجاب اور ہندوستان سے سات آٹھ ہزار تار مہاراجہ کشمیر کے نام موصول ہوئے تھے۔ لیکن ان تمام تاروں کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ جب وائسرائے کی طرف سے ایک طویل تار آیا تو مہاراجہ ممدوح اور ان کے وزرا، اور متعصب وزیر اعظم کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور تمام دربار میں سناٹا چھا گیا۔ اس تار میں صاف الفاظ میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کے مطالبات سنو اور بدامنی مت پیدا کرو۔

—— اس تار کے موصول ہونے پر ہی مسلمانوں کے وفد کو مہاراجہ کی خدمت میں پیش ہونے کی دعوت دی گئی۔

(بقیہ صفحہ ۷)

میں ہوئی جو نانک جی کے آخری باپ کے سچ کھنڈ چلنے کے ایک صد سال بعد کا یعنی ۱۲۳ سال بعد کا زمانہ پیشگوئی کے مطابق بالکل صحیح زمانہ ہے۔ لیجئے سن پیدائش بھی گورو صاحب نے بتا دیا۔

موعود کے زمانے کے نشانات

(۶) اس کے کارناموں سے کوئی بات اگر نہیں بتائی تو اس کی کا ذمہ دار بھی پیشگوئی کرنے والا ہے۔ مگر سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست پیشگوئیوں میں رنگ ابہام بھی ہو سکتا ہے۔ اگر سب نشان بتا دیئے جائیں تو ایمان بالغیب کی صفت اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے کچھ رنگ پوشیدہ بھی رکھا جاتا ہے۔ اس لئے اس پیشگوئی کے اندر بھی فرمایا کہ اس کو کوئی شاذ ہی جانے اور پہچانے گا۔ یہ ایک اصولی بات تھی جو میں نے عرض کر دی تاہم اگر اس پیشگوئی کو بھی غور سے پڑھا جائے تو اس کے زمانہ کے بہت سے نشانات لکھے ہیں۔ مثلاً۔ شاستر۔ گائتری۔ سون۔ ترین۔ ایکادشی بڑے بڑے تیرتھ۔ ان کو ماننے کا کوئی نام ہیں۔ جوگی سنیاسی جنگم۔ برہمچاری۔ براہمن گورو بن بیٹھینگے۔ حاکم عیش پرست ہوں گے۔ انصاف کا خون کیا جائے گا۔ جنگ عظیم ہو گا۔ خالصہ جی کیا یہ نشانات کچھ کم ہیں۔ علاوہ ازیں آدگرنتھ اور دسم گرنتھ میں اس کے لئے سورج اور چاند کے نشانات اور دجال کو قتل کرنا اس کے نشانات بتائے ہیں مفصل "پیغام صلح" کے فائل میں ملاحظہ فرمائیں۔

آخری التماس

(۷) مذکورہ بحث سے صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہی ہیں۔

اگر کسی صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق ساکھی کی اصل تحریر دیکھ کر اپنی تسلی کرنی ہے تو لاہور تشریف لائیں اس وقت یہاں ایک نہیں بلکہ دو ساکھیاں موجود ہیں جن میں یہ پیشگوئی درج ہے۔

(محمد یوسف گرنتھی)

چیٹ نمبر

کا حوالہ ضروری چیز ہے جس کی طرف آپ کو کبھی کبھی توجہ دلائی جاتی ہے۔

خبریں

— نتھیاگلی سے سرکاری اعلان شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ اکبرپورہ کے فسادکے متعلق غلط اور بناوٹی خبریں شائع کی جارہی ہیں۔ صحیح واقعات یہ ہیں کہ کئی سال سے موضع اکبرپورہ قانون شکنی کے متعلق سخت بدنام رہا ہے۔ اس لئے اسے حکم دیا گیا کہ تعزیری پولیس کے اخراجات کے متعلق مناسب حصہ ادا کرے یہ پولیس جنوری ۱۹۳۰ء میں متعین کی گئی تھی۔

لیکن اہل دیہ نے معاندانہ رویہ اختیار کئے رکھا۔ اور روپیہ ادا کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اس لئے ۱۱ اگست کو اسسٹنٹ کمشنر نوشہرہ، افسران مال اور پولیس کے دس آدمیوں کی معیت میں وصولی کے لئے وہاں گئے۔ اصلی نا دہندوں سے مطالبہ کیا گیا۔ اس پر بازار میں ایک بڑا ہجوم اکٹھا ہوگیا اور رقم کی وصولی کے خلاف مزاحمت کرنے لگا۔ اسسٹنٹ کمشنر نے پولیس سے کمک طلب کی۔ ضلع پولیس کے اسی مسلح آدمی ایبٹ آباد سے بھیجے گئے۔ موضع اکبرپورہ کے باہر تقریباً ڈھائی ہزار آدمیوں کا ہجوم جمع ہوگیا۔ دوسرے دیہات سے بھی انہیں امداد پہنچ رہی تھی۔

ان کو خاص طور پر متنبہ کردیا گیا۔ کہ یہ مجمع خلاف قانون ہے اور مرد جہ دفعہ ۱۴۴ کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر، ذیلدار اور دیگر سرکردہ اصحاب آدھے گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک ہجوم کو سمجھاتے رہے۔ لیکن انہوں نے منتشر ہونے سے صاف انکار کردیا۔ پولیس کو منتشر کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ اس نے آتشیں اسلحہ استعمال کرنے کے ہجوم کو منتشر کردیا۔ کوئی شخص شدید مجروح نہیں ہوا تقریباً دس آدمی جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ سرغنے تھے بلا فرا حمت گرفتار کرلئے گئے۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ لاہور کے بعض اخبارات میں جو ولولہ انگیز اطلاعات شائع ہوئی ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں۔

— ۲۱ اگست۔ باشندگان لاہور کا ایک جلسہ بیرون موری دروازہ لاہور میونسپل باغات میں ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی کے زیراہتمام منعقد ہوا۔ لالہ دونی چند صدر جلسہ تھے۔ لالہ شام لال نے ایک قرارداد پیش کی جس میں گول میز کانفرنس میں شرکت نہ کرنے پر گاندھی جی کی حمایت کی گئی۔ اور کانگرس کی مجلس عاملہ اور گاندھی جی کو یقین دلایا گیا کہ باشندگان لاہور انکی ہر طرح سے امداد کریں گے۔

تحریک کشمیر کے متعلق لالہ شام لال صاحب نے فرمایا کہ انہیں ہندوستانی ریاستوں کے باشندوں سے ہر طرح کی ہمدردی ہے۔ آپ نے ان لوگوں کی سخت مذمت کی جو اس موقعہ پر ہندو مسلم کشمکش پیدا کررہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ ہندو مسلمانان کشمیر کے جائز مطالبات کی مخالفت کرنے میں حق پر نہیں ہیں۔ مہاراجہ کشمیر کو ہندو یا مسلمان نہیں بلکہ صرف مہاراجہ سمجھنا چاہیئے۔ اور اس کا مقصد محض یہ ہے کہ اپنا اقتدار قائم رکھے۔ علاوہ ازیں وہ کسی ہمدردی کا مستحق نہیں کیونکہ مہاتما جی کی گرفتاری کے موقع پر اس نے سکول کے چھوٹے بچوں کو ہڑتال کرنے پر سزا دی تھی۔ ہندوؤں کو مہاراجہ کے ہر فعل کی اس لئے حمایت نہ کرنی چاہیئے کہ وہ ہندو ہے۔

— بمبئی۔ مزگاؤں۔ ۲۴ اگست۔ غازی محی الدین اجمیری برقی پیغام کے ذریعے اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۲ اگست ۱۹۳۱ء کو ایک تار موصول ہوا ہے کہ ریاست جے پور کے حکام نے رام گڑھ میں ایک مسجد کے شہید کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ وہاں کے مسلمان سخت جوش میں ہیں اور مسجد کے سامنے ستیہ گرہ کررہے ہیں۔ بعض اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ مسلمان احتجاج کے طور پر ریاست کو چھوڑ کر جارہے ہیں۔

— فریدپور ۲۳ اگست۔ آج پولیس نے ڈسٹرکٹ کانگرس کمیٹی۔ انجمن طلبا اور گوبندپور کانگرس کمیٹی کے دفتر پر چھاپہ مارا۔ آخری دفتر سے پولیس نے بارود بھرے ہوئے بم اور مادۂ آتشگیر برآمد کرکے اس پر قبضہ کرلیا۔ گوبندپور کانگرس کمیٹی کا ایک مسلمان رضاکار اور ستیا رنجن داس صدر انجمن طلباء گرفتار کرلئے گئے۔

— مسٹر پٹیل سابق صدر اسمبلی نے لندن میں ایک بیان کے دوران میں کہا کہ ہندوستان کی موجودہ بدامنی میں روسی ہاتھ کام نہیں کررہا ہے۔

— ہانکو ۲۲ اگست۔ دریائے ینگسی میں طغیانی کی وجہ سے کم ازکم ۱۰ ہزار آدمی ہلاک اور ۴ لاکھ بے خانماں ہوگئے ہیں۔ بہت سے آدمی ہیضہ اور تپ محرقہ کا شکار ہورہے ہیں۔ بھوکوں ناداروں کو خوراک بہم پہنچانے کا ابھی تک کوئی تسلی بخش انتظام نہیں ہوا ہے۔

چربہ اڑ گیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۰

... ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

ماہنواز ایڈیشن

پیغام صلح

ایڈیٹر

دوست محمد

لاہور یوم پنجشنبہ مطابق ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۳۱ء

جلد ۱۹ — نمبر ۵۰

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددین کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

مسلمانان کشمیر کی موجودہ حالت

از علامہ سر محمد اقبال

علامہ اقبال نے اپنے ... کشمیری مسلمانوں کے حالات ... [illegible] ... امید ہے کہ یہ چند اشعار قارئین پیغام صلح کی خاطر دلچسپی ... [illegible]

کشیری کہ با بندگی خو گرفتہ — بتے می تراشد ز سنگ مزارے

ضمیرش تہی از خیال بلندے — خودی ناشناسے ز خود شرمسارے

بریشم قبا خواجہ از محنت او — نصیب تنش جامۂ تار تارے!

نہ در دیدۂ او فروغ نگاہے — نہ در سینۂ او دل بیقرارے

از آں مے فشاں قطرۂ بر کشیری

کہ خاکسترش آفریند شرارے

جماعت احمدیہ کا بنیادی پتھر

(از قلم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب [illegible])

جماعت احمدیہ [illegible] ترقی

بہت لوگ یہ سوال [illegible]
عقائد نہایت سچے اور [illegible] جماعت کی طرف
سے اسلام اور [illegible] نمایاں
قسم کا لٹریچر نکل چکا ہے [illegible] کہ اس
جماعت کی ترقی کی رفتار [illegible] ایک
وہ وقت تھا کہ لوگ حضرت [illegible]
اور مخالفت پر آمادہ [illegible] حضرت مرزا صاحب کا
نام تو ان کے [illegible] وقتوں میں
جماعت باوجود ایسی شدید [illegible] کے ترقی [illegible]
جبکہ کوئی شخص بھی [illegible] حضرت [illegible]
اکثر بیعت کرے اور [illegible] تعلیم
یافتہ طبقہ حضرت مرزا صاحب [illegible]
کو مجدد تسلیم [illegible]
[illegible] لوگ [illegible] ہوتے ہیں
سرعت سے [illegible]

فوری توجہ کی ضرورت

میں خیال [illegible]
ہماری جماعت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

جماعت احمدیہ [illegible]
اصول اسلام کی [illegible]
[illegible]
شخصیت [illegible]
[illegible] جماعت [illegible]
[illegible]
[illegible] جماعت [illegible]
[illegible] جماعت [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] یقین [illegible]
[illegible]
[illegible] اسلام [illegible]
[illegible] یقین [illegible] بے شک [illegible] ایک
پہلو سے صحیح بھی [illegible] صداقت پر یقین کے [illegible]

ہو جاتے ہیں میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا ہر مسلمان اصول اسلام کی سچائی
کا [illegible] صداقت پر تسلیم کرنے کو
[illegible] یقین [illegible]
حضرت [illegible] یقین
[illegible] مسلمان ہونے کے قائل
[illegible] یقین ہے جو حضرت مسیح موعود سے جماعت
احمدیہ کے [illegible] یقین کے [illegible]
[illegible] کان میثاقا [illegible] اللہ نورا
[illegible] الناس [illegible] یقین قرآن کی صداقت [illegible]
[illegible]
[illegible] قرآن [illegible]
[illegible] وہ بلند مقام ہے جس پر کھڑا ہو کر
ایک مسلمان تمام دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود نے اس [illegible] اس قدر انقلاب
پیدا کر دیا [illegible] محکم یقین۔
ایک عام مسلمان بھی یہ یقین رکھتا ہے کہ قرآن خدا تعالیٰ کی کتاب
ہے اور اس کی تعلیم سچی ہے لیکن ایک وہ حق الیقین تھا جو حضرت
مسیح موعود کو حاصل تھا جو ان کو دن کو چین سے بیٹھنے دیتا تھا
نہ رات [illegible] ایمان تھا کہ دنیا ادھر سے
ادھر ہو جائے مگر قرآن کی صداقت اور اپنے منجانب اللہ
ہونے سے وہ ایک انچ نہیں ہٹتے۔ آخر یہ اسی یقین و ایمان
[illegible] کہ انہوں نے تمام ادیان پر اسلام کی صداقت کو ثابت
[illegible] ثابت قدمی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے ایک
[illegible]

جماعت احمدیہ کا نصب العین

[illegible] نصب العین ہے
[illegible] جماعت احمدیہ [illegible] جس کے متعلق ہمیں ایسے
[illegible] جماعت احمدیہ کا واحد مقصد دنیا
میں صحیح تعلیم قرآن کو پیش کرنا ہے جو اسوۂ حسنہ حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہمارے
[illegible] امن و ترقی ہے
[illegible] جماعت احمدیہ کا
[illegible] جس کے لئے حضرت
[illegible] جس سے جماعت
[illegible] ضرورت ثابت ہوتی ہے

قادیانی جماعت کی محبت مسیح موعود سے

جو لوگ اس بات سے [illegible] کہ قادیانی
[illegible] مسیح موعود سے زیادہ محبت و عشق ہے [illegible]
[illegible] کہ جب [illegible] حضرت مسیح موعود کی بعثت کی
[illegible] صداقت قرآن مجید ثابت کرنا ہے تو کس حد
تک قادیانی جماعت اس غرض کو پورا کر رہی ہے اگر
اس مقصد سے قادیانی جماعت کا قدم ہٹ گیا ہے تو محض
حضرت مسیح موعود سے پیر پرستی کے رنگ میں محبت کے دعویٰ
[illegible] دے سکتے ہیں۔ کیا اس قسم کی محبت کے مدعی
[illegible] مسلمان موجود نہیں ہیں۔ کیا تمام پیر پرست اور گدی پرست
اپنے اپنے مشائخ و بزرگوں سے اس قسم کی محبت نہیں دکھاتے!
کسی انسان سے عشق و محبت کے حقیقی معنے تو اس کے مقصد
کو پورا کرنا ہوا کرتے ہیں اس میں ذرہ بھر شبہ کرنے کی گنجائش
نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی بعثت کا مقصد صداقت قرآن کو
الم نشرح کرنا تھا اور اس میں بھی ذرہ بھر شک نہیں کہ قادیانی جماعت
بہت حد تک اس مقصد سے دور ہٹ چکی ہے پھر ہم ان کے
محبت کے دعووں کو کیا کریں۔ ہمیں تو وہ عاشق حضرت مسیح
موعود دکھا دیں جو اپنی تمام طاقت و قوت سے ان کے
مقصد کی تکمیل میں دن رات غرق دکھائی دیں۔

موجودہ زمانہ کی مشکلات

جب یہ واضح اور عیاں ہے کہ جماعت احمدیہ کا نصب العین
اصول اسلام کی صداقت کی ترویج ہے تو ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ
کونسی شے ہے جس کا یقین ہمیں کامیاب بنا سکتا ہے۔ اس
میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ زمانہ بہت بڑی مشکلات کا زمانہ
ہے۔ مذہب کو پیش کرنے والے علی العموم ملا لوگ ہیں جن کی باتیں اور
طریق عمل کسی معقول پسند انسان کو قائل نہیں کر سکتا۔ دوسری
طرف دہریت اور مادیت کا وہ چمکتا ہوا سراب جو مغرب میں ہمیں
نظر آتا ہے اور جس کے اثر سے کلی طور پر اپنے آپ کو بچائے
رکھنا ایک معمولی حالات کے انسان کے لئے قریباً ناممکن ہے۔
ملاء مذہب اور مغرب کی تہذیب دونوں اسلامی تعلیم کے
سراسر خلاف ہیں۔ ان حالات میں صحیح صحیح تعلیم قرآن پر
دل و جان سے یقین پیدا کر لینا کوئی معمولی بات نہیں۔ منہ سے
قرآن کریم کو منجانب اللہ کہہ دینا اور چیز ہے لیکن اس کی تعلیم
پر دل اور جان اور تمام یقین سے ایمان لانا اور رات دن
اس تڑپ اور انہماک میں لگے رہنا کہ کس طرح دنیا اس کی
حقیقی اور سچی تعلیم سے خبر پا لے یہ اور چیز ہے۔

کامیابی کی حقیقی راہ

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ انہی پر فتن حالات میں
ایسے ہی یقین کو دل میں گاڑنے کے لئے حضرت مسیح موعود نازل
ہوئے اور یہی بات جماعت احمدیہ کی ایک خصوصیت ہے ایسے
حالات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک دین پر یقین و ایمان پیدا
کیا جائے۔ اگر ہم نے اس یقین و ایمان کو پیدا نہیں کیا تو ہم نے
حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا۔ اگر
ہم نے اس یقین و ایمان کو پیدا نہیں کیا تو ہم نے حضرت مسیح موعود
پر ایمان لانے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا اگر ہم میں وہ سچی اور
حقیقی تڑپ صداقت تعلیم اسلام کے متعلق پیدا نہیں ہوئی
جس سے ہمارا ہر ایک ذرہ گواہی دیتا ہو اگر ہم نے اپنی زندگی کا
حقیقی مقصد حصول علم دین اور اس کی اشاعت قرار نہیں دے

. . . .

- - - - - اگر ہم علماء ظاہر پرست کے رنگ میں
رنگے جا چکے ہیں اور حضرت مسیح موعود کے نام اور ان کے مقام کو
اصل مقصد تصور کر چکے ہیں اور اشاعت علوم قرآنی جس کی دنیا کو
اس وقت اشد ترین ضرورت ہے اس سے ہم غافل ہیں یا پیر
پرستی سے آزاد ہو کر دجال کی لعنتی تہذیب کے اسیر بن چکے ہیں
اور اسلامی سادگی اور حق پرستی کے بجائے فیشن پرستی اور
زر پرستی کی زنجیروں میں جکڑے جا چکے ہیں تو یقین کر لیجئے کہ ہم
یقین اور ایمان کے اس درجہ پر نہیں جو کامیابی کی اصل بنیاد ہو اور جس پر
ہماری سرعت ترقی کا حقیقی مدار ہے ضرورت ہے کہ اس یقین اور
ایمان کو مسیح موعود کے نام لیوا اپنے اندر پیدا کریں تا کہ ہس کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۵۰

ہمارا انتظامِ جماعت

احمدی احباب کی خدمت میں چند ضروری گزارشات

(۲)

گزشتہ اشاعت میں ان چند باتوں کا ذکر کرتے ہوئے جو قوم کی بہبودی اور فلاح کے لئے ہمارے اندر پیدا ہونی ضروری ہیں ماہوار چندوں کی باقاعدگی کی ضرورت کی طرف بھی ہم نے ضمناً اشارہ کیا کیا تھا یہ فی الحقیقت ایک ایسی چیز ہے جس پر قوم کی تمام ترقیات کا دارو مدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اس اہم ضرورت کی طرف قوم کو توجہ دلاتے ہوئے صاف طور پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص متواتر تین چار ماہ چندہ نہ دے اسے جماعت سے خارج سمجھا جائے۔

مالی قربانیاں

فی الحقیقت اگر غور کرکے دیکھا جائے۔ تو جو کام آپ نے شروع کر رکھے ہیں، جو کامیابیاں اب تک آپ کو نصیب ہوئی ہیں، جن کی وجہ سے دنیا آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ وہ جہاں آپ کے اوقات گرامی کی قربانیوں اور اخلاقی و روحانی فیوض کا نتیجہ ہیں، وہیں بہت بڑی حد تک وہ مالی قربانیاں بھی ان کا اصل باعث ہیں جو آپ کو نہ صرف ماہوار چندوں بلکہ بعض وقتی چندوں کے ذریعہ بھی وقتاً فوقتاً کرنی پڑیں۔ لیکن کچھ عرصہ سے ان مالی قربانیوں کے بارہ میں قوم کے ایک بڑے حصے میں سستی واقعہ ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ سے انجمن کی مالی حالت بھی دن بدن گرتی چلی جا رہی ہے۔ جو بہت ہی قابل افسوس امر ہے اس میں شک نہیں کہ ملک کی اقتصادی حالت کا بھی اس پر اثر ہے جو پہلے کی نسبت خراب ہے۔ لیکن اس سے بڑھکر اس احساس کی کمزوری ہے جو قومی ضروریات اور قومی کاموں کے متعلق ہمارے اندر ہونا چاہئے۔

خانگی ضروریات اور قومی کام

آخر یہ قابل غور امر ہے کہ ملک کی اقتصادی حالت ہمارے خانگی اخراجات پر اس قدر اثر انداز کیوں نہیں ہوئی جس قدر قومی کاموں پر اس کا اثر پڑا ہے۔ ہمارے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات۔ شادی اور موت کے اخراجات اور دیگر تمام دنیوی ضروریات اسی طرح یا اس سے کسی قدر تنگی کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں۔ جس طرح پوری ہو رہی تھیں ان میں سے کوئی ضرورت ایسی نہیں جو چھوٹ گئی ہو یا اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے اسے ترک کر دیا گیا ہو کم از کم کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات میں تو شاید ہی کمی ہوئی ہو۔ اگرچہ وقت آنے پر دیگر دنیوی رسوم و رواج بھی خواہ قرض اٹھا کر ہی پورے ہوں کوئی کمی ان میں اٹھا نہیں رکھی جاتی۔ لیکن ہمارا تعلق کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات کا سوال ہے۔ آپ کہیں گے کہ اس کے بغیر انسانی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ آج کل بمشکل انہی اخراجات کو پورا کیا جاتا ہے تو انجمن کو کہاں سے دیا جائے۔ کیا اس کے جواب میں یہ کہنا جائز نہ ہوگا ؎

نیم نانے گر خورد مرد خدا
بذل درویشاں کند نیم دگر

قومی کاموں کی ذمہ داری

خدا کے بندو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس پوری روٹی میں سے جو آپ کی شکم سیری کا موجب ہے آدھی پر خود گزارہ کر لیں اور نصف ان قومی کاموں کی نذر کر دیں۔ جو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے جاری کر رکھے ہیں۔ یا تو صاف کہہ دیجئے کہ ہم ان کاموں کے چلانے کے ذمہ دار نہیں اس صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی اور ایسے اسباب پیدا کر دے گا کوئی اور ایسے بندے اپنی طرف سے بھیج دے گا جو حقیقی معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالے اور رضائے الٰہی کو خواہشات جسمانی پر ترجیح دینے والے ہوں۔ لیکن جب تک آپ یہ نہیں کرتے جب تک اس انجمن اور اس کے کاموں کو اپنی طرف منسوب کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں اس وقت تک آپ پر فرض ہے کہ جہاں اپنی دیگر ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ جہاں اپنے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات کو برداشت کرتے ہیں۔ وہاں اس انجمن کے اخراجات کو بھی پورا کریں جس کو آپ نے خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا۔

ہماری موجودہ حالت

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بہت سے ایسے کام جو آپ کی بلند ہمتی اور مالی قربانیوں کی بنا پر انجمن نے شروع کئے تھے۔ آج آپ ہی کی عدم توجہی بلکہ عدم احساس کی وجہ سے رکے پڑے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ لاکھ کے خرچ سے جو مسجد آپ نے برلن میں تیار کی تھی اور جو بہت سے جرمنوں کو اسلام کی طرف لانے کا موجب ہوئی آج نہایت خستہ حالت میں آپ کی عاجلانہ بلند ہمتیوں کو تک رہی ہے[1]؟ کیا آپکو معلوم نہیں کہ گیارہ ہزار کی وہ معتد بہ رقم جو ایک دنیا پرست مبلغ نے مسجد کو رہن کرکے حاصل کی۔ آج تک آپ کے سر پر ہے اور آپ کی قومی عزت کو رہن کئے ہوئے ہے؟ کیا آپکو معلوم نہیں کہ وہ افراد قوم جن کو تبلیغ دین کے لئے آپ نے کالے کوسوں بھیج رکھا ہے پردیس میں آپ کی ہمت وسیع کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اور کوئی دوست اور رشتہ دار وہاں ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا نہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے مرکزی دفتر میں جو لوگ کام کر رہے ہیں وہ قلیل تنخواہیں لینے اور باقاعدہ ماہوار چندہ دینے اور وقتی چندوں میں بھی حتی المقدور حصہ لینے کے باوجود اب پھر تخفیف کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور اس سے بھی بڑھکر دو دو ماہ تک ان کی تنخواہوں کا رکا رہنا لاہور جیسے شہر میں اور بھی ان کے لئے پریشان کن ہے؟ پھر سب سے بڑھ کر کیا آپ کو پتہ نہیں کہ کئی ایک بیرونی بل ہیں جو انجمن کے دفتر میں بلا ادائیگی پڑے ہوئے ہیں اور ان کی عدم ادائیگی انجمن اور تمام قوم کی ساکھ کو بگاڑ رہی ہے۔

قادیانی جماعت کی اقتصادی حالت

آپ یہ نہ کہیں کہ یہ خرابیاں انجمن کی کسی انتظامی کمزوری یا اس کے کارکنوں کی غفلت کا نتیجہ ہیں۔ وہ لوگ جن کے نظام کی قصیدہ خوانی بعض دوستوں کا راتدن کا وظیفہ ہے ان کی طرف سے بھی یہ اعلان کیا گیا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان اس وقت ۷۵ ہزار روپیہ کی مقروض ہے ۳ اگست ۱۹۳۱ء کے الفضل میں میاں صاحب نے صاف لکھا ہے کہ۔ "یہ قرضہ قریباً ۷۵ ہزار روپیہ ہے اور اس کی وجہ سے سلسلہ کے روزمرہ کے کام بھی رک رہے ہیں۔ اگر ہم نے اس سال اس قرض کو نہ اتارا تو مجھے ڈر ہے کہ آئندہ اگر ملک کی حالت مزید خراب ہوئی تو اس کا اتارنا قریباً ناممکن ہو جائے گا۔"

خدا کا شکر ہے کہ آپ کی انجمن پر اس قدر زیادہ بوجھ نہیں جتنا تعداد کی کثرت پر فخر کرنے والوں نے اپنے اوپر ڈال لیا۔ لیکن جس قدر بھی بوجھ آپ پر ہے اس کا اترنا بہرحال ضروری ہے ورنہ مالی حالت کی یہ خرابی دن بدن بڑھتی چلی جائے گی۔ اور بہت زیادہ تکالیف کا موجب ہوگی۔

ضرورت احساس

اس کے لئے سب سے بڑھکر احساس کی ضرورت ہے۔ جو قومی معاملات اور قومی کاموں کے ساتھ افراد قوم کے اسی تعلق و لگاؤ کو پیدا کرنے کا موجب ہو۔ جو تعلق اور لگاؤ انہیں اپنے عزیز و اقارب اور اپنے اہل و عیال اور ان کے کاموں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر اس قسم کا احساس ہمارے اندر پیدا ہو جائے تو یقیناً ہمارے تمام کام ابھر سکتے اور چندوں وغیرہ میں باقاعدگی پیدا ہو سکتی ہے۔

---

[1] ہمارے یورپی نامہ نگار کی وہ چٹھی ملاحظہ ہو جو ۱۵ اگست کے پیغام صلح میں شائع ہوئی ہے۔

اس وقت جہاں تک چندوں کا سوال ہے قوم کا ایک معتدبہ حصہ اس میں شمولیت سے عاری ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ وہ عدم احساس ہے جو قومی کاموں کے متعلق پیدا ہو چکا ہے۔ اقتصادی کمزوری کی وجہ بھی بے شک صحیح ہے۔ لیکن یہ ایسی وجہ نہیں جس پر تمام خرابیوں کا انحصار ہو۔ احساس اگر دلوں کے اندر موجود ہو تو تھوڑا تھوڑا دینے سے بھی بہت ہو جاتا ہے بشرطیکہ تمام افراد قوم بلا استثنا اپنے حسب استطاعت حصہ لیں۔ بقایاجات جو ان کی طرف چلے آتے ہیں ان کی ادائیگی کی کوشش کریں۔ ماہوار چندوں کے بقایاجات کے علاوہ آپ کے واحد قومی آرگن "پیغام صلح" کی بھی بہت سی رقوم ہیں جو کئی ایک ذی استطاعت اصحاب کے ذمہ چلی آتی ہیں۔ وہ اگر اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ انجمن کی بہت بڑی امداد کا موجب ہو سکتی ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ ان چند مخلصانہ سطور کو اسی دلی ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ مطالعہ کیا جائیگا جو ان کے لکھنے میں مدنظر ہے؟

آئندہ اشاعت میں انجمن کے بعض خاص صیغہ جات پر علیحدہ علیحدہ نظر ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

کشمیر کے بعد رام گڑھ

کشمیر کے ہولناک واقعات کا سلسلہ ابھی ختم بھی نہیں ہوا کہ ریاست جے پور کے ٹھکانہ رام گڑھ سیکر سے ایک مسجد کے انہدام اور مسلمانوں کے قبرستان پر ہندوؤں کے جابرانہ تصرف کی خبریں آنی شروع ہو گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ٹھکانہ مذکور میں ایک مسجد کے احاطہ میں پیپل کا درخت ہے جس کو بعض جاہل ہندو مقدس مانتے ہیں۔ انہوں نے وہاں مندر تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی۔ جو انہیں مل گئی۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے قبرستان پر بھی انہوں نے قبضہ جمانا شروع کیا۔ مسلمان اس سے بہت ہی مضطرب ہو اور حکام جے پور کے پاس مرافعہ کیا۔ لیکن بجائے دادرسی کے معاملہ انسپکٹر جنرل پولیس کے سپرد کر دیا گیا۔ جس نے مسجد کے گرانے کا حکم دیدیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس خبر کو سن کر اور یہ معلوم کر کے کہ رام گڑھ سیکر کے مسلمان مرد، عورتیں اور بچے ستیہ گرہ کے لئے مسجد کے آگے پڑے ہیں، اور سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ دیوان صاحب درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور بعض دیگر اکابران اجمیر نے والیٔ جے پور، سٹیٹ سیکرٹری اور ٹھاکر صاحب سیکر کو تار دئیے ہیں۔ کہ انسپکٹر جنرل پولیس کے فیصلہ کے متعلق امتناعی احکام صادر کئے جائیں۔ اس کے علاوہ معزز مسلمانوں کا ایک وفد بھی مسلمانوں کے جذبات کو واضح کرنے کے لئے جے پور جا رہا ہے۔ جس کو اگر ناکامی ہوئی تو مسلمانوں کی طرف سے جتھوں کی روانگی شروع ہو جائے گی۔ ہم حیران ہیں کہ ان حرکات سے ہندوؤں کی اصل غرض کیا ہے کیا وہ اس طریق سے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے یا ہندوستان سے نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ان کے لئے خود ہلاکت کا موجب ہوگا۔

ان واقعات سے یہ صاف طور پر نظر آ رہا ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف ایک منظم سازش کر رکھی ہے تاکہ کشمیر کی طرف اگر مسلمانوں کی نظریں اٹھیں تو رام گڑھ میں ایک نیا گل کھلا کر ان کی توجہ کو اس طرف پھیر دیا جائے اور پھر کسی اور جگہ کوئی ایسا ہی ہنگامہ برپا کر کے اس طرف ان کے خیالات کو منعطف کر دیا جائے۔ اس سازش کا مقابلہ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی ایک خاص نظام کے ماتحت کرنا چاہئے جس میں نہایت متانت کے ساتھ سوچ بچار کر کے ایسا سامان بہم پہنچائیں کہ ہر جگہ پورے طور پر مورچہ بندی کر سکیں۔

مہابھارت کا صحیح نسخہ

بھنڈارکر انسٹی ٹیوٹ جو پونہ میں مرہٹوں کا مشہور ادارہ ہے اور جس میں متعدد ڈاکٹر و گریجوایٹ تصنیف و تحقیق کے کام میں لگے ہوئے ہیں سنسکرت کا سب سے بڑا کتب خانہ بھی اس کے پاس ہے جس میں بیس ہزار کتابیں ہیں اس نے بقول "معارف" ایک نیا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ یعنی مہابھارت کا ایک صحیح نسخہ مرتب کر کے شائع کیا جا رہا ہے اس کے لئے ہندوستان اور دنیا کے ہر گوشے سے مہابھارت کے قدیم قلمی نسخے فراہم کئے گئے ہیں کشمیری۔ ملیالم۔ اور بنگالی خطوط میں لکھے ہوئے قدیم نسخے بھی منگائے گئے ہیں۔ ایک ہندو پی۔ ایچ۔ ڈی فاضل پانچسو روپے ماہوار کے معاوضہ پر اس کام کے لئے مقرر ہے۔ جس کے ماتحت بہت سے پنڈت اور گریجوایٹ کام کرتے ہیں۔ ہر لفظ کے جتنے مختلف نسخے ہیں وہ لکھے جاتے ہیں۔ اور فاضل مرتب کے نزدیک جو صحیح لفظ ہے وہ متن میں داخل کر کے اوپر لکھا جاتا ہے۔ اور وقتاً فوقتاً اس کے اجزا شائع ہوتے رہتے ہیں۔

پتہ ہے اس کام کے اخراجات کہاں سے ہوتے ہیں خاص اسی مہابھارت کے کام کے لئے دس لاکھ روپے کا تخمینہ ہے جس میں ایک لاکھ صرف ایک ہندو رئیس چیف آف آندھو نے دیا ہے۔ سات ہزار سالانہ بمبئی یونیورسٹی اور اسی قدر گورنمنٹ اپنے بجٹ سے دیتی ہے۔

حیرت ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک خالص ہندو کام کے لئے اس قدر روپیہ بطور امداد دیا جاتا ہے۔ اور کسی مسلمان کو اتنی توفیق نہیں کہ وہ کسی اسلامی کام کے لئے بھی گورنمنٹ سے کچھ لینے کی جرأت کر سکے۔ یا گورنمنٹ کی اس ہندو نوازی کا مطلب اس سے دریافت کر سکے۔

صرف یہی نہیں مسلمان والیان ریاست بھی اس بارہ میں جوابدہ ہیں کہ انہوں نے کس اسلامی کام میں اس قدر فیاضی کا اظہار کیا۔ جیسا کہ چیف آف آندھو کی طرف سے دیکھنے میں آیا ہے۔ ندوہ کا دارالمصنفین قرآن کریم کے انگریزی اور دیگر مختلف زبانوں میں تراجم، اشاعت اسلام اور دیگر کئی ایک کام ان کی امداد کے محتاج ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی اس طرف توجہ کی؟

مسلمان مولوی اور جہاد

مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت العلما ہند نے سہارنپور میں مسائل حاضرہ پر ایک بسیط تقریر حال ہی میں فرمائی ہے جس میں مولویوں کی ذہنیت کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:-

"بھائی صاحب! معاف کرنا یہ مولوی تو ایک عجیب چیز جانتے ہیں یا تو جہاد کر دینگے نہیں تو ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں گے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ جذبہ تو قابل تعریف ہے لیکن تجربہ کے خلاف ہے ۱۸۵۷ء میں تم جہاد کر کے دیکھ چکے ہو جب اس وقت کامیاب نہیں ہوئے تو اب کیا توقع ہے تم کو اگر جہاد کا شوق ہے تو کر کے دیکھ لو مجھے تمہارے اس عقیدے پر کوئی اعتراض نہیں لیکن کامیاب نہیں ہوگے اور یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ یا تو جہاد کروگے ورنہ کچھ بھی نہیں کروگے۔ میاں ہر زمانہ کا جہاد الگ الگ ہوتا ہے مکہ میں مدافعت کا طریقہ کچھ اور تھا۔ مدینہ میں کچھ اور تھا تم رسول نافرمانی کے وقت نیت جہاد ہی کر لیا کرو تم کو انشاءاللہ اسی کا ثواب مل جایا کریگا"

(الجمعیتہ ۱۲ر اگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۲ کالم ۱)

مولانا کے یہ الفاظ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ لیکن کیا ہم ان سے یہ دریافت کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کونسا جرم کیا تھا جب یہ فرمایا کہ وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد، اس زمانہ اور اس ملک میں جہاد کی شرائط پائی نہیں جاتیں یہی بات مولانا نے بھی فرمائی ہے کہ "ہر زمانہ کا جہاد الگ الگ ہوتا ہے" اور جہاد بالسیف نہیں بلکہ "رسول نافرمانی" کو اس زمانہ کا جہاد قرار دیا ہے۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ "اگر جہاد کا شوق ہے تو کر کے دیکھ لو...... لیکن کامیاب نہیں ہوگے۔" بعینہ یہی بات حضرت مرزا صاحب نے فرمائی

یہ بات سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

حیرت ہے کہ جس منہ سے حضرت مرزا صاحب کو بُرا کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جہاد کو منسوخ کیا خود اسی منہ سے منسوخی جہاد کا اعلان کیا جاتا ہے۔ کیا یہ مجدد وقت کی صداقت کا کھلا ثبوت نہیں؟

دجّال پر حضرت امیر کے مضامین اور "معارف"

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے "دجال" پر جو سلسلہ مضامین ان کالموں میں شائع ہو رہا ہے۔ وہ بیرونی حلقوں میں خاص طور پر پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا گیا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی اپنے رسالہ "معارف" کی تازہ اشاعت بابت اگست ۱۹۳۱ء میں کسی "فاضل مہربان" کے مضامین متعلق مرتداور دجال کی شکایت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"دجال کا جواب مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنے رنگ میں دے رہے ہیں، ان جوابات سے مصنف سلسلہ زیر بحث کے اعتراضات کی بے مائیگی کا راز کافی حد تک بے نقاب ہو چکا ہے لیکن یہ صدائے حق بھی اپنی جگہ پر منفرد ہے حالانکہ ضرورت یہ ہے کہ اہل علم ادھر توجہ فرمائیں اور خصوصاً عماً زمانہ کا رنگ پہچانیں"

یہ فی الحقیقت صحیح ہے کہ علما کو آج زمانہ کا رنگ پہچاننا چاہئے

اور اس قسم کے مسائل میں تحقیق و تفتیش سے کام لے کر اپنی آزاد خیالی اور روشن ضمیری کا ثبوت دینا چاہیئے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کے مضامین کا رنگ جو کچھ بھی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ ایسا نہیں جو دجال کی علامات و پیشگوئیوں کو دیا جاسکے۔ چنانچہ "سچ" نے مولوی عبداللہ شاہ صاحب حیدرآبادی کے جو مضامین "اسلام اور یورپ" کے عنوان سے شائع کئے وہ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔

بہرحال ہم مولانا سید سلیمان ندوی کے ممنون ہیں کہ انہوں نے حضرت امیر کے دلائل کی وزنیت کو مخالفانہ "اعتراضات کی بے مائیگی" کے الفاظ میں تسلیم کر لیا۔ خدا نے چاہا تو جلد وہ وقت آنے والا ہے جب حضرت مسیح موعود کی ایک ایک بات کو زمانہ کی ضرورت خود تسلیم کرا کر رہے گی۔

گاندھی جی کی لندن یاترا!

گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے مہاتما گاندھی نے ان دنوں جس غیر مسلسل رویہ کا ثبوت دیا ہے۔ کوئی مستقل مزاج اور صائب الرائے انسان اس طریق عمل کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے مفاہمت دہلی کے متعلق حکومت پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے مفاہمت کی شرائط پر عمل نہیں کیا۔ اس بارہ میں ایک طویل فہرست الزامات شائع کی گئی۔ جن میں گجرات (کاٹھیاواڑ) کے زمینداروں سے جبراً مالیہ وصول کرنے کا خاص طور پر ذکر تھا۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ غیر جانبدار ٹریبونل سے ان الزامات کی تحقیقات کرائی جائے۔ انہیں خیال تھا کہ لارڈ اروِن کی طرح موجودہ وائسرائے لارڈ ولنگڈن بھی ان کے دم جھانسوں میں آجائیں گے۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی مہاتما جی کے دست راست سردار پٹیل نے جو گجرات کے زمینداروں سے خاص وعدے کر چکے تھے رونا پیٹنا شروع کیا کہ اگر تم ایسی حالت میں ولایت چلے گئے تو زمیندار بگڑ جائیں گے۔ مجبوراً مہاتما جی کو اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ لیکن دل میں ولایت کا خیال بار بار چٹکیاں لیتا تھا۔ آخر کار کانگرس کی متوازی حکومت کی حیثیت کے خیال سے توبہ کر کے غیر جانبدار ٹریبونل کے مطالبہ سے ہاتھ جوڑنے شروع کر دیئے۔ اور خود شملہ تشریف لیجا کر چند منٹوں میں اس طرح فیصلہ کر لیا کہ گویا کوئی مطالبہ تھا ہی نہیں۔ حکومت نے بطور خود تحقیقات کرنے کا فیصلہ پہلے دن کیا تھا۔ اور اسی پر جمی رہی۔ مہاتما جی نے اس کو بھی غنیمت سمجھا اور شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے شملہ سے لندن کو روانہ ہوگئے۔ سردار پٹیل اور دیگر اعوان و انصار کو خدا جانے انہوں نے کیونکر راضی کر لیا۔ کہ اب وہ سب کے سب منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھ رہے۔ اور کسی نے اتنا نہیں کہا کہ پہلے تم کیا کہتے تھے اور اب کیا طریق اختیار کیا ہے۔

مسلمانوں کے صائب رائے اصحاب پہلے دن سے ہی یہ سمجھ چکے تھے کہ گاندھی جی کا لندن جانے سے انکار محض چند دن کا کھیل ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس بارہ میں معاصر انقلاب کی پختگی رائے بالخصوص قابل داد ہے۔

زمینداران پنجاب کا قرضہ

جھنگ کے بعض معزز مسلمانوں نے زمینداران پنجاب کے اس ہوشربا قرضہ کا ذکر کرتے ہوئے جس کی مقدار ایک ارب پینتالیس کروڑ روپے تک پہنچتی ہے اور جس کا سالانہ سود قریباً ستاون کروڑ روپے ہوتا ہے۔ یعنی سرکاری معاملہ سے چودہ یا پندرہ گنا زیادہ۔ حسب ذیل تجاویز اس قرضہ کی بیباقی کے لئے کی ہیں۔

(۱) میعاد قرضہ بجائے بڑھانے کے کم کی جائے۔

(۲) سابقہ قرضہ جو آج تک ہے گورنمنٹ خود اپنے ذمہ لیکر ساہوکار کو ادا کرے۔ اور زمین اور اس کی آمدنی اپنی تحویل میں لے کر زمیندار کو زندہ رہنے کے لئے نہایت آسانی دے کر اس سے قرضہ مجرا کرے۔ اس کے سوا زمیندار کے زندہ رہنے کی اور کوئی صورت نہیں۔

(۳) آئندہ قرضوں کے لئے سود کی شرح پر قانوناً حد مقرر ہونی چاہیئے۔

(۴) قرضہ پر سود کی شمولیت کی بھی حد مقرر ہونی چاہیئے۔ کہ جب سود اس مقررہ حد تک پہنچ جائے۔ تو آئندہ سود بند ہو جائے۔

(۵) سود در سود قانوناً منسوخ ہونا چاہیئے۔

(۶) جب تک اجناس کا نرخ مناسب حد تک نہ پہنچے قرضوں کا سود ملتوی کیا جائے۔

یہ تجاویز فی الحقیقت اس قابل ہیں کہ گورنمنٹ ان پر شرح صدر کے ساتھ غور کرے۔ ورنہ یہ ظاہر بات ہے۔ کہ موجودہ قرضہ اور اس کا سود جس حد تک جا پہنچا ہے، زمینداران پنجاب کے لئے ناممکن ہے کہ اس کی ادائیگی کی کوئی صورت پیدا کرسکیں۔ اجناس کی ارزانی نے اس کی ادائیگی میں اور بھی مشکلات حائل کر دی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ قرضہ دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے اور بڑھتا چلا جائے گا۔ اگر حکومت نے اس معاملہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر کے اس کی بیباقی کی صورت پیدا نہ کی۔

ضرورت ہے کہ پنجاب کے دوسرے علاقوں کے زمیندار بھی اپنے ہاں جلسے کر کے انہی امور کے ریزولیوشن پاس کریں۔ اور ان کی نقول اپنے اپنے ضلع کے افسران اور گورنر بہادر پنجاب کو بھیجنے کے علاوہ خان بہادر میاں غلام رسول صاحب رئیس جھنگ کے نام بھی ارسال کریں۔

مہاراجہ کشمیر کا جواب

مسلمانوں کے دس نمائندوں کا ایک وفد ۱۵ اگست کو مہاراجہ کشمیر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور مسلمانوں کے متعلق جو غلط فہمیاں مہاراجہ صاحب کے دل میں غیر مسلم ایجنسیوں کی طرف سے پیدا کی گئی ہیں۔ ان کا ازالہ کرنے اور ضروری شکایات کے رفع کرانے کی کوشش کی تھی۔ مہاراجہ صاحب نے نو دن کے غور و خوض کے بعد اس کا جو جواب وزیر اعظم کی وساطت سے مسلم نمائندوں کے حوالے کیا ہے وہ اس قدر مایوس کن ہے کہ بظاہر مسلمانان کشمیر کی قسمت میں کوئی امید افزا جھلک اس سے نظر نہیں آتی۔

مہاراجہ صاحب نے مسلمانوں کی شکایات اور ان مظالم کے بارے میں جو ان پر کئے گئے بار بار اسی بات پر زور دیا ہے کہ تحقیقات ہو رہی ہے عدالتیں قائم ہیں۔ ہندو افسروں کے ساتھ مسلم افسروں کو بھی لگا دیا گیا ہے جیل خانہ پر پہنچنے والے ہجوم میں سے صرف ۳۳۶ آدمی گرفتار کئے گئے جن میں سے اب صرف ۶۹ باقی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ حالانکہ توہین قرآن، خطبہ کے بند کرنے، نہتے مسلمانوں پر بے وجہ گولی چلائے جانے کے متعلق نہیں اظہار افسوس کرنا اور کچھ نہ کچھ مسلمانوں کی دلجوئی کرنی چاہیئے تھی نہیں عدالتیں وہ ان اعلیٰ حکام کی مرضی کے سوا کیا کرسکتی ہیں جن کا مدعا اصلی مسلمانوں کو کچلنے کے سوائے اور کچھ نہیں۔

اپنے جوابات کے ایک حصہ میں مہاراجہ صاحب نے اپنے ان احسانات کا ذکر کیا ہے جو مسلمانوں پر کئے گئے مثلاً یہ کہ ساہوکارہ قانون منظور کیا۔ مالیہ میں سہولتیں بہم پہنچائیں۔ امداد باہمی کی انجمنیں قائم کیں۔ جبری ابتدائی تعلیم نافذ کی۔ بیگار منسوخ کر دی گئی۔ فی الحقیقت مہاراجہ صاحب کے یہ تمام افعال بنظر استحسان دیکھے جانے کے قابل ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان سے کہاں تک فائدہ پہنچا۔ یا حالات موجودہ میں کہاں تک پہنچنے کی امید ہوسکتی ہے۔ ہمارے خیال میں بہتر ہوتا اگر اس بارہ میں کوئی اعداد و شمار بھی دیدیئے جاتے۔ تاکہ معلوم ہوسکتا کہ کشمیر کے ۳۵ لاکھ مسلمانوں میں سے کس قدر نفوس مہاراجہ صاحب کے ان فیوض سے مستفیض ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مہاراجہ صاحب جس قدر بھی قوانین مسلمانوں کے فائدے کے لئے نافذ کریں ان کو استعمال کرنے والے وہی لوگ ہیں جن کے ہاتھوں میں عملی طور پر حکومت کی باگ ہے۔ یعنی کشمیری پنڈت جو ہر وقت مسلمانوں کی تباہی کے لئے فکرمند رہتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ان لوگوں کو جن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے دفتری حکومت سے برطرف کر کے اکثریت رکھنے والی قوم کے لوگوں کو ذمہ داری کے عہدوں پر لگایا جائے۔ اس کے بغیر مسلمانوں کی زندگی محال ہے۔ اور مہاراجہ کشمیر پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ۹۵ فیصدی آبادی رکھنے والے لوگوں کو اس ذلت کی موت مار رہے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کا حکومت کشمیر سے ایک سمجھوتہ ہوگیا ہے۔

"بیزبان مویشی"

بیجا نہ ہوگا اگر اس جگہ کشمیر کے سابق وزیر صیغہ سیاسیہ خارجیہ سر البیئن بنرجی کا وہ بیان نقل کر دیا جائے جو انہوں نے اپنے عہدہ سے دست بردار ہوتے وقت پریس کے نمائندے کو دیا تھا اور مسلمانان کشمیر کی حالت بیان کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ:۔

"کشمیر کی ریاست میں تقریباً تمام مسلمانوں کی آبادی ہے لیکن اس قدر جاہل اس قدر سادہ لوح اور مظلوم اور معصوم ہیں کہ حد بیان سے باہر ہے۔ افلاس بے انتہا بڑھا ہوا ہے۔ اور حکومت کی بے اعتنائی اور جور و ستم اس قدر ناقابل برداشت ہیں کہ مجھے ان کی حالت دیکھ دیکھ کر رقت ہوتی تھی۔ حکومت اور رعایا کے درمیان کوئی رابطہ محبت نہیں ہے۔ وہ بیزبان مویشیوں کی طرح ہیں۔ حاکم جس صورت سے چاہتا ہے ان سے کام لیتا ہے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہیں حکومت کی انتظامی مشینری اس قدر خراب اور ناقص ہے کہ میں عرض نہیں کرسکتا۔ ضرورت نہیں بلکہ اشد لابدی امر ہے کہ تمام انتظامی عملہ کو از سر نو تعمیر کیا جائے اور تمام نقائص فوراً دور کر دیئے جائیں لوگوں کو شکایتیں کرنے اور اپنی حالت حکام ......

حضرت نبی کریم صلعم اور آپ کی تعلیمات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مغربی ناقدین کو ایک دندان شکن جواب

(شیخ صلاح الدین خدا بخش ایم اے بی سی ایل بیرسٹرایٹ لا کلکتہ)

شیخ صلاح الدین خدا بخش کلکتہ کے ان نامور اشخاص میں سے ہوئے ہیں جن کو مغرب میں اسلامیات کا ماہر خصوصی سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اور مسائل اسلامی پر انہوں نے انگریزی زبان میں کئی کتابیں اور مضامین لکھے ہیں۔ بہت سے مغربی مصنفین کی کتابوں کے ترجمے کئے ہیں جن میں سے بعض اسلامی نقطہ نگاہ سے قابل اعتراض بھی ہیں جیسا کہ جرمن مستشرق ڈاکٹر واٹل کی رسوائے عالم تصنیف کا حال ہے۔ جس میں آنحضرت صلعم پر بعض ناگفتہ بہ الزامات لگائے گئے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے شیخ خدا بخش مرحوم نے کیا تھا۔ جس کے بعض حصص کو غلطی سے پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن اب معلوم ہونے پر مسلمانوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور آخر کار یونیورسٹی کو اسے نصاب تعلیم سے خارج کرنا پڑا۔

خدا کی شان! یہی شیخ خدا بخش جن کو اس قسم کی قابل اعتراض تصانیف اور تراجم کی وجہ سے آج سے چند دن پیشتر برا بھلا کہا جاتا اور مسلمانوں میں راجپال قرار دیا جاتا تھا۔ عین اس وقت جب موت ان کے دروازے پر کھڑی تھی آنحضرت صلعم کی مدح و ثنا میں ایک ایسا ولولہ انگیز مضمون لکھتے ہیں جس کو پڑھ کر ہر شخص کی زبان پر تحسین و آفرین کے کلمات جاری ہو جاتے ہیں۔ یہ مضمون ١٠ اگست کے "مسلم آوٹ لک" میں شائع ہوتا ہے۔ جبکہ اس سے دو دن پیشتر ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اعلیٰ علیین میں پہنچ چکی تھی۔ گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ زندگی کے آخری لمحات میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسی توفیق سعید عطا کی جو ان کی گزشتہ لغزشوں کے لئے کفارہ کا کام دے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ اور ایسی پاک توفیق ہر مسلمان کو اپنی زندگی اور اس کے آخری لمحات میں نصیب ہو۔ ہم اس مضمون کا ترجمہ قارئین کرام کے فائدے اور دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں۔　　(مدیر۔)

وہ کون تھا۔ جس نے اپنی حیات فانی کے قلیل ترین عرصہ میں بعض منتشر، غیر متحد اور ہمیشہ برسر پیکار رہنے والے قبائل میں سے ایک ایسی مضبوط، متحد اور ناقابل تسخیر قوم پیدا کی جس کے اندر وہ زبردست مذہبی روح اور جوش بھرا ہوا تھا کہ اس سے پہلے کی تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ نہ صرف یہی بلکہ اس نے مذہب کا ایک ایسا نظام اور اخلاقیات کا وہ ضابطہ ان کے سامنے رکھا جو عقل و دانائی، خردمندی اور شیریں تعقلیت کی خصوصیات اپنے اندر رکھتا ہے یہ کون شخص تھا؟ کوئی دوسرا انسان نہیں سوائے اس نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے جو محمد مصطفےٰ کے اسم گرامی سے موسوم ہے۔

یہ وہی پاک نبی صلے اللہ علیہ وسلم تھا جس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد عالمگیر اصولوں پر رکھی۔ وہی پاک انسان تھا جس نے شرک و بت پرستی پر اس کے زبردست قلعہ اور محبوب تیرتھ یعنی مکہ کے اندر جا کر جو عرب بت پرستی کا مرکزی مقام تھا حملہ کیا۔

غیر متزلزل ایمان

الہام الٰہی کا نور آپ پر نازل ہوا۔ اور آپ کے اندر ایک آواز بلند ہوئی۔ جس کی صداقت کا اسی وقت فیصلہ کر لیا گیا یہ ایک نہایت ہی مضبوط اور ناقابل استرداد فیصلہ تھا جو ہر زمانہ کے لئے کافی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قدسیہ کی تمام تاریخ آپ کے اس فیصلہ کی پختگی اور یقین و ایمان کی مضبوطی کی کھلی تفسیر ہے اپنے ملک کی ان تمام طاقتوں کا مقابلہ کرتے وقت جو ہر طرف سے آپ پر چڑھ دوڑیں۔ آپ نہایت بے خوفی اور اپنے ارادہ میں پوری مضبوطی کے ساتھ کھڑے رہے۔ کیا اس پوزیشن میں جو آپ نے اختیار کی ایک بھی ایسی مثال پائی جاتی ہے۔ جس میں آپ کے قدموں کو ذرا سی بھی لغزش ہوئی ہو۔

کوئی چیز نہ تھی جو آپ کے لئے ایسی ترغیب کا موجب ہوتی جس سے اس کام کو آپ ترک کر دیتے۔ جس کو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد شدہ فرض سمجھتے تھے۔ یہ فرض کیا تھا، توحید الٰہی کو پھیلانا۔ جو ہر قسم کے شرک و بت پرستی سے پاک ہو اور اپنے غلطی خوردہ ہم وطنوں بلکہ تمام دنیا کے غلطی خوردہ انسانوں کو دین حق کی طرف ہدایت کرنا۔ کیا سوائے اس غیر متزلزل یقین و ایمان کے جو اپنے مشن کی صداقت پر آپ کو تھا۔ کوئی دوسری چیز اس خطرناک کشمکش میں آپ کے ثبات و استقلال کا موجب ہو سکتی تھی؟

طاقت کا زمانہ

اس وقت جب روحانی اور جسمانی ہر دو بادشاہتوں کے آپ مالک ہو گئے۔ کونسی ایسی حرکت آپ سے سرزد ہوئی جس سے اس لغو ترین اعتراض کو جائز قرار دیا جا سکے کہ آپ کے اندر تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ کیا آپ نے اس وقت اپنے طریق بود و باش کو بدل لیا تھا؟ کیا جاہ و حشمت کے ساز و سامان سے آپ گھرے رہتے تھے؟ کیا کوئی باڈی گارڈوں کا دستہ آپ اپنے ساتھ رکھتے تھے؟ یا ارضی شان و شوکت کے ان ظاہری نشانات میں سے کوئی بات آپ نے اختیار کر لی تھی جن سے گھرے رہنا قدیم اور جدید ہر دو سلاطین کو ہمیشہ پسند اور محبوب رہا ہے؟ کیا آپ نے کوئی مال و دولت جمع کیا یا اپنے بعد کوئی بڑی جاگیر دنیا میں چھوڑی؟ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک بات میں بھی آپ کے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ طاقت اور بہت بڑی طاقت رکھنے کے باوجود (کیونکہ وہ عظیم الشان طاقت آپ کو نصیب ہوئی جس پر بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی رشک آ سکتا ہے) اپنی زندگی کے آخری لمحات تک آپ بالکل سادہ، نمود و نمائش سے بالکل آزاد، تکبر و غرور سے قطعاً پاک، اور اپنے لوگوں کے ساتھ ایک ایسی شاندار خود فراموشی اور ایثار کے ساتھ رہتے تھے جس کی نظیر کسی اور زندگی میں ملنی مشکل ہے۔

دین اور دنیا کا اجتماع

لیکن ایک یورپین کے لئے یہ بہت ہی مشکل امر ہے کہ زندگی اور مذہب کے متعلق کسی مشرقی نقطہ نگاہ کو سمجھ سکے۔ ایک مشرقی انسان کے لئے اس کا ہر فعل ایک مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مذہبی نتائج پیدا کرتا ہے۔ جھولے سے لے کر قبر تک اس کی تمام زندگی افعال مذہبی کا ایک سلسلہ ہے اس کے مذہب اور ریاست میں کوئی ایسا امتیازی نشان پایا نہیں جاتا جو ان دونوں کو ٹھیک طور پر تقسیم کر سکے۔ اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں جس کو یورپ کے اس مقولہ سے ذرہ بھر بھی لگاؤ ہو کہ "سیزر کا حق سیزر کو دو اور خدا کا حق خدا کو" سیزر اسلام میں خدا کا نمائندہ ہے اور اس کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اور دنیا دونوں کو جمع کر دیا۔ صرف رسوم مذہبی کی درستی، مذہبی قوانین وضع کرنا اور نمازوں کی امامت ہی آپ کا کام نہ تھا بلکہ لوگوں کی مادی ضروریات کو پورا کرنا اور ان کے سیاسی حالات کو سدھارنا بھی آپ کے پیش نظر تھا۔

یہودیوں سے سلوک

مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ عمل قدرتاً تنگ اور محدود تھا۔ لیکن مدینہ میں پیش آنے والے واقعات و حالات نے آپ کے عہد رسالت میں حکومت ملک کے دشوار ترین فرائض کا بھی اضافہ کر دیا۔ جس اخلاقی اور مذہبی ضابطہ پر لوگوں کو چلانے کے لئے آپ کو کھڑا کیا گیا وہ ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہی نہیں بلکہ روزانہ زندگی میں قابل عمل چیز ہے۔ آپ بُری طرح سے ناکامی کا منہ دیکھتے اگر سیاسی مسائل میں ایک خواب بین یا کسی اعلیٰ لیکن ناقابل عمل اصول بنانے والے کی طرح کام کرتے۔ بطور مثال یہود کے ساتھ جو سلوک آپ نے روا رکھا اس کو پیش نظر رکھئے۔ کیا ان واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے جو ہمیں معلوم ہیں۔ اس بارہ میں کوئی حرف ہم آپ پر رکھ سکتے ہیں؟ عہد حاضرہ کا سیاسی مدبر شاید اس سے بہت کم رحمدلی کا اظہار کرے۔ جس کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق عمل سے ملتا ہے۔ آپ نے ان کی دلجوئی کی پوری کوشش کی۔ لیکن وہ کسی طرح بھی ماننے کے لئے تیار نہ تھے غیر جانبدار بھی وہ نہ رہے۔ بلکہ بالکل جاہلانہ اور عناد کا رستہ اختیار کر لیا۔ آپ کے دشمنوں کے ساتھ انہوں نے اتحاد قائم کر لیا۔ اور خفیہ طور پر ان کی امداد بھی کی۔ کیا ایسی حالت میں آپ ان کو آزاد چھوڑ دیتے۔ تاکہ تمام عمارت کو وہ مسمار کر دیتے جس کی تعمیر اس قدر محنت اور مشقت کے ساتھ آپ کر رہے تھے۔

بڑے سے بڑا سیاست دان اس رستہ کے سوائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اختیار کیا۔ کسی دوسری راہ کی اجازت نہیں دے سکتا بلکہ اشارہ تک نہیں کر سکتا۔

بحثِ دجّال و یاجوج ماجوج

یا

احادیث نبوی میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر

(۷)

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

احادیث نبوی میں یاجوج ماجوج کا ذکر

میں شروع میں دکھا چکا ہوں کہ قرآن کریم نے سورہ کہف کے آخر میں یاجوج ماجوج کے ذکر کے اندر ہی عیسائی اقوام کا ذکر شروع کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہی عیسائی اقوام کو ہی اس نام سے پکارا گیا ہے۔ جن کو احادیث میں دجال کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اور بائبل نے تو بصراحت بتایا ہے کہ یاجوج ماجوج روس اور دیگر اقوام یورپ ہیں۔ احادیث یاجوج ماجوج کے متعلق ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ گویا یہ بڑے جسید یہ کوئی خاص قسم کی مخلوق ہے۔ حالانکہ بہت سی احادیث میں صاف طور پر یہ ذکر آتا ہے کہ وہ ہماری طرح انسان ہی ہیں۔ ان یاجوج وماجوج من ولد آدم۔ (کنز العمال جلد ۷، ۲۰۵۸) یاجوج و ماجوج آدم کی اولاد میں سے ہیں۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح کی طرف وحی کرے گا۔ انی قد اخرجت عبادا لی لا یستطیع قتالهم الا انا (کنز العمال جلد ۷، ۳۰۲۱) میں نے اپنے کچھ بندے پیدا کئے ہیں جن کے قتل کی میرے سوا کسی کو طاقت نہیں۔ ایسا ہی ان کے اولاد آدم ہونے پر دیکھو کنز العمال جلد ۷، ۳۰۲۲۔ یہ غلط فہمی کہ وہ کوئی اور قسم کی مخلوق ہے۔ شاید حدیث کے اس بیان سے پیدا ہوئی ہے کہ وہ زمین کا سارا پانی پی جائیں گے ویشربون میاہ الارض حتی ان بعضهم لیمر بالنهر فیشربون ما فیہ حتی یترکوہ یبسا (کنز العمال جلد ۷، ۲۱۵۷) وہ زمین کے پانی پی جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض دریا پر گزریں گے تو جو کچھ اس میں ہے سب پی جائیں گے۔ یہاں تک کہ اسے خشک چھوڑ دیں گے اور ایک میں ہے کہ یاجوج ماجوج کا پہلا حصہ بحیرہ طبریہ پر گزرے گا تو وہ اس کا سارا پانی پی جائیں گے۔ فیمر صدر یاجوج و ماجوج علی بحیرۃ الطبریۃ فیشربونها (کنز العمال جلد ۷، ۳۰۲۱) اور یہ عجیب بات ہے کہ تمیم داری والی حدیث میں دجال بھی تمیم داری سے بحیرہ طبریہ کے متعلق سوال کرتا ہے اخبرونی عن بحیرۃ الطبریۃ ...... ھل فیها ماء (کنز العمال جلد ۷، ۲۰۲۶) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج ایک ہی ہیں۔ لیکن دجال یا یاجوج ماجوج کے پانی پی جانے سے مراد اصل یہی ہے کہ زندگی کے تمام سامان ان کے قبضہ میں ہوں گے۔ کیونکہ پانی زندگی کا سب سے پہلا سامان ہے اور یہ بات کہ دجال اور یاجوج و ماجوج دونوں کا ذکر اس امت میں آنے والے مسیح کے ذکر میں کیا گیا ہے یہ بھی ان کے ایک ہونے پر دلیل ہے۔ اور ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دجال اور یاجوج ماجوج دونوں کا ذکر قریبًا ایک ہی مفہوم کو مختلف الفاظ میں ادا کر رہا ہے دونوں کے متعلق یہ ذکر ہے کہ ان کی زمینی طاقت کمال کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ ہر قسم کے سامان پر ان کا تصرف ہوگا۔ ان کے مقابلہ کی طاقت کسی کو نہ ہوگی۔ اور وہ ساری زمین پر چھا جائیں گے اور مسلمانوں کے لئے سخت ترین ابتلاؤں کا موجب ہوں گے۔ اس سے بھی ان کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور دونوں کی صفات یورپین اقوام پر صادق آتی ہیں۔ دو نام مختلف قسم کی صفات کو ظاہر کرنے کے لئے اختیار کئے گئے ہیں۔ ایک ان کے دجل اور دنیا کے سامانوں کے ذریعہ سے فریب دہی کے اظہار کے لئے اور دوسرا ان کے ملکی اور جنگی طاقت کے اظہار کے لئے۔ یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ عیسائی اقوام کے غلبہ کی پیشگوئیاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کیں جب ان قوموں کا دنیا میں کوئی شمار نہ تھا اور یہی پیشگوئیاں مسلمانوں نے اس زمانہ میں کتابوں میں لکھیں جب مسلمانوں کی طاقت اور حکومت کے سامنے یہ سب طاقتیں ہیچ نظر آتی تھیں۔

هٰذا الدجّال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم کس نے کہا

یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایک طرف احادیث میں دجال کے ایسے کھلے نشان بتائے گئے ہیں کہ موٹی سے موٹی عقل کا آدمی بھی اس کو شناخت کرے۔ دوسری طرف یہ بھی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کثرت سے اس کے فتنے میں آ جائیں گے۔ اگر یہ ساری باتیں کہ دجال کی دائیں آنکھ بیٹھی ہوئی ہوگی اور اس کی بائیں آنکھ ستارے کی طرح چمک رہی ہوگی۔ اور اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ایک عجیب الخلقت گدھا ہوگا۔ جس کے دونوں کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ ہوگا۔ اور اس کے ساتھ بہشت اور دوزخ ہوں گے اور اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور اس کے ساتھ پانی کی نہر ہوگی۔ اور وہ بادلوں سے مینہ برسائے گا۔ وغیرہ اپنے ظاہری معنوں میں پوری ہونی تھیں تو دجال کے دجال ہونے میں کسی کو شبہ نہ ہو سکتا تھا پھر اس کے کیا معنی کہ مومنوں میں سے ایک خاص آدمی ہوگا وہ اس دجال کو نظر غور سے پہچان لے گا جس سے رسول اللہ صلعم نے ڈرایا تھا۔ فیقول رجل من المومنین لانطلقن الی هٰذا الرجل فلانظرن اهو الذی انذرنا رسول اللہ صلعم ام لا۔ مومنوں میں سے ایک شخص کہے گا میں اس کی طرف جاتا ہوں۔ اور میں دیکھوں گا کہ کیا یہی شخص ہے جس سے رسول اللہ صلعم نے ڈرایا تھا یا نہیں۔ پھر اس کے کیا معنی کہ وہ اسے پہچان کر لوگوں میں اعلان کرے گا کہ وہ دجال جس کی رسول اللہ صلعم نے خبر دی تھی یہی ہے۔ ثم ینادی فی الناس اور پھر لوگوں میں اس کے دجال ہونے کی منادی کرے گا۔ دجال تو اپنے ان نشانوں کے ساتھ بجائے خود ایسی منادی ہے کہ کسی کے منادی کرنے کی ضرورت باقی نہیں چھوڑتا۔ اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ نشان اپنے ظاہری معنوں میں نہ تھے۔ بلکہ بطور مجاز اور استعارہ تھے اور ایک شخص پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ ان سے کیا مراد ہے وہ لوگوں کو اطلاع دے گا کہ یہ دجال ہے۔

پھر اس سے بھی عجیب بات ہے کہ یہ انکشاف کہ یہی اقوام یورپ ہی دجال اور یاجوج ماجوج کی پیشگوئیوں کے مصداق ہیں۔ ایک گاؤں کے رہنے والے زاہد گوشہ نشین پر ہوتا ہے جو دنیا کے حالات سے بہت ہی کم خبر رکھتا ہے۔ آج سے پورے چالیس سال پیشتر جب تمام دنیا اس بات سے بیخبر پڑی تھی کہ دجال اور یاجوج ماجوج کون ہیں۔ اور کسی کا وہم بھی اس طرف نہ جا سکتا تھا کہ وہ اقوام جو اس وقت دنیا پر پورا تسلط رکھتی تھیں اور اس ملک میں بھی ان کی حکومت تھی وہی دجال اور یاجوج ماجوج کی پیشگوئیوں کی مصداق ہیں بلکہ تمام قلوب پر ایک ہی خیال مسلط تھا کہ دجال ایک کانے عجیب الخلقت انسان کا نام ہے جس کے ساتھ ایک عجیب الخلقت گدھا اور دوسرے عجائبات ہیں۔ عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے مجدد کے قلب صافی پر اس عظیم الشان حقیقت کو ظاہر کیا کہ دجال اور یاجوج ماجوج یہی عیسائی اقوام ہیں جو دنیا پر پورا تسلط حاصل کر چکی ہیں۔ اور جن کی دنیا کی آنکھ صد درجہ کی تیز اور دین کی آنکھ اندھی ہے۔ اور جس بات کے کہنے کی جرأت کوئی نہ کر سکتا تھا اس کا اعلان بے دھڑک قادیان کے ایک گوشہ نشین زاہد نے کیا۔ ساری دنیا کی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے حکومت کی پروا بھی نہ کرتے ہوئے اور اس زمانہ میں جو پادریوں کا اثر حکام پر تھا اس کی بھی پروا نہ کرتے ہوئے آپ نے ۱۸۹۱ء میں هٰذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم کی آواز بلند کی۔ لوگ دجال کو بھول چکے تھے۔ اور بعینہ وہی حالت تھی جس کا ذکر احادیث میں بھی ہے مجدد وقت نے انہیں خبر دی کہ دجال یہی ہے بھولے نہ رہو۔

"ہم قریب الشرک بلکہ سراسر شرک سے بھرے ہوئے کلمے کو کیوں مونہہ سے بولیں۔ کہ دجال یک چشم خدا تعالیٰ کی طرح اپنے اقتدار سے مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور صریح صریح خدائی کی علامتیں دکھائے گا .... مگر ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد بااقبال قومیں ہوں اور گدھا ان کا یہی ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوس تک چلتے دیکھتے ہو۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۶)

"ضرور تھا کہ مسیح الدجال گرجا ہی سے نکلے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۷)

"لیکن گرجا سے نکلنے والا دجال جس کے بارے میں امام مسلم نے اپنی صحیح میں فاطمہ بنت قیس سے روایت کی ہے اور جس کو نہایت درجہ کا قوی ہیکل اور زنجیروں سے جکڑا ہوا بیان کیا ہے۔ اور اس کی ایک جساسہ کی خبر بھی لکھی ہے۔ اور یہ دجال وہ ہے جس کو تمیم داری نے کسی جزیرہ کے ایک گرجا میں دیکھا تھا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۸)

"یاد رکھنا چاہئے کہ لغت میں دجال جھوٹوں کے گروہ کو کہتے ہیں۔ جو باطل کو حق کے ساتھ مخلوط کر دیتے ہیں۔ اور خلق اللہ کو گمراہ کرنے کے لئے مکر اور تدابیر کو کام میں لاتے ... وہ لاتے ہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۸)

"ظاہر ہے کہ یہ کرسچین قوموں اور تثلیث کے حامیوں کی

جب وہ ساحرانہ کارروائیاں ہیں اور سحر کے اس کامل درجہ کا نمونہ ہے جو بجز اول درجہ کے دجال کے جو دجال معہود ہے اور کسی سے ظہور پذیر نہیں ہو سکتیں ۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۳)

" یک چشم سے مراد درحقیقت یک چشم نہیں ۔ اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ ۔ کیا اس جگہ نابینا سے جسمانی نابینائی مراد ہے بلکہ روحانی نابینائی مراد ہے ۔ اور مطلب یہ ہے ۔ کہ دجال میں دینی عقل نہیں ہوگی ۔ گو دنیا کی عقل اس میں تیز ہو گی ۔ اور ایسی حکمتیں ایجاد کرے گا ۔ اور ایسے عجیب کام دکھلائے گا کہ گویا خدائی کا دعوےٰ کر رہا ہے ۔ لیکن دین کی آنکھ بالکل نہیں ہوگی ۔ جیسے آج کل یورپ اور امریکہ کے لوگوں کا حال ہے ۔ کہ دنیا کی تدبیروں کا انہوں نے خاتمہ کر دیا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۱)

" اور یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں جن میں سے ایک انگریز اور دوسرے روس .... ان دونوں قوموں کا بائیبل میں بھی ذکر ہے"
(ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۲)

" ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا ۔ لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی ۔ یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی ۔ جیسا کہ سورۂ کہف میں فرماتا ہے وترکنا بعضھم یومئذٍ یموج فی بعض یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۸)

اقرب امتی منی دجالہ

اس آواز کا جو قادیان سے اٹھی اور ان قوموں کے خلاف تھی جو دنیا میں اپنی حکومت کی وجہ سے اپنے آپ کو خدائی کے مرتبہ پر سمجھ رہی تھیں پہلا اثر یہ ہوا کہ ایک طرف مسلمانوں نے اپنے معتقدات کے خلاف اسے سمجھکر اس کی مخالفت میں پورا زور لگایا ۔ دوسری طرف پادریوں نے اپنے اوپر ایک خطرناک حملہ سمجھکر اس آواز کے اٹھانے والے کو پورے زور سے دبانا چاہا ۔ یہاں تک کہ اقدام قتل کا مقدمہ اس پر کر کے اسے مروانے کی کوشش بھی کی ۔ اور اس مقدمہ میں عیسائی ۔ آریہ اور مسلمان تینوں گروہ مل گئے ۔ مگر اس مرد خدا نے کسی کی پروا نہ کی ۔ اور مخالفت کے طوفان عظیم میں ایک پہاڑ کی طرح کھڑا رہا ۔ لوگوں نے ہنسی کی ۔ خود مسلمانوں نے ٹھٹھا کیا کہ مسیح موعود ہو کر یہ خود دجال کے گدھے پر سوار ہوتے ہیں ۔ مگر حق بڑی زبردست چیز ہے ۔ اور وہ دلوں پر اپنا اثر کر جاتا ہے اس ساری مخالفت کے باوجود دجال کے ساتھ مسلمانوں کے ایک گروہ کے مل جانے کے باوجود ، یہود کے گروہ کی جگہ ہنود کے گروہ کے مل جانے کے باوجود ، وہ بات جو اللہ تعالےٰ نے امام وقت کے قلب پر ظاہر فرمائی تھی روز بروز قبولیت حاصل کرتی گئی ۔ یہاں تک کہ آج خواندہ اور ناخواندہ مسلمان سب اس بات کے کھلے قائل ہیں ۔ کہ وہ دجال اور یاجوج ماجوج جن کا ذکر احادیث نبوی میں ہے وہ یورپ اور امریکہ کی اقوام ہی ہیں ۔ یہی خدائی تصرف کا دعوےٰ رکھنے والی اقوام ہیں اور خر دجال بھی یہی ان کی ریل وغیرہ ہی ہے ۔ اخبارات میں اب اس کا ذکر کسی عجیب بات کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ ایک امر متعارف کے طور پر ہوتا ہے ۔ گویا سب لوگ دجال اور یاجوج ماجوج کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ یہ آواز کہ دجال کون ہے سب سے پہلے دنیا میں کس نے اٹھائی ۔ کیا یہ وہی مرد خدا نہیں جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ وہ کہے گا یا ایھا الناس ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم ۔ اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا اور جس کے متعلق آتا ہے ثم ینادی فی الناس الا ان ھذا المسیح الکذاب فمن اطاعہ فھو فی النار ومن عصاہ فھو فی الجنۃ ۔ وہ لوگوں میں منادی کرے گا کہ یہ مسیح دجال ہے جو اس کی اطاعت کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا ۔ اور جو اس کی نافرمانی کرے گا ۔ وہ جنت میں جائے گا ۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم کی ایک ہی آواز ہے جو دنیا میں اٹھی اور یہ وہی آواز ہے جو امام وقت مجدد زمان مسیح دوران نے ندا بلند کی اور یہ وہی ندا ہے جس کی گونج آج ہر مسلمان کے دل سے اٹھ رہی ہے ۔ تو خوب یاد رکھئے کہ اس مرد صادق کے متعلق جو کچھ حدیث میں آیا ہے وہ بھی درست ہے ۔ ذلک الرجل اقرب امتی منی درجۃ ۔ میری امت میں سے یہ شخص مجھ سے سب سے زیادہ قریب مرتبہ میں ہے ۔ ھذا اعظم الناس شھادۃ عند رب العالمین ۔ جہانوں کے پروردگار کے نزدیک یہ سب سے بڑھکر شہادت کے مرتبہ والا ہے جس شخص کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے اور اللہ تعالےٰ اسے بچالے وہ بھی شہادت ہے ۔ اور دجال کے دجال ہونے کی گواہی دنیا سب سے بڑی شہادت ہے ۔ جو امت میں سے کوئی شخص ادا کر سکتا ہے ۔ بات تو صاف ہے کہ جس شخص نے امت کو مسیح دجال کا پتہ بتا یا اس کے سوا کسی اور مسیح موعود کا انتظار کرنا بے سود ہے ۔ اور انتظار کے معنے ہی کیا ہوئے جو اقرب امتی منی درجۃ ہے وہی اس امت کا مسیح ہوگا ۔

ہماری تبلیغی سرگرمیاں

برلن مسجد میں لیکچر

پروفیسر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد برلن اپنے ایک گرامی نامہ میں رقمطراز ہیں کہ :-

حسب معمول ۱۲ ماہ جولائی کو مسجد میں لیکچر ہوا ۔ مضمون تھا ”میں مسلمان یا عیسائی کیوں ہوں“ ۔ اس شام کو دو لیکچرار تھے ایک ہمارے نومسلم نوجوان مسٹر عمر شوبرٹ اور دوسرے ایک عیسائی دوست مسٹر کرٹ نرسٹ ۔

سب سے پہلے خاکسار نے بعد تلاوت قرآن کریم (سورۂ کہف کی آخری دس آیات) سے جلسہ کا افتتاح کیا ۔ اس کے بعد مسٹر عمر شوبرٹ صاحب نے کم و بیش بیس منٹ میں نفس مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ۔ اور سامعین کو بتایا کہ وہ کیوں مسلمان ہیں ۔ علاوہ اور وجوہ کے سب سے بڑی وجہ جوان کے مسلمان ہونے میں ممد و معاون ہوئی وہ اخوت اسلامی کا بے نظیر نظارہ تھا ۔ انہوں نے اس شان اور نظارہ کو بارہا یہاں کی مسجد میں بنظر خود ملاحظہ کیا ہے اور بالخصوص گذشتہ عید الضحیٰ کے موقع پر جبکہ اعلیحضرت نظام حیدرآباد دکن کے صاحبزادگان تشریف لائے اور دوسرے مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر جن میں ان کے اپنے خدام بھی شامل تھے فریضہ خداوندی بجا لائے ۔ دوسری زبردست وجہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت تھی اسی طرح سارے انبیا کا ماننا اور ان کو خدا کے برگزیدہ اور پاک بندے تصور کرنا وغیرہ ۔

اس کے بعد ایک عیسائی دوست کھڑے ہوئے اور تقریباً نصف گھنٹہ تقریر کی ۔ ان کی تقریر حسیات پر مبنی تھی اور کوئی دلائل نہ دے سکے اور زیادہ تر مسیح کو خدا کا بیٹا ماننے پر زور دیتے رہے ۔

پادری صاحبان کی باہمی کشمکش

ہر دو تقریروں کے خاتمہ پر جناب ڈاکٹر حمید مارتوس صاحب صدر جرمن مسلم سوسائٹی نے ہر دو تقاریر کا ملخص حاضرین کے سامنے پیش کر کے سوال و جواب کا موقع دیا ۔ مختلف اقسام کے سوال و جواب ہوتے رہے ۔ اور آہستہ آہستہ جو عیسائی موجود تھے ان میں خود سوال جواب اور اختلافات اور جھگڑے شروع ہو گئے ۔ اتفاق سے چار پانچ پادری صاحبان بھی آئے ہوئے تھے ۔ بس پھر کیا تھا ۔ بجائے اس کے کہ اسلام اور عیسویت پر بحث ہو انہوں نے آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا ۔ کہ آیا مسیح خدا کا بیٹا تھا یا نہیں ۔ اور پھر گناہ کا آغاز اور عصمت انبیاء وغیرہ پر خوب سیر کن بحث ہوئی ۔ اور پھر تحریف بائیبل غرضیکہ مضمون اس قدر وسیع ہوا کہ رات کے بارہ بج گئے اور مجبوراً مجلس کو ختم کرنا پڑا ۔ ایک پادری صاحب جو موجودہ گرجے کی تعلیم سے متنفر ہو چکے تھے کہنے لگے کہ لیکچرار صاحب (یعنی عیسائی دوست) نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ محض قصہ کہانی ہے ۔ اور اگر ہم اجازت دیں تو وہ کسی آئندہ موقع پر اسی موضوع پر لیکچر دیں گے ۔ اس لیکچر کا اس قدر اثر ہوا کہ ایک عیسائی صاحب اسلام کے بالکل قریب آ گئے ہیں ۔ اور اب عربی پڑھنی شروع کر دی ہے ۔

آئندہ لیکچر ہمارے ایک غیر مسلم دوست (جو غالباً عنقریب اسلام قبول کر لیں گے) ڈاکٹر مولر روس صاحب دیں گے ۔ اللھم زد فزد ۔

جلسہ میلاد النبی مسجد برلن میں

ایک اور گرامی نامہ میں پروفیسر صاحب ممدوح رقمطراز ہیں :

عید میلاد النبی زیر اہتمام جرمن مسلم سوسائٹی ۲۸ جولائی کو بڑی شان و شوکت سے برلن مسجد کے وسیع ہال میں منائی گئی ۔ ڈاکٹر حمید مارتوس صاحب نے جلسہ کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ہم اس علاقہ میں آتے ہیں ۔ تو مسجد کے سفید مینارے اور گنبد دیکھکر کچھ عجیب حالت طاری ہوتی ہے ۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم خود یہاں تشریف لائے ہیں ۔ اور ہمیں اسلام کا عالمگیر پیغام دے رہے ہیں ۔ آج ہم اس مسجد

تصوف اور اسلام

مسلمانوں کو آج جہاد بالقرآن کی ضرورت ہے نہ کہ تصوف کی

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکتوب ایک دوست کے نام

ایک دوست نے حضرت امیر ایدہ اللہ کو ایک خط کے دوران میں لکھا ہے :-

سب سے بڑھکر یہ تکلیف محسوس کر رہا ہوں کہ تصوف جس کا مسلمانوں میں بہت چرچا ہے ہماری جماعت میں مفقود ہے ۔طبیعت مصائب کی وجہ سے کوئی ایسا مامن ڈھونڈتی رہی ہے جو خدا تک پہنچا دیوے۔ اور یہ چند روزہ زیست خدا کے لئے ہی ہو رہے ۔ اپنے طور پر بہت تکلیف کے ساتھ تبلیغ کا کام سرانجام دیتا رہا ہوں لیکن اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا ہے ۔ دعائیں مستجاب نہیں ہوتی ہیں ۔خیال آتا ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاؤں لیکن ماں باپ بیوی بچوں کی طرف خیال آتا ہے کہ ان کو کس مپرسی میں چھوڑ جانا بے مروتی ہے ۔ غالباً انہی خیالات سے متاثر ہو کر بھائی صاحب ...... جو خاکسار کی احمدیت کا باعث ہوئے تھے ...... کے حلقۂ عقیدت میں شامل ہو گئے ہیں ۔ اور ان کی آمد و رفت ان کے ہاں کثرت سے ہو گئی ہے ۔کہاں پہلے احمدیت کی تبلیغ میں پیر پرستی کی دھجیاں بکھیرا کرتے تھے ۔لیکن اب یہ عالم ہے ...... عرس پر شامل ہوتے ہیں اور تبلیغ احمدیت کا نام تک بھی نہیں لیتے ۔معلوم نہیں کہ ہماری جماعت نے تصوف کو پروگرام میں شامل کیوں نہیں کیا . . . . میں چاہتا ہوں کہ مجھے بھی شرح صدر ہو جائے ۔میری زبان میں تاثیر ہو جائے میری دعائیں مقبول ہو جائیں . . . . میں نے اپنی طبیعت میں اکثر دیکھا ہے کہ اگر کسی کام کے لئے بہت لگاتار کوشش کروں تو وہ کام نہیں ہوتا ہے ۔ . . . . میرا تجربہ تو یہ کہتا ہے کہ انسان خدا کی طرف دھیان رکھے تو وہ کام خود بخود ہی ہو جاتا ہے ۔"

حضرت امیر ایدہ اللہ کا جواب

اس کے جواب میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو مکتوب گرامی ان کے نام لکھا ہے اس کی نقل قارئین کرام کے افادہ کے لئے درج ذیل ہے :-

ڈلہوزی - ۲۷ اگست ۳۱ء

اخویم مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط پہنچا ۔ وہ تصوف جس کا مسلمانوں میں بہت چرچا ہے اور جس کی تلاش میں ...... کے قدم کو لغزش ہوئی اس زمانہ کی ایجاد ہے جب مسلمانوں کا قدم جہاد کے رستے سے ہٹا اور بدعات کی طرف بڑھا ۔ہمیں اس چیز کی تلاش کرنی چاہئے جو رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہ میں تھی ۔

رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہ کا طریق عمل

کیا یہ تصوف کے طریقے جن کی تعلیم آج ان گدیوں میں دی جاتی ہے ۔ہم کو رسول اللہ صلعم اور صحابہ کی زندگیوں میں نظر آتے ہیں ۔ اگر آج کسی کا کوئی صوفی اس مجلس میں جا نکلتا جہاں تیر اور تلواریں تیار ہو رہی تھیں تاکہ اسلام کو دشمن سے بچایا جائے تو وہ وہاں سے یقیناً گھبرا کر بھاگتا کہ یہاں تو اطمینان قلب میسر نہیں آتا ۔ترک جہاد نے اور اس کی جگہ ان تصوف کے طریقوں کے لے لینے نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے ۔

حضرت مسیح موعود اور جہاد

حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالے نے اس زمانہ میں اسی لئے بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو پھر جہاد کے رستہ پر لگائیں ۔چنانچہ آپ نے جہاد بالقرآن کے خیال کو از سر نو زندہ کیا ۔مسلمانوں نے غلطی سے یہ خیال کر لیا تھا کہ جہاد صرف تلوار کے ذریعے سے ہی ہوتا ہے ۔ اور چونکہ اس زمانہ میں ایک طرف بروئے تعلیم قرآنی اس جہاد بالسیف کی ضرورت نہ تھی ۔جس کے لئے اجازت اسی شرط کے ساتھ مشروط تھی کہ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم اور دوسری طرف ان اقوام کا ظہور ہو چکا تھا جن کے متعلق حدیث میں پیشگوئی تھی کہ ان کے مقابلہ کی طاقت کسی قوم کو نہ ہوگی ۔ لا یدان لاحد بقتالھم اور قرآن شریف میں پیشگوئی تھی کہ وہ سب بلندیوں سے نکل پڑیں گے وھم من کل حدب ینسلون ۔ جہاد بالسیف یوں گیا ۔ اور جہاد بالقرآن کو چھوڑ کر وہ تزکیۂ نفس کے دوسرے طریقے جن کو تصوف نے رواج دیا تھا اختیار کر چکے تھے ۔یوں جہاد بالقرآن کا خیال بھی ان کے دلوں سے نکل گیا ۔ اس سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ شروع شروع میں جب حضرت مرزا صاحب نے جہاد بالقرآن یا تبلیغ اسلام کے کام کو شروع کیا تو جو شخص تبلیغ اسلام کا کام کرتا تھا اسے احمدی کہا جاتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد بالقرآن کے خیال سے مسلمان کس قدر دور نکل گئے تھے ۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ دنیا میں کہیں کہیں مسلمان تبلیغ کا کام بھی کرتے تھے مگر یہ بھی ایک عادت کے ماتحت تھا ۔یہ خیال کہ جہاد بالقرآن سے ہی اسلام زندہ ہو سکتا ہے قریباً قریباً مفقود تھا ۔

جہاد کے بغیر قوم کی زندگی نہیں

آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ تصوف جس کا مسلمانوں میں بہت چرچا ہے ہماری جماعت میں مفقود ہے ۔میں اس کا علاج آپ کو کیا بتاؤں میں تو خدا سے دعا کرتا ہوں کہ یہ تصوف مسلمانوں میں سے بھی مفقود ہو جائے ۔ اور رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام والا تصوف پیدا ہو جائے جنھوں نے اس گر کو سمجھ لیا تھا کہ جہاد کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی

مسیح موعود کا بتایا ہوا وظیفہ

حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم نے جب حضرت مسیح موعود کی نئی نئی بیعت کی تو آپ سے عرض کیا کہ کوئی ایسا وظیفہ بتایئے جس سے تزکیہ نفس اور اطمینان قلب حاصل ہو تو آپ نے فرمایا عیسائیت کے بالمقابل ایک کتاب لکھو آپ نے وہ کتاب لکھی اور پھر اسی طرح دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آریہ سماج کے بالمقابل ایک کتاب لکھو ۔ یہ اپنی قوم کی رہنمائی کی تھی کہ اب اوراد و وظائف والے تصوف کا زمانہ گیا ۔ اور جہاد بالقرآن سے تزکیہ نفس کا زمانہ آ گیا ہے ۔

ترک دنیا اور اسلام

آپ نے لکھا ہے کہ آپ کو یہ خیال آتا ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاؤں ۔غور کیجئے کہ تعلیم اسلام سے یہ کس قدر دور بات ہے کیا محمد رسول اللہ صلعم نے بھی دنیا کو چھوڑ دیا تھا کیا آپؐ کے حالات کبھی آپ نے پڑھے ۔صحابہ کرام کے حالات پڑھیے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ ۔کے حالات آپ نے پڑھے ۔کیا ان کے حالات میں آج کل کے پیروں کی زندگی کی کوئی جھلک آپ کو نظر آتی ہے ۔ آخر آپ کس کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں آنحضرت صلعم کی سیرت کو پڑھیئے صحابہ کرام کے حالات کا مطالعہ کیجئے ۔ اور اپنی زندگی میں وہ کیفیت پیدا کرنے کی کوششیں کریں ۔

اطمینان قلب کا حقیقی ذریعہ

اطمینان قلب کے لئے تو ایک نماز کافی ہے ۔ جسے پانچ وقت الحمد للہ رب العالمین بار بار کہکر اطمینان قلب نہیں ملتا اسے کوئی تصوف اطمینان نہیں دے سکتا ۔ باقی اپنا فرض اپنی ڈیوٹی سمجھکر کام کریں ۔ من کان للہ کان اللہ لہ آپ خدا کے دین کی خدمت کے کام کو خوشدلی سے کریں گے ۔ تو اللہ تعالی آپ کی دعاؤں کو قبول فرمائے گا ۔ اگر آپ کو خدمت دین میں لذت نہیں آتی تو یقین جانیئے کہ ابھی آپ اس مقام سے دور پڑے ہیں اس کا علاج صرف یہ ہے کہ آپ اور زیادہ قوت سے خدمت دین کے کام میں لگ جائیں ۔ جیسا کہ ہمارے حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ ع

از دعا کن چارۂ آزار انکار دعا

خدمت دین میں رسول خدا صلعم کو لذت آتی تھی ۔ آپ کے صحابہ کو لذت آتی تھی ۔ ائمہ کبار کو لذت آتی تھی ۔حضرت مسیح موعود کو لذت آتی تھی اور جسے اس کام میں لذت نہیں آتی وہ ابھی پوری قوت کے ساتھ اس کام میں نہیں لگا ۔ اسے ضرورت ہے کہ پہلے سے دو چند سہ چند قوت سے اس کام کو کرے ۔ کسی کو ولی بنانا یا مستجاب الدعوات بنانا یہ اللہ تعالے کا کام ہے ۔ زبان میں تاثیر پیدا کرنا خدا کا کام ہے ۔

بندے کا کام مزدور بننا ہے

بندے کا کام یہ ہے کہ وہ خدمت میں لگا رہے ۔ اپنے آپ کو ایک ادنے چاکر سمجھے ۔ ہمارے حضرت صاحب نے ایک دفعہ کہا تھا کہ خدا کے دین کو پھیلانے کا جوش مجھ میں اس قدر ہے کہ اگر مجھے یہ آواز بھی آ جائے کہ خدمت دین کی وجہ سے تمھیں دوزخ میں ڈالا جائے گا تو میں اس کام کو ترک نہیں کر سکتا ۔ آپ کس خیال کے پیچھے لگے ہیں کہ خدمت دین میں لذت نہیں آتی اس لئے کسی پیر کا دامن پکڑنا چاہیئے ۔ ان تمام خیالات کو دل سے نکال دیجئے کہ آپ نے ولی بننا ہے یا مستجاب الدعوات بننا ہے ۔ اور اس خیال کو دل میں مضبوط کیجئے کہ آپ نے اسلام کا مزدور بننا ہے ۔ اسلام کا سپاہی بننا ہے ۔ یہ وہ چیز ہے جس کی آج ضرورت ہے ۔ جس نے اسے نہیں سمجھا اس نے حضرت مجدد کے پیغام کو بھی نہیں سمجھا ۔ آپ ہمیں ان مریدیوں سے آزاد کرنے آئے تھے ۔جن میں آج کل کے اہل تصوف نے مسلمانوں کو غرق کر رکھا ہے ۔ اسلام کو آج ولیوں کی اتنی ضرورت نہیں جتنی سپاہیوں اور مزدوروں کی ضرورت ہے ۔ ہاں جسطرح اسلام نے پہلے امیوں کو صاحب حکمت اور سپاہیوں کو ولی بنا دیا

(باقی بر صفحہ ۱۰ کالم ۳)

قرآن حکیم اور انجیل

انتخاب کتب میں یورپ کے تعصب کا مظاہرہ

یورپ میں ایک جماعت ہے جو ہر بیس سال کے بعد دنیا کی بہترین کتابوں کا انتخاب کرتی ہے اور ان کو معلومات عامہ کیلئے شایع کر دیتی ہے۔ حال ہی میں اس جماعت نے کوئی دو سو کتابوں کا انتخاب کیا ہے جن کے متعلق انتخاب کنندوں کا دعویٰ ہے کہ یہ دنیا کی لائبریریوں میں اعلیٰ پایہ کی کتابیں ہیں اور ان کے بعد جسقدر بھی کتابوں کا ذخیرہ ہے ان کا درجہ منتخب کردہ کتابوں کے بعد ہے۔

ان منتخب شدہ کتابوں میں بھی مراتب اور درجات ہیں اور ہر کتاب کو اس کی حیثیت کے مطابق درجہ دیا گیا ہے۔ مثلاً دنیا کی سب سے بہترین کتاب کیلئے درجہ اول رکھا گیا ہے اور اس کے درجہ بدرجہ ہر کتاب کی حیثیت نمایاں کی گئی ہے۔ نمبر بیس میں جو کتاب ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انیس کتابیں اس سے زیادہ قیمتی ہیں علیٰ ہذا القیاس۔

بائبل اور قرآن حکیم کا درجہ

اس مشتہرہ فہرست میں سب سے پہلے بائبل کو جگہ دی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بائبل یعنی عہد عتیق اور عہد جدید دنیا کی تمام کتابوں پر ہر حیثیت سے فوقیت رکھتی ہیں۔ اور ان کا ثانی دنیا میں اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم کو بائبل کے بعد درجہ دیا گیا ہے یعنی بائبل کے بعد تمام کتابوں پر قرآن حکیم کو امتیاز حاصل ہے۔ گویہ خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ یورپ جس نے اپنے قلم سے اسلام اور قرآن عزیز کے متعلق غلط فہمیوں کا انبار لگا دیا ہے۔ اور سعید روحوں کے راستہ میں کذب و زور و الزام و بہتان کے سنگ گراں ڈال دیے ہیں اس نے اب اتنی قابلیت پیدا کر لی ہے۔ کہ وہ قرآن حکیم کو اس کی اصلی صورت میں دیکھ سکے۔ اور اس ام الکتاب کی جو حقیقی قدر و منزلت ہے اس کے سامنے اپنی گردن کو خمیدہ کرے۔ لیکن ایک محقق اور منصف مزاج کو یہ دیکھ کر افسوس ہوگا کہ یورپ نے قرآن حکیم پر بائبل کو ترجیح دیکر اپنے اس تعصب کا ہلکا سا مظاہرہ کر ہی دیا جس کو اسلام دشمنی کے صدقہ میں ورثتاً ملا ہے۔ حالانکہ ایک ادنیٰ تعمق سے ہر شخص اس بات کا فیصلہ کر سکتا ہے کہ بائبل کو قرآن حکیم سے کیا نسبت اور اس محفوظ کتاب کو اس محرف و مبدل کتاب سے کیا علاقہ جس پر یورپ خود ماتم کر رہا ہے۔

بیس سال پیشتر قرآن حکیم کا درجہ

اس فہرست کے شایع ہونے سے بیس سال پیشتر بھی اس قسم کی ایک فہرست اسی جماعت کی طرف سے شایع کی گئی تھی جس میں بائبل کو تو اول نمبر دیا گیا تھا اور قرآن حکیم کو چھٹے درجہ میں رکھا گیا تھا۔ اب بیس سال کی تحقیق کے بعد اتنا تو ہوا کہ بائبل کے بعد قرآن مجید کو دوسرا درجہ دیدیا گیا۔ اگر ذہنی اور علمی ترقی کا یہی حال رہا تو امید ہے کہ بیس سال بعد جو فہرست شایع ہوگی اس میں تو یا تو بائبل اور قرآن کو ایک ہی درجہ میں رکھا جائیگا اور یا قرآن کو اول درجہ میں اور بائبل کو درجہ دوم میں جگہ دی جائے گی۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ اگرچہ اس بات کی امید نہیں کہ یہ جماعت بائبل پر قرآن حکیم کو جگہ دیدے کیونکہ پھر اس کا مذہبی امتیاز جاتا رہیگا اور پادریوں کی یورش اس کا خاتمہ کر دیگی لیکن یہ امید ضرور ہے کہ بائبل اور قرآن حکیم کو ایک ہی درجہ دیدیا جائیگا۔ اور اس طرح دنیا کو قرآن حکیم کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہو جائے گی۔

قرآن حکیم پر بائبل کو کیوں مقدم کیا گیا؟

ہمیں یقین ہے کہ جس جماعت نے یہ فہرست مرتب کی ہے اس کے ارکان کے ضمائر ضرور جانتے ہوں گے کہ قرآن حکیم کا بائبل کے مقابلہ میں کیا درجہ ہے اور انصاف کی رو سے اسے کس درجہ میں رکھنا چاہیئے مگر چونکہ وہ خود عیسائی ہیں اور بائبل کو رسمی طور پر وہ کلام الٰہی مانتے ہیں اسلئے "قلم در کف دشمن است" وہ مجبور تھے کہ بائبل کو قرآن حکیم پر فوقیت دیں۔ مگر اس جگہ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بائبل ہرگز اس کی مستحق نہ تھی کہ اس کو قرآن مجید پر جگہ دی جاتی اور دنیا کی تمام کتابوں پر اس کو امتیاز بخشا جاتا۔

اگر بائبل کو قرآن حکیم پر اس لئے فوقیت دی ہے کہ اس میں دنیا کے لئے اعلیٰ تعلیم موجود ہے اور انسان اس کا مطالعہ کر کے یا اس پر ایمان لاکر روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تو یہ ایک صریح دھوکہ ہے جس کا پردہ صدیاں ہوئیں کہ چاک ہو چکا۔ انگلستان کی ایک عیسائی جماعت نے کچھ روز ہوئے یہ آواز اٹھائی تھی کہ پیدائش کی کتاب کو بائبل سے خارج کر دیا جائے کیونکہ اس میں اخلاق سوز اور شرافت ربا تعلیم بھری ہوئی ہے اور اس کا پڑھنے والا کبھی اپنے اندر اخلاق پیدا نہیں کر سکتا۔ پھر اسی بائبل میں انبیاء علیہم السلام پر ایسے ایسے گندے اور شرمناک الزامات لگائے گئے ہیں جن کو پڑھ کر کوئی شخص بھی اچھا اثر قبول نہیں کر سکتا بالخصوص بائبل کے ماننے والے تو کبھی اپنے وجود کو پاکیزہ بنا ہی نہیں سکتے۔ علاوہ ازیں بائبل کے دوسرے حصہ عہد جدید میں جو تعلیم موجود ہے وہ اس درجہ۔ . . خود انسانی فطرت کے خلاف ہے جس پر عمل کرنے کے بعد اخلاقیات اور تمدن کی سربفلک عمارت ایک لمحہ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتی مسیح کا مصلوب ہونا۔ تمام انسانوں کے لئے ان کا کفارہ ہونا خدائے واحد کے بجائے تین خداؤں کا وجود مسیح کا خدا اور ابن خدا ہونا وغیرہ ایسی تعلیمات اناجیل میں مندرج ہیں جنکو آج یورپ کے عیسائی بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کیا بائبل کو اس لئے قرآن پر ترجیح دی گئی ہے کہ وہ فطرت انسانی کیخلاف تعلیم سے معمور ہے۔ اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم کو دیکھو جو کفارہ کے بجائے حسن عمل اور جد و جہد کی تعلیم دیتا ہے جس نے دنیا کے سامنے وہ اصول پیش کیا جو فطرت کا نچوڑ خلاصہ اور عصارہ ہے۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی بلکہ فرمایا کہ

یعنی انسان کو صرف کوششوں کا ثمر ملیگا اسی کتاب نے نصاریٰ کی پھیلائی ہوئی گمراہی کا یہ کہہ کر ازالہ فرما دیا

یعنی کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائیگا قرآن کہتا ہے کہ خدا ایک ہے۔ لاشریک ہے عادل ہے تثلیث کو وہ کفر قرار دیتا ہے۔

قرآن حکیم اور بائبل میں فرق

جب بائبل کی اس قسم کی تعلیمات ہیں تو فیصلہ کیجئے کیوں اس کتاب فطرت قرآن پر ترجیح دی گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بلحاظ صحت اور تاریخ کے قرآن شریف اور بائبل میں کیا مناسبت ہے۔ بائبل کے متعلق ابھی تک یہ بھی فیصلہ نہ ہو سکا کہ اس کا کتنا حصہ کلام الٰہی ہے اور کتنا حصہ کلام بشر۔ کتنے حصے میں تحریف ہوئی اور کتنا حصہ تحریف و تبدیل سے مبرا ہے ہر سال اس میں ترمیم و اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور کلیسا جب چاہتی ہے اس میں کتربیونت کر دیتی ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ اناجیل کب تصنیف کی گئیں؟ ان کے مصنف کون تھے؟ ان کی اصل زبان کیا تھی عبرانی تھی یا یونانی اور لاطینی؟ زبان کی تعداد کے متعلق کوئی فیصلہ ہوا۔ گویا تاریخ کے اعتبار سے بھی بائبل کو درجہ نہیں دیا جا سکتا یہ قرآن حکیم ہے جو ان تمام عیوب سے پاک ہے اور تا قیام قیامت پاک رہیگا۔

مشہور دشمن اسلام سر ولیم میور نے اپنی کتاب "حیات محمد" میں تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح تیرہ سو برس سے صحیح المتن اور تحریف سے مبرا چلی آتی ہو"

اب ذرا بائبل کے متعلق بھی خود محقق عیسائیوں کی زبان سے فیصلہ سن لیجئے۔ ڈاکٹر ڈریپر اپنی شہرۂ آفاق کتاب "کانفلکٹ بیٹوین ریلجن اینڈ سائنس" میں لکھتے ہیں:۔

"وہ شخص بڑا ہی بے باک ہے جو توریت کو خدا کا الہامی کلام سمجھتا ہے۔ اسلئے کہ اس میں ایسے ایسے اضداد و نواقص اور امور غیر عادی اور غیر ممکن بھرے پڑے ہیں جنکا خدائے پاک کے کلام میں پایا جانا ممکن نہیں اور یہ وہ امور ہیں جنکی حقیقت کا انکشاف جرمنی اور انگلستان کے بہت سے متقی اور راسخ الاعتقاد علماء کر چکے ہیں۔ ان تنقید نگاروں نے فیصلہ کیا ہے کہ کتاب پیدائش ایک قصہ ہے جن کا ماخذ سنائی فرضی روایات ہیں۔ توریت کی پانچوں کتابیں پایۂ اعتبار تاریخی سے ساقط اور غیر موسوی الاصل ہیں اس میں ایسی ایسی باتیں مندرج ہیں جو کل توریت کی تکذیب اور تغلیط کے لئے کافی ہیں اور ایسے عیوب و اسقام پائے جاتے ہیں جو اگر زمانہ حال کی کسی تاریخی تصنیف میں موجود ہوں تو ان کے اعتبار کو زائل کر دیں" (صفحہ ۳۰۳)

وہ آج بھی فرد در دل اور ساحبوں کو ولی بنا سکتا ہے۔

حقیقی لذت کے ملنے کا ذریعہ جہاد ہے

بہرحال اپنے قدم کو لغزش سے بچائیں۔ لذت اور اطمینان ایسے الفاظ ہیں جن سے انسان کو دھوکہ بھی لگتا ہے۔ ایک بت پرست کو بت کی پرستش میں بھی لذت آجاتی ہے۔ ایک گائے پرست کو گائے کی پرستش میں لذت آجاتی ہے۔ ایک مسیح پرست کو مسیح کی پرستش میں لذت آجاتی ہے۔ بسا اوقات یہ لذت محض ایک سراب کی طرح ہوتی ہے۔ وہ حقیقی لذت جس سے اطمینان قلب میسر آتا ہے وہ سخت جہاد کے بعد ملتی ہے۔ لہٰذا ہمیں سارے خیالات کو چھوڑ کر اس جہاد کے پیچھے لگنا چاہیئے۔ یہ درست ہوگا جیسا آپ نے لکھا ہے کہ اگر آپ کسی کام کے لئے بہت زور لگاتے ہیں تو وہ ہوتا نہیں اور اگر خاموش بیٹھ رہیں تو ہو جاتا ہے مگر اس آپ کے دو چار امور کے تجربہ سے خدا کا قانون باطل نہیں ہو سکتا۔ ان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔

رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پر چلو!

میں پھر بھی کہوں گا کہ آپ غور کریں کہ کیا رسول اللہ صلعم خاموش ہو کر خدا میں دھیان لگا کر بیٹھ رہا کرتے تھے۔ یا دن رات جد و جہد میں لگے رہتے تھے۔ آپ ان کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں یا اپنے خیالات کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔

شیطان کا دھوکا

اور یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے تاکہ خدا کی بتائی ہوئی راہ سے ہٹا دے۔ شیطان ایسی باریک راہوں سے آتا ہے کہ انسان سمجھ نہیں سکتا۔ حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ کے حالات لکھا ہے کہ آپ کو آواز آئی کہ اے عبد القادر اب تم اس مقام قرب پر پہنچ گئے ہو کہ نماز روزہ وغیرہ تکلفات کی ضرورت نہیں رہی تو آپ نے کہا اے شیطان میں تجھے پہچانتا

کامیابی کی حقیقی راہ مخلوقِ الٰہی کی خدمت ہے

جماعتِ احمدیہ کی سب سے بڑی ضرورت

(مولانا احمد صاحب کے قلم سے)

مذہب کا مقصد

مذہب کا مقصد اور غرض و غایت یہ ہے کہ انسان اخلاقِ الٰہیہ سے متصف اور شفاف آئینہ کی طرح صفات الٰہیہ اس میں جھلکتی ہوئی نظر آئیں۔ اس کی صفات اور اخلاق، صفات اور اخلاق الٰہیہ کے بروز اور ظل ہوں۔ اس کے دل اور ارادے اس کے دماغ اور تخیلات، اس کے کام کرنے والے اعضا اور کام پر صرف اللہ تعالیٰ کی حکومت ہو ۔ ۔ ۔ اس کا دماغ وہی سوچتا ہے۔ قلب اسی کام کا ارادہ کرتا ہے۔ کام کرنے والے اعضا وہی کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خلق اللہ کی خدمت نظر آتی ہے۔ دماغ کوئی ایسا کام نہیں سوچتا قلب کسی ایسے کام کا ارادہ نہیں کرتا۔ کام کرنے والے اعضا کوئی ایسی حرکت نہیں کرتے جس سے اللہ کی عظمت میں فرق آئے اور خلق اللہ کے لئے موجب تکلیف ہوں۔ اگر ان کا کوئی کام کسی کے لئے موجب تکلیف ہو تو اس کا مقصد انتقام اور نفسانی جذبہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل مقصد شر کا دور کرنا ہوتا ہے اور خیر کثیر کے لئے ضرر قلیل پہنچانا عین قدرت کا کام ہے مگر اس میں بھی مقصد کسی کو ضرر پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ اصل مقصد شر کا دور کرنا ہوتا ہے۔ انبیا علیہم السلام اور ان کے خلفا کی جنگیں اسی قسم کی ہوئی ہیں۔ اور تعزیرات شرعیہ کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے۔

مخلوقِ الٰہی کی خدمت

ایسے انسان پر اگر ایک طرف صفات الٰہیہ نظر آتی ہیں اور وہ بہت بلند مقام پر ہوتا ہے تو دوسری طرف انکساری اور تواضع میں مخلوق خدا کی خدمت کرتا ہوا ایک معمولی انسان نظر آتا ہے۔ دنیا پرست اور لذات دنیوی میں مستغرق متنبا اگر انسانوں کے ادنےٰ طبقہ میں بیٹھنا اپنے لئے کسر شان سمجھتے ہیں تو وہ غریب سے غریب نادار سے نادار انسان کی خدمت کو اپنے لئے باعث فخر اور رضائے الٰہی کا موجب سمجھتا ہے وہ لذات دنیوی سے فائدہ اٹھانا اپنے لئے حرام نہیں سمجھتا مگر غریبوں کی خاطر اور ناداروں اور بیکسوں کی لذات کو ترک کرنا غریبوں کی حاجات پر لذات اور زیب و زینت کو قربان کرنا اپنا فرض اور قرب الٰہی کا موجب سمجھتا ہے۔ مباحات سے فائدہ اٹھانا شرعاً جائز سمجھتا ہے مگر اپنے مقام کے خلاف سمجھ کر اسے ترک کر دیتا ہے۔

لوگوں سے ملنے کا طریق

اس کے پہلو میں بہت بڑا اور مضبوط دل ہوتا ہے ادنےٰ ادنےٰ باتوں کے لئے مغلوب الغضب نہیں ہوتا۔ ہمیشہ لوگوں سے ملتے وقت طلیق الوجہ اور خندہ رو ہوتا ہے پیشانی پر شکن نہیں پڑنے۔ اس کی زبان سے بولتے وقت شستہ اور خوبصورت الفاظ نکلتے ہیں۔ گفتگو میں اس کے الفاظ اپنی طرف کشش کے موجب ہوتے ہیں۔ فظاعت اور درشتی کلام سے کسی کے ساتھ پیش نہیں آتا۔ حق کی حمایت کرتا ہے تو بالتی ھی احسن۔ اسی طریق سے جو احسن ہوتا ہے اصولی طور سے اس کی نظر میں اپنا قریبی اور اجنبی مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔

مسیحیت کی کامیابی کی وجہ

یہ چند صفات میں نے بطور نمونہ کے ذکر کئے ہیں۔ ان کی تفصیل بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفے علیٰ قدر مراتب ان تمام صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اپنے اندر ایک مقناطیسی قوت رکھتے ہیں اگر وہ صفات الٰہیہ کے ظل اور بروز نہ ہوں تو صرف خوبصورت تعلیم اور صحیح علوم میں ایسی کوئی طاقت نہیں ہوتی جو لوگوں کو دینی خدمت کے لئے اپنی طرف کھینچ سکے۔ عیسائیت آج اگر کامیاب نظر آتی ہے۔ تو اپنے عقائد اور تعلیمات کی وجہ سے نہیں بلکہ مخلوق خدا کی خدمت کی وجہ سے اس کی کامیابی ہے۔ اور مخلوق خدا کی خدمت چاہے کسی نیت سے بھی ہو اس کے اندر اتنی طاقت ہے کہ وہ عقائد اور تعلیمات کے جھگڑے کو بھی نظر انداز کر دیتی ہے۔ کیونکہ مذہب کا اصل مقصد اعمال اور اخلاق ہیں اور کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

خدمت خلق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام نبوت پر کھڑے کئے گئے اور پہلی وحی کے بعد آکر حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ لقد خشیت علی نفسی (مجھے اپنے نفس پر خوف ہے) تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو کامیابی کی تسلی دیتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔ کلا واللہ ما یخزیک ۔ ۔ ۔ اللہ ابدا۔ انک لتصل الرحم و تحمل الکل۔ وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق (ترجمہ) اللہ کی قسم اللہ کبھی آپ کو رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ ناتوان کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اور نادار کو کما کر دیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق کی مدد کرتے ہیں۔ اس بے کسی اور بے سروسامانی کے وقت جب آپ کی کامیابی کے بظاہر کچھ اسباب نہ تھے۔ حضرت خدیجہ نے آپ کی انہی صفات اور اخلاق کی بدولت آپ کو کامیاب ہونے کی تسلی دی کہ ایسے اخلاق اور صفات کا مالک کبھی بھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ اور درحقیقت خدمت خلق ہی کامیابی کی وجوہ میں سے ایک بڑی وجہ ہے۔ جس انسان کا دل اوروں کی مصیبتوں اور تکلیفوں کی وجہ سے نہیں پگھلتا۔ اپنا آرام و آسائش اپنی قوم اور مخلوق خدا کے لئے قربان نہیں کرتا۔ اپنی لذات کو بھوکوں کی خاطر نہیں چھوڑتا وہ دلوں کو مسخر کرنے میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوا۔ تسخیر قلوب انہی کا کام ہوتا ہے جو یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کے مصداق ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان آپ کے ایک بادشاہ ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ عظیم الشان بادشاہ ہو کر خدمت خلق کرنے کی وجہ سے ہے۔ بلکہ مخلوق کی خدمت ہی سے بادشاہت ملی تھی

خلفا کی کامیابی کا راز

اسی طرح آپ کے خلفا کی عظمت اور کامیابی ان کے عدل و انصاف، امیر و غریب سے یکساں سلوک اور خدمت خلق اور غریبوں کی خبرگیری کی وجہ سے تھی۔

میں بطور نمونہ حضرت عمرؓ کے چند اوصاف کا ذکر کرتا ہوں کہ باوجود ایک عظیم الشان بادشاہ ہونے کے کس طرح فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور کس طرح غریب اور امیر، یگانہ و بیگانہ سے عدل و انصاف میں یکساں سلوک کرتے تھے۔ اور کیونکر غربا اور محتاجوں کی خبرگیری کرتے تھے۔ اور امیروں کی بہ نسبت غریبوں کا لحاظ زیادہ کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے اوصاف

لباس

لباس عموماً سادہ اور موٹے کپڑے کا پہنا کرتے تھے۔ اور کپڑا پھٹ جاتا تو پیوند لگا کر پھر اسے پہنتے۔ سفر شام میں جب کرتہ پھٹ گیا اور میلا ہو گیا تو ایک پادری کو جوڑنے کے لئے دیا اس نے اسے صاف کر کے پیوند لگا کر حاضر کر دیا۔ اور ساتھ ایک اور کرتہ باریک کپڑے کا سلا کر پیش کیا آپ نے فرمایا کہ موٹا کپڑا پسینہ کو خوب جذب کرتا ہے۔ اپنا کرتہ لیکر پہن لیا اور اس کا کرتہ واپس کر دیا۔

کھانا

کھانا سادہ اور معمولی کھاتے تھے۔ آپ کے عہد میں جب قحط پڑا تو دریافت فرمایا کہ لوگ کیا کھاتے ہیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ لوگ سالن کے بجائے ۔ ۔ ۔ زیتون کے تیل کا استعمال کرتے ہیں۔ تو آپ نے بھی زیتون کا تیل کھانا شروع کیا۔ پیٹ میں قراقر شروع ہوا تو فرمایا کہ جب رعیت یہ کھاتی ہے تو تجھے بھی یہی کھانا پڑے گا۔

رعایا کی خبرگیری

ایک قافلہ مدینہ منورہ میں آیا۔ اور شہر کے باہر اترا۔ اس کی خبرگیری کے لئے خود تشریف لے گئے۔ پہرہ دیتے وقت ایک طرف سے رونے کی آواز آئی۔ ادھر متوجہ ہوئے۔ دیکھا تو ایک شیر خوار بچہ رو رہا ہے۔ ماں کو تاکید کی کہ بچے کو بہلائے۔ تھوڑی دیر کے بعد ادھر سے گزرے تو بچے کو روتا ہوا پایا غیظ میں آکر فرمایا کہ تو بڑی بے رحم ماں ہے اس نے کہا کہ تم کو اصل حقیقت معلوم نہیں۔ خواہ مخواہ مجھ کو تنگ کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ عمر نے حکم دیا ہے کہ بچے جب تک دودھ نہ چھوڑیں بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ میں اس کا دودھ اسی وجہ سے چھڑاتی ہوں اور یہ اسی وجہ سے روتا ہے آپ کو رقت ہوئی اور کہا کہ ہائے عمر تو نے کتنے بچوں کا خون کیا ہوگا اسی دن سے منادی کرا دی کہ بچے جس دن پیدا ہوں اسی دن سے ان کے روزینے مقرر کر دیئے جائیں۔

ایک عورت کے بچے رو رہے تھے کئی وقتوں سے کچھ کھایا نہ تھا تو بیت المال سے آٹا۔ گھی۔ گوشت۔ کھجوریں لیں اور

اپنے غلام اسلم سے فرمایا کہ میری پیٹھ پر رکھدے۔ اسلم نے کہا میں لئے چلتا ہوں فرمایا لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اوٹھاؤ گے۔

ایک بدو اپنے خیمہ سے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ اس وقت گشت کر رہے تھے وہاں گزر ہوا تو اس کے پاس بیٹھے خیمہ سے رونے کی آواز آئی۔ حضرت عمرؓ کی دریافت پر بدو نے بتایا کہ میری بیوی دردزہ میں مبتلا ہے۔ آپ گھر آئے ام کلثوم (حضرت عمر کی زوجہ بیٹے ملکہ معظمہ) کو ساتھ لیا۔ بدو سے اجازت لے کر ام کلثوم کو اندر بھیجا۔ انہوں نے دایہ کا فرض ادا کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ بدو سے آپ نے فرمایا کل میرے پاس آنا۔ میں اس بچہ کی تنخواہ مقرر کر دوں گا۔

ایک مرتبہ مدینے قافلہ آیا تو حضرت عمرؓ نے عبدالرحمن بن عوف کے مکان پر جاکر کہا کہ ابھی مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہر سے باہر ایک قافلہ اترا ہے۔ لوگ تھکے ماندے ہونگے آؤ ہم ملکر پہرہ دیں۔ چنانچہ دونوں صاحب گئے۔ اور رات بھر پہرہ دیتے رہا۔

قحط کے موقعہ پر خود اپنے اہتمام سے اونٹ ذبح کراتے اور قحط زدوں کو کھانا پکوا کر کھلاتے۔

مجاہدین کے گھروں کی خبر گیری

حضرت عمر کا معمول تھا کہ مجاہدین کے گھروں پر جاتے اور عورتوں سے کہتے کہ تم کو بازار سے کچھ منگوانا ہو تو لادوں وہ لونڈیاں ساتھ کر دیتیں۔ حضرت عمر خود بازار سے چیزیں خریدتے۔ اور ان کے حوالے کرتے۔ مقام جنگ سے قاصد آتا اور اہل فوج کے خطوط لاتا۔ تو خود ان کے گھروں پر پہنچا آتے گھر والوں کے لئے خود قلم دوات مہیا کر دیتے۔ اور جس گھر میں لکھنے والا نہ ہوتا تو خود چوکھٹ کے پاس بیٹھ جاتے۔ اور گھر والے جو کچھ لکھواتے لکھتے جاتے۔

درخواستوں کا سننا

ان کی سب سے زیادہ توجہ اس بات پر مبذول رہتی تھی کہ رعایا کی کوئی شکایت ان تک پہنچنے سے نہ رہ جائے یہ معمول رکھا تھا کہ ہر نماز کے بعد صحن میں بیٹھ جاتے۔ اور لوگ اپنے اپنے معروضات پیش کرتے۔

روزینوں کی تقسیم

قدیہ اور عسفان مدینہ سے کئی منزلوں کے فاصلہ پر تھے جہاں قبیلہ خزاعہ کے لوگ رہتے تھے۔ ان دونوں مقاموں پر خود جاکر دفتر ہاتھ میں لئے ہوئے روزینے تقسیم کرتے۔

اصول مساوات پر مضبوطی

جبلہ غسانی شام کا مشہور رئیس تھا وہ مسلمان ہوگیا تھا کعبہ کے طواف میں اس کی چادر کا گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر تھپڑ کھینچ مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بے تاب ہوگیا۔ اور حضرت عمر کے پاس جاکر شکایت کی۔ حضرت عمر نے اس کی شکایت سنکر فرمایا تم نے جو کچھ کیا اس کی سزا پائی۔ اس کو سخت حیرت ہوئی اور کہا کہ ہم اس رتبے کے لوگ ہیں کہ کوئی شخص ہمارے ساتھ گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ جاہلیت میں ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے پست و بلند کو ایک کر دیا ہے۔ اس نے کہا اگر اسلام ایسا مذہب ہے جس میں شریف و ذلیل کی کچھ تمیز نہیں تو میں اسلام سے باز آتا ہوں۔ وہ چھپ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ مگر حضرت عمر نے اس کی خاطر سے قانون انصاف بدلنا نہیں چاہا۔

ایک دفعہ سرداران قریش ان کی ملاقات کے لئے آئے۔ اتفاق سے صہیب۔ بلال۔ عمار۔ وغیرہ بھی موجود تھے۔ جن میں اکثر آزاد شدہ غلام تھے۔ اور دنیاوی حیثیت سے معمولی درجے کے لوگ سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عمر نے اول انہی لوگوں کو بلایا۔ اور سرداران قریش باہر بیٹھے رہے۔ ابوسفیان جو زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے ان کو یہ امر سخت ناگوار گزرا۔ اور ساتھیوں سے خطاب کرکے کہا۔ کیا خدا کی قدرت ہے۔ غلاموں کو دربار میں اجازت ملتی ہے اور ہم لوگ باہر بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ ابوسفیان کی یہ حسرت اگرچہ ان کے اقران کے مذاق کے مناسب تھی۔ تاہم ان میں کچھ حق شناس بھی تھے۔ ایک نے کہا بھائیو! سچ یہ ہے کہ ہم کو عمر کی نہیں اپنی شکایت کرنی چاہئے۔ اسلام نے سب کو ایک آواز سے بلایا لیکن جو اپنی شامت سے پیچھے پہنچے آج بھی وہ پیچھے رہنے کے مستحق ہیں۔

یہ واقعات الفاروق سے لئے گئے ہیں۔

غریبوں کی پاسداری

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر نے (مدینہ سے دو چار منزل کے فاصلہ سے) ایک چراگاہ بنائی تھی۔ اور اس کے ناظم کو حکم دیا تھا کہ اس چراگاہ کے آس پاس جو لوگ رہتے ہیں اگر ان کے مویشی اس چراگاہ میں چرنے کے لئے آئیں تو ان کو منع نہ کرنا ان کو رہنے دو کہ اپنے مویشی اس میں چرائیں۔ کیونکہ اگر ان کے مویشی گھاس نہ ہونے کی وجہ سے مر جائیں تو میرے پاس آکر مجھ سے امداد چاہیں گے۔ اور میں اس وقت مجبور رہوں گا کہ بیت المال میں سے ان کو چاندی سونا دوں۔ تو چراگاہ کا گھاس دینا میرے لئے آسان ہے اور سونا چاندی دینا مشکل ہے۔ اور ناظم کو یہ ہدایت بھی کی کہ اگر عثمان اور عبدالرحمن بن عوف کے چوپائے اس چراگاہ میں آئیں تو ان کو ہرگز چراگاہ میں گھسنے نہ دینا۔ کیونکہ اس میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور اگر ان کے چوپائے مر جائیں تو ان کے پاس اور مال و دولت ہے۔ وہ اپنا کام اس سے چلا سکتے ہیں۔

عراق کی زمین کی پیمائش اور اس پر ٹیکس لگانے کے لئے حضرت عثمان بن حنیف اور حذیفۃ الیمان کو بھیجا۔ یہ دونوں بزرگ اکابر صحابہ میں سے تھے۔ اور پیمائش کے فن میں خوب مہارت رکھتے تھے۔ پیمائش کا پیمانہ حضرت عمر نے خود اپنے ہاتھ سے تیار کرکے دیا۔ جب یہ دونوں بزرگ اپنے کام سے فارغ ہوکر واپس مدینے تشریف لائے۔ اور شرح لگان حضرت عمر کے سامنے پیش کر دیا تو آپ نے رعیت کے خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے دونوں سے فرمایا کہ تم نے تشخیص جمع میں سختی تو نہیں کی۔ عثمان نے کہا نہیں بلکہ ابھی اسیقدر اور گنجائش ہے۔

بیت المال کا خیال

ایک مرتبہ مال غنیمت آیا۔ حضرت حفصہ حضرت عمر کی صاحبزادی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کو خبر ہوئی وہ حضرت عمر کے پاس آئیں اور کہا کہ امیرالمومنین اس میں سے میرا حق مجھ کو عنایت کیجئے۔ کیونکہ میں ذوی القربیٰ میں سے ہوں۔ فرمایا کہ جان پدر تیرا حق میرے خاص مال میں ہے اور یہ غنیمت کا مال ہے۔

ایک مرتبہ آپ بیمار پڑے لوگوں نے علاج میں شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا۔ لیکن بلا اجازت نہیں لے سکتے تھے۔ مسجد نبوی میں جاکر لوگوں سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو بیت المال سے تھوڑا سا شہد لے لوں۔ اس سے مطلب یہ تھا کہ بیت المال خلیفہ کی ملکیت نہیں۔ اس کے پاس قوم کی امانت ہے۔

جماعت احمدیہ کی سب سے بڑی ضرورت

یہی وہ اخلاق اور صفات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفا اور عموماً آپ کے اور بزرگ صحابہ میں تھیں جن کو دیکھکر غیر مسلم جوق درجوق فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ اور صحیح معنوں میں وہی اللہ کے خلیفے تھے۔ ان کے بعد بھی وہی اللہ تعالیٰ کے خلیفے صحیح معنوں میں سمجھے جاتے ہیں۔ جو ان صفات کے مالک ہوں۔ حضرت مسیح موعود کی زندگی بھی اسی قسم کے پاک نمونوں سے مملو نظر آتی ہے۔ جس پر تفصیلی روشنی پھر کسی وقت ڈالی جائے گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس جماعت میں بھی جو آخرین منھم لما یلحقوا بھم کی مصداق اپنے آپ کو سمجھتی ہے۔ ایسے پاک نمونے نظر آئیں وہ بھی خدمت خلق، اصول مساوات، غریبوں کی حمایت اور سادگی میں صحابہ اور بالخصوص حضرت عمر جیسے صحابہ کا نمونہ اختیار کرے۔ تاکہ حقیقی معنوں میں وہ "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" ثابت ہو۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ بفضل الہیٰ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں منہمک ہیں۔

—— جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے صاحبزادہ بشیر حسین صاحب کی خیریت کی خبر ولایت سے موصول ہوئی ہے اور اس کے ساتھ حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام ایک خط جس کا اقتباس آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

—— بمبئی سے ایک نہایت افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے مسٹر محمد علی حبیب صاحب بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں کہ ان کے والد ماجد اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کو سلسلہ احمدیہ سے بہت الفت تھی اور خود مسٹر حبیب کو بھی اس سلسلہ سے بڑی وابستگی ہے اور وہ ماہوار چندوں سے انجمن کی مدد فرماتے رہتے ہیں۔ احباب مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر مرحوم کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں ہمیں مسٹر حبیب سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے

—— بغداد سے بذریعہ ہوائی جہاز نہایت افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے کہ اخویم مستری نتھے خان صاحب کے اکلوتے فرزند میاں محمد شفیع اپنی آئس فیکٹری کی مشین کے پٹے میں الجھ کر فوت ہوگئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نوجوان تھے۔ مستری صاحب کو اس واقعہ سے بہت ہی صدمہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— ملک عبدالرحمن صاحب پسر ملک غلام محمد صاحب میونسپل کمیٹی لاہور کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ یہ نوجوان بہت نیک اور قابل اعتماد ہیں اور خدا کے فضل سے بڑے معاملہ فہم ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی رکھتے ہیں۔

—— شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم مغفور کے پوتے شیخ عبداللہ صاحب سات سال کے بعد ولایت سے تعلیم حاصل کرکے آج ۲ ستمبر کو صبح لاہور پہنچے۔ بہت سے اصحاب ان کے استقبال کے لئے سٹیشن پر موجود تھے۔

جہاد اور سلطنتِ انگلشیہ

جماعت احمدیہ کے مخالف مسلمانوں کی ذہنیت

(خانصاحب بابو محمد منظور الٰہی کی قلم سے)

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا۔ اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ (المائدہ) مسلمانو! خدا لگتی گواہی انصاف سے دیا کرو۔ اور کسی قوم کی عداوت سے بے انصافی نہ کرنے لگو۔ عدل کیا کرو۔ عدل پرہیزگاری کے بہت ہی قریب ہے۔ (تفسیر ثنائی) مسلمانوں کو افراط و تفریط سے بچانے کے لئے کیسا پاکیزہ ارشاد تھا جس سے موجودہ مسلمان روگردانی کر کے غیر اقوام کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں خود تفسیر ثنائی کے مؤلف نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کونوا قوامین عدل و انصاف اور حقیقی تہذیب کے سکھانے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ لیکن کس قدر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان اس حقیقی تہذیب سے کس قدر دور چلے گئے ہیں۔ کسی شخص یا قوم میں ہزار ہا نیکیاں ہوں وہ ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اگر اس شخص یا قوم میں ان کے نکتہ نگاہ کی رو سے کوئی ایک نقص بھی موجود ہو۔

مسلمانوں کا موجودہ رویہ

جہاں تک انبیاء اور اولیائے کرام پر نگاہ ڈالی جاتی ہے ان کا طرزِ عمل ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ حق بات کہنے سے کبھی نہیں رکے خود اسلام اور بانی اسلام کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ باوجود مشرکین عرب کی سخت مخالفت کے اسلام نے ان کی بعض رسومات کو اپنے ہاں جائز رکھا۔ مثلاً طواف کعبہ۔ سعی صفا و مروہ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان حقیقت اسلام سے اتنی دور جا پڑے ہیں کہ اگر کسی قوم سے خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو ان کی مخالفت ہو جائے تو اس کی اچھی باتوں کی مخالفت میں بھی حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور اگر کسی قوم سے خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو ان کی محبت ہو جائے تو پھر قرآن و حدیث سے فتووں کی بوچھاڑ اپنی تائید میں نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔ گویا مخالفت کے وقت کینہ توزی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور محبت کے وقت غلو میں بڑھ جاتے ہیں اور عدل و انصاف کا پہلو بالکل ترک کر دیتے ہیں۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

سکھا شاہی مظالم اور مسلمان

اس زمانہ کا مجدد اعظم جب مبعوث ہوا تو غدر کا زمانہ قریب ہی گزرا تھا مسلمانان ہند پر متواتر مصائب کے پہاڑ نازل تھے۔ پنجاب میں سکھ گردی نے اسلامی شعائر کی بیحرمتی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی جیسا کہ آپ نے اپنی تالیفات میں لکھا ہے مسلمان ایک جلتی آگ سے نکلے تھے۔ ایک حیوان کے جسم پر ذرا سی خارش لگ جائے تو مسلمان قتل کر دیئے جاتے تھے۔ اذان بر دنیا بند تھی جیسا کہ اس وقت بھی اس کا نمونہ سکھوں کے کئی دیہات میں نظر آتا ہے۔ اس سکھ گردی کی مخالفت میں حضرت شاہ اسمٰعیل جہاد کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ اور بھی کئی بزرگوں نے جہاد میں حصہ لیکر شہادت پائی۔ لیکن سکھا شاہی بدستور ظلم کرنے پر کمربستہ رہی۔ اور ایسے ایسے بزرگان دین اسلامی حکومت کے قیام کی خواہش میں شہید ہو گئے۔ اس زمانہ کے مسلمان سلاطین اور امراء کی حالت اس درجہ بگڑ چکی تھی کہ وہ کسی قسم کی طاقت کے مالک نہ رہے تھے۔ نہ ان کے اخلاق اچھے تھے۔ اور نہ مخالفین کے مقابلہ کی طاقت رکھتے تھے۔

حکومت انگلشیہ اور جہاد

ان حالات میں سلطنت انگریزی نے ہند و پنجاب کی حکومت سنبھالی۔ مخالفین نے مجاہدین اور ان کے حامیوں کے بارہ میں عجیب در عجیب کہانیاں گھڑ گھڑ کر انگریزی حکومت کے دل میں ان کی نسبت بدگمانیاں پیدا کر دی تھیں۔ یہاں تک کہ حکومت انگلشیہ بھی سختی پر اتر آئی۔ اور دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی۔ سرحد کے مجاہدین نے انگریزوں کے ساتھ تلوار کے جہاد کا فتوےٰ دیدیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ سرحدی ملانوں نے لوگوں کو بھڑکا بھڑکا کے دیکے انگریز کا قتل کر دینا کارِ ثواب سمجھا۔ اور بے گناہ لوگوں کے قاتلوں کو شہید اور غازی کے خطاب سے یاد کیا۔ جس نے حکمران قوم کے دل میں اسلامی جہاد کے متعلق اس قدر غلط فہمی پیدا کر دی کہ عیسائی مشنریوں اور دوسرے لوگوں نے بے شمار کتابیں اور مضامین شائع کئے اور اسلام اور نبی کریم کو ایک نہایت ڈراؤنی شکل میں یورپ کے سامنے پیش کیا۔ اسلام اور بانی اسلام کی مخالفت میں جتنی کتابیں انیسویں صدی کے آخری نصف میں لکھی گئیں ان کی نظیر کسی جگہ نہیں مل سکتی۔

اکابرین کی کوشش

ان حالات میں بڑے بڑے اکابر دین کو اپنی اور اپنی قوم و ملت کی بے گناہی ثابت کرنے اور صحیح تعلیم اسلام دربارہ جہاد کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی سخت ضرورت پیش آئی۔ سرسید احمد خاں۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب اور دیگر کئی بزرگوں کے علاوہ اس زمانہ کے مجدد اعظم نے بھی ان مضامین پر قلم اٹھایا۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی پوزیشن کو صاف کیا۔ چونکہ دیگر بزرگوں کا دائرہ عمل محدود تھا اور وہ قوم کی اصلاح کے لئے مامور نہ تھے۔ اس لئے ان کی مخالفت کا دائرہ بھی محدود رہ کر آخر خاموشی کے غار میں چلا گیا حضرت مجدد اعظم چونکہ تمام دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے سنت الٰہیہ کے مطابق ضروری تھا کہ آپ کی مخالفت کا دائرہ بھی اتنا ہی وسیع ہوتا۔

جہاد کے متعلق بزرگان ملت کے خیالات

سرکار انگریزی کی ناراضگی سے بچنے کے لئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تک نے خونی مہدی کی احادیث سے انکار کر دیا اور نواب صدیق حسن خاں صاحب نے جو کچھ لکھا اس کا تھوڑا سا نمونہ درج ذیل ہے۔ حضرت مسیح موعود پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ آپ نے سلطنت انگریزی کی تعریف کی اور بعض مسلمان سلطنتوں پر اسے ترجیح دی۔ اس کا جواب تو آخر پر دیا جائے گا سب سے پہلے یہ دکھانا ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود کی سب سے پہلی تالیف براہین احمدیہ سے قبل جو ۱۸۸۰ء مطابق ۱۲۹۷ھ میں طبع ہوئی بزرگان اسلام گورنمنٹ انگریزی اور مسلمان سلطنتوں کے بارہ میں کیا خیال رکھتے تھے۔ اس مضمون میں صرف نواب صدیق حسن خاں صاحب کی تحریروں پر ہی اکتفا کی جائے گی۔ باقی لوگوں کے خیالات قسط دوم میں درج کئے جائیں گے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب اور گورنمنٹ انگریزی

ربیع الاول ۱۲۹۶ھ میں نواب صاحب نے ایک کتاب "ترجمان وہابیہ" شائع کی۔ یعنی حضرت مسیح موعود کی سب سے پہلی تصنیف سے ایک سال پہلے۔ اس میں سے ذیل کے اقتباس قابل توجہ ہیں:۔

(۱) "کل کے روز لارڈ نارتھ بروک نے بمقام لورپول بڑی خوشی سے تقریر ذیل کو بیان کر کے ظاہر کیا کہ ہندوستان کے عامہ مسلمانوں نے جو دلی خیرخواہی نسبت انگریزی کارروائی کے بمقدمۂ جنگ مصر ظاہر کی ہے۔ یہ بڑی دلیل ہے کہ کل مسلمانان ہند دلی خیرخواہ گورنمنٹ انگریزی کے ہیں۔" اب اس سے زیادہ کس کی گواہی ہوگی اس بات پر کہ ہند کے مسلمانوں میں کوئی دشمن سرکار انگریزی کا نہیں ہے۔ . . . . فتح مصر کی سب کو خوشی ہوئی الحاصل یہ رسالہ اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ سرکار عالیہ برٹش کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ مسلمانان ریاست ہائے ہند و رعایائے ہند میں کوئی بدخواہ اس دولت عظمیٰ کا نہیں ہے (ص۷)

(۲) اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے۔ (ص۸)

(۳) پس فکر کرنا ان لوگوں کا جو اپنے حکم مذہبی سے جاہل ہیں۔ اس امر میں کہ حکومت برٹش مٹ جائے اور یہ امن و امان جو آج حاصل ہے فساد کے پردے میں جہاد کا نام لیکر اٹھا دیا جائے سخت نادانی اور بیوقوفی کی بات ہے (ص۸)

(۴) کتب تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو امن و آسائش و آزادگی اس حکومت انگریزی میں تمام خلق کو نصیب ہوئی ہے کسی حکومت میں نہ تھی۔ (ص۸-۹)

نواب صاحب ممدوح اور جہاد

آگے چل کر نواب صاحب ممدوح جہاد کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

(۵) غدر میں جو چند لوگ نادان عوام الناس فتنہ و فساد پر آمادہ ہو کر جہاد کا جھوٹ موٹ نام لینے لگے اور عورتوں اور بچوں کو ظلم و تعدی سے مارنے لگے اور لوٹ مار پر ہاتھ دراز کیا اور اموال رعایا اور برایا پر غصباً قابض و متصرف ہوئے انہوں نے خطائے فاحش کی اور قصور ظاہر۔

اس لئے کہ قرآن و حدیث کے موافق کہیں شرطیں جہاد کی موجود نہ تھیں ۔ صرف سودائے خام اور خیالی پلاؤ حکمرانی اور ملک ستانی کے ان کے دلوں میں اور مغزوں میں سمائے ہوئے تھے ۔ (صفحہ ۱۴)

(۶) اس حدیث (بخاری) سے بخوبی ثابت ہوا کہ جہاد مخالفوں کے ساتھ فرض کفایہ ہے ۔ یعنی ایک ملک کے لوگ اگر اس کو بجا لائیں تو دوسرے ملک کے لوگوں پر فرض نہیں اور ہر فرد بشر مسلمانوں سے فرض نہیں کہ جو اس کو نہ بجا لائے اس کے اسلام میں نقصان ہو ۔ (صفحہ ۱۵)

(۷) آج کل عام مسلمان جن کو علم و فہم سے بہرہ بلکہ اکثر ارباب دول و حکومت جنہیں اسلام کی خوبیوں اور ایمان کی باتوں سے بالکل واقفیت نہیں جس کو جہاد سمجھ رہے ہیں ۔ وہ حقیقت میں فتنہ کے سوا کچھ نہیں ۔ اور کوئی اہل علم اور ارباب عقل سے اس کا قائل اور معترف نہیں ۔ چنانچہ ایام غدر میں جو ملک ہندوستان میں بعضے راجہ یا نواب بہت سے نام کے نواب و امرا بنام نہاد جہاد ہندوستان کے امن و امان میں خلل انداز ہوئے ۔ اور انہوں نے لڑائی جھگڑائی کا بازار گرم کیا ۔ اور یہاں تک ان کے فساد و عناد کی نوبت پہنچی ۔ کہ عورتوں اور بچوں کو جو کسی شریعت میں واجب القتل نہیں ہیں بے تامل چیر پھاڑ کر پھینک دیا ۔ افسوس صد افسوس ۔ حالانکہ اسلام میں تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ کام خلاف شرع محمدی ہے اور کسی فرقہ اسلامیہ میں ہرگز جائز اور روا نہیں ۔ اور جو آج کل ایسا فتنہ برپا کرے وہ بھی ویسا ہی فتنہ پرداز ہے اور از آغاز تا انجام اسلام میں دھبہ لگانیوالا ہے ۔ (صفحہ ۱۵)

شریعت اسلام اور جہاد

نواب صاحب ممدوح نے مسئلہ جہاد پر شریعت اسلام کے رو سے بھی روشنی ڈالی ہے ۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

(۸) حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتوے ہے کہ یہ دارالاسلام ہے ۔ اور جب یہ ملک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنے بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے ۔ (صفحہ ۱۵)

(۹) اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علمائے دہلی وغیرہ ۔ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں ۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو ۔ غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک ہرگز جائز نہیں (صفحہ ۱۵)

(۱۰) غرض شریعت اسلام کی بنا پر مسلمانان ہند کو ایسی حالت موجودہ پر کہ امن و امان خلائق و رفاہ عوام بخوبی قائم ہو اور ہر ایک کو اپنے امور مذہبی کے اجرا کے لئے بموجب اشتہار گورنمنٹ مجریہ دربار قیصری دہلی کسی طرح کی مزاحمت اور مخالفت سرکار انگلشیہ سے مطلقاً نہیں جہاد کا خیال کرنا خبط ہے ۔ اور جو شخص جنگیوں کی طرح بے فائدہ مار پیٹ کا اور لوٹ مار کا بازار گرم کرے اور اس کو جہاد کہے وہ بالکل شریعت کے خلاف عامل ہے اور مفت ناحق جان و مال لوگوں کا ضائع کرتا ہے اور عزت و آبرو گنواتا ہے ۔ (صفحہ ۱۶) ...... معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ فتوے کس قرآن سے نکالا ۔ اور کونسی حدیث سے ثابت کیا ۔ (صفحہ ۱۶)

(۱۱) ایسا امام جو اسلام کی شرائط رکھتا ہو اس وقت میں حکم کیمیا و عنقا کا رکھتا ہے ۔ یہاں تک کہ جو لوگ اہل اسلام میں اس وقت فرمانروا اور حکمران ہیں ان میں سے ایک بھی امامت کی صفتوں سے موصوف نہیں ۔ (صفحہ ۱۶)

امام شوکانی کا خیال حکام فرنگ کے متعلق

نواب صاحب ممدوح آگے چلکر رقمطراز ہیں :-

(۱۲) امام شوکانی رحمہ نے جہاں حکام کے عدل کا بیان کیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر شریعت اسلام کے موافق عدل نہ ہو سکے تو حکام فرنگ کی طرح تو امن و امان رعایا اور اصلاح و درستی برایا کا لحاظ رکھا جائے ۔ غرض ان کی گواہی سے بخوبی معلوم ہوا کہ درستی ملک اور صفائی راہ اور رفاہ عوام اور امن خلائق اور امان مخلوق اور راحت رسانی رعیت اور آرام دہی بریت میں حکام فرنگ کا مثل اور نظیر اس وقت میں بلکہ اکثر اوقات میں ہرگز نہیں ۔ اگرچہ ہر وقت کے ملاّ اور مفتی خوشامد کی راہ سے باتیں بناتے اور ہر کسی کو اچھا بتلاتے ہیں مگر میری نظر میں جو راجح اور صحیح معلوم ہوا وہ لکھ دیا ۔ (صفحہ ۱۸)

مولوی محمد حسین بٹالوی اور مسئلہ جہاد

(۱۳) مولوی محبوب علی دہلوی نے زمانہ غدر کی لڑائی کی نسبت جس میں بخت خاں باغی نے ان کو شریک کرنا چاہا تھا جہاد ہونے کا انکار کیا ۔ اور مولوی محمد حسین لاہوری (بٹالوی) بھی اب تک بذریعہ پرچہ اشاعۃ السنۃ جہاد کا نسبت گورنمنٹ ہند انکار کرتے ہیں ۔ پھر دوسرے پرچہ گزٹ مذکور موجودہ اکتوبر سنہ حال میں یہ لکھا دیکھا کہ مولوی محمد حسین لاہوری نے سر ولیس کا ذکب تاریخ کا مقام کابل میں ظلماً مارا جانا ثابت کیا ہے اور مذہب اسلام سے مسئلہ اس کا یہ بتایا ہے کہ قاصد مذہب مخالف کا نزدیک مسلمانوں کے مارا نہیں جاتا ۔ اور آنحضرتؐ نے اس امر کی آخر عمر میں وصیت فرمائی ہے ۔ (صفحہ ۴۲)

(۱۴) چنانچہ سنہ ۱۸۸۶ء میں مولوی محمد حسین سرگروہ موحدین لاہور نے بجواب سوال مسئلہ اور اس فتوے کے کہ آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند مسلمانان ہند کو جہاد کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانا چاہیئے یا نہیں ۔ یہ جواب دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جہاد اور جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا بمقابلہ اس حاکم کے جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے از روئے شریعت اسلام عموماً خلاف و ممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے آزادگی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں کل ایسے لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں ۔ پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اسی دعوے اور جواب کی تصدیق میں کل علمائے ملک پنجاب اور اطراف ہند کے پاس اپنے فتوائے جوابی کو بھیجا ۔ اور اچھی طرح سے مشتہر کیا اور کل علمائے ہند و ملک پنجاب سے اس بات کی تصدیق میں اقرار مہری اور دستخطی کرا لیا ۔ کہ عموماً مسلمانان ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف مسئلہ سنت و ایمان موحدین ہے ۔ اور نیز کل علمائے ملک پنجاب و ہند نے تائید قول مولوی محمد حسین کی کی ہے اور اپنے اپنے دستخط و مہر کر کے مولوی محمد حسین کو اس فتوے میں بہت سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے اپنی اپنی رضائے اسلامی و ایمانی سے اس فتوے کو قبول کیا ہے اور جانا اور مانا ہے ۔ (صفحہ ۶۱)

اگر حضرت مسیح موعود کی کتب کو بنظر امعان دیکھا جائے تو ثابت ہو جائیگا کہ آپ نے اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھا ۔ جو نواب صدیق حسن خاں صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب آپ سے پہلے لکھ چکے تھے ۔ لیکن چونکہ یہ لوگ مامور من اللہ نہ تھے اس لئے ان کی نظر اہل فرنگ کی خوبیوں کی طرف ہی رہی اور ان کی برائیاں کو یا تو مصلحتاً ظاہر نہ کیا اور یا اتنی جرأت نہ کر سکے کہ ان کا اظہار کر سکتے ۔

حضرت مسیح موعود کی جرأت ایمانی

حضرت مسیح موعود نے جس طرح دیگر علمائے کرام کی طرح جہاد کی شرائط موجودہ زمانہ میں نہ پا کر اس سے مسلمانوں کو روکا وہیں دوسری طرف مسلمانوں کو اہل فرنگ کا برا پہلو بھی وضاحت سے سمجھا دیا کون مسلمان نہیں جانتا کہ اسلام کی ڈکشنری (لغات) میں دجّال سے بڑھکر کوئی برا لفظ نہیں ۔ جو کسی شخص یا قوم پر بولا جا سکتا ہے اسلام میں شروع دنیا سے لے کر آخر وقت تک دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ۔ حضرت مسیح موعود نے جہاں سلطنت برطانیہ کے عدل و انصاف امن و امان اور مذہبی آزادی کی تعریف کی جو اس تعریف سے بڑھکر نہیں جو نواب صدیق حسن خاں صاحب نے کی ہے ۔ تو دوسری طرف اسی قوم کا تاریک پہلو بھی بتا دیا ۔ کہ یہی اقوام مذہبی طور پر اسلام کی سخت دشمن ہیں ۔ مکر و فریب سے جہاں مسلمانوں کے ممالک کو تباہ کریں گی ۔ وہیں طرح طرح کے حیلوں سے ان کے مذہب کو بھی برباد کرنے کی کوشش کریں گی ۔

فتوحات اسلامی اور مسیح موعود

اس زمانہ کے نا اہل مسلمان اپنی بیہودگی کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے معاملہ کا ایک پہلو تو بڑا روشن کر کے دکھاتے ہیں لیکن دوسرا پہلو جو ان کی اپنی قوم کی بہتری اور توجہ کے لائق تھا اسے نظرانداز کر دیتے ہیں ۔ اگر آج سے پچاس سال پہلے مسلمان اپنے حقیقی خیرخواہ کے ان الفاظ پر عمل درآمد کر کے اپنے ممالک اور ایمانوں کی فکر کر لیتے اور دجال کے فتنہ سے بچنے کی تدابیر اختیار کر لیتے تو ان کی حالت اس قدر ابتر نہ ہوتی ۔ ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون ۔ (الحجر) انہوں نے سوائے تمسخر اور استہزا کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب دجال کا چنگل اس قدر مضبوطی سے ان کو قابو کئے ہوئے ہے کہ اس سے نکلنے کی ان کو کوئی راہ نہیں سوجھتی ۔ اپنی کرتوتوں اور بداعمالیوں پر تو نظر نہیں کرتے ۔ اور ڈرانے والے کی نصیحت کو پس پشت ڈالنے کے باوجود نہایت ڈھٹائی سے سوال کرتے ہیں کہ مسیح موعود کی موجودگی میں ہمارے ملک چھن گئے ۔ اور ہم روز بروز ذلیل ہوتے گئے ۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ حضرت موسیٰ کی قوم نے جب ایسی ہی غفلت کی اور دین کی فتوحات میں حصہ لینے سے پہلوتہی کی تو باوجود وعدہ فتح کے خدا تعالےٰ نے فرمایا قال فانھا محرمۃ علیھم اربعین سنۃ یتیھون فی الارض فلا تاس علی القوم الفسقین (المائدہ) حضرت مسیح موعود کے ذریعے سے جن فتوحات کا وعدہ تھا جب قوم کی کثرت اس میں حصہ لینے سے نہ صرف

سکھ اور ہندو

کیا سکھ بحیثیت قوم ہندوؤں سے علیحدہ ہیں ؟

گول میز کانفرنس میں سکھوں کا ایک عجیب و غریب مطالبہ

مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر "لائٹ"

۲۴ اگست ۱۹۳۱ء کے "لائٹ" میں جو بصورت پمفلٹ شائع ہوا ہے۔ مولانا یعقوب خاں صاحب بی اے بی ٹی ایڈیٹر "لائٹ" نے ایک بسیط مضمون "سکھ اور ہندو مذہب" پر لکھا ہے جس میں سکھوں کے اس مطالبہ پر کہ انہیں جداگانہ نیابت کا حق دیا جائے کیونکہ وہ ایک علیحدہ اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں تبصرہ کرتے ہوئے واقعات و شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ سکھ قوم دراصل ہندوؤں کا ایک حصہ ہے اور اسی قسم کا ایک اصلاحی فرقہ ہے جیسا کہ آریہ سماج یا برہمو سماج ہندوؤں کے اصلاحی فرقوں کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح یہ دونوں فرقے ہندو قوم میں سے ہونے کے باوجود "ہندو" کا نام اپنے لئے پسند نہیں کرتے اور "آریہ" اور "برہمو" کہلانا انہیں زیادہ مرغوب ہے۔ ویسے ہی سکھ ہندو قوم میں سے ہونے کے باوجود "ہندو" نہیں بلکہ "سکھ" کہلانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

بابا نانک کا مذہب

مولانا نے مسلمانوں کے اس خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ دل سے مسلمان تھے صاف لکھا ہے کہ یہ ایک علیحدہ سوال ہے جس پر اس وقت غور کرنا ضروری نہیں ہمارا تعلق اس وقت موجودہ سکھ مذہب کے ساتھ ہے اور اس لئے اصل سوال صرف یہ ہے کہ عام طور پر انہیں کیا سمجھا گیا ہے جو رائے ان کے متعلق عام طور پر قائم کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک پکے ہندو تھے۔ ایک مصلح اور ہندو قومیت کے معمار تھے۔

مغربی مصنفین کی آراء

اس حیثیت کو ثابت کرنے کے لئے مولانا نے بعض مغربی مصنفین اور ہندو قوم کے ایک بہت بڑے لیڈر اور موجودہ وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کی آراء نقل کی ہیں جن میں اس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے کہ بابا نانک دراصل ہندو مذہب رکھتے تھے۔ اور سکھ مذہب جس کی بنیاد انہوں نے ڈالی دراصل ہندو مذہب ہی کی ایک اصلاحی صورت ہے۔ اس کی تمام خصوصیات ہندوانہ ہیں۔ اور بقول ڈاکٹر فرقوہار ایم اے ہندوؤں کے: ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرقوں اور اس میں کوئی فرق نہیں۔ بلکہ تناسخ اور کرم کے مسائل اور ہندوؤں کے مجلسی نظام میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ یہی رائے ڈاکٹر بارتھ ایم اے نے اپنی کتاب "دی ریلیجنز آف انڈیا" میں ظاہر کی ہے۔ اور ڈاکٹر ٹرمپ نے اپنی کتاب انڈین ریلیجنز میں صاف لکھا ہے کہ

"نانک کے متعلق یہ سمجھنا غلطی ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ کے متعلق ہندو اور اسلامی خیالات کو متحد کرنے کی کوشش کی ہے۔ نانک اپنے تمام خیالات کی رو سے ایک پکا اور سچا ہندو رہا ہے"

یہی رائے گورڈن کی ہے جس نے سکھ مذہب کو برہمنوں کے مظالم کے خلاف ایک قسم کا باغیانہ طریق عمل قرار دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ برہمنوں کی اطاعت کا جوا گردن سے اتار کر بابا نانک نے اپنے آباؤ اجداد کے قدیم مذہبی خیالات کی طرف رجوع کیا۔

ڈاکٹر نارنگ کے خیالات

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر گوکل چند نارنگ کی کتاب "ٹرانسفرمیشن آف سکھ ازم" سے بھی بعض فقرات نقل کئے گئے ہیں۔ جو اس بات کی اندرونی شہادت ہیں کہ سکھ مذہب ہندوؤں ہی کا ایک اصلاحی فرقہ ہے۔ اور کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ ان طویل و بسیط عبارات کو چھوڑ کر جو خان صاحب ممدوح نے کتاب مذکور سے اس غرض سے نقل کی ہیں کہ یہ بتایا جائے کہ ایک ہندو لیڈر کے نزدیک گورو نانک نے کن طریقوں سے ہندو قوم کی اصلاح کی۔ ہم ڈاکٹر نارنگ کے صرف دو فقرے نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں جن میں انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

"گورو نانک نے اپنے زمانہ کی ہندو قوم کی حالت کو پورے طور پر سمجھ لیا تھا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ مذہبی اصلاح ہی اس کا حقیقی علاج ہے۔ جس کے ذریعہ سے آنے والی تباہی سے یہ قوم بچ سکتی ہے۔"

"اوپر جو کچھ بتایا جا چکا ہے اس سے صاف طور پر ظاہر ہو جائے گا کہ اگرچہ اسلام نے اس پر اثر ڈالنے کی کوشش کی۔ ۔ ۔ تاہم سکھ مذہب کسی بات میں اس کا مرہون منت نہیں۔ برخلاف اس کے یہ ہندو مذہب کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے"

آگے چل کر ڈاکٹر نارنگ نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر گورو نانک چاہتے تو نیا علیحدہ مذہب بنا سکتے تھے ایک بالکل علیحدہ مجلسی اور مذہبی ضابطہ تجویز کر سکتے تھے اور ہندوؤں کے ورن آشرم سے بالکل قطع تعلق کر کے اپنی قوم الگ بنا سکتے تھے جو ہندو پروہتوں سے بالکل آزاد ہوتی۔ لیکن یہ ان کا مقصد نہ تھا۔ وہ اپنے آپ کو ہندو قوم سے علیحدہ کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اسی کے اندر رہنا اسی کے ساتھ مل کر کام کرنا اور اپنی شاندار اور اعلیٰ تعلیم سے اس کو مجلسی اور مذہبی زندگی کے ایک بلند مقام پر اٹھانا ان کا مقصد حقیقی تھا"

ایک اور موقعہ پر ڈاکٹر نارنگ نے گورو نانک کو سب سے پہلا ہندو مصلح قرار دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اسی کی بعثت نے ہندو قوم میں مشترکہ قومیت کی روح پھونکی" پھر ان کو ایک ایسا انسان قرار دیا ہے جس کو ہر ہندو اپنا کہہ سکتا ہے اور جائز طور پر اس پر فخر کر سکتا ہے۔"

آریہ اور برہموؤں کو کیوں علیحدہ نیابت نہ دیجائے

ان تمام خیالات و آراء کو نقل کرنے کے بعد مولانا یعقوب خاں صاحب نے یہ سوال کیا ہے کہ ایسی حالت میں کہ سکھ مذہب انگریزوں اور خود ہندوؤں کے نزدیک ہندو مذہب کا ایک اصلاحی فرقہ ہے۔ جیسا کہ برہمو سماج اور آریہ سماج کا حال ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر سکھوں کو علیحدہ اقلیت کی حیثیت دینا ضروری ہے تو اول الذکر دونوں فرقوں کو جو اسی قدر عددی قوت کے دعویدار ہیں۔ بالخصوص آریہ سماج پنجاب میں اپنی اتنی آبادی کا دعویٰ کرتی ہے جسقدر سکھوں کی آبادی ہے۔ کیوں علیحدہ علیحدہ اقلیتوں کی حیثیت نہ دی جائے؟

اسلامی اور مسیحی فرقے اور جداگانہ نیابت

اسی سلسلہ میں مولانا نے اسلامی اور مسیحی فرقوں کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اور بتایا ہے کہ مسلمانوں میں سنی، شیعہ، وہابی۔ اور احمدی فرقے موجود ہیں جن میں باہم جنگ و جدل بھی رہتا ہے تاہم وہ سب کے سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں اور تمام سیاسی مقاصد میں ایک ہی قوم کی حیثیت سے ان سے سلوک ہوتا ہے۔ یہی حال عیسائیوں کے رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقوں کا ہے۔ اور ان تمام اسلامی اور مسیحی فرقوں میں سے کسی پر بھی علیحدہ اقلیت کی تعریف صادق نہیں آتی خواہ ان کے اندرونی اختلافات کتنے ہی شدید کیوں نہ ہوں۔ تعجب ہے کہ سکھ جو ہندو مذہب کا ایک جزو لاینفک ہیں علیحدہ اقلیت کا مطالبہ کر کے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا چاہتے ہیں۔ یہ تمام گورکھ دھندا حال ہی کی ایجاد ہے۔ جس کا خیال کانسٹی ٹیوشنل طریق حکومت کی تجویز کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے۔ اس میں ایک چالاکی ہے جس سے کونسل میں مسلمانوں کے بالمقابل ہندو نیابت کو طاقتور بنانا مقصود ہے۔

گورو گوبند سنگھ کا کام

مولانا یعقوب خاں صاحب نے اسی سلسلہ میں سکھوں کی اس تاریخ سے جو گورو گوبند سنگھ کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے یہ ثابت کیا ہے کہ گورو نانک کی طرح گورو گوبند سنگھ نے سکھوں کو صرف ایک مذہبی اور اصلاحی فرقہ ہی کی حیثیت نہیں دی بلکہ ایک فوجی رنگ ان پر چڑھا دیا۔ اور ان کے ذریعہ سے اس وقت کی اسلامی حکومت کو تباہ کر کے اس کی جگہ ہندو راج قائم کرنا چاہا۔

گورو گوبند سنگھ اور سیواجی

اس خیال کی تائید میں انہوں نے ڈاکٹر نارنگ کے چند اور فقرات نقل کئے ہیں۔ جن میں گورو گوبند سنگھ کو سیواجی سے مشابہت دی گئی اور یہ بتایا گیا ہے کہ:۔

"گورو گوبند سنگھ نے یہ مقصد اپنے سامنے رکھا ہوا تھا کہ ہندو قوم کی مردہ ہڈیوں میں ایک نئی روح پھونکی جائے۔ یہ کوشش کی جائے کہ وہ اپنے پرانے اختلافات کو بھول جائیں۔ اور اس ظلم و ستم کے خلاف جس کا وہ شکار رہتے ہوئے تھے ایک متحدہ محاذ پیدا کریں۔ مختصر الفاظ میں یوں کہنا چاہیئے کہ وہ ایک مرتبہ پھر انہیں ایک زندہ قوم بنانا اور ان کی کھوئی ہوئی آزادی واپس دلانا چاہتے تھے۔

ان فقرات اور بالخصوص سیواجی کی مشابہت سے مولانا نے جائز طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ گورو گوبند سنگھ کو ہندو قوم

اپنے زمانہ کا قوم پرست بالفاظ دیگر گاندھی قرار دیتی ہے جس کا مقصد اُس وقت کی اسلامی حکومت سے جو ہندوؤں کے نزدیک بدیشی حکومت تھی آزادی حاصل کرنا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ گاندھی عدم تشدد سے کام لینا ضروری سمجھتا ہے لیکن گورو گوبند سنگھ نے متشددانہ طریقوں سے کام لیا۔

سکھ ذہنیت ہندو راج کے حق میں

اس کے ساتھ ہی مولانا نے یہ بھی بتایا ہے کہ سکھ قوم کا موجودہ طور طریق سب گورو گوبند سنگھ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے موجودہ فوجی ذہنیت وہیں سے ان کو ورثہ میں ملی ہے گورو گوبند سنگھ خود ایک جنگجو آدمی تھے۔ اس لئے ایک جنگجو قوم انہوں نے پیدا کی ایک قلیل عرصہ میں امن پسند سکھوں کو انہوں نے "سنگھ" (شیر) بنا دیا حالانکہ یہ لفظ اس سے پیشتر صرف راجپوتوں کے لئے خاص سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اپنی قوم میں بہادری اور شجاعت پیدا کرنے کے لئے انہوں نے ہر سکھ کو یہ لفظ (یعنی سنگھ) اپنے نام کے ساتھ لگانے کا حکم دیدیا۔

ان تمام حالات و واقعات کو جمع کرنے کے بعد مولانا لکھتے ہیں کہ:-

موجودہ زمانہ کے سکھوں کی پیدائش یہاں سے ہوئی ہے یہ خالصۃً ایک ہندو تحریک ہے۔ جو ابتداءً ہندوؤں میں مذہبی آزادی کا پہلو رکھتی تھی لیکن بعد میں سیاسی آزادی کا خیال بھی اس نے اپنے اندر لے لیا۔ یہ وہ تحریک ہے جو بدیشی راج کو تباہ کرنے اور اس کے بجائے ہندو راج قائم کرنے کے لئے کھڑی کی گئی۔ سکھوں اور ہندوؤں کے درمیان خط امتیاز کھینچنا ایسا ہی ہے جیسے ہندوؤں اور کانگرسیوں کے درمیان امتیازی خط کھینچا جائے۔ گورو گوبند سنگھ کے زمانے کے سکھ کانگرسی تھے اگرچہ قومی آزادی کے حصول کے لئے انہوں نے جو طریقے اختیار کئے وہ کانگرس سے مختلف تھے۔

ہندوؤں کی سیاسی چال

انہیں ہندوؤں سے الگ جماعت قرار دینا ایک سیاسی چال ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ کانسٹی ٹیوشن میں انہیں خاص طور پر انہیں علیحدہ نیابت دلائی جائے۔ اور اس طرح مسلمانوں کو جو پنجاب کی آبادی میں اکثریت کا درجہ رکھتے ہیں۔ صوبہ کی کونسل میں اپنے حق اکثریت سے محروم کر دیا جائے۔ سکھوں کے لئے علیحدہ نیابت طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں میں اہلحدیث اور احمدیوں کے لئے اور عیسائیوں میں رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹوں کے لئے علیحدہ علیحدہ حقوق نیابت طلب کئے جائیں۔ مسلمان پنجاب میں اکثریت کے درجہ پر ہیں۔ اور اس لحاظ سے اس صوبہ میں قدرتاً انہیں یہ حق حاصل ہے کہ کانسٹی ٹیوشنل حکومت میں اکثریت انہی کی ہو۔ بعینہ اسی طرح جیسا کہ ہندوؤں کو بہت سے دوسرے صوبوں کی حکومت میں اکثریت کا حق حاصل ہے۔ اور اس کے علاوہ مرکزی حکومت میں ایک غالب اکثریت کا حق انہیں ملے گا۔

پنجاب کی اسلامی اکثریت کو تباہ کرنیکی کوشش

افسوس ہے کہ ہندوؤں کو مسلمانوں کا اتنا تھوڑا سا حق بھی انہیں دیتے ہوئے دکھ ہوتا ہے۔ اور چونکہ ہر قسم کے ساز و سامان انہیں میسر ہیں اس لئے سکھوں کو ایک علیحدہ اقلیت کی حیثیت دے کر انہوں نے اس اسلامی حق پر زد مارنی چاہی ہے۔ تاکہ سکھوں کو چند نائد نشستیں مل جائیں اور اس طرح اسلامی اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے۔ لیکن ان کا یہ خیال دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے برابر ہے۔ کیونکہ جہاں تک مذہب اور تہذیب کا تعلق ہے یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں کہ سکھ ہندو مذہب کا ایک جزو لاینفک ہیں اور روایات کے اعتبار سے وہ ہندوؤں کا ایک قوم پرست حصہ ہیں۔

ہندو اور سکھ ہیرو

اس آخری نتیجہ کے بعد مولانا نے بعض اور مختلف پہلوؤں سے سکھوں کو ہندوؤں کا جزو ثابت کیا . . . . ہے مثلاً ہندوؤں میں جن لوگوں کو قومی ہیرو مانا جاتا ہے انہی کو سکھ مانتے ہیں۔ سیوا جی۔ گورو گوبند سنگھ۔ اور بندہ بہادر کی عزت و تکریم عام ہندو اور سکھ دونوں کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تینوں اشخاص مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے۔ اور ان کی تباہی کے ہر وقت درپے رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عام ہندوؤں اور سکھوں کا ان ہر سہ اشخاص کے بارہ میں اتحاد ہے۔

ناموں کا امتیاز

پھر جہانتک ناموں کا تعلق ہے یہ بھی سکھوں کو ہندوؤں سے علیحدہ کرنے والی چیز نہیں۔ کیونکہ سنگھ کا لفظ راجپوتوں میں بھی پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ گورو نانک سے بہت دیر بعد دسویں گورو گوبند سنگھ کے عہد میں بعض سیاسی مصلحتوں سے یہ لفظ سکھوں کے ناموں کے ساتھ لگایا گیا۔ اس کو مذہب یا سکھ قومیت سے کوئی تعلق نہیں۔ خود سکھوں ہی میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے ناموں کے ساتھ سنگھ نہیں بولا جاتا خود گورو نانک کی اولاد میں آج تک "سنگھ" کا لفظ رائج نہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ لفظ صرف مردوں ہی کے نام کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ سکھ عورتوں میں کوئی ایسا امتیازی لفظ نہیں اور نہ ان کے اور ہندو عورتوں کے ناموں میں کوئی امتیاز ہو سکتا ہے۔

شکل و صورت کا امتیاز

شکل و صورت کے اعتبار سے بھی سکھ ہندوؤں سے کوئی مختلف قوم نہیں۔ کیش۔ کچھ۔ کرپان۔ کڑا۔ اور کنگھا کے امتیازی نشانات بھی دسویں گورو کی ایجاد ہیں۔ جو محض فوجی ضروریات کے لئے رائج کئے گئے تھے۔ اور آج بھی کئی ایسے سکھ موجود ہیں جو ان پانچوں نشانات سے آزاد ہیں۔ اور ہندوؤں سے ان کی تمیز کرنی مشکل ہے۔ باوجود اس کے وہ مونا سکھ کہلاتے ہیں اور کسی نے آج تک انہیں سکھ قوم سے خارج نہیں کیا۔ یہی حال سکھ عورتوں کا ہے ان میں اور ہندو عورتوں میں ناموں اور شکل و صورت کے اعتبار سے کسی قسم کا امتیاز نہیں۔

گائے پرستی اور سکھ

گائے کی پرستش ایک ایسی چیز ہے جس پر ہندوؤں کے تمام فرقوں کا اتحاد پایا جاتا ہے اور سکھ بھی اس سے علیحدہ نہیں وہ ہندوؤں ہی کی طرح گائے کی عزت و تکریم کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور اگر موقع ملے تو گاؤکشی کے معاوضہ میں مسلمانوں کی جان لینے سے بھی انہیں دریغ نہیں۔ چنانچہ قادیان کے بوچڑ خانہ پر سکھوں کا حملہ اور بیوال ضلع راولپنڈی میں مسلم سکول ماسٹر کے گائے کا گوشت پکانے پر ہندوؤں کے ساتھ سکھوں کی شورش اس کی کھلی ہوئی نظائر ہیں۔

ہندو ذاتوں میں سکھوں کا اشتراک

ذات پات کے گورکھ دھندوں میں بھی سکھ ہندوؤں سے علیحدہ نہیں۔ ہندوؤں کی طرح برہمن۔ کھتری۔ ویش۔ اور شودر وغیرہ ان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کی طرح کوئی اعلیٰ ذات کا سکھ کسی ادنےٰ قوم کے سکھ کے ساتھ میل جول نہیں کر سکتا۔ ایک ہندو شودر اگر سکھ ہو جائے تو وہ مذہبی یا راوداسی سکھ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور اپنی ذات کے لحاظ سے ویسا ہی اچھوت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ ہندو ہونے کی حالت میں تھا۔ اور تو اور مردم شماری میں بھی سکھوں کی ہندو ذاتوں اروڑہ، سوڈھی، کھتری اور بیدی وغیرہ کا ذکر ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی انہیں ہندوؤں سے کوئی علیحدہ قوم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ آریہ اور برہمو سماج ذاتوں کے امتیازات کو ترک کر چکے ہیں۔ لیکن سکھ ان الجھنوں سے ابتک آزاد نہیں

ہندو اور سکھ طریق عبادت

یہ کہنا کہ سکھ مذہبی عبادات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل نہیں کیونکہ ان کے گوردوارے ہندوؤں سے علیحدہ ہیں انہیں علیحدہ قوم ثابت نہیں کر سکتا۔ ہندوؤں کے دوسرے فرقے آریہ سماج۔ برہمو سماج۔ دیوسماج وغیرہ بھی اپنے الگ الگ معابد و مناور رکھتے ہیں۔ لیکن کسی نے ان کو ہندوؤں سے الگ قرار نہیں دیا۔ الگ الگ معابد ہونے کے باوجود سب ایک دوسرے کے مندروں میں بھی چلے جاتے ہیں۔ اگر نہیں تو اسلامی مساجد یا مسیحی گرجوں میں کبھی کوئی ہندو عبادت کے لئے نہیں گیا جس سے ان کا اندرونی اتحاد ثابت ہوتا ہے یہی حال سکھوں کا ہے۔ ہندو ان کے گوردواروں میں جاتے ہیں اور وہ ہندو مندروں میں۔ اور جہانتک شرک و بت پرستی کا سوال ہے بقول ڈاکٹر فرقوہار دربار صاحب امرتسر میں گرنتھ صاحب کی وہی عزت و تعظیم کی جاتی ہے جو ایک ہندو اپنے بت کی کرتا ہے۔ اور بے شمار سکھ ہندو تیرتھوں کی جاترا کو ہر وقت جاتے آتے رہتے ہیں۔

سکھوں اور ہندوؤں میں مواکلت

جہاں تک ملکر کھانے پینے کا تعلق ہے اس بارہ میں بھی سکھ ہندوؤں کے ساتھ ہیں۔ کوئی ہندو کسی غیر ہندو کے ہاتھ سے یا اس کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا پسند نہیں کرتا۔ لیکن سکھوں کے ساتھ یہ امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ ہندو اور سکھ ایک دوسرے کے ہاتھ سے اور ایک ہی دسترخوان پر کھاتے ہیں جیسا کہ ہندوؤں کا دوسرے ہندوؤں کے ساتھ برتاؤ ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں ہندوؤں سے علیحدہ قوم نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ اچھوت ہندوؤں سے بھی بڑھ کر انہیں اعلےٰ درجہ کے ہندو سمجھا جاتا ہے۔ سوائے ان مذہبی سکھوں کے جنہیں خود سکھ بھی اچھوت سمجھتے ہیں۔

ازدواجی تعلقات

ایسا ہی رشتوں اور ازدواجی تعلقات کا حال ہے سکھ لڑکیوں کی شادی ہندو لڑکوں سے اور ہندو لڑکیوں کی شادی سکھ لڑکوں سے آئے دن ہوتی رہتی ہے۔ اور اس کو قطعاً بُرا نہیں منایا جاتا۔ بلکہ سکھوں اور ہندوؤں کے باہمی تعلقات اس قدر گہرے ہیں کہ بسا اوقات ایک ہی خاندان میں باپ اگر ہندو ہے تو بیٹا سکھ اور بیٹا اگر ہندو ہے تو باپ سکھ ہونے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا۔ کوئی رومن کیتھولک بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا پراٹسٹنٹ ہو۔ لیکن ہندوؤں اور سکھوں میں اس کو بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ اگر کوئی بیٹا اپنے نام کے ساتھ "سنگھ" کا لفظ لگا لے تو باپ کو اس پر فخر ہوتا ہے۔ کیونکہ سکھ ان کے نزدیک ہندوؤں کی ایک فوجی جماعت ہے جس پر جس قدر فخر کیا جائے بجا ہے۔

(باقی برصفحہ ۱۸)

(بقیہ صفحہ ٦)

فتح مکہ

مکہ میں آپ کے واپس داخل ہونے کا واقعہ آپ کی رواداری کی کس قدر روشن مثال ہے۔ جب تمام عرب آپ کے قدموں پر آگرتا ہے اور مکہ جو آپ کی مخالفت کا مرکز تھا، تمام کا تمام آپ کے رحم کا طلبگار ہے۔ کیا اس وقت بھی انتقام کا کوئی جذبہ آپ سے صادر ہوا اور کیا اگر آپ چاہتے تو ہر شخص کا جو وہاں موجود تھا اپنے دشمنوں کا سر نوکِ شمشیر سے اڑا نہ سکتے تھے۔ وہ دشمن جو اس سے پیشتر کسی طرح صلح کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ جنہوں نے مکہ میں آپ کا دائرہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ جنہوں نے آپ کو مجبور کیا کہ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں۔ دشنام طرازی اور تمسخر و استہزا کو آپ کو آماجگاہ قرار دیا۔ اور نہایت حقارت اور سنگدلی کے ساتھ بہت ہی بے رحمانہ، ہولناک اور جگر خراش مظالم کا تختہ مشق آپ کو بنایا لیکن آپ کے اعمال و افعال میں ذاتیات کا جذبہ کبھی ایک مرتبہ بھی پیدا نہیں ہوا۔ اپنی ذات کے لئے ہر قسم کے اعزاز و اکرام کو آپ نے رد کر دیا۔ اور تمام شاہانہ اقتدار سے انکار اپنے لئے ضروری سمجھا۔ اور جب قریش کے بڑے بڑے سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ نے ان سے دریافت کیا کہ :۔

"تم مجھ سے آج کس سلوک کی توقع رکھتے ہو؟"

انہوں نے کہا

"اے ہمارے فیاض بھائی ہم تجھ سے رحم کے امیدوار ہیں"

آپ نے فرمایا "ایسا ہی ہوگا اور جاؤ تم آزاد ہو"

اخلاقِ حسنہ کی بے نظیر مثال

آپ کی سادگی، آپ کی انسانیت، آپ کی احتیاط ناکامی کے وقت آپ کا ثباتِ قدم، طاقت اور غلبہ کے وقت آپ کا حلم، آپ کا تحمل و برداشت، آپ کا جوش و خروش، آپ کا مضبوطی سے ایک بات پر جمے رہنا۔ لڑائی کے وقت آپ کی نرمی و انکساری جانوروں کے متعلق آپ کی گہری احتیاط، بچوں سے آپ کی دلی شفقت و پیار، صفائی عمل اور انصاف کے بارہ میں آپ کا ناقابلِ تبدیلی رویہ، کیا تاریخ عالم میں کوئی ایسی مثال پائی جاتی ہے، جہاں یہ تمام اخلاقِ حسنہ ایک شخص کے کیرکٹر میں جمع کر دیئے گئے ہوں؟

مجموعۂ حسنات

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت شاندار نمونہ اپنی قوم کے سامنے رکھا۔ آپ کے اخلاق نہایت پاکیزہ اور ہر قسم کے عیوب سے منزہ تھے۔ آپ کا مکان، آپ کا لباس، آپ کی خوراک۔ اس قسم کی سادگی اپنے اندر رکھتی تھی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے اعزاز و اکرام کے بارہ میں آپ اس قدر بے نیاز تھے کہ اپنے ساتھیوں سے کوئی امتیازی نشان آپ نے کبھی حاصل نہیں کیا نہ ہی اپنے کسی غلام سے کوئی ایسا کام آپ نے کبھی لیا جس کو آپ خود سرانجام دے سکتے تھے۔ اکثر اوقات آپ بازار میں خود چیزیں خریدتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ اپنے کپڑوں کو علی العموم خود اپنے ہاتھ سے آپ اپنے کمرہ میں پیوند لگاتے ہوئے یا اپنے صحن میں بکری کا دودھ دوہتے ہوئے نظر آتے تھے۔ آپ ہر وقت ہر شخص کے کام آنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ بیماروں کو خود جا کر دیکھتے اور سب کی مصیبت

آپ کی گہری ہمدردی کا موجب ہوتی تھی آپ کی شفقت اور ذاتی بہبود تھی اور ایسا ہی قوم کی بہبودی اور بھلائی کا خیال آپ کو ہمیشہ بے قرار رکھتا تھا ان بے شمار دولت کے انبار جو چاروں طرف سے آگئے تاراج کرتے رہتے۔ آپ نے اپنے پیچھے بہت ہی کم چھوڑا اور اس کو بھی آپ نے خود خزانہ عامرہ کی ملکیت قرار دیا۔

اسلام کی روحانی طاقت

لیکن اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت انسان انسانیت کی بلند ترین چوٹی ہیں تو آپ کا کام بھی غیر فانی ہونے کی وجہ سے کچھ کم طاقت اور اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ سچ ہے کہ اسلام کی سیاسی طاقت آج زائل ہو چکی ہے لیکن اس کی روحانی طاقت آج بھی وہی شباب اور توانائی اپنے اندر رکھتی ہے۔ جو اس زمانہ میں اس کے اندر تھی جب عالمگیر اصولوں پر اس کی بنیاد رکھی گئی۔ ہندوستان، افریقہ اور چین میں مسلمان مبلغین کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ انہوں نے وہاں نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کی ہیں اور ایسے مقامات پر انہیں کامیابی ہوئی ہے جہاں مسیحیت کو اپنے تمام سازوسامان کے باوجود سخت ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا لیکن ان کی کامیابی صرف ادنیٰ اقوام تک ہی محدود نہیں کیا یورپ جیسے مہذب خطہ کے بسنے والوں کو انہوں نے اسلام کا قائل نہیں بنایا؟

ملائیت اور رسوم مذہبی کی منسوخی

اسلام کی اس کامیابی کا اصل موجب کیا ہے اس کا اصل راز وہ آزادی ہے جو اسلام نے ملائیت کی زنجیروں سے نسلِ انسانی کو دلائی ہے وہ آزادی اس کا اصل سبب ہے جو پریشان کرنیوالی رسوم مذہبی اور غیر معقول شرائط ایمان کے لمبے سلسلہ سے اس نے دنیا کو دی ہے۔ اسلام تمام مذاہب میں سے سادہ ترین مذہب ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تہذیب کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہر دو مدارج کے لئے کافی ہے۔ اس کی سادگی ایک بازاری آدمی اور ایک فلسفی ہر دو کے لئے موجبِ کشش اور اپیل کرنیوالی ہے۔ گوئٹے قرآن کو پڑھ کر اس پر مفتون ہو گیا۔ اور گبن کو اس کے اندر توحیدِ الٰہی کا نہایت شاندار رنگ نظر آیا۔ ایک خدا پر ایمان اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے پر ایمان یہ ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے۔

اسلام کی نظری اور عملی خصوصیات

لیکن اس نظری اعتقاد کے ساتھ ایک غیر فانی خوبی اور معقولیت کا اصول بھی کام کر رہا ہے یعنی یہ صرف ایک ایسا ایمان ہی پیدا نہیں کرتا جو بعض نظری اعتقادات کا حامل ہو۔ بلکہ پاکیزہ زندگی، مقاصد میں دیانتداری، مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی اور اپنے ساتھیوں سے محبت و الفت اس کی عملی خصوصیات میں سے ہے۔ بالفاظ دیگر اسلام نظری اور عملی دو چیزوں کا مجموعہ ہے اور ان دونوں ہی پر نجات کا انحصار ہے۔ یہ وہ سبق ہے جس کا مطالعہ ہمارے لئے نہایت ضروری ہے تاکہ ہم زندگی کی نعما کو حاصل کر سکیں اور اس خطرناک جہد للبقاء سے جو ہماری موجودہ تہذیب کا عمل خصوصی ہے کامیابی کے ساتھ باہر آ سکیں۔

ایک یوروپین کا نقطۂ نظر

یہ نہایت موزوں ایک یوروپین مؤرخ رقمطراز ہے کہ "ہم یوروپینوں نے اس بات کو بطور ایک امر واقعہ کے تسلیم کر لیا ہے کہ اسلام علم و تہذیب کا دشمن ہے جو قوموں پر جمود کی حالت طاری کر دیتا اور جس غیر معلوم چیز کی طرف ہم چلے جا رہے ہیں اور اس کا نام ہم نے "ترقی" رکھا ہوا ہے اس کو تباہ کرتا ہے۔ لیکن ہمارا یہ نقطۂ نگاہ نبی عرب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات سے نہ صرف ہماری قطعی ناواقفیت ثابت کرتا ہے بلکہ تاریخ کی کھلی شہادت سے بھی ہم آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ قرونِ اولیٰ میں اسلام نے اقوامِ عالم کے ساتھ ترقی کا قدم بڑھایا۔ اور قدیم خلفا کے زمانہ میں لوگوں کو ترقی کی بلند ترین منازل کی طرف قدم اٹھانے میں جو تحریص و ترغیب اس نے دی اس کے اعتراف میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اسلامی دنیا کے موجودہ تنزل سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اسلام ترقی کا دشمن ہے ایک طفلانہ حرکت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر قوم کی عظمت و بلندی کے خاص دن ہوتے ہیں اور ہر شاندار عروج کے بعد وہ زمانہ قوموں پر آتا ہے جب وہ تھکان کی نیند سو جاتی ہیں۔ یہ قانونِ قدرت ہے اور پھر اس کے بعد کوئی دن آتا ہے جب کوئی نہ کوئی ایسا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو دیکھ کر وہ ڈر جاتے . . . اور اپنی اس گہری نیند سے جاگ اٹھتے ہیں۔ اسلامی ممالک کا یہ جمود کبھی مجھے بھی بہت پسندیدہ تھا۔ اگر یہ انجام اس زندگی کا نتیجہ ہے جس میں مشکلات بھی پیش آتی ہیں، کوششوں کی ناکامی سے دل بیٹھ جاتا ہے اور کئی شاندار امیدوں ہیں سے ہو گذرنے کے بعد موت وارد ہوتی ہے۔ تو یہ کتنا خلافِ حقیقت نہیں کہ مسلمان ایک بڑی دانا قوم ہے لیکن اب وہ جرمنی، اقوام جو چاروں طرف سے انہیں گھیرے ہوئے ہیں وہ یاد رکھیں کہ ان کے خواب یا تعبیر ہی رہیں گے اور افسوس ہے کہ مسلمان پھر دوبارہ جاگ اٹھیں گے"

کیا اس یوروپین کا خیال آج عملی صورت اختیار نہیں کر رہا اور موجودہ زمانہ کے حالات مسلمانوں کی بیداری کے نشانات نہیں!

توحیدِ الٰہی اور اسلام

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چیز دنیا میں لائے ہیں اور نسلِ انسانی کی غیر فانی خدمت جو آپ نے کی وہ کس چیز میں نظر آتی ہے؟ ان لوگوں میں جو بڑے درجہ کے شرک اور بت پرستی میں مبتلا تھے، آپ ایک خاص توحید لیکر آئے جس کے اندر کسی قسم کی ترمیم کی گنجائش نہ تھی۔ ایک خدا پر جو تمام کائنات کا رب ہے ایمان لانا اس نے دنیا کو سکھایا۔ آپ کی یہ تعلیم یقیناً تمام دنیا کے لئے تھی۔ یہ قیاس جو بعض یوروپین حضرات کا اپنا تخیل ہے۔ بالکل غلط ہے کہ اسلام ابتداً صرف عرب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قوم کے لئے ہی تھا۔ سورت فاتحہ میں رب العالمین کا ذکر ہے۔ اور یہ ناممکن امر ہے کہ وہ خدا جو تمام جہانوں کا رب ہو وہ اپنا نور نسلِ انسانی کے صرف ایک قلیل حصہ کی طرف بھیجے قرآن کریم میں ایک بھی ایسی آیت نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ اسلام کا پیغام صرف عربوں ہی کے لئے ہے۔ حقائق اس کے خلاف ہیں۔ توحید کی تعلیم ہمارے لئے ایک معمولی بات ہو۔ لیکن اس وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دنیا میں پیش کیا ایسا نہ سمجھا جاتا تھا۔ عربوں کے بگڑے ہوئے مذہب اور مسیحیت کے عجیب و غریب جوڑ توڑ کے سامنے توحیدِ الٰہی کی تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے ایسی شاندار

نظر آتی تھی جیسے ایک نئی صداقت کا انکشاف ہوا ہو۔ اس توحید کا جو اسلام لیکر آیا ایک ایسی دنیا کو وعظ کرنا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بسر کی اس قدر شجاعت اور بہادری کا کام ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اور یہ ایک ایسا کام ہے جس میں اس وقت تک کامیابی حاصل ہونا ممکن نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کا نور اس کی رہبری نہ کرے اور اس کی امداد اور تائید ونصرت اس کے ساتھ نہ ہو۔ چنانچہ اس کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی ایک ایسی چیز ہے جو تمام دوسری باتوں سے بڑھ کر اس امر کا یقینی ثبوت پیش کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس نور کا حقیقی سرچشمہ تھا۔

اعمال پر جزا و سزا

لیکن اس عظیم الشان نعمت کے ساتھ آپ نے ایک اور بہت بڑا احسان بھی دنیا پر کیا جو انسانی امانیات اور اخلاقیات کی تاریخ میں کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ آپ نے انسان کے اندر اس خیال کو پیدا کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ اپنے اعمال کا جوابدہ ہے۔ اسلام سے پہلے کے عربوں کے لئے یہ ایک ایسی چیز تھی جو خاص اہمیت اور حقیقی نتائج اپنے اندر رکھتی ہے نہ تو ان کو اس ہی کی پروا تھی اور نہ ہی مستقبل کا انہیں چنداں خیال تھا۔ ان کی زندگی شرک و بت پرستی کا پورا مرقع تھی جس میں کسی سوچ و بچار کا دخل نہ تھا اور نہ ہی کل کی فکر سے انہیں کوئی تعلق تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت نفس الامری کی تعلیم دیکر نسل انسانی کی آنکھیں کھول دیں کہ انسان چونکہ عقل و فہم کے زیور سے آراستہ ہے اس لئے وہ ایک ذمہ دار ہستی ہے اور اپنے ترک یا افعال کے لئے خدا تعالیٰ کے ہاں پورے طور پر اسے جواب دینا ہوگا۔ یہ کس قدر اہم بات تھی۔ جس کی طرف نسل انسانی کو دعوت دی گئی۔ اس عقیدہ کی اہمیت کو پورے طور پر سمجھنا ہمارے لئے ناممکن ہے انسان اس وقت کے بعد ایک با اخلاق ہستی بن گئی۔ وہ گویا پھر دوبارہ پیدا ہوا اور اس ضمیر کو پیدا کیا گیا جو اس کا اندرونی جج ہے اور جس کے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور نہ اس کے انصاف سے کوئی بچ سکتا ہے۔

عالمگیر اخوت

اس کے ساتھ ہی اخوت کے اس شاندار تخیل کو بھی ہم فراموش نہیں کر سکتے جس کی تعلیم آپ نے سب سے پہلی مرتبہ دنیا کو دی تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ کوئی دیوار ان کی اس باہمی اخوت میں حائل نہیں۔ کوئی ایسی تفریق ان میں نہیں جس کی بنیاد قومیت کے جذبہ پر ہو اور نہ ہی رنگوں کا اختلاف ہی ان کی اس اخوت کو مٹا سکتا ہے اسلام نے فی الحقیقت نسل انسانی کی پارلیمنٹ اور اقوام عالم کی فیڈریشن قائم کی۔ یہ ایک نہایت شاندار کامیابی تھی جو اس نے حاصل کی نہایت خوبصورت نصب العین تھا جس کی طرف قدم بڑھانا جس کے لئے کوشش کرنا اور جس کو عمل کے اندر لانا اس نے سکھایا۔ ایک مسلمان کیلئے تمام دنیا اس کا وطن ہے اور تمام نسل انسانی اس کا کنبہ۔

عالمگیر جمہوریت

اس پاک تعلیم سے جس کے اندر اس قدر وسعت خیالی اور آزادی پائی جاتی ہے وہ شاندار جمہوریت پیدا ہوئی جو اسلام نے دنیا میں قائم کی ہے۔ ملکی اور مذہبی معاملات میں حکمرانی کی باگ اس شخص کے ہاتھ میں دی جاتی تھی جو عام رائے سے منتخب ہو۔ اور اس کے فرائض اور ذمہ واریاں بہت واضح ہوتی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر کی ان تقاریر کو پڑھو جو تخت نشینی کے وقت انہوں نے کیں۔ ان دونوں کی قدر و قیمت اس قدر بے اندازہ ہے کہ سونے کی ان کے بالمقابل کوئی حقیقت نہیں۔ مشرق میں اس کی کوئی دوسری مثال موجود نہیں اور خود یورپ کے پاس بھی اس کامل جمہوریت کی جو اسلام نے قائم کی کوئی نظیر نہیں۔ یہ سچ ہے کہ یہ جمہوریت بہت تھوڑے عرصہ تک رہی۔ لیکن اس کی زندگی خواہ کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو اسلام کے منور چہرہ کو چار چاند لگانیوالی ہے۔

ایک نیا نقطہ نظر پیش کیا گیا۔ ایک تازہ ہدایت دنیا کو دی گئی۔ اور ترقی کی طرف قدم اٹھانے کے لئے ایک نیا مقام تجویز کیا گیا۔ ماضی کی تمام باتوں کو محو کر دیا گیا۔ ایک نیا ملک عرب اٹھا اور ایک نئی عرب قوم کو زندہ کیا گیا تاکہ وہ تاریخ عالم میں اپنی جگہ حاصل کرے اور اس طرح توحید الٰہی کی نورانی شمع کو بلند کیا گیا تاکہ وہ موجودہ نسل انسانی کو سچے مذہب کی طرف ہدایت کر سکے۔

محمد رسول اللہ صلعم کی شان بلند ہو

اس نور اور روشنی کی وجہ سے۔ اس خوشی، آرام اور تسکین قلب کے باعث جو مصیبت زدہ نسل انسانی کے لئے آپ دنیا میں لیکر آئے۔ آپ کی شان اور عظمت بہت ہی بلند ہو آمین اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و بارک وسلم علیہ۔

(بقیہ صفحہ ۱۴)

پیدا نہ کرے بلکہ اس کام کی ہر جگہ مخالفت کرے۔ تو ان فتوحات میں دیر ہو جانا سنت الٰہی ہے۔ حضرت مسیح موعود اور آپ کی مختصر جماعت بجز اس کے کیا کہہ سکتی ہے ربنا انی لا املک الا نفسی و اخی فافرق بیننا و بین القوم الفاسقین کیونکہ انہوں نے اسلام کی ترقی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں پیغام حق نہیں پہنچایا۔ لیکن جب تک اہل قوم فتوحات میں اس کی شامل نہ ہو تو وعدہ میں تاخیر ہونی لازمی ہے۔

مسیح موعود کا دامن پکڑو

مسلمان خوب یاد رکھیں کہ جب تک وہ مسیح موعود کا دامن پکڑ کر اسلام کی ترقی کے لئے جدوجہد نہ کریں گے وہ نہ دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں نہ دین میں۔ ہماری مخالفت میں مسلمانوں نے کئی تحریکات جاری کیں، انجمنوں، سوسائٹیوں، اخباروں، رسالوں اور کتابوں کو ہمارے کام میں روڑے اٹکانے کے لئے جاری کیا۔ اشاعت اسلام کے نام پر مسلمانوں کے لکھوکھا روپے تباہ کئے۔ کیا وہ ان کا کوئی خاص نتیجہ دنیا کو دکھا سکتے ہیں؟ کیا ہماری جماعت کا کام بند ہو گیا۔ یا ہمارے کام خدمت اسلام کا دائرہ تنگ ہو گیا؟ جب ان میں سے کوئی بھی بات نہیں تو وہ کیوں ایسے لغو کام سے باز نہیں آتے جس کا نتیجہ آج تک کچھ نہیں نکلا۔ بڑے بڑے مخالف گردنیں اکڑا اکڑا کر اس جہان سے گزر گئے۔ خدا نے نہ ان کی تحریروں کو قائم رکھا نہ ان کے ناموں کو۔ بہتر تھا کہ ہمارے موجودہ مخالف اس سے سبق عبرت حاصل کر لیتے۔

دنیا کا کوئی قطعہ حضرت مسیح موعود کے نام لیواؤں سے خالی نہیں رہا۔ اور دنیا کے کناروں تک کے لوگ آپ کو عزت سے یاد کرتے ہیں۔ کیا کسی مخالف کو خواہ وہ عرب کا ہو یا مصر کا اور یا ہندوستان کا سوائے محدود حلقہ کے کوئی جانتا ہے ہرگز نہیں۔ اور وہ بھی اس کی زندگی تک محدود ہے اس کی عمر کی صف لپیٹ جانے پر اس کی مخالفت کی تمام تحریکات اسی کے ساتھ قبر میں دفن ہو جائیں گی۔

(بقیہ صفحہ ۱۶)

مردہ جلانے کی رسم

پھر مردہ جلانے کی رسم ہندوؤں کی طرح سکھوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ ہندوؤں کی طرح وہ مرنے والے کو چارپائی سے اتار کر زمین پر لٹا دیتے ہیں۔ اس کے مرنے کے بعد ہندوؤں کی طرح اس کی ارتھی بنا لیتے اور مردہ جلانے کی جگہ پر لے جاتے ہیں۔ جلانے کی تمام رسوم کو اسی طرح ادا کرتے ہیں اور پھر اس کی راکھ کو جمع کر کے ویسے ہی اسے بہاتے ہیں جیسے ہندوؤں کا طریق عمل ہے پھر ہندوؤں کی طرح شرادھ کی رسم بھی ان میں رائج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی پہلو میں وہ ہندوؤں سے علیحدہ حیثیت نہیں رکھتے۔

ہندو اور سکھ تہوار

کوئی ہندو یا سکھ مسلمانوں یا عیسائیوں کے تہواروں میں شامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان دونوں کو وہ اپنے سے علیحدہ قومیں سمجھتے ہیں لیکن ہندوؤں اور سکھوں کے قومی تہوار مشترک ہیں۔ ہولی۔ دیوالی۔ دسہرہ۔ اور بیساکھی کے موقعہ پر ہندو اور سکھ یکساں طور پر شامل ہوتے ہیں۔ اور کوئی امتیاز ان میں روا نہیں رکھا جاتا۔

ہندو مسلم فسادات میں سکھوں کی شمولیت

پھر ان تمام ظاہری امتیازات کے باوجود جن کی بنا پر آج سکھ اپنے آپ کو ہندوؤں سے علیحدہ قرار دے رہے ہیں اور جن پر تفصیل کے ساتھ اوپر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض میں جہاں کہیں ہندو مسلم فسادات ہوئے ہیں وہاں سکھ ہندوؤں کے ساتھ ہوتے ہیں ۱۹۲۷ء میں لاہور کی حویلی کابلی مل میں سکھوں نے چند مسلمانوں کو کرپانوں سے شہید کیا جس پر فساد برپا ہو گیا۔ اور تمام ہندو اس فساد میں مسلمانوں کے خلاف اور سکھوں کے ساتھ تھے۔ یہی حال کلکتہ۔ ڈھاکہ۔ بمبئی۔ اور دیگر تمام مقامات پر دیکھا گیا ہے۔ جس سے یہ حقیقت صاف طور پر عیاں ہے کہ ہندو اور سکھ ایک ہی قوم کے اجزا ہیں۔ اور انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

کونسلوں میں ہندوؤں کی حمایت

اور تو اور کونسلوں میں جا کر دیکھو جہاں کوئی ایسا معاملہ سامنے آتا ہے جس میں ہندو مسلم مفاد کا تصادم ہو سکتا ہو وہاں سکھ کیا طریق اختیار کرتے ہیں۔ کیا وہ ہندوؤں سے علیحدہ اور غیر جانبدار رہتے ہیں؟ نہیں بلکہ ایسے تمام موقعوں پر بلا استثنا وہ مسلمانوں کی مخالفت کرتے اور ہندوؤں کا ساتھ دیتے ہیں کیا ان صاف اور کھلے ہوئے واقعات کے باوجود یہ کہنا جائز ہے کہ سکھ ہندوؤں سے علیحدہ قوم ہیں اور آئندہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یآاھل الکتاب تعالوا الی کلمة سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۵ (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۱۹ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۳۴ء | نمبر ۱۰۵

باشندگان ہسپانیہ میں عربی تمدن کے احیا کا ولولہ

سپین اور مسلمان

عرب فن تعمیر کا احیاء

اسپین میں قیام جمہوریت کے بعد جو حالات پیدا ہوگئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ہسپانیہ کے باشندے آج پھر اپنی عربیت پر فخر کرنے لگے ہیں اور وہ عربی تمدن کے دلدادہ ہوگئے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر ان کا عام میلان مسلمانوں کی جانب بڑھتا جا رہا ہے اور وہ ان سے دوستی اور محبت کو اپنے لئے ایک ضروری امر خیال کرنے لگے ہیں۔ عربی آثار کے تحفظ کا شوق ان میں از سر نو پیدا ہوگیا ہے۔ اور وہ اس کے اختیار کرنے کے لئے بیتاب نظر آتے ہیں۔ آج کل جو بڑی بڑی عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں ان میں عربوں کے فن تعمیر کو خاص طور پر دخل ہے۔ اور اسی بنیاد پر تعمیرات کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔

طلیطلہ۔ غرناطہ۔ قرطبہ۔ میڈرڈ (دار الحکومت سپین) میں جدید عمارت کا طرز عربی ہے اور اشبیلیہ میں تو بکثرت اس کے نظارے موجود ہیں۔ غرناطہ کی میونسپلٹی نے ترمیم کے قابل عمارات کی مرمت کرانی ممنوع قرار دیدی ہے۔ اور صرف اس شرط پر اس کی اجازت دی ہے کہ ان کی مرمت عربی طرز پر کرائی جائے۔

ایک عربی مدرسہ

غرناطہ میں ایک عربی مدرسہ نکلا ہے جس کی دیواریں بدستور قائم ہیں۔ دیواروں پر نقش۔ عربی اشعار اور قرآن عزیز کی آیات نمایاں ہیں۔ غرناطہ کے لوگوں کا ارادہ ہے کہ اس مدرسہ کو پھر ایک علمی درس گاہ میں منتقل کر دیا جائے جس میں عربی زبان کی کامل اور جامع تعلیم کا انتظام ہو۔

امیر شکیب ارسلان کو دعوت

گزشتہ سال قرطبہ کی اکاڈمی (مجمع علمی) نے اندلس کی خلافت پر ایک ہزار سال گزرنے کی خوشی میں جشن منایا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس کا حساب عبد الرحمٰن اموی کے اعلان خلافت سے لگایا تھا جس پر ۹۲۹ء میں ایک ہزار سال گزرتے ہیں۔ گزشتہ موسم سرما میں جب امیر شکیب ارسلان ہسپانیہ پہنچے تو آپ سے اسپین کے ان اعیان و شرفا نے ملاقات کی جو اسپین میں عربی تمدن کے احیا کی کوششیں کر رہے ہیں اور جن کو اپنے عرب ہونے پر ناز ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے قرطبہ کی اکاڈمی میں جمع ہوکر مبادلۂ خیالات کیا۔ الحاج عبد السلام منبونۃ جب غرناطہ تشریف لے گئے تو اسپین کے لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ وہ امیر شکیب ارسلان کو دوبارہ یہاں تشریف لانے کی باشندگان غرناطہ کیطرف سے دعوت دیں۔ تاکہ ایک عظیم الشان جلسہ کیا جائے اور امیر عادل کو تمام عربی آثار دکھلائے جائیں۔ امیر موصوف نے قصر الحمرا" کو بار بار دیکھا ہے۔ مگر اس کے سوا بھی عربی آثار کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ایک عربی اخبار کا اجرا

اسپین کے دار الحکومت مجریط (میڈرڈ) میں ایک مجلہ "[illegible] راکا" نامی نکلنا شروع ہوا ہے جس کا مقصد عربوں اور اسپین کے باشندوں میں اتحاد پیدا کرنا ہے۔ اس مجلہ نے اداریہ تحریر میں ایک شخص سے جو اپنے کو بنی امیہ کی طرف منسوب کرتا ہے جب سے اسپین نے جمہوریت کا اعلان کیا ہے۔ اس وقت سے اس حرکت میں اور زیادہ قوت پیدا ہوگئی ہے۔ اور اسپین کے مختلف حصوں میں اس کے لئے متعدد مظاہرے کئے جا رہے ہیں۔

جامع اعظم کی واپسی

اسپین سے امیر شکیب ارسلان کے پاس اس تحریک کے زعما کی جانب سے بکثرت خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اسپین کے مسلمانوں نے قرطبہ کی جامع اعظم کو واپس کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اور اس کا یہ بھی عزم ہے کہ اشبیلیہ میں ایک جدید جامع مسجد تعمیر کی جائے۔ اس کے علاوہ ان کی یہ بھی کوشش ہے کہ اندلس اپنے ماضی کی طرف لوٹ آئے۔ اور اس کی بنیاد عربی تمدن پر قائم ہو مگر یہ سارے کام مسلمانوں کے اتفاق سے انجام پا سکتے ہیں۔ ان خطوط میں امیر شکیب کو دوبارہ اسپین میں آنے کی دعوت بھی دی گئی ہے تاکہ زعمائے اسپین ان معاملات میں آپ سے مذاکرہ کرسکیں۔

مسلمان کاشتکاروں کی اولاد

ان مکتوبات میں ایک نئی چیز یہ بھی درج ہے کہ اسپین کے مزارعین اراضی حاصل کرنے کے لئے جد و جہد کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ گزشتہ مسلمان کاشتکاروں کی اولاد ہیں۔ اور ان اراضی پر عربی عہد میں ان کے آبا و اجداد کا قبضہ تھا۔ اس لئے وہ اپنی وراثت کے لئے حکومت سے لڑ رہے ہیں۔ امیر شکیب ارسلان نے ان مکاتیب کا ہمت افزا جواب دیا ہے۔ اور اہل اسپین کی اصابت رائے، حسن نیت اور سیاسی تدبر کی تعریف کی ہے۔ جامع اعظم کی واپسی کے مطالبہ پر آپ نے جوابی خطوط میں فرمایا ہے کہ مسلمانان سپین کی یہ کوشش ان کی مادی اور معنوی ترقیوں کی کفیل ہے جس کے لئے مشرق اور مغرب کے چالیس کروڑ مسلمان بیحد شکر گزار ہیں۔ اگر جامع قرطبہ مسلمانوں کو واپس دیدی گئی تو اسپین کے مسلمانوں کا دنیا کے تمام مسلمانوں سے رابطۂ اتحاد قائم ہو جائیگا۔ میڈرڈ میں جدید جامع مسجد کی تعمیر کے لئے خود حکومت اسپین کو مسلمانوں کی امداد کرنی چاہئے کیونکہ اسپین کے لاکھوں مسلمانوں کی رگوں میں عربی خون دوڑ رہا ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

ہماری تبلیغی سرگرمیاں

ووکنگ مسجد میں اسلام پر لیکچر

خواجہ عبدالغنی صاحب سکرٹری ووکنگ مسلم مشن رقمطراز ہیں کہ گزشتہ ماہ جناب پروفیسر کپاکوابڈ نے جو مغربی افریقی سیاح و سوداگر ہیں اور جنہوں نے آج سے دس سال پیشتر اسلام قبول کیا تھا ہمارے ہفتہ وار جلسہ میں تقریر فرمائی جس کا موضوع تھا "مغربی دنیا میں اسلام کا شاندار مستقبل" انہوں نے انگلستان میں اسلام کی ابتدائی نشوونما کی تمام تاریخ پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ جب اول اول اسلام اس ملک میں رونما ہوا۔ تو اسے ایک خوشگوار میدان عمل میسر آیا۔ کیونکہ انگلستان کا اصلی مذہب درحقیقت توحید تھا

مسلمانوں کی غفلت

عیسائیت کی ظاہری رسوم تو بعد کا اضافہ ہیں۔ جو مسیحیت کا جزو بنیں۔ لیکن افسوس کہ بوقت عیسائیت پیام صلیب کو جس کے ساتھ اس کا نام نہاد تمدن اور سیاسی تفوق بھی شامل زیادہ سرگرمی اور گرمجوشی سے لوگوں تک پہنچانے میں مصروف عمل تھی۔ اس وقت مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں شدید غفلت سے کام لیا۔ وہ اس تبلیغی تگ و دو میں ٹھنڈے پڑ گئے۔ حالانکہ تبلیغ دین متین ہی ان کا اور ان کے آباؤ اجداد کا امتیازی نشان رہا ہے۔ اور تبلیغ دین ہی نے انہیں عزت و شہرت بخشی۔ اور آئندہ بھی تبلیغ اسلام ہی انہیں بام رفعت تک پہنچا سکیگی۔ الغرض مسلمانوں کی اس تغافل شعاری و جمود کا یہ نتیجہ ہوا کہ اسلام حالت سکون میں جہاں تھا وہیں رہا۔ لیکن اس کے مقابل عیسائیت نے سرعت انگیز ترقی کی۔

امید افزا حالات

پروفیسر موصوف نے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے بیان فرمایا کہ یہ امر ایک گونہ موجب مسرت ہے کہ حال ہی میں اس کا ردعمل شروع ہو گیا ہے۔ ذہنی تربیت۔ قومی۔ ملکی۔ اور اقتصادی۔ مسائل حاضرہ عیسوی تعلیمات کے کھوکھلا پن کو اب اس لئے بے نقاب کر رہے ہیں تاکہ لوگوں کو اسلام کے لئے شرح صدر حاصل ہو۔ اور اسلام پھر ایک دفعہ اپنے جبلی محاسن و اوصاف کی وجہ سے ان لوگوں کو اپیل کرے۔ جو نہ صرف جدی مسلمان تھے بلکہ ان کو بھی جن کے خاندان کو ذرہ بھر بھی اسلام سے تعلق و لگاؤ نہیں رہا۔ ان امید افزا حالات کے ماتحت ایک عمدہ و اعلیٰ تنظیم کی ضرورت ہے

افریقہ میں تبلیغ اسلام

جناب موصوف نے فرمایا کہ اسلام کے متعلق اس بڑھتی ہوئی روح قبولیت و خوشگوار فضا سے مستفید ہونے کے لئے میں خود افریقہ میں ایک افریقی مشرقی مسلم لیگ قائم کرنیوالا ہوں جس کے پس پشت عربی کا ایک زبردست پریس ہوگا۔ جس سے ان خیالات کی کثرت سے نشر و اشاعت ہوگی۔

پروفیسر ممدوح کے لیکچر کے بعد اسی موضوع پر ایک طویل مباحثہ ہوا۔ اور انہوں نے اسی موضوع پر مستقبل قریب میں وضاحت کے ساتھ مزید خیالات کے اظہار کا وعدہ فرمایا۔

(عزیز منزل لاہور - ۲۴ اگست)

راولپنڈی میں ویدوں پر لیکچر

۱۹ اگست ۳۱ء کو کوٹھی خان بہادر سیٹھ آدم جی پر ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت جناب مرزا گل عباس صاحب بی اے منعقد ہوا۔ جس میں مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے "ویدک الہام" پر لیکچر دیا۔

لیکچر سے پیشتر صوفی شمس الدین صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ اور عزیز محمد ناز احمد خلف الرشید جناب مرزا غلام ربانی صاحب نے پرجوش طریق پر ایک نظم سنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم قرآن کو لے کر دنیا میں نکلیں گے اور قرآن سے ہی ہماری دنیا کو سرگرم کرینگے اس کے بعد مرزا صاحب نے اپنا لیکچر شروع کیا جس میں بتایا کہ اگر دیانتداری سے ہمارے آریہ دوست معاملہ کو طے کرنا چاہیں تو ہم انہیں خود ویدوں کی اندرونی شہادت سے نہایت آسانی کے ساتھ ویدک الہام کی حقیقت سمجھا سکتے ہیں۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے چند ٹھوس چیزیں پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا جواب ویدوں سے نہیں ملتا۔ اگر کسی پنڈت میں ہمت ہو تو میدان میں نکلے اور میرے دعوے کو توڑ کر دکھائے۔ مرزا صاحب نے خود ویدوں کی عجیب اندرونی شہادتوں کو پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ وید رشیوں کا کلام ہیں۔ اور متعدد رشیوں کے کلام کا مجموعہ ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم ویدوں کی اس لئے عزت کرتے ہیں کہ وید واجب الاحترام رشیوں کا کلام ہیں۔ ہاں ویدوں کو پرماتما کی بانی ہونے یا الہامی کتب کہلانے کا شرف خود اپنی اندرونی شہادتوں کی بنا پر حاصل نہیں۔

لیکچر بہت دیر تک رہا اور مرزا صاحب نے فرمایا کہ ابھی اس لیکچر کا دوسرا حصہ باقی ہے جو آئندہ ہفتہ اسی مقام پر پیش کروں گا لیکچر کے اس حصہ میں ویدوں کی عمر خود ویدوں سے پیش کرکے ثابت کیا جائے گا کہ وید بالکل نئی تصانیف ہیں۔ نہ ازلی ہیں۔ نہ قدیم!

اعلان کے مطابق آریوں کو لیکچر کے بعد اعتراضات کرنے کا حق حاصل تھا مگر کسی آریہ کو کوئی اعتراض پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی (مسلمانوں) پر بہت اثر ہوا اور یوں یہ جلسہ دعائے خیر پر ختم ہوا۔
خاکسار فضل کریم ٹھیکیدار پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (راولپنڈی)

مستورات میں تبلیغ

۲۰ اگست ۳۱ء کو خاکسار کے مکان واقع صدر بازار راولپنڈی میں مسلمان مستورات کا ایک کامیاب جلسہ زیر صدارت محترمہ اہلیہ صاحبہ ملک الٰہی بخش صاحب ایگریکلچرل اسسٹنٹ لائل پور منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں راولپنڈی کی ہر طبقہ کی مستورات شامل تھیں۔ محترمہ صدر صاحبہ کی صاحبزادی حسن آرا بیگم نے قرآن شریف کی تلاوت کی اور محترمہ اہلیہ صاحبہ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے قرآن شریف کی بعض آیات پڑھ کر ان کا ترجمہ سنایا۔ پھر خاکسار کی دختر اور دختر صاحبہ حکیم شاہنواز صاحب مرحوم نے نظمیں پڑھیں اس تمام ابتدائی کارروائی کے بعد بیگم صاحبہ جناب مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی نے "ہندوؤں کی ترقی کے ذرائع اور مسلمانوں کے زوال کے وجوہ" پر اپنا ایک نہایت قابل مضمون پڑھ کر سنایا۔ اور دونوں قومیں موجودہ وقت میں جن حالات سے گزر رہی ہیں۔ اس کا نقشہ پورے طریق پر پیش کیا۔ مستورات کو میدان عمل میں نکل کر قوم کی خدمت کی دعوت دی۔ اور بتایا کہ اس نازک وقت میں اگر مستورات اپنے آپ کو سنبھال لیں تو مرد خود بخود سنبھل جائیں گے اور پھر کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان بھی میدان ترقی میں گامزن ہوتے نظر نہ آئیں۔

ایک عملی پروگرام

فاضل خاتون کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مسلم مشنری نے پس پردہ کھڑے ہو کر عنوان مندرجہ بالا پر اپنے خیالات پیش کئے اور مؤثر طریق پر عملی سرگرمی کی دعوت دی۔ ہندوؤں کے ہاتھ کی چیز خریدنے اور استعمال کرنے سے پرہیز کی ترغیب دی اور بیان کیا کہ اگر آج مستورات اس پروگرام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ تو ہمارا روپیہ غیر قوم سے محفوظ رہ کر ہماری تجارت کو فروغ دے سکتا ہے اور ہماری قوم دنوں میں خوشحالی کے دور کو دیکھ سکتی ہے مستورات کو چاہیے کہ ہندو کے ہاں سے آئی ہوئی چیز کو گھر میں پکانے یا استعمال کرنے سے سختی کے ساتھ انکار کر دیں۔ مرد خود مجبور ہو جائیں گے کہ وہ مسلمان دکانداروں سے ضروریات کو پورا کریں۔

لیکچر کے بعد حاضرین و حاضرات کی تواضع چائے سے کی گئی اور یوں یہ جلسہ خیر و خوبی سے ختم ہوا۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم شہر کے مختلف حصص میں اسی طرح کے جلسے کر کے مستورات میں عملی سرگرمی کی تڑپ پیدا کر دیں تا شاید اسی طبقہ کی کوششوں سے مرد بھی اب غفلت سے بیدار ہوں۔

خدا کیلئے زندگی وقف کرنیوالوں میں ایک اور اضافہ

اخویم مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہیڈ کلرک میڈیکل ڈیپارٹمنٹ شملہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں رقمطراز ہیں:۔

حضرت سیدنا مولانا السلام علیکم۔

جناب کا والانامہ ملا۔ مشکور فرمایا۔ میں نے اپنی پہلی دو ماہ کی رخصت ختم کر کے آٹھ ماہ کی اور رخصت لے لی ہے۔ جو ۱۲ جنوری کو ختم ہوگی۔ اس کے بعد میرا ارادہ پنشن کا ہے۔ چونکہ ابھی میں پنشن پر نہیں گیا اس لئے میرا ارادہ اکتوبر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا تھا۔ رخصت کی اطلاع بھی اسی لئے نہیں دی معافی کا خواستگار ہوں یکم اپریل ۱۹۳۲ء کے قریب میں اپنی خدمات آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ اس وقت تک پنشن بھی لے لونگا۔ اور میرے بچوں کی موجودہ جماعتوں کے امتحان بھی ہو جائیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنی نئی جماعتوں کی پڑھائی جہاں میں رہوں جاری کریں گے۔ لاہور یا دہلی جس جگہ مجھے ارشاد فرمائیں گے میں تعمیل ارشاد کروں گا۔ دہلی میں تبلیغ کے کام کے لئے میدان بہت ہے۔ لاہور میں مجھے یہ فائدہ ہے کہ آپ کی فیض صحبت سے مستفیض ہو سکوں گا اور اپنی معلومات علمی کو وسیع کر سکونگا بچوں کی تعلیم بھی بہتر ہو سکے گی۔ بہرحال دونوں جگہ سے جس جگہ مجھے آپ ارشاد فرمائیں گے میں تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہوں۔

خادم عبدالرحمٰن (صاحب شملوی)
(شہر جالندھر محلہ سید کبیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۳۱ء | نمبر

حکومت کشمیر اور مسلمان

مہاراجہ صاحب والیٔ کشمیر کی خاص توجہ کے قابل

ازاں مے فشاں قطرۂ بر کشیری
کہ خاکسترش آفرینند شرارے

گزشتہ اشاعت میں واقعات کشمیر پر ایک شذرہ لکھنے کے بعد یہ اطلاع موصول ہوئی کہ مسلم نمائندگان کشمیر اور حکومت کے مابین عارضی طور پر صلح ہو گئی ہے جس کا ذکر ہم نے مختصراً اسی شذرہ کے آخر میں کر دیا۔ لیکن افسوس ہے کہ بسبب عدم گنجائش اس کی تفصیلات درج نہ ہو سکیں جو آج کسی دوسری جگہ درج ہیں۔

مسلمانوں کی وفاداری

اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ یہ شرائط مسلمانوں کے لئے کہاں تک مفید ہیں ہم ایک بات کی طرف ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر والیٔ کشمیر کو بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے متعلق جو بدگمانیاں ہز ہائنس کے دل میں ان کے عمال حکومت پیدا کرتے رہتے ہیں اور جو خیالات ہندو پریس نے کشمیر ایجی ٹیشن کے بارہ میں گزشتہ چند ہفتوں میں پھیلائے ہیں کہ مسلمان حکومت کشمیر کا تختہ الٹ دینا چاہتے ہیں۔ مسلمان کشمیر میں مسلم راج قائم کرنا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا عارضی صلح اور اس کی شرائط ان سب کا دندان شکن جواب نہیں۔ اگر فی الواقعہ مسلمانوں کے دلوں کے اندر مہاراجہ کشمیر کی وفاداری کا جذبہ نہ ہوتا۔ اگر ان کی ایجی ٹیشن کا منشا یہی ہوتا کہ وہ موجودہ حکومت کو تہ و بالا کر کے وہاں مسلم راج قائم کریں تو عارضی صلح یا اس قسم کی کمزور شرائط کے لئے تیار نہ ہوتے مسلمانوں کی وفاداری اور نیک نیتی اسی سے پائی جاتی ہے کہ اس غیر اطمینان بخش جواب کے باوجود ۱۴ اگست کو ہز ہائنس کی طرف سے انہیں دیا گیا۔ انہوں نے تحریک صلح کا "والہانہ خیر مقدم" کیا ورنہ جس قوم کی اپنی آبادی کشمیر میں ۹۵ فیصدی ہے۔ اور اس وقت ہندوستان کے چھ کروڑ باشندے اس کی پشت پر ہیں جن کی طرف سے جتھے بھی وہاں جانے شروع ہو گئے ہیں وہ اگر بدنیتی کا ارادہ کر کے کھڑی ہوتی۔ اگر ان خیالات فاسدہ کا ایک شائبہ بھی ان کے دماغوں میں موجود ہوتا جو ہندو عمال حکومت اور ہندو اخبارات پھیلا رہے ہیں۔ تو وہ کبھی ایسی عارضی صلح پر آمادہ نہ ہو سکتے تھے۔

سکون کا فائدہ

بہرحال اب جبکہ صلح ہو چکی ہے اور مسلمان اپنی وفاداری کا ایک دفعہ پھر ثبوت بہم پہنچا چکے ہیں تو اب موقعہ ہے کہ نہایت اطمینان اور ٹھنڈے دل کے ساتھ گزشتہ واقعات پر غور کر کے آئندہ کے لئے کوئی بہتر صورت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ جنگ کے ایام میں جو رائے انسان قائم کرتا ہے وہ ٹھیک نہیں ہوتی کیونکہ دماغ ایک حد تک مشتعل ہوتے ہیں۔ ٹھیک رائے امن اور سکون ہی کی حالت میں قائم ہو سکتی ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ عارضی صلح یا امن و سکون کا زمانہ ہی مسلمانوں کی بہتری اور فلاح کا زمانہ ہوگا۔ کیونکہ اس امن و سکون سے فائدہ اٹھا کر ہز ہائنس مسلمانوں کے مطالبات پر اگر پھر ایک دفعہ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو یقیناً موجودہ نظام کو جو ان کی ۹۵ فیصدی رعایا کے لئے "پیغام موت" کا حکم رکھتا ہے۔ بدل دینے پر مجبور ہوں گے۔

موجودہ نظام حکومت

ہم نے موجودہ نظام حکومت کو ۹۵ فیصدی مسلم رعایا کے لئے "پیغام موت" قرار دیا ہے۔ لیکن نہیں ہم ہز ہائنس سے صاف کہہ دینا چاہتے ہیں کہ یہ نظام خود ان کے لئے بھی خطرناک طور پر مضر ثابت ہوگا۔ کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ ان کی ۹۵ فیصدی رعایا تو موت کے گھاٹ اتر جائے اور وہ اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہیں۔

مسلمانوں پر احسانات

ہز ہائنس نے قانون انتقال اراضی کے نفاذ، زمیندارہ بنکوں کے اجرا اور شفا خانوں کے قیام سے یہ سمجھ لیا کہ بس مسلمانوں کو دنیا کے تمام خزانے مل گئے۔ اور اب ان کی کوئی شکایت باقی نہیں رہی۔ حالانکہ ان تمام چیزوں کے باوجود ان کی شکایات بدستور باقی ہیں۔

کیا انہیں معلوم نہیں کہ ان تمام رعایتوں اور احسانات کو عمل میں لانے والے وہی لوگ ہیں جو ہمیشہ سے مسلمانوں کے خون کے پیاسے چلے آتے ہیں۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ وظائف کی توسیع جو ہز ہائنس نے مسلمانوں کے لئے کی اس کا فائدہ بھی زیادہ تر ہندوؤں ہی کو حاصل ہے اور مسلمان بہت ہی کم اس سے فیضیاب ہوئے ہیں یہاں تک کہ چار چار یا پانچ پانچ ہندوؤں کے بالمقابل بمشکل ایک مسلمان لیا جاتا ہے۔ یہی حال دیگر رعایتوں کا ہے۔ کہ ہسپتالوں میں مسلمانوں کو اول تو دوائی ہی نہیں ملتی اور اگر ملتی بھی ہے تو رنگدار پانی۔ بلکہ ایک مسلمان کو تو دوائی کی جگہ زہر دے دیا گیا۔ زمیندارہ بنکوں کا بھی یہی حال ہے۔ تمام ہندو ان میں بھرے ہوئے ہیں جو قرضہ دیتے ہوئے زمیندار کے گھر کا قبالہ کرا لیتے، ان کی جائدادیں ضبط کرتے۔ ان کی عورتوں کو بے عزت کرتے اور سفید کاغذوں پر انگوٹھے لگوا لیتے ہیں۔

واحد چارۂ کار

کیا یہ حالات کچھ کم رقت انگیز ہیں۔ کیا ہز ہائنس کی ذاتی توجہ ان حالات کی اصلاح کے لئے بکار نہیں۔ نرا قوانین کا بنا دینا کوئی چیز نہیں۔ جب تک ان پر عمل ٹھیک طور پر نہ ہو اس لئے ضروری ہے کہ عارضی صلح کے دوران میں یہ تمام باتیں تحقیقاتی کمیشن کے سامنے آئیں۔ اور ہز ہائنس ان کا تدارک کر کے اپنی ۹۵ فیصدی رعایا کے دل مٹھی میں لیں۔ جس کی واحد صورت یہی ہے کہ نظام حکومت میں مسلمانوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے حقوق دیئے جائیں۔ اس کے بغیر کوئی چیز مسلمانوں کے لئے نہ مفید ہو سکتی ہے اور نہ ان کی بددلی کو دور کرنے کا موجب۔

ایک قابل قدر تحریک

ہمارے محترم بھائی جناب ڈاکٹر کے اے خاں اپنے پہلو میں ایک قابل قدر دل رکھتے ہیں۔ "پیغام صلح" کی گزشتہ اشاعت میں برلن مسجد کی مرمت اور اسے فک کرانے کے متعلق جو تحریک کی گئی تھی اسے پڑھ کر ایک تجویز انہوں نے لکھی ہے۔ جہاں تک مرمت کا سوال ہے وہ لکھتے ہیں کہ "مرمت کا تخمینہ منگایا جائے جو تخمینہ ہوگا اس کا ۲/۳ حصہ میں دوں گا خواہ کچھ ہی رقم کیوں نہ ہو۔ کیا کوئی دوسرے صاحب تہائی یا آدھا اپنے ذمہ لیں گے"۔

فک کرانے کا سوال اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ:-

"گیارہ ہزار روپے کے ۸۸ حصے ۱۲۵ روپیہ فی کس کے حساب سے ہوتے ہیں ایک حصہ ۱۲۵ روپیہ کا میں خود اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ علاوہ مرمت کے مجوزہ خرچ کے اب صرف ۸۷ حصے باقی رہ جاتے ہیں۔ ۸۷ آدمی اپنے اپنے نام بذریعہ اخبار پیغام صلح پیش کریں اور جلد از جلد کریں۔"

صرف نام ہی پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب ممدوح کی خواہش ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر ہر حصہ دار اپنے حصہ کا روپیہ بھی ادا کر دے۔ تاکہ جہاں تک مسجد برلن کی مرمت اور فک کرانے کا سوال ہے حضرت امیر اس ہر دو افکار سے فراغت پا کر دیگر امور مہمہ میں اپنی توجہ کو لگا سکیں۔ کیا قوم کے صاحب ہمت اور صاحب ثروت اصحاب ڈاکٹر صاحب کی اس تحریک کو لبیک کہنے کے لئے تیار ہوں گے؟

سپین میں انقلاب

کون نہیں جانتا کہ سپین کا ملک کسی زمانہ میں اسلامی حکومت اور علم و حکمت کا گہوارہ تھا مسلمان پوری آٹھ صدیوں تک اس ملک پر حکمرانی کرنے اور تہذیب و اخلاق، علوم و فنون اور عدل و انصاف کے بہترین نمونے قایم کرنے کے بعد جس وقت وہاں سے نکلے تو سوائے ان اینٹ پتھر کی عمارات کے جو عرب فن تعمیر کا بہترین نمونہ اور عہد اسلامی کی شاندار یادگار رہیں ہیں۔ اور کچھ بھی ان کے پیچھے باقی نہ رہا۔ مسیحی متعصبین نے ہر اس شخص کو جس پر مسلمان ہونے کا شک ہو سکتا تھا۔ چن چن کر وہاں سے نکالا۔ اور تہ تیغ کر دیا۔ یہاں تک کہ جو لوگ ان مظالم کو برداشت نہ کر سکے۔ ان کو بپتسمہ لے کر اپنا ایمان کفر کے لباس میں چھپانا پڑا۔

وہ دن جائے اور آج کا دن آئے سپین میں اسلام کا نام لینا کفر سمجھا جاتا تھا۔ صرف وہی لوگ جن کو تاریخ اسلامی سے دلچسپی تھی۔ الحمرا۔ مسجد اعظم۔ اور دیگر رہی سہی یادگاروں کو دیکھنے کے لیے وہاں جا نکلتے تھے۔ قارئین کرام آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ عربی اخبار "الشوریٰ" کا یہ بیان خوشی کے ساتھ پڑھیں گے کہ اسی سپین میں اب ایسے لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں جو نہ صرف عربی عمارات کی حفاظت پر کمربستہ ہیں بلکہ حکومت سے یہ منوا چکے ہیں کہ آئندہ تمام عمارات عرب فن تعمیر ہی کے نمونہ پر بنائی جائیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ مسجد اعظم کو مسلمانوں کے حوالہ کر دینے کے خواہشمند ہیں۔ اور وہ تمام اراضی جو اسلامی حکومت کے عہد میں عربوں کے زیر کاشت تھی حکومت سے واپس لینا چاہتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں ؟ ان کا اپنا دعوےٰ ہے کہ ہم انہی قدیم عربوں کی اولاد ہیں جو وہاں کی زمینوں پر قابض تھے معلوم ہوتا ہے ایمان کا وہ نور جس کو کفر کے لباس میں چھپا یا گیا تھا پشت در پشت ان لوگوں کے اندر باقی چلا آتا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ وہ پھر ظاہر ہو۔ اور اپنے آبا و اجداد کے حقوق کو دوبارہ حاصل کرے۔

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مصنف "تاریخ الاندلس" خوش ہوں کہ جو "انتقام" اہل سپین سے وہ تبلیغ اسلام کے رنگ میں لینا چاہتے ہیں اور بے سروسامانی اس میں حائل ہے قدرت خود اس کا انتظام کر رہی ہے۔ اور کوئی دن جاتا ہے کہ ہم پھر سپین میں اسلام کی روح کو زندہ ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔ انشاءاللہ۔

"وطن" کی غلط بیانی

معزز معاصر "وطن" نے ۴ ستمبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں "قادیانیوں کے تبلیغی ہتھکنڈے" کے زیر عنوان ایک مقالہ افتتاحیہ سپرد قلم فرمایا ہے۔ جو اگرچہ محمودی عقائد و اعمال سے تعلق رکھتا ہے لیکن اس کے ابتدائی فقرات ہماری بھی توجہ کے مستحق ہیں۔ جنہیں لکھتا ہے۔ کہ:۔

"قادیان کے خود ساختہ نبی مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں میں غیر مبہم اور واضح ترین الفاظ میں لکھدیا ہے کہ جن مسلمانوں نے انھیں نہیں مانا اور ان کی بیعت نہیں کی وہ سب کافر ہیں"

ہم معاصر ممدوح کے شکر گزار ہوں گے اگر وہ ان کا جو اور واضح ترین الفاظ "وطن" پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے یہ لکھا ہو کہ جن مسلمانوں نے انہیں نبی نہیں مانا اور ان کی بیعت نہیں کی وہ سب کافر ہیں آپ کی کسی کتاب سے نقل فرما دیں یا کم از کم اس کا حوالہ ہی دیدیں تاکہ اس کے قارئین کو معلوم ہو سکے کہ اس کا یہ بیان کہاں تک ذمہ دارانہ پہلو لئے ہوئے ہے۔

ہم بارہا اس بات کو دہرا چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے کہیں بھی نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ اپنے نہ ماننے والوں یا بیعت نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیا۔ قادیانی عقائد جو کچھ بھی ہوں حضرت مرزا صاحب اس کے ذمہ دار نہیں تعجب ہے معاصر "وطن" نے محض ان عقائد کی بنا پر مندرجہ بالا فقرات لکھدیے اور تحقیق سے ذرا کام نہیں لیا۔ کیا وہ اپنی آئندہ اشاعت میں اس غلط بیانی کی تردید کر کے اپنی حق پرستی کا ثبوت بہم پہنچائے گا۔

تہذیب مغرب

مغربی تہذیب کے بہت سے ہوشربا حالات و واقعات قارئین کرام نے پڑھے اور سنے ہوں گے۔ ذیل کا واقعہ جو ہمارے ایک عزیز سید بشیر حسین صاحب خلف الرشید حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے اپنے ایک خط میں انگلستان سے لکھا ہے اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ تہذیب حاضرہ اس درجہ پر پہنچ چکی ہے جس کو ننگ انسانیت کہنا چاہیئے۔ لکھتے ہیں:-

"میرا ہم جماعت جو چند ماہ کے لئے ایڈن برا ایک امتحان دینے گیا ہوا تھا سناتا ہے کہ ایک مشہور پروفیسر جو وہاں Medicine (فن طب) کا ماہر ہے۔ دوران تعلیم میں مغربی تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس موجودہ روش کا حشر سوائے تباہی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ بدمعاشی اتنی پھیل گئی ہے کہ ہزاروں کنواری کہلانے والی لڑکیوں میں سے ایک بھی نہ ملے گی جو درحقیقت کنواری ہو۔ اس پر ایک طالب علم لڑکی نے سوال کیا کہ

What about your daughter?

"آپ کی اپنی صاحبزادی کا کیا حال ہے" ؟ تو اس نے جواب دیا "Same as yours"

"وہی جو تمہارا"

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تہذیب و شائستگی کے علمبردار بن کر سات سمندر پار سے ہمیں اخلاق کا سبق پڑھانے کے لئے آئے ہیں۔ خدا نہ کرے کوئی ہندوستانی معیار اخلاق کی ان بلندیوں تک پہنچنے کی جرأت کر سکے۔

تازہ مردم شماری

مردم شماری کے تازہ اعداد و شمار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں ہندوؤں کی آبادی جہاں ۱۹۲۱ء میں ۳۱ فیصدی تھی وہاں اب ۲۶ فیصدی رہ گئی ہے۔ گویا دس سال میں ۵ فیصدی ہندو کم ہو گئے اور صرف پنجاب ہی پر کیا منحصر ہے سارے ہندوستان میں ہندوؤں کی آبادی میں کمی واقعہ ہوئی ہے۔ حالانکہ گزشتہ دس سال کے عرصہ میں ان کی طرف سے شدھی پر بہت زور دیا جاتا رہا ہے۔

اس کے بالمقابل مسلمانوں کی آبادی میں معتدبہ اضافہ ہوا ہے۔ اور یہ کہنا غیر حق بجانب نہیں کہ پنجاب میں مسلمانوں کے حقوق اب ۵۶ فیصدی سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ جس کا آئندہ دستور اساسی میں خیال رکھا جانا ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی قابل غور امر ہے کہ ہر مردم شماری کے موقع پر ہندوؤں کی تعداد میں کمی اور مسلمانوں میں اضافہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندو مذہب کے اصول فطرت انسانی کے صریحاً خلاف ہیں۔ اور اسلام درحقیقت فطرت کا مذہب ہے۔ اس حقیقت کو ہمارے ہندو بھائی اب بھی نہ سمجھیں اور دین فطرت کی طرف توجہ نہ کریں تو اس کو ضد اور ہٹ کے سوائے اور کیا کہا جائے۔

علامات مسیح

معاصر "زمیندار" نے اپنی ۱۴ اگست ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں ابن ماجہ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ جب حضرت مسیح تشریف لائیں گے تو "ہر زہر دار جانور کا نیش دور کیا جائے گا یہاں تک کہ ایک لڑکا اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں ڈالے گا اور اس کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا۔ اور ایک لڑکی شیر کو بھگاتی پھرے گی۔ اور شیر اس کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

معاصر ممدوح ہمیں دعوت دیتا ہے کہ:۔

"اگر بقول شما مرزا صاحب آنجہانی مسیح موعود تھے تو آؤ تم ایک چھوٹے سے سانپ کے منہ میں ہاتھ نہیں صرف انگلی ہی ڈال کر ہمیں دکھا دو۔ اگر سانپ کاٹ کھائے اور تم نہ مرے اور اگر تمہاری لڑکیاں ایک مریل شیر کو بھگاتی پھریں اور شیر ان کے پرخچے نہ اڑائے تو بے شک مرزا صاحب مسیح موعود ہیں"

یہ تو ہر روز کا ہمارا مشاہدہ ہے کہ جہاں کہیں کسی مسیحی کے سامنے کوئی احمدی آجائے خواہ وہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو تو اس کا نیش اس طرح سے دور ہو جاتا ہے۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ کسی احمدی کی موجودگی میں لاکھ دفعہ کسی مسیحی کو چھیڑو۔ مجال ہے کہ وہ نیش زنی کی جرأت کر سکے۔

رہا لڑکیوں کا شیروں کو بھگانا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ کہ احمدی لڑکیوں نے بڑے بڑے مولویوں اور شیر پنجاب کہلانے والوں کے ناطقے بند کر دیئے ؟

صرف یہی نہیں یہ حدیث اپنے ظاہری معنوں میں بھی پوری ہو چکی ہے۔ اگر اطمینان نہیں تو کسی سرکس میں جا کر دیکھو کہ کس طرح شیر اور وحشی درندے لڑکیوں کے ہاتھوں پر ناچتے اور ان سے خوف کھاتے ہیں۔

کیا اب بھی آپ کو مسیح موعود کے ماننے میں انکار رہے؟

ضروری اطلاع

جن خریدار صاحبان کا چندہ اخبار جولائی۔ اگست۔ ستمبر میں ختم ہوتا ہے ان کو باقاعدہ اطلاع دی جا چکی ہے ازراہ کرم وہ بہت جلد روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ ورنہ ان کی خدمت میں وی پی ارسال ہوں گے۔ جن کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔

(مینجر)

بحث دجال و یاجوج ماجوج

یا

احادیث نبوی میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر

(۸)

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

قتل دجال اور مسیح موعود

شاید اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے دجال کا پتہ بتایا اور ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ صلعم کی آواز بلند کی۔ لیکن بعض قلوب میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود وہ شخص ہو سکتا ہے جو دجال کو قتل کرے اور حضرت مرزا صاحب نے دجال کو قتل نہیں کیا۔ اس میں شک نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کے دجال کو قتل کرنے کا ذکر آتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ قتل دجال سے مراد کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ جب دجال ایک فرد واحد کا نام نہیں بلکہ ایک قوم یا چند اقوام کا نام ہے تو اس کے قتل سے مراد بھی سچ مچ ایک انسان کا قتل کرنا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی ساری عیسائی اقوام یا یورپ اور امریکہ کی اقوام کا قتل مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان اقوام کا تا قیامت موجود رہنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ یعنی حضرت عیسےٰ کے پیرو ان کے منکروں پر قیامت تک غالب رہینگے جس سے لازم آتا ہے کہ آپ کے متبع اور منکر دونوں قیامت تک موجود رہیں۔ لازماً قتل دجال سے کوئی مجازی معنے مراد ہوں گے اور وہ قتل مراد نہیں لیا جا سکتا جو عوام کے ذہن میں ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب دجال کے متعلق جو کچھ ذکر ہے وہ سب استعارہ اور مجاز کے طور پر ہے۔ اس کی جنت نے الواقع جنت نہیں نہ اس کی آگ نے الواقع دوزخ ہے۔ اس کی پانی کی یا آگ کی نہریں۔ اس کا روٹیوں کا پہاڑ۔ اس کا گدھا۔ اس کا مینہ برسانا اس کا مردوں کو زندہ کرنا یہ سب کچھ بطور مجاز ہے۔ تو اس کا قتل بھی مجازی ہونا چاہیئے۔ اگر احادیث پر غور کیا جائے تو وہاں بھی قتل دجال کا معاملہ مشکلات سے پر نظر آتا ہے۔ اول تو الفاظ جو احادیث میں دجال کے متعلق آتے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ دجال خود بخود پگھل جائے گا۔ جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ ذاب کما یذوب الملح فی الماء۔ ینماث کما ینماث الملح فی الماء۔ تو جب وہ خود پگھل جائیگا تو اس کے قتل کرنے کے معنے کیا ہوئے۔ دوسرے انہی احادیث میں ہے "ویحل الکافر یجد ریح نفسہ الا مات ونفسہ ینتھی حیث ینتھی طرفہ۔ کسی کافر کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسیح موعود کا سانس اس تک پہنچے مگر وہ مر جائے گا۔ اور اس کا سانس وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں تک اس کی نظر پہنچے گی۔ تو جب دجال ایک کافر قوم کا نام ہے پھر قتل دجال اس سے علاوہ کیا چیز ہے؟

دجال قتل ہوتا ہے یاجوج ماجوج نہیں، اسکی وجہ!

یہ امر ثابت شدہ ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ دجال اس کا نام بلحاظ اس کے دجل اور فریب ہی کے ہے۔ اور یاجوج ماجوج اس کا نام بلحاظ اس قوت کے ہے۔ تو اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ احادیث میں یہ ذکر کیوں ہے کہ مسیح موعود دجال کو قتل کر دے گا۔ لیکن یاجوج ماجوج کو قتل کرنے پر قادر نہ ہوگا اگر دجال قتل ہو گیا تو یاجوج ماجوج بھی ساتھ ہی قتل ہو گئے۔ فیوحی الی المسیح انی قد اخرجت عباداً لی لا یطیق قتلھم الا انا۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۰۲۱) میں نے اپنے کچھ بندے نکالے ہیں۔ جن کے قتل کرنے پر میرے سوا کوئی قادر نہیں اور نواس بن سمعان کی مشہور حدیث میں ہے فیطلبہ حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ ثم یاتی عیسیٰ قوم ...... فبینما ھو کذالک اذ اوحی اللہ الی عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی لا یدان لاحد بقتالھم فحرز عبادی الی الطور ویبعث اللہ یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۳) پھر (حضرت عیسیٰ) اسے (یعنی دجال کو) تلاش کریں گے۔ یہاں تک کہ اسے باب لد میں پائیں گے۔ اور قتل کر دیں گے۔ پھر حضرت عیسےٰ کے پاس ایک قوم آئے گی ...... اور وہ اس حال میں ہوں گے جب کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسےٰ کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے اپنے کچھ بندے نکالے ہیں جن کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت کسی کو نہیں۔ اس لئے میرے بندوں کو طور پر پناہ میں لیجاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو اٹھائے گا اور وہ ہر ایک بلندی سے نکل پڑیں گے۔ اب دجال قتل بھی ہو جاتا ہے اور حضرت عیسےٰ کے دم میں اتنی برکت بھی ہے کہ جس کافر کو پہنچے وہ مر جاتا ہے۔ اور دم بھی حد نظر تک پہنچ جاتا ہے لیکن باایں یاجوج ماجوج ایسی زبردست ہستیاں ہیں کہ ان سے پناہ لینے کے لئے پھر طور کی طرف رجوع کی ہدایت کی جاتی ہے۔ بجائے اس کے کہ یاجوج ماجوج حضرت عیسےٰ کے دم سے مریں حضرت عیسےٰ ان سے پناہ لیتے پھرتے ہیں۔ اور یہ ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کے ساتھ جنگ کرنے کی یا ان کو قتل کرنے کی طاقت حضرت عیسےٰ کو بھی نہیں اور دجال کو قتل کرنے سے حاصل کیا ہوا جب اس سے زبردست قومیں آ موجود ہوئیں۔ پس قتل دجال سے مراد ایک شخص کا قتل نہیں کیونکہ دجال ایک شخص ہی نہیں نہ ان اقوام کا مغلوب ہو جانا ہے۔ کیونکہ باوجود قتل دجال کے یہ اقوام اسی طرح موجود رہتی ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھی ہوتی ہے کہ تم ان کا مقابلہ کر کے انہیں مغلوب نہیں کر سکتے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اقوام کا فتنہ بر رنگ مذہب دجال کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ کہ لوگوں کو فریب دہی سے صداقت اسلامی سے پھیر دیں گے۔ اور یاجوج ماجوج کی حیثیت میں ان کا فتنہ ملکی رنگ میں ہے۔ جس رنگ میں وہ من کل حدب ینسلون کے۔ لا یدان لاحد بقتالھم کے مصداق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قتل دجال تو ہو جاتا ہے۔ مگر یاجوج ماجوج پھر بھی رہ جاتے ہیں۔ گویا ان کے مذہبی فتنہ کا علاج تو مسیح موعود کر لیتا ہے مگر ان کا ملکی فتنہ دور کرنا اس کا کام نہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کوئی اور سامان پیدا کر دے گا۔ ممکن ہے یہ علاج اسی طرح ہو جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ وترکنا بعضھم یومئذ یموج فی بعض۔ یعنی وہ خود ہی ایک دوسرے کو تباہ کر دینگے یا یہ علاج ہو کہ ان کا بڑا حصہ مسلمان ہو جائے۔ جس کی طرف اشارہ طلوع الشمس من مغربھا میں ہے۔ یعنی مغرب سے صداقت اسلام کا آفتاب طلوع کرے گا۔ اور ممکن ہے احادیث میں جو ذکر آتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دجال کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اس میں بھی یہی اشارہ ہو کہ وہ بالآخر مسلمان ہو جائے گا۔ اور ایک حدیث میں جو مسیح کے مغرب کی طرف سے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں بھی یہی اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ کا دجال کو دلائل سے مغلوب کرنے کا خیال اور قتل دجال کی حقیقت

احادیث کو اگر غور سے پڑھا جائے تو یہ توجیہ جو قتل دجال کی اوپر کی گئی ہے اس کی مزید شہادت خود احادیث سے ملتی ہے ایک نہیں متعدد احادیث ہیں۔ یہ لفظ آتے ہیں۔ وان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ وان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۶ و ۲۰۲۷) اگر وہ نکلے اور میں تمہارے درمیان ہوں تو میں اس سے بحث کر کے اسے مغلوب کر دونگا۔ اور اگر وہ نکلے اور میں تمہارے درمیان نہ ہوں تو ہر شخص اپنی ذات سے اس سے بحث کرے۔ اور بعض احادیث کے الفاظ یوں ہیں فان یخرج وانا بین اظھرکم فانا حجیج لکل مسلم وان یخرج فیکم بعدی فکل امرئ حجیج نفسہ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ [illegible] و [illegible]) نہایہ میں انا حجیجہ کے معنے میں لکھا ہے ای محاجہ ومغالبہ باظہار الحجۃ علیہ والحجۃ الدلیل والبرہان۔ یعنی حجیج کے معنی ہیں اس سے بحث کرنے والا اور اس پر غالب آنیوالا حجت کے ذریعہ سے۔ اور حجت دلیل اور برہان ہے۔ اب ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر خود رسول اللہ صلعم کے سامنے بھی دجال ہوتا تو آپ اس پر بذریعہ دلائل اتمام حجت کرتے تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت تو اس سے دلائل سے بحث کریں اور حضرت عیسےٰ بحث کا نام نہ لیں بلکہ اسے قتل کر دیں۔ اگر فی الواقعہ دجال قابل قتل تھا تو اگر آنحضرت صلعم کے سامنے بھی نکلتا تو چاہیئے تھا کہ آپ اسے قتل کر دیتے۔ یا کروا دیتے۔ اور اگر آپ اسے قتل کرنے کا نام نہیں لیتے بلکہ اسے دلائل و براہین سے مغلوب کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ تو یہی کام حضرت عیسےٰ کر سکتے ہیں۔ وہ آنحضرت صلعم سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کے اسے قتل کرنے سے وہی مراد ہے جو آنحضرت صلعم کے حجیج ہونے سے۔ یعنی مراد اس سے یہی ہے کہ دلائل کے ذریعے سے مغلوب کریں گے۔ یا اس کی شر سے لوگوں کو محفوظ کر دینگے یا اس کی دعوت کا ابطال کر دیں گے۔ کیونکہ یہ اس پر شعبہ ہی ہے۔ کہ اس کی دعوت کو باطل کیا دیا گیا۔ اور اس کی شر سے لوگوں کو بچایا جائے۔ ...... قتل کے یہ معنے لغت عرب میں آتے ہیں۔ چنانچہ نہایہ میں جو لغت حدیث کی کتاب ہے لکھا ہے۔ کہ حدیث سقیفہ میں قتل اللہ سعداً کے معنے ہیں دفع اللہ شرہ اللہ تعالیٰ اس کی شر کو دور کرے اور جہاں

دو خلیفوں کی بیعت کے ذکر میں ہے فاقتلوا الاخر وہاں معنے کئے ہیں ابطلوا دعوتہ۔ اس کی دعوت کو باطل کردو۔ پس جب لفظ قتل دیگر احادیث میں ابطال دعوت یا دفع شر کے معنے میں استعمال ہوا ہے اور قتل دجال سے مراد سچ مچ ساری عیسائی اقوام کا قتل نہیں۔ تو لازماً اس سے مراد وہی دوسرے معنے لئے جائیں گے۔ جن میں یہ لفظ حدیث میں استعمال ہوا ہے۔ اور جس کو اہل لغت نے تسلیم کیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جب آنحضرت صلعم نے اپنی نسبت یہ فرمایا کہ اگر آپ خروج دجال کے وقت زندہ ہوں تو آپ اسے بذریعہ دلائل مغلوب کریں گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ اس وقت زندہ نہ ہوں۔ فامرؤ حجیج نفسہ تو ہر مسلمان اپنی طرف سے یہی کام کرے تو حضرت عیسے کے قتل دجال سے کوئی اور معنی مراد لینا احادیث کی صراحت کے خلاف چلنا ہے۔

مزید شہادت کہ قتل دجال سے مراد اس کی دفع شر ہے

دیگر احادیث پر غور کیا جائے تو قتل دجال سے اس کی دفع شر مراد ہونے پر مزید شہادت ملتی ہے کتنی احادیث ہیں جن میں یہ ذکر آتا ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی آیات یا آخری آیات پڑھے وہ دجال کے شر سے محفوظ رہے گا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال لوگوں کو قتل نہیں کرتا پھرے گا۔ بلکہ ان کے دلوں میں وساوس پیدا کرکے ان کو حق سے پھیرنے کی کوشش کرے گا۔ تو اس کی شر سے بچنے کا طریق بتا دیا کہ سورۂ کہف کو پڑھ لیا کرو۔ مقام غور ہے کہ جس کی شر کا ازالہ دوسرے طریق پر ہو سکتا ہے اس کے قتل کرنے کی ضرورت کیا ہے اور اس کا قتل کرنا جائز کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات کہ دجال کا کام دلوں میں شبہات پیدا کرنا ہے نہ ان کو مارنا اور لوٹنا۔ تمام احادیث دجال سے ظاہر ہے اور ایک حدیث میں صاف الفاظ بھی ہیں فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مومن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبھات۔ اور پھر کسی حدیث میں ہے طعام المومن فی زمن الدجال طعام الملائکۃ التسبیح والتقدیس فمن کان منطقہ یومئذ التسبیح والتقدیس اذھب اللہ تعالیٰ عنہ الجوع (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲) اور کسی میں ہے من قال اللہ ربی یموت علی ذالک فقد عصم من فتنۃ الدجال (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۳) اور کسی میں ہے ان اللہ تعالیٰ یعصم المومن یومئذ بما عصم بہ الملائکۃ من التسبیح۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۹) اس قسم کی احادیث سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس سے ایک مسلمان دجال کے فتنے سے کلی طور پر محفوظ رہ سکے گا۔ اور یہاں یہ مراد نہیں کہ سچ مچ انسان اس وقت روٹی کھانا چھوڑ دیں گے اور تسبیح وتقدیس سے پیٹ بھریں گے بلکہ مراد یہاں اس کے فتنے سے محفوظ رہنا ہے اس میں شک نہیں کہ بعض احادیث میں دجال سے جنگ کا ذکر بھی ہے۔ جس طرح فارس وروم سے جنگ کا ذکر ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ صلیبی جنگوں کی طرف اشارہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں اشارہ ان لڑائیوں کی طرف ہو جو جنگ عظیم میں ترکوں اور انگریزوں میں ہوئیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آئندہ بھی کوئی جنگ پیش آئے۔ لیکن ایک بات جو قطعی اور یقینی ہے وہ یہ ہے کہ دجال کے اس فتنے کا علاج جو مذہب سے تعلق رکھتا ہے روحانیت سے ہے۔ اس لئے کبھی یہ فرمایا کہ میں اگر زندہ ہوا تو اسے دلائل اور براہین سے مغلوب کروں گا۔ اور یہی نصیحت مسلمانوں کو فرمائی کہ اگر میرے بعد وہ ظاہر ہو تو تم نے ایسا ہی کرنا۔ کبھی فرمایا کہ تم سورۂ کہف کی طرف رجوع کرنا۔ کیونکہ اس میں بالخصوص عیسائیت کی تاریخ اور اس کے عقائد کا ذکر ہے گویا اس سے مطلب یہی تھا کہ قرآن کریم کی طرف رجوع کرکے اپنے اندر قوت پیدا کرو کبھی فرمایا۔ تسبیح وتقدیس کی طرف رجوع کرنا۔ کیونکہ اس ذریعہ سے ان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا ہو کر اس کے اندر روحانی قوت پیدا ہوتی ہے نزول مسیح کی غرض بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کے اندر ان ذرائع سے روحانی قوت پیدا کی جائے۔ اس لئے مسیح کا قتل دجال بھی یہی ہے۔ کہ اس کی دعوت کا ابطال کیا جائے اور اس کے شر سے لوگوں کو محفوظ کیا جائے۔

پادری فتنۂ مذہبی کے نمائندے ہیں

چونکہ نزول مسیح کا تعلق ابتداءً دجال کے مذہبی فتنے کے دور کرنے سے ہے۔ اور سیاسی یا ملکی فتنہ جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے یا تو اسی ذریعے سے دور ہو جائے گا۔ اور یا جیسا کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کچھ اور اسباب پیدا کرے گا مثلاً ان کی باہمی آویزش اور چونکہ مذہبی فتنے کے نمائندے پادری صاحبان ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں پادریوں کو سب سے آگے رکھا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ نے جو نشانات بیان کئے ہیں مثلاً ان کی دنیوی آنکھ کا تیز ہونا یا ان کی تیز رفتار سواریاں یا مادی اسباب پر ان کا تصرف یا دنیا میں ان کا غلبہ وہ بحیثیت مجموعی اقوام یورپ پر صادق آتے ہیں۔ اور آپ نے صاف طور پر نام بھی ان اقوام کا لیا ہے۔ بلکہ ان میں خصوصیت سے دو سب سے بڑی قوموں یعنی روس اور انگریزوں کا ذکر کیا ہے مگر ہاں

> **پیغام صلح** لاہور
>
> **دو ماہ کے لئے ہفتہ وار**
>
> کسی وجہ سے "پیغام صلح" آئندہ دو ماہ یعنی ستمبر اور اکتوبر میں بجائے ہفتہ میں دو بار کے ہفتہ میں ایک بار شائع ہوا کرے گا۔ لاہور سے ہر جمعہ کو روانہ ہو کر ہفتہ کے دن قارئین کرام کی خدمت میں پہنچ جایا کرے گا۔
>
> منیجر

آپ نے زیادہ زور پادریوں کے دجال ہونے پر دیا ہے۔ پس یہ کہنا درست نہیں کہ آپ نے دجال اور یاجوج ماجوج کی پیشگوئیوں کا مصداق یورپ کو نہیں بلکہ پادریوں کو قرار دیا ہے۔ آپ نے مصداق تو یورپ کو ہی قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ آپ کی بعثت ان کے مذہبی فتنے کو دور کرنے کے لئے تھی۔ اس لئے آپ نے زیادہ زور پادریوں کے فتنہ پر دیا ہے۔ اور اگر واقعات پر غور کیا جائے تو پادری ہی سیاسی فتنوں کے پیدا کرنے والے بھی ہوئے ہیں۔ کیونکہ جہاں جہاں یورپ نے ایشیا یا افریقہ میں تصرف حاصل کیا وہ اسی طرح کیا کہ پہلے وہاں پادری پہنچے۔ اور مذہبی تبلیغ کا نام لیکر رسوخ پیدا کیا۔ پھر آہستہ آہستہ وہاں اس قوم کا قدم جمتا گیا۔ گویا یوں کہنا چاہئے کہ مسیح موعود نے ہی پادریوں کو دجال ہونے میں مقدم نہیں کیا۔ خود دجال نے بھی پادریوں کو ہی آگے رکھا ہے۔ وہ مذہبی رنگ میں بھی اپنا کام کرتے اور لوگوں کو باطل کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور دجال کی سیاست کی سفرمینا کا کام بھی دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی نظر ان اقوام کے حالات کے متعلق کس قدر تیز تھی۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں ہمہ تن منہمک۔

— جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے صاحبزادے بشیر حسین صاحب کے ایک خط کا اقتباس کسی دوسری جگہ درج ہے۔ آپ کا ایک اور خط ولایت سے . . . . . حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہوا ہے جس میں لکھتے ہیں:-

"میں نہیں چاہتا کہ جناب کے قیمتی وقت میں سے کچھ زیادہ وقت ضائع کروں۔ مگر صرف دعا کے لئے عرض کرتا ہوں۔ خاص دعا جو کہ درد دل سے نکلے اور نکلتی رہے۔ امید ہے یہ دعائیں ضرور اثر لائیں گی۔ اور مجھے اس قابل بنا دیں گی کہ میں قوم مذہب اور ملک کی خدمت کر سکوں۔ اور بس۔ ذاتی اغراض ہوتی ہیں اور مجھ میں بھی ہیں مگر یہ حیوانی صفت ہے جو انسان کے اندر بہت کم ہونی چاہئے۔ اس لئے میں بھی دعا کرتا رہتا ہوں اور آپ بھی دعا کریں کہ اس کفرستان سے خدا، وہ خدا جس پر کہ مجھے کامل ایمان اور بھروسہ ہے اور جو ہماری ہر چیز پر قادر ہے مجھے اعلیٰ انسان بنا کر واپس بھیجے۔ یہاں کی اچھی چیزیں میں اخذ کر سکوں اور بدیوں سے بچا رہوں۔ یہ بھی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور بعد میں مجھے دنیوی کامیابی عنایت فرمائے۔ تاکہ اپنے نفس کے ماسوا اپنے مذہب، قوم اور ملک کی خدمت کر سکوں اس روپے اور رسوخ سے جو مجھے اللہ تعالیٰ عنایت فرمائے۔ آمین"

یہ الفاظ ہر فرد جماعت بالخصوص نوجوانان ملت کی توجہ کے قابل ہیں۔ یقیناً یہی پاک جذبات ہماری آئندہ فلاح وبہبودی کا موجب ہو سکتے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عزیز بھائی کو دینی ودنیوی حسنات سے بہرہ ور فرمائے اور وہ قوم کے لئے بہترین نمونہ کا کام دیں۔ احباب کرام ان کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔

— مسمیٰ چراغ دین ولد نظام الدین مرحوم ساکن جموں محلہ جگی پیشہ ترکھان نے (مدت ہائے مدید سے باپ دادا جموں میں رہتے ہیں) ۲۴ اگست کو اپنے پہلے مذہب عیسائیت کو ترک کرکے حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اس کا پہلا نام چراغ دین برقرار رکھا گیا۔

— نہایت افسوس سے سننے میں آیا ہے کہ جناب مولانا عبد الہادی صاحب کی صاحبزادی کا انتقال ۲۰ اگست کو ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ مرض سل سے دو ماہ بیمار رہیں۔ اب مولانا کا صاحبزادہ عبد الباری جو اسلامیہ کالج لاہور میں ایف اے میں داخل ہوا تھا بیمار ہو گیا ہے۔ احباب سے درخواست ہے کہ درد دل سے دعا کریں۔

ڈاکٹر سید احمد صاحب کے لئے بھی احباب دعا کریں ان کو بھی اب تک کامل صحت نہیں ہوئی۔

— جناب مولوی عزیز بخش صاحب اسسٹنٹ سکرٹری تقریباً ایک ماہ کے لئے اپنے صاحبزادے میاں رحیم بخش صاحب سپرنٹنڈنٹ نمک جہلم صاحب کے پاس تشریف لے گئے ہیں ان کی ذاتی خط وکتابت مذکورہ بالا پتہ پر کی جائے۔

مسیحیت بلادِ اسلامیہ میں

دشمنِ اسلام ڈاکٹر زویمر کی جدید تجاویز!

دو جدید مطبوعات

یورپ کی جدید مطبوعات میں تبلیغ مسیحیت کی توسیع کے متعلق دو کتابیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ان میں سے ایک کا مصنف مشہور دشمن اسلام پادری زویمر ہے جس میں مستقبل میں دنیائے اسلام میں تبلیغ مسیحیت کی توسیع کے امکانات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور خاص طور پر عیسائی طلبا اور نوجوانوں کو مخاطب کیا گیا ہے دوسری کتاب مسیحی طلبا کی جمعیت کے ناظم عمومی مسٹر گارڈنر نے لکھی ہے اور اس میں خصوصیت کے ساتھ جنوبی افریقہ میں تبلیغ کے امکانات سے بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں کتابیں اڈنبرگ کی تبلیغی کانفرنس کی اس قرارداد کے ماتحت لکھی گئی ہیں جس میں عیسائی مبلغوں کو عالم اسلام اور افریقہ اور ایشیا کے ان خطوں کی طرف متوجہ کیا گیا تھا جو اب تک مسیحیت سے بیگانہ ہیں۔ اور عیسائی مبلغ ان میں نہیں پہنچ سکتے۔

جن علاقوں میں مسیحیت نہیں گئی

زویمر نے اپنی کتاب کے ابتدائی حصہ میں ان بلاد اسلامیہ کا تذکرہ کیا ہے جو عیسائی مبلغوں سے خالی ہیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ افغانستان کے ۴ ملین دلعباس زویمر) اور بخارا۔ خیوا اور روسی ترکستان کے بیس ملین مسلمانوں میں ایک بھی عیسائی مبلغ نہ ہونے کو بہت اہمیت دی ہے۔

پھر ان اسلامی ممالک کا تذکرہ کیا ہے جن میں عیسائی مبلغ موجود تو ہیں لیکن ناکافی ہیں اور لکھا ہے۔ کہ چینی ترکستان کے مسلمان عیسائی مبلغوں کو انشراح قلب کے ساتھ خوش آمدید کہتے ہیں اور وہ دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے کم متعصب ہیں اور نوجوان مبلغوں کو اس امر کی طرف خاص توجہ دلائی ہے کہ ہندوستان اور روسی ترکستان کے رستہ پر جو کوہ قرہ قرم سے گذرتا ہے بہت زیادہ مبلغوں کی ضرورت ہے کیونکہ یہ رستہ بہت اہم ہے اور چینی مسلمان فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ اسی رستہ سے جاتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ سائبیریا کے بت پرست بہت سہولیت سے مسلمان ہوتے جا رہے ہیں اور اندوچائنا کے ۲ لاکھ ۳۲ ہزار مسلمانوں میں صرف ایک مشنری کام کر رہا ہے

بلاد عرب میں مسیحیت

اس کے بعد زویمر نے بلاد عربیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ جزیرۃ العرب جو مہد اسلام ہے مسیحیت کے لئے اب تک مستقل خطرہ بنا ہوا ہے اور عدن اور جزیرہ کے مشرقی ساحل کے چار تبلیغی مراکز کا عدم وجود برابر ہے اور وہ جزیرہ سقطرہ کو جو پہلے مسیحی تھا۔ خالص مسلم جزیرہ بن جانے سے نہیں روک سکے۔

زویمر نے پیشگوئی کی ہے کہ حجاز ریلوے جو دمشق کو مکہ اور مدینہ سے ملا دیگی آئندہ عربی زبان میں انجیل کی نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ ہوگی اور بلاد عربیہ میں تبلیغ مسیحیت اس علاقہ میں سب سے زیادہ کامیاب ہو سکتی ہے۔ جو بغداد اور بصرہ کے مابین واقع ہے۔ بشرطیکہ اس میں دو عظیم الشان اور ۳ متوسط درجہ کے تبلیغی مرکز قائم کر دیئے جائیں۔

جزائر ملایا کے مسیحی مبلغین

اقالیم ایشیا کے خاتمہ پر زویمر نے جزائر ملایا کی طرف اشارہ کیا ہے اور سوال کیا ہے کہ یہ جزائر اگر اسلام کے قبضہ میں رہے تو ہمیں کیا کرنا ہوگا۔ پھر خود ہی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ غربی سوماترا کے ۲۵۰۰۰۰۰ باشندے عیسائی ہو چکے ہیں لیکن جزائر بالی کے علاوہ بورنیو اور دوسرے جزائر میں اسلام سرعت سے پھیل رہا ہے۔ سنگاپور اور جزائر ملایا میں ہمارے کافی مبلغ موجود ہیں لیکن وہ اسلام سے متصادم ہونے سے کتراتے ہیں۔ حالانکہ انہیں ان دشواریوں سے دوچار نہیں ہونا پڑتا۔ جو بلاد عرب اور فارس میں تبلیغ مسیحیت کرنے والوں کو پیش آتی ہیں۔

اس کتاب میں ہندوستان اور چین کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان میں بھی عیسائی مبلغ کم ہیں اور شکایت کی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے۔

افریقہ میں مسیحیت کی کامیابی

اس کے بعد زویمر نے افریقہ کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وسط افریقہ میں تبلیغ عیسائیت کی کامیابی کے وسیع امکانات موجود ہیں اور جو طویل و عریض خطے ساحل سے صرف سو میل کی مسافت پر واقع ہیں ان کے باشندوں کی تعداد پچاس ملین سے بھی زیادہ ہے اور ان میں اسلام سرعت کے ساتھ مقبول ہو رہا ہے۔ لیکن اب تک انجیل کی ایک آیت بھی وہاں نہیں پہنچی ہے۔ طرابلس الغرب۔ تیونس اور الجزائر میں کل چار تبلیغی مرکز ہیں

مسیحیت کی کامیابی کا انحصار

کتاب کے دوسرے حصہ میں زویمر نے تبلیغ سے متعلق اجتماعی مسائل پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ گزشتہ سو سال میں مبلغ کی کامیابی اس کے زہد و تقوی اور روحانیت پر منحصر تھی لیکن اب یہ کامیابی اجتماعی اور معاشرتی اسباب پر موقوف ہو گئی ہے اور پہلے ان سے زیادہ سے زیادہ دشمنی کی وجہ صرف یہ خیال کی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کو تبدیل مذہب کی دعوت دیتے ہیں لیکن اب تبدیل مذہب بذات خود چنداں اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اگر مبلغ لوگوں کی معاشرت بلند کرنے اور ان کی اجتماعی حالت سدھارنے کی طرف توجہ کریں تو وہ عیسائیت کی طرف خود بخود مائل ہوں گے اور انہیں احساس ہوگا کہ جو ممالک یسوع مسیح کی برکت سے خالی ہیں۔ وہ ذلت و نکبت میں مبتلا ہیں اور ان کے باشندے وحشیانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اسلامی سوسائٹی کی حالت

اسلامی سوسائٹی کی اصلاح کے سلسلہ میں زویمر نے لکھا ہے۔ کہ عرب اور افریقہ میں بردہ فروشی اب بھی موجود ہے . . . .

. . . . اور اسلامی قرآنی قوانین اہل یورپ کے علی الرغم اب تک اس تجارت کی حمایت کر رہے ہیں (نعوذ باللہ) جزیرۃ العرب۔ منگولیا۔ افغانستان۔ صومال اور افریقہ وغیرہ کی اقتصادی تباہی اور ان کی خانہ جنگی وغیرہ کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ دعا تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اعتقاد اسلامی خاندانوں کو پستی کی طرف لے جا رہا ہے اور ان کی حالت روز بروز پست سے پست تر ہوتی جا رہی ہے۔ اپنی کتاب کا یہ باب ان پر ختم کیا ہے۔

ابتدا اثر نشر مسیحیت اور اس کے بعد نشر مدنیت مسیحیت کے لئے بعید خطرناک ہے۔ ہمارے مبلغین کو عیسائیت کے پھیلانے سے قبل مذکورہ ممالک میں ترقی یافتہ تمدن پھیلانے کی سعی کرنی چاہئے۔ آخر میں اپنے مبلغوں کو یہ راز بھی بتایا ہے کہ بلوچستان اور افغانستان کے مشائخ اپنے فرائض تبلیغ سے غافل ہیں۔

دگارڈنز کی کتاب کا خلاصہ انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں پیش کیا جائے گا۔ (الفتح قاہرہ)

تلاش روزگار

ایک دوست لکھتے ہیں کہ بندہ کے والد صاحب عرصہ ایک سال سے بیکار ہیں انہوں نے عرصہ ۲۵ سال ٹھیکیداری کا کام لکڑی اور عمارت کا کیا ہے۔ سر گنگا رام آنجہانی کے ماتحت بطور ٹھیکیدار انہوں نے ۲۵ سال متواتر کام کیا ہے۔ دہلی دربار میں۔ الہ آباد نمائش میں۔ ریاست پٹیالہ میں (مہاراجہ کے محلات وغیرہ کا کام) اور بنارس ہندو یونیورسٹی کے وہ لکڑی کے کام کے چیف کنٹرکٹر تھے۔ دو سال سکھر بیراج میں وہ بطور ہیڈ مستری کام کرتے رہے ہیں۔ جہاں ان کی تنخواہ ۹۰ روپیہ ۹ روپیہ کرایہ مکان تھا۔

آج کل وہ بیکار ہیں امید ہے کہ جناب اپنے حلقہ احباب میں سعی فرما کر ان کے لئے کوئی جگہ بطور مستری یا سپروائزر کی کوشش فرمائیں گے۔ آپ کا یہ بڑا احسان ایک خاندان پر ہوگا امید ہے کہ جہاں آپ اور احباب کے اس قدر کام کرتے ہیں وہاں اپنے ایک خادم کا بھی کام کریں گے۔

اگر کسی دوست کی نظر میں کوئی ایسا کام ہو تو اس سے دفتر پیغام صلح کو مطلع فرمائیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۝ (۳: ۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۱۹ | لاہور ـ یوم شنبہ مطبوعہ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۵۲

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

خواتین کے لیئے دستکاری میں انعام

(از محترمہ بیگم صاحبہ شیخ عبدالعلی صاحب ای۔ اے۔ سی)

دستکاری کے ذریعہ اشاعت اسلام

یہ تیسرا سال ہے کہ احمدیہ انجمن خواتین لاہور کے زیر اہتمام دستکاری کے ذریعہ سے اشاعت اسلام میں حصہ لینے کی تحریک جاری ہے۔ اس مبارک کام نے ان خواتین کے لئے بھی جو چار دیواریوں کے گوشوں میں رہتی ہیں خدمت دین میں مدد دینے کا موقعہ مہیا کر دیا ہے۔ ہر ایک بہن خواہ وہ کہیں ہوں اس نظام کے ماتحت کام کرکے اپنی جماعت کی تقویت کا موجب ہوسکتی ہیں۔ اور اپنی عمر کے چند لمحے خدا کی راہ میں صرف کرکے اپنے لئے حقیقی مسرت و اطمینان قلب حاصل کرسکتی ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس نیک تحریک کی توسیع و تکمیل کے لئے دل و جان سے کوشش کریں۔

انعامات کی تجویز

میں نے ایک تجویز بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جو انہوں نے پسند فرمائی ہے اس لئے سب بہنوں کی اطلاع کے لئے اخبار میں شائع کی جاتی ہے وہ یہ کہ دستکاری میں حصہ لینے والی بہنوں کی حوصلہ افزائی کے لئے چند انعام مقرر کئے جائیں۔

(۱) دو انعام اول و دوم علی الترتیب ان دو بہنوں کو ملنے چاہئیں جو سب سے زیادہ عمدہ دستکاری بنائیں۔ اور ان سے کام وصول کرکے دیں۔

(۲) دو انعام اول و دوم علی الترتیب ان دو بہنوں کو دیئے جائیں جو سب سے زیادہ تعداد اور قیمت میں دستکاری تیار کردیں۔

(۳) دو انعام اول و دوم علی الترتیب ان دو بہنوں کو ملیں جو کوئی نادر اور کارآمد چیز بنا کر پیش کریں۔

انعامات کیا ہونگے

گویا کل چھ انعام ہوں گے اور ہر انعام میں دو چیزیں ہونگی ایک تو اسلامی لٹریچر پر کوئی کتاب ہوگی جس کی جلد پر انعام پانے والی کا نام سنہرے حروف سے لکھا ہوگا۔ دوسری کوئی اور چیز مثلاً ریشمی رومال خوبصورت قلمدان یا کوئی اور استعمال کی چیز ہوگی۔ ایک کمیٹی مقرر کی جائے گی جو یہ فیصلہ کرے گی کہ کونسی بہن انعام کی مستحق ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ سب بہنیں ۱۰ ؍ دسمبر تک اپنی اپنی اشیا بھیجدیں۔ یہ آخری تاریخ ہے جو بہن اس کے بعد بھیجیں گی وہ انعامی مقابلہ میں شامل نہ ہوسکیں گی۔ یہ انعام سالانہ جلسہ پر دیئے جائیں گے۔

اصلاح یا ترمیم کی دعوت

چونکہ وقت کم رہ گیا ہے اس لئے سب بہنوں سے درخواست ہے کہ اگر وہ اس تجویز کے متعلق کوئی ترمیم یا اصلاح چاہتی ہوں تو جلد بذریعہ اخبار مطلع کریں یا بیگم صاحبہ حضرت امیر کی خدمت میں لکھدیں۔ میں اپنی طرف سے اس انعام کے لئے پانچ روپے دیتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اور رقم بھی مہیا ہوجائے گی۔ ہر برادر دہ بہنوں کو اس میں حصہ لینا چاہیئے۔

نوجوان لڑکیوں کے لئے موقعہ

ہماری نوجوان لڑکیوں کے لئے بالخصوص موقعہ ہے کہ وہ دستکاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اس قابل فخر انعام کی حقدار بنیں کوئی بہن یہ خیال نہ فرمائیں کہ یہ لالچ ہے۔ ہرگز نہیں۔ جو کوئی فی سبیل اللہ کام کرے گا۔ وہ پائے گا وہ اللہ سے ہی اجر پائے گا۔ یہ تو صرف اپنی بہنوں کی حوصلہ افزائی اور اظہار شکریہ کے لئے انعام رکھے گئے ہیں۔ سب برادران کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس تحریر کو اپنی مستورات تک پہنچادیں اور تمام شہروں کے سکرٹری صاحبان سے عرض ہے کہ وہ اپنے اپنے شہروں کی خواتین سے دستکاری جمع کرکے ۱۰ ؍ دسمبر ۱۹۳۱ء سے قبل ہی روانہ کردیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر احباب بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔ اکتوبر کے پہلے ہفتہ میں تقریباً سب بزرگان ملت پہاڑی مقامات سے واپس لاہور آنے والے ہیں۔

— مولانا مولوی عبد الہادی صاحب کی صاحبزادی کے انتقال کی خبر گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہے۔ مولانا ممدوح آج کل بعض پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ عید اضحیٰ کے بعد پستول سے زخمی ہوا اور اس سلسلہ میں مقدمہ چلا۔ اس کا فیصلہ ہونے کے بعد لڑکی تپ دق سے بیمار ہو کر چل بسی اب نوجوان لڑکا جو ایف اے میں پڑھتا ہے اسی مرض میں مبتلا ہے۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ مولانا ممدوح کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادے کو صحت عطا فرمائے اور تمام پریشانیوں سے انہیں نجات بخشے۔

— ۱۴ ـ ۱۵ ستمبر کی درمیانی شب کو ایڈیٹر "پیغام صلح" کے مکان میں چور گھس آئے۔ گھر کے تمام لوگ بالائی منزل پر سو رہے تھے چور پانی کے نل کے ذریعہ دوسری منزل میں پہنچے اور ایک کمرہ اور کوٹھڑی کے قفل کسی ذریعہ سے کھول کر تمام سامان اور صندوق وغیرہ کی چھان بین کرتے رہے۔ کپڑوں کی ایک بہت بڑی گٹھڑی اور دو سوٹ کیس لے کر نیچے اترے لیکن خدا جانے کیا وجہ ہوئی کہ

لاہور کا ہنگامۂ انتخاب

اخلاق سوزی کے افسوسناک مناظر

(شیخ محمد انعام الحق صاحب ہوشیارپوری کے قلم سے)

گزشتہ ماہ لاہور میں میونسپل انتخابات کا ہنگامہ برپا رہا جس کا نتیجہ اسی مہینے کے آخری ہفتہ میں شائع ہو چکا ہے جو کچھ ہونا تھا ہو چکا - اب کامیاب و ناکام امیدواروں پر تبصرہ بے فائدہ ہوگا - اس لئے یہی بہتر ہے کہ ہم کامیاب ممبروں سے حسن کارکردگی کی توقع رکھتے ہوئے ان کی خدمت میں مبارکباد پیش کریں - لیکن ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ دوران انتخاب اور اس سے چند ہفتے قبل اکثر مسلمان امیدواروں اور ان کے حامیوں نے پروپیگنڈا کے نام سے جو کچھ کیا وہ حد درجہ افسوسناک اور قابل ملامت ہے اور ان اعمال و اخلاق کے ساتھ کوئی قوم کسی قسم کی ترقی و شرف حاصل نہیں کر سکتی - ان ایام میں کئی مرتبہ اس کے متعلق کچھ لکھنے کا خیال آیا لیکن اس وقت مسلمانان لاہور کی اکثریت کے جذبات کچھ اس قسم کے تھے جن کی موجودگی میں کسی بات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ممکن نہیں ہوتا - اس لئے خاموشی رہی بہتر سمجھی گئی - اب جبکہ یہ ہنگامہ ختم ہو گیا ہے کامیاب امیدواروں کی "فتح و نصرت" کا اعلان ہو چکا ہے ناکام امیدواروں کے حوصلے نکل چکے ہیں اور مسلمانان لاہور بھی حمایت و مخالفت کے مظاہروں سے سیر ہو چکے ہیں - ضرورت ہے کہ اس کے متعلق کچھ عرض کیا جائے - کاش ان گزارشات پر مسلمان ٹھنڈے دل سے غور کریں -

انتخابی بورڈ کی ناکامی

اخبار بین حضرات کو بخوبی معلوم ہوگا کہ انتخاب سے چند ماہ قبل لاہور کے چند دردمند مسلمانوں نے جن میں حضرت امیر ایدہ اللہ بھی شامل تھے - ایک انتخابی بورڈ قائم کیا اور مسلمان امیدواروں سے التجا کی کہ وہ اس بورڈ کو ثالث تسلیم کریں اور جو یہ فیصلہ کرے اس کو قبول کریں کیونکہ اس طرح ان کا بہت سا وقت اور روپیہ بچ جائے گا - اور قوم بھی مزید افتراق و خانہ جنگی سے محفوظ رہے گی - لیکن حالات نے رفاقت نہ کی - اور یہ بورڈ ٹوٹ گیا - اس کے بعد چند سمجھدار پھر آمادۂ عمل ہوئے اور نواب نثار علی صاحب اور چند دوسرے بزرگوں کی ہمت و کوشش سے ایک اور بورڈ وجود میں آیا - لیکن افسوس اس کو بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی - موخر الذکر بورڈ کی روئداد اور اس کے چند ارکان کے ذریعہ ہمیں جو حالات معلوم ہوئے ہیں وہ حد درجہ دل شکن اور افسوسناک ہیں - غرضیکہ یہ دونوں بورڈ ٹوٹ گئے مسلمان امیدوار اور ان کے حامی لنگر لنگوٹ کس کر انتخاب کے اکھاڑے میں آموجود ہوئے - اور لاہور کی اسلامی آبادی کی اکثریت جگہ جگہ اپنے قومی انتشار اور اخلاق باختگی کے مناظر پیش کرنے لگی -

اخلاق اسلامی کا جنازہ

اگر مذکورہ بورڈوں کے ذریعہ فیصلہ کر لیا جاتا تو مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ اور ہزاروں آدمیوں کا کئی کئی ہفتے کا قیمتی وقت ضائع نہ ہوتا - لیکن سچ ہے اس طرح مقابلہ کے ارمان کس طرح نکلتے - بیکاروں اور مفت خوروں کی دعوتوں کا انتظام کون کرتا - ووٹروں کی مٹھی کس طرح گرم ہوتی - شرکینہ لوگوں کی انتقام کی آرزوئیں کس طرح پوری ہوتیں - قصہ مختصر یہ کہ امیدواروں کا مقابلہ ہوا اور اکثر وارڈوں میں بہت سخت ہوا - اگر یہ مقابلہ شریفانہ مقابلہ ہوتا تو قوم کے لاکھوں روپے اور قیمتی وقت کے نقصان پر کسی طرح صبر کر لیا جاتا - لیکن صد افسوس اس مقابلہ میں بہت سے مسلمانوں نے اخلاق، اسلامی رواداری، اور ایمانداری کو ہاتھ سے دیدیا - جس پر ماتم کرنے سے کوئی دردمند اور سمجھدار مسلمان باز نہیں رہ سکتا -

مسلمانوں کا افلاس

مسلمان غریب قوم ہے - لاہور کے قریباً سب مسلمان روسا امراء، غیروں کے مقروض ہیں - لیکن کوئی ناواقف شخص انتخاب کے دنوں میں لاہور آکر دیکھتا تو مسلمانوں کی امارت دریادلی اور حوصلہ مندی کا قائل ہو جاتا - اور مسلمانوں کے فلاکت کو ایک افسانے سے زیادہ درجہ نہ دیتا - اکثر امیدواروں نے انتخاب میں حصہ لینے کے ارادے کے ساتھ ہی دوست احباب، محلہ والوں اور ہنرمندوں کی دعوتیں شروع کر دیں ان مسلمانوں کے گھروں میں جن کے ہاں سے کبھی بھوکے یتیم بچوں بیوہ عورتوں اور اپاہج و نادار سائلوں اور ہمسایوں کو ایک وقت کا کھانا میسر نہ آیا تھا ووٹروں اور ہنرمندوں کے لئے پرتکلف کھانے پکنے لگے - (اور اب ووٹروں کی طرف سے کامیاب امیدواروں کی دعوتیں ہو رہی ہیں -) بعض جگہ رنگین مزاج حضرات کے لئے رقص و سرود اور جام و صراحی کا اہتمام بھی کیا گیا - انا للہ وانا الیہ راجعون - اسلام جمہوریت کا علمبردار اول اور پاسبان اعظم ہے - لیکن آج اس کے فرزند مغربی جمہوریت کے سراب میں گرفتار ہو کر ان افعال کے مرتکب ہونے لگے ہیں کیا کوئی دماغ ہے جو ان المناک حقائق پر غور کرے - کیا کوئی صدائے حق ہے جو ان شرمناک افعال کے خلاف بلند ہو؟ کیا کوئی آنکھ ہے کہ جو ملت اسلامیہ کی اس دینی کمزوری اور اخلاقی تباہی پر آنسوؤں کے چند قطرے ہی بہا دے؟

شرمناک حرکات

خیر یہ پرتکلف دعوتیں اور رنگین محافل مکانوں کی چار دیواری اور بند کمروں میں ہوئیں - عام گزرگاہوں، بازاروں، دکانوں باغوں اور پولنگ سٹیشنوں پر اس سے بھی زیادہ افسوسناک اور شرمناک حرکات کی گئیں - سب سے پہلے پوسٹر بازی کا سلسلہ شروع ہوا - "خدام قوم" کی تعلیاں اور پر غرور چیلنج قابل دید تھے - پہلے "خدام قوم" متین، سنجیدہ اور منکسر مزاج ہوتے تھے - لیکن شاید اب یہ معیار بدل چکا ہے سب سے اول امیدواروں نے اپنی اپنی قابلیت اور قومی خدمات کی اشاعت کے لئے پوسٹر نکالے - پھر فرضی اور کرائے کے ناموں کے ساتھ اپنے حریفوں پر اعتراضات کی اشاعت کی اور یہ سلسلہ شرمناک ذاتی حملوں تک پہنچا ان ایام میں بہت سے ایسے پوسٹر بھی شائع کئے گئے جن کی تحریر و اشاعت سے کسی قسم کا بھی تعلق رکھنا ایک معمولی شریف آدمی کے لئے باعث ندامت ہے - امیدواروں کی زر پاشیوں کے طفیل "ادبی بدمعاشوں" کی ایک جماعت بھی میدان میں نکلی - وقتی اخبارات حشرات الارض کی طرح شائع ہونے لگے - ان میں جو جو کچھ لکھا گیا ہمیں اس کے اعادہ کا یارا نہیں - ان پوسٹروں اور اخباروں کے ساتھ ساتھ ہی سائن بورڈوں اور قطعات کی وبا پھیلی - ہر ایک گلی کوچے میں مختلف امیدواروں کی طرف سے بڑے بڑے بورڈ آویزاں کئے گئے - پنجابی تک بندوں کا ایک اخلاق باختہ گروہ بھی وجود میں آ گیا انہوں نے اپنے اپنے امیدواروں کے حریفوں کے خلاف نہایت شرمناک اشعار کہے جن کو آوارہ لڑکے گلی کوچوں میں اب تک گاتے پھرتے ہیں -

جلوسوں کا سلسلہ

لیکن ہمارے معزز امیدواروں کو یہ پروپیگنڈے کے یہ تمام جائز و ناجائز ذرائع بھی ناکافی معلوم ہوئے اور انہوں نے ہر رات کو جلوسوں کا سلسلہ شروع کیا - ہفتوں تک ہر روز زر پاش امیدواروں کی مقناطیسی قوت محلے کے آوارہ لونڈوں، غنڈوں، بیکاروں کو ایک مقررہ مقام پر جمع کر دیتی وہاں سے یہ لوگ ایک جلوس کی شکل میں ڈھولوں، بگلوں بازاری نعروں، فحش گیتوں، مردہ باد، زندہ باد، اور یا در کھنا کی مسلسل آوازوں کے ساتھ مختلف محلوں کا چکر لگاتے - ان جلوسوں نے ہفتوں رات کے دو دو بجے تک لوگوں کی نیند حرام کی - بہت سے شریفوں کو گالیاں دیں - معزز راہگیروں کی پگڑیاں اچھالیں - کئی بار ان جلوسوں کے تصادم نے خوفناک صورت بھی پیدا کر دی - لاٹھی چلی لوگ زخمی ہوئے - پولیس نے پکڑ دھکڑ کی -

باہمی نزاعات

اس پروپیگنڈے سے اہل شہر بھی کم و بیش متاثر ہوئے دکانوں، بیٹھکوں، مسجدوں میں مختلف امیدواروں کی حمایت و مخالفت میں دلائل کا سلسلہ شروع ہوا - جگہ جگہ اس موضوع پر بحثیں ہوئیں - سینکڑوں مقامات پر بحث کا خاتمہ تو تو میں میں، گالی گلوچ اور ہاتھا پائی پر ہوا - تعلقات پہلے سے زیادہ خراب ہو گئے - کدورتیں بڑھیں انتقام بغض و کینہ کے جذبات کی پرورش کا سامان ہوا -

یہ سب کچھ انتخاب کے پہلے کی کیفیت ہے - انتخاب کے تین ایام میں پولنگ اسٹیشنوں اور ان کے قرب و جوار میں جو جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ اس سے بھی زیادہ شرمناک ہے

(باقی)

جن

خریداروں کا سالانہ چندہ اگست، ستمبر میں ختم ہوتا ہے وہ براہ کرم جلد سے جلد آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر مشکور فرمائیں تاکہ انہیں وی پی نہ بھیجا جائے -

(مینیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ١٩ | مورخہ ٥ جمادی الاول ١٣٥٠ھ مطابق ٢٠ ستمبر ١٩٣١ء | نمبر ٥٢

احمدی قوم کے جذبۂ خودداری سے اپیل

جناب کے اے خانصاحب کی تجویز پر احباب کی فوری توجہ کی ضرورت

گزشتہ اشاعت میں مسٹر کے اے خاں ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ کی ایک قابل قدر تجویز کا اعلان کیا گیا تھا۔ جس میں ممدوح نے برلن مسجد کی مرمت کا نصف خرچ اپنے ذمہ لیتے ہوئے باقی نصف کے لئے قوم کے دیگر ذی استطاعت اصحاب کو دعوت دی تھی۔ اسی طرح گیارہ ہزار کے زر رہن کے متعلق لکھا تھا کہ اس کو ١٢٥ روپے کے ٨٨ حصص میں تقسیم کر دیا جائے۔ جن میں سے ایک حصہ انہوں نے خود اپنے ذمہ لیا تھا اور باقی ٨٧ حصص کے لئے دیگر ذی ثروت اصحاب سے استدعا کی تھی کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر اپنے نام دیں۔

ہاتھ تنگ ہیں تو دل تنگ نہوں

اس تجویز کو پیش ہوئے ایک ہفتہ کے قریب ہو چلا ہے اور ابھی تک کوئی ایسی آواز قوم میں سے نہیں اٹھی جس میں اس صدا پر لبیک کہی گئی ہو۔ حالانکہ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے بہت سے ایسے ذی حوصلہ اور صاحب استطاعت اصحاب ہیں جو ان ٨٧ حصص میں سے دو دو، تین تین حصوں کا روپیہ یکمشت دے سکتے ہیں اور اس سے بیشتر دیتے رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ملک کی اقتصادی حالت نے بہت سے لوگوں کے ہاتھ تنگ کر دیئے ہیں۔ لیکن ہاتھوں کا تنگ ہونا کوئی چیز نہیں اگر دلوں کے اندر وسعت اور فراخی موجود ہے۔ مسٹر کے اے خاں کوئی بہت زیادہ امیر اور متمول آدمی نہیں لیکن ان کے پہلو میں ایک دل ہے جو اپنی فراخی اور جذبہ ایثار کی وجہ سے بہت سے دلوں پر سبقت رکھتا ہے۔

احمدی قوم کی خصوصیت

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ احمدی قوم کی خصوصیت رہی ہے کہ اس کے غریب اور امیر سب کے سب دین کے رستہ میں خرچ کرنے میں اس قدر دلیر اور حوصلہ مند واقع ہوئے ہیں کہ بعض وقت صحابہ کا نمونہ ان میں نظر آتا ہے۔ اکثر ایسے ہیں جنہوں نے قومی ضروریات کے موقعہ پر اپنی جائدادیں اور مال واملاک خدا کے رستہ میں دیدیئے۔ اور ان سے بڑھ وہ بھی ہیں جنھوں نے ایسے موقعہ پر قرض تک اٹھا کر دین کی خدمت کرنے سے دریغ نہ کیا۔ فی الحقیقت انہی ایثار پیشہ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے پاک نفس لوگوں کی بدولت ہے کہ آج ہم انگلستان اور جرمنی میں اسلام کی کامیابی کی خوشخبریاں سنتے اور انگریزوں اور جرمنوں کو اس کی طرف کھنچے ہوئے آتے دیکھتے ہیں۔ یہ انہی بزرگوں کی طفیل ہے کہ برلن (دارالخلافہ جرمنی) میں ایک ایسی مسجد کی تعمیر عمل میں آئی جہاں سے توحید الٰہی کی آواز پانچ وقت بلند ہوتی اور ہر ہفتہ لیکچروں کی صورت میں اسلام کی نورانی شعاعوں سے دلوں کو منور کرتی ہے۔ یقیناً یہ لوگ جنھوں نے دین حق کی مدد کرنے میں ایسی ہمت دکھائی اور ایسے زمانہ میں جبکہ دہریت اور الحاد کی رو چاروں طرف پھیل چکی ہے۔ اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں اور اموال واملاک کو خدا کے رستے میں لگا دیا۔ ان دولتمندوں سے ہزارہا درجہ بڑھے ہوئے ہیں۔ جو مال رکھتے ہوئے بخل سے کام لیتے ہیں۔ اور دین کے رستے میں خرچ کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

قوم کی خودداری سے اپیل

کیا احمدی قوم ایسے ایثار نفس بزرگوں سے اب خالی ہو چکی ہے۔ نہیں اب تک اس کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جن کو دین کے رستے میں اپنا سب کچھ لٹا دینے میں ایک لذت اور سرور محسوس ہوتا ہے۔ اب تک ایسے ذی ثروت اصحاب قوم کے اندر پائے جاتے ہیں جو اگر چاہیں تو برلن مسجد کی رقم کی ادائیگی ان کے لئے کوئی مشکل امر نہیں۔ مسٹر کے اے خاں نے قوم کے انہی ذی ثروت اصحاب کو اپنی دعوت میں مخاطب کیا ہے۔ اور صاف لکھا ہے:-

"اللہ اور اس کے رسول کے گھر کو آزاد کرانے کے لئے یہ اپیل ہے۔ بس آپ لوگوں کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا۔ البتہ اتنا دیکھنا چاہتا ہوں کہ حضرت امیر کے پروانے برلن مسجد کے آزاد کرانے کے لئے کس حد تک اور کس وقت تک تیار رہیں ....

مسجد برلن والا قصہ نہایت اہم اور سنگین ہے اس مسجد کی تعمیر میں جماعت احمدیہ لاہور کا زیادہ حصہ ہے اور یہ جناب حضرت امیر صاحب کے ہاتھوں کام ہوا ہے۔ پس کس قدر غضبناک شرمناک امر ہمارے لئے ہوگا۔ کہ ان کے ہی وقت میں ہماری غفلت کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ محض گیارہ ہزار کے لئے رہن پڑی ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ ہم حضرت امیر کے پروانے کہلانے کے مستحق ہوں"

کیا احمدی قوم کی خودداری ان الفاظ کو برداشت کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں رکھتی تو ہمیں امید کرنی چاہئے کہ اس کا جواب اسی رنگ میں دیا جائیگا۔ جو ایک خوددار اور ایثار پیشہ قوم کے شایان شان ہے وہ لوگ جو ایسی تحریکات کو لاپرواہی کی نگاہوں سے دیکھنے کے عادی ہیں وہ یاد رکھیں کہ قوم کو وہ ایسے ابتلا کے اندر ڈال رہے ہیں جو خود ان کے لئے بھی کسی طرح موجب عزت نہیں۔ خدا کا گھر جس کو ہم نے خود تعمیر کیا اور اپنوں اور بیگانوں سے بھیک مانگ کر لاکھوں روپے اس پر لگا دیئے وہ آج شکستہ حالت میں کھڑا ہے۔ اور غیروں کے پاس رہن ہے۔ کیا آپ کی غیرت آپ کی خودداری اس بات کی متقاضی ہے کہ اسے ایسی حالت میں رہنے دیا جائے۔ یقیناً کوئی مسلمان اس قسم کی غیرت کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اور نہ احمدی قوم سے اس قسم کی توقع ہے۔ خدا کے گھر کو فک کرانے کے لئے ١٢٥ روپیہ کی رقم دینا کونسا مشکل امر ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ قوم میں ٨٧ نہیں بلکہ بہت زیادہ ایسے لوگ موجود ہیں جو ١٢٥ روپیہ نہایت آسانی سے نکال سکتے ہیں۔ ہم ان کی غیرت دینی اور احساس خودداری سے متوقع ہیں کہ وہ اس تحریک کو فوراً لبیک کہنے کے لئے تیار ہوں گے۔ تاکہ قوم اس اہم ذمہ داری سے جلد از جلد سبکدوش ہو سکے۔

کیا ہم امید کریں کہ آئندہ اشاعت میں ان ٨٧ اصحاب کی فہرست شائع کرنے کا موقع ہمیں دیا جائے گا۔ جو اس پاک تحریک میں حصہ لینے کے لئے تیار ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہمیں بتایا جائے گا کہ برلن مسجد کی مرمت کے سلسلہ میں نصف خرچ کی ذمہ داری کس مجاہد فی سبیل اللہ کے کندھوں پر ڈالی جائے۔

١٢٥ روپیہ وصول

مندرجہ بالا سطور لکھی جا چکی تھیں کہ ڈاکٹر کے اے خانصاحب کا ایک الانامہ پہنچا جس میں انہوں نے اپنے حصہ کے ١٢٥ روپیہ روانہ کرنیکی خوشخبری سنائی یہ رقم محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو وصول ہو چکی ہے فجزاہ اللہ خیرا۔ امید ہے آئندہ اشاعت تک دوسرے احباب بھی اس تحریک میں نمایاں حصہ لیکر خدا کے گھر کو فک کرانے میں ساعی ہوں گے۔

تشدد کی حمایت

کچھ عرصہ سے ملک میں بعض ہندو نوجوان تشدد اور ظلم و تعدی کی بعض ایسی ہیبتناک مثالیں پیش کر رہے ہیں جن کو کوئی عقلمند اور سنجیدہ انسان پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھ سکتا ۔ لیکن ہندو پریس نے ایسے متشددین کی حمایت بڑے فخر کے ساتھ کی ۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ملک کے ہر حصہ سے تشدد اور قتل و غارت کی خبریں آ رہی ہیں ۔ قایم مقام گورنر بمبئی پر قاتلانہ حملہ ۔ ریل گاڑی میں لفٹننٹ ہکسٹ کا قتل مسٹر گارلک سشن جج کا قتل ، کمشنر ڈھاکہ پر قاتلانہ حملہ اور چٹاگانگ کے مسلمان انسپکٹر پولیس کا قتل گزشتہ چند ہفتوں کے واقعات ہیں ۔ جن پر جس قدر بھی نفرت کا اظہار کیا جائے ضروری ہے ۔ لیکن ظاہر ہے کہ مقدمات سازش میں جس قدر مجرم اس وقت گرفتار ہیں یا اس سے پہلے سزایاب ہو چکے ہیں ان سب کی پشت پر ہندو پریس کام کر رہا ہے ۔ جو اس تحریک کو اور بھی قوت دینے کا موجب ہے ۔

نیا قانون مطابع

ان حالات میں حکومت نے اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں ایک مسودہ قانون پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے جس کی زد میں وہ تمام تحریریں آ سکیں جن سے قتل یا تشدد آمیز جرائم کی حوصلہ افزائی ہو سکتی ہو ۔ یا جن میں اس قسم کے جرائم یا ایسے اشخاص کی تائید و حمایت اور تعریف کی گئی ہو جنہوں نے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ۔ یا ان پر ایسے جرائم کے ارتکاب کا الزام ہو ۔

یہ قانونی حربہ اگرچہ ہندو پریس کی ان تحریرات کو مدنظر رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے جن میں انگریزوں اور دیگر افسران حکومت کے قتل و غارت کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے ۔ لیکن اس کی دفعات اس قدر وسیع ہیں کہ بعض ایسی تحریرات بھی اس کی زد میں آ جاتی ہیں جو افسران حکومت کے قتل و غارت سے تعلق نہ رکھتی ہوں مثلاً راجپال کا قتل اگرچہ شرعاً و قانوناً جائز نہ تھا تاہم وہ جذبہ جو غازی علم الدین کے سینہ میں موجزن تھا ہر طرح سے قابل ستائش تھا اور اسی جذبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں نے غازی شہید کی تعریف کی ۔ مجوزہ قانون اس تعریف کو بھی کسی طرح جائز نہیں ٹھیراتا ۔ حالانکہ چاہیئے تھا ۔ کہ اسے محض اسی حد تک محدود رکھا جاتا جس حد تک افسران حکومت کے ناجائز قتل و غارت کی حوصلہ افزائی کو روکنا مقصود تھا ۔

بہرحال مجوزہ قانون اسمبلی میں آج کل پیش ہے اور ملک میں چاروں طرف اس کی مخالفت شروع ہے ۔ کیونکہ پریس کو اس سے بہت بڑا خطرہ لاحق ہے ۔ کاش ہندو پریس اور حکومت اس بارہ میں زیادہ معتدل رویہ اختیار کرتے تو گیہوں کے ساتھ گھن پسنے کا خطرہ پیدا نہ ہوتا ۔

مذہب اور وطنیت

مسز سروجنی نائیڈو سابق صدر کانگرس نے گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے لندن روانہ ہوتے وقت جو تقریر کی اس میں سے ذیل کے الفاظ سننے کے قابل ہیں ۔

" ہندوستان کی وحدت کا سارا راز ، ہندو مسلم مناقشات کے حل میں ہے ۔ اور یہ حل اسی وقت ممکن ہے جب ہندو ، ہندو رہنا اور مسلمان مسلمان رہنا چھوڑ دیں ۔ اور سب کے دلوں میں بس ایک خدمت ہندوستان ہی کی تمنا اور ولولہ باقی رہ جائے ۔"

یہ الفاظ بظاہر کس قدر دلفریب ہیں فی الواقعہ اگر ہندو ، ہندو نہ رہیں اور مسلمان مسلمان رہنا چھوڑ دیں تو ہندو مسلم مناقشات آج ختم ہو جاتے ہیں ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا مذہب ایسی ہی چیز ہے کہ اس کو قایم و برقرار رکھتے ہوئے یہ مناقشات ختم نہیں ہو سکتے ۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہم اس بات کے قائل نہیں کہ وہ مناقشات کو بڑھانے کا موجب ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان مسلمان رہ کر ہی اپنے ہموطنوں کے ساتھ رواداری اور مروت کا برتاؤ کر سکتے ہیں ۔ لیکن ہندو ہندو رہ کر دوسری قوموں کے ساتھ مروت نہیں کر سکتے ۔ موجودہ مناقشات کیا ہیں ؟ مسلمان محض اپنے جائز حقوق لینا چاہتے ہیں ہندو ان کے رستہ میں حائل ہیں اگر مسلمانوں کے بجائے ہندو اقلیت میں ہوتے اور وہی حقوق طلب کرتے جو آج مسلمان مانگتے ہیں تو موجودہ صورت ہرگز پیش نہ آتی کیا مسز نائیڈو کو جو حیدرآباد کی باشندہ ہیں یہ معلوم نہیں کہ وہاں کی اسلامی حکومت نے ہندوؤں کو کس قدر مراعات دے رکھی ہیں ۔ جو کسی ہندو ریاست میں مسلمانوں کو نصیب نہیں ؟ اس کی وجہ ظاہر ہے ۔ ہندو بت پرست ہونے کی وجہ سے تنگ ذہنیت رکھتے ہیں ۔ لیکن ایک مسلمان رب العالمین کا پرستار ہونے کی وجہ سے اس قدر وسیع اور بلند نظریہ رکھتا ہے کہ خدا کی ساری مخلوق کی خدمت وہ اپنا فرض سمجھتا ہے ۔ پس ہندوستان کی وحدت کے لئے اگر کسی مذہب کو مٹانے کی ضرورت ہے تو وہ بت پرستی کا مذہب ہے ۔ اسلام دنیا کے لئے عین رحمت ہے اور ایک مسلمان مسلمان رہ کر ہی ہندوستان کی بہترین خدمت سرانجام دے سکتا ہے ۔

کشمیر اور مسلمان

کشمیر کی تحریک کچھ دنوں سے سرد ہوتی چلی جا رہی ہے ان ہولناک اور تکلیف دہ حالات کے باوجود جو اس سرزمین میں مسلمانوں کو پیش آ رہے ہیں ۔ مسلمان اخبارات نے خاموشی کا پہلو اختیار کرنا شروع کر دیا ہے ۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ مسلمان رہنماؤں نے جو عارضی مفاہمت حکومت کے ساتھ کی اس کے ہوتے ہوئے بیرونی ایجی ٹیشن چنداں اثر نہیں رکھتی ۔ یہ صحیح ہے لیکن عارضی مفاہمت سے بہترین فوائد حاصل کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس تحریک کو جاری رکھا جائے اور حکام ریاست کی ناجائز تعدیوں کو تفصیل کے ساتھ آشکارا کرتے ہوئے مسلمانوں کے مطالبات کو پورے زور کے ساتھ منوا لینے کی کوشش کی جائے ۔

"پیغام صلح" شروع ہی سے اس تحریک میں نمایاں حصہ لے رہا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی خدمات کو آئندہ بھی جاری رکھے بشرطیکہ ہمارے احباب کشمیر وہاں کے حالات و واقعات سے کم از کم ہفتہ میں ایک بار ہمیں مطلع کرنے کا بندوبست کریں ۔ یہ امر خصوصیت سے قابل ذکر ہے ۔ کہ کشمیر میں "الحقیقت" ہماری جماعت نے بہت بڑا کام کیا ہے ۔ اور امید ہے کہ وہ اپنی ہمتوں اور کوششوں کو آئندہ بھی اسی سرگرمی کے ساتھ جاری رکھیں گے مسلمان اخبارات سے ہم پھر ایک دفعہ استدعا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اس تحریک کو مرنے نہ دیں ۔ کہ اس میں مسلمانوں کی حیات ہے ۔ ہمارا مقصد کسی دوسری قوم کو مٹانا یا کچلنا نہیں بلکہ اپنی قوم کو اس کے واجب حقوق دلانا ہمارا فرض ہے اور اس کے لئے جس قدر بھی جدوجہد کرنی پڑے اس سے ہمت نہ ہارنی چاہئے ۔

"بلینک چیک"

گاندھی جی نے لندن پہنچتے ہی پھر وہی "بلینک چیک" (سادہ کاغذ) کا چکمہ مسلمانوں کو دینا شروع کر دیا ہے ۔ اور اس سے پیشتر دہلی میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کے موقعہ پر دیا تھا ۔ رائٹر کے نمائندے سے ملاقات کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ :-

" ہندو مسلم سوال مشکلات کا باعث ہے لیکن میں اس کے حل کی طرف سے مایوس نہیں ہوں میں ہمیشہ سے علانیہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے تمام مطالبات دل سے ماننے کے لئے تیار رہوں ۔ میں ایک خالی کاغذ پر دستخط کر کے مسلمانوں کو دیدوں گا کہ وہ جو بات حق خیال کرتے ہیں لکھدیں پھر میں اس کے لئے لڑوں گا ۔"

ان الفاظ کو پڑھ کر کون شخص ہے جو گاندھی جی کی حق پرستی کی داد نہ دے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مہاتما جی کو دہلی کا وہ واقعہ بھولا نہیں جب ان کے اس قسم کے الفاظ نے انہیں ایسی آزمائش میں ڈال دیا جس میں وہ پورے نہ اتر سکے ۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مندرجہ بالا الفاظ منہ سے نکالتے ہوئے ایک شرط بھی لگا دی "مسلمان جو مطالبہ بھی کریں متفقہ طور پر کریں ۔" اور صاف کہا :-

میں یہ بات خصوصاً اس لئے کہہ رہا ہوں ۔ کہ مسلمانوں میں ایک چھوٹی سی جماعت ہے ۔ جو قوم پرست مسلم پارٹی کہلاتی ہے ۔ میں اس پارٹی سے منہ نہیں موڑ سکتا ۔"

کس قدر حیرتناک امر ہے ۔ وہ شخص جو تمام ہندوستان کی نمائندگی کا دعویدار ہے ۔ وہ سات آٹھ کروڑ انسانوں کے مطالبات کو محض اس وجہ سے ٹھکرا دیتا ہے کہ "ایک چھوٹی سی جماعت" سے منہ نہیں موڑ سکتا ۔

منہ نہ موڑ سکنے کی بھی ایک ہی کہی ۔ آخر اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہے کہ وہ "چھوٹی سی جماعت" گاندھی جی کی ہمخیال ہے ۔ کانگرس کی حامی ہے ۔ جس سے صاف ثابت ہے ۔ کہ گاندھی جی ہندوستان کی نمائندگی کا نہیں بلکہ ہندوؤں کی نیابت کا حق ادا کر رہے ہیں ۔ "سادہ کاغذ" کا چکمہ دیکر وہ دنیا کے اندر اپنی شہرت قایم کر لیں ۔ لیکن ہندوستان کو اس سے چنداں فائدہ نہیں ہو سکتا ۔ جب تک "چھوٹی سی جماعت" سے منہ موڑ کر مسلمانوں کی اکثریت کا ساتھ نہ دیں ۔

نامہ نگاران "پیغام صلح" کی خدمت میں!

صلاح الدین صاحب بی ۔ اے لدھیانوی :- آپکی نظم آئندہ ماہوار ایڈیشن میں شایع ہوگی ۔

خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب ۔ افسوس ہے کہ اس اشاعت میں آپکی طویل مراسلت کیلئے جگہ نہ نکل سکی آئندہ اشاعت میں درج ہوگی ۔

بابو غلام ربانی صاحب راولپنڈی :- آپ کا مضمون آئندہ نمبر میں درج ہوگا

بحثِ دجّال و یاجوج و ماجوج

یا

احادیث نبوی میں یورپ اور اسلام کی موجودہ کشمکش کی تصویر

(۹)

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالٰی

دلائل اور براہین کا غلبہ

بعض لوگ اس بات کو کہ کسی مذہب کے دلائل اور براہین سے غالب آنے کا نام لیا جائے بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آج مادیت کی رو اس قدر زبردست ہے کہ وہ لوگ جو خود اس بات کے قائل ہیں کہ دجال کی دائیں آنکھ نہ ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ روحانی امور کو دیکھ نہیں سکتا اور اس کا سارا زور مادیت اور مادہ پرستی پر ہے۔ خود اس مادیت کے اس قدر اثر کے نیچے ہیں کہ اگر بذریعہ دلائل غلبہ کا نام لیا جائے تو وہ یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ منہ کی باتوں سے بھی کبھی کوئی غلبہ دنیا میں حاصل ہوا ہے۔ اور قتل دجال کی اس تاویل کو کہ اس سے مراد بذریعہ دلائل شر دجال کو دور کرنا ہے۔ وہ محض لچر اور لوچ کہنے کے لئے تیار ہوں گے۔ لیکن میں انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم کے مقدس الفاظ کا واسطہ دیتا ہوں ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ آپؐ خود بھی زندہ ہوتے تو دجال کو بذریعہ دلائل ہی مغلوب کرتے۔ اس لئے کسی دوسرے کے لئے ہم قتل دجال سے اور کوئی مراد نہیں لے سکتے یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالٰی بعض وقت انبیا اور مصلحین کو سیاست بھی عطا فرماتا ہے۔ مگر سیاست نبوت کے لئے ضروری نہیں۔ بہتیرے نبی دنیا میں ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ کوئی سیاست نہ تھی۔ اور مذہبی فتنوں کی اصلاح دنیا میں سیاست سے نہیں دلائل سے ہی ہوا کرتی ہے۔ خود رسول اللہ صلعم کو تو اللہ تعالٰی نے نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی عطا فرمائی تھی لیکن آپؐ بھی فرماتے یہی ہیں کہ اگر میری زندگی میں دجال کا ظہور ہو تو میں اسے بذریعہ دلائل مغلوب کروں۔ اور حضرت مسیحؑ کے متعلق بائیبل اور تاریخ (اور خود قرآن کریم) کی شہادت موجود ہے کہ آپ کو نبوت کے ساتھ سیاست یا بادشاہت نہیں دی گئی تھی اور پہلے نزول میں آپ نے جو کچھ کیا دلائل اور پند و نصیحت کے ذریعہ سے ہی کیا۔ تو دوسرے نزول میں ان کے لئے سیاست اور بادشاہت کیوں تجویز کی جاتی ہے۔ اگر سیاست اور قتل کے ذریعہ سے ہی دجال کے فتنہ کا دور کرنا مقصود تھا تو اس کے لئے مسیح کی ضرورت کیوں پیش آئے۔ جس کے نام کو ہی سیاست سے تعلق نہیں اور مسیح کو فتنۂ دجالی کے لئے یہاں تک خاص کیا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو دجال سمجھ کر اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ دجال ہے تو تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ ابن مریم اس کا صاحب ہے۔ غرض دلائل اور براہین اپنی جگہ ایک قوت رکھتی ہیں اور وہ قوت مادی طاقتوں پر بھی غالب آ جاتی ہے۔ اسلام بھی جب غالب ہوا تو اپنی روحانی قوت اپنی حقانیت کے دلائل و براہین سے غالب آیا۔ اور جوں جوں وہ غالب آ کر لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش کرتا گیا توں توں مادی رنگ میں بھی غالب آتا گیا۔ اسلام کے غالب آنے کے لئے کسی تلوار کی ضرورت نہ تھی۔ تلوار کی ضرورت مسلمانوں کو اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لئے پڑی۔ جب انہیں نیست و نابود کرنے کے لئے تلوار اٹھائی گئی۔ غرض یہ ایک بڑی بھاری غلط فہمی ہے جو یہ سمجھا جاتا ہے کہ دجال پر غلبہ بذریعہ تلوار ہوگا آنحضرت صلعم نے خود اسے غلبہ بذریعہ دلائل و براہین قرار دیا ہے

کیا مسیح موعود کو ایسا غلبہ حاصل ہوا

حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ کیا اس کو عام مولویانہ بحثوں کی طرح ایک بحث سمجھنا واقعات کو نظر انداز کرنا ہے۔ جو کچھ آپ سے پیشتر علما کرتے تھے اور جو کچھ آپ نے کیا اگرچہ دونوں کا نام اگر کوئی چاہے تو بحث یا مناظرہ رکھ لے مگر ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ علما کی عام ذہنیت حضرت مرزا صاحب کے ظہور سے پیشتر اسی حد تک تھی کہ خفیف خفیف باتوں اور فرعی جھگڑوں پر ان کی ساری قوت صرف ہوتی تھی اور اعدائے اسلام کے مقابلہ کا وہ نام بھی نہ جانتے تھے۔ الا ماشاء اللہ کوئی دو چار مستثنیات ہوں تو الگ بات ہے۔ اور بات بھی موٹی ہے کہ جس قوم کی قوت باہمی جھگڑوں پر برباد ہوگی وہ دشمن کا مقابلہ کیا کرے گی۔ حضرت مرزا صاحب کی نظر ان جھگڑوں سے بہت بلند تھی۔ وہ فروعی اختلافات کی پرواہ تک بھی نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنے ہوش کے زمانہ سے آپ کو ایک ہی جنون تھا اور وہ جنون اعدائے اسلام کے مقابلہ کا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنی ساری قوت اسی کام پر لگا دی۔ کہ اعدائے اسلام کا مقابلہ کیا جائے خواہ وہ عیسائی پادری ہوں یا ان کے نقش قدم پر چلنے والے آریہ سماجی ہوں خواہ کوئی اور ہوں مگر اس میں شک نہیں کہ سب سے بڑھ کر مقابلہ آپ کے مدنظر عیسائی مذہب سے تھا۔ اور اسی کام پر بالخصوص آپ نے اپنی جماعت کو لگایا۔ آج بھی لوگ اس کی وجہ دریافت کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت کا زیادہ رخ یورپ میں تبلیغ اسلام پر کیوں ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ دجال کا مقابلہ آپ کا سب سے بڑا کام تھا۔ اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں آپ کے اپنے دل کی یہ تڑپ تھی جسے بار بار آپ نے اپنی تحریروں میں بھی ظاہر کیا کہ یورپ میں تبلیغ اسلام ہو کیونکہ یہی دجال پر اصلی غلبہ ہے۔ اور دجال کی دجالیت کو قتل کرنے کا یہی سامان ہے۔ عیسائی مذہب پر اتمام حجت کے لئے آپ کو خاص ہتھیار دیئے گئے۔ اور ان میں بالخصوص قابل ذکر وفات مسیح کا ہتھیار ہے جس سے عیسائیت کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے کیونکہ عیسائیت کا سارا دارومدار ہی اس بات پر ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر ہیں۔ آپ نے اس کی بجائے زمین پر ان کی قبر کا پتہ بتایا۔

دجال کی مغلوبیت

اس موقع پر میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ خیال کہ بذریعہ دلائل بھی اگر مغلوب کرنا تھا تو چاہیے تھا کہ دجال ایسا مغلوب ہو جاتا کہ وہ دنیا کے بہکانے کا کام ہی چھوڑ دیتا اور آپ کی زندگی میں آپ کی آنکھوں کے سامنے یہ کام ہو جاتا۔ یہ خیال بھی ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ دنیا کی مذہبی اصلاح کے کام ایک دن کے نہیں ہوا کرتے۔ یوں تو یہ آیت حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔** کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ لیکن کیا یہ غلبہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں کمال کو پہنچ گیا؟ نہیں بلکہ اس کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اور تیرہ سو سال بعد اس غلبہ کا نظارہ ہم کو نظر آ رہا ہے۔ آپ کی زندگی میں عرب کا کثیر حصہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ پھر آپ کے بعد جس جس ملک میں اسلام یا مسلمان جاتے ہیں وہاں کے مذاہب اور قوموں سے برابر خراج وصول کرتے ہیں۔ یعنی ہر مذہب اور ہر قوم کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ ایشیا اور افریقہ تک محدود رہتا ہے۔ یورپ میں اسلام جاتا تو ہے لیکن چونکہ یہ دجال سے مقابلہ تھا اور اس کی بنیاد مسیح موعود کے ہاتھ سے رکھی جانی مقدر تھی۔ اس لئے یورپ میں اسلام کو وہ تبلیغی کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ جو ایشیا اور افریقہ میں ہوئی۔

مسیح موعود کی کامیابی دجال کے مقابلہ میں

حضرت مسیح موعود کی کامیابی دجال کے مقابلہ میں کئی رنگ میں ہے سب سے پہلے دجال کا جو فتنہ مسلمان مشرقی ممالک میں جو اس کی اصل جائے ظہور ہے۔ تھا۔ وہ آنحضرت صلعم کی ذات پر طرح طرح کے بہتانات تراشنا اور آپ کو بدترین الفاظ سے یاد کرنا تھا اس کا سدباب اگر کیا تو وہ حضرت مسیح موعود نے ہی کیا۔ یہ دجال کے حملہ کا دفاع تھا۔ یہ اس تفصیل کا موقع نہیں کہ آپ نے کس طرح یہ عظیم الشان کام سرانجام دیا یہ آپ کی غیرت ایمانی کا نتیجہ تھا۔ کہ جب عیسائی آنحضرت صلعم کو برا کہنے میں حد سے گزر گئے۔ تو آپ نے ان کے سامنے یسوع مسیح کی اس فرضی تصویر کو پیش کیا جو ان کی اپنی کتابوں میں دکھائی گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں کو سمجھ آ گئی کہ مسلمانوں کو ان کے ایسے کلمات سے جو آنحضرت صلعم کی شان میں وہ لکھتے یا بولتے ہیں کس قدر رنج پہنچتا ہے۔ اور انہوں نے اپنا طریق عمل بہت حد تک تبدیل کر لیا۔ پھر ایک اور رنگ میں عیسائیت کے فتنہ کا سدباب مشرق میں اس طرح پر بھی ہوا ہے کہ وہ لٹریچر جو آپ نے اور آپ کے متبعین نے پیدا کیا اور جس میں اسلام یا آنحضرت صلعم کی صحیح تصویر دکھائی گئی ہے یا جس میں عیسائیت کے اصول باطلہ کی

تردید کی گئی ہے وہ جس قدر پھیل رہا ہے اسی قدر مسلمان عیسائیت یعنی دجالیت کے اثر سے محفوظ ہو رہے ہیں۔ اور یقیناً مسلمانوں میں عیسائیت کی ترقی کی رفتار جو آج سے چالیس سال پیشتر تھی دسویں حصہ سے بھی کم رہ گئی ہے یہ لٹریچر ہندوستان اور ایشیا کے متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر مختلف ممالک میں پھیل رہا ہے۔

مرکز دجال میں تبلیغ اسلام

ان سب سے بڑھ کر بات جس نے دجالیت کے فتنے کو رد کیا ہے۔ مرکز دجال یعنی یورپ کے اندر تبلیغ اسلام کے مرکز قائم کرنا اور یورپین زبانوں میں اسلامی لٹریچر کا پھیلانا ہے یہ چھوٹی سی بات نہیں کہ وہ دجال جو غرب سے نکل کر مشرق میں فتنہ پیدا کرنے آیا تھا۔ اس کے گھر میں جا کر اسلام کا جھنڈا نصب کر دیا گیا ہے۔ اور سینکڑوں نہیں ہزاروں تک ان لوگوں کی تعداد پہنچ چکی ہے جو علی الاعلان مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور باقی کے خیالات بھی اسلام کے متعلق پلٹا کھا رہے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ تھا جو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔ اس سے مراد صداقت اسلام کا آفتاب ہی تھا۔ جس نے پہلے مشرق کو روشن کیا۔ اور اب مغرب میں پہنچ رہا ہے۔ گویا وہاں سے طلوع ہو کر از سر نو دنیا کو روشن کرےگا۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ثم یجی عیسیٰ بن مریم من المغرب مصدقا بمحمد (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۶) پھر عیسیٰ بن مریم مغرب کی طرف سے آئیں گے محمد صلعم کی تصدیق کرتے ہوئے۔ یہاں مسیح موعود کے مغرب سے آنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ اکثر احادیث میں آپ کا ظہور مشرق سے قرار دیا ہے۔ اس میں بھی یہی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تبلیغ اسلام کا جھنڈا مغرب میں گاڑے گا۔ اور وہاں آنحضرت صلعم کی تصدیق ہوگی جہاں دجال کا اصل مرکز ہے۔

مسیح موعود کا ڈالا ہوا بیج

اس کام کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہیئے یہ ایک بیج ہے جو مسیح موعود نے ڈالا ہے۔ اور ایسے مصلحین کا کام بیج کا ڈالنا ہی ہوتا ہے۔ جو ان کے پیچھے نشو و نما پاتا رہتا ہے۔ اس بیج کی ترقی کے آثار اس سے ظاہر ہیں کہ یورپ کے بہترین دماغ آج خود بخود اصول اسلامی کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ اور جو اصول دنیوی ترقی کے یورپ نے لئے ہیں وہ بھی فی الحقیقت اسلام سے ہی لئے ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ باقی ہر قسم کی باتوں کا تجربہ کر کے آخر کار یورپ کو سمجھ آ جائے کہ اسلام میں ہی اس کی نجات ہے۔ اس غرض کو حاصل کرنے کے لئے اگر ضرورت ہے تو اس بات کی کہ مسلمان قوم اپنی متحدہ طاقت سے اس کام کو اپنا سب سے پہلا نصب العین قرار دے۔ اور اس پر اپنی پوری قوت خرچ کرے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک مصلح کا کام وہی نہیں جو اس کی زندگی میں یا اس کی آنکھوں کے سامنے ہو جائے بلکہ وہ سارا کام جس کی بنیاد اس کے ذریعہ سے رکھی جاتی ہے اور جسے اس کے پیرو سرانجام دیں وہ اسی کا کام شمار ہوتا ہے اس لئے مسیح موعود نے جس راہ پر اپنی جماعت کو ڈالا ہے یا جو کچھ بیداری مسلمانوں کے اندر پیدا کی ہے یا ان کو کوئی راہ دکھا کر کسی کام پر لگا دیا ہے۔ ان ذرائع سے جو کام دجالیت کے اثر کو دور کرنے کا ہو رہا ہے وہ سب مسیح موعود کا ہی کام ہے۔

علاماتِ مسیح

مسیحی ایمان کے نشانات

"نورافشاں" کی توجہ کے قابل

"نورافشاں" ۱۳ر اگست ۱۹۳۱ء کے حوالہ ابن ماجہ کی حدیث دربارۂ علامات مسیح پر جو نوٹ اڈیٹر صاحب "پیغام صلح" کی طرف سے دیا گیا ہے۔ وہ نامکمل سی صورت میں ہے۔

مسیح موعود کے پیرو تو "نورافشاں" کے حوالہ پر عمل کرنے کو بالکل تیار ہیں لیکن سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھ لینا بھی ضروری ہے کہ آیا وہ خود بھی اپنے خداوند کی سچائی پر پختہ ایمان رکھتے ہوئے اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ جسے ان کے خداوند نے سچے مسیحیوں کی علامت بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"وے جو ایمان لائیں گے ان کے ساتھ یہ علامتیں ہوں گی کہ وے میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے۔ سانپوں کو اٹھا لیں گے اور اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے۔

پھر مزید سنیئے۔ مسیح کے سچے پیرووں کا معیار۔

(۱) جب وے جماعت کے پاس پہنچے ایک شخص اس (مسیح) کے پاس آیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر کہا۔ اے خداوند میرے بیٹے پر رحم کر۔ کیونکہ وہ سڑی ہے اور بہت دکھ اٹھاتا ہے کہ اکثر آگ میں گرتا اور پانی میں اور میں اس کو تیرے شاگردوں کے پاس لایا تھا۔ پر وے اسے چنگا نہ کر سکے۔ یسوع نے جواب میں کہا اے بے اعتقاد اور کج رو قوم میں کب تک تمہارے ساتھ رہوں گا کب تک تمہاری برداشت کروں گا اسے یہاں میرے پاس لا۔ تب یسوع نے دیو کو دھمکایا وہ اس سے نکل گیا۔ اور وہ لڑکا اسی گھڑی چنگا ہو گیا۔ تب شاگردوں نے الگ یسوع پاس آ کے کہا ہم کیوں اس کو نکال نہ سکے۔ یسوع نے انہیں کہا اپنی بے ایمانی کے سبب۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوتا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا۔ اور کوئی بات تمہاری ناممکن نہ ہوتی (متی ۱۷/۱۴-۲۰)

(۲) یسوع نے جواب میں انہیں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم یقین کرو اور شک نہ لاؤ تو نہ صرف یہی کر سکو گے جو انجیر کے درخت پر ہوا بلکہ اگر اس پہاڑ سے کہو گے تو ٹل کر دریا میں جا گر تو ویسا ہی ہوگا۔ (متی ۲۱/۲۱)

(۳) اگر تم میں خردل کے دانہ کے برابر ایمان ہو تو جب تم اس توت کے درخت کو کہو کہ جڑ سے اکھڑ کر دریا میں لگ جا تو تمہاری مانے گا (لوقا ۱۷/۶)

(۴) میں تم سے سچ کہتا ہوں جو کوئی اس پہاڑ کو کہے کہ اٹھ اور دریا میں گر پڑ اور اپنے دل میں شک نہ لاوے۔ بلکہ یقین کرے کہ یہ باتیں جو وہ کہتا ہے ہو جائیں گی۔ تو جو کچھ وہ کہے گا سو ہو جائے گا۔ (مرقس ۱۱/۲۳)

ایک سچے مسیحی کی مندرجۂ بالا علامات اس کتاب میں موجود ہیں جسے عیسائی صاحبان اپنے خداوند یسوع مسیح کا کلام مانتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا ساری عیسائی دنیا میں کوئی ایک شخص بھی اس معیار پر پورا اتر کر سچا مسیحی کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ ہماری تو ایک حدیث کی کتاب میں جسے مسلمان انسانی کلام سمجھتے ہیں مسیح موعود کی علامت لکھی ہے کہ ہر زہر دار کا نیش دور کیا جائے گا۔ الخ۔ لیکن نورافشاں کے خداوند یسوع مسیح نے سچے عیسائی کی یہی علامت بیان کی ہے کہ وے سانپوں کو اٹھا لیں گے۔ زہر ان کو نقصان نہ دیگی بیماروں پر ہاتھ رکھ کر ان کو چنگا کر دیں گے۔ دیو نکالیں گے۔ اگر رائی کے برابر ان میں ایمان ہوگا تو پہاڑ اور درخت اپنی جگہ سے چل کر دوسری جگہ جا کھڑے ہوں گے۔ کیا ایڈیٹر نورافشاں یا اس کا کوئی لاٹ پادری ان معیاروں پر اپنی سچائی کا امتحان دینے کے لئے تیار ہے؟

ایک انسانی کلام کی تو کوئی نہ کوئی تاویل ہو سکتی ہے لیکن عیسائیوں کے خداوند کے کلام کی تاویل ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ اس نے اپنے سامنے اپنے شاگردوں کے ایمان کا امتحان اسی معیار پر لے لیا اور ان کو ناکام پایا۔ حدیث کے لفظ تو عام ہیں لیکن انجیل کے لفظ صرف عیسائیوں کے لئے محدود ہیں

اگر بقول شما تم لوگ سچے مسیحی ہو تو آؤ تم ایک چھوٹے سے سانپ کو پکڑ کر دکھاؤ۔ یا زہر کا ایک گھونٹ پیو اور اگر اس قدر ایمان بھی نہیں تو رائی کی برابر ایمان دکھاؤ۔ اور ایک چھوٹی سی پہاڑی کو اپنی جگہ سے سرکا کر دکھاؤ۔ اگر اس معیار پر تم پورے اتر آئے تو بے شک ہم مان لیں گے کہ تم اور تمہارا خداوند یسوع سچا ہے۔

کیا ایڈیٹر نورافشاں اس معیار پر آزمائے جانے کے لئے تیار ہے؟ جو خداوند یسوع مسیح دو ہزار سال میں ایک بھی ایماندار مسیحی پیدا نہیں کر سکا جو اس کے اپنے مقرر کردہ معیار پر پورا اتر سکے۔ تو اس کے [illegible] مشن کی ناکامی میں کیا شک و شبہ رہ جاتا ہے۔ ایسے خداوند کا ماننا انسان کے لئے کیا فائدہ رکھتا ہے۔

(مختار صاحب) محمد منظور الٰہی۔

گول میز کانفرنس

— ۱۲ ستمبر کو مسٹر گاندھی لندن کی بندرگاہ فاکسٹن پر جہاز سے اترے۔ تماشائیوں کا بڑا ہجوم تھا۔ مسٹر ایف ایم وسنٹ نے وزیر ہند اور حکومت کی طرف سے مسٹر گاندھی کا استقبال کیا الیٹن روڈ فرینڈز میٹنگ ہاؤس میں غیر سرکاری رسم استقبال ادا کی گئی۔ جہاں مسٹر گاندھی نے تقریر کرتے ہوئے کانگرس کے مقاصد کی توضیح کی اور لاکھوں بے زبان اور افلاس زدہ انسانوں کے لئے اپیل کی۔ اس کے بعد انہیں کنگزلے ہال پہنچایا گیا جہاں آپ نے اوپر والی منزل کے برآمدے میں کھڑے ہو کر ان سینکڑوں اشخاص کے سلام کا جواب دیا جو ان کے انتظار میں نیچے کھڑے تھے۔

— رائٹر کے نامہ نگار سے ملاقات کے دوران میں مسٹر گاندھی نے مسٹر چرچل اور لارڈ ہیلیفیکس سے ملاقات اور لنکاشائر کے دورے کی امید ظاہر کی۔

— ٹائمز لندن نے گاندھی جی کی آمد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ تمام ہندوستان کے واحد نمائندہ نہیں۔ کیونکہ وہ فرقہ وارانہ مسائل کا تصفیہ کرنے میں سخت ناکام رہے ہیں۔

— علامہ سر محمد اقبال ۱۲ ستمبر کو جہاز ملوجا پر گول میز کانفرنس میں شمولیت کے لئے انگلستان روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل انہوں نے فرقہ وار مسائل کے عدم تصفیہ اور متحدہ محاذ کی عدم موجودگی پر اظہار افسوس کیا۔ اسی جہاز پر کرنل گڈنی اور بعض دیگر مندوبین بھی روانہ ہوئے ہیں۔ کرنل گڈنی نے صاف کہا کہ اگر آئندہ دستور اساسی میں اقلیتوں کا مسئلہ طے نہ ہوا تو اس کی بنیادیں ریت پر ہوں گی۔ نیز بیان کیا کہ اس مسئلہ کا تعلق مسلمانوں ہی سے نہیں۔ اینگلو انڈین اور اچھوت اقوام کی طرح کی اقلیتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی کہا کہ ایک اہم اقلیت کا رکن ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہوگا کہ نہ صرف ضروری تحفظات کے حصول کی کوشش کروں۔ بلکہ یہ بھی دیکھوں گا کہ ان کا آئینی طور پر نفاذ ہو جائے اور صوبجاتی اور مرکزی حکومتیں اس پر عمل کریں۔ نیز اقلیتوں کو حق دیا جائے کہ اگر ضرورت پڑے تو وزیر اعظم کے پاس اپیل کر سکیں

— ۱۴ ستمبر کو فیڈریشن سب کمیٹی کا اجلاس لارڈ سینکے کے زیر صدارت شروع ہوا۔ مسٹر گاندھی بھی شریک جلسہ ہوئے بکری کے دودھ کی ایک صراحی ساتھ تھی۔ ان کے مون برت کا دن تھا۔ اس لئے کمبل اوڑھے بیٹھے رہے۔ مسٹر گاندھی۔ پنڈت مالوی۔ لارڈ سینکے صدر کمیٹی کے بائیں جانب اور سر سیموئل ہور وزیر ہند لارڈ پیل دائیں جانب بیٹھے تھے۔

— مہاراجہ بڑودہ نے بحث کا افتتاح کیا۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں نے فرقہ وار مسئلہ کا تصفیہ پہلے کرنے اور مرکز میں ذمہ داری عطا کرنے سے پیشتر اقلیتوں کا فیصلہ کرنے پر زور دیا ان کے دوران تقریر میں مسٹر شاستری نے اٹھ کر کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب اس معاملہ میں اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر رہے ہیں کیا دوسرے مسلمان بھی اس کی حمایت کرتے ہیں سر محمد شفیع جواب دینے کے لئے اٹھے۔ تو پریذیڈنٹ نے مداخلت کی اور کہا کہ یہ اجلاس اس مرحلہ پر اس مسئلہ کے متعلق بحث و تمحیص نہیں کرے گا۔

مسٹر رانا سوامی آئنگر نے کہا کہ اگر گاندھی ارون میثاق بطور اصول اور بنیاد تسلیم کر لیا جائے تو ایسا فارمولا تیار کرنا مشکل نہ ہوگا جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ یہ بھی کہا کہ تحفظات ہندوستان کے مفاد کے لئے ہونے چاہئیں۔ مسز برائن نے کہا کہ آئندہ دستور اساسی میں عورتوں کے مساویانہ حقوق کی ضمانت دی جائے۔ مسٹر جوشی نے کہا کہ لیبر کے متعلق قانون سازی کے اختیارات مرکز کو حاصل ہونے چاہئیں چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے فرقہ وارانہ تحفظات کے مسئلہ پر زور دیا۔ اور اعلان کیا کہ جب تک اقلیتوں کے تحفظ کا اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ کوئی دستور اساسی چل نہیں سکتا۔ لارڈ سینکے نے اعلان کیا کہ عام مباحثہ ختم ہونے کے بعد ذیل کے مسائل پر غور کیا جائے گا۔

(۱) فیڈرل مجلس قانون ساز کی ہیئت ترکیبی (۲) بلاواسطہ اور بالواسطہ انتخابات (۳) ہر دو ایوانات کے باہمی تعلقات (۴) فیڈریشن اور اس کے اجزائے ترکیبی کے درمیان مالیات کی تقسیم۔

— سر تیج بہادر سپرو نے ڈرچیسٹر ہوٹل میں وزیر اعظم کو ڈنر میں شمولیت کی دعوت دی تھی انہوں نے معذوری ظاہر کی کہ وہ چیکرز میں مقیم ہیں لیکن بعد میں خلاف توقع پہلے ہی لندن آ گئے اور ایسے وقت پہنچے جب کھانا ختم ہو چکا تھا۔ اس کے بعد جلدی ہی مسٹر گاندھی بھی پہنچ گئے۔ اور دونوں میں ملاقات ہو گئی۔ جو نصف گھنٹہ تک جاری رہی۔ گفتگو صیغہ راز میں تھی۔ کچھ معلوم نہیں ہو سکا کیا باتیں ہوئیں۔

— ۱۵ ستمبر کو فیڈریشن سب کمیٹی کا پھر اجلاس ہوا۔ مسٹر گاندھی اس میں بولنے اور کانگرس کا نقطہ نگاہ پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

— مسٹر گاندھی نے دفتر ہند میں سر سیموئیل ہور وزیر ہند سے ملاقات کی۔

— آل انڈیا مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ سر عبد القیوم کے زیر صدارت ۱۳ ستمبر کو شملہ میں منعقد ہوا۔ جس میں ایک قرارداد کے ذریعہ فیڈریشن کمیٹی کے مسلم ارکان پر زور دیا گیا کہ وہ فیڈریشن دستور اساسی پر بحث و تمحیص میں اس وقت تک حصہ نہ لیں جب تک اقلیتوں کا سوال مسلمانان ہند کی تسلی کے مطابق حل نہ ہو جائے نیز مسلم مندوبین سے استدعا کی گئی کہ وہ حکومت یا غیر مسلم ارکان کے ساتھ تصفیہ کے وقت ان مطالبات کو پیش نظر رکھیں جو یکم جنوری ۲۹ء کو دہلی میں مرتب ہوئے تھے۔ جب تک یہ مطالبات منظور نہیں کئے جائیں گے کوئی دستور مسلمانوں کے لئے قابل قبول نہیں ہوگا۔ اگر فرقہ وار اختلافات کا مصالحت کے ساتھ تصفیہ نہ ہوا تو مرکز میں ذمہ داری صوبوں کی نشوونما اور اندرونی ترقی کے لئے سخت خطرناک ثابت ہوگی۔ لہذا برطانی حکومت کو چاہئے کہ صوبوں کی منظوری کے بغیر مرکزی حکومت کو ذمہ داری نہ دے۔

مغلپورہ کالج اور مسلمان

مغلپورہ کالج کے پرنسپل ڈٹمکر کی اسلام دشمنی کی تحقیقات کے لئے جو کمیٹی حکومت کی طرف سے مقرر ہوئی تھی اس کی رپورٹ حکومت نے شائع نہیں کی۔ اور مسلمان طلبہ کو پرنسپل سے معافی طلب کر کے کالج میں چلے جانے کی ہدایت ہوئی تھی جس کو طلباء اور تمام مسلمانوں نے اپنی ہتک خیال کر کے ستیہ گرہ کی تحریک کو جاری رکھا۔

۱۶ ستمبر کو نئے امیدواروں کا امتحان داخلہ تھا۔ جس پر طلباء اور دیگر مسلمانوں کی طرف سے زبردست پکٹنگ لگایا گیا۔ اس کے لئے سیالکوٹ، لائل پور، جہلم اور بعض دیگر مقامات سے بھی رضاکاروں کے جتھے پہنچ گئے۔ ۱۵ اور ۱۶ ستمبر کی درمیانی شب کو ڈھائی بجے تمام جتھے مولانا داؤد غزنوی کی قیادت میں مغلپورہ کالج پہنچے۔ اور تمام دروازوں اور راستوں پر پکٹنگ کے لئے رضاکار لگا دیئے گئے۔ ۵½ بجے پولیس بھی تمام اسلحہ کے ساتھ وہاں پہنچ گئی۔ اور دو تین مجسٹریٹ اور ارکان بلدیہ بھی کالج والوں کی امداد کے لئے پہنچ گئے۔ قریباً ۷ بجے پولیس نے یکایک پکٹروں پر تشدد شروع کر دیا۔ حالانکہ نہ اس وقت تک امتحان داخلہ کا کوئی امیدوار کالج میں داخل ہونے کے لئے آیا تھا اور نہ کسی رضاکار نے کسی کو اندر جانے سے روکا تھا۔ سیالکوٹ کے رضاکاروں کے کپتان اور امیر پہلوان کو سب سے پہلے گرفتار کر لیا گیا۔ پھر لاٹھیوں اور بندوقوں کے کندوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ کئی تماشائی مجروح ہو گئے۔ دو گھنٹہ کامل لاٹھیوں کی بارش ہوتی رہی۔ تین چار سو آدمی گرفتار کر لئے گئے جن میں مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا احمد علی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پولیس نے موٹروں اور تانگوں کو بھی دہلی دروازہ سے آگے جانے سے روک دیا۔ اور کہا کہ جو تانگہ کالج کی طرف جائے گا اس کا لائسنس ضبط ہو جائے گا۔ معصوم بچوں کی ایک موٹر لاری آئی پولیس نے ان کو بھی سخت بے دردی سے زدوکوب کیا۔ مشہور قوم پرست مسٹر چیٹر جی کالج کے دروازے پر کھڑے ہندو امیدواروں کو حفاظت کے ساتھ اندر داخل کر رہے تھے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان امیدوار آتا تو اسے پکٹروں کے رحم پر چھوڑ دیا جاتا۔

۱۷ ستمبر کو مستعفی طلبہ نے پھر پکٹنگ شروع کر دیا۔ پولیس نے بھی تشدد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اور پکٹنگ کرنے والوں کو غلہ کی بوریوں کی طرح ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹا۔ اور بیدردی سے پیٹا گیا قریباً ۱۵۰ رضاکاروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ مستعفی طلبہ میں سے ۲۸ جو کل گرفتار ہوئے تھے۔ ان سے پولیس اور پروفیسر منظفر نے طرح طرح کی ترغیب و ترہیب کے ذریعہ ایک معافی نامہ پر دستخط کرائے۔ یہ خبر ابھی تصدیق طلب ہے "انقلاب" نے اس خبر کی تردید کی ہے۔

خبریں

— سر ایس ای پیئرس چیف کمشنر صوبہ سرحدی ۹ ستمبر کی سہ پہر کو نتھیا گلی میں سیر کرتے ہوئے ایک کھڈ میں گر کر ہلاک ہو گئے۔

— ۹ ستمبر کو ایک بجے جب پنجاب میل سہارنپور سے روانہ ہوئی تو ایک انگریز مسٹر کلارک نے جو مسٹر ایچ سی کلارک ملازم سول اینڈ ملٹری گزٹ کا بیٹا تھا۔ درجہ اول کے ڈبہ میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ جس کے تمام دروازے اندر سے بند اور مقفل تھے۔ دروازے کھٹکھٹانے کے بعد وہ کھڑکی کا شیشہ توڑ کر اندر داخل ہونے لگا۔ اس ڈبہ میں دو یورپین سو رہے تھے جو بیدار ہو گئے۔ اور ایک آدمی کو داخل ہوتے دیکھ کر ان میں سے ایک مسٹر ای ایم شیبان نے جو لاہور چھاؤنی کے ۱۳ فیلڈ بیٹری الف آر اے سے تعلق رکھتے ہیں ریوالور سے فائر شروع کر دیئے۔ مسٹر کلارک چلایا۔ مسٹر شیبان نے زنجیر کھینچ کر گاڑی ٹھہرائی اور مجروح کو دوسرے آدمی کی مدد سے اندر بنچ پر لٹا دیا۔ اتنے میں گاڑی ٹھہر گئی۔ گارڈ اور کنسٹبل آ گئے۔ گاڑی کو واپس سہارنپور سٹیشن لے گئے۔ مجروح کو اسٹریچر پر ڈال کر ہسپتال بھیجا گیا۔ لیکن وہ راستے میں ہی جان بحق ہو گیا۔

— امیر احمد عبداللہ خاں جن کو مصنف پراجین کہانی کے قتل کے سلسلہ میں پھانسی کا حکم کلکتہ ہائیکورٹ سے ہوا تھا انہیں پریوی کونسل میں اپیل کی اجازت نہیں ملی۔ اور عنقریب ان دونوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

(بعد کی خبر) پھانسی چھ ہفتے تک ملتوی ہو گئی ہے۔ پریوی کونسل میں اپیل کے لئے تیزی سے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

— ۱۰ ستمبر کو بعد دوپہر رام گلی میں ایک گھر کے آدمی مکان کے تمام دروازوں کو مقفل کر کے اسی محلہ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں گئے۔ دو گھنٹہ کے بعد واپس آئے تو تمام قفل ٹوٹے ہوئے اور دروازے کھلے پڑے تھے۔ گھر کا تمام اسباب بکھرا پڑا تھا۔ ایک ہزار روپیہ کے زیورات غائب ہیں۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔

— مہاشہ خوشحال چند خورسند ایڈیٹر "ملاپ" کے فرزند رنبیر سنگھ اور مسٹر چمن لال اور درگا داس کو گورنر پنجاب پر حملہ کرنے کے جرم میں سزائے موت کا حکم ہوا ہے۔ جس پر ۱۰ ستمبر کو ہندوؤں نے جزوی ہڑتال کی اور شام کو ایک جلسہ میں غم و غصہ کا اظہار کیا۔

— حکومت کشمیر نے اعلان کیا ہے کہ مولانا مظہر علی اظہر کوئی باقاعدہ تحقیقات نہیں کریں گے جج کے طور پر تمام ذرائع سے صورت حالات کی تحقیقات کر رہے ہیں۔

— ڈھاکہ میں جنم اشٹمی کا جلوس جب محلہ اسلام پور کی جامع مسجد کے پاس پہنچا تو پولیس نے اسے یہ کہکر ٹھہرانا چاہا کہ یہ مسلمانوں کی نماز کا وقت ہے اہل جلوس نے اس پر اعتراض کیا اور آناً فاناً منتشر ہو گئے۔

— سر محمد سعید خاں صاحب نواب چھتاری (ہوم ممبر یوپی) کی خدمات حکومت ہند نے گول میز کانفرنس کے لئے عارضی طور پر حاصل کر لی ہیں آپ ۱۲ ستمبر کو انگلستان روانہ ہو گئے۔

قل یآاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳: ۶۴)

بسم اللہ خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

اڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۱۹ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۵۳

ایک جرمن بیرن نواب کا قبول اسلام

جینوا کی مذہبی کانفرنس میں امام مسجد برلن کی شمولیت

(پریذیڈنٹ شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد برلن کا مکتوب گرامی)

کانفرنس کی طرف سے دعوت شمولیت

عرصہ تین سال کا ہوا کہ جینوا میں ایک مذہبی کانفرنس کا انعقاد ہوا اور اس کے سکرٹری صاحب نے ہماری انجمن کو لکھا کہ وہ اس کانفرنس کے لئے کوئی اپنا نمائندہ بھیجے۔ انجمن نے مجھے لکھا کہ میں اس میں بطور نمائندہ شریک ہوں مگر بدقسمتی سے میں ان دنوں یہاں برلن میں درانی صاحب کے جھگڑے اور مقدمہ بازی میں اس قدر مصروف تھا کہ میرا یہاں سے جانا بالکل ناممکن تھا۔ اس لئے میں اس میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کے بعد ۱۹۲۹ء میں کانفرنس والوں نے مجھے دوبارہ طلب کیا مگر اس دفعہ بوجہ مالی مشکلات انجمن اس کا انتظام نہ کر سکی اور مجھے دوبارہ کانفرنس کو ایک معذرتی خط لکھنا پڑا۔

اب امسال اس کانفرنس کے سکرٹری صاحب برلن آئے اور خاص طور پر مجھے دو دفعہ ملنے آئے اور کہا کہ ۱۹۳۲ء میں وہ تمام مذاہب کی بڑی بھاری کانفرنس امریکہ میں منعقد کرنے کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اور اس کی تیاری کے واسطے ان کی مجلس منتظمہ ماہ اگست کی ۱۲ تاریخ سے لیکر ۱۴ تاریخ تک جینوا میں ایک اجلاس قائم کر رہی ہے۔ اور مجھ سے درخواست کی کہ میں اس دفعہ بطور نمائندہ اسلام و احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ضرور شامل ہوں۔ میں نے انجمن کی موجودہ مشکلات کی وجہ سے ان کو ٹالنے کی کوشش کی اور کہا کہ چونکہ میں بالکل اکیلا ہوں لہذا میرا برلن سے باہر جانا بہت مشکل ہے۔ مگر وہ بہت مصر ہوئے اور کہنے لگے کہ کم از کم [illegible] کے لئے آپ جینوا آجائیں اور اگر آپ مالی مشکلات راستہ میں حائل ہوں تو وہ آمد و رفت کا سیکنڈ کلاس کا خرچ دینے کو تیار ہیں۔ بدیں حالات میں نے ان کو وعدہ دے دیا کہ اچھا میں دو دن کے لئے حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں ۱۲۔۱۳ ماہ حال کو وہاں ان کی مجلس منتظمہ کے اجلاس میں شریک ہوا۔

آئندہ کانفرنس میں حضرت امیر کا مضمون

اس مجلس کے ایک اجلاس میں میری ایک مختصر سی تقریر بھی ہوئی جو انشاء اللہ ان کی رپورٹ میں شائع ہو جائے گی۔ سال آئندہ کی کانفرنس کے متعلق فیصلہ ہوا کہ یہ کانفرنس نومبر ۱۹۳۲ء میں امریکہ میں منعقد ہو۔ اس کانفرنس میں بعض آدمی کو وہ مدعو کر رہے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ خیال ہے کہ اگر بعض آدمی اس میں شریک نہ ہو سکیں تو ان سے مضامین کی درخواست کی جائے۔ چنانچہ میں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کا نام نامی وہاں دیدیا ہے۔ اور آپ کے علاوہ سر محمد اقبال صاحب کا بھی۔ علامہ عبد اللہ یوسف علی صاحب کا نام پہلے ہی ان کی لسٹ میں موجود تھا۔

مادیت سے مذہب کی طرف

اس کانفرنس کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ اب دنیا مادی ترقی میں کمال حاصل کر چکی ہے مگر اس مادی ترقی اور کمال سے اس کو کوئی آرام، تسکین، راحت، اور طمانیت قلب یا حقیقی خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ دن بدن دکھ، مصیبت، جلن، سوز اور ایک قسم کی آگ پیدا ہو رہی ہے۔ لہذا یہ کانفرنس اس بات کی کوشش کرے گی کہ کس طرح سے مذہبی اور روحانی طاقت [illegible] اس دنیا کے اندر حقیقی خوشی اور راحت پیدا کر سکتی ہے۔ کیا کسی مذہب کے اندر یہ طاقت اور قوت موجود ہے کہ وہ دنیا میں وحدت نسل انسانی پیدا کرکے انسان کو حقیقی راحت اور سلامتی دے سکتی ہے۔

ریٹائرڈ گورنر سے ملاقات

میں اس کانفرنس میں مسلمانوں کا واحد نمائندہ تھا وہاں اور بہت سے بڑے بڑے آدمیوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ نیویارک کا ایک ریٹائرڈ گورنر بھی وہاں تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے ایک دفعہ ڈنر پر کھانے کے لئے دعوت دی اور اسلام کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کیں اس کا زیادہ رجحان بابی مذہب کی طرف معلوم ہوتا تھا۔ یہاں سے اس کو مزید لٹریچر ارسال کر رہا ہوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کو راہ راست پر لے آئے۔

جرمن نو مسلموں کا جذبہ ایمان

جینوا سے واپس ہو کر میں امیر شکیب ارسلان کو ملنے کے لئے لوزان ٹھہر گیا۔ اور پھر وہاں سے . . . . ایک دن ٹھہر کر زیورچ پہنچ گیا اور بالآخر میونچ ایک رات ٹھہر کر ۱۸ ماہ حال کو برلن پہنچ گیا۔ ان تمام مقامات پر جرمن مسلمانوں کو ملکر اور دیکھ کر جو خوشی ہوئی وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ بعض بعض کے ایمان کی پختگی اور اسلام کی محبت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ زیورچ میں ایک خاتون سے ملاقات ہوئی اس کی عمر قریباً ۶۰ سال کی ہوگی۔ مگر ہزارہا نوجوانوں سے اعلیٰ جوش اور خدمت اسلام کا جذبہ اس کے دل کے اندر موجزن

جھنگ میں صوبے کے کانگریسیوں کا مجوزہ اجلاس

مسلمانانِ جھنگ پر ہندوؤں کے مظالم کی داستان

از خان بہادر میاں غلام رسول خان صاحب میونسپل کمشنر جھنگ

پنجاب پراونشل کانفرنس کا اجلاس ماہ حال کے آخری ہفتہ میں تین دن کے لئے جھنگ، مگھیانہ میں ہونا قرار پایا ہے۔ اور اس کی کامیابی کے لئے مقامی کانگرس کمیٹی کی طرف سے بڑے زور شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں اور بڑے بڑے نامور مسلمانان کانگرس مثلاً "سرحد کے گاندھی" خان عبد الغفار خاں اور "ہند کے امام" مولانا ابو الکلام آزاد وغیرہ کی تشریف آوری اور شمولیت کے اعلان کئے جا رہے ہیں دونوں قصبوں میں مسلمانوں کی آبادی نصف سے بہت زیادہ ہے اور بیرونجات میں تمام ضلع بلحاظ تعداد آبادی وملکیت اراضی تقریباً خالص اسلامی ہے۔

ضلع بھر کے مسلمان کیا قصباتی اور کیا دیہاتی تمام وکمال بلا استثنا، خفیف کانگرس کی تحریک سے دور رہے ہیں۔ اور یہ تحریک اس ضلع میں جہاں کہیں بھی کم و بیش ہے خالص ہندوانہ ہے۔ اور اب پراونشل کانفرنس کا انعقاد اور اتنے بڑے اسلامی لیڈروں کی شمولیت کا اعلان صاف بتاتا ہے کہ یہ جھنگ کے ناخواندہ اور بھولے بھالے بدقسمت مگر غیور مسلمانوں کو پھنسانے کے لئے جال بچھایا جا رہا ہے۔

اس موقعہ پر چند واقعات مختصراً اور "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر اپنے ہندو بھائیوں خصوصاً کارکنان کانگرس اور مسلمان کانگرسی لیڈروں اور مسلمانان ضلع جھنگ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ملک میں حکومت خود اختیاری یا سوراج کی پہلی منزل قصبات کی میونسپل کمیٹیاں ہیں ان کے طریق عمل سے سوراج کی آئندہ منزلوں کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

میونسپل کمیٹی جھنگ مگھیانہ میں مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود منتخب ہندو اور مسلمان ممبروں کی تعداد برابر ہے مگر دو سرکاری افسر ممبروں کے ہندو ہونے کی وجہ سے ہندوؤں کی میجارٹی ہے حال کے انتخاب میں ممبروں میں کانگرسی عنصر آ گیا اور ان مدعیان اتحاد اور پرستاران وطن کی فراخدلی اور حب الوطنی کی جھلک ذیل کے چند کارناموں سے ظاہر ہوگی۔

ایک مسلمان سپرنٹنڈنٹ چنگی کی حق تلفی

ا۔ ایک مسلمان (عمر ۵۰ سال) سپرنٹنڈنٹ چنگی کی توسیع میعاد کا سوال پیش ہوتا ہے جو ایک سال پہلے سے توسیع میعاد پر ہے۔ مسلمان ممبران کی ہر چند متفقہ مخالفت کے باوجود اسے منسٹریل قسم ملازمت سے ایگزیکیٹو قسم ملازمت میں قرار دیکر نکال دیا جاتا ہے وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کے پاس اپیل کرتا ہے۔ جو اس معاملہ میں انتہائی حاکم مجاز ہیں۔ ڈپٹی کمشنر صاحب ماہ اپریل میں اس کے حق میں فیصلہ کرتے ہیں اور اس کی بحالی کا صاف حکم صادر کرتے ہیں۔ مگر آج تک حکام کے بار بار اصرار اور مسلمان ممبروں کی متفقہ خواہش اور کوشش کے باوجود اس کی تعمیل نہیں ہوئی اور وہ غریب بیچ ہی میں لٹک رہا ہے۔

افطار کے لئے اجلاس ملتوی نہ کیا

ب۔ مذکورہ بالا معاملہ کے متعلق ایک روز جنرل اجلاس میں جو ماہ رمضان میں ہوا تھا۔ افطار کا وقت قریب آ جانے پر مسلمان ممبر بڑی لجاجت سے متفقہ طور پر درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کے افطار اور نمازوں کے واسطے اجلاس ملتوی کیا جائے مگر وطن پرست حضرات مسلمانوں کی اس درخواست کو ٹھکرا دیتے ہیں اور مسلمان ممبروں کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔ کہ معاملات انہیں کے ہاتھ میں چھوڑ کر چلے آئیں۔ اور متفقہ طور پر حسب مراد فیصلہ کریں۔

ج۔ جنرل کمیٹی کے متعدد اجلاسوں میں مسلمان ممبر متفقہ درخواست کرتے ہیں کہ اس قسمت غریب سپرنٹنڈنٹ چنگی کے معاملہ کا فیصلہ کیا جائے مگر کوئی شنوائی نہیں ہوتی اور حکام کے قطعی فیصلہ اور مسلمانوں کی متفقہ درخواستوں کے باوجود اس کا کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بحث میں بھی نہیں لایا جاتا۔

سکرٹری کا عہدہ ہندوؤں کی جاگیر

د۔ کمیٹی کا ہندو سکرٹری ریٹائر ہوتا ہے۔ سکرٹری کا عہدہ تیس چالیس سال سے متواتر ہندوؤں کے پاس رہا ہے اب اتفاق سے کمیٹی کا ایک دہ سالہ اکاؤنٹنٹ جو کمیٹی ہی کے خرچ پر اکاؤنٹس کا کام سیکھ کر پاس کر چکا ہے گریجوایٹ ہے۔ مقامی ہے۔ خاندانی ہے اور مسلمہ دیانتدار ہے۔ مسلمان پبلک اور ممبر قدرتاً اس موقعہ پر خواہش کرتے ہیں کہ انصاف توازن۔ اخلاق و قواعد کے رو سے اسے موقعہ دیا جائے مگر اسی میجارٹی کے بل پر مسلمانوں کی اس ضروری اور جائز درخواست اور رائے کو پھر ٹھکرا دیا جاتا ہے اور ایک ناتجربہ کار بیرونی شخص کو مقرر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ کمشنر صاحب بھی اس مسلمان امیدوار کے حقوق کو صریحاً ترجیح دیتے ہوئے اس تقرر کو ناپسند کرتے ہیں۔ مگر سوراج کے عمل کا احترام کرتے ہوئے اس میں دست اندازی نہیں کرتے۔

ھ۔ وہ ہندو نو مقرر شدہ سکرٹری کمشنر صاحب کے حکم کے ماتحت کام سیکھنے کے واسطے بھیجا جاتا ہے اور اس کی یہ قائم مقامی بھی مسلمانوں کی متفقہ خواہش اور کمشنر صاحب کے ریمارکس کے باوجود اس پاس شدہ مسلمان اکاؤنٹنٹ کی بجائے

(باقی بر صفحہ الف)

نالۂ شعلہ بارِ من

(جناب محمد مرتضیٰ خان صاحب بی اے مانگرول کاٹھیاواڑ)

ایک اپنی پرانی غزل بھیجتا ہوں۔ گو یہ غزل آپ کے اخبار کے موضوع کے خلاف ہے۔ مگر چنداں معیوب بھی نہیں۔ آخر دیوان حافظ بھی تو بڑے بڑے صلحا پڑھتے ہیں اور اسے معرفت کا رنگ دیکر محظوظ ہوتے ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہی سمجھ لیجئے۔ والسلام

(محمد مرتضےٰ خاں)

دلبرِ عشوہ کارِ من برد زدل قرارِ من — برد زدل قرارِ من دلبرِ عشوہ کارِ من

نالۂ شعلہ بارِ من آتشے درجہاں زند — آتشے درجہاں زند نالۂ شعلہ بارِ من

تُرکِ جفا شعارِ من ترکِ جفا نمی کند — ترکِ جفا نمی کند تُرکِ جفا شعارِ من

قد دراز یارِ من کردہ قیامتے بپا — کردہ قیامتے بپا قد دراز یارِ من

ایں دل بیقرارِ من بستہ بدامنش برفت — بستہ بدامنش برفت ایں دل بیقرارِ من

دیدۂ اشکبارِ من سیلِ رواں کند ہمی — سیلِ رواں کند ہمی دیدۂ اشکبارِ من

خنداں کناں نگارِ من آمد و جلوہ کرد و رفت — آمد و جلوہ کرد و رفت خنداں کناں نگارِ من

ہمدم و ہمکنارِ من ہیچ نہ شد بجز غمت — ہیچ نشد بجز غمت ہمدم و ہمکنارِ من

ایں دل رازدارِ من باکہ کند شکایتے؟ — باکہ کند شکایتے ایں دل رازدارِ من

مونس و غمگسارِ من دردِ فراقِ تو بس است — دردِ فراقِ تو بس است مونس و غمگسارِ من

گریۂ آہ کارِ من شد بفراقِ او حسن

شد بفراقِ او حسن گریۂ آہ کارِ من

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۳ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۵۰ھ | نمبر ۵۳

اسلام اور ہندو تہذیب

ایک ہندو اخبار کے خیالات اسلام اور مسلمانوں کے متعلق

(۱)

"بجے" نامی ایک بنگالی اخبار نے جو کلکتہ سے شائع ہوتا ہے چند دن ہوئے "لارڈ اردن کی ڈائری" کے نام سے ایک فرضی مضمون شائع کیا تھا جسے کسی صاحب محمد ابراہیم نامی نے ہندی زبان سے اخبار "مدینہ" کے لئے ترجمہ کیا اور "مدینہ" نے شکریہ کے ساتھ اسے شائع کیا۔ پنجاب کے ہندو اخبارات کو ایسی باتیں خدا دے انہوں نے اس مضمون کو بڑے بڑے جلی عنوانات کے ماتحت اس صورت میں نقل کیا کہ گویا فی الحقیقت یہ لارڈ اردن کے خیالات ہیں حالانکہ جس مہا سبھائی ذہنیت کا اظہار اس مضمون میں کیا گیا ہے وہ لارڈ اردن کے وہم میں بھی نہ آئی ہوگی۔ ہم حیران ہیں کہ معاصر "مدینہ" کو کونسی ایسی بات اس میں نظر آئی جو دلچسپی اور شکریہ کا موجب تھی۔ مضمون میں جا بجا ہندو تہذیب، ہندو دھرم اور ہندو قوم کی تعریف اور اسلامی تہذیب، اسلامی حکومت، اور مسلمانوں کی تحقیر اور مذمت کی گئی ہے۔ جس پر فاضل مدیر "مدینہ" نے ایک حرف تک نہیں لکھا۔ حالانکہ اس کا فرض تھا کہ ایسا مضمون شائع کرتے ہوئے اس پر پورے طور پر تنقید کی جاتی اور "بجے" کو بتا دیا جاتا کہ اس کی مہا سبھائی ذہنیت کن خطرناک نتائج و عواقب کی داعی ہے

ہندو اور مسلمانوں کی تہذیب ومعاشرت

مضمون نگار نے مسلمانوں کے متعلق سب سے پہلے جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ:-

"ہندوستان کے مسلمانوں کی معاشرت اور تہذیب کا ماخذ ہندو تہذیب ہے۔ اور یقیناً مسلمان اس بات کو دل سے سمجھتے ہیں مگر کھلم کھلا اس کا اظہار نہیں کرتے"

"معاشرت اور تہذیب" سے مقالہ نگار کی مراد اگر یہ ہو کہ ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کا لباس، ہندوؤں کا طرز بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں۔ تو یہ صرف ان علاقوں کے متعلق کہنا جائز ہوگا۔ جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے اور مسلمان وہاں نہایت درجہ اقلیت میں ہیں لیکن پنجاب اور سرحد کے متعلق کیا کہا جائے گا جہاں ہندو قوم معاشرت اور تہذیب کے لحاظ سے علی العموم اسلامی رنگ میں رنگی جا چکی ہے۔ جہاں تک لباس کا سوال ہے۔ ہندوانہ دھوتی اور ٹوپی علاقہ سرحد اور پنجاب کے ممتاز شہروں میں اس درجہ متروک ہو چکی ہے۔ اور اس کے بجائے پنجابی مسلمانوں کا لباس اس طرح اختیار کیا جا رہا ہے کہ بعض اوقات ایک ہندو پر مسلمان ہونے کا شبہ پڑتا ہے۔ کیا اس کو اسلامی تہذیب سے منسوب کرنا جائز ہوگا؟

رہی معاشرت اور طریق تمدن تو علاقہ سرحد اور اس سے بھی پرے افغانستان میں جا کر دیکھو شاید ہی زندگی کا کوئی شعبہ ہوگا جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز پایا جاتا ہو ورنہ عام طور پر ہندو اسلامی تہذیب ومعاشرت ہی کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ کیا اس بنا پر یہ کہنا جائز ہوگا کہ سرحد اور افغانستان کے ہندوؤں کی معاشرت اور تہذیب کا ماخذ "اسلامی تہذیب ہے"

ماحول کا اثر تہذیب ومعاشرت پر

حقیقت یہ ہے کہ ہر قوم کی تہذیب ومعاشرت پر اس کے ماحول کا اثر لازمی ہے۔ خواہ وہ آب وہوا کا اثر ہو۔ یا کسی خاص قوم کے حاکمانہ اقتدار یا عددی قوت کا۔ آج بہت سے ہندو مرد اور عورتیں دھوتی اور ٹوپی کو چھوڑ کر کوٹ پتلون اور ہیٹ استعمال کرنے لگے ہیں۔ ان کے گھروں میں انگریزی زبان، انگریزی طعام اور انگریزی طریق تمدن کے سوا اور کوئی نمونہ نظر نہیں آتا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا جائز ہوگا کہ ہندو تہذیب کا ماخذ انگریزی تہذیب ومعاشرت ہے یا جیسا کہ حق ہے اس کو انگریزوں کے غلبہ اقتدار کا اثر قرار دیا جائے گا؟

اسلام کے عالمگیر ہونے کا نشان

تہذیب ومعاشرت کے اس حصہ میں جو لباس اور دیگر جزوی امور زندگی سے تعلق رکھتا ہے جن کا انسان کے اعمال واخلاق پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور جس کا واسطہ زیادہ تر ہر ملک کے داخلی حالات وواقعات کے ساتھ ہے۔ اسلام نے انسان کو آزادی کی نعمت سے مالا مال فرمایا ہے۔ اور ہندو تہذیب ومعاشرت کی طرح تنگ خیالی کی قیود سے مقید نہیں کیا۔ یہی فی الحقیقت اس کے عالمگیر ہونے کا نشان ہے اگر وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں کسی خاص قسم کی تہذیب ومعاشرت کو مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دیتا تو اس کا دائرہ اثر ہندو مذہب کی طرح ایک خاص ملک تک ہی محدود رہتا اور جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں عرب سے نکلکر روم، ایران، ہندوستان، چین روس، افریقہ، افغانستان، انگلستان، اور جہاں تک اس کا قدم نہ پہنچا۔ کوٹ۔ پتلون۔ پاجامہ اور تہبند۔ جبہ اور دستار ڈاڑھی۔ مونچھ اور کرزن فیشن۔ نیچے بیٹھکر کھانا یا میز پر مل کر کھانا یا الگ الگ اور اسی قسم کی بیسیوں باتیں ایسی ہیں جن کو اسلام نے قطعاً کوئی اہمیت نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے وہ لوگ جن کو ہندوؤں میں سے مشرف باسلام ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ان کے ہندوانہ لباس یا ہندوانہ طریق بود و ماند سے چنداں تعرض نہ کیا گیا۔ اور صرف ایمان اور اعمال صالحہ کی تلقین ہی ان کے لئے مناسب سمجھی گئی۔ اگرچہ آج ان کا یہ ڈھنگ اسلام کے لئے ایک حد تک مضر ثابت ہو رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ملکی حالات کا اثر ہے۔ اور ہندوؤں کی عددی قوت کا نتیجہ۔

ہندو تہذیب کا اثر

اسی ہندو تہذیب کو لیجئے۔ جس کو آج ہندوستانی مسلمانوں کی تہذیب ومعاشرت کا ماخذ قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا ہندوستان کی چار دیواری سے نکلکر اس کا قدم کسی اور ملک میں بھی گیا؟ افغانستان ایران۔ عدن۔ اور جزائر شرق الہند ہندوستان کے بہت ہی قریب واقعہ ہیں۔ اور ہندوؤں کی ایک خاصی تعداد بھی ان ممالک میں پائی جاتی ہے۔ لیکن کیا کسی نے دیکھا کہ ہندو تہذیب یا ہندو مذہب نے وہاں کی تہذیب ومعاشرت یا مذہب پر ایک شمہ بھر بھی اثر ڈالا ہو۔ اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ افغانستان اور سرحد کے ہندو خود بھی اسلامی تہذیب میں رنگین ہیں چہ جائیکہ وہ دوسروں پر کوئی اثر ڈال سکیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہندو مذہب اور ہندو تہذیب صرف ملکی حالات اور خاص زمانہ کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ جو دوسرے ممالک کے لئے کسی طرح بھی مفید نہیں۔

اسلام کا اثر اقوام وملل پر

اس کے بالمقابل اسلام کو دیکھئے۔ اگرچہ جزوی امور زندگی میں اس نے انسان کو بہت حد تک آزاد رکھتا ہے۔ لیکن جہاں تک اخلاق واعمال کا تعلق ہے۔ جہاں تک معاشرت وتہذیب کے ان اہم امور کا واسطہ ہے جو انسان کے اخلاق واعمال پر اثر ڈالنے والے ہیں جہاں جہاں اس کا قدم پہنچا ہے اس نے قوموں اور بڑے بڑے جابر انسانوں کی زندگیوں کو یکسر بدل دیا۔ عرب کی جہالت اور بربریت سے لے کر روم اور ایران کی استبدادیت اور یورپ کی قرون مظلمہ تک جہاں جہاں اسلام کی روشنی پہنچی اس نے دنیا کو علم وتہذیب کے اس نور سے منور کیا جس نے انسانوں کو درندگی اور وحشت سے نکال کر بااخلاق اور مہذب اور خدا پرست انسان بنا دیا۔

دفتری خط وکتابت

بعض احباب دفتری خط وکتابت کسی عہدہ دار کے نام سے کرتے ہیں جس میں بعض اوقات ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے دیر ہو جاتی ہے اس لئے سوائے پرائیویٹ خط وکتابت کے باقی تمام خط وکتابت سکرٹری۔ محاسب کے پتہ سے ہونی چاہیئے اس طرح جو صاحب اس وقت ہوگا [illegible] تعمیل کرد[illegible] گے۔

ایک اور مجاہد میدان عمل میں

قارئین کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے ایک نئے بھائی عبد الستار خاں صاحب رئیس و میونسپل کمشنر فیروز پور جو کچھ عرصہ ہوا حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کے ذریعہ سے سلسلہ میں شامل ہوئے تھے۔ اپنے ذاتی خرچ پر تبلیغ اسلام کے لئے برلن (جرمنی) جا رہے ہیں۔ ممدوح نے الحال چھ ماہ کے لئے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ جہاں آپ مولانا صدر الدین صاحب سے جرمن زبان سیکھنے کے علاوہ قرآن کریم اور حدیث بھی پڑھیں گے۔ یہ امر از حد قابل مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاں مال و زر سے بہرہ وافر عطا فرمایا ہے وہاں ایک ایسا پاک دل بھی عنایت کیا ہے جو اسلام اور اہل اسلام پر اس مال کو خرچ کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ چنانچہ اس سے پیشتر وہ ملا قوم کی امداد و اعانت بھی خود مالا بار جا کر کر چکے ہیں۔ جہاں سے واپسی پر آپ تین چار موپلا لڑکے بھی اپنے ساتھ لائے۔ اور اپنی نگرانی میں انہیں انٹرنس پاس کرایا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پاک کام میں جس کا بیڑا انہوں نے اٹھایا ہے انہیں کامیاب اور بامراد کرے اور برلن میں اسلام کو ان کے ذریعہ سے بہت سی فتوحات حاصل ہوں۔ آمین۔

برلن مسجد کی مرمت

غریب کا ایثار امیر سے اپیل!

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ڈاکٹر کے اے خاں کو۔ برلن مسجد کی مرمت مالی مشکلات کی وجہ سے ایک سے دوسرے اور دوسرے سال سے تیسرے سال پر ملتوی ہوتی چلی آتی تھی۔ چند ہی روز کا ذکر ہے کہ اخبار میں ایک نہایت ہی درد انگیز خط شائع ہوا تھا۔ کہ مرمت نہ ہونے کی وجہ سے برلن مسجد کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر کے اے خاں نے جو مالی لحاظ سے جماعت کے غربا میں سے ہیں مگر خدا اور رسولؐ کی محبت کے لحاظ سے امرا میں سے ہیں ایک ہی قدم میں اس مشکل کو حل کر دیا یعنی نصف خرچ مرمت کا اپنے ذمہ لے لیا۔ اور باقی نصف کے لئے جماعت کے دیگر بزرگان کو اپیل کی ہے۔ جماعت میں خدا کے فضل سے وہ بزرگ موجود ہیں جنہوں نے ایک ایک آدمی نے ہزارہا روپوں کے خرچ سے ایک ایک مسجد اپنی جگہ پر بنوا دی ہے۔ کیا ان امراء میں کوئی ایسا صاحب دل نہیں کہ برلن مسجد کی حالت پر جو تثلیث کے مرکز میں توحید کا نشان ہے اس کے دل میں درد پیدا ہو اور وہ نصف خرچ کو فوراً پورا کر دے۔ کوئی بڑی رقم نہیں کل خرچ مرمت **ایک سو پونڈ** کا اندازہ ہے۔ **نصف خرچ پچاس پونڈ** کی رقم ہے۔ اگر ایک غریب کے دل میں اس قدر جوش پیدا ہوتا ہے کہ وہ نصف خرچہ تو کیا کسی امیر کے دل میں یہ جوش پیدا نہ ہوگا؟ مگر آدمی ایک ہی چاہئے جو یہ کام کر دے۔ اور اس کے لئے میں صدا بلند کرتا رہوں گا۔ جب تک کہ کوئی لبیک کہنے والا کھڑا ہو۔

محمد علی

مغلپورہ کالج اور مسلمان

مغلپورہ کالج پر مسلمانوں کی پکٹنگ کی مفصل روئداد گزشتہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہو چکی ہے۔ جس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ پکٹنگ کے دوران میں مولوی غلام مرشد، مولوی داؤد غزنوی، مولوی احمد علی صاحب اور مولوی عطاء اللہ شاہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس کے چند دن بعد ملک لعل دین قیصر کو بھی جو اس تحریک کے روح رواں تھے گرفتار کر کے جیل میں بھیج دیا گیا مولوی عطاء اللہ شاہ کو تو کسی اور مقدمہ کے سلسلہ میں دہلی بھیج دیا گیا ہے لیکن باقی چار اصحاب لاہور سنٹرل جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند ہیں۔ اور سنا جاتا ہے کہ کرنیل سوڈی سپرنٹنڈنٹ جیل کی عنایت سے ان کے ساتھ ادنیٰ اخلاقی مجرمین کی طرح سلوک کیا جاتا ہے وہی خوراک انہیں ملتی ہے۔ غلیظ کوٹھڑیوں میں وہ بند ہیں۔ اور کسی سے ملاقات کی اجازت نہیں دی جاتی۔ حالانکہ کم از کم اول الذکر تین اصحاب مسلمانوں کے مقتدر قائدین اور روشن خیال علمائے دین میں سے ہیں۔ اور کوئی اخلاقی جرم بھی ان سے سرزد نہیں ہوا۔

یہ حالات مسلمانوں کے لئے کسی طرح بھی صبر و قرار کا موجب نہیں ہو سکتے۔ جس قوم کے علما جیل کے اندر ایسی سخت مصائب میں مبتلا ہوں وہ کیسے صبر اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان واقعات نے مغلپورہ کالج کے قضیہ کو ختم کرنے کے بجائے اس تحریک کو اور بھی تیز کر دیا ہے اور جوق در جوق مسلمان بطور رضا کار بھرتی ہو رہے ہیں۔ جو نہ صرف پرنسپل ڈیکر کی علیحدگی کے لئے پوری جد و سعی میں مصروف ہیں بلکہ مذکورہ علما کی رہائی کے لئے بھی ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہیں۔

افسوس ہے کہ ہندوؤں نے اس بارہ میں اپنے مسلم آزار رویہ میں ذرا بھی تبدیلی نہیں کی۔ اور ڈیکر جیسے دشمن اسلام انگریز کی حمایت کر کے قوم پرستی کے قصر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے اگر یہی لیل و نہار ہیں تو آئندہ سوراج کی حقیقت معلوم۔

ضرورت ہے کہ اس بارہ میں حکومت مسلمانوں کے صبر و سکون کا زیادہ امتحان لینے کے بجائے ان ہر دو مطالبات کو جلد از جلد پورا کر دے۔ کہ اس میں اس کا حقیقی وقار اور ملک کا امن و امان مضمر ہے۔

اس نوٹ کے لکھے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ رائے صاحب لالہ نتھو رام صاحب سٹی مجسٹریٹ کے مکان پر میاں عبد العزیز صدر بلدیہ۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب۔ مولوی مظہر علی اظہر اور بعض دوسرے اصحاب جمع ہوئے پرنسپل ڈیکر بھی موجود تھے۔ رائے صاحب نے پر تکلف چائے سے ان حضرات کی تواضع کی۔ پرنسپل ڈیکر نے ایک تقریر کی جس میں بتایا کہ میرا مدعا ملت اسلامیہ کی توہین نہ تھا۔ اگر کسی لفظ سے ایسے معنے لئے گئے ہیں تو میں خلوص سے اظہار افسوس کرتا ہوں۔

اس اظہار افسوس کو مجلس احرار اسلام اور دیگر بزرگوں نے منظور کر لیا۔ پرنسپل نے ۵۹ مستعفی طلبا کو کالج میں واپس لینے اور ان سے اچھا سلوک کرنے کا وعدہ کیا اس سلسلہ میں جن لوگوں کو قید و بند کی مصیبت اٹھانی پڑی ہے وہ بھی رہا کر دیئے جائیں گے فالحمد للہ۔

مسجد برلن کے متعلق ڈاکٹر کے اے خاں کی تحریک کا جواب

مسجد برلن کے فک الرہن کے متعلق ڈاکٹر کے اے خاں صاحب نے جو تحریک کی ہے کہ کل رقم ۸۸ حصص میں تقسیم کر کے ۱۲۵ روپے فی حصہ احباب کرام ادا کریں۔ اور اس سلسلہ میں اپنے حصہ کے ۱۲۵ روپے انہوں نے ادا بھی کر دیئے ہیں۔ اس کی تائید میں مختلف اطراف سے آوازیں آ رہی ہیں۔ چنانچہ حسب ذیل اصحاب نے اس وقت تک اس تحریک میں عملی حصہ لیا ہے۔

(۱) حضرت امیر ایدہ اللہ۔
(۲) ڈاکٹر اللہ بخش صاحب۔
(۳) شیخ عزیز احمد صاحب وزیر آباد۔

فجزاہم اللہ خیرا۔ امید ہے باقی اصحاب بھی جلد از جلد اس کار خیر میں حصہ لیکر دینی و دنیوی حسنات سے بہرہ ور ہوں گے۔

حضرت امیر کے پروانوں سے ایک اپیل

مسجد برلن کو جلد فک کراؤ

جناب ڈاکٹر کے اے خاں ... نے مسجد برلن کے متعلق جو خط لکھا تھا اس کے اقتباسات گزشتہ اشاعتوں میں درج ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کا اصرار ہے کہ ان کا اصل خط شائع کیا جائے جو ہدیہ ناظرین کرام ہے:-

مائی ڈیر ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے اخبار پیغام صلح کے حال ہی کے پرچے میری نظر سے گزرے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ برلن مسجد کی مرمت اور اس کو گیارہ ہزار روپے سے آزاد کرانا جو ناظرین کے علم میں ہے نہایت ضروری ہے اور سب سے زیادہ ضروری یہ امر اس لئے ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی توجہ اس وجہ سے بہت ہی پراگندہ رہتی ہے جس سے ان کے دماغی کاموں میں فرق آنے کا احتمال ہے لہذا سب سے ضروری امر اس کے متعلق یہ ہے کہ حضرت امیر صاحب کو کم از کم اس ایک قصہ سے تو ایک ہفتہ کے اندر چھڑا دیا جائے۔ جس کے لئے سب سے پہلا شخص میں ہوں۔ کہ برلن مسجد کی مرمت کے لئے تخمینہ منگا یا جائے جو تخمینہ ہوگا اس کا آدھا میں دوں گا۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ کیا کوئی دوسرے صاحب بقایا آدھا اپنے ذمہ لیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ گیارہ ہزار روپے کے ۸۸ حصے ۱۲۵ روپیہ فی کس حساب سے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ مبلغ ۱۲۵ روپیہ کا میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ علاوہ مرمت کے آدھے خرچ کے۔ اب صرف ۸۷ حصے باقی رہ جاتے ہیں۔ ۸۷ آدمی اپنے اپنے نام بذریعہ اخبار پیغام صلح پیش کریں۔ اور جلد از جلد کریں اور ان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ روپیہ ان کو فوراً ہی پہلی ہی آواز . . . . پر انجمن کو بھیج دینا ہوگا۔ اس میں کسی قسم کا وعدہ نہیں ہوگا۔ میری خواہش یہ ہے کہ حضرت امیر صاحب کو دوبارہ مسجد برلن ایک ہفتہ کے اندر اندر بلا کسی عذر بلا کسی پس و پیش کے آزاد کرا دیا جائے۔ اگر کچھ صاحب ایسے ہوں کہ وہ اپنے ذمہ ۱۲۵ سے دوگنا حصہ یا تگنا حصہ یعنی ۲۵۰ یا ۳۷۵ یا ۵۰۰ روپیہ لینا چاہیں تو وہ بھی مطلع فرمائیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ حضرت امیر صاحب کو اس قصہ سے قطعی آزاد کر دینا چاہیئے تاکہ ان کے دماغ سے وہ کام آسانی سے لے سکیں جس کی زمانہ کو اور ہم کو ابھی سخت ضرورت ہے۔ ۱۲۵ روپیہ فی کس کوئی بات نہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے گھر کو آزاد کرانے کے لئے یہ اپیل ہے۔ میں آپ لوگوں کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا۔ البتہ اتنا میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ حضرت امیر کے پروانے حضرت امیر صاحب کو برلن مسجد کے معاملہ میں آزاد کرانے کے لئے کس حد تک اور کس وقت تک تیار ہیں۔ یہ میں نے مانا کہ ابھی انجمن کے اور بھی بہت سے کام ہیں اور روزمرہ کے قصے ہیں مگر مسجد برلن والا قصہ نہایت اہم اور سنگین ہے۔ مگر اس میں ایک راز بھی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس مسجد کا زیادہ جز جماعت احمدیہ لاہور سے تیار ہوا ہے۔ اور یہ جناب حضرت امیر صاحب کے ہاتھوں کام ہوا ہے۔ اور یہ کس قدر غضبناک شرمناک امر ہمارے لئے ہوگا کہ ان کے ہی وقت میں ہماری غفلت کا یہ نتیجہ ہو کہ وہ محض گیارہ ہزار کے لئے رہن پڑی رہے اور اس پر طرہ یہ کہ ہم حضرت امیر کے پروانے کہلانے کے مستحق ہوں۔

اس بات کو ہر شخص خوب گہری نگاہ سے دیکھ کر اندازہ لگا لے کہ میں کس سر میں اور کس تان بول رہا ہوں۔ یہ یاد رہے کہ خدا کے فضل سے دنیا میں ایک سے ایک چیز اعلےٰ اور بہتر سے بہتر ہے مگر یہ تفضل خداوندی ہے کہ ہم کو ایک ایسا بے نفس۔ اعلےٰ قابل۔ عالم۔ بہترین اسلامی جرنیل وغیرہ وغیرہ امیر اس نے محض اپنے کرم سے عطا کیا ہوا ہے۔ کہ جس کا ثانی آج دنیا میں کوئی مل نہیں سکتا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ جماعت کے بزرگوں نے حضرت امیر کی ہر بات پر ہر اپیل پر لبیک کہا ہے۔ اور آئندہ لبیک کہنے کو تیار ہیں۔ مگر یہ مسجد برلن والا قصہ درمیان میں حائل ہو گیا ہے کہ جس سے حضرت امیر کو بہت فکر دامنگیر رہتا ہے۔ اس لئے میری آپ لوگوں سے صرف اتنی گزارش ہے کہ اس معاملہ میں ایک معمولی روپیہ کی ضرورت ہے۔ صرف گیارہ ہزار روپیہ کی بات ہے یہ قصہ ہی پاک ہو جائے گا۔ پھر باقی کا انجمن کا قصہ رہ جائے گا۔ وہ آپ لوگ اپنی اپنی جگہ اس کی خدمات انجام دے ہی رہے ہیں حضرت امیر صاحب نے یہ مسجد اور اس مسجد کا سب انتظام اللہ بھروسہ کر کے آپ ہی بزرگوں کے کندھوں کے سہارے رکھا ہے مگر اتفاق سے اس بوجھ کا زیادہ حصہ حضرت امیر کے ہی کندھوں پر زیادہ آ پڑا۔ کاش کہ میرے علاوہ ۸۷ اسلامی سپاہی میدان میں کود کر حضرت امیر صاحب کے کندھے سے یہ بوجھ ایک ہفتہ کے اندر اندر ہٹا لیں میں امید کرتا ہوں اور مجھے خدا کی ذات پر بھروسہ اور یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے بوجھوں کو ان کے کندھوں اور سروں سے اٹھا کر اپنے ذمہ لے لے گا۔ حضرت امیر نے ہمارے لئے اور قوم کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی جو خدمت کی ہے وہ آپ سب حضرات پر روشن ہے۔ ہم تو بڑے خوش قسمت ہیں کہ ۱۲۵ روپے دیکر ہی چھٹکارا ہو جاتا ہے۔ ورنہ حضرات وہ وقت دور نہیں جب کہ حضرت امیر صاحب کے کہنے پر اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے مال یا جان دینے کی ضرورت پڑے گی۔ اگر کوئی دوسرے صاحب آدھی مرمت برلن مسجد کے لئے بھی تیار نہ ہوئے تو کل مرمت کا صرفہ معہ ۱۲۵ روپے میرے حصہ میں ہی رہے گا۔

جو میں حضرت امیر صاحب کے مطالبہ . . . .

پر ادا کرنے کے لئے تیار ہوں ——— اور ۸۷ اسلامی سپاہی بھائیوں کے نام، میں اور حضرت امیر صاحب جلد از جلد اخبار پیغام صلح میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت امیر کے پروانو! حضرت امیر کو ایک ہفتہ کے اندر اندر برلن مسجد کے قصے سے آزاد کرا دو خدا تمہیں تمہارے جملہ معاملات میں اپنے فضل و کرم سے آزاد کر دیگا۔ یہ نقد سودا ہے آزمائے جس کا جی چاہے ———

ڈاکٹر کے اے خاں۔

سکندر آباد (یو۔پی)

اخبار احمدیہ

——— حضرت امیر ایدہ اللہ بخیر و عافیت ہیں آپ ۱۳ اکتوبر کو ڈلہوزی سے واپس لاہور تشریف لے آئیں گے۔

——— جمشید پور سے اخویم حبیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں کہ بعض لیکچروں اور ٹریکٹوں وغیرہ کی وجہ سے ہندو بالخصوص کانگرسی اصحاب مجھ سے بہت ناراض ہیں۔ انہوں نے دو کانگرسی ہندوؤں کو میرے خلاف کھڑا کر دیا ہے۔ اور زیر دفعہ ۲۰۴ تعزیرات ہند میرے خلاف عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے۔ ۲۸-۲۹ ستمبر گواہوں اور جرح کے لئے مقرر ہے اس کے بعد ہماری طرف سے کارروائی شروع ہوگی۔ احباب کرام سے التجا ہے کہ دعا فرمائیں۔

——— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب آئندہ ماہ اکتوبر میں اپنی ملازمت سے ریٹائر ہو کر لاہور تشریف لا رہے ہیں۔

——— ہمارے بھائی میاں غلام محمد صاحب جلد ساز نے احمدیہ بلڈنگس میں ڈائمنڈ پریس کے نام سے ایک انگریزی چھاپہ خانہ قائم کیا ہے۔ جس میں انگریزی چھپائی کا کام نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ کیش بک۔ ڈے بک۔ لیٹر۔ لفافے۔ کارڈ۔ چٹھیاں بل فارم۔ آرڈر فارم۔ رسید فارم۔ وغیرہ نہایت آسانی سے سستے نرخ پر چھپ سکتے ہیں احباب کو اگر انگریزی چھپائی کا کوئی کام کرانا مطلوب ہو تو میاں غلام محمد صاحب پروپرائیٹر ڈائمنڈ پریس احمدیہ بلڈنگس لاہور سے خط و کتابت کریں۔

——— ہمارے عزیز دوست شیخ غلام قادر صاحب سکنڈ انچارج راولپنڈی کو محکمہ ریلوے ٹیلیگراف میں مسٹر لارنس کی جگہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے گئے ہیں۔ اس ترقی پر ہم اپنے بھائی کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

ایک غیر پاس شدہ ہندو اور سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا جاتا ہے۔ کمشنر صاحب اس تقرر کو بھی ناقص قرار دیتے ہوئے ناپسند کرتے ہیں۔ مگر میعاد کی کمی اور اسی سوراج کا احترام انہیں اس فیصلہ کے منسوخ کرنے سے بھی مانع آتا ہے۔

ہندوؤں کی دیگر سینہ زوریاں

و۔ ملازمتوں کے تقرر، تخفیف، ترقی، تنزل، میں بلکہ کمیٹی کے ہر کام میں جو تعصبات کی بہتری اور خدمت کی شکل میں کیا جاتا ہے یہی طریق عمل جاری ہے۔

ز۔ کمیٹی کے جلسوں کی بحثوں اور تقریروں میں بعض افسران مقامی پر جو بدقسمتی سے مسلمان واقع ہوئے ہیں۔ بالکل غلط الزامات لگائے جاتے ہیں۔ اور طرح طرح سے مسلمانوں کی دل آزاری کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جاتا۔

ح۔ چنیوٹ کی میونسپلٹی میں صورت حالات مسلمانوں کی میجارٹی کے باوجود اس سے بھی بدتر ہے۔

یہ تو سوراج کی پہلی منزل کا ہمارا ذاتی تجربہ ہے اور انگریزی راج کے باوجود ہمارے ساتھ ہمارے کانگرسی بھائیوں اور محبان وطن کا یہ سلوک ہے۔ جب خدا کے فضل سے سوراج کامل آ گیا تو خدا جانے ملیچھ کہاں جائیں گے۔

زمینداروں کو ہندوؤں نے تباہ کر دیا

ط۔ بیرونجات کے حالات اس سے بھی ناگفتہ بہ ہیں اور وہ کہانی نہایت ہی دردناک ہے مسلمانوں کے لاکھوں نہیں

[illegible] زمیندار ان جن کی سرزمین [illegible] باثروت تھے - اور ہندوستان بھر
کو جن کی غلات پر فخر تھا۔ آج انہی برادران وطن کی مہربانی سے زندہ
رہنے کے لیے روٹی اور بدن ڈھانکنے کے لیے کپڑے کے محتاج ہیں
ستر ستر اور اسی اسی روپیہ فیصدی شرح سود کی مثالیں بکثرت موجود
ہیں۔ دس دس روپے قرض کے دس دس ہزار روپیہ بننے کی داستانیں
زبان زد خلائق ہیں۔ اب کے نرخ اجناس غیر معمولی طور پر کم ہو گیا
تو ملک بھر میں شور مچ گیا۔ اور خود مہاتما گاندھی اور سردار پٹیل زمینداران
باردولی و گجرات کی خیرخواہی پر یہاں تک جان پر کھیل گئے کہ مہاتما
جی نے اپنی لنڈن یاترا بھی ترک کر دینے کی دھمکی دی اور تمام کانگرس
والوں کے نیک اور زم دل غریب زمینداروں کی حالت پر پسیج گئے
اور کانگرس زمیندار اور کسان کی امداد پر کمربستہ ہو کر میدان میں
آ گئی۔ کہ سرکار اپنے مطالبات کم کرے۔ غریب زمیندار ادا نہیں
کر سکتا۔ حالانکہ گورنمنٹ کے مطالبات اس سود کے مطالبات
کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر ہیں جو کانگرس کے علمبردار
اور ان کے بھائی بند غریب زمیندار کی رگ جان کا خون جونک
کی طرح پی رہے ہیں۔ کیونکہ بنکنگ کی تحقیقاتی کمیٹی کی رو سے
صرف پنجاب کا قرضہ ایک ارب بیالیس کروڑ روپیہ ہے جس کا
سالانہ سود ۷۵ کروڑ روپیہ ہے۔ اور گورنمنٹ کا سالانہ مالیہ
صرف چھ کروڑ روپے کے قریب ہے۔ یہ دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی
ہے کہ یہ کیا شان بوالعجبی ہے کہ جو مطالبہ زمیندار کی جان کھا رہا
ہے اس پر نہ تو مہاتما جی کا دل پسیجتا ہے اور نہ دوسرے محبان
وطن کی رگ حب وطن جوش میں آتی ہے۔ بلکہ کوئی بھولے سے
اس کا نام بھی نہیں لیتا مگر گورنمنٹ کو دق کرنے اور سادہ لوح
زمیندار کو اپنی خیرخواہی جتلانے کے لئے اس قدر شورش برپا کی
جاتی ہے۔

ہندوؤں نے آج تک کیا ہمدردی کی

گورنمنٹ نے آخر شورش کے خوف یا ذاتی رحمدلی یا غریب
زمینداروں کی ہمدردی میں تقریباً تیسرا حصہ اپنے مطالبات کا
چھوڑ دیا۔ کوئی ان محبان وطن سے بھی تو پوچھے کہ آپ نے اپنے
مطالبات سود میں کیا کمی کی ہے۔ کہیں شرح سود کم کی؟ کہیں
نرخ اجناس کی اس قدر کمی اور زمیندار کی حالت زار دیکھ کر سود
ملتوی کر دیا؟ یا جہاں کہیں سود اصل سے کئی گنا ہو چکا تھا آپ
نے آئندہ سود بند کر دیا؟ غرض زمیندار غریب کی ہمدردی محض
دھوکا کی ٹٹی ہے۔ اور اس کے پیچھے صرف ذاتی اغراض ہیں۔
غرض حالات بالا کی بنا پر میں اپنے ہندو اور کانگرسی بھائیوں
کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اس ضلع میں آپ کے بھائی بندوں
کی دراز دستی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ غریب مسلمان بھولا بھالا
ہونے کے باوجود اب اس دام میں نہیں آتا۔ وہ کچھ بیدار ہو گیا
ہے اور نفع نقصان سمجھنے لگا ہے۔

کانگرسیوں کا استقبال سیاہ جھنڈیوں سے

کانگرسی مسلمان لیڈروں کی خدمت میں التماس ہے کہ یہاں
تشریف لانے کی تکلیف فرمانے کے بجائے اگر کانگرس میں واقعی
آپ کا کوئی اثر ہے تو ہندو ذہنیت کے بدلنے پر زور دیں۔ آپ
ہندو ذہنیت کو ذرا وسیع کرا دیں۔ اور انہیں اپنے اور پرائے حق
کا لحاظ کرنا اور غیر ہندو ملیچھوں کو بھی اس خدا کی مخلوق سمجھنا جس کی
وہ خود مخلوق ہیں۔ اور اسی مادر وطن کے فرزند ماننا جس کے وہ خود
پہلوٹے فرزند ہونے کے دعویدار ہیں سکھا دیں۔ تو میں آپ کو
یقین دلاتا ہوں کہ مسلمان کچے دھاگے میں بندھے ہوئے آپ
کے ساتھ ہو جائیں گے۔ ورنہ آپ یہاں تشریف لانے کی تکلیف
فرما کر مسلمانوں کو اس قدر ستانے ہوئے ہیں کہ وہ آپ کا
استقبال سیاہ جھنڈیوں سے کریں گے۔ اور مسلمان بھائیوں
کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس سلوک کو یاد رکھتے ہوئے
جو کہ تعصبات اور کیا معاملات میں برادران وطن کی طرف سے
ہو رہا ہے ایسے کسی دام میں نہ آئیں اور قدرت الٰہی کے ارشاد
ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کی تعمیل میں کانگرس
کی شرکت سے مجتنب رہیں۔

قارئین کرام سے

درخواست ہے کہ وہ اپنے اخبار کی اشاعت
بڑھانے کی کوشش کریں اور کم از کم ایک ایک
خریدار مہیا کر کے عملی ہمدردی کا ثبوت دیں

کشمیر میں قیامت صغریٰ

رہنماؤں کی گرفتاری نہتے مسلمانوں پر گولیوں کی بوچھاڑ

افسوس ہے کہ کشمیر کی حالت سدھرنے کے بجائے دن بدن خراب ہو رہی ہے۔ عارضی صلح بجائے اس کے کہ کسی بہتر نتیجہ کو پیدا کرتی حالات کو بد سے بدتر کرنے کا موجب ہوئی ہے۔ تازہ خبر ہے کہ شیخ محمد عبد اللہ صاحب ایم ایس سی اور مولوی جلال الدین صاحب بی اے کو گرفتار کر لیا گیا۔ جس پر شہر میں ہڑتال ہو گئی۔ ایک شاندار جلوس نکالا گیا جس میں مردوں اور عورتوں نے شرکت کی۔ ان کا ارادہ مہاراجہ کے محل تک پہنچکر احتجاج کرنے کا تھا لیکن جلوس کو روکنے کے لئے فوج طلب کی گئی۔ جس نے اس بہانہ سے کہ مسلمانوں نے سنگباری کی ہے بے گناہ اور نہتے مسلمانوں پر گولی چلا دی۔ جس سے چار مسلمان شہید اور متعدد مجروح ہوئے۔

ہم حیران ہیں کہ اس سے بیشتر متواتر کئی روز تک کشمیری پنڈتوں کی طرف سے علانیہ اشتعال انگیز جلسے ہوتے رہے۔ بڑے بڑے شاندار جلوس نکالے گئے۔ پولیس فوج اور مہاراجہ کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال کئے جاتے رہے۔ اور بار بار یہ اعلان کئے گئے کہ ہم مسلمانوں کے مطالبات ہرگز پورے نہیں ہونے دیں گے۔ تاہم حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔ نہ ان جلوسوں اور جلسوں میں ارکان حکومت کو "شورش" کی بو آئی۔ نہ ان ناپاک اور ناشائستہ کلمات سے ہز ہائنس مہاراجہ صاحب یا ان کی فوج کو طیش آیا۔ غصہ بھی اگر آتا ہے تو غریب مسلمانوں ہی پر۔ دوسروں کی شورش بھی پسندیدہ ہے۔ اور ہندوؤں کی مفویانہ تقاریر اور ناشائستہ کلمات گویا شہد کا گھونٹ ہیں جو اگر مسلمانوں کے منہ سے نکلیں تو زہر بن جاتی ہیں۔

کیا یہ کھلا امتیاز جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے ارکان حکومت کے دلی بغض و تعصب کا کھلا مظاہرہ نہیں؟ کیا یہ قیامت خیز مظالم جو بے گناہ اور نہتے مسلمانوں پر آئے دن برپا کئے جاتے ہیں۔ اور گولیوں کی بوچھاڑ اور سنگینوں کے ذریعہ سے ان کے خون بہانے انہیں شہید اور مجروح کرنے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ دربار کشمیر کی اسلام دشمنی کا کھلا ہوا ثبوت نہیں کہاں ہیں وہ ہندو اخبارات جو حکومت کشمیر کی معصومیت کے دعویدار بن کر مسلمانوں پر شر انگیزی کا الزام لگاتے تھے۔ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے جلوس جن پر گولیاں چلائی گئیں ہندوؤں اور کشمیری پنڈتوں کی شر انگیزی پر کہاں تک سبقت لے گئے تھے کہ ایسا تشدد ان پر روا رکھا گیا؟ کیا اگر ایسے واقعات حکومت برطانیہ میں رونما ہوں تو وہ ان کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہیں؟ انہیں چاہیئے کہ گزشتہ دس سالہ سیاسی کشمکش پر غور کر کے ان سوالات کا جواب دیں۔ اور خواہ مخواہ اس معاملہ کو ہندو مسلم سوال کا رنگ نہ دیں۔ بلکہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر مطالبہ حقوق میں ان کی مدد کریں۔

کہا جاتا ہے کہ فوج اور پولیس جب جلوس کو روکنا چاہتی تھی تو مسلمانوں نے ان پر سنگباری کی۔ آج تک تو مسلمانوں کے متعلق یہ سننے میں نہیں آیا کہ وہ اینٹوں اور پتھروں سے کام لیں

یہ تو برادران وطن کی مخصوص عادات میں سے ہے کہ گھروں میں گھس کر اینٹیں اور تیزاب کی پچکاریاں چلانا شروع کر دیتے ہیں لیکن اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسلمانوں نے ایسا کیا تو ہم پوچھتے ہیں کہ جلوس کو اگر امن و امان کے ساتھ گزر جانے دیا جاتا تو اس میں کونسی مصیبت تھی۔ آخر مسلح فوج کو جو اپنی دحشت و بربریت کا پہلے ہی مظاہرہ کر چکی ہے۔ غیر مسلح اور نہتے جلوس پر مسلط کر دینا کیا معنے رکھتا ہے۔ جلوس کا منشا سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ ہز ہائنس مہاراجہ صاحب کے محل تک پہنچکر فریاد کرے۔ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ اگرچہ مہاراجہ صاحب اپنی زبان مبارک سے اتنا ہی انہیں کہہ دیتے کہ ہم تمہاری فریاد پر غور کریں گے تو مسلمانوں کا جوش یقیناً تھم جاتا۔ یہ بھی نہیں اگر جلوس کو روکنا ہی مقصود تھا تو ہز ہائنس کی طرف سے اعلان ہو جاتا کہ جلوس کو بند کر دو اور چند آدمی ہمارے پاس منتخب کر کے بھیج دو ہم ان کی فریاد سنیں گے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک بات پر عمل نہ کیا گیا اور وہ طریق اختیار کیا گیا جو عہد حاضرہ کی تہذیب میں وحشت و بربریت سے کسی طرح کم نہیں۔

ہم رہنمایان کشمیر اور مسلمانان ہند سے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ان ناگوار حالات میں جبکہ ۳۵ لاکھ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے۔ کشمیر کے معاملہ کو کھٹائی میں ڈال دینا کسی طرح روا نہیں۔ عارضی صلح کی غیر مآل اندیشانہ حرکت نے اس تحریک کو ایک حد تک ٹھنڈا کر دیا ہے۔ ورنہ شاید آج تک اس کا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اب بھی اگر مسلمان پورے زور کے ساتھ حکومت ہند کو کشمیر کے معاملہ میں دخل دینے اور مسلمانوں کے مطالبات منوانے پر مجبور کریں۔ تو یہ بہت کچھ فائدہ کا موجب ہوگا۔ مہاراجہ کشمیر سے کسی انصاف کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے جیسے مہاتما گاندھی کو مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ قرار دینا ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے تمام اخبارات، تمام لیڈران قوم، گول میز کانفرنس کے مسلمان مندوبین اور تمام متخالف کشمیر کمیٹیاں باہمی معرکہ آرائی کے بجائے ۳۵ لاکھ کشمیری بھائیوں کی نجات کی پوری کوشش کریں۔ اور ممبرداری اور قیادت کے سوال کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھیں۔

ضروری اعلان

لارڈ ہیڈلے کی تقریر مفت منگائیے

غیر ممالک میں تین ہزار تقریر سیرت درمنقبۂ لارڈ ہیڈلے فاروق مفت تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ تقریریں پانچ زبانوں (اردو انگریزی، گجراتی، ٹامل، گورمکھی) میں ہیں۔ غیر ممالک کے مسلم یا غیر مسلم پتہ ذیل سے بالکل مفت طلب فرمائیں۔

دفتر "ایمان" پٹی د[illegible] ضلع لاہور۔

(بقیہ صفحہ اول)

میں نے بے شمار مضامین وہاں کے اخبارات میں اسلام پر لکھے ہیں۔ اس کا ایک مضمون ہمارے رسالہ مسلم ریویو میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اسی طرح میونخ میں ایک نوجوان خاتون کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ خاتون P.h.D. کی طالب علم ہے اسلام سے کمال محبت ہے۔ علاوہ جرمن کے انگریزی اور فرنچ میں کمال دسترس ہے۔ جرمن اور انگریزی میں تو شاعرہ بھی ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس سے ایک مضمون انگریزی میں لے کر اخبار "لائٹ" کے لئے ارسال کر دوں۔

ایک بیرن کا قبول اسلام

ایک بڑی بھاری خوشخبری پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ کہ حال ہی میں ایک بیرن (جرمن نواب) حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ ان سے کچھ عرصہ سے سلسلہ خط و کتابت تھا۔ اور ہمارا رسالہ باقاعدہ پڑھتے تھے . . . . ان کا اسلامی نام عمر رکھا گیا ہے۔ قدرے عربی سے بھی واقفیت ہے۔ ان کے اپنے ہاتھ کا کارڈ مجھے ابھی ملا ہے۔ ان کا اپنا ایک مضمون ہمارے گزشتہ رسالہ مسلم ریویو میں شائع ہو چکا اور بہت ہی مقبول ہوا ہے۔ آپ اسلام کے لئے اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے کمال درجہ کی ہمدردی رکھتے ہیں۔ اور آپ کوشاں ہیں کہ اپنے حلقہ اثر میں ہماری برلن مسلم سوسائٹی کی ایک شاخ قایم کریں۔ اللھم زد فزد۔

مسلمان مذہبی ریفارمر

بجواب خالصہ سماچار

اخبار خالصہ سماچار کے اعتراضات متعلقہ مسلمان مذہبی ریفارمر کی پیشگوئی مندرجہ ساکھی کے جوابات "پیغام صلح" کے گزشتہ نمبروں میں دیئے جا چکے ہیں جوابات چونکہ نہایت معقول اور مدلل تھے۔ جن کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہ تھا۔ اس لئے سردار سیوا سنگھ صاحب ایڈیٹر خالصہ سماچار نے اپنی ندامت کو دور کرنے کے لئے اس پیشگوئی کے حوالہ کے متعلق میری اور مرزا محمد حسین صاحب قادیانی کی بحث چھیڑ کر یوں پیچھا چھڑانا چاہا ہے کہ حوالہ پیش کرنے میں "مرزائیوں کے ان ہر دو مبلغوں میں سے "خدا کے فضل" سے کون سچا ہے جو اس جھگڑے میں سچا نکلے گا۔ اگر وہ بحث کرنا چاہے تو ہم اسے لاجواب کرنے کو تیار ہیں"

سردار صاحب اگر آپ کو تحقیق حق مطلوب ہے تو خدا کے فضل سے ہم دونوں آپ کی تسلی کرنے کو تیار رہیں۔ ہم دونوں سکھوں کی اپنی چھپی ہوئی جنم ساکھی سے یہ حوالہ دکھانے کو تیار رہیں خدا آپ کو ایمان بخشے اگر فی الحقیقت آپ کو راستی کی جستجو ہے تو خواہ قادیان تشریف لیجا کر اطمینان کر لیجئے۔ اور خواہ لاہور قدم رنجہ فرما کر راحت حاصل کیجئے۔

نوٹ۔ لائٹ کے پرانے نمبر میں جو خاکسار کا مضمون شائع ہوا تھا اس پر ایڈیٹر صاحب خالصہ سماچار اعتراضات کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چونکہ ہمارے پاس سماچار کا ۲۱ نمبر نہیں پہنچا جس کے لئے منیجر صاحب سماچار کو لکھا گیا ہے لہذا جونہی کہ پرچہ مذکور موصول ہوا۔ انشاء اللہ مکمل جواب ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔

خاکسار

محمد یوسف ناظم

کانگرس میں غربا اور مزدوروں کی حیثیت

کیا سوراج مزدوروں اور کسانوں کیلئے ہوگا یا سرمایہ داروں اور خود غرضوں کیلئے

کانگرس سرمایہ داروں کی ایجنٹ ہے

ذیل کا مضمون ایک خاتون نے جو آج سے کچھ عرصہ پیشتر آریہ ہوگئی تھیں اور اب پھر اسلام کے دروازہ پر کھڑی ہیں بغرض اشاعت ہمیں بھیجا ہے۔ اگرچہ اس مضمون کی بعض باتوں سے اختلاف ہوسکتا ہے تاہم مضمون موصوفہ کے گہرے سیاسی مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ کانگرس اور سرمایہ داری کے متعلق بعض ایسے ٹھوس واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جن سے کانگرس کی غربا پروری کا ڈھونگ آشکارا ہوجاتا ہے۔ امید ہے کہ یہ مضمون دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ جسکے بعد ہم عنقریب خاتون موصوفہ کے متعلق ایک خوشخبری قارئین کرام کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (مدیر)

آج کانگرسی لیڈران ہم سے کہتے ہیں کہ ودیشی کا تیاگ کرو اور یا تو کھدر پہنو جس سے غربا کو روٹی ملے یا سودیشی ملوں کا کپڑا پہنو تاکہ ملک کا پیسہ ملک ہی میں رہے۔ اور غیر ملکی مزدور بھوکے مریں اور وہ حکومت پر دباؤ ڈالکر ہمیں سوراج دلوائیں اور غیر ملکی حکومت ہمارے سامنے جھکے اور غریبوں کا بھلا ہو۔

کھدر پہنو

ملک کی آزادی کے لئے غربا کو پستی کی حالت سے نکالنے کے لئے ہم کھدر تو کیا ٹاٹ بھی پہن سکتے ہیں بشرطیکہ ہمیں یہ یقین ہوجائے۔ کہ اس سے ہمیں درحقیقت کوئی فائدہ پہنچے گا۔ اور ملک کی صنعت وحرفت کو کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ کھدر ابتدائی تہذیب کے زمانہ کا ایک کپڑا ہے۔ جس میں صنعت کو دخل نہیں۔ موٹا موٹا سوت آدھے ننگے ساتھ لگے ہوئے وقت کو تباہ وبرباد کرکے حاصل کیا ہوا پہلی صدی کی علامت خاص۔ اگر ہم سادگی (دوسرے لفظوں میں بھدا پن) کے نام پر اسے ہمیشہ کے لئے اپنالیں تو اقوام عالم کے روبرو ہم منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے اور اپنی زندگی پر لعنت بھیجیں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ ہندوستانی جن کا یہ دعوے ہے (یا ادعا ہے) کہ ہم ہی اقوام عالم کے استاد ہیں۔ یونان نے فلسفہ ہم سے سیکھا۔ عرب نے شاعری ہم سے لی۔ یورپ نے صنعت کا سبق ہم سے پڑھا۔ وہی ہندوستان باوجود اس کے کہ ہر خوبی کا منبع تھا آج اس گری ہوئی حالت کو پہنچ گیا ہے کہ اسے پہلی صدی کی صنعت کو اپنانا پڑا۔ آج دوسری قومیں بام ترقی پر جا پہنچیں۔ اور یہ سردار اقوام کہلانے والی قوم اس پستی کو جا پہنچی کہ پھر سے ابجد اولی پڑھنی پڑی۔

غریبوں اور بھوکوں کا فائدہ

غریب اور بھوکے اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں دن بھر چرخہ کات کر شام تک چار پیسے کما سکتے ہیں اور چار پیسے کے چنے خرید کر کھا کر سو رہتے ہیں اور صبح اٹھکر پھر وہی شغل۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

سوائے اس کے کہ وہ زمین پر بوجھ بننے کے لئے اپنی زندگی کو قائم رکھیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے بوجھ اور بڑھاتے جائیں۔ یعنی لاانتہا اولاد پیدا کرتے جائیں۔ جو پھر اس زندگی اور اسی سلسلہ کو قائم رکھے۔ قوم کو سوائے ذلت اور مشکلات کے ان سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ میری اس تحریر سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ میں خدانخواستہ ان بیچارے مصیبت زدہ لوگوں سے نفرت کرتی ہوں جو قوم کی لاپروائی اور سرمایہ داروں کے ظلم سے جہالت کا شکار ہو رہے ہیں۔ میں ان سے نفرت نہیں کرتی بلکہ حقیقتاً ان پر مجھے رحم آتا ہے۔ اگر میرے حقیقی بھائی بہن اور بچے بعینہ اسی حالت میں مبتلا ہوں۔ تو اس زندگی سے میں ان کے لئے موت یقیناً زیادہ پسند کروں گی۔ اور چاہوں گی کہ وہ خودکشی کرلیں۔ یا پھر اس حالت میں میں گورنمنٹ کا یہ فرض سمجھتی ہوں کہ اگر وہ ان کو انسان بنا کر زندہ رکھنے سے عاجز ہے تو اس حیوانی زندگی سے انہیں نجات دلا دے۔ یعنی از راہ ترحم انہیں گولیوں سے اڑا کر ان کو اور قوم کو پستی وفلاکت سے بچالے۔

"مدبروں کا قول ہے" جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو" پس جب میں اپنے لئے اپنے اعزہ واحباب کے لئے اس زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہوں۔ تو قوم کے بچوں کے لئے کب ایسی ذلیل زندگی گوارہ کرسکتی ہوں۔ پس ان تمام حالات پر غور کرنے کے بعد میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ کھدر پہن کر ہم ان بھائیوں پر مہربانی نہیں بلکہ درپردہ ظلم کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس سے وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے۔ اور ان کی زندگی کا مقصد یہی ہوگا۔ کہ چنوں سے پیٹ بھریں بچے پیدا کریں اور مر جائیں۔

سرمایہ داروں کی چال

میرا خیال ہے کہ یہ بھی سرمایہ داروں کی چال ہے وہ چاہتے ہیں کہ مزدوروں اور کسانوں کی اکثریت اپنا سب وقت محض شکم پری کے لئے صرف کردیں۔ اور حصول تعلیم وتنظیم کے لئے انہیں وقت نہ ملے ورنہ وہ تعلیم یافتہ اور منظم ہوکر اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے۔ کھدر کا پرچار کرنے والے انہیں زندہ تو رکھنا چاہتے ہیں مگر اپنی غلامی کے لئے ان کی روحوں کو کچلکر اور دراصل مردہ بنا کر جس طرح کانگرس نے قوم کے اس حصہ میں جو سرمایہ رکھتا ہے اور خود غرض ہے سیاسی زندگی کی روح پھونکی ہے۔ اسی طرح اگر غریبوں اور مزدوروں میں وہ ایسی روح پھونک دیتی کہ وہ سچے معنوں میں زندہ ہوکر رہنا پسند کرتے۔ اور جو زندگی اس وقت کانگرس نے ان کے لئے پسند کی ہے۔ اس پر مرجانے کو ترجیح دیتے تب ہم کانگرس کو غریبوں کا سچا ہمدرد اور غمگسار سمجھ سکتے تھے۔

کروڑوں روپیہ بنکوں میں بیکار پڑا ہوا ہے۔ غلہ کے ڈھیر الگ سڑ رہے ہیں۔ لیکن روپیہ اور اشیاء خوردنی پر سرمایہ داران کا قبضہ ہے۔ دوسری طرف بہت بڑی تعداد انسانوں کی بھوکی مر رہی ہے۔ ان کے پیٹ بھرنے کا ذریعہ کانگرس نے یہی بتلایا ہے کہ صرف پیٹ بھرنے کے لئے ساری طاقتیں صرف کردو۔ جو شخص ازراہ ترحم کھدر نہیں پہنتا وہ تو ان پر ظلم کرتا ہے۔ لیکن وہ گروہ جس نے اپنی حکمت عملی سے زبردست طاقت سے غربا اور بھوکوں کے منہ سے ٹکڑے چھین کر اپنے قبضہ میں کرلئے ہیں۔ اور ان کا سارا وقت خرید کر انہیں واپس کرنا چاہتے ہیں۔ محض اس لئے کہ اگر انہیں آسانی سے روٹی مل جائے گی تو اپنا وقت حصول تعلیم وتنظیم میں خرچ کرکے ہمارے برابر بن جائیں گے۔ ہاں ان ظالموں کو کانگرس ظالم نہیں بلکہ رحمدل کہتی ہے۔ یہ ہے کانگرس کا فتوے جو عوام کے لیے، غریبوں کے لئے، سرمایہ داروں کے لیے دیا گیا ہے۔

سودیشی ملوں کا کپڑا

ملوں کے مالک سرمایہ دار ہی ہوسکتے ہیں۔ یہ میں پہلے بتا چکی ہوں کہ وہ اپنے ہموطن غربا سے کتنی ہمدردی رکھتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ بے دست وپا، جاہل، غیر منظم، بد اخلاق غرض ہر طرح سے ذلیل زندگی بسر کرتے ہوئے محض زندہ رہیں اور ان کی غلامی کرتے رہیں۔ روٹی کے ٹکڑے کران کے ووٹ لیں اور وہ ہماری مدد سے بڑے بڑے ملکی وقومی عہدے حاصل کریں یہ بتلا کر کہ ہم مبتلائے مصائب ہیں ہمیں سوراج کی ضرورت ہے سوراج لیں اور غیر ملکی مزدوروں کو بھی بھوکا ماریں، ان کے اور ان کے بال بچوں کے منہ سے بھی نوالے چھین کر اپنے قبضہ میں کرلیں اور بڑی سے بڑی قیمت پر انہیں واپس دیں۔ سوراج تو نام ہی نام ہے اصل میں یہ ایک سکیم ہے۔ تمام دنیا کو سرمایہ داروں کا غلام بنانے کی۔

مزدور ہی بالآخر پستے ہیں

اچھا بالفرض ہم ودیشی کپڑے کا بائیکاٹ کرکے سودیشی کا استعمال کرتے ہیں اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ ودیش کے بھوکے مزدوروں کے منہ سے نوالے چھین کر ہم اپنے ملک کے سرمایہ داروں کے حوالے کردیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جن کو ضرورت ہے ان سے چھین کر جنھیں ضرورت نہیں انہیں دیدیتے ہیں۔ مزدور ہی بالآخر سب جگہ پستے ہیں۔ جو ملوکیت پرست ہندوستان پر حکومت کر رہے ہیں۔ ان کو کیا نقصان پہنچے گا۔ جب فرمیں فیل ہوجاتی ہیں۔ مزدوروں کی تو تباہی آجاتی ہے۔ سرمایہ دار بھوکا مر رہا ہو یہ کہیں نہیں دیکھا گیا۔ غضب ہے کہ سرمایہ دار اتنا بھی برداشت نہیں کرسکتے کہ بیکار روپیہ ان کے ہاتھ سے نکل جائے ہندوستانیوں کو غیر ملکی مزدوروں نے اتنا نہیں بگاڑا جتنا ان کے ہموطن بھائی سرمایہ داروں نے انہیں تباہ وبرباد کردیا پس ہم یہ کیسے برداشت کرلیں کہ ودیشی بائیکاٹ کرکے غیر ملکی مزدور بھائیوں کو بھوکا مار کر اپنے کہلانے والے ظالم اور بے رحم سرمایہ داروں کو اپنا پیسہ دیدیں۔ ان کے پاس پہلے ہی بیکار روپیہ ہے اس سے عوام کو سوائے نقصان کے کونسا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ جو اب ہم اور ان کو دیدیں۔ جن کے پاس

پہلے ہی کروڑوں روپیہ موجود ہے۔ اور عوام روپے کی موجودگی میں دانہ دانہ کو محتاج ہیں تو ان کے پاس روپیہ اور بڑھ جانے سے ہماری مشکلات میں اضافہ ہی ہوگا۔ یا دوسرے لفظوں میں ظالم کی طاقت اور بڑھا دینے کا مترادف ہوگا۔

غربا کی تعلیم و تربیت اور کانگرس

اب رہ گیا یہ مسئلہ کہ سوراج مل جائے گا تو غریبوں کے لئے ہی مفید ہوگا۔ کانگرس ایک منظم جماعت ہے اگر درحقیقت وہ مزدوروں اور کسانوں سے ہمدردی رکھتی تھی۔ تو اسے سب سے پہلے یہ چاہیئے تھا کہ مزدوروں اور کسانوں اور عام غربا کے لئے سرمایہ داروں کی مدد سے کوئی فنڈ قائم کرتی جس سے مستحق غربا اور جہلا کے بچوں کو اور جوانوں کو تعلیم و تربیت دی جاتی انہیں اس قابل بنایا جاتا تاکہ وہ آئندہ سوراجی حکومت میں حصہ لے سکیں۔ کیا کانگرس کہہ سکتی ہے کہ آج کانگرس کے عہدہ داران میں کسانوں اور مزدوروں کی ایسی اکثریت ہے جنھیں کانگرس نے تیار کیا ہو۔ انہیں لیاقت حاصل ہے بحالی کرا کے قابل بنایا ہو کہ وہ آج کانگرس میں صاحب الرائے بن بیٹھے ہوں۔ جواب نفی میں ہے۔

کانگرس کا سلوک سرمایہ داروں سے

دوسرے ملک کے مزدوروں کو بھوکا مارنے پر کانگرس تل گئی دوسرے ملک کے بچوں کے منہ سے نوالے چھیننے شروع کر دیئے پر کیا کبھی اپنے ملک کے ظالم سرمایہ پرستوں کو بھی زک پہنچانے کا ارادہ کیا۔ اور ان سے بیکار روپیہ چھیننے کی کوشش کی۔ ہاں یہ ظالم سرمایہ پرست ہی وا حد سبب ہیں کساد بازاری کا (اس کی تفصیل دوسرے مضمون میں کھدر کی جراحی کے لئے مخصوص ہوگا) کیا کبھی کانگرس نے کوئی ایسا قدم اٹھایا۔ او سرمایہ پرستوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ جو روپیہ بیکار پڑا ہوا ہے دس فیصدی مزدور اور کسان فنڈ میں دو اور ان کے ایسا نہ کرنے پر ان کے کاروبار پر پرامن پکٹنگ یا ان کے بائیکاٹ اور سوشل بائیکاٹ کی تجویز کی؟ نہیں۔ یہ یوں تو جب ہو سکتا تھا کہ جب کانگرس درحقیقت مزدور اور کسان کی نمائندہ ہوتی وہ تو نمائندہ ہے سرمایہ داروں اور خود غرضوں کی۔

سوراج غریبوں کیلئے نہیں

بدیشی کا بائیکاٹ اس لئے کہ ایک طرف تو عوام کے سامنے سوائے پیٹ بھرنے کے اور کوئی مقصد نہ رہے دوسری طرف غیر ملکی مزدور بھوکے مریں۔ اور سرمایہ داروں کی جیبیں گرم ہوں۔ اور سوراج مل جائے۔ فرض کرو سوراج مل گیا۔ وہ سوراج جو محض غریبوں کے نام پر لیا گیا۔ دنیا بھر کی بے انصافی اور حق تلفی کر کے۔ لیکن غریبوں کو اس سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ سنئے! کانگرس نے اور کانگرسی لیڈروں نے ملک کی کثیر آبادی جو غریب۔ بھوکی ننگی بداخلاق اور جاہل ہے۔ اس کی سوشل حالت کو بہتر بنانے میں اب تک کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔ اس لئے سوراج ملنے پر حکومت کے علمبردار کون بنیں گے؟ ظاہر ہے کہ جو لایق ہی نہیں وہ کیسے بنیں گے؟ پس علمبردار بنیں گے یہی سرمایہ دار خود غرض۔ جنھوں نے اس وقت بھی اپنی طاقتوں سے کانگرس پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ بڑے بڑے چندے دیتے ہیں پر اس لئے کہ ہنگامی تحریک چلے اور لیڈر بن جائیں عوام پہلے ہی قبضہ میں ہیں۔ ووٹ حاصل کر کے اسمبلی کاونسلز اور لوکل باڈیز میں چلے جائیں۔ شہرت، عزت، پیسہ سب ہمارے قدم چومیں۔ عوام ہمارے سدا غلام بنے رہیں۔ کوئی ان سے پوچھے عوام کو آج تک تمہاری ذات سے کیا فائدہ پہنچا ہے؟ کچھ نہیں۔ کبھی کچھ پہنچا بھی تو محض اس لئے کہ انہی سے دس گنا زیادہ تمہاری اپنی ذات کو فائدہ پہنچا ہے۔

کانگرسی لیڈروں کی غربا سے بیگانگی

بے غرض جانباز شہید جتندرناتھ داس کے قدموں کے صدقہ میں جن کے طرز عمل کو کانگرسی اچھا نہیں سمجھتے کانگرسیوں کو جیل میں سہولتیں ملیں۔ گورنمنٹ نے اے کلاس بی کلاس سی کلاس مقرر کر دیں۔ کانگرس اگر غریبوں کی نمائندہ تھی تو اسے اپنے ممبروں کو حکم دینا چاہیئے تھا کہ دیکھو ایک کانگرس کا ادنے والنٹیر اور پریذیڈنٹ کانگرس ایک ہی کلاس میں رہیں گے۔ جب ایک ہی مقصد کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اور برابر ایثار کر رہے ہیں۔ تو تفرقی چہ معنی دارد۔ کانگرسی لیڈرز اے کلاس میں گئے انہیں معلوم تھا کہ ہمارے رفیق کار بے چارے بے حیثیت والنٹیر سی کلاس میں جیل کے مصائب برداشت کر رہے ہیں۔ کیا اس ظلم پر ان لیڈر کہلانے والے اے کلاس کے قیدیوں نے بھوک ہڑتال کی یا ستیہ گرہ کیا۔ کسی نے اس بے انصافی پر اپنی جان دیکر ایثار بھی دکھلایا؟ غریبوں کے ہمدرد کہلانے والوں کے لئے اس جگہ ستیا گرہ کرنا کیا گناہ تھا؟ کیوں نہیں غریبوں کی ہمدردی میں غریبوں کے نمائندہ مہاتما گاندھی نے ان کے شریک حال رہنے کے لئے اپنے ممبروں کو یہ حکم دیدیا کہ اے کلاس کے خلاف ستیہ گرہ کرو۔ اے کلاس کی سہولتوں کو ٹھکرا دو۔ بھوک ہڑتال کر دو۔ اور کیوں نہیں ان غریبوں کے نام پر مزے اڑانے والے خود غرض کانگرسیوں نے گورنمنٹ کے خلاف اس بات پر ستیہ گرہ کیا؟

سوراج کس کیلئے ہوگا؟

یہاں پر کانگرس، مہاتما جی، اور کانگرسی لیڈرز کی ملوکیت پرست ذہنیت کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔ اور سمجھنے والے سمجھ گئے ہیں کہ یہ کس کی حمایت میں لڑائی ہے۔ آیا غریبوں کے لئے یا سرمایہ دار خود غرضوں کے لئے۔ اب دنیا کی آنکھوں میں زیادہ عرصہ تک دھول نہیں جھونکی جا سکتی ہے۔ اس وقت نام نہاد عوام کی نمائندہ کانگرس میں عوام اور غربا کی یہ پوزیشن ہے۔ تو غور کرنا چاہیئے کہ سوراج میں ان کی کیا پوزیشن ہوگی۔ جب یہ ٹوٹا پھوٹا مضمون اپنی سرخی کا جواب دے گا۔ کہ سوراج کس کے لئے ہوگا۔ عوام یعنے غریبوں، مزدوروں، اور کسانوں کے لئے یا سرمایہ داروں کے لئے!

(گمنام)

رسول انجنیرنگ سکول کا داخلہ

رسول انجنیرنگ سکول میں داخلہ کے لئے درخواستیں بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۱ء ہے۔ اوورسیر اور نقشہ نویس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ داخلہ کی شرائط:- انٹرنس پاس ہو۔ عمر ۱۷ اور ۲۱ سال کے درمیان ہو۔ درخواست کے فارم پرنسپل صاحب سے فوراً منگوائے جائیں۔ اور داخلہ کے امتحان کے مضامین کی پوری تیاری ابھی سے کی جائے۔ چالیس فیصدی مسلمان رکھے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ صوبہ سرحدی ۵ امیدوار بھیجتا ہے۔ ریاستوں کی طرف سے بھی امیدوار لئے جاتے ہیں۔ لیکن مقابلہ کا امتحان سب کا ہوتا ہے۔ نوجوان مسلمانوں کو موجودہ بے روزگاری کے زمانہ میں ایسے مفید شعبے میں داخل ہونے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے

انگلستان اور ہندوستان کی اقتصادی بدحالی

بنکوں کی تعطیل، عوام کا اضطراب سونے اور اجناس کا نرخ

کچھ عرصہ سے انگلستان کی اقتصادی حالت دنیا کی عام تجارتی بدحالی اور کساد بازاری کی وجہ سے بہت خراب ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ حکومت کو اپنے بجٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ کا خسارہ نظر آیا۔ جس کی وجہ سے مالی معاملات میں ایک عام تخفیف ضروری سمجھی گئی۔ حتی کہ وزیر اعظم اور ملک معظم تک کو اپنے وظائف کم کرنے پڑے۔ اور اب گول میز کانفرنس کے ریاستی مندوبین نے بھی اپنے اخراجات حکومت سے لینے بند کر دیئے ہیں۔

اس عام اقتصادی بدحالی کو دیکھتے ہوئے بعض غیر ممالک نے جنھوں نے انگلستان کو مالی لحاظ سے بہت محفوظ اور قابل اعتماد ملک سمجھ کر اپنا بہت سا سونا وہاں بطور امانت رکھا ہوا تھا۔ واپسی کا مطالبہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے فرانس کو شک پیدا ہوا جس نے فی الفور بہت سا سونا بنک آف انگلینڈ سے نکلوا لیا۔ جو بذریعہ ہوائی جہاز فرانس پہنچایا گیا۔ اس سے دوسرے غیر ملکی لوگوں کو بھی خیال پیدا ہوا۔ اور انہوں نے بھی مطالبات شروع کر دیئے چنانچہ گزشتہ دو ماہ میں بیس کروڑ پونڈ یعنی دو ارب ساٹھ کروڑ روپیہ) بنک کے خزانہ سے نکل گئے اور صرف ایک ارب تیس کروڑ پونڈ کا وہ طلائی محفوظ خزانہ میں رہ گیا۔ اس لئے مزید مطالبات کو روکنے اور محفوظ سرمایہ کو تخفیف سے بچالنے کے لئے گولڈ سٹنڈرڈ ایکٹ ۱۹۲۵ء کو (جس کے رو سے بنک سونے کو ایک مقررہ قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور تھا) عارضی طور پر ملتوی کر کے چھ ماہ کے لئے نیا قانون نافذ کیا گیا۔ جس نے سونے کو مقررہ قیمت پر فروخت کرنے کی پابندی کو دور کر دیا ہے۔

اس صورت حالات پر وزیر ہند نے گول میز کانفرنس کی فیڈرل کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے فروخت طلائی کے تعطل کو بین الاقوامی حیثیت دی۔ اور اس بات پر زور دیا کہ ہندوستانی روپے کی قیمت (۱۸ پنس) میں کسی قسم کی کمی نہ کی جائے۔ کیونکہ ہندوستان کی غیر ملکی تجارت کا دارومدار سونے کے سکے یعنے پونڈ پر ہے اس لئے روپے کی قیمت میں کمی مالی اور اقتصادی مصیبت برپا کر دے گی۔ انہوں نے ہندوستانی والیان ریاست، ریاست والوں، ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں، اور اقلیتوں کے نمائندوں سے اپیل کی کہ قومی آزمائش کے اس موقعہ پر اپنے اثر اور رسوخ سے کام لے کر اقتصادیات ملک کو بحال رکھنے کی کوشش کریں۔

ان حالات میں لازمی تھا کہ ہندوستان میں مسئلہ شروع ہو جاتا اور لوگ اپنا روپیہ بنکوں سے نکلوا کر سستے بھاؤ سونا خرید کر انگلستان بھیجنا شروع کر دیتے۔ جس سے نہ صرف بہت سے بنکوں کا دیوالہ نکل جاتا بلکہ ہندوستان میں سونے کی مقدار کم ہو جاتی۔ اس لئے ہز ایکسلنسی والسرائے بہادر نے خاص آرڈیننس کے ذریعہ تین دن (۲۲-۲۳-۲۴ ستمبر) کے لئے تمام بنک بند کر دیئے۔ شملہ کا تازہ اعلان (مورخہ ۲۳ ستمبر) مظہر ہے کہ بنکوں کی تعطیلات سے بعض حلقوں

میں ملک کی مالی حالت کے متعلق جس خطرہ کا اظہار کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں۔ تعطیلات صرف اس لئے کی گئیں کہ اعتماد اور امن کی فضا میں غیر ملکی شرح تبادلہ کے متعلق کاروبار چلانے کے لئے مناسب تدابیر عمل میں لانے کا وقت مل جائے۔ ملک کی اندرونی مالی صورت حالات مضبوط ہے جب تعطیلات کے بعد کاروبار شروع ہوگا تو ملک کی ضروریات کے لئے حسب معمول روپیہ بہم پہنچ سکے گا۔

ان واقعات سے ہندوستان کے تجارتی حلقوں میں ایک عام اضطراب پھیل گیا ہے۔ لاہور کے ڈاکخانہ سے ۲۳ ستمبر کو لوگوں نے ۲۵ ہزار روپیہ نکلوا لیا۔ کراچی کے ڈاکخانہ سے تین بجے تک ۲۲ ہزار۔ ایسا ہی دیگر مقامات کا حال ہے۔ اگر بنک کھلے ہوتے تو ان سے بھی مطالبات شروع ہو جاتے۔ اور کئی ایک کا دیوالہ نکل جاتا۔

سونے کا بھاؤ ۲۳ روپیہ فی تولہ سے ۲۴ روپے ۴ آنے فی تولہ ہو گیا ہے۔ چاندی کا پچاس روپیہ سو تولہ، چونکہ اجناس کی قیمتوں کا دارومدار زیادہ تر سونے چاندی کے بھاؤ پر ہے اس لئے اجناس بھی مہنگی ہونے والی ہیں۔

گول میز کانفرنس

اس ہفتہ گول میز کانفرنس کی فیڈریشن سب کمیٹی میں مرکزی مجلس قانون ساز کے اختیارات پر بحث ہوتی رہی جس میں ریاستوں کی شمولیت (بالواسطہ یا بلا واسطہ انتخابات) ایوان اعلیٰ اور ایوان ثانی وغیرہ مسائل پر رائے زنی ہوتی رہی گاندھی جی نے فیڈریشن میں ریاستوں کی شمولیت پر اظہار تحسین کرتے ہوئے ان سے درخواست کی کہ وہ صدق دلی سے شامل ہوں۔ اگر کوئی اختلافی تنازعہ پیدا ہو گیا ہو تو فیصلہ کے لئے کے سامنے پیش کیا جائیگا۔ اگر ریاستیں شرط یا میعاد مقرر کرنا چاہیں تو انہیں　اور وہ بھی تسلیم کرنی پڑیں گی۔

گاندھی جی نے مرکزی جماعت مقننہ میں بلا واسطہ انتخابات کی تائید کرتے ہوئے بالغوں کے حقوق رائے دہی کی حمایت کی اور طریق انتخاب کے متعلق بتایا کہ میرا تجویز یہ ہے کہ ہندوستان کے پانچ ہزار دیہات اپنے اپنے نمائندے منتخب کریں اور یہ نمائندے مرکزی مجلس مقننہ کے نمائندے تجویز کریں اسکے ساتھ ہی انہوں نے ایوان ثانی کی مخالفت کی اور صرف ایوان اعلیٰ ہی کو کافی قرار دیا۔ یہ بھی انہوں نے بتایا کہ کانگرس نے ہندو مسلم سکھ مفاد کا خاص خیال رکھنے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ اچھوتوں کا بھی خاص خیال رکھا جائیگا لیکن ان میں سے کسی کو خاص نیابت دینا پسند نہ کیا۔ یورپینوں کے تحفظ کا بھی اعلان کیا لیکن ہندوستانیوں کیساتھ مشترکہ مقصد بنانے کی تلقین کی اور حلف وفاداری کو ہندوستان کی آزادی پر موقوف رکھا۔ ایسا ہی اتنی بات میں نامزدگی کی مخالفت کی

سر محمد شفیع مسٹر جناح، دادا بھائی اور سر سپرو نے گاندھی جی کے نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے دونوں ایوانوں کا ہونا ضروری قرار دیا اور سر شفیع نے ذاتی تجربہ کی بنا پر اپنی رائے پر زور دیا اور ہر دو ایوانات میں مسودات قانون کا پیش ہونا ضروری ٹھہرایا۔ دونو ایوانات میں اختلافات کی صورت میں انہوں نے اپنی قواعد کو کافی ٹھہرایا جو قانون حکومت ہند میں درج ہیں البتہ مشترکہ اجلاس کو لازمی قرار دیا۔

سر اکبر حیدری نے گاندھی جی کے نظریہ کی تائید کی اور ریاستوں کے لئے یہ ضروری ٹھہرایا کہ فیڈریشن میں شمولیت کے بعد اپنی رعایا کے بہترین مفاد کے لئے خود فیصلے کر کے انہیں کامل آزادی حاصل ہو۔ بحث و تمحیص کے بعد بالآخر دونوں ایوانوں کی منظوری ہوگئی۔ "ڈیلی ہیرلڈ" کو معلوم ہوا ہے کہ گاندھی جی نے مسلمانوں کے مطالبات اس شرط پر منظور کئے ہیں کہ کسی آئندہ موقعہ پر تمام مسلم قوم استصواب رائے عامہ کے ذریعہ نظر ثانی کرنا منظور کرلے۔ مسلمان رہنما مدت مدید پر غور کر رہے ہیں اگر ہندوؤں نے مسلمانوں کے ۱۴ نکات منظور کر لئے اور گاندھی جی کامل آزادی کے مطالبہ میں ناکام رہے تو مسلم رہنما حکومت کو الٹی میٹم دیدیں گے اور لندن سے واپس آنے پر جو تحریک گاندھی جی کریں گے اس میں مسلمان شامل ہوں گے مسٹر جناح سر شفیع اور چوہدری ظفر اللہ خان بھی الٹی میٹم کی حمایت کریں گے۔ ۱۹ ستمبر کو ایک خاص ملاقات میں گاندھی جی نے کہا کہ حکومت نے اپنے بیانات میں اسقدر ابہام رکھا ہے کہ یہ جاننا ناممکن ہے کہ اس کی پوزیشن کیا ہے۔ ہم پانچ دن سے کام کر رہے ہیں لیکن اتنا کیا جتنا پانچ گھنٹوں میں ہو سکتا تھا جب تک حکومت اپنی تجاویز ہمارے سامنے نہ رکھیگی ہم آگے قدم نہیں اٹھا سکتے۔

گول میز کانفرنس کے مندوبین کو لنکا شائر کی مجالس پارچہ بافی کی مشترکہ کمیٹی کے صدر نے لنکا شائر جانے کی دعوت دی ہے تاکہ باہمی اقتصادی مسائل پر دوستانہ طریق پر آزادانہ بحث کر سکیں اس دعوت کے سلسلہ میں گاندھی جی جمعہ کے دن لنکا شائر روانہ ہوں گے۔ ۲۳ ستمبر کو گاندھی جی نے چارلی چپلن (مشہور امریکن سینما ایکٹر) سے ملاقات کی معلوم نہیں اس سے کونسا سیاسی مسئلہ سمجھا یا گیا۔

جمعہ (۲۵ ستمبر) کو لارڈ ارون مسٹر گاندھی اور سر محمد شفیع کے ساتھ ملاقات کریں گے تاکہ ہندو مسلم سوال کے تصفیہ ایسے حل میں انہیں مدد دیں۔

متفرق خبریں

—— لندن ۲۲ ستمبر بیان کیا جاتا ہے کہ مسلم مندوبین نے مسٹر میکڈانلڈ اور دیگر برطانی مدبروں کو الٹی میٹم دیا ہے کہ اگر ان کے مطالبات پورا کرنے کے بغیر مرکز میں ذمہ داری عطا کرنے کے متعلق گاندھی جی کا مطالبہ منظور کر لیا۔ تو مسلم مندوبین کانفرنس سے واک آوٹ کر جائیں گے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کے چودہ نکات منظور کئے جائیں۔

—— سری نگر ۲۴ ستمبر۔ خانیار محلہ میں تلواروں۔ کلہاڑیوں اور لاٹھیوں سے مسلح مسلمانوں کا ایک بھاری اجتماع ہو رہا ہے جو کھلا کھلا حکومت کی مخالفت پر آمادہ ہے۔ اس ہجوم کیوجہ سے سرائیں بند ہو رہی ہیں۔ لاٹھیاں بنانے کے لئے توت کے درخت کاٹ ڈالے گئے ہیں۔ فوج اور پولیس واقعات کی رفتار کا انتظار کر رہی ہے ہندوؤں میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔ دکانیں بند ہو رہی ہیں۔ کیونکہ افواہیں پھیل رہی ہیں کہ قرب و جوار کے مقامات سے مسلمان شہر کو آ رہے ہیں۔ ہندوؤں پہ حملہ کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔

سرینگر سے تیس میل کے فاصلہ پر اننت ناگ سے اطلاع آئی ہے کہ آج صبح ایک فوجی پکٹ کو عاجز کر دیا گیا۔ تقریباً ایک درجن سپاہیوں کو سخت زدو کوب کیا گیا۔ بعض کی حالت سخت خطرناک ہے۔ حفاظت خود اختیاری میں فائر کئے گئے تقریباً بیس اموات کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ پولیس کے پاس کے بغیر سری آنے جانے کی اجازت نہیں۔ کرفیو آرڈر کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔

—— سری نگر ۲۴ ستمبر۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے ذریعے سے حسب ذیل پیغام وصول ہوا ہے کل کا دن امن و امان سے گزر گیا۔ اگرچہ کچھ عرصہ تک پولیس اور فوج کے لئے حالت نے ناخوشگوار صورت اختیار کر لی کیونکہ جامع مسجد میں مسلمانوں کا بھاری اجتماع ہو گیا جس نے اس بات پر سخت اصرار کیا کہ وہ تین جنازے باہر لیجائیں گے۔ پہلے ان کی خواہش تھی کہ جنازے شہر کے بڑے بڑے بازاروں اور کوچوں کے راستے لال منڈی لیجائیں لیکن جب اس کی اجازت نہ دی گئی تو انہوں نے درخواست کی کہ محلات کو جنازے لے جانے کی اجازت دی جائے۔ اس کی بھی ممانعت کر دی گئی اور انہیں متنبہ کر دیا گیا کہ اگر انہوں نے احکام کی خلاف ورزی کی تو ہولناک نتائج برآمد ہونگے۔ بالآخر اس بات پر رضامند ہو گئے کہ پاس کے قبرستان میں دفن کر دیں۔ جس پر جنازے اٹھانے کی اجازت دی گئی اور مجمع پرامن طریقہ پر منتشر ہو گیا۔

...ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیت

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۱۹ | لاہور ۔ یوم شنبہ مطبوعہ ۲۷ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۵۵

محسن تان کشمیر

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے برقی پیغامات

سر مرزا ظفر علی اور وائسرائے ہند کے نام

گزشتہ اشاعت میں ان برقی پیغامات کو نقل کیا جاچکا ہے جو راجہ ہری کشن کول اور سر مرزا ظفر علی کی طرف سے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو موصول ہوئے ان کے علاوہ ایک مفصل چٹھی بھی سر مرزا ظفر علی کی طرف سے ڈاکٹر مرزا صاحب کے نام موصول ہوئی جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

سر مرزا ظفر علی کا مکتوب

سرینگر ۲ اکتوبر۔

میرے پیارے ڈاکٹر صاحب!

آپ کا تار مجھے موصول ہوا۔ جس کا جواب کل بذریعہ تار آپکو دیا جاچکا ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرا تار آپ کو نہ پہنچا ہوگا۔ کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ ۳۰ ستمبر کو ایبٹ آباد سے واپس تشریف لے جائیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے صحیح واقعات معلوم کئے بغیر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جن رہنماؤں کو دوبارہ گرفتار کیا گیا انہوں نے مصالحت کی اس شرط پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ مغویانہ تقاریر نہ کریں گے۔ انہوں نے اپنی شرط کو توڑ کر مغویانہ تقریریں کرنے پر اصرار کیا اس لئے ریاست کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ ان کی مفسدانہ سرگرمیوں کو روکنے کے لئے انہیں گرفتار کر لیا جائے۔ ان نام نہاد رہنماؤں نے درحقیقت اپنے آپ کو نادان لوگوں کا جنہیں وہ متشددانہ طریق عمل اختیار کرنے کے لئے آسانی سے اکسا لیتے ہیں۔ دشمن ثابت کیا ہے بغاوت کی تعلیم وہ لوگوں کو دیتے ہیں۔ اور عوام جاہل مسلمانوں کو انہوں نے یقین دلا دیا ہے کہ لاٹھیوں اور کلہاڑوں کی مدد سے وہ حکومت کو تہ و بالا کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کے ایک رہنما کو گرفتار کر لیا گیا تو وہ ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہزار ہا کی تعداد میں نکل آئے اگر لوگ عدم تشدد پر عامل ہوتے تو ان کا کچھ بھی نہ بگڑتا

آپ نے سنا ہوگا کہ غصہ سے بھرے ہوئے لوگوں کے انبوہ کثیر نے فی الحقیقت حملہ ہی کر دیا۔ اور بعض مقامات پر پولیس کے سپاہیوں کو ہلاک بھی کیا۔ فوجوں پر سنگباری کرنے سے انہوں نے دریغ نہ کیا۔ اور ان کی رائفلیں ان کے ہاتھوں سے چھیننے کی کوشش کی فوج کے خلاف اس قسم کی حرکات جہاں کہیں بھی ہوں اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ حملہ آوروں پر گولہ باری کی جائے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ مختلف مقامات پر اس قسم کے واقعات پیدا ہونے پر کیا کچھ ظہور میں آتا رہا ہے حکومت کی یہ خواہش تھی کہ جو لوگ شکایات کا انسداد چاہتے ہیں۔ وہ اپنے مطالبات پیش کریں لیکن رہنماؤں نے جن کے ہاتھ میں عوام الناس کی باگ تھی اس پر عمل نہ کیا۔ اور مطالبات پیش کرنے کے بجائے انہوں نے پھر مفسدانہ تقاریر شروع کر دیں۔

حکومت ہذا کی پالیسی پر عام طور پر ناواجب اعتراضات ہوتے ہیں۔ اور یہ افسوسناک امر ہے کہ مسلمانوں کے ایک فرقہ کا قادیان ریاست کو بدنام کرنے میں عملی حصہ لے رہا ہے۔

میں آپ کو کچھ لٹریچر بھیجوں گا جس کو اگر آپ مطالعہ کریں گے تو آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ ہز ہائینس مہاراجہ نے یہاں کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ موثر تدابیر سے کام لیا ہے اور اگر آپ یہاں آنے کی تکلیف

مسلمانان لاہور کا جلسہ

کشمیر کے حالات حاضرہ پر تقاریر

مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ آئندہ شنبہ مورخہ ۱۰ اکتوبر کو شام کے ۸ بجے باغ بیرون موچی دروازہ میں زیر صدارت میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر ایٹ لا صدر بلدیہ لاہور منعقد ہوگا۔ جس میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ مولانا غلام مرشد صاحب۔ خواجہ دل محمد صاحب کشمیر کے حالات حاضرہ پر تقاریر فرمائیں گے۔

ہر مذہب و ملت کے اصحاب سے درخواست ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لاکر کشمیری بھائیوں کے ساتھ اخوت اسلامی اور انسانی ہمدردی کا ثبوت دیں۔

نوٹ

اس قسم کا ایک اعلان بطور پوسٹر بھی شایع ہوا ہے۔ جس کے نیچے ہر فرقہ کے معزز مسلمانوں کے نام بطور اعیان جلسہ درج ہیں جو بوجہ عدم گنجایش نقل نہیں کئے گئے۔

ضروری ۔ مسلمانان لاہور کے جس مشترکہ جلسہ کا اعلان اوپر کیا گیا ہے وہ فی الحال ملتوی کر دیا گیا ہے۔ تاکہ ان تدابیر مصالحت سے جو مسلمان نمایندگان کشمیر و مہاراجہ صاحب کے مابین شروع ہوئی ہیں امن و سکون کی فضا پیدا ہو سکے۔

گوارا کریں، تو اپنی آنکھوں سے آپ دیکھ لیں گے کہ چاروں طرف کیا کچھ ترقیات عمل میں آئی ہیں۔ براہ مہربانی اس خط کی رسید سے مطلع فرمائیں۔"

انجمن کی طرف سے وفد کی تجویز

اس خط کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ایک مجلس مشاورت میں جو ۵/ اکتوبر کو کاشانۂ امیر میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ ڈاکٹر مرزا صاحب نے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ میری صحت مجھے اتنا لمبا سفر اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی اس لئے انجمن اپنے بعض ارکین کا وفد تحقیق حالات کے لئے بھیجے۔ یہ تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی اور حسب ذیل تار ڈاکٹر صاحب ممدوح کی طرف سے سر ظفر علی خان کے نام دیا گیا

"لاہور ۵/ اکتوبر۔

سزائے تازیانہ۔ رسول اللہ صلعم کو گالی گلوچ۔ مساجد کی بیحرمتی اور خوفناک طریق عمل سے عوام پر رعب طاری کرنے کی ہولناک تفصیلات یہاں لوگوں میں بہت جوش پیدا کر رہی ہیں۔ افسوس ہے کہ کمزوریٔ صحت کی وجہ سے آپ کے ارشاد کے مطابق خود حاضر ہونے سے قاصر ہوں۔ ہماری انجمن وفد اور ممبر روانہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ تاکہ صحیح واقعات معلوم کر سکیں بشرطیکہ حکومت کو اس میں اعتراض نہ ہو۔"

نمائندہ مسلم آؤٹ لک سے مکالمہ

۶/ اکتوبر کو مسلم آؤٹ لک کے نمائندہ نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر صاحب ممدوح نے مرزا ظفر علی صاحب کی مندرجہ بالا چٹھی کا ذکر کرتے ہوئے نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ "یہ بہت ہی اہم امر ہے کہ سر ظفر علی جیسا ذمہ دار رکن وزارت یہ بیان کرے کہ کشمیر کے مسلمان رہنماؤں کو ان کی تقاریر کی وجہ سے گرفتار کیا گیا۔ حالانکہ گرفتاریاں پہلے ہوئیں اور یہ انہی گرفتاریوں کا نتیجہ تھا کہ عوام الناس میں ہیجان پیدا ہو گیا۔"

ضرورت

ایک اسلامی ریاست میں شاہی خاندان کی لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ایک ٹرینڈ ٹیچر کی ضرورت ہے۔ جو انگریزی اردو فارسی جانتی ہو۔ گجراتی جاننے والی کو ترجیح دی جائیگی۔

درخواست میں قابلیت کا مفصل ذکر ہو اور شعبہ تعلیم کی سندات درخواست کے ہمراہ آنی چاہئیں۔ نیز یہ بھی بتا دیا جائے کہ اصلی وطن کہاں ہے اور کم از کم تنخواہ کیا لی جائیگی!

درخواستیں معرفت سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں۔

جناب مسٹر فلپ پیج کا قبول اسلام

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا مکتوب

یہ نوجوان آسٹریلیا میں پیدا ہوئے۔ آجکل لندن میں تجارت کرتے ہیں۔ اس سے پیشتر برطانوی شاہی فوج میں ملازمت کر چکے ہیں۔ کراچی اور بغداد ہو آئے ہیں۔ ذاتی حیثیت میں انہوں نے مراکش بھی دیکھا ہے۔ اور کچھ عرصہ تک رباط اور فسیل میں بھی ٹھہرے ہیں۔

مشرق کے اسلامی ممالک میں مختلف مقامات پر رہنے سے اسلام کی تعلیم کو انہیں ذاتی طور پر اور عملاً دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس قیام میں انہوں نے مسلمانوں اور ان کی مساجد کے ذاتی طور پر کچھ حالات معلوم کر لئے۔

رفع شکوک

ہم سے ملنے سے پیشتر ان کو کبھی بھی کسی مسلم سے اسلام کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے اور اپنے شکوک رفع کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ہم نے ان کے اسلام کے متعلق بہت سے شکوک حسب استعداد رفع کرنے کی کوشش کی اور بتایا کہ اسلام ایک معقول مذہب ہے۔

ہر اس معقول انسان کو اپیل کرتا ہے۔ جو اس کے مطالعہ کی ذرہ بھر بھی پرواہ کرے۔ بہت سی طویل بحثوں کے بعد آخر کار ہم ان کے دل سے ان تمام موہوم خیالات کو محو کرنے میں کامیاب ہو گئے جن سے اسلام انہیں ایک "اجنبی مذہب" معلوم ہوتا تھا۔ ہم نے مسلسل میل جول و طویل گفتگو سے ان کے حالات میں ایک ہیجان عظیم پیدا کر دیا۔ اور ان کے دل میں اسلام کے عمیق اور مزید مطالعہ کی اک لگن لگا دی۔

قبول اسلام

آخر کار اسلام کے پورے مطالعہ اور طمانیت قلب کے بعد انہوں نے گذشتہ ماہ مسجد ووکنگ میں تشریف لا کر اسلام قبول کر لیا۔ ان کا اسلامی نام **حسین علی** قرار پایا۔ اب وہ اسلام کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے ہر اتوار ہمارے لیکچروں کو سننے کے لئے مسجد میں باقاعدہ تشریف لاتے ہیں۔ گذشتہ اتوار ان کے ہمراہ ہمارے جاپانی مسلم دوست جناب مسٹر ماگو بھی تھے۔ مسٹر ماگو نے بھی انہیں راہ ہدایت دکھانے میں سرتوڑ کوشش فرمائی۔ الغرض تمام اتوار انہوں نے ہمارے ہاں گذاری۔ دن بھر اپنے حالات زندگی ہمیں سناتے رہے۔

ارکان اسلام کی پابندی

وہ خالصتاً برطانوی الاصل ہیں لیکن آسٹریلیا میں پیدا ہوئے جہاں انہوں نے فضائی پرواز کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ فضائی کلوں کے ماہر ہیں لیکن آپ نے فضائی کلوں کے کام کو چھوڑ کر موٹر کاروں کے کام کو اختیار کر لیا ہے۔ کیونکہ موٹر کا کام اس سے آسان تر ہے۔ اسی کام میں پہلے آپ فرانس گئے پھر انگلستان آئے۔ جو ان کا جدی وطن ہے۔ انہیں ہمیشہ ارکان اسلام کی پابندی کا ازحد شوق ہے۔ انہوں نے جوتا اتار کر۔ وضو کر کے ہمارے ساتھ نہایت ہی خلوص و محبت سے تین نمازیں ادا کیں۔ انہوں نے عربی حروف ابجد بھی اس نیت سے سیکھنے شروع کر دیئے ہیں کہ قرآن کو اس کی اصلی الہامی زبان میں پڑھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام پر قائم رکھے۔ اور ان کا سچا دینی اخلاص دیگر غیر مسلم برطانیہ کی کشش کا موجب ہو۔ اللھم زد فزد۔"

خاکسار مولوی آفتاب الدین احمد بی اے اسسٹنٹ امام و انچارج مسجد ووکنگ انگلستان۔

کیا اسلامی حکومت غیر ملکی تھی؟

مہاشہ فضل حسین صاحب کے قلم سے

اپنی غلطیوں، قصوروں اور گناہوں پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ کہ مغل ایمپائر بھی غیر ملکی حکومت تھی۔ اور اگر ہندوؤں نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو محض آزادی اور سوراج کی خاطر۔ مگر یہ کہنا حق کو چھپانا اور ضمیر کا خون کرنا ہے۔ اور جو شخص مغل ایمپائر کو غیر ملکی اور بدیشی بتاتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے۔ کیونکہ یہ کہنا ایسا ہی غلط اور بے بنیاد ہے۔ جیسے اشوک۔ ہرش وردھن اور شالباہن وغیرہ کی حکومتوں کو غیر ملکی اور بدیشی راج سمجھنا۔ چونکہ واقعات اسکی تکذیب کرتے اور اسے دھکے دیتے ہیں۔ اس لئے خود ہندو مہا سبھائی لیڈروں کو بھی چار و ناچار اقرار کرنا پڑا ہے۔ کہ اسلامی حکومت خالص قومی اور ملکی گورنمنٹ تھی۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے عیاں ہے۔

لالہ لاجپت رائے کا اقبال

لالہ جی نے جون ۱۹۲۵ء میں طلبائے ہند کے سامنے لنڈن میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"انگریزی حکومت ہندوستان میں سب سے پہلی غیر ملکی حکومت ہے۔ یونان ساکا مسلمان وغیرہ جو ہندوستان میں آئے۔ اور اس پر حکمرانی کرنے لگے۔ وہ ہندوستان میں مقیم ہو گئے اور ہندوستان کے سپوت بن گئے۔ انہوں نے ہندوستان سے جو کچھ لیا وہ ہندوستان میں صرف کرتے رہے۔ ان کے پاس کوئی وائٹ ہال نہ تھا۔ کوئی ڈوننگ سٹریٹ نہ تھی۔ ان کے پاس کوئی لنکا شائر نہیں تھا جن کے فکر میں وہ ٹیلے ہوں ... ... اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدائی دنوں میں ایک دو مسلمان بادشاہوں نے لوٹ مار کی۔ اور وہ لوٹ مار کا اسباب غیر ملکوں میں لے گئے لیکن اس کے بعد مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان کو اپنا گھر بنا لیا۔ اس جگہ انہوں نے بود و باش اختیار کی۔ یہیں کے لوگوں سے انہوں نے رشتہ ناتے پیدا کیا۔ اسی کو اپنا وطن تصور کیا۔ انہوں نے جو کچھ لوگوں سے لیا وہ ہندوستان میں خرچ کیا۔ آخر کار وہ سب کچھ یہیں پر چھوڑ گئے"، (اخبار ملاپ ۱۵ جون ۱۹۲۵ء صفحہ ۲)

پنڈت مدن موہن مالوی کا اقرار

پنڈت صاحب نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"مسلمانوں کی حکومت سوائے ایک مختصر زمانہ کے اچھی تھی خود مسلمان حکمرانوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ اور ہندوستان کے حکمران ہندوستان کے فرزند ہی ہوتے تھے"،

(اخبار پرتاپ ۸ جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۹)

مہاشہ سکھ سمپتی رائے کی گواہی

"پولیٹیکل اور مالی نقطۂ نگاہ سے مسلمانوں کی حکومت اتنی ہی دیسی تھی جتنی کہ ہندوؤں کی تھی"، بھارت درشن صفحہ ۱۹۱

کیا ان اقبالی شہادتوں کی موجودگی میں اسلامی حکومتوں کو غیر ملکی اور بدیشی راج بتانا۔ واقعات کو چھپانا اور حقیقت پر پردہ ڈالنا نہیں؟ پس ایک ایسی حکومت کو جو خالص قومی اور ملکی حکومت تھی تباہ کرنیوالے ہی آزادی کے دشمن اور غلامی کے حامی کہے جا سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹　　۲۷- جمادی الاول ۱۳۵۰ھ　　نمبر ۵۵

حوادث کشمیر اور مسلمان

اعلان معافی کسی طرح باعث اطمینان نہیں

تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ اور مسلمانوں کے مطالبات

قریباً تین ماہ کی مسلسل جانفشانیوں کے بعد ہز ہائینس مہاراجہ صاحب کی طرف سے مسلمانان کشمیر کو جو کچھ ملا ہے جن عطیات ان مراحم خسروانہ سے ان کے زخمی دلوں کی مرہم پٹی کی گئی ہے وہ ۱۵ اکتوبر کا وہ اعلان ہے جس میں رعیت کی پدرانہ محبت سے سرشار ہو کر ان کی تقصیرات پر عفو عمومی کا قلم پھیر گیا ہے۔ نوٹیفکیشن ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء کے نفاذ کی منسوخی سے ہنگامی ذرائع تشدد کی تنسیخ، افواج کی واپسی، نظر بند، زیر تحقیقات یا سزایافتہ سیاسی قیدیوں کی رہائی، سیاسی مقدمات کی واپسی یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اعلان ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مہاراجہ صاحب نے اپنی سالگرہ کے موقعہ پر کیا۔

لرزہ خیز مظالم

سوال یہ ہے کہ ان میں سے کونسی ایسی چیز ہے جو مسلمانوں کے لئے باعث اطمینان ہو سکتی ہے ابتدا سے ان کا مطالبہ کوئی سیاسی قیدی چھوڑنے کا نہ تھا بلکہ سیاسی قیدی دوران تحریک میں لوگوں کو بنایا گیا جن کی رہائی کا سوال ایک زائد چیز ہے اور نہ صرف ان کی رہائی بلکہ بیگناہ مسلمانوں کی خونریزی عورتوں کی بےحرمتی بچوں پر لرزہ خیز ظلم و ستم، ڈوگرہ فوجیوں اور سپاہیوں کی بربریت اللہ اکبر کے نعرہ پر جھنڈے وغیرہ کو سلامی سے انکار کرنے کی وحشتناک سزائے تازیانہ یہ ایسی باتیں ہیں جو اصل مطالبات سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ اور اگر ان پر کوئی کارروائی مسلمانوں کے حق میں ہو تو وہ بھی چنداں موجب اطمینان نہیں جب تک اصل مطالبات پورے نہ ہوں۔ لیکن مطالبات کا سوال تو الگ رہا۔ مہاراجہ صاحب نے ان وحشیانہ مظالم کے متعلق بھی کوئی کارروائی نہیں کی اور محض یہ کہہ کر کہ جن لوگوں کی جانیں ضائع ہوئیں مجھے ان کے پس ماندوں سے گہری ہمدردی ہے ناگفتہ بہ چھوٹ گئے یہی نہیں بلکہ فوج اور پولیس کی خدمات پر اظہار تحسین کیا ہے۔ حالانکہ جن مولناک مظالم کا ظہور عمل میں آیا ہے وہ اس قابل ہیں کہ ان کی عبرتناک سزائیں انہیں دی جائیں

فتنہ و فساد کی ذمہ داری

کہا جاتا ہے کہ ظلم و ستم کے جو واقعات اسلامی اخبارات نے شائع کئے ہیں وہ مبالغہ آمیز ہیں اور فتنہ و فساد کی حقیقی ذمہ داری خود مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے تشدد اور قتل و غارت سے کام لیا اسی بات کی طرف مہاراجہ صاحب نے اپنے محولہ بالا اعلان میں بھی اشارہ کیا ہے اور صاف لکھا ہے:-

"گذشتہ تین ماہ کے دوران میں متواتر قانون کی بےحرمتی کی گئی اور تشدد اور دیگر غیر آئینی ذرائع پر عمل درآمد ہوتا رہا"

حالانکہ یہ واقعات کے صریحاً خلاف ہے اور محض اسلامی اخبارات ہی کے بیان پر نہیں بلکہ بہت سے معزز انگریزوں اور ایک ہندو کی چشم دید شہادت کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مہاراجہ صاحب نے ان الفاظ سے دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اور نہ صرف مہاراجہ صاحب بلکہ ان کے ایک وزیر مرزا ظفر علی نے بھی اپنے اس تار میں جو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے نام موصول ہوا غدارانہ اور قاتلانہ حملوں کا الزام مسلمانوں ہی کے سر تھوپا ہے کیوں نہ ہو ع

وزیرے چنیں شہریارے چناں

جس حکومت کے اندر خود مسلمان ارکان کی یہ حالت ہو کہ وہ اپنے بھائیوں کو خطرناک طور پر پٹتے اور قتل و غارت ہوتے ہوئے دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور ان تمام باتوں کو مبالغہ آمیز قرار دے کر نہایت بلند آہنگی کے ساتھ یہ کہنے لگ جائیں کہ نہیں صاحب پٹنے والے مسلمان نہیں۔ بلکہ پولیس اور فوج کو مسلمانوں نے مارا ہے مسلمان قتل نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے فوج کا قتل عام کیا وہاں مہاراجہ صاحب کے منہ سے تو جو کچھ نکلے بجا ہے لیکن انہیں اور حکومت کشمیر کے دیگر ارکان کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو فوج کشمیری مسلمانوں سے مار کھا سکتی اور ان کے قاتلانہ حملوں کی شکار بن سکتی ہے وہ قطعاً اس قابل نہیں کہ انہیں فوج قرار دیا جائے اور شہر کا امن و امان اس کے سپرد کیا جائے کشمیری مسلمانوں کو عام طور پر بزدل ہی سمجھا جاتا رہا ہے حیرت ہے کہ ان کو تشدد اور قاتلانہ حملوں کا ذمہ دار قرار دیکر حکومت کشمیر اپنی مایہ ناز ڈوگرہ فوج کی ہتک کر رہی ہے۔

انگریزوں کے بیانات

حقیقت یہ ہے کہ حکومت کشمیر نے اپنے اس رویہ اور بیانات سے اپنے آپ کو بہت ہی بے اعتبار ٹھہرا لیا ہے۔ ان انگریز افسروں کے بیانات کو پڑھئے جو سول اینڈ ملٹری گزٹ میں آئے دن شائع ہوتے ہیں۔ خود سول کے اس مقالہ افتتاحیہ کو بغور مطالعہ فرمائیے جو ۸- اکتوبر کی اشاعت میں لکھا گیا ہے۔ اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ "قانون کی بےحرمتی" اور "تشدد" اور "غیر آئینی ذرائع" استعمال کرنے والے کون لوگ تھے مسلمان یا حکومت کی مایہ ناز ڈوگرہ فوج؟ کن لوگوں نے بوٹوں تک کو سجدہ کرایا۔ اور فرزندان توحید کی پیشانیوں کو گنیش کی تصویروں اور جھنڈوں تک کے آگے جھکنے پر مجبور کیا۔

ایک ہندو معزز کی چشم دید شہادت

انگریزوں کے متعلق بھی ممکن ہے مطلب پرستی اور خاص اغراض کا اعتراض پیش کیا جائے لیکن اس معزز ہندو ایڈوکیٹ پنڈت کون تھا کو کیا کہا جائیگا۔ جو ان تمام مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انہیں بیان کئے بغیر نہیں رہ سکے کیا دنیا یہاں کہ یہ تمام لوگ جھوٹے اور بے ایمان ہیں اور سر ہری کشن کول، مرزا ظفر علی اور مہاراجہ کشمیر اور ان کی ڈوگرہ فوج ان سب سے بڑھ کر قابل اعتبار اور لائق استناد ہے؟ آخر کچھ تو اس کا خیال ہونا چاہیئے کہ یہ باتیں کب تک چھپی رہیں گی اور کب تک حکومت کشمیر مسلمانوں کی جانوں کو ظلم و ستم کا شکار بناتی رہے گی؟

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو حق سے شرماؤ

مولانا محمد عبداللہ کی گرفتاری اور رہائی

اور تو اور مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل کے متعلق ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ان کی گرفتاری کیوں اور کس جرم کی بنا پر عمل میں آئی۔ یہ وہ انسان ہے جس نے مسلمانوں کی بھلائی اور حکومت کی خدمت دونوں باتوں کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا۔ لچھمن سنگھ کی تولید پر ایک علمی رسالہ "دور جدید" کے نام سے لکھ کر مہاراجہ صاحب کی خدمت میں بھیجا اور حکومت نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ تحریک حاضرہ میں ایک اشتہار بعنوان "دعوت اور حکومت کشمیر کو مشورہ" شائع کر کے راعی اور رعایا کے مابین ثالث بالخیر کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور خود حکومت کشمیر نے ان کو تحقیقاتی کمیشن کا رکن نامزد کیا جس نے انہوں نے انکار کر دیا۔ اس ایسے قابل اور بے ضرر انسان کو خواہ مخواہ اور بے وجہ گرفتار کر کے چھ ماہ قید بامشقت کی سزا دیدی گئی۔ اور انہیں کئی روز جیل کی ناپاک آب و ہوا، گندے لباس، غیر معقول غذا اور سخت ترین مشقت میں گذارنے پڑے۔ آخر وہ کیا جرم تھا جو ان سے سرزد ہوا کیا ان کا جرم یہ تھا کہ تحقیقاتی کمیشن کے سامنے انہوں نے امر واقعہ کی سچی شہادت دینے سے دریغ نہ کیا؟ کیا ان کا یہ جرم تھا کہ خاص احکام کے ماتحت علاقہ شوپیاں میں خود جا کر شورش کو دبانے اور امن قائم کرنے میں انہوں نے غیر معمولی قابلیت کا اظہار کیا؟ کہتے ہیں کہ پنجاب میں سکھوں کے زمانہ میں جب کسی کو تکلیف پہنچائی

مقصود ہوتی تھی تعبیر کر رہے تھا اس سے کوئی جرم سرزد ہوتا اپنی خواہش کو پورا کر لیا جاتا تھا۔ کسی ایسے ہی تکلیف زدہ انسان نے جب پوچھا کہ کس جرم کی سزا مجھے دی جاتی ہے تو اسے جواب ملا کہ اگر تم کوئی جرم نہ کرو گے تو کیا ہم ہی سزا نہ دیں گے بعینہٖ یہی کیفیت شاہی کشمیر میں آجکل رائج ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب کا کوئی قصور ثابت ہو نہ ہو۔ ایک ہندو پنڈت نے چونکہ ان کے خلاف ایک جھوٹا بیان دے دیا اس لئے اس کو کالوحی من السماء سمجھ کر زیر دفعہ ۳۱ نوٹیفکیشن ۶ ماہ قید با مشقت کی سزا دیدی گئی۔ وہ تو یہ کہئے کہ حکومت ہند کا دباؤ اور سالگرہ کا بہانہ دونوں چیزوں نے مل کر ان کی اور دیگر اصحاب کی رہائی کی صورت پیدا کر دی۔ ورنہ اس ستر سالہ بوڑھے قانون دان اور عالم دین کو جیل کے اندر خدا جانے کیا کیا مصائب دیکھنے پڑتے جن کے برداشت کی تاب بھی ان میں نہ تھی۔ کیا حکومت کشمیر یہ کہہ سکتی ہے کہ یہ واقعہ اس کی بے انصافی اور نا اہلیت پر دال نہیں؟ کیا سکھ شاہی کی اس سے بدترین مثال اور کوئی مل سکتی ہے کہ ایک ستر سالہ بوڑھے کو محض ایک ہندو پنڈت کے کہنے پر جیل کے اندر ٹھونس دیا جائے اور چھ ماہ کی با مشقت قید کی سزا اسے دی جائے۔ انسانیت ایسے انصاف پر لعنت بھیجتی ہے جس میں نہ بوڑھوں کی رعایت ہے نہ بچوں کی، نہ عورتوں کی حرمت ہے اور نہ مردوں کی عزت بلکہ خدا کی عظمت اور بڑائی کا اظہار بھی اسے گوارا نہیں۔ ہاں ہندو پنڈتوں کی عزت بے شک ہے۔ ان کی ہر بات وحی ہے اور ہر حرکت حکومت کیلئے روح جانفزا۔ ہم مولانا محمد عبداللہ کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اپنی عمر کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ خدمت لی جس کی تمنا ہر بہی خواہ اسلام کو ہونی چاہئے۔

مسلمانوں کے مطالبات

اگرچہ اعلان معافی نے حالات میں کسی حد تک تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ تاہم یہ غور طلب امر ہے کہ جو حکومت محض حقوق کے طلب کئے جانے پر اس قدر وحشیانہ سزائیں دے سکتی ایسی خونریزیاں برپا کر سکتی اور مذہبی توہین میں حصہ لے سکتی ہے اس سے کیا کچھ توقع رکھی جائے کیا یہ ضروری نہیں کہ مسلمان عام معافیوں سے متاثر نہ ہوں اور اپنے قدموں کو ایک انچ پیچھے نہ ہٹائیں اور اپنے مطالبات پر ڈٹ کر جمے رہیں۔ مسلمانوں کا مطالبہ صرف مذہبی آزادی ہی کا نہیں صرف خطبہ، اذان نماز اور دیگر مذہبی رسوم کی آزادی ہی مسلمانوں کو مطلوب نہیں بلکہ اس کے ساتھ اپنے اس جائز حق کو وہ منوانا چاہتے ہیں کہ حکومت کے اندر ان کا دخل ہو۔ دفاتر میں آبادی کے تناسب سے انہیں ملازمتیں دی جائیں۔ اور ان مذہبی بندشوں کو دور کر دیا جائے جو ذبیحہ گاؤ کے متعلق عائد ہیں، تا کہ کوئی غریب اور نادار مسلمان اپنی فلاکت کی وجہ سے اگر کسی وقت اس رعایت سے فائدہ اٹھانا چاہے تو قانون اس کی راہ میں روک نہ ہو۔ اس کے ساتھ جیسا کہ سول نے تجویز کیا ہے۔ ان مظالم کی جو حکومت کی طرف سے روا رکھے گئے تحقیقات کے لئے ایک آزاد تحقیقاتی کمیشن کا مطالبہ کیا جائے جو پوری تحقیقات کے بعد ظالموں کو ان مظالم کی قرار واقعی سزا دلا سکے۔

پر زور کوشش کی ضرورت

ضرورت ہے کہ مسلمان ان اور دیگر ضروری مطالبات کے منوانے کے لئے پر زور کوشش کریں کہ یہی وقت ان مطالبات کو منوانے کا ہے۔ مسلمانان کشمیر کی موت و حیات کا سوال اس وقت درپیش ہے۔ وہ اگر معافیوں وغیرہ سے متاثر ہو کر ذرا اس میں سستی کر گئے تو موت یقینی ہے جس سے رہائی حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ مدتوں تک انتظار کرنی پڑے اور اس سے بڑھ کر قربانیاں دینی پڑیں جو اب دی جا چکی ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ رہنمایان کشمیر اور برطانی ہند کی مسلم رعایا اس نازک وقت میں اپنی کوششوں کو دو چند کر کے مسلم حقوق کو منوانے کی پوری کوشش کریگی؟

احمدیوں کی تعداد مردم شماری میں

۲۵ ستمبر کے "اہلحدیث" میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے عیسائی اخبار نور افشاں کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے احمدیوں کی تعداد پچپن ہزار بتائی ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ پنجاب کے احمدیوں کی تعداد ہے یا ہندوستان کے احمدیوں کی یا ساری دنیا کے احمدیوں کی چونکہ اس نے ہمیں بھی مخاطب کیا ہے اس لئے ہم اسے بتا دینا چاہتے ہیں کہ تعداد کی قلت و کثرت صداقت کا معیار نہیں صداقت کا معیار کام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا کھلا ارشاد ہے۔ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔

مخالفین سلسلہ کی جان توڑ کوششیں۔ ان کے فتوے اور انکی تحریری و تقریری مخالفتوں کے باوجود سلسلہ احمدیہ کی مبلغین پنجاب ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں ترقی کر رہی ہیں۔ خدمات اسلام کے لحاظ سے مسلمانان عالم کی بڑی سے بڑی جماعت ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے۔ پس کیا یہ سلسلہ اور رسول اللہ کی صداقت پر ایک کھلی شہادت نہیں؟ خدا اور رسول کے نزدیک قابل قدر چیز کام ہے۔ نہ کہ تعداد جو قوم خدا اور رسول کا نام دنیا میں پھیلائیگی وہی دین و دنیا میں عزت حاصل کریگی۔

کیا ہم مولوی صاحب سے یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ اہل حدیث کی تعداد نور افشاں سے دریافت کر کے اپنے اخبار میں شائع کریں کیونکہ ان کے ہم خیال احمدیت سے قریباً ۵۰ سال پیشتر سے ہندوستان میں کام کر رہے ہیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا تار وائسرائے اور وزیر ہند کے نام

لاہور ۲۵، اکتوبر۔ ذیل کا تار حضرت مولانا محمد علی صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے ہز ایکسیلنسی وائسرائے اور وزیر ہند کو دیا گیا ہے :-

"کشمیری مسلمانوں کے خلاف ظلم و استبداد کی حکومت غالب آ رہی ہے۔ مرد عورتیں اور بچے بلا امتیاز گولی کا نشانہ بنا دیئے گئے۔ نہایت بے رحمی کیساتھ انہیں تازیانوں سے پیٹا گیا۔ ریاست کے جھنڈے کے سامنے سجدہ کرنے پر انہیں مجبور کیا گیا۔ "مسجد پر لعنت"، "مسجد برباد"، "اسلام برباد"، "رام رام کی جے"، "ہندو دھرم کی جے" کے نعرے لگانے کیلئے ان کو کہا گیا۔ رسول اللہ صلعم پر کھلے طور پر دشنام طرازی کی گئی۔ حالات نہایت خطرناک ہیں مسلمانان ہند نہایت جوش و خروش کی حالت میں ہیں۔ عفو عمومی کا اعلان بے معنی ہے جب تک نظام حکومت کو تبدیل کر کے مسلمان آبادی کو حقوق عطا نہ کئے جائیں "آزادانہ تحقیقات ضروری ہے"

اس تار کی نقول پولیٹیکل سیکرٹری سر فضل حسین اور سر محمد اقبال کو بھی بھیجی گئیں۔

"گاندھی جی کا بلینک چیک"

کہنے کو تو گاندھی جی ہر قوم کو "بلینک چیک" دینے کو تیار ہیں چنانچہ سردار کھڑک سنگھ کے نام جو خط انہوں نے لکھا ہے اس میں یہ تسلیم کیا ہے کہ

"یہ صحیح ہے کہ میں نے ذاتی طور پر کہا تھا کہ میں مسلمانوں کو "بلینک چیک" دونگا لیکن میں نے سکھوں کو بھی ایسا ہی اطمینان دلایا ہے بلکہ تمام دیگر اقلیتوں کو بھی ایسا ہی یقین دلایا ہے"

لیکن اس "بلینک چیک" پر جب عمل کا وقت آتا ہے تو طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی جاتی ہے گول میز کانفرنس کے مسلمان مندوبین متفقہ طور پر جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن گاندھی جی کا ارشاد ہے کہ

"مسلمانوں کا وہی متحدہ مطالبہ منظور کروں گا جسے ڈاکٹر انصاری منظور کریں"

گویا ایک ڈاکٹر انصاری کیلئے وہ تمام مسلمانوں کو رد کرنا چاہتے ہیں حالانکہ نہ ڈاکٹر انصاری مسلمانوں کی اکثریت کے نمائندہ ہیں۔ اور نہ گول میز کانفرنس کے مندوب۔ اسوقت گاندھی جی کو انہی لوگوں کی آواز پر کان دھرنا چاہئے جو مسلمانوں کی طرف سے گول میز کانفرنس میں شامل ہیں ایک ڈاکٹر انصاری کی بات مان کر کیا وہ مسلمان اکثریت کو مطمئن کر لیں گے اور وہ دستور جو اکثریت کو رد کر کے محض ایک ہی شخص کی منشا کے مطابق تیار ہو کیا جمہوریت کا دستور کہلانے کا مستحق ہوگا؟ اگر جمہوریت اسی کا نام ہے تو مسلمانوں کا اسے دور ہی سے سلام ہے۔

اچھوتوں کی حمایت

دہلی کا ہندی اخبار "پرجین بھارت" اس روایت کا ذمہ دار ہے کہ جسوقت مہاتما گاندھی اور ڈاکٹر امبیڈکر میں (جو اچھوتوں کے نمائندہ ہیں) گفت و شنید ہو رہی تھی۔ تو پنڈت شنکر مونجے بھی وہاں پہنچ گئے لیکن ڈاکٹر امبیڈکر کی کھری کھری باتیں سنکر وہاں سے اٹھ چلے گئے اور ان ہر دو اصحاب میں گفتگو ہو چکنے کے بعد مسٹر مونجے پھر گاندھی جی کے پاس پہنچ گئے گاندھی جی نے ان سے پوچھا کہ جسوقت ڈاکٹر امبیڈکر مجھ سے باتیں کر رہے تھے آپ اسوقت کیوں واپس چلے گئے مسٹر مونجے نے جواب دیا کہ میں ایسے آدمی کی بات سن نہیں سکتا جو ایک شریف شخص کے سامنے اس قسم کی باتیں کر رہا ہو، بلکہ ہمارے دھرم شاستر میں تو ایسے آدمی کے لئے یہ لکھا ہے کہ اس کی زبان کاٹ دی جائے یا وہاں سے اٹھ کر چلا جائے اور اگر یہ دونوں کام نہ ہو سکیں تو اپنے دونوں کان بند کر لینے چاہئیں بدیں وجہ میں یہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا"

یہ ان لوگوں کے خیالات ہیں۔ جو ملک کیلئے کامل آزادی حاصل کرنے میں کوشاں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کانگرس اچھوتوں کی حامی ہے اور خود مہاتما گاندھی نے بھی ایک تقریر میں اپنے آپکو اچھوتوں اور مزدوروں کا نمائندہ کہا ہے لیکن اگر اچھوتوں کی نمائندگی اور حمایت کے معنے یہی ہیں جو مسٹر مونجے نے انگلستان کے اندر کامل آزادی کے لئے لڑتے ہوئے کئے ہیں۔ تو پھر ہندوستان کا خدا حافظ۔ "پرجین بھارت" نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ جب امبیڈکر جیسے عالم و فاضل کی زبان کاٹنے کا فتویٰ صادر کیا جا سکتا ہے تو پھر دوسرے اچھوتوں کا اللہ بیلی ہے"

شغل تکفیر

معزز معاصر "حمایت اسلام" کو کسی اشتہار کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ کسی لکھنوی بزرگ نے اوسطھ علمائے کرام کے فتاوے کا مجموعہ بصورت کتاب شایع کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"مرزائیہ قادیانیہ وہابیہ دیوبندیہ یہ قطعاً کفار مرتدین ہیں جو انکے اقوال کفریہ مطلع ہو چکے بعد ان کے کافر مرتد ہونے پر شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے۔ ان سے میل جول سلام کلام ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، ان کی عیادت انکے جنازے کی شرکت، ان کے جنازے پڑھنا یا ان کے پیچھے نماز پڑھنا ان سے شادی بیاہ کرنا ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ان کی مدت و زندگی میں ان سے مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرنا قطعاً حرام اور تباہ کن اسلام ہے"

علمائے اسلام کی یہ ذہنیت خدا معلوم کب بدلیگی، اور کب ان کو یہ سمجھ آئیگی کہ شغل تکفیر اسلام اور مسلمانوں کیلئے تباہ اور رسوا کن ہے۔ اس فتوے کا عملی نتیجہ سوائے اس کے کیا ہے کہ مسلمانوں میں باہم فساد پیدا ہو اور مسلمانوں کا وہ طبقہ جو غیر مسلموں کو

مسلمان بنانے پر مامور تھا آج خود مسلمانوں کو کافر مرتد قرار دیکر اسلام کی جڑوں پر تبر رکھنے کے در پے ہے۔

اس مرض کا ایک ہی علاج ہے جو مامورین اللہ نے تجویز کیا کہ ایسے لوگوں کا کامل بائیکاٹ کردیا جائے۔ یہانتک کہ نماز کی امامت سے بھی انہیں روکدیا جائے تاکہ وہ مسلمانوں کو کافر بنانے کے شغل سے باز آجائیں۔

انجمن حمایت اسلام

سیکرٹری صاحب بزم انصاف لاہور کیطرف سے دو عجیب و غریب پوسٹر ہمیں موصول ہوئے ہیں جن میں انجمن حمایت اسلام لاہور سے بعض سوالات کئے گئے ہیں جو حساب کتاب کے متعلق ہیں اور انجمن کے بعض اراکین پر اعتراضات وارد کئے گئے ہیں۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان سوالات اور اعتراضات کو حقیقت سے کہاں تک تعلق ہے نہ ہی انجمن نے ابتک اس پر روشنی ڈالی ہے لیکن ایسی حالت میں کہ پینتیس ہزار روپیہ کا غبن انجمن کے دفتر سے ہوچکا ہے جس کا مقدمہ پولیس میں جاچکا ہے۔ ضروری ہے کہ اصل واقعات پر انجمن کی طرف سے روشنی ڈالی جائے تاکہ پبلک کو ان اشتہارات سے دھوکہ نہ ہو۔ اور مسلمانوں کی اس بہت بڑی انجمن کو نقصان نہ پہنچ جائے۔

انہی اشتہارات میں انجمن کی ایک سب کمیٹی کا فیصلہ نقل کیا گیا ہے جو ۲۳ء میں خانصاحب میاں حاکم دین کے اعتراضات کے جواب میں کیا گیا تھا کہ

"سب کمیٹی کی رائے میں موجودہ طریقہ جو حساب کا رکھا جاتا ہے وہ درست ہے۔ اس میں کسی مزید ترمیم کی ضرورت نہیں اور نہ کسی غبن کا امکان ہے یہ صاف اور آسان طریقہ حساب ہے ... پنجاب کیا ہندوستان کی بھی کسی دیگر انجمن کا حساب صاف نہیں"

ہم حیران ہیں کہ انجمن کی سب کمیٹی کو آخری الفاظ لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ پنجاب اور تمام ہندوستان کی انجمنوں پر یہ ایک کھلا لائبل ہے جو انجمن نے کیا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ دن دکھایا ہے کہ جس طریقہ حساب پر اسے اسقدر ناز تھا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا مجوزہ وفد

سر مرزا ظفر علی کا برقی پیغام

کسی دوسری جگہ ایک تار نقل کیا گیا ہے جو ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کیطرف سے سر مرزا ظفر علی جج ممبر وزارت کشمیر کو دیا گیا اور جس میں انکی دعوت کو قبول کرتے ہوئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کیطرف سے وفد بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس تار کا حسب ذیل جواب سر مرزا ظفر علی کیطرف سے موصول ہوا:۔

"وفد کو غلط اور مبالغہ آمیز حالات پہنچے ہیں۔ امن پورے طور پر بحال ہوچکا ہے جوش و خروش پیدا ہونیکی کوئی وجہ نہیں کشمیریوں کو خود ہی ایک ہفتہ تک اپنے مطالبات کا فیصلہ کرانے کی مہلت دیجئے بیرونی دخل فساد کی اصل جڑ ہے"۔ ظفر علی۔

کہ غبن کا بھی امکان اس میں نہ تھا۔ اسکے باوجود نو سال کے عرصہ (یعنی قریباً اسی تاریخ سے جب غبن کے عدم امکان کا دعویٰ اور پنجاب اور ہندوستان کی تمام انجمنوں پر حملہ کیا گیا) پینتیس ہزار کا غبن انجمن کے دفتر سے ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا انجمن کی تعلّی اور اس کا یہ کھلا ہوا نتیجہ اراکین انجمن کے لئے باعث عبرت نہ ہوگا اور وہ آئندہ بھی پنجاب اور ہندوستان کی دیگر انجمنوں پر حساب صاف نہ ہونے کا الزام دھرنے کے لئے تیار رہیں گے۔

شاردا ایکٹ کا غلط استعمال

معاصر "الجمعیۃ" نے روزنامہ "ہند" کلکتہ کے حوالہ سے یہ خبر شایع کی ہے کہ

"بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لڑکی لکھو بی بی کی شادی اس کے باپ نے شریعت محمدی کے مطابق کردی مگر اس شبہ کی بنا پر مقدمہ قائم ہوگیا کہ لڑکی کا سن تقریباً بارہ برس کا ہے اس لئے شاردا ایکٹ کے بموجب مم اس کی شادی جرم ہے حالانکہ لڑکی کے باپ کا دعویٰ ہے کہ لڑکی کی عمر زیادہ ہے اور اس ایکٹ کے ماتحت نہیں آتی، مگر اس مقدمہ کا جو فیصلہ ہوا وہ مسلمانوں کے لئے قابل غور و صد عبرت و غیرت ہے چیف پریسیڈنسی مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں اس نکاح کو شاردا ایکٹ کے ماتحت جرم قرار دیا اور مسلمان لڑکی کو سالویشن آرمی (مکتی فوج) کے حوالہ کردینے اور چار سال تک نگرانی میں رکھنے کا حکم دیا کلکتہ ہائی کورٹ میں اس فیصلہ کے خلاف مرافعہ دائر کیا گیا اور وہاں سے بھی ۲۹ ؍ اگست ۱۹۳۱ء کو یہی فیصلہ بحال رکھا گیا"

جہانتک ہم سمجھتے ہیں شاردا ایکٹ میں کوئی ایسی دفعہ موجود

(باقی دیکھو کالم ۲)

"بیرونی دخل"

مظالم کشمیر کے بارہ میں جو خط و کتابت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور سر مرزا ظفر علی رکن وزارت کشمیر کے مابین ہوئی، اس کی مفصل روئداد کسی دوسری جگہ درج ہے۔ ہم حیران ہیں باوجودیکہ سر ظفر علی نے اپنی چٹھی میں خود ہی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو دعوت دی کہ وہ خود کشمیر پہنچ کر وہاں کے حالات کو برای العین شاہدہ فرمائیں لیکن جب انہوں نے اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے بسبب عدم صحت اپنی بجائے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے دو اور معزز اراکین کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو فوراً انہیں روک دیا گیا اور اس بات پر زور دیتے ہوئے کہ کشمیریوں کو اپنے مطالبات خود ہی ایک ہفتہ تک فیصلہ کرانے کی مہلت دی جائے یہ صاف لکھا ہے کہ "بیرونی دخل فساد کی اصل جڑ ہے"

یہ تار ۷ ؍ اکتوبر کا ہے۔ اور تعجب ہے کہ اسی دن ایک اور برقیہ راجہ ہری کشن کول وزیر اعظم کی طرف سے مولوی ظفر علی خاں مالک "زمیندار" کے نام موصول ہوا جس میں انہیں دعوت دی گئی ہے،

"آپ اور غازی عبدالرحمن یہاں آکر حالات کا مشاہدہ برای العین کرسکتے ہیں۔ آپ ہمارے مہمان ہوں گے" (زمیندار ۹ ؍ اکتوبر)

ہم حیران ہیں کہ ایک ہی دن میں یہ دو متضاد تاریں وزارت کشمیر کے دو اعلیٰ ترین ارکان کی طرف سے دی جاتی ہیں؟ کیا مولوی ظفر علی خاں اور غازی عبدالرحمن بیرونی آدمی نہیں، یا معاملات کشمیر میں ان کا دخل "بیرونی دخل" کے مترادف نہیں؟ آخر کونسی ایسی وجہ ہے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وفد کو روکنے اور مولوی ظفر علی اور غازی عبدالرحمن کو وزیر اعظم کا مہمان بنانے کا موجب ہوئی ہے سوائے اس کے کہ وہ راجہ ہری سنگھ کی زرپاشیوں نے "زمیندار" کو ان کا زرخرید غلام بنالیا ہے اور اس کا برای العین مشاہدہ بھی

اگر شاہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

عمل تفسیر ثابت ہوتا اور دوسری طرف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وفد سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ صداقت کو باطل کے پردے میں چھپانے کی کوشش کریں حکومت کشمیر کے اس متضاد طرز عمل کی اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ یہ دونو تاریں ایک دوسری کی تفسیر ہیں جن سے حالات کا برای العین مشاہدہ بخوبی ہوگیا ہے اور صاف نظر آرہا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے وفد کو "بیرونی دخل" قرار دینے اور مولوی ظفر علی خاں کو مہمان بنانے میں کیا راز پنہاں ہے۔

خضر کاٹھیاواڑ

ایک اسلامی ریاست کے سبق آموز حالات

از جناب سید غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد عمومی جمعیت مرکزیہ تبلیغ اسلام انبالہ شہر

میں ۲۹ر جولائی کو انبالہ سے روانہ ہوا۔ راستے میں دو روز دہلی رہا۔ وہاں سے سید محمد علی صاحب میرے ہمراہ ہو گئے اور ہم ۳ر اگست کو مانگرول پہنچے۔ ریلوے اسٹیشن سے مانگرول ۱۸ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں سے ریاست مانگرول کی موٹر نے ایک گھنٹے میں مانگرول پہنچا دیا میرے سفر کا مقصد جناب شیخ محمد جہانگیر صاحب فرمانروائے مانگرول سے ملنا تھا۔ کسی والئی ریاست کے سلام کے لئے جاتا تو معلوم نہیں کب باریابی ہوتی۔ مگر مانگرول میں کوئی حالت منتظرہ نہ تھی۔ موٹر ڈرائیور کو حکم مل چکا تھا کہ ہم کو دارالمزل لائے، یہ محل شہر مانگرول سے باہر واقع ہے۔ اور حضور شیخ صاحب اسی میں سکونت رکھتے ہیں۔ ہمارے پہنچتے ہی حضور ہی نے شیخ صاحب کو اطلاع کی۔ اس کے بعد ہم کو ملاقات کے کمرے میں لیجا کر بٹھایا گیا۔ یہ کمرہ اس صفائی، سادگی اور سلیقہ کا نمونہ تھا جو اس کے بعد ہم ریاست کے ہر ایک کام میں دیکھتے رہے۔ چند منٹ کے بعد ایک دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کے نورانی صورت بزرگ نہایت سادہ بلکہ معمولی لباس میں ہاتھ میں تسبیح لئے ہوئے داخل ہوئے۔ قرینہ سے معلوم ہو گیا کہ فرمانروائے مانگرول یہی ہیں۔ اسلامی طریقے سے سلام ہوا۔ مصافحہ ہوا۔ مزاج پرسی ہوئی۔ نہایت اخلاق اور شفقت سے پیش آئے۔ چند منٹ تک بے تکلف باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد ہم کو رانی باغ کے مہمان خانہ میں جو ولی عہد صاحب کے محل کے احاطہ میں ہے پہنچایا گیا۔ ہم آٹھ روز تک اس مہمان خانہ میں نہایت آسائش سے مقیم رہے۔ اس عرصہ میں شیخ صاحب سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ اور کئی اہم معاملات پر مفصل گفتگو رہی۔ میں نے اپنی حاضری کا مقصد پہلے سے لکھ بھیجا تھا، اور یہ واضح کر دیا تھا کہ سردست تعارف اور جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام کے حالات پیش کرنا مقصود ہے۔ اعانت کی درخواست یقیناً کی جائے گی لیکن یہ اصرار نہیں کہ اعانت فوری ہو بلکہ بعد انکشاف حالات جس وقت جس قدر اور جس شکل میں مناسب سمجھا جائے امداد دی جائے چنانچہ حالات عرض کئے گئے۔ اور مسئلہ امداد کو زیر غور چھوڑ دیا گیا۔

شیخ محمد جہانگیر میاں والئی ریاست مانگرول کی شخصیت ان کے خیالات اور ان کے کام کا تذکرہ مسلمان والیان ریاست اور ارباب دولت کے لئے ایک سبق ہے۔ ریاست مانگرول کوئی بڑی ریاست نہیں اس کے محاصل سات لاکھ کے قریب ہیں جس وقت شیخ محمد جہانگیر میاں مسند نشین ہوئے۔ تو خزانہ خالی تھا اور ریاست لاکھوں روپیہ کی مقروض تھی شیخ صاحب نے اپنے حسن انتظام اور ذاتی ایثار سے مصارف ریاست بھی خوبی سے چلائے اور قلیل عرصہ میں بھی حیرت انگیز ترقی کی شاندار عمارتیں بھی بنائیں رفاہ عام کے عظیم الشان کام بھی کئے اور ساتھ کے ساتھ چند سال کے اندر تمام قرض بھی صاف کر دیا اس وقت خدا کے فضل سے خزانہ ریاست میں کئی لاکھ روپیہ جمع ہے۔ اور ہر صیغے میں ترقی کی طرف قدم بڑھ رہا ہے مثلاً حال میں بجلی گھر بنایا گیا۔ ٹاؤن ہال بنا ہے جس کا افتتاح ہونے والا ہے، ایک ہسپتال پہلے سے موجود ہے مگر دوسرا شفاخانہ شہر کے دوسری جانب زیر تعمیر ہے تاکہ اس حصہ شہر کے بیماروں کو دور نہ جانا پڑے۔ اس نئے شفاخانہ میں ایک مرد ڈاکٹر اور ایک لیڈی ڈاکٹر تعینات ہوں گے۔ اسلامیہ سکول کی عالیشان اور خوبصورت عمارت جو پرانی شکل میں زیر تعمیر رہی ہے یہ عمارت گویا پارٹی کا ایک خوشنما پھول ہے اس پھول کی دو پتیاں تیار ہو چکی ہیں، مرکزی ہال مکمل ہو چکا ہے، باقی دو پتیاں زیر تکمیل ہیں نہایت صاف ستھری مضبوط عمارت ہے۔ جس قدر حصہ بن چکا ہے اس میں تعلیم جاری ہے۔

شیخ صاحب کو تعلیم کی طرف نہایت خاص توجہ ہے، کارونیشن ہائی اسکول سب قوموں کے لڑکوں کے واسطے ہے۔ ہندو لڑکیوں کے واسطے گرل اسکول الگ ہے مسلمان لڑکیوں کے لئے الگ۔ کارونیشن ہائی سکول میں زیادہ تر طلبا ہندو ہیں۔ اور مسلمان خال خال ہیں میں نے اس سکول کا معائنہ کیا نہایت عمدہ حالت میں پایا سائنس کی تعلیم لازمی ہے تعلیم سائنس کا سامان معقول ہے۔ ریڈنگ روم میں۔ انگریزی گجراتی اردو اخبارات آتے ہیں۔ دو ڈیبیٹنگ سوسائٹیاں بھی ہیں۔ اسلامیہ سکول میں۔ دنیاوی تعلیم کیساتھ دینی تعلیم کا خاص التزام کیا گیا ہے۔ کلام مجید ناظرہ دوسرے درجہ سے شروع ہو کر مڈل کے تیسرے درجے میں ختم ہو جاتا ہے۔ تیسرے درجے میں عقائد اسلام مشکل سوال و جواب پڑھائے جاتے ہیں۔ تیسرے اور چوتھے درجہ میں رسالہ خلاصہ پڑھایا جاتا ہے۔ جو اردو نظم میں مسائل دینی کا ایک مشہور مستند رسالہ ہے، مڈل کے تینوں درجوں میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے رسائل دینیات پڑھاتے ہیں۔ انگریزی کی تین جماعتیں ہیں۔ اس کے بعد یہاں کے طلبا کارونیشن ہائی سکول میں داخل ہو جاتے ہیں۔

> ### جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی
>
> احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا بارہواں سالانہ جلسہ تاریخ ۱۷، ۱۸ر اکتوبر بروز ہفتہ اتوار منعقد ہونا قرار پایا ہے احباب سے درخواست ہے کہ خود اور اپنے دوستوں کو ساتھ لا کر جلسہ کی رونق کو بڑھائیں موسم کے مناسب اپنے بستر ہمراہ لاویں جلسہ میں حضرت امیر مولینا صدرالدین صاحب مولوی عصمت اللہ صاحب مولوی عبدالحق صاحب میر مدثر شاہ صاحب محمد یوسف صاحب گرنتھی تشریف لائیں گے۔ تمام دوست اپنے آنے کے وقت اور دن کے متعلق پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کیساتھ خط و کتابت کریں تاکہ ان کو ٹھہرانے کا معقول طور پر انتظام کیا جا سکے۔"
>
> خاکسار فضل کریم پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی

بیت المال مسلم گرل سکول میں ایک سو ایک لڑکیاں زیر تعلیم ہیں قرآن کریم ناظرہ۔ اردو رسائل۔ دینیات پڑھاتے ہیں۔ سینے پرونے کا کام بھی سکھاتے ہیں، ابھی یہاں کی پبلک نے اس مدرسہ سے پورے طور پر فائدہ نہیں اٹھایا۔ مگر یہ ایک نہایت ہونہار مدرسہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ترقی کرے گا۔ فری جہانگیر میاں اسلامیہ بورڈنگ ہاؤس ایک بے نظیر ادارہ ہے۔ اس میں ۵۰ یتیم و نادار طلبا رہتے ہیں۔ جو اسلامیہ اسکول اور کارونیشن ہائی اسکول میں تعلیم پاتے ہیں۔ اسلامیہ بورڈنگ ہاؤس کا خرچ ایک ٹرسٹ فنڈ سے ادا کیا جاتا ہے۔ یہ ٹرسٹ فنڈ شیخ محمد جہانگیر میاں نے اپنی جیب خاص سے ساٹھ ہزار روپیہ دیکر قائم کیا ہے میں نے اس بورڈنگ ہاؤس کا معاینہ کیا یہ مکان نہایت اچھے موقع پر بیرون شہر واقع ہے۔ اس کے ساتھ مسجد اور کنواں تعمیر کیا گیا ہے۔ کھیلنے کے لئے وسیع میدان ہے۔ رہنے کیلئے کمرے ہوادار اور صاف ہیں۔ ہر بچے کو پلنگ بستر لحاف لباس خوراک سب کچھ ٹرسٹ فنڈ سے ملتا ہے۔ مطبخ کا انتظام معقول ہے سکاؤٹنگ اور کرکٹ ہوتا ہے بڑھئی اور درزی کے کام کی بھی تعلیم ہے۔ ہم نے ان لڑکوں کی کاریگری کے نہایت عمدہ نمونے دیکھے نماز کی پابندی ہے۔ لڑکے ہر روز صبح کو تلاوت کلام مجید کرتے ہیں۔ ہم ہر روز شام کو آتے جاتے ان بچوں کے پاس سے گذرتے تھے۔ اور ان کو نہایت خوشی سے کھیلتے کودتے دیکھتے تھے۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی یتیمی اور غریبی کو بالکل بھولے ہوئے ہیں گویا جہانگیر میاں ان کے باپ ہیں۔ پھر ان کو یتیمی و ناداری کا احساس کیوں ہو؟

مذکورہ بالا ٹرسٹ فنڈ کے ساتھ ایک خیرات فنڈ بھی ہے جس سے ہر مذہب و ملت کے محتاجوں کو ماہانہ امداد ملتی ہے بیت المال فنڈ شیخ صاحب نے جیب خاص سے ایک لاکھ روپیہ دیکر قائم کیا۔ اس عظیم الشان مثال سے متاثر ہو کر اہل شہر نے بھی چندہ دینا شروع کیا۔ مسلمان ملازمان ریاست اپنی تنخواہ میں سے ایک پیسہ فی روپیہ دیتے ہیں۔ خود شیخ صاحب کو جو صرف کی رقم خزانہ ریاست سے ملتی ہے۔ اس میں سے بھی ایک پیسہ فی روپیہ بیت المال میں دیا جاتا ہے، اسطرح یہ فنڈ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ اسی فنڈ کی آمدنی سے گرل سکول چلایا جا رہا ہے۔

شیخ صاحب کی خانگی زندگی اور معاشرت میں اسلامی سادگی کا نہایت گہرا رنگ پایا جاتا ہے۔ صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کو تعلیم و تربیت کی خوبیوں سے آراستہ کیا ہے۔ بلکہ دستکاری بھی سکھائی ہے۔ ہم نے بیگمات کی بنائی ہوئی لکڑی کی خوبصورت آرائشی چیزیں کمرہ ملاقات میں دیکھیں۔ اولاد پر بھی باپ کا رنگ چڑھا ہوا ہے شیخ صاحب کے اخلاق کا یہ عالم ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا آدمی آپ سے مل سکتا ہے، اور فریاد کر سکتا ہے۔

کفایت شعاری اور فیاضی کہ صحیح اسلامی اصول پر جمع کیا ہے۔ اتفاق ہے۔ اسراف نہیں بفقت خوردوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی، اور مستحق محروم نہیں جاتا۔ ایثار کا یہ عالم کہ صرف خاص کی رقم اپنی شان و شوکت اور عیش و آسائش پر خرچ کرنے کی بجائے یتیموں کے لئے مسکینوں کے لئے تعلیم کے لئے۔ اصلاح کے لئے ٹرسٹ قائم کئے جاتے ہیں۔ خود ارکان اسلام کے پابند ہیں۔ اور دوسروں کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عامل۔ مسلمانوں کے لئے شراب اور دیگر منشیات کا دروازہ بقانون ریاست بند۔ غیر مسلموں کے واسطے شہر سے باہر دور سمندر کے کنارے پر ایک دکان کی اجازت ہے۔ شیخ صاحب کو اسلامی روایات کی تحقیق کا بہت شوق ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ علماء محققین میں سے کبھی بھی کوئی بزرگ مانگرول نہیں پہنچا اور شیخ صاحب کا یہ شوق صحیح طور سے پورا نہیں ہوا۔

شیخ صاحب کی پابندی احکام شریعت۔ ان کی خدا پرستی تعلیم و اصلاح رعایا میں ان کی ان تھک کوشش۔ ریاست کے حسن انتظام و ترقی کے لئے ان کی کامیاب محنت۔ ان کی عملی اور وسیع اسلامی ہمدردی ان کے بزرگانہ اخلاق و عادات۔ ان کے پاکیزہ خیالات و حالات اس قابل ہیں کہ سب مسلمان عموماً اور مسلمان والیان ریاست خصوصاً ان کی مثال کی پیروی کریں رہنمائی تحریر و تقریر سے بھی کیجا سکتی ہے مگر بہتر رہنما وہ ہے جس کی مثال رہنما ہو۔ جب میں شیخ محمد جہانگیر میاں کی قابل تقلید مثال کو دیکھتا ہوں اور پھر ان کے سن و سال کو دیکھتا ہوں تو میں ان کو۔ خضر کاٹھیاواڑ کہتا ہوں۔

جمشید پور میں اسلامی حقوق کی حفاظت

کانگرسیوں کی بزدلانہ حرکات

جب سے مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب اسلام مشنری و سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (جمشید پور) لاہور سے یہاں تشریف لائے۔ انہوں نے ٹاٹا کمپنی کے افسروں کی توجہ مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات کی طرف مبذول کی متواتر تین سال خط و کتابت ہوئی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ چند مسلمان سکول ماسٹر اور دو قابل ڈاکٹر صاحبان اور بعض دیگر مسلمان ملازم رکھے گئے۔

اشاعت و تبلیغ اسلام

اشاعت اسلام کا سلسلہ شروع ہوا لاہور اور دیگر مقامات سے قابل مبلغ اور لیکچرار منگائے گئے میلاد النبی ہر سال منایا جا رہا ہے۔ اس سال لارڈ ہیڈلے الفاروق کا مضمون "تاجدار اخوت" اور اس سے پہلے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تصنیف سیرت خیر البشر کی انگریزی اور اردو سینکڑوں کی تعداد میں تقسیم کی گئی۔

مقامی انجمن کی طرف سے بھی ٹریکٹوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ جن میں سے ایک ٹریکٹ بنام "عید الضحیٰ اور مسلمانوں کا فرض" ہندوؤں کے لئے زہر قاتل ثابت ہوا جس میں مسلمانوں کے اقتصادی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ انہیں یہ تلقین کی گئی۔ کہ ہندوؤں کے ہاتھ کی چیزیں مت استعمال کرو۔ بس پھر کیا تھا۔ عید سے ایک روز پہلے عدالت میں چند ہندو جا دھمکے اور سب ڈویژنل افسر سے فریاد کی۔ کہ اس ٹریکٹ سے ہندو مسلم فساد کا ڈر ہے۔ اس نے مولوی صاحب کو بلایا۔ اور پوچھا۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے صاف صاف جو لکھا تھا پڑھ دیا۔ افسر نے انگریزی ترجمہ مانگا اور اس کے بعد اس نے خود اجازت دی۔ کہ اسے تقسیم کرو۔ جو بہت سے مسلمانوں کی ہدایت کا موجب ہوا۔ اور ہندوستان کے بہت سے اخبارات نے اسے شائع کیا

یہاں مولوی صاحب نے مختلف سوسائٹیاں قائم کیں لائبریریاں کھولیں کئی ہزار کی تعداد میں انگریزی اور اردو ٹریکٹ اسلام اور بانی اسلام کی صداقت اور قوم کے حقوق کے متعلق بنگال اور صوبہ بہار میں خود پھر کر تقسیم کئے۔ اور غیر ممالک میں بذریعہ ڈاک بھیجے۔ سینکڑوں انگریزوں اور ہندوؤں میں اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا شوق پیدا کر دیا۔ اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے انگریزی زبان میں اسلام کا لٹریچر خریدا۔ یہ سلسلہ متواتر جاری ہے جس کی وجہ سے چند ہندو مرد اور عورتوں نے اسلام قبول فرمایا۔ اس کی اطلاع مختلف اخبارات میں اسی وقت دی جا چکی ہے۔ اور اب بھی یہ کام جاری ہے

مسلمانوں کے حقوق

محکمہ پولیس اور عدالت میں مسلمان افسروں کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت ہی مصائب پیدا ہوئے مولوی صاحب نے پروونشل گورنمنٹ کے ذمہ دار افسروں کو زبانی اور تحریری مسلمانوں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی جس میں خداوند کریم نے نہایت کامیاب کیا۔

مسلمانوں کے علاوہ مزدوروں کے لئے ... بہم پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اسی دوران میں ایک ہندو مرد ایک ہندو عورت کو لے کر مسلمان ہو گیا جس پر آریہ سماج کی طرف سے مقدمہ چلایا گیا۔ مولوی صاحب نے کھلے طور پر مقابلہ کیا۔ اور مظلوموں کی امداد کی

غریبوں کی امداد

گذشتہ سال باہر سے ایک اینگلو انڈین آیا جس نے یہاں کے ایک دیسی سکرٹری بنا کر کو آپریٹو قرضہ کا دفتر کھولا۔ یہاں کے لوگوں سے تقریباً ۹۸۰۰ روپیہ جمع کر لیا۔ اور صرف ۴۵۰۰ روپیہ لوگوں کو قرضہ دیا۔ بھاگنے والا ہی تھا کہ لوگوں نے مولوی صاحب کو مجبور کیا۔ کہ غریبوں کی امداد کریں۔ آپ نے پوری کوشش کی سکرٹری کو ایک سال قید اور ۷۰۰ روپیہ جرمانہ ہوا۔ اور ہر ڈائرکٹر کو حکم ملا کہ لوگوں کا روپیہ جس قدر جلدی ہو فراہم کرے گورنمنٹ افسروں نے بڑی مہربانی سے کام لیا۔

مولوی صاحب پر مقدمہ

چونکہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کو بھی جملہ مسلمانان ہند کی طرح کانگریس والوں کی چالوں سے نفرت ہے۔ اس لئے آپ نے اس بارہ میں بھی چند ٹریکٹ شائع کئے

اس سال انہی لوگوں میں سے جن کی امداد مولوی صاحب نے کی تھی۔ دو کانگرسی ہندوؤں کو کھڑا کیا گیا۔ اور کانگریس کے معزز اصحاب کے مشورہ اور امداد سے مولوی صاحب پر صرف ۲/۱/۰ روپیہ کا مقدمہ دفعہ ۴۲۵ کی ماتحت چلایا گیا۔ اور کانگریس کے سکرٹری اور دوسرے ہندو اس مقدمہ میں ایسا حصہ لے رہے ہیں جیسا کہ قتل کا مقدمہ ہے ٹاٹا کمپنی کے ہندو افسر گواہوں کو ڈیوٹی پر سے بھیجتے ہیں۔ ۲۸۔ ۲۹ ستمبر کو جرح کی تاریخیں تھیں عدالت کا کمرہ کچھا کھچ بھرا ہوا تھا ہندوؤں نے اس شخص کو جو قرضہ کمپنی کے مقدمہ میں سکرٹری کی مثل اور خزانچی تھا۔ اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب صرف کمیٹی کے ممبروں پر مقدمہ کا انحصار ہے۔

مولوی صاحب کی طرف سے چھ الزامات پیش ہوئے۔ جو سب کے سب اس ہندو سکرٹری کے تحریر کردہ ہیں۔ رسید خرچ۔ آمدنی۔ ریزولیوشن وغیرہ۔ مولوی صاحب نے خود بھی ایک روپیہ چندہ دیا تھا۔

درس عبرت

آئندہ تاریخ ۱۰ اکتوبر مقرر ہوئی ہے۔ اس دن مزید جرح ہو گی۔ کیا کانگرسی مسلمانوں کے لئے یہ واقعہ درس عبرت نہیں۔ کہ جو مسلمان مسلمانوں کے حقوق کیلئے آواز اٹھائے۔ وہ اس کے خلاف پروپیگنڈا کرنے اور اسے ایذا پہنچانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔

یہ وہی مولوی صاحب ہیں جن کو ٹین پلیٹ کی سٹرائک میں مسٹر سی ایس چندر بوس اور بابو راجندر پرشاد اور پنڈت جواہر لال نہرو بغل میں لئے ہوئے پھرتے تھے۔

خدا کرے کہ کانگرسی مسلمانوں کو اب بھی سمجھ آ جائے والسلام

خاکسار نور محمد احمدی

بقیہ صفحہ ۵

بقیہ صفحہ ۵

ہیں جس کے رو سے مسلمانوں کی لڑکیاں محض کم سنی کی شادی کے جرم میں عیسائیوں کے حوالہ کی جا سکیں۔ اور اگر مندرجہ بالا واقعات میں کسی مغالطہ کو دخل نہیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ سارداایکٹ کا بالکل غلط استعمال کیا گیا ہے جس کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے صدائے احتجاج بلند ہونا ضروری ہے۔ اگر بالفرض ساردا ایکٹ میں کوئی ایسی دفعہ موجود بھی ہو جو مجسٹریٹ کے اس فیصلہ کو جائز قرار دیتی ہو تو بھی مسلمانوں کی غیرت و حمیت اسکے قطعاً منافی ہے کہ ان کی لڑکیاں غیر مسلموں کی نگرانی میں دیدی جائیں ضرورت ہے کہ اسمبلی کے مسلم اراکین واقعات کی روشنی میں ساردا ایکٹ پر نظر ثانی فرمائیں اور اگر کوئی ایسا نقص اس میں موجود ہو تو اس کے ازالہ کی کوشش کریں

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اکتوبر کے پہلے ہفتے میں پہاڑ سے واپس تشریف لے آئے

— کشمیر کے خونیں واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے گذشتہ ۵ر اکتوبر کو اراکین انجمن کی ایک مجلس مشاورت حضرت امیر ایدہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس کی تفصیل . . . . . . کسی دوسری جگہ درج ہے۔

— مولانا عبد الباری صاحب مونگ سے رقمطراز ہیں کہ ان کے صاحبزادہ عبد الباری روبصحت ہیں احباب کرام ان کی اور ڈاکٹر سعید احمد صاحب کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرماویں۔

— جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سرکاری ملازمت سے پنشن لیکر لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ اور عنقریب یہاں درس قرآن کریم شروع کریں گے۔ خط و کتابت کے لئے آپ کا پتہ فی الحال معرفت حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور ہے۔

— دمعار والے محبوب خان صاحب جنٹلمین مطلع فرماتے ہیں کہ ایک اینگلو انڈین مس ایسی لویا اور مسٹر بابو لال امبالال بجٹ بمعہ عیسائی ایک چار سالہ بچہ سمیت مولوی محمد یوسف صاحب مبلغ وینداد کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے اللہ تعالیٰ استقامت بخشے

— دفتر انجمن کے لئے ایک چپراسی کی ضرورت ہے جو بائیسکل کی سواری جانتا ہو احمدی ہونا ضروری ہے تنخواہ چودہ روپیہ ماہوار۔ اگر کوئی بھائی اس کام کو کر سکتے ہوں تو سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو مطلع کریں۔

— احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا سالانہ جلسہ ۱۷ و ۱۸ اکتوبر کو قرار پایا ہے۔ حضرت امیر مولانا صدر الدین۔ مولوی عبد الحق صاحب اور دیگر حضرات تقاریر فرمائیں گے بیرونی اصحاب کو بھی دعوت دی گئی ہے۔

میسور یونیورسٹی کا قابل تحسین طرز عمل

میسور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں ایچ جی رالنسن کی مرتبہ ایک کتاب موسومہ بہ "گولڈن بک آف انگلش پروز" طلبائے انٹرمیڈیٹ کے لئے داخل تھی جس میں کارلائل کا مضمون شیکسپیئر کے متعلق بھی شامل تھا اسی مضمون میں سرور دو عالم خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک اور قرآن کریم کے متعلق چند ہتک آمیز کلمات موجود ہیں۔ اس کتاب کو یونیورسٹی کی نصاب تعلیم سے خارج کرانے کے لئے مسلمانان ملک میسور کا ایک جلسہ زیر سرکردگی دار الاشاعت بنگلور بصدارت عالیجناب مرزا علی رضا صاحب رئیس اعظم بنگلور بمقام مسلم ہال منگلورسٹی بتاریخ ۱۴۔ ماہ اگست ۱۹۳۱ء ہوا۔ اور اس کی اطلاع سرکار میسور و یونیورسٹی کو دی گئی تھی۔

الحمد للہ کہ جناب وائس چانسلر صاحب یونیورسٹی میسور نے مسلمانوں کے حق بجانب مطالبہ کو منظور کرتے ہوئے امسال اس مضمون کو خارج از کورس کر دیا ہے۔ اور آئندہ سال سے اس کتاب کو ہی خارج از کورس کرنے کا وعدہ کیا ہے گو مسلمانوں کا مطالبہ

خبریں

— لندن - ۱۴ / اکتوبر - جب سے گاندھی اور مسلم مندوبین میں گفت و شنید شروع ہوئی - کل رات پہلی مرتبہ ایسا موقعہ پیدا ہوا جو واضح طور پر امید افزا ہے - معلوم ہوا ہے - کہ گاندھی جی نے جداگانہ انتخاب کے اصول اور پنجاب و بنگال میں مسلم اکثریت اور اقلیتوں والے صوبوں میں زائد استحقاق حقوق کو مشروط طور پر تسلیم کر لیا ہے - جدید دستور اساسی کے نفاذ کے بعد فوراً ہی مخلوط انتخاب کے مسئلہ پر استصواب رائے عامہ کیا جائے - اس کے ساتھ ہی کہا جاتا ہے - کہ گاندھی نے مسلمانوں سے درخواست کی ہے کہ وہ کانگرسی مطالبات کو کامل منظور کریں -

معلوم ہوا ہے - کہ مسلمان آج بعد دوپہر ایک فوری اجلاس میں تمام صورت پر بحث کریں گے گاندھی جی سکھ مندوبین کیساتھ گفت و شنید میں مصروف ہیں

لندن - ۱۴ / اکتوبر آج صبح مسلم مندوبین انشر ہوٹل میں ہز ہائنس سر آغا خان کے کمرے میں جمع ہوئے تاکہ گاندھی کی آخری تجاویز پر غور کریں - معلوم ہوا ہے - کہ ان میں وہ مطالبات بھی درج ہیں جو کانگرس کی اس قرارداد میں شامل ہیں جس کے ماتحت مسٹر گاندھی کام کر رہے ہیں -

مکمل آزادی کے مطالبہ کے متعلق مسلمان اور ہندوستانی لبرل کا زاویہ نگاہ تقریباً ایک ہی ہے -

مسلم مندوبین نے متفقہ فیصلہ کیا ہے - کہ کسی فارمولے پر آخری رضامندی کا اظہار کرنے سے پیشتر گاندھی سے کہا جائے کہ وہ اپنی تجاویز کے متعلق دوسری اقلیتوں کی تائید حاصل کریں -

— شملہ - ۱۴ / اکتوبر - سرکاری طور پر اس خبر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ گورنر پنجاب نے اپنی تنخواہ میں ۱۵ فیصدی اور اگزیکٹو کونسل کے ارکان اور وزرا نے اپنے مشاہروں میں دس فیصدی تخفیف منظور کر لی ہے -

— شملہ - ۱۴ / اکتوبر - چونکہ مہاراجہ کشمیر نے عام معافی کا اعلان کر دیا ہے - لہذا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بھی مسلم جتھا کے لیڈر اور ارکان رہا کر دیئے ہیں جنہیں ۲ / اکتوبر کو سیالکوٹ کے قریب گرفتار کیا گیا تھا -

— ہری پور - ۱۴ / اکتوبر - عنقریب سنٹرل جیل ہری پور کا افتتاح کیا جاویگا - معلوم ہوا ہے کہ اس جیل کی تعمیل پر ۲۲ - لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے جیل خانہ کی عمارت نہایت شاندار ہے - اس میں طویل المیعاد سزا کے قیدی رکھے جائیں گے -

— پشاور - ۱۴ / اکتوبر - چونکہ حکومت اور افریدیوں کے درمیان صلح ہوگئی ہے - لہذا افریدیوں کو برطانی علاقہ میں آمد و رفت کی اجازت ہوگئی ہے - اور ان کے داخلہ پر تعزیری پابندیاں اٹھا دی گئی ہیں - چنانچہ آج پشاور کے بازاروں میں بہت سے افریدی چلتے پھرتے نظر آئے -

— ڈیرہ اسمٰعیل خان ۱۴ / اکتوبر آج حق نواز خان اور دیگر سات نوکر مقامی فسادات کے سلسلہ میں ۵ سال سے ۷ سال کی مختلف المیعاد سزائیں دی گئیں

مجاہد بخارا اور مبلغ لنڈن

الفضل مورخہ ۲۲ ستمبر رقمطراز ہے "۱۳ / ستمبر ۱۹۳۱ء کی صبح آٹھ بجے کے قریب میاں محمد امین خان صاحب مجاہد بخارا نے ایک معمولی تنازعہ کی بنا پر چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے پر ان کی کوٹھی کے قریب اپنے گھوڑے کلہاڑی لیکر اس حالت میں حملہ کیا - جبکہ چوہدری صاحب بالکل خالی ہاتھ تھے - اور چوہدری صاحب کے سر پر کئی زخم لگائے - کلہاڑی چھین لینے پر پھر میاں محمد امین خان صاحب نے چاقو سے حملہ کیا جس پر خود حفاظتی میں چوہدری صاحب کے ہاتھ سے میاں محمد امین خان صاحب کو بھی چوٹ آئی دونو مجروحین نور ہسپتال قادیان میں داخل کئے گئے - اسکے بعد ۲ / ستمبر کو میاں محمد امین خانصاحب کا اپریشن ہوا جسکے لئے ایک لائق اسسٹنٹ سرجن کو جو سرکاری ہسپتال میں متعین ہیں - باہر سے بلایا گیا اپریشن کے تھوڑی دیر بعد خان صاحب فوت ہوگئے - ۱۷ ستمبر کو بعد اقتدا مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نماز جنازہ پڑھی گئی اور نعش قبرستان ...

— میانوالی تین چار روز کا ... ذکر ہے - کہ خان عبد الغفار خان سرحدی گاندھی کے بھیجے محمد یعقوب خان عیسے خیل میں پروپیگنڈا کی غرض سے آئے - بعض اصحاب نے اپنے پاس ٹھہرا لیا - پرسوں خانصاحب کے تقریر کرنا تھا - جب میانوالی کے حکام نے ان کی آمد کی خبر سنی تو انہوں نے زیر دفعہ ۱۴۴ - خانصاحب کو تقریر کرنے سے منع کر دیا -

— بمبئی - ۴ - اکتوبر سردار ولبھ بھائی پٹیل نے آج شام کو مسٹر گاندھی کے جنم دن کے موقعہ پر ایک جلسہ میں تقریر کی آپ نے کہا جنگ نزدیک آتی ہوئی معلوم دیتی ہے - جنگ کے نقارے دور سے بجتے سنائی دیتے ہیں - اور ممکن ہے لڑائی کرنی پڑے - کچھ ایسی ہی خبریں آتی ہیں جنگ میں حصہ لینے کے لئے تیار رہو - اور مادر وطن کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر دو

— بمبئی - ۵ - اکتوبر - آج مسٹر آر - ایس - نکالجے ہندوستان کے اچھوتوں کی انجمن کے صدر نے گول میز کانفرنس کے صدر مسٹر میکڈانلڈ کو ایک برقی پیغام بھیجا ہے - جس میں اچھوتوں کی نمائندگی کے متعلق مسٹر گاندھی کے غیر ہمدردانہ رویہ کے خلاف احتجاج کیا ہے اور مطالبہ کیا گیا ہے کہ کم از کم دس سال کے لئے جداگانہ انتخاب ہو - اور اس کے بعد مخصوص نشستوں کے ساتھ مخلوط انتخاب اختیار کیا جا سکے - نیز آبادی کے تناسب پر مجالس قانون ساز فوج اور سرکاری ملازمتوں میں نیابت کا مطالبہ کیا گیا ہے -

بعدالت خان بہادر میرزا غلام صمدانی خانصاحب اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول ایبٹ آباد

اشتہار

محمد زمان - عبد المجید پسران مقدم عبد الستار و مسمات نواب بی بیوہ مقدم علی بہادر قوم گوجر ساکنان کوٹ نجیب اللہ مدعیان -

بنام

مسمات فضل نور بیوہ فضل احمد قوم گوجر ساکن دیدہ

دعوی رقبہ ہائے اراضی اختیاری کھاتہ ۲۶۸ تا ۲۷۰ تعدادی ۵ مرلہ واقعہ رقبہ دیدہ بذریعہ تنسیخ انتقال بمنشا دفعہ ۶۰ ایکٹ ۱۹ ...

اندریں مقدمہ مسمات فضل نور مدعا علیہا تعمیل سمنات اور حاضری عدالت سے پہلو تہی کرتی ہے - لہذا حسب خواہش مدعیان بذریعہ اخبار اشتہار دیا جا کر مشتہری کرائی جاتی ہے کہ اگر مدعا علیہا مذکور بالا بتاریخ ۱۵ ... اصالتاً یا بذریعہ مختار خود حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی مقدمہ کی نہ کریگی تو اس کے برخلاف کاروائی یکطرفہ عمل میں لائی جا کر مقدمہ یکطرفہ فیصل کیا جاوے گا -

آج بتاریخ ۴ / ستمبر ۱۹۳۱ء بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا -

قل یاہل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئاً و لا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون (۳: ۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۱۹ | لاہور - یوم شنبہ مطبوعہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۵۴

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

حکومت کشمیر کے مظالم کی خونچکاں داستان

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے تار حکومت کشمیر کے نام اور انکے جواب

جماعت احمدیہ لاہور کا اظہار نفرت اور عملی اقدام

لاہور ۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء۔ آج مسجد احمدیہ واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مولانا مولوی صدرالدین صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی۔

مولانا صدرالدین صاحب کے ارشادات

خطبہ جمعہ میں آپ نے کشمیری مسلمانوں کی مظلومیت اور حکومت کے جابرانہ اور متشددانہ طریق عمل کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جماعت احمدیہ لاہور کو اپنے کشمیری مسلمان بھائیوں کی امداد و اعانت میں عملی حصہ لینا چاہیئے آپ نے یہ آیہ کریمہ

تلاوت فرما کر اس بات پر زور دیا کہ ہمارے کشمیری مسلمان بھائی انہی مستضعفین من الرجال میں سے ہیں جن کے لئے جنگ کرنیکا ہمیں اس آیت میں حکم دیا گیا ہے اس لیئے ضرورت ہے کہ مسلمان اٹھیں اور کشمیر کی جابر حکومت کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ اپنے ناواجب اور ظالمانہ طرز عمل کو بدل کر مسلمانوں کے واجبی مطالبات کو پورا کرے آپ نے فرمایا کہ وہ کشمیری جو کل تک بزدلی کا ایک مجسم نمونہ تھا آج ایک شیر کی طرح چھاتی تان کر کھڑے رہے جو اس کی حیات ملی کا ایک کھلا ثبوت ہے ضرورت ہے کہ مسلمان قوم اپنے ان بھائیوں کے ساتھ ہو کر حکومت سے انکے مطالبات منوانے کی کوشش کریں

آپ نے اعلان کیا کہ نماز جمعہ کے بعد ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جو کل ایبٹ آباد سے تشریف لائے ہیں کشمیر کی خونچکاں داستان بیان کریں گے

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور حکومت کشمیر

نماز کے بعد جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے مسلمانان کشمیر کی مظلومیت کے واقعات بیان کرتے ہوئے حکومت کشمیر کے اس متشددانہ رویہ کا بالتفصیل ذکر کیا جو ہری پربت جیل اور اس کے بعد رہنمایان کشمیر کی گرفتاری کے سلسلہ میں دیکھنے میں آیا اور مسلمان مردوں اور انکے معصوم بچوں اور عورتوں کو گولیوں اور سنگینوں کا نشانہ بنا دیا گیا آپ نے بتایا کہ اس متشددانہ طریق عمل کے باوجود مسلمانوں کا بچہ بچہ اور ان کی عورتیں تک جوش سے بھرے ہوئے ہیں ان میں زندگی کی ایک لہر پیدا ہو گئی ہے اور وہ عزم و استقلال کے ساتھ ہر مصیبت کا مقابلہ کرنے اور اپنے مطالبات منوانے کے لئے تیار ہیں

آپ نے فرمایا کہ میں نے ان حالات کے پیش نظر ایبٹ آباد سے یہ تجویز کی تھی کہ لاہور سے انجمن حمایت اسلام انجمن اسلامیہ پنجاب اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نمایندوں کا ایک وفد مہاراجہ کشمیر کے پاس بھیجا جائے جو باعزت مصالحت کی کوشش کرے اس غرض سے ان تمام انجمنوں کیساتھ خط و کتابت ہوتی رہی ہے ہمہ

حکومت کشمیر کو تار

لیکن حکومت کشمیر کی طرف سے از سر نو متشددانہ کارروائی شروع ہو جانے اور رہنماؤں کی گرفتاری کے متعلق یہ اعلان ہونے پر کہ وہ مطالبات تجویز کرنے کے بجائے شورش پھیلاتے تھے میں نے راجہ ہری کشن کول وزیر اعظم کشمیر اور سر مرزا ظفر علی صاحب کو تار دیئے جن کا مضمون حسب ذیل ہے :-

"کشمیر کے حال کے واقعات نے صوبہ سرحد اور پنجاب کے مسلمانوں کو بیحد مضطرب کر دیا ہے اگر حکومت کشمیر کو رہنمایان کشمیر کے رویہ کے متعلق بیخبری تھی تو حیرت کا مقام ہے۔ ۲۰ ستمبر کو میں نے لاہور میں انکی طرف سے مطالبات کا ایک مسودہ دیکھا تھا جو ہز ہائی نس مہاراجہ صاحب کی خدمت میں مناسب طور پر پیش کرنے کے لئے ترجمہ کیا جا رہا تھا حال ہی میں انجمن حمایت اسلام، انجمن اسلامیہ اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اپنے مسلمان بھائیوں اور مہاراجہ کے مابین مصالحت کرانے کیلئے نمائندے بھیجنے پر غور کر رہی تھیں کہ از سر نو گرفتاریاں شروع کر دی گئیں فوری تصفیہ کی ضرورت ہے صورت حالات کو درست بنانے کے لئے یہ انجمنیں اب بھی امداد دینے کے لئے تیار ہیں"

وزیر اعظم کشمیر کا جواب

اس تار کا حسب ذیل جواب راجہ ہری کشن کول وزیر اعظم کشمیر

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۲)

کانگریس۔ مہاتما گاندھی اور مسلمان

مسلم قوم کیلئے ایک نازک وقت

کانگریس اور مہاتما جی کی پالیسی

ایک نو مسلم خاتون کے قلم سے

مسلمانوں کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اس نازک موقع پر اپنی قومی ہستی کے قیام و تحفظ کے لئے سنجیدگی سے غور کریں۔ اسوقت مشہور سیاسی مقولہ "لڑاؤ اور حکومت کرو" کانگریس کی موجودہ عملی زندگی میں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ مہاتما جی اور کانگریس گورنمنٹ کو تو معتوب الزام قرار دیتے ہیں کہ وہ اس خلاف انسانیت پالیسی سے ہندوستان پر حکومت کر رہی ہے لیکن کیا خود مہاتما گاندھی اور کانگریس نے یہی پالیسی مسلم قوم کے خلاف اختیار نہیں کی ہے؟

حقوق کا تصفیہ

مسلمان فطرتاً خلوص کے پتلے یا ضرورت سے زیادہ بھولے بھالے واقع ہوئے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ہموطن بھائیوں کا ساتھ دیا، زیادہ تعداد میں مسلمان ہی جیلوں میں گئے۔ گورنمنٹ کے ظلم و تعدی کے شکار مسلمان ہی کثرت سے ہوئے حب الوطنی کا ثبوت مسلمان کافی سے زیادہ دے چکے ہیں لیکن پے در پے برادران وطن کی چال بازیوں اور عیاریوں کو دیکھ کر وہ کچھ سنبھل گئے اور انہوں نے محسوس کر لیا کہ اپنے حقوق کا تصفیہ کر کے ہی ہمیں مشترکہ سیاسیات میں حصہ لینا چاہیئے۔

کانگریس کے مددگار مسلمان

کچھ ایسے مسلمان بھی ہیں جو اسوقت تک خلوص کا مجسمہ بنے ہوئے ہیں یا پھر یوں کہنا چاہیئے کہ ان کی نظر میں کانگریس کی مکاری اور نہ صرف ہندو نواز بلکہ مسلم کش ذہنیت کا پردہ چاک نہیں ہوا۔ ورنہ وہ اپنی قوم سے علیحدہ ہرگز اپنی آواز نہ اٹھاتے اور مسلم کش کانگریس کا آلہ کار نہ بنے ہوئے ہوتے۔ اسوقت کانگریس کے مددگار صرف کچھ گنتے گنے بھولے بھالے مسلمان ہیں، کچھ وہ تباہ حال نوجوان ہیں جنہیں گردش زمانہ نے زندگی دوبھر ہو رہی ہے انکے لئے ع

اک مشغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا

کانگریس ملک کی نمایندہ نہیں

ہاں زیادہ تر سرمایہ پرست طبقہ اور وہ خود غرض لوگ جنکی دوکانیں اس کے وسیلہ سے برقرار ہیں اور جنہیں دوسری جگہ کوئی توقیر حاصل نہیں اس دایرہ میں لیڈر کہلاتے ہیں۔ اور چند معزز ہستیاں بھی ہیں لیکن وہ ایک معمہ ہیں۔ ہاں ان کے متعلق یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہندو قوم کی بہی خواہ اور ہندو راج قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔

مسلمانوں کا کوئی ہمدرد اسوقت کم از کم کانگریس سے تعلق رکھنا ہرگز پسند نہ کرے گا جبکہ اس نے مسلمانوں کے لئے وہی روش اختیار کر لی ہے جو بقول مہاتما گاندھی حکومت نے ہندوستان کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھی ہے۔ اسوقت مسلمانوں کو بحیثیت قوم کانگریس سے کوئی سروکار نہیں۔ تجارت پیشہ طبقہ کو اس سے کوئی ہمدردی نہیں (ماسوا مالکان ملز و فیکٹریز) اچھوت نے اپنا نمایندہ ماننے سے انکار کر دیا چند مزدور و کسان جو اس کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے تھے اور اپنا خیر خواہ جانتے تھے وہ بھی اس کی حرکات مذبوحی سے چوکنے ہو گئے اور اس سے علیحدہ اپنی انجمنیں و کیرتی کسان سبھا، مزدور سبھا، وغیرہ قائم کر لیں۔ سچے محب وطن نوجوان اس کے خلاف ہیں یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی جبکہ ملک کی اکثریت کو کانگریس سے کوئی واسطہ نہیں۔ مہاتما جی اور کانگریسی لیڈر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری آواز ملک کی آواز ہے۔ جب مسٹر برکن ہیڈ نے واضح طور پر یہ کہا تھا کہ اگر کانگریس کی آواز ملک کی متفقہ آواز ہے تو متفقہ دستور اساسی مرتب کر کے لاؤ۔ نہرو کمیٹی اس کے لئے بیٹھی اور ایسا آئین مرتب کیا کہ جس نے متحد کرنا تو درکنار رہا جو محض حب الوطنی کے نام پر اتحاد تھا وہ بھی نیست و نابود کر دیا۔ مسلم اس سے بیزار، سکھ اس سے نالاں، اچھوت اس سے گریزاں ہندو اس سے خاموش، نوجوان اس کے مخالف، اور بالآخر کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر اسے دریائے راوی میں غرق کرنا ہی بہتر سمجھا گیا یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کانگریس کے علمبرداروں کو یہ کہتے ہوئے ذرا پس و پیش نہ ہوا کہ کانگریس ملک کی نمایندہ ہے۔ کتنا سفید جھوٹ ہے ملک اس سے بیزار اور وہ خواہ مخواہ اس کا نمایندہ بننا چاہتی ہے۔ "بر زبان نہ ہاں میں تیرا ایمان"

مہاتما جی شاطرانہ چال !!!

اس کے برعکس جبکہ مسلم کانفرنس میں مسلم قوم کی اکثریت نے اپنے مطالبات متحدہ طور پر پاس کر دئیے اور مہاتما جی کے سامنے پیش کیے گئے تو سیاسی شاطر نے اپنے ہی قول کے مطابق وہی حکومت کا پرانا اور اخلاق نیز دھرم و انسانیت سے گرا ہوا ہتھیار مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا۔ اور آج بھی لندن جا کر یہ کہہ رہا ہے کہ "مسلمان ایک سادہ کاغذ پر مجھ سے دستخط کرا لیں اور جو چاہیں شرائط لکھ لیں لیکن شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا جو بھی مطالبہ ہو اس پر تمام قوم کو اتفاق ہونا چاہیئے یہ بات میں قصداً کہہ رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایک چھوٹی سی جماعت جو نیشنلسٹ مسلم پارٹی کے نام سے مشہور ہے۔ میں نہیں جانتا وہ کتنی بڑی ہے مگر میں اس کو دھوکہ نہیں دے سکتا"

مہاتما جی حکومت کے نقش قدم پر

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار "الامان" اپنی ۱۹ ستمبر کی اشاعت میں خوب لکھتا ہے "جو لوگ ہندو مسلم مسئلہ کے تصفیہ میں مسلم زعماء کی سلامت روی اور کانگریسی لیڈروں کی دھاندلی اور ہٹ دھرمی اور بے انصافی کی رفتار ترقی کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ وہ اچھی طرح سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہندو مسلم مسئلہ کے باب میں لندن کے اندر گاندھی جی کا یہ بیان کس قدر عیارانہ و مکارانہ ہے اور ہم کانگریس کے پرستاروں اور ان مسلمانوں سے جنہوں نے ذہنی اور دماغی لحاظ سے بھی اپنے ہوش و حواس کے تمام ہتھیار کانگریس اور مہاتما جی کے قدموں میں ڈال دئیے ہیں معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگر برطانی مدبرین آپ سے کہیں کہ ہم تمہارے تمام مطالبات صرف اسی وقت منظور کر سکتے ہیں جبکہ ہندوستان کے اندر ایک متنفس بھی ایسا باقی نہ رہیگا جو تم سے اختلاف رکھتا ہو تو پھر کیا ہو؟ اسوقت یقیناً مہاتما گاندھی حکومت کے متعلق یہی کہیں گے کہ وہ بدنیت ہے اور دینا کچھ نہیں چاہتی صرف حوالہ کرتی ہے پس یہی الفاظ مسلمانوں کے معاملہ میں مہاتما جی پر منطبق کر دیئے جائیں تب؟۔

متفقہ مطالبہ میں مہاتما جی کی ناکامی

مہاتما جی کے منہ سے یہ الفاظ اسوقت اچھے معلوم ہوتے جبکہ وہ خود تمام ہندوستان کو متفق کر سکتے ہم گاندھی جی کی عزت کرتے ہیں لیکن اس موقع پر ہم یہ ضرور کہیں گے کہ مہاتما جی کو ایسا کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں کہ "مسلم مطالبات میں اسوقت منظور کروں گا جبکہ ایک بھی مسلمان کو اس سے اختلاف نہ ہو" جبکہ خود بھی اس امر میں ناکام رہے ہیں اور ہاتھ پھیلا کر برٹش قوم سے سوراج مانگ رہے ہیں اور یہ کہہ کر دنیا کو اور خود کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ کانگریس ملک کی متحدہ آواز ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور یہ کہنا پڑے گا کہ مسلم بحیثیت قوم اس سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اچھوت اس سے الگ ہیں۔ سکھ اس سے غیر مطمئن ہیں۔ تجارت پیشہ طبقہ (ماسوا مالکان ملز) اس سے نالاں ہیں۔ محب وطن نوجوان اس سے متنفر ہیں مزدور و کسان اس سے پریشان ہیں۔ ماسوا ان کے جنہیں سرمایہ داروں نے ایک وقت سوکھی روٹی دیکر خرید لیا ہے۔

ہندو نواز مہاتما جی

جب مہاتما جی یہ کہتے ہیں کہ ہندو مسلم تصفیہ نہ ہونیکی صورت میں بھی ہندوستان کو اس کا حق ملنا چاہیئے اور فرقہ وارانہ سوال ملک کی ترقی میں سد راہ نہ ہونا چاہیئے تو اس صورت میں مسلمان بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ چند گنے گنے افراد کانگریسی مسلمانوں کے جنہیں بالآخر مہاتما جی کو بھی چھوٹی سی جماعت کہنے پر مجبور ہونا ہی پڑا۔ اختلاف کی بنا پر مسلم قوم کے حقوق کیوں تلف کئے جائیں؟ اور کیوں نہ مسلم اکثریت کی آواز سنی جائے؟ اگر اب بھی جبکہ مسلم قوم کے پاس اپنی پوزیشن صاف رکھنے کے لئے دلائل ہیں مہاتما جی اور کانگریس نہیں ملتے تو مہاتما جی کو ہندو نواز اور مسلم کش کا خطاب کیوں نہ دے دیا جائے۔ وہ ملک کے لئے لڑ رہے ہیں اور اقلیتوں کو اکثریت کے رحم پر چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اکثریت کے حقوق کیلئے لڑ رہے ہیں۔ اقلیتیں مٹ جائیں ان کی تہذیب مٹ جائے انہیں پرواہ نہیں سوائے اس کے کہ اکثریت کو آزادی سوراج غرضیکہ جو نعمتیں وہ چاہتے ہیں مل جائیں۔

مسلم قوم سے خطاب

آخر میں میں مسلم قوم کا ان گرفتار مصائب خوابیدہ مسلم قوم سے یہ التجا کرونگی کہ اگر غلامی اور اچھوت پن سے تمہیں نفرت ہے، اگر مستقبل میں ذلیل ترین زندگی گزارنا ناپسند ہے، اگر اپنے حقوق کے ساتھ اسلام اور مسلمانیت کو اپنے ہاتھوں دفن کرنا نہیں چاہتے۔ اور آزاد مسلمان بن کر رہنا چاہتے ہو تو اٹھو منظم ہو اور اپنی تنظیم سے اس دنیا اور انسانوں کو۔ اور ہندوستان میں خاصکر مسلمانوں کو غلام بنانیوالی سرمایہ دارانہ تنظیم کے پرخچے اڑا دو اور دکھا دو کہ مسلم غلاموں کا غلام بننے کیلئے نہیں پیدا ہوا۔ وہ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ وہ محض اپنے حقوق کی .... حفاظت نہیں کرتا بلکہ اپنے حقوق سے بھی دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرنیوالا ہے۔

باقی بر صفحہ ۴ کالم نمبر ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | ۱۷ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ | نمبر ۵۴

اسلام اور کمیونزم
دنیا میں صلح اور امن کے قیام کا ذریعہ

مادہ پرستی کے ہولناک نتائج

یورپ اسوقت ایک ایسے دور مصیبت میں سے گذر رہا ہے جس سے رہائی کا راستہ بظاہر اسے کوئی دکھائی نہیں دیتا مادیت اور سرمایہ پرستی نے اسے ایک ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے جسے شفا حفرۃ من النار آگ کے گڑھے کا کنارہ کہنا چاہیئے دولتمندوں کا اپنے سرمایہ کی مدد سے غربا کا خون چوسنا ان سے سخت ترین محنت ومشقت کے کام لینے کے بعد اتنی بھی روٹی کھانے کو نہ دینا کہ جوان کا پیٹ بھر سکے اور پرلے درجے کی نفرت وحقارت کا سلوک ان کیساتھ روا رکھنا یہ ایسی باتیں ہیں جس نے یورپین اقوام کو مدتوں سے مبتلائے مصائب کر رکھا ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج صرف سوشلزم ہی نہیں بلکہ کمیونزم اور بالشوزم کی خطرناک تحریکات اس قدر سرعت کے ساتھ ان میں پھیلتی ہوئی چلی جا رہی ہیں۔ کہیں ملوکیت کی تباہی وبربادی کے جال بچھائے جا رہے ہیں۔ کہیں امراء اور سرمایہ داروں کے قتل وغارت کا سلسلہ جاری ہے اور کہیں مذہب کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

صرف یورپ ہی نہیں قریباً تمام دنیا جو یورپ کے اثر کے نیچے مادہ پرستی اور سرمایہ داری کو اپنا شیوا بنا چکی ہے ان ہولناک مصائب کے اندر مبتلا ہے اور کمیونزم اور بالشوزم کا قدم دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ روس کی عظیم الشان سلطنت کی تباہی کے بعد بخارا پر اس نے اپنا تسلط جمایا اور کہا جاتا ہے کہ افغانستان کے رستے سے ہندوستان کے اندر بھی وہ اب پہنچ چکا ہے جیسا کہ پنڈت جواہر لال نہرو کے خیالات اور نوجوان بھارت سبھا کے طریق عمل سے ظاہر ہے۔

کمیونزم کا حقیقی علاج

آیا سرمایہ داری کا علاج وہی ہے جو یورپ کے غریب طبقہ نے کمیونزم کے رنگ میں تجویز کیا؟ آیا غریبی کی لعنت محض ان لرزہ خیز مظالم اور اس نام نہاد مساوات سے دور ہو سکتی ہے جو بالشوزم یا کمیونزم کے سایہ میں قائم کی گئی ہے؟ اس کا جواب جنرل بلیکنی (ایک انگریز مبصر) نے ان الفاظ میں دیا ہے جو دولت کینسنگٹن میں لیکچر دیتے ہوئے انہوں نے کہے:-

"اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو عہد حاضرہ کے کمیونسٹوں کے مظالم کو روک سکتا اور تمام دنیا میں صلح وامن قائم کر سکتا ہے اگر دنیا کو ایک دوسرے کے ساتھ صلح وآشتی سے رہنا مطلوب ہے تو اسے پیغمبر اسلام کی تعلیمات کی پیروی کرنی چاہیئے تمام تمدنی اصلاحات اسلامی ضابطہ قوانین کے مطابق ہونی چاہئیں"

جنرل بلیکنی نے ان الفاظ میں اس حقیقت کبریٰ کا انکشاف کیا ہے جو فی الحقیقت نہ صرف کمیونسٹوں کے مظالم ہی کو روکنے کا موجب ہو سکتی ہے بلکہ سرمایہ داری کے ہولناک نتائج کو بھی ملیامیٹ کر کے غربا اور امیر کو صلح اور امن کے ساتھ رہنے میں مدد دیتی ہے۔

مادہ پرستی اور خدا پرستی

غور کر کے دیکھا جائے تو یورپ کی مشکلات کا اصل باعث سرمایہ داری نہیں بلکہ مادہ پرستی ہے مذہب اور روحانیت سے منہ موڑ کر دنیا پرستی کو اپنا شعار بنا لینا انسان کو نہ صرف حقوق اللہ بلکہ حقوق العباد سے بھی غافل کر دیتا ہے اور محض اپنے ہی لئے دولت جمع کرنا اور عیش وعشرت میں زندگی گذارنا اس کا شعار رہ جاتا ہے غریبوں کو کچھ دینا اپنے غریبوں اور عزیزوں کی مدد کرنا یورپ کے نزدیک ایک جرم عظیم ہے۔ وراثت کو بحصہ رسدی تمام لواحقین میں تقسیم کرنا اور غربا کو اس سے حصہ دینا قانوناً جائز نہیں پس فرمائیے وہ کونسی ایسی صورت ہے جس سے حقوق العباد کا حق پورا ہو سکے سوسائٹی کا وہ حصہ جو اتفاق سے غریبی کی حد تک پہنچ گیا ہے اس کے اٹھنے اور دوبارہ کھوئی ہوئی عزت کو حاصل کرنے کا کونسا ذریعہ ہے؟ جن لوگوں کے پیش نظر خدا اور خدا کا قانون نہ ہو جو محض اس دنیا کی زندگی کو اپنے لئے کافی سمجھتے ہوں اور آخرت پر ان کا کوئی ایمان نہ ہو اس بات کی انہیں قطعاً پرواہ نہ ہو کر کسی دوسرے کا زندگی میں انہوں نے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے جہاں ان سے پوچھا جائیگا کہ اپنے نفس کے حقوق کے علاوہ دوسروں کے حقوق کی بھی انہوں نے پرواہ کی؟ ان سے یہ کہاں توقع ہو سکتی ہے کہ وہ کسی غریب کو اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

کمیونزم کے نتائج

لیکن اس کے بالمقابل کمیونزم کے رنگ میں جو کوشش کی گئی وہ بھی مادہ پرستی ہی کا رنگ رکھتی ہے سرمایہ داروں کو تباہ وبرباد کرنے اور لوگوں سے ان کے جائز اموال واملاک چھیننے کے لئے جو وحشت خیز مظالم ان سے ظہور میں آئے ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ اس زمانہ تہذیب وشائستگی میں کسی مہذب قوم کے وہ شایان شان ہیں۔ آہ! اگر خدا اور خدا کا قانون ان کے پیش نظر ہوتا اگر اپنے اعمال کا اثر وہ محض اس دنیا تک محدود نہ سمجھتے تو پیش آمدہ مشکلات سے نکلنے کے لئے وہ راستہ وہ یقیناً اختیار نہ کرتے جو کمیونزم کے نام سے موسوم ہے۔

اسلام کی تعلیم

اسلام نے ان دونوں کے بین بین جو راستہ تجویز کیا ہے غریب اور امیر کو جس سطح پر کھڑا کرنا چاہا ہے وہ یقیناً دنیا کی فلاح وبہبودی کا موجب ہے آج اگر دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے سرمایہ پرستی کی لعنت سے دنیا کو نجات حاصل ہو سکتی ہے اور کمیونزم کے مظالم رک سکتے ہیں تو اسی ایک ذریعہ سے کہ اسلام کی پاک تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ زکوٰۃ اور صدقات جو اسلام نے تجویز کئے ہیں۔ عزیز رشتہ دار اقربین کی امداد واعانت کی جو تاکید اس نے کی ہے قرضداروں اور اسیروں کی رہائی کے لئے جو راہ عمل بتائی ہے غربا اور مساکین اور مسافروں تک کی دستگیری کے لئے جو تاکیدی احکام نافذ فرمائے ہیں اور ان کی تعمیل کو خدا کی خوشنودی اور فلاح اخروی کا ذریعہ بتا کر جو تحریص وترغیب قلوب کے اندر پیدا کی ہے وہ اس شفا حفرۃ من النار سے جس پر یورپ کے مادہ پرست آج کھڑے ہیں اسقدر دور لے جاتی ہے جہاں امن اور راحت کی حکومت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

موجودہ مسلمانوں کی سرمایہ پرستی

آہ! مسلمانوں نے آج اس تعلیم کو بھلا دیا اور ان کے اندر بھی وہی مادہ پرستی سرمایہ داری اور غریبوں سے لاپرواہی پیدا ہو رہی ہے جو یورپ کا حصہ تھی ان میں بھی آج مال ودولت رکھنے والے لوگ الا ماشاء اللہ محض اپنے ہی عیش وآرام سے مطلب رکھتے ہیں اور غریبوں کا کوئی حق اپنے اموال وجائداد میں نہیں سمجھتے بلکہ اس سے بڑھکر وہ لوگ ان کے اندر پیدا ہو چکے ہیں جو اپنے غریب بھائیوں کو اگر قرضہ دیتے ہیں تو ان سے سود اور سود در سود تک لینا روا سمجھتے ہیں۔ کہاں تو اسلام کی وہ تعلیم کہ اپنے مالوں میں سے زکوٰۃ نکال کر غریبوں کو دو قرضداروں کے قرضے اتارنے کی کوشش کرو مساکین کی اعانت کرو کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر اپنی سبیل معاش پیدا کر سکیں جسکو دیکھکر یورپ کے محققین بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ دنیا کو صلح وآشتی کی زندگی بسر کرنے کے لئے اسلام کے ضابطہ قوانین اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیئے کہاں رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد کہ تؤخذ من اغنیاءھم وترد الی فقراءھم مال امراء سے لیکر غرباء کو دیا جائے اور کہاں نام لیوایان کا یہ طرز عمل کہ غریبوں ہی کا خون چوسنا انہوں نے جائز سمجھ لیا ہے یہ حالات اس قابل ہیں کہ ان کی اصلاح کی پوری کوشش کی جائے اور ایسے مسلمانوں کو جو مسلمانوں سے سود لیں بائیکاٹ کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے نمونہ سے اسلام کی بربادی اور مسلمانوں

نگار اور مسلمان

لکھنؤ کے مشہور علمی رسالہ "نگار" نے کچھ سے اسلام کے متعلق ایسی روش اختیار کر رکھی ہے جو کوئی سنجیدہ اور معقول پسند انسان قطعاً پسند نہیں کر سکتا چہ جائیکہ مسلمان اس کے جگر خراش مضامین کو کسی طرح سے برداشت کر سکیں۔ ہمیں شک نہیں کہ مذہب اور ہر اس چیز پر جس کے متعلق انسان کے دل میں کوئی شکوک و شبہات پیدا ہوں جائز طور پر نکتہ چینی کرنا ہر شخص کا حق ہے خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو لیکن جس قسم کی معاندانہ اور سوقیانہ روش نگار نے اختیار کر رکھی ہے اس کو جائز نکتہ چینی نہیں بلکہ ... سخافت و شرارت اور گندہ دہنی کا نام دینا چاہئے نیک بازاری آدمی بھی خدا اور اس کے دین کے متعلق اس قسم کے ناپاک کلمات زبان سے نہیں نکال سکتا جو مولانا نیاز فتحپوری کے قلم سے [illegible] نتیجہ میں اکابر صحابہ پر رکاکت و سخافت سے بے عقلی وا [illegible] الزام احادیث سے کھلا انکار اور نہیں [illegible] سیرت بہشت و دوزخ کی تحقیر و تضحیک انبیائے کرام کی توہین شعائر اسلامی پر پھبتیاں اور ستم یہ کہ خود اللہ تعالیٰ کے متعلق ناشائستہ کلمات اور نفرت کا اظہار ایسی چیزیں ہیں جنہیں جب تک نہ [illegible] کا محققانہ جواب دیا جا سکے [illegible] رکھنے [illegible] اور کافی [illegible] نے بھی اسلام اور اس کے شعائر [illegible] سے [illegible] استہزا نہیں کیا جس قدر نگار کے انتہا پسند ایڈیٹر نے اڑایا ہے۔

تجویز کردہ علاج

[illegible] نگار کی اس قسم کی بہت سی خرافات کو نقل کر کے اپنے مخصوص انداز میں اس پر [illegible] اور آخر میں یہ سوال کیا ہے

"ملت اسلامیہ آخر کب تک اپنے صبر و ضبط و تحمل و بردباری کا امتحان دیتی رہیگی کب تک اس فتنہ کو جیتا جاگتا چھوڑے رہیگی؟ .... جو قوم اپنی قوت سے راج پال اور وائل کے فتنوں کو فراموش کر چکی ہے وہ یقیناً مجذوب اور بے دست و پا نہیں کہی جا سکتی کیا یہ فتنہ جو محض اپنے نام کو آڑ بنا کر ہمیشہ بچتا ہی رہیگا؟ کیا کوئی مجرم دنیا اور آخرت کی عدالت سے محض اس [illegible] بچ جائیگا کہ [illegible] آریوں اور عیسائیوں کا ساتھی [illegible] مسلمانوں [illegible]"

اس قسم کے خیالات کا اظہار دیگر معاصرین نے بھی کیا ہے [illegible] اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلعم کے نمونہ سے [illegible] راجپال اور کالیچرن ہوں یا نگار کا دشمن اسلام ایڈیٹر [illegible] کو تشدد آمیز طریق سے خاموش کرنا کسی صورت [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرک لوگوں نے [illegible] بیہودہ سرائی سے کام لیا لیکن کیا ایک بھی ایسا واقعہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے محض بکنے پر کسی کو [illegible] ہاں ایک دفعہ کسی نے اشعار میں آپ کی ہجو کی تو آپ نے [illegible] بن ثابت کو حکم دیا کہ اس کا جواب دیں اور انہوں نے [illegible] جواب دیا۔ تشدد آمیز طریق تو ایک شخص کا منہ بند کر دے لیکن قلبی وساوس کو دور کرنے

موجب نہیں ہوتا اور دوسرے لوگوں کو بھی زیادہ شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیتا اور اس فتنہ کو اور زیادہ بھڑکاتا ہے۔

اس لئے معاصر "تیغ" اور دیگر معاصرین کے جذبہ ایمانی کی دلی قدر کرتے ہوئے ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ نگار کے نیاز صاحب کی خرافات کا علاج اسوۂ نبوی اور اسلام کی پاک تعلیمات کو سامنے رکھ کر انہیں سمجھانے اور قائل کرنے کی کوشش کریں کہ وہ اس طریق عمل سے باز آجائیں۔ وسیع پروپیگنڈا کے ذریعہ سے ان قارئین پر ان کے خیالات کی غلطی کو آشکارا کریں اور اگر کسی طرح وہ اپنے اس طریق عمل سے باز نہ آئیں تو قرآن کا حکم سوائے اس کے کیا ہے کہ وذرنی والمکذبین اولی النعمت ومہلہم قلیلا

بقیہ صفحہ ۲

وہ اور اس [illegible] مذہب دنیا میں نہ صرف قومیت بلکہ بین الاقوامیت پیدا کرنیوالا ہے۔ آہ ...... جو قوم کل تک دوسروں کی قسمت کا فیصلہ کرتی تھی جس نے سرمایہ داری اور ظلم کا تاج تخت کر دیا تھا آج سرمایہ داری بھی آکر اس کی قسمت کا فیصلہ کرنیکا حوصلہ رکھتی ہے اُف ...... ہماری کس مپرسی کا باعث ہمارا باہمی نفاق ہی ہے۔ اس نے ہمیں ذرے گھن کیطرح کھا لیا اور نہ معلوم ہمارا کیا حشر ہونیوالا ہے تنظیم جو ہمارے مذہب کا بڑا رکن ہے وہ آج ہم میں نہیں۔ کیا اب بھی ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں؟۔

برلن مسجد کی مرمت

غریب کا ایثار امیر سے اپیل!

حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ڈاکٹر کے اے خان کو۔ برلن مسجد کی مرمت مالی مشکلات کیوجہ سے ایک سے دوسرے اور دوسرے سال سے تیسرے سال پر ملتوی ہوتی چلی آتی تھی چند ہی روز کا ذکر ہے کہ اخبار میں ایک نہایت ہی دردانگیز خط شائع ہوا تھا کہ مرمت نہ ہونے کیوجہ سے برلن مسجد کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر کے اے خان نے جو مالی لحاظ سے جماعت کے غربا میں سے ہیں مگر خدا اور رسولؐ کی محبت کے لحاظ سے امرا میں سے ہیں ایک ہی قدم میں اس مشکل کو حل کر دیا۔ یعنی نصف خرچ مرمت کا اپنے ذمہ لے لیا۔ اور باقی نصف کیلئے جماعت کے دیگر بزرگان کو اپیل کی ہے جماعت میں خدا کے فضل سے وہ بزرگ موجود ہیں جنہوں نے ایک ایک آدمی نے ہزار ہا روپوں کے خرچ سے ایک ایک مسجد اپنی جگہ پر بنوا دی ہے۔ کیا ان امرا میں کوئی ایسا صاحب دل نہیں کہ برلن مسجد کی حالت پر جو تثلیث کے مرکز میں توحید کا نشان ہے اسکے دل میں درد پیدا ہو اور وہ نصف خرچ کو فوراً پورا کر دے کوئی بڑی رقم نہیں کل خرچ مرمت ایک سو پونڈ کا اندازہ ہے۔ نصف خرچ پچاس پونڈ کی رقم ہے۔ اگر ایک غریب کے دل میں اسقدر جوش پیدا ہوتا ہے کہ وہ نصف خرچہ برداشت کرے تو کیا کسی امیر کے دل میں یہ جوش پیدا نہ ہوگا؟ مگر آدمی ایک ہی چاہیئے جو یہ کام کر دے۔ اور اس کیلئے میں صدا بلند کرتا رہونگا جب تک کہ کوئی لبیک کہنے والا کھڑا نہ ہو۔

محمد علی

تالیف قلوب اور تالیف کتب

حضرت مسیح موعود کے دو مقصد

جماعت احمدیہ کی سب سے بڑی ضرورت

(ڈاکٹر اللہ بخش صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ میڈیکل افسر گورنمنٹ کالج لاہور)

حضرت مسیح موعود کے سامنے دو مقصد تھے۔ تالیف قلوب اور تالیف کتب۔ ان دونو امور کو آپ نے اپنی زندگی میں کمال تک پہنچایا۔ لوگوں کے دلوں کو اپنی اور اپنے سلسلہ کی طرف اس طرح مائل کر دکھایا باوجودیکہ کفر کے فتووں نے آپ کے خلاف تمام ہندوستان میں ایک آگ لگا دی تھی تاہم جو بھی آپ کے پاس آیا۔ آپ کے اخلاق حسنہ اور حسن سلوک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ پھر اپنی تالیف کتب کے ذریعہ سے جو علم کلام آپ نے پیدا کیا اس سے بہت دیر تک لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ فی الحقیقت تالیف قلوب وہ عظیم الشان کام ہے۔ جو انبیاء اور ماموروں کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اور تالیف کتب زمانہ حاضرہ کی اہم ترین خدمت ہے۔ جہاں اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔ کہ مذہب کا سب سے پہلا کام دلوں کی تسخیر ہے۔ ... جو شخص بھی ادنے تدبر سے کام لے گا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ اس سائنس اور علم کے زمانہ میں خدمت اسلام کا دعویٰ بیکار ہے۔ جب تک اسلام کی تائید میں اعلیٰ درجہ کا علم کلام نہ پیدا کیا جائے گذشتہ قرنوں میں بیشک گوشہ نشین زاہد و علماء اسلام کی تائید و نصرت میں بہت مد و معاون ثابت ہوئے ہونگے لیکن آج گوشہ نشینی اور عزلت نشینی سے اسلام کو غالب کرنے کا خیال صحیح نہیں۔ اور اس زمانہ کے زاہد اور علماء ... حضرت مسیح موعود نے کیا سچ فرمایا ہے ۔

> تا لساں را ہا ہمہ فساد از حسن نفس
>
> زاہداں غافل سراسر از ضرورت ہائے دین

نہیں ہو سکتی

جماعت احمدیہ کا قیام

کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے براہین احمدیہ کے سلسلہ دلائل کو موقوف کر کے حضرت مسیح ناصری کی وفات اور جماعت احمدیہ کے قائم کرنے پر توجہ صرف کی۔ اس سے کیا حاصل ہوا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ آپ اپنی زندگی میں اس سلسلہ دلائل کو تکمیل تک پہنچا جاتے؟ یا کوئی تفسیر قرآن مجید لکھ جاتے۔ جب خود حضرت مسیح موعود یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس زمانہ کا سب سے بڑا جہاد علوم دینیہ کی ترویج ہے۔ اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ آپ کی قلم میں ایک زبردست قوت موجود تھی۔ تو سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آپ نے اس اصل کام کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر جماعت کے جھگڑوں میں پڑنا کیوں پسند کیا یہ اعتراضات اگرچہ بظاہر بہت معقول معلوم ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہماری جماعت کی بہت سی توجہ عملی طور پر ان اعتراضات کو تسلیم کر چکی ہے۔ یعنی ہم نے جماعت کی وسعت و تنظیم کو ایک خفیف سا امر سمجھ رکھا ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی اصل شان ماموریت سلسلہ احمدیہ کے قیام میں ہی دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے بے نظیر تصنیف براہین احمدیہ کی صورت میں ... تصنیف کی اور جب لوگوں کے قلوب آپ کے علم کے قائل ہو گئے تو پھر خدا تعالے کے حکم کے ماتحت آپ نے جماعت کے قیام پر تمام قوت صرف کر دی۔

تالیف کتب اور حضرت مسیح موعود

اس کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ تالیف کتب کے لئے اخلاق فاضلہ کا ہونا ضروری نہیں۔ ایک انسان جو دماغی قابلیت رکھتا ہے۔ اور جس نے اپنے آپ کو تالیف کے کام میں لگا دیا ہے وہ اچھی سے اچھی تصنیف کر سکتا ہے۔ بلا لحاظ اس امر کے کہ اس میں بے نفسی اور ایثار کے اعلیٰ جوہر موجود ہوں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود اسی سلسلہ براہین کو جاری رکھکر بہت بڑی شہرت اور عزت حاصل کر سکتے تھے۔ اور مال و دولت بھی کما سکتے تھے لیکن خدا کے ماموروں کو تو ان چیزوں سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا۔ بلکہ برخلاف اس کے اپنی عملی زندگی سے وہ لوگوں پر ثابت کر دیتے ہیں۔ کہ دنیا کی ہر ایک شے حتیٰ کہ جائز طور سے پیدا کردہ عزت و مال بھی خدا کی راہ میں قربان ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود نے ایسا ہی کر کے دکھلا دیا۔ اعلیٰ قسم کا لٹریچر پیدا کر کے عزت و شہرت حاصل کی۔ مگر جماعت کے قیام کی خاطر نہ صرف اس عزت کو قربان کر دیا۔ بلکہ ہر قسم کی ذلت اور تکلیف اٹھائی۔

علم کلام کا سلسلہ جاریہ

غرض ایک طرف تو دنیا نے بے نفسی کا کامل نمونہ مشاہدہ کیا دوسری طرف حضرت مسیح موعود نے جماعت کو قائم کر کے اسی سلسلہ علم کلام کے لئے ایک ایسی صورت پیدا کر دی جو ہمیشہ تک قائم رہے گی۔ اگر حضرت مسیح موعود جماعت قائم نہ کرتے۔ اور اپنی توجہ سے زیادہ علم لکھ جاتے۔ تو صرف اتنی ہی بات ہوتی۔ کہ ایک شخص کے دماغ سے نکلا ہوا علم دنیا کے پاس رہ جاتا۔ جو کسی صورت میں تمام انسانوں اور تمام پیش آمدہ ضروریات کو کفایت نہ کر سکتا۔ لیکن برخلاف اس کے جماعت احمدیہ کے قیام سے علم کلام کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے جاری ہے مختلف اوقات میں مختلف دماغ اس کام کو بہترین طور پر انجام دے سکتے ہیں۔ اور دے رہے ہیں پس حضرت مسیح موعود نے پہلے تو خود علم پیدا کیا۔ اس کے بعد اس سے اعلیٰ وارفع یہ کام کیا۔ کہ بجائے علم کے عالم پیدا کر دئے اور بجائے تصنیف کے مصنف پیدا کر دکھائے۔ پس سوال یہ ہے۔ معارف و نکات عالیہ کو کتابوں میں سے نکال کر دنیا کے سامنے پیش کر دینا زیادہ افضل ہے۔ یا انسانی قلوب کے اعلیٰ جوہروں کی نشو و نما کا سامان بہم پہنچانا؟ کیا اعلیٰ مضمونوں کو آپس میں ربط دیدینا۔ اور اسے احاطہ رقم میں لانا اخلاق عالیہ کا مظہر ہے۔ یا انسانی قلوب کو اتحاد و محبت کی کڑیوں میں منسلک کر کے دکھانا؟ وہ اعتراض کرنے والے غور کریں۔ کہ ان دونو پہلوؤں میں سے کونسا دشوار ہے اور کونسا سہل اور کونسا ادنےٰ اور کونسا اعلےٰ۔

صحیح توازن کی ضرورت

تالیف کتب کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ وہ ہر ملک و قوم میں پھیلائی جا سکتی ہیں۔ اور اس طرح تبلیغ اسلام کا دائرہ صرف اپنے ہی ملک تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ تمام دنیا اس علم سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود کی جانشین ہے۔ اس لئے اس جماعت کا فرض ہے۔ کہ اپنے سامنے وہی اغراض و مقاصد رکھے۔ جو حضرت مجدد وقت کے پیش نظر تھے تالیف قلوب اور تالیف کتب کے اہم فرائض کو ادا کرنے میں جماعت کے اندر صحیح توازن کا پیدا ہونا ضروری ہے اگرچہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ یہ دونو کام ایکدوسرے کے ممد و معاون بلکہ لازم و ملزوم ہیں۔ مگر جب تک ان دونوں کاموں کو اپنی اپنی حیثیت نہ دی جائے۔ تب تک یہ اندیشہ ہے۔ کہ ہم مجدد وقت کے راستے سے دور نہ نکل جائیں۔ مثلاً اگر ہم یہ خیال کریں۔ کہ اسلام پر اعلیٰ درجہ کی تصانیف سے کیا فائدہ ہے۔ ہمارے لئے صرف یہ کافی ہے۔ کہ ہم اسلام کے ارکان و عبادات ادا کرتے رہیں ہمارے اس نمونہ سے دنیا خود بخود اسلام کی طرف کھچی آئے گی۔ تو یہ سراسر کوتاہ اندیشی ہے لیکن اگر دوسری طرف ہم یہ سمجھ لیں۔ کہ ہمارا مقصد صرف چند ... کا شائع کر دینا ہے۔ اور وہ اعلیٰ درجہ کا علم کلام اور حقائق و معارف جو حضرت مسیح موعود سے ہمیں ورثہ میں ملے ہیں۔ محض ان کو ہی تصنیفات کے رنگ میں طبع کرا دینا ہمارے لئے کافی ہوگا۔ بغیر اس کے کہ ہم لوگوں کے ... دلوں میں حسن سلوک اور اخلاق حسنہ کے ذریعہ سے ... گھر کر لیں تو یہ بھی ... ایسی صریح غلطی ہوگی۔ جو کبھی ہماری کامیابی کا موجب

مودبانہ التماس

جب ہم مجدد وقت کی متابعت کے دعوے کرتے ہیں۔ تو ہمارے لئے بہت غور اور فکر کا مقام ہے۔ جماعت احمدیہ کی مقتدر ہستیوں کو لازم ہے۔ وہ اس پر غور کریں۔ کہ جہاں ان کے اعلیٰ درجہ کے ایثار اور بے نظیر کلام کی وجہ سے دنیا پر ان کا ایک اثر قائم ہو چکا ہے۔ وہاں اب ان کا فرض ہے کہ جماعت احمدیہ کی وسعت و تنظیم میں اپنی تمام تر توجہ کو لگا دیں۔ اسی سے ان کے اعلیٰ جوہر بے نفسی اور قربانی و ایثار کے دنیا پر ظاہر ہو سکیں گے اسی سے وہ دلوں کو اپنی طرف کھینچ سکیں گے یہی وہ بات ہے جس سے وہ حقیقی طور پر خدا کے مامور کے جانشین کہلانے کے مستحق ہونگے اسی امر میں جماعت احمدیہ کی اصل عزت و وقار مضمر ہے اسی سے علم کلام کا سلسلہ ابد تک جاری رہنے کا سامان ہو سکے گا یہی وہ بات ہے جس سے حقیقی طور پر ان کی عزت و طاقت قائم رہے گی۔ وہ بجائے علم کے عالم پیدا کر یں گے اور بجائے تصنیف کے مصنف چھوڑ جائیں گے۔ ایک عاجز کے پاس سوائے مودبانہ التماس کے اور کیا رکھا ہے۔ خدا تعالےٰ ہی مقلب القلوب ہے اسی کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ وہی سینوں کو کھولنے والا ہے۔ دلائل و منطق رکھی رہجاتی ہے۔ اللھم انی نستینک الاعمال بالنیات و انما لکل امرء ما نوی۔

> من از بعد ردیت گفتم تو خواہم نسگر کن یا رسے
>
> خرد از بہار این رو داست اے دانا وہشیارے

دنیا کے مشہور و عظیم الشان کتب خانے

ایک پر از معلومات علمی مضمون

برٹش لائبریری

دنیا کی سب سے بڑی لائبریری برٹش میوزیم ہے جو انگلستان میں قائم ہے دنیا کی دوسری لائبریریوں کو وہ امتیاز حاصل نہیں ہے جو اس کتب خانہ کو ہے۔ کیونکہ دنیا کی تمام زبانیں جو آج مختلف مقامات پر بولی جاتی ہیں یا جن کا استعمال متروک ہو گیا ہے ان سب میں لاکھوں بیش قیمت کتابیں اس میوزیم میں موجود ہیں۔ یہ سچ ہے کہ پیرس کے کتب خانہ میں مطبوعہ کتابوں کی بہت کثرت ہے مگر انتظامات، صفائی اور ضابطہ کے لحاظ سے برٹش میوزیم کا یہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس کتب خانہ میں ۳۲ لاکھ ۵۰ ہزار مطبوعہ کتابیں ہیں۔ نو ہزار قلمی ہیں۔ ستر ہزار کتبات ہیں۔ اور اسی قدر نقشے ہیں۔ اس کی مطبوعہ کتابوں کی فہرست ۶۰ جلدوں میں ہے۔ پرانی کتب کی فہرست جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے چھ جلدوں میں ہے۔ اس کتب خانہ کے مصارف جو ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء کے لئے منظور ہوئے ہیں۔ اور جس میں محکمہ آثار قدیمہ کے مصارف بھی شامل ہیں دو لاکھ۔ پندرہ ہزار۔ چار سو پونڈ ہیں۔ اس کتب خانہ کی بنیاد ۱۷۵۳ء میں ڈالی گئی۔ اور سب سے پہلے سر ہنس سلون کا کتب خانہ اس میں شامل کیا گیا۔ اس کا افتتاح مانٹیگو ہاؤس میں ۱۷۵۹ء میں کیا گیا۔ جس عمارت میں موجودہ کتب خانہ ہے اس کا افتتاح ۱۸۵۷ء میں ہوا تھا۔ مگر اب وہ بالکل ناکافی ہے جس کی توسیع کے متعلق وقتاً فوقتاً اسکیمیں شائع ہوتی رہی ہیں۔

بودلیین لائبریری

برٹش لائبریری کے بعد دوسرے درجہ پر اکسفورڈ کی بودلیین لائبریری ہے۔ اس میں جو حصہ ڈیوک ہمفرے کے نام سے موسوم ہے اس کی بنیاد خود ہمفرے ڈیوک آف گلوسٹر کے ہاتھ سے پڑی تھی۔ یہ شخص صد سالہ جنگ کے اختتام پر فرانس کا فوجی جنرل تھا۔ مگر ساتھ ہی علم دوست اور کتابوں کے جمع کرنے کا شائق تھا۔ اس نے اپنا تمام کتب خانہ اکسفورڈ یونیورسٹی کو دیدیا تھا۔ اور اپنے خرچ سے اس کے لئے عمارت بھی تیار کرا دی تھی ۱۴۳۹ء میں ہمفرے نے چھ سو کتابیں وقف کر کے اس عظیم الشان کتب خانے کا افتتاح کیا لیکن عمارت کثرت کتب کے باعث ناکافی ثابت ہوئی اور ہمفرے کے انتقال کے ۳۴ سال بعد عمارت میں توسیع کر دی گئی ۱۵۹۸ء میں تھامس باڈلے نے کتب خانہ کی عمارت کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ اور ۱۶۰۲ء میں اس کا باقاعدہ افتتاح ہو گیا اس عمارت کے ساتھ دو کمرے اور تعمیر کئے گئے۔ جن کو دار المطالعہ بنا دیا گیا۔ اس وقت اس کتب خانہ میں مطبوعہ کتابوں کی تعداد ۱۴ لاکھ ۸۷ ہزار پانچ سو ہے۔ جن میں ایک بڑی تعداد پرانی قلمی کتابوں کی بھی ہے۔ قلمی اور مطبوعہ کتابوں، اور کتبات کو شامل کر کے ان کی تعداد ۲۵ لاکھ تک پہنچتی ہے۔

کیمبرج یونیورسٹی لائبریری

کیمبرج یونیورسٹی لائبریری (کتب خانہ) کو دوسری عمارت میں منتقل کرنے کی سکیم زیر غور ہے۔ یہ کتب خانہ پندرھویں صدی عیسوی کے ابتدائی ایام میں قائم کیا گیا۔ اس کو سب سے پہلے ایک شخص تھامس اسکاٹ مارچ بشپ آف یارک نے ہبہ کیا تھا۔ اور ۱۴۷۵ء میں اس کے لئے ایک عمارت بھی تعمیر کرا دی تھی۔ جو ۱۷۵۵ء تک قائم رہی۔ اس وقت موجودہ کتب خانہ میں دس لاکھ مطبوعہ کتابیں ہیں۔ جن میں دس ہزار تو کتبات ہیں۔ اور اسی تعداد میں قلمی کتابیں ہیں۔ اس کتب خانہ میں سب سے مشہور کتاب چھٹی صدی عیسوی کی انجیل مقدس ہے جس کو ۱۵۸۱ء میں ایک شخص بیزا نامی نے ہبہ کیا تھا۔ اس انجیل یا عہد جدید کا نام "کوڈکس بیزے" ہے اور لاطینی اور یونانی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اس انجیل کو اپنی ساتھی انجیلوں پر کئی وجوہ سے فوقیت حاصل ہے۔

اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ اور ویلز کے کتب خانے

اسکاٹ لینڈ کی نیشنل لائبریری میں ۱۹۲۵ء کے اندر ایڈووکیٹ لائبریری بھی شامل کر لی گئی ہے۔ اس میں سات لاکھ مطبوعہ کتب اور بکثرت کتبات اور سرکاری کاغذات ہیں۔ سر الگز ندر گرانٹ نے ایک لاکھ کتابیں اس کتب خانہ کو ہبہ کی ہیں۔ ویلز کی نیشنل لائبریری جو ۱۹۰۷ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کا افتتاح ۱۹۱۵ء میں ہوا۔ موجودہ کتب خانہ اس وقت ۸۵ لاکھ کتابوں پر مشتمل ہے اور متعدد قلمی کتب اور کتبات اس کے علاوہ ہیں۔

آئرلینڈ میں ٹری نیٹی کالج کا بھی ایک کتب خانہ ہے جس کا مرکز ڈبلن ہے۔ اس میں چار لاکھ کتابیں ہیں اور بیش قیمت کتبات ہیں۔ کیلز کی کتاب بھی اس کتب خانہ کی ملکیت ہے۔

فرانس کی بائبلیو تھک لائبریری

فرنچ نیشنل لائبریری جو اس وقت پیرس میں ہے دنیا میں سب سے پرانی اور سب سے بڑی ہے۔ اس میں چارلی منگ کے خطوط بھی ہیں جو بہت قیمتی تصور کئے جاتے ہیں۔ چارلس چہارم کی قلمی دستاویزیں بھی اس کتب خانہ میں ہیں۔ اس کتب خانہ کو ۱۵۹۳ء میں جے۔ اے۔ ڈی۔ تھو نے قائم کیا تھا ۱۶۱۷ء میں اس کتب خانہ کو یہ حق دیا گیا کہ مملکت فرانس میں جو کتاب بھی شائع ہو اس کے دو نسخے اس میں سب سے پہلے داخل کئے جائیں ۱۹۰۰ء میں اس لائبریری کے اندر صرف ڈھائی لاکھ مطبوعہ اور ۸۳ ہزار قلمی کتب موجود تھیں۔ انقلاب فرانس کے زمانہ میں خانگی اور مذہبی جماعتوں کے کتب خانوں کو ضبط کر کے اس کتب خانہ میں داخل کر دیا گیا تھا۔ اور نپولین نے شاہی خزانہ سے کتابوں کی خریداری کا حکم دیدیا تھا۔ موجودہ کتب خانہ کے اندر اس وقت چالیس لاکھ مطبوعہ اور ایک لاکھ ۲۵ ہزار قلمی کتابیں ہیں۔ جو اخبارات اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ان کی تعداد پانچ لاکھ ہے ان کے علاوہ ۳۰ لاکھ نقشے اور کتبات ہیں۔

روس کی نیشنل لائبریری

روس میں تمام لائبریریوں میں سب سے بڑی اور دلچسپ لائبریری لینن گراڈ کی نیشنل لائبریری ہے۔ جو انقلاب سے پہلے سینٹ پیٹرزبرگ کے نام سے مشہور تھی۔ اس کتب خانہ کی اکثر کتابیں کو پولینڈ کے بعض امراء نے جمع کیا تھا۔ جس کو وارسا کی فتح کے بعد ۱۷۹۵ء میں پیٹرز برگ میں لے آئے۔ انیسویں صدی کے بعد ہرمیٹیج لائبریری کو اس لائبریری میں ضم کر دیا گیا۔ اس کتب خانہ میں والٹیر اور ڈیڈ برو کی کتابیں بھی ہیں جن کو ملکہ کیتھرائن (دوم) نے خرید کر وقف کر دیا تھا۔ اس کتب خانہ میں ۴۸ لاکھ ۳۲ ہزار مطبوعہ کتابیں ہیں۔ اور قلمی کتابوں کی تعداد تین لاکھ ۳۱ ہزار ایک سو ہے۔ سوویٹ گورنمنٹ کے قانون کے مطابق اس کتب خانہ کو حکومت سے امداد ملتی ہے۔ روس کے جس مقام میں بھی کوئی کتاب شائع ہوتی ہے وہ اس کتب خانہ میں ضرور داخل کی جاتی ہے۔ اور اس پر ریل یا ڈاک کا کوئی محصول نہیں لگتا۔

امریکہ کے کتب خانے

واشنگٹن کی لائبریری آف کانگرس میں ۴۱ لاکھ مطبوعہ کتب ہیں دس لاکھ کے قریب نقشے ہیں اور اسی تعداد میں قلمی کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ امریکہ کی تمام جدید مطبوعات اس میں داخل کی جاتی ہیں اور کانگرس اس کے کل مصارف برداشت کرتی ہے گزشتہ سال اس کے مصارف کے لئے سات لاکھ ۴۹ ہزار سات سو چار پونڈ کی رقم کی منظوری ہوئی تھی۔ لیکن اس کا اوسط خرچ چار لاکھ ستر ہزار پونڈ ہے۔ امریکہ میں اس کے علاوہ اور بہت سی لائبریریاں ہیں چنانچہ واشنگٹن میں سرجن جنرل لائبریری ہے جو تمام دنیا میں فن طبابت کی بہترین لائبریری تصور کی جاتی ہے۔ اس کتب خانہ میں سات لاکھ پچاس ہزار کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ جو حکمت اور طبابت سے متعلق ہیں۔

جرمنی اور اٹلی کے کتبخانے

برلن میں سب سے بڑی لائبریری پروشین اسٹیٹ لائبریری ہے ۱۶۵۹ء میں اس کی بنیاد فریڈرک ولیم نے ڈالی تھی ۱۶۶۱ء میں اس کو پبلک کے لئے کھول دیا گیا ۱۶۹۹ء میں ایک حکم جاری کیا گیا۔ کہ مملکت جرمنی میں جو کتاب بھی شائع ہو۔ اس کی ایک کاپی اس کتب خانہ میں داخل کی جائے۔ اس وقت اس میں تیس لاکھ مطبوعہ اور ۷۴۱۹۵ قلمی کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی قیمتی ذخیرے اس میں موجود ہیں۔ جرمنی میں دوسری لائبریری بویرین اسٹیٹ لائبریری ہے جس کو سولہویں صدی عیسوی میں البرٹ چہارم نے قائم کیا تھا۔ موجودہ کتب خانہ میں اس وقت ۱۶ لاکھ ستر ہزار مطبوعہ کتابوں کا ذخیرہ ہے اور ۵۰ ہزار قلمی کتابیں ہیں۔

اٹلی میں سب سے قدیم کتب خانہ فلارنس میں ہے۔ جو لارنشین لائبریری کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ۲۲ لاکھ مطبوعہ اور قلمی کتابیں ہیں۔ دوسری لائبریری ویٹیکن لائبریری ہے جو تمام یورپ میں سب سے زیادہ قدیم لائبریری ہے یہ کتب خانہ کسی زمانہ میں پوپ کا ذاتی اور خانگی تھا جس کو پوپ نکولس چہارم نے ۱۴۴۷ء میں قائم کیا تھا۔ اس کتب خانہ کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد چار لاکھ اور قلمی کتابوں کی تعداد ۵۳ ہزار ہے۔ اس کے اندر پرانے زمانہ کی یونانی بائیبل بھی ہے جس کے باعث یہ کتب خانہ تمام مسیحی دنیا میں خاص شہرت رکھتا ہے۔

(مانچسٹر گارجین)

مکاتبت

کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور یاد کر کے لکھدیا کیجئے۔ (مینیجر)

محشرستانِ کشمیر

خونین مناظر

آج کل کشمیر میں قیامت برپا ہے ہر صبح کا آفتاب اس بدنصیب خطے کے مصیبت زدہ اور مظلوم مسلمانوں پر ڈوگرہ راج کے جور و ستم کے نئے نئے خونین منظر اپنے سامنے کرتا ہے۔ ۲۲ ستمبر کو بلا وجہ شیخ محمد عبد اللہ ایم۔ ایس۔ سی اور مولوی جلال الدین بی۔ اے۔ گرفتار کر لئے گئے۔ دوسرے دن جامع مسجد کے دروازے پر گولیاں برسا کر چھ بیگناہ مسلمانوں کو شہید اور سینکڑوں کو مجروح کیا گیا۔ ایک مقام پر عورتوں کے عظیم الشان جلوس پر وحشی ڈوگرہ نے حملہ کیا۔ کمال بزدلی اور بے حیائی سے ان پر گھوڑے دوڑائے بجلی کے بھرے ہوئے تار ان پر پھینکے۔ ڈنڈے برسائے نیزوں سے زخمی کیا۔ نادر گنج ڈ نے ایک موٹن کے قریب پانی زبردست مار کرنے والے نلوں سے ان پر پھینکا دوسرے موقع پر عورتوں کے جلوس پر نیزہ بازی کی گئی۔ تین سو سے زیادہ عورتیں زخمی ہو گئیں۔ بارہ بارہ سال کے بچوں کے جلوس کو ڈنڈوں بندوق کے کندوں اور نیزوں سے مجروح کیا۔ دو نمازیوں کو مسجد اہلحدیث نماز ادا کرتے شہید کیا مائسیمہ بازار میں تین مسلمان عورتوں کو شہید کیا۔ ایک نان بائی کے دو سالہ بچے کو برچھیوں اور نیزوں سے مہلک زخم لگائے۔ اننت ناگ (اسلام آباد) میں نہتے مسلمانوں پر گولیاں برسائیں جس سے تقریباً ۲۵ مسلمان شہید اور ۳۰ سے زیادہ مجروح ہوئے شوپیان میں گولی چلا کر غریب دیہاتیوں کو خون و خاک میں غلطاں کیا۔ اس پر بھی تو خونخوار سپاہیوں کے حوصلے پورے نہ ہوئے تو مارشل لا کا نفاذ کر دیا۔ اور دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع کر دیں۔ خواجہ سعد الدین شال۔ غلام احمد شائی اور متعدد دیگر رہنماؤں کو صلح کا جھکہ دے کر گرفتار کر لیا۔ اور فوج کے درندوں کو مار کا پروانہ دے کر مسلمانوں تاخت و تاراج کرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا۔

سزائے تازیانہ اور عورتوں کی بے حرمتی

تازہ ترین اطلاعات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اب شہر میں جگہ جگہ فوج کے سپاہی متعین کر دیئے گئے ہیں۔ نمایش کی گراؤنڈ میں ٹکٹکی لگا دی گئی ہے۔ جسے چاہتے گرفتار کر کے پہلے زد و کوب کرتے ہیں۔ پھر ٹکٹکی سے باندھ کر بید لگوائے جاتے ہیں۔ فرزندان توحید سے مہاراجہ کے جھنڈے کو سلام کرایا جاتا ہے۔ اور فوجیوں کے آگے سجدے کرائے جاتے ہیں۔ لوگوں کے مکانوں میں پولیس زبردستی گھس کر انہیں تختۂ مشق مظالم بنا رہی ہے۔ غریب مسلمانوں کے گھروں کو بلا تکلف لوٹا جاتا ہے ان کی پردہ نشین عورتوں کو بے حرمت کیا جاتا ہے۔ اور وہ مہاراجہ بہادر جن کا دعویٰ ہے۔ کہ میرا مذہب انصاف ہے۔ خدا جانے کس خلوت میں تشریف رکھتے ہیں۔ کہ ان تک مظلوموں کی فلک بوس آہ و فغان بھی نہیں پہنچ سکتی۔

مارشل لا کی ظالمانہ دفعات

مارشل لا کا حاکم اعلیٰ کرنیل سدر لینڈ بریگیڈیئر جنرل کو بنایا گیا ہے جو اگرچہ یوروپین کہلاتے ہیں۔ لیکن حق نمک ادا کرنے میں ڈوگروں سے بھی زیادہ متشدد بن گئے ہیں۔ آپ مارشل لا کا اعلان نمبر ۱۹۔ اے کے اختیارات استعمال کر کے غریب رعایا کو تباہ و برباد کر رہے ہیں اس وقت سات اعلان شائع کر چکے ہیں۔ جو اشاعت و روزنامہ ہدیہ قارئین کرام کئے جا چکے ہیں۔ مسلمانوں نے بطور احتجاج ہڑتال کر رکھی تھی۔ کرنیل صاحب نے "گورے شاہی" اعلان نافذ کر دیا۔ کہ صبح ۹ بجے کے بعد کوئی دکان بند نہ رہے ورنہ مالکان دکان کو چھ ماہ قید اور تیس ضرب بید کی سزا دی جائے گی۔ بندوق پستول کوئی مادۂ آتشگیر، چھری تلوار چاقو ہر قسم کے اسلحہ رکھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ نیز پانچ یا پانچ سے زیادہ اشخاص کا مجمع خلاف قانون ٹھہرایا گیا ہے۔ اور یہ حکم نہ صرف پبلک مقامات کے مجمعوں پر حاوی ہوگا بلکہ پرائیویٹ مکانات یا اراضی پر بھی پانچ یا پانچ سے زیادہ اشخاص جمع نہیں ہو سکتے کسی قسم کا نعرہ یا آواز بلند کرنا جرم بن گیا ہے۔ دس بجے کے بعد مکان سے باہر نکلنے کی سزا گولی مقرر کی گئی ہے۔ یہ ہے وہ انصاف جو آج کل کشمیر میں کیا جا رہا ہے۔ (انقلاب)

ایبٹ آباد میں روحانی بارش

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس کے فضل و کرم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے ہاتھ کی صاف کی ہوئی چند ایک ہستیاں ابھی ہم میں موجود ہیں۔ جن کے اخلاق حسنہ ...... تجربہ اور خدمت ... کرنے والوں کے لئے موجب ہدایت ہوتے ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں کو دیکھ کر اس امر کا پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ ہستی کس قدر بلند ہستی تھی۔ کہ جس نے اس قسم کے انسان پیدا کیئے

ایبٹ آباد میں جناب قبلہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مدظلہ کی موسم گرما میں تشریف آوری سے بہت رونق اور جماعت میں ایک روح پیدا ہو جاتی ہے۔ امسال انہیں کی فیض و برکت سے جناب حضرت قبلہ مولانا مولوی غلام حسن خان بہادر صاحب پشاوری بھی تشریف فرما ہوئے۔ آپ کا زہد و تقویٰ تو ایک مسلم امر ہے اس کے علاوہ روحانی کشش ایک خاص رنگ رکھتی ہے احباب کی استدعا پر جناب نے قرآن کریم کے آخری پارہ کا درس دینا شروع کیا۔ درس کیا تھا۔ ایک روحانی بارش تھی جو سیراب کئے جاتی تھی سادہ تقریر از معارف مختصر مگر پر از معلومات عام فہم اور دلنشیں طرز بیان جادو کا اثر رکھتا تھا۔ دنیا یعنی دار العمل۔ آخرت یعنی دار الجزا۔ انسان کی ذمہ وار ہستی۔ جسم۔ روح۔ فرشتے۔ افلاک۔ زندگی بعد الموت بہشت اور دوزخ وغیرہ تمام مشکل در مشکل مسائل کے متعلق وہ گوہر فشانی اور نکات بیان فرمائے کہ میں سمجھتا ہوں کہ روحانی تشنگی کو دور کرنے میں سب سے بڑی خوبی جو ہر ایک محسوس کر رہا تھا وہ آپ کی ذات مبارک میں ایک ایسا اثر تھا۔ جو ہر ایک نمایاں طور پر محسوس کر رہا تھا۔

قرآن کریم کا آخری پارہ ختم ہوا۔ احباب نے سجدہ شکر بجا لایا۔ اخویم عبد العزیز خان صاحب آف زیدہ نے اپنی گرہ سے کچھ رقم عطا فرمائی جس کے آم منگا کر حاضرین میں تقسیم کئے گئے۔ حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ اجزائے خیر دے کہ انہوں نے قرآن حکیم کے آزمودہ نسخہ سے ہماری روحانی بیماریوں کا علاج کیا اور ایک گہرا اثر چھوڑا۔

درس قبلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوٹھی پر ہوتا تھا جہاں کہ مستورات کا بھی انتظام تھا جو بڑے شوق و ذوق سے مردوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ خداوند کریم ہماری مستورات میں بھی جذبہ اسلام اسی طرح پیدا کر دے تاکہ وہ قوم اور اسلام کی روح رواں بنیں۔ والسلام خاکسار

(عبد الرحمٰن اکونٹنٹ ایبٹ آباد)

جن خریداروں کا سالانہ چندہ اگست، ستمبر میں ختم ہوتا ہے وہ براہ کرم جلد سے جلد آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ممنون فرمائیں تاکہ انہیں وی۔ پی نہ بھیجا جائے (مینیجر)

میں کیوں مسلمان ہوا

جناب جے ایل سی ایچ بیٹم ایک نو مسلم انگریز کا اعلان اسلام

ووکنگ مسلم مشن کا مکتوب

جناب بیٹم صاحب ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے آپ نے بری و بحری فوجی ملازمت کی ۱۹۱۹ء میں فرسٹ لیفٹنٹ کے عہدہ پر سے آپ کو پنشن ملی حال میں آپ نے ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ سے اعلان اسلام کیا ہے۔ جس کے سلسلہ میں آپ رقمطراز ہیں

"روح انسانی کی انتہائی گہرائیوں میں قادر مطلق کی ہستی کا احساس مستور ہے۔ یہ احساس باری تعالیٰ کم و بیش نواحی و تعلیمی حالات پر منحصر ہے اور اس ماحول پر بھی بہت حد تک اس کا حصر ہے۔ جس کے اندر کسی نے نشو و نما پائی ہو۔ کیونکہ ہمارے مختصر مذہبی خیالات اسی ماحول اندر ڈھلتے ہیں۔ امور بالا بعینہ میرے حسب حال ہے۔ میرے والدین کٹر کیتھولک تھے۔ انہوں نے کٹر کیتھولک تعلیم مجھے دے کر پادری بنانا چاہا۔ لیکن قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا

اتفاق حسنہ سے میں مشرقی بعید ملک جاوا میں چلا گیا۔ اور مجھے خود اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن و دیگر حالات و اخلاق ان کے اندر رہ کر دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے مشاہدہ کیا۔ کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب سے شدید الفت ہے مسلمان اپنے دین کے سچے شیدا ہیں۔ ان عینی مشاہدات نے میری آنکھیں کھول دیں۔ انہوں نے پادری صاحبان کے اس کذب و افترا کے پول کو بے نقاب کر دیا جو وہ مسلمانوں کے سر تھوپا کرتے تھے۔ جہاں پادریوں سے اکثر مسلمانوں کو کافر کہتے سنا۔ وہ مذہب اسلام جنہیں وہ اور صاحبان بدنما دھبوں سے ملوث کر کے بدنام کیا کرتے تھے۔ اور جسے وہ ناقابل عمل اور قابل نفرین مذہب کہہ کر ٹھکرایا کرتے تھے۔ وہ پیارا مذہب اسلام ایسا نہیں۔ یہ محض ان کا جھوٹا پروپیگنڈا ہے اور اسلام پر افترا بہتان ہے۔

جو پائے حق اور دلدادہ صداقت ہونے کی وجہ سے آج سے چھ سال پیشتر ہی میں نے اسلام کی حمایت و صیانت کے لئے کمر باندھ لی۔ اور اسی وقت سے میں باطل و ناروا شکوک و شبہات کے بالمقابل دنیائے مذہب میں اسلام کو اس کی حقیقی و جائز جگہ دلانے کے لئے ہمہ تن مصروف عمل ہو گیا۔ اس مقصد عظمیٰ میں میں نے متقدر رہنما یا و نیک دل حضرات کی امداد بھی حاصل کی اور ہالینڈ میں بھی اسی شان و شکوہ والی مسجد کی تعمیر کا متمنی جب ہوا۔ جو لندن۔ برلن اور پیرس میں موجود ہے۔ رفتہ رفتہ مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوتی گئی۔ کہ کہ اسلام کے لئے سعی و دو کو جاری رکھنا ازبس ضروری ہے۔ اسی اثنا میں میں نے بعض مخلص مسلم بھائیوں کی عنایات و توجہ سے اسلام کے متعلق بہت کچھ سیکھ لیا۔ قرآن مجید کے مطالعہ کے بعد یہ امر مجھ پر منکشف ہو گیا۔ کہ میرا تو مذہب ہی ہمیشہ سے غیر محسوس طور سے اسلام رہا ہے۔ موجودہ اظہار اسلام سے فرق صرف اتنا ہے کہ اب میں علانیہ طور پر اسلام کی قبولیت کا اعلان کر رہا ہوں ورنہ عملاً تو سالہا سال سے میں فطری اصولہائے اسلامی کا پابند رہا ہوں۔ اعلان اسلام کے لیے اس وقت میں از حد مسرور ہوں۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں۔ کہ مسلمان بھائیوں کے اندر رہ کر مجھ پر یہ فریضہ مذہباً عاید ہوتا ہے۔ کہ میں ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کروں۔ اور کل نسل انسانی کی نجات کیلئے ساعی ہوں۔

یہ امر میری اشد شدید تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔ کہ میں نے

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او ست
بادۂ عرفان ما از جام او ست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددین کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۱۹	لاہور ۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۶ جمادی الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء	نمبر ۵۶

امریکہ کا آئندہ مذہب کیا ہوگا؟

اسلام ہوگا!

جناب خالد شیلڈرک کا مکتوب گرامی

انگلستان کے مشہور نومسلم جناب خالد شیلڈرک لکھتے ہیں:-

محترم بھائی ۔ السلام علیکم ۔ کچھ مدت گزری میں نے آپ کو ایک خط بھیجا تھا ۔ افسوس کہ مشغولیت کے باعث اب تک دوبارہ یہ خوشی حاصل نہ کر سکا ۔ ابھی چند روز گزرے ہیں میں نے نارلینڈ گرانٹ ہوٹل میں ایک بڑے اجتماع کے سامنے "مسلمانوں کے مسائل حاضرہ" پر تقریر کی تھی ۔ سر الفرڈ ۔ مسٹر بارٹ ۔ سر تھامس بالسن اور دوسرے ممتاز اصحاب تشریف فرما تھے ۔ یہ تقریر پسند کی گئی اور حاضرین تقریر میں کئی اصحاب نے دوسرے مقامات سے مجھے تقریر کی دعوت دی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ اسلام اور مسلمانوں کے مسائل معلوم کرنے کے کس قدر مشتاق ہیں!

آپ کو یہ معلوم کرکے خوشی ہوگی کہ ایک لیڈی مس گریسن گورڈن نے قبول اسلام کا اعلان کر دیا ہے اس کا نام فاطمہ رکھا گیا اس کے بعد دو نوجوان انگریز مسلمان ہوئے ہیں ۔ اور کل ہی ایک اور لیڈی مشرف باسلام ہوئی ۔

میں یہاں اپنی بڑی توجہ اشاعت اسلام پر صرف نہیں کرتا اس کا ایک خاص سبب ہے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی آبادی کئی سالوں سے یہاں انگلینڈ میں پھیلی ہوئی ہے ۔ سب سے پہلے اس کی بہبودی کا انتظام ہونا چاہیئے ۔ ان کے بچوں اور لڑکیوں کے لئے جہاں کوئی اسلامیہ سکول نہیں ہے ۔ جہاں انہیں عربی اور قرآن پاک پڑھایا جائے ۔ موجودہ حالت یہ ہے کہ کئی شہروں میں بچوں کا نام درج رجسٹر کر لیا گیا ہے اور رضاکار مقرر کئے گئے جو انہیں اسلام کی تعلیم دیتے ہیں ۔ اگر یہ بچے اسلام کو کھو بیٹھیں تو ہمارے لئے افسوسناک ہوگا۔

اس مسئلہ کا ایک سیاسی پہلو بھی ہے ۔ ہر مسلم بچہ جو برطانیہ میں پیدا ہوا ہے ووٹ دینے کا حق رکھتا ہے، یہ مسلمان ایک بڑی ایسی طاقت ہیں جس سے حکومت برطانیہ کی پالیسی پر اسلامی حکومتوں اور مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بہت بڑا اثر پیدا کیا جا سکتا ہے ۔ اور میرے نزدیک اس امر کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ اسلامی طریق پر ان بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے ۔

دنیائے مغرب میں ایک دوسرا بڑا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کی ان چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو جو یورپ کے مختلف ملکوں اور شہروں میں بکھری ہوئی ہیں منظم کیا جائے اور ایک متحدہ طاقت بنا یا جائے ۔ بہت سے لوگ میری اس کوشش کو حسد کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ جو شخص مسلمانوں کی صحیح بنیاد پر تنظیم کرے گا ۔ یا ان کو اٹھانے کی کوشش کرے گا ۔ یہاں ضرور عتاب کی نظر سے دیکھا جائے گا ۔ لیکن مجھے دوسروں کے عتاب کی پروا نہیں ہے میری نظر خدا پر ہے ۔ اور وہ سب کچھ دیکھتا ہے ۔

کچھ عرصہ گزرتا ہے، ایک امریکن سیاح لندن میں آیا تھا اس نے مجھ سے ملاقات کی اور امریکہ کے حالات بتائے ۔ اس نے کہا ممالک متحدہ امریکہ میں اسلام کا مستقبل نہایت ہی شاندار ہوگا ۔ پھر اس نے عیسائیوں کے مختلف فرقوں کا ذکر کیا اور بڑے زور سے کہا کہ ان جماعتوں کا اثر آہستہ آہستہ مگر یقینی طور پر باطل ہو رہا ہے ۔ پرانے تعصبات مٹ رہے ہیں اور تمام کا تمام امریکہ نئی روشنی کا منتظر ہے اور امریکہ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ عیسائیت اس کی ضرورتوں کے لئے بالکل ناکافی ہے امریکہ ایک معقول اور بین الاقوامی مذہب کا متلاشی ہے ۔ امریکہ کے تمام روحانی اعتقادات کے آدمی فوراً اس مذہب کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے ۔

پھر وہ کہنے لگا کہ میرے خیال میں وہ مذہب اسلام ہوگا ۔

سیاح نے مسٹر لنکولن گلک (اسلامی مبلغ) کے کام کی تعریف کی اور یہ بھی شکایت کی کہ اسے دنیائے اسلام کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملتی ۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے کام میں منہمک ہے عیسائیت کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کرنے کے بعد، وہ کہنے لگا کہ امریکہ میں نہایت ہی بڑے پیمانہ پر اشاعت اسلام کی جدوجہد شروع کر دینی چاہیئے، ہر ایک شہر میں تعلیم اسلام پر تقریریں ہوں ۔ اور مقررین کی لیشت پر نہایت ہی مضبوط لٹریچر ہو، پھر آپ بہت ہی جلد کامیابی کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے ۔

(ایمان)

اعتذار

مسلم پرنٹنگ پریس میں برقی رو کے رک جانے سے ۱۷ اکتوبر کو اخبار شائع نہ ہو سکا جو آج ۱۹ اکتوبر کو شائع ہو رہا ہے ۔ آئندہ پرچہ ۲۳ اکتوبر سنہ ۳۱ء کو شائع ہوگا ۔ (منیجر)

دنیائے اسلام کے اہم ترین مکتوبات

مسلمانان فجی

فجی میں ۲۵۶ کے قریب جزائر شامل ہیں ان میں سے ۸۰ آباد ہیں۔ ان جزائر کا مجموعی رقبہ ، ہزار ۸۰ مربع میل ہے اور آبادی ایک لاکھ ، ۵ ہزار سے زیادہ ہے۔ آبادی کے اہم اجزاء حسب ذیل ہیں :-

یورپین	۳۸۷۸
باشندگان فجی	۸۴٬۴۷۵
ہندوستانی	۶۰٬۶۳۴

سونا، نا سوری، لوٹاکا، لیوکا، چار شہر مشہور ہیں سووا دارالخلافہ ہے اور اس کی آبادی ۱۴ ہزار ہے۔ یہ جزیرہ نہایت زرخیز اور شاداب اور قیمتی دولتوں کا خزانہ ہے۔

اب سے ۵۰ سال پیشتر یہاں ہندوستانیوں نے قدم رکھا تھا۔ ان کی موجودہ تعداد ۶۰ ہزار سے زیادہ ہے جس میں ایک تہائی نسل فجی کی پیداوار ہے یہ لوگ زیادہ ترمزدور ہیں جنوبی افریقہ کی طرح خوشحال نہیں۔ یہاں کی تجارت پر چین کے باشندے قابض ہو رہے ہیں۔

مسلمانوں کی تعداد آٹھ اور دس ہزار کے درمیان ہے یہ سب ہندوستانی ہیں۔ اور دوسرے لوگوں سے بہت زیادہ پسماندہ ہیں چونکہ تمام ملک میں بکھرے ہوئے ہیں اس واسطے ان کی تعلیم اور تنظیم کا سوال بجد مشکل ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے جھگڑوں کی آواز نے یہاں کی ہندو جماعت کو مسلمانوں کا پورا دشمن بنا رکھا ہے اور ان کی ہندو سبھائیں، شدھی کمیٹیاں اور سنگھٹن جماعتیں، مسلمانوں کو بہت بُری طرح پامال کر رہی ہیں۔ عیسائی مشن، آریہ سماج اور سناتن دھرم میں کارکنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر اسلامی انجمن کا دامن کارکنوں سے خالی ہے۔ مسلمانوں کا کوئی اخبار نہیں ہے۔ صرف دو پرائمری سکول ہیں۔ لڑکیوں کے سکول کی معلم عیسائی ہے۔ غیر مسلموں کے سکول کئی درجن ہیں اور وہ بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں اور اردو کے بجائے ہندی کو رواج دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک وفد ہندوؤں کے ظلم کی شکایت گورنر کے پاس لے گیا تھا۔ گورنر نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کے مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش کریگا — ہندوستان کی اسلامی انجمنیں اپنے دور افتادہ دینی بھائیوں کی طرف متوجہ ہوں۔

(محمد عبد اللہ)

جاوا میں ایک کافر گر مولوی

جاوا ایک بہت زرخیز ملک ہے۔ یہاں کی ۹۰ فیصدی آبادی مسلمان ہے۔ ہر سال ہزارہا آدمی حج کرتے ہیں۔

یہ جزیرہ اگرچہ بیحد زرخیز ہے لیکن وطنی آبادی کو لکڑیاں کاٹنے اور محنت مزدوری کرنے سے زیادہ کچھ بھی اہمیت حاصل نہیں ہے کھانڈ کے صد ہا بڑے بڑے کارخانے جو اس ملک میں جاری ہیں وہ سب ہالینڈ والوں کی ملکیت ہیں باقی تجارت چینیوں کے ہاتھ میں ہے۔ حضرموت کے عرب بھی یہاں کثرت سے پائے جاتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے ان کا وجود "بنیوں" سے بدتر ہے یہ لوگ اپنے ظلم اور شقاوت کے باعث بہت ہی زیادہ بدنام ہیں۔

عیسائی مشنریوں نے تمام ملک میں سکولوں، شفاخانوں اور تبلیغی جماعتوں کا جال پھیلا رکھا ہے۔ اور ہزارہا مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔ اور مسلمان علماء فرقہ بندی کے جھگڑوں میں مشغول ہیں۔

جاوا میں دو اسلامی انجمنیں ہیں شراکت اسلامیہ اور محمدیہ پہلی انجمن سیاسی ہے اور دوسری مذہبی۔ ان انجمنوں کے اراکین میں بغض و نفاق کی آگ بہت تیزی سے بھڑک رہی ہے۔ ۱۹۲۷ء میں بدقسمتی یا خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی بزرگ مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی تشریف لے آئے تھے آپ نے بتایا کہ میں ہندوستانی یونیورسٹی کا گریجویٹ ہوں یورپ اور امریکہ میں اشاعت اسلام کے لئے جا رہا ہوں۔ ہم جاویوں نے نہایت سادگی سے آپ کی آمد کو غنیمت سمجھا مگر آپ نے عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے یہاں کے مسلمانوں میں فرقہ بندی کا سوال بھڑکا دیا۔ اور مولانا صاحب کی تشریف آوری کی یہ پہلی برکت ہے۔ کہ اب یہاں کے مسلمانوں نے بھی اپنے دوسرے بھائیوں کو کافر کہنا سیکھ لیا ہے۔

(محمد ارشاد)

نیویارک کی نئی مسجد

مسٹر خالد شیلڈرک کے دو اہم مکتوب "لائٹ" میں شائع ہوئے ہیں۔ اپنے پہلے مکتوب میں آپ نے تمام دنیائے اسلام کو اس امر کی بشارت دی ہے کہ "امریکن محمڈن سوسائٹی" نے ایک بہت بڑی عمارت ۲۴ ہزار ڈالر میں خریدی ہے اور مسجد کے لئے وقف کر دی ہے۔ مسلمانوں نے پچھلی نماز عید اسی مسجد میں ادا کی تھی۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ۵ ہزار ڈالر کے صرف سے یہ عمارت مسجد کی تمام ضروریات پر حاوی ہو جائے گی۔

اس مسجد میں دو امریکن مشرف با سلام ہو چکے ہیں۔

اسی مکتوب میں آپ لکھتے ہیں کہ امریکہ سے ایک مسلم مشنری برازیل (جنوبی امریکہ) گیا ہے۔ برازیل میں ۵۰ ہزار مسلمان آباد ہیں۔ ہم دونوں ممالک کے مسلمانوں میں تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں۔

آخر میں آپ لکھتے ہیں کہ "آغا خاں کی مسجد" کی تعمیر سوتھ سیلڈ میں شروع کر دی گئی ہے اور اس کے لئے زمین ہموار ہو چکی ہے۔

پنولین مسلمان تھا

آپ اپنے دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:-

امریکہ کے ایک مشہور اور نامور عالم مسٹر ریلے نے ۲ اگست کے "سنڈے ایکسپریس" میں ایک مضمون شائع کرایا ہے اور ناقابل انکار شہادتوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ نپولین مسلمان تھا اس نے مصر میں اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے بعد وہ جب تک فرانس رہا مسلمان رہا، پھر جب سینٹ ہلینا میں نظر بند کر دیا گیا۔ تو وہاں بھی اس نے اپنے اسلامی عقائد سے سرمو تجاوز نہیں کیا۔ مسٹر ریلے کے مضمون کا ماحصل یہ ہے کہ مصر میں قبول اسلام کے بعد نپولین کی زندگی اور موت اسلام پر تھی

ہنگری میں اسلام کا اٹھان

ہنگری، ڈیڑھ سو سال تک اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا اس کے بعد جب مسیحیت کو اسلام پر سیاسی غلبہ حاصل ہوا۔ تو ہسپانیہ کی طرح، اس ملک سے بھی اسلامی تہذیب و روایات کی آزادی کو جلاوطن کر دیا گیا۔

ہنگری کے دارالخلافہ بوڈاپسٹ سے تازہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ کہ ڈھائی سو سال کی خاموشی کے بعد وہاں پہلی مرتبہ اب پھر "اللہ اکبر" کی صدا بلند ہوئی ہے مسلمانان ہنگری کی زندگی کی سب سے پہلی علامت یہ تھی کہ ۱۹۱۶ء میں حکومت ہنگری نے ایک قانون کے ذریعہ سے ان کی مذہبی آزادی کا اعتراف کیا اور ان کی بیداری کا اب دوسرا قدم یہ ہے کہ تمام ہنگری کے مسلمان ایک صاحب کرامت بزرگ حضرت گل بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر جمع ہوئے اور انہوں نے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی "سٹیٹسمین" کلکتہ کا بیان ہے کہ اس کانفرنس میں حجاز عراق، مصر، کاکیشیا اور البانیا کے مسلمان بھی شامل تھے، کامل ڈھائی سو سال کی خاموشی کے بعد موذن اسلام کا ہنگری کے مرکز تثلیث میں "اللہ اکبر" کی صدائے دلنواز کا بلند کرنا، ایک نہایت ہی اہم واقعہ ہے۔ اس واقعہ سے توقع کی جا سکتی ہے کہ اسلام ایک دفعہ پھر مغرب کی وادیوں میں گونجے گا اور اپنی کھوئی ہوئی قوت و شوکت اور عظمت و صولت کو حاصل کریگا۔

مسلمانان مدغاسکر (افریقہ)

امیر شکیب ارسلان نے اپنے ایک تازہ مضمون میں جزیرہ مدغاسکر کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ جزیرہ مدغاسکر ایک اہم اسلامی آبادی ہے۔ جہاں اہل یورپ کے جبر و تشدد، باشندوں کی جہالت، اور دینی احساس کے فقدان کے باوجود مسلمان موجود ہیں۔ اور یہ لوگ اس جزیرے کے اصلی باشندے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ میں نے کچھ عرصہ ہوا کتاب "حاضر العالم اسلامی" میں ایک مستقل باب کے ضمن میں مسلمانان مدغاسکر کا حال لکھا تھا۔ اور ان کی حالت کے متعلق ۲۵ صفحات میں تفصیلات دی تھیں۔ موسیو گبرائل فرانسیسی نے بھی اسی عنوان پر ایک کتاب لکھی ہے۔ آپ وزیر خارجہ فرانس کے ساتھ عرصہ تک جزیرۂ مدغاسکر میں قیام پذیر رہ چکے ہیں۔ آپ نے بیان کیا ہے کہ پہلے مسلمانوں سے عرب اور قریبی جزائر کے مسلمان مدغاسکر میں آئے اور وہ وہاں کے باشندوں میں مل جل گئے۔ اور انہوں نے اپنے دینی معتقدات کو ان لوگوں کے قلوب میں اتار دیا۔

اسی سلسلہ میں قبیلۂ انتامورنا اسلام لایا جو اب تک مسلمان ہے اور مدغاسکر کے جنوب شرقی ساحل پر آباد ہے اس قبیلہ کا شہری مرکز نیانا ہے جو اسی نام کی نہر کے کنارے پر واقع ہے لیکن اس قبیلہ کی سیاسی اور ذہنی حالت آج کل کچھ اچھی نہیں کیونکہ حکومت اور سیاست کے اعتبار سے قبیلہ انتاکارا اس سے فائق تر ہے۔ اسی قبیلہ میں شاہی گھرانے ہے چونکہ قبیلہ انتامورنا کے پاس عربی رسم الخط ہے۔ اس لئے اس کی تاریخ کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ

(باقی برصفحہ ...)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۱۹ | مورخہ ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۵۶

تصوف اور جہاد بالقرآن

ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ

"اسلام اور تصوف" کے عنوان سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک مکتوب پیغام صلح کی کسی گزشتہ اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی اپنے موقر جریدہ "سچ" میں اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے (امیر جماعت احمدیہ لاہور) اپنی متانت تحریر کے لحاظ سے ممتاز ہیں ان کے قلم کی ہر ہر سطر غور و توجہ و وقعت سے پڑھی جانے کی مستحق ہوتی ہے"

لیکن ساتھ ہی ہمارے معزز معاصر کو مکتوب مذکور کے اس تحتانی عنوان سے کہ "مسلمانوں کو جہاد بالقرآن کی ضرورت ہے نہ کہ تصوف کی" اور اس مکتوب کے بعض ان فقرات سے جن میں تصوف و جہاد بالقرآن کا مقابلہ کیا ہے۔ اختلاف ہے چنانچہ سوال کیا ہے کہ

"تصوف اور جہاد بالقرآن میں تضاد و اختلاف کیسا! خدمت قرآنی تو عین تصوف اور رہبان سلوک ہی اکابر صوفیہ کی تصریحات کثرت سے موجود ہیں جس نے اللہ کے کلام کو پس پشت ڈالکر اللہ تک پہنچنے کا دعوے کیا وہ صوفی نہیں۔ بہروپیا ہے اور بھیڑ کے لباس میں بھیڑیئے کسی گروہ میں نہیں ہوتے"

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"اعراس مروجہ کو تصوف کا لازمی جزو قرار دینا بھی صاحب مکتوب سے عجیب ہے جن بدعات سے محققین صوفیہ خود تنگ ہوں انہیں ان کی جانب منسوب کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے، علیٰ ہذا گوشہ نشینی بھی مقاصد تصوف میں داخل نہیں"۔

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ہمارے معزز معاصر کو "تصوف اور جہاد بالقرآن" کے الفاظ کے محل استعمال سے غلطی لگی ہے۔ ورنہ جس تصوف کی تردید حضرت امیر ایدہ اللہ نے کی ہے وہ اکابر صوفیہ کا تصوف نہیں جسکو "خدمت قرآنی" کے نام سے پکارا جاتا ہے بلکہ فی الحقیقت انہی لوگوں کا تصوف ہے جو اللہ کے کلام کو پس پشت ڈالکر اللہ تک پہنچنے کا دعویٰ کرتے "بہروپیا اور بھیڑیا" کے لباس میں بھیڑیئے بنے ہوئے ہیں،

حضرت امیر نے مکتوب مذکور کے کسی فقرہ میں اعراس مروجہ کو تصوف کا لازمی جزو قرار نہیں دیا لیکن چونکہ اس زمانہ میں "تصوف" ان بدعات ہی کا نام ہے جن سے محققین صوفیہ خود تنگ ہیں اس لئے آپ نے جہاد بالقرآن اور تصوف کو دو مقابل کی چیزیں قرار دیا۔ تصوف کا لفظ اگر غور کر کے دیکھا جائے تو رسول اللہ صلعم کے بعد کی ایجاد ہے جسکو مرور زمانہ نے ایسا مفہوم دیدیا ہے جو جہاد بالقرآن کے مفہوم کے قطعاً منافی ہے اسلئے اس کی بجائے جہاد بالقرآن کے الفاظ زیادہ موزوں اور زیادہ موثر ہو سکتے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ان الفاظ پر زور دیا جائے اور مسلمانوں کو "تصوف" کے بجائے "جہاد بالقرآن" کی ۔۔۔۔ دعوت دی جائے۔ تو بہت بڑے فوائد کا موجب ہو سکتا ہے۔

"زمیندار" کی ہزلیات کا جواب

معاصر "زمیندار" نے کچھ عرصہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ عالیہ احمدیہ پر ہزلیات کی بوچھاڑ شروع کر رکھی ہے جس کو وہ عین اسلام اور سب سے بڑی خدمت دین سمجھتا ہے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ان تمام ہفوات کا جواب یکجائی طور پر "زمیندار" ہی کے کالموں میں شائع ہو۔ اس کے لئے مدیر "زمیندار" سے تحریری وعدہ لے لیا گیا ہے۔ مضمون مذکور "زمیندار" میں شائع ہونے کے بعد "پیغام صلح" میں بھی نقل کر دیا جائے گا۔

ہم مدیر "زمیندار" کی اس رواداری کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارے مضمون کو اپنے اخبار میں درج کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔

حکومت کشمیر اور سزائے تازیانہ

باوجود اس جبر و استبداد اور اس وحشت و بربریت کے حکومت کشمیر نے اپنی مسلم رعایا کے ساتھ روا رکھی، اس کی اخلاقی جرأت کا یہ حال ہے کہ جب کبھی اس کے مظالم کی تصویر بیرونی دنیا کی آنکھوں کے سامنے لائی جاتی ہے تو فوراً شعبۂ اطلاعات کے ذریعہ سے اس کی تردید کرا دی جاتی ہے۔ تاکہ بیرونی دنیا یہ سمجھ لے کہ مسلمان جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور وہ محض فرضی باتیں ہیں۔ جو حکومت کو بدنام کرنے کے لئے کی جاتی ہیں۔

ایک اسی قسم کا اعلان حکومت کشمیر نے اخبار "سٹیٹسمین" کی تردید میں شائع کیا ہے جس میں اس بات سے انکار کیا ہے کہ کسی کو سر بازار یا منظر عام پر سزائے تازیانہ دی گئی۔

حکومت کشمیر کے اس قسم کے اعلانات کذب و افترا سے کس قدر معمور ہیں اس کی حقیقت واضح کرنے کے لئے اگلے دن انہی مظلومین میں سے جنھیں تازیانہ کی جانکاہ سزا کا مورد ٹھہرایا گیا چند افراد درد و کرب سے کراہتے ہوئے لاہور آئے ہم نے ان کے زخموں کو بچشم خود دیکھا۔ ان بیچاروں کی یہ حالت ہے کہ نہ وہ ٹھیک طرح بیٹھ سکتے ہیں۔ اور نہ پیٹھ کے بل سو سکتے ہیں ان کی حالت کو دیکھ کر کون درد مند دل ہے جو خون کے آنسو نہ بہائے ہمیں حیرت ہے کہ ان کھلی شہادتوں کے باوجود حکومت کشمیر نے سزائے تازیانہ سے انکار کیونکر کیا۔ کیا اس طرح سے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ایک ایسی ذمہ دار حکومت کے لئے جس کے ہاتھوں میں لاکھوں انسانوں کی قسمت کی باگ ہو عزت کا موجب ہو سکتا ہے۔ یقیناً کوئی خود دار انسان اس قسم کی اخلاقی کمزوری اور شرمناک حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا جن کا ارتکاب حکومت کشمیر کی طرف سے عمل میں آیا ہے۔

"اسلامی اور قومی جذبات"

کہا جاتا ہے کہ ترک اسلام کو چھوڑ چکے ہیں۔ اور ان کا قدم الحاد کی طرف بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی تردید میں بیسیوں شواہد قبل ازیں ان کالموں میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ حال ہی میں ترکی وزارت تعلیم نے جو احکام نافذ کئے ہیں۔ وہ اس بات کا مزید ثبوت ہیں۔ کہ ترکوں کے اندر اسلامی اور قومی جذبات اس درجہ راسخ ہیں کہ وہ کسی طرح کسی بیرونی اثر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ان احکام میں یہ ضروری ٹھہرایا گیا ہے کہ آئندہ غیر ملکی اقلیتوں کے تمام مدارس ترکی پروفیسروں کے ذریعے سے ترک طلبہ کو جغرافیہ، تاریخ اور دیگر علوم کی تعلیم ترکی زبان میں دیں۔ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ یہ تمام تعلیمی ادارے ترکی سرکاری اداروں کی طرح عام قوانین و ضوابط کی پابندی کریں۔ ان احکام کے نفاذ کی وجہ کیا ہے اس کے متعلق جریدۂ سرکاری میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ:۔

"بعض سکولوں میں ایسی تعلیم دی جاتی ہے جس سے ترک متعلمین کی ذہنیت میں تبدیلی ہو جانے کا اور اس بات کا خطرہ ہے کہ ان نوجوان اور بچوں میں اسلامی اور قومی جذبات کے منافی زہریلا اثر سرایت کر جائے"

کیا ہمارے آریہ معاصرین جو ہمیشہ ترکوں کی اسلام سے بیزاری کے اعلانات فخریہ شائع کرنے کے عادی ہیں۔ ان الفاظ کو چشم بصیرت کے ساتھ مطالعہ کریں گے؟

مسلمانان کشمیر پر ظلم و استبداد کی انتہا

قتل و غارت کی گرم بازاری۔ اسلام اور بانی اسلام کی شدید توہین!

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کا بیان

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حسب ذیل مضمون بغرض اشاعت ارسال فرمایا ہے:-

مسلمانان کشمیر گزشتہ اڑھائی ماہ سے نہایت صبر آزما اور مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیرونی دنیا وہاں کی اصلی صورت حالات سے واقف ہونے کی آرزو مند ہے۔ چونکہ دربار کشمیر نے ریاست میں جانیوالوں اور وہاں سے باہر آنے والوں پر قیود عائد کر رکھی ہیں اس لئے یہ ایک معمہ بن گیا ہے۔ کہ ریاست کے معاملات کے متعلق کونسا بیان صحیح تسلیم کیا جائے۔ دربار کشمیر وقتاً فوقتاً بیانات شائع کرتا رہا ہے۔ جن سے یہ دکھلانا منظور تھا کہ ریاست کی پوزیشن مضبوط ہے۔ اور ہر چیز پر اسے پورا اقتدار حاصل ہے۔ لیکن مختلف بیانات سے جو اخبارات میں شائع ہوئے اور "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کے مقالہ افتتاحیہ سے جو ۵ ربماہ حال کو شائع ہوا اور جو یوروپین نامہ نگاروں کی عینی شہادت اور معلومات پر مبنی تھا ثابت ہوتا ہے کہ کشمیر میں صورت حالات نہایت زبوں تھی اور دربار کشمیر کو فوج پر قابو حاصل نہیں تھا۔ تا حکم گزشتہ فسادات میں کشمیر میں دہشت اور تشدد کی سلطنت تھی۔ ان حالات میں یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ دربار کشمیر نے ان حالات سے انکار کرنے کی کس طرح جرات کی۔ راجہ ہری کشن کول کا ایک تار اور سر مرزا ظفر علی کے دو تار اور ایک چٹھی جو میرے نام اخبارات میں شائع ہوئی خود اپنی تفسیر کر رہی ہے۔ ریاست کی طرف سے ۱۰ ر تاریخ کے اخبارات میں ایک دوسرا بیان شائع ہوا ہے جس میں فسادات اور بلوہ اور فوجی جبرہ دستیوں کی تردید کی گئی ہے۔

مہاراجہ کا حیرت انگیز اعلان

جو امر سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے وہ مہاراجہ کشمیر کا اعلان ہے، کیونکہ ہز ہائنس نے اس میں فوج اور پولیس کی خدمات کی دل کھول کر تعریف کی ہے۔ اور حقیقتاً واقعات اس کے خلاف تھے۔ تو کس طرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ مسلمانان کشمیر موجودہ حکومت پر اپنا اعتماد ظاہر کرتے ایک تار حال ہی میں دیگر اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں میرواعظ سرینگر کا اعلان چھاپا گیا ہے۔ جو انہوں نے جامع مسجد میں مہاراجہ صاحب کے اعلان معافی کے جواب میں کیا۔ اس میں باشندگان کشمیر کے درد و آلام کی داستان درج تھی۔ اور واضح طور پر دکھایا گیا تھا کہ ڈوگرہ فوج نے متعدد دیہات کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور سینکڑوں ہزاروں آدمی زخمی کر دیئے۔ جو ابھی تک اپنے گھروں میں مرہم پٹی کے بغیر پڑے ہیں۔ یہ ڈوگرہ فوج اور پولیس کے مظالم کی بین شہادت ہے۔ اور اس سے فوجی جبرہ دستیوں کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔

کشمیر میں مارشل لا کے نفاذ سے قدرتاً پنجاب میں جوش پھیل گیا کیونکہ اپنے عزیز و اقارب کے مصائب و آلام سے انسان کو قدرتاً رنج پہنچتا ہے۔

مظالم کی فہرست

بعض معزز گواہوں نے حسب ذیل چشم دید واقعات بیان کئے ہیں

(۱) مارشل لا کے دنوں میں جن اشخاص کو تازیانے لگائے گئے اور سزا دی گئی ان کے مقدمات کی کوئی تحقیقات نہیں ہوئی۔ اکثر حالتوں میں شہادت بناوٹی اور یکطرفہ تھی۔ یہ عام بات تھی کہ کشمیری پنڈتوں کو ملزموں کے خلاف بطور گواہ پیش کیا جاتا۔ اور ملزموں کو صفائی پیش کرنے کا کوئی موقعہ نہیں دیا جاتا تھا۔

(۲) جامع مسجد کے آگے ریاست کا جھنڈا نصب کر دیا گیا تھا جو لوگ خدائے وحدہ لاشریک کے حضور میں سجدہ کرنے کے لئے جاتے انہیں پہلے ریاست کے جھنڈے کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاتا جو اس سے انکار کرتا اسے بید لگوائے جاتے

(۳) ڈوگرے سپاہی بازاروں میں گشت کرکے مسلمانوں سے "مہاراجہ کی جے" "رام رام کی جے" کے نعرے لگواتے۔ جو آدمی ایسا کرنے میں پس و پیش کرتا اسے اذیت دی جاتی۔ ٹھڈے (ٹھوکریں) اور تازیانے لگائے جاتے۔

(۴) ڈوگرہ سپاہی مسلمانوں کے ہجوم میں علانیہ پیغمبر اسلام صلعم کو گالیاں دیتے۔

(۵) ڈوگرہ سپاہی اسلام مردہ باد۔ عبداللہ مردہ باد۔ مرزا محمود مردہ باد کے نعرے لگاتے سنے گئے۔

(۶) شوپیاں میں تمام آبادی کو فوج نے گھیرے میں لے لیا سوائے ڈیڑھ سو یا پونے دو سو آدمیوں کے قصبہ مذکور کے تمام مرد وہاں سے چلے گئے۔ گھروں میں سوائے عورتوں اور بچوں کے کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ جو آدمی گرفتار کئے گئے ان سے اس اعلان پر دستخط کرائے گئے۔ جو اخبارات میں شائع ہوا کہ ہم گزشتہ اعمال پر افسوس کرتے ہیں۔ آئندہ ہم مہاراجہ کے وفادار رہیں گے۔

(۷) جب شوپیاں کی مسجد کا محاصرہ کیا گیا۔ تو مسلمان اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ انہیں مسجد سے باہر نکالا گیا اور "مسجد برباد" کے نعرے لگانے پر مجبور کیا گیا۔

(۸) شوپیان کی فوج کا کمان افسر اپنے آگے جھنڈا رکھتا تھا جو مسلمان گرفتار کیا جاتا تھا اسے جھنڈے کے آگے سرنگوں کیا جاتا جو ایسا کرنے سے انکار کرتا اسے ٹھڈے لگائے جاتے۔ اس کے بعد بھی اسے جانے کی اجازت نہیں دیجاتی بلکہ حراست میں لے لیا جاتا۔ اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا جاتا اور گوناگوں اذیتیں دی جاتیں۔

(۹) سرینگر اور دیگر مقامات میں سپاہیوں نے متعدد عورتوں اور بچوں کو زخمی کیا۔

(۱۰) مارشل لا کے دوران میں سرینگر میں پورے چار روز تک اذان بند رہی ہے۔ کیونکہ ڈوگرہ سپاہیوں کے نزدیک اللہ اکبر کی آواز جرم اور سخت سزا کی مستوجب تھی۔

مشتے نمونہ از خروارے

مندرجۂ بالا واقعات کثیر التعداد مظالم میں سے صرف چند ایک مثالیں ہیں جو ہمیں موصول ہوئی ہیں۔ ہمیں ان کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے یہ نہایت ضروری ہے۔ ان کی تحقیقات ایک غیر جانبدار اور آزاد کمیٹی کے ذریعہ سے ہونی چاہیئے۔

مارشل لا یا سکھا شاہی

ہم نے ۱۹۱۹ء میں لاہور کا مارشل لا دیکھا۔ صوبہ سرحد میں ضلع پشاور کا مارشل لا بھی ہمیں یاد ہے لیکن انہیں کشمیر کے مارشل لا سے دور کی نسبت بھی نہیں کیونکہ وہاں ڈوگرہ سپاہیوں کو ارتکاب جرائم اور اقدام بربریت کی کامل آزادی حاصل تھی۔ پس ریاست کا بھلا اسی میں ہے کہ مندرجۂ بالا طریق پر تحقیقات کی جائے تاکہ مجرموں کو قرار واقعی سزا ملے۔ آئندہ ایسے حوادث کا انسداد ہو جائے۔ نیز اہل کشمیر کی شکایات پر غور کیا جائے۔ غریب کشمیری ہمیشہ سے نیم درجہ کے مارشل لا کی زد میں ہیں۔ اگر مہاراجا صاحب انہیں اس ذلت آمیز زندگی سے نجات دلائیں اور ان کے جائز حقوق انہیں عطا کریں اور حکومت اور ملازمتوں میں انہیں کافی حصہ دیں تو ریاست کشمیر کا حقیقی فائدہ اسی میں ہے۔

خدمتِ دین میں ہمارا حصہ

احمدی خواتین کے لئے قابلِ توجہ اور مفید باتیں

حضرت بیگم صاحبہ مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کے قیام کی غرض و غایت کیا تھی کسی نئے فرقہ کی بنیاد رکھنی یا پیری مریدی کا کوئی نیا سلسلہ چلانا نہ تھا بلکہ صرف اشاعت اسلام اور اصلاح مسلمین ۔ خدا کا مامور آیا اس نے ایک فوج تیار کی ۔ جو خدا کے دین کے لئے ہر دم سینہ سپر رہے اسی مقصد کو مدنظر رکھکر اس فوج کے ہر سپاہی سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا یا کرونگی ۔

ہر احمدی کا نصب العین

یہی نصب العین ہے جو ہر احمدی کے ہر وقت سامنے رہنا ہے یا رہنا چاہیئے ۔ ملازمت میں ۔ بیکاری میں ۔ کام کاج میں ۔ کھیل کود میں جلسوں پارٹیوں میں ۔ تنہائی کے لمحوں میں ۔ شادی میں ۔ غمی میں ۔ سفر میں حضر میں ۔ تنگی میں فراخی میں ۔ خانہ داری کی مصروفیتوں میں ۔ فرصت کے اوقات میں ۔ مصیبت میں راحت میں ۔ تندرستی میں بیماری میں ۔ جوانی میں بڑھاپے میں غرض کہ ہر حالت میں ہر احمدی مرد اور عورت کا فرض ہے کہ وہ اپنے عہد کو نہ بھولے ۔ اور دنیا کی کشمکش میں بھی خدا کی خوشنودی حاصل کرتا ہے ۔ اور یہی وہ امتیاز ہے جو حضرت مسیح موعود نے اس جماعت میں پیدا کرنا چاہا ۔

نفس کا محاسبہ

مگر نفس سرکش ہر دم غفلت کی گہرائی میں دھکیلتا ہے اس لئے اس سے کبھی کبھی محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے ۔ کہ اس سال ہم نے اپنے عہد کو پورا کرنے کے لئے کیا کوشش کی ہے ۔ تین سو ساٹھ دنوں کے کتنے دن یا گھنٹے ہم نے خدا کے لئے صرف کئے اور ان ہزار ہا نعمتوں میں سے جو اس نے ہمیں عطا کیں کس قدر ہم نے ضائع کر دیں اور کتنی دوسری دنیا کے لئے جمع کیں ۔ تاکہ آئندہ سال اپنی غفلت کی تلافی کر سکیں ۔

مرد و عورت کا جداگانہ طریق عمل

جس طرح خدا کی نعمتوں میں مرد عورت برابر کے شریک ہیں اسی طرح باز پرس بھی دونوں سے یکساں ہوگی ۔ ہندوستانی مسلمانوں کی پست حالت نے مرد عورت کی زندگی میں وسیع خلیج حائل کر دی ہے مرد ایک علیحدہ دنیا میں رہتا ہے ۔ عورت ایک اور ہی عالم میں عمر بسر کرتی ہے ۔ مرد کچھ سوچتا ہے عورت کسی دوسری ادھیڑ بن میں لگی رہتی ہے ۔ مرد کی منزل مقصود کچھ ہوتی ہے ۔ عورت کی اس کے برعکس کچھ اور ۔ اس لئے باوجود میاں بیوی ہونے اور ایک گھر میں رہنے کے پھر بھی دونوں کی راہ عمل جدا جدا ہوتی ہے ۔

آغازِ اسلام میں اشتراک عمل

مگر آغاز اسلام میں یہ حالت نہ تھی اس وقت اگر مردوں نے اسلام کی خاطر مصیبتیں جھیلیں ، دکھ اٹھائے ۔ تو عورتوں نے بھی اٹھائے مردوں نے دین پر سے جانیں قربان کیں تو عورتوں نے بھی کیں ۔ مردوں نے خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا تو عورتوں نے بھی کیا ۔ مردوں نے گھر بار چھوڑ کر ہجرت اختیار کی تو عورتوں نے بھی کی ۔ مردوں نے قرآن و حدیث کے درس دیئے تو عورتوں نے بھی دیئے ۔ غرض کوئی پہلو بھی ایسا نہ تھا جس میں مرد عورت کا اشتراک عمل نہ ہو ۔

اسلام اور عورت

یہ سب کیوں تھا ؟ کیا اس وقت عورتوں کے لئے کالج اور درس گاہیں تھیں جنہوں نے ان میں یہ بیداری پیدا کر دی تھی یا جب عورتوں کے ذمہ بچوں کا پالنا اور گھر کا کام کاج نہ تھا ۔ اس لئے وہ آزادی سے ہر کام میں حصہ لیتی تھیں ؟ ہرگز نہیں ۔ بلکہ اس کا باعث وہ اعلےٰ درجہ کی ذہنیت تھی جو اسلام نے عرب کے جاہل وحشی بدوؤں میں پیدا کر دی تھی ۔ کہ عورت بھی ذی روح چیز ہے ۔ اس سے بھی نیک و بد اعمال سرزد ہوتے ہیں ۔ وہ بھی یہ حق رکھتی ہے کہ آخرت کے لئے کچھ توشہ جمع کرے اور دنیا میں بھی اس کا اثر قوم پر نہایت گہرا پڑتا ہے گویا یہ زندگی ایک گاڑی ہے اور مرد عورت اس کے دو پہیئے ہیں اور دونوں کو اس گاڑی کے کھینچنے میں یکساں کوشش کرنی چاہیئے ۔ تاکہ آسانی سے منزل مقصود پر پہنچ سکیں ۔

عورت کی ممتاز حیثیت دنیائے اسلام میں

اور یہ مدد صرف اتنی ہی نہیں کہ مرد کما کر لائے اور عورت پکا کر کھلائے بلکہ وہ اپنے شوہر کی مشیر ہے ۔ وہ آئندہ نسل کی ماں ہے ۔ قوم کے بچوں کی تربیت اس پر منحصر ہے ۔ اور سب سے بڑھ کر وہ دختر اسلام ہے ۔ کچھ مذہب کے فرائض بھی اس پر عائد ہیں ۔ اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کئے ہیں اور اس کی ہستی کو تسلیم کیا ہے ۔ اس کی بنا پر ہر دختر اسلام فخر سے سر اٹھا کر کہہ سکتی ہے کہ وہ دنیائے اسلام میں سب سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے ۔ اگرچہ موجودہ حالت میں سر جھکانا پڑتا ہے ۔

مجدد وقت کے بعد

مگر اس خیال سے دل کو تسلی تھی کہ مسلمان قوم ہی پستی میں پڑی ہے ۔ اور اسلامی شعار سے بیگانہ ہے تو مرد عورت سب پر گردش ہے مگر آج حالت برعکس ہے ۔ خدا نے اپنی سنت کے مطابق صدی کے سر پر مجدد کو بھیجا جس نے آکر سوتوں کو جگایا ۔ اور خدمت دین و قوم کی تڑپ ان کے دل میں پیدا کر دی ۔ تو اس وقت میں یہ سوال کرنے کا حق رکھتی ہوں کہ کیا عورتیں بھی اس بیداری میں مردوں کے شریک ہیں کیا وہ بھی قوم کی ترقی میں حصہ لے رہی ہیں ؟ صاف نظر آ رہا ہے کہ اگرچہ زمانے کی مار نے مسلمانوں کو مجبور کیا ہے کہ وہ عورتوں کو بھی تعلیم دلائیں ۔ مگر دین رخصت ہو رہا ہے ۔

موجودہ تعلیم اور احمدی قوم

سرکاری سکولوں میں دینی تعلیم کا انتظام نہیں ۔ خود مسلمانوں میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ اپنے بچوں بچیوں کے لئے سکول کھولیں گھروں سے اسلامی روایات رخصت ہو رہی ہیں ۔ اب بچے دین سیکھیں تو کہاں سے اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ تعلیم قوم و مذہب کے لئے اتنی مفید ثابت نہیں ہو رہی جتنی ہونی چاہیئے تھی ۔ اس وقت احمدی جماعت صحیح اسلامی تعلیم پر کاربند ہونے کی مدعی ہے ۔ اور تمام دنیا کو اسلام کی دعوت دے رہی ہے ۔ تو ان کو اس پہلو پر بھی خاص توجہ کرنی چاہیئے تاکہ وہ مسلمانوں کے لئے قابل تقلید نمونہ بنیں ۔ اسلام کے احکام اور قرون اولےٰ کا نمونہ ان کے سامنے ہے ۔ وہی جذبہ وہی تڑپ اپنی بچیوں اور بیوی میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کریں ۔ ان کی تھوڑی سی توجہ سے گھر میں دین کا چرچا پیدا ہو سکتا ہے ۔

ہر احمدی خاتون کا فرض

ہر احمدی خاتون کے دل میں یہ تڑپ ہونی چاہیئے کہ اپنے مال میں سے پس انداز کر کے خدا کی راہ میں خرچ کرے اور کچھ عملی کام بھی کرے ۔ اسی لئے **دستکاری فنڈ کی تحریک** جاری ہے ۔ تاکہ سب بہنیں اور بچیاں اپنے ہاتھوں سے کشیدہ وغیرہ کر کے اپنی خالص محنت سے خدمت دین کی سعادت حاصل کر لیں اور ان کو یہ احساس ہو کہ ہم بھی قومی خدمت میں حصہ لے رہی ہیں ۔ سال میں ایک دفعہ یہ ایک معمولی سی مدد ہے ۔ جو بغیر کسی تکلیف یا وقت کے ہم کر سکتے ہیں ۔ مجھے امید ہے کہ اپنی جماعت میں سے کوئی بہن بھی اس سعادت سے محروم نہ رہے گی ۔ قطرہ قطرہ سے تالاب بھر جاتا ہے ۔ سب بہنیں اپنے فرض کو پہچانیں تو وہ ایک بیش قرار مدد دے سکتی ہیں ۔ اور ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ

خدمت دین میں ہمارا حصہ ہے !!

خواتین کا جلسہ

سکرٹری صاحبہ احمدیہ انجمن خواتین مطلع فرماتی ہیں کہ ۲۳ر اکتوبر ۳۶ء کو بروز جمعہ خواتین کا جلسہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوگا ۔ سب برادران کو چاہیے کہ اپنی مستورات کو نماز جمعہ میں اپنے ہمراہ لائیں تاکہ وہ نماز کے بعد جلسہ میں شمولیت اختیار کر سکیں ۔

(سکرٹری انجمن خواتین)

ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ہندوؤں کے مضحکہ انگیز مطالبات

پھر فساد برپا کرنے کی بنیاد قایم کرنے کی کوشش

جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا بیان

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے فسادات ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے متعلق حسب ذیل بیان ارسال فرمایا ہے:۔

ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے تازہ واقعات نہایت قابل افسوس ہیں ایسے فرقہ وارحادثات سے خواہ مسلمانوں کی طرف سے سرزد ہوں یا سکھوں اور ہندوؤں کی طرف سے ملک کی ترقی اور فارغ البالی میں مزاحمت ہونی لازمی ہے۔ ان حالات کا واحد علاج یہ ہے کہ مختلف جماعتوں کے درمیان رواداری کا جذبہ پیدا کیا جائے تمام جماعتوں کے ذی شعور افراد کو چاہیئے کہ عوام کی تربیت و اصلاح کے لیے حقیقی کوشش کریں اور ایک دوسرے کے مذہبی عقائد اور عزت کا خیال رکھیں۔

جہاں تک ہمیں علم ہے ڈیرہ اسمٰعیل خاں کا واقعہ ایک ہندو دکاندار اور ایک مسلمان کے درمیان تنازعہ سے شروع ہوا تھا پہلے ان کے درمیان گالی گلوچ ہوئی اور بڑھتے بڑھتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہندوؤں نے پیغمبر اسلام صلعم کو گالیاں دینی شروع کیں جس پر مجمع اکٹھا ہو گیا اور عوام غصہ میں آ گئے دکانوں کو آگ لگا دی گئی اور جائداد لوٹ لی گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر جھگڑا صرف افراد کے درمیان محدود رہتا اور پیغمبر اسلام کو گالیاں نہ دی جاتیں تو معاملہ انتہائی طول نہ پکڑتا۔

میں تمام مقدس ہستیوں سری کرشن، رام چندر جی اور بابا گرونانک جی کی یکساں تعظیم کرتا ہوں۔ قرآن کریم نے مقدس ہستیوں اور تمام مذاہب کے مقدس مقامات کی تعظیم پر خاص زور دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی خطۂ زمین ایسا نہیں جہاں اللہ تعالےٰ نے اپنا پیغمبر نہیں بھیجا۔ اس لئے ہندوستان جیسے بڑے ملک کو ہرگز پیغمبروں سے خالی نہ رکھا گیا ہوگا بلکہ رسول اکرم کی ایک حدیث ہے جس میں "کاہن" (کرشن) کا ذکر ہے کہ وہ ہندوستان میں خدائے پیغمبر تھے۔ بعد ازاں گرونانک دیو جی نے اپنے زمانہ کے ہندوؤں کو توحید کا سبق پڑھایا۔ ان سب کی تعظیم واجبی ہے پس قرآن کریم کی تعلیم کی موجودگی میں مسلمان کیونکر تمام مذاہب کے بانیوں اور پیغمبروں کی توقیر و تعظیم کرنے سے انکار کر سکتے ہیں۔ اگر ہندوؤں کو رسول اکرم کی حقیقی عظمت اور جلال سے آگاہ کیا جائے تو وہ ان کے خلاف دریدہ دہنی کی جرأت کا خیال تک دل میں نہ لائیں ایک دوسرے کے مذاہب اور عقائد کی تعظیم کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ رواداری کے جذبات پیدا کئے جائیں اور یہ اسی طریقہ پر ہو سکتا ہے کہ ہندوؤں کو بھی پیغمبر اسلام کی شان اصلی صورت میں دکھائی جائے تاکہ وہ بھی ان کا احترام کرنا سیکھ جائیں۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں یہ پہلا واقعہ نہیں ہے ۱۹۲۹ء میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ رونما ہوا۔ لیکن خان بہادر سعد اللہ خاں اسسٹنٹ کمشنر کی مداخلت سے خطرناک صورت اختیار نہ کر سکا۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کی تعلیمی حالت

یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ہندو کثرت سے تعلیم یافتہ ہیں۔ ان میں تقریباً چار سو گریجویٹ ہیں اور صوبہ سرحد اور پنجاب میں اعلےٰ اعلےٰ عہدوں پر ممتاز ہیں۔ ان میں سے بعض دولتمند ہیں۔ اور صوبہ سرحد کی سیاسیات میں کافی سرگرمیاں دکھاتے رہتے ہیں، رائے بہادر ٹھاکر دت جن سے اسی سال موسم گرما میں مجھے بمقام ایبٹ آباد نیاز حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ایک لیڈر ہیں۔ وہ پرانے آریہ سماج کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور سرحد کے مسلمان انہیں رجعت پسند خیال کرتے ہیں۔ سرحد میں اصلاحات کے خلاف ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے کئی مرتبہ آواز اٹھائی گئی۔ برخلاف اس کے مسلمان خان بہادر سعد اللہ خاں اور ان کے خاندان وغیرہ کے سوا تقریباً سب غیر تعلیم یافتہ اور ہر پہلو میں پسماندہ ہیں۔ اس لئے اس بات کا امکان ہے کہ وہ جلد بھڑک اٹھیں مشکل یہ ہے کہ انکا کوئی رہنما نہیں۔ مسلم شرفا قوم کی مناسب ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ نواب سیف اللہ خاں جو حال ہی میں نواب بنائے گئے ہیں۔ نواب سر عبدالقیوم کی طرح بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنی کوششوں سے اس منصب پر پہنچے ہیں۔ وہ ایسے معاملات میں دلچسپی نہیں لیتے اور بہت وسیع الخیال ہیں۔ لیکن عوام کا اعتماد حاصل کرنے کے لیئے ان کو ایک عرصہ چاہیئے۔ کیونکہ لوگ حکومت کے بنائے ہوئے بڑے آدمیوں کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

یکجہتی اور رواداری کی ضرورت

دونوں قوموں کے لئے ضروری ہے کہ یکجہتی سے اختلافات کی اس خلیج کو دور کریں جو ان کے درمیان پائی جاتی ہے۔ لیکن صوبہ سرحد کے رجعت پسند ہندوؤں کی تعداد کثیر مسلمانان سرحد کے نزدیک زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض مقامی ہندو وہاں کے مسلمانوں کو بے عزت کرتے رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ منافرت کی آگ عرصہ سے موجود تھی اور اس کے بھڑک اٹھنے کے لئے صرف موقع کی تلاش تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ذمہ وار مسلمانوں کا فرض تھا کہ مسلم قوم کو تعلیم دلانے کے لیئے مخلصانہ کوشش کرتے۔ لیکن ہندو قوم بھی اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتی کیونکہ اس نے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اپنے پسماندہ مسلمان بھائیوں کو مدد دینے کی کوشش نہیں کی۔ ان کو چاہیئے تھا کہ اپنے مقابلتاً غیر تعلیم یافتہ ہندوؤں کو مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرنے سے باز رکھتے ۱۹۲۵ء کا واقعہ اپنے اندر کافی درس عبرت رکھتا تھا۔

ہندوؤں کے غیر معقول مطالبات

اگرچہ مجھے ان ہندوؤں سے ہمدردی ہے جنہیں گزشتہ فساد کے دوران میں نقصان اٹھانا پڑا لیکن میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ جو مطالبات انہوں نے چیف کمشنر کے سامنے پیش کئے ہیں وہ بہت بھاری، مبالغہ آمیز اور ناقابل عمل ہیں، جو فسادات ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں ہوئے وہ اسی جگہ کے لئے مخصوص نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً برا عظم ہند کے تمام صوبوں میں رونما ہوتے رہتے ہیں۔ کرتارپور کا فساد ابھی تک فراموش نہیں ہوا۔ وہاں کے ہندوؤں نے بہت سے مسلمانوں کو زندہ آگ میں جلا دیا تھا۔ کانپور کے واقعات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں بیشمار مسلمان مرد عورتیں اور بچے جلا دیئے گئے۔ اور اکثر کو کانپور کے ہندوؤں نے دوسرے طریقوں پر نہایت بے رحمی سے ذبح کیا۔ ان کی دکانیں اور مکانات لوٹ کر نذر آتش کر دیئے گئے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں کو بھی کچھ نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن مسلمانوں کے نقصان جان و مال اور ان کے نقصان کے درمیان کوئی نسبت نہیں۔ اگر ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے ہندو یہ چاہتے ہیں کہ ان کے مطالبات جو پیش کئے گئے پورے کر دیئے جائیں تو وہ کیا اس بات کے لئے تیار ہیں کہ دوسرے صوبوں میں مسلم اقلیتوں کو بھی وہی مراعات دیں۔ اگر وہ ایسا کرنا نہیں چاہتے تو کیا وجہ ہے کہ مسلمانان ڈیرہ اسمٰعیل خاں کو اس سزا کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہندو حساب دان قوم ہے۔ اور یہ امر بالکل قدرتی ہے کہ وہ اپنے نقصان کی ایک ایک پائی پوری کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر ممکن ہو تو اس کا سود بھی ساتھ لینا چاہیں۔ لیکن انصاف اس بات کا مقتضی ہے کہ اس قسم کے تمام معاملات میں ایک ہی علاج ہو۔ اس کے علاوہ ہندو قوم پرستوں کے نزدیک ہندو مسلم کا کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہیئے اس قسم کی جانبداری ان کے دعاوی قوم پرستی کے سراسر منافی ہے۔

چونکہ یہ سوال آل انڈیا نوعیت رکھتا ہے اس لئے لازم ہے کہ دونوں قوموں کے رہنما آپس میں بیٹھ کر ہمیشہ کے لئے اس کا تصفیہ کریں۔ جب مہاتما گاندھی واپس آئیں تو انہیں چاہیئے کہ اس معاملہ کی طرف سب سے پہلے اپنی توجہ مبذول کریں دوسرے لیڈروں کو بھی یہی کرنا چاہیئے۔

نتیجہ کیا ہوگا؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ جو تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ کیا ان سے صورت حالات بہتر ہو جائے گی؟ برخلاف اس کے حالات پہلے سے بھی بدتر ہو جائیں گے اور ہندوؤں کی حالت بالکل ناقابل برداشت ہو جائے گی۔

صوبہ سرحد اور ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے مسلمانوں نے ہندو ساہوکاروں اور ہندو تاجروں کے خزانوں میں اضافہ کرنے میں بہت حصہ لیا ہے۔ ان کی آمدنی اور جائدادوں کا بڑا حصہ ان کے قبضہ میں آ گیا ہے۔ اگر بیس ہزار روپیہ سالانہ کا تاوان بھی ان کے ذمہ ڈالا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ انہیں بالکل نیست و نابود کر دیا جائے۔ ساہوکار جماعت اور عام ہندوؤں کی غیر جانبداری پر لازمی طور پر معاندانہ اثر ہوگا۔ اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ متعدد مقامات پر بلوے ہو جائیں۔

تمام مسلم قوم پر پچاس سال کے لئے تعزیر لگانا نہایت مضحکہ انگیز ہے۔ جس سے موجودہ نسل کے پوتوں کو بھی ناکردہ گناہ اس کا خمیازہ اٹھانا پڑے۔ پانچ فیصدی آبادی کے لئے پولیس میں ۵۰ فیصدی بھرتی کا مطالبہ سخت احمقانہ ہے کیا صوبجات متحدہ اور دیگر مقامات کے ہندو اسی قسم کی مراعات دینے کے لئے تیار ہیں؟ مسلم آبادی میں ہندو پولیس افسروں کا عام تقرر سخت غیر معقول ہے۔

دلوں کی تبدیلی کی ضرورت

موجودہ مشکل کا موثر علاج صرف یہی ہے کہ دونوں قوموں کے دل تبدیل کئے جائیں یکجہتی اور رواداری کی فضا پیدا کی جائے اصلی مجرموں کو بلاشبہ عدالتی تحقیقات

سعادت علیخاں صاحب سعادت لے گئے

ایک اور غریب کا ایثار!!

میں نے پچھلے پرچہ میں جرمن مسجد کے پچیس پونڈ کے لئے اپیل کی تھی۔ اس اخبار کو پڑھتے ہی ہمارے رامپور کے دوست منشی سعادت علی خاں صاحب نے مجھے اطلاع دی ہے کہ علاوہ ایک حصہ سوا سو (۱۲۵) روپے فک مکان برلن کے برلن مسجد کی مرمت کے پچیس پونڈ وہ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی بڑی بڑی رحمتیں نازل فرمائے۔

الحمد للہ

کہ آج برلن مسجد کی مرمت کی طرف سے اللہ تعالےٰ نے بے فکر کر دیا۔ یہ سعادت یوپی کے دو دوستوں اور بمبئی کے ایک مخیر انسان کے حصہ میں ہی آئی۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے قابل احترام دوست ڈاکٹر کے اے خاں کی اپیل کے بقیہ حصے یعنے فک مکان برلن کے حصے کو پنجاب کے دوست پورا کر دینگے بات تو صرف دل کی ہے۔ یہ دونوں بزرگ یعنے ڈاکٹر کے اے خاں اور منشی سعادت علی خاں امرا کے طبقہ میں سے نہیں مگر اللہ تعالےٰ نے ان کو اس قدر توفیق عطا فرمائی کہ جس بات پر جماعت کے امراء خاموش رہے وہ کام اللہ تعالےٰ نے ان سے کرا دیا۔ خدا کے فضل سے جماعت میں وہ بزرگ موجود ہیں جن میں سے ایک آدمی ہی فک مکان کے اسی (۸۰) حصے مجوزہ ڈاکٹر کے اے خاں لے سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ جس طرح چاہے گا ہماری اس مشکل کو بھی حل کر دے گا۔

(محمد علی)

مولانا محمد یعقوب خان صاحب کشمیر میں

مسلمانوں کی طرف سے گرمجوشانہ خیر مقدم

مطالبات دوشنبہ کو پیش ہونگے

قارئین کرام کے لئے یہ سننا باعث مسرت ہو گا کہ جناب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو کشمیر کمیٹی کی طرف سے سرینگر تشریف لے گئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے جو مطالبات ہز ہائنس مہاراجہ صاحب کی خدمت میں پیش ہونے والے ہیں ان میں حصہ لے سکیں سرینگر پہنچنے کے بعد مولانا ممدوح نے حسب ذیل تار ارسال فرمایا ہے:۔

"سرینگر ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء۔ پبلک کی طرف سے نہایت گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ حکومت نے اپنا مہمان بنانا چاہا لیکن ہم نے پبلک کی مہمانی قبول کی۔ مطالبات دوشنبہ کو پیش ہوں گے"

قارئین کرام سے استدعا ہے کہ کشمیر کے مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کے لئے درد دل سے دعا کریں کہ ان کے مطالبات کے پورا ہونے میں کوئی دقت حائل نہ ہو۔

(بقیہ صفحہ ۲)

اور کسی قبیلہ کے تاریخی حالات اتنے روشن نہیں۔ موسیو فران کا بیان ہے کہ اسلام لانے سے قبل قبیلہ اتنا مور کی حالت بہت تاریک تھی۔ لیکن اسلام نے ان پر بہت اچھا اثر قائم کیا۔

جاوا میں اشاعت اسلام

مصر کا مشہور اخبار "المنار" رقمطراز ہے:۔

جاوا میں دین حق کی اشاعت ہو رہی ہے۔ ایک زمانہ ہوا یہاں عیسائی مشنری تبلیغ کی خاطر کروڑوں روپے خرچ کر رہے تھے اس وقت بھی عیسائی مبلغین کی معقول تعداد موجود ہے جن کو عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے مغربی سلطنتیں معقول امداد دیتی ہیں۔ لیکن جاوا اور گنڈا کے دارالسلطنت کیپلا میں اسلام کی روشنی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ یہاں کے مسلمان عیسائی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ مگر مسلم خواتین کو عیسائیوں کے نکاح میں نہیں دیا جاتا۔ عیدین کے دنوں میں ہزاروں عیسائی مسلمان ہو جاتے ہیں۔ پادریوں نے ان پاکیزہ جذبات سے اندازہ کر لیا ہے کہ دین حق کی روح کیا چیز ہے۔ تنخواہ دار عیسائی مبلغین کی سعی و کوشش کے مقابلہ میں اسلام کا خود بخود اشاعت پانا صداقت کی بین دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔

قرآن مجید کا چینی زبان میں ترجمہ

شنگھائی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ایک یہودی کروڑپتی نے جس کا حال ہی انتقال ہوا ہے۔ پچاس ہزار ڈالر اس غرض کے لئے چھوڑے ہیں کہ ان سے انجیل اور قرآن مجید کا چینی زبان میں ترجمہ کرایا جائے۔

ترجمہ شدہ انجیل کی بیس ہزار جلدیں شائع ہوں گی اور دنیا کی تمام لائبریریوں وغیرہ میں تقسیم کی جائیں گی۔

یوم النبی کی عالمگیری

تازہ عربی ڈاک مظہر ہے کہ امسال تمام مشرق و مغرب میں یوم میلاد نبوی کے موقع پر شاندار جشن منایا گیا اور جا بجا سیرت نبوی کے متعلق جلسے کئے گئے۔ اسکندریہ میں امیر عمر طوسون اور قاہرہ میں عمائدین حکومت نے اس جشن میں حصہ لیا۔

یورپین ممالک کے مسلمان

نیوگنی میں تقریباً پانچہزار اور فجی میں تین ہزار مسلمان ہیں۔ مسلمانان فجی مذہبی حیثیت سے زندہ مسلمان کہے جا سکتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنا ذوق مذہبی پورا کرنے کے لئے ہندوستان سے مولوی بلائے ہیں۔

روس کی تازہ مردم شماری کے مطابق یہاں ایک کروڑ اڑسٹھ لاکھ آباد ہیں۔ اور فی ہزار انسانوں میں صرف ۱۸۹ تاتاری مغل ۱۴۳ استرخانی ۱۴۰ بارختانی ۹۲ بزغیزی و کلمرک ۴۲ ڈنکنزی ۵۶ کرغزی ۲۵ اور کریا دلسی خواندہ ہیں۔ ان کے بہت سے اخبارات ہیں۔ اور حال میں بہت سے مدرسے قائم کئے گئے ہیں۔ حکومت روسیہ نے ان کے لئے ایک زبردست تعلیمی پروگرام مرتب کیا ہے جس پر پوری طرح عملدرآمد ۱۹۳۳ء تک ہو جائے گا۔

خبریں

—— پنجاب جرنلسٹ ایسوسی ایشن کا ایک جلاس ۷ر اکتوبر کو بٹیلی ہیرلڈ کے احاطہ میں زیر صدارت بی جی ہارنیمن ایڈیٹر ویلی ہیرلڈ لاہور منعقد ہوا۔ سب کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق قرار پایا۔ کہ پریس ایکٹ کے خلاف صدا ئے احتجاج بلند کرنے کیلئے چارشنبہ کیلئے لاہور کے تمام اخبارات کی اشاعت بند رکھی جائے ایسوسی ایشن کا دستور العمل منظور کرنے کے لئے۔ حسب ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا ؛

مسٹر بی جی ہارنیمن صدر۔ مولانا عبدالمجید سالک اور پنڈت پیارے موہن وتریا نائب صدر۔ مسٹر لے جی ایل سیکرٹری۔ مسٹر آرجی رلے جائنٹ سیکرٹری۔ مسٹر بی وت خزانچی ؛

اگزیکٹو کونسل کی ہیئت ترکیبی حسب ذیل منتخب کی گئی ہے۔

مولانا ظفر علی خان۔ مسٹر عبدالملک۔ لالہ نانک چند ناز۔ لالہ کرم چند پنڈت میلارام وفا۔ مسٹر نور احمد۔ سردار منگل سنگھ۔ ؛

—— لاہور ۱۲ر اکتوبر۔ آج ڈسٹرکٹ کورٹ لاہور میں پبلک میلہ سکول لاہور کی دو ہندو لڑکیوں مت ونتی اور دیا ونتی کا مقدمہ سننے کے لئے بہت سے لوگ جن میں عیسائی مرد اور عورتیں بھی شامل تھیں جمع تھے۔

مسٹر بشیر حسین مجسٹریٹ درجہ اوّل کی عدالت میں پہلا مقدمہ پیش ہوا جس میں مسٹر فریڈرک پک نے زیر دفعہ ۳۶۶ تعزیرات ہند مقدمہ دائر کیا ہے۔ کہ لالہ ہرنام داس اور مسز پی ڈبلیو ڈی اور ان کی بیوی نے اپنی بیٹی کہت ونتی کا جو مدعی کی قانونی طور پر منکوحہ بیوی تھی۔ زبردستی اغوا کیا ہے۔

پولیس کو بھی مسٹر فریڈرک پک کی ایک اور مقدمہ کے سلسلہ میں تلاش تھی جس میں لالہ ہرنام داس کی چھوٹی بیٹی دیا ونتی کے اغوا کا الزام ہے اس مقدمہ میں محکمہ نہر کا ملازم مسٹر ہربرٹ اعد لاہور و لائل پور کے رہنے والے النرڈ اور ونیکل بھی ماخوذ ہیں۔ جو قبل ازیں گرفتار ہو چکے ہیں مجسٹریٹ نے چار بجے شام تک مدعی کا انتظار کیا۔ اس وقت مسٹر ایل۔ ایم دت مسٹر پک کے وکیل نے ایک طبی سرٹیفکیٹ پیش کیا کہ مدعی عدالت میں حاضر ہونے کے ناقابل تھا۔ لالہ ہرنام داس کے وکیل پنڈت رام سرن نے عدالت سے درخواست کی سرٹیفکیٹ کے متعلق تحقیقات کی جائے چنانچہ مقدمہ کی کارروائی ملتوی ہو گئی۔

کہا جاتا ہے۔ دیا ونتی کو ایچیسن لیڈی ہسپتال سے اغوا کیا گیا تھا۔ جہاں وہ دایہ گیری کے کام میں تربیت حاصل کر رہی تھی۔ اس کے بعد دیا ونتی دہلی گڑھ۔ لائل پور منٹگمری میں پھرتی رہی۔ بالآخر پولیس نے اس کو ہربرٹ کی معیت میں گرفتار کر لیا۔

—— کہا جاتا ہے کہ کریم بخش لڑائیور ریلوے پاور ہاؤس لدھیانہ ۱۷ر اگست کو دو دن کی رخصت لیکر لاہور آیا دوسرے دن ۱۸ر اگست کو مغلپورہ ہیڈ آفس میں ماہ جون کی تنخواہ لینے کے لئے گیا۔ اور تحریری درخواست پیش کی مسٹر ملکھی رام ہیڈ کلارک نے کہا کہ یہ درخواست غلط ہے۔ دوسری لکھ کر لاؤ کریم بخش کے کہنے پر ہی دفتر میں درخواست لکھی گئی جس پر کریم بخش کے دستخط کرائے گئے اور اسے کہا گیا کہ تین بجے آؤ لیکن جب وہ اس وقت دفتر گیا تو اسے بتایا گیا کہ تم نے ملازمت سے استعفا دیدیا ہے۔ جو منظور ہو گیا ہے۔ اس لئے تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیج دی جائیگی اس نے استعفا دینے سے انکار کیا۔ اور شور مچایا لیکن اسے چپڑاسی دھکے دیکر باہر نکالدیا اس اثناء میں کریم بخش نے بل عدالت میں جو موز پر دفاع پہنے لگے تھے وہ ٹھیک کی لیکن اس کو بھی یہی جواب دیا کہ تمہارا استعفیٰ منظور ہو چکا ہے اس وقت سے غریب کریم بخش تمام حکام بالا کے پاس ورغلانہیں دے چکا

ہے لیکن ابھی تک اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ کریم بخش نے اس ضمن پولیس میں بھی رپورٹ درج کرائی تھی۔

—— لاہور ۱۱ر اکتوبر۔ ضلع لاہور میں گزشتہ چند ہفتوں کے دوران میں قتل کی متعدد وارداتیں ہوئی ہیں۔ ایک ماہ قبل پولیس کی اطلاع ملی۔ کہ جو تھانہ رائے ونڈ میں ایک بدمعاش ارجن سنگھ جاٹ مقتول والجنر تھا۔ وہ ان دو گروہوں میں سے ایک کے ساتھ تعلق رکھتا تھا جن کے درمیان عداوت چلی آتی تھی۔ پولیس کو تفتیش کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ مذکورہ ارجن سنگھ قتل کر دیا گیا ہے۔

قصور کے قریب گنگر گاؤں کا ایک شخص مال سنگھ اپنے روئی کے کھیت میں سویا کرتا تھا۔ ۲۰ ستمبر کو غائب ہو گیا بخت تلاش کے بعد اس کی نعش ایک اور کھیت سے برآمد ہوئی۔ پولیس کی تفتیش سے ثابت ہوا کہ اس نے ایک عورت مسماۃ اتر و کو گالیاں دی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اس وقت کہا۔ کہ جب تک وہ اس کا خون نہ پی لیگی آرام سے نہ بیٹھیگی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک بھنگن کی موجودگی میں اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ وہ مال سنگھ کو قتل کر دے۔ ۱۳۔ اور ۱۴ ستمبر کی درمیانی رات کو اندر سنگھ نے تین دوسرے اشخاص کی معیت میں مال سنگھ کو لاٹھیوں کر مار مار کر ہلاک کر دیا۔ چاروں ملزم گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

چاروں اشخاص نے لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے ایک اور شخص مکل سنگھ نامی کو زدوکوب کر کے ہلاک کر دیا۔ تنازعہ کی وجہ سے یہ وقوعہ رونما ہوا تھا۔ پولیس نے تمام ملزموں کو گرفتار کر لیا ہے۔

—— سری نگر سے ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے کہ اعلان سالگرہ کے بعد قیدیاں کے سیاسی زوگاں میں سے محمد بخش میوہ فروش۔ رزاق بٹ اور پانچ دیگر اشخاص رہا نہیں کئے گئے لیکن محمد یانہ ہے اور دیگر تمام گرفتار رہا ہو کر اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے ہیں۔

—— نیو دہلی ۱۳ر اکتوبر۔ دہلی کے صرافہ اور منڈیوں میں جو ہیجان اور اضطراب بپا تھا۔ وہ اب بند ہو گیا ہے بینکوں سے روپیہ نکالن عملاً بند ہو چکا ہے بلکہ اب اس کے خلاف عمل شروع ہو گیا ہے چنانچہ لوگ اب بینکوں میں روپیہ جمع کرا رہے ہیں چونکہ سونے اور پونڈ کی قیمت بڑھ گئی ہے اس لیے لوگ اپنا اندوختہ منڈی میں لاکر فروخت کر رہے ہیں۔ گزشتہ چند روز میں دہلی میں کثیر المقدار سونا فروخت کے لئے آیا لیکن یہاں اس کا کوئی خریدار نہ تھا چونکہ بینکوں سے روپیہ نکالنا بند ہو گیا ہے۔ اس لئے مقامی صرافہ میں سونے فروخت کی کوئی منڈی باقی نہیں رہی۔ اب صرف بمبئی سے سونے کی مانگ جاری ہے۔ جہاں سے سونا غیر ممالک کو بھیجا جاتا ہے۔ لیکن گزشتہ چند روز سے یہ کاروبار بھی ایسا چمکا ہوا نہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ سونے اور پونڈ کی قیمت میں کل ۸ر کی کمی آگئی ؛

—— لنڈن ۱۳ر اکتوبر۔ آج فیڈرل فنانس کمیٹی کا اجلاس دوبارہ منعقد ہوا۔ فنانس سب کمیٹی پر بحث شروع ہوئی۔ لارڈ پیل نے سفارشات کی توضیح کرتے ہوئے کہا کہ سب کمیٹی نے اقتصادی امور کو اپنی حکمت عملی کے مطابق کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جو فیڈریشن کمیٹی وضع کر رہی ہے۔ ماہرین کی کمیٹی مقرر کرنے کے متعلق سفارشات کا حوالہ دیتے ہوئے لارڈ موصوف نے کہا کہ اسکی تحقیقات کے لئے کئی مہینے صرف ہوں گے۔

سر پرشوتم داس ٹھاکر داس نے فیڈریشن سے پیشتر قرضہ جات پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس رپورٹ کو منظور کرنے سے ہندوستانی قرضوں کے مسئلہ پر مخالفانہ اثر نہیں پڑیگا۔ کیونکہ ہندوستان کے موجودہ سرکاری قرضہ جات کا مسئلہ بہت وسیع ہے اور اس کے سلسلے میں واقعات پر غور کیا جائیگا۔

سر اکبر حیدری نے اس بات کو واضح کر دیا کہ ریاستی وفد کے ارکان کی رائے ہے کہ فیڈریشن میں داخل ہونے سے پیشتر ماہرین کی رپورٹ ان کے پاس پہنچ جانی چاہیئے۔

فنانس سب کمیٹی کی رپورٹ پر رائے ظاہر کرتے ہوئے لارڈ پیل نے کہا۔ کہ اگر ہندوستان کے قرضہ جات کی کامل تحقیقات کی گئی تو غالباً معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہندوستان کو واجب الوصول رقوم اس کے قرضوں کے تقریباً مساوی نکلیں گی۔ آپنے کہا میرے خیال میں اس مثال کی دوسرے ممالک میں نہیں ملے گی۔ لارڈ موصوف نے ریاستوں کو مبارکباد دی کہ انہیں شاید ایسا ترکہ ہاتھ آ رہا ہے سر تیج بہادر سپرو کے اس سوال پر بحث شروع ہو گئی۔ کہ مجلس ماہرین کب تک مقرر کی جائیگی۔ لارڈ پیل نے کہا۔ کہ اگر یہ کمیٹی مقرر کر دی گئی تو اس کی تحقیقات دستور اساسی میں درج کی جا سکے گی۔ سر سپرو نے کہا کہ میری رائے میں اس کمیٹی کا تقرر جدید فیڈرل حکومت کرے گی انہوں نے کہا۔ کہ اگر اس کمیٹی کے لئے یہ لازم ہو کہ وہ اپنی سفارشات فیڈرل حکومت کے روبرو پیش کرے جو ان پر عمل درآمد کرائیگی تو یہ ضروری ہوگا کہ درمیانی عرصہ کے لئے کوئی تجویز مرتب کی جائے اس صورت میں گورنر جنرل باجلاس کونسل کو اس کے متعلق کچھ اختیارات دینے پڑیں گے۔

سر اکبر حیدری نے کہا۔ کہ ریاستوں کا خیال ہے کہ مجلس ماہرین کی رپورٹ ان ریاستوں کے پاس بھیجی جائے جو فیڈرل میں داخل ہوں۔ ریاستیں اس بات کو پسند نہیں کرتیں۔ کہ اس مسئلہ کو آئندہ فیڈریشن تک چھوڑ دیں۔ تاکہ وہ محصولات کے متعلق جو فیڈرل حکومت کے دائرہ اختیارات میں ہونگے اپنی رائے قائم کر سکیں۔ سر موصوف نے تجویز پیش کی۔ کہ مجلس کا تقرر برطانی حکومت کرے جو ہندوستان میں اجلاس کرے ؛

—— پشاور ۱۳ر اکتوبر۔ وزارت افغانیہ نے اعلان کیا ہے کہ کابل کے شمال میں بچہ سقا کے وطن کے قریب موضع سرائے خواجہ میں کوئلہ کی کان نکلی ہے مجوزہ افغانی ریلوے لائن کی تعمیرات کے پیش نظر اس اعلان کو بڑی اہمیت اور دلچسپی سے مطالعہ کیا جا رہا ہے ؛

—— سرینگر ۱۳ر اکتوبر۔ ہز ہائینس مہاراجہ کشمیر کے اعلان معافی کے بعد "سٹیٹسمین" میں مسلم مطالبات شائع ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں پڑھ کر ہندوؤں کا توازن دماغ قائم نہیں رہا خاص کر جموں کے ہندو تو نہایت برہم اور افروختہ ہو رہے ہیں چنانچہ انہوں نے ایک جلسہ عام میں مسلم مطالبات کو لغو اور بے معنی قرار دیا جلسہ میں ایک قرار داد منظور کی گئی جس کے ذریعہ سے ریاست سے استدعا کی گئی ہے کہ مسلم مطالبات بشرطیکہ ہندو مطالبات پر غور کرنے کے بعد منظور نہ کئے جائیں۔ ہندوؤں کے مطالبات تین ہفتوں میں پیش کئے جائیں گے۔ جموں کے ہندوؤں میں بڑا جوش پھیلا ہوا ہے تو پولیس ہوشیار اور چوکنی رہی کہ مبادا ہندو مسلم فساد نہ ہو جائے۔ کیونکہ احرار کے جتھوں کا لیڈر بھی جموں میں موجود تھا۔ کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہیں آیا لیکن تمام کشمیر کے ہندو اپنے مفاد کے تحفظ میں اپنی تنظیم کر رہے ہیں اور رضا کاروں کی فہرستیں مرتب کی جا رہی ہیں۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۸۸

قل یآ اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳:۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۱۹ | لاہور یوم شنبہ مطبوعہ ۲ جمادی الاخری سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء | نمبر ۵۷

اخبار احمدیہ

جلسہ راولپنڈی، جماعت دہلی کی تنظیم، ہری پور ہزارہ میں لیکچر

اس کالم میں احمدی احباب کے ضروری حالات اور جماعت کی ضروری خبریں درج ہوتی ہیں احباب کرام سے التماس ہے کہ اپنے ذاتی حالات یا جماعت کے متعلق جو واقعات پیش آئیں ان سے فوراً مطلع کر دیا کریں تاکہ اخبار کے ذریعہ سے دوسرے احباب تک اطلاع پہنچائی جا سکے۔ اور اس طرح باہمی تعارف اور جماعتی کاموں میں سرگرمی کی روح پیدا ہو سکے۔ (ملایر)

حضرت امیر ایدہ اللہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۵ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء کو پشاور تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ کا ارادہ راولپنڈی کے جلسہ میں شامل ہونے کا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ پشاور پہنچتے ہی ریزش اور بخار نے آپ کو دبا لیا۔ جس کی وجہ سے ۷ اکتوبر کی شام کو آپ واپس تشریف لے آئے۔ یہاں بھی تین دن تک آپ صاحب فراش رہے اب بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔ اور خدمات دینیہ میں ہمہ تن مصروف۔

راولپنڈی میں جلسہ

جماعت راولپنڈی نے گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی اپنا جلسہ نہایت اعلیٰ پیمانہ پر منعقد کیا۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، مولانا مولوی صدر الدین صاحب اور شیخ محمد یوسف صاحب* جلسہ کے مخصوص لیکچراروں میں سے تھے۔ ایک اتحاد کانفرنس بھی منعقد کی گئی جس میں دوسرے فرقے کے مولویوں کو اس بات پر اظہار خیال کے لئے مدعو کیا گیا کہ مسلمانوں میں اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے۔ محمودی جماعت کے نمائندے نے اس بات پر زور دیا کہ مذہبی اختلافات چونکہ مٹ نہیں سکتے اس لئے اتحاد مذہبی رنگ میں ناممکن ہے۔ صرف سیاسی امور میں اتحاد ہو سکتا ہے۔ ایک اہلحدیث مولوی نے حضرت مسیح موعود کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دی۔ اور بعض الہامات و کشوف کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ایسی باتوں کے ماننے والوں سے اتحاد ناممکن ہے۔ ایک اور اہلحدیث مولوی نے ان دونوں کی تردید کرتے ہوئے صاف کہا کہ صرف تکفیر روک دینے اور تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھنے اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے اتحاد ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ جب عمل کا وقت آیا۔ تو پیچھے ہٹ گئے۔ اور باوجود وعدہ کے جماعت احمدیہ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے نہ آئے۔ مولانا عصمت اللہ صاحب نے مقدم الذکر اہلحدیث مولوی کا دنداں شکن جواب دیا جس کے سننے کی تاب نہیں مذہبی اور دوران تقریر ہی میں اٹھکر چلے گئے۔ دوسرے لوگوں کو بھی لیجانے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے پروا نہ کی۔

اہم اور ضروری بات

جلسہ کے علاوہ ایک سب سے بڑی اور اہم بات جو جماعت راولپنڈی سے تعلق رکھتی ہے یہ ہے۔ کہ اس جماعت میں کچھ مدت سے ذاتیات کے بعض جھگڑوں کی وجہ سے اختلاف کی خلیج پیدا ہو چلی تھی یہاں تک کہ جمعہ کی نماز صدر اور شہر میں دو جگہ ہونے لگ گئی۔ گویا نمازوں میں بھی سب دوستوں کا اکٹھا ہونا مشکل ہو گیا تھا۔ اس اختلاف کی خلیج کو پاٹنا بہت ہی مشکل امر تھا۔ لیکن جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی مساعی اور ہر دو فریق کے ایثار و قربانی کا یہ نتیجہ ہے کہ دونوں فریق خدا کے فضل سے پھر متحد ہو گئے۔ ہم جماعت راولپنڈی کو اس دوہری کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور ان احباب کرام کی خدمت میں بھی مبارکباد عرض کرتے ہیں جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے اپنے ذاتی جھگڑوں اور نفسانی جذبات کو اتحاد و جماعت کے اعلیٰ مقصد پر قربان کر دیا۔

جماعت دہلی

راولپنڈی جانے سے پیشتر جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب دہلی تشریف لے گئے تھے۔ تاکہ وہاں کے دوستوں کو اکٹھا کر کے سرگرم عمل بنانے کی کوشش کی جائے۔ الحمدللہ کہ انہیں اس میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی اور سب دوستوں نے آئندہ نہ صرف چندے وغیرہ ادا کرنے بلکہ جماعت کی قوت کو بڑھانے کا وعدہ کیا۔ اخویم مکرم شیخ عبدالحق صاحب جو اس جماعت کے روح رواں ہیں امید ہے آئندہ اس پہلو میں اپنی سرگرمی عمل کا پورا ثبوت دیں گے۔ اور جماعت کے حالات اور دیگر واقعات سے ہمیں وقتاً فوقتاً مطلع فرماتے رہا کریں گے۔

ہری پور ہزارہ میں لیکچر

ہمیں مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی طرف سے تین لیکچروں کی رپورٹ موصول ہوئی ہے جو انہوں نے ۸، ۹ اور ۱۰ اکتوبر کو ہری پور ہزارہ میں دیئے۔ ان میں سے پہلا لیکچر "صداقت اسلام" پر تھا۔ دوسرا "ضرورت اسلام" پر۔ تیسرا "ویدک الہام" پر۔ پہلا لیکچر خان محبت خان صاحب رئیس زیدہ کی صدارت میں ہوا۔ دوسرا اور تیسرا مولوی محمد شریف صاحب معلم دینیات کی صدارت میں مرزا صاحب نے اپنے مخصوص طرز بیان اور دلائل علمی کے ذریعہ سے ضلع ہزارہ میں خاص شہرت حاصل کر لی ہے۔ جس کا نہ صرف عام طور پر لوگوں نے اعتراف کیا بلکہ خان محمد زمان خان

زبان عربی ام الالسنہ ہے
ویدوں کی سنسکرت زبانوں کی ماں نہیں

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کی قلم سے)

اگست ۱۹۲۷ء کا ذکر ہے۔ چودھری سردار خاں صاحب ایڈیٹر اخبار "پیغام صلح" نے مہاشہ چیتن دت صاحب کی ایک کتاب بنام "پیغام اتحاد" مجھے ریویو کے لئے دی۔ کتاب کا موضوع زبان سنسکرت کا ام الالسنہ ہونا تھا۔ میں نے چند دنوں کے اندر اس پر نظر ڈال کر ایک سلسلہ مضامین "پیغام صلح" میں شائع کر دیا۔ مہاشہ صاحب کچھ تو اپنی جنون رسا طبیعت کی وجہ سے اور کچھ آریہ اخبارات کی بادپیما مدح سرائی کے اثر سے اپنی کتاب کو لاجواب اور خدا جانے کیا سے کیا سمجھے بیٹھے تھے۔ جوابی سلسلہ مضامین کا شائع ہونا تھا کہ آپ احمدیہ بلڈنگس (لاہور) میں پہنچے۔ چودھری صاحب سے پرچے لئے پڑھے اور دم بخود رہ گئے۔ اس کے بعد دن آئے اور نکل گئے مہینے شروع ہوئے اور ختم ہو گئے۔ سال تبدیل ہوئے اور ہوتے چلے گئے مگر مہاشہ صاحب نے اپنی زندگی کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ بارے اب ۱۹۳۲ء میں آپ نے اس قصہ پر ایک انگڑائی لی ہے۔ پہلے اسی غلط بنیاد پر ایک چھوٹی سی اور عمارت بنا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بحث کا یہ کوئی اصول نہیں کہ فریق مخالف کے سامنے نئے نئے مطالبات پیش کرتے جائیے اور اس کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیجئے۔ اس لئے ہم اپنے معروضات مکرر سنائے دیتے ہیں۔ ہاں اسی ضمن میں آپ کے نئے مطالبات کا جواب انشاء اللہ آ جائے گا۔ ہمت ہے تو اس بحث کو جاری رکھئے۔ ہم کامل یقین رکھتے ہیں کہ سنسکرت زبان اور سنسکرت گرامر دونوں فلسفہ الفاظ بتانے میں DEFECTIVE یعنی کوتاہ دم ہیں۔ سب سے پہلے ویدوں اور دوسرے مستند ہندو لٹریچر کی گواہی سنیئے۔

زبان سنسکرت ام الالسنہ نہیں
پہلی دلیل

لفظ سنسکرت کے معنے از روئے لغت جمع کی ہوئی، بنائی ہوئی، صاف کی ہوئی، آراستہ کی ہوئی اور پالش کی ہوئی چیز کے ہیں۔ لفظ سنسکرت کے اس لغوی مفہوم سے ظاہر ہے کہ یہ زبان کسی دوسری لسان سے اخذ کی گئی ہے۔ مگر آریہ سماج کا خیال ہے کہ ویدوں سے پہلے کوئی زبان دنیا میں بولی نہ جاتی تھی۔ ابتدائے عالم میں وید رشیوں کو دیئے گئے۔ ان سے رشیوں نے سنسکرت بولی مرتب کی۔ یہی خیال مہاشہ چیتن دت صاحب کا ہے جبکہ وہ ویدوں کی سنسکرت کو ام الالسنہ قرار دیتے ہیں لیکن اس کے خلاف وید کیا کہتے ہیں۔

برہسپتے پرتھمم واچو اگرم یت پریرت نام دھیم ددھانا

ہے برہسپتی پہلے پہل زبان کو جب لوگوں نے اشیا کے نام رکھتے ہوئے حرکت دی۔ (رگوید منڈل ۱۵ سوکت ۱۷ منتر ۱)

دیوم واچم جنینت دیواہ تام وشورو پاپشو وو دنتی۔

مقدس زبان کو دیوتاؤں نے پیدا کیا۔ اس کو سب طرح کی مخلوق بولتی ہے۔ (رگوید منڈل ۸ سوکت ۱۰۰ منتر ۱۱)

واک اکشرم پرتھم جا رتسیہ ویدانام ماتا امرتسیہ نابھیہ

زبان پہلے پیدا ہوئی جو ویدوں کی ماں اور زندگی کا مرکز ہے۔

(تیتریہ برہمن ۲ ۸/۸ ۸)

ان منتروں سے یہ ظاہر ہے کہ زبان ویدوں کی تصنیف سے پہلے پیدا شدہ اور لوگوں میں شائع شدہ تھی۔ اس امر کو وید خود بطور حکایت بیان کرتے ہیں۔ کہ بولی ان سے پہلے لوگوں کی زبان پر تھی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کیونکہ بغیر تفہیم زبان ویدوں کے رشی وید کو کیسے سمجھ سکتے تھے۔ پس اگر سنسکرت ویدوں سے اخذ کی گئی ہے تو ان سے پیشتر کی مروجہ زبان یقیناً اس کی ماں ہوگی۔ جیسا کہ مندرجہ بالا تیتریہ برہمن کے حوالہ سے ثابت ہے۔

دوسری دلیل
ویدوں کی تصنیف سے پہلے ایک اور زبان

ویدوں میں دو قوموں کا ذکر ایک دوسرے کے بالمقابل بکثرت آتا ہے۔ ایک قوم کا نام "آریہ" ہے اور دوسری کا "دسیو" رگوید کے منتر "تسرہ پرجا آریاہ" کی بنا پر برہمن چھتری اور ویش آریہ کہلاتے ہیں۔ منو کہتا ہے کہ ان تین اقوام کے سوا باقی تمام اقوام عالم خواہ آریوں کی زبان بولتی ہوں۔ یا ملیچھوں کی وہ سب "دسیو" کہلاتی ہیں۔ (منو ۱۵/۴۵) آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں ہمیں بتلاتے ہیں کہ آریہ ورت (بندھیاچل پہاڑ اور ہمالیہ کا درمیانی علاقہ) کے علاوہ باقی ممالک کا نام دسیو دیش یا ملیچھ دیش اور اسر دیش ہے۔

رگوید سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دسیوؤں کی بولی آریوں کی بولی سے متفرق تھی۔ اور آریہ ان کو بطور طنز "مردھرواچہ" مہلک زبان والے کہتے تھے۔ رگوید منڈل ۵ سوکت ۱۵ منتر ۲۹۔

جس سے یہ ظاہر ہے کہ ویدوں کی تصنیف سے پہلے ہی دسیوؤں کی بولی آریوں کی زبان سے بالکل جداگانہ تھی جس کا سننا بھی آریہ لوگ اپنے لئے مہلک سمجھتے تھے۔

تیسری دلیل
ویدوں کے زمانہ میں مختلف زبانوں کا رواج

ویدوں سے پہلے نہ صرف ویدوں کی زبان موجود تھی بلکہ بیشمار زبانیں اقوام عالم میں رواج پذیر تھیں چنانچہ اتھروید میں لکھا ہے

جنم بھرتی بہودا وواچسم نانا دھرمانم پرتھوی یتھا اوکسم

مختلف زبانوں والے لوگ مختلف مذاہب رکھتے ہیں۔ اپنی اپنی رہائش کے لحاظ سے۔ (اتھروید کانڈ ۱۲ سوکت ۱ منتر ۴۵)

یہ منتر صاف طور پر بتا رہا ہے کہ اس وقت لوگ اپنے اپنے ممالک کے لحاظ سے مختلف زبانیں اور مختلف مذاہب رکھتے تھے۔

یعنی ویدوں کے زمانہ میں قومیں تھیں مذاہب تھے زبانیں تھیں اور ان میں اختلاف تھا۔ پس ویدوں کی سنسکرت ام الالسنہ ہرگز نہیں۔

چوتھی دلیل
ماگدھی زبان سنسکرت سے پہلے موجود تھی

موجودہ تحقیقات کی رو سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جینی مذہب ہندوستان کا بہت پرانا مذہب ہے۔ جینی علمائے مستشرقین کی تائید سے اس موضوع پر بہت سے مضامین شائع کئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے مذہب کی بنا آدی پرش یا آدی ناتھ پر رکھتے ہیں۔ جو دنیا کے اس موجودہ دور میں سب سے پہلا انسان ہوا ہے۔ اور سنسکرت لغت کی کتابوں میں آدی ناتھ کے متعلق یہی لکھا ہے۔ ویدوں کے زمانہ میں ملک مگدھ پر جینیوں کی حکومت تھی ماگدھ یعنے ملک مگدھ کے رہنے والوں کا ذکر یجروید ۳۰/۲۲-۵ اتھروید کانڈ ۱۵ سوکت ۲ منتر ۵ - ۱۳ - ۱۹ - ۲۵ میں آتا ہے ان کی پراکرت بھاشا یا ماگدھی زبان کو بھی قدامت کا دعویٰ ہے چنانچہ سنسکرت کا ایک شاعر اسے یوں بیان کرتا ہے۔

سا ماگدھی مول بھاشا نرا یا یادی کپکا

برہمانا چوتا لا پا سمبدھا چراپی بھاسر

"ماگدھی ام الالسنہ وہ زبان ہے جسے قدیمی باشندوں اور فرشتوں نے جنھوں نے کوئی زبان نہ سنی تھی بولا۔ اور جس کو علماء نے استعمال کیا۔"

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سنسکرت کے معنے منجھی ہوئی زبان کے ہیں۔ انسان کی قدرتی زبان کو سنسکرت میں پراکرت کہتے ہیں اور ماگدھی پراکرت بھاشا کہلاتی ہے۔ مگدھ کا ملک ویدوں میں بھی گایا گیا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہے کہ وہ کم از کم ویدوں سے پہلے آباد تھا۔ کیونکہ ویدوں میں بخار یا تپ لرزہ کو مگدھ اور موجونت وغیرہ ممالک میں چلے جانے کی دعوت دی گئی ہے۔

(دیکھو اتھروید کانڈ ۵ سوکت ۲۲ منتر ۱۴)

پانچویں دلیل
ہندوستان میں عربی زبان کی قدامت

مہابھارت اور دوسری کتب مقدسہ سے اس قسم کے بیشمار حوالجات مل سکتے ہیں۔ کہ زبان عربی ہندوستان میں ایک شائع شدہ زبان تھی ہندو راجاؤں کے درباروں میں اس کا استعمال ہوتا تھا چنانچہ مہابھارت بتاتی ہے کہ پانڈوں کی جان اسی زبان کی برکت سے بچی تھی۔ کوروں نے جب ان کو تباہ کرنے کے لئے لاکھ یا رال کا ایک محل بنوایا اور دھوکہ دیکر پانڈوں کو اس میں مہمان کیا جس سے منشا یہ تھی کہ محل کو آگ لگا کر ان کو تباہ کر دیا جائے۔ لیکن ودر مہاتما کی عربی دانی اس وقت کام آئی۔ اس نے عربی زبان میں بھائیوں کو اس ہلاکت و فریب دھوکہ سے آگاہ کر دیا اور یہ لوگ اپنی جان سلامت لے کر بھاگ گئے۔ ویدوں کے اکثر راجا اور رشی مہابھارت کے معاصر ہیں یہ امر ویدک رشی دنشاولی (رشیوں کے شجرۂ نسب) سے بھی ثابت ہے۔ پس یہ کہنا بالکل درست اور راست ہے۔ کہ زبان عربی ویدوں کی تصنیف کے زمانہ میں مروج تھی اور اس قدر شائع شدہ اور معروف تھی کہ ہندوستان کے علما اور درباری اس کو بولتے تھے اور سمجھتے تھے۔ شاید بعض ضدی اور متمرد لوگ اس حقیقت کے قبول کرنے سے انکار کریں اس لئے ہم زبان عربی کی قدامت کے متعلق وید اور مستند برہمن گرنتھوں سے شہادت پیش کرتے ہیں۔ (باقی صفحہ ۶)

(باقی صفحہ ۶)

فک مکان برلن

اخویم ڈاکٹر کے اے خاں صاحب نے فک مکان برلن کے لئے جو تحریک کی ہے اس کے سلسلہ میں اخویم ڈاکٹر حسن علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن گوجرانوالہ نے ۱۲۵ روپے کا ایک حصہ خریدنے کا وعدہ کیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

جن احباب نے ابتک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا ضرورت ہے کہ وہ بہت جلد اس طرف توجہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۱۹ | یوم جمعہ مورخہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۵۷

سلسلہ عالیہ احمدیہ اور اس کے مخالفین

معاندین سلسلہ کی باسی کڑھی میں ابال

احمدی احباب کی توجہ کے قابل

کچھ عرصہ سے مخالفین و معاندین سلسلہ حقہ احمدیہ نے حضرت مسیح موعود کے خلاف افترا پردازی و بہتان طرازی کا سلسلہ پھر از سر نو شروع کیا ہے۔ جس کے محرک خلیفہ قادیان کے مباہلی مریدین اور اخبار "زمیندار" ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی شہرت اور طلب زر کے اور تمام ذرائع کو بند دیکھکر یہ خیال کر لیا ہے۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب کے خلاف عوام الناس کے جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کی جائے تو اس سے لوگوں کی توجہ پھر ان کی طرف ہو جائے گی اور حصول زر کا یہ ایک اچھا خاصہ ذریعہ بن جائے گا۔

مباہلہ کانفرنس

حال ہی میں اسی غرض سے امرتسر میں ایک مباہلہ کانفرنس منعقد کی گئی ہے۔ جس میں مولوی صاحبان نے اپنی دریدہ دہنی اور سخافت کا ثبوت بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا حضرت مسیح موعود کے خلاف بہتانات باندھکر اور آپ کے الہامات وکشوف کو تمسخر آمیز پیرایہ میں بیان کر کے چودھویں صدی کے مولویوں کا پورا نقشہ پیش کیا ہے۔ یہ اعتراضات و بہتانات کوئی نئے نہیں۔ انہیں اگلے ہوئے نوالوں کو دوبارہ چبانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو قبل ازیں "زمیندار" کے صفحات پر شایع ہو چکے ہیں ان تمام اعتراضات و بہتانات کا مفصل جواب "زمیندار" ہی میں شایع ہونے کے لئے ہم بھیج رہے ہیں۔ جو امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں قارئین "پیغام صلح" کی بھی نذر کیا جاسکے گا۔ لیکن یہاں ہم چاہتے ہیں کہ مولویوں کی ناحق پسندی اور مباہلہ کانفرنس کی کارروائی پر ایک عمومی نظر ڈالکر قارئین کرام کو بتائیں کہ یہ لوگ مجدد وقت کے مقابلہ میں آکر علم و عقل، صداقت بیانی اور راستبازی بلکہ ایمانداری کی حد سے کس قدر دور جا چکے ہیں۔

روشن خیال مولوی

کانفرنس کے پروگرام میں بہت سے دوسرے "مولانا دُوں" کے علاوہ لاہور کے مولوی غلام مرشد، مولوی داؤد غزنوی، اور مولوی احمد علی صاحب کے اسمائے گرامی بھی درج تھے لیکن یہ سننا موجب مسرت ہے کہ یہ سہ حضرات کانفرنس میں شریک نہیں ہوئے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس قسم کی کانفرنسیں مسلمانوں کے لئے کسی طرح مفید نہیں۔ بلکہ باعث تخریب ہیں۔ مولوی غلام مرشد صاحب تو بارہا اس بات کا اعلان کر چکے ہیں کہ جماعت احمدیہ مسلمانوں کی جماعت ہے۔ ان کو کافر کہنا کسی طرح روا نہیں۔ بلکہ وہ اس جماعت کے ان کاموں میں جن میں کل مسلمانوں کے اتحاد عمل کی ضرورت ہے۔ اپنے مقتدیوں کو شمولیت کی نصیحت فرماتے رہتے ہیں۔ ایسا ہی مولوی داؤد غزنوی بھی جماعت احمدیہ یا کسی اور مسلم جماعت کی تکفیر سے بیزار ہیں۔ اور فرقی جھگڑوں میں پڑنا مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ رہے مولوی احمد علی صاحب وہ بھی باوجود دیوبندی ہونے کے بسا اوقات اس بات کا اعلان کر چکے ہیں کہ وہ کسی کلمہ گو کو کافر نہیں سمجھتے۔

کانفرنس کی ناکامی

غالباً یہی سب سے بڑی وجہ ہے کہ یہ تینوں حضرات اس کانفرنس میں شامل نہیں ہوئے۔ جس کو ہم کانفرنس کی ناکامی کی سب سے بڑی دلیل سمجھتے ہیں۔ یہ فی الحقیقت جماعت احمدیہ کی فتوحات میں سے ہے۔ کہ علما کے اس طبقہ میں جو حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کی مخالفت اور تکفیر پر ادھار کھائے بیٹھا ہے ایسے ایسے لوگ پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جو مسلمانوں کی تکفیر اور انہیں برا بھلا کہنے سے بیزار ہیں۔ تکفیر کے مسئلہ کے خلاف جماعت احمدیہ نے سب سے پہلے علم جہاد بلند کیا۔ جس میں بہت حد تک اسے کامیابی حاصل ہو چکی ہے اور اگر خدا نے چاہا تو وہ دن دور نہیں جب انہیں مولوی صاحبان میں سے ایسے لوگ نکلیں گے جن کی زبانوں پر حضرت مسیح موعود کے متعلق رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ جاری ہوں گے۔

اراکین جمعیۃ العلما

ہم سمجھتے تھے کہ مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلما اور مولوی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلما بھی اسی روشن خیال طبقہ میں سے ہیں۔ کیونکہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا انہوں نے ہم سے درخواست کی تھی کہ مولانا عبد الحق صاحب فاضل سنسکرت کی خدمات عاریتاً انہیں دیدی جائیں۔ تاکہ آریوں کے مقابلہ کے لیے مبلغین تیار کر سکیں۔ اور اس کے علاوہ مولوی احمد سعید صاحب نے حال ہی میں جہاد بالسیف کی عدم ضرورت کا اعلان کر کے اور مولوی کفایت اللہ صاحب نے بنکوں کے سود کو خیراتی اور دینی کاموں کے لیئے جائز ٹھیرا کر حضرت مسیح موعود کی ہم نوائی کی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کی طبائع سے وہ ملا پن ابتک زائل نہیں ہوا۔ جو "واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند" کا مصداق ہے۔

اصولی اعتراض کوئی نہیں

کانفرنس کی کارروائی کی جو رپورٹ ہمارے پاس پہنچی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحبان نے کسی اصولی بات پر تقریر نہیں فرمائی۔ نہ اس سلسلہ کی تعلیمات کا کوئی ذکر کیا بلکہ جیسا کہ ہمیشہ سے ان کا وطیرہ رہا ہے۔ بعض الہامات و پیشگوئیوں پر تمسخر و استہزاء اڑانے میں زیادہ وقت صرف ہوا۔ اور ان میں بھی کئی ایک باتیں خلاف دیانت جھوٹ موٹ تراش کر پیش کی گئیں۔ جس سے ان کی "شرافت" "دیانت" اور "حسن مذاق" کا پتہ لگتا ہے۔ ہم ان پر مفصل تبصرہ کسی آئندہ اشاعت میں کریں گے۔ یہاں ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ مولوی صاحبان کے پاس اس سلسلہ کے خلاف اب کوئی ہتھیار سوائے اس کے نہیں کہ وہ اس قسم کی جھوٹی باتیں تراش کر یا بعض الہامات کو مضحکہ انگیز پیرائے میں بیان کر کے عوام میں اپنی واہ واہ کرالیں۔ کیوں نہیں حیات مسیح پر اصولی رنگ میں روشنی ڈالی گئی۔ کیا کوئی مولوی ایسا کھڑا ہوا جس نے قرآن سے اس بات کا ثبوت دیا ہو کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ اور وہی دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے؟ ہاں ایک مولوی صاحب نے دوران تقریر میں یہ فرمایا کہ مرزا صاحب نے توفی کے معنے نیند کے کئے ہیں ہم نہیں جانتے اس سے کیا ثابت کرنا مقصود ہے۔ مرزا صاحب نے نیند کے بھی معنے کئے ہیں اور موت کے بھی اور یہی قرآن سے ثابت ہے کہ خدا تعالےٰ دونوں طرح توفی کرتا ہے نیند میں بھی اور موت میں بھی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا۔ جہاں تک حضرت عیسےٰ کا تعلق ہے حضرت مرزا صاحب نے نیند کے معنے ہرگز نہیں کئے یہ مولوی صاحب کی چالاکی اور غلط بیانی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسےٰ کی توفی نیند مراد لی ہے۔ کیوں مسیح کی آمد ثانی پر اصولاً روشنی نہیں ڈالی جاتی۔ اور نہیں بتایا جاتا کہ حضرت عیسےٰ کا آنا کہاں تک موافق ختم نبوت ہے؟ حضرت مرزا صاحب کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے حالانکہ انہوں نے نبوت کا دعوےٰ بھی نہیں کیا۔ لیکن خود یہ خیال ہے کہ دو ہزار سال کے نبی کے دوبارہ آنے کے قائل ہیں کیا اس سے ختم نبوت کی تائید ہوتی ہے۔ کیا ایک نبی اسرائیلی نبی کے دوبارہ دنیا میں آنے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی اصلاح کرنے میں خیر امت اور خیر رسل کی عزت ہے۔

کانفرنس ناکامی کی ایک اور دلیل

کاش ان مولویوں کو کچھ خوف خدا ہوتا تو یہ وہ باتیں تھیں جن پر انہیں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیئے تھا۔ اور اگر ان کا ایمان اب ان باتوں پر نہیں رہا تو بھی انہیں سوچنا چاہیے تھا کہ نزول مسیح کی احادیث کا کیا مطلب ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں اگر دیانتداری اور احقاق پیش نظر ہے تو

ان اصولی باتوں کا تصفیہ ہونا ضروری تھا۔ الہامات اور پیشگوئیاں صداقت کا معیار نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ کوئی سنجیدہ انسان ایسی باتوں کو ایک مامور من اللہ کی تکذیب میں پیش کر سکتا ہے۔ یہ فی الحقیقت اس کانفرنس کی ناکامی کی دلیل ہے۔ کہ اصولی باتوں کو چھوڑ کر پبلک کے جذبات کو ناجائز طریق سے برانگیختہ کرنے کی کوشش کی گئی کامیابی تب ہوتی کہ اصولی باتوں پر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جاتا اور متبادلہ خیالات کے لئے جماعت احمدیہ کو بھی دعوت دی جاتی، تاکہ سننے والوں کی آنکھوں کے سامنے تصویر کے دونوں پہلو روشن ہو جاتے

مامور من اللہ کی صداقت

لیکن یاد رکھئے جن اصولی باتوں کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے مولوی صاحبان خود ان کے قائل نہیں۔ ایک بھی مولوی ایسا نہیں جو دل سے حیات مسیح کا قائل ہو۔ اور جب علیحدگی میں راز دارانہ طور پر ان سے پوچھا جائے تو وہ صاف کہدیتے ہیں کہ قرآن سے حیات مسیح ثابت نہیں۔ پس جب مسیح کی زندگی ہی ثابت نہیں تو دوبارہ آنے کا مسئلہ وہ کیونکر بیان کریں کس کو ان احادیث کا مصداق ٹھہرائیں جن میں نزول مسیح کا ذکر ہے۔ مرزا صاحب کو ماننے میں عوام الناس کا خوف دامنگیر ہے۔ اور کوئی دوسری توجیہ ایسی نہیں جو معقولیت کا رنگ رکھتی ہو۔ دجال وہ انگریزوں کو مان چکے ہیں۔ ریل کے خر دجال ہونے میں اب انہیں کوئی شک و شبہ نہیں رہا اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن میں وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر حضرت مسیح موعود کے خیالات کے موید ہیں جو اس سلسلہ کی عظیم الشان فتوحات میں سے ہے۔ کاش وہ اس پر غور کریں کہ جن باتوں کو وہ کل تک کفر قرار دیتے تھے اس کی کیا وجہ ہے کہ آج ان کے اپنے دل ان کے قائل ہو چکے ہیں کیا یہ مامور من اللہ کی صداقت کا ایک کھلا ثبوت نہیں؟ اور کیا ایسی لاکھ کانفرنسیں بھی اگر منعقد ہوں تو ان سب کے بالمقابل یہ ایک ہی بات ایسی نہیں جس سے حضرت مرزا صاحب کی عظمت و راستبازی کا بین ثبوت ملتا ہے؟

کھیت میں کھاد

کانفرنس میں حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ (لاہوری و قادیانی دونوں) کی تکفیر ضروری قرار دی گئی۔ ہم اس بیش بہا تحفہ کے لئے جو ہر زمانہ میں راستبازوں اور ماموروں کو ملتا رہا ہے مولوی عبدالکریم صاحب بانی مباہلہ کانفرنس کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس دن سے مولوی صاحب نے میاں محمود احمد صاحب اور خود اپنی ہمشیرہ اور دیگر خواتین پر بعض ناگفتنی الزامات لگا کر اخبار مباہلہ کو جاری کیا ہے کئی رنگ انہوں نے بدلے ہیں۔ شروع میں صرف میاں صاحب کی مخالفت ان کے پیش نظر تھی۔ اور گو ان کے اخبار مباہلہ میں حضرت مسیح موعود کے متعلق بھی بعض وقت ایسے الفاظ نکل جاتے تھے جو آپ کی عزت و شان کے منافی تھے۔ تاہم وہ اپنے آپ کو ان باتوں سے بری الذمہ ظاہر کرتے اور مسیح موعود کی مریدی کا دم بھرتے تھے۔ لیکن اب تو وہ کھل کھیلے ہیں اور نہ صرف مباہلہ کے سر ممبر میں مسیح موعود کے خلاف بہت کچھ ہرزہ سرائی ہوتی ہے۔ بلکہ مباہلہ کانفرنس کے انعقاد سے انہوں نے اس سلسلہ کی دشمنی کا کھلا ثبوت دیدیا ہے یہ اس نفاق سے بہرحال بہتر ہے جو قبل ازیں انہوں نے اختیار کر رکھا تھا لیکن وہ یاد رکھیں کہ ایسی باتوں سے اس سلسلہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ نفع حاصل ہونے کی امید ہے۔ مامور من اللہ نے ایسی مخالفتوں کو "کھیت میں کھاد" قرار دیا ہے۔ اور ہمارا تجربہ ہے کہ اس سے قبل اشد ترین مخالفت کے زمانہ میں بھی اس نے کھاد ہی کا کام دیا۔ اور خدا نے اس سلسلہ کو ہمیشہ مخالفتوں ہی کے اندر ترقی اور استحکام بخشا۔ اب بھی تمہاری یہ مخالفت ہمارے لئے

جلسہ سالانہ

ہمارے سالانہ قومی اجتماع میں صرف دو مہینے باقی رہ گئے ہیں اگرچہ یہ کوئی بہت بڑی مدت نہیں تاہم اگر تمام جماعتیں اپنی اپنی جگہ جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے ابھی سے تجاویز سوچیں اور ان دینی کاموں کے لئے جو انجمن نے شروع کر رکھے ہیں سرمایہ مہیا کرنے کی فکر کریں تو یہ امید کرنا بیجا نہیں کہ یہ جلسہ قوم کی فلاح و بہبود کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے۔

ہم نے قبل ازیں ان کالموں میں انجمن کی مشکلات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے احباب کرام کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ اگر وہ تھوڑی سی ہمت اور کوشش سے کام لیں اور انجمن کی ضروریات کو بھی اپنی ذاتی ضروریات ہی میں شامل کر کے ان کے پورا کرنے کی فکر کریں تو انجمن ان تمام مشکلات میں سے نکل سکتی ہے اور قوم کے لئے عزت کا موجب ہو سکتی ہے اس کے لئے ذیل کے ذرائع اختیار کرنے ضروری ہیں:-

۱ جن احباب کے ذمہ انجمن کے چندوں کا کوئی بقایا ہے وہ اسکو بہت جلد جلسہ سالانہ سے پہلے صاف کرنیکا انتظام کریں اگر وہ اسکو اسی طرح کا ایک قرض سمجھیں جس طرح بعض لوگ مہاجنوں اور دیگر لوگوں کے قرضوں کو سمجھتے ہیں اسی طرح اس کی ادائیگی کی فکر کریں جس طرح دیگر قرضخواہوں کے لئے انہیں فکر ہوتا ہے تو یقیناً وہ بہت جلد انجمن کے مطالبات سے سبکدوش ہو سکتے ہیں اور انجمن مالی مشکلات میں سے نکل سکتی ہے۔

۲ ہر جماعت اپنے اپنے شہر اور ضلع سے چندہ جمع کرنیکی کوشش کرے اور وفد بنا کر یا فرداً فرداً جس طرح حالات اجازت دیں مسلمانوں کے پاس پہنچیں اور اس انجمن کے کاموں کا ذکر کر کے چندہ کے لئے ان سے اپیل کریں یقیناً خدا کے بہت سے بندے ایسے نکلیں گے جو خدا کے نام پر انجمن کی مدد کر کے داخل حسنات ہوں۔

۳ گزشتہ دو تین سال سے تمام افراد جماعت اپنی دس دن کی آمد جلسہ سے پیشتر دیا کرتے ہیں اب بھی اس کے دینے کا بندوبست کرنا چاہئیے۔

اگر ان ہر سہ امور پر پوری کوشش اور سرگرمی کیساتھ ہر بھائی عمل کرتے اور اس کے علاوہ اپنے عزیزوں دوستوں اور غیر مسلموں کو بھی جلسہ میں شمولیت کی دعوت دیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا قومی اجتماع امسال بہت ہی کامیاب اور قوم کے لئے بہت ہی بابرکت ہو سکتا ہے کیا ہمارے احباب اس طرف ابھی سے توجہ فرمائیں گے؟

سویٹ حکومت کے مظالم

کسی دوسری جگہ قارئین کرام ان شدید ترین مظالم کے مفصل حالات ملاحظہ فرمائیں گے جو سویٹ حکومت نے اسلام اور مسلمانوں پر برپا کر رکھے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ وہ لوگ جو دنیا سے سرمایہ داری کی لعنت کو دور کر کے عدل، انصاف اور مساوات قائم کرنا چاہتے ہیں انکو مذہب کیساتھ اس قدر بغض اور عناد کیوں ہے؟

کیا قرآن اور مذہبی کتب کا چھین لینا مذہبی مدارس کا بند کر کے مسلمان طلبا کو دہریت کی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کرنا مساجد کو ویران کرنے کے لئے نمازیوں پر بھاری ٹیکس لگانا اور حج اور روزوں پر سرزنش کرنا کسی مہذب حکومت کا کام ہے۔ ہم دیر سے روس کی سویٹ حکومت کے ان مظالم کی داستانیں سن رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کو ان مصائب سے نجات دلانے کے لئے کوئی عملی کارروائی نہیں کی جا سکتی، اب ان دور افتادہ بھائیوں کا ایک قافلہ اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر ہندوستان میں پناہ گزیں ہوا ہے یہ ضرورت ہے کہ مسلمانان ہند ان کے لئے سامان زیست بہم پہنچانے کا پورا اہتمام کریں اور گداگری کی لعنت میں انہیں مبتلا ہونے دیں۔

بقیہ صفحہ اول

صاحب آنریری مجسٹریٹ نے اسٹیج پر آپ کے حسن بیان اور خوبی دلائل کا اعتراف کرتے ہوئے مرزا صاحب سے درخواست کی کہ "ہمارا خیال ہے کہ آپ علاقہ کے علما میں بیداری پیدا کریں تاکہ یہ لوگ بھی کام کرنے کا ڈھنگ سیکھ کر مسلمانوں کی ترقی کا باعث بن سکیں۔ آپ کی دوبارہ آمد پر اس کے لئے ایک جلسہ کا انتظام کیا جائے گا۔"

ہم مرزا صاحب کو اس کامیابی پر مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اور اخویم مکرم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب اسسٹنٹ سرجن، شیخ محمد عبداللہ صاحب وکیل میونسپل کمشنر اور اخویم ارشاد علی صاحب اور ان تمام دوستوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس موقع پر اپنے جوش اور سرگرمی کا اظہار کیا۔

مقدمات

ہمارے شملوی دوست شیخ محمد لطیف صاحب کے برادر اکبر لاہور میں ایک فوجداری مقدمہ میں ماخوذ ہیں جس کی وجہ سے انہیں بہت پریشانی لاحق ہے۔ چند دن ہوئے شیخ صاحب ممدوح خود چھٹی لے کر یہاں آئے تھے۔ لیکن رخصت ختم ہونے پر انہیں واپس جانا پڑا۔ اب اخویم بابو عبدالعزیز صاحب اسی سلسلے میں یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ۲۳ اکتوبر کو مقدمہ کی پیشی تھی ملزم کی طرف سے ضمانت کی درخواست پیش ہونے والی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ ناکامی رہی . . . . ۔ احباب کرام دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ انہیں اس مصیبت سے نجات دے۔

اخویم حبیب الرحمن صاحب جمشید پور کے مقدمہ کا مفصل حال قارئین کرام ان کالموں میں پڑھ چکے ہیں۔ اس کے بعد ۲۸، ۲۹ ستمبر اور پھر ۱۰ اکتوبر کو استغاثہ کے گواہوں پر جرح ہوئی مولوی عبداللطیف صاحب وکیل جو جمشید پور سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں اور مسلمانوں کے بہت ہی ہمدرد ہیں۔ ہر پیشی پر مقدمہ کی پیروی کے لئے آتے ہیں۔ اور نہایت قابلیت سے کام کر رہے ہیں۔ احباب کرام اس مجاہد بھائی کی مخلصی کے لئے دردِ دل سے دعا کریں۔

عیادت

اخویم مکرم ڈاکٹر حسن علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن گوجرانوالہ کا دس سالہ بچہ ٹائیفائیڈ (تپ محرقہ) سے بیمار ہے۔ احباب کرام اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔

مکرم مولانا عبدالہادی صاحب کا صاحبزادہ عبدالہادی کچھ دنوں سے تپ دق میں مبتلا تھا۔ لیکن اب خدا کے فضل سے بہت آرام ہے۔ مولانا کے تازہ خط سے یہ معلوم کر کے بہت ہی خوشی ہوئی کہ عزیز موصوف کا وزن دن بدن بڑھ رہا ہے بخار اب نہیں ہے۔ خشک کھانسی ہے۔ لیکن اسے موسم کا اثر بتایا جاتا ہے۔ خدا نے چاہا تو جلد شفا ہو جائے گی۔ احباب کرام دعا فرماتے رہیں۔

اخویم مکرم ڈاکٹر سعید احمد صاحب کے متعلق اگرچہ کوئی تازہ اطلاع نہیں آئی لیکن ان کے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ اور ان تمام بھائیوں سلسلہ کو جو کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا ہوں خدا صحت و نجات بخشے۔

تعزیت

مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔اے جو ہمارے سلسلہ کے ایک

آنحضرت صلعم پر مرگی کا افترا!

عیسائیوں کا ناپاک پروپیگنڈا

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے قلم سے)

عیسائی مورخین کا طریق استدلال

یورپ کے مورخین میں اکثر یہ مرض پایا جاتا ہے کہ واقعات تاریخ کو اپنے نقطۂ نگاہ کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور ان سے من ملنے نتائج نکال لیتے ہیں جو اصل حقیقت سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ زمانہ گزشتہ کے مورخین کا خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم قاعدہ یہ تھا کہ وہ صرف واقعات تاریخی نقل کر دیا کرتے تھے ان کے اسباب و علل کی تحقیقات کرنے کی عادت نہ تھی۔ اور نہ ان کے نتائج پر نگاہ ڈالنا ضروری سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ واقعات جب یورپین مورخین کے ہاتھ آئے تو انہوں نے ان واقعات کو اسباب و نتائج کی لڑی میں پرونا چاہا اور پھر اس وقت جو جس کی سمجھ میں آیا ان واقعات کے اسباب قائم کر لئے۔ اگر دل میں تعصب اور کسی شخص سے حسد یا ناراضگی ہوئی تو اس کے واقعات زندگی کے اسباب کی بنیاد ہمیشہ بدی اور بدنیتی پر رکھی۔ جو محض ان مورخین کی اپنی نیتوں کا انعکاس ہوتا ہے۔ یورپ کے پادری منش عیسائی مورخین نے یہی معاملہ تاریخ اسلام کے ساتھ کیا مثلاً مسلمانوں نے جو لڑائی بھی لڑی ہے اس کے اسباب یہ لوگ ہمیشہ لوٹ اور خونریزی اور بدنیتی ہی پر مبنی رکھیں گے۔ کبھی دوسرے واقعات پر تحقیق کی نظر ڈال کر صحیح نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ چونکہ ذہن میں مسلمانوں کو مکار، دغاباز، خونی ڈاکو، شہوت پرست پہلے سے فرض کر لیا ہے۔ یا انہیں ایسا مشہور کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اب ان کی تمام تاریخ کو اسی رنگ میں بیان کریں گے۔ کہ پڑھنے والا یہ سمجھے گا کہ تمام عمر جو کچھ وہ لوگ کرتے رہے انہی برے منصوبوں کے ماتحت کرتے رہے۔ غیر متعصبانہ رنگ میں تحقیقات کرنے کا مادہ یورپین مورخین میں سے بہت تھوڑوں کو نصیب ہوا ہے۔ ایشیا کی بالعموم اور مسلمانوں کی بالخصوص تحقیر جو اہل یورپ کے مدنظر تھی اس نے مسلمانوں کی تاریخ کو اکثر ایسے ہی رنگ میں ان سے لکھوایا۔ اور بعض جگہ تو اپنے خیالات کی بنا پر بہت سے فرضی واقعات قیاس کر کے تاریخوں میں لکھ دیئے اور پھر ان قیاسات کو اس رنگ میں لکھتے ہیں کہ وہ بادی النظر میں تاریخی واقعات معلوم ہوتے ہیں۔

ایک عجیب وغریب مثال

اس کی ایک عجیب وغریب مثال پیش کرتا ہوں پادری منش عیسائی مورخ لکھتے ہیں کہ محمد صاحب (صلعم) نے ایک کبوتر پالا ہوا تھا اور آپ نے اپنے کان میں غلہ کے دانے رکھکر اس کبوتر کو ایسا سدھایا ہوا تھا کہ آپ کے اشارہ پر وہ آجاتا تھا اور کان میں سے دانے کھانے لگ جاتا تھا اور آپ لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ روح القدس آیا ہے۔ اور وہ میرے کان میں خدا کی وحی ڈال رہا ہے" اس واقعہ کو پڑھکر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی تاریخی واقعہ ہے۔ جو کسی پرانی تاریخ میں یا حدیث کی کتاب میں مذکور ہوگا۔ یا کم سے کم اتنا تو لکھا ہوگا کہ وحی کے وقت ایک کبوتر آنحضرت صلعم کے کان میں وحی کے الفاظ ڈالتا تھا۔ لیکن اہل علم پر بخوبی روشن ہے کہ ایسا کوئی واقعہ کسی اسلامی تاریخ یا حدیث کی کتاب میں نہیں تو پھر یہ کہاں سے آیا؟ یہ پادری منش مورخ کے دماغ میں سے آیا۔ کیوں آیا؟ صرف اس لئے کہ عیسائیوں کی انجیل میں ایسا لکھا ہے کہ حضرت مسیح پر روح القدس کبوتر کی شکل میں نازل ہوتا تھا اس مورخ نے جب پڑھا کہ محمد رسول اللہ صلعم نے یہ دعوے کیا تھا کہ میں نبی ہوں۔ اور مجھ پر جبرائیل یا روح القدس نازل ہوتا ہے تو اس نے فوراً فرض کر لیا کہ ضرور ان پر بھی مسیح کی طرح کوئی کبوتر ہی نازل ہوتا ہوگا۔ لیکن حضرت مسیح تو اس کے نزدیک سچے تھے اس لئے ان کا کبوتر ان کے کان میں دانہ کھانے نہیں آتا تھا بلکہ خدا کا کلام ان کے کان میں ڈالتا تھا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ اس کے نزدیک (نعوذ باللہ) جھوٹے تھے۔ اس لئے قیاس کر لیا کہ ان پر جو کبوتر آتا ہوگا تو ضرور ہے کہ وہ دانہ کھانے آتا ہو نہ کہ خدا کے کلام کا حامل بنکر۔

قابل غور نکتہ

ذرا غور فرمایئے کہ کس طرح اپنی انجیل کی بنا پر ایک غلط عقیدہ کو لیکر اس پر ایک فرضی واقعہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق قیاس کر کے اسی رنگ میں تاریخ میں لکھدیا کہ پڑھنے والے کو سخت دھوکا لگ جاتا ہے۔ اس نے ذرا بھی پروا نہیں کی۔ کہ تحقیقات کر تا کہ اسلام میں وحی کے متعلق عقیدہ کیا ہے۔ حالانکہ اسلام میں وحی کا نزول قلب پر مانا جاتا ہے وہ ایک روحانی امر ہے جس کا انسان کے قلب اور باطن سے تعلق ہے۔ نہ کہ کوئی مادی چیز ہے۔ جسے کبوتر لیکر آتا۔ اس مورخ نے چونکہ آنحضرت صلعم کو پہلے ہی سے نعوذ باللہ جھوٹا فرض کر لیا تھا یا آپؐ کو ایسا ظاہر کرنا چاہا اس لئے تحقیقات کرنا اس کے لئے حرام تھا۔ اسے سب سے پہلی فکر یہی ہوئی کہ کسطرح آپؐ کی وحی کی جو اس کے خیال میں کبوتر لایا کرتا تھا کوئی ایسی تشریح کردے جس سے نعوذ باللہ آپؐ کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یورپین اقوام میں قوم پرستی کا یہ عالم ہے کہ کوئی یورپین کسی تاریخ میں کوئی کیسا ہی فرضی من گھڑت واقعہ لکھدے دوسرے اس کی سند پر اسے نقل کرتے چلے جائیں گے۔ اور تحقیقات کے تمام دعووں کو پس پشت ڈالکر کبھی اس بات کی پڑتال نہیں کریں گے کہ اس پہلے راوی نے یہ جو جھک مارا ہے تو اس کی سند کیا ہے۔ اور بنیاد کونسی ہے؟

مرگی کا ناپاک الزام!

میرا مطلب یہ نہیں کہ سب ہی ایسے ہیں۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ ان میں سے اکثر ایسے ہی ہیں اسلام سے بالخصوص کچھ انہیں جبلی تعصب معلوم ہوتا ہے۔ تمام حق پسندیاں ختم ہو جاتی ہیں جب اسلام یا پیغمبر اسلام کا ذکر آجاتا ہے مثلاً ایک شریر طبع متعصب عیسائی مورخ نے جھوٹ لکھدیا کہ آنحضرت صلعم کو مرگی پڑتی تھی اور آپ کہدیا کرتے تھے کہ یہ مجھ پر وحی ہوئی ہے۔ اب جو یورپین مورخ پادری منش مورخ بولے گا یہی بولے گا۔ لیکن ان کور باطنوں سے کوئی پوچھے کہ یہ تم نے کس کتاب سے لیا ہے تو اس کا جواب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارا قیاس ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ سخت کڑاکے کی سردی میں بعض دفعہ جسم پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا جسم اس قدر بوجھل ہو جاتا تھا کہ آپ کی اونٹنی بیٹھ جایا کرتی تھی اور ایک دفعہ آپ کا سر مبارک ایک صحابی کے زانو پر تھا اور آپ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی۔ تو وہ صحابی کہتے ہیں کہ بوجھ سے میرا زانو ٹوٹنے لگا۔ میں کہتا ہوں کیا یہی وہ واقعات ہیں جن سے مرگی کا قیاس کیا گیا۔ کیا انہی خبیث مورخین کے بھائی بند یورپین ڈاکٹروں نے کہیں مرگی کے یہ علامات لکھے ہیں؟ قطعاً نہیں۔ تو پھر مرگی کہاں سے آئی۔ محض تعصب اور کور باطنی کی وجہ سے۔

مرگی کے علامات

کیا مرگی ایسی چیز ہے جو چھپی رہتی ہے۔ کیا عرب کے لوگوں نے مرگی کے دورے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ کیا آج جاہل سے جاہل آدمی بھی مرگی والے کو شناخت نہیں کر لیتا۔ اس کے دوروں کی شکل اور اس کی علامتیں دوسری۔ اس میں غشی کا ہونا لازم ہے ہاتھ پاؤں میں تشنج بھی ہوتا ہے منہ سے جھاگ کا آنا اور دانتوں میں زبان کا کٹ جانا مشہور علامتیں ہیں۔ جن کو ہر کوئی جانتا ہے۔ اگر تشنج نہ بھی ہو تب بھی اس دورے کے بعد مریض عجیب عجیب نفرت انگیز حرکتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ (Osler) کی کتاب (Practice of Medicine) پڑھو وہ بغیر تشنج (convulsions) کی مرگی کے متعلق لکھتا ہے:-

After the attack the [illegible] may be dazed a few seconds & perform certain automatic actions which may seem to be volitional. As mentioned undressing is a common action, but all sorts of odd actions may be performed some of which are awkward or even serious.

وحی کے علامات

کجا یہ علامتیں اور کجا وحی کے وقت ایک حالت ربودگی کا طاری ہونا یعنے غیر اللہ سے انقطاع کی حالت طاری ہونا جو وحی الٰہی کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ باطنی قویٰ کے کام کرنے کے تب ضروری ہے کہ حواس ظاہری کا تعطل ہو۔ تا حواس خمسہ باطنی پوری طرح کام کریں۔ اس روحانی بوجھ اور کوفت کی وجہ سے بدن کا عرق عرق ہو جانا ایک لازمی امر ہے۔ رہ گیا دوسرے لوگوں کا غیر معمولی بوجھ محسوس کرنا یہ ایک احساس ہے جو دوسروں کو ہوتا تھا اور یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ ایک خارق عادت امر تھا جو محض دماغی تخیل کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ اس کا احساس دوسروں تک منتقل ہوتا تھا۔

مرگی زدہ کی حالت

کیا مرگی میں یہی ہوا کرتا ہے۔ کیا کوئی دنیا میں طب کی کتاب ہے جس میں یہ علامات مرگی کی لکھی ہوں۔ مرگی تو دماغ کی بیماری کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ایسا شخص لازمی امر ہے کہ دماغ کا نہایت کمزور ہو وہ کوئی دماغی محنت نہیں کر سکتا۔ وہ چڑچڑا، ڈرپوک، بزدل،

غیر مستقل مزاج، جلدی تھک جانے والا ہوگا۔ اعلیٰ درجہ کی حکمت اور دانائی کی باتیں اس کے دماغ سے قطعاً نکل نہیں سکتیں۔ اس کے اخلاق میں مطلقاً فضیلت کا رنگ نہیں ہو سکتا۔ اس کی عام صحت خراب۔ رنگ زرد۔ خون تپلا اور ناقص اور جسم لاغر ہوگا ایسا آدمی دنیا میں کوئی بڑا کارنامہ نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ اتنا کام بھی نہیں کر سکتا جتنا کہ معمولی صحت والا آدمی کر لیتا ہے۔ اس کی جان کے لالے ہر وقت پڑے رہتے ہیں۔ کہ کہیں دورہ کے وقت آگ میں گر کر جل نہ جائے۔ یا پانی میں ڈوب کر مر نہ جائے

رسول اللہ صلعم کے جسمانی اور اخلاقی کارنامے!

کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں ایسی کوئی کمزوری نظر آتی ہے؟ کوئی ہے پادری جس میں یہ جرأت ہو کہ آپ کی مقدس اور کامل زندگی میں ایسا کوئی داغ بتا سکے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ آپ کی صحت نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ رنگ سرخ و سپید تھا۔ میدان جنگ میں بہادری کے وہ کارنامے دکھائے کہ کیا کسی پہلوان یا سپہ سالار یا پہلوان نے دکھائے تھے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم جنگ کی گھمسان میں جب گھبرا جاتے تھے تو رسول اللہ صلعم کے سائے میں پناہ لیتے تھے۔ کیا وہ پتھر جو کسی کے بھاوڑے سے نہ ٹوٹتے تھے۔ وہ آپ کے قوت بازو سے پارہ پارہ نہ ہو جاتے تھے؟ کیا ایسی مضبوط صحت و قوت بازو کا انسان مرگی زدہ ہو سکتا ہے؟ بالمقابل آپ نے علم اور نرمی، عفو و شفقت کے جو نمونے دکھلائے فتح مکہ کے وقت یا دوسرے اسی قسم کے مواقع پر آپ نے جس قسم کے حوصلے اور فیاضی کے نمونے دکھائے ہیں۔ کیا وہ چڑچڑے مرگی زدہ دماغ کا نتیجہ ہو سکتے ہیں؟ وہ علم و حکمت کا دریا جو آپ کی زبان فیض ترجمان سے جاری ہوا جس سے سارا عرب بلکہ سارا جہان فیض یاب ہو گیا۔ جس نے سارے ملک عرب کی کایا پلٹ کر دی۔ جس نے وحشی درندوں کو مہذب اور با خدا اور مشرکوں کو موحد اور توہم پرستوں کو معقول پسند انسان بنا دیا۔ کیا وہ علوم اور فیض ایک مرگی زدہ دماغ میں سے نکل سکتے ہیں۔ اور یہ کارہائے نمایاں مرگی زدہ مریض کر سکتا ہے؟ کیا کوئی مرگی زدہ دنیا میں دیکھا گیا جس نے جن اعلیٰ درجہ کے مقاصد کو اپنے سامنے رکھا اس پر ۲۳ سال تک برابر نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ قائم رہا اور ۔۔ تمام ملک اور اقوام کی مخالفت کے باوجود وہ کامیاب بھی ہو گیا۔ کیا کسی مرگی زدہ کو ایسا ان تھک کسی کو پایا کہ وہ راتیں عبادت میں کاٹتا ہو۔ اور دن تبلیغ و وعظ میں۔ مسجد میں نمازوں کی امامت بھی کرتا ہو اور گھر میں بیویوں کو گھر کے تمام کاموں میں مدد بھی دیتا ہو۔ دشمنوں کا مقابلہ بھی بوجہ احسن کرتا ہو۔ اور دوستوں کو جو الٰہی محض تھے۔ علم و حکمت کی تعلیم بھی دیتا ہو۔ انتظام کے وقت بادشاہ ہو۔ جنگ کے وقت سپہ سالار بھی ہو۔ مقدمات کے فیصلہ کے وقت جج بھی ہو۔ ٹوکری ڈھونے کے وقت مزدور بھی دہی ہو۔ شبخون کے موقع پر قوم کا پاسبان بھی ہو۔ ظالم کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا بھی ہو۔ دوستوں کی ہمدردی تیمارداری اور امداد کے وقت وفادار دوست بھی ہو اور بیواؤں، یتیموں کا حامی کار بھی ہو۔ جاؤ دنیا بھر کے ڈاکٹروں کو اکٹھا کرو۔ اور یہ واقعات ان کے سامنے رکھو اور نام مت لو کہ یہ واقعات زندگی کس شخص کے ہیں اور ان سے رائے طلب کرو کہ کیا یہ کارنامے کسی مرگی زدہ آدمی کے ہو سکتے ہیں؟ تو وہ بالاتفاق کہیں گے کہ یہ تو کسی ایسے شخص کے ہیں جس کی صحت جسمانی و دماغی نہایت اعلےٰ اور اکمل پیمانہ پر تھی۔ اچھی سے اچھی صحت و دماغ کا انسان ان کاموں کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکتا۔

پس اگر مرگی کا یہی اثر ہے تو کاش کہ کل دنیا کے لوگ مرگی زدہ

ہو جائیں۔ تا ان سے ایسے اخلاق فاضلہ اور اعلےٰ درجہ کے کارنامے ظہور میں آئیں۔

کامیاب ترین انسان

غور کرو! آج وہ تمام وحی اور علم و حکمت کے درشہوار ہمارے سامنے موجود ہیں اور زیر وہ تمام علوم غیبیہ اور معارف و حقائق ادنیہ جو ان میں مستور ہیں۔ اور جو اس وقت بتائے گئے تھے جب آنحضرت صلعم نہایت بے کسی اور بے بسی کی حالت میں دکھ پر دکھ اٹھا رہے تھے اور پھر وہ نہایت قوت اور شوکت کے ساتھ بعد میں پورے ہوئے۔ اور آپ کی ان پر تحدی پیشگوئیوں کے مطابق (جو اس وقت کی گئی تھیں جب واقعات صراحتاً ان نتائج کے خلاف تھے) تمام واقعات ظہور میں آئے۔ اور اس طرح خالق نے جو اس کلام کا بھیجنے والا تھا۔ اپنی قدرت نمائی سے اس کلام کی صداقت پر مہر لگا دی۔ ان پر غور کرو اور بتاؤ کہ کیا ایک مرگی زدہ آدمی کا دماغ ایسا فصیح و بلیغ اور پُر از علم و حکمت کلام ایجاد کر سکتا ہے اور قبل از وقت پیشگوئیاں مشتمل بر علوم غیبیہ کر سکتا ہے جن کے خلاف کل عرب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور ناکامیاب ہوئے اور وہی ہوا جو خدا نے فرمایا تھا۔ کیا اسی کا نام مرگی ہے؟ اگر یہ مرگی تھی تو اے کاش حضرت مسیح کو بھی ایسی ہی مرگی پڑتی تو وہ دنیا سے اس طرح ناکام نہ جاتے۔ کہ مار کھاتے کھاتے صلیب پر چڑھا دیئے گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ ایلی ایلی لما سبقتانی کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ مرگی تو بڑی مبارک ہے۔ جو اپنے اندر کامیابی کا معراج رکھتی ہے۔ یہ مرگی مبارک ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ خود برٹش انسائیکلوپیڈیا میں اسی بات کا یورپ نے اعتراف کیا ہے۔ کہ "مذہبی شخصیتوں میں سے محمد (صلعم) سے بڑھ کر کوئی شخصیت کامیاب نہیں ہوئی" یہ مرگی نہیں بلکہ عیسائیوں کا پروپیگنڈا ہے۔ اس شخص کو جو لاثانی علم و حکمت کا معلم اور بے نظیر تہذیب و تمدن کا بانی تھا۔ اور جو تقویٰ اور اخلاق فاضلہ توحید و خدا پرستی کا کامل نمونہ اپنے وجود میں رکھتا تھا اور کامیابی جس کے قدموں میں آنکھیں بچھاتی تھی جس کی تعلیم نے عرب بلکہ کل دنیا کے ظلمتکدوں کو علم و یقین کی روشنی سے منور کر دیا۔ اسے مرگی زدہ کہنا درحقیقت انہی لوگوں کا کام ہے جو دراصل حسد اور تعصب کی مرگی میں خود مبتلا ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

چھٹی دلیل

ویدوں میں عرب کا ذکر

ویدوں میں ایک لفظ عروا آتا ہے۔ یہ لفظ اور اس کے مشتقات چاروں ویدوں میں بکثرت ملتے ہیں سام وید میں سات مرتبہ یجروید میں ۵ مرتبہ اتھروید میں دس مرتبہ اور رگ وید میں کم و بیش سو مرتبہ اس لفظ کا استعمال موجود ہے۔ عام طور پر اس کے معنے گھوڑے کے کئے جاتے ہیں۔ سوامی دیانند جی نے بھی

اس کے معنے اکثر و بیشتر گھوڑا ہی بتائے ہیں لیکن قابل غور یہ امر ہے کہ یہ لفظ اکثر و بیشتر چند دوسرے اسماء کے ساتھ آیا ہے۔ ان کے معنے بھی عام طور پر گھوڑا ہی کئے جاتے ہیں۔ مثلاً:-

(۱) واجی عروا۔ (یجروید ادھیائے ۱۱۔ منتر ۱۹)

(۲) اشو و اسی، عروا اسی، واجی اسی (یجروید ادھیائے ۲۲ منتر ۱۹)

(۳) عروا اجائیت آشو اشوہ (یجروید ادھیائے ۲۹ منتر ۹)

(۴) واجی عروا اسی (یجروید ادھیائے ۲۹۔ منتر ۲۳)

ان منتروں میں لفظ واجی، اشو، اور عروا تینوں کے معنے گھوڑا کئے جائیں تو عبارت بے معنی اور تکرار لایعنی معلوم ہوتی ہے اس بنا پر ان جملوں کا ترجمہ یوں ہوگا۔

(۱) گھوڑا۔ گھوڑا۔

(۲) تو گھوڑا ہے۔ تو گھوڑا ہے۔ تو گھوڑا ہے۔

(۳) گھوڑا پیدا ہوا، تیز رفتار گھوڑا۔

(۴) گھوڑا گھوڑا تو ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عروا گھوڑے کی ایک خاص قسم کا نام ہے اگر اس لفظ عروا کے معنے عرباً یا عربی کر دیئے جائیں تو ان تمام جملوں کا ترجمہ صحیح ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں مندرجہ بالا جملوں کا ترجمہ یہ ہوگا۔

(۱) عربی گھوڑا۔

(۲) تو گھوڑا ہے تو عربی ہے تو تیز رفتار ہے۔

(۳) تیز رو عربی گھوڑا پیدا ہوا۔

(۴) عربی گھوڑا تو ہے۔

عجیب نکتہ یہ ہے کہ سوامی دیانند جی نے یجروید $\frac{29}{24}$ کے ترجمہ میں عروان کے معنے عالم شخص کئے ہیں۔ پس لازمی طور پر لفظ عروا کے معنے گھوڑے کے نہیں بلکہ عرب کے ہیں۔ اس بحث سے یقینی طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ ویدوں کے زمانہ میں جس طرح سندھ قیمتی گھوڑوں کے لئے (رگوید $\frac{9}{2}$ ۱۰) قندھار گھوڑوں کی اون کے لئے (رگوید $\frac{126}{2}$ ۱) مشہور تھا اسی طرح عرب بھی تیز رفتار گھوڑوں کے لئے شہرت پذیر تھا۔ چنانچہ اتھروید میں ایک جگہ عربی گھوڑے کی یوں تعریف کی گئی ہے۔

اے عربی گھوڑے وہ تیز رفتاری جو تجھ میں پوشیدہ ہے۔ ہاں وہی تیز رفتاری جو باز یا ہوا کو عطا کی گئی ہے۔ تو اس کے ساتھ اے باد رفتار گھوڑے جنگ کے حادثہ میں حفاظت کرتے ہوئے اور طاقت پر طاقت حاصل کرتے ہوئے جنگ کو فتح کر (اتھروید کانڈ ۶ سوکت ۹۲ منتر ۹)

عروا آریہ ورت یا ہندوستان کا گھوڑا نہیں

شاید کسی آریہ کے دل میں اب بھی یہ گدگدی اٹھے کہ عروا کے معنے عربی کرنا ہماری اپنی اختراع ہے۔ اس لئے ان معنوں کی تصدیق میں شتپتھ برہمن کا بھی ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ شتپتھ برہمن کانڈ ۱۰ ادھیائے ۶ برہمن ۴ میں لکھا ہے کہ دیوتاؤں کی سواری کا گھوڑا ہیہ ہے۔ گندھروں یعنی نیم دیوتاؤں کی سواری کا گھوڑا واجن ہے۔ اسروں (غیر آریوں) کی سواری کا گھوڑا عروان ہے اور عام لوگوں کی سواری کا گھوڑا اشو ہے۔ پس عروا گھوڑا اسروں یعنے غیر آریہ لوگوں کی سواری کا گھوڑا ہے۔ اور وہ دنیا میں عربی گھوڑے کے سوا اور کوئی نہیں۔ وید کے ان حوالجات سے ثابت ہے کہ ویدوں سے پیشتر عرب آباد تھا اور اپنے تیز رفتار اعلےٰ گھوڑوں کے لئے بہت مشہور بھی تھا۔

ساتویں دلیل

عربی زبان سنسکرت کی ماں ہے

شتپتھ برہمن کانڈ ۳ ادھیائے ۲ برہمن ۱ کنڈکا ۱۸ و ۲۳ میں لکھا ہے "دیوتا اور اسر (آریہ اور غیر آریہ) دونوں مخلوق کے مالک (پرجاپتی) سے برآمد ہوئے۔ اور اپنے باپ کی جائداد کے وارث ہوئے۔ دیوتاؤں (آریوں) نے خیال اور اسروں نے زبان کا ورثہ پایا۔ دیوتا یگیہ (قربانی) کے لئے آگے بڑھے اور اسر زبان کے لئے دیوتاؤں نے اشارہ کر کے زبان کو حرکت دے کر اسروں سے زبان کو جدا کر لیا۔ اور اسر نے الٰہ ہے الٰہ کہتے

دنیائے اسلام کی اہم معلومات

رہ گئے - یہ "ہے اِلٰہ ہے اِلٰہ"، ناقابل فہم زبان تھی جو ان کے منہ سے نکلی اور جو اس کو بولتا ہے وہ ملیچھ ہے - اس لئے کوئی برہمن ملیچھ زبان کو نہ بولے - کیونکہ یہ اسروں کی زبان ہے"

اس حکایت کو غور سے پڑھو - آریہ ابتداً بے زبان تھے اور اسر زبان دان - آریوں نے ان سے زبان کو اشارات کے ذریعہ سیکھا اور اس میں کتر بیونت کر کے سنسکرت بنائی - اپنے معلموں کے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ ان کو اسر اور ملیچھ کا خطاب دیا - اور ان کی زبان کو جو سنسکرت کی ماں تھی ملیچھ بھاشا قرار دیا - اور اپنی زبان کو جو اس کی بیٹی تھی شدھ اور پوتر سمجھ کر سنسکرت بھاشا (آراستہ پیراستہ' درست کی ہوئی) زبان کہنے لگے -

اسر خدا پرست تھے - اس لئے ان کے منہ سے اے الٰہ اے الٰہ نکلا - آریہ مشرک تھے - اس لئے ان سے نفرت کرتے تھے - اسروں کے منہ سے الٰہ الٰہ نکلنا ہی ثابت کرتا ہے کہ ان کی زبان عربی تھی -

درس قرآن کریم

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ۲۶ر اکتوبر سے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بعد از نماز مغرب قرآن کریم کا درس دینا منظور فرمالیا ہے - جن احباب کو جناب ڈاکٹر صاحب ممدوح کا درس سننے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں ڈاکٹر صاحب ممدوح کس قدر گہری معلومات رکھتے ہیں - امید ہے کہ تمام احباب اس درس میں ضرور شامل ہونگے اور اپنے دوستوں کو بھی لائیں گے -

سوویٹ حکومت اور مسلمان

جس دن سے روس میں بولشوزم نے قدم رکھا ہے مذہب کے خلاف اس نے اس قدر تشدد اور ظلم وستم برپا کر رکھا ہے کہ الامان والحفیظ حال ہی میں روسی علاقہ مشرقی ترکستان سے بہت سے مسلمان اس مذہبی تشدد سے تنگ آئے ہوئے اپنے گھروں اور وطن مالوف کو چھوڑ کر پنجاب میں ہجرت کر آئے ہیں - ان میں سے قریباً تیس کسانی مسلمان دہلی پہنچے ہیں - یہ تمام لوگ کاشتکار ہیں جو بڑے درجے کے زمیندار یا تاجر ہیں - بخارا کے قریب ان کا وطن ہے - "اسٹیٹسمین" کے نامہ نگار سے انہوں نے بیان کیا کہ ماسکو (دارالخلافہ روسیہ) مذہب کے خلاف جنگ وجدال شروع ہوئے پانچ سال گزر گئے ہیں - یہ ظلم وتشدد دن بدن بڑھ رہا ہے - اور ایک سچے مسلمان کے لئے اس علاقہ میں رہنا بہت مشکل ہو گیا ہے - سب سے پہلے مدارس اور تبلیغی اداروں میں مذہبی تعلیم کو بند کیا گیا - اور ہوتے ہوتے اب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ قرآن اور مذہبی کتب چھین لی جاتی ہیں - مساجد سے مسلمانوں کو روکنے کے لئے حکومت نے تمام مسلمان نمازیوں پر بڑے بڑے ٹیکس لگا دئے ہیں - جن مذہبی رہنماؤں نے اس کی مخالفت کی ان کو جیلخانوں میں بھیجد یا گیا - گولیوں کا نشانہ بنایا گیا - یا ماسکو بھیجد یا گیا - جہاں سے ان کی کوئی خبر نہیں آئی - مذہبی مدارس بند کر دئے گئے اور مسلمان طلبہ کو ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا جہاں دہریت کی تعلیم دی جاتی تھی - اسلامی طریق ازدواج کو ناجائز قرار دیا گیا - اور جس مسلمان کو شادی کرنی ہوتی اسے ایک ایسی رسم ادا کرنی پڑتی جسکو غیر مسلم سوویٹ افسر سرانجام دیتا ہے - حج کو جانے کے لئے پاسپورٹ بند کر دیئے گئے - اور مذہبی طور پر روزہ رکھنا قابل سرزنش قرار دیا گیا - ایسے شدید ترین مظالم کی تاب نہ لاکر ان لوگوں نے اپنے بیوی بچوں اور جو کچھ ان کے پاس تھا ترک کر کے وطن مالوف سے ہجرت کی ان میں سے اکثر نے اپنی عورتوں کو طلاق دیدی - یہ سب پہلے چینی ترکستان گئے وہاں سے چترال اور پھر بٹ در آئے - اور اب دہلی پہنچ گئے ہیں یہ تمام سفر انہوں نے خچروں پر طے کیا یا پیدل - اور تمام رستے محنت مزدوری یا لوگوں کی خیرات پر وہ گذر اوقات کرتے رہے - اس بے خانماں گروہ کا ارادہ اب ہندوستان میں سکونت اختیار کرنے کا ہے - ان کی تمام امیدیں ہندوستانی مسلمانوں کی کشادہ دلی پر ہیں - وہ اپنے وطن کو صرف اسی صورت میں واپس جاسکتے ہیں کہ وہاں مذہبی تشدد ختم ہو جائے - ورنہ یہیں عمریں گزارنے کا ارادہ انہوں نے کر لیا ہے -

عیسائیت کا نظام تبلیغ

ممالک اسلامیہ اور ہندوستان کی حالت مسلمانوں کے سامنے ہے - یہ ملک ۱۲۵ سو سال پہلے عیسائیت کے وجود سے قریباً پاک تھا - اب یہاں ۶۰ لاکھ کے قریب عیسائی موجود ہیں - ۱۹۳۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ دس سال کے اندر صرف پنجاب میں عیسائیوں کی ۵۲ فیصدی آبادی بڑھ گئی ہے - سارے ہندوستان میں سات کروڑ مسلمانوں کے پاس سات اسلامیہ کالج اور سات اسلامیہ ہسپتال بھی موجود نہیں ہیں لیکن ۶۰ لاکھ مسیحیوں کے پاس ۶۵۰ زنانہ و مردانہ ہسپتال اور ۵۱ اعلےٰ درجہ کے کالج اور بے شمار ہائی سکول موجود ہیں - اس وقت ہندوستان میں ۱۴۷ مسیحی انجمنیں عیسائیت کی تبلیغ میں مصروف ہیں - ان انجمنوں کے ماتحت ۴۰۳۴ یورپین اور امریکن اور ۰۰ ۴۸۵ ہندوستانی عیسائی شب وروز انجیل کی تبلیغ کر رہے ہیں - ان انجمنوں کے پاس صرف تبلیغی اغراض کے لئے ۶۴ چھاپے خانے ، ہر ایک ہندوستانی زبان میں ۴۹ اخبارات و رسائل ، ۱۵ ہزار سے زیادہ کالج وسکول ہیں - ۱۹۳۵ء میں یہاں کے پراٹسٹنٹ مشنوں کا خرچ ۳۰ کروڑ روپیہ سالانہ تھا -

اسلام پر یورش

ڈاکٹر زویمر نے اپنے ایک تازہ مضمون میں ہر اسلامی ملک کے متعلق عیسائی مشنوں کی کوششوں کی تفصیل لکھی ہے - جس کو پڑھ کر آپ مسلمانوں کی بے حسی ، غفلت اور بے عملی پر جس قدر بھی رو دیں تھوڑا ہے عراق ، شام ، مصر ، ترکی ، ایران ، فلسطین کوئی ملک ایسا نہیں ، جہاں عیسائیت کا ڈیرہ موجود نہ ہو - پندرہ پندرہ ، بیس بیس برس کی جوان لڑکیاں دیہات میں پھر رہی ہیں - یہ خوبصورت اور خوش لباس لڑکیاں تہذیب کی تمام دولتوں کو ساتھ لے کر غریبوں کے گھروں میں پہنچ جاتی ہیں - مردوں اور عورتوں سے ملتی ہیں اور

ضروری اطلاع
خریدار صاحبان کی توجہ کے قابل

مندرجہ ذیل نمبر کے خریدار صاحبان کا چندہ ماہ ستمبر اکتوبر ۱۹۳۶ء میں ختم ہو چکا ہے - ان تمام احباب کو فرداً فرداً بذریعہ ڈاک بھی اطلاع دی جاچکی ہے اب بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرماویں ورنہ اس پرچہ کی تاریخ اشاعت چندروز بعد ہی ان کے نام وی پی کردی جائیگی جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا

نیز تمام احباب کو معلوم ہونا چاہیے کہ ڈاک خانہ نے فیس وی پی میں ایک آنہ کا مزید اضافہ کر دیا ہے اور اب وی پی کے ذریعہ قیمت ادا کرنے والوں کو ۴ر زائد ادا کرنے پڑیں گے - اس لئے کفایت شعاری اور سہولت کا تقاضا یہی ہے کہ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیا جائے - آجکل کی اقتصادی مشکلات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں - اخبار کو روپے کی اشد ضرورت ہے احباب کی خدمت میں پرزور درخواست ہے کہ وہ اپنے قومی اخبار کے اس مطالبہ کو فی الفور پورا کریں

ماہ ستمبر

۲۴ و ۵۶ و ۵۹ و ۷۶ و ۷۸ و ۹۳ و ۱۸۸ و ۲۲۴ و ۲۵۰ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۳۹ و ۶۴۲ و ۶۶۶ و ۶۷۰ و ۷۷۰ و ۹۶۳ و ۹۹۶ و ۱۲۸۹ و ۱۲۹۰ و ۱۲۹۳ و ۱۳۶۷ و ۱۳۸۲ و ۱۴۰۳ و ۱۴۰۴ و ۱۴۷۴ و ۱۴۷۵ و ۱۴۷۶ و ۱۴۷۹ و ۱۴۷۹ و ۱۴۸۱ و ۱۴۸۲ و ۱۴۸۴ و ۱۴۸۸ و ۱۴۸۸ و ۱۶۵۲ و ۱۶۵۳ و ۱۶۶۶ و ۱۷۱۱ و ۱۷۵۰ و ۱۷۵۴ و ۱۷۶۵ و ۱۸۱۷ و ۱۸۳۲

ماہ اکتوبر

۱۵ و ۸۰ و ۸۶ و ۹۵ و ۳۴۹ و ۴۸۶ و ۷۴۲ و ۹۴۰ و ۹۷۹ و ۹۹۶ و ۱۱۶۸ و ۱۲۳۶ و ۱۴۹۴ و ۱۴۹۵ و ۱۵۰۱ و ۱۵۰۲ و ۱۵۰۳ و ۱۵۰۶ و ۱۵۰۷ و ۱۵۰۸ و ۱۶۶۰ و ۱۶۶۲ و ۱۶۶۴ و ۱۶۶۷ و ۱۶۷۰ و ۱۷۵۵ و ۱۷۵۷ و ۱۷۵۹ و ۱۸۴۶ و ۱۸۲۳ -

سری نگر کے ایک بزرگ وکیل کی داستان مصیبت

جان مال عزت کوئی شئے محفوظ نہیں

میری عمر اس وقت ساٹھ سال سے بھی زیادہ ہے بیس سال سے میں یہاں وکالت کر رہا ہوں مجھے خاص طور پر قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر بیان کرنے کی عادت ہے مگر میرا رویہ اور مذہب اور عقیدہ عام محبت پر مبنی ہے۔ تعصبات اور بے جا منافرت سے میں ہمیشہ علیحدہ رہا ہوں میں نے اپنے خیالات کا اظہار اپنی کتاب "دور جدید" میں صفائی سے کر دیا ہے۔ جس کی نسبت حضور مہاراجہ بہادر و چند وزراء نے اظہار خوشنودی بھی فرمایا ہے۔ البتہ مجھے اس بات کا اقرار ہے۔ کہ اس بڑھاپے میں مجھ سے دو جرم یا دو قصور سرزد ہو گئے۔ میرا پہلا جرم یہ ہے کہ مجھے مجبور ہو کر انکوائری کمیشن میں حلفی بیان دینا پڑا جس میں اس واقعہ کو ظاہر کیا گیا۔ کہ حکومت کشمیر کا غالب عنصر پنڈتوں اور ہندوؤں کا ہے جو مسلم اکثریت پر مسلط ہے۔ دوسرا قصور میرا یہ تھا کہ میرا بیٹا عبد الرحیم ایم اے شیخ محمد عبد اللہ ایم ایس سی کے ساتھ قلعہ ہری پربت میں محبوس ہو چکا تھا یہی دو امور تھے۔ جو میرے لئے باعث ابتلا ہو گئے۔ تا آنکہ سری نگر کے بدقسمت مسلمانوں کے لئے مارشل لا کا قانون جاری ہوا اور قصبہ شوپیاں بھی اس زد میں آگیا +

سپیشل کانسٹیبل بنائے گئے

جب ٹکٹکیاں نصب ہوئیں۔ اور سزائے تازیانہ کا دور دورہ شروع ہوا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ بعض مہربانوں کو میری نسبت بدظنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے ننگا کر کے سزائے تازیانہ دی جائے میں نے ٹھاکر کرتار سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے دریافت کیا کہ ان کا میری نسبت کیا خیال ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مجھے تسلی دی اور فرمایا کہ آپ کی کتاب "دور جدید" کے پڑھنے سے مجھے آپ کی نسبت پورا اطمینان ہے چونکہ میں سیاسی چالوں سے واقف نہیں اس بیان سے میرا اطمینان ہو گیا لیکن اس کے بعد ہی مجھے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پرائم منسٹر نے بلا کر صدر لیٹ افسر فوج کے حوالہ کیا جس نے مجھے سپیشل کانسٹیبل بنا کر ایک فوجی افسر کے سپرد کیا۔ شوپیاں جاتے وقت تھا پا صاحب سپرنٹنڈنٹ نے فوجی افسر کے ساتھ میرے متعلق کانا پھوسی شروع کر دی میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا۔ کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ کیونکہ یہ وہی تھاپا صاحب ہے۔ جس کے خلاف میں نے کمیشن میں شکایت کی تھی بہر حال مجھے شوپیاں پہنچایا گیا جہاں مجھے پولیس اور ایک فوجی افسر جرنیل کی نگرانی میں خدمات مفوضہ سر انجام دینے پڑے اور پوری دیانتداری کے ساتھ حالات معلوم کر کے بتاتے +

پنڈتوں کی بے حیائی

جب محشرستان شوپیاں میں نمونہ قیامت برپا کر دینے کے بعد قریب ایک سو اشخاص ماخوذ ہو گئے۔ اور ان کو سری نگر روانہ کرنے کا موقع آیا نیز سری نگر سے لاریاں بھی آگئیں تو ٹھیک اسی وقت مجھے قید میں ڈالنے کے لئے منصف شوپیاں اور پولیس والے متوجہ ہوئے۔ ہزاروں انسانی زندہ لاشوں کو جب مجھے جانتے تھے جمع کیا گیا اور مار پیٹ کے بعد انہیں ٹھہرایا گیا۔ اور پھر فوراً مجھے بلایا گیا۔ منصف اور پولیس کے سامنے میرے حاضر ہونے کی دیر تھی کہ اچانک پولیس کے کیمپ سے دو کشمیری پنڈت کھڑے ہو گئے یہ دونوں پنڈت منصفی شوپیاں کے عرضی نویس تھے جن کے نام جیا لال اور دیا ناتھ ہیں (ان کو یہاں سر رشتہ میسر تھا)

کشمیری پنڈتوں نے مجھ پر دو الزام لگائے۔ ایک یہ کہ میں نے ان کو کہا ہے کہ مہاراجہ بہادر نے محمد عبد اللہ کو رہا فرمایا ہے جو کہ غلط ہے۔ دوسرا یہ کہ میں نے ان کو کہا کہ مسلمانوں کے خلاف شہادت نہیں دینی چاہئے۔ یہی وہ الزامات تھے۔ جو زیر نگوشن ۱۹ میرے خلاف بیان کئے گئے۔ میں نے ان پنڈتوں کا بیان بڑے تعجب سے سنا۔ اور متعصب منصف شوپیاں کا فرعونی رویہ حسرت سے دیکھا کیونکہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ میں نے ان پنڈتوں کو دیکھا تھا۔ اور نہ ان سے کوئی بات کی تھی۔ اور علاوہ بریں بذات خود یہ الزامات ہی احمقانہ تھے۔ اگر میں شہادت سے روکنا چاہتا تو مسلمانوں کو روکتا نہ ایسے شریر پنڈتوں کو جو پنڈت ہونے کے علاوہ عرضی نویس بھی ہوں +

چھ ماہ کی سزائے قید

غرض منصف نے نہایت جلدی سے فوراً ان لغو بیانات کی بنا پر مجھے چھ ماہ کے لئے قید سخت کا حکم سنا دیا وہ کسی مشورہ کے ماتحت اندھا دھند سزا دینا چاہتا تھا نیز اس کو مجھ سے اورنگ زیب کا خیالی بدلہ لینا مدنظر تھا۔ القصہ عوام اور دہقانیوں کو مرعوب کرنے کے لئے نیز مجھے ذلیل کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے اس وقت ہتھکڑی پہنائی گئی جب وقت زیادہ ہو گیا تھا اس لئے رات کو مجھے شوپیاں کے حوالات میں رکھا گیا۔ حوالات کے حجرہ میں چھ قیدی تھے۔ اور ایک بڑے برتن میں بہت دنوں کا پیشاب جمع تھا جس کی بدبو اور عفونت سے دماغ پریشان ہو گیا۔ اور ساری رات ناک اور منہ بند کر کے اور سر پر چادر اوڑھ کر بمشکل وقت کاٹا میں نے حوالات کے قیدیوں سے پوچھا کہ اس قدر پیشاب برتن میں کیوں رکھا گیا ہے انہوں نے کان میں کہا مولانا چپ رہئے۔ پنڈت سپاہیوں نے پہلے بھی ہم کو مار لیے کہ ہم پیشاب کو باہر پھینکنے کا نام نہ لیں۔ الغرض دوسرے روز مجھے سنٹرل جیل سری نگر میں پہنچایا گیا۔ اور کسی قیدی کے پرانے میلے کچیلے کپڑے مجھے پہنائے گئے جن میں بکثرت جوئیں تھیں۔ اور ایک سنگین کوٹھڑی میں تنہا مجھے محبوس کیا گیا۔ اور کچھ عرصہ تک جیل کی خوراک جس میں مٹی اور ریت بھی شامل تھی میں استعمال نہ کر سکا۔ اور روزانہ نو سیر گیہوں چکی میں پیسنے کا کام میرے سپرد ہوا اور راضی بقضا ہو کر اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔ اس طرح چھ روز میں جیل کی کوٹھڑی میں رہا۔ اور پھر رات کے وقت وہی تھاپا صاحب آئے اور مجھے جیل سے باہر نکالا +

جیل سے نکل کر شہر میں پڑا ہوں

اب میں اپنے مکان پڑا ہوں کوئی داروغہ یا چپڑاسی میرے سر پر مسلط نہیں لیکن مجھے سوتے جاگتے چلتے پھرتے ایسی خطرہ دامنگیر ہے کہ اگر کوئی مقدس برہمن ابھی میری نسبت کوئی شکایت کر دے اور عدالت بھی منصف شوپیاں کی طرح ہو تو میرا فوراً اسی سنگین کوٹھڑی میں واپس جانا یقینی ہے۔ غرض میں جیل سے نکل کر حبس دوام کی سزا میں مقید ہوں کیونکہ تجربہ صحیح کے بعد مجھے یقین ہے کہ یہ جسم۔ میرا حال میری جان اور میری عزت ایک منٹ کیلئے بھی محفوظ نہیں سب کچھ پنڈتوں اور حکومت کے اہلکاروں کے رحم پر منحصر ہے مجھے اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اگر کسی گواہ نے یہ کہہ دیا کہ شوپیاں میں قتل کا واقعہ میری ترغیب سے ہوا ہے اس لئے کہ شوپیاں کے لوگوں کو میں جانتا ہوں تو کچھ تعجب نہیں کہ مجھے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ ان تمام حالات واقعات کے ہوتے ہوئے میرا یقین ہے

خبریں

لاہور ۲۳ اکتوبر بھاٹی گیٹ کے مسلمانوں نے آنجہانی گاندھی کی تحریک میں حصہ نہیں لیا اس وجہ سے محلہ ستھاں دڈہ وغیرہ کے ہندو شدھ ہندو مسلمانوں کو ناجائز طور سے دق کرنے رہتے ہیں۔ ان کی شرارت اور چیرہ دستیوں کی متعدد شکایات ہمارے پاس پہلے بھی موصول ہو چکی ہیں ۱۷ اکتوبر کا تازہ واقعہ ہے کہ چند ہندوؤں نے مل کر حافظ محمد عنایت اللہ کو بے وجہ زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ انہیں متعدد چوٹیں آئیں۔ اگر ذمہ دار حکام نے فوری توجہ مبذول نہ کی۔ اور قرار واقعی انتظام نہ کیا۔ تو ناخوشگوار واقعات پیش آنے کا اندیشہ ہے۔ جس کی ذمہ داری ہندوؤں پر عاید ہو گی ان کے حوصلے یہاں تک بڑھے ہوئے ہیں کہ پنڈت رشی وغیرہ دیدہ دلیری سے ایسے ناواجب الفاظ استعمال کر رہے تھے۔ کہ وہ اس قوم کے افراد میں جنہوں نے گورنر پنجاب پر گولی چلائی مسلمان ہمارے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں تمام شرارت کا منبع پنڈت رشی اور ڈاکٹر نرائن داس ہیں۔ جو ہندو نوجوانوں نوجوانوں کو اشتعال دلا رہے ہیں +

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار پنجاب لاہور نے ایک بیان ارسال کیا ہے۔ جس کے دوران میں آپ فرماتے ہیں کہ آج میرے ایک نہایت ہی معتبر اور معزز دوست نے مجھے بتایا کہ نواب سر مہر شاہ آف جلالپور نے ۵ اکتوبر کو گورنمنٹ آف انڈیا کو تار ارسال کیا تھا کہ انہوں نے ریاست کشمیر اور احرار کے درمیان سمجھوتہ کرا دیا ہے۔ اس لئے احرار کی ایجی ٹیشن بند ہو جائے گی۔ اگر یہ بات صحیح ہے کہ سر مہر شاہ نے کوئی اس قسم کا تار حکومت کو ارسال کیا ہے تو اس کی حیثیت وہی ہے۔ جیسا کہ اخبار "زمیندار" نے لکھا تھا کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب کے مشورہ پر احرار نے اپنی تحریک کو روک دیا ہے +

لندن ۲۳ اکتوبر رولیٹ اور ہیچ ڈینو جرسی کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ جب مسٹر ایڈیسن کا جنازہ روزی ڈیل کے قبرستان کو لے کر گئے تو ماسنیس ہزار آدمی اظہار افسوس اور ماتم کے لئے بازاروں میں صف بستہ کھڑے تھے مسٹر موصوف کو روزی ڈیل کے قبرستان میں شاہ بلوط کے ایک درخت کے نیچے دفن کیا گیا جو متوفی کا منظور نظر تھا۔ جنازہ میں مسٹر ہوور پریذیڈنٹ امریکہ اور مسٹر فورڈ بھی شامل تھے گذشتہ شب مسٹر ایڈیسن کے احترام میں۔ انکے تمام ملک میں روشنی گل کر دی گئی +

لندن ۲۱ اکتوبر۔ آج صبح مسٹر گاندھی نے لارڈ ارون کے ساتھ طویل گفتگو کی۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ لارڈ ارون نے مسٹر گاندھی سے خواہش کی ہے۔ کہ وہ جدید حکومت کے قائم ہونے تک کا بینہ وزارت کے ساتھ نرم اور ملایم رویہ اختیار رکھیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسٹر بالڈون نے بھی گاندھی جی کو یہی پیغام بھیجا ہے کہ جب تک انتخاب کا مرحلہ ختم نہ ہو جائے وہ اس وقت تک برداشت اور احتیاط سے کام لیں +

اتھنز ۲۳ اکتوبر۔ آج جزیرہ قبرس میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ گورنر نے مالٹا کے حاکم سے امداد طلب کی ہے +

قاہرہ کا ایک پیغام مظہر ہے کہ قبرس اور مصری حکام کے درمیان فوجی امداد کے لئے خط و کتابت ہو چکی ہے۔ بغاوت کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ جزیرہ مذکور کے یونانی قوم پرست یونان کے ساتھ قبرص کو ملحق کرنا چاہتے ہیں۔ ایتھنز کا ایک تار فرانسیسی اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ تین روز پیشتر یونان کے لاٹ پادری نے جس نے یونان کے ساتھ جزیرہ قبرص کے الحاق کا اعلان کر دیا تھا کہ باشندگان جزیرہ الحاق کے متمنی ہیں۔ حالانکہ ترک باشندے اس الحاق کے خلاف پر زور احتجاج کیا تھا۔ یونیا کے اخبار میں لکھا ہے کہ مجلس وضع

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

قل یآاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مسیح و مجدد دین کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام او

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۱۹ | لاہور یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۸۵

درس قرآن کریم کے نوٹ

توحید الٰہی کا اصلی مقام

۲۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قرآن کریم کا درس آخری پارہ کی سورۂ قل یایھا الکافرون سے شروع کیا ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر ۱۹۲۵ء میں سورۂ کوثر تک آپ درس دے چکے تھے۔ پہلے دن کے درس کے مختصر نوٹ ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہیں۔ کوشش کی جائے گی کہ آئندہ بھی اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ (ایڈیٹر)

عملی توحید

فرمایا اس سورت میں عملی توحید بیان فرمائی ہے قل یایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون۔ اے کافرو! میں ہرگز عبادت نہ کرونگا اس چیز کی جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ لا اعبد کے معنی ہیں ہرگز عبادت نہیں کروں گا۔ لا جب مضارع پر آجائے تو اس کے معنی استقبال کے ہوجاتے ہیں۔

بہت لوگ ہیں جو آج فرزندان توحید کہلاتے ہیں لیکن ان کی تمام توحید دھری رہ جاتی ہے جب انہیں اپنے مذہب اور اپنی قوم کے خلاف کام کرنے کے لئے کہیں کچھ مل جائے۔ زبان سے کہدینا بہت آسان ہے کہ ہم توحید کے ماننے والے ہیں لیکن عمل میں ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔ دن میں سینکڑوں کام انسان کو پیش آتے ہیں جن میں توحید کو چھوڑ کر خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے لگتا ہے۔ خدا کی بجائے دوسرے انسانوں کے ڈر اور خوف میں مبتلا ہوجاتا ہے یہ توحید نہیں۔ توحید اصلی یہی ہے کہ ہر حالت میں خدا کو سامنے رکھا جائے اور اسی کی منشاء کے مطابق کام کیا جائے

مشکلات میں توحید

ایک دوست تھے انھوں نے امتحان دیا اور مجھ سے دعا کے لئے کہا، خود بھی دعا کرتے تھے لیکن افسوس ہے کہ فیل ہوگئے اس سے ان کے ایمان کو ضعف پہنچ گیا، کہنے لگے خدا بھی یونہی دل لگی ہے۔ ذرا مصیبت آئی تو توحید سے قدم پھسل گیا، انسان کو ایسی ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جن میں توحید پر ثابت قدم رہنا بڑا مشکل ہوتا ہے، تنگدستی مجبور کردیتی ہے کہ چند پیسوں کے لئے جھوٹ بولدے۔ قدم قدم پر خدا کے سوائے دوسروں کو معبود بناتا ہے، کسی سے ذرا نفرت ہوجائے تو اس کی کوئی بات اچھی نہیں لگتی، اور خدا کے لئے نہیں بلکہ اپنی خواہشات نفسانی کے لئے اسکی مخالفت کرتا ہے، دھڑے بازی اور خواہشات نفسانی کو معبود بنالیتا ہے یہ توحید کے خلاف ہے۔ اصلی توحید یہی ہے کہ مشکلات کے اندر بھی انسان کا قدم نہ پھسلے اور کسی چیز کو بھی معبود نہ بنائے، نہ خواہشات نفسانی کو نہ کسی کے ڈر اور خوف کو، نہ حسد بغض، طیش اور کینہ کو۔

نبی کریم صلعم کی توحید

اس لئے فرمایا کہ کہدو! خدا کے سوائے میں کسی کی عبادت نہ کرونگا۔ یہ سورت مکی ہے اور آنحضرت صلعم اپنی کی زندگی میں اس کو رات دن پڑھتے تھے لکھا ہے کہ شام کی سنتوں میں آپ بالخصوص اسے پڑھتے تھے۔ حاجات کے وقت بھی آپ اس سورت کو پڑھا کرتے تھے، عرب کی قوم بڑا غیور واقع ہوئی تھی، ان کے سامنے یہ کہنا کہ لا اعبد ما تعبدون کہنے

اخویم کے اے خان کا ایک بچہ ۱ ماہ کی عمر میں فوت ہوگیا خدا نعم البدل دے۔ اخویم مکرم بابو محمد رمضان صاحب کچھ دن سے بعارضہ سوزش بول بیمار ہیں۔ احباب کرام انکے لئے دعا فرمائیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بحمد اللہ بخیر و عافیت ہیں۔ آپ نے "تحریک احمدیت" کے نام سے ایک نئی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس میں حضرت مسیح موعود کے واقعات زندگی، آپ کے دعاوی اور خدمات اسلام اور سلسلہ کے دیگر مسائل پر مبسوط روشنی ڈالی گئی ہے یہ کتاب زیر طبع ہے

درس قرآن کریم ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء سے جناب ڈاکٹر صاحب بشارت احمد صاحب نے مسجد احمدیہ بلڈنگس میں شروع فرما دیا ہے

جماعت لاہور کا ایک جلسہ ۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مسجد احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوا۔ جس میں ایک مقامی انجمن کے بنانے کا فیصلہ کیا گیا جو لاہور میں تنظیم و توسیع جماعت اور تبلیغ اسلام کا کام کرے۔

موضع کوٹلی باجوہ (نارووال) سے بشیر الاسلام نامی ایک صاحب لکھتے ہیں

"جو مضمون اخبار مباہلہ والوں نے میری طرف سے ۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء کے پرچہ "مباہلہ" میں بعنوان "مرزائیت سے توبہ" شائع کیا ہے بالکل غلط اور سراپا جھوٹ ہے۔

اصل چٹھی میں انھوں نے بعض اور باتیں بھی لکھی ہیں جو آئندہ اشاعت میں درج ہوں گی۔ اخبار مباہلہ والوں کو شرم کرنی چاہیئے کہ اس قسم کی جھوٹی باتوں سے وہ حق کو مغلوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مولانا عبد الحق صاحب کو ایک تبلیغی مشن پر بمبئی تعینات کیا گیا ہے آپ کی معیت میں مرزا مسعود بیگ صاحب بی۔ اے برادر زادہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی اسی مشن پر بمبئی تشریف لیجائینگے۔

ملک لال حسین صاحب اختر کو کاٹھ میں انجمن کی پیداوار اراضی کی فروخت کے کام پر تعینات کیا گیا ہے۔

مبارکباد۔ احباب کرام یہ سنکر خوش ہوں گے کہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے صاحبزادے میاں نصیر احمد صاحب فاروقی انگلستان میں آئی سی ایس کے آخری امتحان میں پاس ہوگئے ہیں تمام امیدواران آئی سی ایس میں آپ تھرڈ رہے ہیں۔ اور کیمبرج یونیورسٹی میں فرسٹ۔ ہم اس کامیابی پر میاں صاحب ممدوح اور جناب ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض

"حضرت امیر کے پروانوں سے مکرر استدعا"

احمدی احباب کی خودداری کا امتحان

امتحاں ہے ترے ایثار کا خودداری کا

" ذیل میں ہم یوپی کے مخیر بزرگ ڈاکٹر کے اے خاں کی ایک اور اپیل احمدی احباب کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس میں انہوں نے فک مکان برلن کے لئے مجوزہ حصص کے خریدنے کی مکرر استدعا کی ہے - دوران مضمون میں ڈاکٹر صاحب ممدوح نے لکھا ہے کہ "مجھے افسوس ہے کہ میں جماعت احمدیہ کا ممبر نہیں نہ حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت ہوں" اور بیعت شدہ احمدی کو "حضرت امیر کے پروانے" قرار دیتے ہوئے اس شمع پر اپنی قربانی پیش کرنے کی استدعا کی ہے - جہانتک جماعت احمدیہ کے کاموں میں عملی شمولیت کا سوال ہے ہم ڈاکٹر کے اے خاں صاحب کو پکا اور سچا احمدی سمجھتے ہیں لیکن غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک ایسا شخص جو جماعت کا باقاعدہ ممبر نہیں وہ عملاً قربانی کا نمونہ پیش کرتا ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے کیا یہ ہماری خودداری کا امتحان نہیں ؟ ضرورت ہے کہ ہمارے ذی استطاعت اصحاب ڈاکٹر صاحب کی اس اپیل کو غور کے ساتھ پڑھکر اپنی مہر سکوت کو توڑیں اور عملاً اس کا جواب دیں ؟ (مدیر)

"میں نے اس سے پیشتر آپ حضرات کی خدمت میں گزارش اور اپیل کی تھی کہ حضرت امیر صاحب کو مسجد برلن کی مرمت اور اس کو جلد از جلد فک کرا کر سبکدوش کرا دیا جائے - الحمدللہ کہ اس کی مرمت کا مطالبہ ۱۲۵ پونڈ پورا ہوگیا - اب صرف اس کے گیارہ ہزار روپے کا سوال فک مکان کے متعلق باقی رہ گیا ہے

۸۸ حصص کا سوال

اس کے لئے ۸۸ حصے ۱۲۵ روپیہ فی کس کے حساب سے تجویز کئے گئے تھے - جن میں سے چھ حضرات نے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ۱۲۵ روپیہ فی کس اپنے ذمہ لیا ہے - ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:-

(۱) حضرت امیر ایدہ اللہ (لاہور)
(۲) ڈاکٹر الٰہ بخش صاحب (")
(۳) شیخ عزیز احمد صاحب (وزیر آباد)
(۴) خان سعادت علی خاں صاحب (رامپور)
(۵) ڈاکٹر حسن علی صاحب (گوجرانوالہ)
(۶) ڈاکٹر کے اے خاں (سکندر آباد)

اب صرف ۸۰ حصے باقی رہ گئے ہیں - اگر آپ حضرات ایک معمولی رسیلا لگائیں تو یہ مشکل صرف ایک دن میں اور ایک منٹ میں حل ہو سکتی ہے -

ہماری اہم ذمہ داریاں

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ کے ذمہ کون کون سی معمولی اور کون کون سی اہم ذمہ داریاں ہیں - حضرت امیر صاحب کے کندھوں پر دو بڑے زبردست بوجھ تھے - ایک اراضی اکاڑہ کا بوجھ، وہ اللہ کی مہربانی سے آپ حضرات نے مل کر حضرت امیر کے کندھوں سے اتار دیا - اب صرف مسجد برلن کا تصفیہ رہ گیا ہے - میری خواہش یہ ہے کہ اس سے بھی حضرت امیر کو ایک دن میں اور ایک منٹ میں سبکدوش کرا دیا جائے - صرف آپ حضرات کو اصل صورت حالات پر نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے،

انجمن کے دیگر کام

اس قصہ کے طے ہو جانے کے بعد صرف انجمن کے دوسرے معمولی کام باقی رہ جاتے ہیں - اس میں شک نہیں کہ اس انجمن کے باقی کاموں کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں مگر وہ اس قدر اہم نہیں ہیں جس میں ذرہ بھر بھی کسی تشویش کی ضرورت پیش آئے - اور اگر کوئی معمولی معمولی معاملات پیش آتے بھی رہے تو وہ بہت سہولت سے طے ہو سکیں گے - کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ اس جماعت کا ہر ایک سپاہی اپنی اپنی جگہ پر بڑا مضبوط اور مثل چٹان کے ہے - اور صحیح معنوں میں حضرت امیر کا پروانہ ہے -

عملی خدمات

مجھے افسوس ہے کہ میں جماعت احمدیہ لاہور کا ممبر نہیں نہ حضرت امیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوں مگر دنیائے اسلام میں اگر اللہ اور اس کے رسول کی خدمت کرتی ہوئی جماعت مجھے نظر پڑی ہے تو وہ صرف لاہوری احمدی حضرات ہیں - آپ حضرات کے علم میں ہے کہ میں گو آپ حضرات کی جماعت کا ممبر نہیں تاہم عرصۂ دراز سے میں آپ کی جماعت کے ساتھ ہوں - اور حضرت امیر کی ہر ایک اپیل پر میں نے لبیک کہا ہے - اور جو کچھ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے میں نے اس کی تعمیل کی ہے - اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہر حالت میں ان کی ہر ایک اپیل پر لبیک کہنے کو تیار رہوں -

جماعت کی اخلاقی کمزوری

مگر مجھے افسوس بھی ضرور ہوا - کہ وہ حضرات جو صحیح معنوں میں حضرت امیر کے پروانے ہیں وہ حضرت امیر کو اس ایک معمولی قصہ سے سبکدوش اب تک نہیں کرا سکے - یہ ان کی ایک بڑی زبردست اخلاقی کمزوری ہے - پروانہ جب پروانہ ہو گیا تو پھر چراغ یا روشنی کے پاس جا کر جلنے سے دریغ کے کیا معنی ؟ کاش کہ حضرت امیر کے پروانے اپنی پوزیشن کو صحیح معنوں میں خدا کرے سمجھ جائیں - پھر میں بھی دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت امیر کو کسی مہم میں مبتلا دیکھکر کیسے گوارا کر سکتے ہیں اور کیسے خاموش رہ سکتے ہیں -

حضرت امیر سے کیا کام لینا چاہیئے

حضرت امیر کے پروانو! حضرت امیر کی زندگی کا ایک ایک منٹ بھی بڑا بیش قیمت ہے - حضرت امیر سے وہ کام لو ابھی وقت ہے جس کی تم کو، زمانہ کو، آئندہ نسلوں کو بڑی زبردست ضرورت ہے - اور یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب حضرت امیر کو گوناگوں پیچیدگیوں سے آزاد کرا دو - اور کراتے رہو - مختصر یہ ہے کہ آپ حضرات نے اس میں شک نہیں کہ بہت بڑا زبردست اور اہم کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے - مگر اس ساری گاڑی کا جوا حضرت امیر کے کندھے پر آپ لوگوں نے رکھا ہوا ہے - لہٰذا آپ لوگوں کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ اس گاڑی کے وزن کو ریگولیٹ رکھیں - جہاں ذرا زیادہ یا کم ہوا

دل گردے کا کام تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ صورت اس وقت نازل ہوئی جب رسول صلعم کے سامنے وہ وفد آیا جس نے تین چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کی تھیں اور کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو عرب کا بادشاہ بنا لیا جائے - اور اگر آپ دولت چاہیں تو ہم سب سے زیادہ مال و دولت آپ کو دیدیں گے اور اگر آپ کی خواہش کسی عورت سے شادی کرنے کی ہو تو ہم تمام عرب کی حسین ترین عورت آپ کے ازدواج میں دینے کے لئے تیار ہیں، لیکن آپ ہمارے بتوں کی مذمت چھوڑ دیں، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھدیا جائے تو بھی میں اس توحید سے منہ نہیں موڑ سکتا - جس کو میں لیکر آیا ہوں - اور اسی وقت یہ سورت بھی نازل ہوئی قل یا ایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون الخ

پھر ایک موقع پر یہ بھی آپ سے کہا گیا کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی پرستش کریں دوسرے سال ہم آپ کے خدا کی پرستش کریں گے اس کو بھی آپ نے رد کر دیا - پھر انہوں نے طاقت کے ذریعے سے توحید سے مٹانا چاہا لیکن آپ نہ ہٹے اور عملی رنگ میں لا اعبد ما تعبدون ہی کہا - ہمیں بھی چاہیئے کہ چاہے کتنا بھی روپیہ اور طاقت ہمیں دکھائی جائے توحید سے ہٹیں نہیں - مگر آج یہ عام قاعدہ ہو گیا ہے - کہ ذرا ایک پارٹی سے ناراضی ہوئی، تو دوسری پارٹی میں چلے گئے وہاں سے ناراضی ہوئی مرتد ہو گئے -

موحدانہ زندگی

ولا انتم عابدون ما اعبد نہ تم اس ذات پاک کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اس میں ان کی اس وقت کی حالت کا ذکر کیا ہے - آئندہ کا ذکر نہیں کیا -

ولا انا عابد ما عبدتم اور نہ میں اس چیز کی عبادت کرتا تھا جس کی تم پوجا کرتے ہو - اس میں نبی کریم صلعم کی گزشتہ زندگی کا نقشہ کھینچا ہے - عرب جیسے ملک میں اپنی عمر کے چالیس سال آپ نے گزارے - اور باوجودیکہ چاروں طرف شرک و بت پرستی کے سوا اور کچھ نہ تھا - آپ نے اس شرک میں کوئی حصہ نہ لیا کون ہے جو آج اپنی گزشتہ زندگی کے متعلق اس قسم کا دعویٰ کر سکے - ہم میں سے کون ہے جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اس کی گزشتہ زندگی کو اس کے سامنے پیش کیا جائے - کم از کم میں تو اپنے متعلق ایسا کہنے کو تیار نہیں - کیونکہ انسان کمزور ہے - خدا جانے کیا کیا غلطیاں اور کمزوریاں رات دن سرزد ہوتی ہیں - لیکن نبی کریم صلعم کو دیکھئے کہ اپنی گزشتہ زندگی کو کس خوبصورتی کے ساتھ اس بات پر گواہ ٹھہراتے ہیں کہ زندگی بھر میں کوئی خلاف توحید کام آپ سے سرزد نہیں ہوا - یہ عملی توحید جو آپ نے بیان فرمائی ہے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا -

توحید کا اصلی مقام

یہ جو آج بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول کے ماننے کی کیا ضرورت ہے ایک شخص توحید الٰہی کا قائل ہو اور نیک اعمال بجا لاتا ہو تو کیا یہ اس کے لئے کافی نہیں ؟ اس سورت میں نبی کریم صلعم کی توحید کو بیان کر کے اس کا جواب دیا اور بتایا ہے کہ کوئی اصلی توحید کو نہیں پا سکتا جب تک اس مقام توحید پر نہ پہنچے جس پر نبی کریم صلعم کھڑے تھے - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی دراصل توحید کے اصل مقام کی طرف اشارہ کرتی ہے - جہاں ایک مسلمان کو پہنچنا چاہیئے - اور اس لئے توحید کے اس حقیقی مقام کو حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ماننا ضروری ہے -

موحدانہ زندگی کا انجام

لکم دینکم ولی دین میں فرمایا کہ تم اپنا انجام دیکھ لینا میں اپنا

(باقی برصفحہ ۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۱۶ رجمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۱ عیسوی | نمبر ۵۸

کشمیر میں میں نے کیا دیکھا؟

مولینا محمد یعقوب خانصاحب ایڈیٹر لائیٹ کے مشاہدات

قبل ازیں یہ خبر قارئین کرام تک پہنچائی جا چکی ہے کہ مولانا محمد یعقوب خان صاحب ایڈیٹر لائٹ " کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے مسلمانان کشمیر کے مطالبات پیش کرنے کے لئے بطور نمائندہ کشمیر بھیجا گیا۔ مولانا ممدوح وہاں چھ دن تک رہے۔ اور کشمیری مسلمانوں کی حالت کو جو موجودہ دور استبداد میں پیدا ہو چکی ہے۔ سرینگر اور اس کے گرد و نواح میں پھر کر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ جس کو انہوں نے لائٹ" میں تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ ہم قارئین کرام کے افادہ کے لئے ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ (مدیر)

تاریک ترین تصویر

کسی چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا فی الحقیقت یقین کے درجہ تک پہنچانے کا موجب ہوتا ہے۔ میں نے وہ ہولناک اخباری رپورٹیں پڑھی تھیں جن میں اس خوفناک حکومت کا ذکر ہے جو وادی کشمیر پر آج کل مسلط ہے۔ تاہم جو کچھ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا وہ میرے وہم و خیال سے بہت بڑھکر ہے۔ میں ہندوستان کے بہت سے حصص میں پھرا ہوں اور انسانوں کے دکھوں اور مصائب کے بہت سے دلدوز مناظر میں نے دیکھے ہیں۔ لیکن کہیں بھی ایسی سیاہ تصویر میرے دیکھنے میں نہیں آئی جسکے اندر خوشی اور مسرت کی ایک بھی ہلکی سی شعاع نہ پائی جاتی ہو اور جو اس قدر دل شکستگی کا موجب ہو جیسا کہ کشمیریوں کا حال ہے۔

آنسوؤں کی وادی

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کیطرف سے کشمیریوں کے حالات کو بچشم خود دیکھنے کے لئے مجھے مامور کیا گیا اور میں ۱۴ اکتوبر کو اس بدنصیب خطہ کی طرف روانہ ہو گیا ..... خاص اس موقع پر جہاں وہ دلدوز اور روح فرسا حالات پیش آئے۔ پورے چھ دن میں نے گزارے جگہ جگہ میں پھرا، میں نے اپنی آنکھوں سے حالات کو دیکھا۔ لوگوں کے ساتھ گفتگو کی اور ان کی باتوں کو سنا۔ اور اب واپس آتے ہوئے کوہالہ کے ڈاک بنگلہ میں بیٹھا ہوا میں ان تاثرات کو قلمبند کر رہا ہوں جو میرے قلب پر منقوش ہو چکے ہیں۔ کشمیر کے حالات کو بیان کرنے کے لئے اس سے بہتر لفظ میرے پاس اور کوئی نہیں کہ کشمیر جس کو جنت نظیر کہا جاتا ہے جو خوشی و انبساط کی سرزمین کہلاتی ہے آج اپنے لفظی اور حقیقی معنوں میں وادی المندب (آنسوؤں کی وادی) بنا ہوا ہے۔

شدید ترین مظالم

میں نے "لفظی اور حقیقی معنوں" کے الفاظ عمداً نمایاں کئے ہیں جہاں کہیں میں واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور حالات کا یقینی علم حاصل کرنے کے لئے گیا وہیں (بعید ترین دیہات میں بھی) رو کر میرا خیر مقدم کیا گیا۔ مرد عورتیں اور بچے سب طرف سے دوڑتے ہوئے آتے۔ اور میرے گرد جمع ہو جاتے۔ اور سرد آہوں آنسوؤں اور چیخوں کے ساتھ پیش آمدہ مصائب کی داستانیں سناتے۔ مردوں کو بلا امتیاز اور جان بوجھکر گولیوں کا اس طرح نشانہ بنایا گیا جیسے کوئی شکاری تفریحاً شکار کھیل رہا ہو۔ باقیماندہ کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر اور لاریوں میں بھر کر سرینگر جیل میں پہنچایا گیا۔ بعض کو ننگا کر کے اور قریب کے درخت کے ساتھ باندھ کر رشتہ داروں دوستوں اور ہم وطن دیہاتیوں کی آنکھوں کے سامنے بید لگائے گئے۔ عورتوں کو برہنہ کر کے پولیس کے کندۂ ناتراش سپاہیوں کے ذریعہ سے بے حرمت کرایا گیا۔ اور اسی پر بس نہیں جو باقی رہ گئے انہیں قطار در قطار کھڑا کر کے " اسلام مردہ باد " ہندو دھرم کی جے " کے نعرے لگانے پر مجبور کیا گیا۔ اور ریاست کے جھنڈے کے آگے ان سے سجدہ کرایا گیا۔

ان ہولناک مظالم کو دیکھنے کے بعد یہ بدقسمت لوگ حق بجانب ہیں کہ اس دہشتناک دور حکومت کے تصور اور اس کی یاد پر بھی کانپنے لگ جائیں۔ اور بے اختیار ہو کر چیخیں مارنے لگیں۔

مردانگی اور شجاعت کا استیصال

دکھوں اور مصائب و شدائد کے تصور پر عورتوں کا رونا اور سرد آہیں بھرنا تو سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن عمر رسیدہ اور جوان آدمیوں کا رونے لگ جانا ایک ایسا درد انگیز منظر ہے جو ایک سنگدل سے سنگدل انسان کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے جو حکومت سے سرزد ہوا۔ کہ متواتر ایسا طریق عمل ان لوگوں سے روا رکھا گیا کہ کمزوری اور بزدلی کا وہ مجسمہ بن گئے۔ اور ان کی مردانگی اور شجاعت کو بالکل کچل دیا گیا۔

اب بھی حکومت کا یہی ایک سب سے بڑا اور غالب جذبہ تھا جس نے ان نہتے انسانوں پر فوجوں کے لشکر چھوڑ دیئے۔ جس وقت

بھی کسی شخص کو تازیانہ کا حکم سنایا جاتا، ان الفاظ میں اس کے ساتھ تمسخر اور استہزا کیا جاتا کہ "تم حکومت کے دفاتر میں ۹۰ فیصدی اسامیوں کے طالب ہو فی الحال تمیں دیا جسقدر بید لگانے کا حکم دیا جاتا) تم لو"۔

حکومت کو چیلنج

لیکن یہاں تفصیلات کا کوئی موقعہ نہیں۔ اگر ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر ہو جائے جو اپنے حقیقی معنوں میں تحقیقاتی کمیشن کہلانے کی مستحق ہو اور دلال کمیشن کی طرح ملازمین ریاست پر مشتمل نہ ہو اور وہ واقعات کے چہرہ سے نقاب اٹھانے میں کسی قسم کا لحاظ مد نظر نہ رکھے تو ان خلاف انسانیت مظالم کی ایک نہایت مہیب تصویر آنکھوں کے سامنے آجائے گی۔ جو انسانوں نے انسانوں پر روا رکھے۔ معتبر اور موقر ذرائع سے جن کو کسی طرح بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا کام لیتے ہوئے میں جس یقین کے درجہ تک پہنچا ہوں اس کی بنا پر میں بلاخوف تردید حکومت کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو غلط ثابت کرے کہ:

(۱) لوگوں پر بے وجہ اور غیر ذمہ دارانہ طریق پر گولیاں چلائی گئیں۔

(۲) عورتوں کی عفت و عصمت کو برباد کیا گیا۔

(۳) عوام الناس کے سامنے لوگوں کو تازیانے لگوائے گئے۔ اور اسلام مردہ باد کے نعرے ان سے لگوائے گئے۔

زار روس اور ڈوگرا راج

مغرب میں زار کی حکومت کا جو نقشہ دیکھنے میں آیا تھا ہندوستان میں ڈوگرہ راج ہر اینچ میں اس کا مرقع ہے۔ وہی انتہائی استبدادیت، وہی ظلم و تشدد، وہی کسانوں کی پامال شدہ آبادی یہاں بھی ہے۔ جو بڑے بڑے بھاری ٹیکسوں کے بوجھ کے نیچے دبی ہوئی نیم برہنہ اور نیم فاقہ کی حالت میں پائی جاتی ہے یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ دوسری طرف ایک ایسی حکومت ہے جس نے تمام اچھی چیزوں کو اپنے ہی لئے جمع کر لیا ہے۔ انسانیت کے تمام احساسات اس سے زائل ہو چکے ہیں۔ اور اپنے عیش و عشرت کے سوا اور کسی چیز کی فکر نہیں۔

تباہی کی طرف قدم

ان دو متخالف حالات کے اندر جب ایک انسان سرینگر کے بازاروں میں سے گزرتا ہے۔ تو اس کے در و دیوار اس بربادی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس کی طرف واقعات اسے لئے چلے جا رہے ہیں۔ یہ ماننے میں نہیں آسکتا۔ کہ ایک ایسی حکومت جو طاقت و دولت کے نشہ میں مخمور ہو جس کے دربار کی شان و شوکت نے اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہو وہ اس آنے والے خطرے کو محسوس کر کے۔ لوگوں کی قسمت کو بلند کرنے کے لئے اپنی طاقت سے دستبردار ہو جائے ایسا خیال کرنا گویا تاریخ کو جھٹلانا ہے۔

مخلصی کی ایک ہی راہ

انقلاب درحقیقت ایسے نفسانی معاملات میں توازن پیدا کرنے کے لئے صحیفہ فطرت کا بنایا ہوا صحیح طریق ہے۔ ایسے وحشیانہ استبداد سے نکلنے کی ایک راہ نظر آتی ہے اور واقعات اس کی طرف تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ یقیناً لوگوں کی طرف سے ایک زبردست انقلاب پیدا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے اور زیادہ خونریزی ہو۔ بلکہ جیسا کہ ایک نوجوان نے مہاتما گاندھی کے الفاظ دہراتے ہوئے مجھے کہا اگر کل کے کل ۳۵ لاکھ کشمیری مسلمان صفحہ ہستی سے مٹا دیئے جائیں۔ تو بھی اس ظالم حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لئے جو قرون وسطی کے

تاریک ترین زمانہ سے تعلق رکھتی ہے ۔ اور جو ہر روز زیادہ سے زیادہ تہرحالت میں قدم بقدم آہستہ آہستہ ہولناک موت کی طرف لے جا رہی ہے ۔ جس میں تنہائی نیت بھی ہم دینے کے لئے تیار ہیں ۔

انگریز نومسلمین اور لنکا شائر

معزز معاصر "مدینہ" رقمطراز ہے :-

"تبلیغ اسلام سے جو منفعت مسلمانوں کو ہو سکتا ہے اس سے اگر انگریز پہلے واقف نہیں تھے تو بیبیوں گھر کے بھیدی کی لندن پہنچکر انہیں واقف کر چکے ہیں ۔ لہذا لارڈ ہیڈلے جو متعدد جہاز راں کمپنیوں کے مالک اور بہت بڑے سرمایہ دار ہیں ۔ یکایک نومسلم انگریز کے حامی بن گئے ہیں ۔ اور ان کی تجویز ہے کہ وہ مسلمانان ہند کی امداد کا اس شرط پر وعدہ کرتے ہیں کہ وہ ایشیائی ممالک میں انگریزی مال فروخت کرنے کا ذمہ لیں"

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں ۔ لارڈ ہیڈلے کی یہ تجویز صرف ان کے اپنے دماغ کی اختراع ہے انگلستان کے انگریز نومسلمین کو اس سے کوئی تعلق نہیں ۔ نہ ابتک ان کی طرف سے کوئی ایسا اعلان ہوا ہے جس میں اس تجویز کی حمایت کی گئی ہو ۔ اس سے اس تجویز کی ناکامی ظاہر ہے ۔ لارڈ ہیڈلے کی چال اگرچہ نہایت گہری ہے ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے نومسلمین اس کی حقیقت کو پورے طور پر پا چکے ہیں ۔ اور کسی طرح اس کی حمایت میں کھڑے ہو کر قومیت کی خاطر اخوت اسلامی کے عالمگیر جذبہ کو نقصان نہ پہنچائیں گے ۔

قادیانی اور لاہوری نومسلمین

لارڈ ہیڈلے کی اس تجویز پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "مدینہ" اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ :-

"علاوہ ان نومسلم انگریزوں کے جو صداقت اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے بیشتر تعداد ان لوگوں کی ہے جو قادیانی مرکز اسلام " مرکز اسلام کی معرفت مسلمان ہوئے ۔ ان میں سے زیادہ حصہ لاہوری پارٹی کے متعلقین کا ہے ۔ اور کم حصہ قادیانی جماعت کا جو دنیائے اسلام کو کافر مطلق یقین کرتے ہیں ۔ پھر تعجب ہے کہ ایسے نومسلم انگریز جو تمام ہندوستانی مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں ہماری امداد کا بشرطیکہ وہ ممکن بھی ہو کیا حق رکھتے ہیں"

قطع نظر اس بات کے کہ قادیانی جماعت کے انگریز نومسلمین ہندوستانی اور دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں یا نہیں (کیونکہ جہاں تک ہمارا ذاتی علم ہے ۔ انگریز نومسلمین کو ابھی تک نبوت مسیح موعود یا تکفیر مسلمین کے عقائد کی تلقین قادیانیوں کی طرف سے بھی نہیں کی گئی جس کے بغیر کوئی شخص مسلمان بھی نہیں ہو سکتا ۔) ہم حیران ہیں ۔ کہ معاصر "مدینہ" کے اس فقرہ کا کیا مطلب ہے ۔ کہ "علاوہ ان نومسلم انگریزوں کے جو صداقت اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے بیشتر تعداد ان لوگوں کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" بظاہر اس فقرہ کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ قادیانی اور لاہوری پارٹی کے انگریز نومسلمین صداقت اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان نہیں ہوئے ۔ کیا ہم معاصر موصوف سے یہ دریافت کر سکتے ہیں کہ انگریز نومسلمین کی یہ "بیشتر تعداد" اگر صداقت اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان نہیں ہوئی تو وہ کونسے اثرات ہیں جنہوں نے ان لوگوں کو اپنی قوم و وطن کے جذبات کے خلاف اعلان اسلام پر مجبور کر دیا ؟ وہ کونسی چیز ہے جس نے لارڈ ہیڈلے ، سر آرچیبالڈ ہیملٹن اور دوسرے بڑے بڑے معزز انگریزوں کو اسلام کی صداقت کا اعتراف کرنے پر آمادہ کیا ۔ کیا بغیر اس کے کہ ان کے دل صداقت اسلام سے متاثر ہوئے ہوں کوئی وجہ ایسی ہو سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی نکبت کے زمانہ میں انکی برادری میں شامل ہوں ۔

مباہلہ کانفرنس کی تجاویز

امرتسر کی مباہلہ کانفرنس پر گزشتہ اشاعت میں مختصراً تبصرہ کیا جا چکا ہے ۔ ۲۰ اکتوبر کے "الجمعیۃ" میں اس کانفرنس کی پاس کردہ تجاویز شائع ہوئی ہیں ۔ جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں :-

(۱) یہ کانفرنس مذہب اور قوم کی حقیقی خدمت کا اس وقت بہترین طریقہ یہ سمجھتی ہے کہ مسلمانوں کو فتنۂ مرزائیت سے بچایا جائے ۔ اس سلسلہ میں یہ کانفرنس انجمن مباہلہ مرکزی کی تمام سرگرمیوں کو استحسان کی نظروں سے دیکھتی ہے ۔ اور اس کی خدمات کا اعتراف کرنے کے ساتھ تمام مسلمانوں کو انجمن مباہلہ کی ہر قسم کی اعانت و امداد کی طرف پر زور توجہ دلاتی ہے ۔ کانفرنس کی رائے ہے کہ انجمن مباہلہ فتنہ مرزائیت کے استیصال کے لئے مبلغین اور مناظرین تیار کرنے کا مستقل پروگرام بنائے نیز مباہلہ کانفرنس کا سالانہ انعقاد مستقل کر دیا جائے ۔

(۲) یہ کانفرنس مولانا عبدالکریم صاحب و دیگر کارکنان "مباہلہ" کی ان مجاہدانہ خدمات کا جو انہوں نے فتنہ مرزائیت کے انسداد کے لئے انجام دیں تہ دل سے اعتراف کرتی ہے اور ان کے ان مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لئے ان کی ہر ممکن امداد کرنے کا یقین دلاتی ہے نیز یہ کانفرنس روزنامہ "زمیندار" کی ان خدمات کا جو اس نے مرزائی فتنہ کے انسداد کی خاطر انجام دیں صدق دل سے اعتراف کرتی ہے ۔

(۳) یہ کانفرنس فتنۂ مرزائیت کے استیصال کے لئے ضروری خیال کرتی ہے کہ ہر ایک شہر خصوصاً ان شہروں میں جہاں مرزائیوں کے تبلیغی مرکز ہیں ۔ مرکزی انجمن مباہلہ امرتسر کی شاخیں قائم کریں تا کہ دشمن اسلام فرقہ مرزائیہ کے ہتھکنڈوں کا ایک نظام کے ماتحت مقابلہ کیا جا سکے ۔"

یہ تجاویز اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کے خلاف جو بغض و تعصب ملانوں کے دلوں میں پایا جاتا تھا وہ سلسلہ کی خدمات اسلامی کی وجہ سے ایک عرصہ تک دبے رہنے کے بعد میاں صاحب کے مباہلوی مرید مولوی عبدالکریم کی تحریک سے اب پھر جوش میں آ رہا ہے ۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ فتنہ اس سلسلہ کو نقصان پہنچانے کے بجائے انشاء اللہ ترقی کا موجب ہوگا ۔ تاہم اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر احمدی اس کے مقابلہ کے لئے اٹھے ۔ اور مسیح موعود کی صداقت اور سلسلہ حقہ کی عظمت کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کی کوشش کرے ۔ ہر جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں جماعت احمدیہ کے صحیح عقائد مسیح موعود کے اصل دعاوی اور اس سلسلہ کے کاموں کے متعلق باقاعدہ پروپیگنڈا کا انتظام کرے تاکہ اس فتنہ کے پھیلنے سے بیشتر لوگوں کو اصلیت کا پتہ لگ جائے ۔

ایک امریکن مشنری کا قبول اسلام

وسط افریقہ سے حال ہی میں ایک امریکن مشنری کے قبول اسلام کی خبر آئی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے بہت کچھ روپیہ خرچ کر کے بعض حبشیوں کو مسیحیت کا حلقہ بگوش بنایا تھا ۔ انہوں نے اسے ترغیب دی کہ ایک مسلمان مبلغ کو جو اسی ضلع میں کام کرتا ہے مسیحیت کی دعوت دے کیونکہ اس کے مسیحی ہو جانے سے بہت سے نومسلمین کے مسیحیت میں داخل ہونے کا امکان ہے ۔ امریکن مشنری نے اس نیک مشورہ پر عمل کرنے میں ذرا دیر نہ لگائی ۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ کئی دنوں تک زبردست بحث و مباحثہ کے بعد اسے صداقت اسلام کا قائل ہونا پڑا اور اس نے خود ہی برضا و رغبت قبول اسلام کا اعلان کر دیا ۔ اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا ۔

ایک خط میں جو اس نے امریکن مشن کے نام لکھا ہے ۔ اسلام کی خوبیوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ اور آخر میں یہ بتایا ہے کہ میرے قبول اسلام کی حقیقی وجہ یہ ہے ۔ کہ اسلام میرے لئے مسیحیت سے بڑھکر روحانی تسکین کا موجب ہے ۔ فی الحقیقت اسلام کی پاک تعلیم کو اگر بغض و تعصب کی رنگدار عینک اتار کر پڑھا جائے تو اس کی صداقت و معقولیت کا انسان کو دل سے قائل ہونا پڑتا ہے ۔ اور آج مغربی دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے دل تعصب سے اتنے معمور نہیں جتنے مسلمانوں کے دل تبلیغ سے دور ہیں ۔ افسوس ہے کہ ہماری کوتاہ دستی مغرب کے بہت سے آزاد خیال لوگوں تک اسلام کو پہنچانے سے قاصر ہے ۔ ورنہ یورپ اور امریکہ کا بہت بڑا حصہ آج اسلامی دنیا میں شمار ہوتا ۔

"جوابی تکفیر"

"فاروق" نے اپنی پہلی کی اشاعت میں مولوی ثناء اللہ کو جواب دیتے ہوئے میاں صاحب کے فتوائے تکفیر کو "جوابی تکفیر" قرار دیا ہے ۔ اور لکھا ہے :-

"اگر آج نجدی اور اس کے دوسرے روحانی باپ اور بھائی مولوی حضرت مرزا صاحب پر سے تمام اپنے فتاوی تکفیر و تفسیق واپس لے لیں اور حضرت مرزا صاحب کو راستباز مومن قرار دیں نہ صرف زبانی جمع خرچ سے بلکہ عملاً بھی ثابت کر دیں کہ وہ واقعی حضرت مرزا صاحب کو مسلمان مومن راستباز سمجھتے ہیں تو پھر ہم پر بھی حرام ہے کہ ہم ان کو کافر کہیں کافر تو تم لوگ اپنے منہ سے بن رہے ہو"

جب ایک شخص نے حضرت مرزا صاحب کو مومن مسلمان ماننے کے ساتھ "راستباز" بھی مان لیا یعنے دعووں میں آپ کو سچا مان لیا تو پھر اس کے احمدی ہونے میں کیا کسر باقی رہ گئی ؟ پس جناب "فاروق" کا یہ کتنا بڑا احسان ہوگا کہ ایک شخص کے احمدی ہو جانے کے بعد اسے کافر کہنا چھوڑ دیں ۔

حیرت ہے کہ یہ لوگ ناک کو سیدھے ہاتھ پکڑنے کے بجائے کس ایچا پیچی سے کام لیتے ہیں ۔ کیوں نہیں سیدھی طرح کہتے کہ چونکہ تم مسیح موعود کو نہیں مانتے اس لئے تم کافر ہو "جوابی تکفیر" کیا بلا ہے کیا اگر مولوی لوگ حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ نہ دیتے تو تم انہیں مسلمان سمجھتے ؟ ضرورت ہے کہ "فاروق" اس پر زیادہ وضاحت سے روشنی ڈالے ۔ کیونکہ اس کے الفاظ میاں صاحب کے عقیدہ تکفیر کی تنقیص کر رہے ہیں ۔

مصائب اور کمزوریوں سے نکلنے کا حقیقی ذریعہ

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

امریکہ کا جاروب کش پریزیڈنٹ

خطبہ جمعہ مورخہ ۹ اکتوبر سنہ ۶۳ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

واذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم ...... الی .... ان یریدون الا فراراً۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔ الخ

یہ ایک ہی موقعہ سے میں نے سورت کی پہلی اور پچھلی آیات پڑھی ہیں۔ مضمون ایک ہی ہے۔ پہلی آیات میں ایک جنگ کا ذکر ہے جو احزاب کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں عرب کی تمام قومیں ملکر مدینہ پر چڑھ آئیں۔

انتہائی مصیبت کا نقشہ

پہلی آیات میں اس حالت کا ذکر کیا ہے جو اس وقت بعض لوگوں پر وارد تھی۔ دشمن کی فوجیں مدینہ کے اوپر کی طرف سے اور نشیب سے چڑھ آئیں۔ اور اس کی کثرت سے آنکھوں میں اندھیرا آگیا اور دل گلوں تک پہنچ گئے اور بعض لوگ اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہ اس گھبراہٹ کا نقشہ کھینچا ہے جو اس وقت تمام قوموں کے ملکر چڑھائی کرنے کی وجہ سے بعض دلوں میں پیدا ہو رہی تھی اس وقت مومنوں کی بڑی آزمائش ہوئی۔ اور ایک سخت زلزلہ ان پر آیا۔ جب منافقین اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری یا کمزوری تھی یہ کہنا شروع کیا کہ خدا اور اس کے رسول صلعم نے بڑے وعدے دیئے تھے لیکن وہ سب دھوکا ہی نکلا۔ اور ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے اہل یثرب اب تمہارے لئے کوئی ٹھیرنے کی جگہ نہیں بس لوٹ آؤ۔ اور ایک گروہ رسولؐ سے اجازت مانگتا تھا کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ وہ تو بہانے کر کے صرف بھاگنا چاہتے تھے۔

یہ تو ایک حصہ ہے اور اسی کے تسلسل میں آگے آتا ہے:۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ تمہارے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی لقا، اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اسلام کا مدار دو چیزوں پر

تو درحقیقت یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک طرف انتہائی مصیبت کا نقشہ کھینچا ہے۔ جب یہ نظر آرہا تھا کہ مسلمان اب مر گئے اور دوسری طرف بتایا کہ ان حالات میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تمہارے لئے نمونہ ہے۔

اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دو چیزیں اسلام میں ہیں جن کے اوپر تمام مسلمانوں کا دارومدار ہونا چاہیئے۔ ایک خدا کا کلام قرآن کریم اور دوسری محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ۔ قرآن یہ بتاتا ہے کہ تم نے کیا کرنا ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ بتاتے ہیں کہ کس طرح کرنا ہے۔ یہی مطلب ہے اس بات کے کہنے سے کہ رسول اللہ صلعم میں تمہارے لئے نمونہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بتاتا ہے کہ جس کام میں ہاتھ ڈالو اس کو کس طرح کرو۔

رسول اللہ صلعم کے کام

ایک ہی بات کو میں لیتا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس کام کو کرتے تھے اس پر پوری توجہ اور قوت صرف کر دیتے تھے۔ آپؐ کی زندگی میں یہ نمایاں بات آپ پائیں گے کہ کوئی کام ادھورے دل سے آپؐ نے نہیں کیا، مزدور سے لے کر بادشاہ تک، سپاہی سے لیکر جرنیل تک، معمولی آدمی سے لیکر حاکم تک جس حیثیت سے بھی آپ نے کام کیا ان سب میں یہ نمایاں خصوصیت نظر آتی ہے۔ کہ آپ نے اس پر اپنی پوری توجہ اور پوری قوت صرف کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں ایک ہی کام ہو سکتا ہے یہ غلط ہے۔ جس قدر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متفرق کام کئے ہیں شاید ہی کسی شخص کی زندگی میں اس کا نمونہ مل سکے۔ ایک طرف آپ فوج کے کمانڈر ہیں اور دوسری طرف مسجد کے امام، وہی شخص روحانی پیشوا بھی ہو اور فوجوں کی کمانڈ بھی اس کے ذمہ ہو۔ روحانیت اور اخلاق کی تعلیم دینے والا بھی وہی ہو، اور انتظام مملکت بھی اسی کے ہاتھ میں ہو۔ اس کی مثال دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

ہر کام میں کمال درجہ کی محویت

ان مختلف حیثیتوں میں جس کام کو آپ نے ہاتھ میں لیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا کام ہی نہیں۔ ایک نماز کو ہی لے لو۔ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہونا دن کو اور رات کو اس میں بہت بڑا فرق ہے۔ بہت ہیں جو دن کو بڑی بڑی مشقتیں اٹھا لیتے ہیں۔ مگر جو شخص سارا دن کام میں گزارتا ہے اس کے لئے رات کو جاگنا اور پھر صرف عبادت الٰہی کے لئے جاگنا بڑا مشکل کام ہے۔ مگر آپؐ اپنی دن بھر کی بیحد مصروفیتوں کے باوجود آدھی آدھی رات عبادت الٰہی میں گزار دیتے تھے۔ رات کو تہجد میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ گویا نماز پڑھتے ہیں تو اس قدر پوری قوت اور توجہ سے ادا کرتے ہیں کہ جسمانی تکلیف تک بھی محسوس نہیں کرتے۔ پھر جنگ کی حالت کو لے لیجیئے اس میں ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ فوج کا کمانڈر محفوظ رہے۔ لیکن جب خطرہ آتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے بھی اس وقت آگے ہی بڑھتے پائے جاتے ہیں۔ جب فوج پیچھے ہٹ رہی ہوتی ہے روحانی امور میں محویت ہے تو وہ بھی اسی کمال درجہ کی ہے۔ کہ روحانی لذت کی وجہ سے جسمانی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور جسمانی امور میں محویت ہے تو وہ بھی اس قدر کہ بڑے سے بڑے خطرے کی آنحضرتؐ کی نظر میں ادنیٰ سے ادنیٰ وقعت نہیں۔ غرض ہر کام میں کمال درجہ کی محویت اور کمال درجہ کی توجہ نظر آتی ہے۔

کامیابی کی صحیح راہ!

تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سبق لو۔ کہ جو کام سپرد کیا جائے اس کو پوری قوت اور پورے دل سے کرو۔ اگر ان ناکامیوں کو دیکھیں جو لوگوں کو پیش آتی ہیں تو نوے فیصدی ناکامیاں ایسی ہونگی جن میں کاموں کو پورے دل سے نہیں بلکہ ادھورے دل سے کیا گیا۔ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ وجدال میں کوئی تربیت حاصل کی تھی؟ وہ زمانہ جب آپ نبوت کے منصب پر کھڑے نہ ہوئے تھے اس کے چالیس سال یونہی گزر گئے۔ کسی جنگ میں آپ نے حصہ نہیں لیا۔ ۱۳ سال کی زندگی کے اور گزر گئے اور کوئی جنگ پیش نہ آئی۔ لیکن جب جنگ پیش آئی تو اس کا حق اس طرح ادا کیا گویا آپ اس فن کے کامل ماہر ہیں۔

امریکہ کا جاروب کش پریزیڈنٹ

ہمارے لئے بھی اس میں ایک سبق ہے کہ اگر اس کام میں جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو اس میں پوری قوت اور توجہ اور دل کو لگا دیں۔ جب کسی کام کو پوری قوت اور توجہ سے کروگے تو اس میں یقیناً کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس وقت میں ایک مثال تمھیں سناتا ہوں۔

ایک شخص کا جو بعد میں جمہوریت امریکہ کا پریزیڈنٹ ہو گیا قصہ لکھا ہے کہ وہ ابتدا میں بہت ہی غریب آدمی تھا اس کا قاعدہ تھا کہ جب سکول میں داخل ہوتا وہاں کچھ محنت اور مزدوری کے کام کرتا اور ان سے جو کچھ آمدنی ہوتی اس سے تعلیم حاصل کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ کسی سکول یا کالج میں جب داخل ہوا تو اتفاق سے اسے کوئی ایسا کام نہ مل سکا اس نے سکول کے افسروں سے درخواست کی کہ سکول میں جھاڑو دینے کا کام مجھے دیدیا جائے۔ لکھا ہے کہ جب وہ سکول میں جھاڑو دیتا تھا تو پورے انہماک سے نہایت اچھی جھاڑو دیتا تھا۔ جس پر اس کے افسر بہت خوش ہوئے۔ جس شخص میں کام توجہ اور محویت سے کرنے کی عادت ہوگی۔ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی اسی توجہ اور محویت سے کرے گا۔ جیسے اعلیٰ سے اعلیٰ کام

کاموں میں پوری توجہ اور انہماک کی ضرورت

تو کسی کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اس میں پوری توجہ اور انہماک کی ضرورت ہے۔ اکثر لوگ جو اپنی زندگی کو خراب کر لیتے ہیں وہ یونہی خراب کرتے ہیں۔ کہ اپنے کام میں پوری توجہ نہیں دیتے۔ بہت سے ذہین لوگ اس وجہ سے ناکام رہتے ہیں کہ انہیں اپنے ذہن پر ناز ہوتا ہے۔ اور کام میں پورے طور پر وہ توجہ نہیں دیتے۔ حالانکہ خدا کا قانون یہی ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ پس ایک گر کامیابی کا یہ ہے کہ جو کام سپرد ہو اس کو پوری قوت اور توجہ سے کیا جائے۔ رسول اللہ صلعم یہی نہیں کہ نماز اور دوسرے بیرونی کاموں میں ہی اپنی پوری توجہ اور قوت صرف کرتے ہیں بلکہ گھر کے اندر جب جاتے ہیں۔ تو وہاں بھی جو کام ہے اسے پوری توجہ اور دل سے کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے گھر میں نو بیویاں تھیں ان سب کی دلداری کرتے تھے۔ اور آپ کی باہر کی بیحد مصروفیتیں آپکو اس فرض کی ادائیگی سے نہ روکتی تھیں۔

مصائب اور کمزوریوں کی وجہ

غرض رسول خدا صلعم کی زندگی میں ایک بات نمایاں نظر آئے گی سب سے نمایاں کہ جس کام کو آپ لیتے ہیں اس میں پورا دل لگا دیتے ہیں۔ تم بھی جو کام کرو اس میں پورا دل لگاؤ۔ تو جلد کامیابی ہوگی۔ اگر تم پڑھنے بیٹھو اور ایک گھنٹہ پوری توجہ سے لگا دو تو اس سے بہتر ہے کہ چار گھنٹے ادھورے دل کے ساتھ لگائے جائیں بعض لوگ دفاتر کے اندر کام کرتے ہیں۔ اور سارا دن بیٹھکر پوری توجہ کے ساتھ نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انہیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ آج ہمارے اندر جس قدر کمزوریاں اور مصائب نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ جو کام ہمارے سپرد ہوتا ہے اس میں پوری توجہ صرف نہیں ہوتی۔ یاد رکھو جس کام کو تم ہاتھ میں لو جب تک اس میں پوری توجہ صرف نہ کرو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب تم سوؤ تو خوب

سوؤ اور گہری نیند سو جاؤ ۔ لیکن جب جاگو تو اس وقت پوری محنت اور توجہ سے کام کرو۔ تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

سالانہ جلسہ کو کامیاب بناؤ

خطبۂ ثانی میں فرمایا:۔

جانتے ہو یہ قصہ میں نے کیوں بیان کیا ہے ، وہ حالت تو ابھی وارد نہیں ہوئی جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ ایک قوم اور انسان کو جو تکلیفیں پیش آتی ہیں ان میں بھی وہی راہ عمل ہے جو ان آیات میں پیش کی گئی ہے ۔ اس وقت ہمارے سالانہ جلسہ میں اڑھائی مہینے ہیں ۔ یہ بڑا وقت ہے۔ اگر تم عزم کر لو کہ ہم نے کام کرنا ہے ۔ اور قوم کو ان مصائب سے باہر نکالنا ہے ۔ جو اس وقت اس پر وارد ہو رہے ہیں ۔ تو اس اڑھائی مہینے میں بہت کچھ کام تم کر سکتے ہو۔ اس وقت موقعہ ہے کام کرنے کا ۔ اس قسم کے موقعے اکثر پیش آتے رہتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے، کہ ہم اپنے موقعہ کو کھو دیتے ہیں ۔ اور پوری توجہ سے کام نہیں لیتے ۔ ایک چیز ہمیں ملتی ہے لیکن اپنے ہاتھوں سے اسے ضائع کر دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں تم میں ہر ایک کے پاس مال ہے ۔ اگر تم دل کی طاقت کو باہر نکالو تو مال کا مل جانا کوئی چیز نہیں ۔ اس لئے اٹھو اور پوری ہمت اور عزم سے کام لیکر اپنی قوم کو کامیاب بنانے کی کوشش کرو۔

سابق خدیو مصر مسجد ووکنگ میں

عالیجناب ہز ہائنس عباس حلمی سابق خدیو مصر مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء بروز جمعرات بوقت ۴ بجے شام شاہجہان مسجد ووکنگ میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کے سکرٹری جناب مسٹر عزامی بھی آپ کے ہمرکاب تھے ۔ گھنٹہ بھر مسجد میں گزارا ۔ نماز ادا کی ۔ مسجد کے حالات و تبلیغی جدوجہد کے کوائف معلوم کرتے رہے ۔ اور مشن کے تبلیغی کارہائے نمایاں سن سن کر مسرور ہوتے رہے ۔ اس کے بعد جناب امام مسجد نے چائے پیش کی ۔

عالیجناب ہز ہائنس ممدوح نے مشن کی ذاتی طور پر اعانت کا وعدہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ہر ایک اسلامی کام سے دلی ہمدردی اور دلچسپی ہے اور حتی القدور میں ان کی اعانت کرتا رہتا ہوں ۔ کیونکہ میرا ایمان ہے ۔ کہ یہی اسلامی ادارے اسلام کی روح و رواں ہیں ۔ اور انہی کی تگ و دو سے اسلام زندہ رہ سکتا ہے۔ آپ کے مذہبی ادارہ کی تو شاندار روایات ہیں ۔ اور اس کے سامنے ابھی خوش آیند مستقبل ہے ۔ یہ ادارہ تبلیغی کارزار میں سب اسلامی اداروں سے پیش پیش ہے ۔ یورپ میں اس وقت جارحانہ قدم اٹھا رہا ہے ۔ اس لئے جمیع مسلمانان عالم کا فرض ہے کہ اس کی امداد کریں ۔ اس کی طرف خاص توجہ دیں ۔ اس کے بعد آپ نے ایک کاپی ترجمۃ القرآن انگریزی کی خریدی اور رسالہ "اسلامک ریویو" کی امداد فرمائی ۔ مشن کی تبلیغی تگ و تاز سے آپ نے اپنی گہری محبت ہمدردی و دلچسپی کا اظہار فرمایا ۔ اس کی اسلامی خدمات عالیہ کا دل سے اعتراف کیا ۔ اور کارکنان مشن کی بہترین الفاظ میں حوصلہ افزائی فرمائی ۔　　　والسلام

خـــــــــــادم

خواجہ عبدالغنی

سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ،

۲۱ اکتوبر ۱۹۳۱ء　　　عزیز منزل لاہور

علامہ ابن حزم وفات مسیح کی تائید میں
مولانا سید سلیمان ندوی کے خیالات!

مجھے اس سال تبلیغی سلسلہ میں بھاگلپور، پٹنہ اور مظفرپور جانے کا اتفاق ہوا ۔ اس سفر میں بہت سے معزز اصحاب اور مولوی صاحبان سے شرف ملاقات حاصل ہوا ۔ مظفرپور میں مولانا شفیع داؤدی ایم ایل اے کے مکان پر تین چار روز قیام رہا ۔ جہاں مولانا سید سلیمان ندوی کا رسالہ "معارف" بابت ماہ مارچ ۱۹۳۰ء دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس رسالہ کے ۱۶۶ صفحے سے لیکر ۱۷۴ تک سید صاحب نے علامہ ابن حزم اور انکی کتاب "المحلی لابن حزم" پر ریویو کیا ہے ۔ اور وفات مسیح کی تائید میں علامہ ابن حزم کا ایک قول بھی نقل کیا ہے ۔ ذیل میں اس سارے مضمون کو قارئین "پیغام صلح" کے افادہ کے لئے نقل کیا جاتا ہے

علامہ ابن حزم کے متعلق مولانا سید سلیمان ندوی کی رائے

رسالہ "معارف" صفحہ ۱۶۹ سطر ۷:۔

"اس فقہی مذہب کے سب سے بڑے علمبردار اندلس کے مشہور عالم علامہ ابن حزم ظاہری تھے ۔ ان کا نام ابو محمد بن احمد بن سعید بن حزم تھا ۔ یہ اندلس کے خاندان وزارت سے تھے ۔ معقول و منقول دونوں کے امام اور علم حدیث ، رجال ، انساب اور کلام کے متبحر فاضل تھے ۔ دنیا کے تمام فرق و مذاہب پر ان کی نظر وسیع تھی ۔ علم کلام پر الفصل فی الملل والنحل ان کی مشہور کتاب ہے جو عام طور سے چھپی ہوئی ملتی ہے ۔ اس میں انہوں نے فلاسفہ، حکما ، ملحدین ، یہود ، نصاریٰ اور اہل سنت کے علاوہ دوسرے اسلامی فرقوں پر نقد و تبصرہ کیا ہے اور ان کے اعتراضات کا جواب دیا ہے ۔ اور اہل سنت کے عقائد کو بدلائل عقلی ثابت کیا ہے،

وہ اپنی تحقیقات میں نہایت آزاد تھے ۔ قرآن پاک اور سنت صحیحہ کے علاوہ دنیا میں کسی کے قول کو وہ حجت نہیں سمجھتے تھے اور نہ کسی کے کلام کو بلا دلیل مانتے تھے ۔ بڑے بڑے ائمہ کے اقوال کو وہ نہایت بے پروائی سے ٹھکرا دیتے تھے ۔ اور جو بات ان کو دلائل سے حق معلوم ہوتی تھی اس کے اظہار میں وہ دنیا کی کسی قوم سے نہیں ڈرتے تھے ۔ اور نہ عام مسلک کے خلاف رائے ظاہر کرنے میں حکومت وقت کی مصلحتوں یا جمہور عوام کے جذبات کی پروا کرتے تھے ۔ ایک بے نیام تلوار تھی جو ان کے نزدیک حق کی نصرت اور باطل کی شکست میں آگے پیچھے داہنے بائیں ہمیشہ اپنا وار کرتی رہتی تھی اسی لئے عام طور سے یہ مثل ہوگئی کہ یوسف بن حجاج ثقفی کی تلوار اور ابن حزم کی زبان دونوں سگے بھائی ہیں"

علامہ ابن حزم کی کتاب محلّی پر سید سلیمان ندوی کا ریویو

رسالہ "معارف" صفحہ ۱۷۱ سطر ۵

"ان کتابوں میں سے اس وقت ہم کو جس کتاب کا ذکر کرنا ہے وہ ابن حزم کی محلی ہے یہ عقائد اور فقہ میں ایک بے نظیر کتاب ہے متعدد جلدوں میں ہے ۔ اس وقت تک اس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں ۔ پہلی جلد توحید و عقائد سے لیکر طہارت ، وضو ، اور نواقض وضو تک اور دوسری غسل موزوں پر مسح ، نماز اور نفل نماز تک مسائل پر مشتمل ہے ۔ باقی جلدیں زیر طبع ہیں ۔ اس کتاب کی تصحیح و مقابلہ اور تعلیق و تحشیہ کی خدمت شیخ احمد محمد شاکر قاضی شرعی عدالت مصر نے انجام دی ہے ۔ اس کی تصحیح و نقل کے لئے ایک نسخہ مصر کا ۔ اور دوسرا یمن سے آیا ہے . . . .

. . . . . . اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ یورپ کے علاوہ مصر میں آج تک اس طرح کوئی کتاب اس اسلوب سے اڈٹ ہو کر شائع نہیں ہوئی

علامہ ابن حزم وفات مسیح کی تائید میں

وان عیسی علیہ السلام	اور عیسےٰ علیہ السلام نہ تو مقتول ہوئے
لم یقتل ولم یصلب ولکن	اور نہ ان کو سولی دی گئی بلکہ خدا نے
توفاہ اللہ تعالیٰ عزوجل	ان کو وفات دی پھر ان کو اپنی طرف اٹھا لیا
ثم رفعہ اللہ وقال عزوجل	اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ کہ (نہ تو یہودیوں
(وما قتلوہ وما صلبوہ) و	نے عیسےٰ کو قتل کیا اور نہ سولی دی)
قال تعالیٰ انی متوفیک و رافعک الی و قال	اور حضرت عیسیٰ کو خطاب کر کے فرماتا
(وکنت علیہم شہیدا ما	ہے کہ (میں تجھ کو وفات دینے والا
دمت فیہم فلما توفیتنی	ہوں اور تجھ کو اپنی طرف اٹھانیوالا
کنت انت الرقیب علیہم	ہوں) اور خدا حضرت عیسےٰ کا قول
وانت علیٰ کل شئ شہید	نقل کرتا ہے ۔ کہ انہوں نے عرض کی
وقال تعالیٰ (اللہ یتوفی الا	کہ (اور میں ان پر گواہ تھا جب تک
نفس حین موتہا والتی لم	میں ان میں تھا ۔ پھر جب تو نے مجھے
تمت فی منامہا) فالوفاۃ	وفات دی تو تو ان کا نگہبان تھا اور
قسمان نوم وموت فقط	تو ہر چیز پر گواہ ہے ۔) اور خدا فرماتا
ولم یرد عیسےٰ علیہ السلام	ہے کہ (وفات دیتا ہوں جانوں کو
بقولہ (فلما توفیتنی)	ان کی موت کے وقت) اور جو نہیں
وفاۃ النوم فصح ان انما	مرتے ان کو نیند کے وقت اور حضرت
عنی وفاۃ الموت ومن	عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے قول (جب
قال انہ علیہ السلام	تو نے مجھے وفات دی) سے نیند کی
قتل او صلب فہو کافر	مراد نہیں لی ۔ تو صحیح یہ ہے کہ انہوں
مرتد حلال دمہ ومالہ	نے موت کی وفات مراد لی ۔ اور جو
لتکذیبہ القرآن وخلافہ	یہ کہے کہ وہ قتل ہوئے یا سولی پائی وہ کافر
الاجماع (ص ۲۳)	ہے اس کا خون اور اس کا مال حلال ہے کہ وہ
(از کتاب محلی)	قرآن کو جھٹلاتا اور اجماع کی مخالفت کرتا ہے

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کا خیال

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید مرحوم سے پہلے بھی کچھ علما اس مسئلہ میں ان کے ہم آہنگ گزرے ہیں اور آج کل جو لوگ اس مسئلہ کو کفر اور اسلام کا معیار بنا رہے ہیں وہ افراط و تفریط میں مبتلا ہیں"

علامہ ابن حزم کی قابلیت ان کی کتاب محلی کے بے نظیر ہونے اور وفات مسیح کی شہادت، پر جس قدر ریویو مولانا سید سلیمان ندوی نے کیا ہے وہ کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں ۔ سید صاحب نے کھلے الفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ سرسید مرحوم سے پہلے بھی کچھ علما وفات مسیح کے عقیدہ میں ان کے ہمخیال تھے ۔ لیکن افسوس کہ سید صاحب نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود و مجدد صدی چہاردہم کا ذکر تک نہیں کیا ۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے اپنی اسّی سے زائد کتب میں وفات مسیح پر بحث کی ہے ۔ اور قرآن شریف کی تیس آیات سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں ۔ خدا کی شان اس وقت آپ کے اس عقیدہ کو کفر قرار دیا جاتا تھا ۔ لیکن اب سلف صالحین کی تحریرات سے تائیدات پیش کی جاتی ہیں اور صاف لکھا جاتا ہے کہ اس عقیدہ کو کفر و اسلام کا معیار قرار دینا غلطی ہے ۔ اگر حضرت مرزا صاحب کی تائید کا ڈر نہ ہوتا تو صاف طور پر ابن حزم کے اس عقیدہ کو سرسید کی نہیں بلکہ اپنی تائید میں پیش کیا جاتا ۔ کیونکہ وفات مسیح کے قائل صرف سرسید ہی نہیں بلکہ ان کے دست راست علامہ شبلی بھی اسی کے قائل تھے اور علامہ شبلی کے شاگرد رشید مولانا سید سلیمان ندوی بھی اسی عقیدہ کے مؤید ہیں ۔ کاش ان لوگوں [illegible] (خاکسار حبیب الرحمٰن از مظفرپور)

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا

مسیح موعود اور بزرگان سلسلہ کی تحریرات سے جواب

(شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ)

صدر اسلام کی سادگی

صدر اسلام کے مسلمانوں کی معاشرت اور تمدن جس طرح سادہ اور فطرت کے مطابق تھی اس طرح ان کے ایمان و اعمال بھی فلسفیانہ موشگافیوں سے پاک و مبرا تھے۔ ابتداً انہیں علمی اور دماغی کاوشوں میں منہمک ہونے کا بہت کم موقعہ ملا۔ کیونکہ ان کی ہمتیں اور کوششیں شروع میں فتوحات ملکی کیطرف مائل ہوئیں جس کا نتیجہ وہ بے نظیر کامیابی تھی جو تھوڑے سے ہی عرصہ میں اسلام کو حاصل ہوئی۔ مختلف اقوام وملل کے حلقہ بگوش اسلام ہوجانے سے جہاں دولت و ثروت اور عزت واقبال سے مسلمانوں کے خزانے معمور رہے۔ وہاں علوم فنون فلسفہ و منطق نے ان کے درسگاہوں میں جگہ پائی۔

اسلام میں اسرائیلیات کا دخل

ان نعما کے علاوہ چونکہ مختلف العقاید اور مختلف الخیال مفتوح اقوام کا داخلہ اسلام میں ہوا۔ ضرور تھا کہ ان کے رسم و رواج اور روایات مذہبی کا اثر ہمارے لٹریچر پر پڑتا چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا علمائے محققین کو اس امر کا اعتراف ہے اور چونکہ قرآن کریم میں انبیاء یہود اور نصاریٰ کے قصص عام طور پر منقول ہیں اسلئے وہ حصہ اسرائیلی روایات کا جو ان اقوام کے نکتہ خیال کی تفسیر و تشریح تھا۔ ہماری روایات میں دخل پاگیا۔

مسئلہ ولادت مسیح اور مولوی اللہ دتہ جالندھری

یہی صورت مسئلہ ولادت مسیح علیہ السلام کی ہے۔ خوب غور سے دیکھ لیا جائے کہ دور اول میں اس مسئلہ پر قطعاً کوئی بحث و تنقید نہیں ہوئی مگر جب اسرائیلیات کا داخل ہوا اسوقت اس مسیحی عقیدے نے ہماری تفسیر کی کتابوں میں راہ پائی اس حقیقت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے مولوی اللہ دتہ صاحب مولوی فاضل جالندھری ثم قادیانی مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء کے الفضل میں مسئلہ ولادت مسیح کو جمہور محققین کا مذہب بتلاتے ہیں۔

حضرت مولانا نور الدین صاحب مرحوم کا محاکمہ

جمہور محققین کے الفاظ تو مولوی صاحب نے محض پبلک کو خوش کرنے کی خاطر لکھ دیئے ہیں۔ اس لئے ہم اس بحث کو چھوڑ کر احمدیوں کے دونوں فریق کے مسلمہ محقق حضرت علامہ مولوی حکیم نور الدین صاحب مرحوم رحمتہ اللہ علیہ کا فیصلہ اس بارے میں درج کرتے ہیں جس سے مولوی اللہ دتہ صاحب کے مذہب جمہور کی حقیقت اچھی طرح نمایاں ہو جائیگی علامہ موصوف کتاب مستطاب المرسوم بہ نور الدین کے صفحہ ۱۵۱ پر غازی محمود مرحوم پال کے اعتراض کے جواب میں مسئلہ ولادت مسیح پر نہایت تفصیل کیساتھ ارقام فرماتے ہیں۔

(۱) جو اسلام قرآن کریم کے صحیفہ فطرت نے ہم کو سکھایا ہے اس میں تو کہیں نہیں لکھا کہ تم ایمان لاؤ کہ مسیح بے باپ تھے۔

(۲) ہم کو نبی کریم نے نہیں فرمایا کہ اسلام میں یہ بھی ہے کہ تم مان لو کہ مسیح بے پدر تھا۔

(۳) ہمارے پیارے صحابہ کرام اور ہمارے ائمہ اربعہ فقہا اور دیگر ائمہ عظام نے ہمیں کہیں ہدایت نہیں کی کہ اسلامی ضروریات سے ہے کہ مان لو مسیح بے باپ تھا۔

(۴) ہم کو ہمارے صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات میں کہیں تاکید نہیں فرمائی کہ اسلام میں قرب الٰہی کے مدارج اور مسالک اصلاح نفس و حصول اخلاق فاضلہ کیلئے لابد ہے کہ یہ بھی مانا کرو کہ مسیح بے باپ تھے۔

میاں محمود احمد صاحب قادیانی کا فیصلہ

دوسری شہادت بھی ہم آپکے گھر سے پیش کرتے ہیں۔ یہ حوالہ آپکے والد خلیفہ ثانی کے ملفوظات کا ہے۔ جو آپ لوگوں کی توجہ کی غرض سے ہم نقل کرتے ہیں ماہ۔ اپریل ۱۹۱۳ء کے تشحیذ الاذہان میں جناب میاں صاحب اس مسئلہ کے متعلق اپنے خیالات اس طرح اظہار فرماتے ہیں۔

میں سب سے اول آپ (حضرت مسیح کی) ولادت کے مسئلہ کو لیتا ہوں۔ پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفق مسئلہ ہے۔ اور سوائے سرسید کے جنہوں نے صرف عقلی دلائل سے اس کو رد کیا ہے۔ اور کسی نے قرآن کریم سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا ہے۔ مگر میں آگے چل کر بتا دوں گا کہ یہ بات غلط ہے کہ کسی نے قرآن شریف سے اس مسئلہ کا انکار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ثابت کروں گا کہ لوگوں نے اس مسئلہ پر قرآن شریف سے روشنی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مسیح بن باپ نہیں بلکہ باپ سے پیدا ہوا اب لوگوں کا خیال بتلاتا ہوں جو کہتے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ کے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ جسطرح سب دنیا پیدا ہوتی تھی اسی طرح آپکی پیدایش تھی اور اس سے یہ غرض ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور یہ کہ بعض لوگ آپ کے باپ کے قائل ہیں۔

احمدی قوم کی توجہ کے قابل

ہم نے تو ایک چھوڑ کے دو مسلمہ محققوں کی تحقیقات کا نتیجہ مولوی صاحب کے سامنے رکھدیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ فقہا اور دیگر ائمہ عظام اور صوفیائے اسلام تک نے کہیں یہ اظہار نہیں فرمایا کہ مسیح علیہ السلام بن باپ تھے۔ دیکھ جناب میاں صاحب اس مسئلہ کو ایک اختلافی مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ مگر مولوی اللہ دتہ صاحب اس مسئلہ کو مذہب جمہور اور محققین تحریر فرماتے ہیں۔ مولوی صاحب ان فاضلانہ تحریروں پر کیوں توجہ فرماتے لگے۔ وہ تو مولویانہ توجیہات سے اس سے پیچھا چھڑانیکی کوشش کریں گے۔ اس لئے ہم احمدی قوم کی توجہ ان حقایق کیطرف منعطف کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ ان کلمات سے فایدہ حاصل کریں اور یکطرفہ جوششوں سے الگ ہوکر اس پر غور کریں۔

یہ ایک صداقت ہے کہ ابتدائے اسلام میں اس قسم کا کوئی جزئی مسائل زیر بحث نہیں لائے گئے بلکہ یہ بعد کے اختراعات ہیں۔ اگر قرآن کریم کو خالی الذہن ہوکر اور ان اسرائیلی روایات کو دماغ سے نکال کر پڑھا جائے تو پھر اس قسم کے عقیدے آن واحد میں مٹ جائیں اور جمہور اہل اسلام اور محققین کے مذہب کی سمجھ آجائے۔

مادیت اور نیچریت کا فتوے

مولوی صاحب نے اپنے مضمون کو تقویت دینے کے لئے اس جگہ ایک فتویٰ بھی ہم پر عاید کرنا چاہا ہے۔ فرماتے ہیں۔ مگر مادیت کے اثر اور نیچریت کے عروج نے بعض لوگوں کو اس حقیقت کے انکار پر مجبور کر دیا ہے نہیں تو صرف ایک مسئلہ ابوة مسیح کے اختیار کرنے کی وجہ سے مولوی صاحب کی مادیت اور نیچریت کے خطابات نوازش ہوئے ہیں۔ مگر خود بدولت اور آپکی جماعت کے حق میں ان کے جمہور اسلام اور محققین نے نجات کا کوئی مذہب سے مہذب لفظ۔ جو مادیت اور نیچریت سے بہت زیادہ ثقیل اور

وزن دار تھے۔ استعمال کرنے کے دریغ نہیں فرمایا انہیں کے اتباع سے جناب نے بھی یہ انداز سخن ادا فرمایا ہے جزاکم اللہ احسن الجزاء

مسیح موعود کی مخالفت کا خدشہ

مولوی صاحب نے اپنے مضمون میں کتابیں تاہم لوگوں کی قرآن دانی کا تذکرہ فرمایا۔ مگر انہوں نے اس ضمن میں ایک خدشہ کیطرف اشارہ بھی کیا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایک خلجان انکے دل میں ہی پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ ان کے ہم نوا بھی ہمیشہ اس کو ظاہر کیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہم اس پر بھی اپنے خیالات کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں ہمارے دوستوں کا یہ خیال ہے کہ اگر قرآن کریم کی رو سے ولادت مسیح ثابت ہوجائے تو اس سے حضرت مسیح موعود کی مخالفت لازم آئیگی کیونکہ آپ کا عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام بن باپ تھے۔ مگر ہمارے خیال میں حضور کی شان میں اس سے قطعاً کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ایک اختلافی امر ہے اور اگر ایک بزرگ کے اجتہاد کیوجہ سے دوسرے بزرگ کی پوزیشن میں فرق آجاتا ہے تو اس سے اجتہاد کا دروازہ بند ہوجانا چاہیئے

مفسرین اور صحابہ میں اختلاف

تفاسیر کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس طرح ایک مسئلہ کے متعلق مفسرین کے خیالات میں اختلاف رائے ہے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر اختلاف مسائل موجود ہے حضرت عمر سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور حضرت عایشہ صدیقہ اس مسئلہ کا شد و مد سے انکار فرماتی ہیں علاوہ بر آں شاگرد اور استاد اور اس علاوہ ایک ہی مسلک کے بزرگوں کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو محض اجتہاد کی بنا پر ہے تو کیا اس بحر عظیم کی غواصی کرنے والوں کا مقصود نئے نئے حقایق و معارف سے دامن مراد بھرنا ہے یا کسی نوع کی تحقیر اور خود ستائی ان کا منشا تھا۔

مسیح موعود کی پوزیشن

دیکھنا یہ ہے۔ کہ استخراج و استنباط مسایل میں حضرت امام کی پوزیشن کیا ہے حضور نے خود اس بارے میں کتاب ازالہ اوہام میں اپنی حیثیت کو واضح فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں "آنے والے مسیح کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ حل مغلقات معضلات دین وحی سے نہیں بلکہ اجتہاد سے کریگا" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۲) پس جب خود آپ نے استخراج مسایل میں اپنی حیثیت مجتہدانہ ظاہر فرمائی ہے۔ تو مجتہد کے متعلق تو یہ اصول ہے۔ المجتہد قد یخطی و یصیب گویا مجتہد سے غلطی اور ثواب دونوں کا امکان ہے خود حضرت اقدس ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔ کہ بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجدد کو اور نہ کسی اور کو بجز انبیاء علیہم السلام معصوم ہونے کا دعویٰ ہے (کرامات الصادقین صفحہ ۵۰)

مسیح موعود کی تصنیفات

جب یہ صورت ہے تو اگر مسئلہ ولادت مسیح یا کسی اور مسئلہ میں آپ کو غلطی لگی ہو۔ تو اس اصول کی رو سے آپ کی شان میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ ہاں اگر آپ کی جملہ تصانیف کو جو تعداد میں اسی سے زاید ہیں اور ہزارہا اشتہارات کو کوئی بزرگ وحی سے لکھا ہوا سمجھتا ہے۔ تو یہ اس کا اپنا اختیار ہے۔ کہ ایسا سمجھے مگر ہم حضرت کی مندرجہ بالا تحریروں کے رو سے ایسے اعتقاد سے معذور ہیں۔ اور ہم سمجھتے کہ یہی فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے ہمارے دوستوں کو ہمارے ساتھ اختلاف ہے۔

مولوی اللہ دتہ صاحب کے مضمون زیر بحث اور ایسا ہی ان کی بعض دیگر تحریرات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہنوز مولوی صاحب موصوف کو احمدی لٹریچر سے پوری واقفیت نہیں ہے اور وہ ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں جو خود حضرت مسیح موعود اور بزرگان سلسلہ کی تحریرات کے مخالف ہوتی ہیں چنانچہ اس مضمون میں اس کا کچھ نمونہ پیش کیا جائے گا۔ اور تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ کسی خصوصی تحریر کے ذریعہ سے کسی دوسرے وقت اس پر تبصرہ کیا جائے گا۔ (باقی)

عربی زبان ام الالسنہ ہے

ویدوں کی سنسکرت زبانوں کی بی اماں نہیں

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

آٹھویں دلیل

عربی زبان کو منقولی طور پر سنسکرت کی ماں ثابت کر دینے کے بعد اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ ہم معقولی رنگ میں بھی عربی زبان کو ام الالسنہ ثابت کر دکھائیں۔ "پیغام اتحاد" کے مصنف نے سنسکرت زبان کو تمام زبانوں کی ماں بنانے کے لئے سب سے پہلی اور اس کے ساتھ ہی سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ "چونکہ تمام دنیا کی زبانوں کے ماخذ اور مادے یعنے مصادر اور روٹ (Roots) سنسکرت میں موجود ہیں اس لئے سنسکرت زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔" (پیغام اتحاد صفحہ ۶۹-۶۸) یہ دلیل اس قدر بودی اور بے بنیاد ہے جس پر کوئی عمارت کھڑی کرنا سعی لاحاصل اور کوشش بے سود ہے۔ عربی، فارسی اور دوسری زبانوں کے الفاظ کے مادے سنسکرت میں تلاش کرنا ایسے ہی ہے اور تھوتھے دھان کی ضرب المثل کو پورا کرنا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں اس امر کا کہیں شائبہ تک بھی موجود نہیں کہ کسی زمانہ میں نسل انسانی کی زبان پر اسماء اور افعال کی بجائے صرف مصادر اور روٹ (ROOTS) تھے یا اہل اللہ کی جماعت نے کسی جگہ بیٹھ کر مادے اور مصادر گھڑے تھے اور اس کے بعد ان سے اسماء اور افعال کو بنایا گیا۔ یہ خیال خود ویدک دھرم کے عقیدے کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں سب سے پہلے وید

الہام کئے گئے۔ اور پھر ان ویدوں سے زبان بنائی گئی۔ اگرچہ یہ نظریہ کتنا ہی لغو اور بیہودہ کیوں نہ ہو تاہم اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ سب سے پہلے کوئی کتاب یا الہام صرف مصادر اور روٹ (ROOTS) پر مشتمل نازل کیا گیا۔

ہر ایک زبان کی طبعی ترتیب یوں ہے کہ پہلے اسماء پیدا ہوتے ہیں پھر ان اسماء سے افعال بنائے جاتے ہیں۔ ایک عرصہ دراز کے بعد جب قواعد زبان کی تدوین اور تکمیل کی باری آتی ہے۔ تو چند ایک ہمشکل اور باہم علاقہ رکھنے والے اسماء اور افعال سے قدر مشترک نکال کر اس کو ان کا مادہ مصدر یا روٹ (ROOT) قرار دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اسماء اور افعال کے مصادر اور مادوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیا سنسکرت زبان کی لغت اور شرح الفاظ کی کتب اس امر کی شہادت نہیں دیتیں کیا مہامنی پاتنجلی، پانینی، کاتیاین اور دوسرے علماء نحو اس موضوع پر برسر پیکار نہیں۔ عربی، فارسی اور دوسری زبانوں کے الفاظ کے مادے سنسکرت میں تلاش کرنا تو دور کی کوڑی لانا ہے۔ خود سنسکرت الفاظ کے مادے اور صحیح مخرج تک پہنچنا بھی کوئی قطعی اور یقینی امر نہیں مثال کے لئے آپ ایک سنسکرت لفظ "ستام" کو لیجئے جسکے معنے بازو مسلم ہیں مگر اس کے مادہ اور مصدر کی تلاش میں نروکت، شاکپونی، نیگھنٹ۔ اور گارگو کے اختلاف آراء کو پڑھئے ایک کی رائے دوسرے سے کس قدر مختلف ہے۔ بتائیے نروکت کاروں نے اس ایک لفظ کے مختلف مصادر اور مادے کیوں تجویز کئے۔

اسی طرح لفظ مانس کو لیجئے جس کے معنے گوشت ہیں نروکت

۴۴

بتاتا ہے کہ یہ لفظ یا تو مانن سے ہے جس کے معنے قابل عزت کے ہیں (مانن عزت کے معنے رکھتا ہے) جو قابل عزت ہو اس کے لئے پکایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو مانس کہتے ہیں۔

یا مانسم سے ہے۔ کہ من یعنی دل کو اچھا لگتا ہے۔ اور دل اس میں خوب بیٹھتا ہے۔ معلوم نہیں اس کے متعلق مہاشے تیتن دت صاحب کی رائے کیا ہے۔ اگر وہ گوشت خور پارٹی سے تعلق رکھتے ہونگے تو اس کے حل کرنے میں ان کو بڑی مشکل پیش آئے گی۔

(باقی دارد)

خبریں

جموں۔ ۲۴ اکتوبر۔ یہاں کی سیاسی فضا ابھی تک مکدر ہے اگرچہ مسلمانوں کا مقابلہ حکومت کے ساتھ ہے لیکن ہندو خواہ مخواہ تیسرا فریق بن رہے ہیں مسلمانوں نے اعلان کر دیا ہے کہ انہیں ہندوؤں سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہے۔ ان کا مقابلہ صرف حکومت سے ہے لیکن چونکہ اتفاق سے حکومت راج کے ہاتھ میں ہے۔ اسلئے ہندو حکومت کی بیجا حمایت پرتے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اچھوتوں سکھوں اور بھاڑوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ کیونکہ انہیں اس میں قطعاً کامیابی نہیں ہوئی۔ سکھ کبھی ہندوؤں کے کسی جلسہ میں شریک نہیں ہوئے نہ ان کی بھاڑوں سے کوئی تعلق رکھا ہے۔ وہ اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے ہیں اور ظالم حکومت کی امداد کرنا گناہ خیال کرتے ہیں۔ سکھ علی الاعلان کہہ چکے ہیں۔ کہ وہ مسلمانوں کے مخالف نہیں۔ خواہ ربا سنگھ میں جو جلسہ منعقد ہوا اس میں بھی یہی خیال ظاہر کیا گیا تھا۔

بھاڑے کہتے ہیں کہ جب ہندو مسلمان کا فساد ہوتا ہے تو ہماری دکانیں لٹتی ہیں۔ ہندوؤں نے کبھی ہماری حفاظت نہیں کی ہم خواہ مخواہ مسلمانوں کو اپنا دشمن بنانا نہیں چاہتے۔ سنا گیا ہے کہ وہ اپنے مطالبات علیحدہ مہاراجہ کی خدمت میں پیش کرینگے۔ اچھوتوں نے اس بنا پر ہندوؤں کا ساتھ دینے پر انکار کر دیا ہے کہ ہندو اپنی تعداد بڑھانے کے لئے ہمیں ساتھ شامل کرتے ہیں وہ ہمارے ساتھ مساویانہ سلوک کبھی نہیں کرتے۔ وہ بھی اپنے مطالبات علیحدہ پیش کریں گے۔

لندن۔ ۲۵ اکتوبر۔ سیلم میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر ریمزے میکڈانلڈ نے کہا۔ آپ لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اگر میں پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہو گیا تو میں باہر کسی جلیل القدر عہدہ پر بھیجا جاؤنگا۔ مجھے اس سے پیشتر بھی یہ اہم عہدہ پیش کیا گیا تھا لیکن میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اخبارات کا بیان ہے۔ کہ وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں ہندوستان کی وائسرائلٹی اور واشنگٹن کی برطانی سفارت کے عہدوں کا ذکر کیا ہے۔

الہ آباد۔ ۲۷ اکتوبر۔ دہلی روانہ ہونے سے پیشتر پنڈت جواہر لعل نہرو نے کسانوں کی صورت حالات کے متعلق مسٹر گاندھی کے جواب کا متن شائع کر دیا۔ جو پنڈت جی کے بحری پیغام کے جواب میں موصول ہوا تھا۔ جواب حسب ذیل ہے۔ آپکے بحری پیغام میں واضح کیا جاتا ہے کہ آپ بلا تامل صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری کاروائی کریں۔ یہاں سے کوئی امید نہیں ہے۔

ویلنگڈن۔ ۲۵ اکتوبر۔ ویلنگڈن کے ٹیکس دہندوں نے سر سی پی راماسوامی ایر کو خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا جس کے جواب میں آپ نے کہا کہ گذشتہ چند ماہ کے حوادث نازک اور حکومت کے لئے نہایت گراں تھے۔ آپ نے اس پر اظہار اطمینان کیا۔ کہ گول میز کانفرنس اپ پوری نمایندہ ہے۔ اس میں ہر خیال کے ارکان موجود ہیں لیکن آپ نے خدشہ ظاہر کیا ہے۔ کہ عام فضا ابھی تک مکدر ہے۔ اور خوشگوار نظر نہیں آتی۔ تاہم امید افزا آثار میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہندوستان کے موجودہ وائسرائے ہندوستان کے مخلص دوست حقیقی رہنما اور صادق بہی خواہ ہیں۔ جو رنگ قومیت کے امتیازات سے بالاتر ہیں۔ انگلستان اور ہندوستان میں جو کام کیا جا رہا ہے اس کا مدعا بدامنی سے امن و سکون اور صلح کی صورت پیدا کرنا ہے اس کی موثر ترکیب ایک ہی ہو سکتی ہے۔ کہ افراد و جماعات کے دعاوی کم کئے جائیں۔ جب راماسوامی نے اعلان کیا۔ کہ وائسرائے اور لیڈی ولنگڈن عنقریب اوٹکمنڈ آئیں گے۔ تو حاضرین نے تالیاں بجائیں۔

سری نگر۔ ۲۷ اکتوبر۔ زمیندار مورخہ ۲۵ اکتوبر میں ایک نامہ نگار کے بیان کی تردید میں مولانا اسمٰعیل غزنوی۔ انقلاب کے نام پیغام ارسال فرماتے ہیں۔ کہ مجھے فخر ہے کہ میں احرار اسلامی تحریک میں ایک معمولی سپاہی کی طرح کام کرتا رہا ہوں اب کشمیر کیلئے کام کر رہا ہوں۔ احرار کے جلسوں میں بھی تقریریں کی ہیں اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی کیفیت پر بھی فخر کرتا ہوں۔ مجھے ان اشخاص کی بکواس پر سخت حیرت ہے جن کا ذریعہ معاش ہندوؤں کی خدمت ہے اور جن کا ضمیر ریاست کشمیر بآسانی ایک حقیر رقم کے عوض خرید سکتی ہے۔ اور جو ایک جماعت کو دوسری جماعت کیخلاف اس لئے ابھار رہے ہیں۔ کہ کشمیر کے وحشیانہ مظالم پر پردہ ڈالا جائے۔ یہ اشخاص روپیہ کے عوض سب کچھ کرنیکیلئے تیار رہتے ہیں۔

میں یہ بات واضح کر دینی چاہتا ہوں کہ ہندوؤں کے ساتھ ملنے کے بجائے مسلمانوں کی تمام جماعتوں کیساتھ اشتراک عمل کرنا مفید اور قابل عزت ہے۔ مولانا ظفر علی خاں اور ان کے قابل فرزند نے یہ گمراہ کن بیان شایع کر کے دوسروں کے عیب نکالنے کی کوشش میں اپنے گریبان میں منہ ڈالکر نہیں دیکھا۔

"انقلاب" نے شایع کیا ہے کہ سرینگر کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا کہ تحریک کشمیر میں احرار کا کام اور قربانیاں کشمیر کمیٹی سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور مسلمان ان کے مرہون احسان رہیں گے یہ بات قطعی غلط ہے میں نے اپنی تقریر میں دونوں جماعتوں میں سے نہ کسی کی تعریف کی ہے اور نہ کسی کی مخالفت کی ہے۔

ہندو اخبارات کا یہ لکھنا کہ ہم کشمیر میں ریاست کے مہمان ہیں غلط ہے۔ ہم اپنے خرچ پر قیام کر رہے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲)

انجام دیکھ لونگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو دین جس کا جی چاہے رکھے کوئی ایک دوسرے سے تعرض نہ کرے۔ ہاں یہ ضرور نکلتا ہے کہ اسلام میں کسی کو اپنا دین ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کے حقیقی معنے یہی ہیں کہ تم اپنا انجام دیکھ لوگے اور میں اپنا انجام دیکھ لونگا۔ یہ اس وقت آپ کے منہ سے نکلتا ہے جب چاروں طرف مشکلات اور تکالیف دن بدن بڑھتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کو آخر کار مکہ سے نکلنا پڑا۔ اس وقت کفار تمخول اڑاتے ہیں کہ وہ لکم دینکم ولی دین کہنے والا آج بھاگتا پھرتا ہے۔ پھر جنگ پیش آتے ہیں۔ جنگ احد میں آپ کے دانت شہید ہو جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی لکم دینکم ولی دین کہنے سے باز نہیں آتے۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو جاتا ہے۔ اور کفار آخر کار آپ کے قدموں پر گرتے ہیں۔ لکھا ہے اس وقت ابوسفیان مسلمان ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کس چیز نے اب تم کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا ہم نے ... اپنے بتوں کی بہت حفاظت کی۔ لیکن وہ نہ اپنے آپ کو بچا سکے اور نہ ہمیں محفوظ رکھ سکے۔ لیکن جس خدا کو آپ مانتے ہیں۔ اس نے آپ کی حفاظت کی اور آپ کو کامیاب اور فتحمند کیا۔ یہ لکم دینکم ولی دین کی عملی تفسیر ہے۔

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۱۹	لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۳۱ء	نمبر ۵۹

اخبار احمدیہ

بمبئی مشن - قارئین کرام یہ سن کر از حد مسرور ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انجمن کے لیے بمبئی میں ایک تبلیغی مشن قائم کرنے کے سامان فراہم کر دیئے ہیں۔ اور مولانا مولوی عبد الحق صاحب اور مرزا مسعود بیگ صاحب بی اے (برادر زادہ جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب) اس مشن کے کام پر بمبئی تشریف لے گئے ہیں گزشتہ جمعہ (مورخہ ۳۰ اکتوبر) کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ مسرت افزا خبر سنائی کہ بمبئی کے ایک سیٹھ صاحب نے وہاں مشن کھولنے کے لئے پانچ سو روپیہ ماہوار انجمن کے لئے مقرر کئے ہیں۔ اور اسی غرض سے مولانا عبد الحق اور مرزا مسعود بیگ صاحب بمبئی تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے ان دو مجاہدین کی قدر و منزلت کے لئے شام کو سٹیشن پر پہنچنے کی تاکید دوستوں کو فرمائی چنانچہ احباب کی ایک خاص تعداد وہاں پہنچ گئی جنھوں نے ہر دو مجاہدین کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ اسی روز تیسرے پہر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان ہر دو مجاہدین کے اعزاز میں چائے کی دعوت دی اور رات کو قبل از روانگی حضرت امیر ایدہ اللہ نے انہیں اور بعض دوسرے احباب کو دعوت طعام دی۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کو ان ہر دو مجاہدین اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے موجب خیر و برکت بنائے۔ اور ایسے بہت سے سیٹھ بمبئی اور دوسرے مقامات پر پیدا ہو جائیں جو اپنے مال سے خدمت دین کرنا باعث سعادت سمجھیں۔

فک مکان برلن - گزشتہ جمعہ مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو حضرت مولانا صدر الدین صاحب لائل پور تشریف لے گئے تھے۔ جہاں سے تین دن کے بعد واپس تشریف لائے ہیں۔ جمعہ آپ نے لائلپور ہی میں پڑھایا۔ واپسی پر آپ نے یہ مسرت انگیز خبر سنائی ہے کہ احباب لائل پور نے جناب کے اسی خاں کی تحریک کے جواب میں فک مکان برلن کے لئے ۲۵ روپیہ فی حصص کے حساب سے سات حصص خرید کئے ہیں ان میں سے تین حصص تو کالونی فلور ملز کے

درس قرآن کریم کے نوٹ
نصرت الٰہی اور کامیابی کی راہ!

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

سورۃ النصر

دعا اور اس کی قبولیت

کل درس کے بعد ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دعا کی قبولیت کوئی چیز نہیں، یہ غلط ہے۔ میرا ہرگز یہ منشا نہ تھا کہ خدا تعالیٰ دعائیں سنتا۔ دعا یقیناً قبول ہوتی ہے ہاں جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہماری عرض منظور کرے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مشیت بعض وقت کچھ اور چاہتی ہے۔ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی دعا کا اثر جلد ظہور پذیر نہ ہو اور دیر کے بعد اس کا نتیجہ نکلے لیکن جلد باز انسان اسی سے خدا کو چھوڑ دیتا ہے میرا منشا اسی بات کو بیان کرنے کا تھا۔ کہ بعض وقت اگر دعا کے نتائج میں تاخیر ہو جائے۔ تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ بس خدا کوئی ہے ہی نہیں۔ یا دعا کرنی ہی فضول ہے۔ انسان تو معمولی مخیر آدمیوں کے دروازہ پر جا کر محروم نہیں آتا۔ تو خدا جو اتنا بڑا فیاض ہے اس کے دروازے سے محروم کیونکر آ سکتا ہے۔ کیا مزہ آتا ہے حضرت ذکریا کی اس دعا کو پڑھ کر کہ رب انی وھن العظم منی و اشتعل الراس شیبا و لم اکن بدعائك رب شقیا۔ اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور سر بالوں کی سفیدی سے شعلے مار رہا ہے اور میرے رب میں تجھ سے دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا۔ خدا کے دروازے پر پکار کر انسان محروم نہیں رہ سکتا۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جو دعائیں اس دنیا میں قبول نہیں ہوتیں قیامت کے دن ان کا جو بدلہ انسان کو ملے گا اسے دیکھ کر وہ خواہش کرے گا کہ کاش میری کوئی بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوئی ہوتی۔ بات بھی صحیح ہے قبولیت دعا میں خدا انسان کی مانتا ہے جس میں انسان کی کوئی خوبی نہیں۔ لیکن جب خدا بندہ سے منواتا ہے۔ اور بندہ سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو جو اجر اس کا ملیگا وہ ظاہر ہی ہے۔

مشکلات میں توحید پر ثبات

لیکن مشکل یہ ہے کہ معمولی چھوٹی چھوٹی باتوں میں انسان خدا سے ہٹ جاتا ہے۔ ذرا کسی مشکل میں قبولیت دعا میں تاخیر ہوئی تو کبھی کسی فقیر کے پاس جا کر مشکلات حل کرانا چاہتا ہے۔ کبھی تعویذ حاصل کرتا ہے۔ کبھی کسی عامل سے جا کر پوچھتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام باتیں توحید الٰہی کے منافی ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ خواہ کیسی مشکلات پیش آئیں۔ اس مقام عالی سے نہ ہٹے جو لا اعبد ما تعبدون میں بتایا گیا ہے۔ ایسے موحد کو حکم دیا گیا تھا کہ سنا دو لکم دینکم و لی دین یعنی تم اپنا انجام دیکھ لوگے اور میں اپنا نتیجہ پالوں گا۔

توحید ماننے والوں کی فتوحات

اور "لی دین" کے ساتھ ہی نصرت و فتوحات کی بشارت دی فرمایا اذا جاء نصر اللہ والفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ جب اللہ کی نصرت اور فتح آگئی اور تو نے لوگوں کو خدا کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ سورۃ حجۃ الوداع کے موقعہ پر مکہ میں نازل ہوئی۔ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عملاً دکھا دیا کہ توحید الٰہی کو ماننے کا انجام یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے نصرت اور فتوحات آتی ہیں۔ یہ سورت گویا ولی دین کی عملی تفسیر ہے کہ کسطرح اللہ تعالیٰ نے توحید کے ماننے والوں کو اس دنیا میں کامیابیاں اور فتوحات عطا فرمائیں۔

سعدی از دست خویشتن فریاد

عیسائی کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش دراصل سلطنت حاصل کرنے کی تھی۔ سو حاصل کر لی۔ اسی کی تائید ہمارے بھائی شیعوں نے بھی کی ہے کہ ہاں سلطنت ہی لینا مقصود تھا۔ جو اپنے بعد آپ داماد کو دینا چاہتے تھے۔ لیکن ابوبکرؓ اور عمرؓ رضی اللہ عنہما بیچ میں آپڑے۔ گویا اس طرح عیسائیوں کی تائید کر دی جس طرح میں ایک دن حضرت مسیح موعود کے متعلق ایک شخص سے گفتگو کر رہا تھا۔ اور مولویوں کا رونا رو رہا تھا کہ آپ کی طرف غلط دعاوی منسوب کرنے میں کس قدر غلط بیانی سے کام لیا ہے انہوں نے کہا مولویوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں خود آپ کے بھائی قادیانیوں نے بھی وہی باتیں کی ہیں اس لئے مولویوں کا کیا قصور ہے؟ اس کا جواب میرے پاس نہ تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ عیسائیوں نے کہا وہی بات شیعوں نے بھی کہدی

آنحضرت کا مقصود حصول سلطنت نہ تھا

لیکن اس سورت میں بتا دیا ہے کہ آپ کا منشا کسی سلطنت یا روپیہ کا حاصل کرنا نہ تھا۔ بلکہ تمام عمر کی دعاؤں کا مدعا یہی تھا کہ لوگ خدا کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں۔ جس کی خوشخبری اس سورت میں دی اور آخر کار آپ نے اپنی دعا پوری ہوتی آنکھوں سے دیکھی۔ اس نصرت کے آنے کے بعد حکم ہوتا ہے **فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا**۔ جب وہ وقت آگیا جسے تو چاہتا تھا یعنے خدا کی نصرت اور فتح آگئی اور لوگ دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے تو اب ضروری ہے کہ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرے۔ اور اس سے حفاظت طلب کرے۔ وہ رجوع برحمت کرنے والا ہے۔

تسبیح اور تحمید

تسبیح کس کو کہتے ہیں ہمارے پیر لوگ جو مالا پھیرتے ہیں اسی کا نام انہوں نے تسبیح رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ اس کا نام تسبیح نہیں بعض لوگ ایسی تسبیح پھیرتے ہوئے خلاف دین حرکات سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ ایک پٹواری کو میں نے دیکھا، لمبی ڈاڑھی ایک ہاتھ میں تسبیح چل رہی ہے اور دوسرے ہاتھ سے رشوت لے رہے ہیں۔ وہ جو کسی نے کہا ہے

تسبیح بدست زاہد نظرش بہ مال مردم

اس کی عملی تصویر تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ تسبیح پھیرتے ہوئے بھی خلاف دین کام کرتے ہیں کہنے لگے تم انگریزی خواں ان باطنی رموز کو نہیں سمجھ سکتے۔ ہمارا دل اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ ظاہر کے ساتھ اس بات کو کیا تعلق ہے۔ پس دراصل یہ مالا پھیرنا کوئی چیز نہیں۔ اصل تسبیح یہ ہے کہ جو بھی نقص اور عیوب ہو سکتے ہیں ان سب سے اللہ تعالے کو پاک اور بے عیب سمجھنا اور بیان کرنا اور اس کی تبلیغ کرنا اور حمد ہے اللہ تعالے کی صحیح تصویر جو دماغ میں آسکتی ہے اس کو پیش کیا جائے۔ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ بت پرست یہ کہتے ہیں کہ جب ہم بت کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے ہیں تو اس سے خدا کا تصور جم جاتا ہے۔ ان کی یہ بات بڑی پکی ہے جس کا ہمارے پاس جواب نہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ بہت ہی افسوسناک بات ہے کہ ایسی نامعقول بات کا آپ کے پاس جواب نہیں۔ اگر خدا کی یہی شکل ہمارے سامنے ہو جو بت کی صورت میں پیش کی جاتی ہے تو اس سے بڑھکر خدا کی توہین اور کیا ہوگی۔ ایک دفعہ ایک ہندو کے ہاں مجھے چائے پینے کا موقع ملا اس نے کہا کہ میں ذرا پوجا کر لوں۔ میرے سامنے اس نے آٹا گوندھ کر بت کی شکل بنائی اور اسے اپنے سامنے رکھکر عبادت کرنی شروع کی۔ جب اس نے ماتھا ٹیکا تو اس کی بودی بڑی لمبی تھی اس بودی سے وہ بت الٹ گیا۔ اور پرے جا پڑا۔ مجھے دیکھکر بڑی نفرت ہوئی۔ اگر خدا کا یہی تصور ہے جو یہ بت پرست جانتے ہیں تو یہ بدترین تصور ہے۔ اسلام نے خدا کا تصور جو بیان کیا ہے وہ بہترین ہے۔ **الحمد لله رب العالمين** الخ میں کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام خوبیوں کا جامع اور تمام عیوب سے پاک ہے۔ جو تمام جہانوں کی ربوبیت کرتا اور درجہ بدرجہ ترقیات دیتا ہے۔ **الرحمن الرحيم** بڑا رحم کرنے والا اور بخشش کرنے والا ہے۔ **مالك يوم الدين** جزا اور سزا کے دن کا مالک ہے۔ کس قدر بہترین تصور اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کے بالمقابل آریوں میں جو خدا کا تصور ہے کہ وہ روح و مادہ کی ربوبیت سے عاجز ہے بخشش اور رحم اس کے اختیار میں نہیں۔ بلکہ اعمال کے معاوضہ میں چار و ناچار سینکڑوں اور ہزاروں جونوں میں انسانوں کو چکر کھانا پڑتا ہے۔ وہ جزا سزا کا مالک بھی نہیں۔ کہ کسی کو اس کا قصور معاف کر دے۔ بلکہ کانٹے کی تول بدلہ دینا اس کا کام ہے۔ ایسا ہی عیسائیوں میں جو خدا مانا جاتا ہے کہ ایک باپ ہے ایک بیٹا۔ ایک روح القدس۔ باپ انصاف اور بیٹا رحم۔ یہ کس قدر غلط، قابل نفرت اور اہانت آمیز تصور ہے۔

فتوحات میں استغفار

پس جب لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ **فسبح بحمد ربك واستغفره** اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور اس کی حمد بیان کرو۔ بالفاظ دیگر خدا کا صحیح تصور انہیں سکھاؤ۔ انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالے تمام عیوب سے پاک ہے۔ اور تمام خوبیوں کا جامع ہے **واستغفره** اور ان کی کمزوریوں کے لئے مغفرت بھی چاہو اور حفاظت بھی طلب کرو۔ اس میں ایک اور اشارہ بھی ہے کہ بعض دفعہ خدا کے پاس سے جو فتوحات آتی ہیں وہ بعض وقت اپنی کمزوریوں کی وجہ سے رک بھی جاتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ جب نصرت اور فتوحات آئیں اور لوگ فوج در فوج داخل ہوں تو اس وقت استغفار پڑھو اللہ سے مغفرت مانگو ایسا نہ ہو کہ ان فتوحات سے تم سست ہو جاؤ اور تمہاری کمزوریوں کی وجہ سے وہ فتوحات رک جائیں

کامیابی کا ذریعہ

میں تو سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے اسی آیت پر عمل کیا کہ اگر تم پھر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو خدا کی تسبیح اور حمد کو پھیلاؤ۔ یعنے خدا کا صحیح تصور دنیا میں پیش کرو اور یہی تبلیغ اسلام ہے۔

توّاب کے معنے

توّاب کے معنے ہیں رجوع برحمت کرنے والا۔ بار بار انسان کی طرف آنے والا۔ جس طرح انسان بار بار خدا کی طرف جھکتا ہے، اسی طرح اللہ تعالے بھی بار بار انسان کی طرف آتا ہے اور جس قدر عاجزی کے ساتھ انسان اللہ تعالے کے آگے جھکتا ہے اسی قدر اعلےٰ صفات کے ساتھ خدا اس کی طرف آتا ہے۔

تواب کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر خدا کی تسبیح و تحمید کو دنیا میں پھیلاؤ گے اور اپنی کمزوریوں کی اصلاح کے لئے خدا سے حفاظت طلب کرو گے تو اللہ تعالے پھر اپنی نصرت و فتح تمہارے شامل حال کرے گا۔ اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائیں گے۔

(مضمون بقیہ صفحہ اول کالم اول)

مالکان شیخ محمد اسمٰعیل صاحب شیخ مولا بخش صاحب اور میاں محمد صاحب نے اپنے ذمہ لی ہیں۔ ایک ان کے کارخانہ کے مستری نے۔ ایک حصہ میاں مولا بخش صاحب آڑھتی نے خرید ا ہے۔ اور دو حصص میں باقی تمام احباب کی شرکت ہے۔ یہ جناب ڈاکٹر کے اے خان کی تحریک کی کامیابی کے لئے ایک مبارک فال ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ بہت جلد اور بھی ایسے دوست نکل آئیں گے جو باقیماندہ حصص کو خرید کر اپنی خودداری اور دینی محبت کا ثبوت دیں۔

افسوسناک خبر:۔ وزیر آباد سے مکرمی بابو محمد الٰہی صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ میرا لڑکا مسمی عبدالحق ابا لفضل جو علیگڈھ میں ایم ایس ای کمسٹری میں تعلیم پاتا تھا۔ گزشتہ مئی میں کالج کی چھٹیوں میں جب یہاں آیا۔ تو اس کو انٹریک فیور یعنے اسہالی محرقہ بخار تھا وہ بیچارہ ساڑھے چار ماہ کی لمبی بیماری کے بعد ۲۷ ستمبر کو اس جہان فانی سے کوچ کر کے مجھے اپنے بھائی اور بہنوں اور والدہ کو داغ مفارقت دے گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں مرحوم کی اس جوانا مرگ موت پر بہت ہی صدمہ ہے اور بابو محمد الٰہی صاحب اور دیگر خویش و اقارب سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالے انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ احباب کرام سے مرحوم کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

عیسےٰ اور یسوع

اس نام سے ایک رسالہ "نور افشاں" کے نیم مسیحی ایڈیٹر مسٹر سلطان محمد پال نے لکھا ہے۔ اور حیرت ہے کہ ہم سے اس پر ریویو کرانے کے بجائے اخبار "زمیندار" کی دریوزہ گری انہوں نے پسند کی ہے۔ کیونکہ "زمیندار" بمصداق سگ زرد برادر شغال ابھی اسلام دشمنی کے لحاظ سے آجکل مسیحیوں سے کسی طرح کم نہیں۔ اسی لئے مسٹر پال کی ایک تجویز کی اس نے بڑی شدومد سے حمایت کی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ

> "عیسائی اور قادیانیوں کے سربرآوردہ اشخاص کا مشترکہ جلسہ کسی مشہور مقام میں کیا جائے۔ اس جلسہ میں تمام عیسائیوں کی طرف سے اعلان کیا جائے کہ ہم مسیحی جماعت ان تمام مصنفوں سے جنہوں نے آنحضرت صلعم کی شان میں گستاخی کی ہے یا ناشائستہ الفاظ لکھے ہیں اپنی بریت کا اظہار کرتے ہیں اور ملامت کا ووٹ پاس کرتے ہیں۔ اسی طرح قادیانی جماعت کی طرف سے یہ اعلان کیا جائے کہ ہم قادیانی جماعت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے جنہوں نے حضرت یسوع کو گالیاں دی ہیں اپنی بریت کا اعلان کرتے ہیں اور ان پر ملامت کا ووٹ پاس کرتے ہیں۔"

پیشتر اس کے کہ اس تجویز پر غور کیا جائے۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ کونسی گالیاں ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے "حضور یسوع" کو دی ہیں؟ کاش آپ کی اخلاقی جرأت کتاب "عیسےٰ اور یسوع" کا ایک نسخہ ہمیں بھیجنے میں مانع نہ ہوتی تو ہم معلوم کر سکتے کہ حضرت مرزا صاحب کے کن الفاظ کو آپ گالیاں تصور کئے ہوئے ہیں کیا وہ چیز جو اناجیل کے اندر جناب یسوع کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ اس کا نام لینا بھی گالی ہے؟

ہمارے خیال میں بہتر ہوگا کہ پال صاحب مجوزہ جلسہ سے پیشتر تمام دنیا کے عیسائیوں کا ایک جلسہ منعقد کریں جس کی صدارت بشپ آف کنٹربری کے سپرد کی جائے۔ اور کل عیسائی دنیا کے مندوبین اس میں شامل ہو کر اناجیل کے ان تمام نسخوں کے خلاف ملامت کا ووٹ پاس کریں جن میں جناب یسوع کی دادیوں اور نانیوں کا ذکر ایک خاص انداز میں کیا گیا ہے۔ پانی کو شراب میں تبدیل کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح لاہور

جلد ۱۹ | مورخہ ۲۳ ر جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۵ ر نومبر ۱۹۳۱ء عیسوی | نمبر ۵۹

جہاد کا اعلان

خدا کے لئے دس دن کا مطالبہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک ضروری چٹھی احباب کے نام

ذیل کا مکتوب حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے احباب جماعت کو فرداً فرداً بھیجا گیا ہے۔ مکرر یاد دہانی اور ایسے احباب کی اطلاع کے لئے جن تک ابھی یہ آواز نہیں پہنچی اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس چٹھی میں جس درد دل کے ساتھ احباب کو اس دینی جہاد کی طرف بلایا ہے جو ہماری قوم کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے اس پر احباب کرام کی خاص توجہ درکار ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ آپ کی اس آواز کا نہایت حوصلہ افزا جواب دیا جائے گا۔ ہم احباب کرام کے ان خطوط کو جو اس کے جواب میں موصول ہوں تو ہم اطلاع کے لئے اخبار میں درج کرنے کی کوشش کریں گے۔ (ایڈیٹر)

برادر مکرم معظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اس دفعہ سالانہ جلسہ پر انجمن کی مالی مشکلات کے ساتھ جماعت کے سامنے اس بات کو بھی رکھا گیا تھا کہ اراضی اکاڑہ کی وجہ سے انجمن کو کثیر خرچ کا سامنا درپیش ہے۔ جس کا اندازہ بیس ہزار روپیہ کیا گیا تھا یعنی وہ ابتدائی اخراجات جو زمین پر کرنے پڑیں گے قبل اس کے کہ اس کی آمد شروع ہو اس میں قریباً نو ہزار روپیہ ابتدائی قسط کا تھا اور کچھ خرچ پولیس و مقدمات کا جو حفاظت اور قبضہ لینے کے لئے ضروری تھا اور باقی زمین کے اور انجمن کے مستقل اخراجات تھے۔ سو آخر ستمبر تک وہ بیس ہزار روپیہ قریباً خرچ ہو چکا۔ مگر اس کے علاوہ ابھی ایک غیر معمولی خرچ انجن وغیرہ کی قیمت کا باقی ہے جو شاید چار یا پانچ ہزار روپے ہوگا۔

اراضی اکاڑہ کا غیر معمولی خرچ

یوں کل غیر معمولی خرچ اراضی پر اس سال میں قریباً ۲۵ ہزار روپیہ ہے جس میں سے پانچ ہزار روپے کی رقم بہت جلد ادا کرنی ضروری ہے اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے جماعت سے جو اپیل کی گئی تھی وہ چند خاص احباب کے نام جن میں امرا بھی شامل تھے اور غربا بھی ایک ایک ہزار اور پانچ پانچ سو روپے کی رقوم تھیں جن کی میزان سولہ سترہ ہزار تک پہنچی تھی۔ اور اس کے علاوہ ساری جماعت سے دس یوم کی آمد مانگی گئی تھی۔ مگر ہمارے بھائیوں نے یہاں تک غفلت سے کام لیا ہے کہ اس وقت تک ۲۵ ہزار روپے کے زائد خرچ کے مقابل جو اراضی پر انجمن کو کرنا پڑا۔ صرف قریباً دس ہزار روپے اس تحریک میں وصول ہوئے ہیں اور باقی پندرہ ہزار کے زائد خرچ نے جس کے کرنے سے چارہ نہ تھا۔ انجمن کو سخت مالی مشکلات میں ڈالا ہوا ہے۔

عام اقتصادی حالات

اس وقت ملک میں کچھ عام حالات ایسے پیش آگئے ہیں کہ جن انجمنوں کو خاص مزید اخراجات کا سامنا نہیں انہیں بھی اس وقت خاص تحریکات سے کام لینا پڑا ہے۔ ہمارے قادیانی احباب نے سال گزشتہ بھی علاوہ ان کے ایک آنہ فی روپیہ ماہوار چندوں کے خاص فوری امداد مانگی گئی تھی۔ اور اس سال پھر علاوہ ماہوار چندوں کے فی کس ایک ماہ کی آمد طلب کی گئی ہے۔ اس کے بالمقابل ہماری انجمن نے اپنے معمولی اخراجات کو تو بہت کم کیا تاکہ احباب پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔ اور صرف زمین کے غیر معمولی خرچ کے لئے جو ایک ایسی مجبوری تھی جس سے چارہ نہ تھا۔ خاص تحریک کرنی پڑی ہے۔ اور وہ بھی صرف دس یوم کی آمدنی کے لئے۔ مگر ان احباب کی بے توجہی پر افسوس ہے جو انجمن کی ان مشکلات کو دیکھ کر اور اس بات کو جانتے ہوئے کہ قومی استحکام کی کس قدر مضبوط بنیاد خدا کے فضل سے رکھی گئی ہے۔ دفتر کی یاددہانیوں کو خاموشی سے ٹال دیتے ہیں اور یا معمولی سا عذر کر دیتے ہیں۔ گویا یہ ایک معمولی سی بات ہے دیا تو کیا اور نہ دیا تو کیا۔ ہم احمدی تو ہیں ہی اور ماہوار چندہ بھی کچھ دیتے ہیں۔

ہمارا جہاد

میں آپ پر اس بات کی اہمیت کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اور یہ ہمارا جہاد وہی ہے جس کی طرف میں نے آپ کو بلایا ہے۔ ہماری قوم کی بنیاد ہی جہاد پر رکھی گئی ہے۔ مگر یہ جہاد جانی قربانیوں کو اس قدر نہیں مانگتا جس قدر مالی قربانیوں کو مانگتا ہے۔ سچ تو یہی ہے کہ جس شخص کے دل میں خدا کی راہ میں مال دینے کی تڑپ بلکہ اس سے بڑھ کر جان دینے کی تیاری نہیں اس کا ایمان بہت کمزور ہے۔ جب ہمارے رسول صلعم کی تڑپ یہ ہو کہ آپ کو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے۔ پھر قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل، تو کون شخص جس کے دل میں یہ آرزو نہیں آپ کا سچا متبع کہلا سکتا ہے۔

رسول اللہ صلعم کی سچی اتباع

رسول اللہ صلعم کے سچے متبع وہی ہوں گے جن کے دلوں میں وہی تڑپ ہو جو آپ کے دل میں تھی۔ کیونکہ پیروی تو درحقیقت قلب کا فعل ہے جب ہمارے دل میں وہ خواہش پیدا نہیں ہوتی جو آپ کے دل میں تھی تو اتباع کہاں ہے؟ کیا یہ بات کسی کی آنکھوں سے مخفی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم زندہ تھے تو مومن کہلانے کے وہی لوگ حقدار تھے جو رسول کے ساتھ ہو کر دشمن کے سامنے اپنی جانیں پیش کر دیتے تھے۔ اور گردنیں کٹوا لیتے تھے۔ یہی رسول کے متبع تھے۔ اور جو ایسا کرنے کے لئے تیار نہ تھے ان کا نام قرآن کریم نے منافق رکھا ہے۔ جو لوگ قرآن کریم کے نکتوں پر شیدا ہیں وہ خدا کے لئے اس نکتہ پر غور کریں۔

خدا کے رستہ میں جان دینے کی تڑپ

تو آج اگر ہمیں یہ موقعہ نہیں ملتا کہ ہم اپنی جانیں اپنے رسول پر فدا کریں تو کم سے کم یہ تڑپ تو دل میں ہونی چاہئے کہ ہماری جان خدا کی راہ میں جائے۔ حضرت مسیح موعود کی جب پنڈت لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں تلاشی ہوئی تو پولیس کو آپ کی ایک تحریر ہاتھ لگی تھی جس میں اس حدیث کا ذکر اور اس بات کا ذکر تھا کہ آپ کے دل میں بھی یہی خدا کی راہ میں قتل کیا جانے کی تڑپ ہے آپ نے اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں فدا کر کے اپنی زندگی کو خدا کے دین کی خدمات کے لئے وقف کر کے اپنی جائداد اور اپنے مال کو غربت کے زمانہ میں اس راہ میں لگا کر بتا دیا کہ واقعی یہی آپ کے دل کی تڑپ تھی۔ تو اگر آپ نے اس زمانہ میں مجدد کے دامن سے وابستہ ہو کر اس تڑپ کو اپنے اندر نہیں لیا۔ تو باتیں کر لینے سے کچھ فائدہ نہیں۔

مال دینے میں گھبراہٹ کیوں؟

ہاں جس شخص کے دل میں یہ تڑپ ہو گی۔ اسے اپنا مال بھی خدا کی راہ میں دینے میں کوئی گھبراہٹ پیدا نہ ہو گی۔ اس سے جب خدا کے دین کی خدمت کے لئے خدا کی راہ میں۔ جہاد کے لئے اپنے رسول کی عزت کی حفاظت کے لئے اپنے امام کے کام کو زندہ رکھنے کے لئے کچھ مانگا جائے گا۔ تو وہ میٹھ کر رونے کا نہیں۔ کہ ہائے ہم سے ماہوار چندے بھی لئے جاتے ہیں۔ اور پھر دنی چندے بھی لئے جاتے ہیں۔ بلکہ خوش ہوگا۔ کہ خدا نے اسے ایک اور موقعہ اپنے دین کی خدمت کا دیا۔ جب کسی کا کاروبار بگڑ رہا ہو۔ تو اپنی جائداد بیچ کر بھی اس کو درست نہیں کرتا؟ پھر کیا دین کے بگڑے ہوئے کاروبار کو درست کرنے کے لئے اس کی جیب میں پیسے نہیں رہتے۔ کسی کا بچہ بیمار ہو۔ تو کیا یہ گھبراہٹ ہوتی ہے۔ کہ ہائے اب ہمارے اتنے روپے خرچ ہو جائیں گے۔ یا اس وقت قرض لیکر بھی انسان اس کے علاج میں لگ جاتا ہے۔

مال کے غلام

کیا دین حق کی بیماری اور بیکسی پر ہی اسے ترس نہیں آتا۔ اور اس کو مصیبت سے باہر نکالنے کے لئے ہی اس کا ہاتھ اپنے جمع شدہ مال میں سے کچھ دینے کو نہیں اٹھتا یا اپنی ضروریات کو کم کر کے بلکہ اپنے اوپر تنگی وارد کر کے وہ دین کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے قدم اٹھانا پسند نہیں کرتا؟ خدا کی راہ میں جو شخص اپنا ہاتھ روکتا ہے وہ شاید اپنے آپ کو اپنے مال کا مالک سمجھتا ہو۔ مگر وہ یاد رکھے کہ خدا نے اسے مال کا امین قرار دیا ہے اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے رکنا اس امانت میں خیانت ہے۔ مال کا مالک وہ ہے جو اسے خدا کی راہ میں خرچ کر سکتا ہے اور جو نہیں کر سکتا وہ مال کا مالک نہیں بلکہ اس کا غلام ہے ٭

امیر کا انکار

میں نے ایک سخت قومی ضرورت کے موقعہ پر نہایت خطرناک حالت سے قوم کو نکالنے کے لئے آپ سے اپیل کی۔ یہ ہماری قوم کا جہاد ہے جو اس زمانہ میں

امیر کا ساتھ نہیں دیتا وہ حدیث من عصی الامیر فقد عصانی کا مصداق ہے۔ میں نے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جس میں پہلے قدم نہیں اٹھایا

دس دن کا مطالبہ

میرا فرض ہے کہ جب تک اس قوم کی قیادت میرے ہاتھ میں ہے اس کو نقصان کے موقعوں سے بچاؤں۔ قوم کو مصیبت سے نکالنے کے لئے یا قوم کو زندہ رکھنے کے لئے ہاں اس قوم کو جو اس وقت اسلام کی زندگی کا موجب ہو رہی ہے آپ سے دس دس دن مانگتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ سب احباب جو جماعت لاہور سے تعلق رکھتے ہیں گذشتہ غفلت پر افسوس کرتے ہوئے اپنا حصہ فوراً تکلیف اٹھا کر قرض لیکر جس طرح بھی ہو دیدیں گے اور مجھے پھر لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ڈاکٹر کے اے خاں کی تحریک

مجھے ڈاکٹر کے اے خاں کی تحریک پر نہایت ہی خوشی ہوئی ہے جو انہوں نے برلن مسجد کے فک کرانے کے لئے کی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جس درد دل سے انہوں نے اس تحریک کو پیش کیا ہے اور سب سے پہلے خود نہ صرف ۲۵ مارچ کا حصہ لیا ہے بلکہ اس کے علاوہ ایک کثیر رقم برلن مسجد کی عمارت کے لئے بھی دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان کا یہ درد دل اور یہ عمل میں سبقت اس تحریک کو کامیاب کریگی۔ اور سب سے پہلے میں نے خود اس تحریک پر لبیک کہا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ کسی کام کو ادھورا کرنے سے جماعت کو بہت نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے میں پہلے سال گذشتہ کی تحریک پر اپنا پورا زور صرف کروں گا۔ مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ جب انجمن کی مشکلات کی یہ حالت ہے تو ایسا نہ ہو کہ برلن مسجد کے فک کی رقم اور ضروریات پر خرچ ہو جائے اس لئے سب سے پہلے انجمن کی ان مالی مشکلات کو رفع کرنا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس جہاد میں شامل ہونے سے کوئی دوست جس نے اس سلسلہ میں شمولیت اختیار کی ہے انکار نہ کریگا۔

دُعا

اور میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ جو لوگ اس جہاد پر شامل ہو کر قوم کی قوت کا موجب بنیں اللہ تعالےٰ ان کے اموال میں اور ان کے سارے کاموں میں بڑی بڑی برکات عطا فرمائے اور جس طرح وہ اسلام کی مصیبت کے دور کرنے میں ساعی ہوں اللہ تعالےٰ ان کے مصائب کو دور فرمائے اور ان کی تکلیف کے وقت ان کا حافظ و ناصر ہو۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی

جماعت احمدیہ اور مجلس احرار!

جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام موصول ہوا ہے۔ درج کیا گیا ہے جس کو پڑھ کر کون صاحب دل اور سنجیدہ مسلمان ہے جو مجلس احرار کی اسلام دشمنی پر خون کے آنسو نہ بہائے۔ بجائے اس کے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو ایک متحدہ محاذ پر جمع کرنے کی کوشش کرتے۔ بجائے اس کے کہ مسلمانوں کی طرف سے مہاراجہ کشمیر کے سامنے متحدہ مطالبات پیش کر کے تحریک کشمیر کو کامیاب بنانے کی سعی کرتے انہوں نے خود مسلمانوں ہی کو تیر و تفنگ کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ جماعت احمدیہ کے خلاف جو جہاد انہوں نے شروع کیا ہے اور سیالکوٹ کے گلی کوچوں میں غریب احمدیوں کے خلاف طرح طرح کے نعرے لگوا کر اور ہر طرح سے ان کی زندگی دشوار کر کے اسلامی تہذیب کا جو نمونہ وہ دکھا رہے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ کوئی شریف انسان اس پر فخر و مسرت کا اظہار کر سکے۔

دلائل و براہین کا خاتمہ

ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کے خلاف دلائل و براہین میں سے کوئی چیز تمہارے پاس باقی نہیں رہ گئی؟ کیا لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ کی آیہ کریمہ بھول چکی ہے کہ دلائل کے میدان کو چھوڑ کر ظلم و تشدد پر تم نے کمر باندھی ہے۔ ہاں خود تمہارا یہ رویہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ تمہاری بنیاد کسی مضبوط چیز پر نہیں۔ جس شخص کے ساتھ دلائل و براہین کی طاقت موجود ہو وہ مذہبی میدان میں ایسی خفیف الحرکتی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تمہارا یہ طرز عمل خواہ کتنا ہی خطرناک اور ایذا رساں کیوں نہ ہو احمدیت کی صداقت کا ایک کھلا نشان ہے۔ حق کے بالمقابل باطل کا رویہ ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے۔ اور کوئی راستباز دنیا میں نہیں آیا جس کو مخالفین نے اس قسم کی ایذا رسانیوں سے خاموش کرنے یا کچل دینے کی کوشش نہ کی ہو۔ مگر یہی حق کے غلبہ اور اس کی صداقت کا نشان ہوتا ہے جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کر دیا۔

”کامل آزادی“ کا نمونہ

حیرت ہے کہ وہ لوگ جو کشمیر کی ڈوگرہ حکومت کا اس بنا پر مقابلہ کرنے کے لئے اٹھے تھے کہ وہاں جبر و تشدد کا دور دورہ ہے اور فرزندان توحید سے زبردستی ”اسلام مردہ باد“ اور ”ہندو دھرم کی جے“ کے نعرے لگوائے جاتے اور اس جھنڈے کے آگے جس پر گنیش اور کرشن کی تصاویر بنی ہوئی تھیں سر بسجود کرایا جاتا ہے۔ وہ لوگ جو ”کامل آزادی“ کے علمبردار بن کر مسلمانان کشمیر کو حکومت کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے اٹھے تھے۔ وہ خود لوگوں کو مذہبی خیالات و معتقدات میں بھی ”کامل آزادی“ دینے کے روادار نہیں۔ اور جبراً ان کے منہ سے ایسی باتیں نکلوانا چاہتے ہیں جنھیں ان کا ضمیر اور دل قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ان لوگوں کے ہاتھوں میں تلوار نہیں ورنہ جماعت احمدیہ کے ساتھ ڈوگرہ راج سے کچھ کم ظلم وہ روا نہ رکھتے۔ لیکن وہ یاد رکھیں کہ ان کی یہی حرکات حق کی نصرت اور کامیابی کا موجب ہونگی اگر وہ چاہیں کہ اس ذریعہ سے اس جماعت کو دنیا سے مٹا دیں تو یہ ہرگز مٹ نہیں سکتی۔ بلکہ اسی طرح ان کی باطل آرائیوں کے مقابلہ کے لئے کھڑی ہوگی جس طرح کشمیر کے غریب مسلمان حکومت کے تشدد کا مقابلہ کرنے پر اتر آئے۔

”از باغباں بترس!“

چاہیے اور غریب مسلمانوں کے خون بہانے میں یہ بے خواہشمند ہیں تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ وہ مولوی ظفر علی خاں کی پشت پناہی کر کے مہاراجہ کشمیر کی صفت و ثنا میں قصائد بھی لکھوائیں اور دوسری طرف ”جتھوں“ کے بہانے سے مسلمانوں میں عزت و رسوخ حاصل کرنے اور ان کے جذبۂ خیرات سے مستفید ہونے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ جماعت احمدیہ کے منہ آنا کسی طرح ان کے لئے مفید نہ ہوگا اور آخر کار ذلت و رسوائی ہی کا انہیں سامنا کرنا پڑے گا۔ کہ یہ ہمیشہ سے سنت اللہ چلی آئی ہے اور اسی کی طرف مامور من اللہ نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

احرار کا نقطۂ نگاہ

ہم جانتے ہیں کہ مجلس احرار کی اس طوفان خیزی کے اصل محرک وہ حاسدانہ جذبات ہیں جو کشمیر کمیٹی کے پریذیڈنٹ میاں محمود احمد صاحب کے خلاف ان کے دلوں میں پائے جاتے ہیں جہاں تک معتقدات کا سوال ہے۔ اس بات کو بھی ہم ماننے کے لئے تیار ہیں کہ تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہوئے اور ان کے جنازوں تک کو ناجائز یقین کرتے ہوئے ان کی حمایت و نصرت کا دم بھرنا اور ان کی کمیٹیوں کی صدارت اپنے ذمہ لینا میاں محمود احمد صاحب کے لئے کچھ موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا تعلق حضرت مرزا صاحب کے معتقدات اور آپ کے دعاوی سے کیا ہے؟ مجلس احرار کو اگر کچھ کام کرنا تھا تو حضرت میرزا صاحب پر ... دے کرنے اور جماعت احمدیہ کے ساتھ متصادم ہونے کے بغیر بھی وہ کر سکتی تھی۔ اگرچہ یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ ایسی حالت میں کہ خود کشمیری مسلمان انہی مطالبات پر مطمئن ہیں جو انہوں نے کشمیر کمیٹی کی وساطت سے مہاراجہ کشمیر کی خدمت میں پیش کئے ہیں مجلس احرار یا کسی اور بیرونی انجمن کو اس کے خلاف آواز اٹھانے یا جد و جہد کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ لیکن ان باتوں کا خیال تو وہ کرے جس کو محض خدمت کرنا اور کسی اصول پر چلنا ہو۔ جہاں محض بغض و حسد کام کر رہے ہوں اور مسلمانوں کی جیبوں یا کشمیر کے تخت پر جن کی نظر ہو وہ ان باتوں کی طرف کہاں توجہ کر سکتے ہیں۔

احمدی احباب سے گذارش

اس موقعہ پر احمدی احباب سے بھی ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ مخالفین کی سختیاں اور ظلم و ستم انہیں گھبرائیں نہیں۔ احمدی قوم کی زندگی اس قسم کے بہت سے ابتلاؤں کو دیکھ چکی ہے اور خدا کے فضل سے ہر ایسے موقعہ پر آخر کار کامیابی اور فتح و نصرت ہی ان کے ہمرکاب رہی ہے۔ مخالفین کی یہ کوششیں ابھی ہمارے لئے بہت سے فوائد کا موجب ہونگی بشرطیکہ صبر و استقلال کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو حضرت مسیح موعود کی صحیح پوزیشن سے لوگوں کو آگاہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ عام طور پر ابھی تک لوگوں کو حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کے معتقدات اور خدمات اسلامی کا علم نہیں بہت سی غلط فہمیاں ہیں جن میں مولویوں نے انہیں مبتلا کر رکھا ہے۔ اور ان سے بڑھکر قادیانیوں نے غلط فہمیوں کے پہاڑ کھڑے کر دیئے ہیں۔ ان غلط فہمیوں کو دور کرنا ہمارا کام ہے۔ لیکن ہم سوئے پڑے ہیں۔ خدا نے ہمیں جگانے کے لئے یہ موقعہ پیدا کیا ہے۔ اس سے جس قدر فایدہ ہم اٹھائیں گے۔ اور لیکچروں پمفلٹوں اور اشتہارات وغیرہ کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود کے اصل دعاوی اور معتقدات سے لوگوں کو آگاہ کریں گے اسی قدر ہم کامیاب اور فتحمند ہونگے۔ اور انہی لوگوں سے جو آج مولویوں کے کہنے پر ہمارے خلاف مظاہرات پر کمربستہ ہیں بہت سی ایسی سعید روحیں نکلینگی جو اصل حقیقت کے معلوم ہونے پر جوق در جوق اس سلسلہ میں شامل ہونگے اس لئے یہ موقعہ گھبرانے کا نہیں بلکہ کام کرنے کا ہے۔ مخالفتوں کے طوفان بھی اگر ہوں تو ہم ان پر غالب آ سکتے ہیں بشرطیکہ کام کرنے کی حقیقی روح ہم میں موجود ہو۔

احمدیت اور نیچریت

احمدیت نیچریت کی ضد ہے

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

(۱) **اعتراض**:- احمدیت نیچریت ہی کی دوسری شکل ہے مرزا غلام احمد صاحب نے سرسید مرحوم کا تتبع کیا۔ معجزات کا انکار کیا۔

جواب:- لاحول ولا قوۃ۔ کجا احمدیت، کجا نیچریت!! حضرت مرزا صاحب نے معجزات کو ثابت کیا نہ کہ انکار کیا۔ سرسید مرحوم کے خیالات کی اصولاً تردید کی۔ خوب یاد رکھیں احمدیت تو نیچریت کی ضد واقع ہوئی ہے۔

نیچریت اور وحی الٰہی

مادہ پرست لوگوں کے فلسفہ سے متاثر ہو کر سرسید مرحوم نے وحی الٰہی کی یہ تاویل کی تھی کہ وہ ایک خیال ہوتا ہے جو دل سے اٹھتا ہے اور دل پر پڑتا ہے۔ جس طرح شاعر کا تخیل دل سے اٹھتا ہے اور دل پر پڑتا ہے۔ اور وہ اس خیال کو اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے لے آتا ہے۔ اسی طرح نبی کے قلب سے ایک پاکیزہ خیال اٹھتا ہے اور وہ دل سے اٹھ کر دل ہی پر پڑتا ہے اور نبی اسے اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور اسے وحی الٰہی اس لئے کہا جاتا ہے کہ دراصل وہ خیال خدا کی مدد سے اس کے قلب سے اٹھتا ہے۔ گویا اس خیال کا محرک خدا ہوتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اصول ایک الہامی مذہب کی جڑ پر تبر رکھ دیتا ہے۔ کیونکہ اس کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ وہ خیال جو نبی کے دل سے اٹھا تھا وہ خدا کی تحریک سے تھا۔ اگر اس کا نیک خیال ہونا اس کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل لی جائے تو پھر ایک شخص کے قلب سے جو نیک خیال اٹھے گا وہ منجانب اللہ ہی ہوگا۔ اور پھر کسی نبی کو بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور نبوت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی غرضیکہ وحی الٰہی کا اس طرح بالکل انکار لازم آجاتا ہے اور جب وحی الٰہی بطور بنیادی باتی نہ رہی تو پھر الہامی کتب اور قرآن کی کیا عظمت باقی رہ جاتی ہے۔

احمدیت کا نقطۂ نگاہ

حضرت مرزا صاحب نے سب سے پہلے اسی امر پر زور دیا کہ وحی الٰہی ایک حقیقت ہے۔ خدا بولا کرتا ہے اور الفاظ میں بولا کرتا ہے اور معانی بمعہ الفاظ خارج سے آتے ہیں۔ اور قلب پر گرتے ہیں۔ وہ دل و دماغ کا تخیل نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا کی طرف سے علوم غیبیہ اور معارف لدنیہ ایسے اپنے اندر رکھتا ہے کہ عاجز و نادان انسان کا دماغ خود بخود اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور بڑی زور سے دعوے کیا کہ میں صاحب تجربہ اور صاحب حال ہوں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ سب سے پہلے آپ نے الہامی مذہب کی جڑ کو جو وحی الٰہی تھی قائم کیا جسے نیچریت نے کاٹ دیا تھا۔ غرض کہ جو نقصان اور ہلاکت اسلام پر نیچریت کے تبر سے وارد ہوئی تھی احمدیت نے اسے دور کر دیا بلکہ حضرت مرزا صاحب کے دلائل اور تجربات و مشاہدات نے اسے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کر دیا۔

استجابت دعا

(۲) دوسرا امر دعا کا تھا جو بندہ اور اس کے رب کے درمیان ایک کڑی کی طرح ہے جس سے بندہ اپنے رب سے واصل ہوتا ہے اور یہ ایک بہت بڑا ذریعہ حصول معرفت الٰہی اور طلب فیضان ربوبیت کا ہے سرسید احمد مرحوم نے **استجابت دعا** کا انکار کر کے گویا بندہ کا تعلق اس کے رب سے منقطع کر دیا۔ جب استجابت دعا کی کوئی حقیقت نہیں تو انسان جو اپنے نفع کے لئے حریص واقع ہوا ہے کس طرح جناب الٰہی کی آستانہ پر گرنے کی کوشش کرے گا۔ اور سچ بھی ہے کہ ایک بے فیض دروازہ پر گرنا بیوقوفی ہے۔ جو کسی کی سنتا ہی نہیں اور مانتا ہی نہیں اس کے آگے کچھ عرض کرنا حماقت ہے۔ اس طرح بندہ اپنے رب سے کٹ گیا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے بڑا زور اس بات پر دیا کہ خدا سنتا ہے اور مانتا ہے بتایا کہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ اور بڑے زور سے سرسید مرحوم کو للکارا کہ جسے استجابت دعا سے انکار ہو وہ میرے پاس آئے۔ اور اس کا نمونہ دیکھے غرضیکہ اس ٹوٹی ہوئی کڑی کو پھر جوڑا اور بندہ کو اپنے رب کے دروازے پر لا ڈالا۔

احمدیت نیچریت کی ضد ہے

اب فرمایئے کہ حضرت مرزا صاحب سرسید مرحوم کے اور احمدیت نیچریت کی ضد واقع ہوئی ہے، یا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں؟ ایک بچہ بھی دیکھ لے گا کہ نیچریت نے اسلام کی بنیاد پر جو کلہاڑا رکھا تھا وہ احمدیت نے آکر دور کر دیا۔ بلکہ اس جڑ کو تازہ آسمانی پانی اور تجربہ اور مشاہدہ سے اور زیادہ مضبوط کر دیا۔

خوارق و معجزات

(۳) آپ کو دھوکا لگا ہے۔ مسیح کے معجزات کی بعض تاویلوں سے جو حضرت مرزا صاحب نے کیں سو یاد رہے کہ اس میں بھی احمدیت کا مسلک نیچریت سے الگ ہے۔ نیچریت نے تو خوارق و معجزات سے اس لئے انکار کیا کہ وہ قوانین نیچر کے خلاف ہیں۔ لیکن احمدیت نے اگر کسی معجزے کی تاویل کی تو وہ صرف اس لئے کہ وہ قرآن کی آیات محکمات کے خلاف تھا۔ احمدیت کی تو بنیاد ہی معجزات و خوارق پر ہے۔ اس کے بانی نے بآواز بلند فرمایا ہے ؎

وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائید حق نہ ہو مدد آسماں نہ ہو

پھر فرماتے ہیں ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر زغلمان محمدؐ

پس ایک ایسے شخص کی نسبت جو بار بار خوارق و معجزات کا خدا کے حکم سے دکھانے کا مدعی ہو، یہ کہنا کہ وہ معجزات کا منکر ہے ایک حقیقت ظاہرہ و باہرہ کا انکار کرنا ہے۔

معجزات کے ماننے کا اصول

ہاں آپ نے یہ ضرور کیا کہ معجزات کے ماننے کے لئے کچھ اصول قرآن کریم سے استنباط کئے۔ ورنہ اس طرح تو ہر ایک قوم میں خوارق اور عجائبات کا طوفان آیا ہوا ہے۔ اور ایسی ایسی بیہودہ خلاف عقل باتیں اور خرافات واہیات اپنے اپنے بزرگوں کی طرف منسوب کی ہوئی ہیں کہ اگر انہیں انسان ماننے لگے تو عقل و علم کو چھوڑ دینے کے سوا چارہ نہیں۔ اس لئے ضروری تھا کہ خوارق و معجزات کو ماننے کے لئے کچھ اصول ہمیں بتائے جاتے۔ جس سے حق و باطل میں امتیاز کیا جا سکتا۔ انسان کے دریافت کئے ہوئے قوانین نیچر تو اس کے لئے معیار ہو نہیں سکتے تھے۔ اس وجہ سے کہ انسانی عقل و علم ہر ایک قانون پر حاوی نہیں۔ لیکن خدا کا علم تو ہر ایک قانون پر حاوی ہے۔ اس لئے خدا اگر اپنا کوئی قانون بذریعہ وحی ہمیں تبلا دے تو اس کی نسبت انسان کے علم کی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ممکن ہے یہ علم غلط یا ناقص ہو۔ خدا کا علم تو کامل اور ہر ایک غلطی سے پاک ہے۔ پس اگر خدا قرآن میں کوئی اپنا قانون بذریعہ وحی کے ہمیں تبلا دے تو وہ پھر حجت قطعی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تبلا دے کہ میرا قانون بدلا نہیں کرتا تو پھر اگر کوئی معجزہ ایسا ہمارے سامنے پیش ہوگا جو اس قانون کے خلاف ہوگا تو ہم مجبور ہوں گے کہ یا تو اس کا انکار کریں یا اس کی کوئی ایسی تاویل کریں جو اس قانون شکنی کی زد سے اسے نکال دے۔

مردے زندہ کرنا

مثلاً مردوں کا زندہ ہونا۔ اگر قرآن میں محکم آیات کے ذریعہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ کوئی مر کر پھر واپس اسی دنیا میں نہیں آتا۔ تو ہم مجبور ہوں گے کہ مردے زندہ کرنے کے معجزے کا یا تو انکار کر دیں، یا ایسی تاویل کریں جس سے خدا کے قانون کا تخلف لازم نہ آئے۔ پس کسی نبی کے مردہ زندہ کرنے کا ذکر آئے گا تو اس کی تاویل یہی ہو سکتی ہے کہ ایسے لوگوں کو دوبارہ زندگی بخشنا جو روحانی طور پر مر چکے تھے یا جن کے دل مر چکے تھے۔ اور درحقیقت نبی کا معجزہ بھی یہی ہوا کرتا ہے کہ ایک مردہ قوم کو جلا دے۔ کسی مرے ہوئے شخص کو زندہ کرنا اتنی خوبی نہیں۔ ایک گنہگار جو مر گیا اسے مزید گناہ کرنے کے لئے پھر دنیا میں بلانا کوئی خوبی کی بات نہیں۔ ہاں کسی گنہگار کو گناہ کی موت سے نجات دلا کر اسے روحانی نئی زندگی بخشنا یہ نبی کا کمال ہے۔

رفع بجسد عنصری

اسی طرح اگر قرآن سے یہ ثابت ہو کہ جسد عنصری کے ساتھ کوئی شخص آسمان پر جایا نہیں کرتا اور خدا کی طرف کسی جسم کا بلند ہونا محال عقلی ہے۔ تو پھر ہم مجبور ہوں گے کہ مسیح کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھنے کا انکار کریں۔ اور ان کا رفع روحانی مانیں جیسا کہ تمام نبیوں کا رفع ہوا۔ پس اس کا نام معجزے کا انکار نہیں بلکہ معجزے کا صحیح اصولوں پر اس کی صحیح شکل میں ماننا ہے۔

احمدیت کی خصوصیت

معجزات پر ایمان کو ایسا پر از حکمت اصول کے ماتحت کر دینا یہ احمدیت کی خصوصیت ہے۔ جو حضرت مرزا صاحب کا کارنامہ ہے۔ یہی ایک طریق ہے جس سے ہم معجزات صادقہ اور خرافات و لغویات کے درمیان امتیاز کر کے صراط مستقیم پر چل سکتے ہیں ورنہ داستان امیر حمزہ اور رامائن پر ایمان لانے میں کونسی چیز حائل ہو سکتی ہے۔ پس نیچریت کی بنا تو معجزات کے انکار پر ہے اور احمدیت کی بنا معجزات کے اقرار پر ہے۔ ہاں اقرار کسی اصول کے ماتحت ہوگا جس کی بنا قرآنی محکمات پر ہوگی نہ کہ انسان کے دریافت کردہ قوانین نیچر پر۔

ملائکہ اور بہشت و دوزخ

(۴) اسی طرح نیچریت نے ملائکہ کے وجود کا انکار کیا ہے اور احمدیت نے اس کا اقرار کیا ہے اور ان کے وجود پر دلائل دیئے ہیں

(۵) نیچریت نے بہشت و دوزخ کے نقشہ کا مذاق اڑایا۔ لیکن احمدیت نے اس کی صحیح طریق پر تشریح کر کے قرآن کی ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔

(باقی بر صفحہ ۸)

زبان عربی ام الالسنہ ہے
ویدوں کی سنسکرت زبانوں کی ماں نہیں

(مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

سنسکرت لغت و گرامر کی مستانہ لغزشیں

سنسکرت زبان کے اختلافات

کامل اور مکمل زبان کی سب سے بڑی پہچان اس کی طویل زندگی اور عرصۂ دراز تک تغیرات سے محفوظ رہنا ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ہندوستان، اس کی زبان، اس کا مذہب اور اس کا فلسفہ ہمیشہ ہمیشہ تبدیل ہوتا رہا ہے اس پر بیسیوں اقوام غیر ممالک سے چڑھکر آئیں، کامیاب ہوئیں اور صدیوں حکمراں رہیں۔ اس کے اندر سیکڑوں الفاظ غیر زبانوں کے داخل ہوئے اور ہوتے چلے گئے۔ اشٹا ادھیائی نے مختلف صوبجات ہند کی سنسکرت زبان کے اختلافات کو بیان کیا ہے۔ نرکت نے ایک ایک حصۂ ملک کے مطابق الفاظ کے معانی بتائے ہیں۔ جب پانینی اور یاسک آچاریہ مصنفان گرامر اور لغت کے زمانہ میں سنسکرت الفاظ کی افہام و تفہیم میں اس قدر مشکلات پیدا ہوگئی تھیں تو آج ہزارہا سال کے بعد اس زبان کے متعلقات کو کون قطعی اور یقینی طور پر حل کرسکتا ہے۔

سنسکرت کی بھول بھلیاں

اس لئے کسی شخص کا یہ دعوٰے کہ وہ تمام زندہ زبانوں کے الفاظ کے مادے اور مصادر سنسکرت لغت میں دکھا سکتا ہے محض ایک بلند بانگ دعوٰے ہے۔ جسکے نیچے حقیقت صرف اس قدر ہے کہ سنسکرت زبان اور سنسکرت گرامر دونوں بیحد لچکدار ہیں۔ سنسکرت گرامر اور سنسکرت لغت دونوں DEFECTIVE یعنی نقائص سے پُر ہیں۔ اس کے ثبوت میں آپ چند الفاظ سنسکرت منگل، بدھ، برہسپت، شکر، شنیچر، ادتیہ اور سوم کو لے لیجئے۔ جو از روے لغت اجرام فلکی میں سے ہیں۔ جن کی مناسبت سے ہفتہ بھر کے دنوں کے نام تجویز کئے گئے اگر قواعد سنسکرت کی رو سے ان کا مادہ اور مصدر نکال کر ان کو کسی شخص یا خدا کے نام ہونا ثابت کردیا جائے حالانکہ کسی لغت میں ان کو خدا کے نام ہونا نہیں بتایا گیا تو بتائیے سنسکرت گرامر کی یہ بھول بھلیاں یا مستانہ خرامی ایک مبصر اور عالم کی نگاہ میں کیا حکم رکھے گی۔

عورت اور وری

لفظ عورت سنسکرت میں جنس لطیف کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا مگر ہمارے دوست پروفیسر چتین دت صاحب بتلاتے ہیں اس کا مادہ سنسکرت میں وری یعنی ڈھانپنا ہے اب اصل لفظ تو سنسکرت میں مستعمل نہیں لیکن آپ نے اپنی عقل دوڑا کر وری کو جا پکڑا، حالانکہ اردو میں یہ لفظ غلط العام تھا اصل زبان جس کا یہ لفظ ہے اس میں بھی یہ جنس لطیف کے معنوں میں نہیں آتا بلکہ اس حصۂ جسم کے معنوں میں آتا ہے جس کے ظاہر کرنے سے عار یا شرم آئے پس اس کا مادہ عار ہے نہ آوری، کیونکہ سنسکرت میں آوری مرکب ہے لیکن عربی میں عار مفرد ہے اور مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے۔ پس سنسکرت والوں نے آوری عربی کے عار سے لیا ہے۔

مضحکہ انگیز طریق تشریح

الفاظ کا یہ طریق تشریح جو پروفیسر چتین دت صاحب یا آریہ سماجیوں نے اختیار کیا ہے اس کی بنا پر چند ایک مثالیں پیش کرکے ہم سنسکرت لغت اور گرامر کا DEFECTIVE پُر از نقائص ہونا ثابت کرتے ہیں۔

(۱) پاکھنڈی
(۲) بچھو
(۳) اندھا
(۴) چور
(۵) اُلّو
(۶) گردبھ (گدھا)

یہ چند ایک معروف الفاظ ہیں مگر آریہ سماج اور پروفیسر صاحب کے پیش کردہ طریق تشریح کی بنا پر ان کے معانی سنئے۔

پاکھنڈی = پاپم کھنڈی اتی پاکھنڈی (ترجمہ) جو گناہوں کو دور کرتا ہے۔ یا توڑ پھوڑ دیتا ہے، مٹا دیتا ہے۔ وہ پاکھنڈی ایشور ہے۔

بچھو = اصل لفظ سنسکرت میں ورشچک ہے۔ ورشچتی چھنتی بھگت جن پاپان اتی ورشچکہ۔ جو گناہوں کو ملیامیٹ کردیتا ہے وہ ورشچک (بچھو) پرمیشور ہے۔

اندھا = اندھتی کوارکھ چکشرشا نہ پشیتی اتی اندھ (ترجمہ) جو جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھتا وہ اندھ پرماتما ہے۔

چور = چورتی دشٹان سکھ دھنم اتی چورہ (ترجمہ) جو بُرے لوگوں کے آرام و راحت کو چھین لیتا ہے وہ چور ایشور ہے۔

الّو = کو سنسکرت میں الوک کہتے ہیں۔ او دلنتی سرو تر سموپتی و یا پنوتی وا اتی الّو (ترجمہ) کہ جو سب جگہ حاضر و ناظر ہے وہ الّو ہے۔

گردبھ = گردتی وید شبدم کارتی اتی گردبھ (ترجمہ) وید کے الفاظ کرانے سے وہ گردبھ یعنی گدھا ہے۔

یہ ہے وہ فلسفہ لغت اور سنسکرت قواعد زبان کی وہ مستانہ خرامی جسکے سہارے پر پروفیسر صاحب عنکبوت کے جینے کبوتر کی طرح اڑنے والی کرلیتے ہیں۔ اور سنسکرت کو ام الالسنہ ثابت کرنے چلے ہیں۔

مردہ اور زندہ کا فرق

بات دراصل یہ ہے کہ سنسکرت زبان ایک مردہ زبان ہے مردہ اور مردہ کا مال سمجھکر لوگ اسے جسطرح چاہیں استعمال کرتے ہیں کوئی اہل زبان قوم زندہ موجود نہیں جو لوگوں کو اس دستبرد سے روک سکے لغت نویسوں نے جس طرح چاہا اس میں خیانت کی۔ قواعد کی تدوین کرنے والوں نے اس خیانت میں اپنے بے اصولے پن سے اعانت کی۔ ہاں عربی زبان دنیا میں ایک زبان ہے جو ہمیشہ بیابان میں ایک کامل و مکمل کارخانہ کی طرح رہی جسے باہر سے کوئی شے منگوانے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی اور نہ باہر کا کوئی ڈاکو ہی اس میں گھس کر کچھ فساد برپا کرسکا۔ زندہ قوم کی زندہ زبان جو ہزارہا سال سے غیروں کی دستبرد سے محفوظ چلی آتی ہے نہ اس قوم کو کسی غیر ملک نے فتح کیا اور نہ اس ملک کا اندرونہ غیروں کی زبان سے آشنا ہوا۔

عربی فاتح ہے اور سنسکرت مفتوح

ہندوستان کی کوئی چیز اپنی نہ رہی لیکن عرب کی کوئی چیز غیر کی نہ ہوئی۔ عربی ہندوستان میں عربوں کے ساتھ آئی۔ ہندوستان عربوں کا مفتوح رہا۔ یہاں کے درباروں میں عربی مروج رہی لیکن سنسکرت کبھی عرب میں نہ گئی۔ پس سنسکرت نے عربی کا دودھ پیا اور وہ اس کی ماں ٹھیری جس طرح آج غیر حکومت کی بدولت ہماری ملکی زبان میں سینکڑوں اور ہزاروں الفاظ انگریزی زبان کے گھستے چلے آرہے ہیں۔ اسی طرح جب ہندوستان پر عربوں کی حکومت تھی تو سنسکرت زبان بھی عربی کی محکوم تھی۔

جاری رہنے والی زبان

لفظ عربی جاری رہنے والی شے کو کہتے ہیں یعنی وہ زبان جو روز اول سے انسان کا ذریعہ بیان بنی وہ ہمیشہ ہمیشہ بنی رہے گی۔ خود لفظ عربی میں گویا ایک زبردست پیشگوئی موجود ہے۔ دنیا میں قومیں بنیں اور مٹ گئیں۔ زبانیں لوگوں کی زبانوں پر زندہ ہوئیں اور مرگئیں۔ لیکن وہ جسے عربی نام دیا گیا وہ ہمیشہ زندہ رہی اس لئے کہ اس کا نام جاری رہنے والی زبان رکھا گیا۔

سنسکرت کا ذاتی نام

لفظ سنسکرت بطور کسی زبان کے نام کے ویدوں اور اپنشدوں میں کبھی استعمال نہیں ہوا۔ ہاں یہ بہت بعد کا نام ہے جو پراکرت کے بالمقابل پیدا ہوا۔ سنسکرت ایک مرکب نام ہے۔ جو دو مفردات سے بنا ہے۔ اگر یہ زبان شروع دنیا اور قدیم سے تھی تو بتائیے اس کا اپنا ذاتی نام کیا تھا۔ جو مفرد ہونا چاہئے!

عربی کی قدامت

عربی اور عرب آپس میں ایک شدید مناسبت رکھتے ہیں۔ اگر عَرَبٌ ویدوں کے وقت میں موجود تھا تو عربی زبان بھی موجود تھی پس عربی سنسکرت سے قدیم ہے۔　　(باقی)

(بقیہ صفحہ　)

نیچریت کی خدمات اسلام

غرض کہ کہاں تک لکھوں احمدیت تو نیچریت کی بالکل ضد واقع ہوئی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ نیچریت نے بھی اسلام کی کچھ خدمات کی ہیں۔ اور بعض نامعقولیتوں کی جو ملّا لوگوں نے اسلام میں ملا دی تھیں دھجیاں بکھیری ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ اسلام کے بعض اہم اصولوں کی جڑ پر جو بطور بنیاد کے تھے نہایت خطرناک تبر بھی رکھدیا تھا جس کا دور کرنا احمدیت ہی کا کام تھا اور یہ سب کچھ خدا کے فضل سے تھا۔

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ تھا؟

(۲)

قرآن کریم اور حقایق عالم سے اصولی بحث

(شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ)

الوہیت مسیح کا مدار ولادت اور حیات پر

ربط مضمون کے لحاظ سے ارشاد ہوتا ہے۔ اہل اسلام کا جو بیشتر حصہ حضرت مسیح کو بن باپ مانتا ہے۔ وہ اسلئے نہیں مانتا کہ ان کو مقام الوہیت پر پہنچایا جائے کیونکہ اس عقیدے کے معتقد وہ لوگ بھی ہیں جن کا وحید مقصد کسر صلیب ہے۔ اور یوں عقلاً بھی حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا ان کی خدائی کی دلیل نہیں"۔

اگر یہ مسلمہ عقیدہ جو آپ نے اپنی اور دیگر مسلمانوں کی برأت کا اختراع فرمایا ہے۔ درست ہے۔ تو ازراہ کرم فرمائیں کہ مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کے برخلاف جب آپ اور آپ کی جماعت کے دیگر علماء کرام تقریریں فرمایا کرتے ہیں۔ تو اس وقت کیوں آپ اس عقیدہ حیات مسیح کو منجر بہ شرک اور مقام الوہیت پر پہنچانے والا بتایا کرتے ہیں۔ مولوی صاحب جسطرح آپ کا وحید مقصد باوجود اس عقیدے کے کسر صلیب ہو سکتا ہے کلیہ کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو دعوت دیتے اور بحثیں کرنے کے آپ بھی اسی طرح مجاز نہیں ہیں۔

مسیح موعود کے ارشادات

اس پر مزید روشنی ہم حضرت اقدس کے اقوال سے ڈالتے ہیں۔

(۱) اسباب سے کبھی دھوکا نہیں کھانا چاہیئے جو لوگ کہدیتے ہیں۔ کہ کیا اللہ تعالےٰ اس بات پر قادر نہیں کہ مسیح کو زندہ آسمان پر لے جائے بیشک وہ قادر ہے۔ مگر وہ ایسی باتوں کو روا نہیں رکھتا جو مبداء شرک ہوکر کسی کو شریک باری ٹھہراتی ہوں اور ظاہر ہے کہ ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا صریح شرک ہے الحکم، ۱۰ فروری ۱۹۰۱ء

(۲) اصل بات یہ ہے کہ جو بات ہم کسی نبی اور رسول کیلئے نہیں مانتے ہم کیونکر اس کے ساتھ (مسیح علیہ السلام) کو مخصوص کریں یہ کس قدر موٹی باتیں ہیں جو اللہ تعالےٰ نے بار بار بیان کی ہیں مگر تعجب اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ یہ ان کو نہیں سمجھتے۔ اور خواہ مخواہ حضرت مسیح میں کچھ ایسی خصوصیات پیدا کرنی چاہتے ہیں جو دوسروں میں نہیں ہے۔ الحکم ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء

(۳) ہمارے مخالفوں کا یہ اعتقاد کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے محفوظ رہکر آسمان پر مع جسم عنصری چڑھ گئے تھے۔ یہ ایسا اعتقاد ہے۔ کہ جس سے قرآن شریف سخت اعتراض کا نشانہ ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف ہر ایک جگہ عیسائیوں کے ایسے دعاوی کو جن سے حضرت عیسیٰ کی خدائی ثابت کیجائے۔ رد کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف نے حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ ہونا جس سے اس کی خدائی پر دلیل کیجاتی تھی یہ کہہ کر رد کر دیا۔

(ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون)

حضرات غور فرمائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو ان ہر دو مسائل یعنی حیات مسیح اور مسیح کے بن باپ کے عقیدے کو اس وجہ سے کہ ان سے مسیح کی الوہیت ثابت کیجاتی ہے قرآن شریف سے ان کی تردید فرمائیں مگر مولویصاحب اثبات کے دلائل پیش کرنے کی فکر میں ہیں اور لکھتے ہیں۔ کہ وہ اور ان کے ہمنوا یہ مسئلہ اس لئے نہیں مانتے کہ مسیح علیہ السلام کو مقام الوہیت پر پہنچائیں۔ امید ہے۔ کہ حضرت اقدس کی ان تحریرات کو پڑھکر مولویصاحب اپنے خیال سے رجوع فرمائیں گے اس وقت تک مولویصاحب نے جو کچھ لکھا ہے اسٹ شنٹ لکھا ہے۔

ایک غیر متعلقہ مثال

مگر عنوان ملاحظہ ہو۔ وہاں نصوص قرآنیہ کی روشنی میں لکھنے کا تہیہ فرمایا ہے۔ مگر بن باپ ولادت کی دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ ہزار ہا حیوانات ہمارے سامنے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ دلیل قرآن شریف کے ۳۰ سپاروں میں نہیں ہے۔ اور اگر انھوں نے اپنے التزام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عقلی استدلال کیطرف مائل ہونا تھا۔ تو از راہ انصاف چاہیے تو یہ تھا۔ کہ مسئلہ ولادت مسیح کو بن باپ ثابت کرنے کیلئے نوع انسان سے مثالیں لاتے ہیں اور پتہ بتایا جاتا۔ کہ فلاں قصبہ اور شہر میں فلاں بچہ کسی عورت کے پیٹ سے بن باپ پیدا ہوا ہے منکرین کو چاہیئے کہ وہاں جاکر تحقیق کر لیں۔ یہ تو سیدھی اور صحیح راہ ہے جس پر وہ ایڑی سے لے کر چوٹی کا زور صرف کر کے نہیں پہنچ سکتے۔

مگر مولویانہ شان ملاحظہ ہو کہ بحث کو مبہم رکھنے کے لئے آپ حوالہ کیڑے مکوڑوں کا دیتے ہیں مسئلہ زیر تحقیق تخلیق بنی آدم ہے اور ثبوت میں مکھی اور مچھر پیش کئے جاتے ہیں۔ کیا اس سے فریق مدعی کی بے بضاعتی کا حال عیاں نہیں ہو سکتا

حیوانات کی پیدائش

ہم نے اس مسئلہ کے متعلق قرآن کریم میں جہاں تک غور کیا ہے وہاں یہی تعلیم موجود ہے کہ حیوانات کی پیدائش بھی جوڑے پر منحصر ہے چند آیات پیش کی جاتی ہیں جن سے اس مسئلہ پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومن مالا یعلمون (سورہ فاطر)

(۲) ومن کل شئی خلقنا زوجین لعلکم تذکرون۔ (الذاریات)

(۳) فاطر السموات والارض جعل لکم من انفسکم ازواجا ومن الانعام ازواجا۔ (الشوریٰ)

(۴) والذی خلق الازواج کلھا (الزخرف)

پہلی آیت سورہ فاطر کی ہے جس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ خدا نے ہر اس چیز کے جوڑے میں سے پیدا ہوتی ہے جوڑے بنائے ہیں۔ اور انسانوں کے بھی جوڑے بنائے۔ اور اس چیز کے بھی جوڑے بنائے جو تم نہیں جانتے کیا اس آیت سے مولوی صاحب کے حیوانات کی پیدائش جوڑے سے باہر رہ جاتی ہے؟ اور ان کا یہ فرمانا کہ ہزارہا حیوانات ہمارے سامنے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں کچھ معقولیت اپنے اندر رکھتا ہے؟ مولوی صاحب اس قسم کا دعوےٰ تو وہ شخص کرے جو علم الحیوانات کا ماہر ہو۔ یوں بے تحقیق اس قسم کی آپ کی باتیں لایق اعتماد نہیں۔

دوسری آیت کا مفہوم بھی واضح ہے۔ کہ ہر ایک چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کئے۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ آیہ کریمہ کے آخری حصہ کی طرف مولوی صاحب کو بالخصوص توجہ ہونا چاہیئے۔

تیسری آیت میں ہے کہ خدا نے انسان کے بھی جوڑے بنائے اور چارپایوں کے بھی جوڑے بنائے اس آیت میں انعام کا لفظ اپنے مفہوم کی خود تشریح کرتا ہے۔ پھر مولوی صاحب کے وہ کونسے حیوانات ہیں جو اس ارشاد کے علاوہ ماں باپ کے بغیر پیدا ہو جاتے ہیں۔ چوتھی آیت کا مفہوم اپنے اندر عمومیت رکھنے کی وجہ سے ہر ایک چیز کی پیدائش پر حاوی ہے۔ اس قسم کی واضح تعلیم کے باوجود مخالف عقیدہ رکھنا تعجب کی بات ہے۔

ہم نے تو اپنے اس بیان کو قرآن کریم کی تعلیم تک محدود رکھا مگر موجودہ تحقیقات بھی اسی نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ہر ایک چیز جوڑے سے پیدا ہوتی ہے مگر ہمیں اس سے استمداد حاصل کرنے اور مضمون کو لمبا کرنے کی ضرورت نہیں۔

قانون پیدائش کی حد بست

اتنا لکھنے کے بعد مولوی صاحب نے بظاہر قرآن کی طرف رخ فرمایا ہے لکھتے ہیں کہ قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش کے متعلق عام طریق یہی ہے کہ مرد اور عورت کے ملنے سے بچہ پیدا ہو اس اصول کو تسلیم فرماتے ہی یہ بھی لکھ گئے ہیں لیکن جس طرح یہ قانون بیان قرآنی سے عیاں ہے ویسے ہی یہ صداقت بھی قرآن پاک میں بکرات مذکور ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے خلق کرنے کے طریقوں کی حد بست نہیں کر سکتے۔

اس عبارت کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب کا منشاء کسی اصول کے اختراع کرنے کا ہے۔ اسی واسطے اس قسم کی مبہم اور غیر متعلق باتیں کرنی شروع کر دی ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ بھی خدا خلق کرتا ہے یخلق ما یشاء کوئی خدا کی قدرتوں کی حد بندی نہیں کر سکتا۔ یہ حد بندی کا سوال بے تعلق پیدا کر لیا گیا ہے نہ اس پر کوئی بحث ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا نے جو اصول و قوانین تعلیم فرمائے ہیں وہ اپنے ان تعلیم کردہ اصول و قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اگر آپ کو اس اصول کا انکار ہے تو حضرت مسیح موعود کی تعلیم سن لیجئے۔

> "غرض خدا نے جو قانون باندھا ہے اسے ہم مانتے ہیں اگر اس پر اعتبار نہ کریں اور ایمان نہ لائیں تو امان اٹھ جاتا ہے۔ پس خدا کا قانون قدرت جو کتاب اللہ میں پایا جاتا ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اور ہم اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی صفات کے خلاف نہیں کرتا"
>
> (الحکم جولائی ۱۹۰۲ء)

عام وخاص طریق پیدائش

پھر آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن مجید نے انسانوں کے لئے عام وخاص دو طریق پیدائش کے بیان فرمائے ہیں اور خاص پیدائش کے لئے حضرت آدم کو بطور نمونہ پیش کیا ہے۔

مولوی صاحب یہ مغالطہ ہے جو آپکو مسئلہ پیدائش بنی آدم کے نہ سمجھنے کی وجہ سے لگا ہے۔ اگر آپ قرآن کریم میں تدبر اور غور فرماتے تو آپکو معلوم ہو جاتا کہ اصول پیدائش بنی آدم صرف ایک ہی ہے جو ابتدا سے آج تک دنیا جہان میں جاری وساری ہے۔ عام اور خاص کی اس میں کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت آدم کی پیدائش میں بوجہ ابتداء آفرینش ہونے کے ماں اور باپ کا نہونا

ایک علیحدہ امر ہے۔ مگر اس کو ایک خاص اصول آئندہ ہمیشہ کے لئے بنانا درست نہیں ہے۔

قرآن کریم کا بیان کردہ طریق پیدائش

خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں اس امر کی نسبت خوب وضاحت فرماتا ہے۔

بدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سللۃ من ماء مہین (سورۃ السجدہ)

انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس نسل کو نطفہ سے بنایا۔ یہ نص صریح اس بات پر شاہد ہے کہ پہلی پیدائش کو استثنا حاصل ہے۔ مگر اس کی نسل ہمیشہ نطفہ سے پیدا ہوتی رہے گی۔ اور اس کو عام یا خاص قانون قرار دینا غلط ہے قانون جو ہم سب کے لئے رکھا گیا۔ وہ آیت کے اگلے حصہ میں صاف ہے۔ کہ آئندہ نسل آدم نطفہ سے بنا کرے گی۔ مزید اطمینان کے لئے ہم حضرت مسیح موعود کے حوالے درج کرتے ہیں۔

(۱) ہر عاقل کو ماننا پڑتا ہے کہ پہلا زمانہ خالص قدرت نمائی کا زمانہ تھا اس میں عام قانون قدرت یہی تھا کہ ہر ایک کام بغیر آمیزش اسباب معتارہ کے کیا جائے۔ اس زمانہ کی نظیر میں اس زمانہ کے حالات کو پیش کرنا درست نہیں ہے۔ مثلاً اب کوئی بچہ انسان کا بغیر ذریعہ ماں اور باپ کے پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس زمانہ میں بھی انسان کا پیدا ہونا والدین کے وجود پر ہی موقوف ہوتا۔ تو پھر کیونکر یہ دنیا پیدا ہوتی۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۵)

(۲) دوسری جگہ فرمایا ہے:-

”آدم ہی ایک ہے جو بغیر نطفہ کے پیدا ہوا ہے“

(الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۰ء)

خاص طریق پیدائش کوئی نہیں ہے

غرض طریق پیدائش بنی آدم ایک اور صرف ایک ہی ہے اور اگر کوئی خاص طریق پیدائش بھی ہوتا تو دنیا میں اس کی بھی کچھ نظیریں موجود ہوتیں۔ اس لئے پیدائش آدم بنی آدم کی پیدائش کے لئے کوئی اصول اور قانون نہیں ہے۔ ورنہ اگر وہ قانون ہوتا تو یقیناً اس کی بھی ہزارہا نظیریں موجود ہوتیں۔ حضرت امام کیا خوب فرماتے ہیں۔

”یہ بات سچ ہے کہ اس دنیا میں واقعات صحیحہ کے لئے نظیریں ہوتی ہیں۔ مگر باطل کے لئے کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ اسی اصول محکم سے ہم عیسائیوں کے عقیدہ کو رد کرتے ہیں۔ خدا نے جو کام کیا وہ اس کی عادت اور سنت میں ضرور ہونا چاہیئے“

(مجموعہ اشتہارات مورخہ ۷/۱۵ ۹۷ جلد ششم صفحہ ۱۴۵)

ہمارے مخاطب نے جو سورہ آل عمران کی آیت اللہ یخلق ما یشاء سے پیدائش بنی آدم کے لئے خاص قانون سمجھ لیا یہ کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ اس جگہ اقسام پیدائش بنی آدم کا عام و خاص کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ جب کسی مقصد کا ذکر ہو تو وہ کسی قانون مروجہ ہی کے ماتحت ہوا کرتا ہے اور جب کسی جدید قانون کو بیان کرنا مقصود ہو تو اس کو علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔ محل متنازعہ میں ایک امر واقعہ کا اظہار ہے۔ نہ کہ کوئی خاص اصول وضع کیا جا رہا ہے۔ [illegible] یخلق ما یشاء کے معنی ہیں خدا جس چیز کو چاہتا ہے پیدا [illegible] ہے۔ [illegible] اس سے کونسا جدید اصول مستنبط ہوتا ہے۔ [illegible]

کی خوش فہمی نوٹ کرنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں اور یوں خدا تعالیٰ کی بعید قدرتوں کے پیش نظر یہ کوئی محال اور ناممکن امر نہیں کہ وہ کسی انسان کو بے باپ یا بے ماں باپ پیدا کردے۔

محال عقلی اور امکان کے نظائر

بن باپ مولود کے اثبات میں جب قرآن کریم سے کوئی نص صریح پیش نہ کرسکے تو عقلی دلیل کی طرف رجوع کیا۔ ہے بجواب اس کے عرض ہے کہ خدا کی قدرت اور اس کے محال اور امکان کی طرف اگر آپ متوجہ ہوں گے تو یہاں بھی آپ کو ناکامی اور حیرت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سنئے اگر عورت بغیر مرد کے بچہ جن سکتی ہے تو خدا کی قدرت کے آگے ایک مرد کے لئے یہ ڈیوٹی کیوں محال اور ناممکن ہے۔ اور اسی پر کیوں خاتمہ کیا جائے۔ قدرت خداوندی کے آگے یہ امر بالکل محال اور ناممکن نہیں ہے کہ آسمان اور زمین۔ حجر و شجر۔ کپڑے مکوڑے وغیرہ وغیرہ سے حضرت انسان ٹپکنے اور نکلنے شروع ہو جائیں۔ مگر یہ سب کچھ فرض ہی فرض ہوگا۔ پھر اگر واقعات واقعات میں اس کی مثالیں اور نظیریں موجود نہیں ہیں کسی امر کی تائید نہ کریں تو یہ فرض کس کام کا۔ بات اصل میں یہی ہے کہ مسئلہ تخلیق بنی آدم کا اصول ایک ہی ہے۔ کہ بنی آدم تا قیامت مرد اور عورت سے پیدا ہوں۔ اگر کوئی شخص اس دعوے سے انکار کرے۔ تو اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں واقعات سے نظیریں پیش کرنی چاہئیں۔ ورنہ نرا دعوے نظیر پیش کرنے کے بغیر قابل سماعت نہیں۔

سیالکوٹ میں احرار کی شر انگیزیاں

تحریک کشمیر کے پردہ میں جماعت احمدیہ پر ظلم و ستم

مولٰنا عصمت اللہ صاحب کا خط حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام

مخدومی و مطاعی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں آج اس خط کو بڑے درد اور دکھ کے ساتھ حضور والا کی خدمت میں بھیج چکا ہوں۔ وہ سیالکوٹ جس میں درس قرآن مجید اور لیکچر نہایت کامیاب ہوئے تھے۔ اور وہ سیالکوٹ جس میں تبلیغ احمدیت کے چاروں طرف راستے کھل چکے تھے۔ وہ سیالکوٹ جس میں احمدی مبلغین کو سروں پر بٹھایا جاتا تھا آج اس سیالکوٹ کا ایک ایک فرد احمدیت اور مقدس بانی احمدیت کا دشمن جانی بنا ہوا ہے۔ احمدی اپنے گھروں میں دبکے بیٹھے ہیں۔ ان کے گھروں کے سامنے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ اور مظاہرے بھی نہایت فحش ہو رہے ہیں۔ بازاروں اور گلی کوچوں میں احمدیوں کا چلنا مشکل ہو رہا ہے۔ احمدیوں کو دیکھتے ہی گالی گلوچ سے کام لیا جا رہا ہے۔ یہ تمام باتیں احرار اشرار کی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں۔ جبر و زور سے لوگوں کو احمدیت سے تائب کرایا جا رہا ہے۔ مولٰنا مبارک علی مرحوم کا صاحبزادہ محمد بشیر جس نے تبلیغ احمدیت میں نمایاں کام کیا تھا۔ رات کے جلسہ احرار میں معلوم نہیں کس قسم کی ترغیب و ترہیب سے تائب ہو چکا ہے۔ میرا تو ابھی تک یہی خیال ہے۔ کہ بیچارہ بے روزگاری کے ہاتھوں مجبور ہو رہا تھا۔ اسے کوئی لالچ دے کر پھیرا گیا ہے . . . . میرا خیال ہے۔ ابھی تک اس کے دل سے احمدیت نہیں نکلی تحقیق کرنے پر حقیقی حالات روشنی میں آئیں گے۔ ابھی تک تحقیق کا دروازہ بند ہے۔ حکیم شجر علی جس نے سالانہ جلسہ پر بیعت کی تھی۔ پھر چکا ہے۔ اسی طرح قادیانیوں پر زلزلہ گرا ہے۔ آج حد سے زیادہ احمدیت کے برخلاف زور ہے۔ گرفتاریاں ہو رہی ہیں۔ ایک بڑا مفسد پر شوخ نامی حوالات میں جا چکا ہے۔ شہر میں ہڑتال ہے۔ اور احمدیوں کے خلاف گالی گلوچ کا بازار گرم ہے۔ احمدی اس قدر ابتلا میں آئے ہوئے ہیں۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے آج تک اپنی آنکھوں سے اس قسم کی شورشیں نہیں دیکھیں۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ تحریک کشمیر کے پردے میں ہو رہا ہے . . . . احرار حضرت صاحب کے بدترین دشمن ہیں۔ ایسی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ پبلک جلسہ کوئی ہو نہیں سکتا جس میں اپنی پوزیشن واضح کی جاوے۔ اور اس وقت کوئی عقائد کا سوال ہی نہیں۔ سوال صرف یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کو مانتے ہو۔ یا نہیں مانتے ہو۔ تو کشتنی اور گردن زدنی ہو۔ خیر کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ میں نے پرسوں سے درس شروع کر دیا ہے۔ اور جس قدر اعتراضات میرے کانوں میں آتے ہیں۔ ان کا جواب دیئے جا رہا ہوں۔ اور جماعت کو سنبھالنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ اگر اس وقت اتنا ہی کام ہو جائے۔ تو بہت بڑا کام ہے۔ اس وقت تو احمدی لوگوں سے پورے طور پر بائیکاٹ کا زور ہو رہا ہے۔ حقہ پانی تک بند کیا جا رہا ہے۔ اور بازار سے سودا سلف تک روکا جا رہا ہے۔ غرض سخت مصیبت کا سامنا ہے۔ حضور والا خود بھی دعا فرمائیں۔ اور مسجد میں جماعت سے دعا کرائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان ابتلاؤں سے اپنے حفظ امان میں رکھے۔

خاکسار۔ بندہ عصمت اللہ

انٹرنس پاس احمدی نوجوان

بہت سے اپنی جماعت کے نوجوانوں کی جو عموماً انٹرنس پاس ہوتے ہیں درخواستیں آتی رہتی ہیں کہ ان کے لئے کوئی روزگار کا انتظام کر دیا جائے۔ اگر ایسے نوجوان بجائے گھر میں بیکار بیٹھنے کے یہاں آجائیں تو انہیں کئی طرح سے فائدہ ہے ایک یہ کہ یہاں دفتر میں کچھ کام سیکھتے رہیں گے اور دفتری کام سے واقفیت ہو جانے کی وجہ سے انہیں فائدہ رہے گا۔ دوسرے یہ کہ یہاں رہ کر انہیں دین سے کچھ واقفیت پیدا ہو جائے گی تیسرے یہ کہ ان کی یہاں موجودگی کی وجہ سے ان کے روزگار کے لئے زیادہ کوشش ہو سکے گی۔ انجمن ان سے اپنے دفاتر میں کام لے گی۔ اور ان کی رہائش اور ان کے کھانے کا انتظام مہمان خانہ میں کر دے گی۔

صدرالدین

(سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ٹارگہ پتہ پیغام لاہور

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۳: ۶۴)

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۱۹ | لاہور ۔ یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۶۰

اخبار احمدیہ

جماعت سیالکوٹ اور احرار ۔ سیالکوٹ میں کارکنان مجلس احرار کے اکسانے پر جماعت احمدیہ کی جو مخالفت ہو رہی ہے۔ اس کی تفصیل گزشتہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کی جاچکی ہے۔ مولانا عصمت اللہ اپنے تازہ خط میں مطلع فرماتے ہیں کہ قادیانی جماعت نے تین چار اعلان شائع کئے اور دیواروں پر چسپاں کئے مگر ان سب کو پھاڑ ڈالا گیا۔ اور ان پرچوں کے رسید کئے گئے کہ ہفتہ عشرہ تک ممکن ہے اعتدال پیدا ہوجائے۔ تو پھر اعلانات شائع کرنا اور اپنی پوزیشن کو واضح کرنا موزوں ہوگا۔ کل عدالت میں شوخ (ایک دریدہ دہن معاند) کا مقدمہ تھا۔ شہر والوں نے اس کی برات سجاکر ایک جلوس نکالا۔ اور جابجا اسے سلامی کا روپیہ بطور نذر دیا گیا۔ اس کو اس طرح اچھی خاصی رقم وصول ہوگئی۔ مقدمہ اگلی تاریخ پر ملتوی ہوا۔ شوخ کے ساتھ تین چار آدمی اور بھی گرفتار رہیں۔ ......
کل میرے پاس آیا تھا۔ اسے بہت کچھ کہا سنا غالباً اسے کوئی لالچ دیا گیا ہے ورنہ اعتقادات میں فتور نہیں آیا۔ احباب دعا کریں۔

درنجف کی غلط بیانی ۔ مولانا عصمت اللہ اپنے اسی خط میں لکھتے ہیں بابو عطا محمد میونسپل اورسیر سیالکوٹ ہماری جماعت کے ممبر ہیں۔ چند روز ہوئے ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ انہوں نے غلطی سے جماعت کو خبر نہ کی۔ اور اپنے رشتہ داروں کو ساتھ لے کر تجہیز و تکفین کردی۔ شیعہ اخبار "درنجف" میں مرحومہ کے تائب از احمدیت ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ خود بابو عطا محمد صاحب نے میرے پاس آکر اس کی تردید کی ہے۔

تبدیلی ۔ ہمارے مکرم معظم بھائی شیخ محمد صادق صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس لاہور سے دہلی کے محکمہ سی۔ آئی۔ ڈی۔ میں تبدیل ہوگئے ہیں۔ آپ عنقریب جدید عہدہ کا چارج لینے کے لئے یہاں سے تشریف لیجانے والے ہیں۔

(باقی اسی صفحہ کے تیسرے کالم میں)

سابق وزیر اعظم ایران مسجد ووکنگ میں

۱۴ ر اکتوبر کو بروز اتوار جو مہمان مسجد ووکنگ میں تشریف فرما ہوئے ان میں جناب سید ضیاء الدین صاحب طباطبائی سابق وزیر اعظم ایران بھی شامل تھے جنھیں ہمارے معزز دوست مسٹر بزرجمہر نے پہچانا۔ جناب بزرجمہر انجمن شبان المسلمین طہران کے صدر ہیں۔ اور آج کل بغرض تعلیم انگلستان میں سکونت پذیر ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جناب ضیاء الدین طباطبائی ہز میجسٹی رضا شاہ پہلوی کے ساتھ حصول تخت و تاج کی مہم میں ان کے دست راست اور ایران کے وزیر اعظم رہ چکے ہیں۔ بعد میں اختلافات کی وجہ سے جو ایران میں رونما ہوئے جناب طباطبائی کو ایران چھوڑ کر بیرونی دنیا میں سکونت اختیار کرنی پڑی۔ آج کل وہ زیادہ تر سوئٹزرلینڈ میں رہتے ہیں۔ گاہ بگاہ جرمنی، فرانس، اور انگلستان میں بھی آتے رہتے ہیں۔ انہیں آج تک مسجد ووکنگ کا علم نہ تھا۔ اگرچہ عرصہ ہوا انہوں نے ترجمۃ القرآن انگریزی کی ایک کاپی خریدی تھی جس کی وہ بیحد تعریف کرتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر زاہد سکرٹری ہز ایکسلنسی حافظ شیخ وہبہ سے انہیں ہماری مسجد کا علم ہوا۔ اور یہاں تشریف لائے اس تبلیغی ادارہ کو دیکھ کر وہ ازحد مسرور ہوئے اور فرمایا کہ یہ مرکز اسلام قلب لندن میں ہونا چاہیئے تھا انہوں نے نظامیہ مسجد لندن کی سکیم کو بنظر استحسان دیکھا۔ اور فرمایا کہ دنیا بھر کی کل اسلامی سلطنتوں کو نظامیہ مسجد لندن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اعانت کرنی چاہیئے۔ گفتگو سے آپ ایک قابل ترین مدبر اور منصرم معلوم ہوتے تھے۔

مسلمانوں کے لئے یہ امور موجب مسرت ہیں کہ ان میں جناب طباطبائی جیسے ذکی، بالغ النظر انسان موجود ہیں جو اشاعت دین کے بیرونی اداروں میں گہری دلچسپی لیتے ہیں۔

۱۰ ر اکتوبر بروز منگل جناب طباطبائی نے امام مسجد ووکنگ کو لنچ پر مدعو کیا۔ دوران گفتگو میں آپنے فرمایا کہ میں مغرب میں مسلمانوں کی متعدد آوازوں کو منظم کرنیکے خیال میں ہوں جو بین الاقوامی انجمن کے پہلو بہ پہلو مصروف عمل ہو۔

(خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ) (عزیز منزل لاہور)

ایک مشہور فاضل مستشرق کا قبول اسلام

ڈاکٹر گرمانوس اور اسلام کی حقانیت

دہلی ۷ ر نومبر۔ ڈاکٹر جی، گرمانوس نے جو ہنگری کے باشندے ہیں اور شانتی نکیتن یعنی ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور کی بین الاقوامی یونیورسٹی میں علوم مشرقیہ کے پروفیسر ہیں۔ اسلام کی تعلیمات کا عرصے وسیع مطالعہ کرنے کے بعد پرسوں رات جامعہ کے یوم تاسیس کے جلسہ کے موقع پر وسیع مجمع میں اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے اسلام کی حقانیت اور اس کے سچے اصولوں پر ایک دلکش اور موثر تقریر بھی ارشاد فرمائی جو سراسر اسلامی جذبات میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہماری دعا ہے کہ پروردگار عالم فاضل موصوف کو استقامت عطا فرمائے اور ان کے قلب میں اسلام اور حقانیت کا سچا شوق اور جذبہ پیدا کرے۔ اور عمل کی توفیق دے۔

ڈاکٹر گرمانوس یورپ اور ایشیا کی چودہ پندرہ زبانوں کے فاضل اور عالم ہیں۔ اور قریباً ڈیڑھ سال سے شانتی نکیتن میں کام کررہے ہیں۔ (ملت)

(بقیہ کالم اول)

مقدمہ ۔ اخویم حبیب الرحمٰن صاحب جمشید پور سے لکھتے ہیں کہ ۱۰ ر اکتوبر کو مقدمہ کی تاریخ تھی۔ ہندو مسلم تماشائیوں سے عدالت کا کمرہ بھرا ہوا تھا وکیل صاحب بیمار ہونے کی وجہ سے نہ آسکے۔ اس لئے میں نے خود گواہوں پر جرح کی اس کے بعد گواہان صفائی کی فہرست پیش کی گئی۔ جن میں دیگر ہندو مسلم گواہوں کے علاوہ چار انگریزوں کے نام بھی تھے یعنی چیف سکرٹری، پرائیویٹ سکرٹری بہار و اڑیسہ نیز الف سی ٹمپل ٹاؤن ایڈمنسٹریٹر و سکول سپرنٹنڈنٹ اور دی ای ڈلوس سب ڈویژنل افسر جنکی عدالت میں مقدمہ ہے عدالت نے انہی سوا باقی تینوں انگریز افسران کے نام سمن جاری کرنیکے بجائے حکم دیا کہ وہ خط و کتابت پیش کیجائے جو مسلمانوں کے حقوق اور کانگرس کے خلاف ہوئی ہے چنانچہ یہ تمام خط و کتابت ٹائپ کرائی گئی ہے جسکا حجم ایک ضخیم

درس قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

مخالفین حق وصداقت کی ناکامی!

سورۂ تبت کی تفسیر!!

سورۂ النصر میں ولی دین کی تفسیر کی تھی اور بتایا تھا کہ توحید الٰہی کے ماننے کا انجام یہ ہے کہ آخر کار خدا کی نصرت آئی۔ کامیابیاں اور فتوحات نصیب ہوئیں جوق در جوق لوگ دین الٰہی میں داخل ہوئے۔ اب اس سورت میں لکم دینکم کی تفسیر کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ توحید الٰہی کے مخالفین کا انجام کیا ہے وہ جو شرک وبت پرستی میں مصر ہیں اور توحید کو مٹا دینا چاہتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔

محض انکار ہلاکت کا موجب نہیں

فرمایا تبت یدا ابی لھب وتب۔ ابی لھب (شعلے والے) کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ اور ہلاک ہوگیا۔ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ انکار کرنے والوں کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ بلکہ فرمایا کہ شعلے والے کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق کی مخالفت اور بیخکنی پر اتر آتے ہیں۔ محض کسی شخص کا مسلمان نہ ہونا اسے ہلاک نہیں کرتا۔ ہلاک وہی ہوگا جو حق کی مخالفت کے لئے کھڑا ہو۔ مجھے افسوس ہوا یہ دیکھکر کہ ہمارے میاں محمود احمد صاحب جس دن خلیفہ ہوئے اسی دن دعوے کے ساتھ انہوں نے پیشگوئی کردی کہ جنھوں نے انہیں نہ مانا وہ ہلاک ہوجائیں گے۔ یہ اہل حق کا کام نہیں۔ یہ عام مرض مسلمانوں میں ہے ذرا کسی سے مخالفت ہوئی اور اس کی ہلاکت اور تباہی کی پیشگوئیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ احمدیوں میں بھی یہ مرض ہے کہ جہاں زلزلہ آیا، پلیگ یا بیماری شروع ہوئی اس کو اپنا معجزہ قرار دیدیا۔ یہ غلط ہے۔ خداتعالیٰ اس طرح ذرا ذرا سی بات پر نہیں پکڑتا۔ بلکہ اس کو پکڑتا ہے جو حق کی مخالفت کو شیوہ بنالے۔

خدا اور انسان کے کلام میں فرق

مجھے یاد ہے ایک احمدی نے حضرت مسیح موعود کے سامنے حقہ کی مذمت کرنی شروع کی اور یہاں تک مذمت کی کہ اس کے پینے والوں کے متعلق بہت برے لفظ استعمال کئے۔ آپ نے ہنسکر فرمایا کہ انسان کے اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں یہی فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا تو یہ نہیں فرمایا کہ اس میں برائیاں ہی برائیاں ہیں۔ بلکہ فرمایا اثمھما اکبر من نفعھما۔ برائی اور ضرر اس میں زیادہ ہے بہ نسبت اس فائدے کے جو اس میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے کسی چیز کی برائی بیان کرتے وقت اس کی خوبی کے پہلو بھول نہیں جانے چاہئیں۔

تلوار اور قلم سے مخالفت کرنے والے

یدا۔ کے معنے ہیں دونو ہاتھ۔ دونوں ہاتھ کٹ جانے سے کیا مراد ہے۔ ایک ہاتھ تو تلوار کا ہے جو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں آپ کے مخالفین کے ہاتھ میں تھی۔ اور دوسرا ہاتھ قلم کا ہے۔ یعنی دلائل کے ساتھ اصولوں کی مخالفت کرنا، جیسا کہ اس زمانہ کے مخالفین کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ مخالفین حق کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ وہ ابولہب جو تلوار کے ساتھ مخالفت کرتے تھے ان کے بھی ہاتھ کٹ گئے۔ اور وہ ہلاک ہوگئے اور یہ جو اصولوں سے مخالفت کرتے ہیں یہ بھی ناکام اور نامراد رہیں گے اور آخر کار انہیں ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

پیشگوئی ماضی کے صیغہ میں

تبت یدا ابی الخ میں ماضی کا صیغہ رکھا ہے حالانکہ یہ مکی سورت ہے۔ جس وقت مخالفت بڑے زوروں پر تھی اس وقت ماضی کا صیغہ بیان کرکے یہ بتایا کہ اس مخالفت کی ناکامی اور مخالفین کا خائب وخاسر ہونا ایسی اٹل بات ہے کہ واقع شدہ ہی سمجھنی چاہئے۔ گویا خدا کی طرف سے یہ مقدر ہوچکا ہے

اسلام کے موجودہ مخالفین

ما اغنی عنہ مالہ وما کسب نہ اس کا مال کسی کام آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا یہ ان کی ناکامی کی تصویر سامنے رکھدی ہے کہ جو کوشش بھی وہ کرتے ہیں خواہ وہ مال کے ذریعے ہو یا عمل کے رنگ میں کوئی مخالفت کریں وہ کسی کام نہ آئے گی۔ ہر پہلو سے ناکامی انہیں نصیب ہوگی۔ آج کس قدر روپیہ اور مال اسلام کی مخالفت میں مسیحیوں اور آریہ سماج نے خرچ کیا ہے لیکن نتیجہ کیا ہے۔ اسلام کو نقصان پہنچنا تو درکنار خدا کے فضل سے مہذب دنیا ایک طرف اور افریقہ کے غیر مہذب انسان دوسری طرف اسلام ہی کو اپنے لئے آئندہ کا بہترین مذہب سمجھنے لگے ہیں اور عیسائیت سے بیزار ہوتے جارہے ہیں۔ آریہ سماج نے بھی اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے جس قدر قدم بڑھایا اسی قدر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

عبد العزیٰ کی اسلام دشمنی

اس سورت کے متعلق مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ عبدالعزیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ وہ رسول اللہ صلعم کا اتنا مخالف تھا کہ جب باہر سے لوگ مکہ آتے اور آنحضرت صلعم ان کے پاس تبلیغ کے لئے جاتے تھے۔ تو یہ پیچھے پیچھے پہنچتا تھا اور کہتا پھرتا تھا کہ یہ شخص دیوانہ ہے ساحر ہے اس کی بات کوئی نہ سنو اور اس طرح آپ کے خلاف بہکانے کی کوشش کرتا تھا۔ جیسے آج اگر ہمارا کوئی مبلغ باہر جائے تو بعض وقت مولوی پیچھے پیچھے بھاگے جاتے ہیں۔ اور طرح طرح کی باتوں سے لوگوں کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک پہاڑی پر کھڑے ہوکر ایک ایک کرکے قبائل کے نام لئے اور لوگوں کو پکارا جب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تمھیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی فوج پڑی ہے جو عنقریب حملہ آور ہوکر تمہیں ہلاک کردے گی۔ تو تم میری بات کا یقین کروگے؟ انہوں نے کہا کہ تو امین اور راستباز ہے اس لئے ہم یقین کریں گے کہ جو کچھ تو کہتا ہے سچ ہے۔ اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ وہ گھڑی آنے والی ہے جب تمہیں اپنی بداعمالیوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اور شرک اور بت پرستی کا بہت برا نتیجہ تمھیں اٹھانا پڑے گا۔ اس پر عبدالعزیٰ بولا تبا لک ... (تجھ پر (معاذ اللہ) ہلاکت آئے) اسی لئے ہمیں بلایا تھا؟ اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ابتداءً خواہ عبدالعزیٰ ہی کے لئے نازل ہوئی ہو۔ لیکن جب کوئی سورت آتی ہے تو خاص آدمی کے لئے ہی نہیں آتی اس کے مخاطب اس قسم کے سب ہی لوگ ہوتے ہیں کوئی بھی ابولہب ہو اور جب کبھی ہو یہ سورت سب کے لئے ہے۔ اور اس میں ہر ایک مخالف کی ہلاکت کی پیشگوئی کی ہے۔

مخالفت کا نتیجہ

سیصلی نارا ذات لھب۔ عنقریب یہ شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا۔ یعنے جس طرح وہ حق کی مخالفت میں آگ جلاتے اور لوگوں کو بھڑکاتے ہیں اسی طرح ان کے لئے بھی جلن اور شعلے ہی ہوں گے۔ بلکہ جو آگ محمد رسول اللہ صلعم کے لئے جلائی تھی اس میں خود ہی جل گئے۔

ابولہب کی عورت

وامرأتہ۔ عبدالعزیٰ کی عورت کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اتنی بخیل تھی کہ جنگل سے جاکر خود لکڑیاں کاٹ کر لاتی تھی۔ اور آنحضرت صلعم کی اتنی دشمن تھی کہ رات کو جہاں سے رسول اللہ صلعم نے گزرنا ہوتا تھا وہاں کانٹے بکھیر دیتی تا آپ کے پاؤں میں چبھیں۔ وامرأتہ سے مراد ابولہب کی بی بی ہے۔

دو قسم کے مخالفین

لیکن اس میں اس کی خصوصیت نہیں بلکہ جتنے مخالفت کرنے والے لوگ ہیں ان میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ ہوتے ہیں جو کھلے خزانے مخالفت کرتے ہیں۔ اور کھلے طور پر مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں۔ دوسرے عورتوں کی طرح پیچھے ہٹ کر ادھر ادھر کی لگانے بجھانے کا کام کرتے ہیں۔ وہ گویا آگ کو بھڑکانے کے لئے ایندھن ڈالتے رہتے ہیں۔ قرآن کے استعارے اتنے لطیف ہوتے ہیں کہ بعض وقت بڑا ہی مزا آجاتا ہے۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے اس کی قدر نہیں کی۔ خواہ کتنا ہی لطیف استعارہ ہو۔ ہمارے مولوی لفظوں کے لغوی معنے پر ہی اڑ کر بیٹھ جائیں گے (باقی بر صفحہ ۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹	مورخہ ۲۹ رجمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۳۱ء	نمبر ۶۰

”مولوی ثناء اللہ کیوں نہ مرے؟“

مولوی ثناء اللہ کا ایک سوال اور اُن ہی کے قلم سے اس کا جواب

۹ر اکتوبر ۱۹۳۱ء کے ”اہل حدیث“ میں ”مولوی ثناء اللہ کیوں نہ مرے“ کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کو پوسٹروں کی شکل میں چھپوا کر لاہور کے گلی کوچوں میں چسپاں کیا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس سوال کا جواب مولوی ثناء اللہ کے اپنے قلم سے ذیل میں پیش کریں۔ تاکہ حضرت مسیح موعود کے اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کے ایک پہلو کو پیش کر کے جو دھوکا وہ لوگوں کو یہ کہکر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت مغفور کا مولوی صاحب کی زندگی میں فوت ہو جانا آپ کی (نعوذ باللہ) کذب کی دلیل ہے۔ اس کی حقیقت پبلک پر آشکارا ہو جائے۔ بہتر ہو کہ اپنا یہ جواب بھی وہ پبلک کے سامنے خود ہی پیش کر دیا کریں۔ تاکہ لوگوں کو کوئی صحیح رائے قائم کرنے میں مدد مل جایا کرے۔ یکطرفہ بیان سنکر کوئی منصف کسی صحیح نتیجہ پر ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے اشتہار ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو جب مباہلہ کا چیلنج دیا اور اس کی منظوری کے متعلق انہیں لکھا تو اس کے جواب میں مولوی صاحب نے ذیل کی تحریر اپنے اخبار ”اہلحدیث“ میں شائع کی۔

(۱) ”یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسکو منظور کر سکتا ہے“

(۲) آپ اس دعوے میں (کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی) قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ سنو! من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدًّا۔ اور۔ انما نملی لھم لیزدادوا اثما۔ اور۔ ویمدھم فی طغیانھم یعمھون۔ وغیرہ آیات تمہاری اس دلیل کی تکذیب کرتی ہیں“

(۳) اور سنو! بل متعنا ھٰؤلاءِ وآباءھم حتّٰی طال علیھم العمر، جن کے صاف یہی معنے ہیں کہ خدا تعالےٰ جھوٹے، دغاباز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کرلیں۔ پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی۔

(اہلحدیث مورخہ ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء)

اب سوال یہ ہے کہ:۔

(۱) جس بات کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں نامنظور کیا اور لکھا تھا کہ کوئی ”دانا“ اسے منظور نہیں کر سکتا اب آپ کے وصال کے بعد آپ کی اسی تحریر کو منظور کر کے مولوی صاحب داناؤں میں شمار ہوں گے یا نادانوں میں؟ وہ خود ہی اپنی تحریر کو سامنے رکھکر جواب دیں۔

(۲) جب حضرت مسیح موعود کا یہ لکھنا کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی مولوی صاحب کے نزدیک ”قرآن شریف کے صریح خلاف“ تھا اور بقول ان کے قرآنی ”آیات... اس دلیل کی تکذیب کرتی ہیں“ تو انہی آیات کی رو سے جو مولوی صاحب نے پیش کیں خدا کے نزدیک ”بدکار“ کون ٹھیرا؟ آیا جسے مہلت ملی اور زندہ رہا یا جو پہلے فوت ہو گیا؟ جواب قرآن ہی سے مطلوب ہے۔

(۳) جب حسب آیات قرآنی ”خدا تعالےٰ جھوٹے۔ دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کرلیں۔ تو اس آیت کا کون مصداق ہوا؟ اور کون جھوٹا۔ دغاباز مفسد اور نافرمان ٹھیرا؟

چونکہ آپ نے اسے حضرت مسیح موعود کا ”من گھڑت اصول“ قرار دیا ہے۔ اس لئے بہرحال آپ کا قائم کردہ معیار آپ پر حجت ہو سکتا ہے۔ دوسرے کا من گھڑت اصول آپ پر حجت نہیں۔

ان تصریحات اور خود مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے جواب سے اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کیوں نہ مرے؟ امید ہے اپنے اس جواب کو سننے کے بعد وہ پبلک کو خواہ مخواہ دھوکا دینے کی کوشش نہ کریں گے۔ اور جب کبھی اپنی درازی عمر پر انہیں استعجاب لاحق ہو یا پبلک کو اپنے نہ مرنے کی وجوہ بتانا چاہیں تو اپنے اس فقرے کی تلاوت کر لیا کریں گے۔ کہ:۔

”قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے“

جہاد اور عدم تشدد

بار بار یہ اعتراض ہمارے مخالفین کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے جہاد کو منسوخ کر دیا۔ حالانکہ آپ نے صرف جہاد بالسیف کو اس زمانہ اور اس ملک کے لئے غیر ضروری قرار دیا۔ جیسا کہ آپ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ ”وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذہ الزمن وھذہ البلاد“ جہاد کی شرائط اس زمانہ اور اس ملک میں پائی نہیں جاتیں لیکن حیرت ہے کہ وہی لوگ جو حضرت مرزا صاحب کی اس بات کو خلاف قرآن سمجھتے اور مسلمانوں کی جنگی اسپرٹ کو تباہ کرنے کا موجب یقین کرتے ہیں۔ جب موقعہ آتا ہے تو عدم تشدد کا وعظ کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہم بارہا اپنے مخالفین سے یہ کہہ چکے ہیں کہ اگر فی الواقعہ آپ لوگ جہاد بالسیف کو آجکل بھی ویسا ہی ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں تھا تو کیوں آپ تلوار لے کر نہیں اٹھتے۔ اور اپنے اس اعتقاد کا عملی ثبوت بہم نہیں پہنچاتے؟ لم تقولون ما لا تفعلون۔ جو بات منہ سے کہتے ہو اسے کر کے کیوں نہیں دکھاتے؟ کیا عدم تشدد جہاد بالسیف ہی کا نام ہے؟ کیا مرزا صاحب نے بھی عدم تشدد ہی کی تعلیم نہ دی تھی؟ لیکن حالت یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے لئے جو بات ناجائز قرار دی جاتی ہے اور ان کے منہ سے عدم تشدد یا جہاد بالسیف کی حرمت کے الفاظ نکلنا ان کے کفر پر دلیل گردانا جاتا ہے اور اسی پر گاندھی جی کی تقلید میں اس شد و مد سے عمل کیا جاتا ہے کہ کشمیر میں جو جتھے بھیجے جاتے ہیں انہیں بھی عدم تشدد ہی پر عامل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے حالانکہ وہاں وحشی ڈوگروں کی سنگینوں اور بندوقوں سے مقابلہ ہے۔ کیا مولوی ظفر علیخاں اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی اپنے اس طریق کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں بتائیں گے کہ حضرت مرزا صاحب پر ان کا اعتراض کہاں تک جائز اور صحیح ہے اور آیا ان کا اپنا طریق عمل اس مامور من اللہ اور مجدد ملت کی صداقت کا ایک کھلا ثبوت نہیں؟

زمیندار کو چیلنج

۶ر نومبر ۱۹۳۱ء کے ”زمیندار“ میں مولوی ظفر علی خاں نے ”نعاقی“ کا بوسیدہ برقع اوڑھتے ہوئے جو نکات عالم اشعار میں بیٹھکر لکھے ہیں وہ گندہ دہانی اور فحش نویسی کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہیں ان ناپاک کلمات سے قطع نظر کرتے ہوئے جو حضرت مسیح موعود کے متعلق مولوی صاحب کے حیا سوز قلم سے نکلے ہیں۔ اور آئے دن نکلتے رہتے ہیں ہم صرف اتنا دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ذیل کا فقرہ جو انہوں نے مسیح موعود کی طرف منسوب کیا ہے آپ کی کس تحریر یا تقریر میں پایا جاتا ہے۔ کہاں آپنے یہ فرمایا کہ

”جو شخص مسلمان کہلا کر مجھے نہیں مانتا اور میری نبوت کی تصدیق نہیں کرتا وہ حرام زادہ اور ولد الزنا ہے“۔

ہم زمیندار کو چیلنج دیتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر یا تقریر سے اس فقرے کی صحت کا ثبوت پیش کرے ہمیں دعوےٰ ہے کہ اس قسم کا کوئی فقرہ حضرت مسیح موعود کی زبان یا قلم سے نہیں نکلا۔ اور مولوی ظفر علی خاں نے محض پبلک کو اکسانے کے لئے یہ افترا کیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ سلسلہ حقہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں یہ لوگ صداقت سے اتنے دور جا چکے ہیں کہ عمداً افترا پردازی سے بھی دریغ نہیں کرتے کیا زمیندار ان محولہ الفاظ کا ثبوت دیگا؟

(بقیہ صفحہ ۲)

خوب دیکھ لیجئے۔ جہاں بھی مخالفت ہوگی۔ ان دو قسم کے لوگوں کے بغیر کارروائی نہ ہوگی۔ ایک آگے بڑھ کر مخالفت کرتے ہیں اور دوسرے چپکے چپکے یا در پردہ چغلیاں کھاتے اور لگاتے بجھاتے رہتے ہیں۔ گویا آگ میں ایندھن ڈالنے کا کام کرتے ہیں۔

ابولہب کی بیوی کا انجام

فی جیدھا حبل من مسد۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی بٹی ہوئی رسی ہے۔ عبدالعزیٰ کی بیوی کے متعلق لکھا ہے۔ . . . جب وہ لکڑیوں کا گٹھا جنگل سے سر پر رکھ رہی تھی تو رسی گٹھے کی اس کی پیشانی سے اٹکی ہوئی تھی۔ اس نے ایک جگہ لکڑیاں رکھکر دم لینا چاہا تو گٹھا ایک پتھر کے سہارے ٹکایا۔ اتفاق سے وہ گٹھا پتھر سے کھسک گیا اور پیچھے کو ہی لٹک گیا۔ اور وہ رسی جو پیشانی سے اٹکی ہوئی تھی گردن کے گرد لپٹ گئی۔ جس سے اس کا گلا گھٹ گیا اور وہ مر گئی۔

ابولہب کا انجام

ابولہب کے متعلق بھی لکھا ہے کہ اسے لال بخار ہو گیا تمام بدن آگ کے انگارے کی طرح سرخ ہو گیا۔ گویا سیصلی نارا ذات لھب کی پیشگوئی عملاً پوری ہو گئی۔ جب مر گیا تو اس کو حبشیوں کے ذریعہ ایک گڑھے میں پھنکوا دیا گیا۔

مخالفین حق کا انجام

لیکن ایک عبدالعزیٰ پر کیا موقوف، مکہ والوں نے جو آگ بھڑکائی تھی وہ خود ہی اس میں داخل ہو گئے۔ اور وہ بھی جو ان کے ممد و معاون تھے اور اس آگ کے لئے گویا ایندھن مہیا کرتے تھے وہ بھی ہلاک ہو گئے اور ادھر ادھر کی دوڑ دھوپ لگائی بجھائی سے جو رسہ محمد رسول اللہ صلعم کے گلے کے لئے (العوذ باللہ) بٹا تھا۔ وہ خود انہی کے گلے میں پڑا۔ اور ان کی ہلاکت کا موجب بنا۔ اور اس طرح اہل دنیا کا عملی نظارہ دنیا نے دیکھ لیا۔ اور پتہ لگ گیا کہ حق کی مخالفت کرنے والوں کا انجام یہ ہوتا ہے۔

بمبئی میں تبلیغ اسلام

مخدومی و مولائی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم بخیریت بمبئی پہنچ گئے ہیں۔ کل سے ہوٹل میں مقیم ہیں آج مکان کرایہ پر لے لیا ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ کل صبح سامان اس میں لے جائیں گے۔ کام کے متعلق جو پروگرام ملا ہے اس میں قرآن کریم کے انگریزی اور اردو ترجمہ کا کام بھی ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ ہفتہ وار اشتہار اردو اور گجراتی میں شائع کرنے ہوں گے۔ ان کی چھپوائی اور تقسیم کا کام سب ہمارے ذمہ ہے۔ عربی کو سکولوں میں بطور لازمی زبان کے رائج کرانے کا پروپیگنڈا اور اخبارات میں اصلاحی و تبلیغی مضامین کا لکھنا وغیرہ کام بھی ہمارے ذمہ ہیں۔ انشاء اللہ ہم کوشش کریں گے نتائج کا پیدا کرنا اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ اخبار "پیغام صلح" "[illegible]" اور مفت اشاعت کا لٹریچر بھجوا دیا جائے۔ ہمارا ایڈریس اخبار میں شائع ہونا چاہئے۔ احمدیت کے خلاف یہاں پر لوگوں میں نہایت مفسدانہ جذبات [illegible] کی کسی اشتہار باز انجمن نے پیدا کر رکھے ہیں۔ پتہ

(عبداللہ [illegible] وزیر منشن نمبر ۲ بھنڈی بازار بمبئی)

سر تھامس لاڈر برنٹن بیرونٹ حلقہ اسلام میں

بیس سال کی متواتر تلاش حق کے بعد قبول اسلام کا اعلان

لاہور ۸ر نومبر ۱۹۳۱ء۔ یہ خبر انتہائی مسرت اور انبساط کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ آج شام کو ایک نہایت ممتاز امریکن نواب یعنی سر تھامس سٹاپ فورڈ لارڈ برنٹن ایم اے (آکسفورڈ) ایف۔ آر۔ ایس۔ (ایڈنبرا) ایف۔ آئی۔ سی۔ ای۔ (کوپر ہل) مشرف باسلام ہوئے۔ سر تھامس برنٹن مانٹریال (کنیڈا) کے رؤسا میں سے اور اسی شہر کے جاگیر دار ہیں۔ آپ سی۔ بی۔ اینڈ بنگال ریلوے میں چیف انجینیر کے منصب پر فائز رہ چکے ہیں جہاں سے ۲۶ سال تک ملازمت کرنے کے بعد ریٹائر ہو کر انگلستان تشریف لے گئے۔

سنہ ۱۹۲۶ء میں خدمت خلق کا جذبہ انہیں پھر ہندوستان لے آیا۔ اس وقت سے آج تک آپ اچھوتوں اور چوہڑوں کی بہتری کے لئے کوشاں اور ان کی فلاح و بہبود کے کاموں میں مشغول ہیں۔ سر موصوف نے انبالہ۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ امرتسر گورداسپور کے مواضع کا دورہ کر کے بہت سے اچھوتوں کی حالت کو بہتر بنا دیا۔ اب بھی آپ اچھرہ ضلع لاہور میں چوہڑوں کے اندر اسی غرض سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

سر تھامس فرماتے ہیں کہ میں بیس سال سے روشنی کی جستجو میں تھا۔ حقیقی نور کے لئے میں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا۔ اور بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کی مجھے ضرورت تھی اور یہی وہ مذہب ہے جو تمام مذاہب کا سردار ہوگا۔ کیونکہ عقل انسانی کے عین مطابق ہے۔"

سر موصوف اپنے قبول اسلام کا عام اعلان جمعہ کے دن شاہی مسجد لاہور میں فرمائیں گے۔

حضرت امیر کا تاکیدی حکم

حضرت امیر ایدہ اللہ کا تاکیدی حکم ہے۔ کہ جملہ جماعت ہائے اور احباب جماعت جن کی طرف ماہوار چندے کے بقایا جات ہو گئے ہیں جلسہ سالانہ سے قبل ادا کر کے حساب بے باق کر دیں۔ اسی غرض کے لئے مختلف جماعتوں اور احباب کی خدمت میں مبلغین اور محصلین بھیجے جا رہے ہیں۔ اور اس سلسلے میں شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کو دہلی۔ لدھیانہ۔ سامانہ۔ انبالہ۔ فیروز پور وغیرہ جملہ جماعت ہائے اور احباب آن روے ستلج کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ ان کا پروگرام حسب ذیل ہے:۔ ۱۵ر نومبر۔ سامانہ۔ ۲۱ر نومبر دہلی۔ یکم دسمبر انبالہ۔ ۴ر دسمبر لدھیانہ اور ۱۰ر دسمبر فیروز پور۔ لہذا سکرٹری صاحبان اور احباب سے گزارش ہے کہ ان تاریخوں تک بقایا جات ماہوار چندہ کی وصولی کا انتظام فرما لیں۔ تاکیداً عرض کیا جاتا ہے۔

(محمد دین جان افسر تحصیل)

ہمارا قومی نصب العین

جانی اور مالی قربانیاں خدا کی راہ میں

(خطبۂ جمعہ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۳۱ء سنہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

خدا کا وعدہ

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ ۔۔۔ الی ۔۔۔ ذالک ھو الفوز العظیم

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں عوض اس کے کہ ان کو جنت ملے گی ۔ سو وہ مومن خدا کی راہ میں جنگ کرتے ہیں دوسروں کو قتل بھی کرتے ہیں اور خود بھی قتل ہوتے ہیں یہ وعدہ اللہ نے اپنے اوپر ٹھہرایا ۔ بڑا پکا اور سچا وعدہ ہے قرآن ہی میں نہیں توریت اور انجیل میں بھی یہی وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے وعدہ کا پورا کرنے والا ہے ۔ پس اے مسلمانو! تم خوش ہو جاؤ اس سودے پر جو تم نے کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

کامیابی کی راہ

بظاہر تو یہ بہت ہی مشکل نظر آتا ہے اور شاید بعض لوگ خیال کریں کہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اس طرح اپنے مال اور جان کو خدا کے پاس بیچ دے ۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے جو اصول زندگی کے بیان کئے ہیں فی الحقیقت انہی میں سے یہ ایک بڑا بھاری اصل ہے ۔ جس کو دنیا کے تجربے نے بھی بالآخر سچا ثابت کیا ہے ۔ کہ کسی راہ میں اپنے مال اور جان کو اس طرح پر دیدینا ہی کامیابی کا موجب ہے۔

جان اور مال کی ملکیت !

دنیا کی ہر کامیابی جانی اور مالی قربانیوں پر موقوف ہے ۔ بظاہر تو انسان خود ہی اپنے مال اور جان کا مالک ہے لیکن عمل کا وہ اصول جو اس جگہ بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے آپ کو ان چیزوں کا مالک نہ سمجھنا چاہیئے ۔ بلکہ ان چیزوں کے متعلق اس کی ذہنیت یہ ہونی چاہیئے کہ یہ چیزیں تو کسی اور کی ہیں وہ صرف امین ہے ۔ یہ چیز اسے امانت کے طور پر اس کے سپرد کی گئی ہے ۔ کماتا ہے اپنے دماغ سے اپنی محنت اور کسب سے ۔ اور چالاکیوں سے بھی کماتا ہے ۔ مگر یہاں ذکر انہی لوگوں کا ہے جو جائز ذرائع سے کماتے ہیں ۔ اس قدر کماتا ہے جس کا کوئی حساب نہیں ۔ مگر باوجود اس کے کہ اپنی طاقت اور عرق ریزی سے کماتا اور پیسہ جمع کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ مومن وہ ہے جو اپنے آپ کو ان چیزوں کا مالک نہیں بلکہ امین سمجھتا ہے ۔ اسی لئے فرماتا ہے یقاتلون فی سبیل اللہ کیونکہ جنگ میں جان اور مال دونوں دینے پڑتے ہیں ۔ اور یہ تعلیم صرف قرآن شریف ہی نہیں دیتا بلکہ توریت و انجیل یا جملہ مذاہب کی یہی تعلیم ہے کہ جان اور مال کو خدا کی چیزیں سمجھکر ان کو ہر وقت خدا کے رستے میں قربان کرنے کے لئے تیار رہو ۔

پوری توجہ اور دل سے کام کرنیکی ضرورت

اتنی بڑی مشکل انسان کے رستے میں کیوں ڈالی ہے اس لئے کہ انسان فی الحقیقت کسی کام میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک پوری قوت پوری توجہ اور پورے دل کے ساتھ اپنے انجام نہ دے ۔ ادھورے دل کے ساتھ جتنے کام کرنے والے ہیں وہ صرف شغلہ کے طور پر کرتے ہیں ۔ اور کوئی کامیابی انہیں حاصل نہیں ہو سکتی ۔ کامیاب انسانوں کے ۔ حالات کا مطالعہ کرو ۔ کامیاب قوموں کی تاریخ کو دیکھو تو اس میں یہ بات تمہیں نظر آئے گی کہ جو کام انہوں نے کیا اسے پوری توجہ اور پورے دل کے ساتھ کیا ۔ اسی بات کو اس ارشاد سے پیدا کرنا مقصود ہے کہ جان اور مال کو اپنی ملکیت نہ سمجھو بلکہ اپنے پاس خدا کی امانت سمجھو اور جب وقت آئے تو اس امانت کو اس کام میں لگا دو جو اس کے مالک کا کام ہے ۔ جب تک انسان اپنے آپ کو مالک سمجھتا ہے ۔ وہ ایک قسم کے شرک میں مبتلا رہتا ہے اور توحید کے بلند مقام پر کھڑا نہیں ہو سکتا ہے ۔

ہمارے اموال میں دوسروں کا حق

جب مال کے متعلق یہ خیال ہو کہ میں نے اس کو کمایا ہے یہ میری چیز ہے تو وہ کیسے دوسرے ضرورتمندوں کو اس میں سے دے سکتا ہے ۔ اور خدا کے رستے میں خرچ کر سکتا ہے ۔ خوب یاد رکھو قرآن صرف تمہارے نقطۂ خیال کو بدلنا چاہتا ہے جو شخص مال کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے ، جب خدا کے رستے میں خرچ کرنے کا وقت آئیگا تو وہ نہیں کرے گا ۔ لیکن جو اسے خدا کی چیز سمجھتا ہے اسے خرچ کرتے وقت کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوگی ۔ دوسری جگہ فرمایا وفی اموالھم حق معلوم لسائل والمحروم ۔ ان کے مالوں میں ایک مقرر حق ہے ۔ سائل اور محروم کے لئے ۔ یہ حق پیدا نہیں ہو سکتا جب تک یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں مالک نہیں بلکہ امین ہوں ۔ اس کے اندر بے شک اس کی بیوی کا بھی حق ہے ۔ بال بچوں کا بھی حق ہے دوسرے قریبیوں کا بھی حق ہے ۔ لیکن اسی طرح دوسرے محتاجوں کا بھی حق ہے ۔ وہ بیوی پر بھی خرچ کرتا ہے ۔ بال بچوں پر بھی خرچ کرتا ہے ۔ اور اسی طرح خرچ کرتا ہے جس طرح کوئی دوسرا خرچ کرتا ہو وہ ان کو بھوکا نہیں رکھتا ، ننگا نہیں رکھتا ۔

حق امانت کی ادائیگی ۔

لیکن فرق یہ ہے کہ وہ خدا کے حکم کے ماتحت اپنے آپ کو امین سمجھکر خرچ کرتا ہے ۔ خدا نے اسے جو کچھ دیا اس میں پہلا حق اس کی بیوی بچوں کا رکھا ۔ اس لئے اس کا بیوی بچوں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری ہے ۔ اور اس حق امانت کو ادا کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ رکھا ہے ۔ وہ اپنے آپ کو امین سمجھکر نقصان نہیں اٹھاتا ۔ اپنے لئے بھی خرچ کرتا ہے لیکن خدا کے رستے میں خرچ کرنے کا جب موقعہ آتا ہے تو اس پر اس کی طبیعت میں انقباض پیدا نہیں ہوتا ۔ بلکہ طبیعت خوش ہوتی ہے ۔ ایک مسکین وہ ہوتے ہیں جن کو مال دنیا سے حصہ نہیں ملتا ۔ ایک وہ ہیں جنھیں اخلاق وغیرہ سے حصہ نہیں ملتا ۔ ان کی خاطر مال خرچ کرنا یہی اشاعت اسلام و تعلیم قرآن ہے لوگ اس میں مشکل محسوس کرتے ہیں لیکن یہ اسی وقت تک مشکل ہے جب تک اصل حقیقت کی طرف توجہ نہیں ۔ اصل حقیقت ہی کی طرف ، اس اصول میں توجہ دلائی گئی ہے کہ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم ۔ اگر اس اصول پر عمل پیرا ہوں تو سارے کام سہل اور آسان ہو جاتے ہیں ۔ اپنی ضروریات بھی پوری ہوتی رہتی ہیں دینی ضروریات بھی پوری ہوتی رہتی ہیں

جان اور مال کی قربانیاں

دیکھ لو کہ دنیا میں کامیابی حاصل کرنے والے کون ہیں وہی جو اپنی جان اور مال کو خدا کے رستے میں بیچ دیں ۔ جب تک انسان اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں نذر نہیں کر دیتا اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی ۔ یہ آج ہندوستان کے آگے اتنی بڑی طاقت اور سلطنت کے مالک کیوں جھک رہے ہیں ؟ یہ مت سمجھو کہ یہ سوراج کے نعرے کامیابی کا موجب ہوئے ہیں ۔ جب تک یہ نعرے ہی نعرے تھے اس وقت تک کامیابی نظر بھی نہیں آتی تھی یہ صرف جان و مال کی قربانیاں ہیں جنھوں نے حالات کو بدل دیا ۔ غور کرنا چاہیئے ایک طرف ایک بہت بڑی مادی طاقت ہے اور اس کے بالمقابل صرف چند قربانیاں ہیں جنھوں نے اس طاقت کو مرعوب کر دیا ۔ اسی طرح اللہ اکبر کے نعرے لگا لینے سے کامیابی نہیں ملتی بلکہ کامیابی ان مالی اور جانی قربانیوں سے ملتی ہے جو خدا کی راہ میں کی جائیں ۔ یہ عملی تکبیر ہے ۔

دعوے اور عمل

کیا تم سمجھتے ہو کہ دنیا کے لئے قربانی کرکے تمہیں فوائد حاصل ہو سکتے ہیں تو خدا کے لئے قربانی کرکے تم فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔ اگر نرے زبانی دعووں سے کامیابی حاصل کرنا چاہو تو خوب یاد رکھو کہ نرے زبانی دعوے کوئی حقیقت نہیں رکھتے ۔ دعویٰ صرف وہی کامیاب ہوتا ہے جسکے پیچھے عمل کی قوت ہو ۔ عمل بڑی چیز ہے ۔ انسان کے اندر تمام قوت عمل ہی سے پیدا ہوتی ہے ۔ یہ تمہارا دایاں ہاتھ کیوں سارے کاموں کو سرانجام دیتا ہے اس لئے کہ اس کے اندر قوت عمل ہے ۔ اگر آج تمہارا دایاں ہاتھ بیکار ہو جائے اور بائیں سے تم کام لینا شروع کرو تو وہی قوت اس کے اندر پیدا ہو جائے گی ۔ اور نہایت آسانی کے ساتھ تم اس سے کام لینے لگ جاؤ گے ۔ عربی زبان میں یہ عجیب بات ہے کہ دائیں کے لئے یمن کا لفظ رکھا ہے ۔ اس کے معنے خیر و برکت کے بھی ہیں ۔ یہ اس لئے کہ دائیں ہاتھ سے تمام کام سرانجام پاتے ہیں ۔ اور اسی سے خیر و برکت ہوتی ہے ۔ اور بائیں سے چونکہ کام نہیں ہوتا اس لئے اس کا نام مشئمہ ہے ۔ مشئوم کے معنے ہیں نحوست ، بدحالی ۔ گویا قوت عمل نہ ہونے کی وجہ سے وہ نحوست کا باعث ہے ۔ اسی لئے قرآن میں اصحاب المیمنہ کو اصحاب المشئمہ پر ترجیح دی ہے اصحاب المیمنہ وہ ہیں جنھوں نے اپنی قوت عمل سے نیکی اور خیر و برکت حاصل کی ۔ اور اصحاب المشئمہ وہ ہیں جنھوں نے قوت عمل پیدا نہیں کی ۔ دوسری جگہ فرمایا و اما من اوتی کتابہ بیمینہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فی الحقیقت کوئی ایسی کتاب ہوگی جو ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی ۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو قوت عمل دی گئی ۔

ہماری عملی زندگی

عمل بڑی چیز ہے ۔ ہم احمدی لوگوں نے اگر کسی وقت دنیا میں کوئی عزت اور مرتبہ حاصل کیا تو یاد رکھو کہ اپنے کاموں کی وجہ سے کیا تھا ۔ دعوے کی وجہ سے حاصل نہیں کیا اگر کہو کہ ہم نے تو مسیح موعود کو مان لیا تو میں کہتا ہوں یہ کچھ چیز نہیں ۔

جب تک ملّاان کا مول کو سرانجام نہیں دیتے جو مسیح موعود نے تمہارے سپرد کئے ہیں۔ جو کچھ تم نے فائدہ اٹھانا ہے وہ نرے دعووں کو ماننے سے نہیں بلکہ عمل سے اٹھانا ہے۔ اور جتنا تم اس بارہ میں سست پڑتے جاتے ہو اتنا ہی نقصان اٹھا رہے ہو۔

سرخپوشوں کی تحریک

آج ہمارے سامنے ایسی ایسی تحریکات پیدا ہوئی ہیں کہ محض ایک شخص کے کہنے پر لوگوں نے جانیں قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ یہ سرخپوشوں کی تحریک جو سرحد میں شروع ہے میں نے ایک دن پشاور میں رہ کر اس کو دیکھا ہے انہوں نے اپنی قوت عمل سے کیا کچھ کر دکھایا ہے۔ ان کے سامنے یہ سوال ہوتا ہے کہ تم جیل خانوں میں جانے کو تیار ہو؟ وہ کہتے ہیں ہاں تیار ہیں۔ تم گولیاں کھانے کو تیار ہو؟ جواب ملتا ہے ہاں ہم تیار ہیں اور پھر یہ نہیں کہ یہ تیاری محض زبانی ہو، عملاً بھی انہوں نے ایسا کر دکھایا ہے۔

دو اہم باتیں

دو باتیں مجھے اس تحریک میں بڑی پسند آئیں ایک بات تو وہ ہے جس کو ہم نے شروع کیا تھا اور اس بات پر ہم نے زور دیا تھا کہ کلمہ گوؤں کی تکفیر کا مرض مسلمانوں سے دور ہونا چاہیئے۔ اس تکفیر کی بیماری کو ان لوگوں نے سرحد سے اس طرح دور کیا ہے کہ وہاں اب مجال نہیں کہ کوئی کسی مسلمان کو کافر کہہ سکے۔ ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانا یہ وہاں کے ملاؤں کا عام رویہ تھا۔ لیکن آج اسی سرحد کے اندر کوئی مُلّا یہ لفظ زبان پر نہیں لا سکتا کہ فلاں شخص احمدی ہونے کی وجہ سے کافر ہے یا فلاں وہابی یا شیعہ ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔ دوسری بات جس کے متعلق میں کہوں گا کہ ہم کو کامیابی نہیں ہوئی اور انہوں نے دنوں میں کامیابی حاصل کر لی ہے وہ رسم و رواج کو دور کرنا ہے۔ آج مسلمانوں میں صرف شادیوں پر ہی نہیں بلکہ ہر موقعہ پر رسم و رواج کی لعنت موجود ہے۔ ایک شخص کے گھر میت ہو جاتی ہے۔ اس موقعہ پر بھی فضول اخراجات اور رسم و رواج موجود ہیں۔ ایک طرف برادریوں کو کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ دوسری طرف ملانوں کے پیٹ بھرنے کا سامان کرنا پڑتا ہے۔ یہ ساری باتیں حتیٰ کہ شادیوں، منگنیوں اور ختنوں وغیرہ کی رسوم اور اخراجات سب اس تحریک نے مٹا دیئے ہیں۔ اور اب سرحد میں کوئی شخص کسی تقریب پر ایسے فضول خرچ اٹھانے کا مجاز نہیں مگر میں افسوس کرتا ہوں اپنی قوم پر کہ ہمارے اندر اب تک یہ بات پیدا نہیں ہوئی۔ جن باتوں پر اعتراض کرتے اور وعظ کہتے ہوئے سالہا سال گزر جاتے ہیں۔ جب موقعہ آتا ہے تو اسی طرح ہم سب کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور ذرا خیال نہیں ہوتا کہ ان باتوں کے کرنے والوں کو کیا کہتے اور سمجھتے تھے۔

عملی قوت کی کمی

یہ تو میں لطور مثال بیان کر رہا ہوں فی الحقیقت بات یہ ہے کہ اگر ہم کام کرنے والے ہوں تو ہمارا مذہب ایک زندہ چیز ہے۔ لیکن افسوس ہے وہ عملی قوت ہم میں کم ہو رہی ہے جو کامیابی کا باعث ہو سکتی ہے۔ ہمارے اندر بڑی بڑی قربانیاں کرنے والے بھی موجود ہیں۔ بڑے بڑے جوش اور عزم سے کام کرنے والے بھی موجود ہیں۔ لیکن جب تک قوم کے ہر ایک فرد میں یہ قربانی کی روح یہ جوش اور عزم پیدا نہ ہو قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ہم نے اس بات کو بھلا دیا ہے کہ ہماری اصل غرض خدمت کرنا ہے۔ میں نے پچھلے جمعہ میں بھی کہا تھا کہ اگر ہم پوری توجہ سے اپنے کام میں لگ جائیں تو کامیابی ہاتھ کھولے ہوئے ہمارے سامنے کھڑی ہے لیکن افسوس ہے کہ لوگوں کی حالت یہ ہے کہ غریب تو غریب جو امرا ہیں وہ بھی اگر کوئی مصیبت آ پڑے تو یہی سمجھتے ہیں کہ وہ چار پیسے جو وہ اشاعت اسلام میں دیتے ہیں ان کو روک لینے سے ان کی مصیبت دور ہو جائے گی۔

بنیوں والی ذہنیت

دیکھو میں صاف کہتا ہوں۔ میرے دل پر اس بات کی چوٹ ہے کہ سب کچھ کماتے اور خرچ کرتے ہیں۔ لیکن خدا کے رستے میں دینے کے لئے سمجھتے ہیں کہ تمام مصیبتیں اسی طرح دور ہونگی کہ نہ ہی دیا جائے۔ اور جو مصیبتوں میں نہیں ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہی چار پیسے جائداد بنانے پر لگیں گے۔ تو زیادہ مفید ہے حضرت مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص کو پانچ روپے کی ضرورت تھی میں نے ایک بنیئے سے کہا کہ اس کو پانچ روپے دیدو۔ وہ حیرانی کے ساتھ منہ تکنے لگ گیا میں نے پوچھا کیا بات ہے تو کہنے لگا کہ ان پانچ روپے سے تو کئی گونا سود کی آمد ہو سکتی ہے۔ یہ بنیوں والی کیفیت ہمارے اندر پیدا نہ ہو جائے۔ وہ جو خدا نے فرمایا تھا مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأۃ حبۃ واللہ یضٰعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔ وہ ساری باتیں آج بھولی ہوئی ہیں۔ اگر ان آیات کو پڑھتے بھی ہیں تو دل کے اندر نہیں جاتیں کہ خدا کے رستے میں خرچ کرنے سے سات گنا نہیں دس گنا نہیں سات سو گنا بلکہ اس سے بھی کئی گنا بڑھکر واپس ملے گا ایک بچہ آجائے اور باپ سے پیسے مانگے اس کو فوراً ٹال جاتے ہیں۔ ایک غریب سے غریب کے بھی مہینے میں دو چار آنے اس پر ضائع ہو جائیں گے تاکہ وہ گندی اور فضول چیزیں بازار سے لیکر کھاتا رہے لیکن خدا کے رستے میں بعض لوگوں کو مہینے میں ایک آنہ دینا بھی مشکل ہے

آنہ فنڈ کی تحریک

میں نے تم سے ایک آنہ ماہوار مانگا تھا۔ مگر اس طرح پر کہ ساری قوم بغیر کسی استثنا کے اس پر عامل ہو تو اس تمہارے ایک ایک آنے سے دس سال میں پچاس ہزار روپیہ بن سکتا ہے جو تمہارے لئے تمہاری قوم کے لئے کس قدر قوت کا موجب ہوتا لیکن کیا اس کو بخل کہا جائے یا حد درجہ کی لاپروائی کہی جائے۔ کہ اب تک صرف چند احباب نے اس کی طرف توجہ کی ہے۔ اور جماعت بحیثیت مجموعی اس سے غافل ہے۔ میں نے کہا تھا کہ زمیندار ایک سیر دانے ہی ماہوار نکالیں مگر امراء اور غربا دونوں کا بڑا حصہ اس طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اور چھ ماہ ضائع کر دیئے جن کے اندر توجہ کی جاتی تو دو ہزار کی رقم یقیناً جمع ہو جاتی صرف چند ایک صاحب ہمت ہیں جن کی توجہ سے اب تک صرف تھوڑی رقم ہو گئی ہے۔ بعض نے دوسرے لوگوں سے وصول کر کے اچھی خاصی رقم جمع کرا دی ہے۔ بعض نے دس سال کا چندہ ہی پیشگی جمع کرا دیا ہے کہ خدا جانے اس وقت تک زندگی ہو یا نہ ہو۔ اگر یہ جوش عام ہو جاتا تو بڑی بھاری کامیابی تھی۔ میں نے یہ صاف صاف باتیں کہدی ہیں۔ اس لئے کہ مجھے جماعت کو متنبہ کرنا مقصود ہے اس کی بہتری کی باتیں بتانا مقصود ہے۔ ان کی غفلت اور لاپرائی کا دور کرنا مقصود ہے۔

امراء کا بخل

دوسری تحریک میں نے کی تھی۔ کہ دس یوم کی آمد ہر احمدی دے۔ اس کی طرف بھی بہت کم احباب نے توجہ کی ہے۔ ہمارے اس شہر میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جنھوں نے میونسپل کمشنری کے لئے دس دس ہزار اور بیس بیس ہزار روپیہ خرچ کر دیا۔ اور پھر اس کے ساتھ کتنے جھوٹ بولے۔ کس قدر بے ایمانیاں کیں۔ ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ خدا کے لئے کچھ دو۔ تو فوراً مفلسی ان پر مسلط ہو جائے گی۔ اس سے پہلے بھی اگر ان سے مانگا جاتا تب بھی یہی بہانہ ہوتا۔ گویا میونسپل کمشنری کی امیدواری سے پہلے بھی وہ مفلس تھے۔ لیکن جب وہ موقع آیا اور جوش چڑھا تو سب کچھ موجود ہو گیا۔ اور پھر جب وہ موقع گذر گیا تو پھر مفلس کے مفلس رہ گئے۔ یہ بہت ہی افسوسناک اور ذلت کی حالت ہے۔ کہ ناجائز موقعوں پر تو دولت کو پانی کی طرح بہا دیا جائے۔ اور دین اور قوم کا نام آئے تو مفلس بن جائیں۔ میں نے یہ مثال اس لئے بیان کی ہے کہ ایسا نہ ہو ہم میں بھی یہ بیماری آجائے۔ کہ اپنی جائز اور ناجائز ضرورتوں پر تو بے دریغ خرچ کرتے چلے جائیں اور خدا کے نام پر دینے کا وقت آئے تو دلوں میں بخل پیدا ہو جائے۔

دس یوم کی آمد

تو دس یوم کی آمد میں نے مانگی تھی۔ اس کے لئے بھی عذر ہے، جب گرانی کے دن تھے اس وقت گرانی کا عذر تھا۔ اور اب جبکہ ہر چیز ارزاں ہے اب کی آمد کا عذر ہے۔ حالانکہ خدا کی راہ میں دینے کے لئے یہ عذر کوئی چیز نہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ قرآن کی آیت ان اللہ اشترے من المومنین انفسھم و اموالھم پر جس کا ایمان ہو وہ ایک وقت بھوکا بھی رہ لے گا۔ لیکن خدا کے رستے میں دینے کے لئے اس کے دل میں انشراح ہوگا۔ دیکھو یہ جہاد ہے جس کے لئے تمکو بلایا گیا ہے۔ لوگوں نے جہاد کو سمجھا ہے جہاد تلوار کا بھی ہے لیکن سب سے بڑا جہاد وہ ہے جو قرآن کے ساتھ کیا جائے وجاھدھم بہ جھادا کبیرا۔ جہاد بالقرآن ہی بڑا جہاد ہے۔

کس گروہ کے ساتھ قدم اٹھانا چاہتے ہو؟

اگر قرآن تمہارے گھروں میں ہے۔ اگر اس کو تم پڑھتے ہو۔ تو اس میں دو گروہوں کا ذکر تم پاؤ گے۔ ایک گروہ وہ ہے جس کے متعلق کہا ہے یؤثرون علےٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ وہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے یا دکھ اٹھانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود وہ تنگدست ہوں اور دوسرا وہ منافقین کا گروہ ہے جو خدا کے رستے میں کوئی تکلیف اٹھانا نہیں چاہتا تو جب خدا کی راہ میں مانگا جائے تو غور کر کے جواب دو اور سوچ کر خاموشی اختیار کرو کہ تم کس گروہ کے ساتھ قدم اٹھانا چاہتے ہو اگر یہ خیال ہو کہ خدا کے رستے میں خرچ نہ کرنے سے تم نے کچھ بچا لیا تو یاد رکھو وہ نفع نہیں بلکہ نقصان کا موجب ہے۔ یہ سب کچھ تم سے چھین لیا جائے گا۔ آج تمہاری پھونک نکلی اور کل دوسرے اس مال کے مالک بنے۔ انہیں پھر تمہاری پروا بھی نہیں ہوگی۔ دیکھو جب خدا نے تم سے زبردستی بھی لے لینا ہے۔ تو خدا کے مطالبات کو اس طرح رد نہ کرو۔ تکلیف اٹھاؤ لیکن خدا کے رستے میں خرچ کرنے سے مت ہچکچاؤ۔ ذرا اپنے دلوں کو مضبوط کرو۔ تھوڑی سی اپنے نفسوں پر تکلیف برداشت کرو۔ اور خوش دلی کے ساتھ اس کے رستے میں خرچ کرو۔ اور یاد رکھو کہ یہی ایک رستہ ہے جس سے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

کیا حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ نہ تھا

قرآن کریم اور حقایق عالم سے اصولی بحث

(بسلسلۂ اشاعت گزشتہ)

(از شیخ غلام حسین صاحب سکرٹری تبلیغ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ)

قرآنی اصول پیدائش

ہم ناظرین کے ازدیاد ایمان کی خاطر چند آیات اس قسم کی قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں جن میں اس اصول کی تعلیم ہے کہ بنی آدم کی پیدائش مرد اور عورت کے باہمی اختلاط یا نطفے سے ہوتی ہے اور اس کی نظیریں اور مثالیں صحیفۂ فطرت میں ہر جگہ موجود ہیں۔ تشریح یا توضیح کی ضرورت نہیں۔ بالمقابل جو شخص اس قانون کے علاوہ کسی خاص قانون کا دعوے کرتا ہے اس کو بھی اول اسی طرح قرآن کریم سے اپنے دعوے کے ثبوت میں وہ آیات پیش کرنی چاہیئے اور پھر اس کے مطابق موجودہ دنیا سے نظیریں پیش کردینی چاہئیں۔ اس طرح پر بحث کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر صرف لفظی بحث تک انحصار ہے اور ثبوت کے وقت مایوسانہ ادھر ادھر دیکھنا ہے۔ تو سوچ سمجھکر اس میدان میں قدم رکھنا چاہیئے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ثبوت پیش کرنا ہمارے دوستوں کے لئے ناممکن ہے۔ یاد رہے ثبوت چند افسانوں اور حکایتوں سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کی زندہ مثالیں ہونی چاہئیں۔ اب ہم نیچے آیات قرآن کریم درج کرتے ہیں۔

(۱) یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ (سورۃ الحجرات)

(۲) انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج (سورۃ الدہر)

ان ہر دو آیتوں میں انسان کی پیدائش کو مرد اور عورت یا ان دونوں کے مخلوط نطفہ سے وابستہ فرمایا ہے۔ اور اس امر کی تصدیق دیگر متعدد آیات قرآن کریم سے ہوتی ہے کہ انسان کی پیدائش کا ذریعہ جوڑا اور نطفہ ہے۔

جوڑے کی تائید میں آیات قرآنی

ہر چند آیات اس دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور وہ آیات جن میں جوڑے کا ذکر ہے یہ ہیں:۔

(۱) من کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (الذاریات)

(۲) سبحٰن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون (سورۂ فاطر)

(۳) فاطر السمٰوات والارض جعل لکم من انفسکم ازواجًا ومن الانعام ازواجا (الشوریٰ)

(۴) والذی خلق الازواج کلھا۔ (الزخرف)

(۵) الم یک نطفۃ من منی یمنیٰ۔ ثم کان علقۃ فخلق فسویٰ فجعل منہ الزوجین الذکر والانثیٰ (القیامۃ)

(۶) وخلقنکم ازواجا (النباء)

(۷) ماخلق الذکر والانثیٰ۔ (اللیل)

نطفہ سے پیدائش

ان آیات میں جو اوپر لکھی گئی ہیں جوڑے سے پیدائش کا ذکر ہے۔ ہر دو حوالجات کا مطلب ایک ہی ہے۔ کہ مرد اور عورت کے مخلوط نطفے سے بنی آدم کی پیدائش ہو رہی ہے جیسا کہ سب سے پہلی دو آیتیں اس مطلب کی طرف رہبری کر رہی ہیں

(۱) اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین۔ (سورہ یٰسین)

(۲) قتل الانسان ما اکفرہ من ای شیٔ خلقہ من نطفۃ (سورۂ عبس)

(۳) فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب (الطارق)

(۴) خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین (النحل)

(۵) وانہ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ من نطفۃ اذا تمنیٰ۔ (النجم)

(۶) الم نخلقکم من ماء مھین۔ (المرسلٰت)

(۷) ھو الذی خلق من الماء بشرا ... کان ربک قدیرا۔

ان جملہ آیات سے وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی آدم کی پیدائش مرد اور عورت کے تزوج اور نطفے سے ہوتی ہے اس اصول سے کسی کو بھی انکار اور مفر نہیں اس کی مثالیں اور نظیریں دنیا جہان میں موجود ہیں۔ حاجت بیان نہیں۔ اسی اصول کی تائید میں فرمایا ماتریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت فارجع البصر ھل تریٰ من فطور (الملک) ہم قائلین بن باپ ولادت مسیح علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اگر جملہ بنی آدم کی نسبت یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ نطفہ یعنے مرد اور عورت سے پیدا ہوئے ہیں مگر مسیح علیہ السلام اس جگہ سے مستثنٰے ہیں۔ یعنی ان کی پیدائش اکیلی عورت سے وقوع میں آئی ہے۔ تو کیا یہ امر اس آخری آیت کے خلاف پیدائش بنی آدم کے سلسلے میں فتور پیدا کرنے کا موجب نہ ہوگا۔ بینوا و توجروا!

مولوی اللہ دتہ کے دلائل

اس قدر تحریر کر چکنے کے بعد اب مولوی صاحب دلائل پر آتے ہیں۔ اور دلائل بھی اس عمدگی اور خوبی کے ساتھ لکھے ہیں کہ پڑھنے والے سر دھنیں اور داد دیں۔ چونکہ اقتباس درج کرنے سے کمی بیشی عبارت کا الزام آجاتا ہے۔ اس لئے دلیل اول کو ہم بجنسہ اصل عبارت میں نقل کرتے ہیں۔ وھو ہذا۔

دلیل اول ۔ قرآن مجید کا اسلوب بیان اس امر پر زبردست شاہد ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت غیر معمولی رنگ میں ہوئی قریبًا ہر جگہ جہاں حضرت مسیح کی ولادت کا ذکر ہے اس کے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا بیان موجود ہے۔ مثلاً سورہ آل عمران مریم۔ الانبیاء میں اسی ترتیب سے دونوں ولادتوں کا تذکرہ ہے اور اس اجتماع سے مقصود بالذات قدرت تعالیٰ کا بیان ہے۔ مگر ساتھ ہی پہلے اور پیچھے کی ترتیب میں دونوں کی نوعیت کو بھی آشکارا کیا گیا ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید واقعیت ہے کہ حضرت آدم کی پیدائش کے بعد قرآن مجید نے ان ہی دو بزرگوں کی جسمانی پیدائش کو مہتم بالشان قرار دیا ہے۔ لیکن پھر ان کے ذکر میں بھی ارتقا کو مد نظر رکھا ہے۔ مختصر یوں کہ قرآن مجید کا مخصوص طرز بیان تبلا رہا ہے کہ حضرت یحییٰ کی خارق عادت سے بڑھکر حضرت عیسٰے کی ولادت کا رنگ ہے۔ وہو المقصود۔

دلیل کوئی نہیں

جواب ۔ جو شخص اس عبارت کو پڑھے گا وہ حیران ہوگا۔ کہ اس میں کونسی دلیل بیان کی گئی ہے۔ جس سے واضح ہو کہ مسیح علیہ السلام کی پیدائش بن باپ ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بے سروپا عبارات سے جماعت کو اندھیرے میں رکھنا مقصود ہے۔ ورنہ اس تحریر سے بظاہر کوئی مفاد نظر نہیں آتا۔ سارے بیان میں دو باتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو حضرت یحییٰ اور حضرت عیسٰے کی ولادت کی ترتیب۔ دوم لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد قرآن مجید نے انہی دو بزرگوں کی جسمانی پیدائش کو مہتم بالشان قرار دیا ہے ۔۔۔۔ اور بطور نتیجہ لکھا ہے کہ حضرت یحییٰ کی خارق عادت ولادت سے بڑھکر حضرت مسیح کی ولادت کا رنگ ہے۔ ناظرین غیر معمولی پیدائش کے ثبوت میں مولوی صاحب نے ایک حرف نہیں لکھا۔ صرف غیر معمولی کہدینے یا لکھدینے سے تو ایک امر غیر معمولی ثابت نہیں ہو جاتا۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح سے پہلے حضرت یحییٰ کی پیدائش کا ذکر ہے مگر کسی شخص کی پیدائش کے آگے یا پیچھے ذکر آجانے سے کسی کا بن باپ پیدا ہوجانا تو ثابت نہیں ہوتا۔ ترتیب کے ساتھ اگر کسی نوعیت کا ذکر ہے جس سے ولادت، ولادت بن باپ پر دلیل ہو سکتی ہے تو اس کو دلائل سے واضح کرنا چاہیئے نہ کہ یونہی لکھدینے سے کوئی بات ثابت ہو جاتی ہے۔

حضرت یحییٰؑ اور عیسیٰؑ کی پیدائش

اور یہ لکھنا کہ حضرت آدم کی پیدائش کے بعد قرآن مجید نے انہی دو بزرگوں کی جسمانی پیدائش کو مہتم بالشان قرار دیا ہے اول تو اس سے اگر نفس الواقعہ ایسا ہو بھی تو بن باپ ولادت ثابت نہیں ہوتی۔ دوم یہ امر واقعات کے بھی خلاف ہے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحٰقؑ کو بڑھاپے میں اسی طرح لڑکے دیئے جانے کی بشارات موجود ہیں۔ پھر یحییٰؑ اور عیسٰےؑ کے واقعات کو خصوصیت دینا اور سابق الذکر بزرگوں کے واقعات سے چشم پوشی کرنا قرآن سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ دلیل کے خاتمہ پر مولوی صاحب نے حضرت یحییٰ کی خارق عادت ولادت سے بڑھکر حضرت مسیح کی ولادت کو قرار دیا ہے۔ چونکہ وہ ایک بات بلا دلیل کہہ دیتے ہیں۔ یہاں بھی اسی عادت سے کام لیا ہے ان کا یہ دعوے کہ حضرت یحییٰ کی خارق عادت ولادت سے بڑھکر حضرت مسیح کی ولادت ہے۔ اس کے برعکس حضرت امام تحفہ گولڑویہ صفحہ ... پر اور خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۴۷ میں فرماتے ہیں کہ ہم اس کو قبول نہیں کرتے۔ کہ یہ خارق از عادت ہے اور نہ لائق ہے کہ کوئی شخص اس کو قبول کرے۔

(باقی آئندہ)

درخواست دعا

ہمارے عزیز دوست عبد الشکور اور عبد الغنی بغرض تجارت دہلی گئے ہیں جہاں سے اور مقامات پر بھی جانے کا ارادہ ہے۔ ان کی درخواست ہے کہ احباب دعا کریں۔ ان کی والدہ بھی بیمار ہیں صحت کی دعا کیجاوے۔

جماعت راولپنڈی کا بارہواں سالانہ جلسہ

دنیا کا آئندہ مذہب" اور اتحاد بین المسلمین پر تقریریں

گزشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا بارہواں سالانہ جلسہ ۱۷-۱۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو نہایت ہی اعلیٰ پیمانہ پر کیا گیا۔ خدا کے فضل سے یہ جلسہ گزشتہ سالوں کے جلسوں سے ہر لحاظ سے بہت ہی کامیاب رہا ہے جناب مولانا صدرالدین صاحب۔ مولانا محمد یوسف صاحب۔ مولانا عصمت اللہ صاحب۔ مولانا عبدالحق صاحب۔ میر مدثر شاہ صاحب اور مرزا مظفر بیگ صاحب جلسہ کے مخصوص لیکچراروں میں سے تھے۔

دو کانفرنسیں

اس دفعہ جلسہ ہذا میں دو کانفرنسیں منعقد کی گئی تھیں ایک کا مضمون "دنیا کا آئندہ مذہب" تھا اس میں تمام غیر مذاہب کے نمائندوں کو شمولیت کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ کانفرنس پہلے دن یعنے ۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۱ء کو ساڑھے دس بجے شروع ہوئی۔ سوائے آریہ سماج کے نمائندوں کے اور کسی مذہب کا کوئی نمائندہ تشریف نہ لایا۔

دنیا کا آئندہ مذہب

سب سے پہلے ہمارے آریہ دوست نے مضمون پڑھا مضمون بہت محنت اور کوشش سے تیار کیا ہوا معلوم ہوتا تھا مگر مجھے افسوس سے اس بات کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے دوست اپنی الہامی کتاب یعنے وید سے ثابت نہ کر سکے کہ دنیا کا آئندہ مذہب ویدک دھرم ہوگا۔ اس کے بعد ہمارے مولانا عبدالحق صاحب فاضل سنسکرت کھڑے ہوئے اور انہوں نے عنوان مندرجہ بالا پر اپنے خاص انداز میں قرآن مجید سے نہایت ہی مدلل طور پر ثابت کیا کہ دنیا کا آئندہ مذہب سوائے اسلام کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس وقت بھی اگر قولاً نہیں تو عملاً ضرور تمام مذاہب اسلام کو قبول کرتے جا رہے ہیں حاضرین نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے آپ کا مضمون سنا بلکہ خواہشمند تھے کہ وہ اپنے مضمون کو جاری رکھیں مگر افسوس بوجہ قلت وقت کے ان کو اپنا مضمون بند کرنا پڑا۔

مولانا صدرالدین کی تقریر

نماز ظہر کے بعد مولانا صدرالدین صاحب نے اسوۂ حسنہ نبی کریم صلعم پر ایک مبسوط تقریر فرمائی جس کو نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ دیگر مذاہب کے پیروؤں نے جو وہاں جلسہ میں موجود تھے بہت پسند کیا۔ بلکہ ایک آریہ نوجوان جلسہ گاہ میں ہی جلسہ ختم ہونے کے بعد کہہ رہا تھا کہ اگر یہ واقعی اسلام کی تعلیم ہے اور محمد صاحب (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے پیروؤں کا یہ مذہب ہے تو اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب بنی نوع انسان کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔

سکھ مذہب اور اسلام

نماز مغرب کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کا مضمون تھا مگر افسوس کہ پشاور جاتے ہی آپ کو بخار ہو گیا جس کی وجہ سے آپ ۱۷ر اکتوبر کی شام کو واپس تشریف لے آئے۔ اور اسی گاڑی میں سیدھے لاہور تشریف لے گئے۔ ہمیں ان کے ارشادات گرامی سے مستفید نہ ہونے کا از حد قلق ہے۔ ان کے بجائے شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے اس موضوع پر کہ "کیا بابا نانک صاحب علیہ الرحمۃ ہندو تھے؟" تقریر فرمائی۔ جناب شیخ صاحب ممدوح نے ان تمام غلط عقائد کی تردید گرنتھ صاحب سے کی۔ جو سکھ صاحبان بابا نانک صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تقریر کے دوران میں ایک سکھ صاحب نے کچھ اعتراضات کئے جن کا جواب شیخ صاحب موصوف نے نہایت ہی برجستہ الفاظ میں دیا۔ ایک اعتراض سردار صاحب کا یہ تھا کہ حضرت بابا نانک صاحب نے گرنتھ صاحب میں کہا ہے کہ لاکھ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میرے دروازے پر ہیں) شیخ صاحب نے اسی وقت سردار صاحب کو چیلنج دیا کہ اگر آپ اس وقت یا کل کسی وقت گرنتھ صاحب سے یہ ثابت کر دیں تو میں ایک ہزار روپیہ نقد انعام دونگا اور خود بھی آپ کے ساتھ سکھ مذہب میں داخل ہو جاؤں گا۔ مگر سردار صاحب اپنی بات کو ثابت نہ کر سکے۔ اور مغلوب الغضب ہو کر جلسہ سے چلے گئے۔

اتحاد بین المسلمین قادیانی نقطۂ نگاہ سے

دوسری کانفرنس کا مضمون "اتحاد بین المسلمین" تھا۔ اسمیں مسلمانوں کے مختلف خیالات کے نمائندوں کو دعوت دی گئی تھی۔ وقت مقررہ تک سوائے قادیانی احمدی صاحبان کے اور کوئی صاحب تشریف نہ لائے۔ لہذا مولوی عبدالغفور صاحب مولوی فاضل نمائندہ قادیان کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لئے وقت دیا گیا۔ ان کی تقریر کا لب لباب یہی تھا۔ کہ دوسرے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہوئے بھی ہم ان کے ساتھ کسی مشترک امر میں اتحاد کر سکتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں انہوں نے قرآن مجید کی وہ آیت پیش کی جس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کو کسی مشترک امر میں اتحاد کرنے کے لئے دعوت دی تھی۔

اہلحدیث اور "اتحاد بین المسلمین"

مولوی صاحب تقریر کر ہی رہے تھے کہ اہلحدیث جماعت کے دو صاحب تشریف لے آئے۔ چنانچہ مولوی عبدالغفور صاحب کے بعد ان کو باری باری سے وقت دیا گیا۔ پہلے مولوی عبدالرحمن صاحب کلیم کی باری تھی۔ انہوں نے اٹھتے ہی حضرت مسیح موعود کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دی۔ اور بعض الہامات اور کشوف کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ایسی باتوں کے ماننے والوں سے ہمارا اتحاد نہیں ہو سکتا۔ ان کے بعد دوسرے اہل حدیث مولوی صاحب اٹھے۔ انہوں نے مذکورۂ بالا دونوں مولوی صاحبان کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ صرف تکفیر نہ کرنے اور تمام کلمہ گوؤں کو مسلمان سمجھنے اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے اتحاد ہو سکتا ہے۔ ہم تکفیر بازی سے بیزار ہیں۔

مولانا عصمت اللہ کی تقریر

اس کے بعد مولوی عصمت اللہ صاحب نے تقریر فرمائی مولوی عبدالغفور صاحب کی تقریر کے جواب میں مولوی عصمت اللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ مجلس اتحاد بین المسلمین کے متعلق تجاویز سوچنے کے لئے کی گئی ہے نہ کہ اتحاد بین المسلمین والکافرین کے متعلق جیسا کہ عنوان مضمون سے ظاہر ہے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب کے اعتراضات کا مولوی صاحب نے خوب دندان شکن جواب دیا جس کے سننے کی تاب انہیں نہ رہی اور دوران تقریر میں ہی شور مچانا شروع کر دیا۔ ان کے شور کی کسی نے پرواہ تک نہ کی چنانچہ وہ اسی وقت جلسہ سے اٹھکر چلے گئے اور دوسرے لوگوں کو بھی لیجانے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے پرواہ نہ کی بلکہ آرام سے مولوی صاحب کی تقریر سنتے رہے۔ مولوی صاحب نے مولوی فضل الرحمن صاحب اہلحدیث کی تقریر کے جواب میں فرمایا کہ اگر مولوی صاحب جیسا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے تکفیر سے بیزار ہیں۔ تو آئیں اور آج اس کا عملی ثبوت بھی دیں۔ پہلے وہ ظہر کی نماز پڑھائیں۔ میں اور میری جماعت کے تمام افراد جو یہاں موجود ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھینگے عصر کی نماز مولوی صدرالدین صاحب پڑھائیں گے۔ اور مولوی صاحب ان کے پیچھے ہمارے ساتھ نماز پڑھیں۔ مگر افسوس باوجود بار بار کہنے کے بھی مولوی فضل الرحمن صاحب عملی ثبوت دینے کے لئے قدم نہ بڑھا سکے۔

میر مدثر شاہ صاحب کی تقریر

ظہر کی نماز کے بعد میر مدثر شاہ صاحب نے "حضرت مسیح موعود اور اولیائے امت" کے مضمون پر تقریر فرمائی۔ اس کے ضمن میں انہوں نے وفات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر بھی خوب روشنی ڈالی۔ جس کو حاضرین نے نہایت دلچسپی سے سنا اور ان پر اس تقریر کا نہایت اچھا اثر ہوا۔ رات کو مولانا عبدالحق صاحب اور مرزا مظفر بیگ کا لکچر ہوا۔ جو ویدوں کے متعلق تھا ہر دو مقرر صاحبان نے ویدوں کی تعلیم کے متعلق خوب روشنی ڈالی۔ اس کے بعد دعا کی گئی اور جلسہ ختم ہوا۔

خاکسار

(فضل کریم ٹھیکیدار)

جموں میں طوائف الملوکی

چند دن سے جموں سے نہایت ہوشربا خبریں آرہی ہیں۔ جن میں ہندوؤں اور ڈوگروں کی طرف سے مسلمانوں کے قتل و غارت اور لوٹ مار کے ہولناک واقعات کا ذکر ہوتا ہے۔ ہمارے ایک خاص نامہ نگار اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ

"اتوار اور سوموار کی درمیانی رات کو ہندوؤں نے مسلمانوں کو بمعیت ملٹری و رسالہ لوٹ لیا یعنے شہر میں جس قدر دکانیں مسلمانوں کی تھیں لوٹ لی گئیں ہزارہا روپیہ کا نقصان کر دیا گیا متعدد مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ مجھ پر بھی ایک گولی چلائی گئی جبکہ میں گورنر کے حکم سے ایک تنازعہ کو چکانے گیا تھا۔ خدا نے بال بال بچا لیا۔ مگر اس موٹر کو جس پر میں سوار تھا۔ اور جس پر گولی چلائی گئی تھی دو ہمدرد کے قریب ہندوؤں نے گھیر لیا۔ مگر حفیظ نے جس کے ہاتھ میں تمام کائنات ہے بچا لیا۔ البتہ کچھ چوٹ آئی ہے"

افسوس کہ مسلمانوں کے جائز مطالبات کو خواہ مخواہ ہندو مسلم سوال بنا کر ہندوؤں نے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگنا باعث فخر سمجھ لیا۔ خدا کرے انگریزی فوجوں کا داخلہ اس فتنہ و فساد کو روکنے اور امن پیدا کرنے کا موجب ہو کیا یہ حالات ریاست کشمیر کے لئے باعث ننگ و عار نہیں ہیں؟

اللہ الصمد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۱۹ | لاہور۔ یوم جمعہ مطبوعہ ۹ رجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۶۱

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددین کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

اخبار احمدیہ

مولانا عبدالحق صاحب کا مکتوب گرامی

مکرم ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بمبئی میں ہمیں وارد ہوئے قریباً دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ تین روز تک شاہجہان محل ہوٹل میں مقیم رہے۔ اس ہوٹل کے منیجر و پروپرائٹر ایک پنجابی بلکہ لاہوری نوجوان ہیں۔ انہوں نے یہ معلوم کرکے کہ ہم جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہوٹل کی چائے اور کھانے کے ساتھ ہی مولوی ثناء اللہ اور مسٹر ظفر علی خاں کی حدیث المائدہ بھی پیش کیں۔ دہلی کی بھوجلہ پہاڑی کے گرے ہوئے اشتہارات سے ہماری تواضع کی گئی۔ ایک گھنٹہ تک ان سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا جسکے بعد وہ کم از کم ابولہب تو نہ تھے۔ یہ پہلی گفتگو تھی جو بمبئی میں قدم رکھتے ہی ہمیں پیش آئی اس کے بعد وقتاً فوقتاً ان سے تبادلہ خیالات ہوتا رہا یہاں تک کہ ہم اپنی مستقل رہائش کے مکان میں اٹھ آئے۔ ملاقات ان سے اب بھی ہوتی ہے۔ اور احمدیت پر گفتگو بھی اپنے مکان میں پہنچ جانے کے بعد ہم نے ایک ہفتہ برابر اپنے دوستوں کی تلاش میں بمبئی کو خوب کھنگالا۔ چند ایک احباب جماعت جو کبھی یہاں تھے۔ وہ اب پریشان ہو چکے ہیں۔ حافظ عبدالعزیز صاحب یہاں نہیں ہیں اور نہ محمد امین صاحب۔ البتہ یہاں دو نہایت مخلص اور قابل قدر نوجوان ہیں۔ اگرچہ دونوں احمدیت میں نووارد ہیں۔ لیکن اخلاص اور تبلیغ اسلام کے جنون کا حصہ باقی افراد جماعت سے کچھ کم انہیں نہیں ملا۔

الحاج مولانا محمد علی سلیمان سے ملاقات

ان میں سے ایک عرب نوجوان الحاج مولانا محمد علی سالمین ہیں اور دوسرے ان کی تبلیغی سعی وکوشش کا نتیجہ، ڈاکٹر صاحب ان دونوں حضرات کے تلاش کرنے میں بہت وقت اٹھانا پڑی کئی ایک جگہ سے غلط ایڈریس ملے۔ بارہا عرب سے پوچھتے پھرے ۱۰ نومبر کو ہم ان کی ملاقات سے مایوس ہو چکے تھے کہ ارکو دفتر سے ان کا صحیح ایڈریس پہنچ گیا۔

(باقی صفحہ میں تیسرے کالم میں)

زکوٰۃ کا بہترین حقدار کون ہے؟

اسلام کی غربت اور مسکنت میں اس کی امداد کیجیئے

ذیل کا مکتوب سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے احمدی اور بعض غیر از جماعت احباب کی خدمت میں ارسال کیا ہے جو خاص توجہ سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ (مدیر)

برادر مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رجب المبارک کا مہینہ شروع ہوگیا ہے۔ احادیث میں اس مہینہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس ماہ میں جملہ اہل اسلام اپنے گزشتہ اندوختہ اور سال بھر کی آمد کا حساب کرکے خدا و رسول کا حصہ یعنی زکوٰۃ کا روپیہ الگ کر دیتے ہیں۔ تاکہ اسے راہ للہ خرچ کریں۔ اور مزید عنایات اور افضال ایزدی کے امیدوار رہوں۔

زکوٰۃ کی حقیقت اس سے عیاں ہے کہ رسول اللہ (روحی فداہ) کے جانشین اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اس کی ایک رسی کی عدم ادائیگی پر ایک خطرناک جنگ کو ترجیح دی اس (اس واقعہ سے جہاں زکوٰۃ کی اہمیت ثابت ہوتی ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کو صرف میں لانے کا طریق یہ ہے کہ اسے قومی نظام کے ماتحت خرچ کیا جائے۔

زکوٰۃ کے مصرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں نہایت وضاحت سے بیان کئے ہیں۔ ان میں ایک مصرف یہ ہے کہ اس کا روپیہ اشاعت اسلام پر خرچ کیا جائے۔ مسلمانوں کی کئی انجمنیں اس وقت قومی بہبودی کی مختلف راہوں میں مصروف کار ہیں۔ لیکن جس جماعت اور انجمن نے اپنے تئیں خالصتاً اشاعت اسلام کے لئے وقف کیا ہوا ہے وہ **احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہے**۔

اس انجمن کے مبلغ خدا کے فضل سے اتنی شہرت حاصل کر چکے ہیں کہ تمام ہندوستان میں جہاں کہیں اہل اسلام کو غیر مذاہب سے مباحثہ یا مناظرہ کی ضرورت پیش آتی ہے مناظر یہاں سے طلب کئے جاتے ہیں۔

اس انجمن نے مختلف مشن بھی اندرون و بیرون ہند میں قائم کئے ہوئے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ نہایت مفید کام کر رہے ہیں اور جن کی خدمات اسلامی کا ذکر آپ نے ضرور کبھی نہ کبھی مطالعہ کیا ہوگا۔ ایک مشن برلن (ملک جرمنی) میں ہے۔ برلن میں انجمن نے وہ کام کیا ہے جو کسی معمولی نظام کا کام نہیں ہے۔ انجمن نے وہاں ایک مسجد بصرف خطیر تعمیر کی ہے۔ اور اس میں ہمیشہ ایک قابل مشنری رکھتی ہے۔ جو اس کفرستان میں توحید کی آواز بلند کرتا ہے۔ اور وہاں کے مادہ پرست اہل ملک کو اسلام میں داخل کرتا رہا ہے اور کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ وہاں صرف چند سال کی کوشش سے ایک خاصی جماعت نومسلمین کی ہو گئی ہے لیکن یہ مشن خرچ بڑا چاہتا ہے۔ اور بعض اوقات انجمن کے غریبانہ وسائل پر شاق پڑتا ہے۔ اس لئے جملہ اہل اسلام کا فرض ہے کہ اس مشن کو تقویت پہنچانے کی حتی الوسع کوشش کریں اس ماہ میں چونکہ آپ اپنے معاش حلال میں سے خدا اور رسول کا حصہ علیحدہ کرنے والے ہیں۔ اس لئے التماس ہے کہ جرمن مشن کا ضرور خیال رکھیں اور زکوٰۃ کی رقم اس کو عطا فرما کر ثواب دنیا اور آخرت حاصل کریں۔ والسلام (خاکسار سکرٹری)

(پہلے کالم کا بقیہ)

بارے خدا خدا کرکے ان سے ملاقات ہوئی، نہایت روشن خیال اور مخلص اور احمدیت کے فدائی نوجوان ہیں ان سے باتیں کرکے قلب نے راحت اور روح نے سکینت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تبلیغ کا ایک خاص دولہ عطا کیا ہے اکثر اپنے ملنے والوں میں لٹریچر تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ایک خاص فضل ہے کہ ا...
دوست مل گئے جو ...

درس قرآن کریم کے نوٹ

فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ڈپٹی اسسٹنٹ سرجن

توحید الٰہی کا بلند مقام اعتقادی رنگ میں

سورۂ اخلاص

ہستی باری پر فطرت کی شہادت

اس سورۃ میں توحید الٰہی کو سب سے اعلےٰ اور بلند مقام پر دکھائی گئی ہے الکافرون میں عملی رنگ میں توحید کی تعلیم دی تھی۔ سورۂ اخلاص میں اعتقادی رنگ میں توحید سکھائی ہے۔ فرمایا قل هو الله احد کہدے وہ اللہ ایک ہے۔ هو میں اس فطرت انسانی کی شہادت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق اس کے اندر مرکوز ہے۔ یعنے وہ اللہ جس کا اشارہ انسان کی فطرت کر رہی ہے اور انسان کی فطرت اس کی ہستی پر شاہد ہے بعض کا خیال ہے کہ توریت میں یہوواہ بھی یاھو ہی کا بدل ہے گویا ھو اللہ تعالےٰ کا نام ہوا اور یا حرف ندا ہے۔

لایعنی منطقی بحثیں

ایک عیسائی پادری عبد الحق کہتا ہے کہ قل هو الله احد سے توحید ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ جب کہا ایک ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ کوئی دو تھے جن میں سے ایک ہے۔ یہ نہایت لایعنی منطقی بحثیں ہیں کہ آیا یہ وحدت شخصی ہے۔ یا وحدت نوعی ہے یا وحدت عنصر ہے یا وحدت جنسی ہے۔ حالانکہ سیدھی سی بات تھی وہ اللہ جس کا اشارہ انسان کی فطرت کے اندر ہے وہ ایک ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ جب کہا ایک ہے تو معلوم ہوا دو تھے جن میں سے ایک ہے ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ پادری عبد الحق ایک ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ کوئی دو پادری عبد الحق تھے جن میں سے یہ ایک ہے۔ یا میں پوچھوں کہ دفتر میں کتنے آدمی ہیں آپ کہیں ایک تو اس پر میں کہوں کہ چونکہ ایک کہا اس سے ثابت ہو کہ دو ہیں۔

توحید کے لئے منطقی اصطلاح

میرے پاس بھی ایک شخص نے آکر پوچھا تھا کہ قل هو الله احد میں کیسی وحدت ہے۔ میں نے کہا وحدت الٰہی۔ کہنے لگا کہ یہ کونسی قسم ہے۔ میں نے کہا اگر یونانی منطقیوں کو یہ حق تھا کہ وہ شخصی نوعی وغیرہ کی اصطلاحات مخلوق پر نظر کر کے گھڑیں تو مجھے بھی حق حاصل ہے کہ خالق پر نظر رکھکر ایک اصطلاح گھڑ دوں اور کہدوں کہ یہ وحدت الٰہی ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کی بنائی ہوئی اصطلاحات کو سامنے رکھکر سیدھی سی بات کو پیچیدہ بنانا اہل حق کا شیوہ نہیں ہے

ایک لطیفہ

اسی وحدت الٰہی کے متعلق ایک اور لطیفہ سننے کے لائق ہے ایک دفعہ ایک بڈھے پرانے فیشن کے عالم میرے پاس آئے کہنے لگے قل هو الله احد سے توحید الٰہی ثابت کرو۔ میں نے کہا سیدھے معنے ہیں اللہ ایک ہے۔ کہنے لگے جب ایک ہے تو دو بھی ہوں گے آخر نگوڑے ہی نکلے۔ بس یہی ثبوت ہے؟ یہ دراصل عالموں ہی [illegible] ثابت کریں۔ ہمارے بڑے جید علماء نے کس طرح؟ کہا کہ طبلہ کی تال جو ہے ایک دو تین اور پھر ایک خالی۔ یہ توحید الٰہی کا ثبوت ہے یعنے تین تالوں کے بعد ایک جو خالی جاتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ ایک کہ کر اس کے بعد خالی بھی رہ سکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ ایک ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون گویا ان منطقیوں کی توحید ثابت کرنے کے لئے طبلہ کی تالوں کے سوا اور کوئی راہ نہیں

صفات الٰہی اور توحید

ایک دفعہ پادری عبد الحق نے جہلم میں مولوی عصمت اللہ صاحب کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے کہا کہ تم کہتے ہو خدا میں متعدد صفات ہیں جس میں متعدد صفات ہوں وہ ایک کہاں ہو سکتا ہے مولوی عصمت اللہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم کہیں کہ پادری عبد الحق ہنستا ہے۔ پادری عبد الحق روتا ہے۔ بولتا ہے سوتا ہے۔ جاگتا ہے۔ اس لئے پادری عبد الحق ایک نہیں بہت سے ہیں۔ چونکہ پادری عبد الحق میں بہت سی صفات ہیں اس لئے یہ کہا ہو سکتا ہے کہ پادری عبد الحق ایک ہو۔ یقیناً بہت سے پادری عبد الحق ہونے چاہئیں۔

پس اس قسم کی بے ہودہ اور لایعنی باتیں توحید الٰہی کو رد نہیں کر سکتیں۔ قل هو الله احد پر انسان کی فطرت اور تمام موجودات کی شہادت موجود ہے۔ سیدھی اور صاف بات پر پردہ ڈالنا اہل باطل کا دستور ہے۔

صمدیت باریتعالیٰ اور روح و مادہ

الله الصمد۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ سب اس کے حاجتمند ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ صمد صفت ہی اللہ تعالےٰ کی صفات متعددہ کے لئے بطور ایک کنجی کے ہے۔ اس سے شرک فی الصفات اڑ جاتا ہے۔ اسی صفت کی عدم معرفت کی وجہ سے دیانند نے ٹھوکر کھائی کہ خدا کو مادہ اور روح کا محتاج بنایا۔ اگر احتیاج کو ہم خدا میں مان لیں تو پھر خدا خدا نہیں رہتا۔ مثلاً اگر ہم مان لیں کہ مادہ اور روح کی خدا کو حاجت ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا کو ہاتھ کی بھی حاجت ہے جس سے وہ مادہ اور روح کو جوڑے۔ اسی طرح خدا دیکھتا ہے لیکن اس دیکھنے کے لئے اسے نہ روشنی کی ضرورت ہے نہ آنکھ کی۔ خدا سنتا ہے مگر اسے نہ کان کی ضرورت ہے نہ ہوا کی۔ اگر حاجت کا تقاضہ اس میں ان لیا جائے تو پھر دیکھنے کے لئے روشنی اور آنکھ اور سننے کے لئے کان اور ہوا کی حاجت خدا کو ہوگی۔ پھر خدا بھی مخلوق کی طرح محتاج ہو گیا۔

ہم محتاج ہیں خدا محتاج نہیں

پس اس صفت میں یہ بتایا ہے کہ خدا بے احتیاج ہے۔ ہاں ہم کو اس کی حاجت ضرور ہے۔ یعنی تم اس کے محتاج ہو۔ وہ دیکھتا ہے اسے کسی روشنی یا آنکھ کی ضرورت نہیں۔ ہاں تم دیکھنے کے لئے خدا کے محتاج ہو۔ کہ وہ تمہیں آنکھ اور روشنی مہیا کردے۔ خدا سنتا ہے لیکن وہ اس کے لئے ہوا اور کان کا محتاج نہیں۔ ہاں تم خدا کے محتاج ہو کہ وہ تمہیں کان اور ہوا مہیا کردے۔ پس خدائی صفات اور انسانی صفات میں کیسا عظیم الشان فرق رکھکر دکھایا ہے جس سے شرک فی الصفات کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ کہ خدا اپنی صفات میں کسی کا محتاج نہیں۔ انسان یا مخلوق اپنی صفات میں خدا کی محتاج ہے۔ دیکھتے دونوں ہیں، سنتے دونوں ہیں۔ لیکن خدا کا دیکھنا اور سننا بغیر کسی احتیاج کے ہے۔ اور انسان کا دیکھنا اور سننا اپنے اندر خدا کی حاجت رکھتا ہے۔ انسان کی صفات محدود ہیں خدا کی صفات لامحدود ہیں۔ قبر پرستی اور تعزیہ پرستی اور پیر پرستی بھی اس سے مٹ جاتی ہیں۔ سب خدا کے محتاج ہیں۔ خدا ہی کی ذات ہے جو کسی کی محتاج نہیں۔ اور سب کی حاجتیں پوری کرتی ہے۔ خدا کے سوا کوئی صمد نہیں

خدا میں توالد و تناسل نہیں

لم یلد ولم یولد۔ اس کے کوئی بیٹا بیٹی نہیں۔ نہ اس کا کوئی ماں باپ ہے۔ اس میں عیسائیت کو صاف کر دیا۔ لم یولد کا ایک منشا تو یہ ہے کہ بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے خدا کی ماں بنا رکھی ہے جیسے عیسےٰ کی ماں۔ اور آفتاب پرستوں نے بھی اپنے خداؤں کی مائیں تجویز کر رکھی ہیں اس کی تردید کی گئی لیکن اس میں ایک اور نکتہ بھی مضمر ہے اور وہ یہ کہ اگر اس کا بیٹا مانا جائے تو پھر لازم آتا ہے کہ وہ بھی کسی کا بیٹا ہو۔ ایک دفعہ پادری اسکاٹ سے میری گفتگو ہوئی اس کو معلوم نہ تھا کہ میں انگریزی جانتا ہوں۔ اردو میں ہی گفتگو شروع کی مجھے دیکھکر کہنے لگا کہ آپ جانتا ہے یسوع مسیح کو؟ میں نے کہا کہ ہاں جانتا ہے۔ کہنے لگا کہ پھر مانتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں مانتا ہے کہا کیا مانتا ہے؟ میں نے کہا خدا کا نبی مانتا ہے۔ کہنے لگا کہ پھر کچھ بھی نہیں مانتا۔ وہ تو خدا کا بیٹا تھا۔ میں نے کہا کہ وہ خدا کا بیٹا تھا تو ضرور ہے کہ خدا کا باپ بھی ہو۔ کیونکہ توالد و تناسل جس چیز میں ہوتا ہے۔ اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا اس کا قایم مقام ہو۔ اور اس طرح اس کی نوع قایم رہے۔ درخت کا بیج اس لئے ہوتا ہے کہ درخت جب فنا ہو جائے تو بیج سے ایک نیا درخت پیدا ہو کر اس کا قایم مقام ہو۔ اور اس کی نوع قایم رہے ورنہ توالد و تناسل بے معنی ہوگا۔ پس اگر خدا کا کوئی بیٹا ہے تو ماننا پڑے گا کہ باپ خدا مر جائے گا تو بیٹا اس کا قایم مقام ہوگا۔ اور اگر خدا کا بیٹا ہے تو ضرور ہے کہ اس کا کوئی باپ بھی ہو۔ یا تو خدا میں توالد و تناسل نہ مانو اگر مانتے ہو تو پھر لازم آئے گا کہ خدا کا کوئی بیٹا ہے تو اس کا کوئی باپ بھی ہو۔ اس باپ کے مرنے کے بعد موجودہ خدا خدائی کے تخت پر بیٹھا۔ یہ مرے گا تو اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوگا۔ نعوذ باللہ وہ پادری مبہوت رہ گیا۔ غرضکہ لم یلد کے ساتھ لم یولد فرما کر بتلایا کہ نہ بیٹا ہے نہ باپ ہے۔ یعنے خدا میں توالد تناسل کا سلسلہ نہیں۔ ورنہ اگر بیٹا ہوتا تو باپ بھی لازم آئے گا۔

خالق کا شریک کوئی نہیں ہے

ولم یکن له کفوا احد۔ کوئی اس کا ہمسر بھی نہیں، یہاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹	مورخہ ۹ رجب المرجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۳۱ء	نمبر ۶۱

اسلام کا سب سے بڑا دشمن کون ہے؟

ظفر علیخاں یا مسیح موعود؟

ذریۃ البغایا اور اس کے معنے

تمام جماعت احمدیہ پر مکروہ الزام

۱۳ نومبر ۱۹۳۱ء کے "زمیندار" میں مولوی ظفر علیخاں صاحب نے ہمارے اس چیلنج کا جواب دیا ہے۔ جو گذشتہ اشاعت میں ہم نے انہیں دیا تھا۔ اور اس فقرے کا ثبوت ان سے طلب کیا تھا جو ۶ نومبر ۱۹۳۱ء کے "زمیندار" میں حضرت مسیح موعود کیطرف ان الفاظ میں منسوب کیا گیا تھا کہ:-

" مولانا غلام محمد شوخ اگر آج اس جرم میں پکڑے جاتے ہیں کہ انہوں نے مرزائے قادیانی کو کیپٹن کا بلیا کہا یا اس کو بے ایمان یا جھوٹا قرار دیا تو ساری قادیانی امت کا اس علت میں کیوں چالان نہیں کر دیا جاتا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے حسب ذیل مغلظات کو وہ وحی والہام سمجھکر ان کی نشر و اشاعت میں دن رات مصروف ہے۔

(۱) جو شخص مسلمان کہلا کر مجھے نہیں مانتا اور میری نبوت کی تصدیق نہیں کرتا وہ حرامزادہ اور ولد الزنا ہے۔"

ان الفاظ میں صاف طور پر یہ الزام ہم پر لگایا گیا ہے کہ ہم سب لوگ جو حضرت مرزا صاحب کے ماننے والے ہیں دن رات ان تمام مسلمانوں کو جو ہماری جماعت میں شامل نہیں نعوذ باللہ من ذالک حرامزادہ اور ولد الزنا کہتے رہتے یا اس کی نشر و اشاعت کرتے رہتے ہیں۔

ثبوت کوئی نہیں

لیکن جب ان الفاظ کا حوالہ طلب کیا گیا تو مولوی صاحب کو اپنا پہلا قول بھول گیا اور ۱۳ نومبر ۱۹۳۱ء کے "زمیندار" میں لکھتے ہیں کہ:-

" قادیانیوں کی لاہوری جماعت میں مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کی طرح متعدد ایسے حضرات موجود ہیں جن کے اخلاق کی خوبی اپنے بدزبان پیشوا کے اخلاق کی درشتی سے بنسبت تضاد رکھتی ہے۔"

حیرت ہے کہ وہی لوگ جن کے متعلق یہ کہا جاتا تھا کہ وہ رات دن حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو حرامزادہ اور ولد الزنا کہتے رہتے ہیں انہی کی خوبی اخلاق کا مولوی ظفر علیخاں کو اعتراف کرنا پڑا۔ اور ایک بھی ایسا آدمی پیش نہ کیا جا سکا جس کا عمل مولوی صاحب کے دعوے کی تصدیق کر سکے۔ کاش اس ساری جماعت میں سے خواہ وہ لاہوری ہو یا قادیانی ایک ہی ایسے آدمی کا نام انہوں نے لیا ہوتا جو دن رات اس بات کی نشر و اشاعت کرتا ہو کہ تمام مسلمان نعوذ باللہ من ذالک ولد الزنا ہیں۔

ایک اور سوال

یہ اتنا بڑا جھوٹ تھا کہ مولوی صاحب کو خود ہی اس پر شرم آ جانی چاہیئے تھی لیکن انہیں جرأت نہ ہوئی کہ قادیانی یا لاہوری جماعت کے کسی فرد کے متعلق اس بات کا اعادہ کرتے بلکہ اس حصے کو حذف کر کے حضرت مسیح موعود پر پھر الزام کو دہرایا ہے اور اس کے ساتھ ہی مذکورہ بالا ہر دو بزرگوں یعنے حضرت امیر ایدہ اللہ اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ان جیسے متعدد اصحاب سے جو لاہوری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یہ سوال کیا ہے کہ:-

" مرزا غلام احمد کی کونسی ادا ان کو پسند آگئی جس نے انہیں اسلام کے اس سب سے بڑے دشمن کا جان نثار بنا دیا"

دشمن اسلام کون ہے؟

کس قدر افسوسناک بات ہے کہ وہ شخص جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام اور بانیٔ اسلام کی دشمنی کا سیاہ ترین ورق ہے جس کا مطمح نظر حصول زر کے سوا اور کچھ نہیں خواہ وہ کانگرس کی "کالی ماتا" پر اسلام اور مسلمانوں کے عظیم الشان مفاد کو قربان کر کے حاصل ہو یا مہاراجہ کشمیر کی قصیدہ خوانی کر کے اور مسلمانوں کے خون کو ٹکڑوں میں بیچ کر دستیاب ہو۔ وہ شخص جو اپنی نہرو اور دہلی خواہشات کے تتبع میں دن رات نئے نئے رنگ بدلنے کا عادی اور اپنی اسلام فروشی کے صدقہ میں قوم سے "گرگٹ" کا خطاب حاصل کر چکا ہو جس کا قلم "ستارہ صبح" میں اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے حق میں گالیاں تصنیف کرنے میں اس قدر جولانی طبع کا اظہار کر چکا کہ اس کے پیچھے مسلمانوں کو مجبوراً ہر سر بازار جلانے پڑے۔ وہ

شخص جو اسلامی اذانوں میں انگریزی حکومت کی ظل الٰہی کی شان دیکھتا رہا اور مدتوں جہانوں میں اپنی سرخروئی اسی بات پر منحصر سمجھتا رہا کہ قیصر کی اطاعت پر ثابت قدم رہے اور صاف طور پر ملت اسلامیہ کو بھی یہ تلقین کرتا رہا کہ ؎

تم خیر خواہ دولت برطانیہ رہو
سمجھیں جناب قیصر ہند اپنا جان نثار

یہی نہیں بلکہ تاج برطانیہ کی خیر خواہی میں سراج کے پرخچے اڑا دینے سے بھی اس نے دریغ نہ کیا۔ مگر یہ سب کچھ محض چند دن کی بات تھی جوں جوں اس کے ذاتی مفاد کے ذرائع بدلتے چلے گئے یہ تمام گیت بھی بدل گئے۔ اور اب انگریز کی دشمنی اور ہندو کی غلامی، مسلمانوں کی بجائے گاندھی کی مدح سرائی، مظلومین کشمیر کے مطالبۂ حق کی تردید اور مہاراجہ کشمیر کی قصیدہ خوانی اس کا مذہب ہے۔ وہی شخص آج اٹھتا ہے اور ایک خادم اسلام کو جو اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق سب سے بڑھکر غیرت دکھانے والا ہے اسلام کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے۔

کیا یہ اسلام دشمنی ہے؟

ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا حضرت مرزا صاحب کی یہ اسلام سے دشمنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت پر ہر ایک حملہ کرنے والے کے بالمقابل سینہ سپر ہو گئے۔ اور ہر شاتم رسول کو خواہ وہ عیسائی ہو یا آریہ سماجی نہایت دنداں شکن جواب دیا؟ کیا یہ اسلام کے ساتھ دشمنی تھی کہ تثلیث کی اس سرزمین میں جہاں آج تک اللہ اکبر کی آواز نہ سنی گئی تھی خدائے واحد کا نام آپ نے پہنچایا؟ کیا یہ اسلام کے ساتھ دشمنی تھی کہ کفرستان کے اندر مساجد بنائیں اور انہیں آباد کیا اور دنیا کے کونوں تک اسلام کا پیغام پہنچایا؟ کیا اسلام کے دشمن ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کہ ان سے اسلام کا نام دنیا میں روشن ہوتا اور پھیلتا ہے؟ اگر حضرت مرزا صاحب کی اسلام کے ساتھ دشمنی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں تبلیغ اسلام کا جھنڈا گڑ گیا اور تثلیث کی سرزمینوں میں اللہ اکبر کی آواز بلند ہو گئی۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں بلند پایہ یورپین لوگ داخل اسلام ہو گئے تو پھر دعا کیجئے کہ ان لوگوں کی بجائے جو صرف مسلمانوں کے اندر تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش میں دن رات مستغرق ہیں ایسے چند اور دشمنان اسلام پیدا ہو جائیں جن کے وجود سے اسلام کو فائدہ اور تقویت پہنچ سکے۔

حضرت مرزا صاحب کی ادا

مولوی ظفر علی خاں کا یہ سوال کہ:-

" مرزا غلام احمد کی کونسی ادا ان کو پسند آگئی جس نے انہیں ۔۔۔ (آپ) کا جاں نثار بنا دیا"

ہم نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے سامنے رکھا تو آپ نے فرمایا کہ:-

" میں جس ادا کو دیکھکر حضرت مرزا صاحب پر فدا ہوا ہوں وہ ان کی اسلام، قرآن کریم، اور رسول اللہ صلعم کے لئے غیرت تھی۔ میں نے خود ان کے پاس رہکر اس قدر غیرت رسول خدا کی ان کے قلب کے اندر موجزن دیکھی کہ دوسری جگہ مجھے نظر نہیں آئی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب آپ کے سامنے کوئی ایسی تحریر آتی جس میں رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس پر کوئی حملہ ہوتا تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور آواز بلند ہو جاتی۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ اور پھر اس کے ساتھ دوسری

اداجس نے آپ کا جاں نثار بنا یا یہ تھی کہ ان لوگوں کو جو رسول اللہ صلعم پر حملے کرتے تھے آپ مدلل جواب دیتے تھے - اور دلائل کے ساتھ ان کا منہ بند کر دیتے تھے - علما اور گدی نشینوں کے متعلق اگر آپ نے کبھی سخت الفاظ استعمال کئے تو صرف اسی وقت جب ان لوگوں نے آپ پر افترا کئے جس طرح اب خود مولوی ظفر علیخاں صاحب کر رہے ہیں - مگر آپ نے اس سے زیادہ سخت لفظ استعمال نہیں کئے جیسے مولوی ظفر علی خاں صاحب کرتے رہے ہیں؟

اخلاق سے بڑھکر ادا شناسی قابل قدر ہے

امید ہے کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب کو اب سمجھ آگئی ہوگی کہ حضرت مرزا صاحب کی کونسی ادا نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور ان جیسے متعدد بزرگوں کو ان کا جاں نثار بنا دیا - ان بزرگوں کا " پاس خاطر " "زمیندار" کے "بے پناہ پتھراؤ کے رکاؤ " کا موجب کیونکر ہو سکتا ہے جن کے امام و پیشوا پر اس شدت کے ساتھ سنگباری ہو رہی ہے - کہ اسے " اسلام کا سب سے بڑا دشمن " قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا - کاش غیرت حق اور محبت رسول کا کوئی جذبہ تمہارے اندر بھی ہوتا - تو ان لوگوں کے اخلاق کی خوبی سے بڑھکر ان کی ادا شناسی کی قدر کرتے اور دنیا کو بتاتے کہ یہ لوگ ہیں جو حق کے حقیقی پرستار ہیں - جن کے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ ایسا موجزن ہے کہ دنیا کی مخالفتوں اور عداوتوں کے باوجود اس مجدد وقت کا دامن انہوں نے نہ چھوڑا جو اسلام کا سچا فدائی اور رسول اللہ صلعم کا سچا عاشق ہے۔

دشمن اسلام یا پکا مسلمان؟

مولانا مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تو ایک طرف رہے وہ لوگ بھی جو حضرت مرزا صاحب کے حلقہ جاں نثاری میں داخل نہیں ہوئے ان میں سے سنجیدہ اور فہمیدہ اصحاب نے آپ کو دشمن اسلام قرار دینے کے بجائے پکا مسلمان قرار دیا ہے - اس بارہ میں مولوی ظفر علی خاں کے سامنے ہم ان کے والد محترم مولوی سراج الدین احمد صاحب مرحوم بانی "زمیندار" کے خیالات پیش کرنا چاہتے ہیں - جو حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد "زمیندار" میں انہوں نے بدیں الفاظ ظاہر کئے کہ:

" مسیح موعود یا کرشن اوتار ہونے کے دعاوی جو آپ نے کئے ان کو ہم ایسا ہی خیال کرتے ہیں جیسا کہ منصور کا دعوے انا الحق کا تھا ...... گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کے دعاوی یا الہامات کا معتقد ہونے کی عزت حاصل نہیں ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے تھے "

کیا مولوی ظفر علی خاں صاحب نے کبھی اپنے والد محترم سے ان کی زندگی میں دریافت کیا کہ مرزا صاحب تو سب سے بڑے دشمن اسلام ہیں ان کو آپ نے "پکا مسلمان" کیونکر لکھدیا؟ کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ جو شخص سب سے بڑے دشمن اسلام کو "پکا مسلمان" قرار دے اس کو شریعت میں کیا کہا جائے گا؟ اور جب باپ اور بیٹے میں "نسبت تضاد" موجود ہے تو لامحالہ سچا ایک ہی ہو سکتا ہے - کیا مولوی صاحب اپنے والد مرحوم کو اپنے مقابلہ میں سچا نہیں سمجھتے؟ اگر سچا سمجھتے ہیں تو اپنی پوزیشن کی نزاکت کو اسی "نسبت تضاد" کے ماتحت خود سمجھ لیں - اور اگر اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں تو اپنے والد مغفور کو کیا خطاب دیں گے؟ جواب دیتے وقت لعنت اللہ علی الکاذبین کو یاد رکھیں -

دعوے اور ثبوت میں فرق

ہمارے چیلنج کے جواب میں مولوی ظفر علی خاں نے آئینہ کمالات اسلام سے حضرت مسیح موعود کے جو الفاظ نقل کئے ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بیجا نہیں کہ ۶ نومبر کے "زمیندار" میں جو الفاظ انہوں نے لکھے تھے وہ پیش نہیں کر سکے - انہوں نے یہ فقرہ حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کیا تھا کہ:-

" جو شخص مسلمان ہو کر مجھے نہیں مانتا اور میری نبوت کی تصدیق نہیں کرتا وہ حرام زادہ اور ولد الزنا ہے "

مولوی صاحب کی عبارت سے صاف نظر آتا ہے کہ وہ گویا حضرت مرزا صاحب کے الفاظ نقل کر رہے ہیں مگر ۱۴ نومبر کے "زمیندار" میں مندرجہ بالا الفاظ حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر میں دکھانے کے بجائے - آئینہ کمالات اسلام سے ایک عربی عبارت نقل کی ہے - جس کے الفاظ یہ ہیں:-

" یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا "

لا تقربوا الصلوٰۃ پر پورا پورا عمل

ان الفاظ میں بغایا سے کیا مراد ہے اس کی تشریح حضرت مسیح موعود نے خود ہی فرما دی ہے - الذین ختم اللہ علی قلوبھم وہ لوگ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے - مولوی ظفر علی خاں نے ان تشریحی الفاظ کو کیوں چھوڑ دیا؟ اس لئے کہ ان کا پول نہ کھل جائے اگر اسی طرح کتر بیونت کر کے کسی کے الفاظ سے کوئی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے تو "کراچی والی دیوی" نماز کے جھگڑے پر مولوی صاحب کو قرآن سے لا تقربوا الصلوٰۃ کا حکم بھی بتا سکتی تھی - ایک شخص جب اپنے الفاظ کا مفہوم خود بتا دیتا ہے تو دوسرے کو اس کے خلاف مفہوم لینے کا کوئی حق نہیں - مولوی ظفر علیخاں اگر دیانتداری سے کام لیتے تو حضرت مرزا صاحب کے ادھورے الفاظ نقل کرنے کے بجائے پورے الفاظ نقل کر دیتے - مگر انہیں حذف کر کے عمداً انہوں نے دھوکا دیا ہے -

مولوی صاحب کی عربی دانی

لیکن اس نامکمل فقرے کو نقل کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ

" مولوی دوست محمد صاحب مدیر "پیغام صلح" کو اگر عربی نہ آتی ہو تو اپنی جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب سے ان الفاظ کا ترجمہ کرا لیں - لیکن اگر وہ اتنی زحمت بھی گوارا نہ کر سکیں تو پھر مجھ سے ان لفظوں کا ترجمہ سن لیں - وہو ہذا -

ہر شخص مجھے قبول کرے گا اور میری دعوت کی تصدیق کرے گا وہی لوگ مجھ پر ایمان نہ لائیں گے اور میری دعوت کو رد کریں گے جو فاحشہ عورتوں کی اولاد ہیں - "

راقم الحروف کو عربی دانی کا دعویٰ تو بے شک نہیں لیکن خدا کے فضل سے قرآن کریم سے ایسی بے تعلقی بھی نہیں کہ لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ کو آیہ قرآنی قرار دینے کی غلطی کا کبھی مرتکب ہوا ہو جیسا کہ معرکۂ مذہب و سائنس جیسی مشہور کتاب میں مولوی صاحب سے سرزد ہوئی ہے - ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب نے یہ مشورہ دینے کے باوجود کہ ذریۃ البغایا کا ترجمہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سے دریافت کر لیا جائے پھر خود ہی ترجمہ کرنے کی زحمت کیوں گوارا کی؟ کیا اس لئے کہ اپنی عربی دانی کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھائیں؟ انہیں چاہیئے تھا کہ انتظار کرتے اور دیکھتے کہ کیا ترجمہ حضرت مولانا کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے - عربی دانی کا دعویٰ تو انہیں بے شک ہے - لیکن الفاظ کی وسعت معانی پر ان کی نظر جس قدر محدود ہے وہ بغایا کے ترجمہ سے ظاہر ہے - جس کی تشریح آگے چلکر لغت کے حوالوں سے کی جائیگی - یہاں اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

غیر ممکن بات

ہم نے مولوی صاحب کے حسب ایما آئینہ کمالات اسلام کے الفاظ یقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریۃ البغایا حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کئے - اور مولوی ظفر علی خاں کا ترجمہ ان کے سامنے رکھا - جس پر انہوں نے فرمایا کہ " ہر ایک شخص غور کر سکتا ہے کہ کیا امکانی طور پر کوئی شخص اپنے نہ ماننے والوں کو ولد الزنا کہہ سکتا ہے - ولد الزنا خود تو کسی الزام کے ماتحت نہیں - گناہ تو اس کی ماں کا ہے - تو کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص ہوش و حواس رکھتے ہوئے یہ کہے کہ جو شخص اس کی بات کو نہ مانے گا وہ ولد الزنا ہے - جو شخص لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے ناممکن ہے کہ وہ ان کو یہ کہے کہ تم سب نعوذ باللہ ولد الزنا ہو - ایسی حالت میں تو جو آدمی کہ حسن ظن رکھتا ہو وہ بھی متنفر ہو جائے گا - پھر ولد الزنا سے ولد الزنا ہونے کا عیب بھی دور نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی شخص حضرت مرزا صاحب کو مان ہی سکتا تھا - لیکن ظاہر ہے کہ ۱۸۹۳ء کے بعد جب کتاب آئینہ کمالات اسلام لکھی گئی لاکھوں آدمی آپ کی بیعت میں داخل ہوئے -

بغایا کے معنے

کسی لفظ کی طرف وہ معنے منسوب کرنے چاہئیں جو محل وقوع کے لحاظ سے امکانی طور پر ہو بھی سکتے ہوں - جو معنے امکانی طور پر ہو ہی نہیں سکتے انہیں کسی شخص کی طرف منسوب کرنا محض شرارت ہے بغایا کے معنے وہ نہیں جو مولوی ظفر علی خاں نے کئے ہیں - بلکہ "بغایا" دو لفظوں کی جمع ہے - ایک بغی کی اور دوسرے بغیۃ کی - بغی کا لفظ عورت پر بولا جاتا ہے اور بغیۃ کا مرد پر - بغی کے دو معنے لغت میں دیئے ہیں - لونڈی اور بدکار عورت - اور بغیۃ کے ایک ہی معنے دیئے ہیں - طلیعۃ یعنے جو دستہ فوج کے آگے آگے چلتا ہے - خبر رسانی ذخیرہ کے لئے اور بغایا کے معنے صاف طور پر طلائع دیئے ہیں - تو اب ذریۃ البغایا کے معنے امکانی طور پر تین رنگ میں ہو سکتے تھے - بدکار عورتوں کی نسل - لونڈیوں کی اولاد - آگے چلنے والوں کی ذریت - اور یہ امر کہ یہی آخری مطلب حضرت مرزا صاحب نے لیا تھا اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بغایا کے ساتھ آپ نے خود یہ لفظ بڑھائے ہیں الذین ختم اللہ علی قلوبھم - جن کے دلوں پر اللہ تعالےٰ نے مہر لگا دی یعنے وہ لوگ جنھوں نے آنکھیں بند کر کے آپ پر کفر کے فتوے لگائے اور اپنے پیچھے چلنے والوں کے لئے بمنزلہ طلائع یا بشیر و کے ہو گئے اس لئے کسی دوسرے کو کوئی اور معنے لینے کا حق نہیں -

موزونیت کلام کے لحاظ سے معنے کریں

اگر آپ نے خود یہ تشریح نہ بھی کر دی ہوتی تو بھی ایک شخص کے کلام کے معنے کرنے کے لئے اس معنے کی موزونیت بھی دیکھنی پڑتی ہے مثلاً لغت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے تو کسی نے پوچھا کہ تم کون ہو تو حضرت ابو بکر نے کہا باغ وہاد - اب باغ کے معنے باغی یعنے بغاوت کرنے والا بھی ہیں اور کسی چیز کے طلب کرنے والے کو بھی باغی کہتے ہیں - اب اگر ایک شیعہ مولوی ظفر علی خاں سے یہ کہے کہ حضرت ابو بکرؓ تو اپنے منہ اپنے آپکو باغی قرار دیتے ہیں - تو کیا مولوی صاحب کے پاس اس کا کوئی جواب ہے سوائے اس کے کہ یہ معنے اس کلام میں موزوں نہیں -

ملاحظات

"زمیندار" کی "سوقیانہ فحاشی"

علماء سوء اور بغایا

اور اگر بغایا کو بغی کی جمع ہی لیا جائے۔ تو بغی کے معنے صاف طور پر لونڈی دیئے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب اور تاج العروس دونوں میں ہے ویقال للامۃ بغی وان لم یرد بہ الذم۔ یعنے بغی لونڈی کو کہا جاتا ہے۔ گو اس میں اس کی برائی مقصود نہ ہو اور یہ معنے اس لحاظ سے موزوں ہیں کہ آگے چلکر حضرت مرزا صاحب نے عام پڑھنے والوں کو ذریۃ الحرائر یا آزادوں کی ذریت کہا ہے۔ تو تکفیر کے فتوے دینے والے علماء سوء کو لونڈی کی اولاد کہنے میں شاید اس حدیث کی طرف اشارہ ہو جو آخری زمانے کے متعلق ہے۔ ولدت الامۃ ربھا لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔ یا اس لحاظ سے کہا کہ یہ لوگ خود غلاموں اور لونڈیوں کی طرح اپنی آزادی کھو چکے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ باغی کی جمع کے طور پر ہی آپ نے بغایا کو استعمال کیا ہو اس صورت میں بغایا سے مراد وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے کفر کے فتوے لگانے میں خدا اور اس کے رسول کے احکام سے سرکشی اختیار کی

آخری التماس

امید ہے کہ بغایا کے ان معنوں کو پڑھکر مولوی ظفر علی خانصاحب کی تسلی ہو جائے گی۔ ہم پھر ان سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی اسی سے زیادہ تصانیف ہیں۔ اور اس کے علاوہ اشتہارات اور ملفوظات وغیرہ ہیں۔ ان سب میں آپ نے شدید ترین مخالفین کے لیئے بھی حرامزادہ اور ولدالزنا کے ناپاک الفاظ کسی جگہ استعمال نہیں کیئے۔ مکفرین کے متعلق جو الفاظ استعمال کیئے ہیں ان میں بھی کسی کو حرامزادہ کہکر نہیں پکارا اور اپنی آخری کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفائی کے ساتھ لکھا ہے

> "آخری زمانے کے وہ علما جن کو آنحضرت صلعم نے یہود اس امت کے قرار دیا ہے وہ بالخصوص اس قسم کے مولوی ہیں جو مسیح موعود کے مخالف اور جانی دشمن اور اس کی تباہی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور اس کو کافر دجال اور بے ایمان کہتے ہیں اور اگر ان کے لئے ممکن ہو تو وہ اس کو صلیب دینے کے لئے تیار ہیں۔ . . . . لیکن **جو علما اس قسم کے نہیں ہم ان کو یہودی نہیں کہہ سکتے**۔ بلکہ جو لوگ حضرت عیسےٰ کے دشمنوں کی طرح مجھے دجال کافر بے ایمان کہتے ہیں وہی یہودی ہیں۔ . . . . اگر مولوی ابوسعید محمد حسین مجھے بے ایمان، کافر دجال قرار نہیں دیتے اور واجب القتل قرار نہیں دیتے **ہم ان کو یہودی نہیں کہتے**"
>
> (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۱)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب ان لوگوں کو جو آپکو کافر بے ایمان اور دجال کہنا چھوڑ دیں کوئی سخت لفظ استعمال کرنا پسند نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ عام نہ ماننے والوں کو نعوذ باللہ ولدالزنا قرار دیں۔ مولوی ظفر علی خاں صاحب کو چاہیئے کہ آپ کے اس کھلے مسلک کو جو تمام تالیفات و تصنیفات سے ثابت ہے مد نظر رکھیں۔ اور محض ذریۃ البغایا کے الفاظ کو جنکے تشریح بالا دوسرے معنے بھی ہو سکتے ہیں پکڑ کر نہ بیٹھ جائیں انہوں نے اپنے مضمون میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں اپنی غلطی مان لینے کی بھی عادت ہے۔ آج تک تو ہم اس کے خلاف سنتے آئے ہیں۔ لیکن اس موقع پر تجربہ بھی ہو جائے گا۔ مولوی صاحب اور کچھ نہ کریں صرف اس

---

۱۴ نومبر ۳۱ء کے "زمیندار" میں جس کا جواب آج کے افتتاحیہ میں دیا گیا ہے۔ "پیغام صلح" کا چیلنج اور آئینہ کمالات اسلام کی عبارت نقل کرنے کے ساتھ ہی یہ دھمکی بھی اس میں دیدی گئی تھی کہ

> "کلوخ انداز ان قادیان کے کاسہ سر کی تواضع کے لئے زمیندار . . . کے بے پناہ پتھراؤ کا رکاؤ کیسا؟"

جس کا مطلب صاف طور پر یہ تھا۔ کہ اگر آئندہ "پیغام صلح" نے اس بارہ میں لب کشائی کی۔ تو بے پناہ پتھراؤ کے ذریعہ اس کی تواضع کی جائے گی۔ یہی نہیں بلکہ انہی سنگریزوں میں سے جو ظفر علیخاں کی قلم فاحش رقم کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہیں۔ ایک بہت بڑا پتھر یہ کہہ کر ہماری طرف پھینکا گیا۔ کہ

> "مرزا غلام احمد کی کونسی ادا انہیں پسند آگئی جس نے انہیں اسلام کے اس سب سے بڑے دشمن کا جاں نثار بنا دیا؟"

"زمیندار" کا خیال تھا کہ "پیغام صلح" اس حملہ کی تاب نہیں لاسکتا اور ناچار اسے خاموش ہو کر بیٹھ جانا پڑے گا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۱۸ نومبر ۳۱ء کی اشاعت تک "پیغام صلح" کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر اس کا خیال حق الیقین کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اور اس نے سمجھ لیا۔ کہ اب میدان اس کے ہاتھ میں ہے چنانچہ اٹھا۔ اور اس سوقیانہ فحاشی سے کام لیتے ہوئے جو ابولہب جیسے دشمن دین ہی کا خاصہ رہی ہے اس بے پناہ پتھراؤ کا مظاہرہ کرتے ہوئے جس کا شرف آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر طائف کو حاصل ہوا تھا اور اس شاعرانہ ہجو گوئی اور افترا پردازی میں مشغول ہو کر عدوان حق کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے۔ "پیغام صلح" اور جماعت احمدیہ پر آوازے کسنے شروع کر دیئے۔

ہم اس ابولہبی ٹولی کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ لفاظی اور فاحش طرازی میں اگر اسے ید طولیٰ حاصل ہے تو دوسروں کے ہاتھ میں بھی قلم ہے جو دلائل و براہین کے زور سے حقائق کا انکشاف کرنے اور اس کی اسلام دوستی کا پردہ اٹھا دینے کی کافی طاقت رکھتا ہے یہاں بھی رسول عربی صلعم کے ادنیٰ ترین غلام اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے روحانی شاگرد موجود ہیں۔ جو اس کے بے پناہ پتھراؤ اور شاعرانہ لن ترانیوں کی مدافعت کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بزدلی کا وہ سرٹیفکیٹ جو لاہور کی ایک عدالت سے آج سے دو سال پیشتر اسے ملا تھا اس نبرد آزمائی میں عملاً صحیح ثابت ہو اور اسے پیٹھ پھیر کر بھاگنا پڑے۔

---

۱۸ نومبر ۳۱ء کے "زمیندار" میں جن شاعرانہ تعلیوں اور افترا پردازیوں سے کام لیا گیا ہے۔ ان میں سے ذیل کے نمونے خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

(۱) "مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کی ساری عمر رب اکبر پر بہتان باندھنے۔ رسول اللہ صلعم کی شان ختم المرسلین کا استخفاف کرنے انبیا علیہم السلام کا منہ چڑانے، ائمہ کرام پر پھبتیاں کہنے علمائے امت پر بازاری آوازے کسنے، اور مسلمانوں کو فحش گالیاں دینے میں بسر ہوئی۔ اس سباب اعظم نے اپنی سوقیانہ فحاشی کا آخری مظاہرہ عزازیلی غرور کے لہجہ میں مسلمانوں کو بغایا کی اولاد کہنے میں کیا۔

ولدالزنا ست حاسد تم آں کہ طالع من۔
ولدالزنا کشن آمد چو ستارہ یمانی۔"

(۲) "وہ (حضرت مرزا صاحب) تو صاف لفظوں میں کہتے گئے ہیں جو شخص مسلمان ہو کر مجھ پر ایمان نہ لائے گا۔ وہ کافر ہے حرامزادہ ہے۔ سو رہے جہنمی ہے"

کیا "زمیندار" کا نقال نکاہات نویس سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ جو کچھ اس نے لکھا ہے۔ حرف بحرف صحیح ہے کیا حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے وہ تمام باتیں جو فقرہ اول اور دوم میں لکھی ہیں۔ حرف بحرف صحیح ثابت کی جاسکتی ہیں۔ کیا وہ شعر جو فقرہ اول میں اس نے آپ کی طرف منسوب کیا اور وہ عبارت جو فقرہ دوم میں اس نے بین الوادین لکھی ہے آپ کی کسی کتاب یا ملفوظات میں دکھائی جاسکتی ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً ان میں سے ایک بات بھی صحیح ثابت نہیں کی جاسکتی تو کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ "زمیندار" کا نقال ایڈیٹر کیوں خود ہی ان الفاظ کا مصداق نہیں جنہیں بار بار منہ پر لاتے ہوئے اسے شرم تک محسوس نہیں ہوتی۔

آگے چل کر کس شان جلالی کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے۔

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ آپ اپنے بدزبان دریدہ دہن اور جھوٹے پیشوا کی تعلیم پر از سر نو غور کریں اور اس کی خرافات سے منہ موڑ کر پھر دین حنیف کے اسی دائرہ میں آجائیں جہاں بنگالیاں ہیں نہ پھٹکاریں ہیں۔ نہ پھبتیاں ہیں۔ نہ ہی نبوت کا فریب ہے۔ نہ جھوٹی مسیحیت کی تلبیس ہے۔ نہ خانہ ساز مہدویت کے چکمے ہیں۔ نہ ابلہ فریب مجددیت کے دم جھانسے ہیں۔ بلکہ دونوں جہانوں کی رحمتوں کا ہجوم ہے۔ . . . ."

اس میں شک نہیں کہ احمدیت کو چھوڑ کر دوسرے جہان کے متعلق تو کیا کہا جاسکتا ہے کم از کم اس جہان میں "رحمتوں کا ہجوم" بہت ہے۔ جھوٹی لیڈری اور قومی ہمدردی کی ابلیسانہ چالیں خانہ ساز مولویت کے چکمے اور ابلہ فریب قوم پرستی کے دم جھانسے کوئی معمولی باتیں نہیں۔ کہ ان سے بہت سی سنہری و روپہلی "رحمتوں کا ہجوم" نہ ہو۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے۔ کہ احمدی قوم کے لوگ نہ تو اسنے کم ظرف واقع ہوئے ہیں۔ کہ دلائے آخرت کو چھوڑ کر اس متاع قلیل پر ان کی رال ٹپکنے لگے۔ اور نہ ہی ایسے جبلے حمیت ہیں۔ کہ جس پاک انسان نے خدمت دین کی چاٹ انہیں لگائی۔ اسلام اور بانی اسلام صلعم کے لئے جذبہ عشق و محبت ان کے دلوں میں پیدا کیا۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی تعلیم انہیں دی اس سے منہ موڑ کر حق ناشناسی اور اسلام دشمنی کا ثبوت دیں۔ کیا جس دین حنیف کی طرف ہمیں دعوت دی جاتی ہے۔ یہ اسی کی تعلیم ہے۔ کہ دوسروں پر نکتہ چینی کرتے وقت تہذیب اور متانت کا دامن چھوڑ کر ہر قسم کی گندہ دہانی سے کام لیا جائے۔ کیا دین حنیف ہی نے تمہیں "سچائی" پہ تین حرف بھیجنے کی تعلیم دی ہے؟ افسوس ہے۔ کہ ایسی باتوں کا نام دین

اچھوت اقوام کی حقیقی اور واحد جائے پناہ

اسلام ہے

ایک فاضل اچھوت کے بصیرت افروز خیالات

ذیل کا مضمون مسٹر کے سوکومارن بی اے نے کالی کٹ کے ہفتہ وار اخبار "متھا وادی" میں لکھا ہے جو ملیالم زبان میں شائع ہوتا ہے۔ مسٹر سوکومارن اچھوتوں کی تھیہ قوم کے لیڈر اور بہت بڑی پوزیشن کے مالک اور مشہور مصنفین میں سے ہیں۔ ہم دی کام (جنوبی ہند) کے مسٹر پی محمد محی الدین کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس مضمون کو ملیالم زبان سے لانٹ کے لئے انگریزی کا جامہ پہنایا جہاں سے ہم قارئین پیغام صلح کے لئے اس کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ (مدیر)

دنیا میں بہت سے مذاہب پائے جاتے ہیں جن کے متبع عموماً وہ لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ کی تقلید میں ان کی صداقت کے قائل ہیں۔ اس میں کوئی ہرج کی بات نہیں چونکہ سب کا خدا ایک ہے۔ (اگرچہ اس کے اتنے ہی زیادہ نام ہیں جتنے مذاہب دنیا میں پائے جاتے ہیں) اس لئے اپنے آباؤ اجداد کا مذہب اختیار کرنے میں کوئی ہرج کی بات نہیں۔ لیکن مجھے شک ہے کہ ہزار آدمیوں میں سے شاید ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس نے اپنے مذہب کو باطل سمجھکر اسے ترک کیا ہو اور دوسرے مذہب کو جس کو وہ اختیار کرتا ہے صداقت کا قائل ہو کر اسے اختیار کیا ہو۔ برخلاف اسکے اکثر لوگ ایسے ہیں جو دنیوی فوائد یا آسائش حاصل کرنے یا اپنی پوزیشن اور مرتبہ کی حفاظت کے لئے مذہب تبدیل کرتے ہیں

ہندوؤں میں ایک بہت بڑی قوم ہے جسے پنچم جیسا برا نام دیا گیا ہے تھیہ اور بہت سی دوسری ذاتیں نیاودی وغیرہ تک اس قوم میں داخل ہیں۔ مالابار سے باہر کے اضلاع میں انہیں پرایا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ پرایا لوگ بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اور اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے تعداد میں دو یا تین گنا زیادہ ہیں۔

غیر اچھوت ہندوؤں کے مظالم

میں اس وقت تمام ہندوستان کے ہندوؤں اور اچھوتوں کا جائزہ لینا نہیں چاہتا بلکہ میرا مقصد فی الحال صرف مالابار کی حالت کو دیکھنا ہے۔ اس جگہ تھیہ اور نیاودی اور دوسری اچھوت ذاتیں اس وہم باطل میں مبتلا ہیں کہ وہ ہندو قوم میں سے ہیں۔ ہندو قوم فی الحقیقت چار ہی ذاتوں پر مشتمل ہے پانچویں کوئی ذات ہندوؤں میں نہیں۔ پنچموں کو ہندو قوم میں شمار کرنا اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کا ایک پرفریب حیلہ اور جعلسازی ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ حکام کی آنکھوں میں دھول ڈالنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ ہندو ایک سیاسی جماعت کی حیثیت میں اکثریت رکھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پنچم قوم ہندو مذہب سے خارج ہے اگر یہ بات نہیں اور وہ فی الحقیقت ہندو مذہب کے دائرے کے اندر اور اس کا جزو لاینفک سمجھے جاتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ انہیں ہندو مندروں اور معابد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھکر ایک پنچم کا سایہ بھی اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کو ناپاک کر دیتا ہے۔ کسی عیسائی اور مولا سے انہیں کوئی اس قسم کی شکایت نہیں۔ لیکن جو بھی کوئی پنچم کسی اعلیٰ ذات کے ہندو کے قریب بھی پھٹک جائے تو وہ فوراً ناپاک ہو جاتا ہے۔ تعجب اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو ایک پنچم کے دروازہ پر رہنے والے کتے کو دیکھکر ناپاک نہیں ہوتے وہ اس پیکر انسانی کو نیچ اور کمتر سمجھتے اور اس کے پہنچنے سے ناپاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ خود یہ پنچم لوگ بھی اپنے متعلق یہی خیال رکھتے اور اپنے آپ کو نیچ اور ناپاک سمجھتے ہیں۔ یہ بہت ہی افسوسناک امر ہے۔ کہ ہمیں اس بات سے شرم محسوس نہیں ہوتی۔ کہ وہ لوگ جو ہماری طرح فانی جسم رکھتے ہیں اسی ہوا میں سانس لیتے اور وہی کھانا کھاتے ہیں جس کے ہم عادی ہیں۔ وہ مگر گلیوں اور سڑکوں پر نہیں پرسنہ رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہاں اس دیرینہ اور نہایت شرمناک رسم کا بری طرح سے شکار بنا یا گیا ہے۔

انقلاب کی لہر

انگریزی تعلیم کی وجہ سے مساوات و آزادی کی روح ہمارے اندر پیدا ہو گئی ہے۔ اگرچہ انگریز سب کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں اور ذات پات کی کوئی تفریق روا نہیں رکھتے تاہم ہندوؤں کے رویہ میں ایک ذرہ بھر تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ بالخصوص ایسے موقع پہ جہاں انہیں حکومت کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔ ایک تھیہ خواہ کتنا ہی عقلمند اور معزز کیوں نہ ہو۔ ان کے نزدیک وہ خارج از ذات اور الگ رکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ وقت ہے کہ تھیہ لوگ سرنگوں ہوکر سوچیں جو ان کی بہبودی اور فلاح و آزادی اور آسائش میں جس کا انہیں بحیثیت ایک خوددار قوم ہونے کے حق حاصل ہے رکاوٹ کا موجب ہے۔ یقیناً ایسی حالت میں کہ ہندو مذہب سے ہمیں اس طرح بچنا پڑتا ہے۔ جیسے ہر کوئی ظالم شیطان ہیں۔ اور اس سے اس طرح بھاگنا پڑتا ہے جیسے کہ وہ کوئی متعدی مرض ہے۔ ہم ایک انقلاب کے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ ہاں اس ہندو مذہب سے ہمیں بچنا پڑتا ہے۔ جو پانچ ہزار ذاتوں کی پیدا کردہ خوفناک رسوم کی وجہ سے تمام فضول کمینہ نفرت انگیز ناپاک گندی اور بے فائدہ اشیا کا گہوارہ ہو چکا ہے۔ ایک پنچم جو ذرہ بھر بھی خودداری اپنے اندر رکھتا ہو ہندو مذہب کے دائرے میں ہرگز اسے نہ رہنا چاہیئے۔ لیکن پھر کونسا مذہب اسے اختیار کرنا چاہیئے؟

بدھ مذہب ہندو مذہب کا ہمشکل ہے

اس امر کا فیصلہ کر لینے کے بعد کہ ہمیں اپنا مذہب تبدیل کر لینا چاہئے۔ یہ سوال ہمارے سامنے آتا ہے کہ کونسا مذہب ہمیں اختیار کرنا چاہیئے؟ سچ پوچھا جائے تو اعلیٰ نصب العین اور عمدہ تعلیم میں بدھ مذہب فی الحقیقت کل دنیا کے مذاہب سے آگے ہے ایک وقت تھا جب بدھ مذہب تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا اور بادشاہوں اور شہزادوں نے اس کی اطاعت کا جوا اٹھا رکھا تھا تاہم ان تمام خوبیوں کے باوجود ہندوستان اس کی ترقی کا صحیح گہوارہ نہ تھا اور یہ وہ بات ہے۔ جو تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ جناب بدھ کے (جنہوں نے خود بت پرستی کے خلاف تعلیم دی ہے) بت کی سر پرستی ہو جا کی جاتی ہے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ پرستش کے لئے کسی چیز کی شکل بنانے کا خیال لوگوں کے دلوں میں کس قدر گہری جڑ پکڑ چکا ہے۔ ایسے مذہب کی ضرورت پنچموں کو نہیں۔ علاوہ ازیں ہندوستان میں بدھ مذہب کے لوگ بہت تھوڑے ہیں اندا اگر اس مذہب کو اختیار کر لیا جائے تو مناسب اعدادی قوت ہمیں حاصل نہیں ہوتی۔ پھر یہ ایک حقیقت ہے کہ بدھ مذہب ہندو مذہب سے بہت ملتا جلتا ہے۔ اس لئے اس حقیقت کی بنا پر کہ بدھ کا جلا ہوا چھاچھ پھونک کر پیتا ہے۔ اس مذہب کو بھی ہم ماننے کے لئے تیار نہیں۔

مسیحیت میں ذات پات کے امتیازات

دوسرا مذہب جو ہماری توجہ کا مستحق ہو سکتا ہے مسیحیت ہے میں بذات خود مسٹر سی وی کنجو رامن کے اس خیال کی ہرگز تائید نہیں کر سکتا کہ مسیحیت ہی مالابار کے لکھو کھا تھیہ لوگوں کا واحد مستقر ہے۔ ٹراونکور کے رہنے والے شامی لوگوں میں جنہیں مسیحیت کے متبع ہونے کا فخر ہے ذات پات کے امتیازات آج تک پائے جاتے ہیں۔ بہت سی ذاتیں ان میں موجود ہیں مثلاً چیرو مسیحی، ازہاوا یا تھیہ مسیحی، نائر مسیحی وغیرہ، ان کی مختلف جماعتوں میں نہ صرف باہمی رشتہ مناکحت ہی بند ہے۔ بلکہ ان کا باہمی میل جول بھی شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو ذات پات کی تفریقات سے تنگ آچکے ہیں ایک ایسے مذہب کو اختیار کرنا جہاں ابھی تک ذات پات کی پورے طور پر حفاظت کی جاتی ہے۔ پہلے درجہ کی نالائقی اور بیوقوفی ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان میں مسیحیوں کی عددی قوت علیحدہ جماعت کی حیثیت سے کوئی نہیں پھر صرف یہی ایک حقیقت مسیحیت کے اختیار کرنے سے مانع ہے۔ کہ ان میں بہت سی جماعتیں پائی جاتی ہیں مثلاً شامی عیسائی جو دوسرے مسیحیوں میں گھل مل نہیں سکتے اور یوریشین مسیحی جن کی سوشل پوزیشن اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ باہم خوشگوار تعلقات قائم کر سکیں ان وجوہ کی بنا پر تھیہ قوم ہرگز یہ امید نہیں کر سکتی کہ مسیحی مذہب کو اختیار کرنے سے انہیں کوئی فائدہ حاصل ہو سکے گا۔

اسلام ہی آخری جائے پناہ ہے

میری رائے میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو پنچموں کے لئے مرکز امید ہو سکتا ہے۔ یہ متفق علیہ امر ہے کہ تمام دیگر مذاہب میں سے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسکے متبعین کا باہمی اتحاد اور اخوت نہایت اعلیٰ مقام پر پہنچ چکا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں ملیالی لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں لیکن یہ پرلے درجہ کی بیوقوفی ہے کہ قیاس کر لیا جائے کہ چونکہ مالابار کے چند باغی موپلے غیر تربیت یافتہ

(بقیہ برصفحہ ۸)

وفاتِ مسیح پر ایک ضروری سوال اور اس کا جواب

صحابہ کرام اور ائمہ اسلام کا مذہب

(جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

مکرم بندہ جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔

چند سوال خدمت اقدس میں ارسال ہیں۔ برائے عنایت جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔ امتحان اور مناظرہ مقصود نہیں صرف تحقیق مطلوب ہے۔

(۱) سوال۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب نزول عیسیٰ میں جو حدیث پیش کی ہے اس کے آخری جملہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان من اھل الکتاب الا آیت سے استشہاد کیا ہے کیا اس سے صحابی کی مراد مسیح ناصری ہے یا جناب مرزا صاحب؟ اور امام بخاری کی مراد اس جمیع باب سے کیا ہے؟

(۲) سوال۔ آپ کے ہم مذہبوں اور ہم مشربوں نے عموماً اور حضرت مرزا صاحب نے خصوصاً دعوے سے امام مالک رح کی طرف مسیح ابن مریم کی موت کو منسوب کیا ہے۔ یعنے امام مالک بھی موت کے قائل ہیں۔ حالانکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "الجواب الصحیح" میں ائمہ اربعہ اور جمیع علمائے اسلام کا حیات مسیح پر اتفاق نقل کیا ہے۔ آپ یہ تحریر فرمائیں کہ امام مالک کا یہ مذہب کہ مسیح مر چکا ہے کس معتبر کتاب میں موجود ہے؟

صحابی کا اجتہاد

مکرمی جناب مولانا۔ وعلیکم السلام۔

(۱) سوال اول کی نسبت یہ گزارش ہے یہ تو تمام اہل سنت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ کسی ایک صحابی کا اجتہاد امت کے لئے حجت نہیں ہو کرتا صحابی کا رتبہ نبی کے برابر نہیں۔ صحابی بھی انسان ہے۔ خواہ کتنا ہی صالح اور متقی کیوں نہ ہو۔ کسی معاملہ میں اجتہاد کرنے میں غلطی کر سکتا ہے۔ اگر صحابی کا اجتہاد حجت قرار دیدیا جائے تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ کیونکہ صحابہ میں بہت سے مسائل میں اختلاف تھا اور حرام حلال تک کا اختلاف موجود تھا۔ حضرت ابن عباس متعہ کے حلال ہونے کے قائل ہیں۔ تو حضرت ابن عمر اس کے حرام ہونے کے حامی ہیں۔ علےٰ ہذا القیاس بہت سے مسائل میں بڑا بڑا اختلاف ہے پھر کیا کریں گے۔ یہی کہ صحابی کا اجتہاد امت کے لئے حجت نہیں معاملہ قرآن اور سنت کی طرف پھرا جائے گا۔ مطابق حکم قرآنی وان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول کہ اگر کسی معاملہ میں تمہارا آپس میں اختلاف رائے اور جھگڑا ہو جائے تو معاملہ کو اللہ اور رسول کی طرف پھیرو۔ چنانچہ ائمہ اہل السنت کا یہی مذہب ہے۔ پس حضرت ابوہریرہؓ نے مسیح کے نزول ثانی کے مسئلہ میں اپنے اجتہاد سے اگر یہ سمجھ لیا ہو کہ وہی مسیح ناصری واپس آئیں گے جو گزر چکے تو ان کا اپنا ذاتی اجتہاد امت کے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔

حضرت نبی کریمؐ کا فیصلہ!

جس بخاری میں ان کا یہ اجتہاد درج ہے اسی بخاری میں حضرت عیسیٰ کے متعلق متوفیک کے معنے ممیتک بھی تو درج ہیں جو حضرت ابن عباس سے مروی ہیں۔ اور ان سب سے بڑھکر خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد درج ہے۔ جو حجت ہے کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم جس میں صاف صاف ارشاد فرما دیا کہ ابن مریم سے مراد مسیح ناصری نہیں بلکہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تمہیں میں سے ایک شخص ہوگا۔ پھر اسی بخاری میں آنحضرت صلعم نے خود آنے والے مسیح موعود کا حلیہ مسیح ناصری کے حلیہ سے جدا بیان فرما کر معاملہ کو بالکل واضح کر دیا۔ یعنی گزشتہ مسیح ناصری کا حلیہ تو بیان فرمایا کہ سرخ و سفید رنگ اور گھونگریالے بال اور آنے والے مسیح موعود کا حلیہ بیان فرمایا کہ گندمی رنگ اور سیدھے بال جس سے صاف نظر آ جاتا ہے کہ یہ دو الگ الگ آدمی ہیں نہ کہ شخص واحد۔ پس خود آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مقابل میں کسی ایک صحابی کے اجتہاد کو کوئی وقعت دینا اہل تحقیق کا دستور نہیں۔

ائمہ اربعہ کا مذہب

(۲) سوال نمبر۲۔ کی نسبت یہ عرض ہے کہ آپ نے امام ابن تیمیہ کی کتاب الجواب الصحیح کا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس جگہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ "ائمہ اربعہ اور جمیع علمائے اسلام کا حیات مسیح پر اتفاق ہے۔ وہ ایسا لکھ نہیں سکتے اور اگر کہیں یہ لکھ بھی دیا ہوگا کہ عام مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ مسیح ناصری پھر واپس دنیا میں آئیں گے تو یہ محض عام لوگوں کا خیال نقل کر دیا ہوگا۔ ورنہ جب یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے تین امام بالکل خاموش ہیں اور چوتھے امام مالک صاف لفظوں میں وفات مسیح کے قائل ہیں تو پھر امام ابن تیمیہ ایسی غلط بات کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ چاروں امام بالاتفاق حیات مسیح کے قائل ہیں۔

امام مالکؒ اور وفات مسیح

البتہ اگر یں کہہ دیں کہ چاروں امام وفات مسیح کے قائل نظر آتے ہیں تو یہ صحیح ہوگا۔ وجہ یہ کہ امام مالک تو صاف طور پر وفات مسیح کے قائل ہیں۔ حوالجات ذیل میں درج ہیں۔

(۱) مجمع بحار الانوار صفحہ ۲۸۶۔ والاکثران عیسےٰ علیہ السلام لم یمت وقال مالک مات۔ یعنی اکثر تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ نہیں مرے۔ لیکن مالک کہتے ہیں کہ وہ مر گئے۔

(۲) جواہر الحسان فی تفسیر القرآن شیخ عبد الرحمٰن ثعالبی مطبوعہ مطبع الجزائر جلد اول صفحہ ۲۶۲ میں زیر آیت انی متوفیک تحریر وقال ابن عباس ھی وفات موت ونحوہ لمالک فی العتبیہ یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ وہ حقیقی موت سے وفات پا گئے۔ اور یہی مالک کہتے ہیں اپنی کتاب عتبیہ میں۔

(۳) اکمال اکمال المعلم میں جو شرح مسلم ابی عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی المالکی کی ہے۔ اور مطبوعہ مطبع السعادت مصری ہے۔ اور جس کو سلطان عبد الحفیظ سلطان مغرب نے اپنے مصارف خاص سے طبع کرایا۔ امام مالک علیہ الرحمۃ کے قول کی یوں تصدیق کی ہے۔ صفحہ ۲۶۵ ملاحظہ ہو۔ وفی العتبیہ قال مالک مات عیسےٰ ابن مریم۔ کہ عتبیہ کتاب میں امام مالک نے لکھا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم مر گئے۔

(۴) مکمل اکمال الاکمال شرح صحیح مسلم میں امام ابی عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسنی نے امام مالک کا حوالہ دیا ہے دیکھو صفحہ ۲۶۵ وفی العتبیہ قال مالک مات عیسےٰ علیہ السلام۔ کہ عتبیہ میں امام مالک نے لکھا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام مر گئے۔

پہلا حوالہ تو مشہور کتاب مجمع البحار الانوار کا ہے۔ اور پچھلے تین حوالے مالکی مذہب کے ائمہ کی مشہور و مستند کتابوں کے ہیں جن میں صاف طور پر لکھا ہے کہ امام مالک علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب عتبیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم مر گئے۔

حضرت امام مالک کے اس مذہب کی کہ عیسےٰ ابن مریم مر گئے باقی کے تین ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے تردید نہیں کی۔

امام ابوحنیفہ وفات مسیح کی تائید میں

امام ابوحنیفہ اور امام مالک ہمعصر ہیں۔ اکثر مسائل میں ان ہر دو بزرگوں کا بڑا اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ حرام و حلال تک نوبت پہنچی ہوئی ہے جہاں ایک بزرگ نے دوسرے کے اجتہاد کو غلط سمجھا فوراً اس کی مخالفت کی لیکن اس مسئلہ میں امام مالک برملا وفات مسیح کے قائل ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ بالکل خاموش ہیں۔ اور یہ بات اہل اسلام میں مسلم ہے کہ جس امر پر کوئی پیشوا مجتہد سکوت کرے تو اس کے نزدیک وہ امر مسلم ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ جن کا تقویٰ اور احتیاط بہت بڑھا ہوا تھا اگر امام مالک کو اس مسئلہ میں غلطی پر سمجھتے تو ہرگز خاموش نہ رہ سکتے تھے۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس درجہ قائل تھے کہ ان سے کتاب مسند امام اعظم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وہ مشہور خطبہ منقول ہے جو انہوں نے بروز وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تمام صحابہ کی موجودگی میں پڑھا تھا۔ جس میں آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے یہ استدلال کیا تھا۔ کہ جب سب رسول آنحضرت صلعم سے پہلے فوت ہو گئے۔ تو آپ کا فوت ہونا آپ کے رسول ہونے کے منافی نہیں۔

صحابہ کا اجماع

اور یہ وہ بات تھی کہ جس سے تمام صحابہ کے دلوں کو تسکین ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ جو آنحضرت صلعم کی وفات کا نام لینا تک گوارا نہیں کرتے تھے ان کے بھی سر جھک گئے اور قائل ہو گئے کہ جب سب رسول فوت ہو گئے تو پھر یہ کس طرح ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم نہ فوت ہوتے۔ چنانچہ مسند امام اعظم صفحہ ۸ پر یہ روایت یوں شروع ہوتی ہے۔ "ابو حنیفہ عن یزید بن عبد الرحمٰن عن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ ..... " آگے چلکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ آتے ہیں "من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات ومن کان یعبد رب محمد فان رب محمد لا یموت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علےٰ اعقابکم الخ یعنی جو محمد صلعم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلعم فوت ہو گئے۔ اور جو محمد صلعم کے رب کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلعم کا رب نہیں مرتا۔ اور نہیں ہے محمد مگر اللہ کا رسول آپ سے پہلے سب رسول مر گئے۔ پس اگر یہ مر جائے یا قتل ہو جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟" یہاں "خلت" کے معنے سوائے موت کے اور کچھ ہو نہیں سکتے۔ ورنہ حضرت ابوبکر کا استدلال بے معنی ہو جائے گا۔ حضرت ابوبکر تمام صحابہ کے سامنے یہ استدلال کرتے ہیں۔ سب صحابہ کا اس کے آگے سر تسلیم خم کر دینا اجماع صحابہ پر مہر لگا دیتا ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد حضرت امام اعظم کی تائیدیں

اس خطبہ کو حضرت امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں اور مسند امام اعظم میں درج ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ کیا ظاہر کرتا ہے یہی کہ امام ابو حنیفہ بھی حضرت ابو بکرؓ کے خطبہ کے اور اس اجماع صحابہ کے قائل تھے۔ ورنہ یہ روایت کیوں نقل کرتے۔ یا نقل کی تھی تو حضرت ابو بکرؓ کے استدلال کی تردید کرتے۔ اگر قائل نہ تھے تو یہ روایت کیوں نقل کی؟

پھر امام ابو یوسف اور امام محمد جو حضرت امام اعظم صاحب کے شاگرد ہیں اور بعض مسائل میں اپنے استاد سے خوب مخالفت کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں ان کا سکوت بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ بھی وفات مسیح ہی کے قائل تھے۔

امام شافعی کا عدم اختلاف

امام شافعیؒ امام محمدؒ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام محمدؒ۔ امام ابو یوسفؒ کے مجتہدات سے بڑا بڑا اختلاف کیا ہے۔ لیکن وفات مسیح کے مسئلہ میں انہوں نے کچھ بھی نہیں لکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بھی اس مسئلہ میں اتفاق ہے۔

امام احمد بن حنبل کا سکوت

امام احمد بن حنبل جو ان سب کے بعد ہوئے۔ امام شافعی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے سب متذکرہ بالا اماموں کے اجتہادات سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں وہ بھی سکوت کرتے ہیں۔ بلکہ امام ابو حنیفہؒ کی طرح وہ بھی حضرت ابو بکرؓ کے اسی مشہور خطبہ کو کئی مختلف طریقوں سے اپنی کتاب مسند میں درج کرتے ہیں جس میں آنحضرتؐ سے پہلے رسولوں کی وفات پر اجماع صحابہ ہو جاتا ہے۔ اسے درج کرکے اس پر امام احمد بن حنبل کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ ایک محدث اور مجتہد ایک غلط بات درج کرکے کس طرح خاموش رہ سکتا تھا۔

امام ابن حزم کا مذہب

ائمہ اربعہ کا مذہب درباره وفات مسیح تو اوپر درج ہو چکا دیگر علمائے اہل اسلام میں سے بھی بعض اکابر اہل تحقیق ایسے ہو گزرے ہیں جو وفات مسیح کے قائل تھے۔ مثلاً امام ابن حزم جن کی راست گوئی اور تمسک بالقرآن والسنۃ تمام دنیائے اسلام کو مسلم ہے وہ اپنی کتاب محلی میں صاف طور پر ارشاد فرماتے ہیں وان عیسیٰ علیہ السلام لم یقتل ولم یصلب ولکن توفاہ اللہ تعالیٰ عزوجل ثم رفعہ اللہ وقال عزوجل وما قتلوہ وما صلبوہ وقال تعالیٰ انی متوفیک و رافعک الیّ وقال تعالیٰ وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم و انت علی کل شیئ شھید وقال تعالیٰ ان اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا۔ فالوفاۃ قسمان نوم وموت، فقط ولم یرد عیسیٰ علیہ السلام بقولہ فلما توفیتنی وفات النوم۔ فصح انہ انما عنی وفات الموت۔

اور عیسیٰ علیہ السلام نہ تو مقتول ہوئے اور نہ ان کو سولی دی گئی۔ بلکہ خدا نے ان کو وفات دی۔ پھر ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نہ انہوں نے قتل کیا اس کو نہ انہوں نے صلیب پر مارا اس کو۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کرکے فرماتا ہے۔ کہ میں تجھ کو وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور خدا حضرت عیسیٰؑ کا قول نقل کرتا ہے۔ کہ انہوں نے عرض کی کہ میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا۔ پھر جب تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ان پر نگہبان تھا۔ اور تو ہر چیز کا نگران ہے اور خدا فرماتا ہے کہ وہ وفات دیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہیں مرتے ان کو نیند کے وقت۔ پس وفات دو قسم کی ہوئی نیند اور موت اور حضرت عیسیٰ نے اپنے قول "تو نے مجھے وفات دی" میں مراد نیند سے نہیں لیا۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے وفات سے مراد موت لیا ہے۔ کہاں تک عرض کروں علمائے سلف کے بہت سے اقوال ہیں۔

حافظ ابن قیم اور مسیح کا صعود

خود حافظ ابن قیم رئیس المحدثین اپنی کتاب زاد المعاد ص ۱۹ میں فرماتے ہیں واما ما یذکر عن المسیح انہ رفع فی السماء ولہ ثلث وثلثون سنۃ فھذا لا یعرف لہ اثر متصل یجب المصیر الیہ۔ یعنی مسیح کی نسبت جو یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ ۳۳ برس کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ اس باب میں کوئی روایت متصل پائی نہیں جاتی کہ مسیح آسمان کی طرف چلا گیا"۔ پھر اسی کتاب زاد المعاد میں جلد اول صفحہ ۳۰۱ - ۳۰۲ پر فرماتے ہیں۔ لکن لما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مقامہ خرق العوائد حتے شق بطنہ وھو حی لا یتالم بذالک عرج بذات روحہ المقدسۃ حقیقۃ من غیر اماتۃ ومن سواہ لا ینال بذات روحہ الصعود الی السماء الا بعد الموت والمفارقۃ فالانبیاء انما استقرت ارواحھم ھناک بعد مفارقۃ الابدان۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر تھے تو کشف میں دیکھا کہ خلاف عادت لوٹا ہوں یہاں تک کہ ان کا شکم بھی شق کیا گیا۔ اور وہ زندہ بھی رہے اور کوئی درد بھی محسوس نہیں ہوا۔ ان کی روح پاک فی الحقیقت معراج میں گئی اور موت وارد نہیں ہوئی تھی۔ اور ان کے سوا کسی شخص کی روح آسمان پر موت سے پہلے نہیں جا سکتی اور تمام انبیاء کی روحیں بھی آسمان پر بعد موت و مفارقت بدن رہتی ہیں"۔

امام ابن تیمیہ اور حیات مسیح

حضرت امام ابن قیم تو صاف فرماتے ہیں کہ آسمان پر انبیاء کی روحیں ہی روحیں ہیں۔ اور وہ بھی موت کے بعد وہاں ہیں اور بدن کا کوئی واسطہ ان سے نہیں۔ تو پھر مسیح کا قبل از موت جسد عنصری کے ساتھ چڑھنا وہ کہاں مان سکتے ہیں۔ بلکہ صریح انکار کیا ہے۔ پس امام ابن تیمیہ ان حالات میں کیسے لکھ سکتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اور جمیع علمائے اہل اسلام حیات مسیح کے قائل ہیں سرسری طور پر عام مسلمانوں کا خیال نقل کر دینا اور بات ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶)

ظالم اور بیوقوف واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ہندوستان کے تمام مسلمان اسی وضع کے لوگ ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ بنیادی لوگ گندے اور مردار خور ہیں اس لئے تمام ہندو اسی وضع و قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔ ہر مذہب کے ماننے والوں میں اچھے لوگ بھی ہیں اور برے بھی لیکن مسلمانوں کی طرح کوئی دوسری جماعت نہیں جن کے اندر اخوت کا احساس اس کمال پر پہنچا ہوا ہو جیسا کہ ان میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے اگر پنچم قوم اس داغ کو دور کرنا چاہتی ہے جو ان کے نام پر پایا جاتا ہے اگر وہ ان سخت ترین کلمات اور ناپاک اتہامات کو جو دوسروں کی طرف سے اس پر لگائے جاتے ہیں۔ ختم کرنے کی خواہشمند ہے اگر وہ اپنے وقار، عزت، اور خودداری کو دھبہ لگانا نہیں چاہتی اگر اپنے حقوق کی حفاظت اور جائز مراعات کا حصول وہ ضروری سمجھتی ہے اگر وہ سڑکوں اور رستوں پر با عزت انسانوں کی طرح اپنے سروں کو اونچا اٹھا کر چلنا پسند کرتے ہیں تو میں ہزار ہا اور لکھو کھا مرتبہ یہ کہونگا کہ وہ ضرور بالضرور اسلام اور صرف اسلام ہی کو پوری عزت اور احترام کے ساتھ بطور مذہب قبول کرلیں۔ اگر پنچم قوم اسلام قبول کرلے۔ تو نہ صرف عددی قوت اور طاقت ہی انہیں حاصل ہوگی بلکہ ہندوستانیوں کا غالب حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہوگا۔ اب بھی مسلمان تمام ہندو آبادی کا ⅓ حصہ ہیں اور ہندو کہلانے والوں کا ¼ پنچم قوم پر مشتمل ہے۔ جس وقت یہ پنچم قوم اسلام قبول کرلے گی۔ تو ہندوستان کی تمام آبادی کا ½ حصہ مسلمان ہوگا۔ میں پکے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر ہندوستان کو سوراج یا حکومت خود اختیاری کی ضرورت ہے تو ہندو آبادی میں جو ہر قسم کی بری اور ناپاک باتوں کا منبع ہے کمی واقع ہونی چاہئے۔ اور مسلمانوں کی تعداد ضرور بڑھ جانی چاہئے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آج ہندوستان کو سوراج مل جائے تو میں کل مسلمان ہو جاؤنگا۔

(بقیہ صفحہ ۳)

افعال سے بھی شرک مٹا دیا۔ دنیا میں نیکی بھی ہے۔ اور بدی بھی بعض لوگوں نے مثلاً مجوسیوں نے یہ خیال کر لیا کہ نیکی کا پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے بدی کا پیدا کرنے والا بھی کوئی ہونا چاہئے۔ اس لئے انہوں نے خالق خیر تو ایزد کو قرار دیا۔ اور خالق شر اہرمن کو۔ گویا دو بالمقابل ہمسر خدا ہو گئے۔ قرآن نے معاملہ خوب صاف کیا۔ بتایا کہ خدا نے تو ہر چیز بہتری اور خیر کے لئے پیدا کی ہے۔ یہ انسان کا اپنا فعل ہے کہ اسے صحیح طور پر استعمال کرکے نفع اٹھائے یا غلط استعمال کرکے اور اس طرح خدا کی نافرمانی کرکے نقصان اٹھائے۔ پس شر کا کرنے والا خود انسان ہے۔ شیطان تو جذبات حیوانی کا محرک ہے جس طرح فرشتہ اخلاق ملکوتی کا محرک ہے۔ انسان کا کام ہے ان دونوں محرکوں میں سے جو دوست ہے اس کا کہا ماننے اور جو دشمن ہے اس کی تحریکوں سے بچے۔ اسی لئے شیطان کو عدو مبین کہا کہ وہ دشمن ہے۔ اس سے بچو۔ پس بدی کا محرک تو ملعون مردود ہوتا ہے اسے خدا کا مدمقابل ماننا کیا معنے؟

خلاصہ مضمون

غرضکہ اس طرح توحید کا مضمون ہر پہلو سے مکمل کر دیا۔ پہلے فرمایا کہ خدا ایک[1] ہے۔ دو[2] نہیں۔ تین[3] نہیں۔ تینتیس[33] کروڑ نہیں اس طرح گویا ذات میں شرک کا رد کیا۔ پھر کہا وہ کسی کا محتاج بھی نہیں گویا صفات اور طاقت کے لحاظ سے بھی وہ ایک ہے۔ اور باقی تمام کائنات اس کی محتاج ہے۔ پھر فرمایا نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی باپ، توالد و تناسل کا سلسلہ بھی اس کے ہاں نہیں اور آخر میں بتایا کہ کوئی اس کا ہمسر بھی نہیں۔ یعنے افعال میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔

اعتذار

گزشتہ پرچہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ پیغام صلح کا آئندہ نمبر ڈبل شائع ہوگا، لیکن افسوس ہے کہ تاریخ اشاعت سے ایک روز قبل کاتب پیغام صلح نے بہت سا مضمون اس عذر کے ساتھ واپس کر دیا کہ وہ بیمار ہیں اس وجہ سے لکھ نہیں سکے، ایسی حالت میں جس قدر ممکن تھا بمشکل ادھر ادھر سے لکھوا کر صفحے پورے کئے گئے۔ ایک نمبر کی عدم اشاعت کی کسر کسی آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ پوری کر دی جائے گی (مدیر)

درس قرآن کریم کے نوٹ

فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن

ہر قسم کے شر سے بچنے کی دعا

سورۃ الفلق

قرآن دراصل سورہ اخلاص پر ختم ہو چکا جہاں توحید کی تعلیم کو مکمل کرکے بیان کر دیا۔ سورہ الفلق اور سورہ الناس معوذتین کہلاتی ہیں۔ جو ختم قرآن پر بطور ایک دعا کے ہیں۔ ان کے نزول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت درجہ اظہار خوشنودی فرمایا تھا۔ کیونکہ ان میں ہر ایک قسم کے شر سے حفاظت طلب کرنا سکھایا ہے، سورہ الفلق میں اس شر سے پناہ مانگی ہے جو کسی سے ہم کو پہنچے اور اگلی سورت الناس میں اس شر سے پناہ طلب کی گئی ہے جو ہم سے کسی کو پہنچنے کا احتمال ہو سکتا ہے

ظلمت سے نکل کر کمال پر پہنچنے کی دعا

فلق کے معنی ہیں پھاڑنا۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ فالق الاصباح صبح کو پھاڑ کر روشنی نکالنے والا۔ دوسری جگہ فرمایا فالق الحب والنوی دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ کر اس میں سے درخت نکالنے والا۔ قل اعوذ برب الفلق اس میں تعوذ کیا ہے اس رب سے، یعنی اس خدا سے پناہ مانگی ہے جو ادنے سے اعلے مقام تک پہنچانے والا ہے، جو ظلمت کو پھاڑ کر روشنی پھیلاتا ہے جس سے زندگی پیدا ہوتی ہے اور مخلوق کی نشو و نما ہوتی ہے اسی ذات سے التجا کی ہے کہ میرے بھی کاموں میں جو نقص اور ظلمت کا پہلو ہو جس کی وجہ سے ہمارے حالات پر ظلمت کی تاریکیاں مسلط ہوں۔ ان کو پھاڑ کر ہمیں روشنی میں لے آئے۔ اور ہمیں ترقی و کمال پر پہنچائے۔

ہر چیز کی برائی سے بچنے کی دعا

من شر ما خلق۔ خدا نے پیدا تو تمام چیزیں فائدہ ہی کے لئے کی ہیں، لیکن پھر بھی ان میں افراط و تفریط یا ان کے دانستہ یا نادانستہ غلط استعمال سے انسان کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ آگ بڑی مفید چیز ہے، لیکن جب وہی آگ بے محل کسی جگہ لگ جائے تو کس قدر نقصان ہوتا ہے۔ ہوا کس قدر مفید ہے، لیکن جب وہی ہوا طوفان بن جائے تو کس قدر خطرناک شر کا موجب ہو جاتی ہے۔ پانی کتنا فائدہ مند ہے لیکن جب وہی سیلاب بن جائے تو کس قدر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کان وغیرہ کتنے مفید ہیں لیکن ان کا بھی غلط استعمال نقصان کا موجب ہوتا ہے، ہاتھ کوئی برا فعل کریں کسی کو قتل کریں، چوری کریں، پاؤں سے بری جگہ پر یا برے ارادہ سے چل کر جائیں۔ کانوں سے بری باتیں سنتے رہیں علیٰ ہذا القیاس تو یہی اعضا جو موجب نفع تھے موجب نقصان بن جاتے ہیں۔ ان کا غلط اور برا استعمال شر کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے پہلے ہی یہ دعا سکھائی کہ جو چیز بھی پیدا کی گئی ہے۔ اس کے فائدہ کو ہم پائیں اور اس کے شر سے ہم بچے رہیں۔ اے مولا جو گٹھلی کو پھاڑتا اور بڑا درخت بناتا ہے، جو اندھیرے کو پھاڑ کر روشنی پھیلاتا ہے جو چیز بھی تو نے پیدا کی ہے اس کے شر سے ہمیں پناہ دے یعنی اس کے نفع سے ہم حصہ پائیں اور اس کے نقصان سے ہم بچے رہیں۔

ظلمتوں کے شر سے بچنے کی دعا

من شر غاسق اذا وقب۔ اندھیارے کے شر سے جب وہ پھیل جائے۔ تاریکی بڑے بڑے نقصانات کا موجب ہو جاتی ہے۔ ایک پتھر اندھیرے میں پڑا ہے اس سے ٹھوکر لگ جاتی ہے جو روشنی ہوتی تو نہ لگتی۔ گویا بے ضرر چیزیں بھی اندھیرے میں تکلیف کا موجب ہو جاتی ہیں۔ پھر اندھیرے ہی میں بدی کے ارتکاب زیادہ تر ہوتے ہیں، چور اندھیرے ہی میں چوری کے لئے جاتے ہیں، بڑے بڑے متقی بزرگ بھی اندھیرے ہی میں چوں بخلوت می روند آں کارے دیگر می کنند کا مصداق بنتے ہیں۔ اندھیرے میں انسان سمجھتا ہے کہ تاریکی کے پردہ میں کون دیکھتا ہے اس لئے گناہ پر اسے دلیری ہو جاتی ہے۔ پھر جہالت کی تاریکی بھی ہوتی ہے۔ بوجہ لاعلمی کے اندھیرے کے انسان دھوکا کھا جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے کی لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر لوگ دھوکا دے دیتے ہیں۔ علم ایک روشنی ہے۔ لاعلمی اور جہالت بہت سخت اندھیرے کا حکم رکھتا ہے لاعلمی کی تاریکی میں انسان نشیب کی طرف گرتا ہے کوئی معاملہ کرتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔ جذبات حیوانی کے ہیجان میں بھی انسان کے آگے اندھیرا ہوتا ہے۔ وہ شہوات اور غضب اور طمع ہوا و ہوس کی تاریکی میں وہ کچھ کر گزرتا ہے کہ عقل و علم یا ضمیر کی روشنی میں ان امور پر نظر ڈالتا تو کبھی نہ کرتا۔ یہ سب اندھیارے ہوتے ہیں خواہ یہ جہل کا اندھیرا ہو، یا جہالت کا اندھیرا یا جذبات کا اندھیرا۔ ان سب سے پناہ مانگنے سب سے بچنے کی دعا کرنے کی تعلیم دی۔

گنڈے تعویذ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ومن شر النفثت فی العقد۔ نفاثات فی العقد کے معنی مفسرین نے کئے ہیں گنڈے یا دھاگوں کی گرہ میں پھونک مارنے والی عورتیں، اور لکھا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں نے گنڈے اور تعویذات سے مسحور کر دیا تھا۔ یہ بالکل غلط اور لچریات ہے، وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس کے واسطے قرآن جابجا کفار کو حق کے مقابلہ کا چیلنج دے چکا ہو۔ وہ عورتوں کے گنڈے تعویذ سے مسحور اور بیمار ہو گیا۔ اس سے بڑھ کر لغو اور بیہودہ اور کیا خیال ہو سکتا ہے؟ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر آپ کی ہتک ممکن نہیں۔ ممکن ہے قریش میں ایسی عورتیں ہوں جو اس قسم کے ہتکھنڈے کرتی ہوں لیکن یہ کہنا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان عورتوں کے گنڈے تعویذوں سے پناہ مانگنے کی ضرورت پیش آئی یہ آپ کے سخت منافی شان ہے۔

چلتے کاموں میں روڑا اٹکانے والے

نفاثات فی العقد کے معنے ہیں عزیمتوں کے اندر پھونک مارنے والے یہ ایک استعارہ ہے۔ پھونک مارنے سے مراد ہوتا ہے عزائم میں رکاوٹ ڈالنا۔ چلتے کام میں کھانچی مار کر رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرنا۔ دنیا میں ایسے لوگ بہت ہوتے ہیں جو نہ خود کچھ کریں اور کسی کو کچھ کرنے دیں۔ جہاں کسی نے کوئی عمدہ اور اہم کام شروع کیا۔ اسی میں کھانچی مارنا اور روڑا اٹکانا شروع کر دیا۔ مجھے یاد ہے جب خواجہ صاحب نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا اور ہم اس کے لئے چندہ جمع کرنے نکلے تو لوگوں نے کہنا شروع کیا بھی لندن میں کون سنتا ہے، وہاں اسلام کی تبلیغ کرنا اپنے وقت اور روپیہ کو برباد کرنا ہے، برلن کے متعلق بھی یہی کہا گیا کہ اس کی زبان ہی اور ہے وہاں تبلیغ کیا ہو سکے گی، یہ پھونک مارنے والے لوگ ہیں، جن کی مراد ہوتی ہے، کہ ایک کام میں رکاوٹ پیدا کی جائے اور اپنی باتوں سے لوگوں کی عزیمتوں کو توڑ دیں۔

اورنگ زیب اور واجد علی شاہ کا قصہ

اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سلطنت کے تمام امور خود سر انجام دیتے تھے اس سے امراء و وزراء کو ہاتھ رنگنے کا موقعہ نہ ملتا تھا، لوگوں نے ان سے کہنا شروع کیا کہ حضور آپ بڑا کام کرتے ہیں، کچھ آرام بھی کرنا چاہیئے، انہوں نے جواب دیا کہ ہماری عورتیں ایسے مشورے دینے کے لئے کافی ہیں۔ تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں۔ بالمقابل واجد علی شاہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب انگریزی فوجیں چڑھ آئیں، اور کسی نے کہا کہ حضور سلطنت تو خطرے میں ہے، تو اٹھے اور کہنے لگے ذرا اندر مشورہ کر آؤں، گھر میں گئے تو گھر والیوں نے عرض کیا کہ حضور کا سر سلامت چاہیئے۔ حضور کی پلاؤ کی رکابی کہیں نہیں گئی۔ بس پھر کیا تھا سب کچھ ضائع ہو گیا، یہ سب نفاثات فی العقد پھونک مارنے والے ہوتے ہیں۔ جو بھی اعلے کام شروع کرو ایسی پھونکیں مارتے ہیں۔ کہ جب تک پورے عزم سے کام نہ لیا جائے۔ کام چل نہیں سکتا۔

مؤنث کا صیغہ کیوں رکھا؟

نفاثات کو مؤنث کا صیغہ اس لئے رکھا ہے کہ اس سے مراد ایسی جماعتیں یا ایسے نفوس ہیں جو ابطال عزائم الرجال کرتے رہتے ہیں۔ لیکن میرا ذوق یہ ہے کہ مؤنث کا صیغہ بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ یہ لوگ جو مردانہ کاموں میں پھونک مار کر روڑا اٹکاتے ہیں بزدل لوگ ہوتے ہیں ان میں زنانہ پن ہوتا ہے اس لئے یہ لوگ مذکر کے بجائے مؤنث کے صیغہ میں ذکر کئے جانے کے مستحق ہیں

حسد کا مرض

من شر حاسد اذا حسد۔ جب ایک شخص کوئی کام شروع کرتا ہے۔ تو لوگ اس میں روڑا اٹکانا چاہتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا۔ لیکن جب وہ اس کام میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر اس سے حسد کرنے لگتے ہیں۔ کوئی شخص کسی مہم میں کامیاب ہو جائے۔ تجارت میں نفع حاصل کرے۔ کسی کو ترقی مل جائے بڑے عہدے پر فائز ہو جائے تو وہ لوگ حسد میں جل مرتے ہیں۔ بدقسمتی سے آجکل مسلمانوں میں یہ مرض بہت ہے جہاں کوئی مسلمان کسی اچھے عہدے پر پہنچتا ہے تو اپنے مسلمان بھائی ہی حسد کی نگاہ سے دیکھنے لگتے ہیں سو عیب نکالتے ہیں کسی ہندو کو کبھی میں نے نہیں دیکھا ہوگا جس نے اپنے ہندو افسر کی عیب چینی کی ہو۔ (باقی بر صفحہ ۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹　مورخہ ۱۵ رجب المرجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۳۱ء　نمبر ۶۲

"اگر یاراں کنوں بر حالتِ اسلام رحم آرید"

مسیح موعود کی اس تمنا کو پورا کرنے کیلئے برادران ملت سے اپیل

مسیح موعود کا مقصد حقیقی

مسیح موعود کو اس جہان سے رخصت ہوئے ۲۳-۲۴ سال کا عرصہ منقضی ہو چکا ہے۔ وہ کام جو اپنے وصال سے پیشتر آپ نے اپنی جماعت کے سپرد کیا۔ اور جس کو اپنی بعثت کا حقیقی مقصد قرار دیا وہ آپ ہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:۔

خدا تعالے چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی
متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ کیا ایشیا ان
سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے
اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالےٰ
کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا سو تم
اس مقصد کی پیروی کرو۔ (الوصیت صفحہ ۶)

احمدی قوم کی قربانیاں اور فتوحات

اس مقصد کی پیروی ہم نے کہاں تک کی؟ اس میں شک نہیں کہ ہماری جماعت نے اس کی تکمیل کے لیئے بہت سی قربانیاں کیں۔ اپنا وقت، اپنا مال، اور آرام خدا کے رستہ میں قربان کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ خدا کے فضل سے وہ شاندار نتائج اور وہ عظیم الشان فتوحات ہیں، جو غیر ممالک میں اسلام کو حاصل ہو رہی ہیں۔ مسیح موعود کا وہ کلام جس میں آپنے بشارت دی تھی کہ ؎

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

آج عملاً پورا ہو رہا ہے اور یورپ کے سنجیدہ اور فہمیدہ انسان تثلیث سے اپنی بیزاری کا ببانگ دہل اعلان کر رہے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی جوں جوں انہیں توحید الٰہی کا پیغام پہنچتا ہے اس کی قبولیت سے انہیں دریغ نہیں ہوتا بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ گویا وہ اسی کے منتظر ہی تھے۔ انہی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یورپ کے بہت بڑے مصنف برنارڈ شا نے یہ پیشگوئی کی ہے، کہ آئندہ سو سال میں انگلستان بلکہ کل دنیا مسلمان ہو جائے گی، کیا اس سے بڑھ کر لیظہرہ علی الدین کلہ کا کوئی نقشہ نظر آ سکتا ہے؟

احباب جماعت کی سستی

لیکن باوجود ان تمام فتوحات اور کامیابیوں کے، باوجود ان تمام قربانیوں، اور سرتوڑ کوششوں کے جو اصحاب مسیح موعود نے دین اسلام کو پھیلانے کے لئے کیں یہ کہنا حق بجانب ہے۔ کہ بعض دوستوں نے خدمت دین کے کام میں عملی حصہ لینا چھوڑ دیا ہے، یا کم از کم اس کے مالی پہلو سے، غماض کا طریق اختیار کر لیا گیا ہے، بجائے اس کے کہ پیش آمدہ فتوحات ہماری سرگرمیوں اور قربانیوں کو ترقی دیتے اور دہ چند کرنے کا موجب ہوتیں بجائے اس کے کہ ایسے وسائل پیدا کئے جاتے جن سے اسلام کے رستہ میں مالی دشواریاں باقی نہ رہتیں، آج یہ حالت ہے کہ معمولی چندوں کی ادائیگی میں بھی سستی کا پہلو اختیار کر لیا گیا ہے چہ جائیکہ خاص تحریکات میں پورے طور پر حصہ لیا جاتا یہی وجہ ہے کہ انجمن کو آئے دن اپنے کاموں میں تخفیف کا پہلو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ ہمارا قدم آگے بڑھتا مجبوراً ہمیں پیچھے ہٹنا پڑتا ہے

چند ضروری تحریکات

اس وقت دو تین باتیں ہمارے سامنے ہیں جن کی طرف حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے تین گرامی ناموں میں جو احباب کرام کی خدمت میں فرداً فرداً بھیجے گئے ہیں توجہ دلائی ہے

(۱) ماہوار چندوں کے بقایاجات کی ادائیگی
(۲) دس یوم کی آمد کے وعدوں کا ایفا اور جن دوستوں نے وعدے ...... نہیں کیئے ان کی شمولیت۔
(۳) جلسہ سالانہ سے پیشتر ہر شہر اور قریہ سے خاص چندوں کی کوشش جس کے لئے حضرت امیر نے مختلف جماعتوں اور احباب کے نام بعض رقوم مقرر کر دی ہے کہ وہ جلسہ سالانہ تک جمع کر کے دیں اگر اس مطالبہ کو پورا کر دیا جائے تو جرمن مشن اور جاوا مشن کی سال بھر کی ضروریات کے لئے مکتفی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ ایک آنہ فنڈ کی تحریک بھی قوم کے اکثر افراد کی توجہ کی محتاج ہے۔

مشکلات و تنگدستی کا بہانہ

غور کیا جائے کہ ان میں سے کونسی ایسی تحریک ہے جسے نا واجب اور بیجا کہا جا سکتا ہے؟ کیا ماہوار چندوں کے بقایاجات کی ادائیگی ان ضروری اخراجات [illegible] کوئی بقایا نکلتا ہے ضروری نہیں، کیا ذہنیت [illegible] قرض ہمارے ذمہ ہے [illegible] قسم کو مصائب کے [illegible] اسکے لئے چارہ نہیں کرنا پڑتا؟ پھر کیا خدا اور اس کے دین کا قرض ہی اس قابل ہے کہ اس کی طرف سے لاپرواہی اور عدم توجہی کا پہلو اختیار کیا جاتے اور جب اسکا مطالبہ سامنے آئے تو مشکلات اور تنگدستی کا بہانہ کر کے اسکو ٹالنے کی کوشش کیجائے تنگدستی اور مشکلات اس وقت ہمیں پیش نہیں آتیں جب کسی عزیز کی شادی ہمیں کرنی ہو جب بیک کل کے بچے کے ختنہ کی رسم کا سوال سامنے ہو اور اگر یہ دو نوباتیں نہیں تو کم از کم جب کسی عزیز کی بیماری کی مصیبت پیش آجائے۔ تو اس وقت تو طوعاً و کرہاً ہمیں سب کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے ہائے کاش دین کے لئے بھی یہی جذبہ ہمارے دلوں میں پیدا ہو جائے اسلام اور مسلمانوں کی بیماری اور بیکسی اگر اس سے بڑھکر نہیں تو کم از کم اتنا ہی درد اور کرب ہمارے دلوں میں پیدا کر دے جو اپنے بچوں کی بیماریوں پر پیدا ہوتا ہے

مشکلات کے وقت دینا زیادہ مفید ہے

اس میں شک نہیں کہ زمانہ کی اقتصادی حالت بہت خراب ہے اور آمدنیاں کم ہو جانے کی وجہ سے بہت سی دشواریاں اور مشکلات پیش آ رہی ہیں لیکن یاد رکھئے کہ یہی وہ وقت ہے کہ خدا کے رستہ میں دینا اس سے بڑھ کر نیکی اور ثواب کا موجب ہے جو حالت یسر میں آپ دے سکتے ہیں۔ حالت یسر میں تو ہر شخص کچھ نہ کچھ خدا کے رستہ میں دیتا ہے لیکن قابل قدر ہے وہ انسان جو حالت عسر میں دینے میں تنگی محسوس نہ کرے۔ یہ وقت گذر جائے گا اور دین کی ضروریات آخر کار کسی نہ کسی ذریعہ سے پوری ہو کر رہیں گی لیکن اس وقت آپ کا ہزاروں روپے دینا بھی اتنا کام نہ آئے گا جتنا آج جبکہ ایک طرف دین کی ضرورت ہے اور دوسری آپ کو مشکلات کا سامنا ہے) چند روپیوں کا دینا کار آمد ہو سکتا ہے اسی بات کیطرف حضرت نبی کریم صلعم نے اشارہ کیا ہے کہ اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی پھر کسی وقت سونا دے گا تو وہ اتنا کام نہیں آ سکتا جتنا آج ایک سیر جو دینا اس کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

آخرین منہم کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں

مسیح موعود نے ہمیں آخرین منہم لما یلحقوا بہم کا مصداق قرار دیا ہے جس سے بڑھ کر ہمارے لئے فخر کا مقام نہیں ہو سکتا۔ لیکن غور کرنا چاہیئے کہ کیا محض مسیح موعود کا مان لینا اس مقام پر پہنچنے کے لئے کافی ہے۔؟ آخر وہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے اس جلیل الشان منصب کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا جو حضرت مسیح موعود نے اپنے اس شعر میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

اگر یاراں کنوں بر حالت اسلام رحم آرید
باصحاب نبی نزد خدا نسبت شود پیدا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے نسبت حاصل کرنے کے لئے محض مسیح موعود کو مان لینا کافی نہیں بلکہ اس مقصد کو پورا کرنا ضروری ہے جس کے لئے مسیح موعود کو کھڑا کیا گیا۔ اور وہ ہے۔ اسلام کا درد اور رحم دلوں میں پیدا کرنا۔ اگر یہ ہمارے دلوں میں پیدا ہو چکا ہے تو نے الواقعہ ہم آخرین منہم لما یلحقوا بہم کے مصداق ہیں۔ ورنہ نہیں لیکن ان مطالبات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے ان کوتاہیوں اور حیلوں اور بہانوں کا خیال کرتے ہوئے۔ جو ان کے پورا کرنے میں حائل ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اصحاب نبی سے کوئی دور کی بھی نسبت اس وقت تک ہمیں حاصل ہے

مسیح موعود کا ارشاد

اس لئے اپنے دوستوں بزرگوں اور بھائیوں سے ہماری مخلصانہ التماس ہے کہ وہ تنگدستی بیشک ہے گھروں کے معمولی روزانہ اخراجات بھی بیشک پورے نہیں ہو سکتے اور طرح

گاندھی جی اور برہمچریہ!

ینگ انڈیا میں گاندھی جی نے ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ

"ایک برہم چاری کو چاہئیے کہ خواہش لذت اور حظ کو ضبط میں رکھے۔ اسے چاہئیے کہ کھانا زندہ رہنے کے لئے کھائے۔ نہ کہ حظ اور لذت کے لئے۔ اسے صرف پاک نظارے ہی دیکھنے چاہئیں۔ ناپاک باتوں سے آنکھیں بند کر لینی چاہئیں یہ ایک قسم کی تم زبیت کا نشان ہے جس کا منشا ہے کہ انسان کو اپنی آنکھیں نیچی کر کے چلنا چاہئیے نہ کہ ادھر ادھر ہر چیز پر نظر رکھنی چاہئیے ایک برہمچاری کو کوئی بری یا ناپاک چیز نہ دیکھنی چاہئیے۔ نہ ہی زیادہ تیز ہیجان انگیز خوشبو سونگھنی چاہئیے۔ برہمچریہ رکھنے والے کو عالم بیداری میں اپنے ہاتھ اور پاؤں کو اچھے کاموں میں مشغول رکھنا چاہئیے۔ وقتاً فوقتاً اسے روزہ رکھنا چاہئیے پاک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئیے۔ اچھے دوستوں سے ملنا چاہئیے۔ اور پاک کتابیں پڑھنی چاہئیں آخری چیز جو کچھ کم اہم نہیں دعا ہے"

فی الحقیقت یہ تمام حسنات نیکی اور عمدہ اخلاق پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں لیکن سوال یہ ہے۔ کہ برہم چاری ہی کے لئے انہیں کیوں مخصوص کیا گیا۔ کیا غیر برہم چاری کو ان صفات کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ غور کر کے دیکھا جائے۔ تو حقیقی نیکی اور پاکیزگی اسی بات میں ہے۔ کہ انسان گرہستی ہو کر اپنی خواہشات اور جذبات پر پورا ضبط رکھے۔

اسلام کا سب سے بڑا کمال

اسلام کا یہ کمال ہے۔ کہ اس نے ایک طرف گرہستی ہونا اور ازدواجی زندگی کو انسان کے لئے ضروری قرار دیا۔ اور دوسری طرف تمام نیک باتیں جن کا گاندھی جی نے ذکر کیا ہے۔ اسے اپنے اندر پیدا کرنے کا حکم دیا کھانے کے متعلق اس نے صاف فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا اچھے اور بد نظاروں کے متعلق یہ جامع تعلیم دی قل للمومنین یغضوا من ابصارھم وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن نیک لوگوں کا یہ نشان قرار دیا کہ اذا مروا باللغو مروا کراما روزہ اور نماز تو اسلام کے اصولوں میں سے ہے۔ اس لئے وہ اخلاق اور نیکیاں جو گاندھی جی کے نزدیک برہم چاری بکر انسان حاصل کر سکتا ہے۔ وہ قرآن کے نزدیک ازدواجی زندگی میں بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور یہی سب سے بڑا کمال ہے

گورمکھی خوانوں کے لئے نیا تحفہ

یعنی اسلام کے اصول بطرز سوال و جواب نہایت شستہ اور ٹھیٹھ پنجابی میں بحروف گورمکھی چھپوائے گئے ہیں۔ قیمت لاگت کے قریب فی کاپی ۲؍ مفت تقسیم کے لئے ایک روپیہ میں دس کاپی درخواستیں بنام مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

درخواست دعا۔ ہمارے احمدی بھائی عبد الغنی اور عبد الشکور دہلی اور یو پی وغیرہ میں مال تجارت لے کر گئے ہیں۔ اور احباب سے کامیابی اور خیر و عافیت مراجعت کے لئے دعا کی خواستگار ہیں ان کے والد لاہور میں بیمار ہیں انکے لئے بھی دعا کی ضرورت ہے

علیؓ کی تلوار

ڈاکٹر زویمر کے مسیحی عناد و تعصب نے اسلام کو بدنام کرنے کیلئے حال ہی میں ایک تلوار کی تصویر شائع کی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی تلوار ہے۔ اور چین کے مسلمان اسے بطور تعویذ اپنے پاس رکھتے ہیں

یہاں تک تو ایک معمولی بات تھی۔ کیونکہ مسلمانوں نے اس بات سے کبھی انکار نہیں کیا۔ کہ قرون اولیٰ میں مخالفین کے حملوں کی مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کے لئے تلوار کا رکھنا ضروری تھا۔ نہ صرف قرون اولیٰ میں بلکہ آج بھی اگر وہی حالات پیش آجائیں جو اسلام کو اپنی ابتدائی زندگی میں پیش آئے تو تلوار بلکہ توپ بندوق سے کام لینا اسی طرح ضروری ہوگا۔ جس طرح ہر مہذب قوم کو اپنی زندگی اور حفاظت کے لئے کام لینا پڑتا ہے لیکن ڈاکٹر زویمر نے تلوار کی تصویر شائع کرنے کے ساتھ ایک بے سر و پا داستان بھی وضع کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ

"یہ تلوار در اصل آنحضرت صلعم کی ہے اور آپ کی جنگجویانہ تعلیمات کے ساتھ یہ بھی آپکے پیروؤں کے حصہ میں آئی تھی"۔

جہاں تک روایات کا تعلق ہے۔ آنحضرت صلعم کی تلوار ثابت ہونا تو ایک طرف اس دعوے کا ثبوت ملنا بھی مشکل ہے۔ کہ شائع شدہ تصویر حضرت علیؓ کی تلوار کی تصویر ہے۔ رہی آنحضرت صلعم کی جنگجویانہ تعلیمات تو اس بیسویں صدی کی علمی روشنی میں بھی اگر ڈاکٹر زویمر جیسے کور چشم اسلامی جنگوں کی اغراض اور قرون اولیٰ کے پیش آمدہ حالات کو معلوم نہ کر سکیں تو انہیں اپنی بصیرت اور ذہنیت کا علاج کرانا چاہئیے

بے بنیاد پروپگنڈا

کیا آنحضرت صلعم کی تعلیمات میں یہ کہیں دکھایا جا سکتا ہے کہ آپ نے از خود کسی پر چڑھائی کرنے یا محض اسلام کو نہ ماننے کی وجہ سے کسی کا سر تن سے جدا کر دینے کا حکم دیا ہو۔ کیا آپ نے اپنی زندگی میں ایکمرتبہ بھی کسی قوم پر محض اس وجہ سے از خود چڑھائی کی کہ وہ اسلام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی؟ اگر ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی ثابت نہیں کیجا سکتی تو پادری زویمر کو شرم کرنی چاہیئے۔ کہ ایسے بے بنیاد پروپیگنڈا سے اسلام کو بدنام کرنا اور اس مسیحیت کو پھیلانا چاہتا ہے جس نے کپڑے بیچ کر بھی تلوار خریدنے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو لوقا باب ۲۲۔ آیت ۳۶) اور جس کی تمام زندگی تلوار کی خون آشامیوں سے لبریز ہے کیا صلیبی جنگوں کی خونریزیاں تاریخ سے معدوم ہو چکی ہیں کہ آنحضرت صلعم کی "جنگجویانہ تعلیمات" کی فکر دامنگیر ہوئی ہے؟

دینداری کا یہ حال ہے۔ کہ باوجود فاصلہ پر رہنے کے اکثر نمازوں میں باقاعدہ شریک ہوا کرتے تھے۔ سلسلہ کی ہر ایک تحریک میں پیش پیش رہتے ہیں۔ خوش اخلاقی اور انسانی ہمدردی کی صفات آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں اور سب سے بڑھ کر ایک صفت جو کہ احمدی مسلمان میں ہونی چاہئیے۔ وہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت دیانتداری سے بلا رو و رعایت ادا کرنے کی ہے۔ اسی وجہ سے آپ حکام و عوام میں ہر دلعزیز ہیں ہر شخص جو آپکے پاس جاتا تھا۔ اسی یقین کے ساتھ جاتا تھا۔ کہ اس سے انصاف ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب کو دین و دنیا میں بیش از بیش عزت نصیب کرے۔ اور دوسروں کو بھی آپ سے نیک نمونہ

ایک منصفانہ سوال؟

انصاف پسند لوگ ہر جماعت اور طبقہ میں ہوتے ہیں ہندوؤں میں بھی ہیں۔ اگرچہ ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے معاصر "پارس" نے جو رویہ کشمیر کے بارہ میں اختیار کیا ہے وہ اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ تمام ہندو پریس میں یہ ایک ہی آواز ہے جسکو ایک حد تک منصفانہ قرار دیا جا سکتا ہے ۱۶ر نومبر کے "پارس" میں "ڈنڈا پیر" کے عنوان سے ایک نوٹ شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ:

"حکومت کشمیر کے خلاف مسلم ایجی ٹیشن کو روکنے کیلئے وائسرائے نے جو کشمیر آرڈیننس جاری کیا ہے اس پر اظہار طمانیت کرتے ہوئے مہاشہ کرشن نے "پرتاپ" کے کالموں میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان انھوں نے "ڈنڈا پیر" قائم کیا ہے۔ آرڈیننس کو "ڈنڈا پیر" سے تشبیہ دیتے ہوئے انھوں نے جو مضمون لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ "اب یہ ڈنڈا پیر ہی احرار یوں اور قادیانیوں کو سیدھا کرے گا گورنمنٹ آف انڈیا کو چاہیئے تھا۔ کہ اس سے بہت عرصہ پیشتر اس حربہ کو استعمال کرتی تاکہ شرارت کا مادہ زیادہ پھیلنے نہ پاتا"۔

"سوال یہ ہے۔ کہ اس قسم کے آرڈیننس تحریک سول نافرمانی کا مقابلہ کرنے کے لئے جب لارڈ ارون نے جاری کئے تھے۔ تو مہاشہ کرشن بھی ان لوگوں میں سے تھے۔ جو گورنمنٹ کی مذمت کرتے تھے اور اب بھی جبکہ ہندو اخبارات بھاولپور اور مالیر کوٹلہ کی مسلم ریاستوں کے ہندو باشندوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے کوشاں ہیں اور وہاں جتھے بھیجنے کے معاملہ پر غور کیا جا رہا ہے اگر کشمیر آرڈیننس کی مانند وائسرائے نے بھاولپور یا مالیر کوٹلہ آرڈیننس جاری کر دیا۔ تو مہاشہ کرشن اور ان کے دیگر ہم آہنگ لوگ کیا پھر بھی اس آرڈیننس کو "ڈنڈا پیر" ہی تصور کریں گے یا اسے وائسرائے کا ایک سفاکانہ فعل قرار دیں گے"

کیا ہم امید کریں۔ کہ معاصر "پرتاپ" ایک معزز معاصر کے اس منصفانہ سوال کا تسلی بخش جواب دے گا؟

جناب خانصاحب شیخ محمد صادق کوتوال لاہور

اخویم شیخ محمد صادق صاحب کی تبدیلی دہلی کی خبر پہلے شائع ہو چکی ہے۔ آپ کی مخلصانہ خدمات کی عملی قدردانی کا نمونہ مختلف پارٹیوں اور خصوصاً روانگی کے وقت سٹیشن لاہور پر معززین شہر کے ہجوم سے لگ سکتا ہے۔ ۱۹ر کی شام کو شفل میں آپ کو شہر کے معززین کی طرف سے پارٹی دی گئی جس میں ہر طبقہ و مذہب کے معززین شامل تھے۔ پھر فرنٹیر میل پر وداع کہنے کیلئے شہر کا معزز طبقہ اس کثرت سے موجود تھا۔ کہ آجتک کسی بڑے آدمی کی روانگی پر ایسا نظارہ نہیں دیکھا گیا۔ شیخ صاحب کے آنے پر سٹیشن کے باہر گولے چھوٹے گئے اور بینڈ باجا بجتا رہا۔ گاڑی کی روانگی تک اس قدر ہجوم جمع ہوگیا۔ کہ بمشکل آپ کو کمرہ تک پہنچایا گیا۔ پھولوں کے ہاروں کی تعداد کا اندازہ لگانا تو مشکل ہے۔ گاڑی کے اندر اور باہر سب طرف پھول ہی پھول نظر آتے تھے یہانتک کہ گاڑی کے اوپر بھی لوگوں نے ہار پھینکے۔ اتنے ہجوم میں کئی دوستوں کو مصافحہ کرنے تک کا موقعہ نہ ملا۔ حضرت امیر اور جماعت کے معزز دوست الوداع کہنے کے لئے سٹیشن پر موجود تھے

دنیاوی وجاہت اور عزت کے ساتھ ہی شیخ صاحب کی

ملاحظات

(از نقاد)

۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کا دن اس عامیانہ تعلّی کی تاریخ میں جو مکذبین حق کے لئے بطش شدید کا موجب ہوا کرتی ہے۔ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ اس دن امرتسری معاند ابوالوفا مولوی ثناء اللہ (پر) جہانی نے نہایت متحدّیانہ لہجہ میں آیات قرآنی اور ارشاد ربانی کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائے مباہلہ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔ ....
قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔"

اس تحریر کا شائع ہونا تھا۔ کہ بارگاہ ایزدی سے فیصلہ صادر ہو گیا۔ کہ مولوی ثناء اللہ کو مہلت دی جائے۔ تاکہ اسے یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے۔ کہ چونکہ دعائے مباہلہ کو میں نے منظور نہیں کیا تو اس کو حق و باطل کا معیار کیوں قرار دیا جاتا ہے اور اس کا یہ قول خود اسی کے لئے حجت ہو کہ

"بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے"

یہ وہ حقیقت ہے۔ جس کا اعتراف "زمیندار" کے "نقاش" نکاہات نویس کو بھی ۱۹ نومبر کی اشاعت میں بدیں الفاظ کرنا پڑا ہے کہ

واقعہ یہ ہے۔ کہ میرزا آنجہانی نے علی السبیل مباہلہ مولینا ثناء اللہ کو بھی اپنی دعا میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔ مولانا جانتے تھے۔ کہ موت کا ایک دن مقرر ہے۔ جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ اذا جاء اجلهم لا يستاخرون ساعة ولا يستقدمون۔ اس کے علاوہ کسی کی عمر کا دراز ہونا بجائے خود اس کے صادق ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ بیسیوں بڈھے ایسے دیکھے جاتے ہیں۔ جن کی رندی و ہوسناکی کا سلسلہ ارذل العمر میں بھی برابر قائم رہتا ہے اور ان کو خدا کی طرف سے اس فسق و فجور کے لئے ڈھیل دے دی جاتی ہے ....
...... لہٰذا انہوں نے بجا طور پر میرزا جی کی اس نامعقول دعوت کو ازراہ غایت استحقار رد کر دیا

ان الفاظ میں صاف طور پر یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ

(۱) "حضرت میرزا صاحب نے" علی السبیل مباہلہ مولینا ثناء اللہ کو بھی اپنی دعا میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی"۔

(۲) "کسی کی عمر کا دراز ہونا بجائے خود اس کے صادق ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا"۔

(۳) "خدا کی طرف سے فسق و فجور کے لئے ڈھیل دے دی جاتی ہے۔"

(۴) حضرت میرزا صاحب کی دعوت کو مولوی ثناء اللہ نے "ازراہ غایت استحقار رد کر دیا"۔

ان چہارگانہ امور کے اعتراف کے بعد کونسی ایسی بات باقی رہ جاتی ہے۔ جس کی بنا پر "زمیندار" کے نقاش ایڈیٹر اور خود امرتسری "ملاں" کو "اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے" یہ اعلان کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔ کہ حضرت میرزا صاحب کے بعد موخر الذکر کا زندہ رہنا اس کے صدق کا نشان ہے؟ کیا دعوت مباہلہ کو "ازراہ استحقار رد کر دینے" اور یہ اعلان کرنے کے بعد کہ "کسی کی عمر کا دراز ہونا اس کے صادق ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا" بلکہ "خدا کی طرف سے فسق و فجور کے لئے ڈھیل دے دی جاتی ہے" کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ کی درازی عمر اس کے صادق ہونے کی دلیل ہے۔ اور اسے جو ڈھیل دیدی گئی ہے۔ وہ اس کے فسق و فجور کا نتیجہ نہیں؟

لیکن اس اعتراف حق کے باوجود یہ سوال ہم سے کیا جاتا ہے کہ

"جب ان آنجہانی (حضرت مرزا صاحب) نے یہ کہا۔ کہ اے خدا میرے دشمن ثناء اللہ میں اور مجھ میں فیصلہ کر دے۔ کہ جو ہم میں جھوٹا ہو۔ وہ دوسرے کی زندگی ہی میں اس دنیا سے اٹھا لیا جائے۔ تو جھوٹا ہر حال میں ان کا دشمن ہی ہو سکتا تھا۔ پھر فیصلہ اگر .... خلاف ہوا تو مولانا ثناء اللہ کس منطق کی رو سے جھوٹے۔ دغاباز۔ مفسد اور نافرمان ٹھیرے"

جواباً گذارش ہے۔ کہ اسی منطق کی رو سے جو خود مولانا ثناء اللہ نے ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے "اہل حدیث" میں بدیں الفاظ لکھی کہ

"خدا تعالیٰ جھوٹے، دغاباز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے"۔

کیا یہ حقیقت نہیں! کہ خود مولوی ثناء اللہ کو اس بات کا دعویٰ نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے بالمقابل انہیں لمبی عمر دی گئی؟ اگر یہ حق ہے تو فرمائیے جھوٹا دغاباز مفسد اور نافرمان اور کون ہو سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے دعائے مباہلہ بیشک کی مگر وہ اسی صورت میں قابل قبول تھی۔ کہ مولوی ثناء اللہ اس کو منظور کر لیتے کیونکہ مباہلہ جب تک دونوں اطراف سے منظور نہ ہو قابل قبول نہیں ہوتا۔ جب کہ نجران کے عیسائیوں کے بالمقابل رسول اللہ صلعم مباہلہ کے لئے نکلے لیکن چونکہ وہ مقابلہ پر نہ آئے اس لئے کوئی مباہلہ منعقد نہ ہوا۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی دعائے مباہلہ بیشک کی لیکن جب مولوی ثناء اللہ کو اس کی منظوری کے لئے لکھا۔ تو اس نے صاف جواب دیا کہ۔

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں۔ ... قرآن تو کہتا ہے۔ کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے"

پس "زمیندار" کا "ملاں" بجھکڑ خود سمجھ لے کہ "بدکار" جھوٹا دغاباز مفسد اور نافرمان کون ٹھیرا۔

---

۵ نومبر کے "زمیندار" میں خود مولوی ثناء اللہ نے بھی ایک مضمون زیر عنوان "لیجئے جواب" لکھا ہے۔ اور عنوان ہی میں یہ سوال کیا ہے کہ "رسی دراز کس کی ہے" جس کا اصل مضمون کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ہم حیران ہیں۔ کہ اس سوال کی انہیں ضرورت کیوں پیش آئی کیا انہیں اس قلمی اشتہار کا مضمون یاد نہیں رہا جو حضرت مسیح موعود کی دعائے مباہلہ کے جواب میں آج سے چوبیس ۲۴ سال پہلے ان کے ایک رفیق خاص نے مکھکرام نہ کی دیواروں پر چسپاں کیا تھا؟ ہمارا خیال ہے کہ وہ اشتہار مولوی ثناء اللہ کے پاس ابتک محفوظ ہوگا اگر وہ اسے نکال کر ایک نظر پڑھ لیں تو اپنے اس سوال کا کہ "رسی دراز کس کی ہے"۔ شافی جواب اس میں پائیں گے۔ اور اگر ذرا تامل سے کام لیکر غور کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کی اپنی ذات اس جواب کی بہترین تفسیر ہے۔ ہاں مولانا!

بہت دنوں کی ہے تو دراز ہو چکی ہے — کیا اب بھی ہے کچھ چارا تمہارا

"زمیندار" کو ہر بات پر رہ رہ کر فلسفہ شئی فی النوم یاد آجاتا ہے اور مولوی ثناء اللہ کی بدکاری کو بھی وہ منتورات کی گرہ گیر زلفوں ہی میں الجھا ہوا دیکھنے کا خواہشمند ہے لیکن نوجوان بیٹے کا "خیز امیلیوں" کو حجرہ صحافت میں بار یاب کرنا منتورات کی گرہ گیر زلفوں میں اسیر ہو کر فلسفہ شئی فی النوم کا موٹروں میں بیٹھ کر درس دینا اگر "بدکاری" کے ذیل میں نہیں آسکتا تو مولوی ثناء اللہ یا کسی اور کو اس بنا پر "بدکار" کیونکر اور "نافرمان" اور وجوہات سے بھی انسان ہو سکتا ہے اور ان میں سے سب سے بڑی وجہ حق کی تکذیب اور ماموران الٰہی کے مقابلے میں اسلام کی مخالفت ہے۔

خدا ان حق ناشناسوں کو شرماتے جو راستبازوں اور ماموران الٰہی کی ہتک اور تکذیب کرنے سے باز نہیں آتے۔ خود رات دن فسق و فجور، فتنہ و فساد اور دغابازیوں میں مصروف ہیں اور خدا کے نیک بندوں پر زبان طعن دراز کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے لیکن کیا کریں جناب عزازیل جوان کے پیر و مرشد ہیں۔ انہیں یہی درس دیتے گئے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو کافر قرار دو۔ ماموران الٰہی کی صداقت پر "تین حرف" بھیجو کرو خادمان اسلام کو "سب سے بڑے دشمن اسلام" قرار دو اور دنیا جہان کی غلاظت اچھال کر پھر بھی "ظفر الملت والدین مولانا ظفر علی خان" کہلانے سے دریغ نہ کرو کہ اس "تعزیا بی" کی ضمانت کانگرس اور کشمیر کمیٹی اور ہندو راج کی طرف سے پہلے سے مل چکی ہے

اعلان چندہ خاص

برلن مسجد کی واگذاری کیلئے حسب ذیل رقوم مزید وصول ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسعلی صاحبان کو اس کا بہترین اجر اپنی جناب سے عطا فرمائے

(۱) ڈاکٹر سعید احمد صاحب پشاور	125/- ایک حصہ
(۲) مخدوم محمد اشرف صاحب شملوی بجانب پسر خود محمد احسن مرحوم	125/- " "
(۳) عبدالاکبر خانصاحب (پارا خیار)	125/- " "
(۴) ملک غلام سرور صاحب "	125/- " "
(۵) شیخ محمد اسمٰعیل صاحب و شیخ مولا بخش	وعدہ خود ۲ حصوں کیلئے
(۶) شیخ میاں محمد بخش صاحب لائل پور	وعدہ از عملہ ۱/۲ " "

کل ۱۸ حصوں کی وصولی اور وعدے اس وقت تک ہو چکے ہیں۔ اسکے علاوہ ۳۷۵ روپے مرمت مسجد کیلئے ڈاکٹر ... خانصاحب کیطرف سے ۱/۱۳ ... کو وصول ہو گئے ہیں

اسلام اور احمدیت

ہندوؤں کے مظالم ۔ مسلمانوں کی تفرقہ پردازی ۔ احمدیت کے خلاف جہاد

اسلام کا غلبہ احمدیت سے

خطبہ جمعہ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۳۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ

وکاین من آیۃ فی السمٰوت والارض یمرون علیھا الخ دیکھتے ہوئے عدم توجہگی

کتنے نشان آسمانوں اور زمین کے اندر ہیں جن پر لوگ گزر جاتے ہیں اور دیکھتے نہیں ان سے ان کے منہ پھرے رہتے ہیں۔ یہ آیت قابل غور ہے۔ فی الحقیقت انسان کے لئے بہت کچھ نصیحت کا مواد ان باتوں میں نہیں جو اس کے کانوں میں پڑیں بلکہ ان باتوں میں ہے جو اس کی آنکھوں کے سامنے آتی ہیں۔ لیکن بسا اوقات جس طرح سننے والا شاید ہر ایک بات کو سنتا ہے مگر اس کی توجہ اس کی طرف نہیں ہوتی۔ اسی طرح بہت سے لوگ ہیں جو ایک چیز کو آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کی پروا نہیں کرتے ینظرون الیک وھم لایبصرون۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بظاہر آنکھ دیکھتے تھے مگر حقیقت میں نہ دیکھتے تھے۔ یہ حالت انسان کی اس وقت ہوتی ہے جب توجہ اور غور کی عادت کو چھوڑ دے۔

تاریخ میں آیندہ کا نقشہ

جس زمانہ میں مسلمانوں کی حکومت تھی، ان کو وہ نشان عین اپنی طاقت اور آسائش کے اندر فراوانی اور عیش و عشرت کے اندر نظر تو آتے ہوں گے جو تباہی اور ہلاکت کی طرف لے جا رہے تھے لیکن ان کی طرف توجہ نہ کرتے تھے۔ نشان تو دیکھتے تھے لیکن اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے، آج بھی جو قومیں برسر اقتدار ہیں ان کو بھی وہ نشان نظر آتے ہیں جو تباہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اور کون شخص ہے۔ جو گزشتہ تاریخ پڑھے اور اپنی آیندہ کی حالت اسے لکھی ہوئی نظر نہ آ جائے۔ تاریخ کے اندر زمانہ گزشتہ ہی کے حالات نہیں ہوتے بلکہ آیندہ کی حالت کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ عبرت کہتے ہیں عبور کرنے کو، عقلمند انسان کے لئے تاریخ عبرت ہوتی ہے اپنی آیندہ کی حالت سے گزر جانے کے لئے۔ قرآن نے جو قصے بیان کئے ہیں وہ دراصل کہانیاں نہ تھیں، بلکہ ہماری آیندہ کی حالت کا نقشہ ہے۔

ظلم کر کے مظلوم بننے والی قوم

آج ہندوؤں کی حالت کو دیکھ لیجے کیا ان کو نظر نہیں آتا کہ جو سلوک وہ مسلمانوں سے کر رہے ہیں اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ بعض وقت تنہائی میں بیٹھ کر انسان سوچتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ کشمیر کی حالت کو دیکھو اس قوم نے انتہا کر دی، ظلم کرتی چلی جائے گی اور مظلوم بنتی چلی جائے گی۔ کل ہی ٹریبیون میں لکھا تھا کہ ہندوؤں کی دو لاشیں جو عدم پتہ تھیں اب تک دستیاب نہیں ہوئیں۔ دستیاب کہاں سے ہوتیں جب کوئی تقصیر ہی نہیں۔ یہ تو مظلوم بننے کے لئے ایک کہانی تھی کہ ہمارے بھی آدمی مارے گئے ہیں، مگر ان کی لاشیں مسلمانوں نے گم کر دی ہیں تعجب ہوتا ہے اس قوم کی ذہنیت پر۔۔۔۔ خواہ مخواہ بھی مسلمانوں پر الزام لگانے کا انہوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اگلے دن کسی مضمون لکھا تھا کہ مسلمان کس قدر ظلم ہندوؤں پر کرتے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں کانپور کے فسادات کا ذکر کیا تھا۔ جہاں مسلمانوں پر وہ ظلم ہوا جس سے ولایت تک میں شور پڑ گیا۔ میں سمجھتا ہوں یہی ان کی ذہنیت ہے جس نے مسلمانوں کے اندر کچھ عصبیت اور قومیت کا رنگ پیدا کر دیا ہے۔ اور وہ بھی اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے اٹھے ہیں۔

مسلمانوں کی باہم تفرقہ پردازی

لیکن افسوس ہے کہ اس کے ساتھ ہی باہم تفرقہ کی ذہنیت مسلمانوں کے اندر سے دور نہیں ہوتی اور بجائے ایک کام کے فایدہ یا نقصان کو دیکھنے کے ان کی توجہ خاص افراد یا خاص جماعتوں پر رہتی ہے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو اٹھایا اس کو اپنی طرف سے پیغام دیا اس کو کہا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے یا وہ مسیح ہے جو اس امت میں آنے والا تھا یا مہدی ہے۔ فی الحقیقت اس مسیح اور مہدی کے خطاب کے اندر ایک پیغام تھا اس امید اور کامیابی کا جو مسیح اور مہدی کے ساتھ وابستہ سمجھی جاتی تھی، وہ جو وعدہ تھا کہ لیظھرہ علی الدین کلہ تمام ادیان پر اسلام کو غالب کرے گا اس کے سامان اس مسیح اور مہدی کے ذریعہ سے پیدا کر دیئے۔ مگر اس پر وہ مخالفت کا طوفان اٹھا کہ الاماں بجائے اس کے کہ کام کو دیکھا جاتا مسیح اور مہدی کے نام پر بھی اس قدر جوش پھیلا کہ گالیاں دینا۔ بہتان باندھنا طرح طرح کے وساوس اور شبہات دلوں میں پیدا کرنا۔ اسے ایک خاص گروہ نے اپنا اہم ترین فرض سمجھا۔

نیک تحریکات کا اخفا

پھر یہ وساوس اور شبہات گھروں کے اندر تک پہنچائے گئے ہیں۔ ادھر ہمارے احمدی احباب اس قدر محتاط واقع ہوئے ہیں کہ ان باتوں کا جن سے ایسے وساوس اور شبہات کا ازالہ ہو سکے کبھی گھروں کے اندر ذکر ضروری نہیں سمجھتے۔ عام حالت یہ ہے کہ جس طرح ایک بدکار آدمی رات کہیں باہر گزار کر آئے تو وہ بیوی سے چھپاتا ہے۔ اسی طرح ہمارے احمدی اپنے ان بہترین نیکی کے کاموں کو جو خدمت دین سے تعلق رکھتے ہیں اور تمام نیک تحریکات کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اخبار اگر آ جائے تو وہ بھی باہر ہی غرق ہو جائے، جیسی آئی ہے تو باہر ہی رہے کوئی تحریک عورتوں تک نہ پہنچنے پائے حالانکہ ان کی قوم کا انحصار اس پر ہے کہ ان کی بیویوں اور بچوں تک وہ باتیں پہنچیں۔

حضرت مسیح موعود کا کام

کل کا واقعہ ہے کہ ایک اچھی تعلیم یافتہ خاتون ہمارے گھر آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق مجھ سے کچھ شبہات بیان کئے، جن میں یہ بھی کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب گورنمنٹ کے خوشامدی تھے کس قدر افسوسناک بات ہے، ہر ایک پیرایہ وساوس پیدا کرنے کا اختیار کیا ایک نیک تحریک کو بدنام کرنے کے لئے کوئی پہلو وسوسہ اندازی کا اٹھا نہ رکھا، حالانکہ غور کرنا چاہیئے۔ مرزا صاحب نے اصل کام کیا کیا تھا، سب مذاہب کے آگے سینہ سپر ہو گئے۔ ہر ایک مخالف اسلام کو جواب دیتے اور اسلام کو پھیلاتے تھے، یہ کونسی بڑی بات تھی، جس پر انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔

حکومت انگریزی اور مذہبی آزادی

بہرحال میں نے اس خاتون کو جواب دیا کہ بیشک حضرت مرزا صاحب نے گورنمنٹ انگریزی کی تعریف کی ہے لیکن اس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو آج اپنی آنکھوں سے جموں اور کشمیر کے حالات کو دیکھتا ہے۔ وہاں آج کون مسلمان ہے جو انگریزی فوج کی موجودگی کو رحمت خیال نہیں کرتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ظالم ڈوگروں نے ان کی جانوں اور ان کے مال کو مباح سمجھا اور مسلمانوں کے خون کی کچھ قیمت نہ رہ گئی تھی گھروں سے لوگ باہر نہ نکل سکتے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کی حفاظت کے لئے یہ افواج بھیجی گئی ہیں ممکن ہے وہ بھی زیادتی کریں لیکن اس انتہا درجہ کی ذلت جو ڈوگروں کے ہاتھ سے پہنچتی ہے۔ یہ ایک علاج ہے، میں نے ان سے کہا کہ اسی طرح جن لوگوں نے سکھوں کا زمانہ دیکھا تھا، جس میں نہ کوئی اذان دے سکتا تھا نہ خدا اور رسولؐ کا نام لے سکتا تھا، ہر قسم کے ظلم و ستم مسلمانوں پر روا رکھے جاتے تھے، وہ جانتے ہیں کہ انگریزی راج کس قدر خیر و برکت کا موجب مسلمانوں کے لئے ہوا فرمایئے جس حکومت میں ایک شخص نہ صرف یہ کہ وہ اذان دے سکتا ہے۔ بلکہ ہر قسم کے مذہبی کام کر سکتا اپنے مذہب کو پھیلا سکتا اور خود حکومت کے مذہب کی بھی تردید کر سکتا ہے وہ موجب رحمت نہیں؟ بھا نک گو دیغ کہا ہے کہ حضرت علیٰؑ کو معاذ اللہ گالیاں دی ہیں حالانکہ حضرت عیسےٰ کو گالیاں کوئی نہیں دیں صرف رسول اللہ صلعم کے لئے غیرت دکھائی ہے۔

انگریزوں کو رحمت بھی کہا اور دجّال بھی

آخر وہ مرزا ہی تھا، جس نے یہ بھی کہا کہ یہ لوگ رحمت ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ دجال ہیں یہ بے ایمان ہیں۔ اس زمانہ میں جب حکومت کی شوکت اور سطوت اس قدر تھی، کہ ادنےٰ ادنےٰ باتوں پر پکڑتے تھے۔ اس وقت ان کے مذہب کی تردید کی اور ان کو دجال اور بے ایمان قرار دیا۔ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ جو بات اس وقت حضرت مرزا صاحب نے کہی تھی آج بھی بہت لوگ اسے منہ سے نکالتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ میں تو اسے حضرت صاحب کی بھاری اخلاقی جرأت سمجھتا ہوں کہ اس وقت آواز اٹھائی کہ اے لوگو یہ وہ دجال ہے۔ جس کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ خبردار ہو جاؤ ہوشیار ہو جاؤ یہ یاجوج ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ ہاں اس کے ساتھ انگریزی حکومت کے نظام اور آزادی مذہب کی تعریف بھی کی اور یہ تو خوبی کی بات ہے۔ کہ کسی کے اندر جو خوبی ہو۔ خواہ ایک۔۔۔۔ دشمن اسلام قوم کے اندر ہو۔ اس کو بھی بیان کر دیا جائے۔ چاہیئے تھا کہ ان کی ہر ایک خوبی کو بھی برا بیان کرتے۔ لیکن نہیں خوبی کو آپ نے خوبی کے رنگ میں ہی بیان کیا اس کو کوئی خوشامد سمجھتا ہے تو اس کا علاج نہیں۔

غلبہ اسلام کا وقت

میں آپ کو اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ وہ بات جو حضرت مرزا صاحب نے آج سے چالیس سال پیشتر کہی تھی، کہ یہ وقت آ گیا ہے۔ لیظھرہ علی الدین کلہ کا، وہ آج پوری ہو رہی ہے۔ آپ کو اس وقت کس نے بتایا تھا، مگر وہی بات ہے۔ کاین من آیۃ فی السمٰوات والارض الخ غور کرو کیا آج وہی مرزا صاحب کی آواز چاروں طرف سے نہیں اٹھ رہی؟ انگلستان کا ایک بہت بڑا مصنف جو دہریہ ہے، یعنی برنارڈ شا وہ اعلان کرتا ہے کہ آج سے سو سال کے بعد تمام دنیا کا مذہب اسلام ہوگا۔ اور یہاں جو اچھوتوں کا نمایندہ اٹھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ آج ہندو قوم میں اچھوتوں کی جگہ نہیں۔ بدھ مذہب میں اچھوتوں کی پناہ نہیں۔ عیسائیت میں اچھوتوں کی پناہ نہیں۔ اچھوتوں کی پناہ کی جگہ اسلام ہے۔ یہ فی الحقیقت صحیح ہے۔ اسلام نے نہایت ادنیٰ حالت سے اٹھا کر انسان کو بلند جگہ پر بٹھایا ہے۔ آج ایک چوہڑا اگر مسلمان ہو جائے تو اس کا چوہڑاپن آناً فاناً زائل ہو جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ

(باقی بر صفحہ نمبر ۸)

حمارِ المسیح الدجّال

دخانی خود رَو گاڑیاں، ریل و جہاز وغیرہ مخصوص شاہ ربانی کی نظرِ کشفی میں

(از مولانا عبداللہ شاہ قادری، حیدرآباد دکن)

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب قادری حیدرآباد دکن نے معاصر "سچ" میں یورپ اور اسلام کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون مدت سے شروع کر رکھا ہے جس کے ضمن میں ۱۹۳۲ء میں انہوں نے دجال اور یاجوج ماجوج پر بحث کرتے ہوئے یورپ کی مسیحی اقوام کو ان احادیث کا مصداق ٹھیرایا تھا۔ جو اس بارہ میں زبان نبوی سے ارشاد ہوئی ہیں۔ ذیل کا مضمون اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جو ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کے "سچ" میں شائع ہوا ہے۔ امید ہے اس کا مطالعہ قارئین کرام کے لئے اس لحاظ سے موجب دلچسپی ہوگا کہ یہ ایک غیر از جماعت بزرگ کے خیالات ہیں۔ اس مضمون میں سہولت مطالعہ کے لئے بعض سرخیاں ہم نے خود لکھدی ہیں۔ ——— (مدیر)

حمارِ دجال کے متعلق احادیث

اس بارہ میں جو احادیث وارد ہیں ان میں حمار دجال کے لئے چند امور حسب ذیل ثابت ہیں:۔

(۱) اس کا سپید یا خوشنما، آراستہ پیراستہ ہونا۔

(۲) اس کے دونوں کانوں کے درمیان کا فاصلہ چالیس یا ستر گز یا چالیس باع ہونا۔

(۳) منتہائے نظر پر قدم رکھنا۔

(۴) دجال کو مع لاؤ لشکر لئے پھرنا۔

(۵) تمام روئے زمین کی گشت چالیس دن میں۔

مجاز کی طرف رجوع

سب سے پہلے قابل توجہ یہ امر ہے کہ ایسی صفات والا گدھا طبیعۃً محال اور خلاف سنت اللہ ہے اصولاً ایسی صورتوں میں مجاز ہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اور حقیقت متروک ہوتی ہے بمضمون "الشاہد والمشہود" میں ایمانی نقطۂ نظر والوں کے لئے (نہ کہ جدلیاتیوں کے لئے) تشفی بخش مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ کہ حضور اقدس صلعم کو عالم مثال کے کشفی مناظرہ میں آئندہ ہونے والی باتوں کو دکھا دیا گیا تھا اور کہ وہ مثل منامات و رؤیا کے تعبیر طلب ہیں۔

ریل اور گدھا علم بلاغت میں

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا گدھا مثالی صورت میں ریل وغیرہ دخانی سواریوں اور اس کی تعبیر ہو سکتا ہے۔ جب غور کیجئے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ریل وغیرہ گدھے کی بہترین تعبیر و مصداق نہ فقط عالم مثال کے علم التاویل کی رو سے ہو سکتی ہے۔ بلکہ علم بلاغت کے رو سے بھی بلیغ ترین تمثیل و استعارہ ہو سکتی ہے۔ وجوہ تعبیر و تمثیل حسب ذیل ہیں:۔

(۱) روانگی کے وقت ریل گدھے ہی کی طرح آواز دیتی ہے۔

(۲) اور اسی طرح پھس پھس بھی کرتی ہے۔ گدھا بوقت ہیجان مادہ کی طرف دوڑتا ہے تو پہلے ایک لمبی کریہ آواز سے ہینچتا ہے اور پھر دونوں نتھنوں سے پھس پھس کرتا ہوا دوڑتا ہے۔ اسی طرح ریل کی سیٹی کے بعد دونوں جانب کی بھاپ کی نلکیوں سے بھاپ چھوڑی جاتی ہے جس کے بعد ریل دوڑنا شروع کر دیتی ہے۔

(۳) انجن کا سامنے والا حصہ گدھے کی تھوتھنی اور منہ سے ایک خاص مماثلت رکھتا ہے۔

(۴) گدھا سواری کے بھی کام آتا ہے۔ اور باربرداری کے لئے بھی۔ ریل میں بھی پسنجر اور مال گاڑیاں ہوتی ہیں۔

(۵) گدھا پہاڑیوں اور میدانوں دونوں میں کام آتا ہے۔ ریل بھی سہل و جبل دونوں میں کام آتی ہے۔

(۶) گھوڑے اور اونٹ کی سواریوں کی تکان گدھے کی سواری میں نہیں ہوتی۔ ریل میں بھی یہ تکان نہیں۔

(۷) گدھے کی سواری میں اس سرکشی کے خطرات سے امن ہوتا ہے جو گھوڑے وغیرہ میں ہوتے ہیں۔ ریل کا سوار بھی ان سے مامون ہے۔

ریل بصورت مثال

غرضکہ یہ اور ان کی طرح لاتعداد لطیفے امور ہیں جو ایک کلام بلیغ میں دونوں کی باہمی تماثل و تشابہ کا موجب ہو سکتے ہیں اور ایک متکلم بلیغ ریل کو گدھے سے تعبیر کر سکتا ہے اسی واسطے عالم مثال و برزخ میں تیرہ سو سال بیشتر عالم غیب کے پس پردہ رہنے والی ریل کو بصورت مثالی ایسے گدھے کی شکل میں دکھایا گیا جس کے کانوں کے درمیان بیسوں گز کا فاصلہ ہو اور جو المسیح الدجال کو لیکر تمام روئے زمین پر چالیس دن میں مسافت طے کرنے والا ہو خصوصاً مع لاؤ لشکر اور ساز و سامان کثیر کے خشکی میں جو کام کثیر فوج دجال کی باربرداری نقل و حرکت و سرعت و سیر کا ریل کر رہی ہے۔ سمندر میں دخانی جہاز کر رہے ہیں اور اسی مبینہ حدیث سرعت رفتار کے ساتھ کر رہے ہیں۔ جو روئے زمین کی پوری گشت چالیس دن میں پوری کر دے۔

حمار اقمر

اب رہا حمار الاقمر کا مطلب جو بعض روایتوں میں مذکور ہے سو اسپیشل ٹرین پر صادق آ رہا ہے۔ جو سپید و براق و آراستہ و پیراستہ خوش منظر و خوش رنگ ہوتی ہیں۔ عربی زبان میں لفظ اقمر اسی مطلب کا ترجمان ہوتا ہے۔

یضع حافرہ عند منتھی نظرہ۔ یعنی جہاں نظر پڑے وہیں قدم جمائے۔ اس کا مطلب بھی ریل پر صادق آ رہا ہے۔ کیونکہ ریل اسٹیشن ہی پر ٹھیرتی ہے درمیان میں کہیں نہیں ٹھیرا کرتی۔ صاف چٹیل میدانوں میں اکثر منتہائے نظر اسی قدر ہوتا ہے جتنا سٹیشنوں کے درمیان فاصلہ ہوا کرتا ہے۔ یا نظرہ کی ضمیر اگر دجال کی طرف لیجائیے تو مطلب اور صاف ہو جاتا ہے۔ یعنی ریل وہیں ٹھیرتی ہے جہاں صاحب کی نظر پہلے پڑتی ہے۔ یعنے جہاں سٹیشن بنانا صاحب کے زیر نظر ہوتا ہے اور سٹیشن جو بنتے ہیں اور جس فاصلے سے بنتے ہیں وہ صاحب بہادر کے تطاول و غور و فکر کے بعد ... ہی بنتے ہیں۔

حمار دجال کے دو کانوں کے درمیان فاصلہ

عربی میں ستر یا چالیس کا عدد اکثر کثرت کا مظہر ہوا کرتا ہے۔ احادیث میں ایسے بیسیوں اطلاقات موجود ہیں۔ چونکہ کان حاسہ سماعت ہوتا ہے۔ لہذا ریل کے دو کان کی تعبیر انجن اور گارڈ کی نشست گاہ ہو سکتی ہے۔ جو گویا ریل کے لئے بمنزلہ حاسہ سمع اخبار ہیں۔ چنانچہ ان دونوں کے درمیان ایک زنجیر الارم ہوتی ہے۔ جسے کھینچنے سے گارڈ کو اطلاع ہوتی ہے اور ریل ٹھیر جاتی ہے۔ جیسے کہ گدھے کو آواز دیکر ٹھیرایا جاتا ہے یا چلایا جاتا ہے۔ یہ احساس گدھے میں اگر عضوی کانوں سے ہے تو ریل کا احساس گویا ان کانوں سے ہے۔ ان دو کانوں کے درمیانی فاصلہ کو ستر یا چالیس گز سے جو تعبیر کیا گیا ہے تو کمی بیشی عددی لحاظ سے نہیں بلکہ کثرت فاصلہ اور مختلف قسم کی گاڑیوں کے طول کی کمی بیشی کو بتانے کے لئے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ کسی میں ڈبے زیادہ ہوتے ہیں کسی میں کم۔

یہ ایک ظاہر بات ہے کہ متکلم فصیح و بلیغ جب ریل کو کسی ایسی چیز سے تعبیر کرنا چاہے جو اس کی مثالی صورت اور مماثل فی الصفات ہو تو اسے حمار ہی سے تعبیر کرنا پڑے گی۔ یہی وجہ ہے کہ عالم مثال و برزخ میں جو آئندہ ہونے والے امور غیبیہ اور اعلام نبوت کو مثالی صورتوں میں ہویدا کیا کرتا ہے "حضور شاہد اقدس" کو یہ ریل وغیرہ "جو مسیح دجال کے خاص لوازمات ذاتی سے ہے" ایک گدھے کی شکل میں دکھائی گئی۔ واللہ اعلم۔

ضروری اعلان

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے دو اپیلیں سب جماعتوں میں بھجوائی جا چکی ہیں۔ جن کے متعلق ہر فرد جماعت کو پوری کوشش سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ جلسہ سالانہ تک سب کی منظوری ... سے انجمن مالی طور پر مضبوط ہو جائے۔ اب تیسری اپیل حضور نے فرمائی ہے۔ جو بھجوائی جا رہی ہے جس میں ہر جماعت یا کسی خاص فرد کے نام کوئی رقم مقرر کر دی گئی ہے جس کا جلسہ سالانہ تک فراہم کرکے ... ضروری ہے۔ اس قسم کے عام چندہ اشاعت اسلام کے لئے جہاں جہاں جماعت کے سکرٹری صاحبان جس قسم کی رسید بکوں کی ضرورت سمجھیں دفتر میں لکھ کر منگوا لیں ... رسید بکیں اس غرض سے دفتر میں موجود ہیں۔

خاکسار سکرٹری ...

جلسہ سالانہ کیلئے تیار ہو جاؤ

تمام احمدی جماعتوں کے سکرٹری صاحبان کا فرض

جلسہ سالانہ پر اب صرف ایک مہینہ باقی رہگیا ہے اس تھوڑی سی مدت میں بہت سے کام ہیں جن کا جلسہ سے پہلے پورا ہونا ضروری ہے۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم کام چندہ خاص اور ماہوار چندوں کے بقایا جات کا پورا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جلسہ کے اخراجات کا سوال ہے۔ بعض دوست جلسہ کے لئے اجناس یا ان کی قیمت دیا کرتے ہیں ضرورت ہے۔ کہ ایسے تمام صاحب جلد از جلد توجہ فرمائیں۔ علاوہ ازیں جلسہ میں شمولیت کیلئے ہر جگہ جماعت کے تمام احباب اور ان غیر از جماعت لوگوں کو جنہیں سلسلہ سے کوئی دلچسپی ہو تیار کرنا ضروری ہے۔ اس بارہ میں ہر جگہ جماعتوں کے سکرٹری صاحبان اگر ابھی سے احباب جماعت اور دوسرے لوگوں میں پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیں اور آخر دسمبر میں لاہور آنے کے لئے انہیں ترغیب دلائیں تو بہت زیادہ مفید ہوگا۔ امید ہے احباب کرام اس طرف بہت جلد متوجہ ہونگے

مقابلہ تھا۔ تفرقہ اندازی پر سارا زور صرف کیا جارہا ہے۔ یاد رکھو کہ جو شخص اس وقت جب کہ دشمن سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے اندر تفرقہ اندازی کی کوشش کرتا ہے۔ وہ کوئی بھی ہے۔ اسلام کا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے۔ دیکھو اس وقت دشمن کے بالمقابل مورچہ لگا ہوا ہے۔ اس وقت ضرورت تھی۔ کہ کوئی تفرقہ کی بات آنے ہی نہ لیکن باوجود اس کے کام اپنے اور قربانیاں کرنے والوں کو ہی برا کہا گیا۔

قربانی کی ضرورت

یہ جو میں نے کہا۔ کہ اس وقت چاروں طرف سے آوازیں اٹھ رہی ہیں۔ کہ اسلام غالب ہوگا۔ تو یہ تمہارے مسیح کی تصدیق کے لئے ہیں۔ لیکن یاد رکھو ہر ایک کام قربانی کو چاہتا ہے۔ کشمیریوں کو کامیابی اس لئے ہوگی۔ کہ انہوں نے جانیں دیدیں۔ جب تک یہ تڑپ اور آرزو پیدا نہ ہو جائے۔ کہ میری جان خدا کے رستہ میں جائے۔ اس وقت تک کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ یہی وقت ہم کام کرنے کا۔ اگر اس وقت غفلت کی۔ تو اس سعادت سے آپ محروم رہ جائیں گے۔ جو اسلام کے غلبہ سے ملنے والی ہے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲

اذا حسد۔ ایک تو حاسد ایسا ہوتا ہے جو دل ہی دل میں جلتا رہتا ہے۔ اس کے لئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حاسد کے لئے یہی سزا کافی ہے کہ وہ جلتا رہتا ہے۔ لیکن اذا حسد کا یہ مطلب ہے۔ کہ جب اس کا حسد ظاہر ہو جائے اور وہ نقصان پہنچانا چاہے۔ تو اس کے حسد کے شر سے بھی خدا سے پناہ چاہیے غرض اس سورت میں ایک تو ہر چیز کے شر سے پناہ مانگی ہے۔

اس تنظیم کی دن رات اشاعت کرتے ہیں کہ

"جو شخص مسلمان کہلا کر مجھے نہیں مانتا۔ اور میری نبوت کی تصدیق نہیں کرتا۔ وہ حرامزادہ اور ولد الزنا ہے"

آپ فرمائیے۔ اتنے احمدی بیٹھے ہیں۔ کیا کسی نے مرزا صاحب کی کسی تحریر میں یہ لفظ پڑھے ہیں؟ یا کبھی کسی ہماری اخبار یا کسی تحریر میں کسی احمدی نے ایسا لکھا ہے۔ نہایت ذلیل درجہ کا پروپیگنڈا ہے۔ جو ہمارے خلاف کیا جارہا ہے۔

اسلام کے ساتھ دشمنی

ایسے وقت میں جب کہ اتحاد کی ضرورت تھی۔ جب کہ دشمن کا

بقیہ صفحہ نمبر ۶

اس کے برادرانہ تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔ عیسائیت بھی ایسا نہیں کر سکتی۔ وہاں بھی گرجوں میں جا کر دیکھو تو جو ہٹرے کے لئے الگ بیٹھتے ہیں۔ اور جو سفید چمڑی والے ہیں ان کی سیٹیں الگ ہیں۔ واقعی اگر دنیا کو ذلیل حالت سے اٹھا کر بلندی پر کوئی مذہب پہنچا سکتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے۔

عقائد تثلیث کو الوداع

پھر ادھر یورپ میں ایک اور آواز اٹھتی ہے۔ فلاں پادری اٹھتا ہے۔ وہ کہتا ہے عیسائیت کا فلاں اعتقاد صحیح نہیں۔ دوسرا اٹھتا ہے۔ وہ کہتا ہے فلاں اعتقاد صحیح نہیں۔ ہوتے ہوتے آخر انہیں تمام [illegible] یعنی اصولی اعتقادات کو جواب دینا پڑتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا شعر ہے

آسمان بارد نشاں الوقت میگوید زمین
ایں دو شاہد از پئے تائید من استادہ اند

دیکھو کس طرح وہ آواز جو پچاس سال پیشتر اٹھی تھی آج چاروں طرف سے اٹھ رہی ہے۔ کہ اسلام دنیا میں غالب آگیا۔

احمدیت کے خلاف جہاد

مجھے حیرانی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی روش پر کیا انکھیں ان کی [illegible] ہیں وہ دیکھتے نہیں کہ آریہ اور عیسائی کس طرح احمدیت سے خائف ہیں۔ بجائے اس کے کہ احمدیت کی خوبیوں کا اعتراف کریں۔ موقعہ بے موقعہ احمدیت ہی پر نیش زنی کرتے رہتے ہیں۔ وہ [illegible] اور سب سے زیادہ دکھ اٹھانے اور قربانی کرنے والے احمدی لوگ ہیں۔ احمدیوں کو غلط کہا جاتا ہے۔ کہ ان کو [illegible] نکلنے کے لئے [illegible] ہیں۔ اس کا درواں کھیاں [illegible] مجھے بہت سے دوستوں نے انگریزی سے خط لکھے ہیں کہ یہاں احمدیت کے خلاف جہاد شروع ہے۔ [illegible] نعرے لگاتے ہیں [illegible] جواب دیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) [illegible] اور دوسرے بولتے [illegible]

[illegible]

یہاں لاہور میں مولوی [illegible] اس قدر تفرقہ اندازی [illegible] شروع [illegible] کل کے زمیندار میں [illegible] کے ایک بدزبان کی طرح [illegible] باتیں نقل کرکے جن پر [illegible] لکھا ہے۔ کہ اگر اس کی ایسی باتوں پر مقدمہ چلایا گیا [illegible] احمدیوں پر مقدمہ نہیں چلایا جاتا۔ جو مرزا صاحب کی

قل یٰاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (۶۴:۳)

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا شئہ زہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

نمبر ۶۳	لاہور۔ یوم پنجشنبہ مطبوعہ ۲۳ رجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۳۱ء	جلد ۱۹

اخبار احمدیہ

یہاں نصیر احمد صاحب کی آمد۔ قبل ازیں یہ خبر شائع کی جا چکی ہے کہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے صاحبزادہ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی انگلستان میں آئی سی۔ ایس کے امتحان میں کامیاب ہو گئے۔ اور کیمبرج یونیورسٹی کے امیدواروں میں اول درجہ پر آئے۔ قارئین کرام یہ سنکر خوش ہونگے کہ میاں صاحب ممدوح ۲۹ر نومبر ۱۹۳۱ء کو انگلستان سے واپس لاہور تشریف لے آئے۔ اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے لئے معززین شہر اور احباب جماعت کا ایک کثیر مجمع تھا۔ گاڑی سے اترتے ہی پھولوں کے ہار بہت کثرت سے آپ کے گلے میں ڈالے گئے۔ سٹیشن سے میاں صاحب ممدوح اور احباب جماعت مسلم ہائی سکول میں پہنچے۔ جہاں چائے سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ ہم قارئین "پیغام صلح" کی طرف سے میاں صاحب ممدوح اور ان کے محترم والد جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دور زندگی میں جو آئندہ شروع ہونے والا ہے بیش از بیش کامیابیاں عطا فرمائے۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کی بہترین خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ میاں صاحب ممدوح سورت (علاقہ بمبئی) میں اسسٹنٹ کمشنر کے عہدہ پر تعینات ہوئے ہیں۔

سالانہ میں جلسہ۔ سالانہ رپورٹ طلبیاں میں ۱۴-۱۳-۱۵ نومبر ۱۹۳۱ء کو جماعت احمدیہ سالانہ کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں شمولیت کیلئے مولانا عصمت اللہ مرزا مظفر بیگ صاحب اور شیخ محمد یوسف صاحب گرتھی تشریف لے گئے۔ ہر دو صاحب کے لیکچر نہایت کامیابی کے ساتھ ہوئے۔ ایک دیوبندی مولوی نے اپنی جگہ پر مخالفت کا زہر اگلا لیکن پبلک پر ہمارے لیکچراروں کا اثر تھا۔ ... تھا۔ موضع گڑھی ضلع کرنال کے رئیس اعظم جناب اکبر خان صاحب نے بھی ہمارے مبلغین کو دعوت دی اور ۱۸ر نومبر کو موضع گڑھی میں ان ہر دو صاحب کے

خواتین کی دستکاری کا انعامی مقابلہ

۱۵ر دسمبر کو انعامات کا فیصلہ اور ۲۴ر دسمبر کو خواتین کا جلسہ ہوگا

ذیل کا مکتوب سکرٹری صاحبہ احمدیہ انجمن خواتین اسلام نے احمدی اور غیر از جماعت خواتین کی خدمت میں لکھا ہے:۔

محترمہ بہن صاحبہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سالانہ جلسہ اور نمائش بہت قریب آگئی ہے۔ جلسۂ خواتین کی تاریخ ۲۴ر دسمبر بروز جمعرات مقرر ہوئی ہے۔ اسی دن دستکاری کی نمائش بھی ہوگی۔ دستکاری کے لئے حسب ذیل انعام مقرر کئے گئے ہیں۔

(۱) دو انعام اول اور دوم۔ ان دو بہنوں کو دیئے جائیں گے۔ جن کی اشیا سب سے زیادہ قیمتی ہوں گی۔

(۲) دو انعام اول اور دوم۔ ان بہنوں کو ملیں گے۔ جو کوئی نادر اور کارآمد چیز بنا کر پیش کریں گی۔

(۳) دو انعام اول اور دوم۔ ان بہنوں کی خدمت میں پیش ہونگے۔ جو اپنے حلقۂ واقفیت سے سب سے زیادہ دستکاری وصول کر کے دیں گی۔

یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہئے کہ ۱۵ دسمبر کو انعام دینے فیصلہ ہوگا۔ اس لئے اس سے پہلے جو دستکاری آئے گی وہ انعامی مقابلہ میں شامل ہو سکے گی۔ آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ مہربانی سے دستکاری مندرجہ بالا تاریخ سے قبل روانہ فرما کر مشکور فرمائیں۔ اور آپ خود بھی ۲۴ر دسمبر تک یہاں پہنچکر جلسے میں شامل ہونے کی کوشش کریں۔ جن بہنوں نے اس وقت تک دستکاری میں شرکت نہیں کی۔ ان کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ خواہ تھوڑا ہی سہی مگر اس کار خیر میں ضرور شامل ہوں۔

نوٹ۔ آجکل مرکز کی طرف سے تمام شہروں میں مبلغ دورہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ اپنی دستکاری ان کے ہاتھ روانہ کر دیں تو محصول ڈاک سے بچ جائیں گی۔

خاکسار اہلیہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب سکرٹری احمدیہ انجمن خواتین اسلام

جلسہ سالانہ ۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر کو ہوگا

جو لوگ تقریر کرنا یا نظم پڑھنا چاہیں وہ ۷ر دسمبر تک اطلاع بھیجدیں

(۱) احباب مطلع رہیں کہ جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۵ و ۲۶ و ۲۷۔ دسمبر مقرر ہوئی ہیں۔

(۲) جن احباب کو کوئی تقریر کرنی ہو۔ یا نظم پڑھنی ہو۔ وہ برائے مہربانی اس کی اطلاع ۷ر دسمبر تک بھیجدیں۔

(۳) تمام جماعتوں کے سکرٹری صاحبان سے التماس ہے کہ وہ سالانہ جلسہ پر آنے والے احباب کی تعداد سے اطلاع دیں۔

(۴) اگر بیرونجات سے کوئی احباب جلسہ کے موقعہ پر اپنی خدمات بطور والنیٹر پیش کرنی چاہیں تو وہ بھی اس کی اطلاع دیکر مشکور فرمائیں۔ خط و کتابت افسر جلسہ سالانہ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ سے کی جائے ❖

درس قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

مقصدِ زندگی کے حصول کا ذریعہ

سورۃ الناس

اس سورۃ میں اس شر سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے جو ہم سے کسی دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ سورہ الفلق میں اس شر سے پناہ مانگی ہے۔ جو دوسروں سے پہنچنے کا احتمال ہو۔ الناس میں اس شر کا ذکر کیا ہے۔ جو ہم سے کسی دوسرے کو پہنچ سکتا ہے۔

انسان کی حقیقی جائے پناہ

فرمایا قل اعوذ برب الناس کہہ کہ میں اس ہستی کی پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کی ربوبیت کرتا ہے یعنی ادنیٰ حالت سے اٹھا کر کمال تک پہنچاتا ہے۔ ملک الناس۔ لوگوں کا حاکم اور بادشاہ ہے الٰہ الناس۔ وہی لوگوں کا معبود و مقصود اور مطلوب و محبوب بھی ہے۔

ربوبیت تو سراسر نشو ونما کرتی ہے۔ اور خدا کی بادشاہت کا نتیجہ وقت اس کے کمال پر ہے۔ اور وہی ہے جو انسان کا ہر وقت معبود و مطلوب و محبوب ہونا چاہئے۔ لیکن ربوبیت کا نمونہ تم ایک بچہ میں نظر آتا ہے۔ کہ کس طرح ماں باپ کے دلوں میں اس کی محبت ڈال رکھی ہے۔ ماں اپنے خون اور دودھ سے اور باپ اپنی محنت اور روپے سے پرورش کرتا ہے اور دونوں اس کی تربیت کے لئے اپنا خون پانی ایک کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ جوان ہو جاتا ہے۔ تو اسے قوانین کی ضرورت ہوتی ہے جس سے حکومت کا کام ہے۔ تاکہ بغیر قانون کے دنیا میں شر اور فساد نہ ہو۔ اس وقت خدا کی بادشاہت اور اس کے قوانین کی اطاعت کا یعنی خدا کے ملک الناس ہونے کا ظہور اتم ہوتا ہے۔ پھر بڑھاپا آ جاتا ہے۔ اور انسان ہر طرف سے کٹ کر آخر آہستہ آہستہ خدا کی طرف آتا ہے۔ اس وقت خدا کی معبودیت اور محبوبیت کا ظہور اتم انسان کے لئے ہوتا ہے۔

ایک انسان پناہ یا تو اپنے پرورش کرنے والے مربی سے مانگتا ہے۔ یا اپنے بادشاہ سے پناہ مانگتا ہے۔ یا پھر اپنے معبود سے پناہ مانگتا ہے۔ اس سورت میں سکھایا گیا ہے۔ کہ ہمارا پرورش کرنے والا یعنی رب بھی وہی خدا۔ بادشاہ بھی وہی خدا، معبود بھی وہی خدا۔ پس ہم پناہ مانگتے ہیں۔ اپنے خدا ہی سے جو ہمارا پرورش کرنے والا بھی ہے، ہمارا بادشاہ بھی ہے اور ہمارا معبود بھی ہے۔ غرضیکہ بچپن سے لیکر جوانی اور بڑھاپے تک جن جن امور کی ہمیں ضرورت تھی سبھی کا مہیا کرنے والا وہی ہے۔ اس لئے پناہ بھی اسی کی چاہئے۔

ظاہری ربوبیت کے پردہ میں خدا کا ہاتھ

پناہ مانگی کس چیز سے۔ فرمایا من شر الوسواس الخناس خناس کے وسوسوں کے شر سے یعنی ایسا نہ ہو کہ کوئی خناس وسوسہ ڈالے۔ اور ہم خدا کے سوا کسی غیر کو اپنا رب یا بادشاہ یا اپنا معبود بنا لیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم والدین کی جنہوں نے ہماری ربوبیت میں اس قدر حصہ لیا ہے۔ عزت نہ کریں۔ یا کسی دنیوی بادشاہ کی حکومت کے قوانین کی اطاعت نہ کریں۔ یا خدا کے سوا کسی دوست بال بچوں سے محبت نہ کریں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان دنیوی ربوبیت اور ملوکیت اور محبوبیت وغیرہ کو مانتے ہوئے خدا کی ربوبیت اور ملوکیت اور محبوبیت کو سب پر مقدم رکھیں۔ ماں باپ کی عزت کریں۔ ان کے احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دیں۔ لیکن اگر وہ کوئی بات خدا کے حکم کے خلاف کہیں گے تو وہ ہم مان نہیں سکتے۔ اسی طرح کوئی بھی مربی ہو۔ اگر کسی ہو۔ ہماری ربوبیت میں بظاہر جو حصہ اس نے لیا ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرنا ہمارا فرض ہے لیکن خدا کے حکم کے خلاف اگر وہ کچھ کہے گا تو ہم مجبور ہیں کہ ان کے حکم کو رد کر دیں۔ کیونکہ حقیقی رب ہمارا خدا ہے۔ خدا ہی ہے جس نے ہماری محبت ماں باپ کے دل میں ڈالی۔ کسی بھی مربی اور محسن کے دل میں ڈالی۔ توحید کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم خدا کی ربوبیت کو ظاہر ربوبیت کرنے والوں کے پردہ کے اندر سے دیکھیں۔

حضرت مریمؑ کی معرفت آگیں آنکھ

یہی راز تھا حضرت مریم کے اس کلام میں جو انہوں نے حضرت زکریا کے جواب میں کہا تھا۔

حضرت مریم ہیکل کی نذر تھیں۔ اور وہ ہیکل کی خدمت کرتی تھیں۔ لوگ ان کو کچھ پھل یا کھانے وغیرہ دے جایا کرتے تھے حضرت زکریا نے ان سے پوچھا کہ انی لک ھذا۔ کہ یہ چیزیں کہاں سے آئیں۔ وہ جواب میں کہتی ہیں کہ من عند اللہ کہ اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔ حضرت زکریا اس نکتہ توحید و معرفت پر پھڑک گئے۔ چنانچہ انہوں نے اس لڑکی کی معرفت و توحید سے متاثر ہو کر اپنے لئے بھی دعا کی۔ کہ خدایا مجھے بھی کوئی صالح اولاد عطا فرما۔ اس نکتۂ معرفت کو ہمارے مولویوں نے نہ سمجھا اور لگے کہنے کہ پھل اور کھانا جبرئیلؑ دے جاتا تھا۔ ارے جبرئیلؑ نہیں۔ لوگ دے جاتے تھے۔ لیکن حضرت مریمؑ کی معرفت آگیں آنکھ لوگوں کے ہاتھ میں خدا کا ہاتھ دیکھتی تھی یہی حالت ہر ایک مومن کی ہونی چاہئے۔

ایک اہل دل کی موحدانہ نگاہ

ایک دفعہ قحط سخت پڑا۔ ایک اہل دل شخص کے پاس ایک بھینس تھی۔ انہوں نے اس کا دودھ پی کر گزارہ کیا۔ قحط دور ہوا تو ان کی بی بی کسی سے کہنے لگی کہ اب کے قحط میں اس بھینس نے ہمیں بچا لیا۔ ان بزرگ کو خبر ہوئی تو فوراً بھینس کو ذبح کر دیا بیوی کو کہا کہ لو تمہارا رب تو مر گیا۔ اب کون ربوبیت کریگا پس ظاہر بین آنکھ دنیوی اسباب سے آگے نہیں جاتی۔ اور انسان اسباب پرست بن جاتا ہے۔ لیکن ایک حق بین آنکھ اسباب ہستی کے پردہ میں اپنے اصلی رب کو دیکھ لیتی ہے۔ اور ایسا انسان توحید سے الگ نہیں ہوتا۔

قابل تقدیم محبت و حکومت

مومن کا ایسا ہی معاملہ دنیوی سلطنتوں سے ہوتا ہے وہ حاکم وقت کی اطاعت اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہے۔ لیکن دنیوی حکومت کے قوانین اگر احکام کی فرمانبرداری میں مانع ہونگے۔ تو ضروری ہے کہ مومن اپنے بادشاہ حقیقی یعنی اپنے خدا کے احکام کی فرمانبرداری کرے۔ اور دنیوی حکومت کے اس حکم کو رد کر دے۔ اسی طرح بی بی بچوں دوستوں وغیرہ سے محبت کرنا ایک مومن کا فرض ہے۔ لیکن خدا کی محبت ان سب پر مقدم ہوگی۔ جہاں ان چیزوں کی محبت خدا کی محبت کے نقیض پڑیگی۔ وہاں ایک مومن مجبور ہوگا کہ خدا کی محبت کو مقدم کرے۔ اور غیر خدا کی محبت کو اس پر سے قربان کر دے۔ کیونکہ انسان کا محبوب و معبود حقیقی خدا ہی ہے۔ وہ دنیا کی جن چیزوں سے محبت کرتا ہے۔ خدا کے حکم سے کرتا ہے۔ یہ بھی محبوب کی محبت ہی ہے۔ کہ اس کی مخلوق سے شفقت و محبت کی جائے۔ لیکن جب مخلوق کی محبت خود خدا کی محبت میں روک کا باعث ہو تو وہ پھر شرک ہے۔

خناس کون ہے؟

من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس۔ خناس اس کو کہتے ہیں کہ جو وسوسہ ڈالکر پیچھے ہٹ جائے۔ پس ہر چیز جو دلوں میں وسوسہ ڈالے اور پیچھے ہٹ جائے وہ خناس ہے۔ خواہ وہ کوئی مخفی مخلوق ہو۔ جیسے جن کہتے ہیں۔ خواہ ایسا وسوسہ ڈالنے والا انسان ہو۔ اسی لئے فرمایا۔ من الجنۃ والناس جنہ مخفی مخلوق جو دلوں میں وسوسہ ڈالتی ہے۔

روحانی بیماری کے جرم

کوئی تحریک بغیر محرک کے نہیں ہوتی۔ گناہ ایک روحانی بیماری ہے۔ جس طرح آج تمام ڈاکٹروں کو مسلم ہے کہ جسمانی بیماریاں جرم (Germs) سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو بیماریوں کے محرک ہیں۔ اسی طرح گناہ بھی جو ایک روحانی بیماری ہے بغیر محرک کے نہیں ہوتی۔ اس کا بھی جرم ہوتا ہے۔ جسے شیطان کہہ لو۔ یا خناس کہہ لو۔ وہ شیطان یا خناس خواہ مخفی مخلوق ہو جسے جن کہتے ہیں۔ اور جو دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے یا انسان ہو جو دلوں میں وسوسہ ڈالا کرتے ہیں۔

انسان کی وسوسہ اندازی

انسان کی وسوسہ اندازی جن کی وسوسہ اندازی سے بڑھ کر خطرناک ہوتی ہے۔ شریر اور خناس انسان تو وہ ذات شریف ہوتے ہیں کہ اچھے بھلے آدمی کے دل میں وسوسے ڈال کر اسے گمراہ کر دیں۔ بیدین کر دیں۔ بدچلن کر دیں، شرابی بنا دیں۔ جواری بنا دیں۔ غرضکہ بہائم بنا دیں قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ شیطان نے انسان کے آگے کان پکڑا تھا کہ "تم میرے بھی گرو ہو" یعنی سے متقی۔ پارسا سے پارسا انسان کو شیطان بنا دینا یہ حضرت انسان کے ہی بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ اسی لئے بری سوسائٹیاں گندے اخبار گندے ناول۔ گندے نوکر۔ گندے لیڈر۔ گندے ایڈیٹر یہ سب خناس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

جلد ۱۹ | ۲۳ رجب المرجب | ۳ دسمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۶۳

حضرت مسیح موعود اور مخالف مولویوں کی غیرت اسلامی

جماعت اہلحدیث میرٹھ اور امرتسری منکر کی گندہ ذہنی

درتنگنائے حیرت وفکرم ز قومِ خویش
یارب عنایتے کہ ازین فکر مضطرم

ذریت البغایا

"زمیندار" کے اس الزام کے جواب میں کہ حضرت مسیح موعود نے ذریۃ البغایا کے الفاظ میں اپنے منکرین کو "حرامزادہ" اور "ولد الزنا" قرار دیا۔ گذشتہ سے گذشتہ اشاعت میں سیر کن بحث کی جاچکی ہے۔ اور لغت کے حوالوں سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ بغایا کے معنی طلائع کے ہیں۔ یعنی فوج کے آگے چلنے والا دستہ۔ حضرت مسیح موعود کی اس سے مراد وہ پیش رو ہیں جو آپ کی تکفیر وتکذیب پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اور ان کی ذریت وہ لوگ ہیں۔ جو کورانہ تقلید کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور غور و فکر کرنے، سوچنے اور سمجھنے کے بجائے صرف مکفر مولویوں کے کہنے پر ان معارف عالیہ سے انکار کرتے ہیں۔ جو مجدد وقت نے اسلام کی صداقت کے ثبوت میں دنیا کے آگے پیش کئے۔ بجائے اس کے کہ ان معارف کو دیکھکر وہ اس مامور من اللہ کی قدر کرتے، بجائے اس کے کہ اس کے ساتھ ہوکر ان معارف اور اسلام کی صداقت کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرتے، مولویوں اور پیروں کی پیروی میں وہ ایسے کھوئے جا چکے ہیں۔ کہ حق کی طرف انہیں توجہ ہی نہیں چنانچہ ذریۃ البغایا کی تفسیر حضرت مسیح موعود نے خود ہی کی ہے۔ الذین ختم اللہ علی قلوبھم وھم لا یعقلون، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہریں لگا دی ہیں۔ اور وہ قبول نہیں کرتے۔ کوئی شخص جو ولد الحرام ہو ضروری نہیں کہ اس کے دل پر مہر بھی ہو، مہر اسی کے دل پر ہوتی ہے۔ جو سوچنے سمجھنے اور صداقت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود نے ذریۃ البغایا کے الفاظ ان لوگوں کے لئے استعمال کئے جو اپنے پیشروؤں کی کورانہ تقلید میں حق سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ اور امتیاز حق و باطل کی طاقت ہی ان سے سلب ہو چکی ہے۔

"ولد الحرام بننے کا شوق"

لیکن حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ مولوی ظفر علی خان اور لنگا ہوا ان کے انصار کو جن میں امرتسری منکر کا قدم سب سے آگے ہے۔ "ولد الحرام بننے کا شوق" ایسا چڑھا ہے کہ وہ اس بات کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے انہیں ان الفاظ سے نہیں پکارا۔ چنانچہ آئینہ کمالات اسلام کے مذکورہ بالا حوالہ کے بعد دو اور حوالے پیش کئے گئے ہیں۔ جو انوار الاسلام اور نجم الہدیٰ میں سے ہیں۔ اول الذکر کتاب کا حوالہ جماعت اہلحدیث میرٹھ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اور موخر الذکر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرف سے۔ سب سے پہلے ہم انوار الاسلام کو لیتے ہیں۔ اس کے صفحہ ۳ کے حوالہ سے جماعت اہلحدیث میرٹھ نے حسب ذیل الفاظ ۲۴ نومبر کے "زمیندار" میں نقل کئے ہیں:۔

> "جو مسلمان پیشگوئی آتھم کی تصدیق کرکے ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا۔ تو صاف سمجھا جائیگا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ اور وہ حلال زادہ نہیں" انوار الاسلام صفحہ ۳

حضرت مرزا صاحب کی خدمات اسلامی

قبل اس کے کہ اس حوالہ کی صحت یا عدم صحت پر غور کیا جائے۔ ہم افسوس کے ساتھ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے مخالفین نے ایسی باتوں پر اپنا وقت اور طاقت صرف کرنا شروع کی ہے جن کا تعلق ان اصولی باتوں سے نہیں جن پر سلسلہ احمدیہ کا مدار ہے۔ اس سلسلہ کو قائم ہوئے آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ منقضی ہو چکا ہے۔ ان دلائل وغیرہ کو چھوڑ کر جو ہمارے مخالفین کے اور ہمارے درمیان مابہ النزاع ہیں۔ جو خدمات اسلامی اس سلسلہ نے یا اس کے پاک امام نے سرانجام دیں۔ اسلام کے لئے حقیقی سرفروشوں کی جو جماعت پیدا کی یورپ اور مشرق بعید میں تبلیغ اسلام کے جو شاندار کارنامے انہوں نے کئے۔ ترجمۃ القرآن انگریزی۔ اور اردو سے نہ صرف مخالفین اسلام کو اس پاک مذہب کا والہ وشیدا بنایا بلکہ دہریہ منش مسلمانوں کو بھی اسلام کا قائل اور سچا متبع بنایا۔ تثلیث کی سرزمین میں لاکھوں کے خرچ سے مسجدیں بنائیں۔ اور ان کے آباد کرنے کے سامان فراہم کئے۔ یہ باتیں آیا اس شخص کے فیوض روحانی کا نتیجہ ہو سکتی ہیں۔ جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن "محمد رسول اللہ صلعم کا مخالف ہو یا پیچھے فدائی اسلام کے کارنامے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم کا عشق جو آپ کے رگ و پے سے پھوٹ پھوٹ کر صفحۂ قرطاس پر رونما ہوا ہے۔ آیا وہ ایک ریاکار انسان کی بناوٹ کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ خدا کے بندو! کچھ تو سوچ سمجھ سے کام لو۔ اور غور کر کے دیکھو کہ حضرت مرزا صاحب پر ناپاک الزام لگانے اور دشمن اسلام قرار دینے میں حق سے کس قدر دُور جا رہے ہو ؎

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو حق سے شرماؤ

نیت کو اعمال کے آئینہ میں دیکھو

اور ہم کہتے ہیں کہ ان غیر متعلقہ بحثوں سے تمہارا مطلب اگر عوام الناس کو اس سلسلہ کے خلاف بھڑکانا اور مشتعل کرنا ہے تو یہ علیحدہ بات ہے، تمہیں اختیار ہے۔ جتنا جی چاہے انہیں مشتعل کرو کہ یہی تمہارے لئے حصول زر کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ یہ سلسلہ خدا کے فضل سے تمہاری ان مخالفتوں کے باوجود بڑھے گا پھیلے گا۔ اور پھولے گا۔ اور تم ناکام اور خائب وخاسر ہو کے رہ جاؤ گے لیکن اگر احقاق حق تمہارے مدنظر ہے تو آؤ میرزا صاحب کی زندگی اور اخلاق کو ان عظیم الشان کارناموں سے پرکھو۔ جو آپ کی دعوت کے شاندار نتائج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کی صداقت آپ کے کاموں سے آزماؤ اور آپ کی حسن نیت اور خیرخواہی اسلام کو ان خدمات اسلامی کے آئینہ میں مشاہدہ کرو جو آپ سے ظہور پذیر ہوئیں۔

الاعمال بالنیات رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے۔ آؤ اس فرمان کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی نیت کو ان کے اعمال کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ ان الفاظ کو جو آپ نے کفر اور فتنہ پرداز مولویوں کی خلاف اسلام حرکات پر استعمال کئے بدنیتی پر محمول کرنے کے بجائے اس غیرت مذہبی کا نتیجہ قرار دیں۔ جو ایک خدا پرست انسان کا لازمی خاصہ ہونا چاہئے۔

ان نیک اعمال کو سامنے رکھتے ہوئے، ان مجاہدانہ سرگرمیوں اور ان کے شاندار نتائج کو دیکھتے ہوئے جو اس سلسلہ کا ثمر حقیقی ہیں۔ کون عقلمند کہہ سکتا ہے۔ کہ آپ کی نیت بری تھی، کاش کچھ خدا کا خوف ہوتا۔ محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کا پاس ہوتا۔ اور انصاف و انسانیت کو ہاتھ سے نہ دے دیا جاتا۔ تو آج حضرت مرزا صاحب کے شاندار کارناموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہیں گالیاں دینے اور "سباب اعظم" لکھنے کے بجائے اسلام کا شہاب اعظم قرار دیا جاتا لیکن افسوس کہ ؎

ابنائے روزگار ندانند راز من
من نور خود نہفتہ زچشمان شپرم

حضرت مسیح موعود کی غیرت اسلامی

"انوار الاسلام" کا جو حوالہ اوپر نقل کیا گیا ہے۔ خود اسی کو سامنے رکھ کر دیکھ لو کہ اس سے حضرت مسیح موعود کی غیرت اسلامی کا اظہار ہوتا ہے، یا جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ آپ نے ناجائز طور پر لوگوں کو گالیاں دی ہیں۔ افسوس ہے کہ جماعت اہلحدیث میرٹھ نے بھی حوالہ کے نقل کرنے میں زمیندار کے سباب اعظم اور امرتسری ابوالبیوفا کی طرح لا تقربوا الصلوٰۃ پر پورا عمل کیا ہے" اور محض اپنی طرف سے چند الفاظ بڑھا کر ایک ایسا فقرہ نقل کر دیا ہے۔ جو سیاق وسباق کے بغیر لکھنے والے کے صحیح مفہوم اور منشا کو ادا نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود نے یہ فقرہ جس جگہ استعمال کیا ہے۔ وہاں بعض مخالفین کی ان ناپاک حرکات پر آپ بحث کر رہے ہیں۔ جنہوں نے عبداللہ آتھم کے متعلق آپ کی پیشگوئی کو جھوٹا قرار دیکر اس بات پر تالیاں بجانی شروع کیں کہ عبداللہ آتھم جیت گیا۔ اور مسیحیت فتحیاب ہو گئی۔ جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہیں کہ اسلام کو ناکامی اور شکست نصیب ہوئی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود اور عبداللہ آتھم کا مقابلہ اسلام اور

مسیحیت کا مقابلہ تھا لیکن مولویوں نے اس بات کی پروا نہ کرتے ہوئے خود اپنے منہ سے عیسائیوں کی فتح کا اقرار کرلیا۔ اور ایسے اشتہارات شائع کئے جن میں " ولدالحرام " کے الفاظ آپ کے متعلق استعمال کئے گئے، اور ان میں عیسائیت کو اسلام کے بالمقابل کھلے طور پر امداد دی گئی۔

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد داوند دلیری باپدید آمد پرستاران میت را

مسیح موعود کا خطاب مولویوں سے

اسی بات کا حضرت مسیح موعود نے نورالاسلام صفحہ ۲۱ پر مضمون شروع کرتے ہوئے بدیں الفاظ ذکر کیا ہے۔

" بعض نام کے مسلمان جن کو نیم عیسائی کہنا چاہئے اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ عبداللہ آتھم پندرہ ماہ تک نہیں مر سکا۔ اور مارے خوشی کے صبر نہ کرسکے۔ آخر اشتہار نکالے اور اپنی عادت کے موافق بہت کچھ ان میں گند بکا۔ اور اس ذاتی بخل کی وجہ سے جو میرے ساتھ تھا اسلام پر بھی حملہ کیا۔ کیونکہ میرے مباحثات اسلام کی تائید میں تھے۔ نہ میرے مسیح موعود ہونے کی بحث میں۔ نہایت درجہ میں ان کے خیال میں کافر تھا۔ یا شیطان یا دجال تھا۔ لیکن بحث تو جناب رسول اللہ صلعم کی صداقت اور قرآن کریم کی فضیلت کے بارہ میں تھی۔ اور صادق کاذب کی یہ شرط لکھی گئی ہے کہ جو شخص سچے دل سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے۔ اور قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتا ہے۔ وہ صادق ہے۔ اور جو حضرت مسیح کو خدا جانتا ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکاری ہے وہ کاذب ہے۔ اسی فیصلہ کے لئے الہام پیش کیا گیا تھا لیکن ہمیں دکھ پہنچ کر کہنا پڑا کہ مخالف مولویوں نے مجھے دروغ گو ثابت کرنے کے لئے اللہ اور رسول کی عزت کا ذرہ خیال نہ کیا۔ اور میرا مغلوب ہونا اس بحث میں تسلیم کرلیا۔ اور اس صریح نتیجہ سے کچھ بھی نہ ڈرے کہ مغلوب ہونے کی حالت میں فریق مخالف کے ہاتھ میں آتا ہے۔ اور جب میاں ثناء اللہ و سعد اللہ و عبدالحق وغیرہ نے عیسائیوں کا غالب ہونا مان لیا تو کیوں یہ لوگ اپنے اشتہاروں میں عیسائیوں کے حال پر افسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کی تکذیب کے لئے یہ حجت قرار دی جبکہ بحث اسلام اور عیسائیت کے صدق و کذب کی تھی نہ میرے کسی خاص عقیدہ کی تو نعوذ باللہ اگر میں مغلوب ہوں تو پھر دشمن کے لئے حق پیدا ہوگیا کہ اپنی عیسائیت کے صدق کا دعویٰ کریں۔ مورد بحث پر نظر چاہئے نہ مباحث پر مثلاً اگر ہماری طرف سے ایک بھنگی یا چمار جو دین سے بالکل الگ ہے۔ اسلامی حمایت میں عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کرے تو پھر بھی یہ ممکن نہ ہوگا کہ عیسائی فتحیاب ہوں۔ اور خدا تعالیٰ اس کا بھنگی اور چمار ہونا نہیں دیکھے گا۔ بلکہ اپنے دین کی عزت محفوظ رکھ لیگا۔ اور کبھی اسلام کو ذلیل نہیں دکھلائے گا۔

تمہیں معلوم ہوگا کہ بعض کافر اور بت پرست آنحضرت صلعم سے عہد صلح کرکے دوسرے کافروں کے ساتھ لڑتے تھے اور چونکہ اس حالت میں وہ گو یا اسلام کے لئے تو دشمن لڑتے تھے۔ سو فرض کرو کہ میں تمہاری نظر میں سب کا فروں سے بدتر ہوں اور دوسرے کافر تو خالدین فیہا ابد کے جہنم میں سزا پائیں گے۔ اور میری سزا تمہاری نظر میں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ تم نے میرا نام نہ صرف کاذب بلکہ اکفر رکھا مگر تاہم سوچنے کا مقام تھا کہ اس بحث میں ان باتوں کا کچھ بھی دخل نہ تھا۔ جس کی وجہ سے مجھ کو آپ لوگ کافر اور اکفر اور دجال کہتے ہیں۔ بلکہ زیر بحث وہی باتیں تھیں۔ جن کے لئے ہر ایک مسلمان کو غیرت کرنی چاہئے "

مسیح موعود کی مخالفت میں اسلام کی شکست

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مخالف مولویوں نے اسلام اور عیسائیت کی نبرد آزمائی میں محض حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بغض وعداوت کی وجہ سے اسلام کی بجائے عیسائیت کی امداد کی اسے فتحیاب قرار دیا۔ اور اسلام کو نعوذ باللہ شکست خوردہ اور ناکام ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ عبداللہ آتھم رسول اللہ صلعم کا دشمن تھا۔ اس سے کئی دن تک امرتسر میں تحریری مباحثہ حضرت مرزا صاحب نے کیا۔ جس کے بعد آپ نے اس کے متعلق ایک پیشگوئی کی جس کا پورا ہونا اسلام کی صداقت کا نشان تھا۔ وہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور اسلام کی صداقت پر خدا کی طرف سے مہر لگا دی گئی لیکن مولوی کہتے ہیں نہیں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ بالفاظ دیگر انہوں نے خود مان لیا کہ اسلام سچا ثابت نہیں ہوا۔ اس بات کی قطعاً پروا نہیں کہ اس سے اسلام پر کس قدر زد پڑ گئی۔ کوئی خدا کا خوف نہیں کہ اپنے منہ سے عیسائیت کو فتحیاب قرار دینا کہاں تک ایمان کا تقاضا ہے۔ انہوں نے آتھم کے ساتھ دیگر عیسائیت کی فتح کی خوشیاں منائیں اور اسلام کی شکست کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں ذرا شرم نہ آئی۔ اسلام کو شکست ہوتی ہے۔ تو ہونے دو۔ لیکن مرزا صاحب کی پیشگوئی سچی ثابت نہ ہونے پائے ؎

شادم کہ از رقیبان دامن کشیدہ رفتی گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

غیرت اسلامی کا تقاضا

جن مولویوں کا یہ حال ہو۔ انہیں ولدالحلال کہنا فی الواقع ایک ولدالحلال کے لئے موجب ذلت ہے۔ انہوں نے جو الفاظ انتخاب کئے وہ فی الواقع ان کی ذات پر صادق آتے تھے، اور خدا کے مسیح نے وہی الفاظ ان پر لوٹا کر ان کی ناپاکی طبع اور اصلیت کو آشکارا کیا ہے۔ اس کو کوئی برا مناتا ہے تو منائے جو لوگ اسلام کے قائل ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی کے وارث کہلا کر اور اس گدی کے طفیل ٹکڑے کھا کر اسلام کے بالمقابل عیسائیت کو فتحیاب قرار دیں۔ اور اس پر خوشیاں مناتے اور بغلیں بجاتے ہوئے آئیں اور اسلام کے اس پہلوان کا منہ چڑائیں۔ جو محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کے لئے مرمٹنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہو۔ انہیں ولدالحلال کہنا کہاں تک زیبا ہے؟

کیا کبھی کسی نے دیکھا کہ ایک شخص کے باپ پر اس کے کسی دشمن نے حملہ کیا ہو۔ اور ایک ایسا شخص جس سے وہ خود دشمنی رکھتا ہے اس کے باپ کو آکر چھڑائے، تو بجائے اس کے کہ اس کا شکریہ ادا کرے محض اس وجہ سے کہ اسے اس کے ساتھ دشمنی ہے۔ اس کا منہ چڑانے اور باپ کے دشمن کی حمایت کرنے لگ جائے؟ ایسا شخص ولدالحرام کہلائے گا یا کچھ اور؟ پھر کیا محمد رسول اللہ صلعم کی عزت ایک صلبی باپ کے برابر بھی نہیں؟ ایک مسلمان کے لئے تو رسول اللہ صلعم کا حکم ہے۔ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں لیکن افسوس ہے کہ ان نام نہاد مولویوں کے دلوں میں رسول اللہ صلعم کی اتنی بھی غیرت اور عزت نہیں جتنی ایک عامی آدمی کو اپنے باپ کے لئے ہوتی ہے۔

مولویوں کے اپنے الفاظ ان پر لوٹائے گئے

حضرت مرزا صاحب نے ان لوگوں کو جو اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کو فتحیاب قرار دے رہے تھے۔ خود انہی کے مونہوں سے نکلے ہوئے الفاظ میں " ولدالحرام " بننے کے شوقین قرار دیا یہ آپ کے الفاظ نہ تھے۔ بلکہ خود مولویوں کے لفظ تھے۔ جو انہی پر لوٹائے گئے۔ اور محبت رسول اور غیرت اسلامی اس بات کی متقاضی تھیں کہ ایسا کیا جاتا لیکن افسوس ہے کہ وہ لوگ جن کو خود غیرت اسلامی سے حصہ نہیں ملا۔ جو مسلمانوں کو خاک و خون میں لتھڑے ہوئے دیکھ کر ان کی امداد کرنے کی بجائے ان کے مارنے والوں سے جا ملتے اور چند ٹکوں کے لئے دین و ایمان بیچ دیتے ہیں۔ آج اس غیرتمندانہ بیان کے منہ آتے ہوئے نہیں جھجکتے جن کا ایمان یہ ہے کہ ؎

کلاہ فتح و ظفر ہیچ سر نمے یابد
مگر سرے کہ پئے حفظ دین خدا باشد

ہندوؤں کا گمراہ کن پروپیگنڈا

ریاست کشمیر کے مسلمانوں کے مطالبہ حقوق کو ہندو مسلم سوال کا رنگ دیکر ہندو فساد کی خلیج کو دن بدن وسیع کرتے جا رہے ہیں حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ اس بارہ میں مسلمانوں کی امداد کرتے اور ان کے جائز حقوق کے منوانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے، لیکن برخلاف اس کے ہندو سبھا اور آریہ سوراجیہ سبھا نے مسلمان ریاستوں کے خلاف جتھے تجویز کرنے شروع کئے ہیں۔ حالانکہ اسلامی ریاستوں میں ہندوؤں کو جو حقوق اور مراعات ملی ہوئی ہیں۔ وہ کسی ہندو ریاست میں مسلمانوں کو حاصل نہیں، لیکن خواہ مخواہ فرضی مظالم کی داستانیں وضع کرکے ہندوؤں کو اکسانے کی کوشش کی جارہی ہے، چنانچہ ریاست بہاولپور کے متعلق خاص طور پر پروپیگنڈا ہو رہا ہے "پرکاش" نے حکومت کشمیر کے اس قانون کا جس کی رو سے ایک نو مسلم جدی جائداد سے محروم کر دیا جاتا ہے، ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

" اس ظلم کو ان مظالم کے مقابلہ پر رکھا جائے۔ جو مسلم ریاستوں میں ہندوؤں پر روا رکھے جاتے ہیں تو یقیناً مسلم مظالم کا پلڑا بھاری رہے گا "

ہم حیران ہیں کہ " پرکاش " کا اس سے کیا مطلب ہے، کیا محض اس کے کہہ دینے سے مسلم مظالم کا پلڑا بھاری ہو جائیگا؟ کیا وہ لوگ جن پر یہ مظالم ہوتے ہیں، منہ میں زبان نہیں رکھتے، کہ " پرکاش " کو ان کی وکالت کی ضرورت پیش آئی ہے۔ مسلمانان ہند نے کشمیر کی تحریک خود شروع نہیں کی۔ بلکہ کشمیری مسلمانوں کے آواز اٹھانے پر ان کی تائید میں آواز بلند کی۔ مسلم ریاستوں کی ہندو رعایا کو بھی اگر کوئی شکایت ہے تو وہ خود آواز اٹھا سکتے ہیں۔ " پرکاش " یا دوسرے سبھائی ہندوؤں کا انہیں اکسانا مفید نہیں ہو سکتا۔

ریاست بہاولپور اور کشمیر

اسی ضمن میں " پرکاش " نے ریاست بہاولپور کے اس قانون کا ذکر کیا ہے، کہ کوئی ہندو عورت مسلمان ہو کر اپنے ہندو خاوند کے ہاں نہیں رہ سکتی، ہندو خاوند اگر اسے رکھنا چاہے تو مسلمان ہو کر ہی رکھ سکتا ہے۔ ایسا ہی اس کا بیان ہے کہ ہندو ریاستوں میں مسلمانوں کو تبلیغ کی اجازت ہے لیکن مسلمان

ریاستوں میں ہندوں کو اپنے مذہب کے پرچار کی اجازت نہیں۔

"پرکاش" کے ان عظیم الشان مظالم پر سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ "کجا بود مرکب کجا تاختم" کجا ایک نومسلم کا اپنی جدی جائداد سے محروم کیا جانا۔ اور کجا نومسلم عورت کی ہندو خاوند سے علیحدگی غور کرنے کی بات ہے کہ جو عورت ہندو مذہب سے علیحدہ ہو جاتی ہے وہ ہندو خاوند کے گھر کیونکر رہ سکتی ہے۔ اس کا اپنا ضمیر ہی اُسے اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ چہ جائیکہ حکومت کا قانون رکاوٹ کا موجب ہو۔ مگر جائداد سے محرومی ایک دوسری چیز ہے۔ جو اس کی مذہبی آزادی پر ایک قسم کا جبر ہے۔ لیکن صرف یہی ایک ظلم نہیں جو مسلمانان کشمیر پر توڑا جاتا ہے۔ ان کی تمدنی و اقتصادی حالت بگاڑنے اور تباہی کے درجہ تک پہنچانے کے لئے جو قیامت خیز مظالم ان پر توڑے گئے ہیں۔ ان کی نظیر کسی مسلم ریاست میں نہیں مل سکتی۔ ہندو ریاستوں میں تبلیغ کی اجازت بھی ایک ایسی بات ہے۔ جس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیا "پرکاش" کسی ہندو ریاست کا نام بتا سکتا ہے۔ جہاں تبلیغ اسلام کی اجازت ہو اور مسلمان علی الاعلان کھلا تبلیغ کر رہے ہوں۔

پرکاش اور اس کے ہمنواؤں کو یاد رکھنا چاہئیے کہ اسلامی ریاستوں کے خلاف جتھے بازی کسی طرح سودمند ثابت نہ ہوگی۔ یہ سودا انہیں بہت مہنگا پڑیگا۔ ہندو ریاستوں کی تعداد اسلامی ریاستوں سے بہت زیادہ ہے۔ جو مسلمانوں کی جتھے بازی کی تاب ہرگز نہیں لا سکتیں۔ انہیں اس بارہ میں ذرا سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانا چاہئیے۔ ایسا نہ ہو کہ مسلمانوں سے کشمیر کا بدلہ لیتے لیتے ہندو ریاستوں ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

مسیحی کریڈ کی تبدیلی

انگلستان کے موڈرنسٹ عیسائی جن میں کلیسا کے بڑے بڑے فضلا، اور بشپ شامل ہیں۔ اپنی سالانہ کانفرنسوں میں یکے بعد دیگرے تمام مسیحی معتقدات کا انکار کرنے کے بعد اب اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انہیں عیسوی کریڈ (ایمانیات) کو بدل دینا چاہئیے گذشتہ چند سالوں میں انہوں نے جن خیالات کا اعلان یکے بعد دیگرے کیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مروجہ کلیسا کی بنا جناب مسیح نے نہیں ڈالی۔ وہ موسوی شریعت کے پابند تھے۔ وہ کوئی تبدیلی مذہب میں کرنے نہ آئے تھے۔ بعض امور میں انہوں نے مروجہ باتوں کی اصلاح کرنی چاہی (کلیسا سے مراد الوہیت، کفارہ عیسٰی وغیرہ عقائد ہیں)

(۲) بائبل محرف ہے۔

(۳) جناب مسیح کسی معنی میں خدا نہ تھے، وہ ہر طرح انسان تھے

(۴) کلیسا کی مروجہ مذہبی رسمیات اعشائے ربانی وغیرہ اپنی موجودہ شکل میں پیگن ازم یعنی مذہب اصنام پرستی سے آئی ہیں۔

(۵) انسان ایک مکمل فطرت لیکر دنیا میں آتا ہے جو گناہ سے پاک ہوتی ہے۔

(۶) دنیا میں خدا انسان کی شکل میں نہیں آتا۔ ہاں انسان اخلاق خداوندی اختیار کر لیتا ہے۔

(۷) جناب مسیح نے کبھی تعلیم نہیں دی کہ وہ خدا تھے۔

اسی قسم کی دو چار اور بھی باتیں مسیحی معتقدات سے خارج کی جا چکی ہیں۔ اور اب "اسلامک ریویو" بابت ماہ ستمبر نے یہ عظیم الشان بشارت سنائی ہے کہ موڈرنسٹ جماعت کے رکن رکین ڈاکٹر بارنس بشپ برمنگھم نے اعلان کیا ہے کہ وہ مروجہ عقائد عیسائیت کو چھوڑ کر کسی نئے عقیدہ کے بنانے کی فکر میں ہیں یعنی کلیسا نے جن عقائد کا نام کریڈ (اصول مذہب) رکھا ہے۔ انہیں بدلنا چاہتے ہیں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اس بشارت عظمٰی کو ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع کرتے ہوئے بالکل صحیح لکھا ہے کہ "میں کیا اگر لاکھ کمال الدین بھی وہاں جاتے تو اتنی جلدی عیسائیت یورپ سے جلا وطن ہو جانے کے قریب نہ ہو جاتی لیکن خدا العجائب خدا نے اس کام کے لئے خود عیسائیوں میں سے ایک جماعت کھڑی کر دی۔ ہاں یہ مجھ پر خاص فضل ہوا کہ جس کام کے لئے اللہ تعالےٰ مدت سے ایک جماعت کو تیار کر رہا تھا۔ ان کے علمی کام نے میرے جانے کے تیسرے سال بعد یعنی ۱۹۱۵ء میں ایک زبردست شکل اختیار کی، خدائے برتر کے نہ ٹلنے والے ارادے مسلم مشن کی بنیاد کے بعد ظاہر ہونے لگے" یہ صحیح ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسیحی معتقدات پر جو جرح ووکنگ مسلم مشن اور جماعت احمدیہ نے خدا کے مسیح کے دئیے ہوئے اصول کی روشنی میں کی، اس نے مسیحی مذہب کا تار و پود بکھیر دیا۔ اور انگلستان کے روشن خیال طبقہ کو ان غیر معقول اصولوں کو آخر کار خیرباد کہنا پڑا۔ اس کامیابی پر حضرت خواجہ کمال الدین اور تمام جماعت احمدیہ مستحق مبارکباد ہے۔

انگلستان کا آیندہ مذہب

مسیحی کریڈ کو چھوڑ کر انگلستان کا آیندہ مذہب کیا ہوگا؟ انگلستان کے مشہور عالم سوشلسٹ برنارڈ شا نے اپنے ایک تازہ مضمون میں یہ اعلان کیا ہے کہ:۔

"انگلستان بالخصوص اور باقی دنیا بالعموم اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور ہے"

اس کی پیشگوئی ہے کہ آیندہ سو سال میں کل دنیا کا مذہب اسلام ہوگا۔ یہ اس شخص کی شہادت ہے جو انگلستان کے اندرونی رجحان طبع سے پوری واقفیت رکھتا ہے۔ لیکن محض اس پیشگوئی کو سنکر خوش ہو جانا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک اس رجحان طبع سے فائدہ اٹھانے اور اسلام کی صحیح تعلیم ان تک پہنچانے کی کوشش نہ کی جائے۔ اس کا سب سے بڑا ذریعہ لٹریچر کی اشاعت ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا انگریزی ترجمۃ القرآن کثیر تعداد میں ان لوگوں تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ اسلام کی تعلیم سے کما حقہ واقف ہو سکیں۔ اور مسیحی کریڈ کو اسلامی معتقدات سے تبدیل کریں۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی اسلامک ریویو کے نصف حصہ میں تفسیر القرآن شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جو امید ہے کہ مفید ثابت ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت امیر ایدہ اللہ انگریزی ترجمۃ القرآن کی اشاعت کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ ذی استطاعت اصحاب کو چاہئیے کہ اس کی متعدد کاپیاں خرید کر انگلستان کے سمجھدار طبقہ میں مفت تقسیم کا انتظام کریں۔ کہ یہی اس موقعہ سے بہترین فائدہ اٹھانے کی بہترین صورت ہے۔

دہلی میں غنڈا شاہی

دہلی سے ایک اشتہار ہمیں موصول ہوا ہے جس پر بہت سے مسلمانان دہلی کے دستخط ہیں۔ اشتہار کا عنوان ہے:۔

"دہلی کو غنڈا شاہی اور کشمیری ایجنٹوں سے بچاؤ"

"مولانا محمد علی مرحوم کی یادگار کو مٹانے والے سورما"

اس اشتہار میں مولوی احمد سعید صاحب ناظم جمعیتہ العلماء ہند کے متعلق یہ شکایت کی گئی ہے۔ کہ مولانا محمد علی مرحوم کی یادگار خلافت کمیٹی کے مقابلہ میں ایک احرار کمیٹی بنائی ہے۔ جس کا مقصد مسلمانان کشمیر کی امداد کے لئے دہلی سے چندہ وصول کرنا اور احرار پنجاب کی طرح جتھے روانہ کرنا ہے۔ مشتہرین کو شکایت ہے کہ مولوی احمد سعید خلافت کمیٹی کے ہوتے ہوئے۔ جو قریباً پندرہ روز سے اسی غرض سے چندہ وصول کر رہی ہے، احرار کمیٹی بنانا فتنہ پردازی ہے۔ انہیں یہ بھی شکایت ہے کہ خلافت کمیٹی کے بعض جلسوں میں جمعیتہ العلماء کے بعض اراکین نے چند غنڈوں کے ذریعہ سے بدنظمی پھیلا کر غنڈا شاہی کا ارتکاب کیا۔ اور انہوں نے "دہلی کے تمام علماء۔ رؤساء۔ شرفاء۔ اور قومی کارکنوں سے دست بستہ التجا کی ہے کہ:۔

"اب پانی سر سے گزر گیا ہے۔ وہ اس غنڈہ شاہی کا جلد از جلد علاج کریں، ورنہ کچھ اللہ کے بندے تیار ہو چکے ہیں کہ وہ خود مٹ جائیں گے یا اس غنڈا شاہی کو مٹا دیں گے جس نے تمام مسلمانان دہلی کی شرافت کو بدنام کر دیا ہے۔ اور کوئی ایسا قومی و مذہبی کام اس غنڈا شاہی سے محفوظ نہیں رہتا۔ جس کا ٹھیکہ دار مولوی احمد سعید کو نہ بنایا جائے"

ہم نہیں کہہ سکتے کہ بیان کردہ شکایات کہاں تک صحیح ہیں لیکن اس قدر ظاہر ہے کہ جمعیتہ العلماء جیسی انجمن اور مولوی احمد سعید صاحب کے خلاف برہمی پیدا ہو رہی ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ وہی ہو جس کا اشتہار میں ذکر ہے کہ خلافت کمیٹی کے ہوتے ہوئے انہوں نے احرار کمیٹی بنائی۔ یا اس کی تہ میں کوئی اور وجوہات ہوں لیکن بہرحال شرفاء دہلی کا یہ فرض ہے کہ اصل وجوہ کی تحقیقات کر کے ان کو دور کرنے اور فریقین میں سمجھوتہ کرانے کی کوشش کریں مشتہرین کو بھی ایسے اشتہار شائع کرنے کے بجائے اخلاق اسلامی سے کام لینا اور تعاونوا علی البر والتقوی پر عملدرآمد کرنا چاہئیے۔

امسال حج اکبر ہوگا

آیندہ حج کے متعلق ایک ضروری اعلان حکومت پنجاب کی وساطت سے ہمیں برائے اشاعت موصول ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اگر آیندہ ذی الحج کا چاند ۷ر اپریل کے بجائے ۶ر اپریل کو مکہ شریف میں دیکھا گیا تو اس سال کا حج جمعہ کے روز ہوگا جس کا ثواب سات گنا سمجھا جاتا ہے۔

اسی اعلان میں مصارف حج کی بھی پوری تفصیل دی گئی ہے۔ جس میں کرایہ آمدورفت ریل و جہاز اور اخراجات بدوران حج سب شامل ہیں۔ ان اخراجات کا اندازہ تخمیناً نو سو روپے تک پہنچتا ہے لیکن اگر حجاز میں موٹر کے بجائے اونٹ پر سفر کیا جائے تو قریباً آٹھ سو روپیہ خرچ ہوگا۔

اطلاع عام

ٹھیکہ دار اراضی کھوتی واڑہ چک ۱۰ فیض پور کلاں مزارعان و نگین پور مزارعان کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آب وہ ٹھیکہ اراضی وبٹائی وغیرہ مسمی معراج دین ولد چراغ دین زین ساز ساکن لاہور کو نہ دیں کیونکہ اس کی خیانت کی وجہ سے اب وہ میرا مختار عام ماہ اگست ۱۹۳۱ء سے نہیں رہا۔ مختار نامہ فسخ کر دیا گیا۔

المشتہر

عزیز الدین ولد حسن الدین فیض پور کلاں تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ

مُلاحظات

(از نقاد)

سلسلۂ سبابیہ لاہوریہ کی نہروانی شاخ یعنی" زمیندار" نے ہمارے چیلنج کے جواب میں حضرت مسیح موعود کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کا ایک ادھورا فقرہ نقل کیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ اس میں آپ نے ان لوگوں کو جو آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے" حرامزادہ اور ولدالزنا" قرار دیا ہے۔

اس مہتمانہ للکار کے جواب میں باادب یہ گذارش کی گئی کہ آپ کے اخلاق حسنہ زمینداریہ نہروانیہ آقیہ مولائیہ اختریہ سے جن کا اظہار آپ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، دوڑتے بھاگتے، سوتے جاگتے، دہلی دروازے کے چوراہے میں فرمانے کے خوگر ہیں، یہ بعید ہے کہ ایسے خیالات کا اظہار کریں۔ کیونکہ ان اخلاق حسنہ کے موتی آپ اپنے زمینی گزٹ "زمیندار" میں انہی علمائے سوء کے متعلق جن کو مسیح موعود نے بغایا کے نام سے پکارا ان الفاظ میں پرو چکے ہیں۔

"جامد مولویوں، جاہل پیروں کندہ ناتراش مشائخوں"

"ان اوہام پرست پیروں"۔ "ان ہوسناک مولویوں"۔

"جس قدر اس بدباطن گروہ نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس قدر اسلام کو تاتاری فتنوں اور صلیبی جنگوں سے نقصان نہیں پہنچا"

"ان خود غرض اور نفس پرست ملاؤں"۔

"فاترالعقل ملاؤں، ان کے مسلوب الحواس پرستاروں"

"جامد ملا" "کندہ ناتراش پیر" "ملت فروش مشائخ"۔

"جھوٹے پیروں" "ملت فروش مولویوں" (زمیندار ۳ جنوری ۱۹۲۹ء)

"ملائے شور بازار اور اس کی نابکارامت"

(زمیندار ۵ جون ۱۹۲۹ء)

"فریب خوردگان طاغوت" (زمیندار ۲۹ جون ۱۹۲۹ء)

"شوربازاری داڑھی والا چوہدری"۔ (زمیندار ۲۷ جون ۱۹۲۹ء)

مسیح موعود نے انہی لوگوں کو جن کو آپ نے "اوہام پرست" "ہوسناک"۔ "جاہل"۔ "کندہ ناتراش"۔ "بدباطن"۔ "خودغرض" "نفس پرست"۔ "فاترالعقل"۔ "مسلوب الحواس"۔ "جامد"۔ "ملت فروش" وغیرہ قرار دیا جن کے پیرووں کو آپ نے "مسلوب الحواس پرستار" اور "نابکارامت" کے پاکیزہ الفاظ میں یاد فرمایا۔ "بغایا" کے نام سے پکارا ہے۔ اور ان کی ذریت کا ذکر کرتے ہوئے، خود ہی اس کی تفسیر بھی فرما دی ہے۔ الذین ختم اللہ علی قلوبھم۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے۔ ہم نے بتایا تھا کہ از روئے لغت بغایا، بغیۃ کی جمع ہے جس کے معنی طلائع کے ہیں۔ یعنی آگے چلنے والا دستہ، پس ذریۃ البغایا سے وہی لوگ مراد ہیں۔ جو بقول آپ کے ان آگے چلنے والے "فاترالعقل" ملاؤں کے "مسلوب الحواس پرستار" اور "ملائے شوربازار" کی "نابکارامت" ہیں۔

یہ منہ توڑ جواب سنکر سلسلہ سبابیہ لاہوریہ کے سباب اعظم کو خاموش ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر وہ سباب جس کے ہاتھ میں اشاعت کے لئے اخبار اور لکھنے کے لئے قلم بھی ہو، سباب ہی نہیں۔ اگر اس کی ناپاک اور غلیظ گالیوں سے لاہور کا موچی دروازہ الامان نہ پکار اٹھے اور وہ "ظفرملت" ہی کیا۔ جو معقول سے معقول دلیل کے مقابلہ میں افترا و اتہام اور کذب و بہتان کے انبار پر انبار نہ لگا دے!

یکم دسمبر کے "زمیندار" میں ظفرالملت بہادر نے پھر وہی "نقاش" کا بوسیدہ برقع اوڑھ کر ہمارے ۲۰ نومبر کے مضمون کا جواب ایسے استعارات میں دیا ہے۔ جن کی شرح کے لئے ایک نئی اعجاز البلاغۃ لکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے لکھا تھا کہ جناب "ظفرالملت" کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی کا سیاہ ترین ورق ہے، اور اس کے ثبوت میں محض ایسی مثالیں دی تھیں، جن سے ظاہر ہے کہ وہ حصول زر کے لئے آئے دن گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کا عادی ہے خواہ اس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی ہو۔ یا اسلام کا نقصان ہوتا ہو۔ ابھی حال ہی میں ایسے وقت جب مسلمانوں کے خون کشمیر میں بہائے جارہے تھے، اسلام مردہ باد کے نعرے پہروں سے لگوائے جاتے تھے۔ رسول اللہ صلعم کی علانیہ توہین کی جاتی۔ خدائے واحد کے پرستاروں کو ریاستی جھنڈے کے آگے سربسجود کیا جاتا اور مسلمان خواتین کو بے حرمت کیا جارہا تھا۔ اس وقت جناب "ظفرالملت والدین" اپنے ولی نعمت ہز ہائینس مہاراجہ کشمیر کے دسترخوان پر ملائی کی رکابیاں اڑانے میں مصروف تھے جس کے بعد اسی دسترخوان کی چند سنہری ٹکیوں کے عوض اس نے اپنے مجلۂ شریفیہ زینیہ میں مہاراجہ بہادر کی قصیدہ خوانی کلام منظوم کی صورت میں کرنی ضروری سمجھی جس کے ذیل کے اشعار اس کی اسلامی غیرت و حمیت پر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہے ہیں:-

اے جواں سال مہاراجہ کہ بزم کشمیر
گونجتی ہے تیرے اخلاق کے افسانوں سے
اے کہ آراستہ ہے نامۂ عظمت تیرا
بخت و دولت کے چمکتے ہوئے عنوانوں سے
ہے یہی میری تمنا کہ تشکر کی زبان
نہ کبھی عہدہ برآ ہو تیرے احسانوں سے

احسانوں سے زبان عہدہ برآ کیونکر ہوسکتی ہے جبکہ مسلمانوں کو تختۂ مظالم بنا کر جناب ظفرالملت کا دامن مراد سیم و زر سے بھر دیا گیا۔ کیا یہ کوئی کم احسان ہے کہ اس کے تشکر سے آپ کی زبان عہدہ برآ ہوسکے؟

لیکن ان تمام باتوں کو نظرانداز کرکے آپ نے پھر وہی لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ" پیغام صلح نے ظفر علی خاں کی اسلام دشمنی کے ثبوت میں یہ حجت پیش کی ہے کہ وہ انگریزوں کا دشمن ہندوؤں کا غلام ہے"۔ ہم نے تو ایسا نہیں کہا۔ بلکہ اس کے خلاف ہم نے لکھا ہے۔ کہ ایک وقت انگریزوں کا مدح خواں اور ہندوؤں کا دشمن تھا لیکن ذرائع مفاد بدلنے کے ساتھ ہی انگریزوں کا دشمن اور ہندوؤں کا غلام ہوگیا۔ اور اس غلامی میں اسلام کی عزت اور مسلمانوں کے خون بھی فروخت کر دیئے۔ اگر ایسا شخص دشمن اسلام نہیں تو اور کون ہوسکتا ہے۔

لیکن یہیں تک نہیں، ذریۃ البغایا کے ان معنوں کی جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے کئے یہ نہایت عجیب و غریب تفسیر آپ نے فرمائی ہے کہ:-

"آگے چلنے والے السابقون الاولون بھی ہوسکتے ہیں۔ جو قطعاً جنتی ہیں۔ اور ابلیس لعین کی فوج کے ہراول بھی ہوسکتے ہیں۔ ... آپ ہی کے استدلال کے رو سے آنجہانی (حضرت مسیح موعود) کے منکر ابلیس لعین کی فوج کے ہراول تو ہو نہیں سکتے۔ وہ بہرحال السابقون الاولون ہی کی اولاد ہونگے لیکن کیا ہر پڑھے لکھے مسلمان کی عقل کی کھلی ہوئی توہین نہیں ہے کہ اسے یہ باور کرایا جائے کہ ان آنجہانی صاحب نے اپنے منکر مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی تھی؟"

جناب" ظفرالملت والدین" کے کلام بلاغت نظام کا یہ استادانہ اقتباس ہزار در صد ہزار تحسینت ہے۔ لیکن یہ تو ارشاد ہو کہ کب ہم نے یہ کہا تھا کہ بغایا کے معنی" ابلیس لعین کی فوج کے ہراول" نہیں ہوسکتے۔ ہم نے تو صرف اتنا کہا تھا کہ ذریۃ البغایا کے معنی یہاں" حرامزادے اور ولدالزنا کے نہیں" زمیندار کے" سخن فہم" اور" حقیقت شناس" ایڈیٹر کے نزدیک اگر" حرامزادے اور ولدالزنا" از روئے لغت وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو" ابلیس لعین کی فوج کے ہراول" ہوں۔ تو اس سخن فہمی اور لغت نویسی پر صاحب قاموس کی روح بھی عالم بالا میں تڑپ اٹھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

وہ" اوہام پرست"۔ "کندہ ناتراش" اور" نفس پرست" ملا جنہیں خود" زمیندار" نے" بدباطن گروہ اور" شرالشر" کے نام سے پکارا ہے وہ آپ ہی کے فرمان کے مطابق عقل و ہوش رکھنے والے نیک انسانوں کے پیشرو تو ہو نہیں سکتے، وہ بہرحال ان" مسلوب الحواس پرستاروں" اور اس" نابکارامت" کے پیشرو (بالفاظ مرزا صاحب بغایا) ہونگے جسے شیطان لعین کی فوج ہونے کا شرف حاصل ہے، پھر کیا یہ ہر پڑھے لکھے مسلمان کی عقل کی کھلی ہوئی توہین نہیں ہے کہ اسے یہ باور کرایا جائے کہ آپ نے شیطان لعین کی اس فوج کے ہراول کو نعوذ باللہ السابقون الاولون کو قرار دیا ہے؟

ذریۃ البغایا کے ان معنوں کو جو حضرت امیر ایدہ اللہ نے از روئے لغت پیش کئے السابقون الاولون کے ساتھ ملتبس کرکے منشی ظفر علی خاں نے بزعم خود" پیغام صلح" اور سلسلہ احمدیہ کا ناطقہ بند کر دیا) اور حضرت مسیح موعود کو اسلام کا سب سے بڑا دشمن ثابت کرکے جی ہی جی میں خوش ہوئے، شاید گنوار کے لٹھ جمعیتی علما بھی جنہیں" ظفرالملت" کی عربی دانی پر ناز ہے" اپنی"۔ "امت" کے ایک فرد جلیل کے اس مظاہرہ فضل و کمال پر صل دجل پکار اٹھے ہوں لیکن اس کو کیا کریئے کہ منشی ظفر علی خاں این جہانی نے صرف افغانستان کے علما کو ہی مغلظات نہیں سنائیں بلکہ خود جمعیۃ العلما کو بھی نہایت صفائی کے ساتھ اپنی ان ہزلیات کا ہدف ٹھہرایا ہے جسکو" موچی دروازہ والے بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں"۔ ذیل کے الفاظ اس کا ایک ادنیٰ نمونہ ہیں

"ساری دہلی میں خر ہی خر" (زمیندار ۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء)

"دہلی کی فضا نہایت ناپاک ہو رہی ہے اور عفونت میں سنڈاس سے بھی بدتر ہے۔ اور اس عفونت کا سرچشمہ وہ لوگ ہیں۔ جو علماء کہلاتے ہیں"۔ (زمیندار ۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء)

"جب یہ (علماء دہلی) غصہ میں گالیاں دینے پر اتر آتے ہیں تو یہی الفاظ (بے دین، ملحد، زندیق، کافر، یا مردود) ان کی زبان سے نکلتے ہیں۔ ع

از کوزہ ہماں چیز تراود کہ در دست

(زمیندار ۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء)

(باقی بر صفحہ ۱۰)

اسلام اور مساوات نسلِ انسانی

مساوات کے عملی نتائج۔ احمدی قوم کی غرض۔ جماعت کی قوت اور ترقی کے ذرائع۔ باہمی میل جول کے فوائد

خطبۂ جمعہ مورخۂ ۱۳ر نومبر ۱۹۳۱ء فرمودہ حضرۃ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلا ۔۔۔ الیٰ ۔۔۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد

اس آخری آیت میں فرمایا کہ تو کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا اور معبود ایک ہی خدا ہے۔

اسلامی قومیت کی بنیاد

یہ دو فقرے اسلامی قومیت کی بنیاد ہیں (۱) خدا ایک ہے۔ اور (۲) انسان سب ایک سے ہیں۔ انسانوں کا ایک سا ہونا اس لئے کہ جب خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل ترین نوع انسان ہیں ان کو بھی حکم ہوتا ہے کہ کہدو میں تمہاری طرح انسان ہوں، تو اور کون ہے، جس کو اس برابری سے بڑھایا جائے، اس لئے خدا کی توحید اور انسانوں کے اندر مساوات ان دونوں کو قوم اسلام کی اصل بنیاد کہنا چاہیئے

عملی مساوات

یہ فقرہ کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں کہدینا آسان ہے۔ مگر وہ عظیم الشان کام جو ہماری سرکار نے کرکے دکھایا وہ صرف کہدینا نہ تھا۔ بلکہ اس خیال کو ایسی ترقی دی اور اس کمال تک پہنچایا کہ قوم کے اندر نہ صرف وہ جو آپ کے ساتھی تھے، بلکہ وہ مسلمان قوم جو آپ کے پیچھے بھی آئی، ان کے اندر بھی یہ خیال عملی رنگ میں کام کرتا ہے، مساوات میں انسانی خیال کو ترقی دینا اور اس کو کمال تک پہنچانا فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑا کام تھا جو رسول اللہ صلعم نے ایسا کر دکھایا کہ نسلاً بعد نسل پھیلتا ہی چلا گیا۔

اس کی وجہ کیا تھی، کس طرح یہ بات مسلمانوں میں راسخ اور مضبوط ہو گئی۔ اس لئے کہ آپ نے اسے صرف کہہ دینے تک محدود نہیں کیا۔ بلکہ انسانوں کی عملی زندگی میں داخل کرکے اس کو کمال تک پہنچایا۔ اس بات کے کہنے والے اور بھی بہتیرے ہونگے۔ مگر آپ کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت مساوات انسانی کے خیال کو انسان کی زندگی کے سب شعبوں میں داخل کر دیا۔ یہاں تک کہ عبادت جو خدا کے آگے سر جھکانے کا نام ہے، اس میں بھی اسی مساوات کو داخل کیا

نماز میں مساوات

نماز یہ نہیں کہ گھر میں دو چار رکعتیں پڑھ لیں، بلکہ نماز مسجد کے اندر آنے اور با جماعت ادا کرنے کا نام ہے، مسجد میں آکر تمام فرق مراتب اٹھ جاتے ہیں۔ خواہ کوئی ڈپٹی کمشنر ہو یا کوئی اور بڑے سے بڑا افسر ہو، مسجد میں جب آجاتا ہے۔ تو اسے سب کے برابر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ یہاں ایک ہی طرح پر سب کھڑے ہوتے، ایک ہی طرح ہاتھ باندھتے، ایک ہی طرح رکوع اور سجدہ کرتے ہیں۔ بادشاہ کے ساتھ درویش کھڑا ہو جاتا ہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ ایک چوہڑہ جو کل مسلمان ہوتا ہے وہ مسجد میں ایک سید کے دوش بدوش کھڑا ہو سکتا ہے، یہ بات دوسرے کسی مذہب میں نہیں۔ ابھی یہ ناسک میں اچھوتوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ہندو کہلاتے ہیں اور ہندوں کے مندر میں جاکر عبادت نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں کے گرجوں میں جاؤ تو وہاں بھی بڑے لوگوں کی نشستیں ممتاز ہیں۔ سفید رنگ والے الگ ہیں۔ کالی چمڑی والے الگ ہیں۔ یہ بات اسلام میں نہیں، ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان نہ صرف ہر اسلامی مسجد میں داخل ہو سکتا ہے، بلکہ سب کے برابر کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے بڑے سے بڑے مسلمان کو یہ حق حاصل نہیں کہ اگر پہلی صف میں جگہ ہو، تو وہاں کسی ادنیٰ حیثیت کے مسلمان کو جگہ لینے سے روکے

قوم کے بننے کا حقیقی راستہ

اس مساوات اور مسجد کے اندر مل کے نماز پڑھنے میں بہت سے فوائد ہیں۔ ایک دوسرے سے میل جول اور تعلقات بڑھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حالات کا علم ہوتا ہے۔ سوسائٹی کی کئی کئی بیماریاں اس سے دور ہوتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کی امداد و اعانت، ایک دوسرے کے مصائب میں کام آنا یہ ایسی چیزیں ہیں۔ جو صرف اسی میل جول سے پیدا ہوتی ہیں، اور ان میں قوم کے بننے کا حقیقی راستہ ہے۔

تمام شعبہ ہائے زندگی میں مساوات

لیکن اسلام نے صرف نماز ہی میں نہیں۔ انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں یہاں تک کہ بیٹھنا اٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا وغیرہ ان سب میں مساوات نسل انسانی کے خیال کو ترقی دی ہے۔ کہ جس سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ کہ انسانوں کے اندر فرق کوئی نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، جو بادشاہِ وقت بھی تھے۔ اور معلم روحانی بھی، آپ کی مجلس کو دیکھو آپ کے طریق نشست اور لباس کو دیکھو۔ ایسا مساوات کا رنگ نظر آتا ہے کہ کوئی اجنبی پہچان نہیں سکتا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔

موجودہ پیر اور آنحضرت صلعم کی مجالس

آج ایک پیر کو دیکھتے ہو، مجلس میں آتا ہے [illegible] لباس دوسروں سے الگ ہے۔ اس کا بیٹھنا خاص حیثیت رکھتا ہے جس سے وہ مجلس میں بھی دوسروں سے ممتاز نظر آتا ہے کوئی شخص اس کے سامنے بات نہیں کر سکتا، اس کی ہر چیز خاص ہے، اور اس میں وہ اپنی عزت سمجھتا ہے، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق نہ تھا، آپ ظاہری حالت میں معمولی انسانوں کی طرح رہتے۔ مجلس میں اسی طرح بیٹھتے، دوسرے بے تکلف آپ سے اور آپ بے تکلف دوسروں سے باتیں کرتے تھے۔

نماز باجماعت کی غرض

ان تمام باتوں میں فی الحقیقت باہمی محبت کو بڑھانا مقصود ہے۔ نماز باجماعت میں بھی محبت ہی کو ترقی دینا اصل غرض ہے۔ ہمارے بعض دوستوں کا بھی یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے اندر نماز کوئی حیثیت نہیں رکھتی، گھر میں اٹھے اور دو چار ٹکریں مار لیں۔ آخر عبادت ہی کرنا مقصود ہے، لیکن نہیں، خوب یاد رکھو۔ نماز کی ایک غرض اگر خدا کے آگے جھکنا ہے۔ تو باہمی میل جول کو ترقی دینا، ایک دوسرے کے ساتھ محبت بڑھانا، اس کی دوسری بڑی غرض ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ مسجد میں آکر باجماعت نماز ادا نہ کی جائے، جن لوگوں نے گھروں پڑھنے کی عادت ڈال لی ہے۔ انہوں نے صحیح رستہ پر قدم نہیں مارا اگر یہ نماز رسول اللہ صلعم کی اتباع میں ہے، تو اس جگہ ادا کرنی چاہیئے، جہاں ادا کرنے کا حکم ہے، بات ایک ہونی چاہیئے، یا تو محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کا دم بھرتے ہو تو پورے طور پر اتباع کرو اور اس رستہ پر چلو۔ جس پر رسول اللہ صلعم نے چلنے کا حکم دیا۔ اور خود چلکر دکھایا۔ ورنہ یاد رکھو۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

مسلمانوں کی سستی

آج کل ایسی سستی مسلمانوں پر چھائی ہے کہ بعض پاس کے گھروں کے رہنے والے بھی مسجدوں میں نماز کے وقت نہیں آسکتے اتنی لمبی راتیں ہیں۔ کوئی شخص یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ رات کے نو بجے سے لیکر صبح کے چھ سات بجے تک سوتا رہے۔ باوجود اس کے بہت ہیں۔ جو مسجدوں سے قریب ہو کر بھی صبح کی نماز میں شامل نہیں ہوتے، گرمیاں ہوں تو عذر ہوتا ہے کہ راتیں چھوٹی ہیں، نیند نہیں بھرتی۔ سردیاں ہوں تو سردی میں لحاف سے نکل نہ سکنے کا عذر ہے۔ یہ صحیح طریق نہیں، وہ شخص اپنے آپ کو نکما کرتا ہے جو اتنی بڑی رات کو لحافوں کے اندر گزارتا ہے، اور اٹھنے کا نام نہیں لیتا۔ اس سے اس کی صحت اور عمر کو نقصان ہوگا، تم تو مسلمانوں کے بچے کہلاتے ہو، [illegible] جب صبح کو نماز پڑھنے کے بعد سیر کو جاتا ہوں تو ہندو نوجوان اس وقت سیر سے واپس آتے ہوئے ملتے ہیں۔ لیکن تمہاری یہ حالت ہے کہ سیر کے لئے جانا تو ایک طرف نماز کے لئے نکلنا بھی مصیبت ہو گئی ہے۔

میل جول کے فوائد

میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ نماز صرف رکوع وسجود ہی کا نام نہیں، جانتے ہو، جو انسان ایک دوسرے سے ملتے ہیں اس سے کس قدر راحت پیدا ہوتی ہے۔ ایک دوست جب ملتا ہے تو دل کے اندر محبت وانبساط کی ایک لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ باہم ملنا ملانا بے سود ہے، یہ مت خیال کرو کہ کسی نے کھانا کھلایا تو اس کا روپیہ برباد ہوا، وہ دل کی خوشی کو بڑھاتا ہے۔ یہاں لاہور میں ہمارے بعض عزیزوں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ جماعت کے میل جول کے تعلقات کو بڑھائیں۔ ان تعلقات کے بڑھانے کے ذرائع میں سے ایک تو نماز ہے جو باجماعت ادا ہونی چاہیئے۔ اور اس کے علاوہ ایک مسنون طریق یہ بھی ہے کہ کھانے پر لوگوں کو بلایا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی لوگوں کو کھانے پر بلاتے تھے، اور صحابہؓ بھی آپ کو اور ایک دوسرے کو بلاتے تھے۔ اس سے باہمی تعلقات مضبوط ہوتے اور محبت بڑھتی ہے، اور مساوات کا وہ رنگ جس کو اسلام نے پیدا کیا ہے۔ عملی صورت میں نظر آتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا کام

تم جانتے ہو کہ تم ایک جماعت ہو جس کو خاص غرض سے کھڑا کیا گیا ہے، ایک خدا کی عبادت اور بنی نوع انسان میں

مساوات پیدا کرنا۔ یہ اسلام کا اصل الاصول ہے، جس کو دنیا میں پھیلانا تمہارا کام ہے۔ تم دیکھ لو کہ اس خیال کو ترقی دینے کی بدولت کس قدر عظیم الشان نتائج پیدا ہوئے ہیں۔ کتنے بڑے بڑے بلند پایہ لوگ اسلام کے اندر آنا فخر سمجھنے لگے ہیں، آج دنیا میں بہت سے لوگ ہیں، جو ایسے مذہب کی تلاش میں ہیں۔ جو بنی نوع انسان میں مساوات پیدا کرے۔ ہم لوگوں کے اندر اگر کافی بیداری اور محبت ہو تو ایسے لوگ بھی ہر جگہ مل سکتے ہیں۔

امریکن ہیرنٹ کا قبول اسلام

ایک امریکن ہیرونٹ یعنی نواب ہے، جو اچھرہ میں چوہڑوں کے اندر رہتا ہے۔ چوہڑوں کے لباس میں رہتا ہے۔ چوہڑوں کے گھروں میں رہتا ہے۔ اور آج شاہی مسجد میں اس کا اعلان اسلام ہوگا۔ اگر اشاعت اسلام کا خیال ہمارے دلوں میں ہو تو ایسے بہتیرے موقعے ہم کو ملتے رہیں گے۔

جماعت کی قوت کے ذرائع

یہ اشاعت اسلام کا خیال آج مجدد وقت نے دنیا میں پھیلایا اسی غرض کے لئے آپ نے جماعت بنائی جس کی قوت اور ترقی اشاعت اسلام کے لئے مفید ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے ذرائع استعمال کئے جائیں جن سے اس جماعت کو قوت حاصل ہو، جس قدر ان ذرائع کو ترقی دو گے، اسی قدر اشاعت اسلام کو فائدہ پہنچے گا میل جول اس کے لئے سب سے بڑا ذریعہ ہے اکیلے پڑے رہنے سے وہ خیالات کم ہو جاتے ہیں۔ جتنا باہم ملنا ہمارے دوستوں نے کم کیا ہے، اتنا ہی جماعت کی ترقی اور اشاعت اسلام کو نقصان پہنچا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ابتدا میں جب ہم لوگوں نے حضرت صاحب کی بیعت کی، تو کس قدر باہم میل جول اور تعلق تھا۔ جب تک ایک دوسرے کو مل نہ لیتے چین نہ پڑتا تھا۔ اسی میل جول کا نتیجہ تھا کہ جماعت کی باہمی محبت بڑھتی جاتی تھی۔ اور اس ہماری محبت اور اخوت کو دیکھکر دوسرے، لوگ بھی ہماری طرف کھنچے چلے آتے تھے اس جذبہ محبت کو سستی اور کاہلی سے کم نہ ہونے دینا چاہئے۔

خوب یاد رکھو۔ باہمی میل جول سے بہت سے فوائد وابستہ ہیں، تمہاری قربانیاں بھی میل جول کو چاہتی ہیں۔ لوگ سمجھیں یا نہ سمجھیں بغیر کچھ کہنے کے بھی میل جول کا بڑا اثر ہوتا ہے، اگر مسجد میں نمازوں کے وقت ہی اکٹھے ہوئے تو اس سے بھی روحانی طور پر ایک دوسرے پر اثر پڑتا ہے، اور سب کی قوت روحانی میں ترقی ہوتی ہے نہ صرف یہ بلکہ ایک دوسرے کو دیکھکر قربانیوں کا شوق زیادہ ہوتا ہے۔

قربانی کے فوائد

قربانی فی الحقیقت بہت بڑی چیز ہے، تم تو خدا کے فضل سے مجدد وقت کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہو۔ اور قربانی تمہارا اصل نصب العین قرار دیا گیا ہے، آج کشمیر کے بھائیوں نے کس قدر قربانیاں کی ہیں۔ ان قربانیوں کا اثر کیا ہوا ہے۔ آج یوں سمجھو کہ ان کی تمام خواہشات کے پورے ہونے کا سامان ہو گیا ہے تازہ اعلان میں جو مہاراجہ کشمیر کی طرف سے ہوا ہے، اس میں قریباً تمام باتوں کو مان لیا ہے۔ مذہبی آزادی ان کی تسلیم کر لی گئی ہے۔ انجمنوں اور تقاریر کی آزادی انہیں قریباً مل گئی ہے حکومت میں ان کا حق تسلیم کر لیا گیا ہے۔ دلال کمیشن کی رپورٹ کو مسترد کر دیا گیا ہے کس چیز نے یہ تمام باتیں منوالیں۔ صرف قربانی نے جو وہاں کے لوگوں نے کی، قربانی بڑی چیز ہے خوب یاد رکھو کہ بغیر قربانی کے کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی ⁂

بلئے احمدی مت بنو

تم بلئے احمدی مت بنو۔ اور جب قربانی کا وقت ہو خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کا سوال ہو، تو دلوں کے اندر بخل پیدا نہ ہو، آج تو بلئے بھی اس ذہنیت کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں، آج تمہاری قربانیوں کا وقت ہے، جس قدر قربانی کرو گے، اسی قدر تمہاری قوت بڑھے گی۔ ایک آدمی کو دیکھکر تمہاری روح کس قدر خوش ہوتی ہے۔ تو اگر سینکڑوں شامل ہونے لگیں تو کتنی زیادہ خوشی حاصل ہوگی، اس لئے اس فرض کو جو مجدد وقت نے خدا کے حکم سے تمہارے ذمہ عائد کیا ہے۔ سرانجام دینے کے لئے کسی ایثار اور قربانی سے دریغ نہ کرو ⁂

درس قرآن کریم کے نوٹ

(بقیہ صفحہ ۲)

جامع اور محبوب دعاء

پس انسان کو کیسی جامع دعا پناہ مانگنے کی سکھائی ہے کہ اے رب الناس تیری ربوبیت سے مجھے کوئی خناس نہ نکالے۔ اے ملک الناس تیرے حکم اور قانون سے مجھے کوئی خناس نہ پھیرے۔ اے الہ الناس تیرے سوائے کوئی میرا محبوب مطلوب مقصود اور معبود نہ ہو۔ کتنی جامع اور محبوب دعا ہے۔

نفس، مخلوق اور خدا کے حقوق

اس دعا کے مطابق جس کا عمل ہو وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پا گیا۔ اور اس کے ہاتھوں کبھی ممکن نہیں کہ کسی کو نقصان پہنچے اور کسی کا حق ضائع ہو۔ کیونکہ خدا کو اپنا رب[1] اپنا بادشاہ[2] اپنا معبود[3] و محبوب مانکر نفس[1]۔ مخلوق[2] اور خدا[3] تینوں کے حقوق محفوظ ہو گئے نفس[1] کا حق اس طرح محفوظ ہو گیا کہ نفس ربوبیت الٰہی کے ماتحت ترقی کرتا ہے جس نے خدا کو اپنا رب مان لیا۔ اور اپنے نفس کو اس کی ربوبیت کے ماتحت بکلی کر دیا۔ اس نے نفس کا حق ادا کر دیا۔ مخلوق[2] کا حق اس طرح محفوظ ہو گیا کہ جس نے خدا کی بادشاہی کو اپنے اوپر قبول کر لیا۔ ممکن نہیں کہ اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسری مخلوق کو گزند پہنچے۔ اور وہ مخلوق کا حق کما حقہ ادا نہ کرے خدا[3] کا حق اس طرح محفوظ ہو گیا۔ کہ جس نے خدا کو اپنا معبود و محبوب و مطلوب بنا لیا۔ وہ توحید حقیقی پر قائم ہو گیا۔ اور یہی خدا کا حق انسان کے ذمہ تھا ⁂

بقیہ صفحہ اول

بلجئی مشن۔ اخویم مرزا مسعود بیگ صاحب کے ایک خط سے جو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے نام موصول ہوا ہے۔ ذیل کا اقتباس قارئین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔

قبلہ و کعبہ ام سراپا برکت سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، شفقت نامہ موصول ہوا۔ خاکسار کے رویہ پر اظہار خوشنودی محض آپ کی ذرہ نوازی کی دلیل ہے۔ اگر میں نے کچھ حاصل کیا۔ کچھ عقل تمیز یا علم سیکھا تو صرف آپ کی بدولت۔ اگر کوئی نیک خصلت پیدا ہوئی تو صرف اس لئے کہ؎

جمال ہمنشیں در من اثر کرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس جگہ شیعہ خیال کے اور آغا خان کے پیروؤں کا زیادہ زور ہے تاہم تعلیم یافتہ طبقہ انشاء اللہ ضرور ہماری آواز کو سنے گا۔ ایک دو ہفتہ تو اپنی جماعت کا کوئی فرد بھی نظر نہ آیا۔ لیکن بحمد اللہ کہ اب تین چار حضرات اپنی جماعت کے پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ہم خدا کے فضل سے ایک جماعت بن گئے ہیں۔ آپ کی دعائیں شامل حال ہونگی تو انشاء اللہ اچھی کامیابی کی امید ہے۔ عسم

بعض سوالوں کے جوابات

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن

میاں محمود اور ان کی پارٹی

سوال (۱)۔ میاں محمود صاحب اور ان کی پارٹی کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ میاں محمود احمد صاحب مسئلہ نبوت و تکفیر مسلمین و خلافت میں خطرناک غلطی پر ہیں جس سے امت مسلمہ کا سخت نقصان متصور ہے۔ وہ حضرت محمد مصطفے صلعم کے بعد غیر تشریعی نبوت کو جاری سمجھتے ہیں۔ تمام اہل قبلہ کلمہ گو مسلمان، کو جو حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتے خواہ اُن تک آپ کے دعوے کی خبر تک بھی نہ پہنچی ہو۔ کافر خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی وصیت کے خلاف انجمن کو ان کا جانشین نہیں مانتے۔ بلکہ ایک خلیفہ مطاع الکل بنا رکھا ہے۔ جیسے شیعوں کے اماموں کی طرح غلطی سے پاک اور معصوم عن الخطا سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان باتوں سے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا۔

ولادت مسیح

سوال (۲)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آیا بغیر باپ کے پیدا ہوئے یا اُن کا باپ تھا۔

جواب:۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض لوگ انہیں بن باپ مانتے ہیں۔ بعض اُن کا باپ مانتے ہیں۔ دونوں فریق استدلال قرآن سے کرتے ہیں۔ کس کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔ یہ اپنا اپنا ذوق ہے۔

مکفرین مسیح موعود

سوال (۳)۔ جو شخص مرزا صاحب کو کافر گردانتا ہو۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ حدیث شریف میں ہے۔ جو ایک مومن کو کافر کہتا ہے اگر وہ کافر نہیں۔ تو کفر لوٹ کر خود اسی پر پڑتا ہے۔ پس یہی فتویٰ مرزا صاحب کے مکفر پر پڑیگا۔

مسیح موعود اور تبدیلی عقیدہ

سوال (۴)۔ آپ کے نزدیک مرزا صاحب نے کتنی دفعہ عقیدہ تبدیل کیا۔

جواب:۔ آپ نے دعوے ماموریت کے بعد کبھی اپنے عقیدہ میں تبدیلی نہیں کی۔

نہ ماننے والوں کی جماعت میں شمولیت

سوال (۵)۔ جو شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا کیا آپ کی جماعت میں داخل ہو سکتا ہے۔ یا کہ نہیں۔ کیا وہ آپ سے مل کر خدمت اسلام کر سکتا ہے؟

جواب:۔ جو شخص خود بانی جماعت کو ہی نہ مانے وہ جماعت میں کیسے داخل ہو سکتا ہے۔ البتہ ہم سے ملکر ہر ایک شخص خدمت اسلام کر سکتا ہے۔ خواہ وہ جماعت میں شامل ہو یا نہیں۔

عسم میں بھی آپ کی اس دعا میں دل و جان سے شریک ہوں کہ اللہ تعالیٰ اخویم مرزا داؤد بیگ و عبدالرحمن بیگ کو بھی میرے سمیت آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور ہماری زندگی میں دین ہمیشہ دنیا پر مقدم رہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان میں آپ جیسے چراغ اور بھی پیدا کرے ⁂

ذریۃ البغایا پر ایک نظر

مخالفین کی بدزبانی کے مقابلہ میں مسیح موعود نے کوئی درشتی نہیں کی

ذریۃ البغایا اور زنیم

(از جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

مخالفین مسیح موعود کی گندہ دہانی

ذریۃ البغایا پر جو کچھ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے محققانہ طور پر بحث فرمائی ہے وہ ایک عقلمند کے لئے نہایت سیرکن ہے لیکن میں اس پر اتنا اور بڑھانا چاہتا ہوں کہ جس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے دعویٰ مسیحیت کیا ہے اس وقت جس قدر مخالفت علمائے زمانہ کی طرف سے ہوئی ہے وہ میرے خیال میں تاریخ اسلامی میں بے نظیر ہے اور جیسا کہ ہمارے مولویوں کا قاعدہ ہے مخالفت میں آگا پیچھا انہیں کچھ یاد نہیں رہتا۔ جو منہ میں آیا بکا۔ اور جو قلم سے لکھا جا سکا لکھا۔ کفر کے فتوے، لعنتوں کے طومار، فحش گالیوں کے انبار، رسالوں میں، اشتہاروں میں، اخباروں میں ایک طوفان بے تمیزی کی طرح نکلا کرتے تھے۔ اور گالیوں کے خطوط کی بوچھاڑ جدا تھی پرائیویٹ خطوط جو فحش اور گندی گالیوں سے پُر ہوتے تھے اس قدر روزانہ ڈاک میں آتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے انہیں جمع کرنا شروع کیا تو چند روز میں ایک بوری بھر گئی۔ آخر سب کو جلا دیا۔ خود میرے ایک عزیز نے جو ایک معقول اور معزز آدمی تھے۔ فخریہ ذکر کیا کہ میں نے ایک خط نہایت فحش گالیوں کا مرزا صاحب کو لکھا اور نیچے نام نہیں لکھا۔ اور لکھا کہ اگر تو مسیح موعود ہے تو خود بوجھ لے کہ لکھنے والا کون ہے۔ غرضیکہ اس قسم کا طوفان بے تمیزی بپا تھا اور مولوی صاحبان چاروں طرف گند اچھال رہے تھے۔ اور مغلظات بکنے اور لکھنے سے مطلقاً عار نہ تھا۔ ایسے لوگوں کے لئے اگر حضرت مرزا صاحب انہی کے الفاظ کو ان پر ہی پلٹا کر لکھ دیتے تو حق بحقدار رسید کا مضمون ہوتا۔

مسیح موعود کا ضبط نفس

قرآن کریم بھی فرماتا ہے لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم۔ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ کھلم کھلا برا کہا جائے سوائے اس کے جو مظلوم ہو۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے باوجود مظلوم ہونے کے ان مولویوں کو انہی کے الفاظ میں مخاطب کرنے سے ہمیشہ اجتناب کیا البتہ طبیعت کے رنج کی وجہ سے قلم میں اگر کہیں درشتی آگئی ہے تو عین مطابق فطرت ہے۔ آج اسے جو لوگ پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں وہ یہ نہیں غور کرتے کہ اس وقت فضا کیا تھی! کیا یہ درشتی ان سختیوں کے مقابلہ میں کوئی حقیقت رکھتی ہے جو اس وقت مولویوں نے اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ چونکہ آج ان مولویوں کی تحریریں ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ اس لئے بعض لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کے قلم میں مولویوں کے بارے میں کہیں کہیں درشتی محسوس ہوتی ہے۔ ورنہ درحقیقت ان مغلظات اور گالیوں کے مقابلہ میں تعجب ہوتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے کس قدر اپنے نفس کو ضبط کیا ہے۔ آپ کی حد درجہ کی نرمی معلوم ہوتی ہے جو اس قدر صبر سے کام لیا ہے۔ ورنہ اس قدر فحش گالیوں اور [illegible] کے مقابلہ میں صبر سے کام لینا کسی معمولی انسان کا کام نہ تھا۔ [illegible] لاکھ صبر کرے۔ لیکن طبیعت کو رنج ہونا ایک فطری امر ہے۔ ایسی صورت میں قلم سے کوئی اگر سخت لفظ بھی ٹپک پڑے۔ تو وہ حق بجانب ہوتا ہے۔

زمیندار اور پیغام صلح

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ آج دیکھ لو، مشتے نمونہ از خروارے "زمیندار" اخبار میں جو گندی گالیاں اور مغلظات بکی جاتی ہیں وہ کیا کچھ کم ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کے متعلق فحش طرازی اور گندہ دہنی اس اخبار کا طغرائے امتیاز بن گیا ہے۔ مخالفت دنیا میں ہوا کرتی ہے۔ آریہ سماج بھی ہے۔ عیسائیت بھی ہے۔ جو اسلام کو جڑ سے اکھیڑنے کی فکر میں ہیں۔ ان میں لاکھ لیکھرام اور راجپال پیدا ہوں اور ہزارہا پادری اندرمن اور زویمر پیدا ہوں لیکن ان کے خلاف نہ کبھی اس ننگ شرافت اخبار کو غیرت آئے گی نہ کبھی گند بکیگا۔ ساری غیرت حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں رہ گئی ہے۔ اس غیظ و غضب کے مظاہرے کے وجوہات سنہرے روپہلے، زرپرستی، یا ہندو پرستی کی پردہ پوشی، جو کچھ بھی ہوں۔ ہمیں اس سے غرض نہیں۔ لیکن اس شرافت اور تہذیب کے مجسمہ کے قلم سے جو کچھ خرافات اور مغلظات صفحہ قرطاس کی سیاہی کا موجب ہوتے ہیں انہیں اگر کسی نے نہ پڑھا ہو تو ایڈیٹر پیغام صلح کے جواب کو پڑھ کر وہ یہی سمجھے گا کہ ایڈیٹر موصوف کا قلم سختی سے چلا ہے لیکن اگر وہ فواحشات جو "زمیندار" کے کالموں میں نکلتا ہے سامنے ہو تو پھر پتہ لگے گا کہ ایڈیٹر پیغام صلح کا قلم کس قدر نرم اور شرافت سے چلا ہے۔

بغایا کے معنے

ذریۃ البغایا کے متعلق یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت مرزا صاحب یا کوئی بھی عقلمند کسی حق کے قبول نہ کرنے پر کسی شخص کو کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس کی ماں بدکار تھی؟ کسی کی ماں کی بدکاری، بیٹے کے حق کے قبول کرنے میں مانع نہیں ہو سکتی تو کوئی شخص کس طرح کہہ سکتا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا اس کی ماں بدکار تھی۔ ماں کے کسی عمل کا الزام اس کے بیٹے کو نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے بغایا کے یہاں یہ معنی تو قطعاً نہیں ہو سکتے کہ بدکار عورت۔ اور نہ اس زمانہ میں جب آئینہ کمالات اسلام چھپی کسی مخالف مولوی نے یہ معنے سمجھے یہ تو سب سے پہلے ہمارے امرتسر شہر کے حاجی مولوی ثناء اللہ کو جن کی کنیت ابوالوفا مشہور ہے اور ایک اخبار میں میں نے ابن عزیز جو بھی پڑھا تھا۔ یہ معنے خدا جانے کیوں کھٹکے اور انہوں نے ناحق شور مچا دیا کہ بغایا کے معنے چونکہ بدکار عورت کے بھی ہو سکتے ہیں اس لئے یہ ہم لوگوں کو گالی دی ہے۔ حالانکہ کوئی عقلمند بغایا کے معنی اس جگہ بدکار عورت نہیں لے سکتا۔ اور جب خود راقم نے اسے الذین ختم اللہ علیٰ قلوبھم سے صاف کر دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر مہر لگ چکی تو بات صاف ہو جاتی ہے کہ یہاں بغایا سے مراد طالع کے ہیں یعنی ایسے لوگ جو اتنی صداقتوں کو دیکھتے ہوئے بھی نہیں مانتے۔ تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے آگے چلنے والوں کی ذریت یعنی ان کی تقلید کرنے والی جماعت ہے جو بغیر سوچے سمجھے ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے

لونڈی کی اولاد بطور استعارہ

بغایا کے معنے یہاں لونڈی کے بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ ماں کا لونڈی ہونا بھی اس کے بیٹے کے حق کے قبول کرنے میں مزاحم نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر استعارہ لیا جائے اور اس کے معنے یوں کئے جائیں کہ ان کی ذہنیتیں اپنے مولویوں کے آگے اس قدر غلامانہ ہیں کہ انہیں اس لحاظ سے لونڈی کی ذریت کہہ دینا چاہئے تو خیر مضائقہ نہیں۔ لیکن جب معنے صاف ہوں اور قرائن قویہ اس کے ساتھ ہوں تو پھر اور معنے لینے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں۔

اپنے پیشواؤں کی کورانہ تقلید ہی ایسی چیز ہے جو انسان کو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے۔ اور یہی یہاں مطلب ہے۔

زنیم کے معنے

قرائن اور سیاق و سباق سے اس معنے کی یہ تخصیص اس قدر زبردست ہے کہ کوئی عقلمند اس سے انکار نہیں کر سکتا بالکل اسی طرح جس طرح قرآن کریم میں زنیم کا لفظ آیا ہے۔ سورۃ القلم میں یہ آیت ہے ولا تطع کل حلاف مہین ۝ ھماز مشاء بنمیم ۝ مناع للخیر معتد اثیم ۝ عتل بعد ذالک زنیم اور تو بات نہ مان کسی قسمیں کھانیوالے ذلیل کی، جو عیب لگانے والا، چغلیاں لئے پھرنے والا، بھلائی سے روکنے والا، گنہگار، سخت جھگڑالو، اس کے علاوہ زنیم ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارے اکثر مفسرین نے زنیم کے معنے حرامزادہ لئے ہیں۔ اور اس آیت کو ولید بن مغیرہ پر چسپاں کیا ہے۔ پھر کیا یہ درست ہے؟ کیا قرآن نعوذ باللہ لوگوں کو گالیاں دیا کرتا تھا؟ اور ولید بن مغیرہ یا کفار میں سے کسی کی بھی ماں اگر بدکار تھی تو اس کی بدکاری کا اثر اس کے بیٹے کے حق قبول کرنے پر کیونکر پڑ سکتا تھا؟ کیا کوئی شخص قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہوئے ایسے معنے زنیم کے قبول کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ زنیم کے معنے اگر بدکار عورت کے فرزند کے ہیں تو اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ ایسا شخص جو شرارت اور کمینگی میں سب سے نمایاں ہو اور یہی معنے یہاں درست ہیں۔ کیونکہ سیاق سباق بھی چاہتا ہے قرائن اسی معنے پر دلالت کرتے ہیں۔

اخلاق فاضلہ اور گالیاں

یہ کیونکر ممکن ہے کہ اسی سورت کے شروع میں تو آنحضرت صلعم کو وانک لعلیٰ خلق عظیم کہا [illegible] کہ تو یقیناً عظیم الشان اخلاق پر قائم ہے۔ اور تین چار آیتوں [illegible] بعد اپنے مخالفین کو آپ کی زبان سے گالیاں دلوائی جائیں۔ نعوذ باللہ من ذالک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں فرق [illegible] ہے کہ ایک طرف تو اخلاق فاضلہ پر قائم ہے۔ اور دوسری [illegible] مکہ کی سوسائٹی کی حالت یہ ہے کہ قسمیں کھانے والے ذلیل [illegible] نہیں کرنے والے عیب لگانے والے، چغلیاں لئے پھرنے والے، بھلائی سے روکنے والے، حد سے بڑھنے والے، گناہ کرنے والے، سخت جھگڑالو، اور شرارت میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے تیری صلح کیسے ہو سکتی ہے۔ جب تک یہ تمام اخلاق رذیلہ کو ترک نہ کریں۔ یہ اس سوسائٹی کا نقشہ ہے جس کی اصلاح کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مامور و مبعوث کیا گیا تھا

(باقی بر صفحہ [illegible])

سُنّت اللّٰہ پر ایک نظر

(از قلم ڈاکٹر بشارت احمد)

سوال ۔ لن تجد لسنت اللہ تبدیلا سے ظاہر ہے کہ خدا اپنی سنت کو نہیں بدلا کرتا ہے۔ لیکن فریق مخالف فعال لما یرید کو پیش کرتا ہے۔ کہ خدا جو ارادہ کرتا ہے کر کے رہتا ہے۔ چنانچہ ستون کا رونا اور ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریوں کا کلمہ پڑھنا اور مسیح کی پیدائش سب اسی ذیل میں آگئی ۔

جواب :۔ یہ امر کسی اور کا تو فرمودہ تو نہیں۔ کہ لن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ کہ اللہ اپنی سنت کو بدلا نہیں کرتا۔ یہ خدا کا فرمودہ ہے۔ تو پھر کیا خدا کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ (نعوذ باللہ)

خدا کا بیان کردہ قانون نہیں بدلا کرتا

میں یہ مانتا ہوں کہ انسان کا علم ناقص ہے۔ وہ قدرت کا کوئی قانون اگر خود دریافت کریگا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی علم اس کے ہر ایک پہلو پر حاوی نہیں ہے۔ لیکن جب کسی قانون کو خدا خود کہے یہ میرا قانون ہے تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کا کوئی پہلو نظر سے مخفی رہ گیا ہوگا۔ کیونکہ خدا کا علم ہر چیز پر محیط اور ہر ایک قسم کے نقص سے پاک ہے۔ انسان اگر کہے کہ خدا کا یہ قانون ہے کہ مرد عورت کے مرکب نطفے سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے انسان کا علم ناقص ہو اس لئے ہم اسے قانون الٰہی نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اگر خدا خود کہے **یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج** ۔ کہ ہم انسان کو مرد و عورت کے مرکب نطفے سے پیدا کرتے ہیں۔ تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ ممکن ہے کوئی مستثنیات خدا کی نظر سے مخفی رہ گئی ہوں پس جب کوئی سنت اللہ خدا خود بیان کرے۔ تو پھر اس کے خلاف ہم کسی خارق عادت و مافوق الفطرت بات کو نہیں مان سکتے۔ کیونکہ خود خدا کا فرمودہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ہمیں اس کے ماننے سے روکتا ہے۔

فعال لما یرید کا مطلب

رہ گیا فعال لما یرید کہ خدا جو ارادہ کرتا ہے وہ کر کے رہتا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ لیکن یہ بھی تو اسی کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی سنت کو نہیں بدلے گا۔ جب خدا نے اپنا ارادہ مخلوق پر ظاہر کر دیا ہے کہ میں اپنی سنت کو کبھی نہیں بدلونگا۔ تو پھر فعال لما یرید کے ماتحت ضروری ہے کہ وہ اپنے اس ارادہ کو پورا بھی کرے۔

یہ آیت تو ہماری تائید کرتی ہے۔ کیا خدا نے بلا ارادہ کہدیا تھا کہ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ایسا تو کوئی عقلمند مان نہیں سکتا۔ پس جب خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنی سنت کو نہ بدلے تو پھر کون اس ارادہ کو بدلانے کی طاقت رکھتا ہے۔

کنکریوں کا کلمہ پڑھنا

ابوجہل کے ہاتھ میں کنکریوں کا کلمہ پڑھنا آپ نے کس حدیث سے لیا ہے اس کا حوالہ دیں۔ ابوجہل نے تو کلمہ نہ پڑھا۔ اس کے ہاتھ کی کنکریوں نے کیا پڑھنا تھا۔ بہرحال حوالہ درکار ہے جب اس پر غور کیا جا سکتا ہے ۔

حنانہ ستون کا رونا

رہ گیا "حنانہ ستون کا رونا" پہلے اصل واقعہ سنیئے حنانہ اس ستون کا نام تھا جس سے سہارا لگا کر آنحضرت صلعم خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب مسجد میں نیا منبر بن گیا تو آپ نے اس منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ لیکن آپ پھر منبر کو چھوڑ کر دوبارہ اسی ستون کے سہارے خطبہ پڑھنے لگے صحابہ نے دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ ستون اپنی محرومی پر روتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کشفی رنگ تھا۔ ورنہ ستون تو ایک بے جان چیز ہے۔ اس میں یہ احساس کہاں کہ آنحضرت صلعم کی مفارقت کو محسوس کرتا۔ اور آدمی کی طرح روتا۔

آنحضرت صلعم کی شفقت

بات یہ ہے کہ ایک صاحب حال اہل دل کو خدا کی ہر ایک مخلوق پر شفقت ہوتی ہے۔ وہ جہاں بیٹھتے ہیں۔ چلتے ہیں پھرتے ہیں۔ وہاں ہر ایک جاندار اور بے جان چیز سب سے محبت اور شفقت ہوتی ہے۔ آپ صلعم عرصہ دراز سے ایک ستون سے لگ کر خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ اب جو نیا منبر بنا تو آپ کو اس پرانے رفیق سے انس ہو چکا تھا۔ اس کی جدائی شاق گزری۔ اور اس ستون کی محرومی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم جیسا عظیم الشان انسان خدا کا محبوب اس کے ساتھ لگ کر قرآن جیسا مقدس کلام الٰہی پڑھا کرتا تھا۔ اور اب وہ پڑھنا موقوف ہو گیا۔ لہٰذا آنحضرت صلعم کی شفقت نے اپنے پرانے رفیق کو اس سعادت سے محروم نہ کرنا چاہا۔ جس سے وہ سالہا سال سے بہرہ اندوز تھا۔ اس کی محرومی آپ کے شفیق قلب کو کشفی رنگ میں ایک آہ و زاری کی شکل میں نظر آئی ۔

سلاطین سلف کی یادگاریں

کیا ہر ایک وہ کہنہ عمارت جو سلاطین سلف کی یادگار ہیں اپنے بانیوں اور مکینوں پر گریہ کناں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ اگر ہمارے قلب کی آنکھ بھی روشن ہوتی۔ اور ہمارے قلب کے کان بھی شنوا ہوتے تو کیا ہمیں ان عمارت کی زبان حال کی گریہ زاری اصل گریہ و زاری کی شکل میں سنائی نہ دیتی۔

محراب مسجد کا رونا

جن دنوں قادیان میں مولوی عبدالکریم مرحوم نماز میں امامت کرایا کرتے تھے۔ آپ قرآن کریم نہایت درجہ خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ جس سے مقتدیوں پر حالت وجد طاری ہو جاتی تھی ایک دفعہ میرے ایک دوست نے جو بہت بزرگ انسان تھے رویا میں دیکھا کہ وہ محراب مسجد جس میں مولوی عبدالکریم مرحوم نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ رو رہا ہے۔ ہمارے دوست نے یہی تعبیر کی کہ یہ مولوی عبدالکریم صاحب کی موت کی خبر ہے اور محراب اپنی محرومی پر زبان حال سے روتا ہے۔ جو ایسی خوش الحان قرآن خوانی کے بند ہو جانے کی وجہ سے اسے حاصل ہوگی اور ایسا ہی ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انہیں کاربنکل ہوا اور وہ فوت ہو گئے۔ اور پھر ویسی عجیب و غریب خوش الحان قرآن خوانی اس محراب میں نہ ہوئی پس کوئی مکان یا ستون یا جگہ کسی اعلیٰ درجہ کے بابرکت کام سے اگر محروم ہو جائے تو ظاہر ہے کہ وہ زبان حال سے اپنی محرومی پر گریہ کناں ہوگی۔ جو ایک صاحب حال و صاحب کشف کو آہ و زاری کی شکل میں سنائی دیگی۔ اس میں سنت اللہ کی تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔

ہمارے لئے سبق

ہمارے لئے اس میں ایک سبق بھی ہے۔ وہ یہ کہ ایک بے جان چیز بھی قرآن جیسی پاک کتاب سے محرومی پر اہل نظر کو زبان حال سے فریاد کرتی نظر آتی ہے۔ تو اے وائے برحال ما کہ قرآن جیسی پاک کتاب پاس ہوتے ساتے ہمیشہ اس سے محروم رہتے ہیں۔ اور کبھی اس سے غم نہیں ہوتا ہے۔ خود قرآن نے بھی اسی امر کو بیان فرمایا ہے کہ۔ **ولو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ۔ و تلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون** ۔ کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو۔ تو اسے جھک جاتے ہوئے۔ اور پھٹ جاتے ہوئے دیکھتا اللہ کے ڈر سے۔ اور یہ مثالیں ہم انسان کے لئے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ وہ غور کریں۔ پس حنانہ کا رونا۔ عین اس آیت قرآنی کے مطابق ہے۔ لہٰذا سنت اللہ کے خلاف نہیں۔ بلکہ اس کے ماتحت ہے۔

(بقیہ صفحہ ۶)

یعنی خود چونکہ بے دین، ملحد، زندیق، کافر، مردود ہیں، اس لئے دوسروں کو بھی ایسا لکھتے ہیں۔

" اگر مسلمانان دہلی کے دل غیرت اسلامی سے
خالی نہیں ہو گئے تو انہیں فوراً اس قسم کے شرار
العلماء[1] کے اقتدار کا خاتمہ کر کے ان کے شر سے
سوسائٹی کو نجات دلانی چاہئے "

[1] (بر وزن جمعیۃ العلماء)

یہ تو جمعیۃ العلماء کے متعلق خود جناب ظفر الملت والدین کے ارشادات ہیں۔ ان کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود کے الفاظ کیا حقیقت رکھتے ہیں جس جگہ کی فضا "عفونت میں سنڈاس سے بھی بدتر" ہو وہاں اگر کستوری بھی چھینکی جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ حضرت میرزا صاحب نے "انوار الاسلام" میں جو کچھ لکھا جس کا حوالہ جماعت "اہلحدیث" میرٹھ کی تقلید میں اب "زمیندار" کے نقاش نے بھی دیا ہے وہ اس غیرت اسلامی سے مجبور ہو کر لکھا، جو ایک سچے اور مخلص مسلمان کو اسلام اور رسول اللہ صلعم سے ہونی چاہئے اس کی تشریح کی ضرورت ہو تو آج کے مقالہ افتتاحیہ کو ملاحظہ کیجئے۔

ہمیں امید ہے کہ "زمیندار" کے کسی آئندہ نمبر میں جناب ظفر الملت کی نئی منطق کی بنا پر ان لوگوں کو فی الواقع "ولد الحلال" قرار دیا جائے گا۔ جو مسلمانوں کے پیشوا ہو کر اسلام اور نبی کریم صلعم کی مخالفت اور مقابلہ میں عیسائیت کو فتحیاب قرار دیں۔ کیونکہ ؏

"مولوی آں نباشد کہ بند شود"

لیکن امید ہے کہ اس کے ساتھ ان الفاظ کی بھی تشریح فرمائی جائیگی جن میں "سیاست" نے انہیں "باپ سے حرامی کا مستحق نفرت و لعنت خطاب لینے والے" قرار دیا ہے۔ ہم باادب دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ فی الواقع انہیں اپنے والد ماجد سے کوئی اس قسم کا خطاب ملا تھا؟ اگر یہ صحیح ہے تو کیا وہی الفاظ جو ذریۃ البغایا کہنے پر حضرت مرزا صاحب کے متعلق انہوں نے استعمال کئے اپنے والد مرحوم و مغفور پر لوٹا کر اپنے "ولد الحلال" ہونے کا ثبوت دیں گے؟

(بقیہ صفحہ ۹)

اور پھر کس قدر معجزہ نظر آتا ہے۔ جو اصلاح آپ نے اس ملک اور اس قوم کی کی۔ کس گند اور تحت الثریٰ سے نکال کر کس روحانی و اخلاقی معراج پر آپ نے ان کو پہنچا دیا۔ پس ظاہر ہے کہ یہ گالیاں نہ تھیں بلکہ سوسائٹی کا نقشہ تھا۔ اور اسی لئے ذنیم کے معنے سوائے اس کے اور ہو نہیں سکتے۔ کہ شرارت میں سب سے نمایاں پیشرؤں کی کورانہ تقلید

اسی طرح "ذریۃ البغایا" میں عوام کالانعام کا غور

دجال اور یورپین اقوام

الجساسۃ

حضور شاہد اقدس صلعم کے مشاہدہ کشفی میں مسیح دجال کی تمثیل

مضبوط کرنے والی متجسسہ جماعتوں کا منظر

حدیث جساسہ

حضرت تمیم داری رضی کی مشہور و معروف حدیث میں اس جساسہ کا باین الفاظ ذکر ہے :-

دابۃ اھلب کثیر الشعر لا یدرون ما قبلہ ودبرہ من کثرۃ الشعر (رواہ مسلم)	ایک جانور بالوں بھرا جس کے بالوں کی کثرت سے اس کا آگا معلوم ہوتا تھا اور نہ پیچھا۔
فاذا انا بامراۃ تجر شعرہا (ابن داؤد)	یکایک میں نے ایک عورت دیکھی۔ جو اپنے بالوں کو زمین پر گھسیٹ رہی تھی
فقالوا لہ ما انت فقالت انا الجساسۃ	اس سے پوچھا کہ تو کیا بلا ہے۔ بولی کہ میں جساسہ ہوں۔

تفسیر طلب امور

احادیث متعلقہ جساسہ میں حسب ذیل امور تفسیر طلب محتاج تاویل ہیں :-

(۱) وجہ تسمیہ اور اس کا مصداق (۲) تانیث کا صیغہ (۳) بالوں کی کثرت (۴) قبل و دبر کی ناموجودگی (۵) اس کا لوگوں کو دجال کی طرف بلانا (۷) دابہ ہونا۔

(۱) جسّ الخبر و تجسس جب کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے۔ کھوج بچار۔ تلاش و تفتیش کرنا۔ اکثر شر میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ نیز اس میں اندرونی مخفی امور کی تلاش اور کھوج ملحوظ ہوتی ہے۔

والجساسۃ دابۃ فی جزائر البحر تجسس الاخبار وتاتی بہا الدجال وانما سمیت بذالک لانہا تجسس الاخبار للدجال (لسان العرب ج ۷، ص ۲۳۷)	جساسہ ایک جانور ہے۔ سمندر کے جزائر میں جو خبروں کا تجسس کر کے دجال کے پاس پہنچاتا رہتا ہے اسی تجسس کی وجہ سے اس کا نام جساسہ رکھا گیا۔

یورپین کمپنیاں مصداق اصلی ہیں

اب سوال یہ ہے کہ ان تمام امور مصرحہ بالا کو پیش نظر رکھ کر غور کریں۔ تو اس کا صحیح صحیح مصداق لغت عربی اور علم التاویل کی رو سے کون ہو سکتا ہے۔ اور یہ کس شے کی مثالی صورت حضرت اقدس صلعم کو مکاشفہ و عالم مثال و برزخ میں دکھائی گئی ہے۔ سو جواباً عرض ہے۔ کہ اس جساسہ کا مصداق وہ ساری کمپنیاں یا جماعتیں ہیں جو یورپ کے مختلف مفاد کے خاطر یا اس کے اثر و نفوذ کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف قسم کے تحقیقات و تجسس احوال و اخبار میں معروف رہی ہیں یا اب تک معروف ہیں۔ غور کرنے والوں کے لئے اسی اصول مذکورہ کے ماتحت سینکڑوں جماعتیں ایسی نظر آئیں گی جو لگاتار معروف سیاحت و سفر رہ کر تحقیقات مختلفہ و تجسسات متنوعہ میں مشغول ہیں۔ اور سابقاً رہی ہیں۔ ان میں سے بعض تاجرانہ حیثیت میں دنیا کی تجارتی منڈیوں کی تلاش میں رہی آئیں۔ اور رہتی ہیں۔

اور اس طرح یورپ کا ان پر قبضہ کر لینے کی باعث بنیں۔ دنیا سے تاریخ جانتی ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے کس طرح تاجرانہ صورت میں تجسس احوال ہند میں معروف رہی۔ اور کس بہترین تدابیر سے بر اعظم ہند کو زیر شہنشاہیت "پامال" کر دیا۔ اسی طرح معروف چین و بر اعظم افریقہ۔ مشرقی و مغربی و دسطی وغیرہ تمام ممالک عالم کی حالت ہے اسی طرح امریکہ۔ جزائر چین اور آسٹریلیا وغیرہ کی تجسس و اکتشاف کرنے والی جماعتیں ہی تھیں۔ جو وہاں تجسس احوال و اعمال میں مشغول رہ کر بالآخر یورپ کا ان پر قابض کرا دیا۔

مشنری اور دیگر جماعتیں

بعض ان میں سے مشنری تبلیغ عیسویت کی جماعتیں ہیں جو اگرچہ بظاہر تبلیغ عیسویت میں معروف معلوم ہوتی ہیں مگر درحقیقت وہ یورپین ڈپلومیسی کے آلہ کار اور اس کار عظیم کی مشنری ہیں۔ جو تجسس اخبار و احوال میں معروف رہ کر رہتی ہیں۔ جو غیر البقری دسیاست کے لئے غذا پہنچاتی رہتی ہیں۔ ان کے کارنامے ہر ملک میں واقعیں حالات سے مخفی نہیں۔ انہی میں سے وہ جماعتیں ہیں۔ جو کھدائی و تنقید آثار قدیمہ کے حیلہ سے ملکوں کے اندرونی حصوں کا دورہ کرتی ہیں۔ اور تجسس احوال میں معروف رہ کر یورپ کو ضروری احوال و اسرار مخفیہ کا پتہ دیتی رہتی ہیں۔ بلکہ وہاں کی رعایا میں انارکی دعاوے در پیشہ دوانیاں کرتی رہتی ہیں۔ اور یورپ کے قدم جمانے کے لئے راہیں صاف کرتی رہتی ہیں۔ دنیا کی تاریخ واقف ہے کہ کتنے ممالک اسی مقصد برداری کے شکار ہو چکے ہیں۔ بہت ساری جماعتیں جغرافی تحقیقات کرنے والی ہیں کہ یہی خدمات جاسوسانہ انجام دے رہی ہیں۔ انہی جماعات جساسہ میں سے رائٹر و ہاناس وغیرہ وغیرہ کمپنیاں ہیں۔ جو یورپ کی اخبار کی غذا تمام روئے زمین سے فراہم کرتی رہتی ہیں۔

انہی جماعتہائے جساسہ میں سے یورپ کی سی۔ آئی۔ ڈی محکمہ خفیہ پولیس و جاسوسی ہے۔ جس کی نظیر زمانہ سابقہ میں مفقود ہے۔ ہر ملک پر یورپین سیاست عالمگیر کی عمارت عظیم کی بنیاد اگر سچ پوچھئے تو اسی عظیم الشان متجسسانہ حیثیت کدائی پر مبنی ہے۔ جس کی تفصیل سے میری قوت بیانی قاصر ہے۔ مجھ سے زیادہ جاننے والے مجھ سے زیادہ اس کی بہترین تفصیل دو صحیح کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ کرنا چاہیں۔

وجہ تانیث

اب رہا۔ ان جماعات متجسسہ وجساسہ کو مونث سے تعبیر کرنا سو وہ تعین عربیت سے مخفی نہیں۔ کہ کلام عربی میں جماعت کو ہمیشہ مونث بلکہ واحد مونث کی صفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ موصوف مونث کو محذوف کر کے اس کی صفت مونث کو اس کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالم مثال کے اکتشافات میں انہی جماعتوں کی صورت مثالی بہیئت مونث مشاہدہ ہوئی ہے۔

بالوں کی کثرت۔ ہمیشہ مثالی صورت مالداری و سرمایہ داری کی ہے۔ اسی واسطے علم تاویل الرؤیا میں بالوں کی تعبیر مال سے ہوتی ہے کمافی کتب التاویل۔ ان جماعات تجسس کی مالداری و سرمایہ داری سے آج کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی اور رائٹر کمپنی کو ہی لے لیجئے۔ اور ان کے تموّل کا اندازہ لگائیے۔

آگا پیچھا نہ ہونا

جساسہ کا قبل و دبر آگا پیچھا نہ ہونا۔ اس بات کا اشارہ ہے کہ کمپنی کو عربی میں شرکہ کہا جاتا ہے۔ جس میں سب شرکا و حصہ رسدی سے مساویانہ حق استحقاق رکھتے ہیں۔ کسی کو کسی سے خاص امتیاز نہیں ہوتا۔ اول و آخر سب یکساں ہوتے ہیں۔

دجال کی طرف دعوت

جساسہ کا دجال کی طرف بلانا یا دجال کو خبریں پہنچانا یہ ایک ظاہر حقیقت ہے۔ کہ یہ کمپنیاں یورپ کے اثر جمانے کے لئے پیش خیمہ ہوا کرتی ہیں۔ اور خبر رساں کمپنیوں کا خبریں پہنچانا تو صاف ظاہر ہے

دابہ سے مراد

اس حدیث جساسہ میں "دابہ" کا لفظ بھی وارد ہے۔ چونکہ چلنے والی ہر جاندار چیز کو کہتے ہیں۔ اس سے اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کمپنیاں یا جماعتیں تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہونگی۔ چنانچہ واقعہ ایسا ہی ہے (واللہ اعلم)

جساسہ دجال سے آگے

چونکہ احادیث میں جساسہ کا دجال سے آگے آگے ہونا بیان ہوا ہے۔ لہذا وقوع بھی اسی طرح ہو رہا ہے۔ کہ تمام ممالک میں یورپین تسلط و تبعضہ کے آگے آگے ان جماعتہائے متجسسہ کا وجود و ورود ہوا کرتا ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے۔ کہ وہاں یورپین اقتدار یا سوپر نفوذ پانے گا۔

رسید زر

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بمعرفت جماعت جہلم سے حسب ذیل رقم چندہ کی قابل اندراج اخبار وصول ہوئی ہے جسے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔

شیخ نور الدین صاحب	عـــہ	مستقل فنڈ تحریک آمدنی دس یوم
بابو محمد عاشق صاحب	عـــہ	" " "
بابو عبد العزیز صاحب	عـــہ	" " "
ملک عبد الغنی صاحب	عہ	" " "
حکیم محمد انوار صاحب	عـعہ	" " "
مولوی محمد شفیع صاحب	عـعہ	" " "
ملک فضل الٰہی صاحب	سعہ	"

میزان ـ ـ ۵۸

میاں کریم بخش صاحب عہ ماسٹری عبد اللہ صاحب عہ سیٹھ عبد المالک صاحب صہ بالم عبد المنان صاحب عہ سیٹھ سعادت دین صاحب عہ بابو فضل کریم صاحب عہ میاں شمس الدین صاحب افریقہ والے عہ فضل الٰہی صاحب عہ روپیہ نقد سیٹھ احمد الدین صاحب عہ بابو مولا بخش صاحب صہ بابو عبد العزیز صاحب عہ بابو عبد الرحمٰن صاحب عہ بابو محمد عالم صاحب للعہ محمد دین جان افسر تحصیل ۱۱/۱۴ ۲۲

امتحان میں کامیابی کا نذرانہ۔ اخویم ملک نذیر احمد صاحب ڈاکٹری کے آخری امتحان میں کامیاب ہونے کی خوشی میں پانچ روپیہ اشاعت اسلام میں دیئے ہیں۔ جزاہ اللہ۔

جلد ۱۹	لاہور۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۲۰ رجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۳۱ء	نمبر ۹۴

جلسہ سالانہ کے تین ضروری کام!

احباب جماعت کی خاص توجہ کی ضرورت

جلسہ سالانہ ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - دسمبر کو منعقد ہوگا۔ مستورات کا جلسہ اور دستکاری کی نمائش ۲۴ دسمبر کو ہوگی۔ اس موقعہ پر ذیل کے امور کی طرف احباب کرام کی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

(۱) جرمن مشن اور جاوا مشن کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی فراہمی جس کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے مقامی اور بیرونی جماعتوں کے نام خاص رقوم مقرر کر دی ہیں۔ کہ وہ عام چندہ کے ذریعہ سے فراہم کرکے لائیں۔

(۲) جلسے کے اخراجات اجناس اور خاص چندہ کے ذریعہ سے پورے کئے جائیں۔ تاکہ انجمن کو مزید بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے

(۳) کوشش کی جائے کہ ہر احمدی مرد اور عورت جلسہ سالانہ میں شریک ہو۔ اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی شمولیت کی دعوت دی جائے۔

مولوی ظفر علیخاں صاحب سے چند ضروری سوالات

موکد بحلف جواب عنایت فرمائیں

چونکہ آج کل مولوی ظفر علی خاں صاحب کو سلسلہ احمدیہ کے خلاف مضامین شائع کرنے کا خاص شوق ہو رہا ہے۔ اس لئے ان سے استفسارات ذیل کا دریافت کرنا خالی از دلچسپی نہیں ہے۔ امید کہ مولوی صاحب موکد بحلف ان کا جواب عنایت فرمائیں گے:۔

(۱) کیا آپ قرآن کریم کی رو سے مسیح علیہ السلام کو زندہ بجسد العنصری آسمان پر موجود مانتے ہیں یا وفات شدہ؟

(۲) احادیث کی رو سے کیا آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں یا نہیں؟

(۳) قرآن کریم اور احادیث کے مطابق آپ یاجوج ماجوج کے خروج کو تسلیم فرماتے ہیں یا تاویل کرتے ہیں؟ یا سرے سے انکار کرتے ہیں؟؟

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کے آپ قائل ہیں یا سیر معراج کو کشف اور خواب پر محمول کرتے ہیں۔

خاکسار

شیخ غلام حسین۔ محلہ حاجی پورہ شہر سیالکوٹ

(۳ دسمبر ۱۹۳۱ء)

اخبار احمدیہ

طلبا میں تقریر:۔ ۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء کو ایڈورڈ ہوسٹل بیرون بھاٹی دروازہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ اور مولانا یعقوب خاں صاحب کی تقاریر اردو اور انگریزی میں زیر صدارت سید نوازش علی صاحب رئیس و میونسپل کمشنر لاہور ہوئیں کالجوں کے بہت سے طلبا موجود تھے ہر دو تقاریر میں طلبا کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی گئی اور یہ نصیحت کی گئی کہ جہاں کہیں اور جس حال میں بھی ہوں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کو اپنا نصب العین بنائے رکھیں۔ ہر دو تقاریر کا انتظام ہمارے عزیز دوست شیخ انعام الحق صاحب نے کیا تھا جس کا اظہار صاحب صدر نے بعد میں شکریہ کے ساتھ کیا۔ اور خواہش ظاہر کی کہ آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہے۔ تقاریر کے بعد حضرت امیر، مولانا یعقوب خاں صاحب اور چند دیگر احباب کو پرتکلف دعوت طعام دی گئی جس کا اہتمام بھی شیخ صاحب موصوف ہی نے کیا۔ اللہ تعالے انہیں جزائے خیر دے۔

ایک ترک صاحب چند دن سے احمدیہ بلڈنگس میں انجمن کے مہمان ہیں۔ افغانستان میں ایک معزز عہدہ پر آپ فائز رہ چکے ہیں اور اب واپس اپنے وطن کو جا رہے ہیں۔ انہیں قریبًا دو ہفتے یہاں رہتے ہوئے ہوگئے ہیں۔ اس عرصہ میں یہاں کے حالات کو دیکھکر اور خیالات کو سنکر جو اثر ان کے دل پر ہوا ہے اس کا اظہار انھوں نے گزشتہ جمعہ مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۳۱ء بعد نماز جمعہ فارسی زبان میں کیا جس میں سلسلۂ احمدیہ کی خدمات اسلام کا ذکر بہت ہی اچھے پیرائے میں کیا ان کی پوری تقریر آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔

علی پور میں تبلیغ:۔ اخویم شیر محمد صاحب علی پور ضلع مظفرگڑھ سے رقمطراز ہیں کہ علی پور کی بستی یاروالہ میں خاکسار وقتاً فوقتاً برائے تبلیغ احمدیت جایا کرتا تھا۔ ۱۱ نومبر کو بھی موضع مذکور میں پہنچا۔ نماز عصر ہم نے علیحدہ باجماعت ادا کی۔ بعد نماز عصر درس قرآن کریم دیا گیا جو مغرب تک رہا۔ حضرت مسیح موعود کی صداقت اور کارناموں پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ میاں گل محمد و میاں فیض محمد صاحب قوام گوپانگ جو اسی گاؤں میں سکونت رکھتے ہیں۔ ہر دو احباب احمدی ہیں۔ میاں خدا بخش صاحب و میرے خاں ان ہر دو احباب نے اعلان احمدیت تو کر دیا ہے گو بیعت ابھی نہیں کی۔ (باقی بر صفحہ ۴)

درس قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

اعمال کی جزا و سزا یقینی ہے!

سورۃ النبا

خلاصہ مضمون

یہ مکی سورت ہے جس میں اس بات پر زور دیا ہے کہ اعمال کی جزا و سزا یقینی ہے۔ آج دنیا میں تمام شر، مادہ پرستی اور غفلت اسی وجہ سے ہے کہ لوگوں کو یقین نہیں کہ ان کے اعمال کوئی پھل لائیں گے ورنہ اگر یہ یقین ہو کہ ہمارے اعمال اور حرکات و سکنات کا کوئی نتیجہ اور اثر ضرور پیدا ہوگا۔ تو ہر فعل میں انسان احتیاط سے کام لے۔ مثلاً اگر کسی کو کھانے کے متعلق یہ شبہ بھی پیدا ہو جائے کہ اس میں زہر ہے جس کا نتیجہ ہلاکت یا تکلیف ہے تو اس سے فوراً ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔

اسی طرح اگر اعمال کے نتیجہ کا بھی یقین ہو جائے تو ایسے اعمال سے جن کا نتیجہ بد نکلتا ہو پرہیز یقینی ہے۔

نبأ عظیم

اس لئے نبی کا جہاں ایک بڑا بھاری کام یہ ہے کہ وہ ہدایت دے۔ وہیں اس کا ایک کام یہ بھی ہے کہ دنیا کو یہ یقین دلا دے کہ اس کے اعمال کا پھل ملنے والا ہے۔ اسی کو یہاں نبأ عظیم کہا ہے۔ یہ ایک بڑی عظیم الشان خبر ہے جو ایک نبی دنیا کو دیتا ہے عظیم اس لئے کہ انسان کے سامنے اس کے اعمال کی اہمیت آجاتی ہے۔ اسی کو بار بار قرآن نے الساعۃ بھی کہا ہے۔ ایک تو وہ الساعۃ ہے جو اسی زندگی کے بعد آنے والی ہے اور جس میں پورے طور پر اعمال کے نتائج کا ظہور ہوگا لیکن اس الساعۃ کا ایک نقشہ چھوٹے پیمانہ پر اسی دنیا میں ہر نبی کی زندگی میں دکھایا جاتا ہے تاکہ اعمال کے نتائج پر یقین پیدا ہو۔ اس کو اگر معجزۂ نبوت کہا جائے تو بجا ہے۔ اعمال کے نتائج کو ذہن نشین کرنے کے لئے قرآن کریم نے بہت سے اس قسم کے نقشے جن میں نبیوں کی زندگی میں نتائج اعمال کا نظارہ نظر آتا ہے بار بار ذکر کئے ہیں۔ قرآن کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں۔ اس کے قصص اسی امر کے ذہن نشین کرنے کے لئے ہیں کہ جس طرح چھوٹے پیمانہ پر اس دنیا میں نبی کی زندگی میں ساعت آتی ہے۔ اور بد اعمال کا بدلہ بد اور نیک عملوں کا بدلہ نیک ایک حد تک اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ اسی طرح ایک دن آنیوالا ہے جس میں ایک بہت بڑے پیمانہ پر اعمال کا محاسبہ ہوگا۔ اور

معجزۂ نبوت

عام طور پر دنیا میں اعمال کی جزا و سزا کا معاملہ ایسا گرد پڑ چلتا ہے کہ بعض دفعہ انسانی عقل اس کے ہر پہلو پر احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے ضروری ہے کہ نبی کے زمانہ میں کچھ پردے ہٹا دیئے جائیں یہی وہ معجزۂ نبوت ہے جس پر ایک نبی کی نبوت پر دلیل واضح قائم ہوتی ہے۔ یہ معجزہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معرض ظہور میں آیا۔ جس میں نیکی اور بدی کے نتائج اس قدر کھلے طور پر ظاہر ہوئے کہ ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس نبأ عظیم کے متعلق کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا جس میں عظیم الشان پیمانہ پر اعمال کے نتائج ظہور پذیر ہونگے۔ اس لئے فرمایا۔ عم یتساءلون عن النبأ العظیم۔ یہ کیا پوچھتے ہیں اس عظیم الشان خبر کے متعلق؟ الذی فیہ مختلفون جس کے بارہ میں وہ باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون، دو دفعہ تاکید کے لئے بھی کہا اور یہ بھی اشارہ ہے، کہ اس دنیا میں بھی اعمال کے نتائج دیکھیں گے اور آخرت میں بھی جس سے اختلاف کی کوئی صورت رہیگی ہی نہیں۔ علم آجائے گا اور اختلاف مٹ جائیگا۔ یہ بڑے زور اور تحدی کی پیشگوئی کی۔ اور ان کے سوال کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔

ہر چیز مقصد رکھتی ہے!

اس کے بعد کائنات کی ایک ایک چیز کا نام لیکر اس کے فوائد بیان کئے ہیں۔ اور اس طرح بتا دیا ہے کہ ہر چیز کا ایک مقصد ہے، انسان بھی کوئی اتفاقی چیز نہیں، اس کو بھی کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس کے اعمال اور افعال بھی کوئی نہ کوئی نتیجہ اور اثر رکھتے ہیں۔

زمین کے پیدا کرنے کا مقصد

فرمایا۔ الم نجعل الارض مھدًا کیا ہم نے زمین کو گہوارہ نہیں بنایا! ارض متحرک چیز کو کہتے ہیں کبھی کسی گول گھومنے والی چیز پر جیسے لٹو ہوتا ہے۔ کوئی دوسری چیز رکھیں تو ایک سکنڈ وہ اسے نہیں رہنے دیگا مگر زمین کی حرکت کے اتنی تیز ہوتے ہوئے بھی کہ اس کی حرکت ہمیں محسوس نہیں ہوتی اس فضا میں اسے کس طرح ہمارے لئے گہوارہ بنایا ہے۔ اور کیسا فرش بنایا ہے۔ اور بجائے باہر پھینکنے کے وہ اپنی طرف کھینچتی ہے۔ زمین کے فرش ہونے کا نظارہ سمندر میں نظر آتا ہے۔ جہاں تک نگاہ ڈالو۔ باوجود زمین کے گول ہونے کے وہ تھالی کی طرح پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ پس جائے غور ہے کہ یہ زمین گول بھی ہے کرہ بھی ہے۔ فرش بھی ہے چلتی بھی ہے۔ مگر جہاں بھی جاؤ انسان کے لئے وہ جائے قرار و سکونت ہے جس سے نظر آتا ہے کہ اس زمین کے پیدا کرنے کا مقصد خاص ہے۔

پہاڑ کیوں پیدا ہوئے

والجبال اوتادًا۔ پہاڑوں کو میخ بنا دیا۔ اوتاد کا لفظ استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ منشاء یہ ہے کہ جو کام میخ کا ہوتا ہے کہ ایک چیز کو گاڑ دیا جائے۔ وہی پہاڑوں نے کام کیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ابتدا میں زمین متحرک تھی۔ اور متواتر زلازل آتے تھے اور سیال اور رقیق مادہ پر باہر کی جمی ہوئی سطح متحرک رہتی تھی۔ اور زمین اس قابل نہ تھی کہ کوئی اس پر ٹھیر سکے پھر بڑے بڑے پہاڑ معرض وجود میں آئے۔ اور وہ بوجھ بن گئے جس سے اس کا متحرک ہونا بند ہو گیا۔ اور وہ آبادی کے قابل ہو گئی۔

حال میں کوئٹہ میں جو زلزلے آرہے ہیں ان کی نسبت بھی جیالوجسٹ (ماہرین علم الارض) کی یہی رائے ہے کہ زمین اپنا آپ ٹھیک کر رہی ہے۔ الغرض پہاڑوں کا پیدا ہونا بتلاتا ہے کہ ان کی پیدائش میں کوئی خاص مقصد پیش نظر ہے۔ وہ یونہی پیدا نہیں ہو گئے کسی مقصد کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

جوڑے کیوں بنائے؟

وخلقنٰکم ازواجًا۔ تمہیں جوڑے جوڑے بنایا ہے۔ یہ جوڑے بنانا کس قدر ایک تیسری ہستی کو چاہتا ہے، ہر جوڑہ میں بالمقابل جذبات کا ہونا اس سے پیدائش کا چلنا اور بقائے نوع وغیرہ یہ تمام باتیں بتاتی ہیں کہ اس کے پیچھے ایک ہستی ہے جو ایک کو دوسرے کی خاطر پیدا کرتی۔ اور پھر ان دونوں کی پیدائش اور ملنے میں کوئی خاص مقصد پیش نظر رکھتی ہے۔

نیند کی غرض

وجعلنا نومکم سباتًا۔ اول تو مقام رہائش کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس کو اور کس طرح ٹھیک کیا پھر انسان کی پیدائش کے متعلق بیان کیا۔ اور تیسری بات یہ بتائی کہ اس کے سکھ اور آرام کے لئے نیند بنائی۔ بظاہر نیند ایک فضول چیز نظر آتی ہے جس سے تضیع اوقات کے سوا بظاہر کوئی فائدہ نہیں۔ لیکن بتایا کہ اس میں بھی غرض مدنظر ہے۔ انسانی بقا کے لئے کام کے بعد آرام کی ضرورت ہے۔ اگر نیند نہ ہوتی جس سے انسانی دماغ اور قوائے باطنی کو آرام ملتا ہے تو وہ اگلے دن کام کرنے کے قابل نہ ہوتا۔ طب میں مریض کو نیند آجانا نصف صحت کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے جتنی تکان دن بھر کام کرنے سے انسان کو ہوتی ہے نیند اس کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اور تمام ان نقصانات کی تلافی کر دیتی ہے جو کام اور محنت سے اعضائے انسانی کو پہنچتے ہیں۔ ہر چیز جو زندگی رکھتی ہے کام کے ساتھ آرام کرتی ہے۔ ورنہ وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ غرضکہ نیند کا ہونا بھی بتلاتا ہے کہ انسان کی پیدائش اور زندگی میں کوئی غرض مدنظر ہے کہ پیدا کرکے پھر اس کی زندگی کے قائم رکھنے کا سامان کیا۔

رات کے فوائد

وجعلنا الیل لباسًا۔ یعنی رات کو تمہارے لئے پردہ پوش بنا دیا۔ رات کا پیدا کرنا بھی ایک غرض کے لئے ہے۔ اندھیرے میں جو نیند مکمل اور تسکین بخش ہوتی ہے وہ روشنی میں نہیں ہوتی۔ یہ رات کا اندھیرا اعضاء کو ایسا ڈھانپتا ہے اور ایسا سکھ دیتا ہے کہ اور کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ کبھی رات کو جاگنا پڑتا ہے تو دن کو لاکھ سوؤ وہ آرام نہیں آتا۔ اسی لئے طب میں ہے کہ جہاں سوؤ وہاں اندھیرا ہو۔ کیونکہ روشنی میں پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ اور دماغ پوری طرح آرام نہیں کر سکتا۔ رات کو حیوان اور نباتات تک سوتے اور آرام کرتے ہیں پس اندھیرے کا پیدا ہونا بغیر مقصد اور فائدہ اور غرض کے نہیں۔ اگر نیند اور اندھیرا نہ ہوتا تو انسان نہ آرام کر سکتا۔ اور نہ اس کے بعد کام کر سکتا اور نہ زندہ رہ سکتا۔

(باقی آئندہ)

آریہ سماج میں فساد

لاہور آریہ سماج (وچھو والی انارکلی) کے جلسے گزشتہ ۲۸-۲۹ نومبر کو منعقد ہوئے۔ حسب معمول ان جلسوں میں کافی رونق اور چہل پہل تھی۔ لیکن وچھو والی سماج کے جلسے میں پہلے ہی دن یہ دیکھنا موجب حیرت تھا کہ سوامی ستیانند جب تقریر کرنے کے لئے سٹیج پر آئے تو بعض لوگوں نے ان کے خلاف شور مچایا کہ سوامی صاحب نے بعض ایسے معتقدات شائع کئے ہیں جو سوامی دیانند کے خلاف ہیں۔ اس لئے آریہ سماج کے پلیٹ فارم سے ان کی تقریر نہ ہونی چاہیئے۔ منتظمین جلسہ نے ہرچند ایسے لوگوں کو روکا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آریہ سماج کا جلسہ ہوگا تو سوامی ستیانند کا لیکچر بھی ہوگا۔ ورنہ جلسہ بھی نہ ہوگا۔ لیکن شور و ہنگامہ نہ رکا اور آخرکار جلسہ ملتوی کرنا پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے التواء کے بعد باہم سمجھوتہ ہوگیا۔ اور جلسہ پھر شروع ہوگیا جس میں سوامی ستیانند کا لیکچر بھی ہوا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ شور و ہنگامہ کرنے والوں کی آواز غیر حق بجانب تھی۔ ایسی حالت میں کہ بہت سے دیگر معاملات میں آریہ سماج، سوامی دیانند کی مخالفت کرچکی اور کر رہی ہے اگر سوامی ستیانند نے کسی بات میں اختلاف رائے کیا تو کیا اندھیر آگیا۔ کیا نکاح بیوگان پر جو زور آریہ سماج دے رہی ہے وہ سوامی دیانند کے احکام کے مطابق ہے؟ کیا انہی برہمچاری استری برت کو ناقابل تنسیخ قرار دیکر سوامی صاحب نے نیوگ کو ضروری نہیں قرار دیا۔ کیا آریہ سماج نیوگ جیسے پوتر مسئلہ پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے؟ اگر نہیں تو سوامی ستیانند کے اختلاف رائے کو کیوں اتنا برا سمجھا گیا؟؟

حقیقت یہ ہے کہ سوامی دیانند کو آریہ سماج نے ایک آڑ بنا رکھا ہے ورنہ ان کی خلاف فطرت تعلیمات کو ردی کی طرح پھینک دیا گیا۔ اور آج آریہ سماج نے عملاً اسلام کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا ہے۔ کاش اعتقاداً بھی اسے اس کے قبول کرنے کی جرأت ہو۔

آریہ سماج اور ذات پات

۲۸ نومبر کو آریہ سماج وچھو والی کے پنڈال میں "جات پات توڑک کانفرنس" بھی منعقد ہوئی۔ اس سے پیشتر "جات پات توڑک منڈل" کا جو حشر ہوچکا ہے اور خود آریہ سماجیوں نے "پرکاش" اور "آریہ گزٹ" کے کالم اس کے خلاف سیاہ کرکے جات پات توڑک اصول کی جو عملی مخالفت کی ہے وہ اہل نظر اصحاب سے پوشیدہ نہیں تاہم دنیا کو یہ بتلانے کے لئے کہ ہم "جات پات" کے مخالف ہیں ایک کانفرنس کا انعقاد ضروری سمجھا گیا۔ جس میں دو ریزولیوشن پاس کئے گئے ایک یہ کہ آریہ سماجی نوجوان ذات پات کو توڑ کر شادی بیاہ شروع کردیں۔ اور دوسرا یہ کہ اسمبلی میں ایک قانون پاس کرایا جائے جس کے رو سے ایسی شادیاں جو ذات پات توڑ کر کی جائیں جائز سمجھی جائیں۔ اور اس سے جو اولاد پیدا ہو وہ ماں باپ کی جائداد کی جائز وارث سمجھی جائے۔

یہ وہ بات ہے جو آریہ سماج کی پیدائش کے دن سے ہم سن رہے ہیں۔ غازی محمود دھرم پال جیسے انسان کو آریہ سماج کی فضا ان باتوں کے خلاف دیکھکر دوبارہ اسلام کی پناہ لینی پڑی اور خود اسی جلسہ میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ اجین میں ایک مسلمان دو سال سے آریہ سماج کے جلسے اپنے خرچ پر کراتا ہے۔ اس کی لڑکی کنیا مہا ودیالہ کی گریجویٹ ہے۔ باوجود اس کے وہ آریہ سماج میں اس لئے نہیں آتا کہ اس میں لڑکیوں اور لڑکوں کے ازدواجی تعلق ہونے مشکل ہیں۔

یہ واقعات آریہ سماج کو غیر تبلیغی مذہب ثابت کرنے پر شاہد ناطق ہیں۔ اگر ویدک دھرم تبلیغی مذہب ہوتا تو اس میں یقیناً ایسے اصول ہوتے جو انسانوں کو ذات پات میں تقسیم کرنے کے بجائے سلک مساوات میں منسلک کردیتے۔ برخلاف اس کے نصف صدی سے زیادہ عرصہ آریہ سماج کو بھی قائم ہوئے گزر گیا۔ لیکن ذات پات کی الجھنوں سے وہ بھی اپنے آپ کو ابتک نہیں نکال سکی۔ اور بالمقابل اسلام کے متعلق اسے اسی کانفرنس میں اعتراف کرنا پڑا ہے کہ:-

"اس بندھن کے نہ ہونے سے مسلمانوں میں پریم ہے"

کیا یہ اسلام کے عالمگیر اور آریہ سماج کے غیر تبلیغی مذہب ہونے کا ایک کھلا ثبوت نہیں؟

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

احباب اور جماعتوں کی خاص توجہ کے قابل!

میں سب احباب کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت انجمن سخت مالی مشکلات میں سے گزر رہی ہے جو خدا چاہیگا تو جلد دور ہو جائیں گی۔ مگر اس وقت جبکہ سالانہ جلسہ آرہا ہے اس کے لئے مزید اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس لئے جملہ انجمنیں اور احباب دو باتوں کو نہ بھولیں

اول:- یہ کہ سالانہ جلسہ کے خرچ کے لئے جس رقم یا فیس کے متعلق ان کو دفتر سے اطلاع پہنچی ہے اسے فوراً روانہ کردیں تاکہ ضروریات مہیا کی جاسکیں۔ جہاں انجمنیں ہیں ان کے سکرٹری صاحبان فوراً سب ممبروں سے روپیہ جمع کرکے ۱۵ دسمبر سے پیشتر دفتر محاسب انجمن میں پہنچا دینے کی کوشش کریں۔ جہاں انجمنیں نہیں، دو دو یا تین تین یا اکیلے اکیلے احباب ہیں، وہ اکیلے اکیلے یا جمع کرکے اسی طرح اپنا چندہ ۱۵ دسمبر تک پہنچا دیں، دو چار آنے فیس منی آرڈر کا خیال نہ فرمائیں۔ بلکہ اس بات کا خیال فرمائیں کہ انجمن مہمانداری کا مناسب انتظام اسی صورت میں کرسکتی ہے۔ کہ اس کے پاس اس خرچ کے لئے روپیہ پہنچ جائے۔ میں دیہاتی جماعتوں کو بالخصوص متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ان اخراجات میں کم حصہ لیتی ہیں۔ حالانکہ اگر وہ نقد نہ دے سکیں تو بصورت جنس ہی جو چیز ہو بھیج دیں۔ ان کی وہی مدد کافی ہوگی۔

دوم:- ماہ نومبر کا چندہ جو دسمبر میں انجمن میں پہنچنا چاہیئے۔ اس کا بھیجنا اس خیال سے ملتوی نہ کریں کہ جلسہ سالانہ پر یہ رقم ادا کردی جائے گی۔ تھوڑی سی لاپروائی کرکے بہت سے احباب انجمن کی مالی مشکلات میں اضافہ کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ سوائے اس چندہ کے جس کے متعلق علیحدہ تحریک کی گئی ہے کہ جلسہ سالانہ پر سب احباب جمع کرکے لائیں باقی ہر قسم کے چندے اور زکوٰۃ کا روپیہ جس قدر جلد ممکن ہو وصول کرکے بذریعہ منی آرڈر محاسب کو بھیجدیا جائے۔ صرف وہ رقوم جو تحریک عام کے ماتحت جرمن مشن کے لئے دوسرے برادران اسلام سے جمع کرنی ہیں، ایام جلسہ تک ہر جگہ جمع ہوتی رہیں اور جلسہ پر بھیجی جائیں۔

(محمد علی)

خدا کے کام میں روک نہ بنو!

دس یوم کی آمد!

کے متعلق جو مطالبہ میں نے گزشتہ سالانہ جلسہ پر کیا تھا اس کے پورا کرنے کی طرف ابھی تک بہت سے احباب نے توجہ نہیں کی میں سب احباب کو ساتھ لے کر آگے چل سکتا ہوں جو احباب ساتھ نہیں دیتے وہ خدا کے کام میں روک ڈالنے کا موجب ہو رہے ہیں

(محمد علی)

دورۂ محصلین

افسر صاحب تحصیل مطلع فرماتے ہیں:-

۱- ماسٹر فقیر اللہ صاحب دہلی وغیرہ برائے فراہمی چندہ تشریف لے گئے ہیں۔ احباب انکی پوری پوری امداد فرمائیں۔ اور ان کے ساتھ ہوکر وصولی چندہ کی کوشش کریں۔

۲- شیخ غلام محمد صاحب قصور۔ فیروزپور شہر و چھاؤنی، موگا، مالیرکوٹلہ، رو پڑ، گوہانہ، کرنال بڑودہ وغیرہ برائے وصولی چندہ تشریف لے گئے ہیں۔ احباب ان کی پوری پوری امداد فرمائیں۔

"اگر تم نے یہ فیصلہ نہیں کر لیا کہ مجھے مار دوگے"

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مطالبہ احمدی قوم سے

جرمن اور جاوا مشن کیلئے جلسہ سالانہ تک پندرہ ہزار روپے کی ضرورت

(خطبہ جمعہ مؤرخہ ۲۰ نومبر ۱۹۳۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

والٰہکم اللہ واحد ..... ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار .... الی ... وان اللہ شدید العقاب۔ (البقرہ۔ رکوع ۱۸-۱۹)

توحید الٰہی

پہلی آیت میں توحید کو بیان کیا ہے۔ کہ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ دوسری آیت میں اس خدا کے وجود پر کچھ دلائل کچھ انعامات بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا اگر تم عقل سے کام لو تو آسمان اور زمین کی پیدائش میں، رات اور دن کے اختلاف میں۔ ان کشتیوں اور جہازوں میں جو دریاؤں اور سمندروں کے اندر چل رہی ہیں اور بارش میں جس سے مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اور اس میں سب قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلنے میں اور بادلوں میں نشانات ہیں۔ تیسری آیت میں فرمایا افسوس ایسے بھی لوگ ہیں جو اس معبود واحد کو چھوڑ کر، اس ہستی سے منہ موڑ کر جس نے یہ تمام انعامات دیئے۔ اور لوگوں کو معبود بنا لیتے ہیں۔ خدا کا ند ٹھیراتے ہیں۔ خدا کے بالمقابل رکھتے ہیں۔ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی کہ اللہ سے محبت کرنی چاہیئے۔ اور ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ سے بہت زیادہ محبت ہونی چاہیئے۔ اور مومن ایسے ہی ہوتے ہیں۔

محبت الٰہی کا تعلق اعمال صالحہ سے

یہ قابل غور بات ہے کہ خدا کی توحید کے ساتھ خدا کی محبت کو جمع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کی توحید اسی وقت دل میں جگہ پاتی ہے۔ جب اس کی محبت تمام محبتوں پر فائق ہو جائے۔ محبت ایک ایسی چیز ہے جو بڑھتی اور گھٹتی رہتی ہے جس طرح ایمان گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے یعنے وہ اعمال صالحہ سے بڑھتا اور بُرے کاموں سے گھٹتا ہے قرآن کریم میں عموماً ایمان کے ذکر کے ساتھ اعمال صالحہ کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اعمال صالحہ کو ایمان کے ساتھ کیوں رکھا؟ اس لئے کہ ایمان کو اگر تم ترقی دینا چاہو تو اعمال صالحہ ہی سے دے سکتے ہو۔ ایمان شروع میں ایک خیال کے رنگ میں ہوتا ہے۔ یہ ایک بیج ہے جسے اعمال صالحہ کے پانی سے سیراب کر کے ترقی دی جا سکتی ہے۔ اور جب ایمان ترقی کرتا ہے تو اعمال صالحہ اس سے ناشی ہوتے ہیں۔ محبت کا بھی یہی تعلق اعمال کے ساتھ ہے۔ جس قدر خدا کے ساتھ محبت ہو۔ اعمال صالحہ میں انسان ترقی کرتا ہے اور اعمال صالحہ خدا کے ساتھ محبت کو ترقی دیتے ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے پر اثر ہے۔

احمدیت مغربی فضلا کی نظر میں

کس قدر سادگی کے ساتھ مذہب کی حقیقت بیان کر دی۔ یہی کمال ہے ہمارے مذہب کا۔ کہ اس کو معمہ نہیں چھوڑا، مذہب کو نہایت سادہ کر دیا۔ اس کا اعتراف ان لوگوں کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ جو مغربی دنیا کے فضلا میں سے ہیں۔ پرسوں یہاں ڈاکٹر ہاکنگ آئے جو امریکہ کی مشہور ہارورڈ یونیورسٹی میں فلسفہ مذہب کے پروفیسر ہیں۔ پہلے یہاں مجھے ملے پھر اگلے دن خواجہ صاحب کو ملے۔ یہاں ان کے آنے کی اغرض فلسفہ مذہب کا مطالعہ بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے احمدیت کے متعلق بھی کچھ سنا ہے۔ چاہتا تھا کہ براہ راست علم حاصل کروں، باتوں باتوں میں اس نے کہا کہ احمدیت نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے کہ مذہب کو نہایت سادہ طور سے دنیا کے سامنے رکھ دیا، یہ میں نے پہلی دفعہ اس کے منہ سے ہی نہیں سنا۔ بلکہ اور بھی یورپین جن سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں اس سے پہلے ایک اطالین قونصل سے بھی ملاقات ہوئی تھی اور اس نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ کی تحریرات میں ایک بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ مذہب کو نہایت سادہ شکل میں دنیا کے آگے پیش کیا ہے۔

اسلام کا کمال

حقیقت میں یہ اسلام کا کمال تھا کہ اس نے مذہب کو ایسا سادہ رنگ دیا کہ امی لوگ بھی مذہب کی حقیقت کو پہنچ گئے، عرب کے امی لوگ جنھیں علم و حکمت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ مذہب کے پیشرو اور علم و حکمت کے معلم بن گئے۔

ایمان کے بیج کو کمال تک پہنچاؤ

تو اسلام کا کمال یہ ہے کہ اس نے مذہب کی تکمیل کے لئے نہایت سادہ راہیں بتائی ہیں۔ اس نے بتایا کہ نرا ایمان کوئی چیز نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں، ایمان ایک بیج کی مثال رکھتا ہے۔ ایک وہ بیج ہے جو ڈبی میں بند کر کے گھر میں رکھ دیا جائے اور ایک وہ ہے جس کو زمین کے اندر لگایا جائے اور اس کو پانی دیکر سرسبز و شاداب کیا جائے۔ وہ بیج جو گھر میں ڈبی کے اندر پڑا ہے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن جو زمین میں لگ جاتا ہے۔ وہ بڑھتا اور پھلتا اور پھولتا ہے۔ اسی طرح ایمان جو ایک بیج ہے اعمال صالحہ سے تکمیل پاتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک انسان ایک چیز کو کر اس کو کامل نہیں کرتا۔ اس وقت تک انسانیت کا حق ادا نہیں کرتا چہ جائیکہ اسلام کا حق ادا کر سکے۔ پس اگر تم بھی انسان ہو، مسلمان ہو، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہو تو اس ایمان کو جو محمد رسول اللہ صلعم نے تمہیں دیا تکمیل کے درجہ تک پہنچاؤ۔

محبت الٰہی کی آبیاری

دیکھو محبت ہی سے تمام کام ناشی ہوتے ہیں۔ اسی طرح محبت ہی سے ایمان ترقی پاتا ہے اور ایمان سے اعمال صالحہ کو ترقی ملتی ہے۔ گویا اعمال صالحہ اور محبت دونوں کا ایک دوسرے پر نہایت گہرا اثر ہے خدا سے محبت کا دعوے، نرا دعوے ہے جب تک اس کے ساتھ اعمال صالحہ نہ ہوں، خدا سے تعلق محبت کا دعوے وہی کر سکتا ہے جسے خدا کی عبادت سے لذت آتی ہو۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ کوئی شخص مومن نہیں جب تک میں اسے اپنے والدین اپنی اولاد اور تمام چیزوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں، سب چیزوں سے زیادہ محبت اگر میرے ساتھ نہیں تو ایمان کوئی چیز نہیں ......

تو محمد رسول اللہ صلعم کی محبت کو ترقی کس طرح دیں۔ جب تک دکھ نہیں اٹھاتے، محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے دین کے لئے کوئی مشقت اپنے اوپر برداشت نہیں کرتے اس وقت تک آپ سے محبت کا دعوے بھی فضول ہے۔ محبت کو ترقی اس وقت ہوگی جب اعمال صالحہ سے اس کی آبیاری کی جائے۔

خدا کے لئے سرفروشی کی ضرورت

تو اصل غرض یہ ہے کہ تم بھی خدا اور رسول کے رستہ میں کوئی کام کرو اگر تم خدا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، کے لئے کوئی کام نہیں کرتے تو تمہاری محبت بے معنی ہے۔ لوگ وطن کے لئے سرفروشیاں کرتے ہیں۔ کیا تم خدا کے لئے سرفروشی نہیں کر سکتے؟ بعض لوگ اس بات پر قانع ہوتے جاتے ہیں کہ کوئی دکھ اور ذلت انہیں اٹھانی نہ پڑے۔ دیکھو جیل خانہ کتنا ذلت کا مقام تھا لیکن آج کس قدر عزت کا مقام بن گیا ہے جیلخانہ کی مصیبت کو لوگ کس طرح خوشی کے ساتھ برداشت کرتے اور ایک مقصد کے لئے جس سے انہیں محبت ہے اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں۔

"اگر تم نے فیصلہ نہیں کر لیا کہ مجھے مار دوگے"

میں نے دو تین جمعہ آپ سے خطاب کیا اور آپ کی حالت کو دیکھا، پھر انجمن کے کاموں کو دیکھا اور سب کچھ دیکھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر ہم جلسہ تک جرمن مشن اور جاوا مشن کے لئے پندرہ ہزار روپیہ جمع کر لیں تو ان دونوں مشنوں کے سارے سال کے لئے کافی ہوگا۔ پھر انجمن کے دوسرے کام معمولی چندوں سے بھی چل سکتے ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ انجمن کے دوسرے کارکنوں سے بڑھ کر مجھے ان کاموں کی فکر ہے۔ اور ان کے لئے سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اور اگر تم نے یہ فیصلہ نہیں کر لیا کہ مجھے مار دوگے تو اس پندرہ ہزار کی رقم کو جس طرح بھی ہو پورا کرنا تمہارا فرض ہے۔ اس پندرہ ہزار میں سے پانچ ہزار میں نے لاہور کے نام ڈالا ہے۔ اس کو آپ نے سالانہ جلسہ پر پورا کرنا ہے۔ اور اپنے پاس سے ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے جمع کر کے پورا کرنا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ملتا۔ میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ میں نے ایک ایک آنہ کی رسیدیں چھپوا دی ہیں اگر ایک ایک آنہ بھی جمع کیا جائے تو بہت بڑی رقم ہو سکتی ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ایک آنہ کوئی چھوٹی سی چیز ہے؟ اسی ایک آنہ سے لاکھوں اور کروڑوں روپے بنتے ہیں۔ اگلے دن کسی نے بتایا تھا کہ امریکہ میں معمولی مزدوروں سے دو دو چار چار آنے جمع کر کے ۵ کروڑ روپیہ مشنوں کے لئے جمع ہوتا ہے۔

اگر خدا اور رسول کے ساتھ محبت بڑھانا چاہتے ہو

ہمارے پاس چار چار آنے اور ایک ایک روپیہ کی بھی رسیدیں ہیں جو لوگ یہ خیال کرتے ہوں کہ ہم ایک ایک آنہ کے لئے کب نکلیں وہ ایک روپیہ والی رسید بکیں لے لیں۔ پانچ روپیہ والی لے لیں اور خدا کی راہ میں نکل پڑیں۔ اکیلے اکیلے نکلیں یا دو دو تین تین کر کے نکلیں۔ اس نکلنے میں انہیں تکلیف اٹھانی پڑے گی شاید بعض وقت ذلت بھی اٹھانی پڑے گی۔ مگر خدا کے لئے تکلیف حقیقی راحت ہے۔ اور خدا کے رستہ میں ذلت حقیقی عزت ہے۔ اگر خدا اور اس کے رسول کے ساتھ محبت بڑھانا چاہتے ہو تو اس کے لئے کچھ کر کے دکھاؤ۔

اس کے بعد آپ نے جو جو رقوم جس جس کے نام ڈالی تھیں ان کی فہرست پڑھ کر سنائی۔

خط و کتابت کی وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے

جماعت احمدیہ سامانہ کا سالانہ جلسہ

اسلام اور غیر مذاہب پر شاندار لیکچر

-اخویم ... شفیع صاحب سامانوی رقمطراز ہیں کہ:-

سامانہ ریاست پٹیالہ میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ ۱۵-۱۶-۱۷- نومبر ۳۱ء کو منعقد ہوا- مولانا عصمت اللہ صاحب، مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع، اور شیخ محمد یوسف صاحب گرنمتی اس جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے- دو دن پیشتر آریہ سماج کا بھی جلسہ تھا- جس کے متعلق پیشتر سے یہ اعلان کیا گیا رہا تھا کہ پنڈت رامچندر دہلوی، سوامی رودرانند اور پریم جی وغیرہ سماجی مناظرین بھی اس میں شامل ہونگے- اور غیر مذاہب کو تبادلہ خیالات کا موقعہ دیا جائیگا- لیکن افسوس کہ ان میں سے ایک بھی نہ آیا-

بہرحال ۱۵- نومبر کو ہماری جماعت کا جلسہ شروع ہوا- پہلے دن دوپہر کو شیخ محمد یوسف صاحب اور مولانا عصمت اللہ کی تقریریں ہوئیں- رات کو بھی شیخ محمد یوسف نے اسلام اور علوم جدیدہ پر دو گھنٹہ تقریر کی- اور ضمناً احمدیت پر بھی نہایت اچھے پیرایہ میں روشنی ڈالی جس سے لوگوں کے بہت سے شکوک رفع ہو گئے-

۱۶ نومبر کو مولانا عصمت اللہ نے عقائد احمدیت، ختم نبوت اور وفات مسیح وغیرہ مسائل پر تقریر فرمائی- اور علماء سو کے رویہ اور شغل تکفیر کے مضر اثرات پر روشنی ڈالی- شیخ محمد یوسف صاحب نے اتحاد بین المسلمین پر تقریر کی اور شرک و بدعت اور بد رسومات کے نقصانات بھی بیان کئے- رات کو پھر ان ہر دو حضرات نے تقاریر کیں- مولانا عصمت اللہ نے اولیائے امت کے حالات سنا کر ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ بالکل وہی ہے- جو دیگر اولیاء اور صوفیائے کرام نے کئے- ختم نبوت بھی آپ نے بدلائل قاطعہ ثابت کیا- شیخ محمد یوسف صاحب نے آریہ سماج کی مستند کتب اور ویدوں کے مختلف نسخوں سے موخر الذکر کا محرف ہونا، اور قرآن مجید کو اس کے اپنے مقرر کردہ معیار سے تحریف سے محفوظ اور سچا الہامی کلام ثابت کیا- ۱۷- نومبر کو مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بھی سامانہ میں پہنچ گئے- اور دوپہر کے جلسہ میں صدر بنائے گئے- اپنی صدارتی تقریر میں مرزا صاحب نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ آریہ سماجی مناظر تشریف نہیں لائے- ورنہ تبادلہ خیالات سے لوگوں کو حق و باطل کے امتیاز کا اچھا موقعہ مل جاتا- اس موقعہ پر مولانا عصمت اللہ نے اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے پر تقریر کی- رات کو میرزا مظفر بیگ صاحب کا لیکچر اسلام اور آریہ دھرم پر کامل ڈھائی گھنٹے ہوا- باوجود دیر ہو جانے کے لوگوں کا اشتیاق بڑھ رہا تھا- لیکن مرزا صاحب بوجہ علالت زیادہ نہ بول سکے- اور اس کے بعد جلسہ ختم کر دیا گیا حاضرین کی تعداد اور لیکچراروں کے اثر کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ آمیز نہیں کہ یہ جلسہ بہت کامیاب ہوا- ایک دیوبندی مولوی صاحب جو ایک ماہ سے ہمارے جلسہ اور حضرت مسیح موعود کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے تھے- خود اسی جلسہ میں شامل ہوئے اور ہماری دعوت پر پارٹی میں بھی شامل ہو کر اپنے فتوے کی خود ہی عملاً مخالفت کی- جلسہ کے بعد انہوں نے پھر احمدیت کے خلاف زہر اگلا لیکن بیسود- لوگوں پر ہمارے لیکچراروں کا اثر غالب تھا- چنانچہ ۱۹ نومبر کو ہمارے مبلغین کو واپس روانہ ہوتے ہوتے عوام الناس نے روک لیا- اور رات کو ایک کثیر مجمع میں جماعت احمدیہ کی خدمات اسلام اور سلسلہ کی حقانیت پر تقریریں ہوئیں ... مولوی صاحب کی ناپاک حرکات پر روشنی ڈالی گئی- شہر کے شرفاء اور علم دوست حضرات نے ان تقاریر کو بہت پسند کیا- اور دیوبندی مولوی کی مذبوحی حرکات کو ... ۔

موضع گڑھی میں جلسہ- جناب اکبر خاں صاحب رئیس اعظم موضع گڑھی ضلع کرنال نے جو نہایت روشن خیال اور مسلمانوں کے سچے ہمدرد اور ہماری جماعت سے محبت رکھتے ہیں ہمارے لیکچراروں کو سامانہ سے گڑھی پہنچنے کی دعوت دی- چنانچہ ۱۸- نومبر کو وہاں مذکورہ بالا تینوں حضرات کے لکچر ہوئے- جو بہت ہی موثر اور مفید ثابت ہوئے- ایک پنجابی مولوی صاحب نے پنجابی نظم میں تینوں لیکچراروں کی بہت تعریف کی- جناب اکبر خاں صاحب کا جوش ... اور ہمدردی اسلام بہت ہی قابل قدر ہے اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے-

---

مسیح موعود کی کتابیں پڑھو

دارالکتب اسلامیہ لاہور کا رعایتی اعلان قارئین کرام کی نظروں سے گزر چکا ہے ۱۵ دسمبر ۳۱ء سے ۱۵ جنوری ۳۲ء تک بہت سی کتابوں میں نصف قیمت کی رعایت کر دی گئی ہے- سلسلہ کی کتب اور اس اسلامی لٹریچر سے جو جماعت احمدیہ کے مخصوص کارناموں میں سے ہے فائدہ اٹھانے کا یہ ایک بہترین موقعہ ہے- قرآن کریم کے انگریزی اردو تراجم حضرت مسیح موعود کی کتابیں جو اسلام کی صحیح تعلیم کا نچوڑ اور روحانیت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں ہر احمدی کو پڑھنی اور غیر از جماعت دوستوں کو پڑھوانی چاہئیں- اس سے وہ تمام غلط فہمیاں آسانی سے دور ہو سکتی ہیں جو مخالفین سلسلہ کی طرف سے پھیلائی جا رہی ہیں- امید ہے کہ احباب اس موقع سے فائدہ اٹھا کر سلسلہ کی کتابیں ضرور منگوا کر پڑھیں گے-

---

تنقید

تعلیمی تاش

اس نام سے ایک تاش ہمیں برائے ریویو موصول ہوئی ہے اس تاش سے چھوٹے بچوں کو حروف تہجی کے سیکھنے اور انکی شناخت میں بہت آسانی اور دلچسپی ہو سکتی ہے ہر کارڈ پر ایک حرف ... اور ایک تصویر جس کا نام اس حرف سے شروع ہوتا ہے دی گئی ہے- یہ ایجاد قابل داد ہے ضرورت ہے کہ ابتدائی جماعتوں کے معلمین اس سے فائدہ اٹھائیں اور بچوں میں اسکو رواج دیکر طریق تعلیم میں سہولت پیدا کریں- قیمت فی سیٹ ۴ر- مینیجر صاحب تعلیمی تاش لاہور سے مل سکتی ہے-

---

بقیہ صفحہ اول

قابل توجہ احباب- چنبہ سے اخویم شیخ غلام محمد صاحب لکھتے ہیں- کہ انہوں نے ہل سیڈرز آئل کمپنی کے نام سے ایک دکان کھولی جس میں پہاڑی بوٹیوں کے تیل فروخت ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ شیر کی چربی، شیر کی کھال اور کوہ ہمالیہ کی دیگر اشیاء سستی قیمت پر مل سکتی ہیں- جن احباب کو ان میں سے کسی چیز کی ضرورت ہو وہ شیخ غلام محمد صاحب مینجر ہل سیڈرز آئل کمپنی چنبہ براستہ ڈلہوزی سے خط و کتابت کریں-

مقدمہ:- اخویم حبیب الرحمن صاحب جمشید پور سے بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ تیرہ نومبر تک تیرہ گواہوں کے بیانات ہو گئے- میرا تحریری بیان داخل عدالت ہو چکا ہے- ۱۰ دسمبر کو فیصلہ سنایا جائے گا- احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے-

وفات:- عزیز فضل الٰہی پسر خان صاحب منظور الٰہی صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا تھا جو چند یوم زندہ رہ کر ... دسمبر کو فوت ہو گیا- انا للہ وانا الیہ راجعون- اس صدمہ میں ہمیں مرحوم کے لواحقین اور خان صاحب ممدوح سے دلی ہمدردی ہے-

(۲) اخویم غلام محمد صاحب ڈرنری اسسٹنٹ سونی جھال (لائلپور) سے لکھتے ہیں کہ میری بچی اور بیوی بیمار تھی، بچی تو ۲۳ نومبر کو فوت ہو گئی- بیوی سخت بیمار ہے- احباب اس کی صحت کے لئے دعا کریں-

ایک ہمدرد سلسلہ کی وفات:- اخویم عبدالعزیز خان صاحب ملتان سے لکھتے ہیں کہ نواب شیر دل خان صاحب جن کا حال ہی میں تحریک کشمیر کے سلسلہ میں لائلپور میں انتقال ہوا ہے- نہایت قابل قدر بزرگ تھے- ہمارے سلسلہ سے انہیں بہت انس تھا- پچھلے سال سالانہ جلسہ میں شامل ہوئے تھے- پیغام صلح کے خریداروں میں سے تھے- طبقہ روساء سے تعلق رکھنے کے باوجود مسلمانوں کی ہر تحریک میں عملی حصہ لیتے تھے- تحریک خلافت میں ملتان خلافت کمیٹی کے پریذیڈنٹ تھے، کانگریس کمیٹی کے بھی صدر رہے- اور اب تحریک کشمیر میں مجلس احرار کے صدر منتخب ہوئے- اور بیس پچیس آدمیوں کے جتھے کے ساتھ کشمیر روانہ ہو گئے- لائلپور پہنچ کر ان کا اچانک انتقال ہو گیا- جہاں سے لاش واپس ملتان لائی گئی- اور قریباً پچاس ہزار آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی-

گذشتہ جمعہ کو جماعت احمدیہ لاہور نے بھی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی-

---

پیغام صلح کی امداد کا فرض

"پیغام صلح" جماعت احمدیہ کا واحد اردو ارگن ہے جو سلسلہ کی تحریکات کی اشاعت اور مخالفین کے جواب دینے کا بہترین ذریعہ ہے- ہر احمدی کا جو مسیح موعود کا حقیقی متبع ہے، فرض ہے کہ اس واحد قومی ارگن کا خود بھی خریدار ہو اور دوسروں کو بھی خریدار بنائے-

متلاشیانِ حق کے خطوط

امام مسجد ووکنگ کے نام

مولوی آفتاب الدین احمد صاحب نائب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) نے چند متلاشیانِ حق کے خطوط کی نقل برائے اشاعت ارسال کی ہے جس میں انہوں نے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ یہ خطوط مغربی دنیا کے اس بڑھتے ہوئے اشتیاق کا ثبوت ہیں۔ جو اسلام کے متعلق انہیں پیدا ہو رہا ہے۔ قارئین کرام کی دلچسپی کے لئے ذیل میں انہیں درج کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

(۱) لارڈ ہیڈلے کے نام ایک خط

ذیل کی چٹھی عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقاب کو ملی ہے جو انہوں نے امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان کے پاس بھیج دی ہے۔

از میکلن سٹریٹ ڈربی

جناب عالی! مسٹر ایچ جولی۔ مدیر ڈربی ڈیلی ایکسپریس نے مجھے مشورہ دیا ہے۔ کہ مذہبِ اسلام کے متعلق آپ سے معلومات حاصل کروں۔

کیا آپ کسی نزدیک کے مبلغ کے ساتھ میری خط وکتابت کرا دینگے جن سے وقتاً فوقتاً اسلامی معلومات حاصل کرتا رہوں مطالعۂ قرآن کریم کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا میں اس کا کوئی ترجمہ مطالعہ کروں یا مجھے عربی زبان سیکھنی پڑے گی تاکہ اصلی متن کا میں مطالعہ کر سکوں۔

اسلام کا علم ان کتب کے مطالعہ سے مجھے حاصل ہوا جو محض میرل ... مصنفہ کی ہیں یعنی (۱) "ڈونڈی بازار سے مکہ معظمہ تک" (۲) "حضرت نبی کریم صلعم کی سوانح حیات" جو جناب حاجی محمود صاحب کی تصنیفات ہیں۔ یہ دو کتب میری قلیل معلومات اسلام کا سرچشمہ ہیں۔ امید کامل ہے کہ اسلام کی مزید معلومات بڑھانے میں آپ میری ہر وقت امداد فرمائیں گے۔ آپ کا مخلص دوست

(رجے۔ ڈبلیو۔ ڈرائٹن)

(۲) ایک خاتون کا اشتیاق آمیز مکتوب

نیو جرسی۔ امریکہ سے ایک خاتون بکم اکتوبر کو ذیل کا خط ہمیں لکھتی ہیں

جناب من!

میں آپ کے مکتوب مورخہ ۲۲ ستمبر کے جواب میں آپ کی اس کمال مہربانی کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ جو آپ نے مجھے اور میرے خاوند کو مخاطب کرکے فرمائی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہماری لڑکی نادرہ بیگم عثمان سے اپنی اخوت اور ہمدردی جتائی ہے۔ میں عزیزہ موصوفہ کے قبول اسلام پر اس سے دلی اتفاق رکھتی اور خود اپنے دل و دماغ کو بھی مذہبِ اسلام کا ہمنوا پاتی ہوں۔

ہم سب آپ کی اس ہمدردی کے مشکور ہیں جس کا اظہار آپ نے اپنے خط میں ہماری لڑکی کے ساتھ فرمایا ہے۔ اس وقت میرے پاس مترجم قرآن کریم مع عربی متن و تفسیر از مولوی محمد علی صاحب موجود ہے۔ جسے میں ہر روز مطالعہ کرتی ہوں۔ ساتھ ہی رسالہ اسلامک ریویو بھی مجھے ملا کرتا ہے جسے میں دلچسپی کے ساتھ پڑھتی ہوں۔ اور عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی تصنیف "ابتدائی عیسوی کنیسہ اور اسلام میں مماثلت" کے مطالعہ سے بھی محظوظ ہوتی ہوں۔ میں آپ کی مہربانی کا پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ آپ کی احسان مند

فلارنس ایم۔ آیوس (مسٹر ڈبلیو۔ ڈی۔ آیوس)

(۳) ایک رومن کیتھولک متلاشی حق

جناب من!

میں نے ایک کتاب مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب موسوم بہ "ادلۂ قاہرہ برحقانیت اسلام" (فونڈ ایکسپرز آف اسلام) کو پڑھا۔ جس کی طفیل مذہبِ اسلام کی صداقت نے مجھے گرویدہ کر دیا ہے۔

اس لئے ازراہ مہربانی اس بات سے مجھے اطلاع بخشیں کہ مذہب اسلام کس طرح قبول کیا جاتا ہے کیونکہ میں مسلمان ہونے کا نہایت ہی خواہشمند ہوں فی الحال میں عیسائی مذہب کے فرقہ کیتھولک سے تعلق رکھتا ہوں لیکن چونکہ میں نے قرآن کریم میں پڑھا ہے۔ کہ "سوائے اسلام کے اگر تم کوئی بھی اور دین یعنی عمل اختیار کروگے تو قابل قبول نہیں۔ اور ایسا کرنے سے تم یقیناً خسارہ میں رہوگے" اس واسطے اپنے موجودہ مذہب کو ترک کر دینے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ اسلام کے متعلق مزید واقفیت حاصل کروں۔ آپ کا مخلص

(رجے۔ ایچ۔ جی آنگ)

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد

جلسہ سالانہ پر احباب کرام عموماً دسمبر کا چندہ ساتھ لایا کرتے ہیں اس سال چونکہ انجمن کو خاص مالی مشکلات کا سامنا ہے۔ اس لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد ہے کہ دسمبر کا چندہ جلسہ سے پیشتر بھیجد یا جائے۔

امید ہے تمام جماعتوں کے سکرٹری صاحبان اس ارشاد پر فوراً عمل کرکے عنداللہ ماجور ہونگے۔

(۴) کیلیفورنیا کے متلاشی حق کا خط

ذیل میں مسٹر راس اینگیلس کا خط درج کیا جاتا ہے۔ جو از خود صاحب خط کی کیفیت قلب پر شاہد ناطق ہے۔

جناب من:

آپ کا مقتدر جریدہ رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) ایک مقامی پبلک لائبریری میں میرے ہاتھ آیا۔ جسے میں نے نہایت ہی دلچسپ و پر از معلومات پایا۔ مذہبِ اسلام ایک عرصہ سے میرا جاذبِ طبع بنا رہا ہے۔ اور قرآن کے علاوہ جو میرے پاس موجود ہے۔ میں نے اور بھی کئی ایک کتابیں از موضوع بالا پر جو مقامی لائبریری سے لی سکیں پڑھی ہیں۔ امید ہے کہ اسلام کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ سے التجا آپ کے لئے بار خاطر نہ ہوگی۔ میں ایسی کتب دیکھنا چاہتا ہوں جو مزید مطالعہ میں مجھے امداد دیں اور وہ مستند مسلم مصنفین کی ہوں۔ اور مفید معلومات پیدا کرنے کا باعث بھی ہوں۔ کیا میں آپ کو اس ضمن میں اپنے خلوص نیت کا یقین دلا سکتا ہوں اور آپ کی اس مدد کی قدر و منزلت کا بھی جو آپ اس سلسلہ میں میرے ساتھ کرینگے

آپ کا مخلص (رہبری۔ ای میکل)

رسالہ "المہدی" ماہوار

رسالہ "المہدی" سہ ماہی کا ایک نمونہ شائع کیا گیا تھا جو محض حضرت مسیح موعود کی ڈائری کی تاریخوار ترتیب پر مشتمل تھا۔ لیکن اکثر احباب سے پوشیدہ رہا۔ اور بوجہ مصروفیت اس کی مزید تحریک نہ کی جا سکی۔

اب جبکہ مخالفین سلسلہ نے حضرت مسیح موعود پر بذریعہ رسالہ جات، و اخبارات مختلف قسم کے حملے کر رکھے ہیں۔ اور عجیب و غریب مکاریوں اور منترازیوں کے ذریعہ سے لوگوں کو سلسلہ احمدیہ سے بدگمان کیا جا رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ مخالفین سلسلہ کو خود ان کے اپنے عقاید و اعمال کا کچھ نمونہ دکھایا جائے تاکہ دنیا کے سامنے دونوں پہلو آجائیں۔ انشاء اللہ امرتسری۔ دیوبندی۔ زمینداری۔ اور دیگر مختلف قسم کے رسالوں کے اعمال و عقاید کا نمونہ ان کی اپنی تحریروں سے پیش کیا جائیگا۔ رسالہ ۲۰×۲۶/۸ سایز کے ۳۲ صفحوں پر ماہوار شائع ہوگا جس میں سے نصف حصہ ملفوظات حضرت مسیح موعود پر مشتمل ہوگا۔ اور باقی مخالفین سلسلہ کے جواب پر قیمت سالانہ عہ پیشگی۔ درخواستیں نقد آنے پر یکم جنوری ۳۲ء سے جاری کر دیا جائیگا

مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کیلیے دعائے صحت کی جائے

قارئین کرام یہ سنکر ازحد متاسف ہوں گے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی صحت جو پچھلے دنوں کسی قدر بہتر تھی چند دن سے پھر خراب ہوگئی ہے۔ یہانتک کہ ایک دو دفعہ حالت نہایت نازک ہوگئی۔ ۵ دسمبر کو مسجد احمدیہ بلڈنگس میں درس قرآن کے بعد تمام جماعت نے آپ کی صحت کے لئے دعا کی۔ ضرورت ہے کہ تمام بیرونی احباب بھی اس مجاہد اسلام کے لئے جس نے اپنی صحت خدمت دین کی نذر کر دی ہے درد دل سے دعا کریں، کہ اللہ تعالےٰ انہیں شفائے عاجل عطا فرمائے۔

نادر موقع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام و دیگر بزرگان سلسلہ کی تصنیفات

میں

حیرت انگیز رعایت

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول، اعلیٰ کاغذ جو براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے۔	عا ۸ر	عہ ۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول ادنیٰ کاغذ	عہ ۱۴ر	۱۵ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتب سرمہ چشم آریہ، شحنہ حق، ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے۔	عا ر	عہ ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم جو تین کتب یعنی فتح الاسلام، توضیح المرام، و ازالہ اوہام ہر دو حصص پر مشتمل ہے۔	۸ر	عہ ۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم جو چار کتب الحق مباحثہ لدھیانہ، الحق مباحثہ دہلی، آسمانی فیصلہ، نشان آسمانی پر مشتمل ہے	۸ر	عہ ۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد پنجم جو پانچ کتب آئینہ کمالات اسلام، برکات الدعا، جنگ مقدس، حجۃ الاسلام، سچائی کا اظہار پر مشتمل ہے	۸ر ہے	عہ ۱۲ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ششم۔ جو سات عربی کتب۔ تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، حمامۃ البشریٰ، نور الحق حصہ اول، نور الحق حصہ دوم، اتمام حجت اور سر الخلافت پر مشتمل ہے	۴ر ہے	عہ ۱۰ر
ملفوظات احمدیہ جلد اول۔ حضرت صاحب کی تقاریر کا مجموعہ۔ قیمت	عا ۴ر	عہ ۲ر
ملفوظات احمدیہ حصہ دوم	۸	۵ر
آثار مبارکہ	۱ر	۰ر
احمدیہ جنتری	۴ر	۱ر
الہامات حضرت مسیح موعود حصہ اول	۴ر	۱ر
״ ״ حصہ دوم	عہ ر	۸ر
مکاشفات	۴ر	۲ر
اسلام کیا ہے	۳ر	۲ر
درس الصلیب	۴ر	۲ر
مسیح قرآن میں	۱ر	۰ر
مناجات احمدیہ	۲ر	۱ر
واقعات صلیب	۱ر	۰ر
حمامۃ البشریٰ	عہ ر	۸ر
کرامات الصادقین	۱۲ر	۶ر
آسمانی فیصلہ	۵ر	۲ر
اتمام حجت	۴ر	۲ر

سیرت خیر البشر
اس کتاب میں حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے منظور شدہ ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب۔ اصل قیمت عہ ر رعایتی ۱۲ر

تاریخ خلافت راشدہ
اس کتاب میں خلفاء راشدین کے حالات زندگی درج ہیں جن سے عظیم الشان سبق حاصل ہوتے ہیں درج کئے ہیں اصل قیمت ہر چہار حصص عہ ر رعایتی ۱۲ر

محمد مصطفےٰ
حضرت نبی کریم صلعم کی مختصر سوانحعمری جو غیر مسلموں میں تقسیم کے لئے بہترین چیز ہے
اصل قیمت ۵ر۔ رعایتی ۲ر

ہستی باری تعالیٰ
ہستی باری تعالیٰ پر دلائل قرآنی کو چار قسم پر تقسیم کرکے ہر ایک عنوان کے ماتحت کل آیات قرآنی کو جمع کیا گیا ہے۔ اصل قیمت ۶ر۔ رعایتی ۴ر

اسلام کیا ہے سوال جواب کے رنگ میں تعلیم اسلام درج کی گئی ہے۔ اصل قیمت ۳ر۔ رعایتی ۲ر

بیان القرآن

یعنی

اُردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن (نصف قیمت پر)

تالیف۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ

اس تفسیر میں ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔ موجودہ زمانہ کی بہترین تفسیر ہے۔ جس کے متعلق بڑے بڑے لوگوں نے بہت عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے۔ ضخامت ۲۲×۲۹/۸ کے دو ہزار صفحات علاوہ فہرست مضامین و انڈکس تین جلدوں میں۔ اصل قیمت بجلد بیس روپیہ (۲۰ عہ) رعایتی قیمت دس روپیہ (۱۰ عہ) مجلد پچیس روپیہ (۲۵ عہ) رعایتی قیمت (۱۳ عہ روپیہ)

حمائل شریف مترجم معہ حواشی

مترجمہ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر مختصر تفسیری نوٹ درج ہیں تفسیر بیان القرآن کا مختصر ایڈیشن۔ ضخامت ۲۰×۳۰/۱۶ ایک ہزار صفحات۔ اصل قیمت بجلد سفید ولایتی کاغذ للعہ رعایتی ہے۔ جاپانی مصری کاغذ اصل قیمت بجلد للعہ ر۔ رعایتی تین روپیہ (۳ عہ ر)

عقائد احمدیہ

(مصنفہ میر مدثر شاہ صاحب)
حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔ اور محمودیوں کے غلط عقائد کی تردید کی گئی ہے۔
اصل قیمت عہ۔ رعایتی عہ ر

النبوت فی الاسلام

نبوت، رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی
اصل قیمت عا ر
رعایتی عہ ر

محمد اینڈ کرائسٹ انگریزی

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور معجزات پر مدلل کتاب۔ اصل قیمت عہ ۲ر
رعایتی ۱۲ر

حمائل مطبوعہ جرمنی

نہایت بے نظیر حمائل شریف جو جرمنی میں طبع کرائی گئی ہے کاغذ اور جلد نہایت خوبصورت۔ شائقین کلام اللہ کیلئے عجیب غریب تحفہ ہے
اصل قیمت عا ر۔ رعایتی عہ ر

اسلامی اصول کی فلاسفی

پانچ معرکۃ الآراء مذہبی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
اصل قیمت انگریزی عہ ر۔ رعایتی عہ ر
״ اُردو ۱۲ر
رعایتی ״ ۴ر

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب	۶ر	۳ر
درثمین۔ حضرت مسیح موعود کی اُردو اور فارسی نظموں کا مجموعہ	۱۱ر	۸ر
الحق مباحثہ لدھیانہ	۱۲ر	۴ر
الحق مباحثہ دہلی	عہ ۴ر	۶ر
حجۃ الاسلام	۴ر	۲ر
سر الخلافت	۸ر	۴ر
جنگ مقدس	۱۲ر	۸ر
شحنہ حق	۸ر	۴ر
نور الحق حصہ اول	عہ ر	۸ر
״ حصہ دوم	۸ر	۴ر
برکات الدعا	۴ر	۲ر
القول المجید	۸ر	۲ر
اعلام الناس	۵ر	۲ر
اعجاز القرآن	۱ر	۰ر
عصمت انبیاء	۹ر	۳ر
غلامی	۴ر	۲ر
الوصیت	۲ر	۱ر
الضحیٰ	۱ر	[illegible]
سراج الوہاج	۴ر	۱ر
اظہار النصائح	۵ر	۱ر
القول المبین	۲ر	۰ر
ستہ ضروریہ مباحثہ رامپوری	۳ر	۱ر
تبلیغ الحق علی عبد الحق	۱۰ر	۵ر
رسالہ نماز	۸ر	۴ر
״ روزہ	۴ر	۲ر
״ زکوٰۃ	۳ر	۱ر
״ تربیت اولاد	۵ر	۲ر
مرآۃ الحقیقت	۵ر	۲ر
نکات القرآن حصہ سوئم	۱۰ر	۴ر
״ ״ ״ چہارم	۸ر	۲ر
آیت اللہ	۳ر	۱ر
احمد مجتبیٰ	۴ر	۱ر
حدوث مادہ	۵ر	۲ر
حقیقت اختلاف	۵ر	۲ر
شناخت مامورین	۳ر	۱ر
رسالہ نجات	۱ر	۰ر
سوانح عمری حضرت مسیح موعود	۴ر	۲ر

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی
ویدوں کا بہشت	۸ر	۴ر
مسئلہ بہشت	۲ر	۱ر
مسئلہ تقدیر	۶ر	۲ر
اسماء الکہیہ	۷ر	۲ر
احمدیہ موومنٹ	۱۰ر	۵ر
النبوت فی الاسلام انگریزی	۷ر	۲ر

یجروید

یجروید کے بیس ابتدائی ادھیاؤں کا مستند ترجمہ
اصل قیمت عہ ر
رعایتی ۱۰ر

جمع قرآن

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب آیات رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق ہوئی اور جو اعتراض قرآن پاک کی جمع اور ترتیب کے متعلق ہوئے ہیں انکی تردید کی گئی ہے
اصل قیمت ۱۲ر۔ رعایتی ۸ر

مسیح موعود

سلسلہ عالیہ احمدیہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے
اصل قیمت عہ ر۔ رعایتی ۱۲ر

عسل مصفّٰی ہر دو حصص

حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعویٰ مجددیت پر مفصل بحث۔
اصل قیمت للعہ۔ رعایتی عا ر

فتح اسلام انگریزی ۴ر ۳ر
بیان القرآن پارہ اول تا ہفتم فی ۴ر
المہدی اول تا ہفتم ״ ۴ر
ساعلیات عامہ ۳ر۔ رعایتی ۔
اسلام اور دیگر مذاہب ۱ر ۔ ۰ر

تمام آرڈر ۱۵۔ جنوری سنہ ۱۹۳۲ء تک بھیجنے چاہئیں۔ اس کے بعد کے آرڈر اس رعایت کے ماتحت نہ آ سکیں گے قیمیں آرڈر قیمت طلب پارسل یا پیشگی روپیہ آنے پر کی جائے گی۔ فرمائش کے ہمراہ ہدایت آنی ضروری ہے

ملنے کا پتہ
مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کہ پارسل بذریعہ ریل بھیجا جائے یا ڈاک خانہ۔ اول الذکر صورت میں قیمت کا کچھ حصہ پیشگی آنا چاہئے۔ محصول ڈاک و دیگر مصارف ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوں گے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

قل یٰاھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرك به شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون الله فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ﴿۳:۶۳﴾

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
(۴) سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں
مسیح و مجدد وں کو ماننا ضروری ہے
(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر
دوست محمد

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۱۹ | لاہور یوم جمعہ مطبوعہ ۳۰ رجب ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء | نمبر ۶۵

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان ملت جلسہ سالانہ کی تیاریوں اور جلسہ کو کامیاب بنانے کے وسائل پر عملدرآمد میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب علاقہ سرحد میں دورہ پر تھے۔ ۹ر دسمبر کو واپس تشریف لے آئے۔

نبلی مشن :- مرزا مسعود بیگ صاحب بی اے۔ اپنے ایک تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ :- ہم بفضل خدا بخیر و عافیت ہیں۔ اور اپنے فرائض میں مشغول ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے مقاصد میں کامیابی، ہمت اور توفیق میں وسعت بخشے۔

شادی پر عطیہ :- اخویم شیخ نظام الدین صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی۔ چک شیخاں نے اپنے ایک عزیز شیخ محمد ابراہیم صاحب کی شادی کی تقریب پر مبلغ ما ۱۰ روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء** ایسے موقعوں پر دوسرے احباب کو بھی شیخ صاحب ممدوح کی تقلید کرنی چاہئے۔

دعائے صحت :- میاں محمد صدیق صاحب سب انسپکٹر پولیس کرتار پور بیمار ہیں۔ احباب سے صحت کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

ضرورت :- انگریزی اخبار "لائٹ" کے لئے ایک ایسے ایجنٹ کی ضرورت ہے۔ جو اس کے لئے خریدار مہیا کرے۔ درخواست کنندہ تجربہ کار اور ہوشیار ہونا چاہئے۔ تنخواہ حسب لیاقت دی جائے گی۔ درخواستیں معہ نقول سندات مینیجر اخبار "لائٹ" کی خدمت میں آنی چاہئیں۔

خواتین کا جذبۂ خلوص و ایثار

فانی چیزوں میں مبتلا ہونیوالے ابدی زندگی کو نہ بھولو

(بیگم صاحبہ امیر ایدہ اللہ کا مکتوب گرامی)

اخبار پیغام صلح اور خطوط کے ذریعہ اطلاع دی جاچکی ہے کہ دستکاری ۱۵ر دسمبر تک پہونچ جانی چاہئے۔ گذشتہ سال بھی نمائش کے بعد تک دستکاری آتی رہیں۔ اس لئے بہنیں خاص طور پر توجہ کریں۔ اور جلد از جلد اشیاء ارسال فرمائیں ٭

جن بہنوں کی اشیاء آرہی ہیں۔ ان میں سے بعض بہنوں کے خلوص نے میرے دل پر بے حد اثر کیا۔ چونکہ اُن سے اجازت نہیں لی۔ اس لئے بغیر ناموں کا اظہار کئے چند اقتباس درج کرتی ہوں۔

ایک بہن جالندھر سے تحریر فرماتی ہیں :- "دستکاری ارسال ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میں کوئی خاص امداد جلسے کو کامیاب بنانے میں دوں۔ جس میں مجھے کافی محنت اور تکلیف اٹھانی پڑے۔ مہربانی فرماکر کوئی کام ضرور میرے ذمہ ڈالیں۔ اور کاپیاں بھی ارسال کریں۔ تاکہ میں باہر سے چندہ جمع کرکے لاؤں۔

ایک اور بہن (جو چند ماہ ہوئے جوان بیوہ ہو گئیں) لکھتی ہیں۔ آپ نے اس دفعہ مجھے دستکاری کے لئے نہیں لکھا شاید میری موجودہ مصیبت سے رُک گئیں۔ آہ! آپ کو کیا علم کہ اب خدا کے کام ہی سے میرے دل کو راحت ملتی ہے۔ اس لئے نہایت محبت سے یہ اشیاء بناکر بھیجتی ہوں ٭

ایک بہن جو جماعت میں شامل نہیں لکھتی ہیں :- کہ اشاعت اسلام کے لئے دستکاری ارسال ہے۔ میرا بچہ بیمار رہتا ہے۔ اس کی صحت کے لئے دعا کریں۔

ایک اور بہن تحریر فرماتی ہیں کہ :- خرابیٔ صحت کی وجہ سے خدمت دین میں اس قدر حصہ نہیں لے سکتی جس قدر کہ میرا دل چاہتا ہے۔ تاہم خدا کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس قدر زندگی دی کہ اس سال بھی حسب وعدہ مندرجہ ذیل اشیاء بھیج رہی ہوں۔

یہ خط بطور نمونہ نقل کئے ہیں۔ وہ بہنیں جن کو خدا نے آسودگی اور صحت عطا کی ہے۔ کیا وہ اس کے شکریے میں کچھ خدا کے لئے بھی کرنے کو تیار ہیں۔ دولت، صحت، حسن سب فانی چیزیں ہیں۔ ان میں مبتلا ہوکر ابدی زندگی کو نہیں بھولنا چاہئے۔ اس دنیا کا آرام و آسائش چند روزہ ہے۔ ہمیشہ کی رہائش کا فکر کیجئے۔ دین کے لئے آپ کا تھوڑا سا ایثار آپ کو ابدی راحت کا مالک بنادے گا ٭

درس قرآن کریم کے نوٹ

(فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ سرجن)

اعمال جزا و سزا یقینی ہے!

سورۃ النبأ

سفید پوشوں کی پردہ پوشی

سچیرات کا پردہ پوش ہونا بھی کس قدر مفید ہے۔ نواب آصف الدولہ والئے اودھ کے وقت میں ایک دفعہ قحط پڑا۔ تو انہوں نے امام باڑہ بننے کا حکم دیدیا۔ اور مہتمم کو حکم دیا کہ جو آدمی ٹوکری مٹی کی ڈال جائے اسے چار آنے دیدو۔ اور یہ بھی حکم ہوا کہ شام سے صبح تک مٹی ڈالیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ بہت سے سفید پوش شرفاء جو قحط کی وجہ سے تنگ حال تھے ان کی امداد ہو گئی۔ یہ بھی ایک رنگ پردہ پوشی کا ہے کہ جو سکون دل و دماغ کو رات کے اندھیرے میں ملتا ہے وہ کسی اور صورت میں نہیں مل سکتا۔

دن کیوں بنایا؟

وجعلنا النهار معاشا۔ یہ تمام آرام کی چیزوں کا ذکر کر کے بتایا کہ یہ جتنی چیزیں پیدا کیں زندگی اور آرام کے لئے پیدا کیں۔ اور اس آرام اور زندگی کا مقصد یہ ہے کہ تم روزی کا سامان پیدا کر سکو۔ اس لئے دن کو ہم نے سامان معیشت پیدا کرنے کے لئے بنایا۔ پس انسان کو پیدا کرنے کے لئے پہلے زمین جیسی گول اور متحرک چیز کو جائے قرار بنایا۔ اس کے ناقابل برداشت جھکولوں کو پہاڑ سے ساکن کر کے رہنے کے قابل بنایا۔ نر و مادہ پیدا کر کے پیدائش اور بقائے نسل کا سامان کیا۔ پھر اس کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ایک طرف تو نیند اور آرام کے لئے رات کو بنایا۔ اور دوسری طرف روزی کمانے کے لئے دن کو بنایا

نظام شمسی اور آسمان

لیکن یہ سارا نظام درہم برہم ہو جاتا اگر آسمان نہ ہوتا جس کے نظام شمسی کے ذریعہ یہ سارا نظام قائم ہے۔ اسی لئے فرمایا

وبنينا فوقكم سبعا شدادا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط بنائے۔ کیا چیز سات مضبوط بنائے؟ ظاہر ہے کہ ہمارے اوپر آسمان ہی ہے۔ یہاں آسمان محذوف کر کے صرف فوقکم فرمایا۔ مطلب یہ کہ آسمان کی تعریف منظور ہو تو فوقکم سے سمجھ لو یعنی جو تمہارے سر کے اوپر ہے وہ آسمان ہے۔ اس سے بڑھ کر علمی تعریف آسمان کی نہیں ہو سکتی جو انسان کے سر کے اوپر ہے وہ سب آسمان ہے۔ شدادا۔ اس لئے کہا کہ وہ بڑے مضبوط ہیں جن کے نظام کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ٹھوس ہیں اور سخت ہیں۔ شدید اور شداد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ٹھوس چیز کے متعلق ہی ہوں۔ سردی شدید ہے۔ تپ شدید ہے۔ ان کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ٹھوس ہیں

سات آسمان

سبعا وہ سات آسمان ہیں۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو دیا گیا ہے۔ ہماری سائنس تو صرف ایک ہی آسمان تک محدود ہے۔ جسے سماء الدنیا کہتے ہیں۔ بلکہ اس کی بھی پوری ماہیت ابھی تک معلوم نہ ہو سکی جیسی جیسی تیز دوربینیں نکلتی آتی ہیں نئے نئے ستارے نکلتے آتے ہیں۔ یہ تو سب سماء الدنیا ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ انا زينا السماء الدنيا بزينة الكواكب ہم نے دنیا کے آسمان یعنی قریب آسمان کو ستاروں کی ترتیب و تنظیم سے مزین کیا ہے۔ تو پھر ابھی پہلا ہی آسمان کما حقہٗ دریافت نہ ہو سکا۔ تو باقی کے چھ آسمانوں کا علم سائنس کو کہاں ہو سکتا تھا۔ سائنس کی معلومات خدا کی کائنات کے مقابل میں کچھ بھی نہیں۔ ڈاکٹر آئزک نیوٹن نے کیا پر حکمت فقرہ کہا کہ باوجود اس تمام تبحر علمی کے میں خدا کی کائنات کے سمندر کے کنارے ابھی گھونگے چن رہا ہوں یعنی اس سمندر میں ابھی داخل بھی نہیں ہوا۔ جو کچھ سائنس نے دریافت کیا یہ تو ابھی اس سمندر کے کنارے کے گھونگے ہیں۔

آفتاب اور بارش کے فوائد

وجعلنا فيها سراجا وهاجا۔ وہاج کہتے ہیں جو روشنی بھی دے اور حرارت بھی دے۔ یہ سورج کی روشنی کیوں دی؟ تاکہ انسان کام کاج کر سکے اور زندگی بسر کرے۔ پھر اتنا ہی نہیں فرمایا انزلنا من المعصرات ماء ثجاجا۔ اس کا یہ بھی کام ہے کہ سمندر سے پانی بھی اٹھائے۔ جو بادل بن جاتا ہے۔ اور پھر اس سے موسلا دھار مینہ برستا ہے۔ معصرات کے معنی ہیں۔ برسنے والا بادل

لنخرج به حبا ونباتا وجنت الفافا۔ تین چیزوں کا ذکر کیا۔ جو اس سورج کی روشنی اور بادلوں کے پانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ حبا اناج جس کے بغیر زندگی نہیں۔ نباتا سبزی وجنات الفافا۔ باغ گھنے جو پھل پیدا کرتے ہیں۔

تمام چیزیں انسان کیلئے

تو فرمایا آفتاب اور زمین کے ملنے سے ابر آتے ہیں، روشنی ہوتی ہے۔ غلہ پیدا ہوتا ہے۔ پس انسان کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے آسمانوں کا نظام۔ آفتاب کی روشنی و حرارت۔ ابر اور بارش غلہ و سبزی و میوہ جات کا پیدا ہونا سب مہیا کیا گیا۔ جس سے ایک عقلمند کو صاف نظر آتا ہے کہ یہ سب چیزیں ایک خاص غرض و مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور وہ مقصد ہے انسان کی پیدائش اور اس کی زندگی و نسل کا قیام۔ تو پھر اس کی زندگی کی غرض و غایت کیا ہے۔ اگر انسان کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں تو پھر یہ تمام چیزیں جن کا ذکر ہوا اور جن کا مقصد انسانی زندگی ہے وہ سب بیکار ہو جاتی ہیں۔ جو بالبداہت باطل ہے۔

انسانی زندگی کا نتیجہ

پس ضرور ہے کہ انسانی زندگی کا کچھ نتیجہ ہو اور وہ نتائج اعمال۔ کیونکہ انسان بوجہ اپنی عقل اور تمیز کے اعمال کا مکلف ہے اور یہی اعمال ہیں جن سے ارتقاء کی آئندہ منازل طے ہونگی پس فرمایا اگر یہ سب باتیں سچ ہیں۔ جو بیان ہوئیں تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ ان يوم الفصل كان ميقاتا۔ کہ فیصلے کا ایک دن مقرر ہے۔ اور انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ پس نبأ عظیم برحق ہے لیکن اس کا ایک وقت مقرر ہے جس طرح دنیا میں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ یوم الفصل ہر نبی کی زندگی میں چھوٹے پیمانہ پر اللہ تعالیٰ انسان کو دکھاتا رہا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جو یوم الفصل دکھایا وہ سب سے زیادہ فیصلہ کن ہے۔

(باقی آئندہ)

خدا کے کام میں روک نہ بنو!

دس یوم کی آمد

کے متعلق جو مطالبہ میں نے گذشتہ سالانہ جلسہ پر کیا تھا۔ اس کے پورا کرنے کی طرف ابھی تک بہت سے احباب نے توجہ نہیں کی۔

میں سب احباب کو ساتھ لے کر آگے چل سکتا ہوں جو احباب ساتھ نہیں دیتے وہ خدا کے کام میں روک ڈالنے کا موجب ہو رہے ہیں۔ (محمد علی)

"قابل توجہ احباب"

اس وقت تک حسب ذیل امور کے متعلق جملہ دوستوں کی خدمت میں اپیلوں کے ذریعہ توجہ دلائی جا چکی ہے۔

اول:- ادائیگی رقم مستقل فنڈ آمدنی دس یوم تحریک جلسہ سالانہ دسمبر [illegible]

دوم:- ادائیگی بقایاجات چندہ ہر قسم

سوم:- فراہمی چندہ عام از حلقہ برادران اسلام

چہارم:- دستکاری فنڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹	مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۱ر دسمبر ۱۹۳۱ء	نمبر ۶۵

ہمارا سالانہ جلسہ اور خواتین جماعت کا فرض

(حضرت امیر ایدہ اللہ کے قلم سے)

عرب جاہلیت میں عورت سے سلوک

امام راغب نے لا تقتلوا اولادکم من املاق کی تفسیر میں لکھا ہے قیل ان ذالک نھی عن شغل الاولاد بما یصدھم عن العلم یعنے اس کے معنے یوں بھی کئے گئے ہیں کہ قتل اولاد سے مراد ان کو علم سے محروم رکھنا ہے۔ اور اسی سے یہاں منع کیا ہے عرب میں ایام جاہلیت میں بڑے بڑے لوگوں کے دلوں میں عورت کے لئے جھوٹی غیرت اس قدر ترقی کر گئی تھی کہ وہ لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے تھے اپنے ہاتھوں سے اپنی جیتی جاگتی اولاد کو گڑھے میں دھکیل کر مٹی ڈال دیتے تھے۔ اور ان کے دلوں میں رحم کا جذبہ جھوٹی غیرت کے بہانے بالکل مردہ ہو جاتا تھا۔

موجودہ مسلمانوں کا عملی سلوک

آج بھی عملاً مسلمانوں میں عورتوں سے یہی سلوک ہو رہا ہے اور غیرت کا تقاضہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ جہالت کے گڑھے میں دفن ہوئی رہیں۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام، دین کی ضروریات دین کے مصائب کا ان کو علم تک نہ ہو۔ اور نہ وہ کبھی دینی یا قومی کام میں حصہ لیں۔ رسول اللہ صلعم کی ازدواج مطہرات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیویاں تو مسجدوں میں نماز میں شامل ہوں، مجالس وعظ میں جائیں، جنگوں میں شامل ہوں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی اور خبر گیری کریں ضرورت ہو تو دشمن کا مقابلہ بھی کر لیں۔ مگر آج ہماری غیرت اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ ہماری مستورات کے لئے یہ تمام امور معیوب ہو گئے ہیں۔ یہ بات غور طلب ہے کہ ہم کس کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور آیا آج عملاً ہم اپنی عورتوں کو زندہ درگور تو نہیں کر رہے؟ جسکے متعلق کل کو ہم سے باز پرس بھی ہو گی۔ واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔

احمدیت جہاد بالقرآن کا دوسرا نام ہے

احمدیت کیا ہے؟ یہ جہاد بالقرآن کا دوسرا نام ہے جو اسلام کا اصل جہاد ہے۔ بیشک جہاد بالسیف کی بھی کبھی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ مگر جہاد بالقرآن کا حکم ہر وقت ہے۔ اور ہر حالت میں ہر مسلمان کے لئے ہے۔ مرد ہو یا عورت۔ ہماری جماعت کی بنیاد ہی اس جہاد بالقرآن پر ہے۔ اور ہمارا دن رات کا یہی کام ہے۔

مستورات کی جہاد سے محرومی

مگر ہمارے بہت سے احباب نے اپنی مستورات کو اس جہاد سے محروم رکھا ہوا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری اپنی قوت اس دینی جہاد میں نصف نہیں چوتھائی سے بھی کم رہ گئی ہے۔ جب تک یہ جہاد کا خیال ہماری مستورات میں نہ پہنچے۔ ان کے دلوں میں احساس پیدا نہ ہو۔ ہمارے گھروں میں اس کا چرچا نہ ہو۔ ہماری اولاد بھی یقیناً اس احساس سے دور پڑی رہے گی۔ اور یوں ہم عورتوں کو اس جہاد میں شمولیت سے محروم کر کے اپنی آدھی قوت کو ہی ضائع نہیں کر رہے بلکہ اس کے ساتھ ہی اپنی اولاد کے قلوب میں بھی اس احساس کو پیدا ہونے سے روک رہے ہیں۔ اور ہماری قومی قوت بالکل بیکار ہوتی جا رہی ہے۔

احمدیت کا جنازہ؟

میں اپنے ان احباب کو جو اس فرض سے ابتک غافل ہیں صاف کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک وہ احمدیت کو اپنے گھروں میں میں داخل نہیں کرتے۔ اپنی مستورات کو اس میں حصہ دار نہیں بناتے مجھے ڈر ہے کہ ان کے جنازوں کے ساتھ ہی ان کے گھروں سے احمدیت کا جنازہ بھی نکل جائے گا۔

مردوں کے عذر

ہماری جماعت کا صدر مقام لاہور ہے۔ اور خدا کے فضل سے یہاں کی مستورات میں یہ بیداری پیدا ہو رہی ہے مجھے بعض دوستوں پر تعجب آتا ہے کہ انھیں جب کچھ کام کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ یہ عذر کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کہ احمدیت کی بڑی مخالفت ہے۔ لوگوں کی مالی حالت بہت بری ہے۔ کوئی اشاعت اسلام کی تحریک میں حصہ نہیں لیتا کیا کریں۔ یہ صرف گھر میں بیٹھ رہنے کے عذرات ہیں۔ قاعدین کو ہمیشہ ایسے عذرات مل ہی جاتے ہیں جو کام کرنے کا عزم کر لیں ان کے سامنے سے کل مشکلات خود ہی ہٹتی چلی جاتی ہیں۔

مستورات کی ہمت

میں نے جب جماعت سے پندرہ ہزار کا مطالبہ کیا تو صرف لاہور کے ذمے پانچ ہزار ڈالا۔ اور مجھے امید ہے کہ میں لاہور سے اس رقم کو پورا کر لونگا۔ اس پانچ ہزار میں سے جماعت لاہور کی خواتین کے ذمہ میں ۵۰۰، روپے ڈالے۔ اور یہ اتنی بڑی رقم ہے کہ میں نے باہر کی کسی سالم جماعت کے ذمہ بھی اتنی رقم ڈالنے کی جرأت نہیں کی مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہماری باہمت خواتین اس طرح پر مصروف کار ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ دوسروں سے بھی پہلے اپنے حصہ کو پورا کر لینگی انہوں نے اس اصول کو سمجھ لیا ہے کہ یہ ایک جہاد ہے جس میں انکا حصہ لینا ضروری ہے۔ اور وہ اس جہاد میں شب و روز مصروف ہیں مگر یہی نہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان میں سے بہت سی خواتین ایسی ہیں کہ وہ مردوں کے دوش بدوش چلتی ہیں۔ ماہوار چندے بھی دیتی ہیں۔ جلسہ سالانہ پر بھی چندے دیتی ہیں۔ اور کوئی دینی ضرورت پیش آ جائے تو اس میں بھی حصہ لیتی ہیں۔ اور مردوں سے بڑھکر اپنے ہاتھ سے کچھ بنا کر دستکاری کے رنگ میں بھی خدمت کا کام کرتی ہیں سالانہ جلسہ پر باہر سے آئی ہوئی مہمان خواتین کی بھی خدمت کرتی ہیں۔ مستورات کے جلسہ کا انتظام بھی کرتی ہیں۔ اور بایں آج کل سالانہ جلسہ کو کامیاب بنانے کے لئے بھی چندہ جمع کرنے میں پوری تگ و دو کر رہی ہیں۔ اور اس جد وجہد سے کام میں لگی ہوئی ہیں کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنے والے مردوں کے لئے شرم کا مقام ہے۔

بیرونی بہنیں کیوں خاموش ہیں

لیکن میں اپنے بیرونی احباب سے اور باہر کی بہنوں سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ساری قوم کے کسی تحریک میں حصہ لئے بغیر قوم کامیاب ہو سکتی ہے؟۔ وہ کیوں خاموش ہیں؟ اگر ان کی لاہور کی بہنیں ماہوار چندے بھی دے سکتی ہیں۔ دوسروں سے بھی کچھ جمع کر کے لا سکتی ہیں۔ تو وہ کیوں یہ سب کچھ نہیں کر سکتیں۔ بات یہ ہے کہ وہ بھی سب کچھ کر سکتی ہیں مگر ان کو یہ موقع نہیں ملتا کہ وہ ان ضروریات دینی سے واقف ہوں۔ اسلام کے مصائب کا نقشہ کھینچنے والا ان کے سامنے کوئی نہیں۔ ان کو بتانے والا کوئی نہیں۔ کہ آج وہ بھی تھوڑا سا ہاتھ ہلا کر یا تھوڑی سی حرکت کر کے قیامت کے دن سرخرو ہو سکتی ہیں انہی اغراض کے لئے سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ جو کل قوم کا اجتماع ہے جس سے کام کرنے والوں کے دلوں میں ایک نیا جوش اور نیا ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ایک نئی روح ساتھ لے کر یہاں سے جاتے ہیں۔

مردوں کے چھوٹے چھوٹے عذرات

مگر افسوس کہ اس سالانہ جلسے کی اہمیت کو ہمارے بعض دوستوں نے بھی اب تک نہیں سمجھا۔ کچھ تو ایسے ہیں جو ادھورے دل سے ایک آدھ دن کے لئے آ جاتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جو چھوٹے چھوٹے عذرات کو ہمالیہ پہاڑ کے برابر روک بنا کر گھر میں بیٹھ رہتے ہیں۔ کون سفر کی تکلیف برداشت کرے۔ مگر یاد رکھئے کہ اس تکلیف کو برداشت نہ کرنے میں ہی قوم کی موت ہے۔ اور اگر زندگی چاہتے ہیں تو وہ ان تکالیف کو برداشت کئے بغیر نہ مل سکے گی۔ اگر آپ کی ہمت چھوٹے چھوٹے عذرات پر غالب نہیں آ سکتی۔ تو یاد رکھئے کہ کم ہمتی اور زندگی اور کم ہمتی اور ایمان، جمع نہیں ہو سکتے

جلسہ سالانہ کی تکلیف

میں آپکو یہ وعدہ نہیں دے سکتا کہ یہاں آپکو تکلیف نہیں ہو گی تکلیف اٹھانے کے لئے ہی دعوت دیتا ہوں۔ اور صرف آپ کو ہی دعوت نہیں دیتا بلکہ آپ کے گھروں میں جو مستورات ہیں ان کو بھی دعوت دیتا ہوں۔ وہ یہاں آئیں تو ان کو کچھ خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کی خبر ملے۔ کچھ دین کی ضروریات کا علم ہو۔ کچھ دین کے مصائب کا اندازہ کر سکیں۔ کچھ احساس ان کے دلوں میں خدمت دین کے لئے پیدا ہو۔ اور ان سب باتوں میں ان کا ہی بھلا نہیں آپ کا بھی بھلا ہے۔ کیونکہ صرف اسی طرح وہ آپ کی سچی رفیق زندگی بن سکتی ہیں۔ آپ کی اولاد کا بھی بھلا ہے جن کے

بھلے کے لئے آپ ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں ان تمام فوائد کے مقابل پر ایک تھوڑی سی سفر کی تکلیف کو، تھوڑے سے خرچ کو زیادہ اہمیت دیدیں۔ کیا برادری کی ضروریات کے لئے شادی اور مرگ کے لئے آپ کی مستورات دور دور کے سفر اختیار نہیں کرتیں۔ جب اپنی دنیوی ضروریات کے لئے سب کچھ ہوتا ہے تو دینی ضروریات کے لئے آپ کے سامنے کیوں رکاوٹوں کے پہاڑ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ایک ستر سالہ بزرگ کی قوت ایمانی!

ایک ستر سالہ بزرگ جو حالت آسودگی میں بڑے کھلے دل سے خدمات دینی کرتے رہے ہیں۔ ان کا مجھے کل ہی خط ملا ہے۔ کہ ان کا ارادہ برلن مسجد میں حصہ لینے کا تھا۔ مگر ایک مقدمہ میں جو ان کے خلاف تھا بہت سے روپے کا بوجھ ان پڑ گیا۔ مگر معاً یہ خیال دل میں آیا کہ اپنی دنیوی ضرورت کے لئے تو میں نے قرضہ کا انتظام بھی کر لیا۔ دینی ضرورت کے لئے کیوں قرضہ نہیں لے سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت بہت جزائے خیر دے۔ یہ وہ ایمانی قوت ہے جس کی آج ضرورت ہے۔ اسی دل کو ساتھ لے کر آئیں اور جہاں تک ممکن ہو مستورات کو بھی ساتھ لائیں۔

۲۳ر دسمبر کی شام تک پہنچ جائیں!

میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جو اصحاب مستورات کے ساتھ آئیں وہ اگر ۲۳ر دسمبر کی شام تک یہاں پہنچ جائیں تو انہیں خود بھی آرام رہے گا۔ اور مستورات ۲۴ر دسمبر کے جلسہ مستورات میں بھی شامل ہو سکیں گی۔ مگر ایسے تمام اصحاب کو چاہیئے کہ ذرا اس کی اطلاع افسر جلسہ کو یہاں دیں۔ تاکہ ہر قسم کا ضروری انتظام ہو سکے۔

(محمد علی)

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی!

احباب اور جماعتوں کی خاص توجہ کے قابل

میں سب احباب کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت انجمن سخت مالی مشکلات میں سے گزر رہی ہے جو خدا چاہے گا تو جلد دور ہو جائیں گی۔ مگر اس وقت جبکہ سالانہ جلسہ آرہا ہے۔ اس کے لئے مزید اخراجات کی ضرورت ہے اس لئے جملہ انجمنیں اور احباب دو باتوں کو نہ بھولیں۔

اول۔ یہ کہ سالانہ جلسہ کے خرچ کے لئے جس رقم یا فنڈ کے متعلق ان کو دفتر سے اطلاع پہنچی ہے۔ اسے فوراً روانہ کر دیں تاکہ ضروریات مہیا کی جا سکیں۔ جہاں انجمنیں ہیں ان کے سکرٹری صاحبان فوراً سب ممبروں سے روپیہ جمع کر کے ۱۵ر دسمبر سے پیشتر دفتر محاسب انجمن میں پہنچا دینے کی کوشش کریں۔ جہاں انجمنیں نہیں۔ دو دو۔ یا تین تین یا اکیلے اکیلے احباب ہیں وہ اکیلے اکیلے یا جمع کر کے اسی طرح اپنا چندہ ۱۵ر دسمبر تک پہنچا دیں۔ دو چار آنے فیس منی آرڈر کا خیال نہ کریں۔ بلکہ اس بات کا خیال کریں کہ انجمن مہمانداری کا مناسب انتظام اسی صورت میں کر سکتی ہے کہ اس کے پاس اس خرچ کے لئے روپیہ پہنچ جائے۔ میں دیہاتی جماعتوں کو بالخصوص متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ان اخراجات میں کم حصہ لیتی ہیں۔ حالانکہ اگر وہ نقد نہ دے سکیں تو بصورت جنس ہی جو چیز ہو بھیجدیں۔ ان کی دہی مدد کافی ہوگی۔

دوم۔ ماہ نومبر کا چندہ جو دسمبر میں انجمن میں پہنچنا چاہیئے اس کا بھیجنا اس خیال سے ملتوی نہ کریں کہ جلسہ سالانہ پر یہ رقم ادا کر دی جائے گی۔ تھوڑی سی لاپروائی کر کے بہت سے احباب انجمن کی مالی مشکلات میں اضافہ کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ سوائے اس چندے کے جس کے متعلق علیحدہ تحریک کی گئی ہے۔ کہ جلسہ سالانہ پر سب احباب جمع کر کے لائیں، باقی ہر قسم کے چندے اور زکوٰۃ کا روپیہ جس قدر جلد ممکن ہو وصول کر کے بذریعہ منی آرڈر محاسب کو بھیجدیا جائے۔ صرف وہ رقوم جو تحریک عام کے ماتحت جرمن مشن کے لئے دوسرے برادران اسلام سے جمع کرنی ہیں ایام جلسہ تک ہر جگہ جمع ہوتی رہیں اور جلسہ پر بھیجی جائیں۔

(محمد علی)

شانتی دیوی سابق اصغری بیگم اور ان کے شوہر کا قبول اسلام

احمدیت کے متعلق ”الجمعیۃ“ کے ایک غلط بیان کی تردید!

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ آج سے چند سال پیشتر ایک تعلیم یافتہ مسلمان خاتون مسماۃ اصغری بیگم نے بعض وجوہ سے اسلام سے قطع تعلق کر کے آریہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ جہاں اس کا نکاح بھی ناتھ جی نامی ایک آریہ سے کر دیا گیا تھا جس سے ایک لڑکی بھی پیدا ہو چکی ہے۔ اس خاتون کو آریہ مذہب سے واپس لانے کے لئے اگرچہ اسی وقت مسلمانوں کی طرف سے عدالتی کارروائی کی گئی لیکن اس میں ناکامی ہوئی۔ تاہم احمدی مبلغین نے ہمت نہ ہاری اور جب کبھی موقعہ ملا انہیں اسلام میں واپس لانے کی پوری کوشش اور جدو جہد سے کام لیا۔ یہی وجہ ہے کہ چند ماہ سے یہ خاتون اپنے شوہر اور بچی سمیت احمدیہ ریڈنگ روم دہلی میں فروکش تھیں۔ جہاں مولانا عبد الحق صاحب ودیارتھی کو بھی کچھ دن ٹھیرنے اور ان کے ازالۂ شکوک کا موقع ملا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج ہم ان ہر دو میاں بیوی کے قبول اسلام کی خوشخبری اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ یہ امر کہ انہوں نے مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلمائے ہند کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ چنداں اہمیت نہیں رکھتا اسلام کی صداقت کو وہ پہلے ہی مان چکی تھیں۔ قبول اسلام کا اعلان وہ بطور خود بھی کر سکتی تھیں۔ غرض ان کے قبول اسلام سے ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کو نہ صرف خود اسلام کے اندر واپس آنے کی توفیق دی بلکہ اپنے ساتھ دو اور نفوس کی بھی ہدایت کا موجب ہوئی مگر افسوس ہے کہ ”الجمعیۃ“ نے اس خوشخبری کا اعلان کرتے ہوئے چند ایسے جملے لکھدیئے جن کی تردید خود خاتون ممدوحہ کو کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ہے۔ الجمعیۃ رقمطراز ہے:-

”اثنائے گفتگو میں مفتی صاحب کو معلوم ہوا کہ کچھ قادیانی (لاہوری پارٹی) حضرات بھی آپ کے پاس آئے تھے۔ اور مرزائیت قبول کرنے کے لئے دعوت دیتے رہے۔ مفتی صاحب نے دریافت کیا کہ کیا آپکو انکی باتیں بھلی معلوم ہوئی ہیں اگر ایسا ہو تو آپ وہ باتیں بیان کر دیں تاکہ میں ان کے متعلق آپکو صحیح بات بتلا سکوں۔ انہوں نے چند معمولی باتیں ذکر کیں جن کے متعلق مفتی صاحب نے ان کی تشفی فرما دی۔ اور اصغری بیگم اور ان کے شوہر نے بھی بیان کیا کہ ہم احمدیت کو ایک غلط اور گمراہ کن مشن تصور کرتے ہیں۔ اور اسی لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔“

”الجمعیۃ“ کے ان الفاظ کی تردید میں محترمہ اصغری بیگم صاحبہ نے ایک مراسلہ ”پیغام صلح“ میں شائع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ جس میں وہ لکھتی ہیں کہ:-

”قبلہ مفتی صاحب کے ذریعہ اعلان کا مقصد یہ ہرگز نہ تھا کہ بحیثیت مسلم، احمدی جماعت سے علیحدگی، تفریق، یا بیزاری ظاہر ہو۔ خاصکر جبکہ احمدی صاحبان میں سے مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی نے میرے بہت سے شکوک بھی رفع کرنے میں مدد دی ہے۔ اور احمدی جماعت نے مفید لٹریچر بھی شائع کیا ہے۔ ان کے خاص عقیدہ کو چھوڑ کر بہت سی باتوں میں ہمیں ان سے اتفاق ہے۔ میرا اور احمدی جماعت کا بحیثیت مسلم (نہ کہ احمدی) تعلق ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ ”الجمعیۃ“ میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔

میں اسے ناپسند کرتی ہوں

اور خاصکر یہ الفاظ تو میرے نہیں۔ محترمی مفتی صاحب نے اپنے خیال کے مطابق میری متذکرہ بالا باتوں سے ایسا نتیجہ اخذ کیا ہوگا۔“

کیا ہم امید کریں کہ معاصر ”الجمعیۃ“ اس بیان کو نقل کر کے اس غلط فہمی کا ازالہ کر دے گا جو اس کے الفاظ سے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے؟

ساتھ ہی ہم اصغری بیگم موصوفہ کی جرأت۔ دیانت اور آزادی رائے ضمیر کو نہیں مستحق تبریک و شکر سمجھتے ہیں۔

ہماری قومی مشکلات

مجاہدہ اور قربانیوں کا وقت

(از مرزا مسعود بیگ صاحب بی اے ۔ مبلغ بمبئی)

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ٥ (العنکبوت)

محنت مشقت کے بغیر زندگی نہیں

انسان طبعاً سہولت پسند واقع ہوا ہے ۔ محنت، مشقت، ابتلا، اور تکلیف سے گھبرانا بنی آدم کا خاصہ ہے ۔ اس کی ہمیشہ یہی خواہش ہے کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے اس کو ضروریات زندگی مہیا ہوتی رہیں۔ اور وہ چین کی زندگی بسر کرے ۔ لیکن قدرت کے قوانین ایسی آسائش کی اجازت نہیں دیتے ۔ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر جانور، چرند و پرند اور کیڑے مکوڑے کو بھی اپنی زندگی کے قیام کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے ۔ چیونٹی کی ایک چھوٹی سی جان بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ بغیر مشقت کے زندگی محال ہے ۔ جبکہ ادنیٰ مخلوق کا یہ حال ہے تو بہترین خلق جو تمام دنیا کا حاکم اور بادشاہ کہلواتا اور خدا کا خلیفہ اپنے تئیں سمجھتا ہے اس کے لئے یہ کب جائز ہو سکتا ہے کہ بغیر ہمت اور محنت کے اتنی بڑی نعمت کا وارث ہو جائے ۔ نہ صرف انسان بلکہ اقوام کے لئے بھی یہی قانون مقرر ہے ۔ جو قوم آسانی کو تلاش کرے گی اور اپنے قیام کے لئے ہاتھ پاؤں ہلانا گراں سمجھے گی وہ اپنی ہستی کو محفوظ نہیں رکھ سکتی ۔ اس کے لئے صرف دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو وہ کالعدم ہو جائے ۔ اور یا دوسروں کی غلام اور ذلیل ہو کر زندگی کے دن پورے کرے ۔ عزت، سرخروئی اور ساتھ ہی مصیبت سے گریز، ان دو باتوں کا جمع ہونا ایسا ہی محال ہے جیسے آگ اور پانی کا جمع ہونا۔

مسلمانوں کی سربلندی اور تنزل

دنیا کی تاریخ کی اوراق گردانی کر دیکھو ۔ قوموں کے عروج و زوال اور تباہی کے اسباب ملاحظہ کرو ہمیشہ ایک ہی بات نظر آئے گی ۔ کہ صرف وہی قوم زندہ رہی جو زندہ رہنے کے قابل تھی اور باقی تمام حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ گئیں ۔ دنیا کی تاریخ تو ایک لمبا قصہ ہوگا ۔ ہمیں صرف تاریخ اسلام سے کافی سبق مل سکتا ہے ۔ مسلمان اسی وقت تک سرفراز و سربلند رہے جب تک کہ مشقت، قربانی اور مجاہدہ ان کی روح کی غذا تھی، ایک تھوڑے ہی عرصہ میں اسلامیان عرب نے دور دور تک اپنی سطوت اور جبروت کا سکہ بٹھا دیا ۔ بڑے بڑے بادشاہوں نے ان کے قدم چومے اور وہ دنیا کے سردار تسلیم کئے گئے، ان کے اخلاق، ان کی عادات اور تہذیب ان کی تعلیم اور ان کا تمدن ایک بہترین نمونہ تصور کیا گیا ۔ لیکن افسوس پھر وہی قوم انہی ممالک میں سے جن میں وہ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی جلاوطن کر کے نکالی گئی اور جہاں وہ بادشاہ تھے وہاں ان کو غلام ہو کر رہنا پڑا ۔ تو یہ کیوں ہوا؟ کیا خدا تعالیٰ کو ان کی خوشحالی اور بلندی دیکھنا منظور نہ تھا کہ ان کو گرا دیا گیا ۔ اور دوسروں کو ان پر مسلط کر دیا گیا؟؟ نہیں، خدا کی ذات پاک تو ہمیشہ نرمی اور رحم سے کام لیتی ہے خود مسلمانوں نے اس بات کو ترک کر دیا جو ان کی عزت، شرف اور اولوالعزمی کے لئے ضروری تھی ۔ جب تک مسلمان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے رہے ۔ اور آپ کے نمونہ کو سامنے رکھا، خدا کے انعامات بارش کی طرح ان پر نازل ہوئے ۔ لیکن جب انہوں نے خدا اور اس کے رسول کو فراموش کیا تو خدا نے بھی ان کو فراموش کر دیا ۔ کیونکہ سنت اللہ کا یہی دستور ہے۔

رسول اکرمؐ کی زندگی کیا سبق دیتی ہے؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر پہلو میں ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے ۔ لیکن اس وقت ہم اُن کی زندگی کا صرف ایک پہلو اپنے سامنے رکھتے ہیں ۔ اور وہ یہ کہ مشکلات اور ابتلاؤں میں سرور کائناتؐ کا طرز عمل کیا تھا ۔ مکی زندگی میں آنحضرت (فداہ ابی و امی) اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے جو تکالیف اٹھائیں وہ محتاج بیان نہیں ۔ مسلمانوں کو بہت بیدردی سے پیٹا جاتا مظلوموں اور بیکسوں کو جلتی ریت پر لٹایا جاتا ۔ صرف اس جرم میں کہ وہ احد کا نعرہ لگاتے تھے ۔ گھر والوں کو جلاوطن کیا گیا ۔ عزیز و اقارب سے قطع تعلق ہوئے اس بنا پر کہ وہ خدا کو ایک مانتے تھے ۔ الغرض بہت ہی مشکلات اور ابتلا کا وقت تھا ۔ اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقالوا امنا وھم لا یفتنون ۔ کیا لوگ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ان کا مسلمان ہو جانا اور صرف کلمۂ توحید پڑھ لینا کافی ہے ۔ نہیں ۔ یہ کافی نہیں بلکہ خدا تعالےٰ ان کو بڑے بڑے امتحانوں اور ابتلاؤں میں ڈالے گا ۔ اور مشکلات بھیج کر ان کی آزمائش کرے گا ۔ اس کے بعد جو لوگ امتحان میں کامیاب ہوں گے تو ان کو قیصر و کسریٰ کے خزائن انعام میں عطا کئے جائیں گے۔ تو پس ایک ایسے وقت میں جبکہ صرف تکلیف اور عسر کا ہی دور دورہ تھا اور بظاہر یاس کا عالم نظر آتا تھا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت خندہ پیشانی سے صبر اور استقلال سے تمام آزمائشوں اور مصائب کو خوش آمدید کہا ۔ اور ہر امتحان میں آپؐ کامیاب ہوئے۔

مسیح موعود نے کیا سکھایا؟

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھٹی جلائی اور اپنے ماننے والوں کو اس بھٹی کے اندر پھینکا ۔ سوز و گداز اور مصیبت کی آگ میں ان کو پگھلایا۔ کئی سال تک یہ امتحان کی گرمی جاری رہی اور اس کے بعد اس بھٹی میں سے ابوبکرؓ ۔ عمرؓ ۔ عثمانؓ ۔ علیؓ ۔ بلالؓ اور دوسرے اصحاب کندن بن کر نکلے اور دنیا میں پیش ہوئے، رسول اکرمؐ کے بعد آپ کے خلفاء اور جانشینوں کے زمانہ میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا ۔ لیکن مرور زمانہ سے پھر وہ بھٹی سرد ہو گئی ۔ اس کی گرمی کم ہو گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ کھرے کھرے کندن مسلمانوں میں کم ہو گئے ۔ اس گئے گزرے زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے جو کام کیا وہ یہی تھا کہ از سرنو اسی بھٹی کو گرم کیا جو رسول مقبول نے جلائی تھی، خدا کے مامور نے اپنے ماننے والوں کو ابتلاؤں اور آزمائشوں میں ڈالا ۔ جانی اور مالی قربانیاں کروائیں ۔ لوگوں نے مصیبتیں برداشت کیں رشتہ داروں اور ہم قوموں کے طعنے اور گالیاں سنیں، قطع تعلق کی تکالیف اٹھائیں ۔ جلاوطنی کے مصائب جھیلے الغرض عدیم المثال قربانیوں کے بعد خدا کے محبوب اور پیارے بنے ۔ ان تکالیف کے بدلہ میں خدا نے مسیح موعود کی جماعت کو کیا انعام بخشا ۔ وہ قرب الٰہی کا انعام ہے ۔ وہ فہم قرآن اور رسول پاک کے صحیح معنوں میں شیدائی ہونے کا انعام ہے ۔ وہ سچے مسلمان کہلانے کا انعام ہے ۔ کیا زمانہ اس بات کی شہادت نہیں دے رہا کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت اپنے اخلاق ۔ عادات ۔ رواداری اور رضائے الٰہی کی تڑپ رکھنے میں ایک واحد جماعت ہے ۔ تو غور کرنا چاہیئے کہ یہ کیا چھوٹا سا انعام ہے؟ نہیں! یہ ایک بہت ہی عظیم الشان انعام ہے ۔ خدا کے رستے میں محض رضائے الٰہی کے لئے قدم مارنا جس کو اس بات کی توفیق عطا ہو جائے وہ شخص یا وہ قوم فی الحقیقت ایک مبارک وجود ہے۔

ہر امتحان کے لئے تیار رہنا چاہیئے

ہماری جماعت نے جو سرخروئی حاصل کی ہے وہ محض ثابت قدمی کی وجہ سے حاصل کی ہے ۔ تو پس اب بھی ہمارا یہی کام ہے کہ ویسی ہی ثابت قدمی دکھلائیں جو حضرت اقدس کی زندگی میں ہم نے دکھائی ۔ گھبرا جانا اور مصیبت کو دیکھ کر مایوس ہو جانا یہ مومن کا کام نہیں ۔ ایک سچے مسلمان کا یہی شیوہ ہے کہ وہ ہر امتحان اور ہر ابتلا کے لئے ہمیشہ تیار رہے ۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ ہمارا سلسلہ چند گنتی کے نفوس کی مساعی سے ترقی پذیر ہوا؟ کیا آج سے کچھ ہی عرصہ قبل ہمارے پاس کوئی دفاتر، یا کوئی سکول ۔ یا کوئی لٹریچر تھا! یا کوئی مشن ہماری سرکردگی میں کام کرتے نظر آتے تھے؟ نہیں!! حقیقت یہی ہے کہ مسیح موعود کے چند جاں نثاروں نے قربانی اور کوشش اور مجاہدہ سے اس پودے کی نگہداشت کی جس کا بیج خدا کے مامور نے لگایا تھا ۔ اور جس کا پھل آج ہم کھا رہے ہیں ۔ نہ صرف ہم کھاتے ہیں بلکہ دور دراز ممالک میں اس کا پھل پہنچ چکا ہے ۔ اور یاد رکھو یہ وہی پھل ہے جس کا مزہ آج سے چودہ سو برس پہلے بھی آپ چکھ چکے ہیں ۔ اس میں شبہ نہیں کہ تکلیف کو دیکھ کر ضرور انسان گھبرا جاتا ہے لیکن یہ تکلیف ہمارے لئے کوئی اجنبہ بن کر نہیں آئی ۔ تمام دنیا اس وقت مالی مشکلات کا شکار ہو رہی ہے ۔ بڑی بڑی سلطنتیں مقروض ہو چکی ہیں ۔ تو کیا اگر ہمیں پیسہ کی تنگی ہو تو ہم معاذ اللہ یہ سمجھیں کہ خدا نے ہمکو بھلا دیا ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ خدائے پاک ہمیں کبھی فراموش نہیں کرے گا ۔ جب تک ہم اس کو اور اس کے پیغام کو خود فراموش نہیں کرتے ۔ تو پس ہماری قوم کا فرض ہے ۔ کہ اپنی تاریخ کو یاد کرے اپنے سلسلہ کے ابتدائی زمانہ پر نظر ڈالے ۔ اور دیکھے کہ کس طرح چند نفوس کی قربانیوں نے اور ایک مجدد دسرمائے نے خدا کے فضل سے آپکو ایک عظیم الشان قوم بنا دیا ۔ کہ دنیا کے تمام ممالک میں آپ کے ذریعے سچائی اور روشنی پھیل رہی ہے۔

جماعت احمدیہ صحیح مقصد کو سامنے رکھتی ہے

ہمیں یہ پختہ یقین رکھنا چاہیئے کہ یہ ہمارا سلسلہ ایک سچا اور خدائی سلسلہ ہے اور زمانہ نے اس بات کی شہادت دی کہ ہماری جماعت ہی صحیح راستہ پر قدم مارتی ہے ۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے کتنی بڑی بڑی تحریکات اٹھیں، بڑی عظیم الشان انجمنیں اور کمیٹیاں بنیں تمام ہندوستان میں شور و غوغا برپا ہوا مسلمانوں کی نجات اور کامیابی کے کئی ایک رستے تجویز کئے گئے لیکن افسوس آج ان میں سے مسلمانوں کی ایک تحریک بھی زندہ نظر نہیں آتی ۔ اگر کوئی قوم زندہ ہے اور کام کرتی نظر آتی ہے ۔ تو وہ صرف مسیح موعود کی جماعت ہے۔

ہماری جماعت کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا صرف مسیح موعود کو مان لینا کافی نہیں ۔ ان کے بڑے بڑے امتحان لئے جائیں گے اور پھر خدا ان کو دنیا کے سردار بنائیگا ۔ ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے وعدے کو ہمیشہ یاد رکھے کہ خدا کے مسیح کی آواز من انصاری الی اللہ کے جواب میں انہوں نے نحن انصار اللہ پکارا تھا ۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کیا تھا تو یقین رکھنا چاہیئے کہ اگر دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھینگے تو خدا تعالےٰ اپنے فضل اور رحمت کی تقسیم میں ہم کو سب سے

(باقی برصفحہ ۶)

جماعت احمدیہ کا مقصد حقیقی

(ڈاکٹر اللہ بخش صاحب میڈیکل افسر گورنمنٹ کالج لاہور)

حضرت مسیح موعود کا مقصد جماعت احمدیہ کے قیام سے یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کی ترقی کے لئے جو راستہ مقرر کیا ہے اس پر چلنے کے لئے مجاہدوں کا ایک گروہ پیدا کیا جائے۔ نہ تو آپ کا منشاء یہ تھا کہ جو شخص آپ پر ایمان نہ لائے وہ مسلمان نہیں رہتا اور نہ یہ غرض تھی کہ وہ دوسرے لوگوں کی کمزوریوں اور نقائص کو بیان کیا کریں۔ اور اپنی خوبیوں اور کمالات کا ذکر کرتے رہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ کے متبعین میں سے ایک گروہ نے ازراہ غلو غیر از جماعت لوگوں کو کافر قرار دینا اپنا مقصد بنا لیا۔ اسلام کی اخوت کے اندر اس خطرناک تفرقہ کو مٹانے کے لئے حضرت مسیح موعود کے خادم اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے اس بدنما داغ سے حضرت اقدس کی ذات کو بچا لیا۔ انہوں نے دنیا پر روشن کر دکھایا کہ حضرت اقدس کی تشریف آوری کی غرض اسلام کے محاسن کو دنیا میں پھیلانا تھا نہ کہ اپنی نبوت کو منوانا۔ اسی طرح انہوں نے دنیا میں یہ بھی ڈنکا بجا دیا کہ جماعت احمدیہ کے قیام کا مطلب فرقہ بازی نہیں کہ جو اس جماعت میں شامل نہ ہو وہ دائرہ اخوت اسلامی سے نکل گیا۔ بلکہ جماعت احمدیہ کے قیام کا واحد مقصد اعلائے کلمۃ اللہ یا اشاعت اسلام ہے۔ اب جبکہ دنیا پر یہ دونو باتیں روز روشن کی طرح ثابت ہو گئیں۔ تو جماعت احمدیہ کے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے کہ اب اس کا کیا فرض ہے۔

دہریت اور آزادی کی بڑھتی ہوئی رو

آج سے بیس برس قبل ہمیں ملاؤں کے خلاف جہاد کی ضرورت تھی لیکن یورپ کی تہذیب کے سامنے اب ملا کا مذہب کسی صورت میں قائم نہیں رہ سکتا۔ دہریت اور مادیت کا بڑھتا ہوا سیلاب مشرق اور ہندوستان میں زوروں سے اُمڈا چلا آ رہا ہے۔ اس لئے ملانہ باتوں کی تردید کی ضرورت اب نہیں رہی۔ اس وقت جماعت احمدیہ کو جس بات کا فکر ہونا چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ جبکہ حضرت مسیح موعود کے اصول ایک دنیا مان چکی اور ملا کے کفر کے فتووں سے بیزار ہو چکی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مجدد وقت کے مجاہدین کی جماعت میں نمایاں ترقی نہیں ہوئی۔ تاکہ وہ غرض جس کے لئے آپ نے جماعت بنائی تھی۔ جلد از جلد پوری ہوتی۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے قادیانی بھائیوں کی افراط کے بالمقابل ایک حد تک تفریط کا پہلو اختیار کر لیا ہے۔

جماعت احمدیہ کو وسعت دو

جماعت احمدیہ کی ترقی کی رفتار آج بہت سست پڑ گئی ہے۔ کیونکہ جب ہمارے سامنے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ وہ مانتا ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ اور وہ مانتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے اشاعت اسلام کے بھولے ہوئے سبق کو تازہ کیا۔ تو ہماری تمام جد و جہد ختم ہو جاتی ہے۔ اور ہم اسی قدر کافی اور غنیمت سمجھتے ہیں کہ اس نے حضرت مسیح موعود کے کام قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور اسے کبھی جماعت میں داخل ہونے اور سلسلہ کے کاموں میں عملی شمولیت کی دعوت نہیں دیتے۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ جب عملی مجاہدہ کا وقت آتا ہے تو ایسا شخص ہزار قسم کے عذر اور حیلے تلاش کر کے عملی حصہ لینے سے بچتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ کہنا بیجا نہیں کہ اگر ایک نہیں ہم نے کروڑ ہا اشخاص سے یہ تسلیم کروا لیا کہ اشاعت اسلام ایک اعلیٰ ترین نصب العین ہے لیکن ان میں سے ایک بھی عملی طور پر میدان میں نہ نکلا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے یہ بہتر ہے کہ ہم ایک ہی آدمی کے اندر سلسلہ احمدیہ کی سچی روح پیدا کر دیں بہ نسبت اس کے کہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کو اصول تو منوا لیں لیکن ہمارے شریک عمل ان میں سے کوئی بھی نہ ہو۔ ہم نے آج یہ سمجھ لیا ہے کہ حضرت مسیح موعود اپنی ذات کو منوانے نہیں آئے تھے بلکہ چونکہ خدمت دین آپ کا اصل مقصد تھا۔ اس لئے کوئی ضرورت نہیں کہ آپ کی ذات کو منوانے کی کوشش کی جائے۔ اس تفریط کے پہلو نے جماعت احمدیہ کی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ ڈال دی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود جہاں خدا تعالیٰ کی طرف سے موجودہ زمانہ کی مشکلات میں اسلام کی کامیابی اور ترقی کا راستہ دکھانے اور خدمت دین کا ولولہ پیدا کرنے آئے تھے۔ وہیں مسلمانوں کی ایمانی اور عملی اصلاح بھی آپ کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد تھا۔ آپ کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ جو آپ پر ایمان نہ لائے گا۔ کافر و دائرہ اسلام سے خارج ہوگا لیکن آپ کا مقصد یقیناً یہ تھا۔ کہ ایک ایسی جماعت بنائی جائے۔ جو آپ کے روحانی فیوض سے حصہ پا کر دوسروں کو بھی اس سے بہرہ ور کرے اور آپ کے بتائے ہوئے راستہ سے اسلام کی خدمت کا کام سرانجام دے وہ راستہ جو آپ نے تجویز کیا۔ وہ ایمان جو آپ نے مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہا۔ وہ ایک ہی راستہ اور ایمان کا ایک ایسا رنگ ہے جس سے آج اسلام اور مسلمانوں کو کامیابی اور فتوحات نصیب ہو سکتی ہیں۔ اور اس کے بغیر دوسری راہیں۔ کامیابی کی طرف لے جانے والی نہیں۔ کیا ایسی حالت میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حضرت مسیح موعود کو مان لینا اور نہ ماننا ایک ہی بات ہے۔ اس لئے کہ سب مسلمان تو ہیں ہی۔ کیا قرآن میں نہیں لکھا لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاہدون فی سبیل اللہ۔ گھروں میں بیٹھ رہنے والے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں جب یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود مجاہدین اسلام کی ایک جماعت بنانے آئے۔ تو پھر یہ غلط ہے کہ آپ کے ساتھ شامل ہونے والا اور آپ کی جماعت سے الگ رہنے والا دونوں ایک ہی جیسا مرتبہ رکھتے ہیں۔ دائرہ اسلام کے اندر ہونا اور بات ہے۔ لیکن مجدد وقت کی معیت کا سوال اور چیز ہے۔ آپ پوچھیں گے کہ یہ کس نے کہا ہے کہ مجاہد اور قاعد ایک شمار میں ہیں۔ تو میں کہونگا کہ ہمارا عمل اس بات کو ظاہر کر رہا ہے ورنہ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود کی طرف لوگوں کو بلانے میں ڈھیلے پڑ گئے۔ اور جماعت احمدیہ کی رفتار ترقی میں ضعف آ گیا۔

جاہلیت کی موت

حدیث میں ہے کہ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ جس نے اپنے زمانہ کا امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ میں حیران ہوں کہ ایک طرف ہم یہ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود زمانہ کے امام ہیں اور عظیم الشان امام ہیں۔ اور یہ آپ کا نہ ماننا موت جاہلیت کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک طرف ہم مانتے ہیں کہ مجدد وقت کے دامن سے تمام نور اور برکت وابستہ ہوا کرتی ہے۔ پھر ہم مانتے ہیں کہ مجدد اعظم وہ نور اور برکت لایا۔ جو دوسری جگہ ملنی مشکل ہے۔ لیکن دوسری طرف لوگوں کو اس نور اور برکت سے حصہ دینے، مجدد وقت کے دامن سے انہیں وابستہ کرنے اور موت جاہلیت سے انہیں بچانے کے لئے سرگرمی اور جوش نہیں دکھاتے۔ اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ مجدد وقت کا ماننا اور نہ ماننا ہمارے نزدیک برابر ہے۔

جماعت احمدیہ اور اشاعت اسلام

ایک طرف ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان اشاعت اسلام کے کام میں لگ جائیں کہ اسی میں ان کی کامیابی ہے۔ لیکن دوسری طرف جماعت احمدیہ کے ساتھ انہیں شامل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جو اشاعت اسلام کا واحد اور حقیقی ذریعہ ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی فرقہ کا نام لینا بڑی تنگ دلی ہے۔ ہم کیوں ایک فرقہ کی طرف منسوب ہوں۔ یا اس کی طرف لوگوں کو بلائیں۔ ایک دوسری قسم کا طبقہ ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا یا جماعت احمدیہ کا نام لینا بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ کام تو ہمارا اسلام کو پھیلانا ہے اور اس میں سب مسلمان شامل ہونے کو تیار ہیں۔ جب ہم حضرت مسیح موعود یا جماعت احمدیہ کا نام لیتے ہیں تو لوگ متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور اس طرح اصل کام یعنی اشاعت اسلام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اس کام یعنی اشاعت اسلام کی طرف بلائیں لیکن حضرت مسیح موعود کا نام نہ لیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس اندھیرے زمانہ میں جب نہ ایمان رہا نہ عمل۔ جب نہ راستہ معلوم تھا اور نہ اس پر چلنے والے ایسے وقت میں کس نے ہمیں ایمان و عمل پر قائم کیا اور کس نے راستہ دکھلایا۔ کیا وہ جس نے ہمیں نور اور برکت دیا۔ جس نے تمہیں ہدایت اور روشنی عطا کی وہ اب دوسروں کے لئے بُرا ہو گیا؟ آخر کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کا نام لینے یا جماعت احمدیہ کی طرف دعوت دینے سے پرہیز کیا جائے خدا نے جو مجدد بھیجا" اس نے عبث کام نہیں کیا۔ اس کا نام لینے سے اگر کوئی شخص بدکتا ہے تو بدکنے دو۔ لیکن خدا کے بھیجے ہوئے مامور کو دنیا میں پیش کر دکھاؤ اس کے ساتھ مسلمانوں کی زندگی وابستہ ہے' یہ بالکل صحیح ہے کہ ہمارا اصل کام اشاعت اسلام یا اشاعت علوم قرآنی ہے۔ لیکن یہ تو تمام مسلمانوں کا کام ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس زمانہ میں بجز جماعت احمدیہ کے یہ عظیم الشان کام کسی اور سے بھی سرانجام پا رہا ہے اگر اس وقت اشاعت اسلام کا کام محض جماعت احمدیہ کے وجود سے ہو رہا ہے تو پھر اس کام کو جاری رکھنے کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کرنا۔ اور اشاعت اسلام کی توسیع کے لئے جماعت احمدیہ کی توسیع کرنا کیا یہ تنگ دلی اور فرقہ بازی ہے یا یہ خدا کی منشاء کے مطابق اور اسلام کی سب سے اہم ضرورت کے موافق ہے۔ کس قدر موٹی بات ہے کہ کوئی تحریک زندہ نہیں رہ سکتی۔ جب تک اس کے بانی کی ذات کو پیش نہ کیا جائے۔ پھر سلسلہ احمدیہ کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ جب تک ہم اس کے بانی کی طرف لوگوں کو نہ بلائیں۔ ہاں اگر ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ ایک غیر مفید اور غیر ضروری بلکہ مضر تحریک ہے۔ تو پھر بیشک ہمیں حضرت مسیح موعود کی ذات کو پیش کرنے کی حاجت نہیں۔

ہمیں کس راستہ پر چلنا چاہئے

پس میں اپنے بھائیوں سے نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ ملتمس ہوں کہ جو مخالفانہ روش اس وقت ہمارے بالمقابل اختیار کی گئی ہے۔ اس سے کم از کم ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اور لوگوں کو اس سلسلہ میں شامل کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ بیشک ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہیں کہ سب کلمہ گو مسلمان اور دائرہ اسلام کے اندر ہیں۔ بیشک ہم علی الاعلان یہ پکاریں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ اس لئے کہیں کہ یہ حق اور راستی کی باتیں ہیں۔ نہ اس لئے کہ ہم کو کسی کا خوش کرنا منظور ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری تمام ترقی اور عروج اس بات

میں وابستہ ہے کہ ہم اسی زور سے یہ بھی کہیں کہ اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود ہیں۔ اور آپ کا بتلایا ہوا راستہ ہی اسلام کی کامیابی کا راستہ ہے ہم اسی بانگ بلند سے یہ پکار دیں کہ بیشک، حضرت مسیح موعود کے دامن سے وابستگی فلاح اور کامیابی کا راستہ ہے۔ اور آپ سے دوری خسران اور تباہی کا موجب ہے۔ ان باتوں کے کہنے میں نہ تو ہم کو یہ جھجک ہو کہ لوگ ہمیں تنگ دل خیال کریں گے۔ اور نہ یہ ڈر لاحق ہو کہ لوگ اشاعت اسلام میں ممد نہ ہونگے۔ کیونکہ جبکہ یہ امور راستی اور صداقت کی باتیں ہیں تو کیا امام زماں کی جماعت کے شایان شان ہے کہ وہ حق اور راستی کو لوگوں کی خوشی کے بدلے چھپائے رکھے۔ یہ آپ یاد رکھئے کہ مامور الٰہی کے مخالف خواہ وہ مولوی ظفر علی خاں ہوں یا کوئی اور اس کی مخالفت کرکے کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے۔ انی مھین من اراد اھانتک۔ میں ضرور اس کی اہانت کے سامان پیدا کروں گا۔ جو تیری اہانت کرتا ہے۔ کیا مولوی ظفر علی خدا کے ساتھ جنگ میں کامیاب ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اس کے پہلے ہم مشربوں نے کیا کامیابی دیکھی؟ کہ اب اس کو نصیب ہو سکے ؎

کاروبار صادقاں ہرگز نماند نا تمام
صادقاں را دستِ حق باشد نہاں در آستیں

دیکھئے لوگ انگریزی کس طرح

بلا استاد سیکھ رہے ہیں

جناب سید محمد خلیل صاحب سکنڈ کلرک سب رجسٹرار آفس ضلع پرنیا سے لکھتے ہیں

مجھے ایک زمانہ سے انگریزی سیکھنے کا شوق تھا۔ لیکن میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ جب میں نے جدید انگلش ٹیچر کا اشتہار پڑھ کر اسے منگوایا۔ تو استاد کی مدد کے بغیر انگریزی میں مجھے اتنی لیاقت ہوگئی۔ کہ انگریزی میں ہر ایک کام کرنے کے لئے تیار ہوگیا ہوں۔ جس کے لئے مصنف کا بیحد مشکور ہوں۔

(۲) جناب جمعدار رحونی لعل صاحب چھاؤنی کوہاٹ "جدید انگلش ٹیچر بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ تھوڑے دنوں میں کافی لیاقت حاصل کرلی اگر آپ اس کتاب کی قیمت ایک سو روپیہ بھی رکھتے تو بھی تھوڑی ہوتی۔"

۳۰۴ صفحے دوسرا ایڈیشن۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

قمر برادرز اجدید نمبر ۱۹ شملہ

(بقیہ صفحہ ۵)

مقدم رکھے گا۔ خدائی سلسلہ بہر صورت چلے گا۔ اگر ہم آپ لوگ سستی اور گھبراہٹ دکھائیں گے تو خدا کے کام رک نہیں سکتے یہ تو صرف خدا کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں اپنا کام سرانجام دینے کے لئے چنا۔ اس لئے ہمیں جتنی بڑی سے بڑی قربانی ہو سکے کرنی چاہیئے۔ کیا یہ کوئی چھوٹا انعام ہے کہ آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے حامل ہیں کر دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا یہ چھوٹا سا فضل ہے کہ خدا نے ہم کو مسیح موعود کی جماعت میں پیدا کیا؟ اگر اب بھی دنیاوی چیزوں کی ان انعامات کے مقابلہ میں ہم زیادہ قدر کریں تو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ایک غلط اور ہلاکت کی طرف لیجانے والی راہ ہوگی۔ آپ چاہیں بڑے سے بڑا مجاہدہ کریں سخت سے سخت مصیبت اور تکلیف اٹھائیں اور خدا کا شکر کریں کہ ہم سے اس نے اچھا اور نیک کام لیا کیونکہ وہ ہمارے بغیر اپنے اور بندوں سے بھی یہی کام لے سکتا ہے۔ سچ ہے ؎

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

تحفۃ الاسلام

اس کتاب میں فلسفۂ نجات المومنین یعنی فلسفۂ ابراہیمی قربانی۔ فلسفۂ اتباع ملت ابراہیمی۔ فلسفۂ مباہلہ ہائے نبوی۔ فلسفۂ ختم نبوت۔ فلسفۂ نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ فلسفۂ نبوت قربانی۔ فلسفۂ خلع خلافت۔ فلسفۂ معرکۂ کربلا۔ فلسفۂ ولادت حضرت مسیح علیہ السلام۔ فلسفۂ صلیب حضرت مسیح علیہ السلام فلسفۂ اتحاد مذاہب عالم۔ فلسفۂ اتحاد المومنین۔ فلسفۂ مطابقت احکام نکاح عامہ واحکام نکاح نبوی وغیرہ کو ایسی صفائی سے حل کرکے دکھایا گیا ہے۔ کہ ان میں مطلق شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اور صاف نظر آتا ہے کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوائے نہ کوئی خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعلمین ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

آج اگر وہ لوگ زندہ ہوتے۔ جو سابقہ زمانے میں اسلام کو بدیں خیال ترک کر چکے تھے کہ اسلام میں گنہ گاروں کے لئے کوئی ذریعہ نجات نہیں۔ وہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنے انکار اسلام کے بارے میں داڑھیں مار مار کر روتے۔ اور بے ساختہ پکار اٹھتے۔ کہ جناب سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوائے تمام بنی نوع انسان کا کوئی شفاعت کنندہ نہیں۔ کتاب میں جابجا قرآن مجید ودیگر کتب مقدسہ وغیرہ کے مکمل ومفصل حوالجات دیئے گئے ہیں۔

حجم زائد از تین سو صفحات۔ قیمت فی جلد تین روپیہ علاوہ محصولڈاک

کتاب ملنے کا پتہ

ماسٹر محمد سعید بھاٹی دروازہ لاہور۔ بر مکان
میاں عزیز الدین صاحب ٹھیکیدار لاہور

خریداران پیغام صلح

کو

ایک مفید مشورہ

جن اصحاب کا چندہ دسمبر ۱۹۳۱ء یا جنوری اور فروری ۱۹۳۲ء میں ختم ہوتا ہے۔ ان کو بذریعہ خطوط اطلاع دی جا رہی ہے اگر یہ اصحاب جلسہ سالانہ پر چندہ ادا فرما دیں تو بہتر ہے۔ اسی طرح منی آرڈر یا وی پی کی فیس کی بچت ہو جائیگی اور دفتر بھی مزید خط وکتابت کی زحمت اور صرف سے محفوظ رہیگا ڈاکخانہ والے ہر قسم کے محصول ڈاک میں ناقابل برداشت اضافہ کر دیا ہے۔ احباب کو اس مشورہ پر ضرور عمل کرنا چاہیئے۔ جو اصحاب کسی خاص وجہ سے خود سالانہ جلسہ میں شریک نہ ہو سکیں وہ اپنے دوستوں کے ذریعہ رقوم ارسال فرما سکتے ہیں۔ رہا جلسہ میں اخبار کا دفتر انشاء اللہ حسب معمول سابق جلسہ گاہ کے قریب کھول دیا جائیگا۔ پیغام صلح کے تمام قارئین کرام کا فرض ہے کہ وہ جلسہ سالانہ پر چندوں اور بقایاجات کی تمام رقوم ادا فرما دیں۔ نیز ہر ایک صاحب اپنے قومی اخبار کے لئے نئے خریدار بھی مہیا کرے۔ توسیع اشاعت کے ذریعہ اخبار کی مالی مشکلات بہت جلد دور ہو سکتی ہیں۔ صرف معمولی توجہ اور کوشش کی ضرورت ہے۔

نیاز کیش

منیجر اخبار پیغام صلح

نادر موقع

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام و دیگر بزرگان سلسلہ کی تصنیفات

میں

حیرت انگیز رعایت

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول اعلیٰ کاغذ جو براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے۔	۴عا/	۴عہ/
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول ادنیٰ کاغذ	۴عہ/	۱۵/
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتب سرمہ چشم آریہ، شحنۂ حق، ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے	عا/	عہ/
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم جو تین کتب یعنی فتح الاسلام، توضیح المرام، و ازالہ اوہام ہر دو حصص پر مشتمل ہے	۴عا/	۴عہ/
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم جو چار کتب الحق مباحثہ لدھیانہ، الحق مباحثہ دہلی، آسمانی فیصلہ، نشان آسمانی پر مشتمل ہے	۸ع/	۴عہ/
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد پنجم جو پانچ کتب آئینہ کمالات اسلام، برکات الدعا، جنگ مقدس، حجۃ الاسلام، سچائی کا اظہار پر مشتمل ہے	۸عہ/	۱۰عہ/
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ششم جو سات عربی کتب، تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، حمامۃ البشریٰ، نور الحق حصہ اول، نور الحق حصہ دوم، اتمام حجت اور سر الخلافت پر مشتمل ہے	۴عہ/	۱۰عہ/
ملفوظات احمدیہ جلد اول۔ حضرت صاحب کی تقاریر کا مجموعہ۔ قیمت	۴عا/	۲عہ/
ملفوظات احمدیہ حصہ دوم	۸/	عہ/
آثار مبارکہ	۱/	/
احمدیہ جنتری	۴/	۱/
الہامات حضرت مسیح موعود حصہ اول	۴/	۱/
" " " حصہ دوم	عہ/	۸/
مکاشفات	۴/	۲/
اسلام کیا ہے	۳/	۲/
درس الصلیب	۴/	۲/
مسیح قرآن میں	۱/	/
مناجات احمدیہ	۲/	۱/
واقعات صلیب	۱/	/
حمامۃ البشریٰ	عہ/	۸/
کرامات الصادقین	۱۲/	۶/
آسمانی فیصلہ	۵/	۲/
اتمام حجت	۴/	۲/

سیرت خیر البشر

اس کتاب میں حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ منظور شدہ ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب۔ اصل قیمت عہ رعایتی ۱۲/

تاریخ خلافت راشدہ

اس کتاب میں خلفاء راشدین کے حالات زندگی درج ہیں جن سے عظیم الشان سبق حاصل ہوتے ہیں۔ اصل قیمت ہر چہار حصص عہ رعایتی ۱۲/

محمد مصطفےٰ

حضرت نبی کریم صلعم کی مختصر سوانح عمری جو غیر مسلموں میں تقسیم کے لئے بہترین چیز ہے۔ اصل قیمت ۵/ رعایتی ۴/

ہستی باری تعالیٰ

ہستی باری تعالیٰ پر دلائل قرآنی کو چار قسم پر تقسیم کر کے ہر ایک عنوان کے ماتحت کل آیات قرآنی کو جمع کیا گیا ہے۔ اصل قیمت ۲/ رعایتی ۴/

اسلام کیا ہے سوال جواب کے رنگ میں تعلیم اسلام درج کی گئی ہے۔ اصل قیمت ۳/ رعایتی ۲/

بیان القرآن

یعنی

اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن (نصف قیمت پر)

تالیف۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ

اس تفسیر میں ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔ موجودہ زمانہ کی بہترین تفسیر ہے۔ جس کے متعلق بڑے بڑے لوگوں نے بہت عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے۔ ضخامت ۲۹×۲۲ کے دو ہزار صفحات علاوہ فہرست مضامین و انڈکس تین جلدوں میں۔ اصل قیمت بجلد بیس روپیہ رعایتی قیمت دس روپیہ (عنا) مجلد پچیس روپیہ (روعہ) رعایتی قیمت (۱۲) روپیہ)

حمائل شریف مترجم معہ حواشی

مترجمہ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ

بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر مختصر تفسیری نوٹ درج ہیں یعنی تفسیر بیان القرآن کا مختصر ایڈیشن۔ ضخامت ۲۰×۳۰ ایک ہزار صفحات، اصل قیمت بجلد سفید ولایتی کاغذ للعہ رعایتی ہے۔ خاکی مصری کاغذ اصل قیمت بجلد للعہ ر۔ رعایتی تین روپیہ (ستے ر)

عقائد احمدیہ

(مصنفہ میر مدثر شاہ صاحب)

حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔ اور محمودیوں کے غلط عقائد کی تردید کی گئی ہے۔
اصل قیمت عہ رعایتی عہ/

النبوت فی الاسلام

نبوت، رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔
اصل قیمت عا/
رعایتی عہ/

محمد اینڈ کرائسٹ انگریزی

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور معجزات پر مدلل کتاب۔ اصل قیمت عہ
رعایتی ۱۲/

حمائل مطبوعہ جرمنی

نہایت بے نظیر حمائل شریف جو جرمنی میں طبع کرائی گئی ہے کاغذ اور جلد نہایت خوبصورت۔ شائقین کلام اللہ کیلئے عجیب غریب تحفہ ہے
اصل قیمت عہ رعایتی عہ

اسلامی اصول کی فلاسفی

پانچ معرکۃ الآرا مذہبی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
اصل قیمت انگریزی عہ رعایتی عہ/
" اردو ۱۲/
رعایتی " ۴/

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب	۶/	۳/
درثمین۔ حضرت مسیح موعود کی اردو اور فارسی نظموں کا مجموعہ	۱۱/	۸/
الحق مباحثہ لدھیانہ	۱۲/	۴/
الحق مباحثہ دہلی	عہ/	۶/
تحفۃ الاسلام	۴/	۲/
سر الخلافت	۸/	۴/
جنگ مقدس	۱۲/	۸/
شحنۂ حق	۸/	۴/
نور الحق حصہ اول	عہ/	۱۰/
" حصہ دوم	۸/	۴/
برکات الدعا	۴/	۲/
القول المجید	۸/	۲/
اعلام الناس	۵/	۲/
اعجاز القرآن	۱/	[illegible]
عصمت انبیاء	۹/	۳/
غلامی	۴/	۲/
الوصیت	۲/	[illegible]
الضحیٰ	۱/	[illegible]
سراج الوہاج	۴/	۱/
اظہار النصائح	۵/	۲/
القول المبین	۲/	۱/
ستیارتھ درپن مباحثہ رامپوری	۳/	۱/
تبلیغ الحق علی عبد الحق	۱۰/	۵/
رسالہ نماز	۸/	۴/
" روزہ	۴/	۲/
" زکوۃ	۳/	۱/
" تربیت اولاد	۵/	۲/
مرآۃ الحقیقت	۵/	[illegible]
نکات القرآن حصہ سوئم	۱۰/	۲/
" " " چہارم	۸/	۲/
آیت اللہ	۳/	۱/
احمد مجتبیٰ	۴/	۱/
حدوث مادہ	۵/	۲/
حقیقت اختلاف	۵/	۲/
شناخت مامورین	۳/	۱/
رسالہ نجات	۱/	[illegible]
سوانح عمری حضرت مسیح موعود	۴/	۲/

وید فرید

وید کے جس ابتدائی ادھیاؤں کا مستند ترجمہ
اصل قیمت عہ
رعایتی ۱۰/

	اصل قیمت	رعایتی
دیدوں کا بہشت	۸/	۴/
مسئلہ بہشت	۲/	۱/
مسئلہ تقدیر	۶/	۲/
اسمار الٰہیہ	۷/	۲/
احمدیہ مومنٹ	۱/	۵/
النبوت فی الاسلام انگریزی	۷/	[illegible]

جمع قرآن

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب آیات رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق ہوئی اور جو اعتراضات قرآن پاک کی جمع اور ترتیب کے متعلق ہوئے ہیں، انکی تردید کی گئی ہے۔
اصل قیمت ۱۲/ رعایتی ۸/

مسیح موعود

سلسلہ عالیہ احمدیہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے
اصل قیمت عہ رعایتی ۱۲/

عسل مصفیٰ ہر دو حصص

حضرت عیسیٰ کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعویٰ مجددیت پر مفصل بحث۔
اصل قیمت للعہ رعایتی عہ

	اصل قیمت	رعایتی
فتح اسلام انگریزی	۶/	۳/
بیان القرآن پارہ اول تا ہفتم فی	۴/	[illegible]
المہدی اول تا ہفتم	[illegible]	۴/
رباعیات عامد	۳/	[illegible]
اسلام اور دیگر مذاہب	[illegible]	[illegible]

تمام آرڈر ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء تک پہنچ جانے چاہئیں۔ اس کے بعد کے آرڈر اس رعایت کے ماتحت نہ آ سکیں گے۔ تمیں آرڈر قیمت طلب پارسل یا پیشگی [illegible] کی جائے گی۔ فرمائش کے نمبر [illegible] ہدایت آنی ضروری ہے۔

ملنے کا پتہ

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کہ پارسل بذریعہ ریل بھیجا جائے یا ڈاک خانہ۔ اول الذکر صورت میں قیمت کا کچھ حصہ پیشگی آنا چاہئے۔ محصول ڈاک و دیگر مصارف ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوں گے۔

تار کا پتہ "مسلمان لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

قل یٰاھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ ارگن

پیغام صلح

ایڈیٹر

دوست محمد

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

(۴) صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں مجددوں کو ماننا ضروری ہے۔

(۵) اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا

مصطفٰے ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست

بادۂ عرفان ما از جام اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

نزد ما کفر است و خسران و تباب

نمبر ۶۶	لاہور یوم سہ شنبہ مطبوعہ ۵ شعبان ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء	جلد ۱۹

پروگرام جلسہ سالانہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴ دسمبر بروز جمعرات

جلسہ خواتین صبح ۱۰ تا ۴ بجے تک ہوگا

درس قرآن کریم شام ۶ تا ۷ " "

اجلاس جنرل کونسل ۷½ بجے شام سے مسلم ہائی سکول میں منعقد ہوگا

۲۵ دسمبر بروز جمعہ

پہلا اجلاس ۱۰ تا ۱۲½ بجے دوپہر

۱۰ سے ۱۰½ تک تلاوت و نظم طلبار مسلم ہائی اسکول لاہور

۱۰½ سے ۱۱½ تک خریب میں تبلیغ اسلام حضرت مولانا صدر الدین صاحب

۱۱½ سے ۱۲½ تک حضرت مسیح موعود اور اولیائے امت سید ہیر شاہ صاحب ملفوظات اولیائے امت

۱ سے ۲½ بجے تک نماز جمعہ

دوسرا اجلاس

۳ بجے سے ۴½ بجے تک

۳ سے ۳½ تک تلاوت و نظم خواجہ غلام نبی صاحب مہجور

۳½ سے ۴ تک ختم نبوت شیخ عبد الحق صاحب دہلوی

۴ سے ۴½ تک تقریر حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب

احمدیہ کانفرنس بعد نماز عشاء

۲۶ دسمبر بروز ہفتہ

درس قرآن مجید بعد از نماز فجر ۶ تا ۷ بجے صبح

۷ تا ۷½ صبح تنظیم جماعت احمدیہ مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح

پہلا اجلاس ۱۰ تا ۱۲½ بجے دوپہر

۱۰ سے ۱۰¼ تک تلاوت قرآن مجید

۱۰¼ سے ۱۰½ تک نظم سید مقبول بخاری

۱۰½ سے ۱۱½ تک تحدیث شاہ وہ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع مناظر اسلام

۱۲ سے ۱½ تک تقریر حضرت مولانا صدر الدین صاحب

۱½ سے ۲ تک نماز

دوسرا اجلاس ۲½ سے ۴½ تک

۲½ سے ۳ تک تلاوت و نظم

۳ سے ۴ تک تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٗ

۴ سے ۵ تک رپورٹ و اپیل سکرٹری صاحب

تیسرا اجلاس ۷½ بجے شام تا ۹ بجے رات

تقاریر انگریزی شیخ عبد الحق صاحب سب جج و مسٹر اے ایم الاڈر برٹن صاحب

۲۷ دسمبر بروز اتوار

۶ تا ۷ بجے صبح درس قرآن مجید

پہلا اجلاس ۱۰ سے ۱½ بجے تک

۱۰ سے ۱۰¼ تک تلاوت قرآن کریم

۱۰¼ سے ۱۱ تک نظم ابو الاثر حفیظ صاحب جالندھری

۱۱ سے ۱۱¾ تک قومی تحریکات میں تبلیغ اسلام کا مقام مولوی عصمت اللہ صاحب مبلغ اسلام

۱۱¾ سے ۱۲½ تک ہماری ذمہ داری جناب ایم یعقوب خان صاحب ایڈیٹر لائٹ

۱۲½ سے ۱ بجے تک چودھویں صدی کا مجدد جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب میڈیکل افسر (مسیح موعود کیوں کہلایا)

۱ سے ۱½ تک تقریر جناب چودھری یوسف علی صاحب

دوسرا اجلاس

۲½ سے ۴ تک

۲½ سے ۳ تک تلاوت و نظم داروغہ نبی بخش صاحب

۳ سے ۳½ تک حضرت مسیح موعود کے ارشادات سے متعلق جناب محمد یوسف صاحب گرنخی

۳½ سے ۴ تک تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٗ

اختتام جلسہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا اٹھارھواں سالانہ جلسہ ۱۹۳۱ء

مہمان صاحبان کی خدمت میں پانچ معروضات

(۱) مہربانی فرما کر اپنی آمد کی اطلاع دفتر استقبالیہ کو دے دیجئے جو مسلم ہائی سکول کے بڑے دروازے پر آپکے استقبال کیلئے قائم کیا گیا ہے۔

(۲) مہربانی کر کے اپنی روانگی سے پیشتر روانگی کی اطلاع بھی اسی دفتر استقبالیہ میں دیتے جایئے۔

(۳) کھانے کا انتظام علیحدہ علیحدہ کمروں کی بجائے ایک ہی جگہ مسلم ہائی سکول کے احاطہ میں کیا گیا ہے۔ جہاں اس غرض کیلئے ایک شامیانہ نصب ہے مہربانی فرما کر سب احباب مقررہ اوقات پر وہاں کھانے کے لئے تشریف لائیں

(۴) چونکہ کھانے کے شامیانہ میں صرف ایک سو احباب ایک وقت میں کھانا کھا سکتے ہیں۔ اس لئے مختلف کمروں کے لئے مختلف اوقات تھوڑے تھوڑے وقفہ پر مقرر کئے گئے ہیں۔ اس کے متعلق ہمارا والنٹیر صبح اور شام خود ہر ایک کمرہ میں احباب کو اطلاع دینے آجایا کرے گا۔ کہ آپکا وقت ہے تشریف لایئے اور اس طرح گو بعض احباب کو کچھ انتظار کرنا پڑیگا لیکن ڈیڑھ دو گھنٹہ تک اندر سب احباب کو کھانے سے فراغت ہو جائے گی۔

(۵) کھانے کے عام اوقات یہ ہیں:۔

صبح ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک
شام ۴½ سے ۶½ بجے تک } یا وعلی الخصوص بعد نماز مسجد میں

انہی اوقات کے اندر کمروں کے علیحدہ علیحدہ اوقات ہونگے جن کی اطلاع والنٹیر دے دیا کرینگے مہربانی کر کے سب احباب ان اوقات کی پابندی فرمائیں۔

ممکن ہے بعض احباب کو ان پابندیوں سے تکلیف بھی ہو۔ لیکن ان کی اس تھوڑی سی تکلیف سے انتظام میں بہت امداد ہوگی۔ اور امید ہے کہ احباب ہماری اس امداد میں دریغ نہ فرمائیں گے۔

درس قرآن کریم کے نوٹ

فرمودہ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

اعمال کی جزا سزا یقینی ہے

سورہ النباء

خدائی بگل

یوم ینفخ فی الصور۔ یہاں یوم کے معنے "جس دن" کرنا، اس کے مفہوم کو ٹھیک ٹھیک ظاہر نہیں کرتا اس کے لئے صحیح الفاظ ہیں "ایک دن ہوگا" یوم ینفخ فی الصور کے معنے ہوئے ایک دن ہوگا کہ بگل میں پھونکا جائے گا۔ یا بگل بجایا جائے گا۔ بگل بجانے سے استعارہ کے رنگ میں مراد ہے انقلاب عظیم برپا ہوگا۔ جس طرح جب میدان جنگ کا نقشہ بدلنا ہو۔ اور فوج کی نقل و حرکت اور جگہ میں تبدیلی کرنی ہو تو بگل بجایا جاتا ہے جس سے ایک طرف کی فوج دوسری طرف چلی جاتی ہے۔ یا حملہ کر دیتی ہے۔ یا واپس چلی آتی ہے۔ غرضیکہ جو حکم بھی بگل کے ذریعہ دیا جاتا ہے اس کے مطابق میدان جنگ کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بگل بجے گا تو موجودہ کائنات عالم کا نقشہ بدل جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ نبیؐ کے زمانہ میں بھی جب قیامت کا نمونہ چھوٹے پیمانہ پر قائم ہوتا ہے تو خدائی بگل بجتا ہے اور نیکی کی فتح اور بدی کی شکست کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اس ملک کا نقشہ بدل جاتا ہے جس میں نیکی اور بدی کی جنگ جاری تھی جس طرح بگل بجانے کا منشا یہ ہوتا ہے۔ کہ میدان جنگ میں آواز ایک ایک فرد کو پہنچ جائے۔ اسی طرح جناب الٰہی کی طرف سے قیامت کبریٰ یا قیامت صغریٰ کا بگل بجتا ہے تو ہر ایک ذرہ کو اس کا حکم پہنچ جاتا ہے جس کا تعلق اس انقلاب سے ہوتا ہے اور وہ انقلاب عظیم اپنی پوری شان سے ظہور پذیر ہو جاتا ہے۔

مولویوں کا بھونڈا پن

بدقسمتی سے ہمارے مولوی جو ہر ایک بات کو نہایت بھونڈے طریق پر لیتے ہیں وہ اسرافیل فرشتہ کے ہاتھ میں تانبے یا پیتل کا بگل پکڑا دیتے ہیں اور بھوں بھوں کی آواز کے منتظر رہتے ہیں۔ یہ حماقت ہے۔ اسرافیل فرشتہ ہے جو عالم ارواح سے ہے وہ کوئی مادی وجود نہیں کہ اس کے ہاتھ میں کوئی مادی بگل ہو۔ ظاہر ہے کہ جس عالم سے فرشتہ ہے اسی عالم کی مناسبت سے اس کا بگل ہوگا۔ عالم مثال یا عالم ارواح میں بگل کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ جب مشیت الٰہی کوئی انقلاب پیدا کرنا چاہتی ہے تو وہ امر اسرافیل فرشتہ کے ذریعے سے مخلوق تک پہنچتا ہے۔ اور اس کا اثر ایسا ہی اور فوری ہوتا ہے جس طرح بگل کی آواز کے اثر سے کسی میدان جنگ میں تغیر اور انقلاب رونما ہوتا ہے۔ فرشتہ کا بگل یہی ہوا کرتا ہے۔ اسی قسم کی غلطیاں مولوی لوگ اپنی حماقت سے اکثر کیا کرتے ہیں۔

فرشتوں کی منادی

مولانا حالی مرحوم نے حیات جاوید (سر سید کی سوانح عمری) میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ علیگڑھ میں عید کی نماز کے خطبہ میں عیدگاہ کے امام صاحب نے فرمایا کہ عید کے دن علی الصبح فرشتے منادی کرتے ہیں کہ بھائیو مسلمانو! عید کی نماز کے لئے چلو۔ اس پر کالج کے لڑکوں نے مذاق اڑایا۔ کہ خوب منادی ہے جس کی آواز کسی کو نہیں آتی۔ یہ امام صاحب کی حماقت تھی کہ انہوں نے ایسے رنگ میں سنایا کہ خود مسلمانوں کو یہ خیال قابل مضحکہ نظر آیا۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ فرشتہ کوئی انسان خاکروب تو نہیں کہ ڈھنڈورہ ہاتھ میں لیکر محلہ محلہ پیٹتا چلا جائے۔ اور آواز دیتا چلا جائے کہ بھائیو مسلمانو! عیدگاہ کو نماز کے لئے چلو۔ فرشتہ عالم روحانی کی مخلوق ہے۔ اس نے کوئی مادی ڈھول تو پیٹنا نہیں۔ اس کی تحریک تو قلب پر اثر ڈالے گی اس کی آواز تو انسانی قلب سنے گا۔ اور یہ سچ ہے، بدمعاش سے بدمعاش انسان۔ بے نماز سے بے نماز آدمی بھی عید کے دن سب سے پہلے نماز کی تیاری کرتا ہے۔ عید کی نماز فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ لیکن جس اہتمام سے مسلمان اس نماز کی تیاری کرتے ہیں کہ فرض نماز کی کبھی نہیں کرتے۔ آخر یہ تحریک نماز کی ہر نیک و بد کے دل میں فرشتہ ہی کی تحریک کا اثر ہے۔ یہ اسی کی آواز ہے جس سے ہر ایک قلب عید کی صبح کو متاثر ہوتا ہے۔ یہی غلطی نفخ فی الصور میں لگی ہے۔ فرشتہ کا بگل کوئی مادی بگل نہیں کہ اس کے بجانے پر توں توں کی آواز ہو اور مخلوق میں گڑبڑ پڑے بلکہ یہ وہ امر الٰہی ہے۔ جس کی حکومت کی آواز مخلوق کے ہر ذرہ تک پہنچتی ہے اور اس میں جس قسم کا تغیر اور انقلاب مدنظر ہوتا ہے پیدا کر دیتی ہے۔

اسلام کا حیرت انگیز انقلاب

پس فرمایا کہ آسمانی بگل بجیگا اور ایسا حیرت انگیز انقلاب ظہور پذیر ہوگا کہ فتاتون افواجا تم فوج در فوج آؤ گے۔ وہ وقت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آ گیا۔ کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ دنیا نے دیکھا۔ ایسا بگل عرب کے ملک میں پھونکا گیا کہ لوگ فوج در فوج محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور اسلام میں داخل ہوئے۔ وہ لوگ جو آپ سے منحرف تھے۔ انہی لوگوں نے آپ کی اطاعت کا جوا اپنے کندھے پر رکھا۔

آسمان کا کھلنا

وفتحت السماء فکانت ابوابا۔ آسمان کوئی ٹھوس چیز نہیں کہ اس کو کھول کر دروازے بن جائیں گے۔ یہ استعارہ ہے جس طرح کسی چیز کو کھولا جائے تو اس میں جو مخفی چیزیں ہوتی ہیں وہ ظاہر ہو جاتی ہیں اور اندر کی چیزیں باہر آ جاتی ہیں۔ اسی طرح فرمایا آسمان کے دروازے کھل جائیں گے۔ یعنے خدا کے قرب کی راہیں ظاہر ہو جائینگی خدا کی معرفت اور آسمانی علوم جو مخفی تھے وہ لوگوں پر ظاہر ہو جائینگے ملائکہ کا نزول ہوگا۔

سرکشوں کی سزا جہنم

فرمایا اگر یہ سب باتیں پوری ہو جائیں جو اعمال کی جزا و سزا کے لئے بطور آئینہ ہونگی تو پھر اعمال کی جزا و سزا کے متعلق دوسری بات بھی یاد رکھو کہ ان جھنم کانت مرصادا للطغین مابا۔ یقیناً جہنم بھی سرکشی کرنے والوں کی تاک میں ہے۔ اور وہ ان کا ٹھکانا ہے یعنے جو لوگ دین کے ساتھ مخالفت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عناد رکھتے ہیں اور خدا کی ہدایتوں کی اطاعت نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے سرکشی کرتے ہیں۔ ان کے لئے جہنم گھات میں ہے۔ اور اپنے اعمال کی سزا میں جہنم میں ان کا ٹھکانا ہوگا۔

جہنم ابدی نہیں

احقاب حقب کی جمع قلت ہے۔ جو نو کے عدد تک محدود ہوتی ہے۔ اور حقب ایک سال سے اسّی سال تک کی مدت پر بولا جاتا ہے۔ تو نو کو اگر اسّی سال سے ضرب دیں تو کل مدت زیادہ سے زیادہ ۷۲۰ سال کی بنتی ہے۔ لیکن یہ ہماری دنیا کے سال ہیں خدا کے سال معلوم نہیں کتنے عرصہ کے ہوں۔ کیونکہ زمین کے سال اور ہیں۔ زحل اور مشتری کے سال اور ہیں۔ اس لئے ممکن ہے اس عالم کے سال اور ہوں۔ لیکن خواہ کچھ بھی ہو اور کتنا ہی لمبا عرصہ ہو اس سے ایک بات کا پتہ ضرور چلتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جہنم کا عذاب محدود ہے اور بات بھی سچ ہے کہ جب اعمال محدود ہیں تو اس کی سزا بھی محدود ہونی چاہیئے۔ ایک دفعہ اس پر ایک مولوی صاحب بگڑ کر فرمانے لگے کہ پھر نیک اعمال بھی محدود ہیں۔ ان کی جزا بھی محدود ہونی چاہیئے۔ میں نے کہا یقیناً۔ نیک اعمال کی جزا کو غیر محدود بنانا فضل الٰہی اور عطائے ربانی ہے۔ ورنہ عمل کی جزا تو محدود ہونی چاہیئے نیک اعمال کی جزا کا محدود ہونا بخشش اور انعام ہے جو مستحسن ہے۔ جیسا کہ فرمایا عطاء غیر مجذوذ۔ غیر مجذوذ ہونا انعام الٰہی ہے۔ لیکن کسی بدعمل کی سزا کو بڑھانا یہ ظلم ہے۔ اس لئے بدعملوں کی سزا کو غیر محدود نہیں بنایا جا سکتا۔ پھر فرمانے لگے کہ جب آخر کار کافر بھی جہنم سے نکل گئے تو ہمارے مسلمان ہونے کا فائدہ کیا! میں نے کہا کہ مولانا! آپ کہیں کے ڈپٹی کمشنر ہوں اور کوئی قیدی تم اسال کی سزا بھگت کر نکلے تو کیا آپ اس وقت سر پیٹتے پھریں گے کہ یہ قیدی جو چھوٹا ہے تو اب اس میں اور مجھ میں کیا فرق رہ گیا۔ خدا جانے ان ملانوں کی کیا ذہنیت ہے۔ کہ ایک گنہگار جہنم سے نکلے تو ان کے سینے پر سانپ لوٹ جاتا ہے۔ کہ ہائے اس کی سزا کیوں ختم کر دی گئی۔ بس مولوی صاحب مزے اڑائیں اور ان کے سارے مخالف ہمیشہ ہمیشہ جلا کریں۔

ناپاک مذاق

لا یذوقون فیھا بردا ولا شرابا۔ نہ تو اس میں ٹھنڈک اور راحت پائیں گے اور نہ پینے کی چیز۔ برد کے معنے ہیں راحت کی زندگی۔ اور شراب کے معنے ہیں پینے کی چیز۔ شراب کے متعلق ایک لطیفہ سنا دوں۔ ایک شہر کے سٹیشن پر میں بیٹھا تھا۔ ایک ڈپٹی کمشنر صاحب وہاں سے تبدیل ہو رہے تھے۔ بڑے بڑے لوگ انہیں رخصت کرنے کے لئے آئے تھے وہاں جہنم اور جنت کا ذکر چل پڑا۔ بعض مسخروں نے یہ کہنا شروع کیا کہ جو لطف جہنم میں ہوگا وہ جنت میں کہاں نصیب ہو سکتا ہے۔ سارے جہان کے بھانڈ اور مراسی۔ اور ارباب نشاط اور قمار خانے اور سینما نے اور تھیٹر جن سے زندگی کا لطف ہوتا ہے، سب جہنم میں ہوں گے۔ جنت میں کیا خاک ہوگا۔ کبھی کوئی لمبی ڈاڑھی، سر منڈا نیلے تہبند والا ملا ہاتھ میں وضو کا کوزہ اور نماز کا مصلےٰ لئے ہوئے نظر پڑ گیا تو اور طبیعت کو بے مزہ کر گیا۔ اسپر ایک صاحب بولے کہ جنت میں بھی تو شراباً طہوراً ہوگی۔ جواب میں کسی نے کہا کہ اس میں نشہ نہ ہوگا۔ جیسے پورٹ وائن، دوسرا بولا جیسے بیئر تیسرا بولا جیسے اولڈ ٹام۔ غرض کہ بڑا مذاق اڑا۔ میں دم بیٹھا سن رہا تھا۔

شراب کے معنی

آخر نہ رہا گیا۔ میں نے آکر کہا کہ افسوس ہے کہ مسلمان ہو کر آپ اس قسم کا مذاق اڑاتے ہیں۔ شراب جسے اردو میں کہتے ہیں۔ اسے عربی میں خمر کہتے ہیں۔ یہاں جو شراب کا لفظ ہے وہ عربی ہے جس کے معنے ہیں پینے کی چیز۔ یہ شرب سے ہے۔ قرآن کریم میں ایک

(باقی برصفحہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ | مورخہ ۵ ر شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مطابق ۵ ار دسمبر ۱۹۳۱ء عیسوی | نمبر ۱۲۱

جلسہ سالانہ کے پانچ ضروری کام

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک نہایت ضروری پیغام

برادران مکرم، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اس وقت جب آپ جلسہ سالانہ پر آنے کے لئے تیاری میں مصروف ہوں گے۔ میں بھی آپ کو چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں تاکہ آپ صحیح معنے میں تیار ہو کر آئیں۔ آج چالیس سال گزرتے ہیں کہ ہماری قوم خدا کے دین کی خدمت کے لئے اکٹھی اور ایسے حالات میں اکٹھی کہ اعدائے اسلام کا مقابلہ گھر کے مقابلہ کے سامنے ہیچ معلوم ہوتا تھا۔ حضرت مسیح موعود نے مسلمانوں کو اعدائے اسلام کے مقابلہ کے لئے بلایا مگر علماء نے الٹی آپ کے کام میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کیں اور مسلمانوں کے دلوں کو طرح طرح کی بدگمانیوں سے بھر دیا۔ ابتدا میں تو شاید ایک حد تک بعض لوگ معذور بھی ہوں۔ مگر آج باوجود اس امر کے کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے ہر قسم کی مخالفت کے باوجود خدمت اسلام کے کام میں قدم بڑھایا ہے۔ کس طرح خدا کے کلام کو دنیا میں پھیلایا ہے۔ کس طرح دین اسلام اور رسول خدا صلعم پر ہر قسم کے حملوں میں سینہ سپر ہوئی ہے۔ کس طرح اپنی ساری طاقت کو اور اپنے اموال کو خدا اور اس کے رسول کے نام پر قربان کیا ہے۔ بعض کوتہ اندیش اس کی مخالفت کے درپے ہیں۔ ان ایام میں بالخصوص یہ طوفان مخالفت پھر خاص طور پر جوش میں آیا ہے مگر

میں آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہوں

کہ اس جماعت نے ہمیشہ اسی وقت ترقی کی ہے جب عاقبت نااندیشوں نے اس کو برباد کرنے کی ٹھانی ہے۔ کاش وہ دیکھتے کہ ان کی چالیس سال کی کوششیں کچھ نہ کر سکیں تو اب بھی ان کو چھوڑ دیں جب خدا کے فضل سے یہ جماعت بلغ اربعین سنۃ و بلغ اشدہ کی مصداق ہو چکی ہے۔ غور کرتے کہ جب حضرت مرزا صاحب اکیلے تھے اور مخالفت کا طوفان اپنے پورے زوروں پر تھا اس وقت بھی یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا اس طوفان میں سلامت ہی نہیں رہا۔ بلکہ بڑھتا چلا گیا ہے۔ یہاں تک کہ آج اس کے ثمرات سے ایک دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر خدا پردہ ڈال دے ان سے کون اٹھا سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد خدمت اسلام کے سوا اور کچھ نہیں جس طرح چاہو اپنا اطمینان کر لو۔ وہ کہتے ہیں ہم تمہیں تباہ کر کے چھوڑیں گے تو ہمارا ایسے وقت میں کیا طریق ہونا چاہئے۔ وہ ہمارے بھائی ہیں، مسلمان ہیں۔ گو بھولے ہوئے ہیں اس لئے ہمارا کام یہی ہے کہ ان کو برا کہنے کے بجائے ان کی غلط فہمیوں کو دور کریں ان کی بدگمانیوں کا ازالہ کریں اور دردِ دل سے ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس حق کو دیکھنے کی توفیق دے۔ تاکہ ہم سب مل کر خدمت اسلام کے کام کو دگنی نہیں ہزار گنی قوت سے کر سکیں اور اگر آج ہمارے چار مشن تبلیغ اسلام کے لئے مرکز عیسائیت میں ہیں تو کل کو چار ہزار ہو جائیں اور اگر آج ہم نے چند ہزار اچھوتوں کو داخل اسلام کیا ہے۔ تو کل کو یہ چند کروڑ بن جائیں۔ مگر یہ نتائج دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی جد و جہد کو بڑھائیں۔ میں نے تو خوب غور کیا ہے۔ ہماری مالی تکلیف اور مخالفت کی تکلیف کی ایک ہی وجہ مجھے معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ ہمارے قدم کا سست ہو جانا ہے اور یہ جو کچھ ہوا ہے۔

یہ محض ہمارے جگانے کا سامان ہے

اگر ہم کو یہ سمجھ آ جائے کہ ہمارا قدم کس طرح سست ہو گیا ہے اگر ہمارے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ خدا کے دین کی خدمت کا جو حق تھا وہ ہم سے ادا نہیں ہوا۔ اگر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کا وہ مرتبہ ہم کو مل جائے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوتا ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین اگر ہمارے دلوں میں دنیا کے مال کی دنیا کی عزت کی محبت کچھ کم ہو کر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کچھ بڑھ جائے۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ کسی راہ میں بھی دیوانگی کے بغیر کوئی مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اور خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے بھی ضرورت ہے کہ ہم دیوانہ ہو جائیں تو یہ مصائب اور یہ مخالفت ہماری بہتری کا سامان ہے۔ ہماری ترقی کی اصل راہ ہے۔ سو میں اس جلسہ کی تیاری کے موقعہ پر اپنے احباب کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ان کے اس قومی اجتماع کے متعلق جس میں شمولیت

محض حصول رضائے الٰہی

کے لئے ہے نہ اس میں کوئی دنیوی غرض ہے نہ کسی انسان کو خوش کرنے کی خواہش ہے۔ آپ سب کے کچھ فرائض ہیں۔

اول - ہمارے احباب کا ایک حصہ جلسہ میں شمولیت کے معاملہ میں سست ہے۔ اور اس قومی اجتماع کو جو قوم کو زندہ رکھنے کا اور گوناگوں روحانی برکات کا موجب ہے۔ وہ اہمیت نہیں دیتا جس کا یہ مستحق ہے بے شک سردی کے موسم میں باہر نکلنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ سفر بھی آسان نہیں۔ خرچ بھی کچھ کرنا پڑتا ہے مگر جماعت کی قوت اور استحکام کے لئے ان سب چیزوں کو برداشت کرنا چاہئے۔ تو میں ان احباب سے جو عموماً شامل ہو جاتے ہیں یہ چاہتا ہوں کہ وہ پہلی کوشش تو یہ کریں کہ اپنے سست بھائیوں کو بھی اٹھائیں۔ اور ان کو اپنے ساتھ لائیں۔ جماعت کے ایک حصہ کا اس طرح غافل پڑا رہنا جماعت کے لئے بہت نقصان کا موجب ہو رہا ہے۔ جہاں پر جماعتیں ہیں وہاں کے احباب سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس جمعہ میں اس امر پر خاص طور پر زور دیں اور ان احباب کو ساتھ لانے کی کوشش کریں اور جہاں ایک ایک دو دو احباب ہیں وہ خود ہی میری اس عرضداشت پر توجہ فرمائیں۔

دوم - ہمارے نوجوانوں کے ایک حصہ میں تبلیغ دین کے جوش کی کمی ہے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں کامل طور پر جماعت اور اس کے لٹریچر سے مس نہیں۔ سالانہ جلسہ میں ان کی شمولیت اس نقص کو دور کرنے میں بہت حد تک معاون ہو گی اس لئے جملہ احباب ایسے نوجوانوں کو جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں جلسہ پر ضرور ساتھ لائیں۔ تاکہ ان میں خدمت دین کی روح پیدا ہو اور وہ زہریلی ہوا جو آج کالجوں اسکولوں کے نوجوانوں کے ایمان کو برباد کرتی ہے۔ اس کے مسموم اثر سے ہمارے نوجوان بچے رہیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم میں اور جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں یورپ کی زہریلی مادی ہوا کا واحد علاج ہے۔ اگر آج آپ اپنے بچوں کی حالت کی طرف توجہ کر کے ان میں سچے جذبات پیدا نہیں کرتے تو آپ کو خود افسوس کرنا پڑیگا اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو مستورات کو بھی جلسہ میں شامل کرنا چاہئے۔ اس کے متعلق میں پہلے علیحدہ بھی لکھ چکا ہوں۔

سوم - ایک بڑی بھاری غفلت جو جماعت میں عام پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے احباب غیر از جماعت احباب کو ساتھ لانے کے لئے پوری توجہ نہیں کرتے۔ انشاء اللہ پروگرام سب احباب کو چار پانچ دن کے اندر پہنچا دیا جائے گا اسے پڑھ کر شہر میں خصوصیت سے ایسے لوگوں کو پہنچانا چاہئے جن سے توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اس دینی مجمع میں شامل ہوں اور اس کے ساتھ ہی ہر ایک دوست کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے ساتھ کسی نہ کسی ایسے دوست کو لائیں جو سلسلہ میں شامل نہیں۔ کم سے کم یہ لوگ اپنی آنکھوں سے یہ تو دیکھ لیں کہ ہم کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اور آیا ہمارا کام خدمت اسلام کے سوا کچھ اور بھی انہیں معلوم ہوتا ہے۔ جماعت کی ترقی کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔

چہارم - اس امر کی طرف کہ ایک رقم ہر ایک دوست یا جماعت کے ذمہ ڈالی گئی ہے میں پھر آپ کو توجہ دلاتا ہوں۔ اس کو نہ بھولیں کہ یہ رقم لازماً آپ نے جمع کر کے دینی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ہمارے کام میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ جن احباب کے نام کوئی خاص رقم معین نہیں کی گئی وہ اپنے آپ کو اس سے باہر نہ سمجھیں۔ کم سے کم دس روپے ہر دوست جمع کر کے ضرور لائے۔

پنجم - جلسہ کے لئے پورے تین دن فارغ کر کے آئیں۔ جمعہ کے دن تو اس کی ابتدا ہے جس طرح اس میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے اسی طرح آخری دن تک شامل رہنا ضروری ہے۔ مستورات کا جلسہ ۲۴ کو ہوگا اس لئے وہ ایک دن پیشتر پہنچیں۔ والسلام۔ محمد علی

بنی نوع کی ذلیل ترین طبقوں کو اٹھانے کا واحد علاج

اچھوتوں کی نجات مذہب اسلام میں

سر ٹامس لاڈر برنٹن کا نعرۂ حق!

مساوات واخوت کا سبق

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ گزشتہ ماہ ایک معزز صاحب حیثیت انگریز نے شاہی مسجد لاہور میں قبول اسلام کا اعلان کیا تھا۔ گزشتہ ہفتہ اس نیکدل بزرگ نے میڈیکل کالج مسلم ایسوسی ایشن کی دعوت کے موقعہ پر کالج مذکور میں ایک تقریر کی جس میں اپنے حالات زندگی اور ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ جو اسلام کی طرف ان کی کشش کا موجب ہوئے ہم قارئین کرام کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے ان کی تقریر خلاصۃً ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اچھوتوں میں بود وباش

آپ نے فرمایا کہ میں قریباً تیس سال تک ہندوستان میں انجنیر کے طور پر کام کرتا رہا ہوں۔ اس کے بعد میں انگلستان چلا گیا لیکن میں دوبارہ ہندوستان آیا مگر اس دفعہ میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں بنی نوع انسان کے ذلیل ترین طبقوں کو اٹھاؤں چنانچہ میں چھ سال تک اچھوتوں (یعنے چوہڑوں) کے درمیان رہا اگرچہ میں ایک صاحب حیثیت شخص ہوں جس کے پاس جائداد و دولت موجود ہے اور جو امیرانہ طرز رہائش کا عادی تھا مگر میں نے اچھوتوں کے اصل حالات وخیالات سے واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے انہی کے اندر رہائش اختیار کرنی پسند کی۔ میں انہی کے جھونپڑوں میں رہتا، انہی کی سی خوراک کھاتا۔ اور ایک ننگی چارپائی پر سوتا رہا۔ میں نے ان کو عیسائی بنایا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود میں ان کو عیسائی سوسائٹی میں برابر کا رتبہ نہیں دلاسکا۔

تاریکی میں نور کی جھلک

میں ان چھ سالوں میں بہت حیران وسرگردان رہا۔ میرے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ اور میں ایک روشنی کا متلاشی تھا۔ لیکن میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ میرے لئے کیا راہ نجات ہے اس اثنا میں میرے سامنے اسلام پیش کیا گیا۔ اور بتلایا گیا کہ وہ اخوت اور برادری مذہب اسلام نے نہ صرف اپنے اصولوں کے ذریعے سکھائی ہے۔ بلکہ اس کے لئے عملی ذرائع بھی روزمرہ کی زندگی میں رکھدیئے ہیں۔ جب میں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ شاہی مسجد میں دیکھا کہ وہاں ساٹھ ہزار انسان جمع ہیں۔ ان میں ہر طبقہ اور ہر رتبہ کے لوگ موجود ہیں۔ پھر ان کی اخوت اور برادری کا یہ حال ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر خدا کے حضور میں جھک جاتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک ادنیٰ فرد بھی دوسروں کا امام بن سکتا ہے۔ جب میں نے یہ اخوت کا سبق مسلمانوں کی عملی زندگی میں دیکھا تو فوراً مجھے یقین ہوگیا کہ انسانی سوسائٹی کے ادنےٰ طبقوں کو اعلیٰ حیثیت پر لانے کے لئے اسلام کا مذہب کامیاب ہوسکتا ہے نہ کہ عیسائیت۔

اطمینان قلب

میں نے اسلام کو نہایت گہری نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور میں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ اگرچہ لوگ کچھ ہی کہیں لیکن میرا ضمیر مطمئن ہے اور جس روشنی کی مجھے تلاش تھی وہ مجھے مل چکی ہے۔ یہ مجھ سے اب کوئی نہیں چھین سکتا۔ اب میری یہ کوشش ہے کہ ان اچھوتوں کو جنھیں میں نے عیسائی کیا ہے اسلام کے حلقہ میں لاؤں اور اس طرح انہیں حقیقی رفعت دلانے کا موجب بنوں"

پیغام صلح:- سر لاڈر برنٹن کا نیک ارادہ جس کا ذکر انہوں نے آخری فقرات میں کیا ہے۔ ہر طرح لائق ستائش ہے۔ اور جو نیک نمونہ انہوں نے اچھوت اقوام کو بلند سطح پر لانے کے لئے دکھایا ہے وہ یقیناً ان کی کامیابی کا موجب ہوگا۔ وہ لوگ جو لوریت میں تبلیغ اسلام کو ایک بے فائدہ اور فضول چیز سمجھتے ہیں وہ غور کریں کہ کیا جو قربانی سر لاڈر برنٹن نے اپنے نیک نمونہ سے کی ہے۔ اس کی توقع کسی بڑے سے بڑے ہندوستانی مسلمان سے بھی ہوسکتی ہے۔ یقیناً یہی لوگ اسلام کے حقیقی وارث ہیں۔ کیونکہ ان میں وہ صلاحیت اور نیک خصائل موجود ہیں۔ جو ایک سچے مسلمان کے اندر ہونی چاہئیں۔

قابل جواب مضامین

زمیندار اور دوسرے اخبارات میں جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعود کے متعلق اعتراضات کا جو سلسلہ جاری ہے اس میں کئی ایک باتیں جواب دینے کے قابل ہیں ان میں سے بعض مضامین کے جواب لکھے ہوئے پڑے ہیں لیکن بسبب عدم گنجائش درج نہیں کیئے جاسکے آئندہ اشاعت میں بقدر گنجائش درج کئے جائیں گے اور پھر جلسہ سالانہ کے بعد۔

دورۂ محصّلین

مولانا احمد صاحب۔ گوجرانوالہ - وزیرآباد - سیالکوٹ لیسر ذور - دہلی - برائے فراہمی چندہ جلسہ سالانہ پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ احباب ان کی پوری پوری امداد فرمائیں۔

ماسٹر فقیر اللہ صاحب بھی آج بٹالہ، گورداسپور تشریف لے جانے والے ہیں - احباب ان کی بھی پوری پوری امداد فرمائیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

احباب اور جماعتوں کی خاص توجہ کے قابل

میں سب احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ اس وقت انجمن سخت مالی مشکلات میں سے گزر رہی ہے۔ جو خدا چاہے گا تو جلد دور ہو جائیں گی۔ مگر اس وقت جبکہ سالانہ جلسہ آرہا ہے۔ اس کے لئے مزید اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس لئے جملہ انجمنیں اور احباب دو باتوں کو نہ بھولیں:

اوّل ایک سالانہ جلسہ کے خرچ کے لئے جس رقم یا فیس کے متعلق ان کو دفتر سے اطلاع پہنچی ہے اُسے فوراً روانہ کردیں تاکہ ضروریات مہیا کی جاسکیں جہاں انجمنیں ہیں ان کے سکرٹری صاحبان فوراً سب ممبروں سے روپیہ جمع کرکے ۱۵ دسمبر سے پیشتر دفتر محاسب انجمن میں پہنچا دینے کی کوشش کریں۔ جہاں انجمنیں نہیں دو۔ دو یا تین تین یا اکیلے اکیلے احباب ہیں۔ وہ اکیلے اکیلے یا جمع کرکے اسی طرح اپنا چندہ ۱۵ دسمبر تک پہنچا دیں۔ دو چار آنے فیس منی آرڈر کا خیال نہ فرمائیں۔ بلکہ اس بات کا خیال فرمائیں کہ انجمن مہمانداری کا مناسب انتظام اسی صورت میں کر سکتی ہے کہ اس کے پاس اس خرچ کے لئے روپیہ پہنچ جائے۔ میں دیہاتی جماعتوں کو بالخصوص متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ ان اخراجات میں کم حصہ لیتی ہیں۔ حالانکہ اگر وہ نقد نہ دے سکیں تو بصورت جنس ہی جو چیز ہو بھیجدیں۔ ان کی وہی مدد کافی ہوگی۔

دوم:- ماہ نومبر کا چندہ جو دسمبر میں انجمن میں پہنچا چاہیئے۔ اس کا بھیجنا اس خیال سے ملتوی نہ کریں کہ جلسہ سالانہ پر یہ رقم ادا کردی جائے گی۔ تھوڑی سی لاپروائی کرکے بہت سے احباب انجمن کی مالی مشکلات میں اضافہ کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ سوائے اس چندہ کے جس کے متعلق علیحدہ تحریک کی گئی ہے کہ جلسہ سالانہ پر سب احباب جمع کرکے لائیں۔ باقی ہر قسم کے چندے اور زکوٰۃ کا روپیہ جس قدر جلد ممکن ہو وصول کرکے بذریعہ منی آرڈر محاسب کو بھیجدیا جائے۔ صرف وہ رقوم جو تحریک عام کے ماتحت جرمن مشن کیلئے دوسرے برادران اسلام سے جمع کرنی ہیں۔ ایام جلسہ تک ہر جگہ جمع ہوتی رہیں اور جلسہ پر بھیجی جائیں۔

(محمد علی)

مولوی ثناء اللہ کا مباہلہ سے فرار!

اور

حق و باطل کا فیصلہ

مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کی ذریت اس بات سے ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ کہ مباہلہ مسنونہ وہی ہوتا ہے۔ کہ ہر دو فریق رضامندی سے حق و ناحق کا فیصلہ بذریعہ دعا خدا تعالےٰ سے چاہیں اگر ایک فریق بھی نارضامندی کا اظہار کر دے۔ تو اسے مباہلہ نہیں کہا جا سکتا مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریروں اور تقریروں میں متواتر بیان کرتا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اسے مباہلہ کے لئے بلایا لیکن مولوی صاحب موصوف نے اسے ان الفاظ میں نامنظور کر دیا۔

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں...... اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے"

جب مولانا صاحب اس وقت اتنے دانا تھے۔ کہ حضرت صاحب کی تحریر کو نامنظور کیا۔ تو اب وہ کیوں اتنے نادان بن رہے ہیں۔ یا تو مردانہ وار اس وقت اس تحریر کو منظور کر لیتے۔ اور دانا بنتے یا اپنی مندرجہ بالا تحریر پر قایم رہ کر خاموش رہتے۔ لیکن ملاں آن باشد کہ چپ نشود۔ آپ اپنے قایم کردہ معیار پر بھی قایم نہیں رہے جب حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر مباہلہ کو تو نامنظور کر دیا۔ اور اس کے بالمقابل اپنی طرف سے ایک قرآنی معیار مقرر کر دیا کہ حسب تعلیم قرآن

"بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے"

اور یہ بالکل واقعات ہیں۔ کہ مولوی صاحب موصوف اور اس کی ذریت کے نزدیک حق و باطل کا یہی معیار تھا۔ کہ بموجب تعلیم قرآن بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی اپنی تحریروں کو چھوڑ کر میں ذیل میں اس کے مطبع کا ایک شایع شدہ اشتہار کی نقل کر دیتا ہوں جو اس کے ایک ہمخیال نے حضرت مسیح موعود کے اشتہار کے جواب میں شایع کیا تھا۔ اور وہ یہ ہے

"کرشن قادیانی کی نرالی چال"

"ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ کرشن جی نے مولوی ثناء اللہ کو لکھا یا تھا۔ کہ تم ہمارے الہاموں کے جھوٹ ہونے پر حلف اٹھاؤ۔ مولوی صاحب موصوف نے منظور کر لیا مگر یہ شرط لگائی۔ کہ اس کے نتیجہ سے مجھے پہلے اطلاع دو۔ اس کے علاوہ کئی ایک جھوٹ اس کے ثابت کئے۔ اس کے جواب میں مرزا جی نے اپنے خیال میں آپ ہی فیصلہ کرنے کو ایک اشتہار دیا۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے مجھے بہت ستایا ہے۔ بہت تنگ کیا ہے۔ یہ سب دکھ دیا ہے۔ اس لئے میں دعا کرتا ہوں۔ کہ میری زندگی میں مولوی ثناء اللہ کو طاعون یا ہیضہ سے ہلاکت ہو۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو ان کی زندگی میں مجھے موت آوے یہ بات کرشن جی ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ اور ان کے امتنادہ لوگوں کو کہا کرتے تھے۔ کہ جھوٹا سچے سے پہلے ہلاک ہوا کرتا ہے۔ دیکھئے اس میں کرشن جی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات پر کیسا بیجا حملہ کیا ہے۔ اس بھلے مانس کو معلوم نہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور بڑے تدر شور سے کئی ایک قبیلوں کو اس نے اپنے دام میں کر لیا تھا۔ بلکہ مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ گفتگو کرنے کو بھی آیا۔ اور دو بدو اس نے گفتگو بھی کی تھی۔ اور اپنی جھوٹی نبوت کو آنحضرت صلعم کے سامنے پیش بھی کیا تھا۔ مگر اس کی زندگی میں آنحضرت صلعم فداہ روحی کا انتقال ہوا۔ اور وہ زندہ رہا۔ بتلاؤ اب تمہارے خیال کے مطابق مسیلمہ کذاب جو آنحضرت کے بعد زندہ رہا سچا نبی ہوا۔ تو آنحضرت کیا ہوئے (معاذ اللہ استغفر اللہ) یہ ہے۔ ان ذات شریف کی چالبازی۔ کہ ایسے اصول مقرر کرتا ہے۔ جن سے خواہ مخواہ نبوت محمدیہ پر اعتراض ہو۔ مرزائیو۔ ایمان سے کہنا تمہارے گرو کے قاعدے کے مطابق تم کو مسیلمہ کذاب کے ماننے میں کیا عذر ہے کرشن جی کی چالیں تو ایسی ہیں۔ کہ خدا ہی اس سے بچائے۔ دیکھئے اخبار ۸ اپریل میں آپ کا الہام نکلا ہے جس کے الفاظ ہیں "غزنوی" جس کا سر ہے

نہ پیر۔ وقت پر مدعی جاہیں گے۔ لگائیں گے۔ کوئی مرے یا جیئے۔ غزنوی والا الہام لگی دے گا پھر بتلایئے ایسے الہام اور ایسے ملہم کو کون جھوٹا کر سکے جن کا اصول یہ ہے۔ کہ قاضی نے پڑھائی میں نہ ہاری مختصر یہ ہے۔ کہ موت و زندگی کا وقت خدا کے علم میں ہے۔ ہاں پبلک کو خوب یاد ہے۔ کہ عبداللہ آتھم کی بابت تم نے کیا کہا تھا۔ کہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا۔ مگر جب خدا نے تمہارا جھوٹ سب پر واضح کیا۔ تو تم نے ہر قسم کی بے شرمی کو گوارا کر کے لکھا۔ کہ یہ دل میں ڈر گیا ہے۔ اس لئے بچ رہا۔ بھلا ایسے شرم و حیا کی بھی کوئی حد ہے

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہلحدیث میں اس کے جواب میں مفصل مضمون لکھا ہے جس کا جی چاہے اوسے دیکھے المشتہر حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرۃ الاسلام امرتسر در اہلحدیث پریس امرتسر"

اس بدکی بدگوئیوں سے قطع نظر کر کے مسیلمہ کذاب کے واقعہ سے اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا اشتہار آخری فیصلہ آنحضرت صلعم کی ذات والا صفات پر بیجا حملہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم مسیلمہ کذاب کی زندگی میں وفات پا گئے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کی ذریت کا بموجب قرآن و حدیث یہ ایمان تھا۔ کہ بدکاروں کی عمر لمبی ہوتی ہے سچے کا جھوٹے کی عمر میں مر جانا قرآن شریف و حدیث کی تعلیم کے خلاف نہیں (ابو الفضل مہدری)

طلبائے مسلم ہائی سکول کا جوش اسلامی

ایک بچہ نے کسی انگریز سے چندہ مانگا۔ اس نے ڈیم فول کہا۔ جواب میں تھینک یو کہا گیا اس نے شرمندہ ہو کر دو روپے چندہ دیا

طلباء اور اساتذہ کا جلسہ

اور

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

میرزا عزیز الرحمٰن صاحب سکرٹری سٹاف ایسوسی ایشن مسلم ہائی سکول لاہور۔ مطلع فرماتے ہیں کہ:-

زیر صدارت سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا جس میں متعدد طلبا نے جوش اسلامی سے بھری ہوئی تقریریں کیں اور اشاعت اسلام کی ضرورت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے لئے پوری کوشش اور جد و جہد کرنے کی آمادگی ظاہر کی۔

حافظ محمد رفیع جماعت ہفتم و حافظ غلام محی الدین جماعت ہفتم نے جلسہ کا افتتاح تلاوت قرآن مجید سے کیا۔

محمد سعید جماعت ششم نے ایک نعت پڑھی۔ اس کے بعد راجہ اللہ یار خاں صاحب ٹیچر نے اپنے ایک نعتیہ کلام سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ میاں بشیر احمد جماعت ہفتم نے اشاعت اسلام اور فراہمی چندہ پر تقریر کی اور بتایا کہ ہر فرزند اسلام کو جان و مال سے اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کی اشاعت میں حصہ لینا چاہئے۔ اور اس کا عملی ثبوت دیتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق چار آنے چندہ اپنے جیب خرچ سے اسی وقت دیا۔ بعدہٗ قمر الاسلام جماعت ہشتم نے ایک مضمون میں جس کا عنوان تھا۔ اسلام کی دنیا کو ضرورت اور اس کی اشاعت۔ اسلام کی خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے توحید۔ ضرورت نماز۔ اسلامی اخوت و مساوات وغیرہ پر مختصراً تبصرہ کیا۔ اور بتایا کہ جس طرح ایک سپاہی ہتھیاروں کے بغیر کچھ کر نہیں سکتا۔ اسی طرح ایک تبلیغی انجمن کا بغیر سرمایہ کے زندہ رہنا یا عملی کام کرنا ناممکنات سے ہے۔ حبیب اللہ جماعت دہم نے اس کے بعد پُر زور الفاظ میں ایک پُر معنی تقریر کی۔ اور اس بات کا نہایت افسوس سے اظہار کیا کہ آج کل مسلمانوں کی حالت ایسی ہو چکی ہے۔ کہ اگر قوم کے لئے کسی رہنما کی مثال بھی دینی ہو تو وہ غیر مسلموں سے دینی پڑتی ہے۔ اور بتایا کہ کوئی کام بغیر کوشش کے نہیں ہو سکتا اگر آج ہم انجمن کو مالی مشکلات سے نکالنے کا عہد کر لیں تو ممکن نہیں کہ ایسا نہ کر سکیں۔

• اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر حبیب اللہ کے الفاظ کی تائید کی۔ اور فرمایا:-

جس قوم پر زوال آ جائے بدقسمتی سے اس کا کوئی فرزند بھی مشعل ہدایت کا کام نہیں دے سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ گو آج کل ہماری حالت ایسی ہو چکی ہے لیکن مسلمانوں کی حالت ہمیشہ سے ایسی نہ تھی۔ ایک مٹھی بھر قوم نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اور جس طرف اس کے افراد چلے گئے علم و عمل کا ایک سمندر اپنے ہمراہ لیتے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ جنگ بدر اور جنگ اُحد کے موقعوں پر بارہ بارہ اور تیرہ تیرہ سالہ بچوں نے وہ وہ کام کئے کہ تاریخ آج ان پر نازاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نوعمر بچے اس بات پر اصرار کرتے

تھے کہ انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے۔ وہ ایک دوسرے کو کشتی میں پچھاڑتے اور ایڑیاں اٹھا اٹھا کر اپنے قدموں کو اونچا کر کے دکھاتے تھے۔ اور یہ سب کچھ محض اُن کے جوش عمل اور شوق شہادت کا نتیجہ تھا۔

آپ نے حضرت محمد ابن قاسم فاتح ہند کی بے نظیر شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جب مسلمانوں کے کچھ جہازوں کو ہند کے باشندوں نے لوٹ لیا۔ تو خلیفۃ المسلمین نے ہند پر ایک فوج بدلہ لینے کے لئے روانہ کی۔ اس جلیل القدر لیکن مختصر سی فوج کی عنان ایک نوعمر بچے کے سپرد کی۔ جس کی عمر بمشکل ۱۶ یا ۱۷ سال تھی۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ اس بچے نے یہاں آکر اسلامی اخلاق اور سرگرمی کے کیا کچھ جوہر دکھائے۔ پس اگر آپ بھی اپنی روایات قدیمہ کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو روح عمل پیدا کریں۔ قوم کی خاطر ہر قسم کی قربانی کرنا سیکھیں۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو تکفیر نے بالکل تباہ کر دیا ہے۔ ان کی قومیت اور اخوت کا خود مسلمانوں کے رہنماؤں نے خون کر دیا ہے۔ ہر وہ شخص جو لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتا ہے۔ وہ مسلمان ہے۔ اسلام اور اشاعت اسلام کی خاطر ہر فرد و بشر کو جو کلمہ پر ایمان رکھتا ہے پوری کوشش کرنی چاہیے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا مقصد محض اشاعت اسلام ہے اس کی اس نیک کام میں اعانت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس وقت انجمن کے پروگرام کے دو نہایت اہم پہلو ہیں۔ ایک تو بلاد غیر میں تبلیغ اسلام اور دوسرے خود ہندوستان میں تبلیغ جس میں اچھوت اقوام بالخصوص پیش نظر ہیں۔ ہر مسلمان کو خواہ وہ بوڑھا ہو۔ یا بچہ۔ اس کار خیر میں حصہ لینا چاہئے۔ ہر انسان اپنے افعال سے پہچانا جاتا ہے۔ اگر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کسی نیک کام میں مصروف ہے۔ تو آپ تمام حضرات کو چاہئے کہ وہ اس کام میں ہر طرح انجمن کی مدد کریں کیونکہ یہ امت مسلمہ کا ایک نہایت ضروری اور اہم کام ہے۔

اس کے بعد صاحب صدر نے حضرت امیر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں یقین دلایا کہ سکول کے طلباء خدا کے فضل و کرم سے اسلامی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ ان کے جذبات اور ان کے خیالات پاکیزہ ہیں۔ یہ طلباء ہر حالت میں انجمن کی خدمت بجالانے کی کوشش کریں گے۔ آپ نے طلباء کو بھی نہایت موثر الفاظ میں ہدایت کی۔ کہ حالات حاضرہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے انہیں ہر طرح کی تکالیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ انہیں کافر بھی کہا جائیگا۔ لیکن ایسی باتوں سے نیک کام میں حصہ لینے سے قدم ڈگمگا نہ جائیں۔ جماعت چہارم کے ایک بچے کی مثال آپ نے دی کہ دو ہی روز پیشتر اس نے ایک مغرور انگریز سے چندہ طلب کیا لیکن بجائے چندہ کے اس نے سے ڈیم فول کہکر دھتکار دیا۔ جاتے ہوئے اس نیک بچے نے اسے تھینک یو (شکریہ) کہا۔ اس پر وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اور اپنے ملازم کے ذریعہ بچے کو دوبارہ بلوایا اور دو روپیہ چندہ دے دیا۔ اس مثال کو پیش کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ آپ کا جو قدم اٹھے وہ اپنے سامنے ایک شاندار مستقبل لئے ہوئے ہو اور قوم میں روح پھونکنے والا ہو۔ اخیر پر پھر انہوں نے حضرت امیر کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنا نہایت قیمتی وقت سکول کی نذر کیا۔ اور باقی وقت کے لئے سکول کو بند کر دیا۔ تاکہ فراہمی چندہ میں طلبہ حصہ لے سکیں۔

ذرّیۃ البغایا کا مفہوم!

(از مرزا مسعود بیگ صاحب مبلغ بمبئی)

لفظ ذریت سے کیا مراد ہے؟:-

ذریۃ البغایا کی تشریح میں کافی سے زیادہ لکھا جا چکا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ۔ جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے اس موضوع پر سیر کن بحث کی ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بغایا کے لفظ سے قطعاً وہ مراد نہ لی تھی جو ہمارے مخالف مولوی صاحبان لیتے ہیں لفظ بغایا تو بالکل حل ہو گیا۔ لیکن اگر لفظ ذریت پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالی جاوے تو خالی از فائدہ نہ ہوگی۔

عربی زبان میں بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو رشتے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور دو چیزوں کے باہمی تعلق پر بھی ان کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثلاً ابن، ابو، اخی، بنت، اخت، آل، وغیرہ اب یہ معلوم کرنا کہ کس جگہ پر یہ الفاظ دنیاوی اور خونی رشتے کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور کس جگہ ان کا مفہوم محض تعلق ظاہر کرنا ہے۔ کوئی مشکل امر نہیں۔ لفظ کے موقع محل اور سیاق و سباق سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر ایک لفظ کے معنے ہم رشتہ کے سمجھیں تو جملہ بے معنی ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کو معنے ہم صرف تعلق کے لیں تو مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ یہ عربی زبان کی وسعت اور خوبصورتی کی دلیل ہے۔ کہ ایک ہی مقصد کو ادا کرنے کے لئے ہم کئی قسم کی تراکیب استعمال کر سکتے ہیں مثال سے یہ بات زیادہ صاف ہو جائے گی۔ ابن کے معنے بیٹے کے ہیں۔ لیکن ابن السبیل کے معنے مسافر کے ہیں۔ یہاں صرف ہم تعلق کی بنا پر مسافر کے معنے لیتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے معنے یوں لئے جائیں کہ ابن السبیل وہ ہے جس کا باپ راستہ ہو اور جس کی ماں سڑک ہو اور ان کے فرزند کا نام مسافر ہو تو یہ ایک محض بیہودہ کلام ہوگا۔ اسی طرح ابو کا لفظ بھی بغیر رشتہ کے استعمال ہوتا ہے ابوجہل سے مراد جاہل ہے۔ جس میں جہالت کے خصائل ہوں نہ یہ کہ جس کی لڑکی یا لڑکے کا نام جہالت ہو۔ عربی زبان میں مرغ کو ابوالیقظان کہتے ہیں اس لئے کہ میاں مرغ کی دختر کا نام بیداری ہے بلکہ اس لئے کہ وہ صبح کے وقت لوگوں کو بیدار کرتا ہے اخوالحزم ایک ہوشیار اور مستعد انسان کو کہتے ہیں۔ اسی طرح بنت کو بھی دیکھئے آنکھ سے جو آنسو ٹپکتا ہے اس کو بنت العین کہتے ہیں۔ اور دماغ میں جو خیال موجزن ہوتا ہے اس کو بنت الفکر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور مصائب زمانہ کو بنات الدہر کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ الغرض اس قسم کی ہزارہا مثالیں عربی لغت اور اشعار اور قرآن کریم میں موجود ہیں۔ جن سے رشتہ داری مراد نہیں بلکہ چند خصائل کا پایا جانا مراد ہے۔

قرآن شریف سے مثال عرض کرتا ہوں سورۂ مریم میں حضرت مریم صدیقہ کو اخت ہارون کے نام سے پکارا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت مریم اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھیں اور ان کا کوئی بھائی نہ تھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب مریم کی ماں کو مریم کا حمل ہوا تو اس نے نذر مانی کہ اے خدا جو میرے پیٹ میں ہے اس کو میں تیری راہ میں وقف کر دونگی۔ اس کا خیال تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا تو خدمت دین کے لئے وقف کر دونگی لیکن اتفاق سے پیدا ہو گئی لڑکی تو اس وقت مریم کی ماں نے یہ الفاظ کہے رب انی وضعتہا انثیٰ (آل عمران) اے خدا میرے گھر تو لڑکی پیدا ہو گئی اور لڑکی، لڑکے کی مانند دین کی خدمت نہیں کر سکتی۔ تو اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ مریم کا کوئی بھائی نہ تھا۔ لیکن پھر قرآن کریم نے مریم کو اخت ہارون کیوں کہا۔ بعض کم فہم عیسائی بھی اس پر اعتراض کرتے ہیں لیکن اس کا جواب بھی یہی ہے کہ یہاں خونی رشتہ مراد نہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت ہارون اپنے وقت میں لوگوں کے امام تھے۔ اور ان کے خاندان میں کہانت چلی آتی تھی۔ اور مریم صدیقہ چونکہ کاہنوں کے گھر پیدا ہوئی اس لئے اس کہانت کی وجہ سے اس کو ہارون کی بہن کہا گیا حالانکہ ہارون اس کا کوئی بھائی نہ تھا۔

اسی طرح آل کا لفظ بھی بغیر نسلی رشتہ کے استعمال ہوتا ہے۔ ہم ایک ظالم آدمی کو فرعون یا آل فرعون کہہ دیتے ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ فرعون خصلت ہے۔ نہ یہ کہ وہ فرعون کی نسل سے ہے۔ محاورہ کی رو سے ایسا استعمال بالکل جائز ہے۔ اور یہی مثال لفظ ذریت کی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے لوگوں کی نسبت جو آپکی تکذیب کرتے تھے ذریۃ البغایا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ گزشتہ اشاعتوں میں کافی بحث کے بعد یہ ثابت ہو گیا ہے کہ بغایا کے معنے حرامزادہ اور ولد الزنا نہیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیا جائے کہ ہمارے مخالف صاحبان کا زعم درست ہے۔ اور بغایا کے معنی بدکار اور فاحشہ عورتوں کے ہیں۔ لیکن پھر بھی ذریۃ البغایا کے معنے بدکاروں کی اولاد نہیں ہوں گے بلکہ بدخصلت ہونگے۔ اور ایسے ہی بدخصلت لوگوں کی نسبت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی کا لفظ استعمال کیا تھا۔ ہم کسی کو یہودی کہتے ہیں تو صرف اس لئے کہ وہ یہودی خصلت ہوتا ہے نہ اس لئے کہ وہ یہودی کی اولاد ہے۔ تو پس صاف طور پر یہ بات کھل گئی کہ ذریۃ البغایا میں حضرت اقدس نے کسی کو گالی نہیں دی۔ بلکہ ان کی خصلت کی وجہ سے ان کو یہ نام دیا ہے ذریت کا لفظ عربی محاورہ اور اشعار میں اولاد کے علاوہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد کسی کا گروہ یا اس کے تابع ہوتے ہیں۔ تو پس اگر بغایا کو بغیہ کی جمع کہتے ہوئے بغیہ کے معنے فاحشہ عورت کے کئے جائیں تو بھی ذریۃ البغایا کے معنی حرامزادہ اور ولد الزنا نہیں ہو سکتے۔ اس کا مزید ثبوت مسیح موعود کے اپنے ہی الفاظ میں کہ ختم اللہ علیٰ قلوبھم۔ تو اب ثابت ہو گیا کہ حق سے منہ پھیرنا اور تکذیب کرنا مراد ہے۔ یعنی ایک خصلت بیان کی ہے نہ کہ نسلی رشتہ۔

مخالفت اور تعصب اور چیز ہے۔ اور عقل کا استعمال کرنا دوسری چیز ہے۔ لیکن جب انسان عقل کو چھوڑ کر ضد اور تعصب پر آمادہ ہو جائے تو پھر ایک صاف اور سیدھی بات بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔ تعصب الیا بُرا مرض ہے۔ کہ اچھے بھلے انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ کاش لوگ اپنی آنکھوں سے کام لیں۔ ایک شخص خود اپنی عبارت کی تشریح کرتا ہے لیکن عقل کے پورے لوگ کہتے ہیں کہ نہیں! یوں نہیں بلکہ اس کے معنے یوں ہیں۔ عجیب منطق ہے! یہ تو وہی معاملہ ہے کہ مدعی سست گواہ چست۔ ایک صاف اور سیدھی بات ہے۔ سمجھتے بھی ہیں

(بقیہ صفحہ ۳)

نبی کو حکم ہوتا ہے فانظر الی طعامك وشرابك تو اپنے کھانے اور پینے کی چیز کی طرف دیکھ۔ وہ بنی برانڈی کی بوتل کو بغل میں نہیں لئے پھرتا تھا شرابًا طهورا کے معنے ہیں پاکیزہ پینے کی چیز۔ اس پر وہ سب لوگ حیرت سے خاموش ہو گئے۔

جہنم دکھ کی زندگی ہے

لایذوقون فیہا بردا ولا شرابا الا حمیما وغساقا

کا مطلب ہے کہ کوئی راحت کا سامان وہاں نہیں۔ ٹھنڈک یا راحت اور پانی۔ سکھ کی زندگی کا موجب ہوتے ہیں۔ ان کا نہ ملنا اس کا پتہ دیتا ہے کہ بدعمل کی اگلی زندگی سکھ اور راحت کی نہ ہوگی۔۔۔ جہنم کو ایسا سمجھنا غلطی ہے کہ کوئی احاطہ بنا کر اس کے اندر آگ جلا دی گئی ہے۔ بلکہ جہنم ایک زندگی کا نام ہے جس میں راحت اور سکھ کوئی نہیں۔ **حمیما وغساقا**، حمیمًا کھولتا ہوا پانی، غساقًا حد سے زیادہ سرد پانی۔ جس طرح کھولتا ہوا پانی انسان نہیں پی سکتا۔ اسی طرح شدت کا سرد بھی نہیں پی سکتا۔ جس طرح کھولتا پانی جلا دیتا ہے۔ اسی طرح حد سے زیادہ سرد پانی بھی جلاتا ہے۔

شدت کی سردی بھی جلاتی ہے

ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ منطقہ باردہ میں بحر منجمد شمالی کی تحقیقات کو گیا تو وہاں اس قدر سخت سردی تھی کہ لوہے پر انگلی رکھیں تو وہ اس پر چمٹ جاتی تھی اس کے ساتھ ایک کتا تھا۔ اس نے لوہے کے جنگلے کو جو چاٹا تو اس کی زبان ایسی چمٹی کہ چھٹ نہ سکتی تھی۔ کتا پیچھے کو ہٹا تو وہ زبان کھینچ کر تار کی طرح پتلی ہو گئی۔ لیکن چھٹ نہ سکی آخر چاقو سے کاٹنا پڑا۔

جزا میں افراط و تفریط اعمال کے مطابق ہے

پانی زندگی کا موجب ہوتا ہے جس طرح ایک بدعمل شخص نے دنیا میں اپنی زندگی افراط و تفریط کے رنگ میں کاٹی اسیطرح وہاں زندگی کا پانی افراط و تفریط کے رنگ میں ملے گا۔ یا بہت کھولتا یا بہت سرد دونوں صورتوں میں وہ اس کی زندگی کے لئے مفید نہیں ہوگا۔ مگر یہ جو کچھ بھی ہوگا جزاء وفاقا ہوگا جس طرح دنیا میں اپنے اعمال میں افراط و تفریط سے کام لیا۔ اسی طرح عین اس کے بالمقابل جزا ملے گی اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگلی زندگی انسان اپنے ہاتھوں سے تیار کرتا ہے۔ اعمال کی افراط تفریط جزا میں بھی افراط تفریط کا رنگ پیدا کر دیتی ہے۔

محاسبۂ اعمال سے نا امیدی کا نتیجہ

انہم کانوا لا یرجون حسابا۔ ان لوگوں کو حساب کی کوئی امید نہ تھی۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ "میاں ایہہ جگ مٹھا، اگلا کس ڈٹھا"۔ اس جہان میں آرام اور سکھ پا لیں۔ اگلے جہان کو کس نے دیکھا ہے۔ گویا اس جہان میں اعمال و افعال کے حساب کی کوئی امید نہیں رکھتے یہی وہ ذہنیت ہے جس کا نتیجہ غفلت اور گناہ ہے

زبانی اور عملی تکذیب

وکذبوا بآیتنا کذابا۔ ایک تکذیب تو زبان سے ہوتی ہے اور ایک عمل سے تکذیب ہوتی ہے۔ خدا کی آیتوں کی زبان سے تکذیب تو کم ہی کرتے ہیں۔ لیکن عمل سے بہت کرتے ہیں احکام الٰہی کو مانتے ہوئے جو شخص ان کی نافرمانی کرتا ہے وہ اپنے عمل سے ان کی تکذیب کرتا ہے۔

اعمال کا ریکارڈ

وکل شیء احصینہ کتابا۔ ہر چیز کو ہم نے ریکارڈ کر لیا ہے۔ یہ ریکارڈ کا معاملہ بڑا ٹیڑھا ہے۔ جو بات زبان سے نکلتی ہے اور جو عمل انسان کرتا ہے سب ریکارڈ ہوتا چلا جاتا ہے۔ **ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید**۔ جو لفظ بھی آدمی بولتا ہے۔ اس پر نگہبان مقرر ہے اور وہ ریکارڈ کر لیا جاتا ہے۔ دوسری جگہ ہے **یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالہم**۔ اس دن جماعت جماعت کے لوگ جمع ہونگے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ یعنی جس طرح سینما میں انسان کے اعمال جو ریکارڈ کر لئے جاتے ہیں دکھائے جاتے ہیں اسی طرح حساب کے دن انسان کے اعمال اس کو دکھائے جائیں گے۔ اور جسطرح کہ گراموفون میں وہ باتیں جو ریکارڈ کر لی جاتی ہیں پھر سنائی جاتی ہیں اسی طرح حساب کے دن انسان کی باتیں اسے سنا دی جائیں گی اور یہ ایک ایسی صداقت ہے جس کے آگے آج سائنس کا بھی سر جھک گیا ہے۔ اہل سائنس و حکمت نے مانا ہے کہ انسان کا کوئی قول و فعل ایسا نہیں جو فضائے قدرت میں ریکارڈ نہ ہو جاتا ہو۔ صرف اسے پڑھنے کے ذرائع ہمارے ابھی تک مکمل نہیں ہوئے جس دن وہ مکمل ہو گئے اس دن دنیا کی تاریخ میں ایک انقلاب عظیم آجائے گا۔ ہم ایک مکان کو دیکھ کر اس کی تاریخ اسی میں پڑھ پڑھ لیں گے کہ اس مکان میں کون کون رہا۔ اور وہ کیا کیا باتیں اور کیا کیا کام کرتے رہے۔ دنیا کو اس کے پڑھنے کے ذرائع ملیں یا نہ ملیں مگر اگلے جہان میں یہ ریکارڈ سب کے سامنے ہوگا۔ اور ہر ایک اپنا اعمال نامہ خود ہی پڑھ لے گا۔

عذاب جہنم اور دنیا کے جیلخانے

فلن نزیدکم الا عذابا۔ پس ہم نہیں بڑھائیں گے تم پر مگر عذاب۔ یہ بھی جزاء وفاقا ہے۔ یعنی اعمال کے مطابق بدلہ۔ جس طرح دنیا میں اعمال بد میں انسان جب بڑھ جاتا ہے تو اس میں بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اسی طرح سزا کے وقت بھی اسی کے مطابق دکھ بڑھتا جائے گا۔ وہاں کوئی کلاس اے۔ اور کلاس بی اور کلاس سی ہمارے دنیا کے جیلخانوں کی طرح تو نہیں کہ ذرا موٹی اسامی ہوئی تو کلاس اے میں چلے گئے اور مزے سے دودھ ملائیاں اڑاتے رہے اور غریب آدمی ہوا تو کلاس سی میں رہا۔ اور چنے کی روٹی اور تیل کا ساگ کھاتا رہا۔ حالانکہ جرم دونوں کا ایک ہوتا ہے۔ گزشتہ تحریک کانگرس میں لوگوں نے دنیوی حیثیت کی وجہ سے جیل خانہ میں بھی بڑے بڑے مزے اڑائے ہیں۔ ایک طرف ڈاکٹر سے شکایت کر پیٹ میں درد ہے۔ دوسری طرف ڈیڑھ سیر یخنیہ حلوا نوش جان فرمانے کے لئے موجود کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر نے روکا تو سینہ گرہ کرنے کو موجود۔ غرضکہ غل مچانے، نعرے لگانے، اپنی دنیوی حیثیت جتلانے سے لوگوں نے بڑے بڑے مزے اڑائے۔ لیکن جہنم کے جیل خانہ میں یہ تدبیریں کارگر نہ ہونگی۔ وہاں اگر بڑھے گا تو عذاب ہی بڑھے گا۔ اسی طرح جس طرح یہ لوگ جب بڑھے تو گناہوں ہی میں بڑھے۔ ادلے کا بدلا اور کچھ نہیں۔

خریداران پیغام صلح کو

ایک مفید مشورہ

جن اصحاب کا چندہ دسمبر ۱۹۳۱ء یا جنوری یا فروری ۱۹۳۲ء میں ختم ہوتا ہے۔ ان کو بذریعہ خطوط اطلاع دی جا رہی ہے اگر یہ اصحاب جلسہ سالانہ پر چندہ ادا فرما دیں تو بہتر ہے۔ اس طرح منی آرڈر یا وی پی کی فیس کی بچت ہو جائے گی۔ اور دفتر بھی مزید خط و کتابت کی زحمت اور صرف سے محفوظ رہیگا ڈاک خانہ نے ہر قسم کے محصول ڈاک میں ناقابل برداشت اضافہ کر دیا ہے۔ احباب کو اس مشورہ پر ضرور عمل کرنا چاہئے۔ جو اصحاب کسی خاص وجہ سے خود جلسہ سالانہ میں شریک نہ ہو سکیں وہ اپنے دوستوں کے ذریعہ رقوم ارسال فرما سکتے ہیں۔ اسال بھی اخبار کا دفتر انشاء اللہ حسب معمول کھول دیا جائیگا۔

پیغام صلح کے تمام قارئین کرام کا فرض ہے کہ وہ جلسہ سالانہ پر چندوں اور بقایا جات کی تمام رقوم ادا کر دیں۔ نیز ہر ایک صاحب اپنے قومی اخبار کے لئے نئے خریدار بھی مہیا کرے۔ توسیع اشاعت کے ذریعے اخبار کی مالی مشکلات بہت جلد دور ہو سکتی ہیں۔ صرف معمولی توجہ اور کوشش کی ضرورت ہے۔

نیازکیش

(منیجر اخبار پیغام صلح)

چٹ نمبر

کا حوالہ نہایت ضروری چیز ہے مکاتبت کرتے وقت یاد رکھئے تاکہ تعمیل میں تاخیر نہ ہو۔

خدا کے کام میں روک نہ بنو!

دس یوم کی آمد

کے متعلق جو مطالبہ میں نے گزشتہ سالانہ جلسہ پر کیا تھا اس کے پورا کرنے کی طرف ابھی تک بہت سے احباب نے توجہ نہیں کی۔ میں سب احباب کو ساتھ لیکر آگے چل سکتا ہوں جو احباب ساتھ نہیں دیتے وہ خدا کے کام میں روک ڈالنے کا موجب ہو رہے ہیں۔ (محمد علی)

نادر موقع

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام و دیگر بزرگان سلسلہ کی تصنیفات
میں

حیرت انگیز رعایت

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول اعلیٰ کاغذ جو براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے	۸ر	۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول ادنیٰ کاغذ	۱۴ر	۱۵ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتب سرمہ چشم آریہ، شحنہ حق، ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے	۸ر	[illegible]
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم جو تین کتب یعنی فتح الاسلام، توضیح المرام، ازالہ اوہام ہر دو حصص پر مشتمل ہے	۴ر	۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم جو چار کتب الحق مباحثہ لدھیانہ، الحق مباحثہ دہلی، آسمانی فیصلہ، نشان آسمانی پر مشتمل ہے	۴ر	۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد پنجم جو پانچ کتب آئینہ کمالات اسلام، برکات الدعا، جنگ مقدس، حجۃ الاسلام، سچائی کا اظہار پر مشتمل ہے	۴ر	۱۲ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ششم جو سات عربی کتب تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، حمامۃ البشریٰ، نور الحق حصہ اول، نور الحق حصہ دوم، اتمام حجت اور سر الخلافت پر مشتمل ہے	۴ر	۱۱ر
ملفوظات احمدیہ جلد اول حضرت صاحب کی تقاریر کا مجموعہ قیمت	۴ر	۴ر
ملفوظات احمدیہ حصہ دوم	[illegible]	عہ ر
آثار مبارکہ	۱ر	۰ر
تحمید جنتری	۴ر	۱ر
الہامات حضرت مسیح موعود حصہ اول	۴ر	۱ر
؍ ؍ حصہ دوم	عہ ر	۸ر
مکاشفات	۴ر	۲ر
اسلام کیا ہے	۳ر	۲ر
درس الصلیب	۴ر	۲ر
مسیح قرآن میں	۱ر	۰ر
مناجات احمدیہ	۲ر	۱ر
واقعات صحابہ	۱ر	۰ر
حمامۃ البشریٰ	عہ ر	۸ر
کرامات الصادقین	۱۲ر	۶ر
آسمانی فیصلہ	۵ر	۲ر
اتمام حجت	۴ر	۲ر

سیرت خیر البشر
اس کتاب میں حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ٹینلو ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب۔ اصل قیمت [illegible] رعایتی [illegible]

تاریخ خلافت راشدہ
اس کتاب میں خلفاء راشدین کے حالات زندگی اور اس عظیم الشان سبق حاصل کرنے ہیں درج کئے ہیں۔ اصل قیمت ہر چہار حصص [illegible] رعایتی ۱۲ر

محمد مصطفیٰ
حضرت نبی کریم صلعم کی مختصر سوانح عمری جو غیر مسلموں میں تقسیم کے لئے بہترین چیز ہے۔ اصل قیمت ۵ر۔ رعایتی ۲ر

ہستی باری تعالیٰ
ہستی باری تعالیٰ پر دلائل قرآنی کو چار قسم پر تقسیم کرکے ہر ایک عنوان کے ماتحت کل آیات قرآنی کو جمع کیا گیا ہے۔ اصل قیمت ۲ر۔ رعایتی ۱ر

اسلام کیا ہے سوال جواب کے رنگ میں تعلیم اسلام درج کی گئی ہے۔ اصل قیمت ۳ر۔ رعایتی ۲ر

بیان القرآن
یعنی
اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن (نصف قیمت پر)
تالیف۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ

اس تفسیر میں ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔ موجودہ زمانہ کی بہترین تفسیر ہے۔ جس کے متعلق بڑے بڑے لوگوں نے بہت عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے ضخامت ۲۹×۲۲ کے دو ہزار صفحات علاوہ فہرست مضامین و انڈکس تین جلدوں میں۔ اصل قیمت بجلد بیس روپیہ (عنہ) رعایتی قیمت دس روپیہ (عنہ) مجلد پچیس روپیہ (۲۵) رعایتی قیمت (۱۳) روپیہ)

حمایل شریف مترجم معہ حواشی
مترجمہ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ

بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر مختصر تفسیری نوٹ درج ہیں تفسیر بیان القرآن کا مختصر ایڈیشن۔ ضخامت ۲۰×۳۰/۱۶ ایک ہزار صفحات۔ اصل قیمت بجلد سفید ولایتی کاغذ للعہ رعایتی ہے۔ حنائی مصری کاغذ اصل قیمت بجلد للعہ ر۔ رعایتی تین روپیہ (۳ر)

عقائد احمدیہ
(مصنفہ میر مدثر شاہ صاحب)
حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔ اور محمودیوں کے غلط عقائد کی تردید کی گئی ہے۔
اصل قیمت [illegible] رعایتی عہ ر

النبوت فی الاسلام
نبوت، رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی
اصل قیمت [illegible]
رعایتی عہ ر

محمد اینڈ کرائسٹ انگریزی
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور معجزات پر مدلل کتاب۔ اصل قیمت [illegible]
رعایتی ۱۲ر

حمایل مطبوعہ جرمنی
نہایت بے نظیر حمائل شریف جو جرمنی میں طبع کرائی گئی ہے کاغذ اور جلد نہایت خوبصورت۔ شائقین کلام اللہ کیلئے عجیب غریب تحفہ ہو۔ اصل قیمت [illegible] رعایتی [illegible]

اسلامی اصول کی فلاسفی
پانچ معرکۃ الآراء مذہبی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
اصل قیمت انگریزی [illegible] رعایتی عہ ر
؍ اردو ۱۲ر
رعایتی ؍ ۴ر

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب	۶ر	۳ر
درثمین۔ حضرت مسیح موعود کی اردو اور فارسی نظموں کا مجموعہ	۱۱ر	۸ر
الحق مباحثہ لدھیانہ	۱۲ر	۴ر
الحق مباحثہ دہلی	[illegible]	۶ر
حجۃ الاسلام	۴ر	۲ر
سر الخلافت	۸ر	۴ر
جنگ مقدس	۱۲ر	۸ر
شحنہ حق	۸ر	۴ر
نور الحق حصہ اول	عہ ر	۸ر
؍ حصہ دوم	۸ر	۴ر
برکات الدعا	۴ر	۲ر
القول المجید	۸ر	۲ر
اعلام الناس	۵ر	۲ر
اعجاز القرآن	۱۰ر	[illegible]
عصمت انبیاء	۹ر	۳ر
غلامی	۴ر	۲ر
الوصیت	۲ر	[illegible]
الضحیٰ	[illegible]	[illegible]
سراج الوہاج	۴ر	۱ر
اظہار النصائح	۵ر	[illegible]
القول المبین	۲ر	[illegible]
ستہ ضروریہ مباحثہ رام پوری	۳ر	۱ر
تبلیغ الحق علی عبد الحق	۱۰ر	۵ر
رسالہ نماز	۸ر	۴ر
؍ روزہ	۴ر	۲ر
؍ زکوٰۃ	۳ر	۱ر
؍ تربیت اولاد	۵ر	۲ر
مرأۃ الحقیقت	۵ر	۲ر
نکات القرآن حصہ سوئم	۱۰ر	۴ر
؍ ؍ ؍ چہارم	۸ر	۴ر
آیت اللہ	۳ر	۱ر
احمد مجتبیٰ	۴ر	۱ر
حدوث مادہ	۵ر	۲ر
حقیقت اختلاف	۵ر	۲ر
شناخت مامورین	۳ر	۱ر
رسالہ نجات	۱ر	[illegible]
سوانح عمری حضرت مسیح موعود	۴ر	۲ر

	اصل قیمت	رعایتی
ویدوں کا بہشت	۸ر	۴ر
مسئلہ بہشت	۲ر	۱ر
مسئلہ تقدیر	۶ر	۱ر
اسماء الٰہیہ	۷ر	۴ر
دھرم ویر سوجنٹ	۱ر	[illegible]
انفلوئنس آف اسلام انگریزی	۷ر	[illegible]

یجر وید
یجروید کے بیس ابتدائی ادھیاؤں کا مستند ترجمہ
اصل قیمت [illegible]
رعایتی ۱ر

جمع قرآن
اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب آیات رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق ہوئی اور جو اعتراض قرآن پاک کی جمع اور ترتیب کے متعلق ہوتے ہیں انکی تردید کی گئی ہے
اصل قیمت ۲ر۔ رعایتی ۸ر

مسیح موعود
سلسلہ عالیہ احمدیہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے
اصل قیمت [illegible] رعایتی ۱۲ر

عسل مصفّٰی ہر دو حصص
حضرت عیسیٰ کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعویٰ مجددیت پر مفصل بحث۔
اصل قیمت للعہ رعایتی [illegible]

فتح اسلام انگریزی ۶ر ۳ر
بیان القرآن پارہ اول تا ہفتم ۱۴ر
المہدی اول تا ہفتم [illegible]
مباحثات عامہ ۳ر۔ رعایتی [illegible]
اسلام اور دیگر مذاہب ۱ر۔ ۰ر

تمام آرڈر ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء تک پہنچ جانے چاہئیں۔ اس کے بعد کے آرڈر اس رعایت کے ماتحت تعمیل نہیں ہو سکیں گے۔ آرڈر قیمت طلب پارسل یا منی آرڈر [illegible]

ملنے کا پتہ
منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کتب پارسل بذریعہ ریل بھیجا جائے یا ڈاک خانہ۔ اول الذکر صورت میں قیمت کا کچھ حصہ پیشگی آنا چاہئے۔ محصول ڈاک و دیگر مصارف ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوں گے۔

جلد ۱۹ | لاہور ۔ یوم دوشنبہ مطبوعہ ۱۲ شعبان ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۶۷

پروگرام جلسہ سالانہ میں ترمیم

تین نہایت ضروری مضامین

جن پر حضرت امیر ایدہ اللہ تقریر فرمائینگے

جلسہ سالانہ کے پروگرام میں جو گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے حسب ذیل ترمیم کی گئی ہے۔

(۱) ۲۵ دسمبر کو حضرت امیر ایدہ اللہ خطبۂ جمعہ کے علاوہ ۴ سے ۵ بجے تک ایک نہایت ضروری اور اہم تقریر فرمائیں گے۔ جس کا عنوان ہے۔

احمدیت کی دو تصویریں

(۲) ۲۶ اور ۲۷ دسمبر کو حضرت ممدوح حسب ذیل مضامین پر لیکچر دیں گے۔

۲۶ دسمبر۔ اسلام کی دو تصویریں ۲۷ دسمبر انسانیت کی دو تصویریں

(یا ضرورت مذہب)

جن احباب کے پاس رسید بکیں ہیں

یا کوئی بقایا ان کے ذمہ ہے جلسہ سالانہ پر اپنی رسید بکیں ساتھ لیتے آئیں اور اپنا حساب صاف کر دیں تاکہ جلسہ کے بعد ان کے ذمہ کوئی رقم یا حساب باقی نہ رہے۔ اور دفتر کو اور خود ان کو خط و کتابت پر وقت اور روپیہ ضائع نہ کرنے پڑیں

محمد دین جان افسر تحصیل

احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کا چھٹا سالانہ جلسہ

(زیر صدارت محترمہ لیڈی عبد القادر صاحبہ)

احمدیہ انجمن خواتین اسلام لاہور کا چھٹا سالانہ جلسہ ۲۴ دسمبر بروز جمعرات گیارہ بجے دن کے مسلم ہائی سکول واقع احمدیہ بلڈنگس برانڈرتھ روڈ، مقابل اسلامیہ کالج کے صحن میں منعقد ہوگا۔ متعدد لائق و محترم خواتین کی تقریروں اور نظموں کے علاوہ

محترمہ بیگم شاہنواز صاحبہ

بھی جلسے میں تشریف لاکر اپنی مفید تقریر سے مستفید فرمائیں گی۔ محترم بہنوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ جلسے میں تشریف لاکر اس مبارک اور قیمتی موقعہ سے فائدہ اٹھائیں جلسے کے ساتھ ہی

دستکاری کی نمائش

ہوگی یہ نمائش صرف اشاعت و تبلیغ اسلام میں مدد دینے کے لئے کی گئی ہے۔ مختلف اشیا کا نادر ذخیرہ موجود ہوگا۔ اور تمام چیزیں ہاتھ کی بنی ہونگی۔ قیمتیں واجبی رکھی گئی ہیں۔ اور تمام آمدنی تبلیغ اسلام پر صرف ہوگی۔ علاوہ دیگر اشیا کے بچوں کے اونی سویٹر ٹوپیاں، موزے۔ فراک۔ جانگیے۔ کشن ٹی کوزیاں۔ کامدانی کے اور کڑھے ہوئے دوپٹے۔ میز پوش۔ پلنگ کی چادریں ٹرے کلاتھ، غلاف تکیہ۔ لیڈیز رومال، دیواروں پر آویزاں کرنے کے خوبصورت قطعے، مخملی فیتے، ریشمی ازار بند، موتیوں کی لیس، بچوں کے کھلونے۔ قمیص وغیرہ وغیرہ ہوں گی۔

ہر دختر اسلام کا فرض ہے کہ وہ جلسے میں تشریف لاکر ایک دینی کام میں معاون ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔

نوٹ۔ پابندی وقت کا خیال رکھیں۔ پروگرام جلسے میں تقسیم ہوگا۔ چھوٹے بچے ازدحام سے گھبرا کر تکلیف کا موجب ہوا کرتے ہیں۔

(بیگم محمد علی)

جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے حضرات کے لئے
دفتر اخبار پیغام صلح کی ضروری اطلاعات

جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے خریدار صاحبان ذیل کی اطلاعات بغور ملاحظہ فرمالیں ان پر عمل کرنے سے ان کو اور دفتر کو بہت سہولت رہے گی۔

(۱) حسب دستور امسال بھی اخبار پیغام صلح کا دفتر جلسہ گاہ کے قریب کسی نمایاں مقام پر موجود ہوگا۔ اور دن بھر کھلا رہے گا۔ وہاں آپ سال رواں کا بقایا اور سال آئندہ کا چندہ اور دیگر واجب الادا رقوم با اخذ رسید جمع کرادیں اگر آپ کو اخبار کے متعلق کوئی شکایت ہو تو اسے بھی محرر سے کہکر رفع کرالیں۔

(۲) جن احباب کا چندہ دسمبر ۳۱ء میں ختم ہوچکا ہے۔ یا جنوری و فروری ۳۲ء میں ختم ہوگا ان کو بذریعہ خطوط اطلاع دی جاچکی ہے وہ ضرور اپنا چندہ جمع کرادیں۔ اس طرح اخبار کے لئے ایک معقول رقم ہوجائے گی دوسرے آپ اور دفتر وی پی او منی آرڈر کے اخراجات اور زحمت سے محفوظ رہیں گے۔ جن احباب نے گزشتہ مہینوں میں وی پی واپس کئے وہ بھی اپنا بقایا اور چندہ جمع کرادیں۔

(۳) اس موقع پر خریدار صاحبان کو تمام بقایا جات ادا کر کے حساب صاف کر دینا چاہئے۔ آج کل اخبار کو روپے کی اشد ضرورت ہے۔

(۴) جلسہ کے ایام میں باہر سے تشریف لانے والے اصحاب اور اخبارات کے دفاتر بیحد عدیم الفرصت ہوتے ہیں اس لئے تمام خریدار صاحبان اپنا خریداری نمبر نوٹ کر کے ہمراہ لائیں اس طرح حساب کتاب دیکھنے اور چندہ جمع کرنے میں بہت سہولت رہے گی۔ اور بہت سا وقت جو رجسٹروں کی ورق گردانی میں ضائع ہوجاتا ہے بچ جائے گا

(۵) جو خریدار صاحبان کسی وجہ سے جلسہ سالانہ پر تشریف نہ لاسکیں وہ جلسہ میں شریک ہونے والے اصحاب کے ہاتھ چندہ ارسال کردیں۔ اور ان کو اپنا خریداری نمبر بھی نوٹ کرادیں۔

(۶) بیرونی جماعتوں کے عہدہ دار صاحبان کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ تمام اصحاب کو مندرجہ بالا امور سے آگاہ کردیں ہم جماعت کے ہر ایک فرد سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے قومی اخبار کو ترقی دینے کے لئے ہر امکانی کوشش کریں گے۔ جو اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام واجب الادا رقوم جلسہ سالانہ پر ضرور ادا کردی جائیں اور نئے خریدار بکثرت فراہم کئے جائیں۔

ذیل میں ان اصحاب کے نمبر ہائے خریداری کی فہرست دی جاتی ہے۔ جن کا چندہ دسمبر ۳۱ء یا جنوری و فروری ۱۹۳۲ء میں ختم ہوگا۔ عدم گنجائش کی وجہ سے نام نہیں دیئے گئے۔ تمام اصحاب بغور فہرست ملاحظہ فرماکر اپنا نام تلاش کرلیں۔

دسمبر ۱۹۳۱ء

۹۳، ۷۳، ۵۸، ۵۲، ۵۰، ۳۱، ۲۹، ۱۸۸، ۱۴۴، ۱۳۰، ۱۲۶، ۱۲۴، ۹۴
۳۴۵، ۳۳۹، ۳۳۸، ۲۷۲، ۲۳۶، ۲۰۷، ۵۶۳، ۵۵۷، ۵۴۴، ۴۹۵، ۴۲۵، ۳۶۲، ۵۷۸
۵۷۵، ۵۷۴، ۵۷۱، ۵۶۹، ۵۹۸، ۶۰۱، ۵۹۷، ۵۹۶، ۵۸۸، ۵۸۵، ۵۸۰، ۸۱۲، ۶۷۳
۶۴۶، ۶۳۶، ۶۱۲، ۶۱۱، ۱۰۹۴، ۱۰۶۲، ۱۰۳۱، ۱۰۲۴، ۱۰۱۹، ۸۲۲، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۱۷
۱۳۱۴، ۱۳۱۳، ۱۳۱۲، ۱۵۳۸، ۱۵۲۳، ۱۴۱۹، ۱۳۵۲، ۱۳۴۸، ۱۷۸۷، ۱۶۸۵، ۱۶۸۳، ۱۶۸۰، ۱۵۸۳
۱۵۴۳، ۱۷۷۰، ۱۶۶۹، ۱۶۶۵، ۱۶۲۳، ۱۶۹۷، ۱۷۷۹، ۱۷۷۸، ۱۷۷۶، ۱۷۷۴، ۱۷۹۹، ۱۷۹۰
۱۷۸۴، ۱۷۸۱، ۱۷۸۰، ۱۸۴۹، ۱۸۴۱ ۔

جنوری ۱۹۳۲ء

۱۱۰، ۷۴، ۳۹، ۳۹، ۳۸، ۳۶، ۳۳، ۹، ۷، ۳، ۵۴۵، ۳۷۴، ۳۴۳
۳۴۲، ۲۷۷، ۱۴۹، ۱۳۸، ۸۳۶، ۸۳۳، ۸۱۴، ۶۵۳، ۶۴۷، ۶۱۹، ۶۱۵، ۱۰۲۷
۹۴۳، ۸۹۷، ۸۵۹، ۸۵۰، ۸۴۴، ۸۴۸، ۱۰۷۳، ۱۰۷۰، ۱۰۶۷، ۱۰۶۵، ۱۰۶۴، ۱۰۶۱
۱۰۳۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۰، ۱۳۳۸، ۱۳۳۶، ۱۰۸۲، ۱۰۷۹، ۱۵۴۵، ۱۵۵۳، ۱۴۵۱، ۱۴۴۶، ۱۳۵۱
۱۳۴۴، ۱۵۵۲، ۱۵۵۰، ۱۵۴۹، ۱۵۴۸، ۱۵۴۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۷، ۱۵۶۴، ۱۵۶۲، ۱۵۵۳، ۱۶۹۸
۱۶۹۶، ۱۶۴۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۲، ۱۶۸۶، ۱۶۸۳، ۱۶۸۲، ۱۸۵۰، ۱۸۰۰، ۱۷۹۸

فروری ۱۹۳۲ء

۷۴۴، ۶۶۰، ۳۸۷، ۳۴۳، ۱۷۱، ۱۳۵، ۷۵، ۶۷، ۱۵۷۹، ۱۱۱۴، ۱۱۱۲، ۱۱۹۷، ۱۰۹۶، ۸۹۳، ۸۷۶
۱۱۱۶، ۸۸۷، ۷۷۹، ۱۲۷، ۶۸، ۱۷۹۶، ۱۶۰۰، ۱۸۰۱، ۱۳۷۵، ۱۳۵۳، ۱۱۳۹، ۸۹۲، ۸۷۱، ۳۸۹، ۲۸۸، ۲۵۳، ۱۸۲
۱۸۱۲، ۱۶۰۸، ۱۶۰۰، ۱۳۶۶، ۱۳۶۱، ۱۱۱۱، ۱۸۲۷، ۱۸۰۷، ۱۸۰۴، ۱۸۱۰، ۱۶۰۹ ۔

(مینجر)

ہر ایک دوست کو پڑھ لے

(۱)

سالانہ جلسہ کی بنیاد خود حضرت مسیح موعود نے رکھی ہے اس لئے اس کو آپ کی ایک یادگار سمجھ کر اس میں شامل ہونے کی کوشش کریں۔

(۲)

جن احباب کو مکان یا کھانے کی تکلیف کا خیال ہو وہ اطلاع دیں تو انشاء اللہ ہر طرح سے ان کے حسب منشا انتظام کرنے کی کوشش کی جائے گی اس عذر پر اپنے آپ کو جلسہ کی شمولیت سے محروم نہ رکھیں۔

(۳)

سفر کی تکلیف دنیا کے لئے بھی ہم برداشت کرلیتے ہیں۔ خدا کے لئے برداشت کرنے میں تو خوشی ہونی چاہئے۔

(۴)

جب باوجود مالی تنگی کے ہم اپنی دنیوی ضروریات کو پورا کرہی لیتے ہیں تو ایک دینی ضرورت کے لئے مالی تنگی کا عذر کرنا خدا کے نزدیک پسندیدہ فعل نہ ہوگا

(۵)

کوئی اہم واقعہ ہوجائے تو ہم اپنے کاروبار کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ خدا کی رضا کے لئے۔ اگر چھوڑیں گے تو وہ انشاء اللہ کاروبار میں برکت بھی دے گا۔

(محمد علی)

احباب سے ضروری گزارش

۲۵ دسمبر

کے جلسہ میں قادیانی احباب کو شامل کرنے کی خاص کوشش کی جائے۔

بیشتر حصہ لاہور کے رستے گزرتا ہے اور اس کے لئے ایک دن یہاں ٹھیر جانا کچھ مشکل نہیں مگر یہ ضروری ہے کہ ہمارے احباب خاص طور پر اس کے لئے کوشش کریں۔ (محمد علی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹ مورخہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء نمبر ۶۷

"تحریک احمدیت"

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ چند ماہ ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ کے کچھ مضامین دجال اور یاجوج ماجوج پران کالموں میں سلسل شائع ہوتے تھے یہ مضامین جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے مخصوص عالمانہ طریق استدلال کی وجہ سے ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اسی معرکۃ الآرا کتاب کا ایک حصہ تھے جو "تحریک احمدیت" کے نام سے حضرت ممدوح نے حال ہی میں تصنیف فرمائی ہے یہ کتاب جو اسی ہفتہ میں چھپ کر شائع ہوجائے گی ۲۰×۲۶ کے ۲۴۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور اس میں سلسلہ احمدیہ کے متعلق بہت سے ضروری مضامین پر ایک بالکل نئے انداز میں نہایت سیر کن بحث کی گئی ہے، کتاب کے ابتدائی حصہ میں تحریک احمدیت کی مختصر تاریخ ہے۔ جو پورے ۲۶ صفحات میں ختم ہوئی ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود کے ابتدائی ایام زندگی اور دعویٰ مجددیت، آپ کی بے نظیر خدمات اسلام، دعویٰ مسیحیت و مہدویت، اشاعت اسلام کے لئے آپ کی تڑپ اور بعض دیگر حالات و واقعات پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں بانی سلسلہ کے دعاوی پر مفصل اور سیر کن بحث کی گئی ہے۔ اور تمام پہلوؤں پر نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کے ساتھ آپ کے انکار از دعویٰ نبوت پر بھی فصاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تیسرے باب میں خروج دجال و یاجوج ماجوج اور دیگر نشانات پر سیر کن بحث ہے۔ چوتھے باب میں تحریک احمدیت کا صحیح مفہوم بیان کیا گیا ہے جو اپنے موضوع کے مشہور معنوں میں فرقہ نہیں بلکہ اسلام کی صحیح تصویر ہے اسی ضمن میں احمدیت کی بعض امتیازی خصوصیات کا بھی ذکر کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ سے انسان کی ہم کلامی کو ثابت کرنا اس کا سب سے بڑا امتیاز ہے ایسا ہی اس نے اسلام کو تلوار کے اعتراض سے پاک کیا۔ قرآن کریم کو تمام اسلامی کتب پر مقدم قرار دیا۔ اسلام کو ایک عقلی اور علمی مذہب ثابت کیا اخوت اسلامی کو از سر نو زندہ کیا، اسلام میں اجتہاد کا دروازہ کھلا بتایا۔ مسلمانوں میں اتحاد کی طرح ڈالی، بہشت و دوزخ، ثواب و عذاب کی صحیح نوعیت بیان کی، قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ ہونے کے خیال کو دور کیا۔ غلبۂ اسلام کا یقین اور اس کے لئے جوش پیدا کیا۔ پانچویں باب میں بتایا ہے کہ احمدیت نے کیا کام عملاً کرکے دکھایا ہے۔ اس ضمن میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی کارناموں، یورپ اور ہندوستان کے مشنوں پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض یہ کتاب ہر پہلو سے احمدیت کا ایک صحیح آئینہ ہے۔ جس سے اس تحریک کی اصلیت اور مفاد کا پتہ پورے طور پر لگ سکتا ہے۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ کا قلم اس بات کی بہترین ضمانت ہے کہ یہ کتاب کس قدر مفید اور احمدیت کے متعلق ہر قسم کے شکوک و شبہات کے ازالہ کا موجب ہوسکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود کا فوٹو بھی اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ پانچ اور تصاویر ہیں۔ جن میں سلسلہ کی اہم کتب اور اخبارات و رسائل کے دو فوٹو ہیں۔ یاجوج و ماجوج کی تصویر اور اور بھی بعض تصاویر ہیں۔ غرض اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے یہ کتاب سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں بہترین تصنیف ہے اور اس قابل ہے کہ ہمارے تمام احباب نہ صرف خود اس کو پڑھیں بلکہ غیر از جماعت لوگوں میں بھی اس کو پھیلائیں۔ اس وقت سلسلہ عالیہ کی جو مخالفت چاروں طرف سے ہورہی ہے اس کا ازالہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کو جہاں تک ممکن ہو کثرت سے شائع کیا جائے اور سنجیدہ اور فہمیدہ غیر از جماعت لوگوں میں اسے پہنچایا جائے۔ کتاب مجلد ہے۔ اور قیمت اندازاً عہ ہوگی۔ جلسہ سالانہ پر احباب کرام کو مل سکے گی۔ امید ہے کہ ہمارے احباب اس کی کثرت اشاعت کے لئے پوری کوشش کریں گے۔ کہ یہ جماعت کی قوت اور ہمارے تبلیغی کاموں میں بہت بڑی امداد کا موجب ہوگی۔

مکاتبت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجیے

جماعت احمدیہ اور اتحاد بین المسلمین

نماز میں علیحدگی کی وجہ

معزز معاصر انقلاب نے اپنی ۱۰ دسمبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں ایک شذرہ لکھا تھا جس میں جماعت احمدیہ کو دوسرے مسلمانوں سے اتحاد صلوٰۃ کا مشورہ دیا تھا۔ ذیل کا مضمون اسی کے جواب میں اسے لکھ کر بھیجا گیا لیکن افسوس ہے کہ اس نے چھاپنے سے انکار کر دیا۔ (مدیر)

مکرمی ایڈیٹر صاحب "انقلاب"! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ نے ۱۰ دسمبر ۱۹۳۱ء کے "انقلاب" میں "مسجد اقصیٰ میں شیعہ امام کے پیچھے نماز" کے عنوان سے ایک شذرہ لکھا ہے جس میں مسجد اقصیٰ کے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہ وہاں موتمر اسلامی کے مختلف العقائد مندوبین نے ایک شیعہ عالم کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس بات پر زور دیا ہے کہ احمدی فرقہ کو بھی دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے کا طریق اختیار کرنا چاہئے۔

آپ کے اس مشورہ کو جو اخلاص پر مبنی ہے۔ دلی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم خود کسی فرقہ بندی کی بنا پر نماز میں علیحدگی کو پسند نہیں کرتے اور کسی سنی یا شیعہ یا اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہیں صرف ایک شرط کے ساتھ کہ ایسا شخص کسی کلمہ گو کو کافر قرار نہ دیتا ہو اور جو لوگ کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیتے ہیں ان کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھتے۔ خواہ وہ احمدی فرقہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ جس طرح ہم ان لوگوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے جو حضرت مسیح موعود جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کے منکر ہیں اسی طرح ہم ان احمدیوں کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے جو ان مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں جنہوں نے حضرت مرزا صاحبؒ کی بیعت نہیں کی۔

لہٰذا اگر کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ یہ بھی تو آخر ایک تفریق ہے تو میں یہ عرض کردوں گا کہ یہ تفریق نہیں بلکہ اس تفریق کا حقیقی علاج ہے جو تکفیر کے ذریعہ سے مسلمانوں میں پیدا کی جارہی ہے ہمیں فرقی اختلافات سے کوئی بحث نہیں۔ ایک فرقہ ایک خیال رکھے دوسرا فرقہ دوسرا خیال رکھے اس سے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا نہیں ہوتی۔ ایسے اختلافات کو خوشدلی سے برداشت کرنا چاہئے لیکن جب ایک شخص کلمہ گوؤں کو کافر قرار دے تو یہی وہ چیز ہے جس سے مسلمانوں میں تفریق پیدا ہوتی ہے تو خاص اس تفریق کا بھی تو کوئی علاج ہونا چاہئے جب اس قسم کی تفریق پیدا کرنے والوں کو ہم اپنے روحانی پیشوا قرار دے کر امام بنائیں گے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اور بھی اس بارہ میں تشدد اختیار کریں گے اور امام ہونے کی حیثیت میں دوسروں پر بھی یہ بد اثر ڈالیں گے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو کافر کہیں۔

ہمارا فیصلہ صرف اس قدر ہے کہ جو شخص جماعت مسلمین میں تفریق پیدا کرتا ہے وہ جماعت کا امام نہیں ہوسکتا اور اگر آج مسلمان یہ پختہ فیصلہ کرکے شائع کردیں کہ وہ کسی کلمہ گو کی تکفیر کرنے والے اور اس طرح جماعت اسلام میں تفریق پیدا کرنے والے کو جماعت کی امامت کے لائق نہیں سمجھیں گے۔ اور نہ اسے اپنا امام بنائیں گے تو تکفیر کی بیماری دنوں میں مسلمانوں کے اندر سے دور ہوکر ایک ایسا اتحاد بین المسلمین پیدا ہوسکتا ہے جس کے ساتھ مسلمان ساری دنیا کو فتح کرسکتے ہیں۔ والسلام

خاکسار

دوست محمد ایڈیٹر "پیغام صلح"

احمدیہ بلڈنگس لاہور

ناظم انجمن اہلحدیث کی غلط بیانی

حضرت مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی

ذیل کا مضمون معزز معاصر "انقلاب" کے لئے لکھا گیا تھا لیکن انہوں نے اسے اپنے مسلک کے خلاف ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا۔ (مدیر)

مکرمی ایڈیٹر صاحب انقلاب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۷ دسمبر ۱۹۵۱ء کے زمیندار میں مولوی حافظ محمد حسین صاحب ناظم انجمن اہلحدیث لاہور کا ایک مضمون بعنوان "مولانا عبد المجید سالک جواب دیں" شائع ہوا ہے جس میں آپ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہوئے کہ:-

"حضرت مسیح علیہ السلام اور انجیل مقدس پر شراب کی حمایت کا الزام لگانے والے وہی ہیں جو عصمت انبیا کے قائل نہیں۔ خدا کے نبی خود کبھی مے خواری کے مرتکب نہیں ہوئے گو ان کے زمانہ میں شراب کی حرمت کا حکم صادر نہ ہوا ہو"

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو

"علانیہ اپنی تصانیف میں ۔۔۔۔ شرابخور، قمار باز، بدکار، عورتوں سے میل ملاپ رکھنے والا، مکار، فریبی، بیچارہ، متکبر، خود بین جیسے برے الفاظ سے یاد کیا ہے"

اور پھر لکھا ہے:-

آپ کے مقرر کردہ اصول کے ماتحت منطقی صورت یوں ہوئی "مسیح علیہ السلام پر شراب کی حمایت کا الزام وہی لگاتے ہیں جو عصمت انبیا کے قائل نہیں اسلام کے نزدیک انبیائے کرام معصوم ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منشی غلام احمد صاحب قادیانی چونکہ مسیح علیہ السلام کو شرابخور قرار دے رہے ہیں اس لئے وہ عصمت انبیا کے قائل نہیں اور اسی وجہ سے وہ مسلمان نہیں"

عیسائیوں کو الزامی جواب

قطع نظر اس بات کے کہ آپ اس منطقی قضیہ کو کہاں تک صحیح سمجھتے اور آیا آپ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسلمان قرار دینے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ میں آپ کے موقر جریدہ کی وساطت سے ناظم صاحب انجمن اہلحدیث کی اس غلط بیانی کی تردید کرنا چاہتا ہوں جس میں انہوں نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کا مرتکب قرار دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کے اس یسوع کے جس کو خدائی کا دعویدار بتایا جاتا ہے اخلاق و اعمال کا فوٹو خود انہی کی اناجیل سے نقل کیا ہے۔ جس میں ایک تو اس کی الوہیت کی تردید مقصود ہے اور دوسرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر جو گندے سے گندے الزامات عیسائیوں کی طرف سے لگائے گئے ہیں ان کا الزامی جواب دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح کی توہین مقصود نہیں

لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کو جن کا ذکر قرآن کریم میں بزمرہ انبیاء علیہم السلام کیا گیا ہے ایسے الزامات سے حضرت مرزا صاحب نے بری قرار دیا ہے۔ چنانچہ ذیل کے حوالجات اس حقیقت کا ایک بدیہی ثبوت ہیں۔

"ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے۔ اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے اور حضرت موسیٰ کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم ان کی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے جو ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے جو خدائی کا دعوے کرتا تھا اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا جن کی سزا لعنت ہے۔ ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔ قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بے ادب یسوع کی خبر نہیں دی اس شخص کے چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدائی پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعوے کیا اور ایسے پاکوں کو جو ہزار درجہ اس سے بہتر تھے گالیاں دیں سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسےٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں ہے"

(نور القرآن۔ سرورق کا دوسرا صفحہ)

کیا اس قدر صفائی کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے بعید از انصاف امر نہیں؟ اس قسم کی تصریحات حضرت مرزا صاحب نے جا بجا اپنی کتابوں میں کی ہیں۔ ملاحظہ ہو آریہ دھرم سرورق کا آخری صفحہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹ و ۱۰ حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۱۳ ایام الصلح سرورق صفحہ ۲ جنگ مقدس صفحہ ۵۔ کتاب البریہ صفحہ ۹۳۔ انوار الاسلام صفحہ ۳۴۔

ان میں سے آخری دو کتابوں کی عبارت بھی سن لینے کے قابل ہے۔

"ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہماری قلم سے ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں"

(کتاب البریہ صفحہ ۹۳)

"اور اگر یہ اعتراض ہے کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علے الکاذبین اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں وانما الاعمال بالنیات اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اسی خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات ان کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیا کی توہین کرتا ہے اور چوہڑوں اور چماروں کو ان کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح ان کا بھی یہی جواب تھا کہ انما الاعمال بالنیات" (انوار الاسلام صفحہ ۳۴)

لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل

اس حوالے کے آخری فقرات ناظم صاحب اہل حدیث کی خاص توجہ اور غور کے قابل ہیں۔ تعجب ہے کہ انہوں نے خود انوار الاسلام صفحہ ۳۴ سے یہ فقرہ نقل کرتے ہوئے کہ "توہین انبیا کفر ہے" باقی عبارت کیوں چھوڑ دی۔ آخر اس کو کیا کہا جائے کہ تمام عبارت کو جس سے اصل الزام کی تردید ہوتی تھی چھوڑ دیا گیا۔ اور اپنا مطلب سیدھا کرنے کے لئے صرف ایک فقرہ لے لیا گیا۔ ہم ناظم صاحب اہلحدیث کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی کوئی ایسی عبارت نقل کریں جس میں انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو جو خدا تعالیٰ کے نبی ہیں ان افعال کا مرتکب قرار دیا ہو جو عیسائیوں کے یسوع کی طرف (از روے اناجیل) منسوب کئے ہیں۔

مثیل اپنے اصل کی توہین نہیں کر سکتا

حضرت مرزا صاحب نے خود اپنے آپ کو حضرت مسیح کا مثیل قرار دیا ہے پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے ناپاک افعال کا مرتکب انہیں قرار دیں۔ کیا کوئی عقلمند اپنے آپ کو اس چیز سے مماثلت دے سکتا ہے جو خود اس کے نقطۂ نگاہ سے ناپاک اور گندی ہو؟

عصمت انبیا اور حضرت مسیح موعود

رہا یہ کہ حضرت مرزا صاحب عصمت انبیا کے قائل نہیں تھے میرے خیال میں یہ الزام بھی پہلے کی طرح اگر غلط بیانی نہیں تو حسن نیت سے بھی نہیں کیا گیا۔ حضرت مرزا صاحب کی اپنی تصنیف عصمت انبیا پر موجود ہے جس میں دلائل قاطعہ کے ساتھ قرآن کریم سے انبیا علیہم السلام کو معصوم ثابت کیا گیا ہے۔ اور تمام وہ الزامات جو عیسائیوں یا مسلمانوں کی طرف سے انبیا علیہم السلام پر لگائے گئے ہیں ان کو ایک ایک کر کے غلط ثابت کیا ہے باوجود اس کے یہ کہنا کہ وہ عصمت انبیا کے قائل نہیں کہاں تک حسن نیت پر مبنی ہو سکتا ہے۔

کیا عصمت انبیا کا منکر کافر ہے؟

لیکن ناظم صاحب "اہلحدیث" کا یہ فقرہ مزید غور کے قابل ہے کہ "وہ عصمت انبیا کے قائل نہیں اور اسی وجہ سے وہ مسلمان نہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جو شخص عصمت انبیا کا قائل نہ ہو، وہ مسلمان نہیں ہوتا۔

کیا میں ان سے یہ دریافت کر سکتا ہوں (باقی بر صفحہ)

کہ امام بخاری پر وہ کیا فتوے لگائیں گے جنھوں نے لم یکذب ابراهیم الا ثلاثا (حضرت ابراہیم نے نہیں جھوٹ بولا مگر تین مرتبہ) کی روایت نقل کی ہے۔ ان راویوں کو آپ کیا کہینگے جنھوں نے اس نام نہاد حدیث کو روایت کیا ہے کیا میں ناظم صاحب مجلس اہلحدیث سے یہ دریافت کرسکتا ہوں کہ جن بڑے بڑے مفسرین نے حضرت آدمؑ کے سہو کو گناہ پر محمول کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو شرک وکذب کا مرتکب قرار دیا۔ حضرت لوط پر اپنی بیٹیاں کفار کے آگے پیش کرنے کا الزام لگایا۔ حضرت یوسف کو بھائی کی بوری میں پیالہ رکھنے اور چوری میں اسے پکڑوانے کا ملزم ٹھیرایا۔ حضرت داؤد پر اوریا کی بیوی کے عشق اور اول الذکر کو قتل کراکر موخر الذکر کو قابو میں لانے کا الزام رکھا۔ حضرت سلیمان کو ملکہ سبا کی پنڈلیاں دیکھنے اور جادو سیکھنے اور لوگوں کو سکھانے کا مجرم ٹھیرایا۔ حضرت موسیٰ پر قبطی کو مارنے کا جرم عائد کیا اور شاید ہی کوئی نبی ایسا ہو جس کو کسی الزام سے بری قرار دیا ہو ان سب کو آپ کا فر کہنے کے لئے تیار رہیں؟

تمام انبیاء معصوم ہیں

امید ہے کہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ اس بات کو یاد رکھیں گے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی جماعت ان تمام الزامات میں سے ایک کی بھی قائل نہیں اور انبیاء علیہم السلام کو ایسے ناپاک افعال سے بری سمجھتی ہے۔ اس لئے توہین انبیاء کے وہ مرتکب نہیں بلکہ انہوں نے انبیاء کی عظمت کو قائم کیا ہے۔ ہم تو انہیں بھی نیک نیت ہی سمجھتے ہیں جنہوں نے ایسے الزامات نقل کئے ہیں۔ کیونکہ ان کا مقصود توہین نہیں تھا۔ ان سے غلطی ہوئی کہ ایسی باتیں انبیاء کی طرف منسوب کیں اب یہ بتانا ناظم صاحب اہلحدیث کا کام ہے کہ انہیں نعوذ باللہ کافر قرار دیا جائے یا کیا؟

کیا ہم امید کریں کہ اس کا معقول اور مہذب جواب دینے کی کوشش ناظم صاحب انجمن اہلحدیث جلد از جلد فرمائیں گے؟

(خاکسار دوست محمد)

احمدی خواتین کیلئے قابل تقلید نمونہ

ایک نیک دل خاتون کا خط حضرت امیر کی اپیل کے جواب میں

یہ پہلی چھٹی ہے جو مجھے اپنی اپیل کے جواب میں پہنچی ہے یہی وہ نمونے ہیں جو بتاتے ہیں کہ احمدی جماعت میں محض خدا کے فضل سے خدا اور اس کے رسول کے لئے قربانی کی کیسی روح پیدا ہو چکی ہے۔ اگر دوسری احمدی بہنیں بالخصوص وہ جن کو خدا نے اپنے فضل سے بڑا حصہ مال دنیا کا دیا ہے۔ اس مثال کو سامنے رکھیں تو انجمن کا سارا قرضہ صرف خواتین جماعت ہی اتار سکتی ہیں۔

(محمد علی)

قبلہ ام جناب مولوی صاحب دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جو چٹھی آپ نے مستورات کے نام لکھی ہے ابھی بوقت شام موصول کی خداوند عزوجل سے ہزار ہزار دعا ہے آپکی ذات مبارک کے لئے، خداوند کریم آپکو ہماری جماعت میں عرصہ دراز تک رکھے آمین، اور آپ ہمیشہ ہمیں اسی طرح خواب خرگوش سے جگاتے رہیں ثم آمین۔ بڑا افسوس ہے کہ میں فوری آپکی چٹھی کی پوری تعمیل نہیں کرسکتی مگر مجبور ہوں۔ چونکہ ہم سرحد میں رہتی ہیں اس لئے زیورات وغیرہ کبھی پاس نہیں رکھا بلکہ وہاں گھر پر ہی چھوڑا ہوا ہے میں نے آج ہی اس خط کے ذریعے ایک عدد مالا طلائی جس کے طلا کا وزن تقریبا ۹ یا ۱۰ تولے ہوگا، انجمن کا کردیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ آج ہی گھر بھی خط لکھدیا ہے امید ہے کہ جلسہ تک زیور پہنچ جائے گا۔ میں تو کہتی ہوں کہ خدا کرے کہ روز روز انجمن پر ایسی مصیبتیں آئیں اور روز روز ہمیں اپنے ایمان کا امتحان دینا پڑے۔ اور روز روز یہ سعادتیں نصیب ہوں۔

خاکسارہ

اہلیہ ڈاکٹر عبد المجید صاحب ایم بی بی ایس، انچارج سول ہسپتال۔ ٹوپی (صوابی)

ترجمۃ القرآن انگریزی

کے ہدیہ میں

حیرت انگیز رعایت

(۱) معہ عربی متن قسم اول مراکشی چمڑے کی جلد مضبوط اصل قیمت ۲۵ روپیہ رعایتی ۱۵ روپیہ

(۲) معہ عربی متن قسم دوم لچکدار جلد اصل ۲۰ روپے رعایتی ۱۳ روپے۔

(۳) قسم سوم۔ جلد کپڑا۔ اصل ۱۵ روپے رعایتی ۱۰ روپے صرف۔

(۴) بغیر عربی متن قسم اول لچکدار جلد ۶ روپے اصل ۵ روپے رعایتی

(۵) بلا متن عربی قسم دوم جلد کپڑا اصل قیمت ۵ روپے رعایتی ۴ روپے۔

محصولڈاک علاوہ۔ رعایت ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء تک ہے۔

ضروری اطلاع

جلسہ سالانہ کے ایام میں اور اس کے چند روز بعد تک گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے اخبار کا دفتر بند رہتا ہے اور کوئی پرچہ شائع نہیں ہوسکتا اس لئے پیش نظر اشاعت کو اس سال کا آخری پرچہ سمجھنا چاہیے۔ اس کے بعد انشاء اللہ تعالےٰ جنوری ۱۹۳۲ء کے پہلے ہفتہ میں اخبار شائع ہوگا۔ احباب اس سے پہلے انتظار نہ فرمائیں۔ (منیجر)

تحریک احرار اور سلسلہ احمدیہ

تحریک احرار مفید ہے لیکن محدود، احمدیت عالمگیر تحریک ہے

وفات مسیح، نزول مسیح، اور مہدویت کی حقیقت کا انکشاف

(خطبہ جمعہ موٴرخہ ۲۷ر نومبر ۳۱ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ...

(سورۃ قاف رکوع ۲)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کی جزا و سزا کا امر حق ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور بتایا ہے کہ کوئی بات بھی انسان کے منہ سے نہیں نکلتی مگر اسے نگاہ رکھا جاتا ہے۔ اور کوئی محفوظ کرنیوالا اسے محفوظ کر لیتا ہے۔ اور آخری آیت میں فرمایا اے انسان تو اس بات سے غافل رہا وہ جو تیری غفلت کا پردہ تھا ہم نے تیری آنکھ سے اٹھا دیا پس آج تیری نگاہ تیز ہے۔

اعمال کے نتائج پر غفلت کا پردہ

انسان کس چیز سے غافل تھا اور کونسا پردہ اٹھا دیا۔ اس کے دو طرح پر معنے کیے گئے ہیں ایک یہ کہ وہ اعمال کی جزا و سزا کے متعلق پردہ ہے۔ جو ایک کھلا امر ہے مگر انسان اس سے غافل رہتا ہے اسے دیکھتا نہیں لیکن جو نتائج کے ظہور پذیر ہونے کا دن ہے۔ اس دن یہ غفلت کا پردہ اٹھ جائے گا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نتائج ساتھ ساتھ پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ تمام فعل جو انسان کرتا ہے محفوظ ہو جاتے اور نتائج ساتھ ساتھ مرتب ہوتے جاتے ہیں۔ مگر آنکھ پر پردہ پڑا ہے دیکھتا نہیں لیکن قیامت کے دن انسان انہی نتائج کو جو یہاں پیدا شدہ تھے واضح طور پر دیکھ لے گا۔ یہی حساب کتاب ہے جس کے متعلق دوسری جگہ فرمایا اقرا کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ اپنا اعمالنامہ جو تم نے تیار کیا ہے اسی کو پڑھ لو تم اپنے آپ ہی حساب کرنے کیلئے کافی ہو۔

مذہبی امور سے اسلام نے پردہ اٹھایا

دوسرے معنے اس کے یہ کیے گئے ہیں کہ وہ امور جو انسان کے اخلاق و اعمال سے تعلق رکھتے ہیں جو اس کے معاد، روحانیت اور خدا کی ہستی سے متعلق ہیں۔ ان کو وحی نے صاف کر دیا۔ انسان ان سے غافل تھا۔ ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر کے ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا۔ آج وہ تمام امور کھلے طور پر نظر آنے لگے ہیں۔ یہ معنے پہلے سے بھی زیادہ لطیف ہیں یہ امر کہ قرآن نے ان تمام امور کو صاف کر دیا بالکل سچی بات ہے جس کا اعتراف گنڈا رنگ کو بھی ہے۔ اسلام نے مذہب کو اس قدر سادہ کیا ہے کہ ایک بڑے سے جاہل بھی نہایت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ تمام مذہبی مسائل سے ایسا پردہ اٹھایا ہے کہ اس کا نام ہی کتاب مبین رکھا ہے۔ اس نے مذہب کو پادریوں تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ عوام تک اسے پہنچا دیا۔

قرآن کے بعد نبی کا انتظار ختم

میں سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلعم اور قرآن کریم کی صداقت کی یہی دلیل ہے کہ سب چیزوں کو اس نے واضح کر دیا۔ قرآن نے تو اتنا پردہ اٹھایا کہ نہ صرف وہ باتیں جو مبہم تھیں ان کو واضح کر دیا۔ بلکہ وہ پیشگوئیاں جو پہلی کتابوں میں پائی جاتی تھیں جن میں آنحضرت صلعم کے آنے کا ذکر تھا ان کی حقیقت کو بھی صفائی کے ساتھ کھول دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب تک ان پیشگوئیوں پر اخفا کا پردہ تھا اس وقت تک لوگوں کو انتظار لگا ہوا تھا لیکن جب انہیں کھول دیا گیا تو وہ حالت انتظار باقی نہ رہی یہودیوں اور عیسائیوں نے گو اس نبی کو نہ مانا لیکن آپ کے آنے کے ساتھ یہ انتظار کہ ایک نبی آئے گا ان کے اندر سے بھی جاتا رہا۔

وفات مسیح کا پردہ

بعینہٖ یہی حالت یہاں بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی ایک عظیم الشان پردہ ان پیشگوئیوں پر سے اٹھا دیا ہے۔ جن کے متعلق مسلمانوں میں اب تک انتظار کی حالت پائی جاتی ہے آپ نے ان مخفی باتوں کو ایسا کھولا کہ آپ کے زمانے کے بعد بھی مسلمانوں میں سے وہ حالت انتظار ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کوئی لمبا قصہ نہ تھا۔ آپ کے پہلے سر سید احمد بھی وفات مسیح پر لکھ چکے تھے لیکن جب تک حضرت مرزا صاحب نے قلم نہیں اٹھایا۔ اس وقت تک عام طور پر مسیح کی حیات ہی کے لوگ قائل تھے۔ حضرت مسیح موعود کے لکھنے کے بعد تو ایک عام ہوا چل گئی حتیٰ کہ بڑے بڑے عالم، مصر اور ہندوستان کے جید علماء جن کا سکہ مانا جاتا ہے وہ بھی وفات مسیح ہی کے قائل ہیں لیکن اس کے اعلان و اظہار کی کافی جرات نہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ کہیں لوگ مخالف نہ ہو جائیں۔ حالانکہ لوگوں کی مخالفت کیا چیز ہے۔ جس کو لوگوں کی اصلاح بکار ہے۔ اس کو اس کی پروا نہیں ہوتی کہ میری عزت ہوتی ہے یا ذلت اسے اصلاح سے غرض ہوتی ہے۔

وفات مسیح کی ہوا

بہرحال حضرت مسیح موعود کے قلم اٹھانے کے بعد حیات مسیح کا اعتقاد خود بخود اٹھنا شروع ہو گیا۔ باوجودیکہ بہت کم لوگوں نے حضرت مسیح موعود کے دلائل پڑھے ہوں گے۔ لیکن ایک ہوا ہی چل گئی اور خود بخود دلوں کے اندر ایک خیال پیدا ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہونے کا خیال غلط ہے۔

نزول مسیح کے متعلق انکشاف

اس سے زیادہ زبردست وہ انکشاف ہے جو آپ نے نزول مسیح کے متعلق کیا۔ صدیوں سے ایک بات لوگوں کے دلوں میں چلی آتی ہے۔ کہ مسیح آسمان سے نازل ہوگا۔ لوگوں کے طبائع کے اندر یہ بات رچی ہوئی تھی حضرت مسیح موعود نے اس کے اوپر سے ایسا پردہ اٹھایا کہ اصل حقیقت کو کھول کر رکھ دیا کہ آنیوالا مسیح باہر سے نہیں بلکہ اسی امت میں سے آنا تھا سو آچکا یہ کشفنا عنک غطاءک ہے اور یہ ایسا پردہ اٹھا ہے کہ علاوہ ان لوگوں کے جو حضرت مسیح موعود کے پیرو ہیں۔ ایک کثیر حصہ ایسا ہے جو حالت انتظار کو چھوڑ چکے ہیں اور آپ دیکھ لیں گے کہ یہ حالت انتظار بالکل ہی ختم ہو جائے گی۔

مہدویت کا پردہ اور انتظار کا خاتمہ

مہدی کے متعلق اس سے بھی زیادہ تاریکی تھی، میں آپ کے دعویٰ مہدویت کی صداقت پر اس بات کو دلیل سمجھتا ہوں کہ اس اخفا کے پردے کو جو مہدی کی پیشگوئی پر تھا اٹھا دیا۔ مہدی کے منکر پہلے بھی ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ نے اس کا انکار کیا۔ اعلیٰ پایہ کی حدیثوں میں مہدی کا کوئی ذکر نہیں۔ امام بخاری نے مہدی کے متعلق ایک بھی حدیث بیان نہیں کی اس کے علاوہ پہلے بھی کچھ لوگ مدعی مہدیت ہوئے ہیں لیکن ان کے دلائل نے کوئی عام اثر طبائع پر نہیں کیا اسی وجہ سے عام طور پر لوگوں کو انتظار لگا رہا۔ اب دیکھ لیجئے کہ مہدی کے متعلق بھی یہ حالت انتظار ختم ہے۔ وہ پردہ جو مہدی کے متعلق پڑا ہوا تھا ایسا اٹھایا کہ سوائے خدا کی دی ہوئی روشنی کے وہ اٹھ نہیں سکتا تھا۔ مہدی کا ذکر قرآن میں نہیں صرف احادیث ہی میں ہے حضرت مسیح موعود کا زیادہ وقت قرآن کے مطالعہ پر صرف ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ کی نظر صرف قرآن پر تھی لیکن تعجب ہے کہ حدیثوں کے اوپر سے ایسا پردہ اخفا کا اٹھایا ہے کہ بات کو بالکل صاف کر دیا۔

خونی مہدی کا حدیثوں میں ذکر نہیں

مہدی کے متعلق موٹی بات ہے کہ تمام لوگوں کا خیال تھا کہ مہدی تلوار کے ذریعے سے اسلام کو پھیلائے گا۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ مہدی کا آنا تو صحیح لیکن تلوار کے ذریعہ اسلام کا پھیلانا غلط اب حدیثوں کو اٹھا کر دیکھئے۔ اس کتاب کے لئے جو "تحریک احمدیت" کے نام سے میں نے لکھی ہے تمام حدیثوں پر مجھے نظر ڈالنی پڑی ہے ان میں ایک بھی حدیث ایسی نہیں جس میں یہ لکھا ہو کہ مہدی تلوار کے ذریعے سے لوگوں کو مسلمان بنائے گا۔ صرف اتنے الفاظ ایک حدیث میں آتے ہیں کہ یملک العرب۔ وہ عرب پر حکومت کرے گا اور میں اس کا مصداق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو سمجھتا ہوں اس کو چھوڑ کر تلوار کے ذریعہ مسلمان کرنے کا کوئی ذکر کہیں نہیں آتا۔

مسیح موعود کی فراست روحانی

حضرت مسیح موعود نے باوجودیکہ احادیث پر کوئی بڑا وقت صرف نہیں کیا۔ یہ فرما کر کہ مہدی تلوار چلانے نہیں آئے گا۔ اصل حقیقت سے پردہ اٹھا دیا۔ یہ وہ فراست تھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی تھی۔ یہ الہام الٰہی کا نور تھا جس نے آپ کو اصل حقیقت دکھا دی دوسری بات جو مسیح اور مہدی کے متعلق تمام مسلمانوں کے دل و دماغ پر قبضہ کئے ہوئے تھی وہ یہ ہے کہ مسیح اور مہدی کو دو الگ الگ شخصیتیں سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ حدیث کی کتابوں میں یہ بھی تھا کہ لا مهدی الا عیسیٰ۔ مگر جب تک اصل حقدار نہ کھڑا ہوا اخفا کا پردہ ہی اس پر پڑا رہا۔

مسیح اور مہدی ایک ہیں

اب جب ہم غور کرتے ہیں تو مسیح موعود اور مہدی کا وقت ایک کام ایک۔ ان کے ذریعہ سے غلبۂ دین ہونا ایک۔ ان سب باتوں میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ پھر خود حضرت عیسیٰؑ کو اماماً مہدیاً کہا ہے۔ دونوں کا حلیہ دیکھو تو وہ بھی ایک۔ پھر مہدی کے متعلق آتا ہے یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر گویا بعینہٖ وہی اس کا کام ہے جو مسیح کا ہے۔ تو اب آپ فرمایئے کہ جب دونوں کا کام ایک ہے، وقت ایک ہے۔ حلیہ ایک ہے۔ تو دونوں الگ کیسے ہو سکتے تھے اس لئے آسمانی نور سے حصہ پا کر اس حقیقت کے چہرے سے بھی پردہ حضرت مسیح موعود نے اٹھایا کہ مہدی اور مسیح دو نہیں ایک ہی شخصیت کے دو مختلف نام ہیں۔

دجال یاجوج ماجوج اور دابہ

اسی طرح میں نے آگے بھی کہا تھا کہ دجال کی پیشگوئیوں سے آپ نے پردہ اٹھایا۔ یاجوج ماجوج کی اصل حقیقت کو منکشف کیا۔ ان سب باتوں کو آج یکے بعد دیگرے لوگوں کو ماننا پڑا ہے اس کے باوجود انہیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ آپ من جانب اللہ ہیں اب بھی اس کی صداقت کے پرکھنے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔

تحریک احرار اور سلسلہ احمدیہ

لیکن یہ تو دوسروں کا حال ہے باوجود ان تمام باتوں کے ہمارے دوستوں نے بھی اس سلسلہ کی اہمیت کو نہیں سمجھا۔ کسی اچھے کام کی اچھائی سے بھی انکار کرنا یہ بھی بُری بات ہے۔ لیکن جائز حد سے اسے بڑھانا یہ اور بھی بُرا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے سولہ سترہ ہزار آدمی قید ہو گیا ہے۔ اور بلاشبہ یہ قابل تعریف بات ہے لیکن اگر کہا جائے کہ ہم بھی کیوں ان کا ساتھ نہیں دیتے۔ تو یہ سلسلہ کی اہمیت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ایک دوست کے متعلق مجھ سے کسی نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ وہاں تو کام ہو رہا ہے یہاں کیا ہو رہا ہے۔ ہم تو کسی کام کے قابل تعریف ہونے کا انکار نہیں کر سکتے اس میں شک نہیں کہ دوسرے لوگ بھی اچھا کام کر سکتے ہیں ان میں صلحا بھی ہو سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت انہوں نے مسلمان قوم کی عزت رکھی ہے۔ لیکن سلسلہ احمدیہ کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ کیا؟

سلسلہ احمدیہ عالمگیر تحریک ہے

ایک وہ تحریک ہے جو چھوٹی سی قوم اور ملک میں محدود ہے۔ اور ایک وہ ہے جس کا تعلق سارے عالم سے اور سب مسلمانوں سے ہے۔ فرمایئے دونوں میں سے کونسی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ملکی اور قومی تحریکات اپنی جگہ پر مفید تحریکات ہیں لیکن انہیں تحریکات سے کیا نسبت جن کے مدنظر دنیا کی اصلاح ہو۔ اگر عین اس وقت جب ایک طرف اسلام کی آواز بلند ہوئی تھی کوئی تحریک چین یا ایران یا روم کو سیاسی طور پر آزاد کرنے کی ہوتی تو کون عقلمند ہوتا جو ایسی تحریک کو اسلام کی عالمگیر تحریک کے مقابل پر کوئی اہمیت دیتا۔ خوب یاد رکھیئے کہ اس وقت بھی جس کام کے لئے ہم کو کھڑا کیا گیا ہے وہ ایک نہایت بلند کام ہے۔ اس کے مدنظر ساری اسلامی دنیا میں بیداری پیدا کرنا ہے۔ اور اسلام کو ساری دنیا میں پہنچانا ہے۔ ہاں تو بات یہ ہے کہ جو محدود تحریک ہوتی ہے اس کے نتائج بھی فوری ہوتے ہیں۔ لیکن عالمگیر تحریک کے نتائج بھی دیر سے نظر آتے ہیں۔

جیل خانے اور احمدی

رہا یہ امر کہ احمدی قید نہیں ہوتے۔ یہ بھی صحیح نہیں کیا کشمیر میں احمدی قید نہیں ہوئے؟ پھر کیا قید ہونے میں ہی قربانی ہوتی ہے؟ کیا احمدیوں نے ایذائیں نہیں اٹھائیں، دکھ نہیں برداشت کئے؟ ایک تو جیل وہ ہے کہ ایک چار دیواری کے اندر انسان کو بند کر دیا جائے۔ وہ تو وہاں رہ کر دنیا کی باقی تکلیفوں سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن ایک تکلیف وہ ہے کہ تمام دنیا جیل بن جاتی ہے جس وقت یہ ایذا رسانی ہوتی ہے۔ اس وقت سب سے زیادہ مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ سخت ہے جدھر جاتا ہے ذلیل کیا جاتا ہے۔ تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔ مصائب و شدائد کا تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ اور اس پر تو قرآن شاہد ہے۔ کہ یہ فتنہ سب سے زیادہ سخت ہے۔ والفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی بڑھکر ہے۔ فتنہ کیا ہے مذہب کی خاطر دکھ اٹھانا کو احمدیت نے اس فتنہ کو برداشت کیا۔ یاد تو کرو، وہ وقت جب حضرت مسیح موعود کا یہاں وصال ہوا۔ اس بازار میں اس وقت ہمارے ساتھ کیا سلوک ہو رہا تھا۔ قید ہونے والوں کی تو عزت ہوتی ہے مگر کیا ہم کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی گئی تھی۔ کیا گالی گلوچ، تمسخر و استہزا، اور ہر طرح کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا گیا؟ تو دکھ اور تکلیف کو اصل چیز سمجھنا چاہیئے۔ احمدیت کی پرورش ہی دکھوں اور تکلیفوں میں ہوئی ہے مگر اس کو تم پسند نہیں کرتے حالانکہ یہ جیل جانے سے بڑھکر ہے۔

وہ چیز جو جیل خانے میں نہیں ملا کرتی

تم کیوں خدا کے رستے میں نکلتے؟ کیوں لوگوں کو حق نہیں پہنچاتے وہ چیز جو جیل خانہ میں بھی نہیں مل سکتی وہ تمہیں جیل خانے سے باہر رہ کر مل سکتی ہے۔ خدا کے رستے میں اٹھاؤ تو یہ جیل خانے جانے سے بڑھ کر ہے۔ تم آج چندہ لینے کے لئے جاتے ہو تو کہتے ہو عزت جاتی ہے لیکن جو خدا کے لئے ذلت اٹھانے کو تیار نہیں۔ اس نے دین کا پہلا اصول ہی نہیں سیکھا۔ لوگوں کو حق پہنچاؤ ان کو خدا کے رستے پر لاؤ۔ میرا تو اتنا بتا دینا کافی ہے کہ یہ فرض ہے۔ مرد ہو یا عورت ہم سب کام کرنے میں لگ جائیں۔ خدا کے رستہ میں نکل پڑیں۔ تبلیغ بھی لوگوں کو کریں۔ یوں نہیں کہنا کہ خدا کے واسطے ہم پر رحم کرو۔ اور چندہ دو بلکہ یوں کہو کہ یہ کام ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ آؤ اور تم بھی اس میں شامل ہو جاؤ۔ تم ایک نیکی کی طرف بلانے والے ہو۔ باایں جو نہیں شامل ہوتا۔ نہ ہو۔

دو ہزار آدمی دس دس روپے جمع کریں

ابھی وقت ہے میں نے آپ کے ذمہ کچھ رقمیں ڈالی ہیں میں لکھ چکا ہوں کہ ہر شخص کے لئے یہ ممکن ہے۔ کہ ۱۶۰ آدمیوں تک پہنچ جائے۔ اور ان سے ایک ایک آنہ بھی لے تو دس روپے ہو سکتے ہیں۔ تم اگر دو ہزار آدمی یہ دس دس روپے ہی لا دو تو بیس ہزار روپیہ ہو سکتا ہے۔ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کر کے دیکھو تو خدا تعالیٰ کس قدر برکت ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

عند اللہ وہ لوگ
قوم کے مقروض

ہیں جنہوں نے ابتک دس یوم کی آمد یا جو رقم ان کے ذمہ ڈالی گئی تھی ادا نہیں کی۔

اس کی

ادائیگی

کو اتنا لمبا نہ کریں کہ وہ وقت آ جائے جب پھر ادا نہ کر سکیں۔

(محمد علی)

ایک آنہ

مستقل فنڈ کو جاری ہوئے دس ماہ گزر چکے ہیں جن احباب نے ابتک ادا نہیں کیا ان کے ذمے

دس آنے

ہو چکے ہیں۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بوجھ کو دس گنا کر لیا ہے۔ سالانہ جلسہ پر اس بوجھ کو بہر حال اتار دینا چاہیئے۔

(محمد علی)

قومی اخبار کی درخواست

پیغام صلح کا جلسہ سالانہ سے قبل شائع ہونیوالا یہ آخری نمبر اکثر خریدار صاحبان کو اس وقت ملے گا جب وہ جلسہ میں شمولیت کے لئے تیاریوں میں مصروف ہوں گے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اخبار کی نسبت بھی ان کی خدمت میں چند الفاظ عرض کر دیئے جائیں۔ پیغام صلح جماعت کا واحد اردو آرگن ہے اور اس کو قوم کی آواز کہنا مبالغہ نہ ہو گا لیکن اس کے ساتھ ہمیں اس حقیقت کا اقرار بھی کرنا پڑے گا کہ یہ آواز کمزور ہے۔ جماعت کے اخبار کو صوری اور معنوی لحاظ سے اس سے بہت زیادہ ہونا چاہئے تھا جیسا کہ وہ آج ہے کیونکہ اس بیسویں صدی میں اخبارات و رسائل کے بغیر کسی جماعت کا ترقی کرنا تو کجا زندہ رہنا مشکل ہے اس کے ساتھ ہی ہم آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ اخبار ہر لحاظ سے اس قدر ترقی کر سکتا ہے جو جماعت کی ضرورت و شان کے مطابق ہو۔ صرف احباب کی توجہ اور معمولی ہمت و کوشش درکار ہے۔ جس سے ہم عرصہ سے بہت بڑی حد تک محروم ہیں۔ اگر ہمیں گوناگوں مالی مشکلات کا سامنا نہ ہو تو ہم اخبار کو موجودہ صورت سے بہت بہتر حالت میں شائع کر سکتے ہیں ہم بڑے بڑے امدادی عطیات نہیں چاہتے۔ ہمارا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ خریدار صاحبان کے ذمہ جس قدر واجب الادا رقوم ہیں انہیں وہ جلسہ سالانہ پر ضرور ادا فرما دیں اور ہر ایک احمدی جو اردو پڑھ سکتا ہے اخبار کا خریدار رہے اور کم از کم ایک خریدار مہیا کرے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے معمولی توجہ اور کوشش و ہمت کے چند دن بھی نہیں بلکہ چند گھنٹے درکار ہیں۔ کیا آپ اپنے قومی اخبار کے لئے اس قدر بھی نہیں کر سکتے؟

آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ دفتر اخبار کی چند اطلاعات شائع ہو رہی ہیں انہیں بغور ملاحظہ فرمائیں اور احباب کے مندرجہ بالا معمولی مطالبہ کو پورا کر دیں۔

نیاز کیس (منیجر)

تصحیح

درس قرآن کریم کے نوٹوں میں جو گزشتہ اشاعت میں شائع ہوئے ہیں کتابت کی بعض غلطیاں رہ گئی ہیں ان میں سے ایک غلطی بالخصوص قابل تصحیح ہے۔

غلط	صحیح
اعمال کی جزا کا محدود ہونا بخشش اور انعام ہے	اعمال کی جزا کا غیر محدود ہونا بخشش اور انعام ہے۔

نادر موقع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام و دیگر بزرگان سلسلہ کی تصنیفات

میں

حیرت انگیز رعایت

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء

صرف ایک ماہ کیلئے
از پندرہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ء
تا پندرہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول، اعلیٰ کاغذ جو براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص پر مشتمل ہے۔	عا ۸ر	عہ ۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول ادنیٰ کاغذ	عہ ۱۴ر	۱۵ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد دوم جو تین کتب سرمہ چشم آریہ، شحنہ حق، ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب پر مشتمل ہے	عا ر	عہ ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد سوم جو تین کتب یعنی فتح الاسلام، توضیح المرام، ازالہ اوہام پر دو حصص پر مشتمل ہے	عا ۸ر	عہ ۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد چہارم جو چار کتب الحق مباحثہ لدھیانہ، الحق مباحثہ دہلی، آسمانی فیصلہ، نشان آسمانی پر مشتمل ہے	عا ۸ر	عہ ۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد پنجم جو پانچ کتب آئینہ کمالات اسلام، برکات الدعا، جنگ مقدس، حجۃ الاسلام، سچائی کا اظہار پر مشتمل ہے	عہ ۸ر	عہ ۱۴ر
سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ششم جو سات عربی کتب، تحفہ بغداد، کرامات الصادقین، حمامۃ البشریٰ، نور الحق حصہ اول، نور الحق حصہ دوم، اتمام الحجۃ، سر الخلافت پر مشتمل ہے	عہ ۴ر	عہ ۱۰ر
ملفوظات احمدیہ جلد اول۔ حضرت صاحب کی تقاریر کا مجموعہ۔ قیمت	عا ۴ر	عہ ۴ر
ملفوظات احمدیہ حصہ دوم	[illegible]	عہ ر
آثار مبارکہ	۱ر	۰ر
احمدیہ جنتری	۴ر	۱ر
الہامات حضرت مسیح موعود حصہ اول	۴ر	۱ر
〃 〃 حصہ دوم	عہ ر	۸ر
مکاشفات	۴ر	۲ر
اسلام کیا ہے	۳ر	۲ر
درس الصلیب	۴ر	۲ر
مسیح قرآن میں	۱ر	۰ر
مناجات احمدیہ	۲ر	۱ر
واقعات صلیب	۱ر	۰ر
حمامۃ البشریٰ	عہ ر	۸ر
کرامات الصادقین	۱۲ر	۶ر
آسمانی فیصلہ	۵ر	۲ر
اتمام حجت	۴ر	۲ر

سیرت خیر البشر
اس کتاب میں حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے منظور شدہ ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب۔ اصل قیمت عہ رعایتی ۱۲ر

تاریخ خلافت راشدہ
اس کتاب میں خلفاء راشدین کے حالات زندگی اور اس سے جو علم اور سبق حاصل ہوتے ہیں درج کئے ہیں اصل قیمت ہر چہار حصص عہ رعایتی ۱۲ر

محمد مصطفےٰ
حضرت نبی کریم صلعم کی مختصر سوانح عمری جو فیر مسلموں میں تقسیم کے لئے بہترین چیز ہے۔ اصل قیمت ۵ر رعایتی ۲ر

ہستی باری تعالیٰ
ہستی باری تعالیٰ پر دلائل قرآنی کو چار قسم پر تقسیم کرکے ہر ایک عنوان کے ماتحت کل آیات قرآنی کو جمع کیا گیا ہے۔ اصل قیمت ۲ر رعایتی ۱ر

اسلام کیا ہے سوال جواب کے رنگ میں تعلیم اسلام درج کی گئی ہے۔ اصل قیمت ۳ر۔ رعایتی ۲ر

بیان القرآن

یعنی

اردو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم معہ عربی متن (نصف قیمت پر)

تالیف حضرت مولانا محمد علی صاحب مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ

اس تفسیر میں ہر ایک بات عام فہم عبارت میں واضح کی گئی ہے۔ موجودہ زمانہ کی بہترین تفسیر ہے۔ جس کے متعلق بڑے بڑے لوگوں نے بہت عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے قرآن کریم کے ایک مقام کو دوسرے مقام سے حل کیا گیا ہے ضخامت ۲۹×۲۲/۸ کے دو ہزار صفحات علاوہ فہرست مضامین و انڈکس تین جلدوں میں۔ اصل قیمت بجلد بیس روپیہ (عنہ) رعایتی قیمت دس روپیہ (عنہ) مجلد پچیس روپیہ (عہ) رعایتی قیمت (۱۲ روپیہ)

حمائل شریف مترجم معہ حواشی

مترجمہ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے مؤلف ترجمۃ القرآن انگریزی وغیرہ بین السطور ترجمہ اور حاشیہ پر مختصر تفسیری نوٹ درج ہیں تفسیر بیان القرآن کا مختصر ایڈیشن۔ ضخامت ۲۰×۲۰/۱۶ ایک ہزار صفحات۔ اصل قیمت بجلد سفید ولایتی کاغذ ۸ر رعایتی عہ۔ جنائی مصری کاغذ اصل قیمت بجلد للعہ ر۔ رعایتی تین روپیہ (سے ر)

عقائد احمدیہ
(مصنفہ میر مدثر شاہ صاحب)
حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا۔ اور محمودیوں کے غلط عقائد کی تردید کی گئی ہے۔
اصل قیمت عہ ۔ رعایتی عہ ر

النبوت فی الاسلام
نبوت، رسالت، محدثیت اور مجددیت پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی
اصل قیمت عا ر
رعایتی عہ ر

محمد اینڈ کرائسٹ انگریزی
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور معجزات پر مدلل کتاب۔ اصل قیمت عہ ۲ر
رعایتی ۱۲ر

حمائل مطبوعہ جرمنی
نہایت بے نظیر حمائل شریف جو جرمنی میں طبع کرائی گئی ہے کاغذ اور جلد نہایت خوبصورت۔ شائقین کلام اللہ کیلئے عجیب غریب تحفہ ہے
اصل قیمت عا ر رعایتی عہ

اسلامی اصول کی فلاسفی
پانچ معرکۃ الآراء مذہبی مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
اصل قیمت انگریزی عہ رعایتی عہ ر
اردو ۱۲ر
رعایتی ۴ر

نام کتاب	اصل قیمت	رعایتی قیمت
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب	۶ر	۳ر
درثمین۔ حضرت مسیح موعود کی اردو اور فارسی نظموں کا مجموعہ	۱۱ر	۸ر
الحق مباحثہ لدھیانہ	۱۲ر	۴ر
الحق مباحثہ دہلی	عہ ۴ر	۶ر
حجۃ الاسلام	۴ر	۲ر
سر الخلافت	۸ر	۴ر
جنگ مقدس	۱۲ر	۸ر
شحنہ حق	۹ر	۴ر
نور الحق حصہ اول	عہ ر	۸ر
〃 حصہ دوم	۸ر	۴ر
برکات الدعا	۴ر	۲ر
القول الممجد	۸ر	۲ر
اعلام الناس	۵ر	۲ر
اعجاز القرآن	۱ر	۰ر
عصمت انبیاء	۹ر	۳ر
غلامی	۴ر	۲ر
الوصیت	۲ر	۱ر
الضحیٰ	[illegible]	[illegible]
سراج الوہاج	۴ر	۱ر
اظہار النصائح	۵ر	[illegible]
القول المبین	۲ر	۰ر
ستہ ضروریہ مباحثہ رام پوری	۳ر	۱ر
تبلیغ الحق علی عبد الحق	۱۰ر	۵ر
رسالہ نماز	۸ر	۴ر
〃 روزہ	۴ر	۲ر
〃 زکوٰۃ	۳ر	۱ر
〃 تربیت اولاد	۵ر	۲ر
مرأۃ الحقیقت	۵ر	۲ر
نکات القرآن حصہ سوئم	۱۰ر	۲ر
〃 〃 چہارم	۸ر	۲ر
آیت اللہ	۳ر	۱ر
احمد مجتبےٰ	۴ر	۱ر
حدوث مادہ	۵ر	۲ر
حقیقت اختلاف	۵ر	۲ر
شناخت مامورین	۳ر	۱ر
رسالہ نجات	۱ر	۰ر
سوانح عمری حضرت مسیح موعود	۴ر	۲ر

یجر وید
یجروید کے بیس ابتدائی ادھیاؤں کا مستند ترجمہ
اصل قیمت عہ
رعایتی ۱۰ر

	اصل قیمت	رعایتی
دیدوں کا بہشت	۸ر	۴ر
مسئلہ بہشت	۲ر	۱ر
مسئلہ تقدیر	۶ر	۲ر
اسمار آتمیہ	۷ر	۲ر
احمدیہ موومنٹ	۱۰ر	۵ر
النبوت فی الاسلام انگریزی	۷ر	۲ر

جمع قرآن
اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب آیات رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق ہوئی اور جو اعتراض قرآن پاک کی جمع اور ترتیب کے متعلق ہوئے ہیں انکی تردید کی گئی ہے
اصل قیمت ۱۲ر ۔ رعایتی ۸ر

مسیح موعود
سلسلہ عالیہ احمدیہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ سلسلہ کے متعلق تحقیقات کرنے والے کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے
اصل قیمت عہ ۔ رعایتی ۱۲ر

عسل مصفّیٰ ہر دو حصص
حضرت عیسیٰ کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعویٰ مجددیت پر مفصل بحث۔
اصل قیمت عہ رعایتی عہ

	اصل قیمت	رعایتی
فتح اسلام انگریزی	۶ر	۳ر
بیان القرآن پارہ اول تا ہفتم فی	[illegible]	۴ر
المہدی اول تا ہفتم	[illegible]	۴ر
رباعیات حافظ	۳ر	[illegible]
اسلام اور دیگر مذاہب	۱ر	[illegible]

تمام آرڈر ۱۵۔ جنوری ۱۹۳۲ء تک بھیجنے چاہئیں۔ اس کے بعد کے آرڈر اس رعایت کے ماتحت نہ آسکیں گے تعمیل آرڈر بذریعہ ویلیو پارسل یا پیشگی روپیہ آنے پر کی جائے گی۔ فرمائش بھیجتے وقت ریلوے اسٹیشن کا نام ضرور لکھنا چاہئے۔ کو پارسل بذریعہ ریل بھیجا جائے یا ڈاک خانہ۔ اول الذکر صورت میں قیمت کا کچھ حصہ پیشگی آنا چاہئے۔ محصول ڈاک و دیگر مصارف ہر حالت میں بذمہ خریدار ہوں گے۔

ملنے کا پتہ

منیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

الصلح خیر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا سہ روزہ آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۱۹ | لاہور یوم چہارشنبہ مطبوعہ ۱۹ شعبان ۱۳۵۰ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۶۸

حضرت مسیح موعود کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی خصوصیات

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
(۲) کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
(۳) قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی
(۴) سب صحابہ و ائمہ قابل احترام ہیں مجددین کو ماننا ضروری ہے۔
(۵) اسلام تمام ادیان پر غالب آئیگا

"ایک بے اختیار آواز"

وہ جماعت جو ...... ایسے مخلص آدمیوں کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہے جھوٹی جماعت نہیں ہوسکتی"

(از مولانا عبدالمجید صاحب قرشی ایڈیٹر ایمان پٹی)

ہندوستان میں بہت تھوڑے مسلمان ہیں جو پوری آزادی اور روانی سے انگریزی لکھ سکتے ہیں تحریک یوم النبی کی تقریروں اور اپیلوں کے انگریزی ترجمہ کے سلسلے میں ہم بہت سے اصحاب کو ہمیشہ تکلیف دیتے رہتے ہیں لیکن خدمت کا شرف صرف انہی اصحاب کو حاصل ہے جن کے دل میں درد ہے۔ اور جن کی زندگی کی لذت اور راحت لیٹے رہنے اور آرام فرمانے کے بجائے اخلاص اور صداقت کے ساتھ عمل اور جد و جہد کرنے میں مضمر ہے۔

یوم النبی کی اپیل پانچ زبانوں میں شائع کرنے کا اصل مدعا یہ تھا کہ اسے بیت المقدس میں ہونے والی موتمر میں بھیجا جائے تاکہ نمائندگان عالم اسلام اسے پڑھ لیں اور اپنے اپنے ملک میں جا کر اس کی تحریک کریں لیکن صرف ایک انگریزی داں دوست کی مہربانی سے ہم اپیل کو بروقت شائع نہ کر سکے اور یہ عظیم الشان موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔

ہم نے اکتوبر میں اپنے بھائی کی خدمت میں ترجمہ کے لئے اردو مسودہ ارسال کیا تھا، آپ نے ایک ہفتہ کے بعد واپسی کارڈ میں جواب دیا کہ اگرچہ مجھے فرصت کم ہے تاہم آپ کے منشا کے مطابق اب ترجمہ جلد بھیجدونگا۔ اس وعدہ پر کئی دن گزر چکے تو ہم نے پھر اپنے بھائی کو ایک واپسی کارڈ لکھا اور تکمیل کار کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے جواب دیا کہ ایک ہفتہ تک بھیجنے کی کوشش کرونگا۔ یہ ہفتہ بھی گزر گیا لیکن ترجمہ موصول نہ ہوا۔ کافی انتظار کے بعد ایک اور جوابی کارڈ لکھا کہ چونکہ یہ اپیل تمام دنیائے اسلام کے علما و اکابر کے ہاں جائے گی اور تمام اسلامی اخبارات میں چھپے گی۔ اس واسطے ضروری تھا کہ ترجمہ بہتر سے بہتر ہو اور اسی واسطے خاص طور پر آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ لیکن اگر آپ کو فرصت نہ ہو تو آپ براہ کرم اطلاع فرمائیں تاکہ کوئی دوسرا انتظام کیا جا سکے۔

اس عریضہ کا جواب یہ تھا "آپ براہ کرم یہ شرف میرے ہی لئے مخصوص رکھیں۔ میں آپکو بہت جلد ترجمہ بھیج رہا ہوں"

اس کے بعد پھر کئی دن انتظار کیا گیا اور جب اس ترجمہ کا کہیں بھی سراغ نہ ملا تو راقم الحروف خط و کتابت کو بے سود سمجھکر خود لاہور پہنچا۔ تاکہ کوئی دوسرا انتظام کیا جائے۔ حضرت مترجم سے ملاقات کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ٹھیک دوسرے دن بعد پٹی میں آپ کو ترجمہ مل جائیگا دو دن کے بجائے چار دن انتظار کیا گیا۔ لیکن ترجمہ موصول نہیں ہوا اب یہاں سے ایک خاص آدمی مترجم صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا۔ کہ وہ ان سے ترجمہ لے آئیں۔ یہ بالکل آخری وقت تھا۔ قاصد کو آپ نے صاف جواب دیدیا کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔

یہ جواب پالینے کے بعد میں خود لاہور دوڑا اور خان محمد یعقوب خان صاحب مدیر "لائٹ" لاہور کی خدمت میں عرض کی کہ آپ امداد فرمایئے۔ اپیل کا مسودہ آپکی خدمتمیں پیش کیا گیا۔ آپ نے اطمینان سے مسودہ پڑھا، پھر اس کام کو جس میں آپ مصروف تھے بالکل اسی وقت ختم کر دیا۔ قلم اٹھایا اور ترجمہ کرنے لگے۔ دو تین گھنٹہ میں اسے مکمل کرکے راقم الحروف کے حوالے کر دیا۔ ناظرین اندازہ نہیں فرما سکتے ہیں کہ یہ چھوٹا سا واقعہ میرے لئے کس قدر اہم اور عظیم ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے جو مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔ اس وقت سے ایک بے اختیار آواز میرے دل میں پیدا ہو رہی ہے یہ آواز دماغ کی آواز نہیں دل کی آواز ہے اور وہ یہ ہے کہ "وہ جماعت جو خان محمد یعقوب خان ایسے مخلص آدمیوں کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہے جھوٹی جماعت نہیں ہو سکتی" اس واقعہ نے میرے ایمان میں اضافہ کر دیا ہے اور اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس دنیا میں اصل تبلیغ زبان و الفاظ کی تبلیغ نہیں بلکہ عمل اور خدمت کی تبلیغ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق نے تمام دنیا کو فتح کیا اور آئندہ بھی صرف وہی جماعت دنیا کو فتح کرے گی جس کے اخلاق بلند ہوں گے

(ن)

سال کا آخری پرچہ

۲۱ دسمبر کی اشاعت میں اعلان کیا گیا تھا کہ یہ ۳۱ء کا آخری پرچہ ہے لیکن بعد میں یہی مناسب معلوم ہوا کہ جلسہ سالانہ کی مختصر روئیداد قارئین کرام تک جلد پہنچا دی جائے۔ اسی غرض کے ماتحت پیش نظر پرچہ شائع کیا گیا ہے۔ اب یہ ۳۱ء یا دوسرے الفاظ میں جلد ۱۹ کا آخری نمبر ہے آئندہ پرچہ ۳۲ء یا جلد ۲۰ کا پہلا پرچہ ہوگا +

کیا پیغام صلح کے خریدار صاحبان جو اصلی معنوں میں اس کے سرپرست ہیں اپنے قومی اخبار کی سالگرہ پر اسکو کوئی تحفہ نہ دینگے؟ وہ تحفہ صرف یہی ہے کہ نئے خریدار فراہم کئے جائیں جلسہ سالانہ قومی دربار ہوتا ہے اس مبارک تقریب پر ہمیں اپنے احباب سے جو توقعات تھیں وہ کماحقہ پوری نہیں ہوئیں کیا وہ سالگرہ کے دن بھی ہمیں محروم رکھینگے؟ ہم اس سوال کا جواب زبان و قلم نہیں بلکہ عمل سے چاہتے ہیں خدا کرے ہمارے احباب کا جواب حوصلہ افزا اور دل خوش کن ہو +

خاکسار منیجر

مسئلہ کشمیر کے متعلق دو نہایت اہم ریزولیوشن

مذہبی آزادی اور قانون اسلحہ کے متعلق

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا احتجاج

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسہ میں دو نہایت اہم ریزولیوشن پاس ہوئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

پہلا ریزولیوشن

۲۵ دسمبر کو بعد از نماز جمعہ مولانا یعقوب خانصاحب نے حکومت کشمیر کے اُن مظالم کا ذکر کرتے ہوئے جو مسلمانوں پر توڑے جا رہے ہیں بیان کیا کہ ایک سب سے بڑی تکلیف از ظلم عظیم یہ ہے۔ کہ ریاست میں مذہب کے متعلق یہ قانون ہے۔ کہ کوئی ہندو اگر مسلمان ہونا چاہے تو ریاست کی طرف سے اجازت نہیں کیونکہ اسکی جائداد ضبط کر لیجاتی ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ جائیداد جو باپ کے ورثہ میں ملی ہے۔ اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ اپنی پیدا کردہ جائداد سے محروم ہو جاتا ہے مسلمانوں نے مطالبہ کیا کہ اس قسم کی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ اب گلینسی کمشن کے سامنے بھی یہ مسئلہ آیا ہے۔ لیکن برادران وطن نے نہایت افسوسناک ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور انہوں نے دھمکی دی ہے۔ کہ اگر گلینسی کمشن اس معاملہ کو ہاتھ میں لے گی۔ تو ہندو اس کا مقاطعہ کر دیں گے۔ اور سول نافرمانی کرینگے آپ نے بتایا کہ اس وقت پنجاب میں بالخصوص اور تمام ہندوستان میں بالعموم ایک تحریک جاری ہے۔ کہ ہندو بھی مسلمان ریاستوں کے خلاف جدوجہد شروع کریں۔ ایک طرف یہ لوگ آزادی کے علمبردار بنتے ہیں۔ اور دوسری طرف سے پرلے درجہ کی فرقہ دارانہ ذہنیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت ہے۔ کہ یہ ریزولیوشن پاس کیا جائے کہ

"یہ مجمع جس میں ہر فرقہ کے مسلمان شامل ہیں ہز ہائنس مہاراجہ کشمیر اور ان کے عمال حکومت کو توجہ دلاتا ہے۔ کہ مسلمانان کشمیر کے مطالبات میں سب سے زیادہ اہم وہ مطالبہ ہے جو ان کی مذہبی آزادی سے تعلق رکھتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے جب ہندوستان میں مذہبی آزادی کی بنیاد رکھی۔ تو اس کے لئے یہ قانون بھی بنایا۔ کہ ایک مذہب سے دوسرے میں تبدیلی کی بنا پر کسی شخص کو حق وراثت سے محروم نہ کیا جائے گا ایکٹ ۲۱ ۱۸۵۰ء جو مذہبی آزادی کا ایکٹ کہلاتا ہے۔ اسی غرض کے لئے پاس ہوا یہ نہایت افسوس سے دیکھا جاتا ہے۔ کہ کشمیر میں وہ مذہبی آزادی اب تک مسلمانوں کو میسر نہیں آئی۔ اور اب جب کہ یہ معاملہ گلینسی کمشن کے سامنے آیا ہے۔ ریاست کشمیر کے ہندوؤں نے یہ دھمکی دی ہے۔ کہ اس معاملہ کو کمشن کے سامنے لانے پر وہ سول نافرمانی کریں گے۔ بلکہ برٹش انڈیا کے ہندو جگہ جگہ انکی تائید کر رہے ہیں۔ یہ مجمع حکام کشمیر کو متنبہ کرتا ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کو یہ مذہبی آزادی نہ ملی۔ تو ہندوستان کے مسلمانوں میں کشمیر کے خلاف جذبہ نفرت انتہا کو پہنچ جائیگا۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا نتیجہ کیا ہو۔

یہ مجمع ان ہندوؤں کی ذہنیت پر بھی افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ کہ انہوں نے بجائے اس کے کہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے مطالبہ کی جو ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے۔ حمایت کرتے۔ اس کے خلاف نہ صرف پروپیگنڈا شروع کیا ہے۔ بلکہ سول نافرمانی کی دھمکی دی ہے"

حافظ محمد حسین صاحب بی اے۔ ایل۔ ایل بی ایڈوکیٹ گجرات نے اس ریزولیوشن کی تائید میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہندو مسلمانوں کے ساتھ انصاف نہیں الٹا ظلم کر رہے ہیں مسلمان ہندوستان کے اکثر حصوں میں ہندوؤں کی اکثریت ماننے کو تیار ہیں لیکن ہندو چند صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ماننے کو تیار نہیں تعجب ہے جہاں ہندوؤں کی آبادی ۹۵ فیصدی ہے۔ وہاں تو مذہبی آزادی کے خلاف انہیں اعتراض نہیں۔ نہ ان کے دھرم شاستر کی توہین ہوتی ہے۔ لیکن جہاں وہ پانچ فیصدی ہیں۔ وہاں انہیں مذہبی آزادی گوارا نہیں اور خواہ مخواہ شور مچا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑا افسوس کا مقام یہ ہے۔ کہ اس فرقہ دارانہ ذہنیت کے خلاف نہ کانگرس سے آواز اٹھتی ہے اور نہ مہاتما گاندھی احتجاج کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے سب سے بڑے قوم پرست اخبار پرتاپ اور ملاپ بھی اس فرقہ پرستی میں گرفتار ہیں۔

حافظ صاحب کے بعد صاحب صدر نے حاضرین کے اتفاق رائے کے ریزولیوشن کے پاس ہونے کا اعلان کیا۔ اور سرحدی سرخپوشوں کو توجہ دلائی کہ کشمیر کے واقعات ان کی آنکھیں کھولنے کا موجب ہونے چاہئیں۔ کہ جس کانگرس کی حمایت انہوں نے کر رکھی ہے۔ وہ کہاں تک مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دینے کے لئے تیار ہے

دوسرا ریزولیوشن

۲۶ دسمبر کے دوسرے اجلاس میں مولانا یعقوب خانصاحب مدیر لائٹ نے ریاست کشمیر کے لئے "قانون اسلحہ" کا جس میں مسلمانوں کے لئے بغیر لائیسنس ہتھیار رکھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ آپ کو علم ہوگا کہ جموں کی رعایا قانون اسلحہ سے مستثنیٰ تھی۔ اب یہ قانون بنا دیا گیا ہے۔ کہ جموں شہر اور گرد و نواح میں پانچ میل کے فاصلہ پر کوئی مسلمان اسلحہ بغیر لائسنس نہیں رکھ سکتا لیکن اس نئی پابندی سے راجپوت ہندوؤں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ راجپوت ہندو جب چاہیں مسلمانوں کو بیدریغ قتل و غارت کر سکتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ پچھلے دنوں جب جموں میں فساد ہوا تو کتنے مسلمان راجپوتوں کے ہاتھوں سے شہید ہوئے تھے۔ باوجود اس کے انہی راجپوتوں کو مسلح رکھا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کو نہتے کر دیا گیا ہے جس سے مسلمانوں کی زندگی اور بھی زیادہ خطرے میں ہے۔ اسلئے میں یہ ریزولیوشن پیش کرنا چاہتا ہوں کہ

مسلمانوں کا یہ مجمع حکومت کشمیر کے اس نئے قانون کے متعلق سخت تشویش اور ناراضی کا اظہار کرتا ہے جس کے رو سے مسلمانان جموں پر تو یہ پابندی عاید کر دی گئی ہے کہ وہ کوئی اسلحہ بغیر لائسنس نہیں رکھ سکتے۔ اور ہندو راجپوتوں کو اس پابندی سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ یہ جلسہ حکومت کشمیر کے اس طرز عمل کو اس اشتباہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ کہ اس نے راجپوتوں کو مسلح کر کے مسلمانوں کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

حافظ محمد حسین صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ گجرات نے اس ریزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ کشمیر کے واقعات میں ہندوستان کے آیندہ سوراج کا نوٹ نظر آ رہا ہے جہاں مسلمانوں کی کثرت ہے وہاں تو ان کا یہ حال ہے۔ آیندہ سوراج میں مسلمان جہاں قلت میں ہونگے۔ وہاں جو کچھ ہوگا ظاہر ہے۔ آج مسلمانوں کو غیر مسلح اور راجپوتوں کو مسلح کر کے سوائے اسکے کہ مسلمانوں کو کچلنا مقصود ہے۔ اور کیا غرض ہو سکتی ہے مجھے تو افسوس اس بات پر آتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اور ہندو قوم پرست اور ہندوستان کی واحد نمائندہ کانگرس اور مہاتما گاندھی اور سردار پٹیل سب کے سب خاموش ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے چھوٹے چھوٹے معاملات کو عالمگیر تحریکات کی شکل دیجاتی ہے لیکن واقعات کشمیر کی اسلئے کہ وہاں مسلمان آباد ہیں کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ کیا یہ ہندو ذہنیت اور آیندہ سوراج کا ایک افسوسناک منظر نہیں۔

مولانا عصمت اللہ صاحب نے اس ریزولیوشن کی تائید مزید کی۔ اور فرمایا کہ کشمیر کے مظلوم بھائیوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے۔ آج اسکی خونچکاں داستان ہر مسلمان کی زبان پر ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے اخبارات میں وہ سب سے بڑا اخبار نویس جس نے کسی وقت زبان سے یہ نکالا تھا ؎

اے جوان بخت مہاراجہ کہ بزم کشمیر\
گونجتی ہے ترے اخلاق کے افسانوں سے

پھر جس کی زبان سے یہ لفظ نکلے ؎

تم ضبط زمیندار کا نہیں کرتے\
کرتے ہو حقیقت میں محمد کا نشان ضبط

زمیندار کو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان قرار دیا اور اتنا نہ سمجھا کہ مسیح موعود کی پیشگوئیاں کیوں محمد رسول اللہ صلعم کا نشان نہیں۔ اس لئے مجھے اس کے جواب میں یہ کہنا پڑا کہ ؎

ہوتا جو اگر کا نشان تیرا زمیندار\
کیا تاب تھی کر سکتا کوئی اسکو یہاں ضبط\
پر ضبطی سے اس پرچہ کی ظاہر یہ ہوا ہے\
ہو نشر جسم تم تھا و نشر کا نشان ضبط

تو یہی زمیندار ایک وقت مہاراجہ کشمیر کی تعریف کرتے کرتے اسی مہاراجہ کے مظالم بیان کرنے لگ گیا۔

آپنے فرمایا دیکھنے کے قابل یہ ہے کہ آیا حکام کشمیر نے کوئی اصلاح کی ہے مسلمانوں کی تکالیف کا علاج کیا ہے بجائے اسکے ایک آرڈر نافذ کر دیا ہے کہ مسلمانوں سے اسلحہ لئے جائیں۔ اس کے بالمقابل سکھ تو مستثنیٰ ہیں ہی کہ کرپان رکھنا ان کے مذہب میں داخل ہے۔ اب رہ گئے راجپوت: وہ "میاں" لوگ ہیں۔ مہاراجہ کے رشتہ دار ہیں انہیں کس طرح اسلحہ سے محروم کیا جاتا۔ سلئے نزلہ سوائے مسلمانوں کے اور کہاں گر سکتا تھا حکم ہو گیا کہ کوئی مسلمان تلوار تک نہ رکھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغام صلح

جلد ۱۹	مورخہ ۱۹ رشعبان المعظم ۱۳۵۰ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۳۱ء	نمبر

جلسہ سالانہ پر ایک نظر

اخوت و محبت قربانی و ایثار اور تبتل الی اللہ کے روح پرور نظارے

جلسہ سالانہ کی اصل غرض

جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد دوسری جگہ ہدیہ قارئین کرام کی جا چکی ہے جس میں ان عالمانہ تقاریر اور مواعیظ و نصائح کا ذکر ہے۔ جو مختلف بزرگان نے کیں۔ لیکن سال بھر کے بعد اجتماع آیا محض اس غرض سے ہوتا ہے کہ چند تقاریر احباب کو سنا دی جائیں۔ آیا صرف وعظ و نصائح ہم کے سننے کے لئے ہمارے دوست اتنی دور دراز کا سفر برداشت کر کے شدید ترین سردیوں میں لاہور آنے کی تکلیف اٹھاتے ہیں؟ یقیناً یہ بھی ایک بہت بڑی غرض جلسہ سالانہ کی ہے۔ لیکن اصل غرض جس کے لئے سب احباب کو لاہور میں جمع ہونے کی تکلیف دی جاتی ہے وہ اس روحانی غذا سے حصہ لینا ہے جو ایک مومن کو دوسرے مومن سے ملتی ہے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ایک مومن کا دوسرے مومن سے ملنا ایسا ہی اثر رکھتا ہے جیسا قصاب کا دو چھریوں کو آپس میں رگڑنا۔ یقیناً یہی کیفیت ہمارے قومی اجتماع کی ہے۔ جو روحانی فیض سال کے ان تین دنوں میں احباب کو ایک دوسرے سے حاصل ہوتا ہے۔ جو قوت ان کے قلب کو ایک دوسرے کے ایثار اور قربانیوں سے پہنچتی ہے اور محبت اور اخوت کے جذبات کو جو ترقی اور نشوونما حاصل ہوتا ہے وہ کسی سیاسی اجتماع، کسی ملکی و وطنی پلیٹ فارم پر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس سے مذہب کی ضرورت اور بالخصوص اسلام جیسے پاک مذہب کی ضرورت عیاں ہے اور اسی سے احمدیت کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے +

اخوت و برادری کا منظر

ہم نہیں کہتے کہ یہ اجتماع اس اجتماع عظیم کے قائم مقام ہے، جو خانہ کعبہ میں حج کے موقعہ پر ہوتا ہے۔ ایسا کہنا ایک شعار اسلامی کا استخفاف ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جن فقہی اختلافات نے مسلمانوں میں فرقہ بندی پیدا کر رکھی ہے، احمدیت میں ان سب کے موجود ہوتے ہوئے اخوت و برادری کا ایک ایسا رنگ نظر آتا ہے جس کی نظیر حج کے سوائے اور کہیں نظر نہیں آتی۔ ایک ہی امام کے پیچھے آمین بالجہر کہنے اور نہ کہنے والے، رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والے، سینہ پر ہاتھ اور زیر ناف ہاتھ باندھنے والے اور بعض اوقات ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنے والے بھی نظر آتے ہیں۔ اور کبھی کسی کے دل میں یہ وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ ایسے اختلافات کا کوئی ذکر بھی زبان پر لائے وہ کیا چیز ہے جو مسیح موعودؑ نے ان لوگوں کے قلب میں پیدا کر دی ہے۔ اور وہ ان باتوں کو جو مسلمانوں میں قتل و خونریزی تک نوبت پہنچا چکی ہیں۔ اور آج تک شدید اختلافات کا موجب چلی آتی ہیں اپنے اندر رکھتے ہوئے کوئی اہمیت انہیں دینے کے لئے تیار نہیں۔ وہ محض جذبہ روحانیت و اخوت ہے جو اس مجدد وقت کی وساطت سے انہیں ملا ہے +

احمدیت فرقہ نہیں

وہ لوگ جو احمدیت کو بھی دوسرے فرقوں کی طرح ایک فرقہ سمجھتے ہیں وہ اس پر غور کریں اور دیکھیں کہ احمدیت نے ان مختلف الخیال لوگوں کو جو الگ الگ فرقوں میں منقسم تھے ایک جگہ جمع کر کے کیا ایک الگ فرقہ بنا لیا ہے یا ایک ایسی جماعت پیدا کی ہے جو ولتکن امۃ الخ کے ارشاد الٰہی کے ماتحت تبلیغ دینے کے سوائے اور کوئی غرض اپنے پیش نظر نہیں رکھتی۔ اگر یہ فرقہ بندی ہے تو ہماری دلی آرزو ہے کہ تمام مسلمان اس فرقہ بندی کو اپنا طریق عمل بنائیں۔ تبلیغ اسلام کا علم ہاتھوں میں لیکر اٹھ کھڑے ہوں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے عظیم الشان کام میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔ کہ یہی حقیقت اسلام کی ترقی اور عروج کا موجب ہے +

مرکز کی متابعت کی ضرورت

اسی حقیقت کی طرف حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنی ایک تقریر میں توجہ دلائی اور بار بار اپنے احباب کو اس طرف متوجہ کیا کہ چونکہ ان کا اجتماع ایک امر جامع کے لئے ہے اس لئے اس میں ہر احمدی کی شمولیت ضروری ہے وہ لوگ جو گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں اور جلسہ میں شامل ہونے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے یا مرکز کی کسی اور آواز کو اس کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں وہ لا تجعلوا دعاء الرسول کدعاء بعضکم بعضاً کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ انہیں اپنے اس طریق عمل کو بدل کر ہمیشہ مرکز کی آواز کی متابعت کرنی چاہئے +

ایثار و قربانی کی روح

سب سے زیادہ موثر نظارہ جو جلسہ سالانہ پر ہر سال دیکھنے میں آتا ہے وہ ایثار و قربانی کی وہ روح ہے جو مسیح موعودؑ نے اس جماعت میں پیدا کی ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے احمدیہ کانفرنس میں اور اس کے بعد جلسہ عام میں بھی اس قومی قرضہ کا ذکر کرتے ہوئے جو مختلف احباب کی طرف سے انجمن کو ملا تھا اس کی ادائیگی کی طرف قوم کو توجہ دلائی اس پر بعض احباب نے اس قرضہ کی میعاد کو اور ایک سال کے لئے بڑھا دیا اور بعض نے اسے واپس لینے ہی سے انکار کر دیا۔ نہ صرف یہی بلکہ ان کے بجائے کئی ایک دوسرے اصحاب نے مختلف رقوم قرض دینے کا وعدہ کیا۔ اور جو کچھ بطور عطیہ پیش کیا وہ ان کے ایثار و قربانی کا ایک اور درخشندہ نمونہ تھا کل چندہ جو عطیات یا وعدوں کی صورت میں جلسہ سالانہ پر ہوا اس کی میزان تک پہنچتی ہے۔ جو ایک چھوٹی سی قوم کے جذبہ ایثار کا ایک بے نظیر ثبوت ہے۔ یہ روح جو ماموریت اللہ نے اس قوم کے اندر پیدا کی ہے۔ اس بات کا ایک کھلا ثبوت ہے کہ وہ خدا کا مجدد اور مسیح ہے۔ ورنہ کوئی مفتری ایسا دیکھنے میں نہیں آیا جو دین کے لئے ایثار کی ایسی روح اپنے پیروؤں میں پیدا کر چکا ہو +

دعا اور خدا پر ایمان

اس کے علاوہ تبتل الی اللہ کا وہ شاندار نظارہ ہے جو احمدی قوم کے سوائے شاید آج دوسری جگہ نظر نہیں آ سکتا۔ اس دہریت اور مادیت کے زمانہ میں خدا تعالیٰ کو اپنا واحد ملجا و ماویٰ سمجھنا اس کے آگے ہر بات کے لئے ہاتھ پھیلانا اور ہر شخص کا اپنی ذاتی ضروریات کے لئے بھی دوسرے احباب سے دعاؤں کی درخواست کرنا ایک ایسی چیز ہے جو احمدیت کا ایک خاصہ ہے۔ اور یہ اس ایمان کا نتیجہ ہے جو مجدد وقت نے اس قوم کے اندر پیدا کیا۔ کیا جو شخص خدا پر افترا باندھنے والا ہو اس کے دل میں دعا پر ایسا ایمان پیدا ہو سکتا ہے جس سے آج اتنا لمبا عرصہ گذر جانے پر بھی اس کے پیرو سرشار نظر آتے ہیں؟ ایک ایک شخص کا اٹھنا اور اپنے بھائیوں کی مختلف ضروریات کے لئے دعا کی التجا کرنا ایک ایسا دلچسپ نظارہ ہے۔ جو خدا پر ایمان رکھنے والوں کے سوائے اور کہیں نظر نہیں آ سکتا۔ کاش ہمارے مخالف اسی ایک بات پر غور کریں کہ اگر حضرت مرزا صاحب اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان نہ رکھتے تھے تو وہ پرسوز اور پردرد دعائیں جو آپ کے کلام میں پائی جاتی ہیں وہ زبردست تحریکات جو آپ نے دعا کی ضرورت کو ثابت کرنے کے لئے لکھیں۔ اور وہ زبردست یقین جو اپنے ماننے والوں کے دلوں میں استجابت دعا کے متعلق پیدا کیا کہاں سے آ گیا؟ کیا ایک مفتری سے یہ باتیں پیدا ہو سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ وہ بات ہے جو اس مامور من اللہ کی صداقت کا ایک زبردست اور بین ثبوت ہے +

شکریہ احباب

آخر میں ہمیں ان واجب الاحترام دوستوں کا شکریہ ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے اور ایسے دلفریب نظاروں کا سامان بہم پہنچانے میں اپنا وقت اور آرام قوم کی نذر کیا۔ جلسہ کا انتظام میاں سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور کے ذمہ تھا۔ جنہوں نے نہایت محنت و تندہی سے ہر طرح اسے کامیاب بنانے کی کوشش کی اور خدا تعالیٰ نے انہیں اس میں نمایاں کامیابی عطا کی۔ جلسہ میں سب سے زیادہ محنت کا کام کھانا پکوانے اور تقسیم کرنے کا ہے جس سے مہمانوں کو کسی قسم کی تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔ اس بارہ میں ہمارے جوان ہمت [illegible] نبی بخش صاحب بالخصوص قابل شکریہ ہیں۔ جو ہر سال جلسہ سے کئی دن پہلے اس اہتمام میں لگ جاتے ہیں اور ایام جلسہ میں تو رات دن اس کام میں مشغول رہتے ہیں۔ اس پیرانہ سالی میں داروغہ صاحب کا جوش دینی اور مخلصانہ مساعی نوجوانوں کے لئے قابل رشک ہیں۔ ان کے علاوہ مرزا احمد بخش صاحب بھی قابل شکریہ ہیں جن کا بڑھاپا ہر ایسے موقعہ پر جوانی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ مولانا احمد ستور کے انتظام میں رات دن مستغرق رہتے ہیں۔ دوران کی خدمات ہر طرح سے قابل امتنان ہے۔ ایسا ہی مستری دین محمد صاحب۔ میاں مولا بخش صاحب قریشی۔ میرزا جمال الدین صاحب۔ شیخ اللہ دین صاحب اور سکول کے وہ طلبا اور اساتذہ اور انجمن کا تمام عملہ جنہوں نے جلسہ کو کامیاب بنانے اور مہمانوں کو سہولت اور آرام پہنچانے میں رات دن ایک کر دیا۔ ہر طرح قابل شکریہ ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر وہ تمام دوست قابل شکریہ ہیں جنہوں نے مرکز کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جلسہ میں آنے کی تکلیف گوارا کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور خدمات دینیہ کی بیش از بیش توفیق مرحمت فرمائے +

خلاصہ تحریک احمدیت

احمدیت علمی رنگ میں

"تحریک احمدیت" کے نام سے جو کتاب حضرت امیر نے لکھی ہے اس کے ایک حصہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ جسکے کامل پیرؤوں کو اللہ تعالےٰ اپنی ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے۔

(۲) اسلام کامل وحدت کا مذہب ہے۔ جس کے پیرو سب بھائی بھائی ہیں۔ اور کوئی شخص اختلاف کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے۔

(۳) اسلام کامل وسعت کا مذہب ہے جو تمام نسل انسانی کی وحدت کو اور ہر قوم کے اندر نبیوں کے آنے کو تسلیم کرتا ہے۔

(۴) اسلام ایک فاتح مذہب ہے جو تمام مذاہب پر غالب آئے گا۔ اور جس کے اصول عام طور پر دنیا میں قبولیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔

(۵) اسلام ایک علمی مذہب ہے اور اس کے اصول اور فروع علم وعقل کے مطابق ہیں۔

(۶) اسلام میں اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ اور جو نئی ضروریات مسلمانوں کو پیش آئیں ان کا حل بذریعہ اجتہاد ہوتا رہے گا۔

(۷) قرآن شریف شریعت اسلامی کا اصل اور غیر متبدل ماخذ ہے اور مسلمانوں کی زندگی کا اصل سرچشمہ اور سب سے بلند مقام رکھتا ہے۔ حدیث قرآن کے ماتحت ہے۔ اور فقہ یا اجتہاد ائمہ قرآن و حدیث کے ماتحت ہے۔

(۸) قرآن شریف قیامت تک نسل انسانی کی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس کی کوئی آیت نہ پہلے کبھی منسوخ ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

(۹) قرآن شریف عظیم الشان روحانی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اپنی روحانی طاقت سے قلوب کو فتح کرتا ہے اپنی فتوحات کے لئے تلوار کا نہ یہ کبھی محتاج ہوا نہ آئندہ ہوگا۔

(۱۰) قرآن شریف تمام مذہبی صداقتوں کا جامع ہے۔ تمام مذہبی مسائل پر اعلیٰ درجہ کی روشنی ڈالتا ہے۔ مذہبی مسائل پر نہ صرف تمام دعاوی کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ بلکہ ہر دعوے کے دلائل بھی پیش کرتا ہے۔

(۱۱) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے کمالات کو اپنے اندر جمع رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ امت کسی دوسرے نبی کی محتاج نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

(۱۲) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔ مجدد ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔ تاکہ غلطیوں کو دور کرکے مسلمانوں کو سیدھی راہ پر ڈالیں اور محدث اور اولیاء ہوں گے جن سے اللہ تعالےٰ ہمکلام ہوگا۔

آمد جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ پر چندوں وغیرہ کی جو آمد انجمن کو ہوئی اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

تحریک عام	۶۷۵۵-۵-۱	سالانہ چندے	۲۲۳۶-۷-۹
قرضہ فنڈ	۱۴۰۷-۰-۵	دیگر رقوم چندہ	۲۹۵۱-۱۲-۹
میزان کل نقد روپیہ	۱۳۳۵۰-۱۰-۰		

زیورات سونا ۴۰ تولے زیورات چاندی ۴۰ تولے

مالیتی تقریباً ۱۵۰۰ روپیہ — زیورات کی تفصیل اسم وار کسی آئندہ اشاعت میں دی جائیگی

وعدے ۴۰۰۰ روپیہ

اس کے علاوہ انجمن کے بیرونی قرضہ کی رقم جو قریباً پندرہ ہزار روپیہ ہے اس کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے کہ اس کا ایک حصہ خواتین میں تحریک کرکے پورا کیا جائے۔ اور باقی تقسیم کرکے مختلف جماعتوں اور احباب پر ڈالا جائے جسے وہ پورا کریں۔

ہندوؤں کی سفاکی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ریزولیوشن

۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سالانہ جلسہ میں مولانا یعقوب خانصاحب مدیر "لائیٹ" نے ہندوؤں کے اس سفاکانہ فعل کا ذکر کرتے ہوئے جو ۲۶ دسمبر کو انارکلی لاہور میں ہوا دل کے جاس سے جو ظاہر ہوا اور ایک مسلمان نوجوان کو چاقو سے شہید کر دیا اور مسلمانوں کی دکانیں لوٹ لیں ذیل کا ریزولیوشن پیش کیا:-

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اس عظیم الشان جلسہ نے یہ خبر نہایت رنج وغصہ سے سنی کہ ایک معصوم مسلمان نوجوان کو کل بعد دوپہر ہندوؤں کے ایک جلوس نے بمقام انارکلی لاہور جام شہادت پلایا اور اس طرح سے اس خطرناک ذہنیت کا عملی نمونہ دکھایا جس کو ہندوؤں کے اندر پیدا کرنے کی ایک مدت سے ایک منظم جدوجہد کی جارہی ہے"

مولانا عصمت اللہ صاحب نے اس ریزولیوشن کی تائید فرماتے ہوئے کہا کہ جن حالات سے آجکل ہمیں گذرنا پڑ رہا ہے۔ ہندو بھائیوں کا فرض تھا کہ وہ ان میں ہمارا ساتھ دیتے۔ لیکن بجائے اس کے وہ ظلم کی حمایت لئے اور مسلمانوں کو کچلنے کے درپے ہیں۔ آپ نے ہندوؤں کی افسوسناک ذہنیت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ سوامی شردھانند کو شہید بتایا جاتا ہے حالانکہ شہید عربی کا لفظ ہے جو اسلام پہ قربان ہونے والوں کے لئے ہے۔ کچھ عرصہ ہوا "ریتج" کا شہید نمبر نکلا تھا اس پر یہ شعر تھا۔

لازم اللزما ہوئی ہے ہم پہ شدھی بالشدید
ہوگیا دہلی میں شردھانند جی کا قتل عام

یہ ہندو شاعری کا نمونہ ہے۔ لازم کی جمع بنائی گئی ہے "لازم اللزما" جو اردو لغت میں ہندو علمیت کا بیش بہا اضافہ ہے۔ اور یہ کج معلوم ہوا کہ سوامی شردھانند کا قتل بھی "قتل عام" کا حکم رکھتا ہے۔

مولانا نے اس سلسلہ میں ہندو ذہنیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں نے مظلومین کشمیر کی حمایت میں جلوس نکالے۔ اور نعرے یہ لگائے "شہیدان کشمیر زندہ باد" اس کے بالمقابل ہندوؤں نے نعرے لگائے "اسلام مردہ باد" حالانکہ اسلام کے معنے ہیں "امن" تو گویا وہ "امن" کو مارنا اور فساد کو پھیلانا چاہتے ہیں +

آپ نے فرمایا کہ اس قسم کے اشتعال انگیز نعروں کو سن کر ایک نیک دل نوجوان نے صرف اتنا کہا کہ ایسے نعرے لگانے اچھے نہیں اسپر اسے چاقو مار کر شہید کر دیا گیا۔ اتنا نہ سوچا کہ یہ معمولی خون نہیں یہ دنیا میں شور برپا کر دیگا۔ ان حالات میں اس قتل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے بڑے زور سے اس ریزولیوشن کی تائید کرتا ہوں +

اس کے بعد صاحب صدر نے ہندوستان کی اس بدقسمتی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہ اس میں مختلف طبائع کے لوگ آباد ہیں اور ہندوؤں کی اس ذہنیت کا ماتم کرتے ہوئے کہ مظلوموں کی حمایت کے بجائے وہ ظلم پر آمادہ ہیں۔ حاضرین سے ریزولیوشن کے متعلق رائے دریافت کی جو سب کے اتفاق رائے سے پاس ہوا +

جلسہ سالانہ کی مختصر روئیداد

علمی اور مذہبی مسائل پر نہایت اہم اور بصیرت افروز تقریریں

۲۵ر دسمبر کی کارروائی

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا اٹھارہواں سالانہ جلسہ ۲۵ر دسمبر کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں زیر صدارت خان بہادر میاں غلام رسول خاں صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس شروع ہوا۔

مغرب میں تبلیغ اسلام

سب سے پہلے مولانا صدر الدین صاحب نے "مغرب میں تبلیغ اسلام" کے موضوع پر تقریر فرمائی اور بتایا کہ جس مغرب کا اصول یہ رہا ہے۔ کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب۔ اسے آج مشرق کے سامنے جھکنا پڑا ہے۔ قرآن کریم نے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اسی بات کو پیش نظر رکھکر صحابہ کرام مشرق و مغرب میں چاروں طرف نکل گئے سپین، اٹلی، اور ہنگری میں اسلام کے جھنڈے انہوں نے بلند کئے۔ اور تاریک یورپ کو اسلام کے نور اور روشنی سے منور کیا آپ نے بتایا کہ آج یورپ کی بجلیاں اور سائنس کی ترقیات اس کی ریلیں اور ہوائی جہاز کسی روشنی اور نور کی مظہر نہیں۔ کیونکہ ان ذرائع سے وہ مشرق کو پامال کرنے اور غلام بنانے میں کوشاں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآن کی روشنی اس تک پہنچائی جائے۔ جو اس کی حرص استعمار کی آگ کو بجھا سکے۔ آپ نے بتایا کہ یورپ رنگین اقوام کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ قرآن کریم نے اختلاف السنتکم والوانکم کو بھی آیات الٰہی قرار دیا۔ ضرورت ہے کہ یہ تعلیم یورپ تک پہنچائی جائے کہ اس میں آج دنیا کا امن مضمر ہے۔

مسیح موعود اور اولیائے امت

مولانا کے بعد میر مدثر شاہ صاحب گیلانی نے تقریر فرمائی اور اولیائے کرام کے ملفوظات سے ایسے حوالے پڑھکر سنائے جن میں انہوں نے انبیاء سے اپنی مماثلت اور ظلیت کا ذکر کیا ہے۔ اپنے آپ کو مقام محمد پر بتایا ہے۔ اور نبوت محمدیہ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگین قرار دیا ہے۔ آپ نے ساتھ کے ساتھ حضرت مسیح موعود . . . کی کتب کے بھی حوالے پڑھکر سنائے۔ اور ثابت کیا۔ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ بعینہٖ ان اولیائے کرام (حضرت مجدد الف ثانی۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی، حضرت مولانا روم، حضرت محی الدین ابن عربی۔ مولانا سید اسمٰعیل شہید) کے ملفوظات میں موجود ہے۔

اس کے بعد نماز جمعہ کے لئے جلسہ ملتوی ہوا۔ خطبہ جمعہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے اجتماع کی ضرورت اور برکات پر تقریر کی اور تمام حاضرین کو تاکید کی کہ مرکز سے جس وقت کوئی آواز انہیں پہنچے۔ اسی وقت اس آواز کے ساتھ حرکت کریں۔

نماز جمعہ کے بعد دوسرا اجلاس شروع ہوا اور مولانا یعقوب خانصاحب نے مظلومین کشمیر کی دردناک داستان سناتے ہوئے ایک اہم ریزولیوشن پیش کیا۔ جس کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔

اس کے بعد شیخ عبد الحق صاحب دہلوی نے ختم نبوت پر تقریر فرمائی اور بدلائل قاطعہ ثابت کیا کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ازاں بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے

احمدیت کی دو تصویریں

کے عنوان سے تقریر فرمائی جس میں مخالفین احمدیت کی معاندانہ کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے واقعات سے ثابت کیا کہ احمدیت اسلام کے حق میں مفید تحریک ہے۔ آپ نے ان فتاوی تکفیر کا ذکر کرتے ہوئے جو حضرت مرزا صاحب لگائے گئے یا کسی کلمہ گو پر لگائے جاتے ہیں افسوس کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا کہ یہ حضرت نبی کریم صلعم کی اس حدیث کی مخالفت ہے۔ جس میں ایک مسلمان کے خون، مال اور عزت کو قابل احترام قرار دیا ہے۔ آپ نے احمدیت کی خدمات اسلامی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ جو چیز اسلام کی حمایت اور تائید اور خدمت کا موجب ہے اسے مخالف کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کوئی نیا دین یا نبوت لیکر نہیں آئے جس طرح بابی نئے دین کو پیش کرتے ہیں۔ اسلام ہی کو دنیا میں پیش کیا۔ اور اسی کی اشاعت کی آپ کو تڑپ تھی آپ نے اس فتوے کفر سے بھی بیزاری کا اعلان کیا جو میاں محمود احمد صاحب نے حضرت صاحب کے تمام نہ ماننے والوں پر دے رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ مسلمان کی اس تعریف کو چھوڑکر جو قرآن نے کی سیاسی تعریف کے رو سے اتحاد قایم کرنا قرآن سے توجہ ہٹانا ہے اور یہ ہرگز مفید نہیں ہو سکتا، اتحاد اگر ہو سکتا ہے تو قرآن ہی پر ہو سکتا ہے ورنہ ماننا پڑے گا کہ قرآن اتحاد کا ذریعہ نہیں۔

غرض آپ کا لیکچر ہر پہلو سے احمدیت کے متعلق غلط فہمیوں کو رفع کرنے اور اسے اسلام کی خدمت گزار جماعت ثابت کرنے کا موجب تھا۔ حضرت امیر کے لیکچر کے بعد قریبًا پانچ بجے جلسہ برخاست ہوا۔

۲۶ر دسمبر کی کارروائی

درس قرآن کریم

نماز صبح کے بعد جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے قرآن کریم کا درس دیا۔ جس میں ضمنًا تمام احمدیہ جماعتوں اور باہر سے آئے ہوئے دوستوں کو اپنے اپنے مقامات پر درس کا سلسلہ شروع کرنے اور قرآن کریم پر غور و تدبر اپنی زندگی کا مقصد حقیقی قرار دینے کی نصیحت کی۔ سورۂ واللیل کی تفسیر فرماتے ہوئے آپ نے اس بات پر زور دیا کہ حقیقت میں دو ہی باتیں ہیں۔ جو انسان کی دینی و دنیوی فلاح کا موجب ہیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔ ان دونوں باتوں پر اس سورت میں ان الفاظ میں زور دیا گیا ہے فاما من اعطیٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسریٰ واما من بخل واستغنیٰ وکذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للعسریٰ آپ نے فرمایا کہ اس جگہ حسنیٰ سے مراد اسلام ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے رستے میں دے اور اس کا تقوےٰ اختیار کرے۔ اور اسلام کی تصدیق کرے تو یسریٰ کو اس کے لئے آسان کر دیا جائے گا۔ اور جو بخل کرے اور استغنا سے کام لے اور اسلام کی تکذیب کرے اس کے لئے عسریٰ آسان کر دیا جائے گا۔ اس ضمن میں آپ نے احمدی قوم کو جو ایثار مجسم کا حکم رکھتی ہے اور بھی زیادہ قربانیاں خدا کے رستہ میں کرنے کی ترغیب دلائی۔ آپ کا درس نہایت دلچسپی سے سنا گیا۔ اور دوستوں نے بیحد پسند کیا۔

تحقیقات وید

ٹھیک دس بجے جلسہ عام شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع نے "تحقیقات وید" پر قریبًا ایک گھنٹہ لکچر دیا۔ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت ہی مفید اور قابل قدر تھا۔ آپ ویدوں کی اندرونی شہادتوں کی بنا پر اس حقیقت کو اظہر من الشمس کیا کہ موجودہ وید کلام الٰہی نہیں بلکہ رشیوں کے تصنیف کردہ اور ان کے عاشقانہ تذکروں سے معمور ہیں۔

جرمنی میں تبلیغ اسلام

مرزا صاحب کے بعد پروفیسر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد برلن کا مضمون پڑھکر سنایا گیا۔ جس میں انہوں نے جرمن مشن کے تبلیغی کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ قریبًا ایک سو جرمن اس وقت تک مسلمان ہو چکے ہیں۔ جن ڈاکٹر حمید مارقوس جیسے علما اور فضلا اور بیرن عمر ایرانفلر جیسے نواب شامل ہیں۔ ایک پادری صاحب حال ہی میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اور ایک پی ایچ ڈی کی طالب علم خاتون بھی مسلمان ہو چکی ہیں۔ آپ نے جرمن مسلم سوسائٹی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ عیدین کا نصف خرچ یہ سوسائٹی برداشت کر رہی ہے۔ اور اگر اس کی ممبری کے حلقہ کو وسیع کر دیا جائے تو مشن کا تمام خرچ یہ سوسائٹی اٹھا سکتی ہے۔ اسی غرض سے آپ نے پانچ روپیہ سالانہ چندہ دینے والے ایک ہزار ممبروں کی درخواست کی جس کے لئے حاضرین میں سے بہت سے اصحاب نے اپنے نام پیش کئے۔ بہت سی خواتین نے بھی اس نیک تحریک میں شرکت فرمائی۔

مولانا صدر الدین صاحب کا لیکچر

اس کے بعد مولانا صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی نے مسلمانوں کی باہمی اخوت اور اتحاد و تنظیم پر ایک بسیط خطبہ دیا اور اسلامی برادری کی اس خصوصیت کا ذکر کیا کہ ایک مسلمان خواہ کسی وطن، کسی قوم اور کسی رنگ کا ہو جہاں بھی چلا جائے دوسرے مسلمان اسے اپنا بھائی سمجھ کر گلے لگائیں گے۔ برخلاف یورپین تمدن کے جو خود اپنے ہم قوموں میں ہر قسم کے امتیازات کو روا رکھتا ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ مسلمان اس اخوت کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں اور اشداء علی الکفار رحماء بینہم کی خصوصیت ان سے جاتی رہی ہے۔

اس کے بعد نماز کے لئے جلسہ ملتوی ہوا۔ اور دوپہر تیسرے پہر دوسرا اجلاس شروع ہوا۔ جس میں سب سے پہلے مولانا یعقوب خاں صاحب

دریولائٹ نے حکومت کشمیر کے نئے قانون اسامیکے متعلق ایک ضروری ریزولیوشن پیش کیا جس کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔

اسلام کی دو تصویریں

بعد ازاں حضرت نے

"اسلام کی دو تصویریں" کے عنوان سے تقریر فرمائی آپ نے ایک طرف اسلام کی اس تصویر کو حاضرین کے سامنے رکھا جو عیسائیوں نے پیش کی ہے اور اس کی تائید مسلمانوں نے بھی اپنے بعض غلط عقائد سے کی ہے مثلاً یہ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ مہدی علیہ السلام بزور شمشیر لوگوں کو مسلمان کریں گے۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن میں عیسائیوں اور نئی نفوج کے مسلمانوں نے اسلام کی نہایت بُری تصویر کھینچی ہے اور دوسری طرف وہ تصویر پیش کی جو میں حضرت مسیح موعود نے اسلام کا حقیقی اور پاک چہرہ دنیا کو دکھایا ہے۔ آپ نے بتایا کہ دوسرے اختلافی فرقوں کی طرح احمدی جماعت کی بنا کسی فقہی اختلاف پر نہیں بلکہ اس جماعت کی بنیاد ان باتوں پر ہے جو اسلام کی ترقی سے تعلق رکھتی ہیں۔ انہی باتوں میں دوسروں کا ہم سے اختلاف ہے۔ اور افسوس ہے کہ وہ حضرت صاحب کے کام کو دیکھکر ان کے اس احسان عظیم کا کہ اسلام کو غیروں کے حملوں اور اعتراضات سے بچایا اعتراف کرنے کے بجائے ان کو بُرا کہتے ہیں۔ آپ نے اپنی جماعت کو نصیحت کی وہ بڑا کہلائیں اور اسلام کی خدمت میں لگے رہیں کہ قیامت کے دن دربار نبوی میں شرمندگی اٹھانی نہ پڑے۔

اسلام کے احسانات نسل انسانی پر

رات کے آٹھ بجے تیسرا اجلاس زیر صدارت مولانا صدرالدین صاحب منعقد ہوا۔ جس میں شیخ عبدالحق صاحب ممبر کرال نے اسلام کے احسانات پر جو عالم انسانیت پر اس نے کئے ایک بسیط خطبہ انگریزی زبان میں پڑھا جس میں اسلامی اخوت و مساوات، دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک، علم و حکمت کی نشر و اشاعت اور دیگر مختلف پہلوؤں پر واقعات اور یورپین مصنفین کے اقوال سے روشنی ڈالی۔ یہ لیکچر جامعیت کے لحاظ سے اسلام کا ایک نہایت عمدہ اور بہترین فوٹو ہے۔ جس کو حاضرین نے باوجود دیر ہو جانے کے شدت کی سردی میں بیٹھکر تحمل کے ساتھ سنا۔

سر طامس جلال الدین کا لیکچر

ان کے بعد سر طامس جلال الدین لاڈ بریٹن دبیر رنٹ نے تقریر فرمائی۔ جس میں بتایا کہ کس طرح ان کے قلب میں عیسوی معتقدات اور بائیبل کی روایات کے متعلق خلجان رہتا تھا۔ اور کس طرح اسلام کے مطالعہ نے حقیقی ہدایت اور اخوت و مساوات کا رستہ ان پر کھولدیا۔ آپ نے بتایا کہ میں چوہڑوں اور اچھوت اقوام میں کام کرتا رہا ہوں اب بوڑھا ہوں نہیں جانتا کہ کتنے دن زندگی کے باقی ہیں لیکن اپنے باقیماندہ ایام زندگی کو اسلام کیلئے وقف کرتا ہوں۔ اور اچھوتوں، یورپین اور انگلو انڈین اصحاب کو اسلام میں لانے کی کوشش کرونگا حاضرین کو آپ نے نصیحت کی کہ اپنی زندگی کی باگ ڈور خدا کے ہاتھ میں دیدیں اور اسی کی مرضی کے تابع رہیں۔ پوری تقریر پیغام صلح کی کسی آئندہ اشاعت میں شائع ہوگی۔

اس پر آج کے جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔

۲۷ دسمبر کی کارروائی

درس قرآن کریم

نماز فجر کے بعد جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے قرآن کریم کا درس دیا۔ جس میں سورہ العادیات کی تفسیر فرماتے ہوئے بتایا کہ فرمانبرداری کا نقشہ اس میں کھینچا گیا ہے کہ ایک گھوڑا اپنے مالک کی فرمانبرداری میں کس طرح ہانپتا ہوا دوڑتا جاتا ہے۔ کس طرح سے پتھریلی زمین پر دوڑتے ہوئے اس کے پاؤں سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ کس طرح تمام رات دوڑتے ہوئے اس پر صبح ہو جاتی ہے۔ اور اپنے پیچھے گرد و غبار کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑتا۔ اور آخر کار دشمن کی جماعت میں جا گھس جاتا ہے جب ایک گھوڑا تو اپنے ربوبیت کرنے والے کی اتنی فرمانبرداری دکھاتا ہے۔ لیکن ان الانسان لربہ لکنود انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ وانہ علے ذالک لشھید وہ اس پر خود گواہ ہے اس کا اپنا عمل اس پر شاہد ہے۔ وانہ لحب الخیر لشدید مال کی محبت اسے شدید ہے آپ نے اس بارہ میں نہایت مفصل تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح سے مال کی محبت میں انسان اپنا عیش و آرام اور سب کچھ بھول جاتا ہے۔ کس طرح دس دس پندرہ پندرہ روپے کے لئے موت کے منہ میں جانے کو تیار ہو جاتا ہے لیکن خدا کے کام میں سو سو عذر اور بہانے اسے یاد آتے ہیں۔ یہاں تک کہ سال میں ایک مرتبہ جلسہ سالانہ میں بھی نہیں آسکتے۔ آپ نے جماعت کو خاص طور پر اس طریق کو چھوڑنے اور دین کے کام کو اپنا کام سمجھنے کی نصیحت فرمائی۔

نظم حفیظ

جلسہ عام ٹھیک ۹ بجے شروع ہوا سب سے پہلے جناب ابو الاثر حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام کی جلد دوم سے اپنی ایک دلآویز نظم پڑھکر سنائی۔ جو جنگ بدر کے واقعات پر مشتمل تھی۔ آپ نے نظم شروع کرنے سے پہلے بتایا کہ شاہنامہ اسلام کی جلد اول کا ایک حصہ بھی پہلی بار اسی جلسہ میں آج سے دو سال قبل سنایا گیا تھا اور اب جلد دوم میں سے بھی سب سے پہلے اسی جلسہ میں پڑھتا ہوں۔ جناب حفیظ کی نظم اپنی دلآویزی، واقعات کی صحت اور حسن بیان کے لحاظ سے ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ پھر ان کا اپنے خاص لہجہ میں اس کو پڑھنا اور بھی موجب کشش ہوتا ہے ہمارے خیال میں شاہنامہ اسلام تاریخ اسلام سے عوام الناس کو واقف کرنے میں بہت مفید ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ درد دل رکھنے والے مسلمان اس کو عام طور پر شائع کرنے کی کوشش کریں۔ غرض سامعین نے اس نظم کو نہایت دلچسپی اور ذوق و شوق سے سنا۔

مولانا عصمت اللہ صاحب کا لیکچر

ان کے بعد مولانا عصمت اللہ صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس مختصر وقت میں جو حفیظ صاحب کی "درازدستی" کے بعد ان کے لئے رہ گیا تھا۔ دلائل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا کہ تمام قومی تحریکات میں تبلیغ اسلام کا مقام نہایت اہم ہے اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے مسلمان دوبارہ اوج فلاح پر پہنچ سکتے ہیں

ہماری ذمہ داری

اس کے بعد مولانا یعقوب خاں صاحب نے "ہماری ذمہ داری" کے عنوان سے تقریر شروع کی اور واقعات سے اس بات کو ثابت کیا کہ احمدیت کی تحریک ہی اس وقت اسلام کو ہر قسم کے سیاسی اور غیر سیاسی حملوں سے بچانے کا موجب ہے وہ مسلمان جو سیاست کی رو میں بہہ رہے ہیں۔ وہ مذہب کو تبدیل کر لینا، خدا کی جگہ رام رام کہہ لینا آسان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہندوؤں کے بڑے بڑے قوم پرست اپنے مذہب کو کسی حالت میں چھوڑنے کے لئے تیار نہیں دوسری طرف مسلمان مولوی تکفیر کے ذریعہ سے اسلام کی بیخکنی کر رہے ہیں۔ ان اندرونی خطرات کے علاوہ مسیحیت اور آریہ سماج ہے جو اسلام کو کچلنا چاہتے ہیں۔ احمدیت ان تمام اندرونی و بیرونی خطرات کے بالمقابل سینہ سپر ہے۔ اور اس تحریک کی مدد کرنا، اس کے استحکام کی کوشش کرنا اور ترقی دینا زمانہ حال کی سب سے بڑی اور سب سے اہم ضرورت ہے

انسانیت کی دو تصویریں

مولانا کے بعد جلسہ نماز ظہر کے لئے ملتوی ہوا۔ جسکے بعد دوسرے اجلاس میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے "انسانیت کی دو تصویریں" کے عنوان سے تقریر فرمائی۔ آپ نے واقعات و شواہد سے اس بات کو ثابت کیا کہ صرف مذہب یا خدا کے ساتھ تعلق ہی ایک چیز ہے جو انسان کو حقیقی معنوں میں انسان بنا سکتا ہے اور مذہب کے بغیر مادیت یا دہریت وحشیانہ زندگی کے سوا اور کوئی اثر نہیں رکھتی جیسا کہ آج کل یورپ میں برہنہ رہنے والے مردوں اور عورتوں کی تحریکات سے ظاہر ہے۔

اپنی تقریر کے آخر میں آپ نے حاضرین کو مذہب کا پابند ہونے خدا کے ساتھ تعلق جوڑنے کی نصیحت فرمائی اور اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید کی۔ اسی سلسلے میں آپ نے انجمن کے قومی قرضہ کا ذکر کرتے ہوئے جو پندرہ ہزار تک پہنچتا ہے۔ حاضرین سے اس کے اتارنے کے لئے اپیل کی جس کا جواب اسی وقت سیم و زر کی بارش سے دیا گیا۔ ایک غیراز جماعت بزرگ نے اسی وقت کھڑے ہو کر حضرت امیر کی تقریر کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ آپ امیر جماعت احمدیہ نہیں بلکہ امیر اسلام ہیں۔ اور جس نیک کام کے لئے آپ کھڑے ہوئے ہیں اس میں حصہ لینا سب کا فرض ہے اسی اثنا میں شہر سے فساد کی خبر آگئی۔ جس پر جلسہ جو اس وقت قریب الاختتام تھا برخاست کر دیا گیا۔

خواتین کی ہمت

اپنی تقریر کے آخری حصہ میں حضرت امیر نے لاہور کی احمدی خواتین کے دینی جوش اور ولولہ کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کیا۔ کہ خاص تحریک کی جو رقوم مختلف جماعتوں اور احباب کے ذمہ ڈالی گئی تھیں کہ وہ دوسروں سے جمع کر کے لائیں ان میں ۵۰۰ روپیہ لاہور کی احمدی خواتین کے ذمہ ڈالا گیا تھا اور یہ وہ رقم ہے جو باہر کی کسی جماعت کے ذمہ نہیں ڈالی گئی مگر خواتین نے اس سے بھی بڑھکر ہمت دکھائی اور ۱۳۰۰ روپیہ اس وقت تک جمع کر کے دے چکی ہیں۔ قریباً چار سو روپیہ دستکاری سے وصول ہونیوالا ہے گویا قریباً ۱۷۰۰ روپیہ خواتین نے جمع کر دیا۔ جو مردوں کے لئے قابل رشک ہے۔ حضرت امیر نے حاضرین کو خاص طور پر تاکید کی کہ اپنی عورتوں کو دینی تحریکات میں شامل کریں۔ ان میں دین کا جوش زیادہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے دوست ان کو نہ اخبار پیغام صلح دیتے ہیں اور نہ وہ چٹھیاں انہیں سناتے ہیں جن میں کوئی خاص قومی تحریک ہوتی ہے۔

طلبائے مسلم ہائی سکول

طلبائے مسلم ہائی سکول کی ہمت مردانہ کا تذکرہ بھی حضرت امیر نے دوسرے دن کی تقریر میں خاص طور پر کیا۔ اور بتایا تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں نے شہر سے پھر پھر کر چندہ جمع کیا جس کی میزان ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔ جس سکول کے طالب علم ابھی سے دین کے لئے اس قدر جوش اور ہمت رکھتے ہیں۔ اور ان کی تربیت ان خالص دینی کاموں میں ہوتی ہے۔ وہ قوم کے لئے کس قدر مفید ہیں۔ اس بارہ میں سکول کے قابل ہیڈ ماسٹر سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب اور دیگر اساتذہ قابل مبارکباد ہیں۔

دو باہمت بزرگان قوم

اسی سلسلے میں دو اور باہمت بزرگوں کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یعنے جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ حضرت امیر نے اپنی تقریر میں ان کا ذکر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ انہوں نے لاہور میں پھر کر جو چندہ جمع کیا ہے۔ اس کی میزان دعدوں سمیت پندرہ سو تک پہنچتی ہے۔ ہم اس ہمت و کوشش

کامیابی پر ان ہر دو بزرگان قوم کو مبارکباد دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام مساعی کو کامیاب کرے اور بیش از بیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

امداد کے مختلف طریقے

حضرت امیر نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں امداد کے مختلف چھوٹے چھوٹے طریقوں کی طرف توجہ دلائی جو قومی فنڈ کو مضبوط کرنے میں بہت فائدہ کا موجب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

(۱) جو لوگ بنکوں میں روپیہ جمع رکھتے ہیں اور آپ نے تمام لوگوں کو کچھ نہ کچھ پس انداز کرنے اور بنکوں میں روپیہ جمع کرنے کی نصیحت فرمائی۔ وہ اس روپے سے جو سود آئے وہ انجمن کو دیدیا کریں۔

(۲) ایک ہزار آدمی سو سو روپیہ بنک میں دس سال کے لئے جمع کرا دے دس سال کے بعد وہ اپنا روپیہ واپس لے لیں اور انجمن کو اس کا سود دیدیں۔

(۳) شیخ نیاز احمد صاحب تاجر وزیر آباد نے اپنی فرم میں یہ انتظام کر رکھا ہے کہ ہر بنڈل پر جو ان کی فرم سے جاتا ہے ایک پیسہ فی بنڈل وصول کرتے ہیں اور اس طرح سال کے بعد ایک کافی رقم انجمن کے لئے جمع کر لیتے ہیں۔ اگر دوسرے تاجر بھی ایسا کریں تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

(۴) ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب نے اپنے ہاں صندوقچی لگا رکھی ہے۔ اور ہر نسخہ پر ایک آنہ وصول کر لیتے ہیں اور مہینہ کے بعد خاصی رقم آ جاتی ہے۔ دوسرے ڈاکٹر اور حکیم بھی ان کی تقلید کریں۔

(۵) عقیقہ، منگنی بیاہ، اور موت پر جو بیسیوں رسوم ہوتی تھیں [illegible] خرچ کئے جاتے تھے [illegible] ہر موقعہ پر ایک دو روپے سے انجمن کی مدد کیجائے تو بہت مفید ہو سکتا ہے۔ شادی کے موقعہ پر اخراجات کا پانچ فیصدی دینے کا جماعت نے فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اس پر عملدرآمد ہونا چاہیئے۔

اس کے علاوہ ایک آنہ فنڈ پر آپ نے زور دیا اور فرمایا کہ اس تحریک میں بہت کم لوگوں نے حصہ لیا ہے اگر اب بھی دوست اس طرف توجہ کریں۔ تو بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امرا چونکہ ایک آنہ کو کوئی وقعت نہیں دیتے۔ اس لئے آئندہ ان سے ایک روپیہ لیا جائے گا۔ ضرورت ہے کہ تمام احباب اس طرف توجہ کریں۔ اور ایک آنہ ماہوار دینے میں سستی اور کوتاہی کو چھوڑ دیں۔

احمدیہ کانفرنس

۲۵۔ دسمبر کو شام کے آٹھ بجے احمدیہ کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ جس میں تین باتیں زیر بحث لائی گئیں:-

۱۔ قومی قرضہ کی ادائیگی

۲۔ توسیع جماعت

۳۔ مسرفانہ رسوم کا انسداد

اول الذکر امر کے متعلق حضرت امیر نے فرمایا کہ انجمن کا بیرونی قرضہ اس وقت پندرہ ہزار تک پہنچتا ہے۔ اور اس کے علاوہ قریباً پچیس ہزار مختلف مدات کا قرضہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پندرہ ہزار کا بیرونی قرضہ مختلف احباب سے لیا گیا تھا جس کی ادائیگی کا وقت آ گیا ہے جنرل کونسل میں یہ معاملہ پیش ہوا تھا۔ تو بعض احباب نے اپنے قرضوں کی میعاد کو بڑھا دیا۔ آپ نے باقی احباب سے بھی جو موجود تھے دریافت کیا تو ان میں سے کئی ایک نے میعاد کی توسیع کر دی۔ اور بعض نے واپس لینے سے انکار کر دیا بعض دیگر احباب نے کچھ دیگر رقوم بطور قرضہ دینے کا وعدہ کیا۔

توسیع جماعت کے متعلق احباب نے مختلف تجاویز پیش کیں۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے تجویز پیش کی۔ کہ ایک درجن نوجوانوں کو یہاں بلا کر تعلیم دیجائے۔

شیخ فضل قادر صاحب نے تجویز کی کہ میلوں اور منڈیوں میں مفت لٹریچر فروخت اور تقسیم کیا جائے۔

مجور صاحب نے کہا کہ لائبریریوں میں انجمن کا لٹریچر رکھا جائے۔ تاکہ غیر از جماعت لوگ اسے پڑھ سکیں۔

منشی محبوب عالم صاحب نے تجویز کی کہ حضرت امیر کی "تحریک احمدیت" کو کثرت سے خرید کر مفت تقسیم کیا جائے۔

بابو غلام ربانی صاحب نے تجویز پیش کی کہ کتب مسیح موعود کا امتحان لیا جائے۔ اور بزرگان جماعت دورہ کریں۔

محمد فردوس صاحب نے کہا کہ بزرگان قوم بیرونی جماعتوں میں جایا کریں۔ تاکہ تمام احباب ان سے تعارف ہو۔ مقامی جماعتوں میں اخوت ہو کر اس کو زیادہ استوار کیا جائے مسیح موعود کا نام کھلے طور پر پیش کیا جائے۔ جماعت میں غربا کو اٹھایا جائے۔

منشی کرم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ ہینڈبلز ماہوار شائع ہوں۔

ایک اور صاحب نے تجویز کی کہ ینگ مینز ایسوسی ایشن ہر جماعت میں ہو۔ اور نوجوان اپنے اپنے شہروں [illegible] مقامات میں جا کر تبلیغ کیا کریں۔

منشی محبوب عالم صاحب نے کہا کہ انجمن کا مستقل فنڈ مضبوط کیا جائے۔ تاکہ دوسروں سے چندہ لینے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

چوہدری محمد سعید صاحب نے فرمایا کہ تمام مقامات پر نماز جمعہ باقاعدہ ہونی چاہیئے۔ اور اپنے بچوں میں احمدیت کا شوق پیدا کیا جائے۔

حکیم اللہ دتہ صاحب نے فرمایا کہ مرکز میں اعلیٰ دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

مولوی مسیح الزمان نے کہا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے اقتباس لے کر شایع کئے جائیں۔

شیخ عبدالحق صاحب نے فرمایا۔ کہ غیر از جماعت اخبارات میں ہمارے مضامین شایع ہونے چاہئیں۔

ایک اور صاحب نے فرمایا کہ اپنا پریس مضبوط ہونا چاہیئے اور روزانہ اخبار نکلنا چاہیئے۔

ان سب تجاویز کے سننے کے بعد حضرت امیر نے فرمایا کہ تمام احباب جس جس تجویز پر عامل ہو سکیں عمل کرنے کی کوشش کریں۔

اس کے بعد مسرفانہ رسوم کا سوال پیش ہوا۔ اور وہ دستور العمل پڑھکر سنایا گیا جو چند سال ہوئے اپنے جماعت کے لئے مرتب کیا گیا تھا۔ اور اس میں شادی بیاہ اور تمام تقریبات پر مسرفانہ رسوم کو چھوڑنے اور جائز اور واجبی اخراجات کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب نے فرمایا۔ کہ اس کے لئے یہ تجویز بہتر ہو گی۔ کہ ایک رضا کاروں کی جماعت ہو۔ جو ایسی تقریبات پر پکٹنگ کا کام کرے۔ میں اس جماعت کے ساتھ کام کرونگا۔ حضرت امیر اور دیگر حضرات ...

احمدیہ انجمن خواتین کا سالانہ جلسہ
دستکاری کی نمائش

حسب اعلان احمدیہ انجمن خواتین کا سالانہ جلسہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۱ء کو مسلم ہائی سکول لاہور میں زیر صدارت لیڈی سر عبدالقادر صاحبہ منعقد ہوا۔ احمدی خواتین کے علاوہ بہت سی غیر از جماعت خواتین جلسہ میں شریک ہوئیں۔ اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں اور خدمات اسلامی کی تفصیل اپنے کانوں سے سنکر بہت ہی محظوظ ہوئیں۔

جنابہ سید بیگم صاحبہ نے قرآن مجید کی تلاوت سے جلسہ کا افتتاح کیا جس کے بعد رشیدہ طاہرہ صاحبہ نے نعت پڑھی اور پھر لیڈی سر عبدالقادر نے خطبۂ صدارت پڑھا جس میں تمام مسلم خواتین کو انجمن کے مقاصد عالیہ سے اتحاد عمل کی دعوت دی انہوں نے بتایا کہ میں احمدی نہیں لیکن احمدی جماعت نے جو کام کیا ہے اسلام کی جو خدمات سرانجام دے رہی ہے وہ اس قابل ہیں کہ اس میں ان کی امداد کی جائے۔

خطبۂ صدارت کے بعد آمنہ تمیم صاحبہ نے پیغام عمل کے عنوان سے ایک نظم پڑھکر سنائی اور پھر صدر صاحبہ نے انجمن کی طرف سے ان بہنوں کو انعامات تقسیم کئے جنہوں نے

(۱) سب سے زیادہ تعداد میں دوسری بہنوں سے دستکاریاں فراہم کیں۔

(۲) سب سے زیادہ تعداد اور اہمیت میں دستکاریاں بنا کر دیں۔

(۳) کوئی نادر اور کار آمد چیز بنا کر پیش کی۔

تقسیم انعامات کے بعد بیگم قلندر علی صاحبہ نے اشاعت اسلام کی اہمیت پر تقریر فرمائی اور بہنوں کو اس میں شرکت کی تلقین کی۔ زکیہ اختر، دو لڑکیوں نے نہایت خوش الحانی سے نعت پڑھ کر سنائی اور پھر سکرٹری صاحبہ کی سالانہ رپورٹ اہلیہ صاحبہ چوہدری ظہور احمد صاحب نے پڑھکر سنائی۔ جس میں خواتین کی ان خدمات کا بالتفصیل ذکر کیا۔ جو اشاعت اسلام کے لئے انہوں نے سرانجام دیں۔ برلن مسجد کے مینار خواتین نے بنائے۔ لاہور اور مختلف مقامات پر باپردہ مجالس وعظ منعقد کیں۔ اشاعت اسلام کے لئے گھر گھر پھر کر چندہ کیا۔ اور اس طرح ان اسلامی مشنوں کے لئے جو یورپ اور بعض دیگر مقامات پر قایم کئے گئے ہیں۔ امداد و اعانت کے بہترین وسائل پیدا کئے یہ رپورٹ "پیغام صلح" کی کسی آئندہ اشاعت میں مفصل شائع ہوگی۔

بیگم شاہنواز کی تقریر

آخر میں بیگم شاہنواز صاحبہ مندوب گول میز کانفرنس نے ایک برجستہ تقریر فرمائی اور حاضرات کو بتایا کہ میں پہلے احمدی جماعت اور اس کے کاموں سے واقف نہ تھی۔ لیکن ولایت جا کر مجھے اس جماعت کے کاموں کی اہمیت معلوم ہوئی۔ جب وہاں انگریز نومسلموں اور نومسلمات سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں نومسلم لڑکیوں سے جب میری ملاقات ہوئی تو یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ کوئی اپنا نام طاہرہ بتاتی ہے کوئی سعیدہ، کوئی زیتون۔ اور وہ نمازوں میں شریک ہوتیں اور دین سیکھتی تھیں۔ اس نیک اور اہم دینی کام میں احمدی جماعت کی مدد کرنے کے لئے آپ نے حاضرات کو تلقین کی اور خود بھی اور لیڈی عبدالقادر صاحبہ نے بھی نقد رقوم سے اعانت فرمائی۔

دستکاری کی نمائش

جلسے کے بعد دستکاری کی نمائش ہوئی۔ جس میں خواتین کے ہاتھوں